جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

حصہ اول تا گیارہ

مُجاہد

مکمل

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو خاکستر کر دیتی ہے اسی طرح کبھی کوئی معمولی سا واقعہ کسی کی زندگی کا پانسہ پلٹ دیتا ہے۔ سوچ کی نہج بدل دیتا ہے۔ یہ بھی ایک ایسے ہی نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دولت اور لہو آتش سیال بن گیا تھا اور جس کے ہر مسام جان سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک چھوٹے سے واقعہ نے اس کے کاروان حیات کی ترتیب ہی بدل دی تھی۔ اس کی نگاہ میں گنج ہائے اور ہی منزلیں آنے لگیں۔ شہر شہر، قریہ قریہ، در در میں، صف بہ صف، شہر شہر میں فتنہ و فساد کے سبب بیکار رہنا اس کی زندگی کا مقصد ٹھہرا۔ یہ فکر و جذبہ عمل پیہم اور کشاکش حیات کی پل پل رنگ بدلتی کہانی ہے۔

بیروت کو دمشق سے ملانے والی طویل و عریض سڑک پر اسرائیلی ٹینک گشت کر رہے تھے۔ تاحد نگاہ وسیع و عریض پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان پہاڑیوں میں اسرائیلی سپاہیوں نے مورچے بنا رکھے تھے۔ وہ علاقے کے چپے چپے پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ اسرائیلی فوجی دوربینیں ہاتھوں میں لیے اترتے ہوئے دھند میں بھی ہر شے کو چیک کر رہے تھے۔ اس وقت شام کا جھٹپٹا پھیلا ہوا تھا اور پہاڑیوں پر دھند اترنے لگی تھی۔ اسی دھند میں ایک اسرائیلی افسر نے ایک پہاڑی کے نزدیک کوئی شے متحرک دیکھی اور چونک پڑا۔ اس نے فوراً دوربین رکھتے ہوئے وائرلیس سیٹ پر ایک جیپ طلب کی اور چار جوانوں کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔ پھر جب وہ پہاڑی کے دامن میں پہنچا تو ایک جیپ تیزی سے اس کے نزدیک آ رکی جسے ایک فوجی ڈرائیو کر رہا تھا۔ افسر پھرتی سے جیپ پر چڑھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی جیپ میں اپنی گنیں سنبھال لی تھیں۔ افسر کے اشارے پر ڈرائیور نے جیپ اس سمت دوڑا دی جہاں اسرائیلی افسر نے کوئی شے متحرک دیکھی تھی۔

جیپ میں کھڑے ہو کر افسر نے دوربین سنبھال لی تھی لیکن جس پگڈنڈی پر جیپ دوڑ رہی تھی وہ کسی قدر نشیب میں تھی اس لیے افسر کو وہ جگہ نہیں نظر آئی جہاں اس نے وہ نقل و حرکت دیکھی تھی۔ اس نے چیخ کر جیپ کی رفتار تیز کرنے کا حکم دیا اور جیپ برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ ناہموار راستہ ہونے کی وجہ سے وہ بری طرح اچھل رہی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے سپاہی کبھی اپنے وزنی ہتھیار سنبھالتے اور کبھی اچھلتے بدن۔ افسر نے ایک ہاتھ سے مضبوطی سے جیپ کا ہینڈل پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے دوربین کو آنکھوں کے قریب رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ پھر جب جیپ کسی قدر بلندی پر پہنچی تو افسر کو وہ متحرک بدن نظر آ گیا جو انسان ہی تھا۔ جھٹپٹے میں وہ کوئی آگے بڑھ رہا تھا۔ جیپ آن کی آن میں اس شخص کے پاس پہنچ گئی اور انھوں نے اسے قریب سے دیکھا۔ کوئی کوڑھی تھا جسے وہ اس کے لباس سے پہچان سکے تھے۔ انتہائی قابل نفرت شخصیت تھی۔ سارا چہرہ کوڑھ کی زد میں آ چکا تھا۔ گردن کا ایک حصہ گلا ہوا تھا۔ بدن کے کھلے ہوئے حصے بھی کوڑھ زدہ تھے اور اس کے بدن اور لباس سے سخت تعفن اٹھ رہا تھا۔ اسرائیلی افسر نے ناک پر رومال رکھ لیا۔ اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی تھی۔

"کوئی لبنانی ہے۔" اس کے ساتھی نے تبصرہ کیا۔

"قابل نفرت، کوڑھ زدہ، گولی مار دو اسے۔"

"کیا فائدہ، مر جائے گا اس کی لاش یہاں پڑی سڑتی رہے گی اور کوڑھ کے جراثیم پھیلیں گے۔"

"مگر یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔" تیسرے نے کہا اور لبنانی کی طرف دیکھ کر کرخت آواز میں پوچھا۔ "تم یہاں کیوں مارے مارے پھر رہے ہو؟" جواب میں لبنانی نے عجیب سے لہجے میں کچھ کہنے کی کوشش کی اور پھر زبان باہر نکال دی۔ سرخ گلے ہوئے گوشت کی مانند زبان۔ انھوں نے نفرت سے آنکھیں بند کر لیں۔

"جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔" افسر نے نفرت سے کہا اور جیپ واپس موڑنے کی ہدایت کر دی۔ کوڑھ زدہ بستی لنگڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کی چال بھی عجیب سی تھی۔ کوڑھ نے اس کی جو حالت کر دی تھی اس کے تحت اس کی زندگی بھی حیرت انگیز تھی۔ مر جانے وہ کیوں جی رہا تھا۔ شام کی سیاہی نے پہاڑیوں کو تاریکی کا لباس پہنا دیا تھا اور اب دور دور تک کوئی منظر نظر نہ آتا تھا لیکن کوڑھ زدہ بوڑھے کا سفر جاری تھا۔ وہ کئی میل سفر کر چکا تھا اور اب وہ جنوبی بیروت کے اس حصے میں تھا جہاں اسرائیلی فوجوں کا بہت بڑا اجتماع تھا اور جہاں ناکہ بندی کر کے انھوں

نے فلسطینیوں کا شام سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ یہ اسرائیلی چھاؤنی بیروت کی عیسائی آبادی کے بالکل قریب تھی۔ تھوڑے فاصلے سے ان عمارتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ مکانوں اور فوجی پڑاؤ کے درمیان حد بندی کر دی گئی تھی اور خاردار تاروں کی ایک باڑھ لگی ہوئی تھی۔

باڑھ کے پاس سے تقریباً سو گز دور حفاظتی چوکی موجود تھی۔ جہاں اسرائیلی سپاہی مستعد رہتے تھے۔ چوکی کے ایک سپاہی نے باڑھ کے تاروں کے نیچے سے کسی کو گزرتے دیکھا اور چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ٹارچ کی روشنی اس طرف ڈالی۔ ایک شخص اس روشنی میں نمایاں ہوا مگر دوسرے لمحے وہ روشنی کی زد سے نکل گیا۔

سپاہی کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ وہ سوچنے لگا کہ دوسری طرف گشت کرنے والے دستے کو اطلاع دے یا نہ دے۔ اکثر رات کی تاریکی میں ضرورت مند ان حدود سے گزر کر بیروت کے ان گھروں کے دروازے کھٹکھٹا نے چلے جاتے تھے جہاں ان کی ضرورت پوری ہونے کا سامان موجود ہوتا تھا۔ خود وہ بھی دو بار اسی طرح ان تاروں کے نیچے سے گزر کر اس طرف جا چکا تھا۔ ممکن ہے ایسے ہی کسی ضرورت مند نے یہ حرکت کی ہو۔

لیکن احکامات بہت سخت تھے۔ فدائین کی چھاپہ مار کارروائیاں جاری تھیں کسی بھی لمحے کوئی خوفناک تباہی پھیل سکتی تھی اس لیے اس ذہنی کشمکش کے باوجود اس نے یہی مناسب سمجھا کہ گشتی دستے کو چوکس کر دے۔ نزدیک رکھے ہوئے کمیونیکیشن سیٹ پر اس نے یہ اطلاع گشتی دستے کے انچارج ایبان مارش کو دے دی۔

ایبان مارش نے اتفاق سے خود بھی اس سائے کی نقل و حرکت دیکھ لی تھی جو ایک گلی سے نکل کر دوسری گلی میں روپوش ہو گیا تھا۔ وہ اپنے گشتی سپاہیوں کے ساتھ اس کے تعاقب میں چل پڑا لیکن سایہ اس دوسری گلی میں روپوش ہو گیا تھا۔ مارش کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً اس نے ایک مکان میں روشنی ہوتے دیکھی۔ یہ روشنی اسی وقت کی گئی تھی۔ مارش نے اپنے آدمیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اس طرف چل پڑا۔

جس عمارت میں روشنی ہوئی تھی اس پر ڈاکٹر میلیس وکٹر کے نام کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ قدیم عمارت تھی اور اس کی ظاہری حالت بہتر نہیں تھی۔ ایبان مارش نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ایک بوڑھی اور خمیدہ کمر نرس تھی جس نے خمیدہ حیرانی بھری آنکھوں سے انہیں دیکھا اور خوفزدہ سی ہو گئی۔

ایبان کے اشارے پر اس کے تمام ساتھی نرس کو ہٹا کر اندر داخل ہو گئے۔ تیز ٹارچوں کی روشنی میں وہ برق رفتاری سے پوری عمارت کے کونوں کھدروں کو چھانتے پھر رہے تھے۔

دوسری طرف ایبان اس خوف زدہ نرس کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ "یہاں ابھی کون آیا تھا؟"

"ابھی؟" نرس کی بوڑھی آواز ابھری۔ "ابھی تو تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں آیا آفیسر۔"

"یہاں تمہارے علاوہ اور کون ہے؟"

"چار مریض ہیں کلینک میں، پانچویں میں ہوں۔ رات کو ان کا خیال رکھتی ہوں اور بس۔"

"ڈاکٹر کہاں ہے؟"

"مسٹر میلیس رات کو اپنے گھر پر ہوتے ہیں۔ کلینک میں صرف میری ڈیوٹی ہوتی ہے۔" نرس نے جواب دیا اور مارش نے بوڑھی عورت کے شانے پر دو بازو ڈال کر اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت تک اس کے چاق و چوبند ساتھی اس چھوٹی سی عمارت کا پوری طرح جائزہ لے چکے تھے۔ وہ بھی اس کمرے میں داخل ہو گئے جس میں روشنی ہو رہی تھی اور مارش جس میں بوڑھی عورت کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

کمرہ کافی وسیع تھا اور اس میں نو بستر لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے چار بستروں پر چار مریض لیٹے ہوئے تھے۔ مارش نے سب سے پہلے بستر کے مریض کے چہرے سے کمبل ہٹا کر دیکھا۔ تعفن کا ایک بھبکا اس کی ناک سے ٹکرایا اور اس نے جلدی سے کمبل چھوڑ دیا۔ یہ جذام کا مریض تھا۔ انتہائی بھیانک شکل ہو رہی تھی اس کی۔

اس نے خمیدہ کمر بوڑھی عورت کو دیکھا اور نفرت بھرے لہجے میں بولا۔ "کیا جذامیوں کا اسپتال ہے یہ؟"

"ہاں آفیسر! ڈاکٹر میلیس جذام کا علاج کرتے ہیں۔" بوڑھی نے جواب دیا اور مارش جلدی سے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بقیہ سپاہی بھی اسی تیزی سے باہر چلے گئے تھے۔ اب ان کا اس عمارت میں رکنا ناممکن تھا۔

اسرائیلی افسر اور سپاہیوں کے باہر نکلتے ہی بوڑھی نرس کی کمر سیدھی ہو گئی۔ وہ پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھی اور باہر جھانک کر پُراطمینان انداز میں مسکرانے لگی۔

"ٹھیک ہے۔ لائن کلیئر ہو گئی۔" وہ پلٹ کر بولی۔ اب اس کی آواز بھی وہ نہ تھی جو چند لمحات قبل اس کے حلق سے نکلی تھی۔ یہ جوان آواز تھی۔ بوڑھی نے دروازہ بند کر دیا اور چاروں مریض کمبل پھینک کر اٹھ بیٹھے۔ جذام کا مریض، بوڑھی عورت کو دیکھ کر

مسکرانے لگا پھر بولا۔

"عزیزہ خالدہ! کیا میرے غسل کا بندوبست ہو سکتا ہے؟ میں نے طویل عرصے تک یہ ناقابل برداشت بو برداشت کی ہے لیکن اب مزید نہیں برداشت کر سکتا۔ اگر کچھ دیر اور گزر گئی تو میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔"

"ضرور علی! آئیے میں آپ کو غسل خانہ دکھا دوں۔ آپ غسل کریں، میں آپ کے لیے لباس کا بندوبست کرتی ہوں۔" جذام کا بوڑھا مریض غسل خانے میں داخل ہو گیا جہاں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔ اس نے اپنے بدن کا غلیظ لباس اتار پھینکا اور غسل خانے کا شاور کھول دیا۔ چند ساعت کے بعد غسل خانے کے دروازے پر دستک ہوئی اور نرس کی آواز سنائی دی۔

"علی یہ لباس موجود ہے۔ کمرے میں کوئی نہیں آئے گا۔ آپ غسل سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر لیں۔ میں کافی تیار کرنے جا رہی ہوں۔" تھوڑی دیر کے بعد وہ سب اس اسپتال نما کمرے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ سب کی نگاہیں اس نوجوان پر جمی ہوئی تھیں جو تھوڑی دیر قبل ایک مکروہ جذامی بوڑھے کی شکل میں تھا لیکن اب شربتی آنکھوں اور تیکھے نقوش کا مالک ایک خوبرو نوجوان نظر آ رہا تھا۔

"آپ سیدھے دمشق سے آ رہے ہیں علی؟" ایک نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں شامی فوجیں رملی کے علاقے سے جیس تک ادھر اسرائیلی افواج سے برسرِپیکار ہیں۔ میں نے انہیں وہیں چھوڑا تھا۔ اس کے بعد کی مسافت میں نے پیدل طے کی۔ پانچویں دن یہاں پہنچا ہوں۔"

"اس دوران آپ مسلسل سفر کرتے رہے ہیں؟"

"دو راتیں میں نے پہاڑیوں میں آرام کیا ہے۔ بقیہ وقت میں مسلسل سفر کرتا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کسی سواری کے استعمال کا وقت نہیں تھا۔"

"بہت طویل مسافت طے کی آپ نے۔ راہ میں مشکلات تو ضرور پیش آئی ہوں گی۔ کیا دمشق بیروت روڈ پر اسرائیلی افواج سے آپ کی مڈبھیڑ نہیں ہوئی؟"

"بیروت سے بارہ میل پرے مجھے دیکھ لیا گیا تھا لیکن میں نے جو میک اپ کیا تھا اس نے میری مدد کی۔ وہ لوگ مجھ سے نفرت کر کے واپس چلے گئے۔"

"آپ نے میک اپ بھی تو کمال کا کیا تھا۔ درحقیقت کوئی اور شکل اتنی معاون نہیں ہو سکتی تھی۔"

"علی ماہرِ نفسیات ہیں۔" خالدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ لوگ اس دوران اپنا کام مکمل کر چکے ہیں؟" علی نے پوچھا۔

"ہاں، آپ آرام کر لیں۔ اس طویل مسافت کی تھکن دور ہو جائے تو ہم آپ کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کریں۔" ایک نوجوان نے جواب دیا اور علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"راہ میں رک کر آرام کرنا میری سرشت نہیں۔ ابھی تو ہمیں ایک طویل مسافت طے کرنی ہے۔ منزل ابھی بہت دور ہے ہمیں مسلسل سفر کرنا ہے۔ اس سفر میں رکنا اپنے نصب العین سے بددیانتی ہوگی۔" نوجوان نے کہا اور سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہروں پر عقیدت پھیل گئی۔

"اسلام کا رشتہ کتنا مضبوط ہے۔ ہم دنیا کے کسی بھی خطے میں پیدا ہوئے ہوں، ہمارے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ اس کی اعلیٰ ترین مثالیں تاریخ میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ علی ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے جس نے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کو ایک کنبہ، ایک خاندان بنا دیا ہے۔ اس خاندان کے کسی بھی فرد کو کوئی تکلیف ہو تو دوسرے لوگ اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔ علی ہم میں سے نہیں ہیں لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا تعلق کسی دوسرے ملک سے ہے۔"

"ہاں۔ لیکن اب اس خاندان کا شیرازہ منتشر ہے۔ اہلِ خاندان آپس ہی میں دست بہ گریباں ہیں۔ کاش یوں نہ ہوتا۔ عربوں کی آپس کی چپقلش نے ایک اسرائیل کو، سلطنت بنا دیا ہے۔ کاش یوں نہ ہوتا۔ موجودہ دور نے مسلمانوں کی تاریخ میں بدنما داغ لگا دیے ہیں۔ کاش ہم اس نازک وقت میں پھر یکجا ہو جائیں۔ ہماری مشترکہ چپقلش مسلمانوں کی رسوائی کو بھلا نہ دے۔ یقین کرو خالدہ! اگر آج تمام مسلمان باہمی تنازعے بھول کر صرف ایک مجموعی آواز بلند کر لیں تو اسرائیل میں زلزلہ آ جائے۔"

تمام چہروں پر دکھ کے نقوش اجاگر ہو گئے تھے۔ سب کو ان الفاظ کی حقیقت کا اعتراف تھا۔ علی نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہرحال اس دکھ کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ خالدہ اپنے ساتھیوں کے ناموں سے میں ابھی تک واقف نہیں ہو سکا۔"

خالدہ نے ان کا تعارف کرایا اور علی نے خاموشی سے کہا۔ "لقمے کہاں ہیں؟"

"میں ابھی لایا۔" حماد بولا اور وہاں سے نکل گیا۔ خالدہ نے ایک ٹیبل لیمپ روشن کر لیا تھا۔ اس دوران وہ کہنے لگی۔

"کام شروع کرنے سے قبل آپ الطیبی الجہادی سے نہیں ملیں گے علی؟"

"کچھ کر دکھاؤں تو سرخرو چہرہ لے کر ان کے حضور جاؤں۔ اپنے یہاں پہنچنے کا اعلان تو کر دو ں خالدہ! بہرحال اس کے بعد ہی ان سے ملنا بہتر رہے گا۔ ویسے تمہاری ملاقات تو ان سے ہوتی رہتی

ہوگی ؟"

"ہاں - میں نے انھیں بتایا تھا کہ تمھاری آمد متوقع ہے۔ خوش ہوئے اور کہنے لگے - علی بہاں فروش ہے! اخوت کا سچا جذبہ ہے اس کے دل میں۔ ہر چند کہ وہ سرزمین فلسطین سے تعلق نہیں رکھتا لیکن اس کا جذبہ کسی طور کسی سچے فلسطینی سے کم نہیں ہے - اس نازک موقع پر جب لوگ بارود کے اس ڈھیر سے دور بھاگنے میں کوشاں ہیں - وہ اس میں داخل ہو کر مظلوم فلسطینی بھائیوں کی مدد کا خواہاں ہے - بہت بڑی بات ہے خالدہ!"

علی کی گردن جھک گئی۔ سرزمین فلسطین کا سرفروش مجاہد یاسر عرفات اس کے لیے دل میں ایسے جذبات رکھتا ہے، یہ بہت بڑا اعزاز تھا اس کے لیے۔ اسی دوران حماد طلب کردہ نقشے لے آیا تھا - بال پوائنٹ سے بنی ہوئی چند لکیریں جنھیں بڑی مہارت سے ترتیب دے دیا گیا تھا۔ علی اس پر جھک گیا۔ نقشے نہایت وضاحت سے ترتیب دیے گئے تھے - یہ بیروت کے ایک مخصوص حصے کی زیر زمین دنیا تھی جس کے باسی حشرات الارض اور دوسرے غلاظت میں رہنے والے جانور تھے۔ علی نے ان نقشوں کی ترتیب کی فرمائش بھیجی تھی۔

بیروت کی صورت حال بے حد نازک تھی۔ اس بار اسرائیل کے عزائم بے حد ناپاک تھے اور اس کا پشت پناہ بھی یہی چاہتا تھا کہ لبنان فلسطینیوں کے تسلط سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے۔ فلسطینیوں کیا بلکہ یہ سازش پوری عرب دنیا کے لیے تھی۔ یورپ کے بیشتر ممالک کی مشترکہ کوششوں نے فلسطین کے سینے میں اسرائیل کا خنجر پیوست کیا تھا اور پھر چاروں طرف سے اس نوزائیدہ شیطان کی پرورش کی گئی تھی۔ عربوں نے اس سازش کو محسوس نہ کیا ورنہ شاید یہ زہریلا سانپ اس قدر طاقت ور نہ ہو سکتا تھا۔ بہرحال وہ ہو چکا تھا جو نہ ہونا چاہیے تھا لیکن خوابیدہ لوگ اس پر بھی نہ جاگے تھے اور ان کی یہ گہری نیند آج تک اسرائیلی قزاقوں کے لیے سودمند ہے۔ وہ ایک کے بعد ایک مؤثر کارروائی کر رہے ہیں اور نیند کے متوالے سو رہے ہیں۔

اس سے قبل بیروت اس قدر خوفناک خطرات سے دوچار نہیں ہوا تھا جتنا اب تھا۔ وہ پوری طرح اسرائیلی افواج کے حصار میں تھا اور ان حالات میں کسی منظم پروگرام کے تحت کوئی فیصلہ کن کارروائی ناممکن تھی۔ اس لیے علی نے سوچا تھا کہ اپنے طور پر جو کچھ بھی کیا جا سکتا ہے کیا جائے۔ ایسے اقدامات کیے جاتے رہیں جن سے اسرائیلی قوت میں کمی ہوتی رہے۔ چنانچہ موجودہ پروگرام اسی خیال کا حامل تھا۔

حماد علی کو تفصیل بتا رہا تھا "انھوں نے عمارتیں خالی کر کے ان میں اسلحہ خانے بنائے ہیں تاکہ شہری آبادی کو نشانہ بنانے میں کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑے لیکن ابھی تک انھوں نے شہر کے نیچے بچھے ہوئے سیوریج لائن کے جال پر توجہ نہیں دی ہے۔ اس سے قبل کہ ان میں سے کسی کے ذہن میں یہ خیال آ جائے، ہمیں ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھا لینا چاہیے۔ میں نے چند ایسی جگہوں کا تعین کیا ہے جن پر سرخ نشانات بنے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ جگہ یہ ایک اسکول ہے۔ انھوں نے اسے خالی کرا کے اس میں بہت بڑا اسلحہ خانہ بنایا ہے لیکن اسکول کے پارک میں اس جگہ جہاں اسلحہ خانہ ہے ایک گٹر کھلتا ہے جس پر لوہے کا جال ہے۔"

"بہت خوب۔ اسرائیلی سپاہی بھی اندر موجود ہوں گے۔ باہر ہی سے اسلحے خانے کی حفاظت کرتے ہوں گے؟"

"یقیناً" حماد نے جواب دیا۔

"تب پھر مناسب وقت ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اس زمین دوز دنیا کی سیر آج ہی کر لینی چاہیے۔ کیوں خالدہ؟"

"میں تیار ہوں" خالدہ نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مخصوص لباس میں ملبوس ہو کر باہر نکل آئے اور تاریک گلیوں میں محتاط قدموں سے دشمنوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے ایک ایسی جگہ جا پہنچے جہاں گٹر کا جو مین ہول تھا۔ نیچے پانی بہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ انھوں نے ماسک چہروں پر چڑھا لیے اور پھر ایک ایک کر کے اس میں اتر گئے۔ گندا پانی متعفن تھا اور تعفن بے پناہ تھا۔ اگر یہ ماسک چہرے پر نہ ہوتے تو شاید وہ ایک لمحہ بھی یہاں زندہ نہ رہ سکتے۔

مین ہول سے کافی دور پہنچ کر انھوں نے طاقت ور ٹارچیں روشن کر لیں اور ان کی روشنی میں آگے بڑھنے لگے۔ گٹر کی دیواروں میں بنے ہوئے سوراخوں سے گٹر کے غلیظ کیڑے مکوڑے حیران آنکھوں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ انھیں تعجب تھا کہ یہ نفاست پسند مہمان ان کی دنیا میں کہاں سے آ گئے۔ حماد رہنمائی کر رہا تھا اور وہ پیچ در پیچ راستوں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر ایک دوشاخے سے گزر کر وہ بائیں سمت مڑ گئے جہاں گٹر کی لائن چلی گئی تھی۔ راستے میں بہت سے مین ہول آئے تھے جہاں سے گزرتے ہوئے وہ ٹارچیں بجھا دیتے تھے۔ بالآخر وہ جگہ آ گئی جہاں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ لوہے کے مضبوط جال کو کاٹنے کے اوزار ان کے ساتھ تھے۔ تشکیل لوہے کا جال کاٹنے لگا اور اس میں اتنی جگہ بنا لی گئی کہ بآسانی باہر نکلا جا سکے۔ باہر نکل کر وہ اسلحے خانے کے پائیں باغ میں آ گئے۔ ایک وسیع تالا اسلحہ خانے کے دروازے پر پڑا ہوا تھا۔ اسے کھولنے میں کافی وقت ہوا لیکن بالآخر وہ اس کوشش میں بھی کامیاب ہو گئے۔ ٹارچ کی روشنی میں انھوں نے اس عظیم الشان

اسلحے خانے کو دیکھا۔ جدید گن گرینیڈ، بارود کی سرنگیں، ڈائنامائیٹ اور نہ جانے کیا کیا پیٹیوں میں بھرا ہوا تھا۔

"کاش کسی طور یہ سارا اسلحہ مجاہدین کے لیے حاصل کیا جا سکتا" خالدہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ممکن نہیں ہے خالدہ! لیکن اگر ہم اسے مجاہدین کے خلاف استعمال ہونے سے پہلے ہی ناکارہ کر دیں تو یہ بھی بہت بڑا کام ہوگا۔"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"آج رات نہیں۔ ہمیں دوسری جگہیں بھی دیکھ لینی چاہئیں۔ کل ہم اپنی کارروائی کا آغاز کر دیں گے" علی نے کہا۔

یہ ساری رات انھوں نے غلیظ گٹر لائنوں کی سیر کرتے ہوئے گزاری تھی اور بہت سی اہم جگہوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد وہ واپس چل پڑے۔ ان پیچ در پیچ گٹر لائنوں میں بھٹک جانا مشکل نہیں تھا لیکن حماد کی ذہانت نے ایسا نہ ہونے دیا اور وہ کلینک کی عمارت میں واپس آ گئے۔ یہاں انھیں مریضوں کے لباس پہننے پڑے۔ دن کی روشنی میں اس عمارت میں ایسے ہی رہا جا سکتا تھا۔ خالدہ پھر سے بوڑھی نرس بن گئی تھی۔ اس کے سپرد ان لوگوں کو غذا کی فراہمی کی ذمہ داری بھی تھی۔ چنانچہ اس نے ان چاروں مریضوں کو کھانا دیا اور اس کے بعد وہ گہری نیند سو گئے۔

سر شام ہی --- انھوں نے آج رات کی کارروائیوں کی پلاننگ شروع کر دی تھی۔ آج وہ اہم کارنامے انجام دینا چاہتے تھے۔

"اس سے قبل کہ اسرائیلی کسی طور اپنی پوزیشن تبدیل کر لیں! ہمیں ان کے اسلحہ خانے تباہ کر دینے چاہئیں" فاتح نے اپنی رائے پیش کی۔

"میرا بھی یہی فیصلہ ہے۔ میرے خیال میں سب سے بڑا اسلحہ خانہ ہم نے وہی دیکھا ہے جو اسکول کی عمارت میں ہے۔"

"ہاں۔ اس کے علاوہ دو آفیسر میس بھی توجہ کے قابل ہیں۔ ان چند جگہوں کی تفصیل نوٹ کر کے ایک لائحہ عمل ترتیب دے لیا جائے۔"

"اس کا فیصلہ آپ کریں گے مسٹر علی!" خالدہ نے کہا۔

"کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ حماد کی ڈیوٹی یہ ہوگی کہ جس وقت ہم لوگ اسلحہ لے کر آگے بڑھ جائیں اور وہ یہ اندازہ لگا لیں کہ اب ہم دور نکل گئے ہیں تو وہ اس اسلحہ خانے کو تباہ کر دیں اور خود واپس چل کر یہاں آ جائیں۔ فاتح اس اسلحے خانے کو تباہ کریں گے جو پوائنٹ نمبر تین پر ہے۔ تشکیل اور حمد اللہ پوائنٹ نمبر دو تباہ کریں گے۔ میں اور خالدہ آفیسر میس کو تباہ کریں گے اور اس کے بعد اپنے ٹھکانوں کو واپس چل پڑیں گے۔"

"مناسب ہے اس سلسلے میں اپنی گھڑیاں ملا لی جائیں اور وقت کا تعین کر لیا جائے۔"

"نہایت مناسب" سب نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑیاں ملا لیں اور اس کے بعد دوسری تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

رات کو گیارہ بجے وہ عمارت سے باہر نکل آئے اور اپنے مرکز کی طرف چل پڑے۔ قرب و جوار میں سناٹا تھا۔ کہیں دور سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن یہ آوازیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ اس سے دور نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہوگا۔

مین ہول سے وہ اندر داخل ہو گئے اور پھر اسی مخصوص راستے سے گزرنے لگے جس سے وہ ایک بار پہلے گزر چکے تھے۔ ٹارچیں روشن تھیں اور وہ دیواروں پر ہاتھ لگائے بغیر آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ ایک لائن سے دوسری طرف مڑے ہی تھے کہ دفعتاً گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ آوازیں اوپر سے آئی تھیں اور پھر اچانک کسی نے اس گٹر کا ڈھکن اٹھایا جس سے چند گز کے فاصلے پر یہ لوگ موجود تھے۔ انھوں نے ٹارچیں ایک دم بجھا دیں۔ اوپر سے روشنی اندر آئی تھی۔ پھر دو پاؤں نیچے لٹکے لیکن اسی وقت گولیوں کی ایک باڑھ چلی اور لٹکے ہوئے دونوں پاؤں تشنجی انداز میں ہلنے لگے اور پھر خون کی دھاریں نیچے گرنے لگیں --- اس کے ساتھ ہی دوڑتے ہوئے لوگوں کی آوازیں نزدیک آتی گئیں۔

"کھینچو اوپر کھینچ لو" ایک آواز ابھری اور دونوں پاؤں اوپر چلے گئے۔ سب دم بخود تھے۔ صورت حال بے حد خوفناک ہو گئی تھی۔ ان کے کان اوپر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔

"دو تھے - ایک کہاں گیا؟"

"شاید نیچے ہی اتر گیا ہو" کسی نے کہا اور پھر ٹارچ کی روشنی اوپر سے اندر ڈالی گئی۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"نیچے اترنا پڑے گا" جواب ملا اور ان کی ... اگر وہ لوگ نیچے اتر آئے تو ... اسی غلاظت میں فنا ہو جائے گا۔ پھر اوپر سے آواز آئی۔

"تمھیں دیکھ لیا گیا ہے۔ باہر آ جاؤ ورنہ اس گٹر ہی میں تمھاری قبر بنا دی جائے گی" اور خالدہ نے علی کا بازو پکڑ لیا۔

"میں جا رہی ہوں علی! خدا حافظ"

"کہاں خالدہ؟" علی نے چونک کر سرگوشی میں پوچھا۔

"اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے علی! ان کی نظر میں صرف ایک آدمی ہے جو اس گٹر میں اتر گیا ہے۔ اگر وہ نیچے آ گئے تو ہمارا سارا پلان فیل ہو جائے گا۔ میں خود کو ان کے حوالے کرنے جا رہی ہوں تاکہ ان کا شبہ رفع ہو جائے۔ اس پلان پر

عمل میری زندگی سے قیمتی ہے۔ خدا حافظ۔"

علی دل مسوس کر رہ گیا تھا لیکن خالدہ کا کہنا درست تھا۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ اور کہہ سکتے، خالدہ ٹارچ کی روشنی کی زد میں آ گئی اور اس نے کمزور آواز میں کہا۔

"میری مدد کرو۔ میں باہر آ رہی ہوں۔ مجھے باہر نکالو۔" اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور چند لمحات کے اندر اندر وہ اوپر کھینچ لی گئی۔ سب کے دل خون ہو کر رہ گئے تھے لیکن صورت حال ایسی ہی نازک تھی کہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اور کون ہے پیچھے؟" پوچھا گیا۔

"آہ۔ آذر کہاں ہے۔ کیا تم نے اسے گولی مار دی؟" خالدہ کی روتی ہوئی آواز ابھری اور پھر شاید وہ چیخ مار کر اوپر پڑی ہوئی لاش سے لپٹ گئی تھی۔ اس کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ "قتل کر دیا تم نے اسے۔ مار ڈالا میرے آذر کو۔ تم لوگ انسان نہیں ہو، وحشی درندے ہو۔"

"کون ہے یہ تیرا؟"

"میرا منگیتر۔ ہم تمہارا کیا بگاڑ رہے تھے۔ وہ پورے تین ماہ کے بعد مجھ سے ملنے آیا تھا۔ ہم تو مستقبل کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ تمہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ حالانکہ میں نے اسے بھاگنے سے منع کیا تھا۔" خالدہ زبردست ذہانت سے کام لے رہی تھی ــ بیکدم یہ ایک اندھی چال تھی۔

"ممکن ہے صورت حال کچھ اور ہو ــــ" کسی نے کوئی جملہ کہا اور چند قہقہے بلند ہوئے۔ پھر گٹر کے کھلے ہوئے [illegible] مار مار کر برابر کر دیئے اور باہر کی آوازیں مفقود ہو گئیں۔ گویا خالدہ کی قربانی رائیگاں نہیں گئی تھی۔ لیکن اب اس کا کیا ہوگا؟ وہ اسرائیلی سپاہیوں کے ہاتھ لگ گئی ہے اور... اس سے آگے سوچتے سوچتے ان کے ذہن گھٹنے لگتے تھے۔ آگ سی جلنے لگتی تھی ان کے وجود میں۔ اس عجیب سانحے نے ان کے ذہن مفلوج کر دیئے تھے۔ دیر تک یہی کیفیت رہی۔ پھر حماد نے علی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے علی! ہمارا مشن ایک زندگی سے زیادہ قیمتی ہے۔ پورے بیروت میں آگ لگی ہوئی ہے۔ سرفروش چپے چپے پر جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ خون ہی خون ہے۔ ہر مجاہد اپنے مشن کو زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے۔ نہ جانے کس کس کی قربانی دینی پڑے۔ اس لیے مشن جاری رکھا جائے۔ خدا کا نام لے کر آگے بڑھو۔ خالدہ اپنا مشن پورا کر چکی ہے۔ اس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر ہمیں اس مہم کی تکمیل کا موقع فراہم کیا ہے۔ ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔"

دوران میں نئی زندگی دوڑ گئی۔ وہ آگے بڑھ گئے اور پھر حماد نے اس پہلی جگہ کی نشاندہی کی، جہاں سے انھیں اسلحہ حاصل کرنا تھا۔ ایک انسانی زندگی کی قربانی دے کر وہ اس منزل تک پہنچے تھے۔ ہاں خالدہ کے بارے میں کیا کہا جا سکتا تھا کہ اسرائیلی کتوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔ وہ ظلم کرنے میں نازیوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ نازی بربریت ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ لاکھوں مثالیں سامنے آ چکی تھیں۔ محب وطن فلسطینی لڑکیاں ان کی بہیمیت کا شکار ہوئی تھیں لیکن جذبۂ حریت اور ابھرتا تھا۔ ان کی بے در زندگی وطن کی آزادی کے جوش کو نہ دبا سکی تھی۔

لوہے کی سیڑھیوں کو پکڑتے ہوئے وہ اوپر پہنچ گئے۔ یہاں تھوڑی دیر سن گن لینے کے بعد وہ ایک ایک کر کے اوپر نکل آئے۔ اوپر کوئی آواز نہیں تھی۔ اسرائیلی سپاہی اسلحہ خانے کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ وہ اسلحہ خانے کے پاس پہنچ گئے اور پھر انتہائی مہارت سے اسلحہ خانے کا دروازہ کھول لیا گیا۔

تاریک اسلحہ خانہ ان کے سامنے تھا۔ باریک ــ روشنی والی ٹارچوں کی مدد سے انھوں نے اسلحہ خانے کی تلاشی لی اور پھر اپنے ساتھ لائے ہوئے ہلکے اوزاروں سے اسلحے کی پیٹیاں کھولنے لگے۔ ڈائنا مائیٹ سیٹ۔ جدید ترین امریکی اسلحہ دستی بم حت نئی ساخت کے جنھیں انھوں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا امریکہ نے اپنے اس لاڈلے بچے کو سارے خطرناک کھلونے فراہم کر دیئے تھے۔ کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس نے۔

جس اسلحے کے بارے میں انھیں معلومات نہ تھیں وہ انھوں نے ساتھ نہ لیا۔ البتہ اسے اس اسلحہ خانے کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ جتنا اسلحہ وہ لے جا سکتے تھے وہ دوسری جگہ استعمال کرنے کے لیے حاصل کر لیا گیا۔

"اب ہم اپنے کام کے لیے تیار ہیں حماد!" علی نے کہا۔

"اور میں بھی۔" حماد مسکرا کر بولا۔

"تم ہمیں بیس منٹ کا وقفہ دو گے۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد تم بارود کے اس ڈھیر میں شعلہ لگا دینا اور پھر یہاں سے نکل جانا۔ تمہیں واپس کلینک پہنچنا ہے۔"

"خدا حافظ و ناصر۔" حماد نے کہا۔ اسے اندازہ تھا کہ اسلحے کے اس ڈھیر کو آگ لگا کر یہاں سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہوگا لیکن اگر کوئی مشن سامنے ہو تو زندگی موت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی اور ترکیب ہوتی اسلحہ خانہ اڑانے کی تو وہ زندگی بچانے کی ضرور کوشش کرتا۔ تاکہ وہ کہیں اور کام آ جاتی لیکن کوئی ترکیب تھی ہی نہیں۔ گھڑی میں وہ وقت دیکھتا رہا پھر جب بیس منٹ پورے

ہو گئے تو اس نے زمین پر بیٹھ کر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر ماچس جلا کر بارود پر اچھال دی۔ جونہی بارود نے شعلہ پکڑا اس نے باہر چھلانگ لگا دی لیکن بارود کی کارکردگی اس کی رفتار سے زیادہ تیز تھی۔ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی اور اسلحہ خانے کی دیواریں فضا میں ناچنے لگیں۔ اس نے کھلے ہوئے گٹر میں چھلانگ لگا دی لیکن دوسرا دھماکا ہوا اور زمین نے اسے فضا میں اچھال دیا۔ تاریک رات میں پھر ہولناک گرج اور روشنی پھیل گئی۔ بارود کی ہوائیاں سرخ لکیریں بناتی ہوئی جھنجلائی ہوئی روحوں کی مانند ادھر سے ادھر پرواز کر رہی تھیں۔ تیز روشنی میں حماد کے بدن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فضا میں نظر آئے اور پھر ملبے تلے دب گئے۔

لیکن اس کیفیت کا شکار صرف حماد ہی نہیں تھا۔ اسلحہ خانے کی عمارت کے قرب و جوار میں لاتعداد اسرائیلی فوجی موجود تھے۔ اسلحہ خانے کی پوری عمارت فضا میں بلند ہو گئی تھی اور اس کے آس پاس موجود اسرائیلی سپاہیوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ یہ کیفیت صرف اسی جگہ تک محدود نہ رہی۔ بھاتی علیشیا کے کئی ٹھکانے تباہ ہوئے تھے۔ پورا شہر لرز گیا تھا۔ کئی عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئی تھیں۔ فلسطینی گوریلوں کی اس رات کی کارروائی کو اندرونی کارروائیوں میں سب سے بڑی کارروائی قرار دیا گیا تھا جس میں اسرائیلی افواج کو عظیم نقصان سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

سب نے اپنے اپنے کام بخیر و خوبی انجام دے دیے تھے لیکن سب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے۔ سب سے پہلے علی اس کلینک میں داخل ہوا تھا اور رات کے آخری پہر میں تمثیل۔ باقی کوئی واپس نہیں پہنچا تھا۔ دونوں نے فوراً اپنے حلیے بدلے، اسلحہ چھپایا اور مریضوں کے لباس میں ملبوس بستروں پر آ گئے۔ دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

صبح کی روشنی نمودار ہو گئی لیکن اور کوئی نہ آیا۔ تب تمثیل نے کہا۔ "ممکن ہے بقیہ لوگ اپنے مشن کی تکمیل کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔"

"ہاں۔ ورنہ اب تک انھیں آ جانا چاہیے تھے۔" علی نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

اپنے ساتھیوں کی موت پر دونوں چند لمحات خاموش رہے پھر علی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "خالدہ کی واپسی کے بھی امکانات نہیں ہیں۔ اس لیے اب اس کلینک میں رہنا ہمارے لیے بے مقصد ہے۔" ابھی علی نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا پھر دونوں جلدی سے بستروں سے کود کر نیچے آ گئے۔ دروازے سے خالدہ لڑکھڑاتی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھی۔ انھوں نے اسے سہارا دیا اور بستر تک لے آئے۔

"پانی۔ پانی پلا دو علی!" خالدہ نے اکھڑی ہوئی سانس کے ساتھ کہا اور تمثیل پانی لینے دوڑ گیا۔ علی کی آنکھوں میں ہمدردی کے آثار تھے۔ خالدہ کی حالت سے اس کی کہانی عیاں تھی۔ کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھٹا ہوا لباس، جگہ جگہ خون کی لکیریں ــــ وحشت زدہ چہرہ، بکھرے بال جو جگہ جگہ سے نچے ہوئے تھے۔ اسرائیلی درندوں کی "فتح" کا نشان بنے ہوئے تھے۔

خالدہ نے پانی پیا تو اس کے حواس بحال ہوئے۔ اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انھیں دیکھا اور کمزور آواز میں بولی۔ "مبارک علی! شاندار کامیابی مبارک۔ دوسرے لوگ نہیں آئے؟"

"ہاں خالدہ! وہ شاید اپنے مشن کی تکمیل کر کے واپس لوٹ گئے۔" تمثیل لرزتی آواز میں بولا۔

"میں بھی جا رہی ہوں۔ خداوند عالم... فلسطین کو آزادی عطا فرمائے۔ بیت المقدس ایک... بار... پھر... پھر... خداوند ... ایک بار... پھر..."

خالدہ کی سانس اکھڑنے لگی۔ علی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا رہی تھی۔ پھر اس نے خالدہ کی کھلی ہوئی آنکھیں بند کر دیں۔ تمثیل کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپکے اور خالدہ کے خوبصورت بالوں میں جذب ہو گئے۔

دونوں خاموش تھے۔ یہ خاموشی دیر تک طاری رہی۔ پھر تمثیل نے کہا۔ "آؤ علی! خالدہ کی لاش کو دفن کر دیں۔ وقت ہے اور ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ اسے کلینک کے صحن میں سپرد خاک کر دیا جائے۔" علی نے گہری سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

لیکن جونہی دونوں نے اندرونی کمرے کے دروازے سے باہر قدم رکھا، چونک پڑے۔ ایک اسرائیلی افسر اور چند سپاہی برین گنیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ انھیں کڑی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ اسرائیلی افسر نے ترش لہجے میں کہا۔

"ایک لڑکی اس عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ کہاں ہے وہ؟" دونوں خاموشی سے ان سپاہیوں کو گھور رہے تھے۔ "تم لوگ کون ہو؟" اسرائیلی افسر دہاڑا اور تمثیل اپنے جوش پر قابو نہ رکھ سکا۔

"موت!" اس کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے لپک کر اسرائیلی افسر کا نرخرہ دبوچ لیا۔ اسرائیلی افسر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی برین گن کی گولیوں نے تمثیل کے سینے میں خون اگلتی سرنگ بنا دی تھی لیکن تمثیل کی انگلیاں اس کے نرخرے میں ایسی پیوست ہوئی تھیں کہ اسرائیلی افسر کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ کئی اسرائیلی سپاہیوں نے آگے بڑھ کر علی کو دبوچ لیا تاکہ وہ کوئی اور کارروائی نہ کر سکے۔ بہت سے سپاہی تمثیل کے بدن کو اسرائیلی افسر کے بدن سے جدا کرنے کی کوششیں کرنے لگے اور بمشکل تمام اس میں کامیاب ہو سکے۔ اسرائیلی افسر لڑکھڑا کر نیچے گرا اور پھر دو تین بار اٹھنے کی کوشش

کر کے بے ہوش ہو گیا۔

علی کے سر پر رائفل کا کندہ مار کر اسے بے ہوش کر دیا گیا۔ وہ پورے مکان میں پھیل کر اس کی تلاشی لینے لگے پھر بے ہوش علی کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔

***

سرزمین لبنان بے شمار تاریخی واقعات سے بھری پڑی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے خطے میں تاریخ اتنی تیزی سے کروٹیں بدلتی ہوں۔ ہزاروں سال قبل یہاں کے باشندے ساحل اور اس کے اندرونی میدانوں میں رہتے تھے۔ گھر بنانے کا شعور نہیں تھا اور غاروں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بیروت سے چند میل شمال میں کلب کے دہانے پر ایک عظیم الشان پہاڑ سمندر میں کسی قدر آگے بڑھ کر ختم ہوتا ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر کتبے نصب ہیں جن میں آٹھ زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے تو ہیرا غلوری اور بابلی۔ اس کے بعد یونانی اور لاطینی اور آخر میں ترکی، انگریزی اور عربی۔ یہاں ایک تنگ درہ ہے جہاں سے حملہ آوروں کی کثیر تعداد ناکام ہوتی رہی اور مقامی باشندے اپنا دفاع کرتے رہے۔ سب سے پہلے یہاں داخل ہونے والا شخص ایپسس ثانی تھا۔ جو تیرھویں صدی قبل مسیح میں گزرا ہے۔ اس کے بعد بخت نصر، اسرحدون نے اسے فتح کیا۔ پھر بخت نصر، سفاقان، جعیم ابجتی اور گوراڈ یہاں پہنچے اور آخر میں شہنشاہ مارکس اینٹونینس کی حکومت قائم ہوئی۔ سکندر اعظم اور سلطان صلاح الدین کے نام بھی فاتحین میں شامل ہیں لیکن انہوں نے اپنی کوئی یادگار یہاں نہیں چھوڑی۔

لبنان کو کئی لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔ وہ اس چھوٹے سے خطے کا ایک ٹکڑا بھی ہے جسے "ارض مقدس" کہا جاتا ہے۔ اس کی برف پوش چوٹیوں کو دور سے دیکھا جائے تو روحانیت کا پیکر نظر آتی ہیں۔ اس کی وادیاں حضرت عیسیٰ کے وعظ سے بہرہ ور ہیں۔ حضرت عیسیٰ خود لبنان کے جنوبی ساحل پر تشریف لے گئے تھے۔ کتاب مقدس "بائبل" لبنان کے ایک قصبے "بیبلوس" سے منسوب ہے۔

یہ ملک لبنان سے اسی طرح منسوب ہے جس طرح مصر، عرب سے۔ دریائے نیل مصر سے۔ مغربی سلسلۂ کوہ اصل لبنان ہے۔ رومیوں کے زمانے سے یہ اسی نام سے منسوب رہا ہے اور یہ نام ایک سامی لفظ سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے دودھ کی مانند سفید۔ یہ اشارہ برف پوش چوٹیوں کی طرف ہے جو سال میں چھ مہینے سفید نظر آتی ہیں۔ ان برف پوش پہاڑوں کی وادیاں معصوم خون سے رنگی رہتی ہیں۔ یہ قوم بہادر جنگجو فطرتوں کو ہوا دیتی رہی ہے اور بیروت اس طویل عرصے سے سرگرم عمل رہا ہے۔

ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں قومیں صدیوں سے یہاں آباد ہیں۔ مسلمانوں نے غیر مسلم اقلیتوں کو پوری مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ عیسائی مسلمان حکومتوں میں اہم مناصب پر فائز ہوتے تھے۔ صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کا کردار بہتر نہ تھا۔ اس کے باوجود یہاں حالات خراب نہ ہوئے لیکن پھر نفرت کی یہ مہم تیز کر دی گئی۔ غیر ملکی مشنریوں نے شام سے اپنے عمل کا آغاز کیا جس کے در پردہ یہودی ذہن کام کر رہا تھا۔ بیروت کو مرکز بنایا گیا۔ اس وقت بیروت کی آبادی صرف نو ہزار تھی۔ ابراہیم پاشا کی زوال کے بعد پاشیوں نے ان مشنریوں کو فائدہ پہنچایا اور ان کا جال وسیع تر ہوتا گیا اور فرانس نے لبنان سے جاتے ہوئے اس نفرت کو مستحکم کر دیا۔ آزادی کے بعد دونوں قوموں میں خونریز تصادم ہوئے لیکن اسرائیل کو بدترین ہزیمت اس وقت اٹھانی پڑی جب فلسطینیوں کو یہاں آباد ہونے کی اجازت مل گئی۔ فلسطینی چھاپہ ماروں کے مسئلے پر بھی خانہ جنگی ہوتے ہوتے بچی تھی۔ لبنانی حکومت اسرائیل کی شہ پر چھاپہ ماروں کو یہاں سے نکالنا چاہتی تھی لیکن مسلمان اکثریت ان کی حمایتی تھی۔ بالآخر جمال عبدالناصر کی مداخلت سے فلسطینی چھاپہ ماروں اور لبنانی افواج کے درمیان سمجھوتا ہو گیا اور چھاپہ ماروں کا وجود سرزمین لبنان پر قبول کر لیا گیا۔ یہودی سازش ناکام ہو گئی تھی لیکن اسرائیل آتش انتقام میں جل رہا تھا۔ لبنان اگر فلسطینیوں سے خالی ہو جاتے تو مشرق وسطیٰ میں ناپاک سازشوں کے راستے کھل جاتے ہیں اور آج بھی اسرائیل اپنی فرعونی قوتوں کی پوری کوشش سے فلسطینیوں کو لبنان سے نکال پھینکنے میں کوشاں ہے۔ خدا جانے یہ جنگ کب تک جاری رہے گی۔ ناقابل یقین قربانیاں دی جا رہی ہیں۔ بیروت جہنم بنا ہوا ہے۔ اسرائیلی مزید کوششوں میں مصروف ہیں۔ تل ابیب پر شبہ تشدد اور صبح میں قیدیوں کے لیے خصوصی کیمپ بنائے گئے ہیں اور ان کیمپوں میں اسرائیلیوں نے نازی یادگاریں تازہ کی ہیں۔ فلسطینی بے قصوروں کے لیے اذیت رسانی کے جدید ترین انتظامات کیے گئے ہیں۔

علی کی آنکھ بھی ایسے ہی ایک کیمپ میں کھلی تھی۔ کھردری زمین پر جہاں سے کنکر پتھر بھی صاف نہیں کیے گئے تھے۔ وہ چت پڑا ہوا تھا۔ کوئی تنگ و تاریک بیرک تھی جس کی دیواریں اور چھت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک گھٹن کا احساس تھا جو اسے ہوش میں لایا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات نے اس کے ذہن پر یلغار کی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے تمام ساتھی کام آ گئے تھے۔ تنہا وہ بچا تھا لیکن اس کے ذہن میں خوف یا بے بسی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اس نے تو اپنی زندگی وقف کر دی تھی ایک مقصد کے لیے اور اب یہ مقصد ہی اس کے لیے زندگی تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ پھر بیرک کے دروازے پر

کوئی آہٹ سنائی دی اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ چار اسرائیلی سپاہی اندر داخل ہوئے اور انھوں نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ زبان سے ایک لفظ کہے بغیر وہ اسے گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

چاروں طرف خوفناک سناٹا مسلط تھا۔ باہر لا کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ اس کے بعد اسے ایک کھلی ہوئی جیپ میں بٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔

رات کا وقت تھا کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسرائیلی سپاہی چوکس تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ایک پتھریلی عمارت میں داخل ہو گئے پھر اسے جیپ سے اتار کر ایک کمرے میں لے جایا گیا جس میں ایک میز پڑی ہوئی تھی اور اس کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر تین اسرائیلی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔

کمرے میں تیز روشنیاں جل گئیں اور وہ لوگ اس روشنی میں اس کا جائزہ لینے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"لبنانی نہیں ہے۔"

"شاید ایرانی ہو۔"

"ایرانی بھی نہیں معلوم ہوتا۔"

"عرب نہیں ہے، یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"بیروت سے گرفتار ہوا ہے۔ خیال ہے یہ اسلحہ خانے اڑانے کی کارروائیوں میں ملوث تھا۔"

"کیا یہ درست ہے؟" سوال کیا گیا۔ علی خاموشی سے ان کی شکلیں دیکھتا رہا۔

"کیا یہ درست ہے؟" اس بار اسرائیلی افسر کی آواز بے حد کرخت تھی لیکن علی نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

"ہوں۔" اسرائیلی افسر کی ہنکار غصے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "تمہارا کیا خیال ہے تم زبان بند رکھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟ ناممکن۔ ہمارے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں کہ مردے بھی بول اٹھیں۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ زبان کھول دو ممکن ہے تمہارے ساتھ کوئی رعایت ہو جائے۔"

علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ لوگ اس کے بارے میں کیا نہیں جانتے تھے، کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اگر جان جاتے تو ... شاید اس طرح پرسکون نہ بیٹھے ہوتے۔ کھلبلی مچ جاتی ان میں۔ شاید وہ اس کی گرفتاری پر جشن مناتے۔ خوشیاں منائی جاتیں۔ ایک دوسرے کو مبارکبادیں دی جاتیں اور وہ سمجھتے کہ انھوں نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

"کیا تم اب بھی جواب نہ دو گے؟" اسرائیلی افسر نے پوچھا۔ لیکن علی خاموش رہا۔ "ٹھیک ہے۔ اسے بیرک نمبر اکیس میں پہنچا دو۔ صبح کو اس کے لیے دوسرے انتظامات کیے جائیں گے۔"

سپاہی علی کے چاروں طرف پھیل گئے۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سمیت اسے باہر لایا گیا اور پھر تقریباً دو سو گز کا فاصلہ طے کرا کے وہ اسے ایک کوٹھری کے پاس لے گئے۔ پہلی قیام گاہ کی نسبت یہ کوٹھری کشادہ تھی اور یہاں چارپائی موجود تھی جس پر گدا بھی پڑا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے اس کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دیں اور اسے کوٹھری میں چھوڑ کر باہر نکل گئے۔

"بیرک نمبر اکیس۔" علی کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ نکلی اور وہ چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"میں کون ہوں؟ وہ جاننا چاہتے ہیں۔ میں کون ہوں؟ میں پاکستانی ہوں۔ ہاں پاکستان میرا وطن ہے۔ پاکستان۔" اس کے کانوں میں بنسی کی مدھر تانیں گونجنے لگیں۔ بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز بانسری کی ان تانوں میں گھل گئی تھی۔ میرا وطن — میرا وطن — میرا چمن —

***

بلھے شاہ کی بستی، پنجاب کی حسین روایتوں کا امین میرا چھوٹا سا شہر قصور۔ سادہ دل اور سچے انسانوں کی بستی۔ جہاں ملک و قوم پر مر مٹنے کے جذبے پروان چڑھتے ہیں۔ جہاں مائیں اپنے نومولود بچوں کو وطن کی عظمت پر مٹنے والوں کی داستانیں لوریوں میں سناتی ہیں۔ جس نے ہر دور میں عظمت کے مینار کھڑے کیے ہیں۔ جس نے ہر کٹھن مرحلے پر اپنے سینے پر پروان چڑھنے والوں کا خون وطن کو دیا ہے جس نے کبھی وطن کی محبت قرض نہیں رکھی۔ ہاں میں اسی دلیر شہر کا رہنے والا ہوں۔ اسی زمین میں میری نمود ہوئی ہے۔ زندگی اگر رنگوں سے عبارت ہے تو اس کی ابتدا اسی وادی سے ہوئی ہوگی۔ حسن اگر سچائی ہے تو اس وادی کا ہر موڑ اپنے دامن میں صداقت کی داستان لیے ہوئے ہے۔ حسن محبوب کا خمیر یقیناً اسی مٹی سے اٹھا ہوگا۔ مجھے اس سرزمین سے عقیدت ہے۔ یہ میری ماں ہے اور میری ہر سانس میں اس کی خوشبو رچی ہوئی ہے۔

گو میں وطن سے ہزاروں میل دور دراز پہاڑیوں کے شہر سان فرانسسکو میں تھا لیکن میری ہر رات اپنے وطن کے حسین خوابوں سے سجی ہوئی تھی۔ مجھے اپنی بستی کا چپہ چپہ یاد آتا تھا۔ اس صبح بھی میں اپنے طویل و عریض مکان کے وسیع صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ دالان کے کنارے تخت پر ابا حقہ گڑگڑا رہے تھے اور صحن کے آخری سرے کے بعد نظر آنے والے تین دروں کے دالان میں رحیم الدین چچا بھینسوں کے لیے کٹی کرنے والی مشین چلا رہے تھے کہ دھڑ دھڑام کی آوازیں آئیں اور میری آنکھ کھل گئی۔ یہ شہر کی حسین بستی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور مجھے ہر جسی

کے چہرے کے جذبات جھٹکا نمایاں ہو گئے جو حسب دستور ان کا مظہر ہونے کی کوشش میں مصروف تھا اور ہمیشہ کی طرح آج بھی ناکام تھا۔ یہ اس کے گڑگڑانے کی آواز تھی جو مجھے خوابوں کی دنیا سے حقیقی دنیا میں کھینچ لائی تھی۔

میری خونخوار نگاہوں کے جواب میں اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا اور پھر کسی سہمے ہوئے بچے کی مانند نگاہیں جھکا لیں۔ اس کی ڈھیلی ڈھالی اور عاجزانہ ادائیں میرے غصے کو ٹھنڈا کر دیتی تھیں۔ مجھے اگر کبھی غصہ آتا تو وہ اس طرح سہم جاتا تھا جیسے میرے ناز اٹھانا اس کا فرض ہو۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے موٹے؟" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"معاف کر دو بھائی جی! یار کیا بتاؤں بس یہ اٹھک بیٹھک نہیں کی جاتی۔ ورنہ باقی ورزشیں تو میں نے اچھی طرح سیکھ لی ہیں۔ دیکھو کچھ فرق پڑا یا نہیں؟" اس نے سانس بند کر کے پیٹ اندر کرتے ہوئے کہا۔

"فرق صرف ایک شکل میں پڑے گا ہرجنس! جب میں تمہارے پیٹ میں چاقو اتار کر ساری آنتیں اور چربی باہر نکال دوں۔ اس کے بعد شاید کچھ ہو کہ تم موٹے نظر نہ آؤ۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"او یار کیوں ناراض ہو رہے ہو۔ دیکھو تو نو بج رہے ہیں اور چھٹی ایک دن کی ہوتی ہے۔ پورے ہفتے میں صرف ایک دن دیر تک سوکر صبح اٹھنے کی عادت کیوں بگاڑی جائے۔" ہرجنس نے حسب دستور کھچڑی اردو میں کہا۔

"موٹے تو نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چھین لیتا ہے۔" میں نے کرب سے کہا۔

"او جی چھوڑو بھائی جی۔ سال ماس کی کوئی خوبصورت بالوں والی لونڈیا ہوگی تمہارے خوابوں میں۔ بلاوجہ بات آگے بڑھ جاتی۔ جاگ جانا ہی اچھا ہوا۔" ہرجنس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس کے علاوہ بھی اور کچھ سوجھتا ہے تجھے؟" میں نے کمبل بدن کے گرد لپیٹتے ہوئے مسہری کے تکیے سے پشت لگا کر کہا۔ "چائے لا میرے لیے ورنہ اس سردی میں تیرا گرم گرم خون پی جاؤں گا۔ موٹا بھینسا کہیں کا۔ سوچا تھا دس گیارہ بجے تک سوؤں گا۔" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ہرجنس ننگے بدن ہی کچن کی طرف بھاگ گیا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

ہرجنس ہریانہ کا سکھ نوجوان تھا۔ برکلے یونیورسٹی میں وہ قانون پڑھ رہا تھا لیکن بذات خود ہر قسم کی لاقانونیت کا شکار تھا۔ [illegible] سے زیادہ اسے صنف نازک سے دلچسپی تھی۔ لڑکیاں ہر وقت اس کے اعصاب پر سوار رہتی تھیں۔ پہلے اس کا جسم متناسب تھا چونکہ بے حد خوش خوراک تھا۔ کھاتا تھا اور موٹا ہو رہا تھا لیکن اپنے موٹاپے سے ہر وقت فکر مند رہتا تھا اور اس کوشش میں مصروف رہتا تھا کہ کسی طور وزن گھٹ جائے۔ اس کی ذاتی کتابوں میں قانون کی کتابوں سے زیادہ مختلف اقسام کی ورزش کی کتابیں اور صحت مند بننے کے راز والی کتابیں تھیں۔ حسین لڑکیوں کو کیسے متاثر کیا جائے؟ حسن گفتار، پرکشش رہنے کے راز جیسی کتابیں بھی اس کی دلچسپی کا مرکز تھیں لیکن جوں جوں وہ ورزش کر رہا تھا، پرکشش بننے کی کوشش کر رہا تھا، بتدریج اس کی توند باہر آتی جا رہی تھی اور اس کی واحد وجہ اس کی خوش خوراکی تھی۔ بلاوجہ شراب پیتا تھا اور نشے میں الٹ پٹانگ حرکتیں کرتا تھا۔ مجھے اس کی ان عادتوں سے چڑ تھی لیکن وہ دل کا اتنا معصوم تھا کہ اس سے الگ ہونے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ ہرجنس کو اپنی داڑھی اور سر کے لمبے کیس سخت ناپسند تھے لیکن وہ مجبور تھا اور ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے والد شریمان گوبند سنگھ ایک بڑے کاروباری تھے اور ہر تیسرے چوتھے ماہ امریکہ آتے رہتے تھے۔ جب وہ امریکہ آتے تو اپنے بیٹے سے سان فرانسسکو میں ملنے بھی ضرور آتے اور دو تین روز ہرجنس کے ساتھ گزارتے۔ وہ کٹر مذہبی آدمی تھے اور ان کی سخت ہدایت تھی کہ ہرجنس امریکہ میں رہ کر مذہب کے اصولوں کو نہ بھول جائے۔ ہرجنس کا کہنا تھا کہ وہ انتہائی سخت انسان ہیں اور اگر انہیں پتا چل جائے کہ ہرجنس کے دل میں کبھی مذہب کے اصولوں سے دور ہٹنے کا خیال بھی آیا ہے تو اسی وقت امریکہ سے واپسی ہو جائے گی اور ہرجنس یہ نہیں چاہتا تھا۔

"میں دہری مصیبت کا شکار ہوں بھائی جی! امریکن لڑکیاں میری داڑھی اور سر کے بال چھو چھو کر دیکھتی ہیں اور ان کے بارے میں پوچھتی ہیں کہ یہ کیوں ہیں اور شریمان جی کہتے ہیں کہ یہ کیوں نہ ہوں؟"

"تم بیوقوف ہو ہرجنس سنگھ! سان فرانسسکو میں تم تنہا سکھ نہیں ہو، دوسرے بھی ہیں اور پھر یہ مغربی لڑکیاں تو انفرادیت کی شائق ہوتی ہیں۔ تم انہیں دوسروں سے منفرد نظر آتے ہو گے۔ شاید اس لیے وہ تمہاری طرف متوجہ رہتی ہیں۔"

"کہاں رہتی ہیں بھائی جی! ایک ایک کے پیچھے ہفتوں بھاگنا پڑتا ہے۔" وہ مایوسی سے کہتا۔ اس کی خواہش تھی کہ لڑکیاں ہر وقت اس کے گرد چکراتی رہیں۔ اس کے لیے رنگا رنگ چالیں چلیں لیکن یہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا۔

میری ان ہوسٹل کے ایک کشادہ کمرے میں ہم دونوں ساتھ ہی رہتے تھے اور اس ساتھ کو کئی سال گزر گئے تھے۔ بحرالکاہل کے ساحل پر واقع سان فرانسسکو کا دنیا کے حسین ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ ایشیائی سیاحوں اور ایشیائی آبادکاروں کے اثرات یہاں نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ایشیائی علوم کی ایک باقاعدہ اکیڈمی قائم ہے۔ برکلے اوک لینڈ برج کے اس پار سان فرانسسکو سے صرف چند میل دور ہے۔ چنانچہ چھٹی کے دن برکلے میں رکنا حماقت تصور کیا جاتا تھا۔ برکلے کے تمام طالب علم اتوار کی چھٹی سان فرانسسکو میں ہی گزارتے ہیں اور اس دن برکلے تقریباً ویران ہو جاتا تھا۔ دکانیں بند، کیفے بند یہاں تک کہ سڑکیں اور فٹ پاتھ بھی آرام کرتے نظر آتے تھے۔ دوسری طرف سان فرانسسکو کی سڑکوں کی رونق اور بڑھ جاتی تھی۔ اس شہر کی سڑکوں پر شباب کی سرمستیاں بکھر جاتی تھیں۔ خوش پوش بوڑھی عورتیں اور مرد ان کے دوش بدوش حسین دوشیزائیں قیمتی لباس میں ملبوس محو خرام نظر آتیں۔ موسم سرما میں بحرالکاہل کی برفانی ہواؤں سے حرب مستعار لے کر شہر پر حملہ آور ہونے والی ہواؤں سے بچنے کے لیے جب حسن و شباب کی دیویاں قیمتی فر کے کوٹ زیب تن کرتیں تو ان کے حسن کی رعنائیاں کچھ اور نکھر جاتیں۔

'اسکول آف لاء' میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ میں حسین سان فرانسسکو کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں سے بھی بے بہرہ نہیں تھا۔ اس روشن شہر کی دلچسپیاں مجھے بھی پسند تھیں۔ بادلوں سے ڈھکی فضاؤں کے نیچے رواں دواں زندگی میں میرا بھی حصہ تھا اور یہاں کی تفریح گاہیں میرے لیے اجنبی نہیں تھیں۔ خاص طور سے چھٹی کا دن میں بھی دوسرے لوگوں کی مانند یہیں گزارتا تھا۔ والد صاحب بہت بڑے زمیندار تھے۔ زمینوں کی بے پناہ آمدنی نے ہمیں ایک خوشحال خاندان کی حیثیت سے نمایاں کر دیا تھا۔ میں ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا لیکن میری ولادت کے بعد والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پانچ سال والد صاحب نے والدہ کے سوگ میں گزارے۔ وہ دوسری شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن مرد کے لیے یہ ایک مشکل کام ہوتا ہے اور مرد بھی وہ جو خاندانی روایات اور اس کی اعلیٰ اقدار کا قائل ہو۔ چنانچہ لوگوں کے مجبور کرنے پر والد صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ سوتیلی والدہ سے میرے چھ بھائی پیدا ہوئے لیکن میری پرورش میرے نانا نانی نے کی۔ والد صاحب نے بھی پوری توجہ دی تھی۔ ان کے ذہن میں شاید یہ خیال تھا کہ کہیں سگی ماں کی عدم موجودگی مجھے محرومیوں کا شکار نہ کر دے۔ امریکہ میں بھی یہ خیال رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ میری ضرورت سے کہیں زیادہ رقم مجھے ملتی تھی اور میں نہایت عیش کی زندگی گزار رہا تھا۔ سان فرانسسکو کی عیش گاہیں میرے قدموں کی پہنچ سے دور نہیں تھیں۔ قرب و جوار کی لاتعداد تفریح گاہیں میں بار بار دیکھ چکا تھا۔ بہت سے لوگوں سے دوستی تھی اور اتوار کے دن میں اکثر ان سے ملنے چلا جاتا تھا۔

ہرجنس نے عمدہ چائے کی پیالی میرے ہاتھ میں تھما دی اور دوسری پیالی لے کر خود بیٹھ گیا۔ وہ اب بھی ننگے بدن تھا اور اس کے سینے اور شانوں پر ریچھ جیسے بال عجیب نظر آ رہے تھے۔ اس سردی میں جبکہ مجھے کمبل بھی ناکافی محسوس ہو رہا تھا۔ ہرجنس کو ننگے بدن اور موسم کی شدت سے بے پروا دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوا اور میں نے پوچھ ہی لیا۔

"تمہیں سردی نہیں لگ رہی ہرجنس؟"

"ایں!" وہ چونک پڑا اور چائے کی پیالی اس کے ہاتھ میں کانپنے لگی۔ دوسرے لمحے اس کی کپکپاتی آواز سنائی دی۔ "میں بھی یہی سوچ رہا تھا بھائی جی کہ کوئی بات ہے۔ سردی ہی تو لگ رہی ہے مجھے۔" اس نے جلدی سے اٹھ کر اپنی مسہری سے کمبل اٹھایا اور اپنے بدن سے لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ "تو پھر آج کا کیا پروگرام ہے بھائی جی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس سان فرانسسکو جاؤں گا اور دن وہیں گزاروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی گرل فرینڈ کے ساتھ؟"

"کوئی ہے ہی نہیں۔" میں نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"یاروں سے اڑتے ہو بھائی جی!" ہرجنس بے تکے انداز میں مسکرا کر بولا۔ "وہ دوشیزہ باربرا اور وہ چینی لونڈیا لوسی کیا تیری رشتے دار ہیں؟"

"یقین کرو ہرجنس! ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی پروگرام نہیں ہے۔"

"تب آج میرے ساتھ چلو۔ مورا بڑی خوش اخلاق لڑکی ہے۔ اس نے مجھے دوپہر کے کھانے پر بلایا ہے۔ شام تک کا پروگرام اسی کے ساتھ ہے۔ چلو بھائی جی مزہ آئے گا۔"

"مورا کون ہے؟"

"لڑکی ہے۔ بہت خوبصورت لڑکی ہے۔ آج کل میرے اوپر مہربان ہے۔ کئی بار میری دعوت کر چکی ہے لیکن کچھ پریشان بھی رہتی ہے میری طرف سے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ مجھے بے وقوف کو [illegible] عشق کرنا نہیں آتا۔ بس کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ یار نہ جانے یہ سلیقہ کب آئے گا مجھے۔" ہرجنس نے اداسی سے کہا۔

"آ جائے گا، آ جائے گا ہرجنس! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔"

میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔
"تو چلو گے میرے ساتھ؟" ہرنس نے پوچھا اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔
"درحقیقت کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ سان فرانسسکو میں رہنے کے باوجود میں مکمل پاکستانی تھا۔ شراب سے مجھے نفرت تھی، کئی مقامی اور غیر مقامی لڑکیوں سے دوستی بھی ہوئی تھی لیکن صرف دوستی کی حد تک۔ اخلاقی حدود سے تجاوز مجھے پسند نہیں تھا۔ جو کچھ بھی مجھے بھانے کی کوشش کرتا وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہو کر مجھ سے دور ہو جاتی تھی۔ باربرا تو باقاعدہ ناراض ہو گئی تھی۔ چوتھی ملاقات میں اس نے مجھے اپنے یہاں مدعو کر لیا تھا۔ روڈول کے ایک حسین فلیٹ میں وہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی لیکن جب اس کے گھر نہیں گیا۔ دوسرے دن ٹیلی فون پر اس نے مجھ سے کافی سخت گفتگو کی۔ اس نے کہا کہ ہم ایشیائی ہوتے ہی احمق ہیں۔ اس کے خیال میں میں نے اس کے ساتھ نہایت ناشائستہ سلوک کر کے اس کی بے عزتی کی ہے۔ لہٰذا اس نے مجھے حکم دیا کہ آئندہ میں اس کے قریب بھی نہ پھٹکوں اور میں آج تک اس کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا اور بھی بے شمار واقعات تھے جو وہاں کی زندگی کا جزو تھے لیکن میں اپنے طور پر مطمئن تھا۔ میری زندگی پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔ لڑکیوں میں مجھے لوئی شی پسند تھی، چاینا ٹاؤن میں رہتی تھی اور ایک تفریح گاہ میں میری دوست بن گئی تھی۔ سان فرانسسکو کی پروردہ ہونے کی وجہ سے وہ یہاں کی زندگی سے متاثر تھی۔ اسے موسیقی سے بہت لگاؤ تھا۔ کلبوں میں بھی وہ اکثر جاتی رہتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اسے اپنی روایات کا بھی خیال تھا اور اس نے کبھی عورت کے معیار سے گرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مجھے جب بھی اس سے ملنا ہوتا، میں چاینا ٹاؤن چلا جاتا جہاں اس کی ماں اور باپ مل کر فرکوٹ کی ایک شاندار دکان چلاتے تھے۔ بس یہ دلچسپیاں تھیں میری اور سب سے پہلے تعلیم جس پر میری پوری توجہ تھی۔

دن کو ساڑھے گیارہ بجے ہرنسی تیار ہو گیا۔ خوبصورت تراش کے سوٹ نے اس کی باہر نکل آنے والی توند کسی حد تک چھپا لی تھی اور وہ اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ گہرے نیلے رنگ کے سوٹ پر اس نے سرخ چگوری کی ٹائی باندھی تھی جو خوب جچ رہی تھی۔ میں نے بھی لباس تبدیل کر لیا اور ہم دونوں ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ بیرکلے سنسان پڑا ہوا تھا۔ شہر میں اکا دکا ہوٹل کھلے ہوئے تھے۔ ہم دریائی پل عبور کر کے سان فرانسسکو میں داخل ہو گئے اور جیرونیس سنگھ نے اپنی خوبصورت اسپورٹس لائن ونگر کی ایک خوبصورت عمارت کے سامنے روک دی۔ لفٹ سے اوپر چڑھتے ہوئے اس نے گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "بھائی جی! میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"کوئی ایسی ویسی بات نہ کہہ دینا جس سے یار سوچ میں پڑ جائے۔ میری ہنسی اڑے۔" وہ بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہم فلیٹ کے دروازے پر رک گئے تھے۔ اس پر پیتل کی ایک خوبصورت پلیٹ لگی ہوئی تھی جس پر "آئزک جوہان" لکھا ہوا تھا۔
"یہ مسٹر آئزک جوہان کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"مورا کا پورا نام مورا جوہان ہے۔ میرا مطلب ہے مسٹر جوہان اس کے ڈیڈی ہیں۔"
"ہوں، تو وہ یہودی ہے؟"
"ہو گی۔ ہمیں اس سے کیا۔" ہرنسی نے کہا اور بیل بجا دی۔ لیکن مجھے کچھ عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ میں متعصب نہیں تھا لیکن یہودیوں سے مل کر مجھے خوشی نہیں ہوتی تھی۔ برکلے یونیورسٹی میں لاتعداد یہودی طالب علم تھے لیکن ہمارا ان سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ وہ خود بھی پاکستانیوں اور عربوں سے دور دور رہتے تھے اور اپنی الگ محفل بناتے تھے۔
دروازہ کھولنے والی ایک دبلی پتلی خوبرو سی لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں اور مسکراہٹ میں دلکشی تھی۔ بڑے اخلاق سے اس نے ہم دونوں کا استقبال کیا تھا۔ "میرے سب سے قریبی دوست علی یار اور بھائی جی یہ مورا جوہان ہیں۔"
"تشریف لائیے۔" مورا نے جھک کر شائستہ الفاظ میں کہا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ مورا نے مسز جوہان اور مسٹر جوہان سے ہمارا تعارف کرایا۔ مسٹر جوہان، نکلی آنکھوں والے یہودی تھے۔ وہ آنکھیں جو اس قوم کی صحیح ترجمان ہیں۔ ان کی گفتگو نہایت میٹھی اور شستہ تھی۔ میرے تعارف پر انھوں نے کسی قدر عجیب انداز میں گردن ہلائی تھی لیکن دوران گفتگو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے کوئی ناخوشگوار تاثر ابھرتا۔
لنچ کے بعد مورا باہر جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا اور کافی حسین نظر آنے لگی۔
"مجھے معاف کرنا بچو! میں نہیں جانتا کہ تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے لیکن شام کو چھ بجے سے سات بجے تک کا وقت تم لوگ مجھے دے دو۔ تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔" مسٹر جوہان نے کہا۔
"ضرور مسٹر جوہان! کوئی خاص بات ہے؟"
"ہاں۔ میں اور میری بیوی تم لوگوں کو ایبرن ہال میں خوش آمدید کہیں گے۔ وہاں ایک چھوٹی سی تقریب ہے۔ تم لوگ اس تقریب میں شامل ہو کر خوشی ہو گی۔"

"ہرنس! تمھیں بھی میری وجہ سے پریشان ہونا پڑا۔"
"نہیں بھائی جی! ایسی باتیں کر کے مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سامنے آج تاریخ زندہ ہوئی ہے۔" میں نے تو ہرف ... ہی تھا کہ سالان کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔ وہ ... سکھ تھی اور ہرنسی حق کی بات کہنے سے نہیں چوکتے۔ آگے بڑھتا ہوں۔ سان فرانسسکو کی سے زندہ ہوتے دیکھا جو رونق تھی لوگ پورے جوش و خروش سے ویک اینڈ منا رہے تھے۔ پارک ہاپکنز میں ہم نے عمدہ سی کافی پی۔ گولڈن برج پر مٹرگشت کی اور شام چار بجے آئس پیلس کلب پہنچ گئے جہاں برف کے کھیل پیش کیے جاتے تھے۔ اپنی نشستیں حاصل کر کے ہم اندر داخل ہو گئے۔ تھیٹر کی عمارت کے گرد ایک کشادہ احاطہ تھا اور اسی احاطے میں برف کے کھیل کا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس جگہ کئی انچ موٹی برف کی تہہ نظر آ رہی تھی اور یہ برف آئینے کی طرح شفاف اور چمکدار تھی۔
کھیل شروع ہونے کا اعلان ہوا اور پہلی فنکارہ نے طوفانی دوڑ لگائی۔ یہ ایک نوعمر لڑکی تھی۔ پس منظر میں مدھم موسیقی کی لہریں اٹھ رہی تھیں اور فنکارہ اپنے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔
مورا بہت باتونی ثابت ہوئی تھی۔ وہ کھیل کے دوران مسلسل بولے جا رہی تھی۔ ویسے اس کی باتیں غیر دلچسپ نہیں تھیں۔ میں بھی اس کی بکواس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ البتہ ہرنسی کو بہت کم بولنے کا موقع مل رہا تھا اور وہ کسی قدر پریشان نظر آ رہا تھا۔
ساڑھے پانچ بجے یہ شو ختم ہوا اور ہم باہر نکل آئے۔ مورا نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "کیا خیال ہے؟ اب ہم ایبرن ہال چلیں؟"
"وہاں کس قسم کی تقریب ہے مس جوہان؟" میں نے پوچھا۔
"یہ تو آپ کو وہاں چل کر ہی معلوم ہو گا۔" وہ مسکرائی۔
"اگر آپ لوگ محسوس نہ کریں تو میں اجازت چاہتا ہوں۔"
"ہرگز نہیں مسٹر علی! میں نے آپ کی طرف سے ڈیڈی سے وعدہ کر لیا ہے۔ وہ کیا سوچیں گے میرے دوستوں کے بارے میں؟" مورا نے عاجزی سے کہا اور اس کے لہجے کی وجہ سے میں خاموش ہو گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک الجھن کا احساس ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ بہرصورت چھ بجنے کو آئے تو ہرنس نے اسٹیئرنگ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور وہ شست روی سے ایبرن ہال کی جانب بڑھنے لگی۔ وقت کا خیال رکھا گیا تھا۔ اس لیے ٹھیک چھ بجے ہم ایبرن ہال پہنچ گئے۔
ہال کی خوبصورت عمارت کے سامنے سینکڑوں کاریں کھڑی ہوئی تھیں اور لاؤنج میں غیر معمولی گہماگہمی نظر آ رہی تھی۔ بے شمار مرد و عورتیں تیز تیز قدموں سے ہال کی جانب بڑھتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ہال میں داخل ہونے والے ہر شخص نے ایک سیاہ رنگ کی ٹوپی لگائی

افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ۱۰
ہال میں بہت سے لوگ بغیر ٹوپی کے بھی نظر آ رہے تھے۔ یہ غیر یہودی تھے جنھیں یہاں آنے کی ممانعت نہیں تھی۔
ہال کے دروازے پر مسٹر جوہان نے ہمارا استقبال کیا۔ وہ خود بھی سیاہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ انھوں نے احترام کے ساتھ ہمیں ہماری نشستوں پر پہنچا دیا اور پھر خود بھی ہمارے نزدیک ایک نشست پر آ کر بیٹھ گئے میں اپنی الجھن میں اب اضافہ محسوس کر رہا تھا۔
اسٹیج پر اناؤنسر کی آواز ابھری اور پھر ایک یہودی نے آ کر عبرانی زبان میں دعائیں پڑھیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا جو صدر جلسہ تھا۔ اس نے تمام حاضرین کا جلسے میں شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا اور بولا۔ "یہ جلسہ عام ہے۔ جس میں صیہونی اور غیر صیہونی سب ہی کو دعوت دی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں وہ بھی جو ہم میں سے نہیں ہیں ہمارے درمیان آئیں اور ہمارے مقاصد سمجھ کر ہماری جدوجہد کی حمایت کریں۔ میں ان لوگوں کا خاص طور پر شکر گزار ہوں جو غیر یہودی ہیں اور زحمت کر کے ہماری دعوت پر یہاں آئے ہیں۔ اب جلسے کی کارروائی کا آغاز ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ امریکہ کے یہودی متحد ہو کر صیہونی تحریک کو کامیاب بنائیں گے اور ریاست اسرائیل کو مستحکم اور خوشحال بنانے کی بھرپور جدوجہد کریں گے۔"
میرے ذہن میں نفرت ابھر آئی۔ میں نے خونخوار نگاہوں سے ہرنس سنگھ کو دیکھا۔ میرے اس طرح گھورنے سے وہ گھبرا گیا۔ "واہگرو کی قسم بھائی جی! مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ تقریب کیسی ہے۔" اس نے کہا۔
"یہ اچھا نہیں ہوا ہرنس! یہ اچھا نہیں ہوا۔"
"میں شرمندہ ہوں بھائی جی! اور اس گستاخی کے لیے بعد میں ... لوں گا۔" ہرنس نے کہا۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے صدر جلسہ کو دیکھا جو یہودیوں کی تاریخ دہراتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہودی خدا کی محبوب قوم ہے۔ غیر یہودی دنیا کی غیر متحدہ قوت بھی دنیا کی نسلی اور معاشرتی انفرادیت کو ختم نہیں کر سکتی۔
اس کے بعد صدر نے جلسے کے سالانہ خصوصی کو متعارف کرایا اور تالیوں کی گونج میں مہمان خصوصی نے اپنی سخت متعصبانہ تقریر شروع کر دی۔ یہ کوئی کٹر اور متعصب یہودی تھا۔ اس کی تقریر سخت جارحانہ تھی۔ اس نے عربوں پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ انھیں وحشی، غیر مہذب اور قاتل ثابت کیا۔ اس نے کہا کہ عرب قانون شکن ہیں۔ یہ ایک ایسی قوم ہے جسے تہذیب و ثقافت سے کبھی کوئی لگاؤ نہیں رہا۔ اس نے ثبوت کے طور پر اسلامی تاریخ کے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور نہایت لغو گفتگو شروع کر دی۔ اس نے کہا۔ "عرب وہ قوم ہے جس میں کبھی کوئی مہذب معاشرہ پروان نہیں چڑھا۔ آج بھی اس قوم میں جنگل کا قانون رائج ہے۔" عربوں کے معاشرے کے بارے میں اس نے بڑی رکیک باتیں کہیں۔ اس نے کہا کہ عرب عام طور سے چار بیویاں اور کنیزیں رکھتے ہیں۔ اس کی مثال نہیں

نہیں ملتی۔ ان کے معاشرے میں عورت کی جو زبوں حالت ہے وہ دنیا کے کسی معاشرے میں نہیں ملتی۔

اس متعصب یہودی نے اسلامی تاریخ کے حقائق کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا تھا، اسے پڑھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ میری روح اور میرے دماغ کو ناقابل بیان تکلیف ہو رہی تھی اور میری آنکھیں سرخ ہوتی جارہی تھیں۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے لوگ میری اس کیفیت سے ناواقف تھے۔

دفعتاً میری نگاہوں میں اپنے گھر کا آنگن ابھر آیا۔ جس میں تخت پر بیٹھے ہوئے میرے والد نے حقے کی نے منہ سے نکال کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ "بیٹے حق کی زبان قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی نہیں رکی تھی۔ سرِ بازار کھڑے ہو کر اعلانِ حق کرتے ہیں۔ اگر مرنے کی بجائے عیش کی زندگی کی تمناؤں نے تم سے ہر چیز چھین لی ہے تو تمہیں ختم ہے اپنے ایمان کی، اپنے وجود کی، اپنے خدا کی۔ اسی جگہ کھڑے ہو کر اپنے مذہب کی تبدیلی کا اعلان کردو اور آج سے خود کو علی بارڈ کہو اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو اس بد باطن شخص کی یاوہ گوئی کا منہ توڑ جواب دو۔ علی! یاد رکھو تم نے سرزمینِ مقدس پر آنکھ کھولی ہے۔ تمہارے آباؤ اجداد میں کسی نے مصلحت کوشی کی زندگی نہیں گزاری۔"

مہمان مقرر کی تقریر ختم ہو گئی اور دعوت دی گئی کہ اگر کوئی شخص صیہونی تحریک کے بارے میں کچھ کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے اور اس کے بعد میرے لیے بیٹھے رہنے کا یارا نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور پھر میرے قدم ڈائس کی طرف اٹھ گئے۔ جب میں ڈائس پر پہنچا تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ایک افسر میرے نزدیک آکر جھکا۔

"محترم مقرر کے نام کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن اس سے پہلے کہ میں نے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے دھکیل دیا اور اس دھکے سے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تب مائیک پر میری آواز ابھری۔

"یہودی مقرر نے اس مائیک کا سہارا لے کر اسلامی تاریخ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے میرا خیال ہے تعلیم یافتہ یہودی خود اس کی حقیقت سے واقف ہوں گے۔ میں ان مسخ شدہ حقائق کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا کہ اسلامی تاریخ کی کتب امریکہ میں بھی موجود ہیں اور سیاہ فام امریکی ان سے استفادہ کر کے مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں۔ یہودی پروپیگنڈے کو اس ناکامی سے شرمسار ہونا چاہیے۔ یہودی زر امریکہ پر تسلط رکھنے کے باوجود اسلام کی روشنی کو بجھانے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ صیہونیوں نے عربوں کے قلب میں اسرائیل کا زہر آلود خنجر پیوست کیا ہے۔ اس غاصب قوم نے دوسری جنگ عظیم کے بعد اپنی سازشوں کے ذریعہ فلسطین کو برطانیہ کے زیر اقتدار دے دیا تھا۔ اس وقت فلسطین کی آبادی سات لاکھ تھی اور ان سات لاکھ

گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "بھائی جی! میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"پیسہ دو" میں نے تعجب سے پوچھا۔

کے دروازے سے ...

یہودیوں کی آبادکاری شروع کردی۔ ...

یہودیوں کی آبادی عرب ... ، صرف چند لاکھ تھی جس فلیٹ کے لاکھ ہو گئی لیکن اب بھی عربوں کی آبادی ان سے کم ہے۔ خوبصورت پلیٹ فرانسیسی اور برطانوی تعاون سے دشمنِ اسلام ڈاکٹر ویزمین نے صیہونی تحریک نامی تنظیم تیار کی اور جنگ عظیم میں تباہ شدہ برطانیہ نے عربوں کے سینے میں اسرائیل کا خنجر پیوست کردیا۔ مقرر نے عربوں کو وحشی صفت اور غیر مہذب کہا ہے۔ وہ اگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے تو اسے فلسطین میں کیے ہوئے مظالم یاد آجائیں گے جو اس حد تک غیر انسانی تھے کہ اس کے بعد وحشت کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وحشی قوم جو دولت امریکہ میں بیٹھ کر اگر تم اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کرو تو یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ خیال جھوٹا ہے کہ تمہاری باتوں پر لوگ ... سکتے ہیں۔ تاریخ نہیں بدل سکتی۔"

میری آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی اور لوگ دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتاً کسی نے مائیک بند کردیا اور پھر چند افراد اسٹیج پر پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا۔ یہودی نوجوان جوش میں بھر گئے تھے۔ وہ مجھے گالیاں دے رہے تھے۔ دفعتاً میں نے ہربنس کو دیکھا۔ اس نے کرپان نکال لی اور پھر اس کی گرجدار آواز ابھری۔

"اسے چھوڑ دو۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو واہگورو کی قسم یہاں دو چار خون ہو جائیں گے۔" وہ چمکدار کرپان لہراتا ہوا میری طرف بڑھا اور میرے قریب پہنچ گیا۔ کرپان کی چمک نے راستہ بنا لیا تھا۔ "چلو بھائی جی! اس سالی سبھا کی ایسی کی تیسی۔ اس کے باپ کی بھی ایسی کی تیسی۔" اس نے مجھے باہر دھکیلتے ہوئے کہا۔

یہودی نوجوان ممکن ہے ہم سے الجھنے کی کوشش کرتے لیکن مائیک پر دوبارہ اعلان ہونے لگا کہ ہال جھگڑوں کو نکل جانے دو، جلسے کو ناکام بنانے کی سازش کامیاب نہ ہونے دی جائے۔ ابھی جلسے کی کارروائی باقی ہے۔ پرجوش نوجوان خود کو قابو میں رکھیں، جلسہ ناکام نہ ہونے دیا جائے۔"

ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر آ کر ہم کار میں آ بیٹھے۔ ہربنس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ راستے بھر ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ہوسٹل پہنچ گئے۔ میں طرح طرح کے سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ کمرے میں آ کر ہربنس نے پوچھا "چائے بناؤں تمہارے لیے بھائی جی؟"

میں نے عجیب نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے

ہربنس! تمہیں بھی میری وجہ سے پریشان ہونا پڑا۔"

"نہیں بھائی جی! ایسی باتیں کرکے مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سامنے تو تاریخ زندہ ہوئی ہے۔ میں نے تو صرف پڑھا ہی تھا کہ مسلمان کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔ وہ دنیا میں کسی کے سامنے حق کی بات کہنے سے نہیں جھجکتا۔ آج میں نے تاریخ کو اپنی آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھا ہے۔ اسلامی تاریخ میں نے بھی پڑھی ہے۔ وہ مسخرا اگرچہ وہاں میں گھس کر اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو اسے کامیابی تھوڑی ہوتی۔ ایک مسلمان نے اسے بتا دیا کہ اسلام کیا ہے۔ تمہاری یہ جرأت قابلِ ستائش ہے۔" ہربنس نے جواب دیا۔

"شکریہ ہربنس! لیکن ہمیں اس کے نتائج بھگتنے ہوں گے۔"

"نتائج؟" ہربنس ہنس پڑا۔ "نتائج بھی کوئی پروا کرنے کی چیز ہوتے ہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"اس کے باوجود ہربنس! میں نہیں چاہتا کہ تم کسی مصیبت کے شکار ہو۔ میری خواہش ہے کہ..."

"میں اس وقت تمہاری خواہش ایک کپ چائے سے زیادہ نہیں ہونے دیتا بھائی جی! اور وہ میں ابھی لاتا ہوں۔" ہربنس نے کہا اور کچن کی طرف چلا گیا۔ یہ مخلص نوجوان قابلِ محبت تھا۔ اس نے میرا ہر طرح ساتھ دیا تھا لیکن میرا ذہن صاف نہیں تھا۔ آج نہ جانے کیوں میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات آ رہے تھے۔ ہربنس چائے بنا لایا اور ہم دونوں خاموشی سے چائے پینے لگے۔

ہمارا اندازہ درست نکلا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں ایمرلن ہال کے جلسے کی تفصیلات موجود تھیں، جس میں بدنظمی پھیلانے کی مذموم سازش کے بارے میں لکھا گیا تھا۔ چند یہودی نواز اخبارات نے حکومت سے پرزور اپیل کی تھی کہ ایسے سازشی عناصر کے خلاف سخت کارروائی کی جائے جو لاقانونیت پھیلانے کے مرتکب ہوں۔ یونیورسٹی کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرائی گئی تھی کہ اس طالب علم علی بارڈ کو یونیورسٹی سے نکال دیا جائے۔ ذاتی طور پر بھی کچھ کوششیں کی گئی ہوں گی جن کے نتیجے میں مجھے یونیورسٹی کے حکام کے سامنے پیش ہونے کا نوٹس مل گیا۔

میں عجیب سی ذہنی کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔ جو کچھ میں نے ایمرلن ہال میں کیا تھا اس پر مجھے ذرہ بھر شرمندگی نہیں تھی۔ لیکن اس سے میری تعلیمی زندگی ختم ہونے کا خطرہ تھا۔ یونیورسٹی کے حکام کے سامنے پیش ہونے سے قبل میں نے بہت کچھ سوچا پھر دل میں ایک فیصلہ کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا۔ پھر اسی شام مجھے ... ایک بورڈ کے سامنے پیش ہونا پڑا۔

شور علی ... فرش میں ایک سیاہ رنگ کی لمبی میز کے پیچھے بڑا

افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے نزدیک ہی بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ تب مجھ سے ایمرلن ہال کی کارروائی کے بارے میں پوچھا گیا۔

"مجھے وہاں آنے کی دعوت دی گئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ دعوت کس نے دی تھی؟"

"مسٹر آرنلڈ جونسن نے۔ حالانکہ میں نے ان سے شرکت کے لیے معذرت کی تھی۔ انھوں نے اصرار کرکے مجھے وہاں بلایا اور مجھے اس اجتماع کے اغراض و مقاصد بھی نہیں معلوم تھے۔"

"آرنلڈ جونسن سے آپ کی ملاقات کس طرح ہوئی؟"

"ان کی بیٹی مارگریٹ ہماری دوست ہے۔"

"براہ کرم آرنلڈ جونسن کا پتہ درج کرائیں۔" اور میں نے پتا نوٹ کرادیا۔

"آپ نے اس جلسے میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کیوں کی؟"

"میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔ میں مسلمان ہوں، پاکستانی ہوں۔ انھوں نے تاریخِ اسلام پر مذموم اور رکیک حملے کیے اور اس کے بارے میں ایسی لغو اور بے ربط باتیں کہیں کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ انھوں نے خود تقریر کی عام اجازت دی تھی۔"

"کیا آپ کو اپنا تعلیمی مستقبل عزیز ہے؟"

"مجھے اپنا دین اپنے مستقبل سے زیادہ عزیز ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ اپنی اس حرکت پر معافی مانگنے کے لیے تیار ہیں؟"

"میں ہر اس شخص کا منہ توڑنے کے لیے تیار ہوں جو میری اس مجاہدانہ کارروائی پر معترض ہو۔" میں نے غیظ کے عالم میں کہا۔

ان الفاظ کے بعد مزید کسی سوال و جواب کی گنجائش نہیں رہی۔ مجھے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ بورڈ کے ارکان میں سب ہی یہودی نہیں تھے۔ پولیس نے اس سلسلے میں کافی دلچسپی لی تھی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں بورڈ کے ارکان کا بیان چھپا تھا۔ ان میں سے چند ارکان نے اسے وقتی مذہبی جوش قرار دے دیا تھا۔ ایک رکن نے بزرگانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ جوان خون میں ایسی ہی حدت ہوتی ہے۔ جوانی اسی کا نام ہے اور جوانی کو سزا دینے کا کوئی قانون نہیں بن سکا ہے۔ اس لیے اس نوجوان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ تین ارکان کا بیان مشترکہ تھا۔ انھوں نے خاص طور سے اس بات کو اچھالا تھا کہ جب مجھ سے معافی مانگنے کے لیے کہا گیا تو میں نے بورڈ کے ارکان کو جواب دیا کہ میں اس بیہودہ فرض کی معافی کا مطالبہ کرنے والے کا منہ بھی توڑ سکتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ طالب علم ... کے لیے یہاں آتے ہیں۔ نظریات کے پرچار کے لیے نہیں۔ انھیں خود پر قابو رکھنا چاہیے۔

تیسرے دن کے ایک اخبار میں میرے بارے میں اداریہ لکھا گیا تھا

جس میں اس وفد کی تفصیلات لکھتے ہوئے کہا گیا تھا کہ بنیادی روانی یونیورسٹی کے کسی جلسے میں نہیں کی گئی۔ اس سے نوجوان علی پر پاپولیشن نظریات کے پرچار کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

بہرحال اس کے بعد میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

لیکن اس واقعے سے میری زندگی میں ایک انقلاب آ گیا تھا۔ میرے ذہن میں ہر وقت یہی احساسات کلبلاتے رہتے تھے کہ یہودی مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں اور اس اسلام دشمن کارروائی کے خلاف جدوجہد کرنا ہر مسلمان نوجوان کا فرض ہے۔ ہم لوگ جہاں بھی ہیں، جس حال میں ہیں ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ کرتے رہنا چاہیے۔ دشمنِ اسلام سرگرم عمل ہیں اور ہم خاموشی سے بیٹھے ساکھ کی نشیں بجا رہے ہیں۔

میرا سکھ دوست ان ساری باتوں سے بے نیاز صرف میرا ساتھی تھا۔ اس نے صاف لہجے میں کہا تھا۔ "دیکھو بھائی جی! میں سکھ ہوں اور جب تک میرے ڈیڈی، میں گے گرو کا سکھ رہوں گا۔ چنانچہ تمہارے مذہبی نظریات کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا البتہ ہماری تمہاری دوستی کی بات تو یاد رہے ہربنس سنگھ رہے گا۔ تمہارے پاس بیٹھے کسی کھسر پھسر کی مجال نہیں کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکے۔"

"مجھے تیری دوستی پر ناز ہے ہربنس!" میں نے متاثر ہو کر کہا۔

"ایک اطلاع بھی دینا چاہتا ہوں تمہیں۔"

"ضرور، کہو۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے کہ نہ تو اخبارات نے اور نہ کسی نے ذاتی طور پر اس معاملے میں میرا نام لیا۔ اس لیے لوگ یہ نہیں جانتے کہ میں بھی اس وقت تمہارے ساتھ شریک تھا۔ لوگوں کو یہی معلوم ہے کہ میں تمہارا ہم مذہب نہیں ہوں۔ اس لیے میری موجودگی پر توجہ نہیں دی گئی۔"

"کہاں کی بات کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یونیورسٹی کی ریگ ہاؤس کے ایک کیبن میں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ہی کے کیبن میں میں بیٹھا تھا۔ باقی کیبن خالی پڑے ہوئے تھے وہ لوگ تمہارے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے چند کا خیال تھا کہ یونیورسٹی میں تمہارے خلاف تحریک چلائی جائے اور تمہیں ہر قیمت پر یونیورسٹی سے نکلوا دیا جائے لیکن پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ اس باقاعدہ تحریک سے ان کی اپنی تعلیم متاثر ہو گی اور وہ ہنگاموں میں بھی آ جائیں گے اس لیے کوئی دوسری ترکیب سوچی جائے۔ یہ الفاظ ادا کرنے والا ایک نوجوان [illegible] ہے جو نسلاً یہودی ہے اور امریکی باشندہ ہے۔ اس کا ساتھی [illegible] ہے۔ وہ بھی یہودی ہے اور ایک خطرناک شخص کہلاتا ہے۔ ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اس گفتگو سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں تمہارے خلاف کینہ ہے اور یہ کینہ پرور قوم کسی کو معاف نہیں کرتی۔ اس لیے بھائی جی ہمیں سخت ہوشیار رہنا ہو گا۔"

ہربنس نے لفظاً یہیں کہہ کر مجھے بہت متاثر کیا۔ وہ خود کو مجھ سے الگ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بہرحال میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو ہربنس سنگھ! میں ایک عام آدمی ہوں۔ میرا تعلیمی ریکارڈ تمہارے سامنے ہے۔ اس ریکارڈ سے ثبوت ملتا ہے کہ میں یہاں صرف تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں اور کوئی سیاسی مقصد میرے سامنے نہیں ہے۔ لیکن میرے دوست ایک جذبہ ضرور میرے سینے میں بیدار ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ مذہب و ملت کے دشمنوں سے نفرت کروں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ جذبہ کہاں تک پروان چڑھے گا لیکن میری آرزو ہے اس جذبے کو ہوا ملے اور مجھے دین پر مر مٹنے کی سعادت نصیب ہو۔ میں ان گیدڑوں سے ذرا بھی خائف نہیں ہوں۔ اس لیے تم ان کی کوئی پروا نہیں کرو۔ تم بھی پنجابی ہو ہربنس! میں بھی پنجابی ہوں۔ اس لیے ہمیں ایک دوسرے سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بہت ٹھیک، بہت شریف ہیں جب تک ہمیں چھیڑا نہ جائے۔ مجھے اپنی زندگی کی اپنے مستقبل کی کوئی پروا نہیں ہے۔ میرے چھ بھائی اور ہیں جو بڑھاپے میں میرے باپ کی نگہداشت کر سکتے ہیں۔ اس لیے میری کمی میرے باپ اور میرے خاندان پر کوئی اثر نہیں ڈالے گی لیکن میں ان لوگوں کے لیے واقعی مصیبت بن جاؤں گا۔ البتہ میری ایک خواہش ضرور ہے۔"

"وہ کیا بھائی جی؟"

"تمہارا اب میرے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں میری وجہ سے تمہارا کوئی نقصان نہ ہو۔ اس لیے ہربنس! تم کسی دوسری جگہ بندوبست کر لو یا مجھے اجازت دو کہ میں ..."

"بس بھائی جی بس۔ پنجابی بھی کہہ چکے ہو اور بزدلی کا سبق بھی دے رہے ہو۔ یہ سبق تمہارا ہم مذہب ہوتا تو ہوں۔"

"مان لو میری بات ہربنس!"

"کوئی دوسری بات کرو بھائی جی! یہ بھی کوئی ماننے کی بات ہے!"

ہربنس نے قہقہہ لگا کر بات ختم کر دی۔

"اچھا یہ بتاؤ مورا کا کیا حال ہے؟"

"بلکہ ضرور ہوں بھائی جی! مگر تھوڑی سی عقل بھی رکھتا ہوں۔ میں نے اُدھر کا رخ ہی نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں اب وہ لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔" ہربنس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"یار مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے ..."

"بس۔ بس بس۔ یہ افسوس بھی مت کرو۔ اس حساب فلاسفو

میں مورا جیسی بے شمار لڑکیاں موجود ہیں جن کی آنکھیں کمزور ہیں۔ کوئی بڑی ہربنس کو ضرورت پڑے گی۔ میں تنگ نہیں ہوں۔ اس لیے تم اس کا افسوس بھی نہ کرو۔"

ہربنس ہر لحاظ سے قابل اعتماد تھا۔ میں اسے خود سے علیحدہ رہنے پر مجبور نہ کر سکا۔ کچھ دن گزر گئے۔ میں البتہ محتاط ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرا اتوار آ گیا۔ ہربنس ایک دن قبل ہی نو دو گیارہ ہو چکا تھا۔ یہ حرکت وہ عموماً اس وقت کرتا تھا جب اس کے ذہن میں دبلا ہونے کا خیال سر اُبھارتا تھا اور یہ خیال اسی وقت جاگتا تھا جب اس کی ملاقات کسی لڑکی سے ہوتی تھی۔ چنانچہ میرے سوال کے جواب میں اس نے کہا۔ "بھائی جی! رب کی دین ہے۔ ایک دبلا ہوتا ہے تو ستر کھلتے ہیں۔ فلورین کسی طرح مورا سے کم نہیں۔ پہلے بھائی جی نظر کی کمزور لگتی ہے۔ کیوں کہ بڑے خلوص سے اس نے اظہار عشق کر دیا ہے۔"

"کل ملنا ہو گا اس سے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بھائی جی! اسی لیے تو محنت کر رہا ہوں۔ چلو گے بھائی جی میرے ساتھ؟"

"اوہ۔ نہیں ہربنس! پچھلا اتوار کو بھول گئے؟"

"گولی مارو جی۔ غلط جا پھنسے تھے۔ واہگورو کی قسم ملاؤ ایک ہزار مورا میں اور فلورین تم پر قربان کر دوں۔"

"نہیں۔ ہربنس! تم چلے جانا۔ کل میں آرام کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور بہ حقیقت پچھلے اتوار کے بعد سے میری طبیعت پر ایک اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ اب میرا دل کچھ چاہ رہا تھا۔ نہ جانے کیسا جذبہ سینے میں سر اُبھار رہا تھا۔ پہلے کبھی کبھی میں چاہتا تھا اور خالص مذہبی آدمی نہیں ہوں اور نہ مذہب سے صرف اس حد تک لگاؤ ہے کہ اللہ رسول کو یاد کر لوں۔ مذہب کے ارکان کی ادائیگی کبھی نہیں ہو سکی تھی لیکن اتوار کو اس کمینہ خصلت انسان کی لاف و گزاف نے دل میں ایک جذبہ جگا دیا تھا۔ بیت المقدس کی حرمت کا احساس شدید ہو رہا تھا اور یہ سوچ بار بار میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ اسلام کے نام پر جو لوگ اپنے دین کے لیے کیا کر رہے ہیں وہ یہودیوں کو کچلنے کے لیے سینہ سپر کیوں نہیں ہو جاتے۔ بات صرف فلسطین ہی کی تو نہیں ہے۔ اس مقدس جگہ کا احترام تو ہر مسلمان کے سینے میں موجود ہے۔ پھر کیوں نہیں یہ جذبات بھڑک اٹھتے۔ جذبات کیوں نہیں مچل جاتے۔ ہم خاموش کیوں رہیں۔ چنانچہ اس اتوار کو کسی تفریح کا پروگرام نہیں بنایا اور ہوسٹل ہی میں رہا۔

ہربنس بن سنور کر نکل گیا تھا۔ چلتے ہوئے بھی اس نے مجھ سے ساتھ چلنے کے لیے اصرار کیا تھا لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی اور وہ چلا گیا۔ دن کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے جب کسی نے

میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے بھاری آواز سے دستک دینے والے سے اندر آنے کو کہا۔ لیکن مجھے کچھ سنبھل جانا پڑا۔ ایک خوبصورت سی لڑکی سادہ سے لباس میں اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں اجنبیت تھی۔ اس نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"معاف کیجیے، کیا علی یار خان سے مل سکتی ہوں؟"

"تشریف رکھیے، میں علی یار ہوں۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور اس کے انداز میں کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو گئی جیسے کسی پسندیدہ انسان سے تعارف کے وقت ہو جاتی ہے۔ وہ کسی قدر بے تکلفی سے آگے بڑھی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تو آپ علی یار خان ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی! آپ بھی اپنا تعارف کرا دیں۔" میں نے بچکچاہٹ کی سی کیفیت کے ساتھ کہا۔

"میرا نام شہناز ہے۔ پاکستان سے تعلق رکھتی ہوں۔" اس بار وہ اردو میں بولی تھی۔ گو وہ الفاظ کے صحیح تلفظ سے ناواقف تھی لیکن الفاظ بڑے سلیقے سے ادا کیے گئے تھے۔

"او، یقین کریں بڑی مسرت ہوئی۔ میں آپ کی آمد کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ یہاں کب سے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو پیدا ہی امریکہ میں ہوئی ہوں۔ میرے والد راجہ حسن نواز پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارا قیام سکرامنٹو میں ہے۔ والد صاحب کیلی فورنیا میں کاروبار کرتے ہیں۔"

"اور آپ؟" میں نے پوچھا۔

"میں ابھی زیر تعلیم ہوں، اسکول آف میڈیسن میں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس شہناز نواز! میرے بارے میں آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"کیوں کسر نفسی سے کام لے رہے ہیں مسٹر علی! آپ تو اچانک لاتعداد پاکستانیوں کے لیے باعث فخر بن گئے ہیں۔ نہ صرف پاکستانیوں کے لیے بلکہ عرب طلبا بھی آپ سے محبت کرنے لگے ہیں۔ میرا خیال ہے عرب طالبات کا ایک گروپ آپ کو دعوت دینے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ میری ایک عرب دوست عائشہ تو مجھ سے اصرار کر رہی تھی کہ اگر میں آپ سے ملاقات کرنے جاؤں تو اُسے ضرور ساتھ لے جاؤں لیکن میں نے احتیاطاً ایسا نہیں کیا۔"

"احتیاطاً؟" میں نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

"ہاں۔ امریکہ میں یہودیوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اعلیٰ حکام ان کو خوش رکھنے کے لیے ہر جائز اور ناجائز کام کرتے ہیں۔ مجھے تو یہ تعجب ہے کہ انھوں نے ابھی تک آپ کے خلاف کوئی سخت کارروائی کیوں نہیں کی۔ میرا خیال ہے وہ آپ کے قریب ہو کر کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آپ کی حیثیت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو یقیناً خطرات پیش آ سکتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ کو ہوشیار کر دوں۔ کیا آپ نے اپنی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا ہے؟"

"شاید!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب! اگر آپ بے پروائی سے کام لے رہے ہیں تو میری درخواست ہے کہ آئندہ نہ لیں۔ آپ اس کینہ پرور قوم کے بارے میں ضرور جانتے ہوں گے۔ یہ تشویش صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ میری دوسری ساتھیوں کی بھی ہے۔ عرب طالبات کو تو کچھ زیادہ ہی تشویش ہے کہ کہیں امریکی حکومت آپ کو تنظیم آزادیٔ فلسطین سے منسلک نہ کر دے۔ اس سے قبل بھی ناپسندیدہ شخصیتوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جا چکا ہے۔"

"آپ پیدا امریکہ میں ہوئی ہیں مس شہناز! لیکن مجھے احساس ہوتا ہے کہ آپ پکی مسلمان اور پاکستانی ہیں۔ جب آپ کو ان چیزوں کا احساس ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ راہِ حق میں نکل جانے والے دوسری چیزوں کی پروا نہیں کرتے۔ ہم مسلمانوں کو خدا نے اپنا سہارا دیا ہے، اور جنھیں خدا کا سہارا حاصل ہو وہ کسی بات سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔"

"خدا آپ کے عزم کو استقامت دے۔ ویسے آپ کے ذہن میں اب کوئی منصوبہ ہے؟" شہناز نے پوچھا۔

"نہیں مس شہناز! میں نے جو کچھ کیا، وہ ایک فوری جذبہ تھا۔ آپ کو شاید علم ہو چکا ہو کہ میں اتفاقیہ طور پر یہ جانے بوجھے بغیر وہاں چلا گیا تھا کہ وہاں کیا ہونے والا ہے۔ میں جانتا ہوں اور دنیا جانتی ہے کہ یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور بعض مغربی ممالک میں جہاں یہودی دولت مند ہیں وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو پورے عالمِ اسلام کے خلاف ہے۔ امریکہ بھی ایسے ممالک میں سے ایک ہے، جہاں نہ جانے کتنے اسرائیل ہوں گے اور ان جگہوں پر نہ جانے کیا کچھ کیا جاتا ہوگا۔ میں اس کی کھوج میں نہیں نکلا تھا بلکہ ایک یہودی نے غلط فہمی میں مجھے اس جگہ آنے کی دعوت دی تھی۔ پھر جب میرے سامنے میرے دین اور میری تاریخ کا مضحکہ اڑایا جانے لگا تو میں خاموش نہیں رہ سکا۔ میں نے کسی منصوبے کے تحت یہ سب کچھ نہیں کیا۔ میں تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں اور تعلیم کے حصول کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں ہے لیکن میرے دل میں یہ خواہش ضرور ابھر آئی ہے کہ عالمِ اسلام اس صیہونی پروپیگنڈے کے جواب میں کوئی ٹھوس قدم ضرور اٹھائے اور پاکستان بھی اس میں ضرور حصہ لے۔"

"نہایت مبارک خواہش ہے۔ امریکہ میں اگر آپ ایسی کسی تحریک کا آغاز کریں تو یہاں کے مسلمان شہناز نواز کو ضرور شامل کر لیں۔"

"اب میری طرف سے اسی جذبے پر آپ بھی میرا عقیدت بھرا سلام قبول کریں، مس شہناز! اگر تقدیر کی خوش بختی مجھے کسی ایسے فریضے کے لیے منتخب کرے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے ساتھ ضرور شریک کروں گا۔"

شہناز نے میرے ساتھ تین گھنٹے گزارے اور میں نے اس کی خاطر مدارت کی۔ پھر میں اسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس نے دوسرے اتوار کو سان فرانسسکو کے باور برج کے ریستوران میں ملاقات کا وعدہ کیا اور پھر رخصت ہو گئی۔ شہناز سے ملاقات کر کے ذہن کو بڑی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ رات کو نو بجے کے قریب ہیرش واپس آ گیا۔ وہ خوش تھا۔ میں نے اسے شہناز کے بارے میں بتایا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور معنی خیز انداز میں بولا۔

"میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ ویسے بھائی جی! امریکہ میں رہ کر تم اتنی ٹھنڈی زندگی گزار رہے ہو؟"

"مورا کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مورا تو اب قیامت تک ہمارے قریب نہیں آئے گی۔ مسلمانوں کے علاوہ اب سکھوں کے خلاف بھی اس کے دل میں نفرت پیدا ہو گئی ہو گی۔"

"لعنت بھیجو مورا پر۔ ویسے شہناز کے بارے میں بھی اپنے خیالات کی تصحیح کر لو۔ وہ میرے لیے قابلِ احترام ہے اور بس۔"

"دیکھو بھائی جی! یہ تمھیں باتوں کا تھیلا، ان مولوی صاحب کا لطیفہ یاد نہیں ہے جن کے گھر میں مرغی کہیں سے آ کر پڑوسی کی۔ ان کی بیگم نے مرغی پکا لی لیکن مولوی صاحب نے حرام قرار دے دیا اور بوٹیاں کھانے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب بیگم سالن نکالنے بیٹھیں تو ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور بولے، جو خود آ رہی ہے اسے آنے دو، کہ بھائی جی! وہ خود سے آئی ہے۔ خود سے آئی ہے تو آنے دو۔" ہیرش نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"نہیں ہیرش! اس کے بارے میں بھول کر بھی ایسی بات مت سوچنا۔ آئندہ اتوار کو وہ مجھے ایک ریستوران میں ملے گی۔ تم چاہو تو اس سے ملاقات کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تم خود اس کے بارے میں فیصلہ کر لینا۔"

"کس وقت ملاقات ہو گی؟"

"دن کو گیارہ بجے۔"

"میں ضرور چلتا، مگر فلورین آئندہ اتوار کو شام پانچ بجے ملے گی۔ دن میں وہ مصروف ہے۔ اس لیے ملاقات نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے اور سناؤ، ہمارے دشمنوں کا کیا حال ہے۔ ان کے بارے میں کوئی تازہ اطلاع موصول ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے پورا بندوبست کر لیا ہے۔ ان کمسروں کا سردار

سکھونت سنگھ اس ہوسٹل میں رہتا ہے جہاں مائیکل اور جوہن رہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ ان دونوں پر نگاہ رکھے۔ سکھونت خود بھی ان سے خار کھاتا ہے۔ جوہن سے ایک بار اس کا جھگڑا بھی ہو چکا ہے۔ میرے کہنے سے تیار ہو گیا۔ ویسے یہ جوہن بہت کمینہ ہے۔ ساری دنیا کے یہودیوں کی فطرت کا صحیح نمونہ۔"

"تو تم نے ان کے پیچھے جاسوس لگا دیے ہیں۔ چلو اچھا کیا۔ ویسے یوں لگتا ہے جیسے معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب تو اخبارات بھی اس بارے میں کچھ نہیں لکھتے۔"

"مجھے تم سے اتفاق نہیں ہے عباس علی جی۔ یہودی تو بہت کینہ پرور ہے کوئی دوسری قوم نہیں ہو گی۔ تم دیکھنا ان کے سینے پر مونگ دل رہے ہوں گے ان کے دماغوں میں کھچڑی پک رہی ہو گی۔"

"پکتی ہے تو پکنے دو مجھے پروا نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور ہرجنس خاموش ہو گیا۔ بہرحال دوست کے مشورے میں نے ہرجنس کو شہناز سے ملایا اور ہرجنس بھی اس کی معصومیت سے بہت متاثر تھا۔ اس کے بعد شہناز سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور اسی طرح کئی ہفتے گزر گئے۔ میری کیفیت بھی اعتدال پر آتی جا رہی تھی اور اب میں اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایک بار شہناز کے ہوسٹل میں گیا جہاں اس نے میری ملاقات کئی عرب لڑکیوں سے کرائی تھی۔ شہناز کے لیے دل میں بڑی اپنائیت پیدا ہو گئی تھی لیکن میں اس اپنائیت کو کسی قسم کی محبت سے تشبیہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس کے لیے میرے دل میں پرخلوص جذبے پنہاں تھے لیکن میرے یہی جذبے معصوم شہناز کو لے ڈوبے اور میرے دل پر ایک نہ مٹنے والا زخم پڑ گیا۔

یہ ہفتے کی ایک گمراہ کن رات تھی۔ میں اور ہرجنس دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ ہرجنس فزیوتھراپی کے کورس کا طالب تھا۔ جو اس سے بہت زیادہ مہربان ہو گئی تھی۔ ہم دیر تک باتیں کرتے بیٹھے رہے۔ پھر میں سونے کے لیے لیٹ گیا اور ہرجنس اپنے پتا جی کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس نے ٹیبل لیمپ روشن کر لیا تھا۔

میں ابھی ٹھیک سے سو بھی نہیں پایا تھا کہ دروازہ بج اٹھا اور میں چونک پڑا۔ "کون بے وقوف آ گیا اس وقت؟" ہرجنس نے کاہلی سے کہا اور ٹیبل پر گھونسا مار کر اٹھ گیا۔ اس نے تیز روشنی جلائی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر اس کی آواز ابھری۔ "سکھونت! خیر ہے؟ آؤ آؤ اندر آ جاؤ۔" اور سکھونت اندر آ گیا۔

"خیر نہیں تو مجھے آنے کی ضرورت پڑی ہے۔ اس مسلمان لڑکی شہناز کو جانتے ہو جو اکثر علی بابا سے ملنے آتی ہے؟"

"ہاں۔ کیوں اسے کیا ہوا؟"

"ہوسکتا ہے اتفاق ہو لیکن۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ لوگ کارلٹن برج لے گئے ہیں۔ وہاں مائیکل بھی ساتھ تھا کئی دن سے جوہن اور مائیکل کے پاس کچھ لوگ آ رہے تھے۔ راتوں کو دیر تک وہ لوگ کھسر پھسر کرتے رہتے تھے۔ میرے کانوں میں ان کے صرف چند الفاظ پڑے ہیں۔ کوئی سازش۔ کوئی ایسی سازش جو امریکہ میں پاکستانی مسلمانوں کے خلاف ہو۔ پاکستانی مسلمانوں سے دشمنی کی بنیاد علی ہے۔ صرف علی۔"

میں ان الفاظ کو سن کر اچھل پڑا تھا۔ میں نے سکھونت کی بات بغور سنی تھی۔ اگر میرے خلاف کوئی حرکت ہوتی تو مجھے پروا نہیں تھی لیکن ان کم بختوں نے شہناز کا انتخاب کیا تھا۔ صرف میری وجہ سے۔ دوسرے لمحے میں نے وارڈروب کھولی۔ ان میں سے کپڑے کھینچے اور پھر انہیں الٹے سیدھے پہن لیا۔ "ہرجنس، گاڑی کی چابی دو۔"

دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ پھر ہرجنس نے بھی جھپٹ کر الماری سے لباس نکالا اور اسے پہن لیا۔ "گاڑی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ باہر میری گاڑی موجود ہے۔ آؤ۔" سکھونت سنگھ نے کہا۔

"میری مانو گے ہرجنس۔ تم لوگ اس وقت میرے ساتھ مت جاؤ۔ میں نہیں جانتا مجھے کیا کرنا پڑے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم لوگوں کا مستقبل خطرے میں پڑے۔ مجھے اپنی گاڑی کی چابی دے دو۔"

"نہیں دوزانگا بھینس جی۔ تم غلطی پر ہو۔ ہمارا ساتھ چلنا ضروری ہے۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو وہ لوگ ہماری موجودگی کی وجہ سے کسی سازش کا رنگ نہیں دے سکیں گے۔ صرف تم ہو گے تو بات پاکستان کے ایک طالب علم کی ہو جائے گی۔ جبکہ دوسری شکل میں یہ ایک عام بات ہو گی۔ یعنی بدقسمتی سے ایک لڑکی کا اغوا ہوا تو ہم نے جو کچھ کیا انسانی ہمدردی کے تحت کیا۔ چلو اب اس چکر میں دیر مت کرو۔ آؤ۔" ہرجنس سنگھ نے کہا اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔

میرے دل و دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اگر میری وجہ سے شہناز کو کچھ ہو گیا تو میں تا زندگی خود کو معاف نہیں کر سکوں گا اور نہ ان لوگوں کو جو اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ہرجنس کی عظمت کا خیال بھی تھا۔ یہ سکھ نوجوان میری نگاہوں میں بہت بڑی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

سکھونت سنگھ برق رفتاری سے کار چلا رہا تھا۔ راستے میں اس نے بتایا۔ "میں ہر وقت ان لوگوں کی طرف سے مشکوک رہتا ہوں۔ جب سے تم نے کہا ہے۔ پچھلے تین چار دنوں سے میں ان کی تاک میں تھا۔ کیونکہ جب سے ان کے [illegible] ایک آدھ بار میں ان کی باتیں بھی سننے میں کامیاب ہو گیا۔ اس وقت میری آنکھ کھل گئی جب میں نے باہر قدموں کی آوازیں سنیں۔ میں نے دروازے میں سے جھانکا تو مجھے جوہان اور مائیکل نظر آئے جو دو اجنبی لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے واپس آ کر اپنے کپڑے بدلے اور برق رفتاری سے باہر نکل آیا۔ نیلے رنگ کی پونٹی کے پیچھے میں نے اپنی گاڑی لگائی اور اس کے ساتھ ساتھ میڈیسن ہوسٹل پہنچ گیا۔ وہ لوگ اندر داخل ہو گئے تھے۔ پھر وہ ایک بے ہوش لڑکی کو اٹھا کر لائے۔ روشنی میں میں نے اس کی شکل دیکھ لی تھی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں یہ وہی لڑکی تھی جو علی کے ساتھ کئی بار نظر آئی ہے۔ پونٹی میں بے ہوش لڑکی کو لٹانے کی وجہ سے جگہ نہیں رہی تھی۔ اس لیے اس میں سے دو آدمی نیچے اتر گئے۔ اندر بیٹھے لوگوں نے ان سے کہا کہ وہ کارلٹن برج پہنچیں اور پھر پونٹی آگے بڑھ گئی۔ میں سیدھا یہاں چلا آیا۔"

ہمارے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ کار برق رفتاری سے سفر کرتی ہوئی کارلٹن برج پہنچ گئی۔ نہ جانے اس علاقے کا نام کارلٹن برج کیوں رکھا گیا تھا۔ ایک خوبصورت بازار تھا جس کی دکانوں میں بڑے بڑے خوبصورت شوکیس رکھے ہوئے تھے۔ ان میں روشنیاں جگمگا رہی تھیں لیکن دکانیں بند ہو چکی تھیں۔ سکھونت سنگھ نے کار کی رفتار ہلکی کر دی اور بولا۔ "مجھے اس الجھن کا احساس تھا لیکن تم لوگوں کو اطلاع دینا بھی ضروری تھا۔ میرا مطلب ہے ہم انہیں کہاں تلاش کریں؟"

"یہ سوال میرے ذہن میں بھی تھا۔ اس بازار کے عقب میں سارز اسٹریٹ ہے۔ جہاں رہائشی عمارتیں ہیں۔ کیا خیال ہے اس طرف چلیں؟" ہرجنس سنگھ نے کہا۔

"چلو۔ اس طرف چلو۔" میں نے جواب دیا اور سکھونت سنگھ نے کار ریورس کر کے موڑ لی۔ اسٹریٹ کے اندرونی علاقے میں رہائشی عمارتیں خاموش کھڑی تھیں۔ سکھونت سنگھ سست رفتاری کے ساتھ کار آگے بڑھاتا گیا۔ ہمیں اپنی ناکامی کا احساس تھا۔ بے مقصد ہی یہاں چلے آئے تھے۔ اس طرح انہیں کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ پوری سارز اسٹریٹ چھان ماری لیکن نیلی پونٹی کہیں نظر نہیں آئی۔ سکھونت سنگھ نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔

"اب بتاؤ علی یار۔ اب کیا کریں؟" میرا ذہن معطل تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بس دل و دماغ میں ایک آگ سلگ رہی تھی۔ ان لوگوں نے جو مذموم حرکت کی تھی۔ وہ یہودی قوم ہی کر سکتی ہے۔ معاملہ میرا تھا۔ بات مجھ تک ہی رہتی تو بہتر تھا لیکن وہ کسی گہری چال کی فکر میں تھے۔ سکھونت سنگھ کے کہنے کے مطابق ممکن ہے وہ پاکستانی طالب علموں کے لیے نفرت پھیلانا چاہتے ہوں لیکن ہمارا ذہن نہیں چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ حصول علم کے لیے آنے والوں میں سے ایسے بھی ہوں گے جن کے والدین نے ساری زندگی محنت کر کے انہیں یہاں تک بھیجا ہو گا اور ان کی لاتعداد آرزوئیں ان سے وابستہ ہوں گی۔ ان کے لیے کوئی مشکل پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ بہت ٹھنڈے دل سے کام کرنا ہو گا۔

"واپس چلو سکھونت سنگھ! خطرہ ہے کہ گشتی پولیس ہم سے پوچھ گچھ نہ کرنے لگے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ہرجنس اور سکھونت سنگھ نے بغور مجھے دیکھا تھا۔ بات درست تھی۔ ہم پولیس کی نگاہوں میں مشکوک نہیں ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ سکھونت نے اپنی موٹر موڑی اور ہم میڈیسن ہوسٹل میں داخل ہو گئے۔

باقی رات نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میرا نے کئی بار چائے بنائی اور ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ بہت سی باتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ذہن میں جو خیالات پیدا ہو رہے تھے میں نے کسی پر ان کا اظہار نہیں کیا۔ صبح کو سکھونت سنگھ چلا گیا۔

"پھر اب کیا ارادہ ہے بھائی جی! آج کیا کرو گے؟" ہرجنس نے پوچھا۔

"اس بدنصیب کے بارے میں معلومات حاصل کرو ہرجنس! اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟" میں نے کہا۔

"یہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ ویسے سکھونت کہہ گیا ہے کہ وہ مائیکل اور جوہان کے بارے میں رپورٹ دے گا۔ ان دونوں کو ابھی اس بات کا شبہ تو نہیں ہو گا کہ کوئی ان کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہے اس لیے وہ زیادہ احتیاط نہیں رکھیں گے۔" ہرجنس نے کہا۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ میرا دل شدید غم و اندوہ کا شکار تھا۔ زمانے بے چاری شہناز پر کیا گزری۔ سارا دن ہوسٹل ہی میں گزار دیا۔ ہرجنس دوپہر کو بھی واپس نہیں آیا۔ شام کو چھ بجے کے قریب ہرجنس واپس لوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ میں شام کا اخبار تھا۔ تھکے تھکے انداز میں اس نے اخبار میرے سامنے ڈال دیا۔ اخبار کے پہلے صفحے پر ایک خاصی بڑی خبر تصویر کے ساتھ موجود تھی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"کارلٹن برج کے علاقے میں ٹروپ چوک کے ایک پارک سے ایک نوجوان لڑکی کی لاش ملی ہے جسے عصمت دری کے بعد قتل کر دیا گیا۔ قاتل تین معلوم ہوتے تھے ان کی تعداد ایک سے زیادہ تھی۔ قتل کرنے کے بعد قاتلوں نے لڑکی کے بدن پر مختلف مذاہب کے مقدس نشان بنائے جو جما ہوا خون صاف کرنے کے بعد نمایاں ہوئے۔ اس کے علاوہ لڑکی کی پیشانی پر بھی ایک تحریر کھودی گئی ہے جو اردو میں ہے۔ ایبرین بال کے بڑھاپے کے لیے پہلا تحفہ۔"

تصویر شہناز ہی کی تھی۔ نہ جانے کیوں رات ہی سے میرے دل پر شدید بوجھ تھا۔ کئی بار یہ خیال دل میں آیا تھا کہ شہناز اس دنیا میں نہیں ہے۔ دن میں بھی میں نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ شہناز کے ساتھ

وہاں علیسان سے بچ جاؤ۔ جیک اور تم ہی میرا شکار ہو گے۔"

"یہ خطرہ مول نہ لو علی! ہم لوگ پیچھے رہتے ہیں۔"

"تم پیچھو جو مشن! میں چلا جا رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر سارہ اسٹریٹ چل پڑا۔ جیک مجھے دیکھ کر جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے چینی زبان میں مجھ سے کچھ کہا۔ میں اس کے الفاظ تو نہیں سمجھ سکا تھا لیکن میں نے اس کا مقصد سمجھ لیا تھا۔ پھر میں نے بھی اسے اشاروں میں سمجھایا کہ وہ رک کر میرا انتظار کرے۔ اس کے بعد میں مکان میں داخل ہو گیا۔

خوبصورت مکان کا بیرونی حصہ خاموش اور سنسان تھا صرف ایک کمرے میں روشنی تھی اور اندر سے موسیقی کی ایک دھن ابھر رہی تھی۔ اس دھن کے ساتھ باتیں کرنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ میں دروازے کے قریب پہنچ گیا اور اندر کی آوازیں واضح ہو گئیں۔ مردانہ آوازوں میں نسوانی آوازیں بھی شامل تھیں۔

میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ جیرمن جیسے بدمعاشوں کے پاس اس وقت بھی پستول ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ بجلی کی سی تیزی سے مجھے سارے کام کرنے تھے اور اس کے لیے لائحہ عمل میرے ذہن میں موجود تھا۔ دونوں ہاتھوں میں پستول سنبھال کر میں نے پوری قوت سے ایک زوردار لات دروازے پر ماری۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ اس لیے میری ضرب سے وہ زوردار آواز میں کھل گیا اور اس کے ساتھ ہی اندر سے چند بے اختیار خوفزدہ آوازیں ابھریں۔ سبھی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ جیرمن اور مائیکل کے علاوہ ان کے دو دوست تھے اور دو خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ شاید موسیقی پر رقص کر رہی تھیں۔ سب ہی کے ہاتھوں میں شراب کے گلاس تھے۔

ان کے کھلے ہوئے منہ اور پھٹی پھٹی آنکھیں میرے لیے بہت تسکین بخش تھیں۔ "اگر تم میں سے کسی نے جنبش بھی کی تو......" میں نے کرخت آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی جنبش کرنے والے کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی اس شخص کی کھوپڑی کے پار ہو گئی۔ یہ جیرمن کے ساتھیوں میں سے ایک تھا جس نے سنبھل کر گلاس میرے اوپر کھینچ مارنے کی کوشش کی تھی۔

باقی سب ساکت ہو گئے۔ گولی کا شکار ہونے والے کے بدن میں تشنج تھا اور وہ موت سے دور بھاگنے کی کوشش میں کوئی غیر مرئی شے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے پہچان گئے ہو گے مائیکل اور جیرمن! میں پاکستانی ہوں" میں غرا کر بولا "جسے تم نے چیلنج کیا تھا اور میں اس چیلنج کا جواب لینے آیا ہوں اور یہ جواب ابھی تشنہ ہے۔ یہ جواب تمہاری پوری قوم کو دوں گا اگر تقدیر نے مجھے اس کا موقع فراہم کیا۔"

میں نے دوسرا فائر کر کے جیرمن کے دوسرے ساتھی کو بھی ڈھیر کر دیا۔ دونوں لڑکیوں نے چیخنے کی کوشش کی تو میں نے پستول کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

"تم دونوں بے موت مرنے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" اور ان کی چیخیں ان کے حلق میں پھنس گئیں۔

"شاید یہی وہ کمرہ ہو گا جہاں تم شہناز کو اغوا کر کے لائے ہو گے۔ بدنسل یہودیو! ایک کمزور لڑکی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر تمہیں غیرت نہیں آئی۔ جیرمن! مائیکل! تم نے یہ گندی حرکت کر کے اپنی قوم کے لیے ایک عقوبت کو جنم دیا ہے۔ تمہاری اس مذموم حرکت کا خمیازہ تمہاری پوری قوم کو بھگتنا ہو گا۔ شہناز کے خون کے ہر قطرے کا حساب۔ تمام یہودیوں کو دینا ہو گا۔"

"ہم نے... ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں معاف کر دو۔" مائیکل بیان سے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ وہ خوف کے مارے رونے لگا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔

"معزز لڑکیو! تم یہاں سے زندہ واپس جاؤ گی اور یہاں کے حالات بے کم و کاست پولیس کو اور اخبارات کو بتاؤ گی تو میں تمہیں تلاش کر کے قتل نہیں کروں گا۔ اگر تم نے ایک بات بھی چھپائی تو کسی بھی وقت تم دونوں کا حشر ان سے مختلف نہیں ہو گا۔ چنانچہ یہاں سے رہا ہونے کے بعد تم پولیس اسٹیشن جاؤ گی اور پولیس کو بتاؤ گی کہ پاکستان کے ایک نوجوان نے اسیرین ہال میں ایک یہودی کی گندی تقریر کی دھجیاں اڑائی تھیں اور اس کے جواب میں چند یہودی غنڈوں نے ایک مسلمان لڑکی شہناز کو اغوا کر کے قتل کر دیا تھا۔ اس نوجوان نے شہناز کے قتل کا انتقام کس طرح لیا۔ تم پولیس کو بتاؤ گی کہ مکار یہودی مرتے وقت اس کے سامنے دو روز زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ تم پولیس کو بتاؤ گی کہ نوجوان نے چیلنج کیا ہے اس نے پیشگوئی کی ہے کہ بہت جلد وہ وقت آئے گا جب پوری یہودی قوم اسی طرح دربدر زندگی کی بھیک مانگتی رہ جائے گی لیکن اسے زندگی نہیں ملے گی۔ اسی طرح جیسے یہ چاروں زندگی سے محروم ہو رہے ہیں۔" پھر وقت ضائع کیے بغیر جیرمن اور مائیکل پر بھی گولیوں کی بارش کر دی۔ پورے چھ فائر میں نے ان کے بدن کے مختلف حصوں پر کیے تھے۔ دونوں لڑکیاں دہشت زدہ ہو کر ایک دوسرے سے چمٹ گئی تھیں۔ ان کے بدن بری طرح کانپ رہے تھے۔ مجھے ان سے نفرت تھی۔ بے پناہ نفرت۔ مائیکل اور جیرمن کے تڑپتے ہوئے جسم سرد ہو گئے تو میں باہر نکل آیا۔

اس کمرے کے سامنے ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس میں پیلے رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ میں نے وہ بیگ اٹھایا جو میں ساتھ لایا تھا اور پھر میں نے بیگ سے پانچ نقشے نکال لیے جو پلاسٹک کے بنے ہوئے تھے اور انہیں جوڑنے لگا۔ پیلے قالین پر نیلے رنگ کے پلاسٹک کا نقشہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ یہ فلسطین کا نقشہ تھا۔ نقشہ مکمل کرنے کے بعد میں دوبارہ کمرے میں گیا۔ دونوں لڑکیاں بے ہوش ہو گئی تھیں اور زمین پر ہی لاشوں کے درمیان پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ان پر توجہ دیے بغیر جیرمن کی لاش کی ٹانگ پکڑی اور اسے گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔ میں نے جیرمن کی لاش نقشے کے وسط میں ڈال دی۔ اس کے بعد دوسرے میں نے چاروں لاشیں پورے کمرے میں نقشے پر ڈال دیں۔ اس کے بعد فلسطین کے چھوٹے چھوٹے فلیگ لگانے [illegible]

لگے ہوئے تھے اور میں نے یہ دونوں لاشوں کے سینے میں گھونپ دیں اور پھر آخری کام یہ، جس وہ خوبصورت کارڈ جو ان کے سینے پر رکھ دیا جس پر تحریر تھا:
"وہ وقت دور نہیں جب اسرائیل یہودیوں کے خون میں ڈوبا ہوگا اور فلسطین آزاد ہو جائے گا۔ یہ بڑے بیٹے کی چیلنج ہے۔"
سارے کام مکمل ہو گئے تھے۔ میں نے ایک آسودہ نگاہ ان چینیوں پر ڈالی اور پھر باہر کی طرف چل پڑا لیکن ابھی اس کمرے سے نکلا ہی تھا کہ ہوشن اور ڈینگ ژن نظر آئے۔ دونوں چست لباسوں میں ملبوس تھے اور مسلح تھے۔ مجھے دیکھ کر اُن کے چہروں پر تجسس کے آثار نمودار ہو گئے۔
"کیا پوزیشن ہے؟" ہوشن نے پوچھا۔
"آؤ، ایک نگاہ دیکھ لو۔" میں نے تفصیل کی بجائے ان دونوں کو اس ہال میں لے آیا۔ سپید قالین پر نیلا نقش نمایاں تھا اور اس میں سُرخ لاشیں بڑی خوب لگ رہی تھیں۔
دونوں چینیوں کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں دہشت کے نقوش اُبھر آئے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اور خوفزدہ ہو گئے۔
"ان لوگوں نے ہوشن، ایک مسلمان لڑکی کو قتل کر کے اپنی سفاکیت کا ثبوت دیا تھا اور پاکستان کے ایک غیرت مند کو چیلنج کیا تھا۔ اس کا نتیجہ ابھی تمہارے سامنے ہے اور کل بہت سے لوگوں کے سامنے ہوگا۔ کیا تمہیں میری یہ ترکیب پسند نہیں آئی؟" دونوں خوفزدہ نوجوان صرف خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے رہے۔ اُن کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔
"آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ سیاہ وین باہر موجود تھی۔ ڈینگ ژن نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ ہم دونوں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ وین چاینا ٹاؤن چل پڑی۔ دونوں بھائی خاموش تھے اور جو کچھ دیکھ چکے تھے اس سے شدید متاثر تھے۔ ہوشن نے شاید اپنی رہائش گاہ سے چلتے ہوئے لوئی شی وغیرہ کو میرے فون کے بارے میں بتا دیا تھا اس لیے وہاں سب جاگے منتظر تھے۔ مسٹر کائی شن بلاشبہ ایک مخلص انسان تھے۔ انہوں نے میرے لیے پہلے عمدہ چینی قہوہ منگوایا جو تیار رکھا تھا اور پھر وحشت زدہ ہوشن سے تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ ہوشن نے خوفزدہ لہجے میں تفصیل بتائی تھی جسے سن کر لوئی شی منتظر ہو گئی۔ اس نے چینی زبان میں اپنے باپ سے کچھ کہا اور مسٹر کائی شن پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے۔ پھر انہوں نے لوئی شی سے کچھ کہنا شروع کیا اور دیر تک اس سے کچھ کہتے رہے۔ جب مسٹر کائی شن خاموش ہوئے تو لوئی شی انگریزی زبان میں بولی۔
"میرے والد اس بات سے متفق ہیں کہ جن لوگوں نے ایک معصوم لڑکی کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا وہ اسی سزا کے مستحق تھے جو تم نے انہیں دی ہے لیکن جس طرح ہوشن نے بتایا ہے کہ تم نے انہیں قتل کر کے اپنا نام واضح کر دیا ہے اس طرح صورت حال کس حد تک بدل گئی ہے۔ چاینا ٹاؤن کے اس معمولی مکان میں اس وقت تک تمہارے لیے گنجائش موجود ہے جب تک تم یہاں رہنا پسند کرو۔ ہم سب مل کر تمہاری حفاظت کریں گے لیکن جوں جوں وقت گزرے گا امریکی پولیس تمہاری تلاش میں مستعد ہو جائے گی۔ چونکہ معاملہ متمول یہودیوں کا ہے اس لیے کچھ زیادہ ہی تگ و دو ہوگی اور گزرنے والے وقت کا ہر لمحہ تمہارے لیے خطرناک سے خطرناک تر ہوتا جائے گا۔ اس لیے والد صاحب کی پیشکش ہے کہ تم آج رات سان فرانسسکو چھوڑ دو۔ ہوشن تمہیں یہاں سے سال ناسی لے جائے گا۔ سال ناسی سے وہ تمہیں فریسنو پہنچا دے گا۔ فریسنو سے تم ہوائی سفر کر کے ہالی وڈ پہنچ جاؤ۔ ہالی وڈ میں تمہیں ایک ٹھکانہ دیا جائے گا۔ وہاں مسٹر چو شو موجود ہیں جو تمہیں تمہاری پسند کی جگہ پہنچانے میں معاون ثابت ہوں گے۔ یہاں سے ہم ایک خفیہ الفاظ کا خط مسٹر چو شو کو بھیج دیں گے تاکہ تمہیں کوئی دقت نہ ہو۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ تم سے اس پروگرام کی منظوری کے بارے میں پوچھا جائے۔"
"میں تم سے متفق ہوں لوئی شی، اپنے والد سے کہو کہ اس امداد کے لیے زندگی کے کسی لمحے میں بھی تم لوگوں کو فراموش نہیں کر سکوں گا۔"
لوئی شی نے میرے الفاظ چینی زبان میں دُہرا دیے اور مسٹر کائی شن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ میرے نزدیک آئے اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کچھ بولے جس کی ترجمانی لوئی شی نے یوں کی۔
"مسٹر کائی شن کہتے ہیں کہ وہ کسی قتل کے مجرم کی نہیں بلکہ ایک محب وطن کی مدد کر رہے ہیں۔ چینی قوم خود بھی وطن کی محبت سے واقف ہے اور اس کا درد اپنے دل میں رکھتی ہے اس لیے ایک محب وطن سے تعاون اس کے لیے ایمان کا درجہ رکھتا ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد چینیوں کی دوستی یاد رکھنا۔" لوئی شی کے خاموش ہونے کے بعد میں نے مسٹر کائی شن کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا اور آنکھوں سے میرے جذبات کا اظہار ہو گیا۔ مسٹر کائی شن پُرمحبت انداز میں مسکرانے لگے تھے۔
پھر انہوں نے درخواست کی کہ میں تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ ہر چند مجھے اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی تھی لیکن ان لوگوں کے اصرار پر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اس دوران کائی شن، لوئی شی اور اس کی ماں میرے لیے تیاریوں میں مصروف رہے تھے اور اس وقت صبح کے پانچ بجے تھے جب ہم سیاہ رنگ کی وین میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے ہونٹوں پر مونچھیں لگائی تھیں اور آنکھوں پر چشمہ چڑھا لیا۔ تمام لوگوں نے ہمیں رخصت کیا تھا۔ لوئی شی کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے جنہیں اس نے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان آنکھوں میں مشرق بول رہا تھا۔ وہ الفاظ تھے جو کبھی نہیں کہے گئے تھے۔ وہ جذبات تھے جن کا کبھی اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ کچھ جذبے سینوں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں اتنی گہرائی میں کہ آنکھوں میں اُن کا عکس تک نہیں آتا۔ میں نے لوئی شی کے کسی انداز میں چاہت کا کوئی پہلو نہیں محسوس کیا تھا۔ اس نے ہمیشہ ایک اچھے دوست کا سلوک کیا تھا اور میں نے بھی صرف ایک دوست سمجھ کر اس پر انحصار کیا تھا لیکن میں یہ بھول گیا تھا کہ مشرق کی آب و ہوا میں کیا شرم و حیا گھلی ہوئی ہے۔ مشرقی لڑکی کے دل میں چھپے

جذبات ہی اس کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں اور وہ اس سرمائے کو کبھی عریاں نہیں کرتی۔ لوئی شی کے ان آنسوؤں نے میرے دل میں ایک کسک پیدا کر دی تھی جسے میں نے عرصہ دراز تک محسوس کیا۔
ہوشن ہونٹ بھینچے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وین کے پچھلے حصے میں قیمتی اور ضروری چیزیں تھیں جن کے بارے میں ہوشن نے بتایا: "اکثر ہم لوگ فرکوشٹ سال ناسی میں سپلائی کرتے ہیں۔ اس طرح میرے سال ناسی آنے کا جواز پیدا ہو گیا تھا۔ ہم چند دن سال ناسی میں رہیں گے اور پھر فریسنو روانہ ہو جائیں گے۔ فریسنو سے میں تمہیں جہاز میں سوار کرا دوں گا۔"
"اگر تم چاہو تو سال ناسی سے ہی مجھے رخصت کر دو، یہاں سے میں فریسنو نکل جاؤں گا۔"
"ہرگز نہیں مسٹر علی احمد، لوئی میری بہن کا حکم ہے اس میں کوئی تبدیلی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ ہم لوگوں میں بڑوں پر بے پناہ اعتماد ہوتا ہے۔ میرے والد کو اعتماد ہے کہ انہوں نے جو کام میرے سپرد کیا ہے میں اُسے ہر قیمت پر پورا کر کے ہی واپس جاؤں گا۔" ہوشن نے کہا۔
سال ناسی تک کا سفر نہایت اطمینان سے طے ہوا۔ کوئی مشکل نہیں پیش آئی تھی۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا۔ شہر سے دور ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ہم نے قیام کیا۔ کسی نے ہم پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ہوشن شاید ہوٹل کے مالکان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اس کی وین ملنے کے بعد جب تک ہوٹل کے مالکان کی تحویل میں رہی اور اس کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ میں ہوٹل کے مخصوص طرز پر آراستہ کمرے میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ بڑے اطمینان سے مجھے نیند آ گئی تھی۔ میرے ذہن میں کسی قسم کا کوئی بوجھ نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس میں خود کو بے حد پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔
دوپہر کو ہوشن نے ہی مجھے جگایا۔ دو بج چکے تھے اور اب سخت بھوک لگ رہی تھی۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا، اس لیے میں نے تمہیں لنچ کے لیے جگایا ہے۔ لنچ کے بعد تم آرام سے سو سکتے ہو۔" اس نے کہا۔
"اوہ، نہیں ہوشن! میری نیند پوری ہو چکی ہے اور اب میں تازہ دم ہوں بلکہ سمجھتا ہوں اب تمہارے سونے کی باری ہے۔" میں نے کہا اور غسل خانے میں چلا گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر باہر آیا تو ہوشن لنچ کا انتظام کر چکا تھا۔ ہم دونوں نے لنچ کیا اور پھر میں نے اصرار کر کے ہوشن کو سونے کے لیے مجبور کر لیا لیکن "مسٹر علی، میری درخواست ہے کہ آپ بھی اندر ہی رہیں۔ احتیاطاً یہی بہتر ہے۔"
"سال ناسی ایک ویرانہ ہے۔ یہاں کے لوگ اتنے چالاک نہیں ہیں ہوشن!" میں نے کہا۔
"پلیز مسٹر علی، میری درخواست ہے کہ یہ تصور آپ ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال دیں۔ امریکہ کی پولیس بے حد ذہین ہے۔ اس کے جال نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوتے ہیں۔ آپ جوان ہیں، ہمیں ہوشیار رہنا ہے۔" ہوشن نے عاجزی سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اس کی طرف سے التجا کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا تھا۔
ہوشن رات بھر اور پھر آدھے دن کا تھکا ہوا تھا اس لیے آرام دہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔ میں صرف اس کی التجا کے احترام میں وہاں بیٹھا رہا۔ میرے ذہن میں لاتعداد خیالات آ رہے تھے۔ وہ سب نامعلوم جس سے میں اب وقتی طور پر بہت دور ہو گیا تھا۔ ان حالات میں تو میں پاکستان بھی نہیں جا سکتا تھا۔ حکومت امریکہ ممکن ہے کہ میری گرفتاری کے لیے حکومت پاکستان سے رجوع کرتی اور حکومت پاکستان مجھے اس کے حوالے کرنے کے لیے مجبور ہو جاتی۔ اس طرح میں ایک طویل عرصے تک پاکستان کا رُخ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے تمام اپنے مجھ سے دور ہو گئے تھے۔ صرف منگو کے لیے میرے دل سے دعا نکلتی تھی کہ خدا کرے وہ میری وجہ سے کسی مصیبت کا شکار نہ ہو۔ اس نے کھلے دل سے میری مدد کی تھی اور اگر میں اُسے روک نہ دیتا تو یہودی نوجوان سے انتقام کے سلسلے میں یقیناً وہ میرے شانہ بشانہ ہوتا۔ میں اس دلیر نوجوان کی فطرت سے واقف تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ آ رہے تھے۔ لوئی شی جو میرے دل کی کسک بن گئی تھی، ممکن ہے وہ آنسو کسی وقتی جذبے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آ گئے ہوں۔ بہرحال وہ میری دوست تھی۔ میں نے ذہن میں لوئی شی کی ملاقاتوں کو دہرایا اور یاد کرنے لگا کہ ان ملاقاتوں میں دوستی کے علاوہ کوئی اور عنصر تھا یا نہیں۔ لیکن ہر جگہ وہ بہترین کیفیت نظر آئی۔ اس کی بات دور تک جاتی تھی کہ کوئی بھی کسی خاص جذبے کے بغیر اتنا قریب نہیں ہوتا لیکن وہ جذبے کبھی لوئی شی کے ہونٹوں تک نہیں پہنچے تھے۔ اس نے بڑی حفاظت کی تھی اپنے وقار اور نسوانیت کی۔
رات ہو گئی۔ ہوشن تقریباً آٹھ بجے جاگا تھا اور آنکھ کھول کر جب اس نے مجھے دیکھا تو اچھل پڑا۔ "اوہ مسٹر علی، کیا وقت ہو گیا؟"
"آٹھ بجے ہیں۔"
"کافی دیر ہو گئی، میں بہت دیر سویا۔ آپ تو بری طرح بور ہو گئے ہوں گے؟" وہ اُٹھ گیا۔
"نہیں ہوشن، کوئی خاص بات نہیں۔ اب کیا ارادہ ہے؟"
"بس تھوڑی دیر کے بعد سفر شروع کر دیں گے۔ صبح تک میں تمہیں فریسنو پہنچا دوں گا۔" ہوشن نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ کافی مل سکے گی یہاں؟"
"یقیناً مل جائے گی۔ میں ابھی بندوبست کر کے آتا ہوں بلکہ راستے کے لیے ہم کافی ایک تھرماس میں بھروا لیں گے۔ تھرماس گاڑی میں موجود ہے۔" ہوشن نے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔
ضروری تیاریوں کے بعد ساڑھے دس بجے کے قریب ہم نے سال ناسی چھوڑ دیا۔ ہرے بھرے کھیت، عظیم الشان چراگاہیں تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ہم ان کے درمیان سفر کرتے رہے۔ چونکہ دن میں خوب سوئے تھے اس لیے اس وقت ذرا بھی تھکن نہیں تھی۔ رات کو ڈھائی بجے تک ہوشن برق رفتاری سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ پھر میں نے اصرار کر کے اس سے اسٹیئرنگ لے لیا۔

چل پڑا۔ ائیرپورٹ سے کافی دور آ کر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور چل پڑا۔ شہر
کی ایک مشہور شاہراہ پر میں اتر گیا اور فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ شاندار لاس اینجلس شہر
کی بلڈنگیں، سینما گھر اور فلک بوس عمارتیں۔ لاتعداد مرد اور عورتیں رنگین قمیص
اور اسپورٹس جیکٹ میں ملبوس، خواتین زیادہ تر سلیک پہنے ہوئے تھیں۔ میں
انہیں دیکھتا آگے بڑھتا رہا اور پھر بازار کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ فضا
گرد آلود ہو گئی تھی اور سردی بڑھتی جا رہی تھی گو میرے جسم پر سردی کا لباس
تھا لیکن اس کے باوجود موسم کچھ زیادہ ہی سرد تھا۔ ہالی ووڈ کے ہوٹلوں کے
بارے میں میں نے سنا تھا کہ وہاں کافی رش رہتا ہے اور بعض اوقات وہاں
میں جگہ حاصل کرنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی میرے سامنے تھا
اور پوری طرح رات ہونے سے قبل میں اپنے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کر
لینے کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں
اور پھر ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی میرے قریب آ کر رک گئی۔
اندر سے ایک سیاہ فام ڈرائیور اترا اور اس نے خوش اخلاقی سے دروازہ
کھول کر سر جھکا لیا۔

"کہاں چلوں جناب؟"

"کسی عمدہ ہوٹل میں۔ مجھے ایک اچھی رہائش گاہ درکار ہے۔" میں نے
کہا اور ڈرائیور نے کار ... کرنے کے بجائے گردن موڑ کر مجھے دیکھا۔ اس
کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

"ہالی ووڈ میں پہلی بار تشریف لائے ہیں جناب؟"

"ہاں کیوں؟"

"دراصل حکومت اور شہری انتظامیہ یہ فیصلہ نہیں کر پائی کہ ہالی ووڈ
میں ہوٹلوں کی تعداد کتنی ہو۔ ہر تیسرے ماہ ایک نیا ہوٹل تعمیر ہو کر کام شروع
کر دیتا ہے لیکن اس کے باوجود ہوٹلوں کی کمی پوری نہیں ہوتی۔ مجھے یقین ہے
کہ اس وقت آپ کو کسی ہوٹل میں کوئی کمرہ نہیں مل سکے گا۔"

"کیا واقعی! یہ تو بڑی مشکل پیش آ گئی۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"آپ جیسے معزز لوگ کیمپنگ میں بھی قیام نہیں کر سکتے اور پھر
اس وقت تو وہاں بھی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"وہاں کیا مشکلات ہیں؟"

"بے شمار ... ہو چکی ہے اس لیے اس وقت کوئی آپ کی
مدد نہیں کرے گا۔ البتہ میں آپ کو ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"ضرور دو۔ میں ہالی ووڈ میں اجنبی ہوں۔"

"آپ اس وقت سن سیٹ یا گورو اسٹریٹ پر چلیں اور وہاں کسی
شبینہ ریستوران میں رات گزار لیں۔ صبح آپ کو ہوٹل کی تلاش میں آسانی ہوگی
اور مجھے یقین ہے کہ دن میں کہیں نہ کہیں جگہ مل جائے گی۔"

"دن میں جگہ کیسے مل جائے گی؟"

"صبح کو اکثر لوگ کمرے چھوڑتے ہیں۔ وہ بھی عام قسم کے چھوٹے ہوٹلوں
میں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ وہاں تو عموماً
لوگ کئی کئی ہفتے پہلے کمرے بک کرا لیتے ہیں، باہر سے آنے والے پہلے سے
اپنا نام ویٹنگ لسٹ پر چھوڑ دیتے ہیں اور کمرہ خالی ہونے کے بعد ... ہالی ووڈ کا
رخ کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے دوست! تمہارا مشورہ ... شکریہ۔
تم شاید اسٹوڈیوز کی طرف سے ہو؟"

"ہاں۔" سیاہ فام ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی
"اور چونکہ وہاں دن رات فلموں کی شوٹنگ ہوتی رہتی ہے اس لیے وہاں چھوٹے
ہوٹل میں دن رات کھلے رہتے ہیں اور ان میں خوب ہجوم ہوتا ہے کیونکہ لوگ
اپنے محبوب اداکاروں کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"مارلینو۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"مسٹر مارلینو چونکہ ہالی ووڈ میں تم میرے پہلے ملاقاتی ہو اس لیے
میں تم سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ کیا تم میرے لیے کسی رہائش کا بندوبست
کر سکتے ہو؟" میں نے کہا۔

"آپ یقین کریں جناب! اس وقت ممکن نہیں ہے۔ کل صبح میں ذاتی
طور پر کوشش کر کے آپ کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کر دوں گا۔" مارلینو نے
معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن کل صبح کہاں ملاقات ہوگی؟"

"رات آپ شیرو میں گزار لیں۔ صبح کو میں شیرو پہنچ جاؤں گا اور وہاں
سے آپ کو لے لوں گا۔"

"تمہارا شکریہ مارلینو! میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا۔

مارلینو خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ ... تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ...
پہنچ گئی۔ ... بے شمار افراد چلتے پھرتے نظر
آ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر بھڑکیلے لباس تھے۔ سڑکوں پر مخصوص جیکٹ
پہنے وہ گھومتے پھر رہے تھے۔ اتنی ہی تعداد میں لڑکیاں تھیں۔ ان کے چہرے
میک اپ کی وجہ سے بالکل مصنوعی لگ رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر مرد اور
لڑکیاں ڈرامائی ... پکڑے ہوئے تھے۔ وہ کچھ نہ کچھ کھا پی رہے تھے۔
غالباً رات کو انہیں شوٹنگ میں حصہ لینا ہوگا۔

مارلینو نے مجھے ایک خوبصورت طرز کے بنے ہوئے ریستوران کے
سامنے اتار دیا۔ "یہ شیرو ہے اور یہاں دن اور رات کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔"

"شکریہ مارلینو! میں صبح کو تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کرایہ ادا
کر کے ... دی جسے اس نے جیب میں ڈال لیا اور ...
کر کے رخصت ہو گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور شیرو میں داخل ہو گیا۔
باہر کھڑے ہو کر کھانا کھانے والے ... اور ... کرنے والے لڑکے
لڑکیاں تھے جن کی استطاعت اتنی نہیں ہوتی کہ وہ شیرو میں کھانا کھا سکیں
لیکن اندر کافی رش تھا۔ لاتعداد میزیں بھری ہوئی تھیں اور طرح طرح کے
لوگ نظر آ رہے تھے۔ کوئی ... میں ...

شہزادہ نظر آ رہا تھا۔ دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ بہت سے ایسے تھے جو ان لوگوں
کو دیکھنے کے لیے ہی آئے تھے۔ خاصا شور و شر کا ماحول تھا اور وہاں سکون
نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

میں نے ایک میز سنبھال لی اور چند ساعت کے بعد ویٹر میرے
سر پر آ مسلط ہو گیا۔

"میں عمدہ کھانا کھانا چاہتا ہوں لیکن اس سے قبل میرے ایک سوال
کا جواب دو۔"

"جناب۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"میں یہاں رات بھر رکوں گا۔ تم لوگوں کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہرگز نہیں جناب! آپ کل دن بھر بھی اس میز پر بیٹھے رہیں گے
تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

"بس شکریہ۔ یہی معلوم کرنا تھا۔"

"کھانے کے لیے حکم فرما دیں۔" اس نے مینو میرے سامنے رکھ دیا
اور میں اس خوبصورت کتابچے کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پھر میں نے
اسے چند کھانے نوٹ کرا دیے اور ویٹر ادب سے گردن جھکا کر چلا
گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کھانا میرے سامنے چن دیا تھا۔ اس ماحول
سے مجھے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اتنا شور، اتنا ہنگامہ میرا ذہن قبول نہیں
کر رہا تھا۔ میں اگر چاہتا تو جیرشو کو تلاش کر سکتا تھا لیکن اس میں قباحت تھی۔
ظاہر ہے اتنی جلدی تو جیرشو کو اطلاع نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگر میں اس کے
پاس پہنچ جاتا اور وہ مجھے قبول نہ کرتا تو بے عزتی ہوتی۔ میں اس کی مدد ضرور
لینا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے تھوڑا سا انتظار ضروری تھا۔

میں نے کھانا شروع کر دیا لیکن میرے ذہن میں کسی قدر پریشانی
تھی۔ اس لیے رغبت سے نہیں کھا سکا۔ کھانے کے بعد میں نے کافی طلب
کی۔ خوش شکل لڑکیاں میک اپ میں ... زیادہ دلکش نہیں نظر
آ رہی تھیں۔ سادگی جیسی چیز ہی دل فریب ہے۔ میرے علاوہ دوسرے بہت سے
ایسے لوگ تھے جو صرف فلمی اداکاروں کو دیکھنے کے لیے یہاں آئے تھے۔
کافی سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ایک نوجوان جوڑا کوئی جگہ خالی نہ دیکھ کر بے تکلفی
سے میری میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے بیئر
طلب کی اور ویٹر نے بیئر کے دو جگ لا کر ان کے سامنے رکھ دیے۔
انہوں نے میرے وجود کو یکسر نظر انداز کر دیا اور آپس میں گفتگو کرنے
لگے۔ دونوں کسی جاسوسی فلم میں کام کر رہے تھے اور فلم ہی کے بارے میں
گفتگو کر رہے تھے۔ تقریباً پون گھنٹے تک وہ وہاں بیٹھے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔
میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ فلمی صنعت کا ماحول ہر جگہ یکساں
ہے۔ یہاں میری طبیعت گھبرا رہی تھی۔ سکون نام کو کہیں نہ تھا۔ یہاں آ کر
بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آئندہ کے بارے میں بہت سے خیالات میرے
ذہن میں تھے لیکن یہ بے سکون جگہ ممکن ہے کل اس سے نجات مل جائے۔
رات تو کسی نہ کسی طرح گزارنی ہی ہے۔ ہالی ووڈ کی اس الجھن کے بارے میں
مجھے معلوم ہی نہیں تھا لیکن اب اندازہ ہو رہا تھا۔ درحقیقت یہ فلمی
شہر ایسی ہی ہنگامہ آرائی کا مرکز ہونا چاہیے تھا۔ ہالی ووڈ وہ شہر ہے جس نے
بہت سے گمنام لوگوں کو فلم اسٹاروں کی حیثیت سے عالمی شہرت سے ہمکنار
کر دیا اور بہت سوں کی امیدوں کو خود میں دفن کر لیا۔

میں نے ایک اچٹتی سی نگاہ قریب و جوار میں ڈالی۔ رات کیسے گزرے
گی؟ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہونا چاہیے لیکن کیا؟ دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی
اور ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ نہ جانے کیوں
میں نے پہلے ان لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔ تین اسسٹنٹ پولیس آفیسر تھے
اور ان کے ساتھ ایک شاندار صحت کا مالک سرخ و سفید انسپکٹر تھا۔ تینوں بیئر
پی رہے تھے۔ عین اس وقت پولیس انسپکٹر نے مجھے دیکھا اور میں نے محسوس
کیا جیسے وہ چونک پڑا ہو۔

ایک سیکنڈ کے اندر میرے ذہن میں خطرے کا احساس جاگ اٹھا۔
امریکی پولیس بہت ایڈوانس ہے۔ ممکن ہے میری تصویر ٹیلیویژن پر پیش کر
کے میرے بارے میں اعلان کر دیا گیا ہو۔ میں کسی طرح اپنی شخصیت
چھپانے کی کامیاب کوشش نہیں کر سکا تھا۔ میں نے انہیں اپنی سیٹ سے اٹھتے
ہوئے دیکھا۔

... پہلے ہی مرحلے میں پولیس تمہاری طرف متوجہ
ہو گئی اور اس بے ہنگم اور پرشور جگہ۔ اس اجنبی شہر میں کچھ کرنا بے حد مشکل
کام ہوگا۔ سرخ و سفید پولیس انسپکٹر نے میری میز پر دونوں ہاتھ رکھ دیے۔
جھکا اور اس کی آواز ابھری۔

"مجھے انسپکٹر ... کہتے ہیں۔ ... آدمی ... میری آنکھوں
میں دھول نہیں جھونک سکتیں۔" اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر میری مونچھیں میری
ناک کے نیچے سے اکھاڑ دیں اور میں نے سرد انداز میں گردن اٹھا کر اسے
دیکھا۔ پھر میری نگاہیں اس کے ہولسٹر میں لگے پستول پر پڑیں۔ دوسرے

پستول کی نال میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی

چند ساعت کے لیے میرے حواس معطل ہو گئے۔ عملی زندگی میں
مجھے صرف چند لمحات ملے تھے جو میری تکمیل آرزو کے لیے ناکافی
تھے۔ میں تو ابھی بہت کچھ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے تو ابھی طلب
کی پہلی ہی سیڑھی پر قدم رکھا تھا۔ میری تو خواہش تھی کہ
کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے تمام دشمنان دین کی زندگیوں کا
خاتمہ کر دوں تاکہ کل روز حساب میرا وجود دوزخ کے عذاب
سے محفوظ رہے لیکن افسوس تقدیر نے مجھے اب تک یہ موقع
فراہم نہیں کیا تھا۔ میری تمناؤں کا غنچہ ناشگفتہ وقت سے
پہلے ہی باد خزاں کے تند جھونکوں کا شکار ہو گیا۔

نہیں، نہیں میرے معبود! ابھی نہیں۔ ابھی تو میں ایک
... بنانا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میری ...

شاخ کے نیچے دنیا کے سارے مظلوم وقت کے جھلسانے والے سورج کی شعاعوں سے بچنے کے لیے پناہ لیں اور میں ان کے تپتے ہوئے جسموں کو کیف آور ہواؤں سے ہم کنار کروں۔" پستول کی نال آہستہ آہستہ میری پیشانی سے چپک گئی۔

اچانک وہ دوسری میز پر بیٹھے ہوئے دونوں سب انسپکٹر بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور ہمارے پاس پہنچ گئے۔ شاید انسپکٹر کی مدد کے لیے آئے تھے۔ لیکن پھر ان کی ایک حرکت نے مجھے حیرت میں مبتلا کر دیا۔ دفعتاً انھوں نے انسپکٹر کو دونوں شانوں سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا اور پھر ان میں سے ایک نے اس کے ہاتھ سے پستول بھی چھین لیا۔ پستول چھیننے والے نے کرخت لہجے میں انسپکٹر سے کہا تھا۔

"ہم کتنی بار تم سے کہا ہے ہاشی کہ اپنے ظرف سے زیادہ مت پیا کرو۔ ابھی تمہیں شاٹ بھی دینا ہے۔ کیا اس حالت میں تم سیٹ پر جا سکو گے؟"

"ہم... مگر میں نشے میں کہاں ہوں؟" انسپکٹر نے کہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم ایک شریف انسان کی پریشانی کا باعث بنے ہو۔ پستول نقلی ہی سہی لیکن تم اسے کسی غیر متعلق شخص پر تان کر مجرم کہلا سکتے ہو۔" پھر اس نے جھک کر معذرت آمیز انداز میں مجھ سے کہا۔ "معاف کیجیے گا مسٹر! یقیناً آپ اس شخص کی اس حرکت سے پریشانی کا شکار ہوئے ہوں گے۔ یہ ہاشی ایلین ہے اور ایک فلم میں انسپکٹر کا رول ادا کر رہا ہے لیکن اچھے خاصے تن و توش کے باوجود اس میں ایک خرابی ہے کہ بہت جلد آؤٹ ہو جاتا ہے۔ یہاں آنے سے قبل بہ مشکل ایک پیگ چڑھایا ہے۔ مجھے امید ہے آپ اسے معاف کر دیں گے۔"

"اوہ... ہو... ہو... ___ واقعی مجھے کچھ نشہ ہو گیا ہے شاید... لیکن یہ شخص... اس کا چہرہ مجھے کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے۔ اے مسٹر! اس سے قبل ہماری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" ہاشی ایلین نے جھک کر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شاید شراب کی بوتل میں۔ جوان! تم ایلین کو لے جاؤ اور اس کا نشہ اتارنے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہم سب کی نوکری چلی جائے گی۔ کیلی براؤن انتہائی سخت گیر انسان ہے۔" میرے حامی نے کہا۔

"آؤ ایلین! واقعی یہ جم ٹھیک کہتا ہے۔ تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبو گے۔" دوسرے سب انسپکٹر نے ہاشی ایلین کو کھینچتے ہوئے کہا۔

ہاشی ایلین بڑبڑانے لگا۔ "دیکھا ضرور ہے۔ بہت ہی قریب سے مگر کہاں، یاد نہیں آ رہا ہے۔ بعض بہت خوب۔ اب یادداشت بھی بھی خراب نہیں ہونی چاہیے۔" وہ بڑبڑاتا رہا لیکن اس کا ساتھی اسے دھکیلتے ہوئے باہر لے گیا۔

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو میری ہی میز پر تشریف لے آئیں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ اس نے آپ کا میک اپ خراب کر دیا۔ کیا میں اسے درست کر دوں۔ میں اچھا خاصا میک اپ مین بھی ہوں۔" دوسرے سب انسپکٹر نے کہا۔

میں ان لوگوں کی مسلسل بکواس سن رہا تھا۔ مجھ سے رہا تھا لیکن میری روح کسی اور جہان کی سیر کر رہی تھی۔ میں نے خلوص دل سے دعا کی تھی۔ "اے خدا! مجھے اتنی زندگی دے کہ میں اپنے مشن کی تکمیل کر سکوں۔" اور پھر میری یہ دعا بڑے عجیب انداز میں سن لی گئی تھی۔ یہ گویا اشارت تھی کہ مشیت مجھ سے کچھ کام لینا چاہتی ہے۔ مجھے میری آرزو پوری کرنے کا موقع دیا گیا ہے ___ اور اس تصور سے میری روح جھوم اٹھی تھی۔ میری رگوں میں جگ گردش کر رہی تھی۔ اگر کسی کو تائید غیبی حاصل ہو جائے تو اس کی خوشی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ درحقیقت یہ تائید غیبی ہی تھی۔ یہ ایک اشارہ تھا کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ اب تک میں جس افسردگی کا شکار تھا وہ یک لخت ختم ہو گئی تھی اچانک میں پوری طرح جاگ اٹھا۔

"اب آپ تنہا ہیں۔ یہاں تشریف رکھیں۔ کچھ منگواؤں آپ کے لیے؟" میں نے سب انسپکٹر کو پیشکش کی۔

"یونہی سہی۔ ویٹر!" اس نے ویٹر کو طلب کیا۔ "میری میز کا سامان اٹھا کر یہاں پہنچا دو۔ اور ہاں مسٹر آپ کے لیے بیئر منگواؤں یا......؟"

"نہیں، شکریہ۔ وہ تو اسکاچ کے چھ پیگ لے کر آؤٹ ہو جاتا ہے مگر میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں۔ میرے لیے تو دو گھونٹ ہی کافی ہوتے ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ تب تو ٹھیک ہے۔ براہ کرم اپنی مونچھیں اٹھا لیں ضائع ہو جائیں گی۔ کیا میں انھیں درست کر دوں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے پاس ابھی بہت وقت ہے" میں نے جواب دیا۔

"کون سی فلم کے سیٹ پر کام کر رہے ہیں آپ ویسے میرا خیال ہے آپ امریکن نہیں ہیں۔ گورنگت اور خدوخال کسی ایشیائی ملک......"

"میں ایشیائی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل۔ بالکل۔ آپ کی آنکھیں یہی بتاتی ہیں۔ قدرت نے ایشیائی کو آنکھوں کے حسن سے نوازا ہے۔ اے ویٹر سنو! گلاس گندا ہے۔ دوسرا صاف گلاس لاؤ۔" وہ خود ہی موضوع

ہٹ گیا ورنہ میں اسے کیا بتاتا کہ میں کون سی فلم میں کام کر رہا ہوں۔ مجھے تو اس ماحول کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں تھی۔ ویٹر نے اس کے سامنے دوسرا گلاس رکھا ہی تھا کہ سفید یونیفارم میں ملبوس ایک شخص ہوٹل میں گھسا اور پھر وہ سیدھا اسی میز پر آ گیا۔

"مسٹر جم! آپ کو کیلی براؤن نے طلب کیا ہے۔ کچھ پتا بھی ہے کہ کیا وقت ہوا ہے۔ اور تم اپنے سامنے بیئر کی دکان سجائے بیٹھے ہو؟"

جم چونک پڑا۔ اس نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ "مائی گاڈ! شاید میں بھی سات پیگ میں آؤٹ ہونے لگا ہوں۔" پھر اس نے جلدی جلدی کچھ کرنسی پلیٹ پر رکھی اور میری طرف رخ کر کے بولا۔ "سوری ڈیئر! میں تم سے زیادہ گفتگو نہ کر سکا۔ ویسے میرا خیال ہے ایلین نے تمہارے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی اس کا انتقام خدا نے لے لیا۔ اتنی جلدی وہ سیٹ پر جانے کے قابل کہاں ہو سکا ہوگا۔ بائی۔ بائی۔ تم سے پھر ملاقات ہوگی۔" وہ ہیٹ اتار کر تھوڑا سا خم ہوا اور آنے والے کے ساتھ باہر نکل گیا۔

میں ہکا بکا اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ خدا کا کرم تھا کہ بہت بڑی بلا ٹل گئی تھی۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی اور خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ چاروں طرف بے رونق چہرے بکھرے ہوئے تھے۔ رت جگے کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں تھے۔ بیشتر اسٹوڈیوز میں رات کو کام ہوتا ہے اور لوگ صبح ہوتے ہی اس طرح اپنے گھروں کو روانہ ہوتے ہیں جیسے دن میں کام کرنے والے شام کو۔ فٹ پاتھوں سے کاروں کا ہجوم کم ہوتا جا رہا تھا اور تھکے ماندے لوگ زیادہ تر اپنی سواریوں میں واپس جا رہے تھے۔ بہت کم ایسے تھے جنھوں نے کرائے کی سواریاں تلاش کیں۔ سیشیر ہوٹل کی رونق بھی کم ہو گئی۔ اور اب میرے لیے یہاں بیٹھے رہنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ میں بھی باہر نکل آیا۔ ہالی وڈ کے ٹیکسی ڈرائیور کے بارے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے وعدے کی کس قدر پابندی کرے گا لیکن اس کے باوجود میں تھوڑی دیر انتظار کر لینا چاہتا تھا۔ اگر وہ آ گیا تو کسی قدر آسانی ہو جائے گی ورنہ پھر میں خود ہی کوشش کروں گا۔ ویسے مغربی ممالک میں وعدے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ میرے تجربات اس سلسلے میں کافی طویل ہیں۔ مارلینو کی ٹیکسی میں نے شیر کے سامنے رکتے ہوئے دیکھی تو میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے جلدی سے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا اور رسمی سلام کے بعد بولا۔ "امید ہے شیر کی رات زیادہ تکلیف دہ نہ رہی ہوگی۔ میں کچھ جلدی پہنچ جاتا لیکن میں نے سوچا پہلے آپ کے لیے کسی ہوٹل میں کوئی جگہ تلاش کر لوں۔ چنانچہ میں 'اپنی فرینک' میں کمرہ بک کرا آیا ہوں۔"

"اوہ! تمہارا شکریہ مارلینو! تم نے واقعی میری مشکل حل کر دی۔" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس کے بعد میں نے مارلینو سے پورے راستے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اپنی فرینک کی تیسری منزل پر ایک خوبصورت اور کشادہ کمرے میں داخل ہو کر میں نے فوراً دروازہ بند کر لیا اور کسی کی مداخلت سے محفوظ رہنے کے لیے روشنی جلا کر بستر میں گھس گیا۔ نیند ایسی ہی آ رہی تھی کہ میں بیڈ کی ساخت یا کمرے کی ڈیکوریشن پر بھی غور نہ کر سکا تھا۔

دوپہر کے دو بجے آنکھ کھلی۔ طبیعت پر ابھی کسلمندی تھی۔ میں نے باتھ روم کا رخ کیا اور گرم پانی کے غسل نے تمام سستی دور کر دی۔ کمرہ واقعی بے حد شاندار تھا اور میں انتظامیہ کا شکر گزار تھا کہ میری نیند کے دوران کسی نے مداخلت نہیں کی تھی۔ تب میں نے روشنی گل کر دی اور گھنٹی بجا کر ویٹر کو طلب کر لیا۔ خوش وضع لباس میں ملبوس ویٹر اخبار لیے اندر آیا تھا۔ اس نے ادب سے اخبار اور تر و تازہ پھولوں کا گلدستہ میرے سامنے کی میز پر رکھ دیا۔ میں نے اسے صبح کے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا ملا جلا آرڈر دے دیا۔ اور ویٹر گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ پھر میں اپنی دلچسپی کی دوسری چیز یعنی اخبار دیکھنے لگا۔ میں اس میں اپنے بارے میں خبر تلاش کر رہا تھا۔ آخر میری یہ کوشش بے سود ثابت نہ ہوئی۔ ایک چھوٹی سی سرخی کے ساتھ مختصر سی خبر تھی۔

"یہودی رئیس زادوں کا قاتل پاکستانی طالب علم ہنوز مفرور ہے"

"سان فرانسسکو۔ چار نوجوانوں کا قاتل طالب علم جس نے مذہبی جنون کی بنیاد پر چار یہودی رئیس زادوں کو وحشیانہ انداز میں قتل کیا تھا، ابھی تک پولیس کے ہاتھ میں نہیں آ سکا ہے۔ خیال ہے کہ وہ نہایت چالاکی سے سان فرانسسکو سے نکل گیا ہے۔ پولیس کے ماہرین اس کی تلاش میں مصروف ہیں۔ کئی یہودی تنظیموں نے قاتل علی یار خان کی تلاش کا شدید مطالبہ کیا ہے اور اس سلسلے میں ہر تعاون کی پیشکش کی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کے سینوں پر کاری ضرب لگی ہے ورنہ ایک معمولی سے قاتل کی تلاش کے لیے اس اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ یہودیوں کے سینوں میں میرے

...ے اک روشن ہو جائے۔ اسی دوران ویٹر ناشتہ لے آیا اور میں لوازمات سے انصاف کرنے لگا۔ کھانے کے بعد میں نے پھر دروازہ بند کرلیا۔ اب میں پوری سنجیدگی کے ساتھ یہاں سے بھی نکلنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ دشمنوں کے اس ملک میں میرے لیے فرار کے راستے مسدود تھے۔ جوشو میرے ذہن میں ضرور تھا لیکن تھوڑی سی جھجک بھی تھی۔ مسٹر کاؤشن ہی نے میرے لیے اتنی پریشانی اٹھائی تھی اور اب میں مسٹر جوشو کو بھی خود میں الجھا لوں؟ یہ خیال میری فکرمندی کا باعث تھا۔ حالات اس قدر خراب تھے کہ اس وقت ہر شخص مجھ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ ان حالات میں کہیں مسٹر جوشو بھی معذرت نہ کرلیں اور یہ ممکن ہے ابھی انہیں کاؤشن کا پیغام نہ ملا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ایک معزز شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے پولیس کے حوالے کرنا پسند کریں۔

ابھی میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ جوشو سے ملوں یا نہ ملوں؟ خوب آرام کیا تھا اس لیے کمرے میں لیٹے رہتے ہوئے تنگی تھی اور پھر یہی زندگی کسی کمرے تک محدود ہونے کا نام نہیں ہے۔ باہر تو نکلنا ہی ہے چنانچہ بال وغیرہ سنوار کر میں باہر نکل آیا۔ ہلکا سا میک اپ اب بھی میرے چہرے پر تھا۔

ہوٹل ایمپی قریب جاپانی گارڈن کے علاقے میں واقع تھا۔ جاپانی گارڈن کا ٹاؤن [illegible] کے مشہور تفریحی مقامات میں شمار ہوتا تھا۔ اس باغ میں بعض درخت جاپان سے لا کر لگائے گئے ہیں جن کی وجہ سے باغ میں ایک حسن پیدا ہو گیا ہے۔ باغ کا رقبہ کسی قدر بلندی پر واقع ہے۔ یہاں پوری طرح بدھ مذہب کا تاثر دیا گیا ہے۔ اندر قدیم شوگن طرز کا بدھ مندر ہے جس میں جاپان کی تاریخ سے متعلق آرٹ، نوادرات کے لاتعداد نمونے موجود ہیں۔ میں بے مقصد چہل قدمی کرتا رہا۔ آنکھیں انسانی چہروں کو دیکھ رہی تھیں لیکن ذہن دوسرے ہی خیالات میں منہمک تھا یعنی جوشو سے ملاقات کروں یا نہیں؟

جاپانی گارڈن سے ہوتا ہوا میں ڈی لانگ میری پارک جا پہنچا، جہاں روڈالف ویلنٹینو کے نام سے منسوب مجسمہ موجود ہے۔ کانسی کا ایک بے لباس مجسمہ جو گلوب پر رکھا ہوا ہے۔ ابھی میں مجسمے کے خدوخال کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ عقب سے کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں بے اختیار پلٹا ـــــ میری آنکھوں نے جم کو پہچان لیا۔ جم ایک طویل القامت اور خوش شکل چہرے والے جوان آدمی کے ساتھ تھا جس نے اپنا کوٹ بے پروائی سے شانے پر ڈال رکھا تھا اور دانتوں سے تنکا چبا رہا تھا۔

"اتفاق ہے کہ چند ہی گھنٹوں میں تم سے یہ دوسری ملاقات ہے لیکن دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ تم اس وقت بھی میک اپ میں ہو۔" جم نے بےتکلفی سے کہا۔

"ہاں، دونوں ہی باتیں دلچسپ ہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میرے دوست کیلن ملر سے ملو، شاید تم نے انہیں فلموں میں دیکھا ہو۔ ولن کے کردار ادا کرتے ہیں۔"

"چہرے سے پتا چلتا ہے۔" میں نے اس شخص سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کیا۔ اس کا ہاتھ لجلجا اور سرد تھا جیسے اس کے بدن میں خون کی روانی ہی نہ ہو۔ جم سے میری ملاقات کسی خاص کیفیت کی حامل نہیں تھی کہ وہ مجھ سے اس طرح چپک کر رہ جاتا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں۔

"آؤ کسی ریستوران میں تھوڑی دیر وقت گزاری کریں، کیوں ملر تم پسند کرو گے؟" اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا اور اس نے کوئی جواب دینے کے بجائے شانے ہلا کر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ مگر میں نے فوراً ہی اپنی سرد مہری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔

"سوری جم! مجھے فرصت نہیں ہے۔"

"دوستوں کے لیے فرصت نکالنی پڑتی ہے، بس تھوڑی دیر پلیز۔" جم نے بےتکلفی سے کہا اور میرے ہاتھ کو اپنی انگلیوں کی گرفت میں لے لیا۔ میں سختی سے انکار کر سکتا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر یہ کھیل بھی سہی، ویسے میری کوئی خاص مصروفیت بھی نہیں تھی چنانچہ میں نیم آمادگی کے انداز میں جم کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ملر! ہم روز ویلٹ میں بیٹھیں گے، وہاں کا ماحول پرسکون ہے۔" جم نے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جہاں پسند کرو۔" ملر نے جواب دیا اور جم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے سامنے کے پارکنگ لاٹ کی طرف چل پڑا جہاں ایک لمبی لیموزین کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے کسی قدر کوفت ہو رہی تھی لیکن اب تو آمادگی ظاہر کر دی تھی، چنانچہ میں لیموزین میں جم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ملر نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور پھر گاڑی اسٹارٹ ہو گئی۔ ملر نہایت تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، اگرچہ سڑکوں پر کافی رش تھا لیکن وہ اس بھیڑ میں بھی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

فاصلہ کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا اور پھر اچانک میری چھٹی حس جاگ اٹھی۔ میں نے سوچا صرف ایک پیالی چائے کے لیے اتنا طویل سفر نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ چند لمحاتی نشست ہی تھی تو

کہیں بھی بیٹھا جا سکتا تھا۔ ابھی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ لیموزین ایک عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ میں نے حیرت زدہ نگاہوں سے جم کو دیکھا وہ بڑی بے نیازی کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔

"یہ روز ویلٹ ہے؟" میں نے سوال کیا مگر اسی وقت جم نے پستول نکال کر اس کا رخ میری پیشانی کی طرف کر دیا۔

"تم اسے ہوٹل روز ویلٹ کی برانچ سمجھ سکتے ہو، دراصل یہ جگہ وہاں کے ہنگاموں سے زیادہ پرسکون ہے، یہاں ہم اطمینان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔" جم نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور یہ پستول؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"تعاون کرو گے تو اسے رات کے نقلی کھلونے کی مانند پاؤ گے۔ عدم تعاون کی شکل میں یہ بالکل اصلی ثابت ہوگا۔" جم نے بدستور اسی انداز میں کہا۔

"جم! جلدی کرو، اسے اندر لے آؤ۔" ملر نے بیزار لہجے میں کہا اور عمارت کے صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا، بہت زیادہ خود اعتماد انسان معلوم ہوتا تھا۔ مجبوراً میں نیچے اتر آیا اور جم سے چند قدم آگے عمارت کے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ جم میرے پیچھے پستول تانے ہوئے آ رہا تھا۔

جونہی میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوا اچانک دو آدمیوں نے مجھے اپنے بازوؤں میں کس لیا۔ تیسرے نے نہایت پھرتی سے میری جیبوں کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ جیبوں میں کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ سوائے کرنسی اور کاغذات کے، یہ چیزیں انہوں نے اپنے قبضے میں کر لیں اور پھر مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا۔ ایک طویل کوریڈور سے گزار کر مجھے ایک کمرے کے دروازے پر لایا گیا اور پھر کمرے میں دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ کمرے میں ایک قالین کے سوا کچھ نہ تھا۔ دیواروں میں کوئی روشندان یا ایسا رخنہ بھی نہیں تھا جس سے باہر جھانکا جا سکے۔ یقیناً یہ کمرہ قید خانہ کہا جا سکتا تھا جہاں قید ہونے والا شخص خودکشی کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

میں چند لمحوں تک کمرے کے فرش پر کھڑا متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا رہا اور پھر تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا ایک دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ جوتے اتار کر ایک طرف پھینکے، کوٹ بھی اتار دیا اور پھر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

مجھ سے کیا غلطی ہو گئی؟ کون سی بات ان لوگوں کے شک کا باعث بنی؟ جم کون ہے؟ کیا وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا؟ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بالآخر تھک کر میں نے ذہن کو خالی چھوڑ دیا۔ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے ضرور پورا ہو گا۔ زندگی کی خواہش ضرور تھی لیکن اس قدر بھی نہیں کہ اس افتاد پر آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ اگر پولیس کے جال میں پھنس گیا تو ایک قاتل کی حیثیت سے سزا ملے گی۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ خاندان کی عزت پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ دشمن اسلام کے نام پر چند یہودیوں کو قتل کیا ہے۔ کسی بدکاری کے الزام میں تو نہیں پکڑا گیا۔ کوئی بھی برا نہیں کہہ سکے گا۔ بس ایک خواہش تھی جب اس دشت وفا میں قدم رکھا ہے تو کچھ نام پیدا کروں اور خادم دین کہلاؤں۔ اگر قدرت اس کا موقع نہیں دینا چاہتی تو یہ سہی۔ اس خیال کے آتے ہی میں بے فکر ہو گیا۔ میرے ذہن میں ایک مقصد سما گیا تھا۔ زندہ رہا تو مذہب و ملت کی خدمت کروں گا، مر گیا تو خود کو [illegible] میں آسودہ کرلوں گا۔

میں مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ سب سے آگے جم تھا اور اس کے پیچھے دو اجنبی چہرے۔ جم اندر داخل ہو گیا۔ باقی دونوں افراد باہر کھڑے ہوئے تھے۔

"تشریف لائیے مسٹر!" جم نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جوتے پہنے، کوٹ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور بے پروائی سے چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ جم سے میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ جم مجھے لے کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک طویل میز بچھی ہوئی تھی۔

جس کے ٹاپ پر الیکٹرونک نقشہ بنا ہوا تھا۔ میز کے پیچھے کرسی پر وہی شخص بیٹھا ہوا تھا جس کا نام طلر بتایا گیا تھا۔ میز کے سامنے چند اور کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں، جن میں سے ایک کرسی پر مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی گئی اور میں بے تکلفی سے بیٹھ گیا۔

"ہم آپ کو کس نام سے مخاطب کریں مسٹر؟" طلر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکار کہہ سکتے ہو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نامناسب لفظ ہے، غیر مہذب لگتا ہے۔ اگر ہم تمہیں تمہارے اصلی نام یعنی علی یار خان کے نام سے پکاریں تو کیا حرج ہے؟" طلر نے کہا۔

میں نے حیرت انگیز طور پر اپنے اعصاب کو منتشر ہونے سے بچا لیا تھا۔ "کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"گویا تم خود کو علی یار خان تسلیم کرتے ہو؟" طلر نے پوچھا۔

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں برا سا منہ بنا کر بولا۔

"خوب، مسٹر جم تم بھی بیٹھ جاؤ۔ تمہارا دوست کافی تھکا معلوم ہوتا ہے۔ اسے ان حالات کی زیادہ پروا نہیں ہے۔" طلر نے جم سے کہا اور جم مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ کمرے کے دروازے پر وہ دونوں آدمی کھڑے ہوئے تھے جو یقیناً میرے کسی اقدام سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں گے۔ "بہرحال مسٹر جم تم اپنے دوست کو بتاؤ کہ تم نے انہیں کس طرح پہچانا؟" طلر نے کہا۔

"جو کچھ ہوا اتفاقیہ ہی تھا۔ مسٹر علی یار خان شیرو میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے ایک دوست ہائٹی ایلین نے نشے کے عالم میں ان کی مونچھیں اکھاڑ دیں۔ شیرو میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کے میک اپ پر کوئی تعجب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اسٹوڈیوز کا علاقہ ہے لیکن مجھے ان کی شکل کچھ جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی، البتہ یہ مجھے اس وقت بھی یاد نہیں آسکا کہ یہ کون ہیں اور بعد میں بھی اندازہ نہ ہو سکا لیکن ہائٹی ایلین کچھ خوبیوں کا مالک ہے۔ مثلاً اس کی یادداشت حیران کن ہے۔ ذرا سی کوشش سے اس کا نشہ اتر گیا، اور پھر ہم اسے انسپکٹر کا رول ادا کرنے کے لیے فلور پر لے گئے۔ اتفاق سے ہائٹی ایلین کو انسپکٹر کا رول ادا کرتے ہوئے ایک مجرم کو بے نقاب کرنا تھا۔ اس نے اپنا شاٹ دیا اور کسی خیال میں کھو گیا۔ صبح کو جب ہم اسٹوڈیوز سے واپس چلے تو ہائٹی ایلین نے مجھ سے پوچھا، تم کیا میں نے یہ شاٹ دو مرتبہ دیا ہے؟"

"کون سا شاٹ؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مجرم کو بے نقاب کرنے کا۔" مجھے اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔ سیٹ پر اس کا پہلا ہی شاٹ او کے ہو گیا تھا لیکن اس سے قبل وہ یہی حرکت مسٹر علی یار کے ساتھ دہرا چکا تھا۔ مجھے یہ بات یاد آ گئی اور میں نے اسے اس کی حماقت سے آگاہ کیا لیکن وہ مسکرانے کے بجائے کسی خیال میں گم ہو گیا، پھر وہ اچانک شدید حیرت سے اچھل پڑا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم نشے کی حالت میں میں نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا لیکن افسوس ہم اس بڑے کارنامے کی تکمیل سے محروم رہ گئے۔ کاش وہ شخص ہمیں دوبارہ مل جائے۔"

"کیوں، وہ کون تھا؟" میں نے تعجب سے پوچھا اور ہائٹی نے کہا اس کا جواب وہ گھر چل کر دے گا۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور اس نے سان فرانسسکو کے چند اخبارات میرے سامنے ڈال دیے، جس میں برکلے یونیورسٹی کے طالب علم علی یار خان کے ایک عظیم کارنامے کی تفصیلات تصویروں کے ساتھ موجود تھیں۔ یہ دیکھ کر میرا ذہن بھی بیدار ہو گیا۔ مجھے بھی یاد آ گیا کہ میک اپ کے بغیر مجھے تمہاری شکل جانی پہچانی کیوں محسوس ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہم دونوں دوبارہ شیرو میں گئے اور وہاں ہر زاویے سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں مگر کچھ پتا نہیں چل سکا۔ تب میں اپنے دوست کین طلر سے ملا اور طلر کی ذہانت نے تمہیں تلاش کر لیا۔ مسٹر طلر نے سارے حالات سننے کے بعد جو خاکہ ترتیب دیا وہ کچھ اس طرح تھا۔ انہوں نے کہا، تم کسی طور سان فرانسسکو کی پولیس کی نگاہوں سے بچ کر پچھلی رات ہالی ووڈ پہنچے اور چونکہ ہالی ووڈ کے کسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنا معمولی بات نہیں ہے اس لیے کسی کے مشورے پر یا پھر ہالی ووڈ کے بارے میں معلومات کے تحت شیرو پہنچ گئے۔ مقصد ایک رات گزارنا تھا تاکہ دوسری صبح تم کسی ہوٹل میں کمرہ تلاش کر لو۔ مسٹر طلر نے کہا، دن کی روشنی میں کسی کمرے کا حصول زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ اس لیے کمرہ حاصل کرنے کے بعد تم گم ہو گئے۔ ان کے قیاسات کس قدر درست ہوتے ہیں، اس کا اندازہ تم اس طرح کر لو۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایک مضطرب شخص خطرناک حالات کے باوجود کسی ہوٹل کے کمرے میں پورا دن نہیں گزار سکتا۔ رات بھر کا جاگا ہوا انسان زیادہ سے زیادہ دوپہر تک سو سکتا ہے۔ اس کے بعد اس کی بے چین فطرت اسے باہر لے آئے گی۔ چنانچہ مسٹر طلر نے مجھے مشورہ دیا کہ میں دو بجے کے بعد تمہاری تلاش میں نکلوں اور پھر ہم دونوں ہی چل پڑے۔ مسٹر طلر نے تمہارے بارے میں کچھ اور بھی اندازے لگائے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہالی ووڈ تمہارے لیے اجنبی ہے اور یہاں تمہارا کوئی شناسا موجود نہیں۔ ورنہ تم شیرو نہیں جاتے اور اپنے شناسا کے پاس قیام کرتے اور ایک اجنبی شخص جن علاقوں میں پایا جا سکتا ہے، وہ جاپانی گارڈن سے گولڈن گیٹ پارک تک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ صرف تین گھنٹے کی تلاش کے بعد ہم نے تمہیں پا لیا۔"

جم خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ جو کچھ جم نے کہا تھا وہ حرف بہ حرف درست تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ میرے پیچھے سائے کی طرح لگا دیا گیا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص طلر بے حد خطرناک ہے مگر میں کسی خوف کا شکار نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے طلر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بے شک، میں مسٹر طلر کو جادوگر کہہ سکتا ہوں۔"

"گویا ان کے اندازوں سے تمہیں اتفاق ہے؟" جم نے پوچھا۔

"سو فیصد۔" میں نے جواب دیا۔

"میری طرف سے مبارکباد قبول کریں مسٹر طلر! ویسے میں تو ہمیشہ سے آپ کی بے پناہ ذہانت کا قائل ہوں۔" جم نے کہا اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تمہیں تعجب ہوگا مسٹر علی یار خان کہ مسٹر طلر طویل عرصے تک امریکی محکمہ خفیہ امور کے ایک رکن رہ چکے ہیں مگر ان کی فطرت صرف اپنی برتری تسلیم کرانے کی قائل ہے۔ انہوں نے کبھی اپنے افسران کی بالادستی قبول نہیں کی جس کے نتیجے میں انہیں اپنی ملازمت چھوڑنی پڑی۔"

"خوب، اب مسٹر طلر کیا کرتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔ اس دوران میں نے ذرا بھی اپنی اعصابی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں عموماً فلموں میں کام کرتے ہیں لیکن در پردہ ہمارے کچھ دوسرے کاروبار بھی ہیں اور تمہاری یہاں آمد اس کاروبار کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

"وہ کاروبار کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سان فرانسسکو میں تم نے چار افراد کو قتل کر دیا ہے۔ چاروں کے چاروں بااثر خاندانوں کے چشم و چراغ تھے۔ امریکی پولیس پر تمہاری گرفتاری کے لیے شدید دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ نوبل مارٹن نے تمہیں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر گرفتار کرنے کا چیلنج کیا تھا لیکن اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اس نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس سے تم حالات کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ ہالی ووڈ میں بے شمار افسران مسٹر طلر کے دوست اور ساتھی ہیں۔ مسٹر طلر ان میں سے جس کی ترقی چاہیں گے تمہیں اس کے حوالے کر دیں گے مگر یہ اس وقت ہوگا جب ہم اپنے کاروبار میں ناکام رہ جائیں گے۔"

"آپ لوگوں کا کاروبار کیا ہے؟" میں نے دوبارہ پوچھا۔

"قدرت خلق تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ تمہیں ملک سے باہر نکالا جا سکتا ہے لیکن اس کے عوض تمہیں ایک لاکھ ڈالر ادا کرنے ہوں گے۔" جم نے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر جم بولا۔ "ہاں تو ڈیئر علی کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"یہاں مسٹر طلر سے تھوڑی سی چوک ہوئی ہے۔ کیا ان کا تجربہ انہیں یہ نہیں بتاتا کہ ایک غریب ملک کے طالب علم کے پاس اتنی بڑی رقم نہیں ہو سکتی۔ زمانہ طالب علمی میں تو ایک نوجوان اپنے والدین ہی کا دست نگر ہوتا ہے اور والدین جو خرچ بھیجتے ہیں وہ بمشکل تمام کسی طالب علم کی کفالت کر سکتا ہے۔"

"ہمیں اس بات کا اندازہ تھا لیکن یہاں تمہارے وسائل اور دوست کام آئیں گے۔ کیا بہت سے پاکستانی طالب علم مل کر بھی تمہارے لیے یہ رقم جمع نہیں کر سکتے؟" اس بار طلر نے لب کشائی کی تھی۔

"شاید یہ ان کے لیے بھی ممکن نہ ہو سکے۔ اگر ممکن بھی ہوتا تو پھر پاکستانی باشندوں کے بارے میں تمہاری معلومات بہت محدود ہیں۔ ایک غیور پاکستانی اپنی زندگی بچانے کے لیے کبھی دوسروں سے بھیک نہیں مانگ سکتا اور پھر یہ بات یوں بھی ناممکن ہے کہ رقم مانگنے کی اپیل امریکی پولیس کے کانوں تک بھی پہنچ سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں ہم ناکام ہو سکتے ہیں۔"

"ناممکنات کو ممکن بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے پھر بھی جم نے یہاں اچھے لوگوں کی مانند گفتگو کی ہے۔ تم ایک مدبر انسان ثابت ہوئے ہو، اس لیے میں تمہارے ساتھ خصوصی رعایت کرنے کے لیے تیار ہوں۔" طلر نے کہا۔

"وہ رعایت کیا ہوگی مسٹر طلر؟" میں نے پوچھا۔

"ایک لاکھ ڈالر کے حصول کے لیے ہم تمہیں راستے بتا سکتے ہیں۔ تم اپنے طور پر یہ رقم بڑھا بھی سکتے ہو کیونکہ یہ رقم تمہاری اپنی ملکیت ہوگی اور تم اسے اپنے تصرف میں لا سکتے ہو۔ ہم اس رقم کے عوض تمہیں یہاں سے نکلنے میں مدد دیں گے اور اس وقت تک تمہاری حفاظت کریں گے جب تک تم امریکہ کی حدود سے باہر نہ چلے جاؤ۔" طلر نے کہا اور میرے لیے نئی فکر یہ پیدا ہو گئی۔ انوکھی پیشکش تھی۔ زندگی بچانے کے لیے مجھے دوسرے جرائم کرنے ہوں گے۔ یہ صورت حال کتنی عجیب ہوگی، اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

میں سوچ میں ڈوب رہا پھر میں نے طویل سانس لے کر پوچھا۔ "وہ راستہ کیا ہوگا مسٹر طلر؟"

"کوئی بدترین جرم یا آسان ترین کام۔ اس سلسلے میں تمہاری کوئی شرط ناقابل قبول ہوگی۔" طلر کے لہجے میں بے باکی

سنسنی پیدا ہو گئی تھی۔

"کیا مجھے سوچنے کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ کوئی سودے بازی نہیں بلکہ صرف ایک رعایت کہا جا سکتا ہے جو مضبوط بنیادوں پر تمہیں دی جا رہی ہے۔" طلر نے جواب دیا۔

"مجھے منظور ہے لیکن میری بھی ایک بات سن لی جائے۔ میں اپنے ملک یا مذہب کے لوگوں کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ اگر تمہارے ذہن میں ایسی کوئی بات ہے تو مجھے خوشی سے پولیس کے حوالے کر دو۔ میں تیار ہوں۔"

"ہم بے وقوف نہیں ہیں مل یار! ہم یہ بات جانتے ہیں کہ تم نے صرف مذہبی جنون کے تحت اپنا مستقبل تباہ کر لیا ہے۔ اس لیے ہماری طرف سے یہ وعدہ ہے کہ تم سے کوئی کام تمہاری حکومت یا تمہارے ہم مذہب لوگوں کے خلاف نہیں لیا جائے گا۔" طلر نے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ میں تم سے تعاون کے لیے تیار ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور یہ سچ ہے اس فیصلے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ میں نے جس جذبے کے تحت یہ کام کیا تھا وہ میرے سینے میں پوشیدہ تھا۔ ان لوگوں کو قتل کر کے مجھے روحانی مسرت ہوئی تھی لیکن قتل بہرحال قتل ہے۔ کسی بھی بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ میرا مستقبل بھی مجھ سے قربانیاں طلب کر رہا تھا۔ ان سے راہ فرار ممکن نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے کھل کر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ طلر نے اپنی میز کی دراز کھول کر اس میں سے چار سادہ کاغذ نکالے اور انہیں پھیلاتے ہوئے میرے سامنے رکھ دیا۔ "ان پر دستخط کر دو۔" وہ بولا اور میں شدید حیرت کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا؟" میری حیرت اب بھی برقرار تھی۔

"دیکھو! ہم اور تم ایک راستوں کے مسافر نہیں ہیں۔ جب تم بحالت مجبوری ہمارے لیے کچھ کرنے پر آمادہ ہو رہے ہو تو کیا ہم اس بات سے مطمئن ہو جائیں کہ تم ہمارے لیے بہتر جذبات رکھتے ہو گے۔ ہرگز نہیں۔ اگر میری جگہ تم ہوتے تو تمہارے ذہن میں بھی یہ خطرہ موجود ہوتا کہ تمہارا شکار تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ ان کاغذات کے ذریعے ہم تمہیں اس وقت تک گرفت میں رکھیں گے جب تک تم ہمارا مطالبہ پورا نہ کر دو گے۔ اس کے بعد یہ تمہیں واپس کر دیے جائیں گے۔"

"مگر ان کاغذات پر تحریر کیا ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تمہیں اس وقت نہیں بتایا جا سکتا۔" طلر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"پھر..." میرا پورا جسم ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا تھا۔

"تم سے کوئی کام لینے سے قبل تمہیں تمہاری دستخط شدہ تحریر دکھا دی جائے گی۔ اس کے بغیر تم سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔" وہ بولا۔

"غور تو کرو مل یار خان! تم کتنے خوش نصیب ہو کتنی آسانی سے تمہاری گلوخلاصی ہو رہی ہے۔ یعنی بس کوئی چھوٹا سا کام اور اس کے بعد آزادی۔ یوں بھی تم قانون کی گرفت میں ہو۔ یہ کاغذات بھی زیادہ سے زیادہ تمہیں امریکی قانون کی گرفت میں ہی لا سکتے ہیں، اس لیے کیا فرق پڑتا ہے؟" اس بار جم نے کہا۔

بات ٹھیک ہی تھی۔ اس لیے میں نے چاروں سادہ کاغذات پر دستخط کر دیے۔ اور طلر نے انہیں سمیٹ کر دراز میں رکھ دیا۔

"کیا آپ علی کے دستخط سے مطمئن ہیں مسٹر طلر؟" جم نے عیاری سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس طرح مسٹر علی کا امتحان بھی مقصود تھا۔ اب میں مطمئن ہو گیا ہوں۔ ان کے لباس سے جو کاغذات برآمد ہوئے ہیں ان میں ان کے دستخط موجود ہیں اور یہ دستخط حاصل کردہ دستخطوں سے مختلف نہیں ہیں۔ ان چیزوں کو جانچنے کے لیے میری ایک ہی نگاہ کافی ہوتی ہے۔" طلر نے جواب دیا اور میں اس خطرناک شخص کی ذہانت پر غور کرنے لگا۔

"مسٹر علی!" اب کی بار جم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس چھوٹے سے گروہ میں ایک عارضی ساتھی کی حیثیت سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مسٹر طلر کتنے کو ایک اداکار ہیں لیکن وہ اہم شخصیت ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کو بہت جلد ہو جائے گا۔" میں نے جم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"آپ کا سامان کس ہوٹل میں ہے مسٹر علی؟" طلر نے پوچھا۔

"سامان بہت مختصر ہے۔" میں نے اپنے ہوٹل کا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"جم! مسٹر علی کو ان کے کمرے میں پہنچا دو۔" طلر نے کہا اور پھر میری طرف متوجہ ہوا۔ "مسٹر علی! آرام سے رہیے۔ بہت جلد آپ سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد آپ کے ذہن سے بہت سی پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔" طلر نے کہا اور پھر ہم اٹھ گئے۔ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے جم نے کہا۔

"تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں طلر جیسے آدمی کا ساتھ ملا ہے۔ وہ اتنا ہی با اختیار ہے کہ اگر تم اس کی نگاہوں میں کوئی مقام حاصل کر گئے تو وہ تمہیں امریکہ سے نکالنے میں بھرپور مدد

دے گا۔ عام زندگی میں لوگ اسے صرف ایک اداکار کے نام سے جانتے ہیں لیکن درحقیقت وہ کیا ہے، یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"

اس بات پر میں نے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔ یہاں تک کہ جم مجھے ایک کمرے میں لے آیا۔ یہ ایک خوبصورت بیڈ روم تھا۔

"فی الحال تم اسے استعمال کرو۔ تمہیں یہاں ہر سہولت ملے گی۔" جم نے کہا اور مجھے کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

میں تھکے تھکے قدموں سے ایک آرام کرسی تک گیا اور اس میں دھنس گیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ میرے لیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر مجھے یہ آسودگی حاصل تھی کہ میرا ضمیر مجرم نہیں تھا۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا جس پر میرا ضمیر مجھے ملامت کرے۔ جرم کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اسکے بعد مجرم خواہ کتنا ہی آسودہ ہو جائے مگر ضمیر کا کرب اسے بے چین رکھتا ہے۔ سب سے بڑا محاسب خود اس کی اپنی نظر میں پوشیدہ ہوتا ہے جو اسے سکون سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ میرا محاسب مطمئن تھا اس لیے بڑے سے بڑا خطرہ مجھے تشویش میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔ جن سادہ کاغذات پر طلر نے مجھے دستخط کرنے پر مجبور کیا تھا ان سے زیادہ سے زیادہ کیا کام لے سکتا تھا؟ میرے جرم کا اعتراف یا مجھے چند دوسرے جرائم میں ملوث کرنے کی دستاویز یا اس سے بھی زیادہ اور کچھ۔ لیکن یہ سب میرے لیے بے معنی تھیں۔ میرے کسی بھی جرم کی سزا زیادہ سے زیادہ موت ہو سکتی تھی اور میں موت سے خائف نہیں تھا چنانچہ میں نے خود کو مطمئن کر لیا۔

رات ہو گئی تھی۔ تقریباً آٹھ بجے میرے دروازے پر دستک ہوئی اور کسی نسوانی آواز نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ "آ جاؤ۔" میں نے کہا اور تیس بتیس سال کی ایک صحت مند لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ اس کے سنہرے بال خوبصورت تھے مگر وہ اچھی شکل و صورت کی مالک نہیں تھی لیکن پھر بھی اس کی شخصیت گوارا تھی۔

"میرا نام بیٹی باک ہے۔ میں مسٹر طلر کی ملازمہ کی حیثیت رکھتی ہوں اور مسٹر طلر نے مجھے اس کام پر متعین کیا ہے کہ آپ کو بور نہ ہونے دوں۔ جب ایک صاحب مسٹر [illegible] کا انتظار ہے، وہ آپ کو ایک تحفہ دیں گے جس کے بعد آپ خود کو زیادہ شگفتہ محسوس کریں گے۔"

"خوب۔ وہ تحفہ کیا ہو گا مس بیٹی؟" میں نے پوچھا۔

"بیٹھ جاؤں؟" اس نے ایک کرسی کے قریب پہنچ کر مجھ سے اجازت طلب کی۔

"سوری۔ یہ پیشکش تو مجھے کرنی چاہیے تھی۔ تشریف رکھیے۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔

"جناب! تحفے میں ایک تجسس پوشیدہ ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے وقت سے پہلے تجسس ختم نہیں ہونا چاہیے اس لیے میں اس بارے میں آپ کو نہیں بتاؤں گی۔ ہاں یہ بتائیے کافی چلے گی یا کوئی دوسرا مشروب؟"

"کافی مل جائے تو..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں، ہاں ضرور۔" بیٹی نے اٹھ کر دیوار میں لگی ہوئی بیل بجا دی۔ جس کے جواب میں فوراً ہی ایک ملازم قسم کا آدمی اندر آ گیا۔

"کافی۔" بیٹی نے کہا اور وہ گردن ہلا کر واپس چلا گیا۔

"مجھے آپ کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل معلوم ہو چکی ہے کیا کچھ اور بتانا پسند کریں گے آپ؟ لیکن فقط ایک بات کو اپنے ذہن میں رکھیں کہ میں کسی قسم کی جاسوسی کے مشن پر نہیں آئی ہوں۔ اس لیے آپ ہر وہ بات مجھ سے چھپا سکتے ہیں جو آپ کسی کو بتانا ناپسند کریں۔ یہ گفتگو صرف برائے گفتگو ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد میری موجودگی آپ کو ناگوار محسوس نہیں ہو گی۔"

"شکریہ۔" میں نے لڑکی کی بات سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ آزادی سے اپنی پسند کی گفتگو کر سکتی ہیں۔" میں نے اس کی صاف گوئی کو پسند کیا تھا۔

"برکلے یونیورسٹی کی جس طالبہ کو قتل کیا گیا کیا وہ آپ کی کوئی عزیزہ تھی؟" لڑکی نے پوچھا اور شمسہ کی صورت میری نگاہوں میں آ گئی۔

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"کیا رشتہ تھا آپ دونوں کے درمیان؟" اس نے پوچھا۔

"وہ میری ہم مذہب، ہم وطن تھی۔ یہ رشتہ معمولی نہیں ہوتا۔" میں نے قدرے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور رشتہ؟ مثلاً کیا وہ آپ کی محبوبہ بھی تھی؟" بیٹی نے پوچھا۔

"ہر قریبی رشتہ محبوب ہوتا ہے لیکن آپ کے نزدیک محبوبہ کا جو مفہوم ہے، وہ میری اس انداز کی محبوبہ نہیں تھی۔"

"پھر بھی آپ اس کے لیے جذباتی ہو گئے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"آپ کے معاشرے میں وہ جذبات اپنی قدر کھو چکے ہیں جو ایسی تحریکوں کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے آپ یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکیں گی۔" میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"مجھے احساس ہے۔ بعض اوقات انسان کسی کے جذبات کی تہہ تک نہیں پہنچ پاتا۔ اگر آپ کو میرے الفاظ سے اذیت

جنیجی ہے تو میں معافی چاہتی ہوں۔ میں کسی طرح آپ کی دل شکنی نہیں چاہتی تھی۔" جینی معذرت طلب کر رہی تھی کہ اسی اثنا میں ملازم نے کافی لا کر رکھ دی اور جینی ایک اعتبار سے میزبانی کے فرائض انجام دینے لگی۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ خود بخود مسکرا دی۔ میں اس وقت اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ "اچھا ایک بات اور پوچھوں؟"

"جی فرمائیے۔" میں نے بھی شوخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ لڑکی تھی، سان فرانسسکو کی دوشیزاؤں نے تو آپ کو متاثر کیا ہوگا یا پھر یونیورسٹی ہی کی کوئی طالبہ آپ پر اثر انداز ہوئی ہوگی۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ آپ امریکہ کو بھی پاکستان سمجھتے رہے ہوں گے۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"ہاں، یہ بات ہے بھی نہیں۔ میرا وطن پاکیزگی اور تقدس کا امین ہے۔ وہاں عورت کا ایک مقام ہے۔ اس کی جانب اٹھنے والی غلط نگاہوں کے لیے کوئی تحفظ نہیں ہوتا۔ وہاں معاشرہ برائیوں سے نفرت کی جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں جرائم نہیں ہوتے، برائیاں نہیں ہوتیں۔ سب کچھ ہوتا ہے لیکن ایسے لوگوں کو پورے معاشرے کی نفرت کا شکار رہنا پڑتا ہے۔ سماج میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی جبکہ امریکہ میں عورت اتنی ... نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ سان فرانسسکو کی بے شمار لڑکیوں کا قرب حاصل ہونے کے باوجود کوئی محبوبہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکی۔"

"عجیب بات ہے اور کس قدر ناقابل یقین بھی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں نے بھی اپنے شانوں کو جنبش دی۔ ہم دونوں بہت دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ لڑکی بے حد سلجھی ہوئی تھی۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ کافی لانے والا ملازم دوبارہ کمرے میں آیا اور لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "مسٹر جینی فورک آ گئے ہیں۔"

"اوہ، اچھا، انہیں بلا لوں؟" جینی نے میری طرف دیکھتے ہوئے جواباً کہا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ چند لمحات کے بعد ملازم ایک پستہ قد آدمی کے ساتھ اندر آ گیا جس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت بریف کیس تھا۔ اور بدن پر قیمتی سوٹ۔ اسے دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت کے آثار نمودار ہو گئے تھے لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ مسکرانے لگی تھی۔

"تو یہ ہیں مسٹر جینی فورک۔" لڑکی نے آنے والے کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "ایک باکمال انسان۔ آپ کو تعجب ہوگا مسٹر علی! مسٹر جینی فورک کے مختلف دوست انہیں مختلف شکلوں سے جانتے ہیں۔ دوران میں ایسے دوست بھی ہیں جن سے مسٹر فورک کی دوستی ہے۔ وہ سال پرانی ہے لیکن انہوں نے آج تک مسٹر فورک کی اصل شکل نہیں دیکھی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے اس پستہ قامت شخص کو دیکھا۔

"براہ کرم ذرا دوسری طرف اپنا رخ کر لیں۔" جینی فورک نے اپنی جسامت کے لحاظ سے بہت باریک آواز میں کہا۔ میں نے ہنستے ہوئے رخ بدل لیا۔ "بس بس، ابھی بے رخی کس کام کی؟" اس بار مجھے ایک بھاری آواز سنائی دی اور مجھے جس پڑی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، اور پھر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ جینی فورک غائب تھا اور اس کی جگہ ایک طویل القامت بوڑھا آدمی کھڑا ہوا تھا جس کی عمر کسی طرح بھی ساٹھ پینسٹھ سے کم نہیں ہوگی۔

"خادم کو جینی فورک کہتے ہیں۔" بوڑھا بھاری مگر شگفتہ آواز میں بولا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے قد و قامت کا جائزہ لیا اور پھر احمقانہ انداز میں جینی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں، یہ مسٹر جینی فورک ہیں۔" جینی گردن خم کر کے بولی۔

"علی ... لیکن ..." میری زبان کی لکنت صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"ذرا دوسری طرف رخ کریں۔" جینی نے مجھ سے کہا اور خود ہی ہاتھ پکڑ کر میرا چہرہ دوسری طرف موڑ دیا۔

"جینی! تم بار بار میرے مہمان کو زحمت دے رہی ہو۔ براہ کرم اس طرف رخ کر لیں جناب!" اس بار مجھے ایک کھنکدار آواز سنائی دی تھی۔ میں گہری سانس لے کر پلٹا تو میرے سامنے ایک درمیانے قد کا خوش رو جوان کھڑا ہوا تھا جس کے سر پر گھنے سنہرے بال تھے اور آنکھوں پر خوبصورت عینک۔ "یہ ہے آپ کا خادم جینی فورک۔" یہ آواز بھی میرے لیے اجنبی تھی اور پہلی دونوں آوازوں سے قطعاً مختلف تھی۔ میں اب نروس ہو جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر علی کا گروہ جادوگروں پر مشتمل ہے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں، ہم فضا کے جادوگر ہیں۔ ہم میں سے جس نے جو فن سیکھا ہے اس میں مہارت حاصل کی ہے۔" فورک بولا۔

"میں اسے آپ کے سامنے قابل یقین بنائے دیتا ہوں۔" فورک بولا پھر اس نے جیب سے ایک ماسک نکالا اور اسے چہرے پر چڑھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بدن کو ایک خاص انداز سے تان لیا، اور پتلون کے پائنچوں کو ایک جھٹکا دیا۔ پتلون خاص قسم کی سلی ہوئی تھی۔ اس لیے اس کے پائنچوں کا ایک بل کھل گیا۔ اور وہی شخص میرے سامنے کچھ دیر پہلے کا بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔

"کیا آپ رخ بدلنے سے قبل مجھ سے نہیں ملے تھے؟" مسٹر جینی فورک کی آواز پھر بدل گئی۔ "لیکن نہیں میرا خیال ہے آپ دو مختلف آدمی سے ملے تھے۔" جینی فورک نے جیب سے ایک اور ماسک نکالا اور اسے نہایت پھرتی سے چہرے پر چڑھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جھکا اور اس نے پتلون کے پائنچوں کو موڑ لیا۔ اب وہ اتنا ہی پست قامت ہو گیا تھا جتنا پہلی بار نظر آیا تھا۔ ماسک کی وجہ سے سر بھی گنجا لگنے لگا تھا۔

"خادم کو جینی فورک کہتے ہیں۔" وہ جھک کر بولا۔

"آپ کا فن قابل تحسین ہے مسٹر فورک۔" میں نے کسی تکلف کے بغیر کہا۔

"شکریہ! دراصل انسانی بدن میں بے شمار صفات ہوتی ہیں بس ذرا سی مشق کی ضرورت ہے۔ میرا اصل قد درمیانہ ہے۔ بدن کو ذرا سا تان لینے کی مشق آپ کو تین انچ تک اونچا کر سکتی ہے اور دو انچ تک نیچا۔ دوسری چیز آواز کی مشق ہے لیکن یہ بھی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ آپ نے لاتعداد لوگوں کو آوازوں کی نقل کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔"

"بجا ارشاد۔ لیکن آپ کا فن ان سب پر بھاری ہے۔ میں آپ سے بے حد متاثر ہوا ہوں مسٹر فورک۔"

"کمرے کی فضا میں کافی کی مہک رچی ہوئی ہے اور عمدہ کافی میری کمزوری ہے۔ اس لیے اگر میرے لیے تھوڑی گنجائش نکل سکے تو شکر گزار ہوں گا۔" فورک نے بے تکلفی سے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں ابھی آپ کے لیے کافی منگواتی ہوں۔" جینی مستعدی سے بولی اور باہر نکل گئی۔ اس نے ملازم کو دوبارہ کافی لانے کا حکم دیا اور فوراً ہی واپس آ گئی۔

"تو مسٹر علی! میرے سپرد جو خدمت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ میں آپ کا ڈیزائن بدل دوں۔ یعنی آپ کے چہرے میں اتنی نمایاں تبدیلی پیدا کر دوں کہ بڑے بڑے ماہرین آپ کو نہ پہچان سکیں۔ اور اس وقت میں اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"کیا آپ اسے مسٹر فورک کا تحفہ نہ سمجھیں گے مسٹر علی؟ اس الجھے ہوئے ماحول میں جہاں ایک خوف کی فضا چھائی ہوئی ہے یہ احساس ہر وقت آپ کا تعاقب کرتا ہے کہ امریکی پولیس آپ کی کھوج لگا رہی ہے۔ کیا بدلی ہوئی شخصیت کے ساتھ آپ اطمینان قلب محسوس نہیں کریں گے؟" جینی بولی۔

"بے شک۔" بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

"چنانچہ مسٹر فورک آپ کو سکون کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔"

"اگر میں مسٹر فورک کی جادوگری کا قائل نہ ہو گیا ہوتا تو شاید اس تحفے کی میرے ذہن میں کوئی قدر نہیں ہوتی لیکن مجھے یقین ہے کہ مسٹر فورک اس مرتبہ بھی کوئی گل ہی کھلائیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کافی پی کر سکون حاصل ہو تو آپ سے اس موضوع پر مزید گفتگو کی جائے۔" مسٹر فورک نے کہا۔

"یقیناً۔ ویسے مسٹر فورک میرے دیکھے ہوئے چہروں میں سے آپ کی اصل شکل کون سی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں۔" فورک نے جواب دیا۔

"کیا واقعی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، یہ درست ہے۔ میں بھی آج تک یقین نہیں کر سکی کہ مسٹر فورک کی اصل شکل دیکھ چکی ہوں۔" جینی نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں سچ مچ اس شخص سے بہت متاثر ہوا تھا۔ "لیکن مسٹر فورک! ماسک کے اوپر ماسک پہننا تو کافی مشکل کام ہے۔ کیا ماسک کی پتلی جلد کے نیچے دوسرا ماسک نمایاں نہیں ہو سکتا؟" میں نے سوال کیا۔

فورک نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ ساری نقابیں میں نے خود تیار کی ہیں اور ان میں ایک خاص تناسب رکھا ہے۔ ایک ماسک کے اوپر دوسرا ماسک ایسا ہوتا ہے کہ بغیر کسی دقت کے پہلے ماسک کو ڈھانک لے۔ بس اتنی سی بات ہے۔"

ملازم نے ایک بار پھر کافی پیش کر دی اور جینی نے اس بار تین پیالیاں بنا کر دو ہم دونوں کو دیں اور تیسری خود لے کر بیٹھ گئی۔

"آپ کون کون سی زبان بول لیتے ہیں مسٹر علی؟" جینی فورک نے مجھ سے سوال کیا۔

"بس اپنی مادری زبان، قومی زبان اور انگریزی۔ ویسے اس دوران میں نے فرانسیسی اور جرمن زبانیں سیکھنے کی تیاریاں کی تھیں لیکن ابھی ابتدا نہیں کر سکا تھا۔"

"پھر کچھ مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔" فورک پرخیال انداز میں بولا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"دراصل میں ذہنی طور پر آپ کی قومیت بھی بدلنا چاہتا ہوں

"ناشتہ لے آؤں ہے؟" اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں نے اثبات میں گردن ہلا دی اور وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ یورپ اور امریکہ میں عورت کو اس کے مقام سے اتنا گرا دیا گیا ہے کہ وہ اپنی حیثیت ہی بھول گئی ہے۔ وہ خود سے اجتناب کو اپنی توہین تصور کرتی ہے۔ اسے یاد ہی نہیں رہا کہ وہ آدم کی آرزو ہے لیکن اس کے باوجود یہ سب مرد کی کارستانیاں ہیں۔ اس نے عورت کو ترقی کے خوبصورت نام کے سہارے اپنے لیے سہل الحصول بنا لیا ہے۔ لیکن عورت کہیں کی بھی ہو اگر اسے اس کے وجود کی اہمیت کا احساس دلا دیا جائے تو بہر حال اسے ماضی یاد آ جاتا ہے۔ اپنا مقام بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کی دلکشی کا راز تو یہ ہے کہ وہ سہل الحصول نہ ہو اس کے لیے جستجو کی جائے۔ اس کے لیے صحرا کی خاک چھانی جائے جوئے شیر لائی جائے کہ یہی محبوب کا مقام ہے۔

ابھی ہم ناشتے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسٹر فورک تشریف لے آئے۔ اپنے فن کا یہ جادوگر اس وقت کل سے مختلف روپ میں تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے اپنا وزیٹنگ کارڈ بھی پیش کیا تھا۔

"آپ بھی بس تیا مت ہیں مسٹر فورک!" چینی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں مسٹر فورک، یہ کوئی تبصرہ نہیں کروں گا کیونکہ میں ان کی تعریف کے لیے مناسب الفاظ نہیں پاتا۔"

"آپ لوگوں کا شکریہ۔ ہاں ایک گزارش ہے اگر کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دی جائے۔" مسٹر فورک کہا۔

"ضرور۔ ویسے آپ کا قرب ہمارے لیے بہت دلچسپ ہوتا ہے۔" چینی بولی اور فورک نے اپنی زنبیل کھول لی۔ بریف کیس سے بہت سی چیزیں برآمد ہوئی تھیں اور اس کے بعد مسٹر فورک نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اس موقع پر مجھے اپنے وطن کے وہ حجام یاد آ گئے تھے جو سڑکوں پر بیٹھ کر اور گھروں میں آ کر حجامت کیا کرتے تھے۔ مسٹر فورک کا انداز بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ چینی خاموشی سے میرے چہرے کی مرمت ہوتے دیکھ رہی تھی۔ مسٹر فورک کے مشاق ہاتھ تیزی سے پلاسٹک کے ٹکڑے ایک مجیب سے روغن کے ساتھ میرے چہرے پر چپکاتے رہے اور پھر انھوں نے لمبے لمبے بال میرے سر پر سجے اور اس کے بعد سکھوں جیسی داڑھی جیسے پرفٹ کر کے پھر انھوں نے پگڑی بھی خود ہی مہیا کی تھی۔ مسٹر فورک کی باریک بینی کا یہ عالم تھا کہ لوہے کا ایک پتلا سا کڑا بھی میری کلائی میں ڈال دیا گیا۔ پھر وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔

"برائے کرم آئینے میں دیکھ کر مجھے میری کسی خامی سے آگاہ کریں۔" انھوں نے کہا لیکن میں نے چینی کی نگاہوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسٹر فورک کا فن مکمل ہے۔ بہر حال میں نے خود بھی آئینہ دیکھا اور پھر مجھے ورزش کرتا ہوا موٹا سردار جی یاد آ گیا۔ چینی نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔

"مسٹر طرسے کہہ کر ان کے لیے لباس وغیرہ کا انتظام کرا لیں۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر علی کو بھی اس میک اپ سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ البتہ چہرے کے ڈھکے ہوئے حصوں سے کچھ الجھن محسوس ہو گی۔ چہرے کے کھلے ہوئے حصوں پر پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ مسٹر علی! اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔"

"بہت بہتر مسٹر فورک!" میں نے جواب دیا اور مسٹر فورک اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چند ضروری کاموں میں مصروف ہوں آج۔ پھر کسی وقت ملاقات ہو گی۔" انھوں نے اپنا بیگ سنبھال کر کہا اور پھر مجھ سے مصافحہ کر کے باہر نکل گئے۔

"اس شخص کی جادوگری میں کچھ شک ہے؟" چینی نے مجھ سے پوچھا۔

"بہت با کمال انسان ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔ چینی مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی تو میں نے آئینے میں ایک بار پھر اپنا جائزہ لیا۔ میں واقعی بالکل ہی بدل گیا تھا۔ فورک نے ایک ایک چیز کا خیال رکھا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹے کسی قدر بھاری کر دیے تھے تاکہ آنکھوں کی بناوٹ بھی بدل جائے۔ اس طرح میری آنکھیں شرابیوں کی مانند ہو گئی تھیں۔

*

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد چینی واپس آئی۔ "مسٹر طر نے آپ کو طلب کیا ہے۔" اس نے بتایا اور میں اس کے ساتھ ہی اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد میں اسی کمرے میں مسٹر طر کے سامنے موجود تھا جہاں میں نے پہلی بار ان سے ملاقات کی تھی۔ طر نے سنجیدہ نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"میرا خیال ہے تمہارا میک اپ مکمل ترین ہے اور اس طرح تم طویل عرصے تک امریکن پولیس کی نگاہوں میں دھول جھونک سکتے ہو۔"

"ہاں۔ آپ کے ساتھی مسٹر فورک اپنے فن کے ماہر ہیں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"یہ تمہارے کاغذات ہیں سردار وکرم سنگھ۔ تم ایک ہندوستانی کاروباری ہو جو پلاسٹک مولڈنگ مشینوں کی خریداری کے لیے یہاں آیا ہوا ہے اور سیاحت کر رہا ہے۔" طر نے ایک چرمی بریف کیس میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ مسٹر طر!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اور یہ وہ تحریر ہے جو تمہارے دستخط کے ساتھ تیار کی گئی ہے۔" طر نے ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی میری طرف بڑھا دی اور میرے بدن میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ میں نے وہ کاپی اٹھائی اور اسے پڑھنے لگا۔ پوری تحریر پڑھ کر میرا دل لرز کر رہ گیا تھا۔ طر نے میرے سینے پر واقعی کاری ضرب لگائی تھی۔ جبکہ میں نے اس واقعے کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ کسی بھی جرم کا اعتراف نامہ لکھوا لے وہ میرے لیے بے حقیقت ہو گا۔ کیونکہ جو جرم میں امریکہ میں کر چکا ہوں اس کی سزا ہی ایسی ہو گی کہ مزید گنجائش ہی نہیں رہے گی۔ لیکن عیار طر نے مجھے ایسے جال میں پھانسا تھا کہ میرے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ یہ تحریر ایک اعتراف نامہ تھا کہ حکومتِ پاکستان نے مجھے برکلے یونیورسٹی صرف اس لیے بھیجا تھا کہ میں امریکہ کے مختلف شہروں میں دہشت گردی پھیلاؤں اور وقتاً فوقتاً اپنے سفارت خانے سے ہدایات ملنے پر ان لوگوں کو قتل کروں جن کے لیے اشارہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند پاکستانیوں کے نام بھی لکھے گئے تھے جو امریکہ کے مختلف شہروں میں مقیم تھے۔ جبکہ میں ان میں سے کسی کے نام سے واقف نہیں تھا۔

"جن لوگوں کے نام اس اعتراف نامے میں لکھے گئے ہیں وہ پاکستانی ہیں۔ ان میں سے کچھ تجارت کرتے ہیں، کچھ ملازمتیں۔ کوئی نام فرضی یا جعلی نہیں ہے۔ دوسرے معنی کاغذ اس تحریر کی تصدیق کریں گے۔ میں انھیں کس طرح بروئے کار لاؤں گا یہ میرا کام ہے۔ تم بس اس کی اہمیت کو محسوس کر لو۔" طر نے خشک لہجے میں کہا۔ میں نے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے خدشات کی شدت کو بمشکل تمام ختم کیا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔

"کیا صرف ایک لاکھ ڈالر کے حصول کے لیے آپ نے مجھے اتنے خوفناک جال میں پھانسا ہے مسٹر طر؟"

"ہاں۔ یہ میرا اصول ہے۔ فنکار کو اس قدر بے دست و پا کر دو کہ تمہارے اپنے بدن پر کوئی نشان نہ ہے۔ میں اس مقولے پر عمل کرتا ہوں۔ مگر تم اپنے فرائض سے دیانتداری کر سکتے تو مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لیکن میں تمہاری حفاظت بھی کر رہا ہوں اور تمہاری ضروریات بھی پوری کر رہا ہوں۔ مجھے یہ قطعاً پسند نہیں ہو گا کہ ان ساری کوششوں کے بعد تم مجھے دھوکا دے کر نکل جاؤ۔ اسی لیے میں نے یہ مضبوط بند باندھے ہیں۔ میں ان سے کوئی اور مقصد حاصل نہیں کروں گا۔ جس وقت تم میرے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل کر کے مجھے میری مطلوبہ رقم مہیا کر دو گے میں یہ تمام کاغذات تمہارے سپرد کر دوں گا۔" طر نے جواب دیا۔

"تم نے بہت گہری سازش کی ہے مسٹر طر! میری ذات کی حد تک کوئی بھی بات درست تھی لیکن میرے ملک کو ملوث کر کے تم نے اچھا نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ اعتراف نامہ صرف میری ذات تک تو ایک حیثیت رکھتا ہے۔ مگر ایسے کاغذات کی ملکوں کی سطح پر کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بہر حال میں اس زخم کو نہیں بھول سکوں گا۔ میں ایک ادنیٰ سا انسان ہوں لیکن کوئی کسی طور مجھے غدار وطن سمجھے یہ تصور ہی میرے لیے بے حد اذیت ناک ہے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر علی! تم بے فکر رہو۔ میں اس تحریر سے صرف تمہاری حد تک فائدہ اٹھاؤں گا۔ رہی حکومت کی سطح پر اس کے بے اثر ہونے کی بات تو مجھے یقین ہے کہ تم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو گے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کاغذ کو حکومت کی سطح تک کس طرح لایا جا سکتا ہے۔ بات صرف تمہارے ٹھیک رہنے کی ہے۔ میں اب تمہیں آزادی دے رہا ہوں۔ تم ہالی ووڈ اور اس کے اطراف میں جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ میرے آدمی صرف تمہاری حفاظت کریں گے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں لگائیں گے۔ پھر جب بھی تمہیں استعمال کرنا ہو گا اسی وقت اطلاع تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"کیا آپ مجھ سے کوئی بہت خطرناک کام کرانا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ میں ابھی نہیں کر سکا ہوں۔ مجھے یقین ہے، تم اس کاغذ کی تفصیلات کسی کو نہیں بتاؤ گے۔" طر نے بے رخی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب تم جا سکتے ہو مسٹر علی!" وہ میرے نزدیک سے گزر کر باہر چلا گیا۔ بے حد خود اعتماد شخص تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی یہ خود اعتمادی بے سبب نہیں ہے۔ میں بھی کمرے سے نکل آیا۔ اور واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اس عمارت سے بھی اب واقفیت ہوتی جا رہی تھی۔

*

طر نے جو داؤ کھیلا تھا اس نے کئی گھنٹے مجھے سخت پریشان رکھا۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں واقعی جو ہے وہاں میں پھنس گیا تھا۔ بات اگر اس حد تک نہ ہوتی تو شاید مجھے کوئی پروا نہیں ہوتی لیکن.....

تب میں نے سوچا کہ میں کروڑوں انسانوں کے ملک کا ایک ادنیٰ سا انسان ہوں۔ ایک شخص کسی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میری حکومت تو صورت حال سے واقف ہو ہی جائے گی۔ اس کے علاوہ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ میں بھی کوشش کروں گا کہ طر اس دستاویز سے کوئی فائدہ نہ اٹھا پائے۔ اب میں اتنا حقیر بھی نہیں ہوں۔ دوسری بات اس جرم کی ہے جو طر مجھ سے کرائے گا۔ اگر وہ کوئی عام سی بات ہوئی تو ٹھیک ہے۔ زندگی بچانے کے لیے ایک کوشش یہ بھی سہی۔

جینی میری ہمدرد تھی۔ اس نے میرے مؤقف کو دل سے مان لیا تھا۔ اور اب اس کے انداز میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ مگر تو جیسے مجھے بھول ہی گیا تھا۔ جینی کے ساتھ میں نے حسین ترین مقامات کی سیر کی اور پورا ہالی ووڈ دیکھ ڈالا۔ تب ایک شام جینی نے کہا۔

"کیا خیال ہے علی! لاس اینجلس چلا جائے۔ کیا تم اس سے قبل اس شہر کو دیکھ چکے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بس طے ہے کل لاس اینجلس چلیں گے۔ ویسے میں تمہیں بتا دوں یہ بات مجھ سے مسٹر طے نے کہی تھی۔"

"اوہ۔" میں نے جینی کو بغور دیکھا۔ "کیا اس نے کسی پروگرام کے تحت یہ بات کہی ہے؟"

"یقین کرو میں نہیں جانتی۔ اس کے پروگرام کسی دوسرے کو کبھی معلوم نہیں ہوتے۔ عجیب سا انسان ہے۔" جینی نے جواب دیا۔

"مجھے اس کے بارے میں کچھ اور بتاؤ گی جینی؟" میں نے آہستہ سے پوچھا اور جینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

پھر بولی۔ "اگر تمہیں میری زندگی عزیز ہے تو اس بارے میں کبھی کچھ نہ پوچھنا۔ یقین کرو اس کے خلاف کچھ کہہ کر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

"ٹھیک ہے جینی! اپنی ذات کے لیے میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔" میں نے کہا اور خود کو نفرین کرنے لگا کہ میری بزدلی اب اپنے لیے معقول سہارے تلاش کرنے لگی ہے۔

لاس اینجلس کو ہالی ووڈ سے علیحدہ شہر نہیں کہا جا سکتا تاوقتیکہ لوگوں کو آپ فیصلہ کرنا بھی دشوار ہوگا کہ ہالی ووڈ کہاں سے ختم ہوتا ہے اور لاس اینجلس کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ ہالی ووڈ کو لاس اینجلس کی ایک شاخ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ ہماری خوبصورت کیڈیلاک کی تیز رفتاری قابل دید تھی۔ جینی البتہ سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ نہ جانے کیوں؟ تیل اٹھانے کی بھاری مشینیں بہت دور سے نظر آرہی تھیں، پھر بجلی کے تاروں کے لامحدود جال اور ان تاروں کے پس منظر میں گیس کے عظیم الجثہ ٹینک بھی جن کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ تیل کی دولت نے سارا لاس اینجلس دور ہی سے دولت مند شہر نظر آتا تھا۔ حسین ترین عمارتیں، بلند و بالا ہوٹل اور ریستوران، کلب اور نائٹ کلب، لمبی لمبی دکانیں جو قیمتی اشیا سے بھری ہوئی تھیں۔ میں ایک نگاہ ان ساری چیزوں پر ڈالتا ہوا بالآخر ہوٹل امپیریل پہنچ گیا۔ اتنا حسین ہوٹل تھا کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ طویل ترین پارکنگ لاٹ میں دو پورٹر ہمارا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ انھوں نے لپک کر دونوں سوٹ کیس نکالے اور پھر ہماری رہنمائی کرتے ہوئے لے گئے۔ ہوٹل امپیریل کے روم نمبر آٹھ سو بارہ میں جو چھبیسویں منزل پر تھا ہمارا سامان پہنچا دیا گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر جینی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مسکرانے لگی۔

"خیریت۔ کیا میں مسٹر اریجی کے حلیے میں کارٹون نظر آرہا ہوں؟" میں نے جینی کو مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔

"اوہ نہیں۔ بلکہ یقین کرو علی کہ تم اپنے بلند و بالا قد اور شاندار صحت کی وجہ سے بے حد پرکشش نظر آرہے ہو۔" جینی نے جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ رات ہوئی تو پورا لاس اینجلس جگمگا اٹھا۔ روشنیوں کا ایک طوفان امڈ آیا تھا جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ جینی میری خشک طبیعت کی وجہ سے کچھ بور نظر آرہی تھی۔

پھر ہم ڈنر کے لیے نیچے آگئے۔ پہلی منزل پر شاندار ڈائننگ ہال تھا جو اس وقت لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہاں ہر رنگ، ہر نسل کے لوگ موجود تھے جس سے لاس اینجلس کی بین الاقوامی حیثیت ابھرتی تھی۔ سیاہ فام نیگرو، میکسیکنز، جاپانی اور ہسپانوی باشندوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ہماری رہنمائی ایک گوشے کی جانب کر دی گئی۔ اور ہم دونوں اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے ویٹر کو چیری شیک کا آرڈر دے دیا۔ جینی کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک بلند قد و قامت کی خوبصورت لڑکی میرے پاس آگئی۔ وہ ساڑی باندھے ہوئے تھی۔ خدوخال میں خالص نسوانیت کے بجائے کسی قدر اکھڑپن تھا۔ پھر بھی اس کی بڑی بڑی آنکھیں بے حد پرکشش تھیں۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں سردار جی؟" اس نے ٹھیٹھ انبالہ کی زبان میں پوچھا اور میں چونک پڑا۔ اپنے لہجے سے وہ سکھ معلوم ہوتی تھی۔ یہ ایک نئی مصیبت نازل ہو گئی تھی۔ اگرچہ میں ٹھیٹھ پنجابی بول سکتا ہوں لیکن وہ ایک خاص بات جو سکھوں کی پنجابی میں ہوتی ہے، میری زبان میں نہیں تھی۔ پھر بھی میں نے خوش اخلاقی سے اس کا استقبال کر کے اپنی حد تک خالص زبان میں اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ جس کے جواب میں وہ مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"آنکھیں ترس گئیں اپنے کسی آدمی کو دیکھنے کے لیے۔ کیا لاس اینجلز میں خالصے نہیں آتے اور ان کے یہاں نہ آنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے خیال میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن تم یہاں کب سے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک ہفتے سے۔ نیو یارک سے آئی ہوں۔ مگر یہاں تو بور ہو گئی ہوں۔"

"تنہا آئی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مجھ سے یہی حماقت ہوئی۔ کرن سنگھ میرے ساتھ آنا چاہتا تھا مگر میں نے اُسے لفٹ ہی نہیں دی۔ کرن ہے میرا منگیتر۔ خالصوں میں ایسے بزدل جوان کم ہی نظر آتے ہیں۔ مرد ہی نہیں لگتا۔ اسی لیے میں نے اسے گھاس نہیں ڈالی۔ یہ کون ہے؟" سکھ لڑکی نے بڑی بے تکلفی سے جینی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ میری دوست جینی ہے۔" میں نے تعارف کرایا۔

"شکل سے ہی چپٹی لگتی ہے مگر سردار یار! کیا تجھے پورے لاس اینجلس میں یہی ایک ملی تھی؟" اس نے ناک سکوڑ کر کہا اور میں بوکھلا کر جینی کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس بات سے ذرا سکون ہوا کہ محترمہ نے یہ بات بھی پنجابی میں کہی تھی۔ ان خاتون کا انداز بھی عجیب تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میرے چہرے پر داڑھی اور سر پر پگڑی دیکھتے ہی میرے سارے حقوق ان کے نام محفوظ ہو گئے ہوں۔

"کیا میں آپ لوگوں کا تعارف کراؤں؟" میں نے پوچھا۔

"رہنے دے بس۔ رہنے دے۔ بھگا دے سردار یار! اسے یہاں سے۔ مجھے تو شکل ہی سے الو لگ رہی ہے۔ یہ چلی جائے گی تو باتیں کریں گے۔" بے تکلف خاتون نے کہا۔

جینی عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ نہ جانے اس کے تاثرات کیا تھے لیکن اجنبی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے اس نے ایک اندازہ تو لگا لیا ہوگا کہ ہم دونوں زبان کے رشتے سے ہی سہی ایک دوسرے کے قریب ضرور ہیں۔ دفعتاً اس نے کرسی کھسکاتے ہوئے کہا۔

"علی! اگر تم محسوس نہ کرو تو میں اٹھ جاؤں۔ مجھے میرا ایک شناسا نظر آگیا ہے۔"

"ضرور ضرور۔" میں نے کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے جینی نے ساری باتیں سمجھ لی ہوں۔ اس کے جانے کے بعد نو وارد خاتون نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے انھوں نے جینی کو اٹھا کر پھینک دیا ہو۔

"اچھا ہوا اسے شناسا نظر آگیا۔ ہاں، نام کیا ہے تیرا سردار یار؟"

"سربجیت سنگھ۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"میرا نام رجنی کور ہے۔ نیو یارک میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتی ہوں۔ امریکہ کی ساری ریاستیں دیکھ رہی ہوں۔ تو کیا کرتا ہے؟" سکھ لڑکی نہایت بے تکلفی پر اتر آئی تھی۔

"پڑھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی یونیورسٹی میں ہے؟" لڑکی نے خود ہی کہا۔

"ہاں۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"اور عیش کرنے آگیا ہوگا یہاں۔ پہلے تعلیم مکمل کر لے سردار۔ تیرے ماں باپ تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ان چکروں میں پڑا تو برباد ہو جائے گا۔" کڑیل مرد بنے پر خصوصیت سے معصوم لگتا ہے۔

"ٹھیک کہتی ہو رجنی کور! میں یہاں ایک کام سے آیا تھا۔ عیش کرنے نہیں۔" میں نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے کہا۔

"کام سے آیا تھا لیکن لڑکی کے ساتھ؟ سربجیت سنگھ! رجنی کور نے بڑی دنیا دیکھی ہے۔ میری مان۔ تو اب بھی بچ جا۔ ابھی سے سنبھل گیا تو سنبھل جائے گا ورنہ پھر رونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔" رجنی کور عجیب عورت تھی۔ خود تو انتہائی بے باک اور آزاد فطرت کی مالک تھی اور مجھے اس طرح نصیحتیں کر رہی تھی جیسے میری نانی ہو۔

رقص کے لیے موسیقی شروع ہوئی تو میں نے اسے رقص کی پیشکش کی۔

"بیٹھ جا بیٹھ جا۔ کل نہیں ملوں گی تجھ سے۔ خالصہ ہو کر ان لوگوں کی طرح کمر مٹکائے گا۔ شرم نہیں آئے گی تجھے۔ آج میری خاطر رہنے دے۔ کل ناچ لینا دل بھر کے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ یکایک وہ لڑکی مجھے پسند آگئی۔ پھر ہم دونوں باتیں کرتے رہے۔ عجیب بے نیاز فطرت کی مالک تھی۔ اس کی باتیں بڑی اکھڑ اور صاف ستھری تھیں۔ میں تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔

بارہ بجے کے قریب وہ اٹھ گئی۔ "اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

"کہاں جاؤ گی رجنی کور؟ میں چھوڑ آؤں؟"

"جا جا وہ چھپکلی تیرا انتظار کر رہی ہوگی۔"

"ایسا نہیں ہے رجنی! میں نے پہلے بھی تم سے یہ بات کہی ہے۔"

"یقین نہیں آتا۔ پر تو کہتا ہے تو چپ ہو جاتی ہوں۔ بس جا آرام کر۔ واہگورو تجھے کامیاب کریں۔" رجنی کے لہجے میں خلوص تھا۔

"کل آؤ گی رجنی؟" میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔ کل میں سان فرانسسکو جا رہی ہوں۔ وہاں سے سالیناس جاؤں گی۔ چرواہوں کا کھیل دیکھنے۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

میرے دل میں اس کے لیے ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ میں واقعی فیصلہ نہیں کر پایا کہ وہ کس قسم کی عورت یا لڑکی ہے۔ ممکن ہے وہ جینی کو دیکھ کر محتاط ہو گئی ہو اور اس لیے واپس چلی گئی ہو۔ لیکن جو گفتگو اس نے کی تھی اس میں ایک اپنائیت، ایک بڑاپن ضرور تھا۔ کوئی گھٹیا بات نہیں تھی۔ پھر مجھے جینی یاد آئی اور میں دل ہی دل میں خود پر ہنسنے لگا۔ ایک طرف میری زندگی موت کے بے رحم ہاتھوں کی زد میں تھی اور دوسری طرف یہ سارے ہنگامے۔

ایک بار تو دل چاہا کہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر اس حسن سے راہ روی کو اپنا لوں لیکن پھر خیال آیا کہ اگر زندگی مختصر ہی رہ گئی ہے تو آخری وقت میں یہ گناہ کیوں کیا جائے؟ چینی بھی جل کر چلی گئی تھی۔ ممکن ہے وہ گہری نیند سو رہی ہو۔

کمرے میں آیا تو کمرہ خالی تھا اور چینی کا بستر بے شکن تھا۔ گویا وہ ابھی تک تفریحات میں مشغول ہے۔ جہنم میں جائے، میری کون لگتی ہے؟ میں نے لباس تبدیل کر کے بستر سنبھال لیا۔ دیر تک خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا اور پھر دروازہ بند کیے بغیر سو گیا تاکہ چینی کی آمد سے آنکھ نہ کھلے۔

صبح جلدی آنکھ کھل گئی۔ پونے سات بجے تھے۔ بے اختیار چینی کے بستر پر نگاہ جا پڑی۔ بستر خالی اور شکنوں سے بے نیاز تھا۔ چینی ساری رات نہیں آئی؟ میں نے تعجب سے سوچا۔ ایک لمحے کے لیے تشویش کے آثار ذہن میں ابھرے لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے ان سارے خیالات پر لعنت بھیج دی اور اٹھ کر غسل خانے چلا گیا۔ خوب ڈٹ کر نہایا اور جب باہر نکلا تو چینی ایک آرام کرسی پر دراز اخبار دیکھتی نظر آئی۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی متلاشی نگاہیں میرے عقب میں کسی کو تلاش کرنے لگیں۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صبح بخیر مسٹر وکرم سنگھ!" یہ دونوں الفاظ اس نے چبا چبا کر ادا کیے تھے۔

"صبح بخیر مس چینی!" میں بھی خلوص سے مسکرا دیا۔

"میں نے سوچا ناشتہ آپ لوگوں کے ساتھ ہی کروں۔ کم از کم وہ خاتون اتنی بد اخلاق تو نہ ہوں گی کہ مجھے ناشتے کی اجازت نہ دیں۔"

"تم رات کو کہاں رہیں چینی؟" میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم لوگ خود کو ایک دوسرے کے اچھے دوستوں میں شمار کرنے لگے ہیں۔ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میرا فرض تھا کہ میں تمہیں کمرے میں تنہائی مہیا کروں مسٹر وکرم سنگھ! ورنہ پھر لوگ بھی بعض نگاہوں میں میرے لیے وہ جذبات موجود ہیں جو تمہاری نگاہوں میں نہیں ہیں۔" چینی نے کہا۔

"اوہ۔ سوری، مجھے یہ ذاتی سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال ناشتے کے لیے ویٹر کو بلا لیں۔ میرا خیال ہے رات کو تم نے بھی ڈنر نہیں کیا؟" میں نے کہا۔

"نہیں! میں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ ڈنر کر لیا تھا۔" چینی بولی۔ پھر اس نے بیل بجا دی اور ہم ویٹر کا انتظار کرنے لگے۔ "آپ کی دوست کیا پسند کریں گی ان سے بھی پوچھ لیں۔" چینی طنزیہ انداز میں بولی۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "اگر تم رجنی کور کی بات کر رہی ہو تو وہ صرف ایک پُر خلوص مخلص لڑکی تھی جو مجھے اپنا ہم وطن اور ہم مذہب سمجھ کر میری طرف متوجہ ہوئی تھی۔ اس نے میرے ساتھ رقص کرنا بھی پسند نہیں کیا اور ایک بزرگ کے انداز میں مجھے تعلیم مکمل کرنے کی ہدایت کرتی رہی کیونکہ میں نے اسے یہی بتایا تھا کہ میں ایک طالب علم ہوں اور پھر وہ مجھے نصیحتیں کرتی ہوئی چلی گئی۔ اور بس۔ اس سے پہلے کبھی میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ مشرقی لڑکیاں اس طرح زندگی نہیں گزارتیں۔" آخر میں میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔

چینی کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں سخت شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اتنی دیر میں ویٹر آ گیا اور میں اسے ناشتے کی تفصیل نوٹ کرانے لگا۔ ویٹر چلا گیا۔ چینی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپک پڑے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"مجھے واقعی افسوس ہے چینی! لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے کسی قدر شرمندہ سے انداز میں کہا۔

"مجھے خود پر شرمندگی ہے۔ واقعی میرا کردار گھناؤنا ہے لیکن میں وعدہ کرتی ہوں مسٹر علی کہ میں اب خود کو سنبھال لوں گی۔ برائی کے راستوں سے دور ہٹنے کے لیے تم میرے لیے مشعل راہ بن جاؤ گے۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بس ٹھیک ہے۔ براہِ کرم خاموش ہو جاؤ، تمہارے رونے سے مجھے افسوس ہو رہا ہے۔"

چینی نے آنسو خشک کر لیے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔

ناشتے کے بعد میں نے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے چینی؟"

"فی الوقت تو کچھ نہیں۔ ہمیں مسٹر ملر کی جانب سے ہدایات ملیں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"اس وقت تک تم مجھے لاس اینجلس کی سیر کراؤ۔ میں اس حسین شہر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" چینی نے گردن ہلا دی۔ اس گفتگو کے بعد اس نے ابھی تک مجھ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں اور میرے اس عقیدے کو تقویت مل رہی تھی کہ انسان فطری طور پر برا نہیں ہوتا۔ حالات اور معاشرہ اس کی شخصیت کی تشکیل کرتا ہے۔

دن کے گیارہ بجے ہم لاس اینجلس کی سڑکوں پر نکل آئے۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ میرے دیس میں اس موسم کو عشقوں کا موسم کہا جاتا ہے۔ دلوں میں ہلچل کا موسم شمار ہوتا ہے۔ دوشیزاؤں کے رنگ برنگے لباس، درختوں میں پڑے ہوئے جھولے اور ان کی لمبی لمبی پینگیں، اور پریشان خوں پر کوئل کی کوک، یہ بڑا عجیب

موسم ہوتا ہے۔ لیکن اہل امریکہ اس حسن سے ناواقف ہیں۔ وہ چمکتے سورج کے طلبگار رہتے ہیں۔

لاس اینجلس کا شمار امریکہ کے صف اول کے چند صنعتی شہروں میں ہوتا ہے۔ اس کا نواحی علاقہ زراعت اور مویشیوں کے لحاظ سے انتہائی زرخیز اور قیمتی ہے۔ ہوائی جہازوں اور موٹروں کے لاتعداد کارخانے یہاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں کی خصوصی صنعت ہالی ووڈ فلموں کی تیاری ہے۔ جس طرح سان فرانسسکو میں چین کے باہر چینی باشندوں کی سب سے بڑی آبادی موجود ہے اسی طرح لاس اینجلس میں میکسیکو سے باہر میکسیکو کے باشندوں کی سب سے بڑی آبادی ہے۔ طرز تعمیر متنوع ہے۔ یہاں گنبد دار مکانات بھی ہیں۔ اور پھر سرخ پتھروں کے رنگین شیشوں والے مکانات کی بھی کثرت ہے۔ جدید ترین عمارتیں بھی ہیں جن کی بلندیاں آسمان کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ پلازہ کا علاقہ شہر کے قلب میں شمار ہوتا ہے اور یہ جگہ پبلک جلسوں کے لیے مشہور ہے۔ السوریا اسٹریٹ پر لکڑی کی ایک صلیب ۱۸۱۸ء کے کسی واقعے کی یادگار کی شکل میں موجود ہے۔ اس سڑک پر بیش قیمت دکانیں بکھری ہوئی ہیں۔ خوبصورت ریستوران ہیں جہاں لکڑی اور کاغذ کی بنی ہوئی خوبصورت لالٹینیں لٹکی ہوئی ہیں۔ رات گئے اس علاقے کی رونق شباب پر ہوتی ہے۔ چائنا ٹاؤن کا چینی مندر، جاپانی تھیٹر اور پھر گرافٹ ایونیو پر خوبصورت پبلک لائبریری، یہ تمام چیزیں لاس اینجلس کو خوابوں کا شہر بناتی ہیں۔

چینی کی ننھی سی موبل کار میں بیٹھ کر میں نے لاس اینجلس کے بے شمار حسین مقامات دیکھ ڈالے۔ طبیعت پر بڑی فرحت طاری ہو گئی۔ پورا دن باہر گزارنے کے بعد ہم ہوٹل واپس پہنچے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ ایک ویٹر نے ایک خوبصورت لفافہ ہاتھوں میں تھما دیا۔ "آپ کے لیے ایک پیغام ہے جناب!" اس نے ادب سے کہا۔ لفافے پر ہوٹل کا نام درج تھا اور اندر ایک کاغذ موجود تھا۔ جس پر لکھا تھا۔

"چینی جس وقت بھی واپس آؤ۔ اس فون پر رنگ کر لو۔"

"ملر"

پورے دن کے خوشگوار تاثر کو اس پیغام نے زائل کر دیا۔ چینی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب وہ فون کی طرف بڑھ گئی اور پھر اس نے نوٹ شدہ نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔ چند ہی لمحات میں دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر ملر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام چینی ہے۔"

"ملر بول رہا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آپ نے فون کرنے کا حکم دیا تھا مسٹر ملر!"

"ہاں۔ تمہارے دوست کا کیا حال ہے؟"

"وکرم سنگھ میرے پاس موجود ہیں۔"

"تمہارا کام یہ ہے چینی کہ وکرم سنگھ کو کلائمر اسٹریٹ کے بنگلہ نمبر ساٹھ میں پہنچا دو۔ جہاں چند لوگ ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کا بقیہ کام انہیں وہیں سمجھا دیا جائے گا۔" ملر نے کہا۔

"بہت بہتر جناب! کیا میں وہاں رک کر ان کی واپسی کا انتظار کروں؟" چینی نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ رات کو واپس نہیں آئیں گے۔ تم ہوٹل میں ان کا انتظار کر سکتی ہو۔" ملر نے جواب دیا۔

"کیا اس پروگرام کے بارے میں ان سے معلوم کر لوں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" ملر کی آواز ابھری۔ چینی نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اسے موقع نہ دیا۔

"ٹھیک ہے چینی یہ میرا فرض ہے جو وعدے کے مطابق مجھے پورا کرنا ہے۔ میں مسٹر ملر کی آواز سن چکا ہوں۔" میں نے کہا اور چینی نے گردن ہلا دی۔

"وکرم سنگھ تیار ہیں مسٹر ملر! میں انہیں کس وقت وہاں پہنچا دوں؟"

"ٹھیک دس بجے۔" جواب ملا۔

"بہتر ہے میں حکم کی تعمیل کروں گی۔" اس نے فون رکھ دیا اور پھر مجھے دیکھنے لگی۔ "ممکن ہے مسٹر ملر آج ہی تم سے وہ کام لے لیں جس کی تمہارے اور ان کے درمیان بات ہوئی ہے۔" وہ بولی۔

"ممکن ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اس کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہو گا مسٹر علی؟"

"یہ حالات کی نوعیت پر منحصر ہے چینی! ملر نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد وہ مجھے امریکہ سے نکلنے میں مدد دے گا۔ امریکہ میں میری زندگی کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ امریکی پولیس بالآخر میرا کھوج نکال لے گی۔ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"خدا تمہیں کامیاب کرے۔" چینی نے عجیب انداز میں کہا اور پھر وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

*

ساڑھے نو بجے میں چینی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ چینی خاموش تھی۔ وہ راستوں سے بخوبی واقف معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ بغیر کسی وقت کے وہ مطلوبہ جگہ پہنچ گئی اور پھر اس نے ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے کار روک دی۔ "یہی بنگلہ نمبر ساٹھ ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"دروازے پر کوئی نہیں نظر آ رہا ہے؟ کیا میں تنہا اس میں داخل ہو جاؤں؟" میں نے پوچھا اور چینی اندر جھانکنے لگی۔

"اس سلسلے میں کوئی واضح ہدایت نہ ملنے سے یہی اندازہ ہوتا

ہے۔ ویسے اندر لپرنگر میں کاریں موجود ہیں۔" چینی نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے شانے سکوڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی!" چینی آہستہ سے بولی۔ "میں اس وقت تک ہوٹل کے کمرے سے باہر نہیں نکلوں گی جب تک آپ واپس نہیں آ جائیں گے۔ آپ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھے ہوٹل واپس آئیں۔"

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ عجیب فرمائش تھی۔ چینی کی یہ ہدایت محبت آمیز تھی لیکن میں کسی قیمت پر اُسے قبول نہیں کر سکتا تھا۔

میں عمارت کے گیٹ میں داخل ہو گیا اور پھر چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اندر سے ایک قد آور شخص نکل آیا۔ اس کے بدن پر سلیپنگ گاؤن تھا۔ اس کے بال سفید تھے لیکن چہرے اور جسم کی بناوٹ سے کافی صحت مند نظر آتا تھا۔ اس نے خفیف سے انداز میں گردن ہلائی اور سوالیہ انداز میں بولا۔

"وکرم سنگھ؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ تب اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ [illegible] اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ عمارت خاصی دلکش اور [illegible] سامان سے سجی ہوئی تھی۔ جس راہداری سے گزر کر ہم ایک کمرے کے دروازے پر آ کر رکے تھے اس میں قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اس شخص نے دروازہ کھولا۔ اندر تیز روشنی تھی اور ایک میز کے پیچھے چند افراد نظر آ رہے تھے۔ سامنے کی سمت میں بھی کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ سلیپنگ گاؤن میں ملبوس شخص نے میرے لیے کرسی سرکا دی اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ ایک دیوار کی طرف بڑھا اور اس نے دیوار پر لگا ہوا سرخ بٹن دبا دیا۔

دفعتاً میرے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے بدن پھٹ جائے گا۔ ایسا کرب! ایسی اذیت ہو رہی تھی کہ دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ میں نے بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ پیروں میں جان ہی کہاں تھی۔ سلیپنگ گاؤن والے نے ہاتھوں میں ربڑ کے دستانے پہنے اور میرے نزدیک آ کر میرا لباس ٹٹولنے لگا۔ غالباً اُسے کسی ہتھیار کی تلاش تھی۔ لیکن ایسی کوئی چیز میرے پاس کہاں سے آتی؟ جو کچھ میرے لباس سے برآمد ہوا اس نے نکال کر سامنے رکھ دیا اور پھر دیوار کے قریب پہنچ کر سرخ بٹن آف کر دیا۔

مسلسل کرب کی وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی۔ لیکن اس طرح میں اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ صرف چند لمحات میں میری کیفیت برسوں کے بیمار کی سی ہو گئی تھی۔ لیکن یہ سب کیا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ یہ میری سمجھ سے باہر تھا۔ اسی وقت دروازے سے دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک طر تھا۔ طر نے اندر داخل ہو کر گردن خم کی اور پھر میز کے پیچھے بیٹھے ایک شخص کو مخاطب کر کے بولا۔

"طر اپنا کام ختم کر چکا ہے جناب؟"

"اس کی اصل شکل طر؟" جھریاں پڑے ہوئے چہرے والے ایک شخص نے کھردری آواز میں کہا۔

"ضرور۔" طر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی اور وہ اطمینان سے میرے پاس پہنچ گیا۔ پہلے اس نے میری پگڑی اتاری۔ اس کے بعد سر اور داڑھی کے بال نوچ کر پھینک دیے۔ اس کے بعد اس نے جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کے سالوشن سے میرے چہرے کو صاف کرنے لگا۔

میرے اعضا میرے قابو میں نہیں تھے۔ میں ہاتھ اٹھا کر اس منحوس شخص کا گریبان بھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ بس دانت پیس کر رہ گیا۔ طر نے میرے چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے بھی اتار دیے اور یوں میری اصل شکل نمایاں ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک تیز روشنی میرے چہرے پر پڑی اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ روشنی چند ساعت میرے چہرے پر مرکوز رہی اور پھر ختم ہو گئی لیکن میری آنکھوں کی بینائی واپس نہیں آئی تھی۔ اب نظروں کے سامنے سیاہ دائرے رقص کر رہے تھے۔

"شکریہ مسٹر طر! ہمیں اطمینان ہے۔" بوڑھے کی خرخراتی ہوئی آواز ابھری۔

"مجھے بھی اطمینان ہونا چاہیے۔" طر مسکرا کر بولا۔

"اوہ۔ ضرور۔" بوڑھے نے میز کے نیچے ہاتھ ڈالا اور سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس نکال کر طر کے سامنے رکھ دیا۔ "رقم گن لو۔"

"میں معزز لوگوں کی توہین کا باعث نہیں بن سکتا۔ البتہ! طرف سے ایک حقیر سی رقم قبول کی جائے۔" طر نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر بوڑھے کے سامنے رکھ دی۔

"یہ کس سلسلے میں ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"عظیم تحریک کی بقا کے لیے حقیر سا نذرانہ۔ کیونکہ میں نسلاً یہودی ہوں۔" طر نے جواب دیا۔

"آفرین۔ آفرین۔ اس طرح تو اس دشمن دین کی گرفتاری فرض بھی تھی طر۔" بوڑھے آدمی نے نوٹوں کی گڈی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اپنے کاروبار سے خلوص کی تعلیم بھی میرا دین ہی دیتا ہے۔ میں نے مسٹر علی سے بھی گفتگو کی تھی لیکن وہ مجھے کوئی رقم فراہم کرنے سے قاصر نظر آئے۔ تب میں نے سوچا کہ ان کے عوض ایک اچھا معاوضہ مجھے کہاں سے مل سکتا ہے؟ میں اپنے دوست پولیس افسران کو بھی نواز سکتا تھا لیکن ان سے مجھے کیا ملتا؟ چنانچہ آپ لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے مسٹر علی کی حفاظت کا معقول انتظام بھی کیا تھا۔ کیونکہ پولیس ان کی تلاش میں تھی۔ اگر میری تحویل میں یہ پولیس کے ہاتھ لگ جاتے تو مجھے بھی ان کی معاونت کے جرم میں گرفتار کر لیا جاتا۔ گویا میں نے محنت کی اور محنت کا معاوضہ ضروری ہوتا ہے۔" طر نے جواب دیا اور بوڑھے آدمی نے اطمینان بخش انداز میں گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے اگر یہ تمہارا کاروبار ہے تو ہمیں اعتراض نہیں۔ ایک بار پھر تمہارا شکریہ۔" بوڑھے آدمی نے کہا اور طر باہر نکل گیا۔

غصے کے مارے میرا برا حال تھا۔ طر نے کتنی بڑی دغا کی تھی مجھ سے لیکن یہ اس لیے عام سی بات تھی کہ اس کا تعلق یہودی قوم سے تھا۔ میں جرائم کی زندگی کا انسان نہیں تھا۔ اس لیے دھوکے کا شکار ہو گیا۔ اس زندگی میں آنے کے بعد مجھے محتاط رہنا چاہیے تھا۔ کسی پر اعتماد کر کے خود کو بے بس کر لینا خر دماغی کی بات ہے۔ مجھے پہلا موقع ملتے ہی کوئی قدم اٹھا لینا چاہیے تھا۔ یہ اندازہ لگا لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟

تمام افراد دھیمی آوازوں میں گفتگو کرتے رہے۔ غالباً میرے بارے میں کوئی فیصلہ کر رہے ہوں گے اور پھر ان میں سے ایک نے کسی کو آواز دی۔ اس بار اس طویل کمرے کے عقبی دروازے سے ایک شخص نمودار ہوا۔ نہایت بدہیئت شخص تھا۔ گوشت کے تودے اس کے جسم پر چڑھے ہوئے تھے۔ ناک چپٹی تھی اور آنکھیں بے حد چھوٹی تھیں۔ صاف زرد رنگ کی وجہ سے اُسے چینی کہا جا سکتا تھا۔ اس کے بدن کا لباس بھی ڈھیلا ڈھالا تھا اور پیشانی پر سرخ پٹی چڑھی ہوئی تھی۔ اندر آ کر وہ رکوع کے انداز میں جھکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اوشو یا۔ اسے لے جاؤ اور رات کو اپنی تحویل میں رکھو۔ خطرناک آدمی ہے۔ اس لیے خیال رکھنا۔" بوڑھے نے کہا۔ چینی نے گردن جھکائی اور میری طرف بڑھا۔ اور پھر اس نے میرا بازو پکڑ کر اٹھایا۔ سخت کوشش کے بعد میں کھڑا ہو گیا تھا لیکن قدم آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ اس سے قبل میں نے ایسی بے بسی کو کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں چل نہیں پاؤں گا اور پھر چینی نے نہایت حقارت سے مجھے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اسی دروازے میں داخل ہو گیا جہاں سے وہ نکل کر آیا تھا۔ یہ بھی ایک روشن راہداری تھی اور آگے جا کر گھوم گئی تھی۔ چینی مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں آ گیا۔ لمبے کمرے کی ایک طرف ایک مسہری بچھی ہوئی تھی۔ چینی نے مجھے اس مسہری پر اچھالا اور [illegible] نے کئی جھٹکے کھائے۔

"خیال ہے کہ میں باہر موجود رہوں۔ اس لیے فرار کی کوئی کوشش نہ کرنا۔" چینی نے صاف انگریزی میں کہا۔ اس کی آواز اس کے تن و توش کی بہ نسبت بہت باریک تھی۔ دوسری بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ گوشت کی چٹان ہونے کے باوجود وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ پھر وہ باہر نکل گیا اور میں مسہری پر پڑا اپنے بدن کے دوران خون کے درست ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ پورے بدن میں اب بھی سنسنی تھی جو آہستہ آہستہ زائل ہوتی جا رہی تھی۔ ان غیر متوقع واقعات نے پہلے تو میرے ذہن کو غصے سے تاریک کر دیا تھا لیکن جوں جوں حواس بحال ہوتے جا رہے تھے میں اس صورت حال پر غور کرنے کے قابل ہوتا جا رہا تھا۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ٹھیک ہی کیا۔ میں ان کا دشمن ہوں۔ اور دشمن کے ساتھ بدترین سلوک کیا جا سکتا ہے۔ پھر غصہ کیسا؟

طر بھی کوئی شریف انسان نہیں تھا۔ جرائم پیشہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ یہودی بھی تھا۔ اس لیے اس نے وہی کیا جو ایک یہودی کو کرنا چاہیے تھا۔ رہ گئی چینی کی بات تو وہ لڑکی ان تمام واقعات سے قطعی ناواقف تھی۔ چنانچہ میں اس معاملے کی حد تک اُسے بے قصور سمجھتا ہوں لیکن اب یہ ساری باتیں بعد از وقت تھیں۔ یہ زندگی موت کے بالکل قریب آ گئی تھی۔ میں یہودی فطرت سے واقف تھا۔ میرے حصول کے لیے انھیں بھاری رقم ادا کرنی پڑی تھی۔ یہ رقم اس لیے نہیں ادا کی گئی ہوگی کہ وہ قانون کا احترام کرتے ہوئے مجھے نہایت نیک نفسی کے ساتھ پولیس کے حوالے کر دیں۔ بلکہ وہ یقیناً میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کریں گے جو ان کے اندر سلگتی ہوئی انتقام کی آگ بجھا دے گا۔ حالات بے حد خراب ہو گئے تھے اور اب میرے لیے کچھ کرنا بہت مشکل تھا۔

رات گزر گئی۔ دوسرے دن صبح مجھے اس چینی نے ناشتہ دیا جو ایک پیالی چائے اور سینڈوچز پر مشتمل تھا۔ میں نے ناشتہ قبول کر لیا۔ چینی نے مجھ سے کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ وہ ناشتہ رکھ کر چلا گیا۔ پھر دن کے گیارہ بجے کے قریب اسی چینی نے دوبارہ میرے قید خانے کا دروازہ کھولا اور اندر آ گیا۔ "چلو باہر چلو۔" اس نے کھردری آواز میں کہا۔ اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ چینی مجھے لیے ہوئے ایک راہداری سے گزر کر ایک اور ہال نما کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہاں دس بارہ افراد موجود تھے جن میں سے میں نے اس بوڑھے کو پہچان لیا جس نے طر کو رقم دی تھی۔ باقی سب میرے لیے اجنبی تھے۔ وہ بہت زیادہ معمر [illegible] بھی تھے جو لمبے لمبے چغے پہنے ہوئے تھے۔ ان سب کی نگاہیں میرے لیے [illegible] تھیں۔

"یہ ہے علی [illegible]۔ وہ ذلیل مسلمان جس نے حیفا ہ

"نوجوانوں کو قتل کیا ہے۔ چار سیودی نوجوانوں کے قتل کا انتقام صرف اس طرح پورا نہیں ہو سکتا کہ جواب میں اسے قتل کر دیا جائے۔ انتقام کے لیے کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا جائے گا جس سے ہمارے دلوں کی آگ ٹھنڈی ہو سکے۔" بوڑھے نے تقریر کرنے کے انداز میں کہا۔

"فی الوقت اس کے دونوں ہاتھ کلائیوں کے پاس سے کاٹ لیے جائیں۔" ایک لمبے چہرے والے نے کہا۔

"میں دست بستہ عرض کروں گا معزز بزرگ کہ ابھی ایسا نہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس کی اس طرح فوری طور پر موت واقع ہو جائے اس طرح ہم اُن دل جلوں کی آرزو پوری نہیں کر سکیں گے جنہیں ہم نے سان فرانسسکو سے بلایا ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" دوسرے بوڑھے نے گردن ہلا دی اور پھر وہ چیچی اوشویا سے مخاطب ہو کر بولا: "اوشویا! اس کی ابتدائی خاطر مدارات کرو۔" جواب میں اوشویا نے گردن جھکا دی۔

وہ تمام افراد پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگے اور میں اس بڑے ہال کے درمیان تنہا رہ گیا تھا۔ مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر اوشویا تنہا ہوا اپنی قمیص اُتار رہا تھا۔ اس کا اوپری بدن بے لباس ہو گیا اور گوشت کے تودے نظر آنے لگے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنی چھوٹی سُرخ آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا۔ پھر یکایک اس نے حلق سے عجیب آوازیں نکالیں اور فضا میں لاتیں چلانے لگا۔ وہ بڑی تیز رفتاری سے اپنے بدن کو فضا میں جنبش دے رہا تھا۔ یہ منظر حیرت ناک تھا۔ اتنے موٹے آدمی سے اس پھرتی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی لیکن میں بھی ہوشیار ہو گیا۔ اتنی خاموشی سے تو نہیں پٹوں گا۔ میں نے دل میں سوچا اور اوشویا پر نگاہیں جما دیں۔

چند ساعت کی بے مقصد اچھل کود کے بعد اچانک اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی لیکن میں برق کی طرح کوند کر اس کی گرفت سے نکل گیا۔ وہ کافی زور سے گرا لیکن نیچے قالین تھا اس لیے چوٹ نہ لگی ہو گی۔ دوسرے لمحے وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا لیکن اب اس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے اور چہرہ چقندر کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔ زمین سے اٹھ کر وہ پہلے ہی کے سے انداز میں دوبارہ اچھل کود کرنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اس بار میں کوئی مؤثر کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں غیر محسوس انداز میں دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اوشویا میری طرف بڑھ رہا تھا لیکن اوشویا بے وقوف نہیں تھا۔ اس بار اس نے محتاط ہو کر حملہ کیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ عقب میں دیوار ہے اور اندازے کی غلطی اس کی ناک اور دانت پُرزہ پُرزہ کر سکتی ہے۔ چنانچہ جونہی میں نے جگہ خالی کی اس نے اختیار سے دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکا دیے اور پوری قوت سے گھوم گیا۔ گھومتے ہی اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال دیا اور پھر میں زمین سے کئی فٹ اچھل کر قالین پر جا پڑا۔ اس بے پناہ طاقتور انسان کے سامنے میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔ حالانکہ قالین پر گرا تھا لیکن دماغ گھوم گیا تھا۔ ناک چھل گئی تھی اور شاید نکسیر بھی پھوٹ گئی تھی۔ خون کے قطرے میری قمیص پر گرنے لگے لیکن میں نے کھڑے ہوتے ہوئے دیر نہیں لگائی تھی۔

"اوشویا!" دفعتاً وہی بوڑھا کرخت آواز میں چیخا اور میری نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی۔ اس کے عقب میں جو بوڑھا کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ایک چھڑی دبی ہوئی تھی۔ جس کی موٹھ اوپر سے مُڑی ہوئی اور کافی موٹی تھی۔ میری آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ "یہ زندگی تو جانی ہے پھر مسلمان کی طرح کیوں نہ جائے۔" میں نے سوچا۔

بوڑھے کی آواز نے چیخ کر اوشویا کو جھکا دیا۔ وہ دفعتاً تلملا کر زبان کاٹتا ہوا پھر مجھ پر لپکا اور اس بار اس کے ہاتھ نے میرے جبڑے ٹھیک کر دیے۔ یوں لگا جیسے بایاں جبڑا ٹوٹ گیا ہو۔ میں پھر اچھل کر بری طرح گرا تھا لیکن جبڑے کی تکلیف بھول کر میں بے حد پھرتی سے اٹھا اور میں نے بوڑھے پر چھلانگ لگا دی۔ میری چھلانگ بے تُکی تھی۔ چنانچہ چھڑی میرے ہاتھ میں آ گئی۔ میں نے اسے الٹی طرف سے پکڑا اور اس بار میں نے اوشویا کے حملے کا انتظار نہیں کیا تھا۔ میں خود ہی دیوانہ وار اس پر ٹوٹ پڑا اور میرا پہلا ہی وار اوشویا کی پیشانی پر پڑا۔ اوشویا کی پیشانی پھٹ گئی اور خون اس کی آنکھوں پر بہنے لگا۔ اس صورتِ حال سے خوفزدہ ہو کر سیودی بوڑھے چیختے ہوئے باہر بھاگ گئے۔ اب اوشویا آنکھوں سے خون پونچھتا ہوا پاگلوں کی طرح مجھ پر جھپٹا۔ اگر خون کی چادر اس کی آنکھوں میں حائل نہ ہوتی تو شاید دیوانگی کے عالم میں میری ہڈیاں بھی پیس کر رکھ دیتا مگر اس صورت سے مجھے فائدہ حاصل ہو گیا۔ میں نے کئی وار اس کے شانے اور بدن کے دوسرے حصوں پر کیے اور وہ زمین پر گر گیا۔ اب جونہی میں نے اس کے چھڑی ماری تو اس نے بایاں پاؤں اٹھایا۔ یہ بے مقصد نہیں تھا۔ اس نے جوجتسو کے مخصوص انداز میں پاؤں اوپر اٹھایا تھا چنانچہ چھڑی اس کے پاؤں پر پڑ کر ٹوٹ گئی اور اب میرے ہاتھ میں اس کا پتلا حصہ رہ گیا تھا جو بے کار تھا۔ اوشویا نے سونپ کیا اور میرے پاؤں اس کے پیروں میں آ گئے۔ اس بار میں گرا تو پھر اس نے مجھے سنبھلنے نہ دیا۔ میری گردن پکڑ کر اس نے ایسا دبا ڈالا کہ یکایک میری آنکھوں کے آگے تارے رقص کرنے لگے اور پھر مجھے ہوش نہ رہا۔

✻

ہوش آیا تو رات ہو چکی تھی۔ میں اپنے اسی قید خانے کی مسہری پر پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ بدن کے بہت سے حصے دکھ رہے تھے۔ خاص طور پر جبڑا۔ جبڑے پر ہاتھ پھیرا تو سوجا ہوا معلوم ہوا۔ ظاہر ہے یہی ہونا چاہیے تھا۔ اوشویا دیو تھا۔ جان بچ گئی تھی۔ نہ جانے کس طرح بچ گئی تھی؟ میں کراہتا ہوا مسہری سے نیچے اُتر آیا۔ شدت کی پیاس لگ رہی تھی۔ اس لیے دروازے کے قریب جا کر میں نے زور زور سے اُسے بجایا۔ پھر کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے اوشویا موجود تھا۔ اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی جس پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں مسکراہٹ اُبھر آئی۔

"پانی ملے گا؟ میں پیاسا ہوں۔" میں نے کہا اور اس نے اپنے مخصوص انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ خاصی دیر میں واپس آیا تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی اور ٹرے میں کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ کافی کی ایک پیالی بھی تھی۔

"پانی پینے سے پہلے کچھ کھا لو بھوکے ہو گے۔" وہ نرم آواز میں بولا اور مجھے اس کے اس بدلے ہوئے انداز پر حیرت ہوئی۔ اسے تو مجھ سے نفرت کا اظہار کرنا چاہیے تھا۔

"شکریہ اوشویا! خاص طور سے اس کافی کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" میں نے بھی خوش مزاجی سے کہا اور ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"تم کچھ پیتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ اور کھانے کی ٹرے لے کر مسہری پر جا بیٹھا۔ اوشویا دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر آ گیا تھا لیکن میں اس کی طرف توجہ دیے بغیر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ بھوک بھی خوب لگ رہی تھی۔ سانس لیے بغیر آن کی آن میں ساری چیزیں صاف کر گیا۔ اوشویا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کافی ختم کی تو وہ بولا۔

"اور کافی لا دوں؟"

"نہیں اوشویا! لیکن تمہاری اس مہربانی کے لیے میں شکر گزار ہوں۔"

"ذاتی طور پر میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ طویل عرصے کے بعد کسی سے مقابلہ ہوا تھا ورنہ سب ہی ہاتھ آتے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر تم مارشل آرٹ سے واقف ہوتے تو بے حد خطرناک انسان ثابت ہوتے۔ دیکھو، تمہارے ساتھ میری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے لیکن تم جس کا شکار ہو اس کے احکامات کی تکمیل تو ضرور کروں گا۔"

"اسے ٹھیک اوشو یا! کیا تم ان کے ملازم ہو؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ مسٹر ووڈیان میرے آقا ہیں۔"
"یہ انہی کا مکان ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔" اوشو یا نے مختصراً کہا۔
"کون کون رہتا ہے یہاں؟" میں نے ایک اور سوال کیا۔
"صرف میں۔ کبھی کبھی وہ لوگ میٹنگ کے لیے آجاتے ہیں۔"
"اس وقت وہ لوگ کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا اور اوشو یا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"چھٹک کر کے نکل جانے کے چکر میں ہو لیکن کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔ مارشل آرٹ میں بلیک بیلٹ ہوں۔ ویسے تمہاری مرضی ہے۔ چاہو تو کوشش کر لو۔ اس وقت اس مکان میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک چینی یہودی کا ملازم کس طرح ہو گیا؟ چینی بھی تو یہودیوں کو پسند نہیں کرتے۔" میں نے کہا۔

"امریکہ میں رہ کر یہودیوں سے دشمنی ممکن نہیں ہے اور پھر میرے استادِ محترم کے مسٹر ووڈیان سے گہرے تعلقات ہیں انہی کے حکم سے یہاں نوکری کر رہا ہوں۔ اب اگر کہیں کر سمندر میں چھلانگ لگا دو تو پھر سمندر میرے لیے ایک مقدس جگہ ہو جاتی ہے۔ ویسے تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟" اوشو یا نے پوچھا۔

"میں پاکستانی ہوں۔" میں نے اُسے اپنی قومیت کے بارے میں بتایا۔

"اوہ۔" اوشو یا کسی قدر مضطرب ہو گیا۔ "کیا واقعی تم پاکستانی ہو؟" اس نے اضطراب سے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ تم پریشان کیوں ہو گئے؟" میں نے پوچھا۔
"مجھے پاکستانیوں سے محبت ہے۔ وہ ہمارے دوست ہیں لیکن مسٹر ووڈیان سے تمہاری کیا دشمنی ہو گئی؟"

اور پھر میں نے اوشو یا کو اس دشمنی کی پوری تفصیل بتا دی۔ اوشو یا لحہ بہ لحہ پریشان ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "تب تو میں نے اچھا ہی کیا۔ جس وقت تم بے ہوش ہو گئے تھے اور میں تمہیں ہاتھوں میں اٹھا کر یہاں لا رہا تھا تو مسٹر ووڈیان نے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں گردن دبا کر ہلاک کر دوں۔ اگر تم ہوش میں ہوتے تو مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی لیکن میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمہیں قابو میں رکھوں گا اور میں نے معذرت کی کہ میں کسی بے ہوش انسان کو قتل نہیں کر سکتا۔"

"کیوں قتل نہیں کر سکتے؟" میں نے پوچھا۔
"استاد کا حکم ہے۔" اوشو یا نے جواب دیا۔

"تمہارا استاد بھی کوئی اعلیٰ ظرف انسان معلوم ہوتا ہے کون ہے وہ اور کیا نام ہے اس کا؟"

"جو شو اولایو۔ مارشل آرٹس کا ماہر ہے اس کی آنکھیں تمہیں اس کا ثانی نہیں ملے گا لیکن اس نے مارشل آرٹس کا کوئی انسٹیٹیوٹ نہیں کھولا۔ صرف اس لیے کہ اسے سفید فاموں کو یہ آرٹ سکھانا پڑے گا اور کون جانے ان میں کون کتنا ظرف رکھتا ہے؟"

"جو شو اولایو۔" میں نے زیرِ لب دہرایا۔
"تم نے اس کا نام سنا ہے؟" اوشو یا بولا۔
"ہاں۔ سان فرانسسکو میں میرے چند دوستوں نے میری بہت مدد کی تھی۔ مسٹر کائی شن۔ ان کی بیٹی لولی شی، بیٹے ہوشن اور ہیگ شن۔ میرے گہرے دوست ہیں۔ مسٹر کائی شن نے کہا تھا کہ اگر میں کبھی جو شو سے مل لوں۔ وہ میرے دشمنوں کے خلاف میری مدد کریں گے لیکن حالات نے مجھے اس کی مہلت نہیں دی۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور اوشو یا پھر بُری طرح مضطرب نظر آنے لگا۔

"کیا نام لیے تھے تم نے؟ کائی شن۔ لولی شی۔ ہوشن؟" وہ بے اختیار بولا۔

"ہاں۔ یہی تینوں نام لیے تھے میں نے۔"
"ان لوگوں سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" اوشو یا نے پوچھا۔

"چائنا ٹاؤن۔ سان فرانسسکو میں۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ۔ وہ تمہارے دوست تھے؟" اوشو یا حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔

"گہرے دوست جنہیں میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکوں گا۔"
"اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم جو شو سے مدد لو؟" اوشو یا نے پوچھا۔

"بلکہ مسٹر کائی شن نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ میرے بارے میں جو شو کو اطلاع دے دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ یہ اطلاع ان تک پہنچ گئی ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور پھر اسے دیکھ کر بولا۔ "لیکن تم اچانک مضطرب کیوں ہو گئے اوشو یا؟"

"یہ لوگ جن کا تم نے نام لیا ہے میرے عزیز ہیں۔ کائی شن میری ماں کا بھائی ہے اور اسی نے مجھے استادِ محترم جو شو کے پاس بھیجا تھا کیا یہ اضطراب کی بات نہیں ہے کہ تم سے میرے لاتعداد رشتے نکل آئے ہیں۔ آخری نام میرے استاد کا ہے۔ جن کے بعد میرے کوئی خواہش باقی نہیں رہتی۔ اب بتاؤ اگر انہوں نے تمہاری موت کے سلسلے میں مجھے استعمال کرنا چاہا تو کیا ہو گا؟" اوشو یا نے پریشان ہو کر کہا۔

"وہ تمام لوگ کہاں گئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ غلوما دہ لوگ اس مکان میں نہیں ہیں۔ بس اس کی دیکھ بھال کے لیے میں یہاں رہتا ہوں اور اس وقت وہ سب مان فرانسسکو میں ان لوگوں کو بلانے کی کوشش میں مصروف ہیں جن کے رشتے داروں کو تم نے قتل کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں تمہیں قتل کیا جائے تاکہ ان کے دل کی بھڑاس بھی نکل جائے۔ یہ لوگ کسی طور تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کریں گے۔ کیونکہ پولیس کی کارروائی ذرا مختلف ہو گی۔ ممکن ہے حکومتِ امریکہ تمہیں موت کی سزا بھی دے دے لیکن یہ سزا ان کی پسند کے مطابق نہیں ہو گی۔ چنانچہ وہ اپنے طور پر ہی تمہارا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مذہبی عقائد کے مطابق تمہاری اذیت ناک موت بہت ضروری ہے۔" اوشو یا نے بتایا اور پھر کسی خیال کے تحت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں بڑی الجھن میں ہوں۔ تمہارا تعلق ان لوگوں سے ہے جو میرے لیے بے حد محترم ہیں۔ ذرا ٹھہرو بلکہ یوں کرو میرے ساتھ آؤ۔ میرے اور تمہارے درمیان ایک چھوٹی سی یگانگت نکل آئی ہے۔ مجھے شرمندہ ہونے کا موقع مت دینا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا تھا۔ تب وہ ایک دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے فون پر چند نمبر ڈائل کیے اور مجھے فون کے نزدیک ہی رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں بیٹھ گیا تھا۔

وہ ٹیلیفون کا ریسیور کان سے لگائے چند ساعت انتظار کرتا رہا اور پھر بولا۔ "ہیلو اوشو یا بول رہا ہے استادِ محترم جو شو سے بات کرنا چاہتا ہے۔" پھر اس نے بڑے احترام سے گردن جھکائی اور دوبارہ بولا۔

"استادِ محترم! آپ کا خادم، آپ کا غلام اوشو یا بات کر رہا ہے۔ ہاں ایک بہت اہم مسئلہ آن پڑا ہے۔ بڑا ہی پریشان کن اور جب کسی پریشانی کا کوئی موقع آجاتا ہے تو استادِ محترم میری رہنمائی کرتے ہیں۔ میں اس وقت بھی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص بڑی مشکلات کے بعد گرفتار ہو کر میرے آقا کے پاس آیا ہے اور میرا آقا اُسے قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اس شخص کا نام علی یار خان ہے اور یہ سان فرانسسکو میں کائی شن، لولی شی، ہوشن کا ملاقاتی ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ اس کے دوست ہیں اور یہ کہ کائی شن نے اسے آپ کا نام دیا تھا اور..."

اوشو یا اچانک رک گیا۔ چند لمحے دوسری طرف کی بات سنتا رہا پھر بولا۔ "ہاں ہاں! میرے بالکل نزدیک موجود ہے لیکن استادِ محترم آپ... اچھا اچھا۔ میں ٹیلیفون اُسے دیتا ہوں۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور ٹیلیفون میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔ "میرے استادِ محترم جو شو!"

میں نے ٹیلیفون کا ریسیور اوشو یا کے ہاتھ سے لے کر کان سے لگایا اور ساتھ ہی میں بولا۔ "میں علی یار خان بول رہا ہوں۔"

"اوہ لڑکے! تم کہاں ہو۔ میں تمہارے لیے کتنا پریشان ہوں تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔" ایک نرم اور تشویشناک آواز ابھری۔

"کیا آپ کو مسٹر کائی شن کا پیغام مل چکا ہے مسٹر جو شو؟"

"ہاں۔ یہ بہت پہلے کی بات ہے لیکن تم نے مجھے بے حد پریشان کر دیا۔ آخر تم ان لوگوں کے ہتھے کس طرح چڑھ گئے۔ یہ سب کیسے ہوا؟"

"طویل داستان ہے مسٹر جو شو! بس یوں سمجھیں کہ میرے خلاف ایک انتہائی گہری سازش کی گئی اور اتفاقیہ طور پر میں ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ گیا جنہوں نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے۔ میرا دوست کائی شن کیا سوچے گا۔ تم ہانگ کانگ میں آئے اور میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا۔ لیکن فکرمند نہ ہو۔ جو شو تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔ تم پریشان مت ہو اور میرے پاس پورے اعتماد سے پہنچ جاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر جو شو! لیکن میرے وہاں پہنچنے کا کیا طریقہ ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

جو شو چند لمحات کے لیے کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "ٹیلی فون کا ریسیور اوشو یا کو دو۔" اور میں نے شانے ہلا کر ریسیور اوشو یا کو دے دیا۔ دوسری طرف سے اوشو یا کو کچھ ہدایات ملتی رہیں اور پھر اس نے گردن ہلا دی۔

"استادِ محترم میرے لیے اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ میں تعمیلِ حکم کروں گا۔" اوشو یا چند لمحات کے لیے رکا اور دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے مگر یہ تو بتائیں کہ اس سے میری ذات پر کوئی ایسا حرف نہیں آئے گا جو مجھے اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل کر دے؟" چند لمحات دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنے
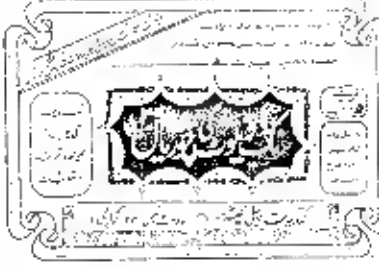
سر کو جنبش دی اور کہنے لگا۔ "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم جو بھی
جو استادِ محترم کہیں گے وہ میرے لیے دنیا کی سب سے بڑی بات
ہوگی۔ تو پھر میں وہی کروں جس کی مجھے استادِ محترم کی طرف سے
ہدایت ملی ہے۔" وہ پھر رک کر دوسری طرف کی آواز سننے لگا
اور پھر اس نے زور زور سے گردن ہلائی۔ "اس کے علاوہ میرے
ذہن میں اور کوئی تردد نہیں تھا استادِ محترم! ٹھیک ہے شکریہ۔"
اوشویا نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں
سے پریشانی عیاں تھی جیسے وہ ابھی تک کسی الجھن کا شکار ہو۔
پھر اس نے زور سے گردن ہلائی اور بڑبڑایا۔ "جس نے اس قابل
کیا۔ اس کی ذات سب سے محترم ہے۔ آؤ انھو، اپنے کمرے میں
چلو لیکن سنو! اوشویا اب تمہارا بہترین دوست ہے۔
خود کو اس وقت تک قیدی مت سمجھنا جب تک دویان یہاں نہ آ
جائے۔ بہتر ہوگا وہ تنہا ہی یہاں آئے۔" اوشویا جیسے خود سے
مخاطب تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ شدید ذہنی الجھن کا شکار
ہے اور میں اس کی الجھن کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ چنانچہ کمرے
میں جا کر میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہارے استاد نے تمہیں کیا حکم دیا ہے اوشویا؟"
"انھوں نے کہا ہے کہ میں تمہیں لے کر ان کے پاس پہنچ
جاؤں اور تمہیں موقع دوں کہ تم دویان کو قتل کر دو۔ میرے ذہن میں
یہ الجھن ہے کہ میں دویان کو جانتا ہوں۔ اور اس کا نمک خوار
رہا ہوں۔ بس یہ بات ہے لیکن جوشوا میرا استاد ہے۔ اس نے میری
تکمیل کی ہے اس لیے میں اس کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ تو ٹھیک ہے اب
دویان آ جائے گا تو میں اسے تمہارے پاس لے آؤں گا تم اسے
قتل کر دینا۔ اس دوران میں یہاں سے چلنے کے انتظامات کر لوں
گا۔ اور تمہیں جوشوا کے پاس لے چلوں گا۔"

"کاش میں پہلے ہی جوشوا سے ملاقات کر لیتا۔" میں نے
پُرخیال انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر تک اوشویا خاموش اپنے خیالات
میں کھویا رہا تھا۔ پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔

دویان دوسرے دن واپس آ گیا۔ اس کی واپسی کی خبر اوشویا
نے مجھے دی تھی اور پھر دوپہر کو دو بجے کے قریب دویان اوشویا
کے ساتھ میرے کمرے میں آیا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے ویسے
ہی نفرت کے آثار تھے جیسے میں نے پہلے روز دیکھے تھے۔

"یہودی قوم کے مجرم! کاش تم اسرائیل میں ہوتے۔ کاش
ہم تمہیں کسی طور اسرائیل پہنچا سکتے۔ وہاں ہم تمہارے ساتھ وہ
سلوک کرتے کہ موت کے بعد بھی تمہاری روح اذیت سے تڑپتی رہتی
لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں بھی تمہاری قوم کے دوسرے لوگ
موجود ہیں۔ ہم ان سب سے انتقام لیں گے۔ بہت جلد امریکہ
... پاکستانی طالب علموں کے خلاف ایک تحریک کا آغاز ہوگا۔
میں اس کی تیاریاں مکمل کر چکا ہوں۔ تمہاری موت کے بعد اس
مہم کا آغاز ہو جائے گا۔" وہ نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

اوشویا نے اس دوران کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا
تھا جسے دویان نے محسوس بھی نہیں کیا۔ پھر اس نے مجھے اشارہ
کیا اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"مسٹر دویان! انشاء اللہ مستقبل قریب میں یہودی قوم اپنے
تمام تر ناپاک عزائم میں اسی طرح ناکام رہے گی جس طرح تم اس
وقت اپنی خواہشات کی تکمیل میں ناکام ہو رہے ہو۔ تم مجھے قتل
کرنے کی آرزو دل میں لیے اس جہان سے رخصت ہو جاؤ گے۔"
یہ کہہ کر میں نے اپنے لباس سے وہ خنجر نکال لیا جو اوشویا
مجھے دے گیا تھا۔ اور پھر میں نے یہ خنجر دویان کی آنکھوں کے
سامنے لہرایا اور دویان اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"اوشویا! اسے سنبھالو۔ ارے اس کے پاس یہ خنجر کیسے
آ گیا؟" وہ چیخا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر دویان! یہ دو قوموں کا ذاتی معاملہ
ہے۔ میں تمہارے دوسرے معاملات کا نگران ہوں، تمہارے
قومی معاملات کا نہیں۔ اس لیے میں اس وقت تمہاری کوئی مدد
نہیں کر سکوں گا۔" اوشویا نے کہا اور دویان کی آنکھیں دہشت
سے پھیل گئیں۔

"نک... کیا بکواس کر رہے ہو اوشویا! تم میرے نمک خوار
ہو۔ میری حفاظت کرو۔" دویان دروازے کی جانب جھپٹا لیکن
اوشویا ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ دویان دروازے سے ٹکرایا۔
پھر اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن میں اتنی دیر میں
اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کی قمیص کا کالر پکڑ کر ایک
زوردار جھٹکا دیا اور سامنے کمرے کے فرش پر کئی قلابازیاں
کھائیں۔ پھر میں آہستہ آہستہ اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"دین کے نام پر، اسلام کے نام پر اے یہودی ناسل کتے!
میں تیرا ناپاک خون بہا رہا ہوں۔" میری غراہٹ بلند ہوئی اور پھر
میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر اس کے دل میں اتار دیا۔ دویان
کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور اس کے سینے سے خون کا
فوارہ اُبل پڑا۔ پھر چند ساعتوں کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں تشنج
سے اکڑنے لگے۔ وہ دہشت زدہ انداز میں میری صورت دیکھ رہا
تھا اور پھر اس کے حلق سے آخری آواز نکلی۔

"نہیں... نہیں۔" اور اس کے بعد اس کی آنکھیں چڑھ
گئیں۔ بوڑھا آدمی تھا، بدن میں زیادہ گرمی نہیں تھی۔ اس لیے
جلد ہی تڑپ کر سرد ہو گیا۔ تب میں نے اوشویا کی طرف دیکھا۔ وہ

مجھے ماشا دو کرتے ہوئے کار ایک لمحے کے لیے رکی اور میں پھرتی سے نیچے آ گیا۔ کام کی تکمیل کے بعد مجھے تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر کے ایک ریستوران کے پاس پہنچنا تھا جس کے تمام ساتھی یہاں سے صاف نظر آ رہے تھے۔ وہاں پر جینی نوجوان میرا انتظار کرے گا۔ اگر ساری بات گڑ بڑ ہو جائے۔ ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔

میں نے ایک طویل چکر کاٹا اور اس عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس طرف بھی مکانات نظر آ رہے تھے۔ سب مکانات روشن تھے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے عمارت کے کمپاؤنڈ میں کود گیا۔ یہ عمارت میری اچھی طرح دیکھی بھالی تھی۔ اس لیے آگے بڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور میں اطمینان سے عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو کر راہداری کو عبور کرتے گزر کر بالآخر میں اس کمرے کے نزدیک پہنچ گیا جہاں میں نے طر سے ملاقات کی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ اندر ہلکی روشنی تھی لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔ میں خاموشی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ماحول پرسکوت تھا۔ باہر بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شاید گین طر عمارت میں موجود نہیں ہے یا تھیں؟ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو بڑی مشکلات پیش آ جاتیں گی۔ بہر حال میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ لوگ وہ میز میری نگاہوں کا مرکز بن گئی جس میں طر نے میرے سامنے میرے دستخط شدہ کاغذات رکھے تھے۔ کاش طر نے ان کاغذات کی حفاظت کا بندوبست نہ کیا ہو۔ میں نے دل میں سوچا۔ پھر ایک بار دروازے تک گیا اور باہر جھانکا اور پھر اسے اندر سے بولٹ کر دیا۔ اس کے بعد میں دھڑکتے دل سے میز کے قریب پہنچ گیا۔ لرزتے ہاتھوں سے میں نے میز کی دراز کھولی اور میری دھندلائی ہوئی آنکھیں ان کاغذات کو تلاش کرنے لگیں۔

جو کچھ مجھے نظر آیا وہ ایک لمحے کے لیے دھوکا ہی محسوس ہوا تھا۔ میرے دستخط شدہ چاروں کاغذات اوپر ہی رکھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں اپنے لرزتے ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اپنی پہلی ہی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہوں اور جب مجھے اس بات کا یقین ہوا تو میں مسرت سے دیوانہ ہو گیا۔ میں نے دل ہی دل میں ہزاروں سجدے کر ڈالے۔ قدرت نے مجھے ایک بڑی رسوائی سے بچا لیا تھا۔ میں نے فوراً ان کاغذات کو دیکھا [illegible] ہی تھی۔ میں نے کاغذات تہہ کر کے جیب میں رکھے اور پھر دروازہ کھول دیا۔

لیکن جونہی میں نے دروازہ کھولا مجھے دور سے کسی کی گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحے پسینے چھوٹ گیا۔ جہاں چھپنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں تھی۔ بس عقب میں باتھ روم کا دروازہ تھا۔ چنانچہ میں چھلانگ لگا کر اس دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے گول شیشے سے میں نے تک لگا دی تھی جس سے دوسری طرف کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔ دھڑکتے دل سے میں نے اندر آنے والے کی شکل دیکھی اور میرے ہونٹ بے اختیار سکڑ گئے۔ یہ لمبے تڑنگے قامت شخص جینی فورک تھا۔ شاید وہ یہاں کسی کام سے آیا تھا۔ لیکن کیا جینی فورک گین طر کی نگاہوں میں اتنی وقعت رکھتا تھا کہ اس طرح اس کی پرائیویٹ جگہ آ جائے؟ ممکن ہے ایسی ہی بات ہو۔

جینی فورک نے دروازہ بند کر لیا اور پھر روشنی تیز کر دی۔ اس کے بعد اس نے کوٹ اتار کر کھولا کر اس نے دونوں چیزیں اسٹینڈ پر لٹکا دیں اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ جوتے اتار کر اس نے پاؤں سے ایک طرف سرکا دیے اور اس کے بعد اس کا ہاتھ چہرے پر پہنچ گیا تھا۔ ایک جھٹکے سے پھر اس نے ماسک کھینچ کر اتار دیا۔ لیکن اس بار اس ماسک کے نیچے سے جو چہرہ برآمد ہوا تھا اسے دیکھ کر میرے ذہن میں ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ یہ گین طر تھا۔ گین طر جینی فورک۔ میرے ذہن میں بیک وقت کئی آتش فشاں پھٹنے لگے۔ جینی فورک خود ہی گین طر بھی ہے۔ ذہانت کا بادشاہ میک اپ کا شہنشاہ جس کی اصل شکل اس کے ساتھی بھی نہیں دیکھ سکے تھے۔ اس نے اپنی کئی شخصیتیں بنا رکھی تھیں۔ لیکن یہ یقیناً اس کی اصلی شکل تھی۔ ابھی میں اس ذہنی جھٹکے سے سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ میں نے گین طر کو سلیپر پہن کر باتھ روم کی طرف آتے دیکھا۔

گویا موت کا وقت بالکل نزدیک آ گیا تھا۔ گین طر کی زندگی نے اسے زیادہ مہلت دینا پسند نہیں کیا تھا۔ اگر اس کے کچھ اور سانس باقی ہوتے تو ممکن تھا وہ یہیں رکتا۔ کسی اور شغل میں مصروف ہو جاتا اور میں باتھ روم میں پوشیدہ رہ کر اس کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کرتا۔ لیکن سیدھا باتھ روم کا رخ کر کے اس نے اپنی موت کی جانب خود قدم بڑھا دیے تھے۔

حالانکہ اس ذہنی جھٹکے نے چند ساعت کے لیے مجھے ساکت کر دیا تھا جو گین طر کی اصل شکل دیکھ کر میرے ذہن کو پہنچا تھا۔ میں اس شخص کی چالاکی پر حیران رہ گیا تھا۔ اس نے خود کو مختلف خولوں میں چھپا لیا تھا۔ اس کے گروہ کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کتنے افراد پر مشتمل ہے اور اس میں کس حیثیت کے لوگ شامل ہیں؟ پھر بھی اندازہ ہوتا تھا کہ اس گروہ کے کلیدی عہدے اس نے خود سنبھال رکھے تھے۔ جینی فورک کی حیثیت سے وہ پینٹاگون میں اعلیٰ رہتا تھا۔ جینی فورک کی جو حیثیت تھی اس سے خود میں بھی متاثر ہوا تھا۔ یقیناً اس کے گروہ کے افراد بھی اس سے متاثر ہوں گے اور اسے اپنے دل کا حال بتا دیتے ہوں گے۔ اس طرح وہ تمام باتوں سے باخبر رہتا ہو گا۔ کیسی ذہانت کی بات تھی؟ اگر وہ اس وقت اتنا مطمئن نہ ہوتا اور اپنی اصل شکل میں آنا ضروری نہ سمجھتا تو شاید جینی فورک کی حیثیت سے میں اسے نظر انداز ہی کر دیتا کیونکہ وہ شخص میرے لیے اتنا اہم نہیں تھا۔ لیکن اس وقت میرے ستارے بھی عروج پر تھے کہ میرے دونوں کام ہو گئے تھے۔ یعنی مجھے وہ کاغذات بھی مل گئے تھے جن کی وجہ سے میری راتوں کی نیند حرام تھی اور گین طر کی اصلیت بھی معلوم ہو گئی تھی۔

میں نے اسے اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہونے دیا۔ باتھ روم کا دروازہ اندر کی جانب کھلتا تھا جس وقت اس نے دروازہ کھولا میں اندر آنے والے کے عقب میں ہو گیا۔ اور پھر جب اس نے دروازہ بند کر کے روشنی کا بٹن دبایا تو میں نے پھرتی سے دروازہ لاک کر دیا۔ دروازہ لاک کرنے کی آواز اس نے بخوبی سنی ہو گی کیونکہ وہ دوسرے ہی لمحے اچھل پڑا تھا۔ اس نے پھیلی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فوراً پہچان گیا۔

"تم؟" اس کی آواز سرگوشی کے انداز میں ابھری۔

"آپ کا خادم مسٹر طر۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔ طر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس کی متلاشی نگاہوں نے پہلے میرے ہاتھوں کا جائزہ لیا اور پھر میری جیبوں کو دیکھا۔ میں نے ایک لمحے میں اندازہ لگا لیا کہ وہ پستول کی موجودگی کا جائزہ لے رہا ہے۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ غریب الوطن کو پستول جیسی اشیاء کی آسائشیں کہاں میسر ہیں مسٹر طر۔ ویسے بھی مجرم اور پسماندہ ملکوں کے لوگ ذہنی طور پر فرسودہ اور پیچھے ٹھہرائے ہوتے ہیں۔ تم تو اعلیٰ کار ہو۔ یوں کچھ لوگ کو اگر کسی غیر کو جسمانی جنگ [illegible] مقصود ہوتی ہے تو وہ ایسے مناظر میں پستول کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ یہی کیفیت اس وقت بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم پورے اطمینان و سکون سے باتھ روم میں آئے ہو۔ اس لیے تم بھی غیر مسلح ہو گئے۔ چنانچہ بات صرف ذہنی اور جسمانی ورزش کی رہ گئی ہے۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ ذہنی قوتوں کے ساتھ ساتھ تمہاری جسمانی قوتوں کی کیا کیفیت ہے جبکہ مجھے یقین ہے کہ باتھ روم میں تم نے کوئی ایسا الارم نہیں رکھا ہو گا جو کسی کو تمہاری مدد کے لیے بلا لے۔ کیا خیال ہے؟"

گین طر نے خود کو سنبھالنے میں بے حد پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ حیرت کے آثار چند لمحات کے بعد اس کے چہرے سے زائل ہو گئے اور پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"واقعی بڑی ڈرامائی پوزیشن ہے۔ مسٹر دوران۔ اگر اس قدر ذہین اور دار انسان تھے تو مجھے ان کی مدد کا افسوس ہوا۔ دوران کی کیا کیفیت ہے؟"

"میں نے انہیں ان کی لاتعداد آرزوؤں کے خون سے سرخ کر دیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا ڈائیلاگ ہے۔ ویسے ایک طالب علم کا اتنا شاندار قاتل ہونا بڑا تعجب خیز ہے۔ میرا خیال تھا وہ چار قتل تم نے مذہبی جنون کے عالم میں کر دیے ہوں گے۔ لیکن اس پانچویں قتل سے یہ ثابت ہو گیا کہ تم مسلسل جرم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ آؤ باتھ روم سے باہر نکل کر گفتگو کریں گے۔" اس نے کسی قدر بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ اس وقت بھی اپنی اداکارانہ صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ اور بے پروائی کا مظاہرہ کر کے گویا اپنی مضبوط قوت ارادی کا اثر ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے بھی اپنی پوزیشن میں نمایاں تبدیلی نہیں کی اور اسے نزدیک آنے دیا لیکن جیسے ہی اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی میرے ہاتھ گھونسے نے اسے زمین سے دو فٹ اونچا اچھال دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ ٹھک ٹب پر جا گرا تھا اور پھر وہاں سے فرش پر۔ اس نے فوراً ہی فرش سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی اور ٹب سے پشت ٹکا کے اپنا جبڑا سہلانے لگا۔ پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"میں تمہاری اس حرکت کو نظر انداز کر سکتا ہوں لیکن اس کے بعد کوئی دوسری بدتمیزی میرے لیے ناقابل برداشت ہو گی۔ سنو! ہر چند کہ تم دوران کو قتل کر کے اس کے چنگل سے نکل آئے ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔ امریکی پولیس اتنی احمق بھی نہیں ہے کہ قاتل کو امریکہ سے بہ آسانی نکل جانے دے۔ ہاں اگر میں چاہوں تو تم اس طرح سے نکل سکتے ہو جیسے دودھ سے بال۔"

"ہوں۔" میں نے تھوڑی کھجاتے ہوئے چند ساعت کی خاموشی اختیار کی۔ پھر سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "اگر یہ حقیقت ہے تو تمہاری کیا شرائط ہوں گی؟"

"طے کر لیں گے۔ تمہارے عوض میں اچھی خاصی رقم وصول کر چکا ہوں۔ اس لیے اب تم منافع میں ہو۔ کوئی چھوٹا سا کام معاوضے کے طور پر تم سے لوں گا اور بس۔ تمہارا بھی کام ہو جائے گا اور میرا بھی۔"

"تمہاری ذہانت اس وقت کہاں سو رہی ہے گین طر؟ کیا تم یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس شخص نے تم سے اتنا بڑا فریب کھایا ہے وہ دوبارہ تمہاری باتوں میں کیسے آ سکتا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ ذہین ہے تو ضرور میری باتوں میں آ جائے گا۔ تم میری حیثیت دیکھ چکے ہو۔ میں جس کا دوست بن جاؤں اس کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔" طر نے کہا۔

"تم تو پہلے بھی میرے دوست بنے تھے۔ تم نے مجھ سے سادہ

کاغذات پر دستخط کرے۔ میرے خیال میں ایسی خوفناک دستاویز کی بھی کہ مرنے کے بعد بھی میں اپنی اس حماقت پر شرمندہ رہتا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بات یہیں تک محدود نہیں رہتی۔ تم میرے اس اعتراف نامے کی بھی پوری پوری قیمت وصول کرتے۔ میری حکومت اسے خریدنے پر مجبور ہو جاتی یا پھر تم اسے امریکی حکومت کے ہاتھ فروخت کرنے کی کوشش کرتے۔ امریکی یہودی میرے ملک کو بدنام کرنے کے لیے تمہیں اس دستاویز کی منہ مانگی قیمت ادا کر سکتے تھے۔"

"یہ تو اب بھی ممکن ہے۔ میں اس سودے بازی کے لیے تیار ہوں لیکن یہ سودا تم سے بھی ہو سکتا ہے۔" طر نے کہا۔

میں آہستہ سے ہنس پڑا۔ "تمہاری یہ بات تمہارے ذہنی دیوالیہ پن کا اظہار کرتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اس وقت تمہاری ساری فنکارانہ صلاحیتیں سو رہی ہیں اور تم شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو۔ دنیا کے عظیم فنکار! اگر دستاویز میرے ہاتھ نہ لگی ہوتی تو اس وقت میں اتنے سکون سے تمہیں قتل کرنے کے بارے میں نہ سوچ رہا ہوتا۔ بلکہ میری یہ کوشش ہوتی کہ تم سے دستاویز کے بارے میں معلوم کروں۔ تمہاری مہربانی سے دستاویز کے چاروں صفحات میری جیب میں موجود ہیں اور میں اس بات پر تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے انہیں محفوظ رکھنے کے لیے کوئی خاص کوشش نہیں کی اور وہ مجھے اسی جگہ مل گئے جہاں میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔"

اب گیمن طر کسی قدر پریشان نظر آنے لگا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں فکر و پریشانی کے آثار دیکھے تھے۔ پھر وہ ہاتھ سے ٹب کا سہارا لیکر کھڑا ہو گیا۔ "تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تم سے جنگ کی جائے۔" اس نے ٹب کے اوپر لگے ہوئے نل کا سہارا لے کر کہا۔

ہاں امکان..... میرے منہ سے ابھی اتنا ہی نکلا تھا کہ طر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اس کا ہاتھ جس نل پر رکھا ہوا تھا، اس کے پائپ کا رخ بدل گیا تھا۔ غالباً وہ اس پر ہاتھ رکھ کر اسی کوشش میں مصروف تھا۔ گرم پانی کی ایک تیز دھار میرے چہرے سے ٹکرائی۔ کافی پریشر تھا اور بہت گرم پانی تھا۔ ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور اسی لمحے طر نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن اس کی چھلانگ اسے جہاں تک لائی تھی وہاں پر ٹب سے گرا ہوا پانی موجود تھا۔ ٹائلز کے چکنے فرش پر وہ توازن قائم نہ رکھ سکا اور چاروں شانے چت گرا۔ یقیناً زبردست چوٹ لگی ہو گی۔ میں البتہ گرم پانی کے دائرے سے ہٹ گیا اور میری زندہ وار نظر نے اس کا نشانہ بیکار کر دیا۔ تب میں نے اسے جھک کر اٹھایا اور پھر ایک زبردست ہاتھ رسید کر دیا۔ اس بار وہ اچھل کر ٹب میں جا پڑا تھا۔ ذہنی قوتوں کا ماہر جسمانی قوتوں میں ماہر نہیں تھا۔ میں پانی کی دھار سے بچا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔ میرے چہرے اور آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی لیکن اس کے بارے میں سوچنا بھی موت کو دعوت دینا تھا۔ چنانچہ میں نے گرم پانی کے پائپ کو ٹب کی طرف موڑ دیا۔ اور طر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ٹب کے کنارے پکڑے اور دیوانہ وار اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کی انگلیوں پر زبردست ٹھوکر ماری اور وہ دوبارہ ٹب میں گر پڑا۔ ٹب گرم پانی سے بھرتا جا رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی طر کے حلق اور ناک میں بھی داخل ہوتا جا رہا تھا۔ طر اس آفت ناگہانی سے بچنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ لیکن میں ٹب کے کنارے کھڑا ہوا اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہا تھا۔ وہ بار بار اٹھتا اور میری ہر ضرب اسے دوبارہ پانی میں گرا دیتی۔

"ذہنی قوتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی قوتیں بھی بے حد ضروری ہوتی ہیں ڈیئر طر!" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ طر میری ضربوں سے بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ دوسری طرف پانی نے اسے بے حس کر کے رکھ دیا تھا۔ اب وہ اپنے حواس کھو چکا تھا اور ٹب میں بری طرح تڑپ رہا تھا۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اسے ٹب سے باہر نہیں نکلنے دوں گا۔ گرم پانی نے مجھے بھی مجبور کیا تھا اور طر کی اچھل کود کی وجہ سے وہ باتھ روم کے فرش پر بھی دور دور تک پھیل گیا تھا لیکن میں نے نہایت توجہ سے اپنا توازن برقرار رکھا تھا۔

بالآخر طر کی مدافعت سست پڑنے لگی اور اس مدت میں ٹب بھی آدھے سے زیادہ بھر گیا تھا۔ اس سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور باتھ روم کافی گرم ہو گیا تھا لیکن میں اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹا جب تک طر بالکل سرد نہ ہو گیا۔

میرا ذہن بالکل صاف تھا۔ کوئی تردد، کوئی خوف اور مستقبل کا کوئی احساس باقی نہیں تھا۔ طر کے دم توڑنے کے بعد میں نے نل بند کر دیا اور پھر اپنے کپڑوں سے پانی جھاڑنے لگا۔ اس کے بعد میں ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔ کمرے کا ماحول حسب معمول تھا۔ میں نے چند ساعت رک کر کچھ سوچا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد اس عمارت سے نکلنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔

چینی نوجوان پروگرام کے مطابق میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے مسکراتے پایا۔ میرے بیٹھنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

مخصوص عمارت میں مسٹر جوشو میرے منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر مسکرا کر بولے۔ "کامیابی کی مبارک باد قبول کرو علی یار!"

"شکریہ مسٹر جوشو!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن آپ کا یقین میرے لیے باعث حیرت ہے۔"

"ہاں ڈیئر علی! میری عمر انہی تجربات میں گزری ہے۔ کامیاب چہرے نمایاں ہوتے ہیں۔ تمہارے لباس سے جدوجہد کا اظہار ہوتا ہے اور تمہارے چہرے سے کامیابی کا۔ کیا تم وہ دستاویزات بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے؟" جوشو نے پوچھا اور پھر خود ہی مسکراتے ہوئے بولے۔ "لیکن میرے بچے! تمہیں چاہیے تھا کہ انہیں پہلی فرصت میں ضائع کر دیتے۔ یوں لگتا ہے جیسے دنیا کے بارے میں تمہارا تجربہ ابھی بہت کم ہے۔ تم انہیں اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہو۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تم امریکی پولیس کے لیے اپنے بارے میں کافی سراغ چھوڑ آئے ہو گے۔"

"آپ دوسرے آدمی ہیں جو مجھے حیران کر رہے ہیں۔" میں نے ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یوں کرو کہ پہلے لباس تبدیل کر لو۔ پھر میرے پاس آکر بیٹھو۔ تب تک میں تمہارے لیے کافی تیار کراؤں یا قہوہ؟ مجھے یقین ہے کہ کامیابی کی خوشی میں ابھی تمہیں نیند تو نہیں آ رہی ہو گی؟"

"آپ کا خیال درست ہے۔ میں کافی پیوں گا۔" میں نے کہا اور جوشو نے گردن جھکا دی۔ پھر باہر کی طرف رخ کر کے بولے۔

"مشی سی! اندر آؤ۔" دوسرے ہی لمحے دروازہ کھول کر ایک چھوٹے سے قامت کی چینی لڑکی اندر آ گئی۔ میں نے اس مختصر سے قیام کے دوران پہلی بار اس لڑکی کو دیکھا تھا۔

"انہیں ان کے کمرے تک لے جاؤ اور عمدہ سی کافی ان کے لیے تیار کراؤ۔" لڑکی نے ادب سے سر جھکا دیا اور پھر اپنی ننھی ننھی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں ایک معصوم سی مسکراہٹ تھی۔ میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی میرے کمرے تک آئی اور پھر اس نے چینی زبان میں مجھ سے کچھ کہا، جسے میں بالکل نہیں سمجھ سکا۔

"کیا تم انگریزی نہیں جانتیں؟" میں نے اس سے سوال کیا لیکن جواب میں وہ بے بسی سے مسکرا دی۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور پھر وہ مجھے چھوڑ کر واپس ہو گئی۔ لڑکی نے میرے تعاقب میں آنے کی کوشش نہیں کی تھی اور میں نے دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا۔ ایک اونی گاؤن سلیپنگ سوٹ کے اوپر پہن کر میں نے سب سے پہلے کاغذات پر توجہ دی۔ میں نے انہیں بغور دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر ان کے باریک باریک پرزے کر دیے۔ اس کے بعد ان پرزوں کو فلیش میں ڈال کر پانی کھول دیا۔ ایک خوفناک مصیبت سے نجات مل گئی تھی۔ میں درحقیقت بہت خوش تھا۔ یہ کاغذات اگرچہ میری حکومت کا کچھ بھی نہ بگاڑ پاتے لیکن ایک ہلچل تو ہوتی۔ ایک پاکستانی نوجوان کے نام کے ساتھ وطن دشمنی اور غداری کے الفاظ تو شہ سرخیاں ہو جاتے اور یہ بات نہ صرف پاکستانیوں کے دلوں کو دکھاتی بلکہ امریکہ میں مقیم پاکستانی طالب علموں کے وقار کو بھی مجروح کرتی اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوتا۔ کوئی بھی پاکستانی نوجوان کسی قسم کے تعاون کو بدترین گالی تصور کرتا

ابھی میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ یکایک دروازے پر دستک ہوئی تو میں چونک کر باہر نکل آیا۔ میرے سامنے چینی گڑیا لڑکی تھی اس نے صرف ایک لفظ کہا۔ "جوشو۔" اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

جوشو نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ لڑکی مجھے پہنچا کر باہر چلی گئی اور میں جوشو کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "وہ پہلا آدمی کون تھا جس نے تمہیں حیران کیا تھا؟"

"گیمن طر۔ اس نے اپنے ساتھی کے اشتراک سے جس طرح میرا سراغ لگایا اور پھر اس کی ذہانت نے جو گل کھلائے اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا تھا۔ اس وقت بھی میری خوش بختی اور طر کی بدقسمتی تھی کہ اس کی اصل شکل میرے سامنے آ گئی ورنہ اگر وہ چینی لوگ کا میک اپ نہ اتارتا تو شاید میں اس کی طرف توجہ نہ دیتا۔" جوشو کے کہنے پر میں نے انہیں تفصیل بتائی۔ جواب میں ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک۔ اب تو اب کوئی بڑی چیز نہیں رہی ہے لیکن جسم کو سکوڑ کر قد چھوٹا اور بڑا کر لینا واقعی ایک دلچسپ مشق ہے۔" جوشو نے اعتراف کیا۔

"آپ نے یہ کیسے جانا مسٹر جوشو کہ دستاویز میرے پاس موجود ہے اور میں نے اسے ضائع نہیں کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ تو بہت معمولی بات تھی جب میں نے تم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو تمہارا ہاتھ اضطراری طور پر اپنے سینے کی طرف

اٹھا تھا۔ کمرے کو درمیان ہی میں تمہیں احساس ہو گیا تھا کہ کاغذات محفوظ ہیں لیکن فوراً ہی باہر جیمی سے تمہارا استقبال اس بات کا اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کاغذات کہاں ہیں؟ میں تمہارا دوست نہیں تھا، میں پاکستان کا دوست ہوں لیکن میرے دوست، اس پورے آشوب دور میں کامیاب شخص وہ ہے جو اپنی ذات پر بھروسہ کرے۔ تمہاری وہ تحریر جیسے بھی دلکش ہو سکتی تھی اور میں بھی اس کے حصول کا خواہاں ہو سکتا تھا۔ اس لیے جس چیز کو اپنے لیے خطرناک محسوس کرو، سب سے پہلے اس کا وجود ختم کر دو۔ یہی میں تمہاری جیت ہے۔"

"میں اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گیبن برگ کو شاید تم نے باتھ روم میں قتل کیا ہے؟ کیا یہ خیال درست ہے؟"

"بالکل۔" میں نے ان کے درست اندازے سے متاثر ہو کر کہا۔

"تم نے وہاں اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کرنے کی کوشش تو نہیں کی ہو گی؟" جوشو نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے تم جرائم پیشہ انسان نہیں ہو۔ عیار قسم کے مجرم ہی ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ جرم کرنے کے لیے ایک سراغ رساں کے ذہن کو پڑھنا ضروری ہے۔ اور ایک کامیاب سراغ رساں مجرم کی نفسیات سے واقفیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ امریکی پولیس کے ماہرین فوراً تمہارے بارے میں اندازہ لگا لیں گے کہ تم بالی ووڈ میں ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پولیس صرف اسی طور طریقے کام کر رہی ہو گی کہ تم ایک جذباتی قاتل ہو اور قتل کرنے کے بعد بوکھلا کر نکل بھاگے ہو۔ نہیں بیٹے! انہوں نے سب سے پہلے تمہاری نفسیات اور تمہارے وسائل کا جائزہ لیا ہو گا۔ وہ یہ معلومات حاصل کر چکی ہو گی کہ امریکہ میں تمہارے تعلقات کیسے کیسے لوگوں سے تھے۔ پہلے تمہارے وطن سے تمہارے خاندانی پس منظر اور پھر امریکہ میں تمہاری حیثیت کے متعلق معلومات حاصل کی گئی ہوں گی۔ پھر تمہاری مجرمانہ صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا ہو گا اور ایک خاص نما وہ متعین کر کے تمہاری تلاش کی جا رہی ہو گی۔"

"آپ درست کہتے ہیں مسٹر جوشو! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ فوری طور پر مجھے بالی ووڈ سے نکال دیں ۔۔۔؟"

"صرف بالی ووڈ سے؟" جوشو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بات صرف بالی ووڈ سے نکالنے کی ہوتی تو میں شاید راتوں رات یہ کام کر دیتا۔ لیکن میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں امریکہ سے نکالنے کے ٹھوس انتظامات کروں۔"

میری آنکھوں میں تشکر کے جذبات ابھر آئے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "مسٹر جوشو! میں خلوص دل سے کہہ رہا ہوں کہ میں آپ کے لیے کوئی الجھن نہیں چاہتا۔ اس وقت تنہا میری ذات کا معاملہ ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ امریکی پولیس کو فریب دے سکوں اگر اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ میں کسی طور گھاٹے میں نہیں رہوں گا لیکن ایک اچھے انسان کی حیثیت سے یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ آپ میری وجہ سے اپنی پرسکون زندگی خراب کریں۔"

جوشو کے ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تمہارے خیال میں میری عمر کتنی ہو گی؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کی عمر؟" میں نے اس غیر متوقع سوال پر بوکھلاتے ہوئے کہا۔ "میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔"

"باسٹھ سال کا ہو چکا ہوں۔ جوان تھا تو جوانی سے پیار تھا۔ اب جوانوں سے پیار کرتا ہوں۔ تم کوئی جرائم پیشہ نوجوان نہیں ہو۔ حالات نے تمہیں جرائم کی راہ پر لا کھڑا کیا ہے۔ میں تمہیں اس راستے پر تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے علاوہ یہ میرے دوست کی فرمائش بھی ہے لیکن صرف ایک قباحت ہے کہ تم مجھ سے میری پسند کے مطابق تعاون کرو گے یا نہیں؟"

"میں کسی طور آپ سے انحراف نہیں کر سکتا مسٹر جوشو! لیکن پھر بھی آخری بار آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ میں آپ کی پرسکون زندگی میں اضطراب پسند نہیں کروں گا۔"

"اگر تم گیبن برگ کے قتل میں ناکام ہو کر واپس آتے تو یقین کرو مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی تو صرف اس حد تک کہ میں تھوڑی سی کوشش کر کے تمہیں بالی ووڈ سے نکال دیتا اور اپنا فرض پورا کر دیتا۔ لیکن ان نوجوانوں سے مجھے گہری دلچسپی ہے جو کسی کام کے بارے میں سوچتے ہیں اور اسے پورا کر دکھاتے ہیں۔ چنانچہ اب اس موضوع کو ختم کر دو اور یہ بتاؤ کہ امریکی پولیس کو شکست دینے کے لیے میرے مشورے قبول کرو گے یا جلد بازی سے کام لے کر یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو گے؟"

"میں آپ کے مشورے کو بہت قیمتی تصور کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اسی دوران کافی آ گئی تھی۔ اس لیے کچھ دیر تک فضا پر خاموشی طاری رہی۔ پھر جوشو نے کافی کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"میں خود بھی نہیں چاہتا کہ تم زیادہ وقت امریکہ میں گزارو لیکن تمہیں ایک محفوظ فرار کے لیے کچھ وقت گزارنا ہی ہو گا۔ اس کے علاوہ میں امریکی پولیس کے ان تمام اندازوں کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہوں جو اس نے تمہارے بارے میں قائم کیے ہوں گے۔"

"یعنی۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"یعنی کہ تم ایک مفرور ہو۔ وہ تمہیں اسی حیثیت سے تلاش کرے گی لیکن میں تمہاری حیثیت بدل دوں گا۔" جوشو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر جوشو! اگر آپ میرے لیے اس حد تک دلچسپی لینے کے لیے تیار ہیں تو میرا انکار حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا۔ میں بحفاظت یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے آپ کی ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"کافی ختم کرو اور آرام سے جا کر لیٹ جاؤ ۔۔۔ تمہاری کافی میں ایک ایسی خواب آور دوا شامل ہے جو تھوڑی دیر کے بعد تمہیں پرسکون نیند سلا دے گی۔ میں نے شی شی کو ہدایت کر دی تھی۔" جوشو نے پرسکون لہجے میں کہا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میں نے صرف اس لیے کیا ہے کہ تم سکون سے سو جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ پریشان خیالات ساری رات تمہیں سونے نہیں دیتے۔" مسٹر جوشو نے کہا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

میں بھی کھڑا ہو گیا پھر اپنی خوابگاہ تک آتے آتے ہوئے بھی میں نے اپنے ذہن پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کیا تھا۔ لیکن بستر پر لیٹتے ہی خواب آور دوا اپنا اثر دکھانے لگی اور چند ہی لمحوں بعد میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح میری میزبان شی شی تھی۔ یہ چینی لڑکی مجھے بہت پسند تھی۔ معصوم سی معصوم سا انداز جیسے خود نہ سوچتی ہو نہ کبھی ہو بس جوشو کی باتوں پر وہ مشینی انداز میں عمل کرتی تھی۔ میرے اور اس کے درمیان اشاروں کا رابطہ تھا اور ہمارا کام بغیر کسی دشواری کے چل رہا تھا۔ میں نے اس کے بے اندازہ میں پاکیزگی اور سادگی پائی۔ جیسے اسے جوانی کا احساس تک نہ ہو۔ خود میرے اپنے ذہن میں بھی بس پسندیدگی کے علاوہ اس کے لیے اور کوئی جذبہ نہیں ابھرا تھا۔

آج پورے دن جوشو سے ملاقات نہیں ہوئی۔ رات بھی گزر گئی۔ البتہ اس رات ذہن کسی حد تک بے سکون رہا تھا۔ دوسری صبح جوشو نے مجھے ناشتے کے لیے بلایا اس کے ساتھ ایک ادھیڑ چینی شخص بھی تھا جو عمر کے اعتبار سے جوان نظر آتا تھا۔ جوشو نے چینگ لی کے نام سے اس کا تعارف کرایا۔

"چینگ لی تمہارے چہرے کی تراش خراش بدلے گا۔ میں نے اسے اس اہتمام سے بلایا ہے۔" جوشو نے بتایا اور میں نے گردن خم کر دی۔ ناشتے کے بعد مجھے چینگ لی کے حوالے کر دیا گیا۔ جوشو ہمارے درمیان سے نکل گیا تھا۔ چینگ لی ایک خاموش طبع نوجوان تھا۔ اس نے مجھ سے بہت کم گفتگو کی اور اپنی زنبیل کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے نہ جانے میرے چہرے پر کیسے کیسے داؤ آزمائے۔ یہ میک اپ عجیب طرز کا تھا۔ شروع میں ایک استعمال کیا اور ماسک چڑھایا۔ پھر اس نے رنگ لوشن استعمال کر کے میرے چہرے کو جگہ جگہ سے کھینچا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک وہ میرے چہرے پر مصروف عمل رہا اور پھر اس نے آئینہ میرے سامنے کر دیا۔

میں نے حیرت سے اپنی شکل دیکھی۔ میری ناک پہلے سے زیادہ پھیل گئی تھی۔ آنکھوں کے گوشے شرابیوں کے سے انداز میں جھک گئے تھے۔ گالوں کا گوشت بھی پھول گیا تھا اور ٹھوڑی پہلے سے زیادہ چوڑی ہو گئی تھی۔ درحقیقت میرا چہرہ کافی بدل گیا تھا۔ آخری چیز جو اس نے مجھے دی وہ ایک ابرک جیسی تھی جو مجھے بازوؤں پر چڑھنی پڑی۔

"اس کے بعد۔۔۔" چینگ لی نے کہا۔ "اس کی ہلکی سی گرفت آپ کو بے چین ضرور کرے گی لیکن یہ بے حد ضروری ہے۔ اس طرح آپ کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کی لکیریں بدل گئی ہیں اور اب آپ کے ہاتھوں کے نشانات پہلے سے زیادہ مختلف ہو گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے مجھے اس ہلکی سی گرفت سے کوئی الجھن نہیں ہو گی لیکن یہ میرے چہرے پر آپ نے کونسا فن استعمال کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک خاص چینی ایجاد ہے۔ میں نے پہلے آپ کے چہرے کی جلد کو حساس بنایا اور پھر اس کے مختلف حصوں پر ایسا لوشن لگا دیا کہ وہ متورم ہو جائیں۔ اب کوئی بھی آپ کے چہرے کو دنیا کے کسی بھی لوشن سے دھوئے، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔"

"اوہ۔ کیا یہ کیفیت مستقل ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ بس دو تین ماہ یہ حالت رہے گی۔ اس کے بعد بتدریج اس لوشن کا اثر ختم ہوتا جائے گا اور آپ کا چہرہ اصل حالت میں آتا جائے گا۔ ہاں اگر آپ خود اپنے چہرے کو اصل حالت میں لانا چاہیں تو ایک معمولی سی چیز اس ورم کو ختم کر سکتی ہے۔" چینگ لی آہستہ سے مسکرایا۔

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"لیموں کا عرق لے کر درمیان سے کاٹ کر چہرے پر رگڑیں۔ دس منٹ میں یہ ورم ختم ہو جائے گا۔" چینگ لی نے جواب دیا۔

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس زندگی کے پیچھے ایک اور زندگی بھی کیسی انوکھی ہے۔ سب کچھ جاننے کے باوجود انسان ہزاروں چیزوں سے ناواقف رہتا ہے۔ میں نے چہرے بدلنے والے ذہین شخص گیبن برگ کو دیکھا تھا جس کے چہرے کے بارے میں لوگ دھوکے کا شکار ہی رہتے تھے لیکن چینگ لی بھی اپنے فن میں انوکھا تھا۔ اس نے چہرہ بدلنے کا ایک اور آسان طریقہ دریافت کر لیا تھا۔

شی شی کو شاید میرے اس نئے چہرے کا علم نہیں تھا۔ وہ کسی کام سے میرے کمرے میں داخل ہوئی تو مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی اور بے ساختہ اس نے چینی زبان میں کچھ کہا۔

"شی شی!" میں گردن جھکا کر بولا۔ اور شاید وہ میری آواز سے مجھے پہچان گئی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شدید حیرت نظر آ رہی تھی پھر اس نے سنبھل کر جوشو کا نام لیا اور میں سمجھ گیا کہ جوشو نے مجھے طلب کیا ہے۔ چنانچہ میں جوشو کے پاس پہنچ گیا جہاں جوشو نے میرے چہرے سے میری

کسی تصویر پہ بنائیں اور پھر کپڑے رکھتے ہوئے بولا۔
”یہ تمہارے سائز کے لباس ہیں۔ ذرا پہن کر دیکھ لو۔ میں نے تمہارے دوسرے لباس کو بھیج کر بالی ووڈ کی سب سے شاندار دکان سے یہ لباس منگوائے ہیں۔ اس دکان سے جو اداکاروں کے لباس ڈیزائن کرتی ہے۔“ میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ ایک سے زیادہ سوٹ تھے جن کی میچنگ ٹائیاں وغیرہ بھی موجود تھیں۔ میں نے بیٹے ہوئے گردن ہلائی اور پھر خاموشی سے جوشو کی ہدایت پر عمل کیا۔ سوٹ میرے بدن پہ بالکل فٹ تھے۔ تب جوشو نے کہا۔ ”تم آج ہی رات بڑے ایک خوبصورت بنگلے میں منتقل ہو جاؤ گے۔ یہ بالی ووڈ کی سب سے شاندار رہائشی جگہ ہے جہاں زیادہ تر اداکار ہی رہتے ہیں۔ یہاں تم ایک نوجوان امیرزادے کی حیثیت سے قیام کرو گے۔ نسلاً تم آئرلینڈ کے باشندے ہو۔ فلموں میں کام کرنے کے شوق میں بالی ووڈ آئے ہو۔ اور ہاں کوئی کہانی تمہیں پسند آ جائے تو تم فلم پر کثیر سرمایہ بھی لگا سکتے ہو۔ میری باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ اخباری نمائندوں کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دینا۔ اس کے علاوہ مسٹر علی! تم اپنے ذہن سے سارے تفکرات نکال دو گے اور خود کو اس کردار میں پیش کرو گے جو نوجوان امیرزادوں کا ہوتا ہے۔ میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟“ آخر میں جوشو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
”میرا نام کیا ہے مسٹر جوشو؟“ میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔
”ایڈورڈ لیوائس؟“ جوشو نے ہنستے ہوئے کہا۔
”آخری بات مسٹر جوشو!“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
”ضرور۔ ضرور!“ جوشو نے گردن ہلائی۔
”کیا اس سلسلے میں مجھے مزید ہدایات آپ سے ملتی رہیں گی؟“
”قطعی نہیں۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تم حالات کو سمجھ سکو گے۔ باقی کوئی ضرورت ہوئی تو میں خود تمہیں فون کروں گا۔ گویا ایک طرح سے اب تمہارے اور میرے درمیان رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔“
میں نے گردن جھکائی۔ جوشو نے میرے لیے جو کچھ کیا تھا اس کی مثال ملنی مشکل تھی۔ میں جانتا تھا کہ بالی ووڈ جیسے مہنگے شہر میں ایک وقت کی روٹی بھی کتنی مہنگی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ جوشو نے میرے لیے ایک ایسی زندگی مہیا کر دی تھی جس کا میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس شخص کے احسانات کا بدلہ کس طرح ادا کروں گا؟ میرے چہرے پہ افسردگی پھیل گئی اور جوشو کے چہرے پہ مسکراہٹ۔
پھر وہ آگے بڑھا اور میرے نزدیک آ گیا۔ چند لمحوں تک مجھے دیکھتا رہا اور پھر میرے بازوؤں پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”علی! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے اس دور کا اندازہ ہے جہاں انسان خود غرض ہے۔ کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کرتا لیکن میرے دوست! ہم اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کر سکتے کہ انسان کا انسان پر بڑا حق ہے۔ جو کچھ میں تمہارے لیے کر رہا ہوں اگر تمہاری زندگی اور تمہارے وسائل اجازت دیں تو تم یہ سب کچھ کسی دوسرے کے لیے کر دینا۔ میرا قرض ادا ہو جائے گا۔ دراصل میں یہ سب کچھ اتنا اُلجھا کر اور اتنے بڑے پیمانے پر نہ کرتا لیکن امریکی پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا آسان کام نہیں ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں جو اندازہ قائم کیا ہو گا وہ یہی ہو گا کہ تم ذہنی مسائل کا شکار ہو گئے اور چھپنے چھپانے پر پناہ گاہوں کی تلاش میں سرگرداں ہو گے۔ چنانچہ پولیس تمہیں ایسی ہی جگہوں پہ تلاش کر رہی ہوگی۔ میں نے تمہارا مقام تھوڑا سا بلند کر کے اُسے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ ابھی طویل مدت تک اس پہلو پہ نہیں سوچ پائیں گے جس پہ تم جا رہے ہو۔ اس جگہ مختلف لوگ تم سے ملاقات کریں گے۔ میں نے بنیادی بات تمہیں بتا دی ہے۔ اس کی روشنی میں ان سے گفتگو کر لینا۔ جہاں کہیں کوئی کمی باقی رہ جائے گی وہاں تمہیں ہدایت دوں گا۔“
”میں آپ کا یہ قرض ہمیشہ یاد رکھوں گا مسٹر جوشو! اور بار بار اس کی ادائیگی کرتا رہوں گا۔“ میں نے ممنون لہجے میں کہا۔
”مجھے یقین ہے۔ ویسے ہم نے بالکل صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے۔ پولیس نے گیبن مور کے قاتل کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔“
”کیا مطلب؟“ میں چونک پڑا۔
”وہ لوگ کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوتے لیکن یہودی ٹولہ تو تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ انگلیوں کے نشانات نے تمہاری نشاندہی کی اور اسے بھی مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ غالباً تم ان دنوں اخبارات نہیں دیکھ رہے ہو؟“
”جی ہاں۔ اتفاق نہیں ہوا۔“ میں نے کچھ جھینپتے ہوئے کہا۔
”اخبارات باقاعدگی سے دیکھتے رہو۔ یہ بہت سی باتوں سے آگاہ رکھتے ہیں۔ گیبن مور کے قتل کی خبر تو دوسرے ہی دن شائع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس کے قتل کے سلسلے میں کوئی خاص خبر شائع نہیں ہوئی لیکن آج کے اخبار میں کچھ تفصیل موجود ہے۔“
”وہ کیا؟“ میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔
”میں ابھی اخبارات تمہارے پاس بھجواتا ہوں۔“ جوشو نے کہا۔ ”اور سنو! زندگی میں جب کسی راستے کا انتخاب کرو تو پھر اس میں کوتاہی نہ کرو۔ ہموار راستوں کا سفر اکتا دینے والا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تمہاری راہ میں جتنی مشکلات آئیں گی تم اتنے ہی نکھرتے جاؤ گے۔“
میں نے مسکراتے ہوئے جوشو کا ہاتھ تھپتھپایا اور وہ مطمئن انداز میں گردن ہلا کر باہر نکل گیا۔ پھر چند ساعت کے بعد واپس آ کر اخبار میرے ہاتھ میں تھما دیے۔
”انہیں اپنے کمرے میں لے جاؤ اور آرام سے پڑھو۔“ میں لباس لے کر نکل آیا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے اخبار کھول لیا۔

پہلے ہی صفحے پر میری تصویر چھپی ہوئی تھی۔
”جنونی قاتل نے ایک اور قتل کر دیا۔“ اس کے بعد خبر کی تفصیلات درج تھیں۔
”بنگلے یونیورسٹی کے مسلمان طالب علم نے بالی ووڈ کے ایک اور معزز شہری کو قتل کر دیا۔ مسٹر گیبن مور بھی نسلاً یہودی تھے اور ان کے قتل کے پیچھے بھی اس شخص کا مذہبی جنون کارفرما ہے۔ اس کے علاوہ لاس اینجلس میں بھی ایک یہودی شخص ڈیان کو قتل کر دیا گیا۔ پولیس کا خیال ہے کہ اس قتل میں بھی کہیں نہ کہیں وہی شخص ملوث ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔“
اس کے بعد پولیس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے شہریوں کے لیے اپیل شائع ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اس شخص کی تلاش میں بالی ووڈ کے شہری بھی مدد کریں۔ اور اگر وہ کہیں نظر آئے تو اس کے بارے میں فوراً اطلاع دی جائے۔
دوسرے اخبار میں کچھ زیادہ تفصیل تھی۔ اس میں بھی یہی ساری باتیں درج کی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ گیبن مور کے مکان پر علی یار خان کے ہاتھوں کے نشانات ملے ہیں لیکن یہ شخص گیبن مور تک کیسے پہنچا؟ یہ بات ابھی نامعلوم تھی۔
گویا اس رات شیرب کے ملاقاتیوں نے خود کو چھپا لیا تھا۔ جم اور ہائنی ایلین نے پولیس کو رضاکارانہ معلومات فراہم نہیں کی تھیں کیونکہ اس میں خود ان کی گردن پھنستی تھی۔ ممکن ہے ان کی مجرمانہ زندگی سامنے آ جاتی۔ میں نے اخبارات ایک طرف رکھ دیے اور جوشو کی اس کاوش پہ غور کرنے لگا۔ یہ شخص کس قدر مہربان ہے۔ میری وجہ سے اس نے خود کو کیسی مشکلات میں ڈال لیا ہے۔ اگر ان باتوں کا کسی طور انکشاف ہو جائے تو خود اس کے لیے بالی ووڈ میں پاؤں جمانا مشکل ہو گا۔ لیکن اس کے دل میں بھی میرے لیے ایک جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور جذبے خطرات کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔
مزید تین دن گزر گئے۔ ان تینوں دنوں میں جوشو سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ مِس ...سی میری خدمت کرتی رہی تھی۔ یہ معصوم لڑکی گزرتے ہوئے لمحات کے ساتھ مجھے خود سے قریب ہوتی محسوس ہو رہی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کا ساتھ وقتی ہے۔ اس لیے میں اس پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ گو میرے دل میں اس کے لیے کوئی غلط جذبہ نہیں تھا لیکن اس کی سادگی سے کچھ انسیت سی ہو گئی تھی۔
پھر ایک شام جوشو نے مجھے بلا لیا۔ چائے کی میز پہ اس نے کچھ چیزیں اور کچھ کاغذات میرے حوالے کر دیے۔ پھر بولا۔ ”یہ تمہاری بدلی ہوئی شخصیت کے کاغذات ہیں۔ لیکن ایک ذرا سی تبدیلی کی ہے میں نے۔ ایک اور شخصیت بھی تشکیل دی گئی ہے۔ یعنی بوب میریسن۔“ جوشو نے مجھے مختصر تفصیل بتائی پھر بولا۔ ”گویا اب تم مکمل طور پر بوب میریسن ہو جس کے لیے ساری تیاری مکمل کر دی ہے۔ آج رات تم اپنی رہائش گاہ میں چلے جاؤ گے۔ وہاں موجود لوگ تمہیں بوب کے نام سے ہی جانتے ہیں۔ کوئی پہلے سے تمہارا شناسا نہیں ہے اور نہ ان پر کسی قسم کا اعتبار کیا جائے۔ ہاں وہ جو گفتگو کریں گے وہ اسی روشنی میں ہو گی جس کا حوالہ میں تمہیں دے چکا ہوں۔ میں نے اپنے پروگرام کی ترتیب اسی انداز سے کی ہے۔ تمہاری تمام مشکلات وہیں حل ہو جائیں گی۔“
”ٹھیک ہے مسٹر جوشو! میں خود کو تیار کر چکا ہوں۔ باقی حالات میں خود دیکھ لوں گا۔“ میں نے جواب دیا اور اسی رات تقریباً نو بجے میں ایک ٹیکسی کے ذریعے بالی ووڈ کے سب سے خوبصورت رہائشی علاقے ”بیورلی ہلز“ پہنچ گیا۔ جس کوٹھی میں ٹیکسی داخل ہوئی وہ بے مثال تھی اور روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔ کوٹھی کے وسیع برآمدے میں چند افراد موجود تھے جو ٹیکسی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پھر ان میں سے دو نوجوان میرے قریب پہنچ گئے۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ سے کوئی سوال کرتے میں نے سرد لہجے میں کہا۔
”ٹیکسی سے میرا سامان اتار دو۔ میرا نام بوب میریسن ہے۔“
ان دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ پھر ان میں سے ایک کسی قدر خوف زدہ آواز میں چیخا۔
”اوہ مسٹر بوب!“ اور اس کے ساتھ ہی افراتفری پھیل گئی۔ وہ سب کے سب دوڑ پڑے تھے۔ میں نے دکھانے کے لیے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک تگڑا نوٹ دیا حالانکہ وہ جوشو ہی کا آدمی تھا۔ اس کے بعد میں ایک دراز قد لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی مجھے ایک حسین خوابگاہ میں لائی تھی۔ دروازہ کھول کر اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔
”آپ اس طرح اچانک آ گئے سر کہ...“
”تم بستر کا بندوبست کرو۔ شکریہ۔“ میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی اور وہ لیس سرک کر ایڑی پر گھوم گئی۔ میں خوابگاہ کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بے مثال تھی لیکن یہ لوگ میری سمجھ سے باہر تھے۔ بوب میریسن ان کے لیے کیا حیثیت رکھتا تھا؟ جوشو نے ایک طرح سے میرا ابھی امتحان لے ڈالا تھا لیکن اگر یہ امتحان ہے تو مجھے اس میں پورا ہی اترنا ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ دیر تک کوئی نہیں آیا لیکن پھر تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک سرخ بٹن روشن ہو گیا جس پر سرخ رنگ میں لکھا ہوا تھا ”آنے کون ہے؟“ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ اس بار ایک دوسری لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کا قد درمیانہ تھا اور آنکھیں بے حد حسین تھیں۔
”سر! لباس تبدیل کر لیجیے۔ یہاں لے آؤں یا ڈائننگ روم میں چلیں گے؟“
”یہاں لے آؤ۔“ میں نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ اور وہ جلدی سے باہر نکل گئی۔ جلد ہی ... کا خوبصورت سلیپنگ سوٹ اور نائٹ

گاؤن لیے ہوئے وہ میرے نزدیک آ گئی۔ اور پھر اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ غالباً وہ میری ٹائی کھولنا چاہتی تھی۔

"نہیں شکریہ۔ تم باہر جاؤ۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ پیچھے گرا لیے۔ پھر آہستہ قدموں سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر جلدی سے لباس تبدیل کر لیا۔ ان لوگوں کے ساتھ میں نے ایک مخصوص رویے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر صورت حال پوری طرح واضح ہوتی تو شاید میں زیادہ آسانی محسوس کرتا لیکن جوشو نے نہ جانے کیوں تمام حالات سے مجھے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ مجھے ہر لمحہ زیادہ سے زیادہ چاق و چوبند رکھنا چاہتا تھا۔ حالانکہ میرے نزدیک یہ ضروری نہیں تھی لیکن کیا کرتا۔ مجبوری تھی۔ بے چارے جوشو نے میرے لیے اتنا کچھ کیا تھا کہ اب میں اس کی کسی بات سے انحراف بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض واقعات نے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ میری سوچ میں ابھی ایک پُراسرار پختگی نہیں ہے اور بعض جگہوں پر مجھ سے اچھی خاصی حماقتیں سرزد ہوتی رہی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ڈنر ٹیبل پر چلا گیا۔ نو افراد تھے جن میں تین لڑکیاں اور چھ مرد تھے لیکن سب کے سب مجھے مؤدب سے تھے۔ کسی نے ٹیبل پر میرے سامنے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے اطمینان سے کھانا کھایا اور پھر میں نے ان سے تعارف کی فرمائش کی۔ ایک ایک کر کے ان سب نے اپنا تعارف کرایا۔ تیسری لڑکی جو اس وقت پہلی بار مجھے نظر آئی تھی، میری سیکرٹری لوسیا تھی۔ خوبصورت لیکن سنجیدہ فطرت لڑکی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے نقوش سے یہی اندازہ لگایا تھا۔

"کچھ ضروری پروگرام گوش گزار کرنے ہیں جناب۔ ان کے لیے کون سا وقت مقرر کریں گے؟" لوسیا نے پوچھا۔

"سب کچھ کل ہو گا۔" میں نے جواب دیا اور اس نے گردن جھکا دی۔

اس کے بعد میں نے تھوڑی دیر تک ان لوگوں سے رسمی گفتگو کی اور پھر ذہن میں خلفشار لیے اپنی خوابگاہ میں واپس آ گیا۔ رات کو سونے میں بڑی دقت پیش آئی تھی۔ ذہن کو پُرسکون رکھنے کی لاکھ کوشش کرتا تھا لیکن حالات مکھیوں کی طرح ذہن میں بھنبھناتے ہوئے آ جاتے تھے۔ اور نیند بہت دور چلی جاتی تھی۔ بمشکل تمام نیند آ گئی اور دوسری صبح بہت دیر میں آنکھ کھلی۔

گرم پانی کے غسل نے ذہنی اور جسمانی تھکن دور کر دی۔ پھر لباس تبدیل کر کے میں نے اس گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی جو روشن تھا۔ یہ بٹن اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ میرے خادم طلبی کے منتظر ہیں۔ صرف میری طرف سے اجازت کا انتظار ہے اور یہی ہوا۔ بٹن دبتے ہی وہ دوسری لڑکی اندر آ گئی جس نے مجھے لباس تبدیل کرانے کی کوشش کی تھی اور جس کی آنکھیں بہت حسین تھیں۔

"ہیلو گریٹی! صبح بخیر۔" اس وقت میں نے بدلے ہوئے موڈ میں کہا۔ وہ کسی قدر چونک پڑی۔ پھر جلدی سے گردن جھکا کر اس نے مجھے صبح بخیر کہا۔ پھر بولی۔

"ناشتے میں کیا پسند کریں گے جناب؟"

"کچھ بھی۔ یہ سب تمہاری مرضی پر ہے۔" میں نے بدستور خوشگوار موڈ میں کہا۔

"سر! رات کو آپ سکون سے سوئے؟ کوئی الجھن تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ الجھن کی کیا بات تھی؟" میں نے بے نیازانہ کہا۔

"بعض اوقات نئی جگہیں پُرسکون نہیں ہوتیں۔ ہالینڈ تو آپ پہلی بار آئے ہیں۔"

"اوہ۔ میں ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ تم لوگ تو پُرسکون ہو؟"

"ہم سب رات کو دو بجے تک آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔"

"کیا گفتگو تھی؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"ہمارے ذہن میں آپ کے نقوش دوسرے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ مسٹر یوسف کوئی عمر رسیدہ انسان ہوں گے۔ لیکن آپ بالکل ہی مختلف ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ رات کو ہم نے آپ کے بارے میں اندازہ لگایا تھا کہ آپ بہت سخت طبیعت کے مالک ہیں۔ لیکن اس وقت آپ کا موڈ خوشگوار ہے۔"

"اگر مجھے جلدی ناشتہ نہ ملا تو ممکن ہے میری کیفیت رات کی سی ہو جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جواب میں لڑکی بھی مسکرائی۔ پھر اس نے دروازے کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔

"بس میں ابھی ناشتہ لگواتی ہوں اور آئندہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھوں گی۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی اور میں گہری سانس لے کر چھت کو گھورنے لگا۔ خوب مذاق ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ ابھی نہ جانے اور کہاں کہاں تماشا بننا پڑے۔ ان بدلتے حالات کو سنبھالے رکھنا سخت مشکل کام ہے۔

گریٹی ولسن ہی نے مجھے ناشتے کی اطلاع دی۔ اس وقت کمرے میں صرف وہی دونوں لڑکیاں تھیں۔ میں خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا اور وہ گردن جھکائے میری ضرورت کی چیزیں مجھے سرو کرتی رہیں۔ ناشتے سے فارغ ہوا تو لوسیا آ گئی۔

"میں نے مسٹر بیکر کو آپ کے آنے کی اطلاع دے دی ہے جناب!" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے کیا کہا انہوں نے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ آپ سے ملاقات کے لیے وقت چاہتے ہیں۔ کون سا وقت

دے دوں انہیں؟"

"لنچ پر بلا لو۔" میں نے جواب دیا اور لوسیا نے گردن جھکا دی۔

"ان کے علاوہ کچھ نئے لوگوں نے بھی آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ مثلاً جم آرگنائزیشن۔ گوڈولی پروڈکشنز۔ اور ہالی ووڈ کا ایمپوریم۔ یہ ادارے اکثر فون کر کے آپ کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں۔"

"کیا چاہتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"مقصد تو ظاہر نہیں کیا سر! لیکن ظاہر ہے کہ وہ اچھی فلموں میں آپ کا مالی تعاون چاہتے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن ابھی ان سے رابطہ قائم نہ کرو۔ میری خواہش ہے کہ زیادہ لوگوں کو میری آمد کے بارے میں معلوم نہ ہو۔"

"بہت بہتر جناب! تو میں مسٹر بیکر کو آپ کا پیغام ارسال کر دوں؟"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"اس کے علاوہ آپ کی دن کی مصروفیات کیا رہیں گی؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس لوسیا! مسٹر بیکر سے ملاقات کے علاوہ کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اگر ان کے ساتھ کوئی پروگرام بن جائے تو دوسری بات ہے۔"

"بہت بہتر۔" لوسیا نے کہا اور پھر مجھ سے اجازت لے کر اٹھ گئی۔

میں بھی وہاں سے اٹھ کر اپنی نشست گاہ میں آ گیا جسے ایک خوبصورت دفتر کی حیثیت دی گئی تھی۔ یہ کمرہ بھی ڈیکوریشن کے لحاظ سے نفیس ترین تھا۔ یہاں بیٹھ کر میں نے حالات پر غور کیا۔ لوسیا کے ایک جملے نے صورت حال کسی حد تک واضح کر دی تھی۔ گویا مسٹر یوسف ہیرلین ایک ایسی شخصیت تھے جن سے لوگ اپنی فلموں میں مالی تعاون کے خواہش مند تھے۔ ہالی ووڈ کی فلم انڈسٹری میں کسی فنانسر کی مالی حیثیت جو ہو سکتی تھی کم از کم اس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ یہ جوشو بھی خوفناک آدمی ہے۔ اگر یہ جرائم کی زندگی اختیار کرے تو یقیناً ایک خطرناک مجرم ثابت ہو سکتا ہے۔ اب نہ جانے اس نے یہ کیا چکر چلایا ہے اور نہ جانے میں کس حد تک اس کے معیار پر پورا اترتا ہوں۔ میری ایک بھی غلطی مجھے ڈبو سکتی ہے۔ ذرا سی لغزش کھیل ہی بدل سکتی ہے۔ بہرحال اب تو نبھانا ہی تھا۔ چنانچہ میں ہوشیار ہو گیا۔ لوسیا نے تھوڑی دیر کے بعد آ کر مجھے بتایا کہ مسٹر بیکر دوپہر کے کھانے پر آ رہے ہیں اور اس کے بعد میں نے باقی وقت میں خود کو ان سے گفتگو کے لیے تیار کیا۔ ممکنہ اس گفتگو کے لیے دل ہی دل میں کافی مشق کر لی تھی اور اب مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں درحقیقت ایک بہت بڑا کاروباری ہوں اور اپنا سرمایہ منافع بخش کاموں میں لگانے کا خواہش مند ہوں۔ میرے ذہن سے دوسرے سارے خیالات نکل گئے تھے اور اس کے بغیر چارہ کار بھی نہیں تھا۔

ٹھیک ساڑھے بارہ بجے لوسیا نے مجھے اطلاع دی کہ مسٹر بیکر پہنچ گئے ہیں۔ لوسیا نے ان کا استقبال کیا تھا اور انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا تھا۔ یہ بات پہلے ہی طے ہو گئی تھی کہ مسٹر بیکر کا استقبال لوسیا کرے گی اور ان کے آنے کے کچھ منٹ کے بعد میں ان سے ملاقات کروں گا۔ اس وقت کی ملاقات کے لیے لوسیا ہی نے میرے لباس کا انتخاب کیا تھا اور پھر دس منٹ اس لباس کے پہننے میں صرف ہو گئے تھے۔ اس کے بعد میں مسٹر بیکر سے ملاقات کرنے چل پڑا۔ اس کوٹھی کا ڈرائنگ روم بھی میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ ڈرائنگ روم کے بجائے اسے ڈرائنگ ہال کہنا مناسب تھا۔ تقریباً سو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ اس کے علاوہ اسے دنیا کی بیش قیمت اشیاء سے سجایا گیا تھا۔

مسٹر بیکر کے ساتھ دو خوبصورت لڑکیاں اور چار مرد تھے۔ دونوں لڑکیاں حیرت انگیز طور پر ہم شکل تھیں۔ انہوں نے نہایت خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھے۔ اسی طرح مرد بھی اسمارٹ نظر آ رہے تھے۔ مسٹر بیکر مُڑے ناک اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے ایک خود غرض سے انسان نظر آتے تھے۔ ان کی مسکراہٹ کنجوس فطرت کی غماز تھی۔

لمبی لمبی انگلیوں والے اور سرد ہاتھ سے انہوں نے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھ سے ملاقات پر نہایت خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ دوسرے تمام لوگ بھی میرے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ مسٹر بیکر نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ ان میں کچھ نام جانے پہچانے تھے اور ہالی ووڈ کی فلم انڈسٹری میں نمایاں شہرت کے مالک تھے۔ میں نے بھی جواباً گرمجوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر مسٹر بیکر نے لڑکیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"یہ میری بیٹیاں شانی بیکر اور ایلی بیکر ہیں۔ دونوں کی عمر میں ایک سال کا فرق ہے لیکن عام طور پر لوگ انہیں جڑواں بہنیں سمجھتے ہیں۔"

"آپ ہماری توقع کے بالکل خلاف ہیں مسٹر یوسف! عموماً کاروباری لوگ ذہنی اور جسمانی طور پر بوڑھے ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے پاپا۔ ہم آپ کو بھی ایسی ہی ایک شخصیت سمجھ رہے تھے۔" ایلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں مس بیکر! کیا کاروباری ہونے کے لیے بوڑھا ہونا ضروری ہے؟" میں نے خود کو اس ماحول سے ہم آہنگ کرنے کے لیے پوچھا۔

"ہاں۔ خاص طور پر ایک بڑا اور تجربہ کار کاروباری ہونے کے لیے درحقیقت عمر درکار ہوتی ہے اور بڑا کاروباری انسان تجربات کے بعد ہی بنتا ہے۔ میں آپ کو دیکھ کر حیران ہوں کہ نوجوانی کی عمر میں آپ اتنے بڑے کاروباری بھی ہیں۔" ایلی نے جواب دیا۔

"درحقیقت یہ لڑکی انسانوں کی فطرت پر ریسرچ کرنے کی بے حد شوقین ہے۔ اسے مختلف لوگوں کے حالات زندگی جمع کرنے کا جنون ہے اور اس سلسلے میں اس کے پاس بڑا ذخیرہ ہے۔ اکثر مقامی اور

باہر کے رسائل میں اس کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔"

"میں نے دنیا کے بہت بڑے بڑے لوگوں کے حالات زندگی پڑھ رکھے ہیں۔ ان کی نفسیات، ان کی سوچ اور ان کی عملی زندگی کے بارے میں میرے پاس ایسی ایسی معلومات موجود ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہوں گی۔" ایملی نے کہا۔

"دلچسپ مشغلہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کے لیے دوسری بھی مسٹر لوب!" ایملی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"وہ کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ اب میں آپ کے بارے میں جاننا چاہوں گی۔ بتائیے آپ اس عمر میں ایک بڑے کاروبار کے کیسے بنے؟"

"اوہ، واقعی یہ تو پریشانی کی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں جناب! آپ یقین کریں، میں اس سلسلے میں آپ کے ذہن پر بار بالکل نہیں ہوں گی۔ بس آپ سے قریب رہنے کی اجازت چاہوں گی، جب تک آپ یہاں موجود ہیں۔"

"ظاہر ہے میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔" میں نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔

"ایملی دلچسپ لڑکی ہے۔ مجھے یقین ہے آپ اس کی صحبت میں بور نہیں ہوں گے مسٹر لوب!" مسٹر بیکر نے ایملی کی سفارش کی۔

"اور مس شالی؟" میں نے دوسری لڑکی کی طرف دیکھا۔

"یہ فلسفی ہے۔ دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ لیکن آپ سے ملاقات کی شائق تھی۔"

"آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی ہے مسٹر بیکر!" میں نے گہری سانس لے کر کہا ——— اس کے بعد دوسرے لوگوں سے گفتگو ہونے لگی۔ فلمی ماحول کی باتیں تھیں۔ ان باتوں سے خود اپنی شناخت بھی ہو رہی تھی جو بہت ضروری تھی اور جو کچھ مجھے اس گفتگو سے معلوم ہو سکا وہ یہ تھا کہ میں ایک بااثر اور دولت مند انسان ہوں۔ بہت سے ممالک میں مختلف انڈسٹریز میں میرا سرمایہ لگا ہوا ہے اور میں نے فلم انڈسٹری میں اپنا سرمایہ لگانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

عقل چکرا کر رہ گئی تھی۔ اگر درحقیقت ایسے کسی شخص کا کوئی وجود تھا تو وہ کہاں تھا اور جوشو نے کن بنیادوں پر مجھے اس کی حیثیت دے دی تھی۔ یہ تو بے حد خطرناک جرم تھا اور اس میں کافی خطرات پوشیدہ تھے۔

میں نے دوپہر کے کھانے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اس کے لیے مسٹر بیکر میرے بہت ممنون ہوئے اور بولے "آپ کی اس پُرخلوص پیشکش کو میں رد نہیں کر سکتا حالانکہ یہ اعزاز مجھے ملنا چاہیے تھا۔ میری خواہش ہے کہ میں آپ کے اعزاز میں ایک بہت بڑی ضیافت دوں جس میں ہالی ووڈ فلم انڈسٹری کے تمام افراد شریک ہوں۔ مشہور ترین فلمساز اور فلمی اداکاروں سے آپ کا تعارف ہو۔ تب اس سلسلے میں آپ سے تاریخ کا خواہاں ہوں۔"

"مجھے آپ کے خلوص کا اعتراف ہے مسٹر بیکر! لیکن اتفاق سے آپ کی اس خواہش کے جواب کے طور پر مس ایملی کو بھی ان کے سوال کا جواب مل جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا مسٹر لوب؟" ایملی نے پوچھا۔

"میں نے عمر کے چند سال صرف اس لیے بچا لیے ہیں کہ میں زیادہ الجھنوں میں نہیں پڑتا۔ کاروبار کے لیے ٹھوس اقدامات کرتا ہوں اور ان پر فوری عمل شروع کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے، میں پچھلی رات خاموشی سے یہاں آ گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی کیونکہ میں ان کے فرائض کے چند گھنٹے خود نہیں خرچ کرنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ ایئرپورٹ آتے، استقبال کرتے، اہتمام کرتے۔ چنانچہ میں خاموشی سے یہاں پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ میں اپنی سیکرٹری مس لوسیا سے اس بات کی تصدیق کراؤں گا کہ کتنے لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی ہے۔ براہ کرم مس لوسیا، مسٹر بیکر کو یہ نام بتا دیں۔"

اور لوسیا نے یہ نام گنوا دیے۔ پھر میں دوبارہ مسٹر بیکر سے مخاطب ہوا۔ "میں نے ان لوگوں سے ملاقات کا پروگرام نہیں بنایا، اس کی وجہ یہ ہے مسٹر بیکر کہ انسان اخلاقی بندشوں میں بھی جکڑ جاتا ہے۔ آپ یہ اہتمام کریں گے۔ اس میں میرا تعارف دوسرے لوگوں سے بھی ہو گا۔ ان میں سے چند مخلص لوگ بھی کچھ پیشکش کریں گے اور میرا طویل وقت اس میں ضائع ہو جائے گا۔ اس کے برعکس یہ بات بہتر ہوتی کہ میں چند روز قیام کر کے آپ سے کام کی بات کروں اور اسی دوران ہالی ووڈ اور اس کے مقامات کی سیر بھی کر لوں۔"

"بہت خوب، بہت خوب۔" ایملی نے خوش ہو کر کہا۔ "میں نے یہ قیمتی بات ذہن نشین کر لی ہے مسٹر لوب! لیکن میری ایک پیشکش آپ ضرور قبول کر لیں۔"

"وہ کیا مس ایملی؟" میں نے پوچھا۔

"ہالی ووڈ اور اس کے مقامات کی سیر کے لیے میں خود کو گائیڈ کی حیثیت سے پیش کرتی ہوں۔"

"بہت بہتر۔ یہ ٹھیک ہے۔" میں نے تکلف سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے ان خیالات سے بہت متاثر ہوا ہوں مسٹر لوب! اور حقیقت میں آپ ایک عملی انسان ہیں۔" مسٹر بیکر بولے۔

"میں اپنے ان تمام دوستوں سے بھی اس تعاون کا خواہشمند ہوں کہ وہ صرف اپنی ذات تک مجھ سے رابطہ رکھیں اور میری آمد کی خبر کو خود تک ہی محدود رکھیں۔ کیا میرے دوست مجھ سے تعاون کریں گے؟" میں نے بیکر کے ساتھ آنے والے دوسرے لوگوں سے پوچھا۔

"ضرور جناب! آپ کی اس سوچ نے ہمیں نئی راہیں دکھائی ہیں۔" ان لوگوں نے جواب دیا۔

مسٹر بیکر میری اس خصوصی توجہ پر بہت خوش نظر آ رہے تھے اور میں دل ہی دل میں اس کھیل پر حیران ہو رہا تھا جس کا انجام میرے سامنے نہیں تھا۔

شام کو چار بجے مسٹر بیکر واپس چلے گئے۔ میرے اور ان کے درمیان کاروباری گفتگو کے لیے دوسرا دن طے ہو گیا تھا۔ باقی وقت میں نے بڑی سوچوں کے درمیان گزارا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد یہ کہ مجھے یہی احساس رہا کہ میں درحقیقت ایک بڑا کاروباری ہوں اور پھر میں خود پر ہنس پڑا۔

سرزمین پنجاب کا ایک آفت زدہ کیسی کیسی مشکلات کا شکار ہوا ہے۔ ایک جذبے نے سینے میں سر ابھارا تھا اور میں نے اس کے حضور اپنا مستقبل بھینٹ کر دیا تھا، اپنے سنہرے خواب قربان کر دیے تھے۔ ہر جذبہ قربانی چاہتا ہے۔ تاریخ کی لکیریں خون سے کھینچی جاتی ہیں اور مجھے اس لہو کا قطرہ قطرہ اس جذبے پر نچھاور کرنا تھا۔ میں ایک مجھ کی قربانی نہیں دے سکتا تھا، میرے جذبے کو لہو سے غسل کرنا تھا۔ خدا اسے ثابت قدم رکھے۔

❋

دوسرے دن دس بجے مسٹر بیکر پھر آ گئے۔ ان سے یہی وقت طے ہوا تھا۔ اس وقت ہم دونوں نے خالص کاروباری گفتگو کی۔ مسٹر بیکر تنہا تھے اور کل کی طرح غیر سنجیدہ نہیں تھے۔ میں نے بھی پوری توجہ سے ان سے گفتگو کی۔ وہ فلم ساز تھے اور اس وقت ان کی ایک فلم زیر تکمیل تھی۔ دوسری فلم کے لیے انہوں نے مجھے سرمایہ لگانے کی پیشکش کی جسے میں نے منظور کر لیا اور مسٹر بیکر کو اجازت دے دی کہ اس کی کاغذی تیاریاں شروع کرا دیں۔ اس کے نتیجے میں مجھے فلم کی کہانی بھی سننی پڑی تھی۔ بہرحال پورے سکون سے میں نے یہ ساری چیزیں برداشت کی تھیں۔ ان سارے معاملات کے طے ہو جانے سے مسٹر بیکر بے حد خوش تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"ایملی کو میں نے بڑی مشکل سے روکا ہے، وہ دو بجے آپ کے پاس حاضر ہو جائے گی۔ کیا آپ اس بے وقوف لڑکی کو برداشت کر لیں گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر بیکر! اچھا ہے ہالی ووڈ کی سیر کے لیے مجھے ایک ذہین ساتھی میسر ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔ اور مسٹر بیکر خوشی خوشی چلے گئے۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری شراکت کو مضبوط کرنے کے خواہاں ہیں اور اس سلسلے میں ایملی کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ بہرحال میں نے جان بوجھ کر یہ ساتھ قبول کیا تھا۔ اس دوران مسٹر جوشو کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اگر میری طرف سے کوئی غلط اقدام ہوا تو وہ میری رہنمائی کریں گے۔ میرے ذہن پر بھی کم بار نہیں تھا ——— میں سارے معاملات سے ناواقف ہونے کے باوجود جس طرح انہیں نبھا رہا تھا اسے میرا دل ہی جانتا تھا۔ ایک ایک لمحہ محتاط رہنا پڑ رہا تھا۔ ادھر یہ ذہنی خلجان بھی تھا کہ کوئی قدم مسٹر جوشو کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہے۔ چنانچہ اپنا ذہنی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے میں نے یہ مصیبت قبول کر لی تھی۔

پھول کی طرح شگفتہ ایملی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ایک حسین لباس پہنا ہوا تھا اور کھلی چھت کی ایک خوبصورت کار میں آئی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

"تو اب آپ مجھے سیر شروع کرائیں گی مس ایملی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کام میں خفیہ طور پر کروں گی اور آپ کو بور نہیں ہونے دوں گی۔ ہاں آپ سے ایک درخواست ہے۔" وہ بولی۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے ایملی کی بجائے ایمی کہا کریں۔ بس یہ اچھا لگتا ہے۔"

"بہتر ہے۔ اس طرح تو آپ نے میری ایک مشکل بھی حل کر دی ہے۔"

"اوہ، کیا کوئی مشکل بھی تھی؟" اس نے ہنس کر پوچھا۔

"ہاں، آپ کے نام میں ایک معمولی سی تبدیلی سے زبان میں کھٹاس سی گھل جاتی تھی۔ ایملی اور ایمی میں معمولی سا فرق ہے۔"

"میں نہیں سمجھی؟" ایمی تعجب سے بولی اور میں مسکرانے لگا۔ ظاہر ہے وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر نکلنے سے قبل میں نے اپنی شکل وصورت کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ چیک لی نے مجھے جو نقش دیے تھے وہ جوں کے توں تھے۔ حالانکہ ہالی ووڈ کی

اور اس پیاسے میں موجود رقم کبھی تجوری میں نہیں ہوتی۔ دلچسپ فلم تھی۔ مجھے بہت پسند آئی۔ شالی کا ساتھ بھی کسی طور ناگوار نہیں تھا کیونکہ ایلی کی بہ نسبت اس کے اندر شائستگی اور رکھ رکھاؤ تھا۔

بالی ووڈ بال شو دیکھنے کے لیے شالی نے ٹکٹ خریدا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ تھیٹر میں دس بارہ ہزار سے کم افراد نہ ہوں گے لیکن وہ خالی خالی نظر آرہا تھا اور اس کی وجہ اس کی وسعت تھی۔ ہم دونوں بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اسٹیج پر رقص و موسیقی کے کئی خوبصورت پروگرام ہوئے۔ پھر جسمانی کرتب اور اس کے بعد مزاحیہ پروگرام پیش کیے گئے جو سب کے سب بہت دلچسپ تھے۔ شالی بے اختیار ہنس رہی تھی اس کی کیفیت بچوں کی سی تھی۔

واپسی میں میں نے اس سے پوچھا "شالی! تم دونوں بہنوں میں ایک سال کا فرق ہے؟"

"ہاں۔ پورے ایک سال کا" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"بڑا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں" وہ بولی اور میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ شالی اپنی بہن سے ایک سال بڑی ہونے کے باوجود ذہنی طور پر اس سے کچھ سال چھوٹی تھی۔ اس کی فطرت میں معصومیت تھی۔

کوٹھی میں داخل ہوئے تو سفید رنگ کی ایک بیٹلے کار پر نظر پڑی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا ہی تھا کہ شالی بول پڑی۔ "پاپا!"

"اوہ! کیا یہ مسٹر بیکر کی کار ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ پاپا شوفر لیس اسے ہی استعمال کرتے ہیں" شالی نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ راستے میں جینی نے بتایا کہ مسٹر بیکر انتظار کر رہے ہیں۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ مسٹر بیکر ایک موٹے سگار کو دانتوں میں کچلے رہے تھے ہمیں دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔

"خدا کا شکر ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ جلدی ہی واپس آگئے۔ میں سوچ رہا تھا کہیں مجھے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ میرے بارے میں آپ کو اطلاع مل گئی ہوگی جناب بکرما! میں اپنے یونٹ کو لے کر شکاگو جا رہا ہوں۔ وہاں شوٹنگ کے انتظامات اچانک مکمل ہو گئے ہیں اور میں اسے ملتوی نہیں کر سکتا۔ میری ایک دلی خواہش ہے مسٹر بوب؟"

"جی۔ فرمائیے؟" میں نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے ساتھ شکاگو چلیں" مسٹر بیکر بولے۔

"جی ہاں" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ ایک لمحے کے لیے خیال آیا کہیں یہ جینو کی مرضی کے خلاف نہ ہو لیکن جینو نے جو خاموشی اختیار کر رکھی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا تھا اس کی پسند کے مطابق ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں بالی ووڈ سے نکلنے کے اس موقع کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ "ٹھیک ہے مسٹر بیکر! لیکن شرط بھی ہوگی۔"

"شرط کیا جناب؟" وہ خوش ہو کر بولا۔

"میری اپنی شخصیت صرف چند لوگوں کے درمیان محدود رہے گی۔ میں زیادہ لوگوں سے متعارف نہیں ہونا چاہتا" میں نے جواب دیا۔

"میں نے ابتدا ہی سے اس کا خیال رکھا ہے اور پھر یہ بات تو خود میرے حق میں جاتی ہے" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جواباً میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکر نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے معذرت آمیز انداز میں بولے۔

"بس! میں آپ کی منظوری حاصل کرنے آیا تھا۔ ممکن ہے آج پوری رات ہی مصروف رہنا پڑے۔ ساری تیاریاں مکمل کرنی ہیں۔ اس لیے اجازت چاہوں گا۔ شالی! مسٹر بوب کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ تم لوگ انہیں تنہائی کا احساس نہ ہونے دینا" اس نے اپنی بیٹی کی طرف رخ کر کے کہا۔ اور پھر گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میری نگاہ میں یہ ایک باپ کا بدترین کردار تھا اور ایسے لوگوں کو میرے معاشرے میں ذلیل ترین کردار کا مالک کہا جاتا تھا۔ لیکن جب معاشرے ہی کی بات آجاتی ہے تو یہاں کے ماحول میں یہ سب کچھ معیوب نہیں ہے اور لوگ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے میں نے گہری نگاہوں سے شالی کی طرف دیکھا۔ اب تک اس لڑکی نے بچکانہ پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور ابھی تک مجھے اس سے کوئی الجھن نہیں ہوئی تھی۔ "لیکن اب باپ کی ہدایت پر دیکھیے اس کے اندر کیا تبدیلی رونما ہوتی ہے۔" میں نے سوچا۔

وہ چند ساعت خاموش رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر بوب؟"

"تھک گئی ہوں گی آپ مس شالی؟"

"جی ہاں۔ کسی حد تک" وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "بہتر یہ ہوگا کہ آپ آرام کریں۔ میں بھی اب سونے کا خواہشمند ہوں" میں نے جواب دیا اور وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شکریہ۔ پھر اجازت؟" اس نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"ہاں" میں نے سکون سے گہری سانس لی۔

"میں نہیں کہہ سکتی کہ کل آپ لوگوں کی روانگی سے قبل آپ سے ملاقات ہوگی یا نہیں۔ بہرحال اگر کل نہیں ہوئی تو پھر واپسی پر ضرور ہوگی۔ میں انتہائی خلوص سے کہہ رہی ہوں مسٹر بوب! آپ کے ساتھ یہ مختصر سا وقت بہت ہی خوشگوار گزرا۔"

"شکریہ شالی! ایسے کیا آپ لوگ آؤٹ ڈور شوٹنگ وغیرہ پر نہیں جاتیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ضرورت نہیں۔ پاپا وہاں مصروف ہوتے ہیں۔ ساری مصروفیات فلمی سی نہیں ہوتی ہیں۔ کم از کم میں انہیں پسند نہیں کرتی۔ ایلی کبھی کبھی پاپا کی خواہش ہوتی ہے تو ہم چلے جاتے ہیں۔ ویسے مجھے یقین ہے کل کے پروگرام میں ہم لوگ شریک نہیں ہیں ورنہ پاپا ہمیں تیاریاں کرنے کے لیے ضرور کہتے" شالی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے شالی! واپسی پر ملاقات ہوگی" میں اسے رخصت کرنے کے لیے باہر تک آیا۔

شالی کار اسٹارٹ کر کے ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی اور میں تھکا تھکا سا واپس اندر آگیا۔ کوٹھی کے ملازمین سامنے نہیں تھے سب اپنی اپنی آرام گاہوں میں جا چکے تھے۔ مجھے بھی اس وقت کسی کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں اپنی خوابگاہ میں آگیا۔ ذہن پر تھکن اور کسی قدر افسردگی طاری تھی۔ سوچ کے دائرے ابھر رہے تھے۔ یہ سلسلہ کہاں تک چلے گا۔ اس دوران میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا ہوں اور وقت جینو کے رحم و کرم پر ہوں۔ اگر اس کی کوئی اسکیم فیل ہو گئی تو میں بھی کام سے گیا۔ کیا خود کو اس حد تک کسی کے ہاتھوں میں دے دینا دانشمندی ہے؟ یا پھر بیان پرست حماقت کر رہا ہوں؟

دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ شکاگو کی حد تک ٹھیک ہے۔ مسٹر بیکر سے اتنا فائدہ ضرور اٹھاؤں گا کہ ان کے ساتھ شکاگو نکل جاؤں اور وہاں جا کر ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ جینو کی طرف سے اگر کوئی تحریک ہوئی اور اس سے ملاقات ہوئی تو صاف کہہ دوں گا کہ یا تو وہ مجھے اپنا منصوبہ بتائے کہ اس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہے ورنہ پھر اس سے کہہ دوں گا کہ اس کے بعد وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔ اس نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے وہ بہت ہے اور میں اس سے زیادہ اسے تکلیف دینا پسند نہیں کروں گا۔

٭

دوسرے دن بیکر مجھے لینے آگیا۔ صبح کو ٹیلی فون کر کے اس نے مجھے تیار رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔ چنانچہ جس وقت وہ ایک بڑی ویگن میں میرے پاس پہنچا تو میں اپنے مختصر سے سوٹ کیس کے ساتھ تیار تھا۔ اس کے ساتھ آٹھ افراد تھے۔ جن میں تین خوبصورت لڑکیاں شامل تھیں۔ دو صورتیں میری جانی پہچانی تھیں۔ ان اداکاروں کو میں متعدد فلموں میں دیکھ چکا تھا۔

بیکر نے میرا تعارف "میرے عزیز ترین دوست مسٹر بوب" کہہ کر کرایا تھا۔ اس سے زیادہ اس نے میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا لیکن چونکہ بیکر نے اس عزیز ترین دوست کو لے جانے کے لیے اہتمام کیا تھا۔ اس لیے اس کے ساتھیوں کی نگاہوں میں مجھے ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تھا۔

یہاں سے ہم نے لاس اینجلس کا سفر کیا اور پھر مقررہ وقت پر ہوائی جہاز ہمیں لے کر شکاگو کے لیے پرواز کر گیا۔

تصور میں میرے والد کی مالی حیثیت زیادہ بڑی نہیں تھی۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھے اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ ضرور بھیجتے لیکن اس میں ان کی تصوراتی سی خود غرضی بھی شامل تھی میرے والد کو

والدہ کو مطمئن کرنے کے لیے بھی انھوں نے یہ قدم اٹھایا تھا ورنہ شاید میری وجہ سے گھر کے حالات اتنے پرسکون نہ ہوتے۔ والدہ صاحبہ کو گوناگوں الجھنوں سے دوچار رہنا پڑتا۔ ممکن ہے کچھ نئی پریشانیاں جنم لیتیں۔ اس لیے انھوں نے اس کا حل یہی تلاش کیا تھا کہ ایک طویل عرصے کے لیے مجھے اپنے آپ سے دور کردیں۔ میرے خرچ کے لیے جو پیسے آتے تھے وہ اتنے ہوتے کہ میں صرف گزارا کرسکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں ان میں سے بھی کچھ بچا لیتا اور میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور ایسا صرف اس لیے ممکن تھا کہ میں نے دوسرے پاکستانی نوجوانوں کی طرح تعلیمی مشاغل سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت سے طالب علموں کے مشاغل تعلیم کے علاوہ سیر و تفریح بھی تھے۔ لیکن میں نے اپنے محدود وسائل کو پیش نظر رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ کیلی فورنیا کے علاوہ امریکہ کے دوسرے شہر اور ریاستیں میرے لیے اجنبی تھیں۔

میں ان سے صرف فلموں کی حد تک ہی واقف تھا۔ ہالی ووڈ بھی میرے لیے اجنبی جگہ تھی اور شکاگو بھی۔ فلموں میں شکاگو کے بارے میں جو تاثر ملتا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شکاگو جرائم پیشہ لوگوں کی بستی ہے۔ ہالی ووڈ نے شکاگو کے جرائم پیشہ طبقے کی زندگی کے متعلق فلموں سے بھی یہی تاثر دیا تھا کہ یہ شہر شیطانوں کی پناہ گاہ ہے۔

بہرحال اب میرا رخ اسی شہر کی جانب تھا اور میرے ذہن میں بے پناہ خیالات گردش کر رہے تھے جیسا کہ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر شکاگو میں بھی میں اسی بے بسی کا شکار رہا تو پھر والدہ محترمہ کی عنایتوں کو خیرباد کہہ دوں گا اور اپنے طور پر کچھ کروں گا۔ خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ ممکن ہے شکاگو کے جرائم پیشہ افراد میرے کام آسکیں۔ امریکی پولیس تو بہرحال میری دشمن ہوگی ہے۔ ہوائی جہاز کے سفر میں بطور خاص بیکر نے اس مشہور ہیروئن کو میرے پاس بٹھا دیا تھا جسے میں فلموں میں دیکھ چکا تھا۔ راستے میں اس سے گفتگو بھی ہوئی لیکن یہ گفتگو میں نے اس سے فون تک ہی محدود رکھی۔ اس نے البتہ میرے بارے میں چھان بین کی کوشش ضرور کی تھی۔

"آپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔" وہ بولی۔

"بس میرا نام بوب ہے۔ آپ کا مداح ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کہاں کے باشندے ہیں؟" اس نے عجیب سا سوال کر ڈالا۔

"سیاح ہوں اور سیاح جہاں ہوتا ہے اسی جگہ کو اپنا سمجھتا ہے اسی لیے کسی ایک ملک سے وابستگی کو دوسرے حسین مقامات کی حق تلفی تصور کرتا ہوں۔"

"بہت دلچسپ انسان ہیں آپ مسٹر بوب!" ہیروئن نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں اپنے ملاقاتیوں کو متاثر نہیں کر پاتا۔ بہرحال آپ کے ان الفاظ کا شکریہ۔" میں نے انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اور درحقیقت یہ الفاظ اس نے ازراہ اخلاق ہی کہے تھے ورنہ اسے میری صحبت میں سخت بوریت ہوئی ہوگی اور اس کا اندازہ بھی بہت جلد ہوگیا۔ اس نے بڑی ذہانت کے ساتھ مسٹر بیکر سے اپنی سیٹ بدل لی اور مسٹر بیکر میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔

"اگر ان خاتون کو آپ کی شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے مسٹر بوب تو میرا خیال ہے کہ وہ ہوٹل میں بھی آپ کے ساتھ ہی قیام کرنے پر اصرار کریں۔ بہرحال یہ آپ ہی کی خواہش ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس خواہش کا احترام کرتے رہیں گے۔ اس طرح میں ذہنی طور پر پرسکون رہ سکوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! آپ بہت سنجیدہ اور نفیس طبیعت کے مالک ہیں۔ ورنہ لوگ عموماً ان آرٹسٹوں کی قربت کے خواہاں ہوتے ہیں۔"

"آپ ان خوبصورت الفاظ کے بجائے اگر مجھے اس معاملے میں بدذوق بھی کہہ دیں تو کوئی افسوس نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکر مسکرانے لگے۔ بہرحال شکاگو تک مسٹر بیکر ہی میرے قریبی ہم سفر رہے۔

ایئرپورٹ سے ہوٹل جاتے ہوئے سڑکوں پر نظر ڈال کر اندازہ ہوا کہ شکاگو دنیا کا جدید ترین شہر ہے۔ سو سال قبل یہ دو سو افراد کی آبادی کا معمولی سا گاؤں تھا لیکن سو سال میں اس کی آبادی تقریباً پچاس لاکھ ہوگئی تھی اور اس نے بے پناہ ترقی کرلی تھی۔ بلند و بالا عمارتیں، حسین ترین سڑکیں اور پرمسرت ماحول نے اس شہر کے بارے میں میرے ذہن پر بہت اچھا تاثر چھوڑا تھا۔ جس ہوٹل میں مسٹر بیکر نے قیام کیا تھا وہ ستائیس منزلہ تھا اور بے حد خوبصورت تھا۔ میرے لیے ایک علیحدہ شاندار کمرے کا انتخاب کیا گیا تھا۔ بے چارہ بیکر ایک بڑی امید پر میرے اوپر بے تحاشا خرچ کر رہا تھا۔ جو شعور ذہین آدمی تھا۔ اس نے میرے بیشتر اخراجات چالاکی سے مسٹر بیکر پر ڈال رکھے تھے۔ بہرحال یہ فضا ایسی نہیں تھی کہ میں اخلاقی قدروں پر غور کرتا۔ میرے لیے تو یہ ایک آزادانہ قید تھی۔ میں تو امریکہ کی اس حسین زندگی سے بھاگ جانے کا خواہشمند تھا۔ اگرچہ میں ابھی تک دنیا کی ذہین ترین پولیس کی قید سے آزاد تھا لیکن نہ جانے مجھے کیوں احساس ہوتا تھا کہ اگر میں نے جلد از جلد امریکہ نہ چھوڑا تو میں پولیس کے ہاتھ ضرور لگ جاؤں گا۔ بعض اوقات تو اس احساس سے سخت ذہنی کرب کا شکار ہوجاتا تھا۔

فلم یونٹ کے بیشتر افراد یہاں پہلے پہنچ گئے تھے۔ بات کرانے کی شوٹنگ ہوئی اور دوسرے دن شوٹنگ کا پروگرام طے کرلیا گیا تھا۔

شوٹنگ جھیل مشی گن کے ساحل پر ہونی تھی۔ مجھے بھی زبردستی گھسیٹا گیا اور دوسرے دن ان ساری ضروری تیاریوں کے بعد ہم مشی گن جھیل پہنچ گئے۔ یہ دنیا کی بہت بڑی جھیلوں میں شمار ہوتی ہے۔ مجھے تو وہ سمندر ہی محسوس ہوئی تھی۔ معلومات کرنے سے پتا چلا کہ اس کی لمبائی تین سو اکیس میل اور چوڑائی ستر میل سے ایک سو اٹھارہ میل ہے اور اس کی وجہ سے شکاگو اندرونی ملک سب سے بڑی بندرگاہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک ہی گلیز چیرنگ کراس کی عمارت ہے جو سفید سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے اور جس کے مینار پر چاروں طرف بیس بیس فٹ قطر کے گھنٹے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے عقب میں کولمبیا براڈکاسٹنگ اسٹیشن کی عمارت تھی۔ فلم کا تعلق ان ہی دو عمارتوں سے تھا اس لیے فوٹوگرافی کی تیاریاں کرلی گئیں۔ بیکر اپنے کام میں بھی مصروف تھا اور میرے آگے پیچھے بھی پھر رہا تھا جسے دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کرلیا اور مجھے خواہ مخواہ اہمیت دی جانے لگی۔

شوٹنگ ہوتی رہی۔ اگر حالات بہتر ہوتے تو یہ سب کچھ میرے لیے کافی دلچسپ ہوتا لیکن میرا ذہن تو یہ سوچنے میں لگا ہوا تھا کہ اب کیا کروں؟

بہرحال یہ پورا دن شوٹنگ میں صرف ہوا۔ بیکر نے کافی حد تک کام کرلیا تھا اور بہت خوش نظر آرہا تھا۔ رات کو اجتماعی ڈنر کیا گیا اور اس کے بعد رات کے گیارہ بجے کے قریب بیکر میرے کمرے میں آگیا۔ "آپ کو یقینی طور پر ان سارے ہنگاموں سے الجھن ہورہی ہوگی مسٹر بوب! لیکن یہ میری خوش بختی ہے کہ ایک غیر متعلق شخص کی حیثیت سے آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تاکہ ہمیں آئندہ پروگرام میں مدد ملے گی۔"

"میں یہ سب کچھ آپ کی خاطر کر رہا ہوں مسٹر بیکر! ورنہ شاید میں آپ کو وقت نہ دے سکوں گا۔ جو کچھ کر رہے ہیں آپ ہی کر رہے ہیں۔ مجھے آپ پر اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور میرے الفاظ بیکر کے چہرے پر چمک بکھیرنے لگے۔ وہ بہت خوش ہوا تھا۔ پھر اس نے مجھے تفریحی پروگرام بتائے جو کچھ اس طرح تھے کہ یہاں تین دن شوٹنگ ہوگی۔ اس کے بعد ایک دن بیکر مجھے شکاگو کی سیر کرائے گا پھر یہاں سے واپسی ہوجائے گی۔ میں نے یہ سب سن کر گہری سانس لی تھی۔ اس کے بعد بیکر نے کہا۔

"اس دوران اگر آپ تنہائی سے بوریت محسوس کریں تو شہر کی سیر کرلیں۔ میں انتظام کر دوں گا۔"

"یہ بہتر ہوگا مسٹر بیکر! اس کے بعد آپ کو ایک دن ضائع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے جلدی سے کہا اور بیکر نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ دوسرے دن بیکر نے ناشتے کے دوران کہا۔

"میں نے کرائے پر ایک موٹر حاصل کرلی ہے۔ جس کا ڈرائیور ہی آپ کے لیے گائیڈ کا کام دے گا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد کمپنی ڈرائیور اور کار بھیج دے گی۔ میں آپ سے اس کا تعارف کرا کے چلا جاؤں گا۔"

میں نے منظوری دے دی۔ ساڑھے دس بجے بیکر ایک ذہین چنچل خوبصورت لڑکی کو لے کر میرے پاس آیا۔

"یہ مس ایلین ہیں مسٹر بوب! آپ کی گائیڈ۔" پھر اس لڑکی سے مخاطب ہوکر بولا۔ "مس ایلین! معزز مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب!" لڑکی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور بیکر نیک خواہشات کا اظہار کرکے چلا گیا۔

ایلین خاصی چالاک لڑکی معلوم ہوتی تھی اس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ مقامی معلوم نہیں ہوتے جناب! میرا مطلب ہے امریکی نہیں ہیں؟"

"آپ کا خیال درست ہے۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"شکاگو پہلی بار آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"شکاگو سے متعلق داستانوں سے متاثر ہوں گے؟"

"بے شک۔" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ ان داستانوں میں رنگ آمیزی زیادہ ہے۔ یہ درست ہے کہ شکاگو کی زندگی میں تنوع ہے لیکن آپ اسے مجرموں کا شہر نہیں کہہ سکتے۔ مجرم تو دنیا کے ہر گوشے میں ہوتے ہیں مسٹر بوب! آپ کا کیا خیال ہے؟" لڑکی نے ایک سانس میں بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

"آپ کا کہنا درست ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"امریکہ میں کون سے شہر نے آپ کو زیادہ متاثر کیا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اگر آپ مجھے تیاری کی اجازت دیں تو شکرگزار ہوں گا۔ یہ باتیں ہم راستے میں کرلیں گے۔" میں نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن کو جنبش دی۔

"میرا خیال ہے آپ کا شمار ان لوگوں میں ہے جو تیار ہونے میں دیر لگاتے ہیں؟" یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی اور پھر دروازے سے نکلتے ہوئے بولی۔ "میں خود حاضر ہو جاؤں یا آپ نیچے تشریف لا رہے ہیں؟"

"میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی میں نے ان محترمہ کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کیا چیز ہیں؟

ابھی میں نے لباس تبدیل کیا ہی تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی اور میں نے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی لیکن اندر آنے والا ایک نہیں تھا۔ آنے والوں کی تعداد چار تھی۔ ان میں ایک لمبا اور موٹا شخص تھا جس کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ وہ خشک چہرے والے پھرتیلے سے آدمی تھے۔ جو عمدہ سوٹ

باہر نکل آیا۔ دروازہ لاک کرنے میں بھی میں نے کافی تیزی دکھائی تھی اور پھر میں برق رفتاری سے لفٹ کی طرف دوڑنے لگا تھا۔
لفٹ سے اتر کر میں اُسی تیز رفتاری سے ہال میں داخل ہوا لیکن ایک بار پھر مجھے ٹھٹک جانا پڑا تھا۔ وہ دونوں کم بخت ابھی تک ہال میں موجود تھے۔ یعنی مارک اور اس کا ساتھی۔ البتہ موٹا لوب ہیریسن شاید باہر گاڑی میں ان کا منتظر تھا۔ مارک کاؤنٹر سے پلٹ رہا تھا۔ وہ غالباً کاؤنٹر مین سے گفتگو کرنے کے لیے اتنی دیر رکا تھا ورنہ اب تک میرا نقصان ہو چکا ہوتا۔ دونوں نے بیک وقت مجھے دیکھ لیا۔ میں نے آگے بڑھ کر چابی کاؤنٹر مین کو دی۔ مارک میری جانب متوجہ ہو گیا تھا۔
"آپ اپنے کسی دوست کے ساتھ کہاں جا رہے تھے مسٹر ایلیس؟" اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔
"اس کا فیصلہ وہی کریں گے۔" میں نے گردن جھٹک کر کہا۔
"کیوں نہ اچھے انسانوں کی طرح پولیس کی مدد کے لیے تھوڑا سا وقت ضائع کر دیں۔ ہمیں وہاں تک پہنچا دیں جہاں آپ کے خیال میں ان لوگوں کو ہونا چاہیے اور بس۔ اس کے بعد آپ کو تکلیف نہیں دی جائے گی۔"
"میں آپ کو ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ میرے خیال میں اس کے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ہم تینوں ہوٹل کے دروازے سے باہر نکل آئے تھے۔ سامنے ہی پولیس کار کھڑی تھی۔ جس میں پچھلی سیٹ پر لوب ہیریسن بے چینی سے غالباً ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔
"اس کے علاوہ پولیس کی کوئی اچھی جگہ نہیں ہے کہ آپ کو وہاں پہنچنے میں کوئی دشواری پیش آئے۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ مجھے یہ وقت میرے دوست کے ساتھ گزارنے دیں۔ یوں بھی یہ جلدی کی پہلی طویل ملاقات ہے اور وہ پولیس کی تحویل میں یقیناً خوشی محسوس نہیں کرے گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"میں اس سلسلے میں آپ کے دوست سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں۔ براہ کرم مجھے اس سے ملا دیں۔" مارک کو … محسوس ہو رہی تھی۔ میرا ذہنی ہیجان شدت اختیار کر گیا تھا۔
کاش میں چند لمحات اوپر ہی گزار لیتا اور یہ لوگ یہاں سے رخصت ہو گئے ہوتے۔ اب تو ایک مشکل صورت حال پیش آ گئی تھی۔ میں نے بے بسی سے ادھر اُدھر دیکھا۔ مارک اور اس کا ساتھی میرے دونوں طرف کھڑے تھے۔ وہ دونوں مسلح تھے اس لیے اگر میں فرار ہونے کی کوشش کرتا تو یہ ایک احمقانہ فعل ہوتا۔ وہ مجھے شوٹ بھی کر سکتے تھے۔
"آپ کا دوست کہاں ہے مسٹر ایڈیو؟" مارک نے سوال کیا۔
"شاید وہ چلا گیا۔ تم لوگوں کی حماقت کی وجہ سے مجھے کافی دیر ہو گئی۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"اوہ ہمیں افسوس ہوا۔ بہرحال اب آپ اس سے معذرت کریں گے اور یہ کام کچھ دیر کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے تشریف لے چلیے۔ میرا خیال ہے ہمیں جلدی کرنی چاہیے۔" مارک کے انداز میں اچانک کسی قدر جارحیت پیدا ہو گئی تھی۔
"آپ لوگ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔" ابھی فضا میں میرے الفاظ کی گونج باقی تھی کہ مارک نے پستول نکال لیا۔
"کر سکتے ہیں مسٹر ایڈریولیس اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے اعتراف میں مسٹر لوب ہیریسن کے قیام کی نشاندہی کی ہے جس کا شبہ ہم نے آپ سے ملاقات کی تھی۔" مارک نے کرخت لہجے میں کہا۔ میرے بدن میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔
"میں مجبور ہوں۔" میں نے گردن کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "امریکی پولیس کی اس زیادتی کو میں اور میرا سفارت خانہ فراموش نہیں کر پائے گا۔"
"ہمارا ایک شعبہ ایسے کاموں میں بھی مصروف ہے جس کی … امن عامہ کے سلسلے میں ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ زیادتی بھی کرنا پڑتی ہے … ایسے وقت میں ہمارا وہ شعبہ ان لوگوں کو ہر طرح مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ کا یہ حق محفوظ ہے۔" مارک نے کہا اور اس کے ساتھی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ سادہ باؤڈ والا مقصد یہی تھا کہ اب میں شرافت سے آگے بڑھوں ورنہ وہ لوگ طاقت استعمال کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ میں ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔ لیکن میرا دماغ چکرا رہا تھا اور اب مجھے اس چینی پر غصہ آ رہا تھا جس نے مجھے ایک نئی مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ میں دوسری شکل میں کچھ نہ کچھ جدوجہد کرتا لیکن اس حیثیت سے بری طرح پھنس گیا تھا۔ مجھے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا تھا۔ مارک نے لوب ہیریسن سے درخواست کی تھی کہ وہ آگے کی سیٹ پر آ جائے اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا جبکہ مارک کا دوسرا ساتھی پچھلی نشست پر آ گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے ہوشیار ہے۔ تب مارک نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
اسی وقت لوب ہیریسن نے پوچھا۔ "مسٹر ایڈیو کو کیوں ساتھ لیا گیا ہے؟"
"اوہ مسٹر ایڈیو لوب … جیسے انسان کی مانند نقلی اور جعلساز … لوب ہیریسن … کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔" مارک نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ گاڑی میں لگے وائرلیس فون پر دوسری پیٹرول گاڑیوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس نے … کو جیمی کی گن پر پہنچ جانے کی ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ وہاں شوٹنگ میں مصروف … کو گھیرے میں لے لیا جائے۔
جس وقت ہم جیمی پہنچے پولیس کی چار پیٹرول کاریں وہاں موجود تھیں۔ شوٹنگ رک گئی تھی اور مسٹر بیکر اور ان کے ساتھی حیران پریشان کھڑے ہوئے تھے۔
میں آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ بڑے کٹھن مرحلے سے گزر کر بیکر کا سامنا کرنا تھا۔ بہرحال وقت نزدیک آ گیا۔ مارک نے مسٹر بیکر سے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس کا مدعا اور مقصد نہیں بتایا اور پہلے اس سے مسٹر لوب ہیریسن کے بارے میں پوچھا۔
"یہ مسٹر لوب ہیں لیکن بات کیا ہے؟" بیکر نے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا۔
موٹا لوب ہیریسن بری طرح اچھل پڑا تھا۔ اس نے تو خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "اوہ تو اس جعلساز نے پولیس کو بھی دھوکا دے دیا تھا۔ سنو مسٹر بیکر، اصل لوب ہیریسن میں ہوں اور اس شخص نے لوب ہیریسن بن کر صرف تم لوگوں کو دھوکا دیا بلکہ مجھے بھی اس نے ذہنی اذیت … میں ان اسپتال والوں سے بھی نمٹ لوں گا۔ میں سب سے نمٹ لوں گا۔"
بیکر کا منہ فرط حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔
مارک نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ مارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے آپ اپنے اس دوست کا پتا بھی بتا دیں مسٹر ایڈیو تاکہ ہم اسے اطلاع دے دیں کہ آپ اس سے ایک طویل مدت تک نہ مل سکیں گے۔"
میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ بہرحال مارک مجھے لے کر چلا پڑا۔ مسٹر بیکر سخت صدمے سے دوچار ہو گئے تھے۔ اس لیے انھوں نے شوٹنگ پیک کر دی۔ البتہ لوب خوب اچھل کود رہا تھا۔ اس نے اپنے قیمتی وقت کا بھی تذکرہ کیا تھا۔
پھر مجھے لاک اپ میں پہنچا دیا گیا۔ میرے ذہن پر سناٹا طاری تھا۔ بالآخر میں امریکی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ لیکن ابھی بدحواسی بیکار ہی نہیں تھی۔ اس صورت حال کو سنبھالنے کے لیے مجھے بہت کچھ سوچنا تھا۔ جو شو وغیرہ کا تو اب خیال بھی میں نے ذہن سے نکال دیا تھا۔ اس بے چارے نے بہرحال میرے ساتھ دشمنی نہیں کی تھی۔ بس یہ کہا جائے کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہو گیا تھا۔
لاک اپ میں مجھے سہولتیں حاصل تھیں۔ خاصا پُرسکون ماحول تھا اور اس پُرسکون ماحول میں میں نے ذہن کو ٹھنڈا کر کے سوچا۔ جو کچھ ہوا ہے اب اس پر افسوس یا جھنجلاہٹ تو بے سود ہے۔ اس بڑے خطرے سے بچنے کے لیے کچھ سوچنا ہو گا جو تیزی سے میری طرف بڑھ رہا ہے اور میں سوچتا رہا۔ وقتی طور پر میں نے ایک کہانی گھڑ ڈالی تھی اور جب پولیس ڈپارٹمنٹ میں مجھے پوچھ گچھ کے لیے طلب کیا گیا تو میں اپنے طور پر کسی حد تک تیار ہو چکا تھا۔
پولیس افسران کے سامنے میں نے بیان دیا۔ "جی ہاں میرا تعلق آئرلینڈ سے ہے۔ میں وہاں کا ایک معمولی انسان ہوں۔ بچپن ہی سے ہالی ووڈ کی فلمیں میری کمزوری رہی ہیں اور میرے ذہن میں یہاں آنے اور یہاں کی فلمی ہیروئنوں سے ملاقات کرنے کا جنون رہا ہے۔ بہت مشکل سے کچھ رقم اکٹھی کر کے میں یہاں تک پہنچا تھا۔ لیکن فلم انڈسٹری سے قریب ہونے کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔ تب میں نے مسٹر لوب کے بارے میں سنا جو آئرلینڈ آ رہے تھے۔ میں آئرلینڈ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے مسٹر لوب کے بارے میں جانتا تھا چنانچہ میں نے ان کی شخصیت پر کام شروع کر دیا اور بہت کچھ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا آپ کے سامنے ہے۔ ان حرکات سے میں صرف اپنی پسند … فلموں میں … ہونے کا خواہشمند تھا۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔"
"مسٹر لوب کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ اس میں تمھارا معاون کون ہے؟"
"کوئی نہیں۔ یہ صرف میں نے اپنی ذاتی کوششوں سے کیا ہے لیکن میں نے مسٹر لوب کو کوئی مالی نقصان نہیں پہنچایا۔ مسٹر لوب معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ میں نے ان کے اکاؤنٹ چھیڑے اور نہ ان کی خوبصورت رہائش گاہ سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ میری خواہش ہے کہ مسٹر لوب کی ملازماؤں سے معلومات حاصل کی جائیں جنھوں نے مجھے مسٹر لوب سمجھ کر میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی تھی۔ اسی طرح میں نے مسٹر لوب کی حیثیت میں مسٹر بیکر سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔"
مجھے میرے اس بیان کے ساتھ عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ مسٹر لوب نے میرے خلاف سخت کارروائی کرنے کی کوشش کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اُن کی سماجی حیثیت کو مجروح کیا ہے۔ وہ کروڑپتی ہیں اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ میں نے ان کو اغوا کر کے ایک دماغی اسپتال میں داخل کرا دیا جہاں ان کے ساتھ سخت سلوک کیا گیا۔ جب وہ ڈاکٹروں اور نرسوں کو بتاتے کہ وہ آئرلینڈ کے کروڑپتی ہیں تو وہ لوگ ہنستے تھے جس سے انھیں سخت اذیت پہنچتی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ انتہائی کوشش کر کے اسپتال سے فرار نہ ہوتے تو اسپتال والے انھیں کبھی نہ چھوڑتے اور یہ جعلساز یعنی

میں ان کی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں نہ جانے کیا کیا نقصان پہنچایا؟ البتہ انھوں نے یہ اعتراف کیا تھا کہ ابھی تک کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا کہ میں نے انھیں کوئی مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

... کی سماعت میں عدالت کے سامنے مسٹر بیکر اور ان کی بیٹیوں کے بیانات ہوئے۔ اس کے علاوہ پولیس نے مسٹر بیکر ہیلن کے مقامی ملازموں کے بیانات بھی عدالت میں پیش کیے ——

اس تمام کارروائی کے بعد فاضل عدالت نے میرے جرم کو ایک معمولی جرم قرار دیا جس میں غلط طریقے سے مسٹر ہوپ بیریسن کو ذہنی نقصان پہنچایا گیا تھا اور اس کی تلافی ممکن نہیں تھی۔ چنانچہ عدالت نے مجھے تین ماہ کی سزا سنائی۔ اور اس کے بعد ایک ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر امریکہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یوں اس قصے کا انجام ہوا اور میں جیل پہنچ گیا۔

شکاگو جیل میں باہر کی دنیا کی مانند تمام سہولتیں مہیا تھیں۔ وہاں میری ملاقات انتہائی خطرناک مجرموں سے ہوئی جن کے جرم کی تفصیلات سن کر میں ششدر رہ گیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ بالی وڈ کی فلمی کہانیاں جھوٹی نہیں ہیں البتہ مجرموں سے مجھے گھلنے ملنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ درحقیقت امریکہ کی اس جیل کی تعریف نہ کرنا ایک قسم کی زیادتی ہوگی۔ اس جیل میں مجرم کو ذہنی ابتلا کا شکار کر کے جرم کے لیے پختہ کرنے کی کوشش نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کی اصلاح کے لیے نفسیاتی حربے استعمال کیے جاتے تھے۔ مجرموں کی ایک سطح مقرر کی گئی تھی یعنی جو جس سطح کا مجرم ہوتا، اسے اسی سطح کے لوگوں کے درمیان رکھا جاتا تاکہ وہ پختہ کار مجرموں کے درمیان رہ کر خود بھی پختگی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

جیل میں ہر طرح کا سکون مہیا تھا لیکن میری بے سکونی کا کیا پوچھنا؟ ہر لمحہ یہی خدشہ رہتا تھا کہ میری پول کھل جائے۔ اگر کسی دوران کو میری اصلیت کا پتا چل جاتا تو میرا خدا ہی حافظ تھا۔ اس کے بعد میری جو سطح مقرر کی جاتی وہ ان مجرموں سے مختلف ہوتی جو شکاگو جیل کے خطرناک مجرم سمجھے جاتے تھے اور اس کے بعد۔۔۔

بعد کا تصور کر کے میری روح بے چین ہو جاتی تھی مجھے فخر ہے کہ اس وقت بھی میں نے اپنی زندگی کے زیاں کے بارے میں نہیں سوچا تھا بلکہ میرے ذہن میں یہی خیال آتا تھا کہ میں وہ کچھ کر کے نہیں مروں گا جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میری آرزو تو یہ تھی کہ مجھے ایک محب وطن کی حیثیت سے موت آئے۔ ہو میں یہودیوں کے خلاف وہ کچھ کروں کہ میری روح سیراب ہو جائے۔ یہودی میرے نام سے کانپ اٹھیں اور میری موت کے بعد میرے باپ اور میرے ہم وطن فخر سے کہیں کہ اس کار عظیم کے لیے خون بہانے والا یہ پاکستانی نوجوان کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔

جوشو کا خیال اب بھی میرے ذہن میں کبھی کبھی آجاتا تو میں نے اس ذہنی بحران سے گزرنے کے بعد اس شخص کے بارے میں بھی سوچا تھا اور یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس شریف انسان نے حتی الامکان میری مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ ناکام ہو گیا تو اس میں اس کا نہیں میری تقدیر کا قصور ہے۔ اس کے باوجود اس نے میرے لیے جو سہولتیں مہیا کی تھیں ان کے لیے میں اس کا شکر گزار تھا۔ میرے چہرے کا میک اپ اور میرے ہاتھوں کے نشانات جن کے پرنٹ جیل میں قواعد کے مطابق لیے گئے تھے تاکہ جیل کے ریکارڈ میں محفوظ رہیں۔ اگر میں کسی طور گرفتار ہو جاتا تو یہ ساری سہولتیں مجھے میسر نہ ہوتیں۔

قید کے دو ماہ گزر چکے تھے۔ اس دوران کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن ایک صبح میں پھر شدید ذہنی خلجان کا شکار ہو گیا۔ مجھے شیو کرنے کا سامان فراہم کیا گیا تھا۔ شیو کرتے وقت جب میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے اپنے چہرے کے ان ابھرے ہوئے نقوش میں نمایاں کمی محسوس کی تھی جنھوں نے میری شکل بدل رکھی تھی میں خوف سے لرز کر رہ گیا۔ میرا ذہن جنگ لی کے ان الفاظ کی گردش کرنے لگا کہ یہ میک اپ دو تین ماہ کے اندر اندر خود بخود ختم ہو جائے گا اور میری اصل شکل نمودار ہو جائے گی۔ ہاں اگر کبھی میں خود سے صاف کرنے کی ضرورت محسوس کروں تو کیمروں کا عرق استعمال کر سکتا ہوں۔

چند لمحات کے لیے میں ساکت رہ گیا تھا۔ پھر میرے ساتھی نے مجھے ٹوکا تو میں دوبارہ شیو بنانے میں مصروف ہو گیا لیکن ہاتھ مشین بھرے ہو رہے تھے۔ ابھی تو میری قید کا ایک ماہ باقی ہے اور جب اس دوران میری اصلی شکل نمایاں ہو جائے گی تو ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو گا۔ مجھے پہچان لیا جائے گا اور اس کے بعد تو پولیس کو کوئی دوڑ دھوپ نہیں کرنی پڑے گی۔ مجرم تو ان کے قبضے میں ہے۔ پانچ معزز لوگوں کا قاتل جو صرف تین ماہ کی قید کاٹ رہا ہے۔ امریکی اخبارات کو ایک زبردست موضوع مل جائے گا۔

میری آنکھ بلیسی ہوئی تھی کہ اب میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ مجھے پہچان نہیں سکیں گے۔ اس وقت کیا ہوگا؟ میرا ذہن فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ کوئی ایسی صورت نہیں تھی کہ میں آنے والے [illegible]

خاف وقت میں ہم [illegible] کر لیتے تھے لیکن اب ان کے درمیان میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔ اب دن رات یہی ذہنی خلش مجھے کھائے جا رہی تھی۔ روزانہ آئینے میں کسی نہ کسی طور پر اپنی شکل دیکھ لیتا تھا اور مجھے اپنے خدوخال میں نمایاں فرق محسوس ہونے لگتا تھا۔ یوں بھی اس لیے کہ تین ماہ پورے ہونے جا رہے تھے۔ جس دن میرے ساتھی نے مجھے ٹوکا میں ساری رات سو بھی نہ سکا۔ اس نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اینڈریو! کیا تم ان دنوں فکرمند رہنے لگے ہو؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم کمزور ہوتے جا رہے ہو۔" اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں خود کو پہلے کی مانند محسوس کرتا ہوں۔"

"تمھارا چہرہ بتاتا ہے۔" میرے ساتھی نے کہا اور میرا دل دہل اٹھا۔

چند لمحات میں بول بھی نہیں سکا تھا۔ پھر میں نے حواس مجتمع کر کے پوچھا۔

"کیا بتاتا ہے میرا چہرہ؟"

"یہی کہ تم دبلے ہو رہے ہو۔ پہلے تمھارا چہرہ کافی چوڑا تھا اور خدوخال بھرے بھرے تھے لیکن اب ایک نئی ہی شکل بنتی جا رہی ہے۔"

"شاید" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں تمھیں اس قدر فکرمند نہیں رہنا چاہیے۔ اب تو تمھاری رہائی کے بھی چند روز باقی رہ گئے ہیں۔" اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور یہی رات میرے جاگنے کی رات تھی۔ اس رات کی صبح میں کس قدر نڈھال تھا جسے میرے ساتھی نے بخوبی محسوس کیا تھا اور شاید اسی نے قیدیوں کے کسی نگران سے میری بیماری کا تذکرہ کر دیا تھا۔ ٹھیک بارہ بجے مجھے جیل کے اسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں میرا معائنہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے مجھ سے میری بیماری کے بارے میں سوالات کیے اور میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"نہیں جناب! مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ بس یہی سوچتا ہوں کہ رہائی کے بعد میرے لیے جو مشکلات [illegible] ہو جائیں گی۔"

"تمھارے بارے میں تو یہ سنا گیا ہے کہ تمھیں امریکہ سے واپس تمھارے ملک بھجوا دیا جائے گا۔ اپنے وطن جانے سے کتراتے ہو؟" ایک ڈاکٹر نے کہا۔

"ہاں۔ کچھ ذاتی معاملات ہیں اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

مجھے طاقت کے کچھ انجکشن دیے گئے۔ ایک ٹانک بھی دیا گیا اور پھر واپس بھجوا دیا گیا۔ لیکن واپسی میں میں نے ایک ایسے انسان کی شکل دیکھی کہ ایک بار پھر میری ذہنی حالت خراب ہونے لگی۔

حالانکہ میں نے جنگ لی سے صرف مختصر سی بات کی تھی لیکن اس کی شکل ایسی نہیں تھی جسے میں فراموش کر سکتا۔ وہ جنگ لی ہی تھا۔ اس کے جسم پر بھی قیدیوں کا لباس تھا اور وہ پولیس والوں کی تحویل میں جا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے بڑے غیر محسوس انداز میں آنکھ دبائی تھی اور پھر بے پروائی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

اس ذہنی خلش کا میں صحیح الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا جو ان لمحات میں مجھ پر طاری تھی۔ میں سخت بے چینی کا شکار تھا۔ سارا دن گزر گیا اور مجھے احساس بھی نہ ہو سکا۔ پھر شام ہوئی اور دفعتاً میں نے جنگ لی کو پولیس والے کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھا۔ اسے ایک ملاقات گاہ میں پہنچا دیا گیا اور پولیس والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اینڈریو اور مسٹر جون! اپنے اس نئے ساتھی کو وصول کرو اور اس کی چوں چاں سے لطف اندوز ہو۔" اس نے باہر سے تالا لگاتے ہوئے کہا اور جنگ لی نے گردن جھکا رکھی تھی۔

میرا ساتھی جون مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے جنگ لی سے پوچھا "کیوں مسٹر! کیا تم صرف چوں چاں کر سکتے ہو یا ہماری زبان بھی بول سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں جناب! لیکن افسوس آپ میری زبان میں چوں چاں نہیں کر سکتے۔ اس طرح مجھے آپ پر فوقیت حاصل ہے۔"

"اوہ، بہت خوب! لیکن یہ بات تمھارے حق میں ہے ورنہ ہم دونوں تمھیں اپنے درمیان پسند نہ کرتے۔"

"امریکیوں کی فراخدلی سے میں بخوبی واقف ہوں۔" جنگ لی نے مسکراتے ہوئے کہا اور جون نے قہقہہ لگایا۔

"لیکن تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اینڈریو آئرلینڈ کا باشندہ ہے اور میرا تعلق کینیڈا سے ہے۔ اس لیے [illegible] تمھاری بات کا تجزیہ نہیں۔ امریکیوں کے بارے میں تم اور بھی بہت کچھ کہہ سکتے ہو۔" جون نے خوش دلی سے کہا اور جنگ لی مسکرانے لگا۔

"تب ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے اپنے عارضی ٹھکانے کا معقول انتخاب کیا ہے۔" [illegible] نے کہا۔

"کیا تم نے جان بوجھ کر ہمارے ساتھ رہنا پسند کیا ہے؟"

"سو فیصد۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے تم لوگوں کی طرف اشارہ کر دیا اور وہ مجھے یہاں چھوڑ گئے۔ ویسے میں ان امریکیوں سے بہت بیزار ہوں۔"

"اوہ! اس کی کوئی خاص وجہ؟" جون نے سوال کیا۔

"ہاں۔ یہ لوگ سنگدل ہوتے ہیں۔ بات یوں ہوئی کہ میں ایک بک اسٹال پر کھڑا ہوا تھا۔ چند رسائل مجھے پسند آئے اور میں نے انھیں خرید لیا۔ قیمت کی ادائیگی کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو رقم بہت کم تھی۔ چنانچہ میں نے برابر کھڑے ہوئے ایک صاحب کی جیب سے ان کا پرس نکال لیا۔ انھیں علم نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ پرس میں اچھی خاصی

لہجے میں کہا کہ وہ رات کو سوتے ہوئے بہت زور سے خراٹے لیتا ہے۔
جولن اس بات پر بگڑ گیا۔

"تم کیوں ایسا کرتے ہو میرے دوست کہ آج تک یہ شکایت نہیں ہوئی۔" اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ وہ تمہارا دوست ہے لیکن آج رات میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔ اگر تم نے سوتے ہوئے شور مچایا تو میں تمہاری گردن دبا دوں گا۔" اس جملے پر بات بڑھ گئی اور حفاظتی عملے کو مداخلت کرنی پڑی۔

بہرحال اس بات کا آسان حل تھا۔ بیگ کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن وہ میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گیا تھا۔ جو شو کا عمل میرے نزدیک بہت حیرت انگیز تھا۔ میں تو قدم قدم پر یہ سوالات کرتا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ بس اب میرا راز فاش ہوا لیکن جو شو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ ذرا سا غور کرنے سے اس بات کی تصدیق بھی ہو جاتی تھی۔ مثلاً میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات یہ دونوں چیزیں اس قدر مکمل تھیں کہ امریکی پولیس بھی ان پر شک نہیں کر سکی تھی۔ اگر کسی طور یہ دونوں چیزیں جعلی ثابت ہو جاتیں یا ان میں کوئی سقم ہوتا تو معاملہ بے حد خراب ہو جاتا۔

قید کے دن گزرتے رہے اور پھر ایک شام مجھے جیل کے آفس میں طلب کر لیا گیا۔ یہاں کچھ پولیس افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک باوردی پولیس افسر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ایڈورڈ ایلیس! تمہاری سزا کا وقت پورا ہو گیا ہے اور چونکہ حکومت امریکہ نے تمہارے بارے میں فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا اس کے تحت کل صبح نو بجے تمہیں اس طیارے میں سوار کر دیا جائے گا جو تمہیں انگلستان پہنچا دے گا۔ چنانچہ آج رات تم حکومت امریکہ کے مہمان کی حیثیت رکھتے ہو۔ ہوٹل امیکاڈ میں تمہارے لیے کمرہ بک ہے اور یہ رات تم پولیس کی نگرانی میں اس ہوٹل میں گزارو گے۔ تمہارے میزبان مسٹر فیلڈ ہیں۔" اس نے ایک سادہ لباس شخص کی طرف اشارہ کیا۔ "تمہارا سامان تمہارے ہوٹل سے حاصل کر کے ہوٹل امیکاڈ پہنچا دیا گیا ہے۔ باقی چیزیں مسٹر فیلڈ تمہیں ہوٹل میں فراہم کر دیں گے۔ پولیس کی طرف سے ایک وارننگ نوٹ کرو۔ اگر اس ایک رات کے قیام کے دوران تم نے فرار کی کوشش کی یا کسی طور پر پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہی تو پھر تمہیں ایک بڑے مجرم کی حیثیت دے دی جائے گی جس کی سزا طویل ہو سکتی ہے۔"

"میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے جناب!" میں نے یقین دہانی کراتے ہوئے کہا۔

"اب تم لباس تبدیل کر لو۔" مجھ سے کہا گیا اور میرا وہ لباس مجھے دے دیا گیا جو میں گرفتاری کے وقت پہنے ہوئے تھا۔ میں نے ایک ملحقہ کمرے میں جا کر وہ لباس پہن لیا اور پھر مجھے مسٹر فیلڈ کے حوالے کر دیا گیا۔

مسٹر فیلڈ ایک دلچسپ انسان تھے۔ ہوٹل میں انہوں نے میرے برابر کا کمرہ حاصل کیا تھا اور پھر انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے بے حد خواہش ہے کہ چند گھنٹوں کی اس صحبت میں کوئی تلخی نہ پیدا ہو۔ اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ تم جیل میں کچھ وقت گزار کر آئے ہو اور اب مجھے بتاؤ کہ امریکہ کی اس آخری رات کے بارے میں تمہاری کیا خواہشات ہیں؟"

"کچھ نہیں مسٹر فیلڈ! میں اپنے ذہن میں صرف ایک تصور لے کر یہاں آیا تھا اور وہ یہ کہ میں ہالی ووڈ کی فلمی دنیا میں اپنا ایک مقام پیدا کر دوں لیکن تقدیر میرا ساتھ نہ دے سکی۔"

"لیکن معاف کرنا تمہارا یہ بیان حماقت پر مبنی تھا۔ کیا تمہارے خیال میں مسٹر بوب میریسن تازندگی دماغی اسپتال میں رہتے؟"

"نہیں۔ لیکن میں کچھ مہلت چاہتا تھا تاکہ اس حیثیت سے شناسائی حاصل کر لوں اور اس کے بعد پلٹ کر اصل رنگ میں آ جاتا۔ بس یہ میرا خیال تھا جو بعد میں معلوم ہوا کہ بہت کمزور اور احمقانہ تھا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"خیر چھوڑو۔ اپنے لیے کچھ تفریحات چاہتے ہو؟" مسٹر فیلڈ نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے لیے ایک بجٹ ہے میرے پاس۔ تم بتاؤ اسے کس طرح خرچ کروں؟"

"اسے میری طرف سے شکریے کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔"

"تم اتنے برے انسان نہیں ہو۔ مجھے اعتراف ہے۔ قریب میں تمہارا کوئی دوست ہو تو اسے بلایا جا سکتا ہے۔"

"نہیں مسٹر فیلڈ! آپ کا شکریہ۔ آپ بے حد مہربان شخص ہیں۔" میں نے شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ کہا اور مسٹر فیلڈ خاموش ہو گئے۔

رات کے نو بجے انہوں نے اطلاع دی کہ کوئی خاتون مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔ یہ خبر سن کر میں حیران رہ گیا۔ کون ہو سکتی ہے؟ میں نے سوچا اور پھر میں نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کر دیا لیکن جو لڑکی اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر میں کافی حیران ہوا۔ وہ لوسیا تھی۔

"اوہ! مس لوسیا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"کیسے مزاج ہیں جناب؟" لوسیا نے شگفتہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ٹھیک ہوں لیکن آپ کو دیکھ کر میں ضرور حیران ہوں۔" میری حیرت بدستور رہی۔

"میرے ذہن میں آپ کا ایک مقام ہے مسٹر ایلیس! اور یہ سب کچھ ان چند دنوں میں ہوا جب آپ ہمارے ساتھ تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں بھی آپ سے بے حد متاثر ہیں۔"

"لیکن میں نے تو ایسا کوئی تاثر نہیں چھوڑا۔"

"آپ بے حد اچھے انسان ہیں ورنہ جس حیثیت سے آپ ہمارے درمیان آئے تھے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ ہمیں کوئی بھی حکم دے سکتے تھے۔ گریس نے تو آپ سے کئی بار ملاقات کرنی چاہی تھی لیکن... مسٹر بوب آپ کے نام سے ہی خوفزدہ رہتے ہیں۔" لوسیا مسکرائی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"حالانکہ میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا آپ واپس جا رہے ہیں؟" لوسیا نے کہا۔

"ہاں! امکان قریبی ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔

"نہیں۔ یہ یقینی امر ہے۔" لوسیا جواباً بولی۔

"بہرحال میں ناخوش نہیں ہوں۔ آپ نے میرے لیے یہاں آنے کا خطرہ کیوں مول لیا مس لوسیا؟"

"بس میں آپ سے ملاقات کی خواہشمند تھی۔ ویسے میں نے مسٹر بوب کی ملازمت چھوڑ دی ہے۔" لوسیا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیوں؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بس سنکی مزاج اور چڑچڑے آدمی ہیں۔ مسٹر بیکر سے بھی ان کا کافی جھگڑا ہوا۔ ابھی تک کوئی فلمساز انہیں متاثر نہیں کر سکا۔ وہ اپنی دولت کو بہت ٹھونک بجا کر خرچ کرنا چاہتے ہیں۔" لوسیا نے بتایا اور پھر دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ میں نے اسے کافی پلائی تھی اس کے بعد وہ جانے کے ارادے سے اٹھ گئی۔ میں نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ تب اس نے دروازے سے نکلتے ہوئے کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی میرے ہاتھ میں تھما دی۔

"یہ... یہ کیا ہے لوسیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اس نے دی ہے جو تمہارے لیے نیک خواہشات دل میں رکھتا ہے۔ وہ تم سے کسی نہ کسی طور ضرور ملاقات کرے گا۔" لوسیا نے کہا اور برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ میں حیران کھڑا رہ گیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔ ایسا شخص جو شو کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا لیکن کہاں لوسیا اور کہاں جو شو؟ میں نے نوٹوں کی گڈی رکھ لی اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

اسی وقت برابر کے کمرے سے فیلڈ نکل آیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "مجھے حیرانی ہوئی۔ بہت جلد چلی گئی ہے تمہاری دوست؟"

"ہاں۔ اور جاتے جاتے مجھے حیران بھی کر گئی۔"

"کیوں؟" فیلڈ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس لیے کہ وہ میری دوست نہیں تھی بلکہ مسٹر بوب میریسن کی ایک ملازمہ تھی جس سے میرا صرف چند روز رابطہ رہا اور وہ بھی... بوب میریسن کی حیثیت سے لیکن وہ مجھے یہ اچھی خاصی رقم دے گئی ہے۔"

"اوہ! یہ لڑکیاں عموماً جذباتی ہوتی ہیں۔ تم سے متاثر ہو گئی ہو گی۔" مسٹر فیلڈ نے کہا۔

"لیکن میں اس رقم کا کیا کروں مسٹر فیلڈ؟"

"جیب میں رکھو۔ یہ تمہاری ملکیت ہے اور اس پر ہماری حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" میں نے گہری سانس لے کر گڈی جیب میں رکھ لی۔ لیکن رات کو دوسرے بہت سے خیالات کے ساتھ لوسیا بھی میرے ذہن میں چکراتی رہی۔ اگر یہ نوٹ جو شو نے مجھے بھجوائے ہیں تو لوسیا کا اس سے کیا تعلق ہے؟ اچانک مجھے یہ چیز بہت پراسرار معلوم ہوئی۔ لیکن اب اس سے ملاقات کے کیا امکانات ہو سکتے ہیں۔ بہرحال جو کچھ ہوا پریشان کن اور تکلیف دہ ضرور تھا لیکن میرا کام بن گیا تھا۔ اگر واقعی امریکہ سے نکل گیا تو یوں سمجھا جائے کہ میری ایک نئی زندگی شروع ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ انگلستان میں میرے لیے کچھ مشکلات کھڑی ہو جائیں کیونکہ میں آئرلینڈ کا باشندہ [illegible]

پھر میں رات کے کسی حصے میں سو گیا۔ صبح آٹھ بجے مسٹر فیلڈ نے مجھے جگایا۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے دروازہ کھولا تو وہ بولے۔ "مجھے یقین ہے کہ رات کو تم سکون سے نہ سو سکے ہو گے۔ ان حالات میں پرسکون نیند غیر یقینی ہے۔ لیکن آٹھ بج چکے ہیں۔ ہمیں ایئرپورٹ پہنچنا ہے۔"

"شکریہ مسٹر فیلڈ! میں تیار ہو جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ پھر تیاری کم وقت میں مکمل کی۔ اس دوران مسٹر فیلڈ نے ناشتہ منگوا لیا تھا۔ ناشتے کے بعد ہم ہوٹل سے نکل آئے۔ باہر ایک کار اور ایک اسکواڈ موجود تھی جس نے برق رفتاری سے ہمیں ایئرپورٹ پہنچا دیا۔

جس فلائٹ سے مجھے انگلستان جانا تھا وہ نیویارک سے آ رہی تھی۔ ایئرپورٹ پر مسٹر فیلڈ نے مجھے پاسپورٹ، ٹکٹ اور دوسرے کاغذات کے ساتھ کچھ رقم بھی دی جو سرکاری طور پر مجھے دی گئی تھی۔ فلائٹ آئی تو مسٹر فیلڈ مجھے چھوڑنے جہاز تک آئے۔ ان کے پاس خصوصی اجازت نامہ تھا۔

اس دوران میری نگاہیں اس مہربان چہرے کو تلاش کر رہی تھیں جس نے امریکہ میں میری بڑی مدد کی تھی۔ اس کی اس بے لوث عنایت کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جو شو مجھے کہیں نظر نہ آیا شاید پولیس کی سخت نگرانی کی وجہ سے وہ وہاں نہیں آ سکا تھا۔ میں نے جہاز میں سوار ہوتے ہوئے اسے دل ہی دل میں الوداع کہا۔

نیویارک سے آنے والے مسافر آرام سے بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ

شنگھائی میں طیارہ کوئی زیادہ دیر نہیں رکا تھا۔ ایک ایئر ہوسٹس نے مجھے میری سیٹ تک پہنچا دیا۔ میرے برابر والی نشست پر ایک تنومند شخص چہرے کے سامنے اخبار کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میرے ذہن میں سنسناہٹ اور ہاتھ پیروں میں اینٹھن سی ہو رہی تھی۔ میں ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔ چونکہ مجھے اپنی خواہش کے مطابق امریکہ سے نکلنے کا موقع میسر آگیا تھا۔ طیارہ فضا میں بلند ہو چکا تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کی جانب دیکھا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی میں بری طرح اچھل پڑا۔ بے ساختہ میری زبان سے نکلا "اوہ! مسٹر جوشو آپ؟"

"ہاں۔ کیا تمہیں میرا پیغام نہیں ملا؟"

"لیکن... لیکن... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ..." مارے حیرت اور خوشی کے عالم میں میری زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔

"تم سے ملاقات بے حد ضروری تھی۔ میں تمہیں ملے بغیر کیسے جانے دیتا۔" جوشو نے کہا۔

"اوہ مسٹر جوشو! میرا تو خیال تھا کہ شاید اب آپ سے دوبارہ نہیں مل سکوں گا۔" مجھے جوشو کے اس طرح اچانک مل جانے سے دلی مسرت ہو رہی تھی۔

"میں نیویارک سے کیلی فورنیا تک کا یہ سفر تمہاری خاطر کر رہا ہوں۔" جوشو نے کہا۔

"تو کیا آپ نیویارک سے آرہے ہیں؟" میں نے مزید حیرانی سے پوچھا۔ اس شخص نے مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا۔ قدم قدم پر مجھے ایسے شدید جھٹکے دیے تھے کہ میں محض چکر بن کے رہ گیا تھا۔

"ہاں — میں کچے کام نہیں کرتا۔ شاید یہ بات تمہارے علم میں نہ ہو کہ تمہارا کیس اولیو باورڈ نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ وہ ایک یہودی ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں اسے جوا کہا جاتا ہے۔ اس نے بہت سے ممالک میں ایسے ایسے کام کیے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ سی آئی اے کا دل کہلاتا ہے۔ اس کا محکمہ اس پر ناز کرتا ہے۔ برکلے یونیورسٹی کے ایک معمولی طالب علم نے جو جرائم پیشہ بھی نہیں ہے جب امریکی پولیس کو نچا کے رکھ دیا اور پانچ قتل کرنے کے بعد بھی پولیس کے ہاتھ نہ آسکا تو امریکی محکمہ پولیس کے لیے اس کی آزادی ایک بہت بڑا چیلنج بن گئی۔ چنانچہ اب باورڈ نے یہ چیلنج قبول کیا ہے۔ اس کی ایجنسی یہ سمجھتی ہے کہ یہودیوں کو بھی تمہارا یوں آزاد گھومنا اچھا نہیں لگتا چنانچہ انہوں نے بھی باورڈ کو اس کے لیے مجبور کیا کہ وہ تمہاری آزادی سلب کرے۔ اولیو باورڈ کا کہنا ہے کہ وہ ہر قیمت پر علی یار خان کو گرفتار کر کے امریکی حکام کے حوالے کر دے گا۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور علی یار خان دنیا کے کسی خطے میں بھی اس کی دسترس سے دور نہیں ہے۔"

"بہت خوب —" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اولیو باورڈ کا کہنا ہے کہ علی یار خان تنہا نہیں ہے۔" جوشو نے مزید کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"ایک پریس کانفرنس میں اس نے کہا ہے کہ علی یار خان کو کسی مضبوط ٹولے کی پشت پناہی حاصل ہے۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو اب تک پولیس کے لیے چیلنج نہیں ہو سکتا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے قدرے تشویش سے کہا۔ "کیا اس کا اشارہ طالب علموں یا مقامی پاکستانی تاجروں کی طرف ہے؟"

"نہیں۔ اس نے اس سلسلے میں وضاحت کر دی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ پاکستانی طلبا کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ شیطان صفت یہودی بہت مکار ہے۔ مجھے بھی سخت احتیاط کرنا پڑ رہی ہے لیکن میں خوش ہوں اب تم یہاں سے جا رہے ہو۔"

"میں آپ کے لیے فکر مند رہوں گا مسٹر جوشو!"

"اوہ نہیں ڈیئر! میرے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرا ٹولہ بہت مضبوط ہے۔"

"[illegible] شدید خواہش تھی مسٹر جوشو کہ آپ سے ملاقات کر کے آپ کا شکریہ ادا کروں اور ان واقعات کے بارے میں معلوم کروں۔"

"واقعات؟" جوشو مسکرایا۔ "بس یوں سمجھو کہ واقعات خود بخود بنتے چلے گئے۔ کچھ میں نے کیا اور کچھ حالات نے۔"

"کیا آپ مجھے تفصیل بتائیں گے مسٹر جوشو؟" میں نے سوال کیا۔

"کہاں سے سننا چاہتے ہو؟" جوشو نے پوچھا۔

"جہاں سے آپ نے مجھے بوب ہیریسن بنایا تھا۔"

"ٹھیک [illegible] میرے ذہن میں بوب ہیریسن کا خیال نہیں تھا۔ میں نے پاسپورٹ اور کاغذات ایک ایسے آدمی سے حاصل کیے جو درحقیقت آئرلینڈ کا باشندہ ہے اور کئی غیر قانونی حربے استعمال کر کے یہاں آیا ہے لیکن چونکہ وہ واپس جانا نہیں چاہتا تھا چنانچہ ہم نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا اور اس نے اپنے کاغذات ہمارے حوالے کر دیے۔ اب صرف پاسپورٹ پر تصویر بدلنے کا مسئلہ تھا جو آسانی سے حل ہو گیا۔ اس کی جگہ تم انگلستان نہ چلے جاتے لیکن درمیان میں مسٹر ہیریسن آ گئے۔ بات اگر اولیو باورڈ کی نہ ہوتی تو میں سیدھا سادہ کام کرتا لیکن اس خطرناک شخص سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں۔ میرے دل نے نہیں مانا تھا۔ چنانچہ کچھ اور گھما پھرا اختیار کرنے کے لیے میں نے ہیریسن کو اغوا کر کے ایک اسپتال میں داخل کرا دیا چونکہ مجھے تمہارے لیے اس کی شخصیت مستعار چاہیے تھی۔ پہلے میں نے تمہیں [illegible] پہنچا دیا لیکن اب اسے برآمد کیا جا سکتا ہے کہ مسٹر ہیریسن اب تک نکل جائیں گے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا تمہارے سامنے ہے۔"

حالات پر نگاہ رکھتا رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ یہاں بھی کوئی الجھن پیش آئی تو میں مداخلت کروں گا اور اس کے لیے میں نے بندوبست کر رکھا تھا۔“

میں چند منٹ خاموش رہ کر اس گفتگو کے تاثر میں ڈوبا رہا، پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”میں آپ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا نہیں کروں گا مسٹر جوشو! انھیں سینے میں رکھوں گا۔“

”بس یہی مناسب بھی ہے۔“ جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لوسیا نے مجھے کچھ رقم دی ہے مسٹر جوشو! میں اس لڑکی کے کردار پر حیران ہوں۔“

”لوسیا ہماری ساتھی ہے۔ میں نے تم سے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ دی تھی کہ تمہارا حوصلہ چاہیے کہ جب مجھے ضرورت ہوگی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ اس کی ڈیوٹی وغیرہ موجود تھیں۔ دراصل اس وقت تم مجھے پسند آئے تھے جب تم نے نہایت کامیابی سے اپنے دونوں کام کر لیے۔ یعنی کیپٹن جر کا قتل اور اپنی تحریر کا حصول۔ اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ تم اپنے کام نمٹانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ میرے اطمینان کی دوسری وجہ لوسیا تھی، وہ مجھے حالات سے باخبر رکھ رہی تھی۔“

”اوہ۔“ میں نے گہری سانس لی۔

”اس کے علاوہ میں تمہیں ایک اور اطلاع دینا چاہتا ہوں علی! جو تمہارے لیے بے حد کارآمد ہے۔“

”وہ کیا مسٹر جوشو؟“

”میں نے تم سے گفتگو کیے بغیر ایک کام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ فلسطینی تنظیم الاحد کو تمہارے بارے میں اطلاع دے دی ہے۔ میں نے ایک خاص پیغام میں انھیں اشارہ دیا ہے کہ ممکن ہے بہت جلد تم انگلستان پہنچ جاؤ۔“

”آپ نے یہ بھی بڑا کام کیا ہے مسٹر جوشو!“ میں نے ممنون لہجے میں کہا۔

”تم سے پوچھے بغیر میں نے یہ سب کچھ اس لیے کر دیا کہ مجھے تمہارے رجحانات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ فطری طور پر تم اپنے دل کو ترجیح نہیں دو گے۔ ہر چند تمہارا ملک تمہارے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کرتا جس کے تحت امریکی حکومت تمہارے خلاف ہے۔ لیکن وہ کچھ الجھنوں کا شکار ضرور ہوتا۔ امریکی پولیس تمہیں پانچ افراد کے قاتل کے طور پر ضرور طلب کر سکتی تھی اور اس کی اس کوشش سے بہت سے لوگوں کو الجھنوں کا شکار ہونا پڑتا۔“

”آپ کا خیال درست ہے۔“ میں نے تائید کی۔

”ظاہر ہے اس کے بعد تمہیں فلسطینی تنظیم ہی پناہ لینی پڑتی۔ اس لیے میں نے انھیں تمہارے بارے میں اطلاع دے دی ہے۔“

”آپ نے بہتر کیا۔“ میں نے جواب دیا اور جوشو خاموش ہو گیا۔

اس سلسلے میں اگر اور کوئی بات ہوتی تو مسٹر جوشو مجھے ضرور آگاہ کرتے۔ میں خود بھی اپنے مشن کی تکمیل کے لیے ان لوگوں میں شامل ہونے کا خواہشمند تھا لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ جوشو کے اطلاع دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بالآخر مسٹر جوشو مجھ سے رخصت ہو گئے۔ میں نے ایک گرمجوش مصافحہ سے انھیں رخصت کیا تھا۔ چلتے وقت انھوں نے کہا تھا۔ ”اگر تمہیں سکون میسر آ جائے تو مجھے مبہم الفاظ میں اس کی اطلاع ضرور دینا“ اور میں نے گردن ہلا دی۔ جوشو کی شخصیت ایک معرفتاتی انسان کے لیے انتہائی خوشگوار تھی اور میرے لیے ان کی یہ خوش طبیعت بہتر ہی ثابت ہوئی۔ میں سکون چاہتا تھا۔ چنانچہ میں آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

یوں لگتا تھا کہ جیسے خدا نے میری سن لی ہے۔ مجھے امریکہ سے نکلنے کا موقع مل گیا تھا اور میرے دشمن پلٹ کر دیکھتے رہ گئے تھے۔ لیکن اب لندن میں مجھے نئے سرے سے نئی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔ میں آگے کا پروگرام بناتا رہا۔ معمولی سی رقم میرے پاس تھی۔ لندن جیسا شہر زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے میں اس میک اپ میں وہاں خطرات نہیں مول لے سکتا تھا۔ مجھے اپنی حیثیت بدلنی تھی۔

بہر حال لندن میں … میں اس بارے میں مناسب فیصلہ کر سکتا تھا۔ … پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور یہ غنودگی بڑا نفع بخش ثابت ہوئی۔ فاصلے کم ہو گئے۔ بالآخر لندن ایئرپورٹ آ گیا۔ طیارہ رن وے پر اتر گیا اور میں دل میں مسرت لیے دوسرے مسافروں کے ساتھ باہر آ گیا۔ طیارے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے میں نے مسرت بھری نگاہوں سے گہری دھوپ میں لندن کو دیکھا۔ اجنبی شہر جس کی لاتعداد داستانیں میرے ذہن میں تھیں۔ جہاں میرا کوئی شناسا نہیں تھا لیکن اب اس شہر میں شناسائی کرنی تھی۔ مگر یہ میری منزل نہیں تھی، مجھے ابھی یہاں سے آگے بڑھنا تھا۔

کسٹم ہاؤس میں بڑی مستعدی سے کام شروع ہو گیا۔ ایک بوڑھے اور چھریرے بدن والے بڑے سے چہرے کے مالک کسٹم آفیسر نے میرا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات طلب کیے اور میں نے نہایت اطمینان سے یہ چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ آفیسر پاسپورٹ دیکھنے لگا اور پھر اس نے تہہ کر کے میری طرف بڑھا دیا لیکن نہ جانے کیوں اس کا بڑھا ہوا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔ اس کی نیم وا آنکھیں پھیل گئیں اور اس نے بغور میرا چہرہ دیکھا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ کیا ہو گیا ہے، کیا بات ہو گئی؟ آفیسر کا چونکنا معنی خیز تھا۔ پھر اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

”آپ کا سامان کہاں ہے؟“

”وہ سامنے موجود ہے۔ لیکن آفیسر کیا بات ہے؟“ میں نے لہجہ سنبھال کر شائستگی سے پوچھا۔

”براہ کرم میرے ساتھ آئیے۔ تھوڑی سی زحمت دوں گا۔“

”ضرور۔“ میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ دل ہی دل میں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ بھاگ جاؤ کوئی نئی مصیبت بننے والی ہے لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ لندن میں پہلا قدم ہی جہنم میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس شہر کے بارے میں صرف کتابی معلومات تھیں جو ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔ لیکن ہوا کیا ہے؟ ذہن اس بات کا فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

بوجھل قدموں سے میں اس کے ساتھ ایک خوبصورت دفتر میں داخل ہو گیا۔ یہاں چند لوگ موجود تھے۔ آفیسر نے ان میں سے ایک نوجوان شخص سے کچھ گفتگو کی اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ نوجوان افسر نے نرم لہجے میں کہا۔ ”براہ کرم تشریف رکھیے۔ مجھے امید ہے محسوس نہیں کریں گے۔ بس ایک احساس ہے، ہم اس کی تصدیق کر لیں۔“

”کیا میں جان سکتا ہوں مسٹر! آپ کے ذہن میں کیا احساس ہے؟“

”اس کے لیے چند لمحوں کی مہلت دیں۔ ہاں، اس دوران کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو ہمارے اور آپ کے لیے تکلیف دہ ہو۔“ اس نے ضعیف افسر کو اشارہ کیا اور وہ باہر نکل گیا۔

میرا حلق خشک ہو رہا تھا لیکن میں نے خود پر قابو رکھا ہوا تھا۔ چند لمحات کے بعد میں نے دو پولیس … کو اس کیبن کے دروازے پر دیکھا جو مسلح تھے۔ کچھ ہو گیا، ضرور کچھ ہو گیا ہے۔ میرا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے تقریباً بیس منٹ گزر گئے۔ میں نے اس دوران کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

پچیس منٹ کے بعد وہ کسٹم آفیسر واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے لیکن اندر آ کر اس نے خوش اخلاقی سے گردن ہلائی۔

”آپ کے لیے کافی منگواؤں مسٹر اینڈریو ولیس؟“

”نہیں شکریہ۔ لیکن میرا خیال ہے میرے وقت کی اس بربادی کی ذمہ داری آپ پر عائد ہو گی۔“

”بلاشبہ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ اسے ہماری مجبوری تصور کریں گے۔ فرائض کی ادائیگی آپ بھی پسند کرتے ہوں گے۔“

”لیکن کم از کم مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ پر کیا شبہ ہے؟“

”اوہ، میری مدد کے لیے یہ حضرات آ گئے۔ آپ ان سے گفتگو کر لیں۔“ اس نے کیبن کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے چونک کر دیکھا۔ تین پولیس افسر وردیوں میں ملبوس نظر آ رہے تھے۔ اہلکاروں نے دروازہ کھول دیا اور وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔

”ہیلو آفیسر، میرا نام ہنری جیک ہے۔ میں نے آپ کو فون کیا تھا۔“ اس نے کسٹم آفیسر سے کہا۔

”ہیلو مسٹر جیک! خیریت؟“

”تشریف رکھیے آپ حضرات۔ براہ کرم یہ پاسپورٹ ملاحظہ فرمائیے۔ مجھے یقین ہے یہ نام آپ کے ذہن سے اترا نہیں ہو گا۔“ کسٹم آفیسر نے پاسپورٹ ایک پولیس افسر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں امید افزا نظروں سے پولیس افسر کو دیکھنے لگا۔ میں کیا خیالات لے کر انگلستان آیا تھا لیکن یہاں بھی کوئی مصیبت منہ کھولے کھڑی تھی۔ پولیس افسر نے پاسپورٹ دیکھا اور پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا اور پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

”اینڈریو ولیس! لیکن … لیکن یہ مسٹر ولیس تو نہیں ہیں۔ لیکن سب کچھ پتا وغیرہ وہی ہے۔“ پھر اس نے کسٹم آفیسر کی طرف دیکھا۔ ”لیکن جناب! ایئرپورٹ پر کسٹم کے ریکارڈ میں اس شخص کی تصویر تو ہو گی؟“ لیکن اس کی بات پوری ہونے سے قبل کسٹم آفیسر نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

”اوہ شکریہ! ہاں یہ اینڈریو ولیس کی تصویر ہے۔“

”میں نہیں سمجھ پا رہا آپ لوگ یہ سب کیا کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو میرے وقت کے زیاں کا احساس ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ کسی مسافر کو روکنا قانون کے خلاف ہے۔“ میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔ لیکن مجھے اپنی آواز کا کھوکھلا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

”ہمیں افسوس ہے جناب! لیکن صورتحال کچھ ایسی ہی ہے۔ اینڈریو ولیس نامی شخص نے انگلستان میں ایک سنگین جرم کیا تھا اور پھر وہ یہاں سے فرار ہو گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے اور اب اس پاسپورٹ پر آپ کا نام اینڈریو ولیس درج ہے اور اتفاق سے دوسرے کاغذات بھی اس شخص کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان حالات میں ہماری تشویش حق بجانب ہے۔“

”لیکن میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اور کیا پورے انگلستان میں ایک ہی اینڈریو ولیس ہو گا؟“

”ہرگز نہیں۔ لیکن کاغذات شبے میں ڈالتے ہیں۔ اس لیے آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا ——— آئیے!“ آخری لفظ تحکمانہ تھا اور اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں تھا کہ میں اس کی بات مان لوں۔ ایئرپورٹ سے میں پولیس کار میں پولیس ڈیپارٹمنٹ آ گیا۔ اس خوبصورت عمارت کے ایک کمرے میں مجھے مسٹر زیلی ولسن کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نرم خو شخص نے نہایت نرمی سے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ماتحت افسر نے میرا مسئلہ اس کے سامنے پیش کر دیا اور وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر اس نے پاسپورٹ اور کاغذات طلب کیے اور انھیں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ”ٹھیک ہے اس بات کی تحقیقات کر لو۔ مجرم کی تصویر موجود ہو گی۔“

”جی ہاں ہے۔ لیکن یہی شبہے کی بات ہے، یہ صاحب اس تصویر سے نہیں ملتے۔“

”میک اپ کا شبہ ہے؟“ افسر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ممکن ہے جناب!“

”تصدیق کر لو ویسے مسٹر ولیس! آپ انگلستان سے امریکہ کب گئے تھے؟“ آفیسر نے پوچھا۔

”تقریباً تین ماہ قبل۔“

”مقصد کیا تھا؟“ اس نے پوچھا۔

”سیاحت۔ میرے دل میں امریکہ دیکھنے کی خواہش تھی۔“ میں نے جواب دیا۔

”اتنے مختصر وقت میں آپ کی واپسی تعجب خیز ہے۔“

”میرے حالات اس سے زیادہ اجازت نہیں دیتے۔“ میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں جواب دیا۔

”یہاں آپ کے عزیز و اقارب اور دوسرے دوست وغیرہ ہوں گے؟“ سوال کیا گیا۔

”ہاں، کیوں نہیں ہیں۔“

”براہ کرم ان کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کریں۔“

”یہ کیا حماقت ہے۔ میں اس زیادتی پر شدید احتجاج کرتا ہوں۔ میں ایک امن پسند اور شریف انسان ہوں لیکن میرے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ میں پولیس سے اب کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ میں آپ کے مزید کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔“

”اس کے باوجود پولیس آپ کے بارے میں مکمل تحقیقات کیے بغیر آپ کو رہا نہیں کرے گی۔“ آفیسر نے جواب دیا۔ اور میں نے نفرت سے گردن پھیر لی۔ پولیس افسر نے اس کے بعد بھی کئی سوالات کیے لیکن میں نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ میرے خیال میں بچت کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کیونکہ میرے الفاظ خود میرے گرد پھندا ڈال سکتے تھے۔ آفیسر نے طرح طرح مجھے مجبور کیا لیکن میں نے اس کے ساتھ بالکل آمیز سلوک جاری رکھا جس سے وہ مشتعل ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ مجھے لاک اپ میں ڈال دیا جائے۔

لندن میں مجھے اس ناگہانی افتاد کی توقع نہ تھی۔ میرا تو خیال تھا کہ میں مصیبتوں کی زندگی سے نکل آیا ہوں۔ لیکن شاید ابھی تقدیر کی کچھ اور بازیاں تھیں۔ صورت حال کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ اینڈریو! کوئی مجرم یہاں سے فرار ہوا تھا اور اس نے امریکہ میں خود کو روپوش کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ظاہر ہے بے چارے جیرٹ کو یہ تفصیل نہیں معلوم ہو گی اور میں شکنجے میں آ گیا۔

چوبیس گھنٹے تک مجھ سے کوئی رابطہ نہیں قائم کیا گیا اور اس کے بعد مجھے لاک اپ سے نکال کر ایک اور جگہ لے جایا گیا جو اسی عمارت میں تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی لیبارٹری موجود تھی جس میں کچھ لوگ مصروف تھے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور میں نے خاموشی سے ان کے احکامات کی تعمیل کی۔ میرا دل پھر دھڑکنے لگا تھا۔ یہاں پھر اسی چینی میک اپ کی آزمائش تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ینگ لی کا فن یہاں کس حد تک کارگر رہتا ہے۔

طرح طرح کے محلول میرے چہرے پر آزمائے گئے۔ اس کے بعد گیس بھی استعمال کی گئی لیکن ینگ لی زندہ باد۔ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ تب میرے بارے میں رپورٹ دے دی گئی کہ میرے چہرے پر کوئی میک اپ نہیں ہے۔

اس رپورٹ کے ساتھ مجھے ایک بار پھر پولیس آفیسر کے پاس لایا گیا۔ پولیس آفیسر نے رپورٹ پڑھی پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولا۔ ”اس کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تمہارے کاغذات جعلی ہیں۔“

”میں تمہیں کچھ کہنے سے نہیں روکوں گا۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”آخر تم ہمیں اپنے بارے میں سب کچھ کیوں نہیں بتا دیتے۔“

”میں ان حالات میں ضروری نہیں سمجھتا۔“ میں نے خشک سے لہجے میں کہا۔

”دیکھو مسٹر! پولیس سے دشمنی کبھی بہتر نہیں ہوتی۔ تم خواہ مخواہ مجھے اشتعال دلا رہے ہو۔“

”یہ میں بھی خیال کرتا ہوں۔ میں بے گناہ ہوں لیکن پولیس نے مجھے قید میں رکھا ہوا ہے۔“

”تم ہمیں مطمئن کر دو۔ یہ قید ختم کر دی جائے گی۔“

”ہرگز نہیں، تم مجھے پھانسی پر چڑھا دو۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیا تم کوئی ضمانت مہیا کر سکتے ہو؟“

”نہیں۔“ میں نے سختی سے جواب دیا۔ اور پولیس افسر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کسی کو طلب کرنے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ اور دو پولیس مین اس کے پاس آ گئے۔

”لے جاؤ۔ بند کر دو۔“ پولیس افسر نے کہا اور مجھے ایک بار پھر لاک اپ میں ڈال دیا گیا۔ لندن پولیس کے بارے میں میری معلومات زیادہ بہتر نہیں تھیں لیکن اس وقت میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لندن کی پولیس بڑی ہوشیار ہے۔ وہ اس کے علاوہ اور کوئی چارج مجھ پر نہیں لگا سکتے کہ میرے کاغذات مشتبہ ہیں اور وہ ایک ایسے شخص کی نشاندہی کرتے ہیں جو یہاں سے جرم کر کے فرار ہوا ہے لیکن میں وہ نہیں ہوں۔

مزید ایک رات مجھے لاک اپ میں رکھا گیا۔ ویسے یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی اور میری ضروریات کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ دوسرے دن تقریباً دس بجے مجھے پھر اس آفس میں لایا گیا۔ اس بار پولیس افسر کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی اور ایک ادھیڑ عمر شخص بھی تھا۔ دونوں نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پولیس افسر نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن میں نے ان کی یہ پیشکش قبول نہیں کی۔

”کیا خیال ہے مس رینٹا؟“ پولیس افسر نے لڑکی سے پوچھا۔

”ہرگز نہیں جناب! یہ اینڈریو نہیں ہے اگر اس کے چہرے پر کوئی میک اپ نہ ہو۔“

”نہیں۔ اس بات کا اطمینان کر لیا گیا ہے۔“ پولیس افسر نے کہا۔

”تب یہ اینڈریو نہیں ہے۔“

”آپ بھی مطمئن ہیں مسٹر ہورڈنیڈ؟“ اس نے ادھیڑ عمر شخص سے پوچھا جو غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”ہاں۔ یہ اینڈریو نہیں ہے۔“ وہ چونک کر بولا۔

”شکریہ! زحمت کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔“ پولیس افسر نے کہا۔ وہ شخص اور لڑکی وہاں سے چلے گئے۔ تب پولیس افسر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”ٹھیک ہے مسٹر اینڈریو! نہیں، آپ بھی جا سکتے ہیں لیکن چند ضروری ہدایات نوٹ فرما لیں۔ آپ کمل طور پر آزاد ہیں کہ پولیس کے اس رویے کے خلاف احتجاج کریں اور اس پر مقدمہ کر دیں۔ کیونکہ ہم خود کو اس تفتیش میں حق بجانب سمجھتے ہیں۔ میں چاہوں تو اس وقت تک آپ کو حراست میں رکھ سکتا ہوں جب تک آپ کی طرف سے پوری طرح مطمئن نہ ہو جاؤں۔ یا آپ کوئی بہتر ضمانت نہ پیش کریں لیکن میری آپ سے ذاتی دشمنی نہیں ہے اور میں بلاوجہ آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی حراست میں نہیں رکھنا چاہتا۔ چنانچہ ذاتی ہمدردی کی بنیاد پر میں آپ کو رہا کر رہا ہوں۔ لیکن آپ کے یہ کاغذات اور پاسپورٹ میری تحویل میں رہیں گے اور میری درخواست ہے کہ ہر تیسرے دن آپ پولیس سے رابطہ قائم کریں۔ اور اس وقت تک یہ پابندی کرتے رہیں جب تک میں آپ سے مطمئن نہ ہو جاؤں۔“

”میں بہت جلد اس زیادتی کے لیے آپ سے جواب طلب کروں گا۔ میں بھی کوئی لفنگا نہیں ہوں، ایک معزز شہری ہوں۔“

”یہ آپ کا حق ہے۔ اس سے میں آپ کو نہیں روکوں گا۔“ پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری ضروری چیزیں مجھے واپس کر دیں۔ پاسپورٹ اور کاغذات پولیس نے اپنی تحویل میں رکھے تھے۔

میں پولیس اسٹیشن کی عمارت سے نکل آیا۔ پولیس افسر نے جو دھمکی دی تھی مجھے اس کی چنداں پروا نہیں تھی۔ حالات میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے اور اس عظیم الشان شہر میں میں ایک گمشدہ بچے کی مانند تھا جو ہر ایک چہرے میں اپنے لیے اپنائیت تلاش کر رہا ہو۔ مجھے احساس تھا کہ میں خود کو بہت کچھ سمجھنے کے باوجود ابھی کچھ بھی نہیں تھا۔ میرے پاس اگر کوئی دولت تھی تو صرف وہ جذبہ جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں کیا کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن جذبوں کی تکمیل بھی جد وجہد کی طالب ہوتی ہے۔ اور ابھی میں امتحان کے دور میں تھا۔

پولیس ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر میں لندن کی اجنبی سڑکوں پر آ گیا۔ مجھے اپنے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش ضروری تھی۔ ذرا سا سکون ملے تو آئندہ اقدام کے بارے میں سوچوں۔ میں تو علاقوں سے بھی ناواقف تھا تھوڑی دیر تک تو پریشانی کے عالم میں چلتا رہا۔ پھر ایک بک اسٹال پر نگاہ پڑی اور میں اس کی طرف چل پڑا۔

بک اسٹال پر پہنچ کر میں نے لندن کا نقشہ طلب کیا جو مجھے مل گیا اور نقشہ لے کر میں یہاں سے بھی چل پڑا۔ سڑکوں پر چھوٹے چھوٹے بنچ ڈالے ہوئے تھے جن پر ہوٹل کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بنچ کا رخ کیا اور ایک بنچ پر جا بیٹھا۔ وہاں سے چائے طلب کر کے میں نے نقشہ کھول لیا اور اسے سامنے رکھ کر دیکھنے لگا۔ یہ مکمل نقشہ تھا اور اس میں لندن کی ساری تفصیلات ملتی تھیں۔ میں نے وہ جگہ تلاش کی جہاں میں خود موجود تھا نقشے میں وہ آسانی سے مل گئی۔ یہ علاقہ ریجنٹ کہلاتا تھا۔ یہاں سے بائیں طرف چلتے ہوئے ریجنٹ اسٹریٹ آتی تھی اور آگے چل کر آکسفورڈ اسٹریٹ تھی۔ جہاں چند ہوٹل اور ریسٹورانوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

یہی قریب ترین جگہ تھی چنانچہ میں نے وہیں کے کسی ہوٹل میں قیام کا فیصلہ کیا۔ بنچ کا بل ادا کر کے میں اٹھ گیا اور ریجنٹ اسٹریٹ کی تلاش میں چل پڑا۔

لندن ابھی میرے لیے اجنبی تھا۔ اور فی الحال میں یہاں خود کو ایک محفوظ انسان نہیں سمجھتا تھا کیونکہ اس پولیس افسر نے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی تھی۔ لیکن ابھی مسٹر جیرٹ کا ایک تحفہ میرے پاس موجود تھا اور اس تحفے سے میں خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکتا تھا یعنی وہ میک اپ جسے امریکی اور برطانوی ماہرین بھی صاف نہیں کر سکتے تھے۔ یقیناً وہ ایک قابل فخر چینی ایجاد تھی، ایک ایسی ایجاد جس کا توڑ ان جدید ممالک کے پاس نہیں تھا۔

ریجنٹ اسٹریٹ کے ”لارڈز“ میں مجھے ایک کمرہ مل گیا۔ وہ متوسط درجے کا صاف ستھرا ہوٹل تھا جس کا یہ مختصر سا کمرہ مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے مسہری پر اوور کوٹ اور ٹوپی اتار پھینکی اور باتھ روم میں جا گھسا جہاں گرم پانی کے غسل نے مجھے بے پایاں سکون بخشا تھا۔

نہ جانے کتنی دیر میں غسل کرتا رہا اور جب طبیعت سیر ہو گئی تو نئے کا لباس پہن کر نکل آیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ لیکن اس لڑکی کو دیکھ کر میں چونک پڑا جسے تھوڑی دیر قبل پولیس اسٹیشن میں دیکھا تھا۔

”فرمائیے؟“ میں نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں آپ کے اس لہجے سے بددل نہیں ہوں گی۔ اندر آنے کی اجازت چاہتی ہوں۔“ لڑکی کے لہجے میں التجا تھی۔ میں دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور وہ اندر آ گئی۔ ”براہ کرم دروازہ بند کر دیں۔“ وہ بولی اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ پھر مڑ کر مجھے سوالیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

”آپ ابھی تک خطرے میں ہیں۔“ وہ بولی۔

”کیا مطلب؟“

”پولیس کے دو سادہ لباس آدمی آپ کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔“ وہ بولی اور میں چونک پڑا۔

”آپ کو کیسے معلوم؟“ میں نے پوچھا۔

"ابھی بھی آپ کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں۔"

"پولیس کے تعاقب کی وجہ تو میں جانتا ہوں، لیکن آپ سے تعارف نہیں ہو سکا۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔

"میں سخت شرمندہ ہوں جناب! مجھے آپ کی جھنجلاہٹ کا بھی اندازہ ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان کی مجبوریاں اسے ہر کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکے ہوئے ہوں گے مگر میری بے چینی نے مجھے سکون نہیں لینے دیا۔ اور میں بالآخر آپ تک آ گئی۔" نو عمر لڑکی کی آواز روہانسی ہو گئی۔

"تشریف رکھیے۔ میں اپنے سخت رویے کی معافی چاہتا ہوں۔" میں نے نرم آواز میں کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ میں بھی اس کے سامنے ہی ایک صوفے پر بیٹھ کر گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ کوئی نئی کہانی... کوئی نیا موڑ، میں نے سوچا۔

"میرا نام ریٹا ہے۔" اس نے کہا۔

"شاید میں نے سنا تھا۔"

"میں... میں اینڈریو اسمتھ کی منگیتر ہوں۔ میں اسے بے حد چاہتی ہوں، وہ میرا محبوب ہے۔ خدا کے لیے مجھے اس کے بارے میں بتا دو خدا کے لیے۔" وہ سسکنے لگی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کن الفاظ میں کہوں۔ خاتون میں وہ اینڈریو نہیں ہوں نہ میری آپ سے شناسائی ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مگر تمہارے کاغذات وہی ہیں۔ یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"آپ پولیس کو بیان دے سکتی ہیں، آپ کو کون روک سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ان کاغذات کی تیاری میں میں نے اس کی مدد کی تھی۔ مجھے یقین ہے۔ آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں، آپ ضرور جانتے ہیں۔ اگر انسانیت کے ناطے آپ میری مدد کرنا چاہیں تو میرا پتا حاضر ہے۔ میں نہیں جانتی آپ کون ہیں اور اس انداز میں یہاں کیوں آئے ہیں لیکن اگر آپ کسی طرح میرے اینڈریو کو جانتے ہیں تو خدا کے لیے مجھے اس کے بارے میں بتا دیجیے۔ اس کے صلے میں آپ مجھ سے جو چاہیں گے مجھے منظور ہوگا۔" وہ روتی ہوئی اٹھ گئی۔ اس نے اپنا کارڈ میز پر ڈال دیا تھا۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن اس کے جانے کے بعد میں نے اس کے کارڈ پر پتا ضرور دیکھا تھا۔ پھر مجھے اس کی اطلاع کا خیال آیا۔ اگر پولیس میرے پیچھے لگی یہاں تک آئی ہے تو یہ خطرناک بات ہے۔ اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہو؟ دیر تک سوچنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ ایک بار پھر مجھے اپنا میک اپ تبدیل کرنا پڑا تھا۔ اس تبدیلی کے بعد میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند ضروری چیزوں کے علاوہ میں نے کچھ ساتھ نہیں لیا تھا پھر انتہائی احتیاط سے میں ایک طویل چکر کاٹ کر ہوٹل کے سامنے والے حصے سے دوبارہ ہوٹل میں داخل ہوا۔ ایک نئے نام سے کمرہ حاصل کیا اور اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے میں مقیم ہو گیا۔ اب میں پرسکون تھا۔ چنانچہ ایک پرسکون نیند کے بعد جب میں دوسری صبح جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری نگرانی کرنے والوں پر کیا بیتی۔ انھوں نے کیا کیا۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا۔ سڑک سنسان تھی کسی خاص بات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ تب میں نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو ریٹا کے فلیٹ کا پتا دے دیا تھا۔ اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ جب میں اس بلڈنگ کے سامنے پہنچا تو ریٹا فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی ایک کار میں بیٹھ رہی تھی۔

"ڈرائیور! اس کار کا تعاقب کرو۔"

"تعاقب؟" ڈرائیور نے مشکوک انداز سے مجھے دیکھا۔

"فکر مت کرو۔ وہ میری منگیتر ہے اور میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں جا رہی ہے۔ میں آج اس کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کر کے ہی رہوں گا۔"

ڈرائیور نے گاڑی ریٹا کی کار کے پیچھے لگا دی۔ راستے میں اس نے کہا "لندن کی لڑکیاں قابلِ اعتماد نہیں ہوتیں جناب! ان کے بارے میں سوچنا ہی بیکار ہے۔ میرا نام پیٹر ہے، چار لڑکیوں سے عشق کر چکا ہوں لیکن..."

ڈرائیور بہت دلچسپ آدمی تھا۔ میں نے اس سے دوستی گانٹھ لی۔ ریٹا مرچنٹ ہاؤس میں داخل ہوئی تھی۔ میں اس کے بارے میں مکمل اطمینان چاہتا تھا۔ اس لیے پیٹر کو میں نے اس کی نذر کر دیا۔ پانچ بجے وہ مرچنٹ ہاؤس سے نکلی تھی۔ تھوڑی دیر تک بازار میں شاپنگ کرتی رہی پھر اپنے فلیٹ میں چلی گئی۔ میں نے اب اس سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پیٹر کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے میں بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ ریٹا کا فلیٹ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ کال بیل بجانے پر اسی نے دروازہ کھولا تھا لیکن وہ مجھے پہچان نہیں سکی اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میرا نام اینڈریو ہے اور ہم لارڈز میں ملاقات کر چکے ہیں۔"

"اوہ! لیکن آپ... آپ...؟"

"میک اپ میں ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"براہ کرم اندر آ جائیے۔" اس نے کہا اور دروازے سے ہٹ گئی۔ پھر وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی تھی۔ "تشریف رکھیے۔ کیا آپ..."

"ہاں مس ریٹا! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اینڈریو کے بارے میں بتا دیا جائے۔" میں نے کہا اور ریٹا کے چہرے پر روشنیاں جھلملانے لگیں۔

"میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں گی۔ براہ کرم یہ بتائیے وہ زندہ ہے، خیریت سے ہے؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں، وہ خیریت سے ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"امریکہ میں موجود ہے وہ۔"

"میرے خدا! وہ امریکہ پہنچ گیا؟"

"ہاں۔"

"کس جگہ؟"

"ہالی ووڈ میں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خدا کی پناہ! وہ وہاں پہنچ گیا؟" ریٹا کی حیرت دم بدم بڑھتی جا رہی تھی۔

"ہاں مس ریٹا! اور اس نے مجھے ایک خاص مشن پر یہاں بھیجا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے فوری طور پر اپنے ہی کاغذات مہیا کر دیے صرف تصویر بدلوا لی گئی۔ اسی نے... مجھے تمہارا حوالہ نہیں دیا تھا لیکن تمہاری بات نے مجھے باور کرا دیا کہ یہاں تم میری بہترین مددگار ثابت ہو سکتی ہو کیونکہ میں پہلی بار انگلینڈ آیا ہوں۔"

"تم یقین کرو مسٹر... اب اپنا صحیح نام تو بتا دو۔" اس نے اپنا جملہ درمیان میں روک کر پوچھا۔

"تم مجھے مارک گیبل کہہ سکتی ہو۔"

"ہوں۔ مگر تم یورپ کے باشندے تو نہیں نظر آتے ہو۔"

"ان تمام الجھنوں میں نہ پڑو ریٹا! تمہیں علم ہوگا اس بات کا کہ اینڈریو اسمتھ کا تعلق صرف یورپین ممالک سے نہیں تھا۔ اس کا دائرہ کار بہت وسیع تھا۔ بس اس سے زیادہ اس کے بارے میں میں تمہیں نہیں بتا سکوں گا۔"

"میں اس سے زیادہ جاننا بھی نہیں چاہتی۔ یہ بتاؤ اینڈریو ہالی ووڈ میں کس جگہ قیام پذیر ہے؟"

"اٹھارہ۔ ایلون بولیوارڈ۔" میں نے جواب دیا اور وہ مضطرب انداز میں اٹھ گئی۔

"ایک منٹ۔ ایک منٹ۔ میں اس کا پتا نوٹ کر لوں ممکن ہے ذہن سے نکل جائے۔" اس نے کہا اور ایک میز کے قریب پہنچ گئی جہاں رائٹنگ پیڈ اور پنسل پڑی ہوئی تھی۔

"پتا نوٹ کر لو مگر اسے احتیاط کے ساتھ رکھو کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔

"وہ وہاں ٹھیک تو ہے؟"

"ہاں، بالکل ٹھیک۔"

"لیکن کیا وہ وہیں قیام کرے گا؟"

"ہاں، اس وقت تک، جب تک اسے اپنے بارے میں اطمینان نہ ہو جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ! ویسے تم نے مجھے بڑا ذہنی سکون بخشا ہے، میں اس کے لیے سخت پریشان تھی۔"

"مس ریٹا! اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں مختصراً آپ کی کہانی سننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ریٹا نے گردن جھکا لی۔

"کوئی خاص کہانی نہیں ہے۔ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں اس سے پیار کرتی ہوں، وہ میرا محبوب ہے۔ وہ برے راستوں کا راہی تھا، میں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن جب وہ اپنے راستے سے نہ ہٹا تو مجبوراً میں نے بھی وہی راستے اپنا لیے۔ مسٹر بریڈ فرینڈ ایک صنعت کار ہیں اور میں ان کی سیکریٹری کی حیثیت رکھتی ہوں۔ آج تک مسٹر بریڈ فینڈ کو یہ بات نہیں معلوم ہو سکی کہ میرا تعلق کسی طرح اینڈریو سے تھا۔ بلکہ جب اینڈریو نے انھیں دس لاکھ پونڈ کی چوٹ دی اور وہ تلملا کر اس کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے انھوں نے ساری گواہیوں میں میرا ہی سہارا لیا اور۔۔۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ اینڈریو اس ملک سے نکل چکا ہے، میں نے ان کے ساتھ بظاہر بھرپور تعاون کیا تاکہ کم از کم ان کی کوششوں سے آگاہ رہوں، یہی وجہ تھی کہ جب پولیس ڈیپارٹمنٹ میں مسٹر بریڈ فینڈ کو بلایا گیا تو ساتھ ہی مجھے بھی طلب کر لیا گیا کہ میں اینڈریو کو پہچاننے میں پولیس کی مدد کروں۔"

"ٹھیک۔ گویا مسٹر بریڈ فینڈ کو چوٹ دینے میں آپ کا بھی ہاتھ تھا؟"

"میں اس لیے انکار نہیں کروں گی کہ تم بھی یہاں نہ پولیس کے مخبر ہو اور نہ اینڈریو کے دشمن، تم اس کے کاغذات پر امریکہ سے یہاں پہنچے ہو ظاہر ہے ہم دونوں اچھے لوگ نہیں ہیں۔ لہٰذا ایک دوسرے پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"یقیناً، یقیناً۔ مجھے نہ مسٹر بریڈ فینڈ سے کوئی دلچسپی ہے نہ لندن پولیس سے۔ اس کا اندازہ آپ کو بخوبی ہے۔ اینڈریو اگر مجھے آپ کے بارے میں کچھ تفصیلات بتا دیتا تو شاید میں سب سے پہلے آپ ہی سے رابطہ قائم کرتا لیکن نجانے کیوں اس نے آپ کا تذکرہ نہیں کیا، تاہم میں آپ کو اتنا ضرور بتا دوں کہ بہت جلد اینڈریو انیس دوبارہ یہاں پہنچے گا لیکن ایک امریکی کی حیثیت سے۔"

"اوہ!" ریٹا نے پراشتیاق انداز میں کہا۔ "کب تک اس کی آمد متوقع ہے؟"

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کی جا سکتی لیکن یقیناً ایک آدھ ماہ لگ جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

ریٹا کا چہرہ پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا تھا، پھر اس نے کہا۔ "خیر ایک آدھ ماہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، میں تو بس اس کی زندگی اور سلامتی کی خواہاں ہوں۔ ویسے شہزاد کنور میں تمھاری کیا خدمت کر سکتی ہوں؟ تم نے پولیس سے بچنے کے لیے تو بہترین میک اپ کر لیا ہے، مجھے یقین ہے کہ پولیس تمھیں اس میک اپ میں تلاش نہیں کر پائے گی لیکن تمھارا پاسپورٹ اور کاغذات پولیس کے پاس موجود ہیں۔ ان کے بغیر یہاں تمھیں الجھنیں پیش آ سکتی ہیں۔"

"ہاں، یہی سب سے بڑی الجھن ہے میرے لیے۔ اس کا کوئی حل نکل سکا تو میں مطمئن ہو کر یہاں اینڈریو کے مشن کو پورا کر سکتا ہوں۔"

ریٹا خیالات میں ڈوب گئی، دیر تک خاموش رہی پھر کہنے لگی۔ "خیر! اس کا بھی کوئی حل نکل ہی آئے گا۔ مجھے بتاؤ کیا تم مستقل طور پر لارڈز میں ہی قیام کرو گے؟"

ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ ریٹا کو اپنے نئے پروگرام کے بارے میں نہیں بتانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے کہا۔ "میرا قیام اس وقت کہیں نہیں ہے مختصر سا سامان تھا جسے ایک موٹنگ کلب کے کلاک روم میں جمع کرا دیا ہے اور اس وقت بے گھر ہوں۔"

"تم اگر پسند کرو تو یہاں اس فلیٹ میں قیام کر لو۔ لیکن ٹھہرو! نہیں، یہ مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ مسٹر بریڈ فینڈ اکثر یہاں مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں، کبھی کبھی چلے بھی آتے ہیں۔ بہت مہربان آدمی ہیں لیکن افسوس ہم انھیں ان کی مہربانیوں کا اچھا صلہ نہیں دے سکے۔ تم یوں کرو مسٹر مارک! فوری طور پر کسی ہوٹل میں کمرہ بک کرا لو اور وہاں قیام کرو۔ یا تمھارے خیال میں پولیس تمھیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گی؟"

"میں نہیں کہہ سکتا۔ تاہم پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، میں کچھ نہ کچھ بندوبست کر ہی لوں گا۔ البتہ اگر تم میری کوئی مدد کر سکو تو میں تمھارا شکر گزار رہوں گا۔"

"میں یقیناً اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کروں گی۔" ریٹا نے جواب دیا پھر اس کے اصرار پر میں نے اس کے ساتھ کافی پی۔ اس کے بعد اٹھ گیا۔ ریٹا بولی۔ "میں اگر تم سے رابطہ قائم کرنا چاہوں مارک! تو کس طرح کر سکتی ہوں؟"

"فی الوقت تو کوئی جگہ نہیں ہے ریٹا! میں اگر کہیں قیام کا بندوبست کر سکا تو تمھیں اس کی اطلاع دے دوں گا۔ ویسے

تم جس وقت کہو میں تمھیں فون کر لوں۔"

"ہوں، خیر ایک آدھ دن تو کوئی خاص الجھن نہیں ہوگی لیکن میرا خیال ہے تم پرسوں صبح دس بجے مجھے فون کر لینا۔ ممکن ہے ضرورت پیش آ جائے۔" ریٹا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔

ٹیکسی ڈرائیور پیٹر اطمینان سے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹکا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے جلدی سے اتر کر دروازہ کھول دیا اور میں اندر بیٹھ گیا۔

"جی صاحب! اب کہاں چلوں؟"

"بس پیٹر! تھوڑی دیر لندن کی آوارہ گردی کراؤ اور اس کے بعد مجھے لارڈز کے پاس چھوڑ دینا۔" میں نے جواب دیا اور پیٹر نے گردن ہلا دی۔

شام کی سیاہی پوری طرح جھک آئی تھی اور لندن کے گلی کوچے روشن ہوتے جا رہے تھے۔ کہر آلود شام روشنیوں سے کہکشاں بنی ہوئی تھی۔ وکٹوریہ اسٹیشن سے گزر کر ہم ٹرافلگر اسکوائر پہنچ گئے۔ جہاں قمقموں کی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ چوک کے وسط میں ایستادہ بلند و بالا ستون کی چوٹی پر۔۔۔۔ کھڑے لارڈ نیلسن کی ترچھی ٹوپی روشنی سے چمک رہی تھی۔ ٹرافلگر اسکوائر کے مشہور زمانہ کبوتر نیشنل گیلری کے یونانی ستونوں اور سینٹ پال کے گرجا کے گنبد میں بسیرا کرنے جا چکے تھے اور بڑے چوک کے فوارے کے عقب میں جہاں ایک دیوزاد مچھلی کا مجسمہ گلپھڑے پھیلائے منہ سے پانی اگل رہا تھا، ہری کرشنا ہری اوم کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مٹک اور نقرئی گھنٹیاں بھی بجائی جا رہی تھیں۔ مجھے علم تھا کہ لندن میں ہری کرشنا تحریک خاصی زور پکڑ چکی ہے۔ پیٹر نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں نے گردن سے اشارہ کر دیا اور پیٹر نیشنل گیلری کے سامنے والی سڑک کی طرف چل پڑا جہاں سے موسیقی اور بھجن الاپنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سات انگریز لڑکے اور تین لڑکیاں ہندو برہمنوں اور مندروں میں رقص کرنے والی داسیوں کا روپ دھارے فٹ پاتھ پر ناچ رہے تھے۔ لڑکوں کے سر سوائے برہمنوں کی روایتی چوٹی کے مکمل طور پر منڈھے ہوئے تھے۔ ان بہروپیوں نے سفید دھوتیاں اور کھڑاویں پہن رکھی تھیں اور ہاتھوں میں گھنٹیاں اور گلوں میں ڈھولکیاں لٹکا رکھی تھیں جنھیں وہ لہک لہک کر بھونڈے انداز میں بھجن الاپتے ہوئے بجا رہے تھے۔ آگے آگے ایک حسین و متناسب جسم کی پستہ قد لڑکی دھوتی میں ملبوس شانوں پر بال بکھرائے، ماتھے پر تلک جمائے مندروں کے رقص کی ایک بھدی نقل کر رہی تھی۔ ڈھول پر تھاپ پڑتی تو وہ ہندوستانی رقص فراموش کر کے خالصتاً مغربی انداز میں جسم تھرکا تھرکا کر ناچنے لگتی۔ دوسری لڑکی ہاتھ میں پیتل کی گڑوی لیے اس تماشے کو دیکھنے والوں سے چندہ مانگ رہی تھی۔

"لندن کے ہندو مذہب کے لیے چندہ دیجیے ہری اوم" وہ کہہ رہی تھی۔ میں ٹیکسی سے ٹیک لگائے اس تمام تماشے کو دیکھتا رہا۔ پیٹر بھی مسکراتی ہوئی نگاہوں سے یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ لڑکی میرے پاس آئی تو میں نے خاموشی سے پانچ ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی گڑوی میں ڈال دیا۔ میں صرف دلچسپی لینا چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ مجھے تھوڑا سا ذہنی سکون میسر آ جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے بھی چل پڑے۔

آکسفورڈ اسٹریٹ تک جانے والی شیفٹس بری ایونیو اور ان سڑکوں کے درمیان مشہور زمانہ پکاڈلی سرکس کے گرد لاکھوں روشنیاں جگمگ کر رہی تھیں۔ پکاڈلی کے درمیان ایروز کے مجسمے کے گرد ہپیوں کے ہجوم لگے ہوئے تھے اور سارے کے سارے آوارہ گرد اپنی اپنی من مانیوں میں مصروف تھے۔ ہم وہاں بھی زیادہ دیر نہ رکے۔ جوں جوں رات گہری ہوتی جا رہی تھی، کہر بھی گاڑھی ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سردی کا احساس بھی بڑھ گیا تھا۔ میں نے پیٹر سے واپسی کے لیے کہا تو اس نے گردن جھکا دی۔ راستے میں، میں ان ہپیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کے بدن پر پورے لباس بھی نہیں تھے اور وہ اپنی دنیا میں مست تھے۔ کیا ان لوگوں پر سردی اثر انداز نہ ہوتی ہوگی، یہی میں سوچتا رہا۔ پیٹر نے بھی مجھے مخاطب نہیں کیا تھا۔ البتہ جب میں لارڈز کے قریب پہنچا تو پیٹر نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے تو سب ٹھیک ہے نا چیف؟"

"ہوں؟" میں چونک پڑا۔

"میرا مطلب ہے آپ کی طبیعت۔ کیا آپ اس کی طرف سے اب بھی غیر مطمئن ہیں؟"

"نہیں پیٹر! میرا خیال غلط تھا اس کے بارے میں۔" میں نے یونہی بات بنانے کی غرض سے اس سے کہہ دیا۔

پیٹر مسکرا کر گردن ہلانے لگا پھر بولا۔ "زیادہ الجھن میں پڑا ہی نہ جائے تو بہتر ہوتا ہے۔" میں نے اسے میٹر دیکھ کر بل ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی خاصی ٹپ بھی۔ اس نے گردن جھکا کر میرا شکریہ ادا کیا تھا پھر پوچھا۔ "کل آؤں چیف؟"

"ہاں پیٹر! آ جانا۔ دس بجے کے قریب آ جانا۔ میں اگر نہ بھی ملوں تو فکر مت کرنا۔ تمھارا میٹر ہمارے لیے چلتا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے سر!" اس نے ماتھے کے قریب ہاتھ لے جا کر کہا اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں لارڈز کی جانب

جل پڑا تھا۔

ویسے اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ شاید میرے ستارے گردش سے نکل رہے ہیں۔ ابھی تک میں لندن پولیس کی نگاہ میں نہیں آسکا تھا۔ حالانکہ وہ شدت سے میری تلاش میں ہوگی۔ ریٹا پر میں نے بہت بھروسہ کیا تھا لیکن اسے اپنی رہائش گاہ کے بارے نہیں بتایا تھا۔ حالات ابھی تک سکون نہیں لینے دے رہے تھے تاکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کچھ کرسکوں۔

دوسرا دن بھی حسب معمول رہا۔ گیارہ بجے پیٹر پہنچ گیا۔ اس بے چارے نے شاید میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن کامیاب نہ ہوسکا تھا اس لیے لارڈز کے سامنے ٹیکسی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔

"ہیلو پیٹر!"

"ہیلو مسٹر! میں آپ کو تلاش کرنے میں ناکام ہوچکا تھا۔"

"سوری پیٹر! مجھے کچھ دیر ہوگئی۔" میں نے اطراف کا جائزہ لے کر کہا۔ میں گہری نظروں سے اپنے اطراف میں دیکھ چکا تھا۔ حالات پرسکون ہی نظر آرہے تھے یا یہ میرا حسن نظر تھا۔ میں پیٹر کے ساتھ چل پڑا۔ پیٹر کو میرے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس لیے وہ بے چارہ بھی میری آوارہ گردی کا شکار رہا۔ پھر ایک پبلک کال بوتھ سے تھوڑے فاصلے پر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بوتھ میں داخل ہوکر ریٹا کے نمبر ڈائل کیے لیکن ریٹا سے فون پر بات نہیں ہوسکی تھی۔

میں واپس ٹیکسی میں آبیٹھا اور لندن کی سڑکیں ناپنے لگا۔ بہت سی الجھنیں سر ابھار رہی تھیں۔ جیب زیادہ عرصے تک ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ ٹیکسی کا بل ہی بھاری پڑ جاتا۔ میں وہ عیاشی نہ کرتا اگر لندن کے کا خدشات سامنے ہوتے اور لندن اجنبی نہ ہوتا۔ کم از کم ٹیکسی میں بیٹھ کر قدم قدم پر لوگوں کی رہنمائی کی تو ضرورت نہیں تھی۔

لنچ کے وقت میں نے پیٹر کو واپس لارڈز چلنے کے لیے کہا اور پیٹر نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے لارڈز پہنچا دیا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے چیف؟" اس نے پوچھا۔

میں نے اسے چند نوٹ دے کر کہا "بس آپ میں ہوٹل ہی میں آرام کروں گا۔ کل ملاقات ہوگی۔ گیارہ بجے کے قریب آجانا۔"

وہ سلام کرکے واپس چلا گیا۔ میں تھکے تھکے قدموں سے اندر چل پڑا۔ طبیعت پر نہ جانے کیوں اضمحلال سا طاری ہوگیا تھا۔ شاید یہ احساس تھا کہ لندن میں اب برے دن شروع ہونے والے ہیں۔ ممکن ہے جیل میں ہی گزارنے پڑے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حالات اس سے بھی زیادہ خراب ہوجائیں کیونکہ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لندن پولیس، امریکن پولیس کی طرح تیز رفتار نہیں تھی یا پھر میرے معاملے کو اتنا اہم نہیں سمجھا گیا تھا کہ اس پر بھرپور توجہ دی جاتی۔ ورنہ اب تک کچھ نہ کچھ ہوجانا چاہیے تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں دیر تک میں انھی خیالات میں سرگرداں رہا۔ میرا ذہن ہیجان کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ کوئی عمل ضروری ہے۔ میں لندن آچکا ہوں۔ ہر چند کہ یہاں کے حالات خراب تھے اور میرے جیسے آزادانہ نقل و حرکت کی گنجائش نہیں تھی لیکن پھر بھی یہ خاموش آوارہ گردی کیا معنی رکھتی تھی جب کہ امریکہ میں یہ بات نہیں تھی۔

کھانے کے بعد ایک بار پھر میں نے ریٹا کو فون کیا لیکن وہ اب بھی موجود نہیں تھی۔ میں ہوٹل میں نہ رکا اور باہر نکل آیا۔ لندن کی سڑکوں پر پیدل چلتے ہوئے یہ احساس ہو رہا تھا جیسے ہر آنکھ میری طرف متوجہ ہو لیکن میں چلتا رہا پھر ایک قہوہ خانے کے سامنے لگے ہوئے اسٹال پر کھڑے ہوکر میں نے چند کتابیں دیکھیں اور ان میں سے کوئی کتاب خریدنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک ریک میں لگے ہوئے آج کے اخبار پر نگاہ پڑی۔ بس یونہی ایک نام نظر آیا تھا جسے دیکھ کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے کتاب رکھ کر جلدی سے اخبار ریک سے نکال لیا اور چند شلنگ جیب سے نکال کر کاؤنٹر پر ڈال دیے۔

جوشو کا نام میرے لیے بہت مانوس تھا۔ حالانکہ ضروری نہیں تھا کہ جوشو نام کی صرف ایک ہی شخصیت اس کائنات میں ہو لیکن اس نام سے منسلک تفصیل میں نے پڑھی تو دنگ رہ گیا۔ مجھے اپنی کند ذہنی پر افسوس ہونے لگا کہ اب تک میں نے مقامی اخبارات کو یوں نظر انداز کر رکھا تھا جب کہ اخبارات دیکھتے رہنا بے حد ضروری تھا۔ ہاں اخبارات تو خود مجھے میرے حالات سے باخبر رکھنے والے تھے۔

میں اسٹال سے ہٹ کر قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ایک پرسکون گوشے میں بیٹھ کر میں نے کافی منگوائی اور اس چھوٹے سے اشتہار کو دیکھنے لگا۔ لکھا تھا۔

"کھوئے ہوئے دوست کی تلاش ہے۔
علی! اگر لندن میں ہو تو لیسٹر اسکوائر کی عمارت
نمبر بارہ میں آجاؤ۔ تمھارا دوست تمھارے لیے
بے چین ہے ــــــ جوشو!"

میرے علاوہ اور کس کے لیے ہوسکتا تھا یہ اشتہار، میرا دوست، میرا ہمدرد جوشو یہاں تک آپہنچا تھا۔ ذہن میں عجیب عجیب تاثرات ابھر آئے۔ ساری اداسی دور ہوگئی۔ جوشو کے لیے دل میں عقیدت پیدا ہوگئی۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو چھوٹا سی شناسائی کو نہ جانے کون کون سے روپ دے دیتے ہیں۔ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ ان کے سینے میں کون سا دل دھڑکتا ہے۔

جلدی جلدی کافی پی اور پھر بل ادا کرکے اٹھ گیا۔ اخبار تہ کرکے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں اسی وقت جوشو سے مل لینا چاہتا تھا۔ اس کی آمد کے احساس نے طبیعت میں ایک جولانی سی پیدا کر دی تھی۔ حالانکہ ایک احساس شرمندگی بھی تھا۔ جوشو کے لیے کوئی اچھی رپورٹ نہیں تھی میرے پاس۔ ابھی تک لندن میں اپنے لیے کوئی بہتر مقام نہیں بنا سکا تھا۔ اسے یہی بتانا پڑے گا یا پھر ممکن ہے جوشو کو لندن پولیس کی حیثیت معلوم ہوگئی ہو اور وہ بے چارہ میرے حالات سنبھالنے آپہنچا ہو لیکن بہت مختصر وقت میں یہ سب کچھ ہوگیا تھا۔ آتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے ہوا؟

میں نے لیسٹر اسکوائر کے بارے میں معلوم کیا اور پھر ایک ڈبل ڈیکر بس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ لندن سے ناواقفیت بری طرح کھل رہی تھی۔ برابر کی نشست پر سیاہ بالوں والی ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ کسی قدر پستہ قامت لیکن پرکشش تھی۔ لمبے لمبے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ وہ یورپی طرز کے خوب صورت لباس میں ملبوس تھی۔

چند ساعت کے بعد اس نے میری طرف دیکھا تو میرے ہونٹوں پر خواہ مخواہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بھی مسکرادی۔

"ہیلو!" میں نے کہا اور اس نے گردن خم کر دی۔ "موسم کچھ خراب ہے۔"

"ایسا زیادہ بھی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"شیرنگھم۔"

"کیا لیسٹر اسکوائر راستے میں پڑتا ہے؟"

"ہاں، آپ اجنبی ہیں؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"سیاح ہوں۔"

"اوہ، کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"پاکستانی ہوں۔"

"خوب۔" اس بار وہ دل سے مسکرائی۔ "لیسٹر اسکوائر پہ اتریں گے آپ؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"تیسرا اسٹاپ ہوگا۔"

میں نے شکریہ ادا کرکے گردن ہلا دی پھر پوچھا۔ "آپ بھی مقامی نہیں معلوم ہوتیں؟"

"شاید یورپ اور افریقہ کا امتزاج ہوں۔" اس نے انکشاف کیا۔

"کیا مطلب؟"

"ماں برطانوی، باپ افریقی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہوگیا۔ اس کے سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں اس سیاہ و سفید امتزاج کا مظہر تھے۔ بہرحال اس سے زیادہ تعارف میں بے سود تھی۔ میں جانتا تھا کہ اسے دوست بنانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی لیکن فائدہ؟ میں تو خود زیادہ لوگوں سے بچنا چاہتا تھا۔

تیسرے اسٹاپ پر میں نے بس چھوڑ دی۔ اب عمارت نمبر بارہ کی تلاش تھی۔ اس سلسلے میں بھی ایک راہگیر نے مدد کی اور اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ نمبر نو ہے۔ اسی تناسب سے دس اور گیارہ چھوڑ دیں بارہویں عمارت مل جائے گی۔" میں شکریہ ادا کرکے آگے بڑھ گیا۔ بارہ نمبر عمارت خاصی کشادہ اور خوب صورت تھی۔ بڑا گیٹ دونوں طرف سے سرخ پتھروں سے بنا ہوا تھا اور گیٹ پر بائیں سمت بیل لگی ہوئی تھی۔ میں نے دھڑکتے دل سے کال بیل پر انگلی رکھ دی اور چند ساعت کے بعد ایک دراز قامت شخص گیٹ پر آگیا۔ اس کے خدوخال چینیوں کے سے تھے لیکن قد و قامت سے وہ عام چینیوں سے مختلف تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور چونک پڑا پھر مسکرا کر جھک گیا۔

"مسٹر علی!" اس نے کہا اور دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس کے انداز میں احترام تھا۔ میں گہری سانس لے کر اندر داخل ہوگیا۔ "تشریف لائیے جناب! میں نے آپ کا نام غلط تو نہیں لیا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں لیکن مجھے تعجب ہے۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیوں جناب؟"

"آپ مجھے کس طرح پہچان گئے؟"

"ہمارے پاس آپ کی تصویر موجود ہے۔ لندن میں تقریباً بیس افراد آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"خوب۔ مسٹر جوشو کہاں ہیں؟"

"اس وقت موجود نہیں ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جائیں گے۔ انھیں آپ کے آنے کی اطلاع دے دی جائے گی۔"

اس نے ایک خوب صورت ڈرائنگ روم کھول دیا اور میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں اطلاع دے دوں۔" اس نے اجازت چاہی اور میں نے گردن ہلا دی۔ دراز قامت چینی باہر نکل گیا تھا۔ میں جوشو کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس شریف النفس شخص نے میرے لیے جس قدر جدوجہد کی تھی کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی تھی۔ میں بھلا اسے اس کے احسانات کا کیا صلہ دے سکتا تھا۔ دیر تک میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے خیالات میں کھویا رہا۔

پھر دروازے پر آہٹ ہوئی اور دو چینی نوجوان اندر داخل

ہو گئے۔ انھوں نے جھک کر تعظیم کی اور پھر ان میں سے ایک نے کہا "تشریف لائیے جناب!" اور میں اٹھ گیا۔

"کیا مسٹر جوشو آ گئے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کچھ دیر کے بعد وہ آپ سے ملاقات کریں گے۔" اسی چینی نے جواب دیا اور میں خاموشی سے چلتا ہوا ایک دوسرے کمرے کے دروازے پر آ گیا جو ایک طویل راہداری کے آخری سرے پر تھا۔

چینیوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر احترام سے دروازہ کھول دیا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

یہ ایک ٹھنڈا اور خوب صورت کمرہ تھا۔ خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ فرش پر قیمتی قالین بچھا ہوا تھا اور اسی کی مناسبت سے فرنیچر بھی اعلیٰ درجے کا تھا۔

"آپ آرام کریں اگر غسل کرنا چاہیں تو وہ باتھ روم موجود ہے اس کے علاوہ کسی چیز کی حاجت ہو تو ....."

"کیا مسٹر جوشو سے ملاقات میں دیر لگے گی؟"

"تھوڑی دیر..... وہ یہاں موجود نہیں تھے۔ انھیں آپ کے آنے کی اطلاع دے دی گئی ہے، بس پہنچنے والے ہوں گے۔" اس چینی نے کہا اور میں ایک آرام دہ صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں چینی گردن خم کر کے باہر نکل گئے تھے۔ میں خاموشی بیٹھا رہا لیکن اس طرح تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا، حیرت ہونے لگی تھی۔ میرا اصل مشن جوشو سے ملاقات کی اتنی جلدی تھی کہ مجھے یہ تاخیر ناگوار گزرنے لگی تھی پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا جس پر پردہ لہرا رہا تھا۔ میں نے پردہ سرکایا اور کھڑکی کی چٹخنی کھولنے کی کوشش کی لیکن کھڑکی باہر سے بند تھی۔ عجیب طرز کی کھڑکی تھی، بے حد مضبوط اس میں شیشے بھی نہیں تھے لیکن اس کے باہر سے بند ہونے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا اور کمرے کی دوسری چیزوں کو دیکھنے لگا۔ غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا، خوبصورت غسل خانہ تھا۔ پھر دروازے پر آ گیا اور اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ بھی باہر سے بند تھا۔ تب پہلی بار مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا! دروازہ کیوں بند ہے؟

میں نے دیواروں پر کوئی ایسا بٹن تلاش کیا، جسے دبا کر کسی کو بلایا جا سکے۔ لیکن ایسا کوئی بٹن بھی نظر نہیں آیا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں تو ایک طرح سے یہاں قید ہو گیا ہوں۔ لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟ میں نے دروازہ زور زور سے بجایا اور کسی کے قدموں کی چاپ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کوئی چاپ نہ سنائی دی۔ عقل سے اس قدر پیدل بھی نہ تھا کہ اس اقدام کی صورت حال کا اندازہ بھی نہ کر سکتا۔ جیب سے اخبار نکال کر اس چھوٹے سے اشتہار کو کئی بار دیکھا، جو جوشو کی طرف سے تھا اور میرے لیے ہی تھا۔ یہ جگہ بھی صحیح تھی جہاں میں آیا تھا لیکن یہ کیا مسئلہ ہے؟ یہ کیا ہو گیا؟ یہ جوشو کا کیسا اقدام ہے؟

ذہن مختلف سوالوں میں الجھ گیا۔ ایک بار پھر دروازے کو زور زور سے پیٹا۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی اور اب میرے ذہن نے کسی خطرے کی گردان شروع کر دی تھی لیکن خطرہ کیا تھا یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ میں دوبارہ آرام کرسی پر آ بیٹھا۔ لے دے کے ایک ہی بات ذہن میں آتی تھی۔ جوشو کسی طرح مشکل میں آ گیا ہے، میرے لندن پہنچنے کی خبر کسی طرح دوسروں کو مل گئی ہے اور شاید میں دشمن کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔

وقت گزرتا گیا۔ اس دوران میں کئی بار دروازے کے پاس گیا اسے پیٹا لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ تھک کر دوبارہ اپنی جگہ آ بیٹھا اور پھر کئی گھنٹے گزر گئے۔

اس وقت رات ہو گئی تھی جب کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی۔ میں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں جن کی نالیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ پھر ایک تیسرا شخص اندر آیا۔ یہ وہی دراز قامت چینی تھا جو سب سے پہلے مجھے ملا تھا وہ مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ دونوں اسٹین گن والے کونوں میں مستعد کھڑے ہو گئے تھے۔

"اٹھو!" چینی نے کہا۔ اس کا لہجہ کرخت تھا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ "ہاتھ اوپر کرو۔" اس نے پھر کہا اور میں نے ایک بات محسوس کی۔ جب پہلی بار اس نے مجھ سے بات کی تھی تو اس کے لہجے میں تبدیلی تھی وہ چینیوں کے سے انداز میں انگلش بول رہا تھا لیکن اس وقت اس کا لہجہ خالص امریکن تھا۔ میں نے ہاتھ بلند کیے تو اس نے میری جیبوں کی تلاشی لی لیکن میرے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ تاہم اسے جو کچھ ملا، اس نے نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔

آخر میں چوتھا آدمی اندر داخل ہوا۔ کشادہ جسم اور چوڑے چہرے والا ایک خطرناک صورت امریکن جس کی بھوری بھنویں آنکھوں سے ملی ہوئی تھیں۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا میرے نزدیک آیا اور دفعتاً اس کا الٹا ہاتھ میرے منہ پر پڑا۔ اس غیر متوقع ضرب سے میں لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑا تھا۔ تریسی جیکل آدمی آگے بڑھا اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ اس کی دہکتی ہوئی آنکھیں مجھ پر گڑی ہوئی تھیں اور باریک ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

شعلہ بار آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ میری کیفیت بھی زیادہ مختلف نہیں تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ ان خرمستیوں کا مناسب جواب دوں لیکن زور کو اس جنون خیزی سے باز رکھا۔ ضروری نہیں تھا کہ ہر جگہ مجھے ہی کامیابی نصیب ہوتی۔ دوسرے بھی ذہن رکھتے ہیں، ہاتھ پاؤں رکھتے ہیں اور پھر اس وقت تو حالات ہی بدلے ہوئے تھے۔ میں نہایت لطیفانہ طور پر ان کے جال میں پھنس گیا تھا۔ اب احساس ہو رہا تھا کہ..... بے شک ابھی میری ذہنی تربیت مکمل نہیں ہوئی۔ جتنی بھی کامیابی سے امریکن پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر لندن آ گیا تھا۔ لیکن لندن کی کیفیت بھی میرے لیے امریکہ سے مختلف نہیں تھی۔ ابھی تک یہاں قدم نہیں جما سکا تھا، اپنے لیے کوئی محفوظ مقام نہیں تلاش کر سکا تھا۔ مجھے ان حالات سے سبق لے کر اور محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔ ہر جگہ پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ جوشو کے نام پر دوڑے چلے آنا دانشمندی تو نہیں تھی۔ جوشو امریکہ میں رہنے والا یہودی تھا۔ اس نے بے شک نہایت کامیابی سے مجھے لندن پہنچا دیا تھا لیکن امریکی پولیس احمق تو نہیں تھی! اس کا جوشو تک پہنچ جانا ناممکن نہیں تھا۔ اور یہی ہوا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ جوشو امریکی پولیس کی نگاہوں میں آ گیا تھا۔ ورنہ اس کے حوالے سے میرے لیے جوشو سے جال تیار نہ کیا جاتا۔

"خادم کو اولیو باورڈ کہتے ہیں۔" تو جیکل شخص نے نہایت نرم آواز میں کہا۔ میرا گریبان اب تک اس کے چوڑے ہاتھ کے شکنجے میں دبا ہوا تھا۔ مجھ کو وہ پوزیشن اور اس کے شیریں الفاظ ایک متضاد کیفیت کے حامل تھے۔ دفعتاً میرے ذہن کی کیفیت بھی بدل گئی۔

"آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی مسٹر باورڈ!" میں نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویسے باورڈ کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ جوشو مجھے اس کے بارے میں بتا چکا تھا۔ وہ بھی نسلاً یہودی تھا اور اس نے میری گرفتاری کا بیڑا اٹھایا تھا۔

"ابھی مزید مسرت ہو گی۔" اس نے مجھے صوفے پر دھکا دیا۔

"یقیناً یقیناً مجھے پوری پوری امید ہے۔" میں نے جواب دیا اور باورڈ گھوم کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ان لوگوں نے اس دوران چہروں سے ماسک اتار دیے تھے اور اب وہ چینیوں کے بجائے امریکن نظر آ رہے تھے۔ باورڈ پیچھے ہٹ کر ایک صوفے کی پشت سے جا ٹکا۔ اس کی گہری نیلی آنکھیں اب بھی مجھے گھور رہی تھیں اور اس کے پتلے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ تھی۔ تب میں نے محسوس کیا کہ اس منحوس یہودی کی آنکھوں کی یہ سرخی دائمی ہے، اس کا تعلق غصے سے نہیں تھا۔

"اور تمہارا نام؟ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، کیا خیال ہے؟" اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔

"دفعتاً تم نے پورے اسرائیل کو تباہ کرنے کا عزم کیا ہے؟" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

"کوشش مسٹر باورڈ! میں ایسا کر سکتا؟" میرے لہجے سے کئی شدید تمناؤں کا عکس جھلک رہا تھا۔

"نہیں کر سکتے۔ پورے عالم اسلام کی یہی کیفیت ہے لیکن سب مجبور ہیں۔ آنے والے وقت میں یہ مجبوریاں بڑھتی جائیں گی اور اسرائیل دیکھتے سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ تمہارے درمیان باورڈ جیسے لوگ نہیں ہیں۔"

"اوہ! آپ سے مل کر دوبارہ خوشی ہوئی مسٹر باورڈ!" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

لیکن وہ مسکراتا رہا ---- "تم نے امریکہ میں بہت کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد تم نے چند نوجوانوں کو وہاں بھیجا، چند یہودی لڑکوں کو قتل کیا، ابھی تک تمہیں فلسطینی گوریلوں کا ساتھ نہیں ملا، کیا بات ہے؟"

"میں نے کوشش نہیں کی۔"

"کیوں؟" باورڈ نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میرے دل میں یہ خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔"

"کیا پروگرام تھا تمہارا؟" باورڈ پوچھ رہا تھا۔

"میں خاموشی سے پاکستان نکل جانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"حساب کتاب کیے بغیر؟" باورڈ کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ہاں! ایسا ہی ارادہ تھا۔" میں مسکرا کر بولا۔

"کیا امریکی انتظامیہ اتنی ہی احمق ہے؟" باورڈ بولا۔

"واسطہ نہیں پڑا کبھی اس سے۔" میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"اور واسطہ پڑا بھی تو چند احمق لوگوں سے جنھوں نے تمہاری شخصیت کا غلط اندازہ لگایا اور جنھوں نے بزدلی سے کام لیا۔ انھیں چاہیے تھا کہ تمہیں کسی جھوٹے سے چوہے دان میں پھانسنے کی کوشش کرتے۔ بہر حال صورت حال بدل گئی ہے۔ میں تم سے کچھ معلومات چاہتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ تم سوالات کے درست جواب دو گے۔"

"کوشش کروں گا۔" میں نے بے نیازی سے کہا۔

"جوشو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" باورڈ نے پوچھا۔

"کون جوشو؟" میں نے سوال کیا اور اولیو باورڈ کی کیفیت ایک دم بدل گئی۔ وہ بے چینی سے ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے بدن میں جنبش ہوئی جیسے کسی اضطراب کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن پھر فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"تمہاری موت میرے لیے ایک اہم فریضہ ہے جسے میں یقیناً انجام دوں گا لیکن تم میرے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، میں جس وقت چاہوں گا تمہیں کسی چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔ اصل مسئلہ دوسرا ہے۔ حکومت امریکہ کی اس پالیسی سے مجھے شدید اختلاف ہے کہ اس

نے ریاست ہائے متحدہ میں چینیوں کو بڑی مراعات دے رکھی ہیں۔ میں اس نسل سے دلی نفرت رکھتا ہوں۔ اس نے امن پسندی کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ فراڈ ہے۔ اور یقین کرو میں اس فراڈ کو طشت از بام کر دوں گا۔ میں ان کی صحیح تصویر حکومت کو پیش کر کے اسے اس بات پر مجبور کر دوں گا کہ امریکہ میں ایک بھی چینی نہ رہنے دیا جائے اور میرے دوست تم اس کے لیے بہترین آلہ ثابت ہو گے۔"

"تم یہودی دنیا میں کسی سے محبت بھی کرتے ہو؟ مجھے اس بات کا جواب دو۔" میں نے کہا۔

"اس کا جواب وقت دے گا۔ وہ وقت جب دنیا پر اسرائیل کی حکومت ہو گی۔ صرف اسرائیل کی۔" بارڈ کا لہجہ وحشیانہ تھا۔

"اور ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ یہ میرا ایمان ہے۔" میں نے کہا۔

جواباً بارڈ نے ایک مجنونانہ قہقہہ لگایا۔ "وقت بتائے گا۔ صرف وقت۔"

"وقت بہت کچھ بتائے گا مسٹر بارڈ۔ دیکھتے رہو۔"

"اور تم لوگ" بارڈ نے جیسے میری بات ہی نہیں سنی تھی۔ "تم لوگ بھی یاد کرو گے کہ کسی سے واسطہ پڑا تھا۔ عمران بال بال بچ گیا ہے اور آئندہ کے لیے تم نے پاکستانیوں کے خلاف ایک نیا محاذ کھول دیا ہے۔ تمہارے لیے بھی بہت کچھ ہو رہا ہے۔ بہرحال یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ یعنی بار امریکہ میں ایک منتقم چینی میرے جال میں پھنسا ہے میں دیکھوں گا کہ وہ کس قدر ذہین ہے۔ میں بارڈ تمہارے اس چھوکرے کو اس کے خول سے نکال لوں گا کب تک چھپا رہے گا وہ۔ اور تم میری مدد کرو گے۔"

"مجھے کسی چھوکرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جوشو سے تمہاری ملاقات کب اور کیسے ہوئی۔ کیا تمہارے سفارت خانے نے اُسے تمہاری مدد پر آمادہ کیا تھا؟" بارڈ نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے تھے۔

"یہ بات تم میرے سفارت خانے سے کیوں معلوم نہیں کرتے؟" میں نے سادگی سے کہا۔

"وہاں سے بھی معلوم کر لی جائے گی۔ تمہارا کیا جواب ہے؟" بارڈ کا لہجہ سرد تھا۔

"صرف یہ کہ میں جوشو یا کسی چینی سے واقف نہیں ہوں۔"

"امریکہ سے انگلستان کس طرح آ گئے؟" بارڈ نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"جس طرح بھی ممکن ہو سکا۔ میں اس سلسلے میں تفصیلات بتانا پسند نہیں کرتا۔" میں نے سرسری سا جواب دیا۔

"مسٹر علی تم اتنا غرور مت کرو ... اب تک ہو گیا ہے اس کی ایک مخصوص حیثیت ہے اور جوشو کے نام پر تم دوڑے پہنچے تو تمہارا آنا اس بات کا اعلان ہے کہ ہم صحیح خطوط پر چل رہے ہیں۔ بہرحال تمہاری زبان کھلوانا میرے لیے ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمہارا ایک ایک لفظ میری باتوں کا جواب دے گا۔ اس کے لیے انتظار کرو۔ میں تمہیں تمہارے دوستوں کے ساتھ جہنم رسید کر دوں گا۔" بارڈ کا لب و لہجہ زہریلا ہو آیا تھا۔

"یہ تمہاری مرضی ہے بارڈ!" میں نے سکون سے جواب دیا۔ ایلیور بارڈ بیزار سا ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر پرسکون مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کون سے نئے منصوبے نے جنم لیا تھا۔

اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ہمارے مسٹر علی کو آرام کرنے دیا جائے۔ اس طرح انہیں اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔"

وہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا۔ میں اس کی اس غیر متوقع حرکت پر ... حیران رہ گیا تھا۔ لیکن خود کو اتنا معصوم ظاہر کرنا بھی موت کو جلد بلانے کے مترادف تھا۔ کم از کم اتنی بات تو سمجھ ہی لینی چاہیے تھی کہ کوئی نیا منصوبہ بارڈ کے ذہن میں آیا ہے جس نے فوری طور پر اس کے رویے میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور یہ نیا منصوبہ ......؟

میں نے ایلیور بارڈ کی خواہش کے مطابق آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور مسہری پر لیٹ کر ان حالات پر غور کرنے لگا۔ بارڈ کیا چاہتا ہے؟ اس نے بتایا تھا کہ وہ امریکہ میں آباد چینیوں سے نفرت کرتا ہے، یہودی ہے۔ میری ذہنی رو جوشو کی طرف چلی گئی۔ ایک نرم خو، مہربان اور محبت کرنے والا انسان۔ کمبخت ایلیور بارڈ، جانے کس طرح اس کی بو پا گیا۔ اب اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں رہ گیا تھا کہ بارڈ نے کسی نہ کسی طرح تفصیل معلوم کر لی ہے لیکن اندازہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ابھی تک جوشو پر ہاتھ نہیں ڈال سکا تھا۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے بڑی حماقت ہوئی ہے۔ جوشو کے اشتہار پر مجھے یوں ناک کی سیدھ میں نہیں چلنا چاہیے تھا بلکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ پہلے میں اس عمارت کے گرد چکر لگا کر یہاں کے حالات معلوم کرتا اور اس کے بعد اگر مطمئن ہو جاتا تو پھر جوشو سے ملاقات کرنے کی کوشش کرتا لیکن میں نے حماقت کی اور جوشو کی پوزیشن بھی خراب کر دی۔

مجھے شدید افسوس ہونے لگا۔ ممکن ہے جوشو نے میرے ... میرے وجود کو تسلیم کرنے ہی سے انکار کر دیا ہو اور ممکن ہے وہ میری گرفتاری پر مطمئن ہو۔ میرا اس طرح چلے آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا تعلق جوشو سے تھا۔ احساس حماقت سے میرے ذہن کی چولیں ہل گئیں۔ مجھے خود پر شدید غصہ آنے لگا۔ میں نے اپنی بے وقوفی سے ایک انسان دوست مخلص دوست کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ یہ تو کوئی بات

نہیں ہوئی۔ سارا معاملہ میرا ذاتی ہے۔ دوسروں کو میرے اس جذبے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے بلکہ میرے دوست میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہو رہے ہیں۔ مجھے پہلے اپنی ذہنی پہنچ، اپنی صلاحیتوں کو جانچ لینا چاہیے۔ محض بے تدبر سینے میں موجزن ہونے والے صرف جذبات سے ہی تو کام نہیں چلتا اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر میری کارکردگی اتنی ہی شاندار رہی تو میں اپنی حماقتوں سے تنظیم کو بھی نقصان پہنچاؤں گا۔ عمران بال کی جو تجزیہ تھی تقریباً ٹھیک تھی کہ میں حقیقتوں کو جھوٹ میں ملفوف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بس اس کے بعد میں نے شمانہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا جس کے بعد کھیل ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ مجھے امریکن پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بجلی کی کرسی پر بیٹھ جانا چاہیے تھا یا ان سے مقابلہ کرتے ہوئے گولی کا نشانہ ہو جانا چاہیے تھا یا اگر یہ سب کچھ نہیں تو اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنا چاہیے تھا نہ کہ دوستوں کو اپنے جذبوں کا شکار بنا بیٹھوں۔ یہ تو انتہائی احمقانہ حرکت ہے۔ مجھے چاہیے کہ خود کو آزماؤں اور اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لوں۔ اگر اس قابل نہیں ہوں تو پھر مجھے مر جانا چاہیے۔

یہ احساسات ایک جنون کی شکل اختیار کر گئے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب بارڈ کی قید مجھے گوارا نہیں تھی۔ میں خود کو آزمانے پر تل گیا تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ مجھے قید کرنے والے احمق نہیں تھے کہ ایسی جگہ قید کر دیتے جہاں سے فرار ہونے میں آسانی ہوتی۔ کمرے میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی صرف ایک دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔

میں اس دروازے کے پاس پہنچ گیا اور پھر دروازے پر دستک دی۔ میری دستک پر باہر سے آواز آئی۔ "کیا بات ہے؟"

"دروازہ کھولو! بہت ضروری کام ہے۔" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دو آدمی تھے جن کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول نمایاں تھے۔ وہ مجھے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور پوری طرح محتاط تھے۔

"یہ میری لاش کس کی ہے اور اسے یہاں کیوں رکھا گیا ہے؟" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا اور میرا جادو چل گیا۔ اس انوکھی اور ناقابل یقین بات پر ان کی توجہ مجھ پر سے ہٹ گئی اور وہ کسی قدر کمرے میں گھس آئے۔ بس میں اتنا ہی چاہتا تھا۔ میں نے بڑی مہارت سے ان کے پستولوں پر ہاتھ مارے اور دونوں پستول ان کے ہاتھوں سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کے حلق سے بے اختیار آوازیں نکل گئیں لیکن اب بھلا انہیں سنبھلنے کا موقع کس طرح دیا جا سکتا تھا۔ اب وقت کسی باقاعدہ جنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کی گردن پکڑ کر اس کا سر دیوار سے دے مارا۔ دوسرے نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اس کا گھونسا میری گدی پر پڑا اور میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ اس کے ساتھ ہی عقبی حملہ آور نے میرا کالر پکڑ کر پیچھے کھینچا لیکن توازن برقرار نہ رکھ سکا اور میں اس سے الجھا ہوا اسی پر ڈھیر ہو گیا۔

یہ موقع بھی تقدیر سے ملا تھا۔ میں سانپ کی طرح پلٹا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے آدمی سے میں بے خبر ہو گیا تھا جسے میں نے دیوار سے ٹکرا دیا تھا۔ وہ کچلے ہوئے سانپ کی طرح زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پیشانی کا خون اس کی آنکھوں میں بھر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ اندھا ہو گیا تھا۔ دروازے کی طرف بڑھنے کے بجائے وہ الٹا چل پڑا۔ اس دوران میری گرفت میں دبے ہوئے شخص کی جدوجہد ختم ہو چکی تھی چنانچہ اسے چھوڑ کر میں نے اس کچلے ہوئے سانپ کو سنبھال لیا اور میرے دو گھونسے اسے بھی اپنے ساتھی کے قریب لٹانے میں کامیاب ہو گئے۔

میں تو اب تمام احتیاطی قیود سے آزاد تھا۔ اس بات کا اندازہ لگانے کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ باہر ان کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے یا نہیں۔ البتہ میں ان دونوں کے پستول اپنے قبضے میں کرنا نہیں بھولا تھا۔ دونوں پستول بھرے ہوئے تھے اور ان میں بارہ گولیاں موجود تھیں۔ ویسے ان کی جیبوں میں کرنسی بہت کم تھی نہ ہونے کے برابر تاہم کام چل سکتا تھا۔ پستول سنبھالے ہوئے میں باہر نکل آیا۔ راہداری میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں اور کوئی نظر نہیں آیا۔ قالین بچھا ہوا تھا جس کی وجہ سے قدموں کی چاپ بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں راہداری کے موڑ پر آیا اور پھر دوسری طرف گھوم گیا۔ یہاں سے تین سیڑھیاں نیچے پختہ فرش تک گئی تھیں جو عمارت کا کھلا حصہ تھا۔ میں یہاں سے نیچے اتر گیا اور پھر بغلی دیوار سے کود کر باہر نکل آیا۔

کہرا گہرا نہیں تھا اور سڑکیں کسی قدر روشن نظر آ رہی تھیں۔ میں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔ میری حیثیت مشکوک تھی۔ اگر گشتی پولیس والے مجھے دیکھ لیتے تو پوچھ گچھ کر سکتے تھے۔ اس لیے میں حتی الامکان محتاط ہو کر چل رہا تھا۔ ایک چوک کے دوسرے سرے پر نیون سائن لگا ہوا تھا جس پر ٹیکسی اسٹیشن کے الفاظ نمایاں نظر آ رہے تھے۔

میں اس طرف بڑھ گیا اور ایک ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر میرے پاس آ گئی۔ ڈرائیور نے شاید میری ضرورت محسوس کر لی تھی۔ میں پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"پکاڈلی" میں نے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ رات کے اس وقت پکاڈلی کا نام موزوں ترین تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈرائیور کو کوئی شبہ نہیں ہوگا۔

روشنیوں سے جگمگاتے پکاڈلی سرکس کے پاس اُتر کر میں درست لوگوں کے سے انداز میں گھومتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ٹیکسی واپس مڑ کر چل پڑی تھی۔ میں ایک فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اُس کی سمت میں روشنیوں کے اوجھل ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسی وقت دائیں سمت سے کسی نے میرا بازو تھام لیا اور میں بدن میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

بمشکل تمام میں نے گھوم کر دیکھا لیکن خوشبوؤں سے نہائی ہوئی میک اَپ میں مکمل لپی ہوئی ایک لڑکی کو دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

”تم اس وقت میری تلاش میں ہو، میں جانتی ہوں۔ اچھی طرح جانتی ہوں۔“ وہ بہکے بہکے انداز میں کہنے لگی۔

”میں نے ٹیکسی کے لیے سوچا اور پھر اسی کے سے انداز میں بولا۔ تمہارا خیال درست ہے۔“

”تو آؤ چلیں، یہاں بڑا دھواں ہے، بڑی گھٹن ہے، آؤ چلیں۔“

”وہ گوشہ کہاں ہے تمہارے پاس؟“ میں نے اس کے پرس کو دیکھ کر پوچھا۔

”وہ ٹیکسی اسٹینڈ ہے۔ ٹیکسی پر۔“ اس نے ہاتھ نچا کر چیختی ہوئی سی آواز میں جیسے کوئی مخصوص انداز تھا کیوں کہ فوراً ہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ٹیکسی ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ میں نے دروازہ کھولا اور لڑکی اندر بیٹھ گئی۔

”سوہو چلو۔“ میں نے اس کے برابر بیٹھ کر کہا۔ میرا اندازہ درست تھا لڑکی آؤٹ ہو چکی تھی۔ ٹیکسی میں بیٹھتے ہی اس نے نشست سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لی تھیں اور میں نے اطمینان سے اس کا پرس اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اور پھر میرا ایک ہاتھ اُسے کھول کر اندر کی چیزیں ٹٹول رہا تھا۔

کرنسی کا نوٹ یہاں بھی تھا، کاغذ کا ٹیپ کی جو چیز محسوس ہوئی اُسے نکال کر میں نے جیب میں ٹھونس لیا اور پرس واپس رکھ دیا۔ سوہو کی ایک سڑک پر میں نے ٹیکسی رکوا لی اور لڑکی کو سنبھالے نیچے اتر گیا۔ ڈرائیور کو بل دے کر میں لڑکی کو سہارا دے کر آگے بڑھ گیا۔ ذہنی ہیجان کم ہو گیا تھا اور اب میں سنبھل کر کام کر سکتا تھا چنانچہ میری نگاہیں کسی مناسب جگہ کی تلاش میں ادھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ تھوڑی دور پر ایک پب نظر آیا۔ اور میں نے اس طرف قدم بڑھا دیے۔ لڑکی لڑکھڑاتی ہوئی میرے ساتھ ساتھ چل پڑی تھی۔ پب کے قریب پہنچ کر میں نے اُسے ایک کرسی پر بٹھایا اور خود اس طرح آگے بڑھ گیا جیسے کسی خاص مقصد کے تحت جا رہا ہوں۔ لڑکی نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر ہاتھوں پر سر ٹکا لیا تھا۔ میں اطمینان سے پب کی عقبی سمت آیا اور پھر یہاں سے بھی چل پڑا۔ کچھ دیر

کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں لارڈز جا رہا تھا۔ اب مجھے یقین تھا کہ باورڈ آسانی سے میرا پتا نہیں لگا سکتا۔

رات کے ڈھائی بجے تھے۔ لفٹ بند ہو چکی تھی۔ میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور جب اپنی منزل پر پہنچا تو دھڑکتا میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میرے پاس تو کمرے کی چابی بھی نہیں تھی۔ یہ چابی دوسری چیزوں کے ساتھ باورڈ کے آدمیوں نے نکال لی تھی۔ اگر مجھے یاد آ جاتا تو کاؤنٹر سے ڈپلی کیٹ چابی لے لیتا۔

میری نگاہ اپنے کمرے کی طرف اٹھ گئی۔ ایک بار پھر میرے ذہن کو زبردست جھٹکا لگا۔ بیرونی دروازے کے نیچے سے روشنی کی کرنیں جھانک رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی اندر موجود ہے۔ کون ہو گا باورڈ اور اس کے آدمی؟ ظاہر ہے انہیں ہوٹل کی چابی مل گئی تھی لیکن یہ ممکن نہیں تھا وہ جاودگر تو نہیں ہو سکتے کہ آن کی آن میں وہاں پہنچ جائیں اور پھر چابی پر ایسا کوئی نشان بھی نہیں تھا جس سے فوراً اندازہ ہو جائے کہ وہ لارڈز کے کس کمرے کی چابی ہے۔ وہ باورڈ یا اس کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ پھر کون ہے؟

میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا۔ پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور بلی کی طرح دبے قدموں دروازے پر پہنچ گیا اور پھر ایک لمحہ تامل کرنے کے بعد میں نے پوری قوت سے دروازے پر ٹھوکر ماری اور اندر گھس گیا۔

برقی آتشدان کے قریب آرام دہ کوچ پر ایک خوبصورت لڑکی دراز تھی گہرے نیلے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس۔ اس لڑکی کو ایک لمحے کے لیے میں نہ پہچان سکا۔ وہ شاید سو گئی تھی لیکن دروازے کی زوردار آواز سے اُس کی آنکھ کھل گئی اور نیند میں ڈوبی گلابی آنکھوں سے وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے اپنی لمبی لمبی مخروطی انگلیوں سے اپنے چہرے پر آنے والے بال سنوارے اور میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اب میں اسے پہچان گیا۔ وہ ریٹا تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ ہکا بکا سی مجھے دیکھتی رہ گئی پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہیلو ہنرک۔“ اس نے بوجھل آواز میں کہا۔

”ہیلو۔“ میں سرد لہجے میں بولا۔

”براہِ کرم دروازہ بند کر دو۔“ وہ پھر بولی اور میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا پھر اُسے بند کر دیا۔

”میں تقریباً تین گھنٹے سے انتظار کر رہی تھی پھر مجھے نیند آ گئی۔“

”تمہاری یہاں موجودگی میرے لیے تعجب خیز ہے ریٹا!“

”فطری بات ہے۔“ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”تمہیں اس کمرے کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟“ میں نے پوچھا۔ ”میں تمہاری طرف سے غافل نہیں تھی۔ تمہارا تعاقب کر کے میں نے یہ جگہ معلوم کر لی تھی۔“ اس نے جواب دیا۔

”کب؟“ میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

”جب تم مجھ سے ملنے آئے تھے۔ بہرحال تمہیں اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے ارک۔ میں تمہاری ہمدرد ہوں اور اب تو صورت حال ہی بدل گئی ہے۔ ہاں اگر اب میں تمہیں علی کہہ کر مخاطب کروں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا؟“

میرے ذہن میں ایک الجھن کا احساس تھا لیکن اب میں ہر طرح کے حالات کے لیے تیار تھا۔ میری نگاہ ادھر اُدھر بھٹکنے لگی اور اُس نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے مسٹر علی! تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔“

”اس کمرے کی چابی تمہیں کہاں سے ملی؟“ میں نے سوال کیا۔

”پورٹر سے ڈپلی کیٹ لے لی تھی۔ بیٹھ جاؤ تمہیں میرے اوپر اعتماد کرنا چاہیے۔ بڑی اہم اطلاعات لائی ہوں تمہارے لیے۔“

”ڈپلی کیٹ چابی دکھاؤ گی مجھے؟“ میں نے کہا۔

”وہ میز پر رکھی ہوئی ہے۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے محتاط انداز میں اُسے دیکھا۔ پھر چابی کے قریب پہنچ کر اسے اٹھا لیا۔ چابی پر واقعی ایسا کوئی نشان نہیں تھا جس سے لارڈز کی نشاندہی ہو رہی ہو۔

میں نے گہری سانس لے کر چابی میز پر ہی رکھ دی اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری آمد میرے لیے حیران کن ہے۔ یہ بھی تعجب خیز بات ہے کہ تم نے میرا تعاقب کر کے میری رہائش گاہ کا پتا لگا لیا۔ مجھے واقعی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔“

”لیکن یہ سب مفید ثابت ہوا ہے ورنہ مجھے بڑی پریشانیاں اٹھانا پڑتیں۔“ ریٹا نے کہا۔

”کیسی پریشانیاں؟“ میں نے پوچھا۔

”مجھے تمہاری تلاش تھی لورینہ تو اب تم کب مجھ سے رابطہ قائم کرتے۔“ ”تمہیں میری تلاش کیوں تھی؟ کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں۔“ وہ گہری سانس لے کر بولی۔

”سسپنس پیدا کر رہی ہو۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں ڈیئر! بس تمہارے بارے میں اندازہ کر رہی ہوں۔ تم نے کیا اہم اطلاع دینے آئی ہوں۔ ایڈورڈ الیس واپس آ گیا ہے۔“ اس نے کہا اور ایک بار پھر میرے اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا۔ ”اور وہ تم سے فوری ملاقات کا خواہش مند ہے۔“

میرے ذہن میں سنسناہٹ ہو رہی تھی اور میں خود کو سنبھالے

میں مصروف تھا۔ ”کب؟“ میں نے بے اختیار سوال کیا۔

”وہ آج صبح واپس آیا ہے۔ خود بھی یہاں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اُسے منع کر دیا اور خود اس کا پیغام لے کر چلی آئی۔ طے یہ ہوا تھا کہ تمہیں ساتھ لے کر آؤں گی۔“

”اوہ! میں کیسے یقین کر لوں؟“ میرا لہجہ ہنوز حیرت زدہ تھا۔

”اس لیے کہ میں اس وقت لندن میں تمہاری واحد ہمدرد ہوں اور تم بے شمار دشمنوں کے درمیان گھرے ہوئے ہو۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“ میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم اگر چاہو تو فون پر ایڈورڈ سے بات کر سکتے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ اگر ساری رات گزر جائے تب بھی وہ جاگ کر انتظار کرتا رہے گا۔“ ریٹا کی یہ تجویز مجھے پسند آئی تھی۔ میں نے فون اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور ریٹا کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

”مسٹر الیس؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا تھا۔

”علی۔“ میں نے کہا۔

”اوہ، مسٹر علی! میں آپ اور آپ کے فون کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ کیا ریٹا آپ کے پاس موجود ہے؟“

”ہاں۔“ میں نے مختصراً کہا۔

”اس نے آپ کو مختصر تفصیلات بتا دی ہوں گی۔ میں آپ سے فوری ملاقات کا خواہش مند ہوں۔ آپ اگر کوئی ریفرنس چاہتے ہیں تو میں اس کا حوالہ دوں گا جس نے آپ سے ملایا ہے۔ میں ملاقات کی تھی یا جس نے آپ کو لندن پہنچانے کے انتظامات کیے تھے کیا اتنا حوالہ آپ کے لیے کافی ہے؟“

”ٹھیک ہے مسٹر الیس میں آ رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بہت بہت شکریہ! آپ کا آنا آپ کے مفاد میں ہو گا۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے آپ سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔ آپ دیکھیے گا کہ ہم اور آپ مل کر بہت سی مشکلات پر آسانی سے قابو پا لیں گے۔ ریٹا نے مجھے کچھ تفصیلات بتا دی ہیں اور میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ آپ ابھی تک سخت مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔“

”بہت بہت شکریہ مسٹر الیس۔ میں پہنچ رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ پھر میں نے ریٹا کی طرف دیکھا۔ ریٹا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ”میں تمہاری گفتگو سے اندازہ لگا چکی ہوں کہ تم مطمئن ہو گئے ہو۔“

”ہاں مس ریٹا! لیکن آپ کو ذرا سی زحمت کرنا ہو گی۔“ میں نے کہا۔

”کیا؟“ وہ اطمینان سے بولی۔

”میرا یہ مختصر سا سامان ہے آپ اسے اٹھا کر لے جائیں! میں چند لمحات کے بعد پہنچ رہا ہوں۔“

”کیا تم ہوٹل کا یہ کمرہ چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“ ریٹا نے پوچھا۔

”ہاں۔“ میں نے کہا۔

”کیوں اتنی جلدی کیا ہے؟“ ریٹا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”حالات بہت خراب ہو گئے ہیں چابل کی ڈوپلیکیٹ سے پتا چلتا ہے کہ اس پر لارڈ کا کوئی نشان نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ جو لوگ میری تلاش میں ہوں گے وہ کسی نہ کسی طرح پتا لگاتے ہوئے یہاں پہنچ ہی جائیں گے۔“

”کون لوگ؟“ ریٹا متحیرانہ انداز میں بولی۔

”اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ گاڑی ہے آپ کے پاس؟“

”ہاں سڑک کے اس سمت کھڑی ہے۔“ ریٹا نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ریٹا باہر نکل گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی میں بھی چسل قدمی کے انداز میں ہوٹل لارڈز سے نکل آیا۔ لاؤنج کے ایک حصے میں رات کے آخری پروگرام اب بھی جاری تھے اس لیے اس نا وقت بھی کسی کا باہر جانا یا اندر آنا ان لوگوں کے لیے باعث حیرت نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم مرخ جیپ میں جا رہے تھے۔ ریٹا خاموش تھی۔ میرا ذہن تو جذبات کا سمندر بنا ہوا تھا۔ اینڈریو کی واپسی واقعی تعجب خیز تھی۔ ریٹا کو بھی سارے حالات معلوم ہو گئے ہوں گے۔

بہرحال اس نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا اس لیے میں بھی خاموش تھا۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ ریٹا نے کار پارک کی اور چند لمحات کے بعد ہم دروازے کی بیل بجا رہے تھے۔

اس شخص کو میں نے پہلی بار دیکھا جس کے کاغذات سے میں نے لندن تک کا سفر کیا تھا۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور نہایت دوستانہ انداز میں مجھ سے مصافحہ کر کے میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر لے گیا۔

ریٹا ہمارے ساتھ تھی۔ کشادہ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔ ریٹا ایک طرف رکھے ہوئے کاؤنٹر سے ان کا پسندیدہ مشروب لے آئی۔

”سوری مس ریٹا!“ میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور اینڈریو مسکرانے لگا۔

”ہاں ریٹا شاید تمہیں معلوم نہیں، مسٹر علی ایک ایشیائی ملک سے تعلق رکھتے ہیں اور کٹر مذہبی قسم کے آدمی ہیں بلکہ سخت مذہبی روش اختیار کرنے سے انھوں نے اپنے لیے دشمنوں کا ایک گروہ تیار کر لیا ہے۔ یوں سمجھو ایک پورا اکستان کا دشمن ہے۔“

”اوہ۔۔۔“ ریٹا ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ میں خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھا رہا تھا۔

”تو پھر آپ کے لیے کافی بناؤں مسٹر علی!“ ریٹا نے پوچھا۔

”ضرورت تو محسوس کر رہا ہوں مگر آپ کو زحمت نہ ہو تو۔“ میں نے صاف گوئی سے کام لیا اور ریٹا مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اینڈریو میری طرف دیکھ رہا تھا۔

”تو ہم گفتگو کی ابتدا کہاں سے کریں؟“

”جہاں سے آپ مناسب سمجھیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”پہلے یہ بتایئے کہ میرے کاغذات پر سفر کر کے یہاں تک پہنچنے میں آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں؟“

”کافی۔ میرا خیال ہے مس ریٹا نے آپ کو اس کی تفصیل بتا دی ہوں گی۔“

”ہاں مختصراً۔ اور مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں آپ کے ساتھ اتنا مخلص نہیں تھا۔ مجھے علم تھا کہ آپ کو یہ مشکلات پیش آئیں گی لیکن مجھے معاف کیجیے کہ اس وقت اپنی جان بچانے کا مسئلہ تھا اور میرے لیے اس سے عمدہ ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی کہ میں آپ کو اپنی جگہ بھیج دوں۔“

”میں اس صاف گوئی کی قدر کرتا ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کے بعد حالات بدل گئے اور جو کچھ سامنے آیا اس پر مجھے بڑی ہی شرمندگی ہوئی۔ خیر میں آپ کو تفصیل بتا دوں کہ مسٹر جوشو سے میری ملاقات صرف اتفاقیہ ہوئی تھی۔ میں نے دوران گفتگو انہیں بتایا کہ میں امریکہ میں رہنے کا خواہش مند ہوں اگر کوئی ایسا طریقہ دریافت ہو جائے کہ مجھے امریکہ میں اجنبی نہ سمجھا جائے تو مجھے مسرت ہو گی اور مسٹر جوشو فوراً میری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے میرے لیے امریکہ کی ایک شناختی شہریت کے کاغذات مہیا کر دیے اور میرے کاغذات میرے دشمنوں کے توڑوں کے ساتھ بھیج دیے گئے۔ میرے لیے یہ بہتر صورت حال تھی اس کے بعد مسٹر جوشو سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ بہت ہی نفیس شخصیت ہے ان کی۔ میں ان سے بے حد متاثر ہوا لیکن اچانک مسٹر جوشو اب سے چار پانچ دن قبل مجھے ملنے کسی قدر الجھے الجھے سے نظر آ رہے تھے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ لندن میں میری حیثیت کیا تھی میں سمجھ گیا کہ کوئی خطرناک صورت حال پیش آئی ہے۔ بہتر اس میں نے مسٹر جوشو سے اٹلنے کی کوشش کی لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میں امریکہ میں زندہ و سلامت نہیں رہ سکوں گا۔ مسٹر جوشو کے ہاتھ اتنے ہی لمبے تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں صورت حال بتا دی۔“

اینڈریو الیس چند ساعت کے لیے خاموش ہو گیا پھر بولا۔ ”اس شخص کی نفیس طبیعت کا مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا اور میرے دل میں اس کے لیے بڑی عزت پیدا ہو گئی تھی۔ تب مسٹر جوشو نے تمہارے بارے میں تفصیل بتائی۔“

”کیا تفصیل بتائی تھی انھوں نے؟“ میں نے پوچھا۔

”یہی کہ تم پاکستانی ہو۔ ایک پرجوش مذہبی انسان مخصوص نظریات کے حامل جن کی وجہ سے تم نے اپنی قانون کی تعلیم ترک دی اور چند یہودی نوجوانوں کو قتل کر کے نکل بھاگے۔ مجھے یہ تفصیل بھی انھوں نے بتا دی تھی کہ امریکی پولیس تمہارے تعاقب میں تھی اور انھوں نے میرے کاغذات پر تمہیں امریکہ سے نکال دیا ہے۔“

”ہوں۔“ میں نے گہری سانس لی۔

”بہرحال مسٹر جوشو نے میرے سامنے ایک تجویز پیش کی۔ مسٹر علی میں اپنے بارے میں کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا۔ طویل عرصے تک شرافت اور دولت کو یکجا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد شرافت سے دولت کے حصول کی کوشش ترک کر دی اور ان میں سے ایک چیز چھوڑ دی یعنی شرافت۔ جرائم کی زندگی میرا نصب العین ہے اور میں اس زندگی کو جاری رکھنے کا خواہش مند ہوں۔ لیکن ٹھہرو ابھی تک تمہاری آنکھوں میں اطمینان کے تاثرات نظر نہیں آئے اور تمہارا یہ شک فطری ہے۔ مسٹر جوشو نے تمہارے نام ایک خط دیا ہے مجھے اور ایک تحفہ بھی۔“

”تحفہ؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ خط اور یہ موجود ہے اور تحفہ میرے سامان میں ہے ایک چھوٹی سی شیشی جس میں کوئی سیال ہے۔ مجھے اس کی حفاظت کرنے کے لیے کہا گیا تھا لیکن میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس میں کیا ہے؟“

”خط کہاں ہے؟“ میں نے پوچھا اور وہ اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے بے چینی سے خط کھول لیا تھا۔ انگلش میں ٹائپ کیا ہوا خط تھا۔ لیکن نیچے جوشو کا مخصوص نشان موجود تھا۔ اس کے علاوہ شیشی کا حوالہ اس بات کے لیے کافی تھا کہ اینڈریو جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ حالانکہ شیشی سے متعلق آپ کے ارشن کے ناول اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے عجلت میں تحریر پڑھنی شروع کر دی۔

”ڈیئر علی! تمہاری سلامتی کا خواہاں، تمہارا دوست جوشو تم سے مخاطب ہے۔ علی میرے دوست! تمہاری روانگی کے بعد میں مطمئن تھا کہ لندن سے تم اپنی منزل کی جانب روانہ ہونے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرو گے یہ مسئلہ چونکہ براہ راست میری ذات سے تعلق رکھتا تھا یعنی میں نے ہی تمہیں وہ کاغذات مہیا کیے تھے جن کی رو سے تمہیں انگلستان میں داخل ہونے میں کوئی پریشانی نہ ہوتی لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد حالات نے مجھے بتایا کہ تمہاری مشکلات کا سفر ابھی طے نہیں ہوا ہے۔ مجھے علم ہوا کہ اینڈریو الیس نامی شخص لندن کا ایک اہم جرائم پیشہ آدمی ہے اور لندن پولیس کو مطلوب ہے چنانچہ میں نے اس شخص سے رابطہ قائم کیا اور اس سے اس کی حقیقت اگلوالی۔ اسی دوران جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا تھا کہ لوئیو اور ڈچ ہون نامی یہودی ہے اور امریکی سی آئی اے کا ایک اہم اور سرگرم رکن بھی تمہارے پیچھے لگا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے لیے مشہور ہے اور اس کے کارنامے امریکی سراغ رسانی میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ میں تم سے اس خدشے کا اظہار کر چکا تھا کہ تمہارے پیچھے پڑنے والا یہ شخص درحقیقت تمہارے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے اور وہی ہوا۔ میں آج تک اس بات سے ناواقف ہوں کہ وہ کون سے ذرائع تھے جن سے اس نے میرے اور تمہارے تعلقات کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ میرے تمام آدمی محفوظ ہیں اور ان میں سے کوئی اس کے ہتھے نہیں چڑھا لیکن اس کے باوجود جب یہ مجھ سے ملا تو بڑا مطمئن تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں مجھ سے کہا۔

”مسٹر جوشوا برکلے یونیورسٹی کے نوجوان طالب علم کو امریکہ سے نکالنے میں آپ کا ہاتھ ہے۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ مجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں سے انگلستان گیا ہے لیکن مسٹر جوشوا اگر وہ مجھے انگلستان میں نہ ملا تو آپ کو میری مکمل معاونت کرنا ہو گی۔ میں کسی نہ کسی طرح آپ کے اور اس کے درمیان تعلق تلاش کر ہی لوں گا۔ میرے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔“ علی میں اس شخص کے وسائل کو اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کتنا کینہ پرور آدمی ہے۔ چنانچہ بظاہر تو ابھی میرے لیے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوا۔ مگر ممکن ہے حالات کوئی سنگین رخ اختیار کر لیں۔ اس صورت میں تمہیں بے حد محتاط رہنا ہو گا۔ بہرحال امریکہ میں ہم لوگ اتنے کمزور بھی نہیں ہیں۔ اس لیے میں اس شخص سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں اپنا تحفظ آسانی سے کر لوں گا لیکن میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں

انگلستان پہنچ کر بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اور اس میں
اینڈریو ایلس کا تصور ہے ہیں امریکہ میں اس شخص کا جینا حرام کر
سکتا تھا جس کے بارے میں میں نے اسے اطلاع دے دی اور
وہ اس بات پر تیار کر لیا کہ وہ کسی نئی حیثیت سے انگلستان
جائے اور تمہاری مدد کرے۔ تب اس نے کہا کہ وہ انگلستان
جا سکتا ہے کیونکہ خود اُسے بھی وہاں ایک کام ہے۔ اس کی خواہش ہے
کہ تم اس کی مدد کرو۔ اور میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں
ہے۔ اس سے مناسب شرائط طے کر لو اور اس کا کام کر دو۔ یہ انگلستان
کا باشندہ ہے اور یہاں میں نے اس کی شرکت پر اتفاق کیا ہے
اس لیے تم سے دغا نہیں کرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ ارورڈ نے ابھی
انگلستان کا رُخ کیا یا نہیں۔ بہرحال وہ تمہارے تعاقب میں ضرور
آئے گا۔ اس لیے ہوشیار رہنا بھی ضروری ہے۔ پنگ لی کا تحفہ
بھیج رہا ہوں تمہارے کام آئے گا۔ اس سے وصول کر لو۔
تمہاری بہتری کا خواہاں۔ جو شو۔"

دوسری بار خط پڑھ کر میں نے اس کے پرزے پرزے کر
ڈالے اور ایلس نے لائٹر نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ پھر بولا۔
"وہ باتھ روم ہے۔ اس کا نشان مٹا دو۔" میں شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا
اور باتھ روم میں جا کر خط کے پرزے بیسن میں ڈالے اور ان میں
آگ لگا دی۔

اس کام سے فارغ ہو کر آیا تو ریٹا کافی لے آئی تھی۔ کافی
کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے کے بعد میں نے پوچھا۔ "ٹھیک ہے
مسٹر ایلس! میں مطمئن ہوں۔ آپ کس نئی حیثیت سے انگلستان
آئے ہیں؟"

"ہاں، اب تم مجھے گراہم کے نام سے پکار سکتے ہو۔ ویسے مجھے
حیرت ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ نے ابھی تک تم پر دوبارہ ہاتھ نہیں
ڈالا۔۔۔ ویسے تم نے ریٹا کو خوب دھوکا دیا۔ اس سے تمہاری
ذہانت کا پتا چلتا ہے۔"

"مجبوری تھی ایلس۔" میں نے رسمی انداز میں کہا۔

"ہاں لیکن فوری طور پر تم نے جو کہانی سنائی وہ بھی بہت خوب
تھی۔ میں نے امریکہ میں تمہارے بارے میں بہت سی معلومات جمع کی
ہیں۔ امریکی اخبارات نے تو تم پر ادارئیے لکھے ہیں اور تمہارا پورا شجرہ
نسب بیان کر ڈالا ہے۔ گیری جیسا سفاک تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔
امریکہ کے جرائم پیشہ حلقے میں تمہارے کچھ عقیدت مند بھی پیدا ہو گئے
ہیں اور وہ در پردہ تم سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ کیونکہ گیری کوئی معمولی
مجرم نہیں تھا۔"

"وہ سب گزری ہوئی باتیں ہیں مسٹر ایلس! ہمیں حال
کے بارے میں گفتگو کرنا چاہیے۔"

"بیشک۔ جو شو نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے اپنے خط میں
میرے بارے میں کچھ ہدایات لکھی ہیں۔"

"یہاں صورتِ حال میرے خلاف ہے مسٹر اینڈریو ایلس!
لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی جو شو نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے
اُسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔ میں آپ سے ہر تعاون کے لیے تیار
ہوں لیکن اتنا سوچ لیجیے کہ میری قربت آپ کے لیے بھی
خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"وہ کس طرح؟" ایلس نے پوچھا۔

"ہارڈ کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟" میں نے جواباً سوال کیا۔

"بہت کچھ لیکن براہِ راست نہیں۔ جو شو کی زبانی مجھے
یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"صرف پیچھے نہیں بلکہ وہ میری شہ رگ تک پہنچ چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ایلس نے چونک کر کہا۔

"بس ریٹا شاید مجھے تلاش کرتی رہ جاتیں اگر میں ہارڈ کے
دو آدمیوں کو قتل کر کے اس کے چنگل سے نہ نکل آتا۔" میں نے کہا
اور ایلس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"یعنی یہ کب کی بات ہے؟" ایلس نے پوچھا۔

"آج کی، اب سے چند گھنٹے قبل کی۔" میں نے کہا۔

"خدا کی پناہ! مجھے کچھ تفصیل بتاؤ۔" وہ انتہائی حیرت زدہ
نظر آ رہا تھا۔ میں نے اُسے اخبار کے اشتہار سے لے کر اب تک
کی کہانی سنا دی۔ ریٹا اور ایلس دلچسپی سے یہ کہانی سن رہے
تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک میری کہانی میں
کھوئے رہے تھے۔ "اور تم اس خطرناک شخص کے چنگل سے
نکل آئے، یہ واقعی بہت بڑی بات ہے۔ معمولی کام نہیں تھا۔۔۔
لیکن ہم اس بات سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ میں جو تجویز تمہارے
سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اس میں کئی فائدے ہیں۔ مجھے یقین
ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ نے اولیور ہارڈ سے تعاون کیا ہو
گا یا ممکن ہے سی آئی اے کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے
اولیور ہارڈ نے یہاں کی پولیس سے خود کو روشناس نہ کرایا ہو کیونکہ
یہاں اس کی موجودگی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا
ہے لیکن اس کے باوجود اولیور ہارڈ جیسے لوگ کم از کم انگلستان
میں اپنے لیے بہتر ذرائع ضرور رکھتے ہیں۔۔۔ لیکن ان ذرائع سے
وہ انگلستان کی سرزمین پر زندگی کے خلاف کوئی کام نہیں لے سکیں
گے اس لیے کہ اولیور ہارڈ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔
میرا خیال ہے میری تجویز تمہارے لیے بہت سود مند ثابت ہوگی۔"

"کیا تجویز ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک دلچسپ کہانی ہے مسٹر علی جس کے لیے تفصیل کی

ضرورت ہوگی۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ آپ کے
لیے مسٹر جو شو نے پیغام بھیجا ہے، آپ میرے ساتھ مکمل تعاون
کرنے کے لیے تیار ہیں؟"

"ہاں یقیناً۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور
اس کی وجوہ میں بتا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا؟" اینڈریو نے پُرمسرت انداز میں پوچھا۔

"مسٹر اینڈریو! آپ جانتے ہیں کہ انگلستان میرے لیے
اجنبی ہے۔ میں یہاں پہلی بار آیا ہوں اور اس قدر وسائل اور
معلومات نہیں رکھتا کہ یہاں کی پولیس سے بآسانی چھپ سکوں۔
ان حالات میں آپ کا سہارا میرے لیے خاصا سود مند ہوگا۔ دوم
میں مسٹر جو شو سے بے حد عقیدت رکھتا ہوں۔ انہوں نے امریکہ میں
میرے لیے جو کچھ کیا اس کے بعد اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے
کہ اگر وہ کسی سلسلے میں مجھ سے کوئی فرمائش کریں تو میں اُسے
رد کر دوں۔ دیگر یہ کہ آپ کے ساتھ جو بھی کام مجھے کرنا پڑے گا
ممکن ہے اس کے ذریعے مجھے کوئی مالی مفاد بھی حاصل ہو جائے۔"

"ممکن نہیں مسٹر علی بلکہ یقیناً۔ میں اور مالی مفاد بھی ایسا
دنیا میں ہیں آپ کو جو کچھ بتاؤں گا اُسے سن کر آپ کی آنکھیں
تعجب سے پھیل جائیں گی۔ میں بھی ایک بہت لمبا پلان لے کر
آیا ہوں۔ جرائم کی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد اب اس سے
پہلو تہی ممکن نہیں ہے۔ ہر چند کہ ریٹا میری اس کارکردگی کے
خلاف ہے لیکن موجودہ صورت سے وہ بھی کسی حد تک مطمئن ہو گئی
ہے چنانچہ اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ ہاں تو میں
کہہ رہا تھا کہ اس سے ہمیں بہت بڑا مالی مفاد حاصل ہوگا اور
میں نہایت ایمانداری کے ساتھ اس میں سے آپ کا حصہ الگ
نکال دوں گا۔" اینڈریو نے کہا۔

"مجھے اس بات پر یقین ہے۔" میں کہہ رہا تھا "مسٹر اینڈریو!
کہ اس مالی مفاد کے حصول کے بعد میں انگلستان سے نکل جانے
کی کوشش کروں گا اور یقیناً اس سلسلے میں آپ میری
مدد کریں گے۔"

"یہ کیا سوال ہے؟ یقیناً آپ کو جانے کی مسٹر علی!
اس کے بعد آپ کے لیے انگلستان اور اس کے قرب و جوار کے
علاقے اجنبی نہ رہیں گے آپ جہاں چاہیں گے جا سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے مجھے تمہاری تمام شرائط بغیر سنے منظور ہیں" میں
نے کہا اور اینڈریو گردن ہلا کر مسکرانے لگا۔

"آپ بھی مجھے ایک غیر مخلص انسان نہیں پائیں گے مسٹر
علی! میں نے امریکہ میں آپ کے بارے میں جو کچھ سنا اس سے
درحقیقت میں بہت زیادہ متاثر تھا اور جس طرح آپ نے میرے
اوپر اعتماد کیا ہے اسی طرح میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں۔ آپ
نے ہوٹل چھوڑ دیا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے فی الوقت ریٹا کا یہ فلیٹ محفوظ ہے لیکن
ہمیں اپنے کام کی ابتدا کے لیے اسی فلیٹ تک محدود نہیں رہنا ہو
گا۔ میں اس سلسلے میں اپنے وسائل سے کام لوں گا اور ہم یہاں سے
بہت جلد کہیں اور منتقل ہو جائیں گے اور ایک نیا ہیڈ کوارٹر
بنائیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ اب میں
ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ اب جو کچھ آپ فیصلہ کریں
گے مجھے منظور ہوگا۔"

"تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ مسٹر علی! آپ نے ایک
مضبوط دوستی کا ہاتھ دوبارہ بڑھایا ہے۔" اینڈریو نے مصافحے
کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
ریٹا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب اینڈریو نے
ریٹا سے کہا۔ "ریٹا! مسٹر علی کے لیے آرام کا بندوبست کرو۔ رات بھی
کافی ہو چکی ہے۔ صبح کو ناشتے پر ہم مزید گفتگو کریں گے۔" ریٹا نے
گردن ہلا دی۔ پھر وہ مجھے میرے بیڈ روم تک چھوڑ کر شب بخیر کہہ
کر چلی گئی۔

آرام دہ خواب گاہ تھی اور وقت اتنا گزر چکا تھا کہ مجھے فوراً گہری
نیند سو جانا چاہیے تھا لیکن خیالات کا جو طوفان میرے ذہن میں موجود
تھا وہ بھلا مجھے کہاں سونے دیتا۔ اینڈریو ایلس کی آمد نے حالات
میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا کی تھی۔ جو شو کے الفاظ بھی اطمینان بخش
تھے۔ اس نے یقیناً اینڈریو کو مٹھی میں کر رکھا ہوگا ورنہ وہ اتنے
اعتماد سے اس کے بارے میں نہ لکھ دیتا۔

اس کے علاوہ اب میرے خیالات میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی
تھی اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ حالات سے نمٹنے کے لیے دفاعی
انداز اختیار کرنا حماقت ہے۔ امن پسندی اور صلح جوئی اب میرے
جیسے شخص کے لیے سود مند نہیں رہی تھی۔ جس کا اس رُوئے زمین
پر کہیں ٹھکانہ نہیں تھا۔ اپنے وطن میں بھی اگر جاتا تو وہاں اپنے اہل
خاندان کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتا۔ مجھے یقین تھا کہ
پاکستان میں بھی میری حرکتوں کی اطلاع پہنچ گئی ہوگی۔ وہاں کے اخبارات
نے بھی میرے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوگا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ
میرے حریت پسند بھائیوں نے ایک پاکستانی نوجوان کے اس جذبے
کو سراہا ہوگا۔ نوجوان تصور سے فخر سے گردن تان کر کہا ہوگا کہ یہ
سرزمین ایسے ہی سرفروشوں۔۔۔۔ کے لیے مشہور ہے لیکن اس کے
باوجود اگر میں وہاں جاتا تو بین الاقوامی قانون کی زنجیریں مجھے جکڑ لیتیں

کے لیے تیار ہو گئیں۔ اس لیے اب ایک ہی چارہ کار باقی تھا۔ اپنی منزل کی طرف گامزن ہوں اور حالات جہاں بھی لے جائیں، چلا جاؤں گا۔

نہ جانے کون سا وقت تھا جب نیند نے مجھے ایک مہربان ماں کی طرح آغوش میں لے لیا اور میں دوسرے دن اس وقت جاگا جب گھڑی گیارہ بجا رہی تھی۔ اس احساس کے ساتھ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا کہ بے چارے ریٹا اور اینڈریو میری وجہ سے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ سامنے کی کھڑکی کا پردہ ہٹا کر شیشوں سے باہر دیکھا تو بارش کی رم جھم نظر آئی۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ منظر بہت خوشگوار محسوس ہوا۔ خیالات نہ جانے کہاں سے کہاں بھٹک گئے۔ چشمِ تصور سے نہ جانے کیا کیا دیکھا؟

لیکن یہ احساسات دیر تک جاری نہ رہ سکے۔ دروازے پر خفیف سی آہٹ ہوئی تھی۔ مجھے جاگتا دیکھ کر ریٹا اندر آ گئی۔

"آپ جاگ گئے علی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں شرمندہ ہوں ریٹا! تم لوگوں کو . . ."

"واہ . . ." ریٹا ہنس پڑی اور میں سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ "تھوڑی دیر قبل ہم لوگ اس تصور سے شرمندہ تھے کہ میزبان ہو کر ہم نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔"

"کیسی تکلیف؟" میں نے پوچھا۔

"جبکہ ہم دونوں ساڑھے دس بجے جاگے تھے۔ گھڑی دیکھ کر ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی لیکن پھر جب آپ کو سوتا دیکھا تب ہمیں اطمینان ہوا۔"

"اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ ریٹا کھڑکی کے پاس آ گئی۔ ". . . بارش ہو رہی ہے۔" وہ باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں . . ." میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"بارش پسند ہے تمھیں علی؟"

"بے حد۔ لیکن یہ بارش تو مجھے بارش کا مذاق معلوم ہوتی ہے۔"

"کیوں؟" ریٹا نے پوچھا۔

"بارش کا حسن دیکھنا ہے تو میرے وطن میں دیکھو۔ کھیت کھیت ہریالی، درختوں کی شاخوں میں پڑے ہوئے جھولے، گھروں کے کچے آنگنوں سے اٹھتا ہوا بل کھاتا دھواں، ٹپکتے ہوئے چھپر کے نیچے سے اٹھتی ہوئی حقے کی گڑگڑاہٹ۔ بارش کا اصل حسن ان میں پوشیدہ ہوتا ہے۔"

"یہ سب کیا ہوتا ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جو کچھ ہوتا ہے تم نہ سمجھ سکو گی۔ لندن کی سڑکیں بارش کا جواب کہاں دے سکتی ہیں۔ چھتریاں لگائے برساتی جیکٹ پہنے اپنی منزل کی جانب رواں دواں لوگ بارش کے وقت کا شکار نظر آتے ہیں۔ [illegible] کی کہانی۔ اور [illegible]"

جیسے میں تصورات میں کھو گئی۔

"ہیلو . . ." ریٹا بولی اور میں چونک پڑا۔

"سوری ریٹا!" میں مسکرا کر پلٹ پڑا۔

"آپ غسل کر لیں، ناشتہ تیار ہے۔"

"میں ابھی چند منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

کچھ دیر بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اینڈریو اور ریٹا میرا انتظار کر رہے تھے۔ دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"میں ریٹا کو مشرق کی کہانیاں سنا رہا تھا۔ یہ انھیں سن کر بہت حیران ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر علی کہ آج بھی آپ کے ہاں رومانس کی وہی داستانیں موجود ہیں جو کلاسیکل حیثیت رکھتی ہیں۔ کیا آپ کے ہاں کوئی لڑکی اپنی پسند کا اظہار کرتے ہوئے جھجکتی ہے؟"

"بڑی مختصر بات کی ہے آپ نے مس ایلس۔ کبھی تفصیل بتاؤں گا اپنے دیس کی۔ نہ جانے کیا کیا ہے وہاں۔ ویسے مسٹر ایلس آپ نے یہ کہانیاں کہاں سے سنی ہیں؟ کیا آپ مشرق دیکھ چکے ہیں؟"

"نہیں، میرے گرانڈ فادر برٹش دورِ حکومت میں انڈیا میں رہے تھے۔ میرے بچپن میں انھوں نے مجھے بہت سی کہانیاں سنائی تھیں جو انوکھی تھیں وہ مجھے آج بھی یاد ہیں۔"

"ناشتہ شروع کریں مسٹر علی! آپ کی شخصیت اچانک میری نگاہوں میں بہت پُراسرار ہو گئی ہے۔ پُراسرار اور دلکش۔ کبھی آپ کو فرصت ملی تو آپ سے بہت سی باتیں کروں گی۔"

"ضرور . . ." میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ دیر تک ہم لوگ خاموشی سے ناشتے میں مصروف رہے تھے پھر اینڈریو نے کہا۔

"ناشتے سے فارغ ہو کر ہم ساؤتھ اینڈ چلیں گے۔ وہاں [illegible] کا بنگلہ خالی ہے وہی ہماری نئی قیام گاہ ہوگی۔"

"رینالڈ۔ میں نے یہ نام سنا تو ہے ایلس!" ریٹا بولی۔

"میں آرتھر رینالڈ کی بات کر رہا ہوں جو جاپان میں گرفتار ہو گیا تھا۔"

"میرے خدا! اس سے تمھارا کیا تعلق؟"

"اس سے تو تعلق نہیں ہے لیکن نیویارک میں اس کی بیوی سے ملاقات ہوئی تھی جس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں اور اب وہ بیساکھیوں کی سی زندگی گزار رہی ہے۔ ویسے رینالڈ نے [illegible] اس کے لیے اتنی دولت جمع کر دی تھی کہ وہ ساری [illegible] سے گزار سکتی ہے۔"

"اور رینالڈ؟" ریٹا نے پوچھا۔

"وہ جاپان میں پولیس کے تشدد کا شکار ہو کر مر چکا ہے۔" انھوں نے جواب دیا۔

"اوہ! میں نے کبھی کسی اخبار میں اس کا تذکرہ نہیں پڑھا۔"

"دلچسپ بات تو یہی ہے ریٹا کہ جاپان کی پولیس نے اس اطلاع کو خفیہ رکھا اور کسی کو بھنک بھی نہیں لگنے دی۔ کوئی ایسا ہی معاملہ تھا۔"

"گویا کسی کو بھی رینالڈ کی موت کے بارے میں معلوم نہیں؟"

"جب مسٹر آرتھر رینالڈ چلتے پھرتے نظر آئیں گے، لوگوں سے ملیں گے اور لوگ انھیں مصروفِ عمل دیکھیں گے تو بھلا کسی چلتے پھرتے زندہ آدمی کو کوئی مردہ تصور کر سکتا ہے۔" اینڈریو ایلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ریٹا متعجبانہ انداز میں بولی۔

"تم نے آرتھر رینالڈ کو دیکھا ہے؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"ہاں میرا خیال ہے ایک مرتبہ اس کی تصویر اخبار میں دیکھی تھی۔"

"کچھ یاد ہے اس کا چہرہ؟"

"نہیں، میرے ذہن میں نہیں ہے۔"

"میرے ذہن میں ہے اور تھوڑی دیر کے بعد تم مسٹر علی کو اس کے روپ میں دیکھو گی۔"

"کیا . . ." ریٹا اچھل پڑی۔

"ہاں، مسٹر علی اب لندن میں جتنا وقت گزاریں گے آرتھر رینالڈ کی حیثیت سے گزاریں گے۔ صرف گھنی بھوری مونچھوں کا اضافہ انھیں آرتھر رینالڈ بنا دے گا۔ بہت ہلکا سا میک اپ کرنا پڑے گا ان کے چہرے پر اور پھر کوئی بھی یہ یقین کرنے سے دریغ نہیں کرے گا کہ آرتھر رینالڈ کسی مہم سے واپس آ گیا ہے۔" اینڈریو ایلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خود بھی متعجبانہ انداز میں اینڈریو ایلس کو دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے اس شخص کے ذہن میں کیا منصوبہ تھا۔ تاہم میں نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ تب ریٹا نے میری جانب دیکھ کر پوچھا۔

"آپ اس بات پر تیار ہیں مسٹر علی؟"

"ہاں مس ریٹا! میں اینڈریو ایلس سے ہر قسم کے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کو اس کے بارے میں تفصیل معلوم ہے؟"

"قطعی نہیں۔ یہ نام بھی میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اینڈریو مسکرا رہا تھا۔ ناشتے کے بعد ہم اس کمرے سے باہر نکل آئے۔ اینڈریو مجھے آرتھر کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔

"مجرم پیشہ حلقے میں رینالڈ ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ بہت سے لوگ آج بھی اس کے نام سے خائف ہیں اور اس کے سامنے آنے سے کتراتے ہیں۔"

"مجھے اس کی شکل کیوں دینا چاہتے ہو؟"

"بس ایک کام لینا ہے تم سے۔ میں تمھیں اس کی پوری تفصیل بتاؤں گا لیکن ڈیئر علی! تمھیں چند خطرات بھی مول لینا ہوں گے۔ اس شکل میں پولیس تو تم سے دور رہے گی مگر جرائم پیشہ لوگوں کے کئی گروہ تمھاری طرف متوجہ ہو جائیں گے بلکہ ان میں کچھ افراد سے تو تمھاری دشمنی بھی چل رہی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔

"میں نے تمھیں خطرات سے بے خبر نہیں رکھا لیکن جوشو نے تمھارے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اسے سن کر ہی میری یہ ہمت پڑی ہے اور پھر ایک خطرناک امریکی ایجنٹ کے چنگل سے اتنی جلدی نکل آنا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ کام اعلیٰ ترین ذہنی صلاحیتوں کا مالک کوئی شخص ہی کر سکتا ہے اور تم میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں لیکن ایک بات کا یقین کرو علی!"

"کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں صرف میرا ہی مفاد نہیں، تمھیں بھی اس سے بہتر سے فوائد حاصل ہوں گے۔" اینڈریو نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر اینڈریو! جب جوشو نے تم سے میرے سلسلے میں کوئی وعدہ کر لیا ہے تو میں کہہ چکا ہوں کہ اب کسی طور اس سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! میں تمھاری شخصیت کا اندازہ لگا چکا ہوں۔"

باقی ذمے داریاں اینڈریو کی تھیں، مجھے خاموش تماشائی کی حیثیت سے ہی رہنا تھا۔ ہان ننگ لی کی دی ہوئی شیشی اس نے میرے حوالے کر دی تھی اور پوچھا بھی تھا کہ اس میں کیا ہے لیکن میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے اسے یہ بات بتانا مناسب نہیں سمجھی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آئندہ مجھے کیسے واقعات سے سابقہ پڑے گا تاہم میں نے وہ شیشی اپنے پاس محفوظ کر لی تھی کہ کسی وقت کام آ ہی جائے گی۔

اینڈریو نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ ریٹا نے ضروری سامان اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ وہ یقیناً ہمارے ساتھ رہنے جا رہی تھی۔ پھر اینڈریو نے بازار سے کچھ خریداری کی اور مجھے لے کر ایک اور جگہ پہنچ گیا۔ یہ اس کی اپنی کوئی خفیہ رہائش گاہ تھی۔ ریٹا نے اس سلسلے میں اس سے کوئی بات کی تھی جس سے مجھے پتا چلا کہ یہ جگہ بھی اینڈریو کی ہے۔ ویسے اینڈریو اپنی اصل حیثیت سے کسی ایسی جگہ نہیں گیا تھا جہاں اس کے شناخت کر لیے جانے کا خدشہ ہوتا۔ بالآخر تمام کاموں سے فارغ ہو کر ہم لوگ ساتھ ساؤتھ اینڈ چل پڑے، جہاں بقول اینڈریو کے رینالڈ کا بنگلہ تھا۔

یہ علاقہ لندن سے تیس میل کے فاصلے پر ہے اور اسے ایک خوبصورت ساحلی تفریح گاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ چونکہ میں ریٹا کو بتا چکا تھا کہ میں پہلی بار لندن آیا ہوں اور لندن کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا، چنانچہ ریٹا اس علاقے کا تعارف کرانے لگی۔

"ساؤتھ اینڈ سی جیسا کے نام سے ظاہر ہے سمندر کے کنارے واقع ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو کچھ عرصہ پہلے حسین سرسبز کھیتوں کا قصبہ کہلاتا تھا لیکن اب یہاں بہت سی تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔ ہائی اسٹریٹ کو بند کر کے اسے ایک پارک میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور پہاڑیوں کو کاٹ کاٹ کر سڑک بنائی گئی ہے۔ سوڈو کا قہوہ خانہ ایک شاندار ہوٹل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔"

ریٹا اس کے بارے میں بتاتی رہی ——— میں نے زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی اس کی باتوں میں۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوب صورت بنگلے کے سامنے جا کر رک گئی۔ بنگلے کے دروازے پر موٹا سا تالا پڑا ہوا تھا جو قدیم طرز کا تھا۔ اینڈریو نے مسکرا کر جیب سے بڑی سی چابیوں کا گچھا نکال لیا اور بولا۔ "مجھے اس تالے کے بارے میں معلوم تھا اس لیے اس کا انتظام بھی میں نے پہلے ہی کر لیا تھا۔" اینڈریو تالے کو کھولنے کی کوششیں کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد تالا کھل گیا۔ خوب صورت لان اجاڑ پڑا ہوا تھا۔ اینڈریو نے بیلوں سے ڈھکے ہوئے پورچ میں گاڑی روک دی۔

ریٹا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ گاڑی سے اتر کر اس نے چاروں طرف نگاہ ڈالی اور گہری سانس لے کر بولی۔ "قرب و جوار کے لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ رینالڈ کی رہائش گاہ ہے؟"

"خدا جانے۔" اینڈریو نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہیں عجیب سا محسوس نہیں ہو رہا ہے اینڈریو! کہ ہم ایک مردہ شخص کی رہائش گاہ پر قبضہ کرنے آئے ہیں؟" ریٹا بولی۔

"یہاں تم عورت بن کر سوچ رہی ہو ریٹا! ویسے یہ جگہ ہمارے لیے موزوں ترین ہے۔ بس اب تمہاری ذمے داریاں شروع ہو گئی ہیں۔ بنگلے کی صفائی وغیرہ، کچن کی دیکھ بھال۔ بہتر ہوگا کہ تم مسٹر برینڈ کو فون کر کے کہہ دینا کہ تمہیں چند روز کی رخصت درکار ہے۔ تم اپنی ایک عزیزہ کے پاس فرانس جا رہی ہو۔ فون کی لائن تو موجود ہے یہاں، اس کا مطلب ہے اندر فون بھی موجود ہوگا۔"

ریٹا نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔

بالآخر میں مکمل طور پر رینالڈ بن گیا۔ اب میری ناک کے نیچے بھورے رنگ کی گھنی مونچھیں تھیں اور جلد کی رنگت میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ رینالڈ کا یہ بنگلا قیمتی اشیا سے بھرا پڑا تھا۔ رینالڈ کے لباس بھی میرے بدن پر بالکل فٹ تھے۔ جہاں تک میری اپنی فطرت کا تعلق تھا میں مطمئن تھا۔ جو نیا روپ میں نے اپنے آپ کو دیا تھا اس کے تحت یہ زندگی بالکل ٹھیک تھی۔ اب میں عام دنیا کے مطلب کا انسان نہیں تھا۔ میری نگاہ میں ایک مقصد تھا اور میں اس مقصد کی تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا۔ مقصد کے حصول کے لیے بہت سی منزلیں آتی ہیں اور میں ان منازل سے گزر رہا تھا اس لیے مطمئن تھا۔

اینڈریو نے ابھی تک مجھے کام کی نوعیت نہیں بتائی تھی۔ یہاں کے معاملات درست کرنے کے بعد وہ دوسری مصروفیات میں الجھ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اب دوسرے معاملات دیکھے گا۔ ریٹا سے اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا۔

"سوری ریٹا! تمہیں زیادہ وقت میرے بغیر ہی گزارنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم کام کی نوعیت کے پیش نظر محسوس نہیں کرو گی۔ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو پھر ہمارے بہت سے خوابوں کی تکمیل ہو جائے گی۔" ریٹا نے بے دلی سے گردن ہلا دی تھی۔

یہاں قیام کے تیسرے دن اینڈریو نے دوپہر کے کھانے کے بعد میرے ساتھ ایک میٹنگ کی اور ہم دونوں ایک دوسرے کمرے میں آ بیٹھے۔ یہاں اینڈریو نے میز پر رکھے ہوئے ایک فائل کور درمیان سے کھول کر چند تصویریں نکال لیں اور انھیں میرے سامنے پھیلا دیا۔

"ان میں سے ایک ایک تصویر دیکھو علی! انھیں پہچاننا ضروری ہے کیوں کہ مستقبل میں یہ تمہارے شانہ بشانہ ہوں گے۔ شانہ بشانہ کا لفظ شاید استعمال کے لحاظ سے غلط ہے۔ میرا مطلب ہے ان لوگوں سے تمہاری دشمنی ہے اور قدم قدم پر تمہیں ان پر گولیاں چلانا ہوں گی اور ان کی گولیوں سے بچنا ہوگا۔ ویسے ایک بات میں تم سے اور پوچھنا چاہتا ہوں علی!"

"ہوں....؟" میں نے تصویروں پر نگاہیں جمائے جمائے کہا۔

"میں امریکہ سے جو پلان لے کر آیا ہوں وہ کافی خطرناک ہے۔ اس میں قدم قدم پر خونریز ہنگامے ہوں گے۔ ممکن ہے تمہیں انتہائی خطرناک حالات سے گزرنا پڑے اور ایسے مواقع پر تم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاؤ کہ تم نے میری معاونت کا اقرار کر کے خواہ مخواہ الجھن مول لی ہے۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر علی! کہ میں جس منصوبے پر کام کر رہا ہوں اس کی تکمیل کے بعد میرا تو مستقبل بن جائے گا۔ مجھے تو اتنی دولت حاصل ہو جائے گی جس میں سے نصف تمہیں دینے کے بعد بھی بقیہ زندگی عیش سے گزاروں گا لیکن تمہارا مسئلہ کچھ اور ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے تم نے جرائم کی زندگی اس لیے نہیں اپنائی کہ اس سے دولت حاصل کرو بلکہ تم ایک خاص نظریے کے تحت اس دنیا میں نکل آئے ہو۔ کہیں یوں نہ ہو کہ تم الجھن محسوس کر کے درمیان میں مجھے چھوڑ دو۔ اگر ایسا کوئی خیال اب بھی تمہارے ذہن میں آئے تو یقین کرو تمہاری شرافت کے پیش نظر میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔"

"تم کتنی ہی بار یہ بات مجھ سے کہہ چکے ہو اینڈریو! شاید اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ اور نہ بتا سکوں کہ جو شوق مجھے جس کام کے لیے ہدایت کر دی ہے اس کی تکمیل میں ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ اپنے محسن کی طرف سے خراج عقیدت ہے اور اس کے بعد میں کچھ سوچنا ضروری نہیں سمجھتا۔ جہاں تک دولت کا معاملہ ہے تو شاید تمہیں اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں دولت ہر انسان کی ضرورت ہوتی ہے لیکن میں کسی سنہری زندگی کے خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنا مستقبل چھوڑ کر مقصد اپنا لیا ہے اور اب میں صرف اسی مقصد کے لیے زندہ ہوں۔ میں ان تمام باتوں کو اپنے مقصد کے حصول کا راستہ سمجھتا ہوں جس پر چلنا ضروری ہے۔ اس لیے میں کوئی اور بات سوچنا پسند نہیں کرتا۔"

"تم بے حد مضبوط ارادے کے انسان ہو۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔ بہرحال ان تصویروں کو غور سے دیکھو اور یہ چہرے اپنے ذہن میں محفوظ کر لو۔ یہ داڑھی والا شخص ان میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا نام لنکاسٹر ہے۔ ہیر لنکاسٹر لندن کا ڈان کہلاتا ہے۔ لندن کی زیر زمین دنیا کا بادشاہ مشہور ہے۔ یوں سمجھ لو لندن کے اندر کی دنیا میں سے آدھی دنیا پر اس کی حکومت ہے۔ باقی حصے دوسرے لوگوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یہ شخص، اس کا نام کربی نوسٹر ہے، بہت خطرناک ہے یہ بھی۔ اور یہ ٹونی مکلارنس ہے۔ اور یہ ہے جارج ڈونالڈ۔ یہ سب پانچ کے پانچ بدمعاش ہیں اور بھی چند لوگ ہیں لیکن فی الوقت ہمارا سابقہ انھی سے پڑے گا۔ اس لیے میں نے ان سے تمہیں روشناس کرایا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اب یہ بتاؤ معاملہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ لوگ بدمعاش ہیں لیکن ان سب نے لندن میں ...... معزز لوگوں کی حیثیت اختیار کرنے کے لیے مختلف پیشے اور کاروبار اپنا رکھے ہیں۔ کوئی موٹروں کی ایجنسی کا مالک ہے تو کوئی جہازوں کے پرزے بنانے والی فرم کا۔ کسی نے اعلیٰ درجے کا فائیو اسٹار ہوٹل کھول رکھا ہے۔ اس طرح انھوں نے دوسری حیثیت اختیار کر رکھی ہے اور سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔" اینڈریو نے کہا۔ اس نے میرا سوال نظر انداز کر دیا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اینڈریو کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کے اندر ایک جذباتی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر وہ بولا۔ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں ان سب کے مقابلے تک شدید احساس کمتری کا شکار ہوں۔ میں خود کو ان کے درجے کا انسان نہیں سمجھتا اور...... شاید کوشش کروں تو بن بھی نہیں سکتا۔ اگر بن سکتا تو شاید مجھے امریکہ نہ بھاگنا پڑتا اور شاید تمہیں ائیرپورٹ پر الجھنوں کا شکار نہ ہونا پڑتا مگر میں ان کے درمیان آنا چاہتا ہوں۔ میں ایک نئے نام کے اضافے کا خواہش مند ہوں۔ خواہ اس کا ذریعہ کوئی اور ہی کیوں نہ ہو۔ رینالڈ اس پائے کا نام نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ اب رینالڈ ان کے لیے وہی حیثیت اختیار کر جائے۔ تم سمجھ رہے ہو علی؟"

"میں صرف اپنے مقصد کی بات سمجھنا چاہتا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور وہ چونک پڑا۔ ایک دم سنبھل گیا پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر ندامت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"سوری علی! ویری سوری۔ میں واقعی بکواس کرنے لگا تھا۔ بہرحال اصل تعارف اینی پارکر کا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ آخری تصویر دیکھو۔ یہ شخص امریکی ہے۔ شکاگو کا باشندہ ہنری واٹسن۔ مجھے اینی پارکر کے بارے میں معلومات اسی کے گروہ کے ایک فرد سے حاصل ہوئی تھیں۔ مسٹر پارکر سوئٹزرلینڈ کے ایک ارب پتی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں ان کا شمار اعلیٰ ترین دولت مند لوگوں میں ہوتا ہے اور اینی ان کی بیٹی ہے۔ ایک مہم جو اور کھلنڈری لڑکی جو ہمیشہ نت نئی تفریحات کرتی رہتی ہے۔ اس بار وہ خفیہ طور پر چند ملکوں کی سیاحت پر نکلی ہے جس میں انگلینڈ بھی شامل ہے۔ لڑکی نے اپنا نام میری اسمتھ اختیار کیا ہے لیکن بے وقوف لڑکی خود کو ضرورت سے زیادہ چالاک سمجھ بیٹھی ہے۔ تقریباً نصف درجن بدمعاش اس کی اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں اور اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اسے اغوا کر کے مسٹر پارکر سے بھاری رقم وصول کرنا چاہتے ہیں۔ ہنری واٹسن اسی طیارے سے یہاں آیا ہے جس سے میں نے سفر کیا ہے۔ وہ لندن کے خفیہ گروہوں کی نظر بچا کر اینی پارکر کو اڑا لے جانا چاہتا ہے جب کہ مقامی بدمعاش بھی اینی پارکر کے استقبال کی پوری پوری تیاریاں کر چکے ہیں مگر علی! اینی پارکر ہمارے ہاتھ لگنی چاہیے۔ تمہاری ذہانت اور دلیری اس مشکل کام کو آسان بنا سکتی ہے۔ اگر میں اس میں کامیاب ہو گیا تو...... تو......" اینڈریو کی کیفیت پھر بدلنے لگی۔

"کیا اس کے بعد کی کارروائیوں میں بھی مجھے شریک رہنا ہوگا؟"

"قطعاً نہیں۔ لندن کی زیر زمین دنیا بڑی دلچسپ اور انوکھی ہے۔ ہم اینی پارکر کو فروخت کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک کروڑ ڈالر میں بآسانی فروخت ہو جائے گی۔"

"کون خریدے گا اسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کوئی بھی ایجنٹ۔ بہت سے فنانسر مل جائیں گے اس کے لیے اور اس کے بعد کی ذمے داریاں ان کی ہوتی ہیں۔ یہاں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں بہت سے ایسے خفیہ ادارے کام کرتے ہیں جو قبل از وقت مال خرید لیتے ہیں اور اس کے بعد منافع لے کر اسے آگے بڑھا دیتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ۔" میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ "یہ فنانسر کون لوگ ہوتے ہیں۔ کیا یہ بھی جرائم پیشہ گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں؟"

اینڈریو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے برکلے یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان کو جرائم کی دنیا کے بارے میں تفصیل کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ ان چیزوں سے تمہارا کیا تعلق ہو ڈیئر علی! بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جائز ذرائع سے کروڑپتی اور ارب پتی بن جاتے ہیں۔ عموماً دولت مند لوگوں اور جرائم پیشہ افراد کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں چل سکتے۔ یہاں بھی یہی صورت حال ہے بلکہ یہاں کیا، ایسے فنانسر دنیا کے تمام بڑے بڑے ملکوں میں موجود ہیں۔ دولت کے حصول اور خرچ کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہ جرائم ہی ہیں۔ چنانچہ وہاں ان فنانسرز کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ جرائم پیشہ افراد ایسے کاموں میں جن میں انہیں حصول زر کا یقین ہو، ان فنانسرز کو شامل رکھتے ہیں اور یہ فنانسرز بڑی خوشی سے کروڑوں روپے کا سرمایہ ان جرائم پیشہ افراد پر لگا دیتے ہیں۔ ریس، دوسرے جوئے، ڈکیتی، اغوا اور نہ جانے کون کون سے کاروبار ہیں جن سے یہ فنانسرز کروڑوں روپیہ کماتے ہیں۔ اینی پارکر کو اگر ہم اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ہم نے براہ راست مسٹر میکائیل پارکر سے رابطہ قائم کیا تو کسی بھی فنانسر کو تفصیل بتا کر اینی پارکر کی قیمت وصول کر سکتے ہیں۔ اینی کو اس کے حوالے کرنے کے بعد ہمارا کام ختم ہو جائے گا اور وہ فنانسر کسی اور جرائم پیشہ آدمی سے اپنی شخصیت کا سودا کر سکتا ہے یعنی سرمایہ اس کا لگا ہو گا اور سارا کام وہ جرائم پیشہ لوگ کریں گے۔ ہر فنانسر کا اپنا اپنا ایک گینگ ہوتا ہے۔ ان کے اپنے آدمی ہوتے ہیں جو ان کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ ہے صورت حال۔" اینڈریو نے بتایا۔ بڑی دلچسپ اور بڑی تعجب خیز بات تھی۔

میں کافی دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک اچھی سی کلک ہوئی اور میں نے اینڈریو کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کیا نام بتایا تم نے؟"

"کس کا؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"مسٹر پارکر کا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"میکائیل پارکر۔" اینڈریو نے بتایا۔

"نسلاً کیا ہیں وہ؟" میں نے پوچھا۔

"او ہو...!" اینڈریو ہنس پڑا۔ "یہودی، سو فیصد یہودی۔" اینڈریو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور میری آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"بھئی واہ، یہ خیال تو میرے ذہن میں آیا ہی نہیں تھا کہ تمہارے جیسی کی ایک اور دنیا بھی ہو سکتی ہے۔ میکائیل پارکر کس طور پر اسرائیل نواز یہودی ہے۔ شاید کافی عرصے پہلے کی کچھ خبریں تمہاری نگاہوں سے گزر چکی ہوں۔ مونٹریلینڈ کے میکائیل پارکر نے اسرائیلی وزیراعظم کو ایک بہت بڑی رقم پیش کی تھی اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اور اخبار میں چرچا ہوا تھا۔ اسرائیل کی طرف سے مسٹر میکائیل پارکر کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا۔"

"خیر یہ خبر تو میری نگاہ سے نہیں گزری لیکن میرے لیے یہ کافی ہے کہ مسٹر میکائیل پارکر یہودی ہیں۔ ٹھیک ہے اینڈریو ڈیئر! دنیا میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ جیسے بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگوں کے اجتماع میں میں کوئی خاص کارنامہ انجام دوں گا لیکن اب میری کوششوں میں میری ذاتی دلچسپیاں بھی شامل ہو گئی ہیں۔"

"ویری گڈ، ویری گڈ۔ اس طرح تم یہ بات ظاہر کر رہے ہو کہ میں بہت ذہین آدمی نہیں ہوں ورنہ تم سے کام لینے سے پہلے سب سے پہلی بات یہی کہنی چاہیے تھی کہ اینی پارکر ایک یہودی ہے اور اس کے باپ میکائیل پارکر کا شمار اسرائیل نوازوں میں ہے۔" اینڈریو نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔

"پھر یہ بات طے ہے کہ میں اینی پارکر کے سلسلے میں تمہیں تمام تفصیلات مہیا کر رہا ہوں گا۔ تم یہ مت سمجھنا علی کہ میں......

نہیں یہ وہ رول تمہیں آگے بڑھا رہا ہوں بلکہ یوں سمجھ لو کہ دوافراد مستقل یہ گروہ ان جرائم پیشہ لوگوں کے مقابلے میں ذرا جدید طریقے سے کام کرے گا جن کے ساتھ بے شمار افراد ہیں۔ صورت حال یہ ہو گی کہ ایک پس پردہ اور دوسرا منظر عام پر اور اس حیثیت میں یہ رہے گا کہ میں پس پردہ رہوں۔"

"او کے۔" میں نے حتمی طور پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

❁

لندن کے اس خوب صورت بنگلے میں ہم بڑے سکون سے رہ رہے تھے۔ ریٹا میرے ساتھ تھی۔ اس کے دوسرے کاموں کے لیے ایک ملازمہ رکھ لی تھی جو بقول اس کے اعتماد کی عورت تھی۔ عموماً ہم لوگ گھر میں ہی رہتے تھے اور اینڈریو کم ہمارے پاس آتا تھا۔

اس شام پھر بارش ہو رہی تھی۔ آسمان پر بادل امڈے آ رہے تھے اور فضا میں خنکی پھیل گئی تھی۔ ریٹا نے کافی کی تجویز پیش کی، میں نے تائید کر دی۔ بنگلے کی اوپری منزل پر ہم دونوں آتش دان کے پاس بیٹھ گئے۔ ملازمہ سے کافی کے لیے کہہ دیا گیا تھا۔

ریٹا کی نگاہیں سامنے کی کھڑکی کے دوسری طرف برستی ہوئی بارش کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ کچھ افسردہ سی نظر آ رہی تھی۔ جب خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔

"بھئی ریٹا! کچھ بولو۔ میں بور ہو رہا ہوں۔" اور ریٹا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ بے خیالی کے سے انداز میں دیر تک دیکھتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا بولوں علی؟" اس کا لہجہ اداس تھا۔

"بات کرنے کے لیے کسی موضوع کی قید تو نہیں ہوتی۔ کچھ اداس ہو، کیا سوچ رہی ہو؟"

"بڑی احمقانہ بات۔" اس نے کہا۔

"مجھے نہیں بتاؤ گی؟" میں نے اپنائیت سے کہا۔

"نہیں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے تمہیں مسکرانے کا موقع مل جائے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں مسکرانا چاہتا ہوں۔"

"انسان کی نگاہ کیا چیز ہے علی؟" ریٹا نے عجیب سی بات کہی۔

"بڑا فلسفیانہ سوال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہے تو سہی۔ پھر بھی جواب دو۔"

"میرے خیال میں اس کے ذہن کا دروازہ۔" میں نے جواب دیا اور ریٹا تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بے اختیار ہو کر بولی۔

"خدا کی قسم بڑی سچی بات کہی ہے۔ اتنی جلدی اتنی عمدہ بات کہہ دینا آسان نہیں ہے جب کہ سوال غیر متوقع ہو لیکن اب مجھے حیرت نہیں ہے۔ آخر تو مجھے معلوم ہے کہ تم اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہو۔ میں یہی سوچ رہی تھی علی! لوگ کہتے ہیں کہ آنکھیں دیکھنے کی حس رکھتی ہیں لیکن میرے خیال میں بس وہ ذہن کا جھروکہ ہیں، دیکھنے والا ذہن ہوتا ہے۔ کھڑکی سے باہر بارش کی دھاریں ہیں لیکن ان دھاروں میں ہم اپنا ماضی، حال، مستقبل دیکھ سکتے ہیں۔ خالی دیواریں ہماری ساری زندگی کا عکس پیش کر سکتی ہیں۔ میں یہی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔"

"کیوں اداس ہو ریٹا؟ مجھے بتاؤ۔"

"میں اینڈریو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟" میں نے اس سے وضاحت چاہی۔

"وہ میرا محبوب ہے۔ میں اسے بہت چاہتی ہوں۔ میں جو نظر آ رہی ہوں فطرتاً وہ نہیں ہوں لیکن اس کے لیے سب کچھ بن گئی۔ بدل لیا ہے پوری طرح خود کو۔ لیکن انسان بہت کم اس حد تک سوچتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ کون کیا تھا، کیا بن گیا ہے۔ جو بن گیا ہے بس وہ اسے ہی قبول کر لیتا ہے اور پھر اس سے اور کچھ چاہنے لگتا ہے۔"

"اینڈریو؟" میں حیرت سے چونک پڑا۔

"ہاں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔ اسی طرح جیسے میں اسے چاہتی ہوں۔ غور کرتی ہوں تو عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ وہ دولت کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور باقی سب کچھ بھول گیا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر امریکہ چلا گیا تھا شاید کبھی واپس نہ آتا۔ حالات اسے دوبارہ لے آئے ہیں۔ یہ مجبوری نہ ہوتی تو شاید وہ کبھی نہ آتا۔ آیا تو میں یاد آ گئی اور وہ میرے پاس پہنچ گیا اور اب وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ کام کر کے پھر چلا جائے گا۔ ممکن ہے جو کچھ کمائے اس میں سے مجھے بھی کچھ دے دے۔ کیا چاہت کا بدل صرف دولت ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو علی!" اسے میرے جواب پر حیرت تھی۔

"ہاں بڑے اعتماد سے کہہ رہا ہوں ریٹا! دولت انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہے لیکن محبت اس سے بڑی ضرورت ہے۔ میں دولت کے حصول کا مخالف نہیں ہوں لیکن دولت سب کچھ نہیں ہوتی۔"

"تم بھی کسی کو چاہتے ہو علی؟" ریٹا نے بڑی عجیب بات پوچھی تھی۔

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں ریٹا! تم جن معنوں میں چاہت کا سوال کر رہی ہو ان معنوں میں میں نے کسی کو نہیں چاہا۔ ہمارا طرز معاشرت یورپ سے مختلف ہے، ہمارے ہاں محبت کو ایک ابدی جذبہ سمجھا جاتا ہے خواہ چند لوگ اس سے اختلاف کیوں نہ کر لیں مگر یہاں کی انفرادیت ہوتی ہے۔"

"کبھی کسی کو چاہو گے علی؟" ریٹا نے سوال کیا۔

"شاید نہیں، کیوں کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد متعین کر لیا ہے اور میری تمام چاہتیں اس مقصد سے منسلک ہیں۔ یہ طویل داستان ہے ریٹا! بور ہو جاؤ گی۔ اس لیے اس موضوع کو مت چھیڑو۔"

"ہوں۔" ریٹا نے گہری سانس لی۔ "میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ بس تم نے مجھ سے میری خاموشی کے بارے میں پوچھا تو میں نے تمہیں اپنے ذہن کی بات بتا دی۔ میں اینڈریو سے بہت زیادہ مطمئن نہیں ہوں اور سوچ رہی ہوں کہ مجھے مستقبل میں کچھ تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔"

اس گفتگو کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے تھے اور وقت گزر گیا تھا۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی بلکہ پہلے سے بڑھ گئی تھی۔ بجلیاں جل بجھ رہی تھیں۔ اینڈریو کا تو کوئی فون آیا تھا اور نہ اس کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آ گئی۔

❁

صبح کو میں ریٹا کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا کہ دروازے سے اینڈریو کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، تشریف لاؤ، مجھے خوشی ہے کہ میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچا۔ غالباً تم لوگ ابھی آخری مراحل سے گزر رہے ہو

مارے گئے۔ بہرحال میں اس وقت مصروف ہوں پھر کبھی تم سے ملوں گا اور وہاں سے فوراً میری پیشکش ٹھکرا دینے کے بعد اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا لیکن چند قدم جا کر وہ پھر ٹھٹک گیا، میری طرف مڑا اور دوبارہ میرے پاس آ گیا۔

"تم کسی کے ساتھ رقص نہیں کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" فوسٹر نے پوچھا۔

"اپنے پسندیدہ پارٹنر کی تلاش میں ہوں۔"

"اس لڑکی کو دیکھو جو گوئی سکلارنس کے ساتھ ہے۔"

"ہاں، خوبصورت ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"گوئی ہمیشہ بہترین پارٹنر تلاش کرتا ہے۔ اچھا پھر ملاقات ہو گی۔" وہ دوبارہ آگے بڑھ گیا۔ میرے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند باتوں پر مجھے مسرت ہوئی تھی۔ اول یہ کہ فوسٹر کو یہاں تک کی حیثیت سے میری آواز اور لہجے پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا اور نہ میرے میک اپ میں کوئی خرابی تھی۔ فوسٹر کی حیرت بھی میرے لیے باعث دلچسپی تھی۔ دوسری بار وہ پلٹ کر اس لیے آیا تھا کہ اینی پارکر کے بارے میں میرے تاثرات معلوم کر لے۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ کہیں میں بھی اینی پارکر کے چکر سے واقف تو نہیں ہوں اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔

رقص و موسیقی جاری رہی اور وقت گزرتا گیا۔ اینی پارکر نے کئی لوگوں کے ساتھ رقص کیا لیکن اس کا زیادہ وقت گوئی کے ساتھ ہی گزر رہا تھا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا اور میں آرکسٹرا کے شور سے کسی قدر اکتا کر باہر نکل آیا تھا کہ میں نے چند کاریں پارکنگ لاٹ میں پارک ہوتی دیکھیں۔ پھر ایک کار سے میں نے ایک بھاری بدن کے شخص کو اترتے دیکھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس اس شخص کے ساتھ دو آدمی نیچے اترے تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ بھاری بدن والے اس شخص کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ ہیرلنگ سٹر تھا۔ یقیناً اس کے ساتھ اس کے آدمی ہوں گے۔ میں برق رفتاری سے ایک کار کی آڑ میں چھپ گیا۔ تب میں نے کار والوں کے … ہیرلنگ سٹر کی طرف آتے دیکھا۔ کافی فاصلہ تھا اس لیے میں ان لوگوں کے درمیان ہونے والی گفتگو تو نہ سن سکا لیکن اس بات کا اندازہ بخوبی کر لیا تھا کہ فوسٹر جو اب ہیرنگ کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے، ہیرنگ کو اندر کی تفصیلات بتا رہا ہے۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جو کھیل اب شروع ہونے والا ہے اس میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔ چنانچہ میں کاروں کی آڑ لیتا ہوا پیچھے پیچھے سے گزر کر پھر … ہال میں آ گیا۔ میں نے …

سے ایک ویٹر کو بلا کر پانچ پاؤنڈ کا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر! تمہیں زحمت تو ہو گی، ان خاتون کو جو … کے ساتھ رقص کر رہی ہیں اطلاع دے دو کہ ان کا فون آیا ہے۔" ویٹر نے پانچ پاؤنڈ کا نوٹ تو قبول کر لیا لیکن … کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید وہ صورت حال سے واقف تھا۔ کڑی نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور پھر تیکھے لہجے میں بولا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میں ان کا گارڈ ہوں۔ براہ کرم …" میں نے کہا تو وہ کسی قدر مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے اسے … جاتے دیکھا۔ کوئی لمحہ رک کر دیکھنے لگا تھا۔ ویٹر نے میری ہوئی بات دہرا دی … اینی پارکر گوئی سے معذرت کر کے ویٹر سے فون کی جگہ پوچھتی ہوئی چل پڑی۔ ساعت کے اندر اندر وہ ہال سے نکل آئی تھی اور اب اس کا رخ ٹیلی فون بوتھ کی جانب تھا۔

میں نے آہستگی سے اس کا تعاقب کیا اور جب وہ ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوئی تو میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ٹیلی فون بوتھ کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ میں نے دروازے کو کھٹکھٹایا اور سامنے لگے ہوئے شیشے میں اینی پارکر شکل دیکھنے لگی۔ وہ چونک کر میری جانب متوجہ ہو گئی تھی اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ میں نے … ختم کر کے اسے اپنے دوست ہونے کا یقین دلایا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔

"مجھے معاف کیجیے مس پارکر! میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ آپ کا کوئی فون نہیں ہے۔" یہ اطلاع میں نے آپ تک پہنچائی تو اینی پارکر متحیر رہ گئی۔ وہ ٹیلی فون بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور بولی۔ "کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ یہاں سخت خطرے میں ہیں۔"

"اوہ۔" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "کیسا خطرہ؟"

"اس کی تفصیل میں کسی وقت بتا دوں گا۔ فی الحال آپ میری ہدایت پر عمل کریں۔"

"کیوں؟ تم کون ہو؟" وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔

"میرے متعلق …" میں نے … آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کرتی ہوں۔"

… اور اسی وقت اندر سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد چیخیں ابھری تھیں۔

"کھیل شروع ہو گیا ہے۔ کیا آپ اب بھی دیر کریں گی؟"

"نہیں شکریہ۔ براہ کرم مجھے میری کار تک پہنچا دو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"اس وقت تعارف کا موقع بھی نہیں ہے۔ ہاں ضرور آپ سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔" میں نے اسے اس کی کار تک پہنچایا اور جب اس کی کار نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری اس کارروائی پر اینڈریو بھی حیران رہ گیا ہو گا۔ بشرطیکہ وہ میری کارکردگی کی نگرانی کر رہا ہو۔ بظاہر وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

اندر اب باقاعدہ جنگ چھڑ گئی تھی۔ اسٹین گنوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور چیختے چلاتے لوگ باہر بھاگ رہے تھے۔ کاریں بے تحاشا پارکنگ لاٹ سے باہر نکل رہی تھیں اور ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ میں جس مقام پر کھڑا تھا، وہ قطعی محفوظ تھا۔ آن کی آن میں پارکنگ لاٹ خالی ہو گئی۔ صرف چند گاڑیاں وہاں نظر آ رہی تھیں۔

میں نے جلتے ہوئے سگریٹ کو جوتے سے مسلا اور وہاں سے پھر اسی راہداری میں آ گیا جہاں سے گزر کر بینکویٹ ہال میں جانے کا راستہ تھا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں اور اب وہاں سناٹا تھا۔ وسیع و عریض ہال میں اب موت کا سا سکوت مسلط تھا۔ اندر پندرہ بیس لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ آرکسٹرا بجانے والوں میں سے پانچ افراد گولیوں کا شکار ہوئے تھے۔ جگہ جگہ خون بکھرا ہوا تھا۔ شراب اس خون میں شامل ہو گئی تھی اور جگہ جگہ ٹوٹی ہوئی بوتلوں کے شیشے بکھرے ہوئے تھے۔ کرسیاں اور میزیں الٹی پڑی تھیں۔ دیواروں پر لگے ہوئے فانوس تباہ ہو چکے تھے۔

یہ جگہ خطرناک ہو چکی تھی۔ ہر چند کہ بالفعل اس وقت کوئی زندہ آدمی موجود نہیں تھا جس سے مجھے کوئی خطرہ ہوتا لیکن جان بچا کر بھاگنے والوں کو راستے میں کوئی نہ کوئی پولیس کار ضرور مل جائے گی اور وہ اسے اس خونریزی کی اطلاع دے دیں گے اور چند ہی لمحات کے بعد پولیس اس پوری عمارت کو گھیر لے گی اور پھر وہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

چنانچہ میں اس کار میں آ گیا جو مجھے اینڈریو نے فراہم کی تھی۔ نکلنے میں زیادہ … کار میں میرے علاوہ بھی کوئی موجود ہے اور میں نے بس ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا۔

دوسرے لمحے کار سڑک پر لہرائی اور پھر اس طرح پوری رفتار … بریک لگ گئے۔ اس دوران میں نے تین بار … کی تھی اور پھر ایک جسم میری سیٹ کے پاس سے گزر کر ونڈ اسکرین سے ٹکرایا اور میں نے اس کی گردن دبوچ لی۔

"اینڈ… اینڈریو!" ایک آواز مجھے سنائی دی اور میں نے گہری سانس لے کر اس کی گردن چھوڑ دی۔

"سوری اینڈریو!" میں سرد لہجے میں بولا۔

"بھلے آدمی! تم نے تو میری جان لے لی تھی۔" اس نے شکوہ کیا۔

"درحقیقت تمہاری جان بچ گئی اینڈریو! تمہیں اس طرح کار میں چھپ کر نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔" میں نے کہا۔ اینڈریو کے حواس ابھی تک درست نہیں ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے گردن مروڑ کر اسے جھٹکے دے رہا تھا۔

"خدا کی پناہ۔ واقعی تم تو مجھے مار ہی دیتے۔" وہ گہری گہری سانسیں لے کر بولا۔

"مگر تم کار میں کہاں سے گھس گئے تھے ڈیئر اینڈریو؟"

"بس دوست! جس وقت ہال میں ہنگامہ ہوا، میں وہیں موجود تھا۔ شاید تم بھی مجھے دیکھ نہیں سکے تھے۔"

"ہاں، میں نے تمہیں نہیں دیکھا تھا۔" میں نے اعتراف کیا۔

"ہوا یوں کہ تم تو باہر نکل آئے تھے۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ تم نے ویٹر کے ذریعے کوئی کارروائی کی ہے، کیونکہ تمہاری اس کارروائی کے بعد ویٹر اینی کے پاس پہنچا تھا اور اس نے اینی سے کچھ کہا تھا جس کے نتیجے میں اینی پارکر باہر نکل گئی تھی لیکن دوسرے لوگوں کو شاید اینی کے نکل جانے پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ ممکن تھا کہ گوئی سکلارنس اینی کا تعاقب میں باہر آتا کیونکہ وہ کسی طرح اسے نگاہوں سے اوجھل کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اینی پارکر کے وہاں سے نکلتے ہی اس کے ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے آنا بھی معیوب تھا، اس لیے وہ رک گیا۔ اس سے قبل کہ گوئی کوئی فیصلہ کرتا، دفعتاً ہیڈ ماسٹر کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کی تیز دلدوز چیخ ہال میں گونجی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آرکسٹرا بند ہو گیا اور پھر وہاں موجود لوگوں نے پستول نکال لیے۔ بس اس کے بعد یہ سارا ہنگامہ ہو گیا۔ میں بمشکل تمام جان بچا کر ہال سے باہر نکل سکا اور اس کے بعد سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں تمہاری کار میں آ چھپوں۔ خوش قسمتی تھی میری کہ میرے پاس تمہاری کار کی ڈپلیکیٹ چابی موجود تھی۔ چنانچہ میں نے تمہاری کار کا دروازہ کھولا اور سیٹوں کے درمیان چھپ گیا۔"

"بس۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں، اتنی سی کہانی ہے۔ مگر اینی پارکر کہاں ہے؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"اپنے ٹھکانے پر ہے۔ تم کس لیے پوچھ رہے ہو؟ خیریت تو ہے!"

"میں نہیں سمجھا علی!" اینڈریو نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تفصیل سے بتاؤں گا اینڈریو! میں اینی پارکر سے رابطہ قائم کر چکا ہوں۔ ہر چند کہ میں نے اسے اپنا نام نہیں بتایا تاہم میری اور اس کی دوسری ملاقات بھی ہو گی!"

"دوسری ملاقات؟" اینڈریو متعجبانہ انداز میں بولا۔

"ہاں!" میں نے کہا۔

"کہاں، کیسے اور کب؟ میرا مقصد ہے کیا دوسرے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو گا؟"

"ہاں اینڈریو کوئی اس تک نہیں پہنچا بلکہ وہ صورت حال سے واقف ہو گئی ہے اور اس نے یقینی طور پر اپنے تحفظ کا بندوبست کر لیا ہو گا!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ!" اینڈریو پریشانی سے گردن ہلانے لگا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"آ جائے گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے خود کوئی تجویز اس سلسلے میں مجھے نہیں بتائی تھی اس لیے میرے ذہن نے جہاں تک کام کیا، میں نے اس پر عمل کیا ہے۔"

"لیکن ڈیئر علی! کیا اس طرح تم دوبارہ اینی پارکر تک پہنچ جاؤ گے؟"

"ہاں مجھے یقین ہے!" میں نے جواب دیا اور اینڈریو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

پھر بولا۔ "ویسے تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے لیکن بہرصورت جب میں نے اس سلسلے میں تم پر مکمل بھروسہ کیا ہے تو میں تم سے تمہاری مرضی کے مطابق ہی تعاون کروں گا۔ اب کہاں چل رہے ہو؟"

"گھر۔ بس اب اس کے بعد آرام کریں گے!" اینڈریو شانے ہلا کر رہ گیا تھا۔ شاید اس کا خیال ہو گا کہ اب یہاں سے میں اینی پارکر کے پاس جاؤں گا۔ ہر چند کہ مجھے اینی پارکر کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا لیکن جو کچھ میں نے کیا تھا، اس سے میرے ذہن میں ایک ترتیب ضرور پیدا ہو گئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اینی پارکر دوبارہ مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرے گی اور اگر اس نے خود رابطہ قائم نہیں کیا تو ہم کوشش کر کے اس تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کے بعد میرا اور اینی کا تعارف خاصا دلچسپ ہو گا۔ ممکن ہے وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگے اور میرے اپنے خیال میں اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی اگر میں وہاں سے اینی پارکر کو اڑا لے جانے کی کوشش کرتا تو یقینی طور پر وہ میری طرف سے بھی محتاط ہو جاتی اور ممکنا تو

میں جانتا تھا کہ کروڑپتی لڑکی اور وہ بھی یہودی اپنے تحفظ کا انتظام کر کے ہی چلی ہو گی۔ اتنی آسانی سے اس پر ہاتھ ڈالا نہ ہوتا۔ ہاں اتنا میں جانتا تھا کہ اگر اس کا اعتماد حاصل کر لیا جائے تو پھر یہ اتنا مشکل نہ ہو گا اور یہ سب کچھ میں نے اسی مقصد کے لیے کیا تھا۔

ہم اس عمارت میں واپس آ گئے جہاں میرا قیام تھا اور جو رینالڈ کی ملکیت تھی۔ رات کے تقریباً پونے تین بجے تھے۔ گوری نیند سو گئی تھی۔ اینڈریو بری طرح تھکا تھکا نظر آ رہا تھا یا پھر اسے کوئی چوٹ لگ گئی تھی۔

"آرام کرو علی! تم نے واقعی میرے ذہن کا جوڑ جوڑ ہلا دیا ہے!" میں نے مسکرا کر گردن کو جنبش دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آ گیا تھا۔

بستر پر لیٹ کر میں اس خوشگوار ہنگامے کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر سو گیا۔ رینا اور اینڈریو کے بارے میں میرے ذہن میں کوئی احساس نہیں ابھرا تھا کیونکہ رینا کسی طرح بھی نظرانداز نہیں ہو سکتی تھی۔

دوسری صبح دیر سے آنکھ کھلی کیونکہ ساڑھے تین یا چار بجے کے قریب نیند آئی تھی۔ میں غسل سے فارغ ہو کر باہر آیا تو رینا میرے بستر پر نیم دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں اخبار تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا خبریں ہیں رینا؟" میں نے پوچھا۔

"بہت اہم، بڑی سنسنی خیز!" وہ مسکرا کر بولی۔

"تم لوگ بھی دیر سے جاگے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں تو حسب عادت جاگ گئی تھی۔ ہاں اینڈریو دیر سے جاگا تھا لیکن اس کا کوئی فون آیا اور وہ فوراً چلا گیا۔"

"ناشتہ کیے بغیر؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں!" رینا کے لہجے میں کوئی تاثر نہیں تھا۔

"کس کا فون تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"پتا نہیں۔ مجھے کچھ نہیں بتایا!" رینا کے انداز میں بیزاری سی تھی۔

"ناشتہ کر لیا تم نے؟" میں نے بات کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں تمہارے جاگ جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ منگواؤں؟"

"ہاں بھوک کی حالت ہے۔ پلیز جلدی کرو!" ناشتے کے دوران میں اخبار دیکھتا جا رہا تھا۔ ہنگامے کی خبر بہت مختصر تھی کوئی تفصیل نہیں لکھی گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے

فارغ ہو گئے۔ ریٹا مسکرا رہی تھی۔ میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ "مجھے تو کوئی خاص خبر نہیں نظر آئی ریٹا!" میں نے کہا۔

"اخبار کی بات کر رہے ہو؟" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"ہاں!" میں نے بھی گفتگو چھیڑ کر بات کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مگر میں اخبار کی خبروں کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ میں کچھ ذاتی خبروں کا تذکرہ کر رہی تھی۔"

"اوہ۔ میں اب بھی نہیں سمجھ سکا۔"

"اینڈریو تم سے گھبرانے لگا ہے۔" ریٹا نے انکشاف کیا۔

"حیرت ہے۔ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کے خیال میں تم صرف ایک طالب علم اور ایک جذباتی قاتل نہیں ہو۔ بلکہ انتہائی ذہانت سے عمل کرنے والے اور گہری سوچ رکھنے والے انسان ہو۔"

"کیا اس میں اینڈریو کی گھبراہٹ کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟"

"ہاں۔" ریٹا نے جواباً کہا۔

"وہ کس طرح؟" میں نے اسے کریدنا چاہا۔

"رات کو وہ بہت زیادہ تھکا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے مجھے جگایا اور معذرت کر کے کہنے لگا کہ اس وقت مجھ سے گفتگو ضروری تھی۔ ورنہ اسے نیند نہ آتی۔ بہرحال وہ گفتگو تمہارے بارے میں کچھ معلومات پر مبنی تھی۔"

"خوب۔ کیسی معلومات؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس نے سوال کیا۔ ریٹا تمہارے خیال میں یہ علی کس قدر ذہنی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ کیا تم نے اسے بہت ذہین پایا۔ کیا فطری طور پر وہ خود کو چھپائے رکھنے کا عادی ہے۔ بظاہر تو نہیں لگتا کیوں؟ میں نے سوال کیا۔ وہ اس قدر سادہ نہیں ہے جتنا خود کو ظاہر کرتا ہے۔ اینڈریو نے کہا۔ مگر وہ خود کو سادہ تو نہیں ظاہر کر سکتا۔ امریکن پولیس کو دھوکا دے کر نکل آنے والا اور کئی متعدد لوگوں کو قتل کرنے والا کوئی سادہ لوح انسان تو نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا۔ اوہ۔ وہ قتل جذباتی نوعیت کے تھے ریٹا۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ کوئی تربیت یافتہ جرائم پیشہ انسان نہیں ہے۔ ایک چالاک آدمی کی مدد سے وہ وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہوا ہے لیکن حالات بتاتے ہیں کہ وہ ہماری خام خیالی تھی۔ اصلیت کچھ اور ہے۔ اینڈریو کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔ میں بھی حیران ہو گئی۔

"اصلیت کیا ہے اینڈریو؟" میں نے پوچھا۔ وہ انتہائی شاطر آہنی اعصاب کا مالک، ٹھنڈے مزاج کا انسان ہے۔ وہ اپنے دشمن پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ رات کو اس نے جو کچھ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں کچھ اور ہے اور وہ اپنے طور پر بازی جیتنے کے چکر میں ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے کافی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے تفصیل نہیں بتائی۔" ریٹا خاموش ہو گئی۔

"اوہ ریٹا! یہ اینڈریو کی غلط فہمی ہے اور میرے خیال میں قصور اس کا بھی نہیں ہے۔ وہ جرائم پیشہ انسان ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے سے محتاط رہتے ہیں جبکہ میرے ساتھ ایسی بات نہیں ہے۔ میں جرائم کی زندگی نہیں اپنانا چاہتا بلکہ میرے ذہن میں کچھ اور ہی ہے۔"

"تمہارے ذہن میں کچھ بھی ہو علی! میں تمہیں ہوشیار کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ اینڈریو اب ناقابل اعتبار ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ریٹا! اس کی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ مجھے اس کی دولت اور اس پارٹی کے اغوا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پہلے تو میں صرف اینڈریو کے سبب کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن یہ معلوم کر کے کہ اس پارٹی کا تعلق [illegible] سے ہے میری اپنی دلچسپی بھی اس میں شامل ہو گئی ہے۔"

"تمہاری دلچسپی؟" ریٹا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں! اسمگلنگ کے بیوپار کو نقصان پہنچانا میرا نصب العین ہے۔" میں نے کہا اور ریٹا خاموش ہو گئی۔ "بہرحال تمہارا شکریہ ریٹا کہ تم نے مجھے اینڈریو کی فطرت سے روشناس کرایا۔ میرا خیال ہے اس کے بارے میں اپنے خیالات خراب نہ کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"مجھ سے اجتناب اینڈریو کے حق میں بھی بہتر نہ ہوگا علی! یہ بات میں صاف صاف کہہ رہی ہوں۔" ریٹا نے جواب دیا۔ بہرحال مجھے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لیے میں نے اس بارے میں مزید کچھ نہ کہا۔ ریٹا بھی خاموشی سے کچھ سوچتی رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "تمہارا کوئی اور پروگرام ہے علی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ کیوں؟" میں نے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ چونکہ اینڈریو مجھے تمہارے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دے گیا۔ اس کے علاوہ مسز برنیڈٹ کے ہاں سے میری بغیر حاضری طویل ہو گئی ہے۔ اس لیے میں جا رہی ہوں۔ تم جو دل چاہے کرو۔ یہاں رہ کر انتظار کرو اینڈریو کا یا چاہو تو سیر و تفریح کرو۔ یہ تم پر منحصر ہے۔ مجھے بھی تو اپنا مستقبل عزیز ہے۔"

"او کے۔" میں نے جواب دیا اور ریٹا چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد دیر تک میں ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ ریٹا اینڈریو سے کافی برگشتہ نظر آئی تھی یا پھر یہ سب اداکاری

بھی ہو سکتی تھی۔ عین ممکن تھا کہ یہ اینڈریو اور ریٹا کی پلاننگ ہو۔ اینڈریو سے بے تکلفی کا اظہار کر کے وہ میرا اعتماد حاصل کرنے کی خواہش مند ہو کیونکہ جس طرح وہ اینڈریو سے والہانہ محبت کرتی تھی، اس کے پیش نظر یہ بات کسی قدر عجیب نظر آتی تھی کہ وہ اتنی جلدی اس سے اس قدر کھنچ جائے۔ اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں مشترکہ طور پر اس بات سے متفق ہو گئے ہوں کہ ریٹا میرا اعتماد حاصل کر کے میری کارروائیوں سے آگاہ ہوتی رہے۔ سچی بات یہ تھی کہ میں اینڈریو کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ لندن میں اپنے لیے حالات سازگار بنا کر یہاں سے بیروت نکل جانے کا خواہش مند تھا۔ ویسے فی الحال تو کوئی اور کارروائی نہیں ہو سکتی تھی اور ان دونوں کی غیر موجودگی میں گھر میں بیٹھے رہنا بھی میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ کار موجود تھی مگر میں نے اس کا استعمال پسند نہیں کیا۔ میں ریناالڈ کے میک اپ میں تھا اور ناصر علی کی حیثیت سے پہچان لیے جانے کا خطرہ بھی نہیں تھا۔ اس لیے کوئی پریشانی نہ تھی۔ ویسے اس میک اپ کے بے عیب ہونے کی تصدیق بھی ہو گئی تھی کیونکہ ریناالڈ کے دیرینہ شناساؤں نے بھی میری آواز اور بولنے کے انداز پر بھی شبہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے امید تھی کہ کوئی اور بھی شبہ کا شکار نہ ہوگا۔

میں پیدل گھومنے لگا۔ ساؤتھ اینڈ سے لندن جانے کے لیے بہت سے انتظامات تھے لیکن میں نے ۔۔۔ ٹرین سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا اور ۔۔۔۔۔۔ ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ جہاں تیز رفتار الیکٹرک ٹرین لندن کے لیے تیار کھڑی تھی۔

برٹش ریل میں میرے ساتھ ایک شگفتہ چہرے والی لڑکی چڑھی تھی۔ یوں تو بہت سے لوگ میرے ساتھ ہی ٹرین میں سوار ہوئے تھے۔ لڑکی کی اہمیت یہ تھی کہ ٹرین میں چڑھتے ہوئے وہ لڑکھڑا گئی تھی اور اس نے بے اختیار میرا سہارا لیا تھا۔

ننھا سا یہ تجربہ میرے لیے کیا اہمیت رکھتا تھا لیکن خوش دلی سے اسے سہارا دیا اور اس نے باریک سی آواز میں میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ اسی بے نام سی شناسائی نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب بٹھا دیا۔ اس کے چہرے کی معصومیت اس کے بارے میں کوئی بری رائے قائم کرنے سے روکتی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

"میرا نام گریچا مارس ہے۔" اس نے میری خواہش کے بغیر اپنا تعارف کرایا۔ آواز میں بچوں کی سی شوخی تھی جو مجھے پسند آئی۔

"میں ریناالڈ ہوں۔"

"صرف ریناالڈ؟"

"ہاں صرف ریناالڈ۔"

"اتنے مختصر تو نہیں لگتے آپ۔"

"نام کی حد تک اتنا ہی مختصر ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ نام کی حد تک مختصر ہیں۔" وہ بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ مجھے اس کی ہنسی بھی پسند آئی تھی۔ کم از کم اس ہنسی میں معصومیت تھی۔ کوئی ایسی گندگی یا غلاظت نہیں تھی جو یورپ کا خاصہ ہوتی ہے۔

"ساؤتھ اینڈ ہی میں رہتے ہیں آپ؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"کرتے کیا ہیں؟"

"بس یوں سمجھیں، ایک چھوٹا سا کاروبار ہے۔"

"ہوں۔ کاروباری ہیں۔"

"ہاں۔ کاروباری ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ذہنی طور پر بھی۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں شانے اچکا کر بولا۔

"لندن کسی کام سے جا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ صرف آوارہ گردی کرنے۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم دونوں ساتھ ہی مل کر آوارہ گردی کریں؟"

"تم بھی آوارہ گردی کرنے جا رہی ہو؟"

"ہاں۔"

"تم کیا کرتی ہو؟"

"میں لندن ہی میں ملبوسات کی تراش کا کورس کر رہی ہوں۔ رہتی ساؤتھ اینڈ میں ہوں۔ ایک چھوٹے سے فلیٹ میں۔ یہاں میرے ڈیڈی اور ممی ہیں جو خود بھی کاروباری ہیں لیکن مختصر سے کاروباری۔ میرا مطلب ہے ان کا کاروبار اتنی نوعیت نہیں رکھتا کہ وہ خود کو کاروباری کہہ سکیں۔ بس گزارا کر لیتے ہیں ہم لوگ۔ میرا خیال ہے میں ملبوسات کا کورس مکمل کرنے کے بعد کسی اچھی سی فرم میں ملازمت کر لوں۔"

"خوب۔ یہ تو اچھی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ بس اچھی بات ہے لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اعلیٰ پائے کی زندگی گزاروں۔ لندن میں میری ایک دوست ہے تم تصور نہیں کر سکتے کتنی دولت مند ہے وہ۔ ایک بہت عالیشان مکان میں تنہا رہتی ہے۔ اس کے والدین اتنا سرمایہ بھیجتے ہیں اسے تعلیم مکمل کرنے کے لیے کہ اس سے ایک پورا خاندان پرورش پا سکتا ہے۔ لیکن وہ اکیلی اس دولت کو تنہا ہی اڑا لیتی ہے۔ بڑے آدمی کی بیٹی جو ٹھہری۔"

"تم بھی بڑی ذہین ہو سکتی ۔۔۔ تعلیم مکمل نہیں کی تم نے؟"

"حالات ہی سازگار نہ تھے اور یوں بھی میرا دل پڑھنے میں نہیں لگتا۔ تعلیم تو اس وقت اچھی لگتی ہے جب انسان معاشی طور پر مطمئن ہو۔ جب کہ ہمارے ہاں حالات دوسرے تھے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے، سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ محنت انسان کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتی ہے۔"

"آپ تو کاروباری ہیں مسٹر رینالڈ! آپ کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ انسان کتنی محنت کر کے ایک بہتر زندگی حاصل کر سکتا ہے؟"

"محنت کا کوئی تعین نہیں ہوتا مس گریتھا! بس جدوجہد جاری رہنی چاہیے، سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔" میں نے اسے تسلی دینے والے انداز میں کہا اور وہ بچوں کی مانند گردن ہلانے لگی۔

"تو لندن کی یہ آوارہ گردی کہاں سے شروع ہوگی؟"

"میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ لندن میں میری بہترین تفریح نیشنل آرٹ گیلری ہے مگر آپ کاروباری آدمی ہیں، آپ کو آرٹ سے دلچسپی ہے؟"

"کیوں نہیں۔ میں تمہارے ساتھ نیشنل آرٹ گیلری دیکھنا پسند کروں گا۔"

"ویری گڈ۔ تب ہماری دوستی پکی۔ ہم نیشنل آرٹ گیلری چلیں گے اور دوپہر کو لنچ کے طور پر میکڈانلڈ میں ہمبرگر کھائیں گے کافی کے ساتھ۔ مجھے یہ لنچ بہت پسند ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ راستے میں ہم چھوٹے موٹے قصے دیکھتے رہے، وہ ان پر تبصرہ کرتی رہی اور پھر ہم بس اسٹاپ جا پہنچے۔ وہاں سے ایک ڈبل ڈیکر بس میں سوار ہو کر ٹرافلگر اسکوائر اترے۔

نیشنل آرٹ گیلری دیکھتے ہوئے بہت سی یادیں تازہ ہو گئیں۔ یونیورسٹی آف سڈنی میں فائن آرٹ کا ایک شعبہ بھی تھا جس میں نادر روزگار تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ بارہا میں نے وہ شعبہ دیکھا تھا اور اس سے دلچسپی بھی رکھتا تھا۔ وہاں ہم تصویروں پر تبصرہ کرتے رہے۔ رمبرانٹ، ونچی، ٹیشین، روبنز اور مائیکل انجیلو جیسے شہرہ آفاق مصوروں کی تخلیقات بے مثال تھیں۔ ایسی ایسی حسین تصاویر جن کے سامنے سے ہٹنے کو جی نہ چاہے۔ الجھی ہوئی بے ربط زندگی کے یہ چند لمحات بڑے فرحت بخش محسوس ہو رہے تھے۔ اس کے ساتھ گریتھا کی بچکانہ گفتگو بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ نوجوان تھی۔ لندن کی زندگی میں اٹھارہ سال ہزاروں تجربات کے حامل ہوتے ہیں۔ جسمانی طور پر وہ لندن کی اٹھارہ سالہ حسینہ تھی لیکن ذہنی طور پر یوں لگتا تھا جیسے اس نے فرشتوں کے درمیان زندگی بسر کی ہو۔

نیشنل آرٹ گیلری میں کافی وقت گزارنے کے بعد جب ہم باہر نکلے تو آسمان پر دھوپ چمک رہی تھی۔ دھوپ لندن کے باشندوں کے لیے بڑی فرحت بخش چیز ہوتی ہے اور جس طرح ہمارے ملک میں بارشیں دلوں کو گدگدا دیتی ہیں، اسی طرح لندن کے لوگ بھی دھوپ میں بے حد خوش نظر آتے ہیں۔ میں نے اس خوشی کا تاثر گریتھا کے چہرے پر بھی دیکھا تھا۔ اس نے بڑے مسرت انداز میں کہا۔ "آہ، کیسا چمک دار دن ہے۔ مجھے ایسے دن بے حد پسند ہیں۔ لندن کے متمول لوگ تو دھوپ کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہمیشہ ساحلوں کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن وہ جو مزدور ہوتے ہیں اور فیکٹریوں اور گوداموں میں کام کرتے ہیں، اگر ان کے لیے چھٹی کے دنوں میں دھوپ کا کوئی خصوصی پروگرام آسمان کی جانب سے پیش ہو جائے تو پھر وہ اپنی تقدیر کے گن گاتے ہیں۔ آؤ، اب کھانا کھائیں، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

ہمبرگر کی ایک دکان پر پہنچ کر اس نے دو ہمبرگر طلب کیے اور کافی کے ساتھ انھیں چبانے لگی۔ ہم دونوں دکان کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے قریب چار پانچ اور لوگ بھی تھے جو ہمبرگر سے شوق کر رہے تھے۔ خاصے بڑے ہمبرگر تھے اور لذیذ، مجھے یہ لنچ بہت پسند آیا۔ البتہ اس کی انسانی خواہش پر بھی میں نے اسے ان کا بل ادا کرنے دیا۔

"یہ بات مجھے پسند نہیں۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ وہ کسی قدر سنجیدہ ہو گئی تھی۔ باہر نکل کر میں نے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا۔

"کیوں، تم سنجیدہ کیوں ہو گئیں؟"

"بس ویسے ہی۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ تم نے میری دعوت ٹھکرا دی۔ مجھے بڑی مسرت ہوتی اگر تم اس کا بل مجھے ہی چکانے دیتے۔"

"تمہاری معیشت اتنی دلکش ہے گریتھا کہ میں بہت کچھ خرچ کرنے پر تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"مگر میں یہ نہیں چاہتی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس طرح میری شخصیت مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کیا تم نے میرے لہجے میں کوئی برائی محسوس کی ہے؟"

"نہیں۔" وہ بڑے خلوص سے بولی۔

"تو پھر ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"بس مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اگر میں دولت مند ہوتی تو یقیناً پر تمھیں تھوڑے سے چھوٹے بل ادا کرنے میں بھی عار محسوس کرتی لیکن چونکہ میں دولت مند نہیں ہوں، اس لیے ہاں کیا تم میری دوست [illegible] ملنا پسند کرو گے؟"

"یعنی گریتھا، تم کون ہے؟"

"وہی جس کے بارے میں میں نے تمھیں بتایا تھا کہ بہت ہی دولت مند باپ کی بیٹی ہے اور اس کا باپ اسے اتنی دولت بھیجتا ہے کہ وہ شاہانہ انداز میں زندگی بسر کرتی ہے۔"

"ضروری تو نہیں ہے۔ ہم لوگ جس قدر وقت ساتھ گزار سکتے ہیں، وہ بہتر ہے۔ اس کے بعد ہم واپس ساؤتھ اینڈ چلیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"یوں ہوتا ہے کہ جب بھی مجھے فرصت ملتی ہے، میں اس سے ملتی ہوں۔ میرے اور اس کے درمیان معاہدہ ہے۔ دولت مند ہونے کے باوجود وہ میری گہری دوست ہے۔ مجھے یقین ہے تم اس سے مل کر بہت خوش ہو گے رینالڈ، اور پھر ہم زیادہ دیر تو نہیں بیٹھیں گے اس کے پاس۔ بس تھوڑی دیر کے لیے پلیز!" اس نے لجاجت سے کہا۔

"ٹھیک ہے گریتھا! اگر تمہاری خواہش ہے تو مجھے انکار نہیں۔" میں نے اس کی اس معصوم خواہش کے سامنے سر جھکا دیا۔ کیا کرتا... وہ تھی ہی ایسی ۔۔۔ اگر وہ جانا چاہتی تو بہ آسانی مجھے چھوڑ کے جا سکتی تھی۔ بھلا میرے اور اس کے درمیان رشتہ ہی کیا تھا، چند لمحات کی رفاقت، یہ حیثیت تو نہ رکھتی تھی کہ میں اسے حکم دیتا یا وہ مجھے کسی کام کے لیے مجبور کرتی۔ کبھی کبھی عادتیں دوستیاں بھی بڑا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے ایک بس پکڑی تھی جو نائٹس برج کی طرف جاتی تھی۔

نائٹس برج سے آگے ایک خوب صورت رہائشی علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ بس ایک اسٹاپ پر رکی تو میں گریتھا کے ہمراہ نیچے اتر آیا۔ ہم دونوں ایک ذیلی سڑک پر چل پڑے، تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوب صورت مکان کے سامنے رک گئی جس کے دروازے پر خوب صورت بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔

بڑے سے گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا تاہم یہ ایک خوب صورت مکان تھا۔ گریتھا نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بڑے اطمینان سے گیٹ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ آگے قدم بڑھا دیے تھے۔

مکان کے صدر گیٹ سے داخل ہوئے تو ایک مختصر سی راہداری نظر آئی جس کے فرش پر نفیس قالین بچھا ہوا تھا۔ راہداری کے اختتام پر ایک بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

دفعتاً کھلے ہوئے دروازے سے قہقہوں کی آوازیں ابھریں۔ میں چونک کر ادھر دیکھنے لگا لیکن اسی وقت گریتھا میرا بازو پکڑے [illegible] ہال نما کمرے میں [illegible]

لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے عین سامنے ایک شان دار صوفے پر نیم دراز، ایک ہاتھ میں شراب کا گلاس اور دوسرے ہاتھ میں سیاہ آٹومیٹک پستول جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا، تھامے ہیری لنکاسٹر مسکرا رہا تھا۔

میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دماغ سُن ہو کر رہ گیا۔ ہیری لنکاسٹر میرے لیے زیادہ قابلِ توجہ نہیں تھا بلکہ اس تصور نے پاگل کر دیا تھا کہ مجھے یہاں تک لانے والی گریتھا تھی۔ گریتھا جسے دیکھ کر یورپ کی داستانیں جھوٹی ہو جاتی تھیں۔ اس معصوم شکل کے عقب میں بھی کوئی مکروہ شخصیت چھپی ہوئی تھی۔ اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تشریف لائیے مسٹر رینالڈ!" لنکاسٹر کی زہریلی آواز سنائی دی لیکن میرے اعصاب ابھی تک کشیدہ تھے۔ میں دم بخود کھڑا رہا۔ گریتھا آگے بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"سنا نہیں تم نے؟" اس بار لنکاسٹر پستول ہلاتے ہوئے دھاڑا اور میں چونک پڑا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ہال نما کمرے میں دس گیارہ مکروہ شکل غنڈے کھڑے ہوئے تھے۔ سب کے ہاتھوں میں شراب کے گلاس تھے اور ان کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ انھیں میں سے میں نے کربی نوسٹر کو بھی دیکھا جو طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

لندن کے سب سے بڑے بدمعاش کا گروہ میرے سامنے تھا۔ قاتلوں اور تشدد پسندوں کے اس ٹولے کے درمیان میں تنہا تھا۔ پھر ایک ملازم قسم کا آدمی ہال کے اندرونی کمرے سے اندر داخل ہوا اور اس نے ایک گلاس گریتھا کے سامنے رکھ دیا اور پھر اسے پیش کر دیا۔

گریتھا نے کسی آوارہ عورت کی مانند گلاس اٹھا کر چسکی لی اور مسکرانے لگی۔ میرے دل میں شدید نفرت ابھر آئی تھی لیکن اس وقت مجھے ایک اور سبق ملا تھا۔ ایک قیمتی سبق اور میں نے اس سبق کو ہمیشہ کے لیے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

"نوسٹر! اس کی تلاشی لو۔" لنکاسٹر نے نوسٹر کو اشارہ کیا اور نوسٹر نے شراب کا گلاس رکھ دیا، پھر وہ میرے نزدیک آ گیا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا۔ میں بھی رینالڈ تھا۔ لندن کا ایک غنڈہ... مجھے لنکاسٹر کے سامنے چوہا نہیں بن جانا چاہیے تھا۔

"نہیں مسٹر لنکاسٹر! کربی کو یہ زحمت نہ دو۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ رینالڈ..." لیکن ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ کربی نوسٹر میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تلاشی لینے کے ارادے سے میرے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کی کلائی میرے پنجے کی گرفت میں آ گئی۔ میں نے اسے مروڑ دیا اور

کوئی لطیف سے دوہرا ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی گردن پر ضرب لگائی اور اس کی کنپٹی چھوڑ دی۔ کریل عین اسی جگہ جا کر گرا تھا جہاں وہ پہلے موجود تھا۔

"لنکاسٹر، میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ انسانوں کی طرح گفتگو کرو۔ تم میرے بیٹے ہو جیسی جو اور میں تمہارے بیٹے۔ اس کے بعد اگر تمہارے منہ سے کوئی غیر شائستہ لفظ نکلا تو ... تمہارے یہ چوہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

لنکاسٹر کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ اس نے ایک نگاہ تو کریل فوسٹر پر ڈالی جو اب اٹھ گیا تھا اور اپنی مضروب گردن مسل کر اسے جھٹکے دے رہا تھا پھر اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "لگتا ہے رینالڈ! تم جاپان سے بہت کچھ سیکھ کر آئے ہو لیکن ... کوئی ہرج نہیں۔ تم سے کوئی گفتگو کرنے سے پہلے تمہیں تمہاری اوقات بتانا ضروری ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے دو غنڈوں کو اشارہ کیا۔

دونوں قوی ہیکل بدمعاش میرے نزدیک آگئے۔ ان میں سے ایک نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور غنڈے یہ سمجھے کہ میں ہاتھوں سے کوئی حرکت کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے جوتے کی زوردار ٹھوکر ان میں سے ایک کی پنڈلی کی ہڈی پر پڑی اور دوسرے کی دونوں کلائیاں پکڑ کر میں نے ان میں کوئی جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا تھا اور اس کا رخ لنکاسٹر کی طرف کر دیا تھا۔

لنکاسٹر اب مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا کیونکہ اس کا ایک آدمی زد میں تھا جس کی پنڈلی پر ٹھوکر پڑی تھی۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ دفعتاً گریتیکا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"یہ آپ نے کیا شروع کر دیا مسٹر ... رینالڈ ایک مہمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے تو مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس سے صرف گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ وعدہ خلافی کر رہے ہیں۔"

لنکاسٹر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے سوچ کے آثار نظر آئے اور پھر اس نے پستول جیب میں ڈال لیا اور آہستہ سے بولا۔ "سوری گریتیکا! سوری رینالڈ! ویسے تمہاری ... مجھے پسند آئی۔"

گریتیکا میرے نزدیک آگئی۔ "تم مجھے برخلاف جا سکتے ہو رینالڈ! آؤ دوستوں کی طرح بیٹھو۔ مسٹر لنکاسٹر ... کوئی مشروب پیش کرو۔"

میں نے گرفت میں لیے ہوئے شخص کو زور سے دھکا دیا اور وہ زمین پر ٹانگ پکڑے بیٹھے ہوئے شخص پر جا گرا۔ دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں اور وہ ڈھیر ہوگئے۔ لیکن کسی نے ان پر توجہ نہیں دی۔ لنکاسٹر کے غنڈے مجھ سے مرعوب نظر آنے لگے تھے۔ میں نے بھی پستول جیب میں ڈال لیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کنگسٹن وہی ملازم تھا جو گریتیکا کے لیے مشروب لایا تھا۔ وہ ایک گلاس لے کر آگیا لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

اسی وقت گریتیکا میرے پاس آگئی۔ "میری خواہش ہے رینالڈ! ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں۔"

"کیا چاہتے ہو لنکاسٹر؟" میں نے گریتیکا کو کوئی لفٹ نہیں دی اور براہ راست لنکاسٹر سے مخاطب ہوگیا۔

"گلاس اٹھاؤ رینالڈ! میں واقعی اب دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ! مقصد بیان کرو۔"

"ہوں ..." لنکاسٹر نے اپنے گلاس کا مشروب حلق میں انڈیل لیا اور بولا۔ "تفصیل میں جانا ضروری نہیں ہے مسٹر رینالڈ! مجھے یقین ہے کہ تم بھی بے وقوف آدمی نہیں ہو اور وہ سب کچھ جانتے ہو جو لندن کے تقریباً نصف درجن غنڈوں کے علم میں آچکا ہے۔"

"یعنی؟" میں نے سوال کیا۔

لنکاسٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کریل فوسٹر کا کہنا ہے کہ اس رات تمہیں بھی سکارا میں دیکھا گیا تھا جس رات وہاں خونریز ہنگامہ ہوا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں۔ میں وہاں موجود تھا اور کریل فوسٹر سے میری گفتگو ہوئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد؟" لنکاسٹر نے پوچھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر لنکاسٹر! کیا آپ اس روز سکارا میں موجود تمام لوگوں سے یہ سوال کر چکے ہیں؟"

"نہیں، مسئلہ تمام لوگوں کا نہیں تھا۔"

"پھر ...؟" میں نے بدستور تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"مسئلہ تمہارا ہے۔ اس وقت جب اینی پارکر، گولی ملاڈی کے ساتھ رقص کر رہی تھی، سنا ہے کسی نے آ کے کوئی پیغام دیا اور وہ وہاں سے نکل آئی۔ اس کے بعد سکارا میں جو ہنگامہ ہوا اس میں تمہارے علاوہ تمام لوگ موجود تھے اور شاید اینی پارکر کو تمہارے قریب بھی دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سے تمہارے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔" لنکاسٹر بولا۔

میں مسکرانے لگا پھر میں نے پوچھا۔ "یہ اینی پارکر کون ہے؟"

میرے اس سوال پر لنکاسٹر چونک سا گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آنے لگے۔ چند ساعت وہ سوچتا رہا پھر شاید اس نے اپنے غصے کو دبا کر مصلحتاً کہا۔ "ہاں تمہارا یہ سوال بالکل مضبوط حیثیت رکھتا ہے لیکن بات اگر دوستانہ ماحول میں ایک جگہ کرنے کی ہو تو پھر تمہیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر لنکاسٹر! چلیں میں اینی پارکر سے شناسائی کا اظہار کرتا ہوں۔ اس کے بعد؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو رینالڈ! اینی پارکر کے پیچھے بے شمار لوگوں نے منصوبہ بندی کی ہے لیکن یہ لندن میں میری عزت کا سوال ہے۔ اگر لنکاسٹر گینگ اینی پارکر کے حصول میں ناکام رہا تو پھر اس کی وقعت ختم ہو جائے گی اور دوسرے غنڈے سر اٹھانے لگیں گے۔ جب کہ اب تک لندن کے بڑے بڑے غنڈے لنکاسٹر گروہ میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور موقعے کے منتظر رہتے ہیں کہ کس وقت اس بات کا اظہار کیا جائے۔ گویا یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اینی پارکر کے حصول میں نہ صرف میرا مالی مفاد ہے بلکہ ایک طرح سے یہ میرے وقار کا سوال بھی ہے۔ اس کے علاوہ اینی پارکر جیسی شخصیتیں اس قدر عام نہیں ہوتیں کہ ہر شخص ان کے بدلے کچھ وصول کر سکے۔ میکائیل پارکر ایک بااختیار انسان ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر وہ ہم لوگوں کے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائے تو کیا لندن پولیس، اسکاٹ لینڈ یارڈ زمین آسمان ایک نہ کر دیں گے؟ اس طرح میرے دوست کوئی تنہا شخص اینی پارکر کی قیمت وصول نہیں کر سکتا جیسے کہ تم۔ البتہ بہتر بات یہ ہے کہ ہم اینی پارکر کی قیمت کا تعین کر لیں اور اس میں سے پندرہ پرسنٹ ایڈوانس کی شکل میں تمہارے حوالے کر دوں۔ میرا مقصد ہے کہ تمہارا حصہ پندرہ فی صد، باقی لوگوں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا پڑے گا اور میرے حصے میں صرف ففٹی پرسنٹ آئے گا۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اینی پارکر میرے قبضے میں آجائے۔"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر لنکاسٹر!" میں نے شانے اچکائے۔

"کیا مطلب؟ کیا تم تیار ہو؟"

"کس چیز پر؟"

"ہاں، میری مراد تم ہی سے ہے۔" لنکاسٹر پرجوش لہجے میں بولا۔

"مجھ سے آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر لنکاسٹر؟"

"یہی کہ اینی پارکر کو میرے حوالے کر دو۔"

"اوہ۔ کیا آپ کے خیال میں وہ میری تحویل میں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

لنکاسٹر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔ "اگر تمہاری تحویل میں نہیں ہے تو یقینی طور پر تم اس کے موجودہ ٹھکانے سے ضرور واقف ہو گے۔"

"آپ نے یہ اندازہ کیسے لگایا مسٹر لنکاسٹر؟"

"یہ اندازہ نہیں حقیقت ہے۔" لنکاسٹر نے کہا۔

"یقین کرو مسٹر لنکاسٹر! اینی پارکر ایک مشہور شخصیت ہے۔ اگر وہ سکارا سے غائب ہوگئی تو کہیں اور نمودار ہوگی۔ چھپ کر تو وہ لندن میں بیٹھنے سے رہی اور تمہارے بہترین کارکن اسے بہ آسانی ڈھونڈ نکال نہیں سکے گے۔"

"یہ خیال میرے ذہن میں تھا لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔" لنکاسٹر کے چہرے پر کسی قدر جھنجلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔

"کیوں ممکن نہیں ہے؟"

"اس لیے کہ اگر اس سلسلے میں دیر ہوتی رہی تو پھر لندن کے گلی کوچوں میں خونریزی ہوگی۔ نہ جانے مجھے کتنے لوگوں کو قتل کرنا ہوگا اور میرے گروہ کے کتنے افراد مارے جائیں گے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ تو ہم لوگوں کا کھیل ہے۔"

"رینالڈ! یوں لگتا ہے جیسے تم مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے مسٹر لنکاسٹر! بس میں تو سوالات کر رہا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مسٹر رینالڈ! کارڈ تمہارے ہاتھ سے بھی نکل جائے گا۔ وہ شہزادی یہ محسوس کرے گی کہ اس کی زندگی کسی شدید خطرے میں ہے۔ حکومت سے رابطہ قائم کرے گی اور اس کے بعد میں، تم یا اور کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گے۔"

"یہ بات درست ہے۔ ویسے مسٹر لنکاسٹر! آپ کو اس کی رہائش گاہ معلوم نہیں ہے؟"

"نئی رہائش گاہ نہیں معلوم ہو سکی۔ پرانی رہائش گاہ وہ چھوڑ چکی ہے، میں معلوم کر چکا ہوں۔"

"ہوں ... میں تم سے تعاون کے لیے تیار ہوں۔ اس کی قیمت کا تعین کرو ..." لنکاسٹر کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔

"تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"پچاس لاکھ ڈالر۔" میں نے کہا۔ اور لنکاسٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا؟" اس کی پھٹی پھٹی آواز ابھری۔

"صرف پچاس لاکھ ڈالر۔"

"تم غیر سنجیدہ گفتگو کر رہے ہو رینالڈ! کیا تم اس کی پوری قیمت وصول کرنا چاہتے ہو؟"

"پوری قیمت تو کئی کروڑ ڈالر بنتی ہے ڈیئر لنکاسٹر! کیا کہا جا سکتا ہے مسٹر میکائیل پارکر یہودی نسل سے ہیں۔ وہ کیا دے سکتے ہیں؟ اس کا تعین مشکل ہے اور پھر ان سے کچھ

وصول کرنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میں مانتا ہوں۔ بہرحال تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں تمھیں دس لاکھ ڈالر سے زیادہ نہیں دے سکتا۔"

"یہ رقم ناقابلِ قبول ہے۔"

"پندرہ لاکھ ڈالر۔"

"پچیس لاکھ سے ایک ڈالر بھی کم نہیں۔ پچیس فیصد ایڈوانس۔"

"چلو منظور ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"اس کا موجودہ ٹھکانہ تو مجھے بھی نہیں معلوم، لیکن دو ایک دن کے اندر وہ مجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔"

"وہ کیا واقعی؟"

"اس نے مجھے فون کیا تھا۔"

"ملاقات کے وقت کا تعین نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"وجۂ ملاقات؟"

"شاید وہ مجھ سے متاثر ہو گئی ہے۔ میں نے اسے وہاں سے فرار کرانے میں مدد بھی کی تھی۔ اس بات میں جھوٹ بولنا نہیں ہے کہ ہنگامے کے بعد بھی میں وہاں موجود تھا۔"

"کریگ کا بھی یہی کہنا ہے۔ اس نے تم پر نگاہ رکھی تھی اور اس کے بعد سے یہ ڈیوٹی گریتھا نے سنبھال لی تھی۔ گریتھا بدستور تمھارے پیچھے تھی اور اس نے اطلاع دے دی تھی کہ وہ تمھیں لا رہی ہے۔"

"بہرحال، پھر کیا خیال ہے؟"

"سودا طے ہو چکا ہے۔ یہ دس ہزار ڈالر ایڈوانس، باقی رقم ہاتھوں ہاتھ۔" لنکاسٹر نے نوٹوں کی ایک گڈی جیب سے نکال کر میری طرف اچھال دی۔ نوٹوں کی گڈی میں نے جیب میں رکھی اور سوالیہ نگاہوں سے لنکاسٹر کو دیکھنے لگا۔ "اس اہم کام کی انجام دہی کے لیے میں تمھیں مزید آدمی بھی مہیا کر سکتا ہوں۔ تمھیں اندازہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی اسی کی تاک میں ہیں۔"

"اچھی طرح اندازہ ہے لیکن تم فکر مت کرو، میں سنبھال لوں گا انھیں بھی، اور فی الوقت مجھے تمھارے کسی آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"فون نمبر لے لو اور اس کے ساتھ ہی ایک بات اور سن لو رینالڈ! اگر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو یہ بہت مشکل نہیں ہو گا کہ لندن کی کسی سڑک پر تمھارا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"اس بات کا خیال رکھنا۔"

"ٹھیک ہے، تم مطمئن رہو۔" اور اس نے فون نمبر ... میں نے کہا اور مجھے ایک فون نمبر نوٹ کرا دیا گیا۔ اس کے بعد میں اٹھ گیا۔

"گریتھا تمھیں چھوڑ آئے گی۔ جاؤ گریتھا! مہمان کو عزت سے لائی تھیں، اسی طرح رخصت کر آؤ۔"

"نہیں، شکریہ۔ میں خود چلا جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ لنکاسٹر بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور میں نے تپاک سے اس سے مصافحہ کیا۔ گریتھا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد لنکاسٹر مجھے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔

⁂

میں دور تک پیدل چلتا رہا۔ گریتھا کا تصور اب ذہن سے نکل گیا تھا اور دوسرے خیالات دماغ میں آ رہے تھے۔ مجھے یوں احساس ہوتا کہ میں کسی چکر میں پھنس گیا۔ ظاہر ہے جرائم کی زندگی پروگرام کے کسی حصے میں شامل نہیں تھی لیکن حالات مجھے اس ڈگر پر بھی لے آئے تھے۔ ان حالات سے نکلنا میرے بس کی بات نہیں تھی اور میں تقدیر سے جنگ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے جو کچھ ہو رہا تھا اس پر سفر کرتے رہنا مناسب تھا۔ بہرحال مقصد مجھ سے فوت نہیں ہوتا۔ میرا ہر قدم اپنی منزل کی جانب تھا لیکن لندن ایک حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اسی سے گزرنے کے بعد منزل ملتی ہے۔ اب دوسرے مسائل تھے۔ مجھے انجی پارکر کا انتظار تھا۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات ضرور کرے گی لیکن اس یقین کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ ممکن ہے یہ صرف میرا خیال ہو اور اس خیال کی تکمیل نہ ہو سکے۔ اگر ایسا ہوا تو بڑی مشکل پیش آ جائے گی۔ اینڈریو الگ بدظن ہو رہا تھا اور لنکاسٹر سے بھی دشمنی ہو جائے گی۔ لنکاسٹر کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن جو کچھ سامنے آ چکا تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ لنکاسٹر سے دشمنی آسان نہیں ہو گی۔ دوسری شخصیت اینڈریو کی تھی۔ اگر اینڈریو کو پتہ چل جائے کہ میں لنکاسٹر سے ملاقات کر کے ایسا کوئی سودا کر چکا ہوں تو اس کی کیفیت کیا ہو گی؟ کیا وہ مزید بدظن نہیں ہو جائے گا؟

اسی غور و فکر میں نہ جانے میں کہاں سے کہاں نکل آیا تھا۔ مناسب فیصلہ کرنا تھا کہ کوئی صحیح حل نکالنا تھا۔ یہ حل کیا ہو؟ یہ کچھ بھی ہو، اینڈریو سے بگاڑ کسی طور مناسب نہیں ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ میں کون ہوں اور اس سلسلے میں اس کی اہمیت سے زیادہ ہے۔ باقی جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔

ایک ٹیکسی روک کر میں ساؤتھ اینڈ چل پڑا۔ لمبا سفر طے کر کے میں اپنے یعنی رینالڈ کے مکان میں داخل ہو گیا۔ رینا واپس آ چکی تھی اور برآمدے میں کھڑی مجھے ٹیکسی سے اترتے دیکھ رہی تھی۔ بل ادا کر کے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ عجیب سے انداز میں ...

"ہیلو رینا!"

"ہیلو!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اینڈریو واپس نہیں آیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تم کب آئیں؟"

"کبھی کی آئی ہوئی ہوں۔ مسٹر ورٹینڈ فرانس گئے ہوئے ہیں، شاید دو تین ہفتے میں واپس آئیں۔"

"اوہ! تمھارے لیے کوئی پیغام نہیں چھوڑ گئے؟"

"میں آتا کہ میں اس دوران آرام کروں۔" اس نے دلچسپ انداز میں مڑتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ ساتھ اندر آ گیا۔

"کچھ پیو گے؟"

"ہاں۔ اگر ممکن ہو سکے تو کافی پلا دو۔" میں نے کہا اور رینا واپس چلی گئی۔ مجھے اس کی اس کیفیت سے کوفت سی ہونے لگی۔ اس طرح تو ان لوگوں کے ساتھ رہنا مشکل ہے۔ رینا، اینڈریو سے بد دل ہو کر میری طرف مائل ہونا چاہتی تھی لیکن میں ایسے کسی چکر میں کسی قیمت پر نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ اینڈریو سے دشمنی مول لینا بے حد خطرناک ہوتا لیکن خطرناک تو رینا بھی تھی۔ دونوں ہی کو میری اصلیت معلوم تھی اور ان میں سے کسی کی بھی مخالفت مجھے پریشان کر سکتی تھی لیکن لندن اب میرے لیے اس قدر اجنبی نہیں رہا تھا۔ خاص طور سے ان بدمعاشوں کی دنیا میری نگاہ میں آ چکی تھی۔ اگر یہ لوگ ان حالات سے نمٹ سکتے ہیں تو میں بھی ایک نئی شخصیت اختیار کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔ بہرحال یہ اس وقت ہو گا جب صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہو جائے گی۔ جب تک نبھ رہی ہے، نبھایا جائے۔

رینا کافی بنا لائی۔ ایک پیالی میرے ہاتھ میں دے کر وہ دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گئی۔ "کہاں گھوم آئے علی؟"

"بس رینا! حالات عجیب سے عجیب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے اندر گرد و دلدل بڑھتی جا رہی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

اسی وقت دروازے میں اینڈریو نظر آیا۔

"اندر آ سکتا ہوں؟"

"اوہ! اینڈریو آؤ۔ کہاں غائب ہو گئے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سخت مصروف تھا۔" اینڈریو ایک گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ "رینا! کافی مجھے بھی مل سکے گی؟"

"ضرور۔ تمھارے لیے کپ لے آؤں۔" رینا نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔

اینڈریو اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "یہ لڑکی اب بھی دلکش ہے۔ کیا خیال ہے علی؟"

"تمھاری محبوبہ ہے اینڈریو! بلکہ مستقبل میں شاید تمھاری بیوی۔"

"بیوی؟" اینڈریو ہنس پڑا۔

"کیوں، کیا تم اس سے شادی نہیں کرو گے؟"

"اس سے زیادہ احمقانہ سوال دوسرا نہیں ہو سکتا۔" اینڈریو نے ہنس کر کہا۔

"میرا تو یہی خیال تھا۔" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"محبوبہ اور بیوی میں بہت فرق ہوتا ہے علی! تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا تم اس سے شادی کر سکتے ہو؟" میرے لیے اس کا یہ سوال غیر متوقع تھا۔ اس میں پوشیدہ طنز میں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"میرا خیال ہے اینڈریو! تم مجھ پر اس چھوٹے سے احسان کا بہت بڑا معاوضہ وصول کر رہے ہو۔ میرا اپنا ایک معیار ہے، میری اپنی ایک حیثیت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم آئندہ ایسی فضول باتوں سے پرہیز کرو گے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟ ان میں سے کون سی بات فضول تھی؟" وہ تیزی سے بولا۔

"تمھارے اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم میرے اور رینا کے بارے میں غلط خیالات رکھتے ہو۔ لیکن ہم لوگ مشرق کے پروردہ ایسی بے ہودگیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ میری زندگی میں ان حماقتوں کی گنجائش بھی نہیں ہے۔"

"گویا تم کہنا چاہتے ہو کہ اس وقت تم سے زیادہ شریف النفس انسان کوئی نہیں ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے علی! اس موقع سے کون فائدہ نہیں اٹھاتا؟"

"تم احمق ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" اس بار میرا لہجہ سخت تھا۔

"اگر یہ حقیقت ہے تو عجب ہے۔"

"تمہاری نسبت ریٹا ایک اچھی لڑکی ہے اینڈریو! وہ تم سے بہتر خیالات کی مالک ہے۔ بہرحال اس نے تمہاری شخصیت پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ ریٹا تمہیں چاہتی ہے میرا خیال ہے اس نے اپنا مستقبل تم سے وابستہ کر رکھا ہے۔ پتا نہیں تم اسے کیا حیثیت دینا چاہتے ہو؟"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے، خاموش ہو جاؤ۔ شاید وہ آ رہی ہے۔" اینڈریو نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے ریٹا دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سا سکوت طاری تھا۔ اس نے خاموشی سے اینڈریو کو کافی پیش کی اور بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میرے سر میں درد ہے، میں آرام کروں گی۔"

"او کے ریٹا! ہم لوگ ابھی ذرا گفتگو کریں گے، تم آرام کرو۔" اینڈریو بولا اور ریٹا دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ "تم لوگ دن بھر کیا کرتے رہے؟" اس کے جانے کے بعد اینڈریو نے سوال کیا۔

"میں آوارہ گردی کرنے نکل گیا تھا۔ تمہارے آنے سے تھوڑی دیر قبل ہی واپس آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ ریٹا کے بارے میں بتانے کی میں نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔

"کہاں کہاں گھوم آئے؟"

"میری آج کی آوارہ گردی کافی دلچسپ رہی ہے۔ شاید تمہیں یہ سن کر حیرت ہو کہ میں ہیرلنکا سٹر سے ملاقات کر کے آ رہا ہوں۔"

"نہیں مجھے حیرت نہیں ہے۔" اینڈریو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں چونک کر بولا۔

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم نے مجھے اس بارے میں بتا کیسے دیا۔ کوئی نیا پروگرام ذہن میں آیا ہے کوئی نئی اسکیم جو سے تمہارے درمیان ہو؟"

"تمہارا لہجہ مشکوک ہے اینڈریو!"

"ہاں۔ مجھے اس بات کا یقین ہے علی کہ تم مجھے ڈبل کراس کر رہے ہو۔ مجھے اس وقت بھی یقین تھا جب تم نے اپنی پارکر کو سکارا سے بھگا دیا تھا۔ جبکہ تم اسے نہایت آسانی سے اغوا کر سکتے تھے۔"

"یہ تمہاری احمقانہ سوچ ہے۔ اپنی پارکر کو اس وقت اغوا کرنا ناممکن تھا۔ وہاں بہت سے گروہ سرگرم عمل تھے۔ ہم اسے آسانی سے قابو نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ موجودہ صورت حال مختلف ہے۔"

"مثلاً؟"

"اپنی پارکر کو میں نے متاثر کرنے کی کوشش کی تھی اور دوسری ملاقات پر میرے بارے میں اس کا نظریہ مختلف ہوگا۔"

"دوسری ملاقات کہاں طے پائی ہے؟"

"بس یہیں ذرا سی چوک ہو گئی مجھ سے لیکن بہرحال میں اسے تلاش کر لوں گا۔"

"گویا تمہیں اس کی نئی رہائش کا بھی نہیں معلوم۔" اینڈریو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ حقیقت ہے اینڈریو!"

"نہ ہی تمہارے پاس اس کا کوئی فون نمبر ہوگا؟"

"اس کا موقع ہی نہیں مل سکا۔" میں نے جواب دیا اور اینڈریو ہنسنے لگا۔

"ہاں تو ہیرلنکا سٹر کے بارے میں بتا رہے تھے تم؟" وہ بولا۔

"سوچ رہا ہوں کہ اب بتانا مناسب بھی ہے یا نہیں۔ تمہاری ذہنی کیفیت بدل چکی ہے اینڈریو!"

"اس کے باوجود تم میری مٹھی میں ہو علی! ہیرلنکا سٹر اور دوسرے لوگ یہ نہیں جانتے کہ تم رینالڈ نہیں ہو۔ وہ اسی حیثیت سے تم سے متعارف ہیں جبکہ میں کچھ اور بھی جانتا ہوں۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"مجھے اس کا اعتراف ہے اینڈریو! اور یہی جواز ہے میری سچائی کا کہ میں تمہارے خلاف کچھ نہیں کر رہا۔"

"سنو علی! میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ آج میں نے تمہارا تعاقب کیا تھا۔ وہ لڑکی جو تمہارے ساتھ تھی لنکا سٹر کی ساتھی کہلاتی ہے اور تم اس کے ساتھ ٹامس بریج ساؤتھ کی عمارت نمبر تین میں گئے تھے۔ جہاں تم نے یقیناً ہیرلنکا سٹر سے ملاقات کی ہوگی۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور بتانا چاہو تو ضرور بتاؤ۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں تمہاری اس کارکردگی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اینڈریو!" اس کے بعد کی تفصیل مختصراً میں نے کہا اور اینڈریو کو پوری گفتگو سنا کر دس ہزار ڈالر کے نوٹ بھی اس کے سامنے ڈال دیے لیکن اینڈریو کے چہرے کی کیفیت جوں کی توں رہی۔

"تعجب ہے تم نے مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا دیا؟"

"اس لیے کہ میں تم سے مخلص ہوں۔ میں وہی کرنا چاہتا ہوں جو تمہاری خواہش ہے۔" میں نے کہا اور اینڈریو کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"اگر اب تم نے لنکا سٹر سے فراڈ کیا تو وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔" چند لمحے بعد وہ بولا۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میری خواہش ہے کہ تم سارے فضول خیالات اپنے دماغ سے نکال کر مجھ پر اعتبار کرو۔"

"یہ صرف ایک شکل میں ممکن ہے۔" اینڈریو میرے چہرے پر نظریں جما کر بولا۔

"ہاں بتاؤ۔"

"تم آج رات کو کسی نہ کسی طرح اپنی پارکر کو اس کی رہائش گاہ سے نکال لاؤ اور راتوں رات ہم اس کا سودا کر لیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کام کے فوراً بعد میں تمہیں یہاں سے نکالنے کے انتظامات کر دوں گا۔" اینڈریو نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ کیسے ممکن ہے اینڈریو؟"

"ممکن ہے بشرطیکہ تم تیار ہو۔"

"اگر تم کوئی عمدہ ترکیب بتا سکتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اتنی جلدی اپنی پارکر تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے؟"

"میں تمہیں اس کا ٹھکانہ بتا سکتا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھو کر اس کے ٹھکانے تک لے جا سکتا ہوں۔ اب بولو؟" اینڈریو نے کہا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

"وہ کیسے اینڈریو؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اتنے بڑے بڑے لوگ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں علی کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان کے مقابلے میں اینڈریو تو ایک اٹھائی گیرا ہے لیکن اٹھائی گیروں کو زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ مختصراً بتا دوں کہ میں اپنی پارکر کے نئے ٹھکانے سے واقف ہوں اور اس بات سے بھی کہ اس نے ایک پرائیویٹ جاسوس گروڈی کی خدمات بھی حاصل کر لی ہیں۔ گروڈی شیطان کا دوسرا روپ ہے اور جس طرح لنکا سٹر جرائم کی دنیا کا بادشاہ ہے اسی طرح گروڈی اپنی فیلڈ کا شہنشاہ ہے۔ لومڑی سے زیادہ چالاک، شیر سے زیادہ نڈر اور گینڈے سے زیادہ مضبوط۔ اس مجموعے کا نام گروڈی ہے۔"

"وہ میری گرڈ۔ اور اس کے پرانے شناسا؟" میں نے پوچھا۔

"اپنی پارکر کے؟"

"ہاں انھیں کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے تائید میں سر ہلایا۔

"چالاک رئیس زادی احمق نہیں ہے۔ اس نے اندازہ لگا لیا ہے کہ اس کے احمق ساتھی اس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لیے اس نے چولا ہی بدل لیا ہے۔"

"کمال ہے اینڈریو! تم نے واقعی اس کا پتا لگا کر کمال کیا ہے۔ کہاں مقیم ہے وہ؟" میں نے بے اختیار پوچھا اور اینڈریو مسکرانے لگا۔

"یہ بتانا مشکل ہے۔"

"اوہ ہاں، ٹھیک ہے۔ بہرحال میں تیار ہوں۔ تم جس وقت چاہو مجھے وہاں لے چلو۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ تمہارا کام تمہاری مرضی کے مطابق انجام دے سکوں۔"

"کیا تم سچ بول رہے ہو؟" اینڈریو بولا۔

"اینڈریو! تم میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہے۔ ابھی تک میرے ہاتھوں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ میری خواہش ہے کہ اس وقت تم اپنے مفروضات کو حقیقت کا روپ نہ دو۔ جب تک میرے بارے میں کوئی ثبوت نہ مل جائے۔"

اینڈریو گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ چند گھنٹوں کی بات ہے لیکن اس وقت تک تم میرے ساتھ رہو گے جب تک ہم اپنا کام انجام نہ دے لیں۔ یہ بات یقیناً تمہارے علم میں نہیں ہوگی کہ لنکا سٹر کے ایک آدمی نے تمہارا تعاقب کیا ہے۔ ممکن ہے اس کے کچھ اور ساتھیوں نے ہماری باتوں کو بھی ٹیپ کر لیا ہو۔ اس لیے ہم یہاں سے کوئی فون بھی نہیں کر سکیں گے۔"

میں متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گیا۔ بہرحال یہ جرائم کی دنیا تھی اور میں ابھی ان معاملات میں بہت پیچھے تھا۔

❁

ریٹا نے اس دوران ہمارے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔ شام کو سات بجے کے قریب اینڈریو میرے ساتھ تیار ہو کر چھپتا چھپاتا گیٹ تک آیا۔ اس نے باہر جھانکا اور پھر مسکرا کر گردن اندر کر لی۔

"اپنے دوست کو دیکھنا پسند کرو گے؟"

"کیا وہ موجود ہے؟" میں نے پوچھا اور اینڈریو کو ہٹا کر خود باہر جھانکا۔ عمارت کی درمیانی سڑک کے دوسری طرف فٹ پاتھ پر لگے ہوئے ایک کھمبے کے ساتھ ایک موٹا تازہ آدمی کھمبے کا سہارا لیے اخبار سے چہرہ چھپائے کھڑا ہوا تھا۔ اینڈریو کی بات میں کوئی شبہ نہیں تھا۔

"اب کیا کیا جائے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف دو کام ہو سکتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہم باہر نکل کر اس گدھے کو پکڑ لیں اور اسے اندر لا کر باندھ کر ڈال دیں۔ یا پھر خاموشی سے عقبی دیوار سے باہر نکل جائیں اور ٹیکسی لے کر چل پڑیں۔ لیکن اس میں ایک قباحت ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس اہم کام کے لیے گاڑیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ ٹیکسی سے کام نہیں چل سکتا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ایک ہی ترکیب سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ تم ایک کار لے کر نکلو۔ میں دوسری کار میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ راستے میں کسی جگہ اس سے نمٹ لیں گے۔ بس ٹھیک ہے۔ اس سے عمدہ

ترکیب دوسری نہیں ہو سکتی۔" اینڈریو نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں اینڈریو کو کسی نئی بات سے بددل نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ اس میں یہ خطرہ موجود تھا کہ لنکا مٹر میری بددیانتی سے باخبر ہو جائے لیکن میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ اینڈریو کا کام کر کے میں اپنے مشغلے کی فکر کرنے کا خواہش مند تھا۔ جس کے لیے اینڈریو سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ فیصلہ کر کے میں نے کار سنبھال لی اور اسے اسٹارٹ کر کے باہر نکل آیا۔ میں نے عقب نما آئینے میں کھمبے سے لگے شخص کو ایک طرف ہٹتے دیکھا اور چند ہی لمحات میں ایک موٹر سائیکل میرے پیچھے چل پڑی جس پر وہی شخص سوار تھا اور بہت دور میں نے اینڈریو کی کار کی جھلک بھی دیکھ لی تھی۔

میں مناسب رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ ساؤتھ آل کا علاقہ لندن سے تیس میل دور تھا اور راستے میں ایسی بہت جگہیں آتی تھیں جہاں لنکا مٹر کے اس چیلے کو جہنم واصل کیا جا سکتا تھا اور اینڈریو ایسی ہی کسی جگہ کا منتظر تھا اور اس وقت ہم ایک تنگ سی سڑک سے گزر رہے تھے جس کے ایک سمت گہرے کھڈ تھے اور دوسری سمت پہاڑ کی بلندی۔ اینڈریو اگر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کا خواہش مند ہے تو اس کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے عقب نما آئینے پر نگاہ ڈالی تو میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ اچانک اینڈریو کی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ آن کی آن میں وہ موٹر سائیکل سوار کے سر پر پہنچ گیا اور اس نے موٹر سائیکل کو دبانا شروع کر دیا۔ اور کچھ ہی دیر بعد موٹر سائیکل اسوار سمیت گہرے کھڈ میں لڑھک رہی تھی۔

اینڈریو نے ایک لمحے کے لیے کار کی رفتار سست کی۔ اپنے کارنامے کا جائزہ لیا اور پھر چل پڑا۔ میں اطمینان سے اپنی کار چلا رہا تھا۔ پھر اینڈریو نے ہارن دے کر آگے نکلنے کی جگہ مانگی اور اس کی کار آگے بڑھ گئی۔ اب وہ مجھے راستہ بتا رہا تھا۔

لندن میں داخل ہو کر ہم ایک قدیم رہائشی علاقے کی طرف چل پڑے۔ جہاں کھپریل کی چھت والے چھوٹے چھوٹے کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ اینڈریو کی کار کچی سڑک پر اتر گئی۔ مجھے اینڈریو کی اس تلاش پر سخت حیرت تھی۔ اس کے ساتھ ہی تعجب بھی کہ ایمی پارکر جیسی دولت مند لڑکی نے ایسی گندی جگہ رہائش کے لیے منتخب کی ہے۔ لیکن ایک طرح سے یہ جگہ اس کے لیے مناسب بھی تھی۔ لوگ اس کی یہاں موجودگی کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔

اینڈریو نے ایک جگہ کار روک دی۔ میں بھی اس کے قریب ہی جا رکا تھا۔ دونوں نیچے اتر آئے۔ دونوں گاڑیاں لاک کر دی گئی تھیں۔ "آؤ" اینڈریو نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی اینڈریو؟"

"کیا؟" اس نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ جگہ تو بہت سنسان ہے۔ تم یہاں سے اپنا کام بخوبی کر سکتے تھے۔ کیا ایمی پارکر کو یہاں سے اغوا کرنا مشکل کام تھا؟"

"میں اپنی تنہائی سے مار کھا رہا ہوں۔ خود کو دوسروں پر ظاہر نہیں کر سکتا اور پھر گروٹز اس کے ساتھ ہے۔"

"اوہ! تم اس سے خوفزدہ ہو؟"

"میں..." اینڈریو گہری سانس لے کر بولا۔ "میں جسمانی ورزش کا قائل نہیں ہوں، نہ ہی مجھے لڑائی بھڑائی کا کوئی تجربہ ہے۔"

"ہوں۔" میں خاموش ہو گیا۔

"گروٹز اس وقت بھی یہاں موجود ہو سکتا ہے۔ ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا۔ اگر گروٹز تمہارے سامنے آ جائے تو..." اینڈریو نے کہا۔

"دیکھا جائے گا۔"

"تم گروٹز کا سامنا ہونے پر ایمی پارکر کی شناسائی سے فائدہ اٹھانا اور بہتر یہ ہوگا کہ گروٹز سے مفاہمت ہی رکھنا۔ میرا مطلب ہے موقع کی تلاش میں رہنا اگر اس میں دیر لگ جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ساری رات انتظار کر سکتے ہیں۔"

"تم کہاں رہو گے اینڈریو؟"

"تمہارے آس پاس۔ اگر ضرورت محسوس کرو تو سیٹی بجا دینا۔ میرا مطلب ہے پہلے تم ہی اس سے ملاقات کرو گے۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ اینڈریو جرائم پیشہ ضرور ہے لیکن اوچھے قسم کا آدمی۔ وہ کسی کے سہارے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسرے معنوں میں اسے بزدل کہا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک کاٹیج کی طرف اشارہ کر لیا اور میں اس کا شانہ تھپتھپا کر کاٹیج کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اینڈریو ایک آڑ میں کھڑا ہو گیا تھا۔

ابھی میں دروازے پر دستک ہی دینے والا تھا کہ دفعتاً دروازہ کھلا اور درمیانی جسامت کا ایک شخص باہر نکلنے کو تیار کھڑا تھا۔۔۔ لیکن عین سامنے مجھے دیکھ کر وہ بوکھلا گیا اور پھر اس نے پھرتی سے پیچھے ہٹ کر جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے پستول نکالنے کا موقع نہیں دیا اور دوسرے ہی لمحے ایک کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ اس سے قبل کہ وہ اور کوئی حرکت کرتا۔ میں نے اندر گھس کر اسے دبوچ لیا۔ پھر ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر میں نے اس کا پستول نکال لیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک گھونسا اس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ وہ شخص چرخی کی طرح گھوم گیا تھا۔ میرے دوسرے گھونسے نے اسے زمین چٹا دی تھی۔

وہ کون تھا؟ یہاں کیا کر رہا تھا؟ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ممکن ہے اس کا تعلق ایمی پارکر کے محافظوں سے ہو لیکن میں بھی تو خطرہ مول لینے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ ممکن ہے وہ پستول نکال کر مجھے گولی ہی مار دیتا۔

اینڈریو شاید اس وقت مجھے دیکھ رہا تھا جب میں بے اختیارانہ طور پر دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے کوئی گڑبڑ محسوس کر لی تھی۔ اگر ایمی پارکر کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی خطرہ مول نہ لیتا لیکن اس وقت اس نے ہمت کر ڈالی اور دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

اندر کی صورت حال دیکھ کر اس کے منہ سے تعجب بھری آواز نکل گئی۔ "مائی گاڈ! یہ کون ہے؟"

"ابھی پتا نہیں چل سکا۔ تم ایمی کو دیکھو۔" میں نے کہا۔

"مس پارکر! مس پارکر! کیا آپ یہاں موجود ہیں؟ ہم آپ کے دوست ہیں مس پارکر! میں ریناڈ کا ساتھی ہوں۔" اینڈریو آگے بڑھنے لگا۔ مکان کے برآمدے میں پہنچ کر اس کی تحیر بھری آواز نکلی۔ "میرے خدا یہاں تو کوئی بڑی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خون کی لکیریں، کالا خون ہے۔"

"اینڈریو! ادھر آؤ۔ دروازہ اندر سے بند کر دو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اینڈریو نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے بعد ہم دونوں اس شخص کی طرف متوجہ ہو گئے جو زمین پر بیٹھا تھا۔

"کاٹیج میں تمہارے علاوہ اور کون ہے؟" وہ خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتا رہا۔ جیسے ہماری زبان ہی نہ سمجھتا ہو۔ "اینڈریو! تم پستول لے کر یہاں رکو۔ اگر اس کی طرف سے کوئی حرکت ہو تو بے دریغ گولی مار دینا۔ میں کاٹیج کی تلاشی لیتا ہوں۔"

اینڈریو پستول نکال کر اسے کور کر کے کھڑا ہو گیا اور میں شخص سے چھینا ہوا پستول لے کر اس برآمدے میں آ گیا جہاں کے بارے میں اینڈریو نے بتایا تھا۔ برآمدے میں کالا خون پڑا ہوا تھا اور وہاں کسی شے کے گھسیٹے جانے کے نشانات بھی تھے اور یہ شے کوئی انسانی لاش ہی ہو سکتی تھی۔ خون کی لکیریں ایک کمرے کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

میں دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور اس کا دروازہ کھول کر اندر سے دیکھا۔ کاٹیج میں تین کمرے ایک اسٹور روم اور ایک کچن تھا۔ میں دو کمرے ان کے غسل خانوں، کچن اور اسٹور کا جائزہ لینے کے بعد اس کمرے کی طرف آیا۔ جہاں میرے اندازے کے مطابق کوئی لاش ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے یہ ایمی پارکر کی لاش ہو۔ دروازہ بہ آسانی کھل گیا اور جیسا کہ اندازہ تھا کمرے کے وسط میں لاش پڑی ہوئی تھی لیکن یہ ایمی پارکر کی لاش نہیں تھی بلکہ کسی گٹھے ہوئے بدن کے پستہ قامت شخص کی لاش تھی جس کی عمر چالیس اور پچاس سال کے درمیان ہوگی۔ اس لاش کے علاوہ کاٹیج میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں اینڈریو کے پاس آ گیا۔

"سوری اینڈریو! ایمی یہاں موجود نہیں ہے۔"

"اور وہ خون کی لکیریں؟"

"کمرے میں ایک لاش موجود ہے۔"

"کس کی؟" اینڈریو نے بے ساختہ پوچھا۔

"میں اسے نہیں پہچان سکتا۔"

"یہ بتائے گا۔" اینڈریو نے زمین پر بیٹھے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نہیں جانتا، میں کچھ نہیں جانتا۔ تم لوگ کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں گھیر لائے ہو؟ بچاؤ! مجھے بچاؤ!" وہ زور سے چیخا اور پستول اینڈریو کے ہاتھ سے لرز گیا لیکن میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر لات رسید کی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے دور جا گرا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور گریبان سے پکڑ کر اس کی دھنائی شروع کر دی۔ وہ ہر بار چیخنے کی کوشش کرتا لیکن میں نے اس کا منہ ہی نہیں کھلنے دیا تھا۔ اس کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ ایک بار اس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش اس کے لیے سخت خطرناک ثابت ہوئی اور میرے ایک گھونسے نے اس کے تین سامنے کے دانت توڑ دیے۔ اس کے منہ سے خون کی دھاریں پھوٹ پڑی تھیں۔ پھر میری ایک زوردار ٹھوکر نے جو اس کی پسلیوں پر پڑی تھی اسے بے ہوش کر دیا۔

اینڈریو گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد میں نے اینڈریو کی طرف دیکھا تو اس نے نگاہیں چرا لیں اور جلدی سے بولا۔ "بے ہوش ہو گیا؟"

"اسے ہوش میں لانا ضروری ہے اینڈریو! اگر ایمی یہاں تھی تو کہاں گئی؟ یہ شخص بخوبی جانتا ہوگا۔"

"ہاں، یہ ضرور جانتا ہوگا۔ مگر وہ لاش کس کی ہے؟"

"میں اسے نہیں پہچانتا۔ تم دیکھو شاید اندازہ لگا سکو۔"

میں نے کہا۔

اینڈریو کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی "میرے خدا! یہ تو گروڈ ہے۔ خدا کی پناہ اسے قتل کرنا اتنا آسان تو نہیں تھا!" اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آیا" وہ ایجی پارکر کا محافظ جاسوس گروڈ تھا۔"

"صورت حال کافی دلچسپ ہے۔ تمہارے خیال میں اس لومڑی سے زیادہ چالاک شیر سے زیادہ تندرا اور گینڈے سے زیادہ مضبوط شخص کو کون قتل کر سکتا ہے؟ کیا یہ شخص؟"

"ناممکن۔ یہ تو گروڈ کے ایک گھونسے کی تاب نہیں لا سکتا۔ میرا ذہن صرف ایک طرف جاتا ہے۔ ایک ہی نام میرے ذہن میں ابھر رہا ہے۔ ویسے ہیرلنکا سٹر، گروڈ اور ہیرلنکا سٹر دونوں ہی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ دو طاقتور اور ذہین لوگ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ گروڈ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی پسند کا سودا طے کر کے ہر شخص کے خلاف کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے، خواہ وہ کسی حیثیت کا مالک ہو۔"

"ہوں۔ ممکن ہے۔ میں نے اس شخص کو ہیرک کے ساتھیوں میں نہیں دیکھا تھا، تاہم اب بھی ہمیں جاننا ہے کہ یہ کون ہے؟ تم اسے ہوش میں لاؤ۔" میں نے کہا۔

اینڈریو نے غسل خانے میں جا کر پانی کی بالٹی بھری اور لا کر اس شخص کے سر پر انڈیل دی۔ وہ ہوش میں آ گیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ "اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ اور وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید خوف کے آثار تھے۔ "کیا خیال ہے زبان کھولو گے یا ابھی کچھ اور مرمت کی ضرورت ہے؟" اس نے جلدی سے اثبات میں گردن ہلا دی۔ اس کی ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر اسے دیا اور اس نے ناک پر رکھ لیا۔ چند لمحات خون خشک کرتا رہا پھر رومال ناک سے ہٹا لیا۔

"چلو شروع ہو جاؤ۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام ورسٹر ہے۔"

"بڑا خوبصورت نام ہے۔" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا اور اینڈریو بے اختیار مسکرا پڑا۔ "کس کے لیے کام کرتے ہو؟"

"روتیرے... ایڈمنڈ روتیرے کے لیے۔" اس نے جواب دیا۔

"میرے خدا! یہ روتیرے کہاں سے آ مرا؟" اینڈریو کے منہ سے نکلا۔

"جانتے ہو اسے؟"

"فرانسیسی بدمعاش! پیرس کا بھتا، مگر تعجب ہے سخت تعجب ہے! روتیرے سے پیرس کی پولیس سخت گھبراتی ہے۔ پیرس میں ہونے والی قتل و غارت گری میں اسی فیصد وارداتوں کا ذمہ دار ہوتا ہے، بے پناہ دولت کا مالک ہے لیکن تعجب ہے! ہیرے تو اس کی کافی دور تک ہے۔"

"سارے ہیرے ان دنوں لندن میں جمع ہو گئے ہیں مگر ہم ان کے درمیان کہاں سے آ پھنسے۔" میں نے اینڈریو کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اینڈریو کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ "کیوں، تم کچھ پریشان ہو گئے اینڈریو؟"

"صورت حال ضرورت سے زیادہ خراب ہو گئی ہے علی! ان لوگوں کے درمیان ہم سینڈوچ بن جائیں گے۔"

"سینڈوچ بھی کافی لذیذ ہوتے ہیں۔ اس لیے فکر مت کرو۔ ہاں دوست! یہ مسٹر روتیرے کہاں ملیں گے؟ مگر نہیں، پہلے یہ بتاؤ کہ وہ لڑکی ایجی پارکر کہاں گئی؟"

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ میں تو ایک معمولی سا کارکن ہوں۔ مجھے فون کر کے اس کاٹیج میں آنے کی ہدایت کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ وہاں کی صفائی کر دوں۔ او... اور..." وہ رک گیا۔

"ہاں ہاں اور کیا؟"

"اور یہ کہ یہاں رکوں اور رات کو یہاں موجود لاشیں ٹھکانے لگا دوں۔" اینڈریو ہاتھ مل رہا تھا۔ پھر اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ یہ بتاؤ وہ ایجی کو کہاں لے گئے؟" وہ گڑگڑانے لگا۔ وہ بڑی بڑی قسمیں کھا رہا تھا۔

"چھوڑو اینڈریو! اسے واقعی نہیں معلوم ہو گا۔ بہرحال اب تم اسے کس کر باندھ دو اور یہاں چھوڑ دو۔ اس کے بعد آگے سوچیں گے" اور اینڈریو کاٹیج کے اسٹور میں رسی تلاش کرنے چلا گیا۔

پھر ہم وہاں سے باہر نکل آئے اور اپنی کاروں کی طرف چل پڑے۔ راستے میں اینڈریو نے پوچھا "اب کیا ارادہ ہے علی؟"

"میرے خیال میں گھر واپسی مناسب رہے گی۔ وہاں چل کر آئندہ پروگرام پر غور کریں گے۔" میں نے جواب دیا اور اینڈریو خاموشی سے اپنی کار میں جا بیٹھا۔ اس کا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔

اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر ہم دونوں ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ اینڈریو کا موڈ سخت آف تھا۔ "میرے خیال میں اب ہمیں ایجی پارکر کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔"

"کیوں اینڈریو؟"

"اگر اس وقت میں سب کچھ تمہارے سپرد کر کے نہیں چھوڑ دیتا تو شاید میری محنت اس طرح اکارت نہ جاتی۔"

"تو تم اسے اپنی حماقت کہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ اینڈریو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے خدوخال نرم پڑ گئے اور وہ گردن جھٹک کر مسکرانے لگا۔ "چھوڑو ہمیں آپس میں نہیں الجھنا چاہیے۔ اب اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟" اس نے جیب سے پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگا لی اور پیکٹ میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ۔"

"صرف ایک ترکیب ذہن میں آتی ہے علی! اگر تم اس پر عمل درآمد کے لیے تیار ہو۔"

"وہ کیا؟"

"ہیرلنکا سٹر کو روتیرے سے بھڑا دو۔ یہ کام مشکل نہ ہو گا۔ تم ایک طرح سے ہیرک کا رکن بنے ہوئے ہو۔ ہیرلنکا سٹر روتیرے کا نام سن کر تمہارے اوپر شک نہیں کرے گا اور بہتر تو یہ ہے کہ یہ کام تم اسی وقت کر لو۔ ثبوت کے طور پر اس شخص کو پیش کر سکتے ہو جسے ہم باندھ کر چھوڑ آئے ہیں۔"

"ہیرک کے آدمی کا قتل کس خانے میں فٹ کرو گے۔ ظاہر ہے وہ ہماری نگرانی پر مامور تھا۔"

"اوہ! اوہ۔" اینڈریو ہتھیلی پر گھونسا مار کر بولا۔ "پھر کیا کیا جائے؟ بولو! کیا کیا جائے؟" وہ خاصا مضطرب نظر آنے لگا تھا۔

"روتیرے کو تلاش کرنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ریٹا آگ بگولہ بنی کھڑی تھی۔ اینڈریو برا سا منہ بنا کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں تم دونوں کے درمیان اپنی حیثیت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" وہ اندر گھس آئی۔

"کیا بکواس ہے۔ جاؤ یہاں سے، ہم لوگ ضروری باتیں کر رہے ہیں۔" اینڈریو نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تم سے نفرت کرتی ہوں اینڈریو! شدید نفرت، مطلبی، خودغرض اور خود پرست انسان! سمجھے تم! میں تمہاری موت کی خواہاں ہوں۔" ریٹا کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ اینڈریو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

ریٹا کا چہرہ شدید غصے اور نفرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کشیدہ جسم کے ساتھ کھڑی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے اس وقت وہ سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہو۔ اینڈریو چند ساعت اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ بات میرے لیے تعجب خیز نہیں ہے ریٹا! البتہ تم میری موت کی خواہاں ہو، اس پر مجھے حیرت ہوئی۔ تم جیسی لڑکیاں ان معاملات میں اس قدر جذباتی تو نہیں ہوتیں۔"

"تم جیسی لڑکی سے کیا مراد ہے تمہاری؟" ریٹا ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"ریٹا! اس وقت جاؤ۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ہم لوگ ایک اہم گفتگو کر رہے ہیں۔ میں تم سے کوئی اور بات نہیں کروں گا۔"

"سب سے اہم گفتگو یہی ہے اینڈریو! کہ میں تم لوگوں کے درمیان اپنی حیثیت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میرے بارے میں تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو احمق آدمی! تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میں تمہاری ملازمہ بن کر نہیں رہ سکتی۔"

"تو چلی جاؤ یہاں سے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور نہ میرے خیال میں علی کو۔ کیوں علی؟ کیا یہ لڑکی ابھی تک تمہارے لیے پرکشش ہے؟ اگر ہے تو اس سے کہو کہ اب صرف تم سے واسطہ رکھے، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ اینڈریو پلیز! ریٹا کی توہین مت کرو۔ وہ تم سے محبت کرتی ہے، صرف تمہیں چاہتی ہے۔" میں نے اس جذباتی لڑکی کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"میرے لیے وہ صرف ایک ساتھی کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"علی! اللہ جانے تم کس احساس کا شکار ہو۔ میں اس کے

لیے بھی جذباتی نہیں رہا۔ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ ریٹا کے کتنے دوست ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ریٹا سے مخاطب ہوا۔ "بہرحال ریٹا ڈیئر! تم مجھ سے نفرت کرتی ہو یا محبت، مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں کامیاب ہونے کے بعد وصول شدہ رقم میں سے کچھ حصہ تمہیں بھی دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے اور اس رقم کے حصول کے لیے تمہیں مجھ سے محبت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اب جاؤ آرام کرو۔" اینڈریو نے کہا۔

ریٹا کچھ دیر تک اسے گھورتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ کام کی بات ہوئی۔ چلو ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" اس نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ اینڈریو مسکرانے لگا تھا۔ اس نے میرے چہرے پر پھیلی ہوئی حیرت دیکھ کر کہا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں علی! کاروبار دوسری تمام جذباتی باتوں سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی مقصد تھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ ان معاملات میں اسے بھی کوئی مالی منافع ہوگا یا نہیں؟"

"تعجب ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ اینڈریو اس کے جانے کے بعد کچھ دیر کے لیے ذہنی طور پر غیر حاضر رہا پھر گردن جھٹک کر بولا۔

"خواہ مخواہ اس بدبخت نے ہماری گفتگو منقطع کرا دی۔ ہاں علی! کیا کہہ رہے تھے تم اس سلسلے میں؟"

"یہی کہ تمہاری تجویز زیادہ سود مند نہیں ہوئی۔ لنکاسٹر نے اپنا آدمی جہاں سے تعاقب اور نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اس کی موت کی خبر ممکن ہے اسے مل گئی ہو۔ ان حالات میں وہ ہمارے جال میں نہیں پھنسے گا بلکہ عین ممکن ہے اس کی وجہ سے ہم مزید مشکلات کا شکار ہو جائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کم نصیب درحقیقت بے حد خطرناک انسان ہے اگر یہ کہا جائے کہ لنکاسٹر اور لندن کے دوسرے خطرناک لوگوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے تو غلط نہیں ہوگا۔"

"اسے کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

اینڈریو سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر یکدم چونک پڑا اور مجھے دیکھ کر بولا۔ "اگر اس کا پتا مل بھی جائے تو کیا کرو گے؟"

"سوچیں گے۔ اس کا پتا مل جانے کے بعد سوچیں گے۔"

"مگر اس وقت یہ ممکن نہیں ہے۔ کل اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی ایسا شخص نہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! بندرگاہ کے علاقے میں پولی لانس کلب کا مالک پلوکر اس کا دوست ہے۔ جب بھی وہ لندن آتا ہے، پلوکر ضرورت پڑنے پر اس کے لیے فنڈ سے فراہم کرتا ہے۔ رومنہ کے خاص لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔"

"کیا پلوکر ہمیں اس کا پتا بتانے کے لیے تیار ہو جائے گا؟" میں نے سوال کیا۔

"آسانی سے نہیں۔ کوئی چال چلنا ہوگی۔" اینڈریو نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے اینڈریو! اس یہودی لڑکی کی بازیابی کے لیے میں پوری دلچسپی کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں مگر لندن اور اس کے حالات سے ناواقفیت بعض معاملات میں مجھے روک سکتی ہے۔ اس کے لیے تمہاری مدد ضروری ہے ورنہ شاید۔۔۔"

"نہیں ڈیئر علی! مجھے ان تمام باتوں سے زیادہ تمہارا خیال ہے۔ اولیور ہاورڈ ابھی تک یہاں موجود ہے اور یقیناً تمہاری تلاش کے لیے اس نے انتہائی دانشمندانہ کارروائیاں کی ہوں گی۔ میری خواہش ہے کہ ان معاملات سے فارغ ہو کر تمہیں یہاں سے روانہ کرنے کے انتظامات کر دوں۔ اس میں کچھ دیر ضرور لگ رہی ہے لیکن میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ہر صورت میں تمہیں خیریت کے ساتھ لندن سے باہر نکال دوں گا۔" اینڈریو کے لہجے سے عیاری نمایاں تھی۔ غالباً وہ مجھے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ اس کام کی تکمیل کے بغیر میرا لندن سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔

تاہم میں نے اینڈریو کی باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ مجھے اس کا تعاون درکار تھا اور میں اس ضرورت کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

دوسری صبح ریٹا نے خاموشی سے ہمارے لیے ناشتا لگا دیا۔ اس کے چہرے سے کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ ریٹا ناشتا لگا کر چلی گئی تو اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کس قدر پُرسکون ہے۔ سوچ رہی ہوگی کہ ان کاموں کے سلسلے میں اُسے بھی کچھ ملے گا۔"

"میرا خیال آج بھی اس سے مختلف ہے اینڈریو!" میں نے چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اینڈریو نے قدرے چونک کر پوچھا۔

"وہ تم سے محبت کرتی ہے، دولت کے لالچ سے بے نیاز ہو کر۔ اسے مال و زر سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"تم مشرقی باشندے ہو۔ میں نے تمہارے ہاں کی لڑکیوں کے بارے میں سنا ہے کہ بہت احمق اور سیدھی سادی ہوتی ہیں۔ یہ یورپ ہے، یہاں ایسی احمقانہ محبت کا تصور بھی باقی نہیں رہ گیا ہے اور اگر لاکھوں میں سے کوئی ایک لڑکی ایسی نکل بھی آتی ہے تو اسے بے وقوف ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر ایسی خواتین کو ان کی حماقت کا کیا صلہ مل سکتا ہے؟"

"تم بھی کبھی اسے چاہتے تھے اینڈریو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، کیوں نہیں لیکن ایک مختصری مدت کے لیے، جب تک وہ میرے جال میں نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد میرے لیے اس میں کیا کشش رہ جاتی ہے؟ انسان کے پاس صرف دولت ہونی چاہیے، ایسی شریک سفر ہر جگہ مل جاتی ہیں۔"

میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ریٹا برتن اٹھا کر لے گئی۔ اس کا چہرہ اب بھی پُرسکون تھا۔ مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ کیا درحقیقت ریٹا کا مقصد اتنا ہی تھا۔ اگر نہیں تو وہ اس قدر پُرسکون کیوں تھی؟

"اب کیا پروگرام ہے علی؟" اچانک اینڈریو نے پوچھا۔

"رومنہ کے بارے میں معلومات۔" میں نے کہا۔

"پلوکر سے میری کوئی واقفیت نہیں ہے لیکن ایک اور لڑکی جولیانا اس کی شناسا ہے۔ جولیانا بھی کسی زمانے میں مجھ سے محبت کرتی تھی۔ بہتر یہ ہوگا کہ میں اس سلسلے میں جولیانا سے رابطہ قائم کروں اور پھر شام کو سات بجے ہم دونوں لانس کے کلب چلیں۔"

"جس طرح تم پسند کرو۔" میں نے کہا۔

"میں چلتا ہوں۔ دوپہر تک واپس آجاؤں گا۔ جولیانا ایک فرم میں ملازم ہے۔ فون پر اس سے گفتگو مناسب نہیں رہے گی۔ میں اس کے دفتر میں ملنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارا کوئی اور پروگرام ہے؟" اینڈریو نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں کوئی خاص نہیں۔ لنکاسٹر کے غنڈوں سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ میں گھر پر ہی آرام کروں۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہتا ہوا اینڈریو چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بہت دیر تک میں ان معاملات پر غور کرتا رہا اور پھر ریٹا کی تلاش میں نکل آیا۔ میں ریٹا سے اس کی دلی کیفیت کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔

ریٹا گھر میں موجود نہیں تھی۔ وہ بھی شاید کہیں چلی گئی تھی۔ میں خاموشی سے اپنے کمرے میں آگیا۔ تقریباً بارہ بجے مجھے ریٹا کا فون ملا۔ گھنٹی بجنے پر میں نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو ریناالڈ! میں ریٹا بول رہی ہوں۔"

"کون ریٹا!" میں نے اپنائیت کے لہجے میں کہا۔

"تم اپنی مختصر ضروری چیزیں لے کر ہیرنگٹن روڈ کے ہوٹل پاسلو پہنچ جاؤ۔ کاؤنٹر سے روم نمبر اٹھی کی چابی حاصل کر لینا۔ یہ روم مسٹر ہوسٹن کے نام سے بک ہے۔"

"خیریت ریٹا؟" میں اس کے نئے اقدام پر حیران ہو رہا تھا۔

"ہاں، وہ عمارت مخدوش ہو گئی ہے کسی بھی وقت وہاں پولیس چھاپا مار سکتی ہے۔" ریٹا نے وضاحت کی۔

"اور تمہیں یہ اطلاعات کہاں سے ملیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ریناالڈ! یہ وقت ان سوالات کا نہیں ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے اپنا ٹھکانہ بدل دو۔ ورنہ نتائج کے تم خود ذمے دار ہو گے۔" ریٹا نے کہا۔

"اچھا بس ایک بات اور بتا دو۔ وہ یہ کہ کیا اینڈریو کو ان حالات کے بارے میں معلوم ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"ابھی نہیں لیکن اسے بھی بہرحال معلوم ہو جائے گا۔ میں شام کو ٹھیک سات بجے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"لیکن اس میں ایک پریشانی ہے ریٹا!" میں نے جواباً کہا۔

"کیسی پریشانی؟" اس نے کسی قدر جھنجلاتے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"شام کو اینڈریو کے ساتھ میرا ایک پروگرام ہے۔ اگر تم کسی طرح اینڈریو کو بھی یہ بتا دو کہ اچانک پیش آنے والے حالات کے تحت میں نے اپنا ٹھکانہ بدل دیا ہے تو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

"بتا دوں گی، بتا دوں گی۔ تم فکر مت کرو۔ ویسے ہوٹل پہنچ کر اس وقت تک وہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا جب

تک میں تم سے ملاقات نہ کرلوں۔ یاد رہے کانا ہوٹل یاد ہے؟" ریٹا نے کہا۔

"ہاں ہاں، بالکل یاد رہے گا مگر تمہیں اس بارے میں اینڈریو کو اطلاع ضرور دینی ہے۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔

پولیس کا نام سن کر میں بھی گھبرا گیا تھا۔ میں اس وقت کسی طرح پولیس کے پھندے میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ سارے معاملات ہی بگڑ جاتے۔ چنانچہ میں نے تیزی سے اپنا سامان سوٹ کیس میں رکھا۔ میرے مختصر سے سامان میں میک اپ کی وہ شیشی بھی تھی جو مجھے جوشو کی طرف سے تحفے میں ملی تھی۔ اس کے علاوہ چند لباس تھے اور وہ رقم جو میرے پاس ابھی تک محفوظ تھی۔ یہ تمام چیزیں لے کر میں عمارت سے باہر نکل آیا۔ مجھے اب بھی یہ خطرہ تھا کہ کہیں لنکاسٹر کا کوئی آدمی میرے تعاقب پر مامور نہ ہو یا پھر ممکن ہے لنکاسٹر کو ابھی اپنے اس آدمی کی موت کا پتا نہ چل سکا ہو اور اگر چل بھی گیا ہو تو اس نے اپنے طور پر کوئی خفیہ کارروائی کی ہو۔ ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے میں عمارت سے باہر نکل آیا تھا۔ میں نے گاڑی لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ورنہ پھر جگہ بدلنے کا فائدہ ہی کیا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو پتا بتا دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں ایک چھوٹے سے خوشنما ہوٹل کے احاطے میں موجود تھا۔

پاسلو کے احاطے میں سستا نا طاری تھا۔ میں خوبصورت روش عبور کر کے اس کے پچھلے دروازے پر پہنچ گیا جس کی دوسری جانب کاؤنٹر تھا۔ یہاں سے میں نے کمرہ نمبر آٹھ کی چابی طلب کی۔ ایک رجسٹر پر دستخط کرنے کے بعد یہ چابی مجھے مل گئی اور پورٹر مجھے میرے کمرے میں چھوڑ آیا۔ اچھا خاصا کشادہ اور خوبصورت کمرہ تھا لیکن اچانک ہی مجھے اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر آنا پڑا تھا اس لیے ذہن پر ذرا بوجھ سا طاری تھا اور اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے گرم پانی کا طویل غسل کرنا پڑا۔ غسل سے فارغ ہو کر ویٹر کو بلایا، کافی طلب کی اور کافی کے گرم گرم گھونٹ لیتے ہوئے اس نئی تبدیلی کے بارے میں غور کرنے لگا۔ یہ بہتر نہیں ہوا تھا۔ اس وقت لندن میں میرے دشمنوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ نمبر ایک اولیو، اولیو جو بظاہر بالکل خاموش نظر آتا تھا لیکن کون جانے وہ کہاں کہاں میری ٹوہ میں لگا ہوا ہو۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اولیو اور انتہائی ذہانت سے اقدامات کر رہا ہوگا۔ چالاک ہیوڈی نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہوگا اور ایسی اہم جگہوں کی نگرانی کر رہا ہوگا جہاں میرے ذہن کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ابھی تک اس کے اور میرے درمیان ٹکراؤ نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں اس کے خیالات کے بالکل برعکس کام کر رہا تھا۔ یعنی میں لندن کے پیشہ ور غنڈوں کے کھیل میں شامل ہو گیا تھا جو مجھ جیسے ناواقف انسان کے لیے قطعاً ممکن نہیں تھا۔

میری دوسری دشمن لندن پولیس تھی اور دشمن نمبر تین لنکاسٹر تھا۔ جسے اگر اپنے آدمی کی موت اور میری دھوکا دہی کی اطلاع مل گئی ہوگی تو اس کی حالت ناقابل بیان ہوگی۔ ان حالات میں کم از کم لنکاسٹر سے بچنے کے لیے تو ریٹا کی رہائش گاہ چھوڑ دینا ہی بہتر ہوا۔ لنکاسٹر اس عمارت تک بہ آسانی پہنچ سکتا تھا۔ بلکہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے ابھی تک وہاں پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

فی الوقت اس جگہ کو محفوظ تصور کیا جا سکتا تھا۔ سارا دن میں نے یہ وقت اسی جگہ گزارا۔ شام کے سات بجے تو میرے کان ان آہٹوں کو سننے لگے جو دروازے کے قریب سے ابھر رہی تھیں پھر چند لمحوں بعد ہی ریٹا میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی اور چہرے سے بہت زیادہ خوش نظر آتی تھی۔

"ہیلو علی! کیسے ہو؟" اس نے ایک آرام کرسی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ تم بہت خوش نظر آ رہی ہو۔"

"میرے لیے کوئی سافٹ ڈرنک منگاؤ۔ میں واقعی خوش ہوں۔" میں نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی تھی ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس خوشی اور مسرت کے پیچھے بھی ایک اضطراب چھپا ہوا ہے۔ یہ مسرت خود کو چھپانے کی ایک جھوٹی کوشش محسوس ہوتی تھی پھر اس نے سگریٹ جلا کر دو تین گہرے گہرے کش لیے۔

"کیا بات ہے ریٹا! تم کچھ غیر مطمئن نظر آتی ہو؟"

"اس سے زیادہ مطمئن تو میں زندگی میں کبھی نہیں ہوئی۔ آج اتنی خوش ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"کیا بات ہے ریٹا! مجھے بتاؤ؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں، بڑی عام سی بات ہے اور عام سی بات یہ ہے کہ میں خوش ہوں اور انسان کی مسرتیں مختلف حالات کے تحت ہوتی ہیں۔ میں آج ایک بڑے جنجال سے نکل آئی ہوں۔ بس یوں لگتا ہے جیسے میں نے اپنی پچھلی زندگی کا کوئی مصرف تلاش کر لیا ہو یا شاید میں غلط استعمال کر رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے اب تک میں حماقتوں کا شکار رہی ہوں اور اچانک مجھے ہوش آ گیا ہو۔ بس یہی بات ہے۔"

"ریٹا! تم مجھے مسلسل پہیلیاں بجھوائے جا رہی ہو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے بتاؤ۔ تمہاری کیفیت بڑی پُراسرار لگ رہی ہے۔"

"تمہیں لگ رہی ہوگی۔ ویسے کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"میں اب تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔" میرے لہجے میں غصے کی جھلک تھی۔ ریٹا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تم بے حد نفیس آدمی ہو، بہت گریٹ۔ تم ایسے کیوں ہو علی؟"

"تم نشے میں تو نہیں ہو؟"

"نہیں، قسم لے لو کہ میں نشے میں نہیں ہوں یا یوں کہو کہ میں نشے میں تھی، اب ہوش آ گیا ہے اور ہوش میں آنے کے بعد یہ سوچ رہی ہوں علی کہ میں نشے میں کیوں تھی؟ میں یورپ میں پیدا ہوئی ہوں، مشرق کے پسماندہ ملک میں نہیں جہاں لڑکیاں محبت کرتی ہیں اور ان کے محبوب انہیں اپنا کر ساری زندگی ان کے ساتھ گزار دیتے ہیں۔ وہ ان کی خدمت کرتی ہیں اور ان کے بچوں کی پُروقار ماں کی حیثیت سے زندگی بسر کر دیتی ہیں۔ ان کے محبوب ان کے شوہر بن کر ان کے محافظ ہوتے ہیں اور وہ ہر طرح کے مصائب میں خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتیں۔ میں خود بھی ذہنی طور پر اس پسماندگی کا شکار ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیوں؟"

اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی خاص بات ہے لیکن میں نے خاموشی اختیار کی اور اسے دیکھتا رہا۔ "مجھے یقین ہے کہ میں خلوص دل سے اینڈریو کو چاہتی تھی۔" آخر ریٹا نے سکوت توڑا۔

"مجھے یقین ہے ریٹا!" میں نے مخلصانہ انداز میں کہا۔

"یقین ہے؟" اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں یقین ہے۔" میں نے اپنی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ بول رہے ہو، مجھے بہلا رہے ہو۔ میں نے تم سے بھی محبت کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"وہ تمہاری ذہنی جھنجھلاہٹ تھی اور میں نے اسے بخوبی سمجھ لیا تھا کیونکہ اس وقت جب اینڈریو یہاں واپس نہیں آیا تھا۔ میں نے اس کے لیے تمہاری تڑپ دیکھی تھی۔ مجھے یقین ہے ریٹا کہ تم میری اس بات کو جھوٹ نہیں سمجھو گی۔ وہ اس لیے کہ میرا تعلق مشرق سے ہے اور میں اپنے یہاں کی عورت سے بخوبی واقف ہوں۔ مشرق کی عورت عجیب الخلقت نہیں ہوتی۔ بس وہاں کا معاشرہ، وہاں کا ماحول یا یوں کہو کہ صحیح معنوں میں عورت کی فطرت وہی ہے۔ یورپ نے عورت کو جس قدر ارزاں کر دیا ہے وہ ایک غم انگیز بات ہے۔ میں نے بھی ایک طویل عمر امریکا میں گزاری ہے۔ مغرب میں عورت خود کو آزاد سمجھتی ہے۔ آزادی کے نام پر اسے جس قدر سستا کر دیا گیا ہے، یہاں کی عورت اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ مردوں نے گلیوں اور بازاروں میں اسے آزادی کے نام پر بے لگام چھوڑ دیا ہے اور وہ اس بے لگامی کو نسوانیت کی معراج سمجھتی ہے لیکن ریٹا! تم اس بات کو جھٹلا نہیں سکتیں کہ بے راہ روی نے عورت کی وقعت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ عورت اب کوئی سربستہ راز نہیں رہی ہے۔ ماں کی حیثیت سے، بہن اور بیٹی کی حیثیت سے اور بیوی کی حیثیت سے اب اس کا وہ مقام نہیں رہا جو ہونا چاہیے اور جو چیز اپنی وقعت کھو دیتی ہے، وہ سڑک پر پڑے ہوئے تنکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ میری بات کا برا نہیں ماننا، مغرب کی عورت کو آزادی کے بہانے سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ وہ ختم ہو چکی ہے۔ اس کی شخصیت تباہ کر کے مرد نے صرف اپنی ذات کو برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ ہم اس عورت کو عورت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے برعکس مشرق میں عورت ابھی زندہ ہے۔ ہمارے یہاں کے لوگ احترام سے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتے ہیں اگر وہ کسی مصیبت کا شکار ہو تو ہم میں سے ہر شخص فطری طور پر اس کی مدد کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کا وقار اس کی عزت ہے۔ اگر تمہارے اندر وہ عورت کسی بھی حد تک زندہ تھی ریٹا تو میرے لیے عجیب تر بات نہیں تھی۔ میرا خیال ہے تم میرا مقصد سمجھ گئی ہوگی۔" میں نے ریٹا کو دیکھا، اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ میں اس کے قریب نہیں گیا تھا کیونکہ اس سے کسی ایسی ہمدردی کا اظہار کر کے میں اپنے لیے کوئی مصیبت مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ دیر تک وہ سسکیاں لیتی رہی پھر دونوں ہاتھوں سے آنسو خشک کر کے اس نے سامنے رکھا ہوا سگریٹ اٹھا کر جلا لیا اور بڑے عجیب سے لہجے میں بولی۔

"میں نے اینڈریو کو گرفتار کرا دیا۔"

میرے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ گئی تھیں۔ چند لمحات تک میرے ذہن میں متدو جذبہ کا سا سماں رہا پھر میں

نے بمشکل تمام پوچھا: "کب؟"

"آج دوپہر کو، تمھیں فون کرنے سے قبل۔ میں نے اپنے باس مسٹر برٹرینڈ کو اس کے بارے میں اطلاع دی۔ میں اس کا تعاقب کرتی رہی تھی پھر جب پولیس نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں، تب میں وہاں سے ہٹی۔"

"پھر مجھے تم نے یہاں کیوں منتقل کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس خیال کے تحت کہ کہیں وہ تمھاری نشاندہی نہ کر دے۔"

"یہ کمرہ تم نے بک کرایا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" ریٹا نے پُرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اس اطلاع نے مجھے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا لیکن ریٹا کی ذہنی کیفیت بھی میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اینڈریو نے اس کی واقعی توہین کی تھی اور جب اس نے اینڈریو سے نفرت کا اظہار کیا تھا تو میں نے اس کے لہجے کی وحشت محسوس کی تھی۔ اس کے بعد میں ریٹا کی خاموشی سے بھی مطمئن نہیں تھا لیکن پھر بھی یہی بات یہ تھی کہ میں خود بھی یورپ کی عورت سے بخوبی واقف نہیں تھا۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ ممکن ہے ریٹا اینڈریو کی یقین دہانی سے مطمئن ہو گئی ہو۔

دیر تک خاموشی طاری رہی پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا: "تمھارا کیا خیال ہے ریٹا! کیا اینڈریو تمھیں شریک نہیں بنائے گا؟"

"بنانا ہے۔ یقین کون کرے گا؟ مسٹر برٹرینڈ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ میں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیا ہے علی! اینڈریو جیسے لوگوں کے لیے میں کافی ہوں۔ اس نے میرے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں اتنی بے بس اور اتنی کمزور نہیں تھی علی کہ اتنے عرصے سے اس کے ہاتھوں میں کھلونا بنے کے بعد خاموشی سے اس کے راستے سے ہٹ جاؤں۔ تم نے سنا اس نے میرے بارے میں کیا کہا تھا؟ جب اس کے پاس کچھ نہیں تھا تو وہ مجھ سے اظہارِ محبت کرتا تھا، کہتا تھا کہ میرے بغیر اس کی زندگی ادھوری ہے۔ میں اس کی ہر بات کا یقین کر لیتی تھی۔ مسٹر برٹرینڈ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے حالانکہ میں ان کی ملازمہ تھی لیکن انھوں نے کبھی میرے ساتھ نوکروں جیسا سلوک نہیں کیا۔ میں نے ان سے غداری کی، صرف اس لیے کہ اینڈریو اپنی خواہشات کی تکمیل کرے۔ وہ دولت کے حصول کے بعد امریکہ چلا گیا۔ میں نے صرف اس لیے اسے برداشت کر لیا کہ یہاں اس کی زندگی خطرے میں تھی۔ یہاں وہ آزاد نہیں رہ سکتا تھا مگر اس کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں تھا۔ میرے ایثار کا اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ تمھیں

مسٹر علی! ایک عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے، اپنے محبوب کی بے وفائی برداشت نہیں کر سکتی۔ میں صرف جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمھارے پاس پہنچی تھی لیکن علی تم فرشتہ صفت انسان ہو۔ تم نے میرے ضمیر پر کوئی گھاؤ نہ لگنے دیا۔ کاش اینڈریو تمھاری جیسی فطرت کا مالک ہوتا مگر میری اس بات سے یہ نہ سمجھنا علی کہ میں تمھیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی خواہش مند ہوں۔ تم عظیم ہو جبکہ میں لیٹیوں میں گھری ہوئی ایک معمولی سی لڑکی ہوں۔ میں کسی طرح بھی آسمان کو چھونے کی خواہش نہیں کر سکتی۔ میں صرف تمھیں اپنے دل کا حال بتا رہی ہوں۔"

"تم نے جو کچھ کیا، میں نہیں کہہ سکتا ریٹا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔ بہرصورت اب تم کر چکی ہو۔ میری صرف ایک خواہش ہے کہ اب تم خود کو محفوظ کرنے کی کوشش کرو۔ باقی رہا میرا مسئلہ تو اگر اینڈریو ابھی آزاد رہتا تو میرے لیے کارآمد ہو سکتا تھا لیکن کوئی بات نہیں۔ میں ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"کچھ نہیں علی! یہ فرض تو میرا ہے۔ تم یہاں مقیم ہو اور میرا خیال ہے دو تین دن تک تم یہاں محفوظ ہو۔ تمھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ تم ریناڈ کا یہ میک اپ ختم کر ڈالو۔ اب اس میک اپ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ عمارت تمھارے قابل نہیں ہے۔ ریناڈ کا میک اپ اتارنے کے بعد یہیں اور منتقل ہو جاؤ۔ میں تمھاری ہر ممکن مدد کروں گی۔" وہ پُرخیال لہجے میں بولی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ریٹا کے اس عمل پر مجھے کوئی جھنجلاہٹ بھی نہیں تھی۔ یہ ان کے ذاتی معاملات تھے۔ ہاں کچھ الجھنیں ضرور پیش آ گئی تھیں جن کو حل کرنے کے لیے فوری عمل ضروری تھا۔

پھر اچانک ریٹا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا: "اوکے علی! اب میں چلتی ہوں۔ کل تمھارے پاس آؤں گی۔ میرے لائق کوئی بھی خدمت ہو مجھے بتا دینا۔ میں ویسے تو کچھ نہیں ہوں لیکن پھر بھی تمھارے کام آنے کی کوشش کروں گی۔"

"بہت بہت شکریہ ریٹا!" میں نے جواب دیا اور وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد مجھے اپنی فکر کرنی تھی۔ نہ جانے حالات کون سا رخ اختیار کریں۔ ممکن ہے اینڈریو کوئی چال چل کر ریٹا کو بھی پھانس لے اور پولیس ریٹا سے میرے بارے میں بھی اگلوا لے۔ اس لیے مجھے فوری طور پر اب یہ جگہ چھوڑ

دینی چاہیے۔

لنکا شر کی دی ہوئی رقم اب بھی میرے پاس تھی۔ اس لیے پیسوں کی کوئی تنگی نہیں تھی۔ میں نے دروازہ بند کر لیا اور آئینے کے سامنے بیٹھ کر پہلے ریناڈ کے میک اپ سے خود کو آزاد کیا۔ اس کے بعد بیگ ہی کا عظیم تحفہ نکال لیا۔

میں نے نئے میک اپ میں کچھ جدت کی تھی یعنی اطراف ناک اور ہونٹ موٹے کر لیے تھے لیکن ان دونوں چیزوں کی تبدیلی سے میری شکل اس قدر بدل گئی کہ کوئی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا۔ میں نکلے عام اپنا سوٹ کیس نہیں لے جا سکتا تھا اس لیے میں نے اس کے لیے ایک چال چلی۔ میں نے اپنا سوٹ کیس ایک جگہ چھپا دیا اور پھر باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں دوبارہ اندر آیا اور منیجر سے ایک کمرہ طلب کیا۔ اس بار مجھے روم نمبر چوالیس ملا تھا۔ جو نچلی منزل پر واقع تھا۔ اپنے نئے کمرے میں آ کر میں تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اپنا چھپایا ہوا سامان اس کمرے میں لے آیا۔ اس میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں ہوئی تھی اور اس طرح مجھے سکون مل گیا تھا۔ کم از کم اب میں وقتی طور پر تمام ہنگاموں سے آزاد ہو گیا تھا اور کچھ وقت کسی فکر کے بغیر گزار سکتا تھا۔

اس کے بعد میں مسلسل آرام کرتا رہا۔ رات ہو گئی تو میں نے ڈنر بھی کمرے ہی میں کیا۔ طبیعت کسلمند ہو رہی تھی۔ دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ پولیس کو نیا باورڈ کو میری بُو تک نہیں ملنی چاہیے۔ اس کے علاوہ ذہن میں کچھ اور خیالات بھی تھے۔ ایجی یاد کر کے ذہن لیے کچھ اور کام بھی کیے جا سکتے ہیں جو میرے ذہن میں تھے بشرطیکہ وہ مل جائے۔

اینڈریو کی کیفیت یاد کر کے بھی ایک عجیب احساس ہوتا تھا۔ اس کی کیا حالت ہوگی؟ یہ تو اسے پتا چل چکا ہوگا کہ اس کی گرفتاری کا باعث ریٹا ہے اور پھر ہو سکتا ہے وہ ریٹا کا دشمن بن گیا ہوگا۔

بہرحال اب ان لوگوں کو ذہن سے نکال پھینکنا ہی بہتر تھا۔ ریٹا سے ملاقات خطرناک ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے پولیس اس کے پیچھے بھی لگ جائے۔ آخری فیصلہ میں نے یہ کیا تھا کہ پول لانس جا کر لوکر سے روتھ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ اس فیصلے کے بعد میں سو گیا۔

❁

دوسرے دن ناشتے کے بعد باہر نکلا تو کچھ دلچسپ انکشافات ہوئے۔ رات کو روم نمبر اسی پر کچھ غنڈوں نے حملہ کیا تھا۔ ہوٹل کے منیجر کو زدوکوب کر کے اس کمرے میں قیام کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کمرہ نمبر اناسی اور اکیاسی کے مسافروں کو چیک کر کے ان سے بھی معلومات حاصل کی گئی تھیں۔ انھیں مارا پیٹا بھی گیا تھا اور ان کا سامان برباد کر دیا گیا تھا۔

یہ اطلاعات میرے لیے کافی سنسنی خیز تھیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟ دو ہی باتیں ذہن میں آئی تھیں۔ یا تو لنکاشر یا پھر کسی طرح روتھ کو حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی۔ اس کمرے سے نکل آنے کا فیصلہ یقیناً ایک مفید فیصلہ تھا۔ میں ان حالات سے ہراساں نہیں ہوا بلکہ نہایت اطمینان سے باہر نکل کر آوارہ گردی کرتا رہا۔ دوپہر کا کھانا بھی میں نے ایک اور ہوٹل میں کھایا تھا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پول لانس بھی گیا تھا۔ یہ کلب شام کو کھلتا تھا۔ اس وقت بند تھا لیکن میں نے جائے وقوع کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔

اور پھر شام کو پانچ بجے میں واپس ہوٹل آ گیا۔ آٹھ بجے تک ہوٹل میں رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے پوری طرح تیار ہو کر باہر نکل آیا اور اب میں پول لانس میں لوکر سے ملنے کے لیے تیار تھا۔ باہر نکل کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس مخصوص علاقے میں پہنچ گیا جہاں پول لانس کلب واقع تھا۔ بیرونی حصے میں کافی رونق تھی لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے بیرونی حصے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ چنانچہ میں عقبی سمت میں چل پڑا۔ یہ عمارت لندن کی قدیم عمارتوں میں شمار ہوتی تھی اور اس کا طرزِ تعمیر کچھ پرانا سا تھا۔ عقبی دروازہ بوسیدہ ضرور تھا لیکن رنگ و روغن کر کے اسے بہتر بنا دیا گیا تھا۔ یہاں کوئی گھنٹی وغیرہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا میں نے دروازے پر زور زور سے دستک دی۔ دو منٹ کے بعد ایک دراز قامت دبلا پتلا آدمی دروازے پر آیا اور گردن باہر نکال کر دیکھنے لگا۔ مجھے دیکھ کر اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو؟" شاید وہ مجھے کوئی بھٹکا ہوا شرابی سمجھا تھا۔

"مسٹر لوکر اندر تشریف رکھتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں؟ کیا کام ہے ان سے؟" اس شخص نے مجھے تیکھی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بہت ضروری کام ہے۔ بس یوں سمجھو کہ میں مسٹر لوکر ہی کے کام سے آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔ میں جا کر معلوم کرتا ہوں اور ہاں کیا نام

ہے تمہارا باس؟" اس نے سوال کیا۔
"بڈسن — کہہ دو مسٹر بڈسن آئے ہیں۔" میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جواب دیا اور وہ واپس پلٹنے لگا۔ مجھے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ لوکر اندر موجود ہے۔ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو یہ شخص اسی قسم کا جواب بھی دیتا۔ چنانچہ جواب کا انتظار کرنا حماقت تھی۔ ظاہر ہے کہ لوکر کسی بڈسن کو نہیں جانتا ہوگا۔ نتیجتاً مجھے عجیب و غریب حالات میں اندر لے جایا جائے گا۔ معلومات حاصل کی جائیں گی۔ پھر نہ جانے کیا سانحہ پیش آ جائے۔ اس لیے میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جانے والے شخص کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ میرا الٹا ہاتھ اس کی گدی پر پڑا اور اس کے دونوں ہاتھ کچھ اس طرح سہارا لینے کے انداز میں اچھل گئے پھر میری دوسری ضرب نے اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر زمین پر گرنے لگا لیکن میں نے اسے زمین پر گرنے سے بھی روکا۔ تاکہ کسی قسم کی آواز پیدا نہ ہو۔ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔ میں نے اسے دیوار کے سہارے ٹکانے کے بعد دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔ سامنے ہی اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا ان سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا۔ ایک لمحے کے لیے رک کر میں نے کچھ سوچا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے سامنے ایک گیلری سی تھی۔ جس کے دائیں بائیں کمرے بنے ہوئے تھے۔ میں ان کمروں کے دروازے کھول کھول کر اندر جھانکتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ان دروازوں کے دوسری جانب کوئی نہیں تھا۔ البتہ سامنے ہی ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔ میں اس بند دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے سے چند آدمیوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے بغل میں دبا ہوا تحفہ نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ سیاہ رنگ کا ریوالور جس میں نو گولیاں تھیں۔ ریوالور سنبھال کر میں نے دروازے پر ایک زوردار لات ماری۔ دروازے کے دونوں پٹ تیز آواز کے ساتھ کھل گئے۔ دوسرے ہی لمحے میں اندر داخل ہو چکا تھا۔

چار آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے تاش کھیل رہے تھے طویل و عریض کمرے کے ایک کونے میں آرام کرسی پر جاپانی خدوخال رکھنے والی ایک خوبصورت لڑکی اخبار پڑھ رہی تھی۔ تاش کھیلنے والے جو دروازہ کھلنے کی آواز ہی سے چونک گئے تھے، میری شکل دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آواز شاید اس لڑکی نے بھی سن لی تھی۔ اس نے اخبار پھینک دیا اور حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر دیر تک وہ مجھے اسی طرح دیکھتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی معصوم انداز کی مالک معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بے مثال تھی۔ حالانکہ میں اس کے لیے بھی اجنبی تھا لیکن اس نے ایک لمحے میں خود پر قابو پا لیا تھا جبکہ دوسرے لوگ نروس ہو گئے تھے میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کچھ بولنا چاہا تو میں نے سرد لہجے میں کہا: "اگر کسی نے ذرا بھی جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ کر دوں گا۔ تم ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

اور ان چاروں نے ہاتھ سر سے بلند کر دیے۔ لڑکی اسی طرح مسکرا رہی تھی اور اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ "لوکر کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"مجھ سے بات کرو۔ مجھے سولیتا کہتے ہیں۔" لڑکی کی آواز بے حد دلکش تھی۔
"چلو تم ہی بتا دو، لوکر کہاں ہے؟"
"لندن ہی میں ہے لیکن اس وقت کہاں ہوگا ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں۔" اس نے جواب دیا۔
"بکواس کرتی ہو تم۔" میرا لہجہ غضب ناک تھا
"اس بکواس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر تم اسے تلاش کرنا چاہتے ہو تو تلاش کر لو۔ ہم سب ہاتھ بلند کر کے تمہارے ساتھ چلیں گے۔ درحقیقت وہ یہاں نہیں ہے۔"
"چلو مان لیتا ہوں۔ تم کون ہو؟" میں نے پوچھا۔
"نام تو بتا چکی ہوں کہ سولیتا ہے۔ لوکر کی سیکرٹری ہوں۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟" لڑکی نے نرم لہجے میں پوچھا۔
"تم لوکر کی سیکرٹری ہو تو میری مدد ضرور کر سکتی ہو۔ مجھے ایڈمنڈ روتھرے کا پتا درکار ہے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"صرف اتنا سا کام یا کوئی اور بات بھی ہے؟" وہ کسی قدر تعجب سے بولی۔
"فی الحال تو اتنا ہی بتا دو۔"
"تب پستول جیب میں ڈال لو۔ یہ اتنی اہم بات نہیں ہے جس کے لیے تم کھوپڑی پیٹنے کی کوشش کرو۔" لڑکی نے بڑے اطمینان سے قریب رکھا ہوا پرس اٹھا لیا۔ "میرے پاس اس کا پتا نوٹ ہے۔" اس نے میری طرف توجہ دیے بغیر کہا لیکن دوسرے ہی لمحے جو کچھ ہوا، میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔

پرس سے نکلنے والے ننھے سے آٹومیٹک پستول نے میرے ہاتھ کے نشانے پر گولی اگل دی اور میرا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ پستول میری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میز پوری قوت سے میرے اوپر آ پڑی جس کے گرد وہ چاروں افراد بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔
میں نے میز کو ہاتھوں پر روکنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا اور اس کی لپیٹ میں آ کر نیچے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ان چاروں نے میز پر چھلانگیں لگا دی تھیں۔ میرے بدن کے مختلف حصے بری طرح کچلے گئے اور میں ان چاروں کے نیچے دبا ہوا جنبش بھی نہ کر سکا۔ انہوں نے مجھے میز کے نیچے سے نکال کر خوب زدوکوب کیا۔ چاروں باکسنگ سے واقف تھے اور چونکہ اس اچانک حادثے سے میرے اعضا شل ہو گئے تھے اس لیے میں مدافعت بھی نہیں کر سکا اور انہوں نے مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔
خوب اچھی طرح پیٹنے کے بعد ان میں سے دو آدمیوں نے ریشم کی رسی سے میرے ہاتھ کس کر پشت پر باندھ دیے اور پھر کسی نے ایک لات میری کمر پر جمائی اور میں لڑکی کے پاس جا گرا۔ اس نے جلدی سے اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیے تھے۔
میرا چہرہ اس کے [illegible] تھا۔ اس نے سینڈل کی نوک سے میری ناک چھو کر دیکھی اور پھر مسکرائی ہوئی بولی۔ "بیوقوف آدمی! تمہیں لوکر کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں۔"
میں خاموش رہنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ "اس کی تلاشی لو۔" وہ اپنے ایک ساتھی سے بولی۔ فوراً ہی اس کے ساتھی نے میری جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔ جو کچھ میری جیبوں میں تھا نکال لیا گیا۔ اس میں وہ رقم بھی تھی جو میں نے نکاسٹر سے وصول کی تھی۔
"احمق گدھا! لوکر کے ٹھکانے پر پستول لے کر آیا تھا۔" لڑکی نے پوری قوت سے میرے چہرے پر ٹھوکر رسید کر دی اور میرے منہ سے خون ابل پڑا۔ زخمی ہاتھ میں پہلے ہی آگ لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی بدن کے مختلف حصے چوٹوں سے بری طرح دکھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور پھر ہوش و حواس میرا ساتھ چھوڑ گئے۔
نہ جانے کتنی دیر بے ہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو درد کی لہریں پورے بدن میں گردش کر رہی تھیں۔ زخمی ہاتھ کا زخم مسلسل تکلیف دے رہا تھا۔ میں اسی جگہ پڑا ہوا تھا جہاں مجھ پر بے ہوشی طاری ہوئی تھی۔ میں نے نیم وا آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ وہ چاروں افراد میز سیدھی کر کے اس کے گرد بیٹھ کر تاش کھیلنے لگے تھے۔ البتہ لڑکی اس کمرے میں موجود نہیں تھی اور آرام کرسی خالی پڑی ہوئی تھی۔ برابر کے کسی کمرے سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ میں نے تکلیف کی شدت سے دانت بھینچ لیے۔ مجھے نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ میں بڑے سنگدل لوگوں کے درمیان آ پھنسا تھا اور اب اس بات کا مجھے پورا پورا احساس ہو گیا تھا کہ لڑکی کی معصوم صورت سے میں نے دھوکا کھایا تھا۔
دفعتاً اس کمرے کا اندرونی دروازہ کھلا اور وہی لڑکی جس نے اپنا نام سولیتا بتایا تھا اس بار ایک دوسرے لباس میں ملبوس باہر نکلی۔ اس نے سیاہ رنگ کا ایک لمبا گاؤن پہنا ہوا تھا جس پر ریشمی گلابی رنگ کے ڈیزائن بنے ہوئے تھے۔ اندر آ کر اس نے ان چاروں کو دیکھا اور بولی۔ "تم لوگ جاؤ گے نہیں؟ وقت ہو گیا ہے۔" اس کے لہجے سے ناگواری کا احساس ہو رہا تھا۔
"اوہ سوری مادام سولیتا! ہمیں تو کھیل کے دوران یاد ہی نہیں رہا تھا۔"
"تھوڑی دیر اور [illegible] تم تینوں کو بھی خوب خیال [illegible]" لڑکی نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
"اس بدبخت کے بارے میں کیا کیا جائے؟ کیا ہم اس کی گردن دبا دیں اور اس کی لاش ٹھکانے لگا دیں؟"
"نہیں نہیں، اس کے بارے میں معلوم تو ہو کہ یہ کون ہے اور مسٹر روتھرے کا پتا کیوں معلوم کر رہا تھا؟"
"مادام! اس سے یہ بات کون معلوم کرے گا؟"
"اونہہ، تم اس چکر میں مت پڑو اور یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ لوکر واپس آ کر خود اس سے تفصیلات معلوم کر لے گا۔" لڑکی نے ناک چڑھا کر کہا اور وہ چاروں مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔
لڑکی کچھ دیر اپنی جگہ کھڑی رہی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی دوسرے کمرے سے آنے والی موسیقی کی آوازیں تیز ہو گئی تھیں۔ وہ اپنے لمبے ناخنوں سے گال کھجاتے ہوئے پرخیال انداز میں مجھے دیکھتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آ گئی۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے جوتے کی نوک سے آہستہ آہستہ میری ران پر ٹھوکریں ماریں اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ہوش میں آ جاؤں۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔

تکلیف کی شدت اب بھی میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی، غالباً بندھے ہوئے ہاتھ میں خون جم گیا تھا اور شاید زخم سے خاصا خون بہہ بھی گیا تھا۔ اس لیے آنکھوں کے آگے مختلف رنگ سے ناچتے محسوس ہو رہے تھے۔

لڑکی مجھ پر جھکی اور پھر ایک اور ٹھوکر میرے داہنے رخسار پر مارتی ہوئی بولی۔ "یقیناً تم پوری طرح ہوش میں آگئے ہوگے۔ جواب دو، کیا تم ہوش میں ہو؟"

میں نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور سختی سے دانت بھینچ لیے۔ شاید میرے چہرے سے غصے کا اظہار بھی ہونے لگا تھا، چنانچہ وہ ہنس پڑی۔

"غصہ آرہا ہے؟" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ "لیکن افسوس تمہیں کچھ کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔ اوہ! شاید تمہارے ہاتھ سے خون کافی بہہ گیا ہے، بلکہ مسلسل بہہ رہا ہے۔ ٹھہرو، پہلے تمہاری بینڈیج کردوں، اس کے بعد ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ مجھے اس بات سے بے حد دلچسپی ہے کہ تم روترے کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے تھے؟"

میں خاموش رہا۔ لڑکی نے کسی کو آواز دی اور وہی طویل القامت شخص اندر آگیا جس سے میری سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ "ہیکٹر! بینڈیج کا سامان لے آؤ۔ اس شخص کو پولوک کے سامنے پیش کرنے تک زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے اس کی مرہم پٹی کردی جائے تو بہتر ہے۔"

طویل القامت ہیکٹر کی آنکھوں میں کینہ توزی کی جھلکیاں تھیں لیکن اس نے خاموشی سے لڑکی کی ہدایات پر عمل کیا۔ میرے دونوں ہاتھ کھولے گئے لیکن وہ لوگ بے وقوف نہیں تھے۔ ہاتھ کھول کر انھوں نے دونوں پاؤں باندھ دیے تھے، تاکہ میں ان کے لیے خطرناک ثابت نہ ہوسکوں۔ میرے زخم کو صاف کرکے کوئی لوشن لگایا گیا اور بینڈیج کردی گئی۔ فوری طور پر ایک سکون سا محسوس ہوا تھا اور میں اپنے حواس مجتمع کرکے سوچنے لگا کہ اب میرا دوسرا اقدام کیا ہونا چاہیے۔ وہ لڑکی جس نے اپنا نام سولیتا بتایا تھا اور جو اب تک خود کو بہت زیادہ اسمارٹ ثابت کرتی رہی تھی، مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پھر اسی کرسی پر جا بیٹھی تھی جہاں وہ کچھ دیر قبل موجود تھی۔ اس کا فاصلہ مجھ سے زیادہ نہیں تھا۔ وہ طویل القامت شخص بھی کمرے میں موجود تھا۔ بہرصورت میں اسی طرح کا منتظر ہو کر رہا جیسے میرے بدن میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔ میرے دونوں پاؤں اب بھی بندھے ہوئے تھے۔ طویل القامت شخص کمرے سے باہر نکل گیا تو لڑکی نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کچھ پیو گے تم؟ کسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے نقاہت بھری آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے، تمہاری مدارات کرنا یوں بھی ضروری نہیں کیونکہ پہلے ہی کافی خاطر کی جاچکی ہے۔ البتہ یہ بتادو کہ تم مسٹر ایڈمنڈ روترے کا پتا کیوں معلوم کر رہے تھے؟ کیا کام تھا تمھیں ان سے؟"

"میڈم سولیتا!" میں نے بدستور نحیف آواز میں کہنا شروع کیا۔ میرا انداز ایسا تھا جیسے مجھے بولنے میں دقت ہو رہی ہو۔ میں اسے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ میرے بدن میں اتنی سکت نہیں ہے کہ میں ٹھیک سے گفتگو بھی کرسکوں۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "مسٹر روترے سے میرے پرانے مراسم ہیں۔ فرانس میں میری ان سے کئی بار ملاقات ہوچکی ہے لیکن پچھلے دنوں سے مجھے ایسے شواہد مل رہے تھے جن سے پتا چلتا تھا کہ مسٹر روترے میرے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوگئے ہیں۔ یہ غلط فہمیاں پیدا کرنے والے کچھ ایسے لوگ تھے جو مسٹر روترے کے زیادہ قریب ہونا چاہتے تھے۔ انھی میں پولوک کا نام بھی شامل تھا۔ مسٹر روترے جب بھی یہاں آتے ہیں، میری خدمات ضرور حاصل کرتے ہیں مگر اس بار انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے مسٹر پولوک پر غصہ آگیا تھا اور میں ان سے مل کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر انھیں مجھ پر شک کیوں ہے اور وہ میری دشمنی پر کیوں آمادہ ہیں؟ بس اسی غصے میں بھرا ہوا میں یہاں پہنچا تھا لیکن یہاں تم لوگوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا، وہ... وہ..." میں نے گہری سانسیں لے کر آنکھیں بند کرلیں اور لڑکی اٹھ کر میرے قریب آگئی۔

"تو یہ بات ہے۔ بہرصورت اس سے یہ ثابت ہوا کہ تم مسٹر پولوک کے دوست نہیں ہو۔"

"دشمن بھی نہیں ہوں مس سولیتا!" میں نے آنکھیں کھول کر جواب دیا اور دزدیدہ نگاہوں سے اس دروازے کی جانب دیکھا جو بند تھا۔ طویل القامت ہیکٹر اسی دروازے سے دوسری طرف چلا گیا تھا۔ پتا نہیں وہ کتنی دور ہو اور یہ بھی پتا نہیں تھا کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوسکوں گا یا نہیں؟ بہرصورت خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے شکایتی نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا۔ "تم لوگوں نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے؟"

"اوہ... چچ... چچ... چچ!" لڑکی نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "چلو اس کے بدلے میں تم سے بہتر سلوک بھی کیا جائے گا۔ مسٹر پولوک شاید مسٹر روترے ہی کے ساتھ ہیں،

آج رات...... ان کی واپسی کا امکان نہیں ہے۔ اس لیے کیوں نہ تم ہمارے مہمان رہ کر ان کا انتظار کرلو اور صبح کو ان سے ملاقات کرکے ہی جاؤ۔ کیا خیال ہے؟"

"تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟"

"کم از کم اس وقت نہیں۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت میں مسٹر پولوک سے ضرور ملنا چاہتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو..."

"ہیکٹر!" لڑکی نے میری پوری بات سنے بغیر پھر اسی ملازم کو آواز دی اور وہ اندر آگیا۔ "ہیکٹر! انھیں سہارا دے کر میرے کمرے میں پہنچادو۔ اس کے بعد تمھاری چھٹی۔"

طویل القامت شخص نے میری بغلوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر مجھے کھڑا کیا اور پھر کسی قدر گھسیٹنے کے سے انداز میں مجھے لیے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچ گیا اور پھر ایک نرم گدّے والی مسہری پر لٹادیا۔ سولیتا بھی اس کے ساتھ ساتھ آئی تھی۔

"شکریہ ہیکٹر! بس اب جاؤ۔" اس نے کہا۔ طویل القامت شخص باہر نکل گیا۔ سولیتا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ یک بیک وہ زور سے ہنس پڑی۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ "کوئی بات نہیں۔ میں قدیم دور کی ان وحشی ملکاؤں کے بارے میں سوچ رہی تھی جو تم جیسے جانوروں کو اغوا کرالیتی تھیں۔ بس یہی دیکھ کر ہنسی آگئی تھی۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ گئی۔ اس کے بعد سولیتا نے شراب کی ایک بوتل نکالی اور مجھ سے پینے کے لیے کہا۔ میں نے صریحاً انکار کردیا کہ ایک مسلمان ایسی غلیظ شے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ پھر میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کشمکش میں بوتل میز پر لڑھک گئی۔ میں نے فوراً ہی اس پر بھی قبضہ کرلیا۔

"اب میں یہ بوتل تمھارے دانت توڑنے اور چہرہ بگاڑنے کے لیے بہ آسانی استعمال کرسکتا ہوں یا میرے اس انگوٹھے کا دباؤ تمھیں ہمیشہ کے لیے اس جہانِ رنگ و بو سے آزاد کرسکتا ہے۔ بتاؤ، دونوں میں سے کون سی بات پسند کروگی؟ کیا میں تمھارا چہرہ بگاڑ کر تمھیں اس قابل کردوں کہ لوگ تمھاری طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ ہوں یا پھر تمھیں زندگی کے اس جہنم سے نجات دلادوں۔ تم ان دونوں میں سے کون سی بات پسند کروگی سولیتا ڈارلنگ!" میں نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے۔ میں نے انگوٹھے کا دباؤ کسی قدر کم کردیا۔ اس نے میرے بدن کے بوجھ کو بھی کسی طرح

"اوہ۔ اس میں کیا شک ہے؟"
"میں بھی اسی کا شکار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔ تم بہت افسردہ معلوم ہوتے ہو۔" اس نے کہا اور ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ ہم دونوں اس پتھر پر جا بیٹھے۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ مجھے آفر کیا۔ وقت گزاری کے لیے میں نے سگریٹ قبول کر لیا تھا۔
"کیا پریشانی لاحق ہے تمہیں؟" اس نے میرا سگریٹ جلاتے ہوئے پوچھا۔
"بس میرے دوست کیا بتاؤں۔ اپنے گھر کو خوش حالی بخشنے کے لیے دن رات محنت کرتا ہوں اور اسی محنت سے میں نے اپنا ایک چھوٹا سا گھر ترتیب دیا ہے جس میں میری بیوی بھی ہے۔ میں کیتھی کو بے پناہ چاہتا ہوں۔ ہم نے لو میرج کی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کیتھی دولت مند والدین کی بیٹی ہے۔ اس نے میری محبت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اُسے دولت کی ضرورت نہیں، وہ صرف محبت کی پیاسی ہے حالانکہ میں نے اُسے بہت سمجھایا تھا لیکن افسوس کیتھی نے اپنا قول بھلا دیا۔ آخر وہ مسائل سے گھبرا گئی۔ تم خود بتاؤ کہ مجھ جیسا غریب آدمی اُسے وہ سہولتیں کہاں سے مہیا کر سکتا تھا جو اُسے اپنے گھر میں حاصل تھیں۔ میں نے اُسے بتا دیا تھا کہ میرے ساتھ وہ مصائب کی زندگی گزارے گی اور اس نے مجھ سے اس کا وعدہ کیا تھا۔ نہ صرف وعدہ کیا تھا بلکہ مجھے اس کے لیے مجبور کیا تھا کہ میں اُس سے شادی کر لوں۔ شادی کے صرف دو سال تک وہ ٹھیک رہی۔ اس کے بعد اُسے یہ احساس ہونے لگا کہ اس نے غلطی کی ہے۔ وہ اپنے والدین کی طرف لوٹ نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اس نے غیر قسم کے مشاغل شروع کر لیے اور آج جب میں تین دن کے بعد اچانک واپس آیا ہوں تو کیتھی گھر پر موجود نہیں ہے۔ ہماری ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ عموماً گھر سے غائب رہتی ہے اور اکثر بندرگاہ کے ہوٹلوں میں پائی جاتی ہے۔ میرے دوست! مجھے یقین نہیں آتا لیکن ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ اس وقت بھی آرگینو پر موجود ہے۔"
"اوہ بڑی افسوسناک بات ہے۔ گویا تم اپنی بیوی کی تلاش میں وہاں جانا چاہتے ہو؟"
"ہاں۔ لیکن میں اُسے کچھ نہ کہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ رہ کر اُسے کچھ نہیں ملا مگر ایک مرتبہ میں اس کے جھوٹ کی پول تو کھول ہی دوں گا۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ میرے سمجھانے کے باوجود اس نے میری بات نہ مانی اور اب مجھ سے بے وفائی پر اتر آئی ہے۔"
"کیا فائدہ اسے سمجھانے سے۔ کیا حاصل ہو گا تمہیں؟"
"کچھ نہیں۔ میری خواہش ہے کہ وہ پھر سے اپنی دنیا میں واپس چلی جائے۔ میں اسے اس حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اس سے علیحدگی اختیار کر لوں گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ میں اس کی راہ کا پتھر نہیں بننا چاہتا۔ وہ مجھ سے چھٹکارا پا لے اور اپنی پسند کی زندگی گزارے۔" بے چارہ سکینک میرے افسردہ لہجے سے کافی متاثر نظر آتا تھا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتا رہا...... اور پھر گردن جھٹک کر بولا۔
"عورت ذات ہی ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے مگر اس کے لیے خود کو جنجال میں پھنسا لینا دانشمندی نہیں ہے۔"
"میں اس جنجال سے نکلنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"ضرور نکل جاؤ۔ اسے اس کی صحیح تصویر دکھا کر کنارہ کشی اختیار کر لو لیکن اس سلسلے میں کوئی جذباتی حماقت نہ کر بیٹھنا۔"
"جذباتی حماقت سے کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔
"اُسے مارنے پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور......" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور پھر سمندر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "وہ لانچ آ رہی ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"
اشارہ پاتے ہی میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ سکینک بے چارہ میری کہانی سے متاثر ہو گیا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو لانچ پر چار افراد موجود تھے جن میں وہ اسی طرح کے لباس پہنے ہوئے تھے جیسا میرے دوست سکینک نے پہن رکھا تھا۔
راستے میں اس نے پوچھا۔ "تم خاموشی سے جہاز پر جانا چاہتے ہو؟"
"ظاہر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"کس طرح جاؤ گے؟" سکینک نے سوال کیا۔
"تم مجھے کوئی رسّہ فراہم کر سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں رسّہ مل جائے گا۔"
"بس پھر مجھے اوپر پہنچنے میں مشکل نہیں ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور سکینک نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ میرے پاس سے ہٹ گیا اور شاید اپنے دوستوں کو میری کہانی سنانے لگا۔
لانچ سفر کرتی رہی اور تقریباً بیس منٹ بعد جہاز کی روشنیاں قریب آ گئیں۔ سمندر دور دور تک ویران نظر آ رہا تھا۔ البتہ سمندر کے سینے میں موسیقی کی دھنیں ہلکا سا انتشار پیدا کر رہی تھیں اور یہ موسیقی جہاز ہی سے بلند ہو رہی تھی۔ پھر لانچ جہاز کے عقبی حصے میں پہنچ گئی۔ اس کا انجن بند ہو گیا تھا۔
سکینک نے میرے لیے ایک خاص رسّے کا انتظام کیا اور مجھے رسّہ فراہم کر دیا جس کے سرے پر کُنڈا سا آنکڑا لگا ہوا تھا۔ میں نے

اسے گھما کر اوپر پھینکا اور آنکڑا جہاز کے کسی حصے میں پھنس گیا۔ اس کے بعد میں اپنے دوست سے ہاتھ ملا کر رسّے کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں اوپر پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے میں نے آنکڑا نکال لیا اور لانچ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔
پھر جب لانچ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں گہری سانس لے کر پلٹا۔ جہاز کے درمیانی حصے میں کیبنوں کی قطار چلی گئی تھی۔ موسیقی کی آوازیں کافی تیز تھیں۔ میں ایک طرف چل پڑا اور ٹھیک اس کے عقب میں پہنچ گیا۔ یہاں مجھے ایک کھلا دروازہ نظر آیا جس سے میں اندر داخل ہو گیا۔ ایک چھوٹی اور تنگ راہداری تھی جہاں روشنی نہیں تھی لیکن اس کے اختتام پر ایک بند دروازے سے برتنوں کے کھنکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ غالباً یہ کچن تھا۔ میں اس کے قریب سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا۔ کچن کی عقبی سمت میں بھی اندھیرا تھا۔ میں اس اندھیرے میں آگے بڑھا ہی تھا کہ میرے بائیں شانے پر ناگہانی ٹوٹ پڑی۔
غالباً نشانہ میرا سر تھا لیکن چوک گیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں جوابی عمل کیا اور میرا بایاں پاؤں چل گیا۔ میری لات حملہ آور کے پیٹ پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی اس کی ناک میرے گھونسے کی زد میں آ گئی۔ حملہ آور حلق سے ایک کربناک آواز نکال کر زمین پر گر پڑا لیکن مجھے بھی بس مزہ آ گیا تھا۔ یہ گھونسا مارتے وقت میں نے بایاں ہی ہاتھ استعمال کیا تھا جو پہلے ہی سے کافی زخمی تھا۔
بمشکل تمام میں نے اپنی کراہوں کو روکا تھا اور پھر فوراً ہی اپنی تکلیف کو بھول گیا۔ میں نے حملہ آور کی خبر لی تھی جو چکرا کر زمین پر گر پڑا تھا لیکن چند ہی ثانیوں میں اٹھنے والا تھا۔
میں پلٹ کر شانے کے بل اس کے سینے پر گرا اور اپنے جسم سے اس پر بھرپور ضرب لگائی۔ میرے نیچے دبا ہوا شخص دوبارہ کربناک آواز میں چیخا۔ "رک جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ میں خود کو تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ رک جاؤ۔" اس کی آواز میں التجا تھی۔ میں نے سیدھے ہو کر ایک گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا اور کرخت لہجے میں بولا۔
"ایڈمنڈ تمہیں کہاں ملے گا؟"
"کیا؟" اس نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا اور پھر کھانستے ہوئے بولا۔ "خدا کے واسطے یہ وزن میرے سینے سے ہٹاؤ۔ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ میں مر جاؤں گا پلیز۔"
میں نے اس کے سینے پر دباؤ قدرے کم کر دیا۔ "وہ تمہیں کہاں ملے گا؟"
"مجھے نہیں معلوم۔ میں خود اس کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ مگر تم کون ہو؟ کیا تمہارا تعلق اس جہاز سے نہیں ہے؟" اس نے پوچھا اور پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ مجھے اس کے خدوخال کچھ جانے پہچانے سے ... ہوئے تھے اور پھر چند لمحوں کے بعد ہی میں نے اُسے پہچان لیا۔ مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔
یہ شخص اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو کورنی مکلارنس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے اوپر سے ہٹ گیا لیکن ہٹنے سے پہلے میں نے اس کے دونوں ہاتھ دیکھ لیے تھے۔ اس کا پستول نزدیک ہی پڑا ہوا تھا اور غالباً اسی پستول کے دستے سے اس نے میرے سر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی اور سر کے بجائے میرا شانہ اس کا ہدف بن گیا تھا۔
"ہیلو کورنی مکلارنس!" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا اور کورنی مکلارنس دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔
"اوہ تم نے شاید میری ناک کا بانسہ توڑ دیا ہے۔ میں شدید تکلیف اور اذیت کا شکار ہوں۔"
"سوری دوست! اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم میرے سر کی ہڈی توڑ چکے ہوتے۔"
"مجھے افسوس ہے مگر تم ہو کون؟" کورنی مکلارنس نے پوچھا۔
"بس یوں سمجھو کہ میں بھی تمہاری طرح غلط طریقے سے اس جہاز تک پہنچا ہوں۔"
"مگر کیوں؟" کورنی مکلارنس نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔ وہ بھی میری ہی مانند آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے گھور رہا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر وہ روشنی میں بھی مجھے پہچاننے کی کوشش کرے تو میں اس کی سمجھ میں نہیں آؤں گا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"میں جو کوئی بھی ہوں مگر تم مجھے نہیں جانتے۔ البتہ میں تم سے بخوبی واقف ہوں۔"
"ظاہر ہے ورنہ تم میرا نام لے کر مجھے کیوں پکارتے۔ پھر بھی میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ تم کس مقصد کے تحت جہاز پر آئے ہو؟"
"شاید ہم دونوں کا ایک ہی مقصد ہو۔" میں نے جواب دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔
"میں نہیں سمجھ سکتا۔ تمہاری صورت اور خدوخال میرے لیے بالکل اجنبی ہیں۔"
"یقیناً تم مجھے کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ یہاں سے اٹھو، میرا خیال ہے یہ جگہ بالکل مخدوش ہے۔" پھر ہم دونوں اس جگہ سے اٹھ کر جہاز کے ایک کونے میں آ گئے۔ یہاں سے تھوڑے

فاصلے پر ایک کیبن کے سامنے ... میں ایک ... روشن ...
کی مدھم روشنی یہاں تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے روشنی میں گوف ...
کی شکل دیکھی۔ اس کی ناک سے خون بہہ کر ٹھوڑی اور گردن تک آگیا
تھا۔ میں نے اپنا رومال نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔
"اس سے اپنی ناک دبا لو، خون بند ہو جائے گا۔"
"میں شدید تکلیف میں ہوں۔ میرا سر چکرا رہا ہے اگر تم اجازت
دو تو میں وہسکی کے چند گھونٹ لے لوں۔"
"وہسکی؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں، میری جیب میں موجود ہے۔"
"وہسکی کی جگہ پستول تو نہیں نکل آئے گا؟" میں نے اس کے
پستول کا رخ اسی کی جانب کرتے ہوئے کہا۔
"میری جیب میں دوسرا پستول موجود ہے مگر ایسا نہیں ہوگا۔"
گوف نے کہا اور میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ گوف اگر خود ہی
اس کا انکشاف نہ کر دیتا تو مجھے مار سکتا تھا۔ میں نے برق رفتاری
سے جھپٹ کر اس کا پستول اس کی جیب سے نکال لیا۔ گوف نے کوئی
اعتراض نہیں کیا۔ وہ بہت شکستہ نظر آ رہا تھا اور بار بار ڈگمگا کر
گہری سانسیں لینے لگتا تھا۔
پھر اس نے وہ چپٹی شیشی نکالی جو اس کے کوٹ کی اندرونی جیب
میں موجود تھی۔ بڑی بے صبری سے اس نے شیشی کی ڈاٹ کھول
کر اسے منہ سے لگا لیا اور اس کی تلچھٹ تک پی گیا۔ پھر اس نے
شیشی ایک طرف لڑھکاتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا۔
"مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔" وہ بھرائی ہوئی آواز
میں بولا۔
"تم مجھے پیڈرو کہہ سکتے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تم اسے کیوں تلاش کر رہے ہو؟"
"میں نے کہا نا کہ ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔" میری مسکراہٹ
گہری ہو گئی۔
"تم میرے مقصد کے بارے میں کیا کیا جانتے ہو؟"
"چلو اشارے کے طور پر اینی پارکر کا نام بتلائے دیتا ہوں۔" میں
نے کہا اور پھر مجھے محسوس ہوا کہ گوف کے سانسوں کی رفتار تیز ہو
گئی ہے۔ اس کے چہرے سے شدید کشمکش کا اظہار ہو رہا تھا۔
پھر اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا "کیا تم بھی؟"
"ہاں میں بھی۔" میرا جواب بہت مختصر تھا۔
"تمہارے خیال میں وہ یہاں موجود ہے؟"
"مجھے یقین ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن تیزی سے
کام کر رہا تھا اور میں نے فوری طور پر پلاننگ کر ڈالی تھی۔
"تو پھر کیا ارادے ہیں تمہارے؟" گوف نے پوچھا۔
"اینی پارکر کو اغوا کروں گا۔"
"تمہارے دوسرے ساتھی بھی موجود ہیں جہاز پر؟" گوف
نے سوال کیا۔
"پہلے تم میری بات کا جواب دو۔"
"اعتماد کرو گے مجھ پر؟" گوف نے پوچھا۔
"چلو کر لوں گا، جواب دو۔"
"میں بالکل تنہا ہوں۔ یوں سمجھو کہ میں اس سلسلے میں کام کر
رہا ہوں، مجھے یہاں صرف اینی پارکر کی موجودگی کا شبہ تھا۔ اگر
یقین ہوتا تو شاید میں تنہا نہ آتا۔ ویسے میرے دو ساتھی لانچ لیے یہاں
گھوم رہے ہیں۔ میں تو اینی کی یہاں موجودگی کی تصدیق کرنے
آیا تھا۔"
"اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔
"اس وقت تو میں تمہارے قبضے میں ہوں۔ میرا کیا پروگرام ہو
سکتا ہے؟" گوف نے بے بسی سے بولا۔
"مشترکہ پروگرام بناؤ گے؟" میں نے سوال کیا۔
"مذاق کر رہے ہو۔ بھلا مجھ پر قابو پانے کے بعد تم ایسی کوئی
کارروائی کیوں کرو گے؟"
"اگر میں ایسا کروں تو؟" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے
ہوئے کہا۔
"میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوگی؟" گوف
نے جواب دیا۔
"تب ہاتھ لاؤ۔ آرگینو کے اس تاریک گوشے میں ہم اپنی
دوستی کا آغاز کرتے ہیں۔ میں تمہیں اپنا نام بتا چکا ہوں، تفصیل بعد
میں بتا دوں گا۔ ہم پہلے اینی کے معاملے سے نمٹ لیتے ہیں۔"
گوف نے نہایت گرم جوشی سے اپنا ہاتھ میری جانب بڑھا
دیا اور نہایت پُرمسرت انداز میں بولا۔ "واقعی یہ ملاقات
خطرناک بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ ہرچند کہ میں تم سے واقف
نہیں ہوں پیڈرو، لیکن تمہاری پھرتی اور تمہارا اعتماد بتاتا ہے
کہ تم معمولی لوگوں میں سے نہیں ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم میرے بارے
میں کیا جانتے ہو؟"
"یہی کہ لندن کی زیر زمین دنیا کے سپر اسٹار ہو۔" میں نے
مسکرا کر کہا۔
"اور تم؟" گوف نے پوچھا۔
"میں لندن میں نو وارد ہوں لیکن حالات سے ناواقف
نہیں۔"
"خوب، بہت خوب۔" گوف مکلارنس بھی مسکرانے لگا تھا۔
"مجھے معلوم ہے کہ اینی پارکر سب سے پہلے تم نے ...

ہوٹل میں استقبالیہ دیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ کرنل لوسٹر
اور میرلینگ اسٹر جیسے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی
اینی پارکر پر قابو نہ پا سکا۔ اگر تمہاری معلومات زیادہ وسیع ہیں تو شاید
تمہیں اس بات کا علم ہو گیا ہوگا کہ اینی پارکر کو کسی نے وہاں سے
قبل از وقت فرار کروا دیا تھا۔ ایک ویٹر کی معرفت اسے کسی ٹیلیفون
کی اطلاع دی گئی اور وہ شخص خود بھی ابھی تک اینی پارکر کو نہیں
پا سکا ہے۔"
"ہاں ہاں یہ بات مجھے معلوم ہے۔" گوف مکلارنس کے لہجے
میں حیرت تھی۔
"تو پھر یوں سمجھو کہ وہ شخص تمہارا دوست پیڈرو تھا۔
حالات ذرا مختلف رخ اختیار کر گئے ورنہ اینی پارکر کا سارا کھیل
ختم ہو چکا ہوتا۔ اینی پارکر حالات کو سمجھ کر روپوش ہو گئی اسے اندازہ
ہو گیا تھا کہ وہ میری اسٹھ کے معمولی نام سے چھپ نہیں سکی ہے۔
پھر اچانک ایک تیسری شخصیت درمیان میں آ کودی اور یہ فرانس کا
ایڈمنڈ روتریے تھا۔ روتریے نے نہ جانے کیا چال چلی کہ اب
اینی پارکر اس کے قبضے میں ہے اور یقیناً وہ اسی جہاز میں موجود ہے
لنچ سٹر اور نوسٹر جیسے لوگ بھی اینی کی تلاش میں ہیں۔ ممکن ہے انہیں
بھی اس جہاز کی بھنک مل گئی ہو۔ لیکن ان کے پہنچنے سے قبل اگر ہم
اینی پارکر کو غائب کر دیں تو کیا ہم اُن پر سبقت حاصل نہیں کر لیں گے؟"
"اوہ، اوہ میرے دوست پیڈرو! تم واقعی حیرت انگیز
بلکہ انتہائی حیرت انگیز۔ حالانکہ ابھی میں تمہاری صورت بھی
ٹھیک سے نہیں دیکھ پایا ہوں لیکن تمہاری صلاحیتوں کا قائل ہو
گیا ہوں۔ اگر تم واقعی خلوص دل سے میرے ساتھ مل کر اینی پارکر
کے سلسلے میں کام کرنے کے لیے تیار ہو تو میں تمہیں خوش آمدید
کہوں گا۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ تم لندن میں اجنبی ہو تو گوف مکلارنس
کے ساتھ مل کر تم لندن میں بھی اجنبی نہ رہو گے۔ بلکہ تمہیں یہاں کی
زیر زمین دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہو جائے گا، پیڈرو ڈیئر!
گوف مکلارنس بُرا آدمی ضرور ہے لیکن اس بُرے آدمی میں چند
اچھائیاں بھی ہیں۔ اگر ان حالات میں تم نے اس پر قابو پانے کے بعد
اس کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے تو پھر بہتر حالات میں وہ
ہمیشہ تمہارا دوست رہے گا۔"
"گوف ڈیئر! میں نے تم پر اعتماد کر کے ہی یہ قدم اٹھایا ہے۔
ہم اس سلسلے میں تمام خدشات ذہن سے نکالے دیتے ہیں۔ اب
تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"
"ناک کے گھونسے نے مجھے شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے
لیکن تمہاری دوستی نے مجھے تقویت دی ہے۔"
"تو پھر یہ اپنا پستول پکڑو ۔۔۔ اور آؤ اینی پارکر کو تلاش
کریں۔" گوف نے پستول میرے ہاتھ سے لے کر اسے جیب
میں رکھ لیا۔
"کیا خیال ہے، جہاز میں ابھی کافی رونق ہے۔ کیا ہم
اینی پارکر کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" گوف نے کہا۔
"پہلے تو اس کا پتا چلاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر یہاں دیر
بھی ہو گئی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تمہاری وہ لانچ یہاں سے
کتنی دور ہے؟"
"بس وہ سمندر میں گشت کرتی رہے گی۔ چاہے ساری رات
کیوں نہ گزر جائے۔ اگر میرا واپسی کا پروگرام ہوگا تو میں اسے
سگنل دوں گا اور لانچ فوراً مطلوبہ مقام تک پہنچ جائے گی۔"
گوف نے جواب دیا۔
"ویری گڈ ۔۔۔ تو پھر آؤ اینی پارکر کو تلاش کرتے ہیں۔" میں
نے کہا اور گوف مکلارنس میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ خون آلود
رومال اس نے ایک طرف پھینک دیا تھا۔ پھر ہم ایک اندرونی زینے
سے گزر کر اس بڑے سیلون کی جانب چل پڑے جس میں بڑے
بڑے روشن دان لگے ہوئے تھے اور ان روشن دانوں کے شیشوں
سے دوسری جانب باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہم نے ایک شیشے
سے اندر جھانکا۔
اندر بہت بڑے ہال میں موجود لوگ جھومتے اور شراب میں
مدہوش تھے۔ ہم نے وہاں بیٹھے ہوئے ایک ایک شخص کو دیکھا اور
دفعتاً گوف مکلارنس نے میرا شانہ دبایا۔
"وہ دیکھو ۔۔۔ وہ دیکھو ۔۔۔ وہ کونے والی میز پر۔" گوف مکلارنس
کے کہنے سے پہلے ہی میں نے اینی پارکر کو دیکھ لیا تھا۔ سامنے ہی شراب
کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی تھیں اور جوا ہو رہا تھا۔ ایک چوڑے شانے
والا شخص بھی اینی پارکر کے ساتھ موجود تھا۔ مکلارنس نے مجھے بتایا۔
"یہی روتریے ہے۔"
"ہوں!" میری کنپٹیاں گرم ہونے لگیں۔ اینی پارکر کسی بات
پر قہقہہ لگا رہی تھی۔ اس کے چہرے سے ذرا بھی تردد کا اظہار نہیں
ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے اغوا کر کے نہ لایا گیا ہو بلکہ وہ خود
اپنی مرضی سے یہاں آئی ہو۔ ہم دونوں دلچسپی سے اندر کے
مناظر دیکھتے رہے۔ پھر مکلارنس نے کہا "اس ماحول کو دیکھ کر اندازہ
ہوتا ہے کہ ہمیں یہاں زیادہ دیر تک رکنا ہوگا۔ کم از کم اس وقت
تک جب تک یہ لوگ تھک نہ جائیں اور یہاں سے اٹھنے کا فیصلہ
نہ کر لیں۔"
"اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ وقت ہمیں کہیں آس
پاس رہ کر گزارنا ہوگا۔ آؤ اس کے سامنے کی سمت چلتے ہیں۔ ہال سے
باہر نکلنے کا راستہ وہی ہے۔ وہاں سے ہم ان لوگوں کو گزرتے ہوئے

دیکھ سکتے ہیں؟"

میں نے اور گوفی مکلارنس نے ایک مناسب جگہ منتخب کرلی اور یہاں روپوش ہوگئے۔ گوفی بیٹھ کر اپنی ناک ٹٹولنے لگا۔ ہم دونوں دیر تک خاموش رہے تھے پھر گوفی نے پوچھا۔

"لندن میں تم کہاں سے آئے ہو؟"

"جمیکا سے۔ پچھلے دو سال سے میں جمیکا میں تھا۔" میں نے کہا۔

"اپنی پارکر کے بارے میں کہاں سے معلوم ہوا؟"

"مونٹی۔ منٹ سے میرے آدمیوں نے اطلاع بھیجی تھی۔" میں نے مختصر وضاحت کی۔

"اگر وہ بھی حاصل ہوجائے تو پھر کیا پروگرام ہوگا؟"

"اب یہ پروگرام تمہارا نہیں رہا۔ میں تمہارے پروگرام کو فوقیت دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

گوفی مکلارنس متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اثر انگیز لہجے میں کہا۔ "میں نے اس سے قبل تم جیسا انسان نہیں دیکھا۔ تم بادشاہ قسم کے انسان معلوم ہوتے ہو اور شاید کسی کے دوست بننے کے بعد تم اس کے لیے اپنے سارے مفادات بھول جاتے ہو۔ بہرحال یہ بعد کی بات ہے کہ ہم اس کے لیے کیا کریں گے۔ پہلے تو اسے یہاں سے لے جانے کا معاملہ ہے۔"

"ٹھیک ہے گوفی! کہاں لے جاؤ گے؟ کیا مکارا میں؟" میں نے پوچھا۔

"گویا اس سلسلے میں بھی تم مجھ پر اعتماد کرو گے؟"

"سو فی صد۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لندن میں میرے پاؤں اتنے مضبوط نہیں جتنے تمہارے ہیں۔ میں نے جس عارضی جگہ کا انتخاب کیا تھا وہ زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ اس کے برعکس مجھے یقین ہے کہ تم اس کی حفاظت کے لیے کسی معقول جگہ کا انتظام کرسکتے ہو۔"

"تم اس کی فکر مت کرو۔ میں سب ٹھیک کرلوں گا۔" مکلارنس نے جذباتی لہجے میں کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہوگئے۔

*

اس وقت رات کے تقریباً تین بجے تھے جب ہم نے روتھرے اور اپنی پارکر کو اس ہال سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اپنی ہنستی ہوئی باہر نکلی تھی اور پھر وہ روتھرے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا شخص باہر نہیں آیا تھا۔ وہ کیبنوں کی قطار کی جانب بڑھ گئے۔

ہم دونوں نہایت احتیاط سے ان کا تعاقب کررہے تھے۔ ایک کیبن کے سامنے روتھرے رکا۔ دونوں کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی جو یقیناً رسمی ہوگی اور اس کے بعد اپنی کیبن میں چلی گئی۔ فوراً ہی وہ دو مسلح جوان کیبن کے دروازے پر آکر جم گئے تھے۔ اس کے بعد روتھرے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

"اس کمبخت نے نہ جانے کیا کہہ کر اسے شیشے میں اتارا ہے۔ دونوں کے درمیان خاصی بے تکلفی معلوم ہوتی ہے۔" گوفی غرایا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں ان دونوں مسلح افراد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کیبن کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ گوفی بھی خاموش تھا۔

کچھ دیر بعد میں نے گوفی کو اشارہ کیا اور ہم دونوں وہاں سے ہٹ آئے۔ "تم یہاں رک کر اس کیبن پر نگاہ رکھو گوفی!" میں نے کہا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر میں اس طرف چل پڑا جدھر کچن تھا۔ یہاں مجھے دس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ سفید کوٹ اور سیاہ پتلون میں ایک ویٹر کچن سے ایک ٹرے لے کر نکلا تو میں ہوشیار ہوگیا۔ میں نے ویٹر کے قد و قامت کا جائزہ لے لیا تھا۔ گویا کام چل سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور ویٹر کے راہداری میں گھومنے کا انتظار کرنے لگا۔

جیسے ہی ویٹر میرے نزدیک آیا میں نے اچانک اس کے سامنے آکر کہا۔ "ہاؤ! ویٹر پلیز! یہ ٹرے نیچے رکھ دو۔" یہ الفاظ میں نے نہایت نرمی سے ادا کیے تھے۔ ویٹر نے حیران ہوکر ٹرے نیچے رکھ دی اور جب وہ ٹرے رکھ کر سیدھا ہوا تو میرے طوفانی گھونسے نے اس کا سر چکرا دیا۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ دوبارہ اپنے زخمی ہاتھ کو استعمال کرتا۔

میرے دوسرے گھونسے نے ویٹر کو زمین پر لٹا دیا اور اس کے بعد کا کام بھی نہایت پھرتی سے کرنا پڑا تھا۔ ویٹر کو ایک گوشے میں ڈال کر میں نے ٹرے اٹھائی اور اطمینان سے چلتا ہوا اس راہداری میں آگیا۔ پھر تیز رفتاری سے قدم بڑھاتا ہوا میں ان دونوں کی طرف چل پڑا جو میری آمد پر چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے لیکن میرے حلیے اور میرے ہاتھوں میں موجود ٹرے نے انھیں کوئی شبہ نہیں ہونے دیا اور وہ بس مجھے دیکھتے رہے۔

"ہیلو...!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرے ان سے تھوڑے فاصلے پر رکھ دی۔ اس کے بعد میں نے اپنا کالر درست کیا۔ بالوں پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں بھی اخلاقاً مسکرا دیے تھے۔ میں ان کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ اپنا حلیہ درست کرنے کے بعد میں نے اس طرح رخ بدلا جیسے ٹرے اٹھا رہا ہوں۔ وہ دونوں میری طرف سے بالکل مطمئن تھے۔ پھر اچانک میرے جوتے کی ایڑی پوری قوت سے ان میں سے ایک کے منہ پر پڑی۔ اس کے بعد پلک جھپکتے میں نے پلٹ کر دوسری لات دوسرے کے پیٹ پر رسید کردی۔ دونوں کے حلق سے ہلکی

ہلکی آوازیں نکلیں لیکن میں نے برق رفتاری سے ان کی کنپٹیوں پر ہاتھ رکھا اور ان کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا دیے۔ وہ بری طرح بدحواس ہو گئے تھے۔ ایک ایک گھونسا ان کی گردن پر رسید کرنے کے بعد گویا میں اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا۔ میں نے انھیں لڑکھڑا کر گرنے سے روکا اور نہایت اطمینان سے گھسیٹ کر راہداری کے ایک سنسان گوشے میں ڈال دیا۔ دونوں بے ہوش ہو چکے تھے۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں دوبارہ اس کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا، نہایت عجلت سے کر لینا تھا کیونکہ کسی بھی وقت کسی بھی کیبن کا دروازہ کھل سکتا تھا اور کوئی بھی باہر آ سکتا تھا۔ بے ہوش پہرے دار بھی ایسی جگہ نہیں تھے کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتے۔ انھیں آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ بہرصورت میں نے ٹرے اٹھائی اور اینی پارکر کے کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔

کیبن پر دوسری بار دستک دینے سے اینی پارکر کی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز سے جھنجلاہٹ نمایاں تھی، شاید وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی۔

"کون ہے، کیا بات ہے؟" اینی نے تلخی سے کہا۔

"مادام، پلیز! ایک لمحے کے لیے۔" میں نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اینی پارکر نے دروازہ کھول دیا۔ پہلے اس نے مجھے دیکھا پھر میرے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ٹرے کو اور اس کے بعد پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا لائے ہو اس وقت؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"آپ کی آزادی!" میں نے گردن خم کر کے جواب دیا اور ٹرے ایک جانب رکھ دی۔

"کیا مطلب؟" اینی پارکر حیرت زدہ تھی۔

"جی مادام اینی پارکر! کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گی؟" میں نے کہا۔

"کہاں؟" اس کی حیرت بدستور قائم تھی۔

"اس جہاز سے دور، لندن کی پرفضا آبادی میں۔" میں نے دوبارہ گردن خم کی۔ ... وہ خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔

"تم ... تم ... تم کون ہو؟ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"اوہ، معاف کیجیے گا، میں تو مذاق کر رہا تھا۔ دراصل مسٹر روتھے میرے ذریعے آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ یہاں اس جہاز میں بور ہو گئی ہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"پتا نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"سوری! آپ برا مت منائیے۔" یہ کہہ کر میں ٹرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اس انداز میں بڑھا کہ مجھے اینی پارکر کے بالکل قریب سے گزرنا پڑا۔ اس دوران میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اینی پارکر کہیں جانے کے لیے تیار ہو جائے گی یا اس کے لیے کوئی اور کرنا پڑے گی؟ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس جہاز سے کہیں جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ نہ جانے ایڈمنڈ روتھے نے اسے کیا کہہ رکھا تھا۔ بہرحال اینی کے قریب سے گزرتے ہوئے میرا ایک ہاتھ اس کی گردن پر لگا اور دوسرے ہاتھ نے اس کی ... لیا۔ بس یہ دو ضربیں کافی تھیں۔ اینی پارکر میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ میں نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔

گونی مکلارنس کو فطری طور پر میری کارروائیوں سے واقف ہونا چاہیے تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہوگا اور یہ غلط نہیں نکلا۔ جیسے ہی میں راہداری کے آخری سرے پر پہنچا، اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔

"لاؤ۔ اسے میرے شانے پر ڈال دو۔"

"ٹھیک ہے گونی!" میں نے بے ہوش اینی پارکر کو اس کے حوالے کیا اور پستول نکال کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"اب ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رکنا چاہیے۔" گونی بولا۔

"ٹھیک ہے مگر تمھیں اپنے لوگوں کو بلانا پڑے گا۔"

"آؤ، میرے ساتھ چلے آؤ لیکن تمھیں اپنے گرد و پیش پر نظر رکھنی ہوگی۔" یہ کہہ کر مکلارنس چل پڑا۔ ہم دونوں جہاز کے عرشے کے عقبی حصے میں آ گئے۔ گونی نے ایک جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ جہاز سے کافی دور سمندر میں دو سبز روشنیاں نظر آ رہی تھیں جو مخصوص طرز کی تھیں۔ غالباً یہ اس لانچ کی پہچان تھی۔ گونی نے بے ہوش اینی کو نیچے لٹا دیا اور پھر جیب سے ایک ٹارچ نکال کر لانچ کو سگنل دینے لگا۔ اس نے ٹارچ کو دائرے کی شکل میں گھمانا شروع کر دیا تھا۔ میری نگاہیں بھی لانچ پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے لانچ پر بھی ایسا ہی سگنل دیکھا۔ لانچ والوں نے گونی کو روشنی کے الفاظ میں جواب دیا تھا۔

گونی نے گہری سانس لے کر ٹارچ جیب میں ڈال لی۔ "وہ آ رہے ہیں۔" اس نے کہا اور اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا پھر بولا۔ "ہماری یہ کامیابی لندن کے زیر زمین حلقوں میں کھلبلی مچا دے گی۔ روتھے پاگل ہو جائے گا۔ نہایت ہوشیاری سے آگے بڑھنا ہوگا پیڈرو!"

"یہ ساری باتیں کسی مناسب جگہ چل کر کریں گے گونی!" میں نے کہا اور گونی گردن ہلانے لگا۔ لانچ قریب آئی تو گونی نے ایک بار پھر اسے سگنل دیا اور لانچ جہاز سے آ لگی۔ اس کے فوراً بعد ایک رسّہ اوپر پھینکا گیا جسے گونی نے لپک لیا اور پھر رسّے کو نہایت پھرتی سے روپ باندھ دیا گیا۔

"اسے لے کر نیچے اترنا خاصا مشکل ہوگا۔" گونی پُرخیال انداز میں بولا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ حالانکہ میرا ایک ہاتھ زخمی تھا اس کے علاوہ مجھے ایسے کاموں کی کوئی مشق بھی نہیں تھی لیکن میں نے ہمت کر لی۔ زخمی ہاتھ سے میں نے اینی کو کندھے پر سنبھالا اور رسّے کی طرف بڑھا۔ جوتے اتار کر نیچے لانچ پر پھینکے اور پھر پیروں کے انگوٹھے رسّے میں پھنسا کر ایک ہاتھ کے سہارے نیچے اترنے لگا۔

میں نے یہ کوشش تو کر ڈالی تھی لیکن درحقیقت یہ جو کا دور تھا۔ زخمی ہاتھ جس میں ابھی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، اچھا بھلا بوجھ اب بھی جگہ جگہ سے درد کر رہا تھا۔ نیچے لانچ اور اوپر ایک عظیم الشان جہاز جس پر کسی بھی لمحے ایڈمنڈ روتھے کے آدمی پہنچ سکتے تھے اور گولیاں برسا کر ہمارا خاتمہ کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اینی پارکر کا منتقل بدن پھر سمندر۔ ذرا سی لغزش سے سارا کھیل بگڑ سکتا تھا۔ یہ چند گز کا سفر میرے لیے درحقیقت زندگی اور موت کا سفر تھا۔ جب میرے پاؤں نے لانچ کے کنارے چھوئے اور دو تین آدمیوں نے میرے بدن کو سنبھالا تو مجھے یقین نہیں آیا کہ میں زندہ و سلامت اس چھوٹی سی بلندی سے نیچے پہنچ گیا ہوں۔ اینی پارکر کو گونی مکلارنس کے آدمیوں نے سنبھال لیا تھا۔ میرے پیچھے اترتے ہی گونی مکلارنس نے رسّہ پکڑ لیا تھا اور وہ بھی پھسلتا ہوا نیچے آ رہا۔ اس نے رسّے کے بقیہ حصے کو پانی میں پھینک دیا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"فوراً لانچ اسٹارٹ کر کے پوری رفتار سے چل پڑو۔"

"اوکے چیف!" جواب ملا اور دوسرے ہی لمحے لانچ جہاز سے دور ہونے لگی۔ ابھی تک جہاز والوں کو اس کارروائی کا کوئی علم نہیں ہو سکا تھا۔ میں لانچ کے ایک تختے پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اسی وقت مکلارنس میرے قریب آ گیا۔

"ہیلو پیڈرو!"

"ہیلو گونی!" میں نے جواباً کہا۔

"میں تمھیں اس زبردست کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔" گونی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ گونی! ہم دونوں ہی مشترکہ طور پر اس مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

"یقیناً پیڈرو! تمھاری دوستی میرے لیے بڑی کارآمد ہے اور تمھاری کارکردگی دیکھ کر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہم دونوں مل جائیں تو لندن کی زیر زمین دنیا میں تہلکہ مچا دیں گے۔ کوئی دوسرا ہمارے مقابلے پر آنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

میں ایک ہلکی سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہو گیا۔ گونی مکلارنس چند لمحات میرے پاس رکا پھر اینی پارکر کو دیکھنے لگا جو لانچ کے تختے پر بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔

"دیکھو پیڈرو! یہ لڑکی میرے لیے سب سے بڑا سہارا ہے۔ اب تک باپ کی بیٹی نہایت مخدوش حالت میں ماری ماری پھر رہی ہے۔ اس کے باپ نے بھی ابھی تک اس کے لیے کوشش نہیں کی۔"

"اسے کیا کرو گے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گونی بھی ہنس پڑا پھر بولا۔

"تم تصور نہیں کر سکتے پیڈرو کہ کل سے کیا دلچسپ ہنگامے ہوں گے۔ پہلے تو روتھے نے کسی کو اینی کی آمد کی ہوا بھی نہیں لگنے دی لیکن اب وہ لندن کے مجرمانہ حلقوں میں ایک ایک کی خبر لے گا۔ دوستی کے حوالے دے گا، کہیں ظلم و تشدد سے کام لے گا۔ وہ بہت پہنچا ہوا ہے۔ اچھے خاصے تعلقات رکھتا ہے، خصوصاً حکومت کے کچھ اعلیٰ عہدیداران سے اس کا بڑا گٹھ جوڑ ہے۔ سارے کام آسانی نکال لیتا ہے۔ تاہم ..." یہ کہتے کہتے گونی مکلارنس خاموش ہو گیا۔ میں بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ لانچ تیز رفتاری سے جا رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ ایک ساحل سے جا لگی۔

یہاں بھی گونی مکلارنس کے آدمی موجود تھے۔ ایک لمبی اور چمکدار اسٹیشن ویگن میں اینی پارکر کو لٹا دیا گیا۔ میں گونی مکلارنس اور دو مزید افراد جن میں ایک ڈرائیور تھا، اس ویگن میں بیٹھ گئے۔ ویگن میں موجود اس آدمی کے پاس اسٹین گن رکھی ہوئی تھی۔ مکلارنس کے حکم پر وہ چل پڑا اور اس کے بعد ایک طویل سفر طے کیا گیا پھر بہت دیر بعد ہم منزل مقصود پر پہنچے۔ ایک خوبصورت عمارت تھی جو کافی کشادہ تھی۔

پورچ میں اسٹیشن ویگن رک گئی۔ اینی پارکر آہستہ آہستہ ہوش میں آنے لگی تھی۔ اس کے حلق سے ایک آدھ کراہ نکلی تھی پھر جب اسے اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچایا گیا تو اس نے آنکھیں کھول

دی تھیں۔

میں اور گوفی مکلارنس اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے اپنی اجنبی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا پھر سنبھل کر اٹھ گئی۔ اب وہ وحشت زدہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"تم... تم وہی ویٹر ہو نا... جو... جو...؟"

"جی مادام! میں وہی ہوں۔" میں نے جھک کر کہا۔

"مگر یہ جگہ... میرا مطلب ہے یہ جہاز کا کیبن تو نہیں ہے۔"

"یہ جگہ بہت پُرسکون ہے بے بی! آرام کرو، تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" میرے بجائے گوفی مکلارنس نے کہا۔

"تم... تم گوفی مکلارنس ہو نا؟" اینی پارکر نے گوفی کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

گوفی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہاں مادام میری! میں مکلارنس ہی ہوں۔"

"اوہ... مگر یہ کون سی جگہ ہے؟ میں جہاز سے یہاں تک کیسے پہنچ گئی؟"

"لایا گیا ہے تمہیں، فی الوقت آرام کرو۔ کسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہی ہو تو بتاؤ۔ باقی گفتگو صبح ہوگی۔"

"میں... میں... میرا مطلب ہے میں..." اینی کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

"میں نے کہا نا بے بی! تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔ کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ آؤ ڈیئر! باہر چلتے ہیں، بے بی کو آرام کرنے دو۔" گوفی نے کہا تو میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ گوفی نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ راستے میں میں نے اس سے پوچھا۔

"کمرہ محفوظ ہے نا؟ میرا مطلب ہے اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو کیا اس میں کامیاب ہو سکتی ہے؟" میں نے وضاحت طلب کی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اسے اسی لیے ایسی جگہ لایا ہوں کہ جہاں اس کی کوشش کارگر نہیں ہو سکے گی۔ یہ عمارت ایک بہت ہی نیک نام شخص کی ملکیت ہے۔ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں مجھ جیسے انسان کا تسلط ہو سکتا ہے۔"

"اوہ... اور اس شخص کا وجود؟" میں نے سوال کیا۔

"بس اس کا ایک نام افرید ہے لیکن وہ خود عالم وجود میں نہیں ہے۔ البتہ اس کے نام سے بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن کا تعلق رفاہِ عامہ سے ہے اور لوگ بس اس عمارت ہی کی عزت کرتے ہیں۔ پولیس یا کوئی دوسرا شخص اس عمارت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔" گوفی مکلارنس نے کہا۔

پھر ہم دونوں ایک کمرے میں جا بیٹھے۔ گوفی نے ایک ملازم طلب کر کے کافی منگائی پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "یار! تو ڈیئر ہیڈرو! تمہارے تعاون سے میں ایک ایسی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہوں جو میری دلی خواہش تھی۔ لندن کے زیرِ زمین معاشرے کی ایک الگ سیاست ہے۔ یہاں ہر شخص اپنے مقام اور اقتدار کے تعین کا خواہاں رہتا ہے۔ ان حلقوں میں طویل عرصے سے ہیرو لنکاسٹر کی حکمرانی چلی آ رہی ہے۔ چھوٹے لوگ تو خیر اس کی راہ میں آنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، بس بڑوں میں چلتی رہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لنکاسٹر نے پچھلے کئی سال سے اپنی طاقت کافی بڑھا لی ہے اور دوسروں پر مسلسل برتری حاصل کرتا چلا آ رہا ہے۔ کیا بات ہے، حالات سے بددل ہو کر اس کے گروہ میں ضم ہو گیا ہے اور اب صرف چند افراد ایسے ہیں جو اپنا علیحدہ وجود قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں ایک شمار میرا بھی ہوتا ہے۔ لنکاسٹر نے بھی اس لڑکی پر ہاتھ ڈالنے کا پروگرام بنایا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اس دن سب کے منصوبوں کو ناکام بنانے والے تم تھے۔"

"ہاں گوفی! میں تمہیں مختصراً سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"میں تمہارے بارے میں مزید تفصیل معلوم کرنے کا خواہاں ہوں۔" گوفی نے کہا۔

"میں ضرور بتا دوں گا۔ پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی دوستانہ معاہدہ ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"یقیناً! میں خلوص دل سے تیار ہوں۔ بات یہ ہے ہیڈرو! کہ اینی پارکر درحقیقت سونے کی چڑیا ہے۔ بہت سے مقامی اور غیر ملکی اس کی تاک میں تھے پھر جب یہ احمق ایڈونچر پسند لڑکی اپنی دانست میں نہایت خاموشی سے سیر و تفریح کے لیے نکلی تو تقریباً درجن بھر غنڈوں نے اس کو اغوا کر کے دولت سمیٹنے کے پروگرام بنائے۔ ممکن ہے بہت سے ایسے بھی ان میں شامل ہوں۔ میں نے بھی اس میں ملوث ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ ایک طرح سے لنکاسٹر کو چیلنج بھی ہے۔ ہمارے مخبر ایک دوسرے کی تمام خبریں رکھتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ لنکاسٹر بھی ابھی تک اندھیرے میں تیر چلا رہا ہے اور اینی پارکر اس کے ہاتھ بھی نہیں لگی ہے۔ اتفاق سے میرے ایک دوست نے مجھے خبر دی کہ وہ آج کل لندن میں ہے اور اوٹمینو نامی جہاز پر موجود ہے۔ بس یوں سمجھو کہ ایک موہوم سی امید کے سہارے میں نے اس جہاز پر جانے کا پروگرام بنایا تھا لیکن... خوش بختی وہاں میری منتظر تھی۔ وہاں مجھے دو چیزیں ملیں۔ اینی پارکر اور تم جیسا شاندار دوست۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ تم میرے لیے اینی سے زیادہ قیمتی ہو۔ اینی کے ذریعے تو وقتی طور پر کچھ دولت ہاتھ آ جائے گی مگر تمہاری دوستی دائمی ہوگی۔ مجھے اس بات کی بھی مسرت ہے کہ لنکاسٹر کے مقابلے میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ بعد میں جب یہ بات عام ہوگی تو لنکاسٹر کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ اس کی یہ شرمندگی بھی میرے لیے بہت قیمتی ہے ہیڈرو! اس میں منافع ہی منافع ہے اور اس کے بڑے منافع میں سے میں تمہیں تمہاری پسند کا حصہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ تم جو بھی طے کرو گے مجھے منظور ہے۔"

"دراصل یہ بات ہے گوفی! تو پھر تم سے سودے بازی بے کار ہے۔ ہیڈرو بھی دوستوں کا دوست ہے۔" میں نے کہا۔

"ملاؤ ہاتھ۔" گوفی نے کہا اور پھر ہم دونوں نے پُرجوش انداز میں مصافحہ کیا۔ اس کے بعد گوفی نے کہا۔ "اب دوسرے پروگرام پر گفتگو ہو جائے؟"

"ضرور۔" میں نے کافی کی دوسری پیالی بناتے ہوئے کہا۔

"یہ عمارت جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں ـــــ بالکل محفوظ ہے۔ اس طرف کسی کی توجہ نہیں ہوگی۔ میں خود بھی اس جگہ سے دور رہوں گا۔ یہاں دس ملازم ہیں جو ہر وقت تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ ابتدائی چند روز ہم لوگ نہایت خاموشی سے گزاریں گے اور ان سب کا تماشا دیکھیں گے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ مسٹر پارکر سے کیسے اور کہاں رابطہ قائم کیا جائے۔"

"مناسب پروگرام ہے۔"

"یہاں لندن میں تمہارے اور کیا مشاغل ہیں؟" گوفی نے پوچھا۔

"فی الحال کچھ نہیں۔"

"تو میرے دوست! تم چند روز یہاں گزارو۔ بس تمہارا کام یہ ہوگا کہ تم اس خوب صورت بلا کو قابو میں رکھو۔ یہاں کے ہنگامے ختم ہونے کے بعد ہم اس کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کر لیں گے۔ تمہیں اس میں دقت تو نہیں ہوگی؟"

"کوئی خاص نہیں سوائے اس کے کہ مجھے اپنی شکل بدلنی پڑے گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" گوفی مکلارنس مجھے دلچسپ لگا ہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"میں اس سے جس شکل میں ملا تھا وہ ذرا مختلف تھی۔" میں نے کہا۔

"میک اپ میں تھے؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔" میں نے مختصر وضاحت کی۔

"ٹھیک ہے دوست! یہ تمہارا کام ہے کہ جس طرح چاہو اس پر قابو پاؤ۔ میں اس میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا لیکن آخری بات یہ کہوں گا کہ اگر تمہیں گوفی مکلارنس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے تو اسے بھی کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش مت کرنا۔"

میں نے گوفی مکلارنس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور وہ گردن ہلانے لگا۔ "میں ان الفاظ کے لیے شرمندہ ہوں لیکن دل کی بات کہہ کر میں نے اپنے ذہن سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا ہے۔"

"بے فکر رہو گوفی مکلارنس! ہیڈرو گھٹیا لوگوں میں سے نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں اور اسی لیے میں تم سے معذرت کر چکا ہوں۔ اب مجھے اجازت دو اور تم بھی آرام کرو۔ میرا خیال ہے رات کو اسے بند کمرے میں رہنے دیا جائے۔ صبح کو تم اسے سنبھال لینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور گوفی مکلارنس چلا گیا۔

ملازموں کو شاید اس نے ہدایت کر دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک درمیانی عمر کی عورت میرے پاس آئی۔ "سر! کیا آپ آرام کرنا چاہیں گے؟"

"یقیناً!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور عورت نے فرمانبرداری کے انداز میں سر جھکا دیا۔

کچھ دیر بعد میں ایک بیڈ روم میں پہنچ گیا جو بہت زیادہ آراستہ تھا۔ نیند واقعی شدت سے آ رہی تھی۔ اتھرکی تکلیف دور کرنے کے لیے میں فی الوقت کوئی بندوبست نہیں کر سکتا تھا چنانچہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ خیالات نے میرے ذہن پر یلغار کی لیکن میں نے قوتِ ارادی سے کام لے کر انہیں اپنے ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر لیں پھر مجھے نیند آ گئی۔

میں دوسرے دن بھی خوب دن چڑھے تک سوتا رہا۔ کسی نے بھی مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ خود ہی آنکھ کھلی، دیکھا تو سوا گیارہ بج رہے تھے۔ میں شرمندہ سا اٹھ بیٹھا۔ ان تو کوئی بات نہیں تھی لیکن اینی پارکر کا خیال آ گیا تھا کہ نہ نصیب لڑکی بھوکی پیاسی بند ہوگی۔ غسل سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا۔ بیڈ روم کے دروازے سے چند گز کے فاصلے پر ایک شخص اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا اخبار نیچے رکھ دیا۔

"یس سر!"

"کچھ نہیں۔ اس لڑکی کا کیا حال ہے؟"

"بند ہے جناب! ہم نے دروازہ کھولنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ وہ صبح سے کئی بار دروازہ پیٹ چکی ہے۔"

"بہت اچھا کیا تم نے۔ ناشتا لگوا دو۔"

"بہت بہتر۔" ملازم نے جواب دیا اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دفعتاً مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے ادھر اُدھر کسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہی درمیانی عمر کی عورت نظر آئی تھی جس نے رات کو مجھے میری خواب گاہ میں پہنچایا تھا۔ میں نے اشارے سے اسے بلایا اور کہنے لگا۔ "تمہیں لیلیٰ ملے گا؟"

"جی... ؟" وہ اس غیر متوقع سوال پر چونک پڑی تھی۔

"لیلیٰ نہیں سمجھتیں تم؟"

"صبح بھی بولا سر! کیا ناشتے کی میز پر پہنچا دوں؟" اس نے عرض کیا۔

"اچھا رہنے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے میں پہنچا دینا۔" میں نے فوری طور پر میک اپ اتارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ عورت عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔

انجی پارکر کے دروازے پر دو ملازم موجود تھے۔ میں نے انھیں دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ پھر میں اندر داخل ہوا تو انجی ایک صوفے پر سر پھیلائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے۔

"ہیلو انجی!" میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو مجھ سے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" وہ غرائی۔

"ارے ارے، تم جیسی خوش مزاج اور ماڈرن لڑکی کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بے وقوف سمجھتے ہو مجھے۔" انجی کا لہجہ بدستور تلخ تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر چاپلوسی کیوں کر رہے ہو؟ میں تم لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم سب کے سب غنڈے ہو۔ رات کو تم نے مجھے بے ہوش کیا تھا نا؟"

"ہاں اس کی ضرورت تھی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری ہوس زر کے لیے یہ واقعی ضروری تھا کیوں کیا بات ہے نا؟" انجی نے طنز کیا۔

"اگر تم غصہ تھوک دو، سلیقے سے گفتگو کرو تو ہم بہتر فضا میں باتیں کر سکیں گے۔ ورنہ دوسری صورت میں کیا گفتگو ہو سکتی ہے؟"

"میں احمق نہیں ہوں اور نہ تمہاری باتوں میں آ سکتی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ کوئی تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" انجی نے اپنے غصے کا اظہار کیا۔

"میں تمہیں کسی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا انجی مگر تم نے غسل کیا ہے نہ اپنے بال سنوارے۔ یہ سب کچھ کیا ہے کم سے کم ہاتھ منہ دھو لو اور ناشتا کر لو۔"

"میں ناشتا نہیں کروں گی۔"

"بھوکے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ میں تمہارا دوست ہوں، دشمن نہیں۔ میری صورت بدلی ہوئی ہے لیکن آواز پہچاننے کی کوشش کرو۔"

میری اس بات پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہی پھر بولی۔ "کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھی؟"

"سکارلیں... جب تم گرئی سکالرنس کے ساتھ رقص کر رہی تھیں، اسی وقت میں نے ہی ویٹر کو بھیج کر تمہیں بلوایا تھا۔ اگر میں تمہیں وہاں سے فرار کرانے کی کوشش نہ کرتا تو اسی وقت کسی حادثے کا شکار ہو چکی ہوتیں۔"

انجی بری طرح چونک پڑی تھی۔ وہ مجھے گھورنے لگی تھی، "گویا یہ سب ہو... تم وہ نہیں ہو؟"

"اگر میں وہی ہوں تو تم مجھ پر اعتماد کرو گی؟" میں نے کہا۔

"تم... وہ... وہ ہی نہیں سکتے۔ وہ تو... وہ تو..."

"میں میک اپ میں ہوں انجی!"

"میک اپ صاف کر کے میرے سامنے آؤ... پھر تو میں اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کروں گی۔ یہ میرا وعدہ... میں اسے تلاش کرتی رہی ہوں سمجھے! اگر تم واقعی وہی ہو تو مجھے اپنا اصل چہرہ دکھاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ انتظار کرو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر مجھے اسی عورت سے رابطہ قائم کرنا پڑا تھا۔ "سنو! تمہارا نام کیا ہے؟"

"نیل سر!" اس عورت نے جواب دیا۔

"شکریہ نیل! لیو لوشن لے آؤ۔" میں نے کہا اور وہ پھر چونک پڑی۔

"سر! کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟" اس نے احمقانہ انداز کے ساتھ پوچھا۔

"نہیں نیل! مجھے ضرورت ہے۔ تم لیو لوشن لے کر میرے کمرے میں آ جاؤ۔ ذرا جلدی۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نیل ایک پلیٹ میں رولیو لوشن لے کر اندر آ گئی۔ میں نے اسے احتیاط سے لینے کے لیے اس کا سہارا لیا اور ربڑ تراش کر انھیں اپنے چہرے پر ملنے کے لیے کہا۔ نیل نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ تقریباً دس منٹ تک یہ عمل جاری رہا اور پھر نیل کے حلق سے ایک تحیر زدہ آواز نکلی۔

"میرے خدا! آپ... سر! آپ کا چہرہ!"

"بدل گیا نا۔ اب تولیہ لاؤ جلدی سے۔" میں نے کہا اور نیل جھپٹ کر باتھ روم سے تولیہ لینے چلی گئی۔ تولیے سے چہرہ خشک کرنے کے بعد میں باتھ روم میں گیا اور منہ ہاتھ دھو کر باہر نکل آیا۔ نیل کے چہرے پر اب بھی حیرت کے آثار تھے۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں نیل ڈیئر! اس لڑکی پر قابو پانے کے لیے یہ سارے کھیل کر رہے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ چونک پڑی۔

"اوہ۔ یہ بات نہیں سر! میں بس حیران ہوں۔ مسٹر گرئی آپ کے بارے میں سب کچھ بتا گئے ہیں۔" نیل نے کہا۔ وہ

وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دوبارہ انجی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے دیکھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں میرے نزدیک آ گئی۔

"ہاں تم وہی ہو لیکن خدا کے لیے مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ میں تو پریشان ہو گئی ہوں۔"

"تم اب اپنی ساری پریشانیاں میرے حوالے کر دو انجی اور مطمئن ہو جاؤ۔ میں ابھی تمہیں اپنے خلوص کا یقین نہیں دلا سکتا لیکن آنے والے وقت میں ساری حقیقت کھل جائے گی۔"

انجی کچھ سوچتی رہی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "سب یہی کہتے ہیں لیکن کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ خدا جانے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"چھوڑو۔ آؤ ناشتا کر لیں۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے میرے ساتھ باہر نکل آئی۔

"میرا سامان بھی جہاز پر رہ گیا۔ انکل رڈ تو میرے لیے پریشان ہوں گے۔"

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا تم فکر نہ کرو۔" میں نے کہا اور اسے ناشتے کے کمرے میں لے آیا۔ ناشتا پہلے ہی لگ چکا تھا۔ نیل وہاں موجود تھی۔ اس کے ساتھ ایک ملازم بھی تھا۔ یہ دونوں ناشتا سرو کر کے چلے گئے اور میں انجی کے ساتھ ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ وہ شاید ناشتے کے دوران اپنی پریشانیاں بھول گئی۔ کیونکہ اس نے خوب ڈٹ کر ناشتا کیا تھا۔ کافی کی دو پیالیاں پی کر وہ سیر ہو گئی اور پھر کہنے لگی۔

"اس رات کے بعد میں جب بھی سڑکوں پر نکلتی تھی تو تمہیں تلاش کرتی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے بار بار یہ احساس ہوا تھا کہ تم میرے ہمدرد ہو۔"

"آؤ انجی! اب آرام سے تمہارے کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ میرے ساتھ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے کہا۔

"میرا حلیہ کتنا خراب ہو رہا ہے۔ کیا مارکیٹ سے مجھے پہننے کے لیے کوئی لباس نہیں مل سکے گا؟ مجھے اس لباس میں وحشت ہو رہی ہے۔"

"میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اسے اس کے کمرے میں پہنچا کر میں باہر نکل آیا۔ نیل نے اس سلسلے میں اس کی مدد کی تھی۔

انجی چند لمحات کے بعد باہر نکل آئی۔ گاؤن اس کے جسم پر ڈھیلا تھا۔ نیل کے اور اس کے بدن میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ ہنستی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

"دیکھو۔ میں اس لباس میں کیسی عجیب لگ رہی ہوں" انجی پارکر نے کہا اور میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ "یہ شاید تمہاری بیوی کا ہے۔ وہ عورت تمہاری بیوی تو معلوم نہیں ہوتی۔"

"وہ تو خادمہ ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور تمہاری بیوی؟" انجی کی شریر نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

"اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ ہی وہ بھی مسکرانے لگی۔

"دراصل تمہارے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ آؤ پہلے ایک دوسرے کے متعلق... تفصیلی گفتگو کر لیں۔ کیا خیال ہے؟"

"یہ بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بعد ہم زیادہ بے تکلف دوست بن جائیں گے۔ پہلے تم اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو تم جانتے ہی ہو گے۔ میرا نام انجی پارکر ہے۔ شہرت کے اعتبار سے سوشلسٹ ہوں۔ میرے پاپا میکائیل پارکر بہت بڑے صنعت کار ہیں۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ اسرائیل میں انھوں نے ایک اسلحہ ساز فیکٹری بنا کر حکومت کو دی ہے۔ وہ مذہبی امور میں بے حد دلچسپی لیتے ہیں۔ میں ایڈونچر پسند ہوں۔ کئی بار مختلف ملکوں کے دورے کر چکی ہوں لیکن بس اس طرح جیسے سرکاری تیتلی ہوں۔ حکومت کی مشینری میرے ساتھ لگی رہتی ہے لیکن اس طرح وہ سیر و تفریح نہیں ہو پاتی جس طرح میں چاہتی ہوں۔ اس لیے میں اس بار نہایت خاموشی سے نکل آئی۔ میری اسٹیفن کا فرضی نام اختیار کر کے میں کئی ملکوں کا دورہ کر چکی ہوں مگر نہ جانے کس نے مجھے پہچان لیا۔ میں یہاں لندن میں اپنی کیبن کے صرف ایک فرد ڈاکٹر مائیکل ڈیٹس سے ملی تھی جنھیں میری یہاں آمد کا علم تھا۔ مسٹر مائیکل نے بھی میرا نام پوشیدہ رکھا لیکن اب تو یوں لگتا ہے جیسے ہر شخص مجھے جانتا ہو۔"

"گرئی سکالرنس نے تمہیں پارٹی کس حیثیت سے دی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ مسٹر مائیکل کا دوست تھا اور اسی حیثیت سے اس نے مجھے اپنے ہوٹل میں بلایا تھا۔"

"اس کے بعد تم کہاں چلی گئیں انجی؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں شناخت کر لی گئی ہوں۔ اس لیے میں ایک گمنام سی جگہ روپوش ہو گئی۔ وہاں مسٹر ورڈ سے مجھ سے ملے اور انھوں نے مجھے صورت حال سے باخبر کیا۔"

"صورت حال کیا تھی؟" میں نے ایک اور سوال کیا۔

"یہ کچھ خطرناک لوگ میری حیثیت جان چکے ہیں اور مجھے اغوا کر کے میرے والد سے کچھ رقم وصول کرنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر روڈنے سے تمہاری پہلے سے واقفیت تھی؟" میں نے کہا۔

"نہیں لیکن وہ میرے پاپا کے شناسا تھے۔ دراصل شناسا بکر وہ پاپا کے لیے کام بھی کرتے رہتے تھے۔"

"کیا کام؟" میں نے وضاحت طلب کی۔

"کاموں کی نوعیت تو مجھے نہیں معلوم لیکن انھوں نے مجھے پاپا کے چند خطوط دکھائے تھے جو اصلی تھے۔ میں پاپا کی مہر ان کے دستخط اور ان کے لیٹر ہیڈ کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"اسی بنیاد پر تم نے مسٹر روڈنے پر اعتماد کر لیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اعتماد نہ کرنے کی کوئی ظاہری وجہ نہیں تھی۔ مسٹر روڈنے مجھے اپنے ساتھ فورکس لے جانے والے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے سوئٹزر لینڈ پہنچا دیں گے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "بہرحال مادام اینی پارکر شاید آپ کو یہ جان کر خوشی ہو کہ مسٹر ایڈمنڈ روڈنے فرانس کے سب سے خطرناک بدمعاش ہیں۔ انھوں نے اسی لیے آپ کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا کہ وہ آپ کے پاپا سے آپ کے عوض ایک بڑی رقم وصول کر سکیں۔"

"نہیں نہیں، یہ ناممکن ہے۔" اینی نے جذباتی انداز میں کہا۔

"میں آپ کو دوبارہ اسی جہاز پر پہنچانے کو تیار ہوں۔ البتہ میں آپ کی نگرانی کرتا رہوں گا اور جب آپ کو یقین آ جائے کہ میرا کہنا درست تھا تو آپ مجھ سے رابطہ قائم کر کے اپنی مدد کے لیے مجھے طلب کر سکتی ہیں۔"

"مگر وہ خطوط؟"

"ممکن ہے کہ وہ بالکل اصلی ہوں اور آپ کے پاپا کی روڈنے سے شناسائی بھی ہو لیکن یہ معاملہ بالکل مختلف ہے۔ روڈنے آپ کے پاپا کو ابھی خط لکھ دیتا کہ آپ اس کے پاس ہیں۔ پھر وہ ایک گمنام انسان کی حیثیت سے آپ کے بارے میں ان سے سودے بازی کرتا۔"

"خدا کی پناہ۔ میں کس جنجال میں پھنس گئی ہوں۔" اینی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"فی الحال آپ جنجال سے نکل آئی ہیں لیکن آئندہ دوبارہ آپ آر گیمو پر جانا چاہیں تو میری خدمات حاضر ہیں۔"

اینی پارکر شدید فکر و پریشانی میں گردن ہلاتے ہوئے سوچتی رہی پھر ایک دم بولی۔ "گرگی مسکارنس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ وہ بھی تمہارے ساتھ نظر آیا تھا؟"

"تمام باتیں اسی وقت پوچھ لوگی اینی؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"براہِ کرم مجھے اپنے بارے میں مطمئن کرو۔ تم خود کیا ہو، میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟ کیا تم ان لوگوں کو فریب دے کر خود یہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ میں کہوں گا اس پر یقین کر لوگی اینی؟" میں نے اپنائیت کے لہجے میں کہا۔

"کوشش کروں گی پیٹر! میں جن حالات کا شکار ہو گئی ہوں، تم خود بھی ان کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہو کہ کتنے پریشان کن ہیں۔ نہ جانے پاپا کو میری پریشانیوں کا علم ہے یا نہیں اور اگر ہوا ہے تو وہ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں! عجیب سی کشمکش میں پھنس گئی ہوں۔ فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ کیا کروں! خود کو بالکل تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ ان حالات میں میری ہر تشویش بجا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ بہرصورت یوں سمجھو کہ میں کچھ دن قبل تم سے روشناس ہوا۔ میں تمھیں اچھی طرح پہچانتا بھی نہیں تھا کہ تم اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہو۔ بس تمھاری اپنی ذات نے مجھے مسحور کر دیا تھا۔ میں تمھیں دیکھتا رہا، تمہارا تعاقب کرتا رہا اور جب مجھے ان حالات کا علم ہوا تو میں نے اپنا فرض سمجھا کہ تمہاری حفاظت کروں۔ تم جس مکان میں روڈنے کے پاس جانے سے پہلے موجود تھیں، میں نے اس کا بھی پتا لگا لیا، پھر وہاں پہنچا۔ وہاں سے تمہاری خوشبو سونگھتا ہوا ایڈمنڈ روڈنے کے جہاز پر پہنچ گیا۔ مجھے تمہاری دولت اور تمہاری حیثیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اینی! میں صرف تمہاری ذات سے دلچسپی رکھتا ہوں اور اب جب کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم اتنے دولت مند باپ کی بیٹی ہو کہ لوگ تمہارے ذریعے امیر بننے کے خواب دیکھتے ہیں تو میں نے یہ خیال بھی اپنے ذہن سے نکال دیا تھا کہ میں تم سے اپنی دلی کیفیات کا اظہار کروں۔ تم یہ نہ کہتیں کہ تم خود مطمئن ہونا چاہتی ہو تو شاید یہ بات میں تم سے کبھی نہ بتاتا۔"

اینی پارکر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے گردن جھکا لی اور مدھم لہجے میں بولی۔ "تم پیٹر، آخر میری ذات کے لیے اتنی جدوجہد کر رہے تھے۔"

"تمھیں یقین نہیں آتا؟" میرا لہجہ یکایک افسردہ ہو گیا تھا۔

"نہیں پیٹر، وہ تمہاری شکل و صورت، تمہاری شخصیت نے پہلی ہی نگاہ میں مجھے متاثر کیا تھا۔ اس وقت جب تم نے مجھے چلے جانے کے لیے کہا تھا تو یہ تمہاری نیک نیتی کا ثبوت تھا کہ تم دوسرے لوگوں کی مانند مجھ پر تسلط نہیں چاہتے تھے۔ یقین کرو پیٹر! میں نے اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ تمہارے بارے میں مسلسل سوچا ہے۔ میں یہ غور کرتی رہی ہوں کہ تم کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟"

"اینی میں اپنا مقصد تمھیں بتا چکا ہوں۔ گرگی مسکارنس کے بارے میں سننا چاہتی ہو تو وہ بھی سن لو۔ گرگی کا تعلق لندن کے ان زیر زمین گروہوں میں سے ہے جو یہاں دہشت گردی پھیلاتے رہتے ہیں۔ گرگی خود بھی تمہاری تاک میں تھا اور تمہارے ذریعے دولت کمانے کا خواہش مند۔ وہ ایڈمنڈ روڈنے کے جہاز پر تمہاری تلاش میں چلا گیا تھا لیکن وہاں میں نے اسے قابو میں کر لیا اور وہ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے۔ میں نے اس پر یہی ظاہر کیا کہ میں بھی انھی لوگوں میں شامل ہوں جو اینی پارکر کا اغوا کر کے اس کے ذریعے دولت کمانا چاہتے ہیں۔ تب گرگی نے میرے ساتھ مشترکہ طور پر کام کرنے کی پیشکش کر دی۔ یہاں انگلستان میں چونکہ میرے وسائل بالکل نہیں ہیں اور یہاں بھی میں ایک عام سا آدمی ہوں، صرف تمہاری ذات کے تحفظ کے لیے میں نے یہ خطرات مول لیے تھے۔ نتیجتاً میں نے فوری طور پر گرگی کو بے وقوف بنانے کا فیصلہ کر لیا اور میں نے اس سے یہ وعدہ کر لیا کہ اینی کے ذریعے جو دولت حاصل ہو گی، اس کا ایک بڑا حصہ دار... گرگی مسکارنس بھی ہو گا لیکن میرے دل میں یہی ہے کہ گرگی کی مدد سے میں تمھیں یہاں سے لے جاؤں اور بالآخر تمھیں تمہارے والد کے پاس پہنچا دوں۔ اب تم گرگی کے اور میرے تعلقات کے بارے میں سمجھ گئی ہو گی۔"

اینی کے چہرے پر تغیرات نمایاں تھے۔ پھر وہ بڑے جذباتی لہجے میں کہنے لگی۔ "اوہ پیٹر ڈیئر! میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں۔ میں تمہاری اس محبت کو قبول کرتی ہوں۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا سے توبہ کی کہ اس یہودی لڑکی کو شدید مجبوری کی حالت میں برداشت کر رہا ہوں۔

"اینی! میں نے تمھیں ساری پوزیشن بتا دی ہے۔ اس پر غور کر لینا۔ میری باتوں میں آکر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے آہستہ سے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں کتنے ہی بڑے باپ کی بیٹی سہی مگر انسان تو ہوں۔ پیٹر ڈیئر! میں بھی تمھیں چاہتی ہوں۔" اس بار اس کے لہجے سے انتہائی جذباتیت جھلک رہی تھی۔

میں گھبرا کر باہر نکل آیا۔ بہرحال اسے قابو میں رکھنے
یہ مہم میں نے سر کر لی تھی اور امکان اس بات کا تھا کہ اب
آسانی سے میرے چنگل سے نہیں نکل سکے گی۔

دوپہر کو نیل نے بہت سے ریڈی میڈ کپڑے اینی کو
کر دیے۔ گرگی مسکارنس نے میرے لباس بھی بھیجے تھے
بعد مجھے اس کا فون ملا۔ ایک ملازم نے مجھے اطلاع دی تھی
میں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"پیٹر! تمہارا دوست بول رہا ہے۔ نام لینے کی
نہیں۔ ہم فون پر احتیاط کریں گے۔ سناؤ کیسے حال چال ہیں"

"بالکل ٹھیک، تمہاری خواہش کے مطابق کام
بخش طور پر شروع ہو گیا ہے اور اب ہمارا
مطمئن ہے۔"

"ویری گڈ۔ سنا ہے تم نے بہت خوب صورت
کیا ہے۔ نیل نے مجھے فون کر کے تمہاری شکل بدل جانے
کہانی سنائی تھی۔"

"لیموں کا تحفہ بھی بنایا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ میک اپ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ تم
مل کر اس بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ خیر، چھوڑو
باتوں کو، وہ مطمئن ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"جہاز والے سے اس کی دوستی کس طرح ہوئی؟"

"وہ اس کا چچا زاد بھائی تھا یعنی اس کے باپ کا

"اوہ۔ چالاک بوڑھا اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا
بہرحال ابھی تک خاموشی ہے کوئی خاص بات نہیں ہوئی
میں ابھی تم سے ملاقات نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں کوئی خ
نہیں مول لے سکتا۔ تم سکون سے وہاں وقت گزارو
تمہیں مشورہ نہیں دوں گا۔ میرے لیے اور کوئی خدمت
تو بتاؤ۔"

"آئندہ پروگرام پر کب گفتگو ہو گی ڈیئر؟"

"کچھ توقف کر لو تو بہتر ہے۔ بڑے لوگوں کا کھیل دیکھ
اس کے بعد پروگرام بنائیں گے۔"

"او کے۔" میں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں
ایک کام کرنا ہو گا دوست! میرے ہوٹل سے میرا سامان
میں نے ہوٹل اور کمرہ نمبر اسے بتا دیا اور گرگی نے وعدہ کر لیا
پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد فون بند کر دیا گیا۔

*

اینی پارکر کی محبت بہت مہنگی پڑی تھی۔ جان ہی کی

تھی کم بخت وہ ضرورت سے زیادہ جذباتی لڑکی تھی۔ بقول اس کے اُسے زندگی میں پہلی بار کسی انسان سے محبت ہوئی تھی اور بدنصیبی سے میں ہی اس کی محبت کا پہلا شکار تھا۔ برداشت کرنا ہی تھا اب تو۔ کوئی اور ترکیب بھی تو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لہٰذا شکنجے میں آ دبنے کی۔

گرین مکلارنس سے دوسرے دن صبح ملاقات ہوئی۔ نہ جانے کس وقت آ گیا تھا۔ ناشتے کے بعد نیلی نے اس کا پیغام دیا۔ میں سمجھا تھا کہ اس کا فون آیا ہے۔ جب فون والے کمرے میں پہنچا تو گرین خود صوفے پر بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کی مسکراہٹ ختم ہو گئی اور وہ کافی دیر تک ساکت و جامد مجھے دیکھتا رہا۔

”اتنے حیران کیوں ہو گرین؟“ میں نے پوچھا۔

”زبردست کشمکش ہے میرے دل و دماغ میں۔ یوں سمجھو بہت سے طوفانوں سے گزر رہا ہوں۔“ گرین بھاری لہجے میں بولا۔

”خیریت؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”بالکل خیریت نہیں ہے۔“ گرین نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا اور پھر اس کے لفافے میں سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی۔ ”اسے دیکھو یہ کس کی تصویر ہے؟“

میں نے تصویر پر نگاہ کی اور پھر خود میری کیا حالت بھی منتشر ہو گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس تصویر کو دیکھنے لگا۔ یہ میری تصویر تھی۔ میرے ذہن میں خیالات کا ایک حشر سا برپا تھا۔

گرین بغور میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر رک کر بولا۔ ”یہاں انگلستان میں تمہارے لیے شدید خطرات موجود ہیں مسٹر علی! براہ کرم اب اس نام سے اجنبیت کا اظہار مت کرنا۔ میں تمہارے لیے سخت پریشان ہو گیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اولیو باورڈ نے صرف مجھ سے ہی نہیں بلکہ دوسرے تمام لوگوں سے بھی تمہاری تلاش کی درخواست کی ہو گی۔ شاید اُسے درخواست کرنا مناسب نہیں ہے۔ تم تصور کرو کہ اگر یہ ہم سیکریٹری تم سے ملاقات کر کے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اور جو کچھ تم ہو وہ حکومت کے علم میں ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ جب چاہے تمہارے خلاف ثبوت فراہم کر کے تمہاری گردن پکڑ سکتا ہے لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جس میں حکومت کو بھی تمہاری ضرورت پیش آ جاتی ہے جیسے یہ شخص اس کے بعد تمہیں تصویر دکھائی جاتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ

مسٹر اولیو باورڈ جو امریکہ کی ایک مقتدر شخصیت ہیں اس شخص کی بازیابی کے خواہش مند ہیں اور ہم نے ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ چنانچہ تم ان کے آدمی کے معاملات سے پولیس خود نمٹ رہی ہے لیکن تمہاری دنیا میں یہ شخص نظر آئے اور تم اسے گرفتار کر کے حکومت کے حوالے کر دو تو حکومت انگلستان اور حکومت امریکہ کی نگاہ میں تمہاری وقعت بڑھ جائے گی۔ ممکن ہے کوئی بڑا انعام بھی تمہیں دے دیا جائے تو مسٹر علی ہم ضرور کوشش کریں گے کیا خیال ہے؟“

”ہاں میں واقعی پریشان ہو جاؤں گا گرین۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”بات یہ ہے مسٹر علی کہ معاملہ تمہارے اور حکومت امریکہ کے درمیان ہے جس کی تھوڑی بہت تفصیل مجھے بتا دی گئی ہے۔ میں کچھ شک میں ہوں اور ایک خاص بات اور بتا دوں کہ میرا باپ جرمن تھا۔ نازیوں کے خیالات سے متاثر۔ چنانچہ یہودیوں سے نفرت مجھے ورثے میں ملی ہے۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ باورڈ یہودی ہے اور شاید یہودی لابی کی کسی چپقلش میں امریکی حکومت تمہاری دشمن ہو گئی ہے۔ اس لیے میرے دوست میرے دل میں تمہارے لیے منفی جذبہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری وجہ سے مجھے لنکاسٹر پر فوقیت حاصل ہوئی ہے اور یہ لوگ میرے دشمن ہیں۔ اس لیے ان کی بہ نسبت تم میرے لیے زیادہ قابل احترام اور محترم ہو۔ میں اگر چاہتا تو یہ سارے حالات تمہیں نہ بتاتا اور ان معلومات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا۔ تمہیں بتا دینے کا مقصد یہی ہے کہ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔ چنانچہ ایسا نہ ہو کہ میں بیٹھوں اور کوئی گولی میری کھوپڑی میں اُتر جائے۔ کیا خیال ہے؟“

میں سرد نگاہوں سے گرین مکلارنس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ یہ انکشاف بہتر نہیں تھا لیکن گرین کی باتیں سچائی پر مبنی تھیں اور اگر اس کے دل میں کھوٹ ہوتا تو درحقیقت وہ میری اصل شکل دیکھ کر خاموش ہو جاتا اور جو چاہتا خاموشی سے کر گزرتا۔ اس سے صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ گرین مکلارنس مجھ سے مخلص تھا۔

”ٹھیک ہے گرین! اچانک صورت حال بدل گئی ہے لیکن اگر تم اب بھی دوستی کی بات کرتے ہو تو آؤ ایک بار پھر دوستی کر لیں۔“ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

گرین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مصافحہ کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ ”ہم برے لوگ جب کسی سے دوستی کرتے ہیں تو پھر ہم سے اچھا دوست اور کوئی

نہیں ہوتا۔“

”موقع ملا تو کسی مناسب وقت پر تمہاری اس محبت اور خلوص کا جواب دوں گا۔“

”اور اگر ضرورت پڑی علی تو میں اُسے قبول بھی کر لوں گا۔“ اس نے میری پشت تھپتھپا کر کہا۔

”شکریہ گرین!“ میری آواز بھی جذبات سے لبریز تھی۔

”صورت حال اب کسی قدر مختلف ہو گئی ہے۔ اپنے حالات کو ذہن میں رکھ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا پروگرام ہے؟ کیا چاہتے ہو؟“

”اتنی جلدی بھی نہیں گرین! پہلے ان معاملات کو نمٹا لیں۔“ میں نے جواب دیا۔

گرین پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ ”لڑکی کی کیا پوزیشن ہے؟“

”میں نے اسے شیشے میں اُتار لیا ہے۔“

”یہودی کی اولاد ہے۔ اچھی طرح غور کر لینا۔“

”میرا خیال ہے حالات ٹھیک چل رہے ہیں۔“

”فریب تو نہیں دے رہی ہے؟“

”اگر جلدی نہ ہو تو دو چار دن اور جائزہ لے لوں۔“

”نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں ہے لیکن کوئی دھوکا نہ کھا جانا۔“

”یہ معاملات تم مجھ پر چھوڑ دو گرین! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس طرف سے کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہونے دوں گا۔“

”اگر تم نے ذمے داری لی ہے تو پھر مجھے یقین ہے۔ بہرحال دو چار دن اور گزار لو۔ اس دوران متوقع ہنگامے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد عمل کریں گے۔ ویسے میں نے ابتدا کر دی ہے۔“

”وہ کس طرح؟“ میں نے کہا۔

”فرانس میں میرے آدمیوں نے میکگل یارک سے گفت و شنید شروع کر دی ہے۔ ابھی اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا ہے۔“

”ویری گڈ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔“

”تو اب مجھے اجازت دو اور ایک کام کرو۔ اگر اس میں کوئی دشواری نہ ہو تو۔“

”وہ کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”تم دوبارہ میک اپ کر لو۔ جو میک اپ تم نے کیا ہوا تھا وہ بہت شاندار تھا۔ کسی عنوان بھی میک اپ نہیں لگتا تھا۔ اگر کسی خود وہ بھی تیار ہو جائے تو اور زیادہ بہتر ہو گا۔ اس طرح تم عام نگاہوں سے محفوظ ہو گے۔“

”ٹھیک ہے۔ یہ کام ہو جائے گا۔“ میں نے جواب دیا۔

اور اس کے ساتھ مکلارنس اُٹھ گیا۔

پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں اپنی جگہ بیٹھا ان حالات پر غور کرتا رہا۔ ذہن لاتعداد پریشانیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ گرین مکلارنس کی یہ بات کہ درحقیقت میں کون ہوں، خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا۔ باورڈ نے لندن کو بھی میرے لیے امریکہ بنا دیا تھا۔ یہاں بھی میرے دشمنوں کی تعداد اتنی ہی تھی جتنی امریکہ میں۔ ان حالات میں اگر میں گرین کی دسترس سے نکل جاتا تو پھر کہاں جاتا؟ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی کہ میں بالکل ہی خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دوں۔

ابھی میں انہی خیالات میں اُلجھا ہوا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور نیلی اندر داخل ہو گئی۔ ”ہیلو ڈیڈ!“ اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ”تنہا کیوں بیٹھے ہو؟“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”پریشان نظر آتے ہو کیا بات ہے؟“

”کوئی خاص بات نہیں نیلی!“ میں نے کہا۔

”تو پھر عام بات ہی سہی۔ کم سے کم مجھے تو بتا دو۔“

”تمہارے لیے پریشان ہوں۔ تمہاری حفاظت اب میری زندگی کا مسئلہ بن گئی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم دونوں کسی کی نگاہ میں نہ آ جائیں۔“

”مجھے احساس ہے ڈیڈ کہ میں تمہارے لیے کتنا بڑا مسئلہ بن گئی ہوں۔“

”ارے نہیں ڈیئر! اس انداز میں کیوں سوچتی ہو۔ بولو تو بس اس لیے پریشان ہوں کہ کہیں تم دوسروں کی نظر میں نہ آ جاؤ۔“

”ہم لندن سے نکل چلیں۔“ اس نے تجویز پیش کی۔

”میں اس کے لیے تیار ہوں لیکن مصروف ہوں لیکن ابھی اپنا ارادہ کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟“ میں نے پوچھا۔

”خاموشی کے ساتھ کسی بھی گوشہ گمنامی میں۔“

”اس کے لیے قانونی کاغذات درکار ہوں گے۔“ میں نے تشویش ظاہر کی۔

”کاغذات تیار کرائے جا سکتے ہیں۔ تم قطعی فکر مت کرو۔ میں یہاں لندن میں مطلوبہ قسم فراہم کر سکتی ہوں۔“ نیلی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ”کیوں؟ ہنس کیوں رہے ہو؟“

”تمہاری معصومیت پر۔“

”کوئی بیوقوفی کی بات کہہ دی میں نے؟“

”بے وقوفی کی نہیں معصومیت کی۔ تمہاری اصل شخصیت ہے نہ تو دوسرے کاغذات تیار کرائے جا سکتے ہیں، نہ تم اس

حیثیت سے رقم حاصل کر سکتی ہو۔ وہ لوگ شکاری کتوں کی مانند تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ!" ایمی نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں بھی فکر مندی کے نقوش ابھر آئے تھے۔

"تم اس سلسلے میں فکر مند نہ ہو۔ یہ ساری باتیں سوچنا میرا کام ہے۔ میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔"

"وہ کیا؟" ایمی گھبرا کر بولی۔

"ہم دونوں اپنی شکلیں تبدیل کرلیں گے اور ان بدلی ہوئی شکلوں کے ساتھ یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"میک اپ؟" ایمی پارکر اچھل پڑی۔

"ہاں! اس سے قبل تم میرا چہرہ دیکھ چکی ہو۔ میں تمہارا چہرہ بھی تبدیل کردوں گا۔ ہم ان بدلی ہوئی شکلوں کے ساتھ انگلینڈ سے نکل چلیں گے۔"

"یہ تو بہت دلچسپ بات ہوگی۔ میں تیار ہوں۔" ایمی نے کہا۔

"شکریہ ایمی! اس طرح ہمارے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔" میں نے کہا۔ فوری طور پر جو ترکیب ذہن میں آئی تھی وہ خاصی کارآمد معلوم ہوتی تھی۔ میں نے ایمی کی رضامندی سے فائدہ اٹھایا۔ گرین مکلارنس نے ہوٹل سے میرا سامان بھجوا دیا تھا اس میں وہ شیشی بھی موجود تھی جو بینگ لی نے اینڈریو کے ہاتھ بھجوائی تھی۔ میں اس عظیم تحفے کو زندگی بھر فراموش نہیں کرسکتا جس نے انتہائی نازک حالات میں میری مدد کی تھی۔

میک اپ کے بعد ایمی کے رخسار کچھ ابھر گئے تھے اور ہونٹ موٹے ہو جانے سے آنکھیں کچھ چھوٹی نظر آنے لگی تھیں۔ بس ان دو تبدیلیوں نے اس کی شکل اس قدر بدل ڈالی تھی کہ وہ آئینہ دیکھ کر خود حیران رہ گئی۔

"خدا کی پناہ۔ میں تو بالکل ہی بدل گئی ہوں۔"

"بالوں کے اسٹائل میں تھوڑی سی تبدیلی تمہیں یکسر بدل دے گی۔" میں نے کہا۔

"بالوں کا اسٹائل میں خود بدل لوں گی۔ اب تم اپنا میک اپ کرو۔"

"پہلے والی شکل ٹھیک رہے گی؟" میں نے پوچھا۔

"تم اب کسی بھی شکل میں ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہاری روح کو پہچان گئی ہوں۔" ایمی نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں جواب دیا کہ اگر تم میری روح میں جھانک لو تو اسی وقت تمہارا دم نکل جائے گا۔

گرین مکلارنس سے تیسرے دن ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے فون کرکے آیا تھا اور اس سے کھل کر باتیں کرنے کے لیے مجھے ایمی کو بے ہوشی کی دوا دینی پڑی تھی۔ ورنہ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس کی محبت شدید ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ اب وہ ایک لمحے کے لیے بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی تھی۔

گرین نے پرجوش مصافحہ کیا تھا۔ "بڑی دلچسپ خبریں لایا ہوں تمہارے لیے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں منتظر ہوں۔"

"لندن کے گلی کوچے ڈھونڈے جا رہے ہیں۔ اب تک ستر افراد مارے جا چکے ہیں۔" مکلارنس نے کہا۔

"خیریت! کوئی فساد ہو گیا۔ ویسے یہاں اخبار نہیں آتے گرین!" میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"منگوا لیا کرو۔ اخبارات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔ بہرحال تفصیل یہ ہے کہ لنکاسٹر اور روتھ کے بیچ جنگ چل گئی ہے اور اس تصادم کے لیے تمہارے اس خادم نے کوشش کی ہے۔ کربی نوسٹر آج کل لنکاسٹر کا حاشیہ بردار ہے۔ اس کے لیے بس تھوڑی سی کوشش کرنی پڑی تھی۔ روتھ نے لنکاسٹر پر حملہ کر دیا۔ ویسے لنکاسٹر کا پلہ بھاری ہے کیونکہ روتھ کی بہ نسبت اسے زیادہ آسانیاں میسر ہیں لیکن میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آنے والا وقت لنکاسٹر پر بہت بھاری ہوگا۔"

"وہ کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"روتھ بہت خودغرض ہے۔ وہ فرانس کے ایک مافیائی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔"

"کیا روایت ہے اس خاندان کی؟" میں نے سوال کیا۔

"ایڈمنڈ واتسے اس خاندان کا ایک فرد تھا۔ وہ آدم خور جو فرانس کے چھبیس انسانوں کو کھا گیا۔ سنا ہے روتھ کے خاندان میں کئی آدم خور پیدا ہوئے ہیں۔ دہشت اور درندگی اس خاندان کی فطرت ہے۔ روتھ اگر لنکاسٹر سے پٹ گیا تو وہ یہاں سے چلا جائے گا لیکن اس کے بعد وہ نئی قوت کے ساتھ پھر واپس آئے گا۔"

"اوہ! دلچسپ بات ہے۔" میری حیرت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"لندن پولیس بہت چوکس ہے آج کل۔ ان دونوں گینگ کے بھڑ جانے کی وجہ سے جرائم میں کمی ہوگئی ہے۔ خیر یہ باہر کی خبریں ہیں۔ تم یہاں کے حالات سناؤ۔ ویسے تمہارا یہ میک اپ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ بڑا انوکھا میک اپ ہے۔ مختصر لیکن کارآمد۔"

"ایمی کو دیکھو گے؟" میں نے گرین مکلارنس سے پوچھا۔

"اس کا چہرہ بھی بدل دیا ہے؟"

"ہاں، وہ اس وقت بے ہوش ہے۔ تم چاہو تو اسے دیکھ سکتے ہو۔"

"ضرور دیکھوں گا۔ ویسے ایک اور خبر بھی ہے تمہارے لیے۔ اگر اخبارات دیکھتے تو تمہیں اب تک اس کا علم ہو چکا ہوتا۔ ایمی پارکر کے اغوا کی خبر عام ہو گئی ہے۔ مسٹر میکائل پارکر لندن آ گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کئی ملکوں کی پولیس ایمی پارکر کی تلاش میں مصروف ہو گئی ہے۔"

"گڈ! میکائل پارکر نے تمہارے اس آدمی سے رابطہ قائم نہیں کیا جس کے ذریعے تم نے ان سے بات چیت کی تھی؟"

"کیا ہے۔ میکائل پارکر فوری طور پر تم سے مذاکرات کا خواہش مند ہے لیکن میں نے خاموشی اختیار کرلی ہے۔ پولیس کی ہنگامہ خیزیاں کم ہو جائیں تو پھر کچھ بات شروع کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور خیال بھی ہے میرے ذہن میں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"لندن یا فرانس میں مسٹر میکائل پارکر سے کوئی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لیے کسی اور جگہ کا انتخاب کرنا پڑے گا۔" گرین مکلارنس نے بتایا۔

"لبنان۔" میں نے بے اختیار کہا۔

مکلارنس پرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "یہ نام تمہارے ذہن میں کس طرح آیا؟"

"اس لیے کہ میں لبنان جانا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ تمہیں وہاں پہنچانا میرا کام ہے لیکن اگر ہم معاملات طے ہونے کے بعد ایمی کو اس کے باپ کے حوالے بیروت میں کریں تو اس سے سودے بازی کہیں اور کرنی ہوگی۔ مثلاً اسپین یا ڈنمارک میں۔ ہم کسی طرح بھی اسے بیروت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیں گے۔"

"مناسب بات ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر بھی ایک الجھن میرے ذہن میں پیدا ہوتی ہے۔"

"کیا؟" میں بہت غور سے گرین کی باتیں سن رہا تھا۔

"اس مخصوص تجارتی معاملے میں تم کیسے شریک ہوگے؟"

گرین نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"گرین! میں پاکستانی ہوں۔ ہم لوگوں کے بارے میں تمہیں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔ کسی سے دوستی ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی چیز ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوتی۔ کوئی ایک چیز نہیں گرین مکلارنس! ایمی کے سلسلے میں تم پارکر سے جو بھی سودا کرو گے اس کا ایک ڈالر بھی مجھ پر حرام ہے۔ میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گا۔ جو چیز ہم پر حرام ہوتی ہے اسے استعمال کرنے کے بجائے ہم بھوکا اور پیاسا رہنا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں تمہیں کوئی ذہنی پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔"

گرین کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا تھا۔ وہ ٹکٹکی کے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر یک لخت رک کر کہنے لگا۔ "ایمی پارکر کے سلسلے میں حاصل ہونے والی رقم اتنی ہوگی کہ اس کا نصف حصہ بھی تمہیں بیروت کے دولت مند لوگوں کی فہرست میں لا کھڑا کرے گا۔"

"میں اس رقم کو ایک حقیر تحفے کی شکل میں اپنے دوست مکلارنس کو پیش کرتا ہوں۔"

"ناقابل یقین سی بات ہے۔ بہرحال ہم اس موضوع پر ابھی کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ گویا تمہاری طرف سے اجازت ہے کہ میں کہیں بھی اپنے طور پر میکائل پارکر سے مذاکرات کروں؟"

"بالکل! یہ تمہارا مسئلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بیروت روانگی کے لیے تیاریاں کرلو۔ یہاں ذرا میں اس کا میک اپ بھی دیکھ لوں۔" گرین کھڑا ہو گیا۔ میں اسے لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا جہاں ایمی اپنے بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ مکلارنس اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"حیرت انگیز! یقیناً حیرت انگیز عمل۔ یہ فن تم نے کہاں سے سیکھا؟ میک اپ کا یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کوئی اسے ایمی نہیں کہہ سکتا جبکہ اس میں کوئی نمایاں تبدیلی بھی نہیں کی گئی۔"

"بس! یہ میرے ہائی وڈو کے ایک دوست کا تحفہ ہے۔"

"اوہ! ہائی وڈو تو مرکز ہے ان چیزوں کا۔ بڑا کامیاب میک اپ ہے۔ بہرحال اب وقت یہاں سے جلد از جلد نکلنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔"

"ہاں گرین! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے یہاں سے نکل جائیں۔ تمہیں یقیناً اس کے کاغذات تیار کرانے ہوں گے۔ نئی نئی شادی کرکے ہم ہنی مون منانے بیروت جائیں گے۔ میرے خیال میں تھوڑی سی کوشش کے بعد یہ کام ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے۔ تم کل سے پہلے اس کی اور اپنی تصویریں بھجوا دو۔ یہ تصویریں کل مجھے مل جانی چاہئیں۔ باقی کام میں خود کرلوں گا۔ ونڈرفل آئیڈیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ لندن کے کسی نواحی علاقے میں تمہاری ایک شادی بھی کرادی جائے اور تم مقدس پادری کی دعاؤں کے ساتھ بیروت کا سفر کرو۔"

"اوہ، نہیں مکلارنس! میں ضرورتاً بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوں کیونکہ وہ یہودی ہے۔ شادی خواہ کسی بھی مذہب کے

ثبت ہوا ایک تقدس رکھتی ہے اور میں اس تقدس کو مجروح نہ کر سکتا۔"

"پھر فرنیچر یا کسی پارٹی سے کہ تم دولت حاصل کرتے چلے گئے۔ تیرا اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ ویسے بہترین طریقہ یہی ہے جو تم نے راہ میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔" گورڈن نے مطمئن انداز میں کہا۔

تھوڑی دیر تک وہ میرے ساتھ رہا، پھر وہ رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں خوش آئند خیالات میں کھو گیا۔ حالات کسی قدر موافق ہو گئے تھے اور اب امید بندھ گئی تھی کہ شاید میں اپنی منزل پا جاؤں۔"

❀

دوسرے دن ناشتے کی میز پر اینی مضمحل سی تھی۔ یہ اس دوا کا اثر تھا جو اس کے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوئی تھی۔ میں اس کی دلجوئی کرنے لگا۔

"پتا نہیں کیوں میرے دل پر ایک بوجھ سا ہے۔ میں تو تمہیں روک رہی ہوں۔ خواہ مخواہ اس طرح گھر سے باہر نکلی۔ ایک بات بار بار ذہن میں آ رہی ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ جاؤں اور وہاں اپنے بارے میں تفصیل بتا کر حکومت کی تحویل میں چلی جاؤں۔ مجھے یقین ہے حکومت میری مدد کرے گی اور مجھے واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

"خیال برا نہیں ہے۔ میں تمہیں اس سے نہیں روک سکوں گا، یہ تمہارا حق ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری کیا رائے ہے پیڈرو؟" اینی نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ میں تم سے متفق ہوں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے، کب سے چلو گے میرے ساتھ؟" اینی نے کہا۔

"میں تمہیں پولیس ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دوں گا۔ ظاہر ہے اس کے بعد معاملات تمہیں خود طے کرنے ہوں گے۔"

"کیوں، تم میرے ساتھ نہیں ہو گے؟"

"میں؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا بات ہے پیڈرو! تم اداس کیوں ہو گئے؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"میں اس انداز میں تمہارا ساتھ کس طرح دے سکتا ہوں اینی! یہاں میری موجودگی کے ذرائع قانونی نہیں ہیں اور پھر پولیس صرف تمہاری مدد کرے گی، میری نہیں۔ ظاہر ہے میں خود کو پولیس کی تحویل میں دینا پسند نہیں کروں گا۔"

"میں تمہاری وکالت کروں گی پیڈرو! میں انھیں بتاؤں گی کہ کس طرح تم نے میری مدد کی ہے اور تمہارا کردار کیسا ہے..."

"سوری اینی! میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں یہ خطرہ اٹھا سکوں۔ میں تمہیں تمہاری پسندیدہ جگہ پہنچا دوں، اس کے بعد..." میں نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"گویا تم میرے ساتھ نہیں ہو گے؟"

"نہیں اینی!" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر تکلف سے کام کیوں لے رہے ہو؟ اگر تمہیں یہ تجویز پسند نہیں ہے تو منع کر دو۔ میں تمہاری کسی بات سے انحراف کب کر رہی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آگئی۔

"نہیں اینی ڈیئر! مجھے تمہاری پریشانی کا احساس ہے۔"

"تمہارے ساتھ رہ کر اب اتنی پریشان بھی نہیں ہوں، بس یونہی طبیعت بوجھل ہو گئی تھی۔"

"اینی اگر تم اپنے کسی عمل میں اپنے لیے بہتری سمجھتی ہو تو یقین کرو میں تمہاری راہ کا پتھر نہیں بنوں گا۔ ویسے میں اپنے طور پر بھی خاموش نہیں بیٹھا ہوں، مسلسل عمل کر رہا ہوں۔"

"تو پھر اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے؟ میں نے تو ایک تجویز پیش کی تھی۔"

"میں نے گورڈن سے بات کی ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو بیروت پہنچا دے۔ میں نے اس کے لالچ کو مزید ہوا دی ہے اور کہا ہے کہ بیروت پہنچ کر ہم مسٹر پارکر سے رابطہ قائم کریں گے اور انھیں رقم کی فراہمی کے لیے مجبور کر دیں گے۔ گورڈن میری باتوں میں آگیا ہے اور ہماری روانگی کی تیاریاں کر رہا ہے۔ میں نے اس کے سامنے ایک اور تجویز بھی پیش کی ہے۔"

"وہ کیا؟" اینی نے پوچھا۔

"یہاں سے ہم ایک نئے شادی شدہ جوڑے کی حیثیت سے نکل جائیں جن کا مقصد ہنی مون منانے کے لیے بیروت جانا ہو گا۔ ہمارے بدلے ہوئے چہرے کسی کو شبے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔"

"بڑی مبارک تجویز ہے۔ اس میں ذرا سی ترمیم اور کر لی جائے تو کیا حرج ہے پیڈرو!" اینی دفعتاً مسکرا پڑی۔ اس کا موڈ ایک دم خوشگوار ہو گیا تھا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "یہ شادی مصنوعی کیوں ہو؟ ہم اسے حقیقت کا روپ کیوں نہ دے دیں؟"

میں نے بمشکل تمام خود پر قابو پایا تھا۔ پھر میں نے

پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "نہیں اینی! یہ کام ان حالات میں ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟" اس نے اداس لہجے میں پوچھا۔

"اس طرح مجھ میں اور ان لوگوں میں کیا فرق رہ جائے گا جو تمہیں اغوا کر کے تمہارے باپ سے دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ فرق تو میں سمجھتی ہوں۔" اینی نے کہا۔

"ٹھیک ہے، لیکن تمہارے پاپا نہیں سمجھیں گے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"صورت حال بالآخر ان کے علم میں آجائے گی اور انھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہیں جرائم پیشہ لوگوں کے کسی گروہ سے بچا کر لایا ہوں۔ وہ میرے شکر گزار ہوں گے اینی! لیکن جب انھیں یہ معلوم ہو گا کہ میں نے تم سے شادی کر لی ہے تو وہ سوچیں گے کہ میں نے بھی وہی سب کچھ کیا ہے جو دوسرے کرنا چاہتے تھے۔ میں نے دولت مند بننے کے لیے یہ چال چلی ہے۔ سمجھ رہی ہو اینی؟"

"لیکن کیا تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے پیڈرو؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"ضرور کروں گا، مگر تمہیں تمہارے پاپا کی تحویل میں دینے کے بعد، اس وقت جب تمہارے پاپا خود مجھ سے اس موضوع پر بات کریں گے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

اینی کچھ سوچنے لگی، پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں سمجھ رہی ہوں، میں تمہارا مقصد سمجھ گئی۔ بے شک وہ ایک باوقار انداز ہو گا۔ ہاں ٹھیک ہے، میں تم سے متفق ہوں۔ میری سوچ غلط تھی۔ یہ تو سچ ہے کہ پاپا اس بات سے خوش نہیں ہوں گے۔ مگر پیڈرو جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔"

"میری بھی یہی خواہش ہے جانی! ابھی تھوڑی دیر کے بعد نیل ہماری تصویریں بنوائے گی۔ یہ تصویریں ہمارے نئے پاسپورٹ کے لیے ضروری ہیں۔" میں نے کہا اور اینی ہنسنے لگی۔ وہ اس تصور سے بہت خوش نظر آتی تھی۔

❀

اولیور بارڈ اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کر اس نے اخبارات میں میری تصویریں بھی شائع کرا دیں اور میری گرفتاری پر ایک بھاری رقم انعام میں دینے کا اعلان بھی کر دیا، لیکن یہ اشتہار اس نے اپنی طرف سے نہیں دیا تھا، بلکہ اس میں ایک معمولی ادارہ ملوث تھا۔ اشتہار میں مجھے ایک جنونی قاتل اور سوسائٹی کا بدترین دشمن ظاہر کیا گیا تھا۔

اس کے یہ الفاظ تو میرے لیے اعزاز کی حیثیت رکھتے تھے لیکن پھر بھی میں نے یہ اخبارات اینی سے چھپا لیے کیونکہ وہ میری اصلی شکل بھی دیکھ چکی تھی۔ اس طرح سارا کھیل ہی بگڑ جاتا۔

بالآخر گورڈن نے ایک دن فون پر اطلاع دی کہ وہ مسٹر اور مسز آرمانس کے لیے سیٹیں بک کرانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ "کل دوپہر ڈیڑھ بجے تم لبنان چھوڑ دو گے دوست! ساری تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔"

"ویری گڈ گورڈن! مگر روانگی سے قبل تم سے ملاقات...؟"

"محترمہ کرسٹین کی فیملی کا سامان لے کر ساڑھے گیارہ بجے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"او کے! میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ میرے بدن میں مسرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ شاید لبنان کی عقوبتوں کے دن بھی ختم ہو گئے تھے۔ بڑی طوفانی زندگی گزاری تھی۔ یہ چند ماہ ہزاروں سال کی مانند محسوس ہو رہے تھے، حالانکہ زیادہ پرانی بات نہیں تھی۔ بہت مختصر وقت گزرا تھا جب میں یونیورسٹی کا ایک ہونہار طالب علم تھا اور زندگی میں حصول علم کے سوا کوئی خواہش نہیں تھی۔ پھر تقدیر نے رخ بدلا، کہاں سے کہاں لے گئی اور اب میں ایک سفاک قاتل اور دو ملکوں کا مجرم تھا۔

مجھے خود پر ہنسی آگئی، لیکن پھر اندر سے ابھرنے والے ایک جذبے نے ڈھارس بندھائی۔ جذبہ ہی تو روح ہے۔ جذبہ ہی تو زندگی ہے۔ اگر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو تو پھر اس میں اور کسی بے جان پتھر میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ اگر تعلیم حاصل کر لیتا تو کیا بن جاتا؟ بلاشبہ ایک باعزت زندگی کے حصول میں کامیاب ہو جاتا لیکن کوئی انفرادیت تو نہ ہوتی۔ گھر بار، بیوی بچے! ایک عام سی زندگی۔ لیکن اب میرے سامنے ایک مقصد تھا۔ وطن سے دربدر کر دیے جانے والے اپنے گھروں کے دروازوں کو حسرت سے تکنے والے اپنے وطن کے لیے جنگ کر رہے تھے۔ میں اس جنگ میں ان کا ساتھی بننے کا خواہش مند تھا۔ میری زندگی کا صرف ایک مقصد تھا۔ ان کے شانہ بشانہ غاصبوں سے جنگ کروں اور ان کی آزادی کے سورج کو اپنی آنکھوں سے طلوع ہوتے ہوئے دیکھوں یا پھر اس مقصد کے لیے اپنی جان دے دوں۔ میں نے اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں محفوظ رکھی تھیں۔ یہ میرے پاس ان کی امانت تھیں اور ابھی تک میں نے اس امانت میں خیانت نہیں کی تھی۔ ورنہ ... کسی بے بس کو جنم نہیں دیتی۔ اس کے ... مرنے ... فن خوب جانتے ہیں۔

انجی کو میں نے ابھی تک اطلاع نہیں دی تھی۔ البتہ نبیل نے میری ہدایت کے مطابق اس کی کافی میں بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ جس کی وجہ سے کافی پینے کے بعد وہ اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو گئی۔ اور میں گرونی کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے گرونی آ گیا۔ وہ اسی گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے ملا تھا۔ پہلے وہ مجھے شہر کے حالات سناتا رہا۔ ڈیمنڈ رو تو سے فرمس واپس چلا گیا تھا۔ البتہ لنکاسٹر کے آدمی اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ شاید لنکاسٹر بھی ڈیمنڈ رو کے تعاقب میں چلا گیا تھا اور شہر میں امن و امان تھا۔ کراس فورسٹر شدید زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا تھا اور پولیس والے خود ہی مسلسل کارروائیوں میں مصروف تھا۔ یہ تمام رپورٹیں دینے کے بعد گرونی نے اپنا بریف کیس کھولا اور اس میں سے پاسپورٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیے۔

"یہ تمہارا اور انجی پارکر کا پاسپورٹ ہے۔ مسٹر اور مسز مارک کا نام جولیا اور مارک ہے۔ تم دونوں کی شادی پندرہ دن قبل سینٹ جوزف کے کلیسا میں ہوئی ہے۔ یہ اس کے تمام کاغذات موجود ہیں۔ بیروت میں تمہارا قیام ہلٹن ہوٹل میں ہو گا۔ ہلٹن کا ہنی مون سوئٹ تمہارے نام بک کر دیا گیا ہے لیکن بہتر یہ ہو گا کہ ہلٹن میں قیام ہونے کے بعد تم فوری طور پر اپنی رہائش گاہ تبدیل کر لو۔ .... میں ان تمام حالات کو سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو تمہاری روانگی کے بعد پیش آ سکتے ہیں۔ مسٹر پارکر کو اشارات بھیج دیے گئے ہیں اور وہ میڈرڈ میں اس گفتگو کے سلسلے میں تمہارے تیار ہو کر بیٹھے ہیں، جب وہاں بات ہو گی تو وہاں سے یہ کاروباری گفتگو کریں گے۔ اس دوران ہماری ملاقات نہیں ہو گی لیکن جو ضرورت ہو [illegible] ہمارے دو افراد جن کا قیام [illegible] ہے تمہارے ساتھ رہیں گے۔ بلکہ شاید ایئرپورٹ پر بھی وہی تمہیں ریسیو کریں گے۔ ان لوگوں سے تم اپنی ہر ضرورت بیان کر سکتے ہو۔ وہ بیروت کے مقامی باشندے ہیں۔ ان کا تعلق [illegible] سے ہے لیکن طویل عرصے سے وہ بیروت میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے انہیں تمہارے بارے میں مکمل ہدایات دے دی ہیں۔ بیروت میں تم ہر طرح سے محفوظ رہو گے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور سرکاری طور پر بھی وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا ہے کہ تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ تمہارے ہوائی ٹکٹ ہیں۔ طیارہ ٹھیک دو بج کر دس منٹ پر روانہ ہو جائے گا۔ فادر اینجلینو کا بندوبست کر لیا ہے لیکن بیروت میں تمہیں وہاں کی گرلز جس قدر چاہو گے مل جائیں گی۔ عیش و عشرت سے گزر کرنا لیکن کسی کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور بات ہو تو مجھے بتا دو مل!"

"نہیں، میرا خیال ہے مزید کچھ نہیں رہ جاتا۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر پارکر سے گفتگو کے بعد جو صورت حال بھی ہو گی تمہیں اس کی فوری طور پر اطلاع دوں گا، حالانکہ تم مجھے اس کا حق دے چکے ہو کہ میں معاملے کی بات خود ہی سے کر لوں لیکن ہو میرے اپنے جو احساسات ہیں تم اس کی نفی نہیں کر سکتے۔" گرونی مسکرا کر بولا۔ جواباً میں بھی مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے گرونی! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ انجی پارکر کے کیس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم جس طرح چاہو اپنی تسلی کر لو۔"

"خیر چھوڑو۔" گرونی مکلارنس مسکرا کر بولا۔ "یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ کل ساڑھے بارہ یا ایک بجے تم گھر سے نکل جاؤ گے۔ براؤنسن تمہیں ایئرپورٹ لے جائے گا۔ ممکن ہے ایئرپورٹ پر بارڈر کے آدمی ہوں۔ تمہیں اس صورت حال کا خیال رکھنا ہے کیونکہ بارڈر ذہنی طور پر بھی شیطان سے کم نہیں ہے۔"

گرونی مجھے ہدایات دیتا رہا اور میں انھیں ذہن نشین کرتا رہا۔ آخر میں گرونی مسکرا کر بولا۔ "اس کے علاوہ دو سوٹ کیس کل صبح تمہارے پاس پہنچ جائیں گے جن میں موجود اشیا اس بات کا ثبوت ہوں گی کہ تم دونوں نئے شادی شدہ ہو۔ یوں بھی انجی جیسی لڑکی کے ساتھ بیروت کے حسین ماحول میں تمہارا ہنی مون بہت شاندار رہے گا۔"

میں بھی مسکرانے لگا تھا۔

٭

یہ رات سکون کی رات نہیں تھی۔ کوشش کے باوجود مجھے نیند نہیں آئی۔ بس ذہن میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے۔ زندگی کا نیا موڑ آ گیا تھا اور شاید یہ نئی زندگی کے آغاز کا آخری مرحلہ تھا پھر اس کے بعد کا تصور تو دل کی دھڑکنیں تیز کر دیتا تھا۔

ساری رات یوں ہی گزر گئی۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے کسلمندی ضرور طاری تھی لیکن اس کے باوجود اضمحلال نہیں تھا۔ صبح کو ناشتے پر میں نے انجی کو یہ خبر سنائی۔

"ہم بیروت جا رہے ہیں انجی!"

"کب؟" اس کا ہاتھ رک گیا۔

"آج دو بج کر دس منٹ پر فلائٹ ہے۔" میں نے کہا اور انجی کے چہرے پر بے اندازہ خوشی کے سائے رقص کرنے لگے۔

"کیا واقعی ہیڈرو! انتظامات مکمل ہو گئے؟"

"ہاں! سیٹیں بھی بک ہو چکی ہیں۔"

"اوہ! ونڈرفل ...... ونڈرفل ... میں بے حد مسرور ہوں ہیڈرو! ہم زیادہ عرصے وہاں قیام نہیں کریں گے۔ کیا گرونی نے یہ انتظامات کیے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"اسی لاریب کے تحت کیے ہوں گے۔" انجی نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"سو فیصد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر پارکر سے گرونی مکلارنس بھی۔ ہم لے ایسی چوٹ دی ہے کہ زندگی بھر یاد رکھے گا جبکہ میرا تو ایک اور مشورہ ہے ہیڈرو! کہ اس کمینے انسان کو اس لالچ میں رکھنا اور بظاہر اس کے پروگرام پر عمل کرتے رہنا۔ پھر جب وہ رقم وصول کرنے آئے تو اس کے پورے بدن میں سیسہ اتار دینا۔ اسے سزا تو ملنی ہی چاہیے۔" انجی کے بے اختیار جذبوں نے شدید غصے کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔

"اس سلسلے میں مسٹر پارکر سے مشورہ کر لیں گے۔"

"اگر تم یہ کام کر لو گے تو پاپا تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد تمہیں اپنے مقصد کے حصول میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ پاپا سمجھ لیں گے کہ تم ایک مخلص انسان ہو اور ان کے بہترین مفاد کے خواہاں ہو۔"

"یہ ساری باتیں بیروت چل کر سوچیں گے۔ فی الوقت تو تم سفر کی تیاریاں کرو۔ ہمیں یہاں سے ساڑھے بارہ بجے نکل چلیں گے اور [illegible] ایئرپورٹ پر [illegible] جانے کتنی آنکھیں اجنبی لوگوں کی نگراں ہوں گی جن میں ایک ایسے جوڑے کی اداکاری کرنی ہے جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ جو ایک دوسرے میں گم رہتا ہے اور کسی دوسری چیز پر توجہ نہیں دیتا۔"

"تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ تمہارے علاوہ میں کچھ اور سوچتی بھی نہیں ہیڈرو!" انجی نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے۔" میں اس کے ارادوں کو بھانپ کر بولا۔ پھر نبیل نے اچانک اندر آ کر میری مشکل حل کر دی۔

"کسی اور چیز کی ضرورت ہے جناب؟" نبیل نے آگے آ کر پوچھا۔

"نہیں نبیل! شکریہ۔"

"تو پھر باہر تشریف لے آئیے۔ آپ کے سوٹ کیس تیار [illegible] دیں۔"

"سوٹ کیس؟" انجی نے پوچھا۔

"ہاں ہم ہنی مون منانے جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ ضروری سامان تو ہونا ہی چاہیے۔"

"کیا ضروری سامان؟" انجی پارکر نے سوال کیا۔

"مثلاً لباس اور ایسی ہی دوسری چیزیں جو کسی بیرونی سفر میں کام آ سکیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ خاصی ذرا دیکھوں تو کیا کیا اشیا آئی ہوئی ہیں۔" انجی بولی اور پھر ہم نبیل کے ساتھ اس کمرے میں آ گئے جہاں دو شاندار سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے۔

میرے دوست نے کافی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ زرق برق لباس اور ضروریات کی ایسی چھوٹی موٹی چیزیں انجی کے سوٹ کیس میں موجود تھیں جو کسی نئی دلہن کے استعمال کی ہوتی ہیں۔ میرے سوٹ کیس میں بھی ضرورت کی ساری اشیا موجود تھیں۔

نبیل ہمارے پاس کھڑا ہوا تھا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ بھی جواباً مسکرانے لگا۔ "اور کچھ جناب؟"

"نہیں، یوں لگتا ہے جیسے میرا دوست ان معاملات سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے جو انتظامات کیے ہیں، شاید میں خود بھی نہ کر پاتا۔" میں نے کہا اور نبیل ہنس پڑا۔

دوپہر کو ہم نے بہت مختصر لنچ کیا تھا۔ براؤنسن کی آمد کی اطلاع نبیل نے دی اور ملازموں نے ہمارا سامان کار میں رکھ دیا۔ پھر ہم کار میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں اس وقت کے احساسات بیان نہیں کر سکتا۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہو رہا تھا اور ذہن پر عجیب سا بوجھ تھا۔ ایئرپورٹ تک کا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ جب ہمارا سامان کسٹم میں پہنچ گیا تو میں انجی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر امیگریشن کے دفتر میں داخل ہو گیا۔

نوجوان کسٹم آفیسر نے مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ کر اخلاقاً مبارکباد پیش کی تھی جس کا ہم دونوں نے خوش دلی کے ساتھ شکریہ ادا کیا تھا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ کئی مشتبہ افراد نظر آئے جو ادھر ادھر آوارہ گردی کر رہے تھے۔ پولیس بھی موجود تھی اور یہ دونوں لوگ ہر آنے جانے والوں پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

انجی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اداکاری کر رہی تھی۔ مجھے اس کے طرز عمل سے وحشت محسوس ہو رہی تھی مگر اس کی یہ اداکاری یہاں کے لوگوں کے لیے تعجب خیز نہیں تھی۔ خدا خدا کر کے سارے معاملات [illegible] پاسپورٹ وغیرہ ہمیں واپس کر دیے گئے اور پھر مسافروں کے لیے جہاز پر جانے کا اعلان ہوا۔ میرے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی طرف سے کوئی عجیب و غریب ہونی آ جائے گی اور ہمارے گرد گھیرا ڈال دیا جائے گا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ جہاز کی سیڑھیوں کے نزدیک کھڑی ہوئی ایئرہوسٹس نے ہمارا خیر مقدم کیا اور پھر ہم سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ دوسرے

"خدا کرے یہ عرصہ طویل نہ ہو۔" بے اختیار میری زبان سے دعائیہ الفاظ ادا ہو گئے۔

"آپ عیسائی ہو کر ہماری کامیابی کے لیے دعا کر رہے ہیں؟"

"خدا نہ کرے کہ عیسائیت سے میرا کوئی رشتہ ہو۔ میں بحمد اللہ مسلمان ہوں۔" میں نے کہا اور ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا مطلب؟" سعید عاطف اور ستارہ کیف بیک وقت بولے۔

"ہاں میں مسلمان ہوں۔" میں نے بلند آواز میں کلمہ پڑھ کر اپنے دینی عقیدے کا اعلان کیا۔ وہ دونوں تصویر حیرت بن گئے تھے۔

"بڑی مسرت ہوئی۔" بالآخر ستارہ نے کہا۔ "لیکن آرمارک اور جیڈ رونا، اس کا مطلب ہے کہ ان میں سے کوئی نام درست نہیں ہے؟"

"خادم کو علی یار خان کہتے ہیں۔" انجام کار میں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز فاش کر دیا۔

"بہت خوب۔ ایک مسلمان ہی ہمارا ہمسفر ہو سکتا ہے۔" سعید عاطف نے کہا۔

"کیا نام بتایا آپ نے؟" ستارہ نے چونک کر پوچھا۔

"علی یار خان۔" میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"سعید! یہ نام کچھ سنا ہوا نہیں لگتا؟ کہاں سنا ہے یہ نام؟"

"اگر میرا نام آپ کے کانوں تک پہنچ چکا ہے تو میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"براہ کرم ہمیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔" سعید بولا۔

"میں پاکستانی ہوں۔ پاکستان کی ایک حسین بستی کا باشندہ جو قصور کے نام سے روشن ہے۔ یونیورسٹی میں قانون کا طالب علم تھا اور ....." میری بات ادھوری رہ گئی اور ستارہ کیف درمیان ہی میں بول پڑی۔

"علی — آہ — علی — علی — میں آپ سے واقف ہوں۔ میرے خدا! میرے خدا! سعید یہ علی یار خان ہے۔ وہ پاکستانی نوجوان جس نے امریکہ میں رہ کر دین سربلند کیا ہے۔" فرط جذبات سے ستارہ کی آواز لرز رہی تھی۔

"یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں آپ سے واقف نہیں۔" سعید عاطف کے چہرے پر خفیف سی ندامت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"اوہ سعید! ہائی کمان کی طرف سے علی کے بارے میں لکھے ہوئے سرکلر ہم دیکھ چکے ہیں۔ حلقہ عرب کے ہیڈ کوارٹر سے ہدایت ہے کہ وہ علی کو تلاش کریں۔ وہ دوستی کے لیے لندن کی تنظیم میں۔" پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔ "دراصل علی! سعید کا تعلق پاپولر فرنٹ سے ہے۔ یہ ہمیشہ مہمات میں الجھے رہتے ہیں۔ اس لیے انھیں بہت کم سراغ ملتے ہیں۔"

"مگر علی کی داستان کیا ہے؟" سعید نے کہا۔

"علی کی کہانی انہی کی زبانی سنیں گے۔" ستارہ نے کہا۔

"اگر ہر شخص اور لقمان یعنی کا تعلق خلان گروپ سے ہے تو وہ علی کے بارے میں ضرور جانتے ہوں گے۔" سعید نے کہا۔

"سو فیصد۔ ہم انھیں اطلاع دیں گے لیکن علی کی کہانی سننے کے بعد۔"

"مختصر عرض ہے کہ میں ایک پاکستانی طالب علم تھا جو امریکہ میں زیر تعلیم تھا۔ میرے ذہن میں مستقبل کا نقشہ بس اتنا تھا کہ تعلیم مکمل کر کے پاکستان واپس چلا جاؤں اور اپنے وطن میں پریکٹس کروں لیکن تقدیر مجھے کوئی منصب دینا چاہتی تھی۔ اتفاقاً میں ایک دن ایمبرن ہال میں جا نکلا، جہاں ایک یہودی اجتماع تھا۔ یہودی مقررین نے عرب اور عالم اسلام کے خلاف ایک دل آزار اور شرمناک تقریر کی۔ جسے سن کر میرے جذبات بے قابو ہو گئے۔ جواباً میں نے بھی اسی مجمع میں فلسطین میں مدد کرنے کے حوالوں سے یہودیوں کا کچا چٹھا کھول دیا جس کے نتیجے میں صیہونی میرے دشمن بن گئے۔ پھر شمانہ نامی ایک پاکستانی لڑکی کو چند یہودی نوجوانوں نے میرے نام پر قتل کر دیا۔ میں نے بھی بہت جلد ان نوجوانوں کو عبرت ناک موت سے دوچار کر دیا۔ اس کے بعد اپنی فوج اور اس مجلس میں کچھ یہودی باشندے میرے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اترے۔ پھر ایک چینی دوست کی مدد سے میں لندن چلا آیا۔"

"اس چینی کا نام جو شو تھا نا؟" ستارہ بول پڑی۔

"ہاں، ایک قابل احترام شخصیت۔"

"مسٹر جو شو نے ہی ہائی کمان کو آپ کے بارے میں لکھا تھا اور ان اخبارات کے تراشے بھی بھیجے تھے۔ میں نے وہ لفٹسٹ بھی دیکھا تھا جو آپ کے قابل قدر جذبات کی ترجمانی کرتا تھا۔ آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی علی کہ فلسطینی نوجوانوں نے اس لفٹسٹ کی بے شمار کاپیاں تیار کرائی ہیں۔ جن پر یہ عبارت درج ہے — 'علی یار خان کا تحفہ' ہر فلسطینی اس نشانی کو اپنے دل سے لگائے پھرتا ہے۔" ستارہ نے کہا۔

"بہت خوبصورت لفٹسٹ ہے؟" سعید نے پوچھا۔

"ہاں سعید! اس میں فلسطین کے چاروں کونوں پر امریکی نوجوانوں کی لاشوں کو دکھا کر ایک بہترین منظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک پیش گوئی ہے کہ مستقبل میں فلسطین یہودیوں کی لاشوں سے بھر جائے گا اور ان کے سینوں پر ہمارا پرچم لہرا رہا ہو گا۔"

"بڑی جذباتی تصویر تھی۔ کیا آپ نے یہ سب کچھ امریکہ میں رہ کر کیا؟"

"بس یہ جوش جہاد تھا جس نے مجھے آفات و مصائب کی وادیوں سے گزارا، سنگین خطرات سے دوچار کیا اور پھر میں جوش کے تقاضوں سے انگلینڈ پہنچا۔"

"تفصیل سے بتائیں مسٹر علی! یقیناً بڑی لرزہ خیز داستان ہوگی۔" ستارہ نے کہا اور پھر میں نے جواباً ان دونوں کو لمحہ لمحہ کا حال سنایا۔ ایجی پارکر کے بارے میں بتایا اور پھر جہاز میں پہنچنے تک سارے واقعات بیان کر دیے۔

دونوں کے چہرے جوشیلے جذبات سے گل رنگ ہو رہے تھے۔ پھر سعید اٹھا اور دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گیا۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "آخر یہ سعادت ہمارا مقدر تھی کہ آپ جیسی عظیم شخصیت سے ملاقات ہوئی اور پھر وہ سرور جاں جانا میں میزبانی کا شرف بخشے۔" سعید دل کی گہرائیوں سے بول رہا تھا۔ "مگر مسٹر علی! یہ بڑی عجیب بات ہے۔" اس کی آواز سے شگفتگی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ بس یہی مقصد میری زندگی کا ماحصل ہے۔"

"آپ نے امریکی یہودیوں کو بدترین شکست دی ہے۔ واقعی عظیم کارنامہ ہے۔" سعید نے احترام و محبت کے لہجے سے سرشار ہو کر کہا۔

"اور اب میری خواہش ہے کہ میں آپ کے شانہ بشانہ دین کی سربلندی کے لیے کام کروں۔ کاش بیت المقدس کی آزادی کے لیے شہید ہونے والوں میں میرا نام بھی شامل ہو۔"

"خدا کرے۔" دونوں نے بیک زبان کہا۔

"علی! اب اس میک اپ کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو آپ ہمارے ہی خاندان کے ایک معزز فرد ہیں۔"

"میرے خیال میں ابھی آپ لوگ مجھے اس میک اپ میں ہی رہنے دیں۔ اس وقت تک جب تک جہاز کا مسئلہ حل نہ ہو جائے۔ جہاز کے ایک مسافر کی حیثیت سے میں آپ کا معاون رہوں گا اور دوسرے مسافروں کی کیفیات سے آپ کو آگاہ کرتا رہوں گا۔"

"یہ ایجی پارکر یہودی ہے! سوئٹزرلینڈ کے اس یہودی کی شدید صیہونی تحریک کے لیے بڑی بڑی رقمیں دیتا رہتا ہے۔" سعید نے کہا۔

"میری معلومات کے مطابق وہ اب بھی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ اب وہ فلسطینی تنظیم میں ایک بڑی رقم کا اضافہ کرے گا۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟" سعید نے کہا۔

"تنظیم کے مفاد کے لیے جو کچھ ہوگا اس میں بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں، سعید کا مقصد کچھ اور ہے۔" ستارہ درمیان میں بول پڑی۔

"وہ کیا؟" میں نے قدرے تعجب سے پوچھا۔

"مسز آرمارک کافی دلکش خاتون ہیں۔" ستارہ کا لہجہ یکلخت شوخ ہو گیا تھا۔

"نہیں مس ستارہ! پاکستانی باشندوں کا اپنا ایک مزاج ہے۔ یہودی لڑکی کسی بھی صورت میں مجھے قبول نہیں۔ میں اس قوم سے صرف نفرت کر سکتا ہوں۔ اس کے کسی بھی فرد سے محبت نہیں ہو سکتی۔"

"اب مجھے کچھ دیر کے لیے اجازت دیں کہ میں اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری سنا دوں۔ اس دوران ستارہ آپ سے گفتگو کریں گی۔" یہ کہتے ہوئے سعید اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہتر۔" میں نے جواب دیا اور سعید چلا گیا۔ ستارہ چند لمحات سوچتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہودی لڑکی نے آپ کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا مسٹر علی؟"

"نہیں مس ستارہ! میں تو امریکہ جیسی جگہ رہ کر بھی اپنے ملک کی اقدار کو نہ بھول سکا۔ میں آپ کو اپنے بارے میں صرف اتنا ہی بتا سکوں گا کہ بچپن سے میں شدید پریشان کن حالات کا شکار رہا۔ تفصیل میں جانا بیکار ہے۔ بس یوں سمجھیے کہ میری زندگی کبھی کسی تلخی سے دوچار نہیں ہوئی اور میں صرف اپنے مستقبل کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ میری یہ کیفیت امریکہ میں بھی مجھے زندگی کی دوسری دلچسپیوں سے روشناس نہ کرا سکی۔ میرا ایک سکھ دوست تھا جو تفریح پسند تھا۔ اس کی ایک یہودی محبوبہ مجھے اپنے ساتھ ایمبرن ہال لے گئی تھی۔ ورنہ شاید زندگی بھر میرا رخ اس طرف نہ ہوتا۔"

"اور کوئی مسلمان لڑکی؟" ستارہ نے بے تکلفی سے پوچھا۔ اس کے انداز گفتگو میں صرف شوخی تھی اور میں اس شوخی کو کوئی غلط مفہوم نہیں پہنا سکتا تھا۔

"ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا اور پھر اب تو میری زندگی کے دھارے ہی بدل گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ زندگی کے مستقبل میں آئندہ بھی ایسی کسی دلچسپی کی گنجائش پیدا نہ ہو سکے۔"

"وہ کیوں؟" ستارہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ اس کا یہ انداز بہت پیارا تھا۔ وہ ایک شوخ سی، خوبرو سی، کہانیاں سننے والی لڑکی تھی مگر طلب دستے میں رہ کر جینگ کرتے کرتے انتہائی خطرناک ہو گئی تھی لیکن اس وقت اپنی اصل شکل میں میرے سامنے موجود تھی۔

"زندگی میں اگر کوئی مقصد شامل ہو جائے تو پھر وہ سب سے

"کاش، وہ لوگ ان کی بات مان لیں۔ کتنے افراد بے موت مارے جانے سے بچ جائیں گے۔" نجا حسن نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ ہماری اس گفتگو سے قریب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی متوجہ ہو گئے تھے اور اُن کے چہروں پر خوف اور مایوسی کے تاثرات صاف نظر آ رہے تھے۔ اینی زار و قطار روتی رہی اور میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔

"اب کیا ہوگا ڈیئر ہیڈرسن! اب کیا ہوگا؟" اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

"ڈارلنگ، تم بالکل بدحواس ہو گئی ہو۔ آخر تم نے مجھے کس نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے؟" میں نے اس کے کان میں کہا تو وہ بُری طرح چونک پڑی۔

"سوری ڈیئر! میں واقعی سخت پریشان ہو گئی ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ فلسطینی، یہودیوں کے کتنے بڑے دشمن ہیں؟ اگر انہیں میرے بارے میں خبر ہو جائے تو مجھے تو وہ قطعاً زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"سبھی لوگوں کی ایک سی کیفیت ہے اینی ڈیئر، تنہا تم اپنی فکر مت کرو۔ وہ لوگ کسی کو معاف نہیں کریں گے۔ اگر اُن کی بات پوری نہ ہوئی تو وہ یقیناً طیارے کو اُڑا دیں گے۔"

میری آواز اتنی بلند تھی کہ دوسرے لوگ بھی اُسے باآسانی سن سکتے تھے۔ نتیجتاً اُن کی بدحواسیاں مزید بڑھ گئیں اور رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔

❋

صبح صادق کی روشنی فضا میں بتدریج پھیلتی چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد سورج نے مشرق سے سر اُبھارا۔ ریگستان روشن ہو گیا۔ تاحدِ نگاہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ ریت کے ٹیلے آہستہ آہستہ گرم ہوتے جا رہے تھے۔ دو ائیر ہوسٹس بھیجی گئیں اور انھوں نے ناشتے کا انتظام کر لیا۔ مسافر رات کے بھوکے تھے، اس لیے کسی نے ناشتے سے انکار نہیں کیا۔

کچھ دیر بعد سعید اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ طیارے میں آیا۔ اس نے میری جانب کوئی ذرا بھی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ لوگ کیبن میں داخل ہو گئے اور شاید سامانِ خورد و نوش کا جائزہ لینے لگے۔ پھر کچھ پیکٹ اٹھا کر باہر نکل گئے۔ ایک ہائی جیکر بدستور طیارے میں موجود رہتا اور پوری طرح مستعد تھا۔ غالباً اسے میرے بارے میں بتا دیا گیا تھا کیونکہ دو تین بار مسکراتی نگاہوں سے اس نے مجھے دیکھا تھا اور ان آنکھوں میں شناسائی کی چمک موجود تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ دن کو تقریباً گیارہ بجے صحرا میں کچھ گاڑیاں نمودار ہوئیں۔ یہ چند ٹرک تھے اور دو جیپیں تھیں۔ میں طیارے کی سیڑھیوں پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے فدائین میں کچھ ہلچل سی دیکھی، وہ سب سمٹ کر طیارے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ وغیرہ وہ سب بھی اس عمارت میں موجود تھے۔

جب وہ دور سے ان گاڑیوں کو قریب آتے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ طیارے سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر رک گئیں۔ اُن سے کچھ فوجی نیچے اترے۔ یہ سعودی سپاہی تھے اور اسرائیلی حکومت سے صاف [illegible] رہے تھے۔

فدائین خاموشی سے ان کی کارروائیاں دیکھتے رہے۔ مذاکرات کا انتظام کر لیا گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی اور تحریک نہیں ہوئی تھی۔

دفعتاً میں نے سامنے کی طرف دیکھا جہاں شامیانہ سا لگا دیا گیا تھا۔ یہ لوگ طیارے کی دم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قوی ہیکل شخص کے سامنے ایک ٹرانسمیٹر مشین رکھی ہوئی تھی۔

میں ان کے پاس پہنچا تو قوی ہیکل شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ "مجھے محمود جالو کہتے ہیں۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔"

"مجھے بھی۔" اس نے کہا اور پھر ہم دونوں نے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔ اسی وقت مشین پر ایک اشارہ موصول ہوا اور جالو نے اٹھا کر بولا۔ "بس ایک منٹ۔ ذرا دیکھوں کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"ضرور۔" میں نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا اور محمود جالو نے مشین کے چند بٹن آن کر دیے۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز اُبھری۔

"محمود جالو مخاطب ہے۔"

"تمہارا تعلق کون سے گروپ سے ہے؟" پوچھا گیا۔

"پی۔ این۔ ایل۔ پی سے۔" محمود نے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"جارج حباش کے ان آٹھ ساتھیوں کی رہائی جو اسرائیلی جیل میں موجود ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"بس فی الوقت یہی ہمارا مطالبہ ہے۔ دوسرے معاملات کے لیے ہماری ملاقاتیں آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔" محمود جالو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"طیارے کے مسافروں کی تعداد کتنی ہے؟"

"دو سو اٹھارہ۔" محمود جالو کی جانب سے کہا گیا۔

"اُن کی فہرست تیار کر لی گئی ہے؟"

"ہاں۔" محمود جالو نے وضاحت کی۔

"مسافروں میں کوئی قابلِ ذکر ہستی؟" پوچھا گیا۔

"ہاں، ایک عظیم شخصیت موجود ہے، باقی کے معیار نہ ملا کر تو اندازہ کر سکتے ہو۔"

"کون ہے وہ؟"

"سوئٹزرلینڈ کے ادیب جی میکائیل پارکر کی بیٹی اینی پارکر۔ میرے خیال میں یہ نام تمہارے لیے چونکا دینے والا ہوگا۔" محمود جالو نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ چند لمحے گزرنے کے بعد پھر کہا گیا۔ "ہم اب تمہارے مطالبے پر غور کر رہے ہیں۔ تمہیں مزید مہلت میں توسیع کرنی ہوگی۔"

"کتنی مہلت چاہتے ہو؟" جالو نے پوچھا۔

"کم از کم تین دن۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ ممکن نہیں۔ ہمارے پاس خوراک بہت کم ہے۔"

"اس کا کوئی انتظام کر دیا جائے گا۔"

"تم اب اس سلسلے میں تساہل سے کیوں کام لے رہے ہو؟"

"اس لیے کہ جارج حباش کے گوریلوں کو تل ابیب جیل سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔"

"کہاں؟" محمود جالو کے لہجے میں تشویش کی جھلک نمایاں تھی مگر پھر بھی وہ اپنے آہنی عزائم کا اظہار کر رہا تھا۔

"یہ بتانا ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر خوراک مہیا کر دی جائے تو ہم انتظار کر سکتے ہیں۔" محمود جالو نے کہا۔

"تین افراد تمہارے پاس بھیجے جا رہے ہیں، جہاز کے مسافروں کی فہرست انھیں پیش کر دو۔"

"نہیں۔ صرف ایک آدمی بھیجا جائے۔" محمود جالو نے جواباً کہا۔

"یہ تینوں غیر مسلح ہوں گے اور جس جیپ میں یہ لوگ آئیں گے تم اس کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

"صرف ایک شخص آئے گا اور وہ بھی پیدل آئے گا۔ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں ہے۔ بہت واضح لہجے میں کہا جا رہا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اس فاصلے کو کم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"آخر تمھیں تین افراد کی آمد پر کیا اعتراض ہے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ صرف ایک آدمی۔" محمود نے کہا اور مشین بند کر دی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "اینی پارکر کا نام بہت دلکش ہے ان کے لیے۔ تم نے واقعی ہمیں ایک عظیم تحفہ پیش کیا ہے علی!"

"شکریہ مسٹر محمود! مجھے آپ کے اس انداز پذیرائی سے ناقابلِ بیان خوشی کا احساس ہو رہا ہے۔"

وقت گزرتا رہا۔ تمام ہائی جیکر بے حد محتاط اور چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ ہر سمت کا جائزہ لیا جا رہا تھا۔ وہ دشمن کی کسی بھی حرکت کا بھرپور جواب دینے کے لیے مستعد بیٹھے تھے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک اجنبی افسر دونوں ہاتھ بلند کیے اس طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ اس کی رفتار معمول سے زیادہ تیز تھی۔ فدائین بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اسے دیکھتے رہے۔ پھر دو فدائین اس کے لباس کی تلاشی لینے لگے۔ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد وہ لوگ اُسے لیے ہوئے محمود جالو کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" محمود نے آنے والے سے دریافت کیا۔

"رالف فاکس۔" تل ابیب کے نمائندے نے جواب دیا۔

"تمہارا عہدہ کیا ہے؟"

"اسرائیلی فوج میں میجر ہوں۔" آنے والے نے بتایا۔

"تو پھر آؤ، میں تمہیں طیارے کی سیر کرا دوں۔ تمہیں ان لوگوں سے مل کر خوشی ہوگی۔ ویسے تم سادہ لباس میں کیوں آئے ہو؟" محمود جالو نے پوچھا۔

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ تم لوگ بلا سبب ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے پھر بھی ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" محمود جالو نے کہا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ طیارے کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھا۔

طیارے کے مسافروں میں ایک تشویش سی پھیلی ہوئی تھی۔ ان غریب الوطن لوگوں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے آنے والوں کو دیکھا تھا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ فدائین کے درمیان ایک اسرائیلی افسر بھی موجود ہے تو عورتیں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ کچھ مردوں نے اپنے اذیت و کرب کے قصے سنانے چاہے لیکن یہودی میجر گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اس کے بعد اُسے طیارے کے ارد گرد کی پوزیشن بتائی گئی۔ وہ ڈائنا مائیٹ دکھائے گئے جو طیارے کو اُڑانے کے لیے بچھائے گئے تھے۔

میجر ان سارے انتظامات کو دیکھ کر سہم سا گیا تھا۔ "یہ بہت خوفناک صورتِ حال ہے۔ تمہاری کوئی غلطی اس طیارے کو تباہ کر سکتی ہے۔" اس کی آواز سے گہری تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"تمہاری بھی کوئی غلطی اس طیارے کی تباہی میں مرکزی کردار ادا کر سکتی ہے میجر! غلطی کسی سے بھی ہو، غلطی ہی کہلاتی ہے۔ ہم اس وقت تک کوئی غلطی نہیں کریں گے جب تک تمہاری طرف سے کسی چالاکی کا ثبوت فراہم نہ ہو جائے۔" محمود جالو کی زبان سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ جرأت و بے باکی کا مظہر تھا۔

"طیارے میں خوراک کتنی ہے؟" میجر نے پوچھا۔

جتنی چند گھنٹوں کے سفر کے لیے درکار ہوتی ہے... اب یہاں مزید خوراک موجود نہیں ہے۔"

"اور پانی؟" جیجر نے گھبرا کر دوسرا سوال کیا۔

"پانی کی بھی یہی کیفیت ہے۔" محمود جالود کے لہجے میں غیر معمولی ٹھہراؤ تھا۔ وہ اپنے اعصاب کی مضبوطی کا بار بار مظاہرہ کر رہا تھا۔

"خود تمہارے اپنے پاس خوراک کی کیا کیفیت ہے؟"

"بہت کم ہے۔" محمود جالود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر خوراک کے یہاں پہنچانے کا کیا بندوبست کیا جائے؟" جیجر نے پوچھا۔

"تم اسے ان ٹیلوں کے قریب ہیلی کاپٹر سے گرا سکتے ہو۔" جالود نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر کوئی گاڑی یہ خوراک لے آئے تو؟"

"اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

"تم اپنے دو آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج سکتے ہو۔" جیجر نے کہا۔

"یہ بھی ممکن نہیں۔" جالود نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، مجھے مسافروں کی فہرست فراہم کر دو۔" بالآخر اسرائیلی جیجر نے کہا۔

جالود نے کچھ دیر بعد اسے فہرست پیش کر دی۔ یہودی جیجر نے ایک نگاہ فہرست پر ڈالی اور اس کے چہرے سے شدید اضطراب کے تاثرات ظاہر ہونے لگے۔ کچھ دیر وہ رکا اور فہرست لے کر چل پڑا۔

اس کے چلے جانے کے بعد محمود جالود نے اپنے ایک ساتھی سے یہودی جیجر کے اضطراب کا تذکرہ کیا تو وہ بول پڑا۔ "آپ کا خیال درست ہے جناب! ان لوگوں میں کوئی ایسی شخصیت ضرور ہے جو ان لوگوں کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ یقیناً اسی کو دیکھ کر یہودی جیجر اپنے اعصاب پر قابو نہیں پا سکا تھا۔"

"کون ہو سکتا ہے وہ؟" محمود جالود نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"خدا جانے۔" مخاطب نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

"تم مجھے اس فہرست کی نقل دوبارہ فراہم کر دو۔ میں غور کروں گا۔" محمود جالود نے کہا۔ اس کے ساتھی نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی اور پھر گہرا سکوت چھا گیا۔

✻

بڑا سنسنی خیز ماحول تھا۔ صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر اسرائیلی فوجی موجود تھے۔ وہ شدید غصے کے عالم میں پیچ و تاب کھا رہے تھے لیکن مجبور تھے۔ اسرائیلی جیجر تمام صورت حال کا جائزہ لے کر گیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو بتا دیا ہو گا کہ طیارے کے مسافروں کی زندگی بارود کے ڈھیر پر بسر ہو رہی ہے۔ انگلی کی اک جنبش سے ان کے جسموں کے ٹکڑے میلوں دور تک پھیل جائیں گے۔ وہ لوگ فوری طور پر کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

شام کو چار بجے ایک ہیلی کاپٹر فضا میں نظر آیا۔ اس نے نیچی پرواز کی اور مجاہدین کسی حادثے کے لیے تیار ہو گئے مگر چند لمحوں بعد ہی وہ ہیلی کاپٹر ان ٹیلوں کی طرف بڑھ گیا جہاں غذا گرانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ ہیلی کاپٹر سے کئی کارٹن پھینکے۔ پلاسٹک کی بوتلیں بھی نیچے پھینکی گئیں جن میں پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔ مجاہدین جا کر وہ کارٹن اٹھا لائے۔ ان میں اعلیٰ قسم کی غذائیں، سینڈوچوں کے پیکٹ، کافی کے ڈبے اور ڈبل روٹیاں موجود تھیں۔

فلسطینیوں کے ہوش مند رہنما نے فوری طور پر حکم دیا کہ ان غذاؤں میں سے ایک ذرہ بھی غذا میں استعمال نہ کریں بلکہ جہاز کے کچن سے جو کچھ محفوظ کر لیا گیا ہے وہی استعمال کرتے رہیں۔

کسی نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اس ہدایت کی پوری پوری پابندی کی گئی۔ پھر مسافروں کو یہودیوں کی فراہم کردہ غذا پیش کی گئی اور جو کچھ بچ گئی اسے صبح کے ناشتے کے لیے محفوظ کر لیا گیا۔

✻

رات کو نو بجے کے قریب محمود جالود نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اس وقت سعید، ستارہ اور دو نامعلوم افراد بھی موجود تھے۔

"آج کی شب آپ کی ڈیوٹی لگائی جائے گی مسٹر علی!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زہے نصیب! اس اعتماد نے مجھے نئی تقویت بخشی ہے۔" میرے لہجے سے ممنونیت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیا آپ مائیکل تھربیشر کو جانتے ہیں؟"

"کون مائیکل تھربیشر؟" میں نے دریافت کیا۔

"جہاز کا ایک مسافر ہے۔ بھاری بدن اور گنجے سر والا۔ ہمارے نزدیک یہ شخص مشکوک ہے۔"

"میں نے اس شخص کو دیکھا ضرور ہے لیکن کوئی توجہ نہیں دی۔" مجھے اس کا حلیہ صاف صاف یاد آ گیا تھا۔

"گیارہ بجے تک آپ طیارے میں آرام کریں گے اور پھر ساڑھے گیارہ بجے سے دو بجے تک آپ کو ڈیوٹی انجام دینا ہو گی۔"

"بسر و چشم۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔

"اس دوران مائیکل تھربیشر پر گہری نگاہ رکھیں۔ میں نے اس سلسلے میں دوسرے لوگوں کو بھی ہوشیار کر دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور واپس طیارے میں آ گیا۔

مائیکل تھربیشر اپنی سیٹ پر موجود تھا اور آنکھیں بند کیے اپنی کھوپڑی سہلا رہا تھا۔

اینی مجھے دیکھتے ہی بڑبڑائی: "ہیلو ڈارلنگ!" یہ کہتے کہتے اچانک رک گئی گویا اسے کچھ یاد آ گیا تھا۔ پھر وہ مجھے دوسرے نام سے مخاطب کرتے ہوئے بولی: "آرمارک! میں کیا کروں، میں سخت پریشان ہوں۔ مجھے بھی باہر لے چلو۔ یہاں میرا دم گھٹتا جا رہا ہے۔"

"حوصلہ رکھو اینی! وہ لوگ تمھیں باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اگر تم نے باہر قدم نکالا تو وہ بے دریغ گولی مار دیں گے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور اینی سسکیاں لینے لگی۔

"مجھے یہاں بہت ڈر لگ رہا ہے۔ یہ لوگ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اسرائیل ہٹ دھرم ہے۔ وہ کبھی ان لوگوں کے مطالبات نہیں مانیں گے۔ بالآخر جہاز کو تباہ کر دیا جائے گا اور مسافر اپنی جانوں سے محروم ہو جائیں گے۔ میں ان کی باتیں سن کر کانپ جاتی ہوں۔ اس وقت مجھے تمہاری شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے ہیڈرو!"

"پھر ہیڈرو!"

"سوری آرمارک! میں بہت نروس ہو گئی ہوں۔ بے چارے مسٹر تھربیشر میری دلجوئی کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ یہاں میرا کوئی اور نہیں ہے۔ سب اپنی اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔"

"مسٹر تھربیشر؟" میں نے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جو اپنی سیٹ پر آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں، وہ گنجے سے۔"

"اوہ! تمہاری دوستی ہو گئی ہے ان سے؟"

"ہمدرد انسان ہیں۔ خود آئے تھے میرے پاس۔"

"کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میری دلجوئی کر رہے تھے۔ بے حد نفیس انسان ہیں ہیڈرو! میں نے انھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ دراصل میں نے ان کو دوسرا نہیں سمجھا۔ انھوں نے تمہارے متعلق اس طرح سوالات کیے کہ میں بے اختیاری کے عالم میں حقیقت بیان کرنے پر مجبور ہو گئی۔"

"مجھے تم سے ایسے ہی کسی کارنامے کی توقع تھی۔ ابھی بہرحال میں اس سلسلے میں ذرا بھی فکرمند نہیں۔"

"تم ناراض ہو گئے آرمارک؟"

"نہیں! میں ناراض نہیں ہوں۔ ویسے خود ان کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے ان سے پوچھا ہی نہیں۔ بس وہ مسٹر تھربیشر کہلاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں حالات سے باخبر رکھوں گا۔ مسٹر تھربیشر سے دوستی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے ملتی رہو۔" میں نے بڑی محبت سے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

اینی خاموش ہو گئی تھی۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں مگر ذہن گھوم رہا تھا۔ اس دوران سکون کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی اور رات کو جاگ کر ڈیوٹی دینی تھی۔ اس لیے ذہن کو سکون دینے کی کوشش کرتا رہا۔ کافی دیر گزر گئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور باتھ روم کی طرف چل دیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا کہ عقب سے کسی نے دھکا دیا اور میں نے بمشکل تمام خود کو سامنے کی دیوار سے ٹکرانے سے روکا، ورنہ شکل بگڑ کر رہ جاتی۔

میرے عقب میں باتھ روم کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور پھر ایک زوردار ٹکر میرے سینے پر پڑی اور پسلیوں میں شدید تکلیف محسوس ہونے لگی۔ پھر میں نے ٹکر مارنے والے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ موٹے گنجے سر کا مالک تھا۔ تو یہ ہیکل گنجے نے میرا کالر پکڑ کر مجھے پوری قوت سے گھسیٹا لیکن اب وہ آسانی سے اپنی من مانی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور اس پر جا پڑا۔

یہ بات اس کی توقع کے خلاف تھی۔ میرا وزن اس پر پڑا تو وہ توازن کھو بیٹھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میرا گھونسا اس کی ناک پر پڑا۔ وہ دروازے کے پاس سے ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں دوبارہ اس سے جا ٹکرایا۔ ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا جس کے باعث اس کا چہرہ بے حد خوفناک ہو گیا تھا۔ یکایک ایک خوفناک غراہٹ اس کے حلق سے نکلی اور وہ جھک کر کسی بیل کی مانند مجھ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دوبارہ میرے سینے پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی اس نے سر جھکا کر اپنے بدن کو آگے بڑھایا، میں نے تولیہ لٹکانے والا ہینگر پکڑ کر جھولتے ہوئے ایک لات اس کے منہ پر رسید کر دی اور یہ بھرپور جسم کا وار تھا۔ وہ الٹ کر پیچھے گر پڑا۔

جگہ تنگ تھی ورنہ اس دیو ہیکل انسان سے نمٹنا اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ کسی قدر بھاری بدن کا مالک تھا اور میں اس کی بہ نسبت کافی ہلکا پھلکا۔ اسی لیے آسانی سے حرکت کر رہا تھا اور اسے اپنے جسم کو ادھر ادھر گردش دینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ میں نے تولیہ لٹکانے کے مضبوط ہینگر کے سہارے کو غنیمت سمجھا اور اسے پکڑ کر دوبارہ اچھلا۔ اس مرتبہ میں نے اس کی دونوں پنڈلیوں کو نشانہ بنایا تھا۔ اس کے حلق سے کربناک چیخ نکل گئی۔

پھر میں نے مسلسل آوازیں سنیں۔ باہر سے باتھ روم کا دروازہ پیٹا جا رہا تھا۔ ایک سخت آواز میں کہا جا رہا تھا: "دروازہ کھولو ورنہ اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی جائے گی۔ دروازہ کھولو اور اپنے

عبرت ناک انجام کو دعوت نہ دو۔"

میں تھرلیشر کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جیسا کہ میں نے بتایا، پے بہ پے ہونے والی ضربوں نے اسے ناکارہ بنا دیا تھا۔ وہ اٹھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور اس کوشش میں اسے کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ دروازہ کھولنے کے لیے اس کے پاس سے گزرنا ضروری تھا اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں اس کے نزدیک سے گزرا تو وہ یقیناً میری ٹانگیں پکڑنے کی کوشش کرے گا۔

ایک بار پھر میں نے ذہن میں جھگڑا کر لیا اور اس کی توجہ ہٹانے کے لیے اچھل کود شروع کر دی۔ اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس بار میں کہاں ضرب لگاؤں گا۔ میں نے دھوکا دینے کے لیے اس انداز میں پاؤں چلائے جیسے دوبارہ اس کی پنڈلیوں کو نشانہ بنانا چاہتا ہوں۔ وہ دھوکا کھا گیا۔ اس نے بے اختیار اپنی پنڈلیاں سکوڑ کر ان پر جسم کو جھکا لیا اور میں یہی چاہتا تھا۔ میری زبردست ٹھوکر اس کی پیشانی پر پڑی اور وہ پھر الٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسے پھلانگ کر دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں نے دروازہ کھول دیا۔ باہر چار ہائی جیکرز موجود تھے جن میں سے دو نے مسافروں پر اسٹین گنیں تان رکھی تھیں اور دو ان کے سامنے موجود تھے۔ دروازہ کھلتے ہی وہ پیچھے ہٹے لیکن مجھے باہر نکلتے دیکھ کر ان کے چہروں پر مسکراہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔

تمام مسافر پریشان نظروں سے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہائی جیکرز اندر گھس گئے اور پھر وہ تھرلیشر کو گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔

صورت حال انہیں معلوم ہو گئی تھی۔ مسافروں نے انہیں بتا دیا تھا کہ میں باتھ روم میں داخل ہو رہا تھا کہ تھرلیشر اپنی جگہ سے اٹھا اور دوڑتا ہوا باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے دھکا دے کر باتھ روم کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد کے حالات مسافروں کو معلوم نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے دونوں ہائی جیکرز نے ٹھوکریں مار مار کر تھرلیشر کا خمیر بگاڑ دیا تھا لیکن تھرلیشر کے انداز سے عجیب سی کیفیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ہائی جیکرز کی مسلسل اور خوفناک ضربوں کے باوجود اس نے ایک بار بھی آواز نہیں نکالی تھی بلکہ آنکھیں بند کیے کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ تب ایک ہائی جیکر نے بڑی بے دردی سے اس کا گریبان پکڑا اور اسے اٹھا کر پھر کرخت لہجے میں بولا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" ہائی جیکر کی آواز غضب ناک تھی۔

"فیڈل کاسترو زندہ باد۔" تھرلیشر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوسرے ہی لمحے ہائی جیکر کا زوردار گھونسا اس کے

"راہ صحیح جواب دو، ورنہ تمہاری پیشانی میں سوراخ کر دیا جائے گا۔" ہائی جیکر کے ہونٹوں سے نفرت کی آگ برس رہی تھی۔

"میں ابلیس ہوں۔ براہ راست آسمان سے نازل ہوا ہوں۔ تم لوگ میری اطاعت کرو۔ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ تم لوگ میری پیروی کرو۔ میں تمہارا روحانی پیشوا ہوں۔" اس نے آنکھیں کھول دیں اور ایک انگلی اٹھا کر کہا۔ یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ ہائی جیکرز ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے سرگوشی کرتے ہوئے دوسرے سے کہا۔

"شاید اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔"

"لگتا یہ بات ہے!" دوسرے ہائی جیکر نے کہا۔

میں بھی تھرلیشر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نمایاں تھے۔ میں نے سوچا ممکن ہے کہ میرے پاؤں کی ٹھوکروں سے اس کا دماغ الٹ گیا ہو۔ ہم لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ ہوش مندانہ گفتگو کرے لیکن تھرلیشر نے قاعدے کی کوئی بات نہیں کی۔ بالآخر ہائی جیکرز اسے جہاز سے اتار کر نیچے لے گئے۔

تھرلیشر بڑے اطمینان سے نیچے آیا اور زمین پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے وہ ریاضت میں مصروف ہو۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ زیر لب کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

ہائی جیکرز ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ میں بھی نیچے آ گیا تھا۔ ہائی جیکرز ابھی تک تھرلیشر کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے اور میرے اپنے ذہن میں تھرلیشر کے متعلق عجیب عجیب خیالات پیدا ہو رہے تھے۔

محمود جالود کافی فاصلے پر کھڑا ان ہنگاموں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک براہ راست ان ہنگاموں میں مداخلت نہیں کی تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے اشارے سے مجھے اپنے قریب بلایا۔ اس دوران وہ دوسرے ہائی جیکرز کو ہدایات دے رہا تھا۔ جیسے ہی میں نزدیک پہنچا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا معاملہ تھا؟" محمود جالود نے سوال کیا۔ میں کچھ دیر خاموش رہا اور پھر میں نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔ محمود جالود گہری نگاہ سے مائیک تھرلیشر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ شخص بہت مشکوک ہے۔ ممکن ہے اس نے یہ حرکت اس لیے کی ہو کہ ہائی جیکرز کی توجہ اس کے ہنگامے کی طرف مبذول ہو جائے اور ادھر اسرائیلی اس جہاز پر حملہ کر دیں۔ یہ نازک اور پیچیدہ صورت حال بھی پیش نظر تھی۔ اسی لیے میں نے صرف دو آدمیوں کو ان ہنگاموں سے نمٹنے کے لیے اوپر بھیج دیا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" میں نے تائید کرتے ہوئے مطمئن انداز میں کہا کیونکہ میرے ذہن میں کچھ اور اندیشے ابھر رہے تھے۔ ممکن ہے ہانیہ تھریشر کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ وہ ہنگامہ کھڑا کر کے اسرائیلی فوجیوں کو جہاز پر حملہ آور ہونے کا موقع دے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو ابی بارکر سے وہ میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتی۔ یقینی طور پر وہ صرف میری ہی ذات سے دلچسپی رکھتا تھا۔ مگر کیوں؟ میں نے اپنے ان خیالات کا اظہار محمود جالو سے نہیں کیا اور چپ سادھے رہا۔ کچھ دیر بعد حالات پرسکون ہو گئے تھے۔

محمود جالو کے اشارے پر تھریشر کے دونوں ہاتھ اس کی پشت سے باندھ دیے گئے اور دونوں پیروں کو بھی مضبوط رسیوں سے جکڑ کر اسے جتیا رسے کے نیچے پہنچا دیا گیا۔ اس طرح کہ اب وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ لوگ کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھے۔ ان کارروائیوں سے فارغ ہو کر میں اوپر آ گیا اور ابی بارکر کے پاس بیٹھ گیا۔ ابی نے حسب توقع میرا دماغ چاٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ مجھ سے مسٹر تھریشر کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو کہ مسٹر تھریشر نے تم سے کیا گفتگو کی تھی؟" میں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہینڈسم! کیا تم میری طرف سے مشکوک ہو رہے ہو؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"تم خود سوچو ابی! اس شخص نے تم سے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر مجھ پر حملہ آور ہو گیا، آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"تو کیا تمہارے خیال میں میں نے اسے اس بات کے لیے آمادہ کیا تھا؟" ابی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہ تو نہیں کہتا ابی! پھر بھی کوئی نہ کوئی بات ضرور تھی۔ وہ مجھے کافی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو یقین کرو میں اسے اپنے قریب بھی بھٹکنے نہیں دیتی۔ کتنا لمبا چوڑا آدمی تھا وہ۔ لیکن تم نے تو اسے اس کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ میں نے اسے بغور دیکھا تھا۔ اس کی حالت بہت شکستہ نظر آ رہی تھی۔" ابی اس طرح میری بہادری کا اعتراف کر کے میرے ذہن سے ناگوار تاثرات زائل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا لیکن مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

❁

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مجھے اپنی ڈیوٹی پر جانا پڑا۔ میرے ساتھ ایک اور شخص ابراہیم عادل بھی تھا جو اس ٹیلے پر پہلے سے موجود تھا۔ ایک اسٹین گن مجھے بھی دے دی گئی تھی۔ حالانکہ میں اس کے استعمال سے کوئی واقف نہیں تھا، پھر بھی بوقت ضرورت ٹرائیگر دبا کر تو ڈال ہی سکتا تھا۔

ابراہیم عادل بہت دل چسپ نوجوان تھا۔ وہ سیدھے اہم نکات کے قصے سناتا رہا اور دو گھنٹے کی سخت ڈیوٹی یوں گزری کہ پتا بھی نہ چل سکا۔ ابراہیم عادل سے میری اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ دو گھنٹے کے بعد جب دوسرے دو آدمیوں نے ہماری جگہ لی تو ہم چونک کر انہیں دیکھا۔

"ارے ہماری ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ وقت اتنا تیز رفتار ہے؟"

"جناب عالی! اب آپ آرام کریں۔" آنے والے دونوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہماری جگہ سنبھال کر بیٹھ گئے۔ میں نے جہاز میں واپس جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس لیے ریت کے کچھ ٹیلے پر ہی لیٹ کر گہری نیند سو گیا۔ تھکن اس قدر زیادہ تھی کہ کیسا کروٹ سے سوتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہی کو آنکھ کھلی۔

❁

سورج نکل آیا تھا اور حالات بالکل پرسکون تھے۔ کوئی نئی بات ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے محمود جالو کو سامنے رکھے ہوئے وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا۔ جواباً اس نے وائرلیس سیٹ آن کر دیا۔

"میں میجر رافن نائکن مخاطب ہوں۔ تمہارے جہاز سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو میجر کیا بات ہے؟" محمود جالو نے پوچھا۔

"ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ سوئٹزرلینڈ کا باشندہ مائیکل بارکر ہے۔ اس کی بیٹی جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس کا نام ابی بارکر ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اسے اس کی بیٹی سے تھوڑی دیر کے لیے ملنے کی اجازت دے دو۔ ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے۔" میجر رافن نائکن نے کہا۔

"وہ شخص تنہا آئے گا؟" محمود جالو نے پوچھا۔

"تنہا آ جائے گا ویسے اگر تم مجھے بھی اس کے ساتھ آنے کی اجازت دو تو...."

"نہیں میجر! ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی۔" محمود جالو نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تو پھر اسے اجازت...."

"ہاں بھیج دو۔ مجھے اس کی آمد پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" محمود جالو نے مسکراتے ہوئے کہا اور سوئچ آف کر دیا۔

پھر وہاں موجود تمام لوگوں نے دیکھا، وہ شخص جس کے بارے میں کہا گیا تھا، تقریباً بھاگتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔ دبلا پتلا درمیانی قد کا آدمی تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند تھے۔ چہرے پر خوف و دہشت کے آثار جھلک رہے تھے لیکن پھر بھی وہ تیز قدموں سے چلا آ رہا تھا۔ جب وہ قریب پہنچا تو سب لوگ اس کی شکل دیکھنے لگے۔ اس کا

چہرہ زرد ہو رہا تھا اور رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں جم سی گئی تھیں... چہرہ ان کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔ جیسے سوچ رہا ہو کہ اب کسی طرف سے گولی چلے گی اور اس کا جسم کسی حصے میں سوراخ ہو جائے گا۔

محمود جالو کے اشارے پر ایک ہائی جیکر نے آگے بڑھ کر تلاشی لی۔ پھر جیسے جہاز کے عقب میں لے جایا گیا۔ "آپ تشریف لے آئیں۔" اسے راستے سے پہنچا دیا گیا۔

"جی ہاں جی ہاں۔" اس کی آواز لکنت زدہ تھی۔

"مسٹر بھوری ہیں؟" دوسرا سوال کیا گیا۔

"ہاں۔" مائیکل بارکر کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔ غالباً وہ اس سوال کے لیے تیار نہیں تھا۔

"آپ تو بڑے نسل پرست مشہور ہیں۔ غالباً ایک یہودی اسکول کی بنیاد آپ کے سرمائے سے تیار ہوئی ہے۔" محمود جالو کا ایک ایک لفظ نفرت کے زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

"ہاں۔" بارکر رو دینے والی آواز میں بولا۔ اس کے اعصاب بکھرنے لگے تھے۔

"آپ کی بیٹی اس جہاز سے سفر کر رہی ہے؟" پوچھنے والے نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس کی آواز میں لرزش بدستور موجود تھی۔

"اس سے ملنا چاہتے ہیں آپ؟" محمود جالو کا انداز عجیب تھا۔

"ہاں، ہاں۔" اس نے گہری گہری سانسیں کھینچتے ہوئے کہا۔

محمود جالو نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور دو ہائی جیکر جہاز کی سیڑھی سے اوپر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ روتی پیٹتی ابی کو بازوؤں سے پکڑے ہوئے نیچے لے آئے۔ ابی اس طرح چیخ رہی تھی جیسے اسے مقتل کی جانب لے جایا جا رہا ہو۔ اس نے ابھی تک اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر اچانک اس کی نگاہ جیسے ہی پڑی اور وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"ہینڈسم! بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ یہ... یہ لوگ مجھے کیوں پکڑ کر لائے ہیں۔ آخر یہ مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟"

"اپنے پاپا سے ملو ابی! اس طرف دیکھو۔" میں نے بارکر کی طرف اشارہ کیا۔ میری آواز سنتے ہی ابی گھوم گئی۔ اس نے بارکر کو دیکھا اور چند لمحوں کے لیے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ جوش میں آ گئی تو دم بخود رہ گئی۔ صحرا کے دامن میں اس کی شدت جذبات سے لبریز صدا گونجنے لگی۔ "پاپا! آپ نے آنے میں اتنی دیر کیوں کی؟" مائیکل بارکر بھی بے اختیار ہو گیا اور دوڑ کر ابی سے لپٹ گیا۔ باپ کی آغوش محبت میں پہنچتے ہی ابی فرط جذبات سے بے ہوش ہو گئی۔ بارکر نے اسے اپنے کمزور بازوؤں کا سہارا دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور ابی ہوائی اڈے کے گرد و غبار کے ڈھیر پر گر گئی۔

"آپ یہاں نہ بیٹھ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر سکتے ہیں۔ وہ اس جذباتی منظر کو برداشت نہیں کر سکی تھی اس لیے بے ہوش ہو گئی ہے۔" محمود جالو نے از راہ ہمدردی کہا۔

مائیکل بارکر اپنی بیٹی ابی کو آغوش میں لے کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے اور وہ ابی کے بالوں میں محبت و شفقت سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔ پھر ابی نے آنکھیں صاف کیں اور کچھ کہنے کی کوشش کی کہ اچانک اسی وقت اس کی نگاہ تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ہوئے مائیکل تھریشر پر پڑی جو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔

"اوہ۔ اوہ میرے خدا! ڈ... وڈ... تم۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

تھریشر کی آواز بالکل انسانوں جیسی تھی۔ وہ سوچے سمجھے بغیر بولنے سے گریز کرے۔

"تم بھی اسی طیارے میں... ابی اس کے بارے میں...."

"ہوش میں رہو۔ اس کو اس سے مت چھوڑ ہیں اور وقت کی نزاکت کا احساس کریں مسٹر بارکر!"

"میری بیٹی کو رہائی ولا دو۔ اوہ تمہاری موجودگی میں بھی یہ سب کچھ ہو گیا؟" بارکر اس کی بات پر توجہ دیے بغیر بولا اور تھریشر کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔

"گدھوں کی زندگی بے مصرف ہوتی ہے۔" تھریشر غصیلے انداز میں بولا لیکن بارکر کچھ بھی سمجھنے سے قاصر رہا جبکہ ہم لوگ بخوبی تھریشر کی ذہنی کیفیت کو محسوس کر رہے تھے۔

پارکر نے جو نام لیا تھا اس نے ایک لمحے کے لیے میرے حواس گم کر دیے تھے اور میرے دل و دماغ میں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ "ڈیوڈ... ڈیوڈ... ڈیوڈ... ڈیوڈ" مائیکل تھریشر۔ میرے کانوں میں تیز آوازیں گونج رہی تھیں۔

اسی دوران ابی پوری طرح ہوش میں آ گئی۔ حواس بحال ہوتے ہی وہ دوبارہ چیخ مار کر باپ سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"سوری پاپا! ویری سوری۔ میں نے اپنی حماقتوں سے آپ کے لیے اتنی پریشانیاں کھڑی کر دیں۔ اگر طیارہ اغوا نہ ہوتا تو میں آپ کے پاس پہنچ چکی ہوتی لیکن اب کیا کروں پاپا! خدا کے لیے مجھے ان لوگوں سے نجات دلا دیجیے۔" وہ روتی رہی۔

"تم فکر مت کرو بیٹی! میں پوری پوری کوشش کروں گا۔ تمہیں ان کی قید میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" مائیکل بارکر نے پوچھا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پاپا!" ابی کی آواز کانپ رہی تھی۔

"گھبراؤ مت ابی!" بارکر نے بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "اب تم جہاز میں جا کر آرام کرو۔ میں ان لوگوں سے بات کروں گا۔ جانتی ہو ابی! میں آ گیا ہوں۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"پاپا! جلدی کر کے مجھے رہا کرائیں۔" ابی نے بچوں کی طرح سسکتے ہوئے کہا۔

"چیف ... کون سے ہو؟" مائیکل پارکر اپنی بیٹی کی ... ایک نیا نام سن کر چونک پڑا۔

"وہ میرا انگریز ہے پاپا! بہت اچھا انسان ہے۔" انجی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

مجھے دیکھتے ہی مائیکل پارکر کے چہرے پر ناپسندیدگی کا گہرا رنگ ابھر آیا تھا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ بس تم جاؤ اور خود کو قابو میں رکھو۔"

"پاپا!" انجی پارکر پھر رونے لگی۔

"جاؤ بے بی! جاؤ۔" اس کے ساتھ ہی دو لیڈی گارڈز انجی پارکر کو لے کر جہاز میں چلے گئے۔

انجی کے جاتے ہی محمود جالود نے پارکر کو ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔

"آپ کی کیا خدمت کی جائے مسٹر پارکر؟" محمود جالود نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

"میں اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔ لیکن اس کے لیے۔۔۔۔" محمود جالود نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟" پارکر نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

جالود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم کیا کر سکتے ہو مسٹر مائیکل پارکر؟"

"میں تمہیں ایک کروڑ ڈالر دے سکتا ہوں۔ اس طرح تمہاری یہ شکایت بھی دور ہو جائے گی کہ میں نے اسرائیل کو مالی امداد فراہم کی ہے۔"

"امداد اور تاوان میں فرق ہوتا ہے مسٹر پارکر!"

"جو امداد فکر کی بات ہے۔ تم اسے تاوان ہی تصور کر لو۔"

"جہاز کے دوسرے مسافروں کا کیا ہوگا؟" محمود جالود نے کہا۔

"وہ حکومت کا مسئلہ ہے میرا نہیں۔" پارکر نے بے نیازی سے کہا۔

"یہودیت کے اس شاہکار کا کیا کرو گے؟" محمود جالود نے مسکرا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ "اپنے دوست کو تنہا چھوڑے جا رہے ہو۔ اس کی کوئی قیمت نہیں لگاؤ گے؟"

"تم کس دوست کی بات کر رہے ہو؟" مائیکل پارکر نے اپنا کوئی تاثر دیے بغیر کہا۔

"اولیور اورڈ کی بات کر رہا ہوں۔" محمود جالود میری زبانی اورڈ کی کہانی سن چکا تھا اور پہلے ہی اس کی طرف سے مشکوک ہو چکا تھا۔ "وہ بھی تو تمہارا ہم نسل ہے۔"

"ممکن ہے ان مسافروں میں اور بھی میرے ہم نسل موجود ہوں۔ کیا میں نے سب کی ضمانت لی ہے؟ اس کے بارے میں حکومت امریکہ سے بات کرو۔ میرے خیال میں امریکی حکومت اورڈ کے سلسلے میں بہت کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔" پارکر نے کہا۔

"اورڈ کا تعلق امریکی سی آئی اے سے ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایک اہم شخص ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اس نے اغوا کی کوشش ناکام کیوں نہ بنا دی۔ وہ معمولی انسان نہیں ہے اور مجھے حیرت کی بات ہے کہ وہ تمہارا شکار کیسے ہو گیا۔" مائیکل پارکر کے ماتھے پر کئی شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"تمہارے اس کے کیسے تعلقات ہیں مسٹر پارکر؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"وہ میرا دوست ہے۔ امریکہ میں اکثر میری اس سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ وہ کئی بار سوئٹزرلینڈ بھی آ چکا ہے۔ جب بھی آتا ہے ہمارے پاس قیام کرتا ہے۔" پارکر نے بے جھجک ہو کر جواب دیا۔

"اس کے باوجود تم اس کی رہائی کے لیے فکرمند نہیں ہو؟"

"تم صرف اسے یرغمال بنا کر رکھ سکتے ہو۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔" پارکر نے ایک بار پھر صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"یہ اس کی اصلی شکل نہیں ہے مسٹر پارکر!" محمود جالود نے اس کی بات پر توجہ دیے بغیر اپنے سوالات کا سلسلہ جاری رکھا۔

"کیا مطلب؟ تم کس کی شکل کا ذکر کر رہے ہو؟" پارکر جالود کی بات نہیں سمجھ سکا تھا۔

"میں اولیور اورڈ کی بات کر رہا ہوں۔ کیا یہ اس کی اصل شکل ہے؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"نہیں۔ غالباً اس نے اپنا میک اپ صاف کرا دیا ہے۔ میں اس میک اپ میں اسے کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ یہ اس کا مخصوص میک اپ ہے۔" پارکر نے جواب دیا۔

محمود جالود مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے مسٹر پارکر کہ تمہیں اپنے دوست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

"تم کام کی بات کرو۔ میں فضول باتوں میں الجھنا نہیں چاہتا۔ انجی کو میرے حوالے کر دو۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا کروں گا۔"

"یعنی ایک کروڑ ڈالر کی ادائیگی۔" محمود جالود نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اگر تم اس پر تیار نہ ہو تو یہ رقم بڑھ سکتی ہے۔ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"مسٹر پارکر! ہماری چاہتیں ذرا مختلف ہیں۔ یہ ایک کروڑ ڈالر آپ اسرائیل حکومت کو مزید امداد کے طور پر دے دیں اور اس سے کہیں کہ تل ابیب جیل میں موجود جارج حباش کے ان آٹھ ساتھیوں کو فوری طور پر رہا کر کے ہمارے حوالے کر دے۔ انجی پارکر تمہیں مل جائے گی۔"

"کیا مطلب؟" پارکر کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔ "تم یہ کروڑ ڈالر قبول نہیں کرو گے؟"

"پچاس کروڑ ڈالر بھی نہیں مسٹر مائیکل پارکر! ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے یہاں دوستوں کی اہمیت دنیا کے ہر خزانے سے زیادہ ہوتی ہے۔ آپ یہودی ہر چیز کو دولت کے پیمانے سے ناپ رہے ہیں۔ براہ کرم اپنے ذہن سے اس خیال کو نکال دیں کہ ہم دولت کے لیے اپنے ساتھیوں کو قربان کر دیں گے۔ مسٹر پارکر! آپ نے اسرائیلی حکومت کی بہت مدد کی ہے۔ اس جہاز کی ... کروڑوں ڈالر اس پر قربان کیے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ انجی پارکر کے لیے حکومت اسرائیل آٹھ قیدیوں کی قربانی دے سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ سے کسی اور شرط پر سودا نہیں ہو سکتا۔"

پارکر کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے محمود جالود کو دیکھتا رہا۔ پھر تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اگر میں اس کوشش میں ناکام رہا تو؟"

"تو انجی پارکر کا حشر بھی یہاں موجود دوسرے لوگوں سے مختلف نہیں ہوگا۔ اسے بھی اس طیارے کے ساتھ واصل جہنم کر دیا جائے گا۔" محمود جالود کا لہجہ اچانک وحشیانہ ہو گیا تھا۔

"نہیں نہیں۔ خدا کے لیے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آخر انجی کا کیا قصور ہے؟ وہ تو ایک معصوم بچی ہے۔"

"آپ بھی بے حد معصوم ہیں مسٹر پارکر! ابھی آپ کی معصومیت کی ... خبر نہیں ہے کہ آپ جیسے معصوم آدمی کے لیے حکومت اسرائیل بہت کچھ کرنا چاہیے۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے محمود جالود اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے اور زبان سے شدید نفرتوں کا زہر ٹپک رہا تھا۔

"میں انجی سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔" مائیکل پارکر کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔

"ایسا احمقانہ وعدہ آپ نے کیا ہی کیوں تھا مسٹر پارکر؟ کیا آپ نے اس جگہ کو بھی اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے؟ جائیے مسٹر پارکر! اب آپ سے مزید گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ ہم نے یہی رعایت ... کہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انجی سے آپ کی ملاقات کرا دی۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں۔ اور ہاں سنیے! اپنے کرم فرماؤں سے کہہ دیجیے گا کہ خوراک صرف ایک وقت کی تھی۔ اگر وہ جہاز کے ان مسافروں کو مزید کچھ دینا چاہتے ہیں تو وہ ... کریں۔ ظاہر ہے کہ خوراک کی ضرورت آپ کی بیٹی کو بھی ہوگی۔"

پارکر حیران و پریشان محمود کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے بڑی لاچاری کے عالم میں سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "آخری وقت تک انتظار کرنا، میں کوشش کروں گا کہ تمہارے ان آٹھ ساتھیوں کو تم تک پہنچا سکوں۔ میری بیٹی کی حفاظت کے ذمے دار تم ہو۔ اسے بہرحال زندہ رہنا چاہیے۔"

"انجی کو زندہ رہنا چاہیے مسٹر پارکر! اس بات کا بھی خیال رکھیں! اس کے ذمے دار آپ ہیں۔" محمود جالود نے انتہائی پرسکون لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" پارکر نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی اور وہ رنج و الم کا ایک شکستہ پیکر نظر آ رہا تھا۔

محمود جالود کے ہونٹوں پر ایک عجیب سا تبسم بکھر گیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "خیر! اس طرح تمہارے ایک دیرینہ دوست کا پتا تو چل گیا۔ تم نے یقیناً اسے اس میک اپ میں بھی پہچانا ہوگا۔ غالباً وہ لندن ہی سے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

"مجھے شدید حیرت ہے مسٹر جالود کہ یہ شخص یہاں تک کس طرح پہنچا؟"

"وہ امریکہ کے ایک خطرناک محکمے کا رکن ہے۔ سی آئی اے کے بارے میں تمہاری معلومات بھی خاصی وسیع ہوں گی۔ یہ لوگ بہت ذہین و ہوشیار ہوتے ہیں۔ تمہارے خیال میں کیا یہ شخص تنہا ہوگا؟" محمود جالود نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اغوا شدہ لوگوں میں اس کے کچھ دوسرے ساتھی بھی ہوں گے۔"

"ویسے میں پارکر کی بات سے متفق ہوں کہ اس نے ہائی جیکنگ کے دوران کوئی مزاحمت نہیں کی اور یہ بات بڑے تعجب کی ہے۔ سی آئی اے کا رکن ہونے کی حیثیت سے اس نے اس سلسلے میں کوئی غیر معمولی حرکت نہیں کی۔ حالات کا یہ بڑا عجیب پہلو ہے۔" محمود جالود کے چہرے پر فکر کی گہری پرچھائیاں لرزنے لگی تھیں۔

"اسے موقع نہیں مل سکا۔ آپ کے ساتھیوں کی مستعدی قابل تعریف تھی۔ میں تو صرف اس بات پر حیران ہوں کہ آخر یہ میرے راستے پر کیسے لگ گیا۔ بیروت میں یقیناً اس نے میری گرفتاری کے لیے کوئی معقول انتظام کیا ہوگا۔"

"ہاں۔ اس کے امکانات ہیں۔" محمود جالود نے کہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ "انجی پارکر کے بارے میں میرا اندازہ ٹھیک تھا؟"

"بے حد شاندار۔ میں اپنے جذبات کا صحیح اظہار نہیں کر سکتا۔ آپ کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔"

"تمہیں اس لڑکی سے کوئی دلچسپی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے اس نسل کے ایک ایک فرد سے نفرت ہے۔" میں نے اس طرح جواب دیا کہ میرے الفاظ کی تپش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"مجھے یقین ہے علی کہ بہت جلد ہمارے گرد میں ایک ایسے جہاز کا اضافہ ہونے والا ہے جس کے کھلنے سے یہودیوں کو لرزہ براندام کر دیں گے۔ آؤ! اب تمہارے دوست اورڈ سے بات کریں۔" پھر وہ میرا

یہ دونوں مسکراتے ہوئے میری جانب بڑھے۔ پروفیسر اسعد نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرنے والے سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ان سے ملو علی! یہ عثمان زاہری ہیں۔"

میں نے عثمان زاہری سے مصافحہ کیا۔ "میرے پاس آپ کا مکمل ریکارڈ موجود ہے علی! مجھے افسوس ہے کہ انتہائی مصروفیات کی وجہ سے میں امریکہ میں آپ کی امداد کے لیے کسی کو نہیں بھیج سکا۔"

"مجھے آپ کی مصروفیات کا اندازہ ہے۔" جواباً میں نے کہا۔

"آپ کافی دیر سے سفر کر رہے ہیں مسٹر علی! مجھے یقین ہے کہ اس پُرسکون ماحول نے آپ کی تھکن دور کر دی ہوگی۔" پروفیسر زاہری نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تو پھر آئیے، ہمارے چند لوگ آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔" پروفیسر نے کہا اور میں اپنے دل میں ایک عجیب سا احساس لیے ان دونوں کے ساتھ چل پڑا۔ ایک بڑے ہال میں دس بارہ افراد موجود تھے جن میں چار خواتین بھی تھیں۔ سب نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا اور پھر ان لوگوں سے میرا تعارف کرایا گیا۔

اس کے بعد چائے کا دور چلا جس کے ساتھ خشک میوے بھی موجود تھے۔ چائے کے بعد پروفیسر زاہری نے کہا۔ "یہ لوگ تنظیم میں آپ کی شمولیت کے بارے میں تفصیلات جاننا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے [illegible] تو آپ سے اس بارے میں معلومات حاصل کر لیں؟"

"میں حاضر ہوں!" میں نے انکسار کے ساتھ خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ شاید تنظیم کے مختلف شعبوں سے واقف ہوں۔ ان میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ، پروپیگنڈا ڈیپارٹمنٹ، ایکشن ڈیپارٹمنٹ اور دوسرے کئی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا رجحان معلوم ہو جائے تو پھر اسی ڈیپارٹمنٹ میں آپ کا اندراج کر لیا جائے۔" پروفیسر اسعد نے کہا۔

"میں ایکشن ڈیپارٹمنٹ میں شمولیت چاہتا ہوں۔" میں نے تامل کیے بغیر جواب دیا اور سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ صرف عثمان زاہری کا خیال تھا کہ آپ سیاسی شعبہ پسند کریں گے کیونکہ آپ قانون کے طالب علم ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب کہ تنظیم کا ہر شعبہ اتنا ہی فعال ہے جتنے دوسرے شعبے متحرک ہیں۔ ہر ایک کا محاذ بھی اتنا ہی وسیع و عریض ہے لیکن میرے سینے میں نفرت کا جو جہنم دہک رہا ہے وہ عمل چاہتا ہے۔ میں ان لوگوں سے دست بدست جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ اسی لیے میں نے یہ شعبہ پسند کیا ہے۔"

"تمہیں عزیزم ناصر برقی! آپ کو یہ آتش فشاں مبارک ہو۔" پروفیسر نے ازراہِ مذاق میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور ایک خوبصورت خاتون آگے بڑھیں جن سے میرا تعارف پہلے ہی ہو چکا تھا۔

"میں آپ کو اپنے درمیان خوش آمدید کہتی ہوں۔" خاتون نے باوقار لہجے میں کہا۔

"شکریہ خاتون!" میں نے گردن جھکا کر کہا۔

پروفیسر اسعد نے ناصر برقی کے بارے میں بتایا کہ وہ تربیتی شعبے کی سربراہ ہیں اور مجھے ان کی زیرِ نگرانی تربیت حاصل کرنی تھی۔

ان لوگوں نے مجھے جس قدر اہمیت دی تھی، وہ بڑا حیرت ناک تھا کیونکہ ان کے درمیان ہر ایک سے ایک نمایاں شخصیت موجود تھی۔ بہرحال میں اپنی خوش بختی پر نازاں تھا۔

تین دن مجھے پروفیسر اسعد کے ساتھ گزارنے پڑے۔ اس دوران بے شمار لوگوں سے میرا تعارف ہوا۔ فلسطینی تنظیم کے بارے میں بہت سی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ بے شمار شعبے تھے اور ہر شعبے کی الگ ذمہ داریاں تھیں۔ الفتح، العاصفہ، البرق جیسی تنظیمیں ایکشن ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے سپرد مختلف ذمہ داریاں تھیں جن کی تفصیلات آگے چل کر بتاؤں گا۔

چوتھے دن مجھے ناصر برقی اپنے ساتھ لے گئیں۔ اب ایک اور خوبصورت عمارت میرے سامنے تھی۔

"یہ ایکشن ڈیپارٹمنٹ کا دفتر ہے۔" ناصر برقی نے مجھے بتایا۔ کچھ دیر بعد یہاں میرا رجسٹریشن کیا گیا اور پھر مجھے ایک نوجوان ضرار فوزی کے حوالے کر دیا گیا۔

"میں آپ کو زیرِ زمین دنیا کی سیر کراؤں گا۔" ضرار فوزی نے کہا۔

"زیرِ زمین دنیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں۔ اسے دیکھ کر آپ بہت محظوظ ہوں گے۔"

"ضرار! علی اب تمہارے سپرد ہیں۔ ان کے کاغذات مکمل ہو گئے ہیں۔ ابتدا کرو۔" ناصر خاتون نے میری حیرت پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہتر خاتون!" ضرار فوزی نے گردن جھکا کر کہا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چل پڑا۔

بیروت کی زیرِ زمین دنیا دیکھ کر میں ناقابلِ بیان حیرت کا شکار ہو گیا۔ شہر کے نیچے ایک شہر آباد تھا۔ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہم زمین کے نیچے کسی شہر میں محوِ خرام ہیں۔ سڑکیں، گلیاں اور مکانات قابلِ دید تھے۔ میں اپنی فطانت سے بے خبر اس جادوئی شہر کو دیکھ رہا تھا۔ وسیع مکانات کے سامنے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ یہ سارے کے سارے تربیتی اسکول تھے۔ نظریاتی تربیت، جسمانی تربیت اور روحانی تربیت۔ اس کارخانۂ حیات نے عقل چکرا کر رکھ دی تھی۔ مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ یہاں یہ سب کچھ موجود ہوگا۔

کافی دیر تک ہم اس انوکھے شہر میں گھومتے رہے۔ پھر ایک خوبصورت ریستوران کے احاطے میں داخل ہو گئے جہاں کرسیاں پڑی ہوئی

تھیں یعنی یہ سیلف سروس ریستوران تھا۔ بس کاؤنٹر پر ایک لڑکی اور دو مرد موجود تھے۔

ضرار فوزی نے ایک ٹرے اٹھائی اور ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہ مشروبات کی دو بوتلیں اور عمدہ قسم کے سینڈوچز کی ایک پلیٹ لے کر میرے پاس آ گیا۔ میں نے گہری سانس لے کر بے تکلفی سے کھانا شروع کر دیا۔

"کیسا لگا یہ شہر؟" فوزی نے ایک سینڈوچ دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔

"بس الف لیلیٰ کا کوئی افسانوی خطہ معلوم ہوتا ہے۔" میں نے مشروب کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اس الف لیلوی شہر کی تکمیل کے لیے سیکڑوں انسانوں نے اپنی زندگی قربان کی ہے۔ یہ ان کے عزم کی زندہ کہانی ہے۔" ضرار فوزی نے کہا۔

"یقیناً دشمنوں کے دل میں بیٹھ کر یہ کام آسان نہیں تھا۔" میں نے اعتراف کیا۔

"ایک طویل عرصے کی مشقت کے بعد اسے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے لیے بڑے بڑے انوکھے طریقۂ کار اختیار کیے گئے ہیں۔ ہمیں مجاہد ویت نام کے نقشے لیے اور اس کی تکنیک سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے تین سال تک ویت نام میں مقیم رہے اور ویت نامی گوریلوں کے شانہ بشانہ جنگ کرتے رہے۔"

"کیا! اس کے نقشے ویت نام سے لیے گئے تھے؟"

"ہاں! ان لوگوں نے کئی زمین دوز شہر بنائے تھے اور وہاں سے اپنی طویل جدوجہد کا آغاز کرتے تھے۔ ہم نے یہ خیال انہی سے لیا کیونکہ ہمیں یقین تھا کہ ہماری جدوجہد بھی طویل ہوگی۔ ایسے دوسرے شہر بھی تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ دراصل ہماری جنگ صرف اسرائیل سے نہیں ہے۔ اسرائیل کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اسے یورپی طاقتوں اور امریکہ کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو شاید یہ کہانی بہت پہلے ختم ہو چکی ہوتی۔ ویت نامیوں کو صرف امریکہ سے جنگ کرنی پڑی تھی لیکن ہم لوگ کئی بڑی قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ پھر بھی ہم مایوس نہیں ہیں۔"

"مایوسی ہمارے مذہب میں کفر ہے۔" میں نے اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور جب ہم باہر نکلے تو میں نے تعجب سے پوچھا۔ "بوتل کا بل نہیں دو گے فوزی؟"

"بل کیسے دیا جائے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر وہ مجھے وہاں کے نظام کے بارے میں بتانے لگا۔ تمام سیاسی اور تربیتی کام یہاں ہوتے تھے۔ بے شمار لوگ اس شہر میں مصروف رہتے تھے اور ان کی ضروریات کے لیے ایسے کئی ریستوران اس شہر میں جگہ جگہ قائم کیے گئے تھے تاکہ ضروریات کی جستجو میں مجاہدین کا وقت برباد نہ ہو۔ یہی لوگ رضاکارانہ طور پر ان ریستورانوں میں ایک گھنٹہ کام کرتے تھے۔ ڈیوٹیاں ہر گھنٹے کے بعد بدلتی رہتی تھیں۔ ان کاموں میں برتن صاف کرنا، عمارت کی صفائی، شہر کی صفائی غرض یہ کہ سبھی کام شامل تھے۔ اشیاء اور ضروریات کی دوسری چیزیں تنظیم فراہم کرتی تھی۔ پھر بل کا ہے کا؟ یہ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔

میں ہر لمحے نئی حیرت سے دوچار ہو رہا تھا۔ درحقیقت یہ ماحول طلسمی ماحول محسوس ہو رہا تھا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ فوزی شاید خود بھی تھک گیا تھا۔

"خاتون ناصر برقی نے میری ڈیوٹی لگائی ہے کہ تمہاری ٹریننگ کا آغاز کر دیا جائے۔ رجسٹریشن ہو چکا ہے تمہارا۔ اب یہ بتاؤ تربیتی پروگرام کب سے شروع کرو گے؟" فوزی نے کہا۔

"کسی بھی وقت۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"فی الحال آج تو آرام کرو۔ میرا خیال ہے کل صبح ہم اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔" ضرار فوزی نے کہا۔ اور میں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

پھر ہم اس زیرِ زمین شہر سے باہر نکل آئے۔ ناصر برقی کی رہائش گاہ میں میرے لیے جو کمرہ مخصوص کیا گیا تھا میں نے اسی میں قیام کیا۔ رات کا کھانا ناصر برقی اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ کھایا گیا۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ بہت سے موضوعات زیرِ بحث آئے اور میں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دیرینہ شناساؤں کے درمیان بیٹھا ہوں۔ ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ سب کے سب بے تکلفی سے اس طرح گفتگو کر رہے تھے جیسے ایک ہی خاندان کے افراد ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد ہم لوگ اپنی اپنی خواب گاہوں میں چلے گئے۔

میں نرم گداز بستر پر لیٹا مستقبل کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ زیرِ زمین شہر میرے دل میں بسا جا رہا تھا۔ ویت نامی گوریلوں نے اپنی نصف زندگی آزادی کی جدوجہد میں صرف کر دی تھی اور بالآخر انھوں نے آزادی کا تاج پہن لیا تھا۔ فلسطینی بھی اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ممکن ہے کہ یہ جدوجہد طویل ہو جائے مگر مغربی طاقتوں نے عربوں کے سینوں میں جو خنجر گھونپا تھا اس زخم سے بہنے والے لہو کے ایک ایک قطرے کا حساب انھیں اسی طرح چکانا ہوگا جس طرح امریکہ نے ویت نام میں یہ حساب چکایا ہے۔

پھر میں ان تربیتی اسکولوں کے بارے میں غور کرتا رہا جن سے مجھے دوچار ہونا تھا۔ یہاں تک کہ سوچتے سوچتے میری آنکھ لگ گئی اور میں گہری نیند سو گیا۔

✿

دوسرے دن صبح کو ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد فراز نوری میرے پاس آیا اور بڑے والہانہ انداز میں بولا "کیا حال ہے بھئی؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

کچھ دیر بعد ہم دوبارہ اسی ذیلی شہر میں داخل ہو گئے۔ سڑکوں کے جال جابجا بچھے ہوئے تھے۔ نہ جانے یہ شہر کہاں سے کہاں جاتا تھا؟

پھر میں ٹریننگ اسکولوں کے سلسلے کی جس پہلی عمارت میں داخل ہوا وہ دفاتر کی عمارت تھی۔ یہاں مجھے ایک چوڑے چہرے والے شخص کے سپرد کر دیا گیا تھا جس کا نام عماد نوری تھا۔ عماد نوری نے رجسٹر میں میرے متعلق ضروری تفصیلات درج کیں اور اس کے بعد بتایا گیا کہ تقریباً پندرہ دن تک مجھے صرف نظریاتی لیکچر دیے جائیں گے اور فلسطین کے سلسلے میں ہونے والی سازش کی تشریحات کی جائیں گی۔

"ممکن ہے مسٹر علی آپ تاریخ فلسطین سے بخوبی واقف ہوں لیکن یہ نظریاتی پروگرام ہماری تربیت کا ایک مخصوص حصہ ہے۔ اس طرح آپ کو دوسری باتیں سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور ہم یہ جان جاتے ہیں کہ جو شخص ہم میں شامل ہوا ہے وہ ہمارے مقاصد سے کس حد تک واقف ہے اور خود اس کے نظریات ہمارے نظریات سے کس حد تک ملتے ہیں؟" عماد نوری نے وضاحت سے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے عماد! میں ہر طرح تیار ہوں۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہاں دستخط کر دیجیے۔" عماد نوری نے رجسٹر کی طرف اشارہ کیا اور میں نے دستخط کر دیے۔ اس کے بعد فراز نوری چلا گیا اور میں اس بڑے تربیتی اسکول میں قیام پذیر ہو گیا جس میں ایک باقاعدہ ہوسٹل بھی تھا۔ اس ہوسٹل میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ رہتے تھے۔ نہایت خوش گوار ماحول تھا یہاں کا۔ پھر بھی زندگی چند اصولوں کی پابند تھی۔ مثلاً صبح جلدی بستر چھوڑنا ہوتا تھا اور اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے ہوتے تھے۔ گویا یہاں سے ہمیں ذمے داری کا احساس دلایا جاتا تھا۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس سے کوئی شخص بھی گریز نہیں کر سکتا تھا۔ روزانہ کلاس لگتی تھی اور بڑے بڑے اساتذہ ہمیں تاریخ فلسطین کے موضوع پر طویل لیکچر دیا کرتے تھے۔

اگر ہم بحیرہ روم کی جانب سے فلسطین کی طرف جائیں تو پہلے تنگ ساحلی میدان نظر آئے گا اور پھر فلسطینی پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جو شمال جنوب میں دور تک چلا گیا ہے۔ ان پہاڑوں کے مشرق میں ایک گہری اور تنگ وادی شروع ہو جاتی ہے جس کے بیچوں بیچ دریائے اردن بل کھاتا ہوا بہہ رہا ہے۔ یہ وادی دوسری جانب پھر سے بلند ہونے لگتی ہے اور تیز ڈھلوان اور سنگلاخ پہاڑوں میں بدل جاتی ہے۔ ان پہاڑوں کے بالائی ڈھلوانوں پر کوئی پندرہ میل کی چوڑائی میں چھوٹے چھوٹے دیہات، باغات اور صنوبر کے درخت پھیلے ہوئے ہیں۔ یہی پہاڑ مشرق کی جانب بالکل غیر محسوس طور پر صحرا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ صحرائے شام ہے جو تقریباً پانچ سو میل دور فرات سے جا ملتا ہے۔ اردن کی مملکت دریا کے مشرق میں ۷۰ میل نصف وادی، پہاڑی سلسلے اور شامی صحرا کے کچھ حصے پر مشتمل ہے۔ دریائے اردن کے مشرقی کنارے سے شامی صحرا کا کل فاصلہ ڈیڑھ سو میل بنتا ہے۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے عرب ممالک عثمانی سلطنت میں شامل تھے لیکن ترکوں کا اقتدار صرف شہروں تک محدود تھا۔ دور افتادہ علاقوں میں عرب قبائلی شیوخ حکومت کرتے تھے۔ یہ قبائل عموماً آپس میں جنگ و جدل ہی کرتے رہتے تھے۔

۱۹۱۵ء میں شریف مکہ حسین نے برطانیہ سے سمجھوتہ کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کا بیٹا فیصل جنرل ایلن بی کی فوج کے دوش بدوش ترکوں سے لڑا۔ ان خدمات کے عوض عربوں سے وعدہ کیا گیا کہ جنگ کے خاتمے پر ایک آزاد عرب مملکت قائم کر دی جائے گی۔ اس عرب سلطنت کی آزاد سرحدیں بھی طے کر دی گئیں لیکن بعد میں انگریز اس سمجھوتے سے پھر گئے۔ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو اعلان جاری کیا گیا جس میں فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنانے کی حمایت کی گئی تھی۔ شام پر معاہدے کے مطابق امیر فیصل کو حکومت کرنا تھی مگر اس پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ دمشق پر فرانس کے قابض ہو جانے کے بعد اردن میں ایک سال تک افراتفری رہی۔ مرکزی حکومت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ پھر برطانوی حکومت شریف مکہ کے بیٹے، امیر فیصل کے بھائی عبداللہ کو اردن کا حکمران بنانے پر رضامند ہو گئی اور اس نے ۱۹۲۱ء میں حکومت قائم کر لی اور اپنی فوج عرب لیجن کا کمانڈر کیپٹن پیک کو بنایا۔ ۱۹۳۰ء میں فلسطینی عربوں کے باغی گروہ شمالی اردن میں گھسنے کی کوشش کرنے لگے۔ اپریل ۱۹۳۶ء میں فلسطین میں عربوں کی بغاوت ختم ہو چکی تھی۔ بغاوت کے رہنما مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی تھے۔ فلسطینی عرب اکثریت کی مرضی کے خلاف یہودی تارکین وطن کے امڈتے ہوئے سیلاب کے سامنے مزاحمت کرتے تو انہیں بزور طاقت کچل دیا جاتا۔ مفتی صاحب کی مخالفت تیز ہو گئی اور اس بغاوت کے دوران ہی وہ فلسطین سے چھپ کر نکلے اور بیروت چلے گئے۔ پھر بیروت سے بغداد پہنچے۔ ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ چھڑی تو اس وقت عرب لیجن تیرہ سو پچاس منظم سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ ان میں سے ایک ہزار افراد جوان پولیس سے تعلق رکھتے تھے۔ صرف تین سو پچاس جوان فوجی خطوط پر صرف ایک سال پہلے فلسطینی مجاہدین کو اردن میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے منظم کیے گئے تھے۔ جنگ چھڑتے ہی امیر عبداللہ نے برطانیہ کی حمایت کا اعلان کر دیا اور سنگین صورت حال ابھر کر سامنے آگئی۔ جرمن اور اطالوی کمیشن، شام اور لبنان کی فرانسیسی فوج اور حکام کی نگرانی کرنے کے لیے بیروت اور دمشق پہنچ گئے۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں رشید عالی گیلانی نے عراقی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور عراق کا کمسن بادشاہ جان بچانے کے لیے عمان پہنچا۔ اب عراق، شام اور لبنان دشمن کے قبضے میں تھے، ادھر سے جرمن اور اطالوی افواج مغربی صحرا سے مصر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اردن کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ برطانیہ دنیا بھر میں اکیلا رہ گیا تھا۔ ان مایوس کن لمحوں میں امیر عبداللہ نے برطانیہ کی حمایت کی۔ یقیناً جرأت مردی کا کام تھا۔ ایک چھوٹا سا برطانوی دستہ عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ مقصد برطانوی فضائیہ کے اڈے حبانیہ کو مدد پہنچانا تھا۔ عرب لیجن کی مٹھی بھر فوج بھی ساتھ تھی۔ حبانیہ کا محاصرہ ٹوٹ گیا۔ اس مختصر سی فوج نے حیرت انگیز کارنامے نمایاں انجام دیے۔ بغداد نے ہتھیار ڈال دیے۔ رشید عالی فرار ہو کر برلن چلے گئے۔

نازی شکست کھا جاتے تو یہودی اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کامیاب نہ ہوتے لیکن جرمنوں کی شکست کے فوراً بعد تشدد اور خون ریزی کا آتش فشاں پھٹ پڑا۔ یہودیوں کی خفیہ تنظیمیں سرگرم عمل ہو گئیں۔ ان میں سب سے بڑی تنظیم "ارگون" تھی۔ پولینڈ کا ایک یہودی مناحم بیگن اس کا سرغنہ تھا۔ یہ شخص ۱۹۴۲ء میں فلسطین پہنچا تھا۔ اسی کی خوف ناک کارروائیاں جاری رہیں جو بظاہر انگریزوں کے خلاف تھیں لیکن در پردہ وہ عربوں کو بھی فلسطین سے بے دخل کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں عربوں کا سیکرٹریٹ قائم تھا۔ وہی ہوٹل بم سے اڑا دیا گیا اور سب سے زیادہ افراد اس حادثے کا شکار ہوئے۔ ارگون نے ساری دنیا میں اس طرح کی تشہیر شروع کر دی جیسے فلسطین یہودیوں کا وطن ہے اور یہودی فوجی اقتدار انہیں کچل رہا ہے۔ برطانیہ نے وطن چھوڑ کر آنے والے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا تھا۔ انہیں عربوں کے خلاف تحفظ دیا لیکن بن گوریان نے برطانیہ ہی کو یہودیوں کا دشمن نمبر ایک قرار دیا اور امریکا کو اپنی مدد پر آمادہ کر لیا۔ انگلو امریکن کمیٹی بنی اور ناکام ہو گئی۔ برطانوی وزیر خارجہ نے شکست قبول کر لی اور برطانیہ کے فلسطین سے نکل جانے کا فیصلہ ہو گیا۔

یہودیوں نے برطانوی اقتدار کو شکست دے کر عربوں کے خلاف کام شروع کر دیا۔ انہیں امریکی مدد حاصل تھی۔ عربوں کی آواز دبا دی گئی تھی۔ عرب لیجن جس نے اس دوران حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے خود کو طاقت ور بنانے کی کوشش کی تھی، یہودیوں کے مقابل آ گئی اور جنگ ہونے لگی لیکن برطانیہ امریکا کے سامنے جھک گیا۔ حکومت برطانیہ نے عرب لیجن میں کام کرنے والے برطانوی فوجیوں کو واپسی کا حکم دیا اور اس واپسی سے عربوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ پھر بھی عرب لیجن جنگ کرتی رہی اور جدید ہتھیاروں کے مقابلے میں اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ لد اور رملہ پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا تاہم یہودی عقب سے آگے نہ بڑھ سکے اور اس طرح امریکی امداد سے اسرائیل مکمل طور پر وجود میں آ گیا۔ اسرائیل بنا تو تارکین وطن کا سیلاب امڈ پڑا اور اس طرح فلسطینیوں سے ان کا وطن چھین لیا گیا۔

پندرہ دن کی نظریاتی تربیت کے دوران ذہن کی حالت عجیب رہی۔ عرب تاریخ اپنی تلخ روایتوں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آ رہی تھی اور دل خون ہو جاتا تھا۔ درحقیقت اگر باقاعدہ فوجیں عربوں کے خلاف نہ ہوتیں تو عربوں کی شکست ناممکن تھی۔

اس تربیت میں میرے ساتھ بے شمار طلبہ تھے جن سے میری دوستی ہو چکی تھی اور ہم لوگ اکثر ساتھ رہتے تھے۔ ایک پورا خاندان اس تربیت میں شریک تھا۔ ایک معمر بزرگ، دو نوخیز لڑکیاں اور تین نوجوان لڑکے۔ ان کا جوش قابل دید تھا۔

صدف العیش اسی خاندان کی رکن تھی۔ رحیم العیش کی بیٹی جو جنون کی حد تک وطن پرست تھی۔ میں نے ایک بار بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔ وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کی عادی نہیں تھی اور صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ میں نے کبھی اسے کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا، جب کہ اس کی دوسری بہن نصیحہ ہنس مکھ اور خوش مزاج تھی۔

لیکن اس شام میں اپنے کمرے میں بیٹھا ایک میگزین دیکھ رہا تھا کہ صدف اندر آ گئی۔ میں اسے دیکھ کر سنبھل گیا تھا۔

"آئیے صدف!" میں نے نہایت شائستہ لہجے میں کہا۔

"تم پاکستانی ہو؟" اس نے میرے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، پاکستان میرا وطن ہے۔" اس کے لہجے کی اپنائیت پر مجھے شدید حیرت تھی۔

"آخر کن مقاصد نے تمہیں وطن سے دور ہمارے درمیان لا کھڑا کیا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"صرف جذبہ! یہاں میں فلسطینیوں کے مقاصد سے متاثر ہوں اور ان کے شانہ بشانہ جنگ کرنے کا عزم لے کر آیا ہوں۔"

"جب کہ امریکا میں تم قانون کے طالب علم تھے؟"

"ہاں۔ میں نے ایک مستقبل کے خواب دیکھے تھے اور انہی خوابوں کی تکمیل میں مصروف تھا لیکن اس کے بعد میں نے ایک اور خواب دیکھا۔ وہ خواب میرے مستقبل کے سارے خوابوں سے حسین تھا۔ پھر میں اس خواب کی تعبیر کے حصول کے لیے یہاں تک پہنچ گیا۔"

"مجھے تمہارے اسی جذبے سے عشق ہے۔ میں اسی طلسم میں گرفتار ہو کر تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں صدف! لیکن میری کہانی تم نے کہاں سے سن لی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"فرحان کے گروپ سے ایک فرد حیان ہے۔ وہ اپنے دوستوں کو

بس یہی دیکھنا چاہتا ہوں کہ بارش کیسے ہوتی ہے۔ اب تو موسم بھی بھول گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی جانا چاہنے لگی

"میں بھی چلوں گی۔" صدف نے آہستہ سے کہا۔

"کہاں؟" میں چونک پڑا۔

"تمہارے ساتھ اور کہاں؟" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" اس نے حیران نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا یہ کوئی ایسا پروگرام نہیں ہے جس کی کوئی باقاعدہ حیثیت ہو۔ میں نہ جانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتا رہوں گا۔"

"تو میں تمہاری شریک رہوں گی۔ آخر اس میں حرج کیا ہے؟"

"نہیں صدف! میں تمہارے نام کے ساتھ کوئی غلط تہمت، کوئی الزام وابستہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"الزام سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"دیکھو صدف! میں نے کچھ ساتھیوں کی نظروں میں اپنے اور تمہارے سلسلے میں کچھ تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خیالات مستحکم ہوں۔" میں نے کہا اور صدف نے گردن جھکا لی۔ پھر وہ خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔

مجھے اندازہ تھا کہ صدف افسردہ ہو گئی ہے لیکن میں اس سلسلے میں کسی کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا خواہ وہ کتنی ہی افسردہ کیوں نہ ہو جائے۔ میں اس ماحول میں کوئی برائی پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔

شام کی خنک اور خنک ہواؤں میں تھی تھی بوندوں نے سرمستی پیدا کر دی تھی۔ سڑکوں پر گنجیاں رقصاں تھیں۔ رنگین چھتریوں کے سائے تلے موسم سے لطف اندوز ہونے والے محو خرام تھے۔ کاریں نہایت سست روی سے چلی رہی تھیں۔ میں بیروت سے کافی حد تک واقف ہو چکا تھا۔ کئی ایک اپنے دوستوں کے ساتھ مختلف ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں جا چکا تھا۔ تربیت کے دوران ہم پر صرف اپنا کام پورا کرنے کی پابندی تھی۔ باقی ہماری ذاتی مصروفیات پر کوئی قید نہیں تھی اور یہ سب کچھ بھی اصولوں کے تحت تھا تاکہ ہم دوسروں سے کٹ کر پیچھے نہ رہ جائیں اور جدید ماحول سے خود کو ہم آہنگ رکھ سکیں۔

میں نے ان ہی بارش میں نہ جانے کتنا سفر طے کیا اور پھر جب دل بھر گیا تو ایک پیارا ریسٹوران سامنے آیا۔ میں اس میں داخل ہو گیا۔ یہ سرباز تھا۔ جدید طرز کا دو منزلہ ریسٹوران جس کی نشست اور آرائش قابل دید تھی۔ میں اس سے قبل بھی ایک بار یہاں آ چکا تھا۔ اس دن فواد میرے ساتھ تھا۔ ہمارے عین سامنے ایک انتہائی حسین اور دلکش

عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ گندمی تھا اور آنکھیں گہری سبز جن کا انداز سے مغربیت جھلکتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ دو نسلوں کی آمیزش کا نتیجہ ہو۔ اس کے نزدیک ہی ایک اور خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

فواد کی نگاہ اس پر پڑی تو اس نے آہستہ سے میرا بازو دبایا اور بولا۔ "سامنے دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ کیوں؟" میں نے جواب دیا۔

"یہ بیروت کی خطرناک عورت ہے۔" فواد بولا۔ "بیروت کے بیشتر نوجوان اس کی جنون سے کر سنبھلنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں اس کے مل جانے کے امکانات ہوں۔"

"وجہ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس یہ ان کی تقدیریں ملا دیتی ہے۔ ان کے پاس رہنے کو گھر اور پہننے کو لباس بھی نہ ہوں لیکن اگر فرانہ ان پر التفات کی نگاہ ڈال دے تو چند ہی روز کے بعد وہ اعلیٰ درجے کی گاڑیوں میں گھومتے نظر آتے ہیں اور کوٹھیاں ان کی ملکیت ہوتی ہیں۔"

"فواد ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟" میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں۔ وہ انھیں بھول چکی ہوتی ہے۔ اس کا دار و مدار بہت کمزور ہے۔ ان نوجوانوں کے ساتھ چند ہفتے گزارنے کے بعد وہ ان سے اجنبی ہو جاتی ہے اور انھیں پہچاننے سے انکار کر دیتی ہے۔ اس وقت کوئی دوسرا نوجوان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔"

"خوب! کیا وہ بہت دولت مند ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بے اندازہ دولت کی مالک ایک بگڑی ہوئی رئیس زادی ہے۔"

"میرے نزدیک تو وہ قابل نفرت ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور فواد مسکرانے لگا۔

"صرف تمہارے لیے ورنہ دوسرے لوگ تو اس سے گفتگو کرنے کو بھی اپنی زندگی کا سب سے بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔" فواد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بدستور تھی۔

"چھوڑو فواد! مجھے اس کے تذکرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میں تمہاری خشک مزاجی کو محسوس کر رہا ہوں لیکن میرے خیال میں یہ خیالات زندگی کے لیے مناسب نہیں ہیں۔"

"کیوں؟" میرے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"سنگلاخ چٹانوں میں بھی کبھی کبھی انتہائی خوش نما پھول اگ آتے ہیں اور بہت اچھے لگتے ہیں۔" فواد بولا۔

"ہاں ایسا ہوتا ہے لیکن میری فطرت کچھ مختلف ہے فواد! میں نے زمانہ طالب علمی میں بھی کبھی ان خرافات سے متاثر ہونے کی کوشش نہیں کی۔ یوں کہہ سکتے ہو کہ میرے اندر وہ جذبہ ہی موجود نہیں۔"

"بہرحال یہ فطری بات ہے۔" فواد بولا۔

"کیوں؟" میں نے اکتا کر سوال کیا۔

"بزم اور بزم ساتھ ساتھ رہیں تو کسی ایک چیز سے اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ انسان بعض اوقات یکسانیت کا شکار ہو کر اپنی صلاحیتیں گم کر بیٹھتا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر ابھی تو میری عملی زندگی کا آغاز بھی نہیں ہوا ہے لیکن اگر کبھی یکسانیت سے اکتا گیا تو تمہاری شاگردی اختیار کر لوں گا۔" میں نے کہا اور فواد ہنسنے لگا۔

آج سرباز میں داخل ہوا تو فواد کی باتیں یاد آ گئیں۔ نگاہ سامنے اٹھی تو فرانہ موجود تھی۔ وہ اس دوسری لڑکی کے ساتھ تھی جو اس دن بھی اس کے ہمراہ تھی۔

ایک لمحے کے لیے طبیعت تکدر کا شکار ہو گئی لیکن پھر میں خود کو اس سے بے تعلق کر کے ایک میز پر جا بیٹھا۔ کافی میزیں بھری ہوئی تھیں۔ دو لوگ خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں۔ تفریح تھی، خنک موسم تھا۔ موسم نے ذہنوں کو مسرور کر دیا تھا۔ فرانہ میرے ذہن سے نکل گئی اور میں جیب سے سگریٹ نکال کر جلانے لگا۔ پھر سگریٹ کے ایک کش نے مجھے سکون بخشا۔ میرے ذہن میں یادوں کی ہوائیں چلنے لگیں اور پھر میں تصورات کے سہارے اپنے وطن کی آغوش میں پہنچ گیا جہاں کی بارش کیا کیا خوشبوئیں لاتی تھی۔

دفعتاً ایک آواز مجھے سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں سے واپس لے آئی۔ یہ ایک نسوانی آواز تھی۔ میں نے نظریں اٹھائیں اور فرانہ کی ساتھی لڑکی کو اپنے سامنے کھڑے پایا۔ اس کے احمریں لبوں پر ایک عجیب مسکراہٹ تھی۔

"خاتون فرانہ تمہیں اپنی میز پر طلب کرتی ہیں۔" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

فرانہ کا نام سن کر میرے دل میں کراہت جاگ اٹھی۔ فواد نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ میرے لیے انتہائی قابل نفرت تھا۔ میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا اور ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "کیوں؟"

یہ سوال شاید لڑکی کے لیے غیر متوقع تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے تعجب سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "بیروت میں اجنبی ہو؟"

"ممکن ہے ایسا ہو لیکن میں اس سوال کا مطلب بھی پوچھنا چاہوں گا۔"

"نوجوان کبھی ایسا سوال نہیں کرتے۔ خاتون فرانہ کی طلبی ان کے لیے ایک مژدہ جانفزا ہوتی ہے۔ اگر تم اجنبی ہو تو یوں جان لو کہ تمہاری واپسی تمہارے سنہرے مستقبل کا آغاز کر دے گی۔ اٹھو اور خاتون کے حکم کی بجا آوری کرو۔"

"دوستو ...... میرے پاس بیٹھ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو لیکن میرے سامنے اس ملعونہ کا ذکر نہ کرو۔"

"خدا کے لیے اس کی شان میں گستاخی نہ کرو۔ تم مصیبتوں کا شکار ہو جاؤ گے۔" لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"تمہیں اگر میری بیٹھک پسند نہیں ہے تو تم جا سکتی ہو۔" میں نے کہا اور سگریٹ کے ٹوٹے سے دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ لڑکی چند لمحے میرے سامنے کھڑی رہی پھر چلی گئی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ بیروت کی کہانیاں میرے علم میں تھیں لیکن میں اس قابل نفرت عورت کے نزدیک کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

ابھی تک ویٹر میری میز پر نہیں آیا تھا لیکن مجھے کوئی جلدی بھی نہیں تھی۔ میرے بائیں طرف لگے بڑے شیشے کے پار سڑک نظر آ رہی تھی۔ بارش اب کسی قدر تیز ہو گئی تھی اور سڑک پر چلنے والے پناہ گاہیں ڈھونڈنے لگے تھے۔ میں دلچسپی سے باہر کا منظر دیکھتا رہا۔

"کیا پیش کروں جناب؟" ویٹر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"بلیک کافی۔" میں نے بتایا اور ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کافی کی کیف آگیں خوشبو نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انتہائی نفیس برتنوں کا سیٹ میرے سامنے رکھا ہوا تھا اور کافی کے پاٹ سے خوشگوار بھاپ اٹھ رہی تھی۔ بھیگے بھیگے موسم میں کافی کی خوشبو طبیعت میں سرور پیدا کر رہی تھی۔ میں نے کافی بنائی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ فرانہ ذہن سے نکل گئی تھی اور میں کافی پیتا رہا۔ معاً طبیعت میں گرانی سی محسوس ہونے لگی۔ میں نے اس بوجھل پن کو دور کرنے کے لیے دوسری پیالی بنائی اور اس کے تلخ گھونٹ بھرنے لگا۔ چند ہی گھونٹ پیے تھے کہ گھبراہٹ سی ہونے لگی اور میں نے پیالی میز پر رکھ دی۔ شر جانے اچانک کیا ہو گیا تھا۔ بیٹھا وہ سیر تک رہا تھا۔ حالانکہ باہر بارش ہو رہی تھی۔ طبیعت اب تک ذہن میں ٹھہر نہ گیا اور میں اٹھ کر دروازے پر پہنچا۔ نشے کے عالم میں باہر نکل گیا۔ بارش میں بھیگتا ہوا ابھی چند قدم چلا تھا کہ دو آدمی میرے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے بازوؤں سے تھاما۔ اس کے بعد کچھ یاد نہ رہا۔

غالباً بادل زور سے گرجے تھے۔ ہوش آ گیا۔ نگاہ دیوار پر لگے ہوئے کلاک پر پڑی۔ بارہ بجے تھے۔ کھڑکی بند تھی لیکن بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی کڑک سنائی دے رہی تھی۔ سر بھاری بھاری سا تھا۔ میں نے آنکھیں بھینچ کر زور سے سر کو جھٹکا دیا اور ذہن کچھ صاف ہو گیا۔ سامنے کوئی موجود تھا اور پھر میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ فرانہ تھی۔

میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ فرانہ نے مجھے اغوا کرایا ہے۔ غالباً کافی میں کوئی نشہ آور چیز ملا دی

گئی تھی اور اب میں اس کی قید میں تھا۔

مجھے اس بے ہودگی پر پہلے غصہ آیا، پھر ہنسی آ گئی۔ کیا اس طرح یہ عورت مجھ پر قابو پا سکتی ہے؟ میں نے سوچا اور ایک ... کے ساتھ کروٹ لی۔ فرانہ مجھے چونک کر دیکھنے لگی اور پھر اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو" اس نے کہا۔ "جاگ گئے تم؟"

"غالباً سو رہا تھا۔۔۔" میں نے کہا۔

"ہاں، تم نے میری دعوت ٹھکرا دی تھی۔"

"شاید۔"

"کیوں؟"

میرا خیال تھا تمہاری نادرہ مجھ سے مذاق کر رہی ہے۔

شاید اسے بے وقوف بنا رہا تھا۔"

"اوہ! کیا واقعی؟" اس کے چہرے پر خوشی کی جھلک تھی۔

"میں تو غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ سوری، خواہ مخواہ تمہیں تکلیف دی۔"

"تکلیف تو تمہیں ہوئی ہو گی مجھے یہاں لانے میں۔"

"بالکل نہیں۔ میرے آدمی ایسے کام آسانی سے کر لیتے ہیں۔ میرے ایک اشارے پر ویٹر نے تمہاری کافی میں ایک نشہ آور دوا ملا دی اور جب تم نیم مدہوشی کے عالم میں باہر نکلے تو میرے دو آدمی تمہیں اپنی کار میں بٹھا کر یہاں لے آئے۔ بتاؤ اس میں کیا تکلیف ہوئی مجھے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ اپنے اور میرے لیے مشروب کے گلاس لائی اور ہم آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے اسے کھڑکی کھول دینے کے لیے کہا اور جب وہ گلاس تپائی پر رکھ کر کھڑکی کی طرف گئی تو میں نے لپک کر اپنا گلاس قریب رکھے ہوئے منی پلانٹ کے گملے میں خالی کر دیا۔ وہ آ کر بیٹھ گئی اور اس نے اپنا گلاس منہ سے لگا لیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے سرور میں آ کر پوچھا۔

"شہباز زلفی۔" میں نے جواب دیا۔

"مقامی ہو؟"

"ہاں۔ اسی ملک میں پیدا ہوا ہوں۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

میں نے ایک علاقے کا نام بتا دیا۔

"اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئے؟"

"میری بدنصیبی ہے۔"

وہ ہنس پڑی۔

"آؤ کہیں باہر چلیں۔ بارش بند ہو چکی ہے۔"

"ہاں بارش بند ہو چکی ہے لیکن ہوا سرد ہے۔"

"بو... کے لیے۔ ہم جوانوں کا یہ سرد ہوائیں کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ ہم تھوڑی دیر گھومیں پھریں گے۔ مجھے یہاں گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔"

"ڈرائیونگ کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

ہم باہر نکلے تو اس خوبصورت اور شاید ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ ایک کشادہ ہال میں کھلا تھا۔ وہاں چند آدمی بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔ ٹیپ ریکارڈر پوری آواز سے چل رہا تھا۔ اس لیے میں نے کہا کہ جس کمرے سے ہم آئے تھے، وہ شاید ساؤنڈ پروف تھا۔

لیکن فرانہ کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ انھیں شاید اس کے باہر آنے کی توقع نہیں تھی۔ کسی نے دوڑ کر موسیقی بند کر دی۔ فرانہ نے ان کی طرف دیکھے بغیر آواز دی۔ "جوزف!" ایک شخص جلدی سے اس کے پاس آ گیا۔

"خاتون!" اس نے جھک کر کہا۔

"چابی!" فرانہ نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اس نے کار کی چابی مانگی تھی۔ جوزف نے جلدی سے چابی اس کی طرف بڑھا دی۔ میں نے محسوس کیا، سب لوگ پیچھے سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

باہر ایک اعلیٰ درجے کی کار کھڑی تھی۔ میں نے اسٹیئرنگ سائڈ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ فرانہ میرے پاس آ بیٹھی۔

میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے راستہ بتاتی رہو۔" کار اس عظیم الشان عمارت سے باہر نکل آئی۔

"دائیں سمت۔" فرانہ کی آواز ابھری۔ میں نے کار کا اسٹیئرنگ دائیں سمت کر دیا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ سڑکیں بھیگی ہوئی تھیں اور بارش کی وجہ سے سنسان ہو گئی تھیں۔ ورنہ بیروت میں اس وقت رات نہیں ہوتی، دن کا سا سماں رہتا تھا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"آگے چوراہے سے پھر دائیں... طرف..." فرانہ کی آواز کپکپا رہی تھی۔ سرد ہوا اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ میں نے چوراہے سے کار دائیں طرف موڑ دی۔

دور سے گلیلو تھیٹر کی روشنیاں نظر آئیں۔ یہ بہت بڑا تھیٹر تھا اور ٹھیک دو بجے یہاں شو ختم ہوتا تھا۔ دو بجنے میں اب زیادہ دیر نہیں تھی۔ میرا مقصد ... شروع ہوتا تھا۔ میں نے تھیٹر کے پاس کار روک دی۔

"اترو۔" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا اور دروازہ کھول دیا۔

"اوہ! اچھا!" اس نے مجھ سے ہوتے کہا اور نیچے اتر گئی۔

اس کا خیال ہو گا کہ میں بھی اتروں گا لیکن اس کے نیچے اترتے ہی میں نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔ تاہم زیادہ دور نہیں گیا اور تھیٹر کے دوسری طرف گھوم کر کار ایک گوشے میں کھڑی کر دی۔

میرے اندازے کے مطابق تھیٹر کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ لوگ باہر نکل رہے تھے۔ کار پارکنگ کی مخصوص جگہ پر کاروں کی روشنیاں جگمگانے لگی تھیں اور سڑک کے عین درمیان میں فرانہ ہکا بکا کھڑی تھی۔ اس کے منہ سے کچھ جملے نکل رہے تھے۔ جو میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

کاروں کی روشنیاں اس پر مرکوز ہو گئیں۔ لوگ مڑ مڑ کر کیا کیا کہنے لگے اس کے بارے میں۔ میں بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا نزدیک پہنچ گیا۔ فرانہ کے الفاظ بے ربط تھے۔ وہ اول فول بک رہی تھی۔ سردی کی وجہ سے اس کی آواز کپکپا رہی تھی اور لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ پھر کسی نے اسے پہچان لیا۔

"ارے یہ تو مادام فرانہ ہیں۔ اوہ۔ خاتون فرانہ!" ایک خوبصورت کار سے دو بھاری بھرکم آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ایک نے جلدی سے اپنی برساتی فرانہ کے جسم پر ڈال دی اور پھر اس کی کلائی پکڑ کر کار کی طرف کھینچنے لگا۔

"کہاں گیا وہ؟ میں اسے سبق سکھا دوں گی۔ وہ کہاں ہے؟" وہ بڑبڑا کر کہنے لگی۔ "میں اسے کچا چبا جاؤں گی۔"

وہ شخص کسی نہ کسی طرح اسے کار تک لے گیا اور کار چل پڑی۔ میرا وہاں ٹھہرنا فضول تھا، چنانچہ میں نے ٹیکسی پکڑی اور اپنی رہائش گاہ پر چلا آیا۔

دوسرے دن ایک ٹیلی فون آیا اور مجھے ایک مخصوص مقام پر پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔ بیروت اب میرے لیے اجنبی نہیں تھا اور میں اس کے گلی کوچوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں اس جگہ پہنچ گیا۔ کوئی خاص اجتماع تھا۔ نئے نئے چہرے نظر آ رہے تھے۔ پھر نائمہ پر نظر پڑی۔ مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ "میرا خیال ہے فہرست میں تمہارا نام بھی ہے۔"

"کون سی فہرست؟"

"تمہیں اس مخصوص اجتماع کے بارے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"ابھی تک تو نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"گڈ! آؤ، ایک پیالی کافی پئیں۔ رات کی بارش سے سردی خوب بڑھ گئی ہے۔" اس نے پیشکش کی اور میں نے قبول کر لی۔ ہم دونوں ایک گوشے میں جا بیٹھے اور نائمہ کے آرڈر دینے پر ایک ملازم نے ہمارے سامنے کافی کے برتن سجا دیے۔

کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے نائمہ کہنے لگی۔ "کسی کو موقع نہیں [illegible] ہوتے ہیں ان کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ بس اسی طرح فوری میٹنگیں ہوتی ہیں اور لوگوں کو ان کی ذمے داریاں سونپ دی جاتی ہیں۔"

"بات کچھ اور تفصیل طلب ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی!" نائمہ ہنس پڑی۔ "پلاننگ ڈپارٹمنٹ مصروف رہتا ہے۔ سارے مسائل اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ ان پر سوچ بچار کرتے ہیں۔ ان کی نگاہیں ہر شخص پر ہوتی ہیں اور وہ اس کی شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لیے مہم کا انتخاب کرتے ہیں۔ مسٹر حاتم آپ کا نام بھی لے رہے تھے۔"

"گویا میرے سپرد بھی کوئی مہم کی جا رہی ہے؟"

"میرا خیال ہے۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نائمہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم کس قسم کی مہم پسند کرو گے شہی؟"

"اس کا فیصلہ میں نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

نائمہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "اور اگر کام تمہاری پسند کے مطابق نہ ہوا تو؟"

"نہیں نائمہ! مجھے ہر وہ کام پسند ہے جو تنظیم کے مفاد میں ہو۔"

"خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو؟"

رکھنا چاہتا تھا اس لیے میں نے پُرسکون لہجے میں اقرار کر لیا۔ "ہاں میں بخوشی اسے انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ علی یار خان صاحب تشریف رکھیے۔ امید ہے میں احسان فراموشی کا نام لیتا ہوں۔" میں واپس اپنی نشست پر آ کر بیٹھ گیا۔

"جو اعزاز تمھیں بخشا گیا ہے وہ واقعی قابلِ فخر ہے۔ میں تمھیں اپنے جذبات سے آگاہ نہیں کر سکتی۔" ناصر نے ...

"شکریہ ناصر افغانی میں اپنی کوششوں میں کامیاب ... جاؤں۔" میں نے جواب دیا۔

میٹنگ کی کارروائی کے اختتام تک میں وہاں موجود رہا۔ فواد ابھی تک نہیں آیا تھا۔ چار گھنٹے کے بعد میٹنگ کا اختتام ہوا اور ہم لوگوں نے اسی عمارت میں لنچ کیا۔ پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ ناصر نے مجھے خدا حافظ کہا۔ جب میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو وہاں فواد موجود تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے آیا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"میٹنگ ختم ہو گئی۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام تو نہیں پکارا گیا کسی سلسلے میں؟"

"نہیں، اتفاق ہے۔"

"اتفاق نہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آج کی میٹنگ میں میرا کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہے۔"

میں اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور پوچھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ فرانزہ کا معاملہ تمھارے سپرد کر دیا گیا؟"

"ہاں۔"

"تم نے اس مہم کی انجام دہی قبول کر لی؟"

"ہاں۔" میں نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا کیا۔ ویسے کیا ذمے داریاں سونپی گئی ہیں تمھیں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے تمام تفصیلات بتا دیں جو میٹنگ میں طے کی گئی تھیں۔

اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہم سب کا خیال تھا کہ فرانزہ ایک مشتبہ کردار ہے۔ تم یقین کرو علی کہ وہ اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملتی ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میں تمھیں ان بڑے لوگوں کی تفصیلات مہیا کر دوں گا۔ خاص طور سے اس کا تعلق ایک ایسے شخص سے ہے جسے ہم جرائم کی دنیا کا بے حد خطرناک انسان کہہ سکتے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی شخصیت نے پیچھے تمھیں لگایا گیا ہے جو معمولی نہیں ہے۔ فرانزہ ایک پراسرار عورت ہے۔ بظاہر جو کچھ وہ نظر آتی ہے وہ تو ہے لیکن اس کی دوہری شخصیت مرجھائے کیا ہے؟ اس کا پتا چلانا آسان کام نہیں۔ ہو سکتا ہے تمھیں اس کے لیے شدید محنت کرنا ہوگی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے فواد لیکن یہ بتاؤ کہ تم گئے کس سلسلے میں تھے؟ مجھے شبہ ہے کہ تم میرے ہی مسئلے میں کچھ سوچ کر اٹھے تھے۔"

"بالکل ٹھیک۔ اور کچھ کر کے بھی آیا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ کار اتفاق سے کیلیو تھیٹر کے بائیں سمت ابھی جگہ موجود تھی جہاں تم نے اسے کھڑا کیا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے ہٹا کر وینٹا اسکوائر کے نزدیک ایک شکستہ سڑک سے نیچے گرا دیا ہے۔ یہ سڑک بارش میں ٹوٹ پھوٹ گئی تھی اور مخدوش قرار دے دی گئی تھی۔ اس طرف کوئی نشیب میں ڈوبا ہوا اشارہ ہی جا سکتا ہے اور یقینی طور پر وہاں حادثے کا شکار ہو سکتا ہے۔ کار میں زیادہ ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوئی ہے لیکن اب وہ قابلِ استعمال بھی نہیں ہے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ رہا ہوں۔ کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تمھاری پوزیشن محفوظ ہو سکتی ہے علی۔ ہوا یہ کہ تم فرانزہ کے ساتھ کار میں بیٹھے تو نشے میں تھے۔ اسی نشے میں تم نے کیلیو تھیٹر کے پاس اسے زبردستی کار سے اتار دیا اور خود آگے بڑھ گئے۔ اس مخدوش سڑک پر پہنچے تو تمھاری کار کو حادثہ پیش آیا۔ اس حادثے کے بعد کسی نے تمھیں دیکھا اور مرینا اسپتال پہنچا دیا۔ تم پچھلی رات سے مرینا اسپتال کے کمرہ نمبر بارہ میں ہو۔ وہاں کے رجسٹر میں تمھارا اندراج ہے۔ تمھیں غالباً ڈھائی بجے کے قریب اسپتال پہنچایا گیا تھا۔"

میں مسرت سے اچھل پڑا۔ "تم... تم یہ سب کچھ کر کے آئے ہو فواد؟"

"ہاں یہ کرنا ہی تھا ورنہ اس خطرناک عورت سے نمٹنا آسان کام نہیں۔ یوں بھی اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو تمھیں اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا پڑتا اور اس کے لیے تم کب تک اپ ہی میں گزارا کر سکتے تھے۔"

"ونڈرفل فواد — ونڈرفل۔ لیکن مجھے اس بات پر اس لیے حیرت نہیں ہو رہی ہے کہ تمھارا شمار تنظیم آزادی کے اہم ترین کارکنوں میں ہوتا ہے۔"

"بس بس، تم خود بھی بہت بڑی جگہ پہنچے جا رہے ہو اس لیے اب میں تمھارے منہ سے اپنی تعریف سن کر سینہ نہیں پھلا سکتا۔ بہرکیف میری اس کارروائی سے تم مطمئن ہو؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ ویسے مجھے مسرت ہے علی میری جان کہ تب تمھارے کسی کام آ سکا لیکن تمھارے لیے وہ بری خبر ہو تو ... جیسی خبیث عورتوں سے نمٹنا آسان نہیں۔ پھر کوئی بھی تمھارے طفیان کے لیے ایک بتاؤں؟ ہم اپنے مقصد کے حصول کے لیے وقف ہیں۔ ہمارا جسم، ہماری روح اور ہمارا رواں رواں ... کے لیے وقف ہو چکا ہے اور اگر ان مقاصد کے حصول کے لیے ہمیں کسی ایسے مرحلے سے بھی گزرنا پڑے جو ہمارے لیے شدید کرب کا باعث ہو تو ہم یہ سوچ کر دل کو مطمئن کر سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے مشن کے لیے سب کچھ کرنا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد تمھارے ضمیر سے بوجھ بھی ہٹ جائے گا۔"

میں فواد کی باتوں کی گہرائی میں گم ہو گیا۔ درحقیقت وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔

"کیا تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟" اس نے مجھے خاموش پا کر کہا۔

"نہیں فواد، یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر یہ الجھن ذہن سے نکال دو اور یہ سمجھو بہرحال وہ عورت ہے۔ کچھ اور بے تکلفی کی اجازت دو علی تو ایک سوال کروں؟"

"ضرور۔"

"کوئی عورت تمھاری آئیڈیل ہے؟"

"نہیں۔ یقین کرو۔"

"مجھے یقین ہے لیکن اس کے ساتھ حیرت بھی کیونکہ تم نے ایک طویل عرصہ امریکہ میں گزارا ہے۔"

"ہاں۔ لیکن میں شروع سے ذرا جنونی ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جنونی؟"

"ہاں، میرے سر میں اپنے وطن کی سربلندی کا جنون تھا۔ اکثر میں نے ایسی لاتعداد داستانیں سنی تھیں۔ میں جانتا ہوں کہ عورت مرد کی بہت بڑی کمزوری ہے لیکن اس کے لیے خود کو انسانیت سے گرا دینا میرے نزدیک مناسب نہیں ہے۔"

"بے شک۔" فواد نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔

"اس کے لیے میں نے مجاہدہ کیا۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے عورت ناپسند ہے لیکن میرے ذہن میں میرے اپنے وطن کی عورت تھی۔ مشرق کی عورت میری نگاہ میں انسان ہے اور مغربی عورت کے نام دھند۔"

"بہت اعلیٰ خیالات ہیں۔"

"لیکن ..." میں نے آہستہ سے کہا۔

"مقصد میری جان مقصد۔ حالانکہ ہم کچھ دیر قبل ہی فرانزہ کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ویسے فرانزہ درحقیقت پُراسرار عورت ہے۔ اس پر بہت عرصے سے نگاہ رکھی جا رہی ہے۔"

"کیا شبہ ہے اس پر؟"

"یہی کہ وہ یہودی مقاصد کے لیے کام کر رہی ہے اور بہت سے مسلم نوجوان اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہرچند کہ ان کا تعلق تنظیم سے نہیں ہے لیکن پھر بھی ..."

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسے

کا تعلق . . . "

"بذاتِ خود وہ کچھ نہیں ہے۔ بس یہ تعلق ہی پُراسرار ہے اور شاید اسی تعلق کے پیچھے ہم پریشان ہیں۔"

"خدا کرے میں اپنی اس مہم میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" فواد نے بڑے خلوص سے کہا۔

"تو پھر مجھے اسپتال میں کب منتقل ہونا ہے؟"

"بس شام ہونے کا انتظار کرنا ہوگا۔ باقی میں نے سب ٹھیک کر لیا ہے۔"

"اگر وہ میری رہائش گاہ کے بارے میں پوچھے فواد تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اوہ! اس وقت تم نہایت اطمینان سے یہاں کا پتا بتا سکتے ہو۔" فواد نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

❁

خوبصورت نرس مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس نے اپنا نرم ہاتھ میری نبض پر رکھا اور مسکراتی ہوئی بولی۔ "اب کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں لیکن . . . ؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"زیادہ دیر لی لینا بڑی حیرت ہے اور اس کیفیت میں ڈرائیونگ بے حد خطرناک ہوتی ہے۔ تم نے یہ خیال نہیں کیا۔" اس نے ہمدردی سے کہا۔

"خیال کر لیتا نرس، تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ ویسے کیا میں شدید زخمی ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"حیرت انگیز طور پر نہیں۔ میرے خیال میں تم اس وقت کار سے نکل آئے تھے جب کار سڑک کے نشیب میں اتری۔ اگر کار کے اندر ہی رہ جاتے تو شاید زیادہ زخمی ہوتے۔"

"پھر بھی؟" میں نے پوچھا۔

"بہت معمولی چوٹیں ہیں۔ بس سر پہ ضرب لگی تھی جس کی وجہ سے بے ہوشی طویل ہو گئی۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ کون ہو اور تمہارے بارے میں کسے اطلاع دی جائے؟"

میں چند لمحے سوچتا رہا، پھر اطمینان سے خاتون فرزانہ کا نام لے دیا۔ نرس چونک پڑی تھی۔ اس کے بعد اس نے کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں محسوس کیے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ نرس فرزانہ کے بارے میں جانتی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ نرس واپس نہیں آئی۔ البتہ گھنٹہ پورا ہونے کے بعد دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک ڈاکٹر کے لباس میں تھا اور دو سادہ لباسوں میں تھے۔ وہ تینوں میرے قریب آ گئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" سادہ لباس والوں میں سے ایک نے پوچھا اور میں نے اطمینان سے شہباز ذوالفقار کا نام لے دیا۔

"خاتون فرزانہ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"بس میں خاتون کے نیاز مندوں میں سے ہوں۔" میں نے کہا۔

"زخمی کیسے ہوئے؟"

"ان کی کار میں تھا۔ نشے میں ہونے کی وجہ سے اسٹیئرنگ پر قابو نہ رکھ سکا۔" میں نے کہا اور وہ دونوں چونک پڑے۔ انھوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر ایک نے کہا۔

"غلط فہمی ہو گئی ڈاکٹر۔ یہ ہمارا ہی آدمی ہے۔ کیا کیفیت ہے اس کی؟"

"ٹھیک ہے۔ اگر آپ چاہیں تو انھیں لے جا سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نے جواب دیا اور میں ان دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ایک شاندار لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی جس میں انھوں نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں نے تعمیل کی۔ ایک ڈرائیونگ کرنے لگا، دوسرا میرے ساتھ بیٹھ گیا۔

"یہ کیا حرکت کی تم نے؟" میرے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا اور میں حیرت سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"کیسی حرکت؟"

"خاتون فرزانہ تمہارے ساتھ تھیں کیا؟"

"ہاں، ہم دونوں ساتھ ہی تھے لیکن . . . لیکن خاتون راستے میں کسی جگہ اتر گئی تھیں۔"

"خود اتری تھیں؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

ڈرائیونگ کرنے والا سخت لہجے میں بولا۔ "جونس کیا تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے؟"

میرے ساتھ بیٹھے شخص نے چونک کر ڈرائیو کرنے والے کو دیکھا اور پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ لینڈ روور ایک عالیشان عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں نے اس عمارت کو پہچان لیا، وہی تھی جہاں مجھے بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہوا جہاں مادام فرزانہ موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر اچھل پڑی اور پھر میرے عقب میں ان کو دیکھنے لگی جو مجھے لے کر یہاں آئے تھے۔

"یہ کہاں سے مل گیا؟" اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"اسپتال سے مادام۔ کہانی ہی دوسری نکلی۔"

"کیا مطلب؟" خاتون فرزانہ کے چہرے پر خشونت ابھر آئی تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس سے قبل کہ مجھے یہاں لانے والا اس کے سوال کا جواب دیتا، اس نے خود ہی ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ میں اس سے بات کر لوں گی۔"

"میں زخمی ہوں مادام فرزانہ۔" میں نے کسی قدر شکایتی انداز میں کہا۔

"بیٹھو۔" وہ بھاری لہجے میں بولی اور میں دو بیٹھا رہ بیٹھا سا ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دونوں آدمی باہر نکل گئے اور انھوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ بہرحال اب فرزانہ کو یقین دلانے کا مسئلہ تھا اور مجھے اس کے لیے حقیقی محنت کرنا تھی کیونکہ اس وقت کے معاملات کا انحصار میری عمدہ اداکاری پر تھا۔

"کیا کہانی ہے تمہاری؟"

"میں اس خشک رویے کا مطلب نہیں سمجھا فرزانہ!"

"خاتون فرزانہ! میں بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔" اس نے رعونت سے کہا۔

"مجھے ان الفاظ پر حیرت ہے۔" میں نے چہرے پر کبیدگی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بظاہر سپاٹ تھا لیکن آنکھیں چھپانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ آہنی اعصاب کے لوگ جو اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو رکھنے میں ماہر ہوتے ہیں اور کسی بھی حال میں کسی دوسرے کو اپنی کیفیت سے آگاہ نہیں ہونے دیتے، اگر آنکھوں پر قابو پانے کا فن سیکھ لیں تو پھر ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنا سخت مشکل ہو جائے لیکن اتنی مہارت عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے اور فرزانہ بھی اسی کمزوری کا شکار تھی۔ اس کے چہرے پر کھنچاؤ تھا لیکن آنکھیں اس کی دلی کیفیات کی چغلی کھا رہی تھیں۔ صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کے دل میں میرے بارے میں تجسس چھپا ہوا ہے۔

میں سرزمین پنجاب کا ایک دیہاتی بظاہر ان کھلاڑیوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہم سیدھے سادے لوگ تو بس انسان کی زبان کو ہی ابتدا اور انتہا سمجھتے ہیں لیکن حالات بعض اوقات وہ کچھ سکھا دیتے ہیں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے جو تربیت دی گئی تھی، اس نے میری حسیات کو . . . کئی گنا تیز کر دیا تھا اور اب میں انسان کو سمجھنے کی مہارت حاصل کر چکا تھا۔ کم از کم فرزانہ جیسی عورت آسانی سے مجھے دھوکا نہیں دے سکتی تھی بلکہ میں اسے اپنی اداکاری کے جال میں پھانسنے کی قوت رکھتا تھا۔

وہ میرے جواب کا انتظار کرتی رہی۔ پھر اس نے دوبارہ اسی انداز میں کہا۔ "میں منتظر ہوں۔"

"کس بات کی خاتون فرزانہ؟" اس بار میرے لہجے میں طنز تھا۔

"اس رات سے اب تک کے واقعات سننے کی۔"

"ایک سوال کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں خاتون فرزانہ؟" میں نے کہا اور وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ "کیا آپ کے خیال میں آپ کسی طور سے مجھ پر برتری رکھتی ہیں؟"

"بے ہودہ اور احمقانہ سوال ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"سوچ لیں اچھی طرح۔" میں نے کہا۔

وہ مجھے گھورنے لگی پھر بولی۔ "تمہاری بات سے گستاخی کی بو آ رہی ہے۔"

"میں واقعی بہت بدتمیز ہوں۔ ہوٹل میں آپ کی خادمہ نے مجھے کوئی معمولی شخصیت سمجھ کر آپ کا پیغام دیا تھا۔ میں نے اس پیغام کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد آپ نے غالباً مجھے بے ہوش کرا کے اغوا کرا لیا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہاں دھوکا کھا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد . . ."

"ہاں، آگے بولو۔ اس کے بعد؟" خاتون فرزانہ بے اختیار مسکرا پڑی۔ اس کے اندر پھر تبدیلی پیدا ہو گئی۔ انوکھی عورت تھی۔ ایک لمحے میں گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والی۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کو پڑھ رہا تھا۔

"اس کے بعد جب آپ کے ہاں میری آنکھ کھلی تو مجھے حیرت ہوئی تھی۔ میں بہت حد تک موسم سے متاثر ہو گیا۔ اس وقت میرے ذہن پر آپ کی قربت کا فسوں طاری ہو گیا تھا لیکن شراب خانہ خراب نے پھر میری تقدیر کے دروازے مجھ پر بند کیے ہیں۔"

"کچھ اور تفصیل؟" اس بار فرزانہ کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"کوئی تفصیل نہیں۔ بار بار قسمیں کھاتا ہوں کہ نہیں پیوں گا لیکن . . . کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے۔"

"مگر تم اس قدر مدہوش تو نہیں ہوتے ہو؟"

"خدا جانے کیا ہوتا ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی، پھر ایکدم چونک کر بولی۔ "مجھے بے وقوف بنا رہے ہو؟ احمق سمجھتے ہو مجھے؟ میں جانتی ہوں، تمہارے ذہن میں کیا تھا۔"

"مجھے بھی بتا دو۔" میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے سوچا کہ میں نے میری دعوت ٹھکرا دی تھی اور اس کے بعد جب تم نے خود کو میرے شکنجے میں پایا تو تمہارے ذہن میں انتقام ابھر آیا۔ تم نے مجھے باہر چلنے کا مشورہ دیا، جو میں نے قبول کر لیا۔ پھر تم نے مجھے ایک سڑک پر چھوڑ دیا تاکہ میری عزت خاک میں مل جائے۔"

"کیا مطلب؟" اس بار میں نے بوکھلانے کی اداکاری کی اور بے یقینی کے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ بھی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ گویا میرے بارے میں رائے قائم کر رہی ہو۔
"مطلب تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"
"خاتون فرانہ! براہ کرم غلط فہمیوں کی فضا سے باہر نکل آئیے۔ دشمنوں کے بجائے دوستوں کا انداز اختیار کریں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ مے نوشی میرے اعصاب پر عجیب طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ میرے شناساؤں کا خیال ہے کہ پی کر بھی میں اسی طرح نارمل رہتا ہوں جس طرح عام حالات میں لیکن میں جانتا ہوں میری کیفیت کیا ہو جاتی ہے۔"
"اس سلسلے میں بھی میری معلومات میں اضافہ ہو جائے تو بہتر ہے۔" اس نے زہرخند سے کہا۔
"شراب مجھ سے میری خود اعتمادی چھین لیتی ہے۔ میرے اعضا میرے حریف بن جاتے ہیں۔ اس وقت میرا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے۔ قوت ارادی ناکارہ ہو جاتی ہے۔ ہر کیفیت اضطراری ہوتی ہے۔ یہ ہے میری بدنصیبی لیکن براہ کرم آپ مجھے تھوڑی سی تفصیل بتا دیں۔"
"شراب پینے کے بعد تم نے مجھے کھلی فضا میں چلنے کی دعوت دی تھی۔" فرانہ نے کہا۔
"آہ، ناممکن بات تھی کیونکہ موسم سرد تھا۔ بارش ہو چکی تھی۔ وہ موسم کھلی فضاؤں میں جانے کا نہیں تھا۔" میں نے کہا۔
"بہرحال میں نے تم سے تعاون کیا۔ تم خود کار ڈرائیو کرتے ہوئے گئے تھے اور پھر تم نے..."
"جو کچھ ہوا خاتون فرانہ، سب اسی ام الخبائث کے زیر اثر ہوا اور شاید زندگی میں یہ میرا آخری عہد ہے کہ میں شراب نہیں پیوں گا۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔
"میری عزت، میرے وقار کو شدید ضرب لگی ہے اور اب تک میں یہی سوچتی رہی ہوں کہ تم نے مجھ سے سوبانہ کے اغوا کیے جانے کا انتقام لیا تھا، میری بے عزتی کر کے۔ میں احمقوں کی طرح سڑک پر کھڑی تھی اور اجنبی لوگ مجھے دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔ وہ مجھے آوارہ کسبی سمجھے تھے۔ نہ جانے کس نے مجھے یہاں پہنچایا تھا۔"
"میرا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"
"تم کہاں تھے؟"
"اسپتال میں۔ شاید تمہاری کار کو کوئی حادثہ پیش آیا تھا لیکن مجھے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ اس کار میں موجود نہیں ہو۔ میں نے ہوش میں آ کر سب سے پہلا سوال یہی کیا تھا کہ میری ساتھی کس حال میں ہے۔ تم اسپتال کی نرس سے اس بات کی تصدیق کر سکتی ہو خاتون فرانہ۔"
میں نے لہجے میں یہ الفاظ کہے تھے کہ وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تمہاری وجہ سے مجھے شدید ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ میں انتقام کی آگ میں سلگ رہی تھی۔ میں تمہاری بوٹیاں نوچنے سے بھی دریغ نہ کرتی، سمجھے تم؟"
"ان حالات کا مجھے افسوس ہے اور اسی لیے میں تمہارے الفاظ کا برا نہیں مانوں گا جبکہ تم جو کچھ کہہ رہی ہو خاتون فرانہ! وہ ہوش کے عالم میں ممکن نہیں ہے۔ یوں کرو، پہلے تم اپنی انتقامی کوششیں کر لو۔ جب اس میں ناکام ہو جاؤ تو ہم دوبارہ دوستانہ فضا میں بات کریں گے۔ میں تمہاری سختیوں کو معاف کر دوں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔
وہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر یکایک بولی۔ "آہ ڈئیر! تم اپنے بارے میں بڑی غلط فہمیوں کے شکار ہو۔"
"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔"
"کون ہو تم؟ اور ان غلط فہمیوں کا پس منظر کیا ہے؟"
"اس وقت اس کی تفصیل بیکار ہے کیونکہ ہم دوستی کی فضا میں نہیں ہیں۔ اگر میں تمہارے خلاف انتقامی کارروائی کرتا تو اس میں سوبانہ کی تباہی اور اس ورکر کی موت لازمی تھی جس نے تمہاری ایما پر مجھے کافی میں بے ہوشی کی دوا دی تھی۔"
"بہت خوب۔ اس حد تک؟" اس نے کہا۔
"اس سے بھی کہیں آگے فرانہ۔ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔"
"جو کوئی بھی ہو، اچھے ہو۔ ویسے لبنانی نہیں ہو۔"
"لبنانی ہی ہوں لیکن زندگی یہاں نہیں گزاری۔ آوارہ گرد رہا ہوں اور اب ایک طرح سے لبنان میں اجنبی ہوں۔"
"تمہارا تعلق فلسطینیوں سے تو نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔ اب وہ نرم پڑ گئی تھی۔
"میرا تعلق ساری دنیا سے ہے اور کسی سے بھی نہیں ہے۔ بس فرانہ، بور ہو گیا ہوں۔ کچھ کرو۔ بلاؤ ان لوگوں کو جو تمہاری ایما پر مجھے سزا دیں۔" میں نے بیزاری سے کہا۔
"ٹوٹ پھوٹ جاؤ گے اور مجھے ٹوٹے پھوٹے لوگ پسند نہیں ہیں۔ چھوڑو ان باتوں کو اور اطمینان سے بیٹھو۔" اس کا انداز بدل گیا اور میں نے دل ہی دل میں "وہ مارا" کا نعرہ لگایا۔ گویا میری اب تک کی کوششیں بارآور ہوئی تھیں۔
میں خاموشی سے گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ اب وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر کھڑی ہو گئی۔
"اس کمرے کا وجود کرو۔ میں ایک بار پھر تمہارے سامنے ہوں۔ فرانہ ہر تحقیق ہوں۔ تمہارے بارے میں تصدیق ضرور کروں گی۔ مجھے اس کی اجازت دو۔" اس نے کہا۔
میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے دروازے کے پاس جا کر مخصوص انداز میں دستک دی۔ دروازہ کھل گیا اور وہ باہر نکل گئی۔ مجھے تو آنا ہی اس کے پاس تھا۔ اس لیے اب میں کوئی اور حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ اس کے باہر نکل جانے کے بعد اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ تنظیم نے مجھے اس کے پیچھے لگایا تھا کہ اس کی حقیقت معلوم کروں۔ حالانکہ اس وقت کی باتوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بااثر اور خودپسند ضرور ہے لیکن زیادہ ذہین نہیں ہے۔
بہرصورت وہ جو کچھ بھی ہے، مجھے اپنی ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ البتہ اس احساس سے میرے ذہن میں الجھن کی ہو رہی تھی کہ اس کے بعد کیا کروں گا۔ اس خوف ناک بلا سے بچنا مشکل تھا لیکن تنظیم کے مقاصد پورے کرنے کے سلسلے میں یہ پہلا امتحان تھا اور میں دل و جان سے اس امتحان سے گزرنے کے لیے تیار تھا۔
تقریباً بیس منٹ کے بعد فرانہ مسکراتی ہوئی آئی اور بے تکلفی سے بولی۔ "آؤ شہباز، میرے ساتھ آؤ۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہم ایک کمرے میں پہنچ گئے جہاں میں پہلے بھی آ چکا تھا۔
"بیٹھو، یہ جگہ تمہارے لیے اجنبی نہیں ہے۔" اس نے خوش دلی سے کہا۔
"میرے بارے میں کیا رپورٹ ملی تمہیں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔
"مجھے کچھ غلط فہمی ہوئی تھی۔" اس نے کہا۔ "زیادہ زخمی تو نہیں ہوئے؟"
"نہیں۔ شاید کار زیادہ گہرائی میں نہیں گری تھی۔ ویسے وہ کون سی جگہ تھی؟"
"ارے چھوڑو، اس ناخوشگوار واقعے کو یاد کرنے سے کیا فائدہ؟ کچھ کھاؤ گے؟"
"نہیں، کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"
"پیو گے؟"
"براہ کرم فرانہ، میرے سامنے اس کا نام بھی مت لینا۔" میں نے جھوٹ موٹ جھرجھری لے کر کہا۔
"آرام کرو گے یا کہیں جانا ہے؟" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ مجھے بھی ہنسی آ گئی۔
"ارے ہاں، یہ بتاؤ تمہارا قیام کہاں ہے؟"
میں نے اطمینان سے اپنا پتا بتا دیا۔ اس میں کوئی الجھن نہیں تھی۔ فواد سے بات ہو چکی تھی۔
"تمہیں اپنے سامان کی ضرورت تو نہیں ہے؟"
"کیا کروں گا؟"
"میرے یہاں قیام نہیں کرو گے؟"
"مستقل؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔
"کیا حرج ہے؟"
"میں تو تنہا انسان ہوں۔ کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں۔ کہیں بھی رہ سکتا ہوں۔"
"میرے یہاں رہو۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی، وعدہ کرتی ہوں۔"
"کس حیثیت سے؟"
"اس کا تعین بعد میں کر لیں گے۔"
"اتنی جلدی تمام مراحل طے کر لینا مناسب نہیں ہے فرانہ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم دونوں عجیب سے حالات میں تھے۔ ممکن ہے آئندہ میں تمہارے معیار پر پورا نہ اتروں۔"
"اوہ، نو ڈئیر۔ مجھے خبطی کہتے ہیں۔ میرا خبط یہی ہے کہ جب کسی پر اعتبار کرتی ہوں تو آنکھیں بند کر لیتی ہوں اور اس وقت تک آنکھیں بند رکھتی ہوں جب تک وہ مجھے کسی گڑھے میں نہ دھکیل دے۔"
"میرے خیال میں یہ دانش مندی نہیں ہے۔"
"کیوں؟"
"ایسے لوگ عموماً نقصان اٹھاتے ہیں۔"
"میری بات پر یقین کرو گے؟" اس نے آنکھیں بند کر کے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے نقصان اٹھانے میں بھی لطف آتا ہے۔"
"جانے کی اجازت نہیں دو گی؟"
"نہیں۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے شانے ہلا کر کہا۔
"میری طرف سے تمہارے دل میں کوئی کبیدگی تو نہیں ہے؟" وہ بولی اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ میں نے گویا اب اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ غالباً اسے اپنی اس فتح پر بہت خوشی تھی۔
میں نے باقی سارا وقت اس کے ساتھ گزارا۔ اس دوران میں اس نے صرف فون وصول کیے تھے لیکن کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس سے کوئی اندازہ ہو سکتا۔ بس ہاں، ٹھیک اور ٹھیک ہے پر اکتفا کی تھی لیکن اس نے کم از کم بیس یا اس سے کچھ زیادہ ہی فون ریسیو کیے تھے۔
"اتنے فون؟ کیا تم ہمیشہ اتنے فون ریسیو کرتی ہو؟"
"بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کون لوگ ہوتے ہیں یہ؟"
"میرا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے۔ اتنی ہی حد کا لمبی چوڑی ہوتی ہیں اور بیس فی صد متاثی۔ ان میں کچھ کاروباری ہوتی ہیں اور بیشتر میرے دوستوں کی۔"
"تمہارا کیا کاروبار ہے فرانہ؟"

"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم مسلمان ہو کر ایک یہودن کے لیے کام کر رہے ہو۔ ایک ایسی عورت کے لیے جو لبنانی مسلمانوں اور فلسطینیوں کی جانی دشمن ہے۔ ایک انتہائی متعصب یہودی عورت جو فلسطینیوں کے خلاف یہودیوں کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ سچ ہے، دولت بے شک بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے لیکن بعض اوقات انسان کا ضمیر دولت کو بھی ٹھکرا دیتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تمہارا ماضی کیا ہے اور تم کیوں اس عورت کے ساتھ منسلک ہو گئے ہو۔ ممکن ہے تم بھی ان ہی نوجوانوں میں سے ایک ہو جو فرانز کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ کیا تمہیں علم ہے وہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے؟"

"نہیں۔ مجھے علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں اب بہت پُرسکون ہو گیا تھا۔

"تو میں تمہیں بتاتی ہوں۔ وہ انھیں بھاری رقمیں دے کر اپنے جال میں پھنسائے رکھتی ہے۔ بظاہر وہ سمجھتے ہیں کہ خاتون فرانز کی خدمات انجام دینے کا معاوضہ وصول کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں کا یہی خیال ہے کہ خاتون فرانز کا ساتھ تقدیریں بدل دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے جال میں پھنسے ہوئے نوجوان مالی آسودگی میں زندگی گزارتے ہیں لیکن ان کی زندگی ... کتوں سے بدتر ہو کر رہ جاتی ہے۔ سمجھے، کتوں سے بدتر۔"

"مس ڈیجی مارٹن، سستھ! آپ کافی دلچسپ خاتون ہیں۔ ایسے ایسے انکشافات کر رہی ہیں کہ میری عقل حیران ہے۔"

"خوش نصیب ہو تم جو میری نگاہ انتخاب تم پر پڑ گئی۔ میں تمہیں اس کے جال سے نکال سکتی ہوں۔"

"میں نکلنا چاہوں تب نا؟" میں نے بلا تامل کہا۔

"میں تمہیں اس کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کروں گی۔ میں نے تمہیں اپنے بارے میں صاف صاف بتا دیا ہے۔ میں تمہیں اس سے بہتر پیش کش کر سکتی ہوں۔ تم کون ہو، میں یہ نہیں جاننا چاہتی۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کر سکتے ہو؟"

"تمہارے لیے؟"

"ہاں میرے بچے۔ سب سے پہلے تم میرے بارے میں تحقیق کر لو گے کہ جو کچھ میں نے کہا اس میں کوئی فریب تو نہیں ہے اور جب تمہیں میرے بارے میں اطمینان ہو جائے تو تم مارکسیا کے بارے میں تحقیقات کر لینا۔ اگر یہ بات بھی سچ نکلے تو پھر میری پیش کش پر غور کرنا۔"

"پیش کش؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کتنی رقم دی ہے اس نے تمہیں اور کیا وعدے کیے ہیں؟ جو کچھ اس کے اور تمہارے درمیان طے ہوا ہے اسے چار گنا کرو اور جب دل چاہے، وصول کر لو۔ میں تمہیں طے شدہ معاوضے کی آدھی رقم اسی وقت پیش کر سکتی ہوں۔ میرا کام کرنے کے بعد تم دنیا کے کسی بھی ملک میں جانا چاہو

گے تو یہ میری ذمے داری ہو گی کہ میں تمہیں یہاں سے نکالنے کا بندوبست کروں۔ میرے خیال میں مشرقِ وسطیٰ اس سے عمدہ پیش کش اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے؟ سودا کرو گے؟"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے مادام ڈیجی! آپ نے اچانک کس کام کے لیے میرا انتخاب کیوں کر لیا؟"

"اس ذلیل کی فطرت سے واقف ہو کر۔"

"اوہو! آپ میرے سامنے خاتون فرانز کو بہت برے الفاظ سے یاد کر رہی ہیں۔ بہرحال آپ کی پیش کش پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

"شکریہ۔ اس سے تمہیں دہرا فائدہ ہو گا۔ دولت بھی حاصل ہو جائے گی اور جس جال میں تم پھنسے ہوئے ہو اس سے بھی نکل جاؤ گے۔ میں تمہیں وقت سے پہلے آگاہ کر رہی ہوں اور یقین کرو میری کسی بات میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"پہلے مجھے اس بات کا اطمینان دلاؤ کہ جو وعدہ کرو گے اسے پورا بھی کرو گے۔"

"اطمینان آپ خود کر سکتی ہیں مادام ڈیجی۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے آپ کو اطمینان دلا سکوں۔"

"تو پھر یوں کرو کہ پہلے میری باتوں کی تصدیق کر لو۔ اگر وہ درست ہوں تو میرے کام پر آمادگی ظاہر کر دینا۔ میں تمہیں اپنا فون نمبر دوں گی۔ تم مجھے فون پر آگاہ کر سکتے ہو۔ میری باتیں سچائی پر ہوں تو میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جانا ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ میرے بارے میں اسے بتا دو۔"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے کرنا کیا ہو گا؟"

"قتل۔ سمجھے؟ تم اسے قتل کر دو گے۔ نہایت خاموشی سے ... دے دو گے۔ وہ زہر جو میں تمہیں فراہم کروں گی۔ تم یہ کام آسانی سے کر سکتے ہو۔ جس دن اس پر عمل کرنا چاہو مجھے بتا دینا۔ میں تمہاری سیٹ بک کرا دوں گی اور اس کام کی انجام دہی کے چند گھنٹوں کے اندر اندر تم لبنان سے نکل جاؤ گے۔"

"کچھ سوالات ہیں میرے ذہن میں۔"

"پوچھو۔"

"آپ اسے قتل کیوں کرانا چاہتی ہیں؟"

"وہ میری حریف ہے۔ کاروباری حریف۔ اس نے مجھے بڑی چوٹ دی ہے اور میں اس کے خون کی پیاسی ہو گئی ہوں۔ میں اسے مردہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کیا کاروبار کرتی ہیں؟"

"اسمگلنگ۔"

"تو کیا… تو کیا خاتون فرزانہ… میرا مطلب ہے ماگیا اسمگلر ہے؟"

"ہاں۔ اس کی تصدیق بھی کر لینا۔ میں تمہیں ہر طرح کی آزادی دیتی ہوں لیکن اس کے ساتھ ایک درخواست بھی کروں گی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر میرے کام کے لیے آمادہ نہیں ہو تو اس بات کو ختم کر لینا۔ یہ رقم میں تمہیں ایڈوانس دوں گی، وہ تمہاری خاموشی کی قیمت ہوگی۔ جب کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی چپقلش بھی نہیں ہے اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ ماگیا سے بھی تمہارے دیرینہ مراسم نہیں ہیں۔ ہاں اگر تم نے اس کی حفاظت وغیرہ کی کوشش کی تو تمہیں اپنے بدترین دشمنوں میں گرداننی گی اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا، تمہاری ذمے داری ہوگی۔"

"بات قابل غور ہے۔ بہرحال میں تیار ہوں کیونکہ مجھے صرف دولت سے دلچسپی ہے۔"

"ماگیا کی موت کے بعد بھی تمہارے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے تمہیں مہلت دی ہے۔ پہلے میری باتوں کی تصدیق کر لو۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے مادام فرزانہ! میں فطرتاً لاابالی انسان ہوں۔ کون کیا ہے مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے۔ ایک مسلم گھرانے میں [illegible] سیاسی اور مذہبی انتشار کیا ہے یہ ہم جیسے لوگوں کے جاننے کی بات نہیں ہے۔ ہماری سیاست دولت، ہمارا مذہب دولت۔"

"یہ عمدہ بات ہے۔ گویا تم…؟"

"ہاں۔ تم جب چاہو تمہارا کام ہو جائے گا لیکن میں اس کے اونچے تعلقات سے واقف ہوں۔ پہلے مجھے یہاں سے نکالنے کا بندوبست کر لو۔"

"سب ہو جائے گا۔ سب کچھ ہو جائے گا۔ اس معاہدے کی خوشی میں آج رات تمہیں جشن میں شرکت کے لیے روک سکتی تھی لیکن میں تمہارے خلاف اس کے دل میں شک و شبہات بھی نہیں چاہتی۔ اس لیے تمہیں خدا حافظ کہوں گی۔"

"بہتر ہے مادام فرزانہ! آپ سے دوسری ملاقات کب ہوگی؟"

"کل کسی بھی جگہ۔ اور سنو… یہ رکھ لو…" اس نے پرس کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور میری طرف اچھال دی۔ "یہ ایڈوانس ہے۔"

"اوہ مادام… یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ اسے رکھ لیں۔"

"کیوں؟"

"خواہ مخواہ ان کی حفاظت کے لیے پریشان رہوں گا۔ فی الحال میرا اور کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"اوہ سوری، میں سمجھ گئی۔ ٹھیک ہے پھر ملاقات کل رات خود تمہیں تلاش کر لوں گی۔" اس نے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور بولی۔ "تمہاری کار باہر موجود ہے۔ میرے آدمی لے آئے تھے۔"

واپسی میں ذہن خاصا الجھا ہوا تھا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ میں ڈپٹی کی ہدایت پر عمل کرتا۔ اس نے میرے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ کچھ حالات کے تحت تھا لیکن میرا ذہن صورت حال کو اس انداز میں قبول نہیں کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس کے کہنے پر [illegible] تاہم جب تک واقعات آگے نہ بڑھتے، کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

چنانچہ فرزانہ کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ کر میں نے ذہن کو جھٹک دیا اور کار پھاٹک میں کھڑی کر کے اندر چلا گیا۔

فرزانہ موجود تھی۔ اس نے شاید کہیں سے میری کار دیکھ لی تھی، چنانچہ ایک ملازم سے اس نے مجھے اپنے پاس ہی بلوا لیا۔ بالائی منزل کی نشست گاہ میں وہ ایک آرام دہ کرسی پر دھنسی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر تھکے تھکے انداز میں مسکرائی اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کہاں آوارہ گردی ہو رہی تھی؟"

"بس یونہی بیروت کی سڑکوں پر۔"

"بور تو نہیں ہو گئے بیروت سے؟"

"ابھی نہیں۔ ممکن ہے ہو جاتا لیکن تم مل گئی ہو اس لیے ذہن کو سکون ہے۔"

"ایک نہ ایک دن تم ضرور بور ہو جاؤ گے۔"

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارے درمیان صرف دولت کا رشتہ نہیں ہے۔ بس میں تمہاری شخصیت سے متاثر ہوں۔"

فرزانہ کے انداز میں ایک مسرت آمیز کیفیت پیدا ہو گئی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو، کسی بھی راستے پر کیوں نہ نکل جائے، اپنی تعریف پر خوشی اس کی فطرت میں رہتی ہے۔ فرزانہ کی شخصیت مشکوک تھی۔ اگرچہ اس نے یہ بات تو خود بتا دی تھی کہ وہ اسمگلنگ کا کاروبار کرتی ہے۔ ایک اور شخصیت تھی اس کی جو ابھی پوشیدہ تھی اور میں اس کی حقیقت جاننا چاہتا تھا۔

"شکریہ شہباز! تم مجھے ذہنی آسودگی، سکون بخشتے ہو۔ میں اس بات سے انحراف نہیں کروں گی کہ میں زیادہ اچھی عورت نہیں ہوں… لیکن ساری باتوں کے باوجود میں انسان ہوں۔ تم نے میرے بارے میں کچھ کہانیاں تو ضرور سنی ہوں گی۔"

"کہانیاں؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں… بیروت کے مختلف حلقوں میں میرے بارے میں لاتعداد کہانیاں مشہور ہیں۔"

"اتفاق سے یہ کہانیاں میرے کانوں تک نہیں پہنچ سکیں۔ ہاں آج البتہ میں نے ایک کہانی سنی ہے۔"

"آج؟"

"ہاں۔ کچھ دیر قبل۔"

"کہاں؟ اور کیا کہانی تھی؟"

"بڑی تعجب خیز، بہت دلچسپ۔"

"اشتیاق بھڑکا رہے ہو میرے دل میں۔ کیا کہانی تھی، مجھے نہیں سناؤ گے؟"

"اس کہانی کو سنانے سے قبل ایک سوال ضرور کروں گا۔" میں نے اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑ کر کہا اور اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

"کیا تمہارا نام فرزانہ ہی ہے؟" میرے اس سوال پر اس نے جلدی سے بند آنکھیں کھول دیں۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"مطلب صاف ہے۔ کیا تمہارا نام صرف فرزانہ ہے؟" میں نے دوبارہ سوال کیا۔

وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی "تمہیں اس پر شبہ ہے؟"

"شبہ نہیں ہے لیکن جو کہانی میں تمہیں سنانے والا ہوں، اس کا اس سوال سے گہرا تعلق ہے۔"

"کہانی سناؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دوں گی۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"کیا میں تمہیں ماگیا کیگا کے نام سے پکار سکتا ہوں؟" میں نے کہا تو وہ اچھل پڑی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"یہ نام تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟" اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھیں خاتون فرزانہ! اگر کسی سے دوستی کے دعوے کیے جاتے ہیں تو پھر سچ کہنا اور سچ سننا لازمی ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے، میرے یہ الفاظ تمہاری طبع نازک پر گراں تو نہیں گزرے؟"

اس نے نفی میں گردن ہلائی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

"ہاں میرا نام ماگیا کیگا ہی ہے۔ میرے باپ کا نام کیگا رد تھا۔ ایک کمیونسٹ پرتگالی لیکن میری ماں لبنان کی رہنے والی تھی اور وزیری خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ باپ نے میرا نام ماگیا رکھا تھا اور ماں نے فرزانہ۔ یہ ہے تمہاری بات کا جواب۔"

"گویا ماگیا کے نام سے بھی تمہیں پکارا جا سکتا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اپنی ماں کا دیا ہوا نام پسند ہے اور میرا حلقۂ احباب مجھے فرزانہ ہی کے نام سے جانتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ لوگ مجھے ماگیا کے نام سے پکاریں۔ اب تم میرے اس سوال کا جواب دو گے کہ تمہیں یہ نام کہاں سے معلوم ہوا؟"

[illegible] کیا تم اس نام سے بھی واقف ہو جو میں نے کہا تو اس کی آنکھوں میں تشویش لہرانے لگی۔

"کیا وہ تمہیں ملی تھی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اس سے ملاقات کر کے آ رہا ہوں۔"

"کیسے؟ اور کہاں؟" اس نے اضطراب سے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے تمہارے نام سے طلب کیا گیا تھا خاتون فرزانہ اور جب میں اس عمارت میں پہنچا جہاں مجھے بتایا گیا تھا کہ تم میری منتظر ہو تو میری ملاقات ڈپٹی مارشل اسمتھ سے ہوئی۔ اس نے مجھے تمہارے بارے میں کچھ باتیں بتائیں۔ اس نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ خود بھی اسمگلنگ کرتی ہے اور تم اس کی کاروباری حریف ہو۔ تم نے اسے شدید نقصانات پہنچائے ہیں۔ مجھے میرے مستقبل سے آگاہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اس سے قبل کہ میں زندگی کے عذاب میں گرفتار ہو کر اس حالت کو پہنچ جاؤں کہ مجھے موت کی آغوش میں بھی پناہ نہ ملے، مجھے خود کو سنبھال لینا چاہیے۔ اس نے مجھے پیش کش کی ہے خاتون فرزانہ کہ میں تمہیں زہر دے کر ہلاک کر دوں اور اس کے عوض مجھے بے پناہ دولت دی جائے گی۔ لبنان سے باہر نکلنے کے بھی انتظامات کر دیے جائیں گے۔ زہر کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ خود ہی مجھے فراہم کرے گی۔ اس نے معاوضہ ایڈوانس دینے کی پیش کش بھی کی ہے جسے میں نے قبول نہیں کیا۔ کیا یہ کہانی دلچسپ نہیں ہے؟"

فرزانہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے انگارے نکلنے لگے۔ اس نے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا "ڈپٹی مارشل اسمتھ! ٹھیک ہے… وہ اب کھل کر میرے سامنے آ گئی ہے تو میں اسے بتاؤں گی کہ میں کیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ اپنا کام کر رہی ہے اور میں اپنا۔ ہاں اگر کہیں ہمارے مفاد ٹکرا جاتے تو پھر مجھے اس کا حق حاصل تھا کہ میں اس سے نمٹ لیتی۔ جو چالاک اور طاقتور ہوتا وہ جیت جاتا لیکن اس نے یہ گھٹیا چال چلی ہے۔ میں اسے اس کا جواب ضرور دوں گی۔"

وہ جیسے خود سے مخاطب تھی۔ پھر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کے چہرے سے وہ کیفیت ختم ہو گئی۔ اس کی جگہ مسکراہٹ نے لے لی اور پھر اس نے لگاوٹ بھرے انداز میں پوچھا۔

"لیکن… لیکن ڈیئر شہباز! یہ تفصیل تم نے مجھے کیوں بتا دی؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ… کہ… کہ… کیا تم…؟"

"فرزانہ!" میں نے سرد لہجے میں کہا "یہ سوال تم مجھ سے کر رہی ہو؟"

"اوہ ڈیئر! ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس دیکھو، تمہارے خیالات جاننا چاہتی ہوں اس بارے میں۔"

"مجھے بتاؤ میں ڈپٹی مارشل اسمتھ کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں تم سے کہہ چکا ہوں، کچھ ایسا برا بھی نہیں ہوں۔ ضرورت پڑنے پر بہت

کچھ کر لیتا ہوں۔ اگر میرے ذہن پر تمہارا نقش بنا ہوتا تو ظاہر ہے میں اس موقعے سے فائدہ اٹھاتا۔ تم اس کی تصدیق کر سکتی ہو کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا لیکن فرزانہ یار گیا! تمہارے کافی دولت کمائی ہے۔ نیشن دہشت میں زندگی بسر کی ہے۔ البتہ ذہنی طور پر میں پہلی بار کسی سے متاثر ہوا ہوں۔ اس کا اظہار ایک بار پھر کر رہا ہوں اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ تم مجھے کوئی گھٹیا انسان تصور نہ کرو۔ یہ میرا تم سے فرزانہ اور مجھے ملنا چاہیے۔"

"میں اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گی شہباز! لیکن اس سے زیادہ ورکچھ نہیں کہوں گی۔" وہ جذباتی ہو کر بولی۔

"ویسے یہ ڈیمی مارشل اسمتھ کیا چیز ہے؟ اس کی تم کس حد تک جانتی ہو؟"

"اوہ! فضول سی عورت ہے۔ خود کو تیس مار خان سمجھتی ہے۔ اب تک تو میں اس لیے خاموش رہی کہ مجھے اس سے کوئی بڑا خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا لیکن یہ جانتی تھی کہ میں اس کی نگاہوں کا خار ہوں۔ اب اس نے خود ہی بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے تو اب نتیجہ بھگتے گی۔"

"وہ بھی اسمگلنگ کا کاروبار کرتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ اور اس کا گروہ کتنا بڑا ہے؟"

"خیر اس کے بارے میں تو ابھی کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا اور نہ ہی ہم نے اس کی کوشش کی ہے..... اوہ ڈیئر شہباز! کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس نے تمہیں کون سی عمارت میں طلب کیا تھا؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ عمارت کا نام براڈوے ہاؤس تھا۔"

"براڈوے ہاؤس!" فرزانہ نے زیرلب کہا اور پھر بولی۔ "تم نے بہت اچھا کیا۔ مجھے چند سیکنڈ کی اجازت دو۔ میں فون کرنے جا رہی ہوں۔ اور پھر تم بھی تیار ہو جاؤ۔ ہم ساتھ ہی چلیں گے۔"

"اوکے۔" میں نے کہا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے اس کا گروہ اس کی کوٹھی میں جمع ہو گیا۔ تقریباً بیس افراد تھے اور وہ کئی گاڑیوں میں آئے تھے۔ پھر میں، فرزانہ اور اس کے چند خاص ساتھی ایک عمدہ قسم کی بلٹ پروف کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ باقی گاڑیاں ہمارے پیچھے آ رہی تھیں۔ میں فرزانہ کو براڈوے ہاؤس کا راستہ بتا رہا تھا اور وہ خود ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں میں نے ڈیمی مارشل اسمتھ سے بات چیت کی تھی۔

براڈوے ہاؤس کی عمارت کو میں نے پہچان تو لیا لیکن وہ پیتل کی تختی وہاں موجود نہیں تھی جس پر براڈوے ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ اس کی جگہ خالی تھی۔ میں چونک پڑا۔

"یہی عمارت ہے فرزانہ لیکن پیتل کی تختی یہاں سے ہٹا دی گئی ہے۔"

فرزانہ نے گاڑی میں لگا ہوا وائرلیس سیٹ آن کیا اور پیچھے آنے والوں کو اس عمارت کے بارے میں ہدایات دینے لگی۔ گاڑیاں اس کے قریب آ رکیں اور اس کے برق رفتار ساتھیوں نے تیزی سے اتر کر عمارت کو گھیر لیا۔

فرزانہ خود بھی میرے ساتھ نیچے اتر آئی اور پستول ہاتھ میں لیے ہوئے عمارت کے گیٹ کی جانب بڑھی۔ میں خود بھی اس کے ساتھ تھا۔ ظاہر ہے کھل کر میں اس کی مدد کر رہا تھا، ورنہ اس کا مکمل اعتماد حاصل کرنا مشکل ہوتا۔

گیٹ پر کوئی چوکیدار موجود نہیں تھا۔ ہم صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئے اور دوسرے ہی لمحے یہ احساس ہو گیا کہ عمارت خالی ہے۔ فرزانہ کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت وہ کوئی بپھری شیرنی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے آدمی بھی اندر داخل ہو گئے اور اس نے غضب ناک آواز میں کہا۔ "پوری عمارت کی تلاشی لو۔ جو بھی ملے اسے چوہے کی طرح پکڑ کر میرے سامنے لے آؤ۔"

لیکن عمارت میں پرندہ بھی نہ ملا۔ فرزانہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "بزدل، کمینی بھاگ گئی۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ میرے سامنے آ سکتی۔ دیکھ لیا۔ تم نے دیکھ لیا کہ چور کے پاؤں کتنے ہوتے ہیں۔" میں نے شانے ہلا کر اس کی تائید کی اور ہم واپس ہو لیے۔

میں نے فرزانہ کے چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کہیں اس نے میری بات کو جھوٹ تو نہیں سمجھا لیکن میرا خدشہ غلط نظر آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ بہرصورت ہم واپس اپنے مقام پر لوٹ آئے۔ فرزانہ اب بھی پرجوش نظر آ رہی تھی۔

"ڈیمی مارشل اسمتھ کو میں نے اس لیے چھوڑ رکھا تھا شہباز کہ اب تک وہ میرے لیے کسی بھی طرح نقصان دہ ثابت نہیں ہوئی تھی اور نہ میں نے کبھی اس انداز میں سوچا کہ وہ میرے راستے کا پتھر ہے لیکن ابتدا اس نے کر دی ہے۔ اب اس کی اور اس کے گروہ کی خیر نہیں ہے۔ میں دیکھوں گی کہ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔"

میں خاموش ہی رہا۔ مجھے اپنی خواب گاہ میں جا کر آرام کرنے کی اجازت مل گئی اور میں نے سکون کی گہری سانس لی۔

رات بھر میں نہایت سکون سے سوتا رہا۔ دوسری صبح جب ناشتے کی میز پر فرزانہ سے ملاقات ہوئی تو وہ حسب معمول ہشاش بشاش تھی۔ کوئی خاص تاثر نہیں تھا اس کے چہرے پر۔ البتہ ناشتا کرتے ہوئے اس نے مجھے بتایا کہ اس نے بیروت میں اپنے زیر زمین حلقوں کو آگاہ کر دیا ہے اور انھیں ہدایت دے دی ہے کہ ڈیمی مارشل اسمتھ جہاں بھی ملے اسے پکڑ کر میرے سامنے پیش کریں۔ "تم کیا سمجھتے ہو وہ میرے ہاتھوں سے بچ سکتی ہے؟ اس نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا۔ مجھے ایسے بزدل دشمنوں سے سخت نفرت ہے جو چھپ کر وار کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ میں تو کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی شوقین ہوں۔ اس کے علاوہ ڈیئر شہباز! میں تمہارے سامنے ایک اور انکشاف کروں تو تمہیں حیرت ہو گی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ڈیمی مارشل اسمتھ اپنے اس کاروبار میں بااختیار نہیں ہے۔ وہ کسی اور کی آلۂ کار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میری معلومات یہی بتاتی ہیں۔ ایک شخص ہینڈرک ہے۔ وہ کبھی منظر عام پر نہیں آتا ہے۔ اسمگلنگ اور ناجائز منشیات کے کاروبار میں اس کا نام بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص بات یہ کہ یہ شخص مشرق بعید کے ایسے علاقوں پر قابض ہے جو ناجائز منشیات کا گڑھ کہلاتے ہیں۔ وہاں اس کی بہت بڑی منڈی بھی ہے اور عموماً وہ وہاں کی ساری لاٹ خرید لیتا ہے۔ اسی کے ذریعے دنیا کے مختلف ممالک میں یہ کاروبار ہوتا ہے۔ ہینڈرک بظاہر ایک گمنام آدمی ہے لیکن میں اس کے بارے میں مخصوص معلومات حاصل کر چکی ہوں۔ وہ ایک جزیرے پر رہتا ہے۔ ایک عام آدمی کی حیثیت سے۔ وہیں سے وہ دوسروں کو احکامات دیتا ہے۔ اس کا جزیرہ بے حد محفوظ ہے اور وہاں وہ اطمینان سے زندگی گزار رہا ہے۔ بات اگر صرف ڈیمی مارشل اسمتھ کی ہوتی شہباز تو میں اب تک اسے کبھی کی فنا کر دیتی۔ بہرصورت اب بھی وہ میری دسترس سے باہر نہیں ہے۔ تم دیکھو گے بہت جلد میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لوں گی۔"

سارا دن فرزانہ کے ذہن پر ڈیمی مارشل سوار رہی۔ وہ بے شمار فون بھی سنتی رہی۔ یہ بھی اندازہ ہوا کہ زیادہ تر ڈیمی مارشل سے متعلق تھے۔ اس کے آدمی چاروں طرف ڈیمی مارشل کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ وہ عورت بھی مجھ سے رابطہ قائم کر کے اچھی خاصی مصیبت میں پھنس گئی۔ بہرحال ان معاملات سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی سوائے اس کے کہ اب تو بیروت میں آوارہ گردی کرتے ہوئے محتاط رہنا تھا کیوں کہ ڈیمی مارشل بھی میری دشمن بن گئی ہوگی۔

ابھی تک میں فرزانہ کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں معلوم کر سکا تھا جس کا مجھے شدید احساس تھا۔ میری خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کے بارے میں مخصوص معلومات حاصل کر کے تنظیم کو فراہم کر دوں اور جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا، میرا احساس شدید ہوتا جا رہا تھا کہ تنظیم کے لوگ کیا سوچتے ہوں گے۔ میں ایک آسان سا کام بھی نہیں کر سکا۔ تاہم دوسری جانب خاموشی طاری تھی۔ کسی نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ مجھے سکون سے کام کرنے کا موقع دینا چاہتے ہیں لیکن انھیں اس بات کا احساس ہے کہ فرزانہ کے بارے میں معلومات اور ثبوت حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ میں یہ سوچتے سوچتے تنگ آ گیا تھا کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا تو کیا درحقیقت اس کی شخصیت کے اور رخ بھی ہیں؟ اب تک تو مجھے صرف یہی معلوم ہو سکا تھا کہ وہ فرزانہ بھی ہے اور مارگریٹا بھی۔ ناجائز کاروبار کرتی ہے تاہم کہا نہیں جا سکتا تھا کہ تنظیم کا شبہ بے بنیاد ہے۔ اس جیسی عورت سب کچھ کر سکتی تھی۔

اس رات میں نے اس سے کہا۔ "فرزانہ تمہاری شخصیت عام لوگوں سے بہت بلند اور منفرد ہے۔ ڈیمی مارشل کو میں نے دیکھ لیا ہے۔ اگر اس میں تمہارے مقابلے پر آنے کی سکت ہوتی تو وہ براڈوے ہاؤس کو اس طرح چھوڑ کر نہ بھاگتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تم سے خوف زدہ ہے تو ایسی کم مایہ ہستی کو خود پر مسلط کرنے سے کیا فائدہ؟ بھول جاؤ اسے اور اپنی تیاریاں کرو۔"

"تم یقین کرو شہباز کہ وہ میرے ذہن پر سوار نہیں ہے۔ بس، یہ میری فطرت ہے کہ اگر مجھے کسی بات کا احساس ہو جائے تو پھر میں اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھتی ہوں جب تک اسے ختم نہ کر لوں۔ ڈیمی مارشل کے بارے میں میں نے آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے۔ چنانچہ میں صرف اس بات کی منتظر ہوں کہ اس کی موت کی خبر مجھ تک کب پہنچتی ہے۔ اس کے بعد میں اسے بھول جاؤں گی۔"

"تب پھر مجھ سے تھوڑی سی غلطی ہوئی۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" فرزانہ نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔ "میں تو نہیں کہنا چاہتی شہباز کہ تم نے مجھے اس کے بارے میں بتا کر غلطی کی ہے؟"

"نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ تمہارا کوئی دشمن میری نگاہوں کے سامنے آئے اور میں تمہیں اس سے لاعلم رکھتا، یہ بالکل غلط بات ہوتی۔ البتہ مجھے یہ چاہیے تھا کہ میں خاموشی سے اس کی گردن ناپ کر تمہارے سامنے پیش کر دیتا اور پھر اس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتاتا۔"

"اوہ ڈیئر! تمہیں ابھی ان معاملات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے لیے کافی ہوں۔ میں تمہیں ہر مصیبت سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔ تم ابھی ان جھگڑوں میں مت پڑنا۔ تم دیکھ لینا جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ہوگا۔"

"تو پھر میں یہ چاہتا ہوں فرزانہ کہ تم اپنے ذہن سے ڈیمی مارشل کو جھٹک دو اور اس وقت تک کے لیے اسے بھول جاؤ جب تک وہ کسی شکل میں تمہارے سامنے نہ آئے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھتی ہوں تم یقیناً بور ہو رہے ہو گے۔ سیر و تفریح کرتے ہیں۔ کیا کوئی آؤٹنگ کا پروگرام بنا لیتے ہیں؟"

"ونڈرفل! یہ تم نے میرے دل کی بات کہی۔"

"کہاں چلو گے؟"

"جہاں تمہارا دل چاہے۔"

"جھیل لبنیٰ کیسی رہے گی؟"

"اوہ، میں اتفاق سے اس طرف کبھی نہیں گیا۔"

"بہت خوب صورت جگہ ہے۔ سیب کے باغات کا علاقہ ہے چاروں طرف فضا بے حد حسین ہے۔ تمہیں یقیناً وہاں بے حد لطف آئے گا۔"

شب و روز بڑی سست رفتاری سے گزر رہے تھے۔ میں انہیں سست رفتار اس لیے سمجھ رہا تھا کہ ابھی تک میں اپنے کام کے سلسلے میں کوئی ذہانت نہیں دکھا سکا تھا اور یہ احساس مجھے کھلے دے رہا تھا کہ تنظیم کے افراد میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ تاہم جو کچھ بھی ہو رہا تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا اس میں کوئی تبدیلی پیدا کرنا ممکن نہیں تھا۔

ایک خوب صورت لینڈ روور میں بیٹھ کر ہم دونوں جھیل لبنیٰ کی جانب چل پڑے۔ بیروت کے داہنی سمت کے علاقے میں شہر سے تھوڑی دور ایک خوب صورت جگہ ہے۔ اس مقام کو تاریخی حیثیت بھی حاصل ہے۔ جھیل لبنیٰ اسی خوب صورت مقام پر واقع ہے۔ بیروت کی قدیم روایات میں ان پہاڑوں کا خاص تذکرہ ہے جو بیرونی حملہ آوروں کو روکنے کے لیے بے جان سپاہی تھے۔ میں نے ان پہاڑوں کی داستان سنی تھی۔ آبادی سے کافی دور درختوں کے جھنڈ کے ساتھ ساتھ سڑک جا رہی تھی۔ سڑک سے اتر کر شاید سیبوں کے باغات تھے کیوں کہ سیبوں کی تیز خوشبو یہاں تک آ رہی تھی۔

فرانہ نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہا۔ "بس تھوڑا سا آگے چل کر ہمیں بائیں سمت گھومنا ہوگا۔ جھیل لبنیٰ ان درختوں کے پیچھے ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ آگے جا کر فرانہ نے گاڑی سڑک سے اتار دی اور تھوڑی دیر بعد ہم درختوں کے درمیان ایک چھوٹی سی شفاف جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ منظر کچھ ایسا خوشگوار تھا کہ دل باغ باغ ہو گیا۔

ہم گاڑی سے اترے اور جھیل کے کنارے پہنچ کر ڈیرا ڈال دیا۔ فرانہ کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لائی تھی۔ چاروں اطراف میں سیبوں کی مہک اٹھ رہی تھی جس نے ہواؤں کو مہک اور خوشگواری بخش دی تھی۔

"اس سے قبل یہاں نہیں آئے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، میں بتا چکا ہوں کہ بیروت میں ایک مسافر کی حیثیت سے آتا ہوں اور کچھ عرصہ رہ کر چلا جاتا ہوں۔ بس تم یوں سمجھو کہ یہاں کی فضا سے مجھے ایک انسیت سی ہے ورنہ کوئی اور مقصد یہاں آنے کا نہیں ہوتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں کی فضاؤں کی شکر گزار ہوں جو تمہیں بار بار یہاں کھینچ کر لاتی رہیں اور بالآخر تم سے میری ملاقات ہو گئی۔" فرانہ نے کہا۔

"ہاں، میں سمجھتا ہوں کہ بیروت نے پہلی بار میری پذیرائی کی ہے۔"

"واقعی؟" اس نے پُرمسرت انداز میں کہا اور میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

میں نے اسے محض چکر بنا کر رکھ دیا تھا اور وہ میری حرکات سے متاثر ہو کر اپنی فطرت کو بھول گئی تھی۔ ویسے جو کچھ میں نے اس کے بارے میں سنا تھا اس کا مظاہرہ اب تک تو ہوا نہیں تھا۔ وہ جس قدر خطرناک مشہور تھی، اتنی ثابت نہیں ہو رہی تھی۔ بارہا یہ محسوس ہوتا تھا جیسے میرے سلسلے میں وہ سنجیدہ ہو گئی ہو۔ یہ احساس میرے لیے سوہانِ روح تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ ہم نے کھانا کھایا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ دفعتاً ہم نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی اور دونوں چونک پڑے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ دور دور تک خاموشی تھی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

وہ کہنے لگی "تم نے گاڑی کی آواز سنی تھی؟"

"ہاں ایسا محسوس تو ہوا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"ممکن ہے ہوا کے ساتھ کہیں دور سے آواز آئی ہو۔" وہ بولی "کیونکہ قرب و جوار میں کوئی گاڑی تو نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"بس ایسے ہی میں نے سوچا تھا کہ شاید ہماری ہی طرح کوئی اور بھی آ گیا۔" میں نے کہا۔

"ہاں، جھیل لبنیٰ رومانی جوڑوں کی تفریح گاہ ہے۔ عموماً نوجوان لڑکے لڑکیاں ادھر نکل آتے ہیں۔ تم نے دیکھا! کس قدر پُرسکون اور خوش گوار ماحول ہے۔"

"سیبوں کی خوشبو کس قدر عمدہ ہے۔ کیا تمہیں سیب پسند ہیں؟" میں نے موضوع بدلنے کی غرض سے کہا۔

"کیوں نہیں۔" وہ خوش دلی سے بولی۔

"تو ٹھہرو، میں تمہارے لیے توڑ کر لاتا ہوں۔" میں اٹھ کر سیبوں کے باغ کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں مکمل سکوت تھا۔ لگتا تھا جیسے باغ کا کوئی رکھوالا نہ ہو۔ میں نے چند عمدہ قسم کے سیب توڑے اور اسی وقت میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی جہاں میں فرانہ کو چھوڑ آیا تھا۔ میں بُری طرح چونک پڑا۔

چند لوگ فرانہ کے نزدیک کھڑے تھے۔ تین مرد تھے اور ایک لڑکی تھی اور میں اُن کے ہاتھوں میں پستول صاف دیکھ سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال اُبھر آیا، کہیں یہ ڈینی مارش کے ساتھی نہ ہوں!

ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ اسی وقت فرانہ کی مدد کرنے سے اس کا مجھ پر اعتماد مضبوط ہوگا لیکن تینوں افراد پستول بردار تھے، ممکن ہے لڑکی کے پاس بھی پستول ہو۔ ان سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں تھا تاہم یہ کام مجھے انجام دینا ہی تھا۔

میں ایسی جگہ کا انتخاب کرنے لگا جہاں سے ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر ان تک پہنچ سکوں۔ درختوں کے جھنڈ ہی اس سلسلے میں کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔ البتہ جھیل تک پہنچنے کے لیے مجھے ذرا طویل راستہ اختیار کرنا پڑا تھا۔ بہرحال میں جھیل کے کنارے لگے ہوئے ان درختوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جن کی جڑوں میں جھاڑیاں بھی اُگی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں میں چھپا جا سکتا تھا۔ میں اب ان کی آوازیں بھی بخوبی سن رہا تھا۔

ڈینی مارش استہزائیہ کہہ رہی تھی۔ "بکواس کرتی ہو، جھوٹ بول رہی ہو۔ تم یہاں تنہا نہیں آ سکتی ہو۔ ڈیوڈ، تم تلاش کرو۔ وہ یہیں کہیں ہوگا۔"

"میں کہتی ہوں میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ تم میری فطرت کو اچھی طرح جانتی ہو۔ میں بعض اوقات تنہائیوں کی خواہاں ہوتی ہوں۔" فرانہ کی آواز اُبھری۔

"ہاں مارگریٹا، میں تیری فطرت کو اچھی طرح جانتی ہوں۔" ڈینی مارش نے کہا اور فرانہ خاموش ہو گئی۔

ڈینی مارش کا ایک ساتھی جو غالباً ڈیوڈ تھا، ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ درختوں کی سمت چل پڑا۔ میں نے صرف ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں بھی درختوں کے تنوں کی آڑ لیتا ہوا اسی جانب چل پڑا اور انتہائی کامیابی سے اس کا تعاقب کر کے مناسب موقع کی تلاش میں رہا۔ چند ہی لمحوں بعد موقع ہاتھ آ گیا۔

ڈیوڈ کے لیے وہ لمحہ انتہائی حیرت ناک تھا جب اچانک میں نے عقب سے اس کی گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا اور دوسرا ہاتھ اس کے پستول پر ڈال دیا۔ وہ اتنا جاندار آدمی ثابت نہ ہوا۔ جب کہ میں ایک تربیت یافتہ نوجوان تھا اور مجھے تنظیم نے بڑی اسلحہ مندی اور جرات بخشی تھی۔ چنانچہ ڈیوڈ میری اس ضرب کی تاب نہ لا سکا اور دوسرے لمحے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے پستول لیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا جھاڑیوں کے جھنڈ کے قریب پہنچ گیا۔

دونوں آدمیوں نے اپنے پستول جیب میں رکھ لیے تھے اور فرانہ کے ہاتھ اس کی پشت پر کس دیے گئے تھے۔

"اب کیا کرنا ہے؟" ایک نے ڈینی مارش سے پوچھا۔

"اس کا ساتھی مل جائے تو دونوں کو اسی جگہ ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔" ڈینی مارش بلا تامل بولی۔

"ڈیوڈ ابھی تک واپس نہیں آیا۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

تینوں گردنیں اٹھا کر۔۔۔۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اب میرے پاس بہترین موقع تھا۔ میں دبے پاؤں جھاڑی کی آڑ سے نکلا اور بجلی کی مانند چھلانگ لگائی۔ میری کہنی پوری طاقت سے ڈینی مارش کی کمر پر پڑی تھی اور میں ان دونوں پر جا پڑا۔ ڈینی مارش کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور وہ منہ کے بل گر گئی۔ میں نے پھرتی سے دونوں آدمیوں کے ہاتھوں سے پستول کھینچ لیے اور وہ بھونچکوں کی طرح مجھے دیکھنے لگے۔

"ہاتھ اٹھا دو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا، لیکن جیسے میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تب میں نے ان میں سے ایک کی پیشانی کا نشانہ لے کر کہا۔ "ہاتھ اٹھا دو ورنہ تمہاری کھوپڑی کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔" انہوں نے جھٹ ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ ڈینی مارش بھی اپنا لباس جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور منہ کھولے مجھے دیکھنے لگی۔

"اوہ — اوہ — تم؟" اس کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔

"ہاں، یہ میں ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی اور فرانہ کے حلق سے ایک قہقہہ نکلا۔

"اب بول، دھوکے باز عورت! کیا خیال ہے تیرا؟ کیا میں نے پانسہ نہیں پلٹ دیا؟" فرانہ نے تمسخر سے کہا۔ ڈینی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ وہ شاید ڈیوڈ کی منتظر تھی۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ڈیئر فرانہ، اس کا ایک ساتھی غالباً میری تلاش میں درختوں کی طرف گیا تھا۔"

"اوہ، اس سے ہوشیار رہو!" فرانہ ایک دم چیخ اٹھی۔

"ہوشیاری کی بات نہ کرو، میں پہلے ہی ہوشیار تھا۔ وہ ایک درخت کے نیچے بے ہوش پڑا ہے۔" میں نے جواب دیا اور فرانہ نے قہقہہ لگایا۔

"لاؤ پستول مجھے دو۔ میں آج ہی فیصلہ کیے دیتی ہوں مگر پہلے تم میرے ہاتھ تو کھول دو۔" اس نے ہنسی ختم کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسی جلدی کیا ہے ڈیئر فرانہ؟ ذرا ان لوگوں سے کچھ باتیں تو کر لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حالات کا رخ بدل چکا ہے۔ ہم ان سب کو یہیں قتل کر دیں گے اور ان کی لاشوں کو جھیل میں پھینک دیں گے۔ اس کے بعد میں دیکھوں گی کہ ہیڈ کوارٹر کتنے پانی میں ہے۔" فرانہ نے دانت پیس کر کہا۔

ڈینی مارش اپنی جگہ بیٹھ گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ چند لمحے وہ اسی طرح بیٹھی رہی، پھر گردن اٹھا کر مغموم آواز میں بولی۔ "مارگریٹا، تم ہیڈ کوارٹر سے واقف ہو؟"

"تم نے کیا سمجھا تھا؟ ذلیل! کیا تیرے خیال میں میں اتنی

بے وقوف ہوں کہ تمہاری پشت پر موجود ہاتھ کو دیکھ نہ سکوں جس کے اشارے پر تم کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہی ہو۔"

"تم مجھ سے اس حد تک واقف ہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔" ڈیزی نے کمزور آواز میں کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "مارگریٹا اگر تم ہینڈرک کو جانتی ہو تو مجھے قصور وار کیوں سمجھتی ہو؟"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" فرزانہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

"تم جانتی ہو کہ ہینڈرک کیسا انسان ہے اور اس کے شکنجے میں پھنسے ہوئے لوگوں کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت تک کوئی بات نہیں تھی مارگریٹا جب تک تم نے ہینڈرک کا نام نہیں لیا تھا۔ مجھے ہدایات ملی تھیں مارگریٹا کہ میں اس کا نام ہمیشہ صیغۂ راز میں رکھوں۔ لیکن اب جب کہ تم خود بھی اسے جانتی ہو تو پھر میری زبان پہ پابندی بے معنی ہو گئی ہے۔ مجھے ہینڈرک کا آرڈر ملا تھا اور یہ اسی کا حکم تھا کہ میں سامنے رہ کر تمہیں قتل کرا دوں اور اگر کوئی الجھن پیش آئے تو تمہارے قتل کا الزام اپنے سر لے لوں۔ مارگریٹا تم جانتی ہو کہ مجھے تم سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ میں مجبور تھی، انتہائی مجبور۔۔۔ ہینڈرک بے حد کمینہ انسان ہے۔ میں اس کے ہاتھوں بے بس تھی ڈارلنگ فرزانہ، میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یقین کرو میں بے حد مجبور تھی۔" ڈیزی مارش رونے لگی۔ ایک لمحے کے لیے میری نگاہیں فرزانہ کی جانب اٹھیں۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ڈیزی مارش مسلسل رو رہی تھی۔

میں نے لہجے میں ہمدردی پیدا کر کے کہا۔ "کیا تم واقعی مجبور تھیں ڈیزی ڈیئر! اور یہ مسٹر ہینڈرک کون ہیں؟"

"فرزانہ، ہینڈرک کو بخوبی جانتی ہے۔" ڈیزی مارش روتے ہوئے بولی۔

"کیوں فرزانہ، تم نے کبھی مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا؟" میں نے فرزانہ سے کہا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ میری اداکاری کو سمجھ گئی۔

"بس کبھی ذکر نہیں آیا تھا اس کا۔ لیکن میں اس مکار کو مجبور نہیں سمجھتی۔"

"یقین کرو مارگریٹا، یقین کرو۔ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہوں، میں۔۔۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔" ڈیزی کہنے لگی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں دونوں ہاتھ نیچے کر لیے تھے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ میں نے یوں ہی ہاتھ نیچے کر لیے ہیں، لیکن میرے ہاتھ اپنا کام دکھا چکے تھے۔ میں نے دونوں پستولوں کے چیمبر کھول کر کارتوس نکال لیے تھے اور یہ کارتوس آہستہ آہستہ اپنے پیچھے ذرا دور جھاڑیوں کی طرف اچھال دیے تھے۔

"ڈیزی، دل تو نہیں چاہتا تمہاری بات پر یقین کرنے کے لیے لیکن اگر تم کہتی ہو تو میں تمہاری بات مانے لیتی ہوں۔ اب بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"مجھے معاف کر دو مارگریٹا، مجھے معاف کر دو۔ تم ان تینوں آدمیوں کو قتل کر دو۔ کیونکہ یہ ہینڈرک کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ لیکن میں اس کے چنگل سے نکلنا چاہتی ہوں۔ میں... میں یہاں سے کہیں دور چلی جاؤں گی۔ اتنی دور کہ پھر اس کے ہاتھ نہ آ سکوں۔ اگر تقدیر نے ساتھ دیا اور میں ہینڈرک کے ہاتھ لگ گئی تو پھر جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

ایک آدمی چیخ کر بولا۔ "ہم بھی تو مجبور تھے ڈیزی۔ اگر تم ہینڈرک کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہو تو ہمیں بھی اپنے ساتھ رکھو۔ ہم پورے خلوص سے تمہارا ساتھ دیں گے۔ تم مصیبت میں ہمارا ساتھ چھوڑ رہی ہو ڈیزی، ایسا مت کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ رہیں گے، خواہ تم خاتون فرزانہ کے ساتھ کیوں نہ شامل ہو جاؤ۔"

"لو، یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا۔ حالانکہ تم لوگ مجھے اور فرزانہ کو قتل کرنے آئے تھے۔" میں نے زہرخند سے کہا۔

اس نے جواب دیا۔ "آئے تھے بے شک۔ ہم شروع ہی سے تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔ خاتون فرزانہ کی کوٹھی کی ہم پہ نگرانی کی جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے براڈوے پر ریڈ کیا تھا۔ ہم وہاں سے نکل بھاگے لیکن اس کے فوراً بعد ہم نے تمہارا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اگر ہمیں موقع مل جاتا تو ہم تمہیں ضرور قتل کر دیتے لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے۔ تمہارا دل چاہے تو معاف کر دو۔"

"کیا خیال ہے فرزانہ؟" میں نے فرزانہ سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی بلا وجہ خون خرابہ پسند نہیں کرتی لیکن ان لوگوں پہ بھروسہ کس طرح کیا جائے؟"

"جس طرح چاہو آزما لو ڈیئر مارگریٹا۔" ڈیزی مارش بولی۔ "ہم تمہارے گروہ میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ خدا کے لیے فرزانہ ہمیں اس عذاب سے نجات دلا دو۔ خدا کے لیے۔۔۔"

"میرا خیال ہے ہمیں ان پہ اعتبار کر لینا چاہیے فرزانہ۔" میں نے کہا۔ "تم فرزانہ کے ہاتھ کھول دو اور اس کے بعد تم لوگ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

ڈیزی جلدی سے فرزانہ کی طرف لپکی۔ فرزانہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے الجھن کے آثار ابھرے لیکن وہ خاموش رہی۔ ڈیزی نے

اس کے ہاتھ کھول دیے اور میں نے دونوں پستول اس کی جانب بڑھا دیے۔ "یہ لو اپنے پستول اور سنو! آئندہ کبھی مادام مارگریٹا یا فرزانہ کے راستے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" ڈیزی نے مضمحل انداز میں دونوں پستول لے لیے اور دو قدم آگے بڑھی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پلٹ پڑی۔ اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا اور آنکھوں میں ایک شوخ چمک نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "کیا خیال ہے ڈیئر! اب تم یوں کرو کہ اپنے ہاتھ بلند کر دو۔"

"کیا!" میں نے مصنوعی حیرت سے کہا۔ فرزانہ بھی آنکھیں پھاڑ کر ڈیزی مارش کو دیکھنے لگی۔

"بس ڈیئر، حالات کا تقاضا ہے۔ تمہارا کیا خیال تھا؟ کیا میں ہینڈرک سے کبھی غداری کر سکتی ہوں؟ ہرگز نہیں، میری جان ہرگز نہیں۔ میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا کہ تم بے حد چالاک عورت ہو مارگریٹا لیکن اب تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ڈیزی تم سے زیادہ چالاک ہے۔۔۔ اور اس پرفارمنس پر تمہیں نہیں بلکہ ڈیزی کو ماسٹر ہونا چاہیے۔۔۔۔ اور تم مسٹر کے متعلق، تم ہو تو شاندار آدمی۔ ایک بار مجھے دھوکا دے کر نکل گئے۔ اگر تم وہ رقم قبول کر لیتے جو میں تمہیں پیش کر رہی تھی تو شاید میں تمہارے فریب میں نہ آتی۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ رقم قبول نہ کر کے تم نے جس ایمانداری کا ثبوت دیا تھا اس نے مجھے تمہاری طرف سے بے نیاز بنا دیا۔ لیکن اپنا صرف ایک بار ہوتا ہے۔ میں تمہاری ذہنی قوتوں پہ حاوی ہوں۔ چنانچہ اب تم جہنم رسید ہو جاؤ۔ میں تم دونوں کے سلسلے میں زیادہ رسک نہیں لے سکتی۔"

"ڈیزی، ہم نے تم پر اعتبار کیا تھا۔" میں نے کہا۔

"یہی تو تمہاری حماقت تھی احمق آدمی۔" ڈیزی نے پستول سیدھا کر لیا اور میں نے فرزانہ کو آنکھ سے اشارہ کیا۔

"تم نے۔۔۔ تم نے جلد بازی کی شہباز، تمہیں پستول اس کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھے۔ میں جانتی ہوں یہ کتنی کمینی ہے۔"

"ہو گی۔ لیکن فرزانہ ڈیئر، اس کمینی کو اپنے ہی ہاتھوں خودکشی کرنا ہو گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" میں نے کہا اور ڈیزی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

پھر اس نے پستول کا رخ میری طرف کیا اور بولی۔ "میں جو کچھ بھی کہوں لیکن! اپنی زندگی اب ختم ہی سمجھو۔"

"بے وقوف عورت، دونوں پستول خالی ہیں۔" میں نے کہا اور ڈیزی بوکھلا کر رہ گئی۔

اب شاید اسے پستولوں کے وزن کا بھی اندازہ ہوا تھا۔ جلدی سے اس نے لپک کر ایک ساتھی کی طرف ایک پستول اچھال دیا۔ "دیکھو ذرا دیکھو، کیا پستول خالی ہے؟"

اس کے ساتھی نے پستول چیک کیا اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔

"خالی ہے؟" ڈیزی نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس کے ساتھی نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"دوسرا پستول بھی دیکھو۔" ڈیزی مارش نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور وہ ہونٹ چبانے لگی۔

فرزانہ کی آنکھوں میں زندگی کی رونق لوٹ آئی تھی۔ اس نے چہکتے ہوئے کہا۔ "کارتوس کہاں گئے شہباز؟"

"اسی وقت نکال لیے گئے تھے مادام فرزانہ، جب یہ میرے ہاتھوں میں آئے تھے اور مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر وہ پستول نکال لیا جسے میں ڈیزی کے بے ہوش ساتھی کے پاس سے لایا تھا۔

"لاؤ یہ پستول مجھے دے دو۔" فرزانہ بولی۔ اور میں نے پستول اس کے حوالے کر دیا۔ "تم ان تینوں کو اچھی طرح کس دو اور اسے بھی جو بے ہوش پڑا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے ان تینوں کو بے بس کر دیا اور پھر اس شخص کو گھسیٹ کر لے آیا جو اب بھی بے ہوش تھا۔

"چاروں کو اس گاڑی میں بٹھاؤ اور انہیں لے چلو۔" فرزانہ نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ تینوں اسٹیشن ویگن کے عقبی حصے میں بیٹھ گئے اور میں نے بے ہوش آدمی کو بھی ان میں ڈال کر چابی لگا دی۔

"شہباز، تم گاڑی چلاؤ گے۔ میں پیچھے بیٹھوں گی۔" فرزانہ نے کہا۔

"اوکے مادام!" میں نے سعادت مندی سے کہا اور آگے جا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ فرزانہ پستول سنبھالے پیچھے بیٹھی تھی۔ اسٹیشن ویگن چل پڑی۔

میرا ذہن خالی خالی سا تھا۔ ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا بے کار تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا ٹھیک ہو رہا تھا۔ فرزانہ ان لوگوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرے، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ گھر پہنچ کر فرزانہ نے ملازموں کو بلایا اور ان چاروں کو گاڑی سے اتار لیا گیا۔ دوران میں چوتھے آدمی کو بھی ہوش آ گیا تھا۔

فرزانہ نے ملازموں کو ان لوگوں کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر میرا بازو پکڑ کر اندر داخل ہو گئی۔ اس نے نشست گاہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر ایک صوفے میں گر گئی۔

"کیا بات ہے فرزانہ ڈیئر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ شہباز! کیا تم مجھے الماری سے شربت نکال کر دے سکتے ہو؟"

"ضرور۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور الماری سے شربت نکال کر اسے پیش کیا۔

"تم ایسے وقت میں بھی نہیں بہکے!" وہ تقریباً آدھا گلاس حلق میں انڈیلتے ہوئے بولی۔

"میں بالکل پرسکون ہوں۔"

"مجھے ان واقعات کی توقع نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے یہ لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" اس نے آدھا گلاس خالی کرکے کہا۔ "میں نے ذہنی طور پر اس حد تک آگے بڑھنے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ تم نے بے مثال پھرتی اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ تمہارے ذہن میں سچویشن کو سمجھ کر کام کرنے کی بھرپور صلاحیت ہے اور یہ بڑی بات ہوتی ہے کہ آدمی بیک وقت ذہین بھی ہو اور طاقتور بھی۔"

"اوہ، یہ کوئی خاص کام نہیں تھا فرزانہ۔ کبھی اگر ضرورت پیش آئے تو کوئی بڑا کام لینا مجھ سے۔"

"ضرور۔" اس نے پورا گلاس خالی کر دیا۔

"ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"فیصلہ کروں گی ابھی۔ فی الحال انہیں یہاں سے ہٹا دیتی ہوں۔ یہ لوگ میری قید میں رہیں گے۔ ان سے تو ہمیں بہت سی معلومات حاصل ہوں گی، ہینڈرک کے بارے میں۔"

"ہینڈرک! کبھی مجھے اس کے دیدار تو کرا دو۔ مجھے ایسے لوگوں سے ملنے کا بہت شوق ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد فرزانہ نے ایک نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ پھر گلا صاف کرکے بولی۔ "فرزانہ بول رہی ہوں۔ جیگر! یہاں کچھ خطرناک تبدیلی ہیں۔ انہیں لے جاؤ۔ ہاں فوراً، میں انہیں یہاں سے ہٹانا چاہتی ہوں۔ ویگن لے آؤ۔ ان کی تعداد چار ہے، ایک عورت اور تین مرد۔ ... ٹھیک ہے، وہ تمہارے لیے اجنبی نہیں ہوں گے۔ ہاں، وہ تمہاری تحویل میں رہیں گے۔ نہیں، بس اور کوئی کام نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ اوکے۔" اس نے ریسیور رکھ دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "تمہاری دریافت میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔"

"اب ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ میں جانتی ہوں۔ ہینڈ، میری آنکھوں نے تمہارے چہرے کا وہ سکون دیکھا ہے جو قابل رشک ہے۔ جو انتہائی خطرناک حالات میں بھی پرسکون رہے وہ عام آدمی نہیں ہوتا۔ مجھے تمہاری قابلیت پر فخر ہے۔"

"میں تمہارا خادم ہوں فرزانہ۔ ایسی باتیں کرکے مجھے شرمندہ مت کرو۔" میں نے انکسار سے کہا۔

❁

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ دفعتاً فرزانہ کی چیخ میرے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ پھر دوسری چیخ اور میں نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت میرے سر کی پشت پر ایک ضرب پڑی اور پھر کلوروفارم بھرا رومال میری ناک پر رکھ دیا گیا۔ ڈوبتے ہوئے ذہن سے میں نے فرزانہ کی ایک اور کربناک چیخ سنی۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

آنکھ کھلی تو عجیب سا شور سنائی دیا۔ شور کے ساتھ میں ہچکولے بھی کھا رہا تھا۔ چند لمحات تو ذہن سائیں سائیں کرتا رہا۔ پھر حواس کچھ بحال ہوئے اور میں نے غور کیا تو آواز کسی انجن کی تھی گویا میں کسی چلتی ہوئی مشینی چیز میں تھا۔ شاید اسٹیمر تھا۔ میرا خیال درست نکلا، میں اسٹیمر ہی میں تھا۔

قریب ہی کسی کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے آنکھوں میں باریک جھری پیدا کرکے دیکھا۔ دو آدمی بیٹھے شراب نوشی کر رہے تھے۔ شکل و صورت سے یورپین باشندے معلوم ہوتے تھے۔ خاصے قوی ہیکل تھے دونوں۔

احساسات کچھ اور جاگے تو ہاتھ بندھے ہوئے لگے۔ دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے گئے تھے لیکن بندش ایسی ہوشیاری نہیں دکھا سکے تھے۔ میں نے غیر محسوس انداز میں کوشش کی اور رسیوں کی گرہیں ڈھیلی ہو گئیں۔ یہ فن بھی مجھے تربیت کے دوران ہی سکھایا گیا تھا۔ اگر ہوش و حواس کے عالم میں میرے ہاتھ باندھے جاتے پھر تو ہاتھوں کے بندھے رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ تاہم اس وقت بھی کام چل گیا تھا لیکن میں نے ہاتھ اسی پوزیشن میں رہنے دیے اور دونوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ ان کی باتیں بے ربط تھیں اور ان سے میں کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکا تھا۔

اس کے بعد میں نے ان واقعات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ اس وقت سورج چمک رہا تھا جبکہ جس وقت میں بے ہوش ہوا تھا تو رات تھی۔ کلوروفارم کی بو کو میں نے بخوبی پہچان لیا تھا اور اس کے اثرات اب بھی میرے ذہن پر تھے۔ پھر میں نے فرزانہ کے بارے میں سوچا۔ اس کی چیخیں بے ہوش ہونے سے قبل میرے کانوں میں پڑی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی ان کی قید میں ہو گی۔ اور یہ لوگ! یہ ہینڈرک اور ڈیلی کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہوں گے۔ سو فیصدی یہ وہی لوگ تھے۔

معاملات رخ بدل چکے تھے۔ اب کم از کم میں نے فرزانہ کا ساتھ

دینا تھا۔ اس خیال کے تحت کہ تنظیم صرف فرزانہ کے بارے میں معلومات چاہتی تھی۔ ممکن ہے یہ صرف تنظیم کے بڑوں کا شبہ ہو۔ فرزانہ کی شخصیت ان کی نگاہ میں مشکوک تھی۔ کیا شبہ تھا انہیں! فرزانہ بظاہر تو ایک جرائم پیشہ عورت نظر آتی تھی۔ صرف اسمگلر اور اس کی پراسرار سرگرمیاں صرف اسمگلنگ تک محدود تھیں۔ اس میدان میں اس کے دشمن بھی تھے۔ ممکن ہے تنظیم کو صرف غلط فہمی ہو۔ بہرحال یہ میری کوشش تھی ان لوگوں کے لیے۔ یہ اس تنظیم کے مقصد کی جانب پہلا قدم تھا اور میں اس سلسلے میں کوئی تشنگی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مجھے حالات کی بالکل پروا نہیں تھی اور مجھے آخر وقت تک فرزانہ کا ساتھ دینا تھا تاکہ اس کا مکمل اعتماد حاصل کر لوں۔ اس وقت نہ جانے کہاں ہے وہ! ممکن ہے اسی اسٹیمر میں ہو۔

اسٹیمر کی رفتار سست ہونے لگی۔ شاید وہ ساحل پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ بے ہوش رہنے کی اداکاری کروں یا ہوش میں آ جاؤں! دونوں میں سے کون سی بات بہتر رہے گی؟ پھر فیصلہ کیا کہ ہوش میں آ جانا چاہیے۔ کم از کم صورت حال کا اندازہ تو ہو۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ دونوں میری طرف متوجہ نہیں تھے اور شاید باہر چلنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ میں نے حلق سے ایک آواز نکالی تو دونوں اچھل پڑے اور ایک ساتھ میری طرف گھوم گئے تھے۔

"اوہ، ہوش آ گیا۔" ان میں سے ایک نے بے اختیار کہا۔

"تم رکو، میں باہر دیکھتا ہوں۔" دوسرے نے کہا اور مجھ پر نگاہ ڈال کر باہر نکل گیا۔ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے تھا اور کسی قدر اضطراری کیفیت کا شکار تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے خاموشی مناسب نہ سمجھی۔

"بہرہ ہوں اور گونگا بھی۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ! بڑا افسوس ہوا تم سے مل کر۔" میں نے برجستہ کہا اور وہ مسکرانے لگا۔ "کب سے ہے یہ کیفیت؟"

"جب سے مجبوریاں دامن گیر ہوئی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہائے مجبوری ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ اب کچھ دیر کے بعد تم لنگڑے اور لولے بھی ہو جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"خیر اب اتنا بھی مجبور نہیں ہوں۔" وہ منہ بگاڑ کر بولا۔

"ہاتھ کھول دو میرے۔"

"کچھ کہا تم نے؟" وہ کان پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ظریف الطبع شخص معلوم ہوتا تھا۔ میں مسکرانے لگا۔

اسٹیمر رک گیا تھا۔ دوسرا آدمی بھی واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ "آؤ چلیں۔" اس نے کہا اور پھر انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور میں خاموشی سے ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ حالات کو جانے بغیر کسی قسم کی ہنگامہ آرائی بھی مناسب نہیں تھی۔ ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ چنانچہ خاموشی بہتر تھی۔

وہ ایک سنسان ساحل تھا۔ نزدیک ہی سیاہ رنگ کی ویگن کھڑی تھی جس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔ مجھے ویگن پر چڑھنے میں مدد دی گئی اور پھر وہی دونوں افراد میرے ساتھ آ بیٹھے جو اسٹیمر میں موجود تھے۔ تیسرا شخص ویگن کے اگلے حصے میں چلا گیا۔ پھر ویگن اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

"فرزانہ کہاں ہے؟ کیا تم اسے بھی اٹھا لائے ہو؟" میں نے بے اختیار پوچھا اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

پھر اسی شخص نے مسکرا کر کہا جس سے میری پہلے بات چیت ہو چکی تھی۔ "بدقسمتی سے میرا ساتھی بھی گونگا ہے۔"

"اب یہ بد اخلاقی ہے۔ کم از کم تم لوگوں کو..."

"براہ کرم ایسا کوئی سوال نہ کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان کسی ناخوش گوار احساس کو جنم دے۔ ہم معمولی سے لوگ ہیں اور ہماری زبانیں کٹی ہوئی ہیں۔" اس شخص نے کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اتنے شریف مجرم ذرا کم ہی نظر آتے ہیں۔ بہرحال واقعات خود بخود سامنے آ جائیں گے۔

بند ویگن تھی اس لیے راستے کا تعین بھی ممکن نہیں تھا اور یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ کون سا علاقہ ہے۔ اس لیے میں نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی اور آنکھیں بند کر لیں۔

سفر تقریباً دس پندرہ منٹ جاری رہا۔ پھر ویگن کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔ آہنی گیٹ کھلنے کی آواز کانوں میں آئی تھی۔ پھر ویگن رک گئی۔ انجن بند ہو گیا اور وہ لوگ دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے۔ مجھے بھی نیچے اتار لیا گیا۔

سیاہ ٹائلوں سے بنی ہوئی چوڑی سیڑھیاں تھیں جو صدر گیٹ تک چلی جاتی تھیں۔ گیٹ کے بعد ایک وسیع ہال نظر آیا جس میں کچھ لوگ موجود تھے۔ میں نے بغور انہیں دیکھا۔

ایک دراز قامت شخص نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر شہباز!"

"ہیلو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے پہچانا؟"

"جی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ میں آپ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔" وہ بولا۔

"یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"واقعی اس میں کوئی شک نہیں، ویسے بھی بڑے آدمی چھوٹے لوگوں پر ذرا کم ہی توجہ دیتے ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ آپ نوجوان ہیں اور دنیا بے حد دلکش ہے۔ اسے دیکھنے کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں ابھی آپ نے دنیا بہت کم دیکھی ہے۔ اب دیکھیے نا، اگر آپ نے دنیا اچھی طرح دیکھی ہوتی تو مجھے بھی پہچان ہی لیتے۔"

میں نے اس شخص کی طرف رخ کر کے کہا جس سے اسٹیمر میں گفتگو ہوتی رہی تھی۔ "یہ گونگے اور بہرے نہیں ہیں؟" وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر شہباز؟" مجھے وہاں کی ترغیب دینے والے نے اس شخص سے پوچھا۔

"اوہ کچھ نہیں جناب، بس ایسے ہی...."

"ہوں، بہرحال آپ آرام کریں۔ تفصیل سے آپ سے بات چیت ہوگی۔ لے جاؤ۔" اس شخص نے کہا اور مجھے وہاں سے ہٹا لیا گیا۔ ہال کے آخری سرے پر اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان کے اشارے پر میں سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔

عمارت بہت شاندار تھی۔ اوپری منزل پر ایک چوڑی راہداری سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔

"آئیے۔" میرے شناسا شخص نے کہا اور میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر شہباز، براہ کرم کسی غلط اقدام پر مجبور نہ کریں۔ اس کمرے میں آرام کریں۔ میرا خیال ہے آپ کو بہت زیادہ الجھن محسوس نہیں ہوگی۔"

"ایک الجھن تو برقرار ہے ابھی تک۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" اس شخص نے پوچھا اور میں نے گھوم کر بندھے ہوئے ہاتھ اس کے سامنے کر دیے۔

"اوہ۔ میرا خیال ہے ہاتھ بندھے رہنے کی ضرورت نہیں رہی اب۔" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"تمہاری مرضی ہے کھول دو۔" اس کے ساتھی نے جواب دیا اور میرے دوست نے میرے ہاتھ کھول دیے۔ پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ جونہی وہ دروازہ بند کر کے وہاں سے نکلے میں نے بھی دروازہ اندر سے بند کر لیا اور اس خوبصورت کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ چاروں طرف سے بند تھا سوائے اس دروازے کے اور یقینی طور پر دروازے پر پہرے کا معقول بندوبست ہوگا۔ البتہ چھت کے قریب ایک روشندان موجود تھا لیکن اس قدر کشادہ نہیں کہ اس کے ذریعے فرار کی کوشش کامیاب ہو سکے۔

میں نے بے کار بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا۔ کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ خوب صورت مسہری کی ساخت، اس پر بچھے ہوئے گدے اور گدے پر بچھے ہوئے کور کا نام سے بنانے والی کمپنی کا نام معلوم ہو جاتا تھا لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے میں کوئی نتیجہ اخذ کر سکتا۔ ایک طرف ڈریسنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔ ایک رائٹنگ ٹیبل بھی تھی جس کے اوپر قلم اور پیڈ وغیرہ رکھے ہوئے تھے لیکن یہ ساری چیزیں بے مقصد سی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ جس کمرے میں انھوں نے مجھے قید کرنے کا انتظام کیا ہے وہاں کوئی ایسی چیز یقیناً نہیں چھوڑی ہوگی جس سے ان کی اپنی شخصیت کا پردہ چاک ہو سکے۔

کچھ دیر تلاشی لینے کے بعد میں ایک گہری سانس لے کر آرام دہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ کلوروفارم بڑی منحوس چیز ہوتی ہے۔ ذہن پر اس کے اثرات بڑی دیر تک موجود رہتے ہیں۔ میں کئی گھنٹے بے ہوش رہا تھا جس کا ثبوت اس بات سے ملتا تھا کہ بے ہوشی کے وقت رات تھی اور اب دن کا وقت تھا۔ [illegible] کافی دیر تک بیٹھا رہا اور اس کے بعد وہاں سے اٹھ کر مسہری پر پہنچ گیا۔ فی الوقت اور کوئی مصروفیت نہیں تھی لہٰذا آرام کرنا مناسب تھا۔

مسہری پر لیٹا چھت کو گھورتا رہا۔ دماغ خیالات کا مسکن بنا ہوا تھا۔ چاروں طرف سے خیالات کے پرندے آ کر یہاں بسیرا کر رہے تھے۔ سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ بس سکون کے لمحات ہونے چاہئیں۔ لیکن میں صرف تنظیم کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔ خاصا وقت گزر گیا تھا۔ تنظیم کے کسی فرد نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ بہرحال میں اپنا کام کر رہا تھا اور ابھی تک نہایت جانفشانی سے تنظیم کا اعتماد بحال رکھے ہوئے تھا۔ آگے کچھ علم نہیں۔

کافی وقت گزر گیا۔ پھر باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں چونک پڑا۔ دروازہ ابھی تک اندر سے بند تھا۔ میں اسے کھولنا بھول گیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد دروازے پر دستک سنائی دی اور پھر ایک کرخت آواز ابھری۔ "دروازہ کھولو۔"

میں مسہری سے نیچے اترا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ تین آدمی تھے لیکن تینوں اجنبی تھے۔ ان میں سے ایک پہلوان نما شخص تھا جس کا کسرتی بدن بہت شاندار تھا۔ وہ کلائیوں پر چمڑے کی پٹیاں چڑھائے ہوئے تھا اور چست لباس میں تھا۔ دونوں آدمیوں کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ میں انھیں دیکھ کر ہنس پڑا۔

"کمال ہے۔ آپ لوگ ٹینک اور [illegible] نہیں

لائے۔ اس طرح تو آپ کی زندگیاں شدید خطرے میں ہیں۔" میں نے تمسخر سے کہا۔

"دروازہ کیوں بند کیا تھا؟" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہاں سے فرار ہونے کے لیے سرنگ کھود رہا تھا۔" میں نے شگفتہ مزاجی سے جواب دیا۔

"بہت چہک رہے ہو۔ زبان ہمیشہ کے لیے بند بھی کی جا سکتی ہے۔" وہ تلخ لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے کوشش کر لو۔" میں نے شانے جھٹک کر کہا۔

"ضرور کی جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے بغیر ہی کام چل جائے۔ ڈینی مارش اسمتھ کہاں ہے؟" اس دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"پشاور میں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس بدتمیزی پر تمہاری زبان گدی کی طرف سے کھینچی جا سکتی ہے۔" پہلے آدمی نے غضبناک ہو کر کہا۔

"تم لوگ شکل سے ہی مسخرے معلوم ہوتے ہو۔ جو کیا جا سکتا ہے جا کر لو۔ ان تکلفات کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ غضب ناک شخص نے پستول سیدھا کر لیا لیکن دوسرے آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم اپنی انرجی کیوں ضائع کر رہے ہو؟ آرگن اپنا کام خود کر لے گا۔" اس نے کہا اور اس کے ہاتھ سے پستول لے لیا۔ کسرتی بدن کا جلاد نما شخص ابھی تک اطمینان سے کھڑا تھا۔ جیسے ان باتوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ تب اسی شخص نے جو کسی قدر ٹھنڈے دماغ کا انسان تھا اس سے کہا۔

"آرگن، یہ تمہارا ہی کیس ہے۔"

"جو حکم چیف۔ لیکن یہ [illegible] ہے۔" پہلوان نما شخص نے گردن خم کر کے کہا۔ اس کی آواز بہت باریک تھی۔ مجھے ہنسی آ گئی۔

"واہ! یہ میاؤں میاؤں کرنے والا ہاتھی میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔"

"آرگن اس کے جبڑے توڑ دو۔" گرم دماغ والے نے جھلا کر کہا۔

"کھلی جگہ درکار ہے ماسٹر۔ اسے تہہ خانے میں لے چلو۔" آرگن نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ یہاں سے نکلو۔" وہ شخص بولا لیکن دوسرے نے اسے روک دیا اور پھر جیب سے ایک ریشمی ڈوری نکال کر آرگن کی طرف بڑھا دی۔ اس کے بعد پستول کا رخ میری طرف کر کے کہا۔ "گھوم جاؤ۔ اگر کوئی حرکت کی تو مجھے گولی چلانے میں کوئی عار نہ ہوگا۔"

میں دونوں ہاتھ پشت پر کر کے گھوم گیا۔ میرے ذہن میں کسی قسم کے خوف یا پریشانی کے اثرات نہیں تھے۔ بس نہ جانے کیسا موڈ ہو رہا تھا اور میں ان حالات میں بے حد دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ تنظیم نے تربیت کا جو سرمایہ مجھے دیا تھا اب اس کے استعمال کا وقت آ گیا تھا اور میں اسے خرچ کرنے کے لیے بیتاب تھا۔

ہاتھ بندھواتے ہوئے میں نے خیال رکھا اور ہاتھوں کو ایسے زاویے میں رکھا کہ مجھے انھیں کھولنے میں دقت نہ ہو۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ لوگ یقینی طور پر ڈینی مارش اسمتھ کے مددگار اور شاید ہینڈرک کے ساتھی تھے اور اب وہ مجھ سے ڈینی مارش کا پتا پوچھنا چاہتے تھے۔ بس ایک الجھن تھی ذہن میں کہ اس وقت جب انھوں نے مجھے اغوا کیا تو میں نے فراز کی چیخیں بھی سنی تھیں۔ یقینی طور پر یہ ناممکن تھا کہ ان حالات میں بھی فراز ان کی گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہوگی۔ جو معلومات وہ مجھ سے حاصل کرنا چاہتے تھے وہ فراز سے بھی حاصل کر سکتے تھے۔ انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اور فراز کہاں ہے؟

میں اس وقت تک کوئی خاص جدوجہد نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ اس کی شدید ضرورت پیش نہ آ جائے۔ تنظیم نے مجھے فراز پر لگایا تھا، چنانچہ میں دوسرے معاملات میں الجھنے کا خواہش مند نہیں تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ یہ حالات خود بخود مجھ پر مسلط ہو گئے تھے۔ میں اس دروازے سے باہر نکل آیا۔ تینوں آدمی میرے پیچھے تھے۔ قوی ہیکل گنجا میری پشت پر ہاتھ رکھ کے مجھے آگے دھکیل رہا تھا۔ وہ کسی خاص جگہ مجھے لے جانا چاہتے تھے۔ بہرصورت مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے ہاتھ کسی بھی لمحے آزاد ہو سکتے تھے۔ میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا۔

"تہہ خانہ" بھی ایک ہال ہی تھا جس میں داخل ہونے کے لیے مجھے ایک چوڑے دروازے سے گزرنا پڑا۔ تینوں افراد بھی اندر آ گئے تھے اور انھوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ بلاشبہ اس قسم کی کارروائی کے لیے مناسب ترین جگہ تھی۔ یہ کوئی بڑا گول ہال تھا لیکن بالکل خالی۔ نہ فرش پر قالین تھا نہ فرنیچر۔ دیواریں البتہ بھی سپاٹ تھیں اور ان پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے روشن دان بنے ہوئے تھے۔ چھت کے وسط میں ایک فانوس تھا جس سے ہلکی روشنی نیچے پھیل رہی تھی۔ روشن دانوں سے بھی روشنی اندر آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ

اس کمرے میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھی۔

بند دروازے کے قریب ہی وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور قوی ہیکل شخص نے مجھے دھکیلتا ہوا ہال کے بیچوں بیچ لے آیا۔ بڑی ڈرامائی سچویشن پیدا کر دی گئی تھی اور میں ایسے شعور میں اقدامات سوچ رہا تھا کہ مجھے ان کے ہاتھوں کوئی زک نہ اٹھانی پڑے۔ صورتِ حال کافی خطرناک تھی لیکن بہر حال کوشش کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ میں ان پر اپنی برتری ثابت کر دینے کا خواہش مند تھا اور ان کی کسی بھی حرکت سے پوری طرح چوکنا تھا۔

پہلوان نما شخص نے اپنا لباس درست کیا اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے پنجے پھیلائے لیکن پھر اسی ٹھنڈے مزاج کے شخص نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"ایک منٹ آرگن! ایک منٹ۔ بہتر ہے کہ ہم وہ کوشش کریں جس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ ہاں تو دوست! تم فیصلہ کر چکے ہو گے؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے ایک پُرسکون سانس لے کر جواب دیا۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ڈیبی مارش اسمتھ کا پتا۔ تم لوگوں نے اُسے اور ہمارے دوسرے ساتھیوں کو اغوا کیا ہے۔ وہ ہمیں اس عمارت میں نہیں ملے جہاں تم تھے میرا مطلب ہے مارگسیا کے ساتھ۔"

"تم مارگسیا کو جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً۔"

"اور مجھے؟"

"ہاں اتنا تو ہم تمہارے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ تم مارگسیا کے خاص ساتھی ہو۔"

"خاص ساتھی سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اگر مارگسیا کو جانتے ہو تو اس کے خاص ساتھیوں کو بھی اس حد تک تو جانتے ہو گے کہ مارگسیا اُن سے کیا کام لیتی ہے۔"

"ٹھیک ہے دوست لیکن ڈیبی مارش اسمتھ کے اغوا کے سلسلے میں تم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔"

"اتنا تو مجھے کرنا ہی تھا کیونکہ میں فی الحال بالفعل تمہارے مارگسیا کے ساتھ تھا۔"

"پھر یہ ناممکن بات ہے کہ تمہیں اس جگہ کا پتا نہ معلوم ہو جہاں ڈیبی قید ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مجھے معلوم ہے وہ کہاں ہے لیکن تم نے یہ معلومات مارگسیا سے کیوں نہیں حاصل کیں؟"

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔"

"میرا جواب یہ ہے کہ ان حماقتوں کا وقت اب ختم ہو جانا چاہیے۔ اگر تم نے مزید کوئی بے وقوفی کی تو اس کے ذمے دار تم خود ہو گے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"چیف! چیف! کم سے کم یہ خوش فہمی بہت ہے جب تم نے اسے میرا کیس تو ریسیو دیا ہے تو پھر تم کیوں فضول باتیں کر رہے ہو؟ یہ ابھی سب کچھ بتا دے گا۔" قوی ہیکل مجھے سے اپنی زنانہ آواز میں کہا۔

"میں نے تو کوشش کی تھی کہ نوبت یہاں تک نہ پہنچے، لیکن جیسی شہباز کی مرضی۔" یہ کہہ کر وہ شخص پیچھے ہٹ گیا اور بیچ نے دونوں پنجے پھیلا دیے۔ اس کی چمک دار آنکھیں مجھ پر مرکوز تھیں لیکن اس وقت وہ حیرت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا جب اچانک میں نے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھ کھول کر سامنے کر دیے۔ رسی میں نے ایک طرف پھینک دی۔ ان دونوں آدمیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے اور اُس شخص نے رسی کی طرف دیکھا لیکن اگر میں ان کی حیرت سے فائدہ نہ اٹھاتا تو مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہیں تھا۔

میں اپنی جگہ سے اُچھلا۔ ایک فلائنگ کِک میں نے گینجے کے سینے پر ماری اور وہ بدحواس ہو کر زمین پر آ گیا۔ اس سے قبل کہ گنجا زمین پر گرتا میں نے اُسے عقب سے سنبھالا اور اس کا سر بغل میں دبا کر اس کی آنکھیں بُری طرح رگڑ دیں اور پھر اُسے سیدھا کر کے اس کی ناک پر ایک گھونسا رسید کر دیا۔ گنجا تڑپ کر پیچھے ہٹا تھا۔ آنکھوں اور ناک کی تکلیف نے اُسے پاگل کر دیا۔ وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود نہ سنبھل سکا اور پیچھے جا گرا۔ لیکن اس دیو قامت کو چھوڑ دینا سخت خطرناک بات تھی۔ اس دوران میں یہ بھی فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے جو مؤثر ہو۔ میں نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا اور جونہی وہ کھڑا ہوا، اس بار میری دونوں لاتیں اس کے سینے پر پڑیں۔ جیسا کہ میرا اندازہ تھا وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہی دیوار سے بُری طرح ٹکرائے تھے اور ان کی کراہیں اُبھری تھیں۔

لیکن میں نے اسی پر اکتفا نہیں کی اور اُن پر چھلانگ لگا دی۔ دوسرے لمحے میں نے اُن کے پستولوں پر جھپٹا مارا اور دونوں پستول اپنے قبضے میں کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہ ہوئی — اچانک دوسرے لمحے مجھے اپنے عقب میں ایک ہلکا سا دھماکا سنائی دیا۔ کانچ کی بنی ہوئی کسی شے کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو دھوئیں کا ایک مرغولہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یوں لگا جیسے کسی نے دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی ہو۔

انتہائی سریع الاثر گیس تھی۔ میں نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی لیکن پھر میرے ہاتھ دروازہ نہ کھول سکے۔ دونوں پستول پھینک کر میں نے گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لینا چاہا لیکن اس کے بعد ہوش نہ رہا۔ دونوں پلکیں ایک دوسرے سے چپک گئی تھیں۔

ظاہر ہے اگر موت نہ آ گئی ہو تو ہوش ضرور آتا ہے۔ مجھے ہوش آیا۔ اس بار بھی کسی کمرے میں بند تھا۔ بدن کے نیچے آرام دہ مسہری تھی اور کمرہ ضروریاتِ زندگی سے آراستہ تھا۔ میں نے ایک انگڑائی لی اور آنکھیں بھینچ بھینچ کر سر کو جھٹکنے لگا۔ چند لمحوں بعد کیفیت بحال ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

دماغ ابھی پوری طرح درست نہیں تھا لیکن گزری ہوئی کہانیاں یاد آ گئیں اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ طویل عرصہ تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ اگر بات صرف ڈیبی مارش کی تھی تو اس کے لیے غراس سے زیادہ مناسب کوئی نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے غراس ان کے قابو میں نہ آ رہا ہو لیکن اس سلسلے میں مجھ سے تو کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا کیوں؟

دیر تک میں ان خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دفعتاً شدید بھوک کا احساس ہوا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے زور زور سے دروازہ پیٹا۔ پھر اسے کھولنے کی کوشش کی اور دروازہ کھل گیا۔

باہر ایک خوف زدہ سا شخص کھڑا ہوا تھا اور شکل و صورت سے لبنانی محسوس ہوتا تھا۔

"یس سر — یس سر — میں یہیں موجود تھا۔" اس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"کیا میں تمہیں کھا جاؤں؟" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ن۔ نہیں جناب۔ ناشتا حاضر ہے۔"

"کہاں حاضر ہے؟" میں پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"ملحقہ کمرے میں تشریف لے چلیے۔" اس نے کہا۔

"چلو۔" میں نے کہا اور وہ خوف زدہ سا آگے بڑھ گیا۔ باہر نکل کر مجھے ایک اور احساس ہوا۔ صبح کا وقت تھا گویا پھر ایک رات گزر گئی۔ لعنت ہے ان مردودوں پر کم بختوں نے ایک دن اور ایک رات بھوکا رکھا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کا خیال بھی نہیں آیا۔ میں ناشتے کے کمرے میں داخل ہو کر ان پھلوں پر ٹوٹ پڑا جو میز پر رکھے ہوئے تھے۔ ابھی چند ہی پھل کھائے تھے کہ عمدہ قسم کا ناشتا سامنے آ گیا ..... ملازم ٹرالی پر یہ ناشتا لے کر آیا تھا۔ میں سب کچھ بھول کر ان چیزوں پر ٹوٹ پڑا اور لبنانی ملازم ایک کونے میں کھڑا مجھے گھورتا رہا۔

پھر ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے چائے کی طرف توجہ دی۔ چائے کی دوسری پیالی پی رہا تھا کہ ایک خوب صورت سی لڑکی مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"جاگ گئے تم؟ آج کل ....." اس نے کہا اور اس کی مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ "یہ کیا!" اس نے تعجب سے کہا۔

"فالتو باتیں نہیں، ناشتا کرنے دو۔" میں ہاتھ اٹھا کر غرایا۔

"ارے تم ہو کس حلیے میں! نہ لباس تبدیل کیا، نہ ہاتھ منہ دھوئے۔ بال بھی بکھرے ہوئے ہیں اور تم ناشتا کر رہے ہو؟"

"پیٹ بھر، ان تمام باتوں سے ضروری ہے سمجھیں تم! اور تم لوگوں نے مجھے چھتیس گھنٹے کے بعد کھانے کو دیا ہے۔ یہ تمہاری شرافت ہے؟" میں نے کہا۔

"چھتیس گھنٹوں کے بعد!" وہ حیرت سے بولی۔

"ایکٹنگ نہیں چلے گی مس۔" میں نے کہا اور چائے کا آخری گھونٹ بھی حلق میں انڈیل لیا۔

وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ پھر پڑبڑانے کے انداز میں بولی۔ "مسٹر؟ مائیکل تم خیریت سے تو ہو نا؟"

"میں ناشتہ کر چکا ہوں اور اب میرے اندر مزاح کی حس بھی جاگ اٹھی ہے۔"

"ارے تمہاری آواز۔ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا؟" وہ بولی۔

"میرے ساتھ چلو۔ اپنی آواز و انداز کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔" اور وہ میرے ساتھ گھسٹنے کی سی کیفیت میں باہر نکل آئی۔ وہ کمرہ زیادہ دور نہیں تھا۔ جہاں سے نکل کر میں یہاں تک آیا تھا۔ دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہوا اور دوسرے لمحے میں نے اس کے بال دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیے اور انہیں جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔

"اب تم خود ہی مجھے بتاؤ گی کہ میری آواز کو کیا ہو گیا ہے۔"

میں نے ڈراؤنی آواز میں کہا اور لڑکی کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔

وہ متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی — اس کے ریشمی بال میری مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مائیکل، مائیکل کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"آواز بدل گئی ہے میری، انداز بھی بدل گئے ہیں۔ تمہیں میرا یہ انداز پسند نہیں آیا؟" میں نے کہا۔

"بال تو چھوڑ دو میرے۔ سب ٹوٹ جائیں گے وحشی جاہل کہیں کے۔" اس نے کہا۔ آنسو اب اس کے گالوں پر بہنے لگے تھے۔

"ایک شرط پر کہ تم مجھے سب کچھ بتا دو گی۔ ورنہ اس وقت تک جب تک یہ ڈرامہ کرنے والے یہاں داخل ہوں گے، میں تمہیں موت کی نیند سلا چکا ہوں گا۔"

"تم... تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔ لعنت ہے تم پر۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اس قدر وحشی ہو۔ چھوڑو میرے بال، میں کہتی ہوں چھوڑ دو۔" اس نے غراتے کے انداز میں کہا۔ اور سر کو زور سے جھٹکا۔ اس کے سر کے بہت سے بال ٹوٹ گئے تھے۔ "چھوڑ دو مجھے وحشی جانور، چھوڑ دو مجھے تم سے نفرت ہے۔" اس نے دوسرا جھٹکا دیا۔ اس پر بھی جنون طاری ہو گیا تھا۔ وہ میرے پیٹ میں گھونسے مارنے لگی اور میں نے ہنستے ہوئے اس کے بال چھوڑ دیے۔

"اپنی دانست میں تم نے مذاق کیا ہے مجھ سے لیکن میں... میں... تم نہیں جانتے کہ اس مذاق کے نتائج کیا ہوں گے؟" وہ دروازے کی طرف مڑی۔

"میں بھی نتیجہ ہی جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور لڑکی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ دروازہ باہر سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ میں کچھ دیر تک وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ لڑکی کے انداز سے ایسا محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اداکاری کر رہی ہے۔ وہ بظاہر صحیح الدماغ معلوم ہوتی تھی تو پھر مجھے مائیکل کے نام سے کیوں پکار رہی تھی؟

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ بھی دشمنوں کی آلہ کار ہے۔ سوفی صدان کی آلہ کار لیکن اس کی اداکاری... مجھے کچھ الجھن سی محسوس ہونے لگی۔ ایک بار پھر میں نے کمرے کے ماحول پر نگاہ دوڑائی اور پھر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ شدید بھوک کے عالم میں اس وقت میں کھانے پر ٹوٹ تو پڑا تھا لیکن طبیعت پر بوجھ تھا جو غسل سے ہی دور ہو سکتا تھا چنانچہ میں سارے جھگڑے چھوڑ کر غسل کرنے کے لیے چل پڑا۔ باتھ روم بھی کمرے کی طرح آراستہ تھا لیکن اس میں لگے ہوئے بڑے آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ میری صورت بدل دی گئی تھی۔ سوفی صدر میک اپ تھا۔ شکل تو بری نہیں تھی لیکن میری اپنی نہیں تھی اور لڑکی بے قصور تھی۔ مجھے افسوس ہونے لگا۔ بہرحال یہ الجھن دور ہو گئی کہ وہ مجھے مائیکل کیوں کہہ رہی تھی۔

میں نے مختلف طریقوں سے میک اپ صاف کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ بلاشبہ میک اپ تھا اور اسے کیمیکلز سے ہی صاف کیا جا سکتا تھا لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اصل مائیکل کہاں گیا اور یہ مکان میرے لیے قدر دلکش تو نہیں ہے۔

باہر کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر معدوم ہو گئی۔ بال وغیرہ سنوارنے کے بعد میں اس کمرے میں نہیں رکا اور باہر نکل آیا۔ عمارت میری توقع کے مطابق اجنبی تھی۔ میں اس میں ادھر ادھر بھٹکنے لگا۔ پھر ایک کمرے میں کچھ آوازیں سن کر میں نے دروازے پر دستک دی۔

"آؤ۔" اندر سے آواز ابھری اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی ایک صوفے پر ادھیڑ عمر کا ایک شخص نظر آیا تھا جو دلکش شخصیت کا مالک تھا۔ انگلیوں میں سگار دبا ہوا تھا جس کے سرے سے دھوئیں کی پتلی لکیر بلند ہو رہی تھی۔ اس کے سامنے وہی لڑکی بیٹھی تھی اور اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے آنسو خشک کر لیے۔

"یہ کیا حماقت ہے مائیکل؟ تم نے بونی کے ساتھ... وحشیانہ سلوک کیوں کیا ہے؟ شرارت بھی ایک حد تک اچھی لگتی ہے۔"

"سوری سر! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو ایک ناخوشگوار اطلاع دے رہا ہوں۔ میں مائیکل نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟" ادھیڑ عمر شخص کے ہاتھ میں سگار لرزنے لگا۔ پھر اس نے جلدی سے سگار ایش ٹرے میں رکھ دیا۔ "تمہاری آواز... مائیکل! کیا تم مجھ سے بھی مذاق کر سکتے ہو؟"

"میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں اور آپ لوگ اسے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی آپ کا اصرار جاری رہا تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ مجھے حالات کا جائزہ لینے کے لیے یہ پناہ گاہ قبول کرتے انکار نہیں ہے لیکن بعد میں آپ مجھے دھوکا دہی کا مجرم قرار نہیں دے سکتے۔"

"کون ہو تم؟ اور یہاں مائیکل کے میک اپ میں کیوں ہو؟ مائیکل کہاں ہے؟" ادھیڑ عمر شخص بوکھلاہٹ میں کھڑا ہو گیا۔

"بے شمار سوالات میرے ذہن میں بھی مچل رہے ہیں لیکن میں آپ کی تسلی کے لیے پہلے آپ کو اپنے بارے میں بتا رہا ہوں۔ میں کسی مجرمانہ سازش کا شکار ہو کر یہاں پہنچایا گیا ہوں۔ میرے چہرے پر میک اپ ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں؟"

"کیا مطلب؟"

"میری آنکھ اس کمرے میں کھلی ہے جہاں ان صاحب نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس سے قبل میں کہیں اور تھا اور اس سے پہلے بیہوش ہو گیا... کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو؟" بوڑھے نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"افسوس میرے پاس اس سچ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"کیا ہینڈرک سے تمہاری کوئی دشمنی ہے؟" اس نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

اب میرے حیران ہونے کی باری تھی۔ "آپ ہینڈرک کو جانتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اور تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ تم ساہان ہاربر میں ہو۔"

"ساہان ہاربر یہ نام میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے کہا۔ بوڑھا شدید اضطراب کے عالم میں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں نے غور کیا تو مجھے اس کے الفاظ سنائی دیے۔

"لیکن میں نے کچھ نہیں کیا۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔" ایک منٹ میں ابھی آیا۔ تم بیٹھو، بس ایک منٹ۔" اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔

میں خاموشی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ لڑکی اب حیرت زدہ سی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے آنکھیں ملیں تو اس نے خجالت سے گردن جھکا لی اور دھیمے لہجے میں بولی۔ "قصور میرا بھی نہیں تھا۔"

"میں بھی مجرم نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں خود یہاں اپنی موجودگی پر جھنجلایا ہوا تھا اور تمہیں انہی لوگوں کی ساتھی سمجھ رہا تھا جو مجھے یہاں لے کر آئے ہیں۔"

"مگر مسٹر ہینڈرک تو بہت اچھے انسان ہیں۔ بہت نیک اور مہربان۔ جزیرے پر کوئی بھی ان کا مخالف نہیں ہے بلکہ سب ان کی عزت کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔"

"جزیرے پر۔ تو کیا یہ کوئی جزیرہ ہے؟"

"تمہیں یہ بھی نہیں معلوم؟"

"نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے۔ کیا میں تمہاری اصل شکل دیکھ سکتی ہوں؟"

"افسوس! یہ میک اپ کیمیکلز کے بغیر ممکن نہیں ہے۔"

"تمہیں بے ہوش کر کے تمہارے چہرے پر میک اپ کیا گیا ہے؟"

"ظاہر ہے اگر اس وقت مجھے معلوم ہوتا کہ میرے چہرے پر میک اپ ہے تو میں تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا۔ میں سخت الجھا ہوا تھا اس لیے جو بھی ناشتے کی اطلاع ملی تو میں جس حال میں تھا ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بعد میں میں نے باتھ روم کے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو حیران رہ گیا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں نے نادانستگی میں تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

"اوہ کوئی بات نہیں۔ جو کچھ ہوا غلط فہمی میں ہوا۔ اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ویسے مائیکل یہ کبھی نہ کرتا۔ اسے میرے بال بہت پسند ہیں۔ میرے بہت سے بال ٹوٹ گئے۔"

"مجھے افسوس ہے بونی!"

"کوئی بات نہیں لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ انکل گریسن نے مسٹر ہینڈرک کا نام کیوں لیا؟"

"انکل گریسن وہ صاحب ہیں جو ابھی باہر گئے ہیں؟"

"ہاں۔ مائیکل کے ڈیڈی۔"

"مائیکل تمہارا کون ہے؟"

"منگیتر۔ دو ماہ کے بعد ہماری شادی ہو جائے گی مگر مائیکل کہاں گیا؟ انکل کو بھی معلوم نہیں ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسی وقت بوڑھا گریسن کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اب کسی قدر پرسکون تھا۔ بونی سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے بے بی! پرسکون رہو۔"

"مائیکل کہاں ہے انکل؟"

"وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔ شام تک واپس آ جائے گا۔" گریسن نے جواب دیا۔

"آپ کو یقین ہے انکل کہ وہ خطرے میں نہیں ہے؟"

"قطعی نہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو میں بھی پریشان ہوتا۔ جب میں پرسکون ہوں تو تمہیں بھی پرسکون رہنا چاہیے۔"

"مگر مسٹر ہینڈرک کا ان واقعات سے کیا تعلق ہے؟ کیا ان صاحب کو مسٹر ہینڈرک نے... آپ نے بھی ان کا نام لیا تھا انکل؟"

"مسٹر ہینڈرک بہت بڑے نفسیات داں ہیں۔ وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سبق سکھانے کے لیے بعض اوقات نفسیاتی حربے بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

"اوہ تو یہ صاحب... لیکن مسٹر آپ کا نام کیا ہے؟" لڑکی نے مجھ سے سوال کیا۔

"میرے خیال میں بے بی! اب تم آرام کرو۔ مائیکل خیریت سے ہے اور شام کو تم اس سے مل سکتی ہو۔ مسٹر ہینڈرک نے مجھے کچھ ہدایات دی ہیں جن کے تحت مجھے کچھ کام کرنا ہے۔"

"میں بھی نہیں انکل؟"

"میں تنہائی چاہتا ہوں۔" گریسی نے کسی قدر جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ٹھیک ہے۔ آئیے مسٹر، ہم باہر چلیں۔ انکل کو کام کرنے دیں۔"

"ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں یہیں رہنے دو۔" گریسی نے کہا اور لڑکی دونوں شانوں کو ہلا کر بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ گریسی گردن جھکائے بیٹھا رہا، پھر بولا۔ "کیا دشمنی ہے اس سے تمہاری؟"

"ہینڈرک سے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"میری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ بس ایک اس مشغلے میں مصروف ہے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کچھ چاہتا ہے تم سے؟"

"میں نے صرف اس کا نام سنا ہے۔ کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ ان حالات میں دشمنی اور دوستی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں مسٹر گریسی؟"

"بلاواسطہ دشمنی بالواسطہ سہی۔"

"ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو۔"

"میں تمہیں صرف مشورہ دے سکتا ہوں، مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کی دشمنی کسی کو راس نہیں آتی۔ تمہیں بھی راس نہیں آئے گی۔ اگر کوئی جھگڑا ہے تو نمٹا لو اور اس سے صلح کر لو۔"

"کیا وہ بہت خطرناک انسان ہے؟"

"اگر تمہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں تو تم اس سے انحراف کا تصور بھی نہ کرتے۔"

"لیکن وہ ہے تو کچھ اور کہہ رہی تھی۔"

"کیا؟" گریسی چونک پڑا۔

"اس کا کہنا ہے ہینڈرک تو ایک انتہائی نیک اور شریف انسان ہے۔"

"اس کا اندازہ تمہیں تحریر ہو جائے گا۔ میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ ابھی ان سے گفتگو کر رہے تھے مسٹر گریسی؟"

"اوہ تو اس دوران تم بوبی سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ بہرحال سنو، اس سے ملاقات کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ویسے میں نے اس کے نائب سے بات چیت کی تھی۔"

"کیا گفتگو ہوئی؟" میں نے سوال کیا اور بوڑھا گریسی کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔ "نوجوان! کبھی کبھی مجبوریاں انسان کی زندگی بن جاتی ہیں۔ سالان بہت پہلے کبھی کسی دور میں آزادی کا گہوارہ تھا۔ یہاں کے لوگ بھی اپنی مرضی کے مالک تھے۔ ہر چند کہ یہ جزیرہ بھی فرانس کی تحویل میں تھا لیکن حالات اس قدر خراب نہیں تھے۔ پھر کچھ سیاسی تبدیلیاں ہوئیں اور سالان ہیبت کے بے ہیں رو ہو گئے۔ ہینڈرک سے قبل گورولا بہرے اس پر مسلط تھا۔ ایک ظالم اور شاطر انسان جسے آخر کار چند نوجوانوں نے اپنی زندگی کی قربانی دے کر ہلاک کر دیا۔ خیال تھا کہ شاید سالان پر کچھ تبدیلیاں ہوں لیکن پھر ایک اور خطرناک انسان نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ یہ ہینڈرک ہے جسے تم بنگلا بھگت کہہ سکتے ہو۔ سطحی ذہن کے انسان اسے فرشتہ سمجھتے ہیں لیکن وہ اتنا شاطر ہے کہ یہاں کے تمام بھروسا لوگ اس کے قبضے میں ہیں اور چند بانی احمق اس کے غلام۔ اس کا طریق کار گورولا بہرے سے بہت مختلف ہے۔ اس کے بد ترین ہونے کے باوجود وہ لوگوں کی نگاہ میں فرشتہ صفت ہے۔ مائیکل میرا بیٹا ہے اور میں ہینڈرک کا غلام۔ دوسرے لاتعداد غلاموں کی مانند ہر وقت خوف و ہراس میں مبتلا رہتا ہوں۔ مائیکل کی گمشدگی اور تمہاری اس کی شکل میں یہاں موجودگی سے میں نے یہی سمجھا تھا کہ ممکن ہے یہ سزا میرے لیے ہو لیکن...."

"لیکن کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اطمینان دلایا ہے۔"

"میرے بارے میں کیا کہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تم سے ہینڈرک کا مذاق چل رہا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ "تو یہ معاملہ ہے۔ ٹھیک ہے مجھے بھی یہ مذاق پسند ہے۔"

"پھر بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے مان لو۔"

"وہ میرے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہے۔"

"ناممکن۔" گریسی نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے۔ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟"

"افسوس میں اس سلسلے میں بہت مجبور ہوں۔"

"اس کا پتا تو بتا سکتے ہو مجھے۔ یہ تو بتا سکتے ہو کہ اس سے کہاں ملاقات کی جا سکتی ہے؟"

"یہ بات تو شاید اس کے قریب ترین لوگ بھی نہ بتا سکیں۔ میں کیا حیثیت رکھتا ہوں؟"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں تمام حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ میں نے خطرہ مول لے کر تمہیں تمام صورت حالات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس امید پر کہ تم میرے خلاف کوئی بات نہیں کرو گے۔ باقی تمہارے لیے مجھے کوئی حکم نہیں ملا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف تمہیں یہاں پہنچا کر اور شکل بدل کر حیران کرنا چاہتے تھے۔ تم کہیں جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ واقعی اس سے زیادہ یہ شخص کیا کر سکتا تھا۔ وہ خود پریشان تھا اس لیے اسے مزید پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"بہرحال تمہارا بہت بہت شکریہ مسٹر گریسی۔ میری وجہ سے تمہیں پریشانی ہوئی۔"

"کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔"

"شکریہ۔ اگر تھوڑی سی معلومات فراہم ہو جائیں تو شاید میرا کوئی کام بن سکتا۔"

"کیسی معلومات؟" گریسی نے پوچھا۔

"سالان میں کی آبادی کتنی ہے؟"

"تقریباً بیس ہزار۔"

"لوگوں کا ذریعہ معاش؟"

"کھیتی باڑی اور کاروبار۔"

"قریب ترین شہر کون سا ہے؟"

"بیروت۔"

"وہاں تک پہنچنے کے ذرائع؟"

"کچھ نہیں۔ ہینڈرک کی لانچیں چلتی ہیں۔ جتنے میں دو بار ان کے ذریعے آمد و رفت ہوتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی جزیرے سے باہر نہیں جا سکتا۔"

"ہینڈرک کس قوم سے تعلق رکھتا ہے؟"

"میں مقامی باشندہ ہے۔ ویسے عیسائی ہے۔ چرچ جاتا ہے عبادت کرتا ہے۔ لوگوں کی ضرور بات پوچھتا ہے اور ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ میں نے کہا نا کہ عام حالات میں لوگ اسے ایک دھرماتما کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ بس جو اس کا شکار ہوتا ہے اسے ہی صورت حال کا صحیح علم ہو پاتا ہے لیکن وہ ایسا اس کے جال میں پھنستا ہے کہ پھر کسی سے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "اگر وہ عیسائی ہے تو پھر لبنان ہی کا باشندہ ہوگا۔"

"اس کا خاندانی پس منظر کسی کو نہیں معلوم۔" گریسی نے کسی قدر بیزاری کے انداز میں کہا۔ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ان سوالات سے اب وہ پریشان سا ہو گیا ہے۔ میں نے بھی اسے مزید پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر گریسی! آپ بالکل مطمئن رہیے۔ اگر کبھی میں ہینڈرک کی گرفت میں آ گیا تو کسی بھی سلسلے میں آپ کا نام نہیں لوں گا۔"

گریسی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور میں دروازے سے باہر نکل آیا۔ مجھے باہر جانے کی اجازت تھی، حالانکہ مجھے دروازے کا پتا نہیں تھا لیکن اسے تلاش کر لینا بھی مشکل ثابت نہیں ہوا اور میں اس عمارت سے باہر نکل آیا۔

باہر کا منظر میرے لیے کچھ عجیب سا تھا۔ چاروں طرف اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں بہت خوبصورت عمارتیں بھی نظر آ جاتی تھیں۔ میں ان چٹانوں کی آڑ میں چلتا رہا اور پھر مجھے ایک سڑک نظر آ گئی۔ نہ جانے یہ سڑک کہاں سے آ رہی تھی اور کدھر جا رہی تھی۔ ویسے یہ سب کچھ میرے لیے بے کار تھا۔ اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ میں ایک جزیرے پر ہوں۔ جزیرے سے باہر نکلنے کے لیے سمندر عبور کرنا پڑتا ہے اور سمندر پر ہینڈرک کی حکمرانی ہے۔

ہینڈرک کی شخصیت میرے لیے واقعی بڑا سر درد بن گئی تھی۔ آخر وہ کیا ہے جو ٹونی مارشا جیسے مقبول لیڈر کی گرانی کی مضبوط تھی تو پھر قزاق ـــــ جیسی عورت نے اس کے مقابلے پر آنے کی جرات کیوں کی؟ آخر قزاق کو بھی اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات تو ضرور رہی ہوں گی۔

تنظیم قزاق کے بارے میں مشکوک تھی کہ معاملہ صرف اسمگلنگ تک محدود نہیں ہے۔ اس سے آگے بھی کوئی بات ہے۔ کوئی نہ کوئی گڑبڑ کہیں نہ کہیں ضرور تھی جہاں ابھی تک میرا ذہن نہیں پہنچ سکا تھا۔ میں اگر کوشش کرتا تو کسی سنسان ساحل سے سمندر میں بھی اتر سکتا تھا لیکن یہ خاصا مشکل کام تھا۔ زندگی کی بازی تو خیر کہیں اور کسی بھی جگہ کھیلی جا سکتی تھی مگر اس صورت میں کہ اس کا کوئی خاص مقصد بر آمد ہو جائے۔ پانی میں کتنی دور تک جایا جا سکتا تھا۔ بالآخر کہیں نہ کہیں شکست تسلیم کرنا پڑتی اور پھر یہ بھی طے نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کسی مناسب جگہ تک پہنچنے کے لیے کتنا فاصلہ طے کرنا ہوگا۔ یہ احمقانہ خیال تھا جسے میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر میں سوچنے لگا کہ اگر کسی طرح ہینڈرک تک رسائی ہو جائے تو اسے بھی شیشے میں اتارنے کی کوشش کروں۔ بلیک ڈائمنڈ کے سلسلے میں اسے بتا دوں کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اسے

صرف مارگیا نے غائب کیا ہے لیکن وہی بات سامنے آجاتی تھی کہ تنظیم نے مجھے مارگیا کے پیچھے لگایا تھا ہینڈرک کے تعاقب میں نہیں یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تنظیم کے لوگ ہینڈرک کے بارے میں صحیح معلومات نہ رکھتے ہوں۔ ممکن ہے ہینڈرک، مارگیا یا فرانز سے بھی زیادہ خطرناک شخصیت ہو۔ میں نے ہر طرف ذہن دوڑایا لیکن کوئی ایسا نقطہ سامنے نہ آسکا جسے سامنے رکھ کر میں کوئی منصوبہ ترتیب دے سکتا۔ اب سوائے اس کے کوئی کام نہیں رہ گیا تھا کہ میں جزیرے پر آوارہ گردی کرتا رہوں اور ان لوگوں کے شکنجے میں آکر نکلنے کی کوشش کرتا رہوں۔ ویسے ان لوگوں کا طریقہ کار بھی عجیب تھا۔ وہ شاید مجھے ذہنی طور پر الجھانے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے تھے ورنہ ان کے قبضے میں آکر نکلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا مقصد ہے کہ میری یہ آزادی بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں اور کسی بھی ذریعے سے میری ہر ہر حرکت کو دیکھا جا رہا ہوگا۔ ایسے حالات میں احتیاط ہی میرا محافظ ہو سکتی تھی۔ مجھے لازم تھا کہ میں اپنے طور پر کوئی اقدام نہ کروں اس وقت تک جب تک کہ کوئی مناسب راستہ سامنے نہ آجائے۔ میرے ساتھ اس جزیرے پر جو کچھ بھی پیش آئے اسے اپناؤں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ مجھے ایک بے ضرر چیز سمجھ لیں۔ ایک خیال میرے ذہن میں یہ بھی تھا کہ ممکن ہے اس طرح وہ مجھے زچ کر کے ڈیٹی مارش کا پتا پوچھنا چاہیں۔ مسئلہ یہی تھا کہ میں ڈیٹی مارش کے سلسلے میں فرانز کی پول کھول دوں یا نہیں؟ ویسے فرانز کمبخت مر جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ مجھے اس عورت سے ذرہ برابر دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو بس تنظیم کے مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ بہرصورت میں انہی خیالات میں الجھا ہوا اس سڑک پر آگے بڑھتا رہا۔

سڑک مجھے آبادی تک لے گئی۔ اس طرف گھنی آبادی تھی۔ مکانات چھوٹے تھے اور ان کے درمیان بازار بھی تھے۔ یہ شاید جزیرے کے غریب لوگ تھے۔ مذہباً سب عیسائی معلوم ہوتے تھے۔ آبادی کے درمیان ایک چرچ نظر آرہا تھا جس کی پیشانی پر صلیب کا نشان نمایاں تھا۔ میں بازار سے گزرتا رہا۔ یہاں سب اجنبی تھے اس لیے کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ البتہ میں سوچ رہا تھا کہ میں ان لوگوں میں گم ہو سکتا ہوں۔ اگر کوئی موقع مل جائے تو میں ان لوگوں میں گم ہو کر ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاؤں اور پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر یہاں سے نکل جاؤں۔

اس وقت میرے چہرے پر مائیکل کا میک اپ تھا جسے [illegible] کے بغیر نہیں اتارا جاسکتا تھا۔ کاش کہیں سے میک اپ کا سامان ہی مل جائے۔ اگر یہ سامان مجھے مل جاتا تو پھر میں انہیں کافی پریشان کر سکتا تھا۔ سب سے تعجب خیز بات یہ تھی کہ فرانز لاپتا تھی اگر فرانز کو میرے بارے میں علم ہے اور وہ خود نکل گئی ہے تو آئے میری خیر! لیکن یہ بات میں اسے اپنی خام خیالی بھی قرار دے سکتا تھا کیونکہ فرانز جیسی عورت کو میں خوب سمجھتا تھا۔ میرا نعم البدل تلاش کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔

میں نے تقریباً سارا بازار گھوم لیا۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان لوگوں میں چھپنا ممکن نہیں تھا چنانچہ میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ بستی سے نکل کر مجھے پھر ایک سڑک نظر آئی جو دولت مند لوگوں کی آبادی کی طرف جا رہی تھی۔

میں اس سڑک پر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ایک کار پیچھے سے آتی نظر آئی۔ میں سڑک کے کنارے ہو گیا۔ نیلے رنگ کی خوبصورت سی کار میرے نزدیک سے گزر گئی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر سنہرے بالوں والی ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

تھوڑی دور آگے جا کر کار کے بریک چرچرائے اور پھر وہ ریورس ہونے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے نزدیک آکر رک گئی۔ "ارے مائیکل! کہاں جا رہے ہو؟" سنہرے بالوں والی لڑکی نے چشمہ اتار کر بے تکلفی سے کہا۔ وہ مجھے گھور رہی تھی۔

"بس، یوں ہی آوارہ گردی کر رہا ہوں۔"

"آؤ میرے ساتھ ایک کپ چائے ہو جائے۔ آؤ نا۔" اس نے کہا۔ میں ایک لمحے کے لیے ہچکچایا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کار میں بیٹھ گیا۔

لڑکی نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ "اور سناؤ کیسے ہو؟" اس نے کہا۔

"بس ٹھیک ہوں۔"

"میں تین دن قبل فرانس سے آئی ہوں۔"

"اوہ اچھا۔" میں نے اخلاقاً کہا۔

"یہ لوئی کہاں ہے آجکل؟ میں نے اپنے آنے کی اطلاع بھی بھیجی تھی لیکن وہ تو ملنے بھی نہیں آئی۔"

"الجھی ہوئی ہے آجکل۔"

"کیوں، خیریت ہے؟"

"بس اس کے مشاغل۔"

"مجھے تو تم بھی افسردہ سے نظر آتے ہو۔ آواز بھی بھاری بھاری ہو رہی ہے۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی لیکن اطمینان سے بتانے کی بات ہے۔ چائے کے دوران بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور لڑکی ہنس پڑی۔

"ضرور ضرور۔" اس نے کہا اور سامنے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کار ایک خوبصورت مکان کے احاطے میں روک دی۔ ایک ملازم نے جلدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ میں بھی نیچے اتر کر اس کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں ایک آراستہ ڈرائنگ روم میں تھا۔ یہاں تک آتے ہوئے مجھے محسوس ہوا تھا جیسے اس مکان میں لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو۔ ملازم باہر رہ گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی مائیکل! میں ابھی آئی۔"

"ضرور۔" میں نے گردن ہلا دی اور وہ ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

لڑکی مائیکل کے میک اپ سے دھوکا کھا گئی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن دفعتاً میرے ذہن میں بجلی سی چمک گئی۔ کیا واقعی وہ مائیکل کے دھوکے میں مجھے یہاں لائی ہے؟

میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور جست لگا کر ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ ڈرائنگ روم سے صرف چند گز دور ایک بڑا کمرہ تھا جس میں لڑکی داخل ہو رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خود بھی دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ لڑکی نے بتی جلا کر کمرے میں روشنی کی تھی۔ میں نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ لڑکی سامنے ہی تھی۔ اس نے ایک میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔

میرا دل دھڑک اٹھا تھا۔ کیا میرا اندازہ درست ہے؟ کیا لڑکی میری اصلیت سے واقف ہے؟ میں نے کی ہول سے آنکھ ہٹا کر کان لگا دیا۔ لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو... میں بول رہی ہوں... یس سر... میں اسے یہاں لے آئی ہوں۔ یس سر... وہ ڈرائنگ روم میں موجود ہے... جو حکم جناب!... جی ہاں ٹھیک، آپ میں نے مائیکل کے میک اپ میں... بہت بہتر... بہت بہتر جناب!... ہاں میں جانتی ہوں... کتنی دیر میں جناب... ٹھیک ہے میں انتظار کر رہی ہوں... بہت مناسب... بہت مناسب۔" اس نے کہا۔ اور پھر ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی۔

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر وہاں سے ہٹ آیا۔ چاہتا تو اس دوران یہاں سے فرار ہو سکتا تھا لیکن فرار ہو کر کہاں جاتا۔ چنانچہ میں ڈرائنگ روم میں واپس آگیا۔

صوفے پر بیٹھ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ابھی تک کچھ نہیں کیا تھا اور بڑے صبر و سکون سے سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ کسی طرح میری شخصیت ان کی نگاہ میں نہ آسکے۔ لیکن وہی ہوا جو فرانز کے ساتھ تھا لیکن مجھے زیادہ سوچنے کے لیے وقت نہیں مل سکا۔ لڑکی واپس آگئی تھی۔

"بور تو نہیں ہوئے مائیکل؟"

"نہیں، ٹھیک ہوں۔ چائے کہاں ہے؟"

"بس ملازم ابھی لا رہا ہوگا۔ میں نے کہہ دیا ہے۔"

"کیا یہاں صرف ایک ہی ملازم ہے؟"

"ہاں۔ وہ بھی فالتو ہے۔ گھر کی نگرانی کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ ممی اور ڈیڈی تو فرانس ہی گئے ہوئے ہیں۔"

"تم یہاں تنہا ہو؟"

"بالکل۔" وہ ہنس پڑی اور پھر صوفے سے ٹک گئی۔ "[illegible] تمہارے اندر [illegible] تم تو ایک شخص [illegible] انسان تھے۔" اس نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ اس کی ایک وجہ ہے جو چائے پینے کے بعد بتاؤں گا۔"

"دلچسپ شرط ہے۔" اس نے شانے ہلا کر کہا۔ دو تین منٹ کے بعد چائے آگئی۔ چائے کے ساتھ چند دوسری چیزیں بھی تھیں۔ اس نے چیزیں میرے سامنے سرکا دیں اور خود چائے بنانے لگی۔ میں نے اس کے ہاتھوں پر پوری توجہ رکھی تھی۔ بظاہر کوئی گڑبڑ نہیں معلوم ہوئی تھی۔ اس نے ایک پیالی میری طرف بڑھا دی۔ اس کے باوجود میں نے اس وقت تک چائے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا جب تک اس نے خود بھی پیالی اٹھا کر دو چار گھونٹ نہ لے لیے۔

"ہاں مائیکل! اب تمہاری شرط پوری ہو گئی۔"

"ہاں لیکن پیاری لڑکی! میرے خیال میں اب اس کی گنجائش ہی نہیں رہی ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔" اس نے کہا۔ میرے منہ سے اپنا نام سن کر اس کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ میں مائیکل نہیں ہوں۔" میں نے آخری گھونٹ لے کر چائے کی پیالی رکھ دی۔

"مائیکل نہیں ہو، پھر کون ہو؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ اداکاری بے کار ہے بے بی! تم نے کسی کو فون پر میرے بارے میں خبر دی ہے۔ میں سن چکا ہوں لیکن مطمئن رہو، میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں بے بی۔"

"کیسی گفتگو؟" اب اس کے لہجے سے حقیقی خوف جھلک رہا تھا۔

"ہینڈرک کیا چاہتا ہے؟ آج تک مجھ سے ڈیٹی مارش کا پتا پوچھا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں فرانز یا مارگیا کے نام نہاد دوستوں میں سے ہوں اور ان کے ذاتی معاملات کی مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ مارگیا کہاں ہے۔ میری خواہش ہے مس بے بی! کہ آپ مسٹر ہینڈرک سے میری ملاقات کرا دیں تاکہ میرے اور ان کے درمیان پیدا شدہ غلط فہمی دور ہو جائے ورنہ پھر میں ذاتی طور پر ان الجھنوں سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔"

بے بی شدید حیرت کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی اور ان چند لمحات میں ہی اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ وہ گھبرائی نگاہوں سے بار بار دروازے کی طرف دیکھتی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اٹھ کر بھاگ جائے۔

"میں تمہیں تحفظ کی ضمانت دے چکا ہوں بے بی! حالات کچھ بھی ہوں تمہیں مجھ سے ڈرنا نہیں چاہیے۔"

ابھی اس نے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ دروازے پر ایک

اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں ایک افریقی تھا اور دوسرا یورپین۔ دونوں بہترین کسرتی جسموں کے مالک تھے۔ ان کی کلائیاں خوفناک حد تک چوڑی تھیں۔

سیاہ فام نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور جینی کی طرف مڑ کر بولا۔

"سوری بے بی! تمہارے ڈرائنگ روم کی تباہی کا مجھے افسوس ہوگا لیکن مجبوری ہے۔"

"شاید تم ابھی دونوں کا انتظار کر رہی تھیں جینی! فون پر تمہیں ان کی آمد کی اطلاع ملی تھی۔" میں نے کہا۔ جینی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ سیاہ فام نے ایک لمبا چاقو کھول لیا تھا اور سفید فام نے ہاتھ میں کلپ پکڑ لیا تھا۔ میں خاموشی سے ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "یقیناً جینی! یہ مسٹر ہینڈرک بے وقوف بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے قبل بھی وہ میرے بارے میں اندازہ کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے ان دو گدھوں کو بھیج دیا۔ بہرحال میں نے تم سے کہا تھا جینی کہ اب میں مجبور ہو گیا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے دونوں آستینیں چڑھا لیں اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سیاہ فام نے دوسرے آدمی کو پیچھے ہٹا دیا اور چاقو کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اچھالتے ہوئے بولا۔ "ذرا مارٹن کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کہاں ہے؟"

"جہنم میں، چلے جاؤ تلاش کر لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سیاہ فام نے مجھے جھکائی دی اور دوسرے ہی لمحے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن میں نے بھی فوراً سیاہ فام کی کلائی اپنی گرفت میں لی اور پھر جواب کی روایتی دہاڑ میرے حلق سے نکلی اور میں نے سیاہ فام کو الٹ دیا۔ اگر دوسرا آدمی برق رفتاری کے ساتھ مجھ پر حملہ نہ کر دیتا تو شاید سیاہ فام کے جبڑوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوتیں۔

میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس طرح میں نے اس سیاہ فام کے حملے کو ناکام بنا دیا اور پھر میرا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور وہ سفید فام پر جا گرا۔ دونوں پھر تیزی سے کھڑے ہو گئے اور سیاہ فام پھر چاقو لہراتا ہوا مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر ایک لات اس کے سینے پر ماری اور جوتے کی دوسری لات اس کے منہ پر پڑی۔ سیاہ فام کے کئی دانت ٹوٹ گئے تھے اور وہ خون کی کلیاں کرنے لگا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ پھر میں نے غرا کر کہا۔

"اگر تم نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی جینی! تو یہ چاقو تمہاری پشت میں پیوست ہو جائے گا۔" جینی کے حلق سے خوف میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔

"مارٹن کہاں ہے؟" میں نے سفید فام سے کہا۔

سفید فام نے دانت پیس کر مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن وہ دائیں گال پر چاقو کا زخم کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ "میں تمہارے دونوں ہونٹ کاٹ دوں گا ورنہ بتاؤ مارٹن کہاں ہے؟" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ سفید فام مجھ پر وحشیانہ حملے کر رہا تھا لیکن میں اس کے تمام داؤ خالی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں سیاہ فام اور جینی کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ ایک بار جب سفید فام نے مجھ پر حملہ کیا تو عین اسی وقت سیاہ فام نے صوفہ الٹ دیا۔

میں صوفے کی لپیٹ میں آتے آتے بچا تھا لیکن اس بار میں نے صوفے پر چڑھ کر سیاہ فام پر چھلانگ لگائی اور ایک ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کر دی۔ پھر دوسری لات اس کی گدی پر جمائی اور اس کے ساتھ ہی مجھے اس سے نجات مل گئی۔ سفید فام ابھی باقی تھا۔ اس کے گال سے خون نکل رہا تھا۔ میں نے چاقو سیدھا کیا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ سفید فام پیچھے ہٹ رہا تھا پھر وہ دیوار سے جا لگا۔ دفعتاً میں نے ایک تپائی پیر میں پھنسا کر اس کی طرف اچھالی اور جونہی وہ تپائی سے بچنے کے لیے جھکا میں چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچ گیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے موڑا اور چاقو کی نوک اس کی گدی پر رکھ دی۔

"بتاؤ مارٹن کہاں ہے؟" سفید فام شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ اس کے منہ سے کراہتی ہوئی آواز نکلی۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"تب پھر تم بھی جہنم میں جاؤ۔" میں نے اسے دھکا دیا اور پھر اس کے بال پکڑ کر اس کی پیشانی دیوار پر مارنے لگا۔ آخر میں نے بال پکڑ کر اسے زمین پر پھینک دیا۔

سفید فام کا پورا چہرہ خون سے تر ہو گیا تھا۔ وہ اس طرح ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا جیسے جاں کنی کے عالم میں ہو اور پھر وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ جینی نے ایک ہچکی سی لی تھی۔

"مر گئے... دونوں مر گئے؟" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ اس کے بدن پر لرزہ طاری تھا۔

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں جینی! کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"یہ دونوں مر گئے ہیں؟" اس نے سنبھل کر پوچھا۔

"پتا نہیں، مر بھی گئے ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں ڈیزی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم یہ بات ہینڈرک کو بتا دو اور اس سے کہہ دو کہ اب میرے ساتھ ایسا کوئی دوسرا کھیل نہ کھیلا جائے۔" جینی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ "کیا تم انسانیت کے نام پر میری کوئی مدد نہیں کر سکتی جینی؟"

"مدد؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں مدد..."

"م... میں..." اس نے خوف زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر بولی۔ "میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"میں اس جزیرے سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"یقین کرو یہ میرے بس میں نہیں ہے۔"

"یہاں ایمونیا مل جائے گا؟ مجھے یہ میک اپ صاف کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں! ایمونیا موجود ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دوسرے کمرے میں، آؤ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں دے دوں گی۔" جینی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کمرے سے نکل آیا۔ دفعتاً جینی نے راستے میں رکتے ہوئے کہا۔ "سنو! ایک کام کرو۔"

"کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"دوسرے کام سے پہلے تھوڑی سی مدد میری بھی کر دو۔ مجھے باندھ کر یہاں ڈال دو۔ میں بے ہوش ہونے کی اداکاری کر لوں گی۔ اس کے بعد باہر سے اس ملازم کو بھی پکڑ لاؤ۔ اسے میری ایک جھلک دکھا کر بے ہوش کر دو۔ اس طرح میں کسی عذاب کا شکار ہونے سے بچ جاؤں گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے ہمدردانہ نظروں سے جینی کی طرف دیکھا اور پھر اس کی خواہش پر عمل کیا۔ رسی اس نے ہی فراہم کی تھی۔ میں نے اس کے کئی ٹکڑے کیے۔ دو ٹکڑوں سے ان دونوں کو باندھ دیا جو بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ پھر جینی کو باندھ کر وہیں ڈال دیا۔ اس کے بعد سیاہ فام کا چاقو لے کر باہر نکل آیا۔

عمارت کا اکلوتا ملازم دروازے کے باہر موجود تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ صورت حال اس طرح بدل جائے گی۔ میں نے دروازہ کھولا تو اس نے مسکراتی نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا لیکن میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

میں نے آگے بڑھ کر چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی اور کرخت لہجے میں کہا۔ "اٹھو۔"

وہ جلدی سے اٹھ گیا اور گھگھیائی ہوئی آواز میں بولا۔ "خیریت؟ خیریت مسٹر! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

میں نے اس کا کالر پکڑ کر اسے اندر دھکیلا اور پھر اسے لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا جہاں وہ تینوں موجود تھے۔ ملازم نے انہیں دیکھا تو اس کا سر چکرا گیا۔ "تینوں... تینوں..." اس کی آواز ڈوب سی گئی۔

"چاروں۔" میں نے کہا۔ اور کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ پھر دوسری ضرب نے اس کے ہوش چھین لیے اور چند لمحات کے بعد وہ بھی ان کے پاس پڑا تھا۔ اس کے بعد میں نے لڑکی کو آزاد کیا اور اسے ساتھ لے کر اس دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک الماری سے جینی نے ایک شاندار میک اپ بکس نکالا۔ میری آنکھیں اسے دیکھ کر چمک اٹھیں۔ میک اپ بکس میں بہترین سامان موجود تھا جس سے شکلیں بدلنے میں بہت آسانی ہو سکتی تھی۔ میں نے مسکرا کر جینی سے کہا۔

"یہ بکس بے حد قیمتی ہے۔"

"تم اسے لے جا سکتے ہو، شکریہ کیا کرو گے؟" اس نے کہا لیکن میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے ایمونیا کی اسپرے بوتل نکال لی۔ پھر دو منٹ ہی لگے ایمونیا کی پھواریں میرے چہرے کو جگمگا رہی تھیں۔ جینی بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی، مجھ سے اجازت لے کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ پلاسٹک میک اپ کے ٹکڑوں نے تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ چھوڑ دی اور میرا اصل چہرہ نمایاں ہو گیا۔ جینی کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے پوچھا۔

"یہ تمہاری اصل شکل ہے؟"

"کیوں، شبہ ہے تمہیں؟"

"نہیں، مگر تم لبنانی تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں، تمہارا خیال درست ہے۔"

"پھر کہاں سے تعلق ہے تمہارا؟"

"ہے میرا بھی ایک وطن۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "بہرحال اس وقت یہ باتیں بے کار ہیں۔ میں نے تم سے مدد کی درخواست کی تھی۔"

"تم یقین کرو، میں ایک معمولی حیثیت کی لڑکی ہوں۔ چھوٹے موٹے کام لے لیے جاتے ہیں مجھ سے۔ ہینڈرک اس جزیرے کا شہنشاہ ہے۔ جزیرے کی آبادی اس کی محکوم ہے۔ کوئی اس کی اجازت کے بغیر تمہاری مدد نہیں کرسکے گا۔"

"یہ ہینڈرک آخر ہے کیا چیز؟"

"قاتل، خونی، اسمگلر، ہر قسم کے جرائم کرتا ہے اور وہ اسرائیل کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔ وہ سب سے بڑا اسمگلر ہے اسلحے کا۔"

"اوہ!" میں نے تحیر آمیز انداز میں کہا۔

"ہاں۔ بیروت میں فلسطینیوں اور لبنانی مسلمانوں کے خلاف جو کارروائیاں ہوتی ہیں ان میں ہینڈرک کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے بلکہ تمام سازشیں اسی جزیرے سے تیار ہوتی ہیں۔ جب کوئی ہنگامہ برپا ہوتا ہے تو نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ ہیلی کاپٹروں اور لانچوں پر سوار ہو کر یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ہینڈرک کی رہائش گاہ کے گرد مسلح افراد کا پہرہ لگ جاتا ہے۔ کسی کو وہاں پہنچنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ہفتوں میٹنگیں جاری رہتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں اسرائیلی حکومت کے سربراہ اور وہ لوگ شامل ہوتے ہیں اور اس کے بعد پتا چلتا ہے کہ بیروت میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ شروع ہو گئی ہے اور اس جنگ کی کارروائی کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ بحری جہاز اسلحہ لے کر آتے ہیں۔ یہ اسلحہ پہلے یہاں اتارا جاتا ہے اور پھر یہاں سے لانچوں کے ذریعے بیروت اسمگل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہینڈرک بڑی مستعدی سے کام کرتا ہے۔ میں ان تمام باتوں پر گہری نگاہ رکھتی رہی ہوں۔ میرا یہی عمل رہا ہے لیکن یہ سب کچھ میری ذات تک محدود ہے۔"

بینڈرک کی شخصیت کے بارے میں بھی صحیح اندازہ لگانا بے حد مشکل ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ ممکن ہے وہ خود بھی یہودی ہو۔ اس کی فطرت میں شیطنت اور مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہاں ہر شخص کی جان ہمیشہ سولی پر لٹکی رہتی ہے۔ غریب طبقے کے لوگوں کو اس نے خاص طور سے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ بڑا نیک اور پرہیزگار مشہور ہے۔ مگر ہم لوگ جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔ بہت سے انتخابات کی خلاف ورزی کرنے والوں یا کسی غلطی کا شکار ہونے والوں کے لیے وہ براہِ راست کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا لیکن بس یوں ہوتا ہے کہ وہ اچانک کسی حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کسی ایسے حادثے کا جو خود ان کے لیے بھی غیر متوقع ہوتا ہے اور طویل عرصے تک لوگ یہ اندازہ نہیں لگا پاتے کہ یہ کوئی حادثہ تھا یا بینڈرک کی طرف سے دی جانے والی سزا۔ پھر بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ ان کی حماقت کی سزا تھی۔ تو یہ ہے بینڈرک، بچے تم۔ ہو اور اب مجھے بتاؤ کہ میں ایک معمولی سی لڑکی تمہیں یہاں سے کیسے نکال سکتی ہوں؟ میں تو بہت مجبور اور بے بس ہوں۔"

میں اپنے جسم میں شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ درحقیقت یہ انتہائی قیمتی معلومات تھیں جو مجھے بیٹی سے حاصل ہوئی تھیں۔ بینڈرک کے بارے میں اس انداز سے تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا مگر بیٹی نے جو کچھ بتایا تھا وہ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا اور اب میرے اندر میری سوچ میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ بے شک فرانز تنظیم کے لیے قابلِ توجہ تھی اور وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن بینڈرک کی شخصیت شاید خود ان کے علم میں بھی نہ ہو گی۔ میں نے فرانز سے کہیں آگے کی شخصیت کو تلاش کر لیا تھا اور اگر میں براہِ راست اس کے خلاف کسی کارروائی کا آغاز کر دیتا تو یقینی طور پر وہ تنظیم کے مفاد میں ہی ہوتا۔ رہ گیا فرانز کا مسئلہ تو اس سلسلے میں بھی میرے ذہن میں ایک عجیب سا تصور ابھرا تھا۔ جیسا کہ تنظیم کا خیال تھا کہ فرانز پُراسرار کردار ہے اور انہیں بھی اس کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے اور اس کا تعلق کچھ خاص لوگوں سے ہے جس کے بارے میں تنظیم کو کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا تو یہاں تو اس بات کی نفی ہو جاتی ہے۔ فرانز اگر کسی طرح صیہونی قوتوں کی آلۂ کار ہوتی تو کم از کم بینڈرک سے اس کی دشمنی نہ ہوتی۔ یہ بات غور طلب تھی۔ بہرصورت جس جگہ میں موجود تھا وہ بہت خطرناک تھی اور یہاں رہ کر کچھ سوچنے سمجھنے کا معاملہ غیر مناسب تھا۔

میں نے بیٹی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: "تمہاری ان معلومات کا بہت بہت شکریہ۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجبور ہو۔ مجھے تمہاری باتوں پر یقین آ گیا ہے بیٹی! بہرحال میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ یہ جو کچھ ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جزیرے سے نکلنا میرے لیے بہت مشکل ہو گا لیکن پھر بھی میں آخر وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا اور کوشش کروں گا کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔ میرے جانے سے پہلے اتنا اور بتا دو کہ کہیں تم تو کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہی ہو۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں، بس یہ تم مجھے رسی سے باندھ کر ڈال جاؤ۔ وہ لوگ یقیناً پہلے ٹیلی فون پر مجھ سے صورت حال معلوم کرنا چاہیں گے۔ میری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہو گا تو وہ یہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیں گے۔ اس طرح میں بچ جاؤں گی۔ لیکن یہ پیش کش کروں تم سے۔"

"ہاں ہاں بیٹی! ضرور۔"

"اگر کسی الجھن کا شکار ہو جاؤ اور تمہیں کسی پناہ گاہ کی تلاش ہو تو یہاں آنا، میں تمہیں محفوظ رکھوں گی۔"

"کیا واقعی بیٹی! کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو؟"

"ہاں، لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔" اتنا کہہ کر اس نے منہ پھیر لیا۔

میں چند لمحوں تک کھڑا اسے دیکھتا رہا، پھر میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ "میں نے تم سے مدد کی درخواست کی تھی بیٹی! اور مجھے مسرت ہے کہ تم نے میری مدد کی۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارا تعاون بھی صرف الفاظ تک محدود رہا۔ آؤ میں تمہیں باندھ دوں تاکہ تم کسی الجھن کا شکار نہ ہونے پاؤ۔"

بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے میرے ساتھ اس کمرے تک آ گئی جہاں وہ تینوں آدمی اب بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے بیٹی کو رسی سے باندھتے وقت مروّت سے کام نہیں لیا تھا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ اس کا اظہار میں نے بیٹی سے بھی کر دیا اور اس نے اپنی گردن کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی مناسب ہے ورنہ میں مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔"

"اچھا بیٹی! خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" وہ ڈبڈبائی سی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔

میک اپ بکس میں ساتھ لا سکتا تھا لیکن میرے لیے یہی مسئلہ تھا کہ جزیرے پر کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں تھی جہاں میں قیام کر سکتا۔ چنانچہ اسے کہاں ساتھ لیے پھروں گا۔ یہ سوچ کر میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔ پھر بھی ایک بات میرے لیے باعثِ تسکین تھی کہ بیٹی نے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا کہ اگر کبھی ایسی ضرورت پڑی تو یہاں قیام کرنا مناسب رہے گا۔ چنانچہ یہاں سے چلتے وقت میں نے اس مقام کو ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

اس کے بعد پھر وہی آوارہ گردی شروع ہو گئی۔ ویسے میں نے ماتنگی کے میک اپ سے نجات حاصل کر لی تھی اور اب میں اپنے اصل روپ میں تھا۔ بینڈرک کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ میرے لیے خزانے کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اگر کوئی پُرسکون جگہ مل جائے تو بیٹھ کر یہ سوچا جائے کہ اب بینڈرک کے خلاف کیا کارروائی کرنا چاہیے۔ میں یقینی طور پر اس جزیرے میں تنہا تھا۔ مجھے سڑک کی دونوں سمتوں میں پھیلی ہوئی چٹانیں یاد آئیں اور میں نے سوچا کہ اگر واپس جا کر ان چٹانوں کا رخ کروں

تو ممکن ہے کوئی ایسی پناہ گاہ مل جائے جہاں چھپ کر رہا جا سکے۔ اس خیال کے تحت میں تیزی سے اس طرف بڑھ گیا اور بالآخر اس سڑک پر پہنچ گیا جہاں سے گزر کر یہاں تک آیا تھا۔

سڑک کے اطراف میں دور تک خوبصورت درخت اور سرسبز کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ چٹانیں شاید اس جزیرے کا خاص حصہ تھیں اور انہیں ان کی جگہ سے ہٹانے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی تھی۔ میں ان چٹانوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک چٹان کے پاس پہنچ کر رک گیا۔

وہ چٹان ہی تھی لیکن پہاڑ نما۔ اچانک مجھے ایک خلا نظر آیا جو یقینی طور پر چٹان کے اندر غار کا راستہ تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس راستے میں سے غار کے اندر داخل ہو گیا۔ وقتی طور پر پوشیدہ رہنے کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔ بس کھانے پینے کا معاملہ تھا لیکن یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا۔ میں قریب ہی پھلدار درختوں اور سرسبز کھیتوں کو دیکھ چکا تھا۔ کھیتوں میں گاجریں، مولیاں، چقندر اور اسی قسم کی دوسری سبزیاں بکثرت موجود تھیں جن سے کسی قدر پانی کی کمی بھی پوری ہو سکتی تھی اور پیٹ کی آگ بھی بجھائی جا سکتی تھی۔ اگر کچھ بھی نہ ملا تو ان سے کچھ دن کام چلایا جا سکتا ہے بشرطیکہ یہ غار ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے۔

غار سے تھوڑے فاصلے پر لمبی لمبی گھاس تھی۔ اگر یہ گھاس غار کے دہانے پر بھی ہوتی تو پھر چھپنے کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔ مزید کوشش کر کے اس جگہ کو دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جا سکتا تھا۔ میں نے ایک اور ترکیب سوچی۔ یہ لمبی لمبی گھاس اگر کاٹ کر اس غار کے دہانے پر ڈھیر کر دی جائے تو ممکن ہے کسی کی توجہ اس پر نہ جائے۔ یہ خیال میرے ذہن میں جڑ پکڑ گیا اور میں نے اس لمبی لمبی گھاس کو اکھیڑنا شروع کر دیا۔ بہت سی گھاس اکھیڑنے کے بعد میں نے اس ڈھیر کو چٹان کے دہانے پر جما دیا اور خود اندر داخل ہو گیا۔

اس قسم کا راستہ میں نے بنا لیا تھا کہ مجھے باہر نکلنے میں کوئی دقت نہ ہو اور اگر کوئی اتفاقیہ طور پر ادھر سے گزرے تو اسے یہ شبہ نہ ہو کہ اس چٹانی غار میں کوئی پوشیدہ ہے۔

غار اندر سے صاف ستھرا تھا اگرچہ بہت کشادہ نہ تھا لیکن پھر بھی میں کسی نہ کسی طرح اس میں لیٹ بھی سکتا تھا اور آسانی سے اٹھ کر بیٹھ بھی سکتا تھا۔ مجھ پر تھکن طاری تھی۔ یہ تھکن دراصل ذہنی تھی۔ خیالات کا طوفان ذہن میں امڈ رہا تھا اور میں نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہا۔ سوچتے سوچتے مجھے گہری نیند آ گئی تھی اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب رات ہو چکی تھی۔

میں نے ایک انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب بھوک لگ رہی تھی اور ایک عجیب سا اضمحلال طاری تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر چٹانی غار سے باہر نکل آیا۔

سبزیوں پر گزارہ کیا جا سکتا تھا لیکن رات کے اس وقت ان کا حصول بھی خاصا مشکل کام تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ بستی کی طرف جا کر قسمت آزمائی کی جائے۔ خواہ اس کے لیے مجھے چوری ہی کیوں نہ کرنا پڑے یا پھر کسی گھر میں داخل ہو کر کھانے پینے کی چیزیں تلاش کی جائیں۔ اب تو یہی زندگی رہ گئی تھی۔ جزیرہ چونکہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا۔ آبادی کم تھی اور ادھر ادھر پھیلی ہوئی تھی اس لیے یہاں سے کسی مکان تک پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔ چنانچہ ترکاریوں کے کھیت چھوڑتا ہوا میں سڑک کی طرف چل پڑا۔ پھر سڑک عبور کر کے میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں کچھ مکانات نظر آ رہے تھے جو بظاہر آسودہ حال لوگوں کی ملکیت محسوس ہوتے تھے۔

غریبوں کی بستی یہاں سے فاصلے پر تھی۔ ان مکانات کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے میں ذرا سا محتاط تھا۔ ویسے یہاں کے لوگ عام حالات میں نہایت پُرسکون زندگی گزارتے تھے۔ یقینی طور پر یہاں چوری نہیں ہوتی ہو گی کیونکہ چور مال لے کر کہیں دور نہیں جا سکتا تھا اور اگر کوئی ایسی واردات ہو جاتی تو چور کو پکڑ لینا نہایت آسان ہوتا۔ دوسرے جرائم بھی یہاں نہ ہوتے ہوں گے کیونکہ بینڈرک ایک محتاط اور باخبر آدمی تھا اور کسی بھی عنوان یہاں جرائم کی پرورش نہیں ہو سکتی تھی۔

بہرصورت میں اس مکان تک پہنچ گیا جو سب سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ مکان کے احاطے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی اس بلب کی تھی جو مکان کے صدر دروازے پر لگا ہوا تھا۔ اندرونی حالات کا کوئی [illegible] نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مکان کا احاطہ اتنا بلند نہیں تھا کہ اسے عبور کرنے میں کوئی دقت پیش آتی۔ میں چار دیواری عبور کر کے اندر پہنچ گیا اور پھر مکان کے چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ اندر داخل ہونے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی اور یہ مناسب جگہ ایک پائپ تھا جو مجھے اس مکان کی کھڑکی تک لے جا سکتا تھا جو تقریباً بارہ فٹ کی بلندی پر نظر آ رہی تھی۔

معمولی سی جدوجہد کے بعد پائپ پر چڑھ کر میں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گیا۔ یہ باتھ روم تھا۔ خوبصورت ٹائلوں سے مزین۔ ایک جانب باتھ ٹب موجود تھا۔ اسے کسی جدید مکان کا خوبصورت باتھ روم کہا جا سکتا تھا۔ فی الحال مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے باتھ روم کے دروازے کو آزمایا۔ اندر سے کھل جانے والا دروازہ تھا۔ میں اسے کھول کر دوسری طرف داخل ہو گیا۔

یہ شاید کوئی کمرہ تھا لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہاں کوئی موجود ہے یا نہیں۔ بہرحال احتیاط تو کرنا ہی تھی۔ میں نے باتھ روم کے دروازے کو بند کیا اور کمرے کی دیواریں ٹٹولنے لگا۔

مجھے دیواروں پر کوئی سوئچ بورڈ تو نہ مل سکا لیکن چند لمحات کے بعد آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ میں نے غور کیا تو مجھے ایک جانب مسہری پڑی ہوئی نظر آئی۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اس لیے کوئی میرے قدموں کی چاپ بھی نہیں سن سکتا تھا۔ مجھے مسہری پر کوئی نظر نہیں آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ کمرہ خالی ہے۔ پھر میں نے کسی نہ کسی طرح دروازہ بھی تلاش کر لیا اور میری خوش قسمتی کہ دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔

وہ دروازے سے گزر کر میں ایک چھوٹی راہداری میں آ گیا اور پھر ایک سمت کا تعین کر کے چل پڑا۔ راہداری ایک اور کمرے پہ جا کر ختم ہوئی تھی جس کے دروازے کے نیچے سے مدھم روشنی جھانک رہی تھی۔ یہ بیڈ روم تھا جس میں یقیناً مکان کے مکین موجود ہوں گے چنانچہ میں وہاں سے پلٹا اور راہداری کے دوسرے حصے کی جانب چل پڑا۔ یہ دوسرا حصہ مجھے ایک ہال میں لے گیا اور اس ہال سے گزر کر بالآخر میں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ ہی گیا یعنی کچن میں۔

میں نے کچن کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ روشنی کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا مگر روشنی کیے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے اس کچن میں سوئچ بورڈ تلاش کر لیا اور کچن روشن ہو گیا۔

خوب صورت کشادہ کچن تھا جس میں ایک جانب بڑا سا ڈیپ فریزر رکھا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا فریج بھی تھا۔ ایک طرف اوون لگا ہوا تھا۔ میں نے فریج کھولا۔ جیم وغیرہ سامنے ہی نظر آ رہے تھے۔ مکھن اور پنیر کے پیکٹ اور فریج کے اوپر رکھی ہوئی ڈبل روٹی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور ڈبل روٹی اور پنیر نکال کر وہیں بیٹھ گیا۔

یہ چیزیں مجھے بڑی نعمت محسوس ہو رہی تھیں ــــــ میں نے کھانا شروع کر دیا۔ کوئی دو یا تین منٹ گزرے ہوں گے کہ دفعتاً مجھے کچن کے دروازے پہ ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کچن کا دروازہ کھلا اور شب خوابی کے لباس میں ملبوس ایک تندرست قد و قامت کی عورت مجھے نظر آئی کیونکہ وہ باہر تاریکی میں تھی اس لیے میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔

عورت کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے دوبارہ سلائس کھانا شروع کر دیا۔ عورت کچھ دیر تک خاموش رہی پھر اچانک اس کی آواز ابھری۔

"پلیز، باہر آ جاؤ۔"

یہ آواز نہ جانے کیوں مجھے جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ چند قدم اور آگے بڑھ آئی اور دوسرے ہی لمحے میرا دماغ جھنجھنا کر رہ گیا۔ اتنا شدید جھٹکا لگا تھا مجھ کو کہ پورا جسم ایک لمحے کے لیے مفلوج سا ہو کر رہ گیا۔

یہ ڈینی مارش استھ تھی۔ ڈینی مارش استھ کی یہاں موجودگی کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میری جو حالت ہوئی وہ ایک فطری رد عمل تھا پھر بھی میں نے خود پر قابو پانے میں زیادہ وقت صرف نہیں کیا اور متوازن لہجے میں بولا۔

"تم... تم ڈینی ہو نا؟"

"ہاں، باہر آ جاؤ۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم دیکھ رہی ہو اس وقت ایک ضروری کام میں مصروف ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پلیز مسٹر شہباز! باہر آ جاؤ۔ تمہیں اس حال میں دیکھ کر مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی ہے۔" ڈینی نے کہا۔

"خوب مس ڈینی مارش استھ! آپ تو بڑے خوب صورت لہجے میں بول رہی ہیں لیکن میں ابھی بھوکا ہوں۔"

"میں تمہارے لیے بہترین کھانے کا بندوبست کر سکتی ہوں۔"

"سوری ڈینی! یہ نہیں ہو سکتا۔"

"مسٹر شہباز! براہ کرم مجھ پہ بھروسہ کرو۔" ڈینی نے عاجزی سے کہا اور میں اپنے دونوں شانوں کو جنبش دیتے ہوئے بولا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں یہیں کچن میں ایک کونے میں بیٹھ جاؤں۔ اگر تم مجھ سے ہمدردی رکھتی ہو اور میری خاطر مدارات کرنا چاہتی ہو تو اس وقت ایک کپ چائے یا کافی اور دے دو، میرا کام بن جائے گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے، تم اس اسٹول پہ بیٹھ جاؤ۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر ڈبل روٹی اور پنیر وغیرہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کے چہرے پہ تاسف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں اسٹول پہ جا کر بیٹھ گیا اور ڈینی نے آستینیں چڑھا کر جلدی جلدی چولہا جلایا اور فریج کھول کر چند چیزیں نکالیں۔ ایک کیتلی میں چائے کے لیے پانی رکھ کر اسے چولہے پہ چڑھایا اور گھوم کر میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں نیند کی خماری میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"یہاں سے تمہاری کیا مراد ہے ڈینی؟ اس جزیرے میں یا تمہارے اس گھر میں؟"

"میں اس گھر کی بات کر رہی ہوں۔"

"جزیرے پہ تمہیں میری موجودگی کا علم تھا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر تو شاید تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں یہاں جزیرے میں کس کے زیر عتاب کیوں ہوں؟"

"نہیں، اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔"

"سچ کہہ رہی ہو ڈینی؟"

"ہاں شہباز! میں سچ کہہ رہی ہوں۔ بس مجھے معلوم تھا کہ تم اس جزیرے پہ موجود ہو۔"

"لیکن تمہاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے ڈینی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"بتاؤں گی شہباز! اتنی جلدی کیا ہے؟" اس نے اداس سے لہجے میں کہا۔

"یہاں تمہارے علاوہ اس مکان میں اور کوئی تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ البتہ عمارت کے بیرونی گیٹ پہ ایک چوکیدار موجود ہے جو یقیناً سو رہا ہو گا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یقین کرو کوئی نہیں ہے۔ میں یہاں تنہا ہوں۔"

"گویا میں یہاں سکون سے بیٹھ سکتا ہوں؟"

"ہاں، اگر تم دوسروں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو تو پھر تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تاریک رات میں اس وقت میرا خیال ہے کسی نے مجھے یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔"

"میرا خیال ہے تمہاری ایک ایک حرکت پہ نگاہ رکھی جا رہی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ پہلے کھا پی لو، اس کے بعد تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ میں تم سے ملنے کی بے حد خواہش مند تھی۔ بارہا میں نے یہ آرزو کی تھی کہ کاش کسی طرح تم مجھ سے چھپاتے ہی یہاں آ نکلو اور بعض اوقات انسان کی آرزو کسی طرح پوری ہو جاتی ہے۔"

"ڈینی! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تمہیں دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ مجھے تمہاری یہاں موجودگی کی قطعی توقع نہیں تھی۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہو گی۔" اس نے کہا اور پھر ڈیپ فریزر کھول کر اس میں سے فرائیڈ انڈے اور دوسری چیزیں نکالنے لگی۔

"میں کافی حد تک پنیر اور ڈبل روٹی کھا چکا ہوں اس لیے زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی اگر تمہیں تکلف کرنا ہے تو اس کے لیے چند معمولی چیزیں تیار کر لو ــــ میں واقعی تمہاری اس مہمان نوازی کے لیے شکر گزار ہوں۔ گزشتہ واقعات جس طرح بھی گزرے ہوں لیکن میں اس خاطر کے لیے تمہیں فراموش نہیں کر سکوں گا۔" میں نے کہا مگر ڈینی نے کوئی جواب نہیں دیا اور کیتلی کی جانب متوجہ ہو گئی۔ میری حیرت اب بھی اپنے عروج پہ تھی۔ دماغ کے کسی خانے میں یہ بات کسی طرح فٹ نہیں ہو رہی تھی کہ ڈینی کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ آج تک مجھے ڈینی کے لیے ہی پریشان کیا جاتا رہا تھا پھر ڈینی یہاں کس طرح پہنچی؟ جب کہ جزیرے کے حالات مجھے معلوم تھے۔ اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور میری تمام توجہ اس سوال کے آگے ختم ہو گئی تھی چنانچہ میں نے خاموشی ہی اختیار کی۔ اس دوران ڈینی نے کافی تیار کر لی تھی اور کچھ سینڈوچ وغیرہ بھی بنا لیے تھے۔ اس کے بعد وہ ٹیپ کی ایک بوتل لے کر ٹرے میں سجاتے ہوئے میرے پاس پہنچ گئی۔

"پلیز۔" اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور دوسرے پیالے میں کافی نکالنے لگی۔

میں نے بے تکلفی سے تمام چیزیں کھائیں، کافی کے دو کپ پیے اور پھر ڈینی کے ساتھ کچن سے باہر نکل آیا۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کر کے واپس بھی جا سکتا ہوں ڈینی! اگر تم کسی قسم کی الجھن محسوس کر رہی ہو۔"

اس نے اداس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر کچن کی لائٹ بند کر دی۔

"میرے ساتھ آؤ شہباز! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تم سے تھوڑی دیر باتیں کروں گی۔" وہ بولی اور مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گئی جو راہداری کے آخری سرے پہ تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ نہ جانے ڈینی نے کچن میں داخل ہوتے وقت میرے قدموں کی چاپ سن لی تھی اور باہر نکل آئی تھی۔ خوب صورت کمرے میں پہنچ کر میں ایک صوفے پہ بیٹھ گیا۔ ڈینی مجھ سے چند گز کے فاصلے پہ اپنی مسہری پہ دونوں پاؤں لٹکا کے بیٹھ گئی تھی۔

"تمہارے دماغ میں میرے لیے کیا خیالات ہیں شہباز؟"

"بہت عجیب اور بہت ہی پریشان کن۔"

"پریشان کن کیوں؟"

"تمہارا نام میرے لیے ایک عذاب کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔"

"تفصیل بتاؤ گے کچھ؟"

"ہاں، تفصیل یہ ہے کہ مجھے اغوا کر کے اس جزیرے پہ لایا گیا ہے۔ صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ڈینی مارش کہاں ہے؟"

"اوہ! تو یہ چکر چلایا ہے ان لوگوں نے؟"

"ہاں، اور اس سلسلے میں اچھی خاصی ہنگامہ آرائیاں ہو چکی ہیں لیکن ڈینی مارش! کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گی؟"

"میں کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جاؤں شہباز!" ڈینی سوچتی ہوئی بولی۔

"مصیبت کا شکار کیوں ہو جاؤ گی؟"

"ظاہر ہے کہ میں بھی ہینڈرک کے غلاموں میں سے ہوں۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں، تم کیا سمجھتے ہو۔ ہینڈرک بے حد چالاک ہے اور مارگسیا اس کی دست راست ہے۔" ڈینی مارش نے انکشاف کیا اور یہ انکشاف بھی میرے لیے سیکڑوں بموں کے دھماکوں سے کم نہیں تھا۔

میرا ذہن گھوم کر رہ گیا تھا۔ چند لمحوں تک میں خاموشی سے ڈینی کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ڈینی! کیا تم بھی...؟"

"تم غور کرو تو تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا شہباز! مارگسیا ہینڈرک کی خاص آلۂ کار ہے۔ میری حیثیت میں رہ کر وہ ہینڈرک کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے۔"

"ہینڈرک کا کام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"مختلف انداز کے جرائم۔ میں تو اس کے تیسرے درجے کے ماتحتوں میں سے ہوں۔"

"مارگسیا نے یہ جال کسی خاص مقصد کے تحت پھیلایا ہے؟"

"یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"تم جزیرے پہ کب آ گئیں؟"

"تین دن قبل۔ کچھ کام تھا مجھے۔ میں جب بھی یہاں آتی ہوں اسی جگہ قیام کرتی ہوں لیکن تم میرے ذہن میں تھے۔ مجھے یہ بات اپنے خاص لوگوں سے معلوم ہو چکی تھی کہ تمہیں یہاں لایا گیا ہے اور تم پریشانی کے عالم

سے گزر رہے ہو۔ میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ کاش ایک بار تم میرے پاس آؤ اور میں تم سے کچھ باتیں کر لوں۔ واقعی شہباز! نہ جانے کیوں تمہاری شخصیت نے مجھے اس قدر متاثر کر دیا ہے۔"

"تعجب کی بات ہے ڈیزی مارش! واقعی تعجب کی بات ہے! اس کا مطلب ہے کہ مارگیسا کوئی بہت بڑا کھیل کھیل رہی ہے۔"

"ہاں مارگیسا ہینڈرک کے گروہ میں دوسرے نمبر کی عورت ہے۔ وہ ہینڈرک کے خاص مشیروں میں سے ہے اور ہینڈرک اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے حالانکہ پہلے یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور صرف اس لیے کہ لوگ انہیں ایک نہ سمجھیں اور انہیں ان کی کمزوریاں معلوم ہوتی رہیں۔"

"تعجب کی بات ہے۔ واقعی میرے لیے یہ عجیب و غریب انکشاف ہے۔"

"مسٹر شہباز! تم آخر کون ہو اور وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ بات تو میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں ڈیزی ڈارلنگ۔ بس حالات اس انکشاف نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا ہے —— یقین کرو میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں، ویسے ایک بات مجھے اور بتا سکو گی؟"

"پوچھو پوچھو... لیکن براہ کرم میرے بارے میں کسی سے کچھ کہنا نہیں۔"

"نہیں ڈیزی! تم تو اچانک میرے سب سے بڑے ہمدردوں میں شامل ہو گئی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے، میں اس کو اسی جگہ ختم ہو جانے دوں گا اور میں کبھی کسی سے اس بات کا اظہار نہیں کروں گا کہ میری تم سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بولو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" ڈیزی نے کہا۔

"مارگیسا کہاں ہے؟"

"یہیں! اسی جزیرے پر۔ میری اس سے ملاقات ہو چکی ہے۔"

"اوہ!" میں گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ ان چند گھنٹوں میں مجھ پر جو انکشافات ہوئے تھے وہ واقعی میرے لیے بہت حیران کن تھے۔ پھر بھی ذہن کسی حد تک حالات کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہو جا رہا تھا۔ کہیں وہ لوگ میری طرف سے مشکوک تو نہیں ہو گئے ہیں؟ اس کھیل کے پیچھے کوئی ایسا جذبہ تو کارفرما نہیں ہے جو نسلی تعصب رکھتا ہو۔ ممکن ہے انہیں اس بات کی بھنک مل گئی ہو کہ میرا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہے اور میں تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا تو بڑی خطرناک بات ہو گی۔ ہینڈرک کے بارے میں تو مجھے معلومات حاصل ہو ہی چکی تھیں۔ ہینڈرک جیسے لوگ مجھ جیسے شخص کو برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ چوہے بلی کا کھیل کیا حیثیت رکھتا ہے، یہ بات بھی سامنے آ جانی چاہیے تھی اور اب میرے پاس ان معلومات کا بڑا ذخیرہ موجود تھا جن کے لیے تنظیم نے مجھے وقف کر رکھا تھا۔ یہ [illegible] خوش ہو گیا تھا کہ فوراً مارگیسا کون ہے، ذرا دراصل وہ

تھیں تھی بلکہ مارگیسا تھی۔ یہودیوں کی ایک آلۂ کار۔ وہ یہودی تنظیم کے لیے کام کر رہی تھی اور ہینڈرک اس کا چیف تھا۔ یہ پورا گروہ فلسطین کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا اور اب یہ معلومات میری تنظیم کو بہ آسانی فراہم کر سکتا تھا۔ یعنی مارگیسا یا فرانس کے بارے میں جو کچھ تنظیم حاصل کرنا چاہتی تھی میں ان تک پہنچ گیا تھا اور اب مارگیسا میرے لیے راز نہیں رہی تھی مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس جزیرے سے نکلنے کے کیا انتظامات کیے جائیں۔ اس کے لیے اب کوئی بہتر اور مؤثر ترکیب سوچنی تھی۔

ڈیزی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی: "کس الجھن میں گرفتار ہو شہباز؟"

"تم خود اندازہ لگا سکتی ہو ڈیزی! میرے بارے میں کہ میں کیسے عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا بتاؤں ڈیزی؟"

"جو کچھ تم ہو، مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں تو بس ایک آوارہ گرد ہوں، یہ تسلیم کرتا ہوں کہ زندگی میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا۔ اب تک کی زندگی بس یونہی گزر رہی ہے۔ وقت گزارنے کے لیے اور مالی مشکلات سے بچنے کے لیے چھوٹے موٹے جرائم کر کے گزارا کرتا رہا ہوں لیکن زندگی میں کبھی ایسے حالات سے بھی سابقہ پڑے گا اس کا امکان تک نہ تھا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ مارگیسا میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس نے خود مجھے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ میں بھی ان عام لوگوں کی طرح اس کی طرف بڑھ گیا تھا جو دولت کے لالچ میں اس قسم کے چکروں کے متلاشی ہوتے ہیں۔ مارگیسا نے مجھے اپنے ساتھ رکھا اور پھر یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ خصوصی توقعات رکھتی ہے۔ تھوڑے بہت حالات تمہارے علم میں بھی ہیں ڈیزی! اس کے بعد مجھے اغوا کر کے یہاں لے آیا گیا اور اب میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ وہ لوگ مجھ سے یہی سوال کر رہے تھے کہ ڈیزی مارش کہاں ہے جبکہ مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مارگیسا نے تمہیں کہاں پہنچا دیا ہے؟"

"اوہ! اب تو تم یہ سب کچھ جان چکے ہو کہ مارگیسا نے ایک گہری سازش کی تھی لیکن تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، اس کا میں بھی صحیح تجزیہ نہیں کر سکتی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں؟ تمہاری کوئی اور حیثیت تو نہیں ہے شہباز؟"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا اور ڈیزی نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"دیکھو شہباز! میں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا اس لیے مجھے امید ہے کہ تم بھی میرے بارے میں غلط نہیں سوچو گے۔ یہ جو ساری باتیں کر رہی ہوں میں تم سے، وہ بس تمہاری ہمدردی میں کر رہی

ہوں۔ میں بذات خود کوئی بُری عورت نہیں ہوں، حالات کا شکار ہو کر ان جرائم پیشہ لوگوں کے چنگل میں جا پھنسی تھی اور پھر اپنی روزی کمانے لگی۔ ایسی شامل ہو گئی۔ چنانچہ میں نے یہ زندگی اپنا لی لیکن کبھی کبھی میرے دل میں انسانی ہمدردی بھی پیدا ہوتی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ لوگوں کے لیے کچھ کروں۔ میرا خیال ہے کہ اسی جذبے نے مجھے تمہاری جانب مائل کر دیا۔ تم یقین کرو اس سے قبل میں نے تمہارے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ بس مجھے کسی دوست کا احساس ہوا تھا اور پھر مجھ میں یہ روشنی دیکھ کر میں اس طرف آ گئی تھی۔ میں نے تمہیں پہلے بھی دیکھا تھا اور اب اس حال میں دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور یہ دکھ انسانی ہمدردی کا ردعمل تھا۔ انسانی ہمدردی کے ناتے میں تم سے متاثر ہوئی اور اسی جذبے نے مجھے تمہارے سامنے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا لیکن مجھے میرے اس جرم کی سزا نہیں ملنا چاہیے۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں ڈیزی! کہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔"

"شکریہ۔ کیا تمہارا تعلق فلسطینیوں سے تو نہیں ہے؟"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا ڈیزی؟" میں نے پوچھا۔

"بس یوں ہی۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ اس لیے تو تمہاری جانب متوجہ نہیں ہیں کہ تمہیں فلسطینی سمجھتے ہیں۔"

"اگر ان کے دل میں یہ خیال ہے بھی تو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ میں ایک آزاد انسان ہوں، کسی بھی تنظیم سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور نہ شاید کبھی رہے گا۔ اس لیے کہ میری لاابالی فطرت مجھے کہیں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔" میں نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"یہ بات میں نے صرف اس لیے سوچی تھی شہباز! کہ آخر وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں؟ یہ خیر، کبھی نہ کبھی اس کا پتا بھی چل ہی جائے گا۔" ڈیزی پُرخیال انداز میں بولی۔

"ڈیزی! یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب تمہیں ہو سکتی ہے؟"

"بہت مشکل ہے ڈیئر! بہت ہی مشکل ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کسی نہ کسی طرح ہینڈرک تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ اسے اپنے بارے میں بتاؤ اور اس سے کہو کہ وہ تم سے جو کچھ چاہتا ہے تم اس کے لیے تیار ہو۔ اس کا اعتماد حاصل کرو شہباز! مکمل اعتماد! خواہ اس کے لیے تمہیں سخت جدوجہد کیوں نہ کرنی پڑے اور پھر اس اعتماد کو حاصل کرنے کے بعد تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم باہر کی دنیا میں مؤثر طریقے سے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکو گے۔ یعنی تم اگر نہ چاہو تو ان کے مذموم مقاصد کے لیے کوئی کام نہ کرو۔ تمہیں اس کے لیے کون مجبور کر سکتا ہے۔ بس یہ تمہارا کام ہو گا کہ تم ہینڈرک کی نگاہوں سے روپوش ہو جاؤ بلکہ ہیئت بدل لینا ہی بہتر ہو گا۔ تم ایشیائی قسم کے انسان ہو اور دنیا کے کسی بھی ملک میں تنہا رہ کر گمنامی کی زندگی گزار سکتے ہو۔ اس جھگڑے سے بچنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔" ڈیزی نے کہا

اور میں غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر میں نے ڈیزی سے پوچھا: "مجھے ایک بات بتاؤ، ہینڈرک تک پہنچنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ اس کی رہائش گاہ پر پہنچ جاؤ۔ وہیں کسی نہ کسی طرح اس سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"مشورہ نہایت مناسب ہے ڈیزی! میں اس کے لیے بھی تمہارا مشکور ہوں۔ تم نے بلاشبہ اس وقت میری بہت مدد کی ہے۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمہارے اس تعاون کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ اگر قسمت نے کسی موڑ پر دوبارہ تم سے ملاقات کرائی اور مجھے تمہاری ان نوازشات کا بدلہ چکانے کا موقع ملا تو میں کسی قسم کی پہلوتہی نہیں کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

"شکریہ شہباز! بہت بہت شکریہ۔" ڈیزی نے کہا۔

"مجھے اب اجازت دو ڈیزی!" میں صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گے؟" ڈیزی نے سوال کیا۔

"میں اب تمہارے مشوروں کی روشنی میں آگے قدم بڑھاؤں گا اور اس کے لیے مجھے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے قبل میں چھپتا پھر رہا ہوں لیکن اب اس سے کیا فائدہ؟"

"ہاں میں نے جو کچھ کہا ہے یقین کرو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔" ڈیزی نے کہا۔

"بس تو کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ کوئی مشکل نہیں ہو گی۔"

"اگر مناسب سمجھو تو رات یہیں گزار لو، صبح اسی راستے سے نکل جانا جس راستے سے یہاں پہنچے تھے۔"

"نہیں ڈیزی! میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا۔"

"کیوں؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"اگر کسی نے مجھے یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو تمہارے حق میں برا ہو گا۔ کم از کم میرے اندر اتنی انسانیت اور شرافت موجود ہے کہ میں اپنے محسن کو کوئی تکلیف نہ دوں۔ یقینی طور پر تمہاری یہ پیشکش میرے لیے انعام ہے۔ میں یہاں آرام سے سو سکتا ہوں لیکن سونے کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ کب آنکھ کھلے۔ روشنی ہو جائے گی اور روشنی کے بعد میں کسی بھی راستے سے نکلا تو دیکھے جانے کے زیادہ امکانات ہوں گے۔"

"یہ بات تو ہے شہباز! میں الجھن میں پھنس جاؤں گی، وہ لوگ یہ سوچیں گے کہ ممکن ہے میں نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہو۔"

"یقیناً ڈیزی! اور میں کبھی یہ بات پسند نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"اچھا پھر جیسا مناسب سمجھو۔ کاش! میں اس سے زیادہ تمہاری کچھ مدد کر سکتی۔" ڈیزی کا لہجہ اداس ہو گیا۔

"اچھا ڈیزی! اجازت۔" یہ کہہ کر میں مڑا۔

ڈیزی مجھے اس کمرے تک چھوڑنے آئی جس کے ذریعے میں یہاں آیا تھا اور پھر وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس نے

کمرے میں روشنی کر دی تھی۔

باتھ روم کی کھڑکی سے گزر کر میں پائپ کے ذریعے نیچے اترا اور پھر رات کی تاریکی میں ایک طرف چل پڑا۔ فرحی کے مشورے پر ہی عمل کرنا زیادہ مناسب تھا۔ حالات اب اس حد تک میرے علم میں آ چکے تھے کہ مجھے مزید کوئی جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ میں کسی طرح ... اس مکان سے کافی دور اس گھنی آبادی کی جانب نکل آیا جہاں بڑے لوگ بستے تھے۔

اور پھر ایک مکان کے برآمدے میں مجھے لیٹنے کی جگہ مل گئی۔ میں اطمینان سے برآمدے میں لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ خیالات کی یلغار اب بھی میرے ذہن پر تھی لیکن اب میں اتنا غیر مطمئن نہیں تھا۔ اب صرف ایک ہی مسئلہ باقی رہ گیا تھا اپنا بچاؤ اور یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش۔ رات کے نہ جانے کون سے حصے میں مجھے نیند آ گئی اور پھر صبح کو اسی وقت میری آنکھ کھلی جب کچھ لوگوں نے جھنجھوڑ کر مجھے جگایا۔ چار پانچ افراد تھے اور کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔

میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"کون ہو تم؟" ان میں سے ایک نے سوال کیا۔

"انسان۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟" میں نے جواباً کہا۔

"یہاں کیوں سو رہے تھے؟"

"بس مجھے یہ جگہ پسند آ گئی۔" میں مسکرا کر بولا۔

"ہوں! اٹھو۔" ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ میں کسی قسم کی جدوجہد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ مجھے کسی طریقے سے ہیڈرک تک پہنچنے کا موقع مل جائے، چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی اب فرمائیے؟" میں نے طنزیہ انداز میں اس شخص سے کہا۔

"چلو آگے بڑھو۔" وہ بولا اور میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ ان کے ساتھ چل پڑا۔

"کہاں چلنا ہے قبلہ؟" کچھ دور چلنے کے بعد میں نے سوال کیا۔

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔ ویسے کیا میں آپ کو شکل سے بیوقوف معلوم ہوتا ہوں؟"

"ہماری خواہش ہے کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو ہم بھی تمہیں عزت سے وہاں لے جانا چاہتے ہیں جہاں کے بارے میں ہمیں ہدایات ملی ہیں۔ وہاں چل کر تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے اور اس عزت افزائی کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی خلاف جگہ نہیں ہوگی۔" انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ عمارت بہت شاندار تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس کمرے میں داخل ہو گیا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ کسی شاندار عمارت کا ڈرائنگ روم جیسا عمدہ ہو سکتا تھا، اتنا ہی عمدہ یہ ڈرائنگ روم تھا۔ انتہائی نفیس فرنیچر سے پوری طرح آراستہ۔

میرا لباس بے حد خراب تھا لیکن میں اطمینان سے ایک قیمتی صوفے پر بیٹھ گیا۔ نجانے ... مجھے یہاں لانے والے تو کسی دوسری طرف چلے گئے تھے۔ ڈرائنگ روم میں ایک اور دروازہ بھی تھا جس پر قیمتی پردہ لٹک رہا تھا۔ میں نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی۔

تھوڑی دیر بعد اندرونی پردہ ہٹا کر کوئی اندر داخل ہوا اور میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ فرزانہ تھی۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی تھی لیکن چونکہ اس کے بارے میں فرحی نے کچھ انکشافات کیے تھے اس لیے یہ ذہن کو شدید جھٹکا نہیں لگا۔ تاہم مجھے فرحی کو محفوظ رکھنے کے لیے حیرت کا مظاہرہ کرنا تھا، چنانچہ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

فرزانہ کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے قریب آ گئی۔

"شہباز! میں تم پر ناز کرتی ہوں۔"

"فرزانہ! ... تم ... یہاں ...؟" میں نے شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن وہ کوئی جواب دیے بغیر صوفے پر میرے ساتھ بیٹھ گئی۔

"ہاں! میں یہاں موجود ہوں۔" چند لمحوں کے سکوت کے بعد اس نے کہا۔

"یہ جزیرہ ... میرا مطلب ہے یہ تو ہمارے دشمنوں کا جزیرہ ہے! تمہیں معلوم ہے کہ ......"

"ہاں! مجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن میں یہاں غیر مطمئن نہیں ہوں۔ اطمینان سے بیٹھو! یوں سمجھو تمہاری پریشانی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ میں تم پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے۔ میں ساری زندگی تم جیسے ہی کسی بہادر کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں اور تم مجھے بہت دیر سے ملے ہو۔ کاش تم مجھے پہلے مل جاتے۔"

"فرزانہ تم نہیں جانتیں کہ میں کیسی کیسی ذہنی اذیتوں سے گزرا ہوں اور میں نے تمہارے لیے ......"

"میں سب جانتی ہوں شہباز! میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اتنی تکالیف سے گزرنے کے باوجود تم نے میرا اعتماد عزیز رکھا اور میرے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ مجھے سب معلوم ہے۔"

"تم اس جزیرے کے بارے میں بھی کچھ جانتی ہو؟"

"ہاں سب کچھ۔ تم ذرا حلیہ ٹھیک کر لو اس کے بعد ناشتے کی میز پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ آؤ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ مجھے لیے ہوئے وہ اندرونی کمرے میں داخل ہو گئی اور پھر ایک راہداری طے کر کے دوسرے کمرے میں چلی گئی جہاں مختصر باتھ روم موجود تھا۔ "پلیز شہباز!" اس نے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔

باتھ روم بے حد کشادہ اور جدید طرز کا تھا۔ وہاں میرے لیے ایک نہایت عمدہ سلیپنگ سوٹ اور انتہائی نفیس قسم کا گاؤن لٹکا ہوا تھا۔ میں نے گرم پانی کا شاور کھول دیا۔ پھر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ میں نے نہایت کامیاب اداکاری کی تھی اور اب اس کے بعد مزید اداکاری کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر میں بہت دیر تک غسل کرتا رہا اور حالات کے نئے موڑ پر سوچتا رہا۔

باہر کمرے میں فرزانہ موجود تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔ "اب تو نیا لگتا ہے۔"

"چلو۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آ گئے۔ بڑی شاندار میز سجی ہوئی تھی اور اس پر لذیذ ترین ناشتہ موجود تھا۔ فرزانہ آگے بڑھ بڑھ کر میری تواضع کر رہی تھی۔ میں اس دوران سنجیدہ اور خاموش رہا تھا۔ پھر ناشتے سے فارغ ہو کر فرزانہ نے کہا۔

"اب تم جو چاہو پوچھو۔ میں تمہارے سوالات کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس جزیرے پر تمہاری موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ اور تم یہاں اس قدر مطمئن کیوں ہو جبکہ ہیڈرک تمہارا دشمن ہے؟"

"اگر میں یہ کہوں شہباز کہ میں نے اب تک تم سے جھوٹ بولا ہے اور تمہیں غلط فہمیوں میں رکھا ہے تو کیا تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گے؟"

"جھوٹ بولا ہے؟ غلط فہمیوں میں رکھا ہے؟" میں نے خود کلامی کے انداز میں آہستہ سے کہا۔

"اس شہباز! بلیک پول کا نام سنا ہے کبھی؟"

"نہیں یہ کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک اسرائیلی تنظیم ہے جو فلسطینیوں کے خلاف بنائی گئی ہے۔ اسرائیل کے تحفظ کے لیے دن رات کام کر رہی ہے۔ تمہیں جس قدر جانی اور مالی نقصان پہنچ رہا ہے اس نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ تم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ فلسطینی تنظیموں نے ہمیں کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ اپنی بقا کے لیے ہم دن رات سرگرداں ہیں اور مجھے ......"

"ایک منٹ فرزانہ! ایک منٹ۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں نسلاً یہودی ہوں شہباز! مارگریٹا کیسنگا روڈ۔ میں اسرائیل کی بقا کی خواہاں ہوں۔"

"اوہ۔ تو تم ... میرا مطلب ہے فرزانہ؟"

"ہاں یہ نام مجھے مجبوراً اختیار کرنا پڑا ہے۔ میں جانتی ہوں تم مسلمان ہو لیکن یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ تم انتہا پسند جنونی نہیں ہو۔ کیا میرا یہ خیال غلط ہے؟"

"آگے کہو مارگریٹا! تم نے تو مجھے حیران کر دیا ہے۔"

"مجھے تمہاری حیرانی کا احساس ہے۔ مسٹر ہیڈرک بلیک پول تنظیم کے سربراہ ہیں اور میں ان کی سیکرٹری ہوں۔"

"تم ... تم اس تنظیم کی سیکرٹری ہو؟"

"ہاں! میں سرگرم رکن ہوں۔ اسمگلر کی حیثیت سے میں اپنے حلقے میں مشہور ہوں لیکن یہ بات میں جانتی ہوں یا مسٹر ہیڈرک کہ ہم لوگ کیا چیز اسمگل کرتے ہیں۔ بظاہر ہم دونوں ایک دوسرے کے حریف ہیں لیکن ہمارے مقاصد ایک ہیں۔"

"کمال ہے مارگریٹا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بات میری عقل میں نہیں آ رہی ہے اور یہ ڈینی مارش کا کیا معاملہ ہے؟"

"فرحی بھی تنظیم کی ایک رکن ہے۔ ہمارے لیے کام کرتی ہے۔ تم اسے پانچویں درجے کی رکن سمجھو۔ بیروت میں ہم نے ایسے جال پھیلا رکھے ہیں کہ لوگ ہمیں اسمگلر ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمگلروں کے چند گروہ آپس میں سرپھٹول کر رہے ہیں لیکن در پردہ ہم سب ایک ہیں۔ ہمیں بہترین اعلیٰ درجے کے کارکنوں کی تلاش رہتی ہے۔ بے شمار نوجوان جن کا تعلق کسی طرح بھی اسرائیل سے نہیں ہے ہمارے لیے کام کر رہے ہیں۔ مجھے معاف کرنا شہباز! پہلے تو میں تمہاری دلیری سے متاثر ہوئی تھی۔ حقیقت میں تمہیں حاصل کرنے کی خواہش میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں ضدی قسم کی عورت ہوں۔ تم نے میری ملازمت کو ٹھکرا دیا تو میرے سرکش جذبے ابھر آئے اور میں تمہیں بے ہوش کر کے وہاں سے اٹھوا لائی لیکن تم مجھے فریب دے کر نکل گئے جس سے میرے دل میں تمہارے لیے ایک اور خیال پیدا ہو گیا۔ فرزانہ یا مارگریٹا کو چوٹ دینے والا معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔ بعد میں یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ صرف اتفاق تھا۔ بہر حال تمہاری دلیری یا چالاکی مجھے پسند آئی تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے تم میرے لیے کارآمد ثابت ہو اور میں نے تمہیں چیک کرنا شروع کر دیا۔ تم بہترین لڑاکا ثابت ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ایک قابل اعتماد دوست بھی۔ تم نے ڈینی مارش کی پیشکش ٹھکرا دی اور وہ رقم بھی تم نے قبول نہیں کی جو اسے واپس کے طور پر دی گئی تھی۔ اس طرح تم قدم قدم پر اپنی عظمت کے ستون نصب کرتے رہے اور میرے دل میں تمہاری قدر و قیمت بڑھتی رہی۔ پہلے میرا خیال تھا کہ میں تمہیں اپنا کارکن بناؤں گی لیکن تمہاری صلاحیتیں دیکھ کر میں نے تمہیں تمہارے شایان شان مقام دلانے کا فیصلہ کیا اور مسٹر ہیڈرک سے تمہارے بارے میں بات کی۔ مسٹر ہیڈرک نے حکم دیا کہ تمہیں یہاں بھیج دیا جائے۔ بعد کے انتظامات مسٹر ہیڈرک کے تھے اور جو رپورٹیں انہیں ملیں ان کے تحت انھوں نے یہ بات کھل کر کہہ دی کہ تم ایک قابل اعتماد انسان ہو۔ جو شخص صرف ایک دوست کے لیے اتنی اذیتیں برداشت کرے اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آج تمہارا امتحان ختم ہو گیا۔" مارگریٹا نے کہا اور مسکرانے لگی۔

"خدا کی پناہ! یہ امتحان تھا۔ یقین نہیں آتا مارگریٹا!"

"اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ بھی ہوں۔" مارگریٹا نے

نرم لہجے میں کہا۔

"یہ بتاؤ ماریا کہ تم نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"تمہیں ٹھیک پوزیشن میں ایک اہم درجہ دیا جائے گا۔ میں مسٹر ہینڈرک سے اس بارے میں بات کر چکی ہوں۔ آج تمہیں ان کے سامنے پیش کروں گی۔ کیا میں نے تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ کیا ہے شہباز؟"

"اس کا فیصلہ بھی تم ہی کرو فرانسز میں تو تمہیں مارگریٹا کہتے ہوئے بھی الجھتا ہوں۔ میں تمہیں فرانسز کے نام سے ہی پکاروں گا۔"

"ضرور شہباز! میں تو تمہارے بارے میں یہی فیصلہ کر چکی ہوں لیکن بس ایک کھٹک ہے میرے دل میں۔"

"وہ کیا ہے؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی نسلی منافرت تو نہیں ہے جو تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں فلسطینی گوریلوں کے خلاف کام کرنا ہوگا؟"

"میں نے ان تمام باتوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ تم اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو۔"

وہ بہت مسرور تھی اور میں دل ہی دل میں ان شیطانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے بن بن کر بگڑ رہے تھے۔ فرانسز کے بارے میں تنظیم کے بڑوں کی تشویش کس قدر درست تھی۔ وہ صیہونی مقاصد کی ایک بڑی رکن تھی لیکن ان کے ذہن میں ہینڈرک نہیں تھا۔ میں نے اس سے بڑا شیطان دریافت کر لیا تھا اور اب اس شیطان کے خلاف ایک خوفناک مہم در پیش تھی میں نے اس کی تمام چیرہ دستیوں کے ساتھ جہنم رسید کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بیروت میں اس کے جال کو توڑ دینا چاہتا تھا۔ اگر میں اس میں کامیاب ہو جاؤں تو تنظیم کے لیے یہ میرا پہلا تحفہ ہوگا مگر اس سلسلے میں ایک طویل ذہنی اور جسمانی سفر درکار تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ آسان نہیں تھا۔ میرے مخالف احمق نہیں تھے۔ وہ اتنا بڑا کام کر رہے تھے تو ان کی اپنی صلاحیتیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوں گی۔

فرانسز یا مارگریٹا اپنی خوشیوں کا اظہار کرتی رہی۔ ڈنر پر مجھے ہینڈرک کے سامنے پیش ہونا تھا۔ اس شخص کے بارے میں میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات تھے۔

مارگریٹا کئی گھنٹے تک باتیں کرتی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اس نے مجھے آرام کرنے کی ہدایت کی اور کہنے لگی "مجھے احساس ہے کہ یہ وقت تم نے نہایت تکلیف کے عالم میں گزارا ہے۔ اب تم آرام کر لو تاکہ چاق و چوبند ہو جاؤ۔"

"شکریہ مارگریٹا!" میں نے کہا۔ اور مارگریٹا خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

[illegible] سوچ بچار کرتا رہا اور پھر میں سونے کی کوشش کرنے لگا جس میں مجھے کامیابی ہو گئی تھی۔ شام کو میں سات بجے کے قریب جاگا تھا۔ گھڑی دیکھ کر حیران ہو گیا اور جلدی سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

باتھ روم سے باہر آیا تو ایک جانی پہچانی شکل سامنے تھی۔ [illegible]

"تم؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہچان لیا مجھے؟" وہ بھی مسکرا دی۔

"ہاں کیا نام ہے تمہارا؟"

"گوکل منیرو۔"

"میں نے تمہیں مارگریٹا کی کوٹھی میں دیکھا تھا۔ کیا تم وہاں رہتی ہو؟"

"پہلے رہتی تھی پھر بعد میں مجھے یہاں طلب کر لیا گیا۔" گوکل نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہیں میری پیش کش یاد ہے گوکل؟ جب تم فرانسز کا پیغام لے کر میرے پاس پہنچی تھیں اس وقت میں نے ــــ فرانسز سے بھی تمہاری پسندیدگی کا اظہار کیا تھا وہ پیش کش اب بھی برقرار ہے کیا تم اسے قبول کر لو گی؟"

"اگر آپ مذاق کر رہے ہیں تو کوئی بات نہیں ہے ورنہ میری یہ مجال نہیں کہ خاتون فرانسز کے راستے میں آنے کی کوشش کروں۔" گوکل نے جھینپی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر وہ بولی "میں آپ کے لیے یہ لباس لائی ہوں ــــ براہ کرم جلدی تیار ہو جائیں ــــ خاتون فرانسز نے مجھے ہدایت کی تھی کہ اگر آپ جاگ گئے ہوں تو آپ کو بتا دوں کہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے آپ کو ہینڈرک سے ملاقات کرنی ہے۔"

"تم کس قدر سنجیدہ ہو گئیں گوکل؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے اجازت دیجیے۔" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا اور سر جھکائے باہر نکل گئی۔ مجھے اس کی جھینپ پر ہنسی آ گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ وقت یاد آ گیا تھا جب اس نے مجھے سویڈن میں خاتون فرانسز کا پیغام دیا تھا اور میرے مذاق سے اس کی رنگت بدل گئی تھی اس وقت بھی اس کی یہی کیفیت ہو گئی تھی۔

بہرحال ساڑھے آٹھ بجنے میں بہت زیادہ وقت نہیں رہا تھا۔ مجھے ایک مشکل مرحلے سے گزرنا تھا چنانچہ ان فضولیات میں ذہن کھپانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے اس خوب صورت لباس کو دیکھا۔ اعلیٰ قسم کے کپڑے کا سوٹ تھا۔ قمیص بھی ٹائی بھی تھی۔ یقینی طور پر فرانسز نے اپنے معیار کا ثبوت دیا تھا۔ میں فرانسز کے تصور میں الجھا ہوا لباس تبدیل کرنے لگا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ میری جسامت کے عین مطابق سوٹ [illegible] کسی کی اُلجھن [illegible] تمام احمقانہ باتوں کے سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سوٹ پہن کر میں نے خود کو آئینے میں دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ میں جیسے ہی باہر نکلا ایک ملازم [illegible] کی طرف آ رہا تھا۔ ملازم مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میں نے [illegible]

"[illegible] مارگریٹا کہاں ہیں؟"

"وہ جناب ڈرائنگ روم میں موجود ہیں۔ کیا میں انہیں آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں؟"

"کوئی اور بھی ہے ان کے ساتھ؟" میں نے سوال کیا۔

"جی نہیں کوئی نہیں ہے۔"

"تو پھر چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے ڈرائنگ روم تک پہنچا دو۔" میں نے کہا اور ملازم نے ڈرائنگ روم تک میری رہنمائی کی۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو سامنے ہی مارگریٹا موجود تھی اور کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر بہت سے رنگ بکھر گئے۔ وہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور بہت غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مارگریٹا! تمہاری یہ حرکتیں مجھے پاگل کر دیں گی۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" اس نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"بس مجھے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"شہباز! تم نہیں جانتے کہ اس وقت تم کیسے لگ رہے ہو؟ میں اپنے صحیح جذبات کا اظہار نہیں کر سکتی۔"

"خیر صرف وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ مسٹر ہینڈرک سے ملاقات کے وقت کا تعین کر لیا ہے آپ نے یا کسی اور وقت؟"

"اوہ نہیں! ٹھیک ہے۔ ہینڈرک سے ملاقات کے بعد ہماری نشست ہو گی ــــ میں تمہارے لیے کس قدر پریشان ہوں تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ لہجے کا فرق کس قدر عجیب ہوتا ہے میں نے جس لہجے میں یہ بات کہی تھی اگر فرانسز یا مارگریٹا اس پر غور کر لیتی تو چونک پڑتی لیکن اس نے غور نہیں کیا تھا۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم سے نکل آئے ــــ ہمیں کسی دوسری عمارت میں پہنچنا تھا اور اس کے لیے کار موجود تھی۔

جس عمارت میں ہم پہنچے تھے وہ بھی بہت عالیشان تھی۔ میرا خیال ہے جزیرے کی سب سے عمدہ عمارت ہوگی اور ہونی بھی چاہیے تھی کیونکہ یہ جزیرے کے شہنشاہ کی عمارت تھی اور اب میں اس شہنشاہ کے حضور پیش ہو رہا تھا۔

عمارت کی آرائش اور نفاست قابل دید تھی۔ بہت سے راستوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم اس کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے جہاں ہینڈرک موجود تھا۔

میں نے پہلی بار اس شخص کو دیکھا۔ پادریوں کی مانند جبہ پہنے ہوئے اور پادریوں ہی کی طرح ایک لمبی ٹوپی سر پر لگائے ہوئے گھنی داڑھی جو چہرے کی مناسبت سے کچھ زیادہ معلوم ہوتی تھی [illegible] کی آنکھوں میں عجیب سی گہرائی تھی۔ درحقیقت اس کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ اس قدر خوفناک چیز ہو گا۔ میں اسے دیکھ کر ایک لمحہ حیران رہ گیا تھا۔ ہینڈرک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"معزز مہمان کو خوش آمدید۔" اس کی گونج دار آواز ابھری اور میں نے گردن خم کر دی۔

"بیٹھو دوست! مارگریٹا تم سے بہت متاثر ہے اور تمہارے بارے میں اتنی باتیں کر چکی ہے مجھ سے کہ اب تمہاری شخصیت میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ بیٹھو۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور مارگریٹا مسکراتی ہوئی میرے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر ایک لمبی سیاہ میز کے پیچھے جا بیٹھا تھا جس پر طرح طرح کے انسٹرومنٹس رکھے ہوئے تھے جن کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کیا ہیں؟ بیٹھنے کے بعد اس نے سامنے رکھے ہوئے آلے کا ایک بٹن دبایا اور میز کی سطح پر دیکھنے لگا۔ چند لمحوں تک نگاہیں جمائے دیکھتا رہا اور پھر پُرسکون انداز میں بٹن آف کر دیا۔

"دراصل مجھے محتاط رہنا پڑتا ہے۔" ہینڈرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارے چہرے کا امتحان لیا تھا کہ کہیں اس پر کوئی میک اپ تو نہیں ہے۔ دیکھنا پسند کرو گے؟" وہ بولا اور مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔ اس نے مجھے اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا چنانچہ میں پورے احترام کے ساتھ اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا اور اس نے دوبارہ بٹن آن کر دیا۔ اس بار اس نے فرانسز کو فوکس کیا تھا۔ فرانسز کا چہرہ میز کے شیشے کے نیچے لگے ہوئے اسکرین پر نمایاں ہو گیا۔ تب ہینڈرک کی آواز ابھری۔

"اگر اس چہرے پر میک اپ ہوتا تب بھی اس شیشے میں ہم اسے اصل حیثیت میں دیکھ سکتے تھے۔ میں فی الوقت تمہیں اس کا تجربہ کر کے نہیں دکھا سکتا لیکن پھر کبھی سہی۔"

"اوہ! بلاشبہ یہ نایاب چیز ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس سے بھی نایاب چیزیں تمہیں یہاں ملیں گی۔ بیٹھو۔" ہینڈرک نے کہا اور میں دوبارہ اسی صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ "اس بات سے کم از کم تم یہ اندازہ لگا چکے ہو گے شہباز کہ میں ایک محتاط آدمی ہوں اور اپنے گردوپیش سے پوری طرح باخبر رہنا چاہتا ہوں۔ یقیناً مارگریٹا تمہیں بتا چکی ہوگی کہ ہمارا اصل مشن کیا ہے لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم شہباز ہونے کے باوجود ہمارے لیے کام کرنے پر تیار ہو گئے۔ کیا اس بات کا کوئی معقول جواب دے سکو گے؟"

"جی ہاں جناب! دراصل میں پیدا لبنان میں ہوا تھا لیکن اس کے

بعد یہاں مجھے زندگی کی وہ سہولتیں مل سکیں جن کی ہر انسان کو ضرورت ہوتی ہے۔ طویل عرصے میں ان آوارہ گردوں کے ساتھ رہا جو ہپی کہلاتے ہیں۔ میں ان کے خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وہ انسان کی آزادی کے علمبردار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ انسان پر بے پناہ بوجھ لاد دیے گئے ہیں۔ ایسے بوجھ جن کو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بوجھ اگر اسے زندگی کا کچھ سکون مہیا کر دیتے تو شاید وہ انہیں قبول کرنے کے لیے بخوشی تیار ہو جاتے لیکن یہ سامنے کے افکار و خیالات صرف اخلاقی حیثیت رکھتے ہیں اور عملی حیثیت کسی بھی دنیا کسی بھی مذہب میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے ان کے افکار سے ..... متاثر ہو کر اپنے ذہن کو ایک خاص سمت میں موڑ دیا ہے۔ میرا نام شہباز ہے۔ فریک یا مارکس کا نام بھی ہو سکتا تھا لیکن میں انسانی مخلوقات کی برتری کو تسلیم کرتا ہوں اور یہی میرا مسلک ہے۔ میں نے اپنی ضرورت کے مطابق خود کو اس حد تک تیار کیا ہے کہ دنیا میں اپنا مقام بنا سکوں۔ مجھے بے پناہ دولت کی آرزو نہیں ہے۔ نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ایک بہت بڑا صنعت کار بن جاؤں۔ ایک بہت بڑا سرمایہ دار کہلاؤں اور کسی جگہ منجمد ہو کر زندگی گزار دوں۔ میں متحرک رہنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں بالکل آزاد ہوں اپنے لیے بہتر زندگی فراہم کرتا رہوں اور جب کمزور ہو جاؤں تو زندگی کے اس مرحلے کے بارے میں غور کروں۔ بس یہ میرا اصول ہے اور میں اس اصول کے لیے عمل کرنے کا خواہش مند ہوں۔ میرا خیال ہے میری ان باتوں سے آپ نے میرے بارے میں اندازہ لگا لیا ہوگا۔"

"یقیناً دوست، نہ صرف اندازہ لگایا ہے بلکہ تمہارے ان خیالات سے متاثر بھی ہوا ہوں۔" ہینڈرک نے جواب دیا۔

"میں شکر گزار ہوں جناب۔" شہباز نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بلیک پول کے بارے میں مارگیبا تمہیں بتا چکی ہوگی۔"

"جی ہاں۔ پہلے میں اس تنظیم سے قطعی اجنبی تھا لیکن خاتون مارگیبا نے مجھے اس سے روشناس کرا دیا ہے۔"

"کیا خیال ہے، کیا بلیک پول کے مقاصد کے لیے تم کام کر سکو گے؟" ہینڈرک نے پوچھا۔

"یقیناً میں اس کے لیے خلوص دل سے تیار ہوں۔ البتہ اپنی صفائی میں چند الفاظ بھی کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔"

"جیسا کہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں مسٹر ہینڈرک کہ میں کسی بھی سلسلے میں جذباتیت کا قائل نہیں ہوں۔ بلیک پول کے ایک رکن کی حیثیت سے جو خدمات میرے سپرد کی جائیں گی ان کی انجام دہی میرا فرض ہوگا اور اس کے عوض مجھے بہتر زندگی فراہم کرنا آپ کی ذمہ داری۔ آپ جب چاہیں میرے اس پرخلوص دعوے کو آزما سکتے ہیں۔"

"بس یہی! اس سے زیادہ ہم کچھ چاہتے بھی نہیں ہیں۔ مسٹر شہباز! میرے پاس ایسے شاندار کارکن موجود ہیں کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔ میں جسمانی قوت اور مارشل آرٹس میں آپ کا کمال دیکھ چکا ہوں۔ بے شک آپ ان لوگوں پر بھاری ہیں جو میرے بہترین تربیت یافتہ افراد تھے۔ آپ کی ذہنی برتری کا ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن میرا خیال ہے جس طرح آپ تجزیے پر مصروف عمل رہے ہیں اس سے کم از کم یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی ذہنی قوتیں ہمارے لیے بہت مفید ثابت ہوں گی۔ خیر تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پاس ایسے کارکن موجود ہیں جو عالمی سیاست تک بدل دینے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن میں ہمیشہ اس بات کا آرزو مند رہتا ہوں کہ بلیک پول میں بہترین آدمی اپنی جگہ سنبھال لے۔ اور میں کسی بھی ذہین اور اعلیٰ کارکردگی کے مالک شخص کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ آپ سے میں نے ایک خاص کام لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا آپ اس کی تفصیل سننا پسند کریں گے؟"

"ضرور جناب! میں آپ کے خادموں میں سے ایک ادنیٰ خادم ہوں۔" میں نے کہا۔ مارگیبا بے حد مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اگر پہلے اس کے دل میں میرے لیے کوئی اضطراب ہوگا تو اب نہیں رہا تھا۔ ہینڈرک نے کہا۔

"بیروت کے ایک مخصوص خطے میں فلسطینیوں کی بستیاں آباد ہیں۔ آپ کو اسرائیل اور فلسطین کے معاملات کا علم ہوگا۔ ہم اسرائیل کے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ فلسطینی آبادیاں سازشوں کا گڑھ ہیں۔ آپ چونکہ ان کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے آپ ان کے درمیان قیام کر سکتے ہیں۔ ان معاملات میں آپ کی معلومات تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہوں گی چونکہ آپ متوازن مذہبی خیالات رکھتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ان آبادیوں میں رہ کر آپ ہمیں فلسطینیوں کے اقدامات سے آگاہ کرتے رہیں۔ آپ اپنی خدمات کسی بھی طرح تنظیم آزادی فلسطین کو سونپ دیں اور ان کے ساتھ مل کر کام کریں لیکن در پردہ آپ بلیک پول کے ممبر ہوں گے۔ آپ کو ہدایات ملتی رہیں گی کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ البتہ ان کے مقاصد اور ان کی مہمات سے آپ ہمیں آگاہ کرتے رہیں اور یہی آپ کی ذمہ داری ہوگی۔ اس کے عوض جو چیز آپ کے تصور میں آئے وہ آپ ہم سے طلب کر سکتے ہیں۔ لبنان میں بہترین زندگی آپ کو فراہم کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے کسی بھی ملک میں اگر آپ رہائش اختیار کرنا چاہیں تو وہاں آپ کو ساری آسائشیں فراہم کی جا سکتی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ آپ کو سات سال تک بلیک پول کے لیے کام کرنا ہوگا۔ سات سال کے بعد آپ کو ریٹائرمنٹ مل جائے گی اور اس کے بعد آپ اپنی پسند کی جگہ جا کر آباد ہو سکتے ہیں۔ اس مقررہ مدت کے بعد آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی جائے گی۔ ان سالوں میں آپ کو جو معاوضہ دیا جائے گا وہ آپ کے پسندیدہ ملک کے بینکوں میں آپ کے نام سے

جمع ہوتا رہے گا اور یہ معاوضہ اتنا ہوگا کہ دوبارہ آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیا یہ ایک بہتر پیشکش نہیں ہے؟"

"بلاشبہ یہ شاندار پیشکش ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہینڈرک نے مسکراتی نگاہوں سے مارگیبا کی جانب دیکھا۔

"آپ خوش اور مطمئن ہیں میڈم مارگیبا؟" اس نے کہا۔

"نہیں جناب! میں بس آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔" مارگیبا نے جواب دیا۔

"اور میں بھی آپ کے بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے بلیک پول کو ایک بہترین ممبر دیا۔ میرا خیال ہے اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ ہمیں ڈائننگ ہال تک چلنا چاہیے۔" ہینڈرک نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

پُر تکلف ڈنر پر ہم تینوں کے علاوہ کوئی چوتھا فرد نہیں تھا۔ ڈنر کے بعد ہینڈرک نے پرخلوص انداز میں پیشکش کی۔

"اب آپ لوگ آرام کریں۔ مسٹر شہباز ابھی کچھ دن یہیں رہیں گے اور اس کے بعد انہیں ان کی ذمہ داریاں بتا دی جائیں گی۔"

"بہت بہتر۔ اب ہمیں اجازت ہے؟" مارگیبا نے سوال کیا۔

"بالکل بالکل۔ ایک بار پھر میں آپ دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" ہینڈرک نے پرجوش انداز میں کہا لیکن اس نے مجھ سے مصافحے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ میں نے بھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی اور ہم دونوں وہاں سے باہر نکل آئے۔

ہماری واپسی بھی اسی کار کے ذریعے ہوئی تھی۔ مارگیبا بے حد مسرور نظر آ رہی تھی۔ آخر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"تم اس بات کا خیال مت کرنا کہ ہینڈرک نے تم سے مصافحہ نہیں کیا۔ وہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے کیونکہ... کیونکہ......"

"کیا مطلب؟" میں نے مارگیبا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ ان کے ہاتھ مصنوعی ہیں۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں، پلاسٹک کے ہاتھ۔ ہینڈرک کے دونوں ہاتھ کسی حادثے میں کٹ گئے تھے۔ ان کی جگہ انہوں نے مصنوعی ہاتھوں کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ یہ مصنوعی ہاتھ ایک بہت بڑے ملک میں تیار کیے گئے ہیں۔ وہ ان سے ہر طرح کا کام لے سکتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "ویسے مسٹر ہینڈرک کافی پُراسرار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا ظاہری حلیہ بھی عجیب ہے۔"

"ہاں اس شخص کی پوری شخصیت ہی عجیب ہے۔ میرے خیال میں اس کے انتہائی قریبی لوگوں کو بھی یہ بات نہیں معلوم ہوگی کہ درحقیقت وہ کیا ہے۔ بہرحال وہ بے حد ذہین انسان ہے۔ عجیب و غریب صفات کا مالک۔" مارگیبا نے جواب دیا۔

دوسری صبح ہم دونوں ناشتے سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ مارگیبا نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" اس نے کہا اور پھر مؤدب ہو گئی۔ "جناب! کوئی حکم؟" اس نے کہا اور پھر دوسری طرف سے سنتی رہی۔ یقینی طور پر یہ ہینڈرک کا ٹیلی فون ہوگا۔ مارگیبا کے چہرے کے تاثرات یہی بتا رہے تھے۔ پھر میں نے اس کے چہرے پر پھیکا پن دیکھا۔ وہ کسی قدر مضمحل ہو گئی تھی۔ پھر بھی دوسری طرف کی گفتگو سنتی رہی اور پھر اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

"بہت بہتر جناب! میں حکم کی تعمیل کروں گی۔ بہت بہتر۔ بہت بہتر، شکریہ۔" اس نے ٹیلی فون رکھ دیا لیکن اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے اداس نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر نیم جاں مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"سوری ڈیئر! ہم لوگ کچھ دن کے لیے علیحدہ ہو رہے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"مجھے حکم ملا ہے کہ میں بیروت چلی جاؤں کچھ ضروری کام میرے سپرد کیے گئے ہیں۔"

"مسٹر ہینڈرک کا فون تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے مجھے احکامات دینے والے مسٹر ہینڈرک ہی ہو سکتے ہیں۔ خیر چھوڑو۔ مجھے اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد روانہ ہو جانا چاہیے۔ ایک لانچ مجھے لے کر جائے گی لیکن یہ سب کچھ غیر متوقع ہوا ہے شہباز! میرا تو خیال تھا کہ اتنے طویل عرصے تک تم سے جدا رہنے کے بعد اب اچھا وقت گزرے گا۔ تمہیں تنہا چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یقین کرو کہ میں زندگی میں صرف تم سے متاثر ہوئی ہوں اور کسی سے نہیں ہوئی۔"

"سوری مارگیبا! مجھے بھی افسوس ہے۔"

"نہیں ڈیئر تم پریشان بالکل نہ ہونا۔ میں یہاں تمام لوگوں کو ہدایت کر جاؤں گی کہ وہ تمہارا خیال رکھیں تاکہ تمہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔"

میں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور مسکرانے لگا لیکن دل ہی دل میں میں دانت پیس رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ذلیل بڑھیا! تو میرے لیے انتہائی قابلِ نفرت ہے۔ اگر تنظیم یہ کام میرے سپرد نہ کرتی اور میں اسے اپنا فرض نہ سمجھتا تو میں ایک یہودی عورت کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ تو نے میری زندگی کا سب سے سنہرا خواب مجھ سے چھین لیا ہے۔ میرے ذہن میں تو عورت کا تصور ہی عجیب تھا۔ تیری زہریلی

مسکراہٹوں اور فریب کار قہقہوں نے میری اس تصوراتی عورت کو ہلاک کر ڈالا۔

پھر بھی یہ نفرت بھرے الفاظ میں مارگیا سے نہ کہہ سکا البتہ اس کی دل جوئی کے لیے جھوٹ بولتا رہا۔ مارگیا اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئی تھی پھر وہ مجھے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے تک گئی۔ ایک ڈرائیور بھی ساتھ تھا۔ سمندر کے کنارے ایک خوب صورت لانچ موجود تھی جو روانگی کے لیے تیار کھڑی تھی۔ مارگیا نے مجھے خدا حافظ کہا اور لانچ پر چلی گئی۔ پھر دیر تک وہ لانچ کی ریلنگ کے ساتھ کھڑی ہاتھ ہلاتی رہی تھی۔ میں بھی مجبوراً وہیں کھڑا ہاتھ ہلاتا رہا اور پھر کار میں بیٹھ کر واپس چلا پڑا۔

مارگیا کی اچانک روانگی میرے لیے کسی تردد کا باعث تو نہیں تھی لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اب جو کچھ کرنا ہے اس میں کافی محتاط ہونا پڑے گا۔

میں اپنی اس رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔ گونل میزو بدستور یہاں مقیم تھی اور مارگیا کی روانگی سے کافی خوش نظر آتی تھی لیکن مارگیا کا معاملہ دوسرا تھا۔ میں اس کا حکم ماننے کے لیے مجبور تھا۔ اب یہ تو ایک احمقانہ بات ہوتی کہ مارگیا کے علاوہ میں کسی دوسرے کے آگے اپنا سر جھکا دیتا۔ میں نے گونل میزو کے ساتھ خشک رویہ اختیار کیا۔ شام کی چائے پر اس نے مجھ سے باتیں کرنے۔۔۔۔۔ کی کوشش کی لیکن میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ نتیجتہً وہ کسی قدر بجھ گئی پھر رات کو اس نے مجھے ڈنر پیش کیا۔ اس دوران کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

ڈنر دو بجے کے قریب میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ ساڑھے دس، پونے گیارہ بجے تک میں جاگتا رہا اور پھر دروازہ اندر سے بند کر کے بیڈ لائٹ جلا کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے جب مجھے اپنے بیڈ روم کی عقبی کھڑکی پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ کوئی انگلی سے کھڑکی کا شیشہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ میں چونک پڑا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ گونل میزو اگر کسی بہانے کمرے میں داخل ہونا چاہتی تو وہ یقیناً دروازہ استعمال کر سکتی تھی۔ عقبی کھڑکی کی یہ دستک میرے لیے پُراسرار تھی تاہم میں جلدی سے اٹھ گیا۔ میں نے کمرے میں تیز روشنی کی اور اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔ میں نے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی۔ باہر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور اس تاریکی میں ایک سایہ سا نظر آ رہا تھا۔

"شہباز! میں ڈیفنی ہوں۔ ڈیفنی مارش اسمتھ!" ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔ "براہِ کرم جلدی سے لائٹ بجھا دو۔" ڈیفنی نے کہا اور میں نے تیزی سے پلٹ کر روشنی گل کر دی۔ ڈیفنی کھڑکی پر چڑھ کر اندر آ گئی تھی۔

"اگر مناسب سمجھو تو یہ ہلکی روشنی بھی بجھا دو اور ذرا بھی تیز آواز میں مت بولو۔ ممکن ہے کوئی ہماری گفتگو سن رہا ہو اور ہم قبل از وقت کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔"

میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کرنا مناسب سمجھا۔ ڈیفنی کی آمد میرے لیے بڑی تعجب خیز تھی اور وہ بھی اس انداز میں۔ ڈیفنی نے اندر داخل ہو کر خود ہی کھڑکی بھی بند کر دی تھی اور پھر ہم دونوں آگے بڑھ کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"شہباز! میری درخواست ہے کہ تم میری نیت پر کوئی شبہ نہ کرو۔ میں اس وقت اپنی جان کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔"

"یقیناً ڈیفنی!" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیکھو شہباز! بعض اوقات انسان آنکھیں بند کر کے بھی ایک دوسرے پر اعتماد کر لیتا ہے خواہ اس کے نتائج برے ہی کیوں نہ نکلیں۔ تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر لو۔ میں دل سے تمہاری دوست ہوں۔۔۔۔۔ اور میں نے تمہارے لیے جان کی بازی لگا دی ہے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے۔"

"کوئی خاص بات ہے ڈیفنی؟" میں نے کہا۔

"ہاں شہباز! مجھے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دو یا پھر یوں کرو کہ جو سوالات میں کروں ان کے مجھے سچے جوابات دے دو۔" ڈیفنی نے کہا۔

"ہاں پوچھو۔"

"کیا تمہارا نام علی یار خان ہے؟" ڈیفنی نے سوال کیا اور میری حالت غیر ہو گئی۔ ڈیفنی کو یہ بات کیسے معلوم ہو گئی تھی؟ اس کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا پھر بھی میں نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو ڈیفنی؟ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔"

"پلیز شہباز! جلدی سے بتا دو۔ وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ کسی نے مجھے یہاں آتے ہوئے دیکھا ہے یا نہیں لیکن اس کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔ خفیہ پُراسرار شعبوں کا دستور ہے کہ یہاں ہر شخص پر پوری پوری نگاہ رکھی جاتی ہے، خواہ وہ ہینڈرک کا کتنا ہی وفادار کیوں نہ ہو۔ ہینڈرک شیطان صفت انسان ہے۔ وہ شاید دنیا میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا۔ اس سے قبل کہ ہم رازداریوں اور تکلفات کا شکار ہو جائیں اور یہ قیمتی وقت گزر جائے، تم مجھے میری باتوں کا جواب دو۔"

"ہاں ڈیفنی! میں علی یار خان ہوں۔"

"جناب والا! میں نے ایک خطرناک شخص کی فائل نکالی ہے۔ امریکہ سے تعلق رہا ہے تمہارا؟ میرا مقصد ہے کہ امریکہ میں زیرِ تعلیم رہے ہو؟"

"ہاں!" میں نے جواب تو دے دیا لیکن دل کی کیفیت خدا ہی بہتر جانتا تھا۔ پورے بدن میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔

"پھر تو تم نے یقینی طور پر اولیویا وروڈ نامی کسی شخص کا نام بھی سنا ہو گا جو سی آئی اے کا ایک سرگرم رکن ہے۔" ڈیفنی نے کہا اور میں بالکل ہی نڈھال ہو گیا۔ مجھے صورتِ حال کا اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"ہاں اولیویا وروڈ سے میرا گہرا تعلق رہا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور میں نے اولیویا وروڈ کو بدترین شکست سے دوچار کیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر ہینڈرک کو فراہم ہونے والی اطلاعات بالکل درست ہیں۔"

"کیا اب بھی تم مجھے تفصیل سے سب کچھ نہیں بتاؤ گی ڈیفنی؟" میں نے سوال کیا۔

"ضرور بتاؤں گی شہباز! ضرور بتاؤں گی۔ مسٹر مارگیا تمہیں بلیک پول میں شامل کرنے کے لیے شدید کوششیں کر رہی تھی، وہ تم سے ضرورت سے زیادہ ہی متاثر ہو گئی ہے۔ ہینڈرک کو اس نے تمہارے بارے میں تقریباً راضی کر لیا تھا لیکن ہینڈرک بہت ہی چالاک آدمی ہے۔ اس نے تمہاری تصاویر حاصل کر کے اپنے ایک مخصوص خفیہ شعبے کو روانہ کر دی تھیں اور تمہارے بارے میں مکمل معلومات طلب کی تھیں۔ تمام رپورٹیں درست نکلیں یعنی تمہیں کسی خاص حیثیت سے پہلے کبھی نہیں پہچانا گیا تھا لیکن یہ آخری رپورٹ جو ملی ہے اس نے ایک دم سے ہینڈرک کے تاثرات بدل دیے ہیں۔ اگر مارگیا یہاں سے نہ روانہ کر دی گئی ہوتی تو یقینی طور پر اسے کسی بڑی سزا سے دوچار ہونا پڑتا۔ شام کو جو رپورٹ ہینڈرک کو ملی اور اس رپورٹ میں تمہاری تصویر کے ساتھ دیگر تمام تفصیلات بھی درج ہیں۔ اسے اتفاق ہی کہو کہ میں اس وقت شیشے کے اس کیبن سے لگی بیٹھی تھی جس کے دوسری جانب ہینڈرک اپنی مخصوص مشین پر کچھ کام کر رہا تھا۔ اس وقت ایک شخص ایک فائل لے کر ہینڈرک کے پاس آیا۔ یہ فائل صیہونی تحریک کے دشمنوں کی فائل تھی۔ صیہونی تحریک کے دشمنوں کی فائل کا رنگ نارنجی ہوتا ہے۔ اس شخص کے اور ہینڈرک کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ شیشے کے کیبن کے دوسری طرف بھی سنی جا سکتی تھی اور جب تمہارا نام لیا گیا تو میں نے خصوصی طور پر توجہ مرکوز کر دی۔ وہ شخص ہینڈرک سے کہہ رہا تھا۔

"جناب والا! میں نے ایک خطرناک شخص کی فائل نکالی ہے جو تصاویر آپ نے خفیہ شعبے کو روانہ کی تھیں ان کی ایک کاپی میرے پاس بھی موجود تھی اور اتفاق سے آج میری نگاہ اس فائل پر بھی پڑ گئی۔ ذرا اسے ملاحظہ فرمائیے۔"

"کیا بات ہے؟" ہینڈرک نے اس سے پوچھا۔

"شہباز نامی جو شخص آپ کے پاس موجود ہے اور جو میڈم مارگیا کی وساطت سے آیا ہے، وہ درحقیقت شہباز نہیں بلکہ ہمارا ایک خاص دشمن علی یار خان ہے جس کا تعلق پاکستان سے ہے۔ امریکہ میں اس شخص نے بہت سے یہودیوں کو قتل کیا ہے۔ یہ فائل وہ ہے جو مسٹر اولیویا وروڈ نے آپ کے پاس روانہ کی تھی اور اس میں آپ سے کہا گیا تھا کہ اگر یہ شخص کہیں نظر آئے تو اس پر نہ صرف نگاہ رکھی جائے بلکہ اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے اور بہتر تو یہ ہو گا کہ اگر یہ کسی طرح ہاتھ آ جائے تو اسے مسٹر اولیویا وروڈ کے پاس روانہ کر دیا جائے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" ہینڈرک دہاڑا تھا اور پھر اس نے فائل کھول کر سامنے رکھ لی تھی۔

میں اس کی تمام کیفیات کا جائزہ لے رہی تھی شہباز! میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بہرصورت پھر میں نے ہینڈرک کے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے۔ پھر اس نے اس شخص سے کہا کہ وہ جا سکتا ہے۔ وہ شخص فوراً ہی باہر نکل گیا۔

اس شخص کے جانے کے بعد وہ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک اس فائل کی ورق گردانی کرتا رہا تھا پھر وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

مجھے موقع مل گیا تھا۔ میں نے جان کی بازی لگا کر یہ خطرہ مول لیا کہ میں خود بھی اس فائل کو دیکھوں۔ میں نے اس فائل میں تمہاری ایک تصویر بھی دیکھی ہے اور تمہارے بارے میں تمام تفصیلات بھی پڑھ لی ہیں۔

مجھے اس کے بعد نہیں معلوم کہ ہینڈرک نے اس سلسلے میں کیا کیا؟ لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی جان پر کھیل کر بھی تمہیں ان حالات سے آگاہ کر دوں گی بشرطیکہ تم اس وقت تک محفوظ رہو۔ اس کے بعد میں اپنی رہائش گاہ پر گئی اور چھپتی چھپاتی یہاں آ نکلی۔ میں نہیں جانتی کہ اس عمارت کے گرد کتنے افراد کا پہرہ ہے اور کس طرح تمہاری نگرانی کی جا رہی ہے لیکن شہباز! میں نے تمہیں ان حالات سے آگاہ کر دیا ہے اور میں اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ تمہاری ہر ممکن مدد کر سکوں۔"

ڈیفنی مارش اسمتھ کے سنسنی خیز انکشاف نے چند لمحات کے لیے میرے دماغ کو ماؤف کر دیا تھا۔ کامیابی کے اس قدر نزدیک

نکل آیا اور بے آواز قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ طویل راہداری سے گزر کر میں عمارت کے دوسرے حصے میں آ گیا۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی اس لیے کسی دشواری کے بغیر میں اس جگہ پہنچ گیا جو ڈرائیور کی رہائش گاہ تھی۔

اندر مدھم روشنی ہو رہی تھی اور رات کے سناٹے میں ڈرائیور کے خراٹوں کی آواز ابھر رہی تھی۔ میں نے اس کے کمرے کے دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ یہاں چوروں سے پریشان ہو کر دروازے بند کرنے کا رواج نہیں تھا۔ چنانچہ میں آسانی سے اندر داخل ہو گیا۔ پہلے میں نے احتیاطاً ڈرائیور کے سرہانے تکیے کے نیچے اور پھر اس کے اردگرد کسی پستول کی موجودگی کا جائزہ لیا۔ ڈپٹی کا پستول میں نے اسے واپس کر دیا تھا تاکہ وہ کسی بھی سلسلے میں کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔ پستول کا کوئی وجود نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر ڈرائیور کو جھنجھوڑنے لگا۔ ڈرائیور ہڑبڑا کر جاگ گیا۔ وہ وحشت زدہ انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"پریشان یا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں دوست۔" میں نے بحالت مجبوری تمہیں جگایا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تمہاری نیند خراب ہوئی۔" میں نے نرم لہجے میں کہا جس کے اس رویے سے ڈرائیور کے خوف میں کچھ کمی ہو گئی پھر وہ بولا۔

"لیکن تم کون ہو؟"

"میرا نام گوبن ہے۔ ملیک پول کے سیکشن تھری تین سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"اس وقت یہاں۔ میرا مطلب ہے میرے کمرے میں؟"

"ایک ضروری ہدایت لایا ہوں تمہارے لیے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"مائیکل لوئن۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"لوئن کے نام سے پکارے جاتے ہو یا مائیکل کے نام سے؟"

"سب لوگ مجھے لوئن کہتے ہیں۔"

"نسلاً یہودی ہو؟"

"سو فیصد۔" وہ میرا دوستانہ انداز دیکھ کر پرسکون ہو گیا تھا۔

"پھر تو تمہیں عربوں سے نفرت ہوگی؟"

"یقیناً۔" اس نے زہر آلود لہجے میں کہا اور میرے سینے کی خلش دور ہو گئی۔ میں نے ایک لمحہ خاموش رہ کر خود کو۔۔۔ اور پھر کہا۔

"تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا لوئن کہ اس وقت ایک خطرناک فلسطینی ایجنٹ اس عمارت میں موجود ہے۔"

"اس عمارت میں؟" لوئن اچھل پڑا۔

"ہاں! وہ میڈم مارگیا کا مہمان ہے۔ اس نے مسٹر ہینڈرک کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔"

"میرے خدا! وہ شخص فلسطینی ہے؟ ویسے میڈم اسے سمجھ کر رکھتی ہیں۔" لوئن کے لہجے سے حیرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہاں مسٹر لوئن! یہ حقیقت ہے کہ اس نے چالاکی سے مسٹر ہینڈرک کو بھی دھوکا دے دیا تھا لیکن بہت جلد اس کی سازش کا پردہ چاک ہو گیا۔ ہم لوگ بیروت سے یہ اطلاع لے کر آئے ہیں۔"

"کیا کوئی لانچ آئی ہے؟ میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا کہ تم شکل سے ذرا اجنبی نظر آتے ہو۔"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ اب اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ یہ عمارت ہمارے قبضے میں ہے لیکن ابھی اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جائے گا۔ پہلے یہ معلوم کیا جائے گا کہ یہاں اس کے کچھ اور ساتھی تو موجود نہیں ہیں۔ مجھے ایک ڈیوٹی سونپ کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔"

"کہو، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں تمہاری جگہ ڈرائیور کی ڈیوٹی انجام دوں گا۔ میں اپنی اصل شکل میں یہ فرض انجام نہیں سنبھال سکتا کیونکہ ڈرائیور کے بدل جانے سے شبہ بھی ہو سکتا ہے مجھے تمہارے میک اپ میں رہنا ہے۔"

"پھر میں کہاں جاؤں گا؟"

"تم اسی لانچ سے بیروت چلے جاؤ گے۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نظر آنے لگے۔

"یہ تو خوش خبری سنائی ہے تم نے۔ میں خود بھی یہاں اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"پہلے اپنا چارج مجھے دے دو تاکہ میں کامیابی سے تمہارا کردار انجام دے سکوں۔ ذرا کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی جسامت کا مجھے پہلے ہی اندازہ تھا میرے اور اس کے قد میں معمولی سی کمی بیشی تھی میں اس کے میک اپ میں با آسانی اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا۔

"یہاں تمہارا کوئی عزیز ہے؟"

"کوئی نہیں، سب بیروت میں ہیں۔"

"کوئی دوست؟"

"میں ذرا الگ تھلگ رہنے کا عادی ہوں۔ بس یونہی سلام دعا ہے چند لوگوں سے۔"

"کوئی محبوبہ وغیرہ؟" میں نے کہا اور وہ مسکرا دیا۔

"اگر ہوتی تو میں اسے اپنے ساتھ ہی لے جاتا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ سارے کام میرے اندازے کے مطابق ہو رہے ہیں۔" میں نے پرمسرت انداز میں کہا۔ "گاڑی کی چابیاں کہاں ہیں؟"

اس نے برابر رکھی میز کی دراز سے گاڑی کی چابیاں نکال کر میرے

حوالے کر دیں۔

"میرے پاس آؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے زوردار گھونسے نے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے دونوں ہونٹ کٹ گئے تھے۔ اس سے قبل کہ اس کے حلق سے کوئی آواز نکلے میں نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا اور سرد لہجے میں بولا۔ "تمہاری قوم کے کسی فرد کو میں نے ابھی تک قتل نہیں کیا لیکن تم بھی اسی قابل نفرت قوم کے ایک فرد ہو اس لیے۔۔۔۔" میں نے پاؤں کو مخصوص انداز میں دبایا اور وہ تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی تھیں۔

چند لمحات کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔ میں اس وقت بالکل خالی الذہن تھا اس لیے اس بے بسی کی موت کا میں نے کوئی اثر نہیں لیا۔ اس کے بعد میں نے اس کا میک اپ کیا اور بالکل مطمئن ہو گیا۔ اب اس کی لاش ٹھکانے لگانے کا مسئلہ تھا۔ اس سلسلے میں کافی دشواری کا احساس ہوا۔ پوری عمارت میں ایسی کوئی جگہ نہیں مل سکی جہاں اس کی لاش ٹھکانے لگائی جا سکتی۔ اس لیے میں نے اسے کار کی ڈکی میں بند کر دیا اور فیصلہ کر لیا کہ اسے دن میں کسی مناسب جگہ ٹھکانے لگا دوں گا۔

میں نے اپنے اس منصوبے کے سارے نشانات مٹائے اور پھر اس کے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ صبح ہونے میں دیر نہیں تھی۔ اس کمرے کی عقبی کھڑکی کے شیشوں سے روشنی جھانک رہی تھی۔

ہر چند کہ ساری رات جاگتا رہا تھا لیکن پھر بھی زیادہ تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ حالات ہی ایسے پیش آ گئے تھے کہ مستعد رہنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ باورچی نے آ کر مجھے ناشتا دیا جو میں نے اپنے کمرے ہی میں کیا اور پھر لوئن کا لباس پہنے ہوئے گاڑی کے پاس آ گیا۔

پہلے میں نے بالٹی میں پانی بھر کر گاڑی دھوئی اور پھر اس کا بونٹ اٹھا کر آئل وغیرہ چیک کرنے لگا۔ پٹرول کے ٹن بھی میری اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں تھے اور اس وقت میں پائپ کے ذریعے گاڑی کی ٹنکی میں پٹرول بھر رہا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔

"لوئن! جلدی کرو۔ مسٹر لیاہان کے پاس چلنا ہے۔ ایک خطرناک شخص بھاگ گیا ہے۔"

"بہتر ہے جناب!" میں نے مستعدی سے کہا۔ وہ شخص کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی سے پٹرول کا ٹن اندر رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ گاڑی باہر نکال کر میں نے پوچھا۔

"مسٹر لیاہان اس وقت۔۔۔۔"

"مسٹر ہینڈرک کی رہائش گاہ پر ہی ہوں گے وہیں چلو۔" وہ شخص بولا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ ایسے خطرناک مرحلے ابھی پیش آتے رہیں گے میں نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا۔

"رات کو تم پُرسکون تھے نا؟" وہ شخص بولا۔

"میں سمجھا نہیں جناب!"

"میرا مطلب ہے کوئی خاص بات تو نہیں محسوس کی تم نے؟"

"نہیں جناب! مجھے نزلہ ہو گیا ہے۔ برانڈی کے چند پیگ لے کر میں گہری نیند سو گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"قصور وار ابھی نہیں تھا۔ تمہیں کوئی اطلاع نہیں تھی۔"

"کیا بات ہو گئی جناب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ شخص جو میڈم کا مہمان تھا کوئی خطرناک آدمی ہے۔ مسٹر لیاہان نے فون کیا تھا کہ اسے صبح کے اٹھتے ہی بے ہوشی کی دوا دے دی جائے لیکن پوری عمارت میں اس کا پتا نہیں ہے۔"

"وہ ہے کون جناب؟"

"پتا نہیں۔ بس یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

کار میں نے ہینڈرک کی کوٹھی کے پارکنگ لاٹ پر روکی تھی میرے دیکھتے ہی دیکھتے کئی گاڑیاں باہر نکلی تھیں۔ ان میں دو دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک افراتفری کی سی کیفیت تھی اور اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ میری تلاش شروع ہو گئی ہے۔ وہ شخص گاڑی سے نکل کر اندر چلا گیا اور میں اپنی جگہ بیٹھا سوچتا رہا۔ حالات بے حد خطرناک تھے اس لاش کو ٹھکانے لگائے بغیر سکون کی سانس نہیں لی جا سکتی تھی۔ کسی بھی لمحے کسی بھی کام سے کار کی ڈکی کھولی جا سکتی تھی اور نہایت اطمینان سے لوئن کی لاش دیکھی جا سکتی تھی اور اس کے بعد کے حالات کا اندازہ کرنا کیا مشکل تھا۔ میں اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جو میرے ساتھ آیا تھا۔

میں کار سے اتر آیا اور عمارت کے لان کا جائزہ لینے لگا۔ کوئی جگہ میرے مطلب کی نہیں تھی اور اگر ہوتی بھی تو اس کو ٹھکانے لگانا بھی یہ کام مشکل تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی ٹھوس اسکیم نہیں تھی۔۔۔ حالات کے سہارے آگے بڑھ رہا تھا۔ باقی معاملہ تقدیر پر چھوڑ دیا تھا۔ عمارت میں خاصی گہما گہمی تھی۔ گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ جگہ جگہ پر کافی گاڑیاں موجود تھیں۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات آ رہے تھے اور پھر اچانک ایک اور خیال میرے ذہن میں ابھرا۔ مارگیا کے ڈرائیور کی حیثیت سے میں کوئی خاص مقصد حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس عمارت میں مجھے کوئی بہتر شخصیت مل جائے۔۔۔۔

پھر میری نگاہوں نے ایک شخص کو تلاش کر لیا۔ کافی عمر رسیدہ شخص تھا۔ اس دن بھی میں نے اسے دیکھا تھا جب مارگیا مجھے ہینڈرک کے پاس لائی تھی۔ میری جسامت اس سے میل نہیں کھاتی تھی لیکن اس کے انداز کو اپنایا جا سکتا تھا۔ گردن تھوڑی سی جھکا لی جائے اور شانے اونچے کر لیے جائیں تو کام بن جائے گا۔

جھاڑ جھنکار جمع کر کے میں نے گملے پہ ڈال دیے۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو میں نے ایک گوشے سے ٹوٹا پھوٹا فرنیچر کاٹ کر ان کے دو تین تختے اور شاٹ کی چند بوریاں اس پہ ڈال کر گملے کو اچھا خاصا کباڑ خانہ بنا دیا۔ لیکن اس انداز میں کہ کسی کو احساس نہ ہو سکے۔ اس کے بعد میں نے گملے کی مٹی کو کیاریوں میں بکھیر کر اس پہ خوب پانی ڈال دیا پھر واپس آ کر... میک اپ کا سامان سمیٹا اور ایک آئینہ تلاش کر کے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس میک اپ پہ صرف کر دی تھیں۔ خاصا مشکل میک اپ تھا۔ بدن کو بھاری بنانے کے لیے کپڑے استعمال کرنے پڑتے تھے۔ بہر حال اپنی دانست میں میں نے مکمل کام کیا تھا اور اس کے بعد میری قسمت تھی۔

کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ صبح ہونے کے قریب تھی۔ اپنی کاروائی کا آخری جائزہ لے کر میں نے بھرے ہوئے پستول کو سنبھال کر رکھا اور پھر پلنگ پہ دراز ہو گیا۔ حالانکہ ان حالات میں نیند کی گنجائش کہاں تھی۔ لیکن میرے فولادی اعصاب نے میرا ساتھ دیا اور میں گہری نیند سو گیا۔ کسی تیز آواز سے اچانک میری آنکھ کھل گئی تھی۔ کھڑکی سے سورج کی تیز روشنی اندر آ رہی تھی۔ اور بیرونی دروازے پہ مسلسل آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں چونک پڑا۔ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ عجیب و غریب آوازیں تھیں۔ میں نے کان لگا کر سنا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سرد لہر سی دوڑ گئیں۔

مجھے محسوس ہوا تھا جیسے گملے سے لکڑیاں اور دوسرا فرنیچر ہٹایا جا رہا ہے۔ یقیناً ایسی ہی بات تھی لیکن یہ کیسے ہوا؟ کوئی خاص بات ہو گئی تھی اور اگر کسی کو اس واقعے کی بھنک مل گئی ہے تو پھر یقیناً سرہنگ کوارٹر کے گرد مسلح افراد موجود ہوں گے۔ بھاگنے کی کوشش اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

پھر یہ آوازیں میرے کمرے کے قریب سنائی دینے لگیں۔ اب اس میں کوئی شک نہیں ..... رہ گیا تھا کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں خوفناک صورت حال کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے پستول کا چیمبر چیک کیا اور سانس روک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

دروازہ کھلا اور میں صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار ... دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبی [illegible] ہوئی تھیں۔ کمرے میں زیادہ روشنی نہیں تھی اس لیے میں اچھی طرح ان کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ بہر حال میں ان کی کسی بھی حرکت پہ فائر کرنے کے لیے تیار تھا۔

ان میں سے ایک نے اپنی رائفل زمین پہ رکھی اور پھر شاید وہ گھٹنوں کے بل جھک کر مسہری کے نیچے جھانکنے لگا۔ دوسرا آدمی رائفل ہاتھ میں لیے کمرے کے دوسرے کونے میں پہنچ گیا۔ ان دونوں کی حرکتیں بہت پراسرار تھیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے تھے؟ پھر ان میں سے ایک آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ مجھ پہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ٹریگر پہ انگلی کا دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور پھر اچانک مجھے اس سوئچ کا خیال آ گیا جو میرے بالکل قریب تھا۔ میں نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آن کر دیا۔

کمرے میں تیز روشنی ہو گئی اور وہ دونوں چندھیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ دونوں کے چہروں پہ حماقت برس رہی تھی۔

"سوری مسٹر شنگی! ہم تو بہت آہستگی سے کام کر رہے تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہو گئی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

میں انھیں دیکھنے لگا۔ دونوں خاکروبوں کی وردی میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی رائفلیں دراصل صفائی کرنے والے برش تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔

"کیا کر رہے تھے تم دونوں؟" میں نے شنگی کی آواز کی نقل کرتے ہوئے پوچھا۔

"صفائی جناب!" دوسرا معصومیت سے بولا۔

"باہر اور کون ہے؟"

"کوئی نہیں جناب! ہم باہر کی صفائی کر چکے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں اپنی وحشت پہ ہنسنے لگا مجھ سے زبردست حماقت سرزد ہونے والی تھی مگر خوش قسمتی سے بچ گیا۔

"ٹھیک ہے صفائی کرو۔ میں بیمار ہوں۔" میں نے مضمحل آواز میں کہا اور کمبل سے چہرہ ڈھک کر لیٹ گیا۔ دل ہی دل میں اپنی حماقت پہ بھی شرمندہ ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر اس وقت ان لوگوں پہ گولی چلا دیتا تو صورت حال بگڑ بھی سکتی تھی۔

لیکن اس طرح زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا۔ لون کی لاش کار کی ڈگی میں موجود تھی۔ جلد ہی اس کی بدبو پھیل جائے گی اور اس کا انکشاف ہو جائے گا۔ جبکہ شنگی کی لاش جو اسی کوٹھی میں موجود ہے۔ فی الحال وہ لاش محفوظ تھی لیکن زیادہ عرصے تک محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ کسی بھی وقت اس گملے پہ کسی کی نظر پڑ سکتی تھی۔ حالانکہ مٹی میں دبی ہوئی لاش سے تعفن اٹھنے کا امکان نہیں تھا۔ کوئی بھی حادثہ کسی بھی وقت پیش آ سکتا تھا۔ خاص طور سے ایسی شکل میں کہ انھیں جزیرے پہ میری موجودگی کا علم ہے اور وہ میری تلاش میں جزیرے کا کونا کونا چھان رہے ہیں۔

میں رات کو جاگتا رہا تھا اور مصروف بھی رہا تھا اس لیے شدید نزلہ ہو گیا تھا [illegible] کار آمد ثابت ہوا۔ دوپہر کو ادھیڑ عمر کی ایک عورت میرے پاس آئی۔

"کیا بات ہے شنگی! آج نظر نہیں آئے۔ طبیعت خراب ہو گئی ہے؟" اس نے بڑی ہمدردی سے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ میں بھلا اس عورت کو کیا جانتا۔ تاہم میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں بس موسمی اثر ہے۔"

عورت نے میری پیشانی چھوتے ہوئے کہا۔ "اور تمہیں تو اچھا خاصا بخار ہے۔ میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

"کوئی خاص ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر کی۔ نزلہ ہے ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تم تو ہمیشہ کے بے پروا انسان ہو۔ میں اسے تمہاری کیفیت بتا کر کوئی دوا لے آتی ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ نہ جانے یہ مہربان خاتون کون تھیں؟ میں معلوم نہ کر سکا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ دوبارہ واپس آ گئیں۔ ان کے ساتھ اچھی قد کاٹھ کا ایک اور شخص بھی تھا جس کے پاس اسٹیتھسکوپ دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔

ڈاکٹر نے میرے سینے، زبان اور آنکھوں کا معائنہ کیا اور پھر بولا۔ "کوئی خاص بات نہیں مس جینڈولن! موسمی اثر اور تھکن ہے۔ کم از کم دو دن آرام کی ضرورت ہے۔ میں دوائیں بھجوا دیتا ہوں۔"

"مس جینڈولن۔ تو یہ خاتون مس ہیں مگر ہیں کیا؟" میں نے دل ہی دل میں سوچا اور جب ڈاکٹر چلا گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ "تمہیں تو اپنے آپ سے جیسے دشمنی ہے۔ کتنا کہتی ہوں کہ اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ ہو گئے نا بیمار!" اس کے لہجے میں ہمدردی اور اپنائیت تھی۔ میں نے صرف مسکرانے پہ اکتفا کیا۔ "دوا کا ڈوز لو اور آرام کرو۔ میں نائکر سے کہہ دوں گی کہ دو تین دن کے لیے وہ تمہاری ذمے داری سنبھال لے گا۔ آرام ضروری ہے۔"

"بہت بہتر مس جینڈولن!" میں نے آہستہ سے کہا، وہ مس جینڈولن مسکرا دی۔ پھر کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔ دوا جس طرح بتائی جائے پابندی سے لینا۔" وہ ہدایت دے کر باہر نکل گئی۔

رات کی تھکن بھی کام آ گئی تھی۔ اس تھکان نے بخار دیا تھا اور اس وقت کے بخار نے تحفظ۔ باقی رہی مس جینڈولن کی بات تو یہاں تو سب ہی میرے لیے اجنبی تھے۔ ان سب سے آخر نمٹنا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان لڑکا چند دوائیں لے کر آیا۔ وہ میرے سامنے مؤدب تھا۔ میں نے آنکھیں بھینچ بھینچ کر کئی بار [illegible] اور پھر ان پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کون ہو تم؟"

"شنگی صاحب! میں نائکر ہوں اور آپ کے لیے دوائیں لایا ہوں۔"

"مس جینڈولن کہاں ہیں؟"

"اپنے کوارٹر میں گئی ہیں ابھی۔ مجھ سے کہہ گئی ہیں کہ میں یہیں رکوں اور آپ کو دوا دیتا رہوں۔ پانی لاؤں صاحب؟"

"لے آؤ۔" میں نے کہا۔ لڑکے نے پانی دیا۔ مجھے بخار تھا اس لیے ایک دو خوراکیں لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا چنانچہ میں نے دوا لے لی۔

"میری آنکھوں میں بھی تکلیف ہو گئی ہے۔ آرام کروں گا کوئی بھی مجھ سے ملنے آئے تو منع کر دینا سمجھے۔"

"جی شنگی صاحب!" اس نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔

اس کے بعد کا وقت پرسکون گزرا تھا۔ شام کو مس جینڈولن پھر آ گئیں۔ "نائکر بتا رہا تھا کہ تمہاری آنکھوں میں بھی تکلیف ہے۔ کمرے میں روشنی کیوں نہیں کی ہے؟"

"اوہ! بند کر دو۔ بند کر دو جلدی۔ سخت تکلیف ہے آنکھوں میں۔ سارا دن آنکھیں نہیں کھول سکا۔"

"مگر آنکھوں میں تکلیف کیوں ہو گئی ہے؟"

"مجھے ایسا ہی شدید نزلہ ہوتا ہے۔ سر میں، آنکھوں میں اور کانوں میں بھی تکلیف ہو جاتی ہے۔ [illegible]" میں نے کہا۔ مس جینڈولن نے میرا بخار دیکھا اور کسی قدر مطمئن ہو گئیں۔

"ہاں بخار رکا ہے۔"

"نائکر نے کام سنبھال لیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ مس جینڈولن نے میرے نائب کا ہی نام لیا تھا۔

"بڑی خوش اسلوبی سے۔ عمارت پہ گارڈ اور بڑھا دیے گئے ہیں۔ باہر کی فضا بہت خراب ہے۔ دوسری بستی میں اب بھی تلاشیاں ہو رہی ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"تلاشیاں؟"

"ہاں مار گیا کا ڈرائیور لون اپنی کار کی ڈگی میں مردہ پایا گیا ہے اور اس کی لاش کئی دن پرانی ہے۔"

"لون؟" میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔ میرا دل سینے میں اچھل پڑا تھا۔

"ہاں حیرت کی بات ہے کہ اسے چند گھنٹے پہلے زندہ دیکھا گیا تھا۔"

"کیا [illegible]؟"

"اب تفصیل تو نائکر ہی کو معلوم ہوگی۔ میں نے تو صرف چند باتیں سنی ہیں۔" مس جینڈولن بولی۔

"اوہ! نائکر کو بلا دو۔ مجھے حالات سے کچھ باخبر رکھنا ہے۔" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میں نے منع کر دیا تھا نائکر کو ورنہ وہ تو خود ہی پاس آ رہا تھا۔"

دوسری طرف تاریکی تھی لیکن آخری سیڑھی عبور کرنے کے بعد ہینڈرک نے نہ جانے کیا کیا کہ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ سب ... روشنی جو آنکھوں کو بری نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے اس روشنی میں ایک عجیب و غریب جگہ کو دیکھا۔ عجائبات میں شمار کیا جا سکتا تھا اس کا ... ایک عظیم الشان ہال تھا جو کسی ستونوں کے بغیر نظر آ رہا تھا۔ ... کی تعمیر تھی۔ دیواروں میں الماریاں نظر آ رہی تھیں بلکہ عجیب طرز کی مشینیں موجود تھیں۔ ایک جگہ چند پنجرے بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک پنجرے میں دو سیاہ فام نظر آ رہے تھے۔ وہ دونوں روشنی دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"آؤ" ہینڈرک نے کہا اور میں بے اختیار آگے بڑھ گیا۔ راستے میں میں نے ایک چھوٹا سا حوض دیکھا جس میں ابھرتے ہوئے پانی پر کائی سی جمی ہوئی تھی۔ اس حوض پر ... کا ... تھا۔ ہینڈرک اس کے اوپر سے گزر گیا تھا۔ مجھے بھی اس پر سے گزرنا پڑا لیکن میں پوری طرح ہوش میں تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ ہم اس ہال کے وسط میں پہنچ گئے۔

ہینڈرک ایک بڑی میز کے پیچھے بیٹھ گیا اور پھر اس نے مجھے بھی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"سر! اگر مجھے اجازت ہو تو......"

"ہاں کیا کہنا چاہتے ہو؟" ہینڈرک مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں اپنی ڈیوٹی پر ہوں"

"یعنی اس عمارت کی نگرانی پر؟"

"جی ہاں"

"اس عمارت کے لیے تم فکر مند نہ ہو۔ یہاں بیٹھ کر بھی تم اپنی ڈیوٹی انجام دے سکتے ہو۔ بیٹھو" اس نے کہا اور میں اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ ایک خاص ڈیزائن کی کرسی تھی۔

میں کسی بھی لمحے کسی حادثے کا منتظر تھا لیکن اب تو اس چوہے دان میں پھنس ہی چکا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔

"تو مسٹر شنگی! یہ ہے میری کائنات جسے تم اس کی حقیقت جان کر مسرت ہوئی ہو گی کہ میں نے تمہاری ڈیوٹی والی بات غلط نہیں کہی تھی۔ یہ دیکھو یہ تمہاری ڈیوٹی کی جگہ ہے" اس کے ساتھ ہی میری کرسی خود بخود گھوم گئی تھی اور اب میری آنکھوں کے سامنے ایک وسیع اسکرین تھا جس پر پہلے دھندلاہٹ تھی لیکن چند لمحات کے بعد یہ دھندلاہٹ صاف ہو گئی اور اس پر باہر کے مناظر روشن ہو گئے۔ یہ عمارت کے تمام حصے تھے۔ راہداریاں سنسان پڑی ہوئی تھیں۔ اسکرین پر مناظر بدل رہے تھے اور عمارت کے مختلف حصے آ جا رہے تھے۔ ڈیوٹی گارڈ اپنی اپنی جگہوں پر مستعد تھے۔ پوری عمارت دکھانے کے بعد ہینڈرک کی آواز ابھری۔

"کیا خیال ہے مسٹر شنگی! کیا یہاں سے تمہارا ... تسلی بخش ... نہیں ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں یہ انتظام حیرت انگیز ہے۔"

"ابھی نہیں کچھ اور بھی ہے دیکھو" ہینڈرک نے کہا اور اسکرین دوبارہ روشن ہو گیا۔ اب عمارت کے بیرونی مناظر نظر آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس کا بیرونی داخلی دروازہ نظر آیا۔ اور پھر نزدیک و دور کے مناظر۔ اس دوران ہینڈرک کی آواز پھر ابھری۔

"میں نے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں۔ بعض چیزوں کا بہ غور جائزہ لینے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اس کا انتظام بھی کیا ہے۔ میں تمہیں صرف ایک منظر دکھاؤں گا۔ دیکھو" اس نے کہا اور اسکرین کے مناظر بدل گئے۔ میں نے اس ... ہال کو دیکھا جو ... تھا۔ ... کھڑے تھے اور ان کے درمیان عمارت کے سارے ملازمین ہراساں کھڑے تھے۔ سیکرٹری ان سب کے چہروں کو بغور دیکھ رہا تھا ـــــ یہ پچھلے دن کا منظر تھا۔ اس ... نے اس منظر کو محفوظ کر لیا تھا۔

"میرے آدمی مجھے آقا سمجھتے ہیں۔ بس اس جزیرے کا مالک اور مالک کا مطلب ہے کوئی حرف اپنے ماتحتوں پر انحصار کرتے ہیں لیکن میں ذرا مختلف انسان ہوں۔ میں خود بھی حالات پر نگاہ رکھتا اور جائزہ لیتا رہتا ہوں۔"

"جی" میں نے آہستہ سے کہا۔ اسکرین پر اب ملازمین میں سے ایک ایک کا چہرہ نمایاں ہو رہا تھا۔

"دیکھا شنگی!"

"جناب عالی!" میں نے جواب دیا۔

"وہاں میں تم نہیں ہو شنگی!" دفعتاً اس نے کہا اور میرے بدن میں ایک بار پھر سنسنی دوڑ گئی۔ "جی" میں نے جلدی سے کہا۔

"میں پچھلے دو دن سے بیمار تھا"

"دو دن سے۔ ٹھیک ہے۔ تمہیں دو دن سے بیمار ہونا ہی چاہیے تھا۔ پھر بھی کیا تم میری یادداشت کی داد دو گے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ان چہروں میں تم جیسے اہم شخص کو نہ دیکھ کر مجھے تمہارا خیال بھی نہیں آیا تھا لیکن اس وقت جب اچانک تم مجھے نظر آئے تو میرے ذہن میں فوراً یہ خیال در آیا۔ کیا یہ میری یادداشت کا کمال نہیں ہے؟"

اسکرین صاف ہو گیا تھا۔ "بہرحال چھوڑو ان غیر اہم معاملات میں الجھ گئے۔ یہ بتاؤ شنگی کہاں ہے؟"

"جی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"شنگی... کہاں... ہے؟" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"میں شنگی ہوں جناب!"

"نہیں میرے دوست! شنگی کئی بار میری موجودگی میں میری خواب گاہ میں آ چکا ہے۔ وہ میری خواب گاہ سے عدم واقفیت کا تماشہ کیسے کر سکتا ہے؟ ... تمہاری تسلی کے لیے میں تمہیں تمہاری

اصل شکل دکھا دوں" اس نے ... لے کر ... لیا اور چھت سے میرے اوپر روشنی کی ایک شعاع پڑی۔ میں روشنی میں نہا گیا اور دوسرے لمحے میں نے اسکرین پر اپنی تصویر دیکھی۔ میں اسی کرسی پر بیٹھا نظر آ رہا تھا لیکن میک اپ کے بغیر۔ میری اصل شکل نمایاں تھی۔ میرے ہاتھوں اور پیروں کی جان سی نکلنے لگی۔ ... ہو گیا تھا۔ "کیا خیال ہے میرے نادان عزیز؟"

"قابل تعریف" میں نے کہا اور اسکرین صاف ہو گیا۔

"اجازت ہو تو اب میں تمہیں علی یارخان کہہ کر مخاطب کروں؟"

"اجازت ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے تمہاری بے خوف مسکراہٹ پسند آئی۔ آؤ اب دوسری باتیں کریں۔ اب تو تم اولیور اور ڈک کے نام سے بھی عدم واقفیت کا اظہار نہیں کرو گے؟"

"ظاہر ہے"

"پاکستانی ہو تم؟"

"خدا کا شکر ہے" میں نے جواب دیا۔

"قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے؟"

"ہاں"

"تعلیم چھوڑ کر ان جھمیلوں میں کیوں پڑ گئے؟"

"بس اتفاقیہ طور پر۔ ایمرن ہال کے ایک اجتماع میں یہودیوں کی بے ہودگی برداشت نہیں کر سکا تھا"

"حقیقتوں کو بے ہودگی کہنا عقل مندی تو نہیں ہوتی" ہینڈرک نے کہا۔

"میں دوبارہ ان حقیقتوں کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ایمرن ہال میں بڑے بڑے جغادری موجود تھے اور اس وقت جب میں بول رہا تھا۔ ان کی زبانیں گنگ تھیں اور پھر بعد میں جھلائے ہوئے گیدڑوں نے غول بنا کر مجھ پر حملہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا"

"گویا تمہارے خیال میں اسرائیل کوئی حقیقت نہیں!"

"حقیقت ہے۔ ایک گھناؤنی حقیقت جسے دیکھ کر انسانیت کی گردن شرم سے جھک جاتی ہے"

"بہرحال یہ تمہارے نظریات ہیں مگر کوئی بھی تم سے متفق نہیں ہے"

"یہ بھی غلط ہے مسٹر ہینڈرک۔ جو لوگ ہم سے متفق ہیں آپ بھی ان کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں"

"امریکہ سے فرار کس طرح ہوئے؟"

"بڑی مشکلات کے بعد۔ زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے ہوئے"

"یہاں تک تم ... سے پہنچے؟"

"ہاں"

"اور پھر یہاں ... کے گروہ میں شامل ہو گئے"

"خاصی معلومات مہیا کر لی ہیں آپ نے میرے بارے میں مسٹر ہینڈرک"

"اولیور اور ڈک سے تفصیلی بات چیت ہوئی تھی تمہارے بارے میں۔ تم بعد میں ہائی جیکروں سے مل گئے تھے"

"ہاں طویل ... زندگی کی ... کہانیاں ہیں"

"اب باقاعدہ فلسطینی تنظیم میں شامل ہو؟"

"ہاں اور اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں"

"مارگسیا کے پیچھے کیوں لگے تھے؟"

"مادام مارگسیا نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"میرے سوال کا جواب دو"

"محترمہ خود ہی میرے پیچھے لگی تھیں۔ میں ان کی شخصیت سے ذرا بھی واقف نہیں تھا۔ ان کے بارے میں معلومات تو یہیں آ کر حاصل ہوئی ہیں"

"مارگسیا کا جرم ناقابل معافی ہے۔ اس کی غلیظ فطرت اب ہمارے مقاصد کے آڑے آنے لگی ہے۔ اسے بھی درست کر دیا جائے گا۔ بہرحال۔ یہاں تمہارا مددگار کون ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"جزیرے پر تمہارا مددگار کون ہے؟"

"تلاش کر لو۔ تم تو جدید ترین آلات سے لیس ہو" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور ہینڈرک مسکرانے لگا۔

"گویا یہاں تمہیں کوئی مددگار نہیں مل سکا" اس نے کہا۔

"یہاں تمہاری نسل آباد ہے۔ میری مدد کون کرتا؟"

"بہرحال تم خاصی ہنگامہ آرائیاں کرتے رہے ہو۔ اس سلسلے میں اپنے لیے کوئی مناسب سزا تجویز کر لو"

"تم اس سے اتفاق نہیں کرو گے ہینڈرک" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔ پھر اس نے ایک بٹن دبایا اور وہ پنجرہ کھل گیا جس میں دونوں سیاہ فام بند تھے۔ اچھے تن و توش کے دونوں سیاہ فام پنجرے کا دروازہ کھلتے ہی اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"ایک" ہینڈرک نے ایک انگلی اٹھا دی۔ "اگر تم میں سے دوسرے نے پنجرے سے باہر قدم رکھا تو دونوں اسی جگہ راکھ ہو جاؤ گے۔ چونکہ ایک باہر نکل آؤ" سیاہ فاموں میں سے ایک پنجرے سے باہر نکل آیا تھا۔ "آگے آؤ" ... ہینڈرک نے کہا۔ پنجرے کا دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا۔

ہینڈرک کی ہدایت پر سیاہ فام آگے بڑھتا رہا۔ پھر وہ شیشے کے اس حوض کے اوپر رک گیا۔

"موت کا ایک انداز یہ بھی ہے۔" ہینڈرک نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔ شیشے کی چھت پھٹ گئی اور سیاہ فام ایک دل خراش چیخ کے ساتھ حوض میں گر گیا۔ حوض سے دھواں بلند ہوا اور تیزاب کی بو ہال میں پھیل گئی تھی۔ میں نے بڑے کرب کے عالم میں سیاہ فام کو مرتے دیکھا تھا۔ وہ تیزاب کا تالاب تھا۔ شیشے کی چھت پھر بند ہو گئی۔ دوسرا سیاہ فام حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا تھا۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں رو رہا تھا اور سلاخوں سے اپنا سر ٹکرا رہا تھا۔ اپنے ساتھی کی موت کا اسے شدید غم تھا لیکن ہینڈرک نے دوبارہ اس کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔

"مارگسیا عورت ہے۔ لاکھ چالاک سہی لیکن کم عقل ہے۔ میں نے تمہاری اس بات پر یقین نہیں کیا ہے کہ تم مارگسیا کی شخصیت سے واقف نہیں تھے۔"

"یہ نیا خیال کیوں آیا؟"

"تم مارگسیا پر اپنی اسیری کا رعب بھی ڈالتے رہے ہو۔ یہ سب کچھ بے مقصد نہیں ہوگا۔ بہرحال میں تمہیں اپنی طرف سے موت کی پیشکش کے سوا اور کوئی پیشکش نہیں کر سکتا۔"

"گویا تم مجھ سے خوف زدہ ہو۔" میں نے کہا اور ہینڈرک کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

اس نے کسی قدر کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "موت کو اس قدر قریب دیکھ کر انسان بدحواس ہو ہی جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم بیباکی کی حدود سے نکل کر گستاخی کی حدود میں داخل ہو گئے ہو۔ ہاں، میں تم سے خوف زدہ ہوں۔ اسی لیے تمہیں تنہا یہاں لے آیا ہوں۔ تم مسلح بھی ہو گے، مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرو۔ نکالو پستول، میں تنہا ہوں اور تمہارے ہاتھوں مرنے کے لیے تیار ہوں۔" ہینڈرک کا ایک ایک لفظ نفرت و طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"یہ تمہاری پناہ گاہ ہے ہینڈرک۔ تم نے اس مشینی نظام کے ذریعے خود کو ناقابل تسخیر بنا لیا ہے۔ اگر تم ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی برتری بھی رکھتے ہو تو.... تم فیصلہ کر لیں لیکن مجھے علم ہے کہ تم ایک معذور انسان ہو۔ میں تمہیں قابل رحم سمجھتا ہوں۔ تم پستول کی بات کرتے ہو۔ اگر تم معذور نہ ہوتے تو میں ٹھوکریں مار مار کر تمہیں ہلاک کر دیتا۔ تم جیسے لوگوں کے لیے پستول ضروری نہیں ہوتا۔"

میں نے پستول نکال کر دور پھینک دیا۔ ہینڈرک جذباتی ہیجان کا شکار ہو گیا۔ اس کی خوش مزاجی کافور ہو گئی تھی اور آنکھیں سرخ نظر آنے لگی تھیں۔

"تمہیں میری معذوری کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"مارگسیا نے بتایا تھا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے ہینڈرک۔"

"تم بلاشبہ ایک شریف نوجوان ہو کہ اپنے دشمنوں سے بھی ہمدردی رکھتے ہو۔ لیکن میں تمہیں یہاں بھی مایوس نہیں کروں گا۔ میں نے جو حیثیت حاصل کی ہے عقل و تکنیک کے ذریعے حاصل نہیں کی۔ میں اس کا اہل ہوں۔ آؤ تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دوں۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"ایک بار پھر سوچ لو ہینڈرک۔ بالآخر تم تھک ہار کر اپنے مخصوص ذرائع استعمال کرو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں ایسا نہیں ہوگا۔" اس نے کہا۔ میں بھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ میری کوششوں نے بالآخر ہینڈرک کا دماغ الٹ دیا تھا اور وہ میری چال میں آ گیا تھا لیکن اب میں اس کے لیے ایک مخصوص دشمن تھا۔ "اگر تم جسمانی طور پر مجھے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر تم زندہ رہنے میں حق بجانب ہو۔"

میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نسلاً سوری ہو ہینڈرک تو مجھے تمہاری اس مردانگی اور دلیری پر حیرت ہے۔ تم اپنی نسل کے چالبازوں کے برعکس ایک اچھے انسان ہو۔ اگر تم مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یقین کرو مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہوگا۔"

ہینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے تھے۔ میری نگاہیں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں اور میں اس کی ایک ایک جنبش سے باخبر تھا۔ دفعتاً وہ فضا میں اچھلا لیکن میں اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا۔ ہینڈرک کا خیال ہوگا کہ میں اس کی اس چھلانگ سے بچنے کی کوشش کروں گا اور اپنی جگہ چھوڑ دوں گا لیکن اب میں بھی اتنا احمق نہیں تھا۔ اس کے اچھلنے کے انداز سے ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ یہ چھلانگ آگے بڑھنے کے لیے نہیں ہے۔ وہ زمین پر پہنچا تو اسے مایوسی ہوئی۔ لیکن زمین پر قدم جماتے ہی وہ دوبارہ اچھلا اور گھوم کر پھر اپنی جگہ آ گیا۔ میں خاموشی سے اس کی حرکات پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ وہ کئی بار اچھلا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ پھر ایک بار اس کے بدن کی پوزیشن نے مجھے بتا دیا تھا کہ وہ حملہ کرنے والا ہے۔

میں نے فضا میں قلابازی کھا کر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اس کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں الجھا لیا۔ ہینڈرک بری طرح الجھ کر گرا تھا لیکن اس وقت میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جب میں نے اسے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر گرنے سے بچتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہاتھوں کو زمین پر ٹکا کر دوبارہ سیدھا

کھڑا ہو گیا تھا۔

"قابل تعریف، واقعی قابل تعریف۔ تم بہت [illegible] نوجوان ہو۔ تم نے میرا بہترین داؤ ناکارہ بنا دیا ہے لیکن اب سنبھلو۔" اس نے کہا۔ میں خاموشی سے اس کی دوسری کوشش کا انتظار کر رہا تھا۔

دفعتاً اس نے اپنے ہاتھوں کو عجیب انداز میں گھمانا شروع کر دیا۔ ان کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ فضا میں کسی چیخنے کی سی سنسناہٹ پیدا ہو گئی تھی اور ہینڈرک آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے ان مشینی ہاتھوں سے بچنے کے لیے زمین پر لیٹ کر سوئپ کیا اور ہینڈرک اچھل کر میرے اوپر سے نکل گیا لیکن میں نے اس کا خیال بھی رکھا تھا۔ میرے اوپر سے چھلانگ لگاتے ہوئے اس کی پشت ایک لمحے کے لیے میری طرف ہوئی تھی۔ میں نے زمین پر سلپ لگائی اور اس کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا دیں۔ پھر میں یکدم پلٹ گیا۔ ہینڈرک کو ایک بار پھر زمین پر چھلانگ لگانی پڑی تھی لیکن اس بار وہ اپنی پیشانی کو زمین سے ٹکرانے سے نہیں بچا سکا تھا۔ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اب اس کا چہرہ خوفناک ہو گیا تھا۔ اسے اپنے مقابل کے خطرناک ہونے کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ وہ سنبھل گیا اور اب وہ محتاط انداز میں حملے کر رہا تھا۔

میرے ذہن میں ایک عجیب سی تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ اس تاریکی میں ننھے منے سرخ نقطے ابھر رہے تھے۔ نہ جانے یہ کیا کیفیت تھی، بس ایک وحشیانہ جذبہ میرے دل میں ابھر رہا تھا۔ مقابل کو قتل کر دو۔ اسے مار دو ہر قیمت پر۔

چنانچہ میں احتیاطی تدابیر بھولتا جا رہا تھا۔ میں وحشیانہ انداز میں اس پر جھپٹا اور اس نے ایک ہاتھ میرے شانے پر مارا۔ مجھے اپنے شانے کی ہڈی ٹوٹتی محسوس ہوئی تھی لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے ہی لمحے میں ہر تکلیف بھول گیا۔ میں نے ایک گھونسا اس کے منہ پر مارا اور اس کا چہرہ مزید سرخ ہو گیا۔ تاریکی چھٹ گئی تھی اور اب مجھے صرف خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ چمکدار خون۔ اس کے ساتھ ہی کچھ آوازیں میرے کانوں میں ابھر رہی تھیں۔ انسانی شور کی آوازیں۔ نہ جانے یہ شور کیسا تھا؟ نہ جانے ہینڈرک کیا کر رہا تھا؟ میرا ذہن ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ بس اعصاب کام کر رہے تھے اور میں ابھی تک زخمی نہیں ہوا تھا۔ میں تو اس وقت چونکا جب اچانک ہینڈرک اس کٹہرے سے جا لگا جس میں سیاہ فام قیدی بند تھا۔

قوی ہیکل سیاہ فام نے اچانک کٹہرے سے دونوں ہاتھ نکال کر ہینڈرک کی گردن پکڑ لی تھی اور ہینڈرک کافی مشکل میں تھا۔ اس نے اپنے جسم کی پوری قوت صرف کر کے خود کو سیاہ فام کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اس کے دونوں بازو [illegible]

سیاہ فام کو زندگی میں پہلا موقع ملا تھا اس وحشی صفت شخص سے انتقام لینے کا۔ اس لیے اس نے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یکایک اس نے گردن چھوڑ کر ہینڈرک کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ مشینی ہاتھ کچھ اس طرح الجھے ہوئے تھے کہ ہینڈرک آسانی سے انہیں نہیں نکال سکا۔ اس نے ہاتھوں کے زور سے اپنے جسم کو فضا میں اوپر اٹھایا لیکن اس کی یہ حرکت اس کے لیے شدید نقصان دہ ثابت ہوئی۔ اس کے دونوں بازو اکھڑ گئے اور وہ جھٹکے سے نیچے جا پڑا۔

بے چارہ سیاہ فام حیرت سے ان بازوؤں کو پاگلوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میں ہینڈرک کے سر پر موجود تھا۔ اس بار اسے فوراً اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اٹھنے کی کوشش میں وہ کئی بار زمین پر گر چکا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مجھے دیکھنے لگا۔

"سوری ہینڈرک۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تم اس طرح فاتح قرار نہیں دیے جاؤ گے۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"ہاں مجھے اعتراف ہے۔ یہ میری فتح نہیں ہے۔"

"اپنے وعدے کو پورا کرو اور مجھے خود سے جنگ کرنے کا موقع دو۔" اس نے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ کس طرح مسٹر ہینڈرک؟" میں نے پوچھا۔

"میرے دونوں ہاتھ مجھے دلوا دو۔ انہیں میرے بازوؤں میں نصب کرنے میں میری مدد کرو۔ میں ان کے بغیر واقعی ناکارہ ہوں اور اس کے بعد ہم دو بہادروں کی طرح جنگ کریں گے۔ پھر فتح جس کا بھی مقدر ہو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مسٹر ہینڈرک میں جذباتی ضرور ہوں لیکن اتنا نہیں کہ تمہاری اس احمقانہ خواہش کو پورا کرنے کے لیے دوڑ پڑوں۔ تم مجھ سے جنگ کرنے کی مکمل کوشش کر چکے ہو اور ناکام رہے ہو۔ یہ تمہارا تجزیہ ہے اور یہ تجربہ بھی تم نے اپنے آدمی چھپائے ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے تمہاری اس احمقانہ خواہش کی تکمیل میں تمہاری مدد کی تو اس کے بعد تم مجھ سے جنگ نہ کرو گے بلکہ سیدھے اپنے اس مشینی نظام کی جانب دوڑو گے جو تمہاری اصل قوت ہے۔ سوری مسٹر ہینڈرک! میں ان احمقانہ حرکتوں کو نہیں دہرا سکتا کیونکہ یہاں میں تنہا ہوں۔"

"تو۔ تت تو۔ تو کیا۔ تو کیا.....؟"

"ہاں مسٹر ہینڈرک، ہر عروج کو زوال ہوتا ہے۔ کل تک تم یہاں

یوں محسوس کر رہا تھا جیسے قدرت بھی میری مدد پر آمادہ ہو ورنہ اتنی آسانیاں فراہم نہیں ہو سکتی تھیں۔

میں نے میک اپ بکس نکال لیا اور اُسے لیے ہوئے واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ لوبو کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ اس وقت اس داخلی دروازے پر نگاہ رکھے جہاں سے کوئی اندر آ سکتا تھا۔ لوبو اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہو گیا تھا۔ بلاشبہ مجھے ایک شاندار کارکن مل گیا تھا۔ ویسے اس کی کہانی بھی میرے لیے خاصی متاثر کن تھی۔ بے چارہ گیارہ بھائیوں میں تنہا رہ گیا تھا۔

میں نے ہینڈرک کی لاش کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ ینگی کا میک اپ میں نے اپنے چہرے سے اتار دیا تھا اور اب ہینڈرک کی شکل اپنا رہا تھا۔

پادری قسم کا یہ آدمی اپنی داڑھی کی وجہ سے میرے لیے آسانی کا باعث بنا۔ ایسا میک اپ کرنے میں کوئی خاص دشواری نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور مطمئن ہو کر گردن ہلائی۔ میک اپ کے فن میں مجھے اب کافی مہارت ہو چکی تھی اور میں ایک کامیاب میک اپ مین تھا۔ اپنے چہرے مہرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے گردن اور بازوؤں کے کھلے ہوئے حصوں کو بھی اسی رنگ میں رنگا جو ہینڈرک کا رنگ تھا۔ سینے کے بالوں کو بھی سفید کر لیا تاکہ کوئی شبہے کی بات باقی نہ رہے۔ پھر اس کا لباس پہن کر اپنا آخری جائزہ لیا۔ بظاہر کوئی خامی نہیں رہ گئی تھی۔ آگے جو بھی تقدیر میں لکھا ہو۔ میں نے لوبو کو آواز دی اور وہ میری طرف بڑھنے لگا لیکن جیسے ہی قدم چلا تھا کہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہینڈرک کی لاش کو دیکھا اور ساتھ ساتھ مجھے بھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہینڈرک کا قاتل کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"اس کے قاتل تو تم ہو لوبو۔"

"میں تو صرف آپ کا غلام ہوں ماسٹر۔ یہ تو بس آپ کی عنایت ہے۔"

"کوئی خامی تو نہیں ہے میرے میک اپ میں لوبو؟"

"نہیں ماسٹر لیکن اس کی آواز۔ اگر تم دوسروں سے کوئی واسطہ رکھنا چاہتے ہو تو...."

"یہاں میں نے اس کی آواز پر بھی غور کیا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا کوئی بات بنتی ہے؟" اس بار میں نے ہینڈرک کی آواز میں بولنے کی کوشش کی تھی اور لوبو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اب تو بات بالکل ہی بن گئی ماسٹر۔ تم کمال کے انسان ہو۔ بالکل وہی آواز ہو بہو وہی۔"

"بس ٹھیک ہے لوبو۔ اب اس کتے کی لاش بھی اسی تیزاب میں ڈبو دو اور یہ خون صاف کر دو۔" میں نے کہا۔ لوبو نے ہینڈرک کی لاش تیزاب کی ٹب پر رکھ دی اور اس میں غڑاپ سے ڈبو دیا۔ ٹب ڈھکنے کا مرحلہ طے ہوا اور یہ کھیل ختم ہو گیا۔

لوبو سے تفصیلی بات چیت سے معلوم ہو گیا کہ صرف سیکریٹری ڈاٹن اس جگہ تک آتا تھا۔ ان معاملات سے فارغ ہونے کے بعد میں اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ دورانِ تربیت مجھے ایسی ایسی چیزوں سے روشناس کرایا گیا تھا جن کے بارے میں اس سے قبل میں نے سوچا بھی نہیں تھا لیکن ہینڈرک کی اس خفیہ پناہ گاہ کو دیکھنے میں اب مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں ساری رات ایک ایک چیز کو دیکھتا اور سمجھتا رہا تھا۔ لوبو بھی میرے ساتھ ساتھ تھا۔

صبح کے سات بجے تو لوبو نے جماہی لے کر کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے ماسٹر؟ یہاں سے نکلنے کی کوشش کب کرو گے؟"

"ابھی چند روز لگیں گے لوبو۔ میرا خیال ہے تم بھی ابھی کچھ دن اور صبر کرو۔ میں کچھ مخصوص انتظامات کرنے کے بعد ہی یہاں سے جاؤں گا لیکن اگر تم جلدی جانا چاہتے ہو تو میں تمہارے لیے بندوبست کر دوں؟"

"میں کہاں جاؤں گا ماسٹر۔ تم کوئی بھی ہو اور تمہارا مشن کچھ بھی ہو۔ تم نے مجھے نئی زندگی دی ہے اور اب یہ زندگی تمہاری ہے۔ میں تمہاری غلامی میں فخر محسوس کروں گا۔ اب میرا ہے ہی کون ماسٹر۔ پورا قبیلہ تو آرکسٹرا ٹوسٹ کر کے ختم ہو چکا ہے۔ لوبو کہاں زندگی گزارے گا؟" اس نے آزردہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے لوبو۔ تم فکر مت کرو۔ بس اب یہاں باقی دن آرام سے گزار دو۔ میں تمہیں دوبارہ اسی جگہ بند کیے دیتا ہوں تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ تمہیں کھانا وغیرہ کہاں سے ملتا ہے؟"

"سیکریٹری لاتا ہے خود۔ تاکہ کسی اور کو اس جگہ کے بارے میں معلوم نہ ہو۔"

"کیا وہ صبح کا ناشتا لے کر آنے والا ہے؟"

"تقریباً نو بجے تک آئے گا۔" لوبو نے جواب دیا۔

نو بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ میں اس میز کے پیچھے جا بیٹھا جو ہینڈرک کی کنٹرول ٹیبل تھی۔ لوبو کو میں نے دوبارہ کٹہرے میں پہنچا دیا تھا۔ ٹھیک نو بجے ڈاٹن ناشتے کی ٹرے لیے ہوئے آ گیا۔ اس نے پنجرے کے قریب جا کر ٹرے رکھی اور سیاہ فام سے کچھ بات کرنے لگا۔ پھر میرے پاس آ گیا۔ میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"آپ نے پوری رات یہاں گزاری ہے جناب؟"

"ہاں۔ مصروف تھا۔ کیا رپورٹ ہے؟"

"اسپیرا وغونی ہے جناب کہ اب وہ اس جزیرے پر موجود نہیں ہے۔ کون سی جگہ ہے جو ہم نے چھوڑ دی ہے۔"

"کیا یہ ایک قابلِ یقین اطلاع ہے؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں خود پریشان ہوں مسٹر ہینڈرک لیکن تھوڑی مہلت اور دیں۔ میں کچھ مزید معلوم کر لوں گا۔ اگر وہ یہاں سے نکل بھی گیا ہے تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کیسے؟" سیکریٹری نے کہا اور میں نے ناخوش گوار انداز میں منہ ٹیڑھا کر لیا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے ڈاٹن کہ میں نے اس جزیرے کو ناقابلِ تسخیر بنانے کے لیے سخت محنت کی تھی لیکن پھر بھی اس کی وہ حیثیت برقرار نہ رہ سکی۔" میں نے کہا۔ سیکریٹری کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"مجھے خود احساس ہے جناب لیکن قصور میرا بھی نہیں ہے۔ سارا کام بگڑ گیا۔ ایک ایسی شخصیت ہمارے درمیان ہے جن پر مکمل بھروسہ کیا جاتا ہے، وہی دھوکا کھا گئی تھیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو شاید اسے یہاں تک لایا ہی نہ جاتا۔"

"بات کسی شخص کو یہاں تک لانے کی نہیں ہے ڈاٹن! بات صرف یہ ہے کہ وہ اس جزیرے سے نکل کیسے گیا؟"

"جنابِ عالی! میرے خیال میں اس نے بھی زندگی اور موت کا خطرہ مول لیا ہوگا۔ اُسے جزیرے سے باہر جانے کے لیے کوئی چیز تو ملنی ناممکن تھی۔ میں نے مفصل طور پر حالات کا تجزیہ کیا ہے۔ کوئی کشتی کا ٹکڑا بھی اس دوران نہیں گیا جس سے یہ اندازہ ہو تا کہ وہ اس کے ذریعے فرار ہو گیا ہے۔ میرا مطلب ہے کسی اور حیثیت سے۔ تو صرف یہی ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ اپنا راز کھل جانے کے بعد اس نے یہ سوچ لیا کہ اب اس جزیرے پر زندہ رہنا ناممکن ہے چنانچہ وہ سمندر کے ذریعے یہاں سے نکل گیا لیکن کیا اس کا زندہ حالت میں کسی ساحل تک پہنچنا ممکن ہے؟"

"مفروضات کے محل نہ بناؤ ڈاٹن! ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں پہنچ سکتا۔"

"فرض کیجیے جناب اگر وہ زندہ پہنچ جاتا ہے تو ہمارے خلاف کیا کرے گا؟"

"یہ غلط سوچ ہے ڈاٹن! دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ کم از کم وہ اس جزیرے کی نشاندہی کر دے گا اور یہ بات منظرِ عام پر آ جائے گی کہ بحرِ ہند میں کوئی ایسا جزیرہ بھی موجود ہے جہاں صیہونی تنظیم اپنا کام کر رہی ہے۔ اس جگہ کی نشاندہی ہمارے لیے سخت نقصان دہ ہو سکتی ہے اور ابھی تک جو ہم اس جگہ کو محفوظ سمجھے ہوئے تھے وہ اب نہ محفوظ نہ رہ سکے گی۔"

"بہرحال جناب یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ زندہ [illegible] تک پہنچ جائے۔ ویسے ساحل کا یہ سمندر میلوں دور تک [illegible] ہے۔ ہم نے ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں کیا ہے۔" ڈاٹن نے جواب دیا۔

میں شاید اس سے اتنی گفتگو نہیں کرتا لیکن میں اپنے آپ کو آزما رہا تھا۔ ابھی تو مجھے یہاں ایک طویل وقت گزارنا ہے اور اس جگہ سے ڈاٹن ہی واقف تھا۔ اگر وہ بھی میری شخصیت سے مشکوک ہو جاتا اور میں اس کے انداز میں ایسی کوئی بات پا لیتا تو پھر ڈاٹن کو ختم کرنا بھی بے حد ضروری ہو جاتا۔ اس لیے میں نے یہ ساری باتیں کی تھیں۔ وہ شخص مجھ سے بہت قریب تھا، میرا مطلب ہے ہینڈرک سے۔ اور اگر اس جیسا آدمی مجھ پر کوئی شبہ نہیں کر سکا تھا تو اس کا مطلب تھا پھر کوئی بھی شبہ نہیں کر سکے گا۔ گفتگو کے دوران پوری توجہ سے میں سیکریٹری کے چہرے کا تجزیہ کر رہا تھا۔ میری آواز یا میرے انداز پر وہ ذرا بھی نہیں چونکا تھا اور اس کے چہرے سے مسلسل خجالت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس سے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ میری شخصیت سے مشکوک نہیں ہوا ہے۔ ویسے میں ابھی کچھ دن زندہ رکھنا چاہتا تھا تاکہ اس کے ذریعے... احکامات دے سکوں اور براہِ راست مجھے کسی اور سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ سیکریٹری نے مجھ سے بہت سی معذرتیں کیں اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اسے کوئی خاص ہدایت نہیں دی تھی۔ اس کے جانے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کر لوبو کے پاس پہنچ گیا۔ ناشتا جوں کا توں رکھا ہوا تھا اور لوبو کے چہرے پر غم کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"ناشتا نہیں کیا تم نے لوبو؟" میں نے ہمدردی سے سوال کیا۔

"دل نہیں چاہ رہا ماسٹر! وہ دو آدمیوں کا ناشتا لایا ہے۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میرا دوسرا ساتھی کہاں گیا؟"

"کیا جواب دیا تم نے؟"

"بس جو کہنا تھا اس سے کہہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرا آخری بھائی بھی اس درندے کی نذر ہو گیا۔ وہ کمینہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ دل تو چاہا ماسٹر کہ اس کے دانت توڑ دوں لیکن کیا کرتا، مجبوری تھی۔"

"ناشتا کر لو لوبو۔ زندہ رہنے کے لیے یہ سب کچھ ضروری ہوتا ہے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ لوبو نے گردن جھکا دی۔ پھر میں اسے وہیں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ باہر کی دنیا پر نگاہ رکھنا بھی ضروری تھا۔ اب ینگی کی گمشدگی کا مسئلہ بھی سامنے آئے گا۔

میرے خادموں نے میرے لیے ناشتے کا بندوبست کیا اور تمام وقت میں اپنی آرام گاہ میں موجود رہا۔ میں نے اس خواب گاہ کی بھی

"مسٹر ہینڈرک، مسٹر ہینڈرک۔ تم!" اس کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔ اس کے ہاتھ بے اختیار اوپر اٹھ گئے تھے۔

"میں نے اس کی تیزی سے تلاشی لی۔ پھر کوٹ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ پستول اپنے قبضے میں لینے کے بعد میں نے پستول کی نال سے اسے دھکیل دیا اور وہ تین چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں سمجھ نہیں سکا مسٹر ہینڈرک؟"

"میں تمہیں سمجھاؤں گا ڈیئر پاٹن! اچھی طرح سمجھاؤں گا۔"

"مم مگر آپ آپ!"

"تم میری اجازت کے بغیر یہاں کیسے داخل ہوئے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"وہ میں بس۔ جناب دراصل میں ۔۔۔ میں کچھ پریشان تھا۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں آکر تمہاری پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ کی طرف سے مجھے یہاں آنے کی اجازت ہے۔ میں کسی بھی وقت یہاں آسکتا ہوں۔"

"بے شک یہ سب کچھ تھا لیکن ہینڈرک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی اجازت تو تم نے مجھ سے نہیں لی تھی۔" میں نے جواب دیا اور پاٹن خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا ہے۔

"مسٹر ہینڈرک آپ کو علم ہے کہ میں چودہ سال سے اپنی تنظیم کے لیے خدمات انجام دے رہا ہوں۔ ان چودہ سالوں میں میرا ریکارڈ بالکل صاف ہے اور میرے نام سے کوئی ایسی بات منسوب نہیں کی جا سکتی جو قابل گرفت ہو۔ بے شک میں آپ کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں لیکن کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں پہنچتا مسٹر ہینڈرک کہ میں اپنے کسی شبہ کی تصدیق کر سکوں؟"

"شبہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں مسٹر ہینڈرک! اس شخص کو ہم نے ہر جگہ تلاش کر لیا۔ کوئی ایسی جگہ باقی نہیں بچی جہاں اسے نہ دیکھا گیا ہو۔ اگر وہ پاگل نہیں تھا تو اس نے سمندر کے راستے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی ہوگی کیونکہ اس طرح کسی جگہ زندہ بچ جانا ناممکن ہے تو پھر آخر وہ کہاں گیا؟ معاف کیجیے ذہن میں عجیب بات آرہی ہے کہ پہلے آپ میرا چہرہ دیکھیں اور اس کے بعد مجھے اجازت دیں کہ میں آپ پر ایکونیا استعمال کروں اور یہ اطمینان کر لینے کی کوشش کروں کہ آپ کہیں آپ ہی تو نہیں ہیں؟ میں آپ سے سچ عرض کر رہا ہوں مسٹر ہینڈرک کہ اب ہم دونوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہ گیا جس پر شبہ کیا جا سکے کیونکہ معلومات کی

زیادتی کی وجہ یہی تھی۔" پاٹن نے جواب دیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات تو کسی حد تک معقول ہے لیکن ڈیئر یہ بتاؤ کہ اگر میں وہ شخص نکلا تو ظاہر ہے کہ میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گا کہ تم میری اصل شکل دیکھ سکو۔"

"اس کے باوجود اگر آپ مسٹر ہینڈرک ہیں تو مجھے اس بات کی اجازت دیں۔" پاٹن اب کافی حد تک مطمئن نظر آنے لگا تھا۔

"اگر یہ بات ہے پاٹن تو پھر یوں کرتے ہیں کہ ان دونوں پستولوں سے کارتوس نکال کر پھینک دیتے ہیں اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں۔"

"بالکل مناسب۔" پاٹن نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور میں نے اس کے سامنے ہی پستولوں کے چیمبر خالی کر دیے اور کارتوس جیب میں ڈال کر دونوں پستول ایک طرف اچھال دیے۔

"میرے پاس بھی اب کچھ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ایکونیا فراہم کرتا ہوں۔ آپ میرا چہرہ دیکھ لیں۔" پاٹن نے کہا۔

"ٹھہر جاؤ۔" میں بولا اور وہ ٹھٹک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ "میں اعتراف کرتا ہوں پاٹن کہ میں ہینڈرک نہیں ہوں۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے باوجود وہ بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا اور خود کو سنبھالنے کا فن جانتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسا میرے پیٹ پر پڑا۔ مجھے واقعی اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی پھرتی سے حملہ کر دے گا۔ حالانکہ میرا یہ اعتراف اس کے لیے حیران کن بھی تھا۔

اس نے مجھ پر دوسرا حملہ کیا مگر میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں اسے سنبھال لوں۔ چنانچہ میں نے جوابی کارروائی شروع کر دی۔ میرا پاؤں اس کے گھٹنے پر پڑا اور وہ بے اختیار جھک گیا۔ پھر میرا دوسرا پاؤں گھوم کر اس کے جبڑوں پر پڑا۔ شاید وہ جسمانی لڑائی کا بہت زیادہ ماہر نہیں تھا۔ اس کے برعکس ہینڈرک خاصا پھرتیلا اور چست آدمی تھا حالانکہ باقی قد و قامت میں ہینڈرک سے کسی طرح کم نہیں تھا لیکن میرے چند ہی گھونسوں نے اسے زمین پر لٹا دیا تھا۔ اس کے منہ سے خون بہ رہا تھا۔

اس دلچسپ تحریر داستان کے
بقیہ واقعات دوسرے حصے
میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ اسی حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے۔

مجاہد

دو حصے

Shahid

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

علی یار خان

راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ

ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا خوں رنگ فسانہ

دوسرا حصہ

اس کے بعد اور تیس سیکنڈ کے وقفے کے بعد اپنا کام کرنے لگا۔ چھ عمارتوں میں ڈائنامائیٹ لگائے گئے تھے۔ چنانچہ چند ہی منٹ میں وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جزیرے پر قیامت کا شور بلند ہو رہا تھا۔ لانچ کے ڈرائیور نے لانچ کا انجن اسٹارٹ کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ساحل چھوڑ دیا۔

عمارتوں سے اب بھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔ دھوئیں کے مرغولے فضا میں نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ رات کی تاریکی میں مدغم ہو گئے۔ اب تاریکی اتنی پھیل گئی تھی کہ صرف آگ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کبھی کبھی شعلوں کے سامنے میں کچھ لوگ دوڑتے ہوئے دکھائی دے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ لانچ ساحل سے اتنی دور پہنچ گئی کہ اب وہ بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

ہم لوگ بہت مسرور تھے۔ فواد اپنا کام انجام دینے کے بعد میرے پاس آ بیٹھا اور مجھ سے اس سلسلے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔

"لیکن کوئی خاص بات نہیں فواد، جو کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں، معاملات اس سے مختلف نہیں ہیں۔"

"مگر یار تم نے بہت بڑا ہی کام ایسا کیا ہے کہ میرے خیال میں اب تنظیم کی نگاہوں میں تمہاری حیثیت بہت بڑھ جائے گی۔"

"مجھے اپنی حیثیت کی کوئی پروا نہیں ہے فواد! میں تو ایک مشن کے تحت اپنی زندگی کو تبدیل کر چکا ہوں اور اب اس مشن کی تکمیل کے لیے میں جو کچھ بھی کر سکا وہ میری خوش بختی ہوگی۔ اس سلسلے میں مجھ سے اور کوئی بات نہ کرو۔" میں نے کہا اور فواد میرے جذبات کو سمجھ کر خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے اسے لڑکی کی کہانی سنائی اور فواد بے حد متاثر ہوا۔ پھر اس نے لڑکی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا لڑکی! وہ درندہ صفت انسان اپنی تمام تر شیطانی قوتوں کے ساتھ ختم ہو گیا اور ہمیں ایک موثر کامیابی حاصل ہو گئی۔ میرے دوست ہزاروں فلسطینی ان بھیڑیوں کی چیرہ دستیوں کا نشانہ ہو چکے ہیں۔ تم ان کے بارے میں بھی سوچو۔ ان کے اہل خاندان تم سے کچھ کم غمزدہ نہ ہوں گے۔ یہ تو جنگ ہے لڑکی اور جنگ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ تمہیں ہمت سے کام لے کر اپنی زندگی کے اس مشن کو جاری رکھنا ہے۔ میں تمہیں پیشکش کروں گا لڑکی کہ بقیہ زندگی ہمارے ساتھ گزارو۔ بے شک تم ہمارے ہم مذہب نہیں ہو لیکن انسانیت کا مذہب ساری دنیا میں یکساں ہے۔ اگر تم ہمارے مشن سے متاثر ہو تو اپنی آئندہ زندگی کے دن بھی یہاں صرف کرو۔"

لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے فواد کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "اگر تم مجھ پر اعتبار کر لیا جائے تو میں خود کو خوش نصیب سمجھوں گی۔ میں اب اس دنیا میں تنہا ہوں لیکن اگر مجھے اچھے لوگوں کا سہارا مل جائے تو میری ساری تنہائی دور ہو جائے گی۔"

"تم ہمارے بھائیوں میں شامل ہو لوبہ۔ اس بات کا یقین کر لو کہ آج سے تم ہم میں سے ایک ہو۔" فواد نے جذباتی لہجے میں کہا۔

لانچ بیروت کی جانب رواں دواں تھی اور اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ ہم اطراف پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ کسی بھی جوابی کارروائی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ حالانکہ ابھی اس بات کا امکان نہیں تھا کہ جزیرے کی تباہی کی داستان نہ جانے کب ان لوگوں کے کانوں تک پہنچے۔ ممکن ہے اس میں دیر لگے لیکن بہرصورت ہمیں ہوشیار رہنا تھا۔

پھر صبح کی روشنی میں جب لانچ بیروت پہنچی تو ہماری مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ہمارے استقبال کے لیے کچھ افراد موجود تھے جو تنظیم کے ممبر تھے لیکن بے چینی سے ہمارے منتظر معلوم ہوتے تھے۔ سب نے بڑھ کر خاص طور سے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد میں ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ باقی لوگ بھی مختلف ذرائع سے منتشر ہو گئے تھے۔ میں وہاں سے سیدھا تنظیم کے ہیڈ کوارٹر پہنچا تھا۔ یہاں بھی میرے استقبال کے لیے باقاعدہ تیاریاں کی گئی تھیں۔ میٹنگ ہو رہی تھی اور وہاں موجود افراد میرا استقبال کر رہے تھے۔ میں نے یہاں اس شخصیت کو دیکھا جو یہاں اتھارٹی کی حیثیت رکھتی تھی اور تنظیم آزادئ فلسطین کی روح رواں تھی اور اس وقت میرا دل مسرت سے سرشار ہو گیا جب اس نے اٹھ کر محبت سے مجھ کو گلے لگایا۔

"میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں علی اوغان! تم ہمارے ہم وطن نہیں ہو لیکن اس کے باوجود تم نے جس جذبۂ اخوت سے سرشار ہو کر یہ کارنامہ انجام دیا ہے، ہم اسے کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔ میں تمہیں اس عظیم الشان کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی تم تنظیم کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیتے رہو گے۔"

شدت جذبات سے میرے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ یہ وہ شخصیت تھی جسے میں دیوانگی کی حد تک چاہتا تھا۔ تنظیم میں شامل ہونے سے قبل بھی میں نے بارہا اس کی زندگی کی داستانیں پڑھی تھیں۔ یہ کس قدر بے لوث کارنامہ تھا وہ ایک ایسے مشن کے لیے کام کر رہا تھا جو ایک انسانی مشن تھا۔ جس کی زندگی لاکھوں انسانوں کا مرکز تھی۔ لاکھوں دلوں کی تمنا تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے پھر سے اپنا وطن آباد کریں جو غاصبوں نے ان سے چھین لیا

اور وہ ان کا اہم ادارہ تھا۔ کافی دیر تک میں وہیں رہا اور اس سلسلے میں تفصیلات بتاتا رہا۔ میری کوششوں کی قلم پر بھی تحسین کی گئی تھی اور اس سلسلے میں باقی کام نے کچھ خاص ہدایات جاری کیں۔

بہرحال میری اس محنت کو بھرپور طور پر سراہا گیا تھا اور میں نے اس کا صلہ پا لیا تھا لیکن میرے ذہن میں ابھی کچھ اور تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں نے خود کو ایسے حالات میں پایا تھا جب میں خود بھی کچھ فیصلے کر سکتا تھا۔ حالانکہ امریکہ اور انگلینڈ میں بھی میں نے کبھی خود کو کسی کے دباؤ میں محسوس نہیں کیا تھا لیکن اس وقت میں اپنے تحفظ کے احساس کا شکار بھی تھا۔ میں ان ہنگاموں سے بچ کر اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اب میں منزل پر تھا اور آئندہ کے اقدامات میری ذات کے لیے جہاد کی حیثیت رکھتے تھے اور میں ثواب زیادہ سے زیادہ کمانا چاہتا تھا۔

جس وقت وہاں سے واپسی ہوئی تو نائمہ برق اور فواد میرے ساتھ تھے۔ نائمہ کا چہرہ فرط انبساط سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے دو ایک بار میری طرف دیکھا تو مجھے اس کی آنکھوں میں حقیقی مسرت محسوس ہوئی۔

میری رہائش گاہ بہت صاف ستھری تھی۔ دو تین ملازم موجود تھے۔ فرنیچر وغیرہ تبدیل کر دیا گیا تھا۔ فواد نے کافی کی فرمائش کی اور نائمہ برق خود اٹھ کر باہر چلی گئی۔

"اب کیا پروگرام ہے علی؟" فواد نے پوچھا۔

"میں فوری طور پر کسی دوسرے کام کا خواہش مند ہوں۔" میں نے کہا۔

"ابھی تو تمہارے بارے میں بہت سے فیصلے ہوں گے خصوصی میٹنگ میں۔ دیکھیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ویسے تم نے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں دوسری طرف کیا ردعمل ہوتا ہے، اس کا بھی انتظار کرنا ہے۔"

"ٹھیک کردار باقی ہے ابھی تک۔ اس کے بارے میں کوئی مشورہ دو فواد۔"

"کون؟"

"خاتون فرانز۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں وہ روپوش ہونے کی کوشش کرے گی لیکن تمہارا کیا ارادہ ہے اس کے بارے میں؟"

"مجھے اس کے بارے میں ہدایت مل گئی کہ میں اس کی حقیقت معلوم کروں۔ سو میں نے اس کی حقیقت پیش کر دی۔"

"ضرورت سے زیادہ ہی حقیقت سامنے آ گئی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اب وہ روپوش ہو جائے گی۔"

"اس سے قبل ہی ملاقات کی جائے۔" اس سے میں نے پوچھا۔

"مناسب رہے گا۔"

"دل چاہتا ہے کہ اس سے ضرور ملا جائے۔" وہ صاف نکل آئی ہے۔ میرے خیال میں اسے اس طرح تو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہونا چاہیے۔"

"تمہیں اس کا اختیار حاصل ہے علی اور ویسے شاید تمہیں اپنی موجودہ حیثیت کا علم نہ ہو۔ اس مہم کو سرانجام دینے کے بعد تمہیں بے شمار اختیارات حاصل ہو گئے ہیں اور تم اپنے طور پر جو کچھ کرنا چاہو کر سکتے ہو۔"

نائمہ کافی بنوا کر لے آئی تھی۔ ہم تینوں نے خاموشی سے کافی پی اور اس کے بعد فواد اٹھ کھڑا ہوا۔ "اچھا بھئی مجھے اجازت دو کچھ ضروری کام ہیں۔ نائمہ تم رکو گی؟"

نائمہ نے نظر اٹھا کے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں ان دونوں کو باہر تک چھوڑنے گیا تھا۔

سب دوستوں کے جانے کے بعد میں اپنی آرام گاہ میں واپس آ گیا اور ایک صوفے پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا۔ خاتون فرانز یا مارگیا کیسگارڈ کے بارے میں کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ اس طرح اسے چھوڑ دینا تو کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ ممکن ہے فواد کے کہنے کے مطابق صورت حال کا علم ہونے کے بعد وہ زیر زمین چلی جائے۔

تھوڑی دیر تک غور و خوض کے بعد میں نے ایک پروگرام بنا لیا اور اس کے بعد مجھے میک اپ کے سامان کی ضرورت پیش آئی جو یہاں موجود تھا۔ چنانچہ آئینے کے سامنے بیٹھ کر میں نے اپنے چہرے پر میک اپ... شروع کر دیا۔ اس میک اپ میں مجھے دو گھنٹے لگ گئے تھے لیکن بہت کامیاب میک اپ کیا تھا۔ ایک بار پھر میں مینڈلک کی شکل میں تھا۔ میں نے جگہ جگہ زخم بنائے تھے لیکن یہ معمولی زخم تھے۔ حلیہ بھی زیادہ بہتر نہیں رکھا تھا میں نے۔ اور اس کام سے فارغ ہو کر میں عمارت سے نکل آیا۔

ٹیکسی کافی فاصلے کے بعد ملی تھی۔ رات ہو چکی تھی اور موسم خوب سرد تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو مارگیا کی رہائش گاہ کا پتا بتایا تھا۔ ٹیکسی مناسب رفتار سے چل پڑی۔

مارگیا کی رہائش گاہ سے تقریباً دو فرلانگ دور میں نے ٹیکسی رکوائی اور پیدل ہو کر سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ اس وقت میں مارگیا کی کوٹھی کے گیٹ سے صرف چند گز دور تھا کہ میں نے اس عمارت کے گیٹ سے سیاہ رنگ کی ایک لمبی کار نکلتے دیکھی۔ میں فوراً رک گیا۔ مارگیا شاید کہیں جا رہی تھی۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر دیکھا اور پچھلی سیٹ پر نگاہ دوڑائی لیکن میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ کار آگے بڑھ گئی تھی مگر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس پر ایک لمحے کے لیے مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ اس چہرے کو میں ہزاروں افراد کے درمیان بھی پہچان سکتا تھا۔ یہ ادلیہ بارڈ تھا۔ میری بے چین

"امریکی ہونے کی حیثیت سے؟"

"ہاں، ظاہر ہے وہ یہاں سرکاری طور پر آیا ہوگا۔ اسے کوئی نقصان پہنچا تو حالات کی نوعیت دوسری ہو جاتی۔" فواد نے کہا اور میں بھی اس سلسلے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ فواد کی بات درست تھی ہو سکتا ہے اولیویا اور ڈیوڈ میرے سلسلے میں سخت کوششیں کر رہا تھا لیکن میں ذاتی معاملے میں تنظیم کو ملوث نہیں کر سکتا تھا۔

دوپہر کو خوب ہنگامہ خیزی رہی۔ ستارہ کیف، اسید بن عاطف، گوہر شفقت، خاقان اور دوسرے بہت سے لوگ آئے۔ مجھے والہانہ مبارکباد دی گئی اور ہنسی مذاق ہوتا رہا۔ فواد نے انہیں مارگسیا کی موت کے بارے میں بھی اطلاع دے دی تھی اور محمود جالو نے مجھے ایک خطرناک شخص قرار دے دیا تھا جو کسی کو معاف نہیں کر سکتا۔ اولیویا اور ڈیوڈ کے بارے میں ان لوگوں نے بھی یہی رائے دی تھی کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ کچھ دیر بعد یہ لوگ رخصت ہو گئے۔

نائمہ ان سب سے آخر میں اٹھی تھی۔ "مجھے بھی اجازت دیں علی! اور اپنا خیال رکھیں۔ ابھی چند روز گھر سے ہی آرام کریں۔"

"وہ کیوں مس نائمہ؟"

"اولیویا اور ڈیوڈ مایوس ہو کر چلا جائے، یا پھر اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔" نائمہ نے تشویش سے کہا۔

"یہ معاملہ میرے لیے کافی تکلیف کا باعث رہے گا کہ میں کسی کے خوف سے گھر میں قید ہو کر بیٹھ جاؤں۔"

"بعض اوقات انسان کو مصلحت اپنانا پڑتی ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے، ویسے آپ بہتر جانتے ہیں تو کسی کو بھی طلب کر سکتے ہیں۔" نائمہ نے کہا۔

لیکن میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

سب کے جانے کے بعد مجھے سناٹا سا محسوس ہوا۔ لیکن شام کو تقریباً سات بجے کے قریب مجھے بارڈی عظمی کا فون ملا۔ "میں تمہیں تمہارے کارنامے کی مبارکباد دے چکا ہوں۔ اس وقت فون کرنے کا مقصد کچھ اور ہے۔" عظمی کی پُر مزاح آواز سنائی دی۔

"میں اس مبارکباد پر آپ کا شکریہ ادا کر چکا ہوں، فرمایئے۔ کیسے مزاج ہیں؟" میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"تمہیں تمہارے دو شکار میرے پاس ہیں، ان کے لیے کیا خیال ہے؟ وہ لڑکی ڈینی مارش احمد جو تمہارا پیغام لے کر آئی تھی، تمہاری ہدایت کے مطابق ہمارے پاس محفوظ ہے اور دوسرا سیاہ فام لولو۔"

"اوہ، کیا لولو بھی آپ کے پاس ہے؟"

"ہاں۔"

"لولو کے ساتھ کوئی برا سلوک تو نہیں کیا؟"

"ہرگز نہیں، برا سلوک ہم صرف میدان جنگ میں کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس جو لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارے مہمان ہوتے ہیں۔"

"میں ان لوگوں سے وہیں بات کروں گا پروفیسر، ان کے بارے میں اوپر سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا؟"

"اوپر تو تم ہی ہو کیونکہ یہ تمہارا کیس ہے۔ سارے معاملات تمہیں ہی طے کرنے ہیں۔"

"میں حاضر ہو جاؤں پروفیسر؟"

"رات کا کھانا میرے ہی ساتھ کھا لو۔ کوئی خصوصی ڈش تیار کرا لوں گا۔"

"جو تیار ہوگی وہ کھا لوں گا۔ آ رہا ہوں۔"

ڈینی مارش احمد پروفیسر بارڈی عظمی کے گھر کے تہ خانے میں تھی۔ اسے یہاں تمام سہولتیں مہیا تھیں۔ اس وقت بھی وہ ایک مسہری پر دراز کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ چند لمحوں تک تو پہچان نہ سکی اور جب پہچانا تو کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"تم؟" اس نے شدید حیرت سے کہا۔

"ہیلو ڈینی۔"

"تم، میرے خدا! تم یہاں۔ یہ کیسے ممکن ہے! تم اس شیطانی جزیرے سے نکل آئے؟ یہ ایک ناممکن سی بات ہے!" میں اس کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تم کیسی ہو ڈینی؟" میں نے سوال کیا۔

"بدترین ذہنی بحران سے گزر رہی ہوں۔ حیرت ہے کہ اب تک پاگل کیوں نہیں ہو گئی۔ کیا تمہیں بھی قیدی بنا کر یہاں لایا گیا ہے؟"

"نہیں ڈینی، قیدی تو تم بھی نہیں ہو۔ یہاں تمہیں احتیاطاً رکھا گیا ہے۔ تم نے ان لوگوں سے اس بارے میں پوچھ گچھ نہیں کی؟"

"کسی نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ویسے نہایت شریف اور با اخلاق لوگ ہیں۔ مجھے کسی قسم کی ذہنی یا جسمانی اذیت سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ سوائے اس کے کہ میں اس قید کی وجہ سے ناواقف ہوں۔ ویسے ہینڈرک کے لوگوں میں ایسے شریف آدمیوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم خود کو ہینڈرک کا قیدی سمجھ رہی ہو ڈینی؟"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تم قیدی نہیں ہو۔ بس کچھ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے تمہیں یہاں رکھا گیا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ براہ کرم مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ کون لوگ ہیں یہ اور... اور..."

"میں تمہیں وہی سب کچھ بتانے آیا ہوں ڈینی۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم جن لوگوں کے لیے کام کرتی تھیں آئندہ بھی اگر چاہو تو ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کے ساتھ کام کر سکتی ہو۔ ممکن ہے کسی اور مرحلے پر ہماری ملاقات ہو۔ بہرحال میں تمہارا احترام کرتا ہوں اس لیے کہ ایک نازک وقت میں تم نے خطرات مول لے کر میری مدد کی تھی۔ میں نے ہینڈرک کو قتل کر دیا۔ اس کا لشکر میرے ہاتھوں مارا گیا اور جزیرہ ساکن یہ اب صرف ایک ویران جزیرہ ہے جس میں شاید ایک بھی انسان موجود نہ ہو۔ وہ میں ہی تھا جس نے تمہیں طلب کر کے ڈیگی کے ذریعہ یہاں بھیجا تھا۔ میں تمہارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔"

"وہ... تم تھے؟" ڈینی نے بے اختیار کہا۔

"ہاں ڈینی۔ وہ میں تھا۔"

"مگر... مگر..."

"میں ہینڈرک کے میک اپ میں تھا اور ہینڈرک مارا جا چکا تھا۔"

"خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں آزادی دی جا رہی ہے ڈینی، تصدیق کر لینا۔"

"تم نے یہ سب کچھ کر ڈالا تنہا؟" ڈینی لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"تنہا نہیں ڈینی۔ تمہاری مدد سے۔ کچھ اور ساتھیوں کی مدد سے۔ بہرحال میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"تو ہینڈرک ختم ہو گیا؟" ڈینی کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ بولی۔ "کیا اس بات کا علم مارگسیا کو بھی ہے؟"

"مرنے سے قبل اسے یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔"

"مرنے سے قبل؟ کیا مارگسیا بھی......"

"مارگسیا کو میں نے بیروت میں قتل کیا ہے۔ مجھ پر اس کے بہت سے قرض تھے جو میں نے چکا دیے ہیں۔"

ڈینی پاگلوں کی طرح مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکا دی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ جب اس نے دیر تک کچھ نہ کہا تو میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہاری اور کیا خدمت کر سکتا ہوں ڈینی؟"

"میں کیا بتاؤں علی، میری عقل ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ تم میرے اوپر ایک احسان کر سکتے ہو تو کر دو۔"

"ہاں بتاؤ۔"

"میں لندن جانا چاہتی ہوں۔ میرے لیے لندن روانگی کا بندوبست کر دو۔ پاسپورٹ وغیرہ میری رہائش گاہ پر موجود ہے۔ بس دوسرے انتظامات کرنے ہوں گے۔ بولو کر دو گے میرے لیے یہ انتظامات؟"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"بس علی۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔ آہ میری کیسی خواہش تھی کہ میں خود ان ہنگاموں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔ لندن میں اپنے لیے کوئی نہ کوئی جگہ ضرور بنا لوں گی۔"

کافی دیر تک ڈینی کی دلجوئی کرتا رہا اور پھر اسے تسلیاں دے کر وہاں سے نکل آیا۔ میری دوسری ملاقات لولو سے ہوئی تھی۔ سیاہ فام لولو ایک جھینپی سی مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے ملا۔

"سارے کام انجام پا چکے ہیں لولو۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"ماسٹر میرے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔ اگر آپ حکم دیں گے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور آئندہ ماسٹر کو اپنی شکل نہ دکھاؤں تو ماسٹر لولو آپ کو دوبارہ کبھی نظر نہیں آئے گا۔ جو احسان آپ نے کیا ہے اس کے لیے دردِ سر بننا بھی تو ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم کسی کے لیے دردِ سر نہیں ہو لولو۔ اور اب تو تمہیں آزادی مل چکی ہے۔ میں تمہاری پچھلی زندگی تو واپس نہیں لا سکتا اور جن میں تمہارے ساتھ تمہارے بھائی بھی تھے لیکن مستقبل کے سلسلے میں اگر میں تمہاری مدد کر سکا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"مدد کر سکتے ہو ماسٹر؟"

"ہاں لولو۔ کوشش ضرور کروں گا۔"

"تو پھر مجھے اپنے قدموں میں رہنے دو ماسٹر! تمہاری خدمت کروں گا اور کبھی تم سے اس کا صلہ نہیں مانگوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ لولو کو صرف کھانے اور کپڑے کے علاوہ کچھ بھی درکار نہ ہوگا اور یہ دونوں چیزیں بھی کچھ نہ کچھ کر کے حاصل کر لوں گا۔ لیکن ماسٹر مجھے اس دنیا میں تنہا نہ چھوڑو۔" لولو کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے تھے۔

"مجھے منظور ہے لولو، مگر میرے دوست تم خود بھی احمق نہیں ہو۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے اور میں اس کا ایک رکن ہوں۔ اس بات کو جاننے کے باوجود تم میرے ساتھ رہ سکو گے؟"

"میں افریقی ہوں ماسٹر، غلامی کے کرب سے ہم سے زیادہ واقف کون ہوگا۔ میں آزادی کی تڑپ سے واقف ہوں۔ مجھے اپنی جدوجہد میں شریک کر لو۔ میں تمہارا ہم مذہب نہیں لیکن انسان تو ہوں۔ میں بھی انسانی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کروں گا۔"

"سوچ سمجھ کر بات کر رہے ہو لولو؟"

"ہاں ماسٹر، تم لولو کو سچا پاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس سلسلے میں مجھے کسی سے اجازت کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ مجھے بہت سے اختیارات دیے گئے تھے۔

لولو میرے ساتھ میری رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا۔ اس نے میرے تمام امور سنبھال لیے تھے۔ راتوں کو وہ ایک چاق چوبند محافظ تھا اور کسی شکاری کتے کی طرح ہوشیار رہتا تھا۔ اس کی بہت سی خصوصیات تو بعد میں میرے سامنے آئیں۔ اب وہ خوش رہتا تھا۔ اس نے ماضی بھلانے کی بھرپور کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب نظر آتا تھا۔

اولیویا اور ڈیوڈ دوبارہ نظر نہیں آیا تھا۔ بائی کلاں نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اسے نظر انداز کیا جائے۔ ضروری میٹنگوں میں بھی شرکت لازمی قرار دے

دی گئی تھی اور میرے مشوروں پر توجہ بھی دی جاتی تھی۔
بڑوں کا منظور نظر ہوں کیونکہ میں ایک اہم شخصیت ہوں۔ اس تنظیم کے دونوں بازوؤں
کے لیے یکساں حیثیت رکھتا ہوں۔ اس تنظیم کے سیاسی بازو الفتح کو بھی بعض
امور میں میری ضرورت پیش آجاتی ہے اور عملی حصے الصاعقہ (طوفان) میں
بھی میری وہی حیثیت برقرار تھی۔

بیروت کا جو یہ سال بڑے عذاب میں گزر رہا تھا اور وہاں کوئی
کارروائی نہیں ہوئی تھی .... اس دوران تنظیم نے بہت سے
کام کیے تھے۔ صیہونیوں سے جھڑپیں ہوئی تھیں اور فلسطینی گوریلے کبھی
کامیاب اور کبھی ناکام رہے تھے۔ مجموعی طور پر گروپ کئی کارنامے انجام
دے چکا تھا۔ نائمہ برق مجھ سے ملتی رہتی تھی۔ میں نے بعض مقامات میں اپنی
خدمات پیش بھی کی تھیں لیکن انہوں نے مجھے محفوظ رکھا۔

پھر ایک دن ایک اعلیٰ اجلاس میں مجھے طلب کر لیا گیا۔ اس
اجلاس میں بہت بڑی شخصیتیں موجود تھیں۔ میری شمولیت کے بعد اجلاس
کی کارروائی کا آغاز کر دیا گیا جس کی تفصیل یوں تھی۔

فلسطینی تحریک کے سلسلے میں بہت سے ممالک فلسطینیوں سے
ہمدردی رکھتے تھے اور فلسطینیوں کے لیے کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن کچھ
بین الاقوامی مجبوریاں ان کے آڑے آتی تھیں جن کی وجہ سے انہوں نے ابھی
تک کھل کر اس ہمدردی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ در پردہ وہ فلسطینیوں
کی مدد کر رہے تھے اور کرتے رہنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں مشرقی یورپ کی
کی ایک خفیہ تنظیم نے یوگوسلاویہ میں ایک کانفرنس منعقد کی تھی جو انتہائی خفیہ
تھی۔ اس کانفرنس کی کامیابی سے تنظیم کو بہت سی سہولتیں حاصل ہوئی تھیں
اور اس سلسلے میں ایک اور کانفرنس کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

دوسری بار یہ کانفرنس میڈرڈ میں منعقد ہوئی لیکن ہماری بدقسمتی کہ یہ
کانفرنس خفیہ نہ رہ سکی اور اس کے شروع ہونے سے چند لمحات قبل اس
کانفرنس ہال کو بم سے اڑا دیا گیا اور بہت سی سرکردہ شخصیتیں اس میں ہلاک
ہو گئیں۔ اس کے بعد یہ مسئلہ التوا میں پڑ گیا اور طویل عرصے تک ہم کسی دوسری
جگہ کا انتخاب نہ کر سکے۔ دنیا بھر میں موجود یہودی اسرائیل کو اپنا آخری
گھر سمجھتے ہیں اور اس کی بقا کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اس لیے اس کانفرنس
کا راز بھی راز نہیں رہ سکا اور اس بار بھی کچھ ایسے ہی حالات ہیں۔ چنانچہ اس
سلسلے میں انتہائی خفیہ پلان پر کام کیا جا رہا ہے۔ اس بار ہم نے اس کانفرنس
میں فلسطینی نمائندگی کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو عربوں
سے نہیں ہے۔ نہ وہ مسلمان ہے نہ عرب۔ ایک بالکل غیر متعلق شخصیت ہے
جسے فلسطینیوں سے ہمدردی ہے اور وہ اس سے قبل بھی ہمارے مقاصد
کی تکمیل کے لیے کام کر چکی ہے لیکن ایسے شواہد بھی مل گئے ہیں کہ یہاں تک
اندازہ ہوتا ہے کہ اس کانفرنس کی اطلاع دشمن کو ہو گئی ہے اور وہ لوگ اسے ناکام
بنانے کے درپے ہیں۔ چنانچہ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے اس شخصیت سے
خصوصی درخواست کی ہے کہ وہ دو ماہ قبل مقررہ جگہ پہنچ جائے اور وہاں
کے ماحول میں خود کو منظم کر لے اور پھر خاص وقت پر کانفرنس میں شریک
ہو جائے۔ ہماری یہ درخواست قبول کر لی گئی ہے اور وہ ہم سے تعاون
کرنے کے لیے تیار ہے۔ آپ لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہم میں سے
کوئی اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے ایک خاص ہمدرد
ملک نے اس سے بات چیت کی ہے اور اسی کے ایما پر وہ شخصیت اس
کانفرنس میں ہماری نمائندگی کرنے کے لیے تیار ہوئی ہے۔ چنانچہ اس ماہ کی
سترہ تاریخ کو وہ یہاں سے روانہ ہو رہی ہے۔ اس کی پہلی منزل بلغراد
ہوگی اور پھر وہاں سے وہ اورینٹ ایکسپریس کے ذریعہ اٹالیہ چلی جائے
گی۔ دو ماہ تک اس کا قیام وینس میں ہوگا اور کانفرنس کے خاتمے کے
بعد وہ وینس سے واپس چلی جائے گی۔

چنانچہ۔ طے یہ کیا گیا ہے کہ الصاعقہ کے چند خاص رکن کانفرنس کے
انعقاد کے دوران وینس میں رہیں گے۔ آٹھ افراد کو بلغاریہ روانہ کیا جا چکا
ہے اور وہ افراد سترہ تاریخ کو اس جگہ سے سفر شروع کریں گے جس میں وہ
شخصیت سفر کرے گی۔ اس انتہائی اہم مشن کے لیے ہمیں ایک اعلیٰ ذہن کی
ضرورت ہے جو صرف ذہین ہو بلکہ عملی صلاحیتیں بھی رکھتا ہو اور اس کام کے
لیے بالائی کمان نے جس شخص کا انتخاب کیا ہے، وہ ہیں مسٹر علی۔"

میں اس انکشاف پر ششدر رہ گیا تھا۔ تمام نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس سلسلے میں ہم آپ کو حق دیتے ہیں مسٹر علی کہ آپ اپنی منظوری یا نامنظوری کا
اظہار کریں۔ کسی بھی شکل میں یہ ذمہ داری آپ پر مسلط نہیں کی جائے گی۔"

میں نے بولنے کی کوشش کی لیکن آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔ بمشکل
تمام میں نے گلا صاف کر کے کہا۔

"اگر مجھے یہ اعزاز بخشا جا رہا ہے اور بالائی کمان نے میرے حق میں
فیصلہ کیا ہے تو میں انکار کیسے کر سکتا ہوں۔" میری آواز لرز رہی تھی۔

"بالائی کمان کے خصوصی اجلاس میں ایک بھی ووٹ آپ کے خلاف
نہیں تھا مسٹر علی۔ ہم نے نہایت اعتماد سے آپ کے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے۔
اس کے باوجود آپ کو مکمل اختیار ہے کہ....."

"نہیں۔ میں اس اعزاز کو خوشی سے قبول کرتا ہوں۔" میں نے جواب
دیا۔ میرا دماغ ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ مجھے واقعی بہت اہم درجہ دیا گیا تھا۔

تمام لوگوں نے مجھے مبارکباد دی۔ میرے کانوں میں عجیب سی
آوازیں گونج رہی تھیں۔ مجھے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد حاصل ہو گیا تھا۔

اپنے ساتھ لے جانے کے لیے دوسرے آدمی کا انتخاب مجھے ہی
کرنا تھا۔ فواد نے میری رہائش گاہ پر مجھ سے ملاقات کی۔ "اگر تم پسند کرو علی تو
میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"نہیں فواد۔ کوئی شیطانی دل میں مت لانا۔ میں نے اس شخصیت کا انتخاب
کر لیا ہے۔"

"مجھے بتاؤ گے اس بارے میں؟"

"اوہ۔ اوہ، کیا تم اسے بہتر سمجھتے ہو؟"

"ہاں فواد۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔"

"اس فیصلے کا کوئی خاص پہلو؟"

"ہاں۔"

"وہ کیا؟"

"ہم دونوں دشمنوں کے شبہات سے بالاتر ہوں گے۔ وہ الفروقی
عیسائی اور میں پاکستانی۔"

"اوہ۔ میں سمجھ گیا ہوں۔" فواد نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں یہ ٹھیک رہے گا؟"

"نہ صرف ٹھیک بلکہ بے حد موزوں۔"

"ناراض تو نہیں ہو گئے میری بات پر؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
اور فواد ہنسنے لگا۔

"تمہارا خلوص، تمہاری محبت، اس کی گنجائش کہاں رکھتی ہے علی۔ تم
تو بس پیار کیے جانے کے قابل ہو۔ کون ناراض ہو سکتا ہے تم سے؟ بہرحال
سترہ تاریخ میں ابھی پانچ دن باقی ہیں۔ تیاریوں کے لیے تمہیں زیادہ وقت
درکار نہیں ہوگا اور پھر میرے خیال میں کل ہی سے تربیت شروع ہو جائیگی۔"

"تربیت؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ ہر مہم کے بارے میں کچھ نہ کچھ تفصیلات مہیا کی جاتی ہیں۔
تمہیں اٹالیہ سے تو واقفیت نہیں ہوگی۔ دوران تربیت تمہیں وہاں کے
بارے میں تفصیلات بتائی جائیں گی۔ یوں بھی وہاں تمہیں دو تین ماہ گزارنے
ہوں گے اور پھر ان معاملات کے بارے میں بھی تمہیں کچھ بتایا جائے گا۔"
فواد نے جواب دیا۔

فواد کا کہنا درست تھا۔ دوسرے دن فون پر مجھے ہیڈ کوارٹر میں طلب
کر لیا گیا اور اسی دن سے تین گھنٹے میری تربیت کے لیے مخصوص کر دیے
گئے۔ آغاز اسی دن سے ہو گیا تھا۔ پہلے دن مجھے بلغاریہ، یوگوسلاویہ اور
اٹالیہ کی جغرافیائی پوزیشن بتائی گئی۔ صوفیہ سے وینس تک کے سفر کی
تفصیلات مہیا کی گئیں۔ فلموں کے ذریعے وینس تک کے راستے دکھائے
گئے۔ بلغراد سے ڈینیوب کے ساتھ ساتھ اورینٹ ایکسپریس کا سفر بھی
دکھایا گیا تھا کیونکہ میرے آٹھ ساتھی صوفیہ ہی سے وقت مقررہ پر اورینٹ
ایکسپریس میں سوار ہونے والے تھے۔ ان آٹھوں کی تفصیلات بھی اسی
دن مہیا کر دی گئی تھیں۔ ویسے یہ سب میرے لیے اجنبی تھے لیکن تصاویر
کے ذریعے مجھے ان سے پوری طرح روشناس کرا دیا گیا تھا۔

یہ تین گھنٹے بے حد مشقت کے تھے۔ مجھے یہ ساری تفصیلات
ذہن نشین کرنا تھیں کیونکہ مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ روانہ ہونے سے قبل
میرا امتحان بھی لیا جائے گا ــــ میں نے کافی توجہ سے یہ ساری معلومات
ذہن نشین کیں۔ الفروقی کی نامزدگی بھی قبول کر لی گئی۔ اس کے سارے معاملات بھی
پایہ تکمیل تک پہنچا دیے گئے تھے کیونکہ وہ صرف میرا معاون تھا۔

فرصت کے اوقات میں میرے دوست مجھ سے ملتے رہتے
تھے۔ تین دن گزر گئے لیکن نائمہ برق سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔
تیسرے دن میں نے اس کی غیر حاضری کو محسوس کر کے اسے فون کیا۔
ایک ملازمہ نے فون اٹھایا تھا۔

"نائمہ کہاں ہیں؟"

"ڈاکٹر کے پاس گئی ہیں جناب۔ ابھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"خیریت کیا ہو گیا ہے انہیں؟"

"سخت بخار میں مبتلا ہیں تین دن سے۔ اس سے قبل ڈاکٹر یہاں
آ رہا تھا لیکن آج وہ خود چلی گئی ہیں۔" ملازمہ نے جواب دیا۔

"کمال ہے مجھے اطلاع نہیں بھیجی گئی۔ میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون رکھ دیا۔
اس خیال سے مجھے بہت اذیت ہوئی تھی اور اکثر میں اس کے بارے میں سوچتا
رہتا تھا۔ بہرحال جب میں اس کے فلیٹ پر پہنچا تو وہ واپس آ چکی تھی۔ اس
کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ تغافل تعجب خیز ہے میرے لیے۔ تم بیمار تھیں اور مجھے اطلاع
تک نہ ہوئی۔" میں نے شکایتی انداز میں کہا۔

"معمولی سا بخار تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔" نائمہ نے کہا۔

"اور اس معمولی بخار نے تمہارا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ یقین کرو
مجھے بہت افسوس ہوا۔"

"اور شاید زیادہ بری لگنے لگی ہوں؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا
اور میں ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اور زیادہ سے کیا مراد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہ جانے کیوں، یہ میری بدبختی ہے کہ میں کسی کو متاثر نہیں کر پاتی۔"

"نائمہ۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔" میں نے کہا اور
وہ عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"بیمار ہوں کہ بخار نے میرا دماغ الٹ دیا ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے
بخار مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اور ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی ہوں۔"
وہ دوبارہ ہنس پڑی۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی بات ضرور ہے نائمہ۔ مجھے بتاؤ گی نہیں؟ ناراض ہو مجھ سے؟
یقین کرو مجھے علم نہیں ہو سکا تھا۔ تاہم میں معافی چاہتا ہوں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کریں۔ نہ جانے کیا بکواس کر گئی ہوں۔ کیا پئیں
گے آپ؟" اس کے ساتھ ہی اس نے ملازمہ کو پکارا۔

"تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہی ہو نائمہ لیکن تمہارے ذہن میں کوئی
بات ضرور ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کچھ باتیں پوشیدہ بھی رہیں تو بہتر ہوتا ہے علی۔ اس موضوع کو ختم
کر دو۔ تم میری عیادت کو آئے میں شکر گزار ہوں۔ اگر بیمار نہ ہوتی تو تمہیں
تمہاری کامیابی پر مبارکباد دینے ضرور آتی۔ اتنے مختصر وقت میں بہت
کم لوگ یہ حیثیت حاصل کر پاتے ہیں۔ یقین کرو۔ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ تم

ہمارے درمیان نہ آئے ہو۔"

"میں ان حماقتوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جن کا پوشیدہ رہنا بہتر ہوتا ہے۔" ناظر نے شوخ کر دینے والے انداز میں کہا۔

"کسی خدمت کے لیے..." ناظر نے التجا کی۔

"ٹھیک ہے ناظر۔ میں تمہیں کسی بات کے لیے مجبور کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ تاہم یہ کسک میرے ذہن میں ہمیشہ رہے گی۔"

"میرے لیے یہ ایک فال ہوگی۔ اس طرح میں تمہیں کبھی کبھی یاد تو آتی رہوں گی۔ ویسے لوگ تمہاری ایک اور جرأت پر تبصرہ کر رہے ہیں۔" ناظر نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں سوالیہ انداز میں اسے دیکھتا رہا۔ "تم نے اپنے نائب کے لیے کسی تجربہ کار شخص کے بجائے لولو کا انتخاب کیا ہے جو ان معاملات میں کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک سادہ سا انسان ہے۔"

"کسی کو اس پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں اعتراض کسی کو نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بارے میں لوگوں کے متضاد خیالات ہیں۔ کچھ لوگ اسے حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی قرار دے رہے ہیں اور کچھ ناتجربہ کاری۔ حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی اس لیے کہا جا رہا ہے کہ عموماً ایسے مواقع پر تجربہ کار افراد منتخب کیے جاتے ہیں تاکہ باہمی مشورے سے کسی خطرے کا احتمال ختم ہو جائے لیکن تم اپنے کام سے بے حد مطمئن ہو اور تنہا سب کچھ کر لینے کی قوت رکھتے ہو۔"

"حالانکہ ایسی بات نہیں ہے ناظر۔ لولو کا انتخاب میں نے صرف چند وجوہ کی بنا پر کیا ہے جن کے بارے میں فواد کو بتا چکا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم نے غلط نہ سوچا ہوگا۔ ویسے تمہیں بتا دوں، تھوڑی سی بد دل میں بھی ہوں۔"

"کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں خود بھی تمہارے ساتھ اس مہم میں جانے والے امیدواروں میں سے تھی۔" ناظر نے کہا۔

"اوہ۔ تعجب ہے ناظر! ویسے یقین کرو میں کسی قیمت پر یہ پسند نہ کرتا۔ میں زندگی اور موت کو یکساں سمجھتا ہوں۔۔۔ کسی مہم کی انجام دہی کے وقت میں وہ سارے کام کرنے کے لیے بھی تیار رہتا ہوں جن میں موت ناگزیر ہو اور زندگی صرف ایک فیصد ہو۔ لیکن اگر میرے ذہن پر کسی دوسرے کی زندگی بچانے کا خیال مسلط ہو تو میں ناکارہ ہو جاؤں گا۔"

"میں تربیت یافتہ ہوں نیز سند لی ہے میں نے۔"

"یقیناً۔ ان الفاظ سے تمہاری یا کسی اور کی توہین مقصود نہیں ہے۔ بس اپنے دل کی بات کر رہا ہوں۔"

"سترہ تاریخ کو روانہ ہو رہے ہو؟" ناظر نے فوراً بات بدل دی۔

"ہاں۔"

"اب دوبارہ ملاقات مشکل ہے۔ میری ساری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" ناظر نے کہا۔

"اجازت ناظر۔ اب پھر جب زندگی واپس پلٹے گی تو ملاقات ہوگی۔" میں نے کہا اور ناظر نے گردن ہلا دی۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا لیکن طبیعت کچھ بجھ گئی تھی۔ اتنا احمق نہیں تھا کہ ناظر کی باتوں کا مفہوم نہ سمجھ پاتا۔ ناظر کسی حماقت کا شکار ہونے جا رہی تھی۔ اس زندگی میں ان حماقتوں کی گنجائش کہاں تھی۔ آگ اور خون کے کھیل میں حسن و عشق کے لمحات کا تصور بھی مضحکہ خیز تھا۔ کم از کم مجھ جیسا انسان یہ دو رخی نہیں چل سکتا تھا۔ میں اپنے مشن سے مخلص تھا اور بس اسی میں مگن رہنا چاہتا تھا۔ کسی دوسرے کھیل کی گنجائش نہیں تھی۔

گھر واپس آیا تو ایک اور ڈراما تیار تھا۔ ہادی عظمی اور ڈینی مارش اصولاً میرا انتظار کر رہے تھے۔ پروفیسر ہادی عظمی کو سلام کر کے میں ڈینی کی خیریت معلوم کرنے لگا۔ ڈینی کی آنکھیں متورم تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ روتی رہی ہے۔

"خیریت ڈینی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔ آج رات ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے جا رہی ہوں۔"

"اوہ، ویری گڈ۔ سارے انتظامات مکمل ہو گئے؟"

"ہاں۔ کوئی دقت نہیں ہوئی۔" ڈینی کے بجائے پروفیسر نے بتایا اور ڈینی سسکیاں لینے لگی۔

"نئی زندگی کا آغاز کر رہی ہو ڈینی۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ وہ مجرم مٹتے ختم جاتی ہو۔ ان کے ہاتھوں میں تمہاری زندگی محفوظ نہیں تھی۔ جینڈرک انسان تھا ورنہ وہ تھا۔ کسی معمولی سی غلطی پر جان لے لینا اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تم ان کے چنگل سے نکل کر اب ایک آزاد زندگی گزارو گی۔ لندن میں اپنی شخصیت بدل لینا۔"

"شکریہ علی! کبھی لندن آؤ تو مجھے ضرور تلاش کرنا۔" ڈینی نے کہا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ بھی ہادی عظمی کے ساتھ چلی گئی اور میں گہری سانس لے کر مسکرانے لگا۔ لولو کسی کام سے میرے کمرے میں آیا تھا۔

"لولو یہاں آؤ یار۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آگیا۔

"مصروف ہو کچھ؟"

"نہیں ماسٹر۔" وہ میرے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔

"عورت کیا چیز ہے؟"

"مرد کے لیے مسلسل سر درد۔" لولو نے بے دھڑک کہا اور میں ہنس پڑا۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"میرا نہیں ماسٹر تاریخ کا۔" لولو نے جواب دیا۔

"لیکن ہمارے سامنے وہ بڑی مقدس شکلوں میں بھی موجود ہے۔ ماں، بہن اور بیٹی کی شکل میں۔"

"مانتا ہوں ماسٹر۔ بیوی کی حیثیت سے ہمیں اس کے لیے

پریشان ہونا پڑتا ہے تاریخ دوبارہ اٹھا کے دیکھ لیں۔ محبوبہ کی شکل میں ہو تو سارے زمانے کو دھوکا دینا پڑتا ہے۔ اپنی بہادری اور اوقات سے بڑھ کر اس کے سامنے آنا ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے نفرت کریں تو بھی ماں، بہن اور بیٹی کی شکل میں ہم اس کے احترام کے لیے مجبور ہیں۔ کیونکہ ہماری ماں کسی کی بیوی ہوتی ہے، بہن اور بیٹی بھی۔ کچھ ہمارے لیے پریشان کن ہوتی ہیں کچھ دوسروں کے لیے۔" لولو نے جواب دیا اور میں بے اختیار ہنسنے لگا۔

"یار لولو! تو تو فلاسفر ہے۔ کوئی چوٹ کھا چکا ہے؟"

"نہیں ماسٹر۔ لولو بچپن میں اپنے وطن سے دور ہو گیا۔ اس لیے اپنی نسل کی لڑکیوں سے تو رابطہ ہی ٹوٹ گیا۔ یہاں آ گئے تو شکل ایسی قابل رشک کہ ان کی توجہ کا مرکز بنتے۔ بات کبھی ہنسنے بولنے سے آگے نہ بڑھی لیکن چوٹ کھائے ہوؤں کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور خود پر اس سلسلے میں غور کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ تو تو بہت مخلص انسان ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لولو بھی ہنس رہا تھا۔۔۔۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد تھوڑی سی ذہنی تفریح حاصل ہو گئی تھی اور ناظر برق اور ڈینی کی کیفیات کا اثر ختم ہو گیا تھا۔

سولہ تاریخ امتحان کی تاریخ تھی۔ صبح سے شام تک مجھے ہیڈکوارٹر میں رہنا پڑا۔ امتحان لینے والوں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی۔ دو بجے اندر ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام امور میں بھی میں نے ان کے سوالات کے جوابات تسلی بخش دیے تھے۔ بس ایک گرہ تھی میرے ذہن میں کہ کاش اس شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا لیکن اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ تاہم میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوشش کروں گا اور اسے کھوج نکالوں گا۔

سترہ تاریخ کو میرے تمام دوستوں نے مجھ سے ملاقات کی اور دوپہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ناظر برق نہیں آئی تھی۔ فواد نے بتایا کہ وہ بخار کا شکار ہے۔۔۔۔ میں نے اس کے بارے میں کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا اور مبارکباد کر میں اور لولو ایئرپورٹ چل پڑے۔

بظاہر کوئی میرے ساتھ نہیں آیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ در پردہ بہت سی آنکھیں میری نگراں ہوں گی۔

لیکن مجھے اس شخصیت کی تلاش تھی اور میں جہاز کے مسافروں میں اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ آخری لمحات میں ہم طیارے میں داخل ہو گئے۔ ایئر ہوسٹس نے ہمیں ہماری سیٹ بتا دی تھی۔ تمام ضروری امور کے بعد طیارے کے انجن اسٹارٹ ہو گئے اور پھر وہ زن سے رن وے پر دوڑنے لگا۔

سنسنی خیز

سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ طیارہ فضا میں پُرسکون پرواز کر رہا تھا۔ ابتدائی مراحل طے ہو گئے تھے اور مسافر اپنی سیٹوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ پائلٹ کیبن سے موسم کا حال نشر ہونے لگا۔ اسپیکر سے پائلٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ہوسٹس مسافروں سے اُن کی ضروریات پوچھتی پھر رہی تھیں۔ میری بے چین نگاہیں مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں درمیانی سیٹ پر تھا اور زیادہ فاصلے تک نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ پائلٹ کیبن کے دروازے سے لے کر پیچھے تک کا ایک چکر لگا کر ایک ایک مسافر کی شکل دیکھ لوں لیکن یہ معیوب اور مشکوک بات ہوتی۔

بڑی غیر یقینی کیفیت تھی۔ مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ ہیڈ کوارٹر میں موجود بڑے احمق نہیں ہیں۔ انھوں نے یہ بات سامنے رکھی ہوگی یعنی اس بات کا امکان نہیں تھا کہ اس پُراسرار شخصیت نے اس پرواز سے سفر نہ کیا ہو۔ یقیناً ان ہی لوگوں میں وہ اہم شخصیت موجود ہوگی۔ اگر وہ شخصیت کسی وجہ سے سفر نہ کر پاتی تو مجھے روانہ نہ کیا جاتا۔ لیکن ۔ وہ ان مسافروں میں سے کون ہے؟

اس ایک تردد کے علاوہ کوئی اور خیال میرے ذہن میں نہیں تھا۔ آئندہ پیش آنے والے حالات کے لیے میں بالکل تیار تھا۔ یوں بھی تنظیم کی طرف سے مجھے تمام سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں لیکن مجھے ان کی پروا بھی نہیں تھی۔ وقت اور حالات نے مجھے ہر حال میں گزارا کرنے کی قوت عطا کر دی تھی۔

کافی دیر تک میں اس سلسلے میں غور و خوض کرتا رہا۔ پھر میں نے ذہن جھٹک کر اس خیال کو نکال پھینکا۔ بلاوجہ اس کوشش میں سر کھپانے سے کیا فائدہ! وقت اور حالات خود ہی سامنے لے آئیں گے۔ یہ سسپنس تو دلکشی کا حامل ہے۔ اس سے لطف اندوز ہوا جائے۔

"کیا تم سو رہے ہو لوبو؟" میں نے خاموشی سے اکتا کر لوبو سے سوال کیا۔

"نہیں ماسٹر! پوری طرح جاگ رہا ہوں۔ بس تمہاری سوچ میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"تم خود بھی تو کچھ سوچ رہے ہو گے۔"

"کچھ بھی نہیں۔ میں زیادہ تر اپنے ذہن کو آزاد رکھتا ہوں تاکہ اگر کبھی سوچنا ہی پڑ جائے تو دماغ تازہ ہو۔" لوبو نے کہا۔

"بلاشبہ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں جوں جوں تمہارے بارے میں غور کرتا ہوں، حیران ہوتا جاتا ہوں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"غور کرنے کے بھی نقصانات ہوتے ہیں ماسٹر۔ تمہاری سوچ ذہن کو بہاؤ بنا دیتی ہے اور جب سوچوں کے سمندر میں غوطے لگاؤ تو روانی ہی ہوگی۔" لوبو نے جواب دیا۔

"او فلاسفر بس میرا دماغ نہ کھاؤ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لوبو بھی ہنسنے لگا۔ میری توجہ پھر مسافروں کی طرف ہو گئی تھی۔ لوبو نے سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ مسافروں میں بھانت بھانت کے لوگ تھے۔ میرے دائیں سمت کی سیٹ پر ایک معمر جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ یورپین تھے۔ محترمہ تقریباً تین سو پونڈ وزن کی مالک تھیں اور محترم ایک سو چالیس سے زیادہ نہیں ہوں گے لیکن دونوں میں زبردست مفاہمت نظر آتی تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا تھا کہ محترمہ کی باریک اور سُریلی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی اور پاس بیٹھے ہوئے حضرت بڑے صبر و سکون سے ایک لفظ بولے بغیر اس بکواس کو سن رہے تھے جو نجانے کس موضوع پر تھی۔ عمر دونوں کی ساٹھ اور پینسٹھ سے کچھ اوپر ہی ہوگی لیکن چہرے ہشاش بشاش تھے۔ موٹی خاتون کے سنہرے بال مصنوعی طور پر گھنگھریالے بنائے گئے تھے۔ ساٹھوں نے میک اپ بھی انتہائی نفیس کیا ہوا تھا۔ بار بار قہقہہ لگا کر ہنستی تھیں اور اُن کا ساتھی مسکرا دیتا تھا۔

ان سے آگے والی سیٹ پر ایک منحنی سا شخص بیٹھا ہوا تھا جس کی لمبی لمبی مونچھیں ٹھوڑی تک لٹکی ہوئی تھیں۔ جوڑا جوان چہرہ تھا۔ برابر میں بیٹھے ہوئے شخص کی شکل یہاں سے نظر نہیں آتی تھی۔

تیسری سیٹ پر یعنی اس بوڑھے جوڑے کے پیچھے بھی دو افراد بیٹھے تھے۔ ایک مرد اور ایک نوجوان لڑکی۔ مرد عمر کی درمیانی منزل سے گزر کر بڑھاپے کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ پُروقار تھا اور آنکھیں گہری ذہانت کا پتا دیتی تھیں۔ ناک بھاری، لمبی اور مضبوط تھی جس سے اس شخص کی نفیس اور پُراثر شخصیت کا اظہار ہوتا تھا۔ ٹھوڑی پر چھوٹی سی بھورے رنگ کی داڑھی اس کے چہرے کو خاصا بارعب بنائے ہوئے تھی۔ لڑکی حسن و جمال کا منہ بولتا پیکر تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ اکیس بائیس سال ہوگی۔ وہ ایک نہایت قیمتی سوٹ میں ملبوس تھی اور گہرے رنگ کا کوٹ پہننے کی وجہ سے اس کے چہرے کے تمام نقوش اور نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک نظر دیکھنے سے ہی وہ خاصی جاذب نگاہ محسوس ہوتی تھی۔

مزید مسافروں کا جائزہ لینے کی خواہش بے اختیار میرے دل میں اُبھری اور میں اس خواہش کو نہ دبا سکا۔ چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جہاز کے عقبی حصے میں بنے ہوئے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ میں سست روی سے باتھ روم کی جانب گیا تھا اور سارا رخ اپنی جانب رکھا تھا .... میرے بائیں طرف جتنے بھی مسافر بیٹھے ہوئے تھے انھیں دیکھتا ہوا میں باتھ روم میں گھس گیا۔ چند لمحات باتھ روم میں گزارنے کے بعد جب میں وہاں سے نکلا تو میں نے چہرہ دوسری طرف گھما رکھا تھا۔ اس طرح جہاں میری سیٹ تھی وہاں تک بیٹھے ہوئے تمام مسافر میری نگاہوں میں آ گئے۔ اس سے آگے کے لوگوں کو دیکھنا کسی طور پر ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔

لوبو اب بھی سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اب مزید ذہن کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ میں بھی آرام کروں۔ اس خیال سے میں نے اپنی سیٹ کھولی اور اطمینان سے نیم دراز ہو گیا۔ بہت سے مسافر پہلے ہی اپنی اپنی سیٹ کھول کر آرام کر رہے تھے۔ یوں بھی رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور اب سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو ذہن بیدار رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس پر سناٹے مسلط ہونے لگے۔ میں گہری نیند سو گیا تھا۔ نجانے وہ رات کا کون سا پہر تھا کہ دفعتاً لوبو نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ وہ بڑی زور سے میرا شانہ ہلا رہا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ ایک لمحے کے لیے تو ماحول کا تعین کرنے میں کچھ دقت پیش آئی لیکن دوسرے لمحے مجھے یاد آ گیا کہ میں اپنی آرام گاہ کے بجائے بیڈروم میں نہیں ہوں، جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ پھر لوبو کے جھنجھوڑنے کا خیال آیا اور اُس کی آواز کانوں میں اُبھری۔

"ماسٹر ہوشیار! پلیز ہوشیار ہو جائیے۔"

"کیا بات ہے لوبو؟" میں نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ دو تین بار آنکھیں کھولنے اور بند کرنے سے ذہن مستعد ہو گیا تھا۔

"پائلٹ کیبن میں کچھ گڑبڑ ہے ماسٹر۔" لوبو نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں چونک سا گیا۔

"وہ دیکھیے تینوں ایئر ہوسٹس پائلٹ کیبن کے پاس کھڑی ہوئی ہیں اور یہ شخص کیبن سے باہر آیا ہے۔ چاروں کافی پریشان معلوم ہوتے ہیں۔" اس نے سامنے اشارہ کیا۔ فاصلہ کافی تھا اس لیے ان لوگوں کی آوازیں تو نہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن اس بات کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا کہ وہ چاروں پریشان ہیں۔

"ہوا کیا؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"معلوم نہیں چیف۔ کیا میں معلوم کروں؟"

"نہیں رک جاؤ۔" میں نے جواب دیا اور خود اپنی سیٹ سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں کے علاوہ تقریباً تمام مسافر سو رہے ہوئے تھے یا اگر ان میں سے کچھ جاگ بھی رہے تھے تو ماحول سے بیگانہ تھے۔ ایک ہوسٹس تیز رفتاری سے اسٹیورڈ کیبن کی جانب بڑھی۔ اسے میرے نزدیک سے گزرنا تھا۔

"کیا بات ہے مس؟ کوئی خاص معاملہ ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ زبردستی مسکرا دی۔

"نہیں جناب! براہ کرم آپ آرام سے تشریف رکھیے۔" اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔

"ہوسٹس! اگر کوئی خطرناک بات ہے تو تمہیں اس سے مسافروں کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ سب اپنے طور پر ہوشیار ہو جائیں۔"

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا جناب۔ آپ مطمئن رہیں، اگر کوئی بات ہوئی تو ہم آپ کو اس سے مطلع کر دیں گے۔" ہوسٹس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ اس کے چہرے کی پریشانی بتاتی تھی کہ ضرور کوئی خاص معاملہ ہے۔

میں خود کو باز نہ رکھ سکا اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا پائلٹ کیبن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔

میں نے ہوسٹس کے بجائے اس شخص کو مخاطب کیا جو وہاں کھڑا ہوا تھا۔ معاون پائلٹ کے لباس میں ملبوس اس شخص کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔

"مسٹر! یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ کسی پریشانی کا شکار ہیں؟" میرے پوچھنے سے اس شخص نے سراسیمہ نگاہوں سے دونوں ہوسٹسوں کی طرف دیکھا۔

"جناب عالی! آپ اطمینان سے تشریف رکھیے۔ ہم ابھی صورتحال کا تجزیہ کر کے آپ کو بتا دیں گے۔" اس نے قدرے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"ممکن ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔ براہ کرم مجھے صورتحال بتاؤ۔" میں نے لہجہ سخت کر کے کہا اور وہ مسافروں پر نگاہ دوڑانے لگا۔

"افراتفری پھیل جائے گی جناب اور یہ افراتفری ہمارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔" اس نے تشویشناک چہرہ بنا کے جواب دیا۔

"مانتا ہوں لیکن سب لوگوں کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے۔" میں نے نرمی سے کام لیا۔ اب اس میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ کوئی خاص ہی مسئلہ درپیش تھا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا، پھر آہستہ سے بولا۔ "میرا نام میگ کارنر ہے۔ معاون پائلٹ ہوں۔ میرے ساتھ ایک اور معاون پائلٹ ہے۔ اس کا نام ڈونا تھم ہے۔ ہمارا چیف پائلٹ مائیکل ہے۔ ٹوڈر کو نجانے کیا ہو گیا ہے جناب! ہمارا جانا پہچانا آدمی ہے لیکن اس نے مائیکل کی کنپٹی پر پستول رکھ دیا ہے اور طیارے کو کسی خاص سمت میں لے جانے کی ہدایت کر رہا ہے۔"

"اوہ ہائی جیکنگ!"

"جی ہاں جناب، یہی سمجھ لیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہائی جیکر ہمارا ہی ایک آدمی ہے۔"

"کون ہے وہ میگ۔ آپ میں ہو؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"مشکل ہے جناب، ہم لوگ پرانے ساتھی ہیں لیکن اگر آپ کا کہا درست ہے تو پھر کوئی لمبی ہی سازش معلوم ہوتی ہے۔"

"مسٹر مائیکل کیا کر رہے ہیں؟"

"وہ ابھی اس سے باتیں کر رہے ہیں۔" میگ نے جواب دیا۔

"تم باہر کیسے آگئے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر نے پستول کے ذریعے مجھے باہر نکال کر پائلٹ کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا ہے۔ یہ دروازہ اب باہر سے نہیں کھل سکتا جناب، سوائے اس کے کہ ہم اسے توڑنے کی کوشش کریں۔"

"اور یہ کوشش نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے!"

"جی ہاں۔ اسی لیے ہم پریشان ہیں۔" میگ نے جواب دیا۔

میں تھوڑی دیر کچھ سوچنے لگا۔ بات بے حد تشویش ناک تھی۔ طیارہ ہائی جیک کر کے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ ہائی جیکنگ کی یہ نوعیت مختلف تھی کہ مسافروں میں سے کسی کے بجائے ایک معاون پائلٹ نے طیارہ اغوا کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ درحقیقت طیارے کے مسافر سکون کی نیند سو رہے تھے۔ اگر انھیں کسی خطرناک صورت حال کی بھنک پڑ جاتی تو خاصی افراتفری پھیل سکتی تھی لیکن اس کے باوجود انھیں ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا۔ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟ میں اپنے طور پر سوچنے لگا۔

اسی وقت میگ نے کہا "جناب عالی! ہمیں اس زحمت اور پریشانی کا احساس ہے جو آپ کو ہو رہی ہوگی لیکن پوزیشن ہمارے لیے بھی بڑی پریشان کن ہے۔ آپ اگر کوئی بہتر مشورہ ہمیں دے سکیں تو ضرور دیں۔ ہم اس پر عمل کریں گے لیکن میری رائے ہے کہ ابھی دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں آگاہ نہ کیا جائے۔"

میں کسی حد تک اس کی بات سے متفق ہو گیا۔ تاہم مجھے تشویش لگی تھی کہ پائلٹ کیبن میں کیا ہو رہا ہے۔ اگر کم از کم پتا تو چلتا! میں نے خود بھی دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہا۔ ظاہر ہے یہ حماقت ہی تھی۔ طیارہ اغوا کرنے والے نے نہایت کامیاب قدم اٹھایا تھا۔ معاً خیال آیا کہ اس طیارے کو اغوا کرنے میں کہیں ان ہی لوگوں کا ہاتھ تو نہیں ہے جو اس مشن کو ناکام بنانا چاہتے تھے؟ اگر ایسی بات ہوئی تو بالکل اتفاقیہ طور پر ہی یہ سب کیس بن جاتا تھا۔ مجھے اسی سلسلے میں کام کرنے کے لیے اس سفر پر بھیجا گیا تھا۔ یہ بات کسی کو پتا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس معاون پائلٹ کو بھی نہیں۔ طیارہ اغوا کرنے کی کوئی دوسری وجہ میرے ذہن میں نہیں تھی۔

بہرصورت میں نے پوچھی سوال کیا "طیارہ کتنی بلندی پر پرواز کر رہا ہے؟"

"تقریباً اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر۔"

"کون سا علاقہ ہے؟"

"تھوڑی دیر قبل ہم اینڈیس کے برفانی علاقے سے گزر رہے تھے۔ نیچے تاحدِ نگاہ برف پوش چوٹیاں پھیلی ہوئی تھیں اور بعض جگہوں پر خطرناک بلند و بالا پہاڑ ہیں جو برف کی کہر میں ڈھکے ہوئے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے جناب۔ پائلٹ کو پوری حاضر دماغی سے طیارے کو ان پہاڑوں کے درمیان سے نکال کر لے جانا ہے کیوں کہ ہم زیادہ سے زیادہ چھتیس ہزار فٹ کی بلندی تک سفر کر سکتے ہیں جب کہ اینڈیس کی چوٹیاں اس سے کہیں زیادہ بلند ہیں۔ ہمیں ان کے درمیان ہی سے گزرنا ہوگا۔" میگ نے بتایا اور میں ششدر رہ گیا۔

حالات نے ایک دم ہی پلٹا کھایا تھا۔ اگر طیارہ تباہ ہو جاتا تو تمام مسافروں کی موت یقینی تھی لیکن یہ پتا نہیں چل سکا تھا ابھی تک کہ وہ شخص جس نے طیارے کو ہائی جیک کیا ہے، کیا چاہتا ہے؟ اس نے پائلٹ کو اپنا مافی الضمیر بھی بتایا ہے یا نہیں، یہ بڑا نازک مسئلہ تھا۔ کچھ اور مسافر بھی جاگ گئے لیکن وہ حالات سے لاعلم تھے۔

میں نے میگ سے کہا "مسٹر میگ! بہتر یہ ہے کہ تم لوگ پریشانی کا اظہار نہ کرو اور اپنا کام معمول کے مطابق جاری رکھو۔ صورت حال اب ہمارے قابو میں نہیں ہے۔ میری تو رائے ہے کہ پائلٹ کو بھی اس شخص کی بات مان لینی چاہیے اور کوئی جدوجہد نہیں کرنی چاہیے تاکہ طیارہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو۔"

میگ پریشانی سے گردن ہلانے لگا۔ وہ بار بار پائلٹ کیبن کے دروازے سے کان لگا دیتا تھا۔ پھر اس نے ایئر ہوسٹسوں سے کہا "ٹھیک ہے، تم لوگ اپنا کام جاری رکھو۔ یہ..... درست ہی کہتے ہیں۔ میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں جناب؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"علی۔" میں نے جواب دیا "کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے مسٹر میگ کہ تم پائلٹ کیبن سے رابطہ قائم کر سکو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب، باہر سے یہ ممکن نہیں ہے۔ البتہ اگر مائیکل ہوشیاری سے کام لے کر یہ اسپیکر کھول دیں تو ہمیں ان کی آواز یہاں صاف سنائی دے سکتی ہے۔"

"ہاں، بات تو درست ہے۔ کاش اُسے یہی ہوش آجائے۔"

"لیکن اس وقت جو جائے گی جناب۔ اندر کی آوازیں یہاں باہر اسپیکروں پر سنائی دینے لگیں گی تو تمام مسافر صورت حال سے

کہ وہ ہوجائیں۔ مجھے بہتر یہ ہے کہ ہمیں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ تقدیر جو بھی فیصلہ کرے.....

میگ بہت پریشان تھا۔ پریشان تو میں بھی تھا۔ بدقسمتی سے مجھے اس شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، ورنہ میں اس کے تحفظ کا کوئی بندوبست کرنے کی کوشش کرتا۔ میں تو کسی سے اپنی پریشانی کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لوبونے البتہ میرے چہرے پر پریشانی کے آثار پڑھ لیے تھے۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آگیا۔ میری نگاہیں سوتے ہوئے مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ ان میں سے کون ہو سکتا ہے جس کا میں محافظ ہوں؟

"کچھ پریشان ہو ماسٹر؟" لوبو نے آہستہ سے کہا۔

"تم اپنی جگہ بیٹھو لوبو۔ جاؤ پلیز۔" میں نے کہا اور لوبو بے دلی سے واپس پلٹ گیا۔ وہ حالات جاننے کے لیے بے چین تھا لیکن میرا احترام مانع تھا۔ اس لیے اس نے ضد نہیں کی اور واپس اپنی جگہ چلا گیا۔ میں اب بھی معاون پائلٹ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

"کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی جناب۔ میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے۔" میگ نے کہا۔ مخاطب میں تھا لیکن وہ اتنی آہستگی سے بول رہا تھا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

کافی دیر گزر گئی۔ کھڑکیوں کے دوسری طرف تاریکیوں میں روشنی کے شگاف نمودار ہونے جا رہے تھے۔ دفعتاً میری نگاہ شیشے سے باہر کی طرف اٹھ گئی۔ فلک بوس برفانی چوٹیاں برق رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ ایک لامتناہی سلسلہ کوہ! اتنا قریب تھا کہ رونگٹے کھڑے ہونے لگے تھے۔ طیارہ نہایت تنگ اور خطرناک دروں سے گزر رہا تھا۔ اگر ذہنی پریشانی کے عالم میں پائلٹ کا ہاتھ ذرا بھی اسٹیئرنگ وہیل پر بہک جاتا تو طیارے کے پرخچے کسی بھی چٹان سے ٹکرا سکتے تھے اور اس کے بعد کی تباہی ناقابلِ تصور ہوتی۔

میگ کی توجہ بھی میری طرف ہو گئی اور پھر وہ بھی چونک کر باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی "اوگاڈ! طیارے کا رخ جنوب کی طرف ہو گیا ہے، مجھے یقین ہے....."

"جنوب کی طرف کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب۔ حالاں کہ میں بارہا ان علاقوں سے گزرا ہوں لیکن یہ سمت میرے لیے اجنبی ہے۔ اوہ۔ شاید باہر روشنی پھیل رہی ہے۔ آپ یہ منظر دیکھ رہے ہیں؟"

"خوف ناک منظر ہے..... بہت برا ہے۔" میں نے جواب میں کہا۔

"بلکہ دہشت ناک ہے۔" میگ نے کہا اور کسی قدر بے تعلقی سے میرا شانہ دبایا۔ اس مختصر سے وقت میں ہی وہ میرا دوست بن گیا تھا۔ میں نے میگ کے اشارے کی طرف دیکھا۔ برف کی چٹانوں کے درمیان ایک

بستی سی بکھری ابھر رہی تھی۔ اس بستی کے ساتھ لکڑی کے کیبن بھی نظر آرہے تھے۔

"ان کیبنوں سے بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا میگ؟" میں نے سوال کیا۔

"قطعی نہیں۔ آہ۔ نہ جانے پائلٹ کیبن میں وہ ولیا مسٹر مائیکل کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہوگا!" میگ نے کرب سے کہا۔ وہ بے چارہ بے حد پریشان نظر آرہا تھا لیکن بے بس تھا۔ عملے کے تمام لوگ بھی صورت حال سے باخبر تھے لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

طیارہ اس بستی سے راستے سے آگے نکل گیا۔ اب بستی نظر نہیں آرہی تھی لیکن چند ہی لمحات کے بعد میں نے محسوس کیا کہ طیارے کا رخ دوبارہ بدلا ہے اور اس بار شاید اس کی بلندی بھی کم ہو گئی تھی۔ یکلخت میگ کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آگیا۔

"میرے خدا! یہ کیا.... یہ کیا.... کیا ڈاکٹر کے ساتھ مائیکل کا دماغ بھی چل گیا ہے؟" اس نے تشویش سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

"یوں لگتا ہے..... یوں لگتا ہے جیسے وہ طیارے کو اس بستی پر اتارنا چاہتا ہے۔"

"اس ویرانے میں؟"

"ایسا ہی لگتا ہے لیکن اس تنگ پٹی پر طیارہ اتارنا ناممکن ہے۔ ہرچند کہ مائیکل ایک عمدہ اور تجربے کار پائلٹ ہے لیکن..... یہاں اس پٹی پر.....؟"

"تم جنونی ہو رہے ہو میگ۔ وہ تو طیارہ نہیں اتار رہا ہے بلکہ اسے مجبور کیا جا رہا ہے۔"

"اف! یہ ذلیل ڈاکٹر! یہ کیا چاہتا ہے؟ میری نگاہ دھوکا نہیں کھا رہی ہے مسٹر علی! یہ پٹی زمین سے ہزاروں فٹ بلندی پر ہے۔ کوئی ذی ہوش اس پر طیارہ اتارنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ خاص حالات میں بھی کم از کم طیارہ اتارنے کے لیے اس سے چار گنا بڑی جگہ درکار ہے اور پھر بلندی پر ہوا کتنی لطیف ہوتی ہے! بہت ہی ہلکی۔ یہ طیارے کا بوجھ نہیں برداشت کر سکے گی اور طیارہ گر پڑے گا۔ فرض کریں اگر یہ اتر بھی جائے تو اتنے مختصر سے رن وے پر اس کا رکنا ناممکن ہے۔ وہ کنارے پر پہنچے گا اور پھر..... میرے خدا!..... اس طرح وہ کیفیت کبھی تو زندہ نہیں بچ سکے گا!" میگ کی آواز میں لرزش تھی۔

میگ کی کیفیت اب بھی وہی تھی۔ وہ گویا خود سے ہی مخاطب تھا۔ میں نے پریشان نگاہوں سے ان مسافروں کو دیکھا۔ کاش مجھے ان میں سے اس شخصیت کے بارے میں معلوم ہوتا! تنظیم کی طرف سے یہ بہت دلچسپ اور دلکش مشن تھا لیکن خود تنظیم کے

دیں لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ میگ نے میری طرف دیکھا اور میں بھی پریشانی سے اُسے دیکھنے لگا۔

"کہیں مسٹر..." وہ آہستہ سے بولا۔

"ممکن ہے" میں نے اُس کا مطلب سمجھ کر کہا۔

"کیبن کا دروازہ..." میگ نے دروازے کو ٹٹولا لیکن خالی ہاتھوں سے اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑا جا سکتا تھا۔

"مسٹر علی!" میگ نے آہستہ سے کہا۔ اُسے میرا نام یاد رہ گیا تھا۔ "کیا کرنا چاہیے؟ میں مسٹر مائیکل کے لیے بھی پریشان..." اتنے میں لوبو بھی آگیا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک مضبوط راڈ تھی جسے وہ جہاز کے سامان میں سے تلاش کر کے لایا تھا۔ اس نے پائلٹ کیبن کے دروازے کے ہینڈل میں اس راڈ کو پھنسایا اور پھر پورے زور سے ہینڈل کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ میگ حیران رہ گیا۔ اس نے لات مار کر دروازہ کھول دیا اور برق رفتاری سے اندر داخل ہو گیا۔ پیچھے پیچھے میں اور لوبو بھی گئے۔

مائیکل سیٹ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اُس کے سر سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ قریب ہی فرش پر ڈاثر تھا۔ پائلٹ کیبن کے فرش نے برفیلی زمین سے رگڑ کھائی تھی اور کسی نوکیلے پتھر سے پھٹ گیا تھا۔ کسی نوکیلی چٹان نے ڈاثر کی کئی پسلیاں توڑ دی تھیں۔ اس کا لباس خون میں لت پت تھا۔ میں نے اور میگ نے مل کر اُسے سیدھا کیا۔ وہ زندہ تھا۔

میگ مجھے اس کے پاس چھوڑ کر مائیکل کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے زخم کو غور سے دیکھا اور میری طرف گردن اٹھا کر بولا "زیادہ زخمی نہیں ہے۔ بس ایک چھوٹا سا زخم ہے اس کی پیشانی پر جس سے یہ خون بہا ہے۔ یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو" میں نے کہا اور میگ اس کوشش میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد مائیکل نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھول دیں۔

وہ بڑبڑانے لگا "وہ... وہ سؤر کا بچہ ڈاثر! اسے دیکھو... وہ... وہ..."

میگ نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا "آپ فکر نہ کریں مسٹر مائیکل، وہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔"

"اوہ خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! مسافروں کا کیا ہوا؟" مائیکل سیدھا ہو گیا۔ اس کا چہرہ دہشت سے زرد تھا۔ آنکھوں میں کسی خوفزدہ کبوتر کے سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"آپ اپنے حواس قابو میں رکھیں مسٹر مائیکل! مسافر بھی ٹھیک ہو جائیں گے" میگ نے کہا۔

"کیا طیارہ... میرا مطلب ہے، وہ چٹی کے آخری سرے پر رک گیا ہے؟" مائیکل نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ خود کو پوری طرح ہوش میں لائیں۔ اپنے حواس قائم کریں۔ اس کے بعد ان تمام چیزوں کو دیکھا جائے گا" میگ نے ہمدردی سے کہا اور مائیکل دونوں آنکھیں بھینچ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر اُس نے پائلٹ سیٹ سے اٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔ وہ نیچے اتر آیا تھا۔

میں ابھی تک ڈاثر کے پاس تھا۔ ڈاثر بے ہوش تھا۔ اُس کا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا اور وہ شدید زخمی تھا۔ مائیکل دانت بھینچتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اُس کے چہرے پر شدید نفرت ابھر آئی تھی۔

"یہ... یہ بدبخت! لعنت ہو اس پر..." مائیکل دانت پیستا ہوا ڈاثر کے پاس بیٹھ گیا "میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی! یہ کیا چاہتا تھا؟" اس نے زور زور سے دو تھپڑ ڈاثر کے دونوں رخساروں پر مارے اور چیخا "ذلیل انسان! تم کیا چاہتے تھے؟"

ان تھپڑوں سے شاید ڈاثر کے حواس جاگ گئے۔ اُس نے آنکھیں کھولیں۔ ایک لمحے ساکت رہا، پھر اٹک اٹک کر بولا "تم... تم بچ کر نہیں جا سکتے... تم... یہاں سے کہیں نہیں جا سکو گے، ابھی وہ سب یہاں پہنچ جائیں گے اور... نہیں... میں نہیں مر سکتا۔ انھوں نے مجھے زندگی کی ضمانت... انھوں نے..."

اس کے ہونٹ کھلے اور خون کی ایک پھوار ان سے نکل پڑی۔ اس نے خون تھوک کر ہونٹ زبان سے چاٹے۔ پھر بولا "انھوں نے وعدہ کیا ہے۔ وہ مجھے مرنے نہیں دیں گے... کیوں کہ... کیوں کہ... میں نے ان کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر یہ کام کیا ہے۔ وہ مجھے..."

یکایک اُس پر تشنج کا دورہ پڑا۔ پورا بدن بُری طرح کانپنے لگا۔ وہ ہوا میں ہاتھ مار رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اُس نے دونوں ہاتھ جمائے اور آدھے دھڑ کے ساتھ اٹھ گیا۔ پھر اُس نے خون کی بڑی سی قے کی اور اُس کا چہرہ دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید ہو گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھنے لگا۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ پھر اُس پر کھانسی کا دورہ پڑا اور کھانسی کے ساتھ خون کے چھینٹے اُڑنے لگے۔ زبان باہر نکل آئی تھی۔

اُسی عالم میں اس نے پھر کہا "وہ تمھیں زندہ... نہیں چھوڑیں گے۔ وہ... تم سب کو قتل کر ڈالیں گے... میں... میں..."

اس کے منہ سے پھر خون اُچھل کر باہر نکل آیا۔ ہم سب ایک دم پیچھے ہٹ گئے۔ پھر بھی اُس کے خون کی بہت سی چھینٹیں ہم پر پڑیں۔ پھر اُس نے گردن ڈال دی۔ پھٹی پھٹی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

"خدا کی پناہ! یہ شخص... میں اسے طویل عرصے سے جانتا ہوں" مائیکل نے کہا۔

"ممکن ہے یہ ڈاثر نہ ہو" میگ بولا۔

"کیا مطلب؟" مائیکل نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"ڈاثر کے میک اپ میں کسی اور نے... میرا مطلب ہے ممکن ہے یہ شخص میک اپ میں ہو۔"

"نہیں میگ، اگر تم میگ نہیں ہو تو یہ ڈاثر نہیں ہے اور اگر تم میگ ہو تو پھر یہ بھی ڈاثر ہے" مائیکل نے کہا۔

"اوہ! آپ کو اس قدر یقین ہے!" میگ بولا۔

"ہاں لیکن یہ شاید پاگل ہی ہو گیا تھا۔ اسے علم تھا کہ جو کچھ یہ دوسروں کے لیے کر رہا ہے، وہ اس کے اپنے لیے بھی ہے اور یہی ہوا۔ دوسروں کی زندگیاں تو شاید بچ ہی جائیں مگر یہ نہ بچ سکا۔ نجانے وہ کون سا لالچ تھا جس نے اسے اس حد تک آمادہ کر دیا تھا" مائیکل گہری گہری سانسیں لے کر کہہ رہا تھا۔

"ممکن ہے آپ درست کہہ رہے ہوں" میگ بولا۔ اسی وقت طیارے کے پچھلے حصے سے کسی عورت کی دلدوز چیخیں سنائی دینے لگیں اور مائیکل چونک پڑا۔

"آہ بے چارے مسافروں کا کیا حال ہے؟" اس نے درد بھرے لہجے میں پوچھا۔

"بُری حالت ہے۔ بہت سارے لوگ مر چکے ہوں گے" میگ نے کہا۔

"آؤ! انھیں کسی طرح اس بدنصیب طیارے سے باہر نکالیں۔ جلدی کرو، کہیں..." ابھی مائیکل نے اتنا ہی کہا تھا کہ طیارے کا عقبی حصہ لرزنے لگا اور پائلٹ کیبن اس طرح اوپر اٹھ گیا جیسے کسی نادیدہ طاقت نے اسے اوپر اٹھا دیا ہو۔ ڈاثر کی لاش پھسل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔ ہم لوگوں نے بھی خود کو گرنے سے بچانے کے لیے سیٹوں کا سہارا لیا تھا۔ میں نے مائیکل کے ساتھ کاک پٹ سے باہر جھانکا۔ روح فرسا منظر مجھے لرزنے کا باعث بن گیا تھا۔ میرا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ طیارہ چٹی کی بالکل آخری سرحد پر ایک چٹان کے سہارے فضا میں معلق تھا۔ اگر پچھلے حصے پر کچھ وزن اور پڑتا تو وہ یقینی طور پر ہزاروں فٹ گہری وادی میں گر جاتا۔ قدرت نے ہمارے بچاؤ کا یہ عجیب سامان پیدا کیا تھا، مگر ہم اس کے اندر ایک لمحہ ٹھہرنا بھی خطرناک تھا۔ ہوا کا کوئی تیز جھونکا کسی بھی وقت طیارے کو اُٹھا کر وادی میں پھینک سکتا تھا۔ مائیکل بے اختیار کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس نے باہر کا منظر دیکھا اور کانپنے لگا۔

زخمی مسافروں میں سے ایک نے حلق پھاڑ کر کہا "سؤر کے بچے! تم پائلٹ ہو یا گدھے! تم نے طیارہ تباہ کر دیا اور مسافروں کو بچانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"ہم تمھیں جان سے مار دیں گے" دوسری آواز آئی۔ تیسری آواز کسی عورت کی تھی جو شاید شدید زخمی تھی۔ اس نے مغلظات میں کوئی سر بھی نہ چھوڑی۔ میں نے لوبو کو اشارہ کیا سو وہ میرے پاس آ گیا۔

"لوبو! طیارہ خطرناک حالت میں ہے۔ دوسروں کی مدد کرنا اچھی بات ہے لیکن..."

"میں سمجھ رہا ہوں ماسٹر! حکم دو کیا کروں؟" لوبو نے کہا۔

اسی وقت مائیکل کی آواز سنائی دی "آپ لوگ مجھے جان سے ضرور مار دیں۔ میں مزاحمت نہیں کروں گا لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ طیارہ ایک اُبھری ہوئی چٹان کے ساتھ ٹکا ہوا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی نے ہلنے یا بھاگ دوڑ کی کوشش کی تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ آپ پُرسکون اور اپنی جگہ رہیں۔"

پھر اس نے میگ کی طرف دیکھا "میگ! اگر یہ صاحب مدد پر آمادہ ہوں تو ان کے ہاتھ میں جو راڈ ہے اس کی مدد سے کھڑکی یا دروازہ توڑنے کی کوشش کرو۔" مائیکل کا اشارہ لوبو کی جانب تھا۔ لوبو نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

لوبو آگے بڑھتا ہوا بولا "میرا خیال ہے مسٹر میگ، میں یہ خدمت بہ آسانی انجام دے سکتا ہوں۔"

"شکریہ جناب" میگ نے ممنونیت کے انداز میں کہا اور لوبو دروازے، کھڑکیوں پر مصروف ہو گیا۔ اُس نے سائڈ کی تمام کھڑکیاں راڈ مار مار کر توڑ ڈالیں۔ اب وہاں اتنا راستہ بن گیا تھا کہ لوگ مُڑ تُڑ کر باہر نکل سکتے تھے۔ میں نے یہ ضروری نہیں سمجھا کہ مائیکل کی ہدایات حاصل کروں۔ صورتِ حال ابتدا ہی سے میری نگاہ میں تھی اور کم از کم میگ اس بات کو جانتا تھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے زخمیوں کو باہر نکالنے کا فیصلہ کیا اور لوبو کی مدد سے اس پر عمل کرنے لگا۔

مائیکل اور میگ میری کارکردگی سے متفق تھے۔ چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے ہم نے زخمیوں کو سنبھالا اور انھیں ان کھڑکیوں کے راستے باہر پھینکنے لگے۔ پہلے دو تندرست و توانا آدمیوں کو کھڑکیوں کے راستے باہر نکال دیا گیا تھا اور ان سے کہا گیا تھا کہ طیارے کے اندر سے باہر پہنچائے جانے والے مسافروں کو سنبھال کر اتار لیں۔ وہ دونوں بے چارے بڑی تندہی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

مائیکل کے چہرے پر اب بھی خوف منجمد تھا۔ حقیقت سے وہ بھی آگاہ تھا۔ اس نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا کہ چٹان کسی بھی وقت اپنی جگہ چھوڑ سکتی ہے اور اس کے بعد طیارے کا جو حشر ہوگا، اس کا

آئے اندازہ تھا۔ میں اور لولو بھی باہر جانے کے خواہش مند تھے لیکن اس وقت ان تمام لوگوں کو اس مصیبت میں چھوڑ کر خود نکل جانا غیر انسانی حرکت ہوتی۔ چنانچہ جو کچھ تقدیر میں لکھا تھا ضرور ہوتا تھا۔ میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا تھا کہ موت میرے اتنے قریب موجود ہے۔

ہم ہر کھڑکی اور ہر اس جگہ سے، جہاں سے کوئی باہر نکل سکتا تھا، مسافروں اور زخمیوں کو باہر نکال رہے تھے۔ بعض مسافر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ پہلے انھیں باہر نکلنے کا موقع دیا جائے جو زندہ ہیں، انھیں موت کے منہ میں دھکیلنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے۔ بہرحال کوئی کسی کو نہیں روک سکتا تھا جس کا جو دل چاہ رہا تھا کر رہا تھا البتہ مائیکل کی ہدایت کے تحت وہ بہت آہستگی سے یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ گرفتگی کا اظہار انھیں کرنا ہوتا تو زبانی ہی کر لیتے تھے۔ کسی نے جدوجہد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ سمجھتا بہتر تھا ورنہ اگر ان میں کچھ تشدد پسند بھی آمادہ ہو جاتے تو پھر خدا ہی حافظ تھا۔

جوں جوں مسافر باہر نکلتے جا رہے تھے، ہمیں سکون ہوتا جا رہا تھا۔ طیارہ کئی بار ڈگمگا چکا تھا اور اس وقت بس خدا ہی یاد آ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ طیارہ اب گیا کہ تب گیا۔ زخمی چند لمحوں کے لیے اپنی تکلیف بھول گئے تھے۔ ان میں چند ایسے حاضر دل بھی تھے جو زخمی ہونے کے باوجود ان لوگوں کو کھڑکیوں سے باہر نکال رہے تھے جو چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے۔

مائیکل لوگوں کے اس جذبے اور تعاون سے بے حد خوش تھا۔ وہ بے چارہ اپنی تکلیفیں اور پریشانیاں بھول کر خود بھی جلدی جلدی مسافروں کو کھڑکیوں سے باہر دھکیل رہا تھا۔ اس کی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ سب زندہ بچ جائیں۔ جہاز کا ڈھانچہ بار بار لرز جاتا تھا اور اس وقت ہم سب دہشت سے کانپ اٹھتے تھے۔ مائیکل نے کئی بار تشکر آمیز جذبات سے مجھے دیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں جہاز کے مسافروں کی جان بچانے کے سلسلے میں پیش پیش رہا ہوں، جس کا اظہار اس نے مجھ سے بعد میں کیا۔

میری ذہنی کیفیت اس وقت جو کچھ بھی تھی اسے میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ میرے اندر امید و بیم کی ایک عجیب سی جنگ جاری تھی۔ دل میں ایک آرزو لرز رہی تھی کہ خدا کرے وہ شخص بھی زندہ بچ جانے والوں میں ہو جس کے تحفظ کے لیے میں نے یہ سفر کیا۔ اور بار بار مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کرب انگیز امتحان میں ڈال کر تقدیر نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔ اگر وہ شخص میرے علم میں ہوتا تو میں اسے بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دیتا۔

لیکن افسوس کہ اس وقت مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا اور بار بار میں بے بس نگاہوں سے بچ جانے والے ایک ایک کو دیکھنے لگتا تھا جو کسی نہ کسی طرح کھڑکیوں سے باہر نکالے جا رہے تھے۔

اس خوب صورت لڑکی کو بھی لولو نے باہر نکالا جو ابھی تک بے ہوش تھی اور اس کے لمبی ناک والے ساتھی کو بھی۔ اس کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی زندہ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد کافی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جس حد تک بھی ہو سکا، مائیکل، میگ اور دو ایئر ہوسٹسوں نے جو اب ہوش میں آ گئی تھیں اور اپنی ڈیوٹی سنبھالنے کے لیے تیار ہو گئی تھیں، کچھ ضروری سامان باہر نکالا جو اس وقت اس جگہ کام آ سکتا تھا۔ جہاز کے لرزتے ہوئے ڈھانچے کو جھٹکے دیکھ کر بالآخر ہم باقی رہ جانے والے بھی باہر نکل آئے۔ سارے معاملات خدا کی مرضی پر چھوڑ دیے گئے تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جہاز کے ڈھانچے میں جو لوگ اندر رہ گئے تھے، ان میں کون کون مر چکا تھا کیوں کہ ان سب لاشوں کو باہر نکالنا ممکن نہیں تھا جو سامان کے نیچے دبی پڑی تھیں۔

جہاز کا شکستہ ڈھانچہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک چٹانی برف پر جھول رہا تھا۔ پہاڑوں پر گہرا سناٹا مسلط تھا۔ ہر طرف ایک جمود کا عالم طاری تھا۔ یخ بستہ طوفانی ہوائیں رہ رہ کر چنگھاڑ کی شکل میں نمودار ہوتیں اور تنگ دروں، غاروں کے اندر تیز سیٹیاں بجاتی غائب ہو جاتیں۔ مائیکل، میں، لولو، میگ اور دونوں ایئر ہوسٹسیں بے جان مورتیوں کی طرح کھڑے قرب و جوار کے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ ہم سب ایک دوسرے کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔ طیارہ وقفے وقفے سے خشک پتے کی طرح کانپ جاتا تھا۔

دفعتاً مائیکل نے دہشت زدہ انداز میں کہا۔ "ہمیں یہاں نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے ہم لوگ جتنی جلدی اس طیارے سے دور ہٹ جائیں، اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ یہ کسی بھی لمحے لڑھک سکتا ہے اور اس کے بعد ممکن ہے قرب و جوار کے حصے بھی متاثر ہوں۔ براہ کرم جلدی کرو۔"

ایک بار پھر جدوجہد شروع ہو گئی۔ لوگ مائیکل کی باتوں کو اپنی زندگی کی ضمانت سمجھ رہے تھے۔ ہر چند کہ وہ اس سے نالاں تھے اسے گالیاں دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود سب کے سب اس کی ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔ چنانچہ لنگڑے، لولے، زخمی، ہاتھوں اور پیروں سے معذور، جو چلنے والے تھے، برف پر خون کی لکیریں بناتے ہوئے آگے کھسکنے لگے۔ یہاں بھی مائیکل اور اس کے ساتھیوں نے جس حد تک ممکن ہو سکا، مسافروں کو جہاز کے پاس سے دور جانے میں امداد دی۔ یہ کام بھی اتنی برق

رفتاری سے ہو رہا تھا جس طرح جہاز کے اندر پھنسے لوگوں کو باہر نکالا گیا تھا۔

دفعتاً مجھے اپنے عقب سے سسکیوں کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر پیچھے دیکھنے لگا۔ وہ خوب صورت لڑکی ہوش میں آ گئی تھی جسے بے ہوشی کے عالم میں لولو نے باہر نکالا تھا۔ اس کا ساتھی ابھی تک بے ہوش تھا۔ وہ اسی طرح بے جان سا برف پر پڑا ہوا تھا۔ میں جلدی سے لڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میری مدد کیجیے۔ میرے ڈیڈی۔۔۔ پتا نہیں جیسے بے ہوش ہیں یا۔۔۔" لڑکی کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی۔

"اوہ! انھیں میرے بازو کا سہارا لے کر ذرا اٹھا دیجیے۔" میں نے اس سے کہا اور جھک کر معمر شخص کی بغلوں میں ہاتھ ڈال دیے۔ پھر اسے گھسیٹتا ہوا اس طرف لے جانے لگا جہاں دوسرے تمام لوگ جا رہے تھے۔

لڑکی نے میری مدد کے طور پر معمر شخص کے پاؤں اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہ خود بھی لنگڑا کر چل رہی تھی۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح میں ان دونوں کو بھی آگے لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ لوگ اب بھی جہاز کے قریب موجود تھے۔ چنانچہ ایک بار پھر میں ان کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ اپنی دانست میں زندہ بچ جانے والے آخری آدمی کو بھی ہم اس جگہ سے دور ہٹا لے گئے۔

یخ بستہ برف پر کھلے آسمان کے نیچے پڑے زخمیوں کی آہ و زاری سے ماحول لرزاں تھا۔ ان میں کچھ شدید زخمی تھے اور ان کی حالت ناقابل برداشت تھی۔ ایک بوڑھی عورت کی ایک ٹانگ کٹ کر جسم سے الگ ہو چکی تھی اور اس کے کٹے ہوئے حصے سے مسلسل خون ابل رہا تھا۔ وہ زندہ تھی لیکن اس کے حلق سے کراہ کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ پھولے ہوئے چہرے والے ایک تنومند شخص نے اچانک عقب سے مائیکل کا کالر پکڑ لیا اور جوں ہی مائیکل چونک کر پلٹا، اس شخص نے ایک زوردار گھونسا اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ مائیکل گر پڑا۔

"کتے کے بچے! تو نے اتنے لوگوں کو زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار کر دیا! آہ، برف کے اس ویرانے میں ہماری زندگی۔۔۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے جھک کر پھر مائیکل کا بازو پکڑ لیا اور اسے جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔ اس نے مائیکل کے جبڑے پر دوسری بار گھونسا رسید کرنا چاہا تو اس کی کلائی لولو کی گرفت میں آ گئی۔ پھر لولو کے آہنی ہاتھ نے اسے تقریباً دو فٹ اچھال کر دور پھینک دیا۔

"سوری ماسٹر!" لولو نے میری طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے برف پر پڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ وہ کینہ توز نگاہوں سے لولو کو دیکھ رہا تھا۔

مائیکل نے اپنا کالر درست کیا اور آگے بڑھ کر اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو اب اٹھ کر برف کی زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ "مجھے افسوس ہے مسٹر، میرے ساتھ یہ بدسلوکی کرنے میں آپ نے جلد بازی سے کام لیا۔" مائیکل نے کہا۔

"یہ سب بے حس اور بزدل لوگ ہیں۔" اس نے ارد گرد موجود لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اگر مجھے ان کی مدد مل جائے تو میں تمہاری چٹنی بنا دوں۔ تمہارے جیسے اناڑی پائلٹ کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم نے بے شمار انسانوں کو قتل کر دیا۔"

"ایسی بات نہیں ہے جناب، آپ تصدیق کر سکتے ہیں۔ طیارہ میرے اناڑی پن سے یہاں نہیں آیا ہے۔ بلکہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ میں کئی گھنٹے موت اور زندگی کی کشمکش کا شکار رہ کر اپنے حواس کو قابو میں رکھتے ہوئے آپ لوگوں کو زندہ سلامت زمین پر لایا ہوں۔ آپ نہیں جانتے مجھے کس خوف کے عالم میں یہ وقت گزارنا پڑا ہے! اس کے باوجود اگر آپ لوگ مجھ پر یہ الزام لگائیں تو میں اس کے جواب میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

مائیکل ٹھنڈے دماغ کا آدمی تھا حالاں کہ وہ بھی تنومند جسامت رکھتا تھا لیکن اس نے اس کی تلخ باتوں کے جواب میں خود کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"بکواس کرتے ہو تم! کون تھا طیارہ اغوا کرنے والا؟ کہاں ہے وہ؟ بتاؤ کہاں ہے وہ؟ تم صاف کہہ دو گے کہ وہ حادثے کا شکار ہو کر مر گیا! جھوٹ! اور اسی میں تمہاری بچت ہے۔" اس شخص نے کہا اور مائیکل نے بے بسی سے مسکراتے ہوئے ہماری جانب دیکھا۔

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں مسٹر مائیکل، لوگوں کو اظہار رائے کی آزادی ہے۔ لیکن یہ آزادی اگر حد سے تجاوز کر جائے تو پھر ان کے لیے نامناسب اختلافات بھی ہیں۔ آپ محسوس نہ کریں۔ صورت حال میرے علم میں ہے اور ساتھیوں کے علم میں بھی ہے۔"

مائیکل نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے شانے ہلائے اور پھر وہاں سے ہٹ گیا۔

ماحول پر کسی حد تک خاموشی طاری تھی۔ وہ زخمی بھی خاموش ہو گئے تھے جن کے زخموں کی تکلیف انھیں چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ یہ خاموشی مستقبل کے فکر کی علامت تھی۔ ہزاروں فٹ کی بلندی پر بے بس و بے دست و پا لوگوں کی بڑی تعداد یقینی طور پر ب

مستقبل کے خوف سے لرز رہی ہوگی۔ برفانی چوٹیوں سے اترنے کے راستے اُن کے علم میں نہ تھے اور وہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرنے والے مہم جو بھی نہیں تھے جو ہر قسم کی سختیاں جھیل لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ عام قسم کے لوگ ایک عام قسم کا سفر کر رہے تھے کہ تقدیر نے انھیں مہم جوئی کی آزمائش میں ڈال دیا۔ وہ جو مر چکے تھے، اس لحاظ سے بہتر تھے کہ بعد کے حالات کے بجائے اُن کے سینے خوف سے بھرے ہوئے نہ ہوں گے۔ جب کہ زندہ لوگوں میں سے ہر شخص اپنے طور پر ضرور یہ سوچ رہا ہوگا کہ اُس کا کیا انجام ہوگا۔

میں اور لوبو عام انسانوں سے مختلف نہیں تھے ———

میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں آنے والے وقت کے لیے پریشان نہیں تھا۔ البتہ میری پریشانی میں خوف کا وہ عنصر شامل نہیں تھا جو اُن میں سے بہت سے معصوم لوگوں کے ذہنوں میں ہوگا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ زندگی کے اس نئے موڑ کا دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے۔ البتہ میں لوبو کو داد دوں گا کہ وہ اسی قدر بے فکر اور مست نظر آ رہا تھا گویا اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہو۔ بالکل محفوظ، بالکل مطمئن۔ سکون اور اطمینان خدا کی دین ہے اور وہ شخص قابلِ رشک ہوتا ہے جسے ہر حال میں وقت گزارنے کا فن آ جائے۔

مائیکل، میگ اور دونوں ایئر ہوسٹسیں ایک جگہ کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ غالباً تین ایئر ہوسٹسیں اور تھیں اس جہاز میں، لیکن وہ زندہ نہ بچ سکی تھیں۔ یوں بھی جہاز کے مسافروں میں میرے اپنے اندازے کے مطابق پینسٹھ فی صد لوگ ہلاک ہو چکے تھے۔ جو بچے تھے اُن میں سے تقریباً بیس فیصد شدید زخمی تھے اور دس فیصد زخمی تو تھے لیکن خود کو سنبھال سکتے تھے۔ بقیہ وہ لوگ تھے جو خوش بختی سے محفوظ رہے تھے۔ انھیں کوئی چوٹ ایسی نہیں آئی تھی جو قابلِ توجہ ہوتی۔ اُن ہی میں، میں اور لوبو وغیرہ بھی شامل تھے۔ لوبو میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر پہاڑوں کے اطراف میں نظر دوڑانے لگا۔

"ماسٹر! لوبو پر وہ توجہ نہیں دے رہے جس کا وہ مستحق ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"نہیں لوبو، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمھیں یہ خیال کیسے آیا؟"

"بس ماسٹر آ گیا۔"

"غلط فہمی ہے۔ اسے ذہن سے نکال دو۔"

"نہیں ماسٹر! میں جہاز میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر تمھارے پاس آیا تھا، اس وقت جب تم مسٹر میگ کے ساتھ کھڑے اندر کی کیفیت سے واقف ہو چکے تھے [illegible] وہاں سے ہٹا دیا ورنہ میں اُس وقت بھی کوئی کوشش کر سکتا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

"پائلٹ کیبن کا دروازہ ہی بند تھا نا صرف! دروازہ کسی ترکیب سے کھولا بھی جا سکتا تھا۔ ممکن تھا ہم ہائی جیکر پر قابو پا لیتے جو طیارہ اغوا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" لوبو نے کہا۔

"مشکل تھا لوبو۔ اس طرح یہ بھی ممکن تھا کہ وہ جنونی پائلٹ پر حملہ کر دیتا اور طیارہ فضا میں ہی تباہ ہو جاتا۔"

"بہر صورت چیف، جیسا تم پسند کرو۔ میں اس سلسلے میں تم سے کوئی فرمائش نہیں کروں گا لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے معاملات سے تھوڑا بہت مجھے آگاہ رکھو تاکہ میں اپنے طور پر بھی کچھ نہ کچھ کر سکوں۔"

"ہوں۔" میں نے ٹھنڈے دل سے لوبو کی اس درخواست پر غور کیا۔ ٹھیک ہی کہتا تھا لوبو۔ تنظیم نے مجھے معاملے سے باخبر رکھا تھا۔ اگر میں بھی لوبو کو اس سے باخبر رکھوں تو اس میں کوئی بُرائی نہیں تھی۔ بہرحال ہم تبادلۂ خیالات کے لیے کسی ایک شخص کی ضرورت تو پیش آ سکتی تھی اور پھر ہزار دعاؤں کے بعد جن ویرانوں میں کون سے ایسے واقعے جو باہر جا رہے تھے۔ چنانچہ لوبو کو شریکِ راز بنانے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر سکون کے کچھ لمحات میسر ہوئے تو لوبو کو اس بارے میں تھوڑا بہت بتاؤں گا۔

لوبو بھی پُر خیال نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں اس وقت گہری چمک پیدا ہو جاتی تھی جب وہ دور چٹان کی نوک پر جھولتے ہوئے طیارے کو دیکھتا تھا۔ دفعتاً وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"خیریت؟ کس بات پر ہنسی آ گئی؟ ویسے میں اس بات سے متاثر ہوں لوبو کہ تم اس خوف ناک ماحول میں بھی ہنس سکتے ہو۔"

"ماسٹر، میں تو اس خوف ناک ماحول میں بھی ہنستا رہوں گا، تمھیں شاید یاد نہیں رہا۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔ لیکن اس وقت کس بات پر ہنسی آ گئی تمھیں؟"

"بس اس جہاز کو جھولتے دیکھ کر بے اختیار بچپن یاد آ گیا۔ وہ دور جب ہم پارکوں میں اس قسم کے جھولوں پر کھیلتے تھے جسے سی سا کہا جاتا ہے۔ ایک بچہ ایک سرے پر اور دوسرا دوسرے سرے پر۔ کیا خیال ہے ماسٹر؟" لوبو نے کہا۔ میں بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ میں نے لوبو کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "لوبو تمھارے ذہن میں اور کوئی خاص بات آئی؟"

"مثلاً ماسٹر؟"

"تمھارا کیا خیال ہے لوبو، کیا جہاز کے اس حادثے سے زندہ بچ جانے والوں کے لیے آنے والے وقت میں مشکلات نہیں ہیں؟"

"شدید ترین مشکلات ہیں ماسٹر! جن کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہم خود بھی اُن مشکلات کا شکار ہوں گے لوبو۔" میں نے کہا۔

"بے شک ماسٹر لیکن کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"تمھارے ذہن میں ان سے بچنے کا کوئی طریقہ ہے؟" میں نے لوبو سے سوال کیا۔

"نہیں ماسٹر۔ لیکن کیا تم نے اس بارے میں غور کیا ہے؟"

"ہاں لوبو! میں نے بہت غور کیا ہے۔ ہم جدوجہد کر کے اپنے لیے کچھ آسانیاں تو حاصل کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیا چیف؟" لوبو سنجیدہ ہو گیا۔

"جہاز میں لاشوں کے علاوہ بہت سا سامان بھی موجود ہے۔ زندہ بچ جانے کے لیے ہم فوری طور پر جہاز سے باہر نکل آئے تھے لیکن یہ جہاز جس انداز میں چٹان پر جھول رہا ہے اور جتنی دیر اسے گزر چکی ہے، اس سے اس بات کا قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کچھ دیر بعد یہ اس چٹان پر ٹک جائے۔"

"ہاں امکان ہے چیف۔ مگر میں سمجھا نہیں!"

"کیا اس میں داخل ہو کر ہم ضروری سامان باہر نہیں نکال سکتے؟ یہ سامان ان لوگوں کے لیے چند روزہ زندگی تو فراہم کر سکے گا جو برف پوش آسمان کے نیچے بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں۔ تم غور کرو لوبو، رات کو یہاں ناقابلِ برداشت سردی ہو جائے گی اور خوراک کی قسم کی کوئی چیز یہاں کسی قیمت پر نہیں مل سکے گی۔ اس وقت کیا کریں گے؟"

لوبو فکر مندی کی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "بات درست ہے چیف۔ لیکن تمھارا کیا خیال ہے، کیا ہم دونوں مل کر جہاز خالی کر سکتے ہیں؟"

"نہیں لوبو، یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ چند لوگوں کو اپنا ہم خیال بناؤں۔"

"دہشت سے نیم مُردہ لوگوں میں کوئی اس بات پر تیار نہیں ہوگا چیف۔"

"ہاں، یہ دوسری بات ہے کہ اگر تم انھیں آسانیاں فراہم کرو گے تو وہ تمھارے شکر گزار ہوں گے لیکن اس وقت اس جھولتے ہوئے جہاز کے ڈھانچے میں کسی ذی روح کا داخل ہونا ایک ناقابلِ یقین سی بات ہے۔ البتہ اگر تم چاہو تو جہاز کے عملے سے بات کر سکتے ہو۔ اس میں بھی صرف دو افراد ہیں۔ بھلا اور کون ہمارے ساتھ شامل ہوگا؟ یا پھر وہ دونوں جوان مجھے کام کے نظر آتے ہیں چیف، جنھیں ہم نے پہلے جہاز کی کھڑکیوں سے باہر آتا دیکھا تھا۔ ممکن ہے وہ ہمارے ہم خیال ہو جائیں۔ آؤ ذرا اُن سے بات کریں۔" لوبو نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔

وہ دونوں شخص جو چہروں سے خاصے مہذب نظر آتے تھے، اچھے خاصے تن و توش کے مالک تھے۔ ایک جگہ فکر مندی سے گردن جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اور لوبو کو دیکھ کر اُن کے چہروں پر کسی قدر خوش اخلاقی کے تاثرات پھیل گئے۔

"ہیلو!" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"ہیلو، میرا نام علی ہے اور یہ میرا ہم راز دوست لوبو ہے۔" میں نے اُن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ انھوں نے اپنا تعارف جیکسن اور فریڈ کے ناموں سے کرایا۔

"مسٹر فریڈ! میں بھی آپ ہی کی طرح ایک مسافر ہوں۔ اس جہاز سے جا رہے تھے ہم لوگ لیکن جن حالات کا شکار ہوئے وہ آپ کے علم میں ہے۔ آپ نے جہاز کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں سے باہر نکل کر لوگوں کی زندگیاں بچانے میں ایک اہم کردار ادا کیا تو میری یہ ہمت ہوئی کہ آپ کو مزید تکالیف کے لیے تیار کروں۔ کیا آپ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر خود اپنے اور ان لوگوں کے لیے کچھ کرنا پسند کریں گے؟"

"مثلاً؟" جیکسن نے سوال کیا۔

"رات ہونے جا رہی ہے اور ابھی یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ چند قدم بھی زندگی کی تلاش میں نکل سکیں۔ کیا برف پگھلنے والی رات ہمارے لیے زندگی کی علامت ہوگی؟"

"ہرگز نہیں۔" فریڈ نے جواب دیا۔

"ہم دونوں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک ناقص سا خیال آیا ہے اور چوں کہ آپ نے انسانی ہمدردی کے نام پر کچھ جدوجہد کی ہے، اس لیے سب سے پہلے ہم نے آپ ہی کا انتخاب کیا کہ آپ کو اپنا ہم خیال بنائیں۔"

"ضرور، ضرور۔ آپ کو کیا خیال آیا ہے مسٹر علی؟"

"جہاز کے اندر جو سامان موجود ہے اُسے کسی طرح باہر نکالا جائے۔" میں نے کہا اور فریڈ اور جیکسن چونک کر مجھے دیکھنے لگے جیسے انھیں میری ذہنی صحت پر شبہ ہو۔

پھر فریڈ نے کہا۔ "کاش ایسا ممکن ہو سکتا۔ جہاز کی کیفیت

آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ یہ اب تک چٹان پر ٹکا کیوں ہے؟ ہوا کے تیز جھونکے سے جس طرح جھولا رہے ہیں اس سے تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہے کہ کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا ہے جب یہ گہرائیوں میں چلا جائے۔ ان حالات میں کوئی ایسا کام کیا جا سکتا ہے؟"

"بے شک آپ کا خیال درست ہے لیکن ابھی میرے دوست لولو نے ایک بات کہی جس سے یہ تحریک میرے ذہن میں پیدا کر دی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کیا؟"

لولو نے کہا کہ اس جھولتے ہوئے جہاز کو دیکھ کر اسے بچپن یاد آ گیا جب وہ ایک تختے پر بیٹھ کر اس طرح جھولا کرتے تھے۔ مسٹر فریڈ، اگر ایک بچہ تختے کے سرے پر بیٹھ جائے تو مخالف سرا اٹھ جاتا ہے۔ لولو کے یہ بات کہتے ہی سے یہ تصور میرے ذہن میں آیا تھا کہ اگر ہم جہاز کے اگلے حصے میں زیادہ سے زیادہ وزن لاد دیں تو کیا وہ حصہ نیچے نہ بیٹھ جائے گا؟ اس طرح ہم اسے خالی کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں!"

فریڈ اور جیکسن پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر جیکسن بولا "ایسا ممکن ہے لیکن بڑی مشکل پیش آئے گی جناب! طیارے کے اندر بار بار جانا اور ادھر کا سامان ادھر کرنا بے حد مشکل کام ہو گا کیونکہ یہ کسی بھی وقت گہرائیوں میں ڈھلک سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، کوشش کیے لیتے ہیں، کامیابی یا ناکامی تقدیر کی ہے۔ میں آپ لوگوں کی رائے چاہتا تھا اور آپ لوگوں کو اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ آیئے اب مسٹر مائیکل اور ان کے ساتھی مسٹر میگ سے بھی بات کر لیں۔"

وہ دونوں تیار ہو گئے اور ہم میگ اور مائیکل کے پاس پہنچ گئے۔ میگ نے پسندیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مائیکل سے کہنے لگا "میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارے دوست مسٹر علی نے ہمیں بہت بڑا سہارا دیا ہے جو حادثہ ہو چکا ہے اس کے لیے تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا یا کر سکتا لیکن وہ لوگ قابلِ احترام ہوتے ہیں جو ہر حال میں خود پر قابو رکھ کر دوسروں کے لیے کچھ کر لیں۔"

"بے شک، میں بھی مسٹر علی اور مسٹر لولو کا شکر گزار ہوں" مائیکل نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ وہ لوگ بھی مسکرا کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیوں مسٹر علی، آپ ہنس کیوں دیے؟" میگ نے پوچھا۔

"اس لیے کہ ہم اپنے پُرتکلف ماحول میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے اپنے کسی مکان کے ڈرائنگ روم میں ہوں ... دراصل ہم چاروں ایک تجویز لے کر آپ کے پاس آئے ہیں اور اسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"جی جی، فرمایئے" مائیکل نے جلدی سے کہا۔

"آپ نے آنے والے وقت کا تصور کیا ہے مسٹر؟ یقینی طور پر مستقبل آپ کے ذہن میں بھی ہو گا۔ میں زیادہ نہیں جا رہا ہوں۔ رات کی بات کرتا ہوں۔ کیا یہاں ناقابلِ برداشت سردی نہ ہوگی؟ اس وقت ہم سب اور کیا کریں گے؟"

"ہاں، بے شک یہ ہولناک مصیبت صرف چند لمحوں کی نہیں ہے۔ بلکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایسا وقت شروع ہونے والا ہے جس کا ایک ایک لمحہ نزع کی گھڑی بھی اختیار کر سکتا ہے۔ برفانی سلسلۂ کوہ میں اس ہزاروں فٹ کی بلندی پر رات کا عالم ہو گا۔ اس تصور سے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے مسٹر علی، کیا اس سلسلے میں آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟"

"جی ہاں، تجویز صرف یہ ہے کہ جہاز کے سامان کو لایا جائے۔"

"کیا؟" مائیکل اور میگ اچھل پڑے۔

"جی ہاں، ہم اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور یہ خطرہ مول لیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ ورنہ صبح تک ہم سب کی لاشیں اکڑی ہوئی ہوں گی۔ کم از کم گرم کپڑوں کا انتظام ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ... آپ تنہا"

"نہیں ماسٹر، اپنے دوست کے ساتھ میں بھی اندر جاؤں گا" لولو نے آگے بڑھ کر کہا۔ مائیکل اور میگ عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ ان کی نگاہوں میں عقیدت اور احترام کے آثار تھے۔

مائیکل نے کہا "قبول ہے آپ کی ہمت اور جرأت۔ ہم سب آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے لیکن ہمارا ... میں ان مسافروں میں سے کچھ اور کو بھی اس کام کے لیے منتخب کر لینا چاہیے تاکہ ہماری امداد اور بڑھ جائے۔"

"رہنے دیں مسٹر مائیکل، دیکھ لیں آپ، اس شخص کی بد ... برداشت کر چکے ہیں۔ ممکن ہے یہ بکھرے ہوئے لوگ اس وقت امداد پر آمادہ نہ ہوں۔ میرا خیال ہے ہم خود ہی اس سلسلے میں کر سکتے ہیں کر لیتے ہیں۔"

"بہتر ہے، میں حاضر ہوں" مائیکل نے کہا۔

ہم بچا ذرا آگے بڑھے ہی تھے کہ دو لوگ ... کوشش بھی ہمارے پیچھے پیچھے طیارے تک چلی آئیں۔ مائیکل اور میگ نے خود بھی اندر جانے کی درخواست کی لیکن میں نے انہیں روک دیا۔ میں نے کہا کہ میں اور لولو طیارے کے اندر جا کر کوشش کر کے سب سے پہلے طیارے کے اگلے حصے کو وزنی کیے دیتے ہیں اور اس کے بعد ہم سامان نیچے پھینکنا شروع کر دیں گے۔"

میں محسوس کر چکا تھا کہ میگ اور مائیکل زیادہ دلیر نہیں، کیا وہ چونسے ساتھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ان کے ذہنوں میں خوف کی چھپی ہوئی پرچھائیاں نمایاں نظر آتی تھیں۔ سب سے پہلے لولو نے مجھے سہارا دیا اور میں طیارے کی ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ ابھی ذرا غیر محفوظ تھا چنانچہ میں نے کھڑکی کے راستے اندر جانا مناسب سمجھا تھا۔ دفعتاً مجھے اندرونی حصے سے کھڑبڑ کھڑبڑ کی آوازیں سنائی دیں۔ ان میں ہلکی ہلکی کراہ بھی تھی۔ ایک دو منٹ کے بعد سامان کے نیچے سے ایک انسانی ہیولا نمودار ہوا جس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ وہ خون سے رنگا ہوا تھا۔ آنکھوں اور رخساروں پر خون جم کر سیاہ پڑ گیا تھا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے اسے سہارا دیا اور اونچی آواز میں کہا۔

"تم جو کوئی بھی ہو ہمت کرو اور طیارے کے دروازے سے نیچے اترنے کی کوشش کرو۔ لولو، ذرا ان صاحب کی مدد کرنا۔"

لولو نے آگے بڑھ کر اس شخص کو سنبھال لیا۔ پیچھے مائیکل، میگ، جیکسن اور فریڈ موجود تھے۔ انھوں نے اس شخص کو سنبھالا اور انتہائی احتیاط سے اسے زمین پر لٹا دیا۔ پھر جو بھی گرم کپڑے مل سکے تھے ان سے اسے ڈھک دیا۔ ایک انسانی زندگی کو بچانے کی مجھے جو مسرت ہوئی وہ ناقابلِ بیان ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر ایک بار پھر ہم طیارے کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔ لولو کے منہ سے ایک خوف زدہ سی آواز نکلی "خدا کی پناہ! اندر تو خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا ہے۔ دیکھیں، یہ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی .... اوہ! یہ مر چکے ہیں! اور یہ سامان کے نیچے دبے ہوئے لوگ .... خدا کی پناہ! اس سے زیادہ خوفناک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اس طرف توجہ نہ دو لولو! اپنا کام انجام دو۔ طیارہ کسی بھی وقت وادی میں گر سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں کر لینا چاہیے۔" میں نے اس سے کہا۔

لولو کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے۔ اندر کے مناظر نے اسے کسی قدر خوف زدہ کر دیا تھا۔ خیر ہم نے وزنی سامان دھکیل دھکیل کر طیارے کے اگلے حصے میں پہنچایا اور یہ محسوس کر کے ہمیں مسرت ہوئی کہ طیارے کا جھولنا رک گیا تھا۔ اس کا اگلا سرا کافی وزنی ہو گیا تھا۔ اب صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں وہ ایک سمت یعنی بغلی سمت میں پھسل نہ پڑے۔ اس خطرے سے نمٹنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ہم تیزی سے اپنا کام انجام دیں۔ چنانچہ لولو تیز رفتاری سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ مسافروں کے بے ترتیب سوٹ کیس اور سفری تھیلے طیارے کے اندرونی حصے میں بکھرے پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے انہیں سمیٹ سمیٹ کر جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا، کاک پٹ تک پہنچایا اور پھر ٹوٹی ہوئی ونڈ اسکرین سے نیچے پھینکنا شروع کر دیا۔ نیچے موجود آدمی انہیں تھامتے گئے۔ خالی سوٹ کیس بھی پھینکے گئے۔ کھانے پینے کا سامان بھی ... اور دوسری تمام چیزیں بھی۔

ہم ذرا پُرجوش ہو گئے تھے اور توازن کا خیال نہ رکھ سکے تھے۔ لیکایک طیارہ زور زور سے ہلنے لگا۔ اس کی یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ ہمیں اپنا زندہ بچنا ناممکن محسوس ہونے لگا۔ لولو نے ایک دم میرا بازو پکڑ لیا "چیف، جلدی، جلدی نکلو۔ طیارہ گرنے ہی والا ہے۔ طیارہ گر رہا ہے۔ چیف، میری آواز سن رہے ہو؟" لولو چیخ رہا تھا "جلدی کرو، اپنی جان بچاؤ۔ چھلانگ لگا دو۔"

"چلو لولو، چلو پہلے تم۔"

"چیف، جلدی پلیز! دیر نہ کرو" لولو مجھے کھینچنے لگا۔ اسی وقت طیارے کی لرزش تھم گئی۔

لولو نے سکون کا سانس لیا "میں تو سمجھا تھا ماسٹر ..." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر سے مائیکل کی آواز سنائی دی "مسٹر علی! براہِ کرم فوراً باہر نکل آئیں۔ فوراً براہِ کرم جلدی کریں۔ میں طیارے کے توازن میں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد ہم نے مزید وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ پہلے میں نے پھر لولو نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ چھلانگ بروقت تھی۔ طیارے کا اگلا حصہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس نوکیلی چٹان پر پیچھے کی سمت سرکنے لگا اور پھر قلابازیاں کھاتا ہوا ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جا گرا۔ اس کے گرنے کی آواز دیر تک پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کر گونجتی رہی تھی۔ ہم نے جھک کر دیکھا، گہرائیوں میں ایک وسیع چٹان پر طیارے کا ملبہ نظر آ رہا تھا۔ غبار کے بادل اٹھ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے گہری سانس لے کر سر اٹھا کر برف پوش پہاڑوں کو دیکھا اور میرے بدن میں بھی سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ ان ویرانوں سے زندہ سلامت نکل جانے کی بظاہر کوئی ترکیب نہیں تھی۔ بہر حال ان کیفیات پر قابو پانا تھا۔

ہم وہاں سے ہٹ کر ایک جگہ آ بیٹھے۔ مائیکل اب مجھے

بہت زیادہ عزت اور حیثیت دینے لگا تھا۔ دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر وہ عجیب انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔ "ایک سوال ہم سب کے ذہنوں میں ہے لیکن ابھی تک ہم میں سے کسی نے اس سلسلے میں زبان نہیں کھولی۔"

"مثلاً؟" جیکسن سوال کر بیٹھا۔

"اب کیا ہوگا؟" ینگ نے مائیکل کے دل کی بات کہہ دی۔

"ہاں۔ اس وقت یہ سب سے پہلا سوال ہے۔"

"جو لوگ زندہ بچ گئے ہیں انہیں بہرحال مر جانے کے وقت تک زندگی کی جدوجہد کرنی ہوگی۔ کتابوں اور کہانیوں میں ایسے واقعات پڑھ لینا دوسری بات ہے۔ اصل طور پر ہمیں ان حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ بے شمار مسائل ابھی ہمارے درمیان آکھڑے ہوں گے۔ ان کے لیے ایک لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"ایسی ہولناک کہانیوں میں مختلف کردار ہوتے ہیں۔ جیسے ان کرداروں کو ذہن میں رکھنا ہے۔" فریڈ مسکرا کر بولا۔

"بے شک۔ ہمیں ان میں سے ایک ایک کردار کا تجزیہ کرنا ہوگا مثلاً۔۔۔ وہ دیکھیے۔" مائیکل نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

وہی شخص جس نے مائیکل کے جبڑے پر گھونسا رسید کیا تھا، اٹھ کر سامان کے پاس جا رہا تھا۔ ہم سب اپنی گفتگو بھول کر اسے دیکھنے لگے۔ اس نے جہاز سے نکلے ہوئے سامان کے انبار کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ جو ابھی اسی طرح پڑا ہوا تھا۔ وہ چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکتا جا رہا تھا اور اس کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ نکل رہی تھی۔ پھر اس نے دو عمدہ کمبل، خوراک کے بہت سے پیکٹ اور چند دوسری چیزیں قبضے میں کیں اور واپسی کے لیے پلٹا۔

"اب! ان میں سے کوئی چیز خواہ وہ اس کی ملکیت ہو اس کا حق نہیں بنتی ہے۔ یہ سب لوگوں میں تقسیم ہوں گی۔" مائیکل نے کہا۔

"میں اسے یہ بات سمجھا دوں۔ ماسٹر؟" لولو نے مسرور لہجے میں کہا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور خود اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ! اب وہ دانش ساری تفصیلات سے آگاہ ہو جائے گا۔" عقب سے لولو کی آواز ابھری۔ میں اس شخص کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔

"تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟" وہ بولا۔

"آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں مسٹر؟ کس نام سے مخاطب کروں آپ کو؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"اس کالے شورے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ پہلے اس بات کا جواب دو۔" اس نے لولو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بس ہم سب ہم سفر ہیں۔ میرا اتنا ہی تعلق آپ سے ہے جتنا اس سے۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"یہ تعلق اس وقت گہری دوستی میں بدل سکتا ہے جب آج رات اس سیاہ فام کے قتل میں تم میری مدد کرو۔" لولو کو اس نے نفرت بھری نگاہوں سے لولو اور دوسرے لوگوں کو دیکھ۔

"آپ نے اپنا نام نہیں بتایا مسٹر؟" میں نے کہا۔

"ایڈلر بیلی۔ میرے دوست مجھے ایڈلر کہتے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر ایڈلر اور مزید خوشی اس وقت ہوگی جب آپ یہ سامان واپس اسی جگہ رکھ دیں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ غرایا۔

"اس ویران مقام پر آپ اتنے سامان کا کیا کریں گے؟ بہتر یہ ہوگا کہ آپ اسے اس کی جگہ رکھ دیں۔ غور کریں مسٹر ایڈلر! اگر دوسرے لوگ بھی اسی طرح اپنی پسند کا اور ضرورت سے زیادہ سامان اٹھا لیں تو کیا بہت سے لوگ محروم نہیں رہ جائیں گے؟"

"سب جہنم میں جائیں۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔" اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"انسانیت کے نام پر میں آپ سے تعاون کی درخواست کرتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ ان ہزاروں فٹ بلند برفانی چوٹی پر انسانیت نہیں رہتی۔ نیچے آبادیوں میں تلاش کرو بشرطیکہ زندہ کسی آبادی تک پہنچ سکو۔" اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ روک لیا۔

"یہ سامان اسی جگہ رکھ دیں مسٹر ایڈلر! براہ کرم یہ تمام لوگوں میں ضرورت کے مطابق تقسیم ہوگا۔"

"میں نہیں رکھوں گا۔" وہ غرایا۔

"تب مجبوراً مجھے آپ کی ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ توڑنا پڑے گا۔ اس کے بعد ہم آپ کو ایک اسٹریچر فراہم کر دیں گے۔" میں نے کہا اور اس نے سامان نیچے رکھ دیا۔

"تمہارا خیال ہے اب تم میں سے ہر شخص ایڈلر کو دبلے لمحوں آؤ؟ تمہارے بعد اس کالے کتے کو بھی دیکھ لوں گا۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ اس کے بعد انتظار کیے بغیر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں اس کا ایسی دیکھنے والے دوسرے لوگوں کا خیال ہوگا کہ میں اسی سے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دوں گا لیکن میں جنگل کا کوئی شکاری مقابلہ نہیں کر رہا تھا۔ بس اس مسئلے کا تصفیہ کرنا تھا۔ اس لیے میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر روکا اور گھما کر اس کی گردن کی رگیں پکڑ لیں۔ پھر ایک زوردار آتشے۔۔۔

میں نے اسے دوبارہ اپنی طرف کیا اور دونوں کھڑے ہاتھ اس کے کانوں کے عقب میں مارے۔ کافی تھا۔ اس کے بعد کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ اندھوں کی مانند خلا میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور پھر اسی جگہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے لوگ ابھی تک اطمینان سے دور بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ دبلے پتلے بدن کے ایک بوڑھے شخص نے اپنی جگہ چھوڑی اور میرے قریب پہنچ گیا۔

"مجھے آسٹن کہتے ہیں۔ ان حالات کے لیے کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سننا پسند کرو گے؟"

"ضرور مسٹر آسٹن۔ براہ کرم میرے دوستوں کے درمیان تشریف لے آئیے۔" میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ میں زخمی ہوں۔ سہارے کے بغیر اتنی دور نہیں چل سکتا۔" اس نے کہا اور میں اسے سہارا دے کر وہاں لے آیا۔ جہاں وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔

"لطف آگیا مسٹر علی! کتنے شاندار کردار یکجا ہوئے ہیں۔ نمبر ایک آپ۔ نمبر دو یہ مسٹر لولو جو بے حد دلچسپ شخص ہیں۔ وہ شخص جو صرف آپ کی ایک ضرب میں ڈھیر ہو گیا اور اب یہ صاحب۔" ینگ نے بوڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جناب یہ بزرگ مسٹر آسٹن جو ان حالات کے لیے کچھ تجاویز پیش کرنے کے خواہش مند ہیں۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم تشریف رکھیے۔ ہم آپ کی تجاویز کو اہمیت دیں گے۔" مائیکل بولا۔ بوڑھا آسٹن میرا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔

"زندگی گوناگوں حادثات کا مجموعہ ہے۔" آسٹن نے آغاز کیا۔ "ہر ذی روح کی ایک کہانی ہوتی ہے جس میں پیدائش و موت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ بس بعض حادثات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بے بسی کی آخری حدود میں پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت بھی ہم ایسی ہی کیفیات سے دوچار ہیں۔ بہت سے نا انسانی ہمدردی سے ایک خاندان بن گئے ہیں۔ ورنہ ان بدلے لمحوں کے لیے کون تکلیف اٹھا سکتا ہے۔ ایسی جگہ جہاں ہر ایک کو اپنی زندگی بچانا ہی مشکل ہے، دوسروں کو کون دیکھے۔ لیکن انسان ازل سے ہی ان جذبوں کے سہارے جیتا آیا ہے۔ اس کا اس وقت بھی یہی جذبہ درکار ہے۔ میری رائے ہے کہ تم ایک کمیٹی بنا لو۔ اس کا ایک سربراہ منتخب کرو۔ اس کے بعد اس کے تحت زندگی کی جدوجہد کرو۔"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر آسٹن! اس کا فیصلہ جلد کر لینا چاہیے۔" جیکسن نے کہا۔

"میرے خیال میں ہم اس کے لیے مسٹر آسٹن ہی کا انتخاب کیوں نہ کریں؟" ینگ بولا۔

"عملی طور پر میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا لیکن تم مجھے اپنی کارکردگی کی ڈھال ضرور بنا سکتے ہو۔" آسٹن نے کہا۔

"اتنا ہی کافی ہے مسٹر آسٹن۔ فی الحال تو ہم لوگوں کو ابتدائی کام کرنے ہیں۔ آپ کو زندہ بچ جانے والوں کی تعداد کا اندازہ ہے؟"

"ستتر مرد ہیں، انیس عورتیں اور چودہ بچے۔ جن کی مختلف عمریں ہیں۔" آسٹن نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! آپ گنتی کر چکے ہیں۔"

"ہاں اور کوئی کام نہیں تھا اس دوران۔"

"بہرحال بہت بڑی تعداد ہے۔ انہیں سنبھالنا آسان نہیں ہوگا لیکن اگر انہیں من مانی کرنے کی اجازت دے دی گئی تو ان میں سے آدھے بھی زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ ابتدائی طور پر جو کچھ ممکن ہے وہ کر لیا جائے۔ اس کے بعد یہ جانیں اور ان کا کام۔" مائیکل نے کہا۔

"میں تم سے متفق ہوں۔" میں نے گردن ہلا کر کہا۔ یہی بات تھی اگر یہاں لیڈری کی جاتی تو ان لوگوں کو سنبھالنے کی کیا ترکیب ہو سکتی تھی۔ خواہ مخواہ یہ لیڈری مصیبت بن جاتی۔

بہرحال طے یہ کیا گیا کہ اس وقت جو لوگ زخمی ہیں ان کی مرہم پٹی کر دی جائے۔ لباس اور خوراک کو ان میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد جس کا جو دل چاہے کرے۔ کوئی کسی کی ذمے داری نہیں لے سکتا تھا۔

آسٹن کی درخواست پر لوگ بخوشی اس کام کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ کپڑوں کی دھجیاں پھاڑ کر زخمیوں کے زخم کس دیے گئے۔ اس سے زیادہ ان کے لیے اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ میں نے خاص طور سے اس شخص کو سنبھالا جو آخر میں جہاز سے برآمد ہوا تھا۔ اس بے چارے کا چہرہ شدید زخمی تھا۔ داہنے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ غالباً وہ سامان کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جب ہم نے سامان اٹھایا تو اسے باہر نکلنے میں مدد ملی تھی۔ بہرحال اس کا ذہنی توازن درست نہیں تھا اس لیے اس سے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اسے بھی شدید زخمیوں کے درمیان شامل کر دیا گیا۔ جن کے لیے ناقابل استعمال کمبلوں کے اسٹریچر بنائے گئے تھے۔

دفعتاً مائیکل نے کہا۔ "مسٹر علی! جہاز کو اس طرف لاتے ہوئے میں نے لکڑی کے کیبنوں کی ایک قطار دیکھی تھی۔ میرے خیال میں وہ جگہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور رات ہونے سے قبل ہم ان کیبنوں تک پہنچ جائیں تو کیا ہمیں یخ بستہ رات کی تباہ کاریوں سے پناہ نہیں مل سکتی؟"

"اوہ مسٹر ینگ! کیا آپ کو وہ کیبن یاد نہیں؟" تھامسے نے ینگ سے پوچھا۔

"ہاں اچھی طرح اور انھیں یہاں سے دور بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں مائیکل؟ آپ کو ان کی سمت اچھی طرح یاد ہے؟"

"بدقسمتی سے ڈاکٹر اس بات پر مُصر تھا کہ طیارہ اسی چھوٹی سی چوٹی پر اتارا جائے۔ میں نے اس علاقے کے کئی چکر لگائے تھے اس لیے مجھے ان کیبنوں کی سمت کا اندازہ ہے۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"تو پھر یوں کیا جائے کہ فوری طور پر چند لوگوں کو ان کی تلاش کے لیے روانہ کر دیا جائے اور باقی لوگ سفر کی تیاریاں کریں۔"

"میں اور فریڈیا اس کے لیے تیار ہیں!" جیکسن نے پیشکش کی۔

"اگر آپ اس پر آمادہ ہیں تو براہ کرم اس اونٹ کے کوہان کی طرف جائیں۔ ممکن ہے اس بلندی پر پہنچ کر ہی آپ کو کیبنوں کی وہ قطار نظر آجائے۔" مائیکل نے برف کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا جو بیٹھے ہوئے اونٹ کی شکل کی ہی تھی۔

"او کے چیف۔" جیکسن بولا اور دونوں خوشدلی سے اس طرف روانہ ہو گئے۔ تعاون کرنے والے جوان تھے۔ دوسری طرف آسٹن نے لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کر کے انھیں متفق کر لیا تھا۔ چنانچہ ہر شخص کی ضرورت کے مطابق اسے سامان فراہم کر دیا گیا۔ تقریباً تمام لوگوں کو گرم لباس، کمبل اور خوراک مل گئی تھی۔ البتہ ایڈورڈ نے جو ہوش میں آگیا تھا، کوئی چیز قبول نہیں کی تھی اور اس جگہ سے اٹھ کر دور جا بیٹھا تھا۔ تاہم مجھے امید تھی کہ آخر کار وہ ہم میں آکر شامل ہو جائے گا۔

دو کمبل اور چند گرم کپڑے لے کر میں اس لڑکی کے پاس پہنچا جس نے مجھ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ لڑکی نے دونوں چیزیں شکریے کے ساتھ قبول کر لیں، پھر ایکدم بولی: "آپ کچھ مصروف ہیں جناب؟"

"نہیں، کہیے کوئی خاص بات؟"

"میں تو سخت مشکل میں پھنس گئی ہوں، زندگی عذاب بن رہی ہے۔ میرے ڈیڈی کی حالت خراب ہے اور میں۔۔۔"

"یہاں سب ایک ہی صورت حال سے دوچار ہیں۔" میں نے کہا۔

"میرا نام مونا ولیم ہے۔"

"مجھے علی کہتے ہیں۔"

"میں یہ سامان لے کر چل بھی نہ سکوں گی۔ کیا آپ ہمارے لیے کوئی بندوبست نہیں کر سکتے؟ دیکھیے آپ لوگ یہ سب کچھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کر رہے ہیں تو پھر اتنا کرم اور کیجیے۔"

"ٹھیک ہے مس مونا۔ ضرورت پڑنے پر آپ کا یہ سامان میں خود اٹھا لوں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بے حد شکریہ۔ میں اگر زخمی نہ ہوتی تو آپ کو یہ زحمت نہ دیتی۔ دیکھیے میرے پاؤں میں موچ ہے۔ ٹخنہ سوج گیا ہے۔" اس نے اپنا پاؤں سامنے کر دیا۔ مجھے یاد آگیا کہ جہاز کے پاس سے بھی وہ لنگڑاتی ہوئی آئی تھی۔

"اوہ! مجھے افسوس ہے۔ بہرحال آپ مطمئن رہیں، میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ تشکر بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔

جیکسن اور فریڈیا نے کیبنوں کی قطار تلاش کر لی اور اس کے بعد اس طرف کا سفر شروع ہو گیا۔ زخمیوں کو اسٹریچروں پر لٹا لیا گیا اور توانا لوگوں نے ان کی ذمے داری سنبھال لی۔ برف کے اس ہولناک ویرانے میں انسانی ہمدردی کی یہ مثالیں بے مثال تھیں۔ زخمیوں کے دل مرجھائے ہوئے تھے۔ وہ اسٹریچروں پر پڑے سوچ رہے تھے کہ کچھ دیر کے بعد یہ صحیح و سالم انسان اپنی زندگی سے تنگ آجائیں گے تو پھر ان کی طرف توجہ کون دے گا، کیا کیا جا سکتا تھا۔

کیبنوں کی اس قطار کی یہاں موجودگی سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن اس وقت وہ بڑی نعمت معلوم ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کیبن کافی کشادہ تھے۔ بعض چھوٹے اور خستہ حال تھے۔ کشادہ اور مضبوط کیبنوں کو رہائش کے لیے صاف کر لیا گیا اور زخمیوں کو دو بڑے کیبنوں میں منتقل کر دیا گیا۔ باقی کیبن دوسرے لوگوں نے لے لیے تھے۔ لوبو کو ایسے وقت میں خوب سوجھی۔ اس نے ایک بوسیدہ کیبن کو اپنی آہنی سلاخ سے توڑ پھوڑ ڈالا جو اس وقت واحد ہتھیار کی حیثیت رکھتی تھی اور پھر اس کے تختے جمع کر کے ایک جگہ بنڈل بنا لیے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی کیبنوں پر ٹوٹ پڑے اور درحقیقت برف کی خوفناک سرد رات میں ٹوٹے ہوئے کیبنوں کی ان لکڑیوں نے زندگی کو حرارت بخشی ورنہ یخ بستہ ہوائیں نہ جانے کیا حشر کرتیں۔

میں نے مونا ولیم کو بھی ایک کیبن میں پہنچا دیا تھا جہاں تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ ان میں چند عورتیں بھی تھیں۔ مونا کے باپ کی حالت اب ٹھیک تھی اور وہ کیبن کی دیوار سے ٹیک لگائے کمبل پیروں پر ڈالے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں گہرے غور و فکر میں ڈوبی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ ان لوگوں کا جائزہ لے کر میں مائیکل کی جانب واپس پلٹ رہا تھا کہ مونا کی آواز ابھری:

"مسٹر علی!" اور میں رک گیا۔ "کیا آپ بہت مصروف ہیں؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے نزدیک آگئی۔

"نہیں، کہیے آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ کسی سے تعارف بھی نہیں ہے۔ کیا یہاں نہیں ہو سکتا کہ آپ یہاں، ہمارے پاس رہیں؟" لفظ ہمارے اس نے احتیاطاً استعمال کیا تھا۔

"میں آپ کے پاس خوشی سے رہنا پسند کرتا مس مورنا لیکن جن حالات کا ہم لوگ شکار ہو گئے ہیں، ان سے نمٹنے کے لیے آپس کے صلاح مشورے ضروری ہیں اور اس کے لیے مجھے ان لوگوں کے پاس رکنا ہوگا۔ آپ مطمئن رہیں اگر ان سے فرصت ملی تو میں آپ کے پاس آجاؤں گا۔" میں نے ملائمت سے کہا۔

مورنا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان تمام لوگوں میں وہ مجھے اپنا سمجھ رہی ہو اور باقی سب اس کے لیے اجنبی ہوں۔ بہرکیف میں نے اس کے اس احساس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر نکل آیا۔ ان تمام باتوں سے زیادہ ضروری مائیکل، ہیگ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ آئندہ کا پروگرام بنانا تھا۔

کیبن میں مائیکل، ہیگ، جیکسن، فریڈ، دونوں ایئر ہوسٹس اور دوسرے چند افراد موجود تھے۔ تین آدمی جو اب تک ہم سے تعاون کرتے رہے لیکن جن سے ہمارا تعارف نہیں ہوا تھا دیواروں سے پشت لگائے خاموش بیٹھے تھے۔ مائیکل نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس طرح اپنے قریب بیٹھنے کے لیے جگہ دی جو کسی سے اپنائیت کا احساس دلاتی ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کر کے اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"ہم غور کر رہے تھے حالات پر۔ ڈاکٹر کے بارے میں ابھی تک میرا ذہن الجھنوں کا شکار ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے جو کچھ کیا اور جتنا کچھ مجھے معلوم ہے وہ سب عجیب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اس پر کوئی دورہ پڑا تھا۔ ڈاکٹر میرے اور ہیگ کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ وہ ہمارے ساتھ کام کرتا رہا ہے اور اس سے قبل کبھی اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی پھر نجانے اسے کیا ہوا۔" مائیکل نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔" ہیگ بولا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ تفصیل سے اس کے بارے میں کچھ بتائیں؟" میں نے مائیکل کو مخاطب کر کے کہا۔

"بس اس سلسلے میں اور کیا تفصیل ہو سکتی ہے مسٹر علی! ہم لوگ حسب معمول اس پرواز پر روانہ ہوئے تھے۔ ڈاکٹر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمارے ہمراہ تھا۔ اچانک اس پر یہ جنون کا دورہ پڑ گیا۔ حالانکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ ان پہاڑوں میں تنگ سی چوٹی کے اوپر اتنے بڑے طیارے کو اتارنا ممکن نہیں اور اگر طیارہ تباہ ہو گیا تو سب کے ساتھ وہ خود بھی مارا جاتا۔ مگر ان باتوں کی اس نے پروا نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ اگر میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتا تو وہ مجھے گولی مار کر خود یہ طیارہ [illegible] ایک ماہر پائلٹ نہیں تھا [illegible] ہم سب [illegible] ڈاکٹر سمپت۔ یہ محض دیوانگی اور پاگل پن تھا اور کچھ نہیں۔"

"نہیں مسٹر مائیکل! یہ دیوانگی اور پاگل پن نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا۔ ڈاکٹر کو معلوم تھا کہ ان برفانی پہاڑوں میں ایک [illegible] مقام [illegible] آزمانے کے لیے ایک چھوٹا سا رن وے بنا ہوا ہے اور وہ پائلٹ کو مجبور کر کے اسی رن وے پر لے آیا۔ آپ حقیقت نہیں سمجھے، اس کے پس منظر میں اور بھی کوئی بات ہے۔ حالانکہ میرا آپ لوگوں کے ساتھ صرف تھوڑا ہی وقت گزرا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ ڈاکٹر کی یہ حرکت بے سبب نہیں تھی۔" میں نے کہا تو مائیکل اور ہیگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

ہیگ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پرخیال انداز میں سر ہلا رہا تھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "اگر یہ خیال درست مان لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ڈاکٹر کی اس حرکت کے پس پشت کوئی سازش کام کر رہی ہے۔"

"اوہ! اب مجھے اس کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں مسٹر علی۔ آپ بھی تو اس وقت اس کے پاس موجود تھے جب وہ دم توڑ رہا تھا۔" مائیکل بولا۔

"ہاں۔ میں وہاں تھا۔"

"آپ کو اس کے الفاظ یاد ہیں؟"

"شاید۔ اس نے کہا تھا کہ تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ وہ تمہیں قتل کر دیں گے اور شاید اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اسے نہیں مرنے دیں گے، انہوں نے وعدہ کیا ہے۔"

"سو فیصد۔ آپ کی یادداشت قابل رشک ہے۔ اس نے یہی الفاظ ادا کیے تھے۔" مائیکل نے کہا۔

"اور اس کے باوجود آپ اسے صرف ذہنی توازن کی خرابی بتلاتے ہیں مسٹر مائیکل؟" فریڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔ مائیکل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بھی پریشانی سے لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ طیارہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اغوا کیا گیا ہے اور اس کے پس پشت کچھ اہم لوگ ہیں لیکن طیارے کو اس طرح اتارنے سے انہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے، اس کا تجزیہ کرنا ہے۔" جیکسن بولا۔

"خدا کی پناہ! اس کا مقصد ہے کہ کچھ لوگ برف کے ویرانوں میں پوشیدہ ہیں، انہیں علم ہے کہ طیارہ یہاں پہنچے گا اور اب وہ یقیناً اس کی تلاش میں چل پڑے ہوں گے۔" مائیکل خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔"

"لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟"

"میرے ذہن میں صرف ایک خیال ہے۔" فریڈ بولا۔

"کیا؟"

"طیارے کا کوئی مسافر یا چند افراد۔ اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ کسی خاص فرد یا افراد کے خلاف یہ سازش ہوئی ہو اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ مصیبت کا شکار ہو گئے ہوں۔" فریڈ نے کہا۔ فریڈ کے الفاظ نے سب کے چہروں پر پریشانی کے نقوش اور گہرے کر دیے۔ ان الفاظ سے میرے ذہن میں بجلی سی کوند گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے اندر ہیجان پیدا ہو گیا۔ وہ شخص جس کے خلاف سازش کی گئی ہے وہی تو نہیں ہے جس کے تحفظ کی ذمہ داری مجھ پر تھی؟ نہ جانے کیوں ذہن کے ہر گوشے میں یہ خیال پھیل گیا اور میرے بدن میں عجیب سی اینٹھن ہونے لگی لیکن تھوڑی ہی دیر میں میں نے خود کو سنبھال لیا اور ان لوگوں کی گفتگو کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جیکسن کہہ رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ابھی مزید حادثات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"برف کا یہ ویرانہ تو ابھی نہ جانے کتنے حادثات کا باعث بنے گا لیکن ہمیں کچھ خطرناک لوگوں کے وجود کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔" فریڈ بولا۔

"یقیناً۔ اور ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنے تحفظ کا کوئی بندوبست بھی نہیں رکھتے۔" مائیکل نے کہا۔

کیبن میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ سب سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ میری ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ شخص زندہ بھی ہے یا نہیں۔ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ میں نے خود کو اپنے اصل نام سے روشناس [illegible] ایک شخص کی حیثیت سے اگر یہ معاملہ وہی نکلا تو میں مشکلات کا شکار ہو جاؤں گا۔ وہ لوگ باتیں کرتے رہے۔ میں نے اس کے بعد ان کی گفتگو میں حصہ نہیں لیا۔

دفعتاً فریڈ نے کہا۔ "کیا میری طرح آپ لوگ بھی ایک طرح کی گھٹن محسوس کر رہے ہیں؟"

"اوہ میرا خیال تھا کہ یہ گھٹن خود مجھے ہی محسوس ہو رہی ہے۔" جیکسن نے کہا۔

"درحقیقت یہ بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہے۔ بلندی پر چونکہ ہوا لطیف ہوتی ہے اور اس میں آکسیجن کی مقدار کم ہوتی ہے اس لیے [illegible] سانس لینے میں دقت محسوس کرتے ہیں لیکن شکر ہے جیسے ہم اس بوجھ کو بہ آسانی برداشت کر رہے ہیں۔ البتہ صبح کو ہمیں نیچے کی جانب سفر شروع کر دینا چاہیے تاکہ زیادہ عرصے تک ہوا کے دباؤ میں نہ رہیں۔" مائیکل نے بتایا۔

"بہتر یہی ہے کہ صبح کو ہم نیچے کی طرف سفر شروع کر دیں۔ خدا نہ کرے یہ بلندیاں تو ویسے بھی ہماری زندگی کی گاہک بن سکتی ہیں۔ سفر کی ابتدا تو کی جائے، اس کے بعد حالات ہماری تقدیر کا جو بھی فیصلہ کریں۔" فریڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

مائیکل نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "کہاں مسٹر علی؟ کیبن کے باہر شدید سردی ہے۔"

"ہاں یقیناً۔ میں دوسرے کیبن میں جا رہا ہوں۔ جہاں میرا ساتھی موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ بہتر۔" مائیکل بولا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ لوبو تیسرے ہی کیبن میں تھا لیکن چونکہ میں مورنا سے وعدہ کر آیا تھا اس لیے تھوڑی دیر کے بعد میں اس کیبن میں داخل ہو گیا۔

گرم کیبن سے باہر نکلتے ہی شدید سردی نے اپنا احساس دلا دیا تھا۔ میں نے جلدی سے اس کیبن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ مورنا جاگ رہی تھی۔ کیبن میں تقریباً تمام ہی لوگ جاگ رہے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ دم سادھے، خاموش پڑے مستقبل کی فکر میں غرق تھے۔ مورنا کا باپ ابھی آنکھیں بند کیے ہوئے نیچے زمین پر دراز تھا۔ مورنا کی آنکھوں میں البتہ مجھے دیکھ کر چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے جلدی سے میرے لیے اپنے قریب جگہ بنائی اور میں وہاں جا بیٹھا۔

"شکریہ مسٹر علی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کے ڈیڈی سو گئے؟" میں نے مورنا سے سوال کیا۔

مورنا نے ایک گہری سانس لے کر فکرمند نگاہوں سے نیچے لیٹے ہوئے شخص کو دیکھا اور پھر میری جانب دیکھنے لگی۔ "میں محسوس کر رہی ہوں کہ مسٹر بانیگر ذہنی طور پر شدید متاثر ہوئے ہیں۔ ان کی گفتگو بے ربط ہے اور وہ کچھ کھوئے کھوئے سے ہیں۔ عام دنوں میں وہ کافی باتونی آدمی تھے۔ بے حد خوش مزاج اور بذلہ سنج لیکن حادثے کے بعد سے اب تک میں نے انہیں ایک بھی قاعدے کی بات کرتے نہیں سنا۔"

"مسٹر بانیگر!" میں نے سوالیہ نگاہوں سے مورنا کو دیکھا۔

"ہاں میرے باس کا نام مسٹر بانیگر ہی ہے۔" وہ پُراسرار انداز میں بولی۔

"باس!" ایک بار پھر میں چونک کر بولا۔

"ہاں مسٹر بانیگر میرے باس ہیں۔" مورنا نے جواب دیا۔

"اوہ اگو یا... گو یا یہ تمہارے ڈیڈی نہیں ہیں؟"

"نہیں۔" مونا آہستہ سے بولی۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا' مونا کہ..."

"ہاں مسٹر علی! ہم لوگ باپ بیٹی کی حیثیت ہی سے سفر کر رہے تھے۔ مسٹر ہاٹیکر کے جاننے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے لیکن ہم دونوں اینڈرسن اور سو نیٹر اینڈرسن کی حیثیت سے اس جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ صرف اس لیے کہ مسٹر ہاٹیکر کی اصل شخصیت کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔" مونا نے جواب دیا اور میرے ذہن میں پھر پُراسرار سرگوشیاں ابھرنے لگیں۔

"اس کی ضرورت کیوں پیش آئی مس مونا؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

مونا خاموش ہو کر خلا میں گھورنے لگی پھر اسی انداز میں دیکھتی ہوئی بولی "نہ جانے کیوں ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے مسٹر علی کہ ہزاروں فٹ کی بلندیوں پر جہاز کے اس حادثے سے زندہ بچ جانے کے باوجود ہم غیر محفوظ ہیں اور بالآخر ہمارا انجام بھی موت ہی ہے۔ میں خود کو شدید بیدل محسوس کر رہی ہوں۔ آپ اسے بزدلی قرار دیں' بس میری اپنی کیفیت ایسی ہی ہے۔ کیا آپ اس بات کا یقین کریں گے مسٹر علی کہ جب میں کوئی غیر معمولی بات محسوس کرتی ہوں تو وہ غلط نہیں نکلتی؟"

"آپ کو اس قدر بزدل نہیں ہونا چاہیے مس مونا بہت سے لوگ ہیں یہاں' آپ تو مجھے عام لوگوں سے بہادر محسوس ہوتی ہیں۔"

"نہیں۔ میں عام لوگوں سے بہادر نہیں ہوں۔ میں نے زندگی میں بہادری کا کوئی کام نہیں کیا۔ بس میں مسٹر ہاٹیکر کی سیکریٹری ہوں۔ ان کے ساتھ ہی رہتی ہوں۔ میرے والدین بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ خاصی پریشان کن زندگی گزر رہی تھی۔ پھر مسٹر ہاٹیکر کی ملازمت میں آ گئی اور انھوں نے مجھے خاصی باعزت زندگی مہیا کر دی۔ آپ یقین کریں مسٹر علی کہ زندگی میں بہت کم ساتھی ہیں میرے اور کوئی بھی میرے اس قدر... قریب نہیں ہو سکا کہ میں نئی زندگی میں... کوئی تغیر محسوس کرتی۔ لیکن دل چاہتا ہے کہ موت سے پہلے... موت سے پہلے کچھ اور تو دیکھوں! کچھ اور کیفیت تو محسوس کروں۔ ممکن ہے آپ میرے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کریں۔ یہ آپ کی مرضی ہوگی لیکن میں..."

اور وہ یہیں سے بڑی حسرت سے میری طرف دیکھا۔ اس کی نگاہ ہوئی تھی درحقیقت ماضی کے سائے نظر آ رہے تھے۔ اپنا بیرو کوئی خاص لڑکی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ تاہم اس نے مسٹر ہاٹیکر کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا' وہ میرے لیے بے حد سنسنی خیز تھا۔ یا ہاٹیکر ہی وہ شخصیت تو نہیں ہے جس کے تحفظ کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے؟ امکان ہو سکتا تھا اس بات کا اور اس کے لیے مونا کو کریدنا ضروری تھا چنانچہ میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ پیدا کی۔

"مس مونا' میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ آپ کی شخصیت درحقیقت ایسی ہے کہ کوئی بھی شخص آپ کا گرویدہ ہو سکتا ہے۔ آپ بہت خوبیوں کی مالک ہیں۔ آپ زندہ رہیں گی۔ ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں گے اور آزاد دنیا میں پہنچنے کے بعد اگر آپ مجھے اپنے دل میں جگہ دیں گی تو میں اسے اپنی خوش نصیبی تصور کروں گا۔"

میرے الفاظ سے متاثر ہو کر مونا نے مجھے تشکر سے دیکھا۔ کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر میں نے اس سے پوچھا "تم لوگ بیروت سے سوار ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"اسپین جا رہے تھے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"ہاں۔" وہ بولی۔

"کوئی خاص بات تھی؟"

"شاید۔"

"کیا مطلب؟ کیا یہ بات تم وثوق سے نہیں کہہ سکتیں؟"

"ہاں' وثوق سے نہیں کہہ سکتی علی! مسٹر ہاٹیکر ایک اہم شخصیت کے مالک ہیں۔ بہت سے ممالک میں ان کی اہم ایک حیثیت ہے۔ اس بار نجانے کس مقصد کے تحت وہ اسپین کا سفر کر رہے تھے۔ انھوں نے خود کو بالکل پوشیدہ رکھا تھا۔ مجھے بھی ہدایت کی تھی کہ میں اپنی ذات سے کسی کو روشناس نہ کراؤں۔ اس طرح میرا اندازہ ہے کہ مسٹر ہاٹیکر کسی خاص ہی مہم پر جا رہے تھے۔"

"اوہ! ان کی سیاسی حیثیت کیا ہے؟"

"بس ایک بہت بڑے صنعت کار ہیں اور بے شمار ممالک میں ان کے کاروبار پھیلے ہوئے ہیں۔ کئی ممالک کے سربراہان سے بھی ان کے تعلقات ہیں۔ مجھے بس ایک حد تک ان کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ میں ان کے خاص امور میں ان کی سیکریٹری ہوں۔ آپ شاید یقین نہ کریں مسٹر علی کہ ان کی سیکریٹریوں کی تعداد بیس ہے۔ ان بیس سیکریٹریوں میں کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ مسٹر ہاٹیکر کے بارے میں مکمل معلومات رکھتی ہے۔ یا مسٹر ہاٹیکر کے معاملات سے مکمل واقفیت رکھتی ہے۔ مسٹر ہاٹیکر جس معاملے میں ضروری سمجھتے ہیں کسی بھی سیکریٹری کو ساتھ لے لیتے ہیں لیکن تفصیلات بتائے بغیر ہمیں صرف وہی معلوم ہوتا ہے جو مسٹر ہاٹیکر ہم سے چاہتے ہیں۔"

"اوہ' تو آپ لوگ اسپین جا رہے تھے۔" میں نے جیسے خود سے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے علی؟"

"ایں! نہیں' نہیں تو! بس یونہی سوالات کر رہا تھا۔ مجھے حیرت ہے۔ بڑے عجیب واقعات بتائے ہیں تم نے مونا۔" میں نے جواب دیا۔ میرا دل اندر سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مسٹر ہاٹیکر ہی وہ پُراسرار شخصیت ہے جس کی مجھے اسپین میں حفاظت کرنا تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تنظیم کے افراد اب اسپین میں میرے اور مسٹر ہاٹیکر کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ یقینی طور پر وہ وقت گزر چکا ہے جب طیارے کو اسپین پہنچ جانا تھا۔ اب اس کی تباہی کا اعلان ہو چکا ہوگا۔ ممکن ہے امدادی پارٹیاں بھی روانہ ہو چکی ہوں اور یہ بھی ممکن تھا کہ ہمیں ان بلندیوں پر دیکھ لیا جائے لیکن اس طرح کیا امدادی پارٹیاں ہماری کچھ مدد کر سکتی ہیں؟ کیا اس چھوٹے سے رن وے پر کوئی اور طیارہ بھی اترنے کی کوشش کر سکتا ہے؟ ممکن ہے ہیلی کاپٹر ہماری مدد کو آ جائے۔

اوہ' مائیکل نے اس بارے میں کیوں نہیں سوچا؟ یہ بات اسے بتائی جانی چاہیے۔

میں نے اٹھ کر مائیکل کے پاس جانا چاہا لیکن یہ سوچ کر کہ باہر سردی زیادہ ہے' مائیکل بھی کمبل میں دبکا سو رہا ہوگا۔ میں نے کیبن سے باہر جانے کا ارادہ بدل دیا اور اس کے ساتھ بات چیت کو صبح تک کے لیے ملتوی کر دیا۔ مونا کا شاید مجھ سے بات کر کے دل ہلکا ہو گیا تھا۔ وہ سو گئی تھی۔ میں بھی اونگھنے لگا اور پھر نہ جانے کب آنکھ لگ گئی۔

رات کا تیسرا پہر تھا کہ مونا نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ سامنے ہی مائیکل اور دوسرے لوگ نظر آ رہے تھے۔ مائیکل نے مجھے جاگتا دیکھ کر کہا "ہمیں فوراً سفر شروع کر دینا چاہیے مسٹر علی۔ تین افراد کی حالت تشویشناک ہے اور دو زخمی موت کا شکار ہو چکے ہیں۔"

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا "کیا واقعی؟"

"ہاں۔"

"رات کو تو تم سوتے رہے ہوگے مائیکل؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں؟"

"میرا مقصد ہے کیا امدادی پارٹیاں ہماری تلاش میں نہیں آئیں گی؟"

"اوہ' نہیں۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"یہاں کی برفپوش چوٹیاں عموماً گہری گھٹا میں چھپی رہتی ہیں اور طیاروں سے انھیں بآسانی نہیں دیکھا جا سکتا۔ ممکن ہے ان لوگوں کو جہاز کی تباہی کی سمت کا پتا نہ چل سکے اور ہم امدادی پارٹیوں کے انتظار میں یہاں موت سے ہمکنار ہو جائیں۔"

مائیکل کا کہنا بھی درست تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ان سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ لولو کو میں نے اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ مسٹر ہاٹیکر اور ان کی سیکریٹری مونا کا خاص خیال رکھا جائے اور کسی بھی ضرورت پر ان کی بھرپور مدد کی جائے۔

لولو آنکھیں بند کر کے بات ماننے کا عادی تھا۔ اس نے یہ سوال بھی نہ کیا کہ میں اسے یہ ہدایات کیوں دے رہا ہوں۔ پھر اس کے بعد میں مائیکل کے ساتھ مل کر سفر کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے چند لوگوں کو اس بات کے لیے آمادہ کر لیا تھا کہ وہ زخمیوں کے اسٹریچر وں کو لے کر نیچے اتریں۔ کچھ شریف النفس لوگ اس کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ایڈلر سے بھی یہ بات کی گئی۔

اس نے نفرت سے ناک چڑھاتے ہوئے کہا "میں تمہاری طرح احمق نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کے باپ کا نوکر۔" مائیکل نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا۔ بہرصورت ایڈلر اس کے بعد ہمارے ساتھ ہی لگا رہا۔ وہ سب سے الگ تھلگ تھا۔

ایک اسٹریچر پر پڑے ہوئے زخمی کو میں نے اور ...

نے سنبھال لیا تھا۔ مائیکل نے بھی ایک زخمی کو اٹھا رکھا تھا۔
اس طرح ہم لوگ ان کیبنوں سے ہٹ کر اس غیر قدرتی سڑک پر آ گئے جسے ہم نے صبح ہی کو دیکھا تھا۔ مائیکل راستے میں اس جگہ کے بارے میں تبصرہ کرنے لگا۔ "میرا دعویٰ ہے علی! یہ چھوٹا سا رن وے اور یہ بوسیدہ کیبن دوسری جنگِ عظیم کی نشانیاں ہیں۔ یقینی طور پر جرمنوں یا اتحادیوں نے اس پہاڑی مقام پر ہنگامی حالات میں طیارہ اتارنے کے لیے یہ چھوٹا سا رن وے بنایا ہوگا اور اس کے کچھ فاصلے پر کیبنوں کی یہ قطار ظاہر کرتی ہے کہ انھیں عارضی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہوگا یا پھر یہ ممکن ہے کہ رن وے کے محافظوں اور کچھ دوسرے افراد نے اپنے رہنے کے لیے یہ کیبن تعمیر کیے ہوں، چونکہ یہاں سردی سے بچاؤ کا کچھ اور بندوبست نہیں تھا۔"
"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر مائیکل لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب یہاں ان ویرانوں میں اور کون لوگ رہتے ہیں؟" فریڈ نے سوال کیا۔
"کیا کہا جا سکتا ہے اس بارے میں، جب تک یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ وہ شخصیت جس کے لیے یہ سارا ڈراما کیا گیا کون ہے؟ زندہ ہے یا مرنے والوں میں شامل تھی؟ میں تو کہتا ہوں کہ وہ لوگ جلد ہی ہم تک پہنچ جائیں تو بہتر ہے۔ کم از کم ہم ان سے یہ تو پوچھ سکیں گے کہ آخر بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کیوں کی گئی؟" مائیکل نے کہا اور چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔
سڑک جس پر ہم اتر رہے تھے، بہرحال ایک چھوٹا سا راستہ تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بے شمار موڑ تھے اور یہیں یقین تھا کہ یہ سڑک بنانے کے لیے خاصی تگ و دو کی گئی ہوگی۔ یقینی طور پر درمیان میں چٹانیں بھی ہوں گی جو ڈائنامائیٹ سے اڑائی گئی ہوں گی۔ سڑک بہت تنگ اور کھردری تھی۔ اتنی تنگ کہ بمشکل ایک وقت میں ایک کار گزر سکتی تھی۔ البتہ تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد ایسی جگہیں آتی تھیں جہاں دو گاڑیوں کے ایک دوسرے کے قریب سے گزرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ لوگ آپس میں باتیں کرتے چلے جا رہے تھے کہ دفعتاً میری نگاہ ایک جگہ جم گئی۔ سڑک پر جمی ہوئی ہلکی ہلکی برف کے اوپر ایک ٹرک کے ٹائر کا تازہ نشان دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے مائیکل کو اس نشان کی جانب متوجہ کیا اور وہ بھی چونک گیا۔
"یقیناً یہاں سے کچھ دیر قبل یہ ٹرک گزرا ہے۔" اس نے کہا۔
"کچھ دیر قبل کیوں؟ ممکن ہے یہ پرانا نشان ہو۔" میگ بولا۔
"نہیں، یہ بالکل تازہ ہے۔ مجھے اس لیے یقین ہے کہ جس پٹی پر ہم نے طیارہ اتارا تھا وہاں برف نہیں تھی۔ تم اس کا کیا جواز پیش کرتے ہو؟"
"اوہ!" میں چونک پڑا۔ "واقعی یہ تو قابلِ غور بات ہے۔"
"لیکن اسے صرف تم سمجھ سکتے ہو۔" میگ نے کہا۔
"نہیں، تم بھی سمجھ سکتے ہو۔ جیسا کہ تم نے کہا تھا کہ تم نے جہاز کی کھڑکیوں سے برف کی زمین کو دیکھا تھا اور اس کی کثرت کا اندازہ لگا رہے تھے لیکن تم نے غور نہیں کیا کہ اس پٹی پر سے برف صاف کی گئی ہے تاکہ طیارہ اتارنے والے کو یہ پٹی نظر آ جائے۔ اس بات کا ثبوت یوں بھی ملتا ہے کہ پٹی کے دائیں بائیں برف جمع بھی ہوئی تھی۔"
میگ غور کرتا رہا، پھر اس نے کہا۔ "ہاں یاد آیا لیکن اس وقت ایسی ہیجانی کیفیت تھی کہ میں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ او میرے خدا! اب اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ قرب و جوار میں کچھ لوگ موجود ہیں اور ہمارے تمام اقدامات پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ انھیں ہمارا انتظار ہے۔ یقیناً انھوں نے ہی پٹی پر سے برف صاف کی ہوگی۔"
"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہیں کہاں؟ اگر یہیں کہیں ہیں تو ابھی تک سامنے کیوں نہیں آتے؟ انھیں کس بات کا انتظار ہے؟" جیکسن نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ ہم سب خاموشی سے چلتے رہے۔ میرے اسٹریچر پر پڑے ہوئے زخمی نے آہستہ سے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ یہ وہی شخص تھا جو سب سے بعد میں طیارے سے برآمد ہوا تھا اور جس کی زندگی اتفاق سے اس وقت بچ گئی تھی، جب طیارہ تباہ ہونے میں چند لمحات رہ گئے تھے۔
"کیا بات ہے؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔
"جنابِ عالی! میں خود کو بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ یوں لگ رہا ہے میرے پیروں میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پیدل چلوں۔ کسی اور کو یہ اسٹریچر دے دیا جائے۔" اس نے کہا۔
"لیکن آپ کے زخم؟" میں نے اس شخص کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا۔
"نہیں جناب، میرے زخم بہتر ہیں۔ کیا آپ اسٹریچر رکوا کر مجھے اترنے کی اجازت دیں گے؟" وہ بولا۔
"ضرور۔" میں نے کہا اور فریڈ کو اشارہ کیا۔ زخمی اسٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود اگر آپ محسوس کریں کہ نہیں چل سکتے تو بتانا۔"
"بہت بہت شکریہ۔" وہ آہستہ سے بولا۔
تقریباً ایک میل چلنے کے بعد ہمارا قافلہ تھوڑی دیر آرام کرنے کی نیت سے سڑک کے کنارے رک گیا۔ مائیکل اور میگ ایک صاف سی جگہ دیکھ کر برابر برابر لیٹ گئے۔ دونوں نیم بے ہوش خواتین جو بے چاری اب تک بالکل خاموش رہی تھیں اور جن کے چہروں سے مسلسل خوف و دہشت کے آثار جھلک رہے تھے، ان کے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھیں۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور سورنا کے پاس پہنچ گیا جو اپنے باپ کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر اس نے سر اٹھایا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
"شکریہ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"کس بات کا سورنا؟" میں اس کے نزدیک بیٹھ کر بولا۔
"اس کا کہ تم نے مجھے فراموش نہیں کیا اور فرصت ملتے ہی میرے پاس آ گئے۔"
"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں سورنا کہ اگر قدرت نے ہمیں زندگی بخش دی تو میں تمھارا ساتھ نہایت خوشگوار محسوس کروں گا۔"
سورنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے مسٹر ہانیکر کی جانب دیکھا۔ "مسٹر ہانیکر کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" ہانیکر خالی خالی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہو۔ میں آہستہ سے اس کی جانب جھکا اور دھیمے لہجے میں بولا۔ "میرا نام علی ہے مسٹر ہانیکر! ممکن ہے اس سے قبل آپ یہ نام سن چکے ہوں۔ کسی نے آپ کو اس نام کے بارے میں بتایا ہو۔ کیا آپ ذہن پر زور دینا پسند کریں گے؟"
ہانیکر نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔
"ممکن ہے وینس میں ہماری ملاقات ہونے والی ہو۔ آپ بھی تو وینس ہی جا رہے تھے نا؟" میں نے ہانیکر کے چہرے پر نگاہ جمائی ہوئی تھی لیکن اس کے چہرے کے عضلات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی اور مجھے کسی قدر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے دوبارہ کہا۔ "اس کے باوجود مسٹر ہانیکر کہ آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہی ہوں۔"
"کیا باتیں کر رہے ہو علی؟ میں مسٹر ہانیکر کو اچھی طرح چیک کر چکی ہوں۔ وہ یقینی طور پر اس حادثے سے شدید متاثر ہوئے ہیں۔ کوئی بات نہیں کرتے مجھ سے۔ ایک لفظ بھی نہیں بولے اس دوران وہ۔" سورنا میری سرگوشی نہیں سن پائی تھی … اس نے محسوس کر لیا تھا کہ میں مسٹر ہانیکر سے گفتگو … کر رہا ہوں۔ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
"ہاں سورنا ایسا محسوس ہوتا ہے۔ میں جائزہ لے رہا تھا اس بات کا کہ مسٹر ہانیکر کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔"
"وہ بہت اچھے انسان تھے۔ میں ان کے لیے سخت رنجیدہ ہوں لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم سب پر اتنی اپنی زندگیاں ہی بھاری ہیں۔ ہم کسی کے لیے کیا سوچیں؟"
"نہیں سورنا! ابھی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ دیکھو حالات کون سی کروٹ بدلتے ہیں۔"
"تمھیں زندگی کی امید ہے علی؟"
"ہاں سورنا۔"
"یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ممکن ہے ہم میں سے کچھ خوش نصیب بچ جائیں لیکن وہ کون ہوں گے اور کس طرح بچیں گے، اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔" سورنا کے لہجے میں مایوسی تھی۔
"میرا مذہب دوسرا ہے سورنا اور ہم لوگ کبھی مایوس نہیں ہوتے۔"
"تم مسلم ہو نا علی؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور سورنا گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ میں سورنا کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔
کچھ دیر کی تنہائی ملی تو میرا ذہن اپنی اس مہم میں کھو گیا۔ اب کوئی امکان نہیں رہا تھا۔ برف کے یہ ویرانے نئی کہانیاں تخلیق کر رہے تھے اور پہلی کہانیاں ان میں کھو گئی تھیں۔ مسٹر ہانیکر پر مجھے شبہ ہوا تھا اور سورنا کی گفتگو سے بھی مسٹر ہانیکر کی ایک پُراسرار شخصیت ابھری تھی لیکن مسٹر ہانیکر کی کیفیت... اگر یہ ڈرامہ تھے تب بھی اب صورتِ حال بدل گئی تھی۔ صرف ایک موہوم امید پر تو کسی کے لیے اتنا کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تو سب ہی موت کے قابل تھے۔ ذہن کسی قدر تکدر کا شکار ہو گیا لیکن پھر خود کو سنبھال کر کہا ہے کہ کسی تفریحی دورے پر نہیں نکلا تھا۔ پہلی مہم میں بھی جان کی بازی لگائی تھی۔ حالات کسی کے تابع تو نہیں ہوتے۔ یہی سب کچھ کرنا تھا کیونکہ خود کو اس کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اسی طرح کسی دن زندگی موت کے سپرد ہو جائے گی۔ ان حالات میں مجھ سے زیادہ دلیر تو کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے ہی احساس نے تقویت بخشی، ارادوں کو استحکام ملا اور دل کا تکدر کسی قدر کم محسوس ہوا۔ لوسیہ پر نگاہ پڑی اور اس کے چہرے پر

چھائی ہوئی ہے تھی۔ بہت دلچسپ محسوس ہوئی۔ دل چاہا کہ اس سے کچھ باتیں کی جائیں۔

"ہیلو لولیو!" میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ لولیو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو ماسٹر۔"

"بہت پُرسکون ہو؟"

"ہاں ماسٹر، یہ مناظر بہت دلکش ہیں۔ میں نے اس سے قبل برفانی علاقے نہیں دیکھے تھے۔"

"زندگی اور موت کی یہ کشمکش تمہیں دلکش محسوس ہو رہی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"زندگی۔ موت۔" لولیو نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "یہ دونوں لفظ اتنی بار میرے سامنے آچکے ہیں ماسٹر کہ اب ان کی کوئی حقیقت نہیں رہی ہے۔ میری نگاہ میں موت بہت آسانی سے آجاتی ہے کہیں بھی، کسی بھی وقت اور زندگی؟" لولیو ہنسنے لگا۔

"فلسفی بن گیا ہے تو!"

"ہر ذی روح فلسفی ہے چیف! بشرطیکہ خود پر غور کرے۔ لوگ غور نہیں کرتے۔ ویسے یہ مسٹر ریکسن تمہارے بارے میں بڑے تجسس کے شکار ہیں۔"

"مسٹر ریکسن؟"

"ہاں، نہایت خوش اخلاق اور حلیم الطبع انسان ہیں۔"

"مگر یہ ہیں کون ہے؟"

"وہی ماسٹر! جو سب سے بعد میں زخمی حالت میں طیارے سے برآمد ہوئے تھے اور جنھوں نے اسٹریچر پر لیٹنے سے انکار کر دیا تھا۔" لولیو نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں بھی دلچسپی اور تجسس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں نے دزدیدہ نگاہوں سے ریکسن کو دیکھا جو اس وقت ایڈلو سے باتیں کر رہا تھا۔

"کیا تجسس تھا انھیں میرے بارے میں؟" میں نے لولیو سے سوال کیا۔

"میرے اور تمہارے درمیان تعلق کو پوچھ رہے تھے چیف۔"

"کیا پوچھ رہے تھے؟"

"یہی کہ مسٹر علی سے تمہارا کیا تعلق ہے مسٹر لولیو؟"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان گہری دوستی ہے۔ تو پھر دوسرے سوالات کرنے لگے۔ وینس جانے کا مقصد دریافت کیا اور بڑی دیر تک تمہارے بارے میں باتیں کرتے رہے کہ تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟ بیروت میں تمہارا کیا کاروبار ہے کتنے عرصے سے وہاں رہتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔"

"یہ تو عام سی باتیں ہیں لولیو! جو کوئی بھی آدمی ایک دوسرے سے کر سکتا ہے۔ تمھیں اس میں ایسی کون سی خاص بات محسوس ہوئی جو تم نے مجھ سے ان کا تذکرہ کیا؟"

"میں نے کہا نا ماسٹر! ان کے انداز میں تجسس تھا جیسے وہ تمہاری اندرونی شخصیت کا پتا چلانا چاہتے ہوں۔"

"ہوں، خیر کوئی بات نہیں ہے۔" لولیو کی بات پر میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن دوران سفر ایک بار ریکسن کی قربت حاصل ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔

"ہیلو مسٹر علی!"

"ہیلو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا دلچسپ مرحلہ ہے۔ ہم اسے قسمت کا کھیل کہہ سکتے ہیں۔ ایک دن پہلے اگر ان بدنصیبوں کو کوئی بتاتا کہ ان پر کیا بیتنے والی ہے تو کون یقین کرتا لیکن اب انھیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔"

"ہاں، تقدیر کے کھیل دلچسپ ہوتے ہیں۔ آپ کہاں جا رہے تھے مسٹر ریکسن؟"

"پانیوں کی سرزمین وینس میں تھا۔"

"اوہ! میں بھی وہیں جا رہا تھا۔"

"مجھے علم ہے۔" مسٹر ریکسن نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"تمہارے دوست مسٹر لولیو سے اس سلسلے میں بات ہوئی ہے۔" ریکسن نے فوراً جواب دیا۔

"اوہ اچھا۔ ویسے آپ کسی خاص مقصد کے تحت وینس جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ افسوس کہ بعض اوقات حالات ہمارے سازگار نہیں ہوتے اور ہم غیر متوقع طور پر اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں۔ جو کبھی روشن تھا، اب میں اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ چکا ہوں۔ ہاں اگر زندگی نے وفا کی تو میں اپنے مقاصد پورے کر لوں گا۔"

میں پُرخیال نگاہوں سے ریکسن کو دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے خود پر نفرین کی۔ کیا احمقانہ بات ہے کہ میں ہر شخص کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہوں۔ اس کے بارے میں یہ گمان کرنے لگتا ہوں۔ مجھے وینس پہنچ کر تنظیم کے مقاصد کی تکمیل کرنا ہے لیکن اب درمیان میں جو کچھ ہو گیا تھا اسے روکنا میرے بس کی بات نہیں تھی جیسا کہ حالات و شواہد سے ظاہر ہو رہا تھا۔ یہ معاملہ میرے اور اس شخص کے خلاف بھی ہو سکتی ہے تو پھر واقعات ماحول کے بدلنے میں دیر نہیں لگنی چاہیے تھی۔ چنانچہ یہ تجسس بے کار تھا۔

جوں جوں ہم نیچے اترتے جا رہے تھے، ہماری جسمانی حالت بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران میں اس قافلے نے تین بار قیام کیا تھا۔ بل کھاتے پہاڑوں پر اور کوئی ایسا نشان نظر نہیں آیا تھا جسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا کہ قرب و جوار میں کوئی موجود ہے۔ چوتھی مرتبہ آرام کرنے کے بعد جب ہم آگے بڑھے تو دفعتاً پہاڑوں سے گولیاں برسنے لگیں۔ لاتعداد گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں سے گزر رہی تھیں اور تمام مسافر دم بخود رہ گئے تھے۔ ایک لمحے کے لیے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو گیا اور یہ آوازیں کیسی ہیں لیکن دوسرے لمحے مائیکل نے چیخ کر لوگوں سے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں ہو جانے کے لیے کہا اور سہمے ہوئے دہشت زدہ مسافر چٹان کی آڑ کی طرف دوڑ پڑے۔ گولیاں جس سمت سے آ رہی تھیں، یہ چٹان ان سے بچاؤ کا بہتر ذریعہ تھی۔ فائرنگ جس انداز میں ہو رہی تھی اس سے پتا چلتا تھا کہ ایک بڑی تعداد نے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہے۔

مائیکل، میگ اور دوسرے لوگ اپنی جگہ بے حس و حرکت تھے اور فائرنگ کی آواز پہاڑوں میں اس طرح گونج رہی تھی جیسے گولیاں نہ چل رہی ہوں بلکہ گولے پھٹ رہے ہوں۔ چند منٹ تک گولیاں مسلسل برستی رہیں اور اس کے بعد یک لخت خاموشی چھا گئی۔ میں آس پاس کسی آہٹ کا منتظر تھا۔ میرے اندر ہیجانی کیفیت ابھرتی آ رہی تھی جو مجھے اندھے اقدامات کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ میں نے چٹان کی آڑ سے نکل کر اس سمت میں نظر دوڑانے کی کوشش کی جدھر سے گولیاں برس رہی تھیں تو مورینا نے جلدی سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"خدا کے واسطے، خدا کے واسطے۔" میں نے چونک کر مورینا کی صورت دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف و دہشت اور پیار منجمد تھا۔

"مورینا؟"

"اس علی! مت جاؤ پلیز! ہمیں کوئی گولی تمہارے نہ لگ جائے۔"

"وہ! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔" میں نے کہا اور اسی وقت مائیکل میرے پاس پہنچ گیا۔

"کون لوگ ہو سکتے ہیں وہ؟ آخر کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟" وہ پریشان لہجے میں بولا۔

"وہ کون ہیں مسٹر مائیکل، یہ تو شاید میں نہ بتا سکوں لیکن کیا چاہتے ہیں اس کا اندازہ تمہیں خود بھی ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔" مائیکل نے کہا۔

"گولیاں چلانے کا مقصد ہماری موت ہی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ! مگر ہم... مگر ہم... ہم ان سے مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیے؟" مائیکل نے کہا اور پھر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا ایک آٹومیٹک پستول نکال لیا۔

میں اور وہاں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔ خود مائیکل کا ساتھی میگ جو اس دوران میں وہاں پہنچ چکا تھا، پستول دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

مائیکل نے کہا۔ "اس میں چھ گولیاں ہیں۔ صرف چھ۔ افسوس اگر میں ذرا سی ذہانت سے کام لے لیتا تو شاید کچھ اور گولیاں بھی مجھے مل جاتیں۔"

"مگر... مگر مائیکل... یہ پستول؟" میگ تعجب سے بولا۔

"میں نے شدید ذہنی ہیجان کے باوجود یہ کام کر ڈالا تھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے ہمیں خطرناک حالات سے نمٹنا پڑے۔ طیارے کی تباہی کے بعد ہمارے بے پناہ دشمن ہو سکتے تھے۔ جیسے مسٹر ایلڈر۔ اس لیے میں نے یہ پستول اپنے قبضے میں کر لیا جس کے بل بوتے پر ڈاکو ہمیں یہاں تک لائے تھے۔ یہ پستول ڈاکو کا ہے۔" مائیکل نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"واقعی مسٹر مائیکل آپ نے یہ کام شاندار کیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ مجھے دے دیں۔ شاید میں اسے بہتر طریقے سے استعمال کر سکوں۔" میں نے کہا اور مائیکل نے پستول میرے حوالے کر دیا۔

میں چٹان کی آڑ سے ایک بار پھر گردن نکال کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کوئی پچیس فٹ آگے بڑھنے کے بعد چٹان قوس کی طرح مڑ رہی تھی۔ میں ابھی چٹان کی آڑ سے نکلا بھی نہ تھا کہ دفعتاً پھر گولیاں چلنے لگیں۔ کئی گولیاں میرے سر سے شائیں شائیں کرتی ہوئی گزر گئیں۔ میں پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے بہت قریب سے فائر کیے ہوں۔ پھر یکایک سامنے سے ایک آدمی کی کھوپڑی بڑے سے پتھر کے عقب سے ابھرتی ہوئی دکھائی دی اور میں نے نشست باندھ کر فائر کر دیا۔ نامعلوم دشمن کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ کئی لمحات گزر گئے لیکن اس طرف اب بالکل خاموشی تھی۔ میں چٹان کی آڑ سے نکل آیا اور رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ میرے پیچھے مائیکل اور میگ نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

اس بڑے چٹانی پتھر کے پیچھے ایک شخص اپنے ہی خون میں نہایا ہوا مردہ پڑا تھا۔ میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی نے اس کے دماغ کو پھاڑ دیا تھا۔ مائیکل نے گہرا سانس لیا اور

سیدھا تیر سے لاش کے پہلو میں ٹھوکر ماری۔ یہ شخص مر چکا تھا اور اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ ہم نے آگے بڑھ کر اس کی رائفل پر قبضہ کر لیا لیکن رائفل کا میگزین خالی تھا۔ وہاں سے نیچے گہرائی میں بلکہ دور دور میلوں تک کا منظر ہمارے سامنے تھا۔

"خدا کی پناہ!" مائیکل نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "اور بھی کیبن ہیں۔"

ہم نے اس کی بات پر چونک کر نیچے گہرائی کی طرف جھانکا۔ لکڑی کے کیبنوں کی ایک قطار دور تک چلی گئی تھی۔

"مگر سوال یہ ہے کہ یہ شخص تن تنہا یہاں کیا کر رہا تھا؟ ممکن ہے وہ اُن کیبنوں کے اندر ہوں مگر دور سے تو یوں لگ رہا ہے جیسے یہ اندر سے بالکل ویران پڑے ہوں۔" مائیکل خود سے سوالات کر رہا تھا۔ میگ اس دوران میں تیزی سے مرنے والے کے کپڑوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ چند مڑے تڑے کرنسی نوٹوں کے سوا اس کی جیب سے کچھ نہ نکلا۔

میں غور سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اگر یہ شخص بھی ان ہی لوگوں کا ساتھی تھا جو میرے باس پُراسرار شخصیت کے تعاقب میں تھے تو یقینی طور پر کچھ اور لوگوں کو بھی یہاں ہونا چاہیے کیا مائیکل کے خیال کے مطابق وہ لوگ ان کیبنوں میں موجود ہیں۔ واقعات عجیب و غریب انداز میں پیش آ رہے تھے۔ اگر یہ شخص تنہا تھا تو اس نے ہم پر فائرنگ کیوں کی؟ اس فائرنگ کا مقصد کیا تھا؟ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

میگ کی آواز ابھری۔ "اب کیا خیال ہے مسٹر علی؟"

"مجھے شک ہے کہ یہ شخص یہاں اکیلا تھا۔" مائیکل نے کہا۔

"نہیں مسٹر مائیکل۔ اگر یہ شخص واقعی یہاں اکیلا تھا اور اس کے ساتھی یہاں سے کہیں روانہ ہیں تو پھر اس نے فائرنگ کر کے حماقت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ ہم لوگ چوکنا ہو گئے۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اس فائرنگ سے ہمیں یہیں روکے رکھنا چاہتا ہو اور اسے اپنے ساتھیوں کا انتظار ہو۔" مائیکل نے رائے ظاہر کی۔ پھر بولا۔ "ویسے مسٹر علی! میں اپنے صحیح نشانے پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس نشانے نے اس وقت ہمیں ایک زبردست خطرے سے نجات دلائی ورنہ یہ کتے ہم میں سے ایک آدھ کو ضرور لے مرتا۔ میں خود پستول سے صحیح نشانہ نہیں لگا سکتا۔ کبھی استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ آپ بلاشبہ حیرت انگیز ہیں مسٹر علی!"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علی بہترین نشانہ باز ہے۔ ویسے یہ شروع ہی سے خود کو حیرت انگیز ثابت کرتے رہے ہیں۔" میگ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "میرا خیال ہے ہمیں وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہیے۔ ان کیبنوں کی سمت میں چلتے ہیں، ہو سکتا ہے وہاں ہمیں کچھ دکھائی دے جائے۔"

لاش پر آخری نگاہ ڈالنے کے بعد ہم وہاں سے چل پڑے۔

"کمبخت کی کھوپڑی سے اگر یہ برآمد ہو جاتا تو یہ پتا تو چل جاتا کہ یہ ہے کون؟" میگ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات کا میں نے یا مائیکل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم سہمے ہوئے لوگوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ انھیں اطمینان دلایا کہ خطرہ دور ہو چکا ہے۔ پہلے تو کسی کو یقین نہ آیا کہ اتنی جلدی خطرہ کیوں کر دور ہو گیا لیکن جب آگے بڑھ کر انھوں نے اپنی آنکھوں سے خود اس نامعلوم شخص کی لاش اور اس کی رائفل بھی دیکھ لی تو انھیں یقین آ گیا۔

ہم نے راستہ طے کرتے ہوئے لاش اٹھا کر ایک گہرے کھڈ میں اچھال دی اور حتی الامکان وہاں سے خون کے دھبے بھی صاف کر دیے۔ احتیاط کا تقاضا یہی تھا۔ مائیکل نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور کہا۔ "میرا خیال ہے اب ہمیں مزید احتیاط سے کام لینا چاہیے اگر ان کیبنوں میں دشمن کے کچھ اور آدمی بھی چھپے ہوئے ہمارے قریب آنے کا انتظار کر رہے ہوں تو کیا ہوگا؟"

میگ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "ہاں! اس بات کا امکان ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں سڑک چھوڑ دینی چاہیے اور ان چٹانوں کے عقب میں چلتے رہنا چاہیے۔"

"میگ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔" میں نے اس کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ہم نے سڑک کے ذریعے سفر کرنے کا پروگرام منسوخ کر دیا اور نیچے اتر کر چٹانوں کے عقب میں چلنے لگے۔ ایسا کرنے میں اگرچہ دقت ضرور تھی لیکن دشمن کے اچانک اور فوری حملے سے ہم محفوظ رہ سکتے تھے۔ ایک لمبا اور دشوار گزار راستہ طے کرنے کے بعد ہم ان کیبنوں تک پہنچ گئے مگر وہاں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ہر طرف ویرانی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے اس علاقے میں کسی انسان کا گزر نہ ہوا ہو۔ ہم پریشان نگاہوں سے ان کیبنوں کو تکتے رہے۔

"مجھے یقین ہے یہاں کوئی نہیں ہے۔" فریڈ نے زیرِ لب کہا۔ "کوئی دھواں وغیرہ بھی کسی کیبن سے نہیں اٹھ رہا جس سے اندازہ ہو کہ یہاں کوئی ہے۔" مائیکل بولا۔

"بڑا پُراسرار سا ماحول لگتا ہے۔" میگ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے ان بدمعاشوں نے ہمیں پھنسانے کے لیے کوئی گہری چال چلی ہو۔ ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ان کیبنوں میں داخل ہونے میں بھی مکمل احتیاط رکھنا ہوگی۔ یوں کرتے ہیں کہ باقی لوگوں کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ میں، مائیکل اور علی وہاں چلتے ہیں۔"

"بہت بہتر ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ "مسٹر آسٹن! کیا آپ ان لوگوں کا خیال رکھیں گے؟"

"یقیناً۔ آپ لوگ اطمینان سے جائیں۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہم یہاں کم از کم ان لوگوں کے تحفظ کا بندوبست تو کر سکتے ہیں۔" بوڑھے آسٹن نے کہا۔

ہم لوگ گہرے کھڈ میں اتر کر کیبنوں کی جانب بڑھنے لگے۔ کبھی کبھی ہمارے سامنے ٹیلے آ جاتے تھے اور پیچھے کھڑے ہوئے لوگ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ میں تربیت یافتہ تھا اور اس طرح آگے بڑھ رہا تھا کہ اگر مجھ پر فائر بھی کیا جاتا تو اپنا بچاؤ کر سکتا تھا۔ مائیکل اور میگ نے یہاں بھی میری تکنیک استعمال کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کے ماہر نہیں تھے۔ چنانچہ انھیں اس طرح چلتے رہنے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ہم بالکل نزدیک پہنچ کر کیبنوں کی سُن گُن لینے لگے لیکن وہی خاموشی اور وہی سناٹا۔ کسی انسانی وجود کا پتا نہیں چلتا تھا۔ میں ایک کیبن میں جھانکنے لگا۔ میری دیکھا دیکھی مائیکل اور میگ بھی قریب آ گئے اور ہم چاروں طرف گھوم پھر کر ان کیبنوں کو دیکھنے لگے۔

قطعی کوئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ ہم نے ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر مسٹر آسٹن کو اشارہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی یہاں پہنچ جائیں۔ ہمارا یہ اشارہ دیکھ لیا گیا اور کچھ دیر بعد مسافروں کا قافلہ اس طرف آنے لگا۔ ان لوگوں کے راستے میں کوئی مزاحمت نہیں تھی۔ چنانچہ میں میگ اور مائیکل کو وہیں چھوڑ کر خود ایک کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ یہ کیبن دوسروں کی نسبت زیادہ کشادہ اور مضبوط تھا۔ کیبن میں داخل ہو کر میرے منہ سے حیرت و مسرت کی ایک چیخ نکل گئی۔

نہایت آرام دہ کیبن تھا۔ ضرورت کی چیزوں سے بھرا ہوا۔ مٹی سے جلنے والا اسٹو اور کئی ہیٹر موجود تھے۔ گرم اور قیمتی کمبلوں کا ایک انبار تھا۔ دیوار و در پر لکڑی کے لمبے لمبے تختے جڑے کر وہ ڈبے رکھے گئے تھے جن میں کھانے پینے کی چیزیں بند تھیں۔ میں ششدر رہ گیا۔ جن کیبنوں میں ہم نے اب تک جھانکا تھا ان میں کچھ بھی نہیں تھا۔ ممکن ہے صرف چند کیبنوں میں زندگی کے آثار ہوں۔ میں اس کیبن سے نکل کر اس کے بالکل قریب ایک دوسرے کیبن میں داخل ہوا۔ یہ بھی بڑے اور کشادہ کیبنوں میں سے ایک تھا۔ وسط میں لکڑی کی ایک بہت بڑی میز بچھی ہوئی تھی اور اس پر کھانے کے جھوٹے برتن، ٹین کی پیالیاں اور مگ پڑے ہوئے تھے۔ ان پیالیوں اور مگوں کی تہ میں جو قہوہ بچ گیا تھا وہ سردی کے باعث جم گیا تھا۔

میں نے ایک مگ میں انگلی ڈال کر قہوے کی سخت تہ کو توڑنے کی کوشش کی۔ اس نے میری انگلی کے دباؤ کو فوراً قبول کر لیا اور تہ ٹوٹ گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ جو لوگ ان کیبنوں میں رہ رہے تھے انھیں یہاں سے گئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن وہ کہاں چلے گئے؟ یہاں یہ خاموشی کیوں ہے؟ میں نے پریشان ہو کر سوچا اور پھر دوسرے کیبنوں کا جائزہ لینے لگا۔

چار کیبنوں میں یہ سامان موجود تھا۔ باقی کیبن خالی پڑے تھے۔ ان میں کوئی سامان نہیں تھا لیکن یہ چار کیبن ایسے تھے جن میں ضروریاتِ زندگی کی تقریباً تمام چیزیں موجود تھیں اور یہ سب ہمارے کام آ سکتی تھیں۔

میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ قافلہ ابھی کیبنوں کے نزدیک نہیں پہنچا تھا۔ البتہ وہ خاصا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ میگ اور مائیکل ان لوگوں کی نگرانی کر رہے تھے اور قرب و جوار پر نگاہ بھی رکھے ہوئے تھے۔ میں کیبنوں کے عقب میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ کہیں کہیں برف پر مجھے ٹائروں کے نشانات نظر آ گئے اور میرے اس شبہے کی تصدیق ہو گئی کہ ان لوگوں کو یہاں سے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری۔ پھر میں بھی مائیکل اور میگ کے پاس پہنچ گیا۔ قافلے والے اب بالکل نزدیک آتے جا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر گہرا تجسس پھیلا ہوا تھا۔ مائیکل نے گھوم کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے مسکرا دیا۔

"آپ ان کیبنوں میں کیا تلاش کر رہے تھے مسٹر علی؟" اس نے سوال کیا۔

"ضروریاتِ زندگی کا سامان۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! کیا وہ ان کیبنوں میں موجود ہے؟" مائیکل نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور مائیکل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان ان کیبنوں میں موجود ہے۔"

"کیا واقعی؟" میگ حیرت سے بولا۔

"ہاں، آپ کو واقعی حیرت ہوئی ہوگی۔"

"لیکن جن کیبنوں میں ہم نے دیکھا تھا، وہاں تو کچھ نہیں تھا؟"

"یہ بھی دلچسپ اتفاق ہے کہ جب ہم کیبنوں کے عقب سے جھانک رہے تھے تو ہم میں سے کوئی ایسے کسی کیبن کو نہ دیکھ

سکا جس میں وہ سامان موجود ہے۔ ابھی جب یہ لوگ قریب آ جائیں تو آپ فوراً ان کیبنوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ وہاں کیا کچھ موجود نہیں ہے۔"

"خدا کی پناہ! لیکن کوئی انسان نہیں ہے یہاں؟" مائیکل نے سوال کیا۔

"یہی تو دلچسپ بات ہے مسٹر مائیکل! یوں لگتا ہے جیسے انھیں یہاں سے گئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا لیکن وہ کہاں گئے ہیں؟ اس کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے۔ جب کہ برف کی سفید سطح دور دور تک سنسان پڑی ہوئی ہے۔"

"تعجب کی بات ہے، واقعی تعجب کی بات ہے مسٹر میگ! اگر آپ یہاں رکیں تو میں جا کر ان کیبنوں کو دیکھ لوں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔" مائیکل بولا اور میگ نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

مائیکل میرے ساتھ بڑے کیبن کے اندر گیا۔ اس نے اس کیبن کو دیکھ کر شدید تعجب کا اظہار کیا۔ ایک ایک چیز کو چھو چھو کر دیکھنے لگا۔ بچی ہوئی پیالی سے قہوے کا ایک قطرہ نکال کر زبان پر رکھا اور فوراً تھوک کر بولا۔ "اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ قہوہ دو روز سے زیادہ پرانا نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے دو روز قبل یہ جگہ چھوڑ دی تھی۔"

"لیکن وہ غائب کہاں ہو گئے؟ انھوں نے یہ ساری پلاننگ کیا ان پہاڑوں میں آنے کے لیے کی تھی تو پھر وہ یہاں سے غائب کہاں ہو گئے؟" میرا سوال تھا۔

اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ قافلہ پہنچ گیا۔ آوازیں قریب ہی سنائی دے رہی تھیں۔ اس لیے ہم دونوں بھی باہر نکل آئے۔ سردی کے مارے ہوئے بڑی تیزی سے کیبنوں میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنے لیے جائے پناہ تلاش کر لی۔ اتفاق سے ایڈلر اس بڑے کیبن میں جا گھسا تھا جو سامان کے کیبنوں میں سے ایک تھا۔ چند لمحے وہ اندر رہا پھر ناک بھوں چڑھاتا ہوا باہر نکل آیا۔

"براہِ کرم اس کیبن کا دروازہ بند کر دو۔ بڑا تعفن ہے یہاں۔ پہاڑی چوہوں کی لاشیں سڑ رہی ہیں۔ اس سے بیماری کے جراثیم بھی ہماری رگوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔" اس نے باہر نکل کر کیبن کے دروازے کو بند کر دیا۔

مجھے اور مائیکل کو اس بات پر زور سے ہنسی آ گئی۔ مائیکل نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "او وہ مسٹر ایڈلر! میرے خیال میں آپ کو فوراً غسل کرنا چاہیے۔ آپ اندر سے آ رہے ہیں۔"

"میرے بارے میں آپ فکر نہ کریں مسٹر پالمٹ، میں ٹھیک ہوں۔" ایڈلر نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"ہرگز نہیں۔ آپ بھی دوسروں کے ساتھ ہیں۔ آپ کو وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو دوسروں کے مفاد میں ہے۔" مائیکل بولا۔

"دیکھو مسٹر پالمٹ، حد سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو۔ میں ذرا مختلف مزاج کا انسان ہوں۔ اگر تمھارا خیال ہے کہ ایک گروہ بنا کر اس خطرناک ماحول میں تمھاری لیڈری چل جائے گی تو یہ تمھاری حماقت ہے۔ میں تم سے دشمنی پر آمادہ ہو جاؤں گا اور اس کے بعد خواہ کچھ بھی ہو جائے، میں تمھیں ضرور ہلاک کر دوں گا۔"

مائیکل بلاشبہ ٹھنڈے دماغ کا انسان تھا۔ ہنس کر کہنے لگا۔ "نہیں مسٹر ایڈلر، نہ میں آپ کی دشمنی چاہتا ہوں نہ ہی ہلاک ہونے کا خواہش مند ہوں۔ صرف ایک اطلاع قبول فرمائیے، یہاں اور بھی کئی کیبنوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو آپ نے اس کیبن میں دیکھا ہے۔"

"ہیں؟" ایڈلر کا منہ تعجب سے کھل گیا اور ہمارے حلق سے قہقہے ابل پڑے۔

مسافروں کی ٹولیاں بن گئی تھیں۔ انھیں ضرورت کا کوئی سامان لینے سے نہیں روکا گیا تھا۔ ظاہر ہے اب ان پر مسلسل کنٹرول تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایڈلر کی طرح دوسرے لوگ بھی باغی ہو سکتے تھے۔ بڑے کیبن میں ہمارے ساتھ مورنا اور مسٹر ہانگر بھی تھے۔ لولو بھی یہیں موجود تھا اور باقی وہ تمام لوگ موجود تھے جو پہلے بھی ساتھ رہے تھے۔

"کاش ہمیں ان کیبنوں سے ہتھیار وغیرہ مل سکتے۔" میگ نے کہا۔

"میں نے دو کلہاڑیاں اور چار چاقو قبضے میں کر لیے ہیں۔ خاص طور سے مسافروں کے اندر داخلے سے قبل میں نے سامان کے تمام کیبنوں کی تلاشی لی تھی۔ صرف اس مقصد کے تحت کہ کہیں ہتھیار جیسی خطرناک شے ایڈلر جیسے بدمعاش لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔" فریڈی نے کہا اور سب چونک پڑے۔ ہم نے تحسین آمیز نگاہوں سے فریڈی کو دیکھا۔

"بہت عمدہ کام کیا ہے تم نے فریڈی۔ بلاشبہ اس وقت یہ چیزیں بھی بہترین ہتھیار کی مانند ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن اب کیا پروگرام ہے دوستو؟ ہمیں اس جگہ کب تک رکنا ہے؟ یہاں طویل آرام کریں گے یا بس تھوڑی دیر کے بعد چل دیں گے؟" آسٹن نے سوال کیا۔

"ہر چند کہ موسم خوش گوار اور آسمان صاف ہے لیکن ہم لوگ اس بری طرح تھک گئے ہیں کہ اب آرام کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ عورتیں، بچے اور زخمی افراد وغیرہ اس سفر سے خاص طور متاثر ہوئے ہیں۔ اس لیے میرے خیال میں ہمیں یہاں کل تک رکنا چاہیے۔ یہاں سردی سے بچاؤ اور استعمال کے لیے دوسری چیزیں مل گئی ہیں۔ اس لیے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔" مائیکل نے کہا۔

ہم سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ جیکسن نے کہا۔ "یہاں عیش و آرام کی ساری چیزیں مل گئی ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں ان لوگوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے جو یہ چیزیں چھوڑ کر ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گئے ہیں۔ کسی بھی وقت ..."

"تمھارا خیال بالکل ٹھیک ہے جیکسن۔ اس کے لیے ہمیں باری باری پہرہ دینے کا بندوبست کرنا ہوگا۔" میگ بولا۔

"ایسا ہی ہوگا۔" مائیکل نے کہا۔

مورنا اپنی جگہ سے اٹھی اور دونوں ایئر ہوسٹسوں کی مدد سے پیلشر اسٹوو جلا کر سوپ تیار کرنے لگی۔ لولو ہیٹروں سے الجھا ہوا تھا۔ کچھ دیر میں اس نے ہیٹر جلا کر سردی دور کر دی اور پھر خوراک کے ڈبے کھول کھول کر دیکھنے لگا۔

"جب تک یہ لوگ کھانا تیار کریں، آؤ ہم لوگ باہر چل کر پہرہ دینے کی جگہ منتخب کر لیں۔" جیکسن نے تجویز پیش کی اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ دوسرے کیبنوں کے مکین بھی اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ ہم نے پہرہ دینے کے لیے ایک عمدہ جگہ منتخب کی جہاں سے ہم کیبن اور اس سے ہٹ کر دوسری جگہوں پر بہ آسانی نگاہ رکھ سکتے تھے۔ پہرے کے معاملے میں فردی امور طے کر لیے گئے۔ اسی وقت ایک ہوسٹس ریلی سن نے باہر آ کر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔

ایک خاندان کی طرح ہم لوگ کھانے کے گرد بیٹھ گئے۔ اس ہولناک ماحول میں بھی اس وقت کھانے میں وہ لطف آیا کہ ناقابلِ بیان ہے۔ اس کے بعد ہم باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مسٹر ہانگر کی حالت بہتر تھی لیکن ان کی زبان بدستور خاموش تھی۔ ہماری باتوں میں انھوں نے کوئی دخل نہیں دیا۔ مجھے کچھ دیر بعد مورنا سے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم کیبن کے ایک گوشے میں عقبی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے جس سے باہر کی سفید فضا بہت خوش گوار لگ رہی تھی۔ اس کھڑکی کے پٹ نہیں تھے اور اسے بند کرنے کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں تھا۔ اس لیے صرف یہی کھلی رہ گئی تھی اور اس سے باہر کا موسم اندر بھی اثرانداز ہو رہا تھا۔ اس نے ہیٹر کی کارکردگی کچھ کم کر دی تھی۔

"مسٹر ہانگر کی حالت بہت بہتر معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔" مورنا کسی قدر سرد لہجے میں بولی۔

"تم سے گفتگو کی انھوں نے؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تم ان کے لیے پریشان ہوگی؟"

"مجھ سے زیادہ تو تم ان کے لیے پریشان معلوم ہوتے ہو۔" مورنا نے کسی قدر جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "سوری مورنا! میرے خیال میں تم اس وقت تنہائی چاہتی ہو۔ ایسی بات تھی تو کہہ دیتیں مجھ سے، ویری سوری۔" میں واپسی کے لیے مڑا تو مورنا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"اپنی طرف سے ہی فیصلہ کر لیا۔ میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے؟"

"نہیں، تمھارا موڈ خراب ہے۔ کوئی تکلف نہیں۔ ظاہر ہے میری حماقت ہے۔" میں نے کہا۔

"علی پلیز ... یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"تم صرف مسٹر ہانگر کے بارے میں ہی بات کیوں کرتے ہو؟"

"پھر کس کے بارے میں کروں؟"

"میں کسی قابل نہیں ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے مورنا۔ میں ... سمجھ میں نہیں آتا میں تمھارے بارے میں کیا بات کروں۔"

"میں کسی قابل نہیں ہوں۔" اس نے پھر بات دہرائی۔

"دیکھو مورنا! ہم دونوں میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ حالات کیا ہوں۔ اگر ہم زندہ سلامت اپنی منزل پر پہنچ جائیں تو پھر ہمارا ملنا ہو یا نہ ہو۔ اتنی مختصر سی ملاقات اگر دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے تو ساری زندگی کی کسک بن جاتی ہے۔"

"ساری زندگی کی؟"

"ہاں۔ ہم ایشیائی لوگ ایسے ہی جاہل ہوتے ہیں۔ محبت کرتے ہیں کسی سے تو اسے زندگی کی آخری حد بنا لیتے ہیں۔ یہ ہماری کمزوری ہے یا پھر اسے ہماری شناخت کہہ لو۔"

"نہیں علی! یہ تو قابلِ قدر بات ہے۔" مورنا متاثر لہجے میں بولی۔

"جو کچھ بھی قرار دو۔"

"علی! کیا میں تمھاری محبت کے قابل نہیں ہوں؟"

"میں خود کو تمھارے قابل نہیں سمجھتا۔"

"کیوں؟"

"بس، میں ایک معمولی سا انسان ہوں اور پھر معاف کرنا مورنا، میں تمھارے بارے میں کچھ جانتا بھی تو نہیں ہوں۔"

"تم مزید کچھ کہنا چاہتے ہو؟ مسٹر بیکس؟"

"ڈونہ! معافی چاہتا ہوں علی! میں نے سوچا اس تھکے تھکے ماحول میں کچھ چٹ پٹی باتیں ہو جائیں۔ ویری سوری!" اس کے بعد بیکس نے کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

صبح کو تمام کیمپوں کے مسافر باہر نکل آئے اور کیمپ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سورج کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ آسمان پر بادلوں کے غول مارچ کر رہے تھے۔ یوں بھی ابھی پوری طرح صبح کا اُجالا نہیں پھیلا تھا لیکن اس سے زیادہ یہاں رکنے کا ارادہ کسی کا بھی نہیں تھا۔ ضرورت کی ہلکی پھلکی چیزوں کا انتخاب کر لیا گیا۔ خوراک کے علاوہ چند گلاس، ماچس، گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ لے لیے گئے۔ مائیکل نے کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے کوٹ کی جیب میں مشروبات، دواؤں کا جائزہ لے لیا۔ یہ چیزیں بیچنے کے قابل ہو چکے تھے۔

پہاڑوں میں کوئی بھی زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ اس سے پہلے کہ بدل کرنے والے موسم کی سختی اور تھکن سے جھنجلا کر انہیں کسی کھڈ میں اچھال دینے پر غور کریں خود میں اتنی ہمت پیدا کر لی جائے کہ زندگی کی تلاش کے سفر میں وہ الٹے قدموں سے آگے بڑھ سکیں۔ چنانچہ چند ہی لمحوں بعد راستہ پر خیال ہو گئے۔

صبح کے تقریباً چھ بجے تھے جب ہم نے دوبارہ سفر کا آغاز کیا۔ رفتار کا اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ زخمیوں اور سفر پیچھے رہ کر چلنے والوں کو بھی تکلیف نہ ہو اور فاصلہ بھی مناسب طے ہو جائے۔ مسٹر بیکس بھی سست رفتاری سے دوسروں کا ساتھ دے رہے تھے لیکن ان کی خاموشی بدستور تھی۔

ویسے رات کے آرام کا اثر سب پر پڑا تھا۔ پیٹ بھی بھرے ہوئے تھے اور بدن پر گرم کپڑے بھی تھے چنانچہ گزشتہ سفر کے برعکس اس وقت سب بہت خوشگوار موڈ میں تھے۔ مائیکل کے قیاس کے مطابق ہم زیادہ سے زیادہ چار پانچ میل دور رہ گئے تھے۔ ڈھلان کا سفر بے شک اتنا دشوار گزار نہیں ہوتا لیکن چڑھائی کا بھی جواب نہیں ہوتی تنگ سڑک پر چلنا آسان نہیں ہوتا۔ اگر ہم ایک دن میں دس میل کا سفر بھی طے کر لیتے تب بھی ہمارا بالکل شام تک پہنچنے کے لیے طویل وقت درکار تھا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ پہاڑوں کی ان بلندیوں سے نیچے پہنچنے کے بعد ہمیں کوئی مناسب راستہ بھی مل سکے گا یا نہیں۔ جنگل کے بارے میں اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ یہاں تک کہ مائیکل کو بھی نہیں۔ یہ راستہ عام ہوائی راستوں سے ہٹ کر تھا اور مائیکل کبھی ان راستوں سے نہیں گزرا تھا۔ البتہ طیارہ سے نیچے پہنچنے کے بعد ہمیں کوئی سمت اختیار کرنے کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا کہ اگر اس کی اجازت ہو۔

جوں جوں ہم نیچے اترتے گئے منظر بدلتا گیا۔ برفانی علاقے بے شک تا حد نگاہ پھیلے ہوئے تھے لیکن اب کہیں کہیں ان میں درخت وغیرہ بھی نظر آ جاتے تھے۔ فضا کثیف ہوتی چلی گئی اور سانس لینے میں اب کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ مسلسل سفر کرنے کے باوجود کوئی خاص تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

سڑک لحظہ بہ لحظہ پیچ دار ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر ہمیں رکنا پڑا۔ جلدی نگاہ بائیں سمت گہرائیوں میں اٹھ گئی تھی۔ ان گہرائیوں میں ہمیں ایک دریا نظر آ رہا تھا جو ہمارے راستے میں حائل تھا۔ یعنی نیچے ایک مخصوص فاصلہ طے کرنے کے بعد دریا عبور کرنا ضروری تھا۔ لیکن دریا پر ایک پل بھی نظر آ رہا تھا گو یہاں سے دریا اور پل کا فاصلہ کافی تھا لیکن ہم بلندی پر تھے اس لیے یہ منظر دیکھ سکتے تھے۔ البتہ ہماری نگاہ اتنی تیز نہیں تھی کہ ہم اس کے قرب و جوار کے مناظر کا بھی اندازہ لگا لیتے۔

"سمندر کی سطح سے اس کی بلندی کتنی ہو گی؟" مائیکل نے چٹخیال انداز میں کہا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے؟ میرا خیال ہے تین ساڑھے تین ہزار میٹر سے کسی طور کم نہیں ہو گی۔" ہمینگ بولا۔ مائیکل اس کے جواب پر خاموش ہو گیا تھا۔

تقریباً چھ گھنٹے کے مسلسل سفر کرنے کے بعد ہم نے ایک جگہ ستانے، کھانے پینے اور تھکن دور کرنے کا فیصلہ کیا۔ بیکس نے رائے دی کہ دریا اب چونکہ قریب ہے اس لیے کیوں نہ دریا پار کر کے ہی ڈیرے ڈالے جائیں۔ مائیکل نے اس بات میں رائے جاننے کے لیے میری جانب دیکھا اور میں نے سر ہلا دیا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا چنانچہ ہم لوگوں نے رفتار تیز کر دی۔

جیکسن نے مسرت سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اس دریا کو دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ پانی خواہ کتنا ہی ٹھنڈا ہو میں اس میں دو چار غوطے ضرور لگاؤں گا۔" اس نے ایڈلسن کی طرف دیکھا جو بری طرح ہانپ رہا تھا اور مسکرا کر بولا۔ "مسٹر ایڈلسن آپ بھی میرے ساتھ نہا لیں گے؟ یقین کریں ساری تھکن دور ہو جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں اس ٹھنڈے پانی کے قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔" ایڈلسن خوف زدہ انداز میں جیکسن سے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ موسیٰ اور دونوں لڑکیاں بھی بے اختیار ہنس رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد فضا بدل چکی تھی۔

"ان چٹانوں کے پار دریا کو عبور کرنے کے بعد کیا ہمیں کوئی مناسب جگہ مل سکے گی؟" آئسن نے کہا۔

"مسٹر ایسٹن، ہم امید کے سہارے چل رہے ہیں۔ ممکن ہے ہمیں کوئی پہاڑی آبادی مل جائے۔ اگر ہمیں کوئی آبادی مل گئی تو تمام مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔" مائیکل نے جواب دیا۔

سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہم دریا کے قریب کی وادی میں داخل ہو گئے۔ کھردری اور ناہموار زمین پر جا بجا چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور چھوٹے چھوٹے جنگلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہاں برف بھی کچھ کم تھی بلکہ بعض جگہوں پر تو کھردری زمین بھی نظر آ رہی تھی۔

ہم سیدھے اور ہموار راستے تلاش کرتے ہوئے دریا کی جانب بڑھتے رہے۔ موسیٰ میرے بالکل پیچھے تھی۔ اس موسم کے باوجود اس کے چہرے پر تمتماہٹ تھی۔ یقیناً وہ تھک چکی تھی کیوں کہ وہ لڑکی تھی لیکن اس نے ایک بار بھی اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر سڑک ایک طرف مڑی۔ دریا شاید بالکل قریب آ گیا تھا۔ مضطرب ہو کے جھوم رہے تھے۔ ہم سب کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی۔ سب ہی دریا کے قریب پہنچنے کے خواہش مند تھے۔ ایک اونچی جگہ پہنچ کر ہم نے دریا پر پہلی نظر ڈالی اور ...... دم بخود رہ گئے۔ لولو کے حلق سے عجیب سی آواز نکل گئی۔ ہم پھرتی سے نیچے بیٹھ گئے۔ لولو دوسرے لوگوں کو اس بلند جگہ آنے سے روک رہا تھا۔ سامنے کا منظر واقعی ہمارے لیے حیران کن تھا۔ بلندیوں سے جب ہم نے پہلی بار دریا دیکھا تھا تو کچھ محسوس نہیں ہوا تھا اور پھر گھومتی ہوئی سڑک سے نیچے اترتے وقت اس لیے دریا نظروں کے سامنے نہیں رہا تھا اور حقیقت نگاہوں سے اوجھل رہی تھی۔

ناہموار پہاڑی راستوں نے اب تک اس خوفناک حقیقت کا علم نہیں ہونے دیا تھا کہ دریا کے اوپر بنا ہوا پل بیچ سے ٹوٹا ہوا تھا اور اس کے دوسرے کنارے پر دریا کی لہروں کے شور میں بہت سی انسانی آوازیں بھی شامل تھیں یہ آوازیں ہمیں یہاں سنائی نہیں دے رہی تھیں لیکن ہم بہت سے آدمیوں کو بھاگ دوڑ کرتے تو دیکھ سکتے تھے۔ دوسرے کنارے پر ایک بڑا سا ٹرک بھی نظر آ رہا تھا جو فوجی قسم کا تھا۔ اس طرف موجود لوگوں نے شاید ابھی ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ اسے بھی خوش قسمتی ہی کہا جا سکتا تھا۔ وہ ہم سے لاعلم تھے لیکن جس جگہ ہم تھے وہ دور تک بلندی پر تھی۔ مکمل طور پر ان کی نگاہوں سے چھپنے کے لیے ہمیں کافی نیچے جانا پڑتا جو ایک لمحے میں ممکن نہیں تھا لیکن یہ ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے لولو کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے پلٹ پڑا۔ مگر اتنی دیر میں کام بگڑ گیا۔ انھوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ بھی ساکت رہے لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل کر ٹرک کی طرف لپکے۔

"لولو۔ پیچھے ہٹ... ان لوگوں کو...؟" میں نے آہستہ کہا تھا کہ ایک فائر ہوا اور ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گئی۔

"اوہ۔ چیف! تم... تم خیریت سے تو ہو نا...؟" لولو بے اختیار میری طرف لپکا۔

"ان لوگوں کو لولو... ان لوگوں کو..."

"تم پیچھے کھسکو چیف... یہ بلندی خطرناک ہے، جلدی سے پیچھے ہٹ جاؤ۔" لولو نے کہا۔

دو تین گولیاں اور چلیں۔ وہ لوگ بھی بدحواسی میں فائر کر رہے تھے۔ ورنہ ان کی کوئی نہ کوئی گولی ہمیں ضرور چھو لیتی۔

"زمین سے چپک جاؤ چیف! جس قدر جلد ممکن ہو زمین سے چپک جاؤ۔" لولو پھر بولا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزرنے لگیں۔ ان کی تعداد اور تیزی میں اضافہ ہوتا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب بہت سے لوگوں نے ہتھیار سنبھال لیے ہوں۔

ہم دونوں الٹے پاؤں رینگنے لگے۔ گولیاں طوفانی رفتار سے ہمارے دائیں بائیں زمین پر لگ رہی تھیں اور پتھروں کی بوچھاڑ ادھر ادھر ہو رہی تھی۔ پتھروں کی باریک کرچیاں ہمارے بدن کے کھلے ہوئے حصوں پر خوب زور سے لگ رہی تھیں۔ یہی شکر تھا کہ وہ لوگ صحیح نشانہ نہیں لے پا رہے تھے، ورنہ اس کھلے علاقے میں ہمیں نشانہ بنا لینا اس قدر مشکل بھی نہیں تھا۔

گولیوں سے کسی قدر محفوظ ہو کر ہم ایک لمحے کے لیے رکے۔ میں نے گردن موڑ کر دیکھا تاکہ اپنے ساتھیوں کی صورت حال کا اندازہ ہو سکے۔ ساتھیوں نے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ مائیکل کچھوے کی طرح رینگتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

"کون... کون ہیں وہ...؟" اس نے ہمارے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"وہی ہوں گے جن کے بارے میں ڈاکٹر نے پیش گوئی کی تھی اور جن کے دو آدمی ہمارا نشانہ بن چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کتنے ہیں؟ اور کیا وہ گولیاں برساتے ہوئے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں؟" مائیکل نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ دریا پار کر کے آگے آنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو ہمیں نشانہ بنانے میں انھیں کوئی دقت نہ ہوتی۔"

"ان کی تعداد کا کوئی اندازہ ہے؟"

"نہیں۔ ہمیں فوراً ہی دیکھ لیا گیا تھا اور فائرنگ کرنے میں بھی نہایت عجلت سے کام لیا گیا۔ اس لیے ہم ان کی تعداد اور پوزیشن کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔" میں نے جواب دیا۔

مائیکل خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا، پھر بولا۔

"یہ اندازہ لگانے کی کوشش تو کی جائے! میرا خیال ہے قافلے کو وہیں رکنا چاہیے۔ ہم نے میگ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ ان لوگوں کو کنٹرول میں رکھے۔ ویسے بھی گولیوں کی اس بوچھاڑ میں کوئی اس چٹان کی آڑ سے نکلنے کی کوشش نہیں کرے گا۔" اس نے قافلے والوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور سہمی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے ہمیں اس درے کی طرف چلنا چاہیے۔ وہاں سے ہم محفوظ رہ کر دریا کا کنارہ دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا اور ہم تینوں رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ تنگ اور اونچے درے سے دوسری طرف نکلتے ہی دریا نظر آیا۔ اس کا تیز بہاؤ بے حد تیز تھا۔ جھاگ اڑاتا ہوا پانی کان پھاڑ دینے والے شور کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ جب وہ درے کی سنگلاخ دیواروں سے ٹکراتا تو کئی کئی فٹ بلند دیوار سی بن جاتی اور پانی کی اس دیوار میں سے سورج کی کرنیں پار ہوتیں تو کئی رنگ ہواؤں میں کوند جاتے۔ یہاں بھی ہم دشمن کی نگاہ سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ فائرنگ کا رخ اسی طرف ہو گیا تھا اور جن پتھروں کی آڑ میں ہم پوشیدہ تھے، گولیاں ان سے ٹکرا کر اڑانے لگیں، پتھروں کے ریزے چھروں کی طرح ہمارے بدن پر لگ رہے تھے۔

مائیکل عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ "یوں لگتا ہے ان کی تعداد کافی ہے اور ایمونیشن کی بھی کمی نہیں ہے۔ ان کے پاس... ان کے مقابلے میں ہمارے پاس ایک پستول ہے جس میں اب صرف چار گولیاں ہیں اور ایک رائفل ـــــ مسٹر علی! کیا ہم ان ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟"

"حالات کا اندازہ لگائے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔

"حالات؟ گویا اب بھی حالات کا اندازہ لگانے کی گنجائش ہے۔" مائیکل نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تمہارے منہ سے یہ الفاظ حیرت انگیز لگتے ہیں مائیکل! کیا تم بزدل ہوتے جا رہے ہو؟"

"اوہ... " مائیکل جیسے چونک پڑا۔ "اوہ نہیں، کیا بات کہتا ہے مسٹر علی، ایسی بات منہ سے کیوں...؟"

"حوصلہ ہی ہماری زندگی ہے مائیکل! اگر ہم حوصلہ ہار گئے تو پھر کچھ نہ کر سکیں گے۔"

"میں اپنے الفاظ پر شرمندہ ہوں مسٹر علی!" انتہائی شرمندگی سے اس نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک بلند چٹان تاک لی۔ آہستہ آہستہ سرکتا ہوا پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے اس نے جھک کر دوڑ لگا دی۔ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ اچھلا اور اوپر چڑھ گیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ اس کے سر پر سے گزر گئی۔ وہ چٹان سے چپک گیا تھا اور بہتر پوزیشن بنا رہا تھا۔ میں اور لوبو بھی رینگتے ہوئے اسی چٹان کے نیچے پہنچ گئے۔

"یہاں سے ان لوگوں کو اچھی طرح نہیں دیکھا جا سکتا لیکن تھوڑا بہت اندازہ ہو رہا ہے۔" مائیکل بولا۔

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"کنارے پر تین ٹرک کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے اطراف تقریباً پچاس ساٹھ آدمی ہیں۔ وہ سب مسلح ہیں لیکن افراتفری کے شکار نظر آتے ہیں۔"

مائیکل کی بتائی ہوئی اس تفصیل نے میرے دل میں بھی اشتیاق پیدا کر دیا۔ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس چٹان پر چڑھنا خطرناک تھا جہاں مائیکل تھا کیونکہ گولیاں اب بھی اس کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر میں نے ایک بلند جگہ منتخب کر لی اور لوبو کو اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا۔

"او کے چیف، میں بھی چلوں؟" لوبو کی نگاہوں میں جیسے اس سارے ہنگامے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ایسے بے جگر لوگ کم ہی نگاہوں سے گزرتے ہیں۔

"نہیں لوبو، نہایت ہوشیاری سے یہاں رکو۔ نہ جانے تمہاری کیا ضرورت پیش آ جائے۔" میں نے اسے سمجھایا۔

"او کے ماسٹر۔" لوبو نے جواب دیا۔ میں رینگتا ہوا تھوڑا آگے بڑھا اور پھر اس چٹان کی طرف دوڑ لگا دی۔ ان کم بختوں کی پھرتی اور مہارت قابل داد تھی۔ جوں ہی انہوں نے مجھے دوڑتے دیکھا اس طرف فائر کھول دیا لیکن میں نے پلک جھپکتے میں پناہ لے لی اور گولیوں سے محفوظ ہو گیا۔ اس بلند چٹان سے دریا کا منظر بخوبی نظر آ رہا تھا۔ بیس پچیس آدمی ایک ٹرک سے لکڑی کے تختے اتار رہے تھے اور موٹے موٹے رسوں سے کھینچ کر ایک خاص ناپ سے کاٹ کے جوڑ رہے تھے۔ پل درمیان سے ٹوٹا ہوا تھا۔

پل بچا ہوا تھا اس ٹوٹے ہوئے حصے کے عین نیچے ایک ٹرک پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

تو یہ تھی وہ غیبی امداد جس نے اب تک ہمیں بچائے رکھا تھا۔ وہ دو تین آدمی جو ہمارا نشانہ ہو گئے تھے، غالباً نگرانی پر مقرر تھے۔ باقی لوگوں نے وقت مقررہ پر اس جگہ پہنچنے کی کوشش کی ہوگی جہاں طیارہ ان کو اتارا گیا تھا لیکن تختوں کا پل ٹرک کا وزن برداشت نہیں کر سکا تھا۔ یہ لوگ یہاں پھنس گئے۔ اگر پل نہ ٹوٹتا تو شاید صورت حال بدل چکی ہوتی۔ درحقیقت ان آدمیوں سے اس بے سروسامانی کے عالم میں مقابلہ مشکل تھا۔ اس وقت صرف ایک ہی ترکیب تھی کہ کسی طرح انہیں پل کی مرمت سے روکا جائے۔ میں اس معاملے پر غور کرنے لگا۔ میری نگاہیں ان لوگوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ ان میں سے چند لوگ جگہ جگہ چھپے ہوئے گولیاں برسا رہے تھے۔ باقی تختوں سے پل کی مرمت میں مصروف تھے۔

تقریباً پندرہ آدمی تختوں کی ایک بڑی تعداد کو رسوں کی مدد سے پل کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف کھسکا رہے تھے۔ وہ نہایت احتیاط سے خود کو سنبھالے ہوئے ایک ایک انچ آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی ہر جنبش اس بات کا مظہر تھی کہ وہ خوف زدہ ہیں اور نہایت سراسیمگی کے عالم میں یہ کام کر رہے ہیں۔ کاش ہمارے پاس اسلحہ ہوتا! اگر ہم بھی کسی طرح مسلح ہوتے تو پھر ان لوگوں کو روکنا مشکل نہ تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ معاملہ کس کے خلاف تھی اور یہ لوگ کیا چاہتے تھے؟ پل اگر تعمیر ہو گیا اور یہ اس کی مرمت میں کامیاب ہو گئے تو تباہ شدہ جہاز کے نزدیک وہ مسافروں کی زندگی کے لیے خطرہ بن جائیں گے، اس لیے انہیں دریا کے دوسرے کنارے پر ہی روکنا تھا۔

میں نے اشارے سے لوبو کو پاس بلایا۔ لوبو جیسے اس کا منتظر ہی تھا۔ یہ سیاہ فام زمین پر رینگنے کے سلسلے میں بھی توقع سے زیادہ تیز نکلا۔ وہ کسی تیز رفتار چھپکلی کی مانند زمین پر رینگتا ہوا چٹان تک آیا اور پھر اسی طرح اوپر بھی چڑھ آیا۔

"بلایا تھا چیف؟"

"ہاں لوبو۔ وہ دیکھو۔" میں نے کہا۔

لوبو خاموشی سے ادھر دیکھتا رہا، پھر بولا۔ "پل کی مرمت کر رہے ہیں۔"

"ہاں، نشانہ کیسا ہے لوبو؟"

"تسلی بخش ہوگا ماسٹر۔"

"مائیکل کے پاس پہنچ سکتے ہو؟"

"دریا کے دوسری طرف بھی جا سکتا ہوں۔ جاؤں؟"

"اوہ نہیں! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، غور سے سنو اور پھر پھرتی سے اس چٹان پر پہنچنے کی کوشش کرو جہاں مائیکل ہے۔ اس کے پاس پستول ہے۔ ان لوگوں کو گولیاں چلانے دو اور اپنا ایک بھی کارتوس مت ضائع کرو۔ انہیں نگاہ میں رکھو جو تختے اور رسے لے کر آ رہے ہیں۔ جوں ہی وہ سفید نشان تک پہنچیں، فوراً ان پر کم از کم دو فائر کرو اور ان میں سے دو کو ہلاک کر دو۔ وہی ہونا چاہیے جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"سمجھ گیا چیف۔"

"سفید نشان کے بارے میں سمجھ گئے؟ وہ جو ٹوٹے ہوئے حصے

کے پاس ہے؟ غالباً انھوں نے نشانی کے لیے کوئی سفید کپڑا باندھا ہے۔"

"سمجھ گیا چیف۔" لوبو نے کہا اور چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

لوبو کی غیر معمولی صلاحیتوں کا مجھے اب بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔ درحقیقت اس شخص کی دریافت پر فخر کیا جا سکتا تھا۔ ذہنی طور پر وہ جو کچھ بھی ہو لیکن جسمانی طور پر بے نظیر تھا۔ وہ بے حد دلیر تھا اور کسی قسم کے خطرات کی پروا نہیں کرتا تھا۔ اس لیے اس کی کارکردگی بے مثال تھی۔ آن کی آن میں وہ اس چٹان پر پہنچ گیا جہاں مائیکل موجود تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ مائیکل نے ریوالور اسے دے دیا تھا۔

ہم انتظار کرتے رہے۔ تختے لانے والے اب پل کے ٹوٹے ہوئے حصے کے بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ میں نے رائفل سیدھی کر لی اور ان کے سفید نشان تک پہنچ جانے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر پہل ہماری طرف سے چار فائر ہوئے اور کیا ہی عمدہ نتیجہ برآمد ہوا تھا ان فائروں کا! ہم ان چار گولیوں کو سیکڑوں گولیوں پر بھاری کہہ سکتے تھے۔ پل پر موجود لوگوں میں سے چار آدمی تو نیچے گر گئے لیکن اس کے بعد باقی جو بچے تو وہ ان لمبے اور وزنی شہتیروں کی زد میں آ گئے جنھیں وہ سنبھالے ہوئے تھے۔ شہتیروں میں الجھے ہوئے وہ ٹوٹے ہوئے پل سے نیچے گرے اور آن کی آن میں پانی کے تیز دھارے کے ساتھ بہتے ہوئے دور نکل گئے۔ ان کی دل خراش چیخوں نے کلیجے دہلا دیے تھے۔ دریا کے دوسری طرف ہنگامہ مچ گیا تھا۔ وہ لوگ بری طرح بدحواس ہو کر دوڑ پڑے تھے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر جو ساز و سامان اور ٹرک وغیرہ تھے، سب کے سب چٹانوں کے قریب رہ گئے تھے۔

یہ لمحات ہمارے لیے افسوس ناک تھے۔ کاش کسی طرح ہم دریا کے دوسری طرف پہنچ سکتے اور اس سامان پر قبضہ کر سکتے! خاص طور سے ٹرک جو ہمارے ہر دکھ کا مداوا بن سکتے تھے۔ اتنی تعداد میں ہونے کے باوجود ان کی یہ بدحواسی تعجب خیز تھی۔ اس سے صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ برفانی ویرانوں کی اس زندگی نے ان کے اعصاب کو متاثر کیا تھا اور اب ان میں ذرا بھی قوت مدافعت باقی نہیں رہی تھی۔ ان کے دل کمزور ہو چکے تھے۔

بہرکیف دوسری طرف کی اندھا دھند فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ کنارے سے کافی دور ہٹ گئے۔ اس طرح ہمیں اپنے علاقے میں نقل و حرکت کی آزادی مل گئی۔ نہ صرف یہ ہوا بلکہ تختے وغیرہ پانی میں بہہ جانے سے پل کی مرمت بھی کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی۔

فریڈ اور مینگ وغیرہ نے نہ جانے کس طرح صورت حال کا اندازہ کر لیا۔ وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے ہمارے پاس آ گئے۔ دوسری طرف سے مائیکل اور لوبو بھی وہیں آ گئے۔

"ہمیں اس طرح بے فکر نہیں ہونا چاہیے دوستو! یہاں ہم ان کی گولیوں کی زد پر ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا صورت حال ہے؟ فائرنگ اور چیخیں... میرا خیال ہے ہماری طرف سے بھی فائر ہوئے ہیں۔" مینگ نے کہا۔

"یہ جو علی ہے نا مینگ، یہ عام انسان نہیں ہے۔ یہ ایک تنہا جو کچھ کر چکا ہے اس پر غور کرو تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا تمھیں۔" مائیکل نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ان لوگوں کو تفصیل بتانے لگا۔ مینگ نے چٹان پر چڑھ کر دوسری طرف دیکھا اور کہنے لگا: "تمام سامان جوں کا توں موجود ہے، قریب دو میل میں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔" وہ چٹان سے نیچے اتر آیا۔

"آپ مجھے اجازت دیں ماسٹر، میں دوسرے کنارے پر جا کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اگر یہ نہ کر سکا تو کم از کم اتنا ضرور کروں گا کہ ان کی پل کو مرمت کرنے کی ساری تدبیریں ناکام بنا دوں گا۔ یہ سارے ٹرک بھی تباہ کر دوں گا۔ اس کے بعد وہ بالکل ہی حواس کھو بیٹھیں گے۔" لوبو نے کہا۔

"لیکن تم دریا کیسے عبور کرو گے لوبو؟" میں نے پوچھا۔

"ایک تدبیر ہے میرے ذہن میں۔"

"وہ کیا؟"

"میں یہاں سے دریا کی مخالف سمت میں دور تک نکل جاتا ہوں۔ وہاں سے دریا میں اتر جاؤں گا اور پھر تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جانے کی کوشش کروں گا۔"

"اوہ، نہیں لوبو! جان بوجھ کر میں تمھاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

دوسرے لوگ بھی لوبو کی اس قربانی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔ آخر میں یہی فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال پہلی توجہ اس بات پر صرف ہونی چاہیے کہ وہ لوگ پل کی مرمت نہ کر پائیں۔ اس دوران میں کوئی اچھی ترکیب سوچ لی جائے۔ چنانچہ لوبو اور فریڈ کو وہاں تعینات کر دیا گیا۔ طے یہ کیا گیا کہ وہ لوگ جب بھی انھیں پل کے قریب دیکھیں تو ان کی پل کو مرمت کرنے کی کوشش ناکام بنا دیں۔ اس کے بعد ہم دوسرے لوگوں کی طرف واپس چل پڑے۔ سہمے ہوئے لوگ زندگی سے مایوس اور موت کے منتظر آنکھوں میں خوف و ہراس کی کیفیات لیے بیٹھے تھے۔ انھوں نے مایوس نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے انھیں دیکھ کر دل کو تکلیف ہوئی لیکن پھر

میں نے خود کو سنبھال لیا۔ انھیں کوئی تسلی بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔ بس خاموشی ہی بہتر تھی۔ چند لوگ ایسے بھی تھے جن کے چہروں پر بے فکری تھی۔ ان میں ایڈلر کو سرفہرست رکھا جا سکتا تھا۔

ریکسن نے میرے نزدیک آ کر کہا: "امید کی کوئی صورت نظر آئی ہے؟"

"مایوسی گناہ ہے مسٹر ریکسن۔"

"افسوس میں تو اپنی خراب حالت کے باعث آپ لوگوں کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا جب کہ میری دلی خواہش تھی کہ آپ کے شانہ بشانہ رہوں۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ریکسن! آپ ان لوگوں کو سنبھالیں، زبانی تسلی دے کر ہی آپ انھیں پرسکون رکھ سکتے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے کہ صرف انسانی ہمدردی کے تحت آپ لوگوں نے اتنی ذمے داریاں قبول کر لی ہیں، حالانکہ یہاں کچھ لوگ۔۔۔"

"کچھ لوگ کیا۔۔۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس، کچھ لوگوں کی زبانیں صرف زہر اگلتی ہیں لیکن ان کی یہ زہر افشانی کسی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔"

"مثلاً؟ کیا خیالات ہیں لوگوں کے؟"

"آپ اپنے ذہن کو تکدر کا شکار نہ کریں مسٹر علی! کیا فائدہ؟"

"کیا ایڈلر کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہمارے مخالف ہیں؟" میں نے مسکرا کر پوچھا اور ریکسن بھی مسکرانے لگا۔

"مسٹر ایڈلر بیمار ہے، پریشان حال لوگ اس کی باتیں سنتے ہیں۔ دراصل وہ ان گھٹیا قسم کے لوگوں میں سے ہے جو کچھ نہیں ہوتے لیکن بدترین حالات میں بھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ ایڈلر نے اس خاموشی سے اکتا کر ایک کہانی تراشی ہے۔"

"بہت خوب! کیا کہانی ہے؟"

"کہتا ہے، یہ بہت بڑی سازش ہے جس میں اس جہاز کا عملہ بھی کچھ اور لوگوں کے ساتھ ملوث ہے۔ طیارے کو اسی مقصد کے تحت اس ویرانے میں اتارا گیا ہے کہ مسافروں کو بلیک میل کیا جائے۔ ان کے ورثا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی جائیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس نے بہت سی دلیلیں بھی گھڑ لی ہیں اور چند لوگ اس کی باتوں پر سنجیدہ ہو گئے ہیں لیکن صرف چند لوگ۔"

"ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی ہے مسٹر ریکسن۔ بظاہر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی طیارے کا ایک مسافر ہوں۔ ایک ایسے مشن پر نکلا تھا جس کی تکمیل کے لیے صرف دو ماہ کا وقت ہے۔ میرا قیمتی وقت ان پہاڑوں میں ضائع ہو رہا ہے۔ یہ لمحہ لمحہ میرے لیے بے چینی کا باعث ہے لیکن۔۔۔" میں نے ادھورا چھوڑ کر ریکسن کی شکل دیکھی اور پھر گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کم بخت کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ اس وقت بھی مجھے مایوسی ہوئی۔

یہاں سے ہٹ کر میں دوسرے لوگوں کے پاس گیا۔ مونا، مسٹر ہاپکنز کے پاس تھی۔ مسٹر ہاپکنز کی حالت بہتر نظر آ رہی تھی لیکن وہ اب بھی خاموش تھے۔ مجھے دیکھ کر مونا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ اس نے سوچا ہوگا کہ میں خواہ مخواہ اس سے بد دل ہو جاؤں گا۔ اس کی تسلی کسی بھی طور میری ذمے داری تو نہیں ہے۔ بس ایک رواداری کا معاملہ ہے۔ ویسے بھی اس نے محسوس کر لیا ہوگا کہ میں اس کے حسن و جمال سے متاثر نہیں ہوں اور اس طرح بھی اس کے جال میں نہیں پھنس سکتا۔ بہرحال وہ خاموش رہی۔ ابتدا میں میری اس سرد مہری کی وجہ دوسری رہی تھی لیکن اب میں اس خیال کو ذہن سے کھرچ پھینکنا چاہتا تھا۔ کسی اور طرف ذہن الجھانے کے بجائے اگر موجودہ معاملات میں پوری دلچسپی لی جائے تو بہتر ہے۔ خوف زدہ اور ہراساں مسافروں کی بے بس نگاہیں ہماری جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ہمارے چہروں سے اپنا مستقبل پڑھنا چاہتے تھے۔

میں نے مسکراتے ہوئے ان سب کو مخاطب کیا: "میں آپ لوگوں کے چہروں پر پریشانی اور خوف کے آثار دیکھ رہا ہوں، ایسا کیوں ہے؟"

"کیا ہم ان برف پوش پہاڑوں سے زندہ بچ کر نکل سکیں گے؟" ایک آواز ابھری۔

"کیا آپ طیارے کے اس لرزہ خیز حادثے سے زندہ بچ سکتے تھے؟ آپ نے دیکھا کہ آپ کے باہر نکلتے ہی طیارہ کس طرح گہرائیوں میں جا گرا تھا۔ کیا اس خوف ناک حادثے سے بچنا ممکن تھا؟"

"میں سمجھ نہیں سکا۔" خوف زدہ شخص بولا۔

"جن لوگوں کو طیارے کے اس حادثے میں ہم سے بچھڑنا تھا وہ بچھڑ گئے، ہم زندہ بچ گئے ہیں اور زندگی کی شدید ترین صعوبتوں سے گزرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے ہیں۔ راستے میں انھیں غیبی امداد ملی ہے۔ مثلاً آتش اور دوسری چیزیں۔ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟"

"نہیں، یہ ایک حقیقت ہے۔"

"تو پھر اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ جب تک ملک ہے، آپ لاکھوں صعوبتوں کے بعد بھی زندہ رہیں گے اور جب موت آئے گی تو آپ کی ایئرکنڈیشنڈ خواب گاہ بھی اُسے نہیں روک سکے گی۔"

"تمہارا کہنا درست ہے۔"

"تو پھر برف کے ان ویرانوں میں زندہ دلی سے قہقہے لگائیں۔ موت کے خوف سے زندگی کو عذاب بنانے سے کیا فائدہ؟"

میرے ان الفاظ سے بعض کے چہرے پُرسکون ہو گئے۔ ایڈلر کے چہرے پر البتہ نفرت کے آثار تھے۔ میری نگاہ اس پر پڑی تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بعض لوگ اپنی بے جا خواہشات کے حصول میں ناکامی کے بعد حالات کو مزید پیچیدہ بنانے کے خواہاں ہوتے ہیں، اُن کی یہ کوشش مثبت نہیں ہوتی۔ آپ کو خوف و وحشت میں مبتلا کرنے والے آپ کے دوست نہیں ہو سکتے، اُن کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔"

ایڈلر نفرت سے منہ بنا کر وہاں سے ہٹ گیا۔

پل کے دوسری طرف پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اُن کی تمام سرگرمیاں یکلخت تھم گئی تھیں اور یقیناً ان پر بھی دہشت طاری تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اس قدر خوف زدہ ہو گئے تھے۔ میں تو اسے غیبی امداد ہی سمجھتا تھا۔ پل کا ٹوٹ جانا بھی ہماری... زندگیوں کی حفاظت کا ضامن تھا اور اگر غور کیا جاتا تو یہ بھی خدائی امداد تھی۔ پل کی مرمت کا کام رک گیا تھا۔

یہ صورت حال زیادہ دیر نہیں رہی۔ دفعتاً دوسری طرف سے بے تحاشا فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس فائرنگ کی شدت سے ہمارے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ لوگ کس قدر خوف زدہ اور کھسیانے ہو گئے ہیں۔ اُن کی اس فائرنگ سے چٹانوں کے ذرے اور چھوٹے بڑے پتھر ٹوٹ کر فضا میں اُڑ رہے تھے۔ وہ کوئی نشانہ لے کر فائر نہیں کر رہے تھے۔ بس اندھا دھند گولیاں ضائع کر رہے تھے۔ میں نے اس موقعے پر لوبو اور فریڈ سے دور رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس خوفناک فائرنگ کے دوران میں اگر انھوں نے جنبش بھی کی تو ان کے جسموں میں لاتعداد سوراخ ہو جائیں گے۔ اور کوئی بھی ایسی احمقانہ کوشش کر سکتا تھا۔ میں پیٹ کے بل رینگتا ہوا اُن دونوں کے پاس پہنچ گیا۔ لوبو اور فریڈ مطمئن تھے۔

"اگر تم لوگ تھک گئے ہو تو ڈیوٹی بدل دی جائے؟" میں نے کہا اور فریڈ ہنسنے لگا۔

"تو بہت دلچسپ آدمی ہو۔ اگر آپ میرے ساتھ رہتے تو یہاں مسٹر علی، تو میں کم از کم چوبیس گھنٹے بغیر تھکے یہ ڈیوٹی انجام دے سکتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"کیا واقعی؟"

"خود مسٹر فریڈ بے حد زندہ دل انسان ہیں۔" لوبو نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں مسٹر علی۔ اوّل تو ہمیں یہاں دیکھنا ہی کتنی ہوتی ہے اور پھر یہ سب کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ ویسے ہمارے لیے اور کوئی ہدایت ہو تو...؟"

"نہیں۔ فی الحال یہی تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم انھیں پل کی مرمت سے روکیں۔ اگر وہ دوبارہ پل کی طرف بڑھیں تو تم جانتے ہو کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔ صرف ایک فائر۔ ایک کامیاب فائر۔ جو اس دشمن کے لیے فی الحال ایک ہی فائر کافی ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگاڑ دینا ضروری ہے اور اسی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ دشمن کو زیر کرنے کا سب سے زبردست طریقہ یہ ہے کہ اس کے اعصاب کمزور کر دو۔"

"او کے چیف! ہمارے پاس بھی ایمونیشن کی کمی نہیں ہے بشرطیکہ وہ طبعی قربانی دینے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔" لوبو نے کہا۔

"اس وقت تک ہم کوئی مناسب بندوبست کر چکے ہوں گے۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر پیٹ ہی کے بل کھسکتا ہوا اپنی جگہ واپس آ گیا۔ سب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف سے فائرنگ رک گئی تھی۔ غالباً انھیں اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔ شام ہونے لگی تھی۔ فضا پر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

مائیکل نے کہا۔ "میرے خیال میں خاصا وقت گزر چکا ہے۔ ان لوگوں کی طویل خاموشی کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

"صرف یہ کہ دشمن کو سوچنے کا موقع مل گیا ہے۔ اُس نے اپنے خوف اور اپنی بوکھلاہٹوں پر قابو پا لیا ہے۔ ایمونیشن ضائع کرنے کے بجائے اب وہ ہمارے بارے میں غور کر رہا ہے۔" آسٹن نے کہا۔

"اور یہ بات ہمارے حق میں بہتر نہیں ہے۔ اگر اُس نے ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا تو نقصان ہمارا ہے۔ کیونکہ ہم نہتے ہیں۔" جیکسن بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں رات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ رات کو وہ لوگ یقیناً پل کی مرمت کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیوں کہ اُن کی تمام تر کامیابی اسی پر منحصر ہے کہ وہ پل کی مرمت کر لیں۔ ابھی تک ہمارے نزدیک پہنچنے میں یہ پل ہی مانع رہا ہے۔" مینگ بولا۔

"تمہارا خیال ہے وہ رات کو پل کی مرمت کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"اسی کا امکان ہے۔"

"لیکن کیا رات کی تاریکی اس کام میں مانع نہیں ہوگی؟"

"ممکن ہے انھوں نے اس مسئلے کو سوچ لیا ہو۔ بہت ممکن ہے، جتنا میں سوچتا ہوں کہ کسی بھی کام میں اگر وقت مل جائے تو پھر اس کی خامیاں دور کی جا سکتی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ اس دوران میں ہم نے کچھ نہیں کیا۔ انھوں نے دشمن ہو کر ضرور سوچا ہوگا۔ ہم کامیابی کے نشے میں چور ہو گئے۔"

"میں تم سے متفق ہوں مینگ۔" میں نے کہا۔

"رات ہونے سے قبل ہمیں بھی کچھ ضرور سوچنا چاہیے۔ ورنہ ہم نقصان اٹھا جائیں گے۔"

"مثلاً ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"ہم یہاں سے دور بھی نکل سکتے ہیں۔ ہم اپنی اس پناہ گاہ میں ایسی روشنی کر دیں جس سے دشمن کو اطمینان ہو جائے کہ ہم یہاں موجود ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف رہے اور اس دوران میں ہم یہاں سے دور نکل جائیں اور بعد میں وہ ہمیں نہ پا سکے۔" آسٹن بولا۔

"نہیں مسٹر آسٹن۔ اوّل تو رات کی تاریکی میں ان اجنبی برفانی راستوں پر ہمارا سفر موت کا سفر ہوگا۔ صبح تک ہم میں سے کچھ لوگ زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ہمیں راستے کا علم بھی نہیں ہے۔ دریا کے دوسری طرف پہنچنے کا اگر اور کوئی راستہ ہوتا تو وہ لوگ ہم سے قبل اس طرف چلے جاتے اور ہمارے مورچوں پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے۔ مایوسی کی شکل میں ہم کہاں جا سکتے ہیں؟" مائیکل نے کہا اور پھر تائید طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ بات آسٹن کی سمجھ میں بھی آ گئی تھی۔ وہ تھوڑی کھجانے لگا۔

"پھر اس بارے میں کوئی آخری فیصلہ ضروری ہے۔" اس نے کہا۔

"مسٹر آسٹن، یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے کچھ دشمنوں نے ہمارے خلاف سازش کی۔ ایک پائلٹ کو انھوں نے اپنے جال میں پھانس کر طیارہ اس برفانی علاقے میں اتارنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد جو حالات ہوئے، آپ سب کے علم میں ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کس کی وجہ سے یہ آفت ہم سب پر نازل ہوئی۔ ممکن ہے وہ شخصیت طیارے کے جلنے میں مر چکی ہو اور اب ہمارے درمیان بھی موجود نہ ہو لیکن دشمن ابھی تک اسی کی تلاش میں ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہے، ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں اور اگر وہ پل عبور کر چکے ہوتے تو اب تک ہمارا وجود نہ ہوتا۔ ہماری تمام تر کوشش اس بات پر ہونی چاہیے کہ وہ ٹوٹے ہوئے پل کی مرمت نہ کر سکیں۔ اگر ہم یہاں سے آگے بڑھ کر دوسرے راستے تلاش کرنے کی کوشش کریں تو کون کہہ سکتا ہے کہ کہاں پہنچیں۔ اس دوران میں وہ دشمن پل کی مرمت کر کے بلا خوف دریا عبور کرے اور پھر اچانک ہی عقب سے ہم پر چڑھ دوڑے۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟"

"ہم جیسے احمقوں کو بھی کچھ بولنے کی اجازت ہے؟" ایڈلر کی زہریلی آواز اُبھری اور سب کی گردنیں اسی طرف گھوم گئیں۔

"فرمایئے۔" مینگ ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو پل تعمیر کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے۔"

"بہت خوب! کیا آپ کی یہ رائے ہوش مندانہ ہے؟" مائیکل نے سوال کیا۔

"سو فیصد۔"

"بھلا وہ کس طرح؟"

"آپ کے یا مسٹر جیکسن کے کہنے کے مطابق وہ ہم سب کے دشمن نہیں ہیں بلکہ کوئی ایک شخصیت زندہ یا مُردہ ایسی ہے جس کی انھیں تلاش ہے۔ پھر ہمیں ان سے دشمنی مول لینے کی کیا ضرورت تھی یا ہے؟ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی مطلوبہ شخصیت کو گرفتار یا ہلاک کر سکتے تھے، ہم سب کی تو مصیبت نہ آتی۔"

"اس سے زیادہ مکروہ فعل اور کوئی نہ ہوتا مسٹر ایڈلر اور اس سے زیادہ ذلیل بات اور کوئی نہیں ہے جو آپ نے کی ہے۔ جو لوگ زندہ ہیں، وہ سب ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو معاف کر دیتے۔ انھوں نے کسی ایک شخصیت کے لیے ایک پورا طیارہ تباہ کر کے اپنی پست ذہنیت کا ثبوت دے دیا تھا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر وہ پل عبور کر کے اس طرف آ گئے تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" مائیکل پُرجوش لہجے میں بولا۔

"بہتر ہے مسٹر ایڈلر کہ آپ اپنی زبان بند رکھیں، ورنہ آپ کے سلسلے میں جو رائے قائم کر لی گئی ہے اس پر عمل کر لیا جائے گا۔" جیکسن نے آنکھیں نکال کر کہا۔

ایڈلر نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کے بعد اس نے کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔

"ہاں تو بات رات کی تاریکی کی ہو رہی تھی۔ ممکن ہے وہ کسی طرح اس تاریکی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس لیے ہمیں بھی رات کے لیے کوئی معقول فیصلہ کرنا ہوگا۔" جیکسن نے کہا۔

سے پوچھا۔

"یقیناً، بکرِ علی الصباح۔"

یہ طے کر کے ہم سب لوگ صبح آرام کرنے لیٹ گئے۔ شاید سب کے ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ جانتے تھے کہ یہ موت کا سفر ہے۔ انھیں طوفانی ہواؤں برف پوش چوٹیوں اور انجانے راستوں پر سفر کرنا تھا جو انھیں کہاں لے جائیں گے، اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

صبح کو سفر کا آغاز ہوگیا۔ ہمارے سامنے کوئی منزل نہیں تھی بس ایک جذبہ تھا، شاہراہِ حیات تلاش کرنے کا۔ تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ تھے اور حقیقت سے پوری طرح واقف تھے اور کچھ کیا بھی تو نہیں جا سکتا تھا، اس لیے کمسٹ ہے تھے جو زخمی تھے اُن کی اُمنگیں بھی بیکی تھیں گردوادا رو کے بغیر اپنے پیروں پر چل سکیں۔ صرف چند لوگ ایسے تھے جو دوسروں کے رحم و کرم پر تھے لیکن خدا ترس انسان انھیں بھی سنبھالے ہوئے تھے۔

صبح کو جب ہم روانہ ہوئے تو آسمان صاف اور موسم خوشگوار تھا لیکن دن کو دس بجے کے قریب بادل چھا گئے اور موسم میں یکایک تبدیلی پیدا ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد برف باری شروع ہوگئی لیکن ہم چلتے رہے۔ جگہ جگہ پہاڑی ڈھلوان آئے۔ ان پر چلنا نہایت دشوار رہا لیکن کسی نہ کسی طرح ہم یہ راستے عبور کرتے رہے۔ دوپہر کے بعد ایک حادثہ ہوگیا۔ ایک خطرناک ڈھلوان سے اترتے ہوئے ایک زخمی اسٹریچر سے گر کر ہلاک ہوگیا۔ اُسے برف میں ہی دفن کر دیا گیا اور پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سفر کبھی ختم نہ ہوگا اور ہم مہذب دنیا سے دور اِن برف پوش پہاڑوں میں مرکھپ جائیں گے۔ پھر ایک دشوار بلندی طے کر کے ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔ آگے ذرا سی ڈھلوان تھی اور اُس کے بعد ایک لمحے کے لیے ہمارے ذہن شدید مایوسی کا شکار ہوگئے۔ تقریباً بیس فٹ بلند گلیشیر راستہ روکے کھڑا تھا۔

مائیکل نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "چلتے رہنا ہے مائیکل! ہم راستہ تلاش کر ہی لیں گے۔"

"ضرور مسٹر علی۔ آئیے۔" اس نے کہا اور ہم پھر چلنے لگے۔ گلیشیر کے ساتھ ساتھ بیکر کاٹتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک طرف گلیشیر تھا، دوسری طرف گہری کھڑی ڈھلوان۔ ذرا سی لغزش ہمیں ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پہنچا سکتی تھی۔ تقریباً چار گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد ہم دوبارہ اپنے راستے پر آئے اور سیدھے آگے بڑھنے لگے۔ ملازم بڑی عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ سفر کب تک جاری رہے گا۔

بالآخر رات ہوگئی۔ کھلے آسمان کے نیچے برف باری میں بسر ہونے والی یہ رات بے حد خوفناک تھی۔ برفانی تھپیڑوں نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ یہ رات ہمارے وجود پر شب ورود کی سب سے خوفناک رات رہی۔ تین اور زخمی چل بسے تھے۔ صبح کوئی ایسا نہیں رہا تھا جس کے لیے اسٹریچر کی ضرورت رہتی۔ جو زخمی تھے رات بھر میں وہ بھی ادھ موئے ہوگئے تھے۔ بدن گویا محسوس ہوتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہاتھ پاؤں سوج کر من من بھر کے ہوگئے ہوں۔ برفیلی مہیب ہواؤں کے تھپیڑے بھی چل رہے تھے اور برف کے ذرّے جسم میں گویا پیوست ہو رہے تھے۔ ہر چند کہ ہم نے خود کو کمبلوں وغیرہ سے ڈھکا ہوا تھا مگر یہ سب کچھ ان ہواؤں کے سامنے بیکار تھا۔

"کیا ان حالات میں آگے سفر کیا جا سکتا ہے؟" مائیکل نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ سفر جاری رکھا جائے گا۔" میں نے عزم سے جواب دیا۔

"چل سکیں گے یہ لوگ؟"

"چلنا ہوگا انھیں۔"

میری آواز دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ ایڈلر نے حلق پھاڑ کر کہا۔ "میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میرا پاؤں ناکارہ ہو چکا ہے۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مسٹر ایڈلر۔ جو لوگ آپ کے ساتھ یہاں رکنا چاہیں ان کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہے۔ آپ نے خود کو کسی کا محکوم کیوں سمجھا ہے۔ آپ جس طرح مناسب محسوس کریں، سفر کریں۔ ہم چلتے ہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"گویا میں... گویا میں تنہا رہ جاؤں گا!" ایڈلر نے بلبلا کر پریشانی سے کہا۔

"اگر میرے ساتھ کوئی بھی چلنا پسند نہ کرے تب بھی میں آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"اب کیا خیال ہے مسٹر ایڈلر؟" مائیکل نے مسکرا کر کہا اور وہ گردن جھٹک کر رہ گیا۔

دن بھر ہم وقفے وقفے سے چلتے رہے۔ رفتار سست تھی۔ موسم دوپہر تک سخت خراب تھا لیکن دوپہر کے بعد صورت حال کچھ بہتر ہوگئی اور اس وقت ہم ایک کو طے کر کے ڈھلوان تک پہنچے تھے کہ دفعتاً وادی میں کچھ فاصلے پر چند کیبن نظر آئے۔ ہم سب کے حلق سے بے اختیار خوشی کی چیخیں نکل گئیں۔ جسم میں خود بخود تیزی آ گئی۔ ہماری رفتار تیز ہوگئی۔ ہمیں معلوم تھا کہ یہ کیبن کیسے ہیں لیکن پچھلے تجربات بے حد کام کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہم کیبنوں کے پاس پہنچ گئے۔ چند گز کے فاصلے سے ہم نے دوڑنا شروع کر دیا۔ اُن کی تعداد چھ تھی۔ سب سے پہلے تماشا ان میں گھسنے لگے لیکن چند لمحوں بعد سنسنی پھیل گئی۔ گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں اور اس کے ساتھ ہی چیخیں سنائی دیں۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ میرے ساتھ ولو، مائیکل اور جیکسن تھے۔ ہم تینوں ایک کیبن کے باہر ہی رک گئے۔ پھر بیگ اس کیبن سے برآمد ہوا۔ اس کے شانے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے پیچھے فریڈا اور جیکسن نکلے اور انھوں نے بیگ کو سنبھالا۔

"ارے یہ کیا ہوا؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"زیادہ زخم نہیں آیا۔ گولی صرف شانے کو چھوتی ہوئی گزری ہے۔ دیکھنا کہیں اور لوگ زیادہ زخمی نہ ہوگئے ہوں۔" بیگ نے حوصلے سے کہا۔

میں رائفل لیے قریب کے کیبن کی طرف دوڑا۔ وہ ضرورت کے سامان سے بھرا ہوا تھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ دوسرے کیبنوں کی بھی تلاشی لی گئی۔ وہ بھی خالی تھے۔ البتہ اُن کے عقب میں برف پر ٹائروں کے نشانات موجود تھے۔ مکمل صورت حال سمجھ میں آ گئی۔ مائیکل نے بیگ کے زخم کو کس کر باندھ دیا تھا۔ اس طرح خون بہنا بند ہوگیا تھا۔

جس کیبن میں بیگ، فریڈا اور جیکسن داخل ہوئے تھے وہاں دو آدمی تھے۔ ہمارے ساتھیوں نے انھیں نہیں دیکھا تھا۔ یہ تو اس وقت پتا چلا جب اُن دونوں نے پستول سے فائرنگ کر دی۔ خوش قسمتی تھی کہ صرف ایک گولی بیگ کے شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی اور فریڈا نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پستول سے دو گولیاں چلا کر انھیں ٹھنڈا کر دیا۔ ورنہ اُس وقت کیبن میں داخل ہونے والوں کی زندگی بچنا محال تھا۔

"کاش ان میں سے ایک آدمی زندہ مل جاتا۔ اس سے کم از کم ان لوگوں کے بارے میں کچھ تو معلوم ہو سکتا تھا، لیکن ان کی کیبن میں موجودگی تعجب خیز ہے۔" مائیکل بولا۔

"اوہ مسٹر علی... وہ جاسوس ہیں... ہو سکتا ہے ان لوگوں نے اب خود کو پوری طرح سنبھال لیا تھا... انھیں ضرورت اندازہ ہوگا کہ ہم... پہنچ سکتے ہیں۔" جیکسن نے کہا۔

"ان کیبنوں میں رُکنا خطرناک ہے۔ ضرورت کا سامان لے کر انھیں تباہ کر دیا جائے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہاں سے ہمیں اسلحہ بھی ملے گا۔ کیروسین آئل ہمارے پاس ختم ہو چکا تھا۔ اب یہاں سے ہم یہ ذخیرہ حاصل کر سکیں گے۔" یہ زیری نے کہا تھا۔

"اب دیر نہ کی جائے۔ کہیں ہم مقصود منزل ہی میں مصروف نہ رہیں اور وہ پہنچ جائیں۔" جیکسن نے اس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"تمام لوگوں کو لوٹ مار کی دعوت عام ہے۔ تمام لوگ حسبِ استطاعت وزن لاد سکیں۔" مائیکل بولا۔

اس کے بعد تو قزاقی شروع ہوگئی۔ دو پستولیں، دو رائفلیں اور بہت سے کارتوس ہاتھ آ گئے۔ اس کے علاوہ ضرورت کا بہت سا سامان مل گیا۔ ساری چیزوں کے حصول کے بعد ہم نے پروگرام کے دوسرے حصے پر عمل کیا یعنی کیبنوں پر تیل ڈال کر انھیں آگ لگا دی تاکہ دشمن اب ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ جب کیبنوں سے اٹھنے والے شعلے پوری طرح بلند ہوگئے تو ہم وہاں سے تیز رفتاری سے چل پڑے۔

زخمیوں کا مسئلہ نہیں رہا تھا اس لیے سفر کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ فضا میں سنسناتی ہوئی ہوا چنگھاڑتی پھر رہی تھی۔ آگے چڑھائی تھی۔ جلد ہی سانس پھولنے لگی لیکن بلندی پر غار نظر آ رہے تھے۔ ان غاروں تک پہنچنے کے لیے ایک درے سے گزرنا تھا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں نے مائیکل کی طرف دیکھا تو جیسے اُس نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھ لیے۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں مسٹر علی، جو آپ..." وہ بول پڑا۔

"میرے خیال میں یہ پناہ گاہ بہتر رہے گی۔" میں نے اپنے دل کی بات کہی۔

"سو فی صد۔ تھکے ہارے نیم جان لوگوں کو تھوڑا سا سکون مل جائے تو ان میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی۔ یوں بھی مسلسل سفر ممکن نہیں ہے۔ تھوڑی دور چل کر وہ اس قابل نہیں رہیں گے کہ مزید سفر جاری رکھ سکیں۔" مائیکل بولا۔

"تو پھر آؤ اسی طرف چلیں۔" میں بولا۔

... ... جو دل میں تھی۔ اس وقت ان غاروں کی قدر و قیمت ہم ہی جانتے تھے۔ تین غار منتخب کر لیے گئے اور بے چارے مصیبت زدہ ان میں سما گئے لیکن ہم نے شدید تھکن کے باوجود

اپنی ذمے داریاں مدنظر رکھی تھیں اور ان حالات میں بھی بہتر کا انتظام کیا گیا تھا۔ پہلا شخص لوبو تھا جس نے رات کاٹنے ہوئے کہا: "سب لوگ آرام سے سو رہیں جس وقت تھکن دور ہو جائے کوئی ایک آ کر میری جگہ سنبھال لے۔"

"تم بھی تو تھکے ہوئے ہو لوبو۔" مائیکل نے کہا۔

"اوہ نہیں، میں اس لفظ تھکن کے معنی سے واقف نہیں ہوں، اس لیے کبھی اس کے بارے میں نہیں سوچا۔" لوبو نے کہا اور مائیکل میری طرف دیکھنے لگا۔

"لوبو ٹھیک کہتا ہے۔ اسے رائفل اور کارتوس دے دو۔" میں نے کہا۔

لوبو پہرے پر تعینات ہو گیا۔ سونا اور دوسری عورتیں اٹھ کر سیدھا کھانا تیار کرنے لگیں۔ پھر سب لوگ کھانے کے بعد لمبے لیٹ گئے۔ میرا خیال ہے لوبو کے علاوہ سب ہی سو گئے تھے۔ مجھے نیند نہیں آئی۔ تھوڑی دیر آرام کرنے سے طبیعت کچھ بحال ہو گئی تھی۔ میں باہر نکل آیا۔ لوبو اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"آنکھ نہیں لگی ماسٹر؟"

"تم تھک گئے ہو... تھوڑی دیر آرام کر لو لوبو۔"

"یقین کرو میں ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تھکن نہیں ہوئی تمہیں؟"

"تمہارے سامنے اس سے انکار نہیں کروں گا ماسٹر!"

"تو پھر آرام کیوں نہیں کر رہے؟"

"میں یہاں اس چٹان پر کمبل میں لپٹا آرام ہی کر رہا تھا۔ بس آرام کافی ہے۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور خود بھی اسی چٹان پر لیٹ گیا جس پر لوبو تھا۔ جس نے کمبل اپنے گرد لپیٹ لیا تھا۔ کچھ دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر لوبو نے اس خاموشی کو توڑا۔

"نیند آ رہی ہے نا ماسٹر؟ میں جانتا ہوں تم صرف میری وجہ سے باہر آ گئے ہو۔ میری مانو تو جاؤ سو جاؤ تھوڑی دیر، پھر بیشک تم میری جگہ سنبھال لینا۔"

"نہیں لوبو۔ یقین کرو نیند کا شائبہ بھی نہیں ہے۔"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"سوچ رہا ہوں۔"

"کیا ماسٹر؟" لوبو دلچسپی سے بولا۔

"تمہارے بارے میں۔ دل میں کیا [illegible]"

"زندگی کی میری وجہ سے..."

"زندگی [illegible] سچ کہو ماسٹر کیا وہ میری زندگی تھی [illegible] اقرار نہیں ہے [illegible] زندہ ہو سکتے ہیں۔"

جو حالات سے ساتھ نباہ کرتے ہیں وہ لوگ نہیں ماسٹر جنہیں احساس [illegible] بات ہو نہیں پاتی۔ اگر تم مجھ سے پہلے مرے تو یہ ساری کی ایک کڑی ہی ختم ہو جائے گی۔" لوبو کی آواز بھرا گئی۔ میں اس کے الفاظ سے شدید متاثر ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ دیا۔

کافی دیر کے بعد میں نے بھی گلوگیر آواز میں کہا: "دوستوں کے معاملے میں میں بہت خوش نصیب ہوں لوبو۔"

"یقیناً ہو گے ماسٹر۔ مجھے اپنے دوستوں کے بارے میں بتاؤ۔"

"میری ابتدائی زندگی دکھوں سے عبارت ہے۔ تمہاری طرح میں بھی غریب الوطن ہوں۔ طویل عرصہ قبل اپنے وطن سے دور میں زیر تعلیم تھا لیکن وطن کی محبت کبھی دل سے نہیں نکل سکی۔ ہر لمحہ میرے سینے میں زندہ رہتا ہے۔ مجھے اس کے تصور سے پیار ہے۔ وطن سے دور سان فرانسسکو میں مجھے ایک دوست ملا۔ ایک قابل، اچھا اور قابل فخر دوست جو میرا ہم مذہب بھی نہیں تھا۔ [illegible] تھا، وہ مجھے یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گا۔ میری ایک اور دوست لولی شمی تھی۔ ایک حبشی لڑکی جس نے میرے لیے جان کی بازی لگائی اور پھر [illegible] ان لوگوں کو زندگی کی آخری سانس تک نہیں بھول سکوں گا لوبو۔ انہوں نے بے لوث میری مدد کی تھی۔ [illegible] کیونکہ انہوں نے آج مجھے یہاں تک پہنچانے میں میری مدد کی ہے ورنہ شاید میرے لیے یہ سب ممکن نہ ہوتا۔"

"ویری گڈ۔ ویسے تمہارے بارے میں بار بار ایک تجسس ذہن میں ابھرتا ہے۔ میں نے سوچا کسی مناسب وقت میں تم سے اس بارے میں پوچھ لوں گا۔"

"کیا تجسس ابھرتا ہے لوبو؟"

"بس یہی کہ تم کون ہو۔ جن لوگوں کے لیے تم کام کر رہے ہو ان کا تم سے کیا تعلق ہے؟ تمہارے بارے میں میری ایک رائے ہے ماسٹر اور میں اس پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"تم ان لوگوں سے کوئی معاوضہ لے کر کام تو نہیں کر رہے۔ معاوضے پر کام کرنے والے ذرا مختلف لوگ ہوتے ہیں۔ کیا میں غلط سوچ رہا ہوں؟"

"نہیں لوبو۔ تمہارا خیال درست ہے۔ ہم لوگ ایک مشن سے تعلق رکھتے ہیں اور تمہیں اس دوران میں تنظیم کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ میں اس مشن کی سچائی کے لیے کام کر رہا ہوں۔ یہی وہ جذبہ ہے جس نے مجھے دوسری تمام باتوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔"

"تمہیں سلام کرتا ہوں ماسٹر۔ درحقیقت جذبے ہی یہ دلیری پیدا کرتے ہیں۔" لوبو نے گہری سانس لے کر کہا۔

تک خود کو مستعد رکھنا ہوگا، ویسے اب تک جو کچھ ہوا ہے اس نے یہ سچویشن بہار کی ہے۔ ہمیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ ہیلی کاپٹروں سے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اول تو یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی مسٹر علی کہ یہ کمبخت ہیں کون لوگ؟ کیا چاہتے ہیں؟ بعض اوقات تو میرا دل چاہتا ہے کہ جلد از جلد خود کو ان کے حوالے کر دوں اور ان سے یہ معلوم کروں کہ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ان کی قومیت کیا ہے؟ کون ہیں وہ؟ اور کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟"

میں خاموش رہا سنتا رہا۔ مجھے خاموش پا کر وہ پھر بولا: "آپ نے اس سلسلے میں اپنی کوئی رائے نہیں دی مسٹر علی!"

"کیا بتاؤں، میں بھی تمہاری طرح اس مسئلے میں بے بس ہوں۔"

"دریا پار والوں کو ہم نے جو سگنل بھیجا ہے اس کی اطلاع ان لوگوں کو ضرور مل گئی ہوگی جو ہیلی کاپٹر میں ہیں۔"

"ہاں یقیناً۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ان کے سینے میں انتقام کی آگ سلگ رہی ہوگی۔ اور بات یوں بھی ہے کہ ہم نے ان کے کافی افراد ہلاک کیے ہیں۔ میرا خیال ہے مسٹر علی کہ ہمیں تلاش کرنے کے بعد یہ لوگ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے!" میں گہری سانس لے کر بولا۔

سب کے چہرے اترے ہوئے نظر آ رہے تھے دیر تک ہم اسی طرح چلتے رہے۔ آہستہ آہستہ ہم اس چٹان تک پہنچ گئے جو دوسری جانب گھوم گئی تھی۔ ہیلی کاپٹر سے جو کچھ کہا گیا تھا اس کے مطابق چٹان کے دوسری جانب وہ میدان ہونا چاہیے تھا جہاں ہم لوگوں کو ان کے حکم کے مطابق قیام کرنا تھا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد جیکسن نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "نجانے کیوں آپ ہی کو مخاطب کرنے کو دل چاہتا ہے مسٹر علی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ نے ہم لوگوں کے ذہنوں کو کنٹرول کر لیا ہے۔ آپ نے اعلیٰ کردار کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ آپ بے پناہ ذہنی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ہرچند کہ یہ مسکراہٹ پھیکی تھی۔

اس ماحول میں اور اس حادثے سے میں خوفزدہ نہیں تھا لیکن ڈوبکی موت نے میرے ذہن کے تار جھنجھوڑ کر رکھ دیے تھے۔ وہ کسی طرح میرے ذہن سے نہیں اتر رہا تھا۔ اس وقت میرے ذہن پر اس کی موت کا شدید اثر تھا۔ تب ہی جیکسن کی آواز ابھری: "میں یہ کہہ رہا تھا کہ کیا ان کی کوئی آبادی، کوئی ایسا اڈہ جہاں یہ لوگ بہ آسانی نقل و حمل کر سکتے ہوں، قریب ہی موجود ہے؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنی جلدی ہیلی کاپٹروں کا آ جانا بھی ممکن نہیں تھا۔ یقیناً ہیلی کاپٹر نے رابطہ قائم کر کے ان سے امداد طلب کی ہوگی۔ انھیں بتا دیا گیا کہ دریا کے کنارے پل عبور کرنے کی کوشش ناکام بنا دی گئی ہے۔"

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں ورنہ یہ لوگ اتنے ساز و سامان کے ساتھ کسی اور ذریعے سے برف کے ان ویرانوں تک نہیں پہنچ پاتے۔" میں نے تائید کی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

ہم اس چٹان کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے جس کی دوسری جانب ہمیں رکنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر چکر لگا کر ہمارے عقب میں آ گیا تھا اور ہمیں آگے بڑھنے کے لیے آمادہ کر رہا تھا۔ اس بات کی گنجائش کہاں تھی کہ ہم میں سے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کرتا۔ جس جگہ کو میدان کہا گیا تھا وہ درحقیقت میدان نہیں تھا۔ البتہ اس چیکر دار سڑک پر اتنی کشادہ جگہ تھی کہ اسے میدان کا نام دیا جا سکتا تھا۔ پتھریلی زمین پر ہلکی ہلکی برف کی تہ جمی ہوئی تھی جسے اگر جوتے کی ٹھوکر سے کریدا جاتا تو زمین نظر آ جاتی تھی گویا یہاں برف بہت کم تھی۔ میدان کو عبور کرنے کے بعد پھر وہی پتلی سڑک شروع ہو جاتی تھی جس کے دونوں جانب کھائیاں تھیں۔ یہاں سے یہ پہاڑی سلسلہ ایک دوسری جانب جاتا تھا اور سڑک دوسری سمت گئی تھی۔ وہ سڑک زیادہ خطرناک تھی۔ اس پر سے کسی ٹریفک کا گزرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر خوف سا محسوس ہوتا تھا کیونکہ اس کے دونوں جانب گہرائیاں تھیں اور اتنی چوڑی نہیں تھی کہ بہت سے آدمی ایک ساتھ اس پر سے گزر سکیں۔ دیکھ کے ہی اس پر سفر کیا جا سکتا تھا۔

میں یہ سوچنے لگا کہ اگر ہم ہیلی کاپٹر کی نگاہ سے بچ کر یہاں تک پہنچ بھی جاتے تو اس سڑک کو عبور کرنا خاصا مشکل ہوتا جو تقریباً دو ڈھائی میل لمبی تھی اور جس کے بعد پھر پہاڑی سلسلے نظر آتے تھے۔ اس لمبی سڑک کو اس طرح عبور کرنا میرے خیال میں کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ خاص طور سے اس لیے بھی کہ ہمارے ساتھ خواتین بھی تھیں۔

مائیکل، فریڈی، جیکسن اور دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں بھی یقیناً یہ سوال تھا۔ مسٹر ریکسن خاصے پریشان نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر الجھن کے نمایاں آثار تھے۔ بار بار ان کی نگاہیں فضا میں جاتیں۔ بالآخر انھوں نے سرد لہجے میں کہا: "زندگی کو اگر ایسے حالات سے دوچار ہونا ہو تو پھر انسان کے لیے اس کے گھر کی چار دیواری بہتر ہے۔ ہم لوگ کتنے بے بس ہیں! کس قدر بے بس!"

"حوصلہ رکھیے مسٹر ریکسن، آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کس دلدل سے زندگی کی جانب آئے تھے؟"

"ہاں مجھے اندازہ ہے۔"

"میرا خیال ہے مسٹر ریکسن آپ کی زندگی ایک حقیقت ہے، ہم سب کے لیے۔ اس وقت جب جہاز میں رہ جانے والے تمام لوگوں کی موت کا یقین کر لیا گیا تھا اور کسی بھی زندہ شخص کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، آپ جہاز کے اس ڈھانچے سے برآمد ہوئے جو چند لمحوں کے بعد گہرائیوں میں چلا گیا تھا۔"

"بے شک۔" ریکسن نے جواب دیا۔

"تو پھر ان حالات میں ہم زندگی کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وقت اور ماحول اپنا سفر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔" ریکسن نے میری اس فلسفیانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ میدان میں پہنچ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ تب ہم نے تینوں ہیلی کاپٹروں کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا اور چند لمحوں کے بعد ان کے انجن بند ہو گئے۔

ہیلی کاپٹروں سے دو دو آدمی نیچے کود گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ جسم پر نیلے رنگ کی مخصوص وردی تھی جس پر کوئی نشان نہیں تھا۔ ان کے چہرے خاصے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ یورپین نسل ہی کے لوگ تھے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے ہمیں اسٹین گنوں کی زد میں لے لیا۔ ہم نے ہاتھ پہلے ہی بلند کر لیے تھے، اس لیے انھیں ہم سے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ پھر ان میں سے دو آدمیوں نے اپنی اسٹین گنیں کندھوں.... پر لٹکا لیں اور وہ رسیاں سلجھانے لگے جنھیں وہ ہیلی کاپٹروں سے اتار کر لائے تھے۔ وہ نائلون کی مضبوط سفید رسیاں تھیں۔ ہمیں ہاتھ پشت پر کرنے کے لیے کہا گیا اور ایک ایک کر کے تمام افراد کو کس لیا گیا۔ ہم گرفتار ہو چکے تھے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے ہمیں ہیلی کاپٹروں کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ چار چار افراد دو ہیلی کاپٹروں میں بٹھا لیے گئے اور باقی لوگوں کو انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔

جیکسن، فریڈی، ریکسن اور میں ایک ہیلی کاپٹر میں روانہ ہو چکے تھے۔ دونوں لڑکیوں، مسٹر رابنسن، مسٹر ایکر اور ڈورا کو دوسرے ہیلی کاپٹر میں بٹھا دیا گیا تھا۔ باقی دو آدمی ایک ہیلی کاپٹر کے ساتھ ہماری نگرانی پر مامور تھے۔ اس دوران میں کسی نے کوئی بات چیت نہیں کی۔ وہ لوگ بھی خاموشی سے ہم پر نگاہیں جمائے اسٹین گنیں سیدھی کیے بیٹھے رہے۔ ویسے شکلوں سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ لوگ باشندے تھے لیکن ممکن تھا یہودی ہوں۔ میرے ذہن میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں متجسس تھا اور معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ سارا کھیل کیا ہے؟

ہیلی کاپٹر تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آ گئے۔ اس بار باقی تمام لوگوں کو تینوں ہیلی کاپٹروں میں بٹھا لیا گیا۔ اب کوئی قیدی باقی نہیں رہا تھا۔ ہم سب لوگ کسی نامعلوم منزل کی جانب چل پڑے تھے جہاں ہمارے بعض ساتھی پہنچ چکے تھے اور یہ نامعلوم منزل برفیلے پہاڑوں کے اس طویل و عریض سلسلے کے دوسری جانب ایک سرسبز و شاداب وادی میں تھی جس کا اس برفانی علاقے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سامنے ہوئی وادی میں ایک بڑی سی جھیل نظر آ رہی تھی اور اس کے اطراف بے شمار خیمے لگے ہوئے تھے۔ یقیناً یہ کوئی عارضی چھاؤنی تھی لیکن یہ سب کون لوگ تھے اور یہ جگہ کون سی تھی؟ اس کا تعین ابھی تک نہیں کیا جا سکا تھا۔

سفید خیموں کے دوسری جانب لکڑی کے مخصوص قسم کے بیرک بنے ہوئے تھے۔ اسی انداز کے جن میں فوجیوں یا قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ میں نے ان کے بارے میں یہی اندازہ لگایا کہ یہ سب دوسری جنگ عظیم کے بعد کے نشانات ہیں جو اتحادی یا نازی ان ویرانوں میں چھوڑ گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان تمام چیزوں کو انتہائی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ وہ تھوڑا سا راستہ جس پر ہیلی کاپٹروں کو اتارنے کی کوشش کی گئی تھی، اس کے بعد خیموں کا وہ سلسلہ جو بلندیوں اور اس کے بعد ڈھلوانوں پر تھا اور پھر سرسبز و شاداب وادی کا یہ بیرکس ممکن ہے ۱۹۴۳ء سے [illegible]

نہیں رہا تھا۔ ظاہر ہے یہاں پہنچ کر میری ذمے داری ختم ہو گئی تھی چنانچہ بھلا اب مجھ سے زیادہ بے ضرر انسان اور کون ہو سکتا تھا؟

"تم بہت گھٹیا انسان ہو باورڈ۔ میری سطح سے واقف ہونے کے بعد بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

باورڈ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوا بولا "کیا غلطی ہوئی ہے مجھ سے؟"

"میرے سامنے دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں کھڑا ہوں"

"کرسی لاؤ" اس نے اپنے لوگوں سے کہا اور اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ میں اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں مسٹر باورڈ کیا پوچھا تھا تم نے؟"

"ہمارا یہ پروگرام کیسا رہا؟"

"افسوس میں تمہارے اس پروگرام کے بارے میں نہیں جانتا۔"

"غلط کہہ رہے ہو علی"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں باورڈ۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر مجھے کسی قسم کا شک و شبہ ہوتا تو میں اتنی آسانی سے تمہارے حبال میں پھنس جاتا؟"

"ہاں مجھے اس بات پر حیرت ہے تم چالاک ہی ہیں ان لوگوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھے ہوئے ہیں بہر نفر مجھے اتنی آسانی کی امید نہیں تھی لیکن کیا تم وینس میں ہونے والی کانفرنس کے انتظامات کے لیے نہیں جا رہے تھے؟"

"وینس کی کانفرنس؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اس کا مطلب ہے جھوٹ بول رہے ہو کیا تمہیں وینس میں ہونے والی کانفرنس کا علم نہیں ہے؟"

"اگر ہے بھی تو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا" دل چاہے تو اس بات پر یقین کر لو کہ نہ تو میں وینس جا رہا تھا نہ کسی کانفرنس میں مجھے شرکت کرنی تھی"

"اوہ! تو تمہارا کوئی اور مشن تھا!"

"ممکن ہے"

"تو پھر تفصیل کچھ یوں ہے مسٹر علی کہ وینس میں ہونے والی ایک خاص کانفرنس میں مشرقی جرمنی کی ایک تنظیم کچھ خاص مذاکرات کرنا چاہتی ہے یہ مذاکرات ایک خاص نکتہ نگاہ سے ہمارے نظریات کے خلاف ہیں اور ہم اس کانفرنس کی کامیابی کے حق میں نہیں ہیں ایک ایسی شخصیت اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے استعمال کی گئی ہے جو دو سیاسی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر وہ شخصیت اس تنظیم کے سامنے اپنی حمایت کا اعلان کر دے تو تحریک کو بے شمار فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں اس کانفرنس کو ناکام بنانے کے لیے کام

کر رہا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ یہ شخصیت پیرس سے سفر کرے گی۔ چنانچہ ہم مصروف ہو گئے۔ ہم نے انتہائی جانفشانی سے ایک پلان تیار کیا اور طیارے کو اغوا کرنے کے لیے اسی کے ایک فرد کو استعمال کیا لیکن جن لوگوں کے سپرد میں نے یہ کام کیا تھا وہ میری توقع کے مطابق اسے انجام نہیں دے سکے۔ حالانکہ مجھے وہ لوگ تھے لیکن میرے گروہ کے نہیں تھے۔ میں نے کچھ اور لوگوں کی پیشکش قبول کر لی تھی اور اپنے ساتھیوں کو نہیں بلایا تھا۔ اگر ان کی جگہ وہ ہوتے تو صورت حال دوسری ہوتی۔ بہرحال [illegible] ہوئی ہے لیکن۔" اولیو باورڈ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا پھر عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولا "میں نے تو خلوص دل سے سب کچھ بتا دیا ہے علی۔ تم بھی تو کچھ بولو!"

"میں کیا بولوں باورڈ؟ اس وقت حاضر آف سچویشن تم ہو۔"

"تو تمہارا بالآخر... تنظیم آزادی فلسطین سے کچھ جوڑ ہو گیا"

"الحمدللہ۔ میری دلی آرزو پوری ہو گئی ہے"

"کیا ملا تمہیں اس سے؟"

"بہت کچھ۔ جس کا اظہار تمہارے سامنے ضروری نہیں ہے"

"ویسے تنظیم کے لیے تم بڑے زبردست کارنامے انجام دے رہے ہو۔ تم نے جینڈرک اور مارگیل جیسے اہم لوگوں کو موت کی وادی میں اتار دیا۔ بڑا فائدہ ہوا ہے اس تنظیم کو تمہاری شمولیت سے"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی باورڈ"

"کیا؟"

"اس جگہ اس مقام پر اس ناخوشگوار ماحول میں تم آ گئی۔ تفصیلات کیوں بتا رہے ہو؟ اس میں تمہاری کیا دلچسپی ہے۔ تفصیل میں گئے تو لوگ یقینی جان لیں گے کہ ابھی چند روز قبل تمہاری زندگی میرے رحم و کرم پر تھی اور میں نے تمہاری جان بخشی کر دی تھی"

"ہاں۔ میرے دوست تم سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ میں تم سے ان کا تعارف نہیں کراؤں گا لیکن یقین کرو تمہارے بارے میں معلوم ہوا تو خود مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے لوگوں کی ناکامی اور تباہی کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ اس بات لوگوں نے خاص کر میرے عزیز مسٹر ریکسن نے جن کا اصل نام پاپ ایڈورڈ گس ہے، شدید حیرت کا اظہار کیا۔ انھوں نے تمہارے بارے میں تفصیلات پوچھیں۔ میں نے جب انھیں تمہارے بارے میں بتایا تو یہ حیران رہ گئے اور انھوں نے تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ہاں! یہ حقیقت ہے میرے دوست کہ کچھ عرصہ قبل ایسی پوزیشن آ گئی تھی کہ میری زندگی مسٹر علی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ چاہتے تو مجھے قتل کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور مسٹر علی اس کے جواب میں میں بھی تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ البتہ

کر کے مرنے کی بجائے بھوکوں مرنے کو ترجیح دوں گا میری ڈیوٹی پہلے اور میں اپنی ڈیوٹی سے انحراف نہیں کر سکتا"

"ضرور! لیکن بہت سی باتیں میرے ذہن میں ابھی تشنہ رہ گئی ہیں مسٹر باورڈ" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں! ہم لوگ تفصیلی گفتگو کرنے کے موڈ میں ہیں۔ میں زیادہ وقت تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا علی! تمہیں دیکھنے کے شوق میں چلا بھی آیا اور پھر یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ اب تک ان لوگوں کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔ بہرکیف تم پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو"

"یہ سب کچھ کیا ہے کیوں ہے مسٹر باورڈ؟"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس مشن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میں ایک دوسرے مقصد سے یہ سفر کر رہا تھا اور ظاہر ہے اس کے بارے میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ یہ سب کچھ جو اچانک درمیان میں پیش آیا میری توقع کے خلاف ہے"

"میں تمہیں تو نہیں کر سکتا مسٹر علی تاہم تم مصر ہو تو اتنا کہہ دوں کہ تمہیں اس کانفرنس کے بارے میں تو بتا ہی چکا ہوں وہ کانفرنس کامیاب نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس سے تنظیم کو جو فائدہ حاصل ہوگا وہ ہمارے دوستوں کے حق میں نہیں ہے [illegible] دوستوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں پہلے ہی تمہیں اس شخصیت کے بارے میں بتا چکا ہوں جو اگر اس کانفرنس میں شریک ہو گئی تو تنظیم کے مقاصد کی کامیابی کے امکانات روشن ہو گئے چنانچہ ہم نے سوچا کہ اس شخصیت کو اغوا کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بنالیں لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ ہمیں اس کے بارے میں تفصیلات مہیا نہیں ہو سکی تھیں۔ خیال ہے ہمیں اس کی نشاندہی ہوئی تھی وہاں بھی اس کے بارے میں مکمل طور پر معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لہٰذا جس قدر معلومات ہمیں حاصل تھیں ان کی بنا پر یہ اندازہ قائم کر لیا کہ وہ شخصیت اس فلائٹ سے سفر کرے گی اس جہاز کو پائلٹ کر ہم نے ساتھ ملا لیا۔ ہمارے کچھ آدمیوں نے اس طیارے سے سفر بھی کیا۔ اتفاق سے سرفہرست تم مسٹر ریکسن کو کہہ سکتے ہو مسٹر ریکسن ہمارے ملک خاص کے ایک اہم رکن ہیں۔ ان کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے جو طیارے کے حادثے کا شکار ہو گئے۔ مسٹر ریکسن کا کہنا ہے کہ وہ خود بھی اتفاقیہ طور پر زندہ بچ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا کام باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ مقصد اس مطلوبہ شخصیت کی تلاش تھی۔ مسٹر ریکسن نے طیارے میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شخصیت کون ہے۔ وہ زندہ سلامت طیارے سے باہر نکلے تو انھیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ وہ شخصیت بھی زندہ ہے مسٹر علی! اور تم نے جو کچھ کیا ہے مسٹر ریکسن کے بیان کے مطابق اس کی تردید بھی ہو جاتی ہے"

"مثلاً؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ اس انکشاف سے مجھ پر ایک سنسنی سی طاری تھی کہ وہ شخصیت ریکسن کی نگاہ میں ہے مجھے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ میں ریکسن کو اس سلسلے میں ہلکے چکے لے چکا ہوں۔ کچھ گزری ہوئی باتیں مجھے یاد آنے لگیں اور اسی وجہ سے میرے بدن میں سنسنی دوڑتی رہی۔

"مثلاً مسٹر علی! میرا خیال ہے بلکہ جو باتیں مسٹر ریکسن نے مجھے بتائی ہیں ان کے مطابق یوں لگتا ہے جیسے تم خود بھی اس شخصیت سے ناواقف تھے اور اس کا کھوج لگا رہے تھے۔ شاید تمہیں مسٹر ریکسن پر بھی یہ شبہ ہوا تھا کہ ممکن ہے مسٹر ریکسن ہی وہ شخصیت ہوں"

میں نے ریکسن کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا "لیکن مسٹر باورڈ! بعد میں مسٹر علی کا یہ شبہ دور ہو گیا تھا۔ میں نے خود بھی اس سلسلے میں مسٹر علی کو الجھائے رکھا تھا لیکن ایک رات کو میں نے دیکھا کہ مسٹر علی، مسٹر ہا بیکر پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں اور مسٹر ہا بیکر کی سیکرٹری مس مورنا سے ان کے تعلقات مراسم بڑھ چکے ہیں" ریکسن کے ان الفاظ پر ایک بار پھر میرا دل دھڑک اٹھا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ میرا خیال درست تھا یعنی مسٹر ہا بیکر ہی وہ شخصیت تھی۔

میں خاموش رہا تو اولیو باورڈ نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا "اس وقت مسٹر ریکسن تصدیق کر چکے اور مسٹر ہا بیکر کا نام لے دیا تو مسٹر علی تمہیں یہ معلوم ہے کہ مسٹر ہا بیکر ہی وہ شخصیت ہے جو تمہاری تنظیم کے مفاد کے لیے وینس تک کا سفر کر رہی ہے"

میرے چہرے پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا اور کہا "مسٹر باورڈ تم جیسے ذہین آدمی سے میں اس بات کی توقع نہیں رکھتا۔ کیا تمہیں خود بھی احساس ہے کہ تمہارے الفاظ کس قدر بودے ہیں؟ ایک طرف تم کہتے ہو کہ میں اس شخصیت کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور وینس میں ہونے والی کانفرنس سے کسی طرح میرا بھی واسطہ تھا۔ سب سے پہلے تو میں تم سے یہ سوال کروں گا مسٹر باورڈ کہ تم نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ میرا تعلق کسی طرح تنظیم سے ہے۔ کیا تم مجھے اس بات کا جواب دو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں! طیارے کے اغوا کے وقت جبکہ اس کے بعد بھی تم جس طرح تنظیم کے افراد کے ساتھ گھل مل رہے تھے اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ تم ان ہی میں سے ایک ہو"

"تم امریکہ سے میرے پیچھے لگے ہوئے ہو مسٹر باورڈ کیا لندن سے روانگی کے وقت کوئی ایسی صورت حال تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ میرا تعلق کسی طور تنظیم سے قائم ہو چکا ہے؟"

"نہیں۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکا" باورڈ نے اعتراف کیا۔

"تم تو مجھے لندن میں تلاش کر رہے تھے، لندن پولیس کے ساتھ مل کر میری کھوج میں تھے؟"

"ہاں اور میرے علم میں یہ بات بھی آ گئی تھی کہ لندن کی زیر زمین خفیہ تنظیموں سے بھی تمہارا تعلق قائم ہو چکا ہے۔"

"تو پھر تم نے کیسے تصور کر لیا کہ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے بھی ہو گیا ہے؟"

"میری معلومات کو تم چیلنج نہیں کر سکتے مسٹر علی!" باورڈ نے جواب دیا۔

"چلو میں یہ بھی مان لوں کہ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہو گیا ہے تو مسٹر باورڈ اب اس بات پر آ جاؤ کہ کیا کسی ایسی شخصیت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں اس سے اتنا ہی ناواقف رہتا جس کے تحفظ کی ذمے داری میرے سر پر ہوتی؟ میں تنظیم کے لیے کام کرتا ہوں اور وہ شخصیت بھی تنظیم کے مفاد کے لیے کام کر رہی ہے میری اس سے اس قدر عدم واقفیت کیا عقل تسلیم کرتی ہے؟"

باورڈ اپنا گال کھجانے لگا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت یہ ایک الجھا ہوا سوال ہے جس کا جواب میں ابھی نہیں دے سکتا۔ بہرحال اس بات کا امکان بھی ہے کہ مسٹر ریکس کو غلط فہمی ہوئی ہو اور تمہیں واقعی اس بارے میں معلومات نہ ہوں لیکن پھر تمہیں یہ پتا نہ ہو گا کہ تمہارا محسن کیا تھا!"

"کیا یہ کسی طرح ممکن ہے مسٹر باورڈ؟" میں نے پوچھا اور باورڈ کے چہرے پر ایک بار پھر غصے کے آثار نظر آنے لگے۔

"میں اسے ممکن بنا لوں گا مسٹر علی۔" اس نے جواب دیا۔

"میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

باورڈ غصے سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ غصے کو دبانے کی انتہائی جدوجہد کر رہا ہو۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اوکے مسٹر علی! میں تمہارے اس اعتماد کو پاش پاش کر دوں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔ فی الحال مجھے کچھ دوسرے کام کرنے ہیں۔" پھر اس نے سامنے موجود لوگوں سے کہا۔ "علی کو بیرک نمبر آٹھ میں بند کر دو۔ دوسرے لوگوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچا دو اور مسٹر ہاکر اور ان کی سیکرٹری کو بھی رہنے دو۔"

مونا کا چہرہ دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید نظر آ رہا تھا۔ ہنگل اور دوسرے تمام لوگ واپسی میں میرے چہرے کو عجیب انداز میں دیکھ رہے تھے۔ یہی غنیمت تھا کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ بند کرنے کے بجائے ایک الگ بیرک میں بند کیا گیا تھا جہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا ورنہ وہ لوگ سوالات کر کے میری ناک میں دم کر دیتے۔

یہ بیرک بھی اس پہلی بیرک کی مانند غلیظ تھی۔ طویل و عریض جگہ اور میں تنہا تھا۔ سردی اب بھی شباب پر تھی۔ بیرک کے کھلے روشن دانوں سے سرد ہوائیں اندر آ رہی تھیں اور میرے بدن میں کپکپی دوڑ رہی تھی۔ کافی دیر تک میں ایک دیوار سے کمر ٹکائے بیٹھا رہا۔ سوچوں میں بھنور پڑ رہے تھے۔ بیروت سے چلنے کے بعد سے اب تک کے واقعات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ آخر میں مجھے لوبو یاد آیا اور میرے دل میں کسک سی پیدا ہو گئی۔ لوبو میرا دوست، ایک قابل اعتماد ساتھی جس کی نگاہوں میں زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، حلق بند سا ہونے لگا تھا۔ کافی دیر تک میں لوبو کو یاد کرتا رہا۔ مجھے اس کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا لیکن آنکھوں دیکھی کو کیسے جھٹلا سکتا۔ جب ہیلی کاپٹر سے مشین گن نے فائرنگ کی تھی تو کچھ افراد گر کر لڑھک گئے تھے۔ ان میں لوبو بھی تھا اور ایڈلر بھی۔ وہ شخص بلاوجہ دوسروں سے نفرت کرتا تھا اور دوسروں کی نفرت کا شکار تھا۔ بیرک نے میرا ذہن کیسے کیسے خیالات کی آماجگاہ بنا دیا۔ بہرحال میں اپنی جگہ لیٹ گیا۔ بدن ٹوٹتا ہوا سا تھا اور عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ دفعتاً رات کے سناٹے میں فائرنگ کی آواز گونجی۔ میں چونک پڑا۔ صورت حال معلوم کرنے کے لیے میں بیرک کے دروازے پر آیا اور سلاخوں سے چپکنے لگا۔

دوسری طرف سے ایک کرخت آواز ابھری۔ "کیا بات ہے؟"

"یہ فائرنگ کیسی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"بہت اچھی تھی۔ تم آرام کرو۔ ابھی تمہاری باری نہیں ہے۔" جواب ملا۔

ان لوگوں کے انداز میں تمسخر تھا۔ اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس فائرنگ سے پریشان نہیں ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ شاید انھوں نے مسٹر ہاکر اور مونا کو گولی مار دی۔ یقیناً اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا۔

میں دروازے کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ تنظیم نے جو ذمے داری مجھے سونپی تھی اس بار وہ پوری نہیں ہو سکی تھی۔ مسٹر ہاکر اپنے بھائی کا ساتھ دیتے ہوئے مارے گئے تھے۔ مونا کا تصور کر کے میرا دل بیٹھنے لگا۔ اچھی لڑکی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ کچھ غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ اچانک بیرک کے فرش کے ایک حصے سے ایک آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔

میری متجسس نگاہیں چاروں طرف گھومیں کہ آواز کہاں سے آئی ہے؟

میں انتظار کرتا رہا کہ دوسری بار آواز سنائی دے تو میں اس کی سمت کا اندازہ لگاؤں لیکن اس کے بعد کافی دیر تک کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ میں سوچ رہا تھا شاید یہ سماعت کا واہمہ ہے۔ ذہن سخت منتشر تھا۔ کہانیاں بنانا آسان ہے تو تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں۔ تاہم آج پہلے ہو چکی کرتا دیا اس میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کیں۔ اولیو باورڈ نے بھی تو میرے پیچھے کافی پاپڑ بیلے ہیں۔ اب اگر اس کا زور چل گیا ہے تو تردد اور تاسف کس بات کا! بہتر ہے کہ خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔ وہی ان لوگوں کے چنگل سے نکلنے کا کوئی راستہ فراہم کر دے گی۔

ماضی پر نظر ڈالی تو صاف نظر آتا کہ میرے دشمن بھی کم نہیں تھے۔ اولیو باورڈ صرف پیشہ وارانہ طور پر نہیں بلکہ اپنے وقار کی بقا کے لیے میرا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے میرے خلاف بھرپور کوششیں کی تھیں۔ اب وہ ہمیشہ تو ناکام نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن ساتھیوں کے کردار یاد آتے تو بے کیفی سی طاری ہو جاتی، سارے کردار میری توقع سے بالکل مختلف نکلے اور بلاشبہ ان میں سے بعض کی وجہ سے میں نے دھوکا کھایا لیکن اب یہ ساری باتیں بیکار تھیں۔ اب تو زندگی کے اس نئے سفر کے بارے میں سوچنا تھا۔ کافی غور و خوض کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اولیو باورڈ کو یہاں بھی خوش نہیں ہونے دوں گا۔ اگر میری گرفتاری کے بعد وہ میرے چہرے پر مایوسی اور میرے انداز میں پژمردگی دیکھنا چاہتا ہے تو ان شاء اللہ اس کے دل کی یہ حسرت پوری نہیں ہو گی۔ اگر مجھے تختہ دار پر بھی لے جایا گیا تو میں قہقہے لگاتا ہوا پھانسی کا پھندا قبول کروں گا تاکہ مسٹر باورڈ اگر مجھے اپنے یہودی دوستوں کے سامنے پیش کر کے سرخروئی حاصل کرنے کی کوشش کرے تو میں انھیں انگوٹھا دکھاؤں گا۔

ان احساسات نے مجھے سکون بخشا۔ سو اطمینان سے لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور خاموش خیال کو آزاد چھوڑ دیا۔ خیال کی بے لگام پرواز ایک حسین سرزمین پر پہنچ گئی اور ایک جانی پہچانی خوشبو سے ذہن معطر ہو گیا۔

لہلہاتے کھیتوں کی شادابی، الھڑ مٹیاروں کی اٹکھیلیاں، بیلوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی موسیقی، بانسری کی لے میں ہیر کی تان، یہ میرا وطن تھا۔

وطن عزیز! میں تجھے کچھ نہ دے سکا۔ اگر تقدیر یہاں نہ لاتی تو سب کچھ ختم کر کے، تعلیم مکمل کر کے تیری آغوش میں پہنچ جاتا، تیری پاک مٹی میں خود کو سمو دیتا اور تیرے لیے اپنا رواں رواں وقف کر دیتا لیکن میرے پاکستان! دنیا کے ہر خطے میں تیرا ایک بیٹا تیرے نام کی سربلندی اور اسلام کی خاطر جان دے دے گا۔ جس وقت مجھے موت کی سزا دی جائے گی میں فخر سے گردن تان کر کہوں گا کہ میرے دشمنو! اسلام کے دشمنو! میں ایک پاکستانی ہوں۔ ایک مسلمان۔ کسی ذاتی مفاد کی بنا پر کسی کے خلاف صف آرا نہیں ہوا تھا۔ میں اپنے وطن کی طرف سے اپنے بھائیوں کے لیے ایک حقیر سا تحفہ تھا۔ میں اپنے سوہنے شہر قصور کی طرف سے اپنی زندگی کا ناچیز نذرانہ پیش کر رہا ہوں۔ میرے دوستو! میرے ارض پاک کا یہ نذرانہ قبول کرو اور اطمینان رکھو، میرا مقدس وطن ہر اس جگہ جہاں مسلمان بستے ہیں، مجھ جیسے لوگوں کے نذرانے پیش کرتا رہے گا۔ میرے وطن کی زرخیز مٹی سے جنم لینے والے عزم و استقلال کے پیکر ہیں اور یہودیوں کے ناپاک عزائم کو ان فولادی انسانوں سے جگہ جگہ شکست کھانا ہو گی۔

خیال کی کڑیاں جیسے بکھر رہی تھیں کہ آواز پھر ابھری۔ یہ آواز پہلی آواز سے مختلف نہیں تھی۔ میں پھر چونکا۔ بیرک کی دیواریں کنکریٹ کی تھیں اور اس کا فرش بھی لکڑی کا تھا۔ آواز فرش سے ہی آئی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ فرش کو تھپتھپانے کی آواز تھی۔ کوئی آہستہ آہستہ فرش کو تھپتھپا رہا تھا۔ مجھے اس جگہ کا اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی جہاں سے آواز آ رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھ کر وہاں پہنچا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ جواباً میں نے بھی فرش تھپتھپایا تو رخنوں سے ایک آواز ابھری۔ "اگر تم جاگ رہے ہو تو بات کرو۔" زبان انگریزی تھی۔

"ہاں میں جاگ رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"دوست!"

"کہاں ہو؟"

"قبر کی گہرائیوں میں۔ تمہیں یقیناً سردی لگ رہی ہو گی۔ کیا میں تمہیں سردی دور کرنے کا ایک بہترین نسخہ بتاؤں؟"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے اس قید خانے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہاں ہے، کیا نام ہے اس جگہ کا؟ کس قسم کا ہے؟ دوسرے کتنے قیدی ہیں یہاں اور ان کا تعلق کس ملک یا خطے سے ہے؟ یہ ضروری نہیں تھا کہ اس دور دراز مقام پر جتنے قیدی ہیں وہ سب فلسطین سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ بہرحال یہ علاقہ اسرائیل کا بھی نہیں تھا۔ اولیو باورڈ امریکی تھا۔ امریکا کے اثر و رسوخ کے بارے میں کسی شک و شبہے کی گنجائش سرے سے نہیں ہے۔ ہرچند کہ بہت سے ممالک پر اس کی گرفت کمزور ہے، تاہم جہاں تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوتے ہیں، وہاں وہ مکمل حاوی ہے۔ اتنا تو میں جانتا تھا کہ میں امریکا میں نہیں ہوں لیکن اولیو باورڈ جس طرح یہاں با اختیار نظر آ رہا تھا اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ یہ جو بھی جگہ ہے یہاں اس کا مکمل کنٹرول ہے۔ اس کے ساتھ یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں تھا کہ یہ ایک باقاعدہ قید خانہ تھا۔ یہاں قرب و جوار میں کوئی شہر موجود تھا یا نہیں۔ جن حالات میں یہاں تک لایا گیا تھا وہ بے حد تکلیف دہ تھے۔ خاص طور سے اس لیے کہ مجھے اس جگہ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

اولیو باورڈ نے جو داستان سنائی تھی اس پر غور کرتا تو بڑی

سستی سی محسوس ہونے لگی تھی میں اپنی چال چل رہا تھا اور وہ اپنی۔ اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اس بار وہ کامیاب ہو گیا ہے۔ تنظیم کا مشن تو ادھورا ہی رہ گیا تھا افسر اس کانفرنس کے لیے اس شخصیت کی حفاظت نہیں کر سکا تھا جو تنظیم کے حق میں تھی۔ اس سلسلے میں پہلے بھی غور کر چکا تھا اور اب بھی میرا خیال یہی تھا کہ اگر مجھ پر بھروسہ کیا جاتا اور اس شخصیت کے بارے میں تفصیلات بتا دی جاتیں تو شاید صورت حال مختلف ہوتی۔ ممکن تھا کہ کوئی اور منصوبہ میرے ذہن میں آ جاتا یا مدافعت کے لیے میں اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد میں اپنی راہیں دوسرے لوگوں سے مختلف کر لیتا اور خود کو صرف اپنے مشن کی تکمیل تک کے لیے محدود رکھتا۔ ہو سکتا تھا کہ اس طرح میں اسٹیگر اور مورنا کو بچا لے جاتا۔ بہرحال اب یہ تمام احساسات بعد از وقت تھے مجھے یہ اعتراف کر لینے میں عار نہیں کہ اولیو پارڈو اب مکمل طور پر مجھ پر حاوی ہو گیا تھا۔

خیالات کی رو میں بہ کر میں چند لمحوں کے لیے اس آواز کو فراموش کر بیٹھا تھا وہ پھر سنائی دی۔ "کیا سردی نے تم سے قوت گویائی چھین لی ہے دوست؟"

"نہیں، میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"اتنی طویل سوچ؟ کیا ایسے مقامات پر طویل سوچیں کارآمد ہوتی ہیں؟"

"تم کیا ہو کون ہو؟ کچھ معلوم تو ہو۔"

"کوئی بھی بات معلوم کرنے کے لیے جدوجہد کرنا ہوتی ہے۔ لیکن میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہیں سردی دور کرنے کا ایک نسخہ بتاؤں؟"

"بتاؤ۔" میں نے اب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"تو لو اسے سنبھالو۔" آواز ابھری اور فرش کے ایک کٹے ہوئے چوڑ میں سے کوئی چیز باہر نکلنے لگی میں نے بغور دیکھا چھو کر معلوم ہوا کہ فولاد کی ایک تار نما آری تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ابھر کر اوپر آ گئی۔ تقریباً ایک فٹ لمبی تھی لیکن نفیس قسم کی اور لچکدار تھی میں نے اسے ہاتھ میں لے لیا۔

آواز پھر آئی۔ "اب تم اس آری سے فرش کا ایک چوکور تختہ اس طرح کاٹو کہ ایک آدمی اس میں سے آسانی سے آ جا سکے لیکن اس بات کا دھیان رکھنا کہ تختہ تھوڑا سا ترچھا کر کے کاٹا جائے تاکہ اسے فرش میں بٹھانے رکھنے میں دقت نہ ہو اور تم جب چاہو اسے نیچے سے اوپر اٹھا دو یا اوپر ہی سے اٹھا کر نیچے نکل سکو۔" میں دلچسپی سے آری کو ہاتھ میں لیے دیکھ رہا تھا اور وہ اجنبی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "اور یہ کام بہتر ہوگا کہ آج ہی رات میں مکمل ہو جائے تختہ کاٹنے کے بعد تم اسے چھپانے کا بھی معقول بندوبست کر سکتے ہو کل کا دن اگر اس بیرک میں گزار دو تو رات کو بے خطر کارآمد ہو گی۔"

"تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا فائدہ، میری شکل تمہارے سامنے نہیں ہے تاہم اس مشقت سے فارغ ہو جاؤ اس کے بعد کل رات ہم ملاقات کریں گے۔"

بات سمجھ میں آنے کی تھی میں خاموش ہو گیا تب نیچے سے آواز ابھری۔ "اچھا خدا حافظ، میں چلتا ہوں۔"

"سنو! ایک بات سنو! کیا میں تمہارا نام بھی نہیں پوچھ سکتا؟"

"فی الحال تم مجھے نمبر دو لکھ سکتے ہو۔ میں سمجھ چکا ہوں کہ ہم جو بھی گفتگو کریں گے آمنے سامنے بیٹھ کر کریں گے سامنے آئے بغیر کسی قسم کی بات چیت حماقت ہی ہوگی۔ ویسے تمہیں اتنا بتا دوں کہ میں بھی ایک قیدی ہوں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے فرار کی منصوبہ بندی کر رہا ہوں۔ تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کا ایک اہم مقصد ہے جو تمہیں براہ راست ہی بتایا جا سکتا ہے۔ لیکن میں چلتا ہوں اس سے زیادہ رکنا میرے لیے بھی خطرناک ہوگا۔ جس جگہ میں ہوں، وہاں کی سردی کے بارے میں تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی جیسے چھوٹے پتھر کھسکنے کی آواز تھی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میں آری ہاتھ میں لیے اس جگہ کو بغور دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں متعدد خیالات آ رہے تھے۔

اولیو پارڈو نے اسٹیگر اور مورنا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے پتا نہیں باقی لوگوں کے ساتھ اس نے کیا سلوک کیا۔ عجیب صفت انسان۔ جس قسم کی فطرت کا مالک تھا اس کا تجربہ میں کر چکا تھا۔ یہ سمجھا کہ لیے جو کچھ بھی ہو لیکن وہ بیان زیادہ لوگوں کو پالنا پسند کرے گا۔ اس کا انداز صرف یہی ہوگا چنانچہ باقی لوگوں کو اس نے گھاس کی طرح کاٹ کر پھینک دیا ہوگا۔ صرف مجھے اپنے تحفظ کے لیے اپنی قوت استعمال کرے گا۔ میری طرف سے اسے اطمینان تھا۔ پھر سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے اس نادیدہ دوست کی ہدایت پر عمل کروں، ہر چند کہ یہ کام آسان نہیں تھا۔

بیرک کے فرش کے تختے ذرا بھی لچک نہیں رکھتے تھے۔ دیواروں کی کڑواہٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی موٹائی بھی زیادہ ہے۔ شاید کچھ ہلکی ہوں لیکن فرش پوری مضبوطی سے بنایا گیا تھا اور خود میں آری چلا کر ایک چوکور ٹکڑا کاٹنا آسان کام نہیں تھا۔ یہ سچ تھا کہ جب میں نے آری کا استعمال شروع کیا تو رفتہ رفتہ سردی کا احساس کم ہونے لگا۔ آری رکھنے میں بار بار لگنے سے میری انگلیاں زخمی ہو گئیں لیکن میں ایک چھوٹا سا گول دائرہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس دائرے سے گھوم کر جب شروع ہوئی تو آسانی سے کام کرنے لگی۔ شاید اس کی آری بہت عمدہ تھی لیکن اس کی کارکردگی بہت سست تھی۔ میں نے اس تختے کی موٹائی کا اندازہ لگایا تو پتا چلا کہ وہ تقریباً ساڑھے چار انچ موٹا ہے۔ ساڑھے چار انچ موٹے تختے کو تقریباً دو فٹ لمبا کاٹنا آسان کام نہیں تھا تاہم اپنے آپ کو مصروف رکھنے کا بہترین ذریعہ تھا چنانچہ میں مصروف رہا۔ وقت کا اندازہ لگانا میں نے چھوڑ دیا تھا۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا تھا کہ لکڑی کاٹنے کی آواز سے زیادہ سرسراہٹ نہ پیدا ہو۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بیرک کے باہر سخت پہرے دار کتنے فاصلے پر ہوں۔

دو فٹ لمبا تختہ کاٹنے کے لیے مجھے تقریباً تین گھنٹے شدید محنت کرنا پڑی تھی لیکن ابھی مزید ڈیڑھ گھنٹے کی مشقت باقی تھی اگر یہی رفتار رہی تختے کی تو شاید میں آج رات اس میں کامیاب نہ ہو سکوں البتہ سردی کا احساس بالکل زائل ہو گیا تھا۔ تختے کافی چوڑے چوڑے تھے اور دوسرے رخ تک پہنچنے کے لیے تقریباً چار فٹ مزید کٹائی باقی تھی میں آری کو دو فٹ کے دائرے میں گھمانے کی کوشش کرتا رہا۔ بڑا مشکل کام تھا ذرا بھی اگر ہاتھ غلط پڑ جاتا تو آری ٹوٹ سکتی تھی تیز دھار ہونے کے باوجود بہت ہی نازک اور پتلی تھی۔

جب دو فٹ کے قطر کا تختہ اپنی جگہ سے الگ ہوا تو صبح کی روشنی دیواروں کے رخنوں سے پھوٹ کر اندر آ رہی تھی۔ تھوڑا سا کام باقی رہ گیا تھا تختہ اب برائے نام فرش سے جڑا ہوا تھا۔ باہر قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں کبھی کبھی بولنے کی آوازیں بھی آتیں بالآخر اپنا کام روک دینا۔ میرا نادیدہ دوست دوسری رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کر کے گیا تھا میں نے بڑی احتیاط سے تختے کے خلا کو برابر کیا۔ آری ایک محفوظ جگہ چھپا دی اور وہیں لیٹ گیا۔

ساری رات کی سخت جاں کاہی سے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ نیند چونکہ ایک لمحے کو بھی نہیں لی گئی تھی اس لیے آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔ بہرصورت میں لیٹا رہا اور اس وقت چونکا جب بیرک کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی اندر روشنی کی شعاع ہوئی۔ تیز روشنی نے میری آنکھیں بند کر دی تھیں۔ غالباً میرے لیے ناشتہ لانے والے تھے۔ کئی آدمی تھے۔ ایک نے آگے بڑھ کر درشت لہجے میں کہا "اٹھ جاؤ بہت دیر ہو گئی صبح ہو چکی ہے۔"

میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا اس نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھ دی تھی۔ اس میں چند توس اور چائے کا ایک مگ رکھا ہوا تھا۔

"ناشتا کر لو۔" اس شخص نے اسی درشت لہجے میں کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔

کا... نا گیلی سی بھاپ مگ سے اٹھ رہی تھی رات کی شدید سردی سے گزرنے کے بعد چائے کا مگ ایسا نہیں تھا جسے ایک لمحے کے لیے بھی نظرانداز کیا جا سکتا۔ چنانچہ میں بھوکے عقاب کی طرح اس پر جھپٹا اور تیز گرم چائے حلق میں اتارنے لگا۔ اس چائے نے میرے بدن میں گھسی ہوئی سردی کو کافی حد تک زائل کر دیا۔ توس میں نے نہیں چھوئے کیونکہ کوئی خاص بھوک بھی نہیں لگ رہی تھی۔

چائے سے فارغ ہونے کے بعد میں آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ کوئی خاص بات ذہن میں نہیں آ رہی تھی مختلف موہوم سے خیالات منڈلا رہے تھے۔ اس طرح دوپہر ہو گئی۔ اس وقت جو کھانا میرے لیے آیا وہ قدرے بہتر تھا اور پھر بھوک بھی لگ رہی تھی۔ میں نے پیٹ بھر کر کھایا۔

دن بھر غنودگی طاری رہی۔ شام ہوئی اور پھر رات آئی۔ کھانا لانے والوں کے علاوہ پورا دن کسی اور سے سامنا نہیں ہوا۔ مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ اولیو پارڈو کیا چکر چلا رہا ہے یا میرے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا۔ اس شخص کے بارے میں تجسس تھا جو پچھلی رات کو عجیب سے انداز میں مجھ سے ہمکلام ہوا تھا اور جس کی تحریک پر میں رات بھر کام کرتا رہا تھا کسی حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ اس سے میرا حوصلہ بڑھا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس رات بھی اتنی ہی محنت کرنا پڑی تو شاید مجھے اس میں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔

اندازے کے مطابق رات کا نصف پہر گزر گیا ہوگا۔ سردی حسب معمول شباب پر تھی اور بیرک کے رخنوں سے یخ بستہ ہوا حملہ آور ہو رہی تھی کہ پھر اسی طرح فرش کے نیچے سے کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیرک کے دروازے پر گیا اور کان لگا دیے باہر مکمل خاموشی تھی۔ سناٹے کا راج تھا۔ قدموں کی چاپ یا باتیں کرنے کی آوازیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ پہرے دار آرام کر رہے تھے البتہ رخنوں سے جھانکنے پر اندازہ ہوا کہ یہاں سرچ لائٹ لگائی گئی تھی جو کسی بلند ٹاور پر گھوم رہی تھی۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر وہاں پہنچا جہاں تختہ کٹا ہوا تھا اور جھک کر کہا "میں اپنا کام مکمل کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ غالباً تم دروازے کی طرف جا کر باہر کی آہٹیں سن رہے تھے۔" نیچے سے آواز آئی۔

"ہاں۔"

"میں نے تمہارے قدموں کی چاپ سے یہ بات محسوس کر

لی تھی لا جواب طاہ۔

اس کے بعد کٹے ہوئے تختے کی نچلی طرف زور لگایا جانے لگا۔ وہ ٹکڑا تھوڑی سی دقت کے بعد اوپر نکل آیا پھر اس میں سے ایک شخص کا سر برآمد ہوا اور آہستہ آہستہ سر اوپر ابھر آگیا پھر وہ ہاتھ خلا کے کناروں پر جم گئے اور چند ثانیے بعد ایک دبلا پتلا شخص باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے بھاڑ جھنکاڑ سے اس کی عمر کا صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا۔ گول گول سرخ آنکھیں پتلے پچکے ہوئے ہونٹ۔ بے تحاشا بڑھی ہوئی داڑھی مونچھیں دیکھنے میں تو کوئی عجیب الخلقت لگتا تھا۔ پیشانی اور ہونٹوں کی بناوٹ سے پتا چلتا تھا کہ ذہین اور سنگدل ہے۔ جسم چھریرا تھا لیکن پھر بھی مضبوط نظر آتا تھا۔

وہ مسکرا کر میری طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "قبر والا؟"

میں نے بھی مسکرا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آہستہ سے کہا۔ "یہ تمہارا نام تو نہ ہوا نا؟"

"ہاں، یہ میرا نام نہیں ہے لیکن بہتر ہوگا کہ نام کے چکر میں نہ پڑو۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بارے میں پورے چوبیس گھنٹے سوچ کر گزارے ہیں۔"

"قدرتی بات ہے۔"

"تم نے کہا تھا کہ ملاقات ہونے پر تم اپنے بارے میں بتاؤ گے؟"

"میں صرف تمہیں تمہارے بارے میں بتا سکتا ہوں مسٹر علی یار خان!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"خوب! میرے بارے میں جس قدر مجھے معلوم ہے اس کے علاوہ کچھ بتاؤ گے تم؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، ظاہر ہے اس سے زیادہ تو کوئی بھی نہیں جانتا ہوگا۔ میں بھی تفصیل سے تمہارے بارے میں نہیں جانتا لیکن میرے سپرد یہ ذمہ داری میرے ایک ایسے دوست نے کی ہے جس کے احسانات سے میرا رُواں رُواں بندھا ہوا ہے۔"

"کمال ہے کون ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر ایڈلر!" اس نے جواب دیا اور میں اچھل پڑا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "تو کیا ایڈلر نے تمہاری ڈیوٹی یہ لگائی ہے کہ تم اس بیرک میں داخل ہو کر مجھے قتل کر دو؟"

"نہیں، میرے دوست! مسٹر ایڈلر تو یوں سمجھو کہ محبت کا سمندر ہیں۔"

"ہاں میں بھی اس سمندر میں غوطے لگا چکا ہوں!" میں نے کسی قدر تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے لہجے اور الفاظ پر غور کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ مسٹر ایڈلر نے مجھے دیکھا اور میں نے بھی انھیں دیکھ لیا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور ہمیں باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ جانتے ہو مسٹر ایڈلر نے مجھ سے کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ اس بیرک میں ایک ایسا شخص قید ہے جو ان کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے میں ان کا ایک زبانی پیغام اس شخص تک پہنچا دوں اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے اس کی مدد کروں۔ انھوں نے مجھے تمہارا نام علی یار خان ہی بتایا تھا۔ بتاؤ کیا انھوں نے غلط کہا تھا؟"

"نہیں!" میں نے بے اختیار کہا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں چکرا سا گیا تھا۔

وہ کہنے لگا۔ "مسٹر ایڈلر نے مجھے زیادہ تفصیلات نہیں بتائیں کیونکہ آرگوما ٹن کے قید خانے میں کوئی غیر متعلق شخص زیادہ دیر گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا انھوں نے صرف اتنا کہا کہ اس بیرک میں موجود ایک قیدی ان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ تو کچھ دیر کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے لیکن اس قیدی کے لیے وہ سخت پریشان ہیں۔ تب میں نے انھیں بتایا کہ اگر وہ اس قیدی کی آزادی چاہتے ہیں تو میں اس سلسلے میں اس کی مدد کر سکتا ہوں۔ انھوں نے نہایت مختصر الفاظ میں میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں یہ کام کر سکوں تو وہ ہمیشہ میرے احسان مند رہیں گے۔ حالانکہ بات الٹی ہی ہے مسٹر علی یار خان۔ زندگی بھر تو میں ان کا احسان مند ہوں۔ کچھ ایسے ہی معاملات تھے جن کی تفصیل تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"

"تو مسٹر ایڈلر نے کوئی پیغام دیا ہے میرے لیے؟" میں نے اس پُراسرار شخص کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں پیغام نوٹ کرو۔ مسٹر ایڈلر نے جو الفاظ تمہارے لیے میرے پاس بطور امانت رکھوائے تھے وہ کچھ یوں ہیں۔

"ڈیئر مسٹر علی! دوران سفر ہماری ملاقات بہت دلچسپ رہی۔ بدقسمتی یہ رہی کہ ہم آپس میں اس حیثیت میں براہ راست نہیں مل سکے جس میں ہمیں ملاقات کرنا تھی۔ تمہیں یہ سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ جس مشن کی تکمیل کے لیے تم اس جہاز میں سفر کر رہے تھے وہ بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ حالات نے ہم دونوں کی مدد کی ہے۔ میرے کچھ دشمن یا وہ لوگ جنھیں میں نے اس سفر کے دوران میں اور اس حادثے کے بعد اپنا دشمن بنا لیا تھا میرے بہترین معاون ثابت ہوئے جب اولیو ہوڈ نے اپنے نائب دکنی سے تمام لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں تو کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکا کہ وہ شخص جس نے ابتدا ہی سے قابل نفرت کردار ادا کیا ہے کسی طور بھی علی یار خان کا دوست ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ تم میرے بارے میں کوئی اندازہ لگا نے میں کامیاب ہو چکے ہو اور اگر نہیں تو سنو! میں ہی وہ شخص ہوں جو اس کانفرنس کی کامیابی کے لیے اس طیارے سے سفر کر رہا تھا جس نے انتہائی کوشش کر کے اپنی پوزیشن محفوظ رکھی ہے۔ جو لوگ ان معاملات سے غیر متعلق ہیں انھیں یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت ہی نہیں۔ میرے لیے پیغام رساں بن گیا تھا، تو اس لحاظ سے اس شخص کو میری کیفیت کا بھی کوئی اندازہ نہ ہوا ہوگا۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں اپنی ساری زندگی اس کی کوشش میں رہا کہ... کبھی زندہ ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہیں۔ میری کوئی اہمیت نہیں، اس لیے مجھے ایک عام سا آدمی سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا اور میں اپنی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔ مجھے انتہائی دکھ ہے کہ تم سے میری دشمنی تمہاری راہ میں رکاوٹ بن گئی لیکن میرے دوست ان حالات میں، میں خود کو بے بس پاتا ہوں اور ندامت کو یہ کہتا ہوں کہ میں اس وقت تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا ہاں جب میں میٹنگ میں شریک ہوں گا تو سب سے پہلے تمہارے بارے میں تفصیلات بتاؤں گا اور پھر پوری کوشش کروں گا کہ کسی طرح تمہیں اس قید سے نجات دلائی جا سکے۔ خدا کرے تم اس وقت تک زندہ رہو۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہارا دوست، ایڈلر!"

جہاز جیسا کمزور سا چہرہ رکھنے والے شخص نے یہ الفاظ اسی طرح دہرائے جیسے وہ کوئی تحریر پڑھ رہا ہو۔ بہترین یادداشت کا مالک تھا لیکن اس کے یہ الفاظ میرے لیے بارودی دھماکے کی مانند تھے اور میرا ذہن ہر لفظ پر۔۔۔ شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا ہوش و حواس کچھ دیر کے لیے ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ یقین نہیں آتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے سچ ہے۔ ایڈلر ایک متنازع شخصیت کا مالک تھا۔ ابتدا ہی سے اس نے اپنے بارے میں ایسے غلط تاثرات ظاہر کیے تھے کہ میں اس کی بھلائی کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکا تھا بلکہ حقیقت یہ تھی کہ میں نے اسے اس کی فطرت کی وجہ سے طرح طرح سے زک پہنچانے کی کوشش کی تھی البتہ یہ جان کر میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تھا کہ مسٹر پائیکر اور موریا وہ لوگ نہیں تھے جن کے بارے میں اولیو ہوڈ کو یہ یقین تھا کہ یہ وہی ہیں جنھیں میں بحفاظت منزل تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں بے چارے ٹھیک ٹھاک لوگ تھے اور اگر میرے اندازے کے مطابق انھیں ہلاک کر دیا گیا تھا تو وہ بے گناہ ہی موت کا شکار ہو گئے۔ پُراسرار شخص غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا لیکن اس کے انداز میں تشویش کی کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ صرف اتفاقیہ طور پر ہی میرے لیے پیغام رساں بن گیا تھا، تو اس لحاظ سے اس شخص کو میری کیفیت کا بھی کوئی اندازہ نہ ہوا ہوگا۔

بمشکل میں نے خود کو سنبھالا اور ممنون نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دوست تم نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا حالانکہ میں تمہارے لیے انکل اجنبی ہوں تاہم میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ تم نے اس پیغام کو پہنچانے پر میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں اور اب جو سوالات میرے ذہن میں الجھ رہے ہیں اگر تم ان کی وضاحت کر دو تو میں تمہارا مزید شکر گزار ہوں گا۔"

"ہاں، ہاں کیوں نہیں کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"یہ علاقہ کون سا ہے؟"

"آرگوماٹن کہلاتا ہے۔ اسپین کا ایک نواحی علاقہ ہے یہ قید خانہ اسپین کی حکومت کا ہے۔"

"اوہ! تو اس کا مطلب ہے کہ ہم لوگ اسپین میں ہیں؟"

"ہاں۔"

"تم یہاں کس سلسلے میں قید ہو؟"

"بے شمار سلسلے ہیں، اس بات کو جانے دو۔ تم یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے اور کیا کر سکتا ہوں؟ اگر تم سگریٹ کے عادی ہو تو میں سگریٹ لایا ہوں۔"

"نہیں شکریہ، میں سگریٹ نہیں پیتا۔ پینا مناسب بھی نہ ہوگا۔ سگریٹ کا پیکٹ میرے پاس سے برآمد ہونے سے وہ لوگ میری طرف سے مشکوک ہو جائیں گے۔ اب تم میرے دوسرے سوال کا جواب دو، اس بیرک کے نیچے کیا ہے؟"

"خلا۔۔۔ بالکل خلا۔ بیرک کا یہ فرش زمین سے تقریباً چار فٹ اونچا ہے اور اس کے نیچے نہایت ناہموار گڑھوں اور جھاڑیوں سے پُر زمین ہے۔"

"تم یہاں تک کیسے پہنچے؟ کیا اس قید خانے کے اطراف میں پہرا سخت نہیں ہے؟"

"آرگوماٹن کے قید خانے میں خطرناک ترین قیدی رکھے جاتے ہیں سو وہ جو سیاسی ہوتے ہیں یا وہ جن سے ڈر رہتا ہے کہ وہ کسی بھی لمحے کوئی خطرناک حرکت کر سکتے ہیں۔ اس لیے یہاں پہرا شدید ہے۔"

"تو پھر تم یہاں کیسے پہنچے؟"

"میری بات کرو دوست۔ میں سانپ ہوں لیکن ایسا سانپ جو زمینوں کا مسافر ہے جس کی گہرائیاں مجھے راستہ دیتی ہیں چنانچہ ان گہرائیوں سے گزر کر ہی میں تم تک آیا ہوں۔"

"سرنگ؟" میں نے متحیر نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں نے اور میرے چند ساتھیوں نے بنائی ہے۔ ہم ان ہی سرنگوں کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تم سے پہلے اس بیرک میں ہمارا ایک ساتھی قید تھا اور یہ سرنگ ہم نے یہاں تک اسی لیے کھودی تھی کہ اس ساتھی سے رابطہ قائم کر سکیں لیکن وہ جلد بازی میں ان لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا اور یہ بیرک خالی ہو گئی۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ تمہیں یہاں لا کر رکھا گیا اور یہ بھی محض اتفاق تھا کہ مسٹر ایڈلر نے تمہارے سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔"

"لیکن یہ سرنگ تم لوگوں نے صرف آپس میں رابطہ قائم کرنے کے

ماضی اس بات کی گواہی دیتا ہے لیکن تم نے میرا وہ سوال گول کر دیا۔ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے امریکا میں تمہاری مدد کی؟"

"مسٹر لارڈ! ظاہر ہے یہ بات آپ کے علم میں آ چکی ہے کہ میں تعاون کا ایک بے بس طالب علم تھا۔ ایران ہال میں جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ غلط تھا اور میں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور حقیقت حال کھل کر بیان کر دی۔ اس کے بعد میری ہی حیثیت کو للکارا گیا۔ یہودی نوجوانوں نے شرمناک طور پر میری ایک ہم وطن لڑکی کو قتل کر دیا۔ اس قتل کا انتقام لینے کے لیے میں نے جو کچھ کیا، وہ صرف ایک جذبہ تھا۔ اس جذبے کی تکمیل کے دوران مجھے کچھ لوگوں سے مدد بھی لینی پڑی لیکن وہ لوگ قابل ذکر نہیں ہیں۔"

لارڈ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ بولا "غلط کہہ رہے ہو دوست غلط کہہ رہے ہو۔ ادلیو لارڈ کے پیچھے سے کسی کا قتل ہو جانا آسان بات نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگ تمہارے پشت پناہ تھے مجھے افسوس! میں ان کے بارے میں ٹھوس ثبوت نہیں حاصل کر سکا۔ تم اگر ان کا نام نہیں لینا چاہتے تو نہ لو لیکن میرا دعویٰ ہے کہ جب میں تمہیں تمہارے یقین میں ناکام بنا کر موت کے گھاٹ اتار دوں گا تو تمہارے دوست تمہارے ہمسفر ہوں گے۔ میرے اس عہد کو یاد رکھنا۔"

لارڈ کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرانے لگی۔ کوشش کے باوجود وہ اپنے جوش کو نہیں دبا سکا تھا۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور نتھنوں میں دھمک پیدا ہو گئی تھی۔ دفعتاً میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس کا پاؤں تختے کے کٹے ہوئے حصے پر پڑ گیا۔ تختہ ایک طرف سے نیچے جھک گیا اور وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ اس نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر فرش پر بیٹھ کر تختے کو دیکھنے لگا۔

"او مائی گاڈ! فرار، اتنی جلدی! اتنی تیزی سے یہ سب کچھ!" وہ گلا پھاڑ کر چلایا اور اپنے آدمیوں کو پاس بلا لیا۔ چند لمحات میں چھ کورہ شگاف پر سے تختہ ہٹا لیا گیا۔ لارڈ نے اس خلا میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن اپنے چوڑے چکلے بدن کی وجہ سے وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تب اس نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اس میں اترو! اور باہر نکلنے کی جگہ تلاش کرو۔" چند دبلے پتلے آدمی یکے بعد دیگرے شگاف میں نیچے اتر گئے۔

میرے اعصاب بکھر گئے تھے۔ اپنے آپ کو تو میں ہر طرح کے حالات کے لیے تیار کر چکا تھا لیکن مجھے دوسروں کی فکر تھی۔ وہ بیچارے میری وجہ سے پھنس گئے تھے۔ جو نہ جانے کب سے یہاں سے فرار کی کوششوں میں مصروف تھے۔ لارڈ شدید غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی مانند سرخ ہو رہی تھیں۔ پھر اس نے غرا کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اس تختے کو کاٹنے کی آری تلاش کرو۔" سب لوگ اس کام میں لگ گئے۔ میری بدقسمتی، آری جس مددگار دونوں کی تحویل تھی کہ ہم نے کام ختم ہونے کے بعد آری کہیں پھینک نہیں دی تھی۔ وہ آری چھوٹی سی چیز بھی نہیں تھی کہ اسے تلاش نہ کیا جا سکتا۔ چند منٹوں میں آری لارڈ کو پیش کر دی گئی۔

"خاص طور سے بنائی گئی ہے۔" اس نے آری کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا پھر میری طرف رخ کر کے بولا "یہ تمہارے پاس کیسے پہنچی مسٹر؟"

"اس سوال کو بھی اپنے حساب کے کھاتے میں ڈال لو۔ اکٹھے ہی حساب کتاب ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کون لوگ ہیں جو یہاں تمہارے مددگار ہیں؟" لارڈ بولا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں؟" میں نے کہا اور ہنس پڑا۔

لارڈ نے میرے تمسخر کا فوری جواب نہیں دیا اور شگاف میں جھانک کر چلایا "کیا تم لوگ گم ہو گئے ہو؟ نیچے کیا ہے؟"

"زمین اور جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں ہے سر۔" نیچے سے جواب ملا۔

لارڈ کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن ہے۔ تم جیسا ذہین انسان اتنی بچکانہ کوشش نہیں کر سکتا۔ بیرک کے فرش سے نکل کر بھی تم قید خانے کے احاطے تک محدود رہتے۔ سینکڑوں قیدی کھلے پھرتے ہیں کوئی یہاں سے نہیں نکل سکتا۔ پھر تمہارا پلان کیا تھا؟ آخر آری کہاں سے آئی؟ اور وہ بھی متبادل۔" وہ اپنے آدمیوں کی طرف مڑا "جاؤ پال گروش اور گریفن کو بلا لاؤ۔"

کچھ آدمی باہر دوڑ گئے۔ زیادہ دیر نہیں لگی۔ قید خانے کا انچارج اپنے نائب کے ساتھ آ گیا۔

"یہ آری... یہ شگاف... کیا کہتے ہو اس بارے میں؟" لارڈ نے اُن سے پوچھا۔

دونوں ششدر رہ گئے۔ پھر پال گروش شگاف میں اتر گیا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ اوپر آیا اور بولا "کوئی اندازہ نہیں ہوتا سر!" اُس کے لہجے میں پریشانی جھلک رہی تھی۔

"قیدیوں میں چینی باشندوں کو تلاش کرو۔ انہیں یہاں سے منتقل کر دو بلکہ بہتر ہوگا کہ آئی روش کے حوالے کر دو۔ یہ لارڈ کی خصوصی امانت ہے جو تمہیں میرے حوالے کرنی ہے۔"

"یس سر!" پال گروش نے جواب دیا۔

لارڈ ایک جھٹکے سے مڑ کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ دروازے کے قریب وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ اور گرج دار آواز میں بولا "کوئی تشدد نہیں ہوگا۔ صرف حفاظت کی جائے۔" وہ پھر باہر نکل گیا۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ سرنگ دریافت نہیں ہوئی تھی۔ میرے دل سے یہی دعا نکل رہی تھی کہ سرنگ کا پتا نہ چلے ورنہ وہ بیچارے سارے مارے جائیں گے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ پال گروش کے ساتھ آنے والے افراد باہر نکل گئے تھے لیکن اس کا نائب گریفن یہیں موجود تھا۔ اس نے میرا گریبان پکڑ کر کہا "آری کہاں سے حاصل کی تم نے؟"

"آسمان سے ٹپکی تھی۔ آسمان سمجھتے ہو؟" میں نے چھت کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

گریفن کے چہرے کے نقوش بگڑ گئے تھے۔ اس نے مجھے ایک زوردار جھٹکا دے کر گریبان چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"اس کے ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال دو۔ آہنی وزنی زنجیریں۔ کسی سے بات نہ کرنے دو اور پھر اسے گیارہ میں منتقل کر دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ زنجیریں واقعی بہت وزنی تھیں اور اسی حالت میں مجھے بیرک نمبر گیارہ میں لایا گیا جو سرچ ٹاور اور قید خانے کے دروازے کے قریب تھی گویا وہ مجھے خطرناک سمجھ کر اپنے قریب تر رکھنا چاہتے تھے۔ میرے حیرت انگیز محسن ایڈلر نے میرے ہاتھوں گوناگوں تکلیفیں اٹھانے کے باوجود میرے لیے آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بس یہ تو تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں۔ تقدیر کو یہ گوارا نہیں تھا۔ لارڈ کے بارے میں نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کہیں چلا گیا ہے لیکن خیال تھا کہ کم بخت جب تک مجھ سے دور رہے گا میرے بارے میں تشویش میں مبتلا رہے گا اور سوچتا رہے گا کہ کہیں میں فرار تو نہیں ہو گیا۔ یہ تازیانے اس کے لیے کافی تکلیف دہ ہوں گے۔

سارا دن گزر گیا۔ آج مجھے کھانے پینے کے لیے بھی نہیں دیا گیا تھا۔ کوئی اور بات بھی نہیں معلوم ہو سکی۔ میرے کان آوازوں کی طرف متوجہ رہے تھے۔ میں یہی خیال تھا کہ کہیں وہ سرنگ نہ دریافت ہو جائے۔ یقیناً سرنگ بڑی محنت سے چھپائی گئی ہو گی۔ زمین کی سطح میں شگاف ڈالنے کے باوجود اسے اصل حالت میں رہنے دیا گیا ہو گا ورنہ اس کے بارے میں فوری اندازہ ہو جاتا۔ جاتے جاتے لارڈ مجھ پر ایک احسان بھی کر گیا تھا یعنی تشدد نہ کرنے کی ہدایت، ورنہ میں جانتا تھا کہ اس قسم کے قید خانوں میں کیا کیا ہوتا ہے۔

رات ہو گئی۔ جھینگروں کا مسلسل شور، مینڈکوں کی ٹرٹراہٹ، کہیں دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں تھکن سے نڈھال ہو کر فرش پر لیٹ گیا۔ خیالات کا ہجوم ذہن پر یلغار کرنے لگا۔ یہ خیال تنہائیوں کے بہترین ساتھی ہوتے ہیں۔ اگر کسی تنہا انسان کے پاس خیالات کا سرمایہ بھی نہ ہو تو وہ اچھی سانس لینا بھی دوبھر ہو جائے۔

نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی۔ دفعتاً باہر سے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی اور بیرک کا دروازہ دھڑام سے کھول دیا گیا۔ پانچ چھ آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کی وردیاں سفید تھیں۔ سب کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ میرے اندازے کے مطابق ان کا تعلق اس قید خانے سے نہیں تھا پھر ان کے عقب سے ایک لمبا تڑنگا آدمی نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ریوالور کی نال میری کنپٹی پر رکھ دی "اٹھو!"

"مجھے اٹھنے کے لیے سہارا درکار ہوگا۔ تم یہ وزنی زنجیریں دیکھ رہے ہو؟" میں نے کہا۔

وہ پیچھے سر گھما کر بولا "زنجیریں کھولو!"

گریفن آگے آیا اور اس نے مجھے ان وزنی زنجیروں سے نجات دلائی۔ میں اس دوران اس لمبے تڑنگے نو وارد کا جائزہ لیتا رہا۔ میرے ذہن میں لارڈ کے الفاظ گونج رہے تھے "اسے آئی روش کے حوالے کر دو۔"

یہ آئی روش کیا بلا ہے۔ یہ تو نہیں معلوم تھا لیکن اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شخص بھی سارے سلسلے کی کوئی کڑی ہے۔ اس لمبے نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھوں میں نئی ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

"سنو مسٹر! میں مختلف آدمی ہوں۔ اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہاری دونوں ٹانگوں میں گولیاں مار کر تمہیں ہمیشہ کے لیے اپاہج بنا دوں گا۔"

"نئے دوست کی ہدایت سر آنکھوں پر۔" میں نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔

"چلو!" اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اور یہ مہذب لوگ مجھے دھکے دیتے ہوئے بیرک سے باہر نکال لائے۔ بیرک کے بالکل قریب کھڑی جیپ دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ اب یہ مجھے یہاں سے کہیں اور لے جا رہے ہیں۔ بہرحال! ان کے اشارے پر میں خاموشی سے جیپ میں بیٹھ گیا۔ جیپ میں دو کھڑکیاں دونوں طرف بنی ہوئی تھیں جن میں مضبوط فولادی جالیاں نصب تھیں۔ میں ان کھڑکیوں سے باہر کے مناظر دیکھ سکتا تھا۔ بیرکیں خاموش تھیں۔ سرچ ٹاور کی روشنیاں گردش کر رہی تھیں اور مسلح پہرے داروں کی ٹولیاں گشت کرتی نظر آ رہی تھیں۔ مسلح افراد میرے ارد گرد سیٹوں پر آ بیٹھے پھر جیپ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

قید خانے کے بڑے پھاٹک سے نکلنے کے بعد اس کی رفتار کافی تیز ہو گئی۔ کھڑکیوں کے دوسری طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے باہر کے مناظر نگاہوں سے روپوش تھے۔ کہر کی دھند سی چھائی محسوس ہوتی تھی جو کھڑکیوں کی جالیوں پر جمتی نظر آ رہی تھی۔ سرد ہواؤں کے تھپیڑے جسم کو لرزا رہے تھے۔ اطراف میں بیٹھے ہوئے آدمی بھی ٹھٹھرن کا شکار تھے۔

جیپ اسی رفتار سے مسلسل ایک گھنٹے تک سفر کرتی رہی پھر کچھ روشنیاں نظر آئیں۔ غالباً آبادی آ گئی تھی۔ جیپ اسی رفتار سے

طرح کے لطیفے سناتے رہے، اپنے تجربات بیان کرتے رہے۔ دوپہر ہوئی،
شام ہوگئی، ہمیں کھانے پینے کے لیے مناسب چیزیں دی گئیں۔
جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس قید خانے میں باقی معاملات خواہ کچھ بھی
ہوں لیکن یہاں قیدیوں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جاتا۔ جس کے باعث
انہیں کوئی شکایت نہیں ہوتی — رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے
ہوں گے کہ بیرک کا دروازہ کھلا اور تین چار مسلح آدمی اندر گھس آئے
ان میں سے ایک نے ہم جیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مظہر علی یار خان؟"
"میں ہوں، کیا بات ہے؟" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔
"ہمارے ساتھ آؤ۔" دوسرے آدمی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی
میں کہا۔
واسطی اور میرے دوسرے ساتھیوں کے چہروں پر حیرانی کے سائے رینگ گئے۔
واسطی نے جلدی سے اردو میں کہا۔ "علی جس طرح بھی ممکن ہو سکے حالات
کو کنٹرول میں رکھنا۔ ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہے۔ اس سے پہلے اگر
کوئی جذباتی غلطی ہوگئی تو نقصان اٹھا سکتے ہو۔" میں نے آنکھیں بند
کرلیں اور ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔
بیرکوں کے علاقے سے نکلنے کے بعد مجھے اس جگہ پہنچا دیا گیا
جہاں جیل کے حکام کے دفاتر بنے ہوئے تھے۔ یہ دفاتر پختہ اینٹوں کے
تھے اور یہاں روشنی کا بھی معقول انتظام تھا لیکن ان کی ساخت بیرکوں
جیسی ہی تھی۔ دفاتر کے آگے ایک احاطہ تھا جس میں جگہ جگہ دروازے
تھے۔ مجھے بالکل درمیانی حصے میں لے جایا گیا تھا۔ احاطے سے گزرنے
کے بعد تین سیڑھیاں چڑھنا پڑیں اور پھر ایک لمبی راہداری آگئی۔
اسی راہداری کے دوسرے حصے پر دفاتر کے دروازے تھے۔ ان میں کچھ میں
روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ ایک کمرے کے دروازے کے پاس لے
جا کر مجھے اندر داخل کر دیا گیا۔ لانے والے باہر ہی رک گئے تھے۔ اندر
موجود شخص کی حیثیت معلوم نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے جسم پر مقامی افسران
جیسی ہی وردی تھی۔
چوڑے جبڑے والا یہ شخص چہرے اور آنکھوں سے کینہ توز
معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت کی لہر نظر
آرہی تھی۔ ہونٹوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اس نے ہاتھ
میں پکڑے ہوئے رول کو میز پر دو بار بجایا۔ اس کی وجہ فوری طور پر
میری سمجھ میں نہ آسکی لیکن چند لمحوں بعد جب کمرے کا دروازہ باہر
سے بند ہونے کی آواز سنی اور رول میز پر بجانے کا مقصد سمجھ میں آگیا۔
میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ مجھے یہاں بلانا بے مقصد نہیں ہے اور ممکن
ہے یہ صورت حال میرے لیے سازگار نہ ہو۔ تاہم میں خاموشی سے
اس کی میز کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ میری صورت دیکھتا رہا۔ میز
کے سامنے کرسیاں پڑی ہوئی تھیں لیکن اس مغرور انسان نے مجھے بیٹھنے
کی پیشکش نہیں کی۔
کچھ دیر مجھے اسی طرح گھورتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔
"تو تمہارا نام علی یار خان ہے؟"
"ہاں۔ یقیناً آپ کو میرے بارے میں علم ہوگا۔" میں نے بڑے
شگفتہ لہجے میں کہا۔
"اور تمہارا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے؟" اس نے
سوال کیا۔
ایک لمحے کے لیے میں الجھن میں پڑ گیا۔ یہ شخص یقیناً اسرائیلی
تھا۔ پھر اس کا تعلق کہاں سے تھا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہ ہوا
تاہم اس کے لہجے اور آنکھوں سے جھلکتی ہوئی نفرت مجھے احساس دلا
رہی تھی کہ یہ جو کوئی بھی ہے تنظیم آزادیٔ فلسطین کا دشمن ہے۔ پھر اس نے
کسی قدر تحقیر آمیز انداز میں کہا۔ "تم تنظیم کے لیے کیا کارنامے انجام
دے چکے ہو؟"
میرے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا تاہم میں نے
جس حد تک بھی ممکن ہو سکا پرسکون لہجے میں کہا۔ "میں اس سلسلے میں
بات نہیں کر سکتا۔"
"نوجوان! تم جانتے ہو کہ تم قیدی ہو۔ میرے علم میں یہ بات
ہے کہ تم کس جرم کی پاداش میں یہاں تک لائے گئے ہو۔ لیکن آؤ
متعارف ہوجائیں۔ میرا نام کولن واش ہے اور میں نسلاً یہودی
ہوں۔ مجھے جب علم ہوا کہ ایک ایسا نوجوان اس قید خانے میں لایا گیا ہے
جس کا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے تو مجھے تم سے ملنے کا شوق
پیدا ہوگیا۔ میں تنظیم میں تمہارے کارناموں کے بارے میں اپنی معلومات
میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ حیرت کی بات ہے کہ تمہارا ریکارڈ
کوئی نہیں ہو پایا۔"
"کوئی بات نہیں۔ تم یہودی ہو، تنظیم آزادیٔ فلسطین کے [illegible]
میں ہر یہودی اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم لوگ ان غاصب گروہ کو
مسلمانوں کی سرزمین سے ہٹانے کے لیے سرگرم ہیں۔ جو اپنے
نہیں بلکہ اپنے امریکی آقاؤں بلکہ یورپ والوں کی سازش سے
ہمارے سینوں پر سانپ بن کر بیٹھ گئے ہیں اور ہم میں سے ہر
شخص جو کچھ کر رہا ہے فلسطین کی آزادی کے لیے کر رہا ہے۔"
میری اس بات پر کولن واش تحقیر آمیز انداز میں بولا۔
"لاؤ جو لوگ اپنے گھروں کی حفاظت نہیں کر سکتے انہیں
گھروں میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسرائیل [illegible]
سینوں پر مسلط ہوا ہے۔ ہم نے اپنی طاقت سے اپنا غصب
حاصل کیا ہے۔"
"اپنی طاقت سے نہیں، کسی اور کی طاقت سے۔ تاریخ
اس بات کی گواہ ہے۔"
"تاریخ جھوٹ بولتی ہے۔ یہ تاریخ تم لوگوں کی بنائی ہوئی
[illegible] سے ہمارا استقلال وجود میں آچکا ہے۔ اس
[illegible] ممکن ہے ہم تمہارے سروں پر حکومت کرنے
کا نام و نشان مٹا [illegible]
کے پیدا ہوتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔"
"یہ لوگ ہر وقت ہی جلاتے [illegible]" میں نے بھی نفرت بھرے
لہجے میں کہا۔
"فلسطینی نوجوان! تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ ہمارے دوسرے
فرائض کے علاوہ ایک مذہبی فریضہ ہم پر یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ ہم جس
طرح بھی ممکن ہو سکے فلسطینی بے وقوفوں کو ان کی احمقانہ حرکتوں
کی سزا دیں۔ میں نے سنا تھا کہ تم آئی وش کے قید خانے کی اس بارک
میں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو۔ بھلا یہ مجھے کیسے گوارا ہو سکتا
ہے۔ چنانچہ میں اپنے اختیارات سے کام لے کر تمہارے لیے کچھ مخصوص
ذمے داریاں تلاش کر چکا ہوں۔ ایک فلسطینی جیالے سے آئی وش کی
اس بارک کے بیت الخلاء صاف کرانا ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا اور اس
سے میری روح کو تسکین ملے گی۔"
"یہودی کتے! تو مجھ سے یہ بات کہہ رہا ہے۔ میری شخصیت کو
جانے بغیر۔ میں تیرے منہ پر تھوکتا ہوں۔ تو قیامت تک اپنے اختیارات
سے یہ کام نہیں لے سکتا۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ
پر تھوک دیا۔
میری قوت برداشت ختم ہوگئی تھی۔ میری اس حرکت کا شاید
وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ آئی وش کے قید خانے میں ان افسروں
کو بہت زیادہ اختیارات حاصل تھے لیکن وہ اس کا تصور بھی نہ کر سکتے
تھے کہ کوئی قیدی خواہ وہ کتنی ہی اہمیت کا حامل ہو ان کے ساتھ اس
طرح پیش آسکتا ہے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اس شیطان نے مجھے
طیش دلانے کے لیے اپنے طور پر یہ طریقہ اختیار کیا ہو تاکہ اس
قید خانے کے تمام دروازے میرے لیے پرسکون نہ رہ سکیں۔ اس کے
چہرے پر تھوک دینے سے ایک لمحے کے بعد اس کا رنگ بدل گیا۔ وہ
[illegible] پلک جھپکنا بھول گیا۔ دوسرے لمحے
اس نے میز پر رکھا بھاری لیمپ اٹھا کر میرے سر پر دے مارا۔ اس اچانک
حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ میری آنکھوں کے
سامنے تارے ناچنے لگے۔ خون کی ایک دھار پیشانی سے بہہ کر میرا چہرہ
تر کرتی ہوئی فرش پر گری۔ اپنا خون دیکھ کر [illegible] ہوش ہوا۔ اس
[illegible] اچانک لپکتے ہوئے اس کی میز الٹ دی۔ کرسیاں [illegible]
[illegible] میرے ہاتھ پڑی میں نے توڑ پھوڑ کر رکھ دی۔
توڑ پھوڑ کا یہ سلسلہ کولن واش کے چہرے اور جسم پر بھی جاری
تھا۔ اس کی وردی جگہ جگہ سے پھٹ گئی اور ناک سے خون کی ٹونٹیاں
بہنے لگیں۔ مجھے تعجب تھا کہ وہ زندہ کیسے بچ گیا۔ میں نے اس کا رول
[illegible] اس کے چہرے پر آخری زور سے مارا تھا کہ یقیناً اس کے جبڑے کی
ہڈی ہی ٹوٹ گئی ہوگی۔ ایک گہرا زخم اس کی پیشانی پر بھی نظر آرہا تھا۔
دھکوں اور اس کی چیخوں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہی
تھیں لیکن میں جوش غضب میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ مجھے یہ احساس بھی
نہیں تھا کہ توڑ پھوڑ اور مار دھاڑ کی ان آوازوں میں بیرونی دروازے
پر دستک کی آواز بھی شامل تھی۔ یہ دستک زوردار ضرب میں تبدیل
ہوگئی۔ اندر کولن واش کے دھاڑنے کی آوازیں تھیں اور باہر دروازے
پر دھڑا دھڑ۔ دروازہ کھول لیا گیا۔
مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اندر آنے والے کتنے آدمی تھے لیکن
دوسرے لمحے انہوں نے مجھے لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔ میں ان کے
درمیان ایک فٹ بال کی طرح اچھل رہا تھا۔ وہ وحشی درندوں کی
طرح مجھ پر پل پڑے تھے اور مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔ شاید ہی میرے
بدن کا کوئی حصہ ان کی مار پیٹ سے محفوظ رہا ہو۔ پھر ایک قوی ہیکل
سپاہی کا گھونسا میری کنپٹی پر پڑا اور میں دھڑام سے فرش پر ڈھیر
ہوگیا۔ چند لمحوں تک یہ محسوس ہوتا رہا کہ میں گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا
ہوں پھر یہ احساس بھی گم ہوگیا۔ اب میرے چاروں طرف اندھیرا تھا۔
بے پایاں اندھیرا جس کا مجھے احساس بھی نہ رہا تھا۔
نہ جانے کب ہوش آیا۔ تاریکی اسی طرح میرے اطراف میں پھیلی
ہوئی تھی۔ بدن کا کوئی بھی جوڑ ایسا نہیں تھا جو دکھ نہ رہا ہو۔ بڑی مشکل
سے ہاتھ اٹھا کر بدن کے مختلف حصوں پر پھیر کر دیکھا۔ دراصل چوٹوں
کا اندازہ لگانے لگا۔ یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کس جگہ چوٹیں نہیں ہیں۔ پورا جسم
پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ سر چکرا رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا
جیسے کسی بلندی سے نیچے گر رہا ہوں۔ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود
حلق سے بلند ہونے والی چیخیں نہ روک سکا اور ان چیخوں کے
جواب میں کچھ فاصلے پر دبی دبی ہنسی اور قہقہوں کی آوازیں سنائی
دیں۔ شاید وہ قید خانے کے سپاہی تھے جنہوں نے میری مرمت
کے فرائض ادا کرنے میں بھرپور حصہ لیا تھا۔
بہت جلد یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مجھے تاریک اور بھیانک
تہہ خانوں میں سے کسی ایک میں پھینک دیا گیا ہے جن کا ذکر میں سن
چکا تھا اور یہ مکروہ آوازیں [illegible] مجرموں کی تھیں جو یہاں تہہ خانے
[illegible] قہقہے [illegible] میرے ذہن پر دیر
تک بجتے رہے۔ چکراتے ہوئے ذہن کو بمشکل سنبھال کر میں نے گزشتہ
ہوئے واقعات کا تجزیہ کیا اور مجھے کولن واش یاد آیا جس نے مجھے
غصہ دلا کر [illegible] تک پہنچا دیا تھا۔ میرے بکھرے ہوئے دل و دماغ
میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی [illegible] شخص نے سازش کے طور پر
ایک فلسطینی کو آئی وش کے قید خانے میں پا کر اسے اذیت دینے
کا پلان بنایا تھا تو اس کے نتیجے میں خود اسے بھی اپنی زندگی کے
بدترین لمحات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس ملاقات

کی ضرورت ہی کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ اب سب
بھاگ گئے۔ سب دل جلا کر خاموش ہو گئے تھے۔ کسی کو معذرت کی ضرورت
ہی کیا تھی۔ اب کسی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔
میں وہیں کھڑا خیالات کے گرداب میں غوطے کھا رہا تھا کہ
دفعتاً پاؤں پر نمی سی محسوس ہوئی۔ میں نے پاؤں ہلائے۔ خدا کی پناہ!
یہ پانی کہاں سے آ رہا تھا۔ چند لمحوں کے اندر اندر پانی ٹخنوں سے بھی
اوپر آ گیا اور میں چیخ پڑا۔ جواب میں سامنے والے نے بھی چیخ کر خبردار
کیا کہ سلاخوں پر چڑھ کر پناہ لو یا لکڑی کے تختے پر جا بیٹھو۔ سمندر میں
جوار بھاٹا آ رہا ہے اور ان زیرِ زمین تہ خانوں میں پانی بعض اوقات
قیدیوں کے سینے تک چڑھ آتا ہے۔ یہ تہ خانے سمندر کے رخ پر
نشیب کی طرف واقع ہیں۔ جب سمندر میں مدوجزر پیدا ہوتا ہے
تو پانی لازماً آتا ہے اور دو تین گھنٹے تک یہی کیفیت رہتی
ہے پھر پانی اترنے لگتا ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کئی
مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ اب میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ اس ہولناک
تاریک قیدخانے میں قیدی تین ماہ سے زیادہ زندہ کیوں نہیں بچتے۔
سمندر کا نمکین پانی ان کے جسموں کو گلا دیتا ہوگا اور اس سے ایسے
امراض پیدا ہو جاتے ہوں گے کہ قیدی اگر زندہ بھی رہے تو مُردوں
سے بدتر حالت ہو جاتی ہوگی۔

پانی اب میرے گھٹنوں کو چھو رہا تھا۔ میں سلاخوں پر چڑھ
گیا۔ دونوں پیر اوپر کی ایک کڑی میں پھنسائے اور جسم کے دھڑ کو
زمین سے اٹھا لیا۔ یکایک کسی جانور نے میری بائیں پنڈلی میں بڑی
زور سے کاٹا۔ میں نے درد سے بے قرار ہو کر اس جانور کو زور سے لات
ماری۔ کوئی شے پانی میں شڑاپ سے گری تھی پھر وہ اچھل کر باہر آئی تو
میں نے غور سے دیکھا۔ دو ننھی سی زرد آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ دہشت
سے خون خشک ہونے لگا۔ یہ ایک موٹا تازہ چوہا تھا۔ بلی سے کچھ ہی
چھوٹا ہوگا۔ اس نے منہ کھول کر چھوٹے چھوٹے دانت مجھے دکھائے
پھر مجھے کاٹنے کے لیے اچھلا۔ میں نے ایک اور لات اس کے منہ پر
ماری اور وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

جیسا کہ میں نے بعد میں سنا، دوسرے حجروں میں بھی ایسی ہی
اچھل کود رہتی تھی۔ سمندر کے پانی کے ساتھ ہی نہ صرف یہ مردم خور
چوہے نکل آتے بلکہ اور بھی بہت سی بلائیں ان کے ہمراہ نازل ہو جاتی
تھیں۔ ایسی بلائیں جو انسانی گوشت اور لہو کی پیاسی ہوتی ہیں۔ ان
میں ننھے ننھے دکھائی نہ دینے والے ان گنت ایسے کیڑے بھی ہوتے
تھے جو قیدیوں کے برہنہ جسموں پر جونکوں کی طرح چمٹ جاتے
اور خون چوستے تھے۔ بڑے بڑے مینڈک اور عجیب قسم کی چھپکلیاں
بھی نمودار ہو جاتیں اور جوں جوں پانی اترتا تھا ان جانوروں میں
چھینا جھپٹی ہونے لگتی۔ چوہے مینڈکوں پر لپکتے اور مینڈک بری طرح
تڑپتے۔ چھپکلیاں ادھر ادھر لکڑی کے تختے پر چڑھ آتیں یا کونوں میں
داخل ہو جاتیں۔ پینے کے پانی کا کنستر بھی ظاہر ہے ان حشرات الارض
سے محفوظ نہ رہتا ہوگا۔ بعد میں ان گنت ننھے ننھے سپید
مینڈک اور چھپکلیاں اس کے اندر سے نکلتی تھیں۔ یہ ایسی مصیبت
تھی جس سے نجات پانا ناممکن تھا۔ قیدی گھنٹوں اپنے بدن کا بچاؤ
کرنے کے لیے سلاخوں پر لٹکے رہتے تھے۔ پہلی ہی رات مجھے بھی
دو مرتبہ سلاخوں اور تختے پر پناہ لینا پڑی۔

آخری مرتبہ جب مجھے نیند آ رہی تھی کہ پانی چڑھ آیا۔ اس مرتبہ
چوہے زیادہ تعداد میں آئے۔ ان سے بدبو کے ایسے بھبکے اٹھ رہے
تھے کہ دماغ پھٹا گیا۔ نہ جانے کتنی دیر تک یہ ہنگامہ رستخیز اور اچھل کود
جاری رہا۔ گالیاں گونجتی رہیں۔ پانی اترنے کے بعد دو دو انچ موٹی
کیچڑ اور ناگوار تہ فرش پر جم گئی جسے صاف کرکے حجرے سے باہر
بھی قیدیوں کے فرائض میں شامل تھا۔ مدوجزر کی یہ صورت چاند
راتوں میں زیادہ بڑھ جاتی ہوگی کیونکہ چاندنی راتیں سمندر کے ہیجان
کی راتیں ہوتی ہیں اور سمندر کی یہ جولانی نہ جانے اس ہولناک قیدخانے
میں پھنسے ہوئے کتنے قیدیوں کے لیے موت کا پیغام بن جاتی ہو
لیکن میں نے ایک خاص بات اور محسوس کی کہ یہاں موجود تمام
ان تکالیف اور صورتوں کے عادی ہو چکے تھے۔

اندازے کے مطابق مجھے تین دن اور تین راتیں گزر چکی تھیں
لیکن یوں لگتا تھا جیسے میں روزِ ازل سے یہیں قید ہوں۔ اس عرصے
میں دو مرتبہ قیدیوں کو کھانا اور پینے کا پانی ملا گیا۔ دو سپاہی ...
سنبھالے اپنی ناکوں پر سفید رومال باندھے ایک دن خود اندر آئے
ان کے ساتھ قندیلیں اٹھائے چار آدمی اور بھی تھے جنھوں نے
قیدی کے حجرے کی صفائی کی۔ اس میں سے جو غلاظت نکلی
انھوں نے ایک بڑے ڈرم میں الٹ دی اور صفائی کے بعد
گندگی پھینکنے چلے گئے۔ ظاہر ہے اس گندی اور زہریلی فضا میں زیادہ
زندہ رہنے کے امکانات بالکل نہیں تھے۔ جو تھے وہ کھانا بانٹنے
سپاہیوں کے چہرے ڈھکے تھے۔ ان میں سے ایک نے بڑی ...
سے ایک چھوٹا سا پیکٹ مجھے تھما دیا۔ میں نے حیرت سے ...
وصول کیا اور تختے کے نیچے چھپا دیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے
کھول کر دیکھا۔ اس میں کھانے پینے کی کچھ صاف ستھری چیزیں
ایک کاغذ کا پرزہ بھی نکلا۔ میں نے کاغذ کے پرزے کو آنکھوں
بالکل قریب کرکے اس پر لکھی ہوئی دو چار سطروں کی تحریر پڑھی۔

"مائی ڈیئر مسٹر خان!

تمھارے بارے میں مجھے

علم ہو چکا ہے کہ تم حجرے میں پہنچا دیے گئے ہو اور

یہ بھی پتا چل چکا ہے ہمیں کہ تم نے آئی دوش کے کسی افسر کی زبردست مرمت کر ڈالی ہے، وہ افسر اسپتال میں ہے اور دوسرے حکام کو علم ہو گیا ہے کہ اس نے تم سے بدسلوکی کی تھی جس کے نتیجے میں تم نے اس کا یہ حشر کیا۔ اس بدسلوکی کی تفصیل تو ہمیں نہیں معلوم ہو سکی، بہرحال ہم اپنے مخصوص ذرائع سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ تمہیں اس پنجرے میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ آئی دوش کے قید خانے میں پہنچا دیا جائے گا اور ممکن ہے، بہت جلد ہمیں بھی آئی دوش کا سفر کرنا پڑے۔ عزیز دوست، ڈٹے رہنا۔ وہاں کے حالات سے خوفزدہ نہ ہونا اور یہ مت سوچ بیٹھنا کہ اب تمہاری زندگی کی شام قریب آ گئی ہے۔ ہم ان لوگوں کی طرف سے بے شمار دعائیں قبول کرو۔ یہ تھوڑی سی چیزیں ہم نے اپنی خوراک میں سے جمع کی ہیں کیونکہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ قید خانے میں جو خوراک دی جاتی ہے وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ ممکن ہے تمہیں بھی خوراک روک دی گئی ہو، اس سے اپنا کام چلاؤ۔

تمہارے مخلص۔ رچرڈ، واسدیو

میرے دل میں ان لوگوں کے لیے بڑا احترام پیدا ہو گیا تھا۔ بے چاروں نے مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود نہ جانے کس طرح میرے لیے یہ ایثار کیا تھا۔ میں کافی دیر تک اس پرچے کو پڑھتا رہا، بار بار پڑھا اور اس کے بعد اسے پھاڑ کر ایک جگہ ڈال دیا۔ یہاں اس کے صحیح سالم کسی کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ نہیں تھا اس لیے میں مطمئن تھا۔

اس شام میں نے کھانا نہیں کھایا لیکن رات کو جب مجھے بھوک لگی تو میں نے وہ پیکٹ کھول کر اپنے دوستوں کے بھیجے ہوئے تحفے کو مزے اور رغبت سے کھا لیا۔ دوسرے قیدیوں کو اس بارے میں ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ رات کو تختے پر لیٹ کر ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے لگا۔ ایسے لمحات میں ماضی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتا ہے اور خیالات کی آزادی انسان کو زندہ رہنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ چنانچہ میں پھر ماضی میں کھو گیا۔

زندگی کے خوشگوار لمحوں کو چن چن کر تلاش کیا اور اپنے ذہن کو سکون فراہم کرنے لگا۔ ادلیو اور رڈ کا خیال آیا، اپنے ساتھیوں کا خیال آیا۔ اب ان ساتھیوں کے لیے تو سوچنا بھی حماقت تھا۔ موسانا اور بابیکر مارے گئے تھے۔ مسٹر ایڈرجینیا کہ انھوں نے کہا تھا وہ اپنے ملک کو واپس چلے گئے ہوں گے۔ خدا کرے وہ مشن کامیاب ہو جائے۔ مسٹر ایڈرا کے ذریعے کم از کم یہ بات تو سب کو معلوم ہو جائے گی کہ میں نے اپنی مہم کی، عجب مرد ہی کے سلسلے میں کافی کاوشیں کی تھیں لیکن تقدیر ساتھ نہ دے سکی۔ ادلیو یاورڈ کا خیال آیا تو ذہن میں بہت سے دوسرے خیالات بھی پیدا ہو گئے۔ وہ شخص میرے سلسلے میں بہت پرجوش تھا لیکن مجھے گرفتار کرنے کے بعد وہ اس قدر ٹھنڈا کیوں پڑ گیا؟ اپنے انتقام کی آگ کو سرد کرنے کے لیے تو... اصولاً اسے یہ چاہیے تھا کہ مجھے فوری طور پر اپنے ساتھ امریکہ لے جاتا اور اگر حکومت کے حوالے کر دیتا تو کم از کم ان امریکیوں کے حوالے ہی کر دیتا جو میری موت کے خواہاں تھے اور مجھے پا کر بے حد خوشی سے پھولے نہ سماتے لیکن ادلیو یاورڈ کوئی لمبا ہی کھیل کھیلنا چاہتا تھا جیسا کہ اس نے کہا تھا، اس قید خانے میں میری زندگی بھی جا سکتی تھی۔ ممکن ہے اس نے اسی طرح مجھ سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا ہو۔ میں اس وقت بھی ہلاک ہو سکتا تھا جب جیل کے [illegible] کو بچانے والے میری مرمت کر رہے تھے لیکن اس صورت میں ادلیو یاورڈ کو اپنے مشن میں ناکامی ہو جاتی۔ بہرکیف ان تمام باتوں کو سوچ کر دماغ کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

دوسرے دن پھر مجھے اپنے ساتھیوں کی جانب سے ایک پیکٹ ملا۔ اس میں سے ویسی ہی کھانے پینے کی چیزیں برآمد ہوئیں۔ اس کے علاوہ کاغذ اور پنسل بھی۔ ایک چھوٹا سا پرزہ رچرڈ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی پیکٹ میں تھا۔

"ہمیں تمہارے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں خان! شاباش، تم ڈٹے ہوئے ہو اور مردوں کی طرح زندگی گزار رہے ہو۔ زندہ باد! ہم سب تمہاری بہادری سے خوش ہیں۔ بہادر انسان ہر جگہ قابل قدر ہوتے ہیں۔ ہم سب تمہاری تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو لکھ کر بھیج دو، ہم تمہاری ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں گے!

تمہارے دوست۔ رچرڈ، واسدیو"

یہ پرچہ بھی میں نے اسی طرح ضائع کر دیا اور اپنے دوستوں کے بھیجے ہوئے تحفے سے لطف اندوز ہونے لگا۔ وقت گزر رہا تھا، میں خاموشی سے اپنے آپ کو یہاں کی زندگی کا عادی بنا رہا تھا۔ کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا جیسے رچرڈ اور واسدیو کا خیال ہے، میری زندگی کی شام ان ہی قید خانوں میں حقیقت ہو گئی۔ ابتدا میں تو کئی دن تک رچرڈ اور واسدیو کے پیغام باقاعدگی سے ملتے رہے پھر ان کا سلسلہ رک گیا۔ جو لوگ پیغام لاتے تھے وہ غائب ہو چکے تھے۔ میں نے سوچا کہ شاید جیل سے [illegible] ہو گیا ہوگا۔ خدا جانے ان بے چاروں پر کیا بیتی۔ ممکن ہے انھیں یہیں سے منتقل کر دیا گیا ہو یا پھر وہ آئی دوش کے قید خانے میں جا چکے ہوں۔ کئی دن تک میں ان کے لیے پریشان رہا پھر آہستہ آہستہ میں نے اپنے آپ کو ان خیالات سے آزاد کر لیا۔ رہائی کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔

ایک رات بستر پر چت لیٹا ان ہی خیالات میں گم تھا کہ باہر روشنی کی کرنیں پھوٹیں۔ پھر بھاری قدموں کی آوازیں آ گئیں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ معاملات کیسے ہیں؟ دفعتاً میں نے دیکھا کہ آنے والے میری کوٹھری کے سامنے رک گئے ہیں۔ کئی افراد تھے جو سب کے سب مسلح تھے، سب کی پیشانیوں پر بل پڑے ہوئے تھے۔ ایک گارڈ نے کنجیوں کے گچھے میں سے ایک چابی منتخب کی اور تالا کھول کر مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

میں تختے سے نیچے اتر آیا۔ دوسرے لمحے مجھے آنے والوں نے بازوؤں سے پکڑ لیا اور ایک طرف لے جانے لگے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس منحوس قید خانے سے نکلتے ہوئے میرے قدموں میں لغزش تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں چلنا پھرنا بھول گیا ہوں۔ اس ماحول میں مجھے بہت سی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ میرے ساتھی قطعی خاموش چل رہے تھے۔ پتا نہیں وہ مجھے کہاں لیے جا رہے تھے۔ شاید میرے یہاں سے زندہ واپس جانے کی خوشی تھی کیونکہ میں نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک روا رکھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم جیل کے صحن میں پہنچ گئے۔ یہاں دو تین بلب کوٹھریوں میں روشنی پھیلانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ آنکھیں چندھیائی جا رہی تھیں۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ آدھی رات کا وقت ہوگا، ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قیدی اپنی اپنی کوٹھریوں میں خراٹے لے رہے تھے۔ جیل کے پھاٹک پر پہنچے تو وہاں ایک وین کھڑی نظر آئی۔ وہ لوگ مجھے وین کی جانب ہی لے جا رہے تھے۔ پھر ایک وردی پوش گارڈ نے وین کا پچھلا دروازہ کھولا اور مجھے اٹھا کر اندر پھینک دیا گیا۔ میرا جسم کسی انسانی جسم سے ٹکرایا تھا۔ اسی وقت وین کا دروازہ بند ہو گیا اور گارڈ اگلی نشستوں پر جا بیٹھے۔ ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کیا۔ وین کے اندر لگا ہوا مدھم بلب روشن ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کی نشست پر میرے دونوں دوست رچرڈ اور واسدیو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے بیٹھے تھے۔ انھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا اور ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک ابھر آئی۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے باوجود وہ آگے بڑھے اور انھوں نے مجھے سہارا دے کر اپنے بالکل نزدیک بٹھا لیا۔ ان دونوں کے اچانک مل جانے سے مجھے جس قدر مسرت ہوئی اسے بیان نہیں کر سکتا۔ واسدیو تو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے باوجود مجھ سے لپٹ گیا تھا۔

میں نے اپنا دوسرا ہاتھ رچرڈ کی گردن میں حمائل کر دیا اور رچرڈ آہستہ سے بولا: "تم یقین کرو، یہاں سے جاتے ہوئے ہمارے دل خوش تھے کہ ہم افسردہ رہتے تھے، ہمیں امید نہیں تھی کہ تمہیں بھی اس جیل میں سے جایا جائے گا۔ بس ہم نے یہاں سے نکلتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ اب تم سے کبھی ملاقات نہیں ہوگی حالانکہ ان لوگوں نے جو ہمارے کام آئے تھے، ہمیں یہی بتایا تھا کہ شاید تمہیں بھی ہمارے ساتھ آئی دوش بھیجا جائے۔"

"ان لوگوں نے آنا کیوں بند کر دیا تھا؟"

"ان کی ڈیوٹی کہیں اور لگا دی گئی تھی۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

"میں نے سوچا کہ شاید کسی کو ہماری پیغام رسانی کا علم ہو گیا ہے۔"

"اگر ہو بھی جاتا تو ان باتوں پر یہاں زیادہ توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ یہیں کام کرانے کے لیے رشوت درکار ہوتی ہے۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

"تو اب ہم آئی دوش جا رہے ہیں؟"

"سو فیصد... اور یقین کرو میرے دوست کہ مجھے بے انتہا خوشی ہے کہ ہم تینوں ساتھ ہیں۔ آئی دوش پہنچ کر ہم اپنی زندگی کا ایک نیا دور شروع کریں گے۔"

رچرڈ کی بات پر میں خاموش ہو گیا۔ ویسے بھی ہم لوگ زور سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے چونکہ اگلے حصے میں بیٹھے ہوئے گارڈ تک ہماری آواز بخوبی جا رہی تھی۔ درمیان میں ایک جالی لگی ہوئی تھی جس پر شیشہ نہیں تھا اور یہاں کی آوازیں ادھر بخوبی سنی جا سکتی تھیں۔ سردی کافی تھی اور باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں جن کا اثر اندر گاڑی میں پہنچ رہا تھا چنانچہ ہم لوگ سکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ کچھ اور بھی قیدی تھے جن سے ہمارا تعارف نہیں تھا، ویسے بھی وہ کچھ بیزار سی طبیعت کے مالک تھے اس لیے کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہیں دی اور یہ سفر جاری رہا۔

ساری رات ہم سفر کرتے رہے۔ رات کے آخری حصے میں ہم اونگھنے بھی لگے اور پھر اس وقت چونکے جب سورج نکل آیا تھا اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ ہماری گاڑی اب غالباً کسی آبادی میں داخل ہو چکی تھی۔ کچے پکے مکانات اطراف میں بکھرے نظر آ رہے تھے جس سے اندازہ ہوا کہ آئی دوش کا قید خانہ کسی آبادی کے قریب ہی ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آبادی راستے میں ہو لیکن ہمارا پہلا ہی خیال درست نکلا کیونکہ آبادی سے گزرنے کے بعد گاڑی زیادہ دور نہیں گئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک وسیع و عریض احاطے میں داخل ہو گئی۔

یہ قید خانہ تھا یا کوئی قلعہ... بلند و بالا دیواریں، [illegible] قیدی اور ہزاروں ہی مسلح گارڈ۔ باہر کی خبر کسی طور اندر نہ آنے پائے اور اندر کی چیخ باہر نہ سنائی دے، اس کے بہترین انتظامات کیے گئے تھے۔ جیل کے اہل حکام نے ہمیں [illegible] بہترین حافظ تھے۔

لیے منع کر دیا گیا ہے۔ ویسے جیل میں تمہیں جس چیز کی بھی ضرورت پڑے، ہم جہنم زادوں میں اُسے مہیا کر دیں گے مگر خدا کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی ہنگامہ مت کرنا۔" اس نے مجھے زور سے دھکا دیا اور میں جان بوجھ کر پیچھے گر پڑا۔ وہیں پڑا پڑا اُسے دیکھتا رہا اور وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے نکلنے کے فوراً بعد واسدیو کو اندر دھکیل دیا گیا تھا۔ واسدیو تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا اور میں حیرت سے اس آدمی کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جس نے مجھ سے باتیں کی تھیں اور جس نے اپنا نام گراہم بتایا تھا۔

واسدیو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہ کیا قصہ تھا؟ یہ شخص تم سے کیا پرخاش رکھتا ہے؟" میں نے گردن گھما کر واسدیو کی شکل دیکھی۔ معصوم صورت یہ آدمی اپنے قید خانے سے میرے لیے برابر کھانے پینے کی چیزیں بھیجتا رہا تھا۔ حالات کچھ بھی ہوں یہ قابل اعتماد تھا اور میں اس کے اعتماد کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا، کوئی غلط سلط بات کرنے کو میرا جی نہ چاہا تو میں نے جواب میں اس سے کہا۔ "یہ میرا دشمن نہیں دوست تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا یہ گھونسے مار مار کر دوستی نبھا رہا تھا؟"

"ہاں۔ اس نے دوسرے لوگوں کو دکھانے کے لیے میرے ساتھ بدسلوکی کی تھی لیکن درحقیقت وہ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا۔"

"کیا؟" واسدیو نے متجسسانہ انداز میں پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ مجھے یہاں تمام سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کی جائیں گی اور اس دوران میں فرار کا کوئی منصوبہ نہ بناؤں۔"

"یہ باتیں اس نے کہی تھیں؟"

"ہاں اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ فرار کے لیے مناسب موقع وہ خود تلاش کرے گا اور مجھے اس کے بارے میں بتائے گا۔"

واسدیو کے چہرے پہ خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "جب تم فرار ہونا علی تو مجھے نہ بھول جانا۔ میں اس زندگی کو صرف اس لیے کاٹ رہا ہوں کہ فرار کا کوئی موقع مل جائے۔"

"نہ صرف تمہیں بلکہ دھرم ڈو کو بھی نہیں بھولوں گا واسدیو! اس کے علاوہ جو کوئی بھی ہماری وجہ سے یہاں سے نکل سکا، مجھے خوشی ہو گی۔"

"مگر یہ تمہارا دوست کیسے بن گیا؟"

"اب یہ بات خدا ہی جانے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

خود میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس قید خانے میں میرا ہمدرد کون پیدا ہو گیا یا کس نے اس شخص کو میری ہمدردی پر مجبور کیا۔ اگر وہ میرا نام لے کر ڈنکا نہ لگاتا تو میں سمجھتا کہ شاید کسی غلط فہمی کا شکار ہے لیکن... لیکن یہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے بااثر ارکان کو میری گرفتاری اور یہاں قید کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں؟ اس بات کے امکانات تو تھے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ مسٹر ایڈلر نے اپنی زبان بند نہیں رکھی ہوگی اور میرے بارے میں مفصل تفصیلات فراہم کر دی ہوں گی لیکن یہاں آ کر ان کے ان عزائم کی جھلک کیسے ملی؟ کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے آدمی اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے میرے لیے آسانیاں فراہم کرتے پھر یہ کیا قصہ تھا؟ لیکن دماغ کھپانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا، ظاہر ہے مجھے اس کا جواب نہیں مل سکتا تھا۔

میرے آس پاس تقریباً سب قیدیوں سے سلام دعا ہو چکی تھی۔ ویسے دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ علاقہ خطرناک ہونے کے باوجود اس قدر خطرناک نہیں ثابت ہوا تھا کیونکہ یہاں موجود قیدی کم تر درجے کے تھے۔ میں جانتا تھا کہ یہ لوگ یوں ہی تو جیل کی ہوا کھانے نہیں چلے آئے ہوں گے، ان میں چور، نقب زن، اچکے اور بدنام اسمگلر بھی ہوں گے لیکن مزے کی بات یہ تھی کہ ہر نسل اور رنگ کے ہونے کے باوجود ان میں بڑی یگانگت تھی۔ ان میں سے اکثر فرار کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ یہاں یا تو وہ کوئی سزا کاٹ رہے تھے یا سزا پانے کے انتظار میں گل سڑ رہے تھے لیکن ان کے ذہنوں میں یہی خیال تھا کہ کسی نہ کسی دن یہاں سے نکل جائیں گے۔

جیل کی چار دیواری پر رات کے وقت خاصا پہرہ رہتا تھا۔ ہر کونے میں ایک سنتری چوکس کھڑا ہوتا اور گیٹ کے دروازے کے قریب یارڈ میں دوسرے اور سنتری بھی چوکنے تھے جو ہمہ وقت مسلح ہوتے۔ قیدیوں کے کھانے کے لیے یہاں جو چیزیں بھیجی جاتیں وہ اچھی خاصی عمدہ ہوتی تھیں لیکن ان کے علاوہ باہر سے کچھ لوگ یہاں کھانے پینے کی چیزیں فروخت کرنے کے لیے آتے رہتے تھے۔ ان میں کافی چیزیں سستی، انناس وغیرہ تھے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی سامان فروخت کرنے والا کسی نہ کسی کا نشانہ بن جاتا۔ اس سے چھین کر اس غریب کو کچھ علم ہوتا اس سے پہلے ہی اُسے کسی کونے میں باندھ دیا جاتا اور پھر اس کے پیچھے چھپا لیتے، پہلے اس کی گردن میں چاقو پیوست کر دیا جاتا۔ ادھر اس کی رگ سے خون کا فوارہ اُبلتا اور وہ دھڑام سے گرتا، سامان لٹ چکا ہوتا۔ اس کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو، اکثر قیدیوں کو میں نے جیل کے احاطے ہی کو روٹی کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت تک پیتے رہتے جب تک کہ بے ہوش ہو کر گر نہ جاتے۔ ان کی کھالیں بدل دی جاتیں لیکن ہمارے ان تجربوں کی جانب ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

کافی دن گزر گئے، میں نے اپنی کہانی واسدیو اور دھرم ڈو کو سنا دی تھی اور انہیں ہدایت کر دی تھی کہ یہ کہانی سب سے چھپائے رکھیں ورنہ ہمارا ہمدرد بھی وہ سہولتیں فراہم نہیں کر سکے گا۔

یہاں سے حاصل ہو جاتا تھا، ضرورت کی تقریباً تمام چیزیں ہمیں یہاں مہیا کر دی جاتی تھیں۔ ہمارے پنجرے کے جو افراد تھے انہیں بھی یہ تمام چیزیں دی جاتی تھیں کہ وہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی فرق نہ محسوس کریں۔ ظاہر ہے یہ کام گراہم ہی کر رہا تھا لیکن اس دوران اس نے مجھ سے ملاقات کی کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن ایک دن یہ کام بھی ہو گیا۔ شام کے تقریباً چھ بجے تھے، تین چار سپاہی آئے، انہوں نے پنجرے کا دروازہ کھول کر مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ قریب پہنچا تو ان میں سے ایک نے کہا۔ "تمہیں مسٹر گراہم... بلا رہے ہیں۔"

میں کان دبا کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ ظاہر ہے کوئی گریز کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مجھے گراہم کے دفتر سے ملحق ایک عمارت میں پہنچا دیا گیا جس کے ایک بڑے سے کمرے میں گراہم موجود تھا۔ وہ ایک میز کے گرد پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھا تھا۔ سامنے دو کرسیاں اور بھی پڑی تھیں۔

اس نے ادھر اُدھر دیکھ کر مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "مسٹر علی! اتفاق کی بات ہے کہ میں تقریباً پندرہ دن کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں اب تک جو کچھ میں نے سوچا تھا، میرے اس اچانک پروگرام نے وہ سب گڑبڑ کر دیا ہے۔ تاہم میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ کوئی ایسی حرکت مت کرنا جو میرے راستے میں رکاوٹ بن جائے۔ میں تمہارے یہاں سے فرار کے لیے منصوبہ بندی کر رہا ہوں اور کوئی بہتر موقع ملتے ہی تمہیں یہاں سے نکال دوں گا۔"

"کیا آپ مجھے اب بھی یہ نہیں بتائیں گے مسٹر گراہم کہ آپ کو مجھ سے ہمدردی کرنے پر کس نے آمادہ کیا ہے؟"

"وہ نام جان کر تمہیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ مسٹر ایڈلر ہمارے سرپرست ہیں اور انھوں نے ہی خصوصی ذرائع سے کام لے کر تمہارے لیے آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔"

گراہم کی زبانی ایڈلر کا نام سن کر میں ششدر رہ گیا۔ گویا اس شخص کو بھی علم ہو چکا تھا کہ میں آئی وی ڈی کے قید خانے میں بھیج دیا گیا ہوں۔ نہ جانے اسے میری اصلیت کا علم تھا اور اس کی معلومات کے ذرائع کیا تھے، وہ میرے لیے مسلسل کوششوں میں مصروف تھا۔ بہرحال اس بات سے مجھے ذرا سا اطمینان ہو گیا تھا کہ جب ایڈلر کو یہاں تک میرے بارے میں معلومات حاصل تھیں تو پھر تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ارکان کو بھی اس بات کا علم ہو گا کہ میں کہاں قید ہوں۔ ممکن ہے ان کی ہی ایما پر ایڈلر میرے لیے کوئی منصوبہ بندی کر رہا ہو۔ تنظیم کے تحت میرا ایمان ہے ضروری ہو، ممکن ہے مسٹر ایڈلر نے اس میٹنگ میں شرکت کر لی ہو اور وہیں پر میرے سلسلے میں بھی ضروری معاملات طے ہو گئے ہوں۔ ہر چند کہ ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ یہ تمام کارروائیاں اتنی برق رفتاری سے ہو جاتیں۔ تاہم مسٹر ایڈلر کا ہدایت نامہ یہاں کسی بھی ذریعے سے پہنچ گیا تھا۔ یہ کیا کم بات تھی۔ اس سے یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ میرے ساتھی میری طرف سے غافل نہیں ہیں۔ مسٹر ایڈلر خواہ کسی بھی مکتبہ سے تعلق رکھتے ہوں، تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ہمدرد ہی تھے اور اس میٹنگ کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکے تھے۔ وہ مکمل طور پر قابل بھروسہ تھے اور اگر انھوں نے گراہم کو میرے لیے مخصوص کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے بھی اس سے مکمل طور پر تعاون کرنا چاہیے۔

چنانچہ میں صبر و سکون سے گراہم کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ ویسے تو میرے ذہن میں فرار کے لیے کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا لیکن دوسرے قیدی جو میرے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے سب ہی دن رات اسی چکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح یہاں سے فرار ہونے کا موقع مل جائے اور طرح طرح کی سازشیں سننے میں آتی تھیں۔ ہر چند کہ ان سازشوں کی تفصیلات محافظوں کے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں بلکہ قیدی بڑی احتیاط کے ساتھ اور نہایت مخلصانہ طور پر ایک دوسرے کے راز کو راز رکھتے تھے۔ قیدیوں کی پارٹیاں بنی ہوئی تھیں اور ان پارٹیوں کا ایک ایک سربراہ چن لیا گیا تھا۔ یہ تمام پارٹیاں اپنے اپنے طور پر فرار کے متعدد منصوبے بناتی رہتی تھیں جنہیں پوری طرح نگاہوں میں رکھا جاتا تھا چونکہ ہم خطرناک قیدیوں والے حصے میں تھے، اس کے باوجود میں نے محسوس کیا تھا کہ صرف ظاہری کارروائیوں کے طور پر ہم پر اتنی گہری نگاہ رکھی جاتی ہے۔ ہاں! ہم اپنے احاطے سے اگر چوری چھپے باہر نکلنے کی کوشش کرتے تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ ہمیں نظرانداز نہیں کر سکتے تھے۔ عام حالات میں کوئی خاص کڑی نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ یہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ یہاں کا ماحول آئی وی ڈی کی اس برانچ سے کہیں بہتر تھا جس میں کچھ عرصہ قبل مجھے رکھا گیا تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ خطرناک ترین لوگوں کے لیے جو یہاں موجود محافظوں کو نقصانات پہنچاتے ہیں یا پھر جن کے بارے میں انہیں یہ یقین ہو گا کہ یہ کتے کی دم کی طرح کبھی سیدھے نہیں ہوں گے، ممکن ہے یہاں بھی کوئی ایسی جگہ مخصوص کر دی گئی ہو جیسی برانچ کے تہہ خانوں میں تھی لیکن ہمیں اس کے بارے میں ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

ایک شام دھرم ڈو نے مجھ سے کہا۔ "یہاں ایک شخص ہے جس کا نام کینگرو ہے۔ کینگرو ایک پیشہ ور قاتل تھا اور اسے یاد بھی نہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں کتنے قتل کیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جی دار آدمی ہے۔ وہ فرار کا ایک منصوبہ بنا رہا ہے۔۔۔"

اور اس کے لیے اس نے طے کیا ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ افراد اس کے ساتھ ہوں بہتر رہے گا۔“

”منصوبہ کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ابھی اس کی تفصیلات تو معلوم نہیں ہوئیں لیکن کینگرو کا کہنا ہے کہ اس نے اچھا خاصا اسلحہ جمع کر لیا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو وہ یہاں سے نکال لے جانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ وہ اپنے ساتھ شامل ہونے والوں میں اسلحہ تقسیم کرے گا اور پھر جنگل میں ایک رات باقاعدہ فرار کی کارروائی ہوگی اور جتنے بھی محافظ موت کا نشانہ بن سکیں گے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔“

”اوہ ہو گویا کھلم کھلا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔“ رچرڈ نے جواب دیا۔

”تو تم اس منصوبے سے متاثر ہو رچرڈ؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، متاثر نہیں ہوں لیکن سوچ رہا ہوں کہ یہاں آئے ہوئے ہمیں کافی دن گزر چکے ہیں، کوئی نہ کوئی ڈھنگ کا کام ہونا ہی چاہیے، فرار ہی ہو تو نا۔“

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

لیکن میں کینگرو نامی اس شخص کے منصوبے سے قطعی متاثر نہیں تھا۔ میں نے رچرڈ سے کہا۔ ”دیکھو رچرڈ، میں تمہیں اس منصوبے میں شریک ہونے سے نہیں روکوں گا کیونکہ خود میرے اپنے ذہن میں کوئی جامع منصوبہ نہیں ہے لیکن میں اس میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔“

”کیوں؟“ رچرڈ نے تعجب سے پوچھا۔

”اس لیے کہ میں کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

رچرڈ چند لمحے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔ ”ٹھیک ہے، اگر تم اس منصوبے میں شریک نہیں ہو سکتے تو پھر ہمارے لیے بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم کینگرو کا ساتھ دیں، کچھ دن اور سہی، یہاں سے نکلنا تو ہوگا۔“

”ہاں، ظاہر ہے میں بھی خوشی سے اس جگہ زندگی گزارنے کا قائل نہیں ہوں لیکن دراصل کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے مجھے یہاں رکنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ کچھ لوگ میرے لیے کوششیں کر رہے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ اپنی غلط منصوبہ بندی یا کسی اندھے اقدام سے نہ صرف یہ کہ خود ناکام رہوں بلکہ ان لوگوں کو بھی خطرے میں ڈالوں۔“

”ٹھیک ہے، میں کینگرو کے منصوبے میں حصہ نہیں لوں گا لیکن دیکھیں گے کہ وہ کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔“

میں خاموش رہا۔ رچرڈ نے اس کے بعد کینگرو کے منصوبے کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن پتا نہیں کیوں کینگرو نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ ہاں ایک شام کچھ ہنگامہ آرائیاں ضرور ہوئیں، تھوڑی سی گرفتاریاں ہوئیں، کینگرو کو وہاں سے گھسیٹ کر لے جایا گیا اور اس کے بعد ہمیں پتا نہیں چلا کہ کینگرو کو کہاں قید کیا گیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ کینگرو کا منصوبہ جیل حکام کے علم میں آ گیا اور منصوبے کی ابتدا سے پہلے ہی اس کا اختتام کر دیا گیا۔ لیکن یقیناً اگر ہم بھی اس منصوبے میں ہوتے تو گرفتار ہونے والوں میں ہمارا نام بھی شامل ہوتا۔ اس کا مطلب کم از کم میں نے یہ اندازہ لگایا کہ محافظ جتنے بےپروا نظر آتے ہیں اتنے ہیں نہیں بلکہ اپنے طور پر انہوں نے بھی شاید مخبروں کا انتظام کر رکھا ہے جو قیدیوں کے فرار کے منصوبوں سے واقف ہوتے رہتے ہوں۔ اس احساس کے تحت ہمیں محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے اہم افراد بھی موجود ہیں جو بظاہر قیدیوں کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں لیکن درحقیقت لوگوں کے مخبر ہیں۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تھی لیکن ایسے لوگوں کی تلاش ذرا مشکل کام تھا کیونکہ وہ باقاعدہ تربیت یافتہ ہوں گے۔ تاہم میں اور دونوں ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ایسے لوگوں کی تلاش کی بھرپور کوشش کریں گے اور بہتر یہ ہے کہ آئندہ اور شخص کے ساتھ مل کر فرار کی منصوبہ بندی میں کوئی دلچسپی نہ لی جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں آئے ہوئے ہمیں تقریباً [illegible] دن گزر گئے۔ کیسوپی ذہنی طور پر بری طرح بیزار ہو چکا تھا۔ اب جیل کی یہ زندگی سخت ناگوار گزر رہی تھی۔ میں صرف گراہم کی وجہ سے خاموش بیٹھا رہا تھا ورنہ یہ تصور ہی میرے لیے سوہان روح تھا کہ ایک قیدی کی حیثیت سے بقیہ زندگی کسی قید خانے میں گزاروں۔ اس سے بدرجہا بہتر فرار کی کوشش میں مر جانا تھا۔ کیسوپی نے [illegible] جس کا چہرہ [illegible] ہو رہا تھا [illegible] گراہم کو دیکھا۔ وہ خاص طور پر شاید ہمارے کمرے کے سامنے سے گزر رہا تھا لیکن اس نے [illegible] طرف نگاہ ڈالی اور کوئی اشارہ وغیرہ کیے بغیر سامنے سے گزر گیا۔ صبح مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ چار سپاہی بڑی بےدردی سے دھکے دیتے ہوئے اس کے دفتر میں لے گئے تھے چونکہ گراہم کا نام لے دیا تھا اس لیے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور میں ذہنی طور پر اس موڈ میں نہیں تھا کہ کسی کی کوئی بالادستی تسلیم کروں۔ تو اتنا عاجز آ چکا تھا ان لوگوں سے کہ میرے سامنے گردنیں بھی جھکاتے اور میری مرضی کے خلاف مجبور کرنے کی کوشش کرتے تو ان میں سے چند لوگوں کو بھی ہلاک کر سکتا تھا، کر دیتا اور اس کے بعد جان دے دیتا۔

گراہم نے خشمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کرخت لہجے میں بولا۔ ”میں تمہاری موجودہ مصروفیات کے بارے میں [illegible]

حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چلو تم لوگ باہر جاؤ۔“ اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور وہ سب گردن جھکا کر باہر چلے گئے تب گراہم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ ”اپنے اس لہجے پر تم سے معافی کا خواست گار ہوں علی یار خان! تم تو بہت گریٹ آدمی ہو، مجھے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔“

”آپ کہاں گئے تھے مسٹر گراہم؟“ میں نے سوال کیا۔

”یوں تو میں اپنے ہی کام سے گیا تھا لیکن اس میں مسٹر ایڈلر سے ملاقات بھی شامل تھی۔ وہ اس وقت بلجیم میں ہیں، مجھ سے نہیں مل سکے لیکن میری ان سے ٹیلی فون پر بات چیت ہو چکی ہے۔“

”خوب! کیا انہوں نے کچھ تفصیلات بتائی ہیں میرے بارے میں؟“

”ہاں، مختصر سی گفتگو تھی اور ظاہر ہے ہم ٹیلی فون پر زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے تھے اور وہ بھی محدود گفتگو، تاہم انہوں نے مختصر الفاظ میں مجھے بتایا کہ تم بہت بلند انسان ہو مسٹر علی! میں ابھی تمہارے لیے کوئی بہتر منصوبہ بندی نہیں کر سکا ہوں البتہ ایک چھوٹا سا پلان میرے ذہن میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فرار کی ایک کوشش کرو کیونکہ مسٹر ایڈلر کسی اہم مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں اور فی الحال کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں، اسی لیے انہوں نے مجھ سے ہی درخواست کی ہے کہ میں کسی بہتر ذریعے سے تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر علی یار خان کہ میری اپنی پوزیشن بھی یہاں بہت زیادہ بڑی نہیں ہے اور پھر آئی ڈی ڈی کے قید خانے کو ایک ناقابل تسخیر دیوار سمجھا جاتا ہے۔ یہاں فرار کے منصوبوں کی صرف منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ آج تک چند ہی بار کوئی قدم اٹھایا گیا لیکن ہم نے ان لوگوں کو ناکام کر دیا۔ یہ پہلا موقع ہوگا کہ جیل خانے کا ایک محافظ کسی کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کرے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم اپنے ساتھ چند ایسے لوگوں کو ملا لو جن پر تمہیں یقین ہو کہ وہ تمہارے لیے کارآمد ہوں گے۔ زیادہ بھیڑ بھاڑ تمہارے لیے خطرناک ہوگی۔ فرار کے اس چھوٹے سے منصوبے کی تفصیلات میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ اس پر غور کر لینا اور اپنے ساتھ جن لوگوں کو ملانا چاہو، ان کی تفصیل مجھے بتانا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس منصوبے کی کامیابی کا مجھے خود بھی یقین نہیں ہے لیکن بطور تجربہ ایسا کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ بالفرض حالات [illegible] سنبھال لوں گا [illegible] ایک مہینے کے لیے مجھے اس علاقے کا چارج [illegible] میں جانتا ہوں کہ اگر تم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو مجھے معطل کر دیا جائے گا لیکن مسٹر ایڈلر سے میری یہ بات بھی ہو چکی ہے [illegible] تفصیل میں جانے کا [illegible] ہے، میں تمہیں صرف منصوبے کی تفصیل بتاتا ہوں۔“

تقریباً دس منٹ تک مختصر ترین الفاظ میں گراہم مجھے اس منصوبے کی تفصیل بتاتا رہا۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی چونکہ آئی ڈی ڈی کا ایک محافظ خود مجھے یہ مشورہ دے رہا تھا، اس لیے میں اسے دوسری تمام ترکیبوں سے زیادہ اہم سمجھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی طرف سے انتہائی کوشش کروں گا اور ممکن ہے کہ اس کارروائی پر بہت تیزی سے عمل کروا لوں۔

”لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ان افراد کی فہرست دینا ہوگی جنہیں تم اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔“

”میرے ساتھ صرف دو آدمی ہیں، تیسرے آدمی کی گنجائش بڑی مشکل ہی سے نکل سکتی ہے۔ تاہم اگر کوئی مل سکا تو میں اسے ضرور تلاش کر لوں گا۔“

”وہ دو آدمی کون ہیں؟“

”ان میں سے ایک کا نام رچرڈ اور دوسرے کا کیسوپی ہے۔“

”میں سمجھ گیا، یہ وہی لوگ ہیں نا جو تمہارے ساتھ ہی برازیل سے یہاں لائے گئے تھے؟“

”ہاں وہی ہیں۔“

”ٹھیک ہے لیکن میرے اس منصوبے میں چار آدمی نکل سکتے ہیں، بہتر یہ ہوگا کہ ایک آدمی اور تم تلاش کر لو۔ ویسے تمہیں اس تبدیلی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا، میرا مطلب ہے کہ تمہارے جذبات تو مجروح نہیں ہوں گے؟“

”نہیں، یہ صرف ضرورت کے تحت ہوگی اس لیے میں اوپری دل سے وقتی طور پر اسے مان لوں گا، ظاہر ہے مجھے اپنے دین اور مذہب سے اتنا لگاؤ ہے کہ میں اسے تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔“

”یہ تو ایک چھوٹا سا پروگرام ہے، اس میں مذہب کی تبدیلی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اچھا میں سپاہیوں کو بلا رہا ہوں، میرے پاس زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں ہے اور بہتر ہے کہ اپنے چہرے پر ایک آدھ نشان بنا لو تاکہ یہ اندازہ ہو کہ میں نے تم پر تشدد کیا

کیا ہے۔" میں نے اس کی ہدایت کے مطابق اپنے چہرے پر دو چار طمانچے لگائے۔ چیخنے، دھاڑنے کی آوازیں منہ سے نکالیں اور پھر گراہم کی دھاڑ ابھری۔ اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی۔

"اسے لے جاؤ اور بند کر دو۔" اس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ یہ صرف اداکاری تھی۔ ان چاروں نے مجھے پکڑ لیا اور پھر اسی طرح گھسیٹتے ہوئے کوٹھری میں لے گئے۔ دروازہ کھول کر انہوں نے مجھے اندر دھکا دے دیا۔ رچرڈ اور واسدیو اضطراب میں کھڑے ہو گئے اور میرے نزدیک آ کر چہرے پر پڑے ہوئے نشانات دیکھنے لگے اور ان کی آنکھوں میں کرب کے آثار نظر آنے لگے۔

"تو تمہارے ...... ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے؟" رچرڈ نے بھاری لہجے میں کہا لیکن میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ دیکھ کر وہ کسی قدر حیران ہو گیا۔

"تم مسکرا رہے ہو؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"مطمئن رہو رچرڈ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں تفصیل بتاؤں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ دن کے بقیہ حصے میں انہیں میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ رات کو جب ہم تمام معمولات سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً قریب لیٹ گئے تو میں نے رچرڈ کو ساری بات تفصیل سے بتا دی۔

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے تھے میرے لیے، ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دوست! میں مختصراً تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہاں ایک شخص میرا ہمدرد بن گیا ہے۔ اس کا نام گراہم ہے اور وہ یہاں آفیسر انچارج نمبر دو ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس قید خانے کے معاملات کے نگران بہت سے لوگ ہیں اور کسی ایک خاص آدمی کو یہاں مکمل اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے کو جواب دہ ہے۔ مسٹر گراہم کو میرے کچھ ایسے ہمدردوں نے میرے ساتھ رعایت کرنے پر آمادہ کر لیا ہے جن کا تعلق طویل عرصے تک مجھ سے رہا ہے۔ ان کے بارے میں تفصیل بتانا بے کار ہے۔ رچرڈ! بس میں تمہیں اتنا ہی بتا دوں کہ وہ لوگ میری مدد کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے مسٹر گراہم کو پتا نہیں کس طرح تیار کر لیا ہے۔ اب ذرا سوچو کہ اگر قید خانے کا کوئی محافظ خود ہمارے فرار کے منصوبے بنائے تو ہمیں کتنی آسانیاں مل سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ وثوق سے یہ بات نہیں کہتا ہے کہ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں صرف ایک آدمی کی بادشاہت نہیں ہے، خواہ وہ یہاں کا انچارج ہی کیوں نہ ہو۔ بہرحال اس کے طلب کرنے پر اس کے پاس گیا تھا اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب ڈرامہ تھا۔ یہ جو تمہیں میرے چہرے پر کچھ نشانات نظر آ رہے ہیں تو یہ جان لو کہ یہ نشانات میں نے اپنے ہاتھوں ہی سے بنائے ہیں۔ صرف اس کی پوزیشن محفوظ رکھنے کے لیے۔"

"اوہ!" رچرڈ اور واسدیو کی ملی جلی آوازیں ابھریں۔ پھر واسدیو نے کہا "تو کیا منصوبہ پیش کیا ہے اس نے؟"

"ڈیئر واسدیو! اس منصوبے کے لیے خاص طور سے تمہیں اور مجھے تھوڑا سا ذہنی طور پر متاثر ہونا پڑے گا یعنی ہمیں یہ تاثر دینا پڑے گا کہ ہم عیسائیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور یہ مشورہ رچرڈ نے ہی دیا ہے۔ مبلغ کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس رغبت کے بعد ہمیں گرجا گھر بھی جانا ہوگا۔ دو تین بار ہم گرجا گھر کے چکر لگائیں گے اور اس کے بعد اپنے منصوبے کی تکمیل کریں گے۔" میں نے آہستہ آہستہ رچرڈ اور واسدیو کو تمام تفصیلات بتا دیں۔

واسدیو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا "اس کا مطلب ہے منصوبہ خاصا طویل ہے؟"

"جلد بازی کو ویسے بھی مناسب نہیں سمجھتا۔ کیا خیال ہے، تم اس کے لیے تیار ہو؟"

"ذہنی طور پر تو میں کبھی تیار نہیں ہو سکتا لیکن اگر یہ صرف وقتی ضرورت ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"خیال رکھنا اس پر مجھے بھی معترض ہونا چاہیے۔" رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کرنا میرے دوست! اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تمہیں یہ منصوبہ بتاتا ہی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ارے ارے، یہ کیسی باتیں کر رہے ہو! میں نے تو یہ بات صرف مذاق میں کہی ہے۔ تو پھر پرسوں تم ہمارے ساتھ گرجا گھر چل رہے ہو؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

اتوار کے دن دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ میں اور وہ لوگ بھی گرجا گھر پہنچ گئے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ کسی نے اس بات پر توجہ بھی نہیں دی تھی کہ ہم تھوڑے دن پہلے تو عیسائیت سے تعلق نہ رکھتے تھے، اب اچانک اس کی طرف کیوں راغب ہو گئے۔ چنانچہ ہمیں اس کام میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں اور واسدیو عبادت میں شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ ہم وہاں کے معاملات کا جائزہ لے رہے تھے تاکہ عمل کے لیے تفصیلات طے کریں۔ ہماری نگاہیں عبادت کے دوران وہاں موجود ایک ایک فرد کا جائزہ لے رہی تھیں اور ہم نے محسوس کیا کہ اگر پوری توجہ اور کوشش سے ہم اپنا کام انجام دیں تو شاید نکل جانے میں کامیاب ہو جائیں۔ باقی سب تقدیر کا کھیل ہے۔ اگر تقدیر ہی ساتھ نہ دے تو دوسری بات ہے۔ زندگی اور موت کے اس کھیل کے لیے ہم خود کو تیار کر چکے تھے۔

پادری

پادری کے وعظ اور نیک نصیحتوں کی ہدایتوں کے بعد عبادت ختم ہو گئی اور ہم سب شریف انسانوں کی مانند وہاں سے واپس ہوئے۔ اپنے قید خانے میں پہنچے اور سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ طے پایا کہ گرجے میں عبادت کے لیے باقاعدگی سے جاتے رہیں گے۔ گرجا مستطیل شکل کا تھا۔ دونوں جانب ایک ایک دروازہ باہر کی طرف کھلتا تھا اور مرکزی دروازہ کاریڈور کے سامنے۔ یہاں صرف سلاخیں ہمارا راستہ روک سکتی تھیں۔ سلاخوں کے دوسری طرف جیل کے وارڈن رہائش پذیر تھے۔ ان کے کوارٹروں میں سے ایک دروازہ باہر گلی میں کھلتا تھا۔ چونکہ عبادت کے وقت گرجا بھر جاتا تھا اس لیے کاریڈور کا سلاخوں والا دروازہ کھول دیا جاتا تھا اور وارڈن وہاں حفاظت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہمارا منصوبہ یہ تھا کہ جب وعظ کی گھنٹی بجتی ہم اکٹھے حملہ کرتے۔ مجھے گراہم کی گردن پر چاقو رکھ کر اسے یہ حکم دینا تھا کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کی اجازت دو ورنہ تمہاری شہ رگ کاٹ دی جائے گی۔ رچرڈ کو یہ ڈراما پادری کے ساتھ کرنا تھا اور واسدیو کے سپرد یہ ذمہ داری تھی کہ وہ وہاں موجود لوگوں کو پستول کی نال پر رکھے اور وارڈن کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے تو اسے ہلاک کر دے۔ یہ کام صرف تین آدمیوں کے بس کا نہیں تھا لیکن زیادہ لوگوں کو اپنا ہمنوا اس لیے نہیں بنایا جا سکتا تھا کہ کہیں بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ اس کے لیے مجھے مسٹر گراہم نے خاص طور سے ہدایت کر دی تھی۔

مسٹر گراہم نے ہتھیار ایک خاص ذریعے سے فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں مسٹر گراہم اور پادری کو ساتھ لیے ہوئے گرجا کے دروازے سے نکلنا تھا اور وہاں سے کاریڈور میں آنا تھا۔ پھر سلاخوں والا دروازہ بند کر کے کوٹھی کا بڑا دروازہ کھول کر باہر نکلنا تھا۔ باہر ہمارے لیے سواری کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ بظاہر یہ منصوبہ خاصا اطمینان بخش تھا کیونکہ اس کے بعد کے معاملات بھی مسٹر گراہم نے مجھے بتا دیے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ گاڑی ہمیں لے کر جائے گی [illegible] میں ہمیں ایک ایسی جگہ پہنچا دے گی جہاں ہمیں کچھ دیر چھپنا ہوگا اور اس کے بعد ہمیں سمندری راستے سے یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ میں نے دو تین گرجا میں جا کر تمام صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لے لیا اور پھر ایک دن غالباً بدھ تھا وہ، جب مسٹر گراہم نے مجھ سے اپنے مخصوص انداز میں ملاقات کی۔ ان کا چہرہ پُرجوش تھا۔ تنہائی ملتے ہی انہوں نے مجھ سے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کیا آپ فرار کے منصوبے کا اچھی طرح جائزہ لے چکے ہیں مسٹر ملک؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ اس منصوبے کو مکمل پاتے ہیں؟"

"بظاہر اس میں کوئی خامی نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ گرجا سے نکلنے کے بعد ہمیں کوئی مناسب سواری مل جائے اور وہ ہمیں کسی ایسی جگہ پہنچا دے جہاں ہم وقتی طور پر روپوش ہو سکیں۔"

"میں پچھلے کچھ دنوں سے اس پر غور کر رہا ہوں اور میں نے محسوس کیا ہے کہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف تین آدمی کافی نہیں ہوں گے۔ اگر کچھ اور لوگ بھی اس میں شریک ہو جائیں تو ان محافظوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے جو وہاں موجود رہتے ہیں اور مسلح ہوتے ہیں۔ اگر یہ محافظ جان پر کھیلنے کے لیے تیار ہو گئے تو پھر مشکلات پیش آ جائیں گی۔ ہر چند کہ میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ ہتھیاروں کا استعمال نہ کریں لیکن اگر کسی نے یہ کام کر ہی ڈالا تو پھر کیا ہوگا؟"

"آپ اس سلسلے میں جیسا مناسب سمجھتے ہیں مسٹر گراہم! میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"افسوس تو یہی ہے کہ نامناسب آدمی کی اس پروگرام میں شرکت سب کے لیے نقصان دہ ہو جائے گی۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ تم اپنے ساتھیوں میں اضافہ کر لو۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔"

"تو پھر آج جمعہ ہے۔ اتوار کو تم اپنے اس منصوبے کی تکمیل کر رہے ہو۔ میں اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔ چونکہ یہ کام میں اسی عرصے میں مکمل کر لینا چاہتا ہوں جب تک میرے اختیارات درست لوگ سنبھال رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ منصوبہ کامیاب نہ بھی ہو سکا تب بھی میں تمہیں ایسا کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا جس سے تمہیں کوئی جسمانی تکلیف ہو۔ میں نے اس کے لیے انتظامات تقریباً مکمل کر لیے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اتوار کو اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔"

"بہتر ہو گا کہ اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کر لو۔" گراہم نے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مجھ سے کسی طور بھی اختلاف نہیں کر سکتے۔" میں نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ تمہیں ایک محفوظ ذریعے سے اسلحہ فراہم کر دیا جائے گا اور تم اسے صحیح طور پر پوشیدہ کر لینا۔" اس نے گھنٹی بجا دی۔ پھر مجھے واپس میرے پنجرے میں پہنچا دیا گیا۔

اسی رات کو میں نے جیرڈ اور واسدیو کو اپنا منصوبہ بتا دیا۔ دونوں اب تک فرار کی کوششوں کے لیے بڑے پرجوش نظر آتے تھے لیکن اس منصوبے کو سن کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

جیرڈ نے آہستہ سے کہا۔ "کیا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اگر نہ بھی پہنچ سکا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم نئی کوشش کریں گے۔"

"کیا واقعی ہم اس قابل رہ جائیں گے کہ فرار کی نئی کوششیں کر سکیں؟" واسدیو بولا۔

"بھئی تم دونوں کی یہ گفتگو میرے لیے ذرا تکلیف دہ ہے۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تم خوشی سے اچھل پڑو گے اور اتوار کے دن کا انتظار بمشکل تمام کرو گے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو ذرا عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔ البتہ اگر تم لوگ پسند کرو تو ایک کام ضرور کر لو۔" جیرڈ نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"پادری پر تشدد کرنے کے لیے میرا انتخاب نہ کرو۔ میں چونکہ میں مذہبی آدمی نہیں ہوں، یہ خوف میرے دل میں رہے گا کہ کہیں پادری کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ یہ کام واسدیو کرے گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں یہ کام بہ آسانی کر لوں گا۔" واسدیو نے کہا۔ اور جیرڈ مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے اس گناہ کا بھی احساس ہو رہا ہے کہ یہ بات میرے علم میں ہو گی لیکن میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"شاباش مسٹر جیرڈ! اب تم بہت زیادہ مذہبی بننے کی کوشش مت کرو۔ جان بچانی ہے تو تمہیں اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ہمارا ساتھ دینا ہو گا۔"

"ارے تو اس سے انکار کون کر رہا ہے؟" جیرڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

مسٹر گراہم نے اس سلسلے میں جو تفصیلات بتائی تھیں وہ واقعی دلچسپ تھیں۔ جمعرات کے دن پھل اور دیگر چیزیں فروخت کرنے والا ایک شخص ایک بڑا سا ٹوکرا لیے ہوئے ہمارے پنجرے کے نزدیک پہنچ گیا اور وہیں گھوم پھر کر چیزیں فروخت کرنے لگا۔ اس کے بعد نگاہ بچا کر اس نے اپنے سامان میں سے ایک جدید ترین ساخت کی رائفل نکالی اور ہمارے پنجرے میں ڈال دی۔ میں نے رائفل دیکھتے ہی جھپٹ کر اپنے بستر پر پڑا اپنا کمبل ڈال دیا تھا اور پھر دوسروں کی نگاہ بچا کر وہ رائفل سنبھال لی۔ جیرڈ اور واسدیو میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے۔ باقی لوگ اس طرف متوجہ نہیں تھے۔ آج ہمیں صرف ایک ہی رائفل ملی تھی جب کہ ہمیں تین رائفلوں کی ضرورت تھی۔ رائفل بھری ہوئی تھی اور اس میں باقاعدہ میگزین استعمال ہوتا تھا۔ بہرطور اب اس کی حفاظت کی ذمے داری ہم پر عائد ہو گئی تھی اور اس کے لیے یہ طے پایا تھا کہ ہم کوئی بھی کام کریں، ہم میں سے ایک شخص اس رائفل پر ضرور بیٹھا رہے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ باری باری ہماری ڈیوٹی لگتی رہی۔ دوسرے دن ہمیں دو رائفلیں ملیں اور اس کے ساتھ ہی فالتو ایمونیشن بھی ملا۔ رائفلیں سپلائی کرنے والے نے یہ خیال رکھا تھا کہ وہ ایسے وقت ہمیں یہ رائفل دے جب کوئی دوسرا اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ شخص وہی تھا جس نے پہلے دن رائفل پہنچائی تھی۔ اس لیے میں نے اسے فوراً پہچان لیا تھا۔ بہرطور ان تینوں رائفلوں کی حفاظت شدید جانفشانی سے کی گئی اور ایک ایک لمحہ انتظار کرتے رہے۔ ہم لوگ اپنی اس تکنیک پر عمل کر رہے تھے یعنی ایک آدمی اس کمبل پر مسلسل بیٹھا رہتا تھا جس کے نیچے رائفلیں پوشیدہ تھیں۔ کسی کو بھی اس بات کا شبہ نہیں ہونے دیا تھا۔ ویسے رائفلوں کو اپنے لباس میں چھپا کر گرجا گھر لے جانا بھی ایک مسئلہ تھا لیکن یہ کوئی آسان کام تو تھا نہیں کہ اس کو بغیر کسی دقت کے انجام دیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جب ہمیں اپنے منصوبے کی تکمیل کرنا تھی یعنی اتوار۔

صبح ہی سے میں، واسدیو اور جیرڈ پوری طرح تیار ہو کر ... کرنے میں مصروف ہو گئے ... صاف ... پہنے جو عبادت کے لیے جیل ہی سے مہیا کیے جاتے تھے۔ ڈھیلے ڈھالے لباسوں میں رائفلوں کو چھپا لینا بہت زیادہ مشکل کام ثابت نہ ہوا سوائے اس کے کہ ہمیں ان کے لیے احتیاط رکھنا تھی۔ اس کے بعد ہم دھڑکتے دلوں کے ساتھ گرجا گھر کی جانب چل پڑے۔

گرجا گھر کے اندر پادری کی آواز ابھر رہی تھی...

"نیکیوں اور سچائیوں کے رستے سے بھٹک جانے والو! خداوند خدا کا مقدس کلام سنو۔ آؤ اور انسان کی اوقات پہچانو۔ آؤ کہ خدا تمہیں کبھی تشدد کی اجازت نہیں دیتا۔ آؤ اور سنو کہ انسان کے لیے کیا حقوق متعین کیے گئے ہیں۔"

جیرڈ کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ واسدیو کی آنکھوں میں چمک تھی۔ میں نے بڑے سکون سے اپنی جگہ سنبھال لی۔ میں نے دیکھا کہ گراہم سادہ لباس میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے اسی کو سنبھالنا تھا چنانچہ میں اپنے لیے جگہ نکال کر دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ جیرڈ میرے دائیں جانب تھا اور واسدیو پادری کے اتنے قریب تھا کہ جب ہم ایکشن میں آتے تو واسدیو کو پادری کو قبضے میں کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی۔ اس نے اپنی پوزیشن بہتر طور پر سنبھالی ہوئی تھی۔ ہم نے عبادت کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس میں یہ فائدہ بھی تھا کہ جیل سے نکلنے کے بعد ہم عام لوگوں میں گھل مل سکتے تھے اور بہ آسانی پہچانے نہیں جا سکتے تھے۔ رائفل میرے لباس میں چھپی ہوئی تھی اور میں اس پوزیشن میں تھا کہ ایک سیکنڈ میں اسے نکال لینے میں کوئی دقت نہ ہو۔ ہم سب ایک دوسرے سے نگاہیں ملائے ہوئے تھے اور ہماری آنکھیں گرجے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

گھنٹی بجانے والا لڑکا اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے پہنچ چکا تھا۔ پہلی گھنٹی بجی اور میں نے لمبا سانس لیا۔ پھر دوسری گھنٹی بجی اور یہی وقت عمل کا تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے رائفل نکالی اور چھلانگ لگا کر گراہم کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے رائفل کی نال اس کی گردن پر لگا دی۔ اسی اثنا میں واسدیو نے پادری کو شکنجے میں لے لیا۔ پادری بری طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے واسدیو کو دیکھا اور پھر ٹوٹے پھوٹے انداز میں بولا۔ "رحم کرو... مجھ پر رحم کرو۔ میری جان مت لو۔ میں تو خدا کا ایک گناہ گار بندہ ہوں۔"

جیرڈ نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس نے ایک دم پیچھے جست کر کے رائفل کی نال ان وارڈرز کے سامنے کر دی جو ہتھیار سنبھالے کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم میں سے ہر شخص ہتھیار ڈال دے ورنہ میں قتل عام شروع کر دوں گا۔"

ابھی تک کا کام منصوبے کے مطابق ہو رہا تھا۔ کامیابی کی منزل قریب آ رہی تھی۔ آزاد فضاؤں کی خوشبو کا احساس سرور انگیز تھا۔ میں نے بے رحمی سے گراہم کو کالر سے پکڑ کر سیدھا کیا اور رائفل کی نال اس کی پیشانی سے لگا کر بولا۔ "اپنے ان تمام آدمیوں کو حکم دو کہ وہ ہتھیار پھینک دیں ورنہ دو سیکنڈ کے اندر تمہارے بھیجے میں درجنوں سوراخ ہو جائیں گے۔"

گراہم نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ڈوبے ڈوبے لہجے میں بولا۔ "کوئی شخص حرکت نہ کرے۔ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔ خبردار! کوئی جوانی دکھانے کی کوشش نہ کرے۔"

گراہم کی آواز اتنی بلند تھی کہ وارڈروں نے سن لی۔ اندر بے شمار چیخیں ابھریں۔ اس دوران ہم لوگ گراہم اور پادری کو دھکیلتے ہوئے کافی پیچھے لے گئے تھے۔ گراہم کی آواز نے وارڈرز کو ہوشیار کر دیا تھا لیکن گراہم کو جس طرح ہم نے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا اس کے بعد کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر سکیں۔ ہم تینوں کامیابی کے نشے میں چور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہے تھے کہ دفعتاً کسی طرف سے دو رائفلیں گرجیں۔ واسدیو کے سینے اور کولہے میں دو گولیاں لگی تھیں۔ پادری اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ فائرنگ سے عبادت کرنے والوں میں سے دو افراد زخمی ہو گئے تھے۔ گولیاں چلتے ہی زبردست بھگدڑ مچ گئی۔ بھاگتے آدمیوں کا ایک ریلا مجھ سے ٹکرایا اور گراہم پر میری گرفت کمزور ہو گئی۔ گراہم ان لوگوں سے بچنے کے لیے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھال سکا تھا۔ اسی وقت وارڈرز کا ایک گروہ رائفلیں تانے ہماری طرف لپکا۔ میں اور جیرڈ اب اس پوزیشن میں قطعی نہیں تھے کہ اپنا بچاؤ کر سکتے۔ ہم چاہتے تو اندھا دھند گولیاں برسا سکتے تھے لیکن اس

طرح ہماری زندگیاں بچانا مشکل ہو جاتیں۔ جب تک ہماری
رائفلوں میں ایمونیشن تھا ہم ان لوگوں کو ہلاک کرسکتے تھے۔
اور ہلاک ہونے والوں میں وہ قیدی بھی شامل ہوتے جن سے
ہمیں کوئی پرخاش نہیں تھی اور جو صرف بغاوت کرنے کے لیے
آئے تھے۔ وارڈرز کا گروہ ہمارے قریب سے قریب تر آ رہا تھا
اور اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم خودکشی کرلیں۔
یا اپنے آپ کو ان کے حوالے کردیں۔ اس بھیڑ میں بے چارہ گراہم
بھی ہماری بغاوت سے [illegible] ہو چکا تھا جس نے ہمارے لیے اپنا
وقار اپنی ملازمت بلکہ اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دی تھی۔
لاتیں، ٹھوکریں، گھونسے اور چھیپے ہر شے یہ تھا آئی دوش
سے فرار کی اس شاندار جدوجہد کا انجام۔ پھر ہوش اور اس کے
بعد سرد ہواؤں کی بدن کی چوٹوں سے اٹھکیلیاں۔ زندگی نے ہمیں
[illegible] رہی تھی۔ اب تک کی زندگی میں مشقت مقدر تھی۔
وہ بھی جیل میں بھائی بھی لیکن وہ مار پیٹ کی مشقت ذرا اجنبی تھی۔
ہم کسی ہسپتال میں نہیں تھے جس کی دیواریں سفید
ہوں۔ جسم کے نیچے آرام دہ بستر ہو۔ نزدیک ہی تیماردار نرسیں
ہوں اور ہمیں بچانے کی کوشش کرنے والے ڈاکٹر ہوں۔ ایسے حالات
میں کراہ کر ذہنی حالت ہی درست ہوتی ہے لیکن یہاں صورتحال
مختلف تھی۔ [illegible] زمین کا بستر، ویرانی اور تاریک ماحول اور
سرد ہوائیں۔ قریب ہی کسی کی کراہ سنائی دی اور قرات
جاگ اٹھا۔ آواز شناسا تھی۔ میں نے ہاتھوں کو جنبش دی...
تو آواز الفاظ کی شکل اختیار کر گئی۔
"کون ہو؟" رچرڈ کی آواز کی شناخت میں کوئی دقت نہیں
ہوئی تھی۔
"میں ہوں، رچرڈ۔"
"خدا کا شکر ہے تم زندہ ہو۔"
"کیا تم بھی زندہ ہو؟" میں تکلیف کے باوجود شگفتگی نہیں
کھو سکا تھا۔
"ہاں، لگتا تو ایسا ہی ہے۔"
"اور واسدیو؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔
"وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔" رچرڈ نے عجیب
سے لہجے میں کہا۔
"کیا واقعی؟ مگر کیسے؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔
"اس جلاد نے اپنا منصوبہ بدل دیا تھا۔ قید خانے سے
فرار ہونے میں ناکام رہ کر وہ اس دنیا ہی کو چھوڑ بھاگا۔" رچرڈ
کی آواز میں تاسف تھا۔ میں اس کے الفاظ پر سکتے میں رہ گیا۔
رچرڈ کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔
جب کہ اس کے پہلے الفاظ پر مجھے حیرت تھی کیونکہ میں نے

واسدیو کے خود کو گولیاں لگتے ہوئے دیکھی تھیں۔ اگر میں اس طرح
نہ بتاتا تو شاید ہو جاتا اور گراہم میری گرفت میں نہ ہوتا تو محافظ ہم
دونوں کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ بس ہم بچ گئے تھے۔
واسدیو کی موت نے دل کو شدید دھچکا پہنچایا تھا۔ کئی
منٹ تک میں کچھ نہ بول سکا تو رچرڈ کی آواز ابھری۔ "کیا تم
واسدیو کا سوگ منا رہے ہو؟"
"تمہیں اس کا غم نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔"
"تعجب ہے۔ حالانکہ وہ ------"
"ہم زندہ کب ہیں ڈیئر خان؟ زندگی تو ہم سے مذاق کررہی
ہے۔ کیا زندگی اسے کہتے ہیں جو ہم گزار رہے ہیں؟ ہم تو بےجان
مردے ہیں جو جسموں کے خول کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔
اس لیے کسی کا سوگ نہیں منایا جاسکتا۔ اس کی گنجائش نہیں ہے۔"
"ٹھیک کہتے ہو۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ پھر میں نے
چونک کر کہا۔ "کیا رات کا وقت ہے رچرڈ؟"
"ہاں۔ کیوں؟"
"گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے۔"
"بہت گہری۔ مگر تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"
"بس ایسے ہی۔ میں نے سوچا کہ کہیں میں بینائی سے
محروم تو نہیں ہو گیا۔ بدن کی چوٹوں کا شمار نہیں ہے۔"
"کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی؟"
"لگتا تو یوں ہے جیسے بدن کا کوئی حصہ سلامت نہ ہو۔
ویسے چیک کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ہاتھ پاؤں ہلا کر دیکھے۔
نکار نہیں تھا لگتا تھا مگر کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ تب میں نے کہا
"میں ٹھیک ہوں اور تم؟"
"بے چاروں نے بڑی احتیاط سے مارا ہے۔ میں بھی ٹھیک
ہوں۔" رچرڈ نے کہا اور ہنس پڑا۔ اس کے بعد ہم تھکے تھکے انداز میں
خاموش ہو گئے۔ میں اپنے ذہن کو چوٹوں کی کیفیت سے آزاد رکھنے کی کوشش
کر رہا تھا لیکن خاموش ہونے سے اندازہ ہوا کہ اس طرح چوٹوں کی تکلیف
بڑھ جاتی ہے۔ تب میں نے رچرڈ سے کہا "ہمارے دوست گراہم نے جاتے
ہوئے مرہم پٹی وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں کیا اور اس طرح یہاں پھنکوا دیا۔
کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے؟"
رچرڈ چند لمحے کچھ نہ بولا غالباً سوچ رہا تھا پھر اس نے آزردگی سے
کہا "مجھے تو پہلے بھی یقین نہیں تھا کہ یہاں کوئی آدمی بے غرض ہماری مدد
کرے گا لیکن اندازہ یہ تھا کہ مسٹر گراہم نے جو کچھ کیا وہ اس میں مخلص تھے۔
ہمیں اتنا موقع بھی دے دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی تو ذہن نشین
رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی مسٹر گراہم پر شبہ کرسکتا ہے۔ وہ ہمیں قید خانے سے
[illegible]

[illegible] یہ بات
تم کیسے کہہ رہے ہو کہ واسدیو مر گیا؟ ظاہر ہے میرے ساتھ ساتھ ہی تمہاری
بھی یادداشت خروج ہو گئی تھی۔ کیا تم بے ہوش نہیں ہوئے تھے؟"
"ہوا تھا لیکن بے ہوش ہونے سے پہلے واسدیو کا حشر دیکھ چکا تھا۔
میں اس کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چاہتا تو یہی تھا کہ اسے
بچالوں۔ چونکہ وہ زخمی تھا لیکن میں نے جب اس کے قریب
پہنچ کر اسے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ سینے پر لگنے والی گولی دل کو چھیدتی
ہوئی نکل گئی تھی اور واسدیو [illegible] نہیں تھا چنانچہ میں اپنے بچاؤ
کی فکر میں مصروف ہو گیا اور اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔" رچرڈ نے جواب دیا۔
رات کی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی۔ صبح نمودار ہو رہی تھی۔ پھر
دن کی روشنی کے ساتھ ساتھ جب سورج نکلا اور ہمارے پنجروں میں دھوپ
داخل ہوئی تو ہمیں کوئی سکون محسوس ہوا۔ دن کی روشنی میں پتا چلا کہ یہ
وہ پنجرہ نہیں ہے جس میں ہمیں قید رکھا جاتا تھا بلکہ یہ ایک اور ہی جگہ
ہے تاہم یہ بھی پنجرے کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ ہمیں زیادہ آرام کا موقع
نہیں ملا۔ تھوڑی دیر بعد چار مسلح محافظ آئے اور ان کے چہروں پر نفرت
کے آثار تھے۔ انہوں نے ہمیں بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر اس پنجرے
سے نکالا اور اسی طرح لیے ہوئے چل پڑے۔ اندازہ درست ہی تھا۔
ہمیں مسٹر گراہم کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ گراہم کے چہرے پر خشونت کے
آثار تھے۔ اس نے سرسری انداز میں ہمارے بارے میں تفصیلات سنیں۔ یہ
صرف سرکاری کارروائی تھی ورنہ وہ خود بھی ان تمام معاملات میں برابر کا
شریک تھا بلکہ اس کی زندگی بھی اتفاقیہ طور پر بچ گئی تھی البتہ وہ سب
لوگوں کے سامنے اس نے ہم سے چند سوالات ضرور کیے۔ مثلاً یہ کہ رائفلیں ہمیں
کہاں سے حاصل ہوئیں؟ بلکہ جواب میں خاموشی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا
تھا۔ محافظوں نے دو چار ہاتھ بھی رسید کیے لیکن اس کے لیے ہم پہلے سے
تیار تھے چنانچہ ہم دونوں ہی ان کے [illegible] اس طرح زمین پر گر کر
تڑپنے لگتے جیسے بس جان کنی کا عالم ہو۔ گراہم نے انہیں حکم دیا کہ مار پیٹ
ترک کی جائے چونکہ ہم پہلے ہی چوٹوں سے کافی مضروب ہیں۔ اگر مر گئے
تو جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہمیں
سزا بھی سنا دی۔ یعنی تین دن ہمیں زیر علاج رکھنے کے بعد بلیک ہول
پہنچا دیا جائے۔
یہ علاج بہت معمولی نوعیت کا تھا اور چونکہ کوئی گہرا زخم بھی
نہیں تھا صرف بدن کے حصے مضروب تھے جن پر براؤن رنگ کا ایک
لوشن لگا کر روئی رکھ دی گئی اور پٹیاں باندھ دی گئیں۔ اس کے بعد ہمیں قید
تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ لیکن گراہم کی کارگزاریاں یہاں بھی جاری تھیں۔
بے چارے رچرڈ کو [illegible] تو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ [illegible] وقت
کیسے گزارا لیکن اس قید تنہائی میں بھی میرے لیے جس قدر آسانیاں ممکن ہو
سکتی تھیں فراہم کر دی گئیں اور کھانے پینے کی دوسری چیزیں بھی۔ بلیک
ہول کا مطلب یہ تھا کہ زندگی جتنی بدترین گزر سکے۔

بدترین آٹھ دن کے لیے اس تاریکی سے مجھے باہر لایا گیا تو اندازہ
ہوا کہ آنکھیں بصارت کھونے لگی ہیں۔ روشنی میں چل پھر
نہیں سکتا تھا۔ اتنے تاریک ماحول میں وقت گزارا تھا کہ بس کچھ
[illegible] کے راستے ابھرنے کو تیار رہتا تھا۔
ایک بار پھر مجھے مسٹر گراہم کے سامنے پیش کیا گیا اور
مسٹر گراہم نے مجھے نصیحتیں کرتے ہوئے کہا۔
"آئی ووش کا یہ قید خانہ تم جیسے قیدیوں کے لیے قبرستان ہی
ثابت ہوا ہے آج تک۔ لیکن ہمارا اصول ہے کہ قیدیوں کو تین
بار موقع دیتے ہیں۔ اگر تم پہلی کوشش میں ناکامی کے بعد سنبھل نہ
سکے تو اس بار تمہیں چھ ماہ کے لیے بلیک ہول میں بند کردیا جائے گا
اور چھ ماہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زندہ بچنا ناممکن۔ جہاں تک مجھے
یقین ہے کہ تم سکون سے زندگی گزارنے کی کوشش کرو گے۔" میں
خاموش رہا۔
پھر مجھے نصیحتیں کرتے کرتے اچانک گراہم کو کوئی کام یاد
آ گیا اس نے اپنے سامنے موجود لوگوں کو کسی کام سے باہر بھیج دیا
اور جب ہمیں تنہائی ملی تو وہ آہستہ سے بولا۔ "میں تمہیں فرار کا
کوئی دوسرا موقع فراہم کردوں گا لیکن کچھ وقت ذرا سکون سے گزار
لینا۔ اس پہلی کوشش میں کامیابی کی تو مجھے بھی امید نہیں تھی۔
لیکن یہ ایک تجرباتی مرحلہ تھا اور تم اس میں ناکام ہو گئے۔"
"ہماری ناکامی کی وجہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں مسٹر گراہم؟"
میں نے سوال کیا۔
"اوہ ---- یہ صرف اتفاقیہ طور پر ہی ہوا ہے۔ دوسرے
بارڈ کا ایک قیدی جسے ہمارے منصوبے کا کچھ پتا نہیں تھا، گرجا
سے باہر کھڑا عبادت کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی اس نے تمہیں
ایکشن میں آتے دیکھا، ہماری دیوار پر متعین پہرے داروں کو خبردار
کردیا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ سنتریوں نے فوراً دیواروں سے جھانکیں
لگائیں اور گرجا کے پہلو والے دروازے کی سلاخوں سے فائرنگ
شروع کردی اور اس فائرنگ کا نشانہ تمہارا ایک آدمی بن گیا۔ اس کے
بعد کے حالات کا تمہیں علم ہے کہ کیا ہوا۔"
"میرے ساتھی کی کیا پوزیشن ہے مسٹر گراہم؟"
"اس کے چکر میں نہ پڑو۔ چونکہ میرے اقتدار کا وقت
ختم ہو رہا ہے اور اب ہمارے ملک کے افسران آکر مجھ سے چارج
لے لیں گے۔ اس لیے میں نے خصوصی رعایت سے کام لے کر تمہیں بلیک
ہول سے نکال کر دوبارہ انہی پنجروں میں پہنچانے کا حکم دیا ہے۔
اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔" اس وقت گراہم کے
پیچھے پہرے دار واپس آ گئے اور اس نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا۔
اس شخص نے جو احسانات میرے ساتھ کیے تھے ان کا بدلہ
واقعی میں نہیں دے سکتا تھا۔ رچرڈ کو بھی اس پنجرے میں

پہنچا دیا گیا جہاں میں موجود تھا۔ اور آٹھ دن کی شدید قید تنہائی کے بعد ہم دونوں ملے تو ہمارے دل بہت مسرور ہو گئے تھے۔

اس کے بعد پھر وہی قید رجنر کے شب و روز شروع ہو گئے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ہمیں چھوٹے موٹے کام بھی دیے جانے لگے تھے جن میں لکڑیاں کاٹنا، پتھروں کو تراش تراش کر ایک مخصوص شکل میں لانا شامل تھا۔ بس دن اور پھر پندرہ دن گزر گئے۔ چوٹیں اب ٹھیک ہو چکی تھیں۔ بے چارے گراہم کی کاوشوں سے ہمیں یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ لوگ ہماری داستانیں بھول گئے تھے ویسے بھی اس طویل عرصے قید خانے میں اکثر اس قسم کے اقدامات ہوتے رہتے ہوں گے اس لیے لوگ کسی ایسے واقعے کو زیادہ دیر یاد نہیں رکھتے تھے۔

گراہم کے بارے میں کوئی اندازہ نہ تھا کہ اسے یہاں سے تبدیل کر دیا گیا تھا یا پھر وہ بہت محدود ہو کر رہ گیا تھا کیونکہ ان دنوں میں وہ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔

جب تقریباً ایک ماہ گزر گیا تو رجنر کچھ بے چین ہونے لگا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "تمہارا دوست بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے یوں لگتا ہے جیسے اسے اپنی یہ کارروائی مہنگی پڑی ہو۔ اور اب وہ ہمارے لیے کچھ کرنے کی ہمت نہ پا رہا ہو۔"

"کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"ہاں۔ کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ مقصد یہ ہے میرا کہ کسی اور پر بھروسہ کرنے سے کیا حاصل! یہاں کچھ قیدی فرار کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ ان میں سے چند سے میری شناسائی بھی ہو گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اس منصوبے کو آگے بڑھانے میں ان کا ساتھی بن جاؤں۔"

"منصوبہ کیا ہے؟"

"وہ لوگ اپنے طور پر تمام کارروائیاں تقریباً مکمل کر چکے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ رات کے وقت جیل میں نقب لگا کر یہاں سے فرار ہو جانے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں انہوں نے چند لوگوں کو رشوت دے کر ساتھ ملا لیا ہے جن میں ایک الیکٹریشن ہے جو جیل کے باہر لگے ہوئے ٹرانسفارمر کی بجلی بند کر دے گا۔ بے شک وہ یہ کام انجام دینا چاہتے ہیں کہ گراہم کے سامنے متعین سنتری کو خرید لوں۔ ہر چند کہ یہ مشکل کام ہے لیکن میرا خیال ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ بہرحال اگر تم چاہو تو میں اس سلسلے میں کارروائی کر لوں؟"

"اور اگر میں تمہاری اس کارروائی میں شریک نہ ہونا چاہوں رجنر تو؟"

"تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ خاموش بیٹھا رہوں گا۔" رجنر نے جواب دیا۔

"میرے دوست واشنگٹن ہمارے اور تمہارے درمیان چلا گیا۔ میں یا تم ان کے جانے سے نہ رک سکے۔ کیا یہ ممکن نہیں رجنر کہ تم اپنے طور پر جیل سے فرار کی کوشش کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو؟"

"دیکھو خان! میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میرے ہم مذہب بھی نہیں ہو تم۔ لیکن ہم لوگ بہت اچھے دل کے مالک ہوتے ہیں۔ زندگی ہم نے کسی انداز میں گزاری ہو، غلط راستوں پر چلے ہوں، برائیوں کی سزا ہمیں مل رہی ہے لیکن جب ایسے حالات میں ہم دوست بن جاتے ہیں تو پھر دل ہی دل میں خوش ہوتے ہیں کہ اگر یہ دوستی تو نبھا دی جائے۔ اگر تم اس سلسلے میں تیار نہیں ہو گے تو میں بھی تمہارے ساتھ اسی جیل میں سڑتا رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک موت نہ آ جائے۔" میں رجنر کی اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ "اگر وہ اس کارروائی میں حصہ لینا چاہتا ہے تو میں تیار ہوں۔"

چنانچہ رجنر نے اپنے دوستوں سے ہم دونوں کے نام بھی اس فرار کی کوشش میں شامل کر لینے کی بات کر لی۔ اس منصوبے کی ابتدائی تیاریوں ہی میں کافی دن لگ گئے تھے۔ رجنر اور دوسرے تمام لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ رجنر نے گراہم کے قریب متعین سپاہی سے رسم و راہ پیدا کر لی تھی اور اس سے کچھ چیزیں بھی حاصل کر لی تھیں۔ ابتدائی تیاریوں کے طور پر ہم نے ایک چھوٹی سی آری کی مدد سے اپنے پنجرے کی سلاخیں کاٹنا شروع کر دیں۔ دور دور تک اس آواز کو جانے سے روکنے کے لیے ہمارا ایک ساتھی پاگل بن گیا تھا اور عموماً جنون کے عالم میں وہ خالی ڈبے وغیرہ بجاتا رہتا تھا۔ یہ ڈبے اس لیے بجائے جاتے تھے کہ آوازیں باہر نہ جا سکیں۔ قیدیوں اور جیل کے عملے نے اسے روکنے کی بہت کوششیں کی تھیں مگر وہ اپنی ہٹ سے باز نہ آیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب ہمیں اپنی تیاریاں مکمل کر کے فرار کے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔

رات گہری تاریک تھی لیکن سرچ لائٹ دور دور تک روشنیاں اپنے کام میں مصروف تھیں۔ ہمارے لیے ضروری انتظامات ہو چکے تھے۔ قیدیوں کا ایک گروپ تیار تھا جس سنتری کو یہاں پہرا تھا۔ اسے رشوت دے کر اس بات کے لیے تیار کر لیا گیا تھا کہ وہ ہم سے چشم پوشی کرے گا لیکن سنتری نے کہا تھا کہ دو آدمی فرار ہونے کی کوشش کریں کیونکہ بیک وقت اگر بہت سارے آدمی باہر نکلے تو دوسرے علاقے پر متعین سنتریوں کو اس کی اطلاع ہو جائے گی۔ چنانچہ سب سے پہلے میں، رجنر اور یوگوسلاویہ کا ایک شہری فرار کے لیے تیار ہو گئے۔ مقررہ رات کو ٹھیک وقت پر

ٹرانسفارمر نے اپنا کام دکھایا اور جیل کی بتیاں گل ہو گئیں۔ ہم نے سلاخیں پہلے ہی کاٹ کر تیار رکھی تھیں۔ انہیں اپنی جگہ رہنے دیا تھا کہ باہر سے یہ اندازہ نہ ہو کہ سلاخیں کٹی ہوئی ہیں۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے اندر اندر ہم نے اپنے پنجرے کی سلاخیں ایک سمت ہٹائیں اور ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔

جان ماتھرو نے رسہ چھت پر پھینکا اور اس کی مدد سے چڑھنے لگا۔ پھر وہ اچھل کر چار دیواری پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد میرا نمبر تھا۔ چار دیواری پر پہنچ کر میں رجنر کا انتظار کرنے لگا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ دفعتاً مجھے محسوس ہوا کہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ پھر کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ خطرے کی بو سونگھتے ہی میں نے تھوڑا سا آگے جھک کر وہ ہاتھ تھام لیا۔ یوں لگا جیسے رجنر خاردار تاروں میں الجھ گیا ہے۔ میں نے اسے جس قدر اپنی طرف کھینچا وہ بے چارہ اسی قدر کراہنے لگا۔ کانٹے اس کے جسم کو لہولہان کر رہے تھے۔ ہم دونوں نے انتہائی کوشش کر کے اسے اوپر کھینچ لیا لیکن رجنر کے اوپر پہنچتے ہی شاید دوسرے سرچ ٹاوروں پر متعین سنتریوں کو شبہ ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے ہم پر فائر کھول دیا۔ روشنی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں نشانہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم قدرتی طور پر محفوظ تھے۔

نیچے بھی شدید تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ جس جگہ سے ہم کودنے والے ہیں اس کی بلندی کتنی ہے۔ فائرنگ کا رخ اس طرف بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس سے بچنے کے لیے ہم نے چھلانگیں لگا دیں۔ نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ ہمارے ساتھی ماتھرو کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ میں بھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکا۔ گھٹنوں میں شدید چوٹ آئی تھی اور رجنر کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کی کیا کیفیت تھی لیکن وہ بھی کوشش کے باوجود اپنی کراہیں نہیں روک سکا تھا۔

میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ دونوں گھٹنے میرا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یا تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں یا پھر وہ اس طرح مڑ گئے تھے کہ اب میرا اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ممکن نہیں تھا۔

میرے نزدیک ہی جان ماتھرو بے ہوش پڑا تھا۔ اور رجنر اپنے بدن کو گھسیٹ گھسیٹ کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس کوشش میں اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ ہم وہیں پڑے تھے اور گھنٹے بجانے والے جیل کی چار دیواری کے باہر سڑک پر پہرہ دے رہے تھے اور الارم کی آواز گونج رہی تھی۔ سب چاروں طرف بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ بالآخر چند افراد ہمارے سر

پر بھی آ پہنچے۔ مگر وہ اس قدر مہربانی نہ بھی کرتے تب بھی ہم بھاگ کر کہاں جا سکتے تھے! اٹھنے کی تو سکت بھی نہ تھی۔ رہ رہ کر درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ محسوس ہوتا تھا کہ روح جسم سے کھینچی جا رہی ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں اور الیکٹرک ٹارچ کی روشنی نے پورے ماحول کو بقعہ نور بنا دیا۔

میں ساکت و جامد آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا مگر جیل کے محافظ بھاگنے والوں کو بے ہوشی کے عالم میں بھی معاف نہیں کر سکتے تھے۔ ایک کوڑا میری پشت پر پڑا اور میں درد کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ میں نے پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن کراہوں کے علاوہ حلق سے کوئی آواز نہیں نکل سکی۔ رجنر بھی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔ تب جیل کے محافظوں نے ہمیں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ وہ ڈنڈوں کے بٹ ہمارے جسم کے مختلف حصوں پر مار رہے تھے۔ میرے سر سے خون بہنے لگا تھا۔ فائرنگ کا شور اب بھی گونج رہا تھا لیکن روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ پھر شاید کچھ لوگ ٹرانسفارمر کے قریب پہنچ گئے اور اس کی خرابی دور کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ الیکٹرک ٹارچوں کی روشنیوں نے ٹرانسفارمر کی اس خرابی کو دریافت کر ہی لیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں روشنی ہو گئی۔

یہ روشنی ہماری تقدیر پر سیاہی کے مترادف تھی۔ پہلے تو ہمیں رات بھر ایک بیرک میں بند رکھا گیا۔ میں اور رجنر اس بیرک میں تھے اور شدت تکلیف سے رات بھر جاگتے اور کراہتے رہے تھے۔ یوگوسلاوی قیدی جان ماتھرو کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا کیونکہ وہ شدید زخمی ہو گیا تھا اور غالباً اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اس لیے یقیناً اسے اسپتال لے جایا گیا ہو گا یا پھر کسی ایسی جگہ جہاں اسے مرنے میں آسانی ہو۔ ہم سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی۔ دوسری صبح بھی ہم کچھ اسٹولوں کے بیچ ہوئے اس نئے قید خانے میں وقت گزارتے رہے۔ کسی نے ہمارے زخموں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ پیروں کے بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ان کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن اس بات کی کسی نے پروا نہیں کی اور ایک بار پھر ہمیں بلیک ہول پہنچا دیا گیا۔ دس دن سوکھی روٹی اور پانی کے بغیر ہمیں بلیک ہول میں بند رکھا گیا۔ اس دوران میں بھی کسی نے ہمارے زخموں کی طرف توجہ نہیں دی۔ ہماری حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے اور سب سے بڑا علاج بھی۔ اس کا اندازہ بلیک ہول میں رہ کر ہوا۔

ٹانگوں کی تکلیف تیسرے چوتھے روز سے کم ہونے لگی اور اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہوتے گئے۔ رجنر کو بھی میرے ساتھ اسی جگہ رکھا گیا تھا اس لیے باتیں کرتے

طور پر کوئی تم سے پاس نہیں آسکتا بس یوں ہی چلتے پھرتے۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے!"

"ہاں۔ کہاں سے آئے ہو؟"

"آئی ڈویژن سے؟"

"کونسی برانچ سے؟"

"کیا آئی ڈویژن کی کئی برانچیں ہیں؟ پہلے ہم اس کی ایک برانچ میں تھے۔ اس کے بعد ہیڈ کوارٹر بھیج دیے گئے پھر وہاں سے یہاں۔"

"تو یوں کہو ہیڈ کوارٹر سے آئے ہو۔"

"ہاں۔"

"بیوقوف معلوم ہوتے ہو۔ فرار ہونے کے لیے اس سے عمدہ جگہ کوئی نہیں ہے۔ تم نے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟"

"ناکام رہے۔"

"غلطی کی۔ بہتر منصوبہ بندی نہیں کی ہوگی۔ اب غلط جگہ آ گئے ہو۔ ویسے گریوائل سے نکلنا ناممکن ہے۔"

"گریوائل اس جزیرے کا نام ہے؟"

"ہاں۔ یہ اس کا آٹھواں سیکشن ہے۔ یہ بھی آئی ڈویژن کی برانچ ہے۔ دوسرے سات سیکشن بھی ایسے ہی جزیروں پر ہوں گے جیسے سیکشن پانچ سے یہاں بھیجا گیا تھا۔"

"کیا تم ہیڈ کوارٹر میں نہیں رہے مسٹر ہینگا؟"

"رہا تھا۔ وہاں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ میں بھیج دیا گیا۔ وہاں بھی جھگڑا ہو گیا تو آٹھ میں آ گیا یہاں۔ کہتے ہوئے بھی آٹھ قتل ہو چکے ہیں میرے ہاتھوں۔"

"تم نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اس وقت تجربہ نہیں تھا۔"

"اور یہاں سے؟"

"یہاں سے نا؟" ہینگا ہنس پڑا۔ "یہاں سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔"

"تو کسی نے کوشش نہیں کی؟"

"کرتے رہتے ہیں، کامیاب کوئی نہیں ہوتا۔"

"وجہ؟"

"کوشش کر لینا، سمجھ میں آ جائے گی۔" اس نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ اس تاثر کی شخصیت میں کوئی خوبی نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ ہمیں اس سے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں۔ ساڑھے سات بجے ابلے ہوئے چاول اور خشک آلو دیے گئے جنہیں ہم نے رغبت سے کھایا اور پھر بیرک میں بند ہو گئے۔ رات کو تمام قیدیوں کو بند کر دیا جاتا تھا۔

ایک ہفتے کے اندر ہم پورا جزیرہ دیکھ چکے تھے گو اس کے لیے ہمیں دور دور سے ناریل لانے پڑتے تھے لیکن بہرحال یہ کوشش ناکام نہیں گزر رہی تھی۔ جزیرہ دیکھنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ لوگ یہاں سے فرار کو کیوں ناممکن سمجھتے ہیں۔ کام کے سلسلے میں یہاں باقاعدگی تھی۔ اپنا کام جتنی دیر میں چاہو ختم کر دو اس کے بعد چھٹی ہوتی تھی۔ چنانچہ عموماً ہم دونوں اپنا کام ختم کر کے گھنٹوں بیٹھے سمندر کا نظارہ کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ہمیں لہروں کے ایک ایک بل اور اتار چڑھاؤ کا اندازہ ہو رہا تھا۔ بہت سے اندازے لگا لیے تھے ہم نے۔ ایک نشیبی جگہ مجھے خاص طور سے پسند آئی تھی۔ یہاں سمندری موجیں طوفانی جوش سے آتیں لیکن انہیں پھیلنے کے لیے جگہ نہ ملتی تو وہ اسی قوت سے واپس پلٹ جاتی تھیں۔

میں نے رچرڈ سے کہا۔ "رچرڈ! یہ جگہ ہمارے لیے کارآمد ہو سکتی ہے۔"

"خدا کی پناہ! کیا خودکشی کے لیے؟"

"نہیں۔ فرار ہونے کے لیے۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر ناریلوں کے تھیلے بغل میں دبا کر ہم ان لہروں میں کود پڑیں تو یہ ہمیں آن کی آن میں جزیرے سے میلوں دور پہنچا سکتی ہیں۔"

"اس کے نتائج خوفناک بھی نکل سکتے ہیں۔"

"ایک بار تجربہ ضرور کروں گا۔"

"وہ کیسے؟"

"بتا دوں گا۔" میں نے کہا۔

رچرڈ خوفزدہ نگاہوں سے پھرتے ہوئے سمندر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "میرا خیال اس سے مختلف ہے۔"

"کیا؟"

"فرار کے لیے دوسری جگہوں سے بھی کوشش کی جا سکتی ہے لیکن یہ جگہ سب سے خطرناک ہے۔"

"اسی لیے کارآمد بھی ہے لیکن فکر مت کرو۔ تجربے کے بغیر کوئی اندھا قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

اس کے بعد میں اس تجربے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ یہ تیاریاں کوئی خاص نہیں تھیں۔ بس چالاکی سے ناریل کے چار تھیلے چرانے پڑے تھے اور یہ کام مشکل ثابت نہ ہوا۔ ہم دو قسم کے تھیلوں میں چار مزید تھیلے چھپا لائے تھے۔ پھر میں نے ان تھیلوں میں ناریل بھرے اور ایک تھیلا سمندر میں پھینک دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تھیلا لہروں کے ساتھ واپس تو نہیں آ جاتا۔

میں اور رچرڈ سانس روکے تھیلے کو دیکھتے رہے۔ بلند و بالا اونچی لہر سمندر میں واپس چلی گئی۔ تھیلا یوں بہا جا رہا تھا جیسے کسی نے بہت زور سے کھینچا ہو۔ اچانک ہی جھاگ اڑاتی ایک بہت بڑی موج ساحل سے آ ٹکرائی۔ تھیلا بھی دھماکے سے چٹانوں سے ٹکرایا اور ناریل پاش پاش ہو گئے۔

"خدا کی پناہ! دیکھ لیا نتیجہ؟" رچرڈ بولا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے ناکامی کے اس احساس سے کوفت ہوئی تھی لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں کوئی نہ کوئی حل نکال ہی لوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میرا روز کا مشغلہ بن گیا۔ میں بڑی رفتاری سے اپنا کام ختم کر کے یہاں آ بیٹھتا تھا اور لہروں کا کھیل دیکھتا رہتا تھا اور باریک بینی سے اس کا جائزہ لیتا تھا۔ ایک دن لہروں کے اعداد و شمار میں میں نے ایک خاص بات دریافت کر ہی لی۔ میں نے محسوس کیا کہ تین لہروں کے بعد چوتھی لہر ساحل کی طرف واپس آتی ہے۔ باقی تینوں لہریں آسانی سے واپس چلی جاتی ہیں۔ میں نے رچرڈ سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا اور دوسرے دن تھیلے میں دوبارہ ناریل بھر کر اس تجربے کے لیے تیار ہو گیا۔

"کیوں آج کوئی خاص بات ہے؟" رچرڈ نے سوال کیا۔

"ہاں۔ آج ایک نیا تجربہ کر رہا ہوں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آج مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔" رچرڈ نے میری بات سے اتفاق نہیں کیا لیکن جب میں نے اسے لہروں کے اعداد و شمار بتائے اور اس نے غور سے ان کا تجزیہ کیا تو وہ بھی حیران رہ گیا۔

"اوہ میرے خدا! تمہارا خیال درست ہے۔" وہ سنسنی خیز لہجے میں بولا۔

پھر اس دن ہم نے ناریلوں کے بقیہ تھیلے لہروں میں پھینک کر تجربہ کیا۔ چوتھی لہر کے گزرنے کے بعد جس لہر کو تھیلا پھینکا، وہ بہتا چلا گیا اور آن کی آن میں نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ اس تجربے کی کامیابی سے میں بہت خوش تھا لیکن رچرڈ کے چہرے پر پریشانی اور تشویش کے آثار تھے۔ وہ فرار کے اس طریقے سے مطمئن نہیں تھا۔ دوسری شام ہم نے خاص طور سے ہینگا سے ملاقات کی۔

"تمہیں لوگ سنکی سمجھتے ہیں؟" ہینگا نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم ناریل لینے ہمیشہ دور دور کے علاقوں میں جاتے ہو اور وہاں سے ناریل لاد کر لاتے ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"میں اصلیت جانتا ہوں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم فرار کی راہیں تلاش کر رہے ہو۔" ہینگا نے مسکرا کر کہا۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا۔

"ملی کوئی جگہ؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ تمہارا ہی خیال درست ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں خود ہی سوچ لینا چاہیے تھا۔ کون ہے جو یہاں سے بھاگ جانا نہیں چاہتا؟ لیکن اگر ایک بھی شخص آج تک اس میں کامیاب ہوا ہوتا تو بات تھی۔ وہ لوگ احمق تو نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا؟"

"ناریلوں کے یہ تھیلے یہاں سے کس طرح جاتے ہیں؟"

"ڈیک پر دو بڑی کشتیاں موجود ہیں جو انہیں سیکشن چار تک پہنچاتی ہیں۔ ایک کشتی صبح اور دوسری شام کو جاتی ہے۔ سیکشن چار سے یہ تھیلے بڑے جہازوں میں لاد دیے جاتے ہیں۔"

"یہ سیکشن چار کہاں ہے؟"

"یہاں سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر۔"

"قیدیوں نے مشترکہ طور پر ان کشتیوں پر قبضہ کر کے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اس لیے کہ دن اور رات کے کسی حصے میں کوئی اس طرف نکل جائے تو اس سے کوئی سوال کیے بغیر اسے بھون دیا جاتا ہے۔"

"لیکن نئے لوگوں کو اس کی اطلاع تو نہیں دی جاتی۔ مثلاً ہمیں۔"

"اطلاع راستے میں دے دی جاتی ہے بشرطیکہ کوئی اس طرف جانے کی کوشش کرے۔ راستے میں دو چوکیاں پڑتی ہیں۔"

"اوہ، یہ معاملہ ہے!"

"میرے آنے سے پہلے ایک بار یہ کوشش کی جا چکی ہے۔ قیدیوں نے یہاں موجود محافظوں کا اسلحہ قبضے میں کر کے انہیں ساتھ لے کر وہاں جانے کی کوشش کی تھی۔ بیس قیدی مارے گئے لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔"

"ہوں۔ عام حالات میں یہاں قیدیوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جاتی؟"

"صرف عام حالات میں۔ اور اتفاق ہے کہ تمہاری موجودگی میں ابھی تک خاص حالات نہیں پیش آئے۔"

"جو محافظ میرے ہاتھوں زخمی ہوا تھا وہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔"
"وہ کون سا تھو؟" "وہ زندہ ہوتا تو ضرور دکھائی دیتا۔"
"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"وہ تم سے جھگڑے کے تیسرے دن مر گیا تھا۔ اس کی لاش بھجوا دی گئی تھی۔" ہیگلا نے کہا۔ میں اس خبر کو سن کر ساکت رہ گیا۔ میں نے اس پر شدید ضربیں لگائی تھیں۔ لیکن یہ امید نہیں تھی کہ وہ مر جائے گا۔ رچرڈ بھی ششدر رہ گیا۔
"اس کے باوجود میرے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوئی؟"
"کبھی نہیں ہوگی۔ کھلے میدان میں فیصلہ ہوا تھا کوئی سازش نہیں ہوئی تھی۔ یہاں موجود آدمی جوشیلے نہیں ہیں اور پھر سب کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ بھی احتیاط رکھتے ہیں۔ ساتھو کو قوت آزمانے کا شوق تھا۔ اپنے خون کا شکار ہو گیا اگر تمہارے خلاف کوئی کارروائی ہوتی تو سب قیدی بگڑ جاتے۔" ہیگلا نے جواب دیا۔
یہ رات مجھے بے سکون گزری۔ کئی بار ساتھو کی موت کا افسوس ہوا لیکن اگر میں کامیاب نہ ہوتا تو اس کے ہاتھوں میرا بھی انجام ہوتا۔ مجبوری تھی۔ سینٹ جارج کا پھر خیال آیا پتا نہیں کیسی جگہ ہے؟ اس کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل ہو جائیں تو اچھا تھا۔ ممکن ہے آئی ووشن کی وہ برانچ بھی کوئی قید خانہ ہو۔ چنانچہ وہاں جانے یا اُدھر کا رُخ کرنے کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ ایک قید خانے سے نکل کر دوسرے قید خانے میں پناہ لے لی جائے۔ پھر کیا کرنا چاہیے؟ کچھ اور فیصلے کرنے ہوں گے۔ زندگی کی بازی لگا کر دور تک سمندر میں نکل جانے کی کوشش ہی بہتر رہے گی۔ اگر زندگی بچ گئی تو ٹھیک ہے ورنہ اس کوشش میں موت کو گلے لگانا بھی برا نہ لگے گا۔
اپنے ذہن میں، میں نے مکمل فیصلہ کر لیا تھا لیکن رچرڈ کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کر دینا ضروری تھا۔ اس کے لیے میں نے دوسرا دن منتخب کیا اور جب میں اور رچرڈ اپنی منتخب کردہ جگہ ناریل کے خالی تھیلے لے کر پہنچ گئے تو میں نے تھیلا ایک طرف رکھتے ہوئے رچرڈ سے کہا۔ "درخت پر چڑھنے سے پہلے میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں رچرڈ۔"
رچرڈ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میرے چہرے کی سنجیدگی نے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا یا شاید وہ میرے دل کا حال جان گیا تھا۔
"ڈیئر رچرڈ! ہم دونوں اتفاقیہ طور پر یکجا ہو گئے تھے اور پھر حالات نے ہم سے ہمارا ایک ساتھی چھین لیا۔ ہمارے تمہارے درمیان کہیں بھی کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود کچھ ایسی ذہنی قربت ہو گئی ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتے لیکن دوست سارے رشتے ناطے یا محبتیں زندگی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ میں بار بار تم سے اس موضوع پر گفتگو کر چکا ہوں اور تمہیں اپنا ساتھ دینے میں ثابت قدم پایا ہے۔ لیکن آخری بار یہ الفاظ کہہ کر اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں۔"
"کہو مسٹر خان! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
"دیکھو رچرڈ! میں کسی قیمت پر اب یہاں قید نہیں رہ سکتا۔ میں نے اپنی زندگی ایک خاص مقصد کے لیے وقف کر دی تھی۔ اپنا سب کچھ کھو کر اس مقصد کے لیے کام کی ابتدا کی تھی۔ میں اگر اس مشن کے لیے کچھ کر رہا ہوں اور کسی جگہ مجھے شکست ہو جائے تو مجھے کوئی تردد نہیں ہوگا لیکن قید خانوں میں معطل زندگی گزارنا مجھے پسند نہیں ہے۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔"
"تو ٹھیک ہے۔ چلو مر جاتے ہیں۔" رچرڈ نے جواب دیا۔
"میں نے جس قدر معلومات اس سلسلے میں حاصل کی ہیں ان میں سے کوئی بھی بات تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا اب بھی تم میرے ساتھ اندھا قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو؟"
"ہاں تیار ہوں۔"
"ایک بار پھر سوچ لو رچرڈ!"
"تم مجھے بزدل کیوں سمجھتے ہو خان! مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو تم؟ یہ کیوں سوچتے ہو کہ جو تم کر سکتے ہو، میں نہیں کر سکتا؟"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن....."
"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ اگر تم خود مجھے اپنے ساتھ رکھ کر کچھ الجھن محسوس کر رہے ہو تو میں تمہارے سے پیچھے ہٹ جاؤں گا۔ ہر شخص کی اپنی اپنی زندگی ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی کسی سے انتہائی ذہنی قربت رکھنے کے باوجود اسے اپنے آپ پر مسلط رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ تم اپنے طور پر جو کچھ کرو، میں جو کچھ مناسب سمجھوں گا، وہ کروں گا۔"
"رچرڈ! پیارے! کرم میرے ان الفاظ کا برا نہ مانو۔"
"یار کیسے برا نہ مانوں؟ کتنی بار تم سے کہہ چکا ہوں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں۔ غلط ہو یا صحیح۔ جو تم کر سکتے ہو میں بھی کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا اظہار کر دو۔"
"تو ٹھیک ہے۔ اس کے بعد میں اس موضوع پر گفتگو نہیں کروں گا۔ میں نے اپنے طور پر ایک منصوبہ ... مکمل طور پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"
"اور اس پر ... کیا منصوبہ ہے؟" رچرڈ نے پوچھا۔
"میں آج ہی سے ناریل کے کھوکھلے تنوں کی کشتی بنانا شروع کروں گا۔ ایک ایسی کشتی جو غرق نہیں ہو ... اس جزیرے سے ... نکل سکے۔"
"کشتی!" رچرڈ نے تعجب سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ اس کا تصور یوں سمجھ لو" میں نے اسے زمین پر کشتی کا نقشہ بنا کر دکھایا۔ ناریل کے درختوں کے علاوہ یہاں چوڑے تنوں والے بے شمار درخت بھی بکھرے ہوئے تھے۔ یہ درخت خود رو تھے اور یہاں ان کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ میں نے رچرڈ سے کہا کہ میں ایک درخت منتخب کر کے اس کے تنے کو درمیان سے کاٹ لوں گا اور پھر اس میں ایک ایسا خول بناؤں گا جس میں ہم آسانی سے لیٹ سکیں۔ اس خول کے اوپر لکڑی کے دو ایسے ڈھکنے لگائے جائیں گے جو ہمارے جسموں کو سمندر میں گرنے سے محفوظ رکھ سکیں اور اس کے بعد ہم ان تنوں کے ذریعے سمندر میں اتر جائیں گے۔
رچرڈ نے میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس میں معمولی محنت درکار نہیں ہوگی۔"
"میرا خیال ہے بہت زیادہ محنت کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم کسی بڑے اور تناور درخت کو نہیں کاٹیں گے بلکہ تم نے دیکھا ہوگا کہ یہاں کچھ کٹے ہوئے درخت بھی موجود ہیں، انہیں بے ترتیبی سے کاٹ دیا گیا ہے اور ان کے تنے زمین میں رہ گئے ہیں۔ اگر ہم ایسے ہی کسی درخت کا انتخاب کر لیں جس میں سے دو کشتیاں نکل سکیں تو کیا حرج ہے؟ اتنے چوڑے تنے کا کوئی درخت نہیں ہے کہ اس کی ایک کشتی بنائی جا سکے۔ اگر ہم درختوں کے تنوں کو باقاعدہ تراش کر کشتی بنانے کی کوشش کریں تو اس میں ہمیں اس لیے کامیابی نہیں ہوگی کہ ہمارے پاس اوزار نہیں ہیں۔ ناریل کاٹنے کی یہ چھوٹی چھوٹی کلہاڑیاں ہمارا اتنا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ بے شمار چیزیں درکار ہوتی ہیں کشتی بنانے کے لیے۔ لیکن اگر ہم ان تنوں کو کھوکھلا کر کے ان کے اندر صرف اپنے جسموں کو چھپانے کا بندوبست کر لیں تو میرا خیال ہے کہ یہ ہمیں یہاں سے دور لے جانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔"
رچرڈ نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری اس تجویز سے اتفاق ہے۔ واقعی اس سے زیادہ ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ سہی ایک کشتی، دو کشتیاں سہی۔ مجبور لوگ ان ہی کشتیوں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔"
"ہاں۔ اس کے علاوہ ایک لمبی کشتی ان جزیروں میں ٹھہرا بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ دو چھوٹی کشتیاں کام جلد بھی بن سکتی ہیں۔ اس وجہ سے موزوں رہیں گی کہ اس سلسلے میں آج ہی سے کام شروع کر دینا چاہیے۔"
"پہلے ناریلوں کے تھیلے بھر لیں۔ اس کے بعد اس کام کا آغاز کر دیں گے۔" رچرڈ نے کہا۔
میں پوری مستعدی سے اپنے منتخب کردہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ آج ہم نے تیزی سے کام کیا تھا اور ذرا سی دیر میں ناریلوں کے تھیلے بھر لیے گئے۔ اس کے بعد آدھ گھنٹے تک ہم اپنے مطلوبہ تنوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بالآخر ہم نے ایک خشک اور مضبوط تنے کا انتخاب کر لیا۔ پھر ایک گھنٹے تک ہم اس تنے پر کلہاڑیاں چلاتے رہے اور اسے کافی حد تک کاٹ لیا لیکن اتنا نہیں کہ وہ نیچے گر پڑے۔ اب ہمیں تھیلے واپس پہنچانے تھے۔ تھیلے لانے کے بعد ہم نے پھر بڑی جانفشانی سے تھیلے بھر لیے اور اتنے وقت میں بھر لیے کہ اس کے بعد ہمیں تقریباً دو گھنٹے مل جائیں۔ ان دو گھنٹوں میں ہم نے درخت کے اس تنے کو اپنی ضرورت کے مطابق علیحدہ کر لیا تھا اور پھر اسے جھاڑیوں میں چھپانے میں ہمیں زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ تیسری اور آخری بار جب ہم ناریلوں کے تھیلے

لے کر واپس چلے تو درخت کے تنے کے راستے بڑھتے ہوئے ہم جھکے تھے کہ ان کے درمیان خلا پیدا کر کے کشتی بنا سکیں۔ آج کا کام واقعی بڑی محنت اور تن دہی سے کیا گیا تھا۔ ہمارے جسم تھکن سے چور ہو گئے تھے۔ سر طور آخری تھیلے پہنچانے کے بعد ہم آرام کرنے بیٹھ گئے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ معمولات ہمیشہ کی مانند تھے۔ رات کو لیٹے تو فوراً نیند آ گئی کیونکہ جسم ضرورت سے زیادہ تھک چکے تھے۔ ایک پُرسکون نیند سونے کے بعد صبح کو طبیعت ہشاش تھی، خاص طور سے اس تصور کے ساتھ کہ اب ہم نے فرار کے عمل کا آغاز کر دیا ہے۔

دوسرا دن بھی حسب معمول ایسا ہی رہا۔ ہم نے اسی پھرتی اور محنت سے کام کیا اور درخت کے تنے پر کلہاڑا چلاتے رہے۔ شام ہوتے ہوتے ہم درخت کے ایک تنے کو اپنی مرضی کے مطابق ہموار کر چکے تھے۔ اب ہمارے پاس باقاعدہ اوزار تو موجود نہیں تھے کہ اسے بالکل سپاٹ اور صاف شفاف کیا جا سکتا، چنانچہ جس حد تک بھی ممکن ہو سکا ہم نے اس خول کو گہرا کر کے اس میں لیٹ کر دیکھ لیا۔ لیٹنے کے بعد درخت کا تنا تقریباً آٹھ آٹھ انچ اونچا رہتا تھا۔ چار انچ کے فاصلے پر ہم نے دونوں سمت سوراخ کیے۔ ایک اور لکڑی کو ہموار کاٹ کر ان سوراخوں میں پھنسا دیا۔ اب ان لکڑیوں کے نیچے اگر ہم لیٹ جاتے تو سمندر میں گرنے سے محفوظ رہ سکتے تھے اور یہ لکڑیاں ہمارے بدن پر بندش کا کام دیتیں۔ رچرڈ نے ایک اور تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ درخت کے سرہانے کے حصے کو تھوڑا سا اندر کی جانب کھوکھلا کر لیا جائے اور اس میں ضرورت کی یعنی کھانے پینے کی چیزیں محفوظ کرنے کی جگہ بنا لی جائے۔ میں نے اس تجویز کو پسند کیا۔

چنانچہ ہم ایک دن میں ایک کشتی تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہ کشتی کو اسی طرح جھاڑیوں میں چھپانے کے بعد ہم دوسری رات گزارنے کے بعد اپنے بلاک میں واپس پہنچ گئے۔ کسی کو اس سلسلے میں ہم نے کوئی بھنک نہیں لگنے دی تھی۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔ دوسروں کے کانوں تک پہنچانے کا مطلب یہ تھا کہ اپنا راز فاش کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اسی دن سے ایک اور کام شروع کر دیا، یعنی اپنی خوراک میں سے ایسی چیزوں کی بچت جو زیادہ دیر تک محفوظ رہ سکتی تھیں۔ تھوڑا کھا کر ہم کچھ دنوں میں اتنی کھانے پینے کی چیزیں بچا لینا چاہتے تھے کہ ہمارے سفر میں کام آئیں۔ باقی اس سلسلے میں اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ آگے تقدیر کا کھیل شروع ہونا تھا۔

ہمارے اس پروگرام میں کونسی چیز رخنہ انداز ہو گی اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ بہرحال کام تقریباً ڈیڑھ ہفتے تک جاری رہا۔ کشتیاں تو ہم نے دو دنوں میں ہی تیار کر لی تھیں اور ان میں اپنی ضرورت کا سامان حسب توفیق مہیا کر چکے تھے۔ ناریل کے چھلکوں سے ایسی رسی بٹ لی گئی تھی جو کسی ضرورت میں ہمارے کام آ سکتی۔ یہ رسی تنوں کے اس خلا میں محفوظ کر دی گئی تھی جو کھانے پینے کی چیزیں رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ڈیڑھ ہفتے کی مکمل کاوشوں کے بعد بالآخر ہم اس بات کے لیے تیار ہو گئے کہ اب دستے فرار کے عمل کا آغاز کر دیں۔

رات کے وقت تو بلاک سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، البتہ اس کے لیے ہم نے عمدگی سے ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ ناریل لا کر آخری تھیلے لانے والے بعض اوقات کافی لیٹ ہو جاتے تھے اور چھٹے تک واپس بلاک میں پہنچا کرتے تھے۔ اس بات پر کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس دن ہم نے اپنے دونوں تھیلے شام کو ساڑھے چار بجے کے بلاک میں پہنچائے اور آخری دو تھیلے لے کر وہاں سے آ گئے۔ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ ہم آرام سے چلتے ہوئے اپنی جگہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد ضروری کام تھا کہ ہم ان تھیلوں کو بھی ناریلوں سے بھرتے۔ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ ہماری منتخب کردہ جگہ ویسی ہی تھی اور دو گھنٹے تک ہم وہاں کھڑے اس کا جائزہ لیتے رہے اور پھر ہم نے آہستہ آہستہ اپنا کام شروع کر دیا۔

وزنی تنے وہاں تک لانا آسان بات نہیں تھی لیکن ہم دونوں کسی نہ کسی طرح ان تنوں کو گھسیٹتے ہوئے اس جگہ لے آئے جہاں سے ہم انھیں سمندر میں گرا سکتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ہم نہایت ہوشیاری سے ان تنوں میں رکھ کر لے آئے تھے جنھیں ہم آخری بار لے کر آئے تھے۔ ان تھیلوں کو بھی اپنے ساتھ رکھ لینا ہم نے مناسب سمجھا تھا اور انھیں تنے میں محفوظ کر لیا تھا۔

دوسرے تنے کو وہاں تک لاتے لاتے شام کی سیاہی پھیل گئی تھی۔ یہ دونوں تنے ہم نے چٹانوں پر اس جگہ رکھ لیے تھے جہاں ان میں لیٹنے کے بعد ہم اپنے بدن کی ذرا سی جنبش سے انھیں نیچے گرا سکتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان بھی محفوظ کر لیا گیا اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر درختوں کے تنوں میں لیٹ گئے۔ ہم نے لکڑیاں اپنے جسموں کے اوپر فٹ کر لیں

[illegible] تنوں میں جسموں کے مطابق تھیں۔ صرف تنوں کا اختلاط [illegible] کو نیچے گرانا تھا۔ ہم نے اس سلسلے میں رچرڈ کے ساتھ یہ طے کر لیا تھا اور منصوبے کے مطابق ہمیں تھوڑی دیر تک لہروں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے جسموں کے وزن سے ان تنوں کو نیچے گرانا تھا۔ باقی سارے کھیل تقدیر کے تھے کہ ہم صحیح انداز میں گرتے ہیں یا نہیں۔ لہریں ان وزنی تنوں کو لے کر جا سکتی ہیں یا نہیں۔ یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ اگر تنے اس انداز میں گرتے کہ ان کے کھلے ہوئے رخ نیچے چٹانوں کی سمت ہو گئے تو چٹانیں ہمیں پیس کر رکھ دیتیں اور اس کے بعد سارا کھیل یہیں کا رہ سے پہلے ختم ہو جاتا۔ اگر تقدیر یاوری کرتی اور ہم صحیح انداز سے سمندر میں پہنچ جاتے تو پھر اس بات کے امکانات تھے کہ ہماری یہ کشتیاں ہمیں لے کر دور نکل جائیں گی۔ ہم لہروں کا تجزیہ کرتے رہے۔ ایک، دو، تین، چار۔ یہ چوتھی لہر خطرناک لہر تھی اور یہ یقینی طور پر پھر واپس آتی تھی۔ جب یہ واپس آ کر گزر گئی اور پہلی لہر آئی تو ہم نے خدا کا نام لے کر اپنے جسموں کو نیچے کی جانب لڑھکایا اور تنے ابھی اس جگہ رکھے ہوئے تھے جہاں ذرا سی جنبش سے نیچے جا سکیں۔ ایک ہولناک آواز کے ساتھ نیچے کی سمت چلے۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اس وقت رچرڈ کا تصور کرنا بھی حماقت کی بات تھی۔ میرے ذہن میں صرف خدا کا تصور تھا۔ کشتی نیچے پانی میں گری اور میرے بدن کو خاصی زوردار چوٹ لگی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دماغ جیسے مفلوج ہو گیا تھا۔ کشتی لہروں کی گود میں بری طرح چکرا رہی تھی اور دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔ آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

نہ جانے کب تک یہ چکراتی رہی اور تقدیر کا کھیل جاری رہا۔ اس کے بعد کسی حد تک سکون محسوس ہوا تھا۔ کشتی کا رخ سیدھا ہی تھا کہ میرے اطراف میں چاروں طرف پانی بھرا ہوا تھا۔ کشتی کے خلا میں جہاں جہاں جگہ خالی تھی وہ پانی نے پُر کر دی تھی اور اس پانی کو نکالنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ رچرڈ کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے، کہاں گیا، وہ بھی میری طرح زندہ بچ گیا ہے یا ظالم سمندری چٹانیں اسے نگل چکی ہیں؟

آسمان پر چاند طلوع ہو چکا تھا۔ سمندر کی سطح چمک رہی تھی۔ چھوٹی بڑی موجیں کشتی کو ہچکولے دے رہی تھیں، اور کشتی موجوں کے دوش پر پُرسکون انداز میں رواں دواں تھی۔ کوئی خاص جھٹکے بھی محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ میں نے گردن اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا، کیونکہ اوپر لگی ہوئی مضبوط لکڑیاں میرے بدن کے گرد تھیں۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں اٹھنے کی کوشش کشتی کو ڈگمگا نہ دے۔ اسی لیے بہتر تھا کہ جس طرح پڑا ہوں، پڑا رہوں۔ کسی جھگڑے میں پڑنے سے کچھ حاصل نہ تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں جنھیں ڈونگیاں کہنا زیادہ مناسب ہو گا، طویل ترین سمندری سفر کے لیے نہایت مضحکہ خیز چیزیں تھیں اور شاید دنیا کی تاریخ میں کسی خطرناک ترین مجرم نے بھی ایسا مضحکہ خیز کارنامہ انجام دینے کی کوشش نہ کی ہو۔

لیکن یہ جس طرح ہماری معاون ثابت ہوئی تھیں، اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ابتدائی ہولناک لمحات سے گزرنے کے بعد جب سکون کے لمحات میسر ہوئے تو سب سے پہلی کوشش میں نے اپنے یارِ وفادار رچرڈ کو دیکھنے کے لیے کی اور یہ دیکھ کر میری مسرت کی انتہا نہ رہی کہ رچرڈ کی ڈونگی میری ڈونگی سے زیادہ دور نہیں تھی اور وہ بھی میری مانند پُرسکون تھا۔ میں نے چیخ چیخ کر رچرڈ کو آوازیں دینے کی کوشش کی لیکن لہروں کے شور میں یہ ناممکن تھا کہ رچرڈ میری آواز سن لے۔ چنانچہ تھوڑی دیر حلق پھاڑنے کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ ممکن ہے میری طرح رچرڈ بھی یہ کوشش کر کے خاموش ہو چکا ہو۔

رات بھر یہ سفر خوش اسلوبی سے جاری رہا۔ صبح جب سورج افق پر نمودار ہوا، ہم اگرچہ ساحل تو دیکھ سکتے تھے لیکن ہمیں یقین تھا کہ ہم اس خونی جزیرے سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ اس ابتدائی کامیابی کے احساس نے رواں رواں خوش کر دیا تھا۔

رات بھر ایک ہی انداز میں لیٹے لیٹے کمر تختہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس لیے سوچا کہ کیوں نہ ذرا اٹھ کر بیٹھ جاؤں۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ لہروں کی الٹ پلٹ نے معدے کے کام کرنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ اس لیے جو کچھ پیٹ میں تھا، ہضم ہو چکا تھا۔ میں نے بدن سنبھال کر قریب کی رکاوٹ ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دو تین بار پھر چیخ کر رچرڈ کو آواز دی۔ میں اسے مشورہ دینا چاہتا تھا کہ وہ بھی میری طرح اٹھ کر بیٹھ جائے۔ لیکن اس نے اب بھی میری آواز نہیں سنی تھی۔ ٹھیک ہے اسے خود ہی عقل آئے گی تو کچھ کرے گا۔

میں نے خوراک کے پیکٹ سے بہت تھوڑی سی خوراک نکالی اور پیکٹ پوری احتیاط سے اس کی جگہ رکھ دیا۔

کھانا شروع کیا تو معدے کا کھوکھلا پن ختم ہونے لگا۔ ساتھ ساتھ میری نگاہ رچرڈ کی ڈونگی کی طرف بھی اٹھ جاتی تھی۔ میں نے سوچا کہ کسی طرح ناریل کے چھلکوں سے بنا ہوا رسہ بٹ کر دونوں کشتیاں ایک دوسرے سے باندھ لی جائیں تو ہم بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ کوشش بھی آسان نہیں تھی۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا جیسے عقب سے کوئی سایہ سا ابھرا ہو۔ میں نے پھرتی سے گردن گھمائی تو ایک لمحہ کچھ سمجھ میں ہی نہ آیا۔ لیکن جب بات سمجھ میں آئی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ یہ میری ڈونگی کا پچھلا حصہ تھا جو میرے اٹھ کر بیٹھنے سے بلند ہو گیا تھا اور اس سے پہلے کہ میں توازن برابر کرنے کی کوشش کرتا، ڈونگی پیچھے سے بلند ہو کر الٹ گئی۔

میرے حلق سے چیخ نکل گئی تھی لیکن یہ چیخ میری کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ ڈونگی الٹ چکی تھی۔ چونکہ دوسری لکڑی ابھی میرے نچلے بدن پر تھی اس لیے میں الٹا ہونے کے باوجود کشتی میں پھنسا ہوا تھا اور ڈونگی میں الٹا لٹکا ہوا تھا۔ اس طرح الٹا لٹکے لٹکے میں کچھ ... تھا۔ پانی میری ناک اور منہ میں بھر رہا تھا۔ میں بے اختیار ... ہاتھوں پیر چلانے لگا لیکن اس جدوجہد میں کوئی کامیابی نہیں ... پھر ایک ترکیب ذہن میں آئی۔ کیوں نہ ... میری لکڑی بھی نکال لوں اور پھر پانی میں داخل ہو کر کشتی کو سیدھا کرنے کی کوشش کروں۔

بڑی مشکل سے بدن کو اٹھا کر لکڑی کو نکالا اور پانی میں اتر گیا۔ پیٹ سے لٹکائی ہوئی لکڑی کشتی سے گر چکی تھی۔ تھوڑا سا بھی اگر ... میں نہ ہوتی تو میں اس سے بھی محروم ہو گیا ہوتا۔ پھر شانوں کی پوری قوت صرف کر کے کشتی کو سیدھا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ شدید جدوجہد کے بعد اس میں کامیاب ہو سکا۔ کئی بار کشتی کے کنارے میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچے تھے۔ پانی کے ایک ریلے نے میری مدد کی ورنہ شاید میں صرف اپنے بدن کی قوت سے یہ کام انجام نہ دے سکتا۔ غلطی میری تھی۔ میں ایک طرف بیٹھ کر کشتی کے دوسرے ... کو بھول گیا تھا۔

میں دوبارہ کشتی پر چڑھ آیا۔ اور پیروں والی لکڑی سے دوبارہ نکالی۔ دوسری لکڑی میرے ہاتھ سے چھوٹ کر دور نکل چکی تھی اور اب اسے پکڑنا ممکن نہیں تھا۔

اس خوفناک حادثے نے محتاط کر دیا۔ یہ سفر اتنا آسان نہیں ہے جتنا تصور کر لیا گیا ہے۔ ایک ایک لمحہ احتیاط کرنی ہوگی۔ کشتی میں لیٹ کر گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ پھر میں نے گردن اٹھا کر رچرڈ کو دیکھا۔ وہ مجھ سے زیادہ متفکر تھا۔ اس نے کشتی میں اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی چونکہ تھوڑا سا سرک کر گردن کنارے پر رکھ دی اور اور اب ... کچھ کھا رہا تھا۔ میں نے بھی اس کی طرف ... اچھالی۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ بلند کر کے ہلایا اور پھر بچ نکلنے پر خوشی کا اظہار کرنے لگا۔ میں نے بھی اس کا جواب دیا تھا۔ وہ بڑی ... سے چپوؤں کا کام لے کر اپنی کشتی کو میری کشتی سے نزدیک لے آیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہیلو رچرڈ! گرداب سے فرار مبارک ہو۔"

"تمہیں بھی مبارک ہو دوست۔" اس نے کہا۔

"میں نے تمہیں بہت آوازیں دی تھیں۔"

"کب؟"

"تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے۔"

"میں تو مزے کی نیند سو رہا تھا۔"

"کیا واقعی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، تم نہیں سوئے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے تعجب ہے کہ نیند کیسے آ گئی۔"

"خوف سے۔" اس نے جواب دیا۔

"خوف سے نیند بھی آ سکتی ہے؟"

"ہاں لہروں کا عجیب شور میرے حواس گم کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور نہ جانے کب سو گیا۔" رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پانی کی ایک لہر نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیا اور ہماری گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن جب لہر پُرسکون ہوئی تو ہم نے لیٹے لیٹے ہاتھوں سے چپو چلانے کی کوشش دوبارہ شروع کر دی اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد پھر قریب آ گئے۔ میں نے رچرڈ کو تھوڑی دیر پہلے والی صورت حال سے آگاہ کیا۔

وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "اوہ، خدا ..."

"کیوں؟"

"ابھی چند لمحات قبل میں سوچ رہا تھا کہ لیٹے لیٹے تھک گیا ہوں کیوں نہ اٹھ کر بیٹھ جاؤں۔"

اور میں ہنسنے لگا۔

"تم نے کچھ کھایا؟"

"ہاں، بھوک بہت لگ رہی تھی اور تم نے ..."

"مال دولت تو اپنا ہی ہو کر رہے گا ..."

آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رچرڈ ...

سورج آگ کی ... برسانے لگا اور تھوڑی دیر پہلے ... شدید ... ہو گئی۔ رات کی تاریکی برق رفتاری سے ماحول کو گل میں جذب ہو گیا۔ ... رہی تھی۔ اب تک سفر میں اس چھوٹے سے لیکن جان لیوا طوفان کے علاوہ اور کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ رچرڈ اس وقت بھی میرے قریب ہی تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔

"رچرڈ! رات ہو رہی ہے۔"

"کیا تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے؟"

"ہم اسے خوف نہیں کہہ سکتے لیکن اگر ہم ایک ہی کشتی میں ہوتے تو زیادہ بہتر تھا۔"

"حفاظتی لحاظ سے یہ بہتر ہوتا۔ اگر کشتی لمبے درخت کے ایک ہی تنے سے بنائی گئی ہوتی تو ہم اس کو کر لیتے لیکن وقت متوازن نہیں رکھ سکتے تھے۔ اسی مجبوری کی بنا پر......"

"ہاں!" میں نے گہری سانس لے کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور چپ ہو کر رہ گیا۔ سمندر کا نمک ہونٹوں سے بری طرح چپک رہا تھا۔ ہوا تیز ہونے لگی۔ مغربی سمت سے سیاہ بادل امڈ رہے تھے۔ یہ تاریکی کے بادل تھے اور آن کی آن میں سمندر پر مکمل تاریکی چھا گئی۔ گھور تاریکی، جس میں لہروں کے سفید جھاگ ضرور چمک رہے تھے اور بس۔

میں نے کشتی میں لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لباس اول تو بھیگا ہوا تھا اور پھر نمی کی وجہ سے ہواؤں کے جھونکے بھی اسے خشک نہیں کر سکے تھے۔ دن خاصا گرم رہا تھا لیکن رات کو ہوائیں سرد ہونے لگی تھیں۔ لیکن ان ہواؤں سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ قوت ارادی سے کام لے کر انہیں خود پر مسلط نہ ہونے دیا جائے۔ پانی کے چھینٹے اڑ اڑ کر بدن کو مسلسل بھگوئے جا رہے تھے، اوپر سے سرد ہوائیں لگتیں تو لطف ہی آ جاتا تھا لیکن قید خانوں میں زندگی کب صحیح راستوں پر جا رہی تھی۔ ان تکالیف کو تو برداشت کرنا ہی تھا۔ انہیں ٹالنے کا کوئی امکان نہیں تھا چنانچہ خود کو بے حس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وقت گزرتا رہا۔ اور پھر آسمان سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹنے لگی۔ آسمان پر بکھرے چھوٹے کروڑوں ستارے ابھر آئے تھے۔ آہستہ آہستہ سمندر سے چاند ابھرا۔ اس کی روشنی میں رچرڈ ایک ہیولے کی مانند دکھائی دیا۔ وہ ہواؤں کے رحم و کرم پر تھا اور مجھ سے آگے کچھ فاصلے پر نکل چکا تھا۔ جوں جوں چاند ابھرتا رہا، تاریکی کم ہونے لگی۔ لہریں چاندی کی مانند چمک رہی تھیں۔ میری آنکھیں زیادہ دیر یہ چمک برداشت نہ کر سکیں۔ پچھلی رات بھی نہیں سویا تھا، اس لیے نیند کا بھی غلبہ تھا۔ میں نے دل سے دعا مانگی کہ گہری نیند آ جائے۔ بالکل اسی طرح جیسے رچرڈ خوف سے سو گیا تھا۔

میں آنکھیں بند کیے نیند کا انتظار کرنے لگا۔ لمحے بھر غنودگی طاری رہتی لیکن پھر ایک دم ہوش آ جاتا۔ اندر سے ایک آواز ابھر رہی تھی۔ ہوش میں آؤ! نیند مہنگی پڑے گی۔ یہ کہنا آسان تھا لیکن اس پر عمل مشکل۔ غنودگی بار بار طاری ہوتی اور میں چند لمحے کے لیے غافل ہو جاتا۔ سر میں درد ہونے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی زور زور سے ہتھوڑے برسا رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ اگر گہری نیند سو جاؤں تو کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ جائے۔ اور جاگتا رہوں تو یہ سر اور بدن کی تھکن۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ٹانگیں بری طرح اکڑ رہی تھیں اور بدن بھی بری طرح درد کرنے لگا تھا۔ میری نگاہ ایک بار پھر رچرڈ کی کشتی کی جانب اٹھ گئی۔ وہ اب ... دور ہو گیا تھا۔ میں نے زور سے سیٹی بجائی تاکہ وہ بھی اس کا جواب دے لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ پھر میں نے زور زور سے رچرڈ کو پکارنا شروع کر دیا۔ میری آواز سمندر سے ٹکرائی لیکن کوئی جواب نہ مل سکا۔ تھک ہار کر میں خاموشی سے لیٹ گیا اور وقت آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔

اب تک اس سفر کو ہم مشکل سفر نہیں کہہ سکتے تھے لیکن جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا ایک عجیب سا احساس ذہن پر چھاتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں رات بھر کے اکڑے ہوئے بدن کو درست کرنے کے بعد اس پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ رات بھر سخت سردی میں گزارا گیا تھا اور دن کی روشنی شدید گرمی کا احساس دلا رہی تھی۔ بدن چونکہ بھاری نمکین پانی سے بھیگا ہوا تھا۔ اس لیے دھوپ کی کرنیں اس میں شدید جلن پیدا کر رہی تھیں۔ ہونٹ پھٹ رہے تھے۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ زبان خشک چمڑا معلوم ہوتی تھی اور نمکین سمندری پانی جب چھلے ہوئے بدن کے حصوں پر لگتا تھا تو یوں محسوس ہوتا جیسے بدن میں زخم پڑ گئے ہوں۔

یہ تکلیفیں شدید سے ...... شدید تر ہوتی گئیں لیکن ان تمام تکلیفوں کے باوجود دل آزادی کے احساس سے معمور تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کہیں نہ کہیں جزیرہ مل جائے گا اور اس طرح مصیبتوں کا یہ دور ختم ہو جائے گا۔ یہ احساس خود کو تسلی دینے کے لیے کافی تھا لیکن سورج کی تمازت اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس کشتی میں بھن کر رہ جاؤں گا۔ ہوا

بھی گرم ہو گئی اور میرا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میری آنکھیں پریشانی کے انداز میں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور دفعتاً مجھے رچرڈ کا خیال آیا۔ میں اُسے فراموش کر بیٹھا تھا لیکن جب وہ مجھے یاد آیا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سمندر میں چاروں طرف دیکھا لیکن رچرڈ کی کشتی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے بوجھل دل سے سوچا کہ شاید رچرڈ کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ سمندر کے اس ہولناک سفر میں ہر لمحہ موت کی قربت کا عالم تھا اور کسی بھی لمحے زندگی موت سے ہمکنار ہو سکتی تھی۔

میرا دل ڈوبنے لگا۔ اگر رچرڈ سمندر میں ڈوب گیا ہے تو درحقیقت یہ ایک بہت ہی المناک حادثہ ہوگا۔ یوں تو زندگی کے بارے میں ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اگر ہم دونوں کسی طرح ساتھ ہی مرتے، تو بہتر تھا۔

میرا دل الٹتا رہا۔ کوشش کر کے میں نے گردن کشتی کے کنارے پر رکھ دی تھی، تاکہ رچرڈ کی کشتی کہیں نہ کہیں تلاش کر ہی لوں۔ آخر ایک بڑی سی موج آئی اور میں اس کے ساتھ بیسیوں فٹ اوپر اچھل گیا۔ اوپر گیا تو مجھے تقریباً سو گز کے فاصلے پر رچرڈ کی کشتی نظر آئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بھی آنکھوں پر ہاتھ رکھے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میں سمندر کی لہر کے ساتھ ایک بار پھر ابھرا اور کوشش کر کے زور سے چیخا۔ جانی رچرڈ نے اپنی کشتی پر میری طرف منہ کر لیا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر اپنی مسرت کا اظہار کیا اور ایک جانب اشارہ کرنے لگا۔ میں چند لمحے تک تو اس اشارے کو سمجھ نہیں سکا تھا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی سمت اشارہ کر رہا ہے تو میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ ایک نظارے نے میری ساری تکلیفیں بھلا دی تھیں۔ میری روح کھنچ کر آنکھوں میں آ گئی تھی۔ بہت دور سے بلند و بالا درختوں کی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہوا ابھی تک تیز تھی اور کشتی کی رفتار بھی اسی کی مناسبت سے کافی تیز ہو گئی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ کشتی ساحل کی جانب جا رہی ہے۔

میں نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی کسی ایسی منزل پر پہنچ جاؤں گا جہاں زندگی کی امید ہو سکتی ہے۔ یہ کونسی جگہ ہے؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ میں سوچنے لگا۔ وفورِ جذبات سے میری آنکھوں میں آنسو آنے جا رہے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو درختوں کا وہ علاقہ چھ سات میل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وسیع و عریض سمندر، بے رحم موجوں اور بے کراں خلا میں ابھرتے ہوئے انسان کو اپنا وجود ذرے سے بھی زیادہ حقیر نظر آتا ہے۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ میں نے گرمی سے اپنے بدن کو بچانے کے لیے پانی چلوؤں میں بھر بھر کر اپنے بدن پر ڈال لیا۔ ساحل نزدیک سے نزدیک تر آ رہا تھا۔ لہریں تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اب جنگل بھی نمایاں ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ساحل سے زیادہ سے زیادہ دو تین میل دور رہ گئے تھے۔ کشتی کو ڈولفن مچھلیوں نے گھیرا ڈال دیا تھا۔ سمندری پرندے بے شمار تھے لیکن خدا کا شکر تھا کہ کسی چیز نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

رچرڈ مجھے برابر نظر آ رہا تھا۔ اب لہریں زیادہ بلند نہیں اٹھ رہی تھیں اور میرے اندازے کے مطابق ہم ساحل سے صرف آدھے میل دور تھے۔ اس سرسبز و شاداب جنگل کے بارے میں میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تو میرا ذہن رات کی سرد ہواؤں اور دن کی سخت گرمی سے قدرے مضمحل ہو گیا تھا کہ سوچنے سمجھنے کی قوتیں کسی قدر معطل ہو کر رہ گئی تھیں۔ لمبی لمبی ٹانگوں والے پرندے دلدل پر مارتے دکھائی دے رہے تھے۔ پرندوں کی تعداد لا تعداد تھی۔ جب کوئی لہر آتی تو یہ صرف پانچ یا چھ فٹ اوپر پرواز کرتے۔ درختوں کے تنوں پر پانی کے نشانات ابھرے ہوئے تھے۔ میری کشتی چپ چپ کرتی آگے بڑھتی رہی اور پھر ایک جھٹکا کھا کر رک گئی۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کنارے لگی ہے۔ پانی تھوڑا تھوڑا یہاں بھی موجود تھا۔

اس وقت غالباً دوپہر کے ڈیڑھ یا دو بجے ہوں گے۔ ہمیں اپنے قید خانے سے روانہ ہوئے چالیس گھنٹے سے زیادہ ہو چکے تھے۔ سمندر میں ہوائیں تیز تھیں۔ میرے اندازے کے مطابق تین چار بجے پھر پانی کی سطح بلند ہونے والی تھی اگر اس سے پہلے ہم جنگل کے اندرونی حصوں میں پہنچ جاتے تو اپنے بچاؤ کا بندوبست کر سکتے تھے۔ رچرڈ مجھ سے گز دو گز ہی کی طرف تھا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر زور زور سے ہاتھ ہلائے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن اس کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ غالباً اس کا گلا خشک ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میری بھی یہی کیفیت تھی۔ میں ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اس بات کا اشارہ کرتا رہا کہ ذرا وقت گزر جائے تو ہم یہاں کے ماحول کا جائزہ لیں اور یہ سوچیں کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے لیکن

میں نے رچرڈ کو کشتی سے اترتے دیکھا۔

وہ جلد بازی کر رہا ہے، میرے ذہن میں یہ بات ابھری۔ فوراً ہی نیچے اتر جانا مناسب نہیں ہے۔ کشتی جس انداز سے یہاں پھنس گئی ہے اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں کی زمین دلدلی ہے۔ میں نے اسے خبردار کرنا چاہا لیکن آواز میرے حلق سے بھی نہ نکل سکی۔ بولنے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ میری نگاہیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ دفعتاً وہ مجھے کچھ اشارے کرنے لگا۔ میں ان اشاروں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ میں نے غصے سے ہاتھ ہلا کر اس سے کہنا چاہا کہ کشتی سے زیادہ دور مت جاؤ۔ پہلے ہم اس جگہ کا اندازہ لگا لیں، اس کے بعد نیچے اتریں گے۔ لیکن وہ میری بات نہ سمجھ پایا۔ وہ کشتی کے دوسری جانب کھڑا تھا اس لیے مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دور جا چکا ہے۔ میں نے ہاتھوں سے اپنی چھوٹی سی ڈونگی کے کنارے پکڑ کر پاؤں نیچے رکھا اور اسے دبا کر دیکھنے لگا۔ میرا یہ اندازہ درست نکلا کہ یہاں دلدل ہے۔ دوسرے لمحے میرے دل میں خوفناک خیالات گردش کرنے لگے۔

کیا رچرڈ نیچے اتر کر صحیح جگہ پر کھڑا ہوا ہے یا وہ بھی دلدل...... یہ اسی لمحے مجھے احساس ہوا کہ رچرڈ کی بلندی کم ہوتی جا رہی ہے۔ آہ، وہ دلدل میں دھنس رہا تھا۔ میں بے بسی سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ کشتی میں اپنی جگہ محفوظ۔ لیکن رچرڈ کو بچانے کے لیے اس کی جانب دوڑ نہیں سکتا تھا۔ میری کیفیت اس جنگلی جانور کی سی تھی جس کے بچے خطرے میں مبتلا ہوں لیکن وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکے۔

ہماری نظریں ایک دوسرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رچرڈ دلدل میں پھنس چکا ہے۔ میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور دونوں ہاتھوں کی مدد سے کشتی کے کنارے پکڑ کر پاؤں نیچے رکھے اور انہیں دبا کر دیکھا۔ دلدل اتنی سخت تھی کہ میرے پاؤں فوراً ہی اس میں دھنس نہیں سکتے تھے۔ میں نے سوچا کہ کسی بھی طرح رچرڈ کی مدد کرنا ضروری ہے۔ اس لیے میں نے ایک ایسا عمل کیا جو خطرناک تو تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں کشتی سے نکل کر دلدل پر لیٹ گیا اور پھر رینگتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ دس فٹ کا فاصلہ طے کرنا تھا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کیونکہ کسی بھی جگہ اگر دلدل نرم ہوتی تو میں رچرڈ سے پہلے اس کا شکار ہو سکتا تھا۔ تاہم میں زندگی کی بازی لگا کر دلدل میں لڑھکتا رہا۔ اور فاصلہ سوا گز کا تقریباً ایک گھنٹے میں طے کر سکا۔ جب رچرڈ سے میرا فاصلہ کم ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ کندھوں تک نیچے دھنس چکا ہے۔ بدنصیب شخص منزل پر پہنچنے کے بعد زندگی کھو بیٹھا اور میں اس کے قریب پہنچنے کے لیے جان توڑ کوشش کرنے لگا۔ ہماری نظریں ایک دوسرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی نظروں ہی نظروں میں کہہ رہا تھا کہ اب کوئی کوشش نہیں بچا سکتی۔

عین اسی لمحے ایک لہر آئی اور جب یہ درختوں سے ٹکرا کر واپس پلٹی تو رچرڈ کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ کا ہاتھ تک پانی سے باہر نہیں تھا جسے الوداع کہہ سکتا۔ میرا دل غم و اندوہ سے ڈوبنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ دل چاہا کہ چیخ چیخ کر روؤں۔ میرا ساتھی جو اب تک ہر مشکل میں میرا ساتھ دیتا رہا تھا، ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ آنسو بے اختیار میرے چہرے کو تر کر رہے تھے اور میں دلدل پر لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ صحیح معنوں میں مجھے اب پتا چلے گا کہ زندگی کا تنہا سفر کتنا کٹھن ہوتا ہے۔ یقیناً تنہائی تو درحقیقت ملی تھی۔ ورنہ آج تک رچرڈ میرا ساتھی رہا تھا۔ اس نے بہت سے حوصلے بڑھائے تھے اور اب رچرڈ... دکھ کی بات یہ تھی کہ منزل پر آنے کے بعد وہ منزل سے دور ہو گیا تھا۔ کاش رچرڈ جلد بازی سے کام نہ لیتا تو ہم صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے کے بعد کوئی ایسی کوشش کرتے کہ اس دلدلی علاقے سے باہر نکلا جا سکتا۔

لہریں رکتے رکتے سے ڈوبتی ابھرتی رہیں۔ آہستہ آہستہ پانی اوپر چڑھنے لگا اور میں پانی کے بہاؤ کے ساتھ خشکی کی جانب بڑھنے لگا لیکن اسی طرح لیٹے لیٹے میں نے دلدل پر کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میری کشتی کافی فاصلے پر دلدل میں دھنسی ہوئی تھی اور درختوں کے تنے اب کچھ ہی فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔ عام حالات میں انسان یہ فاصلہ چند لمحوں میں طے کر لیتا ہے لیکن میں لہروں کے زور پر ایک ایک انچ آگے بڑھ رہا تھا۔ ہر بار مجھے دوسری لہر کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا شور بلند ہوا۔ ایک بہت بڑی موج اچھلتی ہوئی اوپر سے گزر گئی اور میں چند لمحات بعد ایک درخت سے لپٹا ہوا تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کی جان اس طرح نکل چکی تھی کہ میں اپنی مرضی سے انہیں ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر سمندر کی لہر مجھے درخت کے تنے تک نہ پہنچا دیتی تو میں اپنی ہمت کی کوشش کے باوجود اس جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں اسی طرح بے سدھ پڑا رہا۔ حالانکہ جس انداز میں پڑا تھا، وہ بہتر نہیں تھا۔ میری کمر میں کوئی چیز چبھ رہی تھی۔ یہ درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ تھی۔ لیکن اس وقت یہ ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی کہ یہاں سے ہٹ کر اپنے لیے کوئی مناسب جگہ ہی تلاش کر لوں۔

ایک ڈیڑھ گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔ سورج غروب ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے حلق سے بے اختیار کراہیں نکلنے لگی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اب اس درخت پر لٹکے رہنا تو مناسب نہیں ہے، آگے بڑھوں۔ زندگی کی تلاش میں قدم بڑھاؤں۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ نیچے اتر آیا۔

پانی چڑھتا جا رہا تھا اور اب درختوں کے تنے پانی میں بھیگ گئے تھے۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ آگے کیا ہے۔ لہریں آتیں تو دور تک اپنے پیچھے پانی چھوڑ جاتیں۔ میں کبھی پیدل چلتا اور کبھی تیرنے لگتا۔ دلدل پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کی صورت میں بھی پانی موجود تھا۔ میں حتی الامکان تیز رفتاری سے سفر کر رہا تھا لیکن ایک ایک قدم سوچ سوچ کر اٹھا رہا تھا کہ کہیں نرم دلدل میں نہ دھنس جاؤں اور بے چارے رچرڈ کی طرح جان دے دوں۔

ساتھ لائی ہوئی چیزیں کشتی میں ہی رہ گئی تھیں۔ بھوک بھی لگ رہی تھی اور پیاس بھی لیکن اس وقت کسی چیز کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں تھا۔ ہاں، اگر خشکی پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر اس سلسلے میں بھی بہتر طور پر سوچ سکوں گا لیکن یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ اس وقت سورج غروب ہو گیا تھا جب میں خشکی پر پہنچا۔ تاہم شفق کی روشنی میں میں نے مزید تھوڑی دیر اپنا سفر جاری رکھا اور پھر ایک بہت بڑے گھنے درخت کے تنے پر رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انواع و اقسام کے بے شمار کیڑے رات بھر میرے بدن پر رینگتے رہے لیکن میں تھکن سے اس قدر چور تھا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر سو گیا۔ صبح پرندوں کی چہچہاہٹ سے میری آنکھ کھلی اور میں آنکھیں کھول کر اطراف کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔

چاروں طرف سبزہ بکھرا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں، جڑیں اور بیلیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر یہاں جگہ جگہ آ گئی تھیں، بکھرے ہوئے پتے تھے۔ کہیں کہیں گڑھے بھی نظر آ رہے تھے جن میں پانی موجود تھا۔ مٹی اور ریت کے ذرات اس پانی میں نیچے بیٹھ گئے تھے اور پانی کی سطح شفاف تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایسے ہی ایک گڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ چلوؤں میں پانی بھر کر میں نے ہونٹوں سے لگایا۔ پہلے ہونٹوں کا نمک دور کیا اور اس کے بعد دو تین گھونٹ پانی پی لیا۔ اس پانی میں تعفن نہیں تھا لیکن اطراف میں سڑاند سی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

میں نے ایک پگڈنڈی منتخب کر لی جس پر چلتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ راستہ استعمال ہوتا رہا ہو۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات آ رہے تھے لیکن کسی بھی بات پر زیادہ سوچتا تو دماغ چکرانے لگتا تھا۔ ابھی تک شدید تھکاوٹ طاری تھی۔ ویسے موسم کسی حد تک معتدل تھا۔ یہ بات تھوڑی سی تقویت کا باعث تھی چنانچہ میں نے خاصا سفر طے کر لیا۔

تقریباً چار چار فٹ اونچے درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے اور ان میں لیموں جیسی کوئی چیز نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اس پھل کو دیکھ کر میری طبیعت للچا گئی اور میں نے سوچا کیوں نہ اس کا تجربہ کر کے دیکھوں کہ یہ کھانے کے قابل ہے یا نہیں۔ میں نے کانٹوں دار جھاڑیوں میں سے ایک لیموں توڑا اور اسے اپنے دانتوں سے کتر لیا۔ لیموں کے اندر سے ہلکا سا ترش رس نکلا۔ اس رس کے ساتھ ساتھ اس میں گودا بھی موجود تھا۔ میں یہ تو نہیں سمجھ پایا کہ یہ کیا چیز ہے لیکن ... یہ پھل اتنا بدمزہ نہیں معلوم ہوا تھا۔ چنانچہ میں اسے چھلکے سمیت چٹ کر گیا۔ اس کے بعد میں نے بہت سارے پھل توڑے اور انہیں جانوروں کی طرح چبانے لگا۔ اس وقت اگر اپنی حالت پر غور کرتا تو یقین نہ آتا کہ میں وہی علی یار خان ہوں جس کی نفاست کے چرچے تھے اور جسے برکلے یونیورسٹی میں ایک نہایت مہذب انسان سمجھا جاتا تھا لیکن اب تو یہ سب کچھ سوچنا بھی میرے لیے سوہان روح تھا اور میں ذہن کو اس طرف نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

پھلوں کے کھانے سے مجھے اپنے معدے میں تقویت محسوس ہوئی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ آگے کے لیے زاد راہ اکٹھا کر لوں چنانچہ میں پھل توڑ توڑ کر اپنی جیبوں میں بھرنے لگا۔

میرا یہ سفر جاری رہا اور اب اس سفر میں مجھے کسی خاص دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا۔ کھانے کے لیے پھل میرے پاس خاصی تعداد میں موجود تھے اور یوں لگتا تھا

"تم مجھے کوئی بھی نام دے سکتے ہو۔ میں تمہیں اپنا اصلی نام ابھی نہیں بتاؤں گا۔"

"چلو خیر، ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنے پسندیدہ کسی بھی نام سے مخاطب کر لوں گا اور آخری بار کہتا ہوں کہ میری طرف سے بے فکر رہو۔ میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا۔"

گرگجو کا کہنا درست تھا۔ جھونپڑیوں کا علاقہ خالی پڑا ہوا تھا۔ بس صرف چند جھونپڑیوں میں عورتیں اور بچے نظر آ رہے تھے جو اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ وہ سب کی نظر سے بچا کر مجھے اپنی جھونپڑی میں لے گیا۔ اچھی خاصی کشادہ جگہ تھی جس کے گرد تقریباً پانچ پانچ فٹ چوڑا کچی مٹی کا احاطہ بنا ہوا تھا۔ اندر پیال کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے اور ضرورت کا چھوٹا موٹا سامان موجود تھا۔ کھانا پکانے کے لیے احاطے کے اندر ایک جگہ بنالی گئی تھی۔

اندر لا کر گرگجو نے مجھ سے کہا۔ "اگر تم چاہو تو پیال کے ان ڈھیروں میں خود کو چھپا کر آرام کی نیند سو سکتے ہو۔ ویسے بستر بھی موجود ہے لیکن تمہارا بستر پر رہنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ بعض اوقات بچے گھومتے پھرتے یہاں آ گھستے ہیں۔"

"ٹھیک ہے گرگجو۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"میں ذرا ابھی تھوڑی دیر مصروف رہوں گا۔ تم مجھ پر اعتبار کرو۔ بس اس کے علاوہ میں تم سے کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔" گرگجو نے جواب دیا۔ "ٹھہرو، پہلے میں تمہارے لیے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر دوں۔"

"تمہاری مہربانی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

گرگجو چلا گیا۔ میں اب تن بہ تقدیر ہو چکا تھا۔ اس شخص پر بھروسہ کرنے کے علاوہ اب کوئی چارہ کار نہیں تھا کیونکہ اس کے بغیر میں یہاں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ گرگجو تقریباً تیس منٹ بعد واپس آیا تو اس کے پاس بھنی ہوئی مچھلی اور کچھ تازہ پھل تھے۔ اس نے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔

"اس وقت ان سے کام چلا لو، رات کو تمہارے لیے اچھا کھانا تیار کروں گا۔ یہ کھا کر آرام سے سو جاؤ اور ہاں ادھر دیکھو، پانی تمہارے سامنے برتن میں موجود ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ تم کھا پی کر آرام سے پیال کے ڈھیر میں سو جانا۔"

میں نے گردن ہلا دی اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے بعد یہ کھانا نصیب ہوا ہو۔ ذرا سی دیر میں ساری چیزیں چٹ کر گیا۔ پانی پیا اور پیال کے ڈھیر میں جا گھسا۔ میں نے سوتے سوتے گھاس کے ڈھیر اپنے اوپر بھی رکھ لیے۔ تھوڑی ہی دیر کے اندر اندر مافیہا کی خبر نہ رہی۔ میں گہری نیند سو گیا۔

آنکھ کھلی تو پتا نہیں کیا بجا تھا۔ چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ البتہ سمندر کی لہروں کا ہلکا ہلکا شور اٹھ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ سمندر یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نیند بھر کے جاگ چکا تھا اس لیے میں نے پیال کے ڈھیروں سے گردن نکالی اور باہر جھانکا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پلنگ پر گرگجو سو رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا، خاصی رات ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب میں کیا کروں۔ بہر حال رات کی اس تاریکی میں یہاں سے باہر نکلنا بھی مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں جزیرے کے محافظوں نے ان قیدی کارکنوں کی نگرانی کے لیے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں۔ کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔

گرگجو نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے رات کا کھانا کھلائے گا لیکن پتا نہیں کیوں اس نے یہ کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اسے مجھے جگانا مناسب نہ سمجھا ہو۔ بہر حال اس وقت یہاں سے باہر نکلنا یا کوئی جدوجہد کرنا بے کار ہی تھا۔ چنانچہ میں پھر سونے کی کوشش کرنے لگا اور تقریباً آدھے گھنٹے کی کوشش کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ دوسری بار اس وقت جاگا تھا جب گرگجو مجھے جھنجوڑ رہا تھا۔

"اب کب تک سوتے رہو گے؟ اٹھو، صبح ہونے میں کچھ ہی دیر باقی رہ گئی ہے۔" میں اٹھ گیا اور مسکراتی نگاہوں سے گرگجو کو دیکھا۔ وہ بھی مسکرا رہا تھا۔

"اوہ گرگجو! تمہارا بہت بہت شکریہ۔ تمہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔"

"اب ان باتوں کو جانے دو۔ میں نے رات کو تمہیں کافی جھنجوڑ کر جگایا تھا لیکن تم اتنی گہری نیند سو رہے تھے کہ پھر میرا دل نہ چاہا کہ تمہیں اس نیند سے جگا دوں۔ تم نہ جانے کب سے مصیبت کا شکار رہے ہو۔"

"ہاں گرگجو، اس میں کوئی شک نہیں کہ میں طویل عرصے سے زندگی کی تمام دلچسپیوں سے محروم ہو چکا ہوں۔"

"رات کا کھانا رکھا ہوا ہے۔ کہو تو کچھ اور تیار کر دوں ورنہ چائے میں نے بنا لی ہے۔"

"بس بس، تمہارا شکریہ۔ مجھے وہ دے دو، ڈبل روٹی کے ساتھ گرم گرم چائے۔" میں نے جواب دیا۔

گرگجو نے بہت ساری چیزیں لا کر میرے سامنے رکھ دیں۔ وہ خود بھی میرے ساتھ ہی چائے لے کر آ بیٹھا۔ ہم ناشتا کرنے لگے۔

"تم اتنی صبح جاگ جاتے ہو؟"

"نہیں۔ اتنی صبح میں صرف تمہاری وجہ سے جاگا ہوں۔" گرگجو نے جواب دیا۔ میرے اندر احساس ممنونیت پیدا ہونے لگا تھا۔ اگر یہ شخص میرے خلاف کوئی سازش کرنا چاہتا تو اس کے پاس کافی مواقع تھے۔ اس نے مجھے چھپانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نہیں جاگا تھا تو اس دوران میں اگر وہ چاہتا تو محافظوں کو آسانی یہاں لا کر مجھے ان کے حوالے کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے اور کسی سچے آدمی پر شبہے کا اظہار کرنا سراسر حماقت کی بات تھی۔

"گرگجو! بار بار تمہارا شکریہ ادا کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا، لیکن آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں واقعی تمہارا احسان مند ہوں۔"

"اب بار بار یہ الفاظ کہہ کر مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ میں اگر تمہاری کچھ خدمت کر سکا تو مجھے خوشی ہوگی۔ ویسے کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے نہیں بتاؤ گے؟"

"میں گریوال کے سیکشن آٹھ سے فرار ہو کر یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"تو تم ان ہی قیدیوں میں سے ایک ہو جو وہاں سے فرار ہوئے ہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا فرار ہونے والے صرف دو افراد تھے؟"

"ہاں، صرف دو افراد تھے۔"

"دوسرا آدمی کہاں ہے؟"

"وہ دلدل میں غرق ہو گیا۔"

"اوہ۔ اب میں سمجھا۔ تو کیا تم دلدل کے راستے یہاں پہنچے ہو؟" وہ افسردہ لہجے میں بولا۔

"ہاں۔"

"بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ بہت سے لوگ ان دلدلوں میں غرق ہو چکے ہیں۔ اسی لیے فرار کی کوششیں ناکام ہوتی ہیں۔ دراصل جزیرے کے تین اطراف خوفناک دلدل پھیلی ہوئی ہے اور باقی ایک سمت انھوں نے دلدل سے پاک کر لی ہے اور وہاں بندرگاہ بنائی ہے۔ وہ اسی لیے بھی مطمئن رہتے ہیں کہ ان دلدلوں سے فرار ہونے والے کبھی زندہ سلامت سمندر تک نہیں جا سکتے۔"

"ہاں، میرا ایک پیارا ساتھی ان دلدلوں میں روپوش ہو چکا ہے۔"

"ہونا ہی تھا۔ تمہاری تقدیر تھی کہ تم انھیں پار کر کے یہاں تک پہنچ گئے۔ ویسے نام مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا۔"

"تم تو مجھے اپنے پسندیدہ نام سے پکارنے والے تھے۔"

"ہاں، مگر اس میں ایک اجنبیت سی محسوس ہوتی۔ میں ہمیشہ یہی سوچتا رہتا کہ یہ نام میں نے تمہیں دیا ہے۔"

"تم مجھے خان کہہ سکتے ہو۔ میرا مرنے والا دوست مجھے خان ہی کہا کرتا تھا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کسی کو مخاطب کرنے کے لیے کوئی نام تو ہونا چاہیے۔ میں صرف ایک نام چاہتا تھا جس سے تمہیں مخاطب کر سکوں۔ تو مسٹر خان! اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

"میں یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہوں۔"

"یہ جاننے کے باوجود کہ یہاں سے فرار ہونا قطعی ناممکن ہے؟"

"جس جگہ سے میں فرار ہو کر یہاں تک آیا ہوں وہاں سے بھی فرار کرنا ناممکن ہی سمجھا جاتا تھا لیکن میری کوششیں مجھے یہاں تک لے آئیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری ملاقات اوڈے سے کرواؤں۔"

"کس سے؟" میں نے پوچھا۔

"اوڈے سے۔ اوڈے ایک نوجوان آدمی ہے۔ بہت ہی خطرناک فطرت کا مالک ہے۔ ہمیشہ اس کے ذہن میں باغیانہ خیالات پروان چڑھتے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے دو آدمیوں کو اپنا ہمنوا بھی بنا لیا ہے۔ یہ لوگ بھی اسی کی طرح سر پھرے ہیں۔ گویا کل تین آدمی ہیں جو یہاں سے فرار ہونے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ان سے مل کر اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہو۔"

"تمہارے دل میں فرار کی خواہش نہیں ہے گرگجو؟"

"نہیں بھائی! میں یہاں مطمئن ہوں۔ دراصل میں نے آنکھ کھلتے ہی یہ ماحول دیکھا ہے۔ ہر چند کہ محافظوں کی بدسلوکی بعض اوقات مجھے بددل کر دیتی ہے لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ جب میں بیرونی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تو یہاں سے فرار ہو کے کیا کروں گا اور پھر مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہے۔ بس ٹھیک ہے جیسی گزر رہی ہے گزرتی رہے گی۔"

"ہوں۔ تو پھر تم اوڈے سے مجھے کس طرح ملاؤ گے؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں پہلے اس سے تمہارے سلسلے میں بات کروں گا۔ وہ اگر تیار ہو گیا تو پھر میں تمہاری اس

ختم ہونے میں تھوڑا وقت باقی رہ گیا ہے، ہمیں جگا دیا جائے تاکہ ہم یہاں سے کوچ کر سکیں اور گرگٹو جو سحر خیزی کا عادی تھا، اس ڈیوٹی پر مستعد رہا۔ اس نے ہم دونوں کو جگا دیا اور ہم تیاریاں کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ گرگٹو نے بڑے پرجوش انداز میں ہمیں رخصت کیا۔

بستی کے درمیان ہم نہایت احتیاط سے سفر کرتے ہوئے بالآخر وہاں سے باہر نکل آئے۔ اوڈے نے ایک نئی سمت کا رخ کیا تھا۔ اس وقت سورج نکل آیا تھا جب ہم دلدل کے بہت بڑے تالاب کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ چوڑے چوڑے سبز پتوں والے پودے اس کی سطح پر تیر رہے تھے۔ ہم بڑی احتیاط سے اس کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے۔

اوڈے نے کہا۔ "احتیاط سے کام لینا۔ ذرا سی لغزش تمھیں اس دلدل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈبو دے گی۔ میرے بالکل پیچھے رہو اور جو حرکت میں کروں، تم بھی ویسی حرکت کرتے ہوئے چلے آؤ۔"

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے اوڈے کو کودتے ہوئے دیکھا۔ اس نے تقریباً تین فٹ لمبی چھلانگ لگائی تھی اور آگے جا کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جس جگہ سے اس نے چھلانگ لگائی تھی، وہاں دلدل نرم تھی اور اگر انسان کا پاؤں اس پر پڑ جائے تو پھر اس کے لیے دوسرا قدم اٹھانا ناممکن ہو جائے گا۔ میں لرزنے لگا۔ ریچرڈ کا انجام میرے سامنے تھا۔ بہرحال میں اوڈے کی طرح ہی اچھل اچھل کر آگے بڑھتا رہا۔ وہ ان دلدلوں پر سفر کرنے کا ماہر نظر آتا تھا لیکن مجھے مشکل پیش آ رہی تھی۔ چند منٹ کا یہ فاصلہ صدیوں پر محیط نظر آتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اوڈے متوازن انداز میں چلنے لگا۔

وہ مسکرا کر میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اب یہ جگہ بہتر ہے۔ بتاؤ کوئی محافظ ہمارا پیچھا کر سکتا ہے؟ میں تو وثوق سے کہتا ہوں کہ محافظوں کو بھی اس طرح سفر کرنے کا طریقہ نہیں معلوم۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب ایسی جگہ آ گئی تھی جہاں دلدل نہیں تھی اور میرا یہ اندازہ درست تھا۔ یہاں جھاڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہ جھاڑیاں آدمی کے قد سے بلند اگی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان اس قسم کے خلا سے بنے ہوئے تھے کہ اگر کوئی ان میں پوشیدہ رہنا چاہے تو اسے دقت نہ ہو۔ اوڈے مجھے لیے ہوئے ایک ایسے ہی جھاڑی نما گھر میں پہنچ گیا۔ میں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ یہ گھر انسانی تراش خراش کا نتیجہ ہے۔ ان جھاڑیوں کو سامنے کی سمت سے محفوظ رہنے دیا گیا تھا اور اندر سے انھیں ایک خول کی شکل میں تراش لیا گیا تھا۔ یہاں بھی پیال بچھی ہوئی تھی۔

اوڈے نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔ "یہ مکان ہے یہ تمھارے لیے ہے۔"

"بہت عمدہ۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن یہاں تک کا سفر آسان کام نہیں ہے۔ تم اگر یہاں سے واپس جانا چاہو تو کبھی زندہ بستی میں واپس نہیں پہنچ سکتے۔"

"ہاں، مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اوڈے میرے ساتھ ہی پیال کے ڈھیر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ "تمھیں اور کوئی کام ہے اوڈے؟ میرا مطلب ہے تمھاری غیر موجودگی سے کوئی تم پر کوئی شبہ تو نہیں ہو جائے گا؟"

"شبہ ہوتا، لیکن ان دنوں کوئی جہاز بندرگاہ پر موجود نہیں ہے۔ اس لیے بہت سے ایسے لوگ جو صرف جہازوں ہی کا کام کرتے ہیں، آزاد پھر رہے ہیں اور میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر میں نے اپنے کام کی رفتار تیز کر دی ہے۔"

"کام کی رفتار؟"

"ہاں۔ یہاں سے فرار کے کام کی رفتار۔ تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو کہ میں اٹھارہ سال سے ان شیطانی جزیروں کا قیدی ہوں۔" اس نے انکشاف کیا۔

"اٹھارہ سال سے؟"

"ہاں۔ اس وقت میں بالکل نوجوان تھا اور قیدی بنا کر یہاں لایا گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں مسلسل مختلف قید خانوں کی صعوبتوں سے دوچار رہا ہوں۔"

"اس جزیرے میں آئے ہوئے تمھیں کتنا عرصہ ہوا؟ مطلب ہے سیکشن چار میں؟"

"تقریباً آٹھ سال۔ میں آٹھ سال سے یہیں رہ رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس شخص کا جائزہ لینے لگا۔ واقعی وہ انوکھی شخصیت کا مالک تھا۔

اوڈے کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اس نے اٹھارہ سال قید کی صعوبتوں میں بسر کیے تھے اور اس کے بعد بھی اس میں زندگی جینے کی لگن موجود تھی۔ اس کا آہنی عزم قابل دید تھا۔ چار چھ افراد بھی اس کے مقابلے پر آ جاتے تو وہ خالی ہاتھوں ان کی چٹنی بنا کر رکھ دیتا۔ درحقیقت اس قسم کے لوگوں کے دو ہی رخ ہوتے ہیں۔ قید کی صعوبتیں یا تو انھیں زندہ درگور کر دیتی ہیں اور وہ صرف موت کے انتظار میں جیتے ہیں یا پھر وہ ان صعوبتوں کو زندگی کا کھیل سمجھ لیتے ہیں اور سب کچھ ان کے لیے ایک کھیل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ ان سخت چٹانوں کی مانند ہو جاتے ہیں جو ساحل پر کھڑی سمندر کی بے چین لہریں سہتی رہتی ہیں اور لاکھ سر پٹخنے کے باوجود سمندر انھیں اپنی جگہ سے جنبش نہیں دے سکتا۔

میں متاثر کن نگاہوں سے اوڈے کو دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "فرار کا منصوبہ کب سے تمھارے ذہن میں ہے اوڈے؟"

وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا جیسے میرا سوال اس کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔ اس سے قبل کہ میں اپنا سوال دہراتا وہ مسکرایا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "اس وقت سے جب میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی تھیں۔"

"اس سے قبل بھی کوشش کر چکے ہو؟"

"کوشش نہ کہو اسے عشق کہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ گویا لاخرز کے بارے میں تمھاری معلومات کہاں تک ہیں لیکن اگر یہاں آ کر تم یہ سوچ رہے ہو کہ فرار کی پہلی منزل طے کر چکے تو ذہن سے یہ غلط فہمی نکال دو۔ ابھی ہماری راہ میں اس قدر کٹھن منزلیں ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ راستے میں ہمارا مقابلہ محافظوں سے ہوگا۔ سمندر میں ایسے آٹھ سیکشن بنائے گئے ہیں جہاں محافظ فرار ہونے والوں کے استقبال کے لیے تیار رہتے ہیں اور ان مراکز میں جدید ترین انتظامات کیے گئے ہیں۔ ہمیں ان سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی ہے۔ دراصل میرے دوست جو لوگ ان باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں وہ بقیہ زندگی صبر و شکر کر کے انھیں جزیروں میں گزار لینا بہتر تصور کرتے ہیں، کیونکہ فرار کا تصور بہت ساری حقیقتوں کے ساتھ موت سے زیادہ ہولناک ہو جاتا ہے۔ یوں سمجھو میں نے قید کی آدھی زندگی معلومات حاصل کرتے گزار دی ہے۔"

"ان معلومات کے لیے ذرائع کیا تھے اوڈے؟"

"مختلف۔ شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے محافظ افسر، یا وہ جو فرار کی صعوبتوں کی لذت چکھ کر لوٹ آتے اور دوسروں کو تلقین کرتے پھرتے کہ موت فرار کی کوششوں سے بہتر ہے۔"

اوڈے کے الفاظ بہت حوصلہ شکن تھے لیکن میں بھی شاید اسی کی سی فطرت کا انسان تھا۔ میں نے خود کو [illegible] نہیں ہونے دیا تھا۔ میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "گویا لاخرز کے قید خانوں کے بارے میں میری معلومات واقعی محدود ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مقامی حکومت ان کی حفاظت کے لیے اس قدر مستعد کیوں ہے اور کیوں اتنی دولت خرچ کرتی ہے؟"

"مقامی حکومت! میرے معصوم دوست کون سی مقامی حکومت کی بات کرتے ہو۔ گویا لاخرز جزائر ایک مشترکہ معاہدے کے تحت ہیں اور یہاں یورپ اور دوسرے ممالک کا سرمایہ خرچ ہوتا ہے۔ خطرناک بین الاقوامی مجرم یورپ کے کسی بھی ملک سے یہاں بھیجے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح یہاں معاہدے کے شریک ملکوں کے محافظ بھی ہوتے ہیں۔"

"او، یہ معاملہ ہے!" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

اوڈے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اوڈے خود ہی بولا۔ "ہم تنہا اپنی ذاتی کوششوں سے قیامت تک یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ اسی لیے تو فرار کے لیے ایک پوری چین بنائی ہے۔"

"وہ کیسے؟" میں نے سوال کیا اور اوڈے مسکرانے لگا۔

"ساری باتیں پوچھ لو گے۔ اگر کامیاب نہ ہوئے اور محافظوں کے ہاتھ لگ گئے تو میرے لیے ہی نہیں ان سب کے لیے بھی مصیبت بن جاؤ گے جو مجھ سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔"

"اگر یہ خیال ہے تمھارے ذہن میں تو اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

اوڈے تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر اس نے کہا۔ "بہت سے مجھ سے پہلے میری مدد سے روانہ ہو چکے ہیں اور مختلف علاقوں میں آگے کے لیے انتظامات کر رہے ہیں۔ ہم سب کی ایک ہی منزل ہے۔ اس کے بغیر فرار ناممکن تھا۔ جن لوگوں نے انفرادی طور پر کوشش کی، وہ یا تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے یا پھر اس حالت میں واپس گویا لاخرز کے جزیروں پر پہنچا دیے گئے کہ وہ موت کے آرزومند ہوتے اور موت ان سے دور بھاگتی۔ یہ شیطانی نظام تمھارے تصور سے بھی بہت دور کی چیز ہے دوست! ان لوگوں نے مل جل کر اس مشترکہ معاہدے کے تحت خطرناک قیدیوں کے لیے ایسے ایسے انتظام کیے ہیں کہ تصور سے باہر ہیں۔ میں اس کے باوجود فرار کی کوششوں میں مصروف رہا ہوں۔ بظاہر خود میں نے اپنے آپ پر ایسا کوئی تجربہ نہیں کیا جو مجھے ان کوششوں کے قابل نہ چھوڑتا لیکن وقفے وقفے سے میں ایسے دلیر لوگوں کو روانہ کرتا رہا ہوں جو میرے لیے معلومات کا ذریعہ بنے ہیں۔ ان میں سے جو کامیاب ہو گئے وہ بھی ابھی اپنی منزل کو نہیں پا سکے بلکہ راستے میں ہمارے منتظر ہیں۔ انھوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی ہے اور وقت کے منتظر ہیں۔ ہمارے اچھے مخبر یہ کوششیں سالہا سال سے جاری ہیں۔ میرے انتہائی قابل اعتماد ساتھی ان جگہوں پر متعین ہو گئے ہیں، جہاں سے ہمیں فرار کے لیے مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ یہ صرف اتفاق ہے کہ وہ وقت آ چکا ہے جب میں یہاں سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں۔ میرے ساتھ دو اور آدمی اس سلسلے میں ہمت کر رہے ہیں۔ یہ تمھاری ہی

طرح ان معاملات سے اجنبی ہو گیا ہوں لیکن بہت دلیر۔ میں نے تفصیل ابھی کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے۔ بس وہ بھی مصروف ہوا انداز میں یہاں سے فرار ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ انھیں اپنے ساتھ رکھ لوں یا نہیں۔ میں یہ بھی سوچتا تھا کہ اگر تنہا سفر کروں گا تو بہت سے معاملات میں دشواریاں پیش آئیں گی۔ چنانچہ ابھی میں نے ان کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

میں خاموشی سے اوڈے کی گفتگو سنتا رہا۔ درحقیقت گریوانل جزائر کے بارے میں، میں نے کوئی خاص معلومات نہیں حاصل کی تھیں۔ میں یہی سوچتا رہا تھا کہ اگر سمندر کے راستے فرار کا موقع مل جائے تو ممکن ہے کسی ایسی جگہ جا نکلوں، جہاں سے زندگی بچانے کے مناسب انتظامات ہو سکیں لیکن یہ کہانی سننے کے بعد میں دل ہی دل میں خود پر ہنسنے لگا تھا۔

اوڈے میری شکل دیکھ رہا تھا، وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "کس سوچ میں ڈوب گئے؟"

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر اوڈے! سوچ رہا تھا کہ آپ نے کتنی محنت سے یہ پورا کام کیا ہے۔ اس میں میرا تو کوئی تعاون شامل ہی نہیں رہا۔ پھر میں اس بات کا حقدار کہاں سے ہو گیا کہ آپ کے ساتھ فرار ہو سکوں؟"

اوڈے میری شکل دیکھتا رہا، اس کی وحشت ناک آنکھوں کی سرخی کسی حد تک کم ہو گئی۔ اس سے پہلے وہ جس غیر انسانی شکل میں نظر آ رہا تھا، وہ تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی نمی پیدا ہو گئی۔ اس نے کنپٹیوں کے بل ٹیکتے ہوئے کہا۔ "بے شک! جانوروں کی طرح زندگی گزارتے گزارتے میں جانوروں سے بدتر فطرت کا مالک بن گیا ہوں لیکن گوشت پوست کے اس بدن میں انسانی جذبہ شاید کبھی فنا نہیں ہوتا۔ وحشت و بربریت کے ماحول میں بھی سینے میں دھڑکنے والا دل کبھی کبھی کچھ کہانیاں سنا دیتا ہے۔ میں تم سے تمھاری کہانی نہیں پوچھوں گا لیکن مختصراً اپنی داستان ضرور سناؤں گا۔ جرم کی زندگی میرا اپنا انتخاب نہیں تھی۔ میں ایک پیاری سی چھوٹی سی بیٹی کا باپ تھا اور ایک خوبصورت بیوی کا شوہر۔ سکون کی زندگی گزارنا چاہتا تھا لیکن بے سکون کر دیا گیا اور اس کے بعد کچھ ایسی جھنجھلاہٹ ذہن پر طاری ہوئی کہ کچھ افراد کو قتل کر بیٹھا، گرفتاری سے بچنے کے لیے فرار ہوتا رہا اور کچھ ایسے لوگوں کے جال میں پھنس گیا جو مجھ جیسے ستم رسیدہ افراد کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے ایک سیاسی قتل پر مجھے مامور کر دیا۔ شرط میری زندگی کی تھی اور میری بیوی اور بچی کی حفاظت کا وعدہ۔ میں جو کچھ کر چکا تھا اس پر پشیمان تھا اور چاہتا تھا کہ ہمیشہ کے لیے بچی کی محبت سے محروم ہو گیا ہوں اور بیوی سے

دور ہو چکا ہوں۔ لیکن ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ انجیر ہم تو کچھ نہیں ملتا تھا، سو کچھ دیکھنے کا تصور تمام خواہشات پر غالب آ گیا اور میں نے یہ سیاسی قتل کر ڈالا۔ نتیجے میں گرفتار ہوا اور گریوانل کے جزائر میں بھیج دیا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نوجوان تھا اور نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کس حد تک اپنا وعدہ وفا کیا۔ میری بچی اور بیوی کا کیا حشر ہوا۔ دل میں ایک آرزو مسلسل روشن رہی ہے کہ ایک بار ان دونوں کو دیکھ لوں، یہ جان لوں کہ میرے جن دوستوں نے مجھے اتنا وحشی مجرم بنا دیا، انھوں نے اپنا وعدہ بھی پورا کیا یا نہیں۔ اگر انھوں نے یہاں بھی مجھے دھوکا دیا ہے تو میں چند قتل اور کروں گا اور اس کے بعد موت کی آغوش میں جا سوؤں گا۔ اس سے پہلے میں نہیں مرنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں موجود لوگوں کی کہانیاں مجھ سے زیادہ مختلف نہیں ہوں گی۔ بس کبھی کبھی کسی کے لیے دل میں پیار جاگ اٹھتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ میری کوششوں میں اگر کوئی اور بھی شامل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں زیادہ افراد کو اپنے ساتھ شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح منصوبہ ناکام بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے بہت زیادہ افراد کو اپنے گرد نہیں رکھا۔ بس یوں سمجھو کہ تمھارے لیے دل نے چاہا ہے کہ تمھیں اپنا ساتھی بنانے پر تیار ہو گیا ہوں۔"

اوڈے کے لہجے کی نرمی اور اس میں چھپی ہوئی ایک عجیب سی کیفیت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارے لیے صرف دعا کر سکتا ہوں اوڈے کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ اور میری دعائیں تمھاری بیوی اور تمھاری بچی کے ساتھ بھی ہیں کہ خدا نے انھیں محفوظ رکھا ہو، اپنی امان میں رکھا ہو اور وہ ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

اوڈے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری سی دوڑ گئی تھی، پھر اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "تمھاری یہ پُرخلوص دعا وہ تمام قرض ادا کر دے جو مجھ پر واجب تھا۔ اچھا اب مجھے اجازت دو، وہ تمھیں بیمار ہو گا۔ میرا خیال ہے میں ان دونوں کو بھی محروم نہ رکھوں۔ اس طرح ہم کم از کم چار افراد ہو جائیں گے۔"

"سفر کے لیے تم نے کیا بندوبست کیا ہے اوڈے؟"

"ابھی نہیں، ابھی نہیں.... وقت سے پہلے تمام معلومات حاصل کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ کتنا وقت لگ جائے گا ابھی؟"

"یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے بہت مختصر وقت لگے اور ممکن ہے حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں انتظار کرنا پڑے لیکن یہ جگہ تمھارے لیے محفوظ ہے۔ تم

پاکر یہاں تک آنے کے لیے قدم قدم پر زندگی کی بازی لگانا پڑتی ہے۔ دوران، بہتر یہ ہے کہ کچھ عرصے کے اس میدان کو تم اپنی محفوظ ترین پناہ گاہ سمجھو اور یہاں سے نہ نکلو، کیونکہ باہر کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں معلوم۔ یہاں سے نکل کر باہر نکلنے کی کوشش کی تو ممکن ہے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو۔"

اس قسم کی کچھ اور باتیں ہوتی رہیں۔ اوڈے واپس چلا گیا۔ اوڈے کی واپسی کے لیے وقت کا کوئی تعین نہیں تھا۔ میرا یہ وقت اس کی کہی ہوئی باتوں کا تجزیہ کرنے میں گزر نا۔ میں نے خود کو اس دوران پُرسکون رکھنے کے لیے مختلف ذہنی مشاغل میں مصروف رکھا، پھر ایک دن اوڈے واپس آ گیا۔ دن کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ اوڈے کے چہرے پر شدید تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ میری کمین گاہ میں داخل ہو کر اس نے مجھے آہستہ سے آواز دی اور میں جلدی سے اس کے سامنے پہنچ گیا۔

اوڈے کے چہرے پر وہی خوفناک وحشت چھائی ہوئی تھی، اس نے عجیب سی لگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے مسٹر خان! باہر ہمارے کچھ ساتھی تمھارے منتظر ہیں۔"

میں متجسس نگاہوں سے اوڈے کی شکل دیکھنے لگا۔ اس وقت مجھے اوڈے کے چہرے میں ایک عجیب سی صفائی محسوس ہوئی۔ اس کی شخصیت میں، میں نے صرف ان لمحات میں نرمی اور یکسانیت پائی تھی، جب اس نے اپنی بیوی اور بیٹی کا ذکر کیا تھا لیکن وہ لمحہ گزر گیا اور اب اوڈے کی شخصیت جوں کی توں تھی۔ بہرحال میں نے اس پر غور کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس سے کہا۔ "اب ہمیں کیا کرنا ہے مسٹر اوڈے؟"

"میرے ساتھ باہر آؤ۔" اوڈے نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اوڈے ایک ایسی جگہ مجھے لے کر پہنچ گیا جہاں میں نے چند افراد کو دیکھا۔ دو قوی ہیکل ہوشی جو اوڈے ہی کی طرح کا لباس پہنے ہوئے تھے وہاں موجود تھے۔ ان میں سے ایک شخص بوڑھا اور خستہ حال نظر آ رہا تھا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی، سفید داڑھی بن گئی تھی۔ اس نے ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا لیکن اس کی قوت و توانائی محسوس ہوتا تھا جیسے اب بھی وہ اچھی خاصی قوت کا مالک ہو۔ دوسرا شخص البتہ اس کی نسبت چاق و چوبند اور زیادہ توانا تھا۔ نزدیک ہی تین ایسے آدمی پڑے ہوئے تھے جن کے ہاتھ اور پاؤں پشت کی جانب رسیوں سے کس دیے گئے تھے اور وہ شاید بے ہوش تھے۔ ایک بڑا سا براؤن رنگ کا تھیلا نزدیک رکھا ہوا تھا۔ بے ہوش پڑے ہوئے آدمیوں میں سے

ایک شخص نہایت قوی ہیکل اور خوفناک شکل کا نظر آ رہا تھا۔ اس کے بدن پر ملاحوں کی سی وردی تھی۔ باقی دو آدمی البتہ عام سے لباس میں تھے لیکن ان کے سروں پر جو ٹوپیاں منڈھی ہوئی تھیں، ان پر کچھ پیٹرن لکھا ہوا تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خلاصی ہیں۔

میں دلچسپی سے ان تینوں کو دیکھتا رہا۔ تب اوڈے نے کہا۔ "انتہائی کوشش کے باوجود ہمیں یہ صرف تین افراد دستیاب ہو سکے۔ میرے یہ دو دوست ان تینوں کو یہاں لانے میں میرے معاون رہے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے مسٹر خان کہ ابھی تک اس سلسلے میں تمھارا کردار نمایاں نہیں رہا ہے۔ تاہم میں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"

میں نے سوالیہ انداز میں اوڈے کی شکل دیکھی۔ اس کے الفاظ کچھ مشکوک سے تھے اور ان کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ "میں تمھاری باتیں سمجھ نہیں سکا مسٹر اوڈے!"

"یہ قیدی نہیں ہیں۔ اور ہم میں سے تین آدمیوں کو ان کی شکلیں اختیار کر کے اس جہاز سے سفر کرنا ہے جو گریوانل کے اس جزیرے سے روانہ ہونے والا ہے۔ اس تھیلے میں میک اپ کا سامان ہے اور میں چہروں کو تبدیل کرنے میں مہارت رکھتا ہوں۔ یہ چوڑا چکلا شخص جو ان دونوں میں سب سے زیادہ بے ہنگم جسامت ہے، چنانچہ میرے خیال میں تو یہ طے ہو گیا کہ میں اس کا حلیہ اختیار کر کے یہ سفر کر سکتا ہوں۔ باقی بچے یہ دو آدمی جو اس جہاز کے خلاصی ہیں جس میں ہمیں سفر کرنا ہے۔ چوتھا آدمی کوشش کے باوجود ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تین افراد ہیں اور ہم چار۔ ہم اپنے آپ میں سے کسے کم کریں کہ جہاز سے سفر کا آغاز ہو سکے؟"

اوڈے کے لہجے میں جو معنی خیزی تھی، اس نے میرے بدن میں جھرجھری سی پیدا کر دی۔

میں چند لمحے اس کی شکل دیکھتا رہا، اس کا مفہوم سمجھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر اوڈے! یہ لوگ تمھارے ساتھ روانہ ہونے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ مجھے یہ بات تسلیم ہے کہ میں تو اس معاملے میں بالکل غیر متعلق ہوں اور یہ سچ ہے کہ میں نے فرار کے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ابھی تک تمھارے ساتھ مل کر کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ تم پر بوجھ ہی بنا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے یہاں پر چھوڑنا چاہو تو یقین کرو مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ بات اصول کی ہے۔"

"ہاں! بات اصول کی ہے لیکن اگر میں تمھیں تمھاری رضاکارانہ پیشکش کو قبول کرتے ہوئے یہاں چھوڑ دوں تو راستے بھر، جب تک میں سفر کرتا رہوں گا، میرا دل ندامت سے بوجھل رہے گا۔ انسان ہو، وہ سب کچھ جان چکے ہو جو یہاں سے فرار کے سلسلے میں ہم نے کیں

ہو، خدا حافظ۔"

میرے پورے وجود میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری سی دوڑ گئی تھی۔ میں اب سمجھ گیا تھا کہ اس نے مجھ سے متاثر ہو کر اپنی زندگی موت کے حوالے کر دی ہے۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ میرے مقابلے پر کچھ نہیں ہے لیکن اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ میں نے ایک بار بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا جبکہ وہ بار بار مجھ پر چھپٹ پڑتا رہا تھا۔ بالآخر وہ انسان تھا، احساس جاگا اور اس احساس نے اسے موت کی جانب دھکیل دیا۔ میں ساکت و جامد کھڑا اسے دلدل میں غروب ہوتے دیکھتا رہا۔ اس کی کوئی مدد نہیں کی جا سکتی تھی۔

اوڈے تھکے تھکے انداز میں آگے بڑھا اور میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "یہ ضروری تھا، خان! بے حد ضروری تھا۔ تم میری مجبوری کو سمجھتے ہو۔"

میں نے اداس نگاہوں سے اوڈے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "زندگی دینے کا یہ طریقہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا اوڈے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ایک بدترین طریقہ تھا لیکن اگر اوڈے کی حالت پر غور کرو گے تو اسے بے قصور پاؤ گے۔ میں نے سارا سال محنت کی ہے۔ میں اپنی اس جدوجہد میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔" میں نے اوڈے سے کچھ نہیں کہا۔ برا احساس سا طاری ہو گیا تھا طبیعت پر۔ تب اوڈے نے اپنے دوسرے ساتھی کی طرف رخ کر کے کہا۔ "مسٹر میگن تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں۔ میرا خاموش رہنا بہتر ہے۔" میگن نے جواب دیا۔

اوڈے اسے چند لمحات سپاٹ نگاہوں سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے پھر جھری لے کر کہا۔ "ہم جذباتی ہو گئے ہیں۔ کیا جانوروں کی اس دنیا میں ہم انسان بنتے جا رہے ہیں؟ یاد رکھو انسان بن کر کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔ چلو اپنا کام کرو۔" وہ آگے بڑھ گیا اور ہم اس راستے سے ہوتے ہوئے ان بے ہوش افراد کے پاس پہنچ گئے جو اب بھی بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ اوڈے نے براؤن رنگ کا وہ تھیلا کھولا اور پھر اس میں رکھا ہوا سامان نکال کر بیٹھ گیا۔

میک اپ کا یہ سامان پتا نہیں کہاں سے اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس شخص کی موت نے مجھے واقعی بڑا مضمحل کر دیا تھا۔ اوڈے نے پہلے اپنے چہرے میں تبدیلیاں پیدا کیں، آئینہ سامنے رکھ کر وہ اپنے چہرے کی مرمت کرتا رہا۔ بلاشبہ وہ میک اپ کا ماہر تھا۔ پتا نہیں کیا چیز تھا وہ شخص اور پتا نہیں کیا کچھ کرتا رہا تھا اس دوران۔ اس کے بعد میری باری آئی۔ مجھے اس نے ایک خلاصی کا روپ دیا اور پھر بوڑھے میگن کے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔

تقریباً تین گھنٹے اس کام میں صرف ہو گئے تھے۔ پھر اس نے قوی ہیکل شخص کا لباس اتار کر خود پہن لیا اور ہم دونوں کو بھی برابر کی کرسیوں کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال کر اپنے قبضے میں لے لی۔ ہم دونوں نے یہی سب کچھ کیا اور اس کے بعد اوڈے کی ایک اور درندگی ہمارے علم میں آئی۔ اس نے بے ہوش آدمیوں میں سے ایک کو کاندھے پر لادا اور ایک طرف بڑھنے لگا۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ وہ اس شخص کو بھی دلدل ہی میں پھینکنا چاہتا تھا۔ یقین کیا جا سکتا تھا، یہاں تو وحشت و درندگی کے سوا اور کچھ تھا ہی نہیں۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اوڈے نے یکے بعد دیگرے ان تینوں کو دلدل میں اچھال دیا اور وہ بے چارے ہوش میں آئے بغیر ہی موت کی آغوش میں جا سوئے اور اب یہی تھا میرے لیے کہ بچے اپ کو ان احساسات سے آزاد کر لوں۔ خواہ مخواہ اوڈے کے اور میرے درمیان تلخی پیدا ہو سکتی تھی۔ ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اوڈے نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے دھول صاف کر دی ہو اور اس کے بعد مسکرا کر میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "بچے، میرا خیال ہے ہم اب بھی جذبات سے متاثر ہیں۔ انسانی زندگی کے ساتھ ہی موت ان ساری چیزوں سے زیادہ خطرناک ہے۔" اس نے دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں نے میگن! کیا میں نے غلط کہا؟" میگن نے ایک جھرجھری سی لے کر نفی میں گردن ہلا دی۔

اس کے بعد ہم واپس جھاڑیوں کے درمیان بنے ہوئے اسی مکان میں آ گئے۔

اوڈے نے ایک جگہ پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "رات کی تاریکی میں ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔ یہ سارا سامان بھی دلدل میں پھینک دیں گے تاکہ کوئی نشان باقی نہ رہے اور مسٹر میگن! تم جرکن ہو۔" اس نے میگن کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ اور آخری اشارہ اس نے میری جانب کیا تھا۔ "اپنے ذہن نشین کر لو، تم دونوں اس ٹوٹے پھوٹے جنگلی جہاز کے خلاصی ہو اور میں بھی اسی حیثیت سے اس جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ جن لوگوں کے درمیان ہمیں پہنچنا ہے، جاؤ گے وہاں اجنبیت کا اظہار مت کرنا۔ وحشت و دیوانگی کے مظاہرے ان سب کی عادت ہے۔ زیادہ خاموش رہنا اور اگر کبھی کوئی ضرورت پیش آ جائے تو سوائے اور طنزیہ بازی کے تمہیں اور کچھ نہیں کرنا۔"

ہم شام ہونے کا انتظار کرتے رہے اور جب شفق کی شام کی روشنی جھنڈوں میں ڈوب گئی تو ہم اوڈے کی رہنمائی میں چل پڑے۔ موت کے ان راستوں پر سفر کرنا آسان کام نہ تھا، وہ بھی بڑھتے ہوئے اندھیرے میں۔ ایک ایک قدم

کے نقش قدم پر بڑھنا پڑ رہا تھا جس کی کیفیت ہمیں ہدایت کر رہی تھی۔ خدا خدا کر کے اس ہولناک سفر کا اختتام ہوا اور ہم آبادی میں داخل ہو گئے لیکن اوڈے رکا نہیں تھا۔

"ہم بندرگاہ کے پاس جگہ جا رہے ہیں جہاں جہاز کا عملہ رہتا ہے۔" آبادی سے گزرتے ہوئے اوڈے نے کہا۔ "رات سے مشترکہ کھانے میں تم دونوں بھی شریک ہو گے۔ میرے خیال میں کسی سے بات کرنا لیکن تمام سفر کے دوران ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنا ہوگا تاکہ کوئی ایک کسی حماقت کا مرتکب ہو رہا ہو تو دوسرا اسے سنبھال لے۔"

"تم مطمئن رہو مسٹر اوڈے۔ کیا مسٹر میگن بہت خاموش طبع انسان ہیں؟"

"خاموشی تمام بلاؤں کو ٹالتی ہے لیکن تم اب اسے میگن نہیں جرکن کہو گے۔ یہ غلطی دوبارہ نہیں ہونی چاہیے۔"

"اوکے چیف! ویسے مسٹر جرکن کچھ بیمار معلوم ہوتے ہیں؟"

"کام کے وقت یہ خوب چاق و چوبند ہو جائے گا۔ اس شخص کے بارے میں بس یہ جان لینا کافی ہے کہ یہ تین ملکوں کا مجرم ہے۔ یورپ کی ایک کان اس نے صرف اس لیے دھماکے سے اڑا دی تھی کہ ایک سپروائزر سے اس کی دشمنی ہو گئی تھی۔ کان کے دھماکے میں اسی مزدور ہلاک ہو گئے، انہی میں وہ سپروائزر بھی تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک مجمع عام میں گھس کر آٹھ باڈی گارڈز کی موجودگی میں ایک ملک کے وزیر خارجہ کو قتل کیا تھا۔ بہت سے کارنامے ہیں اس کے۔" اوڈے ہنسنے لگا۔

میں نے چپکی چپکی آنکھوں سے مضمحل میگن کو دیکھا جو ہماری گفتگو سے بے نیاز ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔

⁂

لکڑی کی چھت کے نیچے بڑی بڑی بتیاں لگا کر جہازیوں کی رہائش گاہ بنائی گئی تھی۔ ایک طرف ان کے بستر پڑے ہوئے تھے اور دوسری طرف جھڑکیں اور کاہی لگی میزیں ڈائننگ ہال کی ضرورت پوری کر رہی تھیں۔ سارے ماحول پر وحشت کی حکمرانی تھی۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ چند افراد ہی میزوں پر کھانا لگا رہے تھے۔ بڑی بڑی مونچھوں والے ایک شخص نے بے کر آواز دی اور وہ اس طرف چلا گیا۔ میگن کچھ کافی دور بیٹھ گیا تھا۔ پھر ایک آدمی نے چھت سے ایک گھنٹے کو لکڑی کی ہتھوڑی سے بجانا شروع کر دیا اور لوگ اپنی جگہوں سے اٹھنے لگے، کھانے کے لیے اطلاع تھی۔ میزوں کے گرد ہجوم ہو گیا۔ لوگ بڑی بڑی پلیٹوں میں ایک خاص قسم کا ساگ، گوشت کے ٹکڑے اور لمبی لمبی ڈبل روٹیاں لے کر پیچھے ہٹ جاتے۔ میں نے بھی ان کی

پیروی کی۔ مجھے ان لوگوں میں ضم ہونے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد کچھ لوگ سیدھے اپنے بستروں میں جا گھسے، کچھ تاش لے کر بیٹھ گئے۔ مجھے اپنے بستر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میگن مجھ سے کچھ دور ایک بلی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی یہیں کیا تھا۔ جگہ جگہ قہقہے ابل رہے تھے۔ اس وحشت خیز ماحول میں زندگی سے بھرپور یہ قہقہے بڑے عجیب لگ رہے تھے لیکن سب کی کیفیت مجھ جیسی تو نہیں تھی۔ یہ خلاصی بے فکرے تھے اور انہیں زندگی کی ان الجھنوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا جن کا ہم لوگ شکار تھے۔ کافی دیر گزر گئی۔ ایک جگہ کچھ ہنگامہ بھی ہوا، جوتم پیزار اور مار پیٹ بھی ہوئی لیکن خود ہی ختم بھی ہو گئی۔ ان لوگوں کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایک بار پھر بیل کا گھنٹہ بجایا گیا اور سب کو سانپ سونگھ گیا۔ روشنیاں گل کر دی گئیں اور خلاصی جگہ جگہ دراز ہو گئے۔ غالباً کسی کے لیے کسی جگہ کی قید نہیں تھی۔ یہ آرام دہ خواب گاہیں تو تھیں نہیں کہ لوگ اپنے اپنے بستروں کا خصوصی طور پر انتخاب کرتے۔ میں بھی اس وحشت زدہ ماحول میں ایک جگہ لیٹ گیا۔ یوں تو خاصا وقت انہی حالات میں گزار چکا تھا اور گزار رہا تھا لیکن آج کی رات کچھ خاص خصوصیات کی حامل تھی۔ چاروں طرف سے خراٹے ابھرنے لگے لیکن میں ان بے فکروں کی مانند گہری نیند نہیں سو سکا تھا۔ حالات

تھے کہ ذہن پر بیٹھا ڈر کے بوجھ تلے تھا اور میں انھیں جھٹک کر سونے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ دوسری صبح مستعدی سے اپنا کام انجام دے سکوں۔

کئی بار آنکھ لگی اور کئی بار جاگا لیکن اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہو گیا۔ سات بجے گھنٹی بجی اور تمام لوگ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ہلکا پھلکا ناشتا کرنے کے بعد سب کے سب بندرگاہ کی طرف بڑھ گئے جو یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی لہروں کا شور ساری رات ہی سنائی دیتا رہا تھا۔ میں بھی انہی لوگوں میں شامل ہو گیا۔

سیگن یا نئے نام کے ساتھ جرگن اب مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن اوڈے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ رات ہی سے غائب تھا اور کئی بار میری نگاہیں اسے تلاش کر چکی تھیں۔ ایک مرتبہ لیا ہوا کہ جرگن میرے بالکل نزدیک آ گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر ہی کہا۔ "اوڈے کہیں نظر نہیں آ رہا۔" جرگن نے ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا جس سے ناخوشگوار سی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "اس کا نام ڈیک ہے۔" میں نے دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کی اور خاموشی سے قدم آگے بڑھاتا رہا تب جرگن نے کہا۔ "وہ جہاز پر موجود ہے۔"

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد بندرگاہ تک پہنچ گیا جہاں ایک قدیم طرز کا جہاز جس کے سامنے کے حصے پر کیسپرین لکھا ہوا تھا، پانی میں جھول رہا تھا۔ عارضی قسم کی مخصوص سیڑھی جہاز تک جاتی تھی جس کے پورے تختے اتنے وسیع تھے کہ اس پر سے آٹھ آٹھ دس دس مزدور بہ آسانی گزر سکتے تھے۔ کنارے پر لکڑی کی پیٹیاں پڑی ہوئی تھیں جن کا حجم زیادہ نہیں تھا یعنی اتنا بڑا تھا کہ ایک آدمی اس پیٹی کو اپنی پشت پر بہ آسانی لاد سکتا تھا۔ دوسرے خلاصیوں کی طرح میں نے بھی پیٹی اپنے شانوں پر اٹھائی اور سیڑھی کی جانب بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا یہاں پیٹیوں کو بار کیا جا رہا تھا۔ اوپر پہنچنے والے خلاصیوں کے لیے یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ فوراً ہی واپس لوٹ آئیں جہاز پر مختلف کام ہو رہے تھے کوئی جہاز کے تختے جوڑنے میں مصروف تھا، کوئی اس کی صفائی کر رہا تھا، کوئی پھٹے ہوئے بادبان رفو کر رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ سوچا اس ماحول کو میں نے بغور دیکھا اور ایک بار پھر نیچے اتر آیا۔ فوری طور پر جہاز کے بارے میں سب کچھ جان لینا مناسب نہیں تھا۔

دوپہر تک ہم لوگ یہ پیٹیاں چڑھاتے رہے۔ ان کی تعداد ختم ہوتی جا رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ ان

پیٹیوں کی آخری کھیپ ہو کیونکہ کسی طرف سے بھی پیٹیاں بہ مشکل نہیں لائی جا رہی تھیں۔ ایک بجے کام ختم ہو گیا اسی وقت کھانے کی گھنٹی بھی بج گئی تھی۔

تقریباً تیس پیٹیاں ہم نے اوپر پہنچائی تھیں اتنے چکر لگانے کے بعد بھوک خوب چمک اٹھی تھی چنانچہ جیسا میں پہنچ کر میں نے بھی اتنی ہی پھرتی سے اپنے لیے کھانا نکال لیا جتنی پھرتی دوسرے خلاصیوں نے دکھائی تھی لیکن کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں دوبارہ بندرگاہ پر نہیں جانا پڑا تھا۔ اعلان کیا گیا کہ جہاز آج رات کو دس بجے روانہ ہو جائے گا خلاصی اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو جائیں۔ اسی وقت میں نے اوڈے کو دیکھا جو مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ میرے قریب آیا۔ اس کی چال میں بڑی خود اعتمادی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "ہیلو پال! کوئی الجھن یا پریشانی تو نہیں ہے؟"

"نہیں مسٹر ڈیک! میں خیریت سے ہوں۔"

"مجھے معاف کرنا! کچھ وقت میں تم سے دور رہا لیکن سینئر ہونے کی حیثیت سے جہاز کے کچھ انتظامی امور میرے سپرد کر دیے گئے تھے ـــــ تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ہم روانہ ہونے والے ہیں۔ تمہارا دوست تو ٹھیک ہے نا؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اوڈے گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ہم لوگ نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے پہلے مرحلے سے گزر چکے تھے اور کسی کو ہم پر شبے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر ماحول کا یہ وحشت خیزی نہ ہوتی اور خلاصی ایک دوسرے کے شناسا ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے اس قدر غیر متعلق نہ ہوتے تو شاید ہمیں یہاں کافی مشکلات پیش آتیں، کیونکہ لوگ جلد دوست بن جاتے اور انھیں شبہ ہو جاتا لیکن یہ سب کچھ نہیں تھا۔ یہ گویا بھیڑیوں کا غول تھا جنھیں ایک دوسرے سے کوئی غرض نہیں تھی۔ شاید کوئی کسی کو دوست نہیں بناتا تھا۔ بس جو کسی کے ساتھ لگ گیا وہ بیٹھ گیا، لیٹ گیا ـــ اور جو الگ تھلگ رہا وہ الگ رہا۔ اسے کسی نے نہ ٹوکا۔ یہ معمول ہمارے لیے نہایت فائدہ بخش تھا۔ رات کو دس بجے خصوصی روشنیاں کی گئیں تاکہ خلاصی اپنا کام کر لیں، کچھ تو بیک یارڈ میں بیٹھ گئے، کچھ نے ہدایات دینی شروع کیں۔ ان میں سے کچھ پیچھے کی ہدایت کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد تقریباً تمام خلاصی اپنی اپنی جگہ پر پہنچ گئے اور جرگن بھی شامل تھے۔ جہاز پر پہنچ گئے اور اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر لگ گئے۔ ٹھیک دس بجے سیٹی کی آواز گونجی، وقت مقررہ پر جہاز نے لنگر اٹھا دیے اور آہستہ آہستہ جب سمندر کی جانب بہنے لگا۔ خلاصی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے

سونے کی رات نہیں تھی۔ سب خلاصی مصروف تھے۔ گروہ کا ہدایت دینے والا اوڈے نظم کر رہا تھا اور ان کے لیے احکامات صادر کر رہا تھا اور وہ سب اس کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

جرگن اس وقت میرے قریب ہی موجود تھا۔ وہ آہستہ سے بولا۔ "یوں لگتا ہے جیسے اب ہم بہتر حالت میں ہیں۔" میں نے گہری نگاہوں سے جرگن کو دیکھا اور بولا۔ "کیا اب بھی تم خوفزدہ ہو رہے ہو؟"

"میں اتنا بداخلاق نہیں ہوں میرے دوست لیکن شور اور اپنے لوگوں سے جا ملنے کے احساس نے مجھے رنجیدہ کر ڈالا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی تو ہم ابتدائی مراحل ہی میں ہیں، کیا کہا جا سکتا ہے کہ آنے والے لمحات کیسے ہوں تاہم اگر تم نے میری بے رخی کو محسوس کیا ہو تو میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔"

"نہیں مسٹر جرگن! ایسی کوئی بات نہیں ہے، خاموش رہتے رہتے زبان اینٹھ کر رہ گئی ہے۔"

"میرا خیال ہے اب اگر ہم دونوں ساتھ بھی رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"نہیں جیسا کہ ہمارے چیف نے کہا تھا ہمیں بہر طور ایک دوسرے سے لاتعلق رہنا ہوگا تاکہ لوگوں کی نگاہوں میں ہم خصوصیت نہ اختیار کر سکیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" جرگن نے مسکراتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "یہ کیکڑا افسر تو یوں لگتا ہے جیسے ساری زندگی جہاز پر خلاصیوں کی نگرانی کرنے میں گزار چکا ہے۔ دیکھو کہیں بھی اس کے انداز میں کوئی لچک نہیں پائی جاتی۔" میں نے جواب نہیں دیا تو جرگن آگے بڑھ گیا۔ میں خود بھی اوڈے کو دیکھ رہا تھا، واقعی وہ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جہاز کے تمام معاملات سے بخوبی واقف ہو۔

رات کو گیارہ بجے تک یہ مصروفیات جاری رہیں اور جب جہاز اطمینان بخش رفتار سے آگے بڑھنے لگا تو خلاصیوں کو آرام کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔

بیس افراد کے اس گروپ میں آٹھ آدمیوں کی ڈیوٹی رات بارہ بجے تک کی ڈیوٹی صبح کو لگائی جانے والی تھی چنانچہ رات کے اس آخری حصے میں بھی سونے کا موقع مل گیا اور دوسری صبح پھر مجھے جگانے والے دستک دے رہے تھے۔

"تمہاری ڈیوٹی کا وقت شروع ہو گیا ہے اپنا کام انجام دو۔" مختلف ہدایات بھی کیں۔

پھر مجھے ایک سا ناشتا دیا گیا جو جہاز کے ایک حصے میں تمام خلاصیوں کے لیے رکھ دیا گیا تھا کہ اپنی مرضی سے اٹھائیں اور کھائیں

پہنچ جائیں۔ جہاز کا یہ سفر تقریباً پانچ دن تک جاری رہا اور کسی حادثے کا شکار ہوئے بغیر ہم لوگ ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے یہاں چاروں طرف ویرانی اور آسیب زدہ خاموشی ماحول پر مسلط تھی۔ جہاز ایک عارضی ڈیک کے ساتھ لگا ہوا تھا لیکن یہاں کوئی چیز اتاری نہیں گئی البتہ چار گھنٹے کے بعد کچھ لوگ ساحل پر پہنچے اور عارضی ڈیک سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو گئے لڑکوں پر شراب کے پیپے لدے ہوئے تھے جنھیں جہاز پر چڑھا دیا گیا۔ میں نے ان کا کام دیکھا میں خود بھی اس کام میں مصروف رہا اور کافی دیر تک باربرداری کرتا رہا۔

شام ہوئی تو چائے تقسیم کی گئی۔ چائے کا ایک بڑا مگ ہاتھ میں لیے ہوئے اوڈے میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چائے کا ایک لمبا گھونٹ لے کر اسے معدے میں اتارتے ہوئے کہا۔ "جہاز یہاں سے کل رات ہی کو روانہ ہوگا۔ رات تک ہم لوگ حسب معمول اپنا کام انجام دیتے رہیں گے لیکن جب جہاز کی سیڑھی ہٹائی جائے گی اس وقت ہمیں سمندر میں اتر جانا ہوگا۔ تم یقیناً پانی میں اپنا کام انجام دے سکو گے۔"

میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اوڈے کو دیکھا اور بولا۔ "کیوں نہیں! میں بہ آسانی تیر سکتا ہوں۔"

"بات اس وقت تیرنے کی نہیں بلکہ جہاز کے ڈھانچے سے ٹوٹ کر دور جا کر سمندر میں چھپ جانے کی ہے۔"

"مطمئن رہو مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"بائیں سمت کی وہ جھاڑیاں دیکھ رہے ہو، وہ اس طرف جو جھاڑیوں کے جھنڈ ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"ہماری منزل وہی ہوگی۔ جہاز کے روانہ ہونے تک ہم اسی طرح اپنا کام انجام دیتے رہیں گے جیسے مصروف کارکن ہوں لیکن وقت مقررہ پر ہم تینوں کو جہاز سے اتر کر سمندر میں روپوش ہونا ہوگا۔ اس کے بعد ان جھاڑیوں میں پناہ لینی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ بے شمار سوالات میرے ذہن میں کلبلا اٹھے تھے لیکن اس وقت کسی بحث کی گنجائش نہیں تھی۔ اوڈے نے جو کچھ کہا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے ایک نگاہ تمام حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ ویسے اوڈے کی یہ کوشش خاصی سنسنی خیز تھی۔ ٹھیک ہے جہاز یہاں سے چل دے گا سارا راستہ سفر کرتا رہے گا، ممکن ہے ساری رات لوگوں کو ہم تینوں کا خیال نہ آئے لیکن صبح کی روشنی میں کسی نہ کسی کو ضرور یہ اندازہ ہو جائے گا کہ تین آدمی جہاز سے غائب ہیں۔ اس گمشدگی کو وہ کیا حیثیت دیں گے، کیا ان کے پاس اس قسم کے ذرائع نہیں ہوں گے کہ وہ

مسٹر براڈنسی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" ہیلا نے پوچھا۔

"میں فوراً انتظامیہ کو خبر کر سکتا تھا۔"

"کیا آپ نے خبر نہیں کی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کیا یہ حماقت نہیں ہے؟ آپ اگر ایسا کر سکتے تھے تو آپ کو کرنا چاہیے تھا کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے یہ حماقت کیوں کی؟"

"میں کم ہمت انسان ہوں۔ ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔"

"میں بھی کم ہمت انسان ہوں۔ ان بچوں کو بچھڑتا نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم لوگ شاید گریوا آئرے سے بھاگے ہوئے قیدی ہو؟" مسٹر براڈنسی نے چند لمحات کے بعد کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"آپ نے یہ اندازہ کیسے لگایا؟"

"بہت غور کیا ہے میں نے اس پر۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اس سے قبل بھی کیا یہاں ایسے قیدی پہنچے ہیں؟"

"میری زندگی میں دو بار۔ لیکن وہ احمق تھے کہ ادھر آ نکلے ورنہ اگر نکل جاتے تو شاید بچ جاتے۔ یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ جگہ گریوا آئرے کی پہلی منزل ہے؟"

"آپ لوگ جلدی فارغ ہو جائیں تاکہ میں آپ کو پھر باندھ سکوں۔ اگر وہ واپس آ گیا تو آپ کے لیے اور میرے لیے بعد میں پریشانی پیدا ہو جائے گی مسٹر جیسی! براہ کرم آپ میری مدد کریں۔ مسٹر براڈنسی اگر آپ نے کسی طرح انتظامیہ کو اطلاع بھی کر دی ہے تو براہ کرم جو میں کہہ رہا ہوں وہ ضرور کریں۔ آپ کے مددگار آنے سے قبل واپس آ گئے تو تباہ ہو گے وہ آپ کو آزاد کر لیں گے لیکن اگر وہ آ گیا تو آپ کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"جیسی! اس کی ہدایت پر عمل کرو۔" مسٹر براڈنسی نے کہا۔ اور جیسی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے رسیوں سے وہ کھڑے ہو کر ایک ایک کر کے سب کے ہاتھ کس دیے تھے۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ یہ بہتری کام میں نے انجام دیا تھا۔ ان سب کو پہلے کی سی پوزیشن میں لانے کے بعد میں نے سب سامان سنبھالا، دروازے کے باہر آ کر ماحول کا جائزہ لیا اور یہ اندازہ لگا لیا کہ ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ میں پھر واپس اندر آ گیا۔ مسٹر براڈنسی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولے "تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"جانے دیجیے مسٹر براڈنسی کیا فائدہ ان باتوں سے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"شرافت کی ایک رمق بھی کسی کے اندر باقی رہ جاتی ہے تو بات قابل توجہ نہیں ہوتی۔ میں تمہارے ان الفاظ سے اور کردار سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ تم نے ابھی مجھ سے یہ کہا کہ میں نے اگر انتظامیہ کو اطلاع بھی کر دی ہے تو میں اپنے بارے بتا دوں، کیونکہ اس سے پہلے اگر وہ آ گیا تو میرے لیے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے گویا تم اس بات کی بھی توقع کر رہے ہو کہ میں نے انتظامیہ کو اطلاع کر دی ہو گی اور وہ لوگ یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔"

میں نے مسٹر براڈنسی کی طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور آہستہ سے گردن ہلا دی۔ "ہاں آپ کا خیال درست ہے۔ میں اس کی توقع رکھتا ہوں۔"

"کیا انتظامیہ کے آنے پر تم بھی ان کے لوگوں کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہو جاؤ گے؟" مسٹر براڈنسی نے کہا۔

"ظاہر ہے ایسا ہی ہو گا۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود تم نے یہ خطرہ مول لیا؟"

"آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں مسٹر براڈنسی؟ میں بے وقوف ہوں۔ احمق ہوں۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں آپ لوگوں پر ہونے والی اس زیادتی سے خوش نہیں ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ہمارے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا میرا یہ اندازہ درست ہے کہ تم لوگ گریوا آئرے جیل کے مفرور قیدی ہو؟" براڈنسی نے ایک بار پھر یہ سوال دہرایا۔

"ٹھیک ہے آپ کا اندازہ درست ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں فرق کی بات نہیں ہے کیا وہ شخص تمہارا ساتھی ہے؟" مسٹر براڈنسی نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے اثبات میں جواب دیا۔

"وہ کہاں گیا ہے؟"

"جہاں بھی گیا ہے اس کے بارے میں میں آپ کو بتانا مناسب نہیں سمجھتا۔"

مسٹر براڈنسی خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہے۔ پھر وہ آہستہ سے بولے "مجھے اپنا نام تم نے نہیں بتایا لیکن ایک بات اور بتا دو۔ اگر وہ پہلے مسئلے میں کامیاب ... یقیناً اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہاں سے نکلنے کے انتظامات کرنے کے لیے گیا ہو گا تو کیا واپس آنے کے بعد وہ

کو زندہ چھوڑ دے گا؟"

مسٹر براڈنسی کے اس سوال پر میں بری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں بھی یہ خیال آیا کہ واقعی اوڈسے سے کچھ بھی بعید نہیں ہے لیکن کیا ان بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتر جانا چاہیے؟ کیا ان معصوم بچوں کو ان کی بے گناہی کی سزا ملنی چاہیے؟ میں ابھی کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دفعتاً باہر سے دروازے پر دستک سنائی دی اور میں سنبھل گیا۔

میں نے دروازہ کھولا تو فریٹک اندر آ گیا۔

"دروازہ کیوں بند کر لیا تھا؟" اس نے تجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے فریٹک۔"

"ہمارے دوست سو رہے ہیں؟" فریٹک نے سوال کیا۔

"کیا خیال ہے ان حالات میں انہیں نیند آ سکتی ہے؟"

"ہاں واقعی ان حالات میں انہیں نیند کہاں آ سکتی ہے۔" فریٹک نے ہنستے ہوئے کہا۔ کچھ دیر ہال میں خاموشی رہی پھر فریٹک بولا "اگر تم چاہو تو آرام کر سکتے ہو۔ میں نے سونے کی بہت کوشش کی لیکن نیند نہیں آئی۔ وہ جیمز سنگھ گہری نیند سو گیا ہے۔ کم بخت سوتے میں خراٹے بھی لیتا ہے، یہ بہت بری عادت ہے۔ پتا نہیں اسے نیند کیسے آ گئی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فریٹک میرے نزدیک ہی مشین گن سنبھال کر بیٹھ گیا تھا۔ "پتا نہیں اوڈسے کب تک واپس آئے گا۔" فریٹک دوبارہ بولا۔ میں پھر بھی خاموش رہا تو فریٹک نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "اگر تمہیں نیند آ رہی ہے تو میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ سو جاؤ۔"

"نہیں بھائی! میں نے کہا نا کہ مجھے نیند نہیں آ رہی۔" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور فریٹک خاموش ہو گیا۔ اس نے مجھ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پتا نہیں کیا وقت تھا جب اچانک اوڈسے پہنچ گیا۔ اس کے انداز سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ تھا۔ ہم دونوں اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"خیریت مسٹر اوڈسے؟" فریٹک نے پوچھا۔

"گڑبڑ ہو گئی۔ بڑی زبردست گڑبڑ ہو گئی۔" اوڈسے نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا؟" میں نے بھی سوال کیا۔

"کم بخت ولسن گرفتار ہو چکا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال کر نہیں رکھ سکا۔ اس کی گرفتاری کو بھی تقریباً ایک ماہ گزر چکا ہے۔ پتا نہیں گریوا آئرے کے کون سے علاقے میں بھیج دیا گیا ہے۔ اپنے ساتھ ان جہازوں کو بھی لے ڈوبا ہے جنہیں میں نے بڑی مشکل سے یہاں بھجوایا تھا۔ گویا اب یہاں ہمارے فرار کے لیے کوئی معقول بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے اب ہمیں خود ہی کوشش کرنا ہو گی۔" اوڈسے کے لہجے میں پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا اور پریشانی سے اپنی پیشانی سہلانے لگا۔

"کیا آپ کے خیال میں یہاں موجود لوگوں کو ہمارے بارے میں اطلاع ہو چکی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ایسے آثار مجھے ابھی تک نظر نہیں آئے۔ اگر ایسا ہوتا تو میرا خیال ہے ہمارے لیے مزید مشکلیں پیدا ہو سکتی تھیں۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے مسٹر اوڈسے؟"

"پہلے ہمیں یہاں اپنی روپوشی کے انتظامات کرنا ہیں اور اس کے لیے ان سب لوگوں کو قتل کرنا ہو گا۔"

اوڈسے نے وہی الفاظ کہے تھے جن کا خدشہ مسٹر براڈنسی کو تھا۔ میں نے چونک کر اوڈسے کو دیکھا اور بولا "مسٹر اوڈسے ہم لوگ وہ وقت نہیں گزار سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں ان لوگوں کو یرغمال بنانا ہو گا۔ اس سلسلے میں مسٹر براڈنسی اور ان کے اہل خاندان کو ہم سے تعاون کرنا ہو گا۔"

"نہیں مسٹر خان! میں خطرات مول لینے کا عادی نہیں ہوں۔ یہاں رہنا ہمارے لیے قطعی سود مند نہیں ہے اور ان سب کو مارنا بے حد ضروری ہے۔" اس نے کہا اور میرے ہاتھ سے مشین گن لے لی۔ اسی وقت لارنس بھی اندر آ گیا۔ یہ ایک مصیبت تھی۔ کم بخت لارنس بھی اوڈسے کا بھیجا ہوا تھا۔ اس سے قبل کہ اوڈسے ان سب کو نشانہ بناتا، میں نے جھپٹ کر اوڈسے کی مشین گن کا رخ اوپر کی سمت کر دیا۔

"ذرا ٹھہرو مسٹر اوڈسے! ایک منٹ۔ اتنی جلد بازی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ آپ کو اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کر لینا چاہیے۔ کیوں مسٹر لارنس! کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ ان لوگوں کو ختم کر دیا جائے؟" میں نے کہا۔

"خان! کیا تم نے ایک احمقانہ حرکت نہیں کی ہے؟ کیا تمہیں میرا احترام نہیں کرنا چاہیے؟"

"میں آپ کا احترام کرتا ہوں مسٹر اوڈسے لیکن کسی بھی کام میں جلد بازی ہمارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ ان بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر ہے کہ ہم پہلے سکون سے بیٹھیں اور اس موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کر لیں۔"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کسی کا مشورہ قبول نہیں کرتا۔" اوڈسے نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ صرف آپ کا معاملہ نہیں ہے مسٹر اوڈسے! ہم لوگ بھی

فریگ، لارنس اور سنگن کی لاشیں صندوق
اوڈے لازم کی لاش کے ساتھ جو اب تک کی طرح سڑ رہی تھی مسٹر براؤنسی کی رہائش گاہ کے عقبی احاطے میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دی گئیں۔ مسٹر براؤنسی ہر طرح ہم دونوں سے تعاون پر آمادہ نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے کہا تھا۔

"ایک پیانو نواز اور اپنی حکومت کا وفادار ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اگر میں تم دونوں کے چنگل سے بچ جاؤں تو سب سے پہلا کام یہی کروں کہ تمھارے بارے میں انتظامیہ کو اطلاع دے دوں لیکن یہاں انسانی رشتوں کا کھیل شروع ہو گیا ہے۔ تم نے انسانیت کے رشتوں کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے ان ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا یا جن کی مدد سے تمھاری زندگی بچ سکتی تھی اور تم یہاں سے فرار کی کوشش کر سکتے تھے۔ کامیابی یا ناکامی تمھارا ذاتی مسئلہ تھا ممکن ہے جس طرح گریوانلز کی خوفناک بندشیں توڑ کر تم یہاں تک پہنچے اسی طرح یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتے لیکن تم نے اپنی آزادی بلکہ اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر ہماری زندگیاں بچائی ہیں۔ میں کس طرح اس درندگی کا ثبوت دے سکتا ہوں کہ تمھیں گرفتار کرا دوں۔ میں خود کو پوری زندگی اپنی قوم اور اپنی حکومت کا مجرم سمجھ کر شرمندہ ہو سکتا ہوں لیکن انسانیت کے خلاف یہ جرم نہیں کر سکوں گا۔ آؤ، ہم پہلے یہ لاشیں ٹھکانے لگا دیں۔ اس کے بعد کوئی اور کام کریں گے۔ آ جاؤ دوستو!" براؤنسی سچے دل سے یہ باتیں کہہ رہا تھا۔ "یعنی میری بیٹی اور بیٹیس، تم جانتی ہو کہ تمھیں کس طرح یہ راز راز رکھنا ہے۔"

اس کے بعد ہی ایک گڑھا کھود کر لاشیں دفن کر دی گئی تھیں۔

اس دوپہر جو لنچ ہم نے کیا وہ یادگار حیثیت کا حامل تھا۔ مجھے تو یہی محسوس ہوا جیسے صدیوں بعد میں دوبارہ انسانوں کی آبادی میں پہنچا ہوں۔ جیرن سنگھ نے کھانا کھاتے ہوئے کہا "بھائی جی! اتنا عمدہ کھانا کھلا کر اگر کوئی مجھ سے کہے کہ اپنے ہاتھوں سے پھانسی لگا کر مر جاؤ تو میں اس کی بات مان لوں گا۔"

"کیا میں اس بات پر شک کروں کہ تم گریوانل سے بھاگے ہوئے قیدی ہو؟" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"نہیں مسٹر براؤنسی! یہ حقیقت ہے۔"

"تم جس جرم کی پاداش میں وہاں پہنچائے گئے تھے وہ اب تمھارے اور خدا کے درمیان معاملہ ہے لیکن وہاں رہ کر اور یہاں پہنچنے تک تم جن مصائب کا شکار ہوئے، شاید وہ سزا تمھارے جرائم کے لیے کافی ہو۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"ہم اس سے زیادہ تمھیں تکلیف بھی نہیں دے سکتے۔ مسٹر براؤنسی! یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں، اگر زندگی باقی ہے تو یہاں سے بھی نکل جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا؟" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"ہمیں ایک بار اور ایسا ہی کھانا کھلا دیں۔ اس کے بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔" جیرن سنگھ نے کہا۔

"نہیں، میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" پھر چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولے "تم یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"کسی بھی ایسی جگہ جہاں خود کو آزاد محسوس کر سکیں اور اس کے بعد کوئی نہ کوئی ٹھکانا بن ہی جائے گا۔"

"اس جگہ کے بارے میں تفصیل جانتے ہو؟"

"نہیں۔"

"یہ گریوانلز کا جنگل ہے۔ یہاں کی آبادی تقریباً ڈھائی لاکھ نفوس پر مشتمل ہے جن میں سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ نفوس گریوانلز کی انتظامیہ سے متعلق ہیں۔ ان میں مختلف ممالک کے باشندے ہیں جو اپنے اپنے ملکوں کے قیدیوں کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ مفرور قیدیوں کی تلاش اور ان کے خلاف کارروائیوں کے لیے یہ گروپ افراد پر مشتمل دستے ہیں جو ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس ہیں اور اکثر مفرور قیدیوں کو گرفتار کر کے لاتے ہیں جن کا رابطہ گریوانلز سے رہتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمھارے فرار کی اطلاع ان تک پہنچ چکی ہو گی۔ یہ جزیرہ نہیں بلکہ جزیرہ نما ہے لیکن ہانڈوراز نے تقریباً دو سال سے خشکی کا راستہ ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ مسئلہ خالص اسپینی حکومت کا مسئلہ ہے اس لیے ہانڈوراز کی انتظامیہ اس میں مداخلت نہیں کرتی۔ یہاں آنے والے اور یہاں سے جانے والے صرف سمندری راستے استعمال کرتے ہیں اور اس کے لیے حکومت کے بحری جنگی جہاز استعمال ہوتے ہیں۔ غیر سرکاری باشندے بھی انھی جنگی جہازوں میں سفر کرتے ہیں لیکن انھیں جانچ پڑتال کے سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کسی اجنبی شخص کا ان جہازوں کے ذریعے یہاں سے نکل جانا ناممکنات میں سے ہے۔ میں تمھیں کسی قیمت پر اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم اس طرح یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔" مسٹر براؤنسی نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں اس میں ان کی اپنائیت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ ایک سوال مجھ سے پہلے جیرن سنگھ نے پوچھ لیا جو میرے ذہن میں تھا۔ "یہ ہانڈوراز کیا چیز ہے جی؟" اس نے اپنی انگریزی میں پنجابی شامل کرتے ہوئے کہا اور مسٹر براؤنسی اسے دیکھنے لگے۔

"ہانڈوراز آج کل اس علاقے کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں۔ دراصل یہ لوگ گریوانلز علاقوں کے وہ قدیم قیدی ہیں جو یہاں آباد ہیں، اس وقت بھی جب اسپینی حکومت نے بین الاقوامی معاہدے کے تحت مشترکہ قید خانے قائم نہیں کیے تھے یعنی زمانہ قدیم میں گریوانلز کے ان جزیروں کو قیدیوں کے لیے مناسب ترین سمجھا گیا تھا اور یہاں وہ تمام قیدی لا کر رکھے جاتے تھے جو شہنشاہوں کے مخالف ہوتے تھے اور پھر جب قیدی کی میعاد ختم ہو جاتی تھی تو وہ اپنی دنیا سے اس قدر اجنبی ہو چکے ہوتے تھے کہ کسی قیمت پر وہاں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایسے قیدیوں کو جن میں چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور ہر قسم کے جرائم پیشہ افراد کی بہتات تھی، اسپین کے شہروں میں تو آباد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اسپین کی حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ ان قیدیوں کو جزیروں میں آباد کر دیا جائے اور انھیں زندگی کی عام سہولتیں فراہم کر دی جائیں۔ چنانچہ ہانڈوراز کی یہ بستیاں قائم ہو گئیں۔ یہ بستیاں تھیں جہاں زندگی کی سہولتیں صرف اس قدر تھیں کہ وہ لوگ زندہ رہ سکیں لیکن اس وقت کی حکومت نے مستقبل میں پیش آنے والی صورت حال پر غور نہیں کیا تھا۔ ہانڈوراز وہیں آباد ہو گئے اور ان کے معمولات زندگی جاری ہو گئے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے اور کبھی کبھی کشتیوں میں بیٹھ کر جہازوں میں لوٹ مار بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن کوئی بڑی بحری قزاقی انھوں نے نہیں کی تھی۔ حکومت ان کی طرف سے اندیشوں کا شکار ضرور تھی لیکن اس علاقے میں کوئی موثر کارروائی عمل میں نہیں آ سکی اور یہ منظم ہوتے چلے گئے۔ پچھلے چند سالوں سے انھوں نے بغاوت کا اعلان کر دیا اور اپنے اپنے ہی علاقے میں خود مختاری کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس سلسلے میں انھوں نے پہلے تو قانونی کارروائیاں کیں لیکن حکومت نے جب ان کی سرکوبی کے لیے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے روانہ کیے تو چند جھڑپوں کے بعد ان فوجی دستوں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ صرف چند ہی افراد زندہ واپس آ سکے تھے۔ اس کے بعد سے چھوٹی موٹی کارروائیاں جاری رہیں لیکن ان لوگوں نے جنگلوں اور پہاڑوں کو اس طرح اپنے مورچے بنا رکھے ہیں کہ چھوٹی موٹی جنگی کارروائیاں بالکل بے اثر ثابت ہوتی ہیں۔ ہانڈوراز کے خلاف چھوٹی موٹی کارروائیاں اب بھی جاری رہتی ہیں۔ اس علاقے کی سرحدی بستی فیری کول ہے۔ فیری کول میں تقریباً ساٹھ ہزار افراد کی آبادی ہے لیکن اب زیادہ تر یہاں ہانڈوراز کے خلاف کارروائی کرنے والے رضاکار دستے متعین ہیں۔ ہانڈوراز مختلف راستوں سے یہاں بھی پہنچ گئے ہیں اور ان کی دہشت گردی کی کارروائیاں اس جگہ بھی جاری رہتی ہیں۔ اکثر و بیشتر المناک حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ انھوں نے اس جزیرے کا خشکی کا راستہ بند کر دیا ہے اور فیری کول کے بعد ان کا اپنا علاقہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ اس طرف سے کوئی آمد و رفت ممکن نہیں ہے۔" مسٹر براؤنسی نے مکمل تفصیلات بتاتے ہوئے کہا اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

چند لمحات کے بعد میں نے گردن اٹھائی اور مسٹر براؤنسی سے کہا "مسٹر براؤنسی! ان معلومات کے لیے میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ آپ نے جو ہم پر اتنی توجہ دی ہے اور ہماری وجہ سے ذہنی دباؤ کا شکار ہونے کے باوجود آپ نے ہمیں معاف کر دیا ہے اس لیے مجھے جرأت ہوئی ہے کہ میں آپ سے مزید اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں۔"

مسٹر براؤنسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولے۔

"تم کس جرم کی پاداش میں گریوانل لائے گئے تھے؟"

"کیوں؟ یہ سوال آپ نے اتنی دیر کے بعد کیوں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"دراصل جیسا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں لیکن گریوانلز میں لائے جانے والے وہ قیدی ہوتے ہیں جو اخلاق و آداب اور انسانیت کی حدود سے گزر چکے ہوتے ہیں جیسا کہ تمھارا وہ ساتھی جس کا نام تم اوڈے لیتے تھے اور جیسا کہ اس کے دوسرے ساتھی تھے سوائے اس شخص بگن کے جسے بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ ایسے لوگ گریوانلز سے بھاگے ہوئے لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن وہ جو احسان کرنے کے بعد بھی اپنا احسان تسلیم نہیں کرتے، ایسے خطرناک قیدی نہیں ہوتے جنھیں گریوانل جیسی جگہ تک لایا جائے۔"

"بعض لوگ گردش وقت کے قیدی بھی ہوتے ہیں مسٹر براؤنسی!" میں نے آہستہ سے کہا اور مسٹر براؤنسی ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیشتر بے گناہ لوگ ایسے ایسے عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ انسانیت اس پر چیخ اٹھتی ہے۔ خیر، تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"پوچھنا نہیں، بلکہ مشورہ لینا چاہتا ہوں۔"

"مطمئن رہو، میں تمھیں مشورہ دوں گا۔ تم نے میری اور میرے خاندان کی زندگی بچائی ہے۔ اسے تحفظ فراہم کیا ہے تو یہ بات میرے فرائض میں بھی شامل ہے کہ میں تمھارے ساتھ وہ ہر ممکن تعاون کروں جو کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر براؤنسی! کیا کوئی صورت ایسی بھی ہو سکتی ہے کہ ہم دونوں ان جہازوں میں یہاں سے باہر نکل سکیں؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ سمندر کے راستے سفر کرنے والے ایک ایک شخص پر اتنی کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے کہ کسی اجنبی کا یہاں داخل ہونا یا یہاں سے نکل جانا ناممکنات میں سے ہے۔"

"وہ رضاکار جو بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں، میرا مطلب ہے گریوالز کے قیدیوں کے نگران، کیا یہاں سے باہر نہیں آتے جاتے رہتے؟"

"ان کی ایک میعاد ہوتی ہے، اس میعاد سے پہلے وہ یہاں سے نہیں جاتے اور جب کوئی گروہ یہاں اپنی تقرری کا وقت پورا کر کے واپس جاتا ہے تو بے شمار مراحل سے گزر کر انہیں یہاں سے نکلنا نصیب ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بین الاقوامی معاہدے کے تحت شرائط کے طور پر طے شدہ ہے تاکہ گریوالز کا کوئی مفرور قیدی یہاں سے نہ نکل سکے۔"

"گویا ہر راستہ مسدود ہے ہمارے لیے؟"

"ہاں، اس سلسلے میں کوئی بھی کوشش بظاہر کارگر نہیں ہو سکتی۔ تاہم اگر تم چاہتے ہو تو حالات کا جائزہ لے لو۔ ممکن ہے تم اس سلسلے میں کوئی بہتر تدبیر کر سکو۔" مسٹر براؤنسی نے جواب دیا۔

"دوسری صورت خشکی کے اس راستے سے نکلنے کی ہے جو ماناڈونر کے علاقوں سے گزرتا ہے۔ کیا اس طرف سے سفر نہیں کیا جا سکتا؟ بے شک اس میں مشکلات ضرور پیش آئیں گی لیکن میرا خیال ہے اگر ہم ماناڈونر کے علاقوں سے ہو کر نکلنے کی کوشش کریں تو ممکن ہے کامیابی نصیب ہو جائے۔" مسٹر براؤنسی نے میری بات ختم ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا لیا تھا لیکن کچھ بولے نہیں تھے۔ جونہی میں خاموش ہوا وہ بول پڑے۔

"ناممکن ہے، ناممکن ہے، تم زندگی کھو بیٹھو گے۔ وہ اجنبیوں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ اور ہر اجنبی کو حکومت کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس طرح اپنے آپ کو ان میں ضم کر سکو گے۔ وہ سفاک اور وحشی، قاتل اور لٹیرے ہیں، وہ انسانیت سے اس قدر ناآشنا ہو چکے ہیں کہ اگر تم ان کی کارروائیوں کے نمونے دیکھو تو برداشت نہ کر سکو۔ دیوانے ہیں سب کے سب، ان کی کارروائیاں یہاں تک پھیلی ہوتی ہیں۔ اگر تم شہر کی سیر کے لیے نکل جاؤ تو تمہیں ایسے آثار ضرور نظر آئیں گے جو ماناڈونر دہشت پسندوں کی کارروائیوں کی یادگار ہوں گے۔"

"تو میرے بھائی جی، بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں شادی وادی کر لیں، بچے پیدا کریں اور آرام سے رہیں۔" چرن سنگھ نے پنجابی بال میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔

مسٹر براؤنسی بھی مسکرائے اور بولے۔ "کیا کہتا ہے تمہارا یہ دوست؟"

"کچھ نہیں، کہہ رہا ہے کہ ہم یہیں رہائش اختیار کر لیں۔ بہتر یہی ہے۔"

مسٹر براؤنسی اس بات پر مسکرائے نہیں بلکہ سنجیدہ سے ہو گئے تھے۔ انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کاش تم کامیاب ہو سکو لیکن تم نے گریوالز سے فرار کا منصوبہ اسی لیے ترتیب دیا ہو گا کہ وہاں سے ہٹ کر یہاں آباد ہو جاؤ۔ تم یقیناً ان لوگوں کے درمیان جانا چاہتے ہو گے جو تمہارے اپنے ہیں؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر براؤنسی، بڑا مسئلہ تو پہلے ان لوگوں کے لیے لیکن بہرطور ہم کچھ نہ کچھ سوچیں گے، کوئی حل نکالیں گے۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں میں تم سے۔" مسٹر براؤنسی نے کہا۔ "اس وقت تک، جب تک کوئی مکمل صورت حال نہ ہو جائے، مناسب ہوگا کہ تم اسی جگہ قیام کرو۔ تم دونوں مجھ پر اور میرے اہل خاندان پر کسی طرح بار نہیں ہو گے۔ میں تمہاری بہتر حفاظت کر سکوں گا اور یہ کام کر کے مجھے خوشی بھی ہوگی۔"

میں نے شکر گزار نگاہوں سے مسٹر براؤنسی کو دیکھا اور گردن ہلا کر بولا۔ "مسٹر براؤنسی اس ویرانے میں آپ کا یہ تعاون ہماری زندگی کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاتھوں آپ کو نقصان بھی پہنچا ہے۔"

مسٹر براؤنسی پھر اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "بہتر ہے کہ ہم تکلفات میں وقت ضائع نہ کریں۔ کیا تم میری یہ پیشکش قبول کرتے ہو؟ میں جانتا ہوں کہ گریوالز سے نکلنے والے اس قدر کم ہمت اور عام سے لوگ نہیں ہوں گے جو مجھ جیسے کمزور بوڑھے کا سہارا قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں لیکن وقت کا تقاضا یہی ہے کہ تمہارے معاملات میں مداخلت کروں۔ یہ بحث تو اب ختم کہ تم یہاں نہیں رہو گے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ پیشکش کرتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر تمہیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ فوج کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد میں نے پرسکون گوشہ اپنا لیا تھا اس لیے بھی کہ میرے ساتھ بھی کچھ المناک واقعات پیش آ چکے ہیں لیکن میرے تعلقات مختلف لوگوں سے ہیں، دنیا سے کٹے ہوئے کشتی کا یہ دور زیادہ طویل نہیں ہے۔ میں اپنے تعلقات بحال کر کے تمہارے لیے یہاں سے نکلنے کے راستے تلاش کر دوں گا اور یہ میری مخلصانہ پیشکش ہے، چنانچہ کچھ وقت اطمینان سے گزارو، یہاں اپنے طور پر تم پلاننگ کرتے رہو اور مجھ سے مشورہ بھی لیتے رہو۔ میں ہیڈ کوارٹر کی تازہ صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد تمہیں بتاؤں گا کہ کچھ نئے قیدیوں کے فرار کی خبریں یہاں تک بھی پہنچی ہیں یا نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں تمہیں موقع دوں گا کہ یہاں کی سیر بھی کر لو۔"

ہم نے مسٹر براؤنسی کی یہ پیشکش قبول کر لی تھی چنانچہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں ہماری حیثیت مہمانوں کی سی ہو گئی لیکن ایسے مہمانوں کی سی جو عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آ سکتے تھے۔ مسٹر براؤنسی نے اپنے اہل خاندان کو خصوصی طور پر یہ ہدایت کر دی تھی کہ ہمارے بارے میں کوئی خبر باہر نہ جانے پائے۔ بچوں کو انہوں نے خاص طور سے ہدایت کی تھی، انہی سے خطرہ تھا ورنہ باقی لوگ تو سنجیدہ تھے۔

دوسری رات ہی مسٹر براؤنسی سے نینسی کے بارے میں بھی بات ہوئی اور مسٹر براؤنسی نے غمناک لہجے میں بتایا۔

"ایشر، نینسی کا شوہر تھا اور ان بچوں کا باپ۔ بہت ہی خوبصورت جوان تھا۔ تم نے ڈرائنگ روم میں اس کی تصویر تو ابھی دیکھی ہوں گی اور یہ لباس جو تمہارے بدن پر موجود ہے ایشر ہی کی یادگار ہے۔ وہ ایک ہوائی حادثے کا شکار ہو گیا۔ نینسی اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ اس کے بعد نینسی غموں کے انبار تلے دب گئی۔ اس کا ذہنی توازن بھی کسی قدر خراب ہو گیا ہے۔ کبھی اس پر دورہ بھی پڑ جاتا ہے، ویسے عام طور سے وہ خاموش رہتی ہے۔ میرا خیال ہے ایشر کی موت سے آج تک کسی نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ یوں بچے باپ سے محروم ہو گئے ہیں۔ میرا بیٹا باہر کاروبار کرتا ہے اور کبھی کبھی یہاں آتا ہے۔ میں شاید یہ علاقہ چھوڑ دیتا لیکن نینسی یہاں سے نہیں جانا چاہتی اور یہ حیثیت کیسی کی ہے، ان دونوں کی وجہ سے میں اپنے اس آبائی علاقے کو نہیں چھوڑ سکتا۔ نینسی کی اس بے چارگی پر ہم دونوں کو بڑی فکر ہے۔ بہرحال یہاں رہ کر ہم ان کے لیے کسی طور بار نہیں بننا چاہتے تھے لیکن مجبوریاں بھی کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔

مسٹر براؤنسی نے ہمارے لیے واقعی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اب وہ دن بھر گھر سے غائب رہتے، ان کی غیر موجودگی میں بچے اور نینسی ... یہاں کے معمولات سنبھالے رہتی تھیں۔ مسٹر براؤنسی کا حلقہ احباب بہت ہی محدود تھا۔ صرف چند ہی افراد کبھی کبھار وہاں آ جاتے تھے جن سے مسٹر براؤنسی ڈرائنگ روم میں ہی ملاقات کرتے اور وہیں سے رخصت کر دیتے۔ اس دوران صرف دو بار ایسا ہوا تھا جب ان کے ملاقاتی آئے تھے۔ یہ بھی ریٹائرڈ فوجی تھے۔

ہم مطمئن تھے، کسی طرح کی کوئی پریشانی فوری طور پر نہیں تھی۔ عمدہ سے عمدہ کھانا فراہم کیا جا رہا تھا۔ ہلکی پھلکی ورزش کا کام بھی جاری رکھا تھا۔ خاص طور سے دونوں بچے ہر وقت ہمارے ساتھ لگے رہتے تھے لیکن ہم ان بچوں کو خود سے زیادہ مانوس نہیں کرنا چاہتے تھے ورنہ ہماری روانگی کے بعد ان کے لیے مشکل پیدا ہو جاتی۔

چند روز بعد مسٹر براؤنسی نے بتایا کہ یہاں تک مفرور قیدیوں کے پہنچنے کی کوئی اطلاع بظاہر نہیں ہے، چند پولیس افسران سے ان کی دوستی ہے، ان کے درمیان بھی وہ عام طور سے اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں، ہر موضوع پر بات چیت ہوتی ہے لیکن ایسی کوئی اطلاع ان کے کانوں تک نہیں پہنچی اور اس وجہ سے اگر ہم لوگ چاہیں تو تھوڑی بہت آوارہ گردی بھی کر سکتے ہیں لیکن مسٹر براؤنسی کے ساتھ۔ انہوں نے تنہا ہمیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

مسٹر براؤنسی کبھی کبھی بہت اداس ہو جاتے تھے، ایک بار انہوں نے کہا۔ "اب تو جی یہ چاہتا ہے کہ یا تو خود بھی تم لوگوں کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں یا پھر تم لوگوں کو ہی یہاں رہنے پر مجبور کر دوں۔ کچھ ایسی ہی انسیت ہو گئی ہے تم سے۔ سوچتا ہوں تم چلے جاؤ گے تو ایک بار پھر اداسیاں میری زندگی میں لوٹ آئیں گی۔"

"آپ اپنے بیٹے کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے مسٹر براؤنسی؟"

"یہ دونوں خواتین ... کاش یہ اس بات پر تیار ہو جائیں۔ میں واقعی اب بہت تھکن محسوس کرنے لگا ہوں۔ بہرحال ایک منصوبہ میرے ذہن میں آیا ہے جو مخلصانہ طور پر میں تمہارے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں۔"

"جی جی فرمائیے۔"

"اگر تم پولیس افسران کے طور پر فیری کول تک پہنچ جاؤ اور وہاں اپنے لیے کوئی جگہ بنا لو تو میرا خیال ہے کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد واپس آ کر تم یہاں سے باہر جانے کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ تم دونوں ذہین ہو، میں تمہارا تجزیہ کرتا رہا ہوں۔ اگر یہ کوشش کر لو اور دہشت پسندوں کے خلاف تھوڑی بہت کارروائی کر لو تو تمہیں ایک خاص مقام حاصل ہو جائے گا اور اس کے بعد تم یہاں سے باہر نکلنے کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ یہ منصوبہ دیر طلب ضرور ہے لیکن میرا خیال ہے اس علاقے سے نکلنے کا اس سے موثر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔" مسٹر براؤنسی کے اس منصوبے پر ہم دونوں غور کرنے لگے تھے۔ اس دوران اس علاقے کی جتنی سیر و سیاحت کی تھی اور جو کچھ یہاں دیکھا تھا اس سے مسٹر براؤنسی کی باتوں کی تصدیق ہوتی تھی کہ یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہے۔ یہاں ان لوگوں نے اس قدر سخت انتظام کر رکھا تھا کہ کسی کا نکل جانا یا داخل ہو جانا ناممکنات میں سے تھا۔ چنانچہ تھوڑے وقت کا زیاں اور سہی۔ اس امید پر کہ شاید کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے۔

چرن سنگھ تو فوراً تیار ہو گیا تھا لیکن میں نے کچھ سوچنے کا وقت طلب کیا اور اسی رات میں نے چرن سنگھ سے اس

سلسلے میں گفتگو کی۔

"مسٹر براؤنسی کا منصوبہ نہایت ہی پیچیدہ ہے۔ ہم یہاں سے فیری کول چلے جاتے ہیں اور وہاں پہ تانڈوز کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیتے ہیں تو کیا یہ آسان کام ہوگا؟" میں نے کہا۔

"بھائی جی، تانڈوز کے خلاف کارروائیاں کرے گا ہی کون! بس وہ ہمیں گولیاں چلا لیں گے، تھوڑا سا غل غپاڑہ مچا لیں گے اور اس کے بعد واپس آ جائیں گے۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کریں اور پھر یہی بات تو یہ ہے کہ وہ قیدی بھی ہمارے ہاتھ بیچے ہوں گے، ہم ان کے خلاف کارروائی کیوں کریں۔ لیکن جہاں تک یہاں سے نکل جانے کی بات ہے اس سلسلے میں میرے خیال میں یہ طریقہ مفید ہو سکتا ہے؟"

"سوال چیران سنگھ! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ واقعی اس سے بہتر منصوبہ اور کوئی نہیں ہو سکتا، اگر ہمیں یہاں مقامی لوگوں کی سی حیثیت حاصل ہو جائے۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے بھائی جی کہ ہمیں یہ حیثیت کیسے ملے گی؟ آخر کوئی نام تو ہوگا ہمارا؟ کوئی اتا پتا تو ہوگا۔ لوگ پوچھیں گے تو ہمیں ایسی شکل میں ہم کیا کریں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ اس قسم کے معاملات ضرور ہوں گے جن کی وجہ سے مسٹر براؤنسی نے ہمارے بارے میں یہ بات سوچی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے بھائی جی۔ یہاں رہ کر وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہمیں اس بات پر عمل کروانا چاہیے، ورنہ یہاں پڑے پڑے تو ہم کاہل ہو جائیں گے اور اگر ان لوگوں سے زیادہ محبت ہو گئی تو پھر اپنی دنیا میں واپس جانا ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا۔" چیران سنگھ کی آنکھوں میں امید کے چراغ روشن ہو گئے تھے۔

میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور دل میں کہا۔ "ٹھیک ہے چیران سنگھ! تم سے ذرا مختلف ہوں۔ بے شک میرے کچھ ہمدرد مجھ سے کچھ محبت کرنے والے ہیں اور پھر ایک مشن میرے سامنے ہے، ایک ایسا مشن جسے میں نے خود اپنے لیے قبول کیا ہے اور وہ نیک جذبوں کے تحت میرے سینے میں روشنی بن کر سما گیا ہے لیکن اس کے باوجود میرا اس دنیا میں ایسا کوئی ہمدرد کوئی ساتھی نہیں جس کے لیے میرے دل میں ہوک اٹھتی ہو۔ تاہم میں تمہارے لیے یہ سب کچھ ضرور کروں گا۔"

ہم نے مسٹر براؤنسی سے آمادگی کا اظہار کیا تو وہ کچھ افسردہ سے ہو گئے۔ غالباً یہ ہماری روانگی کے احساس کا نتیجہ تھا۔ پھر انہوں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، میں تمہارے لیے اس سلسلے میں انتظام کر دوں گا۔ پہلے تو میں تمہارے لیے کچھ ایسے کاغذات حاصل کرتا ہوں جن کی رو سے تم یہاں کے شہری ثابت ہو جاؤ اور اس کے بعد میں پولیس کے لیے کاغذات حاصل کرتا ہوں یا انتظامیہ کے جن کی رو سے تمہیں پولیس آفیسر تسلیم کر لیا جائے لیکن یہ کام مقامی طور پر نہیں ہو سکتا اس لیے میں تمہیں فیری کول بھیج رہا ہوں۔ یہاں کی انتظامیہ کے افراد ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں جبکہ فیری کول کا علاقہ ایسا ہے کہ وہاں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو یہاں کے لیے اجنبی ہوں۔ تم یہاں سے یہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے جاؤ گے اور وہاں سے وہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے یہاں آ جاؤ گے۔ تمہیں مزید سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ اس لیے کہ تم تانڈوز کے خلاف براہ راست کارروائیوں میں حصہ لے چکے ہو گے۔ چنانچہ تمہاری حیثیت معزز لوگوں کی سی ہوگی۔ اگر ہمیں سے کوئی اس قسم کا معاملہ کر سکتا تو میں تمہیں کبھی فیری کول نہ روانہ کرتا۔"

"ہم آپ کو بہت تکلیفیں دے رہے ہیں، ان کا احساس ہمیں ہمیشہ رہے گا۔"

مسٹر براؤنسی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ڈھلک گئے تھے جنہیں انہوں نے پھرتی سے صاف کیا اور پھر بولے۔ "ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہے، میں نے کچھ تو اپنے بچوں کو بچایا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

تقریباً ایک ہفتہ مسٹر براؤنسی نے ہمارے لیے کاغذات کے حصول کی کوششوں میں صرف کیا اور ایک شام انہوں نے ہمارے سامنے کچھ کاغذات رکھ دیے۔

"اب تم مقامی شہری ہو اور رضاکار دستوں کے ساتھ فیری کول جا سکتے ہو۔ ان کاغذات کی رو سے مسٹر چیران سنگھ تمہارا نام مڈی مارگیو ہے اور تم پانسی کوراتی ہو۔ تم دونوں پولیس افسر ہو۔ یہاں سے خاموشی کے ساتھ تمہیں اس ریلوے اسٹیشن تک پہنچنا ہے جہاں سے ایک ٹرین تانڈوز کے خلاف حصہ لینے والے رضاکار دستوں کو لے کر فیری کول جاتی ہے۔ اس ٹرین سے سفر کرنے والوں کی کوئی جانچ پڑتال نہیں ہوتی کیونکہ اس کا سفر صرف فیری کول تک ہوتا ہے اور وہاں پہنچنے والوں کی نیت پر کبھی شبہ نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ تم پولیس افسر کی وردی میں ریلوے اسٹیشن تک خاموشی سے پہنچا دیے جاؤ گے اور اس کے بعد ہر قسم کی مشتبہ نگاہوں سے محفوظ ہو گے۔ فیری کول پہنچنے کے بعد تمہیں کبھی بھی کسی بھی اسٹیشن سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اگر اتفاق سے بھی تمہارے کاغذات طلب کر لیے جائیں تو تم بڑے شوق سے یہ کاغذات دکھا دینا

اور یہ کوئی شبہ نہیں کیا جائے گا البتہ وہاں کے افسران کی نگاہوں میں آنے کی کوشش کرتے رہنا اور جو پروگرام ترتیب دیا جا رہا ہے اس میں ان لوگوں کو تمہارے بارے میں علم ہو جاتا ہے۔ پھر جب تم وہاں سے آؤ گے تو تمہیں کسی ایسے افسر سے مل کر واپس آنا ہوگا جو وہاں نمایاں حیثیت رکھتا ہو۔ وہی افسر تمہیں باہر کی دنیا میں جانے کا اجازت نامہ دے گا اور اس کے بعد تمہارے لیے کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ میں مڈی مارگیو اور پانسی کوراتی کو زندگی کے آخری لمحات تک نہیں بھولوں گا۔ چنانچہ جب یہاں سے واپس جاؤ، میرے بچو! تو مجھ سے مل کر ضرور جانا۔"

مسٹر براؤنسی اس وقت اپنی آواز پر قابو نہ رکھ سکے اور ان کے حلق سے سسکیاں سی نکل گئیں۔ انسانی محبت کے اس احساس کو ہم بھی نظرانداز نہیں کر سکتے تھے، ہم انہیں تسلیاں دیتے رہے۔ مسٹر براؤنسی نے ہمارے لیے پولیس انسپکٹر کی وردیاں اور ایسا کچھ سامان بھی فراہم کر دیا تھا جو ہمارے کام آ سکتا تھا۔ دو سوٹ کیس بھی فراہم کیے گئے تھے جن میں ہمارے لیے لباس وغیرہ تھے۔

جس صبح ہم روانہ ہونے والے تھے اس سے ایک دن پہلے شام کو نینسی دفعتاً اس کمرے میں آ گئی جس میں میں صرف موجود تھا، چیران سنگھ کہیں گیا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ اور متورم ہو رہی تھیں۔ وہ میرے سامنے کھڑی ہوئی اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ہیلو نینسی! کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔ لیکن وہ پتھر کے مجسمے کی مانند وہاں کھڑی رہی۔ اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت نمایاں تھی۔ نینسی کی آنکھوں میں پوشیدہ پیغام پڑھ لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی میں ایک بار پھر بہاریں واپس لانا چاہتی تھی۔ لیکن میں بہار دل کی دنیا کا انسان نہیں تھا۔ میں تو خزاں کا نمائندہ تھا۔ میں بھلا اس بے چاری کو کیا دے سکتا تھا۔ وہ زندگی میں بہت کچھ کھونے کے بعد اب جو کچھ پانے کی آرزو کر رہی تھی اس کے لیے اس نے غلط شخص کا انتخاب کیا تھا۔ میں اس کی نگاہوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکا اور نینسی مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر کہا۔ "نینسی! آؤ بیٹھو، کوئی کام ہے مجھ سے؟" لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اس کی آنکھیں سوال کرتی رہیں اور جب میری طرف سے کوئی جواب نہیں پایا تو خاموشی سے مڑی اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

اس سے زیادہ پاکیزہ طریقہ اظہار حال کا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے زیادہ موثر انداز میں جذبات کی عکاسی نہیں کی جا سکتی تھی لیکن میری بدقسمتی کہ میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی نہ جاننے والوں میں سے تھا۔ اس کے بعد نینسی میرے سامنے نہیں آئی۔ مجھے اس کے دکھ کا اندازہ تھا۔

پھر کیلس نے ہمیں رخصت کیا۔ نینسی اپنے بچوں کے ساتھ تھی۔ بچوں کو وہ لوگ ہماری روانگی کے بارے میں بتانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ہم سے کافی مانوس ہو گئے تھے۔

مسٹر براؤنسی ہم دونوں کو ایک گاڑی میں لے کر چل پڑے اور اچھا خاصا سفر طے کرنے کے بعد ہم اس ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے جہاں روانہ ہونے والوں کا ہجوم تھا۔ مخصوص قسم کی انتظامیہ کی وردی میں ملبوس جوان ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ یہاں سے تقریباً روزانہ ہی یہ ٹرین فیری کول تک جاتی تھی اور وہاں سے واپس آتی تھی۔ ٹرین روانہ ہونے میں تقریباً چار گھنٹے باقی تھے۔ یہ چار گھنٹے مسٹر براؤنسی نے ہمارے ساتھ ہی گزارے اور پھر جب اسٹیشن پر ٹرین کی روانگی کا اعلان ہوا تو دوسرے لوگوں کے ساتھ ہم بھی ایک کمپارٹمنٹ میں آ کر بیٹھ گئے۔ مسٹر براؤنسی ٹرین کی روانگی تک ہمارے ساتھ موجود رہے تھے اور اس کے بعد وہ نم نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ ٹرین آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی تھی۔

چیران سنگھ کی ذہنی کیفیت کا تو مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن مجھے زندگی کے ان انوکھے تجربوں پر ہنسی آ رہی تھی۔ کمپارٹمنٹ میں ہماری طرح کے بے شمار افراد موجود تھے چونکہ ٹرین ابھی ابھی روانہ ہوئی تھی اس لیے وہ سب اپنے اپنے طور پر مصروف تھے۔ کوئی اپنا سامان سنبھال کر رکھ رہا تھا، کوئی اپنی بندوقیں اس طرح محفوظ کر کے رکھ رہا تھا کہ اس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جائے۔

مسٹر براؤنسی نے ہمیں وردیاں تو فراہم کر دی تھیں لیکن ان کے ساتھ اسلحہ فراہم نہیں کیا تھا۔ البتہ میرے پاس ایک پستول موجود تھا، میں نے اسے چھپا کر رکھا تھا۔ سب مشین گنیں ہم نے مسٹر براؤنسی کے پاس چھوڑی تھیں جن کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ انہیں زمین میں دفن کر دیں گے تاکہ کسی کی نگاہوں میں نہ آ سکیں۔ یہ سب مشین گنیں محافظوں کی تھیں اور انہیں پہچانا جا سکتا تھا۔ پستول میں نے صرف اس لیے محفوظ کر لیا تھا کہ اگر کوئی اہم ضرورت پیش آتی تو استعمال کیا جا سکے۔

میں باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔ بہت ہی سرسبز و شاداب علاقہ تھا جس پر ٹرین اس وقت سفر کر رہی تھی۔ یہ علاقہ نواحی تھا اور تقریباً پچاس یا ساٹھ منٹ تک ٹرین ایسے راستے سے گزرتی رہی جس کے اردگرد باغات اور کھیتوں کا سلسلہ تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ہریالی کی انتہا ہو گئی اور جوں جوں ٹرین آگے بڑھتی گئی موسم خشک اور شدید ہوتا چلا گیا۔ اب ہمارے

چاروں طرف بے آب و گیاہ پہاڑ اور پتھریلی زمین پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک کبھی
کسی وادی سے اور کبھی بلندی سے گزرتی۔ بلندی پر چڑھتے
ہوئے اس کی رفتار سست ہو جاتی اور جب وہ ڈھلوان میں
اترتی تو طوفانی رفتار کا مظاہرہ کرنے لگتی۔
تھوڑی دیر بعد میں نے کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں
پر نگاہ ڈالی۔ میں ایسے لوگوں کا انتخاب کر رہا تھا جن سے کوئی شناسائی
پیدا کی جا سکے۔ البتہ جیرن سنگھ نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور لوگوں
کی طرح اونگھ رہا تھا۔ میرے سامنے کی سیٹ پر ایک تنومند نوجوان
بیٹھا ہوا تھا جس کی پیشانی سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خوش مزاج
طبیعت کا مالک ہے۔ میری اس سے نگاہیں ملیں تو وہ مسکرا دیا۔
میں نے بھی فوراً جوابی مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا۔
"ناڈروز کے خلاف جدوجہد میں حصہ لینے جا رہے ہیں آپ؟"
اس نے میری مسکراہٹ کے جواب میں کہا۔
"ہاں، یہ مسئلہ قومی حیثیت رکھتا ہے۔ ناڈروز کو ختم ہونا ہی
چاہیے۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا۔
"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کی درندگی انتہا کو پہنچ
چکی ہے لیکن میں چند الفاظ میں یہ بات کہتا ہوں کہ یہ ہماری حکومت
کی نااہلی ہے۔ اتنے بڑے خطرے کی کیوں پرورش کی گئی۔ اگر ان
لوگوں کی فطرت سے واقف تھے تو پہلا نہیں کرنے والوں کے جوڑ توڑ
میں ہی سمیٹ دیا جاتا یا انہیں کم از کم ایسی جگہ آباد کیا جاتا جہاں یہ
اس طرح منظم نہ ہو پاتے۔ پھر خواہ انہیں تمام سہولتیں مہیا کر دی
جاتیں۔ اس کام کے لیے گریٹ وائلز کا ایک جزیرہ ان کے لیے
مخصوص کیا جا سکتا تھا۔ انہیں آخر ایسے مقام پر کیوں لا کر رکھا گیا جہاں
وہ خود مختاری کی طرف قدم اٹھانے کے قابل ہو گئے۔ غلطی بہت
پرانی ہے لیکن نئے لوگوں کو ملک و قوم کے دوسرے مسائل کے
ساتھ اس مسئلے پر بھی توجہ دینی چاہیے تھی۔"
"جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ اب ناڈروز کی سرگرمیوں کو
روکنے کا مسئلہ ہے۔ کیا ان کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا؟"
"بہت بڑی تعداد نہیں ہے ان کی لیکن ہر طرح کے مجرم
ان میں شامل ہو گئے ہیں۔ مجرموں کی اولاد بھی مجرمانہ ذہنیت رکھتی ہے
اور انہوں نے اس طرح ان کی تربیت کی ہے کہ وہ ان سے زیادہ
خطرناک مجرم بن گئے ہیں۔"
"لیکن انہیں اسلحہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟"
"خدا جانے۔ ویسے ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ اسلحہ بھی
وہ خود ہی تیار کرتے ہیں۔"
"ہوں۔" میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد تعارف کا سلسلہ شروع
ہوا۔ اس شخص کا نام گریفر آئزن تھا۔ میں نے اسے اپنا اور اپنے
ساتھی کا نام بتایا اور اسی طرح ہم نے گریفر آئزن کو اپنا دوست بنا لیا۔
یہ شخص اس سے پہلے بھی فیری کول میں اپنی خدمات انجام دے
چکا تھا اور ایک بڑے پولیس افسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب
میں نے اسے اپنے اور اپنے دوست کے بارے میں بتایا کہ ہم
رضاکارانہ طور پر بھرتی ہو کر ناڈروز کے خلاف جنگ کرنے جا رہے
ہیں تو اس نے میرے جذبے کو بے حد سراہا۔ اس نے ہمارے
بارے میں قانونی نوعیت کا کوئی سوال نہیں کیا تھا اور اس بات
سے مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ گریفر آئزن جیسے شخص کا مل جانا،
میرے خیال میں ایک نیک فال تھا کیونکہ وہ خاصی اچھی پوزیشن
کا مالک تھا۔ نوجوان آدمی تھا اور ناڈروز کے خلاف دل میں بے پناہ
نفرت رکھتا تھا۔ اس نے کہا۔ "ایک پورا اسٹیشن میرے تحت ہے اور
میں وہاں ناڈروز کی خطرناک کارروائیوں پر نگاہ رکھتا ہوں۔ ناڈروز
نے فیری کول میں بھی اپنے ٹھکانے بنا لیے ہیں اور اس قسم کی
کارروائیاں کرتے ہیں کہ انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ لیکن
وہ فیری کول میں داخل ہو کر قتل عام کرتے ہیں۔ فیری کول کے
نواح میں چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں بھی ان کی
کارروائیاں جاری رہتی ہیں اور ہمیں فوری طور پر ان کی سرکوبی
کے لیے روانہ ہونا پڑتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے بہت سے لوگ
ان کے درمیان شامل ہو گئے ہیں اور ان کے بارے میں
ہمیں خبریں فراہم کیا کرتے ہیں۔" پھر اس نے پوچھا۔ "آپ لوگ
کہاں قیام کریں گے؟"
"جو جذبات لے کر ہم فیری کول جا رہے ہیں ان کی
موجودگی میں قیام و طعام کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر
ہمیں کسی پہاڑی ٹیلے پر بھی گنجائش مل سکی تو ہم وہاں بھی رہ کر
اپنی خدمات انجام دیں گے۔" میں نے کہا۔
"واقعی ان لوگوں کے خلاف اسی جذبے کی ضرورت ہے۔
لیکن خوش قسمتی ہے میری... اور آپ کی بھی مسٹر ہارپس کہ آپ سے
ملاقات ہو گئی۔ اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ آپ کو
وہاں کوئی تکلیف ہو۔ آخر آپ کا دوست آئزن کس کام آئے
گا؟" میں نے دل ہی دل میں مسرت کی لہریں اٹھتی ہوئی محسوس
کیں۔ یہاں بھی میری غیبی امداد ہوئی تھی اور میں دل ہی دل
میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں
کہ آئزن کا مل جانا ہمارے لیے نیک فال تھا۔ تمام سفر کے
دوران ہم گریفر آئزن سے گفتگو کرتے رہے۔ جیرن سنگھ کو
صورت حال تو معلوم نہیں تھی لیکن مجھے اس کی طرف متوجہ دیکھ کر
اور میرے تعارف کرانے پر وہ بھی گریفر آئزن سے برابر
گفتگو کرنے لگا تھا جس کے نتیجے میں فیری کول میں داخل ہونے

کے بعد ہمیں ایک چھوٹی سی پناہ گاہ مل گئی جو بیرک کی شکل میں تھی۔
ان بیرکوں میں تمام رضاکار رہا کرتے تھے۔ بیرک کا ایک کمرہ ہم دونوں
کے حوالے کر دیا گیا۔ یہاں رضاکاروں کو خاصی مراعات فراہم کی
گئی تھیں جن میں مفت کھانے پینے کا سامان، مفت رہائش اور
اسلحہ کی سپلائی بھی شامل تھی۔
ایک بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا جس کا ہم اس انداز میں تصور بھی
نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد ہم نے فیری کول اور اس کے نواح
کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ہمیں ضرورت کے لیے ایک فوجی ٹائپ
کی جیپ بھی مل گئی تھی۔ ان تمام چیزوں کا حصول بڑا غنیمت تھا۔
گریفر آئزن نے اپنے اسٹیشن کا چارج لے لیا تھا اور اب اکثر اس
سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔
اس بیرک میں ہمارے علاوہ بے شمار افراد موجود تھے جن سے
رفتہ رفتہ ہم نے شناسائی پیدا کر لی۔ مقصد یہ تھا کہ ہماری ذات
ان کی نگاہوں میں مشکوک نہ ہو سکے۔ اب ہم اپنی جیپ میں بیٹھ کر اکثر
دور دور تک نکل جاتے۔ وہ علاقے ہم نے بخوبی دیکھ لیے تھے
جہاں ناڈروز اپنی کارروائیاں کرتے تھے۔ ناڈروز کا طریقہ کار آہستہ
آہستہ ہمارے علم میں آتا جا رہا تھا اور یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ
وہ منظم نہیں ہیں بلکہ اپنی مجرمانہ خود مختاری کے حصول کے لیے
انہوں نے انسانیت سوز مظالم شروع کر رکھے ہیں۔ ایک دن ہم
اپنی بیرک میں اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے کہ اٹینڈنٹ نے
مجھے گریفر آئزن کے ٹیلی فون کی اطلاع دی۔ ایک مشترکہ ٹیلی فون بیرک
میں موجود ہوتا تھا اور وہاں ایک اٹینڈنٹ بیٹھا رہتا تھا۔ گریفر
آئزن نے مجھے طلب کیا تھا۔ میں نے ٹیلی فون ریسیو کیا تو آئزن
کی آواز سنائی دی۔
"مسٹر ہارپس، بزاتی قصبے میں ایک بھیانک قتل ہوا ہے۔ کیا
تم اس سلسلے میں کچھ دلچسپی لو گے؟"
"کیوں نہیں مسٹر آئزن! کیا میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں؟
کہاں قتل ہوا ہے؟"
"یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی پچرتن
ہے جس میں ہمارا ایک آدمی رہتا تھا۔ کسی نے اس
کی بیوی اور بیٹی کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔
مجھے یقین ہے کہ بستی والے قاتل کو جانتے ہیں لیکن ان کی زبانیں
خوف سے گنگ ہیں۔ تم اس سلسلے میں دلچسپی لینا چاہو تو میرے پاس
پہنچ جاؤ۔"
"میں جیرن سنگھ کے ساتھ آ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"اوکے! میں انتظار کر رہا ہوں۔" گریفر آئزن کی آواز سنائی
دی اور اس نے فون بند کر دیا۔ میں واپس آ کر جیرن سنگھ کو اس
سلسلے میں تفصیل بتانے لگا۔ جیرن سنگھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
پھیل گئی تھی۔
"بھائی جی! ہم تو واقعی ایک مصروف ترین آدمی بن گئے ہیں۔"
"معاملات واقعی دلچسپ ہیں جیرن سنگھ اور ان میں اپنے
فرائض کے سلسلے میں ہموار کرنے کے علاوہ انسانی ہمدردی کے تحت
بھی دلچسپی لی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
ہم دونوں جلدی جلدی اپنی وردیاں پہننے لگے۔ جیرن سنگھ
یہ وردی پہننے کے بعد ہمیشہ مسکرانے لگتا تھا اور کہتا تھا "بھائی جی
زندگی میں کبھی کسی ایسے کام میں حصہ نہیں لیا تھا اور اب یہاں...
زبردستی پولیس والا بننا پڑ گیا ہے۔"
تھوڑی دیر کے بعد ہم اس پولیس اسٹیشن پر پہنچ گئے جہاں
کا انچارج گریفر آئزن تھا۔ یہ عارضی پولیس اسٹیشن سیمنٹ کے ستونوں
اور لکڑی کے تختوں سے بنا ہوا تھا۔ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس کے
آگے اسی طرح کا برآمدہ۔ سامنے خشک گھاس پھیلی ہوئی تھی اور
اطراف کے تمام درخت کاٹ دیے گئے تھے اور اس ویرانے
میں یہ چھوٹا سا پولیس اسٹیشن نہایت پُراسرار نظر آتا تھا۔ ہم دونوں
برآمدے سے ہوتے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گئے جو انچارج
کا کمرہ تھا۔ باہر کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے ہمیں ایڑیاں
بجا کر سلام کیا تھا۔
آئزن میز پر جھکا ہوا نقشوں کی مدد سے اس ہولناک قتل کی
کڑیاں ملانے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے پُرخیال انداز
میں گردن ہلائی اور کسی تمہید کے بغیر میز پر بچھے ہوئے ایک نقشے پر
انگلی رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "مسٹر ہارپس! یہ دیکھو یہ وہ علاقہ ہے
جہاں ماں، باپ اور بیٹی کو قتل کیا گیا ہے۔ اس جگہ سے تین میل مغرب
کی طرف وہ بستی آباد ہے۔ اس بستی میں تقریباً اسی افراد رہتے ہیں۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں کو سخت اذیتیں دینے کے بعد گولی
کا نشانہ بنایا گیا ہے لیکن بستی کا ہر شخص یہی کہتا ہے کہ اس نے کوئی
آواز نہیں سنی۔ قاتل جس راستے سے آئے اور واپس گئے وہ اس
بستی کے بالکل قریب سے گزرتا ہے۔ باقی تین اطراف میں گہری
جھیلیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ قاتل اپنے ساتھ کشتیاں لے کر
آئے ہوں اور جرم کرنے کے بعد اس میں بیٹھ کر فرار ہو گئے ہوں۔
جھیل کے اس پار بھی تین تین چار چار میل تک جنگل کا کونا کونا چھان
مارا ہے مگر قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں ملا۔"
"اوہو! اس کا مقصد ہے کہ تم اس سلسلے میں اپنے طور پر کام
کر چکے ہو؟" میں نے کہا۔
"ہاں، نہ جانے کیوں مجھے تمہارا خیال آ گیا ورنہ کام تو پہلے
ہی سے شروع کر چکا تھا۔ میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں بھی ان معاملات

شریک کر لوں۔ آخر تم بھی تو کسی کام کا آغاز کرو جو مقصد سے کر یہاں تک آئے ہو اس کی ابتدا تو کرو۔ میں نے یہ بات صرف تمہارے جذبات کو سامنے رکھ کر سوچی تھی۔“

”میں تمہارا شکر گزار ہوں آثرن! درحقیقت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے لیے نہیں آیا۔ میرا دوست بڑی مارگیوڈی ہی کہتا ہے کہ ابھی تک کوئی کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے۔“

”تو اب تمہیں موقع مل رہا ہے۔“ آثرن نے سیاہ لکیروں پر کہیں سرخ اور کہیں نیلی پنسل سے نشان زدہ نقشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میری نگاہیں ان نشانات پر جم گئیں۔ تھوڑی دیر تک میں ان نشانات کو دیکھتا رہا پھر میں نے سرا اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیا، دیواروں پر تانڈوز کے بہت سے مکان کی تصویریں آویزاں تھیں۔ ان میں درمیان میں کے قریب مختلف سائز کی تصویریں تھیں۔ میں نقشے کو چھوڑ کر ان تصویروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ ان ساری تصویروں میں جو چہرے نظر آ رہے تھے وہ انتہائی خطرناک شکل و صورت کے لوگ تھے اور دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ لوگ کسی ایک قوم کے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ چند منٹ ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد میں نے آثرن سے پوچھا۔

”کیا ان دہشت پسند افراد کے کچھ سربراہ بھی ہیں یا کوئی ایک شخص جو ان لوگوں کو کنٹرول کر رہا ہو؟“

”ہاں۔ اس سلسلے میں صرف گورین ڈیگال کا نام سنا گیا ہے۔ گورین ڈیگال پرتگال کا باشندہ ہے اس کا دادا قید ہو کر ان جزائر میں پہنچا تھا اور اپنی قید کی زندگی گزارنے کے بعد اس علاقے میں آباد کر دیا گیا تھا۔ گورین ڈیگال بحری قزاق کی حیثیت سے بھی مشہور ہے اور اس کے بعد جب خود مختاری کا طوفان اٹھا تو اس نے نمایاں کردار انجام دیا۔ اس کی تلاش میں فوج اور پولیس اطراف کے گھنے جنگلوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے لیکن اس کا کہیں پتا نہیں چل رہا اور ادھر کیفیت یہ ہے کہ آئے دن اس کے نام سے دہشت گردی ہوتی رہتی ہے۔ قرب و جوار میں لوگوں کا جینا مشکل ہو گیا ہے۔“

”تو تمہارے خیال میں یہ قتل تانڈوز ہی کی کارروائی کا نتیجہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آئی مین کو اس کے کسی اور دشمن نے قتل کیا ہو اور تمہاری توجہ ڈیگال کی جانب مبذول کی گئی ہو؟“

”ہاں، اس بات کے امکانات پر بھی غور کر لیا گیا ہے لیکن ایک وجہ اور بھی ہے۔ آئی مین نے کچھ عرصہ قبل ان دہشت پسندوں کی سرگرمیوں سے متعلق کچھ معلومات پولیس کو مہیا کی تھیں۔ چنانچہ خیال یہی ہے کہ اسے اس جرم کی پاداش میں سزا دی گئی اور اس کا پورا خاندان تباہ و برباد کر دیا گیا۔“

”پھر اب کیا خیال ہے۔ کیا ہم لوگوں کو قصبے تک چلنا ہے؟“

”ہاں، میں یہی چاہتا ہوں کہ ایک بار اور تمہارے ساتھ وہاں کا جائزہ لے لوں۔ ممکن ہے تمہارا ذہن اس سلسلے میں بہتر کام کر سکے۔“

ہم تیار ہو گئے۔ پھر ہم نے اپنی گاڑی وہیں چھوڑ دی اور آثرن کی گاڑی میں سوار ہو کر اس بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہمارے پیچھے پولیس کی ایک اور گاڑی آ رہی تھی جس میں پولیس والے سوار تھے۔ پولیس اسٹیشن سے بستی کا فاصلہ تقریباً تین میل تھا۔ ہماری گاڑی کچی سڑک پر دوڑ رہی تھی اور یہ سڑک گھنے درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ سڑک کا یہ راستہ انتہائی پیچ در پیچ اور نشیب و فراز سے پُر تھا۔ بعض موڑ اتنے خطرناک تھے کہ گاڑی کے الٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی خوف تھا کہ کہیں ہم دہشت پسندوں کی گولیوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔ تاہم نہایت احتیاط سے ہم سب آگے بڑھ رہے تھے اور کسی بھی لمحے کسی خوفناک واقعے کے لیے تیار تھے۔ ہماری گاڑیاں بالآخر بستی کے قریب پہنچ گئیں۔ یہاں سے جھیل شروع ہوتی تھی۔ لیکن جونہی ہم جھیل کے نزدیک پہنچے دفعتاً ایک خوفناک دھماکا ہوا اور ساتھ ہی ہماری گاڑی اور پیچھے آنے والی گاڑی کے درمیان دھوئیں کا ایک بادل حائل ہو گیا۔ غیر شعوری طور پر میرا ہاتھ اس پستول پر پہنچ گیا جو خاص طور سے آثرن نے مجھے مہیا کی تھی۔ آثرن نے اپنا پستول نکال لیا تھا اور حملہ آوروں پر گولیاں چلانے کے لیے تیار تھا لیکن دھوئیں کا بادل اتنا گہرا تھا اور چاروں طرف اس طرح پھیل گیا تھا کہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ ہم نے آگے بڑھنے کے بجائے گاڑی وہیں روکی اور اپنے پیچھے آنے والی پولیس کار کا انتظار کرنے لگے لیکن ابھی چند ہی سیکنڈ گزرے تھے کہ دفعتاً بے شمار گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزر گئیں اور ہم اپنا گاڑی سے باہر چھلانگیں لگا کر زمین پر لیٹ گئے تھے۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے علاقہ قبرستان کی طرح گونج اٹھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گولیاں چاروں طرف سے آ رہی ہیں۔ ہم آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے پھر گاڑی تک پہنچ گئے۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم گاڑی کی آڑ میں پناہ لیں۔ لیکن یہ آڑ کس سمت سے لی جائے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مجبور آئے کیا کہ دوبارہ گاڑی میں داخل ہو جائیں۔ تقریباً تین منٹ تک یہ گولیاں برستی رہیں اور اس کے بعد بند ہو گئیں۔

دھوئیں کا وہ بادل جو آہستہ آہستہ اپنا حجم بڑھاتا جا رہا تھا اب فضاؤں میں گم ہونے لگا تھا۔ یقیناً یہ دستی بم سے اٹھنے والے دھوئیں کا بادل تھا۔ ہم نے چند لمحے انتظار کیا اور اس کے بعد باہر نکلے تو ہمیں اندازہ ہوا کہ ہمارے پیچھے آنے والی پولیس گاڑی الٹی پڑی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے تمام سپاہی خون میں لت پت زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ انتہائی ہولناک منظر تھا۔ ایک لمحے کے لیے ہم ساکت رہ گئے۔

آثرن کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا تانڈوز کے علاوہ یہ کسی اور کی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ آؤ ہم انھیں تلاش کریں۔“

لیکن ہم تین آدمی بھلا تانڈوز کو کہاں تلاش کر سکتے تھے۔ ہم جنگل میں ادھر ادھر بھٹکتے رہے۔ رائفلیں ہمارے ہاتھوں میں تھیں۔ مجھے یقین تھا جو تانڈوز دہشت پسند ہم پر حملہ آور ہوئے تھے ان کی تعداد کم نہیں ہو گی۔ بھلا ہم تین آدمی ان بے شمار انسانوں کی تلاش میں کیا کر سکتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر جنگل میں گھومنے کے بعد اور کوئی نشان نہ پا کر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ بے چارہ آثرن اپنے ساتھیوں کی موت سے بیٹھ دل برداشتہ ہو گیا تھا۔ میں نے دھیمی آواز میں اس سے پوچھا۔ ”ان لاشوں کا کیا کرو گے مسٹر آثرن؟“

”انھیں اپنی گاڑی میں لاد لیا جائے کیونکہ دوسری گاڑی مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ ہم بائرنی بستی ہی میں ان کی تدفین کا انتظام کر دیں گے۔“ چنانچہ چھ خون آلود لاشوں کو ہم نے اپنی گاڑی میں لاد لیا اور خود ہم تینوں اگلی سیٹ پر آ بیٹھے۔ آثرن بالکل خاموش تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد گاڑی بائرنی بستی میں داخل ہو گئی۔

آثرن اپنے ساتھیوں کی موت سے بہت غمگین تھا۔ اس کے سینے میں انتقامی جذبہ بہت شدت سے جاگ اٹھا تھا اور بار بار وہ تانڈوز کے خلاف نفرت کا اظہار کرتا تھا۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد اس نے بستی والوں کو اکٹھا کیا اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں دفنانے کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ بستی کے لوگوں میں خوف و ہراس کی سی فضا پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بھولے بھالے سادے مقامی دیہاتی تھے جن کی اپنی کوئی سیاست نہیں تھی۔ وہ تانڈوز کے لیے کام کرنے پر آمادہ تھے نہ ان کے خلاف۔ آثرن نے مجھے بتایا کہ بستی والوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی گئی ہے مگر وہ تانڈوز کے خلاف کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہیں اور اس سلسلے میں یہی کہتے ہیں کہ حکومت پہلے ہماری حفاظت کا بندوبست کرے۔ انھوں نے آئی مین کی موت پر بھی یہی تبصرہ کیا ہے کہ جس طرح آئی مین کو اس کے خاندان سمیت تباہ کر دیا گیا اسی طرح ایک نہ ایک دن وہ بھی تانڈوز کے ہاتھوں مارے جائیں گے اور ان سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ نہ تو وہ تانڈوز کے خلاف کچھ کہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کریں۔

اس وقت پولیس کے سپاہیوں کی تدفین کا کام کرنے سے انھوں نے انکار نہیں کیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آثرن نے مجھ سے کہا۔ ”آؤ ان لاشوں کا جائزہ لے لیں جو آئی مین کے مکان میں پڑی ہوئی ہیں۔“

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ”کیا وہ لاشیں دفنائی نہیں گئی ہیں مسٹر آثرن؟“

”نہیں۔“

”لیکن کیوں؟“

”کوئی خاص بات نہیں، صرف اس لیے کہ ہم اپنی تحقیق مکمل کر لیں۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص کارروائی نہیں کی ہے۔ بس قاتلوں کی تلاش میں فوری طور پر مارا مارا پھرتا رہا ہوں اور اس کے بعد واپس فوری طور پر پہنچ گیا تھا تاکہ ضروری امور نمٹانے کے بعد اس سلسلے میں کارروائی کروں۔“

ہم بستی کے کچھ لوگوں کے ساتھ آئی مین کے مکان میں داخل ہو گئے۔ مکان سے بدبو اور تعفن کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ جس جگہ یہ تینوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں وہاں سانس تک نہیں لی جا سکتی تھی۔ ہم کسی نہ کسی طرح آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچ گئے جہاں یہ تینوں لاشیں سب کو بے گور و کفن پڑی ہوئی تھیں۔ کسی نے ان لاشوں کو پوری طرح ڈھک کر رکھا تھا۔ ان کی بھنبھناہٹ سے وہاں ایک عجیب سی گونج پیدا ہو رہی تھی۔ آثرن نے ایک پرانا کپڑا اٹھا کر مکھیوں کو اڑایا تو میری آنکھوں نے ایک دلدوز منظر دیکھا۔ زمین سے کچھ بلند ایک چبوترہ تھا جس پر آئی مین کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کا آدھا بدن نیچے زمین پر تھا۔ سر چبوترے کے اوپر تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور سر سے نکلنے والا خون پلکوں پر بھی جم گیا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے انتہائی گہری بے بسی کی گواہ تھیں بلکہ ان کی پلکوں پر لگی تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر اس کی بیوی کی لاش خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی۔

ایک کونے میں آٹھ نو سال کی لڑکی اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی۔ اس کا دایاں ہاتھ سر کے نیچے اور بایاں ہاتھ دل پر تھا۔ گولی اس کے دل سے پار نکل گئی تھی۔ بچی کے نزدیک ہی اس کی گڑیا، شیشے کا ایک خوبصورت کھلونا اور مٹی کا چند رکھا ہوا تھا۔ ایک کمرے میں برتن بکھرے پڑے تھے۔ ایک جانب مٹی کے تیل کا لیمپ پڑا تھا۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ذہن پر بڑا خوفناک تاثر قائم ہوتا تھا۔

طرح چپولا ہوا تھا۔ آنکھوں سے وحشت نمایاں تھی۔ بدن تھر تھر
کانپ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ بُری طرح رونے لگی۔
"بالآخر وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا، بالآخر وہی ہوا۔" اس
نے روتے ہوئے سسکاری لی۔
"کیا ہوا؟ کون ہو تم؟" میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔
"لے گئے، وہ اُسے بھی لے گئے۔ سمجھے تم؟ وہ اُسے بھی
لے گئے۔"
"کسے؟ آؤ اندر آؤ، ذرا تفصیل سے بتاؤ کیا بات ہے؟"
"کیا فائدہ تفصیل بتانے سے۔ تم لوگ کیا کر سکو گے بتاؤ؟
تم میرے محبوب کے لیے کیا کر سکو گے؟ میں نے بچپن سے اُسے
پیار کیا ہے اور اب وہ... وہ ان کا شکار ہو گیا۔ پاگل تھا، اپنے
وطن سے محبت کا جذبہ رکھتا تھا۔ تانڈوز کے خلاف اپنے وطن
کی مدد کرنا چاہتا تھا اور اب... اب اس کی لاش کہیں نہ کہیں
مل ہی جائے گی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور زمین پر
بیٹھ گئی۔ ہم اسے دلاسہ دینے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میری
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ آخر کار جب اس کا رونا
دھونا کسی قدر کم ہوا تو میں نے اس سے پوچھا۔
"براہِ کرم پوری تفصیل تو بتا دو، اب جبکہ تم یہاں آ گئی ہو
تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا؟"
"ہاں۔ وہ تانڈوز کے لیے دل میں نفرت رکھتا تھا۔ اسے
آل بیٹا کی موت کا بھی بہت افسوس تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ
وہ تانڈوز کے بارے میں معلومات اکٹھا کر کے حکومت کے حوالے
کر دے گا اور نتیجے میں وہ لوگ اسے پکڑ کر لے گئے۔"
"کتنے تھے وہ لوگ، تعداد میں کتنے تھے؟" میں نے تشویش
زدہ لہجے میں سوال کیا۔
"پچاس ساٹھ کے قریب ہوں گے۔" وہ شدتِ جذبات
سے اپنے ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔
"کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ کس سمت گئے ہیں اور کس طرح
انھوں نے تمہارے محبوب کو قبضے میں کیا؟" میں نے پوچھا اور وہ
ہمیں تفصیل بتانے لگی۔
اسی دوران آئرن بھی وہاں پہنچ گیا۔ لڑکی کو دیکھ کر اس نے
حیرت کا اظہار کیا تھا۔ میں نے لڑکی کے بارے میں اسے تفصیل بتائی
اور وہ ہمدردی سے لڑکی کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا "تمہارا
نام کیا ہے؟"
"میں گیلیش ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔
"ڈیئر گیلیش! وہ تمہارے محبوب کو پکڑ کر لے گئے ہیں، ہم
تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن تمہاری بستی کے لوگ کسی طور ہم
سے تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔"
"میں آمادہ ہوں۔ میں تمہیں ان کا راستہ بتاؤں گی،
میں تمہیں ان کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤں گی۔ سب کچھ
میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں گی۔"
"براہِ کرم صبر کرو، صبر اور ہمت سے کام لو۔ اگر تم ہمارے
ساتھ تعاون کرو گی تو یقین کرو، ہم تمہارے محبوب کو چھڑانے
کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔" آئرن نے کہا۔
"ہاں، میں اسے آزاد کرانا چاہتی ہوں۔ یا پھر خود ان کے
ہاتھوں مر جانا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ، میں تمہارے لیے کیا
کروں؟"
"تمہارے اہلِ خاندان میں اور کون کون ہے؟"
"میرا کوئی خاندان نہیں ہے، میرا اس دنیا میں کوئی نہیں
ہے، سوائے اس کے میرا کوئی نہیں ہے۔ جلدی کرو، دیر نہ کرو۔"
وہ جذباتی لہجے میں بولی اور آئرن میری طرف دیکھنے لگا۔
میں خود بھی ذرا پریشان سا تھا۔ اگر ہم اس لڑکی کی مدد
پر آمادہ ہو بھی جاتے تو کیا کر سکتے تھے، ہم صرف تین افراد تھے۔
"میں کرنل کیرانو کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آیا
ہوں۔" آئرن بولا۔ "کرنل کی چھاؤنی یہاں سے تقریباً چھ میل
کے فاصلے پر ہے اور چھ میل کا یہ فاصلہ طے کرنے میں ہمیں
کوئی خاص وقت نہیں ہو گی۔ لڑکی کو ہم اپنے ساتھ لے لیتے ہیں،
کیوں گیلیش! تم ہمارے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"
"تم مسلسل فضول باتیں کیے جا رہے ہو۔ میں نے کب
انکار کیا ہے؟" وہ بولی اور ہم اسی وقت تیار ہو گئے۔
کرنل کیرانو کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ معلوم نہیں تھا
لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، ہم تو دوسرے ہی مقصد سے
یہاں پہنچے تھے تاہم دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہو رہی تھی کہ
کم از کم تانڈوز کی زیارت تو کر لی جائے اور دیکھ تو لیا جائے کہ ان
کا چیف کیا اغراض و مقاصد رکھتا ہے اور اس کا طریقۂ کار
کیا ہے؟
ہم سب پولیس جیپ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ آئرن
نے اسلحے کا معقول بندوبست کر لیا تھا اور ہم دونوں کو چوکنا
رہنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ خود سرکاری جیپ چلا رہا تھا۔ ایک ایک
لمحہ چوکنا رہ کر ہم یہ چھ میل کا فاصلہ طے کرنے میں کامیاب ہو
گئے، مگر لمحہ بہ لمحہ یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ ابھی کسی طرف سے گولیوں
کی بوچھاڑ ہو گی اور ہمارے بدن خاک و خون میں لتھڑے ہوئے
نظر آنے لگیں گے۔ یہ صورتِ حال اس قدر خوفناک ہو گی، اس کا اندازہ
ہمیں نہیں تھا لیکن اب تو آ ہی پھنسے تھے اور ان معاملات میں

کود ہی پڑے تھے، اب آگے جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو گا ہی۔
کرنل کیرانو تک پہنچنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں
آئی۔ وہ درمیانی عمر کا ایک اچھا خاصا چست و چالاک آدمی
تھا۔ اس نے پُرجوش انداز میں ہم تینوں سے مصافحہ کیا اور پھر
لڑکی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ خاتون کون ہیں؟"
"گیلیش ہے ان کا نام اور کہتی ہیں کہ یہ تانڈوز کی سمت
جانے پر آمادہ ہیں۔"
"اوہ! واقعی یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔ میں تو کوشش
کر کے ہار گیا لیکن اطراف کے لوگوں پر ایسی دہشت چھائی ہوئی
ہے کہ کھلتے ہی نہیں۔ ان میں سے کوئی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں
ہے۔ بعض لوگوں پر میں تشدد کر کے بھی دیکھ چکا ہوں، وہ مر جانا
پسند کرتے ہیں لیکن تانڈوز کے خلاف زبان کھولنے پر آمادہ
نہیں ہیں۔"
"کرنل! کیا میں آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟" میں نے
اسے مخاطب کیا اور کرنل کیرانو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"ہمارا مشن ایک ہی ہے دوست! ہم زندگی کی بازی
لگا کر یہاں پہنچے ہیں۔ چنانچہ کچھ بھی پوچھنے میں تکلف کی ضرورت
نہیں ہے۔" وہ خوش اخلاقی سے بولا۔
"شکریہ کرنل! کیا آپ نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ کہیں
یہ لوگ ذہنی طور پر تانڈوز کے مشن سے تو متفق نہیں ہیں؟"
"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ میں نے اس کا اندازہ
لگانے کی کوشش کی ہے لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ
لوگ قطعی طور پر تانڈوز سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔ قاتلوں،
ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں سے کون ہمدردی رکھ سکتا ہے؟"
کرنل نے کہا۔
"گویا آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ تانڈوز
سے ہمدردی تو نہیں رکھتے، البتہ ان سے خوف زدہ ہیں؟"
"ہاں، سو فیصد یہی بات ہے۔"
"تو پھر کرنل! کیا پروگرام ہے آپ کا؟"
"ہم اس لڑکی کی رہنمائی میں اس سمت سفر کریں گے جہاں
تانڈوز چھپے ہوئے ہیں۔ میں یوں کرتا ہوں کہ تقریباً ڈیڑھ سو
فوجی ساتھ لے لیتا ہوں۔ ہم اپنے ساتھ چند ٹینک بھی لائے ہیں تاکہ
کسی موقع پر زیادہ مؤثر کارروائی کر سکیں۔ میرا خیال ہے ہم دو
ٹینک ساتھ لے لیتے ہیں۔" کرنل نے کہا۔ آئرن نے اس کی بات
سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ کرنل نے پہلے ہمیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔
لڑکی کے لیے بھی اس نے مناسب بندوبست کر دیا تھا لیکن
وہ بے حال معلوم ہوتی تھی، بار بار ہم لوگوں کے پاس پہنچ جاتی
اور یہی کہتی کہ ہم لوگ وقت ضائع کر رہے ہیں اور وقت کا
یہ زیاں اس کے محبوب کے لیے نقصان دہ ہو گا۔ پتا نہیں تانڈوز
کب اسے قتل کر کے کہاں پھینک دیں۔ بہرحال دلاسہ دینے
کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہمارے ساتھ کرنل کیرانو نے
جلدی جلدی انتظامات کیے اور شام کا جھٹپٹا ہونے سے پہلے
ہم وہاں سے چل پڑے۔ لڑکی نے ہمیں وہ سمت بتائی تھی
جدھر اس نے تانڈوز کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہر چند کہ یہ ایک
مبہم سی کوشش تھی اور اس سلسلے میں کوئی امید افزا بات نہیں کہی
جا سکتی تھی۔ پھر بھی ضروری نہیں تھا کہ لڑکی نے جو کچھ بتایا ہے،
وہ درست ہی ہو گا لیکن اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے
اور کوئی راستہ نہیں تھا۔
کرنل کیرانو نے کہا کہ وہ رات بھر سفر جاری رکھے گا اور
اس وقت تک واپسی کا ارادہ نہیں رکھتے جب تک کہ تانڈوز
کے کسی گروہ سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ وہ خود بھی پُرجوش انسان
تھا اور بہت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ راستے میں اس نے کہا
"میں نے یہاں کے بارے میں حکومت کو رپورٹ بھیجی ہے اور
مجھے یقین ہے کہ بہت جلد حکومت اس طرف متوجہ ہو جائے
گی۔ جلد ہی کوئی بڑی فوج بھیجی جائے گی جو یہاں آ کر سارا انتظام
سنبھال لے گی۔ فوری طور پر میں کچھ سو جوانوں کے ساتھ آیا تھا۔
میرے دو ساتھی میجر بھی یہاں کام کر رہے ہیں اور ہم نے اپنے
طور پر تانڈوز کے خلاف کچھ اقدام کیے ہیں جن کا ابھی کوئی نتیجہ
برآمد نہیں ہوا لیکن ہم مایوس بہرحال نہیں ہیں۔" کرنل کیرانو بھی
بہت سی باتیں کرتا رہا اور ہمارا سفر طے ہوتا رہا۔ چند ٹرکوں میں فوجی
جوان سفر کر رہے تھے۔ دو ٹینک تیز رفتاری سے آ رہے تھے۔
رات ہو گئی۔ رات کی گہری خاموشی میں ٹرکوں کے
انجنوں کی آواز اور ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ دور دور تک گونج رہی
تھی۔ مجھے یقین تھا کہ تانڈوز ہماری آمد سے بے خبر نہیں ہوں
گے۔ وہ یقیناً یہ بات جانتے ہوں گے کہ ان کے خلاف ایک
فوجی دستہ حرکت میں آ چکا ہے۔ ان حالات میں اس لڑکی کے
محبوب کو بچانا مشکل ہی تھا لیکن اس راہ میں وہ ہماری رہنما تھی
اس لیے اسے ساتھ لے لیا گیا تھا۔
رات کی تاریکی میں سفر جاری رہا تھا۔ ہم نے پلک تک
نہیں جھپکی تھی اور اس وقت سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا جب ہم
گھاٹیوں میں اترنے لگے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے تک یہ
سڑک گہرائی میں اترتی تھی اور پھر ایک خطرناک موڑ مڑنے کے
بعد یہ بلندی کی جانب چلی جاتی تھی۔ اب تک ہماری مڈبھیڑ
تانڈوز سے نہیں ہوئی تھی اور نہ ان کے نشانات نظر آئے تھے۔

کرنل کیرالو کسی قدر مضطرب نظر آرہا تھا۔ اس نے گرچھر آئرن سے اس خدشے کا اظہار بھی کیا تھا کہ کہیں لڑکی راستہ نہ بھول گئی ہو۔ کیا ضروری تھا کہ تانڈوز اسی سمت میں ہوں گے لیکن آئرن نے جواب دیا تھا کہ چونکہ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس لیے کم از کم ایک مخصوص علاقے تک اس جگہ کو دیکھ لیا جائے۔

گاڑیاں وہ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ تک پہنچ گئیں جہاں دونوں طرف گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ جونہی یہ فوجی کارواں اس موڑ پر پہنچا، دفعتاً ہم پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ گولیاں اچانک ہی چلنا شروع ہوگئی تھیں۔

ٹینک تیار کرلیے گئے اور جواب میں تین انچ کے دہانوں والی توپوں سے گولہ باری کی جانے لگی۔ فوجیوں کی اسٹین گنیں حرکت میں آگئیں لیکن دشمن نگاہوں سے اوجھل تھا۔ ہم دعوے سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جو گولیاں ہم چلا رہے ہیں، وہ دشمن کو نقصان پہنچا بھی رہی ہیں یا نہیں۔ فوجی مورچے بنا رہے تھے اور بے شمار فوجی ٹرکوں میں ہی تانڈوز کا شکار ہوگئے تھے۔ حملہ چونکہ اچانک ہوا۔ اس لیے خود کو سنبھالے رکھنا مشکل ہوگیا تھا۔

چیرن سنگھ بھی اسٹین گن لے کر نیچے اتر گیا تھا اور ایک پتھر کی آڑ سے گولیاں برسا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ ”واہ بھائی جی! اس سے بہتر تو یہ تھا کہ میں مستقل فوج میں بھرتی ہو جاتا اور تم پاکستانی فوج میں۔ یہی سب کچھ کرنا تھا تو پھر اتنی آوارہ گردی کی کیا ضرورت تھی۔“ جواباً میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

ہم اپنی اسٹین گنوں کو استعمال کر رہے تھے۔ اس وقت جان بچانے کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ اگر تانڈوز ہم پر حاوی ہو گئے تو کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ ہم اصل میں کون ہیں اور چند گولیاں ہمارے جسموں میں بھی اتار دی جائیں گی۔ اس لیے ہم بھی دوسروں کی مانند اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے۔ البتہ ہم نے اس کا خیال رکھا تھا کہ ہم بالکل ہی نہتے نہ ہو جائیں۔ تانڈوز کی طرف سے جو کارروائی ہو رہی تھی، وہ اتنی مؤثر اور خطرناک تھی کہ مجھے یہ احساس ہو چلا تھا کہ شاید یہ فوج مکمل طور پر اپنا دفاع نہ کر سکے جس کی تعداد صرف ڈیڑھ سو کے قریب ہے۔

کرنل کیرالو وقتی طور پر چیک رہا تھا لیکن ان دھماکوں کا بھی کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ پھر دوسری طرف سے بھی دستی بموں کا استعمال شروع ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہم سے زیادہ دور نہیں تھے۔ صورت حال اور بھیانک ہوگئی تھی۔ اب جہاں تک سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہم کیا کریں۔ تانڈوز کی طرف سے جو کارروائی ہو رہی تھی اس کے نتیجے میں فوجی جوان دھڑا دھڑ مر رہے تھے۔ چونکہ ان کی تعداد بھی کم تھی اور پھر وہ ایسے علاقے میں پھنس گئے تھے جہاں ان کے لیے پوزیشن بہتر نہیں تھی۔ گولیوں سے تو وہ بچ گئے تھے لیکن دستی بم تاک تاک کر ایسے ہی نشانوں پر پھینکے جا رہے تھے جہاں وہ موجود تھے۔ البتہ ہم زیادہ کارآمد ہو رہے تھے۔ صورت حال تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی۔ فوجی کارروائی تقریباً ناکام ہو چکی تھی اور ہم شکست سے دوچار تھے۔ اب اپنی جان بچانے کا مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا جا رہا تھا۔

چنانچہ ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگے۔ ہمارے عقب میں درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے بہتر یہی سمجھا کہ درختوں میں پناہ لی جائے۔ چنانچہ میں اور چیرن سنگھ پیچھے ہٹتے ہوئے بالآخر درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہ بھی خدشہ تھا کہ ممکن ہے گوریلے بھی اس جنگل میں موجود ہوں لیکن خطرہ مول لیے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ ہمارا اندازہ کسی حد تک درست نکلا۔ ہم ابھی درختوں کے جھنڈ میں گھسے ہی تھے کہ دفعتاً اسٹین گن کا ایک برسٹ ہم پر پڑا۔ بس اتفاق ہی تھا کہ بچ گئے، ورنہ ہماری پشت گولیوں سے چھلنی ہوگئی ہوتی۔

چیرن سنگھ نے ایک لوٹ لگائی۔ غالباً وہ اسٹین گن سے فائر کرنے والوں کے رخ کا اندازہ لگا چکا تھا۔ لوٹ لگاتے ہی وہ سیدھا ہوا اور اس نے ایک درخت کی چوٹی کی طرف منہ کرکے زبردست فائرنگ شروع کر دی۔ چار آدمی پکے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے آگرے تھے۔ یہ تانڈوز تھے۔ میں ایک درخت کے تنے سے پشت لگا کر اطراف کا جائزہ لینے لگا لیکن اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔

اندازہ یہ ہوا کہ یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر درختوں کے بیچ میں گھستے ہوئے بالآخر گھاس کے ایک ایسے جھنڈ کے نزدیک پہنچ گئے جس میں داخل ہونے کے بعد ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس جھنڈ کے آس پاس درخت بکھرے ہوئے تھے جن کی وجہ سے یہ جھنڈ اور بھی محفوظ ہوگیا تھا۔ فی الحال چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نظر نہیں آئی تھی۔ گولیاں کافی حد تک اب رک گئی تھیں۔ غالباً تمام ہی فوجی کام آگئے تھے۔

چیرن سنگھ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”لعنت ہے تیرے کام پر۔ اس کا مقصد ہے کہ کرنل کیرالو بھی کام آگیا اور غالباً تمہارا پیارا مطلب ہے آئرن بھی۔“ میں تشویش زدہ انداز میں اس مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ اگر وہ دونوں کام آگئے تو ہمارے لیے واقعی مشکلات

پیدا ہو جائیں گی۔

چاروں طرف سکوت پھیل گیا تھا۔ کبھی کبھی اس سکوت میں زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں رخنہ انداز ہو جاتی تھیں اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا جاتی تھی۔ سورج بلند ہو چکا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے جب اس خاموشی سے اکتا کر ہم دونوں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا اور آہستہ آہستہ باہر نکل آئے۔ ہمارا رخ اس جانب تھا جدھر فوجی جوانوں پر قیامت ٹوٹی تھی۔ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ٹرکوں وغیرہ کی کیا پوزیشن ہے اور کیا ہمارا یہاں سے جانا ممکن ہے؟

میں آہستہ آہستہ پوزیشن لیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ چیرن سنگھ مجھ سے پشت ملائے دوسری سمتوں پر نگاہیں رکھے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے جہاں ٹرک وغیرہ کھڑے تھے۔ چاروں طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ فوجی جوانوں کی لاشیں دیکھ دیکھ کر سر جھکائے جا رہے تھے۔ تقریباً تمام ہی جوان کام آگئے تھے۔ ان کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی زمین پر اوندھی سیدھی پڑی تھیں۔ آسمان پر چیلیں اور گدھ منڈلانا شروع ہوگئے تھے۔ غالباً انہوں نے مُردوں کی بو محسوس کرلی تھی۔

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ میں ان لاشوں میں کرنل کیرالو اور آئرن کی لاشیں تلاش کر رہا تھا۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔ اسی طرح آگے بڑھتا ہوا میں اس ٹرک کی آڑ میں پہنچ گیا جس کے دوسری طرف ٹینک کھڑا ہوا تھا۔ ابھی میں مڑنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں نے محسوس کیا، ٹینک کا ڈھکنا اٹھ رہا ہے۔ میں ایک دم سے اپنی جگہ رک گیا۔ ٹینک کے ڈھکنے میں سے ایک چہرہ ابھرا۔ میں نے غور سے دیکھا، گیلیش تھی جس کی رہنمائی میں ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ گیلیش ٹینک میں گھس کیا کر رہی ہے۔ ممکن ہے وہ جان بچانے کے لیے اس میں آچھپی ہو۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر گیلیش کو آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے ڈھکنا بند ہو گیا اور وہ اندر دبک گئی۔ اس کے دبکنے کی وجہ ایک لمحے کو تو میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس خوں ریزی سے خوف زدہ ہوگئی ہے اور یقیناً خوف زدہ ہو کر ہی اندر چھپ گئی ہوگی۔

میں اپنی اسٹین گن سنبھالے ہوئے آگے بڑھا لیکن جونہی ٹینک کے قریب پہنچا، دفعتاً ڈھکنا دوبارہ اٹھا اور ریوالور کا شعلہ میرے دائیں کان کی لو کو چھوتا ہوا گزر گیا۔ میں فوراً زمین پر گر پڑا اور پھر مجھے یہ اندازہ لگاتے ہوئے دیر نہیں لگی کہ گیلیش قطعی طور پر بدحواس نہیں ہے بلکہ یقینی طور پر کوئی اور ہی معاملہ ہے۔

چیرن سنگھ نے مجھے دیکھا، وہ گھوم کر دوسری جانب سے ٹینک کی سمت آ رہا تھا۔ اس طرح ہم دونوں پیٹ کے بل رینگتے ہوئے ٹینک کے نزدیک پہنچ گئے۔ مجھے ایک بڑی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ گیلیش کے بارے میں میری رائے بدل چکی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ عورت دراصل وہ نہیں ہے جو اس نے ظاہر کیا تھا۔ یقیناً اس طرح وہ ہم لوگوں کو گھیر کر یہاں تک لے آئی تھی اور اس کے بعد... اس کے بعد... تازہ صورت حال مزید الجھن کا باعث بن گئی تھی۔ ایک ذہین عورت ٹینک میں چھپی ہوئی تھی اور مسلح تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن تھا کہ اطراف میں تانڈوز دہشت پسند بھی موجود ہوں۔ اس طرح ہم کھلی فضا میں ان کے نشانے کی زد پر تھے۔

عین اسی لمحے پتوں پر کسی کے چلنے کی آہٹ ہوئی اور ہمیں احساس ہوگیا کہ اب تیرا وقت بالکل قریب آگیا ہے۔ ذرا سی غفلت ہمارا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میری پشت کی جانب ابھرنے والی آہٹ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ٹینک کا ڈھکنا ایک بار پھر کھلا اور گولیاں برسنے لگیں۔ یہ گولیاں اس آہٹ کی سمت برسائی گئی تھیں۔ پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ غالباً دوسری طرف جو کوئی بھی تھا، وہ ان گولیوں کا شکار ہوگیا تھا یا اگر نہیں ہوا تھا تو چھپ گیا تھا لیکن کیا گیلیش سے غلطی ہوئی ہے؟ کیا اس نے ہمارے دھوکے میں ان پر گولیاں برسائی ہیں؟ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ آہستہ آہستہ میں ٹینک کے قریب پہنچ کر ذرا سا اٹھا اور پھر ایک چھلانگ لگا کر اس کے ڈھکن کے قریب پہنچ گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ گیلیش کو ٹینک سے باہر کس طرح نکالا جائے۔ میں ابھی اس سلسلے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ڈھکنا پھر اٹھا اور جونہی گیلیش کا چہرہ فضا میں بلند ہوا، میں نے پوری قوت سے اس کی گردن کو عقب سے اپنے بازو کی گرفت میں جکڑ لیا اور اس سے پہلے کہ اس کے حلق سے ایک چیخ بھی نکلتی، میں ٹینک کے اندر کود گیا۔ اب وہ میرے رحم و کرم پر تھی۔ میں نے اس کی ریوالور اٹھائی اور باہر پھینک دی، پھر اسے بالوں سے پکڑ کر دھکیلا اور نیچے دھکا دے دیا۔ جہاں اسے سنبھالنے کے لیے چیرن سنگھ موجود تھا۔

گیلیش کے بارے میں اب یہ یقین ہوگیا تھا کہ وہ تانڈوز سے ملی ہوئی ہے اور ہمارے خلاف ان کی مدد کر رہی ہے۔ گیلیش کو نکالنے کے بعد جونہی ہم باہر پہنچے اور ہم نے اس کے ہاتھ پاؤں کسے، دفعتاً عقب سے ہمیں ایک آواز سنائی دی۔

گولی مت چلانا ارسن! یہ ہم لوگ ہیں۔" آواز کرنل کیرالو کی تھی اور اس کے ساتھ گریتھر آرٹن بھی موجود تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ کیرالو کی آنکھوں سے خون چھلک رہا تھا، وہ شدید غصے کے عالم میں تھا، یہی کیفیت آرٹن کی بھی تھی۔

"چلو۔ تو تمہارا محبوب اغوا کر لیا گیا تھا اور تم ہماری رہنمائی کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھیں!" کرنل کیرالو نے کہا۔ گیلش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ صورت حال بگڑ گئی ہے لیکن اب اس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی ابھر آئی تھی۔ کیرالو آگے بڑھا اور اس نے گیلش کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا۔ "ذلیل عورت! تم نے جو کچھ کیا ہے، کیا تم سمجھتی ہو تمہیں اس کے لیے معاف کر دیا جائے گا؟" گیلش نے نفرت بھری نظروں سے کیرالو کو دیکھا اور پھر زمین پر تھوک دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اسے ٹرک میں ڈال لو اور لے چلو۔" کیرالو نے یہ حکم ہم لوگوں کو دیا تھا چنانچہ گیلش کو باندھ کر ٹرک میں ڈال لیا گیا۔ ٹرک محفوظ تھے اور انہیں کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا تھا کیونکہ فوجی جوان ٹرکوں سے نیچے اتر آئے تھے لیکن بدقسمتی سے ایک بھی فوجی جوان زندہ نہیں بچا تھا۔ ہمارے چاروں طرف ان کی لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ٹرک میں سوار ہونے سے قبل کیرالو نے ان پر نگاہ ڈالی اور پھر اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

"تم میں سے ایک ایک کا انتقام لیا جائے گا میرے بہادر جوانو! تم میں سے ایک ایک کا انتقام لیا جائے گا۔" یہ کہنے کے بعد وہ ٹرک میں سوار ہو گیا اور پھر اس نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آرٹن نے مجھے اور جیرن سنگھ کو حکم دیا تھا کہ ہم ٹرک کے عقبی حصے میں جا کر اسٹین گنیں سنبھال لیں، ممکن ہے راستے میں ہماری مڈبھیڑ دوبارہ تانڈوز سے ہو جائے۔

اطراف میں جس طرح خاموشی چھائی ہوئی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ تانڈوز اپنا کام انجام دینے کے بعد واپس جا چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آرٹن بھی ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"ڈیڑھ سو جوان خاک و خون میں مل گئے۔ بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ تانبڑا کو حکومت ہلا کر رکھ دی جائے گی۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا تم لوگوں نے تانڈوز کی لاشیں تلاش کرنے کی کوشش کی؟"

"ہاں۔ مزرف میں ان کی تقریباً ستر لاشیں موجود تھیں۔" آرٹن نے جواب دیا۔

"کیا اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ راستے میں ان سے دوبارہ مڈبھیڑ ہو جائے؟"

"ہاں! اس خطرے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ ان راستوں پر پہنچ گئے ہوں جہاں سے ہم واپس گزرنے والے ہیں۔ انہیں یہ اندازہ تو ہو گا کہ ہم واپسی میں اسی راستے سے گزریں گے۔"

"آپ لوگوں کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟"

"نہیں! ہم محفوظ ہیں لیکن ہمارے دل شدید زخمی ہیں کیونکہ ہم اپنے ڈیڑھ سو جوانوں کو کھو کر جا رہے ہیں۔" آرٹن نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا۔

ہم راستے بھر اس بات کے منتظر رہے کہ کسی طرف سے حملہ ہو تو اس کا جواب دیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ تانڈوز اس علاقے میں اب موجود ہی نہیں تھے۔ آرٹن بار بار خونخوار نگاہوں سے گیلش کو گھورنے لگتا تھا جو بےحس بنی پڑی تھی۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہے۔ بالآخر کرنل کیرالو شکست خوردہ اپنے کیمپ میں واپس پہنچ گیا جہاں دوسرے جوانوں نے اس کا استقبال کیا لیکن صرف ایک ٹرک کو آتے دیکھ کر اور اس ٹرک میں بھی صرف چند افراد کو دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے تھے۔

کرنل کیرالو نے مختصراً تفصیلات بتائیں اور ان کے چہروں سے غم و اندوہ کے تاثرات جھلکنے لگے۔ کرنل کیرالو گیلش کو لے کر اپنی خصوصی قیام گاہ میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے گیلش کو ایک درخت کے کٹے ہوئے تنے سے باندھ دیا۔ آرٹن اور کرنل کیرالو اب اس کی زبان کھلوانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لوہے کی سلاخیں گرم کی گئیں اور نہ جانے کون کون سی تیاریاں کی گئیں۔ لڑکی نے بتایا کہ اس کا نام گیلش ہی ہے لیکن اس کا تعلق تانڈوز سے ہے۔ وہ اس بستی میں تقریباً چھ ماہ سے رہتی تھی اور تانڈوز کے لیے کام کرتی تھی۔ تانڈوز نے اس کے ذمے یہ کام لگا رکھا تھا کہ وہ اس علاقے میں ہونے والی کارروائیوں کی اطلاع دیتی رہے۔ اسے یقین تھا کہ ہم لوگ کرنل کیرالو سے ضرور ملاقات کریں گے چنانچہ اس نے ہم تک پہنچ کر یہ چکر چلایا اور ہمیں گھیر گھار کر وہاں تک لے گئی۔

"اب تم ڈیگالن کے بارے میں بتاؤ، وہ کہاں پوشیدہ ہے اور اس کے ساتھ کتنے افراد کام کر رہے ہیں؟"

"بےوقوف ہو تم لوگ۔ میری زبان کسی چیز سے پکڑ کر باہر کھینچ لو اور اسے ہتھیلی پر رکھ دو تب بھی ڈیگالن کے بارے میں تمہیں ایک لفظ نہیں بتایا جائے گا۔" اس کی آواز میں کچھ ایسی پتھریلی کیفیت تھی کہ کم از کم میں نے یہی محسوس کیا کہ وہ غلط بیانی نہیں کھولے گی اور میرا اندازہ درست تھا۔ کرنل کیرالو اور آرٹن نے سوجتن کیے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ لالچ اور خوف کا ہر حربہ استعمال کیا گیا مگر اس نے کسی چیز کا اثر قبول نہ کیا۔ وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح ہر سختی کو برداشت کرتی رہی۔ تو جب کرنل کیرالو نے یہ محسوس کیا کہ اس سے کچھ اور نہیں معلوم کیا جا سکتا تو اسے گولی سے اڑا دینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اس سے آخری بار یہ کہا گیا کہ اگر وہ اپنے ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کر دے اور سارے راز بتا دے تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے لیکن اس نے اپنے خوبصورت بالوں کو جھٹکا دیا اور حقارت کے ساتھ نفی میں گردن ہلا دی۔

"تو پھر یہ تو ہو سکتا ہے۔" آرٹن نے اپنا پستول نکال کر کہا اور اس کے دل کا نشانہ لے کر چھ کی چھ گولیاں اس پر داغ دیں۔ اس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی تھی، خون کا فوارہ اس کے بدن سے پھوٹا اور وہ ٹھنڈی ہو گئی مگر کرنل کیرالو نے اس کے قتل کے بعد بھی اطمینان کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ وہ بالکل خاموش تھا۔ گریتھر آرٹن نے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ وہ اپنے ہیڈکوارٹر واپس جانا چاہتا ہے۔

کرنل کیرالو نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "کیا آپ لوگ بھی مسٹر گریتھر کے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں؟"

"کرنل! دراصل ہم لوگ صرف اپنے قومی جذبے کی تکمیل کے لیے اس مہم پر کمربستہ ہوئے تھے کہ تانڈوز ٹولیوں کے... خلاف کارروائیوں میں حصہ لیں۔ ہمارے لیے کسی جگہ یا کسی منزل کا کوئی تعین ضروری نہیں ہے بس جہاں بھی ہماری ضرورت ہو۔"

"بلاشبہ! لیکن اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ میں اپنے دوستوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ دراصل ذہنی طور پر میں بھی اتنا الجھا ہوا ہوں کہ تنہا سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ اگر آپ حکم دیں گے تو میں ان دونوں کو بہت جلد آپ کی خدمت میں واپس کر دوں گا۔" آرٹن نے کرنل سے کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ میں ان لوگوں کی دلیری سے بہت متاثر ہوا ہوں، میں انہیں کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ میں بھی ابھی مصروف رہوں گا کیونکہ اس سلسلے میں مجھے مزید اقدام کرنا ہیں۔۔۔ چنانچہ اگر تم انہیں ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔" ہم گیلش کے ساتھ دس جوان بھیجے گئے تھے جن کی ذمے داری تھی کہ ہمیں بحفاظت واپس پہنچا دیا جائے۔

ہم واپس فیری کول آ گئے۔ یہاں گریتھر آرٹن کو اپنے ساتھیوں کی موت کے بارے میں اطلاع دینا تھی، بہرحال

خاصی تشویش ہو گئی تھی لیکن ہم ان خطرات کے باوجود ابھی یہاں سے واپس نہیں جا سکتے تھے۔ بہتر یہ تھا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے اسے انجام دینے کے بعد ہی یہاں سے واپس جانے کے بارے میں سوچیں۔

اس واقعے کے بعد ہمیں تمام صورتِ حال کی اطلاع ملتی رہی تھی۔ ان ڈیڑھ سو جوانوں کی موت کی اطلاع جب ایجنسی حکومت کو ملی تو وہاں کہرام مچ گیا اور چند ہی روز کے بعد بے شمار فوجی مزدوروں کے ساتھ یہاں بھیج دیے گئے۔ مزدوروں کو ہدایت تھی کہ اس جنگل کو دور دور تک صاف کر دیں اور فوری طور پر کام ہونے لگا تھا۔ اونچے اونچے درخت گرا دیے گئے۔ فوج جنگل میں چاروں طرف پھیل گئی۔ چند ہیلی کاپٹر بھی بھیج دیے گئے تھے جو دن بھر پرواز کرتے رہتے تاکہ ٹانڈوز کی کارروائیوں کی نگرانی کی جا سکے۔ مزدور تمام دن درختوں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کرتے رہتے اور رات کو فوج کی نگرانی میں ایک جگہ سو جاتے۔

تقریباً ڈیڑھ ماہ تک مسلسل کام ہوتا رہا۔ اس دوران وہ راستہ صاف کر دیا گیا تھا جو فیری کول سے کرنل کیرالوک کے کیمپ تک جاتا تھا اور یہاں آنے جانے کی سہولت ہو گئی۔

ہم کئی بار وہاں پہنچے تھے اور کئی بار واپس آئے تھے۔ ایسے ہی ایک دن کی بات ہے، ہم اپنی جیپ میں کیرالوک کے کیمپ سے واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ آشرن بھی ہمارے ساتھ تھا کہ راستے میں سڑک پر ایک شخص ہاتھ اٹھائے کھڑا نظر آیا۔ آشرن نے فوراً اسٹین گن سنبھال لی تھی اور اس کا رخ اس شخص کی طرف کیے ہوئے تھا۔ جیپ اس وقت جیمسن سنگھ ڈرائیو کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔

ہاتھ اٹھائے ہوئے شخص نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"میرا نام بوتھان ہے اور میں ڈیگالن کے اہم ترین ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔" اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر ہم ششدر رہ گئے تھے۔ دراز قامت شخص ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ گھر درا اور ہاتھ پاؤں بہت سخت تھے۔ اس کے بدن پر اور چہرے پر زخموں کے نشان بھی صاف نظر آ رہے تھے۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا میں اسے مذاق تصور کروں؟" آشرن نے درشت لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب! براہ کرم مجھے گرفتار کر کے لے چلیے اور کسی ایسی جگہ لے چلیے جہاں میں اس وقت تک زندہ رہ سکوں جب تک کہ آپ کو اپنے بارے میں تفصیل نہ بتا دوں۔" آشرن کے اشارے پر میں نے نیچے اتر کر اس شخص کی مکمل طور پر تلاشی

لی لیکن اس کے پاس سے کسی قسم کا اسلحہ برآمد نہیں ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو ڈیگالن کا ایک خاص ساتھی بتایا تھا، چنانچہ وہ ہمارے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ انتہائی ہوشیاری اور حفاظت کے ساتھ ہم اسے اپنی کیمپ گاہ تک لائے۔ آشرن نے اس کے لیے بہت سے انتظامات کیے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بتانے سے پہلے ہی کسی گولی کا نشانہ بنا دیا جائے اور اس کے بعد آشرن نے ہماری موجودگی میں اس سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔

"تم کتنے عرصے سے ڈیگالن کے ساتھی ہو؟"

"شروع سے جناب! میرا تعلق انھی ٹانڈوز سے ہے جو آج کل بغاوت پر آمادہ ہیں۔"

"لیکن تمھارے دل میں ٹانڈوز کے خلاف کام کرنے کا خیال کیوں کر آیا؟ تم ڈیگالن کے مخالف کیوں بن گئے ہو؟"

"میرا ضمیر مجھے اپنی ایک حرکت پر اس طرح ملامت کر رہا ہے کہ میں موت چاہتا ہوں۔ میں بغاوت کے شوق میں انسانیت سے دور ہو گیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے ہاتھوں کچھ ایسے قتل ہوئے ہیں جنھوں نے میرے ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے اور اب میں اپنے اس گناہ کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہوں۔ تم آئی مین کے قتل کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا اور ہم چونک پڑے۔

"تو پھر بتاؤ، آئی مین اس کی بیوی اور بچی کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"میں نے۔" بوتھان نے جواب دیا اور ہم سب ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئے۔

آشرن نے غراتے ہوئے کہا۔ "تم نے؟"

"ہاں! میں نے۔ اس نے ہماری تحریک میں شامل ہونے کا عہد کیا تھا لیکن پھر ہم سے غداری کی اور ہمارے کئی راز اگل دیے۔ چنانچہ اسے سزا دینے کے لیے ڈیگالن نے میرا انتخاب کیا۔"

"لیکن تمھارا دشمن تو آئی مین تھا، اس کی بیوی اور بچی سے تمھاری کیا دشمنی تھی؟" گریقر آشرن بمشکل تمام خود پر قابو پائے ہوئے تھا۔ اس کا اظہار اس کے بدن کے تشنج سے ہو رہا تھا۔

"آئی مین کی بیوی بھی ڈیگالن کی کارکن تھی اور ٹانڈوز کے لیے وفاداری کا حلف اٹھا چکی تھی۔ اسی عورت نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ آئی مین مقامی حکومت کا مخبر بن گیا ہے لیکن اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے شوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ وہ اسے راہِ راست پر لے آئے گی۔"

"پھر اسے کیوں قتل کیا گیا؟"

"یہ ٹانڈوز کا بنیادی اصول ہے کہ وہ مخبر کو کبھی معاف نہیں کرتے۔ مجھے یقین تھا کہ آئی مین کی بیوی اپنے شوہر کے قتل میں مزاحمت نہیں کرے گی چونکہ وہ ٹانڈوز تحریک کی وفادار تھی لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ میں جب عقبی دیوار سے اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے اسی عورت نے میرے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی، نتیجے میں مجھے اسے قتل کرنا پڑا۔"

"اور اس کی معصوم بچی؟" گریقر آشرن نے غضبناک لہجے میں پوچھا۔

"اس کی چیخ و پکار نے میرے بدن میں ایک جھرجھری پیدا کر دی تھی اور تم یقین کرو کہ وہ صرف غیر ارادی طور پر میرے ہاتھوں ماری گئی۔ گولی اس کے دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی اور... اور انسپکٹر آشرن وہی دن تھا جب میرا ضمیر جاگا۔ یہی وہ قتل تھا جو مجھے مجبور کر رہا کہ میں ڈیگالن کے اصولوں سے منہ پھیر لوں۔ میں اس کی ان سرگرمیوں سے نفرت کرنے لگا ہوں۔ اس قتل کے بعد مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی ہے۔ مجھے اپنے مشن سے نفرت ہو گئی ہے۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ مجھ پر گراں گزر رہا ہے۔ اس بچی کی دردناک چیخیں دن رات میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہیں اور میں... اور میں طویل عرصے سے سو نہیں سکا ہوں۔" بوتھان کی آواز بھرا گئی۔ اس کی پلکوں پر آنسوؤں کے قطرے چمکنے لگے۔

"تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟ بولو تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"جو دل چاہے کرو۔ میں مرنے کے لیے تیار ہوں بلکہ میں مرنے ہی کے لیے یہاں آیا ہوں لیکن... لیکن میں تمھیں صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ میں اب ٹانڈوز کے خلاف ہوں اور تم چاہو تو اس موقعے سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔"

یہ بات گریقر آشرن کے لیے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث تھی۔ چنانچہ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن یہ بھی سوچ لو کہ اگر تم نے کوئی بڑی چال چلتے ہوئے ہمارے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تو تمھاری زندگی نہیں بچ سکے گی۔"

"یہاں زندگی بچانا ہی کون چاہتا ہے! اگر تم مجھ پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہو تو پھر بہتر ہے کہ مجھے ختم ہی کر دو۔" ہم نے بوتھان کے لہجے میں سچائی محسوس کی تھی۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ بوتھان کو کرنل کیرالوک کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ کرنل کیرالوک کی بوتھان سے ملاقات ہوئی اور وہ مختلف قسم کے سوالات بوتھان سے کرنے لگا۔

ان دنوں فوجی کارروائی کچھ اور تیز ہو گئی تھی اور مزید فوجی اس علاقے میں بھیج دیے گئے تھے جن کی کمان کرنل کیرالوک ہی کے سپرد تھی۔ بے شمار مزدوروں کو حکم دیا گیا تھا کہ جنگل کی صفائی زیادہ سے زیادہ دور تک کر دی جائے تاکہ ٹوپیلے فوجیوں کی نگاہوں میں آ جائیں۔ ہیلی کاپٹروں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی تھی اور اس طرح موثر انداز میں کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اب نواحی بستیاں کسی حد تک ان ٹانڈوز سے محفوظ ہو گئی تھیں اور کافی عرصے سے وہاں کسی گوریلا حملے کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ہمیں یہاں آئے ہوئے تقریباً ڈھائی ماہ ہو چکے تھے اور یہ عرصہ بڑا صبر آزما تھا۔ ہم اپنے حقیقی مشن سے بہت دور نکل آئے تھے جب بھی کبھی ہم تنہا ہوتے تو آپس میں بیٹھ کر احمقانہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے یہی سوال کرتے کہ یہ ہم کس چکر میں آ پھنسے۔ یہاں سے کبھی نکلنا نصیب ہو گا یا نہیں؟

مشرقی جنگل میں مہم کا آغاز کر دیا گیا تھا اور بوتھان کو اس سلسلے میں رہنما بنایا گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیگالن کون کون سے علاقوں میں ملتا ہے اور کہاں کہاں اس کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تجویز بھی یہی تھی کہ اگر جنگلوں کی صفائی کرتے آگے بڑھتے رہا جائے تو یقیناً وہ ڈیگالن کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ سکیں گے۔ کام بڑی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ فوج جنگل کے نو دس میل کے علاقے کو چھانتی اور مشتبہ جگہ پر ٹانڈوز کو تلاش کرتی۔ اس کے بعد ہزاروں مزدور جنگل کا کٹنا شروع کر دیتے اور جس وقت یہ جنگل صاف ہو جاتا تو مزدور مزید آگے بڑھ جاتے۔

دن کی روشنی میں فوجی دستے دور دور تک کا جائزہ لیتے۔ کئی بار ہمیں بھی ان کے ساتھ جنگلوں میں داخل ہونا پڑا۔ ایسے ہی ایک دن کی بات ہے کہ ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ ہماری رہنمائی بوتھان ہی کر رہا تھا۔ بوتھان کے بارے میں اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ اس جنگل کے پیچ و خم اور خفیہ راستوں سے پوری طرح واقف ہے، چنانچہ وہ بڑے اطمینان سے ہماری رہنمائی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دشوار گزار راستوں پر گاڑیاں لے جانے سے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتی تھیں۔ بعض جگہوں پر پیدل ہی سفر کرنا پڑتا تھا، چنانچہ اس دن بھی ہم پیدل ہی سفر کر رہے تھے۔ ہماری اسٹین گنیں تیار تھیں۔ تقریباً آدھا دن گزر چکا تھا اور ہمیں اب تک کسی بھی ٹانڈو سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔

دوپہر کے بعد جب سورج نے ڈھلان کا سفر طے کرنا شروع کیا تو ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں دلدل پھیلی ہوئی تھی۔ [illegible] میں کہیں کہیں تھوڑا تھوڑا پانی کھڑا ہوا تھا۔ بوتھان نے ہماری

طرف دیکھا اور ہمیں آگے آنے کا اشارہ کیا لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد چرن سنگھ نے کہا "میرا خیال ہے یہاں زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے دلدل آگے پھیل کر گہری ہو جائے۔ ہماری واپسی اتنی آسان نہیں ہوگی" ابھی چرن سنگھ نے یہ الفاظ ادا ہی کیے تھے کہ دفعتاً دلدل کے دوسری جانب سے ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور بوبتھان کے حلق کو چیرتی ہوئی ایک طرف نکل گئی۔ بوبتھان چیخ مار کر ایک طرف گر پڑا۔ کافی دیر تک اس کا بدن پھڑکتا رہا اور اس کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ سانحہ ایسا تھا کہ ہم سب ساکت ہو کر رہ گئے تھے۔

بوبتھان کی موت نے ہمارے آگے بڑھنے کا راستہ منقطع کر دیا تھا۔ وہی ان علاقوں میں ہمارا رہنما تھا۔ ڈیگالن کے آدمیوں نے اسے قتل کرنے کے بعد ہمیں ذہنی عصبیت کا شکار کر دیا تھا لیکن اسی وقت میں نے کرنل کیرانو کو شدید غصے کے عالم میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ بوبتھان کی موت سے سخت مشتعل ہو گیا تھا اور دلدل عبور کر کے اس کے دوسرے کنارے پر پہنچنا چاہتا تھا تاکہ بوبتھان کو قتل کرنے والے تانڈوز کو تلاش کر کے ٹھکانے لگا دے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ مجبوراً ہمیں بھی ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلنا پڑا تھا۔ ہمارے پاؤں دلدل میں دھنسنے لگے اور قدم اتنے بوجھل ہو گئے کہ ان کا اٹھانا دوبھر محسوس ہونے لگا۔ میں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ کرنل کیرانو نے اس طرح جوش میں آگے بڑھ کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔

دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ تانڈوز نے انتہائی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے گولی چلا کر ایک طرف اپنے راستے سے تجربے کار بوبتھان کو ہٹا دیا تھا اور دوسری طرف ہمیں اشتعال دلا دیا تھا۔ تاکہ ہم اپنی موت آپ مر جائیں۔ بوبتھان زندہ ہوتا تو وہ ہمیں ان دلدلی راستوں سے بہ آسانی گزار دیتا۔ اب خیریت اسی میں تھی کہ ہم واپس آ جائیں لیکن کرنل کیرانو جوش غضب میں پاگل ہو رہا تھا وہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔

دلدل میں انتہائی خوفناک جونکیں رینگ رہی تھیں جنھوں نے فوراً ہی ہمارے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر قبضہ کر لیا اور جسم کے ساتھ چپک کر خون چوسنے لگیں۔ میں اور چرن سنگھ اس آفت سے بری طرح بوکھلا گئے تھے۔ بڑی مشکل سے ہم نے ایک جونک کو کھینچ کر دیکھا تو پتا چلا وہ خون پی پی کر بُری طرح پھول گئی تھی۔ تمام ہی لوگ سخت عذاب میں مبتلا تھے۔ دلدل سے فوراً باہر نکلنا آسان کام نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میں نے کرنل کیرانو کو گھٹنوں گھٹنوں تک دلدل میں پھنسے ہوئے دیکھا۔ اس کے حلق سے بھی چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس آفت میں کرنل کیرانو کی موت کا مطلب یہ تھا کہ ہم سب یہیں فنا ہو جائیں اس لیے میں اور چرن سنگھ تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ جگہ بھی ایسی تھی کہ ہم لوگ بھی تیزی سے دلدل میں دھنستے جا رہے تھے۔

کرنل کیرانو اب تقریباً آدھے چہرے تک دلدل میں دھنس گیا تھا۔ اس کی آنکھیں باقی رہ گئی تھیں اور اب ان آنکھوں میں خوف اور حسرت تھی۔ میں نے اس کے بال پکڑ لیے۔ میرے عقب میں چرن سنگھ تھا اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ دیکھا دیکھی کچھ اور لوگ بھی آگے بڑھ آئے اور اس طرح ایک قطار سی بنتی چلی گئی۔ سب نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور ہم کرنل کیرانو کو باہر کھینچنے لگے۔ کرنل کیرانو جو اب تک موت کا منتظر تھا آہستہ آہستہ باہر نکلنے لگا۔ اس کے حواس بے شک بحال تھے اور وہ خود بھی باہر نکلنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

بڑی مشکل سے ہم اسے باہر کھینچنے میں کامیاب ہوئے لیکن اس کا بدن مفلوج سا ہو گیا تھا۔ ہمارے بے شمار آدمی اس دلدلی موت کا شکار ہو گئے اور جو باقی بچے وہ بمشکل تمام پیچھے آنے میں کامیاب ہو سکے۔ ہمارے تمام جسم سے جونکیں چپٹی ہوئی تھیں۔ ان جونکوں سے جان چھڑانا انتہائی مشکل کام تھا۔ کم بخت اس طرح چمٹ گئی تھیں کہ فوری طور پر کوئی ذریعہ ایسا نظر نہیں آتا تھا کہ انھیں علیحدہ کیا جا سکے۔ خدا خدا کر کے ہم واپس اس جگہ تک پہنچے جہاں سے دلدل شروع ہوئی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد لوگوں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ آگ روشن کی اور سلگتی ہوئی چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے سرے جونکوں کے جسموں سے لگا کر انھیں بدن سے جدا کیا گیا لیکن اس دوران وہ کم بخت اتنا خون چوس چکی تھیں کہ فوجیوں کے جسم میں نقاہت پیدا ہو گئی تھی۔ ہمارے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم پیچھے ہٹ جائیں۔ وہ راستہ ہمارے لیے مسدود ہو چکا تھا۔

ہم اس افتاد سے نجات پا کر چند لمحے ہی سکون کا سانس لے سکے تھے کہ ایک بار پھر ہم پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ سپاہیوں نے بھی اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ کرنل کیرانو کے حواس اب بھی بہتر نہیں تھے۔ نئی زندگی پانے کی خوشی نے اسے نڈھال سا کر دیا تھا۔ ہمیں یہ احساس جلد ہی ہو گیا کہ اگر ہم نے مزید کچھ وقت اور ادھر گزار لیا تو پھر ہماری زندگیوں کا بچنا محال ہوگا۔ ہم سب نے کرنل کیرانو کے حواس بحال کرنے کی کوشش کی اور بے چارہ کرنل جلد ہی حواس میں آ گیا۔ اس نے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد ہم لوگ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ یہ شکست تسلیم کرنے کا معاملہ نہیں تھا کرنل کیرانو سوچتے ہوئے اس شکست کے کوئی اور قدم اٹھانا چاہتا تھا۔

اس واقعے کے تقریباً بیس دن کے بعد کرنل کیرانو نے ایک خوفناک کارروائی کی۔ اس نے جنگل کو چاروں طرف سے آگ لگا دی اور اس کے بعد یہ آگ پھیلتی چلی گئی۔ جنگل جلتا رہا اور اس کے اطراف میں فوج نے گھیرا ڈال دیا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ تانڈوز نے جلتے ہوئے اس جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اگر ان کی چیخیں آگ کے شعلوں کے درمیان سنائی دیتی تھیں ان کے نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا گیا تھا۔ اگر کبھی آگ کے شعلوں میں جھلستے ہوئے کچھ بدن نظر آ جاتے تو ان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی جاتی۔ کرنل کیرانو اس سے زیادہ بھیانک انتقام ان گوریلوں سے نہیں لے سکتا تھا۔

جنگل نجانے کتنے عرصے تک جلتا رہا۔ کرنل کیرانو نے فوج کو ہدایات دیں اور واپس اپنے ہیڈ کوارٹر آ گیا تھا۔ میں اور چرن سنگھ بھی اس کے ساتھ تھے اور اب ہمیں کرنل کیرانو اور پولیس آفیسر گریتھم آشرن کی مکمل توجہ اور حمایت حاصل ہو گئی تھی کیونکہ ہم نے اس کارروائی میں ان کا مکمل اور بھرپور ساتھ دیا تھا۔ اب کرنل اکثر ہمیں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ چرن سنگھ اور میں ایک طویل دور سے گزر چکے تھے ہم پر بے پناہ لوگوں کی موت کا اثر اب تک طاری تھا۔ وہ خونریز جنگ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی جس میں فوج کے جوان بھی بے تحاشا مارے گئے تھے اور اس کے بعد جنگل میں گوریلوں کو زندہ جلا دیا گیا تھا۔

چرن سنگھ نے ایک رات مجھ سے کہا "بھائی جی اب تو ہم یہاں اور گزارہ کریں گے؟ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ہم واپس ... کسی جزیرے پر پہنچ گئے ہوں۔"

"میں خود یہی سوچ رہا ہوں چرن سنگھ اور اب یہاں سے واپسی کے لیے ایک ترکیب میری سمجھ آئی ہے۔"

"وہ کیا بھائی جی؟" چرن سنگھ نے پوچھا اور میں چرن سنگھ کو اس ترکیب کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ چرن سنگھ نے سننے کے بعد مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ ہمیں اپنا یہ کام احتیاط سے انجام دینا تھا۔ چنانچہ ایک دوپہر ہم جیپ لے کر نکلے۔ آسمان شفاف تھا اور ہم جیپ ناہموار راستوں پر دوڑاتے رہے پھر ایک ایسی جگہ منتخب کرنے کے بعد جہاں لوگوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی، ہم نے جیپ کو ایک کھڈ میں گرا کر الٹ دیا اور خود بڑی احتیاط سے اس کے نیچے دب گئے۔ ہم نے اپنے بدن اس طرح جیپ کے ایک حصے تلے دبا رکھے تھے کہ یہ حادثہ حقیقی محسوس ہو لیکن درحقیقت درمیان میں اتنا خلا موجود تھا کہ جیپ کا وزن ہمارے جسموں پر نہ پڑ سکے۔ اس حادثے کی اطلاع ان لوگوں کو ہو جانا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ تقریباً پینتالیس منٹ تک ہمیں اسی طرح پڑے رہنا پڑا اور اس کے بعد الٹی ہوئی جیپ دیکھ لی گئی۔ فوراً ہی کرنل کیرانو کو اس حادثے کی اطلاع دی گئی۔ اس دوران فوجی جوانوں نے زور لگا کر جیپ ہٹا دی تھی اور اب ہمیں بے ہوش رہنے کی اداکاری کرنا تھی۔ لہٰذا ہم بے ہوش رہے اور سب کی آوازیں سنتے رہے۔

کرنل کیرانو اطلاع ملتے ہی وہاں پہنچ گیا تھا اور اب موقع واردات کا جائزہ لے رہا تھا۔ صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ جیپ پتھر پر چڑھ کر الٹ گئی ہے۔ کسی کو ہمارے اوپر شبہ بھی نہیں ہو سکا۔ کرنل کیرانو نے فوراً ہی گریتھم آشرن کو طلب کر لیا اور گریتھم آشرن جو ہمارا گہرا دوست بن گیا تھا، وہاں پہنچ گیا۔ ہمیں بے ہوشی کی حالت میں ابتدائی طبی امداد دی گئی۔ ہم ان لوگوں کی گفتگو سنتے رہے۔ آخر گریتھم آشرن نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ اس نے کہا کہ ہم دونوں کو فوراً ہیڈ کوارٹر واپس بھیج دیا جائے، تاکہ بہتر طریقے سے اسپتال میں ہمارا علاج ہو سکے۔

بے چارہ گریتھم آشرن خود ہی ہمیں لے کر فوجی کول سے واپس آیا اور ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ ہیڈ کوارٹر کے چھوٹے سے اسپتال میں ہمیں داخل کر دیا گیا۔ یہ عارضی طور پر قائم کیا گیا ایک معمولی اسپتال تھا۔ اس کے ایک کمرے میں ہم دونوں کو برابر برابر بستروں پر لٹا دیا گیا، جہاں ہم لوگوں کو ہوش تو آنا ہی تھا۔ گریتھم آشرن ہمارا ہمدرد اور غمگسار بنا ہوا تھا۔ اس نے ہماری خیریت پوچھی اور ہم اسے جیپ الٹنے کی تفصیلات بتانے لگے لیکن اس کے بعد ہم نے فوراً ہی اپنے نچلے بدن کے مفلوج ہو جانے کا اظہار بھی کر دیا اور اس بات پر ہم دونوں انتہائی آزردہ ہو گئے۔ گریتھم آشرن پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی موجودگی میں ڈاکٹروں کو طلب کیا اور ڈاکٹروں کی توجہ ہم پر مرتکز ہو گئی۔

گریتھم آشرن چونکہ پولیس کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔ اس لیے اس کی ہدایت پر ہماری سخت نگہداشت کی گئی۔ علاج معالجے کے سلسلے میں ہمیں مختلف مراحل سے گزارا گیا تھا لیکن یہاں ہمارے مرض کے علاج کا معقول بندوبست نہیں تھا۔ چنانچہ کرنل کیرانو اور گریتھم آشرن نے بہتر علاج کے لیے ہمیں باہر بھیجنے کی سفارش کی۔

ہماری دلی مراد بر آئی تھی۔ یہاں رہ کر مسٹر براؤن بھی کئی بار یاد آئے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ ان سے ملاقات کی جائے لیکن یہ

صورت حال ہمارے لیے انتہائی خوفناک ثابت ہو سکتی تھی کسی کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو اس کے بعد کے حالات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

سفارشات جا چکی تھیں اور اب جہاز کے آنے کا انتظار تھا۔ اسپتال میں ہماری حتی المقدور دیکھ بھال ہوتی رہی۔ ڈاکٹرز اس بات پر حیرانی کا اظہار کر رہے تھے کہ جسم کے بدن پر تو کوئی چوٹ نہیں ہے پھر بدن کیوں مفلوج ہو گیا ہے جبکہ ان میں اس پر فالج کے بھی آثار نظر نہیں آتے تھے لیکن بظاہر ہمارے کہنا بھی اہمیت رکھتا تھا کہ ہم مفلوج ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں جو اداکاری کرنا پڑی، وہ کم از کم مجھے تو ہمیشہ یاد رہے گی۔ بدن کو ایک مخصوص انداز میں ساکت رکھنا بے حد مشکل کام تھا لیکن زندگی بچانے کے لیے ہر طرح کے معاملات سے گزرنا پڑتا ہے۔

ہیڈ کوارٹر کے اسپتال میں ہم نے اسی حالت میں سارا دن گزارا۔ دوسرے دن ہمیں اسٹریچروں پر ڈال کر جہاز پر پہنچا دیا گیا۔ یہ ایک جدید قسم کا جہاز تھا۔ جو کچھ قیدیوں کو لے کر آیا تھا اور لوگوں کو لے کر واپس جانے والا تھا۔ اس جدید ترین جہاز کے ایک خوب صورت کیبن میں مجھے اور چیرن سنگھ کو منتقل کر دیا گیا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ گریوالڈز سے فرار ہونے کے بعد ہمیں واقعی آزادی کی زندگی نصیب ہونے والی ہے۔ ایک طویل عرصہ ہم نے اس علاقے میں گزارا تھا۔

جہاز نے جب گریوالڈز کے ہیڈ کوارٹر کا ساحل چھوڑا تو ہماری آنکھیں نم ہو گئیں۔ چیرن سنگھ خاص طور سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بھائی جی.... بھائی جی کیا یہ حقیقت ہے؟ مجھے یقین نہیں آتا تم یقین کرو، مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"چیرن سنگھ! خود کو قابو میں رکھو۔ ابھی ہمیں مزید کچھ مراحل سے گزرنا ہے۔"

چیرن سنگھ خاموش ہو گیا۔ جہاز کا سفر جاری رہا تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر تھا یہ۔ ڈھائی گھنٹے کے بعد ہم بالآخر ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ بندرگاہ سے اسپتال تک کا سفر اتنا عجیب تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بلند و بالا عمارتیں، سڑکوں پر چلتے ہوئے لوگ، دوڑتی ہوئی کاریں۔ یہ دنیا اجنبی سی اجنبی تھی۔ گریوالڈز میں جو بھی وقت گزر چکا تھا، وہ شاید آخری سانس تک اسے نہیں بھول سکتا تھا۔

راستے میں چیرن سنگھ نے مجھ سے کہا۔ "بھائی جی! یہ لوگ ہمیں اسپتال لیے جا رہے ہیں، ممکن ہے کچھ ایسے حالات پیش آ جائیں جن کی بنا پر ہم یکجا نہ رہ سکیں، ایسی صورت میں تمہارا کیا پروگرام رہے گا؟"

"چیرن سنگھ! اول تو میں کوشش یہی کروں گا کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ رہیں لیکن بالفرض اگر ایسا ہو بھی گیا تو بہتر یہی ہو گا کہ موقع پاکر تم نکلنے کی کوشش کرنا۔ میں اپنے طور پر یہ کوشش کروں گا۔ اگر ہمارا ساتھ رہا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں سے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا بھائی جی! تم سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اب تمہارے بغیر تو مرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" چیرن سنگھ بھاری لہجے میں بولا۔

"نہیں چیرن سنگھ، میری منزل کچھ اور ہے تم میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ میں ایک بار پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جذباتی ہونے کی کوشش مت کرنا۔ اگر زندگی باقی رہی تو ممکن ہے کسی اور موڑ پر ہماری ملاقات ہو جائے۔" میں نے کہا اور چیرن سنگھ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہ گیا تھا۔

بالآخر ہم اسپتال پہنچ گئے۔ یہ اسپین کے ایک بہت بڑے شہر کا بہت بڑا اسپتال تھا۔ انتہائی شاندار۔ چیرن سنگھ کا خدشہ درست نکلا۔ ہم دونوں چونکہ تمام کاغذات اپنے ساتھ لائے تھے جن کی رو سے ہمیں حکومت کا ایک اہم کارندہ ہونے کا شرف حاصل تھا اس لیے ہماری دیکھ بھال کے لیے بھی معقول ترین بندوبست کیا گیا تھا۔ البتہ ہمیں الگ الگ کمروں میں رکھا گیا تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ چیرن سنگھ کا کمرہ میرے کمرے سے کتنی دور ہے۔ جس کمرے میں مجھے منتقل کیا گیا تھا وہ خاصا کشادہ اور صاف ستھرا تھا۔ دو نرسیں میری خدمت پر مامور ہو گئیں جو ڈاکٹروں نے میرا جائزہ لیا اور اسی دن مجھے چند مراحل سے گزرنا پڑا۔ وہ لوگ میرے مفلوج بدن کا جائزہ لے رہے تھے۔ تمام رپورٹ ان کے پاس موجود تھی۔ اس دن میرے کئی ٹیسٹ لیے گئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ مزید چند ٹیسٹ لے کر علاج شروع کیا جائے گا۔ چونکہ ابتدائی ٹیسٹ جو لیے گئے تھے ان سے کسی بات کا پتا نہیں چلتا تھا اور ڈاکٹرز یہ معلوم کرنے میں ناکام رہے تھے کہ مفلوج ہونے کی وجہ کیا ہے۔ یہاں بھی مجھے اپنے آپ کو اسی انداز میں رکھنا پڑا تھا لیکن جب بھی موقع ملتا میں اپنے اعضا کو جھٹک جھٹک کر دوران خون بحال کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن نہایت احتیاط کے ساتھ تاکہ ان لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔

چیرن سنگھ کی طرف سے طبیعت پریشان رہتی تھی۔ پتا نہیں بے چارہ کس حال میں تھا۔ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں۔ خود مجھے ایک احساس اور بھی تھا اگر چیرن سنگھ

مجھ سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گیا یا مجھے اس سے پہلے نکل جانے کا موقع مل گیا تو کہیں دوسرا نہ پھنس جائے یعنی اگر جیرال سنگھ فرار ہو جائے تو میری شخصیت مشکوک ہو سکتی تھی اور میرا فرار ہونا جیرال سنگھ کو مشکوک بنا سکتا تھا لیکن ایک خیال اور بھی تھا میرے ذہن میں، فوری طور پر تو ڈاکٹرز یہ فیصلہ نہیں کر پائیں گے کہ مریض خود اٹھ کر باہر کیسے نکل گیا۔ غالباً مجھے اس اسپتال میں منتقل ہوئے یہ چوتھا دن تھا اور اب میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ تمام خدشات کو بالائے طاق رکھ کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ حالانکہ یہ بھی ایک مشکل معاملہ تھا۔ فرار کے بعد ایک بار پھر مجھے چھپنا پڑے گا لیکن اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ جیسا بھی تھا، یہ موقع غنیمت تھا۔

میں انہی خیالات میں غلطاں تھا کہ شام کو چار بجے کچھ افراد میرے پاس آئے۔ میں نے یہی سوچا کہ وہ ڈاکٹر ہوں گے لیکن جب آنے والوں میں سے ایک کے چہرے پر نگاہ پڑی تو میرے پورے بدن پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ میری آنکھوں میں چند لمحے کے لیے وحشت ابھر آئی تھی۔ ایک کریہہ اور خوفناک شکل میرے سامنے موجود تھی اور میں اس شخص کو پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اولیو باورڈ تھا۔ ہاں، یہ اولیو باورڈ ہی تھا۔ میرا بدترین دشمن۔ جس نے میری زندگی کا بہترین حصہ گریلو انگلز کے حربے میں ضائع کروا دیا تھا اور جس کی اس وقت آمد نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ چند لمحے تک میں شدید سنسنی کا شکار رہا۔ میری ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں رہی تھی لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا۔ علی یار خان! زندگی کا ایک اور نازک موڑ آگیا ہے۔ یہ بدبخت شیطان یہاں پہنچ گیا ہے۔ بڑی ہمت، بڑی جرأت سے کام لینا ہوگا، ورنہ صورت حال بگڑ جائے گی اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ کہ جس حد تک ممکن ہو، میں خود کو اولیو باورڈ سے لاتعلق رکھوں اور چہرے پر ایسے آثار نہ پیدا ہونے دوں کہ میں اسے پہچان گیا ہوں۔

اولیو باورڈ مسکراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ ”ہیلو، کیسے مزاج ہیں تمہارے؟“

”ٹھیک ہوں۔“ میں نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔

”مجھے پہچانتے ہو؟“ اولیو باورڈ مشفق لہجے میں بولا۔ بالکل یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ میرا کوئی پرانا دوست ہو۔ اور میرے لیے دل میں بڑی ہمدردی کے جذبات رکھتا ہو۔

”نہیں۔۔۔ تم۔۔۔ میرا مطلب ہے تم ڈاکٹر ہو؟“ میں نے بڑی سادگی سے سوال کیا۔

”نہیں، میں تمہارا دیرینہ دوست ہوں۔“ اولیو باورڈ نے میری کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کا بھدا اور کھردرا ہاتھ میری کلائی سے ٹکرایا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سارے بدن میں انگارے بکھر گئے ہوں۔

”افسوس! میں نے یہ نام اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔“

”ڈاکٹر! میرا دوست مجھے پہچان نہیں سکا جبکہ اس کی شکل دن رات میری آنکھوں میں گھومتی رہتی تھی۔ مجھے افسوس ہے اپنے دوست کی اس حالت پر اور ڈاکٹر میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔“

”مسٹر باورڈ! ہم آپ کے سامنے انکار نہیں کر سکتے۔ آپ جس حیثیت کے مالک ہیں، اس کے تحت بھلا کسی سلسلے میں آپ سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے لیکن انہیں یہاں سے روانہ کرنے کے لیے ہمیں کچھ ضروری کارروائیاں کرنا ہوں گی۔“

”تو آپ کر لیجیے، میں یہاں موجود ہوں۔“ اولیو باورڈ نے کہا اور ان میں سے ایک ڈاکٹر واپس چلا گیا۔ میرے بدن کا لہو خشک ہوا جا رہا تھا۔ اولیو باورڈ نے اس وقت مجھ پر کاری وار کیا تھا جب میں آزادی سے قریب تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر اس پر حملہ کر دوں اور اسے اسی جگہ فنا کر کے رکھ دوں لیکن خود کو سنبھالنا تھا۔ میں دیار غیر میں تھا، دشمنوں کے نرغے میں تھا، تنہا تھا۔ اس وقت میری ہر کوشش خطرناک ہو سکتی تھی۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں میرے ساتھ ساتھ بے چارے جیرال سنگھ کی شامت بھی نہ آ جائے لیکن میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ڈاکٹر تھوڑی دیر کے بعد میڈیکل آفیسر کے ساتھ واپس آیا۔ میڈیکل آفیسر نے اولیو باورڈ سے کچھ معذرت کی۔ ”انڈر کیئر“ جن میں اس نے کہا تھا کہ دراصل میرے کچھ ٹیسٹ ہونے باقی ہیں اور اس کے بعد علاج شروع کیا جانا ہے لیکن اولیو باورڈ نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔

”میں اس سلسلے میں آپ کو وزارت داخلہ سے براہ راست احکامات دلوا سکتا ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اسے میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں۔ اس کے بارے میں میں مکمل ذمے داری قبول کرتا ہوں۔ تمام تر علاج میں اپنی ذمے داری پر کراؤں گا۔“

”نہیں، آپ کے بارے میں بتا دیا گیا ہے مسٹر باورڈ! ہم آپ سے تعاون کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ یہ صرف ایک ڈاکٹر کے طور پر میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔“

”ٹھیک ہے ڈاکٹر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں اپنے دوست کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔“

”نہیں، میں اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔“ میں نے ہذیانی انداز میں چیخ کر کہا۔

”فکر نہ کرو ڈیئر، فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ باورڈ نے کہا اور پھر اس نے باہر کی سمت رخ کر کے کسی کو آواز دی۔ ”تم لوگ اندر آ جاؤ۔“ میں جانتا تھا وہ تنہا نہیں آیا ہوگا۔ اسی وقت چھ افراد اندر آ گئے۔ سب کے سب مسلح تھے۔ یقیناً مقامی سیکورٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آنے کے بعد ڈاکٹروں کے لیے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ چنانچہ مجھے اپنی جگہ سے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال لیا گیا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت کوئی فوری جدوجہد کام نہیں آ سکے گی۔ اس لیے میں نے اپنے آپ کو حالات کے سہارے پر چھوڑ دیا تھا۔

اسٹریچر ایک بند گاڑی میں رکھ دیا گیا۔ اولیو باورڈ میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر فتح مندی کی مسکراہٹ تھی اور میرا کلیجہ خون ہوا جا رہا تھا۔ بند گاڑی چل پڑی۔ میں جانتا تھا کہ وہ شدید ترین حفاظت میں ہوگی۔ اولیو باورڈ میری طرف سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ جب بھی مجھ پر نگاہ ڈالتا، اس کی آنکھوں میں ایسی شفقت، ایسی ہمدردی نظر آتی کہ مجھے اپنے آپ پر جنون آنے لگتا۔ کم بخت کے اس انداز میں جو بے پناہ طنز تھا، اسے میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا لیکن بدقسمتی کے یہ لمحات میری تقدیر تھے۔ اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو کبھی اتنا بے بس نہیں محسوس کیا تھا۔ مجھے زندگی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ بس یہ چاہتا تھا کہ جب تک زندہ رہوں، فلسطینی مفادات کے لیے کام کرتا رہوں اور اس کوشش میں اگر جان بھی دینا پڑے تو اس سے قطعاً دریغ نہ کروں لیکن اس طرح اس موذی دشمن کے ہاتھوں فنا ہونا مجھے پسند نہیں تھا۔ اولیو باورڈ کی پوزیشن یہاں خاصی مضبوط تھی۔ اس کا اندازہ اسپتال کی انتظامیہ کو ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہ تصور بھی احمقانہ ہوتا کہ میں کوئی فوری ذرائع حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کے علاوہ اسپین میں فلسطینی تنظیم کا کوئی ہیڈ کوارٹر میرے علم میں نہیں تھا کہ میں ان سے رابطہ کی کوشش کرتا۔ جو کچھ کرنا تھا، خود ہی کرنا تھا۔ وین کے سفر کے دوران میں نے فیصلہ کیا کہ اولیو باورڈ کے سامنے بھی مجھے اسی طرح کا رویہ رکھنا چاہیے تاکہ کم از کم وہ میرے فرار ہونے کے امکانات پر غور نہ کر سکے اور مجھے بے بس سمجھ کر ایسے اقدام سے باز رہے جو میرے لیے اس کے چنگل سے نکلنے کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں۔

وین کا سفر مختلف سمتوں میں جاری رہا پھر وہ رک گئی۔ غالباً وہ جگہ آ گئی تھی جہاں اولیو باورڈ مجھے لانا چاہتا تھا۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ ”ہاں، تو مسٹر علی یار خان! کیا تم مجھے پیروں سے چلنا پسند کرو گے؟ دراصل تمہارے بارے میں میری معلومات اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید اپنے کسی بہت قریبی رشتے دار یا دوست کے بارے میں بھی نہ ہوں گی۔“ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے باورڈ کی طرف دیکھا۔ اپنی آنکھوں میں، میں نے ایسی شدید بے بسی کے آثار پیدا کر لیے تھے کہ یقیناً باورڈ ان سے متاثر ہو گیا ہوگا۔ یہاں مجھے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے کام لینا تھا۔ گریٹ وائلز کی زندگی اور وہاں سے فرار کی کوششیں ذرا مختلف تھیں۔ وہاں زیادہ تر جسمانی طاقت سے کام لینا پڑتا تھا لیکن اولیو باورڈ کے سامنے ذہن و جسم دونوں کا استعمال لازمی تھا۔ چنانچہ میں نے زبان سے کچھ بھی نہ کہا۔

اولیو باورڈ ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”بہرحال، میں تم سے گفتگو بھی ضرور کروں گا۔“

اس نے اپنے آدمیوں کو بلایا اور وہ لوگ میرا اسٹریچر لے کر چل پڑے۔ اولیو باورڈ اسٹریچر کے ساتھ ساتھ اس کمرے تک آیا تھا جس میں مجھے لایا گیا تھا۔ ایک آرام دہ خواب گاہ تھی جس میں آتش دان اور بستر لگا ہوا تھا اور ٹائلٹ کا ڈبہ، بچنے کا سامان موجود تھا۔ اسٹریچر سے مجھے بستر پر منتقل کر دیا گیا۔ اولیو باورڈ نے اپنے ساتھیوں کو جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود دروازہ بند کر کے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

”کیا واقعی تمہارے ذہن کو شدید نقصان پہنچا ہے؟ اگر ایسا ہوا ہے علی یار خان تو مجھے شدید افسوس ہے۔ مجھے تو وہی پاگل، وہی برق رفتار دشمن چاہیے جس کے لیے میرے دل میں یہ حسرت رہی کہ کاش میں اسے اپنے ہاتھوں سے بے دست و پا بنا سکوں۔ اگر تم مجھے معذور حالت میں ملے ہو تو یہ میرے لیے انتہائی دکھ کی بات ہے لیکن فکر مت کرو، بعض اوقات بدترین دشمن بہترین دوست ثابت ہوتا ہے۔ مجھے اس وقت تک تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے جب تک کہ تم میرے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس لیے علی یار خان! ابھی اپنے دل سے تمام خدشات نکال دو۔ میں تمہیں اس عالم میں قتل نہیں کروں گا بلکہ بہترین ڈاکٹروں سے تمہارا علاج کراؤں گا۔“ اس کے لہجے میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچوں؟ لیکن اس کی گفتگو سے متاثر ہو کر اپنے دل میں نرمی پیدا کر لینا بھی حماقت کی بات تھی۔ اولیو باورڈ جیسے کسی شخص سے نیکی کی توقع رکھنا ایسا ہی تھا جیسے مردہ سانپ پر اعتماد کرنا۔

وہ میرے بدن کے مختلف حصوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ جگہ جگہ اس نے میری پنڈلیوں اور میرے بازوؤں میں کئی چٹکیاں

لیں کہ میری جان ہی نکل گئی لیکن اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنا تھا سب کچھ برداشت کرنا پڑا۔ اولیو باورڈ گہری نگاہوں سے میری ٹانگوں اور میرے نچلے دھڑ کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا: "تعجب کی بات ہے دوران خون محسوس ہوتا ہے لیکن بدن کی بے حسی میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

اس نے اپنی جیب سے لائٹر نکالا اور اسے روشن کر کے میرے گھٹنے کے قریب لے گیا۔ میں نے آنکھیں بھی نہیں بند کی تھیں۔ البتہ دل میں، میں نے سوچا تھا کہ ٹھیک ہے اولیو باورڈ، تمھاری درندگی اور چالاکی کو اس وقت ناکام نہ بنا پاؤں تو میں بھی پاکستان کا بیٹا نہیں۔ لائٹر نے میرے گھٹنے کی کھال جلا دی لیکن کیا مجال جو میرے پاؤں میں کسمساہٹ بھی پیدا ہوئی ہو۔ جلن شدید ہو گئی تھی لیکن میں آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس دوران اولیو باورڈ کی نگاہیں میرے چہرے پر جمی رہی تھیں پھر اس نے لائٹر بند کر کے پیچھے ہٹا لیا۔

"ہوں بہرحال میرے دوست! آرام کرو میں تمھارے لیے ڈاکٹرز کا بندوبست کرتا ہوں۔" وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری آنکھوں میں نمی پیدا ہو چلی تھی۔ تکلیف شدید تھی۔ پورا جسم قوت برداشت کے اس مظاہرے کے بعد مائل بہ فریاد تھا۔ اولیو باورڈ نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ میرے چاروں طرف سناٹا سا طاری تھا۔ ذہن میں شدید سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دور سے طوفان باد و باراں کا شور آہستہ آہستہ ابھر رہا ہو اور یہ آوازیں میرے وجود میں شدید ہیجان پیدا کر رہی تھیں۔ اپنے آپ کو اس ہیجان سے بچانے کے لیے میں نے اپنی سوچ کا رخ بدلا اور تھوڑی دیر کے بعد آوازیں معدوم ہو گئیں۔

اولیو باورڈ جس طرح مجھ تک پہنچ گیا تھا، اس سے اس کی دسترس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں کس طرح اسے میری یہاں آمد کی خبر ہو گئی۔ ذہن اس سلسلے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ زیادہ دماغ کھپانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں تو اب یہ سوچ رہا تھا کہ اولیو باورڈ کے اور میرے تنازعات اب کیا رخ اختیار کریں گے۔ جس جگہ وہ مجھے لے آیا تھا، وہ واقعی غیر محفوظ بھی نہیں ہو گی کہ مجھے یہاں سے بہ آسانی نکلنے میں کامیابی حاصل ہو جائے۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرے قتل کے درپے نہیں ہے کیونکہ وہ مجھے یہودی رہنماؤں کے سپرد کرنے کا عہد کر چکا تھا لیکن سب اب وہ مجھے یہاں سے تل ابیب پہنچانے کے انتظامات شروع کر دے۔ کم از کم میں تل ابیب نہیں جانا چاہتا تھا خواہ اس کے لیے مجھے موت ہی کیوں نہ قبول کرنا پڑتی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مزید کچھ وقت گزار لوں اور اس کے بعد یہاں سے فرار کی بھرپور کوشش کروں اور اگر اس کوشش میں ناکام ہو جاؤں تو موت کو بخوشی گلے لگا لوں۔

اولیو باورڈ کچھ بھی کر لے میں تل ابیب نہیں جاؤں گا۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ میں کھانے پینے کی کوئی چیز قبول نہ کروں۔ بے ہوشی کے عالم میں وہ مجھے جہاں چاہے لے جا سکتا تھا۔

نیا مرحلہ سخت اور صبر آزما تھا۔ پورا دن گزر گیا بغیر کچھ کھائے پیے۔ اس دوران دو نرسیں یکے بعد دیگرے میرے پاس دو دو گھنٹے ڈیوٹی دے چکی تھیں۔ ان کا رویہ بھی میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔ ویسے یہ مقامی لڑکیاں تھیں۔ اس لیے میں جانتا تھا کہ ان سے کوئی سوال کرنا حماقت ہو گی۔ انھوں نے مجھے کھانا کھلانے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی۔ میں نے کہا کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔ شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے اولیو باورڈ کچھ ڈاکٹروں کے ساتھ میرے پاس آیا۔ ان کی تعداد چار تھی اور ان میں دو امریکن معلوم ہوتے تھے۔ ڈاکٹر مجھے دیکھتے رہے۔ انھوں نے مخصوص طریقوں سے میرے بدن کے اس حصے کو ٹھوک بجا کر دیکھا۔ ایک ڈاکٹر نے میرے پاؤں کی نس میں سوئی چبھو کر تھوڑا سا خون بھی حاصل کیا اور اس کے بعد وہ اولیو باورڈ سے گفتگو کرنے لگے۔ یہ گفتگو میری سمجھ میں تو نہیں آسکی تھی کیونکہ سرگوشیانہ انداز میں ہو رہی تھی لیکن اولیو باورڈ کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھ کر میں اندازہ لگا چکا تھا کہ ڈاکٹروں نے میرے لیے کیا کہا ہے لیکن اب خواہ کچھ بھی ہو میں خاموشی سے ان کی یہ حرکات دیکھتا رہا پھر اولیو باورڈ خاموشی سے ڈاکٹروں کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ رات کو پھر مجھے کھانے کی پیشکش کی گئی لیکن میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سلسلے میں کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ تقریباً گیارہ یا بارہ کا وقت ہو گا کہ دفعتاً مجھے کوئی چٹخ سی محسوس ہوئی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں گردن گھما کر دیکھا تو عقبی کھڑکی کا پردہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی دیوار پر دوسرا پردہ بھی جل اٹھا تھا اور لکڑی کا ایسا آرائشی سامان جو دیواروں پر نصب تھا، آگ پکڑتا جا رہا تھا۔

یہ آگ کیسے لگی؟ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ اس وقت اس پاس کوئی موجود نہیں تھا، چنانچہ آگ آسانی سے نہیں بجھائی جا سکتی تھی۔ آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور پورے کمرے میں دھواں بھرنے لگا تھا۔ میں نے پریشانی کے انداز میں ایک لمحے کے لیے سوچا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے

ذہن کو پرسکون کر لیا۔ اصل صورت حال میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ یہ آگ یقیناً اولیو باورڈ نے لگوائی تھی۔ ڈاکٹروں نے میرے بدن کے صحیح ہونے کی اطلاع اسے دی ہو گی اور اس نے اپنے طور پر یہ احمقانہ کوشش کی تھی لیکن یہ فرسودہ اور پرانی ترکیبیں تھیں — جن سے کم از کم اولیو باورڈ جیسے شخص کو گریز کرنا چاہیے تھا۔ میں نے اولیو باورڈ کی اس گھٹیا چال کو ناکام بنانے کے لیے دل ہی دل میں فیصلہ کیا اور پھر میں نے بے تحاشا چیخنا شروع کر دیا۔ آگ کی لپٹیں اب میرے بستر تک پہنچ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ میرے بستر کی چادر نے بھی آگ پکڑ لی۔ میں نے اپنے آپ کو تیزی سے جنبش دینا شروع کر دی لیکن اس طرح کہ صرف میرا اوپری بدن حرکت کر رہا تھا۔ میں آگ کو بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا جس کے نتیجے میں میری کلائیوں پر موجود گھنے بال بری طرح جل گئے لیکن اس کے باوجود میں بستر سے نیچے نہیں اترا تھا اور مسلسل آگ بجھانے کی جدوجہد میں مصروف رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازہ پوری قوت سے کھلا اور دس آدمی اندر گھس آئے جنھوں نے پھرتی سے آگ بجھانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ انھیں دیکھ کر میرے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے مسکراہٹ آ گئی۔ اولیو باورڈ کتنا ہی چالاک سہی لیکن حماقت ہر شخص سے ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ آگ بجھانے والی گیس کے سلنڈر لے کر آئے تھے۔ گویا یہ سب اس کے لیے پہلے سے تیار تھے۔

ذرا سی دیر میں ان سب نے مل کر آگ بجھا دی اور مجھے وہاں سے اٹھا لیا گیا پھر ایک اسٹریچر پر ڈال کر مجھے.... باہر کے برآمدے میں لایا گیا جہاں [illegible] موجود تھیں۔ میرا بدن زیادہ نہیں جلا تھا۔ اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ جب شعلے حد سے [illegible] پہنچ جائیں تو وہ فوراً حالات پر قابو پا لیں۔

ایک دوا میرے اعضا کے جلے ہوئے حصوں پر لگائی گئی جس نے ایک لمحے میں میرے بدن کی جلن ختم کر دی۔ گھٹنے پر جو لائٹر کا نشان لگایا گیا تھا وہ البتہ ابھی تک تکلیف دے رہا تھا لیکن میں نے اس طرف سے ذہن کو بالکل ہی ہٹا لیا تھا۔ پتا نہیں اس قسم کی اذیتیں ابھی کب تک برداشت کرنا تھیں۔ میرے بدن پر مرہم لگانے کے بعد مجھے اسی اسٹریچر پر ایک اور کمرے میں پہنچا دیا گیا جو پہلے کمرے سے کشادہ اور آرام دہ تھا۔ یہاں ایک بستر میرے لیے خاص طور پر لگایا گیا تھا۔ مجھے اس پر منتقل کر دیا گیا۔ میں ماحول کا جائزہ لے رہا تھا اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ.... ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس [illegible] داخل ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر وہی مکروہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"مسٹر علی یارخان! ڈاکٹروں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ تمھارے جسمانی نظام میں ذرہ برابر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی ہے لیکن تم نے جس قوت برداشت کا مظاہرہ کیا، وہ قابل تحسین ہے اور اس نے مجھے اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ میں تمھارے مفلوج ہونے کو بھول جاؤں یعنی اگر وہ مفلوج ہے بھی تو مجھے اس سے کوئی سروکار نہ ہو۔"

"کیا مطلب! میں کچھ سمجھا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم میری باتوں کا ایک ایک لفظ سمجھ رہے ہو۔ مجھ سے اس اجنبیت کا اظہار مت کرو علی یارخان! ہم لوگ ذہنی سطح پر اتنے بچے نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی باتیں نہ سمجھ سکیں۔ میں تمھیں آج سے نہیں جانتا۔ میں نے بارہا اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ تم بلاشبہ ذہنی طور پر بہت قوی ہو اور تمھارا ہر عمل قابل داد ہے۔ میں امریکہ میں اور خاص طور سے سان فرانسسکو میں تمھارے ان دوستوں کو تلاش کرتا رہا ہوں جنھوں نے امریکہ سے نکلنے میں تمھاری مدد کی تھی۔ سارا پلان میری سمجھ میں آ چکا ہے کہ کس طرح تم امریکہ سے باہر نکلے لیکن مجھے صرف ایک بات کا افسوس ہے کہ میں تمھارے دوستوں تک نہیں پہنچ سکا۔ مجھے ان کے بارے میں کسی صحیح بات کا علم نہیں ہو سکا۔ میں جانتا ہوں کہ اس بات سے تمھیں بے پناہ خوشی ہو گی لیکن میں تنگ دل انسان نہیں ہوں۔ اگر کسی مسئلے میں ناکام رہا ہوں تو اس کا اعتراف بھی کر رہا ہوں۔ البتہ تمھاری طرف سے میری ایک آنکھ کبھی بند نہیں ہوئی۔ تمھیں گرے وائلز بھجوانے کے لیے میں نے جس ابتدائی جگہ سے اس کام کا آغاز کیا تھا وہاں سے تمھاری کوششوں پر نگاہ رکھتا رہا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ کتنے لوگ تمھارے معاون رہے اور کس کس طرح تم نے انھیں ہینڈل کیا۔ یہاں تک کہ تم گرے وائلز سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ تمھارا فرار بلاشبہ گرے وائلز کی تاریخ کا سب سے شاندار کارنامہ تھا اور میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہاں تم مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جس طریقہ کار کو تم نے فرار کے لیے اپنایا، مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ انسانی سینے میں دھڑکنے والا دل قوت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے لیکن آج تک کسی دل کے بارے میں حتمی طور پر یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ اس میں خوف کا احساس نہ ہو۔ دلیری اور بہادری کی بے انتہا مثالیں ہیں۔ تاریخ میں ملتی رہی ہیں اور ایسے ایسے کارنامے ہمارے علم میں آتے رہے ہیں کہ ان پر یقین نہ کیا جا سکے۔ میں سمجھتا ہوں [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

تم جس طرح وہاں سے فرار ہوئے اور جس طرح یہاں تک پہنچے مجھے اسے ایک کارنامہ قرار دینے میں کوئی عار نہیں کہ میں اس کی تفصیل سے لاعلم ہوں۔ البتہ یہ بات میرے ذہن میں ضرور تھی کہ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو کسی ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتے جو اپین میں نہ ہو۔ تم ان علاقوں میں کہیں بھی جا نکلتے بالآخر تمھیں اسی شہر میں آنا ہوتا۔ چنانچہ میں نے یہاں تمھارا انتظار کیا۔ ایک طویل ترین انتظار اور بالآخر میں اس میں کامیاب رہا اور میں نے تمھیں پا لیا۔ تم جس طرح بھی یہاں پہنچے مجھے اس کہانی سے دلچسپی ضرور ہے لیکن کبھی تفصیل سے یہ کہانی سنوں گا۔ فوری طور پر میں تمھیں یہ بتا دوں کہ اب میرا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گے علی یار خان؟ ایک بار پھر میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ گفتگو عظیم انسانوں کی مانند کی جائے۔ تم جانتے ہو کہ میں بھی ذہنی طور پر کمتر نہیں ہوں اور میں اس بات کا اعتراف کر چکا ہوں کہ میں تمھیں بھی اپنا ہم پلہ سمجھتا ہوں۔ بچگانہ گفتگو تمھیں زیب نہیں دے گی۔"

میں خاموشی سے اولیو باورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ اس کی باتیں ایک مخصوص حیثیت رکھتی تھیں اور اب مجھے اس سلسلے میں حماقت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اگر وہ جوش کے عالم میں واقعی اپنا پروگرام مجھے بتانے پر آمادہ ہے تو یہ ایک اچھی بات تھی۔ چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "مسٹر اولیو باورڈ! آپ نے ایک مذموم کوشش کی ہے۔ اگر آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر لیتے تو آپ کو کوئی شک نہ رہتا کہ میں اپنی جسمانی صلاحیتوں سے محروم ہو چکا ہوں۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں مکمل طور پر تحقیق کر لیں اور جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ اگر میں مفلوج ہو چکا ہوں تو آپ میرا علاج کرانے کے بعد مجھے اپنا مدمقابل بنا کر لطف محسوس کریں گے سو میری بھی یہی خواہش ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ذہنی و جسمانی جنگ ہو لیکن اس بے بسی کے عالم میں نہیں۔ اگر آپ کا ذہن اسے قبول نہیں کرتا تو پھر میرے خیال میں ہمارے درمیان ہونے والی یہ گفتگو بے معنی ہے۔"

"نہیں نہیں مسٹر علی یار خان! میں واقعی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ میں تمھیں اس طرح نہیں ماروں گا اور مجھے اس کا حق بھی نہیں ہے چونکہ تمھارے سلسلے میں تو میں نے بہت بلند و بانگ دعوے کیے ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ میں نے اپنی ساری شخصیت ہی داؤ پر لگا دی ہے۔"

"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر باورڈ؟"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔ تم اس بات کو تسلیم کر لو گے کہ تم جسمانی طور پر مفلوج نہیں ہو۔"

"مجھے اس بات کا علم نہیں تھا مسٹر باورڈ! کہ آپ سے میری ملاقات اس طرح ہو جائے گی۔ چنانچہ کم از کم آپ کے لیے میں نے یہ ڈھونگ نہیں رچایا۔"

اولیو باورڈ میرے الفاظ کی گہرائی پر غور کرتا رہا۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا "تو پھر آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی کم از کم اس وقت تک جب تک کہ آپ تندرست نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اطمینان سے کھائیں پئیں۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ نے کھانے پینے کی کوئی چیز قبول نہیں کی۔ اس طرز عمل سے صرف ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کو اس بات کا شبہ ہوگا کہ کھانے میں کوئی خواب آور چیز دے دی جائے گی۔" میں خاموشی سے باورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر باورڈ شانے ہلا کر اٹھتا ہوا بولا "بس اس سے زیادہ میں آپ سے اور کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا اور نہ آپ کو اطمینان دلانے کے لیے میرے پاس مزید الفاظ موجود ہیں۔ البتہ آخری بار میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ خود کو تندرست رکھیے۔ زندگی میں یہ سارے معاملات تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ ایک بار پھر وہ طاقتور حریفوں کی طرح سامنے آئیں گے۔ میں آپ کو پورا پورا موقع دوں گا کہ آپ اپنی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو آزمائیں اور میں ان کا توڑ کروں۔"

وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ پھر میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور مسکراتی نگاہوں سے دروازے کو دیکھتا رہا۔ مجھے اب بھی شبہ تھا کہ جس نئی جگہ مجھے لایا گیا ہے۔ یہاں میری نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے یقینی طور پر کیمرے موجود ہوں گے جو میری حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے ہوں گے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ زیادہ دیر تک تو اپنے بدن کو اس طرح ساکت نہیں رکھ سکتا تھا۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ کچھ کرنا چاہیے، کچھ کر ڈالنا چاہیے۔

اولیو باورڈ کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ دوسری صبح جاگا تو نرس نے میرا چہرہ وغیرہ صاف کیا اور ایک ٹرالی میں میرے لیے ناشتا آ گیا۔ نرس کے ساتھ ہی اولیو باورڈ بھی آیا تھا۔ اس نے میرے بستر کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا "یہ ناشتا کیجیے مسٹر علی یار خان! البتہ کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟" میں نے سوالیہ انداز میں باورڈ کو دیکھا۔ اولیو باورڈ رات کی نسبت اس وقت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے سرد لہجے میں کہا "وہ شخص کون تھا جو

نیم مفلوج کیفیت میں یہاں تک پہنچا تھا اور اسی اسپتال میں زیر علاج تھا؟" میں خاموشی سے اولیو باورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ تب وہ میرے جواب کا انتظار کیے بغیر بولا "مجھے آپ دشمنوں کی پلاننگ کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے تھے۔ اگر وہ شخص مفلوج نہیں تھا تو آپ بھی مفلوج نہیں ہیں مسٹر علی یار خان، کیونکہ وہ اسپتال کے اس کمرے سے نکل بھاگا ہے اور بھاگتے ہوئے اس نے دو گارڈوں کو شدید زخمی کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی کہیں سے بھاگا ہوا کوئی قیدی ہی تھا لیکن وہ کون ہے یہ آپ کو بتانا ہوگا۔ یہ بہت ضروری ہے۔" اولیو باورڈ کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ مجھے چیرن سنگھ کے فرار کی اطلاع سن کر خوشی ہوئی تھی کہ کم از کم بے چارہ چیرن سنگھ تو نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور بولا "کیا آپ کے ادارے سے بھاگ جانے والے تمام قیدیوں کے بارے میں مجھے معلوم ہونا ضروری ہے مسٹر باورڈ؟"

"وہ کون تھا؟ کیا نام تھا اس کا؟ یہاں سے وہ کہاں جائے گا؟ تم سے اس کا کیا تعلق تھا؟" اولیو باورڈ کرخت لہجے میں بولا۔

"بڑے اہم سوالات ہیں مسٹر باورڈ! آپ کے اختیارات لامحدود ہیں۔ آپ وہاں، میرا مطلب ہے گریلو ائٹ میں ہر طرح کی چھان بین کر سکتے ہیں۔ یہ سوال مجھ سے کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ لیکن خیر! اس شخص کا نام ہوڈے تھا۔ وہ بہت خطرناک فطرت کا مالک تھا۔ فرار کی پوری اسکیم اسی نے بنائی تھی اور ہمارے ساتھ کچھ افراد اور بھی تھے۔ وہ راستے میں ہلاک ہو گئے۔ صرف میں اور وہ یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔" میں نے اطمینان سے کہا۔ جانتا تھا کہ بالآخر باورڈ گریلو ائٹ سے تفصیلات معلوم کرے گا لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ دوسرا بچ جانے والا چیرن سنگھ تھا۔ کرنل کیرالو اور پولیس کمشنر اٹرن بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکیں گے جب تک چیرن سنگھ کو ان کے سامنے شناخت کے لیے پیش نہ کیا جائے۔

"اوہ ڈے..." اولیو باورڈ نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔ پھر کسی قدر مطمئن ہو کر بولا "یہ شخص یہاں سے فرار ہو کر کہاں جائے گا؟"

"سیدھا امریکہ۔ اس کا خیال ہے کہ یہاں اسے مسٹر باورڈ کی جگہ مل جائے گی کیونکہ بوڑھا اور ذہنی طور پر مفلوج اولیو باورڈ اپنے منصب کے لیے موزوں نہیں رہا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ میرے الفاظ پر اولیو باورڈ کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

چند لمحے وہ مجھے گھورتا رہا پھر بولا "اوکے مسٹر علی یار خان! اس بات کا تمھیں معقول جواب دیا جائے گا۔" وہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری گفتگو نے اسے مشتعل کر دیا تھا لیکن وہ ابھی میرے خلاف کوئی سخت کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نئی جگہ میں نے تقریباً اڑتالیس گھنٹے گزار لیے تھے۔ جس وقت تک برداشت کر سکتا تھا بھوکا رہا اور جب محسوس کیا کہ اب بھوک حواس چھین لے گی تو جو کچھ ملا کھا لیا۔ تمام خدشات سے بے نیاز ہو کر لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی جس کے خدشے سے ابھی تک کھانا پینا چھوڑا ہوا تھا۔ البتہ اب بدن کو مسلسل مفلوج رکھنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کہیں اعضا کام کرنا ہی نہ چھوڑ دیں اور سچ مچ اپاہج ہو جاؤں۔ فی الحال یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ باورڈ کے چنگل سے نہیں نکل سکوں گا۔ اس کی گرفت کمزور نہیں تھی۔ اب حالات کے رخ پر بہنا ہوگا۔ اگر موقع مل گیا تو ٹھیک ورنہ جو بھی تقدیر میں لکھا ہو۔ خود باورڈ نے بھی میرے مفلوج ہونے پر یقین نہیں کیا تھا۔ کوئی علاج نہیں ہوا تھا اس دن سے۔

غالباً پانچواں دن تھا، شام کے چھ بجے تھے۔ جب باورڈ میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔

"گریلو ائٹ سے تمام رپورٹ موصول ہو گئی ہے اور آج رات تمھارے دوست کرنل کیرالو اور کمشنر اٹرن بھی یہاں آ رہے ہیں۔ واقعی تانڈور کے خلاف مہم میں حصہ لے کر تم نے جو کارنامے انجام دیے ہیں اور نتیجے میں ان کی ہمدردیاں حاصل کر کے یہاں تک پہنچ جانا بھی ایک کارنامہ ہے۔ ان سارے کارناموں کے انعامات وصول کرنے کے لیے....."

باورڈ نے اتنا ہی کہا تھا کہ عمارت ایک خوفناک دھماکے سے ہل گئی۔ تقریباً ساری عمارت کے دروازے کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے ہوں گے۔ باورڈ نے گرنے سے بچنے کے لیے میری مسہری کا سہارا لیا تھا اور میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ باورڈ نے مجھے دیکھا اور.....

ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ تاخیر ہو گئی۔ کمبخت باورڈ اس بار اپنی چال میں کامیاب ہو گیا۔ دھماکا اتنا اعصاب شکن تھا اور اس نے مجھے اپنی باتوں کے جال میں اس طرح جکڑ لیا تھا کہ میں خود پر قابو نہیں پا سکا اور اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن اب جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ ممکن ہے باورڈ اس دھماکے سے متاثر ہوا تھا یا میرے اس طرح اٹھ کھڑے

ہو جانے سے ایک سلسلے کے لیے وہ بھی معطل ہو گیا تھا۔ میں نے جونہی یہ بات محسوس کی تو عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بڑی بے چالاکی لگائی تھی میں نے اس پر اور پوری طرح گرفت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے ہم دونوں زمین پر آ رہے۔ باورڈ کی جسمانی قوت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ حکومتوں میں ردوبدل کرنے کی سازشیں کرنے والا اور ایک عظیم ترین ادارے کا اہم رکن معمولی تربیت یافتہ ہوگا اور اپنے مقابل سے نمٹنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا لیکن اس وقت وہ میرا شکار بن گیا تھا۔ میں خاصے طویل عرصے سے اپنی جسمانی قوت کا استعمال ترک کیے ہوئے تھا۔ اصولاً تو میرے اعضا کو شل اور ناکارہ ہونا چاہیے تھا لیکن صورت حال اس کے برعکس رہی اور میں اولیو باورڈ کو بری طرح زمین پر رگیدتا ہوا دروازے کی طرف کھسکنے لگا۔ اولیو باورڈ کو سنبھلنے میں دیر لگ گئی۔ جب اس نے خود کو سنبھال کر مجھ سے مقابلہ کرنے کے قابل بنایا تو میں اس پر آخری وار کرنے کی پوزیشن میں آ گیا تھا۔ یہ آخری وار اس کی گردن کی ہڈی توڑنے کے لیے تھا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر زوردار ٹھوکر پڑی اور میرا وار کارگر نہ رہا۔ اعصاب میں کشیدگی پیدا ہونے کی وجہ سے ہاتھ کی پوزیشن بدل گئی تاہم باورڈ کی بائیں پسلی کی ہڈی کڑکڑا گئی تھی۔ اس کے حلق سے کربیہ آواز نکل گئی۔ دوسرے وار کا موقع نہیں تھا کیونکہ دروازہ کھل گیا تھا۔ آنے والے دو افراد تھے۔ اس سے قبل کہ وہ صورت حال کا جائزہ لے کر میری کوششوں کو ناکام بناتے میں باورڈ کے بدن سے اڑتا ہوا ان پر جا گرا۔ انھوں نے میری زد سے بچنے کی کوشش کی لیکن میرے کھلے ہوئے بازوؤں نے انھیں لپیٹ لیا اور پھر وہ اپنے ہاتھوں کی گرفت میں آئے ہوئے شخص کو میں نے پوری قوت سے نزدیکی دیوار پر دے مارا۔ بایاں بازو البتہ اتنا طاقتور نہیں تھا کہ یہی عمل کرتا۔ چنانچہ دوسرے شکار کو میں نے تھوڑا سا جھٹک کر کندھے پر لادا اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر باورڈ کا نشانہ لے کر پھینک دیا۔ اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ میں رک کر اپنے ماحول سے واقف ہو کر نتائج کا جائزہ لے سکوں۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔

سامنے طویل راہداری تھی۔ آگے جا کر یہ راہداری بائیں سمت گھوم گئی تھی اور اس طرف چند افراد نظر آ رہے تھے۔ دھماکا اس سمت کیا گیا تھا اور یہ کوئی اتفاقی معاملہ نہیں تھا۔ باورڈ نے یہ دھماکا خود کرایا تھا۔ غالباً میرے سلسلے میں یہ اس کی آخری کوشش تھی اس کے بعد وہ میرے مغلوب ہونے کا یقین کر ہی لیتا۔ لیکن اس کوشش کے ایسے خوفناک نتائج کی اسے امید نہیں تھی۔ دھماکا ان کے لیے غیر متوقع نہیں تھا لیکن میرے اس طرح گریز کر کے نکل جانے سے وہ مبہوت ہو کر رہ گیا تھا اور اسی لمحاتی حیرت نے اسے مات دے دی تھی۔

راہداری کے اس سرے پر گھومنے کے بجائے میں نے اس کی تین فٹ اونچی دیوار کود کر نیچی احاطے میں جانا مناسب سمجھا حالانکہ دوسری طرف کی زمین اس دیوار کی بلندی سے بھی بارہ فٹ مزید نیچی تھی گویا مجھے آٹھ فٹ کی گہرائی میں کودنا پڑا تھا میں چوٹ کھا گیا لیکن ناقابل برداشت نہیں تھی۔ سامنے تقریباً فٹ کے فاصلے پر احاطے کی دیوار نظر آ رہی تھی۔ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس دیوار تک پہنچا اور اسی جیب سے باہر پھرتی سے چھلانگ لگا دی۔ دیوار کود کے بغیر عبور کرنے کا تو نہیں ہوا تھی لیکن بس میں نے اسے پیروں سے چھوا اور دوسرے ہی لمحے میں عمارت سے باہر تھا۔

انسانوں کی سرگزشت میں بعض اتفاقات بڑی دلچسپ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اب مجھ جیسے بے یارومددگار شخص کو ہی کے پیروں میں جوتے بھی نہیں تھے۔ اگر وہ دونوں احمق نہ ہوتے جو یقیناً اس دھماکے سے متاثر ہو کر کار سمیت احاطے کی دیوار کے قریب پہنچ گئے تھے تو اس دیار غیر میں میرے لیے کس قدر مشکل ہو جاتی کس طرح یہاں سے جاتا اور باورڈ کے چنگل سے نکلتا۔ ان کا اس طرف آنا ضروری تھا اور یہ بھی ضروری تھا کہ وہ دونوں گاڑی سے نیچے اتر کر احمقوں کی طرح احاطے کی دیوار کے قریب پہنچ کر دیوار کے دوسری طرف جھانکنے کی کوشش کرتے۔ دونوں جوان تھے مگر مجھے دیکھ کر بری طرح اچھل پڑے تھے اور پھر دوسری بار بھی ان کا اچھلنا ضروری تھا کیونکہ میں نے تیزی سے قدم جما کر ان پر حملہ کر دیا تھا۔ ایک ایک مضبوط ہاتھ ان کے لیے کافی ثابت ہوا اور وہ اپنے تجسس کا شکار ہو گئے۔

ہاں قدرتی امداد سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ وقت نہیں ضائع کیا جا سکتا تھا کیونکہ اندر موجود لوگوں کے لیے میرے فرار کی سمت کا اندازہ لگا لینا مشکل نہ ہوتا اور یہ ممکن تھا وہ اس طرف دوڑ بھی پڑے ہوں۔ اس لیے صرف ایک کام کرنا تھا جو میں نے فوراً کیا۔ میرے پیچھے تلے انداز سے درست نکلے اور میں نے ان کے پرس اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان میں کیا ہے یہ دیکھنا اس وقت ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں کار کی طرف لپکا۔ چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی۔ کار اسٹارٹ کر کے ریورس کی اور تیزی سے فوراً موڑ کر اسے پوری قوت سے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت واقعی کمال ہو گیا تھا۔ غالباً یہ دونوں کار میں ادھر سے گزر رہے تھے کہ دھماکے سے اسٹیئرنگ بہک گیا لیکن کار دیوار سے ٹکرانے سے بچ گئی تھی

اولیو باورڈ ہو سکتا ہے کہ سبب معلوم کرنے کے لیے دیوار کے قریب پہنچ گئے تھے اور یوں میرا کام بن گیا۔

ذیلی سڑک ایک چھوٹی سی شاہراہ سے جا ملی۔ علاقے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن آگے جا کر ایک بازار نظر آ گیا۔ لباس تو جو کچھ بھی تھا ٹھیک ہی تھا لیکن ننگے پاؤں سب سے زیادہ پریشان کن تھے۔ کار سے اتر کر ننگے پاؤں سڑک پر نکلتا تو بہت سی نگاہوں کا مرکز بن جاتا۔ اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ اس علاقے میں زیادہ دیر تک یا رکنا خطرناک تھا۔ آخر ایک مناسب جگہ کار روکی اور جیب سے ایک پرس نکال کر جائزہ لیا۔ جی خوش ہو گیا۔ پہلے ہی پرس میں کافی رقم تھی۔ اطراف میں نگاہیں دوڑائیں اور کوئی شوز اسٹور دیکھ کر کار آگے بڑھا دی۔ یہ کوشش بھی کوئی مشکل نہ تھی۔ زیادہ سفر نہیں کرنا پڑا اور ایک دکان نظر آ گئی۔ مقامی طرز کے جوتوں کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جو اس وقت میرے لیے موزوں ترین تھی۔ لیکن سیلزمین نے حیرت سے میرے ننگے پاؤں دیکھے تھے۔ "میں کچھ دیر قبل ایک حادثے کا شکار ہو گیا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سیلزمین بھی اخلاقاً مسکرا دیا۔ میں نے جوتے پہن کر ان کی قیمت ادا کی اور فوراً دکان سے باہر نکل آیا۔ اب کم از کم لوگوں کی نظروں میں ڈوبا ہوا بھی نہیں تھا۔ اور ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ لباس وغیرہ کا معاملہ تھا لیکن وہ اس قدر مشکل پیش نہیں آئی۔ ایک اور اسٹور سے میں نے چند ضروری لباس خریدے اور ایک سوٹ کیس میں رکھ کر چل پڑا۔ اس کے بعد مجھے ایک ٹیکسی نے ہوٹل "فرار" تک پہنچا دیا۔ تین منزلہ عمارت قدیم انگریزی طرز کی بنی ہوئی تھی۔ نرم قالین سے آراستہ ہال میں بالکل رش نہیں تھا۔ ہوٹل کے بوڑھے منیجر نے کمرہ نمبر اٹھارہ الاٹ کر دیا! اور میں اپنا سوٹ کیس اٹھائے اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ جو ویٹر میری رہنمائی کے لیے یہاں تک آیا تھا اس سے میں نے کافی کے لیے کہہ دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

گزرے ہوئے واقعات پر نگاہ دوڑائی اور صورت حال کا جائزہ لے کر یہ اندازہ قائم کرنا ضروری تھا کہ اب اولیو باورڈ کے اقدامات کیا ہوں گے اور کس طرح وہ میری راہ پر لگ سکتا ہے۔ دونوں بے ہوش آدمی اس کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی کار کا حوالہ دیں گے۔ پرس کی گمشدگی کے بارے میں بتائیں گے اور باورڈ سمجھ جائے گا کہ عارضی طور پر میں رقم کے سلسلے میں پریشان نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد اصولاً میرا قیام کسی ہوٹل میں ہی ہونا چاہیے۔ گویا ہوٹل خطرناک ہے۔

ویٹر کافی لے آیا اور شاید لذیذ کافی نے بہت فرحت بخشی۔ اس دوران سوچ کے دائرے پھیلتے رہے تھے۔ باورڈ میری ذہنی سطح سے واقف ہے۔ ضرور یہ اندازہ لگائے گا کہ میں کسی ہوٹل میں قیام کر کے خطرات مول نہیں لوں گا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس امکان کو نظرانداز نہیں کرے گا۔ جو کچھ کرنا ہے، فوری طور پر کر لینا چاہیے.... لیکن کیا؟

کافی ختم ہو گئی۔ رات ہو گئی تھی۔ اس شہر کے نواح کے بارے میں تک کچھ نہیں معلوم تھا۔ پہلے معلومات حاصل کی جائیں اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا مناسب ہوگا۔

لباس تبدیل کر کے دونوں پرس کی رقم یکجا کی اور پھر انھیں اندرونی جیب میں رکھ کر پرس کھڑکی سے باہر اچھال دیے۔ حلیہ کسی قدر درست ہو گیا تھا، چنانچہ ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ ہال سے گزرنا ضروری نہیں تھا۔ اس کے پچھلے حصے سے ایک راستہ باہر جاتا تھا۔ میں اس راستے سے گزر کر سڑک پر آ گیا۔ پرانی آبادی تھی پرانے طرز کے لوگوں سے بھری ہوئی۔ سڑکیں بارونق تھیں۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ خاص قسم کی چائے کے ہوٹل بکھرے ہوئے تھے جن میں لوگ نظر آ رہے تھے۔ میں اطراف سے چوکنا ہو کر آگے بڑھتا رہا۔ فرار کے راستے کو ذہن میں رکھا تھا کہ واپسی میں کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ البتہ وہ نکل آیا تھا لیکن اس چہل قدمی میں کافی لطف آ رہا تھا۔

مجھے اس علاقے میں کوئی بک اسٹال وغیرہ نظر نہیں آ سکا تھا جہاں سے شہر کا نقشہ دستیاب ہو سکتا۔ آخر فیصلہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو سکے رات گزاری جائے اور علی الصبح یہ ہوٹل چھوڑ کر کوئی ایسی جگہ تلاش کی جائے جہاں فوری طور پر باورڈ کا خیال نہ پہنچ سکے۔ اتنی جلدی باورڈ میرے بارے میں پتا نہیں چلا سکے گا۔ واپس ہوٹل پہنچا اور ڈائننگ ہال کا رخ کیا۔ ڈائننگ ہال اس وقت مقامی لوگوں سے آباد تھا۔ ایک بھی غیر ملکی یہاں نہیں نظر آیا تھا اور میں اس جگہ بالکل اجنبی ہو گیا تھا۔ بہرحال رات گزارنی تھی ایک میز پر بیٹھ گیا۔ تب ایک اور انکشاف ہوا۔ مردوں کے علاوہ یہاں لڑکیاں بھی ویٹرز کے لباس میں سروس کر رہی تھیں۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن اس سے قبل میں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس کا موقع بھی نہیں ملا تھا کیونکہ میں نے ہوٹل کو ٹھیک سے دیکھا ہی کب تھا۔

ایک ویٹریس ہی میرے پاس آئی تھی اور اس نے مینو میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے مختصر سا آرڈر دے دیا اور وہ چلی گئی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو میں ہال سے اٹھا تھا۔ اس وقت بھی ایک رقاصہ پورے ہال کی نظر کا مرکز بنی ہوئی تھی اور مقامی لوگ گھٹیا قسم کی شراب کے نشے میں بدمست

-ہو جاتے رہتے تھے لیکن میں بدذوق انسان تھا اس پُرلطف محفل سے لطف اندوز نہیں ہو سکا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ لباس تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیسے قسم کا لباس تھا میں کریچیک دینے والا میں ان کو ان سنبھال کر رکھتا اس لیے بس جوتے اتار دیئے تھے۔ ابھی بستر پر دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔

"کون ہے؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"ویٹرس سر!" جواب ملا لیکن اس جواب نے ایک لمحے کے لیے ذہن پر دستک ماری تھا۔ ہوٹل میں ایک لڑکی تھی جو کسی ہوٹل کی ویٹریس کے لیے میں نہیں ہو سکتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں۔ بہرحال دروازے کے پاس پہنچا اور پوچھا "کیا بات ہے؟"

"بستر تبدیل کرنا ہے سر!" دوسری بار آواز سنائی دی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ عورت کی عمر تیس سال سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ چادروں اور تکیے کے غلافوں کا ایک انبار بازو پر ڈالے شگفتہ چہرہ بنائے کھڑی تھی۔ میں راستے سے ہٹ گیا۔

اس وقت باہر جھانکنا کچھ مناسب نہیں تھا۔ اس لیے میں نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر لیا۔ وہ سیدھی بستر کے پاس پہنچ گئی۔ میں دروازے سے تھوڑا سا ہٹ کر اسے کام کرتے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے بازو پر پڑی چادریں پلنگ پر رکھیں اور پھر دفعتاً دوبل کھا کر پلٹی صرف ایک لمحہ ...... صرف ایک لمحہ میں نے چادروں کے نیچے سے کوئی سیاہ شے برآمد ہوتے دیکھی اور اس وقت جو کچھ ہوا وہ شعور سے زیادہ غیر شعوری قوتوں کا رہین منت تھا۔ میں بے اختیار جھک گیا تھا اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کی گولی میرے سر سے گزرتی ہوئی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے کوئی آواز نہیں ہوئی تھی۔ میں بے اختیار جھکا تھا۔

میرے ہاتھ سیدھے نیچے سے نکلے اور میں نے قلابازی سے سر اٹھایا۔ یقیناً کسی خفیہ قوت کا کرشمہ تھا ورنہ کیے بعد دیگرے دو گولیاں میرے سر سے ٹکرائی تھیں۔ عورت کے اور میرے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اس کے دوسرے وار سے بچنے کے بعد میں نے ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی اور بیٹر ہاتھوں میں تولیہ کر اس پر دے مارا۔ وہ بری طرح میری زد میں آ گئی تھی۔ چونکہ بستر کے قریب تھی اس لیے توازن بگڑنے سے بستر پر گر پڑی۔ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی تھی۔ بس مجھے اتنا ہی وقفہ درکار تھا۔ میں خود بھی اچھل کر اس پر جا گرا۔ پہلی گرفت میں میں نے ریوالور پر تھام لی تھی اور دوسرے ہاتھ سے میں نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے لیکن دفعتاً اس کے بالوں نے سر چھوڑ دیا۔ نقلی بالوں کی وگ میرے ہاتھ میں آ گئی تھی اور چونکہ اس کا حلیہ تبدیل ہو گیا تھا ...... نیچے کے بالوں کے ذخیرے نے اس کا ذور کر لیا تھا اس لیے میری توجہ اسی طرف گئی۔

وہ فوراً ہی مچھلی کی طرح تڑپی اور میری گرفت سے پھسل گئی۔ معمولی چیز نہیں تھی۔ جس طرح وہ نکلی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کراٹے جوڈو کی ماہر ہے۔ اس نے قلابازی کھا کر دوسری سمت نیچے اتری لیکن زمین سے قدم لگتے ہی اس نے پھر قلابازی کھائی۔ کمبخت نے نہ جانے کہاں سے خنجر نکال لیا تھا اور دوسری قلابازی کے لیے پھر سیدھی ہو گئی لیکن اب میں اس سفاک عورت کو سمجھ چکا تھا۔ خنجر ٹھیک اس جگہ گڑنے کے لیے پیوست ہو گیا جہاں تھوڑی ایک سیکنڈ پہلے میں موجود تھا۔ اس نے وار ناکام ہوتے دیکھ کر چہرہ بدلا لیکن میں نے بستر پر لیٹے لیٹے ہی اپنا پاؤں اس کی پیٹھ پر ٹکا کر زور سے اسے دھکا دیا اور وہ اچھل کر مسہری سے دور جا پڑی۔

"کھیل ختم! اس پستول کی باقی گولیاں اب تمہارے بدن میں اتر جائیں گی۔ خبردار! اب اگر تم نے جنبش بھی کی تو!" میں نے اسے پستول کو جنبش دے کر کہا جو اب میرے ہاتھ میں تھا اور وہ جیسے چونک پڑی۔ لیکن محسوس ہوا جیسے اسے ہوش آ گیا ہو۔ خنجر اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ "خنجر پھینک دو!" اس نے خاموشی سے خنجر ایک طرف اچھال دیا۔ "کون ہو تم؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا اور وہ کسی قدر دبک گئی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ "کتنے لوگ ہیں تمہارے ساتھ؟" جواب نہ ملا تو میرا دوسرا سوال ہو گیا۔

"کوئی نہیں ہے۔"

"جھوٹ بکتی ہو؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس کے انداز میں اب بے پروائی سی پیدا ہو گئی تھی۔

"کس نے بھیجا ہے؟"

"نام نہیں جانتی۔ معاوضہ ایڈوانس لے چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ناز تھا ہے میرا نام۔ معاوضہ لے کر ہر طرح کے جرائم کرتی ہوں۔ کینٹنے کے علاقے میں سب سے زیادہ مشہور ہوں۔ بیٹھ جاؤں؟"

"کھڑی رہو!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ پہلو بدل کر کھڑی رہی۔ "قتل بھی کر لیتی ہو؟"

"خوش نصیب ہو کہ بچ گئے۔ یہ میرا آٹھواں کام تھا۔ پہلا بار ناکام ہوئی ہوں۔"

"گویا اٹھارہ قتل کر چکی ہو؟"

"ہاں پورے اٹھارہ۔" وہ فخریہ بولی۔

"میرا پتا کیسے معلوم ہوا؟" میں نے پوچھا اور اس نے اطمینان سے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ پستول کے دستے پر میری انگلیوں کی گرفت سخت ہو گئی تھی لیکن اس نے جیب سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی۔

"تمہاری تصویر ہے۔ کہا گیا تھا اسے تلاش کرو اور قتل کر دو۔"

"خوب! ناکامی کی شکل میں؟"

"ان کی بات کر رہے ہو یا اپنی؟"

"دونوں کی۔"

"ساز... چاہتے تو مار دو، کوئی اور سودا کرنا ہے تو دوسری بات ہے۔ ان کا دیا ہوا معاوضہ تو واپس کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا سودا کر سکتی ہو؟"

"اب... [illegible] تم سے بات کر چکی ہوں۔"

"[illegible] [illegible]؟"

"جس طرح مناسب [illegible] ہے۔" وہ بے پروائی سے بولی "پھر میری آنکھوں میں [illegible] اگر یقین ہو تو ناز تھا کی دوستی قبول کر لو۔ فائدے میں رہو گے [illegible] دوسری بات ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم چال چل رہی ہو؟"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ آگے کے معاملات کا فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ اب میں کھڑی نہیں رہ سکتی بیٹھنا چاہتی ہوں مجھے اجازت دو۔" لہجہ پُرسکون تھا لیکن شدید ہیجان کا شکار تھا۔ اس وقت یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ لڑکی کی اندرونی کیفیت کیا ہے۔ آیا واقعی وہ کرائے کی قاتل ہے یا بارڈ کی ماتحت۔ بارڈ ایک ایسی تنظیم کا رکن تھا جس کے ارکان پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس لیے بارڈ کی بھی اس کی رکن ہو سکتی تھی اور میرے ہاتھوں بے بس ہونے کے بعد ممکن ہے اس نے یہ چال چلی ہو۔ وہ مسہری پر بیٹھ گئی تھی۔

"ناز تھا ہے تمہارا نام؟" میں نے سرسری انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"ہاں۔" اس نے سر کو جنبش دیتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"مگر تمہاری یہ دشمنی اچانک دوستی میں کیسے بدل گئی؟ ان لوگوں سے تمہیں معاوضہ ملا ہے میں تمہیں کیا دوں گا؟"

"فضول باتوں میں الجھ رہے ہو، میرا کیا نقصان ہے۔ دل چاہے تو میری بات مان لو ورنہ تمہاری مرضی۔"

"میں صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "تم غالباً مجھے باتوں میں الجھا کر اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہی ہو؟"

"تو پھر تم بزدلی کا کھیل دکھا رہے ہو، پستول چلانا نہیں جانتے کیا؟" اس نے تنگ مزاجی سے کہا اور میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے پستول اسے تھماتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے ناز تھا تم مجھے قتل کرنے آئی تھیں اور ناکام ہو گئیں لیکن تم پر بھروسہ کرتا ہوں مجھے تمہارا ساتھ درکار ہے۔ ایک وعدہ میں بھی کرتا ہوں تم سے ابھی نہیں لیکن بہت جلد شاید زندگی میں تمہارا نقصان پورا کر دوں گا اور جتنا معاوضہ انہوں نے تمہیں ادا کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ معاوضہ میں تمہیں دوں گا۔"

"میں فقیر نہیں ہوں۔ کمانا جانتی ہوں۔" ناز تھا نے نخوت سے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"سیدھا یہاں سے نکل چلو۔ ان لوگوں نے مجھے ہی نہیں دوسرے بہت سے کرائے کے قاتلوں کو تمہارے لیے مقرر کیا ہے۔ وہ سب ہوٹلوں میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کوئی اور بھی یہاں پہنچ سکتا ہے۔"

"تب تو ایک ڈرامہ کریں۔ تمہارے پاس پستول کی اور گولیاں بھی ہوں گی؟"

"ہاں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کوئی یہ جانتا ہے کہ تم نے مجھے یہاں پا لیا ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا۔"

"لیکن اب دوسروں کو جان لینا چاہیے کہ میں یہاں موجود تھا۔ تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

"ہاں ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"ہوٹل کے سامنے والے فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے۔ نیلے رنگ کی بیکار ڈے کھلی چھت کی۔"

"تب مجھے چابی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔ لو یہ پستول لو سائلنسر نکال لو اس کا اور پھر اس کمرے پر گولیاں برساؤ۔ دروازے کے قریب ہی سہارا لے کر دو۔ دو چار چیخیں مارو اور پھر ہوشیاری سے نکل آؤ۔ میں تمہیں تمہاری گاڑی میں ملوں گا۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ پستول میں نے اس کے حوالے کر دیا تھا۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا میں نے لیکن بعض اوقات اس طرح میں اپنی موت سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا۔ اس وقت بھی یہی جذبہ میرے دل میں ابھر آیا تھا۔

"خیال یہ تھا کہ میرے باہر نکلتے ہی عقب سے گولیاں برسنا شروع ہو جائیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا اور میں فرنٹ سے

سے باہر نکل آیا۔ نیلے رنگ کی پیکارڈ نظر آ گئی تھی۔ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اللہ کا نام لے کر میں پیکارڈ کی سیٹوں کے درمیان چھپ گیا۔ چند لمحات کے بعد ہی مجھے علم ہو گیا تھا کہ نازتھا نے میری اسکیم پر عمل کر ڈالا ہے۔ ہوٹل صرف تین منزلہ تھا اور اس میں پھیل جانے والی افراتفری کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے باہر بھی نکل آئے تھے۔ پھر مجھے نازتھا نظر آئی۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح دوڑتی ہوئی نکلی تھی اور اس نے پیکارڈ کی طرف رُخ کیا تھا۔ وہ بھی دروازہ کھولے بغیر اچک کر گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے گاڑی اسٹارٹ کر لی تھی۔

"تم موجود ہو یا نہیں؟" گاڑی گیئر میں ڈال کر اس نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہوں، تمہارے ہاتھوں مر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

میں بدستور سیٹوں کے درمیان بیٹھا رہا تھا۔ اس نے دوبارہ مجھ سے بات نہ کی اور گاڑی تقریباً بیس منٹ تک دوڑتی رہی۔ پھر وہ رفتار سست کر کے بولی۔ "کینفٹ پہنچ چکی ہوں۔ یہ جرائم پیشہ افراد کا علاقہ ہے۔ گاڑی روک رہی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں غور سے سنو۔"

"سن رہا ہوں؟"

"اٹھ جاؤ۔ میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ کسی نے اس گاڑی کا تعاقب نہیں کیا ہے۔ اٹھو جلدی۔" وہ بولی اور میں سیٹوں کے درمیان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب اس نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا۔ "اس عمارت کی دوسری منزل پر میرا فلیٹ ہے، نمبر دس۔ پچھلے دروازے سے کسی شرابی کے سے انداز میں اندر داخل ہونا اور فلیٹ نمبر دس پر آ جانا۔ دروازہ کھلا ہوگا، اطراف پر غور کر لینا۔"

"اور تم....؟"

"میں سامنے والے دروازے سے جاؤں گی تاکہ اگر کوئی ہو تو شک نہ کر سکے۔"

"او کے۔" میں گاڑی سے باہر کود گیا اور تاریکی کی سمت رینگ گیا۔ ذہن میں اب بھی شدید وسوسے ابھر رہے تھے اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ نازتھا کار لے کر یہاں سے چلی گئی تھی۔ اسے گھوم کر اس عمارت کے سامنے جانا تھا جہاں پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگی۔ اب کیا کروں، اس کے فلیٹ پر جاؤں یا نہ جاؤں، فرار تو میں اس وقت بھی ہو سکتا تھا جب قزانے سے نکل کر اس کی کار میں آ چھپا تھا اور اس وقت بھی ضروری نہیں تھا کہ میں اس کی ہدایت کے مطابق فلیٹ پر جاتا۔

یہاں لیے نہیں اور بھی نکل سکتا تھا! دل نے نازتھا کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس وقت وہی میرا ہمدرد تھا اور کس سے اس بارے میں مشورہ لیتا۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ پندرہ منٹ کے بعد میں اس بلڈنگ میں داخل ہوا۔ دوسری منزل تک پہنچتے ہوئے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ فلیٹ نمبر دس کا دروازہ اس کے کہنے کے مطابق کھلا ہوا تھا۔ میں اس کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوا تو نازتھا کی آواز سنائی دی۔

"دروازہ بند کر دو۔" اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ "میرے پیچھے آ جاؤ۔" دوبارہ کہا گیا اور میں نے نازتھا کو دیکھ لیا۔ وہ ایک کمرے میں لے گئی تھی۔

"آرام سے بیٹھو، تم یہاں اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اس فلیٹ میں تمہارے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کی جائے گی۔ کیا پیو گے تم؟"

"کیا تم عجیب نہیں ہو نازتھا؟"

"کبھی غور نہیں کیا خود پر۔ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"تم مجھے قتل کرنے گئی تھیں اور اب میری دوست ہو؟"

"قتل نہیں کر سکتی تھی تمہیں۔ اتفاقاً قتل کیے ہیں میں نے ایک بار بھی ناکام نہیں ہوئی۔ قسمت سے ہار گئی۔ معاہدہ تھا میرا جس سے ہار جاؤں گی اس کی غلام بن جاؤں گی۔"

"قتل و غارت گری کی زندگی ترک کر دو گی؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اس جملے کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔

"بہرحال تمہارا شکرگزار ہوں۔"

"کافی بناؤں تمہارے لیے؟ کچھ کھاؤ گے؟"

"کافی پلا دو۔"

"ذہنی انتشار کا شکار ہو تو شراب مہیا کر دوں؟"

"نہیں، میں شراب نہیں پیتا۔"

"کبھی نہیں پی؟"

"کبھی نہیں۔"

"شطرناک آدمی ہو۔ لوگ کسی نہ کسی طور پیتے ہیں اور پھر عادی ہو جاتے ہیں کہ پیے بغیر دو قدم چلنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ میں ایسے لوگوں کو کم ظرف سمجھتی ہوں اور وہ میرے لیے ناقابل اعتماد نہیں ہوتے۔ ہاں ان کی بات مختلف ہے جو نہیں پیتے۔ یقیناً وہ زندگی میں عمل کرنے کی ہمت رکھتے ہیں اور انہیں اپنا سہارا پسند ہوتا ہے۔"

میں خاموشی سے نازتھا کی شکل دیکھتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "شکریہ نازتھا مجھے صرف کافی پلا دو۔" وہ بھی اٹھ گئی

لیے وقت کی بات نہ ہوتی۔

"کیسی باتیں کرتے ہو، میں ابھی کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

عمدہ کافی کی دو پیالیاں پینے کے بعد نازتھا نے برتن اٹھائے اور مجھے خدا حافظ کہہ کر باہر چلی گئی۔ جو جگہ اس نے میرے آرام کے لیے منتخب کی تھی، بلاشبہ وہ بہترین تھی۔ آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں حالات پر غور کرنے لگا۔ بعض اوقات ایسے سہارے بھی قبول کرنا پڑتے ہیں جو عام حالات میں انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ لڑکی میرے دشمن کی حیثیت سے میرے پاس آئی تھی اور اب میں اس کا مہمان تھا۔ بڑی ڈرامائی سی کیفیت تھی لیکن حقیقتوں سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری صبح نازتھا میرے سامنے تھی۔ اس نے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا۔ جب میں غسل سے فارغ ہوا تو اس نے مجھے اطلاع دی کہ ناشتہ لگ گیا ہے۔ میں نے کسی قدر شرمندگی سی محسوس کی تھی لیکن نازتھا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"مہمانوں کو میزبانوں سے تھوڑا سا گھل جانا چاہیے اور پھر آپ جیسے مہمان تو باعث فخر ہوتے ہیں۔ میں اپنے ان کرمفرماؤں کی شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے تمہارے راستے پر لگایا تھا۔"

"اوہ نازتھا! بات تمہارے خلوص کی ہے اور میں تم جیسی عجیب لڑکی سے ملاقات کر کے حیران بھی ہوں اور خوش بھی۔"

"ناشتہ کرو۔" نازتھا نے کہا اور میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ "گریوائل سے تمہارے ساتھ کتنے لوگ آئے ہیں؟ بڑی خطرناک جگہ ہے وہ تو۔ میں نے تو صرف اس کی کہانیاں سنی ہیں اور بارہا یہ بات سوچی ہے کہ اگر میری مجرمانہ زندگی مجھے گریوائل تک لے گئی تو پھر تو شاید میری موت بھی انتہائی حیرت انگیز ہو۔" ایک لمحے کے لیے میرا ہاتھ رک گیا تھا۔ تب نازتھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے بارے میں چھان بین نہیں کرتی پھر رہی ہوں، کیونکہ کے اخبارات نے تمہاری کہانی سنائی ہے۔ تمہارا نام علی بارمخان ہے۔" میں گہری سانس لے کر اسے دیکھنے لگا اور وہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "ناشتہ تو کرو، ناشتے سے ہاتھ کیوں روک لیا۔ نازتھا سے مخلص دوست تمہیں کہیں اور نہ مل سکتا۔ اس سلسلے میں اگر تم چاہو تو مجھے بالکل اپنا سمجھ سکتے ہو۔ کل تک کی دشمنی تھی، کوئی دلی دشمنی نہیں تھی تم سے۔ اب یہ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لیے مجھ سے زیادہ سچا دوست ملنا مشکل ہے۔"

"اخبارات میں کیا تفصیل ہے؟"

"ناشتہ کر لو۔ اس کے بعد ہم اخبارات دیکھیں گے اور تبصرہ کریں گے۔" نازتھا نے کہا۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ ایک اور کمرے میں آ بیٹھے۔ نازتھا نے دو اخبار میرے سامنے رکھ دیے تھے جن میں ایک مقامی زبان کا تھا اور دوسرا انگریزی کا۔

"ممکن ہے تم مقامی زبان نہ جانتے ہو لیکن انگریزی اخبار کے جو مضامین ہیں وہ اس سے مختلف نہیں ہیں۔"

"دیکھوں تو سہی کیا لکھا ہے میرے بارے میں۔" میں نے کہا اور اخبار اپنے سامنے رکھ لیا۔ باقاعدہ ہی کی کارروائی معلوم ہوتی تھی۔ لکھا تھا۔

"گریوائل سے خطرناک قیدیوں کا ایک گروہ فرار ہو کر یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ چیمنی قاتلوں اور مجرموں کے اس گروہ نے گریوائل سے یہاں تک کا فاصلہ بے شمار انسانی جانوں کو ختم کر کے طے کیا ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے مقامی حکام کو دھوکا دیتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ان قاتلوں سے ہوشیار رہیں۔ قاتلوں کا سرغنہ ایک ایشیائی شخص علی بارمخان ہے جس نے لاتعداد قتل کیے ہیں اور وہ ایک چالاک مجرم ہے۔" اس کے ساتھ ہی اور ڈھیر ساری توڑ مروڑ کر ایک کہانی میرے بارے میں گھڑی گئی تھی جو حقائق کو چھوتی ہوئی آگے بڑھتی تھی لیکن اس میں امریکن سی آئی اے یا اسرائیلی تنظیموں کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اور آخر میں یہ اعلان بھی کیا گیا تھا کہ ان قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں حکومت بہترین انعامات بھی دے سکتی ہے۔ چنانچہ ہر شخص مکمل طور پر ان کی گرفتاری کے سلسلے میں تعاون کرے۔ وہ جگہیں بھی بتا دی گئی تھیں جہاں ان قاتل کے بارے میں اطلاع دی جا سکتی تھی۔

پوری خبر پڑھنے کے بعد میں نے مسکراتی نگاہوں سے نازتھا کی طرف دیکھا، وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "اب بتاؤ تم ایسے شاندار آدمی کو میں نے اپنے گھر مہمان بنا کر حماقت کی ہے؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں نازتھا! ہاں یہ تو بتاؤ ان لوگوں نے تم سے رابطہ قائم کیا؟"

"ہاں ساتھیوں نے نہیں بلکہ میں نے خود ٹیلی فون پر انہیں اپنی تمام کارروائی کے بارے میں اطلاع دی تھی۔"

"اوہ گڈ، کیا کہا تھا تم نے؟"

"فرار ہونے کا حوالہ دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اسے تلاش کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ چکی تھی لیکن میری ناقص منصوبہ بندی نے مجھے ناکام کر دیا اور وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب

اس شخص کے بارے میں تفصیل۔ میں نے
ہوگیا۔" پھر ایک طرف ڈال دی تھی' مجھے اس سے کوئی دلچسپی
نہیں تھی چنانچہ میں نے نہ تو کاگن اسپتال کی نرس ویلی سے ملنے
کی کوشش کی اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی اور قدم اٹھایا۔ اب
تم نے جب بیروت کا نام لیا تو میرے ذہن میں وہ شخص آگیا۔"
"اوہ!" بے ساختہ میری زبان سے نکلا اور میں نازنتھا کی
آنکھوں میں دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "میں تمہارا
مطلب نہیں سمجھ سکا نازنتھا؟"
"اگر تم خطرات مول لینے پر تیار ہو اور یہ محسوس کرتے ہو
کہ یہاں سے نکلنے کے لیے تمہیں کوئی اور بہتر راستہ نہیں
مل سکے گا تو پھر تمہیں اپنی زندگی کو مزید کچھ ہنگاموں سے دوچار
کرنا ہوگا۔ میڈیسن کو رٹیلوں کے خلاف کام کرتے ہوئے
اپنی شخصیت کو تبدیل کرکے یہاں سے نکل جاؤ اور بیروت
پہنچ جاؤ۔ اندازہ لگالو کہ وہ نرس اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد
کرسکتی ہے۔ اگر حالات کچھ موافقت میں نظر آئیں تو ایک بالکل
ہی اجنبی شکل میں یہاں سے نکل جاؤ۔ ظاہر ہے اڈلیو باورڈ یہ نہیں
سوچ سکتا کہ تم اتنے ہنگاموں میں پڑ کر یہاں سے نکلنے کی کوشش
کروگے۔ اس نے یقینی طور پر ایسی جگہوں پر اپنا جال پھیلایا ہوگا
جہاں سے وہ کسی قیدی کے نکلنے کا تصور کرسکتا ہے نرس
ویلی ممکن ہے تمہاری کسی بہتر راستے کی جانب رہنمائی کرسکے۔
کیونکہ تمہیں بیروت میں البرٹ ماہم کی بیٹی کو وہ اطلاعات فراہم کرنا
ہوں گی۔"
"ہوں۔" میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بڑی عجیب سی کیفیت
تھی۔ اس سے قبل بھی صرف یہاں پہنچنے کے لیے ایک ایسے
مسئلے میں الجھ گیا تھا جو مجھ سے تعلق نہیں رکھتا تھا اور اس میں
کافی وقت ضائع کرنا پڑا تھا لیکن بہرحال جس طرح یہاں پھنس گیا تھا۔
یہ دوسری بات ہے کہ اڈلیو باورڈ نے میرے راستے میں
دیواریں چن دی تھیں۔ ورنہ شاید اب تک یہاں سے نکلنے میں
کامیاب ہوگیا ہوتا۔ ایک بار پھر ایسی ہی الجھنیں مجھے آواز دے
رہی تھیں لیکن اپنی زندگی کو ان الجھنوں میں ڈالے بغیر میرے
لیے بیروت پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ یہ کوشش
بھی کرکے دیکھ لی جائے۔
میں نے اس سلسلے میں دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے نازنتھا
سے وہ ڈائری اور تصویر وغیرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے
مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔
تھوڑی دیر بعد اس نے ایک صندوق سے پیلے کاغذ کی ڈائری
اور کچھ دوسری چیزیں لاکر میرے سامنے ڈال دیں۔ اور میں ڈائری
کو پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔
میں نے اس ڈائری میں البرٹ ماہم کی زندگی کے بعض واقعات
پڑھے۔ ڈائری میں اس قدر تفصیلی واقعات تھے کہ میں اس کی زندگی
سے مکمل طور پر واقف ہوگیا۔ مجھے علم ہوگیا کہ البرٹ کی حیثیت
سے بیروت میں مجھے کس سے ملاقات کرنا ہے اور اتفاقی طور پر
مجھے کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے
کہ اڈلیو باورڈ جیسا قیدی اتنا ایک اعلیٰ عہدے کا مالک شخص
یہاں بے پناہ اثر و رسوخ رکھتا ہوگا۔ اس کی کوششوں کو
ایک بار پھر میں نے ناکامی سے دوچار کردیا تھا اور ایک
ایسی کاری ضرب لگا کر نکل بھاگا تھا کہ باورڈ کی جھلاہٹ ناقابل بیان
ہوگی۔ ایسی شکل میں اس نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا۔ یہاں سے
نکلنے کے لیے اگر میں کوئی عام راستہ اختیار کروں تو یقینی طور پر
اس کے چنگل میں پھنس جاؤں گا اور اس کے بعد یہ ممکن نہیں ہے
کہ باورڈ کوئی دوسرا خطرہ مول لے۔
تمام تر تفصیلات پڑھنے کے بعد میں نے البرٹ ماہم کا
تصویر دیکھی اور مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ اس کے چہرے کی بناوٹ
کی بنیاد پر مجھے اس کا روپ اختیار کرنے میں زیادہ وقت
نہیں ہوگی۔ یہ معاملہ کچھ قابل توجہ نظر آرہا تھا چنانچہ میں نے
نازنتھا سے کہا۔ "شکریہ نازنتھا! اب میں تمہارے احسانات کا شکریہ
ادا نہیں کروں گا۔ یہ بات شکریے کی حدود سے بہت آگے
نکل گئی ہے۔ تاہم میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی تمہیں
مزید میری مدد کرنا ہوگی۔"
"میں حاضر ہوں۔" نازنتھا نے کہا۔
"اس نرس ویلی کے بارے میں ذرا سی معلومات درکار
ہیں۔ تم یہ کام کرو پھر میں ویلی سے مل لیتا ہوں۔" نازنتھا چند
لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ عجیب سا انداز تھا اس کے دیکھنے کا۔
"میں آج رات تک تمہیں یہ معلومات مہیا کردوں گی۔"
خاموشی کے ایک مختصر سے وقفے کے بعد اس نے کہا۔
عورتوں کے بارے میں کچھ زیادہ تجربہ تو نہیں تھا لیکن جو
تھوڑی بہت معلومات بھی مجھے حاصل تھیں ان کا واسطہ ملادانا
لوگوں سے تھا جن کے درمیان میری زندگی گزری تھی۔ ابھی تک
نازنتھا نے شبے کا کوئی موقع نہیں دیا تھا اور اس پر اعتبار کرنا
میرے لیے ناگزیر ہوچکا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں اس وقت میں
نے جو کچھ پڑھا تھا وہ میرے لیے تردد کا باعث بھی تھا۔ میں
نہیں جانتا تھا کہ اس مجرم عورت یا لڑکی کی زندگی ایسے کون
سے حادثات سے دوچار ہوئی کہ وہ ایک خطرناک حیثیت اختیار کرگئی اور اسے
طرح کام کرنے پر مجبور ہوئی کہ نسوانیت کا تصور ہی ختم ہوگیا۔

تھا کہ اور بدنصیب صفت انسان کی زندگی میں کبھی کبھی
کوئی موڑ ایسا ضرور آتا ہے جب ان کے قدم ایک لمحے کو اسی
سی ہنگریزہ اکھڑ جاتے ہیں۔ نازنتھا کی آنکھوں میں میں نے
محبت کے تاثرات محسوس کیے تھے وہ اچانک ہی مجھ سے
متاثر ہوگئی تھی اور مجھ پر کیے جانے والے احسانات
بے مقصد نہیں تھے۔ اس کا دل اسے مجبور کررہا تھا اور وہ
اپنا کوئی مقصد حل کرنے کے بجائے میرے لیے کچھ کرنے
کی خواہاں ہوگئی تھی۔ بعض اوقات ایسے کردار بھی سامنے آتے ہیں
تاہم اس کی توجہ سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ البتہ میں نے اپنے
سینے میں اس کی طرح احساسات کو جگہ نہیں دی تھی۔ ہاں میں اسے
کوئی نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔
اس کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر اس ڈائری میں
کھو گیا تھا مجھے البرٹ ماہم کی زندگی کے بارے میں وہ تمام تفصیلات
ذہن نشین کرلینا چاہیے تھیں جو میرے کام آسکتی تھیں اور ذہنی
طور پر میں نے خود کو اس کے لیے مکمل طور پر تیار کرلیا تھا
کہ ایک بار پھر نامعلوم کسی مہم میں حصہ لوں اور راستے کی
رکاوٹوں کو روندتا ہوا بالآخر بیروت پہنچ جاؤں۔ انسان کی
زندگی میں بھی کبھی ایسے ٹیڑھے راستے آجاتے ہیں جب اسے
منزل تک پہنچنے کے لیے لمبے چکر لگانے پڑتے ہیں اور
میرے ساتھ تو اس طویل عرصے میں یہی سب کچھ ہوا تھا۔ مجھے
تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ اب تنظیم کے لوگوں کو میری زندگی کی
امید ہوگی یا نہیں ۔۔۔۔۔ ممکن ہے وہ مجھے مردہ تصور کرکے
صبر کرچکے ہوں اور بھول چکے ہوں کہ علی یار خان نامی کوئی شخص
ان کا مددگار و معاون رہا ہے۔ دراصل ان کی زندگی ایک
خاص مقصد کے لیے وقف تھی۔ اور وہ اپنی جدوجہد میں
مصروف تھے۔ میں تو صرف اپنے ایک جذبے کی بنیاد پر کام
ان کے لیے کام کررہا تھا اور جانتا تھا کہ کسی ایک تنظیم یا
ایک مقصد کے لیے نہیں بلکہ اپنے ان جذبات کے لیے میں یہ
سب کچھ کررہا ہوں جو میرے سینے میں پیدا ہوتے ہیں۔
نازنتھا شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے واپس آئی۔ بہت
سی چیزیں لائی تھی میرے لیے۔ اس نے دیر سے آنے کی معذرت
کرتے ہوئے کہا کہ نو لاتب اتنے ہی الجھے ہوئے تھے کہ اسے
دیر ہوگئی اور وہ میرے لیے دوپہر کے کھانے کا بندوبست بھی
نہ کرسکی۔
"نہیں نازنتھا میں نے تکلف نہیں کیا تمہارے کچن میں جو
کچھ کھانے کو تھا کھا لیا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ! مجھے خوشی ہوئی اس بات سے۔ یہ تمہارے لیے
میک اپ کا سامان ہے۔ میں تمہارے چہرے پر بہترین میک اپ
کرسکتی ہوں۔ کیونکہ میں نے ایک میک اپ کے ماہر سے باقاعدہ
تربیت لی ہے۔"
"گڈ! ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے البرٹ ماہم بننے
میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں، بالکل نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ اس نرس کے
بارے میں میں نے کاگن اسپتال سے معلوم کرلیا ہے۔ وہ دن
کی ڈیوٹی میں ہوتی ہے۔ یعنی اس وقت وہ اسپتال ہی میں ہوگی
اور اب سے تھوڑی دیر بعد اس کی ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے۔
وہ پینک اسکوائر کے فلیٹ نمبر سات میں رہتی ہے۔ تمہارے اور
پینک اسکوائر پورے طور پر آباد عمارت نہیں ہے۔ گویا تمہیں
اس سے ملنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"
"بہت بہت شکریہ! مجھے یہ بتاؤ نازنتھا کہ میں تمہارے
ان احسانات کے صلے میں تمہیں کیا دوں؟"
وہ چند لمحے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر
ہونٹ بھینچ کر مسکرادی۔ "کچھ نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
تھوڑی دیر کے بعد نازنتھا میرے چہرے پر میک اپ کرنے
بیٹھ گئی۔ یہ کام میں خود بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے اس کی مہارت کو
آزمانے کا فیصلہ کیا۔ میک اپ کا بہترین سامان تھا جو ایک مجسم
میک اپ کرنے میں مددگار و معاون ثابت ہوسکتا تھا۔ وہ جو
کچھ کررہی تھی اس سے میں مکمل طور پر مطمئن تھا اور تھوڑی دیر
کے بعد اس نے مجھے البرٹ ماہم بنا دیا۔ میری شکل ہوبہو اس
تصویر کے مطابق ہوگئی تھی۔ قد و قامت میں بھی تھوڑا فرق تھا۔
البتہ جسامت میں فرق تھا۔ البرٹ ماہم کسی قدر دبلا پتلا انسان تھا لیکن
یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ آدمی کسی وقت بھی بیماری یا ہلکا ہو
سکتا ہے۔"
جب میں مکمل طور پر تیار ہوگیا تو نازنتھا نے کچھ رقم دیتے
ہوئے کہا۔ "یہ میری طرف سے تحفتاً رکھ لو۔"
"نازنتھا! اگر میں بیروت پہنچ گیا تو تمہیں اپنے بارے میں اطلاع
دوں گا اور یہ وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ زندگی میں اگر تھوڑا
سا سکون ملا تو تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔"
"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔" اس نے آہستہ سے
کہا۔ اس کی آواز میں میں نے لرزش سی محسوس کی۔ پھر نازنتھا نے
مجھے اسی عقبی دروازے سے باہر نکال دیا۔
پینک اسکوائر کا پتا اس نے مجھے ذہن نشین کرادیا تھا۔
میں نہایت پُراعتماد انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی
دیر کے بعد ایک ٹیکسی لے کر پینک اسکوائر جا پہنچا۔

جیک اسکوائر کا فلیٹ نمبر سات تلاش کرنے میں دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں نے بیل بجائی تو دروازہ کھل گیا۔ اس لڑکی کو میں نہیں جانتا تھا جس کی عمر تیس یا چھبیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ کسی قدر معمولی خدوخال کی مالک تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑی تھی پھر اس نے بڑی پھرتی سے میرے کوٹ کی آستین پکڑی اور مجھے اندر کھینچ لیا۔

"اوہ میرے خدا! البرٹ، یہ تم ہو؟ کیا واقعی یہ تم ہو؟"

اس کے لہجے میں بے پناہ اضطراب تھا۔

"ہاں ولی، میں ہوں۔" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

وہ جلدی سے دروازہ بند کرنے کے لیے مڑ گئی۔

اور دروازہ بند کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "اندر آؤ، اندر آؤ۔ اگر تم ایک دو دن اور نہ ملتے تو میں بڑی مشکلات سے گزرنا پڑتا۔ تمہیں یہ جان کر دکھ ہوگا کہ جیکسن کو شدید زخمی کر دیا گیا ہے۔ وہ میرے ہی اسپتال میں.... میرا مطلب ہے کہ اس اسپتال میں زیر علاج تھا اور میں اس کی بہترین نگرانی کر رہی تھی لیکن اسے اسپتال سے اغوا کر لیا گیا۔ ان لوگوں نے... میرا مطلب ہے گوریلوں نے آٹھ آدمیوں کو قتل کر دیا جس میں وہ ڈاکٹر بھی تھے... اور پھر وہ جیکسن کو اٹھا کر لے گئے۔"

"اوہ میرے خدا!" میں نے آہستہ سے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے جیکسن کی گمشدگی میرے لیے بڑی ہی پریشان کن ہو۔ ولی مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔

اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم کہاں گم ہو گئے تھے۔ تمہارے بارے میں میں نے سنا تھا کہ تم خطرات میں گھر گئے ہو اور خدانخواستہ...."

"ہاں ولی! میں انتہائی خطرات میں گھر گیا تھا۔ یوں سمجھو کہ جان بچانے کے لیے مجھے اس طرح چھپنا پڑا جیسے شکاری کتوں سے کوئی خرگوش چھپتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ان کی دہشت گردیاں بے حد بڑھ گئی ہیں۔ مگر ان اسپتال میں میں خود بھی محفوظ نہیں تھی۔ وہ میری آخری ڈیوٹی تھی اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسپتال چھوڑ کر یہاں سے نکلوں اور روانہ ہو جاؤں گی۔ اب تم اتفاقیہ طور پر اس انداز میں پہنچ گئے ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم فوراً وینزوکرائن چل پڑیں۔"

"ہاں... میرا مطلب ہے...."

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں کہ ہمارا وینزوکرائن جانا ضروری ہے۔ دہشت گردیاں جس انتہا کو پہنچ چکی ہیں اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ یہ سترہ دن تم نے کس طرح گزارے میں اس کے بارے میں نہیں جانتی لیکن تم یقین کرو کہ میں نے یہ سترہ دن شعلوں پر گزارے ہیں۔ اگر تمہارا انتظار نہ ہوتا تو میں کبھی کی یہاں سے فرار ہو چکی ہوتی۔"

"ٹھیک ہے، ہم وینزوکرائن چلیں گے۔ کیا تم نے اس کے لیے انتظامات کر لیے ہیں؟"

"انتظام ہی کیا کرنا ہے۔ دہشت گردیاں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ اب قدم قدم پر ہمیں زندگی اور موت کا کھیل کھیلنا پڑے گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیں۔ پیارے آپ پر بھی لعنت بھیجی اور موت کے اس کھیل پر بھی جس نے میری جان نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن کرنا وہی تھا جو یہ لڑکی کہہ رہی تھی کیونکہ اسی میں میری بقا تھی اور ولی کو مکمل طور پر دھوکا دینے کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور یہ ولی کی پوری زندگی خطرناک لوگوں کے درمیان گزری تھی۔ اس کا تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ تھا لیکن وہ بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی پاکستانی نوجوان سے واسطہ پڑا ہے۔ میں نے قدم قدم پر اسے اس طرح چکر دیے تھے کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ہوگا۔ اسے انتہائی افسوس ہوگا کہ اس نے مجھے گوریلوں کے پاس کیوں بھیجا لیکن یہ حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی تھی۔ وہ مجھے زیر کرنا چاہتا تھا مگر حالات ایک دم تبدیل ہو گئے تھے۔ یہاں بھی اس نے جس قدر انتظامات کیے ہوں گے ان کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔

میں نے ولی سے کہا۔ "وینزوکرائن پہنچنے کے لیے ہمیں جن راستوں کا انتخاب کرنا ہے ولی! کیا وہ تمہارے خیال میں محفوظ ہیں؟"

"تمہارا سوال واقعی اہم ہے۔ درحقیقت وینزوکرائن کے راستے موت کے راستے بن چکے ہیں لیکن ہم ایسے الجھے ہوئے راستے اختیار کریں گے کہ جن پر سفر کرتے ہوئے ہمیں دقت نہ ہو۔" ولی نے کہا۔

میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ وینزوکرائن کے بارے میں مزید تفصیلات کسی طرح معلوم ہو جائیں لیکن ظاہر ہے یہ تفصیلات ولی سے نہیں مل سکتی تھیں۔ یہ لڑکی سادہ اور سپاٹ چہرے کی مالک تھی، دلکشی سے عاری اور وہ قطعی طور پر اس قابل نہیں تھی کہ اس کی جانب کوئی خصوصی توجہ دی جائے یا اس کی معیت کو بہتر محسوس کیا جائے۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد اس نے کہا۔ "ہمیں خان ہیری کے پاس جانا ہوگا، وہ بھی خوف کا شکار ہے۔ تمہارے بارے میں شدید تشویش میں مبتلا تھا اور کہتا تھا کہ اگر مسٹر البرٹ اہم کسی حادثے کا شکار ہو گئے تو یہ ایک بدترین نقصان ہوگا، ایسا نقصان جس کی تلافی ممکن نہیں ہے اور دہشت پسندوں کی خوش قسمتی ہی یہ کام ہو سکتی ہے۔ بہرحال مسٹر اہم! بہتر یہ ہے کہ ہم اس سلسلے میں اپنے کام کا آغاز کر دیں۔"

میں نے اس کی بات پر گردن ہلا دی تھی۔ تقدیر کے اس نئے کھیل میں خود کو میں نے حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔ زندگی میں پیچ و خم آتے گئے تھے تو اب ان سے بچنا کیا معنی! حالانکہ مجھے ان واقعات کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی لیکن ان حالات کے دھارے پر بہنا تھا اور جو کچھ بھی سامنے آ جائے اس سے اپنی واقفیت کا اس طرح اظہار کرنا تھا جیسے میں ہر چیز سے آشنا ہوں۔

ولی نے میرے تھکے تھکے سے انداز کو محسوس کر لیا اور بولی۔ "میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم فوری طور پر سفر کے قابل نہیں ہو لیکن ہمارے لیے یہ ضروری ہے مسٹر اہم! کیونکہ حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے ہیں۔"

"تم میری پروا نہ کرو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں تک پہنچنے کے لیے میں جن مشکلات سے گزر کر یہاں آیا ہوں، وہ بے حد تکلیف دہ تھیں لیکن اس کے باوجود میں خود کو مستعد پاتا ہوں۔ وینزوکرائن کا سفر جو تمہارے خیال میں بہت ضروری ہے اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم جو کچھ کرنا چاہتی ہو ڈارلنگ! میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں۔" ولی میری بات سن کر گردن ہلانے لگی۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ہم فلیٹ سے نکل آئے۔ ولی کے پاس کار موجود تھی۔ اس نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور ہم لمبے سفر کے لیے چل پڑے۔ میں نے موقع غنیمت جان کر راستے میں ولی سے اس انداز میں گفتگو شروع کر دی کہ حالات سے کسی حد تک واقفیت ہو جائے اور میں اپنی اس کوشش میں تھوڑی حد تک کامیاب بھی رہا۔ گفتگو بے شک مبہم انداز میں تھی کیونکہ ولی کو یہ شبہ نہیں ہونا تھا کہ میں وینزوکرائن کے حالات سے ناواقف ہوں لیکن میں نے اس سے اپنے مقصد کی باتیں معلوم کر لی تھیں۔ وینزوکرائن کے بارے میں بہت سے حالات تو مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکے تھے۔ بیند وزن گوریلوں کے بارے میں تفصیلات کا علم بھی ہو گیا تھا۔

یہ ایک بالکل نیا ہی معاملہ تھا جو اسپین کے نواحی علاقے تک پہنچ گیا تھا اور یہاں اس سلسلے میں خاصی ہنگامہ خیزیاں چل رہی تھیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایک جانب تو اندونزا اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے، دوسری طرف بیند وزن گوریلے اپنا کام کر رہے تھے اور ان کا معاملہ بھی خاصا خطرناک ہو رہا تھا۔

خان ہیری وینزوکرائن کا ایک اہم آدمی تھا اور میرے سلسلے میں یعنی البرٹ اہم کے سلسلے میں اس کے ہمدردیاں بھی تھیں۔ اب تک کئی بار اس کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ میری گمشدگی سے وہ سب پریشان تھے۔

کار بڑی رفتار سے تاریک راستوں پر آگے بڑھ رہی تھی۔ بلندیوں سے ساحلی بستیوں کی جانب بڑھتے ہوئے گرمی اور گھٹن میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بہت دور پہاڑوں پر کہیں کہیں بادلوں کی گرج کے ساتھ بجلی بھی چمک رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آگے بارش ہو رہی ہو۔ یہ سفر جتنی برق رفتاری سے طے کیا جا رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ولی ان علاقوں سے بخوبی واقف ہے اور پہلے بھی یہاں کار دوڑاتی رہی ہے۔ وہ طویل ترین سفر مختصر وقفے میں طے کرنا چاہتی تھی اور میں اس کی ڈرائیونگ پر حیران تھا۔ بعض اوقات موڑ کاٹتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کار اب کسی گہرائی میں پہنچ جائے گی لیکن ولی اس قدر اطمینان سے اسے سنبھالے ہوئے تھی کہ مجھے اس لڑکی کی مہارت کا اعتراف کرنا پڑا۔ البتہ میں نے کسی بھی جگہ کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

بالآخر ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کسی قدیم دور کا ایک قلعہ نظر آ رہا تھا۔ ہمیں اس قلعے کے درمیانی راستے سے گزر کر آگے بڑھنا تھا۔ قلعہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں روحوں کا بسیرا ہو، انسان کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ قلعے کے آخری سرے پر پہنچنے کے بعد ولی نے کار کی رفتار سست کر دی اور پھر اسے سڑک سے نیچے اتار کر کھڑا کر دیا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمیں یہاں سے آگے کا سفر پیدل طے کرنا ہوگا کیونکہ جس علاقے میں کاروں کا سفر مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے رات کے وقت خاص طور سے یہاں کار کا سفر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کاریں ان کی نگاہوں میں آ جاتی ہیں اور گویا پہلا قدم قدم پر موجود ہیں۔" میں نے گردن ہلائی اور کار سے اتر آیا۔ مختصر سا سامان سمیٹ کر ہم ایک آبادی میں داخل ہو گئے۔ اس آبادی میں افلاس و غربت کے دردناک مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ اکا دکا دکانیں کھلی ہوئی تھیں جن میں مٹی کے تیل کی لالٹینیں روشن تھیں۔ اطراف میں بے شمار ندی نالے تھے جن پر کچے جوڑ کر بٹ اور راستے تعمیر کیے گئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی کشتیوں، بجروں اور ناؤوں پر مشتمل سے پٹی ہوئی ایک نہر کے کھنڈوں والے پل سے گزرنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں صدیوں پرانے کسی شہر میں آ گیا ہوں۔ بستیوں کا انداز اور آبادیاں بھی اسی قسم کی تھیں۔ گو رات خاصی ہو چکی تھی لیکن لوگ سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ایک جگہ رک کر

ویلی نے ایک نوجوان سے فان بیرو کے مکان کا پتا پوچھا تو نوجوان نے چونک کر ہم دونوں کو بغور دیکھا اور پھر ایک جانب اشارہ کر دیا۔ ہم اس سمت بڑھ گئے۔ ایک دو گلی عبور کر کے ہم مکانات کے ایک ایسے علاقے میں پہنچے جہاں سے ساحل نظر آ رہا تھا۔

میں نے ساحل پر نگاہ دوڑائی اور اسی وقت ویلی میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”ہمیں اس طرف چلنا ہے۔“ اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا تو وہ پھر بولی۔ ”میرا خیال ہے اس نوجوان سے راستہ پوچھ کر ہم نے اچھا نہیں کیا۔“

”کیوں؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”مجھے تعاقب کا شبہ ہو رہا ہے۔“

میں نے پلٹ کر دیکھا لیکن قرب و جوار میں چلنے پھرنے والے لوگوں میں سے کسی کے بارے میں بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ تعاقب کر رہا ہے۔ ویلی کی بات کو میں نے نظر انداز کر دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ویلی نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”نوجوان نے جو پتا بتایا تھا اس کے مطابق فان بیرو کا مکان وہی ہونا چاہیے۔“

”پہلے تم نے کبھی یہ مکان نہیں دیکھا؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں، فان بیرو کو یہاں آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا وہ دراصل تمہاری وجہ سے یہاں رکا ہوا ہے۔ ورنہ یقیناً تمہارے ساتھ اب تک بیروت پہنچ گیا ہوتا۔“

”ہوں۔ چلو دیکھتے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”اگر یہی فان بیرو کا مکان ہے تو۔ یہاں پر تو غیر معمولی سناٹا طاری ہے۔“

”آؤ اندر آ گئے آؤ۔“ میں نے کہا اور ویلی کے ساتھ بانسوں کے بنے ہوئے ایک بڑے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ تختوں کا بنا ہوا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ویلی رک گئی اور پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی پھر وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ ہم خطرات میں گھر گئے ہیں اور واپس جانے کے لیے بہت مشکل ہے۔“

میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ ”اگر ہم سامنے کے راستے سے چھوٹی سی دیوار پھلانگ جائیں تو نہر کنارے پہنچ سکتے ہیں اور وہاں سے بہ آسانی نکلنے کا موقع مل سکتا ہے۔“

”ہاں۔ میرا خیال ہے اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔ بہرحال یہ عجیب سی باتیں ہیں یہ شخص فان بیرو آخر کہاں گیا؟ کیا وہ اپنے مکان ہی میں موجود نہیں ہے؟“

ہم مکان میں داخل ہو کر فان کی تلاش میں لگ گئے۔ ایک کمرے سے گزرتے وقت میں نے ایک بیڈ روم [illegible] وہاں سے آگے بڑھ کر ایک اور کمرے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ ٹھٹک کر رک گئے۔ سامنے ہی ہمیں ایک لاش پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کمرے کی حالت سے صاف ظاہر تھا کہ مرنے والے نے دشمنوں سے بچنے کے لیے بہت جدوجہد کی ہے۔ ہر چیز الٹی پلٹی ہوئی تھی اور لاش کا چہرہ انتہائی خوفناک نظر آ رہا تھا۔

ویلی نے سراسیمہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں اس لاش کا جائزہ لے رہا تھا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ہم پر پوری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ فان بیرو کو انھوں نے ختم کر دیا۔ اب کیا ہو گا؟“ ویلی پُرتشویش لہجے میں بولی۔

دفعتاً دروازے پر زور دار دستک ہوئی۔ تعاقب کرنے والے بالآخر یہاں پہنچ گئے تھے اور ہمارے اوپر انھیں کوئی شبہ نہیں تھا کیونکہ ہم ایک ایسے مکان میں داخل ہوئے تھے جہاں ایک لاش موجود تھی، ایک ایسے شخص کی لاش جسے انھوں نے بڑی جدوجہد کے بعد قتل کیا تھا۔

معاً میرے وجود میں ایک لہر سی اٹھی۔ میں بزدل کیوں ہوں؟ بے شک یہ میرا مشن نہیں ہے لیکن اپنی زندگی بچا کر بیروت پہنچنا تو میرا مقصد ہے۔ گریوا نگر سے یہاں تک آنے کے لیے بھی تو میں نے شدید جدوجہد کی ہے۔ دوبان سے یہاں تک آنے کے لیے طویل عرصے تک میں ایسے کاموں میں الجھا رہا ہوں جن کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن تجزیہ کیا جاتا تو یہ بات ثابت ہو جاتی کہ موجودہ صورت حال کے پیچھے بھی ہوا میں ایسی ہی الجھنوں میں گرفتار ہوتا ہوا میں اس حد تک کامیابی حاصل کر سکا تھا۔ بلند مقاصد کے لیے راہیں سیدھی اور ہموار نہیں ہوتیں۔ راستے کے پیچ و خم ہی تو سفر میں دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔ چنانچہ بزدلی کا یہ احساس ذہن سے نکال کر کام کرنا چاہیے ورنہ کوئی بھی لمحہ زندگی سے نجات دلا سکتا ہے۔

ویلی کی سہمی ہوئی نگاہیں میری طرف اٹھیں اور میں نے اسے جھک جانے کا اشارہ کیا۔ دوسری دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے باہر کی سمت چھلانگ لگا دی۔ ویلی ہر طرح میرا ساتھ دے رہی تھی چنانچہ ہم نے ندی میں چھلانگ لگا دی [illegible] دور سے ہوتے قدموں کی آوازیں [illegible] ہو گیا تھا کہ ہمارے دشمن اس کوشش سے لاعلم نہیں ہیں۔ [illegible] بھاگ دوڑنا نہیں تھا کیونکہ تیر نے میں کوئی وقت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد [illegible]

[illegible] کی جانب مڑ گئے تھے۔ اب اتنی مہلت بھی نہیں تھی کہ رک کر اس کا انتظار کیا جائے چنانچہ میں پھر آگے بڑھ گیا اور کسی ایسی جگہ کا جائزہ لینے لگا جہاں سے ان لوگوں کی نگاہوں سے بچا جا سکے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر لکڑی کے تختوں کی دیوار نظر آئی جو پانچ ساڑھے پانچ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے دیوار کے اوپر ہاتھ رکھے اور دوسری طرف کود گیا۔ ذرا سا جھک کر دیکھنے سے وہ دونوں نظر آ گئے جو اسپینی باشندے ہی تھے اور ان کے لباس بھی میرے لباس کی طرح بھیگے ہوئے تھے۔ دونوں برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے آگے نکل گئے۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ زمانے ویلی..... اتنا ہی سوچا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ عقب میں اٹھ گئی۔ رسی کی الگنی پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے جو خشک کرنے کے لیے ڈالے گئے تھے۔ کپڑوں کو ٹٹولا تو ٹیکسی ڈرائیوروں اور کارخانوں میں کام کرنے والی جیکٹ اور پتلون نظر آئی۔ بھیگے ہوئے بدن سے چپکے ہوئے اس لباس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس لباس سے حلیہ بھی بدل گیا تھا۔ پرانا لباس اسی طرح الگنی پر لٹکا دیا جس طرح یہ لباس لٹکا ہوا تھا۔ البتہ جیبوں میں جو رقم وغیرہ تھی وہ اس نئے لباس میں منتقل ہو گئی تھی پھر میں وہاں سے نکل آیا تھا۔

شہر کا یہ حصہ سنسان تھا لیکن کہیں دور سے میوزک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں آواز کے سہارے آگے بڑھا۔ ایک ڈھلوان راستہ عبور کیا تو بلندی کی طرف ایک روشن عمارت نظر آئی جس پر کول بین کے روشن الفاظ نظر آ رہے تھے۔

کول بین چھت کی سی عمارت میں بنا ہوا ایک کلب تھا جس کے کاؤنٹر پر سیاہ فام افریقی نژاد حسینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پیلے پیلے دانتوں کی نمائش کی اور میں جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ افریقی حسن مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا۔ ذہن بار بار ویلی کی طرف جا رہا تھا لیکن اس کی تلاش کی ہمت نہیں تھی۔

کول بین بہت بڑا جوا خانہ تھا۔ میزوں پر جُوا ہو رہا تھا جو کھیل نہیں رہے تھے وہ بانسوں کے بنے ہوئے کیبنوں میں بیٹھے مختلف مشروبات سے شغل کر رہے تھے۔ جوئے میں بیٹھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اس لیے میں خالی کیبن کی تلاش میں نگاہ دوڑانے لگا۔ دفعتاً عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

”تنہائی زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے۔“ میں نے پلٹ کر دیکھا ایک مقامی لڑکی سرخ و سفید پھولوں کا گجرا باندھے مسکرا رہی تھی۔ ”میرا نام سوزنیا ہے، کول بین میں تمہاری ساتھی بننا چاہتی ہوں۔“

”ہم کسی کیبن میں بیٹھیں گے؟“

”آؤ۔“ اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ کول بین کے کئی حصے تھے خاصی بڑی جگہ تھی۔ ایک تنگ سی راہداری سے گزر کر ہم دوسرے ہال میں آ گئے۔ یہاں سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ماحول بے حد خوابناک تھا۔ لاتعداد خوبصورت لڑکیاں مقامی اور غیر مقامی لوگوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ میری ہمراہی یہاں بھی نہ رکی اور ایک طرف بنی ہوئی سیڑھیوں کی طرف چل دی۔

”کہاں جاؤ گی؟“

”جنت میں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور سیڑھیوں کو عبور کر کے ایک راہداری میں پہنچ گئی جس کے دونوں طرف دروازے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا اور مجھے راستہ دینے کے لیے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

میں ایک گہری سانس لے کر اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میری کھوپڑی بھک سے اڑ گئی کیونکہ لڑکی نے پھرتی سے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ پھر اندر سے ایک آواز ابھری۔ ”گھبراؤ نہیں۔ تم یہاں تنہا نہیں ہو۔“ میں نے چونک کر دیکھا۔ سامنے ہی تین آدمی نظر آ رہے تھے۔ تینوں جوڈو کے لباس میں ملبوس تھے اور ان کی کمر سے کالی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

”ہیلو۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طبیعت میں ایک جولانی سی پیدا ہو گئی تھی انھیں دیکھ کر۔

”اس طرف۔“ انھوں نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

”ضرور، ضرور۔“ میرا لہجہ بدستور خوشگوار تھا اور میں ان کے بتائے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں یا نہیں۔ دوسری طرف خوب تیز روشنی ہو رہی تھی۔ چھت میں ایک عظیم الشان فانوس لٹکا ہوا تھا اور اس کے عین نیچے ایک سفید فام شخص بیٹھا ہوا تھا جو کسی طور مقامی نہیں تھا۔ اس کے پیچھے ایک لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے پہلی ہی نظر میں اسے پہچان لیا۔ یہ وہی سیاہ فام لڑکی تھی جسے میں نے کاؤنٹر پر دیکھا تھا۔

”یہی ہے؟“ اس نے لڑکی سے پوچھا۔

”جناب عالی!“ لڑکی نے گردن خم کر کے کہا۔

”تشریف لائیے مسٹر البرٹ ہام۔ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔“

”شکریہ۔ لیکن میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں؟“ میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔

”ایڈلر کہتے ہیں مجھے۔“ اس نے کہا اور پھر لڑکی سے بولا۔

"تم جاؤ۔ کوئی مداخلت ممنوع ہے۔"

لڑکی نے پھر اسی طرح گردن خم کی اور باہر نکل گئی۔

"تمہاری زندگی میرے لیے حیران کن ہے۔ اس کے باوجود تم زندگی کی مبارکباد قبول کرو۔"

"ایک بار پھر شکریہ!"

"غیر مقامی لوگ اگر ہمارے راستوں میں مزاحم ہوتے ہیں تو ہمیں زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ ہم لوگ اپنا دور جانتے ہیں۔ تم کرائے کے لوگ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے والے زیادہ قابلِ نفرت ہو۔ ہمیں تم سے بے پناہ نفرت ہے اور تم جانتے ہو کہ ہماری نفرت صرف موت لاتی ہے۔ صرف موت... اور موت کے لیے...!"

اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اسی وقت کوئی شے سنسناتی ہوئی میرے کان کو چھوتی نکل گئی۔ ایک خنجر جس کے دستے پر سُرخ پَر لگا ہوا تھا، سامنے رکھی ہوئی لکڑی کی کھونٹی میں پیوست ہو گیا۔ مجھے اس برق رفتار عمل کی توقع نہیں تھی۔ لیکن اس کا جواب بھی اسی برق رفتاری سے دینا تھا چنانچہ میں نے تیزی سے چھلانگ لگائی اور ایڈلر پہ جا گرا۔ ایڈلر کرسی سمیت اُلٹ گیا تھا لیکن افسوس کہ اس کی گردن میری گرفت میں نہ آ سکی اور میں نے نیچے گرتے ہی دولتی چلا دی۔ اسی وقت دفعتاً اندھیرا پھیل گیا۔ ایک اور خنجر میرے قریب سے نکل گیا تھا۔ میں نے تاریکی میں ایڈلر کو دبوچنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح میری گرفت سے نکل گیا تھا۔ "روشنی کرو، تاریکی کس کے حکم سے کی گئی ہے؟"

میں نے اس آواز سے فائدہ اٹھایا اور اس کی سمت چھلانگ لگا دی۔ لیکن ایڈلر شاید اُلّو کی نسل سے تھا یا پھر اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کی آواز پر چھلانگ ضرور لگاؤں گا۔ چنانچہ اس چھلانگ سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور میں اپنی جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ گرنے سے بچنے کے لیے میں نے جس دیوار کا سہارا لیا وہ پیچھے کھسکتی چلی گئی۔ وہ قالین دروازہ تھا جو باہر کھلتا تھا۔

دفعتاً مجھے اپنے کان میں سرگوشی سنائی دی۔ "مسٹر ہاشم! براہِ کرم مجھ پر حملہ نہ کیجیے میں دوست ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ لیجیے میں آپ کی مدد کروں گی۔" سرگوشی تھی اس لیے آواز نہیں پہچان سکا۔ البتہ ایک نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ میں اس کے سہارے آگے بڑھتا چلا گیا۔ پستولوں کے دھماکے ہو رہے تھے لیکن گولیوں کا رُخ اس طرف نہیں تھا۔ "اس طرف براہِ کرم، اس طرف نیچے سیڑھیاں ہیں سنبھل کر۔" سرگوشی پھر ابھری اور میرے پاؤں سیڑھیوں پہ پڑے۔ میں خود کو سنبھال کر سیڑھیاں اُترتا چلا گیا۔

گولیاں پھر چلنے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی [illegible] آوازیں اُبھرنے لگیں۔ غالباً میں کسی تہہ خانے میں تھا جس کے اوپر لکڑی کی چھت تھی۔

"بس یہاں رُک جائیے۔" میری رہبر نے کہا۔ "نیچے پانی ہے۔ آپ کو پانی میں اترنا ہوگا۔"

"کیا یہاں تم میری رہنمائی نہ کرو گی؟"

"کیوں نہیں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔" اس نے کہا۔ میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور پھر وہ بھی میرے ساتھ ہی پانی میں کود گئی تھی۔ "میرے پیروں کو چھوتے ہوئے آگے بڑھتے رہیے۔" لڑکی نے پانی میں تیرتے ہوئے کہا اور میں اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھلی جگہ میں آ گئے جہاں تاروں کی مدھم روشنی کے علاوہ متعدد عمارتوں میں روشن بلبوں کی چمک بھی نظر آ رہی تھی۔

"تیز تیرئیے، ہمیں مشرقی سمت اختیار کرنا ہے۔" لڑکی نے کہا۔ میں نے پانی سے سر اُبھار لیا تھا اور میری طرح وہ بھی اب سطح پر سر اُبھار چکی تھی۔ میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو کاؤنٹر پر نظر آئی تھی اور جس نے ایڈلر کے سامنے میری شناخت کی تھی لیکن یہ بے رُخی...؟

دفعتاً عقب سے کچھ چھپاکوں کی آوازیں سنائی دیں اور چند چھوٹی کشتیاں پانی میں حرکت کرتی نظر آئیں۔

"تیزی سے آگے بڑھو۔ وہ لکڑی کے مکان جو پانی پر نظر آ رہے ہیں، ہماری پناہ گاہ بن سکتے ہیں۔" لڑکی بولی اور ہم دونوں پوری قوت سے آگے بڑھنے لگے۔

سیاہ فام افریقی لڑکی میری رہنمائی کر رہی تھی اور ہم تیزی سے ان مکانوں کی سمت جا رہے تھے۔ عقب سے شور کی آوازیں بدستور اُبھر رہی تھیں۔ پھر دھماکے سنائی دینے لگے ___ غالباً ہمیں دیکھ لیا گیا تھا اور ہم پہ گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم لکڑی کے بنے ہوئے پہلے مکان کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں ہم پانی سے اُبھرے ہی تھے کہ دفعتاً کئی گولیاں بیک وقت چلیں اور میری ساتھی لڑکی چیخ پڑی۔

"آہ... مجھے تین گولیاں لگی ہیں۔ [illegible] مسٹر ہاشم! اپنی جان بچاؤ۔"

"اوہ، تم... تم...!" میرے منہ سے بھی الفاظ نکل سکے اور لڑکی بالکل میرے قریب آ گئی۔

"جلدی... کرو... جلدی... اوہ...!" غالباً اس نے خون اُگلا تھا۔

[illegible] ہو گیا۔ میری اس مدد [illegible] کر لیا تھا۔ بیشک اس وقت اس نے میرے لیے اپنی جان کی قربانی دے دی تھی۔ اس نے دو بار جنبش کی اور پھر ساکت ہو گئی۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اسے پانی ہی میں چھوڑ دوں، چنانچہ میں اسے چھوڑ کر [illegible] کشتی سے اوپر پہنچ گیا لیکن اسی وقت کوئی چیز میرے سر کی پشت پر اس زور سے لگی کہ میرے حواس گم ہو گئے۔ سنبھلنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھل سکا اور بے اختیار گر پڑا۔

نہ معلوم کتنی دیر تک بے ہوشی طاری رہی پھر آہستہ آہستہ ہوش آ گیا۔ بدن بُری طرح جل رہا تھا اور سر میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ طبیعت متلا رہی تھی۔ آنکھیں کھولیں تو تیز دھوپ کی وجہ سے دوبارہ بند کر لینی پڑیں۔ آسمان پر سورج چمک رہا تھا۔ میں نے کراہ کر کروٹ بدلی تو کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہمدردی سے کہا۔ "کیسی طبیعت ہے؟"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ نسوانی آواز تھی اور جانی پہچانی تھی۔ میں نے ولی کو پہچانا اور اچھل پڑا۔

"لیٹے رہو، لیٹے رہو۔" اس نے میرے سینے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالے رکھا۔

"تم! تم ہو ولی!"

"ہاں ڈیئر! زخم کیسا ہے؟"

"بہت عمدہ ہے۔ لطف آ رہا ہے۔ تم تو خیریت سے ہو؟"

"ہاں، بالکل۔ ہم ایک بادبانی کشتی میں سوار ہیں اور سمندر میں سفر کر رہے ہیں۔" ولی نے بتایا۔

"اوہ، تم نے میری مشکل حل کر دی ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ شاید میرا سر چکرا رہا ہے۔ سر کا زخم دیکھا تم نے؟"

"زیادہ گہرا نہیں ہے، مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔"

"کشتی کس کی ہے اور تم...؟" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔

"ہم دوستوں میں ہیں۔ ذرا سنبھل جاؤ تو میں تمہیں مسٹر ڈیوک سے ملواؤں۔ اے مسٹو! جاؤ دودھ لے آؤ۔" ولی نے ایک لڑکی کو آواز دی۔

"کافی نہیں مل سکتی؟" میں نے پوچھا۔

"سب کچھ مل جائے گا لیکن اس وقت تمہارے لیے دودھ مفید رہے گا۔" ولی نے جواب دیا۔ ایک اور لڑکی دودھ کا مگ لے آئی جسے پی کر مجھے تقویت ملی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ پرانے طرز کی بادبانی کشتی تھی لیکن کافی بڑی تھی۔ اس میں کوئی کیبن وغیرہ نہیں تھا۔ دھوپ سے بچنے کے لیے شامیانہ باندھ لیا گیا تھا۔ تقریباً دس آدمی اس پہ موجود تھے۔ ایک طویل القامت شخص بادبان کے پاس کھڑا تھا اور سمندر کی وسعتوں کے نظارے میں محو تھا۔

"تم کول نین میں کہاں جا گھسے تھے؟" ولی نے کہا۔

"تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیے۔"

"ہم تو تمہاری زندگی سے ہی مایوس ہو چکے تھے۔ عین وقت پہ یعنی اس وقت جب وہ تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہیں قابو میں کر چکے تھے، ہم نے تمہیں دیکھا اور بمشکل خونریزی کے بعد تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے بچایا ورنہ وہ تمہیں یقیناً ہلاک کر دیتے۔ کول نین دہشت پسندوں کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔"

دل چاہا کہ ان دہشت پسندوں کے بارے میں کچھ پوچھوں لیکن اس کے نتائج جانتا تھا چنانچہ خاموشی اختیار کر لی۔ طویل القامت شخص ملاحوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اس کی شکل پرتگالیوں جیسی تھی۔ بڑے بڑے لٹکتے [illegible] چہرے کو ڈھکے ہوئے تھے۔ میں نے کئی بار اس کا دور سے جائزہ لیا۔ پھر میں نے ولی سے کہا۔ "ایک سیاہ فام لڑکی نے وہاں سے فرار ہونے میں میری مدد کی تھی۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"کیا وہ کول نین کی اسسٹنٹ تو نہیں تھی؟"

"وہی تھی۔"

"اس کا نام لاتی ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن پتا چل جائے گا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس کے پیشِ نظر اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ممکن ہے وہ وہیں ماری گئی ہو۔ پھر طویل القامت ملاح خود ہی ہمارے پاس آ گیا۔

"ہیلو ولی! کیسے مزاج ہیں تمہارے دوست کے؟"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈیوک! آپ...؟"

"میں سخت مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ [illegible] کمپنی کو اس سلسلے میں اطلاع ملی ہے [illegible] کے سب سے بڑے اسلحہ خانے سے خطرناک ہتھیار گوریلوں کے قبضے میں پہنچ گئے ہیں اور اگر وہ واپس نہ مل سکے تو [illegible] کی بقا خطرے میں پڑ جائے گی۔ انھوں نے یہ اسلحہ ایک چھوٹے جہاز پر لاد کر کسی نامعلوم سمت کا رُخ کیا ہے اور ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکا کہ ان کا رُخ کس جانب ہے۔ ویسے چھوٹی چھوٹی لانچیں اور چند چھوٹے جہاز ان کی تلاش میں چل پڑے ہیں۔ [illegible]

گزر گیا ہے۔ ہماری پریشانیاں برقرار رہیں گی۔" ڈنکرک کے لہجے سے شدید پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر میرے نزدیک جھک کر بولا۔ "مسٹر البرٹ ماہم، اگر تمہارے ساتھ یہ حادثہ پیش نہ آیا ہوتا تو میں تم سے یہی التجا کرتا کہ ابھی ہمارے ساتھ قیام کرو اور بیروت جانے کا خیال ترک کر دو۔ تمہاری ذہانت اور کارکردگی ہمارے لیے مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس سلسلے میں جس طرح تم ہماری مدد کر سکتے ہو اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"میں اب بھی حاضر ہوں مسٹر ڈنکرک۔ میرے لائق جو بھی خدمت ہو آپ اس میں تکلف نہ کریں۔"

"نہیں۔ تمہارے بارے میں ویلی کا یہی خیال ہے کہ تمہیں بیروت بھجوانے کے لیے فوری انتظامات کر دیے جائیں، حالانکہ تمہیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اس کمبخت کو تمہارے فرار کا علم ہو گیا ہے اور یقیناً وہ جانتا ہے کہ تم کون ہو۔"

"کس کم بخت کی بات کر رہے ہیں آپ؟" میرے بجائے ویلی نے پوچھا۔

"اسی ایڈلر کی۔ تم جانتی ہو کہ ایڈلر کیا چیز ہے۔ ان اطراف میں ایڈلر کی بے تاج حکومت قائم ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اگر ایڈلر کا سہارا نہ ہوتا تو وہ اتنی دلچسپی سے کام نہ کر سکتے بلکہ بعض اوقات تو یہ گمان گزرتا ہے کہ ایڈلر ہی ان باغیوں کا پشت پناہ ہے اور اسی کے ایما پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔" ڈنکرک خاموش ہو کر اپنے گل گلیسے کھجانے لگا جن میں شاید خوجلیں پڑ گئی تھیں۔

میں ابھی تک ان معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ کوئی بات واضح طور پر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ ویسے ڈراکن کے گوریلے، میڈونیا کا خونی انقلاب، یہ سب نام تو میرے سامنے آئے تھے لیکن حقیقت ابھی تک میرے علم سے باہر تھی۔ دل چاہا کہ اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کی جائیں لیکن میرے لیے یہ سب غیر ضروری تھا۔ میرا مقصد بیروت پہنچنا تھا اور ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ان لوگوں نے مجھے بیروت بھیجنے کا کیا بندوبست کیا ہے۔

مسٹر ڈنکرک کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور جب وہ چلے گئے تو میں نے آہستہ سے ویلی سے کہا۔ "بڑی دلچسپ شخصیت کا مالک ہے یہ شخص۔"

"مسٹر ڈنکرک کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں، مسٹر ڈنکرک کے بارے میں ہی کہہ رہا ہوں۔"

"اوہ ڈیئر، یہ ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ سمندری معاملات میں اس سے بڑا آدمی آج تک کوئی اور نہیں دیکھا گیا اور حکومت اس پر بے حد اعتماد کرتی ہے۔"

"مسٹر ڈنکرک نے جو خبر سنائی ہے وہ واقعی پریشان کن ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنی خدمات سے سبکدوش ہو جاؤں اور پھر واپس آ کر تم لوگوں کے ساتھ مل کر کام کروں۔"

"بیروت سے تمہاری واپسی جلد نہ ہو سکے گی کیونکہ اس بارے میں تمام اطلاعات فراہم کرنے کے بعد ممکن ہے تمہیں کوئی اور مشن سونپ دیا جائے۔ ویسے میں تم سے ملاقات کر کے بے حد مسرت محسوس کر رہی ہوں، کیونکہ تمہارے ساتھ کام کرنے والوں کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہو جاتا ہے۔"

میں نے ویلی کا بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اوہ ویلی، ایسی بات بھی نہیں ہے۔" دل ہی دل میں مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ جس شخص کی حیثیت سے میری تعریف و توصیف کی جا رہی تھی، میں اس کے فرشتوں کو بھی نہیں جانتا تھا۔ بس اگر اس کی خوش قسمتی ہاتھ لگ جاتی تو شاید مجھے یہ اندازہ بھی نہ ہوتا کہ وہ تھا کیا چیز اور میں یہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بے چاری نازنہ ویلی بے لوث ہمدرد جیسے کسی خاتون کی توقع نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھلکتی ہوئی پیار کی پیاس میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی لیکن اس کے جواب میں میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بے لوث محبت کا ایک عظیم ثبوت تھا جو نازنہ نے دیا تھا۔

ویلی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "لیکن ویلی تم نے مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ فلاں ہیرو کے مکان سے نکل کر ندی میں کودنے کے بعد تم پر کیا بیتی؟"

"کچھ نہیں۔ میں تیرتی ہوئی ساحل سے جا لگی تھی۔ وہ لوگ جو ہمارا تعاقب کر رہے تھے صرف تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ مجھے انہوں نے نہ معلوم کیوں نظر انداز کر دیا تھا۔ وہیں پر میری ملاقات مسٹر ڈنکرک سے ہو گئی اور میں نے انہیں ساری تفصیلات سنا دیں۔ چنانچہ مسٹر ڈنکرک نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ تمہیں تلاش کریں اور عین اس وقت جب وہ لوگ تم تک پہنچ چکے تھے اور تمہارے اوپر حملہ آور ہو گئے تھے، مسٹر ڈنکرک کے آدمیوں نے انہیں جا لیا ۔۔۔ اس کے بعد وہ تمہیں یہاں اٹھا لائے اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ بس اسی وقت سے میں تمہاری تیمارداری کر رہی ہوں۔"

"تو پھر اب ہمیں کہاں جانا ہوگا؟"

"تمہارے مشن کے بارے میں مسٹر ڈنکرک کو علم ہے، چنانچہ مسٹر ڈنکرک نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں کورین ہیل پر چھوڑ دیا جائے۔ اور کورین ہیل سے تم شہری آبادی میں چلے جاؤ۔ وہاں سے تمہیں بیروت بھیجنے کے مناسب انتظامات ہو جائیں گے۔"

"کورین ہیل؟ مگر یہ جگہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں ہمارے آدمی موجود ہیں، وہ تمہیں ریسیو کر کے شہری آبادی تک پہنچا دیں گے اور وہاں سے حکومت خود تمہارے لیے بندوبست کر دے گی۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا۔ کورین ہیل، شہری آبادی، حکومت، کیا اس طرح بیروت پہنچنا میرے لیے آسان ہوگا؟ میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ بڑے غیر یقینی حالات سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ کورین ہیل کیا چیز ہے۔ بہت سے سوالات کا جواب ڈنکرک سے مل سکتا تھا لیکن اس سے گفتگو کرنا خود کو خطرے میں ڈالنا تھا۔ کیونکہ مجھے ان تمام حالات کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں تھیں۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کیے رہوں۔ خاص طور سے یوں بھی کہ وہ لوگ مجھے ایک ذہین آدمی سمجھتے تھے اور میری اعلیٰ کارکردگی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر اس حیثیت میں رہتے ہوئے اس سے موجودہ حالات کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تو پھر ساری پول کھل جائے گی۔ اس کے لیے صرف ایک ہی ترکیب کارآمد تھی اور وہ یہ کہ خود پر نقاہت طاری کیے رہوں اور اس طرح بیمار بنا رہوں کہ مجھ سے زیادہ گفتگو کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ کشتی بھی میرے لیے عجیب تھی، ایک انتہائی اہم مشن اور انتہائی خطرناک صورت حال میں اتنی معمولی سی کشتی استعمال کی جا رہی تھی، اس کی وجہ میری سمجھ سے باہر تھی۔

کشتی نیلے پانی کو چیرتی ہوئی تیزی سے رواں دواں تھی اور تیز سمندری ہوائیں بادبانوں سے ٹکرا کر اسے برق رفتاری سے آگے بڑھا رہی تھیں۔ سورج کی کرنیں سوئیوں کی طرح چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ کبھی کبھی فضا میں طیارے ادھر سے ادھر گزرتے ہوئے نظر آ جاتے تھے، ان کے بعد خاموشی چھا جاتی تھی۔ لہروں کے شور کے علاوہ اور کوئی شور سنائی نہیں دیتا تھا۔ ویلی بھی کافی دیر سے خاموش تھی اور سمندر میں یہ طویل خاموشی عجیب سی لگنے لگی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر ڈنکرک موجود تھا جو خلاؤں میں کچھ گھور رہا تھا۔ اس کی گھنی سرخ مونچھوں کے نیچے زرد دانت اور آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں اور اس کی تیز نگاہیں چاروں طرف جھانک رہی تھیں۔ غالباً اس چھوٹے جہاز کی تلاش میں جو کسی گاڈ نامی جگہ سے اسٹیمر لے کر فرار ہو گیا تھا۔

ویلی نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ "ماہم! کیا طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے؟"

"ہاں ویلی، میں شدید نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کچھ پیش کروں تمہیں؟"

"نہیں، شکریہ۔ ویسے تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے کافی بھی پلاؤ گی۔ البتہ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی ویلی۔۔۔ کیا یہ چھوٹی سی کشتی ہمارے لیے کارآمد ہو سکتی ہے؟"

"اس کشتی کا استعمال جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔ اکثر مچھلیاں پکڑنے والی کشتیاں سمندر میں گشت کرتی رہتی ہیں۔ گوریلوں کے لیے اب سمندر بھی اجنبی نہیں رہا ہے۔ وہ یہاں بھی کسی کارروائی سے چوکنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ قسم کی لانچ کا استعمال انہیں ہوشیار کر سکتا ہے۔ مسٹر ڈنکرک اس کشتی کے ذریعے ہی کورین ہیل تک کا سفر کریں گے۔ اگر وہ چاہتے تو کوئی تیز رفتار لانچ یا کوئی اور ذریعہ بھی اختیار کر سکتے تھے لیکن انہوں نے دہرا کام کیا ہے یعنی تمہیں کورین ہیل تک پہنچانا اور سمندر میں اس جہاز کو تلاش کرنا۔"

"تعجب کی بات ہے۔ اگر انہوں نے اس جہاز کو تلاش کر بھی لیا تو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"تم نے یہ طیارے فضا میں دیکھے ہیں نا، ان سے ہمارا رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔ کشتی پر اس کا انتظام ہے۔ اگر وہ جہاز کسی نے دیکھ لیا تو پھر اسے گھیر لیا جائے گا۔"

"اوہ، پھر تو یہ طیارے جو ادھر سے ادھر سفر کر رہے ہیں اسی جہاز کی تلاش میں ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن امکانات اسی بات کے ہیں۔"

ویلی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر تک ویلی وہیں بیٹھی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر چلی گئی اور جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں کافی کے برتن تھے۔ اس نے کافی کی ایک پیالی مجھے پیش کی اور دوسری پیالی بنا کر مسٹر ڈنکرک کے پاس پہنچ گئی جسے مسٹر ڈنکرک نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا اور تیسری پیالی لے کر ویلی میرے پاس آ گئی۔

میں نے کافی کا ایک چھوٹا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "کورین ہیل میں میرا تعارف کن لوگوں سے کرایا جائے گا؟"

"تفصیل مجھے نہیں معلوم لیکن کورین ہیل میں ہمارے آدمی موجود ہیں جو سمندر پر پھیلے ہوئے نگاہ رکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے لائٹ ہاؤس کے علاقے کو جو ہمارے ایجنٹوں پر مشتمل ہے وسعت دی گئی ہے۔ تمہیں انھی لوگوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ وہ تمہیں وہاں سے شہری آبادی تک لے جائیں گے۔ پھر تمہارا بیروت پہنچنا مشکل نہیں ہوگا کیونکہ وہاں پر تمہارے لیے مناسب انتظام کر دیا جائے گا۔" ویلی نے جواب دیا۔

میں کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "اندازاً کورین ہیل کا فاصلہ کتنا ہوگا؟"

"وہ تو تھی اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ اندازہ بھی نہیں ہے کہ وہ لوگ کتنی دور جا چکے ہیں اور اس علاقے میں گوریلوں کی کتنی تعداد موجود ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کمبختوں نے یہاں مکمل طور پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے کیونکہ گاڑیوں کا ان علاقوں میں آزادانہ استعمال انتہائی تعجب خیز ہے۔ وہ بڑی آزادی سے یہاں نقل و حرکت کر رہے ہیں۔" کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اب ہم درختوں کے بجائے میدانی راستے پر سفر کر رہے تھے۔ تقریباً ایک میل چلنے کے بعد جنگل کے درمیان سے گزرتی ایک ٹوٹی پھوٹی سڑک نظر آئی جس پر ہم کسی قدر مناسب رفتار سے چلنے لگے۔ آگے گھاس بہت لمبی تھی اور گھنا جنگل شروع ہو گیا تھا۔ سڑک کے اطراف بھی گھاس ابھری ہوئی تھی، کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی نظر آ جاتے تھے۔ ہم اس ٹوٹی پھوٹی سڑک پر سفر کرتے رہے جو آگے جا کر ایک طرف مڑ گئی تھی۔ بائیں ہاتھ پر ہمیں چٹانوں کی ایک ہٹ سی بنی ہوئی نظر آئی جس پر گھاس کے بنڈل چھت کے طور پر رکھے ہوئے تھے۔

جس سخت مشقت اور خراب ماحول سے گزر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے، اس کے تحت یہ ضروری تھا کہ ہماری توجہ اس ہٹ کی جانب مبذول ہو جاتی اور ہم اس ہٹ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ڈنکرک نے کچھ کہنے سے پہلے ہم سب کے چہروں پر یہ بات محسوس کر لی تھی چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر ہمارا رخ ہٹ کی جانب ہو گیا۔ ہم تیز رفتاری سے اس ہٹ کی جانب چل پڑے۔

خوش قسمتی سے ہٹ میں کوئی موجود نہیں تھا۔ بانس کی بنی ہوئی سیڑھی کے ذریعے ہم سب ہٹ کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے اور چاروں طرف پھیل کر اس کی تلاشی لینے لگے۔ ہٹ کی یہاں موجودگی کا کوئی جواز بظاہر نہیں تھا۔ مسٹر ڈنکرک یا کوئی بھی اس کے بارے میں صحیح طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ یہ ہٹ یہاں کس نے اور کس لیے بنائی ہے۔ پورے ہٹ کی تلاشی لینے کے باوجود کوئی ایسی چیز نہیں ملی جسے ہم اپنے مفاد کے لیے استعمال کر سکتے چنانچہ یہی طے کیا گیا کہ یہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آگے کا سفر طے کیا جائے گا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ بلندی پر ایک چھجا سا بنا ہوا تھا جہاں گھاس پھوس کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ ویلی اور میں ٹہلتے ہوئے اس طرف آ نکلے۔ ویلی بانس کی سیڑھی سے اس چھجے کے اوپر چڑھنے لگی اور مجھ سے بولی۔ "آؤ، یہاں سے ہم دور تک نگاہ رکھ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی تھوڑی دیر آرام کر لینے دیا جائے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ مسٹر ڈنکرک کچھ تھکے تھکے سے ہیں۔"

میں نے ویلی کی ہدایت پر عمل کیا اور بانس کی سیڑھی کے ذریعے اس کے پیچھے پہنچ گیا۔ جہاں گھاس پھوس کے ڈھیر پر آسانی سے چھپ کر بیٹھا جا سکتا تھا۔ ہم دونوں گھاس کے ڈھیر پر دراز ہو گئے۔

"کتنی عجیب بات ہے، ہم یہاں آئے اور کسی مقصد کے تحت تھے لیکن ہو کیا گیا۔"

"یوں لگتا ہے جیسے گوریلوں کا زور بہت بڑھتا جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے مسٹر ہاہم کہ کچھ ایسے لوگ بھی اس دہشت گردی میں شامل ہو گئے ہیں جن کے بارے میں یہ پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ گوریلوں کو بھرپور مدد مل گئی ہے جیسے مسٹر ایڈلر۔ مسٹر ایڈلر تو خیر ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں لیکن دوسرے بے شمار افراد ان اطراف میں گوریلوں کے ہم نوا بن چکے ہیں۔ یہ کمبخت دہشت گرد حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور ان کی کارروائیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی تشکیل چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہر وہ شخص جو اپنے علاقے میں کوئی بڑی حیثیت رکھتا ہے ان کا ساتھی ہے۔ بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے لیکن اب بھی یہ ہنگامہ خیزی کسی طور کم نہیں ہو رہی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔"

"تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہماری بقا کا دارومدار اب ان پولیٹیکل ایجنسیوں پر رہ گیا ہے جو بیرونی ممالک میں ہمارے لیے کام کر رہی ہیں۔ تمہارے سپرد بھی تو یہی ذمہ داری ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تاہم ہمیں اپنے فرائض پورے کرنے ہیں۔ ہم اس وقت ایک ایسی کشتی میں سوار ہیں جس کا کوئی ملاح موجود نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ سمندر کی لہریں اس کشتی کو متحرک رکھے ہوئے ہیں۔"

دفعتاً وہ چونک پڑی۔ "ادھر۔ ادھر۔ وہ دیکھو، وہ دیکھو اس طرف۔ اطلاع دو، فوراً اطلاع دو۔" میں نے ویلی کے اشارے کی سمت دیکھا تو مجھے دو ٹرک اور ایک جیپ گاڑی اس ہٹ کی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔

ہم دونوں انتہائی تیزی سے بانس کی سیڑھی سے نیچے اترے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں ڈنکرک اور اس کے ساتھی آرام کر رہے تھے۔ ہمیں اس طرح دوڑتے دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو یقیناً خطرناک ہے۔ وہ سب پھرتی سے کھڑے ہو گئے۔ ڈنکرک نے اپنے قریب

رکھی ہوئی مشین گن سنبھال لی تھی۔

"کیا بات ہے؟" ڈنکرک نے پوچھا۔

"دو ٹرک اور ایک جیپ اس طرف آ رہے ہیں۔"

"گویا کمبخت اب یہاں بھی ہمیں آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔" ڈنکرک بولا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

میں اور ویلی ایک جگہ رک گئے تھے۔ میں نے اس وقت اس موقع کو انتہائی خطرناک محسوس کیا تھا کیونکہ جس انداز میں وہ لوگ آ رہے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، اگر کم افراد ہوتے تو تین گاڑیوں میں نہ آتے۔ اب یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہم ان کا بھرپور مقابلہ کر سکیں گے۔ ابھی ہم یہی سوچ رہے تھے کہ باہر فائرنگ شروع ہو گئی۔ ڈنکرک نے مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ جواب میں دوسری طرف سے بھی بہت سی گولیاں چلیں اور گھاس کی جھونپڑی میں پیوست ہو گئیں۔ ایک تیز چیخ سنائی دی گویا اس طرف سے کی گئی فائرنگ موثر تھی اور اس کے نتائج کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ پھر تو چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں اور ہمارے لیے محفوظ پناہ گاہ کی تلاش تقریباً ناممکن ہو گئی۔ ڈنکرک اور اس کے ساتھی بھرپور مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی بقا کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا، ویلی کا ہاتھ پکڑا اور جھونپڑے کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں سے پیچھے ڈھلوان شروع ہوتی تھی۔ سامنے کی سمت سے جھونپڑے تک آتے ہوئے یہ مقام کسی بلند جگہ پر محسوس ہوتا تھا لیکن پیچھے کی طرف ایک گہری کھائی نظر آ رہی تھی۔ جس جگہ ہم پہنچے تھے وہاں سے ایک چھوٹی سی دراڑ نیچے چلی گئی تھی۔

یہ دراڑ گویا ہمارے لیے ہی بنائی گئی تھی۔ اس وقت یہی احساس ہوا۔ میں نے انتہائی سرعت کے ساتھ ویلی کا ہاتھ پکڑا اور دراڑ میں اتر گیا۔

"کیا... کیا ان لوگوں کو چھوڑ دیا جائے گا؟"

"ہاں ویلی! اس وقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے جواب دیا اور ویلی بادل ناخواستہ میرے ساتھ نیچے اترنے لگی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا اور وہ بدحواس نظر آ رہی تھی۔

دوسری طرف سے گولیوں کی آوازیں تیز ہو گئی تھیں۔ اگر ہم اس دراڑ میں نہ اتر جاتے تو خدا جانے ہمارا حشر کیا ہوتا لیکن دراڑ میں اترنے کے بعد ہم نے مزید نیچے اترنے کا عمل جاری نہیں رکھا تھا بلکہ ایک ایسی جگہ رک گئے تھے جہاں ہمیں خود کو چھپانے کا موقع مل گیا تھا۔ خوش قسمتی تھی ہماری کہ دراڑ یہاں سے ذرا سی چوڑی ہو گئی تھی اور چٹان کا ایک حصہ اس طرح آگے بڑھ آیا تھا کہ ہم اس کے پیچھے چھپ سکتے تھے۔

یہاں رک کر میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔ ویلی بھی اپنا پستول نکال چکی تھی۔ میں نے پستول کا چیمبر چیک کیا، پوری گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ کم از کم چند لوگوں کے لیے تو کافی تھیں۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

گوریلے اب ٹرک سے اتر کر جھونپڑی کے اطراف میں پہنچ گئے تھے اور بری طرح اس پر فائرنگ کر رہے تھے۔ دفعتاً کسی نے پٹرول کا ایک بم جھونپڑی پر پھینک دیا جو بانس کی سیڑھی کے قریب گرا۔ خشک گھاس نے چشم زدن میں آگ پکڑ لی اور شعلے اٹھنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد گولیاں چلنے کی رفتار کم ہو گئی۔ غالباً ڈنکرک اور اس کے آدمی یا تو شدید زخمی ہو گئے تھے یا ہلاک ہو گئے تھے یا پھر انہوں نے اپنے آپ کو گوریلوں کے حوالے کر دیا تھا۔

پھر مزید چند گولیاں چلیں، چیخوں کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد ایک طوفان بدتمیزی، شور، قہقہے اور ہذیانی چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ گوریلوں کے ادھر ادھر دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ویلی نے میرے شانے پر سر ٹکا دیا تھا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے مسٹر البرٹ کہ ڈنکرک اور ان کے ساتھی کام آ گئے۔" وہ نڈھال لہجے میں بولی۔

میں نے ویلی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "خود کو قابو میں رکھنا ویلی ورنہ نقصان اٹھاؤ گی۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ آہستہ سے بولی۔ ہم وہیں انتظار کرتے رہے۔ آگ کی تپش ہم تک پہنچ رہی تھی لیکن شکر تھا کہ جھونپڑی کا ملبہ اس طرف نہیں گر رہا تھا۔ اگر وہ پیچھے کی سمت گرتا تو یقیناً جلتے ہوئے گھاس پھوس کے ڈھیر اس دراڑ میں بھر جاتے اور ہم بھی دراڑ میں کباب بن کر رہ جاتے اور یہ بھی ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہوا کا رخ دوسری جانب تھا۔ جھونپڑی کی ٹوٹی ہوئی دیواریں اسی طرف گر رہی تھیں۔ کافی دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا اور اس کے بعد گاڑیوں کی واپسی کی آوازیں سنائی دیں۔ غالباً انہوں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ جو لوگ یہاں تک پہنچے تھے وہ ان کا شکار ہو گئے تھے۔ آگ کی تپش اور دھوئیں کی وجہ سے ویلی کو کھانسی اٹھ رہی تھی اور وہ بمشکل تمام اپنی کھانسی پر قابو پائے ہوئے تھی۔ اس کی سرخ آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔

گاڑیوں کی واپسی کے بعد میں نے ویلی کا ہاتھ پکڑا اور

شخص کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا نام ہے تمھارا؟"

"سام گناچی۔" اس نے جواب دیا۔

"گوریلا کارروائی میں تمھارا کتنا حصہ ہے؟"

وہ ایک لمحے خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتا رہا، پھر تعجب سے بولا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم؟"

"اسے بکواس کہو یا کچھ، جواب دو گے تمیز سے دو گے ورنہ تمھاری زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میں سرکاری آدمی ہوں، سمجھے تم۔ گوریلوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" اس نے کسی قدر اکڑتے ہوئے کہا۔

"بکواس کر رہے ہو تم، سرکاری آدمیوں سے تمھارا کیا تعلق؟"

"سنو سنو، جو کچھ ہوا ہے شاید غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہے۔ میں درحقیقت سرکاری آدمی ہوں اور یہاں گوریلوں کے خلاف کام کرنے والے دستوں کے ساتھ ہوں، تم لوگ کون ہو؟"

"خوب، یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ ہماری ملاقات ایک سرکاری آدمی سے ہو گئی، ہم بھی سرکاری آدمی ہی ہیں ڈیئر، چلو ایسا کرتے ہیں کہ کہیں اور چل کر گفتگو کرتے ہیں، تم اپنی جیپ میں چلو۔" ویلی نے کہا اور میں ویلی کی اس تجویز سے متفق ہو گیا۔ میں نے اسے جیپ کی جانب دھکیلا اور اسی طرح دھکا دیتا ہوا جیپ کے قریب لے آیا۔ جیپ میں میں نے اسے اسٹیئرنگ پر بٹھایا تو ویلی نے ایک اور کام کیا یعنی اس نے جھک کر اس کی دونوں بغلی جیبیں اور بغلی ہولسٹر تلاش کیا، پستول اس کے پاس تھا ہی نہیں ورنہ وہ اسے نکال لینے میں دیر نہ کرتا۔

"گاڑی اسٹارٹ کرو جانِ من۔ جلدی، ہری اپ۔" میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"سنو! میں تمھیں ایک محفوظ جگہ لے جا سکتا ہوں، اگر تم بھی سرکاری آدمی ہو تو پھر ہمارے درمیان یہ جھگڑا کیسا؟"

"محفوظ جگہ بھی دیکھیں گے جانِ من۔ تم پہلے گاڑی تو اسٹارٹ کرو اور سنو! اگر تم نے راستے میں کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو اس بار تمھاری زندگی کی خیر نہیں ہے، ہم تو موت و زندگی کا کھیل کھیل ہی رہے ہیں، اور اس کھیل میں دو چار آدمیوں کو ہلاک کر دینا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔" میں نے کہا اور اپنا پستول نکال کر اس کی گدی پر رکھ دیا۔

اس نے جیپ اسٹارٹ کی اور آگے بڑھنے لگا۔ اسی لمحے بادل اس زور سے گرجا جیسے کئی بم اچانک پھٹ پڑے ہوں۔ سام گناچی نے بادلوں سے بھرے ہوئے آسمان پر نظر ڈالی اور تشویش کے لہجے میں بولا۔ "طوفان آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے تمھیں میرے پاس پناہ لے لینی چاہیے۔"

"چلتے رہو، چلتے رہو، ہم کسی مناسب جگہ اس طوفان سے بچاؤ کا بندوبست بھی کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ہم اب اس بستی میں نہیں رکنا چاہتے تھے۔ گاڑی ایک مخصوص سڑک کی طرف چل پڑی جس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ اس بستی سے آگے چلی جاتی ہو گی۔

ویلی نے چند لمحات کے بعد پوچھا۔ "جب تو ڈیئر سام گناچی، تمھارا گوریلوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ ہوٹل کا ملازم تمھارے پاس کیوں پہنچا تھا؟"

"اس نے یہی بتایا تھا کہ دو پُراسرار آدمی ہوٹل میں آ گئے ہیں اور کہیں دور سے آئے ہیں۔ ان کا تعلق گوریلوں سے بھی ہو سکتا ہے۔"

"اور تم ہمیں گرفتار کرنے پہنچ آئے۔ میں نے سنا ہے کہ کوریتا ہل میں گوریلا کارروائیاں زور پکڑ چکی ہیں، جبکہ اس سے پہلے تو یہ سب کچھ نہیں تھا۔ لائٹ ہاؤس پر متعین تینوں آدمی ہلاک کر دیے گئے اور تم لوگوں کو ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ویسے ڈیئر کیا تم اپنا کوڈ بتا سکتے ہو؟"

"کوڈ....؟" اس نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہر سرکاری آدمی مخصوص قسم کے کوڈ رکھتا ہے اور یہی اس کی شناخت ہے۔ تم اپنا کوڈ بتاؤ تاکہ ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ تمھارا تعلق گوریلوں سے نہیں ہے۔"

"یہ غلط فہمی ہے تمھاری، مجھے کوئی ایسا کوڈ نہیں بتایا گیا جسے میں تمھارے سامنے دہراؤں۔" اس نے کہا اور ویلی آہستہ سے ہنس پڑی۔

"اس کے باوجود تم خود کو سرکاری آدمی کہتے ہو، خیر کوئی بات نہیں، چلتے رہو۔ اگر تم سرکاری آدمی نہیں بھی ہو تو ہم تمھیں سرکاری بنا لیں گے۔" ویلی کی حسِ مزاح پھڑک اٹھی تھی۔ ان حالات میں بھی وہ خود کو پُرسکون رکھنا جانتی تھی۔

نیم پختہ سڑک جنگل میں سے گزرتے ہوئے پکی سڑک میں تبدیل ہو گئی تھی۔ ساحل کی آبادی میں بتیاں جل رہی تھیں۔ ایک ریڈیو ٹاور کی سرخ بتی پلکیں جھپکا رہی تھی۔ جنگل خاصا گھنا تھا اور اس میں بلندی سے آتی ہوئی کسی ندی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ دفعتاً سام گناچی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "دیکھو، تم جس راستے پر سفر کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہماری مڈبھیڑ کسی بھی گروہ سے ہو سکتی ہے۔"

"چلتے رہو، موت آنی ہے تو وہ ہر جگہ آ سکتی ہے اور پھر سرکاری آدمیوں کو تو ہر وقت گوریلوں سے مڈبھیڑ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جھنجلا گیا۔

ہاورڈ کی پیشانی اور بائیں رخسار پر ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ وہ سر پر بھی پٹی لگائے ہوئے تھے۔ ہاورڈ اس وقت ایسا زخمی شیر تھا جو خونخوار ہو جاتا ہے۔ اس کی مسکراہٹ میں چھپی ہوئی درندگی کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں محسوس کر سکتا تھا۔ ملاقات کا یہ انداز میرے لیے بے حد سنسنی خیز تھا، لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ اب مجھے مرا احساس پر قابو پانے کا فن آ چکا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی سنبھلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور میں بھی جواباً مسکرا دیا۔

"بعض اوقات بہترین دشمن بہترین دوستوں کی مانند ہو جاتے ہیں مسٹر ہاورڈ! اور پھر ہمارے مشاغل میں بھی موافقت ہے زیادہ عرصہ ہم ایک دوسرے سے دور نہیں رہتے۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ آئیے اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ آئیے۔" ہاورڈ بولا اور ہال کے ایک گوشے میں پہنچ گیا جہاں ایک شاندار صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں ایک خوبصورت دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں باوقار انداز میں اس کے ساتھ آگے بڑھا اور ہم دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"آپ کو یہ ملاقات دلچسپ نہیں لگی مسٹر علی؟" ہاورڈ نے کہا۔

"بے حد دلچسپ! بے حد سنسنی خیز! ظاہر ہے میں اپنی دانست میں منزل پہ پہنچ گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی تمہیں اسی دلچسپ تجربے سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔ اور میں نے تمہارے استقبال کے لیے بیروت کا انتخاب کیا تھا۔ اسے ذہانت کہتے ہیں مسٹر علی!"

"آپ ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں مسٹر ہاورڈ! اس کی کوئی بنیاد تو ہوگی۔"

"شکریہ مسٹر علی! بہت بہت شکریہ!"

"اس بار ہماری ملاقات کچھ مختلف ماحول میں ہوئی ہے چنانچہ کچھ تبادلہ خیال کیوں نہ ہو جائے؟"

"کیا پئیں گے آپ؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں میں شراب نہیں پیتا، اس لیے کافی۔" میں نے جواب دیا اور ہاورڈ نے صوفے سے ہاتھ بڑھا کر دیوار پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ اندرونی دروازے سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے ہاورڈ کو دیکھا۔

"او ڈرالی! ڈیگ کہاں ہے؟"

"قریب ہے جناب! وہ باہر گیا ہے۔"

"معزز مہمان کے لیے کافی اور میرے لیے وہسکی بھجوا دو۔" لڑکی واپس چلی گئی اور ہاورڈ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر کہنے لگا۔ "آپ کو قتل کرنے کے کتنے مواقع میں نے گنوائے ہیں مسٹر علی! کئی بار ایسے حالات پیش آئے جب آپ کو قتل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔"

"یہ آپ کی شرافت ہے مسٹر ہاورڈ۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور اس کے لبوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ اُبھری تھی۔

"میں جانتا ہوں خود کو مشکوک ظاہر کرنے کے لیے آپ کو محنت کرنی پڑ رہی ہے۔ بہرحال آپ مجھ سے تبادلہ خیال چاہتے ہیں۔"

"ہاں ہیلوپولائز کے قید خانے میری سمجھ میں نہیں آ سکے۔ آپ نے مجھے وہاں کی سیر کیوں کرائی تھی؟"

"کچھ عرصے کے لیے آپ کو ہنگاموں کی زندگی سے دور رکھنا چاہتا تھا اور مجھے ایک وقفہ درکار تھا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"ایران ہی میں ایک پاکستانی نے دلیری کا مظاہرہ کر کے ہمارے مقاصد کے خلاف کیا اس کی تھی۔ سزا کا مستحق وہ تنہا نہیں تھا بلکہ پوری قوم تھی۔ چند جذباتی نوجوانوں نے ایک پاکستانی لڑکی کو قتل کر کے جذباتیت کا ثبوت دیا اور اس کے جواب میں تم نے بھی وہی انداز اختیار کیا۔ بات میرے معیار کی نہیں تھی لیکن اس کے بعد ایسی کارروائیاں ہوئیں کہ مجھے ان پر نگاہ ڈالنی پڑی۔ علی یار خان! تم نے ہمارے ایک بیٹا کو قتل کر دیا تھا اور کچھ پراسرار لوگوں کی مدد سے امریکا سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ میں حکومت امریکا کا وفادار ہوں، میں نے اس کے مفادات کی نگرانی کے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن... میں نسلاً یہودی ہوں اور اپنی قوم کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ میں تمہیں کئی بار چھوڑ چکا ہوں مسٹر علی یار خان! جانتے ہو کیوں؟ صرف تمہاری موت میرے لیے کوئی وقعت نہیں رکھتی، میں تمہارے ملک سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں تمہارے جرم کی سزا تمہارے پورے ملک کو دینے کا خواہش مند ہوں۔ اس کے لیے میں کوئی بہترین موقع تلاش کر رہا ہوں۔ میں اب بھی تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ بڑے مقاصد حاصل کرنے کے لیے چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ تمہارا مقدر یہ ہے میں تمہارے پورے ملک کے خلاف سازش کروں گا، ایک ایسی سازش جس کا کوئی توڑ دریافت نہیں ہو سکے گا۔ میں نے اپنی قوم سے وعدہ کیا ہے۔ تمہارا ملک اسرائیل سے دور ہے لیکن ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا ہے۔ پورے اسرائیل کی خواہش ہے کہ اس کے دشمن نمبر ایک پاکستان کو کسی بہترین مشکل میں پھنسایا جائے کہ وہ فنا ہو کر رہ جائے۔ بیشمار یہودی ذیلی گروپ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں، لیکن میرا نام ہاورڈ ہے۔ میرے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میں اپنے وقت کا... ایک ایسا کام کر رہا ہوں جس کی مثال تاریخ میں... تمہارا عزیز وطن! اس کا ذریعہ تم ہو گے، صرف تم!"

ہاورڈ خاموش ہو گیا۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں سرسراہٹیں دوڑ رہی تھیں۔ میں سیاسی آدمی نہیں تھا لیکن جاہل بھی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ آج سے کیا، سینکڑوں سال سے وہ عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ ہاورڈ کی یاوہ گوئی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکی۔ اور میری آنکھیں سرخ ہو گئیں تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"ہاں میں صیہونی سازشوں کے خلاف تھوڑا بہت جانتا ہوں ہاورڈ! مجھے علم ہے کہ اسرائیل کا قیام انہی سازشوں کی بنیاد پر ہے۔ بڑا نیک کام نہیں کر رہے ہو لیکن کسی پاکستانی سے شاید یہ تمہارا پہلا سابقہ ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"پاکستان کے خلاف سازش کرنے کے لیے تم نے ایک پاکستانی کا انتخاب کیا ہے۔ اپنی قوم سے اپنی بدترین ناکامی کا اعتراف کر لو ہاورڈ! مسٹر کینو یا کوئی ایک بار اپنی آنکھوں سے تو دیکھو، اگر ایک بھی نقل... لاؤ تو اپنا گلا کاٹ کر تمہارے سامنے رکھ دوں گا۔ پاکستان کے نام پر مٹنے والے، اس کے ایک ایک چپے کے لیے ہزاروں زندگیاں دینے کو تیار ملیں گے۔ ایک علی یار خان کیا چیز ہے۔ احمق ہاورڈ! انسان ناشناس ہو، مجھے تمہاری اس نادانی پر افسوس ہے۔ اگر میں نے محسوس کیا کہ مجھے میرے وطن کے خلاف سازش کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے تو دو چار کو قتل کر کے موت کو گلے لگا لوں گا۔ مجھے اس کام میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے علی یار خان! تم نے اس کے حالات کے سمندر عبور کیے ہیں۔"

"پاکستان کے نام پر علی یار خان سے زندگی مانگو، تمہیں ہاورڈ کی... موت کے سمندروں سے گزر کر بچائی ہوئی یہ زندگی نچھاور کر دی جائے گی۔" میں نے کہا۔

اسی وقت لڑکی کافی کے برتن اور شراب کا سامان ٹرالی پہ رکھے اندر داخل ہوئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر ٹرالی ایک جانب روک دی۔ ہاورڈ اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا لیکن دوسرے لمحے ہاورڈ کے ساتھ ساتھ میں بھی چونک پڑا۔ لڑکی کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک ریوالور نظر آ رہا تھا جسے اس نے ٹرالی سے اٹھایا تھا۔ پھر ریوالور کا رخ ہاورڈ کی جانب ہو گیا اور اس کی سرد آواز ابھری۔ "ہاتھ بلند کر لو ہاورڈ! کوئی حرکت نہ کرنا ورنہ پورا ریوالور تم پر خالی کر دوں گی۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو ڈرالی! تجھے کیا ہو گیا؟"

"باہر موجود لوگوں کو میں بے ہوش کر چکی ہوں۔ وہ اس نوجوان کے راستے میں مزاحم نہ ہو سکیں گے۔ جاؤ علی یار خان! فوراً باہر نکل جاؤ۔ باہر کار موجود ہے جس کے اگنیشن میں چابی لگی ہوئی ہے۔"

"ڈرالی!" ہاورڈ گرجا۔

"بکواس بند کرو مسٹر ہاورڈ! اور یہ بھی جان لو کہ میرا نام ڈرالی نہیں ناز ہے۔ تمہاری سیکرٹری میرے ہاتھوں ماری جا چکی ہے۔" اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"ناز... تم!" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"تفصیل بہت طویل ہے دوست! میں نے تمہارے بچانے، تمہارے دشمنوں پر نگاہ رکھی تھی۔ اور ان کے منصوبے معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ساری زندگی میں ایک ہی اچھا کام کرنے کا موقع ملا تھا تو فائدہ کیوں نہ اٹھاتی۔ جاؤ، ہماری تفصیلی ملاقات پھر کسی وقت ہوگی۔"

"ریوالور مجھے دے دو ناز! آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا لیکن ناز چیخ پڑی۔

"تم جاؤ علی! جاؤ۔ میری محنت اکارت نہ کرو۔ میں تنہا نہیں ہوں، نکل آؤں گی۔ جاؤ ورنہ میں خودکشی کر لوں گی۔" اس نے ایسے لہجے میں کہا کہ میں چونک پڑا۔

"مجھ سے ملے بغیر واپس نہ جانا ناز!" میں نے کہا اور دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا لیکن جب باہر پہنچ کر میں نے کار اسٹارٹ کی تو مجھے تین فائروں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ میں دل مسوس کر رہ گیا۔ ناز کو اس طرح چھوڑنا سخت خود غرضی تھی۔ نہ جانے کس نے کس پر فائر کیے؟ نہ جانے...؟

نواز سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر دیر تک آنکھیں ملتا رہا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ یہ میں ہی ہوں تو پاگلوں کی طرح مجھ سے لپٹ گیا۔

"تم واقعی زندہ ہو! مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا۔"

"میں تمہیں یقین دلانے کا کوئی موثر نسخہ نہیں رکھتا، مجبوری ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری موت کی اطلاع تمہارے اہل وطن کو بھجوا دی گئی ہے۔ جگہ جگہ تمہاری نماز جنازہ ادا ہوئی اور ایصال ثواب کے لیے کئی بار قرآن خوانی بھی ہو چکی ہے۔"

"یہ میری خوش بختی ہے کہ میری زندگی میں ہی یہ سب کچھ ہو گیا۔ باقی رہی میرے خاندان اور اہل وطن کی بات

کیا تھا لیکن وہ کم بخت بچ گیا اور غرّاتا ہوا ایک ٹیلے کی آڑ میں دبک گیا۔ اب میرے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اسے جلد تلاش کر کے ہلاک کر دوں۔ ریوالور میرے پاس موجود تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سپاہی جس کی پیشانی کا نشانہ میں نے لیا تھا اب یقیناً مر چکا ہوگا۔ دوسرے کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ گولی نے اسے کتنا نقصان پہنچایا مگر مجھے ان دونوں سے زیادہ اس کم بخت کتے کی فکر تھی۔ اسے کسی بھی طرح بچ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ ورنہ دوسرے فوجیوں کو یقیناً خبر ہو جائے گی۔ وہ ٹیلے کی آڑ میں دبکا مسلسل غرّا رہا تھا۔ مجھے صرف اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اب تک فرار کیوں نہیں ہوا۔

پستول کو سنبھالتے ہوئے میں آگے بڑھا اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں کتے پر نگاہ ڈال سکتا تھا اور اسی وقت مجھے معلوم ہوا کہ کتا اب تک فرار کیوں نہیں ہوا تھا۔ اس کی زنجیر مردہ فوجی کی کمر میں بندھی ہوئی بیلٹ سے منسلک تھی۔ گویا اب اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ وہ اچانک ہی مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ میں کتے کے سامنے اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں اس کا نشانہ لے سکتا تھا اور میرے پستول کی یقینی گولیاں کتے کے بدن میں اتر گئیں۔ وہ خون میں لت پت دو تین بار اچھلا اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دوسرے فوجی کا جائزہ لیا۔ گولی اس کے سینے پر دل کے کچھ اوپر لگی تھی اور ابھی اس کی زندگی باقی تھی۔

میں نے بغیر کسی تکلف کے اسی فوجی کا پستول اٹھایا جو ہلاک ہو چکا تھا اور اس زخمی فوجی کا نشانہ لے کر تین گولیاں اس کے دل کے مقام پر اتار دیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا اور یہ خوش بختی تھی میری کہ میرا مقابلہ صرف ان دو افراد اور ایک کتے سے ہوا تھا۔ اگر یہاں زیادہ فوجی ہوتے تو پھر میرا بچ نکلنا مشکل ہوتا۔ اب یہ جگہ چھوڑ دینا ہی بہتر تھا۔ یہ دونوں فوجی یہاں بلاوجہ تو نہیں آئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے ایک سمت کا انتخاب کیا اور چل پڑا۔

کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے بہت دور روشنیاں نظر آئیں۔ شاید میں کسی آبادی کے قریب تھا۔ روشنیوں کا پھیلاؤ اس بات کا اشارہ کرتا تھا کہ آبادی خاصے وسیع و عریض علاقے پر محیط ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی اسرائیلی شہر ہی ہو لیکن اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے بہت کچھ سوچنا ضروری تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری ہیئت کو کس قدر بار بار بدلا جا سکا ہے یا نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ اب میں اپنی شناخت کے لیے یہاں مزید نشانات چھوڑنے کا خواہشمند تھا جو اس بات کو ظاہر کریں کہ عاقل تو اردو انہی علاقوں میں پوشیدہ ہے اور اس کے لیے مجھے بہت کچھ اہتمام کرنا پڑا تھا۔

کچھ وقت یہاں گزارنے کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ انہی روشنیوں کی جانب تھا جو رات کی تاریکی میں دور دور کہیں ٹمٹما رہی تھیں ۔۔۔ فوری طور پر میں بستی میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا البتہ بستی سے کچھ فاصلے پر کسی ایسی جگہ کا انتخاب کر کے قیام کرنے کا خواہشمند تھا جو میرے لیے محفوظ ہو۔

ایک چڑھائی عبور کرنے کے بعد مجھے ایک باغ نظر آیا جس میں مختلف اقسام کے پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ میں باغ میں داخل ہو گیا اور پھر ایک گھنا درخت منتخب کر کے اس کے تنے کے پاس ہموار زمین پر لیٹ گیا۔

آسمان پر ستاروں کا سفر جاری تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ جو کچھ بیت چکی تھی، اس کے بارے میں سوچنا بے مقصد تھا۔ بہتر تھا کہ نیند آ جائے تاکہ دوسرے دن جب جاگوں تو کوئی ذہنی انتشار باقی نہ رہے۔ اس کوشش میں مجھے خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی اور میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج کافی بلند ہو گیا تھا۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو نو بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ خوراک یا صبح کے ناشتے کے لیے پیٹ پر بندھے ہوئے تھیلے میں بہت کچھ تھا لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر لٹکے ہوئے خوش رنگ سیب دعوت دے رہے تھے۔ چنانچہ میں نے باغ کے مالک کا غائبانہ شکریہ ادا کر کے کچھ سیب توڑے اور انہیں چبانے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے فیصلہ کیا کہ اب اس باغ سے نکل جانا چاہیے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اس باغ کے رکھوالے آس پاس موجود نہ ہوں۔ کسی کی نگاہ میں آئے بغیر میں آبادی میں داخل ہونے کا خواہشمند تھا۔

باغ سے بائیں سمت ہٹ کر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پانی بہنے کی آواز سنائی دی۔ غالباً یہ اس ندی کی ہی کوئی شاخ تھی جس کے کنارے سے گزر کر میں اس طرف آیا تھا۔ دل چاہا کہ اگر تنہائی ہو تو نہا لوں اور اس خواہش کے تحت میں بہتی ہوئی ندی کی جانب بڑھ گیا۔

جونہی میں ایک بڑے ٹیلے کی آڑ سے ندی کے سامنے پہنچا، مجھے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ دس بارہ لڑکے اور لڑکیاں اس طرف چلے آ رہے تھے اور میرے اتنے قریب پہنچ چکے تھے کہ اب میں ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا تھا۔ میں ساکت رہ گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں مختلف چیزیں تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پکنک منانے اس طرف آئے ہوں۔ انہوں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور اب ان سے چھپنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں بے پروائی سے ندی کے

کنارے کی جانب چل پڑا اور پشت سے تھیلا کھول کر نیچے رکھ دیا۔ ابھی میں ندی میں نہیں اترنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ان لوگوں کا ردعمل دیکھنا ضروری تھا۔ میں نے کنارے پر پانی میں پاؤں لٹکائے اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ وہ سب میرے نزدیک ہی پہنچ گئے تھے۔

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں نے بھی نرم انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ ۔۔۔ آپ کون ہیں؟ غالباً سیر و سیاحت کے رسیا یا کوئی مہم جو قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا ظاہری حلیہ بتاتا ہے کہ آپ دشوار مراحل سے گزر کر یہاں تک آئے ہیں۔" وہ انگریزی زبان استعمال کر رہا تھا۔

"آپ کا خیال درست ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"ہم آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

"نہیں ۔۔۔ میں کسی مدد کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تب آپ ہمارے ساتھ چائے ضرور پئیں۔" انھوں نے مجھے دعوت دی۔ چائے پیتے ہوئے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے غیر محسوس انداز میں وہ ڈائری نکال لی جس میں اشارتی زبان میں بہت سے پیغامات لکھے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ ان لوگوں کے ذریعے بھی عاقل تو اردو کی موجودگی کی خبر پولیس یا فوج تک ضرور پہنچنی چاہیے اور یہ ڈائری اس سلسلے میں بہت کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔ اس پر عاقل تو اردو کا نام صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ رہا۔ ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی پھر انھوں نے ٹیپ ریکارڈر نکال کر اس پر ایک کیسٹ لگا دیا اور رقص کرنے لگے۔ میں ان سے معذرت کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا اور اب مجھے اس سواری کی تلاش تھی جس پر سوار ہو کر یہ لوگ یہاں پہنچے تھے۔ اس جگہ تک جہاں وہ موجود تھے، راستہ اس قدر ناہموار تھا کہ کوئی بھی گاڑی نہیں لائی جا سکتی تھی۔ اس لیے مجھے یقین تھا کہ انھوں نے اپنی گاڑی آگے کہیں چھوڑی ہوگی جہاں زمین ہموار ہوگی۔ اگر میں ان کی گاڑی لے کر فرار ہو جاؤں تو وہ لوگ مجھے کسی طور نظر انداز نہیں کر سکیں گے اور میرے بارے میں یقیناً سوچ بچار میں لگ جائیں گے اور پھر وہ چھوٹی سی ڈائری انھیں مل جائے گی جسے میں وہیں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے ذریعے بات پولیس تک پہنچے گی اور پھر ان لوگوں تک جن تک میں وہ ڈائری پہنچانا چاہتا تھا۔

بالآخر مجھے چٹانوں کی اوٹ میں ٹیلے رنگ کی ایک کوسٹر نظر آ گئی جس کے درمیانی حصے پر ایک سفید دھاری بنی ہوئی تھی اور اس پر گاڑیاں کرائے پر دینے والی کمپنی کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ یہ پکنک پارٹی اسی کوسٹر پر آئی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوسٹر کا ڈرائیور کوسٹر کے اندر موجود تھا اور اس کی فرنٹ سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ غالباً اسے میری آمد کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔

قریب پہنچ کر میں نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا اور ڈرائیور گردن نکال کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ "نیچے آؤ بھائی۔"

ڈرائیور سگریٹ کا آخری کش لینے کے بعد اسے انگلی سے اچھالتا ہوا نیچے اتر آیا لیکن میں اس کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ جونہی اس نے نیچے قدم رکھا، میرا بایاں ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور داہنے ہاتھ کا گھونسا کنپٹی پر۔ جچا ہوا ہاتھ تھا، ایک ہی کافی رہا۔ ڈرائیور نیچے گرنے لگا تو میں نے اسے سنبھال لیا اور پھر اسے گھسیٹتا ہوا اس ٹیلے کی آڑ میں لے گیا جو تھوڑے فاصلے پر تھا۔ ٹیلے کی آڑ میں ڈرائیور کو لٹانے کے بعد میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ حسب معمول اس کا لائسنس اور سگریٹ کا ایک پیکٹ برآمد ہوا۔ کوسٹر کی چابی یقیناً اگنیشن ہی میں لگی ہوئی تھی۔ نہ لگی ہوتی تو ڈرائیور کے پاس ہوتی۔ چنانچہ میں

اور وہ تمام ملاقاتیں اور ابھی راز جو تجھے معلوم ہو سکتے ہیں۔ مائیکرو فلموں اور مائیکرو ڈاٹس کی شکل میں تم نے کہاں محفوظ کر رکھے ہیں تاکہ کسی موقع پر انہیں بیروت پہنچایا جا سکے؟
"تو پھر تم بیروت کیوں نہیں پہنچ سکے؟"
"اس لیے کہ میرے باہر نکلتے ہی میرے بارے میں علم ہو گیا تھا اور انہوں نے میرے پیچھے لگ گئے تھے۔" میں آہستہ سے بولا۔
"اس دوران تم کہاں کہاں چھپتے پھرتے رہے؟"
"میں نے جنگل کے راستے اختیار کیے تھے، شہری آبادیوں سے دور رہا تھا۔"
"کسی فلسطینی ایجنٹ سے اس دوران تمہارا رابطہ قائم نہیں ہو سکا؟"
"اگر رابطہ قائم ہو جاتا تو میں اسرائیل میں نہ ہوتا۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
"تمہارا یہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ کیا تھا؟"
"مجھے کسی طرح حیفہ پہنچنا تھا اور اس کے بعد سارے معاملات فلسطینی ایجنٹوں کو ہی دیکھنے تھے۔" میں نے جواب دیا۔
"وہ مائیکرو فلمیں اور مائیکرو ڈاٹس کہاں ہیں جنہیں تم لے کر جا رہے تھے؟ ان کی صحیح نشاندہی کرو، وہ کہاں ہو سکتے ہیں؟"
"گرفتار ہونے سے کچھ دیر پہلے تک وہ میرے پاس موجود تھے۔ آپ نے انہیں اس جگہ نہیں دیکھا جہاں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا؟"
"تمہارا سامان مختلف جگہوں سے ملا ہے۔ ان میں سے کسی سامان میں یہ چیزیں موجود نہیں تھیں۔"
"میں اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں جانتا۔"
"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن تم یہ سوچ لو کہ اس جرم کے سلسلے میں تمہیں کیا سزا دی جا سکتی ہے؟" جنرل نے [illegible] کہا۔
"میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔ میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔
"مگر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس کھیل کا انجام، یعنی جرم کا نتیجہ صرف موت ہے۔ تم تحریری طور پر اس بات کا اقرار کر لو کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کی جانب سے تم ہمارے ملک میں تخریبی کارروائیاں کر رہے تھے۔ ممکن ہے اس طرح تمہارے لیے کہیں سے کچھ سفارشات حاصل ہو سکیں۔" جنرل کے یہ الفاظ محض سہارا تھے جن کی حقیقت میں اچھی طرح جانتا تھا۔
"میں تمہیں کوئی تحریر نہیں دے سکتا۔"
"مگر تم یہ تحریر نہیں دو گے تو ہم دوسری طاقتوں سے فائدہ اٹھانے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ تم جیسے لوگوں کی موت اور زندگی ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ تمہارے بارے میں آخری فیصلہ کر لیا جائے گا۔" اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی "اسے لے جاؤ [illegible] کے لیے جاؤ جب تک میں اس سلسلے میں دوسری ہدایت نہیں دیتا۔" اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے سلسلے میں آخری فیصلہ کیا کیا جائے گا لیکن سرِدست قید و بند کے علاوہ اور کچھ بہتر متبادل نہیں تھا۔ مجھے عمارت کے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں سے نکال کر ان لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ آئندہ میرے لیے دو صورتیں رہ گئی ہیں جو اب مجھے فراہم کی گئی ہیں۔ جنرل کو مجھ سے جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم کر چکا تھا۔ اب مجھے اس تحریری بیان کے لیے مجبور کیا جائے گا جس کے تحت میں اپنے جرائم کا اعتراف کروں گا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ صورتحال میرے لیے خطرناک ہو جائے گی۔ عاقل تو ان لوگوں کے پاس ایسی اطلاعات تھیں جس انداز میں کام کر چکا تھا اس کے تحت یقیناً ان کے پاس بھی کوئی تحریر موجود ہوگی اور جب یہ تحریر میری تحریر سے مل جائے گی تو میرا راز فاش ہو جائے گا لیکن مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ تنظیم نے جو کام میرے سپرد کیا تھا میں اسے بحسن و خوبی انجام دینے کا خواہش مند تھا۔ اور کم از کم اس بات سے یک گونہ سکون محسوس ہوتا تھا کہ وہ لوگ مجھے فاضل تو نہ سمجھ بیٹھے ہیں۔

رات کو میں اسی نرم بستر پر سویا تھا جو اس کمرے میں موجود تھا اور جس پر بہتر طور پر نیند آ جاتی تھی لیکن جب میں جاگا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنے بستر پر نہیں ہوں۔ یہ کیا ہوا تھا! میں نے گھبرا کر اپنے اطراف اندھیرے میں ہاتھوں سے ٹٹولا اور دفعتاً میری ریڑھ کی ہڈی میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ مجھے یہ انکشاف ہوا کہ جس جگہ میں قید ہوں وہاں زمین گیلی ہے اور ٹھنڈک بھی ضرورت سے زیادہ ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بدن پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو مزید خوف کا شکار ہو گیا۔ میرے بدن پر لباس نہیں تھا۔ صرف زیریں حصے میں ایک چھوٹا سا لباس موجود تھا لیکن یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟ یقیناً مجھے بے ہوش کرنے کے بعد انہوں نے یہ کارروائی کی ہوگی لیکن مقصد ...؟ میرے ذہن میں سوال ابھرا اور پھر میرے ذہن نے خود ہی اس کا جواب بھی دے دیا۔
وہ لوگ مجھے سزا دے رہے تھے۔ ممکن ہے میرے بارے میں آخری فیصلہ بھی کیا گیا ہو کہ میں اس جگہ دم توڑ دوں — لیکن یہ جگہ ہے کیا؟
تاریکی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اطراف میں ایک عجیب سی نمی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے ٹٹول کر دیکھا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں پانی ہے پھر ایک اور احساس بھی ہوا۔ کمرے میں پانی کی سطح بڑھتی جا رہی تھی۔ پانی جو برف کی مانند سرد تھا۔ میں پھرتی سے اٹھ

میں نہیں جانتا کہ ٹھنڈا پانی کس جگہ سے آ رہا تھا۔ میرے ٹخنوں تک پانی آ گیا تھا اور بدن میں ٹھنڈک کی لہر دوڑ گئی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے پانی کی سطح مزید اونچی ہوتی محسوس کی اور میں بے اختیار پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اچھلنے کے نتیجے میں ہی میرا سر کسی چیز سے ٹکرایا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ چھت بہت نیچی ہے۔ میں نے آگے بڑھنا چاہا مگر زمین پر پھسلن بے پناہ تھی۔ میں بری طرح گرا اور دیوار سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ آہ! مجھے کسی زیرِ زمین قبر میں دفن کر دیا گیا تھا۔ شاید یہ تاریک قبر میری آخری آرام گاہ ہے۔ میں نے سوچا۔
پانی آہستہ آہستہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور اب میں ایک طویل رات کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ اگر یہ پوری قبر پانی سے بھر گئی تو اس کے بعد کیا ہو گا؟ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ سوائے اس کے کہ دیواریں ٹٹول کر اس قبر کا دروازہ تلاش کروں۔ میں بے اختیار ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنے لگا اور پھر دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ کے دباؤ سے کوئی چیز اپنی جگہ سے کھسکی ہو۔ میں نے اسی جگہ کو مزید دبانا شروع کر دیا۔ اور اسی طرح ایک خلا سا نمودار ہو گیا جس کے دوسری جانب ہلکی سی روشنی اور نمی نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس تاریک قبر میں کسی خلا کا نمودار ہونا میرے لیے بہت ہی نیک فال تھا۔ میں یہ جانے بوجھے بغیر کہ دوسری جانب کیا ہے اس طرف لپکا۔
ایک پتلی سی سرنگ تھی جس میں دوڑا نہیں جا سکتا تھا! بلکہ صرف رینگا ہی جا سکتا تھا کیونکہ آگے چل کر وہ مزید تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ اور جب میں اس کے دوسرے سرے پر پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ قبر نما کوٹھری ہی ہوا کے لیے [illegible] بنایا گیا ہے۔ نیچے گہرائی تھی جس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کتنی ہے۔ عجیب و غریب جگہ تھی اور اس کی تخلیق کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ یہ ان لوگوں کا کوئی اذیت خانہ تھا لیکن وہاں سے نکلنے کے انتظامات بھی رکھے گئے تھے! غالباً وہ مجھے یہ بتانا چاہتے تھے کہ موت کتنی بھیانک اور اذیت ناک ہوتی ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ میں ان کی ہدایات پر عمل کروں۔
لیکن جنرل نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تھا کہ میرے جرائم کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ وقت کا کوئی تعین نہیں کیا گیا تھا — یہ سب سوچ کر میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے لیکن ایسا تو بارہا ہوا تھا۔ بہرحال اس مقام سے نیچے کودنا ضروری تھا۔ میں واپس اس قبر میں نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور نیچے چھلانگ لگا دی۔

لیکن میرا اندازہ غلط تھا۔ وہ جگہ زیادہ بلندی پر نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ دس یا گیارہ فٹ نیچے کودنا پڑا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے ٹخنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔
نیچے گر کر میں تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا۔ آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں لیکن بالآخر بدن میں تحریک پیدا ہوئی۔ ٹانگوں میں شدید ٹیسیں ہو رہی تھیں اور دونوں پسلیوں میں جیسے سوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ سیلن بھی اسی طرح تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ میری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ سردی کا وہ احساس جو ٹھنڈے ٹخ پانی سے پیدا ہو گیا تھا زائل ہونے لگا تھا۔ یہ کوئی ہال نما کمرہ تھا اور [illegible] میں اس کمرے کا دروازہ تلاش کرنے لگا پھر میری نظر دروازے پر پڑی اور میں اس طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کسی نے باہر سے کھول دیا۔
دن کا وقت تھا۔ میری آنکھیں چونکہ اس وقت تاریکی سے مانوس تھیں اس لیے دروازہ کھلنے سے جو روشنی اندر آئی اس نے میری آنکھیں بند کر دیں اور میں تھوڑی دیر کے لیے اندھا ہو گیا۔ میں نے پھرتی سے آنکھوں پر دونوں ہتھیلیاں رکھ لی تھیں۔ اس طرح کچھ سکون محسوس ہوا لیکن اسی دوران میرے دونوں بازو پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا گیا۔ البتہ آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ میں اندھوں کی طرح ان کے ساتھ گھسٹتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے مجھے زمین پر دھکا دے دیا۔ زمین پر گرنے کے بعد میں کسی زخمی کتے کی طرح ہانپنے لگا تھا لیکن آنکھیں کھولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ بہرطور میں نے یہ کوشش کی اور آنکھیں کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔
میرے عین سامنے ایک یہودی افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا اور آنکھوں میں میرے لیے سوائے نفرت و حقارت کے کچھ نہیں تھا۔ میں نے دیکھ کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور وہ میرا لباس میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا "لو! اپنا لباس پہن لو۔"
میں نے خاموشی سے اس سے اپنا لباس لیا اور اپنے بھیگے ہوئے بدن پر پہن لیا۔ اس کے بعد اس شخص نے کسی کو آواز دی اور دو آدمی میرے نزدیک آ گئے۔ انھوں نے پستول میری کمر پر رکھ کر مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔
کمرہ خالی تھا۔ مجھے ایک بینچ پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ [illegible] جب میں بینچ پر بیٹھ گیا تو تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی اندر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی جس میں چند سلائس اور دودھ کا ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔
دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ان حالات میں کچھ کھاؤں لیکن

"خوب، خوب کون ہو تم؟ ذرا بتاؤ تو مجھے؟" وہ میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"تھوڑی دیر کے لیے اطمینان رکھو۔ ممکن ہے ہم دونوں ایک ہی جگہ گرفتار ہوں۔ میرا نام علی یار خان ہے۔ اگر تم تنظیم سے تعلق رکھتے ہو تو اس کے مخصوص کوڈ جملے میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔" میرے ان الفاظ پر اس کی توجہ میں کچھ کمی ہوئی تھی۔

"کیا نام بتایا ہے تم نے؟"

"علی یار خان۔"

"مسلمان ہو؟"

"خدا کے فضل سے۔"

"کلمہ پڑھو۔" اس نے کہا اور میں نے اسے کلمہ شریف سنایا۔ جواب میں بڈن نے بھی کلمہ پڑھا اور اس کے بعد کسی کوڈ کی ضرورت نہیں رہی۔ اس نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ سب کچھ فطری عمل تھا۔ تاہم میں شرمندہ ہوں۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ تم کب گرفتار ہوئے؟"

"جو تھا، یہ سب آج۔ لیکن تم یہاں کیوں ہو؟"

"بیک اپ سے میک چہرے پر۔"

"کیا خاموشی سے میرا میک اپ کیا ہے یا یہ صرف اتفاق ہے؟" بڈن نے سوال کیا۔

"مجھے ایک مشن پر یہاں بھیجا گیا تھا۔ تم نے غالباً اطلاع دی تھی کہ تم ان لوگوں کے درمیان گھر گئے ہو اور انھوں نے تمہارے راستے مسدود کر دیے ہیں اور تم وہ راز لے کر مقررہ مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"آہ! کیا میرا یہ پیغام ہیڈ کوارٹر تک پہنچ گیا تھا؟" عاقل توارد نے کہا۔

"ہاں۔ تمہارے لیے کافی تشویش پائی جاتی ہے۔ بالائی حکام کو یہ نہیں معلوم تھا کہ تم کہاں موجود ہو۔ میرے سپرد یہ ذمہ داری کی گئی کہ میں تمہاری مشکل کی حیثیت سے اسرائیلیوں کو اپنی طرف متوجہ کروں اور انہیں پریشان کرتا رہوں تاکہ تمہیں نکل جانے کا موقع مل جائے۔ میں اب تک یہی کرتا رہا ہوں لیکن مجھے تھوڑی دیر پہلے یہاں پہنچا دیا گیا تھا۔"

عاقل توارد عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "میں بہت شرمندہ ہوں خان!"

"کیوں بھائی؟"

"میں نے تمہارے ساتھ بہت بدسلوکی کی ہے۔"

"اس خیال کو بھی ذہن میں جگہ نہ دو۔ میں خود تمہارے اوپر مشتبہ ہونے لگا تھا۔ ۔ ۔ یہ اتفاقی حادثہ تھا۔"

"میں ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔ بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو لیکن۔ ۔ ۔"

"اب تم گرفتار کیسے ہوگئے ہو؟"

"نہیں۔ ۔ ۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکا، پھر بولا۔ "میں ایک موذی بیماری کا شکار ہوگیا ہوں۔"

"کیسی بیماری؟"

"مجھے مرگی کے شدید دورے پڑنے لگے ہیں۔ اسی دورے کی حالت میں انھوں نے مجھے گرفتار کیا ہے ورنہ شاید میں ان کے ہاتھ نہ آتا۔" عاقل توارد نے بتایا۔ میں ایک دم بے حد افسردہ ہوگیا تھا۔ چند لمحے خاموشی رہی، پھر اس نے کہا۔ "دورہ ختم ہونے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ اس کے بعد میں نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا اور ان سے گفتار ہوگئی۔ اسرائیلی سپاہیوں کو میں زخمی کر چکا ہوں اور ان سے بالکل الگ جدا ہوں۔ وہ لوگ ابھی تک مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں معلوم کر سکے۔"

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔

عاقل توارد کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں نے ایک عجیب حرکت کی ہے۔"

"کیا؟"

"جب تمہیں یہاں دھکیلا گیا ہوگا تو وہ بہت پریشان ہو رہے ہوں گے کیونکہ وہ تمہیں میری حیثیت سے گرفتار کر چکے تھے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے ہماری صحیح شناخت کے لیے ہی ہمیں یکجا کیا ہو۔"

"اوہ! کیا تم یہاں کتنی دیر سے قید ہو۔ میرا مطلب ہے کہ کچھ بتا سکتے ہو؟"

"ہاں، کیوں؟"

"انھوں نے ہماری گفتگو سننے کا کوئی انتظام تو نہیں کیا؟" عاقل توارد نے خطرہ ظاہر کیا اور میں بھی چونک پڑا۔

ہم نے جس حد تک ممکن ہو سکا اپنے اس قید خانے کا جائزہ لیا لیکن کوئی ایسی شے دستیاب نہیں ہوئی تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ ہماری گفتگو کہیں سنی جا رہی ہوگی۔

عاقل توارد کسی سوچ میں گم ہوگیا، پھر اس نے کہا۔ "مسٹر علی، میرے ذہن میں ایک خیال آ رہا ہے۔"

"کیا؟"

"اسرائیلی ایٹمی پروگراموں کی تفصیل میں نے معلوم کی ہے وہ صرف اپنے ذہن میں محفوظ رکھا ہے۔ ایک ایسی شکل میں جو کسی کے لیے مکمل طور پر سمجھنا آسان نہیں۔ میں نے جو تحریری شکل دی ہے وہ بھی ضائع ہو چکی تھی۔"

"خوب۔" میں نے پُرخیال انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری یادداشت کیسی ہے؟"

"تم جلدی جاننا چاہتے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ عاقل توارد کا پروگرام میری سمجھ میں آ رہا تھا۔

"یہ صورت حالات کے بدلنے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے ہم دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ ممکن ہے قید کر دیا جائے یا وہ ہم دونوں کو علیحدہ کر دیں۔ پھر بھی امید کی جا سکتی ہے کہ مجھے یا تمہیں نکلنے کا موقع مل جائے۔ اگر میں تمہیں مختصر طریقے سے ترتیب دے کر پروگرام کو تم بھی ذہن نشین کرلو تو ہمیں فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہم میں سے کوئی زندہ بچ نکلا تو ہم اپنی تنظیم کو ان کے ایٹمی پروگرام سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم اس بات کو بہتر سمجھتے ہو عاقل توارد تو مجھے ایسے انداز میں یہ تفصیلات بتاؤ کہ میں ذہن نشین کرسکوں۔" عاقل توارد کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا، پھر اس کی آواز ابھری۔

"اسرائیل کے ایٹمی پروگرام ہمارے لیے مستقل خطرہ بنے رہے ہیں۔ مصری وزیر خارجہ اسمٰعیل فہمی نے الاہرام کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر اسرائیل نے کوئی ایٹمی ہتھیار استعمال کیا تو اس کے سنگین نتائج ہوں گے۔ اسرائیل نے تردید کی تھی اور کہا تھا کہ اسرائیل ایٹمی طاقت نہیں ہے اور ہم روایتی ہتھیاروں پر انحصار کرتے ہیں۔ اسرائیلی اخبار معاریف نے اس قیاس آرائی کو گپ بازی قرار دیا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ اسرائیل نے جنم لیتے ہی ۱۹۴۸ء میں ایٹمی پروگرام بنا لیا تھا۔ اسرائیل کے پہلے صدر وائزمان کی براہ راست نگرانی میں اسرائیل کے ایٹمی ماہرین نے ناسیف سے پچھلے دروازے کا یورینیم بنانا شروع کر دیا تھا۔ بھاری پانی تیار کرنے کی تکنیک بھی ان لوگوں نے دریافت کر لی تھی اور ۱۹۵۳ء میں فرانس نے ان تجربوں کے سامنے ہی اسرائیلی سائنسدانوں کو اپنے ایٹمی پروگراموں کا مطالعہ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ پھر جب فرانس نے مقبوضہ الجزائر کے صحرا میں پہلا ایٹمی تجربہ کیا تو اسرائیلی مبصرین وہاں موجود تھے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء کے اوائل تک سب سے زیادہ ہتھیار فرانس نے اسرائیل کو دیے اور ۱۹۵۷ء میں اس نے اسرائیل کو اپنا پہلا ایٹمی ری ایکٹر دے دیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو ڈیمونا کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اسرائیل نے ایٹمی ہتھیار زبردست پیمانے پر شروع کر دیے اور اس طرح وہ اپنے حریف امریکا کو بھی بے وقعت بنا دیا۔ اس نے کسی چھوٹے ایٹمی ری ایکٹر کی تلاش کی جس سے پلوٹونیم حاصل کیا جا سکتا۔ یہ ری ایکٹر سالانہ چھ کلوگرام پلوٹونیم تیار کرنے کی تاب رکھتا ہے۔ دس کلوگرام کا ایٹم بم تیار کرنے کے لیے ذرا سا پلوٹونیم کافی ہوتا ہے۔ بہرحال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ۱۹۷۳ء میں جب جنگ چھڑی تو اس وقت اسرائیلیوں کے پاس ایٹم بموں کا ایک بھرپور ذخیرہ موجود تھا۔ ان کو فضا اور گرد و پیش کے علاقے کی زبردست حفاظت کی جاتی تھی۔

چونکہ وہاں ایٹم بموں کا ذخیرہ موجود تھا۔ شاید تمہیں یاد ہو کہ ۱۹۷۳ء میں لیبیا کا ایک مسافر بردار طیارہ بھٹک کر ڈیمونا کی جانب جا نکلا تھا جسے اسرائیلیوں نے مار گرایا اور ایک سو آٹھ مسافر ہلاک کر دیے۔ ایک امریکی جاسوس طیارے کو بھی انھوں نے مار گرانے کی کوشش کی تھی۔ اسرائیلیوں نے ایٹمی ہتھیار بنانے میں باہر سے کوئی مدد نہیں لی۔ انھوں نے خود ہی سب کچھ کیا، کیونکہ ۱۹۶۷ء کے بعد فرانسیسی امداد بالکل ختم ہوگئی تھی اور اسرائیلی اس سلسلے میں امریکا سے مدد نہیں لینا چاہتے تھے۔ میں کچھ اعداد و شمار رکھتا ہوں اور ان جگہوں کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا ہوں جہاں اسرائیل کے ایٹمی پروگرام جاری ہیں۔ اب تم ان شہروں اور جگہوں کو ذہن نشین کرلو جہاں اسرائیل کے ایٹمی ذخائر موجود ہیں اور جہاں اب تک ایٹمی ان کارندوں کی خدمت کے ساتھ مصروف ہے۔ مثلاً اگر میں تمہیں تیکو یا قائیہ کے بارے میں بتاتا ہوں تو اس کا مقصد اسرائیل قصبہ شاہراہ ہے۔" عاقل توارد۔ ۔ ۔ مخصوص مثالوں کے ذریعے مجھے ان جگہوں اور وہاں پر موجود ایٹم بموں اور ہتھیار تیار کرنے والے اداروں کی تفصیل بتلانے لگا۔ میں بڑی دلچسپی اور حیرت سے یہ تفصیل سن رہا تھا۔ ان اعداد و شمار کی ترتیب واقعی تعجب خیز تھی کیونکہ اسے ذہن نشین کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔

ہماری یہ مصروفیت گھنٹوں جاری رہی اور ہم نے اس سلسلے میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس دوران ہمارے اس کام کو کوئی مداخلت نہیں ہوئی تھی۔ عاقل توارد نے کئی بار مجھ سے اپنی بتائی ہوئی تفصیلات کے بارے میں سوالات کیے۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "بلاشبہ تمہاری یادداشت قابل رشک ہے اور اب مجھے یہ امید ہو چلی ہے کہ کم از کم یہ کام جو ہم نے طویل محنت سے انجام دیا ہے رائیگاں نہیں جائے گا۔ ہمارے یہ اعداد و شمار تنظیم کی بڑی مدد کریں گے اور تنظیم اس سلسلے میں بڑی میٹنگ میں تفصیلی گفتگو کرسکے گی۔"

میں عاقل توارد کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بے شک عاقل توارد! انشاء اللہ میں تمہارے بتائے ہوئے ان اعداد و شمار کو ذہن میں محفوظ رکھوں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان لوگوں نے ہم دونوں کو یہاں کیوں یکجا کیا ہے لیکن اندازہ یہی ہے کہ ابھی تک ہمارے سلسلے میں کوئی خاص منصوبہ ان کے ذہن میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے اصل عاقل توارد کون ہے۔"

عاقل توارد کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ دفعتاً اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا، پھر سرگوشی کے سے انداز میں کہا

ہے بے وقوف بنتے رہتے۔ وہ ڈائری جو آپ نے پولو گراؤنڈ
کے درمیان چھوڑی تھی اور جس میں عاقل توارد کے بارے میں
شواہد ملتے تھے، کیا جان بوجھ کر نہیں چھوڑی گئی تھی؟ ایسی
ڈائریاں عموماً محفوظ نہیں رکھی جاتیں بلکہ انھیں فوراً ضائع کر دیا
جاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا جاتا۔ صاف
ظاہر ہے آپ جگہ جگہ ہم لوگوں کو جھٹکا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش
کرتے رہے کہ آپ عاقل توارد ہیں اور اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا
جا سکتا ہے کہ آپ عاقل توارد کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ بات
کسی حد تک سمجھ میں آ چکی ہے یعنی آپ ہم لوگوں کو اُلجھا کر عاقل توارد
کو یہاں سے نکلنے کا موقع دینا چاہتے تھے لیکن بدقسمتی سے
کام نہیں ہو سکا۔ عاقل توارد مر گیا لیکن آپ زندہ ہیں اور ہم کسی
ایسے مخمصے میں نہیں پڑنا چاہتے جو ہمارے لیے باعث تکلیف ہو
البتہ ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ کی اصلیت ہمیں معلوم ہو جائے۔"

"اس سے بھی آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا آفیسر! بہتر ہے کہ
مجھے بھی قتل کر دیا جائے۔"

"نہیں میرے دوست! نہیں۔ آپ ہمارے لیے ایک
چیلنج بن چکے ہیں۔ ہم آپ ہی کی زبان سے آپ کے بارے میں
تفصیلات سنیں گے۔" آفیسر نے کہا اور پھر اپنے ایک ساتھی کی ...
طرف رخ کر کے بولا "محترم اور معزز مہمان کی تصاویر بنائی جا چکی
کیا؟ کام ہمارے لیے مشکل ہوگا کہ ان تصویروں کے ذریعے ہم
اچھا اس مہمان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

دوسرے آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ ایک کیمرا لے
کر میرے سامنے آ گیا اور پھر میری درجنوں تصاویر اتار لی گئیں۔

"اگر آپ زبان کھولنے پر آمادہ ہوں تو ہم آپ کو ایک
قیدی کی حیثیت سے ضرور رکھیں گے۔ اگر آپ اس پر تیار ہو گئے
کہ آپ کے عوض ہم کوئی اسرائیلی فوجی، فلسطینیوں کے ہاتھوں سے
آزاد کرا سکے تو آپ کو رہا کر دیا جائے گا ورنہ آپ کی موت
انتہائی قید خانوں میں ہوگی لیکن صرف اسی شکل میں کہ آپ اپنی زبان
کھول دیں۔"

"میں کوشش کروں گا آفیسر کہ اپنی زبان بند رکھوں اور
آپ کے مظالم برداشت کروں جب اس سلسلے میں ناکام ہو گیا
تو آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے جواب
دیا اور آفیسر نے مسکرا کر شانے ہلا دیے۔

"آپ کی مرضی ہے، ہم آپ کو پورا پورا موقع دیں گے۔"

بدقسمتی اور مصائب کا ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے اور یقیناً یہ
دور گزرے ہوئے دور سے کہیں زیادہ خوفناک ہوگا۔ میں نے سوچا۔
عاقل توارد کی موت نے میرے دل میں عجیب اداسی کی کیفیت
پیدا کر دی تھی لیکن بہرطور اس بے چارے کو مرنا ہی تھا۔ مجھے وہاں
سے ہٹا کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور یہاں میرے لیے نظر بند
کوارٹر کی جگہ منتخب کر دی گئی تھی۔

میرا نیا قید خانہ پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا اور پہاڑی
پہاڑی ٹیلے کیمپ کے گرد خاردار تاروں کے اس پار نظر آ
جاتے تھے۔ یہاں تقریباً تیس بیرک بنے ہوئے تھے اور ان
بیرکوں میں فلسطینی قیدی موجود تھے۔ کیمپ کا احاطہ بہت کشادہ
پڑا رہتا تھا۔ گرمی اور دھوپ شدید تھی۔ بیرکیں دن میں ہی
نہیں، رات میں بھی تپتی رہتی تھیں۔ پورے بدن پر پسینہ دانے
نکل آتے تھے۔ پینے کے لیے دن بھر میں پانی کی دو بوتلیں ملتی
تھیں۔ نہانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں منتظر تھا
اب مجھ پر عذاب شروع ہو جائے گا لیکن یہاں قید ہوئے کئی
دن گزر گئے اور کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ پھر مجھے
اس بیرک سے باہر نکالا گیا۔ پندرہ سولہ دن مزید اسی طرح
گزر گئے اس کے بعد پھر دنوں کا حساب بھی یاد نہ رہا۔

جس دن مجھے اس دوزخ سے نکالا گیا اس دن آسمان
ابر آلود تھا۔ باہر کا ماحول اجنبی اجنبی سا لگا۔ مجھے دوسری بیرک
میں پہنچایا گیا جہاں میری ملاقات ایک چست و چالاک افسر سے
ہوئی۔ یہ شخص یہاں متعین افسروں میں سے نہیں تھا اور دوسری
طرح سرخ و سفید ہونے کے بجائے جھلسے ہوئے چہرے کا مالک تھا۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بیٹھو دوست!
مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ تم سے بات چیت کروں۔ کیا تم مجھے
میرے سوالات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"کیا سوالات ہیں؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"عاقل توارد نے تمہیں کن رازوں کے بارے میں
کیا بتایا تھا؟"

"کیا وہ کچھ بتانے کے قابل تھا؟"

"وہ بیمار ضرور تھا لیکن ذہنی مریض نہیں تھا۔ ہم اس کی
تصدیق کر چکے ہیں۔"

"اگر وہ پاگل نہیں تھا تو تم ضرور پاگل ہو۔ اس دیوانے
شخص نے مجھے مار مار کر ادھ مرا کر دیا تھا۔"

"اس کے بعد تم پاگل ہو گئے؟" وہ مضحکہ اڑانے
والے انداز میں بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"ہاں میرا ذہنی توازن درست نہیں رہا تھا۔"

"فضول بات ہے یہ۔ تم بہت کچھ جانتے ہو۔ زبان
کھول دو دوست ورنہ زندگی عذاب بنا دی جائے گی تم پر۔ تمہارا

کی طرف کر دیے۔

فوجی جوان متحیر رہ گئے تھے۔ لڑکی نے پھرتی سے میرا بازو پکڑ کر اٹھتے ہوئے کہا "مسٹر علی! سوچ کیا رہے ہو۔ جلدی اب اترو بھی آپ۔"

میرے اعصاب جو ایک لمحے کے لیے کشیدہ ہوگئے تھے، ایک دم جھنجھنا اٹھے۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ لڑکی کون ہے اور اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے! بس ٹرین رکی ہوئی ہے، سامنے ویران میدان پھیلا ہوا ہے اور وہ میری مدد پر آمادہ ہے، اس سے زیادہ کچھ اور سوچنا حماقت تھی۔ البتہ ایک کام میں نے بھی بہت پھرتی سے کیا کہ ایک فوجی کی اشٹین گن اپنے قبضے میں لے لی۔ اس دوران وہ تینوں افراد جو لڑکی کے ساتھ ہی ٹرین میں سوار ہوئے تھے اور دوسرے فوجی جوانوں سے بھی ہتھیار رکھوا چکے تھے، پھر انھوں نے ان اشٹین گنوں کو خالی کر کے ٹرین سے باہر پھینک دیا۔

لوگ گردنیں نکال نکال کر باہر جھانک رہے تھے۔ ہم پھرتی سے نیچے اتر گئے۔ لڑکی کے دو ساتھی ٹرین کی طرف رخ کیے ہوئے گرج رہے تھے "اگر کسی نے پیچھے اترنے کی کوشش کی یا کوئی اور حرکت کی تو ٹرین میں بیٹھے ہوئے ایک ایک مسافر کو بھون دیا جائے گا۔" پھر ان میں سے ایک نے ایک دستی بم ٹرین کی جانب اچھال دیا۔ جو کمپارٹمنٹ سے تھوڑے فاصلے پر ایک دھماکے کے ساتھ پھٹا اور ٹرین میں سے چیخوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ لوگوں نے خوفزدہ ہو کر کھڑکیوں کے شٹر گرا دیے تھے۔

"بھاگو" لڑکی نے کہا اور ہم سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگے۔ میں ابھی تک ہوش میں نہیں تھا۔ بس ایک مشینی عمل تھا جو جاری تھا اور میں دوڑ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیلوں سے گزر کر ایک راستے میں پہنچ گئے جو آگے جا کر ایک طرف گھوم جاتا تھا۔ جونہی ہم وہ موڑ گھومے مجھے ایک خاکستری رنگ کی جیپ نظر آئی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے سگریٹ پھینک دی اور پھرتی سے جیپ اسٹارٹ کر لی۔ لڑکی، میں اور اس کے تمام ساتھی دوڑ کر جیپ میں سوار ہو گئے تھے اور جیپ اچھلتی ہوئی ایک جانب دوڑنے لگی تھی۔

یہ کارروائی حواس باختہ کر دینے والی تھی اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے اور کیونکر ہوا۔ اسٹین گنیں سنبھالے لڑکی اور اس کے ساتھی جیپ کے مختلف حصوں میں تعینات تھے اور ان کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ وہ تیز رفتاری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر لینا چاہتے تھے۔ اس دوران ہم نے کوئی بات چیت نہیں کی تھی۔ میں اب اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مجھ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں اور نہ ہی اس کے ساتھیوں سے میری کوئی بات چیت ہوئی تھی۔

جیپ تقریباً پون گھنٹا دوڑتی رہی اور پھر آٹھ یا دس میل چلنے کے بعد ہم ایک آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ اب کافی حد تک مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنکھیں ملیں تو وہ مسکرا دی۔

"اس بستی کا نام تناب ہے اور یہاں ہماری پناہ گاہ موجود ہے۔" اس نے مجھے بتایا۔

جیپ آبادی میں داخل ہو گئی تھی۔ کچے پکے مکان چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ شدید دھوپ اور گرمی کی وجہ سے مکانات کے سامنے کے حصے سنسان نظر آ رہے تھے۔ جیپ کئی پگڈنڈیوں سے گزرتی ہوئی بالآخر ایک سال خوردہ عمارت کے پاس پہنچ گئی جو کافی عرصے پہلے تعمیر کی گئی ہوگی اور پھر وہ عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ اندر چاروں طرف درخت لگے ہوئے تھے۔ ایک درخت کے سائے میں جیپ کھڑی کر دی گئی۔ وہ سب نیچے اتر آئے۔

"آئیے مسٹر علی" لڑکی نے کہا اور میں خاموشی سے نیچے اتر گیا۔ اشٹین گن اب بھی میرے ہاتھ میں تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر ایک کمرے میں پہنچ گئے جو بہت ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا یا پھر یہ باہر کی گرمی اور تپش تھی جس کی وجہ سے یہ جگہ پرسکون لگ رہی تھی۔ کمرے میں معمولی سا فرنیچر سجا ہوا تھا۔ لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا "یہاں ہم پوری طرح محفوظ ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اگر ہمارے خلاف کوئی کارروائی ہوئی تو اس کی اطلاع بہت پہلے ہمیں مل جائے گی۔ وہ غسل خانہ ہے۔ غسل کرنا چاہیں تو غسل کر لیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اشٹین گن ایک طرف رکھی اور غسل خانے میں داخل ہو گیا۔

میں نے غسل کیا اور تازہ دم ہو کر باہر نکل آیا۔ اس کمرے میں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ میں ایک آرام دہ کرسی پر دراز ہو گیا۔ واقعات اس قدر تیزی سے پیش آئے تھے کہ میرا ذہن ابھی تک اس سب صورت حال کا کوئی جواز تلاش نہ کر سکا تھا اور میں شدید حیرت کا شکار تھا۔ یہ لڑکی تو افسر کے بیان کے مطابق کسی معزز یہودی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا؟

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ لڑکی اندر آئی اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی "آئیے کھانا کھا لیا جائے۔ کھانا تیار ہے۔" میں مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکی کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل کر ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا جہاں ایک میز پر برتن سجے ہوئے تھے۔ کوئی اور وہاں موجود نہیں تھا۔ لڑکی نے ایک کرسی خود کھسکائی اور دوسری میرے لیے۔ اس کے بعد وہ بیٹھ گئی۔

"دوسرے لوگ...؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ سب مصروف ہیں۔ آپ شروع کیجیے۔" وہ بولی اور میں نے بے تکلفی سے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔ لڑکی بھی میرے ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ کھانے کے دوران اس نے کہا "مجھے انتہائی افسوس ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود میں آپ کا سراغ نہ پا سکی اور عرصۂ دراز تک آپ کو ان مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو کھانے کے دوران ہی میری حیرت دور کر دیں اور اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"میرا نام شہناز مرزا ہے اور خدا کے فضل سے میں فلسطینی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی؟"

"سب کے سب فلسطینی ہیں۔ ہم لوگ بھیس بدل کر آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ ہمیں مخصوص ذرائع سے آپ کے بارے میں اطلاعات مل گئی تھیں۔ دراصل آپ کو ہم اس وقت پا سکے جب آپ گرفتار ہو چکے تھے اور اس کے بعد سے ہم لوگ مسلسل اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کب کوئی ایسا موقع ہاتھ آئے کہ آپ کو رہا کرایا جائے۔ یہی ہماری ذمے داری تھی۔"

"بڑی حیرت ناک بات ہے۔ فوجی افسر نے آپ کو مس مورلینا کی حیثیت سے کیسے تسلیم کر لیا؟"

"اس لیے کہ وہ صرف اس خاندان کے بارے میں جانتا تھا۔ اس نے خاندان کے افراد کو دیکھا نہیں تھا جبکہ ہمیں اس خاندان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں۔"

"کیا آپ کے چہرے پر میک اپ ہے؟"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ ضرورت ہوتی تو یہ بھی کر لیا جاتا۔"

"ٹرین کا وہ کمپارٹمنٹ آپ نے ریزرو کرایا تھا؟"

"ہاں۔ ساری کارروائیاں ہنگامی تھیں۔ بہر صورت آپ کو رہا کرانا تھا۔"

"میں انتہائی شکر گزار ہوں آپ کا۔ آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میرے تو تصور میں بھی نہیں تھا کہ آپ ہم میں سے ایک ہو سکتی ہیں۔"

"شکریہ" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ اس دوران ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی اور اس کے بعد اٹھ کر اس کمرے میں آ گئے جہاں ہم لوگ پہلے پہنچے تھے۔ اس نے مجھے آرام کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا "اگر آپ سونا چاہیں تو اطمینان سے سو جائیے۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہماری تلاش شروع کی گئی ہوگی تو وہ دوسرے ہی علاقوں میں ہوگی۔ اس طرف کا دھیان انھیں نہیں ہوگا۔"

"یہاں آپ کسی گوریلا تنظیم سے وابستہ ہیں؟"

"ہاں، یہی سمجھ لیجیے۔"

"ٹرین کیسے رکی تھی؟"

"ریلوے لائن پر درختوں کے تنے ڈال دیے گئے تھے، اس لیے ڈرائیور کو ٹرین روکنا پڑی تھی۔"

"یہ کام کس نے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"جیپ کے اس ڈرائیور نے جو وہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جگہ ہم نے پہلے سے مقرر کر لی تھی۔ چونکہ وہاں سے خاصی دور تک کوئی اسٹیشن نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو یہ بات بتا دی گئی تھی کہ میں کہاں مل سکوں گا یا میرا مشن کیا ہے؟"

"ہم اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ کون کیا کام کر رہا ہے۔ ہمارے لیے بس اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ ہمیں ہیڈ کوارٹر سے حکم مل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ کس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ آپ کی نشاندہی کر دی گئی تھی اور یہ ذمے داری سپرد کر دی گئی تھی کہ ہم آپ کو اسرائیلیوں کے پنجے سے رہا کرائیں۔ ہمارا گروپ تقریباً تیس افراد پر مشتمل ہے مگر یہ کام صرف ہم پانچ افراد کے سپرد کیا گیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم اسے انجام دینے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس کے بعد کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس بستی میں رک کر ہم دانش رمزی کا انتظار کریں گے۔ وہ بیروت سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے۔ نیا پروگرام وہی بتائے گا۔"

"اسے کس طرح معلوم ہوگا کہ آپ اس مرحلے میں کامیاب ہو گئی ہیں؟"

شہناز مرزا مسکرا دی۔ پھر بولی "ہم لوگ ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ میں ناکام نہیں رہوں گی۔"

"جس قدر جلد ممکن ہو مجھے بیروت پہنچا دو۔ میں ایک اہم مقصد سے یہاں آیا تھا اور اس کے بارے میں ہیڈ کوارٹر کو پیغام دینا چاہتا ہوں۔"

"[illegible]"

کر فوری طور پر جو چاہیں کر گزریں۔ اسرائیل میں آپ ہماری مجبوریاں کو سمجھ سکتے ہیں نا؟"

بستی کے اس مکان میں تین دن گزر گئے تھے۔ کوئی تکلیف نہیں تھی۔ ہر چیز موجود تھی، عمدہ کھانا اور آرام۔ ان تین دنوں میں میں نے ساری تھکن اتار لی تھی۔ شہناز بہت دلچسپ شخصیت کی مالک اور ایک سرگرم فلسطینی تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں مزید تفصیل نہیں پوچھی تھی۔

ایک شام چائے کے دوران میں نے اس سے یہ سوال کیا تو وہ سنجیدہ ہو کر بولی۔ "ہمیں اصولی طور پر ایک دوسرے کے بارے میں کھوج نہیں کرنی چاہیے۔ یوں بھی ہم سب کچھ تو جانتے ہیں۔"

"سب کچھ....!"

"ہاں! تم میرے بارے میں یہ بات نہیں جانتے کہ ہم اپنے وطن کے حصول کے لیے کوشاں ہیں اور سروں پر کفن باندھ کر میدان میں آ گئے ہیں۔" اس نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سوری شہناز! آپ کی بات درست ہے۔"

"نہیں میں تمہارے بارے میں جانتی ہوں علی! اور بس اتنا جاننا ہی بہت ہے۔" اس کے بعد میں نے اس سے اس موضوع پر بات نہیں کی۔

پانچویں دن ہمارے درمیان ایک گھٹے ہوئے چہرے والے دراز قامت شخص کا اضافہ ہو گیا۔ سپاٹ چہرے اور زرد شکل والے اس شخص میں کوئی کشش نہیں تھی اور اس سے گفتگو کرنا بھی ناگوار خاطر تھا۔ یہ دانش رمزی تھا۔

"آپ سے مل کر مسرت ہوئی مسٹر علی!" اس کا لہجہ بھی اس کے بے تاثر چہرے کی مانند تھا۔

"ہم بے چینی سے آپ کے منتظر تھے۔" میں نے کہا۔

"میں نے وقت سے پہلے آنا مناسب نہ سمجھا۔"

"آپ کو یقین تھا کہ ہم بخیریت یہاں پہنچ چکے ہوں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"شہناز مرزوقی نے شاید اپنا مکمل تعارف آپ سے نہیں کرایا۔ وہ لٹے مرتبے کی خاتون ہیں اور جو کام ان کے سپرد ہو جائے اس کی تکمیل کا ہمیں یقین ہوتا ہے۔"

"خوب! بڑی مسرت کی بات ہے کہ آپ لوگ ایک دوسرے پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں! میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ اب مجھے آئندہ کا پروگرام بتائیے؟"

"صورت حال جس قدر خطرناک ہو گئی ہے آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے مسٹر علی! ہم لوگ ایک دوسرے کے مشاغل کی کھوج میں نہیں رہتے لیکن آپ کے بارے میں پروگرام ترتیب دیتے ہوئے خاصی تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ مسٹر عاقل تولہ دان کی قید میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ مارشل کیہان کا خیال ہے کہ آپ کے پاس اسرائیل کے ایٹمی منصوبے کی تفصیلات موجود ہیں اور وہ کسی قیمت پر آپ کو اسرائیل سے باہر نہیں جانے دینا چاہتا۔ اس مقصد کے لیے اس نے جو کچھ کیا ہے، وہ قابل تعریف بھی ہے اور ہمارے لیے لمحہ فکریہ بھی۔"

"مارشل کیہان کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اسرائیل سیکرٹ سروس کا ایک شیطانی ذہن۔ اس نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ چیونٹی بھی نظر میں آئے بغیر اسرائیلی سرحدوں کو عبور نہ کر سکے۔ فدائین کے بہت سے منصوبے اسی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔"

"گویا میرا بھی یہاں سے نکلنا مشکل ہے؟"

"یہ کام اگر دس گھنٹے کے اندر نہ ہو سکا تو پھر ناممکن ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"آپ کو دس گھنٹے کے اندر یہاں سے نکل جانا ہے لیکن آپ کی منزل شام، لبنان یا اردن نہیں بلکہ مغربی جرمنی ہوگی۔ آپ کو بون جانا ہوگا۔"

"وہ کیوں؟"

"لونیس ہارین نامی ایک شخص کو میں نے اغوا کیا ہے اور اس وقت وہ میری قید میں ہے۔ اس کے سارے کاغذات میرے پاس ہیں۔ اس کی یہاں آمد بہت پُراسرار انداز میں ہوئی ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے لیکن دس گھنٹے کے بعد اسے آئی ایل کے ایک طیارے سے بون کے لیے پرواز کرنا ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ کے لیے مارشل کیہان زبردست انتظامات کر رہا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ بہت جلد وہ اتنے مضبوط جال پھیلا دے گا کہ اس چھوٹے سے ملک اسرائیل سے آپ کا نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ اسرائیلی ایجنٹ کسی قیمت پر بھی یہ بات برداشت نہیں کریں گے کہ ان کے ایٹمی راز فلسطینیوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

میں متفکرانہ انداز میں دانش رمزی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن تم کہتے ہو دانش کہ لونیس ہارین کے بارے میں تم بھی کچھ نہیں جانتے ہو؟"

"ہاں! ہمیں فوری طور پر کسی ایسے کردار کی ضرورت تھی جو ہمارے کسی کام آ سکے اور یہی شخص ہمیں نظر آیا جس کے روپ میں آپ کو اسرائیل سے باہر نکال دیا جائے۔"

"فرض کرو میں بون پہنچ گیا تو مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔ بون میں آپ کو رہنے کے لیے جگہ بتائی گئی ہے۔ آپ کو وہاں کی کرنسی مہیا کر دی جائے گی۔ کم از کم اس حد تک کہ آپ اپنے ابتدائی کام چلا سکیں اور اس کے بعد مسٹر علی یا رحمان ہم کوشش کریں گے کہ ہم بھی وہاں پہنچ جائیں۔ اس وقت تک آپ جس طرح بھی ممکن ہو وقت گزاریں۔ اس کے علاوہ اگر کچھ ایسے واقعات آپ کے ساتھ پیش آ جائیں جو آپ کے خیال میں مشکوک ہوں تو آپ اپنا میک اپ تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ بہر طور بون میں آپ کو صرف اتنا وقت گزارنا ہے کہ ہم وہاں تک پہنچ جائیں۔"

"تم لوگوں کے بارے میں مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ تم وہاں آ چکے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے ہم کوئی طریقہ کار متعین کر لیتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ اخبار میں یعنی بون کے کسی بھی انگریزی اخبار میں یہ اشتہار دے دیتا ہوں کہ ہارین بلو منسٹر میکائیل سے فلاں جگہ ملاقات کر لے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمیں تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمہارا وہاں پہنچنا کب تک متوقع ہوگا؟"

"اس کے لیے کم از کم دس سے پندرہ دن کا تعین کر لیا جائے۔"

"کیا اتنی کرنسی میرے حوالے کی جائے گی کہ میں پندرہ دن آرام سے وہاں گزار سکوں؟"

"اس سلسلے میں ہم معذرت خواہ ہیں۔ اگر زیادہ کرنسی مہیا بھی کر دیں تو آپ راستے میں کرنسی نہیں لے جا سکیں گے اور خواہ مخواہ مشکوک ہو جائیں گے۔ مزید کرنسی آپ کو وہیں کسی طرح حاصل کرنا ہوگی کیا یہ کام آپ کے لیے مشکل ہوگا؟"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں نے صرف معلوم کیا تھا تم سے۔ اب باقی کام میں خود کر لوں گا۔ تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس اب سے تھوڑی دیر کے بعد آپ کو یہاں سے نکال کر خفیہ طور پر تل ابیب لے جایا جائے گا۔ اس دوران میں آپ کا میک اپ کیے دیتا ہوں۔"

"کیا تم میک اپ کا سامان لے کر آئے ہو؟"

"نہ صرف میک اپ کا سامان بلکہ لونیس ہارین کی مختلف انداز میں تصویریں بھی۔"

"اور اس کی آواز کے بارے میں کیا کیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی آواز کا ریکارڈ میرے پاس موجود ہے۔ اگر آپ آوازوں کی نقل کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ بون میں آپ کو کسی سے ملنا تو ہے نہیں۔" دانش رمزی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

مجھے اس صورت حال پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان لوگوں نے اگر تمام معاملات سنبھال لیے تھے اور اس طرح میری جان بچا کر مجھے یہاں تک لے آئے تھے تو پھر میرا بھی فرض تھا کہ میں ان پر بھروسا کروں۔ دانش رمزی ایک ماہر میک اپ مین تھا۔ اس نے میرے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ آدھے گھنٹے کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو کر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اس دوران شہناز بھی میرے سامنے بیٹھی رہی تھی اور دلچسپی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔ اس حسین لڑکی کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے میں اس کی عزت کرنے لگا تھا اور پھر اس مختصر عرصے میں اس کے اور میرے درمیان خاصی یگانگت بھی پیدا ہو گئی تھی۔

پھر اسی رات ہم نے وہاں سے سفر شروع کر دیا۔ دانش رمزی اپنے ساتھ ایک عمدہ قسم کی کار لے کر آیا تھا جس میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ شہناز مرزوقی ہمارے ساتھ نہیں آئی تھی۔ کھلی چھت کی کار میں بڑے سکون سے سفر جاری رہا۔ راستے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ صرف تل ابیب میں داخل ہو کر ہمیں کچھ لوگوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن چالاک دانش رمزی نے تمام باتوں کا خیال رکھا تھا۔ اس نے اپنے اور میرے کاغذات ان لوگوں کو دکھائے اور ہمیں وہاں سے گزرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ہم نے ایئرپورٹ کے نزدیک ہی ایک کینٹین میں وقت گزارا تھا۔ دس گھنٹوں میں سے تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے گزر چکے تھے اور اب ساڑھے تین گھنٹے کا مسئلہ تھا۔ دانش رمزی وہیں کینٹین میں بیٹھا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مجھے مختلف باتیں سمجھاتا رہا اور اس کے بعد وہ کچھ مزید انتظامات کرنے چلا گیا۔ میں کینٹین ہی میں بیٹھا رہا۔

میں ان کے منصوبے سے متاثر ہو کر بون روانہ ہونے کے لیے تیار تو ہو گیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ بون میں میری زندگی کس انداز میں گزرے گی؟ جس حیثیت سے میں وہاں جا رہا تھا اس کا کیا ہوگا؟ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ وہاں پہنچ کر میں اپنا میک اپ اتار دوں اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاؤں یا پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ لونیس ہارین کیا چیز ہے؟ اس سے پہلے بھی میں انڈیا کے میک اپ میں امریکا سے لندن پہنچ چکا تھا لیکن وہ تجربہ بعد میں میرے لیے خطرناک ثابت ہوا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پھر...

تھا، اور مجھے بہت سی مشکلات سے نکالنے کا باعث بھی بنا تھا۔ اب ایک بار پھر وہی تجربہ دہرایا جا رہا تھا اور میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار بھی تھا۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب مجھے دانش رمزی نے خدا حافظ کہا اور میں ان سے پرجوش مصافحہ کرنے کے بعد امیگریشن ہال میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے فارغ ہونے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ایک خوب صورت ایئر ہوسٹس نے مجھے آئی بال کے ذریعے طیارے میں پہنچا دیا۔

طیارے میں پہنچنے کے بعد میں نے اپنی سیٹ سنبھال لی۔ میرا ہمسفر ایک ادھیڑ عمر فربہ جسم شخص تھا۔ اس کے بدن کا پھیلاؤ میری سیٹ تک تھا۔ اس نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی اور اونگھتا ہی رہا اور یہی بہتر بھی تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ بون پہنچنے کے بعد مجھے کس طرح وہاں پر وقت گزارنا چاہیے۔ غور کیا تو اندازہ ہوا کہ واقعی دانش رمزی اور شہناز [illegible] کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ مجھے کسی ایسی فلائیٹ سے کسی ایسے ملک بھیجیں جس پر ان لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اگر یہ فلائیٹ بیروت یا کسی ایسے ملک جاتی جہاں پی ایل او کے کارکن موجود ہوتے تو یقینی طور پر اس فلائیٹ سے سفر کرنے والے ایک ایک شخص پر نگاہ رکھی جاتی۔ ویسے میں نے ایئرپورٹ پر ایسی کوئی خاص ہنگامی صورت نہیں دیکھی تھی جس سے دانش رمزی کی بات کی تصدیق ہوتی۔ ہاں، اگر بہت خفیہ انتظامات رہے ہوں تو بات دیگر تھی۔

سفر جاری رہا۔ اس دوران کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ پھر طیارہ بون پہنچ گیا۔ پائلٹ روم سے بون کے موسم کے بارے میں بتایا جا رہا تھا جہاں اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ سیڑھی لگ گئی اور مسافروں کو کسٹم ہاؤس تک لے جانے کے لیے خصوصی گاڑیوں کا بندوبست کر دیا گیا۔

کسٹم ہاؤس کے [illegible] گیٹ سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک جوان لڑکی جس نے سنجیدہ سا لباس پہنا ہوا تھا اور آنکھوں پر چشمہ لگائے ہوئے تھی، حیرت زدہ سا چہرہ بنائے میرے پاس پہنچ گئی۔

"اوہ میرے خدا! تم لوئیس! یہ تم ہی ہو یا میری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں؟"

میں نے چونک کر لڑکی کو دیکھا اور پھر میرے ہونٹوں پر خواہ مخواہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اگر میں کہوں تمہاری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں تو۔۔۔؟"

"نہیں، ناممکن!" لڑکی نے گردن جھٹک کر کہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر حقیقت سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنی جلدی واپس آ گئے۔۔۔ میں۔۔۔ میں کیسے یقین کروں!"

"اس میں یقین نہ کرنے کی کیا بات ہے؟"

"لوئیس، لوئیس! تم آؤ تو سہی۔ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ شاید تمہیں اس بات پر تعجب ہو کہ میں مسز ریس کو بھی تھوڑی دیر قبل ایئرپورٹ پر چھوڑنے کے لیے آئی تھی۔ وہ ساؤتھ افریقہ روانہ ہو گئے ہیں۔"

"خوب، اگر تم مجھے لوئیس بنانے پر ہی تلی ہوئی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ناممکن ہے، دیکھو مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ کیا تم لوئیس ہارڈن نہیں ہو؟"

"کمال ہے! اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں لوئیس ہارڈن بن جاؤں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر آؤ، کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" اس نے کہا۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا سا گیا تھا۔ لڑکی نے مجھے جس نام سے پکارا تھا اس کے ٹکٹ پر میں یہاں آیا تھا لیکن یہ کون ہے اور کیا ہے؟ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہونا ضروری تھا۔ شہناز یا دانش خود بھی لوئیس ہارڈن کو نہیں جانتے تھے، یہ ذرا سی الجھن کی بات تھی۔ بہر حال میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ سوچا دیکھوں کہ اب جو کچھ بھی حالات پیش آتے ہیں۔

وہ مجھے لیے ہوئے ایک خوب صورت سے ریستوران میں داخل ہو گئی جو ایئرپورٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ موسم کے لحاظ سے ریستوران میں موسیقی کا اہتمام تھا۔ مدھم روشنیاں ماحول کو پراسرار بنائے ہوئے تھیں۔ ایک پرسکون گوشے میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ لڑکی نے ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ویٹر کو بلا کر کافی طلب کر لی۔

"تمہاری واپسی میرے لیے انتہائی حیرت ناک ہے، لیکن تو تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رہی تھی لوئیس!"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ اب تم بون کبھی واپس نہیں آؤ گے۔ کیرٹ آج بھی تمہیں یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں میں نمی آ جاتی ہے۔ اس نے البتہ ایک بار ضرور کہا تھا کہ تم کہیں بھی چلے جاؤ لیکن واپس بون ہی آؤ گے۔"

"ہوں، اب میں اس سلسلے میں مزید کیا کہوں ڈیئر! جب میں تم سے یہ کہوں کہ میں تمہارا نام بھی نہیں جانتا۔۔۔ تو یقیناً تمہیں افسوس ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں، کہتے رہو، کہتے رہو۔ میں تمہاری باتوں پر یقین ہی کب کرتی ہوں! [illegible]"

"اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر اپنا نام بھی بتا دو تو میرے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

"لوئیس! آخر مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو، میں ڈینی ہوں۔۔۔ ڈینی براؤنسن۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر مس ڈینی براؤنسن۔۔۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔ اس وقت کافی آ گئی تھی۔ بہترین کافی نے اس وقت بہت لطف دیا تھا۔

کافی پینے کے بعد ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ڈینی کہنے لگی: "اگر تم کیرٹ سے ملنا چاہو تو ہم لوگ سیدھے یہاں سے وہیں چلتے ہیں۔ وہ تمہیں دیکھ کر بے پناہ خوش ہوگا۔"

"ڈینی! میں تمہاری غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے میری شکل کسی لوئیس ہارڈن سے ملتی ہو لیکن درحقیقت میں لوئیس ہارڈن نہیں ہوں۔"

"میں اس بارے میں سب کچھ جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں تم خود کو لوئیس ہارڈن کیوں نہیں تسلیم کر رہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم یہاں سے کیوں فرار ہوئے تھے اور کیرٹ تمہاری واپسی کے بارے میں مشکوک کیوں ہے لیکن کوئی بات نہیں، ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ آؤ۔"

میں بلا تعرض اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے ہوئے ذرا دقت ہو رہی تھی۔ اگر وہ مجھے لوئیس ہارڈن کے نام سے نہ پکارتی تو شاید میں اسے نظر انداز کر کے نکل جاتا لیکن اب یہ میرے لیے ذرا مشکل تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ وہ خاصی تیز ڈرائیونگ کر رہی تھی۔

ایئرپورٹ سے آگے بڑھ کر وہ ایک چوراہے سے بائیں سمت مڑ گئی۔ اس طرف تقریباً سنسان علاقہ تھا۔ غالباً اس نے شہر جانے والا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہو جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یہ چند دن تو کسی نہ کسی طرح گزارنے ہی ہیں۔ لوئیس ہارڈن کے بارے میں بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا چیز ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

یہ سنسان سڑک خاصی طویل تھی اور آگے چل کر بائیں سمت گھوم گئی تھی لیکن جب ہم ایک موڑ پر گھومے تو دفعتاً میری نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اٹھ گئی۔ میں نے اس شوخ رنگ کی کار کو ایئرپورٹ پر بھی دیکھا تھا۔ غالباً اس کے رنگ کی شوخی ہی نگاہوں میں رہ گئی تھی۔ اس کے بعد ایک بار اور اس کی جھلک نظر آئی تھی اور اب وہ ہماری کار کے پیچھے پیچھے ہی یہ موڑ مڑی تھی۔

میں نے لڑکی کو مخاطب کیا: "ڈینی! عقب نما آئینے میں اس کار کو دیکھو، کیا یہ تمہارے ساتھیوں میں سے ہو سکتے ہیں؟"

ایک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہکا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور پیچھے دیکھتے ہوئے بولی: "نہیں، یہ کار میرے لیے اجنبی ہے۔"

"یہ ایئرپورٹ سے ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔"

"اوہ، کیا واقعی! تمہیں یقین ہے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر۔۔۔ تو پھر کیا کروں میں؟"

"کار ایک سائڈ کر کے روک دو۔" میں نے کہا اور ڈینی کا پاؤں بے اختیار بریک پر جا پڑا۔ وہ آہستہ آہستہ رفتار کم کر رہی تھی اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار کر بریک لگا دیے۔

"انجن بند کر دو۔" میں نے کہا اور اس نے میری اس ہدایت پر بھی بے چون و چرا عمل کیا۔

شوخ رنگ کی کار والے کافی دلچسپ معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہمارے نزدیک ہی آ کر رک گئے تھے اور پھر کار میں سے تین آدمی پھرتی سے نیچے اتر آئے۔ یہ سب کے سب برساتیوں میں ملبوس تھے اور اچھے خاصے تن و توش کے مالک نظر آتے تھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ ہماری کار کی جانب دوڑے۔ ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستول صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کار کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولتے ہوئے کہا: "نیچے آ جاؤ!" لہجے میں سفاکی تھی اور پستول کی نال میری پیشانی کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔

"کیا چاہتے ہو تم۔۔۔ کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا اور طویل القامت نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈال کر مجھے گھسیٹ لیا لیکن اب اس طرح تو میں ان کے قبضے میں نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے اپنے بدن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا کہ مجھے گھسیٹنے کی کوشش اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی اور میں اس پر جا گرا۔ اس کے سینے سے ٹکراتے ہی میں نے اپنا سر پوری قوت سے اس کی ناک پر دے مارا اور اس کے ساتھ ہی دوسرا ہاتھ اس کے پستول پر ڈال دیا۔ اس نے پستول مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ میں نے پھرتی سے پستول کا رخ بدلا اور اس کے ہاتھ کی انگلی پر دباؤ ڈالتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔

ایک فائر ہوا اور نزدیک کھڑا ہوا شخص پیٹ پکڑ کر

زمین کی جانب جھک گیا۔ دوسرے آدمی نے ایک ہولناک دہاڑ کے ساتھ ہم دونوں پر سی چھلانگ لگا دی تھی لیکن میرے لیے اب یہ مشکل نہیں تھا کہ میں اس شخص کو چھوڑ کر ہٹ جاؤں۔ وہ اپنے ساتھی پر گرا اور پھر بری طرح دونوں کار سے ٹکرا گئے۔

ڈینی ابھی تک اسٹیرنگ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کار سے ٹکرانے والے اپنے آپ کو سنبھال کر پھر مجھ پر حملہ آور ہوئے لیکن میں انھیں اس کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ مجھ پر قابو پالیں۔ چنانچہ جونہی وہ مجھ تک پہنچے، میں نیچے بیٹھ گیا اور وہ اپنی جھونک میں مجھ سے ٹکرا کر میرے پیچھے الٹ گئے۔ اب ڈینی بھی نیچے اتر آئی اور چھری سے دوڑتی ہوئی اس طرف آگئی جہاں ہم لوگ لڑ رہے تھے۔ اس نے گرتے ہوئے آدمی کی پیشانی پر بے اختیار چھوکر ماری اور ایک خوفناک واقعہ پیش آگیا۔ اس کے جوتے کی سخت نوک اس کی آنکھ میں گھس گئی تھی۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور دوسرا آدمی جو سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا، بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے اپنے ساتھی کو دیکھا اور پھر اندھا دھند کار کی جانب بھاگا۔ کار کا انجن اسٹارٹ چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

زخمی شخص بری طرح تڑپ رہا تھا۔ آنکھ سے نکلنے والا خون اس کے چہرے پر پھیل گیا تھا۔ ڈینی بھی بری طرح کانپ رہی تھی۔ میں اسے سنبھالے ہوئے کار کے نزدیک آگیا۔ ان دونوں کے بارے میں اس وقت کوئی تفتیش مناسب نہیں تھی۔ میں نے ڈینی کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود گھوم کر اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ کار اسٹارٹ کر کے میں نے اسی طرف بڑھا دی جس طرف وہ شوخ رنگ کی کار گئی تھی۔ ڈینی نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے ہوئے تھے اور اس کے بدن میں اب بھی تھرتھراہٹ تھی۔

"ننھی ڈینی! یہ کیا بزدلی ہے، تم کانپ کیوں رہی ہو؟"

"اوہ میرے خدا! میرا یہ مقصد تو نہیں تھا۔" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھو، میں دروازے کا ہینڈل کھولوں گا اور تمھیں باہر اچھال دوں گا۔ ورنہ اپنے آپ کو سنبھالو!"

ڈینی نے جلدی سے اپنے چہرے پر سے دونوں ہاتھ ہٹا لیے تھے، وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر آہستہ سے بولی: "میرا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں لیکن کیا کیا جائے مجبوری تھی، ہمیں اپنی حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ویسے یہ کون ہوسکتے ہیں؟"

"خدا جانے۔ مجھے گریٹ کو ان کے بارے میں اطلاع دینا ہوگی۔ اوہ! ہم نے ان کی کار کا نمبر بھی نہیں دیکھا۔ لیکن کیسے دیکھتی ہیں! آہ، مجھ سے جو کچھ ہو گیا، شاید گریٹ بھی اسے پسند نہ کرے۔ کیا وہ مرجائے گا؟ کیا وہ مرجائے گا لوئیس؟"

"اگر مر نہیں جائے گا تو کانا ضرور ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم مسکرا رہے ہو لوئیس! تم ایسی صورت میں بھی مسکرا سکتے ہو۔"

"میں ہر حال میں مسکرا سکتا ہوں ڈینی۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی۔

"وہ دونوں اسی جگہ پڑے ہیں۔" وہ بولی۔ "ان میں سے ایک کو گولی لگی ہے، کیا وہ بھی مرجائے گا؟"

"ممکن ہے، وہ دونوں ہی مرجائیں۔ اب تم ان کا خیال ذہن سے نکال دو۔ آگے جانے والی کار تو اس طرح گئی ہے کہ اب اس کا نام و نشان بھی نظر نہیں آ رہا۔" میں نے کہا اور ڈینی سیٹ کی پشت سے ٹیک کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس کے خوب صورت چہرے پر خوف کے آثار نمایاں تھے۔ "کیا تم بے ہوش ہونے کی کوشش کر رہی ہو ڈینی؟ اگر ایسا ہو تو مجھے بتاؤ، مجھے کس طرف چلتے رہنا چاہیے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔

"تمھارا مذاق ابھی تک جاری ہے۔"

"مذاق؟"

"ہاں مذاق۔ تم نہیں جانتے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟"

"اوہ ڈینی ڈیئر! شاید میرا ذہنی توازن کچھ بگڑ گیا ہے، تم بتا ہی دو تو اچھا ہے۔"

"میں تمھیں اپنے فلیٹ پر لے جا رہی ہوں۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تمھارا فلیٹ ہے کہاں؟"

"ساؤتھ ہال میں۔ کیا تم یہ تمام باتیں فراموش کر بیٹھے ہو؟"

"ہاں۔ ساؤتھ ہال کا راستہ بتاؤ۔"

"سیدھے چلتے رہو۔" ڈینی نے غصیلے لہجے میں کہا اور میں کار دوڑاتا رہا۔ کافی دور چلنے کے بعد مجھے عمارتوں کا سلسلہ نظر آنے لگا۔

عمارتوں کے نزدیک پہنچنے کے بعد ایک بار پھر میں نے کار کی رفتار سست کر دی۔ ڈینی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا؟ کار کی رفتار اتنی کم کیوں کر دی؟" وہ بولی۔

"آؤ اب تم اسٹیرنگ سنبھالو، میں تھک گیا ہوں ڈینی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، میں ابھی اعصابی طور پر پُرسکون نہیں ہوں۔"

"خود کو پُرسکون کرو ڈینی، آؤ آجاؤ۔" میں نے کہا اور کار کو روک کر اس کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے اسٹیرنگ دوبارہ سنبھال لیا اور میں اس کے برابر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار پیچ در پیچ گلیوں اور سڑکوں سے گزر کر ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔ عمارت کے نیچے گیراج بنے ہوئے تھے۔ اس نے کار ایک گیراج میں کھڑی کر دی اور میرے ساتھ عمارت کے صدر دروازے کی جانب چل پڑی۔

تیسری منزل کے ایک فلیٹ پر رک کر اس نے فلیٹ کا تالا کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کرتی ہوئی خود اندر داخل ہو گئی۔ چھوٹا سا لیکن خوب صورت فلیٹ تھا۔ وہ مجھے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے میں نے اس سے کہا: "ڈینی! کیا تمھیں مجھ پر شبہ نہیں ہے؟"

"کیسا شبہ؟"

"میں تمھارے کہنے پر تمھارے ساتھ یہاں آ تو گیا ہوں لیکن ایک بات میں پھر تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں لوئیس بارین نہیں ہوں۔"

"لوئیس! میں بہت زیادہ مضبوط دل کی لڑکی نہیں ہوں، دو چار الفاظ طور سے تمھارے ملنے میں۔ اگر تم مذاق کر رہے ہو تو خدا کے لیے اسے بند کر دو... میں... میں تمھیں پہچانتے میں غلطی تو نہیں کر سکتی۔ نہیں لوئیس، یہ ممکن نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں نے بھی اب خاموش رہنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میرا نام مارٹن اوبرائے ہے ڈینی! میں اگر چاہتا تو تمھاری اس غلط فہمی سے بے شمار فائدے حاصل کر سکتا تھا۔ تم سے یہ معلوم کر سکتا تھا کہ گریٹ کون ہے اور اس کے علاوہ بھی تم خود سمجھ سکتی ہو لیکن میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔" میں نے اسے بتایا۔

"لوئیس، لوئیس! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" ڈینی کی آواز روہانسی ہو گئی۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ کر اس نے میرا بازو پکڑ لیا: "براہ کرم ادھر آؤ، ادھر آؤ پلیز! ایک منٹ کے لیے۔" میں اس کے ساتھ ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم سے ملحق ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہاں مینٹل پیس پر ایک تصویر موجود تھی جو یقینی طور پر لوئیس بارین ہی کی تھی۔ ایک خوب صورت سوٹ میں ملبوس لوئیس بارین اس تصویر میں بے حد دلکش نظر آ رہا تھا۔

مجھے دکھ ہونے لگا۔ میں اس شخص کے بارے میں یہاں تک آیا تھا، معلوم نہیں وہ شخص زندہ ہے یا نہیں... اور نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اگر کہیں انھوں نے اسے ختم کر دیا، صرف اس خیال کے تحت کہ میرا راز فاش نہ ہو جائے تو یہ اس لڑکی پر ظلم ہوگا مگر یہ معاملہ ایسا تھا جس میں، میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تصویر کو دیکھا اور پھر مجھے شک سے دیکھنے لگی۔

"بتاؤ! کیا اب بھی تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم لوئیس بارین نہیں ہو؟"

"اگر تم میرے ہاتھوں کچھ نقصانات اٹھانا چاہتی ہو تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ پژمردہ سی نظر آنے لگی۔

"تو تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میرا نام مارٹن اوبرائے ہے۔"

"لوئیس بلون میں اجنبی ہو؟"

"ہاں، یہی سمجھ لو۔"

"تو پھر... تو پھر... تم نے ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی جو اس کار میں تھے اور جن میں سے ایک کی آنکھ میری وجہ سے چلی گئی۔ اوہ میرے خدا! میں اس دلدوز واقعے کو کبھی نہیں بھول سکتی۔"

"وہ لوگ کسی اچھے ارادے سے وہاں نہیں رکے تھے۔ پتا نہیں مجھے اور تمھیں کیا نقصان پہنچاتے۔ ممکن ہے اغوا کر کے کہیں لے جاتے۔ آخر کوئی نہ کوئی مقصد تو ہوگا ان کا۔ اپنی اور تمھاری حفاظت کر کے میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اس میں تم جانتی ہو ڈینی! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"مگر... مگر..." ڈینی کا لہجہ اندرونی ہیجان سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ بے بسی کی تصویر بن گئی تھی۔

میں نے اس سے آہستہ سے کہا: "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم اس بات پر یقین کرو کہ لوئیس بارین جہاں بھی گیا ہے، اس فلاٹیٹ سے واپس نہیں آیا۔ اب تم مجھے اجازت دو۔" میں نے اپنا مختصر سا سامان اٹھایا جسے وہ اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی۔ ڈینی نے کچھ نہ کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔

میں اس کے فلیٹ سے نکل آیا۔ نیچے آنے کے بعد تھوڑی دور تک پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور سے میں نے کسی عمدہ ہوٹل تک چلنے کے

لیے کہا تھا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ میری نگاہوں میں ڈیفنی براؤنسن کا حیران چہرہ گھوم رہا تھا۔ اس لڑکی کے انداز سے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ لوئیس بارین اس کے محبوب کی حیثیت رکھتا تھا اور میں کسی طور اس کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا تھا۔ جلد یا بہ دیر یہ راز کھلنا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس کے سامنے شرمندہ ہونے سے بہتر تھا کہ میں اس کی غلط فہمی ابھی دور کر دوں۔

ڈرائیور نے مجھے ہوٹل کیرالنو پر چھوڑ دیا تھا۔ باہر ہی سے اس عمارت کے شاندار ہونے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ ڈرائیور کو کرایہ دے کر میں کیرالنو میں داخل ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں کیرالنو کے ایک خوبصورت کمرے میں تھا۔ ابتدائی ضروریات سے فارغ ہو کر میں آرام سے ایک کرسی پر دراز ہو گیا۔ اب آئندہ پروگرام پر غور کرنا تھا۔ لوئیس بارین بھی یقینی طور پر اینڈریوک کی طرح ایک پراسرار کردار تھا۔ مجھے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ دانش رمزی بھی اس سلسلے میں بے قصور تھا۔ اس نے بھی مجبوری کے عالم میں ایک ایسے شخص کا انتخاب کر لیا تھا جو کل ایبسے جرمنی جانا چاہتا تھا۔ وہ کون ہے کیا ہے؟ یہ سب معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اس وقت میں بڑی خطرناک صورت حال سے دوچار تھا اور کسی عام شکل میں میرا اس لیبل سے نکل آنا ممکن نہیں تھا لیکن اب کیا کرنا چاہیے۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک دانش رمزی یہاں نہیں پہنچ جاتا' مجھے لوئیس بارین کی حیثیت سے وقت گزارنا چاہیے۔ بصورت دیگر میں خود کو بالکل اجنبی محسوس کروں گا۔ لوئیس بارین کا معاملہ مجھے کافی دلچسپ محسوس ہو رہا تھا۔

شام کو میں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ ہال میں بہت کم میزیں خالی تھیں۔ میں ایک میز پر جا بیٹھا۔ مسحور کر دینے والی دھنیں فضا میں تیر رہی تھیں اور رنگینیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ طرح طرح کے تماشے وہاں موجود تھے۔ میں دلچسپی سے ان ہنگاموں کو دیکھتا رہا۔ اس دوران کئی لڑکیوں سے معذرت کرنا پڑی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر مجھے چونکنا پڑا۔

وہ تین آدمی تھے اچھے پُر رعب چہرے کے مالک تھے۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ہال میں داخل ہوئے تھے لیکن میرے ان کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چور نگاہوں سے بار بار مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ اسی وقت ایک لڑکی میرے نزدیک آ گئی۔ دراز قامت تھی اور چہرے سے آوارہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔۔۔

"میں یہاں بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا اور جواب میں میں نے بارہا کہے ہوئے جملے دہرائے لیکن یہ کہ مجھے اپنی دوست کا انتظار ہے۔ لہٰذا میں کسی اور کو اپنی میز پر جگہ نہیں دے سکتا۔

"میں تمہاری دوست کی جگہ پُر کرنے نہیں آئی بلکہ تم سے کچھ کام ہے مجھے۔" اس نے ۔۔۔ اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔"

"کیا نام ہے میرا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس تمام گفتگو کی ضرورت نہیں۔ آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"کیا مطلب؟ کون انتظار کر رہا ہے میرا؟" میں نے سوال کیا۔

"چونک کر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ تین حضرات' یقیناً آپ انہیں نہیں پہچانتے ہیں مسٹر بارین۔" لڑکی نے کہا اور ان ہی تینوں آدمیوں کی طرف اشارہ کر دیا جو میری نگاہوں میں مشکوک ہو گئے تھے۔

"وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"معلوم ہو جائے گا۔ آپ ان کی میز پر تشریف لے جائیے یا پھر اگر آپ پسند کریں تو وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں صرف ایک پیغام رساں ہوں۔"

لڑکی نے مجھے میرے موجودہ نام سے پکارا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں ان سے مل لیتا ہوں۔" اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

چند لمحے بعد میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے گردنیں خم کر کے میرا استقبال کیا تھا اور پھر مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"ہیلو مسٹر بارین! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" بھاری جسم والے شخص نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو نہیں پہچانتا مسٹر۔۔۔؟"

"مگر ہم آپ کو پہچانتے ہیں اور ہماری درخواست ہے کہ آپ ہم سے دوستانہ انداز میں پیش آئیں۔ ہم کسی بھی طور آپ کے لیے نقصان رساں نہیں ہیں بلکہ ان قدر دانوں میں سے ہیں جن کی اہمیت آپ سمجھتے ہیں۔"

"عجیب سی بات ہے' میں کچھ قدر دان بھی رکھتا ہوں! مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔"

"مسٹر بارین! ہم آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے ہمیں بھی اپنے شناساؤں میں شمار کریں۔ ممکن ہے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو تسلی بخش ہو۔"

"تب اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟"

"یہاں یہ گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔ دراصل آپ کی آمد قطعی غیر متوقع ہے۔ میں پہلے آپ سے اپنا تعارف کرا دوں۔ میرا نام ٹروڈی فلٹنچ ہے اور میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو آپ کی ذات سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات اپنے چیف مسٹر استھر سے کرا دوں' وہ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔"

"پہلا سوال میں آپ سے یہ کروں گا مسٹر فلٹنچ کہ آپ کو میری واپسی کے بارے میں اطلاع کیسے ملی؟"

"دراصل آپ کی وجہ سے جو ہنگامے ہو رہے ہیں اور جتنے لوگ آپ کی جانب متوجہ ہیں' آپ کو اس صورت حال کا علم نہیں ہے۔ آپ کے بارے میں پل پل کی خبریں رکھی جا رہی ہیں۔ یہ آپ کی آمد بالکل غیر متوقع تھی' یہاں کے چپے چپے پر آپ کو تلاش کیا جا رہا ہے اور آپ کے ان تمام دوستوں کو ٹٹولا جا رہا ہے جو آپ کے بارے میں ذرا سی بھی معلومات رکھتے ہیں۔ قدر دانوں کا ایک پورا گروہ آپ کے پیچھے لگ گیا ہے مسٹر بارین اور وہ ہر قیمت پر آپ سے سودا کر لینا چاہتا ہے۔ ہم بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ جلد سے جلد آپ کے درمیان بات بن جائے۔ میرے چیف مسٹر استھر تقریباً دو ماہ سے یہاں مقیم ہیں اور آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے ذرائع معلومات کے مطابق آپ کو ایئرپورٹ پر دیکھا گیا تھا اور شاید ڈیفنی براؤنسن آپ کے ساتھ تھی۔ اس کے بعد ہم نے شدومد سے آپ کی تلاش شروع کر دی اور بالآخر یہاں پہنچ گئے۔"

"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟" میں نے گہری سانس لے کر سوال کیا۔

"اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو آپ ہمارے چیف مسٹر استھر سے ملاقات کر لیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے' ملاقات کی جا سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ تو پھر اس کے لیے یہی وقت کیوں نہ مناسب سمجھا جائے۔ بات جس قدر جلد ہو جائے بہتر ہے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ بے پناہ مسرور نظر آنے لگے۔

"تب بہتر ہوگا کہ ہم یہاں وقت ضائع نہ کریں۔"

میں نے کہا۔ "جیسا آپ مناسب سمجھیں مجھے اعتراض نہیں ہے۔" وہ تینوں اٹھ گئے اور ان کے ساتھ میں بھی باہر نکل آیا۔

مسئلہ خطرناک بھی ہو سکتا تھا لیکن میرے پاس ریسے [illegible] کارڈ موجود تھا جس کے ذریعے میں اپنی پوزیشن صاف کر سکتا تھا اور پھر یہ ہنگامے تو اب میری زندگی کا جزو بن گئے تھے۔

ان کی کار بے حد خوبصورت تھی۔ انہوں نے مجھے بڑے اہتمام سے جگہ دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ میرا بے حد احترام کیا جا رہا تھا۔ وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے اور مجھ سے بیٹھنے کی درخواست کی گئی۔ فلٹنچ میرے سامنے بیٹھ گیا۔ باقی لوگ باہر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازمہ شراب کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی۔ اس نے ٹرالی ہمارے نزدیک کھڑی کی اور واپس چلی گئی۔

چند لمحے بعد دو خوب صورت لڑکیاں اور ایک معمر آدمی اندر داخل ہوئے۔ معمر آدمی کے چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی تھی جس میں کہیں کہیں سفید بال نظر آ رہے تھے۔ یہی مسٹر استھر تھا۔ دونوں لڑکیاں کچھ فاصلے سے صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ فلٹنچ نے مسٹر استھر سے میرا تعارف کرایا اور مسٹر استھر نے اپنا لمبا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر نہایت دوستانہ انداز میں کہا۔ "مسٹر لوئیس بارین! آپ یقین کیجیے ہمارے درمیان سودا ہو یا نہ ہو لیکن آپ کی اس عزت افزائی کو میں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور خوش ہوں کہ آپ نے بلاکسی تردد کے یہاں آنا پسند کیا۔" میں نے صرف مسکراہٹ پر اکتفا کیا تھا۔ اس کے بعد مسٹر استھر نے میرا دونوں لڑکیوں سے تعارف کرایا۔ دراز قامت لڑکی کا نام سولیتا تھا اور دوسری لڑکی جو کسی قدر خشک طبیعت کی مالک نظر آتی تھی' کیری تھی۔ سولیتا نے بڑے دل آویز انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا تھا۔ اس کے بعد اپنی جگہ جا بیٹھی تھی۔ استھر دوسری لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "کیری! معزز مہمان کو شراب پیش کرو۔"

کیری اپنی جگہ سے اٹھ گئی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "معاف کیجیے گا مسٹر استھر! میں شراب نہیں پیتا۔"

"کیا مطلب؟" استھر نے چونک کر میری شکل دیکھی۔

"یہ میری بدقسمتی ہے۔ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق شراب کا ایک قطرہ بھی میرے حلق سے نیچے نہیں اترنا چاہیے۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا تو پھر میں آپ کے لیے کچھ اور مشروب منگاتا ہوں۔" اس نے ایک بار پھر کیری کی طرف دیکھا اور کیری جلدی سے باہر نکل گئی۔

میں اس دوران ۔۔۔ سے گفتگو کے لیے الفاظ منتخب کر رہا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔ "مسٹر استھر! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کا پُرخلوص رویہ مجھے متاثر کرتا ہے لیکن کچھ سوالات بے حد ضروری ہیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم آپ کے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں اور کس لیے میری طرف متوجہ ہوئے ہیں؟"

"کیا اس کے لیے آپ کا لوئیس ہاربن ہونا کافی نہیں ہے؟"

"بے شک کافی ہے لیکن میرے جیسا سا بہت ہیں اور سب ہی مجھے اسی نام سے جانتے ہیں۔"

"لیکن ہولینڈ کے ڈاکٹر مائیٹو میرین کے نائب خاص لوئیس ہاربن کو صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو مائیٹو میرین کے منصوبے سے آگاہ تھے اور مائیٹو میرین اگر دنیا کی نگاہوں سے روپوش نہ ہوتا تو یقیناً اسے اغوا کر کے کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جاتا جہاں وہ بقیہ زندگی قید ہی میں گزارتا کیونکہ اس کا فارمولا بے شمار افراد کے لیے باعث دلچسپی تھا۔ مائیٹو میرین حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد صرف لوئیس ہاربن ہی ہے جو مائیٹو میرین کے اس فارمولے سے آگاہ ہے جو وہ تیار کر رہا تھا اور مائیٹو میرین کے اس فارمولے کے قدردان بے شمار ممالک ہیں۔ وہ بھی جو کھلم کھلا ایسی کارروائیاں کرتے ہیں اور وہ بھی جنھوں نے ابھی تک اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا ہے۔ بھلا یہ عجیب ہے مسٹر لوئیس ہاربن کہ آپ ابھی تک محفوظ کیوں ہیں۔ مائیٹو میرین کی تحریروں کے ذریعے یہ انکشاف ہونے کے بعد کہ ان کے نائب خاص لوئیس ہاربن کے علاوہ اور کوئی ان کے فارمولے سے واقف نہیں ہے، آپ کی حیثیت مائیٹو میرین ہی کی طرح ہو جاتی ہے یقین۔۔۔ لیکن آپ خوش نصیب بھی ہیں کہ ابھی تک کوئی ایسا ہاتھ آپ تک نہیں پہنچا جو آپ کی مجبوری بن جاتا۔"

ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی کیا لوئیس ہاربن کوئی ایسی ہی اہم شخصیت تھی، اس کا مقصد ہے کہ میں کسی بہت بڑے جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ پھر میرے ذہن میں ایک ہلکی سی چمک۔ لوئیس ہاربن کا قتل اب یہ جانا کیا معنی رکھتا تھا؟ سوائے اس کے اب کیا کہا جا سکتا تھا کہ لوئیس ہاربن اسرائیل کے ہاتھ اپنا تباہ کن فارمولا بیچنا چاہتا تھا اور یہ صرف اتفاق ہے کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا جو اسرائیل دشمنی میں سب سے آگے تھے۔ خدا کی پناہ! اگر ایسی کوئی بات ہے تو پھر یہ اب میرے لیے بے انتہا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے میں سوچ میں ڈوب گیا۔ لیکن پھر میں نے اپنے ذہن کو اس کشمکش سے آزاد کرا لیا۔

ابھی ان لوگوں کا رویہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ وہ مجھے کسی بات پر مجبور کر دیں گے۔ بات کر لی جائے کیا حرج ہے۔ تھوڑا سا وقت دلچسپ انداز میں گزرے گا۔ ہر چند کہ یہ دلچسپی بڑی خطرناک نوعیت کی تھی لیکن ان معاملات سے میں بالکل چشم پوشی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ایک نیا سسپنس میرے سامنے آ گیا تھا جو ایک طرح سے قاتل تواردے کے مشن سے تعلق رکھتا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں فوری طور پر کسی نہ کسی طرح اپنے دوستوں کو اس بات سے آگاہ کروں کہ لوئیس ہاربن نامی شخص جسے انھوں نے گرفتار کر لیا ہے بے حد خطرناک ہے۔ اسے فوراً ہلاک کر دیا جائے تا کہ وہ خوفناک فارمولا اسرائیل کے ہاتھ نہ لگ جائے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک کہ وہ دونوں یعنی دانش رمزی اور شہناز جو تہران پہنچ جائیں۔ اس وقت تک ان معاملات سے قطعی لاتعلق بھی نہیں رہا جا سکتا تھا۔ ان سے مذاکرات ... زیادہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ وہ لڑکی ڈیٹی براؤنسن اور وہ شخص جس کا نام اسمتھ ہے یقیناً اسی چکر میں تھے اور ان لوگوں کی گفتگو کی روشنی میں یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ ادھر بھی دوسرے گروہ میری تاک میں ہیں۔ لڑکی سے میں یہ کہہ کر جان چھڑا چکا تھا کہ میں لوئیس ہاربن نہیں ہوں لیکن اب گفتار و معاملات کی روشنی میں اس سے بھی رابطہ رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ اب کم از کم میں بالکل اندھیرے میں تو نہیں تھا۔

میں نے مسٹر اسمتھ سے مسکرا کر کہا۔ "شکریہ مسٹر اسمتھ، لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جن کا علم ابھی تک آپ لوگوں کو نہیں ہو سکا ہے۔"

"مثلاً؟"

"اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ اس فارمولے کے سلسلے میں بذات خود میں ہی سب کچھ نہیں ہوں بلکہ چند لوگ اور بھی ہیں جو اس سلسلے میں اہم حیثیت رکھتے ہیں تو شاید آپ اس بات پر یقین نہیں کریں گے۔"

"ہاں بلاشبہ یہ بات ہمارے لیے ناقابل یقین ہوگی اور ہم یہی تصور کریں گے کہ آپ ہمیں ٹالنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں مسٹر اسمتھ، ایسی بات نہیں ہے۔ مسٹر مائیٹو میرین کی شخصیت چونکہ عام لوگوں سے الگ تھلگ رہی ہے اس لیے لوگ ان کی ذاتی زندگی سے ناواقف ہیں۔ میں آپ کو مختصراً اس بارے میں بتا دوں۔ میں ان کے نائبین میں ایک نمایاں حیثیت ضرور رکھتا تھا لیکن انھوں نے کبھی مجھے اپنے منصوبوں کے بارے میں حتمی طور پر آگاہ نہیں کیا۔ البتہ میڈم ڈرانیکا ان کے نزدیک بڑی حیثیت رکھتی تھیں۔ کیا آپ اس نام سے واقف ہیں؟"

"نہیں۔" اسمتھ نے جواب دیا۔

"مسٹر مائیٹو کی ذاتی زندگی کے بارے میں زیادہ تفصیل... کیونکہ بس یوں سمجھ لیں ڈرانیکا مائیٹو کی زندگی کا ایک حصہ تھی جانا کہ وہ جانتے تھے کہ وہ خوبصورت لڑکی ایک اور نوجوان کو چاہتی ہے۔ ڈاکٹر مائیٹو کا سارا ریکارڈ اسی کے پاس رہتا تھا۔"

"مسٹر مائیٹو کی وہ ڈائری جو ان کی موت کے بعد ہاتھ لگی ہے اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان کی زندگی میں لوئیس ہاربن کے علاوہ کوئی اور شخصیت نہیں تھی۔"

"آپ نے خود وہ ڈائری دیکھی ہے؟" میں نے اچانک ایک سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ جرمنی کی حکومت کے پاس ہے۔" اسمتھ نے وضاحت کی۔

"ممکن ہے اس کے کچھ مخصوص حصوں کو راز میں رکھا گیا ہو جس نے اس معاملے کو مشکوک بنانے کی کوشش کی۔"

"کیا آپ درست کہہ رہے ہیں مسٹر ہاربن؟" اسمتھ کے انداز سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ میری بات نے اسے کسی قدر الجھا دیا تھا۔

"اس کی تصدیق کرنا آپ کا کام ہے۔"

"وہ لڑکی کہاں مل سکتی ہے؟" اسمتھ نے پوچھا۔

"وہ ان دنوں تہران میں موجود نہیں ہے۔"

"کیا اس سے آپ کا رابطہ ہے؟"

"ایک ہفتے کے اندر اندر وہ مجھ سے ملاقات کرنے والی ہے کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ اگر فارمولے سے کوئی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تو میرے تعاون سے۔" میں نے ایک اور شگوفہ چھوڑ دیا۔

اسمتھ کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے پرجوش انداز میں ہتھیلی پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "گویا آپ... آپ کی حیثیت بہرصورت نمایاں ہے اور ہم آپ سے رابطہ قائم کر کے خسارے میں نہیں رہے۔"

"یہ ابھی سے کیسے کہہ سکتے ہیں آپ مسٹر اسمتھ؟ ابھی تو ہماری گفتگو محض ابتدائیات تک ہی محدود ہے۔"

"دیکھو دوست، اگر تم ہمیں اپنا بہترین رفیق پاؤ گے۔ ہم تمھیں ہر طرح کا تحفظ بھی فراہم کریں گے اور اگر تم چاہو گے تو اس لڑکی اور اس کے ساتھی کو بھی قابو میں کیا جا سکتا ہے لیکن تم یہ اہم راز صرف ہمارے ہاتھ فروخت کرو گے اور صرف ہمارے لیے کام کرو گے۔" مسٹر اسمتھ نے بالآخر کھل کر اپنے عزائم کا اظہار کر دیا۔

"میں آپ کی دوستی قبول کرتا ہوں مسٹر اسمتھ۔" میں نے کہا۔

اسمتھ نے گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا پھر بولا۔ "بس یوں سمجھ لو ہمارے اور تمھارے درمیان یہ معاملہ طے ہے۔ تمھیں اس راز کی منہ مانگی قیمت ادا کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی [illegible] کہ جس خطے میں رہنا پسند کرو گے ہم تمھارے لیے زندگی ضمانت کر دیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"سولیتا! تمھاری خدمات مسٹر لوئیس کے لیے مخصوص کی جاتی ہیں اور مسٹر لوئیس! ہوٹل میں آپ کا قیام آپ کے لیے بے حد خطرناک ہے۔ ہم آپ کے لیے ایک بہترین رہائش گاہ کا بندوبست بھی کر دیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ میں اسمتھ کا مقصد سمجھ رہا تھا۔ کچھ دن تہران میں گزارنے تھے یوں ہی سہی۔ رہائش کے حصول اور اخراجات کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے یہ پیش کش قبول کر لی۔

ان لوگوں سے رخصت ہوا تو سولیتا مجھ پر مسلط تھی۔ میں اسے برداشت کرنے کے لیے تیار تھا کیونکہ ماضی میں جو وقت گزارا تھا اس نے ذہنی طور پر بھی مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ سولیتا کے ساتھ وقت خوشگوار طور پر گزر سکتا تھا۔

میری نئی قیام گاہ بہت خوبصورت تھی۔ سولیتا ایک بہترین نگران تھی لیکن اس کی معیت میرے لیے کوئی دوسری حیثیت اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی گزارنے کا میرا ایک اپنا معیار تھا اور اس معیار سے میں کبھی نیچے نہیں گرا تھا۔ سولیتا ایک ساتھی کی حیثیت سے ٹھیک تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تاہم وہ میرے قریب آنے کی کوشش میں مصروف تھی۔

"آپ بے حد خوش نصیب انسان ہیں مسٹر ہاربن!" اس نے کہا۔

"کیوں مس سولیتا؟"

"بے شمار ممالک آپ سے قربت کے خواہاں ہیں اور سب آپ پر خزانوں کے منہ کھول دینا چاہتے ہیں۔"

"ہاں لیکن صرف غلط فہمی کی بنیاد پر۔ میں اس معاملے میں تنہا نہیں ہوں، اصل لوگ دوسرے ہیں۔"

"ایک سوال کروں؟"

"ہاں کہو۔"

"ڈرانیکا کا آپ کی زندگی میں کوئی دخل ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ میرے باس کی منظور نظر تھی اور خود کسی اور کو چاہتی تھی۔"

"او ہاں۔ ایسی حالت میں وہ آپ سے تعاون کرے گی؟"

"فارمولے کے سلسلے میں وہ مجھ سے تعاون کرنے پر مجبور ہے۔"

"کیا وہ کسی اور طریقے سے اس فارمولے کا وہ حصہ نہیں حاصل

کرسکتی جو آپ کے پاس محفوظ ہے؟"

"وہ صرف فارمولے کے اعداد و شمار اپنے پاس رکھتی ہے، اس کا عملی طریقہ میں جانتا ہوں اور جب وہ فارمولا فروخت ہو گا تو میری ضرورت ناگزیر ہو گی۔"

"یقیناً! آپ ان دونوں سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔" اس نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔ پھر کسی قدر تذبذب کے بعد بولی۔ "جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں، وہ کہہ نہیں پا رہی... خوف کا شکار ہوں۔"

"اگر خوف کا تعلق مجھ سے ہے تو میں تم سے پورے خلوص سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے بغور اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر کوئی ایسا راز میں تمہیں بتا دوں مسٹر ہارپن، جس کے افشا ہو جانے پر میری زندگی خطرے میں پڑ جائے لیکن جو تمہارے لیے کارآمد ہو تو کیا تم میرے ساتھ تعاون کرو گے؟"

"یہ تو راز کی نوعیت پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ پریشان نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا خطرہ مول لے رہی ہوں صرف اس اُمید پر کہ تم اسے غلط رنگ نہیں دو گے اور میری باتوں پر سنجیدگی سے غور کرو گے۔"

"مسئلہ کیا ہے سولیتا! مجھے اس کی نوعیت بھی تو معلوم ہو۔" وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی، پھر آہستہ سے بولی۔ "یہ لوگ تم سے مخلص نہیں ہیں۔"

"کون؟ کیا تمہاری مراد مسٹر اسمتھ اور ان کے ساتھیوں سے ہے؟"

"ہاں۔ انھی کی بات کر رہی ہوں۔" سولیتا نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ تب وہ پُرجوش انداز میں بولی۔ "ہاں۔ تم نہیں جانتے مسٹر ہارپن کہ اسمتھ کتنا گہرا اور کتنا خطرناک آدمی ہے۔ میں بے شک اس کی ایک ادنیٰ خادمہ کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں لیکن وہ جس نوعیت کا انسان ہے، اس کے بارے میں زندگی کی بازی لگا کر تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں۔ کام ہو جانے پر وہ صرف تمہیں قتل کرنے کی منصوبہ بندی کرے گا۔ اگر تم یہ سوچتے ہو کہ وہ تمہیں تمہاری منہ مانگی قیمت ادا کرے گا تو یقین کرو یہ ناممکنات میں سے ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنی قید میں رکھا ہے۔ اس رہائش گاہ کو تم ایک قید خانہ ہی تصور کر سکتے ہو۔ کیونکہ اس نے تمہیں ایک مضبوط حوالات کی حیثیت دے دی ہے۔ اگر تم نے کسی غلط نظریے سے یہاں سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو بے شمار گولیاں تمہارے بدن میں پیوست ہو جائیں گی۔ وہ تم سے نہیں، صرف اس راز

اور اس فارمولے سے مخلص ہیں، جو تمہارے ذہن میں محفوظ ہے۔"

"اور تم سولیتا... تم ان میں سے نہیں ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں انھی میں سے ہوں لیکن اپنی زندگی کی بہتری کی خواہاں ہوں۔ بہت عرصے سے میں ایسے حالات سے گزر رہی ہوں ہارپن جنھیں میرا ذہن، میرا دل قبول نہیں کرتا۔ میں موجودہ حالات ہی سے پریشان نہیں ہوں بلکہ کچھ ایسی مجبوریاں ہیں میرے پاؤں کی زنجیر ہیں جو مجھے تنہا ایک قدم بھی نہیں چلنے دیتیں۔ میں کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں ہوں جو مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لے۔ میرا محافظ، میرا نگران بن جائے۔ میری تمام ضرورتوں کو پورا کرے، مجھ سے محبت کرے۔ میں آج تک حقیقی محبت سے محروم رہی ہوں۔" سولیتا جذباتی لہجے میں بولی اور میں کھوئی کھوئی نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

دلچسپ اور نئی بات تھی میرے لیے۔ یہ سولیتا اب کون سا نیا کھیل کھیلنا چاہتی ہے؟ بہرحال میں جو کھیل کھیل رہا تھا، اس میں بھی ایسی دلچسپیاں ہونا ہی تھیں۔ چنانچہ میں نے ہمدردی کے آثار چہرے پر پیدا کر کے کہا۔ "سولیتا! جیسا کہ تم جانتی ہو، میں نہ تو کوئی جرائم پیشہ آدمی ہوں اور نہ ہی میرے ذہن پر یہ بھوت سوار ہوا ہے کہ میں فارمولا فروخت کر کے دولت مند آدمی بن جاؤں۔ بس وہ لوگ جو میرے ذریعے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں، مجھے اس موڑ پر لے آئے ہیں ورنہ شاید میں تو یہ ہمت کبھی بھی نہ کر سکتا۔ ڈرامنکال اپنے طور پر جو کچھ کر رہی ہے، میں اس سے بھی غافل نہیں ہوں۔ اور اب سے قبل میں نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ ڈرامنکا کو دھوکا دے کر اپنا اُلّو سیدھا کروں لیکن جیسی صورت ہے، جب ہر طرف لوگ اپنے ہی مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر سوچ رہے ہوں، میرے دل میں بھی یہ خواہش ہے کہ اپنے طور اپنی زندگی کے لیے کچھ کروں۔ اس کا کوئی ذریعہ ابھی تک میرے ہاتھ نہیں آیا تھا لیکن اب... یہ صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے تو کیوں نہ میں بھی اس موقعے سے فائدہ اٹھانے کا خواہش مند ہوں اور اسی لیے میں نے مسٹر اسمتھ کی پیشکش قبول کی تھی۔"

"لیکن اگر اسمتھ تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا تو؟"

"یہ بات تو تم نے بتائی ہے۔ میں تو تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں جرائم پیشہ لوگوں کی شناخت نہیں رکھتا بلکہ تمہاری اس بات نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔"

"اوہ ڈیئر... ڈیئر ہارپن! میں اپنی زندگی کا ایک آخری جوا کھیلنا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف اس بات کا یقین دلا دو کہ اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو کیا تم مجھے اپنے قدموں میں

بٹھا سکو گے؟"

یہ بات ہو سکتی ہے کہ میں نے شاید کبھی اس بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ ایک اور لڑکی ہے جو اپنے طور پر مجھے چاہتی ہے لیکن میں کبھی اس کی پذیرائی نہیں کر سکا کیونکہ وہ میرے دل کے دروازوں کو نہیں کھول سکی تھی۔"

"ڈیزی براؤنسن کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ کیا تم اسے جانتی ہو؟"

"تمہارے بارے میں جو چھان بین کی گئی ہے، اس میں ڈیزی براؤنسن کا نام بھی آیا ہے لیکن شاید تمہارے علم میں یہ بات نہ ہو کہ ڈیزی براؤنسن ایک خطرناک آدمی کیرسٹ کے ساتھ مل کر دوہری کھیل کھیل رہی ہے جو دوسرے کھیل رہے ہیں۔ کیرسٹ، ڈیزی براؤنسن کے ذریعے تمہیں پھانسنا چاہتا ہے اور مسلسل تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے۔ میرے خیال میں یہ شخص اپنے آپ کو تمہارے دوست کی حیثیت سے بھی متعارف کروا چکا ہے۔ بہرحال یہ سارا کھیل دولت کا ہے لیکن ہارپن! میں صرف دولت نہیں چاہتی بلکہ تمہاری زندگی کا تحفظ اور تمہارے ذریعے اپنی زندگی کو ایک مقصد بھی دینا چاہتی ہوں۔ اس راز کی جو قیمت تمہیں ملے گی، وہ اتنی ہو گی کہ تم اور تمہاری کئی نسلیں آرام سے زندگی بسر کر سکیں گی۔ اس زندگی میں ایک چھوٹا سا مقام مجھے بھی دے دینا۔ بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔"

"مگر میں تمہارا مقصد نہیں سمجھ سکا سولیتا۔" میں نے کہا۔

سولیتا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ اس کے چہرے سے کشمکش کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں ان لوگوں سے مخلص نہیں ہوں۔ ان کے ساتھ جو وقت گزار رہی ہوں، وہ مجبوری ہے اور یہ بات بھی میں جانتی ہوں کہ وہ بھی تمہیں دھوکا دے رہے ہیں۔ ہاں! اگر تم چاہو تو میں ایک ایسی شخصیت سے تمہارا تعارف کرا سکتی ہوں جو صرف اس راز کے لیے مناسب ترین بلکہ راز کی قیمت اور اس کی ادائی کے لیے بھی بہترین ہے۔" سولیتا نے کہا۔ اور میں تجسس نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اس کی شخصیت اب میری سمجھ میں آ رہی تھی۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "وہ کون ہے؟"

"مسٹر ٹوان وان ٹگ۔ ایک بڑے ملک کے ایجنٹ ہیں۔ میرا اُن سے رابطہ ہے اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ہمارے لیے ان سے بہتر آدمی اور کوئی نہیں ہو گا۔"

"لیکن یہ لوگ...؟"

"ہم انھیں ڈبل کراس کر دیں گے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ جگہ تمہارے لیے ایک قید خانہ ہے۔ اگر تم اتنی آسانی سے ان کی دوستی قبول نہ کر لیتے تو وہ مسکان ہی تمہارے لیے عقوبت خانہ بن جاتا جہاں تم نے اسمتھ سے ملاقات کی تھی۔ اسمتھ ایک جیتا جاگتا بھیڑیا ہے۔ ذرا سی دیر میں وہ بھیڑ کی کھال اتار کر سامنے آ جاتا اور تم حیران رہ جاتے لیکن تم شریف انسان ہو۔ تم ان لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئے اور اسے تمہاری طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اس عمارت کے گرد اس کے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر طرح تمہیں اپنے جال میں پھانس کر رکھوں، خواہ اس کے لیے...!" سولیتا خاموش ہو گئی۔

"مسٹر ٹگ سے تمہارا رابطہ ہے سولیتا؟"

"ہاں، پوری طرح۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"اگر تم آمادہ ہو تو میں مسٹر ٹگ کو اطلاع دے دوں اور انھیں تمام صورتِ حال بتا دوں۔ اس کے بعد وہ جو بھی فیصلہ کریں۔"

"کیا ان سے رابطہ قائم کرنا آسان ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کا مکمل انتظام ہے میرے پاس۔" سولیتا نے کہا اور پھر اس نے اپنے پرس سے لپ اسٹک نکالی اور اس کا ڈھکن تین بار مخصوص انداز میں گھما کر اسے چہرے کے قریب کر لیا۔ "ہیلو... ہیلو... نائن نائن ایٹ... ہیلو..."

"نائن ایٹ۔" ایک باریک سی آواز اُبھری۔

"مسٹر ٹگ پلیز۔"

"ایک منٹ۔" آواز نے کہا اور چند لمحات کے بعد پھر آواز اُبھری۔ "ٹگ۔"

"سولیتا بول رہی ہے جناب۔"

"کہو سولیتا کوئی اہم خبر ہے؟"

"مسٹر ووٹس ہارپن دستیاب ہو گئے ہیں اور اس وقت وہ میرے پاس موجود ہیں۔"

"کیا...؟" آواز باریک ہونے کے باوجود اس میں چھپی ہوئی حیرت محسوس کی جا سکتی تھی۔

"جی ہاں! مسٹر اسمتھ نے ان سے کاروباری گفتگو کر لی ہے اور اب ہم ٹرنک اسکوائر کے بنگلا نمبر سات میں ہیں۔ تفصیلی گفتگو یہاں نہیں ہو سکتی ہے۔ اس عمارت کے گرد بے شمار مسلح افراد چھپے ہوئے ہیں جو ہم لوگوں کی نگرانی پر مامور ہیں۔ یہاں سے ہمارا نکل آنا مناسب ہے ورنہ حالات کوئی دوسرا رُخ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ کیا مسٹر ہارپن ہم سے تعاون کے لیے تیار ہیں؟"

"جی ہاں۔ خوش بختی سے ہمیں یہ فوقیت حاصل ہو گئی ہے۔"

"تب انتظار کرو سولیتا! میں انتظامات کر رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہمارے لیے کوئی ہدایت؟"

"تیار رہو۔ ہمارے کام کی ابتدا ہوتے ہی تمھیں یہاں سے نکلنا ہے۔"

"او کے سر۔" سولیتا نے کہا۔ اور دوسری طرف سے آواز بند ہو گئی۔

سولیتا اب ٹرانسمیٹر اپنی جگہ رکھ کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے متعجب لہجے میں کہا۔ "مسٹر اسمتھ کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم! تعجب ہے۔"

تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد دفعتاً ہنگامہ شروع ہو گیا۔ پے در پے دھماکوں سے فضا گونج اٹھی تھی۔ سولیتا نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف دوڑی لیکن اسی وقت اسمتھ کے مسلح ساتھی اندر گھس آئے۔

"اوہ مس سولیتا! چند مسلح افراد نے حملہ کیا ہے۔ ان کی تعداد کافی معلوم ہوتی ہے۔"

"تو یہاں کیا کر رہے ہو؟ مقابلہ کرو۔" سولیتا غرائی اور وہ بوکھلائے ہوئے باہر نکل گئے۔ سولیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگی۔ دفعتاً ہمارے قریب ہی دستی بم کا دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سولیتا کی چیخ ابھری۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا پھر چند گولیاں میرے بالکل نزدیک سے گزریں۔ اب اپنی جان بچانے کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے مجھے سولیتا کا ہاتھ چھوڑنا پڑا۔ اور میں بے تحاشا دوڑنے لگا۔ پانچ فٹ اونچی احاطے کی دیوار کو پھلانگنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ میں اسے عبور کر کے تاریکی میں دوڑتا چلا گیا۔ یہ ایک مختصر سا میدان تھا جس کے دوسرے سرے پر مکانات بنے ہوئے تھے۔ میں برق رفتاری سے میدان عبور کر کے مکانوں کے سلسلے کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر ان مکانوں کی آڑ لیتا ہوا وہاں سے دور نکل آیا۔ کافی دور پہنچ کر ایک سڑک ملی اور میں نے ایک ٹیکسی کو اشارے سے روک لیا۔

صورت حال عجیب ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک پتا بتا دیا۔ یہ ڈیفی براؤنسن کی رہائش گاہ کا پتا تھا، اور تھوڑی دیر کے بعد میں ڈیفی کے فلیٹ کے دروازے کی بیل بجا رہا تھا۔

دروازہ ڈیفی نے ہی کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ سکتے میں رہ گئی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کیا مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے ڈیفی؟" میں نے کہا اور وہ جلدی سے دروازے کے پاس سے ہٹ گئی۔ "کیا بات ہے ڈیفی! کیا میری آمد غیر متوقع ہے؟"

"تم... تم کہاں سے آرہے ہو؟ پہلے کیوں گئے تھے؟ جھوٹ کیوں بولا تھا مجھ سے؟ اپنے آپ کو تسلیم کیوں نہیں کر لیتے تھے؟ تمھیں معلوم ہے مجھ پر کیا بیتی؟" وہ بڑے جذباتی انداز میں بول رہی تھی۔

میں تنک کر اسے گھورنے لگا۔ میں نے حیرت زدہ ہونے کی اداکاری کی تھی۔ پھر میں نے کہا۔ "کیا ہو گیا تمھیں ڈیفی! تمھاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"تم لوئیس ہی ہو نا؟"

"ڈیفی ڈیئر! مجھے تمھاری ذہنی حالت کچھ خراب محسوس ہو رہی ہے۔ کیا بات ہے؟" میں پُر اعتماد قدموں سے ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا۔ ڈیفی کا فلیٹ میں نے دیکھا ہوا تھا۔

"تم کہاں سے آرہے ہو لوئیس! بتاؤ کہاں سے آرہے ہو؟"

"کیا یہ سوال مناسب ہے؟"

"اوہ میرے خدا! اس کا مطلب ہے... اس کا مطلب ہے کہ وہ سچا تھا۔ میں آج تک پریشان تھی۔ کچھ نہیں آیا میری سمجھ میں۔" پھر اس نے مجھے وہ کہانی سنائی جس سے میں بخوبی واقف تھا۔ لیکن میں نے اس کی باتوں پر حیرت کا اظہار کیا۔

"گیرٹ کا کیا حال ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے، تمھاری واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔"

"کیا تم نے اسے یہ تفصیل بتائی؟"

"ہاں۔"

"کیا کہتا ہے؟"

"خاموشی اختیار کر لی ہے، کوئی جواب نہیں دیا۔"

"میں چاہتا ہوں ڈیفی کہ اس سلسلے میں تم بھی خاموشی اختیار کرو۔ ابھی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ سکون سے کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمھارے لیے کچھ تیار کروں؟"

"صرف کافی۔" میں نے جواب دیا اور ڈیفی باہر نکل گئی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اچھا چکر چلا تھا یہ بھی۔ شہناز مرزو قمر اور دانش رمزی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہو گا کہ وہ مجھے کس آتش فشاں کا روپ دے رہے ہیں۔ اگر میں ہوشیاری سے کام نہ لیتا تو بات ہی بگڑ جاتی۔

کافی پینے کے دوران ڈیفی مجھ سے گفتگو کرتی رہی اور میں اس کی باتوں سے اندازے لگاتا رہا۔ یہ خیال یقین میں تبدیل ہو رہا تھا کہ لوئیس ہارین قاہرہ کے چکر میں ہی غائب ہو گیا تھا۔ لیکن

[illegible] کو اس بارے میں اطلاع دینے کا کوئی ذریعہ نہیں [illegible]

دوسرے دن ڈیفی دوپہر کو کسی کام سے چلی گئی۔ میں اس دوران کچھ نئے منصوبے ترتیب دے چکا تھا۔ ان حالات میں میرا شہر میں بھٹکنا میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس لیے ڈیفی کے جانے کے بعد میں نے ٹیلی فون ڈائرکٹری میں نمبر دیکھ کر ایک ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرہ بک کرا لیا۔ میرا خیال تھا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔ کون جانے یہ لوگ پس پردہ کیا کر رہے ہیں۔ اور پھر سولیتا مجھے گیرٹ کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل بتا چکی تھی۔ پھر کچھ دیر کے بعد میں ڈیفی کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سڑک پر کچھ دور پیدل چلتا رہا۔ پھر ٹیکسی کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ کچھ دور ایک ٹیکسی رکی تھی لیکن ایک اور آدمی اس ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

ٹیکسی میرے سامنے سے گزری تھی لیکن جو شخص اس میں بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ ہاں وہ ہارین ہی تھا۔ میں سکتے کی سی کیفیت میں کھڑا رہ گیا۔ ہارین ان لوگوں کی قید سے آزاد ہو گیا! وہ واپس آگیا! یہ بڑی سنسنی خیز بات تھی۔ شہناز مرزو قمر اور دانش رمزی کا کیا ہوا؟

ایک دم ذہن پر بے پناہ بوجھ آپڑا تھا۔ کیا وہ لوگ کسی حادثے کا شکار ہو گئے؟ اگر ایسا ہو گیا ہے تو میرا یہاں سے نکلنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ میری موجودگی یہاں غیر قانونی ہو جائے گی اور پولیس مجھے گرفتار بھی کر سکتی ہے۔ گویا یہاں بھی مصیبتوں کا آغاز ہو گیا۔ اگر لوئیس ہارین ابھی تک ان لوگوں سے نہیں ملا ہے تو بہت جلد وہ ان سے ملاقات کرے گا۔ کم از کم ڈیفی براؤنسن کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ لوئیس ہارین سے بہت بے تکلف ہے اور لوئیس ہارین یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے اس سے رابطہ قائم کرے گا۔ چنانچہ یہ بہتر ہی ہوا تھا کہ میں نے ڈیفی براؤنسن کا فلیٹ چھوڑ دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لوئیس ہارین کا معاملہ منظر عام پر آ ہی جاتا اور پھر ڈیفی کے لیے یہ فیصلہ کرنا ضروری ہو جاتا کہ ہم دونوں میں سے اصل لوئیس ہارین کون ہے۔ ظاہر ہے میری شخصیت منظر عام پر آجاتی۔

میں نے جو پروگرام بنایا تھا اب اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں رہا تھا۔ میرے لیے بہتر یہی تھا کہ کہیں روپوش ہو جاؤں اور اس کے بعد آئندہ کے لیے کوئی فیصلہ کروں۔ یہ نہایت عمدہ بات تھی کہ میں نے ہوٹل میں کمرہ بک کرا لیا تھا اور ابھی تک ہوٹل نہیں پہنچا تھا۔ یہ کمرہ میں نے ایک فرضی نام سے بک کرایا تھا اور ہوٹل والے نہیں جانتے تھے کہ کمرہ بک کرانے والا شخص کون ہے۔ اگر میں ہوٹل پہنچ کر اپنا کمرہ طلب کرتا تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ قرب و جوار میں کوئی ٹیکسی نہیں تھی، اس لیے تھوڑا سا پیدل چلنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی۔ اور میں اس میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ سامان وغیرہ میرے پاس موجود نہیں تھا لیکن اس کا بندوبست بعد میں بھی ہو سکتا تھا چنانچہ میں ہوٹل پہنچ گیا۔

ہوٹل نہایت خوب صورت تھا۔ جس کے وسیع پارکنگ لاٹ اور اس کے بعد اس کا صدر دروازہ شروع ہوتا تھا۔ میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوا اور ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں دونوں سائڈ ریسپشن کاؤنٹر بنے ہوئے تھے، سامنے ہی چوڑی سیڑھیاں اوپر تک چلی گئی تھیں اور اس کے بعد ہوٹل کا مین ہال تھا۔ سیڑھیوں سے اوپر پہنچا ہی تھا کہ دفعتاً ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔

سولیتا چند لوگوں کے ساتھ اس جانب آرہی تھی اور ان لوگوں میں ایک نے مسٹر اسمتھ کو صاف پہچان لیا تھا۔ انھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ دوسرے ہی لمحے سولیتا تیر کی طرح میری طرف آئی۔ مسٹر اسمتھ بھی تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے میرے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

"اوہ میرے خدا! تمھیں زندہ سلامت دیکھ کر کس قدر مسرور ہوں مسٹر ہارین! تم... تم واقعی خیریت سے ہو؟" سولیتا اداکاری کرتے ہوئے بولی۔

"مسٹر ہارین! تم پر جو کچھ بیتی اس کے لیے وہ بے حد شرمندہ ہے لیکن تم دیکھو گے کہ میں اس کے ذمے دار لوگوں کو کس طرح سزا دیتا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھو ان کا انجام تمھارے ہی ہاتھوں ہو گا۔ مجھے بے حد افسوس ہے۔" مسٹر اسمتھ نے کہا۔

"کیا آپ لوگ واپس جا رہے ہیں مسٹر اسمتھ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! یہاں ایک ضروری کام سے آئے تھے، کسی سے ملاقات کرنا مقصود تھا۔ یہ خوش بختی ہے کہ تم یہاں مل گئے۔" مسٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"افسوس! میری اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے اردو میں کہا اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں... میرا مقصد یہ تھا کہ میں کچھ دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے، تمھارے ساتھ تھوڑا سا وقت ریفریشنگ

ہال میں گزار لیتے ہیں۔ آؤ سولیتا! میرا خیال ہے مسٹر ڈارون کو اب ہم لوگ اپنے ساتھ ہی رکھیں۔ ان کا الگ رہنا مناسب نہیں ہوگا۔"

میں بادل ناخواستہ ان کے ساتھ ہال میں آ گیا۔ ایک میز پر بیٹھنے کے بعد مسٹر استھر نے مشروبات کا آرڈر دے دیا۔ وہ جانتے تھے کہ میں شراب نہیں پیتا۔ سولیتا عجیب سی نگاہوں سے دو تین بار مجھے دیکھ چکی تھی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے ہوشیار رہنے کا اشارہ کر چکی تھی۔ مشروبات کے برتن ہمارے سامنے آ گئے اور میں خوش ذائقہ مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ میرا ذہن تیزی سے منصوبہ بندی میں مصروف تھا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس سے ان لوگوں سے فی الحال میری جان چھوٹ جائے۔

"سولیتا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ان لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا جو ہماری رہائش گاہ پر حملہ آور ہوئے تھے؟"

"افسوس! ان میں سے ایک بھی ہاتھ نہ آ سکا۔" سولیتا نے میرا مطلب سمجھ کر جواب دیا۔

"آپ نے بتایا نہیں وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں مسٹر استھر؟"

"ظاہر ہے ایسے ہی جرم پیشہ لوگ جو ہم سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے جرم پیشہ لوگ بھلا ایسی حرکتوں کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں مگر مجھے تعجب ہے کہ ان لوگوں کو تمہاری اس رہائش گاہ کے بارے میں کیسے علم ہو گیا؟"

"خدا جانے۔" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔ اس وقت ان کم بختوں سے جان بچا کر نکل جانے کی کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی اور میں خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔

مشروب کا گلاس خالی ہو گیا لیکن میرے ذہن میں ایسی کوئی مؤثر ترکیب نہیں آئی جس سے میں ان کم بختوں سے جان بچا سکتا اور مجبوراً مجھے فیصلہ کرنا پڑا کہ تھوڑا سا وقت اسی طرح اور گزار لیا جائے اور اس کے بعد ہی ان کے جال سے نکلنے کی کوشش کروں چنانچہ میں نے اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کر لی اور کھل مل کر ان سے باتیں کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد مسٹر استھر نے کہا۔ "کیا خیال ہے، اب ہم چلیں؟"

"ہاں مسٹر استھر! میرا خیال ہے کسی پبلک مقام پر ہمارا زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا مناسب نہیں ہے۔ ویسے بھی میں بڑی ہمت کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر استھر بل کی رقم میز پر رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک قیدی کی طرح ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ سولیتا میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک دو بار میرے پہلو میں ٹہوکے بھی دیئے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ مجھے بہت زیادہ محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ ایک بار پھر ہم اس عمارت میں پہنچ گئے جس میں پہلی بار میری ملاقات مسٹر استھر سے ہوئی تھی۔ مسٹر استھر نے کہا۔ "بہتر ہے مسٹر ڈارون کہ اب آپ یہیں قیام کریں۔ آپ کے لیے یہ مناسب ترین جگہ ہے اور ویسے بھی آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ سولیتا آپ کا پورا پورا خیال رکھے گی۔"

سولیتا سے جب تنہائی میں میری ملاقات ہوئی تو اس نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ "مصیبت ہی بن گئی تھی۔ شکر ہے کہ تم دوبارہ مل گئے۔ میں تمہارے لیے اس قدر پریشان تھی کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"مگر تمہارے مسٹر ہگمن کے آدمی ناکام کیوں ہو گئے سولیتا!"

"وہاں صورت حال ہی کچھ ایسی پیش آ گئی تھی میں بھی چکرا کر رہ گئی تھی۔ پھر تم غائب ہو گئے۔"

"میں تمہارے بارے میں مسلسل تردد کا شکار رہا۔ میرا خیال تھا تم زخمی ہو گئی ہو لیکن اس وقت میرا وہاں سے نکل جانا ہی بہتر تھا کیونکہ صورت حال عجیب و غریب ہو گئی تھی۔"

"تم نے اچھا کیا، ویسے میں ٹھیک ہوں۔" سولیتا نے جواب دیا۔

"مگر اب کیا پروگرام ہوگا؟"

"کچھ وقت کان دبا کر یہاں رہنا ہوگا اور اس کے بعد موقع پا کر ہم نکل چلیں گے۔" سولیتا نے جواب دیا۔

"لیکن کیا اب ہماری نگرانی اور سخت نہیں ہو جائے گی کیا یہاں مسٹر استھر کے آدمی نہیں ہوں گے؟"

"ہوں گے... لیکن ہم ان کا اعتماد قائم رکھیں گے۔ انہیں ابھی تک مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔ ان حملہ آوروں کے بارے میں وہ تحقیقات کر رہے ہیں جنھوں نے ہماری رہائش گاہ پر شدید قسم کی جنگ لڑی تھی۔ وہاں کئی آدمی زخمی ہو گئے تھے۔" سولیتا نے بتایا اور میں پر تفکر انداز میں گردن ہلا کر رہ گیا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آ گیا جس نے حالات میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی۔ میں اور سولیتا اپنے کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ دفعتاً مسٹر استھر کے دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔

"آپ دونوں ذرا تشریف لائیے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور سولیتا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"مسٹر استھر نے آپ کو طلب کیا ہے۔" وہی شخص بولا اور سولیتا میری طرف دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں بھی [illegible] محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ تاہم سولیتا کے ساتھ اس بڑے ہال میں داخل ہو گیا جس کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی تھی اور بڑے ہال میں پہنچنے کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا اس نے ایک لمحے کے لیے میرا خون رگوں میں منجمد کر دیا۔

لوئیس ہارمن ہمارے سامنے موجود تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر مسٹر استھر موجود تھے اور مزید چند افراد لوئیس ہارمن کو گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔

مسٹر استھر نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیجیے مسٹر ڈارون! ملاحظہ فرمائیے۔ آپ ایک سے دو ہو گئے۔"

"یہ کون ہے؟" میں نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

لوئیس ہارمن میری طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر مسٹر استھر ہی نے کہا۔ "اس کا کہنا ہے کہ یہ لوئیس ہارمن ہے۔"

"خوب خوب! اگر یہ لوئیس ہارمن ہے تو پھر میں کون ہوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ میری حالت اندر سے بہتر نہیں تھی لیکن اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔ اسی طرح میں صورت حال پر قابو پا سکتا تھا۔ میں نے چند قدم آگے بڑھ کر لوئیس ہارمن کے سامنے پہنچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیئر لوئیس ہارمن! میرا تو کوئی جڑواں بھائی بھی نہیں تھا۔ تم کہاں سے نازل ہو گئے؟"

لوئیس ہارمن خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ مجھے اس کا یہ انداز عجیب لگا۔ اسے تو مجھ سے زیادہ مطمئن ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ وہ اصل تھا اور میں نقل... لیکن مجھے یہ شخص خاصا خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پھر کہا۔ "کون ہو تم اور تم نے میرا بہروپ کیوں اختیار کیا ہے؟"

"وہ میں... میں..." وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"جواب دو، ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" میں نے گرج کر کہا اور وہ شخص کانپنے لگا۔

"میں ایک معمولی سا آدمی ہوں جناب۔" اس نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کچھ رقم کے عوض میں نے آپ کا بہروپ اختیار کر لیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے پانچ ہزار ڈالر معاوضے کے طور پر پیش کیے تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"میں بے قصور ہوں جناب۔ اس سے زیادہ میرا اور کوئی قصور نہیں ہے کہ میں یہ شکل اختیار کر کے گھومتا رہا ہوں جیسی انھوں نے مجھے ہدایت کی تھی۔"

مسٹر استھر یقیناً اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ "ایکوزیا کی بوتل لے کر آؤ۔" چند لمحے بعد ایکوزیا کی بوتل وہاں پہنچ گئی جس پر سائفن لگا ہوا تھا۔ مسٹر استھر نے اپنے ہاتھ سے سائفن کی پھواریں اس شخص کے چہرے پر ماریں اور پلاسٹک کے ٹکڑے اس کے چہرے سے اترنے لگے۔ میری حیرت دو چند ہوتی جا رہی تھی۔ یہ سب کچھ میرے لیے غیر متوقع تھا یعنی کوئی اور بھی تھا جو اس بہروپ میں گھوم رہا تھا۔ اگر سائفن کی چند پھواریں میرے چہرے پر بھی مار دی جاتیں تو مسٹر استھر کو [illegible] ہونا پڑے گا۔ اس وقت میری ذہنی حالت بے حد عجیب تھی۔

اس شخص کا اصل چہرہ نمایاں ہو گیا تھا اور میں خود کو اب کسی حد تک پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ وہ خدشہ بھی دور ہو گیا تھا کہ شاید مرزوق اور دانش دونوں کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ کوئی اور ہی چکر تھا۔ اصل لوئیس ہارمن یہ بھی نہیں تھا۔

مسٹر استھر اور دوسرے لوگ لوئیس ہارمن کے میک اپ میں موجود شخص سے مفصل معلومات حاصل کرتے رہے اور معلوم یہ ہوا کہ کسی نامعلوم شخصیت نے اسے اس میک اپ میں گھومنے پھرنے کے پانچ ہزار ڈالر ادا کیے تھے۔ پھر مجھ سے گفتگو کے دوران مسٹر استھر نے کہا۔ "اس حرکت سے ان کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ اس فارمولے کے حصول کے لیے کوشاں لوگوں کو منتشر کر دیں اور اس شخص کا پیچھا کر کے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ کون کون لوگ لوئیس ہارمن کی تلاش میں مصروف ہیں...."

ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ باہر دو خوفناک دھماکے سنائی دیے۔ یقیناً یہ ہینڈ گرنیڈ کے دھماکے تھے۔

استھر بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے خونخوار نظروں سے اس شخص کو دیکھا اور پھر سولیتا کی طرف رخ کر کے بولا۔ "اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے اسی جگہ ڈال دو۔ میرا خیال ہے کچھ لوگ اس کے ذریعے اس سے دلچسپی رکھنے والوں کی تلاش میں سرگرداں تھے یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مسٹر ڈارون! آپ براہ کرم سولیتا کے ساتھ رہیے۔" استھر یہ کہتا ہوا پھرتی سے باہر نکل گیا۔

سولیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "آؤ اس کے ہاتھ باندھ دیں۔"

میرے میک اپ میں موجود آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے وہیں ڈال دیا گیا۔

"کیا خیال ہے، ابھی یہاں سے نکل چلنا چاہیے؟" سولینا نے معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت یہ کیسے ممکن ہے! باہر گولیاں چل رہی ہیں۔ تم ذرا صورت حال کا جائزہ تو لو" میں نے کہا۔

سولینا لمحہ بھر کچھ سوچتی رہی۔ پھر وہ باہر نکلتے ہوئے بولی "پلیز تم اس کمرے سے باہر آنے کی کوشش مت کرنا۔"

میں نے اس کے جاتے ہی دروازہ چٹخنی سے اندر سے بند کر لیا تھا۔ ایمونیا کی وہ بوتل میرے لیے باعث دلچسپی تھی جس سے اس شخص کا میک اپ اتارا گیا تھا۔ اگر میں اپنے طور پر ایمونیا حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو شاید کچھ دشواری پیش آتی لیکن اس وقت میرا کام بن گیا تھا۔ میں نے ایمونیا کی بوتل اٹھا کر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں چھپالی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر ابھی خاصی ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ میں ان سب سے بچتا بچاتا ایک ایسی سمت جا رہا تھا جہاں سے اگر میں کوشش کرتا تو عمارت سے باہر نکل سکتا تھا اور اس کوشش میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی۔ چند لمحات کے بعد میں ان آوازوں کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

میں برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ دوڑتے دوڑتے مجھے ایک سڑک نظر آئی اور میں اس پر پہنچ گیا۔ وہاں سے ٹیکسی حاصل کر لینا مشکل نہیں تھا۔ مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں نے اس میں بیٹھ کر یونہی ایک پتا ڈرائیور کو بتا دیا۔ ڈرائیور نے مجھے میری مطلوبہ جگہ اتار دیا۔ وہاں سے پیدل چلتے ہوئے میں کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگا جہاں میں اپنا کام انجام دے سکوں۔ پھر ایک چھوٹا سا ریستوران مجھے نظر آ گیا جو میرے کام کے لیے مناسب جگہ تھی۔

ریستوران کے باتھ روم میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا تھا اور جب آدھے گھنٹے کے بعد میں وہاں سے برآمد ہوا تو میرا چہرہ اپنی اصلی حالت میں واپس آ گیا تھا۔ ایمونیا کی بوتل میں نے باتھ روم میں ہی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ باہر آ کر میں اطمینان سے ایک میز کے گرد پڑی کرسی پر بیٹھ گیا اور میں نے اپنے لیے کافی طلب کر لی۔ مقصد یہی تھا کہ خود کو پرسکون کر لوں۔

کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے میں بار بار اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگتا تھا۔ اس میک اپ سے نجات پانے کے بعد میں خود کو بہت مطمئن محسوس کر رہا تھا۔ ان کمبختوں نے تو مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا۔ میں بے دست و پا ہو کر رہ گیا تھا۔ اب کم از کم آزادی سے گھوم پھر تو سکوں گا۔ یہاں مجھے صرف دانش رمزی اور شہناز مرزو قمر کا انتظار ہی تو کرنا ہے۔ اس چکر میں پڑ کر تو میں کہیں کا نہ رہتا۔

کافی پینے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک بار پھر اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں سے پکڑا گیا تھا لیکن اب اس ہوٹل میں میں ایک اور حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنا نام وغیرہ بتلاتے ہوئے اپنے کمرے کی چابی حاصل کر لی اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہو گیا۔

ان ہنگامہ آرائیوں میں کافی وقت گزر چکا تھا اور اصولاً اب شہناز مرزو قمر اور دانش رمزی کو یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ میں بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ اخبارات دیکھنا اس دوران بھی میں نے نہیں چھوڑا تھا لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی پیغام میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔

تین قیام گاہ پر اپنی اصلی شکل میں قیام کیے ہوئے مجھے تین دن گزر گئے۔ ان تین دنوں میں میں نے اپنے آپ کو بہت محفوظ رکھا تھا اور ہوٹل کی تفریحات تک میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا مبادا کسی الجھن کا شکار ہو جاؤں۔ حالانکہ یہ قید بہت تکلیف دہ تھی میں اگر چاہتا تو ہوٹل میں اپنے لیے بہت ساری دلچسپیاں تلاش کر سکتا تھا لیکن اب دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ اس مہم سے فراغت حاصل کر کے بیروت پہنچ جاؤں۔

اس قیام کے پانچویں دن آخر مجھے اخبار میں ایک چھوٹا سا اشتہار نظر آیا جو میری توقع کے عین مطابق تھا اور میں اس چھوٹے سے اشتہار کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اشتہار میں لکھا ہوا تھا کہ آر سن بلوشر ہوٹل میٹرو پیلس کے کمرہ نمبر بیس میں میکائل سے ملاقات کرے۔ ہوٹل میٹرو پیلس کے بارے میں تفصیلات ٹیلی فون ڈائرکٹری سے حاصل ہو سکتی تھیں میں نے فوری طور پر جانے کے بجائے میٹرو پیلس کے کمرہ نمبر بیس سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور چند لمحات کے بعد ٹیلی فون پر میرا رابطہ دانش رمزی سے قائم ہو گیا۔

دانش رمزی اور شہناز مرزو قمر میرے منتظر ہی تھے۔ فون دانش رمزی ہی نے ریسیو کیا تھا، اس کی آواز سنتے ہی میں نے کہا "میں بلوشر بول رہا ہوں۔"

"اوہ مسٹر بلوشر! ہمارا پیغام آپ کو مل گیا؟"

"ہاں۔ کیا حکم ہے میرے لیے؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر کوئی دقت نہ ہو تو خود آ کر میٹرو پیلس پہنچ جائیں۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔

"میں آ رہا ہوں۔"

"سنو! ابھی تک کسی قسم کا خطرہ تو پیش نہیں آیا تمہیں؟" دانش رمزی نے پوچھا۔

"قطعی نہیں۔ میں تو یہاں بڑے سکون سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔"

"ہاں! میں نے کہا۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

جواب ملا اور میں نے فون بند کر دیا۔

اس کے بعد میں نے نہایت برق رفتاری سے تیاری کی اپنی اصلی شکل میں مجھے کسی بات کا خطرہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی میری جانب متوجہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہوٹل سے باہر آ کر میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں میٹرو پیلس کے کمرہ نمبر بیس میں داخل ہو رہا تھا۔ میرا استقبال کرنے کے لیے شہناز مرزو قمر اور دانش رمزی موجود تھے۔ دانش رمزی نے مجھ سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا۔ اس کا کتابی سا سپاٹ چہرہ اس وقت کسی قدر مختلف نظر آ رہا تھا۔ شہناز مرزو قمر نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا اور میں صوفے پر بیٹھ کر مسکراتی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔

"یونان کی دلچسپ زندگی تمہیں ضرور پسند آئی ہو گی مل یا نہیں؟" دانش رمزی نے کہا۔

"یقیناً۔ یہاں کی ہنگامہ پرور زندگی بے حد عجیب ہے اور پھر میں اس دوران جن حالات سے گزرا ہوں وہ تو ضرورت سے زیادہ ہی دلچسپ تھے۔"

"کیا مطلب؟ کیا تمہیں یہاں کچھ غیر معمولی واقعات پیش آئے ہیں؟" دانش رمزی نے چونک کر پوچھا۔

"ان کی تفصیل بتا نے کے لیے کار ہی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ بے شمار افراد میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ دراصل مسٹر دانش رمزی! اگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ جس شخص کے میک اپ میں آپ نے مجھے یہاں بھیجا تھا وہ کیا چیز ہے تو آپ کو مشکل ہی سے یقین آئے گا۔"

"براہ کرم بتاؤ کیا قصہ تھا؟" دانش رمزی نے دلچسپی سے کہا۔

"لوئیس ہارین ایک ایسے شخص کا نائب تھا جو سائنس داں تھا، اور اس نے کوئی ایسا تباہ کن فارمولا ایجاد کیا تھا جو ہتھیاروں کی دوڑ میں حصہ لینے والوں کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث تھا۔ اس کی موت کے بعد صرف لوئیس ہارین کو ہی اس فارمولے کے بارے میں تفصیلات معلوم تھیں اور بیشتر بڑے بڑے ممالک لوئیس ہارین کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ وہ منہ مانگی قیمت پر لوئیس ہارین سے یہ فارمولا حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ انہوں نے لوئیس ہارین کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن میں نے اس کا یہ تجزیہ اخذ کیا ہے کہ وہ لوئیس ہارین کی نقل و حرکات سے مطمئن نہیں تھے۔ بلکہ یہ خیال بھی ان کے ذہن میں تھا کہ لوئیس ہارین سے کوئی اور بھی متعلق ہو سکتا ہے جو اس فارمولے کے بارے میں جانتا ہو اسی لیے انھوں نے لوئیس ہارین کو اغوا نہیں کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر دانش رمزی کہ لوئیس ہارین قتل نہیں بلکہ بلاوجہ نہیں کیا گیا تھا۔"

دانش رمزی انتہائی دلچسپی سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا "آپ کا کیا خیال ہے کہ لوئیس کیوں گیا تھا؟"

"اسرائیلی حکومت سے اس فارمولے کا سودا کرنے کے لیے" میں نے جواب دیا۔

"کمال ہے" دانش ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اس کا مقصد ہے کہ ہم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا تمہیں اس میک اپ میں یہاں بھیج کر۔ تمہیں تو یہاں خاصی مشکلات پیش آئی ہوں گی۔"

میں دانش رمزی اور شہناز مرزو قمر کو ان مشکلات کی تفصیل بتانے لگا اور ساری کہانی اختتام پر پہنچانے کے بعد میں نے کہا "ان حالات میں میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اپنی اصلی شکل میں آ جاؤں اور اس میک اپ سے پیچھا چھڑا لوں۔ بس اس کے بعد ہی یہ چند روز سکون سے گزرے ہیں ورنہ یہاں آتے ہی ایئرپورٹ سے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے لیکن اس وقت کچھ ایسی ہی صورت حال تھی کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ تم نہیں جانتے مسٹر علی کہ ہمارے وہاں سے نکل آنے کے بعد کیا کیا ہنگامے ہوئے ہیں۔ اسرائیلی حکام کس طرح ایک ایک چپے کی نگرانی کرتے رہے ہیں اور کس کس طرح انھوں نے وہاں پابندیاں لگائی ہیں۔ مجاہدین کی تمام کارروائیاں طویل عرصے کے لیے رک گئی ہیں کیونکہ اسرائیلی حکام اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ہم وہیں موجود ہیں۔"

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر رمزی؟ براہ کرم مجھے بیروت بھجوانے کا بندوبست کر دیجیے۔ میں فوری طور پر روانہ ہونا چاہتا ہوں کیونکہ مزید تاخیر نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اس کا انتظام ہم کر کے آئے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو کسی بھی ہوائی فلائٹ سے بیروت کے لیے اپنی سیٹ کنفرم کرا سکتے ہیں" دانش رمزی نے جواب دیا اور اس کے ان الفاظ نے میری روح میں سرور کی لہریں دوڑا دیں۔

"بلاشبہ یہ ایک خوشخبری ہے میرے لیے، حالانکہ میں اگر چاہتا تو ابتدا ہی میں اپنی اصلی شکل میں آ کر ان ہنگاموں سے نجات پا سکتا تھا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ لوئیس ہارین درحقیقت کیا ہے تو میری دلچسپیاں بڑھ گئیں۔ میں آپ کو یہ اطلاع دے چکا ہوں اور بیروت جا کر اپنے اعلیٰ حکام کو بھی یہ اطلاع دوں گا کہ ایک تباہ کن فارمولا اسرائیلی حکومت حاصل کر رہی ہے۔

اس پر نگاہ رکھنا بھی ضروری ہے۔"

وانش رمزی نے بے تعلقی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بہتر ہو گا کہ آپ یہ اطلاع پی ایل او کے سربراہان کو دے دیں لیکن اسرائیل میں تو ایسی بہت سی کارروائیاں کی جا رہی ہیں جو آگے چل کر فلسطینیوں کے لیے مصیبت کا باعث بن جائیں گی۔ نہ صرف فلسطینیوں کے لیے بلکہ بیشتر عرب ممالک اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔"

"اللہ مالک ہے۔ بہرحال آپ مجھے میرے کاغذات دے دیجیے تاکہ میں اپنی روانگی کا انتظام کر سکوں۔" دانش رمزی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ فلائٹ کنفرم ہو چکی تھی اور میں بیروت روانہ ہونے کے لیے بالکل تیار تھا۔ دانش رمزی اور شہناز مرزوق مجھے چھوڑنے ایئرپورٹ تک آئے تھے اور میں بالآخر بیروت کے لیے چل پڑا۔

دوران سفر میرے ذہن میں متعدد خیالات آ رہے تھے۔ جو مشن میرے سپرد کیا گیا تھا وہ مکمل طور پر تو پورا نہیں ہو سکا تھا۔ قاتل تھارود کی موت کی اطلاع مجھے مل چکی تھی اور اگر تنظیم کے ارکان اس کی موت سے واقف نہیں ہوئے تھے تو یہ اطلاع انہیں میری ہی زبانی ملنا تھی لیکن جو کچھ قاتل تھارود نے مجھے بتایا تھا وہ سب مجھے از بر تھا اور میں اسے من و عن ان کے سامنے دہرا سکتا تھا۔

بیروت کا تصور میرے لیے کچھ عجیب سا ہو گیا تھا۔ جانے کیوں ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ جذبے بعض اوقات اتنی شدت اختیار کر جاتے ہیں کہ انسان عام حالات میں ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب بیروت میرا اپنا گھر تھا جہاں پہنچ کر مجھے قلبی سکون حاصل ہوتا تھا۔

بیروت ایئرپورٹ پہ اترا تو موسم نہایت خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی کی اور اپنی اس رہائش گاہ کی طرف چل پڑا جہاں میرا قیام تھا اور وہاں صرف فواد ہی میرے ساتھ رہتا تھا۔

اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو گھریلو ملازمہ عطائیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ ہمارا کھانا وغیرہ تیار کرتی تھی اور گھر کی صفائی کا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔

عطائیہ نے پُرخلوص مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور میں نے اس سے فواد کے بارے میں پوچھا۔

"فواد تو کسی کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" ملازمہ نے بتایا۔

"او ہو، اچھا ٹھیک ہے۔"

میں نے غسل وغیرہ کیا اور فارغ ہو کر احسان فروغی کی تلاش میں چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں احسان فروغی سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ احسان فروغی اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے چونک پڑے۔ ان کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور یہ کیفیت عام کیفیات سے مختلف تھی۔ ان کے چہرے پر میرے لیے وہ استقبالیہ جوش نظر نہیں آیا تھا جو ان کی خاصیت تھی۔ کچھ سرد مہری سی محسوس کی تھی میں نے۔ بہرکیف آگے بڑھ کر میں نے ان سے مصافحہ کیا اور انھوں نے مجھے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"کب پہنچے آپ مسٹر علی؟" انھوں نے سوال کیا۔

اس لہجے میں بھی کچھ اجنبیت سی تھی۔ میں متعجب ہو گیا۔ "بس ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"کہاں سے تشریف لائے ہیں؟" احسان فروغی نے پھر پوچھا اور اب میں اس سوال پر چونکا۔ کیونکہ ان کا انداز کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے لہجے میں ایک خاص کیفیت نمایاں ہوتی تھی لیکن آج ہر چیز بدلی ہوئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا مسٹر فروغی!"

"میرا مطلب ہے آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ تل ابیب سے تو آپ نہیں آئے اور نہ ہی اسرائیل کے کسی دوسرے شہر سے۔"

"میرے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے ہیں آپ؟"

"ہاں خبریں تو ملتی ہی رہتی ہیں۔ کوئی نہ کوئی ذریعہ نکل ہی آتا ہے۔" احسان فروغی نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ کو یہ معلوم ہو سکا کہ میں اس وقت کہاں سے آ رہا ہوں؟"

"میں نے کہا نا مسٹر علی... کہ خبریں کسی نہ کسی طور مل ہی جاتی ہیں۔"

"میں آپ کے اندر کچھ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں مسٹر فروغی! اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

میرے اس سوال پر مسٹر فروغی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولے۔ "میں تم سے اس موضوع پر گفتگو ضرور کرتا علی یار خان لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے ہدایت ملی ہے کہ اگر تمہارے بارے میں کسی ذریعے سے کچھ معلومات حاصل ہوں تو میں فوری طور پر اس کی اطلاع ہیڈکوارٹر کو دوں۔ میں اس وقت یہی کرنے پر مجبور ہوں۔" احسان فروغی نے کہا۔ پھر اپنے قریب رکھے ہوئے انٹرکام کا ایک بٹن آن کر کے بولے۔ "ہیلو، ہیڈکوارٹر۔"

"یس، کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"علی یار خان ابھی ابھی اچانک میرے دفتر تشریف لائے ہیں۔ کیا حکم ہے ان کے لیے؟"

"علی یار خان؟" دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے سے اندازہ ہوا کہ وہ چونک اٹھا ہے۔ میری حیرت اب انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

"ہاں، وہ میرے سامنے موجود ہیں۔" مسٹر فروغی نے کہا۔

"تو براہ کرم انھیں ہیڈکوارٹر لانے کا بندوبست کیجیے۔ ہم فوری طور پر انتظامات کیے لیتے ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"بہتر ہے۔" احسان فروغی نے جواب دیا اور رابطہ کام آف کر دیا۔

یہ تمام گفتگو میرے لیے جس قدر حیران کن تھی اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف کے الفاظ بھی بہت ہی عجیب تھے۔

"مسٹر علی یار خان! میں اس بات کے لیے مجبور ہوں کہ آپ کو ہیڈکوارٹر لے جاؤں۔" احسان فروغی نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا دماغ شدت کرب سے پھٹ جائے گا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ سرد مہری کس لیے اختیار کی جا رہی ہے۔ کیا بات ہے؟"

"میں نے کہا نا اس کی تفصیل آپ کو ہیڈکوارٹر چل کر ہی معلوم ہو گی۔"

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے، چلیے، جلدی کیجیے۔ تعجب ہے، مجھے تعجب ہے۔" میں نے کہا۔

انھوں نے گردن جھٹک کر کہا۔ "چلیے۔"

مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے احسان فروغی مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ اس تاثر میں ایک شکایت بھی تھی، ناراضگی بھی اور احتیاط بھی۔ ان کا چہرہ بھی اس بات کا آئینہ دار تھا۔ میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میری سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں تو بڑا تجسس لے کر آیا تھا ذہن میں۔ ایک بہت بڑا راز لے کر میں یہاں پہنچا تھا اور یہ لوگ مجھ سے اس طرح پیش آ رہے تھے۔ معلوم نہیں کیا بات تھی!

باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ کچھ خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں۔ چند مسلح فلسطینی یہاں موجود تھے۔ معلوم نہیں کس قسم کی وجہ انھیں ملی تھی کیونکہ میں نے انھیں اپنی طرف سے خاص طور سے مستعد دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سب میری طرف سے چوکنے ہوں۔ بہرطور میں ان تمام چیزوں کو نظرانداز کرتا ہوا مسٹر احسان فروغی کے ساتھ ان کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس وقت ڈرائیونگ بھی ایک اور شخص کر رہا تھا۔ احسان فروغی میں وہ بات ہی نہیں تھی جو اس سے پہلے مجھے نظر آئی تھی۔ فواد بھی بدبختی سے موجود نہیں تھا ورنہ وہ میرے لیے ایک کارآمد انسان ثابت ہوتا تھا اور مجھے تمام تفصیلات بتا دیتا تھا۔

ہیڈکوارٹر میں سب سے پہلی ملاقات نائمہ برقی سے ہوئی۔ نائمہ برقی مجھے دیکھ کر بری طرح ٹھٹک گئی تھی۔ اس نے احسان فروغی کو دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شدید ہیجان کی کیفیت نظر آئی تھی اور وہ اپنی جگہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی تھی۔

"ہیلو نائمہ!" میں نے آگے بڑھ کر کہا اور وہ بمشکل تمام حلق سے آواز نکال سکی۔

"ہیلو۔"

"کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو، سب کو کیا ہو گیا ہے؟" میں نے بے چینی سے کہا۔ نائمہ تیزی سے ایک طرف چلی گئی تھی۔

"آئیے۔" احسان فروغی نے کہا اور مجھے لیے ہوئے ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ یہاں پہلے بھی میں کئی بار آ چکا تھا اور یہاں میری تعریف و توصیف کے پل باندھے جاتے تھے۔ ہال میں پڑی ہوئی لمبی میز کے گرد اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ احسان فروغی نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئے۔

"مسٹر احسان فروغی! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی غلط فہمی آپ لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے۔ آپ کا یہ رویہ میرے لیے انتہائی ناقابل برداشت ہے اور میں ذہنی طور پر بمشکل تمام اپنے آپ کو قابو میں رکھے ہوئے ہوں۔ اتنا حق تو میرا بنتا ہے کہ آپ بلاتردد مجھے بتا دیں کہ آپ لوگوں کے اندر یہ سرد مہری کیوں پیدا ہو گئی ہے؟"

"اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کر لی جائے گی مسٹر علی یار خان۔" دروازے سے آواز آئی اور چند افراد اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب میرے شناسا تھے۔ تنظیم کے بڑے بڑے ارکان تھے جن سے میں محبت کرتا تھا اور جن کے سامنے میں ہمیشہ مودب رہتا تھا۔ اس وقت بھی میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میز کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر انھوں نے اپنی اپنی کرسیاں سنبھالیں اور بیٹھ گئے۔ کسی نے بھی مجھ سے مصافحہ

...ں کوشش نہیں کی تھی۔ مجھ سے بھی بیٹھ جانے کے لیے کہا گیا اور میں آہستہ سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مجھے مکمل طور پر یقین ہو چکا تھا کہ میرے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے۔ کوئی ایسی بات ان لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے جو میرے خلاف ہے۔ بے اختیار طور میں نے میز پر دونوں کہنیاں رکھیں اور ان لوگوں کی جانب دیکھنے لگا۔

ثابت نظمی نے مجھے مخاطب کر کے کہا: "آپ کو ایک خصوصی مشن پر بھیجا گیا تھا علی یار خان! عاقل تو اردو کو اسرائیل سے نکالنے کی ذمے داری آپ کے سپرد تھی۔ آپ نے اپنے اس فرض کو کس حد تک انجام دیا؟"

"مجھ پر عاقل تو اردو کو اسرائیل سے نکالنے کی ذمے داری نہیں تھی جناب بلکہ اس کے برعکس آپ نے کہا تھا مجھے اسرائیلی فوجیوں کو اپنے پیچھے لگائے رکھنا تھا تاکہ وہ فریب کا شکار ہو سکیں اور اس طرح عاقل تو اردو کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے" میں نے کہا۔

"ہاں یہی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ اس کی انجام دہی کے سلسلے میں آپ نے کیا کیا؟"

"ایک طویل کہانی ہے۔ میرا ذہن آپ لوگوں کے اس سرد رویے میں الجھا ہوا ہے تاہم میں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کر سکتا اور میں آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لیے حاضر ہوں۔ میں نے حسب ہدایات اپنے کام کا آغاز کیا تھا اور ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے وہ تمام اقدام کیے تھے جو جان لیوا بھی تھے۔ مجھے بار بار مر مر کر جینا پڑا۔ شدید مشکلات سے گزر کر میں اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوا اور بالآخر ان کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ انھوں نے عاقل تو اردو ہی کی حیثیت سے مجھے قید کیا تھا لیکن بدقسمتی سے عاقل تو اردو بھی ان کے ہاتھ لگ گئے اور انھوں نے صرف یہ جاننے کے لیے کہ میں کون ہوں اور میرا منصوبہ کیا ہے انھیں میرے پاس بھیج دیا۔ ہم دونوں کو ساتھ رکھا گیا اور اس تنہائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عاقل تو اردو نے مجھے وہ تمام تفصیلات بتا دیں جو ان کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اسرائیل کے [illegible] راز مجھے مل چکے تھے۔ عاقل تو اردو نے مجھے ان کے بارے میں ایک تفصیل بتا دی تھی جو مجھے ازبر ہے اور میں [illegible] سامنے دہرانے کو تیار ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں [illegible] تھا۔ عاقل تو اردو بے چارے ایک موذی مرض کا [illegible] تھے اور انھیں زندگی کے دورے پڑتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا لیکن بالآخر مجھے یہ اطلاع ملی کہ عاقل تو اردو ہلاک ہو گئے ہیں۔ کس طرح؟ اس کا مجھے کچھ علم نہیں ہے۔"

"جی! آگے فرمائیے۔" میرے خاموش ہونے پر ثابت نظمی نے کہا۔

"اس کے بعد میں ان کی قید میں پھنسا رہا اور پھر دو افراد نے مجھے ان کی قید سے رہائی دلائی۔"

"یہ دو افراد کون تھے؟"

"ان میں سے ایک کا نام شہناز مرزوقہ اور دوسرے مسٹر دانش رمزی تھے۔"

"آگے فرمائیے، آگے فرمائیے۔" نظمی کے لہجے میں طنز تھا۔

"ان دونوں نے مجھے ایک ایسے شخص کے جیب میں مغربی جرمنی بھجوا دیا جو اسرائیل میں موجود تھا اور تل ابیب کے حکام سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس شخص کا نام لوئیس پارین تھا...."

"یہاں سے ہم آپ کی گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے پر مجبور ہیں اور اب آپ کو ان حقائق کی طرف لے چلتے ہیں جو درحقیقت ہمارے لیے انتہائی کرب کا باعث ہیں۔"

"ان کا میں جاننا چاہتا ہوں، میں جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے بتایا جائے" میں نے اضطراب کے عالم میں کہا۔

"بدقسمتی سے مسٹر علی یار خان! بعض اوقات ہم ایسے دوستوں سے محروم ہو جاتے ہیں جن پر ہمیں مکمل اعتماد ہوتا ہے اور جن پر ہم اپنے اعتماد کا محل تعمیر کر لیتے ہیں۔ آپ بھی انھی میں سے ایک ہیں۔ آپ جن نیک جذبات کے تحت تنظیم میں شامل ہوئے اور تنظیم کے لیے آپ نے جو کچھ کیا، ہم نے دل سے اس کی قدر کی اور ہمارے ان اخوت کے جذبوں کو جلا ملی جو ہم ہر مسلمان کے لیے دل میں رکھتے ہیں۔ ہمارے پاکستانی بھائی بیشتر معاملات میں ہمارے ہم رکاب رہے ہیں اور انھوں نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ بلاشبہ ہم اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے لیکن انفرادی طور پر بعض اوقات اچھے سے اچھا انسان راستے سے بھٹک جاتا ہے اور معاف کیجیے گا علی یار خان! آپ بھی اسی جذبہ زر کا شکار ہو گئے جو انسان کو انسانیت سے بہت دور کر دیتی ہے۔ اس کے تمام جذبوں کو موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ بے شک دولت کی چمک ایسی ہی چیز ہے اور ہمارا غم و غصہ برحق ہے چونکہ ہم آپ سے یہ امید نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ پر مکمل اعتماد تھا۔"

"کیا میں نے یہ اعتماد مجروح کیا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ سوال آپ کر رہے ہیں علی یار خان! ہر انسان کے وجود میں ضمیر نام کی کوئی شے ہوتی ہے۔ یہ سوال کرتے ہوئے آپ کا ضمیر [illegible] آپ کو ایسے کہنے کی جرأت ہوئی، کوئی چبھن نہیں محسوس ہوئی؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں استاد محترم؟" میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"وہ یہ کہتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے لیکن معاف کیجیے سنتے ہوئے آپ کو کچھ نہیں جھجکتی۔" احسان فروغی نے بڑی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے احسان فروغی! آپ بھی میرے بارے میں ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں؟"

"میں سب سے زیادہ شرمندہ ہوں علی! کیونکہ میں نے بہت بڑھ بڑھ کر تمہاری دوستی کے دعوے کیے تھے۔"

"اور اب؟"

"اب میں اس احساس سے ہی شرمندہ ہوں اور آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔"

"آپ مسلسل وقت ضائع کر رہے ہیں علی! لیکن آپ کی ہر کوشش آپ کی پیشانی پر ایک بدنما داغ کا اضافہ کر دیتی ہے۔ ایک برائی سو برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ آپ کا چہرہ معصومیت کی نقاب چڑھائے رکھنے میں ناکام ہے۔ جس انداز میں آپ سوالات کر کے خود کو ان مکروہ واقعات سے لاعلم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ہمارے نزدیک اس نے آپ کے کردار کو اور گندہ کر دیا ہے۔" ثابت نظمی نے کہا۔

کرب و اذیت کے دو دھاری خنجر میرے وجود کو زخمی کر رہے تھے۔ دل و دماغ میں آگ سی لگ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ذہن تاریک ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

احسان فروغی نے کہا: "جو ہم میں شامل ہیں وہ اپنے سینے صرف نیک جذبوں سے معمور رکھتے ہیں۔ زر و جواہر، دولت کے انبار انھیں متاثر نہیں کرتے۔ دنیا کی کوئی قوت انھیں اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکتی۔ ان کا صرف ایک ہی ٹارگٹ ہے، فلسطین کی آزادی، یہودی ریاست کا خاتمہ اور اس جذبے کو وہ کسی قیمت پر فروخت نہیں کرتے۔"

"خوب صورت اور جذباتی الفاظ کا یہ مقابلہ اگر ختم ہو گیا ہو تو میں بھی کچھ بولوں یا آپ لوگ مزید الفاظ کی بازیگری دکھانا چاہتے ہوں تو میری طرف سے اجازت ہے۔" میں نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"مسئلہ ہمارا ہے علی یار خان! آپ نے جو کچھ کیا، ایک فلسطینی یہ نہیں کر سکتا تھا۔ سینہ ہمارا سنگسار ہوا ہے، آپ کا نہیں۔ آپ ہمارے اس اظہار کو کوئی بھی نام دے سکتے ہیں۔"

"مجھے شبہ بھی نہیں تھا کہ کسی مرحلے پر آپ لوگ مجھے اپنے درمیان سے اس طرح نکال دیں گے۔ کیا [illegible] استحقاق سے قبل آپ مجھے میرے جرم سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر آپ کی غلط فہمی رفع ہو گئی تو کیا میں ان الفاظ کو بھول سکتا ہوں؟"

"غلط فہمی... شاید...." ثابت نظمی کچھ کہتے کہتے رکے اور پھر بولے: "آپ مغربی جرمنی کیوں گئے تھے؟"

"یہ سوال آپ شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی سے کر سکتے ہیں۔"

"یہ نام آپ کی تخلیق ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی اس نام کا شخص ہمارا ساتھی نہیں ہے۔"

"ناممکن.... یہ کیسے ممکن ہے؟"

ثابت نظمی نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا اور اس نے جیب سے دو تصویریں نکال کر میرے سامنے کر دیں۔

"ان میں سے کسی کو پہچانتے ہیں آپ؟" میں نے تصویریں دیکھیں اور اچھل پڑا۔

"یہی دونوں ہیں، یہ شہناز مرزوقہ ہے اور یہ...."

"دانش رمزی۔" ثابت نظمی نے کہا۔

"ہاں یہ دانش رمزی ہے۔"

"نہیں مسٹر علی! یہ شخص میکائیل ولدیان ہے جو اسرائیلی دہشت پسند تنظیم ارویح کا ایک سرگرم رکن اور لڑکی تل ابیب کے ایک معزز خاندان کی لڑکی ہوڈلیا ہے جو رضاکارانہ طور پر ارویح میں شامل ہوئی ہے اور فلسطینیوں کو زبردست نقصانات پہنچا چکی ہے۔"

"ناممکن!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ان دونوں نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کو مغربی جرمنی بھجوایا ہے مسٹر علی! ہمیں یہی اطلاع ملی ہے۔"

"یہ دونوں مجھ سے فلسطینی مجاہدین کی حیثیت سے ملے تھے اور انھوں نے مجھے تل ابیب سے یورپ پہنچانے میں میری مدد کی تھی۔"

"ایک طے شدہ منصوبے کے تحت! ایک اہم معاہدے کے تحت اور وہ معاہدہ یہ تھا کہ آپ اسرائیل کے اہم رازوں کا بازار سجائیں اور ان اہم معلومات کو منہ مانگے داموں کسی ملک کے ہاتھوں فروخت کر دیں تاکہ وہ بڑا ملک امریکا یا اسرائیل کو اس سلسلے میں بلیک میل کر سکے۔"

"یہ بہتان ہے۔ خدا کے لیے یہ الزام مجھ پر نہ لگایا جائے۔"

"حق کو جھٹلایا تو جا سکتا ہے لیکن غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔" احسان فروغی نے غم و غصے کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"آپ بھی مسٹر فروغی.... آپ بھی!" میں نے بمشکل کہا۔

"ہاں علی! یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے

ہو گیا ہے لیکن مجبوری ہے۔"

"تمہاری وکالت کرنے والا کوئی ہے بیروت میں نہ اس اجنبی شہر میں اس اجنبی ملک ایک پاکستانی تنہا ہے۔"

"پاکستان کا نام اس سلسلے میں نہ لیا جائے تو بہتر ہے۔ اندر کے دو دوستوں نے بھی حب وطن تھے۔ سو دلیا ایک کوڑی باپ کی بیٹی ہے مجھ بھی دولت کے لیے بھٹک گئی۔ صرف تمہیں لالچ ڈالر کے لیے اس نے اپنے وطن سے غداری کی اور تم مسٹر علی تم پاکستانی ضرور ہو لیکن جو کچھ تم نے کیا وہ تمہارا ذاتی فعل ہے۔"

"اور وہ تو ان دونوں نے یہ سب کچھ اپنے وطن سے غداری کرتے ہوئے کیا ہے؟"

"نہیں ہے۔ دولت کے حصول کے لیے اچھے اچھے بھٹک جاتے ہیں، انھیں ایک موقع ملا وہ نہیں چوکے اور آپ مسٹر علی ... آپ بھی ....."

"مجھ پر لگائے ہوئے اس الزام کے سلسلے میں کوئی اور عدالت بھی لگے گی یا صرف آپ لوگ میرے بارے میں فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں؟"

"جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ تمہارے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔" ثابت نقلی نے کہا۔

"پہلے میں بیان دے دوں، اس کے بعد آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں۔ عاقل قوار دے کے سلسلے میں میں نے شدید مشقت کی، اور جو حالات میں بتا چکا ہوں ان سے گزر کر قید ہو گیا۔ وہ لوگ مجھے تل ابیب لے جا رہے تھے کہ راستے میں وہ لڑکی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آئی اور فلسطینی ایجنٹ کی حیثیت سے اس نے مجھے رہائی دلائی۔ ان کے بیان کے مطابق اس وقت میری شدید تلاش شروع ہو گئی اور تل ابیب سے احکامات جاری ہونے کہ مجھے کسی قیمت پر اسرائیل سے نکلنے دیا جائے۔ ان حالات میں دانش مندی یہ تھی کہ میرے چہرے پر کسی شخص کا میک اپ کر کے مجھے مغربی جرمنی بھجوا دیا جاتا۔ اس کے خیال میں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے جرمنی میں قیام کیا اور پھر ان دونوں نے یہاں پہنچ کر مجھے یہاں بلوانے کے انتظامات کیے اور میں یہاں آ گیا۔ ممکن ہے وہ لوگ غلط ہوں لیکن یہ بات کیسے ثابت ہو سکتی ہے کہ میں نے تنظیم سے غداری کی ہے۔"

"آپ کا بیان کافی حد تک درست ہے۔ شاید اس وقت پیدا ہوئی جب آپ کا رابطہ ان دونوں سے قائم ہوا۔ انھوں نے ایک بیرا منصوبہ آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ لالچ میں آ کر یونان پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے اسرائیل کے ایٹمی رازوں کی فروخت کے لیے بات چیت شروع کر دی۔ کیا آپ ... جو ... چاہتے ہیں آپ۔"

"ہاں یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

ثابت نقلی نے اپنے ایک اور ساتھی کو اشارہ کیا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

میرے اندر اب ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا۔ ہیجانی کیفیت ختم ہو گئی تھی اور تمام ذہنی قوتیں جاگ اٹھی تھیں۔ میں ان لوگوں کو بھی بے قصور سمجھتا تھا۔ یقیناً یہ کوئی گہری سازش تھی میرے خلاف۔

چند لمحے بعد وہ شخص واپس آ گیا۔ اس نے ایک ٹیپ ریکارڈر میز پر رکھ دیا اور پھر کیسٹ ری وائنڈ کر کے آن کر دیا۔ میں حیرانی سے اس کیسٹ کو دیکھ رہا تھا کہ اس میں کیا ہے؟ لیکن دوسرے لمحے میں چونک پڑا۔ کیسٹ سے میری آواز ابھر رہی تھی۔

"سوفیا جیسا کہ تم جانتی ہو میں نہ تو کوئی جرائم پیشہ آدمی ہوں اور نہ ہی میرے ذہن پر یہ بھوت سوار ہو سکتا ہے کہ میں خاد مولا فروخت کر کے دولت مند آدمی بن جاؤں۔ بس وہ لوگ جو میرے قریب ہیں انہوں نے سودا کرنا چاہتے ہیں، مجھے اس موڑ پر لے آئے ہیں۔ ورنہ شاید میں تو یہ بات کبھی نہ کر سکتا۔ میرے دل میں بھی یہ خواہش ہے کہ اپنے طور پر اپنی زندگی کے لیے کچھ کروں اس کا کوئی ذریعہ اب تک میرے ہاتھ نہیں آیا تھا لیکن اب یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے تو میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا خواہش مند ہوں اور اسی لیے میں نے مسٹر اسمتھ کی پیشکش قبول کی ہے۔"

یہ میری ہی آواز تھی۔ یہ میرے ہی الفاظ تھے جو میں نے سوفیا سے کہے تھے اور یہ الفاظ مجھے مجرم قرار دیتے تھے لیکن یہ الفاظ ریکارڈ ہو رہے ہوں گے مجھے گمان بھی نہیں تھا۔ سازش کا جال نگاہوں پر بچھا ہوا تھا۔ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام ہوا تھا میرے خلاف۔

ٹیپ ریکارڈر بند ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "اس سے آگے پیچھے کی گفتگو بھی موجود ہے اس ٹیپ میں؟"

"کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

"ہاں یہ کافی نہیں ہے۔ اس گفتگو کا ایک خاص پس منظر ہے۔" میں نے کہا۔

"اسمتھ کی آواز سنیے مسٹر علی۔" ثابت نقلی نے کہا، اور ٹیپ ریکارڈر دوبارہ آن کر دیا۔

"میں آپ کی پیشکش قبول کرتا ہوں مسٹر اسمتھ۔"

یہ میری آواز تھی۔

"بس یوں سمجھو، ہمارے اور تمہارے درمیان یہ معاملہ طے ہے۔ تمہیں اس راز کی منہ مانگی قیمت ادا کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی تم دنیا کے کسی بھی خطے میں رہائش پذیر ہو گے، ہم تمہارے لیے انتظامات کریں گے۔" اسمتھ کی آواز ابھری۔

"مجھے منظور ہے۔" یہ میری آواز تھی۔ ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا گیا۔ میں شکست خوردہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اس سے آگے یا پیچھے کچھ نہیں ہے؟" میں نے پھر ایک مرتبہ اپنی بات دہرائی۔

"مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"ضرورت ہے مسٹر نقلی۔ آواز میری ہے میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اس میں جو ایڈیٹنگ کی گئی ہے وہ....."

"ہمارا وقت بہت قیمتی ہے علی۔ اسے ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ ایک آخری ثبوت اور تمہاری خدمت میں پیش ہے۔" ثابت نقلی نے کہا۔ اور اپنی جیب سے ایک بینک اسٹیٹمنٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیا۔ اس میں تین لاکھ ڈالر کی رقم میرے نام جمع تھی اور یہ بیروت ہی کے ایک بینک کا اسٹیٹمنٹ تھا۔

"اوہ یہ بہت بڑا فراڈ ہے۔ بہت عظیم سازش ہے میرے خلاف۔ اس کی تحقیقات کریں۔ وہ کون سی شخصیت ہے جس نے یہ چیزیں آپ کو بھیجی ہیں۔ اس سے میری ملاقات کرائیں، وہ تنظیم کی دشمن ہے دوست نہیں۔ کون ہے وہ؟"

"آپ جیسے انسان کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"یہ تو سوچیے تنظیم کے خلاف یہ سب کچھ کر کے میں واپس بیروت ہی کیوں آتا، کہیں اور بھی نکل سکتا تھا میں۔"

"آپ نے سوچا ہو گا کہ تنظیم آپ پر اعتماد کرتی ہے کہ وہ راز جس کی آپ منہ مانگی قیمت وصول کر چکے ہیں، تنظیم کے سپرد کر کے آپ تنظیم کی نگاہوں میں بھی سرخرو رہنا چاہتے تھے تاکہ آئندہ بھی آپ کو ایسے مواقع ملتے رہیں۔"

"میرا اپنا ریکارڈ فراموش کر دیا جائے گا۔ آپ لوگوں کو علم ہے کہ میں ایک طالب علم تھا اور صرف مذہبی جنون مجھے میرے سنہرے مستقبل سے گھسیٹ کر ان راستوں پر لے آیا تھا۔ میں نے امریکا کے سب سے بڑے یہودی مرکز میں جو نوکری کی تھی، اور مسلمانوں کی حمایت کی تھی میں نے اپنا مستقبل تاریک کر لیا تھا اپنے ہی ہاتھوں۔۔۔ سب کچھ فراموش کر دیا جائے گا؟"

"اس کے عوض آپ نے تین لاکھ ڈالر کمائے ہیں جو معمولی رقم نہیں ہے۔" ثابت نقلی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ میں سب کچھ قبول کرتا ہوں میں نے سب کچھ کیا ہے۔ تنظیم جلد میری موت کا فیصلہ صادر کرے۔ غدار صرف موت کے مستحق ہوتے ہیں۔"

"آپ کو حراست میں لیا جاتا ہے مسٹر علی! آپ کے بارے میں فیصلہ کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"سب ٹھیک ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ اس وقت میری ذہنی حالت بہت ابتر ہو رہی تھی۔ دل کا عجیب حال تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سینہ پھٹ جائے گا۔

ثابت نقلی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر مجھے وہاں سے لے جایا گیا۔ پھر مجھے ایک قید خانے میں ڈال دیا گیا جہاں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

قید خانے میں بھی میرے لیے آسائشوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ میرا دماغ ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ سوچوں کے دائرے پھیلتے تھے تو میں پاگل ہو جاتا تھا۔ بڑی مشقت کی تھی میں نے۔ زندگی کی خوشیاں ترک کر دی تھیں، موت و زندگی کے بہت سے کھیل کھیلے تھے میرے جذبے صادق تھے۔ میں نے پورے خلوص سے اپنی زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔ لیکن۔۔۔ تنظیم کے خلاف کوئی خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا، صرف اس بات کا افسوس تھا کہ کسی سازش کے امکانات پر غور نہیں کیا گیا اور مجھے مجرم تسلیم کر لیا گیا۔ قید خانے میں میرے لیے کھانا لایا گیا تو میں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ کافی نہ لانے پر غصے کا اظہار کیا لیکن میری فرمائش پوری کر دی گئی۔ ان لوگوں نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔

قید بند کے چار دن گزر گئے۔ میں نے خود پر کوئی خاص کیفیت مسلط نہیں ہونے دی تھی۔ اپنی تمام ذہنی قوتوں سے کام لے کر خود کو نارمل رکھا تھا۔ ورنہ یہ قید خانہ ہی میرے لیے پاگل خانہ بن جاتا۔ چوتھے دن کی شام ہو گیا تھا۔ رات کو فواد مجھ سے ملنے آیا۔ وہ عجیب سا [illegible] میں نے اسے گھور کر دیکھا کہا۔ "کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں مجرم نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا۔

"نہ ہو۔ میری ذہانت کو نہیں پہنچ پاؤ گے۔ آج کل [illegible] میرا تم لوگوں سے کیا تعلق ہے۔ ... لیکن آزاد ہے تم [illegible] تھا۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں کسی اور ہی دنیا کی فکر میں تھا۔ میں تین لاکھ ڈالر کا مالک ہوں۔ اور یہ رقم میں نے شدید جد و جہد کے بعد حاصل کی ہے۔ تم جاؤ میں معمولی لوگوں سے دوستی نہیں

"آؤ جاؤ جلدی، کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" اس نے کہا اور پھر
ناشتہ کرنے لگا۔ میں نے اسے نہیں پوچھا تھا لیکن وہ خود ہی میرے
ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ ناشتے کے دوران مکمل خاموشی رہی تھی اور
میں اس خاموشی کے دوران پوری طرح حواس میں آ گیا تھا۔ اس کے
بارے میں کسی قدر اندازہ ہو رہا تھا۔

کافی کی دوسری پیالی پینے کے بعد میں نے کہا۔ "سوری
اذیرہ! نہ جانے تمہیں میری وجہ سے کتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہوگی۔"

"کیسی تکلیف؟" وہ حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔

"یہاں تک میں کیسے آیا، یقین کرو مجھے یاد نہیں۔"

"اپنے پیروں سے چل کر ٹیکسی تک آئے تھے۔ پھر ٹیکسی
سے میرے فلیٹ تک بھی تم پیدل ہی آئے تھے۔ بھلا مجھے کیا تکلیف
ہوتی! ویسا میرا سوال اٹھتا ہے تم پر۔"

"کون سا سوال؟" میں چونکا۔

"پینے کے عادی تو نہیں ہو نا؟"

"نہیں۔"

"پھر کیوں پی تھی؟"

"پریشان تھا اور اب بھی ہوں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"تندرست جیالا تمہارا وجود مجھے بے دماغ لگتا ہے۔"

"تم کون ہو اذیرہ؟"

"سوسائٹی گرل ہوں۔ گرین گولڈ جیسے ہوٹلوں اور نائٹ
کلبوں میں شکار ڈھونڈتی ہوں۔ تم تک بھی اسی لیے پہنچی تھی
لیکن خود شکار ہو گئی۔"

"اوہ، کیسے؟" میں نے چونک کر کہا۔

"تمہاری معصومیت کا۔ تمہاری شرافت کا شکار ہو گئی ہوں۔
تم شراب پینے کے باوجود بھیڑیے نہیں بنے، تم میں انسانیت ہے،
معصومیت ہے۔ تمہارا نام علی ہی ہے نا؟"

"علی یار خان۔"

"میرا نام اذیرہ ناصری ہے۔ اجڑے ہوئے فلسطین سے
تعلق رکھتی ہوں۔ احمد ناصری میرا باپ دونوں ٹانگوں سے محروم
ہو چکا ہے۔ دو جوان بھائی خصوصی وطن کی جدوجہد میں جان کا
نذرانہ دے چکے ہیں۔ دو چھوٹے بھائی اور ماں ہے۔ ان کی پرورش
کر رہی ہوں۔ دونوں بھائیوں کی تربیت کر رہی ہوں کہ وہ وطن کو اپنا
جوان خون پیش کریں۔ وہ بے وطن ہو گئے انسانوں کی مدد کر رہی
ہوں کہ اب ان کا میرے سوا کوئی نہیں۔" اذیرہ کی آنکھیں آنسوؤں
سے تر ہو گئی تھیں۔ میرا پورا وجود سنسنا اٹھا تھا۔ ایک بار پھر
خون کھول گیا تھا۔ دل و دماغ میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔

"تم واقعی عظیم ہو اذیرہ۔ کہاں ہیں تمہارے ماں باپ اور
بھائی؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ملو گے ان کٹے ہوئے انسانوں سے؟" وہ عجیب سے لہجے
میں بولی۔

"ضرور ملوں گا۔ کہاں ہیں وہ؟"

"خیمہ بستی میں۔ وہ وہیں رہتے ہیں۔ یہ فلیٹ میں نے
کرائے پر حاصل کیا ہوا ہے۔ میں ان لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں
رکھ سکتی۔ چھ ماہ قبل ملی تھی ان سے۔ انھیں معلوم ہے کہ میں
لبنان میں نہیں ہوں، یمن میں رہتی ہوں۔ وہاں ایک فرم میں
ملازمت کرتی ہوں۔ ہر ماہ میں ایک مخصوص رقم بھیجتی ہوں۔
وہاں سے ڈرافٹ بن کر یہاں آ جاتا ہے اور انھیں مل جاتا ہے،
وہ مطمئن ہیں۔"

میرے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا خیالات
آ رہے تھے میرے دل میں۔ میں نے اذیرہ سے کہا۔ "ایک بات
بتاؤ اذیرہ! تمہارے جیسی اور لڑکیاں بھی تو اس عذاب کا شکار
ہوں گی؟"

"بہت۔ دس بارہ کو تو میں جانتی ہوں۔"

"وہ بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہیں؟"

"ہاں تقریباً۔"

"اس فلیٹ میں میرے قیام سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں
ہو گی؟"

"مجھے نہیں، تمہیں ہو گی کیونکہ... کیونکہ یہاں لوگ آتے
جاتے رہتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ایک آخری بات اور بتا دو اذیرہ۔ ایک آخری سوال۔"
میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "شراب کے نشے میں، میں جانور تو
نہیں بن گیا تھا؟"

"نہیں علی! تمہاری اسی انسانیت نے تو میرے دل میں
تمہاری جگہ پیدا کی ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ شراب نے بھی تمہیں
بھیڑیا نہیں بنایا۔ تمہارے اندر معصوم انسان زندہ ہے۔"

"خدا کا احسان ہے اذیرہ! خدا کا احسان ہے مجھ پر اور
ہاں میری بہن! اب اس فلیٹ میں کوئی غیر شخص نہیں آئے گا۔
یہاں ایک بھائی کی عزت رہتی ہے۔ خیمہ بستی میں پرورش پانے
والے دو بہن بھائی اب بے سہارا نہیں ہیں۔ تمہارے دو بھائی شہید
ہو گئے اذیرہ۔ مگر میں زندہ ہوں، میری بہن!" میری آواز گلوگیر ہو گئی
اذیرہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

[illegible] دلچسپ [illegible] داستانوں کے بقیہ [illegible] واقعات

تیسرے حصے میں

[illegible] کے ساتھ شائع ہو گا

دل میں۔ لباس تک معقول پہن لیا تھا اس نے۔ ایک بہن کے روپ میں نظر آرہی تھی۔

سارا دن اس کے ساتھ گزر گیا۔ رات کے کھانے تک میں پرسکون ہو گیا تھا۔ ایک فیصلہ کر لیا تھا دل میں۔

"اب تم نے کیا سوچا ہے ازریہ؟"

"کچھ نہیں بھائی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"مجھے ماں اور بابا کے پاس کب لے چلو گے؟"

"جب تم کہو گے۔"

"ان کے علم میں تو یہ ہے کہ تم یمن میں ہو۔"

"ہاں۔"

"اچانک ان کے سامنے پہنچو گی تو انھیں تعجب نہ ہوگا؟"

"نہیں۔ جب بھی ان سے ملنے جاتی ہوں، اچانک ہی جاتی ہوں۔"

"کل شام کو چلیں گے ہم۔ ٹھیک ہے۔"

"جی۔" اس نے کہا۔

"سنو ازریہ! میرے پاس ایک بڑی رقم ہے۔ تقریباً بیس لاکھ ڈالر۔ یہ رقم مجھے درکار ہوگی بہت معمولی سی۔ باقی تم اپنے طور پر خرچ کرو گی۔ اس رقم کا پچیس فیصد تمہارا ہے۔ باقی رقم تم اپنے جیسے لوگوں پر خرچ کرو گی۔ تم اس ماحول اور وہاں کے ضرورت مندوں کے بارے میں بہتر طور سے جانتی ہی ہو۔"

"بب... بیس لاکھ ڈالر۔" ازریہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ازریہ! ان میں سے پانچ لاکھ ڈالر تمہارے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم دونوں مجاہدوں کی بہترین تربیت کرو گی۔ اپنے والد کی ٹانگوں کا علاج کراؤ گی۔ انھیں مصنوعی ٹانگیں لگوا دینا۔ اپنے لیے بہترین زندگی تلاش کرنا۔ بھول جانا ماضی کے اس ہولناک دور کو۔ تم ایک مجاہدہ ہو ازریہ! اور اسی حیثیت میں تمھیں زندگی گزارنا ہے۔ تمہارے چہرے پر کوئی نقش میلا نہیں ہوا۔ بات جذبوں کی ہوتی ہے ازریہ! برائی انسان کی ذات کے باہر ہوتی ہے اندر نہیں۔"

"کاش خدا یہ سب کچھ بھولنے میں میری مدد کرے۔ کاش۔"

"ضرور کرے گا ازریہ! تمھیں وعدہ کرنا ہوگا، اپنے داغدار ماضی کو بھول جاؤ گی۔ یہ تمہارا نہیں، حالات کا قصور تھا۔" میں نے اسے دلاسا دیا۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔

✻

دوسرے دن میں نے بینک سے اس رقم کا ایک بڑا حصہ نکال لیا۔ ازریہ کو ساتھ لیا، اس کے اہل خاندان کے لیے خریداری کی، پھر دکھ بھری اس بستی میں پہنچ گیا جہاں انسان جانوروں کی مانند زندگی گزار رہے تھے۔ زندگی کی دلکشی سے محروم لوگ زندگی کا بوجھ گھسیٹ رہے تھے۔ بہت بیمار اور مدقوق سا گھر میرے سامنے تھا۔ ایک بوڑھی عورت نے ازریہ کو دیکھا۔ اور مرجھائی آنکھوں کے چراغ جل اٹھے۔

"ارے، تو آگئی ازریہ!"

"ہاں مادر۔ بھائی میرے ساتھ ہیں۔"

"کون عاقل! محمود؟" بوڑھی بے اختیار چیخی لیکن پھر خود ہی اپنی بدحواسی پر نادم ہو گئی۔ یہ دونوں تو شہید ہو چکے تھے۔

"کون ہیں یہ؟"

"تمہارا عاقل ہوں ماں، تمہارا محمود ہوں۔" میں نے کہا۔ اور بوڑھی مجھے دیکھتی رہی۔ پھر آگے بڑھی اور مجھے اپنی کمزور بانہوں میں بھینچ لیا۔

"اس نام سے بھی منسوب ہو تو مجھے پیارے ہو۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دل میرا بھی بھرا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ بہرحال یہ رقت انگیز مناظر جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ ازریہ کے باپ احمد ناصری اور دونوں بھائیوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس بے سکون دنیا میں دل کو بڑا سکون ملا تھا۔

میں نے کئی دن وہاں گزارے۔ ماں سے ازریہ کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا۔ "ہم جن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں بیٹے! وہ صرف زندہ رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ مزید گنجائش کہاں ہے۔"

"زندگی کے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں ماں۔ کیا ازریہ ہمیشہ یونہی زندگی گزارتی رہے گی؟"

"اس کی گنجائش کہاں ہے، تم جانتے ہو علی! ازریہ یمن میں رہتی ہے۔ اس مجبور و تباہ حال خاندان کا سارا بوجھ اسی کے شانوں پر ہے۔ میں بھی دوسرے انسانوں کی مانند خود غرض ہوں، زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ اس کی شادی کر دی تو ہم کیسے زندہ رہیں گے، کون ہے ہمارا سہارا؟"

"میں ہوں ماں۔ ازریہ بہن ہے میری۔ بھائی اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہے۔" میں نے ماں کی آغوش میں نوٹوں کے انبار لگا دیے، وہ سکتے میں رہ گئی۔ اس مظلوم خاندان کو خوشیاں دے کر مجھے جو خوشی حاصل ہوئی تھی، وہ ناقابل بیان تھی۔

میں ایک ہفتے وہاں رہا۔ اپنی ضروریات کے لیے تھوڑی سی رقم رکھ کر باقی ساری خرچ کر دی۔ بہت سے خاندان خوشیوں سے ہمکنار ہو گئے۔

ازریہ نے وہ فلیٹ چھوڑ دیا تھا، میں وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ واپس آکر ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کیا اور اس میں رہائش اختیار کر لی۔ فوری طور پر کرنے کو کوئی [illegible]

[illegible] چپ بیٹھا رہوں اسی گھر میں۔ کیا ضرورت ہے۔ مجھے کیا پاکستان واپس چلا جاؤں؟ مگر کیوں؟ یہ لوگ کون ہوتے ہیں مجھ سے میرے جذبے چھیننے والے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، وہ میرے دل کی آواز ہے۔ اپنا مستقبل داؤ پر لگا ہے تو کیا اس لیے کہ سب کچھ رائیگاں جائے۔ میں جو کچھ کروں گا اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے کروں گا، کسی کو خوش کرنے کے لیے نہیں۔ انھی سوچوں میں گم تھا کہ ہوٹل کے کمرے کے فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا۔ ریسیور اٹھایا تو آپریٹر کی آواز ابھری۔ "علی یار خان!"

"ہاں، بول رہا ہوں۔"

"آپ کی کال ہے۔" اور پھر دوسری آواز سنائی دی۔

"علی!"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے البتہ آپ کو ایک بات یاد دلائی جاتی ہے۔"

"کیا؟"

"آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ بیروت چھوڑ دیں۔"

"اوہ... ہاں کہا گیا تھا۔"

"آپ ابھی تک یہاں موجود ہیں۔"

"میں نے تمھیں اس کا جواب دیا تھا، آپ لوگ بھول گئے۔"

"کیا جواب دیا تھا آپ نے؟"

"یہی کہ بیروت حسین ہے اور یہاں کی زندگی مجھے راس آگئی ہے۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"آپ تنظیم کے جذبات سے واقف ہیں مسٹر علی یار خان! غداروں کو ہمارے درمیان کوئی جگہ نہیں ملتی چونکہ تنظیم کے کچھ افراد آپ سے متاثر ہیں، اس لیے وہ آپ سے ملنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور ہم ہر لمحہ اس احساس کا شکار رہیں گے کہ آپ کے ذہن میں کوئی نئی سازش تو پروان نہیں چڑھ رہی۔ مسٹر علی یار خان! آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ بیروت چھوڑ دیں۔ یہاں آپ کی زندگی کو خطرات بھی لاحق ہو سکتے ہیں۔ ہم اگر چاہتے تو آپ کو موت کی سزا بھی دے سکتے تھے لیکن آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ ہم آپ کو موت کی سزا نہیں دینا چاہتے۔ تنظیم کا کوئی بھی فرد شدت جذبات سے بے قابو ہو کر آپ کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ اس لیے بیروت سے چلے جانا آپ کی بھلائی میں ہے۔ آپ کو جس قدر جلد ممکن ہو بیروت چھوڑ دینا چاہیے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا فون بند کر دیا گیا۔

میرے رگ و پے میں چنگاریاں سی بھڑک اٹھی تھیں۔ دھمکی دی گئی تھی مجھے موت کی اور کہا گیا تھا کہ تنظیم کا کوئی شخص مجھے شدت جذبات سے بے قابو ہو کر موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ ان میں سے کوئی جن سے میں محبت کرتا تھا۔ میں نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ "مشکل ہوگا یہ تم لوگوں کے لیے مشکل ہوگا۔ میرے اندر سلگتی آگ کو مت بھڑکاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔" میں فون کا ریسیور دیر تک ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ اگر دوسری طرف سے فون بند نہ ہو جاتا تو شاید یہ تلخ جواب میرے منہ سے فون پر بھی نکل جاتا۔ یہ بہتر ہی ہوا کہ میرے بولنے سے قبل فون رکھ دیا گیا۔

ایک گہری سانس لے کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی شام تقریباً چار بجے پھر ٹیلی فون موصول ہوا۔ اس بار ایک نسوانی آواز نے کہا۔ "علی یار خان! تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ بیروت چھوڑ دو۔"

"اور تمھارے حق میں یہ بہتر ہے کہ مجھے غضب کی طرف مائل نہ کرو۔ ورنہ..."

"ورنہ کیا ہوگا؟"

"ورنہ وہ ہو جائے گا جو میں نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا۔"

"ہم سرفروش ہیں، اپنی زندگی داؤ پر لگائے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک آدمی خواہ وہ کسی بھی حیثیت کا مالک ہو ہمارے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا علی۔ یہ صرف تمہارے ہی حق میں بہتر ہے۔" فون پھر بند کر دیا گیا۔ میرا دماغ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ یہ واقعی میرے ساتھ شدید زیادتی کی جا رہی تھی۔ بہت کچھ سوچا، بہت کچھ غور کیا اور یہی فیصلہ کیا کہ اس طرح میں بیروت چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ ازریہ کو اس کے گھر چھوڑ آیا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس سے ملتا رہوں گا۔ اس گھر میں مجھے سکون کے جو لمحات میسر ہوئے تھے وہ بے بدل تھے لیکن وہاں زیادہ عرصے قیام کرنا اپنے احسان کی قیمت وصول کرنا تھا اور یہ بھی خاندان کی میں نے مالی امداد کی تھی، ان کے ذریعے یہ بات دوسری طرف بھی پھیل گئی تھی۔ پریشان حال لوگ میرے پاس آتے تھے جو کچھ تھا انھیں دے دیا اور اب کچھ بھی نہیں رہا تھا میرے پاس، صرف اتنا تھا کہ چند روز سکون سے بسر کر سکوں۔ مستقبل کچھ بھی نہیں تھا میرا۔ ہاں اگر دولت حاصل کرنا چاہتا تو یہ حقیقت تھی کہ بیروت کے ہوٹلوں میں، نائٹ کلبوں میں اور بیروت کے پر رونق بازاروں میں میرے لیے دولت بکھری ہوئی تھی۔ جو راستہ میں نے اپنے لیے منتخب کیا تھا اس پر اب دوڑنے کا ماہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنی ذات کے لیے کچھ حاصل کر لینا اب مشکل کام نہیں تھا لیکن جس طرح... دولت کا حصول میری سرشت کے خلاف تھا، میں تو ایک

مجاہد تھا جو جذبۂ جہاد کے شوق سے سرشار ہو کر زندگی کے
ان راستوں پر نکل پڑا تھا جن میں کہیں بھی واپسی کا کوئی تصور نہیں تھا۔
جس میں صرف جاں فروشی تھی، سرفروشی تھی اور جذبوں کی ایک
کائنات آباد تھی۔ میں اس کائنات کو اس انداز میں روشنی کی کرنیں بانٹ
میں نہیں ڈبونا چاہتا تھا لیکن مستقبل ایک ہیولا سا مستقبل بن کر سوچتے
کو تھا ان دنوں، اپنے آپ کو بہلانا چاہتا تھا میں۔

اس رات میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ بیروت کے نائٹ کلبوں
میں کیا کچھ نہیں ہوتا لیکن کیا زندگی اس طرح بہل سکتی ہے۔ ایک بار
پھر جی چاہا کہ شراب پیوں۔ پہلی بار شراب پی تھی تو ابکائی آ گئی تھی۔
گو اس کا طلسم ایک دلکش اور سکون بخش تجربہ ثابت ہوا تھا لیکن
اب کسی اثر کے لیے میرے پاس کچھ نہیں رہا تھا۔

بے مقصد سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا اور پھر ایک اوپن ایئر
ریسٹورنٹ میں جا بیٹھا۔ یہاں بیٹھ کر کھانے پینے کے لیے کچھ چیزیں
طلب کیں اور گرد و پیش کی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ نوجوان
اور شاداں لوگ اپنی اپنی میزوں پر زندگی کی دلچسپیوں سے لطف اندوز
ہو رہے تھے۔ بیروت کے اس خوشنما ماحول میں میرے ساتھ صرف
میری تنہائیاں تھیں۔ کھانا سامنے لگ گیا لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا
حلق سے ایک لقمہ اتارنے کے لیے۔ ذہنی کیفیت عجیب سی ہو رہی
تھی۔ دفعتاً میرے نزدیک کوئی آ کھڑا ہوا اور میری نگاہیں بے اختیار
اس کی جانب اٹھ گئیں۔ اسے دیکھ کر چونکنا فطری امر تھا۔ یہ صدف العیش تھی۔
وہ لڑکی جس نے زندگی میں مجھے تھوڑا بہت متاثر کیا تھا۔
اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ
پھیل گئی لیکن پھر خیال آیا کہ یہ بھی تنظیم آزادیٔ فلسطین کی نمائندہ ہے۔

"بیٹھنے کو بھی نہیں کہو گے علی؟"

"نہیں صدف! ایسی بات نہیں ہے، بیٹھو۔" میں نے کہا۔
اور وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ "تمہارے لیے
کیا منگواؤں؟"

"کچھ نہیں۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"تم کچھ اداس ہو صدف؟" میں نے سوال کیا۔

"تم کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد بات چیت ہو گی۔"

"نہیں، ایسے ہی احساس ہوا تھا کہ بھوک لگی ہے سو یہ کھانا
منگوا لیا لیکن کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔"

صدف کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ "جو کچھ ہوا ہے
علی، یہ مت سوچنا کہ میں بھی اس سے متفق ہوں۔"

"اچھا! تعجب کی بات ہے۔ فواد بھی یہی کہہ رہا تھا
لیکن صدف یقین نہیں آتا اب تم لوگوں پر۔" صدف رو پڑی۔
اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں ابھرنے لگیں تو میں نے چونک کر اطراف
کے ماحول کو دیکھا۔ یہاں سب اپنی اپنی دنیا میں گم تھے کسی کی توجہ
ہماری طرف نہیں تھی۔ تاہم میں نے اس سے کہا۔ "خود کو سنبھالو صدف،
یہ ایک پبلک مقام ہے، لوگ خواہ مخواہ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"علی! میں تم سے ان کے لیے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔"

"جانتی نہیں ہو شاید میرے بارے میں ایسے واقعات نہیں
سنے؟" میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"سن چکی ہوں، اب کچھ سن چکی ہوں، کچھ لوگوں کی نگاہ میں
پہلے پڑ گئے ہیں۔ یہ لوگ جذباتی اور جنونی ہیں۔ بس ماضی
میں نہیں جھانکتے۔"

"میں بھی اب ماضی میں نہیں جھانکنا چاہتا صدف العیش،
براہ کرم مجھے میری تنہائیوں کے ساتھ زندہ رہنے دو۔"

"نہیں... نہیں علی! ہم میں سے کچھ لوگ باقاعدہ اس
سلسلے میں ایک پروگرام ترتیب دے رہے ہیں۔"

"میں کسی کے بارے میں کچھ نہیں جاننا چاہتا۔ تم یہ بتاؤ کہ
یہاں کیسے پہنچیں؟"

"تمہارا تعاقب کرتے ہوئے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں، تم کیا سمجھتے ہو، ہم لوگوں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔"
صدف العیش نے کہا۔

"چھوڑو، تو حقیقت ہے صدف، اب تمہیں اس اجڑی ہوئی
بستی میں کچھ نہیں ملے گا۔"

"علی! ان کی ذہنی کیفیت پر بھی غور کرو، وہ اپنا سب کچھ
کھوئے بیٹھے ہیں، جھلسا جنہیں ان کے سینوں میں جل رہی ہیں، وہ
اپنی منزل پانے کے لیے سرگرداں ہیں۔ اپنے راستے میں غیروں کی
رکاوٹیں تو برداشت کی جا سکتی ہیں لیکن اپنوں کے بارے میں یہ تصور
بھی بڑا اذیت ناک ہوتا ہے کہ وہ مخالف ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک کہتی ہو صدف لیکن کیا کیا جائے، انسان کو دولت کی
ضرورت ہوتی ہے اور دولت حاصل کرنا ہر شخص کا اولین فرض ہے۔"
میں نے نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں علی! میں جانتی ہوں تم نے ایسا نہیں کیا تھا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو صدف العیش! میرے اکاؤنٹ میں
میں لاکھ ڈالر جمع ہیں، میں ایک دولت مند آدمی ہوں، بیروت کی بینک
میں بکھری ہوئی رنگینیوں میں سے اپنا حصہ وصول کر رہا ہوں،
ڈالر کا بینک۔ مجھ سے دوستی بہتوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گی۔"

"کچھ نہیں کہتے رہو علی! شاید یہ بات بھی تمہیں مان لینی چاہیے، تمہیں صدمہ ہوا
نہ جانے والوں نے یہ فیصلہ کیا ہے لیکن ہم تمہیں چاہتے ہیں،
تمہارے لیے جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں، میں ان لوگوں کے نام نہیں بتاؤں گی، مجھ سے
کہا گیا ہے کہ ابھی اس بارے میں خاموش رہوں لیکن میں خود بھی ان
میں شامل ہوں۔"

"اوہ صدف... نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر تم لوگ اپنے طور
پر کوئی فیصلہ کر لیتے ہو یا تنظیم آزادیٔ فلسطین مجھے بے گناہ قرار دے
دیتی ہے، تب بھی... تم کیا سمجھتی ہو کیا اب میرے دل میں اتنی
گنجائش ہے تمہارے لیے کہ میں پھر تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ جبکہ
میں جو ایک غیر ملکی ہوں، مسلم ضرور ہوں لیکن ہر مسلم کے سینے میں
تمہارے لیے وہ تڑپ اور جذبہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہ سب کچھ
اسی لیے کیا تھا کہ فقط فراغ سے دولت کماؤں، سو میں نے اس کی
ابتدا کر دی ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وقت سے پہلے منظر عام
پر آ گیا۔ یہ تو میری تقدیر ہے صدف، یہ تو میری تقدیر ہے۔"

"تمہیں ماننا ہو گا علی، تمہیں یہ بات ماننا ہو گی۔" صدف نے
پُر زور لہجے میں کہا اور میں ہنس دیا۔

"چھوڑو ان باتوں کو صدف۔ یہ بتاؤ تمہارے لیے کیا منگاؤں؟"

"اگر میری بات مانو تو پھر زہر..."

"نہیں صدف العیش، یہ میں کسی کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر تمہیں میری بات مان لینی چاہیے۔"

"صدف! جو کچھ تم کر رہی ہو، وہ بے وزن ہے، اس میں
کوئی جان نہیں ہے۔ گو نہیں، میں کسی سے کچھ نہیں کہنا چاہتا، لوگ
جو کچھ کر رہے ہیں بہتر کر رہے ہیں۔ بہر حال ان لوگوں سے کہو
جو میری حمایت پر کمر بستہ ہیں کہ میں اب خود اپنی حمایت نہیں چاہتا
اور پھر تنظیم نے مجھے کوئی سزا تو نہیں دی ہے۔ کتنا بڑا احسان کیا
ہے انہوں نے میرے اوپر۔ میرے پاکستانی ہونے نے مجھے کتنا
فائدہ پہنچایا۔ اگر فلسطینی ہوتا تو یقیناً اب تک میری گردن ایک فٹ
لمبی ہو چکی ہوتی، مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا، میری گردن کاٹ دی
جاتی یا الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا جاتا مجھے، یہی سزا ہونی چاہیے تھی
لیکن واہ رے میرے وطن تو نے مجھے بچا لیا۔ ایک غیر ملکی ہونا بھی
کس قدر سود مند ہے میرے لیے۔"

ویٹر نے میرے سامنے سے کھانے کے برتن ہٹا لیے۔ میں
نے صدف کے لیے کافی طلب کر لی تھی، وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے
مجھے دیکھتی رہی اور کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی، چند
لمحات کے بعد اس نے کہا۔ "ہم لوگ کوئی کوشش کا سوال کرنے کے
بعد ہی تمہیں آگاہ کر سکیں گے اور تمہیں اس وقت تک کے لیے ہم
سے تعاون کرنا ہو گا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر یہ سوچ لو کہ ہم
سے ایک جان دے دیں گے۔"

"مجھے جان دینے والوں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مجھ سے بھی نہیں؟" صدف نے عجیب سے لہجے میں
سوال کیا اور میں الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں صدف، تمہارے خلوص، تمہاری محبت، تمہارے
پیار کا بے حد شکریہ لیکن تم یہ سوچو کہ جس شخص نے اپنا مستقبل
ایک مقصد کے لیے قربان کر دیا اور اس مقصد کے لیے اس نے
اپنی زندگی کی بازی لگا کر بہت کچھ کیا، اسے وہی لوگ مطعون قرار
دے دیں جن کے لیے وہ دل میں پیار رکھتا ہے، تڑپ رکھتا
ہے تو پھر اس کے سینے میں گنجائش کہاں سے ہو گی۔ سنو صدف!
تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے، میں تم سے آج بھی کہتا ہوں کہ
تنظیم آزادیٔ فلسطین نے مجھے غدار قرار دے کر اپنے آپ سے الگ
کر دیا ہے لیکن میرا دل تمہارے مقصد تمہارے مشن سے الگ نہیں
ہو سکا۔ میں تمہارے لیے نہیں، ان لاکھوں بے گھروں کے لیے
اپنے دل میں وہی جذبات پاتا ہوں جو پہلے دن میرے سینے میں
در آئے تھے۔ میں انہیں نہیں بھولوں گا صدف، زندگی کے
جس موڑ پر جس مرحلے پر مجھے ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا،
میں اس سے باز نہیں رہ سکوں گا لیکن اب میرا تم لوگوں کے درمیان
رہنا ناممکن ہے۔"

صدف میرے ساتھ بہت دیر تک رہی اور مجھے تعاون
پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر میں نے یہی مناسب سمجھا
کہ وہاں سے اٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے
بعد بمشکل تمام میں نے صدف العیش کو ایک جگہ چھوڑا تھا۔ وہ مجھ
سے میرا پتا معلوم کر رہی تھی لیکن میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام
بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ میرا تعاقب
کرتی رہی ہے تو یقیناً اسے علم ہو گا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ اس پر
اس نے کہا کہ اس نے مجھے وہاں سے آتے ہوئے نہیں دیکھا
جہاں میں رہتا ہوں، بس راستے میں ہی مجھ پر نگاہ پڑ گئی تھی،
چنانچہ وہ میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آ گئی تھی۔

"آئندہ ایسا نہ کرنا صدف، ورنہ تم سے بھی مجھے شکایت
ہو جائے گی۔" میں نے اس سے کہا اور وہ رخصت ہو گئی۔ میں
دل ہی دل میں حالات پر ہنستا ہوا واپس اپنے ہوٹل کی جانب
چل پڑا۔

صدف العیش صرف دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میرے لیے
یہ بھاگ دوڑ کرتی پھر رہی تھی۔ پتا نہیں کون کون لوگ اس میں
شامل ہوں گے۔ فواد کے لیے میرے دل میں برائی نہیں تھی، میں
جانتا تھا کہ وہ ایک مخلص انسان ہے لیکن جو کچھ ہو گیا تھا اب اس
کی تلافی میرے نزدیک تقریباً ناممکن تھی۔

ہوٹل واپس آنے کے بعد میں بہت دیر تک الجھے ہوئے انداز میں بیٹھا سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہتر یہی تھا کہ بیروت چھوڑ دوں لیکن بیروت چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ کون سی جگہ کو اپناؤں اور کس انداز میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کروں؟

اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے جب ایک بار پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور آپریٹر نے مجھے ٹیلی فون کال ریسیو کرنے کے لیے کہا۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے وہی بھاری آواز سنائی دی، جو مجھے سب سے پہلے سنائی دی تھی۔

"جو کچھ تم کرتے پھر رہے ہو عمل! وہ تمہارے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ کچھ بے وقوف لوگ اگر یہاں تمہارے ہمدرد ہیں تو ان سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ آخری بار الیف آخری بار تمہیں اطلاع دی جا رہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے بیروت چھوڑ دو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ تمہاری اپنی ذمے داری ہوگی۔" ٹیلی فون بند کر دیا گیا۔

میرے دل و دماغ میں شدید غصے اور ہیجان کا طوفان برپا ہو گیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ بیروت چھوڑ تو ضرور دوں گا لیکن تم لوگوں کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر نہیں۔ جو کچھ تم میرے خلاف کرنا چاہتے ہو، وہ کر لو اس کے بعد میں بیروت چھوڑنے پر بھی غور کر لوں گا۔

رات کو تین چار بجے تک جاگتا رہا۔ خدا خدا کر کے نیند آئی اور پھر دوسری صبح بارہ بجے تک بستر پر دراز رہا تھا۔ جاگنے کے بعد بھی بستر سے اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ٹیلی فون پر سنائی دینے والی آواز پھر کانوں میں چبھنے لگی تھی۔ میں نے رات کو بھی یہی سوچا تھا کہ بیروت میں اب میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں رہا اور ان لوگوں کا یہی رویہ دیکھا تو دل میں کوئی منتقمانہ جذبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے یا کوئی غلط قدم بھی اٹھ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے لیکن فوراً ہی چلا جانا بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ تو بزدلی ہوگی۔

شدید ترین ذہنی ہیجان کا شکار تھا۔ دماغ کی کیفیت ایسی تھی کہ بس کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ کس وقت کیا ہو جائے۔ بیروت کی سڑکیں اور گلیاں میرے لیے اجنبی نہیں تھیں۔ چنانچہ یہ دن میرے لیے آوارہ گردی کا دن تھا۔ میں خواہ مخواہ سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا۔ یہاں بے شمار شناسا موجود تھے لیکن وہ جو تنظیم سے تعلق نہیں رکھتے تھے، کبھی کے مجھ سے دور ہو چکے تھے اور جن کا تعلق تنظیم سے تھا وہ اب میرے لیے اجنبی ہو گئے تھے۔ ان کے پاس جانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ لوگ یہی سمجھیں کہ میں اپنے بارے میں کوئی سفارش چاہتا ہوں۔ تمام کے تمام لوگ جو میرے دوست و بازو تھے اور میں جن کے لیے ایک انتہائی قابل احترام اور قابل بہت عظیم شخصیت تھا، اجنبی ہو کر رہ گئے تھے۔ ایسا بھی کبھی کبھی ہی کسی کسی کے ساتھ ہوتا ہے اور جن کے ساتھ ہوتا ہے ان کی ذہنی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوتی ہوگی۔

جھنجلایا ہوا تو واپس اپنے ہوٹل کا رخ کیا۔ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی دھمکی کو ابھی تک تو عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔ صدف العیش کی شکل بھی کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ شاید جانتا تھا کہ وہ بے وقوف لڑکی تنظیم کے فیصلوں کو بدلنے کی کوششوں میں مصروف ہے لیکن اب میں نہیں چاہتا تھا کہ تنظیم اپنا فیصلہ بدلے۔ کچھ بھی کرتے ہوئے میرے دل میں یہ احساس ضرور رہتا کہ انہوں نے صرف اپنی ذات کے لیے سوچا اور میری شخصیت کو نظر انداز کر دیا۔

ہوٹل کے کمرے کے دروازے کو کھولا تو دفعتاً چھٹی حس نے احساس دلایا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ ایک لمحے کے لیے چونک کر سنبھلا تو ذہن پوری طرح تیار ہو گیا تھا چنانچہ میں نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور دوسرے لمحے اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میرے حساس کان کسی کے سانسوں کی آواز سن رہے تھے۔ یقیناً میرے علاوہ بھی کمرے میں کوئی موجود تھا۔ میں نے دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کر کے روشنی کر دی اور اس روشنی میں . . . میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک قوی الجثہ شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص بھی موجود تھا جس کے ہاتھ میں اعشاریہ دو پانچ کا ریوالور نظر آ رہا تھا۔ میری اپنی انگلی بھی ٹریگر پر تھی اور میں کسی بھی لمحے فائر کرنے کی پوزیشن میں تھا۔

میرے سامنے کھڑے ہوئے قوی الجثہ شخص نے کسی قدر شستہ لہجے میں کہا "یقیناً یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم یہاں ہنگامہ کریں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے دیکھتا رہا۔

قوی الجثہ شخص نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا اور میری طرف سے رخ ہٹائے بغیر دروازے کو لاک بھی کر دیا۔ دوسرا آدمی اب میرے بالکل سامنے تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دیکھنے میں بھی یہ شخص میرے لیے اجنبی تھا لیکن اس کے حلیے اور اس کی شخصیت سے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ وہ تنظیم کا آدمی تھا اور مقامی شہری بھی۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"تم سے جو کچھ کہا گیا تھا، تم نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم تمہیں بتلا بھی دیں۔"

"ہوں! ٹھیک ہے، تم مجھے سبق دو گے۔" میں نے کہا۔

ان دونوں نے ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے کی شکل دیکھی، دفعتاً میں اپنی جگہ سے ہٹا اور میں نے جھپٹ کر ایک بھرپور لات

اپنے پیچھے کھڑے ہوئے قوی الجثہ شخص کے ماری کیونکہ میرا رخ سامنے کی طرف تھا اور قوی الجثہ شخص کو یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ میں سامنے حملہ کرنے کے بجائے ریوالور سے گولی چلانے کے بجائے پیچھے کی طرف حملہ کروں گا۔ چنانچہ میری بھرپور لات اس کے پیٹ کے نچلے حصے پر پڑی اور اس کے حلق سے ایک خراش چیخ نکل گئی لیکن اسی وقت سامنے کھڑے ہوئے شخص نے میرا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ میں بڑی پھرتی سے نیچے جھک گیا تھا۔ گولی نے قوی الجثہ شخص کی پیشانی کے چیتھڑے اڑا دیے لیکن اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی اپنے بچاؤ کے لیے اس شخص پر فائر کر دوں۔ میں نے پستول سیدھا کیا ہی تھا کہ دوسری گولی میرے بازو کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ وہ میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گولی نے بیڈ کے قریب ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ بھی چکنا چور کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جو شخص دو فائر کر سکتا ہے اسے تیسرا فائر کرنے میں بھی کوئی عار نہ ہوگا لیکن میں اب بھی اسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کم از کم تنظیم کے کسی آدمی کو میں اپنے ہاتھ سے نہیں مارنا چاہتا تھا۔ البتہ اسے سنبھالنے کے لیے میں نے ریوالور سیدھا کیا اور اس کے سر سے تقریباً دو انچ اونچا فائر کر دیا۔ گولی عقبی دیوار میں پیوست ہو گئی تھی۔ اس نے پھرتی سے ایک صوفے کی آڑ میں چھلانگ لگا دی اور دروازے کی جانب سرکنے لگا۔

میں کوشش کر رہا تھا کہ اس پر دوسرا فائر کرنے کی نوبت نہ آئے لیکن وہ شخص اپنے بچاؤ کے لیے ہر طریقہ کار استعمال کر لینا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے رک کر ایک بار پھر فائر کر دیا اور اس بار اس کی یہ کوشش کامیاب رہی تھی۔ گولی میرے ریوالور کو چھو گئی تھی، ریوالور میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اب میں نہتا ہو چکا ہوں چنانچہ وہ صوفے کی آڑ سے نکل آیا۔ ریوالور کی نال بدستور میرے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور اس نے میرے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی لیکن یہ اس کی زبردست حماقت تھی۔ اس طرح وہ پتا نہیں کیا چاہتا تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے بایاں ہاتھ اس کی ریوالور والی کلائی پر جمایا اور پوری قوت سے ریوالور کی نال چوبی فرش کی طرف گھما دی۔ وہ اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہیں تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا۔ میں نے پوری قوت سے اسے دھکا دے کر نیچے گرا دیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اٹھ کر میرے پیٹ پر اس زور کی ٹھوکر جمائی کہ مجھے بھی چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ اگر میں فوراً ہی نہ سنبھل جاتا تو دوسری ٹھوکر میرے منہ پر لگتی۔ وار خالی جانے سے وہ چکرا کر رہ گیا۔ وہ بھی اگرچہ نہتا ہو چکا تھا لیکن اس کی پھرتی اور لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس حالت میں بھی وہ میرے لیے کافی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس نے فلائنگ کک لگانا چاہی لیکن میں بروقت اچھل کر اپنے آپ کو بچا گیا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے منہ پر ایک ہاتھ رسید کر دیا جس سے وہ بے اختیار کراہ اٹھا۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اس جیسا پھرتیلا آدمی آج تک میری نگاہوں سے نہیں گزرا تھا، کیونکہ مار کھانے کے باوجود اس نے دوسرے لمحے ہی اچھل کر ایک زوردار ٹھوکر میرے منہ پر رسید کی کہ مجھے اپنے جبڑے کی ہڈی چٹختی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں لڑکھڑا کر رہ گیا اور میرے سنبھلنے سے پہلے ہی اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ اگر چاہتا تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے ختم کر سکتا تھا لیکن اس وقت شاید اس نے فرار ہی میں بہتری سمجھی تھی۔ صرف ایک سیکنڈ کے وقفے سے جب میں باہر پہنچا تو راہداری سنسان پڑی تھی۔ مکمل سناٹا طاری تھا۔ کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں اندازہ نہیں لگا سکا کہ اس نے کون سا رخ اختیار کیا ہے۔ بہرطور میں اسے تلاش کرنے کے لیے ادھر ادھر دوڑنے لگا لیکن وہ غائب ہو چکا تھا۔ مجھے سخت حیرت تھی۔ میں چند لمحے الجھی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ کہیں دور نہیں گیا ہے بلکہ اس نے آس پاس ہی کہیں چھپنے کی کوشش کی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کہاں چھپ گیا۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ کر اس لاش کو دیکھنے لگا جس کی پیشانی اڑ گئی تھی۔ فائرنگ چونکہ سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے ہوئی تھی اس لیے باہر کے حالات پرسکون تھے ورنہ اس بھرے پرے ہوٹل میں فائرنگ سے زبردست ہنگامہ مچ جانا چاہیے تھا۔ میں نے سب سے پہلے اس لاش کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں سوچا۔ کیونکہ میرے دشمن بآسانی مجھے اس حوالے سے پھنسا سکتے تھے۔ حالانکہ تنظیم کی طرف سے مجھے ایسی کسی کارروائی کی امید نہیں تھی، کیونکہ وہ بہرطور اپنے اندر انتشار نہیں ظاہر کر سکتے تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری اسی طرح سنسان پڑی تھی۔ میں پھرتی سے لاش کو اٹھا کر راہداری کی عقبی سمت کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں اس لاش کو ہوٹل کے ایک ایسے حصے میں پہنچانے میں کامیاب ہو گیا جہاں فالتو چیزیں ڈالی جاتی تھیں۔ اس کے بعد واپس آ کر میں ان تمام نشانات کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہو گیا جو اس ہنگامے کے نتیجے میں پیدا ہو گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ لاش کی موجودگی چھپی نہیں رہ سکے گی اور کل صبح یا کسی نہ کسی وقت لوگوں کو اس کے بارے میں معلومات ہو جائیں گی۔ پھر پولیس آئے گی اور تفتیش ہوگی۔ پتا نہیں کوئی میری طرف متوجہ ہوگا یا نہیں۔ کیا کرنا چاہیے؟ کیا یہاں سے فرار ہو کر کوئی

...ری جگہ تلاش کروں یا یہی میرے لیے بہتر تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے اپنا سامان وغیرہ سمیٹا۔ ایک لمحے کے لیے خیال آیا تھا کہ کہیں اس طرح فرار ہونے میں شبہ میری طرف بھی منتقل نہ ہو جائے لیکن قتل کے نشانات صاف کرنے میں کہیں نہ کہیں کوئی ضرورت تھی؟ اس سے مجھے کم از کم اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ کوئی بھی یہ شبہ نہیں کر سکے گا کہ قتل اس کمرے میں ہوا ہے۔ میں نے کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔ چند لمحات تذبذب کا شکار رہا کہ کمرہ فوری طور پر چھوڑ دوں یا نہیں؟ اگر پولیس کو کوئی شبہ ہو گیا تو پھر میری غیر موجودگی خطرناک ہو جائے گی اور نجانے کون کون سی مصیبتوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ ایک لمحے تک صورت حالات پر غور کرتا رہا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ ابھی یہاں سے کہیں اور چلے جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ بہتر بات تھی کہ ان واقعات کے تھوڑے کے بعد بھی میں اسی کمرے میں مقیم رہتا۔ کم از کم اس طرح ان لوگوں کو یہ اندازہ تو ہو سکتا تھا کہ میرے حوصلے کس قدر بلند ہیں اور میں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ چنانچہ فوری طور پر اپنا فیصلہ ملتوی کر کے میں نے سامان واپس رکھ دیا اور ایک بار پھر تیز روشنی میں گہری نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کوئی چیز بے ترتیب نہیں تھی۔ دروازے کے ہینڈلوں وغیرہ سے میں نے تمام نشانات صاف کیے اور اس کے بعد اپنے بستر پر پہنچ گیا۔

دوسری صبح کوئی خاص رد عمل ظاہر نہ ہو سکا۔ میں ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوا اس کے بعد بھی میں تقریباً دس بجے تک انتظار کرتا رہا لیکن کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ لاش ابھی تک دریافت نہیں ہوئی تھی۔ اب میرے لیے کوئی خدشہ نہیں تھا کہ قتل کے سلسلے میں شبہ مجھ پر کیا جائے گا۔ چنانچہ میں خود کو پرسکون رکھتے ہوئے لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ رات کے واقعات نے اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ تنظیم اب میرے خلاف انتہائی نفرت انگیز سلوک کرنے پر اتر آئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ تنظیم کے خلاف میں اب بھی اپنے دل میں بہت زیادہ برائی نہیں پاتا تھا۔ فرشتہ نہیں تھا لیکن چند ہی لوگ تو تھے جو مجھ سے برگشتہ تھے اور وہ بھی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر۔ ان کے خلاف اگر کچھ کروں تو پوری تنظیم متاثر ہو گی۔

باہر نکل کر کافی دیر تک فٹ پاتھ پر چلتا رہا پھر ایک موڑ گھوم کر ایک ایسے علاقے کی طرف جا نکلا جہاں سڑکوں کے کنارے چھوٹے چھوٹے ریستوران بنے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک کار میرے نزدیک آ کر رک گئی۔ میں نے چونک کر ادھر دیکھا تو صدف العیش کا بیمار چہرہ نظر آیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ لڑکی اب مجھے الجھن میں مبتلا کرنے لگی تھی۔ اس نے بڑے حتمی انداز میں مجھ سے کار میں آنے کو کہا اور میں آگے بڑھ کر اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

صدف العیش نے کار آگے بڑھا دی۔ چند لمحے مکمل خاموشی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا: "کچھ بھی ہو جائے علی! میں تمہیں اپنے دل سے نہیں نکال سکتی۔"

"یہاں کیسے آ گئیں؟"

"بس یوں سمجھو دل و دماغ کا ہیجان مجھے بے کل کیے ہوئے ہے۔ شاید میں اس واقعے سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والوں میں سے ہوں۔"

"صدف! حماقت کر رہی ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے خود کو مصیبت میں نہ ڈالو۔"

"افسوس! میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔" پھر اس نے پوچھا: "کسی خاص جگہ جانا ہے تمہیں؟"

"نہیں! بس کچھ فیصلے کر رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"آؤ پھر کہیں بیٹھ کر ایک پیالی قہوہ پئیں! میں تم سے آخری بار استدعا کروں گی کہ خود کو مصروف کر کے یہی کام کرنے کا موقع دو۔" میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ دوسرے لوگوں نے بھی کام شروع کر دیا ہے لیکن پھر میں خاموش ہی رہا — اس طرح اس کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

ایک چھوٹے سے ریستوران کے سامنے اس نے کار روکی اور نیچے اتر آئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی آگے بڑھنے لگا تھا۔

دفعتاً اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر آگے کو جھکنے لگی۔ اگر میں اسے فوراً ہی تھام نہ لیتا تو وہ یقیناً گر جاتی۔ میں نے حیرت زدہ انداز میں نیچے دیکھا کہ اسے کس چیز سے ٹھوکر لگی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے شانے کے پاس ایک گول سا سوراخ دیکھا۔ جسے دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑا۔ اس سوراخ سے خون ابل رہا تھا۔

"فائر" میرے ذہن نے آواز لگائی۔ یقیناً سائلنسر لگے ہوئے ریوالور یا پستول سے فائر کیا گیا تھا۔ صدف نے میرے بازو کو بھینچ لیا اور آہستہ سے کچھ کہنا چاہا لیکن جملہ مکمل کیے بغیر بے ہوش ہو گئی۔ میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے اسے نیچے لٹایا اور سامنے والی عمارت کی چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ دھوپ میں دھات کی کوئی چیز چمکی اور دوسرے لمحے ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اس کمبخت کو پکڑوں جس نے مجھ پر فائر کر کے بیچاری صدف کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔

آس پاس کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ اس سے مجھے توقع تھی کہ صدف کی دیکھ بھال ہو جائے گی۔ یقیناً یہ فائر مجھ پر کیا گیا تھا اور صدف میرے آڑے آ گئی تھی لیکن میں حملہ آور کو فرار کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں برق رفتاری سے اس عمارت کی طرف دوڑا جس کی چھت سے فائرنگ کی گئی تھی۔ میں نے پھرتی سے فاصلہ طے کیا اور عمارت کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگرچہ سیدھا دوڑنے میں خطرہ تھا لیکن یہ خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار بھی نہیں تھا۔ عمارت کے نزدیک پہنچتے ہی ایک اور فائر ہوا۔ گولی میرے قریب دیوار میں لگی لیکن اس چیز نے میری توجہ اس پائپ کی طرف مبذول کرا دی جس کے ذریعے چھت تک پہنچا جا سکتا تھا اور اس کے بعد میرے لیے اس چھت تک پہنچنا مشکل نہیں تھا۔ میں نے اس شخص کو دیکھا جو گولی چلانے کے بعد فرار ہو رہا تھا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس نے بھاگتے ہوئے پھر فائر کیا اور گولی سنسناتی ہوئی صرف دو فٹ کے فاصلے پر ٹوٹی ہوئی چمنی میں پیوست ہو گئی۔ میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا تھا اور اب میں جانوروں کی طرح چاروں ہاتھ پیروں کے بل آگے بڑھنے لگا۔

میں نے اس کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے چنانچہ اب اسے چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پستول میں نے ہاتھ میں لے لیا تھا پھر بھاگتے ہوئے اس کا نشانہ لیا اور دوسرے لمحے فائر جھونک دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ فضا میں ایک چیخ ابھری اور میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔ گولی اس شخص کے لگ گئی تھی۔ اس نے پھر ایک جوابی فائر کیا لیکن میں محفوظ رہا۔ پتا نہیں گولی اس کے بدن کے کون سے حصے میں لگی تھی؟ وہ نیچے گرنے کے بعد پھر اٹھا اور دوڑنے لگا لیکن میں نے بھی اس پر مزید دو فائر اور کر دیے تھے۔ اب وہ ایک اور مکان کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ جب میں اس چھت کے کنارے پہنچا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔ ان دونوں چھتوں کے درمیان تقریباً آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر میں نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگا دی۔ یہ اپنی زندگی داؤ پر لگانے والی بات تھی لیکن اپنی جان کی قیمت پر بھی میں اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں زور دار دھماکے کے ساتھ دوسری چھت پر گرا اور پھر فوراً ہی سنبھل کر ٹین کے بنے ہوئے اس دروازے کی طرف دوڑا جس کے پیچھے حملہ آور غائب ہوا تھا۔

حملہ آور بھی بے وقوف نہیں تھا چنانچہ اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ میں چھت کے کنارے آ کر نیچے جھانکنے لگا۔ بلڈنگ گلی میری نظروں میں تھی اور سنسان تھی۔ حملہ آور کا کہیں کوئی نشان نہیں تھا۔ میں چھت کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر نیچے جھانکنے لگا۔ اس طرف عقبی گلی میں نیچے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اب اس بات کا صرف ایک ہی مطلب تھا کہ حملہ آور عمارت کے اندر ہی کسی جگہ موجود ہے۔ چند لمحوں کے بعد دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے دروازے کو کھول کر دیکھا اور پھر محتاط انداز میں نیچے اترنے لگا۔ راستے میں جگہ جگہ خون کے دھبے میری رہنمائی کر رہے تھے۔ ایک جگہ کافی مقدار میں خون پڑا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ حملہ آور کچھ دیر یہاں رکا ہے۔ جس انداز سے اس کا خون بہہ رہا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا بھی دشوار نہیں تھا کہ ایسی حالت میں وہ زیادہ دور نہیں جا سکتا۔

تھوڑے فاصلے پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں اس دروازے کو کھول کر آگے بڑھا تھا کہ کمرے میں مجھے ایک بوڑھی عورت نظر آئی جس نے موٹے شیشوں والی عینک لگا رکھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر گھگھیاتے ہوئے لہجے میں بولی: "خدا کے لیے! خدا کے لیے مجھے نہ مارنا... خدا کے لیے مجھے نہ مارنا۔"

میں خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا: "کیا یہاں... کیا یہاں تمہیں کوئی نظر آیا تھا؟"

"وہ... وہ اس طرف... اس طرف۔" اس نے کہا اور میں اس کے اشارے کی سمت دوڑ گیا لیکن اسے بدقسمتی ہی کہا جا سکتا تھا کہ جس طرف اس نے اشارہ کیا تھا وہاں ایک کھلا ہوا دروازہ میرا منہ چڑا رہا تھا اور خون کے دھبے اس دروازے سے گزر گئے تھے۔

حملہ آور نکل گیا تھا۔ میں بھی مزید اس عمارت میں نہ رکا۔

بے مقصد گھوم کر باہر نکل آیا تھا اور پھر گھوم کر اس طرف پہنچ گیا جہاں صدف العیش زخمی ہو کر گری تھی لیکن اب وہ وہاں موجود نہیں تھی اور چند افراد متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے سے اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ معلوم نہیں ان لوگوں میں سے کسی نے مجھے پہچانا تھا یا نہیں؟ بہرطور میں صدف کے بارے میں جاننا ضرور چاہتا تھا۔

صدف العیش کی کار اس جگہ کھڑی تھی جہاں اس نے روکی تھی۔ قریب پہنچ کر میں لوگوں کی گفتگو سے صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا چلا کہ چند افراد زخمی لڑکی کو لے کر اسپتال روانہ ہو گئے ہیں۔ کون سے اسپتال؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

نزدیک کھڑے ہوئے ایک شخص سے میں نے پوچھا: "جو لوگ اس لڑکی کو اٹھا کر لے گئے ہیں کیا ان کا تعلق پولیس سے تھا؟"

"نہیں! ایک گزرتی ہوئی کار میں کچھ شریف لوگ جا رہے تھے۔ انہوں نے اس زخمی لڑکی کو کار میں ڈالا اور اسپتال لے گئے۔"

"کسی نے اس لڑکی کا نمبر دیکھا؟"
"کیوں بھئی کسی نے دیکھا؟" لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرنے لگے۔
"نہیں۔ بھلا اس کا خیال کسے تھا؟" ایک شخص نے کہا۔
"لیکن وہ شریف لوگ معلوم ہوتے تھے۔" ایک اور آواز ابھری۔
"کار کا رنگ کیسا تھا اور کون سی تھی؟" میں نے کہا۔
"نیلے رنگ کی اسپنسر۔" ایک شخص نے جواب دیا۔

غصے اور نفرت کا طوفان میرے رگ و پے میں موجزن تھا۔ صدف العیش میری وجہ سے اس حادثے کا شکار ہوئی تھی ان لوگوں نے اس بے گناہ کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ یہ کون سا گروپ تھا جو اس طرح تشدد پر اتر آیا تھا۔ یہ کام تو کچھ ایسے لوگوں ہی کا ہو سکتا تھا جو بذات خود بھی مجھ سے نفرت کرتے ہوں اور اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں۔ انسانوں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ سوچنے کا انداز کبھی کبھی ایسے غلط رخ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کو یا کسی گروپ کو تنظیم میں میری برابری ناگوار گزرتی ہو اور انھوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر دل کی بھڑاس نکالی ہو لیکن یہ سب کچھ۔۔ یہ بہتر تو نہیں ہے۔ میرے ہمدرد میرے لیے راستہ ہموار کرنے میں کوشاں ہیں اور میرے دشمن انھیں بھی نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرتے۔ ان حالات میں میری انتہاپسندی دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بن رہی تھی۔

آخر فیصلہ کیا کہ خود میں ہی تبدیلی پیدا کروں۔ ان لوگوں کے لیے عذاب بننے سے کیا فائدہ۔ صدف العیش بار بار ذہن میں چبھ رہی تھی۔ گولی اس کے شانے میں لگی تھی۔ نہ جانے وہ لوگ اسے کون سے اسپتال لے گئے تھے؟ کس طرح معلوم کیا جائے؟ میں پریشانی کے عالم میں وہاں بہت دیر تک رکا لوگوں کا جائزہ لیتا رہا پھر واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دو پولیس والے وہاں پہنچ گئے اور میں نے انھیں صدف کی کار کے قریب جاتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کار کا دروازہ کھولا تو میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔
"کیا یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اس کار میں بیٹھی لڑکی کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور پولیس والے چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔
"کیا آپ اس کے شناسا ہیں؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔
"ہاں۔ اس کی کار کو دیکھ کر میں رک گیا تھا۔ لوگ بتاتے ہیں کہ اسے کوئی حادثہ۔۔۔"

"جی۔۔۔ علی یار خان۔" میں نے کہا۔
"ہاں اس پر کسی نے گولی چلائی ہے۔"
"گولی!" میں نے چونک پڑنے کی اداکاری کی۔
"براہ کرم! آپ ہمارے ساتھ آئیے۔"
"وہ کہاں ہے؟"
"نیشنل اسپتال میں۔"
"چلیے پلیز۔۔۔ وہ میری دوست ہے۔" میں نے کہا۔
"کیا آپ کار ڈرائیو کر سکتے ہیں؟"
"جی ہاں، کیوں نہیں۔"
"یہ چابی سنبھالیے، ہم آپ کے ساتھ آ رہے ہیں۔" ایک پولیس مین نے کہا اور کار کی چابی مجھے دے دی۔ یقیناً یہ چابی اسے صدف کے پاس سے ملی ہوگی۔
ایک پولیس مین نے موٹر سائیکل سنبھالی، دوسرا کسی فیصلے کے تحت میرے پاس آ بیٹھا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
"آپ کے مل جانے سے ہمارے کام آسان ہو گئے ہیں۔" پولیس مین نے راستے میں کہا۔
"گولی کہاں لگی ہے؟"
"اس کے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"
"اوہ، کیا وہ خطرے میں ہے؟"
"نہیں۔ بینڈیج کر دی گئی ہے، گولی اندر نہیں تھی، اس لیے آپریشن نہیں کیا جائے گا۔"
"آپ لوگ۔۔۔؟"
"ہماری ڈیوٹی اسپتال پر تھی۔ ان لوگوں کو روک لیا گیا ہے جو اسے لے کر آئے تھے۔ انھوں نے ہی اس جگہ کی نشاندہی کی تھی۔"
نیشنل اسپتال پہنچا تو صدف ہوش میں آ گئی تھی۔ اس سے ملاقات میں کچھ وقت لگا، پولیس اس کا بیان لے رہی تھی۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ گولی کسی اور پر چلائی گئی تھی لیکن وہ لپیٹ میں آ گئی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ تنہا تھی۔ صدف جیسی ذہین لڑکی ایسا ہی بیان دے سکتی تھی پھر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔
"تم محفوظ ہو علی؟"
"ہاں صدف۔"
"حملہ آور کون تھے؟"
"پتا نہیں صدف! خدا بہتر جانتا ہے۔"
"گولی تم پر چلائی گئی تھی علی؟"
"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"مجھے بتاؤ علی! وہ کون تھے، مجھے بتاؤ۔"

"صدف! اس سے پہلے بھی مجھ پر حملہ ہو چکا ہے۔ فون پر دھمکیاں مل رہی ہیں مجھے تنظیم کی طرف سے کہ میں بیروت چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم صدف! ایسا کبھی نہ کرتا میں لیکن میرے دوستوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے یہ مجھے گوارا نہ ہو گا۔"
صدف خاموش ہو گئی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے ضبط کیا تھا۔ صدف خطرے سے باہر تھی۔ اس نے کہا کہ اس کے اہل خاندان کو اس حادثے کی خبر دے دی جائے۔
اس کے عزیزوں کے آنے سے قبل ہی میں اس سے رخصت ہو کر چلا آیا۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بیروت چھوڑ دوں گا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا تھا۔ اسپتال سے ٹیکسی کر کے میں ہوٹل آیا۔ یہاں حالات معمول پر تھے۔ پتا نہیں چلا تھا کہ یہاں کوئی لاش وغیرہ ملی ہے، تجسس نے چین نہ لینے دیا۔ خود اس جگہ جا کر لاش دیکھی جہاں میں نے اسے ڈال دیا تھا لیکن وہاں لاش موجود نہ تھی اور صورت حال میری سمجھ میں آ گئی۔ کسی اور کے دیکھنے سے قبل ہی لاش وہاں سے ہٹا دی گئی تھی۔ بہت چالاکی سے کام کیا گیا تھا۔
واپس کمرے میں آیا تو ایک اور چیز دیکھی۔ سینٹر ٹیبل پر کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ حیرت زدہ انداز میں میں نے کاغذات اٹھا کر دیکھے تو ان میں میرا تازہ بنا ہوا پاسپورٹ اور ایک فلائٹ سے پیرس کا ٹکٹ تھا۔ یہ فلائٹ اسی روز رات آٹھ بجے جا رہی تھی۔ ابھی اس پر حیران ہی ہو رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میرے دانت بھنچ گئے۔ بہرحال میں نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔
"مسٹر علی یار خان! اس سے زیادہ کچھ اور چاہتے ہو تو وہ بھی سہی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رات کو آٹھ بجے یہاں سے پیرس چلے جاؤ اور اس کے بعد دل چاہے جہاں۔ تمھاری ایک ایک جنبش قدم ہماری نگاہ میں ہے۔"
میں نے کچھ کہے بغیر فون بند کر دیا۔ اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ بہرصورت میں خود کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔
اسی رات میں ضروری تیاریوں کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ امیگریشن کی کارروائیوں میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ میرے لیے سیٹ کا انتخاب انھوں نے خود ہی کرایا تھا، یہ بھی اچھا ہوا۔ طیارہ وقت مقررہ پر فضا میں بلند ہو گیا۔ میں گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ دل و دماغ میں طوفان برپا تھا۔ تاریک مستقبل منہ کھولے کھڑا تھا۔ کوئی راستہ سامنے نہ تھا۔
"آپ بہت خاموش ہیں جناب!" برابر سے ایک نسوانی آواز ابھری اور میں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ ایک انتہائی خوبصورت لڑکی میری ہمسفر تھی۔ اس کا چہرہ اتنا حسین تھا کہ نگاہ نہ ہٹتی۔

میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر مشرقیت اور مغربیت کا امتزاج بے حد حسین لگ رہا تھا۔ وہ مسکرائی اور بولی "سوری۔ نہ جانے کن خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے آپ۔"
"کوئی بات نہیں ہے مس۔"
"ہمسفر لمحوں کے ساتھی ہوتے ہیں لیکن اگر وہ بور ہوں تو یہ لمحے بھی بہت ناخوشگوار تاثر چھوڑ جاتے ہیں۔"
"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔
"آپ پریشان ہیں نا؟"
"نہیں۔"
"مزاج ہی ایسا ہے؟" وہ ہنس پڑی۔
"یہ بات بھی نہیں ہے۔"
"تو پھر باتیں کیجیے۔"
"میں خاموش تو نہیں ہوں۔"
"میرا نام تہذیب ہے۔ تہذیب اینڈریو مالکم ایکس۔" اس لڑکی کے نام پر میں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔
"تہذیب تو کچھ اپنی طرف کا نام ہے لیکن یہ اینڈریو مالکم ایکس؟"
"میری ماں ہندوستانی تھی اور باپ فرانسیسی۔"
"آپ مشرق و مغرب کا امتزاج ہیں۔"
"اور معاف کیجیے گا آپ بھی عرب باشندے نہیں لگتے۔"
"ایسی ہی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"پیرس جا رہے ہیں آپ؟"
"ہاں۔"
"میرا خیال درست ہے نا، آپ مقامی باشندے نہیں ہیں نا؟"
"جی ہاں، آپ کا خیال درست ہے۔"
"کہاں سے تعلق ہے آپ کا؟"
"پاکستان سے۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ مائی گاڈ! مسلمان ہیں نا آپ؟"
"جی ہاں۔"
"نام نہیں بتائیں گے؟"
"علی کہہ سکتی ہیں آپ مجھے۔"
"سیاح ہیں؟ میرا مطلب ہے بیروت۔۔۔"
"میں سمجھ گیا۔"
لڑکی کافی باتونی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا انداز گفتگو بھی بے حد دلکش تھا لیکن میری ذہنی حالت تباہ تھی، اس لیے اس کی زیادہ پذیرائی نہ کر سکا۔ وہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی اور پھر میری طرف سے زیادہ توجہ نہ پا کر ناراض ہو جانے کے سے انداز میں خاموش ہو گئی۔ بہت دیر تک میں دیکھتا رہا پھر میں نے ذہن

زیادہ جاری تھیں۔ ریلوے میگافون پر آمد و موجود مسافروں کو چیک کئے رہنے کی ہدایت دی جا رہی تھی۔

میری نگاہیں تہذیب کی تلاش میں بھٹکنے لگیں لیکن وہ مجھے نظر نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے ہال میں اس کا کہیں پتا نہیں تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن اس میں الجھ کر رہ گیا۔ تہذیب کہاں چلی گئی؟ ابھی تو مسافر کسٹمز کے ابتدائی مراحل سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے۔

میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس ہنگامے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا اور جو تفصیلات معلوم ہوئیں انھیں سن کر دنگ رہ گیا۔

تہذیب کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ لوگوں کے بیانات کے مطابق وہ چار آدمی تھے جو کسٹمز ہال کے باہر موجود تھے۔ دفعتاً وہ اندر داخل ہوئے اور انھوں نے ایک خوب صورت لڑکی کو پکڑ لیا جو اس طیارے میں سفر کر کے یہاں تک پہنچی تھی۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ وہ تو آپ کی ہم سفر تھی۔ اور اس کے بعد کوئی شبہ نہ رہا کہ وہ تہذیب ہی تھی۔ ایک کسٹم آفیسر اور دو پولیس آفیسر لوگوں کی نشاندہی پر میرے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے مجھ سے پوچھا۔

"مسٹر، براہِ کرم کیا آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گے؟"

"جی ہاں، ضرور۔ میرا نام علی یار خان ہے۔"

"آپ کے کاغذات؟" پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا۔ اور میں نے اپنے کاغذات نکال کر ان کے سامنے کر دیے۔ میرے اردگرد ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ "معاف کیجیے گا آپ کے کاغذات درست ہیں۔ ہم اس لڑکی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ میری ہم سفر تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مجھے تو اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا ہے۔ کسٹم ہاؤس میں داخل ہونے کے بعد ہم لوگ علیحدہ ہو گئے تھے۔"

"وہ کون تھی؟ کیا آپ اس کے بارے میں تفصیل بتا سکتے ہیں؟"

"جی ہاں، پیرس ہی کی باشندہ تھی، نام تہذیب تھا۔ کسی ایشیائی ملک سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی تفصیل اس نے مجھے نہیں بتائی۔" کسٹم آفیسر اور پولیس کے ارکان نے بڑی نرمی اور خوش اخلاق انداز میں مجھ سے معلومات حاصل کیں۔ میرے سامان کی مختصر تلاشی لی گئی اور اس کے بعد معذرت کے ساتھ مجھے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

تہذیب کے اس طرح اغوا پر ذہن الجھ گیا تھا لیکن دوسرے انداز میں بھی سوچا جا سکتا تھا۔ پُراسرار لڑکی ممکن ہے اپنی مرضی سے یہاں سے گئی ہو اور اس طرح اسے کسٹمز کی چیکنگ سے بچانے کے انتظامات کیے گئے ہوں۔ اب یہ معلومات حاصل کرنا تو مشکل تھا کہ وہ اپنا سامان لے جانے میں کامیاب ہوئی ہے یا نہیں یا پھر اس کے اغوا کنندگان اس کا انتظار کر رہے تھے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اسے میری نگاہوں سے بچانے کے لیے اس طرح اغوا کر لیا گیا ہو۔ نجانے کیوں ذہن میں یہ خیال پختہ ہونے لگا کہ وہ باوردی کی ساتھی ہی تھی اور باوردی یہ جانتا تھا کہ میں اس پر شبہ ضرور کروں گا۔

میں باہر نکل آیا اور ایئرپورٹ کے اس حصے میں کھڑا ہو گیا جہاں سے باہر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ سڑکیں بارش میں دھل کر نکھر رہی تھیں لیکن ٹریفک کے رش میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے یہاں کے لوگ اس کے عادی ہوں گے۔ اندر کئی ہوٹلوں کے کاؤنٹر بنے ہوئے تھے اور ان کے نمائندے ان کے نزدیک موجود تھے۔ یہاں سے نکلنے اور ابتدائی قیام کے لیے یہ ضروری تھا کہ کسی ہوٹل سے رابطہ قائم کر لوں۔

چنانچہ جونہی میں ایک کاؤنٹر کی طرف متوجہ ہوا خوب صورت لباس میں ملبوس ایک نوجوان آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔

"میرا نام ژلن رو ترے ہے اور میں ہوٹل کیترسن کا نمائندہ ہوں۔ کیترسن میں آپ کو بہتر سہولتیں مہیا ہو سکیں گی۔ اگر آپ پیرس میں اجنبی ہیں تو ایک بار کیترسن کو خدمت کا موقع ضرور دیجیے۔" میں نے گرمجوشی اور اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس نے فوراً ہی میرا سوٹ کیس میرے ہاتھ سے لے لیا تھا۔ سوٹ کیس جونہی اس کے ہاتھ میں پہنچا کاؤنٹر کے پیچھے سے ایک اور آدمی باہر نکل آیا اور اس نے اس شخص کے ہاتھ سے سوٹ کیس لے کر مجھے اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی۔ ایک شاندار ٹیکسی جس پر ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا بالکل نزدیک آ گئی اور میں اس میں بیٹھ گیا۔ اپنے اطراف سے میں پوری طرح باخبر تھا۔ وہ شخص جس نے ہوٹل کے نمائندے کی حیثیت سے مجھے خوش آمدید کہا تھا، ڈرائیور کے نزدیک ہی بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

ہوٹل کیترسن تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو میرے لیے تشویشناک یا قابلِ ذکر ہوتا۔ کچھ ہی دیر کے بعد میں اس خوب صورت ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں منتقل ہو گیا۔

بہت ہی خوب صورت اور کشادہ کمرہ تھا۔ باہر بارش جوں کی توں جاری تھی بلکہ پہلے سے بھی کچھ تیز ہو گئی تھی۔ میں ناقدانہ نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس بات کو میں نے مدنظر رکھا کہ ممکن ہے یہاں میرا ایک ایک قدم اولیو باوردی کی

مرضی سے اٹھ رہا ہو۔ مجھے ایک ایک چیز کا جائزہ لینا تھا۔ سامان جو اپنے ساتھ لایا تھا وہ نمایاں حیثیت کا حامل نہیں تھا۔ صرف چند ہی چیزیں تھیں جو قابلِ توجہ تھیں یعنی میرے کاغذات، زیور، چیک بک وغیرہ۔ اس کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کا تحفظ میرے لیے اہم ہوتا۔

لباس تبدیل کر کے دوسرا لباس پہننے کا خیال دل میں آیا۔ اولیو باوردی کی طرف سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ میں اس کی خواہش کے مطابق عمل پیرا تھا اور وہ میری طرف سے کسی بڑی تشویش کا شکار نہیں تھا۔ البتہ ایک خیال بار بار میرے ذہن میں آ رہا تھا کہ اگر اولیو باوردی وہ شخص اس احمقانہ انداز میں میرے پاس نہ پہنچتا تو کیا حرج تھا۔ میں کچھ اور وقت اس سے لاعلم رہتا اور پیرس میں اپنی مصروفیات تلاش کر لیتا۔ اگر لاعلمی سے وقت گزرتا تو اولیو باوردی پھر منظر پر ظاہر ہو جاتا۔ اس نے وقت سے پہلے ظاہر ہو کر اپنی فطرت کا ثبوت دیا تھا جو عام لوگوں میں ہوتی ہے یعنی اپنی برتری کا اظہار کرنا۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ اب میں تنظیم سے کٹ کر چلا چکا ہوں اس نے اپنی شاندار کارکردگی کا اظہار مجھ پر کر دیا تھا۔ میرے خیال میں یہ اس کی حماقت ہی تھی۔ اس میں دانشمندی کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا تھا۔

لباس میں موجود تمام چیزیں نکال کر میں نے میز پر ڈال دیں۔ ٹائی کی گرہ کھولی لیکن میز پر پڑی چیزوں پر جب نگاہ پڑی تو ٹھٹک کر میں چونک پڑا۔

یہ سفید رنگ کے کاغذ میں لپٹا ہوا ایک عجیب سا پیکٹ تھا جو میرا نہیں تھا۔ پھر میرے لباس میں کہاں سے آیا؟ میں نے بے اختیار جھک کر پیکٹ اٹھا لیا۔ سفید کاغذ میں بہت عمدگی سے پیک کی ہوئی کوئی چیز تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تاش کی کوئی گڈی ہو لیکن بہت ہلکی۔ البتہ اس کی جسامت اور ٹٹولنے سے جو احساس ہوتا تھا وہ تاش کی گڈی ہی کی طرف اشارہ کرتا تھا۔

میں نے پیپر پھاڑا اور میری آنکھیں یہ دیکھ کر دلچسپی سے سکڑ گئیں کہ وہ تاش کی گڈی ہی تھی لیکن عام تاش سے بالکل مختلف۔ بے حد ہلکی۔ میں بے اختیار اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ اندر بہت ہی نفیس قسم کے کسی مخصوص چیز سے بنائے ہوئے کارڈز موجود تھے جن کی تعداد کا صحیح اندازہ تو نہیں ہو سکتا تھا، باون بھی ہو سکتے تھے اس سے کم یا زیادہ بھی لیکن ان تاشوں پر عجیب قسم کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ ان میں الفاظ بھی لکھے ہوئے تھے اور ہندسے بھی۔ یہ تاش میری جیب میں کہاں سے آ گئے؟ بہت غور کیا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکا کہ یہ گڈی میری جیب میں ڈالی گئی ہے مگر یہ ہے کیا چیز؟ تھوڑی دیر تک میں اسے دیکھتا رہا پھر دروازے کی طرف بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور تاش کی گڈی کو ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں سے اگر کوئی اسے تلاش کرنے کی کوشش کرے تو اسے نہ مل سکے۔ اس کے بعد باتھ روم میں داخل ہو گیا لیکن ذہن اسی میں الجھا ہوا تھا۔

غسل کر کے باہر آیا تو کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میں نے ایک بار پھر کمرے کا بغور جائزہ لیا۔ ایک ایک چیز کو بغور الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس تصور کے ساتھ کہ کوئی ڈکٹا فون یا ٹرانسمیٹر کا ریسیور تو یہاں موجود نہیں ہے یا پھر کوئی ایسا کیمرہ جس کی آنکھ مجھے دیکھ رہی ہو۔

بظاہر تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی چنانچہ کسی حد تک اطمینان کرنے کے بعد میں نے ایک بار پھر وہ گڈی نکالی اور کارڈز کو میز پر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک مغز خوری کرتا رہا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کارڈز اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھ لیے تھے، کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ یہ میرے پاس کہاں سے آئے؟ اس کا کوئی تجزیہ نہیں کر سکا۔ ایک بار پھر ذہن میں تہذیب آئی تھی۔ کیا یہ اسی کی حرکت ہے؟ صرف اسی کو اتنے مواقع میسر ہوئے تھے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر سکتی۔ گڈی بالکل ہلکی تھی اس لیے جیب میں اس کے وزن کا احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ معاملہ مجھے الجھانے کے لیے کافی تھا لیکن بہتر یہی تھا کہ ذہن کو الجھنوں سے پاک رکھوں البتہ ان کارڈز کی حفاظت بھی ضروری تھی۔

کیترسن ہوٹل کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ قائم کرنے کے بعد ہی میں اس سلسلے میں فیصلہ کر سکتا تھا کہ یہاں تک میری رسائی بھی باوردی کے توسط سے ہوئی ہے یا پھر اس میں باوردی کا ہاتھ نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے روم سروس کو ٹیلیفون کر کے اپنے لیے کافی طلب کی اور اس کے ساتھ ہی کچھ اسنیکس بھی۔ اس کے بعد دروازہ کھول کر آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ باوردی ویٹر نے فوراً ہی میری منگائی ہوئی چیزیں سرو کر دی تھیں۔ میں کافی سے شغل کرتے ہوئے معاملات پر غور کرتا رہا۔ کارڈز کے سلسلے میں مجھے الجھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں اب تک تو تحقیقات کرتا رہا تھا مگر اب اس موڈ میں نہیں تھا۔ اگر اس سلسلے میں کوئی خاص صورت سامنے آتی ہے تو دوسری بات ہے ورنہ اپنا کام جاری رکھوں گا۔

پیرس میں کیترسن ہوٹل میں میرا قیام زیادہ عرصے تک

مناسب نہیں تھا۔ مجھے کوئی ایسی جگہ اپنانی تھی جہاں میں اچھے طور پر رہ سکوں اور اولیویا ورڈ کو چکما دے دوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اسلحے وغیرہ کی بھی ضرورت تھی۔ پیرس کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ ہونا کچھ مشکل کام نہیں تھا۔ نقشے اور اس شہر کے بارے میں لٹریچر آسانی سے مل سکتا تھا۔ اس کے انتظامات سیاحوں کے لیے جگہ جگہ کر دیے گئے تھے لیکن اس شدید بارش میں باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔ بارش تھمے تو اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کر سکوں گا۔ اس سے قبل اگر اولیویا ورڈ کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہوئی تو میں ایسے موقع پر ایک تھکے ہوئے انسان کی طرح اپنی آمادگی کا اظہار کر دوں گا تاکہ اولیویا ورڈ کو مکمل یقین ہو جائے کہ میں اب اس کا مدمقابل نہیں رہا۔

اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں اور بھی بہت سے منصوبے تھے اور اس شہر کی داستانیں میری سماعت کے لیے اجنبی نہیں تھیں۔ جہاں یہ شہر بے مثال تھا اور یہاں کی خوبصورتی قابل دید تھی، وہاں یہاں کی زندگی میں ایسے عناصر بھی پائے جاتے تھے جو جرم و گناہ سے دلچسپی رکھتے تھے اور جن کی دنیا بہت وسیع تھی۔ اگر ان لوگوں میں شامل ہو کر میں اپنا حلیہ ہی بدل لوں تو اولیویا ورڈ ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ اس کے لیے مجھے کچھ سامان درکار تھا جس میں خاص چیز میک اپ کا سامان تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی دل میں ایک عجیب سی اُمنگ جاگی، کافی شن یاد آیا جس نے مجھے ایک عجیب و غریب محلول دیا تھا۔ اس محلول کو دنیا کا سب سے شاندار میک اپ لوشن قرار دیا جا سکتا تھا۔ کاش ان لوگوں سے کسی طرح ایک بار پھر میری ملاقات ہو جائے اور میں پھر آدمی ہی با اختیار ہو جاؤں۔

میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ اس طرح کمرے میں بیٹھے بیٹھے رہنے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ تاشس کی اس گاڑی کے بارے میں بھی سوچا تھا جو اس وقت حوالہ ایک ایسی جگہ پوشیدہ کر دی تھی جہاں کوئی بہت ہی باریک بین نگاہ ہی پہنچ سکتی تھی۔ ورنہ عام لوگوں کی رسائی وہاں تک ناممکن تھی۔

نجانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی۔ اس کے بعد کمرے سے باہر نکل کر تالا لگایا اور چوڑی راہداری سے گزر کر لفٹ تک پہنچ گیا۔ نہایت نفیس اور تیز رفتار لفٹ تھی جس نے مجھے پہلی منزل تک پہنچا دیا۔ یہ پورا فلور ریفریشمنٹ ہال پر مشتمل تھا اور اس وقت بارش سے لطف اندوز ہونے والوں کی تعداد یہاں بہت زیادہ تھی۔ ہال میں خاص طرز کی جھلملیاں لگی ہوئی تھیں جن سے بارش کے منظر سے لطف اندوز ہوا جا سکتا تھا۔ ذرا سا بٹن دبا دیجیے تو بارش کی بوچھاریں اندر بھی آ جائیں تیز لیکن اس وقت جھلملیاں بند ہی رکھی گئی تھیں بس چند ہی خوش ذوق تھے جو باہر کا نظارہ کر رہے تھے۔

میں نے بھی ایک ایسی ہی میز منتخب کی جہاں سے میں سڑکوں کو دیکھ سکتا تھا۔ بھیگی سڑکوں پر زندگی رواں دواں تھی۔ بارش پیرس کے معمولات میں سے تھی، اس لیے وہاں کے لوگ زیادہ متاثر نظر نہیں آ رہے تھے، سوائے اس کے کہ بارش سے بچاؤ کا بندوبست کر لیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ عقب سے ایک آواز اُبھری۔

"تنہائی بھی زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے۔"

میں نے چونک کر دیکھا تو ایک دراز قامت خوبصورت لڑکی میرے شانے کے بالکل نزدیک کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، دوسرے لمحے میرے ذہن میں وہی تصور جاگ اٹھا۔ زندگی کے معمولات تبدیل کیے بغیر گزارا نہیں ہے۔ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آپ نے درست کہا اور پھر یہ موسم بھی تنہا رہنے کا نہیں ہے۔" میرا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔ لڑکی کرسی گھسیٹ کر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے دلچسپی کا تاثر جھانک رہا تھا۔

"میرا نام جینی ہے۔"

"اور میں علی یار خاں ہوں۔"

"ایشیائی؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"میں فرانس ہی کی باشندہ ہوں۔ دریائے سین کے پانی میں نہا کر جوان ہوئی ہوں۔"

"دریائے سین کا پانی واقعی حسن بخش ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ۔" وہ مسکرائی اور پھر آہستہ سے بولی "شیمپین۔"

میں نے ویٹر کو اشارہ کیا اور پھر لڑکی کے لیے شیمپین طلب کی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "اور تم۔۔۔؟"

"میں اگر مل سکا تو دریائے سین کا پانی پیوں گا تاکہ اپنے آپ کو تمھارے قابل بناؤں۔"

"اوہ!" وہ ہنس پڑی پھر آہستہ سے بولی۔ "ایشیا حسین ہے، حسین اور پُراسرار۔"

"شاید۔" میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسی ہوٹل میں رہتے ہو؟"

"زمین و آسمان کے درمیان بڑی وسعت ہے۔ بس یونہی بھولا بھٹکا کہیں رہتا ہوں۔"

"سمجھی نہیں!" وہ استفہامیہ لہجے میں بولی۔

"ہر بات سمجھنے کے لیے نہیں ہوتی۔" میں نے جواب دیا

اور وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی۔

"تمھاری باتیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ میری آمد سے ناخوش تو نہیں ہو؟"

"نہیں۔ اگر ناخوش ہوتا تو اپنے پاس جگہ کیوں دیتا۔"

"شکریہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویٹر نے اس دوران شیمپین سرو کر دی تھی۔ میں نے اپنے لیے کچھ طلب نہ کیا، چونکہ تھوڑی دیر قبل ہی کافی پی چکا تھا اور اس وقت کچھ بھی پینے کا موڈ نہیں تھا۔ لڑکی نے اپنے لیے گلاس بنایا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم کچھ نہیں پی رہے، مجھے تعجب ہے۔"

"ہر بات پر تعجب کا اظہار نہیں کیا جاتا۔" میں نے جواب دیا۔

"مشرقیوں کے بارے میں میں نے بہت سی کہانیاں سنی ہیں۔"

"ہاں ہر شخص کے بارے میں کوئی نہ کوئی کہانی گھڑ ہی لی جاتی ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے کچھ جھجکی سی رہ گئی پھر آہستہ سے بولی: "لوگوں کے مزاج کو سمجھنا بھی مشکل کام ہے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کہا نا، جینی ہوں میں اور تمھاری ساتھی بننے آئی ہوں۔"

"شکریہ جینی، احسان ہے تمھارا مجھ پر۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ شیمپین کی چسکیاں لیتی رہی۔

"پیرس کب آئے؟" چند لمحے توقف کے بعد وہ بولی۔

"تمھیں دیکھ کر یاد آیا ہے کہ میں پیرس میں ہوں۔"

"کسی بھی بات کا جواب نہیں دیا تم نے۔" وہ کچھ جھنجھلا کر بولی۔

"ہاں، فطرتاً آدمی ہوں۔"

"لیکن خوب صورت ہو۔"

"کسی لڑکی کی زبانی یہ الفاظ سن کر اہل فرانس کیا کرتے ہیں، مجھے نہیں معلوم۔"

"کچھ بھی نہیں کرتے۔" وہ ہنس پڑی۔

میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس لڑکی پر بھی شک کیا جا سکتا تھا۔ اب میں مزید مدافعت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ دشمنوں کی قید میں ہوں۔ ہاں، یہ قید تھی ذرا مختلف قسم کی۔ یعنی ان پُراسرار نگاہوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جو ایک ایک لمحے میری نگراں تھیں۔ میں جانتا تھا کہ میری کوئی حرکت ان سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

جینی نے شیمپین کی بوتل خالی کر لی۔ آنکھوں کا رنگ ضرور بدل گیا تھا لیکن وہ نشے میں نہیں تھی اور ٹھیک ٹھاک گفتگو کر رہی تھی۔ رات ہو گئی۔ بارش تھمے بغیر برس رہی تھی لیکن تفریحات کے رسیا بارش کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ہوٹل کی تفریحات جاری تھیں۔ موسیقی شروع ہو گئی۔ اور پھر رقص کا پہلا راؤنڈ شروع ہوا۔

"آؤ۔" جینی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اُٹھ گیا۔ چوبی فرش پر میں نے رقص کے تین راؤنڈز میں حصہ لیا۔ جینی اب نڈھال سی ہونے لگی تھی۔

"آؤ اب چلیں۔" اس نے کہا۔

"کہاں جینی؟"

"جہاں دل چاہے لے چلو ڈارلنگ۔" وہ کسی قدر لڑکھڑاتی آواز میں بولی۔

"ہوں... آؤ۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

پانی کی تیز دھار جینی پر پڑی تو وہ چونک گئی۔ "آہ! میں تو بھیگ جاؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں، تم چلی آؤ۔" میں نے کہا اور اسے لے کر پارکنگ لاٹ پر آ گیا۔ پھر میں کاروں میں جھانکتا رہا۔ ایک کار کے دروازے لاک نہیں تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر اسے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا اور پھر اس طرح عقب سے گھوما جیسے دوسری طرف آ رہا ہوں لیکن پھر کاروں کے عقب میں ہوتا ہوا پچھلی طرف سے واپس آ گیا۔ اس سے زیادہ دوستی ممکن نہیں تھی۔

کمرے میں آ کر دوبارہ لباس تبدیل کیا۔ دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ تاشس کی گڈی نکالی اور مسہری پر تکیہ ٹکا کر ایک پہلو کے بل دراز ہو گیا۔ تاش سامنے پھیلائے اور ان کا بغور جائزہ لینے لگا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بڑبڑایا: "خوب کھلونا دیا ہے جینی۔"

دوسرے دن صبح کو بارش کا نشان بھی نہیں تھا۔ آسمان دھل کر صاف ہو گیا تھا اور بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ ہوٹل چھوڑ دیا اور چل پڑا۔ ٹیکسیاں بدل بدل کر میں پیرس کی مختلف جگہوں کی سیر کرتا رہا اور یہ اندازہ بھی لگاتا رہا کہ کوئی میرے تعاقب میں ہے یا نہیں لیکن ہوٹل سے نکلنے کے بعد سے اس وقت تک ایسا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ تعجب کی بات تھی۔

پھر دوپہر کے قریب ایک بہت بڑے سٹور میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے میک اپ کا سامان مل سکتا تھا۔ میں نے اسٹور کا خوب اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میک اپ کے سلسلے کی ایسی چند چیزیں خریدی تھیں جنھیں ضرورت کے وقت فوری طور پر

استعمال کر کے شکل بدلی جا سکتی تھی۔ مخصوص قسم کے اسپرٹ گم، آنکھوں کے ٹپ، نامونچھیں وغیرہ۔ یہ چیزیں جیبوں میں ٹھونس کر میں باہر نکل آیا۔ اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں شکل تبدیل کر سکوں۔

مارک سیبل کے علاقے میں مجھے جیجو سیلون کا سائن نظر آیا۔ یہاں ہر قسم کے باتھ وغیرہ کا انتظام تھا۔ میرے لیے اس سے عمدہ جگہ نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ میں اندر داخل ہو گیا۔ کھلے باتھ، اسٹیم باتھ وغیرہ کے رسیا کافی تعداد میں موجود تھے۔ اٹینڈنٹ لڑکی نے میرا استقبال کیا اور مجھے تفصیل بتانے لگی۔ بہت کچھ تھا یہاں لیکن مجھے اس میں سے کچھ درکار تھا اور اس کچھ کے حصول کے بعد میں اٹینڈنٹ کی رہنمائی میں حمام کی اس قطار کی جانب بڑھ گیا جس کی طرف میری رہنمائی کی گئی تھی۔ میری نگاہیں کلاک روم کے خانوں میں ٹنگے ہوئے ان لباسوں پر تھیں جن پر حمام کے نمبر کی چٹیں لگی ہوئی تھیں۔

اٹینڈنٹ مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں لباس اتارنے لگا لیکن نہایت ہی ذہانت اور پھرتی سے میں نے ان خانوں پر نگاہ ڈال کر ایک ایسے لباس کا انتخاب کر لیا تھا جو میرے بدن پر بالکل فٹ آ سکتا تھا۔ نگاہ بچا کر میں نے اپنا لباس اس کی جگہ ٹانگ دیا اور وہ لباس اٹھا کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اپنے لباس سے میں نے وہ تمام چیزیں نکال لی تھیں جنہیں میں نے بازار سے خریدا تھا اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ موجود تھا وہ بھی میں نے نکال لیا۔ ہاں اگلی جیب لباس میں جو چیزیں موجود تھیں وہ میں نے دیکھے بغیر اپنے لباس میں منتقل کر دیں۔ حمام میں جا کر غسل کرنے کے بجائے میں نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر ایک بار یک سی خوب صورت اسٹائل کی مونچھیں چپکائیں، ایک ننھا سا ٹکڑا ٹھوڑی پر لگایا، پلکوں کے بھوؤں پر چھتیاں چپکانے سے آنکھوں کی بناوٹ ہی تبدیل ہو گئی اور میں اس خوب صورت میک اپ کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر فیلٹ ہاتھوں میں لیا اور کوٹ بازو پر لٹکائے باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ اس دوران شاید اٹینڈنٹ وہاں آئی ہی نہیں تھی۔ میں باہر نکلا تو کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی، چونکہ یہاں ادائیگی وغیرہ پہلے ہی کر دی جاتی تھی اور لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ایک دوسرے راستے سے باہر نکل جاتے تھے۔ ان راستوں کی رہنمائی چھوٹے چھوٹے بورڈ کر دیتے تھے۔

میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ تبدیل شدہ لباس کا انتخاب بلاشبہ بہترین تھا کیونکہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ میرا لباس نہیں ہے، البتہ ایک بات کا خیال ضرور تھا اور وہ یہ کہ یہ لباس میرے لباس سے کہیں زیادہ قیمتی تھا اور لباس کے مالک کو

تھوڑا سا خسارہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ لیکن میں اپنی اس حیثیت سے بالکل مطمئن تھا اگر یہاں تک مجھ پر نگاہ رکھی بھی گئی ہے تو مجھ پر نگاہ رکھنے والے اب اتنے ذہین بھی نہیں ہو سکتے کہ میری چال وغیرہ سے ہی اب مجھے پہچان لیں۔

کافی دور تک پیدل چلتا رہا، تقریباً ایک میل تک کا فاصلہ پیدل طے کیا، اس تصور کے تحت کہ اگر تعاقب کا شبہ ہو تو محتاط ہو جاؤں لیکن ابھی تک تعاقب کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا، چنانچہ میں ایک بک اسٹال پر رک گیا، یہاں سے پیرس کے بارے میں تفصیلات کی کتاب خریدی، ہوٹلوں وغیرہ کے نام اور پتے بھی موجود تھے اس میں، اس کے بعد ایک چھوٹے سے پب کی جانب جا نکلا۔ پب میں بیٹھ کر میں نے اپنے لیے ایک مشروب طلب کیا اور کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ایک ہوٹل کا انتخاب کر لیا تھا۔

ایک ٹیکسی کر کے میں اس ہوٹل تک پہنچ گیا اور وہاں کیرولف بل کے نام سے ایک کمرہ حاصل کرنے کے بعد اس میں فروکش ہو گیا۔ یہ کمرہ بھی خاصا عمدہ تھا۔ پیرس کے ہوٹل اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ نئے ہوٹل میں منتقل ہو جانے کے بعد مجھے بڑا سکون محسوس ہوا تھا۔ اب یہاں میں دوسری شخصیت اختیار کر گیا تھا۔ اگر تھوڑی سی ذہانت سے کام لیتا تو بلاشبہ اولیو [illegible] کی نگاہوں سے اوجھل ہو سکتا تھا۔ فی الوقت اپنے پرانے ہوٹل میں جانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہاں کوئی بھی چیز ایسی باقی نہیں تھی جو میرے لیے باعث ضرورت ہوتی، وہ تمام چیزیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا، جنہیں ٹریولرز چیک سادہ طور پر میری جیب میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اگر ہوٹل کی تلاشی بھی لی جاتی تو وہاں ان لوگوں کو کچھ دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے نہایت ذہانت سے یہ سب کچھ کیا تھا، یہاں میں علی یار خان کی حیثیت سے تو محفوظ تھا لیکن دوسری حیثیت سے مقامی کاغذات میرے پاس موجود نہیں تھے، چنانچہ اس سلسلے میں ذرا محتاط رہنا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ابھی کئی شکلیں اختیار کروں گا اور بہت سے ہوٹلوں میں اپنے لیے کمرے بک کراؤں گا۔

بہرطور ابھی مجھے رقم وغیرہ کے سلسلے میں بھی کوئی پریشانی نہیں تھی اور اگر ہوتی بھی تو علی یار خان تو اپنی جون بدل ہی چکا ہے، رقم کے حصول کے لیے وہی مجرمانہ کارروائیاں کرنا پڑیں گی جو [illegible] کے مطابق ہوں گی۔

نئے ہوٹل میں میں نے کافی وقت گزارا، کھانا وغیرہ کھایا اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ ذہن منصوبہ بندی میں مشغول تھا، اس کے ساتھ ساتھ پیرس سے متعلق وہ کتاب بھی زیر مطالعہ رہی تھی

جس میں تقریباً تمام مجرموں کی نشاندہی کی گئی تھی [illegible] سیاحوں کے لیے یہ کتاب ایک اہم حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں سے میں نے پیرس کے زیر زمین جرائم پیشہ افراد کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات حاصل کیں۔ حالانکہ مفصل انداز میں ان کی نشاندہی نہیں کی گئی تھی لیکن سیاحوں کی سہولت کے خیال سے بڑا دلچسپ انداز میں منشیات کے ان ٹھکانوں کی نشاندہی کی گئی تھی، جہاں ہر چیز مل سکتی تھی۔ انداز یوں تھا کہ سیاح اس طرف جا کر جرائم پیشہ افراد کے ہاتھوں پریشان نہ ہوں۔ میں اس دلچسپ تحریر پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا، بہرطور اس نے میری رہنمائی کی تھی۔

شام ہوئی تو میں باہر نکل آیا اور اب مجھے آوارہ گردی کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا، دریائے سین کے کنارے رنگ رلیاں منانے والے عیاش طبع لوگ اپنی اپنی تفریحات میں مصروف تھے۔ میں وہاں سے ہوتا ہوا نائٹ کلبوں کے علاقے میں پہنچ گیا جہاں زندگی جاگ رہی تھی لیکن اس زندگی میں مجھے کوئی حصہ لینا مقصود نہیں تھا، میں سوچ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لیے یہاں کوئی جگہ تلاش ہی کر لوں گا۔

شافرنس فلوریڈا نامی کلب کے سامنے رک کر میں نے وہ دلچسپ تحریریں پڑھیں۔

"انسان معصوم ہے۔ شیطان کا وجود کائنات کی تشخیص کے لیے ضروری تھا۔"

"جھوٹ تو [illegible] زندگی۔"

اور بہت سی احمقانہ اور بے ہودہ تحریریں لکھ کر لوگوں کے تجسس کو ابھارا گیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ نشست حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی کیونکہ ہال میں تقریباً ایک ہزار افراد کی گنجائش تھی۔ اندر موجود سیاہ لباس [illegible] دیکھ کر میری نشست کی طرف رہنمائی کر دی۔ مدھم روشنی [illegible] میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا، [illegible] بڑی عمر کا ایک توانا اور سنجیدہ [illegible] تھا، خوب صورت لباس میں ملبوس، ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ ہال میں کچھ اور تاریکی پھیل گئی، آرکسٹرا کی دھنیں بدلنے لگی تھیں۔

قدیم و جدید کے مناظر پیش کیے گئے اور پھر آہستہ آہستہ [illegible] قدیم و جدید کا فرق، یورپ کا گھناؤنا فلسفہ شرمناک مناظر کی شکل میں پیش کیا جانے لگا۔ یہ جدت تھی، گناہ کو گناہ ثابت کرنے کے بجائے اسے انسانی فطرت قرار دیا جا رہا تھا۔

بزرگ نے جھک کر کہا "کیا حقیقت ہے؟" میں نے چونک کر انھیں دیکھا اور برجستہ کہا۔

"آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے؟"

"تھکے ہوئے ذہن تھوڑی سی تفریح کو دلچسپ سمجھتے ہیں، سب خود کو بہلانے میں مصروف ہیں۔ بچے گریز کرتے ہیں۔"

"اور آپ؟" میں نے پوچھا۔

"میں اس دور کے انسان کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" بڑے میاں نے سامنے رکھی ہوئی بوتل سے پیگ بھر لیا۔

"تمہیں یقیناً میری ضرورت ہے۔" خوشبو میں بسی ہوئی ایک دوشیزہ اٹھلاتے ہوئے قدموں سے میری طرف بڑھی۔

"نہیں، یہ صاحب تمہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔" میں نے مسکرا کر لڑکی کو بڑے میاں کی طرف بڑھا دیا۔

"آؤ آؤ، میں تمہیں جانتا ہوں، میرے نزدیک بیٹھو، دکھ کی کہانیاں سب کی سمجھ میں نہیں آتیں۔" بڑے میاں نے کہا اور اپنی پوتی کے برابر لڑکی کو اپنے قریب جگہ دے دی۔ پھر وہ اس کے دکھ کی کہانیاں سمجھنے لگے اور اسے اپنا دکھ سمجھاتے رہے۔ نئی بوتل آ گئی اور انھوں نے ان دونوں کا دکھ خود میں سمیٹ لیا۔ میں بے چین ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔

کلب کے باہر کی روشنیاں بند کر دی گئی تھیں [illegible] ہو گیا تھا اور اب اندر مزید لوگوں کی گنجائش نہیں تھی۔ [illegible] بھٹکنے لگا۔ قریب دو چار لیے شمار کاریں کھڑی تھیں لیکن کوئی ٹیکسی نہیں نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کچھ دور آگے بڑھ جاؤں، چنانچہ پیدل چل پڑا۔

دن کو آسمان صاف رہا تھا لیکن سرِ شام پھر بادل امڈ آئے تھے اور اس وقت آسمان کی چھت بالکل سیاہ تھی۔ کافی فاصلے پر ایک ٹیکسی نظر آئی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ٹیکسی سے تھوڑے فاصلے پر ایک لڑکی اندھیرے میں کھڑی تھی۔ وہ بھی ٹیکسی کی طرف بڑھی لیکن اس سے پہلے میں ٹیکسی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جونہی میں نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا، لڑکی میرے پاس آ گئی۔

"پلیز! مجھے بھی ٹیکسی کی ضرورت ہے۔" اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ لیکن یہ آواز میرے ذہن میں سنسنی پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

وہ تہذیب ہی تھی لیکن بہت بدلے ہوئے حال میں، شاید اس نے ضرورت سے زیادہ چڑھا رکھی تھی۔

"کوئی بات نہیں، ہم دونوں ہی ضرورت مند ہیں، بیٹھیے۔" میں نے کہا اور اسے ٹیکسی میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

"اوہ، بڑا احسان ہے، خدا آپ کو خوش رکھے، آپ [illegible]۔"

تہذیب نے کہا اور اندر بیٹھ گئی۔ وہ نشے میں معلوم ہوتی تھی۔

ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کہاں چلوں؟" اُس نے پوچھا۔

"سان ترسے" تہذیب جلدی سے بول پڑی۔ میں خاموش رہا تھا۔

ٹیکسی برق رفتاری سے روشن اور تاریک سڑکیں طے کرتی رہی۔ اندر تاریکی تھی اس لیے تہذیب کی شکل نمایاں نہ ہوئی لیکن ایک بار جب ٹیکسی تیز روشنی کے درمیان سے گزری تو میں اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ لیکن اب میں اُچھل پڑا تھا۔ تہذیب زخمی تھی، اس کی ناک سوجی ہوئی تھی، رخساروں پر نشان تھے، بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔ لباس بھی کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ وہ نشے کے عالم میں نہیں تھی بلکہ زخمی تھی۔ ڈرائیور کی موجودگی میں کوئی سوال یا حرکت مناسب نہیں تھی، اس لیے میں خاموش رہا۔ لیکن اب اس پُراسرار لڑکی کے بارے میں ذہن میں شدید تجسس جاگ اٹھا تھا۔

بقیہ سفر خاموشی سے طے ہوا۔ ڈرائیور سان ترسے کے علاقے میں داخل ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا "کس طرف میڈم؟"

"وہ سامنے کیری پاں کے سامنے روک دو۔" تہذیب بولی اور ڈرائیور نے ٹیکسی مطلوبہ جگہ روک دی۔ "آؤ جم!" تہذیب بولی اور میں نے نیچے اتر کر بل ادا کر دیا۔ ٹیکسی جب آگے بڑھ گئی تو تہذیب کی آواز ابھری۔

"شریف آدمی کیا تم میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟"

"ضرور، ضرور، کہو؟"

"مجھے سامنے والی بلڈنگ کے پاس پہنچا دو۔ میرا پاؤں زخمی ہے ورنہ میں تمھیں تکلیف نہ دیتی۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ وہ لنگڑا کر چل رہی تھی۔ میں اسے سہارا دے کر آگے بڑھا رہا تھا۔ میں نے کہا "ٹیکسی اتنی دور رکوانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اوہ... وہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ ٹیکسی ڈرائیور بڑے کمینے ہوتے ہیں۔ اگر میں زخمی نہ ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی لیکن اس شکل میں ڈرائیور مجھے لوٹ بھی سکتا تھا۔"

"اسی لیے تم نے مجھے جم کے نام سے پکارا تھا؟"

"ہاں سوری۔ میں چاہتی تھی وہ مجھے تنہا نہ سمجھے۔" تہذیب نے جواب دیا۔ میں اُسے سنبھالے ہوئے سامنے والی بلڈنگ کے پاس پہنچ گیا۔ عمدہ رہائشی فلیٹ تھے۔ ہال میں پہنچ کر اُس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ "اب میں چلی جاؤں گی۔"

"کونسی منزل پہ جاؤ گی؟ میں چھوڑ دوں؟"

"نہیں بس شکریہ۔" اُس نے کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر برق رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر جانے لگا۔

لفٹ تیسری منزل پہ رُکی تھی۔ میں جس وقت اوپر پہنچا وہ اسی طرح لنگڑاتے ہوئے راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی۔ سخت تکلیف میں معلوم ہوتی تھی۔ میں ستونوں کی آڑ لے کر آگے بڑھتا رہا۔ پھر وہ ایک فلیٹ کے دروازے کے سامنے رُکی اور پرس سے چابی نکال کر تالا کھولنے لگی۔ "تنہا ہے" میں نے گہری سانس لے کر سوچا اور برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔ پھر جونہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی میں بھی لپک کر اندر گھس گیا تھا۔

وہ بُری طرح گھبرا گئی تھی۔ پھر اس نے حیرت سے کہا "تم!"

"ہاں ڈیئر! تمھیں اس طرح چھوڑنے کو جی نہیں چاہا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی روشنی کر دی تھی، اور اب میں اس کی شکل دیکھ سکتا تھا۔ ایک لمحے میں میں نے اس کی آنکھوں میں کئی رنگ دیکھے، پھر وہ مسکرا دی۔

"دروازہ بند کر دو!"

"او کے۔" میں نے دروازہ بند کر کے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ سامنے ڈرائنگ روم ہے۔ مجھے سہارا دو۔" وہ بولی۔

میں اُسے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ اس کی سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

"مدد کرنے آئے ہو تو کچھ تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں گی۔"

"حاضر ہوں، کہو؟"

"میرا حلیہ دیکھ رہے ہو، میں سخت زخمی ہوں۔ اس دروازے کے برابر والے دروازے کو کھول کر اندر جاؤ۔ سامنے بار ہے۔ میرے لیے برانڈی کا ایک شیشہ جو دل چاہے لے آؤ اور ہاں... بلوئی رنگ کی الماری میں فرسٹ ایڈ باکس ہے، وہ بھی لے آؤ پلیز۔" اس کا لہجہ التجا آمیز تھا۔

میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا تھا اور پھر میں ڈرائنگ روم سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا اور مطلوبہ چیزیں لے کر واپس پہنچ گیا۔ برانڈی کی بوتل سے میں نے اس کے لیے برانڈی انڈیلی اور گلاس اسے پیش کر دیا۔

"اپنے لیے کچھ نہیں لائے؟"

"کچھ نہیں... اپنے زخم دکھاؤ۔"

"یوں تو سارا جسم کٹا ہی پڑا ہوا ہے لیکن پاؤں... میرا خیال ہے ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔" اس نے بایاں پاؤں آگے بڑھا دیا اور میں فرش پر بیٹھ کر اس کا پاؤں دیکھنے لگا۔

"ہڈی نہیں ٹوٹی، ٹخنا اکھڑ گیا ہے۔ تھوڑی سی ہمت کرو گی؟"

"کیا مطلب؟"

"میں اسے ٹھیک کر دوں گا۔"

"کر دو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے پاؤں کا انگوٹھا اور ایڑی پکڑ لی۔ پھر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ تڑپ اٹھے گی لیکن اس نے آواز بھی نہیں نکالی تھی۔ البتہ برانڈی کا پورا گلاس وہ خالی کر گئی تھی۔

"پاؤں زمین پہ رکھ کر اس پہ وزن ڈالو۔" میں نے کہا اور سہارے کے لیے اپنا کندھا پیش کر دیا۔

وہ میرے کندھے کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ اور پھر حیرت زدہ انداز میں مسکرا کر بولی "حیرت انگیز!"

"کیا کیفیت ہے؟"

"تکلیف ضرور ہے لیکن... لیکن حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو گئی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"دو چار قدم چلو۔" میں نے کہا اور وہ فرش پہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی۔

"کمال ہے! ایسا ہو تو مسیحا کہیے۔" اس نے واپس آ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں اس کے چہرے کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال پیچھے کیے اور میں اس کے چہرے پہ لگے ہوئے زخم دیکھنے لگا۔ پھر میں نے فرسٹ ایڈ باکس میں سے شیشیاں نکال نکال کر دیکھنا شروع کیں۔ ایک پلاسٹر بھی نظر آیا جو درد کھینچنے کے لیے تھا۔ میں نے پلاسٹر کی ایک چوڑی پٹی پھاڑ کر اس کے پاؤں پر لگائی اور پھر اس کا چہرہ صاف کرنے لگا۔ ایک دو جگہ ٹیپ چپکائے اور ایک دو جگہ صرف لوشن لگایا۔ وہ خاموشی سے میری کارروائی دیکھ رہی تھی۔

جب میں اپنا کام ختم کر کے شیشیاں وغیرہ سمیٹ چکا تو وہ مسکراتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی "ڈاکٹر ہو؟"

"اس وقت بن گیا ہوں۔"

"نہیں! تمھاری معلومات اس سلسلے میں بہت وسیع ہیں۔ وہی چیزیں استعمال کی ہیں تم نے میرے ان زخموں پر جن کی ضرورت ہو سکتی تھی۔ اب یہ بتاؤ میں تمھاری کیا خدمت کروں؟" اس نے پوچھا اور میں ایک صوفے پہ بیٹھ کر گہری نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تم خوب سمجھتی ہو بے بی۔"

وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی "سنو! میں تمھیں دھوکا دے سکتی تھی لیکن کسی احسان کرنے والے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ میں زخمی تھی اور مجھے ٹیکسی کی شدید ضرورت تھی۔ میں چند قدم بھی نہیں چل سکتی تھی۔ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے اور اس احسان کے بدلے... لیکن پہلے ایک بات بتا دوں تمھیں اپنے بارے میں... کہ میں غلط لڑکی نہیں ہوں۔ کسی غلط بات کی توقع مت کرنا۔"

"اوہو ہو۔ پھر میری اتنی محنت کا مجھے کیا صلہ ملے گا؟"

"میں نے کہا نا، اگر تم برائی ہی چاہتے ہو تو بھلا اس کی کیا کمی ہے۔ میں ایک اچھے خاندان کی شریف لڑکی ہوں اس لیے ایسی کوئی حرکت مت کرنا جو تمھارے لیے نقصان دہ ہو۔" وہ بولی۔

"میرے لیے کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ پھر تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"ارے ارے! ابھی تو تم مجھے اپنا مسیحا کہہ رہی تھیں اور اب میرے لیے عزرائیل بن رہی ہو۔"

"سنجیدہ ہو جاؤ پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اگر کچھ دیر بیٹھنا چاہتے ہو تو اچھے انسانوں کی طرح مجھ سے بات چیت کرو۔ میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو اور اس جگہ کیا کر رہے تھے۔ یقینی طور پر رات کے شکاری ہو گے اور مجھے کوئی غلط لڑکی سمجھ کر میری مدد پر آمادہ ہو گئے ہو گے۔ حالانکہ عام طور پر اس شہر میں یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ تم نے میرے ساتھ جو دوستانہ سلوک کیا ہے اسے اپنے دل میں لیے ہوئے واپس چلے جاؤ اور سوچنا کہ کوئی اچھا کام کیا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا، پھر میں سسکا "مگر... مگر میں تو یہی سمجھا تھا کہ تم..."

"ہاں تمھارا سمجھنا ٹھیک تھا۔ میں اس وقت ایسی ہی حالت میں تھی لیکن ایسی بات تھی نہیں۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے، یہ خیال ذہن سے نکال دو لیکن کچھ دیر تم سے گفتگو تو کر سکتا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ساری رات رہ سکتے ہو یہاں۔ تم نے میرے اوپر معمولی احسان نہیں کیا ہے۔" اس نے کہا اور پھر صوفے کے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر آگے لائی تو اس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ "اس پستول میں چھ گولیاں ہیں۔ ڈرائنگ روم میں ہی موجود تھا۔ میں نے اسے تمھارے لیے حاصل کیا ہے تاکہ تمھیں واپس پلٹنے میں کوئی دقت نہ ہو لیکن خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس کا استعمال نہیں کرنا پڑے گا۔"

میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی عجیب معلوم ہوتی تھی۔ پھر میں نے گردن جھٹک کر سر ہلاتے ہوئے کہا "لیکن اس کے بارے میں تم نے مجھے بتا کر اچھا نہیں کیا۔ اب میں تم سے محتاط ہو جاؤں گا۔"

"نہیں، اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور تم بھی کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"بے کار ہے تمہارے لیے، تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" وہ بولی۔

"ممکن ہے میں اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اچھا خیر چھوڑو، یہ بتاؤ یہ سب ہوا کیا، یہ زخم کیسے لگے؟ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ لوگوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو؟"

"ہاں ایسی ہی بات تھی۔"

"کون لوگ تھے وہ؟"

"کچھ جرائم پیشہ افراد جو مجھے دولت مند سمجھ کر لوٹنا چاہتے تھے۔"

"مجھے ان کے بارے میں بتاؤ، سب کو ٹھیک کر دوں گا۔"

"میں خود انھیں ٹھیک کروں گی، تم شراب تو لو۔ اپنے لیے کچھ نہیں لاؤ گے؟"

"جو کچھ میں پیتا ہوں، وہ اس وقت تم پلا نہیں سکتیں۔"

"وہ کیا؟" وہ چونک کر بولی۔

"کافی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یقین کرو اب میں اٹھ سکتی ہوں، تمہیں کافی ضرور پلاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں بے اختیار بول اٹھا۔

"پلیز تعذیب، یقین کرو اس کی ضرورت نہیں ہے، میں نے تو مذاق کیا تھا۔"

میں نے اس کا نام لے کر اسے پکارا تھا کیونکہ اس کا نام میرے ذہن میں تھا لیکن وہ سکتے میں رہ گئی تھی۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا

"میں نے تمہیں اپنا نام تو نہیں بتایا تھا؟"

"بتایا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں اتنی غائب دماغ نہیں ہوں۔" دفعتاً اس نے گود میں رکھا پستول اٹھا لیا تھا۔ اب اس کی آنکھوں کی کیفیت بدل گئی تھی۔ میں نے اس طرح چہروں کے رنگ بدلتے نہیں دیکھے تھے، گرگٹ کے بارے میں سنا تھا لیکن اس میں بھی اس قدر جلد اتنی تبدیلی پیدا نہ ہوتی ہوگی جتنی اس لڑکی میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کے حسین چہرے پر سفاکی دوڑ گئی تھی۔ پھر اس نے پستول سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہاتھ بدن سے دور رکھو کیونکہ یہ رنگ دودھ کا ہے، یہ سائلنسر پروف ہے۔"

"اور میں بلٹ پروف ہوں۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"نام پوچھ رہی ہو یا..."

"میرا نام کیسے جانتے ہو؟ کیا تم میرا تعاقب کر رہے تھے؟ کس سے تمہارا تعلق ہے؟"

"نہیں۔ خادم زیدہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے بعد کچھ بھی نہیں ہے۔" میں نے اسے اور پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور چہرے سے میک اپ اتار دیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جب میری اصلی شکل نمایاں ہوئی تو وہ دیوانہ وار کھڑی ہو گئی۔ پاؤں وغیرہ کی تکلیف وہ یکسر فراموش کر بیٹھی تھی۔

"تم... علی! میرے خدا تم! یہ میک اپ... اور... علی یہ تم ہی ہو؟"

"اتنی حیرت ہوئی ہے مجھے دیکھ کر؟"

"دماغ جھنجھنا کر رہ گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے علی کہ تم بھی کوئی خاص چیز ہو۔ اب تو تمہارے بارے میں کچھ اور بھی سوچنا پڑے گا۔ یقین کرو تمہیں دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی ہے کہ بیان نہیں کر سکتی!"

"عجیب و غریب لڑکی ہو۔ کم از کم ہال میں داخل ہوتے وقت تو تم نے مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے..."

"علی... مسلمان ہوں، خدا کی قسم سچ کہہ رہی ہوں کہ کسی طرح تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوں۔ لو یہ پستول سنبھالو، کوئی غلط بات کروں تو گولی مار دینا۔ بس میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔" اس نے التجا سے کہا۔

"پہلی... بولو۔"

"تمہارا سامان کہاں ہے جو تم پرانا لباس ہے؟" اس نے کہا۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نائش کی گڈی نکال لی۔ پھر اس کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ "میرے سامان میں تمہیں اس کے علاوہ کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔"

اس نے جھپٹ کر گڈی مجھ سے لے لی۔ اسے مخصوص انداز میں پھیلا کر دیکھا اور گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "تم نے میرے زخموں کا علاج ہی نہیں کیا، نئی زندگی بھی دی ہے مجھے۔" میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"یہ گڈی تم نے میرے لباس میں رکھی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے بولی۔

"کیا ہے یہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک بہت بڑے آدمی کی امانت۔ اتنی بڑی چیز کہ... اس کے لیے درجنوں خون کیے جا سکتے ہیں۔"

"ایسی کیا بات ہے اس میں؟"

"تہذیب! اس موضوع کو نہ چھیڑو۔"

"چلیے صاحب، نہیں چھیڑتے، جلنے کی کوشش نہ کریں ... پاس سے۔ اگر حالات بہت ہی زیادہ خراب ہو جائیں۔۔۔ ایک آدھ گولی وغیرہ چلا دیں، بلکہ ختم ہو جائے گا۔" اس نے کہا اور گردن جھکا کر ناشتے میں مصروف ہو گئی۔ جو کچھ اس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا تھا، وہ اگر صحیح تھا تو اس کی شخصیت معمولی نہیں تھی لیکن ایک اہم ترین شخصیت کی مالک لڑکی اتنی معمولی سی تھی کہ اس پر خواہ مخواہ شبہ سا ہونے لگتا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

"اب یہ دو تین دن تو مکھیاں مارتے ہوئے ہی گزاریں گے۔" ... حسن نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ تہذیب؟"

"ہاں پوچھو۔"

"گرین پول کے دوسرے رکن یہاں پیرس میں موجود نہیں ہیں کیا؟"

"ان کی تعداد سو سے اوپر ہی ہوگی، کیوں؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم نے ان سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا؟"

"ابھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اگر کوئی ضرورت ہوئی تو انہیں طلب کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ ان لوگوں کو تمہاری آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ تم ائیرپورٹ پہ ان کی مدد حاصل کر سکتی تھیں۔"

"نہیں علی! ہم انہیں صرف اہم ضرورتوں پہ استعمال کرتے ہیں اور پھر تحریری منظوری ہی آتے۔ میں خود کو ان پہ ظاہر نہیں کر سکتی۔"

"اگر یہاں کسی کو طلب کرنا ہو تو؟"

"اس کے لیے چند لوگ مخصوص ہیں جو یہاں اس جگہ تک آ سکتے ہیں۔"

"بڑا پیچیدہ نظام ہے۔"

"ہاں ہے تو!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔ "ابھی یہاں ایک لڑکی آئے گی، بازار کھل جانے کے بعد میں نے تمہارے لیے کچھ چیزیں منگوائی ہیں۔"

"اوہو... وہ کیا؟"

"لباس وغیرہ۔"

"میرا سائز...؟" میں نے کہا۔

"ہماری نگاہ میں تھا۔" تہذیب بولی۔ اور میں نے سوچنے کے بجائے ٹھیک کر آنکھیں بند کر لیں۔

ساڑھے بارہ بجے دن کو فلیٹ کی بیل بجی اور لڑکی نے جا کر دروازہ کھول دیا۔ وہ ... ایک خاتون سی شکل ... تھی جس نے چند پیکٹ میرے ہاتھ میں تھمائے اور کچھ کہے بغیر واپس چلی گئی۔ میں بھی دروازہ بند کر کے واپس آ گیا۔ غور کرنے پہ بہت سی باتیں ذہن میں الجھاؤ سے پیدا کر رہی تھیں لیکن ان کا حل ابھی ملنا مشکل تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہی صورت حال سمجھ میں آ سکتی تھی۔

میں نے وہ پیکٹ تہذیب کے سامنے لا کر رکھ دیے۔

"میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے جناب! سب آپ کے لیے ہے۔"

"یہاں پیرس میں اتنی عمدہ اردو سن کر تعجب ہوتا ہے۔"

"میں دنیا کی تیرہ زبانیں جانتی ہوں۔ اس کے علاوہ جیلیٹ جوڈو کی تھرڈ ڈان ہوں۔ ان چار خطرناک آدمیوں کو میں نے صرف ہاتھوں سے ختم کیا تھا۔"

"حسین تاقہ! اردو زبان کی شاعری تم پہ سو فیصدی صادق آتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد ہم دونوں گفتگو کرتے رہے۔ وہ مجھ سے گروپ ... کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتی رہی تھی۔ اور پھر اس نے اپنی معمولات کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ بڑا خوشگوار وقت گزر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس پر میرا اعتماد قائم ہوتا جا رہا تھا۔

یہ پانچواں دن تھا۔ اس کا پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا تھا اور اب وہ مسلسل ورزش کر کے خود کو فٹ کر رہی تھی۔ عام حالات میں بالکل عام لڑکی لگتی تھی۔ اس کے بارے میں جتنا غور کرتا اتنی ہی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ لڑکی میرے ذہن میں ایک مقام حاصل کرتی جا رہی ہے۔

دوپہر کو دو بجے کے قریب بیل بجی اور وہ چونک پڑی۔ پھر اس نے خود جا کر دروازہ کھولا۔ اور چند منٹ کے بعد واپس آ گئی۔ وہ اب سنجیدہ تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔ "علی! کام کا وقت آ گیا ہے۔ وہ شخصیت یہاں پہنچ گئی ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ تم تیار ہو؟"

"سو فیصدی۔" میں نے مستعدی سے کہا۔

"آج رات کو ہم اس سے ملاقات کر رہے ہیں۔" وہ بولی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ "تم میرے ساتھ ہو گے علی۔ وہ چیزیں جو کسی کو مرعوب کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں، کھلی آنکھیں اور چلنے والا ہاتھ۔ مجھے تم پہ اعتماد ہے۔ آؤ میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے دوں۔"

پہلی بار اس نے وہ ٹرانسمیٹر نکالا ... سب پہ تہذیب اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے رہی تھی۔ یہ ہدایات فرنچ زبان میں تھیں جسے میں سمجھتا تھا۔ اس نے کچھ مخصوص علاقوں پہ ان لوگوں کو تعینات کیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ وہاں سے گزرنے والی ہر گاڑی پہ بھی نگاہ رکھی جائے۔

بات گول مول تھی۔ پوری تفصیل مجھے نہیں معلوم تھی لیکن میں نے تہذیب کو اس کے لیے مجبور نہیں کیا تھا اور انتظار کیا تھا کہ اگر وہ خود ہی کچھ بتائے تو ٹھیک ہے لیکن نہ جانے کیوں تہذیب نے بھی یہ جرأت نہیں کی تھی۔

بہت زیادہ احتیاط بعض اوقات بہت بڑی حماقت بن جاتی ہے۔ ہر چند کہ ذہن کی گہرائیوں میں یہ احساس موجود تھا کہ ممکن ہے تہذیب بھی باورڈ کی کوئی چال ہو، لیکن فی الحال اس کی کوئی کسوٹی نہیں تھی۔ یہ بات یقینی تھی کہ تہذیب میرا حامی ہے۔ ... کم از کم اس نے اس سلسلے میں جھوٹ نہیں بولا تھا۔ گرین پول کے بارے میں اس سے قبل کچھ نہیں سنا تھا لیکن میں ان حالات میں بہت زیادہ معلومات بھی تو نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑ دیا جائے۔ تنظیم کے سلسلے میں جو عتاب تھا "دور ہو چکا تھا۔ کم از کم بعد میں جو کچھ ہوا اور جس نے دل کو بہت دکھ پہنچایا اس کے بارے میں بات صاف ہو گئی کہ وہ تنظیم کی طرف سے نہیں تھا۔ اس سے قبل کے خطرناک حالات بھی باورڈ کے پیدا کردہ تھے اور تنظیم کے افراد بھی فرشتہ تو نہیں تھے کہ ان گھٹے معاملات کے باوجود میری طرف سے بدظن نہ ہوتے۔ اور پھر اتنی بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں موجود تھی جس کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ان حالات کی روشنی میں کوئی بھی عدالت مجھے مجرم قرار دیتی۔ بس دل کو ایک احساس اب بھی تھا کہ وہ یہ کہ انہیں مزید تحقیقات کرنا چاہیے تھیں۔ میں نے اپنا مستقبل تاریک کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے جو کچھ ... تھا اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جانا تھا۔ اس طرح میرا حق بنتا تھا کہ ... مجرم قرار نہ دیا جائے۔ بعد میں بھی ان لوگوں نے ... کے بارے میں سوچا تھا۔

تنظیم میں دوبارہ ... کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ضروری بھی نہیں تھا۔ جو فیصلہ کیا تھا اسی پر اٹل تھا۔ یعنی تنظیم کے معاملات ... کچھ بھی سامنے آئے گا ... کچھ سوچے سمجھے بغیر۔ تہذیب ضروری کارروائیوں میں مصروف رہی تھی۔ اور میں نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ زیادہ ٹوہ میں رہنا بھی مناسب نہیں تھا ممکن ہے ... لگ جائے۔ ممکن ہے ادھیو باورڈ کی یہ چال ناکام ... کے سلسلے میں گرین پول معاون ثابت ہو۔ کم از کم یہ کام تو ہو جائے گا۔ بشرطیکہ تہذیب باورڈ کی نمائندہ نہ ہو۔

وہ خود ہی مجھے تلاش کرتی ہوئی آئی تھی۔ "علی! یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں تہذیب۔"

"کچھ سوچ رہے ہو؟"

[illegible]

"کیا سوچ رہے تھے محترم؟" وہ میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"احمقانہ باتیں۔"

"مثلاً؟"

"حماقتیں دوسروں کو بتائی تو نہیں جاتیں۔ اور پھر ایسی شکل میں جب انسان خود ہی انہیں حماقتیں تسلیم کرتا ہو۔"

"گمبھیر لہجہ ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"تم فارغ ہو گئیں آج کے پروگرام کے انتظامات سے؟"

"ہاں تقریباً۔"

"کس وقت جانا ہوگا؟"

"گیارہ بجے۔ یوں سمجھو گیارہ بجے گھر سے نکلیں گے، فائنل پروگرام دس بجے طے ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا اور تہذیب مسکرا دی۔

"بتاؤں کیا سوچ رہے تھے؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور اسی طرح مسکراتے ہوئے بولی۔ "دو باتیں، نمبر ایک۔ یہ خیال ضرور تمہارے ذہن میں ہوگا کہ میں نے صرف اپنے طور پہ تمہیں گرین پول میں شامل کر لیا اور اتنے اہم مشن میں اطمینان سے تمہیں شریک کر لیا۔ اس کی وجہ؟ کیوں علی! یہ ہے نا یہ خیال تمہارے ذہن میں؟"

"ہاں ہے۔"

"جیتے رہو۔ دوسری بات۔ یہ بھی سوچ رہے ہو گے کہ میں نے تمہیں صرف ایک مہرے کی حیثیت دی ہے ورنہ تمہیں اس شخصیت کے بارے میں ضرور بتاتی جس سے ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔"

"ہاں۔ اس بارے میں بھی سوچا ہے میں نے۔" میں نے جواب دیا۔

تہذیب کے ہونٹوں پہ بدستور مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک حسین چمک تھی اور یہ محسوس نہیں ہو پاتا تھا کہ وہ میرے سلسلے میں کسی الجھن کا شکار ہے۔ میں مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا اور یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک مجھ سے فریب کر رہی ہے لیکن ایسا کوئی احساس مجھے نہیں ہو سکا۔

وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تمہارے دونوں سوال بلاشبہ فطری ہیں۔ کوئی بھی شخص یہ باتیں سوچ سکتا ہے۔ خاص طور سے میں نے ایک ہمت بڑھتا تنظیم کا ذکر کیا ہے، اپنی تنظیموں میں لوگوں کو سالہا سال پرکھنے کے بعد شامل کیا جاتا ہے اور اس بات کا یقین کر لیا جاتا ہے کہ

کوئی شخص اتنی بڑی تنظیم میں شمولیت کے قابل ہے بھی یا نہیں۔
لیکن ڈیئر! تمہارے دونوں سوالوں کا جواب دینا میرا فرض ہے۔ علی یار خان! میں نے تمہیں اس نقشے کا حوالہ دیا تھا جو تم نے سان فرانسسکو میں ترتیب دیا تھا اور اس کے بعد امریکی پولیس کی نگاہوں سے بچ کر امریکا سے باہر نکل آئے تھے۔ ذاتی طور پر اگر کسی بھی وقت تنظیم نے تمہارے سلسلے میں جواب طلب کیا تو میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ میں نے جس شخص کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے وہ مکمل طور پر قابل اعتماد ہے اور اس پر پورا پورا بھروسا کیا جا سکتا ہے اور جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ اس تنظیم کی تشکیل عام قسم کی تنظیموں سے ہٹ کر ہوئی ہے اس میں کوئی بھی "ولن" نہیں ہے۔ تو یہ ہے "تقرری" ہے اور اس کے بعد دوسرا انکشاف ہے۔ تقرری کو یہ حقوق حاصل ہوتے ہیں کہ وہ اپنے طور پر اپنے مددگاروں کا انتخاب کرے۔ عارضی یا مستقل۔ سو میں نے اپنا یہ حق استعمال کیا ہے اور تمہارے سلسلے میں اب مکمل طور پر میں ہی جواب دہ ہوں۔ کیا تمہیں اس بات سے کوئی اطمینان ہوا؟"

"ہاں، تہذیب! میں نے اس بات کو اتنے گہرے انداز میں نہیں سوچا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب رہی دوسری بات یعنی اس شخصیت کے بارے میں تو یہ بات بھی تنظیم کے زریں اصولوں میں شامل ہے کہ ہر ڈیپارٹمنٹ اپنا اپنا کام کرتا ہے۔ مثلاً رابطہ ڈیپارٹمنٹ نے اس کام کو وصول کر کے سیلز ڈیپارٹمنٹ کے حوالے کر دیا۔ سیلز ڈیپارٹمنٹ نے اس سلسلے میں گریٹ پول کی معرفت کاروباری گفتگو کی اور اس کے بعد یہ کیس پریکٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ ہر ڈیپارٹمنٹ کے لیے قواعد تقرری موجود ہیں۔ پریکٹیکل ڈیپارٹمنٹ نے اس سلسلے میں منصوبہ بندی کی اور اس کے بعد یہ کیس ایکشن ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ میں ایکشن ڈیپارٹمنٹ کی تقرری ہوں۔ ایکشن ڈیپارٹمنٹ نے یہ کام میرے سپرد کر دیا لیکن ہمارے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہم وقت سے پہلے پوری تفصیل جان لیں۔

تاشی کی یہ گڈی مجھے اسی پراسرار شخصیت کے حوالے کرنی ہے اس میں خیال یہ منصوبہ موجود ہے جو اس کام کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ اس شخصیت کو پیش کر کے اس سے منظور کرایا جائے گا اور اگر وہ اس کی منظوری دے دے گی تو ہم اس پر عمل کریں گے۔ وہ شخصیت ہی ہمیں یہ بتائے گی کہ اس نے یہ منصوبہ منظور کیا یا نہیں اور اس کے بعد وہ ہمیں اپنے کام کی تفصیلات بتائے گی۔ دلچسپ بات یہ ہے ڈیئر علی کہ مجھے اس شخصیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ ایک جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے جس جگہ پر پہنچنے کے بعد مکمل حالات کو سمجھ کر ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ شاید تم اس تمام پروگرام کی افادیت پر غور کر سکتے ہو۔ اگر یہ کسی کے ہاتھ پڑ جاتی یا فرض کرو تاشی کی گڈی تم تک نہیں پہنچتی اور کسی اور کو مل جاتی تو وہ تو بس اس کے بارے میں جانتی تھی نہ کوئی اور۔ وہ لوگ بھی اس سے کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تھوڑی بہت کوشش کرنے کے بعد وہ ماہرین سے تاشی کی گڈی کا منصوبہ حاصل کر لیتے۔ پیسکر بیلا کی بوٹی بوٹی بھی کاٹ ڈالی جاتی تو بھی میں اس منصوبے سے ان لوگوں کو آگاہ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ منصوبہ محفوظ تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے گڈ۔ میری تسلی تو ہو گئی لیکن ایک آدھ سوال اور ذہن میں آگیا ہے۔"

"ہاں! پوچھو! ابھی وقت ہے ہمارے پاس۔"

"وہ شخصیت تم کو اس پیغام کو کیسے پڑھ لے گی۔"

"اسے اس سلسلے میں طریقہ بتا دیا گیا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا اور میں مسکرا اٹھا۔

"واقعی، یہ دونوں باتیں ہی میرے ذہن میں کھٹک رہی تھیں تہذیب۔ اب تم مطمئن رہو میں تمہاری طرف سے ہر طرح کا بھروسا کر چکا ہوں اور اس سلسلے میں مزید کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔"

"گڈ۔ ویسے ڈیئر علی ہم دونوں مل کر کام کریں گے اس کیس سے ہمیں بڑے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں اور میری خواہش ہے کہ اب تم سب سے بڑھ کر مجھ پر یقین کرو۔ نقصان نہیں پہنچاؤں گی تمہیں کسی بھی قیمت پر۔ کوئی اور ثبوت نہیں ہے میرے پاس اپنی سچائی کا۔ بس جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر یقین کرو۔"

"تہذیب۔ یقین کرو آج کے بعد سے میں مکمل طور پر تم پر بھروسا کر رہا ہوں۔" یہ بات میں نے سچے دل اور خلوص کے ساتھ کہی تھی اور تہذیب کو بھی میری اس بات کا یقین آگیا تھا۔

وقت مقررہ پر تہذیب مکمل تیاریوں کے بعد ایک کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ پُررونق سڑکوں سے گزرتے ہوئے ہم کیفے ڈراتوبا کے پاس پہنچ گئے۔ ڈراتوبا ایک خوبصورت اوپن ایئر ریسٹورنٹ تھا جو ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے بنایا گیا تھا اور اپنے خوبصورت پروگراموں کے سبب بہت مشہور تھا۔ اس وقت بھی اس کے طویل و عریض لان پر تمام میزیں بھری ہوئی تھیں۔ درمیان میں ایک چبوترے کا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ جس پر ایک خاتون محو رقص تھی۔ آرکسٹرا حسین موسیقی بکھیر رہا تھا۔

جن لوگوں کو نشستوں پر جگہ نہیں مل سکی تھی وہ ادھر ادھر

کاروں میں بیٹھے مشروبات اور فرانوبا کی خصوصی ڈش ٹھنڈ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کچھ ایسے منچلے جنھوں نے کار کے بونٹ پر ڈیرہ جما رکھا تھا۔ کوئی ترتیب نہیں تھی غالباً ان پروگراموں کو بہت دلچسپی سے دیکھا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ زبردست بھیڑ بھاڑ تھی۔

تہذیب نے اپنی کار عام کاروں سے ذرا ہٹ کر کھڑی کی تھی۔ نیلے رنگ کی ایک عظیم الشان لیموزین جس کی چھت کھلی ہوئی تھی، ایک اور جگہ سے اسٹارٹ ہو کر ریورس ہوئی اور ہماری کار کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

اس سے سفید جیکٹ پتلون اور سرخ جرسی میں ملبوس ایک پہلوان نما نیگرو نیچے اترا اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ایک چھوٹا سا سفید کارڈ تہذیب کی طرف بڑھایا جس پر کوئی تحریر نہیں تھی بالکل سادہ کارڈ تھا اور اس پر صرف چند رنگین لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے بھی اس کارڈ کو بغور دیکھا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ البتہ تہذیب اگنیشن سے چابی نکال کر نیچے اتر آئی اس نے مجھے بھی نیچے اترنے کا اشارہ کیا تھا۔

اس کارڈ میں کیا بات تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن یہ محسوس ہو رہا تھا کہ تہذیب اس کے بارے میں بخوبی جانتی ہے۔

نیگرو نے ہمیں لیموزین میں بیٹھنے کی پیشکش کی اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ تھوڑی دیر کے بعد لیموزین ایک شاندار عمارت میں داخل ہو رہی تھی جس علاقے میں فرانوبا تھا وہ پیرسس کا نواحی علاقہ سمجھا جاتا تھا اور یہ محل اسی علاقے میں تھی یہیں سے وہ سیدھی سڑک جاتی تھی جس نے ہمیں اس عمارت تک پہنچایا تھا۔ یہاں تک کا راستہ پرسکون تھا لیکن نیگرو کو ہم نے محتاط دیکھا تھا۔ عمارت کے صدر گیٹ پر دو قوی ہیکل سفید فاموں نے ہمارا استقبال کیا اور گردن خم کر کے ہمیں اندر چلنے کی پیشکش کی۔ وہ ہمیں ساتھ لیے ہوئے عمارت کی کئی راہداریوں سے گزرے اور پھر ایک بڑے دروازے کے سامنے رک گئے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ ہم اندر پہنچ گئے تھا۔ وسیع کمرہ تھا جسے بڑے اہتمام سے آراستہ کیا گیا تھا۔ فرش پر قیمتی قالین، بڑے بڑے صوفے، دیواروں کے مختلف گوشوں پر بڑے بڑے مصوروں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ ماحول بے حد حسین اور خوابناک تھا۔

ایک لمحے کے لیے یہ ماحول ذہن پر اثر انداز ہوتا تھا۔ بہت بڑے سیاہ رنگ کے ایک صوفے پر ایک طویل القامت سیاہ فام خوب صورت جسامت کے کاؤن میں ملبوس بیٹھا ہوا تھا۔ صوفے کے عقب میں تین خدمت گزار لڑکیاں موجود تھیں۔

سامنے ہی شراب کے برتن میز پر سجے ہوئے تھے۔ بائیں ایک تنومند شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے گالوں پر بڑے بڑے نشان تھے۔ شکل و صورت سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کون سے سے تعلق رکھتا ہے لیکن مضبوط اور گٹھے ہوئے بدن کا آدمی تھا۔ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جوان العمر عورت موجود تھی۔ لیکن نگرو تھی۔ بال ریشم خوب صورت انداز میں بندھے ہوئے شکل و صورت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

جونہی ہم اندر داخل ہوئے گٹھے ہوئے بدن والے شخص نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہمیں ایک صوفے کی سمت اشارہ کر دیا اور تہذیب اس طرف بڑھ گئے تھے لیکن اچانک ہی میری نگاہ اس شخص کی ایک حرکت کی طرف اٹھ گئی۔ وہ خوب صورت سوٹ میں ملبوس تھا گلے میں ٹائی لگی ہوئی تھی اور ٹائی میں ایک خوب صورت پن لگی ہوئی تھی جس کا اوپری حصہ مخصوص ساخت کا تھا۔ بس اتفاقی طور پر یہ بات دیکھ لی تھی کہ ہمیں اس صوفے کی طرف اشارہ کرتے وقت اس شخص نے ٹائی کی پن پر لگے ہوئے خوب صورت پھول کی ایک سمت جھکایا تھا، اس کے بعد پھول خود بخود اپنی جگہ آ گیا تھا۔

جب تہذیب صوفے پر بیٹھ گئی تو وہ سیدھا ہو گیا۔ بار پھر اس کا ہاتھ اس انداز میں ٹائی کی طرف بڑھا جیسے سنبھال رہا ہو لیکن میں نے پھول کو اپنی جگہ سے سرکتے اسی جگہ پہنچتے دیکھ لیا تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں پہنچ گئی اور تو کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا سوائے اس کے کہ کسی قسم کا کیمرہ تھا جو ہماری تصویریں لے رہا تھا۔

میں نے یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے، یہ کارروائی کی طرف سے ہو جو ہمارے سامنے موجود تھی، البتہ تہذیب ایک خاص احساس کے تحت صوفے پر نہیں جھکا تھا بلکہ تہذیب کے بائیں سمت اس طرح کھڑا ہو گیا تھا جیسے میں تہذیب کے باڈی گارڈ کی حیثیت رکھتا ہوں۔

تہذیب نے نہایت ذہانت سے کام لیتے ہوئے اور کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ تب اس شخص نے ہماری طرف دیکھ کر ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس میز پر رکھ دیا اور ایک دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"گرین بول بتھری، کیا میں آپ کے نام سے واقف ہو سکتا ہوں؟"

"تہذیب مالکہ۔" تہذیب نے جواب دیا اور پھر بولی۔ "میرے ساتھی مسٹر ہارکو۔" تہذیب نے خود ہی تعارف کرا لیا تھا۔

"ہم تمھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔" طویل القامت شخص نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیا لیکن یہ مصافحہ صرف تہذیب سے کیا گیا تھا۔ اس نے اپنا سر تعظیماً خم کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی ممنون ہوں۔" پھر سیاہ فام عورت نے بھی تہذیب سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔

بڑے بڑے گل پھول والا مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی ہم سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ کھڑا ہو گیا تب تہذیب نے اپنے لباس سے تاش کی وہ گڈی نکالی اور بڑے احترام سے اٹھ کر اس سیاہ فام شخص کے سپرد کر دیا۔ تاش کی گڈی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ہمیں آپ کی شناخت یہی بتائی گئی تھی مس تہذیب۔" اس نے تاش کی گڈی کھولی اور اپنے عقب میں کھڑی ہوئی ایک لڑکی کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا، لڑکی نے پھرتی سے آگے بڑھ کر شراب کا گلاس اور دوسرا سامان سامنے رکھی ہوئی میز سے ہٹا دیا تھا۔

سیاہ فام نے تاش کی گڈی کو میز پر پھیلانا شروع کر دیا۔ وہ انھیں سامنے کی سمت سے میز پر پھیلا کر ترتیب دے رہا تھا یعنی پشت کا حصہ اس کے نیچے ہی رکھا تھا۔ میری تیز نگاہیں اس قوی ہیکل آدمی کا جائزہ لے رہی تھیں جو مضطربانہ انداز میں مسلسل اپنے ٹائی کے پن کو پکڑے ہوئے تھا اور اس کا پھول ادھر سے ادھر ہو رہا تھا۔

اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ وہ اس گڈی کے بکھرے ہوئے تاشوں کی تصاویر لے رہا تھا۔ سیاہ فام آدمی مسلسل ان تاشوں کی ترتیب کر رہا تھا ان کی جگہیں تبدیل کر رہا تھا اور انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔

اس دوران کسی نے کچھ نہیں کہا تھا۔ سیاہ فام عورت کبھی تہذیب کو اور کبھی اس شخص کو دیکھنے لگتی تھی جو اب بکھرے ہوئے کر تاشوں کی اس گڈی میں کھو گیا تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ اپنے اس کام سے فارغ ہوا اور اس نے لڑکی کو ہی اشارہ کیا جس نے تمام تاش سمیٹ کر یکجا کر دیے تھے۔ سیاہ فام شخص کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے بایاں ہاتھ اٹھایا اور پیچھے کھڑی ہوئی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر اس نے سیاہ فام شخص کو شراب کا گلاس دیا اور سیاہ فام خاموشی سے شراب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا اور مسکرا کر تہذیب کی جانب دیکھنے لگا۔

"گرین بول نے جو منصوبہ پیش کیا ہے، بلاشبہ وہ قابل توجہ ہے اور ہم اس جیسی کسی آرگنائزیشن سے اسی کی توقع رکھتے تھے۔ بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں ہم نے۔ بے شک یہ ایک جامع اور موثر منصوبہ ہے اور مس تہذیب، ہم اس سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں۔ ہمیں یہ ہدایت بھی دے دی گئی ہے کہ تمھیں اس سلسلے میں مکمل طور پر قابل اعتبار سمجھا جائے اور تم سے ہر طرح کی گفتگو کر لی جائے۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ تمھارے علم میں ابھی کچھ نہیں ہے اور تمھیں اس لیے اس سے لاعلم رکھا گیا ہے کہ اگر کسی طرف سے کوئی خطرناک کارروائی ہو جائے تو اس منصوبے کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ اب یہ ہماری ذمے داری ہے مس تہذیب کہ ہم آپ کو اس تمام تفصیل سے آگاہ کریں۔"

اس دوران میں نے مسلسل اس شخص پر نگاہ رکھی تھی جس کا کوئی تعارف وغیرہ بھی نہیں کروایا گیا تھا لیکن غالباً تہذیب بھی اسی انداز میں سوچ رہی تھی جس انداز میں میں۔ میں نے ایک اور بات بھی محسوس کی تھی کہ اس شخص کے ہاتھ پر جو گھڑی بندھی ہوئی تھی وہ اس کی چابی کو ہر تیس سیکنڈ کے بعد گھمانے لگتا تھا۔ اس کی تمام کیفیات اضطراری تھیں۔

نہ جانے کیوں مجھے شبہ ہو گیا کہ یہ شخص اس سیاہ فام کے مخالفین میں سے ہے اور اس وقت اس کی یہاں موجودگی انتہائی خوفناک ہے۔ جو کچھ وہ کر چکا ہے وہ یقینی طور پر نقصان دہ ہے۔

تہذیب نے سیاہ فام شخص کی طرف دیکھا اور پھر اس شخص کی طرف۔ پھر اس کی نگاہ ان مختلف لڑکیوں کی طرف اٹھ گئی اور غالباً اس سیاہ فام شخص نے اس کا مفہوم سمجھ لیا۔

"اب مجھے اپنا تعارف کراتے ہوئے کوئی دقت نہیں محسوس ہو گی مس تہذیب۔ پہلے میں اپنے بارے میں آپ سے سوال کروں، کیا آپ مجھے جانتی ہیں؟"

"آپ کو جو اطلاعات دی گئی ہیں اس کے تحت آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ مجھے آپ سے قطعی لاعلم رکھا گیا ہے۔ مجھے صرف اس کیس کے بارے میں اتنا بتایا گیا ہے کہ یہ گرین بول کے اہم معاملات میں سے ایک ہے اور ایک اہم شخصیت مجھ سے اس موضوع پر بات کرے گی۔"

"یقیناً... یقیناً۔ میں بھی اس حقیقت سے واقف ہوں۔ تو ڈیئر تہذیب میرا نام والٹو موبانے ہے اور اس نام کو سننے کے بعد تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میرا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"اوہ۔" تہذیب کے ساتھ ساتھ میں بھی چونک پڑا۔ والٹو موبانے ایک افریقی ریاست کا حکمران تھا۔ ایک عظیم فوجی جس کے کارنامے ساری دنیا میں مشہور تھے اتنی بڑی شخصیت اس طرح کسی سلسلے میں

ہم سے رابطہ قائم کرے گی اس کے بارے میں تو شاید تہذیب نے بھی نہیں سوچا تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ بھی ششدر رہ گئی، اسی وقت والٹو موباشے نے کہا۔

"اور یہ میری مس کیتھی موباشے ہے اور یہ میرا سیکرٹری والٹر جون ہے۔ یہ تینوں لڑکیاں میری قابل اعتماد دوست ہیں۔ گویا یہاں کے ماحول میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قابل تردد ہو۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے مسٹر موباشے لیکن میری خواہش ہے کہ ہم لوگ تنہائی میں گفتگو کریں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں نے کہا نا ڈیئر تہذیب، میری ذمہ داری پر آپ اس جگہ کو قطعی محفوظ سمجھیں۔"

"نہیں مسٹر موباشے، گریٹ پیلس کے نمائندے کھلی آنکھوں اور کھلے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں۔ یہی ہمارا اصول ہے۔" اس بار میں نے گفتگو میں دخل دیا۔ میں اپنے لیے ایک دائرہ کار منتخب کر چکا تھا اور جو فیصلہ میں نے کیا تھا وہ جلد بازی کا ضرور تھا لیکن میں اس سے مطمئن تھا۔

تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا لیکن اسی وقت میں نے صوفے کی عقب سے چھلانگ لگائی اور اس شخص کو دبوچ لیا جو پیچھے زمین پر آ رہا تھا جو گٹھے ہوئے بدن کا آدمی تھا اور جس پر مجھے مسلسل شبہ ہو رہا تھا۔ وہ مجھ سے اس اقدام کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ سب حیرت سے اس اچانک رونما ہونے والے واقعے کی جانب متوجہ ہو گئے۔

وہ شخص بھی ایک لمحے کے لیے میری اس حرکت کو سمجھ نہیں پایا تھا لیکن میں نے بڑی پھرتی سے اس کا سر بالوں سے پکڑا اور اسے زمین پر دے مارا۔ ایک کربناک چیخ کے ساتھ وہ زمین پر الٹ گیا۔ فرش پر اگر دبیز قالین نہ بچھا ہوتا تو یہ ٹکر اتنی زوردار تھی کہ اس کا بھیجہ باہر نکل پڑا ہوتا لیکن میں نے اسے اتنی قوت سے اس لیے مارا تھا کہ معمولی ضرب اس قالین پر بے اثر تھی۔ البتہ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے بھی بالکل خلاف تھا۔ اس نے دفعتاً اپنا ہاتھ سیدھا کیا، ایک انگلی اٹھائی اور ایک حیرت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے آگیا۔ اس کی انگلی کا اگلا حصہ ایک خول کی شکل میں تھا اور اس خول کے سوراخ میں سے لگاتار تین گولیاں نکلیں۔ اگر میں ایک لمحے کو اپنی جگہ نہ چھوڑ دیتا تو یہ گولیاں میری پیشانی، گردن اور سینے میں پیوست ہو گئی ہوتیں لیکن بدقسمتی سے ان کا نشانہ وہ خوب صورت لڑکی بن گئی جو والٹو موباشے کو شراب پلا رہی تھی۔ تینوں سوراخ اس کے بدن میں ہو گئے تھے اور وہ ایک چیخ کے ساتھ والٹو موباشے کے اوپر آ گری تھی۔ سب کچھ [illegible] حال سے [illegible] تھا اور چونکہ میں [illegible] اور وہ [illegible] گئی

تھا۔ اس لیے میں نے فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھٹنے کے نیچے دبا لیا۔ یہ سب کیا تھا، اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ یہ بات اگر مجھے ایک لمحے کے لیے بھی حیرت میں مبتلا کر دیتی تو تینوں گولیاں میرے بدن میں پیوست ہو سکتی تھیں جو اس نے مسلسل چلائی تھیں۔

قوی ہیکل آدمی اپنے آپ کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا اور ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ تہذیب اچھل کر صوفے پر کھڑی ہو گئی تھی اور میں اس جدوجہد میں مصروف تھا کہ اسے مزید گولیاں نہ چلانے دوں۔ یہاں تک کہ ایک بار میں نے اسے پیر کو ٹخنے کے پاس سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے زمین پر دے مارا اور اس کے فوراً بعد میں نے اس کی بائیں ٹانگ پکڑ کر اس طرح قلابازی کھائی کہ میرا پورا بدن اس کے اوپر پڑتے ہوئے بدن پر آ گیا۔ کئی گولیاں پھر اس کے ہاتھ سے نکلیں لیکن ان کا نشانہ دیوار رہی تھی۔

یہ اتفاق تھا یا شاید میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تھا۔ میری مسلسل کوشش یہی تھی کہ اس کا رخ کسی اور جانب نہ ہونے پائے۔ اسی وقت تہذیب اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی اور پھر اس نے اطمینان سے پستول نکالا اور اس کی نال اس شخص کی گردن پر رکھی اور ٹھس ٹھس کی تین آوازوں کے ساتھ اس شخص کی تمام جدوجہد سرد پڑ گئی۔

والٹو موباشے نے مردہ لڑکی کا بدن اپنی گود سے دھکیل کر میز کے سامنے نیچے گرا دیا اور لباس پر پڑے ہوئے خون کو رومال سے پکڑ کر جھٹکنے لگا۔ سیاہ فام لڑکی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی تھی۔ دونوں لڑکیاں خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

جدوجہد کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ تہذیب نے جو کچھ کیا تھا اس انداز میں کیا تھا لیکن شاید اس کے لیے یہ بات کافی تھی کہ اس شخص نے ایک عجیب و غریب انداز میں گولیاں چلائی تھیں اور وہ ڈھیر ہو چکا تھا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد ماحول میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ تہذیب گہرے گہرے سانس لے رہی تھی، پھر اس نے والٹو موباشے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ واقعہ آپ کے لیے تعجب خیز ہے جناب؟"

"ناقابل یقین ہے۔ یہ شخص، یہ شخص مجھے تعجب ہے۔ یہ میرا سیکرٹری تھا۔" موباشے بولا۔ تہذیب نے میری طرف دیکھا۔

کہا۔ "آپ کو اس شخص پر شبہ کیسے ہوا مسٹر [illegible] کو؟"

"میڈم، میں آپ کا خصوصی ماتحت ہوں۔" میں [illegible]

شخص کے ہاتھ کو سیدھا کر کے اس کا بغور جائزہ لینے [illegible]

کلائی کے بعد اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا بلکہ ہاتھ مصنوعی [illegible]

ہاتھ فولاد کا بنا ہوا تھا۔ چند چوڑیاں کھولنے کے بعد وہ میرے ہاتھ میں آ گیا اور میں نے اس کی ساخت کا جائزہ لے کر اسے احترام سے تہذیب کے سامنے پیش کر دیا۔

"یہ آٹومیٹک پستول ہے بلکہ میگزین کے لحاظ سے آپ اسے مشین گن کہہ سکتی ہیں۔ غالباً یہ سو راؤنڈ چلا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ میڈم اس کے گلے میں جو ٹائی لگی ہوئی ہے اس میں موجود ٹائی پن ایک چھوٹا سا مائیکرو فلم بنانے والا کیمرہ ہے۔ جس سے یہ مسلسل اس دوران کی تمام کارروائیوں کی تصاویر لیتا رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس نے یہ تاش پوری طرح فلم بند کر لیے ہیں۔ اس کے ساتھ اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کوئی ٹیپ ریکارڈر معلوم ہوتی ہے اور اس میں ہماری تمام آوازیں ریکارڈ ہوں گی۔ میں ابھی آپ کے سامنے اس کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

تہذیب .... کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سرخ ہو گیا تھا — میں نے بہت بڑا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے کلائی کی گھڑی اتار کر اس کا ڈھکن کھولا۔ اندر جو مشینری لگی ہوئی تھی اس میں باریک باریک اسپول تھے اور اوپری حصے پر ننھے ننھے سوراخ صاف دیکھے جا سکتے تھے اور اس سے میرے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ چند لمحات کے اندر میں نے اس ٹیپ ریکارڈر کا پورا نظام سمجھ لیا اور اسے ریوائنڈ کر کے چلتے کر دیا اور پھر والٹو موباشے کے سامنے رکھ دیا۔ گھڑی نما ٹیپ ریکارڈر کے ننھے سے اسپیکر سے باریک باریک آوازیں ابھر رہی تھیں، صاف اور واضح جنہیں بآسانی سنا اور سمجھا جا سکتا تھا۔

میرے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے کیمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور پھر وہ ننھی سی باریک مائیکرو فلم نکال کر سیاہ فام کے سامنے رکھ دی۔ کیتھی موباشے بھی ہماری طرف جھک آئی تھی، باقی دونوں لڑکیاں اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھیں۔

سیاہ فام حکمران متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور پھر اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے۔ اس نے تہذیب کی طرف رخ کر کے کہا۔

"سوری... سوری مس تہذیب۔ آپ کو وقت سے پہلے ہم نے [illegible] کی انجام دہی کے لیے مصروف ہونا پڑا۔ یہ جانتے بغیر [illegible] ہمارا مقصد کیا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص جو ہمارے اتنے قریب موجود تھا، ہمارے بالکل قریب ہمارا دشمن [illegible] تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارے بہت سے ارکان [illegible] ہو سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد خاص جنرل اسٹیٹس اس سلسلے میں کیا [illegible] رہا ہے۔ ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ جو لوگ ہمارے اطراف میں

"ان لوگوں کو دلچسپی سیاسی نوعیت کی ہے آپ جانتے ہیں موباشے کہ وہ آپ سے سودے بازی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں تو ان لوگوں پر مکمل بھروسا کریں۔ ہماری پالیسی کچھ بھی ہو۔ فی الحال یہ معاملات ذاتی نوعیت کے ہیں۔" کیتھی نے کہا۔

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ مس تہذیب اگر میں گرین پول سے آخری بات کروں تو آپ لوگ میرے مسئلے میں فوری کارروائی کریں گے؟"

"آپ کے سارے معاملات ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔ اور اس کے بعد آپ ہمارے مشوروں پر عمل کریں گے۔"

"خواہ میں ان سے اتفاق نہ کروں؟"

"نہیں مسٹر موباشے۔ ہر چیز پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔"

"تو پھر سنو۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ میرے دشمن میرا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ بحری بری اور ہوائی فوج کے سربراہ میرے ساتھی ہیں لیکن کچھ لوگ جو کسی خفیہ ذریعے سے قوت حاصل کر چکے ہیں ان لوگوں پر بھی فوقیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور کسی بھی وقت وہ یہ عہدے اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔ مافیا اس خفیہ گروہ کی سازش کر رہا ہے۔ اور بہت گہرے انداز میں کام کر رہی ہے۔ گرین پول کا منصوبہ ہے کہ میں اپنے دشمنوں کو موقع دوں کہ وہ میرا تختہ الٹ دیں۔ اور خواہ یہ اعلان ہی کیوں نہ ہو جائے کہ میں قتل کر دیا گیا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم مزید فوری طور پر تیاریاں کر لیں اور فوراً جوابی کارروائی کر لی جائے۔ یوں ہمارے دشمن ختم ہو سکتے ہیں۔ اس کا مطلب کچھ یہ بھی ہو سکتی۔ گرین پول کا منصوبہ بہت شاندار ہے۔ طویل عرصے سے ہم ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ ہمارے دشمن منظر عام پر آ جائیں۔ اس کوشش میں لاتعداد زندگیاں ضائع ہو چکی ہیں لیکن ہم ان کی گرد بھی نہیں پا سکے ہیں۔ ہر کوشش ناکام رہی ہے۔ ہمارے خصوصی وفاداروں نے اور میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ ایف بی آئی نے انتہائی ذہانت سے اب تک مجھے میرے دشمنوں کی زد سے محفوظ رکھا ہے ورنہ یہ کام ہو چکا ہوتا۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارے دشمن اپنی کمزوریوں پر قابو پاتے جا رہے ہیں اور اس کی مثال اس غدار کی شکل میں موجود ہے۔ یہاں کا آدمی تھا۔ مجھ سے آ کا قریب۔ ایسا کیوں ہوا کاش ہم اس سے معلوم کر سکتے۔ کاش تھوڑی دیر کے لیے یہ زندہ بچ جاتا۔ ہاں کیتھی میں گرین پول کے منصوبے کی بات کر رہا تھا۔ بڑا موثر منصوبہ ہے لیکن بہت پیچیدہ۔ اس کی تکمیل کے لیے ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ بس میں اسی الجھن میں ہوں کیا یہ سب کچھ اس آسانی سے ہو سکتا ہے۔"

"گرین پول جو منصوبہ پیش کرتی ہے اس کے ہر پہلو پر غور کر لیتی ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔" تہذیب کسی قدر اکتا سی گئی تھی۔

"اسی لیے صرف اسی لیے مجھے کچھ وقت درکار تھا۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مجبوری پر غور کرو گی۔" والٹو موباشے نے کہا۔ میں بغور اس شخص کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ اس کی بہن کیتھی بھی میری نگاہوں میں تھی۔

تہذیب نے یکایک مودب ہو کر کہا۔ "یقیناً جناب یہ کچھ آپ کی منظوری کے بعد شروع ہوتا ہے۔ میں آپ کے ہاں ہوں۔ یہ منصوبہ آپ تک پہنچانا میرا کام تھا۔ اس کے بعد فیصلہ آپ پر منحصر ہے۔"

"ٹھیک ہے مس تہذیب۔ لیکن ہمیں اس کے لیے مزید … گھنٹے درکار ہوں گے۔ اس سے پہلے ہی آپ کو فیصلے سے آگاہ کر دیا جائے گا۔" کیتھی نے کہا اور تہذیب اجازت لے کر اٹھ گئی۔ کیتھی ہمیں باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ پارکنگ پر … کیتھی نے کہا۔ "دشمن ہم میں اس حد تک اندر گھسے ہوئے ہیں پہلے مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن مافیا کے لیے … آپ لوگ بھی واقف ہیں۔ اپنی حفاظت ضرور کیجیے گا۔ … فیصلے کی تو اس کے لیے یوں سمجھیے کہ وہ ہو چکا ہے۔ … اس وقت ہمدردوں کی ضرورت ہے۔ اور میں گرین پول پر مکمل اعتماد رکھتی ہوں۔"

"مجھے علم ہے مس … کہ آپ مسٹر موباشے کے معاملات میں مکمل طور پر دخل رکھتی ہیں۔ اس لیے گرین پول آپ کے الفاظ کو پوری اہمیت دیتی ہے۔ میں یہ الفاظ آگے بڑھا دوں گی۔" تہذیب نے کہا۔

"آخری بات۔ مسٹر موباشے ایک شدید ذہنی کشمکش میں … ہو گئے ہیں۔ ورنہ وہ خود گرین پول سے فوری رابطے کے … ہو گئے تھے۔ سیکریٹری کی غداری نے انہیں زبردست … صدمے سے دوچار کیا ہے۔ یہ کشمکش صرف ہیجانی کیفیت … ہے۔ آپ اس وقت کو بس گھنٹے ہی تصور کر لیں … چند گھنٹوں کے اندر آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے کہا۔ اور ہم باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ کیتھی نے خطرے کی نشاندہی کی تھی لیکن ہم پُرسکون رہے تھے اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ البتہ اس دوران ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔

فلیٹ میں اندر داخل ہو کر تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "احمق موباشے نے ہماری کوئی مدارات بھی نہیں کی۔ میرا خیال ہے اس کی کسر میں پوری کر دوں۔"

"اچھا خیال ہے۔" میں نے کہا۔ اور تہذیب مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر کچن چلی گئی۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا سب سرسری سا لگا تھا مجھے۔ لیکن میں اس وقت کو کارآمد سمجھتا تھا۔ کسی بھی جگہ مجھے پاور کے نشانات نہیں ملے تھے یہاں لا کر وہ مجھے کس نگاہ میں رکھنا چاہتا تھا لیکن میں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور اسے بھی میں بڑی کامیابی تصور کرتا تھا۔ گرین پول کے سامنے اگر آسا سا کام بھی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

تہذیب کافی لے آئی۔ اس دوران اس نے لباس بھی تبدیل کر لیا تھا اور اس وقت ایک خوب صورت لباس میں وہ پہلے سے زیادہ حسین اور شگفتہ نظر آ رہی تھی۔

"سر کافی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ اور ایک کپ لے کر میرے بالکل سامنے بیٹھ گئی۔

"شکریہ چیف۔" میں نے بھی "سر" کے جواب میں اسے چیف کہہ کر مخاطب کیا اور وہ ہنس پڑی۔

"وہاں کی حد تک۔ ورنہ میں یہ جرأت نہیں کر سکتی۔ سمجھ میں نہیں آتا اپنے جذبات کا اظہار کیسے کروں؟"

"غور کرو۔" میں نے کافی کے گھونٹ لے کر کہا۔

"غور کیا تھا شرم آ گئی۔" تہذیب نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک نظر آ رہی تھی۔ اور اس چمک کا مفہوم واضح تھا۔ میں کچھ سوچنے لگا۔ اس مفہوم کا جواب سوچے سمجھے بغیر نہیں دیا جا سکتا تھا۔ تہذیب کو وہ مقام دیا جا سکتا تھا جس کی طلب اس کی آنکھوں میں تھی۔ دل کے صفحے پر ایک نام لکھا جا سکتا تھا لیکن اس نام کی ذمے داریاں نبھانے کے لیے غور کرنا تھا۔ مغرب کی پروردہ یہ لڑکی نہیں جانتی تھی کہ پاکستان کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے کسی کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دے کر اسے کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ لڑکی ایک زمین دوز گروہ کی رکن جو کیسے ہی عادات میں یہاں تک پہنچی ہو اس مقام کی اہل نہیں تھی۔ اور میں دھوکے کا کھیل نہیں کھیل سکتا تھا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ مجھے پسند تھی۔

"وہ بات جس پر شرم آ جائے بہتر ہے دل کی گہرائیوں میں چھپا رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"مشرق بول رہا ہے۔"

"پاکستان بول رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں شاید۔" اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔ پھر جلدی سے بولی۔ "علی بابا خاں تمہارے سامنے … وہ جس نے امریکہ میں … کی ملاقات کا منتظر تھا!"

"اب ایسا خاص کارنامہ بھی نہیں تھا۔"

"گرین پول کی ناک اونچی کر دی ہے تم نے۔"

"شکریہ محترمہ اب آگے بھی تو بڑھیں۔"

"کیا واقعی؟" اس نے کافی کی پیالی رکھ کر پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی میں مسکرائی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر ہم سنجیدہ ہو گئے۔ "خوب نگاہ رکھی تم نے اس پر واقعی یہ صرف اس وقت ہی نہیں بلکہ آگے جانے کے پروگرام میں بھی خطرناک بات ہوتی۔ تمہیں کیا اندازہ ہے ان تمام معاملات کے بارے میں؟"

"بہت غور طلب ہیں۔"

"میں تم سے اس بارے میں تبادلہ خیالات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کرو۔"

"گوسٹ پل کے بارے میں کچھ معلومات ہیں تمہیں؟"

"قطعی نہیں۔"

"میں بھی نہیں جانتی۔"

"جبکہ جاننا ضروری ہے۔"

"اس کی فکر نہ کرو گرین پول کا ریکارڈ سیکشن ہمیں اس بارے میں مکمل معلومات فراہم کرے گا۔ والٹو موباشے کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"اچھا آدمی ہے لیکن حالات سے پریشان ہے۔"

"اس کی بہن کیتھی پر نوٹ؟"

"اپنے بھائی سے زیادہ چالاک معلوم ہوتی ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔ معاملہ ایک حکومت کا ہے۔ … دلچسپ حالات ہو سکتے تھے۔ کیا خیال ہے کیا وہ گرین پول کی خدمات حاصل کریں گے یا … حاصل کریں گے؟"

"نہیں۔ اب فرار کی کیا گنجائش ہے لیکن مجھے ان لوگوں سے زیادہ گرین پول کا انداز کار کچھ پراسرار لگ رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"بس اس کا طریقۂ کار۔"

"یوں سمجھو علی کہ یہ گروہ کسی ایک شخص کی تشکیل نہیں ہے بہت سے خطرناک اور تعلیم یافتہ لوگوں نے مل کر یہ گروہ بنایا ہے۔ میں تمہیں کچھ مزید تفصیل بتاؤں اس کے بارے میں۔ مسٹر گیلپے آرگروائل نامی ایک شخص نے اس گروہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ شخص شکاگو کا باشندہ تھا اور مافیا کے ہاتھوں اسے زبردست نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ ابتدا میں یہ گروہ صرف مافیا کے خلاف کام کرتا تھا۔ اور اس کے زیادہ تر اقدامات اسی کے خلاف ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے مافیا کے بہت سے مفادات کو نقصان پہنچایا اور اس طرح گروہ کچھ دوسری نگاہوں میں بھی آ گیا۔ اس کے ممبروں کی تعداد بڑھتی

گئی یہاں چمک کر پھر ایک بڑے ملک کی نگاہ میں آ گئے۔ اگلی منزل ہم
سے چند کام ایسے جنہیں بخوبی انجام دیا گیا یوں گرین پول کی شہرت
ہو گئی۔ میں تمہیں گرین پول کے اصولوں کی تفصیل بتا چکی ہوں اس کے
تحت جدید ترین بنیادوں پر کام کیا جاتا ہے۔ ہر تقرری اپنی پسند
کے لوگوں سے کام لے سکتا ہے؟ تو اسے معلومات دیتا ہے لیکن
تو کسی غلط ہدایت پر تقرری اسے ٹوک سکتا ہے۔ جو کام ایکشن
ڈیپارٹمنٹ کے تقرری کے سپرد کیا جاتا ہے وہ اس پر مکمل طور پر
حاوی ہوتا ہے اور اسے اپنے اقدامات کی آزادی ہوتی ہے۔
ہاں اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر وہ تو کو اطلاع دیتا ہے
اور تو اس غلطی کو سنبھالتا ہے یہاں سب کچھ باہمی اعتماد پر چلتا ہے
"گوٹے ہل کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں تھا؟"

"قطعی نہیں۔"

"پھر اب کیا کرو گی؟"

"وائٹو موباٹے کی طرف سے "یس" ہونے کا انتظار۔ اس کے
بعد ایکشن ڈیپارٹمنٹ سے مشورہ ہوگا اور پلاننگ ڈیپارٹمنٹ
ساری تفصیل پیش کرے گا۔"

"دلچسپ معلومات ہیں۔"

"واقعی دلچسپ ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

کیتھی براؤن نے جو کچھ کہا تھا درست کہا تھا۔ دو گھنٹے
کے بعد ہی اس کا فون موصول ہوا۔

"سربراہ سے بات کرو۔" اس کی آواز ابھری۔ اور پھر دوسری
آواز سنائی دی۔

"تم جانتی ہو میں کون ہوں؟"

"یقیناً جناب۔" تہذیب نے کہا۔

"میں نے ایگریمنٹ سائن کر لیا ہے۔ کام شروع کر دو۔"

"کل صبح گیارہ بجے میں آپ سے ملاقات کر رہی ہوں۔"

"ساڑھے تین بجے تمہیں جگہ بتا دی جائے گی۔" جواب ملا۔

"او کے۔" تہذیب نے کہا اور فون بند کر دیا۔

یہ تمام گفتگو میری موجودگی میں ہی ہوئی تھی، اور میں اس
وقت تہذیب کے اتنے نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ دوسری طرف کی
آوازیں بھی مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ ٹیلی فون بند
کرنے کے بعد تہذیب سنجیدہ ہو گئی۔ چند لمحات تک پُر خیال
انداز میں گردن جھکائے بیٹھی رہی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ علی! میرا خیال ہے ہمیں پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے
رجوع کر لینا چاہیے، تاکہ ان لوگوں سے ملاقات سے قبل تفصیلی
گفتگو کی جا سکے۔"

میں نے اس معاملے میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اگر تہذیب
مجھے اس وقت اپنے ساتھ اس کمرے میں شاید لاتعلق [illegible]
ایک مخصوص طرز کے ٹرانسمیٹر پر گرین پول کے کسی شخص سے رابطہ
قائم کرنا چاہتی تھی، تو شاید میں اس پر اعتراض نہ کرتا۔ میرا تو اب
بھی یہی خیال تھا کہ تہذیب نے اس طرح مجھ پر اعتماد کر کے بہت
زیادہ ذہین ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔ میری شکل میں کوئی اور
شخص بھی ہو سکتا تھا جس سے اگر وہ اتنی متاثر ہو جاتی، تو ممکن ہے
اُسے نقصان پہنچ جاتا۔ مافیا کے بارے میں میری معلومات بہت
زیادہ تو نہیں تھیں، لیکن دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اس دہشت گرد
تنظیم کے جال سے میں واقف تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا
جیسے گرین پول اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہو۔

ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔
روشنیاں اس چھوٹی سی مشین میں تڑپ رہی تھیں۔ بہت ہی
جدید قسم کا ٹرانسمیٹر تھا، اسپیکرز سے آوازیں ابھر رہی تھیں
چنانچہ میری تمام توجہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

تہذیب شاید گرین پول کے کوڈ دوہرا رہی تھی۔ پھر
چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

"ایکشن ڈیپارٹمنٹ لو۔"

"تہذیب ہاکم ایکس، سلام پیش کرتی ہے جناب۔"

"میں بے چینی سے تمہاری طرف سے ہونے والی کارروائی
کا منتظر تھا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اس انتظار کی وجہ پانی کی طرف سے ہونے والی دیر تھی جناب۔
تاہم میں اس سے ملاقات کر چکی ہوں۔ مسٹر وائٹو موباٹے آف
گوٹے ہل ہیں۔"

"ہاں بالکل ٹھیک۔ کیا کارروائی تک پہنچا جیسے گئے۔"

"ہاں۔ اور انھوں نے گرین پول کے منصوبے پر مکمل
اعتماد کا اظہار کیا۔" تہذیب نے کہا اور پھر شروع سے آخر تک
اس ملاقات کی کہانی سنا دی۔ دوسری طرف اس دوران بالکل
خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر تہذیب نے کہا۔

"اور اب سے چند گھنٹے قبل وائٹو موباٹے کی بہن کیتھی
براؤن نے مجھے اطلاع دی تھی کہ مسٹر موباٹے گرین پول کے منصوبے
پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ کل گیارہ بجے میرے اور
ان کے درمیان ملاقات طے پائی ہے۔"

"گڈ۔ لیکن تہذیب جو کچھ تم نے سنایا ہے وہ قابل توجہ
ہے۔ اگر وہ لوگ اس حد تک وائٹو موباٹے میں گھسے ہوئے
ہیں، تو پھر وائٹو موباٹے کے سلسلے میں کوئی بہت ہی اہم اقدام
کرنا ہوگا، ورنہ ہماری اسکیم ناکام بھی ہو سکتی ہے۔ افریقی
کا [illegible] حکمران سے [illegible]
ریاستی معاملات میں [illegible] ہیں اور ہمیشہ ان کے دشمنوں
کو نظر انداز کرتا ہے۔ لیکن اس بار چونکہ مافیا اس کے دشمنوں کے پس
پشت ہے اس لیے ذرا سی الجھنیں پیش آ رہی ہیں۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ
اس سلسلے میں ابھی تک کوئی مزید منصوبہ بندی نہیں کر سکا ہے کیا
تم اس کی خواہش مند ہو کہ تمہیں اپنے آئندہ اقدامات کے لیے پلاننگ
ڈیپارٹمنٹ سے نیا منصوبہ دیا جائے۔"

"نہیں جناب، میں تو ابھی اس قدیم منصوبے سے بھی آگاہ
نہیں ہوں۔"

"وہ اصول کے مطابق صبح ساڑھے آٹھ بجے تمہارے
پاس پہنچ جائے گا، اس سے قبل اگر تم چاہو تو میں اس کا بندوبست
کر سکتا ہوں۔"

"نہیں میرا خیال ہے ابھی فوری طور پر اس کی ضرورت
پیش نہیں آئے گی۔ ان حالات کے تحت ممکن ہے میں بھی کچھ
کر سکوں۔ تاہم مسٹر وائٹو موباٹے نے مختصراً مجھے گرین پول کے اس
نئے منصوبے کے بارے میں بتایا ہے اور غالباً وہ یہی ہے کہ
گوٹے ہل میں وائٹو موباٹے کے خلاف انقلاب برپا ہونے دیا
جائے اور اس کے بعد وائٹو موباٹے اس سلسلے میں جوابی کارروائی
کرے۔ یوں اس کے دشمن منظر عام پر آ جائیں گے اور وہ انھیں
صحیح طور پر گرفتار کر سکے گا۔"

"ہاں یہی منصوبہ اسے پیش کیا گیا ہے۔" دوسری طرف سے
جواب ملا۔

"میرا خیال ہے جناب، میں اس سلسلے میں خود بھی پلاننگ
کر سکتی ہوں۔"

"گرین پول تمہیں اس کا اہل سمجھتا ہے تہذیب ہاکم ایکس۔
اگر تم چاہو تو پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے اس سلسلے میں مزید امداد
لے سکتی ہو، ورنہ ہم تم پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔"

"ہماری تنظیم کے تمام افراد یہاں موجود ہیں جناب۔"

"ہاں، آخری آدمی کو بھی بھیج دیا گیا ہے۔ تم اپنے پاس
موجود یہاں سب کو ٹرائل کر سکتی ہو۔"

"میرے خیال میں کافی مناسب اقدامات ہیں۔ میں اپنے
منصوبے کا آغاز کر رہی ہوں۔"

"ہماری نگاہیں تم پر مرکوز ہیں۔ گرین پول اگر اپنے اس
منصوبے میں کامیاب ہو گئی تو یوں سمجھ لو کہ افریقی ریاستوں کے
معاملات بھی ہمارے ہاتھ میں آ جائیں گے اور ہمیں اس سے
زبردست شہرت ملے گی، نیز عظیم مالی منافع بھی حاصل ہوگا۔"

"او کے مسٹر تو، اجازت چاہتی ہوں۔" تہذیب نے
ٹرانسمیٹر کے بٹن آف کیے اور آہستہ آہستہ روشنیاں معدوم ہو گئیں

چلی گئیں۔ میں گہری نگاہوں سے تہذیب کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ سب کچھ مجھے بہت دلچسپ لگ رہا تھا اور اب جب کہ میں ذہنی طور پر آزاد تھا اور کوئی ایسی مہم مجھے درپیش نہیں تھی جو تنظیم کی طرف سے میرے سپرد کی گئی ہو، تو میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ گرین پول کے اس دلچسپ کھیل میں مکمل طور پر حصہ لوں، تنظیم کے سلسلے میں اب دل میں کوئی کدورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس لیے دماغ بھی تروتازہ تھا اور میں اپنی قوتوں سے کام لے سکتا تھا۔

تہذیب میری جانب متوجہ ہوئی اور پھر اس نے کچھ خیال انداز میں گردن ہلائی۔

"کیا خیال ہے علی یار خان، میں نے جو گفتگو کی وہ غلط تو نہیں تھی؟"

"مجھے شرمندہ کر رہی ہو تہذیب، بھلا اتنے ذہین لوگوں میں میری کیا گنجائش ہے، جو تم مجھ سے مشورہ لے رہی ہو۔"

"علی یار خان یہ بات کہتا ہے تو مجھے ہنسی آتی ہے، بس میں اس نام سے بے حد متاثر ہوں، اس لیے اسے اہمیت دیتی ہوں، آؤ ابھی تھوڑی دیر آرام کریں، مزید کچھ دیر گفتگو کریں گے۔"

ہم دونوں پھر اپنی نشست کے کمرے میں آ گئے۔ میں نے تہذیب سے ایک اور سوال پوچھا۔

"وہاں تمہارے گروہ کے کتنے افراد ہیں؟"

"جو لوگ میرے علم میں ہیں، ان کی تعداد ساٹھ کے قریب پہنچتی ہے۔ ان میں بیس افراد ایسے ہیں جو یہاں بہترین پوزیشن کے حامل ہوں گے، یعنی اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش آ جائے جس کا تعلق براہ راست پولیس یا حکومت سے ہو تو وہ اپنے اپنے طور پر ان معاملات کو سنبھال سکتے ہیں۔ تقریباً چالیس آدمی ایسے ہیں جو صرف عمل کرتے ہیں۔ ان میں جرائم پیشہ لوگ بھی ہیں اور عام زندگی گزارنے والے بھی۔ لیکن عام زندگی گزارنے والے وہ لوگ ہیں، جو گرین پول کے مستقل ممبر ہیں۔ جن جرائم پیشہ لوگوں کو ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا ہے وہ یہاں کی زیر زمین تنظیموں کے رکن ہیں، میرا مطلب ہے ایسے جرائم پیشہ افراد، جو رقم کے عوض ہر طرح کا کام کر لیتے ہیں۔ درجوں کے مطابق انھیں ان کے کاموں کے لیے مخصوص رکھا گیا ہے۔"

"گویا ایسی کچھ جگہیں ضرور تمہارے پاس ہوں گی تہذیب! جہاں اگر ہم کچھ خفیہ کارروائیاں کرنا چاہیں تو کر سکیں۔"

"کیوں نہیں، گل پارک میں ایک ایسی عمارت ہمارے پاس ہے، جس کا اوپری حصہ کسی اہمیت کا حامل نہیں، اور وہاں ایک سادہ اور معصوم سی فیملی رہتی ہے لیکن اس کے زیر زمین تہ خانے ہماری خفیہ سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔"

"گڈ... گڈ... میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

تہذیب میری صورت دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"صورت حال کافی حد تک تمہارے علم میں آ چکی ہے علی یار خان، کیا اس بارے میں تم مجھے کوئی مشورہ نہیں دو گے؟"

"دل تو چاہتا ہے تہذیب لیکن ڈرتا ہوں کہ مذاق نہ اڑاؤ۔"

"کیسے جاؤ گے ایسی باتیں، میں نے بلاوجہ تو تمہیں اپنے ساتھ شامل نہیں کیا، مجھے بھی اپنی عزت برقرار رکھنی ہے۔"

تہذیب شکایتی انداز میں بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"سچی بات تو یہی ہے تہذیب کہ میں ابھی تک تمہیں ہی نہیں سمجھ سکا، جہاز میں ہماری مختصر سی ملاقات ہوئی اور اس کے بعد ائیرپورٹ پر تمہارے اغوا کی واردات ہو گئی۔ تم دوبارہ بھی مجھے بالکل ہی اتفاقیہ انداز میں ملیں، اب یہ دوسری بات ہے کہ تلاش کے بارے میں، میں نے ذرا مختلف انداز میں سوچا ہے۔ فرض کرو اگر ہماری دوسری ملاقات نہ ہوتی تو؟ اس کے باوجود میں یہ بات مان لیتا ہوں کہ چلو تم مجھے تلاش کر لیتیں لیکن کیا ضروری تھا کہ تم مجھ پر اس حد تک اعتماد بھی کر لیتیں۔ یہ تمام چیزیں ہیں جو مجھے ابھی تک حیران کیے ہوئے ہیں اور اب تم مجھے ایک اتنی بڑی تنظیم کے ایک رکن کی حیثیت سے اس کے تمام معاملات سے آگاہ کر رہی ہو۔ تہذیب میں تمہیں اپنے بارے میں حتمی طور پر یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ میری ذات تمہارے لیے کسی طرح نقصان دہ نہیں ہوگی لیکن میری جگہ اگر کوئی اور چالاک آدمی تم تک پہنچتا تو کیا اس طرح تم دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں؟"

میرے ان الفاظ پر تہذیب مسکرانے لگی، پھر اس نے کہا

"میں اپنے آپ کو بہت ذہین تو نہیں سمجھتی علی یار خان لیکن کم از کم اتنا تو تسلیم کرو کہ گرین پول نے مجھے ممبری کی حیثیت بلاوجہ ہی نہیں دی، کوئی تو ایسی بات ہوگی کہ اس کا مجھے اہل سمجھا گیا، بس میرے اس جواب میں تمہارے تمام سوالات کی تفصیل پوشیدہ ہے۔"

"ہاں، میں تمہاری زیرکی کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا، بہرحال اگر تمہاری خواہش ہے تو میں بھی اپنے احمقانہ خیالات تمہارے سامنے پیش کیے دیتا ہوں، زیادہ سے زیادہ تم ہنس دو گی ان پر، مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"تو پھر جلدی سناؤ۔" تہذیب بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔

"نمبر ایک تہذیب، کیتھی براؤن، والٹو موباسے کی بہن ہے۔ ایک غیر شادی شدہ بہن جو اس کے معاملات میں کافی حد تک دخیل ہے، ایک شخص جو والٹو موباسے کا سیکرٹری تھا، اس کے بہت قریب تھا اور اگر وہ ان نامعلوموں کی تصاویر لینے کی کوشش نہ کرتا اور صرف ہماری آوازیں ہی ریکارڈ کر لیتا، تو شاید منظر عام پر نہ آ سکتا۔ ایک حماقت ہوئی تھی اس سے اور میں نے فوری طور پر جو سوچا وہ کر ڈالا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ اس وقت یہ تمہارے حق میں ہوگا یا نہیں۔ تو ڈیئر تہذیب، جب حکومتوں کے خلاف سازش ہوتی ہے تو اسے بھی اعلیٰ پیمانے کے لوگ یہ سازشیں کرتے ہیں جو سطحی انداز میں نہ سوچ سکیں، جن کی نگاہوں میں رشتے وغیرہ بے معنی ہو جائیں۔ ہم کیتھی براؤن کو بھی شبے سے بالاتر قرار نہیں دے سکتے۔" میں نے کہا اور تہذیب کے چہرے پر ایک دم سنسنی سی پھیل گئی۔ وہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تو تمہارا مطلب ہے... تمہارا مطلب ہے...؟"

"ہاں تہذیب ہم کیتھی براؤن کو نظرانداز نہیں کریں گے۔"

"اگر یہ بات ہے علی تو... تو اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ کاش شاید ہمارا منصوبہ دشمن کے علم میں بھی آ گیا ہو؟"

"جلدبازی نہیں کریں گے لیکن جب گرین پول اس سلسلے میں کام شروع کر چکی ہے تو پھر یہی وہ تمام اقدامات کرنے ہوں گے جو اس سلسلے میں موزوں ہو سکتے ہیں۔"

"مثلاً... مثلاً... تم نے تو میرے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں کہتے ہو تم، ہم اسے بھی تو نظرانداز نہیں کر سکتے... یہ... یہ تو بڑی بھیانک بات ہوگی کہ ہمارا منصوبہ پہلے سے دشمنوں کی نگاہ میں آ جائے، کیا اس کے بعد آسانی سے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔"

"نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک طرح سے اسے ناممکن تصور کرو۔ چنانچہ میں سب سے پہلی تجویز پیش کروں گا کہ کیتھی براؤن کو اغوا کر لیا جائے اور جس مکان کے بارے میں تم نے مجھے تفصیل بتائی ہے اس کے تہ خانے میں پہنچا دیا جائے۔ ہم وہاں پر دوسرے طریقوں سے بھی اس سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

میرے ان الفاظ پر تہذیب کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، وہ چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"اچھا منصوبہ ہے اور والٹو موباسے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"والٹو موباسے کو بھی روپوش ہو جانا چاہیے اور اس کی جگہ اس کا ایک ہم شکل تمام معاملات کو کنٹرول کرے گا اور اگر تمہیں منظر عام پر آ کر کارروائیاں کرنے کے سلسلے میں کوئی مجبوری ہو تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے تمہاری جماعت [illegible]

سے مختلف نہیں ہے۔ میں بے شک والٹو موباٹے کے مقابلے میں ہیچ ہوں لیکن اس کے باوجود میں والٹو موباٹے کی شخصیت قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"خدا کی پناہ!" تہذیب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ وہ بے پناہ ہیجان کا شکار ہو گئی تھی۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح سر پکڑے بیٹھی رہی۔ اس دوران اس کے چہرے پر کئی رنگ تبدیل ہوئے تھے، میں اس کی کیفیات کا تجزیہ کر رہا تھا۔ غالباً میری تجویز سے وہ بہت متاثر ہو گئی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور کہنے لگی۔

"علی یار خان! بہترین تجویز ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طرح ہم اپنے منصوبے کو زیادہ بہترین انداز میں عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ والٹو موباٹے کو اعتماد میں لینا ہوگا... لیکن کیتھی براؤن... کیتھی براؤن...؟"

"میں سمجھتا ہوں، اس طرح ہم خطرات کم سے کم کر لیں گے۔ اگر کیتھی براؤن ہم لوگوں کے خیال کے مطابق ان لوگوں کی حامی نہ نکلی، تب بھی میرا خیال ہے تم اس کی حیثیت سے زیادہ موثر طور پر اپنا کام انجام دے سکتی ہو۔ اس کے لیے تھوڑی سی محنت تو کرنا ہوگی، لیکن یوں سمجھو کہ ہم دشمنوں کے بالکل نزدیک پہنچ جائیں گے۔"

"کیتھی براؤن کا اغوا بھی تو آسان کام نہیں ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ اس نے ہمیں دشمنوں سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ تو کیا اس نے اپنے لیے محفوظ انتظامات نہیں کر رکھے ہوں گے؟"

"میرا خیال ہے، میں انتہائی ڈرامائی انداز میں یہ کام انجام دیا ہوگا۔ اگر تم چاہو تو میں گرین پول کے اس نئے کیس کے سلسلے میں مکمل طور پر منصوبہ بندی کر کے اپنا پروگرام تمھیں پیش کر دوں۔"

"علی یار خان! اب تم گرین پول سے الگ نہیں ہو، ہم مکمل طور پر تم پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ تمھاری شہرت بھی اس قدر زیادہ ہے کہ اگر میں تو الف بے بتا دوں تو بذاتِ خود تمھاری ذات متوجہ ہو جائے گی۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی ڈیئر تہذیب! وہ یہ کہ ایف۔ بی۔ آئی اس سلسلے میں کیوں اس قدر دلچسپی لے رہی ہے؟"

"ایف۔ بی۔ آئی ظاہری بات ہے کہ اپنے ملک کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہوگی۔ ذاتی طور پر تو والٹو موباٹے کا کوئی مسئلہ اس سے متعلق نظر نہیں آتا۔ ہمیں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔"

"ہوں! بس میں بھی سوچ رہا تھا لیکن ہمیں ہر فرد سے محتاط رہنا ہوگا۔"

"ایک بات ذہن میں آ رہی ہے علی یار خاں۔"

"وہ کیا؟"

"اگر تم والٹو موباٹے کی حیثیت اختیار کر لیتے ہو تو تمھاری اپنی حیثیت ختم ہو کر رہ جائے گی اور تم ایک دائرے میں محدود ہو کر رہ جاؤ گے کیونکہ تم بے شمار نگاہوں کا نشانہ ہو گے اس کے برعکس اگر تم کسی اور شخصیت میں والٹو موباٹے کے نزدیک رہتے ہو تو زیادہ موزوں رہے گا۔ جہاں تک والٹو موباٹے کے مشکل کی بات ہے، ہم اس کے سامنے یہ تجویز پیش کر دیں گے اور کسی اور کو اس کا ڈپلی کیٹ بنا دیں گے۔"

تہذیب کی بات کافی حد تک وزن دار تھی۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔ "ہاں! میں اس تجویز پر تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ اچھا تہذیب! اب سب سے بڑا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سے کب رابطہ قائم کرو گی؟"

"اوہ! اس کے لیے ایک منٹ کا توقف بھی درکار نہیں ہوگا۔ میں فوری طور پر ان سے رابطہ قائم کیے لیتی ہوں۔"

"تہذیب! یہاں آتے ہوئے تم نے ان لوگوں کو اپنی حفاظت پر مامور کیوں نہیں کیا؟" میں نے سوال کیا اور تہذیب مسکرانے لگی۔

"اس لیے کہ یہ ہمارے طریقۂ کار اور ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ یہاں کے بارے میں اب مجھے خود اندازہ ہو گیا ہے کہ یہاں مجھے مافیا کے گروہ سے واسطہ پڑے گا۔ ذاتی طور پر بے تعلق رہ کر ہی میں اس گروہ کی مشکوک نگاہوں سے بچ سکتی تھی۔ میرے آدمی بھی اگر اس کی نگاہوں میں آ جاتے تو پھر ان کی پوزیشن خراب ہو جاتی اور یہ بات تو تم جانتے ہی ہو علی کہ ہر شخص بروقت اور صحیح فیصلے کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔"

"ہوں! تو پھر ٹھیک ہے، ان سے کہو کہ وہ تیاریاں کریں۔ میں انھیں کچھ خصوصی ہدایات جاری کرنا چاہتا ہوں۔"

"او کے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے بعد ایک مخصوص وائرلیس کے ٹرانسمیٹر پر جو اس ٹرانسمیٹر سے مختلف تھا جس پر اس نے گرین پول کے "ٹو" سے بات چیت کی تھی، تہذیب نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کیا۔ کافی دیر تک وہ ان سے گفتگو کرتی رہی اور اس کے بعد میں نے انھیں مکمل ہدایات جاری کیں جس کے نتیجے میں دوسری صبح ساڑھے سات بجے چند افراد ہمارے اس فلیٹ میں پہنچ گئے۔ وہ اپنے ساتھ [illegible] سامان لائے تھے۔ اس میں میک اپ کا سامان بھی تھا اور ایسے دوسرے جدید ترین اور چھوٹے ہتھیار بھی جنھیں استعمال کر کے ہم آسانی سے اپنا بچاؤ کر سکتے تھے۔ دراصل سیکریٹری مجھے یاد تھا جس نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کی جگہ مصنوعی فولادی شکنجہ لگا کر ایک ایسا بندوبست کیا تھا جو قابلِ حیرت اور قابلِ رشک تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نہتا آدمی اچھے خاصے گروہ کو ختم کر سکتا ہے۔ کسی کو بھی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی آتشیں اسلحہ موجود ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ مافیا کے تعاون سے والٹو موباٹے کے دشمنوں نے خاصی مضبوط حیثیت اختیار کر لی تھی اور اب ان کے درمیان گھس کر ان کے منصوبے کو ناکام بنانا تھا۔ ہر چند کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن ذہن بٹانے کے لیے اور اولیو باورڈ کی منصوبہ بندی کو ناکام بنانے کے لیے گرین پول کے ساتھ شرکت ضروری تھی۔ حالانکہ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ ایف۔ بی۔ آئی کے ذریعے اولیو باورڈ کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں لیکن فی الحال یہ ممکن نہیں تھا۔ میں ان لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے بھی انتظامات کر چکا تھا۔ بعد کے دو گھنٹے صرف میک اپ میں گزرے اور تقریباً پونے دس بجے ہم سب تیار ہو گئے۔ ناشتا اس کے بعد کیا گیا تھا۔ میں نے فنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تہذیب مالکم ایکس کو کیتھی براؤن بنا دیا تھا۔ وہ لوگ جو یہاں آئے تھے اور جو تہذیب کے خیال کے مطابق گرین پول کے انتہائی قابلِ اعتماد لوگوں میں شمار ہوتے تھے، میری مہارت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔

تہذیب مالکم ایکس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر کہا۔ "علی یار خان! تعجب کی بات ہے، تمھارے بارے میں، میں نے صرف یہ سنا تھا کہ تم برکلے یونیورسٹی سان فرانسسکو کے ایک ذہین طالب علم تھے، وہاں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور یہ کہ تم صرف جذباتی بنیادوں پر یہودی تسلط کے خلاف میدانِ عمل میں اتر آئے تھے۔ قتل و غارت گری بھی کرنا پڑی تھی تمھیں لیکن اب... اب تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے کسی جدید ترین ملک کا زبردست سیکرٹ ایجنٹ میرے سامنے موجود ہو۔ میک اپ کے فن میں تمھاری مہارت بھی قابلِ داد ہے۔ تمھارا عمل کا انداز بھی نرالا ہے اور تمھارا ذہن... اس سے ... ہاں، تو علی یار... کس قدر تعریف کروں کم ہے کتنی پھرتی اور برق رفتاری سے تم عمل کرتے ہو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ دوسرے لمحے تمھارا قدم کیا ہوگا۔"

جن لوگوں کو تہذیب مالکم ایکس نے مدعو کیا تھا، ان میں سے ایک کا نام فریڈ ونسٹن تھا، دوسرا پارکر نامی تھا اور تیسرا ایلن گارگو۔

ایلن گارگو تہذیب مالکم ایکس کے منہ سے میرا نام سن کر دنگ رہ گیا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں کھڑے ہو کر کہا۔ "کیا یہ... یہ وہی علی یار خان ہیں... میرا مطلب ہے... وہ... وہ جنھوں نے وہ نقشہ ترتیب دیا تھا؟"

"ہاں، وہی ہیں یہ۔"

"اوہ! بہت بڑی شخصیت ہیں یہ میڈم۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ آپ کے ساتھ نظر آ رہے ہیں، آپ نے کیا سمجھا ہے انھیں؟"

"ہاں ہاں، بہت کچھ سمجھا ہے میں نے انھیں... اور اب یہ ہمارے ساتھی ہیں۔"

"تب تو پھر یہ کہنا چاہیے کہ... کہ..." ایلن گارگو خاموش ہو گیا۔

میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔ "ڈیئر فرینڈز! میرا منصوبہ آپ لوگوں کے علم میں آ چکا ہے۔ کیتھی براؤن کو بہت ہوشیاری سے اغوا کر کے اس جگہ لے جانا ہے جہاں اُسے تہ خانے میں رکھا جائے گا۔ آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ ہی روانہ ہونا ہے، ہمارے ساتھیوں کی حیثیت سے آپ لوگ وہاں کے مختلف عہدوں پر تعینات ہو جائیں گے۔ کیتھی براؤن کے سلسلے میں ہم نے جو منصوبہ بندی کی ہے اس پر عمل درآمد میں آپ کی بہترین کارکردگی ہی ہماری معاون ثابت ہو سکتی ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب! ہم لوگ بھرپور کوشش کریں گے۔" ان سب نے بیک وقت کہا۔

وقتِ مقررہ پر ٹیلی فون موصول ہوا اور ہمیں بتایا گیا کہ ہمیں "ناٹی ٹوٹ" نامی علاقے میں پہنچنا ہے، جہاں بنگلا نمبر ایک سو سات ہماری ملاقات کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

ناٹی ٹوٹ مضافات میں واقعی ایک تفریحی جگہ تھی۔ سو بالا بہت سے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ایک خوب صورت اور وسیع جھیل وہاں موجود تھی جس کے اطراف کو اس علاقے کا حسین ترین منظر کہا جاتا تھا اور وہاں کی تفریحات کی کہانیاں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایلن گارگو نے مسکراتے ہوئے کہا کہ وہ علاقہ اس کے کام کے لیے انتہائی موزوں رہے گا۔

ہم سب تیار ہو کر ناٹی ٹوٹ کے علاقے کی جانب چل پڑے۔ شہر سے تقریباً بیس میل دور مضافات میں یہ علاقہ تھا

لیکن اسے شہری آبادی سے دور نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ عمارات اور باغات کا سلسلہ یہاں سے وہاں تک اس طرح جڑا ہوا تھا کہ کہیں بھی کوئی رخنہ نظر نہیں آتا تھا۔

یہاں سے میرا اپنا کام شروع ہوتا تھا۔ جب ہم بنگلہ نمبر ایک سو سات پر پہنچے تو احاطے میں ہمیں وہ گاڑیاں نظر آئیں۔ گیٹ پر سادہ لباس میں ملبوس وہ افراد موجود تھے جو چہروں ہی سے چست و چالاک نظر آتے تھے۔ لیکن ان کا تعلق کسی افریقی ریاست سے نہیں تھا۔

پروگرام کے مطابق صرف میں اور تہذیب ایک گاڑی میں اس بنگلے کے سامنے پہنچے تھے۔ ہمارے ساتھی ہمارے پیچھے پیچھے ہی آئے تھے لیکن ایسے انداز میں کہ کوئی ان پر شبہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ہمارے ساتھی ہو سکتے ہیں۔ تہذیب کو میں نے خاص طور سے اس انداز میں پوشیدہ کر دیا تھا کہ اس کی شکل نہ دیکھی جا سکے۔ فیشن ایبل قسم کا ایک خوب صورت نقاب اس کے چہرے پر پڑا ہوا تھا جس میں اس کی اصل شکل چھپی ہوئی تھی۔ گیٹ پر موجود لوگوں کو ہمارے بارے میں بتایا گیا تھا اس لیے انھوں نے بڑے احترام سے ہمارا استقبال کیا اور پھر ان میں سے ایک نے متجسس نگاہوں سے مجھے اور نقاب میں چھپی ہوئی تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"ابھی نہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آئے گا۔ اپنا نام ایلن گارگو بتائے گا اسے اندر ہمارے پاس بھیج دینا۔ اس عمارت کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا گیا ہے؟"

"یہ کاریں ایک مقامی کمپنی کی ہیں اور یہ عمارت بھی اسی کمپنی کی ہے۔ یہ لوگ انتہائی خفیہ طور پر یہاں آئے ہیں۔ زیادہ بھیڑ اسی لیے نہیں رکھی گئی کہ کوئی اس طرف متوجہ نہ ہو سکے۔"

"گویا تم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟"

"صرف ایک خادمہ ہے جو اندر موجود ہے۔"

"ہمارے لیے کیا ہدایات دی گئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کہا گیا ہے کہ آپ کو احترام سے اندر پہنچا دیا جائے اور کیتھی آ چکی ہیں۔"

"اور مسٹر موباٹے؟"

"ان کے بارے میں مادام کیتھی آپ کو اطلاع دیں گی۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ اسی وقت اندر کی جانب سے ملازمہ آتی ہوئی نظر آئی۔ یہ ایک جوان العمر سیاہ فام لڑکی تھی۔

"میڈم آپ لوگوں کو طلب کرتی ہیں۔" اس نے کہا۔ میں نے کار آگے لے جا کر پورچ میں روک دی اور اس کے بعد ہم نیچے اتر آئے۔ ملازمہ ہمیں لیے ہوئے ... ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں کیتھی براؤن موجود تھی۔

"ہیلو مسٹر پارکر! ہیلو مس مالکم ایگنس! کیسے حال ہیں تمہارے؟"

"بالکل ٹھیک میڈم۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ اتفاق ہے کہ آپ سے تنہائی میں ملاقات ہو گئی۔ ہم آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔

"ضرور۔ تم جاؤ، مہمانوں کی تواضع اسی وقت ہو گی جب مسٹر موباٹے آ جائیں گے۔" کیتھی نے ملازمہ سے کہا۔ اور ملازمہ ادب سے گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔

"مسٹر موباٹے کہاں ہیں؟"

"کچھ خاص مصروفیات ہیں، ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں گے۔ میں تمہارے استقبال کے لیے موجود ہوں۔" کیتھی نے عجیب سی نگاہوں سے تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا جس نے ابھی تک نقاب نہیں اتاری تھی اور شاید یہ بات کیتھی براؤن کو الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔ اس سے نہ رہا گیا تو وہ بولی۔

"اطمینان سے بیٹھو مس مالکم ایگنس۔ یہ نقاب کیوں ڈال رکھی ہے تم نے اپنے چہرے پر؟"

"نہیں اسی کی وجہ سے تنہائی درکار تھی میڈم۔" تہذیب نے کہا اور میری طرف دیکھا۔ میں نے غیر محسوس انداز میں گردن ہلا دی تھی، چنانچہ تہذیب آگے بڑھ گئی۔ اس نے کیتھی براؤن کے قریب جا کر چہرے سے نقاب ہٹا دی۔ اور کیتھی براؤن بری طرح چونک پڑی۔

"ارے... یہ کیا؟"

"کیا خیال ہے میڈم! کیسا میک اپ ہے؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن اس کی ضرورت...؟" کیتھی تعجب سے بولی۔

"آپ اس سے مطمئن ہیں میڈم؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن اس کی وجہ؟"

"وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور کیتھی کے نزدیک پہنچ کر میں نے جیب سے ایک ڈبیہ نکالی اور اسے کھول کر کیتھی کے سامنے میں نے اس کے چہرے کے قریب کر دیا۔ جس میں کلوروفارم میں ڈوبا ہوا رومال رکھا ہوا تھا۔ تیز بو محسوس کرتے ہی کیتھی نے تیزی سے گردن پیچھے کی لیکن اس وقت تک تہذیب اس کے عقب میں پہنچ چکی تھی۔

چند لمحات کے بعد کیتھی بے ہوش ہو چکی تھی۔ اس کے بعد میں دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ تاکہ ملازمہ آ کر ... کرے تو اسے سنبھالا جا سکے اور تہذیب ... [illegible]

پھر یہ ... [illegible] ... ہو گیا اور تہذیب نے مجھے آواز دی: "ادھر آؤ علی! دیکھو کیا خیال ہے؟" میں نے پلٹ کر دیکھا تہذیب، کیتھی کے لباس میں کھڑی تھی اور کیتھی کے بدن پر تہذیب کا لباس تھا۔

"ویری گڈ۔۔۔ اب جلدی سے ایلن کو اطلاع دو۔ یہ آخری کام بھی اگر اسی اطمینان سے انجام پا جائے تو لطف آ جائے گا۔" میں نے کہا۔

تہذیب نے وائرلیس ٹرانسمیٹر پر ایلن گارگو کو اطلاع دی، چونکہ وہ منصوبے کے مطابق قریب ہی موجود تھا، اس لیے تھوڑی دیر کے اندر وہ پہنچ گیا۔ دروازے پر متعینات دونوں محافظوں میں سے ایک اس کے ساتھ آیا تھا۔ تہذیب نے کیتھی کی حیثیت سے اسے حکم دیا۔ "ٹھیک ہے تم اپنی جگہ جاؤ۔" وہ ادب سے گردن خم کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد نہایت پھرتی سے کیتھی براؤن کو گارگو کی کار میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ کار بھی خاص طور سے تیار کی گئی تھی۔ اس کے پچھلے کیبنٹوں کا منظر باہر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ تاہم احتیاطاً اب وہ نقاب بھی کیتھی کے چہرے پر آ گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی شکل نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔ اس اغوا کی منصوبہ بندی بے حد شاندار تھی۔

اگر اس عمارت میں پچاس افراد بھی موجود ہوتے تو کیتھی کو اغوا ہونے سے نہیں روک سکتے تھے۔ ہم نے اس کام کے لیے پانچ منصوبے بنائے تھے جو یہاں کے حالات کے مطابق تھے۔ ایک نہیں تو دوسرے منصوبے کے تحت اور دوسرے نہیں تو تیسرے کے ذریعہ کیتھی کو بالآخر ہمارے قبضے میں آنا ہی تھا۔

لیکن سب سے آسان ترکیب کارگر ہوئی تھی۔ اس کی وجہ موباٹے کی عدم موجودگی اور یہاں آدمیوں کی کمی تھی۔ تمام پہلو سامنے رکھے گئے تھے۔ اگر موباٹے موجود ہوتا اور کیتھی کے اغوا کا موقع نہ ملتا تو آخری شکل یہ تھی کہ تہذیب، کیتھی کی شکل میں موباٹے کے سامنے آ جاتی اور اسے اس سلسلے میں ایک کاغذ دستخط کرائے جاتے جس کے تحت کیتھی کو ساتھ لیا جاتا اور پھر تہذیب اسی کی حیثیت سے واپس پہنچ جاتی۔ یہ آخری منصوبہ تھا جو صرف موباٹے کے علم میں بحالت مجبوری لایا جاتا لیکن اصل وجہ اسے بھی نہ بتائی جاتی۔ اب جو کام ہوا تھا، وہ اس سلسلے میں سب سے موثر تھا۔ اس طرح موباٹے کو ابھی حقیقت کا علم نہیں ہوا تھا اور تہذیب بآسانی کیتھی کی جگہ پہنچ گئی تھی۔

ایلن گارگو چلا گیا تو میں اور تہذیب اندر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ اسے رخصت کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ اب ... [illegible] ... دوست تو بہت خوش ہوگا اور اسی پر ہماری کامیابی کا انحصار ہے۔"

"اطمینان رکھو علی! یہ سب کچھ بہت بہتر طریقے سے ہوا ہے۔" اس نے جواب دیا تھا پھر میں نے زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

والٹو موباٹے کافی دیر میں آیا۔ وہ تنہا نہیں تھا، دو اجنبی حسین لڑکیاں اس کے ساتھ تھیں۔ چند اور افراد بھی تھے لیکن ڈرائنگ روم میں وہ تنہا ہی آیا تھا، خوشگوار موڈ میں تھا۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر اس نے چاروں طرف دیکھا۔

"مس مالکم ایگنس کہاں ہے؟"

"وہ واپس چلی گئی۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"اوہ، کیوں؟"

"اس کا جانا ضروری تھا۔ میں نے اس سے گفتگو کر لی تھی۔"

"تب پھر ضروری گفتگو...؟"

"مسٹر پارکر اس کے دست راست ہیں۔ اس نے ان پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے۔"

"میں خود بھی اس شخص سے بہت مطمئن ہوں۔ بیٹھو... پیٹرک کو بلاؤ۔" موباٹے نے کہا اور تہذیب نے دیوار میں لگا ہوا ایک سوئچ دبا دیا۔ میں نے تعریفی نگاہ سے اسے دیکھا تھا۔ اس دوران اس نے گہری نگاہ سے ایک ایک چیز کا جائزہ لے لیا تھا۔ ملازمہ اندر آ گئی۔

"پیٹرک کو بھیجو۔" تہذیب نے کیتھی کے لہجے کی بہترین نقل اتارتے ہوئے کہا اور ملازمہ باہر نکل گئی۔

چند لمحات کے بعد ایک سیاہ فام اندر آ گیا۔ اس کے پاس چمڑے کا ایک بریف کیس موجود تھا جسے اس نے ایک میز پر رکھ دیا۔

"مکمل طور پر قابل اعتماد ہے پیٹرک، بچپن سے میرے پاس ہے۔ میں نے ان تمام لوگوں کو اپنے نزدیک سے ہٹا دیا ہے جو میرے پرانے شناسا نہیں ہیں۔" موباٹے نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر موباٹے۔ ہماری اطلاع کے مطابق آپ گینیا پولی کے پروگرام سے متفق ہیں۔" میں نے کہا۔

"بیشک! میں نے اس منصوبے پر جتنا غور کیا ہے اتنا ہی میں اس سے متاثر ہوا ہوں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے علاوہ اپنے دشمنوں کو سامنے لانے کی اور کوئی ترکیب ہی نہیں ہے۔"

"تب مسٹر موباٹے، ہمارے آپ کے درمیان آخری بات چیت ہو جانا چاہیے۔"

"میری بیوی بھی اس بات سے پوری طرح متفق ہے چنانچہ

تم اس سلسلے میں جو کرنا چاہتے ہو کرو۔"

"ایگریمنٹ سائن ہو جائے تو ہم اپنے کام کا آغاز کریں۔" میں نے کہا اور کاغذات نکال کر موباٹے کے سامنے رکھ دیے۔ تہذیب نے کیتھی براؤن کی حیثیت سے وہ کاغذات پڑھے اور موباٹے کے سامنے رکھ دیے۔

"کیا خیال ہے کیتھی؟"

"ہر طرح سے موزوں ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" کیتھی نے کہا پھر بولی "لیکن اس کے باوجود آپ ایک نگاہ انھیں دیکھ لیں۔"

"تم نے دیکھ لیا کافی ہے۔ خاص خاص باتیں مجھے بتا دو۔"

"گرین پول کو طے شدہ معاوضے کی آدھی رقم پیشگی ادا کرنا ہوگی۔"

"ہم پوری رقم ادا کر دیں گے اور؟"

"چونکہ گرین پول اس منصوبے کو آپریٹ کرے گی اس لیے طے شدہ اصولوں کے تحت آپ کو ان کی ہر تجویز سے اتفاق کرنا پڑے گا۔ پروگراموں کے بارے میں کسی سے مشورہ کرنا خطرناک تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ گرین پول کسی پر بھروسا نہیں کرے گی۔"

"یہ مشکل مرحلہ ہے۔" موباٹے نے کہا۔

"نہیں موباٹے، میں اس سے متفق ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں تمھاری مشیر رہ سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا

"اس پر تو گرین پول کو اعتراض نہیں ہوگا؟"

"نہیں مسٹر موباٹے۔ اس لیے کہ میڈم کیتھی کو آپ ہی کی شخصیت کا ایک حصہ تصور کیا جاتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"چرطی ٹیرس میرا اہم آدمی ہے۔ وہ میرے اہم ترین حالات کا رازدار ہے، اس کے ذریعے میں جوابی انقلاب برپا کروں گا۔ یہ سب کچھ اس سے بھی پوشیدہ رکھا جائے گا؟"

"ہاں مسٹر موباٹے۔ اس وقت تک جب تک گرین پول اس کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائے۔"

"بعد میں وہ اس بات کو محسوس کرے گا۔"

"اگر وہ آپ کی بہتری کا خواہاں ہے تو اسے محسوس نہیں ہونا چاہیے۔ غلطی اس سے بھی ہوئی ہے، میرا اشارہ اس سیکریٹری کی طرف ہے۔" میں نے کہا اور موباٹے سوچ میں ڈوب گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اتفاق کرتا ہوں۔" ایک لمحے کے بعد وہ بولا۔

"اب کچھ سوالات میں کرنا چاہتا ہوں مسٹر موباٹے۔" میں نے کہا اور موباٹے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا آپ ایسے لوگوں کی نشاندہی کر سکتے ہیں جو آپ کے ہمدرد ہوں۔ اور ان کی بھی جنھیں آپ دشمن تصور کرتے ہوں؟"

"ان لوگوں سے تمھیں آگاہ رکھنا ضروری تھا، اس لیے..."

والٹو موباٹے نے پیٹرک کی طرف دیکھا اور پیٹرک نے بریف کیس کھول کر سامنے رکھ دیا۔ پھر اس نے بریف کیس سے سرخ رنگ کے قیمتی فائل کور نکالے اور انھیں موباٹے کے سامنے رکھ دیا۔

"نگوٹے لی کی فوجوں کے تمام بڑے جرنیلز اور اہم عہدے داروں کے حالاتِ زندگی اور ان کی شخصیت مع میرے ریمارکس کے ان فائلوں میں موجود ہے تم انھیں دیکھ سکتے ہو۔"

"یہ میرے لیے کارآمد ہوں گے۔" میں نے فائل سمیٹ کر بریف کیس میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اور کچھ؟"

"جی ہاں۔ سب سے اہم... آپ کو خود اپنا ایک ڈپلی کیٹ فراہم کرنا ہوگا جو آپ کی جگہ کام کرے۔ خود آپ کا تحفظ گرین پول کرے گی اور آپ کو صورتِ حال سے آگاہ رکھا جائے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ان حالات میں علیحدہ نہیں رہ سکتا، یہ میرے لیے ناممکن ہے۔"

"لیکن گرین پول آپ کو خطرات میں بھی نہیں رہنے دے گی مسٹر موباٹے۔ ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ اپنا ڈپلی کیٹ منظرِ عام پر لے آئیں اور خود ان لوگوں سے دور رہیں۔"

"تم نہیں سمجھتے ڈیئر بارکو! اس طرح میری زندگی محال ہو گی۔ میں تو یہ سوچ کر ہی پاگل ہو جاؤں گا کہ نہ جانے اس سلسلے میں اب کیا ہو رہا ہے۔ آہ! یہ قطعی ناممکن ہے۔ میں ان لوگوں سے اپنا تحفظ کر سکتا ہوں۔ میں اپنے تحفظ کی ذمے داری خود قبول کرتا ہوں۔ فوجی آدمی ہوں، اتنی آسانی سے دشمنوں کا شکار نہیں ہوں گا۔ اس سلسلے میں گرین پول پر کوئی ذمے داری نہیں ہوگی۔"

"شکریہ مسٹر پیٹرک! کیا آپ باہر تشریف لے جانا پسند کریں گے؟" اس بار میں نے براہِ راست اس شخص سے کہا جو بریف کیس لے کر یہاں آیا تھا اور اس وقت سے وہیں موجود تھا۔

"ضرور جناب۔" اس نے گردن خم کر کے کہا۔ موباٹے منہ کھول کر رہ گیا تھا۔

پیٹرک کے باہر جانے کے بعد میں نے کہا: "آپ کو یہ عادت بھی ترک کرنا ہوگی مسٹر موباٹے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس وقت صرف وہ لوگ حقیقتِ حال سے باخبر رہیں گے جن پر گرین پول اعتماد کرے گی۔ آپ [illegible] جا سکتے ہیں۔"

"لیکن پیٹرک بچپن سے میرے ساتھ ہے۔"

"سیکریٹری پر بھی آپ کو اعتماد تھا۔"

"اوہ۔ تو کیا میں... میں..."

"مسٹر بارکو ٹھیک کہتے ہیں موباٹے! اور پھر اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ آپ گرین پول کی شرائط قبول کر چکے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"سب کچھ مانا جا سکتا ہے لیکن میں خود کو ان حالات سے دور نہیں رکھ سکتا۔" موباٹے نے کہا۔

"مسٹر موباٹے! بے شک ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے کام کرنے کا یہی انداز ہے۔ یہ سب کچھ اس پروگرام سے منسلک ہے جو آپ کو پیش کیا گیا تھا۔"

"اوہ!" موباٹے نے بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے گویا اب میں صرف ایک معطل شخص کی حیثیت سے زندگی گزاروں گا۔ اپنے حالات میں خود کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"زندگی نہیں، صرف وقت۔ اور آپ اطمینان رکھیں مسٹر موباٹے! میں کوئی ایسی ترکیب نکال لوں گا جس سے آپ کو اس طرح معطل بھی نہ رہنا پڑے۔ مثلاً اس آپریشن کے سلسلے میں اب میں بھی آپ سے یا آپ کے ڈپلی کیٹ سے زیادہ دور نہیں رہ سکتا۔ مجھے کسی نہ کسی حیثیت سے اس جگہ رہنا ہوگا تاکہ حالات پر نگاہ رکھوں۔ اگر ایسا ممکن ہو سکا کہ ایسی ہی کسی حیثیت سے آپ کے لیے بھی جگہ نکل آئے تو پھر آپ اپنے معاملات سے زیادہ دور بھی نہیں رہ سکیں گے۔"

"ہاں، میں اس کے لیے تیار ہوں بلکہ یہ بے حد دلچسپ ہوگا میرے لیے۔" والٹو موباٹے نے کہا۔

اس شخص کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہ کسی حد تک احمق ہے، خود پر بہت زیادہ بھروسا کرنے والا لیکن کارکردگی میں صفر۔ بہرحال نگوٹے لی کی دولت کام کر رہی تھی اور میں اپنے استحکام میں مصروف تھا اور خود کو کافی مطمئن محسوس کر رہا تھا۔

"اب بات میرے ڈپلی کیٹ کی ہے تو اس کے لیے..." چند لمحوں کے توقف کے بعد موباٹے نے کہا۔

"تو مسٹر موباٹے! اس کے لیے بھی ہمیں گرین پول سے درخواست کرنا ہوگی۔" کیتھی کی حیثیت سے تہذیب نے کہا۔

"کیا [illegible] کو بھول گئیں، میرا حقیقی دوست جو سالی [illegible] حکومت امریکا کا ممنون رہ چکا ہے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ میں نہیں ہوں جب تک کہ میں خود وہاں نہ پہنچ [illegible]" [illegible]

کیتھی نے اسے روک دیا۔

"نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم خود یہ انتظام کر سکتے ہیں لیکن گرین پول کو مکمل اختیارات دینے کے بعد ہم خود کچھ نہیں کریں گے۔" موباٹے خاموش ہو گیا۔ تہذیب پھر بولی: "مسٹر بارکو میں بذاتِ خود آپ کے ساتھ چلوں گی تاکہ میرا بھائی زیادہ مطمئن رہ سکے۔ آپ کو اس پر تو اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہیں میڈم! اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"ہاں کیتھی! کم از کم تم مکمل حالات سے باخبر رہ کر مجھے ان کے بارے میں بتاتی رہو۔ بات یہ نہیں کہ میں گرین پول کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہوں بلکہ یوں سمجھو کہ یہ میری کمزوری ہے۔"

والٹو موباٹے سے بہت سے معاملات طے ہو گئے۔ گو طے شدہ پروگرام طے ہو گیا۔ اس سے قبل ہم کافی انتظامات کر چکے تھے۔ واپسی میں کیتھی یا تہذیب میرے ساتھ تھی۔ والٹو موباٹے کے بارے میں طے ہو گیا تھا کہ اب وہ اسی عمارت میں قیام کرے گا۔ اس کے ڈپلی کیٹ کو ضروری انتظامات کے بعد اس کی اصل رہائش گاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ جب ہماری کار عمارت سے نکلی تو میں نے دو اور کاروں کو اپنے تعاقب میں دیکھا۔ وہ محتاط انداز سے ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔

تھوڑی دور چل کر میں نے کیتھی کو اس طرف متوجہ کیا۔

"گرین پول کے لوگ ہیں، کام شروع ہو گیا ہے۔" تہذیب نے کیتھی کی آواز میں کہا۔

"گڈ۔ ہماری حفاظت کے لیے؟"

"سو فیصدی۔"

اپنی رہائش گاہ پہنچ کر میں نے کہا: "کیا سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہے؟"

"ہاں، بالکل۔ میرا خیال ہے ہم کامیاب جا رہے ہیں۔ تم نے محسوس کیا کہ میری ذمے داری کتنی اہم ہیں؟"

"ہاں۔ تمھارا کام مشکل ہے۔"

"بہت مشکل، کیونکہ میں قریب کے لوگوں سے اجنبی ہوں۔ لیکن کوئی بات نہیں، بالآخر میں سب کچھ اپنے کنٹرول میں کر لوں گی۔ تمھارے بارے میں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا ہے علی۔"

"کیا؟"

"کسی غیر اہم شخصیت کی حیثیت سے تمھیں موباٹے کے محل میں رہنا ہوگا۔ والٹو موباٹے کو بھی ہم زیادہ دور نہیں رکھیں گے تاکہ وہ ذہنی کوفت محسوس نہ کرے۔"

"کسی غیر اہم شخصیت کو [illegible]"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، جیسے پیٹرک۔ موباٹے کا خادم ہے۔"

"عمدہ خیال ہے، مجھے پسند آیا۔ ویسے موباٹے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کسی حد تک کھسکا ہوا ہے لیکن اپنی بہن کیتھی سے بہت متاثر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی بات آخری ہوتی ہے۔"

"تمہیں اس طرح کافی آسانیاں فراہم ہوں گی۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"اس کا فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا ہے تہذیب۔"

"مجھے بتانا ہوگا۔ فلیٹ کے اطراف کافی لوگ بکھرے ہوئے ہیں، ان لوگوں کے لباس میں گرین نیتہ کہیں نہ کہیں موجود ہے، ایک مخصوص شکل میں سب تم سے واقف ہیں، کسی بھی ضرورت پر ان سے کوئی بھی کام لے سکتے ہو۔"

"او کے۔ کیتھی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ویسے ہاں، کیتھی سے مل لو۔ اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے تو اچھا ہے۔"

"اس کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"گو سینٹرل سے چلیں گے اسے۔ فکر نہ کرو۔ اب پورا گرین ہول حرکت میں آ جائے گا۔ بہر چند گھنٹوں کے اندر اندر گو سینٹرل میں پوزیشن سنبھال لیں گے۔ گرین ہول کے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں واپس یہاں نہیں آؤں گی۔ لیکن ذرا تسیبیٹر پر تم سے برابر رابطہ رہے گا۔ بہتر ہے کہ اب ہم زیادہ ملاقات نہ کریں۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا اور تہذیب چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں تنہا رہ گیا تھا۔ دل میں بار بار عجیب سے احساسات جاگ رہے تھے۔ یہ سب کچھ مجھ سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ میرا ان حالات سے کوئی واسطہ نہیں تھا، ایک جرائم پیشہ گروہ دولت کے لیے ایک افریقی ملک کی پشت پناہی کر رہا تھا اور بس۔ بھلا اس سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی لیکن میں پوری طرح اس معاملے میں ملوث ہو گیا تھا۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ آخر کیوں۔۔۔؟ مجھے کیا پڑی ہے۔ ڈالسیوبار اور ٹوکا معاملہ بھی خشا تھا۔ ابھی تک اس سے دوسری ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن وہ اس حیثیت سے مجھ سے واقف تو نہیں ہے۔ کہیں یہ سب کچھ اس کی منشا کے مطابق تو نہیں ہے؟ لیکن تہذیب پر شک کرنے کو جی بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ جو کچھ بھی ہے مجھ سے بہرحال مخلص ہے۔ اس بہانے کم از کم یہاں سے تو نکلا جا سکے گا۔ ان کے بعد دیکھا جائے گا۔ فی الحال بہتر یہی ہے کہ ان معاملات سے پوری دلچسپی برقرار رکھی جائے۔

کیتھی براؤن تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کار تہذیب نے منگائی تھی لیکن جونہی میں فلیٹ سے باہر آیا ایک ٹیکسی میرے پاس آ کر رک گئی۔ ڈرائیور کی کیپ پر ایک مخصوص طرز کی گرین پٹی لگی ہوئی تھی۔ اس نے میرے لیے دروازہ کھول دیا۔

"وہ عمارت معلوم ہے جہاں کیتھی براؤن کو رکھا گیا ہے؟" میں نے اندر بیٹھنے کے بعد کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"اطراف کے حالات کیا ہیں؟" میں نے راستے میں پوچھا۔

"پرسکون۔"

"کوئی مشکوک شخصیت؟"

"نہیں، اب تک کسی کو نہیں دیکھا گیا۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

تہذیب نے اپنے ساتھیوں سے میرا مکمل تعارف کرا دیا تھا لیکن منزل پر پہنچ کر مجھے پارکوبی کے نام سے مخاطب کیا گیا اور پھر میں نے ایک کمرے میں جا کر اپنا میک اپ تبدیل کیا۔ کیتھی براؤن سے میں ایک نئی حیثیت سے ملنا چاہتا تھا۔ تہذیب یا اکس کی طرف سے مجھ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں اپنے طور پر بھی سوچ کر فیصلے کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر یہی فیصلہ کیا تھا کہ ابھی کیتھی براؤن کو حقائق سے لاعلم رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ اس اغوا کو کیا شکل دیتی ہے۔ میں نے یہاں موجود انچارج سے کیتھی براؤن کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اس نے بتایا کہ ان لوگوں نے اسے صرف کھانے پینے کی اشیاء فراہم کی ہیں اس کے علاوہ اور کوئی بات اس سے نہیں کی ہے۔ حالانکہ وہ مسلسل اپنے اغوا کنندگان کے بارے میں پوچھتی رہی ہے، اس کی کیفیت عجیب سی ہے۔

بہرطور میں اس کی اس عجیب کیفیت کو اپنی نگاہوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں بدلی ہوئی شکل میں کیتھی براؤن کے سامنے پہنچ گیا۔

کیتھی براؤن ایک تہ خانے میں قید تھی اور اس کے تحفظ کے لیے نہایت معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک آرام دہ مسہری پر دراز تھی۔ اس کا حلیہ کافی بگڑا ہوا تھا اور آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔ وہ کسی خونخوار شیرنی کی مانند نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بالکل خاموش رہی، بس اس کی خوفناک نگاہیں مجھ پر جمی رہی تھیں۔ حتیٰ کہ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو میڈم! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"دیکھو جو کچھ ہوا ہے اسے معاف کیا جا سکتا ہے۔ اگر تم نے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر یہ بدتمیزی کی ہے تو میں اس کی وجہ جاننے کے بعد تمہیں معاف کر دوں گی۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر قابو پا کر رکھو گے تو یہ تمہاری حماقت ہے۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تم کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہو سکتے ہو۔"

"مادام کیتھی! یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ سب کچھ آپ کے تحفظ کے لیے کیا گیا ہو۔ آپ جن حالات سے گزر رہی ہیں، ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کے اور مسٹر موباٹے کے دشمن آپ کی تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے نہایت مہارت سے یہاں تک اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے، لیکن کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ لوگ آپ کی تلاش میں نہیں ہوں گے اور کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ مافیا کے سرگرم کارکن آپ کی کھوج میں ناکام رہیں گے۔"

"میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"آپ مجھے اپنے ہمدردوں میں شمار کریں۔"

"اگر میرے ہمدرد ہو تو کم از کم مجھے ذہنی الجھن میں تو نہ رکھو، یہی بتا دو مجھے کہ تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"آپ کے خیال میں ہم کون ہو سکتے ہیں؟"

"میں اپنا کوئی خیال ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔"

"اس کے بغیر تو کام نہیں چلے گا میڈم۔" میں نے کہا۔

"اوہ! اوہ۔ تم لوگ تو مجھے پاگل کر دو گے! تم سب مجھے پاگل کر دو گے۔"

"میڈم! کیا یہ ممکن نہیں ہوگا کہ آپ خود ہی اپنے شبہات کا اظہار کر دیں۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنی زبان سے کوئی نام نہیں لوں گی۔"

"نام تو ہم لیں گے میڈم! آپ بس یہ بتا دیں کہ آپ ہمارے بارے میں کیا سوچتی ہیں؟"

"نام لو۔ میں غور کروں گی۔"

"جنرل اشن کین، کیا خیال ہے آپ کا؟"

"میں نے یہ نام سنا ہے لیکن اشن کین سے میں براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتی۔"

"سنا ہے کہ اس شخص کا شمار والٹو موباٹے کے دشمنوں میں کیا جاتا ہے۔"

"ہو گا۔۔۔ جو کوئی والٹو موباٹے کا دشمن ہے وہ بالآخر سامنے آ جائے گا۔"

"کس طرح میڈم؟ کیا منصوبہ بنایا ہے آپ نے اس کے بارے میں؟" میں نے سوال کیا اور کیتھی براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ ایک سفاک مسکراہٹ تھی۔

"احمق آدمی! تم شاید پوری طرح تربیت یافتہ نہیں ہو۔ کیتھی براؤن سے یہ سوال کر رہے ہو۔"

میں نے اس کے لہجے میں چھپے ہوئے طنز کو بخوبی محسوس کیا تھا۔ پھر میں نے کہا "ٹھیک ہے میڈم! میں جانتا ہوں کہ آپ ہشت پہلو شخصیت کی مالک ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بات آپ بھی سن لیجیے، آپ جو کھیل کھیل رہی ہیں، وہ بالآخر سامنے آ جائے گا۔"

کیتھی براؤن میرے ان الفاظ پر بری طرح چونک پڑی تھی۔ اس نے تجسس آمیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کون سے کھیل کی بات کر رہے ہو؟"

"آپ جانتی ہیں میڈم، آپ بخوبی جانتی ہیں۔"

"سنو! تم اگر اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دو تو شاید میں تمہارے لیے کوئی کام کی بات کر سکوں۔"

"آپ پہلے کام کی باتوں کا اشارہ دیں، ممکن ہے میں آپ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں۔"

"پہلی بات یہ بتاؤ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے، ان میں تمہاری اپنی حیثیت کیا ہے؟"

"آپ اگر چاہیں تو انچارج تصور کر سکتی ہیں مجھے۔"

"نہیں، تم اس پارٹی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"اب اس سلسلے میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں کہ میں کس پارٹی کا آدمی ہوں۔"

"بہرکیف یہ سن لو اگر کوئی مالی منافع تمہارے پیش نظر ہے تو شاید مجھ سے زیادہ دولت اس روئے زمین پر تمہیں اور کوئی نہ دے سکے۔ میں اتنا دے سکتی ہوں تمہیں کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"مثلاً میڈم؟"

"مثلاً یہ کہ تم خود اس کا تعین کر لو لیکن شرط صرف میری رہائی نہیں ہے بلکہ تمہیں وہ کام بھی کرنا ہوں گے جو میں چاہوں گی۔"

"بات قابل غور ہے میڈم! لیکن کام کی نوعیت تو بتائی جائے۔"

"پھر چالاکی سے کام لے رہے ہو۔ بھلا میں اجنبی لوگوں کو اپنے کسی کام کے بارے میں کیسے بتا سکتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ممکن ہے ہم آپ کے لیے اجنبی نہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

کیتھی براؤن ایک بار پھر خیالات میں ڈوب گئی۔ پھر

اس نے آہستہ سے اپنا دایاں گال کھجاتے ہوئے کہا۔ "گرین پول..."
مگر یہ الفاظ اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر نہیں کہے تھے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی ہے اور غالباً اپنے اس جملے کا تاثر میرے چہرے پر دیکھنا چاہتی ہے۔

"آپ نے کچھ کہا میڈم؟"

"نہیں! میں یہ سوچ رہی ہوں کہ تم سے بات کرنا بھی حماقت ہے۔ ٹھیک ہے اگر تم مجھے قید رکھنا چاہتے ہو تو رکھو لیکن ایک وقت ایسا آئے گا جب تمہیں اپنی حماقت کا شدید احساس ہوگا۔"

"میڈم! آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"لعنت بھیجو تکلیف پر۔ میں تم سے اب کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔" ایک دم وہ بھڑکتے سے اکھڑ گئی۔

میں پرسکون مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ پھر مسہری پر نیم دراز ہو گئی تھی۔ دفعتاً میں نے کہا۔ "ڈینس پیلے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"کیا؟" وہ بری طرح اچھل کر بیٹھ گئی۔

"ہاں، میرا خیال ہے یہ نام آپ کے لیے اجنبی نہیں ہے۔"

"کیا ڈینس پیلے پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے لیے مجھے اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ والٹو موبائے کو میری کس قدر ضرورت ہے۔ کیا اسے نہیں معلوم کہ... کہ..."
وہ خاموش ہو گئی پھر آہستہ سے بولی۔ "ڈینس پیلے کے آدمی ہو تم؟"

"ڈینس پیلے کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں میڈم؟"

"ایف بی آئی ہماری موافقت میں کام کرنے والی جماعت ہے۔ کیا ڈینس پیلے کوئی دہری چال چل رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے وہ؟"

"یہ بات تو آپ ہی بتا سکتی ہیں میڈم کہ ڈینس پیلے کیا چاہتا ہے۔"

"ایسے کچھ تم بھی تو منہ سے کہو۔ کیا اسے یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ایف بی آئی ہمارے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے؟"

"میڈم! آپ کو یہ بات نہیں معلوم کہ ایف بی آئی آپ کے مفادات کے لیے کیوں کام کر رہی ہے؟"

"وہ جو کچھ بھی ہوگا اسے بعد میں دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمارا مسئلہ ہے ایف بی آئی پہلے ہمارا کام کرائے گی اس کے بعد ہم اس کے مفادات کے لیے اس سے سودا کریں گے۔ ان حالات میں ایک ہی کام ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اب انکار کیا جائے کہ ہم ایف بی آئی کے مفادات سے روگردانی کر رہے ہیں۔"

"ہوں... آپ ٹھیک کہتی ہیں میڈم لیکن ہمارا تعلق ڈینس پیلے سے نہیں ہے۔"

"کیا... تم..." کیتھی براؤن ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا۔ میرے الفاظ نے ایک بار پھر اسے ذہنی بحران کا شکار کر دیا تھا۔ دفعتاً اس نے عقب میں رکھا ہوا تکیہ اٹھا کر پوری قوت سے مجھ پر اچھال دیا۔ "تم... تم باہر نکل جاؤ۔ میں کہتی ہوں تم باہر نکل جاؤ۔ تم جو کوئی بھی ہو دفع ہو جاؤ یہاں... میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ ایک لفظ نہیں کہوں گی میں اپنی زبان سے۔ میں کہتی ہوں تم دفع ہو جاؤ۔ نکل جاؤ... نکل جاؤ... ورنہ... ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گی۔ سمجھے میں تمہیں قتل کر دوں گی۔" وہ مسہری سے نیچے اتر آئی۔

"اوہ نہیں میڈم! میں آپ کے ہاتھوں قتل ہونا نہیں چاہتا، اس لیے جا رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ کیتھی براؤن مجھے گالیاں بکتی رہی تھی لیکن شکر تھا کہ یہ گالیاں اس کی اپنی زبان میں تھیں۔ میں مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔ کیتھی براؤن سے اس طرح کچھ معلوم کرنا واقعی ممکن نہیں تھا۔ کافی چالاک عورت معلوم ہوتی تھی لیکن نجانے کیوں میرے ذہن میں اس کے لیے ایک شبہ سر ابھار رہا تھا اور اسی شبے کی وجہ سے میں نے اسے قید کرایا تھا۔ والٹو موبائے کے کیمپ میں کیتھی براؤن بڑی اہم حیثیت رکھتی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ والٹو موبائے کے بہت زیادہ نزدیک تھی اور اس طرح اس پر دسترس رکھتی تھی گویا اسکی مرضی کے مطابق ہی یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور والٹو موبائے اس کے کسی بھی حکم سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔ ایک طرح سے وہ والٹو موبائے کی کمزوری تھی۔ عجیب تھا یہ سیاہ فام شخص بھی! ایک ملک کا حکمران ہے لیکن اپنی کوئی شخصیت نہیں رکھتا۔ معلوم نہیں کیا چکر چل رہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں وہاں کی چولیں ہل جائیں گی۔ گرین پول کی تعذیب مالکم ایکس اپنی ایک الگ حیثیت رکھتی تھی۔ وہ سارے کام اتنی آسانی سے کرتی جا رہی تھی کہ مجھے تعجب ہو رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ گرین پول کے اپنے وسائل بھی کم نہیں ہوں گے۔ "مسٹر ڈی! یہ سب کچھ آپ کے لیے ہو رہا ہے۔" میں نے دل میں کہا۔ "ذرا اپنے قدموں پہ کھڑا ہو جاؤں تو اس کے بعد اگر امریکا ہی میں آپ کو چیلنج نہ کیا تو میرا نام بھی علی یار خان نہیں ہوگا۔ کیا ضروری ہے کہ تنظیم میں شامل ہو کر صرف اس کے مفادات کے لیے مجوزہ خدمات میں حصہ لیتا رہوں۔ جب یہ فیصلہ کر لیا ہے دل میں کہ جہاں کہیں بھی رہوں گا تنظیم کے مفادات کے لیے کام کروں گا تو پھر امریکا کوئی بری جگہ ہے! وہاں تو یہودی اسرائیل جیسے [illegible] حکومت کو اپنی [illegible]

اور کیا یہاں مجھے اپنا ٹھکانہ تلاش کرنے میں دقت ہوگی؟ اور کچھ نہ سہی یہی سہی کہ ان لوگوں کو چن چن کر ہلاک کروں جو عرب کاز کے دشمن ہیں اور ان کے خلاف دن رات کام کر رہے ہیں۔ واقعی یہ کس قدر دلچسپ مشغلہ ہوگا۔ لطف آ جائے گا۔ بلکہ شاید تنظیم میں شامل رہ کر بھی اتنا مزہ نہیں آئے گا جتنا اس کام میں آئے گا۔ اپنے آپ کو آزمانا ضروری تھا۔ جرائم کی دنیا میں نکل آیا ہوں تو پھر یہ سب کچھ بھی کرنا ہوگا۔ ان خیالات سے دل کو ایک عجیب سی تقویت کا احساس ہوا لیکن اولیویا اور ڈی کی نگاہوں سے روپوش ہونے کے لیے فی الحال تعذیب مالکم ایکس کے ساتھ کام کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا بلکہ زیادہ بہتر تو یہی تھا کہ اس معاملے میں مکمل طور پر دلچسپی سے کام کروں تاکہ ذہن سے یہ اداسی اور کدورت کی گرد چھٹ جائے اور میں اپنے آپ کو ایک مصروف انسان تصور کروں۔

وہاں سے نکل کر ایک بار پھر فلیٹ پر پہنچ گیا۔ خیال یہ تھا کہ تعذیب جو کہ اب کیتھی براؤن ہے، مجھ سے کوئی بات نہ کرنا چاہے گی تو گوسٹ پل روانگی کے سلسلے میں اس نے کیا انتظامات کیے ہیں اور کب روانہ ہونا ہے؟ اس کا انتظار کرنا تھا لیکن تعذیب کیونکہ اب کیتھی براؤن کی حیثیت سے تعذیب مالکم ایکس وہیں والٹو موبائے کے پاس بیٹھے گی۔

کیتھی براؤن کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے زبان کھولنے والوں میں سے نہیں ہے لیکن وہ کسی اور طرح کام آ سکتی ہے یا نہ آئے تعذیب کو اس کی جگہ مل گئی تھی اور اس طرح تعذیب، والٹو موبائے کے بالکل قریب رہ کر اپنا کام کر سکتی تھی۔ میرے لیے بظاہر کوئی خاص ذمے داری نہیں رہ گئی تھی۔

☆

کیتھی براؤن یعنی تعذیب مالکم ایکس نے اس دوران تین بار مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کر کے اپنی کامیابیوں کی اطلاع دی تھی۔ آخری اطلاع اس نے یہ دی تھی کہ والٹو موبائے کو وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے اور اس کے ڈپلی کیٹ نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر تعذیب مالکم ایکس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک انتہائی موزوں شخص ہے [illegible] اور گرین پول کا ایک بنیادی رکن ہے۔ اسے دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے کیونکہ اس کی شخصیت میں... [illegible] والٹو موبائے کے بارے میں [illegible] دیا گیا ہے اور گرین پول [illegible]

پھر چوتھی بار جب تعذیب مالکم ایکس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تو اس نے یہی بتایا کہ اب ہمارے گوسٹ پل روانہ ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور کسی بھی وقت روانگی کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔

میں نے ابھی تک وہاں کے لیے کوئی حیثیت اختیار نہیں کی تھی لیکن اس کے بعد تعذیب مجھے فلیٹ پر ملی۔ اس نے پیرکس کے بجائے مجھے ایک اور شکل دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ یہ شخص جو نقلی والٹو موبائے کے ساتھ سائے کی طرح چپکا رہے گا، دراصل والٹو موبائے کا چچازاد بھائی میکوبائے ہے۔ میکوبائے اسکاٹ لینڈ یارڈ کا تربیت یافتہ ہے اور تھوڑے ہی دن پہلے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے واپس آیا ہے تاکہ اپنے بھائی کا تحفظ کر سکے۔ والٹو موبائے کے رشتے کے بھائی کی حیثیت سے اس نے بہت ساری ذمے داریاں سنبھالی ہوئی ہیں۔ اس کی جگہ لے لینا بہت ضروری ہے، چنانچہ اسے بھی گرین پول نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ گویا خاص خاص مہرے یعنی والٹو موبائے، کیتھی براؤن اور میکوبائے اب گرین پول کے قبضے میں تھے اور ایک طرح سے گوسٹ پل پر گرین پول کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔

میں تعذیب مالکم ایکس سے اس بارے میں بہت سے سوالات کرتا رہا اور اس کے بعد میرے چہرے پر میکوبائے کا میک اپ شروع کر دیا گیا۔ میری جسامت میکوبائے سے ملتی جلتی تھی۔ انیس بیس کا فرق تھا اور میکوبائے کے بارے میں مجھے ایک فلم بھی دکھائی گئی تھی جس سے مجھے اس کی حرکات و سکنات کی نقل کرنے میں آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ اس نئی حیثیت میں آنے کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ میں نئے والٹو موبائے کے پاس پہنچ جاؤں اور تعذیب مالکم ایکس کی... ہدایت پر میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی اب ایک بار پھر ہم سب لوگ یکجا ہو گئے تھے۔ کچھ اور افراد بھی یہاں طلب کر لیے گئے تھے جو والٹو موبائے کے گرد پھیلے ہوئے تھے۔

جس شخص کو والٹو موبائے کا روپ دیا گیا تھا اسے دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ اتنا بہترین فنکار تھا وہ کہ میں اش اش کر اٹھا۔ اس کے ہر انداز میں والٹو موبائے کی جھلکیاں ملتی تھیں۔ آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کا خاص انداز، مسکراہٹ کے تین رخ یعنی اس نے والٹو موبائے کی شخصیت کو اس طرح اپنایا تھا کہ شاید والٹو موبائے بھی اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ موبائے کے بارے میں یہ بات نہیں معلوم ہو سکی تھی کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے وہ گرین پول ہی کے قبضے میں ہوگا لیکن

وہ شخص جو والٹو موباٹے کا روپ اختیار کیے ہوئے تھا، شدید خطرے میں تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بیچارہ ایک طرح سے قربانی کا بکرا ہے کیونکہ والٹو موباٹے کے دشمن اُسے ہلاک کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔

ایک رات تہذیب مالکم ایکس نے روانگی کے پروگرام کا انکشاف کیا، یہ انکشاف ڈرامائی طور پر ہی ہوا تھا۔ حالانکہ میں اب والٹو موباٹے کی رہائش گاہ پر ہی تھا اور اس کے ڈپٹی کیبنٹ کے بہت نزدیک اور کیپٹن براؤن کی حیثیت سے تہذیب بھی مجھ سے زیادہ دور نہ تھی لیکن اس نے ہدایات مجھے ٹرانسمیٹر پر ہی دی تھیں اور اسی رات تین بجے ہم ائیرپورٹ پر پہنچ گئے۔

والٹو موباٹے میرے ساتھ تھا اور ہم بالکل عام آدمیوں کے انداز میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ائیرپورٹ پہنچے تھے۔ میں جانتا تھا کہ میرے اردگرد بے شمار افراد پھیلے ہوئے ہیں جو والٹو موباٹے کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے تحفظ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

طیارہ چارٹرڈ کیا گیا تھا، چنانچہ خاموشی کے ساتھ وہ فضا میں پرواز کر گیا اور اب ہمارا رخ گوٹے بل کی جانب تھا۔

گوٹے بل ائیرپورٹ پر پہنچنے کے بعد والٹو موباٹے ایک آرام دہ کار میں بیٹھ کر اپنے محل کی جانب چل پڑا۔ اندر داخل ہونے کے لیے بھی خفیہ راستے اختیار کیے گئے تھے اور یہ شخص جسے والٹو موباٹے کا روپ دیا گیا تھا، شاید اُسے ان راستوں سے بھی اچھی طرح واقف کرا دیا گیا تھا کیونکہ میں نے اس کے انداز میں کہیں بھی کوئی اجنبیت نہیں پائی تھی۔

گوٹے بل میں دوسری صبح ہماری ملاقات جنرل ٹیریس سے ہوئی۔ عام افریقیوں کی نسبت اس شخص کا رنگ ذرا کھلتا ہوا تھا اور آنکھوں سے وہ انتہائی ذہین نظر آتا تھا۔ والٹو موباٹے کا وہ بے حد احترام کرتا تھا۔ بہرحال اس نقلی والٹو موباٹے کے لیے یہ لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ میں اس کے بالکل نزدیک موجود تھا اور ایک ایک لمحے جنرل ٹیریس کے چہرے کی کیفیات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ جنرل ٹیریس کو والٹو موباٹے پر ذرا بھی شک نہیں ہو سکا ہے اور وہ پوری طرح اس سے مطمئن ہے۔ جنرل ٹیریس نے یہاں کے حالات بتاتے ہوئے کہا کہ غداروں کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ پانچ افراد قتل کر دیے گئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو والٹو موباٹے کے قریبی ہمدرد تھے اور اس کے مفادات کے لیے عوام میں راہیں ہموار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو سڑک پر بم مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا، دوسرے کو اس کے گھر کے غسل خانے میں اس وقت قتل کیا گیا جب وہ

غسل کر رہا تھا۔ باقی تین افراد کو بھی مختلف طریقوں سے قتل کیا گیا تھا۔ والٹو موباٹے نے اس بات پر خاصی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے جنرل ٹیریس سے کہا کہ وہ سیکرٹری جو اس نے فراہم کیا تھا، غلط آدمی تھا اور اب وہ نہیں چاہتا کہ اس کے گرد ایسے غلط لوگ بکھرے رہیں جن پر ذرا بھی شبہ ہو سکے۔ جنرل ٹیریس اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا رہا تھا۔

اس تمام گفتگو کے بعد جنرل ٹیریس نے تہذیب مالکم ایکس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میڈم! آپ سے مجھے بڑی توقعات وابستہ ہیں، میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کی موجودگی میں یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

"میں علم غیب تو نہیں رکھتی، بس وہ غدار تھا۔ غداری ثابت ہوئی اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔"

"میرا خیال ہے میڈم! اگر اسے زندہ گرفتار کیا جاتا تو ہمارے لیے زیادہ موزوں ہوتا۔"

"گرین پول کے چند افراد اس وقت وہاں موجود تھے۔ انہوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس وقت اسے قتل کر دینا ہی مناسب سمجھا۔" کیپٹن براؤن نے جواب دیا اور جنرل ٹیریس خاموش ہو گیا۔

میں اپنے فرائض مسلسل انجام دیتا رہا تھا۔ رات کو جب موقع ملا تو تہذیب مالکم ایکس میری رہائش گاہ پر پہنچ گئی۔ اس نے ایک مخصوص قسم کے آلے سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کمرے میں کوئی ایسی شے تو نہیں ہے جس سے ہماری گفتگو باہر سنی جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا آلہ ایک میز پر رکھ دیا اور اس آلے سے ہلکی ہلکی آوازیں خارج ہونے لگیں۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے یہاں پیدا ہونے والی کوئی بھی آواز باہر نہیں جا سکتی۔"

"ٹھیک۔ اب فرمایئے میڈم! اس سلسلے میں کوئی ایسی خاص بات معلوم ہوئی جو قابل غور ہو؟"

"ابھی تک نہیں۔ لیکن میں فراہم کردہ ناموں پر ایک ایک آدمی مستقل لگی ہوئی ہوں اور ان کی لمحہ لمحہ کی رپورٹ مجھے موصول ہو رہی ہے۔ جن لوگوں پر والٹو موباٹے نے شبہ ظاہر کیا ہے بلاشبہ وہ مشکوک ہیں اور ان کی خفیہ مصروفیات جاری ہیں۔ ان کی تصویریں حاصل کر لی گئی ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں مکمل چھان بین کی جا رہی ہے۔ ویسے مسٹر سیکو بائے چند افراد آپ سے ملنے کے لیے خصوصی طور پر ایک طیارے سے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ آپ کو کس طرح ان سے ملاقات کرنا ہے۔"

"ان لوگوں کے بارے میں مجھے کچھ تفصیلات مل سکتی ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میرا خیال ہے یہ تفصیلات کل صبح تک تمہیں فراہم کر دی جائیں گی۔ تمہارا اپنا معاملہ کیسا جا رہا ہے؟ کیا تم اپنی مصروفیات سے مطمئن ہو؟"

"ہاں۔ اور تمہیں ایک خاص بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"اپنی تمام تر توجہ جنرل ٹیریس پر لگا دو۔ جنرل ٹیریس پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"کیوں؟ تمہیں اس کے بارے میں کوئی شبہ ہے؟" تہذیب نے حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن میرا اپنا یہ اندازہ ہے کہ جنرل ٹیریس ایک بہت ہی گہری شخصیت ہے اور اس پر نگاہ رکھنا بے حد ضروری ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"میں نے کہا نا تہذیب! ابھی تک میں خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب گردن ہلا کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے لیکن تمہارے اس انکشاف نے مجھے حیران کر دیا ہے کیونکہ جنرل ٹیریس، والٹو موباٹے کے انتہائی خاص لوگوں میں تصور کیا جاتا ہے۔"

"کیپٹن براؤن کی کیا کیفیت ہے؟"

"وہ بالکل ٹھیک ہے اور پوری طرح ہمارے کنٹرول میں ہے۔"

"اور والٹو موباٹے۔ اس کی کیا حالت ہے؟"

"پاگل ہوا جا رہا ہے وہ یہاں پہنچنے کے لیے۔ وہ چاہتا ہے کہ اُسے کسی نہ کسی حیثیت سے یہاں پہنچا دیا جائے۔"

"وہ نارمل آدمی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے اسے یہاں لانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ جتنا اچھا ہو اس پر قابو رکھا جائے تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے یہی کوشش کی جا رہی ہے۔" تہذیب مالکم ایکس نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی۔

مجھے دوسرے دن ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتا دی گئیں اور جب یہ تفصیلات میں نے سنیں تو حیران رہ گیا۔ ان میں ایک کیرن شی تھا اور دوسرا مائیکل یان۔ کیرن شی

اور مائیکل یان کے بارے میں، میں تنظیم آزادی فلسطین میں رہ کر بہت کچھ سن چکا تھا۔ کچھ اور افراد بھی ان کے ساتھ آ رہے تھے لیکن یہ دونوں افراد تنظیم آزادی فلسطین کی فنگا جھل میں ایک خاص حیثیت رکھتے تھے۔ یہ دونوں ہی امریکی نژاد اسرائیلی یہودی تھے۔ کیرن شی ویت نام کی جنگ میں لڑ چکا تھا اور ویت نامیوں میں خاصا بدنام تھا۔ جبکہ مائیکل یان عربوں پر مظالم توڑنے کے لیے شاندار شہرت رکھتا تھا۔ مقبوضہ عرب علاقوں میں یہودیوں کی بستیاں بسانے کا کام اسی کو سونپا گیا تھا اور ان علاقوں میں بسنے والے دس لاکھ عربوں کی شدید ترین مزاحمت اور عالمی رائے عامہ کے دباؤ کے باوجود وہ بڑی کامیابی سے اب تک نوآبادکار یہودیوں کی بے شمار غیر قانونی بستیاں آباد کر چکا تھا۔ اس طرح یہ شخص خاصی خطرناک شخصیت کا مالک قرار دیا گیا تھا۔ تنظیم آزادی فلسطین کے بے شمار ارکان اس شخص کے خلاف عمل پیرا تھے۔

دوسرے دن میری ان دونوں سے ملاقات کرائی گئی۔ میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ ان معاملات میں ان جیسے لوگوں کی شمولیت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ بہرحال میں نے ان دونوں سے ملاقات کی۔

شی بے حد جوان العمر تھا اور بڑھ بڑھ کر بولنے والا۔ اس کی طوطے جیسی ناک ہونٹوں پر جھکی ہوئی تھی اور گول گول آنکھیں اُلّو کی آنکھوں سے مشابہ تھیں۔ سر آدھا گنجا تھا، پچھلے حصے پر تھوڑے سے بال نظر آتے تھے اور اس کی کھوپڑی میں ایک خوفناک دماغ چھپا ہوا تھا۔ اس کے برعکس مائیکل یان ایک خاموش طبع اور سرد مزاج آدمی تھا۔ وہ اپنے بھاری جبڑوں کی وجہ سے انتہائی سخت گیر لگتا تھا۔ بہرحال میری ان سے ملاقات ہوئی اور وہ مجھے اپنی آمد کا مقصد بتلانے لگے۔

"مسٹر سیکو بائے! ایف بی آئی کے توسط سے ہم لوگوں کو یہاں پہنچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مقصد یہی ہے کہ..... والٹو موباٹے کے دشمنوں کو منظر عام پر لاکر ختم کر دیا جائے۔ سنا یہی گیا ہے کہ اس سلسلے میں گرین پول نامی ایک خطرناک جماعت کا سہارا بھی لیا گیا ہے جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ والٹو موباٹے کو قطعاً ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چونکہ ایف بی آئی اسرائیلی مفادات کے لیے ایک خصوصی ٹیم تشکیل دے چکی ہے اور والٹو موباٹے نے جس طرح ہماری شرائط قبول کی ہیں، اس کے بعد ایف بی آئی اس سلسلے میں پوری طرح اپنی کارروائیاں تیز کر چکی ہے۔ اسرائیلی مفادات کے لیے گوٹے بل میں جو خفیہ کام ہوا ہے، اس کی نگرانی کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ ایک خصوصی

جماعت یہاں بھیجی جا رہی ہے۔ اس جماعت میں ایسے ارکان شامل ہوں گے جو والٹوسوبائے کا تحفظ بھی کریں گے اور اسرائیلی مفادات کے لیے کام بھی کریں گے۔ اگر مسٹر سوبائے اس سلسلے میں اپنا آخری فیصلہ دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مزید کسی اور کی مداخلت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

میرے ذہن میں پھلجھڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ ایک نئی بات میرے سامنے آئی تھی جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ گویا گرین پل میں والٹوسوبائے کے ذریعے اسرائیلی مفادات کے لیے کام ہو رہا ہے؟ فوری طور پر اس کی تفصیل معلوم کرنا مناسب نہیں تھا لیکن بڑی مہارت سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا بھی تھا۔

میں ان لوگوں سے بڑی ذہانت کے ساتھ اس سلسلے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ لیکن اس طرح کہ وہ مجھ پر کوئی شبہ نہ کر سکیں۔

"اسرائیلی مفادات کے لیے یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، میرا خیال ہے اس وقت تک اسے معطل رکھا جائے جب تک ہم اپنے ایک مسئلے سے فارغ نہ ہو جائیں۔"

"یقیناً ایسا ہی کیا جائے گا۔ ظاہر ہے والٹوسوبائے کی سلامتی ہمارے مقصد کی تکمیل کے لیے بے حد ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک ایسا منصوبہ تیار کرنا چاہیے جس سے والٹوسوبائے کے دشمن منظر عام پر آ جائیں۔ اور اسی کے لیے ہمیں ایف بی آئی نے کچھ خصوصی ہدایات دی ہیں۔ مسٹر گرینس جیسے نے سی آئی اے سے رابطہ قائم کر کے کوئی بہتر منصوبہ ترتیب دینے کے لیے درخواست کی ہے۔ مسٹر اولیو اورڈ جو سی آئی اے کے ایک اہم رکن ہیں اور نسلاً یہودی ہیں، ہمارے اس منصوبے میں کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔"

"اوہ گڈ! مسٹر اورڈ اپنا یہ منصوبہ ہمیں کب تک پیش کریں گے؟"

"وہ ایک اور ذاتی کام میں مصروف تھے لیکن انھیں خاص طور سے واپس امریکا جانا پڑا ہے۔ کیونکہ والٹوسوبائے کا معاملہ حکومت کے لیے خاصی اہمیت رکھتا ہے اور حکومت پر ہم لوگوں نے بھی بہت دباؤ ڈالا ہے کہ اس مسئلے کو جلد حل کر لیا جائے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ نہ صرف ایف بی آئی بلکہ سی آئی اے بھی والٹوسوبائے کے دشمنوں کے خلاف کام کرنے پر رضامند ہو جائے اور اس طرح آپ سمجھتے ہیں کہ... ہمارے کام میں کتنی آسانی ہو سکتی ہے۔"

ہم اپنے دشمنوں کو آسانی سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اس سلسلے میں گرین پول کی مدد سے ایک منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے جس پر عمل درآمد کر کے ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔"

"اگر مناسب سمجھا جائے تو ہمیں بھی اس منصوبے کے بارے میں بتا دیا جائے کیونکہ ہمارا مقصد صرف والٹوسوبائے کا تحفظ ہے۔ اگر کوئی بہتر منصوبہ پہلے سے تیار ہو چکا ہے، تو ہم بھی اس میں معاون کی حیثیت سے کام کریں گے۔"

"اس سے قبل میں ایک بات سے آپ لوگوں کو آگاہ کر دوں۔" مائیکل یان نے درمیان میں دخل دیا۔ "جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں صرف تنظیم آزادیٔ فلسطین پر نگاہ رکھتا ہوں اور مسلسل اس کوشش میں مصروف رہتا ہوں کہ اس کے افراد، مقاصد میرے علم میں آتے رہیں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ ایک چھاپہ مار فلسطینی لڑکی ہمارے خلاف زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف ہے اور اس نے زبردست چالاکی سے والٹوسوبائے کی ہلاکت کے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ مجھے یہاں تک معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لڑکی گرین پل میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کا نام فاخرہ یعقوبی ہے۔ فاخرہ یعقوبی کے بارے میں اس سے پہلے بھی کچھ رپورٹیں میرے پاس موجود ہیں، اور مجھے علم ہوا ہے کہ وہ نہایت خطرناک اور سفاک لڑکی ہے۔ اسرائیلی جنرل سیکورٹی طویل عرصے تک اس کے پیچھے پڑی رہی ہے لیکن اسے کوئی معمولی سا نقصان بھی پہنچایا نہیں جا سکا۔ آپ یہ سمجھ لیجیے کہ والٹوسوبائے کے مقامی دشمنوں سے زیادہ فاخرہ کا وجود اس کے لیے خطرناک ہے۔"

"کیا اس کے بارے میں مزید کچھ معلومات حاصل ہو سکی ہیں؟" اس بار کیرن شی نے سوال کیا۔

"یقیناً معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ میں ابھی مطمئن نہیں ہوا ہوں۔ یہاں گرین پل میں وہ کیا کچھ کارروائیاں کر چکی ہے، اس کے لیے مجھے خصوصی انتظامات کرنا ہوں گے۔" مائیکل یان نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ آپ اس لڑکی کی ذمے داری مجھے سونپ دیجیے۔ میں اسے تلاش کر کے ہلاک کر دوں گا۔" کیرن شی بولا۔

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہو گا کیرن۔ بہتر ہے کہ اس سلسلے میں مکمل سنجیدگی اور بہتر منصوبہ بندی کے ساتھ عمل کیا جائے۔" مائیکل یان نے کہا۔

"بہتر، میں آپ لوگوں سے کہیں بھی انحراف نہیں کروں گا لیکن مسٹر والٹوسوبائے سے اس سلسلے میں گفتگو ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ والٹوسوبائے کے بجائے آپ لوگ.... کیتھی براؤن سے بات کریں کیونکہ کیتھی براؤن کو والٹوسوبائے کی زبان بھی مانا جاتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر میکوبائے۔ ہمیں یہی ہدایات ملی ہیں کہ کیتھی براؤن سے اس سلسلے میں آخری گفتگو کر کے وہ کاغذات مکمل کریں جن کے تحت ہمیں یہاں عمل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔"

"تو پھر میں آپ سے کیتھی براؤن کی ایک ملاقات کا بندوبست کرائے دیتا ہوں۔" میں نے میکوبائے کی حیثیت سے کہا اور وہ لوگ مطمئن ہو گئے۔

نشست برخاست ہو گئی لیکن میرے ذہن میں ہیجان کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ دفعتاً ہی ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی جس نے میری دلچسپیوں کو بے حد بڑھا دیا تھا۔ اب تک تو میں صرف بددلی سے یہ سب کچھ کر رہا تھا، مقصد صرف یہی تھا کہ اولیو اورڈ کے چکر سے نکل جاؤں اور اپنے لیے کوئی ایسی راہ منتخب کروں جو مجھے وقت گزارنے میں مدد دے سکے لیکن اتفاقیہ طور پر ایک ایسا کام نکل آیا تھا جس سے میری دلچسپیاں بہت زیادہ ہو گئی تھیں۔ فاخرہ یعقوبی کا نام اس سے پہلے میں نے نہیں سنا تھا۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسی مجاہدہ ہو جو زیادہ تر ان لوگوں کے خلاف مصروف عمل رہتی ہو اور کبھی میری اس سے ملاقات نہ ہوئی ہو لیکن اگر ایسی کوئی مجاہدہ یہاں موجود ہے تو پھر میرا فرض ہے کہ میں اس کے ساتھ بھرپور تعاون کروں۔ میری شخصیت کئی حصوں میں بٹ گئی تھی، اس کا میں خود بھی تصور نہیں کر سکتا تھا لیکن اب ان معاملات سے مجھے دلی دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔ تنظیم کے لیے میں پہلے ہی دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کے مفادات جہاں بھی مجھے نظر آئیں ان سے کنارہ کشی اختیار نہیں کروں گا اور انھیں انجام دینے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔ یہ موقع یہاں فراہم ہو گیا تھا لیکن اب صورت حال بالکل مختلف تھی۔ اس سے قبل میں گرین پول کے منصوبے کے تحت.... والٹوسوبائے کے دشمنوں کو منظر عام پر لانا چاہتا تھا اور انھیں ہلاک کرنے کا خواہشمند تھا لیکن.... کچھ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ مجھے والٹوسوبائے کے خلاف ہی دل میں نفرت محسوس ہو رہی تھی اور اس کے دشمنوں سے ہمدردی کا احساس ہو رہا تھا۔ اگر اس کے دشمن اسرائیلی منصوبوں کے خلاف ہوتے تو یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ میری تنظیم ہمدرد ہو اور دلچسپیاں ان کے ساتھ ہوتیں۔ خواہ اس سلسلے میں مجھے تہذیب مالکم ایکس کو دھوکا دینا پڑے، خواہ گرین پول کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملانا پڑے۔ ہاں میں اس بات پر کسی بات کو ترجیح نہیں دے سکتا تھا جو میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے جس مقصد کے لیے اپنا مستقبل تباہ کیا تھا، بھلا اس کے خلاف کام کس طرح کر سکتا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں اور اب میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ مجھے کس طرح فاخرہ یعقوبی کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم ہوں اور اس سلسلے میں، میں مائیکل یان اور کیرن شی سے ہی کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ ڈبل کراس! یقیناً مجھے تہذیب مالکم ایکس سے بھی غداری کرنا پڑ رہی تھی۔ حالانکہ وہ اچھی لڑکی تھی لیکن اگر میں اسے تفصیل بتا بھی دوں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا مجھے۔ تہذیب مجھ سے کتنی ہی متاثر سہی لیکن یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سب گرین پول کے خلاف ہو گا اور وہ گرین پول کے مفادات سے غداری نہیں کر سکتی تھی۔ البتہ ایک بات اور میرے ذہن میں آئی تھی۔ یقینی طور پر تہذیب مالکم ایکس کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو گا، وہ نہیں جانتی ہو گی کہ ایف بی آئی کا منصوبہ کیا ہے اور امریکی نژاد یہودی اس سلسلے میں گرین پل کو کس طرح استعمال کر رہے ہیں۔ اگر وہ یہ بات جانتی ہوتی تو کبھی ان منصوبوں میں اس طرح شریک نہ رہتی کیونکہ اسے یہ معلوم تھا کہ علی یار خان تنظیم آزادیٔ فلسطین سے کتنی زیادہ دلچسپی رکھتا ہے اور فلسطینیوں کے مفاد پر دنیا کی ہر چیز کو قربان کر سکتا ہے۔

میں بہت الجھ گیا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کو اس بارے میں بتانا کسی طرح سود مند نہیں ہو گا۔ بات ایک وجہ سے تبدیل ہو گئی تھی۔ مجھے افسوس تھا کہ اس پلان میں شامل ہو کر میں نقصان پہنچانے پر آمادہ ہو گیا ہوں لیکن تنظیم کے لیے سب کچھ قبول کیا جا سکتا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کو دھوکا بھی دیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے آپ کو کسی قیمت پر اس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

ابھی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کیا کروں کہ میری مشکل کا ایک حل مجھے نظر آ گیا۔

تہذیب مالکم ایکس نے کیتھی براؤن کی حیثیت سے مجھ سے ملاقات کی۔ میں اس کی آنکھوں میں شدید بے چینی محسوس کر رہا تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے حسب سابق وہ آلہ نکال کر میز پر رکھ دیا جو تمام آوازوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا تھا اور انھیں منتشر نہیں ہونے دیتا تھا۔ دروازہ مضبوطی سے بند کرنے کے بعد وہ میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میکوبائے! حیرت انگیز طور پر ایک ایسا انکشاف ہوا ہے جس نے مجھے دنگ کر دیا ہے۔"

موباٹے کی سربراہی میں کام ہو رہا ہے۔ فلسطینی تنظیم اس کے دفاع
میں کام کر رہی ہے۔ میں اسی ادارے کا ایک رکن ہوں۔"

"تت... تو کیا میں... تنظیم کی قیدی ہوں؟"

"نہیں آپ کو ان لوگوں نے قید کیا ہے جو آپ کو موباٹے
کا دست راست سمجھتے ہیں اور اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ آپ
موباٹے کے دشمنوں کو کامیاب نہ ہونے دیں گی۔"

"یہ خیال تو تنظیم کو بھی ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں لیکن ہماری ابھی آپ تک پہنچ نہیں ہے۔"

"مگر تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"چالاکی سے۔"

"یہ لوگ کون ہیں؟"

"شاید ان کا تعلق مافیا سے ہے۔"

"اوہ! نہیں یہ مافیا کے آدمی نہیں ہیں۔" کیتھی براؤن
نے کہا۔ بڑا اعتماد تھا ان الفاظ میں اور یہ الفاظ تہذیب کے
انکشاف کی تصدیق کرتے تھے۔

"ان کے بارے میں جو معلومات حاصل کی جا سکتی
ہیں۔ مجھے یہ بتائیے میں آپ کے کس طرح کام آ سکتا ہوں؟"

"کیا مطلب؟"

"تنظیم آزادیٔ فلسطین آپ کی مدد کر کے آپ کا تعاون چاہتی
ہے۔"

"میں بھلا اپنے بھائی کے مفادات سے انحراف کیسے کر
سکتی ہوں بھلا۔"

"خواہ ان لوگوں کی قید ہی میں کیوں نہ مر جائیں؟"

"مجبوری ہے۔"

"او کے۔ میں ایک پیش کش کرتا ہوں آپ کو۔ اگر آپ
موباٹے کو اسرائیلی ایجنٹ بننے سے روک سکیں تو میں آپ کو ان
کے پنجے سے نکال کر لے جا سکتا ہوں۔"

کیتھی کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی "کیا تم مجھے گوشے پل پہنچا
سکتے ہو؟"

"گوشے پل!" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو تم سے تمہاری خواہش کے
مطابق تعاون کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ اسے
یہ بات معلوم نہیں ہے کہ وہ گوشے پل ہی میں ہے۔

"گوشے پل میں کیا آپ موباٹے کے محل میں جائیں گی؟"

"نہیں، وہ جگہ غیر محفوظ ہے۔ وہاں میں ایک اور جگہ قیام
کروں گی۔ وہ میری ملکیت ہے۔"

"کون سی جگہ ہے وہ؟"

"گوشے پل جا سکتے ہو تو وہاں چلو۔ میں وعدہ کرتی ہوں
تمہیں بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔"

"یہ جگہ گوشے پل ہی ہے۔ آپ اپنے دارالحکومت میں ہیں"
میرے اس انکشاف سے کیتھی براؤن ششدر رہ گئی تھی پھر
وہ پُرجوش ہو گئی۔

"اگر یہ بات ہے تو فوراً مجھے یہاں سے نکال لو۔ باہر چل کر
میں تمہیں بتاؤں گی کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"آپ کے پاس کوئی محفوظ جگہ موجود ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"آئیے۔" میں نے کہا اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔
وہ سخت ہیجان کا شکار تھی۔ میں اسے ساتھ لے کر باہر نکل
آیا۔ باہر پیریڈ موجود تھے۔ میرے ساتھ کیتھی براؤن کو دیکھ کر
وہ حیران ہوئے لیکن میں نے فوراً کہا ....

"مسیلیا نے انچارج سے اجازت لے لی ہے۔ آؤ مسٹر
ساتھ آؤ۔" انچارج کی کیفیت بھی مختلف نہیں ہوئی تھی۔ [illegible]
نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "میڈم براؤن میرے ساتھ [illegible]
ہیں۔ ہم دو گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔" اور پھر میں [illegible]
چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ میں جانتا تھا کہ تہذیب مالکم [illegible]
اسے ہدایت ہے کہ وہ خود رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کرے [illegible]
خود ہی ضرورت پڑنے پر رابطہ قائم کرتی رہے گی۔ اس کے علاوہ [illegible]
تہذیب نے اس سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے پورے اختیارات [illegible]
حاصل ہیں۔ گرین پول کی جانب سے اور میرے کسی کام میں مداخلت
نہ کی جائے۔ چنانچہ میں اس کی طرف سے مطمئن تھا۔

باہر نکل کر کیتھی نے کہا۔ "اور تم کہتے ہو کہ میں تمہاری قیدی
نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"ان لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ تعاون کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ میں میکوباٹے کے میک اپ میں ہوں۔"

"گویا ان کا تعلق میکوباٹے سے ہے؟"

"جو کچھ ہے مس کیتھی سامنے آ جائے گا۔ آپ اسی قدر
پریشان کیوں ہیں؟ آپ وہاں چلیں جہاں آپ جانا چاہتی ہیں۔ آپ
کو علم نہیں، میں نے آپ کو باہر لا کے کتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے۔"

کیتھی مجھے جس عمارت میں لائی تھی وہ ایک تہذیب عمارت
تھی۔ اس کے اطراف میں ایک خوب صورت باغ موجود تھا۔ [illegible]
میں ایک بیگم، بوڑھے اور دو جوان لڑکیوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔
کیتھی کو دیکھ کر وہ مودب ہو گئے تھے۔ کیتھی کو یہاں آ کر بہت
اطمینان ہوا تھا۔ ایک شاندار کمرے میں آ کر اس نے کہا۔ "اب

مجھے اپنی اصلی شکل دکھا دو۔"

"کیا یہ ضروری ہے میڈم؟"

"مجھے اطمینان ہو جائے گا۔"

"آپ کو مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں
کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ اس کے باوجود آپ آزاد ہیں۔ میں آپ کو ان
لوگوں کے چنگل سے نکال لایا ہوں۔ اگر آپ مجھ سے تعاون نہ کریں
تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔"

وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر بولی "تمہارا شکریہ۔
اس بات کا میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ میرے ساتھ میں تمہاری
باہر نکلنے کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔"

"میں سمجھا نہیں مادام؟"

"ذاتی طور پر میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کے خلاف نہیں
[illegible] جیکیرڈ اٹو موباٹے امریکی یہودیوں کے جال میں پھنسا
[illegible] امریکن ایف۔ بی۔ آئی اور یہودیوں کی وجہ سے
[illegible] کے لیے کام کر رہی ہے۔ اسرائیلی ایجنٹ بھی اس کے
[illegible] اپنی خدمات پیش کر چکے ہیں۔ بہت گہری چال چلی جا رہی
ہے۔ اگر تم کسی خاص منصوبے کے تحت یہاں نہیں آئے ہو اور
مجھے بے وقوف نہیں بنا رہے تو میرے ساتھ تعاون کرو۔ میں
وعدہ کرتی ہوں کہ میں تنظیم کی مدد کروں گی۔ اگر یہ کوئی چال
ہے تو مجھے بتا دو۔ میں ابھی تمہارے چنگل میں ہوں۔"

"کیا ہم ایک دوسرے پر بھروسا کر سکتے ہیں؟" میں نے
[illegible] ہو کر کہا۔

"حالات نے یہی رخ اختیار کیا ہے۔ بعض اوقات یوں
ہو جاتا ہے کہ دو اجنبی ایک دوسرے کے رازدار بن
جاتے ہیں۔"

"کیا ہم ایک دوسرے سے سچ بول سکتے ہیں؟"

"آنکھیں بند کر کے۔"

"تو آنکھیں بند کر لو کیتھی براؤن اور اپنی سچائی کا ثبوت
دو۔" میں نے کہا۔

"بولو کیا چاہتے ہو؟"

"موباٹے سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"سو فیصد بھائی ہے وہ میرا، لیکن بالکل ناکارہ اور عیاش
ہے۔ مجھ سے بے پناہ نفرت کرتا ہے لیکن ایک ایسا راز ہے
میرے پاس کہ اگر افشا ہو جائے تو وہ کہیں کا نہ رہے گا۔"

"گویا تم اسے بلیک میل کرتی ہو؟"

"اسی طرح زندگی کو برقرار رکھے ہوئے ہوں۔"

"جنرل تمیرس سے تمہارا کیا رابطہ ہے؟"

"وہ میرا محبوب ہے۔ میری زندگی کا مالک۔"

"کیا جنرل تمیرس ہی موباٹے کا پوشیدہ دشمن نہیں ہے؟
کیا وہ ہی اس کی حکومت کا تختہ نہیں الٹنا چاہتا؟"

کیتھی براؤن کی حالت خراب ہو گئی۔ اس کا بدن کانپنے
لگا۔ اور پھر اس نے سخت ہیجان کے عالم میں کہا۔ "ہاں! ہم ہی...
ہاں ہم موباٹے کے خلاف سرگرم ہیں۔ میں جنرل تمیرس کو برسر اقتدار لانا
چاہتی ہوں۔ ہم سب اس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ بس اور کچھ
مت پوچھنا۔ بس میں اور کچھ نہیں بتا سکتی۔ اس کے علاوہ اور کچھ
... اور کچھ..." وہ نڈھال ہو گئی۔ جتنا سچ اس کے پاس تھا
اس نے بول دیا تھا۔ واقعی اب اور کچھ اس کے پاس نہیں رہ
گیا تھا۔

"میڈم کیتھی براؤن! جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میں
تنظیم آزادیٔ فلسطین سے تعلق رکھتا ہوں تو حقیقت یہی ہے۔ آپ
یہ بھی جانتی ہیں کہ موباٹے نے گرین پول سے امداد طلب کی ہے۔
گرین پول کے منصوبے سے بھی آپ واقف ہیں۔ میں آپ کو یہ
بتا دوں کہ گرین پول بڑی کامیابی سے اپنا کام کر رہی ہے۔ آپ
کی جگہ گرین پول کی ایک لڑکی موجود ہے جو باٹے کی جگہ اس کا
ڈپلیکیٹ موجود ہے۔ میکوباٹے کی جگہ میں کام کر رہا ہوں لیکن
مس براؤن! اب کھیل بدل گیا ہے۔ آپ مطمئن رہیں گرین پول
کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ آپ یہ بتائیے آپ جنرل تمیرس کو گرین پول
کے منصوبے سے آگاہ کر سکیں یا نہیں۔"

"تم... تم یہ تو بتا دو... تم کون ہو؟"

"پارکو۔" میں نے جواب دیا۔ اور کیتھی براؤن ایک بار پھر
ششدر رہ گئی۔

"لیکن تم تو... تم تو..."

"ہاں۔ میں گرین پول کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن در اصل
میں تنظیم کا نمائندہ ہوں۔"

"اوہ! دماغ پھٹ جائے گا میرا۔ پاگل ہو جاؤں گی میں۔
کیا کروں... میں کیا کروں؟" کیتھی نے دونوں ہاتھوں سے سر
پکڑ لیا۔

"آپ یہاں آرام کریں۔ میں بہت جلد جنرل تمیرس سے آپ
کی ملاقات کا بندوبست کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے آپ اس وقت
تک خود کو پُرسکون رکھیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو ہم
دونوں کے لیے نقصان دہ ہو۔"

"کیا تم... کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی تم ایسا ہی کرو گے؟"

"ہاں میڈم۔ اس وقت تک مجھ پر بھروسا کریں جب تک
آپ کو مایوسی نہ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

تھا بلکہ اتفاقیہ طور پر گرین پول سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اس کی تفصیل طویل ہے اس لیے آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ گرین پول کی نمائندہ لڑکی میری دوست بن گئی اور اس نے اپنے مقاصد مجھ سے بیان کر کے مجھے اپنے ساتھ شمولیت کی پیشکش کی جس وقت میں والٹو ہوباٹے سے ملا تھا اور میں نے اس کے سیکرٹری کو آپ کے سامنے بے نقاب کر دیا تھا اس وقت میرے ذہن میں۔۔۔ والٹو ہوباٹے سے وفاداری کے جذبات موجود تھے یعنی گرین پول کی جانب سے میں اس کا تحفظ چاہتا تھا لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ والٹو ہوباٹے کے مشن میں شریک نہیں ہیں بلکہ آپ کا مشن کچھ اور ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا میڈم کیتھی براؤن کہ والٹو ہوباٹے جیسی شخصیت جو دن میں امریکیوں کی آلۂ کار ہے تو آپ خود سمجھتی ہیں کہ میں دیگر تمام مفادات کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہو گیا اور میں نے آپ سے تعاون کا فیصلہ کر لیا لیکن یہ اس شرط پر ہے کہ جنرل ٹیرس کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد یہاں یہودی مفاد ختم کر دیے جائیں گے۔ اگر آپ نے میرے ساتھ تعاون کیا تو یقین کیجیے میں سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا اور آپ کے مشن کو کامیاب بناؤں گا، دوسری شکل میں یقیناً آپ کا بدترین دشمن ثابت ہوں گا۔"

"نہیں نہیں، تمہیں اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ ٹیرس بذاتِ خود یہودیوں سے نفرت کرتا ہے اور اپنے وطن میں اسرائیلی مفادات کے لیے کوئی کارروائی نہیں ہونے دینا چاہتا۔"

"تو بس آپ اطمینان رکھیں میڈم براؤن کہ جنرل ٹیرس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا میری بھی ذمے داری ہے اور میں اس کے لیے پوری طرح کام کروں گا۔"

"گرین پول کی وہ لڑکی جس کے ساتھ تم والٹو ہوباٹے سے ملنے کے لیے آئے تھے، مجھے بہت چالاک محسوس ہوتی ہے۔ وہ ایک خود مختار حیثیت میں گرین پول کے لیے کام کرتی ہے۔ کیا تمہارا اس سے ٹکراؤ نہیں ہو جائے گا؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ انھیں میں خود ہی دیکھوں گا۔ آپ یہاں صرف اپنا تحفظ کریں۔ اگر میرے پاس کچھ ایسے افراد ہوتے جو میرے لیے کام کرتے تو میں یقیناً یہاں کچھ لوگوں کو آپ کی نگرانی کے لیے مقرر کر دیتا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف اپنا کام کرو۔" کیتھی براؤن نے کہا اور کافی پینے کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔

"بس اب مجھے اجازت دیجیے میڈم! زیادہ دیر آپ کے پاس رکنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

کیتھی براؤن اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور چند قدم چل کر مجھے رخصت کرنے چلی۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر میرے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات انسان بہت کچھ ہوتے کے باوجود کچھ نہیں رہ جاتا۔ میں بھی اس وقت ایسی ہی کیفیت کا شکار ہوں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے پارکو، میں اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں۔ ان دنوں میں اپنے آپ کو اتنا تنہا محسوس کر رہی ہوں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں محسوس کیا۔"

میں نے اسے تسلی دی اور باہر نکلنے والے راستے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں واپس ہوباٹے ہاؤس کی جانب جا رہا تھا۔ جو کچھ کر چکا تھا وہ میرے لیے بھی بہت خطرناک تھا۔ کہیں ایک قدم غلط اٹھتا اور مصیبتوں کا شکار ہو جاتا، چنانچہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا۔ تہذیب ہوا شیدا ایک اچھی دوست اور ساتھی ثابت ہوئی تھی۔ اس کی جانب سے اب یہ خدشہ مکمل طور پر ذہن سے نکل چکا تھا کہ کسی طور پر اس کا تعلق الیو بادروتو سے ہو گا۔ بادروتو کو میں نے انجانے طور پر بدترین شکست دی تھی۔ اس نے بڑی گہری چال چلی تھی اور بڑی طویل منصوبہ بندی کے تحت مجھے تنظیم سے برگشتہ کر کے فرانس لایا تھا۔ یقیناً اس کے ذہن میں کوئی ایسا ہی منصوبہ ہو گا جو میری ذات کے لیے نقصان دہ ہو گا۔ اس بات کا مجھے بھی یقین تھا کہ اگر ادیو بادروتو اگر چاہتا تو میں اس کے ہاتھوں موت کا شکار بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اسرائیلی مفاد کے لیے وہ میری ذات کو اس طرح استعمال کرنے کا خواہش مند تھا کہ میرا ملک بھی اس میں ملوث ہو جائے۔

میں نے اس کے منصوبوں کے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا لیکن کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی ——— فی الحال تو میں اس کے جال سے نکل چکا تھا اور اس موڑ پر اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ نہیں تو اب امریکن ایف بی آئی کا ٹونس ہیلے میرے آس پاس ہی موجود تھا اور کسی بھی لمحے اس سے مڈبھیڑ ہو سکتی تھی۔ ہوباٹے کے محل میں حالات حسبِ معمول تھے۔ میں یہاں کی سنسنی خیز کیفیت کو ہر لمحہ محسوس کرتا تھا۔

تہذیب سے اس کے کمرے ہی میں ملاقات ہوئی۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اسے کیتھی براؤن کی گمشدگی کا علم ہوا یا نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے خبر ہے۔ وہ پُرسکون تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور کہنے لگی۔ "یہ دونوں افراد۔۔۔ میری مراد کیرن شی اور مائیکل پائن سے ہے، بے پناہ شاطر معلوم ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کس طرف سے شدید بے چینی کا شکار ہوں پارکو۔"

"میرے خیال میں ابھی تک انھیں تم پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا، ورنہ وہ اپنے منصوبے یوں [illegible]"

"ہاں یقیناً ایسی ہی بات ہے لیکن اس کے باوجود میرا خیال ہے ان دونوں کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے۔ دراصل معاملات اب اس نہج تک پہنچ گئے ہیں کہ ہمیں میدان صاف رکھنا چاہیے، خواہ اس کے لیے تھوڑا بہت خطرہ ہی کیوں نہ مول لینا پڑے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جنرل ٹیرس ان دونوں سے ملا تھا اور ان کے درمیان خاص گفتگو ہوئی تھی۔ غالباً جنرل ٹیرس اب اپنے منصوبے پر بلاتاخیر عمل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھ سے بھی ملاقات کی تھی لیکن یہ ملاقات ان دونوں سے گفتگو کرنے کے بعد ہوئی تھی۔ آج رات کو ساڑھے گیارہ بجے یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک مخصوص عمارت میں ان لوگوں نے ایک میٹنگ کا پروگرام رکھا ہے۔ جنرل ٹیرس مجھے اس میٹنگ میں شرکت کی دعوت دینے کے لیے میرے پاس پہنچا تھا اور اس نے عجیب سے انداز میں مجھ سے کہا تھا کہ اس میٹنگ میں شرکت بے حد ضروری ہے۔ جس انداز میں وہ مجھ سے گفتگو کر رہا تھا اس سے تمہارے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے پارکو کہ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے درمیان گہرا ربط و ضبط ہے۔ تاہم وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا ہے اور تنہائی میں بھی میرے مرتبے کو نظر انداز نہیں کرتا لیکن اس کی آنکھیں کچھ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے لیکن اس میٹنگ کے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی اطلاع نہیں ہے۔"

"تم غالباً موجود نہیں تھے۔ جنرل ٹیرس نے مجھ سے ہی تمہارے بارے میں بھی کہا ہے کہ رات کو ساڑھے گیارہ بجے کی اس میٹنگ میں تمہیں شرکت کی دعوت دے دی جائے۔"

"یہ میٹنگ کہاں ہو رہی ہے؟"

"بیگی ہاؤس میں جو اس عمارت کے عقب میں بالکل قریب ہی ہے۔"

"یہاں محل میں یہ میٹنگ مناسب کیوں نہیں سمجھی گئی؟"

"جنرل ٹیرس کا کہنا ہے کہ محل میں جہاں تک ممکن ہو سکے ایسی اہم کارروائیاں محدود رکھی جائیں کیونکہ دشمنوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ دراصل وہ سیکرٹری والے واقعے سے خاصا متاثر معلوم ہوتا ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سیکرٹری کا تقرر ظاہر ہے جنرل ٹیرس ہی کے ایما پر ہوا تھا۔ اس میٹنگ کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس میں کیا فیصلے ہونے والے ہیں۔ بہرکیف میں اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کرنے لگا۔ کیتھی براؤن کے مسئلے کو ابھی کچھ دیر کے لیے مزید ٹالنا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے ایک آدمی خفیہ طور پر بیگی ہاؤس پہنچ گیا۔ تہذیب مالکہ ایکس میرے ساتھ ہی اس پُراسرار عمارت میں گئی تھی۔ عمارت خاصی مضبوط بنی ہوئی تھی۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے اطراف میں کوئی نہ ہو۔ میٹنگ ہال میں والٹو ہوباٹے، مائیکل پائن اور جنرل ٹیرس پہلے سے موجود تھے۔ میں اور کیتھی براؤن یعنی تہذیب مالکہ ایکس ساتھ ساتھ ہی اندر داخل ہوئے تھے۔ کیرن شی ہمارے درمیان موجود نہیں تھا۔ کسی نے اس کے بارے میں مائیکل پائن سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک اور کام میں مصروف ہے۔ اس لیے اس میٹنگ میں شرکت نہیں کر سکتا۔ یہاں میں اس کی نمائندگی کر رہا ہوں۔

جنرل ٹیرس نے والٹو ہوباٹے اور کیتھی براؤن کو اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میڈم! اب تک اس سلسلے میں مجھے جو علم ہو سکا ہے، اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ہم ابھی تک مضبوط اقدامات نہیں کر سکے ہیں۔ دشمن ہماری نگاہوں سے روپوش اپنی سازشوں میں مصروف ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ کب تک برداشت کریں؟ کہیں یوں نہ ہو کہ ہماری قوتِ مدافعت کمزور پڑ جائے اور دشمن اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا جائے۔"

"تو آپ کے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی موثر منصوبہ موجود ہے جنرل ٹیرس! اگر ایسی بات ہے تو براہ کرم آپ ہمیں اس سے آگاہ کریں۔" کیتھی براؤن یا تہذیب مالکہ ایکس نے پُروقار انداز میں کہا۔

"میڈم! بظاہر ہم کوئی ایسا منصوبہ پیش نہیں کر سکتے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنی طرف سے کارروائی کا آغاز کر دیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"ان تمام عہدیداروں کی فہرست میرے پاس موجود ہے جنھیں ہم اس سلسلے میں ملوث سمجھتے ہیں۔ اگر ہم اپنے منصوبے میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے اسے یوں عمل میں لائیں کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے خفیہ طور پر قید کر دیا جائے تو پھر اس انقلاب کے امکانات ہی ختم ہو جاتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں، اس طرح ہمارے دشمن پس منظر میں رہ جائیں گے اور ہم صرف اندھیرے میں تیر چلاتے رہ جائیں گے۔ ممکن ہے جن لوگوں کو ہم گرفتار کریں ان کے ذہن میں یہ منصوبہ ہو ہی نہیں۔۔۔" والٹو ہوباٹے نے فوراً دخل دیا۔ تہذیب مالکہ ایکس نے اس شخص کا انتخاب یونہی نہیں کیا تھا۔ یہ ذہین آدمی تھا اور اپنی پوزیشن کو پوری طرح سمجھ چکا تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے جناب لیکن آپ کے

آیا۔ راستے میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت یا ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوئی تھی جو قابل توجہ ہوتی۔ ان دونوں کو اپنی جگہ پہنچانے کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔

میں ذہنی الجھنوں کا شکار تھا۔ پتا نہیں جنرل ٹیرس اس نوجوان کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ اس سے فوری رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ میں جنرل ٹیرس کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی۔ جنرل خود ہی میری رہائش گاہ پر پہنچا تھا۔

میں نے پرتپاک انداز میں اس کا استقبال کیا اور اسے اندر لے آیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "فلسطینی نوجوان کو آپ نے کہاں قید کیا ہے جنرل؟"

"ایک مخصوص قید خانے میں۔ آپ مطمئن رہیں، وہ وہاں سے فرار نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی فرار کرایا جا سکے گا۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"اس کے زخموں وغیرہ کی دیکھ بھال کے لیے آپ نے کوئی معقول بندوبست کیا ہے؟"

"ہاں آپ اطمینان رکھیں مسٹر [illegible]۔ وہ شدید زخمی نہیں ہے۔ میں نے اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرا دی ہے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"ان دونوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

"دونوں کی لاشیں ٹھکانے لگا دی گئی ہیں۔" جنرل نے سکون سے جواب دیا اور میں اچھل پڑا۔

"اوہ! تو کیا وہ دونوں..."

"ہاں۔ وہ اسی جگہ مر چکے تھے۔"

"لیکن جنرل! ان کی اس طرح موت ہمارے لیے بہت سی الجھنیں پیدا کرے گی۔ خاص طور پر وہ محافظ۔ ان کے ذریعے یہ بات منظر عام پر آ سکتی ہے۔"

"اس خفیہ میٹنگ کے لیے محافظوں کا بندوبست میں نے کیا تھا۔ کیرن شی مے کو شاید کہیں سے اس فلسطینی نوجوان کے بارے میں اشارہ ملا تھا اس لیے وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔ ان کی یہ کارروائی ــــ ہمارے حق میں تھی لیکن اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا، وہ خالص ذاتی عناد کی بنیاد پر تھا۔ محافظوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ اس واقعے کو بھول جائیں، اور وہ بھول جائیں گے۔"

"آپ مطمئن ہیں؟"

"انھیں ذہن سے نکال دیجیے مسٹر میکوبائے۔" جنرل نے کہا۔

"ویسے اس واقعے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جنرل؟"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، فلسطینی اسرائیلی اٹیمی پلانٹ کی فکر میں یہاں کافی عرصے سے کام کر رہے ہیں جو مسٹر والتو موبائے کی نگرانی میں تکمیل پا رہا ہے۔"

"یہ اٹیمی پلانٹ کہاں واقع ہے جنرل؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سلسلے میں تمام معلومات خفیہ رکھی گئی ہیں [illegible] میرا کوئی تعلق براہ راست ان باتوں سے نہیں تھا اس [illegible] نے اس میں دخل نہیں دیا۔"

"جنرل ٹیرس! کیا آپ اس بات سے انکار کرتے [illegible] ہو جائے... میرا خیال ہے سب سے زیادہ آپ پر اعتبار [illegible]"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسٹر موبائے [illegible] خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ یہ کہتے ہیں کہ اٹیمی پلانٹ کا آپ کو علم نہیں ہے!"

"آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر میکوبائے! اگر مسٹر والتو موبائے اعتماد کرتے ہیں تو میں کسی بھی شخص کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی [illegible] کا مالک کیوں نہ ہو ان کے کسی راز سے آگاہ کر سکتا ہوں؟" ٹیرس نے جواب دیا۔

"آپ ایک قابل قدر آدمی ہیں جنرل! میں آپ کی دل سے قدر کرتا ہوں۔"

"میرے لیے اور کیا حکم ہے مسٹر میکوبائے؟" اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

"آپ سے اسی سلسلے میں کچھ باتیں کرنا تھیں۔ فلسطینی کے ہاتھوں ان دونوں کا قتل آپ کے خیال میں کیا [illegible] ہے؟"

"مسٹر میکوبائے! آپ نے دیکھا کہ میں صرف ان میں مداخلت کرتا ہوں، جن کی مجھے اجازت دی جاتی ہے۔ والتو موبائے وہاں موجود تھے۔ وہ اپنے طور پر کوئی [illegible] کر سکتے تھے۔ اور اگر وہ مجھے کوئی حکم دیتے تو پھر میں مداخلت کرتا۔ ویسے میرا اپنا ایک اندازہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے جنرل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ان دونوں کی موت میں خاصی دلچسپی لی۔ شاید آپ اندازہ کر چکے تھے کہ وہ فلسطینی نوجوان ان پر بھاری پڑ جائے گا۔ حالانکہ یہ دونوں معمولی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن فلسطینی گوریلوں کو جس انداز میں تربیت دی جاتی ہے وہ انھیں فولاد بنا دیتی ہے۔ اور آپ نے اسی طرح سے جانچ لیا تھا۔" جنرل ٹیرس کی تیز اور چمکدار [illegible] طرف نگراں تھیں۔ لیکن میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے اس انکشاف پر میں پریشان ہو جاؤں گا۔ لیکن میری آنکھوں میں یا میرے چہرے پر پریشانی کا کوئی شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ہاں شاید آپ کا یہ خیال درست ہے جنرل!"

"سوال کر سکتا ہوں مسٹر میکوبائے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"جنرل! جانے دیجیے، ہمارے درمیان بہت سارے معاملات محتاط انداز میں چل رہے ہیں۔ ظاہر ہے میں اس بات کا جواب آپ کو نہیں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے! میں اس بات پر اصرار بھی نہیں کروں گا۔ ویسے آپ اس فلسطینی نوجوان سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ بھی میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال آپ کے لیے ایک پیغام ہے میرے پاس۔"

"پیغام! کس کا پیغام؟" جنرل ٹیرس نے سوال کیا۔

"جنرل! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سنیں! آپ کو ایک جگہ پہنچنا ہے رات کے کسی بھی حصے میں یا کل دن میں کسی بھی وقت۔"

"کہاں؟" جنرل ٹیرس کچھ چونکا ہوا سا تھا۔

"اس جگہ کا نام ساؤتھ پارک ہوٹل ہے۔" میں نے جواب دیا۔ جنرل کے بدن میں ایک لمحے کے لیے لرزش پیدا ہوئی تھی لیکن اس نے اپنے چہرے سے کسی قسم کے تردد کا اظہار نہیں ہونے دیا اور پرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولا۔ "ساؤتھ پارک ہوٹل۔ میرا خیال ہے میں اس علاقے اور اس عمارت کے بارے میں جانتا ہوں، لیکن وہاں سے یہ پیغام کس نے دیا ہے میکوبائے؟"

"میں نہیں جانتا۔ بس مجھ سے اس بارے میں درخواست کی گئی تھی اور میں نے یہ درخواست آپ تک پہنچا دی۔"

"آپ ہوا میں تیر چلا رہے ہیں مسٹر میکوبائے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ نے اس عمارت کا حوالہ مجھے کیوں دیا ہے۔" جنرل نے کہا۔ اس کی آواز میں کوئی خاص بات ضرور تھی جسے میں نے بخوبی محسوس کیا ــــ اور اس کے بعد مجھے یوں لگنے لگا جیسے جنرل میری طرف سے محتاط ہو گیا ہے۔

"آپ کو وہاں ضرور جانا ہے جنرل! اگر ضرورت محسوس کریں تو ٹیلی فون پر وہاں موجود اس شخصیت سے بات چیت کر سکتے ہیں جس نے آپ کے لیے پیغام دیا تھا۔"

"خیر مسٹر میکوبائے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ کیا اب آپ سے اجازت چاہ سکتا ہوں؟"

"اوکے جنرل۔ میری بات پر غور کر لینا۔" میں نے کہا اور جنرل ٹیرس کوئی جواب دیے بغیر باہر نکل گیا تھا۔ لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ جنرل کے ذہن میں بیٹھے بیٹھے کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر جنرل کسی بھی طرح گیتھی براؤن سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ یقیناً اس کا ذہن صاف ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے مجھے محتاط رہنا تھا۔ جنرل ٹیرس اس واقعے سے خود کو اس قدر بے تعلق نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس نے والتو موبائے کی خاموشی کے سہارے اپنی خاموشی کا جواز بھی پیدا کر لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اپنے درمیان کیرن شی مے اور مائیکل بان کی موجودگی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ان دونوں شاطر آدمیوں سے خود اس کا منصوبہ بھی خطرے میں پڑ جاتا تھا۔ اب وہ گیتھی براؤن سے ملاقات کرے گا۔ اور اس کے بعد اس کا رویہ تبدیل ہو جائے گا لیکن میرے لیے ابھی بے شمار مسائل تھے۔ فلسطینی جوان، جنرل ٹیرس کی قید میں تھا اور میں... اسے حاصل کرنا چاہتا تھا، تاکہ اس کے ذریعے فاتح یدقوبی سے رابطہ قائم ہو سکے۔ تنظیم آزادی فلسطین کی یہ رکن یہاں اپنی ذہانت کا لوہا منوا چکی تھی اور اس کے تذکرے عام تھے۔ چنانچہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر مجھے اس کا سراغ مل جائے تو بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں لیکن اس سے ملاقات کا مرحلہ ابھی دور تھا۔ سب سے پہلے تہذیب عالم اکیس کو سنبھالنا

تھا۔ اس کے لیے زبردست تیاریاں کرنا پڑی تھیں۔ مجھے ذہنی طور پر میں ایک ایک لمحہ مصروف رہا تھا۔ کچھ عملی اقدامات بھی اس دوران کر ڈالے تھے۔ مثلاً مجھے اندازہ تھا کہ جب تہذیب مالکم ایکس کو یہ بات معلوم ہوگی کہ کیتھی براؤن اس کی قید سے رہا ہو چکی ہے تو پھر اپنے آپ کو وہ شدید خطرے میں محسوس کرے گی اور فوری طور پر یہاں سے نکل جانے کا پروگرام بنائے گی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان تمام حالات کے باوجود تہذیب مالکم ایکس، والنٹو مہاراجے کے محل سے دور ہو جائے اور میں خود بھی اس کے بعد میکویاٹے کی حیثیت سے نہیں رہ سکتا تھا۔ حالانکہ سب کچھ میرا ہی کیا دھرا تھا لیکن تہذیب مالکم ایکس گرین پول کی "مختار کل" تھی، مطلق العنان اور خود فیصلے کرنے والی۔ اگر میں اس کے جانے کے بعد خود میکویاٹے کی حیثیت سے محل میں رہتا تو اسے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ میں اتنا مطمئن کیوں ہوں، جبکہ میکویاٹے ہی کی حیثیت سے کیتھی براؤن کو وہاں سے نکالا گیا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر مجھے اپنی شخصیت تبدیل کرنا تھی۔ اور اس طرح اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اپنے بہت سے اختیارات کھو بیٹھتا۔ میکویاٹے کی حیثیت سے مجھے یہ اختیارات حاصل تھے کہ میں کسی بھی معاملے میں براہِ راست شریک ہوں اور میری اپنی آواز بھی دوسری آوازوں سے بلند ہو لیکن اس حیثیت کو برقرار رکھنا مشکل تھا۔ میں نے ان تمام باتوں پر بہت غور و فکر کیا تھا۔ اور اس سلسلے میں جو انتظامات کیے تھے وہ یوں تھے۔

میں نے سوچا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو جب صورت حال کا علم ہوگا تو اسے مشورہ دوں گا کہ وہ اپنا میک اپ تبدیل کر لے اور میں بھی۔ مجھے خود بھی اپنا میک اپ تبدیل کرنا تھا اور اس کے لیے میں نے دو ایسے کرداروں کا انتخاب کر لیا تھا جن کی جگہ میں اور تہذیب مالکم ایکس لے سکتے تھے۔ ان میں سے ایک اس محل کا نگران فلائیڈ پیٹرسن تھا اور دوسری ایک لڑکی جوزی مارسٹن جو سیاہ فام تھی اور محل کی نگرانی کے امور میں ایک خصوصی حیثیت رکھتی تھی۔ ہم دونوں ان دونوں کی شکل میں بہ آسانی آ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بظاہر اور کوئی کردار ایسا نظر نہیں آتا تھا جس کی شکل اختیار کر کے ہم اس محل میں آزادانہ کام کر سکتے۔ چنانچہ میں نے میک اپ کے سامان کا بھی انتظام کیا تھا جس کے ذریعے ہم ان دونوں کی شکلیں اختیار کر سکتے تھے لیکن یہ سب کچھ نہایت مہارت اور احتیاط سے کرنا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ حالات ہر وقت میرے تابع ہی ہوں۔ کسی وقت صورت حال بگڑ بھی سکتی تھی اور میں جانتا تھا کہ جہاں بھی میں نے چوٹ کھائی وہیں سے میرے زوال کا آغاز ہو جائے گا اور یہاں میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔

فی الحال اپنے کمرے میں ہی رہنا مناسب تھا۔ یوں بھی رات خاصی گہری ہو چکی تھی۔ والنٹو مہاراجے اپنی آرام گاہ میں چلا گیا تھا اور تہذیب مالکم ایکس، کیتھی براؤن کی حیثیت سے اپنی آرام گاہ میں تھی۔ اس نے بمشکل تمام خود پر قابو پایا ہوگا۔ ورنہ ان حالات میں وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنا ضروری سمجھتی۔ ہم دونوں محتاط انداز میں ہی ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے لیکن رات کے غالباً دو بجے تھے اس وقت اور میری پلکیں بوجھل ہو چکی تھیں، جب اچانک دروازے پر دستک سنائی دی۔

میں اچھل پڑا۔ اس وقت دروازے پر دستک دینے والی دو ہی شخصیتیں ہو سکتی تھیں۔ جنرل ٹیرس یا تہذیب مالکم ایکس۔ تاہم میں نے پستول نکالا اور بڑی احتیاط کے ساتھ دروازہ اس انداز میں کھول دیا کہ اگر کوئی... کارروائی بھی ہو تو میں اس کی فوری زد میں نہ آ سکوں۔

جنگلی جانور کی طرح اندر گھس آنے والی تہذیب مالکم ایکس ہی تھی۔ اس کی وحشت اور عجلت بازی سے ہی میں نے اندازہ لگا لیا کہ کسی نہ کسی طرح انچارج سے اسے [illegible] ہو گیا ہے۔ اس نے احمقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھا اور پھر مجھ پر نگاہ پڑتے ہی آنکھیں بند کر لیں اور مدھم لہجے میں بولی: "دروازہ بند کر دو علی! دروازہ بند کر دو۔" اس کی ذہنی کیفیت کا میں بخوبی اندازہ لگا رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر تیز روشنی کے سوئچ کی جانب ہاتھ بڑھایا تو تہذیب نے پھرتی سے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا۔ "نہیں رہنے دو، رہنے دو، بتی نہ جلاؤ۔"

"کیا بات ہے تم کافی پریشان نظر آ رہی ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اوہ... اوہ علی! جلدی سے مجھے ایک بات بتاؤ، پہلے جلدی سے مجھے ایک بات بتا دو۔" اس نے بے صبری کے انداز میں کہا۔

"خیریت! کیا بات ہے؟" میں نے متعجب ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے... کیا تم نے کیتھی براؤن کو اس جگہ سے ہٹا دیا ہے؟"

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا تہذیب؟"

"یہ بتاؤ کیا تم ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے؟ کیا تم نے انچارج سے کہا تھا کہ تم کیتھی براؤن سے ملنا چاہتے ہو؟ اور اس کے بعد تم... تم..."

"تہذیب! براہ کرم اپنے حواس بحال کرو۔ تم جیسی شخصیت کے لیے اتنی بدحواسی موزوں نہیں ہے۔ بیٹھو، آرام سے بیٹھ جاؤ۔ کیا ہوا؟ مجھے تفصیل سے بتاؤ؟"

"تو تم نہیں گئے...؟ تو تم وہاں نہیں گئے؟" تہذیب نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور میں اسے سہارا دے کر مسہری تک لے آیا۔

"بیٹھو، پلیز بیٹھو... بیٹھ جاؤ... کیا لاؤں تمہارے لیے؟"

"کچھ نہیں... کچھ نہیں... میں واقعی کچھ زیادہ ہی بوکھلا گئی ہوں... پلیز محسوس مت کرنا۔" تہذیب گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ میں نے اپنے انداز میں پریشانی کا تاثر پیدا کر لیا تھا۔ تہذیب چند لمحات گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ پھر اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا: "ایک شخص، یعنی تم... یعنی مسٹر میکویاٹے اس جگہ پہنچا جہاں ہم نے کیتھی براؤن کو قید کر رکھا تھا۔ اس نے کیتھی براؤن سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ چونکہ انچارج کو یہ بات معلوم تھی کہ تم گرین پول کے لیے ایک اہم کام انجام دے رہے ہو اور اس وقت تم میکویاٹے کے میک اپ میں ہو، اس لیے اس نے کوئی تعرض نہ کیا اور تم کیتھی براؤن کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک وہاں رہ کر تم اسے ساتھ لے کر باہر آئے اور پھر کہیں چلے گئے۔ انچارج نے صرف اس لیے مداخلت نہیں کی کہ میں نے اسے تمہارے بارے میں مکمل ہدایات دے دی تھیں۔ اس کے بعد سے کیتھی براؤن وہاں واپس نہیں پہنچی، یعنی وہ واپس نہیں پہنچی۔ انچارج بے حد پریشان تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا اس لیے وہ بھی مجھے اس بارے میں اطلاع نہیں دے سکا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بالکل ہی اتفاقیہ طور پر میں خیالات کے ہجوم سے تنگ آ کر اس سے بات کرنے کے لیے ٹیلیفون پر پہنچی اور وہاں کی خیریت معلوم کرنے لگی تو انچارج نے مجھے بے بسی کے انداز میں یہ بات بتائی۔ یہ واقعہ ہے علی... میرا خیال ہے... میرا خیال ہے اگر تم نے یہ سب کچھ نہیں کیا تو ہم... تو ہم بے نقاب ہو گئے۔ ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا علی! ہم اپنی اس کوشش میں مکمل طور پر ناکام ہو گئے۔" تہذیب بہت زیادہ نروس نظر آ رہی تھی۔

میں بھی خاموش رہا۔ میرا انداز اس کے سامنے ایسا ہی تھا جیسے اس انکشاف پر ہکا بکا رہ گیا ہوں۔ پھر میں نے آہستہ سے تہذیب کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "ہمت نہ ہارو تہذیب! ہمت نہ ہارو، یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے، کس طرح ہو سکتا ہے... غور کرو اس پر۔"

"میرا ذہن ماؤف ہو رہا ہے۔ میں اعتراف کرتی ہوں علی کہ مجھے اتنا شدید ذہنی جھٹکا لگا ہے کہ میں سوچنے سمجھنے کی قوتیں کھو بیٹھی ہوں۔ اس وقت میں شاید تمہارے پاس نہ آتی کیونکہ جس قدر احتیاط میں آج تک برتتی رہی ہوں اس کے تحت میرا اس وقت تمہارے پاس دوڑے چلے آنا غیر مناسب تھا۔ لیکن میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔ مجھے بتاؤ... مجھے بتاؤ اس کا مقصد تو صرف یہ ہوا کہ میں بھی نگاہوں میں آ گئی اور تم بھی... گویا اب ہم دونوں کی پوزیشن یہاں خراب ہو گئی۔ ہم خطرے میں ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے اگر کوئی شخص میکویاٹے کی حیثیت سے وہاں پہنچا تھا تو اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ صرف میکویاٹے ہی ہے جو وہاں تک جا سکتا ہے۔ یہ بات اسے کیسے معلوم ہوئی؟ یقینی طور پر اس نے یہ بات بھی معلوم کی ہوگی کہ کیتھی براؤن کو بہت محتاط انداز میں اغوا کیا گیا ہے۔ اتنی گہرائی میں کون شخص جا سکتا ہے اور ان تمام باتوں کو جان سکتا ہے؟ آہ! تہذیب، واقعی بڑی خوفناک صورت حال ہے۔ جس میں کوئی فوری اقدام کرنا ہوگا۔"

"میں تو صرف ایک بات کہتی ہوں، خاموشی سے یہاں سے نکل چلو، ورنہ کوئی بھی لمحہ جانے کیسے قیامت کا لمحہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ بات ہم بعد میں سوچیں گے کہ ہمیں محل کی عورتوں پر کس طرح نگاہ رکھنا چاہیے۔ میرا خیال ہے اب تو ''.....'' سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔ میں اپنی کوشش میں ناکام ہو چکی ہوں۔"

"ایک منٹ تہذیب، ایک منٹ..... تم بہت زیادہ نروس ہو گئی ہو، یہ مناسب نہیں ہے۔ میرا خیال ہے تھوڑی سی بزدلی بھی....."

"ارے نہیں نہیں، کیسی بات کرتے ہو علی! میں نے کبھی تمہارے سامنے....."

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس وقت تمہاری کیفیت بہتر نہیں ہے۔ بہر حال میں جانتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ خطرہ ہمارے سروں پر پہنچے، ہم اگر کوئی بہتر قدم اٹھا لیں تو کیا حرج ہے۔"

"اگر تمہارا ذہن کام کر رہا ہے اس سلسلے میں تو ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ کیا کیا جائے۔ میں خود تو اعتراف کر چکی ہوں کہ میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آتی۔ اتنا زیادہ ہم منظر عام پر آ گئے ہیں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم بتاؤ کیا اس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ ہمارا تمام منصوبہ کسی کے علم میں آ چکا ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہے اور جو کوئی بھی ہے وہ ہمیں انگلیوں پر نچا رہا ہے۔ اس نے ہمیں جو لمحات دیے ہیں وہ صرف تمسخرانہ انداز میں دیے ہیں ورنہ اس وقت تک ہم دونوں کو گرفتار ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر اس معاملے میں پس پردہ جنرل ٹیریسن ہے تو..... تو..... اوہ! کیسی عجیب بات ہے، کتنی عجیب بات ہے۔" تہذیب نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ میں ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ تہذیب بار بار چونک کر دروازے کی جانب دیکھنے لگتی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس قدر ہراساں ہے اور یہ صورت حال بہتر نہیں تھی۔

ویسے میرے ذہن میں منصوبہ مکمل تھا، لیکن میں اسے فوراً ہی تہذیب کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے لیے تھوڑا سا وقت، تھوڑی سی سوچ مزید درکار تھی۔ تقریباً دس منٹ تک ہم دونوں بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ کمرے میں رنگین روشنی تھی، بہت مدھم، بہت ہلکی سی، اس لیے ہم دونوں ایک دوسرے کے خدوخال دیکھ سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا: "تہذیب! اگر ہم ان کی طرف سے کوئی کارروائی ہونے سے پہلے ہی یہاں اپنے بچاؤ کا بندوبست کر لیں تو....."

"کیا مطلب؟" تہذیب نے دونوں ہاتھ سر سے ہٹا لیے۔

"مقصد یہ کہ ہمیں تھوڑی سی الجھنوں کا سامنا تو کرنا پڑے گا لیکن اس محل سے دور نہیں جانا ہو گا۔"

"وہ کیسے..... آخر وہ کیسے؟"

"تم کیا سمجھتی ہو تہذیب کہ اس تمام وقت میں، میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھا رہا ہوں، صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے۔ نہیں..... ایسا نہیں ہے۔ میں نے اپنے طور پر بھی کچھ سوچا ہے اور کچھ کیا ہے۔"

"شکریہ علی! اچھا..... جلدی سے بتاؤ، گفتگو کو طویل نہ کرو۔" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔

"میں نے اس پوائنٹ پر بھی سوچا تھا تہذیب کہ کبھی اتفاقیہ طور پر اگر ہمارا راز کھل جائے تو ہمیں کیا کرنا ہو گا۔"

"تو پھر..... تو پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس سلسلے میں؟" تہذیب نے بدستور بے چینی سے سوال کیا۔

"اس کے لیے میں نے یہاں دو کرداروں کا انتخاب کر لیا تھا۔ تمہارے لیے بھی اور اپنے لیے بھی۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو ہم فوراً اپنا بہروپ تبدیل کر لیں گے۔ فلائیڈ پیٹرسن یہاں کیئر ٹیکر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ محل کے ہر گوشے تک اس کی رسائی ہے۔ ہر جگہ وہ بہ آسانی پہنچ سکتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق کارروائی کر سکتا ہے۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر کبھی ضرورت پیش آئی تو میرے لیے اس سے عمدہ شخصیت اور کوئی نہیں ہو گی اور میں اس کا حلیہ اختیار کر لوں گا۔ تمہارے لیے میں نے جس لڑکی کا انتخاب کیا تھا اس کا نام جوزی مارشل ہے۔ جوزی مارشل بھی محل کے انتظامی امور میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے اور قد اس کی جسامت کے بالکل مطابق ہے۔ ان دونوں کا انتخاب میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر کیا تھا لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ واقعی اس کی ضرورت بھی پیش آ جائے گی۔"

"ہاں، میں سمجھ رہی ہوں..... میں سمجھ رہی ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ..... کہ....."

"ہاں، میں نے تمام انتظامات مکمل کر کے رکھے تھے۔ ٹھہرو، میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنی ... الماری سے میک اپ کا وہ سامان نکال کر تہذیب ... کے سامنے رکھ دیا جس کے ذریعے ہم دونوں یہ شکلیں اختیار کر سکتے تھے۔

تہذیب کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے رونق آ گئی تھی۔ اس نے پسندیدہ انداز میں اس سامان کو اور پھر مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "علی! بے شک، میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں عام طور سے ایسا نہیں کرتی کہ کوئی مرد بہر حال مرد ہوتا ہے اور اگر وہ ذہین بھی ہو تو دنیا کی کوئی عورت ذہانت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ افسوس کہ اس انداز میں، میں نے نہیں سوچا تھا علی..... حالانکہ..... حالانکہ....."

"جو کچھ تم بتا چکی ہو تہذیب، اس کے مطابق تو یوں سمجھو ہم تلوار کی دھار پر ہیں۔ پتا نہیں یہ سب کچھ کرنے والوں نے ابھی تک ہم پر قابو پانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی..... لیکن..... لیکن وہ دونوں..... میرا مطلب ہے....."

"دیر نہیں کرنا چاہیے تہذیب! آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

"باہر کیا پوزیشن ہے؟"

"حسب معمول ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں پہرہ دینے والے بہت محتاط رہتے ہیں۔ ہر چند کہ محل کے اندرونی حصوں میں پہرہ نہیں ہے لیکن ہماری ذرا سی لغزش باہر مستعد لوگوں کو ہماری جانب متوجہ کر سکتی ہے۔"

"آؤ کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو..... پستول ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں ہے۔" تہذیب نے اپنا آٹو میٹک پستول نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے کہا جس کی نال پر سائلینسر فٹ تھا۔

"گڈ، آؤ۔" میں نے کہا اور میں تہذیب کے ساتھ باہر نکل آیا۔

جوزی مارشل کا کمرہ محل کے آخری گوشے میں تھا۔ بیرونی علاقے میں فلائیڈ پیٹرسن رہتا تھا۔ جوزی مارشل پر تو آسانی سے قابو پایا جا سکتا تھا لیکن فلائیڈ پیٹرسن کے لیے ذرا محنت کرنا تھی۔ پہلے ہم نے جوزی ہی کا انتخاب کیا اور طے یہ کیا کہ اس کے بعد فلائیڈ پیٹرسن کے لیے کوئی موثر قدم اٹھایا جائے گا۔ جوزی کے دروازے پر کئی بار دستک دینا پڑی۔ پھر وہ آنکھیں ملتی ہوئی دروازے تک آئی اور اس نے دروازہ کھول دیا لیکن اس کے بعد اسے سانس لینے کی مہلت نہ ملی۔ میں نے اس کا منہ دبا لیا اور کنپٹیوں پر دباؤ ڈال کر چند لمحات میں اسے بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بے ہوش جسم کو اپنے کمرے تک لانا زیادہ مشکل کام ثابت نہیں ہوا۔ اکثر کمروں میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک دو کمرے روشن بھی تھے لیکن وہ راستے فاصلے پر تھے کہ جاسوسی قدموں کی چاپ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جوزی کو اپنے کمرے میں لانے کے بعد ہم نے اسے بستر پر لٹا دیا اور میں تہذیب بالکونی کے چہرے پر میک اپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تہذیب خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بدن میں ہلکی ہلکی لرزش نمایاں تھی۔ میں نے اسے اس کے لیے سرزنش کی تو اس نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: "تم جانتے ہو علی! میں اتنی کمزور طبیعت کی مالک نہیں ہوں، لیکن نجانے کیوں ان حالات میں مجھے ایک عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں تہذیب! خود کو سنبھالو، ہم تو اس سے بھی زیادہ خطرناک کام انجام دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں، بس میں اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہوں علی۔ شاید..... شاید میرے اندر ایک اور جذبہ جاگ اٹھا ہے..... شاید علی! میں اب بالکل ہی ناکارہ ہو جاؤں۔"

"کیوں؟" میں نے اس کا ذہن بٹانے کے لیے سوال کیا لیکن میرے ہاتھ بدستور اپنے کام میں مصروف تھے۔

"بس کیا کہوں، کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، لیکن بعض اوقات انسان کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی کسی کے سامنے کچھ نہیں رہتا۔ میں تم پر بھروسا کرنے کی عادی ہو گئی ہوں، بس یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہر غلط کام تم سنبھال لو گے۔" تہذیب نے کہا اور مجھے ایک عجیب سی شرمندگی کا احساس ہوا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ بلاشبہ تہذیب اب میرے لیے ہر شک و شبے سے بالاتر ہو چکی تھی۔ پہلے میرے دل میں اس کے لیے جو شبہات تھے اب ان کا کوئی شائبہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ میں اس کے خلوص، اس کی سچائی پر پورا بھروسا کر چکا تھا لیکن بدنصیبی سے حالات کچھ اس قسم کے پیدا ہو گئے تھے کہ میں تہذیب کو بھی دھوکا دینے پر مجبور تھا۔ میں اپنے اس مشن کو کس طرح نظر انداز کر سکتا تھا جس کے لیے میں نے اپنا مستقبل تاریک کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ تہذیب

ماکم ایکس کو جوزی مارٹن کا روپ دے دیا گیا تھا۔ جوزی مارٹن بے ہوش ہمارے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ اب ہمارے لیے مسئلہ درپیش تھا کہ جوزی کو کہاں لے جایا جائے۔ چند لمحات وہ خاموش کھڑی سوچتی رہی پھر بولی: "یہ بہت مشکل مرحلہ ہے۔ ہم عجلت کے عالم میں یہ سب کچھ کر تو بیٹھے ہیں علی۔ لیکن میں نہیں سمجھتی کہ میں جوزی مارٹن کا کردار کیسے نبھا سکوں گی۔ میں نے تو اس کی شخصیت کا تجزیہ بھی نہیں کیا ہے۔ اس کی آواز کی نقل میں اچھی طرح نہیں اتار سکتی۔"

"اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے تہذیب۔ آخر انسان بیمار بھی تو ہوتا ہے، کوئی بھی ایسی تکلیف ہو سکتی ہے اُسے جس کے ذریعے وہ اپنی شخصیت کو چھپا سکے۔"

"اوہ ہاں! لیکن کیا اس طرح ہم معطل نہیں ہو جائیں گے؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"نہیں خود آپ ہی یہ شخصیت اختیار کرکے مصروف عمل ہو جانا ہے پہلے تو اس محل میں رہتے ہوئے ہمیں خود کو چھپانا ہوگا۔"

"تم فلائیڈ پٹیرسن کا کردار بہ آسانی نبھا لو گے؟"

"ہاں میں تو انتہائی کوشش کروں گا لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت ہم اس جوزی کا کیا کریں؟"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ ایک مناسب جگہ جادری خفیہ پناہ گاہ بھی تھی جہاں کیتھی براؤن کو قید کیا گیا تھا لیکن کوئی شخص وہاں جاکر پہلے حلاش کا مظاہرہ کر چکا ہے اور وہ جگہ اس کے علم میں آ چکی ہے بہتر یہ ہے کہ ان دونوں کو فوری طور پر وہاں بھجوا دیا جائے جہاں والشو میاٹ کو رکھا گیا ہے۔ وہ جگہ کہ ابھی تک محفوظ ہے ورنہ والشو میاٹ کو بھی رہا کرانے کی کوشش کی جاتی۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا پھر میں نے کہا: "لیکن مسئلہ تو یہی ہے کہ اسے یہاں سے نکال کر کس طرح لے جایا جائے۔ خیر اس سلسلے میں بھی کچھ نہ کچھ کیا جائے گا فی الحال اسے یہیں رہنے دیا جائے۔ ابھی ہمارے پاس رات باقی ہے۔ میں اب فلائیڈ پٹیرسن کی طرف جا رہا ہوں۔ تم یہاں میرا انتظار کرو۔"

"میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں بلکہ تم یہیں رہو میں خود جاکر فلائیڈ پٹیرسن کو بلا کر یہاں لے آتی ہوں۔ اس سے کہوں گی کہ مسٹر میکویا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ انھیں کوئی ایسی ضرورت پیش آگئی ہے کہ جس کے لیے وہ آپ کو بلانا چاہتے ہیں۔"

"تہذیب یہ کام تم آسانی سے کر لوگی؟"

"ہاں کوشش کروں گی۔" تہذیب نے مستعدی سے کہا۔ میں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ ایک بہتر ترکیب تھی۔ چنانچہ وہ احتیاط سے باہر نکل گئی۔ میں یہ سوچتا رہا کہ دونوں بے ہوش جسموں کو یہاں سے نکالنے میں کیا دشواریاں پیش آسکتی ہیں اور کس طرح ہم اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ چونکہ کیتھی میکویا کا اس پہ محل کے ہر گوشے میں اس کے ڈیوٹی دیتے تھے اور اس کی حیثیت بڑی مستحکم تھی۔ ممکن ہے اس طرح ہمیں کچھ آسانی ہو جائے۔

انتظار کے یہ لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ اس دوران میں مسلسل اپنے کام کے بارے میں سوچتا رہا تھا ...

بے ہوش جوزی کو میں نے مسہری کے نیچے کھسکا دیا تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ایک پٹی باندھ دی اور دونوں ہاتھ پیر کس دیے تاکہ اگر وہ ہوش میں آ جائے تو فلائیڈ پٹیرسن کے کمرے میں کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد مجھے کسی جانب سے آہٹ سنائی دی اور پھر تہذیب نے دروازہ کھول کر فلائیڈ پٹیرسن کو اندر چلنے کو کہا۔ وہ خود بھی اس کے پیچھے اندر آگئی تھی۔

فلائیڈ پٹیرسن میرے سامنے مودب ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے ویسے بھی وہ نیند کے عالم سے اٹھ کر آیا تھا اور ابھی اس نے شاید نیند پوری نہیں کی تھی۔ "فرمایئے مسٹر میکویا! خیریت تو ہے اس وقت؟" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے فلائیڈ! دراصل تم جانتے ہو محل کی صورت حال ان دنوں کیسی چل رہی ہے۔ کچھ لوگوں کو ایک سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے لیکن اتنی خاموشی کے کسی کو اندازہ تک نہ ہو سکے۔ اس کے لیے تم سے بہتر مشورہ اور کون دے سکتا ہے۔ اس لیے میں نے تمہیں یہاں طلب کیا۔"

"آپ مطمئن رہیے مسٹر میکویا! میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوں۔" فلائیڈ نے جواب دیا۔

"لیکن فلائیڈ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے اس کام کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ بس پہ تمہارے آدمی موجود ہیں تم اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"آپ یہ چاہتے ہیں مسٹر میکویا کہ میرے آدمیوں کو اس بارے میں کوئی علم نہ ہو سکے؟"

[illegible] نہیں کر سکتا۔"

فلائیڈ کچھ سوچنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا: "تب پھر ہم بغلی دروازہ استعمال کر سکتے ہیں جناب! میں اس کے لیے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دیتا ہوں کہ وہ فرنٹ پہ پہنچ جائیں۔ اس بغلی دروازے پہ انتظامات کیے جاتے ہیں۔ وہاں سے ہم آسانی سے ... ہو سکتا ہے۔"

"لیکن فلائیڈ ایسا اتنا آسان تو نہیں ہوگا۔ بغلی دروازہ اتنا بڑا تو نہیں ہوگا کہ وہاں سے گاڑی گزاری جا سکے۔"

"گاڑی باہر سے وہاں پہنچائی جا سکتی ہے جناب۔"

"وہ کس طرح؟"

"میں اس سلسلے میں بندوبست کر سکتا ہوں۔ خالی گاڑی لے کر یہاں سے نکل جاتا ہوں اسے بغلی دروازے پر کھڑا کرکے دوں گا اور اس کے بعد دروازہ کھول کر اندر آ جاؤں گا۔ اس کی چابی ہمیشہ میرے پاس رہتی ہے۔" فلائیڈ نے جواب دیا اور میں نے تہذیب ماکم ایکس کی جانب دیکھا۔ تہذیب نے آنکھ کے اشارے سے کہا کہ یہ صورت حال نہایت موزوں ہے۔ مقصد یہی تھا کہ فلائیڈ اگر خود جائے گا تو اس کے گارڈز اس پر کوئی شبہ نہیں کریں گے اور پھر اپنا کام اس وقت مناسب طور پر کر سکیں گے۔ جب فلائیڈ گاڑی وہاں پہنچا کر واپس آئے گا تو جب وہ گیٹ سے باہر نکلے گا تو گارڈز کو کوئی شبہ نہیں ہو سکے گا اور جب ہم اپنا کام کرکے واپس آئیں گے تو گارڈز یہی سمجھیں گے کہ فلائیڈ جس کام سے گیا تھا اس کو انجام دے کر واپس آیا ہے۔ چنانچہ یہ تجویز مجھے موزوں ترین معلوم ہوئی۔

میں نے فلائیڈ سے کہا: "شکریہ مسٹر فلائیڈ تم فوری طور پر اپنا یہ کام انجام دو تو بہتر ہوگا کہ کوئی بند گاڑی ہو جس میں ہم با آسانی ان لوگوں کو لے جا سکیں۔"

"میرے پاس ایک لینڈ روور ہے جناب جو میرے اپنے استعمال میں رہتی ہے۔ آپ انتظار کیجیے! میں دس منٹ میں یہ کام انجام دے کر واپس آتا ہوں۔" فلائیڈ نے کہا اور مجھ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔

وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں تیزی سے پلٹ کر تہذیب ماکم ایکس سے کہا: "خوش قسمتی سے یہ کام تو بڑی آسانی سے انجام پا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تمہارے ذہن میں مزید کوئی تجویز ہو تو بتاؤ؟"

"نہیں میں تو حیران ہوں کہ اتنی خوبی سے یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ فلائیڈ ہمارے لیے ذہنی ایک کارآمد مہرہ ثابت ہوگا لیکن مسئلہ صرف اتنا ہے کہ ان دونوں کو بغلی دروازے سے باہر پہنچانے میں دقت پیش آسکتی ہے۔"

"اب اتنا خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا تہذیب۔" میں نے کہا۔ پھر ہم لوگ فلائیڈ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

ہمارے درمیان یہ طے پا گیا تھا کہ اس معاملے سے نمٹ کر تہذیب، جوزی کی حیثیت سے اپنے کمرے میں پہنچ جائے گی اور وہاں جاکر بیمار پڑ جائے گی۔ میں فلائیڈ پٹیرسن کے کوارٹر میں جاکر آرام کروں گا اور اس کے بعد ہماری دوبارہ ملاقات اس وقت ہوگی جب صورت حال ہمارے قابو میں آ جائے گی۔ اور بھی بہت سی باتیں زیر بحث رہیں۔ مثلاً تہذیب نے کہا کہ کیتھی براؤن اور میکویا کی اچانک گمشدگی کیا سب کے لیے پریشان کن نہیں ہوگی جس پر میں نے کہا کہ وہ اس شخص کو بھول رہی ہے جو میکویا کی حیثیت سے وہاں پہنچا تھا اور کیتھی براؤن کو نکال لایا تھا۔ کیا وہ شخص یہاں رہنے والوں میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ ممکن ہے جنرل ہیری ہو یا ممکن ہے کوئی اور۔ اس لیے ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ بعد کے حالات کیا رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دور سے فلائیڈ کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ مخصوص انداز میں آ رہا تھا۔ واپس آکر اس نے کہا: "میں نے تمام گارڈز کی ڈیوٹی تبدیل کر دی ہے۔ اب بغلی راستے کی سمت جانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہاں سے ہم ان لوگوں کو بآسانی نکال سکتے ہیں جناب، جنھیں آپ محل سے کہیں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔"

"شکریہ! تمہارا یہ تعاون ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

"میں آپ کا خادم ہوں مسٹر میکویا۔ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔" فلائیڈ نے کہا۔

"آؤ اندر آ جاؤ۔ ابھی تم سے ایک اور کام بھی ہے۔" میں نے کہا اور فلائیڈ اندر داخل ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا تو میں اس کے عقب میں تھا۔ میں نے اس کی گردن پر ایک زوردار مکا جڑ دیا۔ یہ مکا اتنا طاقتور تھا کہ فلائیڈ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور فرش پر جا گرا۔ اس کے بعد اسے موقع دینا میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ تہذیب نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ میں نے اس کی کنپٹیوں پر شدید دباؤ ڈالا اور چند لمحات کے بعد اس کا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔ تب میں نے اسے پلٹ دیا۔ فلائیڈ کی آنکھیں بند تھیں، وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

اس کے فوراً بعد ہی میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ تہذیب اس سلسلے میں میری مدد کر رہی تھی جس طرح بھی ممکن ہو سکا میں نے فلائیڈ کا میک اپ کیا۔ ظاہر ہے جلد بازی میں

کام صحیح طور پر نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اس کام میں تقریباً تیس منٹ صرف ہوئے اور پھر اس کا لباس وغیرہ پہننے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ میں نے تہذیب مالکم ایکس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو اس نے تحسین بھری نگاہوں سے گردن ہلائی اور بولی: "اسے اچھے میک اپ پر میں تمہیں مبارک باد دیے بغیر نہیں رہ سکتی علی! ایسے ہنگامی وقت میں اتنا عمدہ کام کر لینا آسان بات نہیں ہوتی۔ تم انتہائی فولادی اعصاب کے انسان ہو۔"

سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی اگر تہذیب مالکم ایکس کو دھوکا دینا مقصود نہ ہوتا۔ لیکن اب اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میرا احساس کو دبا دینا ضروری تھا۔ فلائیڈ بیچارے نے جانتے ہوئے واقعی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ چنانچہ جوزی یعنی تہذیب مالکم ایکس جواب دے تو حیثیت میں تھی۔ میرے ساتھ ساتھ بغلی دروازے تک گئی۔ میں نے پہلے فلائیڈ ہی کے بے ہوش بدن کو اس لینڈ روور تک پہنچایا تھا جو فلائیڈ نے خود وہاں لا کر کھڑی کی تھی۔ اس کی چابی بھی فلائیڈ ہی کے پاس سے برآمد ہو گئی تھی۔ اس کا پورا لباس اب میرے بدن پر تھا اور اس لباس میں موجود ہر چیز میری ملکیت بن چکی تھی۔ فلائیڈ کے بعد جوزی کو وہاں تک پہنچایا گیا۔ فلائیڈ کے ایما پر اس طرف پہرے داروں نے گشت ختم کر دیا تھا۔ اس سے مجھے یہ اندازہ بھی ہوا تھا کہ اگر محل میں کوئی بڑی سازش ہو تو فلائیڈ کو ساتھ شامل کیے بغیر اسے انجام تک پہنچانا مشکل ہوگا۔ وہ بیرونی افراد کو محل میں لانے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو سکتا تھا۔ معلوم نہیں جنرل ٹیرس نے فلائیڈ پر نگاہ کیوں نہیں رکھی۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ فلائیڈ در پردہ جنرل ٹیرس کا آلۂ کار ہو۔ اس کا فیصلہ بعد ہی میں ہو سکتا تھا...

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا کہ اب وہ جوزی کے کمرے میں چلی جائے اور میرے کمرے کا رخ نہ کرے۔ میں وہیں پر مناسب وقت میں اس سے ملاقات کر لوں گا۔ جوزی گردن ہلا کر واپس چلی گئی تھی۔ بغلی دروازہ اس نے اندر سے بند کر دیا تھا۔ میں لینڈ روور لے کر چل پڑا۔ احتیاطاً مجھے ان دونوں کو وہیں پہنچانا تھا جہاں ڈالٹو ہو یا سے کو قید کیا گیا تھا۔ فلائیڈ پیٹرسن کی حیثیت سے اس جگہ میرا داخلہ ممکن نہیں تھا جہاں گرین ہول کے افراد ڈالٹو ہو یا سے کے محافظ و نگراں تھے لیکن اس کے لیے بھی میرے پاس بندوبست تھا۔ گرین ہول کا مخصوص کارڈ میں نے احتیاطاً اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ اس کے ذریعے مجھے اس کام میں وقت نہ ہو۔

میری کارروائی میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہو گئے اور جب میں لینڈ روور لے کر واپس محل پہنچا تو تقریباً چار بج رہے تھے۔ تھکن سے برا حال تھا۔ پہرے داروں نے دروازہ کھول دیا اور میں نے لینڈ روور کو اس کی مخصوص جگہ کھڑا کر دیا جو پیٹرسن کی رہائش گاہ کے بالکل قریب تھی۔

اس کے بعد مجھے فلائیڈ کی رہائش گاہ پر ہی آرام کرنا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سونا نصیب نہیں ہوگا کیونکہ کچھ دیر بعد فلائیڈ پیٹرسن کی ڈیوٹی شروع ہو جاتی تھی۔ ایک مسئلہ یہ بھی تھا۔ فلائیڈ پیٹرسن کی رہائش گاہ میں کتنے ممبر موجود ہیں، اس کا بھی اندازہ لگانا ضروری تھا لیکن جب میں وہاں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا کہ فلائیڈ پیٹرسن تنہا تھا۔ اس کے اہلِ خاندان یہاں موجود نہیں تھے۔ تفصیلات [illegible] جا رہی ہیں۔ اس سلسلے میں تہذیب سے جو معلومات حاصل کی تھیں لیکن جو کچھ ہوا اتنی جلد بازی میں اور اس طرح ہوا کہ بعد جزئیات پر نظر نہیں گئی لیکن تقدیر ساتھ دے رہی تھی۔ اب تک جو کچھ ہو چکا تھا، وہ میری مرضی کے مطابق تھا۔ اب دیکھنا تھا کہ اس کے بعد کیا صورتِ حال رہتی ہے۔

کافی دیر تک بیٹھ کر وقت گزارا۔ سوچتا رہا تھا۔ فلائیڈ پیٹرسن کی شخصیت کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ یہ تک نہیں جانتا تھا کہ متعین کردہ یہاں [illegible] ان حالات میں صورتِ حال کو قابو میں رکھنا بے حد مشکل تھا لیکن خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔

صبح کو اٹھ کر گارڈز کی ڈیوٹیاں تبدیل کیں اور ضروری امور کی نگرانی کرنے لگا تاکہ معمولات میں تبدیلی محسوس نہ ہو۔ اپنا فرض میں، میں اپنا کردار بخوبی نبھا رہا تھا۔ محل کے اندرونی گوشوں میں بھی گیا۔ بظاہر حالات پرسکون تھے اور اب تک کیتھی براؤن کی گمشدگی کے سلسلے میں کسی قسم کی تشویش کا اظہار نہیں ہو سکا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس بھی جوزی کی حیثیت سے اپنے معمولات میں مصروف تھی۔ میں جان بوجھ کر کئی بار اس طرف گیا تھا تاکہ اس کی پوزیشن کا جائزہ لوں لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس طرف بھی کسی کی توجہ نہیں گئی ہے۔ جن حالات سے دو چار تھا، اس کے پیشِ نظر محل کے انتظامات مناسب تھے۔ یقیناً جنرل ٹیرس ہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کی کوشش رہی ہوگی کہ ڈالٹو ہو یا سے اپنا بہتر تحفظ کر سکے۔ اس ابھی تک جنرل ٹیرس کی شکل نظر نہیں آئی تھی اور یہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کیتھی براؤن سے ملا ہے یا نہیں۔ بے چینی سے اس کی صورت دیکھنے کا منتظر تھا۔ دوپہر [illegible] رہائش گاہ [illegible] گیا

تھا اور فلائیڈ کی حیثیت سے میں چیک کرنے کے لیے آیا تھا۔ دوپہر کا کھانا محل کے ملازموں نے میری رہائش گاہ ہی میں پہنچا دیا تھا۔ کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کرنے لیٹ گیا۔ ساری رات جاگتے ہوئے گزر چکی تھی اس لیے ذہن بوجھل سا تھا لیکن کچھ اس طرح کا اضطراب ذہن پر تھا کہ نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ لیٹنے کے باوجود میری پلکیں نہیں جھپکیں۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور میں نے بھاری آواز میں اس سے کہا: "آ جاؤ۔" دبلا پتلا ایک آدمی اندر داخل ہو گیا تھا۔ محل ہی کے ملازموں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ سے بولا: "سر! جنرل ٹیرس آپ کو اولڈ ونگ میں طلب کر رہے ہیں۔" میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔

"ایک منٹ! میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم خاموشی سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے فوراً جوتے وغیرہ پہنے اور پھر ملازم کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ اولڈ ونگ محل کے دوسری سمت کے حصے کو کہا جاتا تھا۔ یہ بات مجھے معلوم تھی لیکن جنرل ٹیرس وہاں کس جگہ موجود تھا، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اس لیے میں نے ملازم کو ساتھ ہی رکھا اور ملازم میرے ساتھ اولڈ ونگ میں آ گیا۔ اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا: "جنرل وہاں موجود ہیں۔"

میں خاموشی سے اس سمت بڑھ گیا لیکن یہ تھوڑا سا فاصلہ میرے لیے بڑا ہی سنسنی خیز تھا۔ جنرل ٹیرس نے خاص طور سے فلائیڈ کو طلب کیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ میرے شکوک و شبہات کس حد تک درست تھے یعنی فلائیڈ، جنرل ٹیرس کے آدمیوں میں سے تھا۔ یہ بہت عمدہ بات تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ جنرل ٹیرس کیتھی براؤن سے ملا ہے یا نہیں اور اگر ملا ہے تو اس کے تاثرات کیا ہیں۔ لیکن فلائیڈ کی حیثیت سے میں اس سے یہ بات نہیں معلوم کر سکتا تھا۔ تاہم میں نے کچھ فیصلے کیے اور بالآخر جنرل کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

جنرل نے اس جگہ اپنا باقاعدہ دفتر بنا رکھا تھا۔ بہت شاندار فرنیچر سے سجائی گئی تھی اس دفتر کی۔ ایک بڑی سی شیشے کی میز کے پیچھے جنرل ٹیرس بیٹھا ہوا تھا۔

میں اندر داخل ہوا تو اس نے آہستہ سے کہا: "دروازہ بند کر دو فلائیڈ!" میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور جنرل کے سامنے پہنچ گیا۔

"کیا صورتِ حال ہے؟"

"حسبِ معمول جناب! کوئی تبدیلی نہیں ہے۔"

"یہ بتاؤ میکو یاسے کی کیا پوزیشن ہے؟ وہ کہاں ہے؟"

"انھیں رات سے نہیں دیکھا گیا جناب!" میں نے جواب دیا۔ جنرل کو میری آواز پر شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے چہرے پر خاصی الجھن نظر آ رہی تھی۔

"کیتھی براؤن کہیں موجود نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"میڈم کے بارے میں، میں نے کوئی اندازہ نہیں لگایا۔"

"فلائیڈ! صورتِ حال بے حد خوفناک ہو گئی ہے۔ اتفاقیہ طور پر میں نے میکو یاسے سے ملنا ہے۔ کسی طرح تم اس کے بارے میں کچھ پتا لگا سکتے ہو؟"

"آپ جو حکم دیں جناب!" میں نے جواب دیا۔

"محل کے اندر کوئی ایسی نقل و حرکت تو نہیں دیکھی گئی جسے تم نے اجنبی محسوس کیا ہو؟"

"بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔" میں نے جواب دیا اور دفعتاً جنرل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید پہلی بار اسے میری آواز پر کچھ شبہ ہوا تھا۔ وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر اس کے انداز میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"ادھر آؤ، میرے سامنے بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسی کو کھسکاتے ہوئے میں نے [illegible] بیٹھ گیا۔ جنرل خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ [illegible]

اسی لمحے میز کے پیچھے پوشیدہ ہاتھ بلند ہوا اور اس میں، میں نے اعشاریہ تین آٹھ کا پستول چمکتے ہوئے دیکھا۔ سیاہ رنگ کے پستول کی نال کا رخ میری ہی جانب تھا۔ جنرل کی آنکھیں خوفناک ہوتی جا رہی تھیں۔ "کون ہو تم؟" اس کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں نہیں سمجھا جنرل!" میں نے حیرانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہیں صرف دس سیکنڈ کی مہلت دیتا ہوں۔ تم فلائیڈ نہیں ہو۔ فوراً بتاؤ کون ہو تم، ورنہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جسے دیکھ کر جنرل کا چہرہ ہونقوں جیسا ہو گیا۔ پھر اس کے چہرے پر سخت جنون کے آثار نظر آنے لگے۔ "ایک... دو... تین..." اس نے گننا شروع کیا اور میں نے دونوں ہاتھ بلند کر لیے۔

"پلیز جنرل، پلیز! پستول رکھ دیجیے۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں آپ کی گہری نگاہ کی داد دیتا ہوں۔ کسی اور کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا لیکن بہرحال جنرل ٹیرس معمولی ذہانت کا آدمی نہیں ہے۔"

"کون ہو تم؟" جنرل غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"آپ کا دوست میکویا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ تازہ صورتِ حال کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ اگر جنرل میرا اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر اسے بدترین نقصانات سے دوچار ہونے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ ظاہر ہے میں اپنی شخصیت کو منظرِ عام پر نہیں لا سکتا تھا۔

"کک... کک... کیا مطلب؟" میرے اس اظہار نے جنرل کے ہاتھ میں ایک لمحے کے لیے لرزش پیدا کر دی۔

"میں میکویا ہے ہوں، جس نے آپ سے ملاقات کی تھی اور جس نے آپ کو یہ پیغام دیا تھا جنرل کہ ساؤتھ پارک ہیون میں کوئی آپ کا منتظر ہے۔"

"اوہ... اوہ... ناقابلِ یقین جواب۔" جنرل نے بوتل میز پر رکھ دیا اور اپنی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ "مجھے یقین دلاؤ کہ تم پارکو ہو۔ اس کے بعد ہی میں تم سے کھل کر گفتگو کر سکوں گا۔ تم نے واقعی مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔"

"جنرل! اگر آپ حکم دیتے ہیں تو میں اپنا میک اپ اتار دیتا ہوں لیکن اس کے بعد مجھے دوبارہ میک اپ کرنا ہوگا۔"

"تم... تم... تعجب ہے، فلائیڈ کہاں گیا؟ یہ بتاؤ؟"

"جنرل! پہلے مجھے آپ سے کچھ سوالات کرنے دیں، براہِ کرم اسے گستاخی نہ خیال کریں بلکہ ایک ضرورت سمجھیں۔"

"ہاں کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میڈم براؤن سے آپ کی ملاقات ہو گئی؟"

"ہاں۔ اور جبھی میں نے کہا کہ اپنے پارکو ہونے کا یقین دلا دو۔"

"میڈم نے آپ کو یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ کس طرح میں انھیں قید سے نکال کر لایا ہوں؟"

"ہاں۔ ہاں۔" جنرل ٹیرس کی مٹھیاں بار بار بھنچ رہی تھیں۔ وہ کڑی نگاہوں سے مجھے گھورے جا رہا تھا۔ غالباً اسے میرے اوپر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اور یہ بھی بتا دیا ہوگا جنرل کہ میرے مقاصد کیا ہیں؟"

"ہاں ڈیئر ہاں۔" اس نے بالآخر ڈھیلا پڑتے ہوئے کہا۔

"جنرل! یہ جگہ ہماری گفتگو کے لیے محفوظ ہے؟"

"قطعی محفوظ ہے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کو مختصر تفصیل بتائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ وہ لڑکی جو گرین پول کی نمائندہ ہے کیتھی براؤن کی حیثیت سے یہاں موجود تھی، گرین پول، والٹو موباٹے کے لیے کام کر رہی ہے اور میں بھی اس وقت تک اس سے مخلص تھا جب تک یہ بات میرے علم میں نہیں آئی تھی کہ والٹو موباٹے جو دولیوں کا آلۂ کار ہے میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے جنرل اور میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ پھر بھلا یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں [illegible] کے حق میں کام کروں۔ یہاں سے میں ذہنی طور پر گرین پول سے الگ ہو گیا لیکن گرین پول کے لیے جو لڑکی کام کر رہی تھی اس کے ساتھ بھی کوئی بڑی زیادتی نہیں کر سکتا۔ کم از کم اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا ورنہ شاید میں اسے ختم کر دیتا۔ اسے مطمئن رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں میکویا ہے کی حیثیت ترک کر دوں اور اسے بھی اس کی حیثیت سے ہٹا دوں۔ غالباً آپ ان باریکیوں کو سمجھ رہے ہوں گے۔ میں نے فلائیڈ کا روپ اختیار کر لیا اور یہ صرف اتفاق ہے جنرل کہ فلائیڈ بھی آپ کا آدمی نکلا۔ میرا خیال ہے اس حد تک بتا دینا کافی ہے اس کے بعد آپ خود ہی صورتِ حال کا اندازہ لگا لیں گے۔"

"ڈیئر پارکو! میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ مکمل تعاون کے لیے تیار ہوں۔ اب مجھے اعتبار آ چکا ہے۔ تم جس طرح چاہو گے، میں تمہاری ضروریات کے مطابق عمل کروں گا۔ میرا خیال ہے ہمارے تمہارے درمیان گفتگو یہاں پر کافی ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم اب سے لے کر کس وقت ساؤتھ پارک ہیون پہنچ سکتے ہو، جہاں پر تفصیلی گفتگو ہوگی؟"

"جو وقت آپ مجھے دیں جنرل۔"

"تو پھر رات کے ٹھیک ساڑھے دس بجے میں ساؤتھ پارک میں تمہارا انتظار کروں گا۔ بس اب تم جاؤ اور یہاں کا پہرا لگا رکھو، ہماری باقی گفتگو بعد میں ہوگی۔" جنرل نے کہا اور میں اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔ جنرل نے مجھ پر مکمل اعتماد کر لیا تھا۔ میں اسے سلام کر کے باہر نکل آیا۔

جنرل ٹیرس کو میں نے شیشے میں اتار لیا تھا۔ اب تک میں نے جو اقدامات کیے تھے، میری دانست میں تسلی بخش تھے، اگر کوئی تکلیف دہ احساس ابھرتا تھا تو وہ تہذیب کے لیے تھا، [illegible] کی طرف سے وہ مکمل ذمہ داری کے ساتھ کام کر رہی تھی — نہیں، ناکامی اس کے لیے کیا عذاب لائے گی، ممکن ہے اسے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں۔ گرین پول اسے اس ناکامی کے بدلے موت کے گھاٹ اتار دے، میری وجہ سے صرف میری وجہ سے وہ ماری جائے گی۔ اگر وہ مجھ پر اس قدر اعتماد نہ کرتی تو شاید اس طرح نہ پھنستی۔ آخر اس سے قبل کام کر ہی رہی تھی لیکن میں اپنے مشن کے لیے سب کچھ قربان کر سکتا تھا۔ میری نظر میں بے خانماں مفلوک الحال اور بے بس انسانوں کی زندگی ہر چیز سے زیادہ تھی۔ [illegible] کے لیے میں یہ احساس کیوں فنا کر سکتا تھا۔

میں جوزی کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی۔ میں نے [illegible] اسے تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملی۔ مجھے تشویش ہوئی کہ کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس گئی؟

رات تک ذہن میں دھواں سا بھرا رہا اور پھر تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مجھے تہذیب المکم یکسی جوزی کے روپ میں نظر آئی۔ وہ بے حد مطمئن نظر آ رہی تھی جیسے کوئی خاص بات نہ ہوئی ہو۔

میں نے فوراً اسے جا لیا۔ اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔ "سوری ڈیئر! دراصل تمہیں اطلاع دیے بغیر جانا پڑا۔ گرین پول کی طرف سے ایک فوری میٹنگ بلائی گئی تھی اور میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں تھا۔ میں نے تمہیں تلاش بھی کیا، صرف اس لیے کہ تمہیں اس میٹنگ میں شرکت کی اطلاع دے دوں لیکن تم نہیں ملے تو میں چلی گئی۔ میٹنگ میں تمہیں لے جانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے تہذیب، میں صرف تمہاری عدم موجودگی سے [illegible] تھا اور یہ سوچنے لگا تھا کہ تم کسی مصیبت کا شکار نہ ہو گئی ہو۔" میں نے کہا۔

"تمہیں علم ہے ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" تہذیب نے کہا۔ پھر پیش بخش کہ "آؤ باغ کی طرف چلتے ہیں۔"

یہاں کے حالات پر خصوصی نگاہ رکھی جاتی تھی، خاص طور سے ان لوگوں پر جو اس محل میں مستقل طور پر رہائش پذیر تھے اور یہاں کے تمام معاملات کے رازدار بھی تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فلائیڈ ٹیرس کی حیثیت سے کسی کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ جنرل ٹیرس کی طرف سے ہی خدشات ہو سکتے تھے لیکن اس سے میرا معاملہ طے ہو چکا تھا۔

پائیں باغ میں پہنچ کر جوزی نے کہا۔ "دراصل حالات ابھی تک کوئی ایسا رخ نہیں اختیار کر سکے جنھیں اطمینان بخش کہا جا سکے۔ گرین پول کو والٹو موباٹے کی طرف سے وہ تمام واجبات ادا کر دیے گئے ہیں جو اس سلسلے میں ہو سکتے تھے۔ اس لیے 'ٹو' کو فوری طور پر یہاں آنا پڑا۔ اور اس نے مجھے طلب کیا۔"

"میٹنگ ہو گئی؟"

"ہاں۔ ٹو کا خیال ہے کہ معاملات بہت زیادہ الجھ گئے ہیں اور میں اپنی کوششوں میں کسی حد تک ناکام رہی ہوں۔ میں نے تمام صورتِ حال ٹو کے سامنے پیش کر دی تھی۔ اس نے بھی کہا کہ میرے اقدامات پائیدار نہیں ہیں۔ کیتھی براؤن کی گمشدگی ہمارے پلان کو فیل کر سکتی ہے۔ میں نے ٹو کے سامنے جنرل ٹیرس کا معاملہ بھی پیش کیا اور ٹو نے شدت سے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر جنرل ٹیرس ہی ان معاملات میں پس پشت ہے تو پھر صورتِ حال انتہائی خطرناک ہو جائے گی۔ اس کی طرف سے مجھے کچھ ہدایات ملی ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے تمام صورتِ حال کو سنبھالنا ہے۔"

"گویا اب یہ معاملہ ٹو کے ہاتھ میں چلا گیا؟" میں نے تہذیب المکم یکسی سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور میرا خیال ہے غلط بھی نہیں ہوا۔ کم از کم اب کوئی غلط پوزیشن [illegible] نہیں رہی۔ کیتھی براؤن کی گمشدگی کے بعد صورتِ حال بے حد تشویشناک ہو گئی ہے۔ جب تک وہ دوبارہ ہمارے ہاتھ نہیں آ جاتی، ہم پورے اعتبار کے ساتھ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کیتھی کو وہاں سے لے جانے والا کون تھا اور وہ لوگ کس حد تک حالات سے واقف ہو گئے ہیں۔"

"ہوں! بات تو ٹھیک ہے۔ پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"گرین پول کے خصوصی نمائندے کیتھی براؤن کی تلاش میں مصروف ہو گئے ہیں۔ یہاں کے تمام حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اور کیتھی کی پچھلی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد فوری طور پر کوئی کارروائی کی جائے گی۔ اس دوران گرین پول کے آدمی کوٹے بل کی افواج میں شامل ہو جائیں گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ جنرل ٹیرس کے حامی کون کون سے ہیں اور والٹو موباٹے کن پر بھروسا کرتا ہے۔ دیکھیں اب اس سلسلے میں مزید کیا انکشافات ہوتے ہیں۔"

"تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"مجھے جوزی کی حیثیت سے بدستور یہاں رہنا ہے اور اگر یہ حیثیت ختم ہو جائے تو پھر کوئی نئی شکل اختیار کرنا ہوگی۔ اب اس کے انتظامات ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے بہت مختصر سے وقت میں والٹو موباٹے کے محل میں گرین پول کے آدمی مختلف صورتوں میں داخل ہو جائیں گے۔"

"گویا تمہاری ذمہ داریاں کافی حد تک ختم ہو گئی ہیں؟"

"[illegible]"

"اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، البتہ ٹو نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ والٹو موباٹے کو اس جگہ سے ہٹا لیا جائے۔ جو لوگ کیتھی براؤن تک پہنچ سکتے ہیں وہ والٹو موباٹے کو بھی تلاش کر سکتے ہیں۔"

"خوب! تو والٹو موباٹے کی جگہ تبدیل کر دی گئی؟"

"تبدیل کر دی جائے گی۔"

"لیکن اس کے باوجود ہمیں اس کی رہائش گاہ سے آگاہ رہنا چاہیے تاکہ کسی بھی لمحے ہم اسے اپنے قابو میں کر سکیں۔"

"اس کی تم فکر مت کرو، وہ ہر لمحہ ہماری دسترس میں رہے گا۔"

چلا گیا اور رات کو نجانے کتنی دیر تک منصوبے بناتا اور بگاڑتا رہا۔ ضرورت کا کوئی خاص پتہ چلا نہیں تھا۔ ممکن ہے یہ اس کے سوالات سے ہو۔ اگر اصل والٹو موبائے یہاں موجود ہوتا تو یقینی طور پر اس کی تلاش کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی جاتی یا کچھ نہ کچھ نشانیاں پھیلا دیئے... کی غیر موجودگی کو بھی محسوس نہیں کیا گیا تھا۔ محل کے حالات جوں کے توں چل رہے تھے۔

دوسری صبح تو... تہذیب نے مجھ سے ملاقات کی اور ... نے لگی۔ "تو کی طرف سے ایک نیا پیغام ملا ہے، مجھے اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا ہے علی!"

"ہاں کہو تہذیب؟"

"... کا کہنا ہے کہ میں جوزی کی حیثیت ختم کر کے محل سے نکل جاؤں اور ان کے ساتھ مصروف عمل رہوں۔ یہاں کی تمام ذمے داریاں وہ تمہیں سونپنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا، تمہارے بارے میں میری رائے دریافت کی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ آج تک جو کچھ میں کرتی رہی ہوں اس میں تمہارے مشورے شامل رہے ہیں۔ اس بات پر اس نے بہت زیادہ اطمینان کا اظہار کیا اور تمہارے لیے پیغام دیا ہے کہ گرین پول کی طرف سے تمہیں ایک مستقل حیثیت دی جائے گی اور تمہاری ان کاوشوں کا تمہیں پورا صلہ ملے گا۔ میں نے تمہارے سلسلے میں اس سے بات کر لی ہے لیکن اس نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس سلسلے میں حتمی فیصلہ تم سے مشورے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر چند لمحے بعد میں نے کہا۔ "لیکن تہذیب! تم سے رابطہ منقطع ہو جانے کے بعد مجھے کافی پریشانی کا شکار ہونا پڑے گا۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر ہے جو خاص طور سے گرین پول کے لیے تیار کرایا گیا ہے ... کسی بھی ٹرانسمیٹر پر کیچ نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اسی قسم کا ٹرانسمیٹر اس کے پیغامات وصول کر سکتا ہے۔ میرا تم سے مسلسل رابطہ رہے گا۔ اس کے باوجود اگر تم محسوس کرو تو کسی بھی وقت مجھے طلب کر سکتے ہو۔"

میں چند لمحے سوچتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "اور والٹو موبائے کے سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے تمہارا جو آدمی یہاں موجود ہے اس کا مجھ سے رابطہ رہے گا؟"

"سو فیصد رہے گا۔ اس سے بھی اس سلسلے میں بات کر لی جائے گی۔"

"اگر گرین پول اس بات کو مناسب سمجھتی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن یہ سمجھ لو تہذیب کہ اب میں اپنی کوئی ... اس سلسلے میں نہیں پیش کر سکوں گا البتہ تمہارے ساتھ تعاون کا جو وعدہ میں نے کیا ہے وہ برقرار رہے گا۔"

تہذیب نے میرا بازو تھپکتے ہوئے کہا۔ "محسوس نہ کرنا۔ دراصل حالات میں کچھ اس طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں کہ تو کو مداخلت کرنا پڑی ہے۔ میں نے یہ مداخلت قبول کر لی ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کے حالات مجھے خاصے منتشر محسوس ہونے لگے تھے علی! اس لیے......"

"تہذیب نہیں، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو صرف مقصد کی تکمیل چاہتا ہوں تہذیب۔" میں نے جواب دیا۔

"اس طرف سے فارغ ہونے کے بعد ہم ایک طویل عرصے آرام کریں گے اور اس دوران علی! میں تم سے بہت سی باتیں کروں گی جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔"

میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ میں نے سوچا کہ تہذیب اس کے بعد تو تمہیں میری صورت سے نفرت ہو جائے گی۔ ہمارے درمیان اتنی گہری دشمنی کا بیج پڑ جائے گا کہ شاید تم صرف میری جان ہی لینا پسند کرو۔ اس کا کیا سوال ہے کہ میں اور تم کوئی ایسا لمحہ گزار سکیں جو دوستوں کی مانند ہو۔ یہ تمام خیالات ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں آئے لیکن پھر میں نے خود کو پرسکون کر لیا۔

"تو پھر تم کب روانہ ہو رہی ہو تہذیب؟"

"میرا خیال ہے آج دن کے کسی حصے میں۔ یہاں کے حالات کا اچھی طرح جائزہ لے لوں۔ ویسے میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ گرین پول کے آدمی یہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اگر اپنی شکل و صورت میں کچھ تبدیلی کر دو تو اس سے مجھے [illegible] بارے میں بتا دوں۔ فلائیڈ کی حیثیت سے تو وہ تمہیں پہچانتے ہیں اور تمہارے تحفظ کے لیے مستعد ہیں۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! اس کا مطلب ہے کہ اب تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو گی؟"

"ہاں۔ اگر یہاں زیادہ وقت لگا تو ممکن ہے دوبارہ بھی ایک ملاقات ہو جائے لیکن تم اپنے معمولات جاری رکھو۔" تہذیب نے کہا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

میں کافی دیر تک کھڑا سوچتا رہا۔ تہذیب کی قربت سے ایک گونہ سرور سا طاری ہوتا تھا۔ ممکن تھا کہ اگر ہم دوستوں کی مانند ایک طویل عرصہ گزارتے تو میرے دل میں اس کے لیے محبت کے جذبات بھی پیدا ہو جاتے۔ ان احساسات کی کونپلیں پھوٹ آتیں جو زندگی کو حسین اور پرمزہ ... میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ میری خشک اور بنجر زندگی میں تہذیب کا تصور بہت حسین تھا لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی تھی اور ہمارے رخ تبدیل ہو گئے تھے۔ تہذیب کے جانے کے بعد بہت دیر تک میں ایسے ہی خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر گردن جھٹک کر ان سے نجات حاصل کر لی۔ خیالات ان لوگوں کے لیے موزوں ہوتے ہیں جنہیں سکون نصیب ہو۔ میری زندگی تو ایک ہنگامہ تھی، صرف ایک ہنگامہ۔

کیئر ٹیکر کی حیثیت سے محل میں خاصی ذمے داریاں مجھ پر تھیں۔ میں انھیں بخوبی پورا کر رہا تھا اور اس دوران مجھے یہ پتا چل گیا کہ جوزی کب وہاں سے چلی گئی۔ شام کو تقریباً ساڑھے ... بجے مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ میں اس وقت محل کے باغ کی صفائی کرا رہا تھا۔ میرے ماتحت اپنی کارروائی میں مصروف تھے۔ اشارہ ایک ہلکی سی سیٹی کی شکل میں موصول ہوا تھا۔ تہذیب نے مجھے یہ ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے کا طریقہ بتا دیا تھا۔ چنانچہ ایک گھنے درخت کی آڑ میں پہنچ کر میں نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ دوسری طرف سے تہذیب کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو ڈیئر! کیا کر رہے ہو؟"

"مصروف ہوں۔ تم کب چلی گئیں؟"

"دوپہر کو۔ مجھے طلب کر لیا گیا تھا۔"

"گویا تمہارا کام شروع ہو چکا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! یہاں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ البتہ یہ تو بتاؤ فلائیڈ اور جوزی کہاں ہیں؟"

"... نے والٹو موبائے کے ساتھ ساتھ انھیں بھی یہاں منتقل کر دیا ہے۔ ویسے آج رات کو ایک خصوصی میٹنگ کی جا رہی ہے جس میں تم بھی شریک ہو گے۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کی تفصیل مجھے ابھی موصول نہیں ہو سکی۔ معلوم ہو گی تو میں فوراً بتاؤں گی۔ رات کو جس وقت بھی میٹنگ ختم ہو گی میں تم سے رابطہ قائم کروں گی۔"

"سنو تہذیب! ہمیں یہ بات بھی خیال رکھنا ہو گا کہ کون سا وقت ٹرانسمیٹر پر گفتگو کے لیے مناسب یا نامناسب ہے۔ کیا اس کا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا؟"

"... تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔ جب بھی تمہیں ٹرانسمیٹر پر اشارہ وصول ہو تو ... کے قریب لگا ہوا سفید بٹن دبا دینا۔ اس سے ہمیں جوابی اطلاع مل جائے گی کہ گفتگو کے لیے موزوں وقت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور مجھ سے دور رہ کر کچھ عجیب عجیب سا نہیں محسوس کر رہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ تمام باتیں فرصت کے اوقات کے لیے اٹھا رکھو تہذیب! ابھی ہمیں اس کی اجازت نہیں ہونا چاہیے۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"اچھا پھر خدا حافظ۔" اس نے کہا اور ...

خدا حافظ کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اب میرا ذہن اس میٹنگ میں الجھ گیا تھا جو اصل والٹو موبائے کی موجودگی میں ... نے ڈالی تھی۔ صورت حال کی یہ تبدیلی میرے لیے ذرا سی پریشان کن تھی کیونکہ میں جنرل تھیریس سے اس کا منشا پورا کرنے کا وعدہ کر چکا تھا لیکن یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوتی تھی کہ تہذیب اتنی آسانی سے میرے جال سے نہیں نکل سکے گی۔ وہ جن راستوں پر چل پڑی ہے ایسے راستے موت کے راستے ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے اس کی یہ موت غالباً میرے ہی ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔

وقت مقررہ پر میں ساؤتھ پارک میوں پہنچ گیا۔ اس دوران پہلے کی مانند یہ خیال رکھا تھا کہ کہیں میرا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو۔ جنرل تھیریس کو دن میں محل میں نہیں دیکھا گیا تھا۔ یقیناً وہ اپنے کاموں میں مصروف رہا ہو گا۔

جب میں وہاں پہنچا تو جنرل تھیریس اور کیپٹن براؤن نے پرمسرت انداز میں میرا استقبال کیا۔ ان کے چہرے کھلے ہوئے تھے۔ غالباً یہاں یکجا ہو کر انھیں ذہنی سکون مل گیا تھا۔ دونوں پرتپاک انداز میں مجھ سے ملے اور مجھے اندر لے گئے۔ جنرل تھیریس نے بیٹھتے بیٹھتے کہا۔ "کہو مسٹر پارکو! دن کیسا گزرا؟"

"حسب معمول محل میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے۔"

"میں باہر کے معاملات کا جائزہ لیتا رہا ہوں۔ درحقیقت والٹو موبائے کو وقت سے پہلے اس سازش کا علم ہو جانے کا ذریعہ ایک جنرل ہی بنا تھا جسے بعد میں ہم نے ہلاک کرا دیا۔ والٹو موبائے اس حقیقت سے آگاہ ہو گیا تھا کہ اس کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد ہی سے اس نے موجودہ کارروائی ... کیا تھا۔ میں نے تمہاری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس ... نوجوان کو یہاں بلوا لیا ہے۔ پہلے اس سے ملاقات کرنا پسند کرو گے یا ہمارے ساتھ ایک دور چلے گا؟"

"سوری جنرل! میں شراب نہیں پیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا! کیا واقعی؟ خوب، بہت خوب۔ تو پھر وہ کاک ٹیل..."

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم فکر مت کرو طاہر! یہ میری ذمے داری ہے۔ بہت جلد میں فاخرہ یعقوبی کو اس ایٹمی پلانٹ کی تفصیل فراہم کر دوں گا۔"

"اگر ایسا ہو جائے تو ہم سرخرو ہو کر واپس جائیں گے۔ اس مشن میں کامیابی کے لیے ہم نے بڑی محنت کی ہے اور اب ہم مایوسی کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ ہمارا کافی وقت یہاں صرف ہو چکا ہے۔" طاہر لیقا نے کہا۔

"میرا خیال ہے طاہر کہ اب تمہیں میرے بارے میں کسی قسم کا شبہ تو نہیں رہا ہے؟"

"نہیں علی! کیسی باتیں کرتے ہیں آپ!"

"میرا مقصد یہ نہیں ہے۔ بے شک تم علی یار خان پر اعتماد کر سکتے ہو لیکن تمہیں یہ یقین آ چکا ہے کہ میں ہی علی یار خان ہوں؟"

"ہاں۔ آپ کی تصویریں میں نے دیکھی ہیں اور آپ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا۔"

"تو پھر تمہیں مختصراً اپنے پروگرام کے بارے میں بتاتا ہوں طاہر! جنرل ٹیرس دالٹو موباٹے کا وہ حریف ہے جو اس کی حکومت کا تختہ الٹ کر یہاں خود قابض ہونا چاہتا ہے اور یہی وہ شخص ہے جو گوٹے بل میں اسرائیلیوں کی آمد کو پسند نہیں کرتا اور نہیں چاہتا کہ گوٹے بل میں اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کام کرے۔ دالٹو موباٹے البتہ اسرائیلیوں کے حق میں ہے اور پوری طرح امریکی یہودیوں کا آلۂ کار ہے۔ دالٹو موباٹے کی حکومت کو برقرار رکھنے کے لیے امریکن ایجنسی کام کر رہی ہے۔ ایک اور تخریبی ادارہ گرین پول دالٹو موباٹے کے مفادات کے لیے مصروف کار ہے اور میں گرین پول ہی میں شمولیت اختیار کر کے یہاں تک پہنچا ہوں۔ ایک طرح سے میں دالٹو موباٹے کے [illegible] ہی کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن جب مجھے جنرل ٹیرس کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ اسرائیلی مفادات کا حامی نہیں ہے تو میں نے ایک دوسرے نام سے خود کو اس سے متعارف کرایا اور اسے پیشکش کی کہ اگر وہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے میں میری مدد کرے تو میں اس کے لیے کام کر سکتا ہوں اور اس کے لائے ہوئے انقلاب کو کامیاب بنانے کی ذمے داری قبول کرتا ہوں۔ جنرل ٹیرس پوری طرح میرے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گیا اور اس کے نتیجے میں میں نے تمہیں یہاں بلوا لیا۔ غالباً اب صورت حال کسی حد تک تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی۔ اب مجھے تم سے اس بارے میں مشورے کرنا ہیں۔"

"علی۔ میں آپ کو بھلا کیا مشورے دے سکتا ہوں۔ آپ جو کچھ بھی فیصلہ کریں، مجھے اس کے لیے حکم دیں۔ ویسے کیا میرا یہاں قید رہنا ضروری ہے؟ میں جانتا ہوں کہ میری عدم موجودگی اور اس عمارت کو اڑانے کی ناکام کوشش نے فاخرہ یعقوبی کی کمر توڑ دی ہو گی۔ وہ ویسے بھی کافی بزدل ہو چکی ہیں۔ انھیں میری اطلاع ملنا ضروری ہے۔"

"اس کی فکر مت کرو طاہر! جب بھی ہم کوئی مناسب فیصلہ کرنے کے بعد یہاں سے جائیں گے فاخرہ یعقوبی سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ ویسے کیا ان سے [illegible] آسان ہو گی؟"

"ہاں۔ وہ یہیں گوٹے بل میں موجود ہیں۔" طاہر [illegible] کیا اور میرا دل مسرت سے دھڑکنے لگا۔ میرے مقصد [illegible] قریب تھی۔ حالات میرے حق میں ہوتے جا رہے تھے۔ [illegible] سے الگ رہ کر بھی اس کی خدمت کرنے کا فخر حاصل [illegible] جنرل ٹیرس تقریباً قابو میں آ چکا تھا۔ فاخرہ یعقوبی کا بھی علم ہو چکا تھا۔ اس طرح اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی تباہی آسان تھی۔ گرین پول میں آ کر بہت سے فائدے ہوئے تھے۔ الیسیا وغیرہ مجھے نواز کر بہت خوش تھا لیکن بالآخر [illegible] اس کے علاوہ تنظیم کے لیے ایک اہم کام کرنے کا موقع ملا تھا۔

طاہر لیقا عقیدت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ [illegible] نے کہا۔ "تو پھر تم یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہوں علی مگر تمہارا میک اپ؟"

"ہاں مجھے اس سلسلے میں کچھ پریشانی ہو گی لیکن [illegible] ہوں کہ کچھ کروں۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں ابھی [illegible]" میں نے کہا۔ اصل شکل میں ان لوگوں کے سامنے جانا کسی [illegible] باعث بھی بن سکتا تھا لیکن ٹیرس اور کیتھی براؤن اب [illegible] میں تھے اس لیے زیادہ فکر کی بات بھی نہ تھی۔

باہر نکلا تو محافظ چونک پڑا۔ لیکن میں نے [illegible] "دروازہ بند کر دو۔" محافظوں نے میری ہدایت پر فوراً [illegible] لیکن وہ دور تک مجھے دیکھتے رہے تھے۔ جنرل ٹیرس کیتھی [illegible] کے کمرے میں موجود تھا۔ میں اندر داخل ہوا تو وہ دونوں [illegible] ٹیرس نے منہ سے کچھ نہیں کہا لیکن وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"سوری جنرل! میں بارکر ہوں۔" میں نے کہا۔

"خدا کی پناہ! تم انسان ہو یا بارکر....."

"ضرورت جنرل! اس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔"

"لیکن میک اپ کا سامان! وہ کہاں سے آیا؟"

"میک اپ اتار دیا ہے میں نے، یہ میری اصلی [illegible]"

"کیا واقعی!" کیتھی اچھل پڑی۔

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ لڑکی بھی تمہاری اصلیت سے واقف نہیں تھی؟" کیتھی براؤن تعجب سے بولی۔

میں مسکراتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "اصلی شکل ایک بے کار سی صورت ہے بیڈم براؤن۔ جنرل! مجھے میک اپ کا سامان درکار ہو گا۔ کیا آپ اس کا بندوبست کر سکتے ہیں؟"

"میں ان چیزوں سے ناواقف ہوں۔ جو کچھ تمہیں درکار ہو اس کی فہرست دے دو میں منگوا دوں گا۔" جنرل نے کہا۔

"میں اس نوجوان کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا جنرل! فاخرہ یعقوبی سے... ملاقات کروں گا اور اسے تمام صورت حال بتا دوں گا۔ اس طرح ایٹمی پلانٹ کی تباہی کی ذمے داری وہ سنبھال لیں گی۔ یہ کام میں آپ کے لیے نہیں چھوڑوں گا کیونکہ گوٹے بل کی حکومت سنبھالنے کے بعد آپ کو بہت سی الجھنوں میں گرفتار ہونا پڑے گا اور بے حد مصروف ہو جائیں گے۔ یہ کام اس سے قبل ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔ ممکن ہے جب آپ کامیاب ہو جائیں تو یہ لوگ اس وقت کی صورت حال کے پیش نظر کوئی نئی چال چلنے کی کوشش کریں۔ ظاہر ہے امریکی اس معاملے میں ملوث ہیں اس لیے ان معاملات کو ہم صرف فلسطینی مجاہدین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یوں آپ فوری طور پر ایٹمی پلانٹ کی تباہی کے ذمے دار بھی قرار نہیں پائیں گے۔"

"جو تمہاری مرضی! ابھی میں کیتھی سے یہی کہہ رہا تھا۔ اور ہاں میک اپ کا سامان فوراً منگوانا ہے؟" جنرل نے پوچھا۔

"نہیں اس میں کچھ دیر بھی لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ فی الحال میں اس عمارت کو اپنے لیے استعمال کروں گا۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" جنرل کی بجائے کیتھی نے جواب دیا۔

"پہلے میں فاخرہ یعقوبی سے ملاقات کروں۔ اس کے لیے میں اس نوجوان کو ساتھ لے جاؤں گا اور اس کے بعد جیسا بھی ممکن ہوا میں واپس آ کر آپ کو اطلاع دوں گا۔"

"کیتھی براؤن سے رابطے کے لیے میں نے ایک خصوصی پروگرام ترتیب دے لیا ہے جو زیادہ محفوظ ہو گا۔ تم بھی اسی ذریعے سے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ اس کا انتظام میں تھوڑی دیر کے بعد کر دوں گا۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"تو پھر فی الحال آپ میرے لیے ایک گاڑی کا بندوبست کر دیں۔ میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

جنرل ٹیرس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر بولا۔ "میں گاڑیاں [illegible] والی ایک پرائیویٹ کمپنی سے ایک کار منگوا لیتا ہوں تاکہ اس پر کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔"

"مناسب ہو گا۔" میں نے کہا اور جنرل ٹیرس فون پر کسی سے گفتگو [illegible]

[illegible] کے بعد کار پہنچ گئی [illegible] واپس کر دیا تھا اور کار اپنی تحویل میں لے لی تھی۔ نوجوان طاہر لیقا کو جب کمرے سے نکالا گیا تو اسے اس بات کا یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ رہا ہو چکا ہے۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔ ہمیں یہ سفر نہایت محتاط انداز میں کرنا تھا۔ جنرل نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے طاہر لیقا سے بھی مصافحہ کیا اور پھر ہمیں پستول فراہم کر دیے گئے جو ہماری کسی بھی ضرورت پر کام آ سکتے تھے۔

طاہر لیقا قربان ہوا جا رہا تھا۔ راستے میں بھی اس نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "علی! یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کی شخصیت مجسم سحر ہے۔ ایسے ایسے لوگوں کو بھی رام کر لیتے ہیں آپ جنھیں صرف ایک منہ زور گھوڑا ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ رام نہیں ہو سکتے۔"

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد میں نے سکوت توڑا۔ "تم محتاط انداز میں ڈرائیونگ کرو، بہتر ہے کہ پہلے ہم کار کو مختلف علاقوں میں گھماتے رہیں، تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

"بہتر ہے۔" طاہر نے جواب دیا۔ ڈرائیونگ وہی کر رہا تھا اور پوری طرح عقب اور اطراف سے چوکنا تھا۔

پھر میں نے طاہر سے پوچھا۔ "فاخرہ یعقوبی کہاں قیام پذیر ہیں؟"

"گوٹے بل کے شرقی علاقے میں کینسن ہال نامی ایک عمارت ہے۔ یہ عمارت ایک عرب تاجر کی ہے جو گھوڑوں کا کاروبار کرتا ہے اور مقامی نسل کے گھوڑے مختلف ملکوں کو سپلائی کرتا ہے۔ فاخرہ یعقوبی نے اس سے رابطہ قائم کیا ہے۔ وہ شخص ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا ہے اور اس کے خفیہ تہ خانے میں ہم نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے۔"

کینسن ہال نامی عمارت قدیم طرز تعمیر کا نمونہ تھی۔ بڑے بڑے ستونوں پر تعمیر اس عمارت کے وسیع و عریض احاطے میں سبزہ ہی سبزہ نظر آتا۔ جب ہماری کار گیٹ پر پہنچی تو دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر اس میں جھانکا اور پوری طرح اس کی تلاشی لے ڈالی۔ شاید وہ طاہر لیقا کو نہیں پہچانتے تھے۔ طاہر لیقا نے جب کچھ مخصوص الفاظ دہرائے تو انھوں نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ یہ تمام احتیاطی تدابیر صرف فلسطینیوں کی وجہ سے کی گئی تھیں ورنہ گھوڑوں کا عربی تاجر گوٹے بل میں طویل عرصے سے ایک پرسکون زندگی گزار رہا تھا۔

کار پورچ میں رکنے کے بعد طاہر لیقا میرے ساتھ نیچے اتر آیا اور ہم دونوں عظیم الشان برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئے۔ طاہر لیقا بڑے اعتماد سے آگے بڑھ رہا تھا۔

کینن ہال نامی عمارت کے ایک عظیم الشان ہال میں پہنچ کر طاہر رک گیا۔ ہال میں ایک لمبی میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد بے شمار کرسیاں موجود تھیں۔ درمیان میں ایک چوکور ٹرانسمیشن مشین موجود تھی۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ طاہر نے عمارت کا جتنا سفر کیا تھا اس میں کسی سے ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے دروازے کے سنتریوں کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔

میں اس خالی ہال کو بغور دیکھنے لگا۔ اسی وقت طاہر بول پڑا۔ "یہ سب کچھ آپ کے لیے دلچسپ ہوگا علی؟"

"حیرت انگیز کہو۔ صرف دلچسپ کافی نہیں ہے۔ کیا وہ شخص جو تم سے تعاون کر رہا ہے یہاں نہیں رہتا؟"

"یہیں رہتا ہے اور اس وقت اپنی خواب گاہ میں گہری نیند سو رہا ہوگا۔ اس کے اہل خاندان بھی یہیں اس کے ساتھ موجود ہیں۔ اگر کوئی اس عمارت کی تلاشی لے تو خود شرمندہ ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس پوری عمارت میں ایک نائب گھرانے کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں ملے گا۔"

"ہاں تم نے بتایا تھا کہ یہاں تہہ خانے بھی موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

طاہر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی، پھر بولا۔ "گھوڑوں کے تہ! جن کے کمال کی جگہ بنائی ہے۔ تہہ خانے کا خفیہ راستہ صرف ایک بار اوپر سے کھولا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کا سارا کنٹرول نیچے ہے۔ وہ نیچے ہی سے آپریٹ ہوتا ہے۔"

"بہت خوب! اوپر سے آنے والے کسی شخص کا رابطہ نیچے سے کیسے قائم ہو سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے یہ موجود ہے۔" طاہر نے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا۔

"لیکن تلاشی لینے والوں کے لیے کیا یہ مشین مشتبہ نہ ہوگی؟"

"ضرور ہوگی۔ آپ ذرا اسے چھو کر دیکھیں۔" طاہر نے کہا۔ اس کے انداز میں ایک بچگانہ سی خوشی تھی۔

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس مشین کے کچھ بٹن دبائے اور ایک دلکش موسیقی نشر ہونے لگی۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوا۔

طاہر مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا اور اس پر شبہ کرنے والے مسکرانے کے علاوہ اور کیا کر سکیں گے؟" پھر اس نے چند لمحات میں کچھ بٹن دبا دیا۔ موسیقی پھر ایک بار بجی۔ موسیقی ابھری اور پھر ایک خرخراہٹ سی نمودار ہوئی۔ اس کے بعد کھرکھراہٹ سنائی دی۔ پھر ایک بھاری آواز ابھری۔

"ہاں کہو۔"

"طاہر بقا۔ کوڈ نمبر سات آٹھ چھ۔"

"آ جاؤ۔" جواب ملا اور طاہر ہال سے باہر جانے والے راستے پر چل پڑا۔ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

"ایک بات بتاؤ طاہر۔ اگر کوئی ایمرجنسی ہو اور کوئی جلد از جلد تہہ خانوں میں پہنچنا چاہتا ہو تو کیا یہ طریقہ طوالت کے سبب نامناسب نہیں ہوگا اور اس سے نقصان نہیں پہنچ سکتا؟"

"ایمرجنسی کے لیے ایک اور راستہ موجود ہے۔" طاہر نے کہا۔

"تم نے وہ راستہ کیوں نہیں استعمال کیا؟"

"عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہے۔"

ایک کمرے میں پہنچ کر طاہر بقا نے دیوار پر لگے چند بٹن دبائے اور دیوار کا ایک حصہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ نیچے جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جن کا اختتام ایک ہال پر ہوا۔ ہال میں اسلحے کے انبار لگے ہوئے تھے، تمام جدید ترین اسلحہ موجود تھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ طاہر مجھے لیے ہوئے ہال سے ایک راہداری میں پہنچ گیا اور پھر ایک دروازے پر رک کر اس نے دستک دی۔

"آ جاؤ۔" اندر سے جواب ملا اور طاہر مجھے اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ درمیانے سائز کا کمرہ تھا جس کے درمیان میں لمبی میز پڑی ہوئی تھی اور اس میز کے پیچھے خوب صورت چہرے والی ایک لڑکی کچھ کاغذات پر جھکی ہوئی تھی۔ ہمارے قدموں کی آہٹ پر بھی اس نے گردن نہیں اٹھائی۔ طاہر بقا مجھے ساتھ لیے ہوئے اس کے قریب جا پہنچا۔

"اگر میں تنہا ہوتا تو یقیناً اس وقت تک انتظار کرتا جب تک آپ مصروف رہتیں لیکن اس وقت ایک ایسا آدمی میرے ساتھ یہاں آیا ہوں جس کا نام آپ کے لیے بھی اہمیت کا حامل ہوگا۔" طاہر نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آواز شاید فاخرہ یعقوبی کے لیے بہت تعجب خیز تھی کیوں کہ اس نے فوراً ہی گردن اٹھائی اور طاہر کو دیکھتے ہی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"طاہر... طاہر تم زندہ ہو؟" اس نے گھبرائے لہجے میں کہا اور میز کے پیچھے سے نکل [illegible]

[illegible] اس نے میری طرف نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی۔ [illegible] نے میری طرف گردن گھماتے ہوئے کہا۔ "ہاں فاخرہ! آپ دعاؤں سے [illegible] آپ کی محبت کے طفیل خدا نے مجھے نئی زندگی سے نوازا ہے۔"

[illegible] ہاتھ میں تو بہت کچھ [illegible]

تو تمہاری طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔ طاہر! تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے جس قدر مسرت ہوئی ہے، میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"آپ نے ہمارے اجنبی دوست کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔" طاہر نے مسکراتے ہوئے کہا، تب فاخرہ یعقوبی میری طرف متوجہ ہوئی۔

میں اس کے قد و قامت، اس کے انداز اور اس کی شکل کو دیکھ رہا تھا۔ فلسطین کی ایک حسین بیٹی، نرم و نازک خد و خال رکھنے والی، معصوم نقوش کی مالک، لیکن اپنی ظاہری کیفیت سے بالکل مختلف، کہ دشمن اس کا نام لیتے ہوئے کانپتے تھے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی بغور مجھے دیکھا اور پھر اس کی بھی وہی کیفیت ہوئی جو طاہر بقا کی ہوئی تھی۔ وہ حیرت کے عالم میں مجھے دیکھتی ہی رہ گئی تھی پھر اس نے طاہر بقا کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "طاہر! ان کے خد و خال ہمارے محسن دوست سے کس قدر مشابہ ہیں۔"

"ہمارے علی بابر کے الفاظ جس طرح ادا کیے گئے تھے، انھوں نے مجھے وہ ذہنی سکون بخشا کہ بیان سے باہر ہے۔" طاہر بقا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"جناب! کیا آپ ہمیں اپنے بارے میں بتا سکتے ہیں؟" وہ بولی۔ "طاہر بقا آپ کو یہاں ساتھ لے کر آئے ہیں، اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ نہایت قابل اعتماد ہستی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے اندر ایک اور ایسی خوبی ہے جو ہم سب کو آپ کی طرف کھینچ رہی ہے۔"

"فاخرہ! میں آپ کو زیادہ تجسس کا شکار نہیں رکھ سکتا۔ یہ علی بابر خان ہی ہیں۔" طاہر نے کہا۔

"کیا واقعی! کیا یہ حقیقت ہے؟" فاخرہ کے منہ سے عجیب سے انداز میں نکلا۔

"ہاں! فلسطین کی عظیم بیٹی! میں تم لوگوں کا وہی خادم ہوں، میں ہی علی بابر خان ہوں۔"

"علی...!" فاخرہ یعقوبی نے کہا اور بے اختیار میرے قریب آ گئی۔ "یہ میری دیرینہ خواہش تھی علی... یہ میری دیرینہ خواہش تھی میرے بھائی۔ میں آپ سے جتنی عقیدت رکھتی ہوں، آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میری خوش بختی ہے فاخرہ! اس کے سوا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"لیکن آپ یہاں؟" اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر [illegible] آ گئے۔

اب میں کوئی کام نہیں کر سکتی۔" وہ اس قدر جذباتی ہو رہی تھی کہ مجھے شرمندگی سی ہونے لگی اور میں عجیب سے انداز میں اس کے سامنے آ گئے بڑھ کر ایک اور کمرے میں آ گیا جو ذرا عمدہ فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس نے بڑے احترام سے مجھے کرسی پیش کی۔

طاہر بقا بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "فاخرہ! آپ تو بہت بے اختیار ہو گئیں۔ علی کے لیے سب کے دل میں ایسے ہی جذبات ہیں لیکن آپ ان سے اس قدر متاثر ہوں گی، یہ میں نے نہیں سوچا تھا۔"

"طاہر! علی سے ملاقات میری دیرینہ آرزو ہے، تم نہیں جانتے۔ ویسے تمہارے بارے میں معلوم کیا اس سے پہلے [illegible] ہے۔ مجھے معاف کرنا، تم بہت بڑی الجھن میں گرفتار ہو گئے تھے۔"

"ہاں! اب میرا خیال آیا ہے۔" طاہر بقا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میرے بھائی! میں تمہارے لیے جس قدر افسردہ اور ملول تھی، تم خود اس کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں سمجھتی ہوں، دلی جذبات کو بیان کرنا بہت ضروری نہیں ہوتا۔ میں نے یہ سوچ کر صبر کر لیا تھا کہ ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ قضا جسے بھی وقت طلب کر لے، ہمیں اس کے دربار میں حاضری دینا ہوگی۔ مقصد کی تکمیل کی خاطر اگر موت آ جائے تو ہم اس کا افسوس نہیں کر سکتے۔ وہ موت ایک دائمی زندگی ہے۔"

"میں اپنی اس زندگی کے لیے علی کا احسان مند ہوں فاخرہ۔" طاہر نے کہا۔

"میں سمجھ گئی تھی طاہر! تم تک پہنچ گئے تھے تو اس کے بعد دشمنوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ تمہیں ختم کر دیتے۔"

"نہیں فاخرہ! اب تم بہت جذباتی ہو رہی ہو۔ مجھے وہ مقام نہ دو جس کے میں قابل نہیں۔ تمہاری بات سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں علی! سوری! میں شرمندہ ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔ "اچھا یہ بتائیے، میں آپ کی کیا خدمت کروں؟ کس طرح آپ کی خاطر کروں؟ جانے کیا کیا خیالات تھے دل میں کہ آپ کو دیکھوں گی تو یہ کروں گی، وہ کہوں گی مگر اب تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا۔"

"میں تمہارے پاس موجود ہوں، تم سے باتیں کر رہا ہوں، میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے... تم ایسے لوگ جنہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جنہوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا اس طرح مجھے چاہتے ہیں۔ میرے لیے یہ چاہت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔"

علاوہ گھوڑوں کے تاجر نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر اسے ضرورت کی مزید چیزیں مہیا کر دی ہیں۔

میں نے تقریباً تین گھنٹے تک فاخرہ یعقوبی سے اس موضوع پر گفتگو کی اور اس کے بعد ایک چھوٹا سا پاکٹ کیمرا حاصل کر لیا جو فاخرہ یعقوبی کے پاس موجود تھا۔ یہ ننھا سا کیمرا بہت ہی آسانی سے آپریٹ کیا جا سکتا تھا اور اس سے عمدہ تصاویر اتاری جا سکتی تھیں۔ کیمرا حاصل کرنے کے بعد میں نے کیمرا طاہر لیقا کے حوالے کر دیا اور پھر فاخرہ سے واپسی کی اجازت مانگی۔

فاخرہ یعقوبی نے بہت ہی تشکر آمیز جذبات کے ساتھ مجھے رخصت کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ گئے تھے۔ طاہر لیقا کو میں نے اپنا پلان سمجھا دیا تھا۔ اسے اس بات سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ گرین لیول کی جانب سے مجھے ایک بڑے مشن کا انچارج بنا دیا گیا ہے اور اس مشن کی غرض و غایت کیا ہے۔

جنرل ٹیرس سے میری براؤن کے ساتھ ہی ملاقات ہوئی۔ وہ پروگرام کے مطابق میرا انتظار کر رہا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

میں نے مائیکل پان کا میک اپ اپنے چہرے پر کیا اور طاہر لیقا کے چہرے پر کیرن شی مے کا میک اپ کر دیا۔ جنرل ٹیرس میک اپ میں میری اس مہارت کو بغور دیکھ رہا تھا اور متحیر ہو رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر دوسرے ضروری انتظامات کی طرف توجہ دی گئی۔ ایٹمی پلانٹ پر جانے کے لیے جنرل ٹیرس نے ہیلی کاپٹر کا بندوبست کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد چار افراد انتہائی خفیہ مشن پر روانہ ہو گئے۔ میں، طاہر لیقا، جنرل ٹیرس اور چوتھا ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا جو جنرل ٹیرس ہی کا آدمی تھا۔

ہیلی کاپٹر نے شہری آبادی سے ہٹنے کے بعد لمبے کھردری پہاڑیوں کی جانب رخ کیا جو خشک اور بے آب و گیاہ تھیں اور جن کا رنگ تیز دھوپ کی وجہ سے سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ پہاڑیوں کا یہ سلسلہ نجانے کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ تقریباً تیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا اور اس کے بعد ہم ایک ایسے ویران اور بنجر علاقے میں پہنچ گئے جہاں نوکیلی چٹانیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ ان نوکیلی چٹانوں سے ذرا ہٹ کر ...... ایک اتنا بڑا میدان تھا جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا تھا۔ اس میدان کے علاوہ دور دور تک اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں لینڈنگ کی جا سکتی۔ چنانچہ ہیلی کاپٹر وہیں اتار دیا گیا۔

چٹانوں کے درمیان کسی انسانی وجود کا کوئی نشان نہ تھا۔ جب ہم ہیلی کاپٹر سے نیچے اترے تو جنرل ٹیرس نے مجھ سے کہا۔ "یہ نہ سوچنا کہ ہم انسانی نگاہوں سے محفوظ ہیں۔ اس وقت بھی اسرائیلیوں کی آنکھیں ہمیں گھور رہی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے جنرل ٹیرس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو اسی جگہ روک دیا گیا تھا۔

چھوٹا سا پاکٹ کیمرا طاہر لیقا کے پاس موجود تھا اور میں نے اس ہوشیار نوجوان کو ہدایت کر دی تھی کہ ایٹمی پلانٹ میں داخل ہونے کے بعد فوری طور پر فوٹوگرافی شروع کر دے۔ یہ پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ وہ مصروف عمل ہو گیا تھا۔ وہ بار بار کھجانے کے سے انداز میں سینے کی طرف جاتا تھا۔ لباس کے اندر صرف ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جس سے کیمرے کا لینز باہر جھانک رہا تھا۔ باقی کیمرا اس کے لباس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ طاہر لیقا ان چٹانوں کی فوٹوگرافی کر رہا تھا۔ ممکن ہے اس نے ہیلی کاپٹر سے بھی علاقے کی تصاویر لی ہوں اور ہیلی کاپٹر کے اس جگہ اترنے کے بارے میں بھی ریکارڈ محفوظ رکھا ہو۔

چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بظاہر کچھ نہیں تھا لیکن جنرل ٹیرس نے آگے بڑھ کر ایک چٹان کو آہستہ سے ایک مخصوص انداز میں کھٹکھٹایا اور دفعتاً ہم نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ چٹان کے اندر ایک کھڑکی سی کھل گئی اور ایک اسٹین گن کی نال باہر نکل آئی۔

"اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔" اندر سے آواز آئی اور جنرل ٹیرس نے صرف اپنا نام بتا دیا۔

اسٹین گن کی نال واپس چلی گئی اور اس کے فوراً بعد ہی سامنے ایک گول خلا نمودار ہو گیا۔ طاہر لیقا کا ہاتھ اس کے سینے پر تھا۔ اس خلا سے گزرنے کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو اوپر کی نسبت نہایت ٹھنڈی اور صاف شفاف تھی۔ چھوٹی چھوٹی روشنیاں دیواروں میں لگی ہوئی تھیں جو اس جگہ کو پوری طرح سے منور کر رہی تھیں۔ یہ ایک غار تھا اور اس کے بعد اس کا اختتام ایک چھوٹی سی سرنگ پر ہو رہا تھا جس کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ انسانی ہاتھوں کی تراش کا کارنامہ ہے۔

اس کمرے کے اندر ایک میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جنرل ٹیرس کو دیکھ کر وہ

کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پرمسرت انداز میں جنرل ٹیرس سے مصافحہ کیا۔

"ابھی ہم آپ کے آنے کی اطلاع ہی سن رہے تھے جنرل اور اتفاق کی بات ہے کہ مسٹر مائیکل پان اور کیرن شی مے کے بارے میں بھی ابھی تھوڑی ہی دیر قبل ہمیں ہیڈ کوارٹر سے کچھ اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔"

"وہ کیا مسٹر کالان؟" جنرل ٹیرس نے اس شخص سے پوچھا جو جنرل سے مخاطب تھا۔

"یہی کہ ان دونوں حضرات نے ابھی تک ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے؟"

"ہاں یہ دونوں اپنی مصروفیات کے سبب ایسا نہ کر سکے تھے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"فرمائیے کیسے زحمت کی؟"

"والٹو ہوا نے میرے سپرد یہ فرض کیا کہ موجودہ حالات کے تحت ایٹمی پلانٹ کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لے لیا جائے کیونکہ کیرن شی مے اور مائیکل پان بھی والٹو ہوا سے متفق تھے۔ دراصل آپ کو معلوم ہے مسٹر کالان کہ آج کل گوشے گوشے میں کیا سیاست چل رہی ہے۔ والٹو ہوا کے دشمنوں کو ہر وقت نگاہوں میں رکھنا پڑتا ہے۔ والٹو ہوا اس وقت جن حالات سے گزر رہے ہیں شاید ایسے حالات گزشتہ برسوں میں کبھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ ہم ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لے رہے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ ہم کسی بھی چیز کو نظر انداز نہ کریں۔"

"یہ بہت مناسب بات ہے، حالانکہ یہاں کے بارے میں آپ کو اطمینان دلا چکے تھے اور پھر یہ فرض وہاں ہماری تھا کہ آپ صرف بیرونی معاملات پر نگاہ رکھیں۔ بہرحال ہمارے درمیان تعاون ہی ہماری بقا کے لیے ضروری ہے۔ تشریف لائیے آپ اچھی طرح جائزہ لے لیں اور جہاں بھی آپ کو شبہ ہو مجھے اشارہ کر دیں۔" مسٹر کالان نے کہا۔ یہ شخص یقیناً یہاں کوئی نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ دبلے پتلے بدن کا عام سا آدمی تھا۔ بظاہر اس کی شخصیت میں ایسی کوئی نمایاں خوبی نہیں تھی سوائے آنکھوں سے جھلکتی ہوشیاری کے۔

ہم لوگ اندر چل پڑے۔ طاہر لیقا کے بارے میں میں جانتا تھا کہ وہ اس وقت کیسے احساسات سے گزر رہا ہوگا۔ اس کا ہاتھ بار بار سینے تک پہنچتا تھا لیکن میں نے ایک بار بھی اس کے انداز میں کیسانیت نہیں پائی تھی۔ یعنی کسی کو آسانی سے شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ سینے پر ہاتھ کس وجہ سے رکھا جا رہا ہے۔

ہم لوگوں نے اسرائیل پلانٹ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ یہ سب کچھ انڈر گراؤنڈ تھا اور بڑی بڑی پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ کسی بیرونی طریقے سے اس پلانٹ کو تباہ کرنا کسی طور ممکن نہیں تھا اور مجھے یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ فاخرہ یعقوبی کو اس کی تباہی کے لیے شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں اسے کوئی موثر منصوبہ پیش کرنے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اور اسی نقطہ نگاہ سے میں اس پلانٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ بڑی بڑی بھاری مشینیں یہاں موجود تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو مقامی حکومت کا مکمل تعاون حاصل تھا۔ بھلا انہیں کیا دشواری پیش آ سکتی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹہ بیس منٹ تک ہم اس پلانٹ کے مختلف شعبوں کا جائزہ لیتے رہے۔ بڑی زبردست کارروائی ہو رہی تھی یہاں اور اسرائیلی بے پناہ مصروف تھے۔ میرے اندازے کے مطابق یہاں تقریباً ستر افراد کام کر رہے تھے اور مشینوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں تھا۔ یقیناً یہ جگہ بڑی اہم تھی اور اس کی تباہی یقینی طور پر اسرائیل کے لیے نقصان عظیم ثابت ہو سکتی تھی۔ طاہر لیقا نے تقریباً تمام ہی حصوں کی تصاویر لے لی تھیں۔ معائنے کے بعد جنرل ٹیرس نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ کالان نے اسے لنچ کی پیشکش کی جو کہ دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔ ہم لوگوں نے اپنے دشمنوں کے درمیان بیٹھ کر آرام سے کھانا کھایا اور پھر چند افراد ہمیں ہیلی کاپٹر تک چھوڑنے کے لیے آئے۔ پھر ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔

جب وہ فضا میں سیدھا ہو گیا تو جنرل ٹیرس نے ایک گہری سانس لے کر مجھ سے کہا۔ "کہو تمہارا کام مناسب انداز میں ہو گیا یا نہیں؟"

"مکمل مناسب اور قابل اطمینان۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا میرے سپرد جو کام تھا وہ مکمل ہو گیا؟"

"ہاں جنرل — لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر ہمیں آپ کی ضرورت پیش آئی تو مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔"

"یہ کہنا تو بے کار ہی ہے ڈیئر پارکو! تم جانتے ہو کہ میں تم سے بہت متاثر ہوں اور اب میرے مشن کی تکمیل میں تم سے اہم کوئی شخص نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے پروگرام کے ساتھ ساتھ ہی تم میرے مسئلے کو بھی جلد از جلد حل کرنے کی کوشش کرو۔"

"جنرل! وہ صرف آپ ہی کا مسئلہ نہیں، ہمارا بھی مسئلہ ہے۔" میں نے کہا۔ طاہر لیقا اس دوران بالکل خاموش بیٹھا رہا

تھا۔ میں اس کے دلی جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔

ہم بخیر و عافیت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس وقت دن کے تقریباً ڈھائی بجے تھے۔ ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔ جنرل ٹیریس، میں، طاہر بقا اور کیتھی پراؤن ایک مخصوص کمرے میں آ بیٹھے۔

جنرل ٹیریس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "کیا خیال ہے ڈپٹی پارکر! تم نے ایٹمی پلانٹ کا جائزہ تو لے لیا ہے۔ کیا اسے تباہ کرنے میں اپنے طور پر کامیابی حاصل کر سکتے ہو؟"

"ہاں! ہم اس کی فصیل وار کی اسپر نہیں ڈالیں گے جنرل! بلکہ اپنے طور پر ہی یہ کام انجام دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

طاہر بقا نے بھی پُرزور انداز میں گردن ہلائی "بے شک جنرل! آپ نے جو ساتھ دیا ہے ہم اس سے زیادہ آپ سے کسی چیز کے طالب نہیں ہوں گے۔"

"نہیں! اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ میرے لائق جو بھی خدمت ہو ضرور بتاؤ۔" جنرل نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ! اگر ایسی کوئی ضرورت پیش آئی تو ہم آپ کو یقیناً زحمت دیں گے۔" طاہر بقا بولا۔

میں نے طاہر بقا سے پوچھا "اب تمہارا کیا پروگرام ہے میرے نوجوان دوست؟"

"کیا مجھے ... یہاں سے واپسی کی اجازت مل سکے گی؟" طاہر نے جھجکتے ہوئے اپنا مدعا ظاہر کیا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو! تم اب آزاد ہو، جہاں چاہو جا سکتے ہو۔" جنرل ٹیریس نے جواب دیا۔

طاہر بقا مشکور نگاہوں سے ہمیں دیکھتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اسے رخصت کرنے کے بعد ایک بار پھر ہمارے درمیان گفتگو کا آغاز ہو گیا۔

"صورت حال جس قدر اُلجھتی جا رہی ہے مسٹر پارکر! اتنے ہی میرے دل میں خدشات بڑھتے جا رہے ہیں۔ گرین پول خاص طور سے میرے لیے دردِ سر ہے۔ اس کے علاوہ امریکیوں کے بارے میں بھی کوئی صحیح رپورٹ نہیں مل سکی کہ وہ لوگ دالٹومو بانے کے لیے کیا کر رہے ہیں اور خاص طور سے یہ جاننے کے بعد میں کچھ اور خوف زدہ ہو گیا ہوں کہ محل میں نقلی دالٹومو بانے موجود ہے۔ اگر امریکیوں کا کوئی ذہین آدمی اس تک پہنچ گیا اور اسے اس بات کا شبہ ہو گیا کہ دالٹومو بانے اصلی نہیں ہے تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہمارے لیے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ہو جائیں گے اور ہمارا سارا منصوبہ تلپٹ ہو جائے گا۔ میں ایک بار پھر تمہیں یہ یقین دلانا چاہتا ہوں پارکر کہ میرا مقصد صرف اقتدار حاصل کرنا نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو اس خواہش سے الگ بھی نہیں قرار دوں گا لیکن صرف ایک ہی مقصد میرے نگاہ نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر لوگ یہاں کو دالٹومو بانے کی عیاش فطرت کی وجہ سے جو نقصانات پہنچے ہیں اور جس طرح عوام پر ظلم ہوئے ہیں، میرے لیے وہ تکلیف دہ ہیں۔"

"مجھے یقین ہے جنرل ٹیریس کہ آپ اس سلسلے میں مخلص ہیں اور میں اب پوری طرح آپ کے ساتھ ہوں۔ اس سلسلے میں اگر میرے لیے کوئی ایسی بات آپ کے ذہن میں ہے جو بہتر ہو سکتی ہے تو بے تکلفی سے فرمائیے، میں اس کی تکمیل میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دوں گا۔"

"اتفاقات نے ہمیں آپ کے ساتھ منسلک کر دیا ہے پارکر اور ہم اب آپ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں آپ کے کاندھوں پر اس عظیم الشان بوجھ کا بھی احساس ہے جو پہلے فلسطین کا تھا اور اس کے بعد ہماری طرف سے آپ پر لاد دیا گیا ہے لیکن یقین ہے کہ آپ ان ذمے داریوں سے نبرد آزما ہونے کی تمام صلاحیتیں رکھتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ جنرل! اب ان باتوں کا موقع نہیں، مجھے اجازت دیجیے، میں انتہائی کوشش کروں گا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس معاملے کو نمٹا لیا جائے۔"

جنرل سے گفتگو کرنے کے بعد میں پھر اپنی جگہ پہنچ گیا۔ حالات میرے قابو میں نہیں تھے۔ تہذیب مالکم ایکس اب یہاں روانہ ہو چکی تھی۔ وہ جب تک خود مجھ سے رابطہ قائم نہ کرتی میرا اس سے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔

نقلی دالٹومو بانے کو میں نے اپنی نگاہوں میں رکھا تھا۔ اس سلسلے میں خصوصی طور پر کوشش کی تھی کہ کوئی اہم شخصیت نقلی دالٹو تک نہ پہنچنے پائے بلکہ اپنے طور پر میں نے اس نقلی دالٹومو بانے کو پبلک کی طرف سے یہ ہدایات بھی دی تھیں کہ وہ خود کو بیمار ظاہر کرے۔ وہ شخص جانتا تھا کہ میں گرین پول کا انچارج ہوں۔ چنانچہ اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ڈاکٹروں نے اسے چیک کیا، ظاہر ہے بیماری ایسی تھی کہ کوئی بھی ڈاکٹر حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ بہانہ کر رہا ہے۔ دوائیں تجویز کر دی گئیں اور کچھ خصوصی لوگ اس کی نگرانی پر مامور کر دیے گئے۔ ان خصوصی لوگوں کے انتخاب میں میں نے خاص طور سے دلچسپی لی تھی۔ مجھے علم تھا کہ گرین پول کے افراد اب محل میں پہنچ چکے ہیں لیکن ابھی تہذیب مالکم ایکس نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ کون کون لوگ کس شکل میں یہاں موجود ہیں۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ تین دن گزر گئے۔ چوتھی

تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے جواب دیتے ہوئے اس کے ساتھ اس کا پیغام موصول کیا۔ تہذیب کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر پارکر!"

"کیسے مزاج ہیں تہذیب؟"

"بالکل ٹھیک ہوں، دن رات مصروف ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ ان تین دنوں میں جب سے تم سے رابطہ ختم نہیں ہوا، میرے آرام کا ایک لمحہ بھی نہیں گزرا۔"

"کاش! میں تمہارے ساتھ ہوتا اور تمہارا ہاتھ بٹاتا۔"

"تمہیں میرا ہاتھ بٹانا ہو گا لیکن ابھی نہیں، البتہ تیار رہو اس کے لیے۔" تہذیب کی آواز میں شوخی تھی۔

"فی الحال یہ باتیں تو رہنے دو تہذیب، یہ بتاؤ کہ صورت حال کیا ہے؟"

"نہایت شاندار اور تسلی بخش۔ تمہارے پلیے میں نے ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ اب گرین پول کے خاص خاص لوگ بھی تمہاری باتیں کرنے لگے ہیں۔"

"اس کے لیے پیشگی شکریہ۔ پروگرام کس مرحلے میں داخل ہو چکا ہے؟"

"اگر کوئی اہم بات نہ ہوتی تو میں ابھی تم سے رابطہ قائم نہ کرتی۔" تہذیب بولی۔

"تو پھر وہ اہم بات مجھے بتاؤ۔"

"اس طرح نہیں۔ کل دن میں ایک بجے تمہیں ایک خاص جگہ پہنچنا ہے۔ وہاں کا پتا نوٹ کر لو، باقی گفتگو وہیں پر ہو گی۔"

"پتا بتاؤ۔" میں نے کہا اور تہذیب مالکم ایکس نے ایک پتا بتایا جو میں نے نوٹ کر لیا تھا۔ اس کے بعد تہذیب سے تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور پھر ٹرانسمیٹر بند کر دیا گیا۔ میرے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ اس جگہ پہنچنے کا سبب کیا تھا؟ تہذیب نے مجھے کیوں طلب کیا تھا؟

خدا خدا کر کے رات گزری، دوسری صبح کا آغاز ہوا۔ اس دن میں نے جان بوجھ کر جنرل ٹیریس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ خیال یہی تھا کہ کسی کو مجھ پر شبہ نہ ہو سکے۔ تہذیب مالکم ایکس کی گفتگو سے اندازہ ہوا تھا کہ آج کی یہ ملاقات کسی خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

وقتِ مقررہ پر میں وہاں سے چل پڑا۔ ہر طرح کے تعاقب وغیرہ کا خیال رکھا تھا اور اس کے بعد تہذیب کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک نئی اور اجنبی عمارت تھی۔ میرے لیے گرین پول کے نمائندے پہنچے؟ دالٹومو بانے کے اس ملک میں اچھی خاصی مراعات حاصل تھیں اور یہاں اپنے قدم جما لیے تھے۔ بعض اوقات تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ مملکت کسی کمپاؤنڈ کے منسوب ہو چونکہ ہر شخص اپنے پنجے یہاں گاڑے ہوئے ہو۔ امریکیوں کے معاملات کے بارے میں البتہ مجھے یہ حیرت تھی کہ وہ پیش منظر میں رہ کر کام نہیں کر رہے تھے یا پھر دوسری بات یہ ہو سکتی تھی کہ انھوں نے اپنے طور پر یہ تصور کر لیا تھا کہ دالٹومو بانے کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں ہو سکتی اور وہ محفوظ رہے گا۔

ٹھیک ایک بجے میں اس عمارت میں داخل ہو گیا اور وہاں میرا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ آج کچھ نئی اور اجنبی شکلیں بھی سامنے تھیں۔ تہذیب مالکم ایکس اپنی اصل شکل میں موجود تھی۔ شاید میرا ہی انتظار تھا چونکہ اس کے فوراً بعد میٹنگ کا آغاز ہو گیا۔ میٹنگ میں سات افراد شریک تھے۔ پانچ باہر کے لوگ تھے۔ چھٹی تہذیب مالکم ایکس اور ساتواں میں۔ ہمارے سامنے فائل رکھے ہوئے تھے۔

تہذیب مالکم ایکس نے ایک دراز قامت شخص سے جسے مسٹر بینسن کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، میٹنگ کی کارروائی کا آغاز کرنے کی درخواست کی اور بینسن نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ...

فائل کھول لی پھر وہ فائل پر بنے ہوئے کاغذ کو پڑھتے ہوئے بولا۔ "مسٹر پارکر! گرین پول کی جانب سے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے اور اب آپ کی حیثیت ہمارے درمیان ایک مستقل نمائندے کی ہے۔ گرین پول کی جانب سے آپ کو تمام سہولتیں مہیا کر دی جائیں گی۔ آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق فی الحال "عقربی" کا عہدہ دیا جا رہا ہے اور اس کے بعد شاید ایک مختصر عرصے میں ہی آپ کی خدمات کو مدِنظر رکھتے ہوئے تو کا عہدہ پیش کر دیا جائے گا۔ آپ سے فرائض کی پہلی تکمیل کے سلسلے میں تو کی طرف سے جو ہدایات جاری ہوئی ہیں ان کی تفصیلات یہ ہیں، نمبر ایک: گوسٹے پال میں دالٹومو بانے کے خلاف جو مہم چلائی جا رہی ہے اسے مکمل طور پر کچلنا آپ کا پہلا فرض قرار دیا گیا ہے اور جیسا کہ گرین پول کے علم میں ہے کہ آپ نے اپنے بہترین عملی اقدامات سے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ دالٹومو بانے کی حکومت کو اس کے دشمنوں سے بچایا جا سکے۔ گرین پول کی ایک معزز رکن میڈم تہذیب مالکم ایکس بھی اس سلسلے میں قابلِ قدر خدمات انجام دے چکی ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر اور ایف پی آئی کے تعاون سے فوج میں جن جنرلوں کا پتا لگایا ہے ان کے نام اور دیگر کوائف یہ ہیں۔ جنرل ہیگو۔ یہ شخص بااثر ہے اور دالٹومو بانے کے خلاف دل میں کینہ رکھتا ہے۔ خیال ہے کہ جنرل ہیگو دالٹومو بانے کا تختہ الٹنے کی مہم میں ایک نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کی کچھ مشکوک کارروائیوں کی تفصیل آپ کو تحریری شکل میں پیش کی جا رہی ہے جسے آپ اطمینان سے دیکھ کر اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جنرل ہیگو کی نگرانی کے لیے ہم نے اس

ہوں کہ ملکوں کی حکمرانی ناپائیدار ہوتی اگر کوئی شخص کسی کی ذات پر حکمراں ہو جائے تو میرے خیال میں ذات کی مملکت زیادہ بڑی ہوتی ہے۔"

"واہ کیا عمدہ بات کہی ہے۔" پھر سے کسو" کیتھی براؤن نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میں عرض کر رہا ہوں کہ جو حکومت کسی کی ذات پر کی جائے وہ زمین پر کی جانے والی حکومت سے زیادہ پائیدار اور مستحکم ہوتی ہے۔"

کیتھی براؤن سوچ میں ڈوب گئی۔ کافی دیر تک خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی، پھر آہستہ سے بولی۔ "واقعی زمین کی تسخیر تو دنیا کرتی ہی چلی آئی ہے لیکن جن لوگوں نے دلوں کو تسخیر کیا ہے وہ زیادہ بلند اور عظیم ثابت ہوئے ہیں۔ تم فلسفی بھی ہو۔"

"زندگی کے تمام فلسفے یکساں ہیں میڈم براؤن بس سوچنے کے انداز میں تبدیلی ہوتی ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہا تم نے۔ تم جیسی شخصیت قابل تسخیر نہیں ہوتی، یقین کرو جنرل ٹیریس کے بعد اگر کوئی شخص میرے دل کی گہرائیوں میں جگہ پا سکا ہے تو وہ تم ہو پارکو۔"

"اس کے لیے شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا پارکو کہ تم بقیہ زندگی گوئٹے مالا میں ہی گزار دو؟"

"دلچسپ بات کہی ہے آپ نے لیکن کیا ممکن ہو سکتا ہے اور کیا ناممکن، اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرتا ہے۔"

"بات پھر گول کر گئے۔ میں سچ مچ یہ چاہتی ہوں، میری خواہش ہے کہ تم یہیں رہو۔"

"میں نے کہا نا اس کا فیصلہ تو ہم بعد میں کریں گے میڈم براؤن، ابھی جلدی کیا ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ ویسے کیا تم کسی بھی شخصیت سے متاثر نہیں ہوتے میرا مطلب ہے کوئی لڑکی؟"

"بے شمار لڑکیوں سے میں متاثر ہوا ہوں میڈم براؤن۔ ان میں آپ بھی ہیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کی شخصیت کو اپنے ذہن کے گوشوں میں پایا ہے۔"

کیتھی براؤن ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔ "تم بات گول کر جانے میں ماہر ہو۔"

"نہیں، آپ نے یہ کیوں محسوس کیا؟"

"بس میں یہ چاہتی ہوں کہ تمہارے مافی الضمیر سے باخبر ہو جاؤں پھر میں بھی تو تمہیں تمہاری ان کاوشوں کے سلسلے میں کچھ دوں۔"

"اوہ، نہیں میڈم براؤن جس انداز میں آپ سوچ رہی ہیں،

بدقسمتی سے میری زندگی ان مراحل سے کبھی نہیں گزری" گویا تم کبھی کسی لڑکی سے محبت نہیں کر سکے؟"

"دیکھیں بات پھر وہیں تک آ رہی ہے۔ محبتیں تو بہت کی ہیں، لڑکی ہی ان میں سے کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتی، جس انداز میں آپ سوچ رہی ہیں اس انداز میں، میں آج تک کم متاثر نہیں ہو سکا۔"

"میرا خیال تھا کہ وہ لڑکی جو پہلی بار تمہارے سامنے کی نمائندہ بن کر آئی تھی...... تمہارے ذہن کے قریب ہے لیکن تم اس سے انحراف کرتے ہو۔"

"ہاں میڈم! اس کا اندازہ تو آپ خود لگا سکتی ہیں، اس حد تک ہوتی تو یقینی طور پر میں گرین پول کے مفاد کا کام نہ کر رہا ہوتا۔"

"مگر تم بے حد ذہین انسان ہو۔ میں جب بھی تمہارے بارے میں غور کرتی ہوں، عجیب عجیب سے خیالات میں گھر جاتی ہوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا میڈم کہ آپ جنرل سے رابطہ قائم کر کے انھیں یہاں بلا لیں؟"

"ہاں کیوں نہیں، میں نے تو بس تم سے کچھ دیر گفتگو کے لیے جنرل سے رابطہ نہیں قائم کیا تھا۔" کیتھی براؤن اٹھ کر ٹیلیفون کے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا اور پھر ریسیور کان سے لگا لیا۔ "ہاں! میں بول رہی ہوں کیتھی، میں کون ہوں؟...... ہاں اسے اطلاع دو کہ مجھے اس کی فوری ضرورت ہے...... بالکل۔ ہاں! میں اس کا انتظار کر رہی ہوں...... کسی بھی کام میں مصروف ہو اسے فوراً بھیج دو۔" واپسی پر کیتھی براؤن نے ریسیور رکھ دیا۔ میں خاموشی سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے دیوار کو گھور رہا تھا۔

"جنرل ابھی تھوڑی دیر کے بعد آ جائے گا۔"

"یہ آپ نے فون کس کو کیا تھا؟"

"اپنے خفیہ ڈیپارٹمنٹ کو۔" میں گول مول انداز میں گفتگو میں اندر کسی کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ کون کس سے کیا کہہ رہا ہے۔"

"اچھا انداز ہے۔ بہت زیادہ ہے پیچیدگی بھی، بلاشبہ نقصان دہ ہو جاتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کچھ منگواؤں تمہارے لیے؟"

"کوئی خاص ضرورت تو محسوس نہیں کر رہا۔" میں نے

"پھر بھی کچھ تو......" وہ بولی اور پھر اس نے ملازم لڑکیوں میں سے ایک کو طلب کر کے کوئی مشروب لانے کو کہا اور پھر دونوں کافی دیر تک ایک دوسرے کے سامنے خاموش رہے۔ آخر کیتھی براؤن ہی نے سکوت توڑا۔ "تمہارا کیا خیال

ہے جنرل ابھی پارٹی میں کتنوں ہی کا صفایا ہو جائے گا؟"

"اس کا اندازہ تو اس کے بعد ہی ہو سکے گا میڈم۔ ابھی جنرل ٹیریس کو میں جو کچھ بتانے والا ہوں اس کے بعد ہمارے کام میں تیزی آ جائے گی بلکہ...... ان کے لیے کوئی بڑی الجھن نہیں رہی۔ وہ اگر چاہیں تو اپنے مہم کا آغاز کر سکتے ہیں۔"

"کیا واقعی؟" کیتھی براؤن سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"ہاں میڈم۔ حالات ایسا ہی رخ اختیار کر چکے ہیں اور میرا خیال ہے ہمیں کام کرنے کے لیے بہترین مواقع حاصل ہو گئے ہیں۔"

"خوب! میں جنرل کی غیر موجودگی میں تم سے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔" وہ بولی۔ میں خود بھی اسے ابھی کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کافی دیر تک ہم لوگ رسمی باتیں کرتے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد جنرل ٹیریس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ پرجوش نظر آ رہا تھا۔ آتے ہی اس نے پوچھا۔ "کیتھی تم نے مجھے فون کیا تھا؟"

"ہاں جنرل، کیا تم نے مسٹر پارکو کو نہیں دیکھا؟"

"کیوں نہیں۔ پارکو ہی کے سلسلے میں کوئی بات تھی؟"

"ہاں! مسٹر پارکو ہی تم سے ملنا چاہتے تھے۔"

"مگر تم نے اس طرح سے کہا تھا کہ میں پریشان ہو گیا تھا، مجھے یہی اطلاع دی گئی تھی کہ تم فوراً ہی مجھ سے ملنا چاہتی ہو۔"

"مسٹر پارکو بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں جنرل، یہ ضروری تھا کہ میں فوری طور پر آپ کو طلب کر لیتی۔"

"میں خود بھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں آنے والا تھا۔" جنرل ٹیریس نے کہا اور پھر مجھ سے ہاتھ ملا کر میرے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ اس نے ایک موٹا سگار نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لیتا ہوا بولا۔ "ہاں مسٹر پارکو! ایسی کیا اہم بات ہے جس کے لیے آپ کو فوری طور پر میری ضرورت پیش آ گئی؟"

"جنرل ٹیریس! براہ کرم آپ عمل کے میدان میں آ جائیے میرا خیال ہے میڈم براؤن، آپ جنرل کے لیے کاغذ اور قلم کا بندوبست کر دیں، کچھ ضروری باتیں ہیں جو انھیں نوٹ کرانا چاہتا ہوں۔"

میری خواہش کے مطابق جنرل کے پاس فوراً ہی کاغذ اور قلم پہنچ گیا۔ جنرل نے قلم سنبھالتے ہوئے متجسس انداز میں میری طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا نوٹ کرنا ہے مجھے؟"

"جنرل! سب سے پہلی بات تو یہ کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جب آپ اپنے ان برسوں کے پلان کو عملی شکل دے سکیں۔"

"کیا مطلب؟" جنرل کے ہاتھ سے قلم چھوٹ گیا جسے اس نے بے چینی سے فوراً ہی دوبارہ اٹھا لیا۔

"ہاں میرے خیال میں وہ وقت آ چکا ہے۔ اب آپ کو فوری

طور پر عمل کا مظاہرہ کرنے کے بعد اس انقلاب کا آغاز کر دینا چاہیے۔ اب مزید تاخیر مناسب نہ ہوگی بلکہ ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"مگر کیا حالات ہمیں اس کی اجازت دیتے ہیں؟" جنرل ٹیریس نے پوچھا۔

"ہاں ظاہر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں آپ سے کیوں کہتا؟"

"تو پھر مجھے بتاؤ نئی صورت حال کیا ہے؟" جنرل ٹیریس کے انداز سے بے چینی مترشح تھی۔

میں ایک لمحے تک رک کر مناسب الفاظ تلاش کرنے لگا اور پھر میں نے کہا۔ "جنرل! گرین پول نے اپنے طور پر اور امریکیوں کی مدد سے ان تمام فوجی جنرلز کی نگرانی شروع کرا دی ہے جن کے بارے میں انھیں شبہ ہے کہ وہ انقلاب لانے والوں کے مددگار ہو سکتے ہیں۔ ہر جنرل کے ساتھ ان کا کوئی خاص آدمی موجود ہے جو انھیں بدلتی ہوئی صورت حال سے باخبر رکھے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسے تمام افراد خود بھی فوجی ہیں اور ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔"

میرے اس انکشاف نے جنرل کا چہرہ فق کر دیا تھا۔ چند لمحے تو وہ کچھ بول بھی نہ سکا پھر اپنے حواس مجتمع کر کے آہستہ سے بولا۔ "یہ اطلاع تمھیں کہاں سے ملی مسٹر پارکو؟"

"جنرل ٹیریس! بڑی عجیب بات ہے، ہمیں ان تمام امکانات پر خود بھی نگاہ رکھنا چاہیے تھی، یہی سب کچھ ہوتا ہے ایسے معاملات میں!"

"ہاں بے شک! انھیں یہی کرنا چاہیے تھا لیکن مجھے کیسے پتا لگے گا کہ انھوں نے کس کس جنرل کو انقلاب کے حامیوں میں تصور کیا ہے اور کیسے ان کے پیچھے لگایا ہے؟"

"یہ کاغذ اور قلم جو آپ کے ہاتھ میں موجود ہے اسی لیے ہے کہ میں آپ کو ان کے نام نوٹ کرا دوں۔"

"کیا واقعی...... او گاڈ۔ لیکن تم نے یہ سب کچھ کیسے معلوم کر لیا؟"

"میں کام کر رہا ہوں جنرل، ظاہر ہے جو ٹاسک آپ نے مجھے سونپی ہے اسے میں نے بطور مذاق قبول نہیں کیا ہے۔"

"شکریہ، بہت مہربانی پارکو۔" جنرل نے تمام تر ممنونیت کے جذبات سے ساتھ کہا۔

"اس سلسلے میں پہلا نام جنرل مینگو کا ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے جنرل ٹیریس کہ جنرل مینگو آپ کے خاص آدمیوں میں سے ہے اور اس انقلاب کے لیے کوششیں کر رہا ہے؟"

جنرل ٹیریس کا چہرہ قابل دید تھا۔ اس نے منفی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ مینگو میرا دست راست ہے۔"

"تو پھر نوٹ کر لیجیے۔ جیگو کی نگرانی کے لیے کرنل براؤن
تعینات کیا گیا ہے کرنل براؤن شاید جیگو سے بہت قریب ہے
ان کو یہ ذمے داریاں سونپی گئی ہیں کہ وہ جیگو کی ایک ایک کارروائی
پر نگاہ رکھے۔"
"براؤن! اسے تو... اسے تو میں اپنا آدمی سمجھتا تھا۔"
جنرل ٹیرس نے کہا۔
"بہرحال اب اسے آپ والٹو موباٹے کا آدمی سمجھیے۔ بہرکیف
ذہن میں بیٹھے یہ گرین لول کا۔ وہ اپنا کام بخوبی انجام دے رہا ہے۔"
"کیا جنرل جیگو کو اس سلسلے میں اطلاع دے دی گئی ہے؟"
"سوچا یہ تھا کہ گفتگو کر لیجیے کیا آپ! بھلا جیگو سے ہمارا کیا واسطہ؟"
"ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ مجھے معاف کرنا۔ میں
بہت زیادہ نروس ہو گیا ہوں" جنرل ٹیرس نے کہا۔
"دوسرا نام ایس بی تھامس ہے" میں نے کہا اور جنرل ٹیرس
کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔
اس نے قلم رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ پھر وہ
درد سے لہجے میں بولا "اس کا مطلب ہے کہ وہ تمام لوگ ان
کی نظروں میں آ گئے جو میرے لیے کام کر رہے ہیں۔ کیا ان کے
خلاف کوئی مؤثر کارروائی ہونے والی ہے؟ کیا ان لوگوں کو...
کیا ان لوگوں کو..." جنرل ٹیرس کی آواز ڈوبنے لگی تھی۔
"میڈم براؤن! آپ جنرل ٹیرس کو دلاسہ دیجیے۔ انقلاب
اس طرح نہیں آتے۔ انقلاب لانے کے لیے پتا نہیں کیسے کیسے
دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جنرل اتنے نروس ہو گئے ہیں!
وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جن لوگوں کے خلاف وہ سرگرم عمل
ہیں، وہ بھی اپنے کچھ وسائل رکھتے ہیں اور باصلاحیت لوگ ہیں۔
ہاں تو جنرل ٹیرس! ایس بی تھامس کے بارے میں جو رپورٹیں
حاصل ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ وہ والٹو موباٹے کے خلاف باغیوں
کے لیے پروپیگنڈہ سیکریٹری کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔"
"یہ سچ ہے۔ ایس بی تھامس کے [illegible]"
"ایس بی تھامس کسی لڑکی میڈی براؤنسن کے زیر اثر ہے۔
میڈی براؤنسن اسے اچھی طرح واچ کر رہی ہے اور یہ ذمے داری
اس کے سپرد ہے کہ وہ ایس بی تھامس پر نگاہ رکھے۔"
"اوہ! وہ کم بخت لڑکی۔ وہ تو اس کی محبوبہ ہے اور
عنقریب وہ دونوں شادی کرنے والے ہیں۔"
"خیر! اب تیسرا نام نوٹ کیجیے" میں نے کہا۔
جنرل ٹیرس آہستہ آہستہ پُرسکون ہوتا جا رہا تھا۔ حیرت
تھی کہ وہ پہاڑ جو اس پر ٹوٹ رہے تھے، اب اپنا وزن کھو چکے
تھے اور اب وہ صبر و سکون کے ساتھ ان تمام ناموں کو نوٹ
کر رہا تھا۔
ناموں کی تفصیل بتانے کے بعد میں نے کہا "تو یہ تھے
وہ نام جنرل۔ پہلی بات مجھے یہ بتائیے کہ کیا اس میں ان ذرائع
سے اندازے کی کوئی غلطی ہوئی ہے؟"
"بدقسمتی سے ایک بھی نہیں۔" انھوں نے حیرت سے "انقلاب
لانے والوں کے بارے میں تمہاری معلومات مکمل ہیں۔ میں اس
کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔"
"ٹھیک ہے جنرل۔ اس کے علاوہ اور کوئی نام مجھے نہیں
مل سکا لیکن اگر ایسا ہوا تو میں آپ کو اس کی اطلاع دوں گا۔"
"مگر اب اس سلسلے میں، میں کیا کروں؟"
"آپ اپنے طور پر کوئی بھی کارروائی کر سکتے ہیں۔ آپ
ان تمام لوگوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر ان سے مشورہ کر سکتے ہیں"
میں نے کہا۔
"ہاں میں یہ سب کچھ کر لوں گا۔ در اصل میں ذہنی طور
پر تھوڑی دیر کے لیے مفلوج ہو کر رہ گیا ہوں۔"
"یہ آپ کا اپنا کام ہے جنرل، اگر آپ نے جرأت و ہمت
سے کام نہیں لیا تو پھر آپ کس طرح یہ سب کچھ کر سکتے ہیں؟"
جنرل چند لمحے خاموش رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے ہونٹوں
پر مسکراہٹ پھیل گئی "کیتھی پارکو! تم انسان ہو یا..."
"ابھی ابھی میڈم کیتھی براؤن مجھے شیطان سے تشبیہ دے
رہی تھیں۔"
"نہیں پارکو! میں نے تمہیں شیطان تو نہیں کہا تھا"
کیتھی براؤن شرمندہ لہجے میں بولی۔
"میں بھی مذاق ہی کر رہا ہوں کیتھی براؤن" میں نے
جواباً کہا اور جنرل کی طرف متوجہ ہو گیا "جنرل! میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں
وہ صرف آپ ہی کے لیے نہیں بلکہ اس سے میرا اپنا مفاد بھی
وابستہ ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں جنرل کہ آپ پوری دلجمعی سے
اپنی اس کارروائی کو عملی شکل دیں۔"
"لیکن اب مجھے کرنا کیا چاہیے؟ کچھ مشورہ تو دو۔ اب تو
میں صرف تمہارا سہارا تلاش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہو چلا ہے کہ
جو کچھ مجھے تم بتاؤ گے وہی درست ہو گا۔ یوں سمجھو کہ اس انقلاب
کے اصل رہنما تم ہو۔"
"میرے خیال میں جنرل! آپ ان تمام لوگوں کو اغوا کر کے
اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو دیں جو ان کے ہم شکل بھی ہوں اور
باصلاحیت بھی۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہم شکل نہ ہوں تو ان لوگوں
کو ان کے میک اپ میں رکھا جائے تاکہ ہمارے دشمن بھی
اس بات سے مطمئن رہیں کہ ان کا کام بخوبی انجام دیا جا رہا ہے۔"

اور ہمارے خلاف کوئی جاسوسی نہیں ہو سکے بلکہ اس تمام سلسلے
کی کارروائی میں آپ اپنے ساتھیوں کو شریک کر لیں۔ انھیں اصل
صورت حال بتا دیں اور بتانے کے بعد کچھ اس طرح کا طریقۂ کار
اختیار کریں کہ ان کے نقل نگرانوں کی معرفت انھیں غلط بیانات
ملتے رہیں اور صحیح وقت کا کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔ اس کے بعد
جنرل آپ جس قدر جلد ممکن ہو انقلاب لانے کے لیے عملی قدم اٹھائیں
اور کوئی مناسب وقت اس کے لیے منتخب کر لیں۔"
"مگر اس صورت حال کا کیا ہو گا؟" جنرل ٹیرس نے کہا۔
"کس صورت حال کا؟"
"والٹو موباٹے ہمارے قبضے میں کہاں ہے؟"
"وہ میرے قبضے میں ہے" میں نے جواب دیا اور
جنرل ٹیرس پر ایک بار پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی۔
"کیا... کیا تم نے اسے حاصل کر لیا ہے؟"
"نہیں، اسے حاصل کرنا ہو گا جنرل ٹیرس۔ میرے ذہن میں
ایک منصوبہ ہے۔"
"وہ کیا؟"
"والٹو موباٹے ایک مقامی اسپتال میں داخل ہے۔ اسے
نگرانی کے پیش نظر اپنی جگہ سے ہٹا کر کیری مائن اسپتال میں رکھا
گیا ہے۔ روم نمبر ایک سو بیس کا مریض در اصل والٹو موباٹے ہے۔"
"کمال ہے! اس کا مطلب ہے کہ والٹو موباٹے ہماری
گرفت میں آ سکتا ہے۔"
"آ سکتا ہے، ابھی فوری طور پر اسے اپنی گرفت میں
لانا ہے۔"
"لیکن اس کے بعد... اس کے بعد کیا ہو گا؟"
"اصل والٹو موباٹے مجھ پر بھروسا کرتا ہے، وہ مجھے گرین لول
کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اگر کیری مائن اسپتال
سے اسے اغوا کرنے کے بعد مجھ سے ملا دیا جائے تو میں اس کے
ذہن میں وہ تمام منصوبہ اتار سکتا ہوں جو در حقیقت ہمارے
حق میں ہو گا لیکن والٹو موباٹے یہ سمجھے گا کہ یہ منصوبہ گرین لول کے
لیے ترتیب دیا گیا ہے۔"
"وہ منصوبہ کیا ہو گا؟"
"نقلی والٹو موباٹے جو محل میں موجود ہے اور بڑی نفاست
سے اپنا کام کر رہا ہے، گرین لول کا نمائندہ ہے۔ گرین لول کے
اس نمائندے کو کیری مائن اسپتال پہنچا دیا جائے اور اسے یہ
ہدایت کر دی جائے کہ وہ وہاں خاموشی سے والٹو موباٹے کی
حیثیت سے اپنا کام انجام دیتا رہے۔ خواہ کوئی بھی شخص اس سے
ذہنی تعلق کرے، کچھ بھی پوچھے وہ اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھتے
ہوئے در پردہ وہی کام کرتا رہے جو اس سے کہا گیا ہے۔ اصل
والٹو موباٹے کو ہم اس کے محل میں پہنچا دیتے ہیں اور جب وہ
وہاں اپنی جگہ سنبھال لے تو فوراً انقلابی کارروائی کا آغاز کر دیا جائے
اور انقلاب کے سلسلے میں آپ جانتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔"
"ہاں میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے" جنرل ٹیرس کا
چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اس کی دلی کیفیت کا
اظہار ہو رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا، میرے نزدیک پہنچا اور پھر
مجھے سینے سے لگا لیا۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ وہ میرا کس قدر
شکر گزار ہے۔ میرے اور اس کے درمیان خلوص کا رشتہ کتنا
مضبوط ہے۔ پھر اس نے کہا "پارکو! وقت آنے دو، میں تمہیں
بتاؤں گا کہ جنرل ٹیرس اپنے دوستوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ تمہارا
یہ احسان ہمیشہ میری گردن پر رہے گا پارکو۔"
"جنرل! پہلے اپنا کام انجام دیں۔ دوستوں پر کچھ فرائض
عائد ہوتے ہیں اور ہم لوگ سچے دوست ہیں۔"
"تو پھر پہلا کام یہی ہونا چاہیے پارکو کہ ہم والٹو موباٹے کو
حاصل کر کے کسی محفوظ جگہ لے جائیں اور وہاں سے اسے اس کی
اصل جگہ پر پہنچا دیں۔ نقلی والٹو موباٹے کو محل سے ہٹا کر اسپتال
پہنچا دیا جائے۔"
"یہ کام بڑی احتیاط کے ساتھ کرنا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ
اصل والٹو موباٹے کو اغوا کرنے کے فوراً بعد ہی نقلی والٹو موباٹے
کو اس کے بستر تک پہنچانا ضروری ہو گا۔ اس کے لیے جنرل ٹیرس میں
چاہتا ہوں کہ آپ کچھ ذہین آدمیوں کو کیری مائن اسپتال کے اطراف
میں پھیلا دیں۔ یہ لوگ صورت حال پر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ کیری مائن اسپتال
کی نگرانی کرنے والے کون لوگ ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کو
یہ پتہ چلے کہ اصل والٹو موباٹے کو اس جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے اور
نقل کو اس کی جگہ منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس کے لیے میں سب
سے پہلے نقلی والٹو موباٹے کو اس کام پر آمادہ کروں گا کہ وہ
ہماری تحویل میں آ جائے تاکہ اسے منتقل کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔"
"گڈ! اوہ ویری گڈ، بہت اچھا منصوبہ ہے۔ تم مطمئن رہو، میں
ایسے لوگوں کو وہاں پھیلا دیتا ہوں بلکہ اندر بھی داخل کر دیتا ہوں
جو ہم لوگوں کو لمحے لمحے کی رپورٹ مہیا کرتے رہیں۔"
"میڈم کیتھی براؤن اس کیس کی انچارج ہوں گی۔ یہ تمام
رپورٹیں ان لوگوں سے وصول کریں گی جو کیری مائن اسپتال کے
اندر اور ارد گرد بکھرے ہوئے ہوں گے۔"
"بالکل ٹھیک" جنرل ٹیرس نے پُرجوش انداز میں کہا اور
اس معاملے کی مزید تفصیلات پر بات چیت ہونے لگی۔ اس کے
بعد میں نے ان لوگوں سے اجازت مانگی۔ میں نے [illegible]

تو اس سلسلے میں آخری کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور میں اس فیصلے کو جلد بازی نہیں کہہ سکتا تھا۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مجھے کیپٹن براؤن کی طرف سے اطلاع ملی کہ جو کچھ میں نے کہا تھا اس کی تعمیل کر دی گئی ہے۔ وہاں کے حالات پرسکون ہیں اور وہ شخص اپنے کام کی تکمیل آج رات ہی کر لے گا۔ سارا دن مصروف رہ کر اس نے وہ لوگ پیدا کیے ہیں جو اصل لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ سنبھال لیں گے۔

اطلاع ہر چند کہ بڑے خفیہ طریقے سے مجھ تک پہنچی تھی لیکن اس کے باوجود الفاظ گول مول رکھے گئے تھے اور اس کے لیے میں نے ہی ان لوگوں کو ہدایت کی تھی۔

نقلی والٹوموبانے اپنی آرام گاہ میں چلا گیا تھا۔ میرے لیے اس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔ میں یہاں جس حیثیت میں تھا، وہ اتنی اہم نہیں تھی کہ میں آسانی سے اس تک پہنچ جاتا لیکن فوری طور پر اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس لیے میں مطمئن تھا۔

دوسرے دن صبح میں نے بہت احتیاط کے ساتھ نقلی والٹوموبانے سے ملاقات کی۔ اس وقت وہ اپنی آرام گاہ میں تنہا تھا۔ وہ مجھے اس میک اپ میں نہیں پہچانتا تھا۔ جب میں نے اندر پہنچ کر دروازہ بند کیا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ گرین پول کا آدمی تھا اور یقیناً احمق نہیں ہوگا۔ اس کی کینہ توز نگاہوں سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی زبردستی کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔

میں نے آہستہ سے کہا: "میں پارکو ہوں۔"

"اوہ! مسٹر پارکو۔ میں آپ کی آواز پہچانتا ہوں۔" نقلی والٹوموبانے نے کہا۔

"کوئی نیا پیغام موصول ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک جب تک کہ اس کی شدید ضرورت پیش نہ آئے اور خود مجھے بھی منع کر دیا گیا تھا کہ میں اپنی مصروفیات کو بالکل نارمل رکھوں۔"

"مسٹر موبانے!... میں آپ کو اسی نام سے مخاطب کروں گا۔ آج شام ساڑھے پانچ بجے آپ نہایت خاموشی سے دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں آئے بغیر ایک مخصوص جگہ پہنچ جائیں گے۔ یہ مخصوص جگہ محل کا عقبی حصہ ہے۔ جہاں درختوں کے وسیع اور گھنے جھنڈ موجود ہیں۔ وہاں باہر جانے کے لیے ایک چور راستہ بھی موجود ہے۔ میں وہیں آپ سے ملاقات کروں گا۔ آج دن میں آپ ناسازئ طبع کا بہانہ کر دیجیے اور ہدایت کر دیجیے کہ آپ کسی سے نہیں ملیں گے۔ وہاں تک پہنچنے میں جتنی ہوشیاری کا ثبوت دیا جائے وہ آپ کی اپنی کارکردگی پر منحصر ہے۔ میں آپ کو صرف یہی اطلاع دینے کے لیے یہاں تک پہنچا تھا۔ اس دوران قدرتی طور پر کسی سے رابطہ نہیں رکھا جائے گا۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا مسٹر پارکو۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس پہلے مرحلے میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ میں نے شام کے ساڑھے پانچ بجے کے لیے پروگرام ترتیب دے لیا اور اسی دوران میرا رابطہ جنرل شیرس سے بھی قائم ہو گیا۔ جنرل شیرس نے مجھے مسرور لہجے میں بتایا۔

"کام ہو گیا ہے ڈیئر۔ وہ سب کچھ ہو گیا ہے جو تم چاہتے تھے۔ اصل شہرے میری بساط پر موجود ہیں اور اس طرف سے مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے حقیقت حال اگل دی ہے۔ تمہارا کہنا درست تھا اور بھی بہت سے انکشافات ہوئے ہیں جو میں تمہیں ملاقات ہونے پر بتاؤں گا۔" اس نے کہا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"آپ ٹھیک چھ بجے اپنی مخصوص جگہ میرا انتظار کریں۔ میں وہاں پہنچوں گا اور میرے ساتھ وہ بھی ہوگا جو ہمارا دوست ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا میں اس کے سامنے آؤں گا؟"

"نہیں جنرل، میں خود آپ سے ملاقات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے جس طرح تم کہو گے اسی طرح عمل کیا جائے گا۔" جنرل شیرس نے کہا اور میں نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب تک جو کچھ ہوا تھا اس میں تو کوئی بڑی الجھن نہیں آئی تھی لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس کے بعد حالات کیا ہوتے ہیں۔ اتنے لوگوں کو بے وقوف بنانا بہت ہی مشکل کام تھا مگر تقدیر ہی میرا ساتھ دے رہی تھی اور میرے لیے وہ آسانیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں جو مجھے میرے مقصد میں کامیاب دلائیں۔ بقیہ وقت اپنے پروگرام کی پلاننگ کرتے گزرا اور پھر میں مقررہ وقت پر نہایت احتیاط سے باہر نکل آیا۔ ایک گاڑی حاصل کی اور لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے ایک راستہ اختیار کر کے بالآخر عقبی دیوار کے اس حصے تک پہنچ گیا جہاں وہ دروازہ کھلتا تھا جو اس وقت میرے لیے اہم

تھا۔ ساڑھے پانچ بجے میں اندر پہنچ گیا تو درختوں کے جھنڈ میں نقلی والٹوموبانے کو موجود پایا۔ میری شکل دیکھتے ہی وہ باہر نکل آیا تھا۔ میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ پھرتی سے میری گاڑی میں آ بیٹھا۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ گاڑی میں رنگین شیشے لگے ہوئے تھے اس لیے دیکھے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ راستے میں میں نے والٹوموبانے کو وہ سب کچھ بتا دیا تھا جو اس سلسلے میں ضروری تھا۔ اس نے مجھ سے خود ہی اس سلسلے میں سوال کر لیا۔

"میرے لیے اور کیا حکم ہے مسٹر پارکو؟"

"تمہیں اب ایک نہایت اہم کردار ادا کرنا ہے۔ دراصل والٹوموبانے کی حیثیت سے تمہارے بارے میں یہاں کچھ لوگوں کو شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لیے فوری طور پر تمہاری جگہ تبدیل کرنا ضروری سمجھا گیا۔"

"اوہ۔ یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔"

"یہاں ایک اسپتال ہے جو کیری مائن کے نام سے مشہور ہے۔ اصل والٹوموبانے کیری مائن اسپتال کے کمرہ نمبر ایک سو بیس میں ایک مریض کی حیثیت سے داخل ہے۔ اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا اور تمہیں اس کی جگہ لینی ہوگی۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد تمہیں اپنی ذات کو بھی یقین دلانا ہوگا کہ تم ہی اصل والٹوموبانے ہو بالکل اسی طرح جس طرح تم یہاں کام کرتے رہے ہو۔ کوئی بھی فرد تم سے کسی سلسلے میں کوئی سوال کرے تم والٹوموبانے کی حیثیت سے ہی اسے ٹریٹ کرو گے۔ یہ بے انتہا ضروری ہے اور اس پر ہماری کامیابی کا انحصار ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں، اب تک یہاں بھی مجھے کوئی ایسا جھول نظر نہیں آیا تھا اپنے کردار میں، کسی کو مجھ پر شبہ ہو سکتا لیکن آپ کی ہدایات کے مطابق مزید احتیاط کروں گا۔ اس وقت کیا مجھے کیری مائن اسپتال لے جایا جا رہا ہے؟"

"ان درمیان میں کچھ اور انتظامات بھی کرنا ہیں جو ضرورت کے مطابق ہیں۔" میں نے کہا اور والٹوموبانے کا ہم شکل خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں مجھے جنرل شیرس سے ملاقات کرنا تھی۔ میں نے اسے وین ہی میں بیٹھے رہنے کو کہا اور خود جنرل شیرس کے پاس پہنچ گیا۔

جنرل بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "کام آ گیا ہے جنرل۔ میں نے اسے ضروری ہدایات دے دی ہیں۔"

"مگر۔ اسے کوئی شبہ تو نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں جنرل، مطمئن رہو۔ وہ اب وہ اپنا کردار بخوبی انجام دے گا اور گرین پول کے لوگ بھی یہ نہیں جان سکیں گے کہ والٹوموبانے تبدیل ہو گیا ہے۔"

"گڈ۔ بہر طور تمہاری ہدایت کے مطابق میں نے کیری مائن اسپتال میں اس کا بندوبست کر لیا ہے کہ اصل والٹوموبانے کو کمرہ نمبر ایک سو بیس سے نکال لیا جائے۔ اس سلسلے میں جو پروگرام ترتیب دیا گیا ہے وہ یوں ہے کہ میرے تین آدمی اندر موجود ہیں۔ والٹوموبانے کو بے ہوشی کا ایک انجکشن دے دیا جائے گا اور اس کے بعد وہ لوگ اسے اسٹریچر پر لے کر ایک چھوٹی سی ایمبولینس کریں گے اور وہیں سے دوسرے اسٹریچر پر نقلی والٹوموبانے کو اس کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"یہ کام آپ نے بلاشبہ بہترین کیا ہے جنرل۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا اور اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جنرل شیرس الگ سے آ رہا تھا۔ میں وین ہی میں نقلی والٹوموبانے کے ساتھ تھا اور اسے مزید تفصیل سمجھا دی تھی۔ وہ بے چارہ مطمئن ہو گیا تھا۔ میری جگہ کوئی اور شخصیت ہوتی تو گرین پول کے اس ذہین آدمی کو دھوکا دینا آسان کام نہیں تھا لیکن تہذیب مالکم کیس نے میرے لیے ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ کہیں بھی مجھے اپنے کام میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ یقیناً اس لڑکی کے دل میں میرے لیے بہت خلوص موجود تھا لیکن افسوس! میں جو کچھ کر رہا تھا وہ اس کی توقع کے برعکس تھا۔

ہمارے دوست ہیں ہم اسرائیل سے سفارتی تعلقات رکھنا چاہتے ہیں لیکن صرف سفارتی آداب کے مطابق۔ ہم اس کے لیے کسی قسم کا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے، خاص طور سے ایسا کوئی کام جو عربوں کے خلاف ہو کیونکہ عربوں سے بھی ہماری دوستی ہے۔
میں نے اس انقلاب کے سلسلے میں جو تانے بانے بنے تھے ان میں اتنے منظم تھے کہ میں خود اس انقلاب کی کامیابی سے مطمئن نہیں تھا۔ خاص طور پر مجھے امریکن اداروں اور والٹو موباٹے کے دوستوں کی طرف سے تشویش تھی۔ ان میں گرین پول کی طرف سے متعین کیے ہوئے دہشت گرد سب سے بڑی رکاوٹ بن سکتے تھے لیکن ایک شخص نے پانسہ میرے حق میں پلٹ دیا اور بھی اس کامیابی کے ذیل میں میں اس کا نام لینے پر مجبور ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس بات کو پسند کرے گا یا نہیں، تاہم میں اپنی سپاس گزاری کا اظہار کرتے ہوئے علی یار خان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ شخص فلسطینی نظریات کا حامی ہے اور عجیب و غریب انداز میں مجھ تک پہنچا تھا اور میں اس بات کا اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس انقلاب کی کامیابی میں، میں اپنے آپ کو زیر بار پڑا رکھتا ہوں۔ علی یار خان نے میری ذہنی تربیت کی اور اس کے عظیم دماغ نے مجھے وہ نکتے سمجھائے جن پر چل کر میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا لیکن جب میں دل کی گہرائیوں سے اپنی کامیابی کا اعلان کرتا ہوں تو میرے سینے میں موجود دل مجھے چین نہیں لینے دیتا اور مجبور کرتا ہے کہ میں علی یار خان کا نام لوں اور اس کے تعاون کا اعتراف کروں۔ اگر علی یار خان مجھے انقلاب کے بعد مل جاتا تو میں اس سے مشورہ کیے بغیر کبھی یہ بیان نہیں دیتا لیکن میری بدقسمتی ہے کہ وہ عظیم ہستی میری نگاہوں سے روپوش ہو چکی ہے۔ میں ایک بار پھر اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر علی یار خان کی اعلیٰ ذہانت میری معاون نہ ہوتی تو گوسٹے بل میں میری کامیابی تقریباً ناممکن تھی۔
گرین پول کے تعاون سے ایک ایسا منصوبہ تیار کر لیا گیا تھا جس کی بنا پر باغیوں کو چند گھنٹوں کے اندر اندر کچل دیا جاتا اور والٹو موباٹے ایک بار پھر اپنی اصل حیثیت سے نمودار ہو جاتا۔ یہ کارنامہ والٹو موباٹے کا نہیں تھا بلکہ ان کے ان حلیفوں کا تھا جو اس کے ذریعے گوسٹے بل میں اپنے مفادات حاصل کر رہے تھے۔ علی یار خان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک بار پھر میں اپنے عوام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی شکل میں مل جائے تو اسے مجھ تک پہنچا دیا جائے۔ میں اس کے لیے بے چین ہوں۔“
جنرل میٹرس کا بیان کافی طویل تھا اور اس نے میرے لیے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے شرمندہ بھی کرتا تھا اور پریشان بھی۔ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اپنی ذات کو اس میں بالکل ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن جو کچھ ہوا تھا اب اسے [illegible] نہیں ادا کیا جا سکتا تھا۔ جنرل میٹرس نے بہت کھل کر امریکی اداروں اور گرین پول کا نام لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرے [illegible] کے ۔۔۔۔۔ بعد تقریب [illegible] بیان جا سکتا تھا۔ سب کچھ بے سود تھا۔ کیا اپنے [illegible] قسمت پر منظر عام پر آنا نہیں چاہتا تھا البتہ اب [illegible] جنرل میٹرس سے ایک ملاقات ضرور کر لی جائے تاکہ [illegible] یہاں سے نکلنے کا بندوبست کیا جا سکے۔
جنرل میٹرس نے اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کے بارے میں بھی کھل کر بات کی تھی لیکن اس کا کوئی تذکرہ کسی زبان میں نہیں تھا کہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا گیا ہے۔ اس کی [illegible] گوسٹے بل پر بھی عائد ہو سکتی تھی اور اس طرح گوسٹے بل اسرائیلی انتقام کا نشانہ بھی بن سکتا تھا لیکن جنرل کے ذاتی معاملات [illegible]
فاخرہ یعقوبی اور دوسرے لوگ اس بیان کو پڑھ کر [illegible] سے جھوم رہے تھے۔ حامد نے مسکراتے ہوئے [illegible] سے کہا تھا ”اتنی ساری باتیں بالکل ٹھیک ہیں لیکن جنرل کے [illegible] نے میرے دل میں اس کے لیے عقیدت پیدا کر دی ہے۔ بڑی بات ہے کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہوتے ہوئے اور انقلاب [illegible] ہو جانے کے باوجود اس طرح کسی کی خدمات اور صلاحیتوں کا اعتراف کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس پر حیران ہوں۔“
”کس بات پر حامد؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”یہی کہ آخر اتنا بڑا منصوبہ اس شخص نے کیسے بنایا؟ جنرل میٹرس نے بہت سوچ سمجھ کر اس انقلاب کے لیے تمام پوائنٹس ترتیب دیے ہوں گے لیکن اس کے بعد وہ اس طرح [illegible] کہ ایک ایک کام تم سے پوچھ کر کرتا رہا اور بالآخر تم نے اسے کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔“
”ہاں، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی لاتعداد دشمنیاں بھی لے لیں۔ تمہیں علم نہیں حامد، کہ میں کیسے کیسے حالات سے دوچار ہوں کس کس طرح کی آفات سے بچتا رہا ہوں۔“
”میں تو تمہاری زندگی کے بارے میں بہت کچھ جاننا خواہشمند ہوں علی، لیکن تمہیں مجبور کیسے کروں؟“
”بس اگر میری زندگی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو اتنا سمجھ لو کہ میں نے اپنا ماضی، اپنا حال اور اپنا مستقبل ایک عظیم مقصد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ یہ تو راستے کی کہانیاں جو درمیان میں آتی رہتی ہیں۔“
”بڑی بات ہے! اگر کبھی ہم فلسطین میں داخل ہوئے

اور وہاں اپنی [illegible] تم نے اپنے گھروں کو دوبارہ تعمیر کیا اور اپنی الگ دنیا بسائی تو تم بھی علی یار خان، اسی طرح اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے اور دنیا کو بتا سکتے کہ ہمارے ایک پاکستانی بھائی نے ہمارے لیے کیا کچھ کیا۔“ حامد بتا رہا تھا، آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آ گئی تھی۔ میں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔
اسی شام میں نے فاخرہ یعقوبی سے کہا ”فاخرہ، اب مناسب ہو گا کہ میں جنرل میٹرس سے ملاقات کروں۔ اس بیان کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ جنرل اپنا اقتدار مستحکم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور کھل کر منظر عام پر آ گیا ہے۔ اب مجھے یہاں سے نکلنے میں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے تمہارا معاملہ طے کر لوں۔“
”اس میں کوئی حرج نہیں ہے علی! لیکن ایک سوال میں اور کرنا چاہتی ہوں۔“
”ہاں، ہاں کہو۔“
”کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے؟“
”نہیں فاخرہ! ابھی مجھے نئے جہانوں کی سیر کرنی ہے۔“
”تھوڑے دنوں کے لیے ہی سہی، ہم ان خوشیوں میں ساتھ ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔“
”میں کسی بھی وقت تم سے آ کر مل سکتا ہوں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ فاخرہ نے اس سلسلے میں ضد نہیں کی تھی۔
دوسرے دن میں نے جنرل میٹرس سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ گوسٹے بل میں کوئی خاص تبدیلی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جنرل میٹرس کو نئے حکمران کی حیثیت سے خوشدلی سے قبول کر لیا گیا ہے۔
جنرل میٹرس سے ملاقات کے لیے والٹو موباٹے کے محل جانا پڑا۔ جب میں محل کے نزدیک پہنچا تو مجھے دور دور تک فوجی پہرہ نظر آیا۔ میں نے ایک فوجی افسر سے رابطہ قائم کیا اور جنرل میٹرس کے بارے میں سوال کیا۔ فوجی افسر مجھے کڑی نگاہوں سے گھورنے لگا تھا۔
”آپ کون ہیں؟ جنرل میٹرس سے آپ کا کیا واسطہ ہے۔ کیوں ملنا چاہتے ہیں آپ ان سے؟“
”میں جانتا ہوں کہ جنرل اس وقت شدید مصروفیات کا شکار ہوں گے لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے ملنا پسند کریں گے۔“
”میں معذرت خواہ ہوں۔ جنرل سے کسی قیمت پر آپ کی ملاقات نہیں ہو سکتی، البتہ آپ اپنا پیغام دے دیجیے۔“ افسر نے میرے شریفانہ لہجے سے متاثر ہو کر خود بھی شرافت سے کہا۔
”بہتر ہے، جس وقت بھی آپ کو موقع ملے، آپ جنرل سے کہہ دیجیے کہ علی یار خان آپ سے ملاقات کے لیے آیا تھا۔“
آفیسر نے صبر و سکون سے یہ الفاظ سنے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔
”کیا نام بتایا آپ نے؟“ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
”علی یار خان۔“
آفیسر ششدر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے دو قدم آگے بڑھ کر کہا ”میں انتہائی معذرت خواہ ہوں، انتہائی شرمندہ ہوں۔ براہ کرم تشریف لائیے۔“ اور فوراً ہی اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔
تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک جیپ اسٹارٹ ہو کر ہمارے پاس آ پہنچی۔ آفیسر نے بڑے احترام سے مجھے جیپ کے پچھلے حصے میں بٹھایا اور خود ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرا نام معلوم ہونے کے بعد وہ بڑی عقیدت اور احترام کا اظہار کر رہا تھا اور اس بات پر خوش بھی تھا کہ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا اور وہ مجھے جنرل میٹرس کے پاس لے جا رہا ہے۔
جیپ محل میں داخل ہوئی۔ یہاں پر بھی سخت پہرہ تھا۔ اور بڑے بڑے عہدیدار یہاں موجود تھے۔ جیپ کو روک لیا گیا، اور آفیسر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں میرے بارے میں ان لوگوں کو بتایا۔ خاصی دلچسپ صورتحال تھی۔ مجھے کسی بھی رکاوٹ کے بغیر جنرل میٹرس کے پاس پہنچا دیا گیا جو والٹو موباٹے کے محل میں ایک مخصوص ہال میں موجود تھا۔ جنرل کے پاس اس وقت کیبنٹ کی پوری ٹیم موجود تھی اور چند اعلیٰ عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے لانے والے نے دروازے پر مجھے روکا نہیں تھا بلکہ صرف دستک دے کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہ اس کی گھبراہٹ کا ثبوت تھا۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے جنرل میٹرس دیوانہ وار کھڑا ہو گیا۔
”آؤ... میرے دوست علی یار! کہاں چلے گئے تھے تم؟ میں سخت پریشان تھا تمہارے لیے۔“ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے بھی اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔ کیبنٹ ممبران بھی اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔
”تم نے ہمارے ساتھ ستم کیا علی! ہمارے ساتھ ظلم کیا تم نے۔ ہماری ان خوشیوں میں ایک ایسی تشکیک وہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو تمہاری عدم موجودگی کی بنا پر تھی۔ ہم یہی سوچ رہے تھے کہ کہیں تم کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئے ہو۔“
میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور بولا ”نہیں۔ میرے دوست، بالکل ٹھیک ہوں۔“

انہیں گرفتار کر کے ہم نے اپنی تحویل میں لے لیا اور پھر انٹی کے
بیٹھے ہم نے ٹریٹ پول کے دوسرے نمائندوں کا سراغ لگایا اور
یا باری انھیں بھی گرفتار کر لیا۔ وہ لڑکی تہذیب مالکم ایکس بھی
بھی میں شامل تھی۔" جنرل مُریس نے تفصیلات بتاتے ہوئے
جانے کیوں خاموش نگاہوں سے تہذیب کو دیکھتا رہا۔ پھر جنرل نے پوچھا۔
"ان لوگوں کے بارے میں کیا ہدایت ہے علی؟"
"میں تم سے ان کے لیے کچھ رعایت طلب کرنا چاہتا ہوں۔
یہ بات خود تمہارے مفادات کے خلاف نہیں تھے بلکہ ایک
معقول رقم دے کر انھیں والنٹو ہو جانے پر حاصل کیا تھا۔"
"مجھے علم ہے اس بات کا۔" جنرل مُریس نے کہا۔
"تو جنرل ایسے لوگوں کے خلاف کوئی سخت کارروائی بہت
زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یقیناً کبھی تم سے
رعایت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا۔"
"علی! تمہارے اور میرے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا ہے کہ
تم جو کچھ چاہو گے اس کے لیے مجھ سے کوئی تکلف نہیں برتو گے۔"
جنرل مُریس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔
"ہاں جنرل! اس سلسلے میں میں کوئی تکلف نہیں برتنا چاہتا۔
میری خواہش ہے کہ تم ان تمام لوگوں کو عزت کے ساتھ اپنے ملک کی
سرحدوں سے باہر نکال دو۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ کوئی کارروائی
نہ کی جائے۔"
"ایسا ہی ہو گا علی! تم بالکل مطمئن رہو۔" جنرل مُریس نے
کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔
"یہ کام کب تک کر دو گے؟"
"فوراً۔ میں فوری طور پر ان کے لیے ہدایت جاری کیے
دیتا ہوں۔" جنرل مُریس نے کہا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔
تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ بہت تھا لیکن
اس سے زیادہ میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ جنرل
مُریس نے چونکہ مجھ سے اس کا وعدہ کر لیا تھا، اس لیے اب مجھے
اطمینان تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو مزید کوئی پریشانی نہیں ہو گی
اور وہ بعافیت یہاں سے نکل جائے گی۔
دوسرے دن تقریباً شام کے ساڑھے چار بجے کی بات تھی۔
میں اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ
رہا تھا کہ دفعتاً مجھے ٹرانسمیٹر پر ایک اشارہ موصول ہوا۔ جو تہذیب
نے مجھے دیا تھا اور اتفاق سے وہ اس وقت بھی میرے پاس
ہی موجود تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ایک
لمحے کے لیے میرے ہاتھ میں لرزش سی پیدا ہوئی تھی لیکن پھر میں
نے سنبھل کر اسے آن کیا اور میرے کے قریب کر لیا۔

"ہیلو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ جواب میں چند لمحے
خاموشی رہی۔ پھر تہذیب کی آواز سنائی دی۔
"علی!" اس آواز میں ہزاروں سسکیاں چھپی ہوئی تھیں۔
ایک ایسی کیفیت تھی جس نے مجھے لرزا دیا۔ آواز پھر آئی "علی!"
"ہاں تہذیب! میں بول رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"زیادہ وقت نہیں لوں گی تمہارا علی! صرف ایک بات
کہنا چاہتی ہوں، دل میں یہ حسرت تھی کہ مرنے سے پہلے تم سے
کچھ باتیں کر لوں۔"
"کہو تہذیب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"علی! خدا کی قسم زندگی میں لاکھوں بار جھوٹ بولنے کی
ضرورت پیش آئی ہو گی اور میں نے جھوٹ بولا ہو گا لیکن اس وقت
جو کچھ کہہ رہی ہوں اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچے دل سے
کہہ رہی ہوں جو کچھ ہوا ہے علی! اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میرے دل
میں تمہارے لیے کوئی شکایت پیدا ہوئی یا کوئی ایسا احساس ہو
میں تمہارے لیے نفرت یا کمتری کا کوئی جذبہ ہو بلکہ یہ نفرت مجھے
اپنے وجود سے محسوس ہوئی۔ مجھے احساس ہوا کہ سب کچھ ہونے
کے باوجود میں انتہائی بے وقوف ہوں اور مجھ میں کوئی دنیاداری کی
صلاحیت نہیں ہے۔ میں انسانوں کو سمجھنے میں شدید غلطی کر سکتی ہوں
علی! مجھے پہلے ہی سوچ لینا چاہیے تھا علی کہ تم کون ہو۔ وہ جو اپنی
ذات اپنا مستقبل اپنی زندگی اپنے ایک مقصد کے لیے قربان
کر سکتا ہے وہ بھلا اس موقع کو اس طرح ہاتھ سے کیسے
جانے دے گا۔ بے شک علی! تمہیں یہی کرنا چاہیے تھا جو تم نے
کیا۔ ہاں علی! میں جانتی ہوں کہ والٹر مولے درحقیقت اسرائیلیوں
کے مفادات کا حامی تھا اور اس کی زندگی فلسطینیوں کے لیے نقصان دہ
تھی۔ تم نے جو کچھ کیا، اپنے فرض کی تکمیل کے لیے کیا اور علی اس سے
تمہارا احترام میرے دل میں اور بڑھ گیا ہے۔ میں تم سے یہ نہیں
کہوں گی کہ تم مجھے اپنے دل کی بات بتا دیتے کیونکہ میں اتنی فراخ دل
ثابت نہ ہوتی۔ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا جیسے انکار
سے یقیناً تمہارے لیے مسائل پیدا ہو جاتے اور تم وہ سب کچھ نہ کر
سکتے جو تم نے کیا۔ علی! میری طرف سے اپنی اس شاندار کامیابی پر
مبارک باد قبول کرو۔ زندہ رہی اور حالات نے موقع دیا تو ایک بار
خود تم سے مل کر تمہیں مبارک باد دوں گی۔ میں تمہاری شکر گزار
بھی ہو گئی ہوں کیونکہ جانتی ہوں ہم مجرموں کو یہاں سے عزت کے
ساتھ کیوں واپس کیا جا رہا ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ اور
نہیں کہنا چاہتی۔" ٹرانسمیٹر پر یکلخت سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ایسا لگا
جیسے دل پر ایک دم اداسیوں کے بادل چھا گئے تھے۔

اگر مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی، برا بھلا کہتی اور
تہذیب مجھ سے انتقام لینے کی دھمکی دیتی تو شاید میرے
دل پر کوئی بوجھ نہ رہتا لیکن اس کے لہجے اور الفاظ نے ایک
عجیب سی کیفیت کا شکار کر دیا تھا۔ میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ
سکا تھا۔ میرے دل میں بھی بہت کچھ تھا۔ میں اس سے کہنا
چاہتا تھا کہ تہذیب جب یہ معاملہ والٹر مولے اور جنرل مُریس
کا ہوتا تھا مجھے صرف تمہارے مشن سے دلچسپی تھی لیکن جب یہ
سامنے وہ عظیم مقصد آ گیا جس کے لیے میں نے اپنی ذات کو
تصور ہی ختم کر دیا ہے تو اس کے بعد دوسرے کیا حیثیت
رکھتے ہیں۔ جنرل مُریس تنظیم کے لیے زیادہ مفید شخص ہے۔ میری
ہمدردیاں اس کے ساتھ ہو سکتی تھیں۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ
تہذیب سے اس سلسلے میں بات ضرور کی جائے۔ میں اسے بتاؤں
کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ اس وقت جب میں اولیو اوورڈ
کی سازش کا شکار ہو کر ڈاکس پہنچا تھا اور اس کی نگاہوں سے روپوش
ہو جانا چاہتا تھا، تہذیب نے میری مدد کی تھی اور درحقیقت اسی
کی مدد سے میں نے اوورڈ کے لگائے ہوئے پھندے کھولے تھے۔
میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر پر دوبارہ اس سے رابطہ کی کوشش
شروع کر دی لیکن اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ یہ ٹرانسمیٹر اب
آپریٹ نہیں ہے۔ اس کی فریکوئنسی جام کر دی گئی تھی۔ میں ایک
مرتبہ پھر ناکام رہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ پتا نہیں کوشش اسی طرف سے ہوئی تھی
اب یقیناً خود تہذیب نے مجھ سے رابطے توڑ دیے تھے۔ افسوس
ضرور تھا لیکن اس کی مرضی۔ میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ جو
کچھ میں نے کیا تھا اپنی ذات کے لیے نہیں کیا تھا۔ یہ تو میرا مسلک تھا۔
سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ جنرل مُریس نے انکسار پر
عقیدت کے طور پر جس طرح نام کی تشہیر کی تھی لیکن اس کی یہ عقیدت
میرے لیے مصیبت بن سکتی تھی۔ میری نشاندہی ہو چکی تھی اور
اب میرے دشمنوں کو مجھ تک پہنچنے میں کوئی وقت نہیں ہو
سکتی تھی۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ امریکی نمائندے بھی یہاں
موجود تھے کیا! ورنہ اب اس سے لاعلم ہوں گے کہ اس کا شکار اس
وقت کو نئے امکانات موجود ہے۔ گویا ایک بار پھر مشکلات کا آغاز
ہو گیا ہے جسے اب ضروری تھا کہ اپنا بچاؤ کروں اور جنرل مُریس
کے خلوص کی قیمت ادا کروں۔
میں اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ کیتھی براؤن بے تکلفی سے
دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ وہ مجھے بہت اپنائیت کرنے
لگی تھی۔ "ہیلو!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو مس براؤن۔"
"کب سے کھڑکی کے پاس کھڑے دیکھ رہی ہوں، کیا بات ہے؟ کوئی خاص بات نہیں ہے؟"

"بس ایسے ہی۔" میں نے گہری سانس لی۔
"کہیں جا رہے تھے؟"
"نہیں، یہاں بیٹھے بیٹھے بور ہو گیا تھا۔"
"بیٹھے کیوں تھے؟"
"اب کوئی اور کام بھی تو نہیں ہے میرے پاس۔"
"وقتی طور پر مُریس سے میری اس موضوع پر بات چیت
ہوئی ہے۔"
"کس موضوع پر؟"
"یہی کہ تمہیں بور نہ ہونے دیا جائے۔"
"یعنی!"
"بہت زیادہ مخلص لوگ بعض اوقات اپنے خلوص کا شکار
ہو جاتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانے والے انھیں گھیرے
رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم تمہیں کچھ اور ذمہ داریاں
تمہارے سپرد کریں۔"
"گویا مجھے یہاں کوئی عہدہ دیا جائے گا؟"
"ہاں تمہاری پسند کا۔ ابھی ہمیں تمہاری ضرورت ہے علی۔"
کیتھی براؤن نے کہا۔
"جنرل مُریس اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"
"وہ تم سے بہت عقیدت رکھتا ہے کہہ رہا تھا کہ وہ یہ
جرأت نہیں کر سکتا، یہ تمہاری توہین ہو گی۔"
"آپ نے کیا کہا؟"
"یہی کہ یہ کام میں کروں گی۔ اس کی وجہ جانتے ہو علی؟"
"بتاؤ؟" میں نے بیزاری لہجے میں کہا۔
"ویسے علی! میں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہوں۔ یقین نہ آئے تو
یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی کہ اگر بہت پہلے تم سے
دل میں یہ سمایا ہوتا تو شاید تم بھی ہوتے جسے میں چاہتی۔ تمہاری
شخصیت نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے کہ اکثر میں تمہارے لیے
بے چین رہی ہوں اور سوچتی رہی ہوں کہ کیا میں مُریس سے مخلص
رہ سکتی ہوں۔ بعد میں میں نے یہی فیصلہ کیا کہ تم میری دنیا کے انسان نہیں
ہو۔ ہاں اگر تمہاری طرف سے اس سلسلے میں کوئی اقدام ہوتا تو شاید
میں سب کچھ بھول جاتی۔"
کیتھی براؤن کے ان الفاظ نے مجھے ششدر کر دیا تھا۔
اس قدر بے باکی سے اتنی بڑی بات کہہ دینا بڑا مشکل کام تھا۔
یہ بات کیتھی براؤن کے کردار کو واضح کرتی تھی لیکن پھر میں نے
سوچا کہ یہ سب کچھ میں اپنے انداز میں سوچ رہا ہوں۔ یہ دوسری
دنیا ہے یہاں دوسرے لوگ رہتے ہیں اور ان کے اپنے نظریات
اپنا ضابطۂ اخلاق ہے۔ کیتھی براؤن اتنی بے باکی سے مجھ سے

اظہار عشق کر سکتی ہے یا کم از کم یہ بات کہہ سکتی ہے کہ وہ اپنی وفائیں تبدیل ... ہے تو مجھے تعجب نہ ہونا چاہیے .... لیکن اگر جنرل ٹیریس کو یہ سب معلوم ہو جاتا تو صورت حال خاصی بگڑ بھی سکتی تھی۔

کیتھی براؤن میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی وہ دفعتاً وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "تم پریشانی کا شکار ہو گئے علی۔" حالانکہ جو خیال میرے ذہن میں آیا تھا میں نے خود ہی اپنے آپ کو اس کے لیے سمجھا لیا۔ "ہاں جو جذبہ میرے سینے میں موجزن ہوا تھا میں نے اسے تم سے چھپانا ضروری نہیں سمجھا اور یقین جانو تمہیں یہاں روکنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ میں تم پر ڈورے ڈالوں! بس یوں سمجھ لو کہ ایک خواہش ہے میرے سینے میں، وہ یہ کہ تم میری نگاہوں کے سامنے رہو۔"

"کیا میری یہاں موجودگی سے آپ جنرل ٹیریس سے مخلص رہ سکتی ہیں مس براؤن؟"

"میں نے کہا نا یہ حالات پر منحصر ہے۔ میں نہیں جانتی کہ آئندہ کے حالات کیا ہوں گے۔"

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ آپ اس احمقانہ خیال کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دیں اور اس کے لیے میرا یہاں سے چلے جانا بے حد ضروری ہے۔"

"مجھے معاف کرنا علی! جنرل ٹیریس کی نسبت میں ذرا زیادہ بے تکلف مزاج رکھتی ہوں۔ مجھے بھی تم سے اتنی ہی محبت اور اتنی ہی عقیدت ہے جتنی جنرل ٹیریس کو، بس یوں سمجھو کہ میں ٹیریس سے کچھ قدم آگے ہوں۔"

میں احمقانہ انداز میں کیتھی براؤن کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ وہ عورت ہے جس نے اپنے سوتیلے بھائی کو دام فریب میں الجھا کر بالآخر موت کے گھاٹ اتروا دیا تھا۔ میرے لیے اب ایک نئی مصیبت کا آغاز ہو گیا تھا چنانچہ گوٹے مال سے جس قدر جلد ممکن ہو نکل جانا بہتر تھا لیکن اس شکل میں نہیں کہ میں کچھ اور لوگوں کو اپنے خلاف سازشوں پر آمادہ کر لوں اور خود کو نئے مسائل میں الجھا لوں۔

دفعتاً کیتھی براؤن کی نگاہ میرے قریب رکھے ہوئے اس چھوٹے سے ٹرانسمیٹر پر پڑی جسے میں ابھی تھوڑی دیر قبل چیک کر رہا تھا اور جس پر میں تہذیب مالم ایکس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ چونک کر میرے قریب آ گئی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر بولی۔ "یہ کیا ہے؟"

"ٹرانسمیٹر! ایک ناکارہ ٹرانسمیٹر۔"

"کیا مطلب؟"

"تہذیب مالم ایکس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے میں نے اپنے پاس رکھا تھا۔"

"گویا گریٹ پول کی اس ملازمہ سے تمہاری گفتگو ہوئی؟"

"نہیں ہوتی تو میں اپنے مشن میں کامیاب کیسے ہوتا؟"

"ایک بات تو تم مجھے بتا چکے ہو علی کہ تم اس لڑکی کو ... نہیں کر سکتے تھے۔"

"ہاں، وہ صرف میری دوست تھی، اس ... کے وقت میں میری مدد کی تھی اور اسی کی بنیاد پر میں اس کے گریٹ پول میں شامل ہو کر آپ کے پاس پہنچا تھا مس کیتھی۔"

"اور آتے ہی ہم پر تم نے ایسا رعب قائم کر لیا تھا کہ ... میں تو حیران رہ گئی تھی۔"

"اس وقت میں تہذیب مالم ایکس کے ساتھ ہوں، مخلص تھا اور اگر معاملہ اسرائیلیوں کا نہ نکل آتا تو یہ ... کی موجودہ شکل کچھ اور ہوتی۔"

"شکل ہوتی ہی نا تمہیں، مجھے اغوا کرنے کے بعد تم اگر مجھے قتل کر دیتے۔"

"ہاں، شاید ایسا ہی ہوتا۔" میں نے سرد مہری سے ...

"تو پھر یہ ٹرانسمیٹر تمہارے پاس یادگار کے طور پر ... یا اب بھی تمہارا اس سے رابطہ ہے؟"

"نہیں، اب یہ ناکارہ ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے ... کے خلاف کام کیا تھا اور اب ہمارے درمیان مفاہمت کی وہ فضا قائم نہیں رہ سکتی تھی۔"

"واپسی کے وقت اس سے بات ہوئی تھی؟" کیتھی نے پوچھا۔

"ہاں، اس نے مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی تھی۔ وہ درحقیقت یہ بات بھول گئی تھی کہ میں پہلے تنظیم آزادی سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا ہوں، بعد میں دوست ..."

"چلو خیر تم نے اس کی جان بخشی تو کرا دی، کیا یہ تمہاری محبت کا اظہار نہیں تھا؟"

"میں آج بھی اس کی بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ جو کچھ اس کے خلاف کیا اس پر مجھے شرمندگی بھی ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ضروری تھا۔ ہاں، ایک بات مس کیتھی براؤن! آپ سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا، یہ مسٹر ... کون تھا؟"

"کیوں، تمہیں اس کے بارے میں کیا معلوم ہے؟" براؤن نے چونک کر پوچھا۔

"بس یہ نام بار بار سامنے آیا ہے لیکن اس کا ..."

... وہ فرانس کا ایک خطرناک آدمی تھا جسے ... مقصد کے لیے منتخب کیا تھا لیکن زیادہ عرصے تک ... رابطہ قائم نہیں رہ سکا۔ وہ جرائم پیشہ تھا اور اس نے ... میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا تھا بلکہ یوں سمجھو گریٹ پول کے لیے میں نے اسے مخصوص کیا تھا لیکن وہ گریٹ پول کی ... کو بھی چیک نہیں کر سکا اور وہ بالآخر گم ہو گئے ہیں۔

"گویا آپ نے بھی اچھے خاصے جال بچھائے ہوئے تھے؟"

"جنرل ٹیریس کی مدد سے ہم جو کچھ کر سکتے تھے کر رہے تھے۔ لیکن تم نے آ کر کایا پلٹ دی اور ماسٹر آف سچویشن بن گئے۔" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولی۔ "یہی تو وجہ ہے کہ میں تمہاری پرستار ہو گئی ہوں۔" کیتھی براؤن سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آئے۔

جنرل ٹیریس سے رات کو کھانے پر بات چیت ہوئی تو اس نے بتایا کہ ناخرہ یعقوبی کو آج اس کے تمام ساتھیوں کے ساتھ باعزت طریقے سے روانہ کر دیا گیا ہے۔ "وہ تم سے ملاقات کرنا چاہتی تھی لیکن جو احتیاطی تدابیر میں نے کیے تھے ان کے تحت اس کا موقع نہیں تھا، چنانچہ وہ تمہیں سلام کہہ کر چلی گئی ہے۔"

"وہ مناسب اور محفوظ طریقے سے سرحد تک پہنچ جائے گی نا؟"

"ہاں، مطمئن رہو علی، تمہاری جتنی ذمہ داریاں تھیں اب وہ میرے شانوں پر ہیں اور میری خواہش ہے کہ تم مجھ پر کچھ مزید ذمہ داریاں ڈالو تاکہ میں اپنے جذبۂ عقیدت کو تسکین دے سکوں۔"

"شکریہ جنرل! بات صرف تمہاری نہیں تھی، میرا اپنا مفاد بھی اس تمام کام سے وابستہ تھا، ہمارے اور تمہارے درمیان اب حساب برابر ہے۔"

ناخرہ یعقوبی اپنے مشن میں کامیاب ہو کر یہاں سے بہ آسانی نکل گئی تھی، یہ بات بھی میرے لیے خوشی کا باعث تھی۔ میرا ضمیر مطمئن تھا کہ میں نے تنظیم کے لیے اس سے دور رہ کر بھی کام کیا تھا اور اپنے مشن کی تکمیل کی تھی لیکن ایک بات شدت سے میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ اب میرا مستقبل کیا ہوگا؟ ... ہونا چاہیے مجھے؟ یہ تو صرف اتفاقات تھے اور یہ ... سے نکلنے کے لیے ایک کوشش کی تھی جو بعد میں اتفاق سے یہ شکل اختیار کر گئی اور میں نے اپنا ایک چھوٹا سا ... لیکن اب تنظیم سے الگ رہ کر میں ... کام کروں تاکہ ... کیا طریقہ اختیار کروں؟ اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ کرنا تھا۔ یہ بات تو طے ہو گئی تھی کہ میں تنظیم کے مقاصد سے الگ نہیں رہ سکتا۔ ایک چھوٹی سی غلط فہمی جو میرے بارے میں ہو گئی تھی اور جس کی بنا پر مجھے کچھ ذہنی صدمے پہنچائے گئے تھے، بے شک ایک حیثیت رکھتی تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں اسے دل میں لیے بیٹھا رہتا۔ کیا ضروری تھا کہ جو کچھ کیا جائے اس کے احسانات بھی جتائے جائیں۔ یہ تو صرف ایک جذبۂ شوق تھا، ایک جہاد تھا جو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں کر رہا تھا۔ آخر وہ لوگ بھی تو تھے جو چند مسلمانوں پر مظالم کی داستان سن کر طویل و عریض سفر طے کر کے بالآخر وہاں تک پہنچ گئے تھے جہاں ظالم موجود تھے اور ظالموں کو ایسا سبق دیا تھا کہ دنیا حیران رہ گئی تھی۔ وہ لوگ امت مسلمہ کے لیے اپنے دل میں ایک درد خاص رکھتے تھے۔ ان کے سینے خلوص اور اپنائیت کے جذبات سے سرشار تھے اور کسی بات کی انہیں پروا نہ تھی۔ نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا۔ تو پھر میں کیوں نہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھوں۔ اپنی زندگی تو میں اس کار خیر کے لیے وقف کر ہی چکا ہوں اور جو کچھ میں نے اب تک کیا تھا اسی جذبے کے تحت کیا تھا، کسی اور کے لیے یہ سب کچھ میں نہیں کر رہا تھا لیکن اب اس کام کو مزید آگے بڑھانے کے لیے کچھ ٹھوس بنیادوں کا ہونا ضروری تھا جو مجھے یعنی کوئی مضبوط مقام دے سکیں۔ میں کسی ایسی حیثیت کا طالب نہیں تھا جس کے تحت دوسروں سے ممتاز نظر آؤں لیکن کوئی بھی طویل المیعاد اور مستقل سلسلہ کچھ تحفظات کا طالب تو لازمی ہوتا ہے۔

جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن وغیرہ سے رخصت ہو کر رات کو میں اپنے کمرے میں آ گیا اور کافی دیر تک گزشتہ واقعات پر غور کرتا رہا۔ تہذیب مالم ایکس چلی گئی تھی۔ ناخرہ یعقوبی بھی رخصت ہو چکی تھی اور اب میں یہاں ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا۔ جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن احمقانہ باتیں سوچ رہے تھے، بھلا گوٹے مال سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی اور وہاں کے ان لوگوں کی حکومت میں شامل ہو کر اعلیٰ عہدیدار بن کر میں کیا حاصل کر سکتا تھا۔ اپنی ذات کے لیے تو مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے تھا، چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا۔ زیادہ جلدی بھی نہیں تھی، دو چار دن اگر یہ لگ جائیں تو کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

دوسرے دن صبح مس کیتھی نے مجھے اطلاع دی کہ کچھ قبائلی نمائندے مجھ سے خصوصی ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ اس دوران کئی بار ٹیریس کی کانفرنس میں مجھے جانا پڑا تھا گو میں اس سے خوش نہیں تھا لیکن جنرل ٹیریس کی خواہش پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

اسے نہ صرف میں اس کے ساتھ ہی ان اخباری نمائندوں کے درمیان گیا تھا بلکہ انھوں نے مجھ سے جو بھی سوالات کیے تھے، میں نے ان کے تسلی بخش جوابات دے دیے تھے۔ کیونکہ میری حیثیت منظر عام پر آچکی تھی اس لیے اب اس سے کچھ چھپانا بے سود تھا۔ میں نے اپنے بیانات میں صاف کہہ دیا تھا کہ ہاں، میں ایک پاکستانی مسلمان ہوں اور فلسطینیوں کا ہمدرد ہوں۔ ان کے معاملات سے ایسا ہی مخلص ہوں جیسا کوئی فلسطینی خود ہو سکتا ہے۔

اس بار جو نمائندے آئے تھے، وہ غیر ملکی تھے اور گو کہ عملی کی مانند صورت حال کے بارے میں رپورٹنگ کرنے آئے تھے جس وقت جنرل شیرین نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ان سے ملاقات کروں اس وقت میں اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ میں نے جنرل شیرین سے کہا کہ وہ بھی میرے ساتھ آنا چاہے تو آسکتا ہے لیکن اس نے اپنی مصروفیت کا بہانہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جو ملاقات کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ نمائندوں کو ایک وزٹنگ کمرے میں بٹھایا گیا تھا اور کچھ لوگ انھیں مجھ تک پہنچانے پر مامور تھے چنانچہ جو پہلی شخصیت میرے پاس پہنچی، اسے میں نے پہلے سرسری نگاہ سے دیکھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں اس شخصیت کو بخوبی پہچانتا تھا۔ پریس رپورٹر کی حیثیت سے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ گلے میں کیمرا پڑا ہوا تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک اور ہاتھ میں پنسل اور نوٹ بک تھی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی میرے نزدیک آ رہی تھی۔ میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا، میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور آہستہ سے بولا "نائمہ رفیق!"

نائمہ نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکا کر اپنے لرزتے ہوئے بدن کو سہارا دینے کی کوشش کی اور اس کے بعد کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے گردن جھکا لی تھی پھر دوسرے ہی لمحے اس کی سسکیاں ابھرنے لگیں، وہ رو رہی تھی۔

"نائمہ پلیز، یہ کیا کر رہی ہو تم!" میں نے بے چینی سے کہا اور میز کے پیچھے سے نکل کر اس کے قریب آ گیا۔ میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے اور نائمہ کی سسکیاں تیز ہو گئیں۔

"یہ بدنصیبی ہے ہماری کہ ہمیں اس طرح تم تک پہنچنے پر مجبور ہونا پڑا۔" اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"نائمہ خود کو سنبھالو پلیز! تمھیں دیکھ کر میں شدید حیرت کا شکار ہو گیا ہوں، براہ کرم خود کو سنبھالو۔"

نائمہ نے چہرا اٹھا کر میز پر رکھا اپنے پرس سے [illegible] اور آنسو خشک کرنے لگی۔

"تعجب کی بات ہے، تم کون سے پریس کی رپورٹر [illegible]" میں نے کہا اور واپس اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

نائمہ میز کی سطح پر دونوں کہنیاں ٹکا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آ رہی [illegible] اس نے کہا۔ "علی! براہ کرم مجھ پر کوئی طنز نہ کرنا۔ تم [illegible] میں اس معاملے میں بے قصور تھی۔"

"نہیں نائمہ پلیز! اس طرح سوچا بھی نہ کرو [illegible] یا تنظیم کے لیے دل میں کوئی غصہ یا کینہ رکھتا ہوں۔"

"علی! ظاہر ہے میرا تعلق کسی پریس سے نہیں [illegible] پریس کارڈ حاصل کر کے یہاں تک پہنچی ہوں، صرف ملاقات کرنے کے لیے۔"

"تنہا آئی ہو؟"

"ہاں۔"

"مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی ہے نائمہ، لیکن [illegible]"

"واپس چلو علی... میرے ساتھ واپس چلو۔"

"کہاں؟"

"بیروت۔"

"کیوں؟" اس بار میرے لہجے میں ذرا سی تلخی [illegible] ہو گئی تھی۔

"ہم سب کو معاف کر دو علی! ہمیں بہت جلد [illegible] کا احساس ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ [illegible] خطیر رقم جو تم پر الزام کا سبب بنی تھی، خیمہ بستیوں پر [illegible] آہستہ آہستہ یہ تمام تفصیلات سب کے علم میں آ گئیں [illegible] کے بعد ان دنوں تک سب پر سوگ کی سی کیفیت طاری [illegible] سب بے حد شرمندہ ہیں۔ تم سے، تمھارے وطن [illegible] نے کہا اور میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل [illegible]

"یہ اچھی بات ہے نائمہ اور میرا ذہن صاف [illegible] اس بات پر کہ ان لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں [illegible] ہونا بھی نہیں چاہیے تھیں۔ حالات کچھ بھی ہوتے لیکن [illegible] باہر کا انسان تھا نا، اس لیے وہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور [illegible] کہ فلسطین میرا وطن تو نہیں ہے، میں نے تو اپنا گھر نہیں [illegible] سوچا گیا تھا نائمہ، اگر میں فلسطینی ہوتا تو میرے جذبات [illegible] سمجھا جاتا لیکن ایک پاکستانی کے لیے یہ خیال کیا [illegible] مفاد کے لیے فلسطینی مقاصد سے غداری بھی کر سکتا [illegible] صرف یہ شکوہ ہے نائمہ کو اگر میرے ماضی پر ایک

لی جاتی تو یہ احساس خود بخود دور ہو سکتا تھا۔ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ جس شخص نے اپنا ماضی، اپنا حال اور اپنا مستقبل کسی ایک مقصد کے لیے وقف کر دیا ہے، وہ تھوڑی سی رقم کے عوض یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ تمھارا کیا خیال ہے نائمہ، سان فرانسسکو میں اس وقت جب میں نے ایمرن ہال میں اپنے جذبہ جہاد کا اعلان کیا تھا اور وہاں سے نکل کر یہودی ٹولے کی سازشوں کا شکار ہو گیا تھا تو کیا ان سازشوں کے جواب میں جو کچھ میں نے کیا، اسے نہ کر کے کچھ رقم نہیں حاصل کر سکتا تھا؟ اور یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ دبئی سے میں یہودیوں کا آلۂ کار بن جاتا۔ سب کچھ ہو سکتا تھا اور اس کے عوض مجھے امریکا میں ایک باعزت شہری کی زندگی ملتی۔ لیکن میں نے تنظیم کیا؟ اگر جو کچھ تم لوگوں کے خلاف کیا، اگر اس کا دس فیصد بھی میں تنظیم کے خلاف کرتا تو کیا اس کے بدلے میرے سامنے دولت کے انبار نہ لگ جاتے؟ لیکن یہ سب کچھ نہ سوچا گیا بلکہ مجھے تنظیم سے الگ کر دیا گیا۔ اب تم مجھے بیروت کیوں لے جانا چاہتی ہو؟ میرا بھی اپنا ایک وجود ہے، ایک ضمیر ہے، زندگی کا ایک مقصد رکھتا ہوں۔ میں سان فرانسسکو سے بیروت تک جن مراحل سے گزرا اور تم لوگوں تک پہنچا وہ بڑے صبر آزما اور حوصلہ شکن تھے لیکن میں اپنی اس جدوجہد پر کسی سے داد کا طالب نہیں تھا، میرا مقصد صرف جہاد تھا اور میں اسی جذبے کے ساتھ تم تک پہنچا تھا کہ تمھارے ساتھ شامل ہو کر ان ضروریات کو معلوم کروں جو میرے ذریعے پوری ہو سکتی ہیں۔ میں نے یہی کیا۔ انسان اپنے طور پر بھی کسی مشن کی تکمیل کر سکتا ہے لیکن میں نے مناسب سمجھا تھا کہ ان لوگوں کے زیر سایہ رہوں، جو بہر حال اس تجربے میں مجھ سے زیادہ تجربہ کار اور سینئر تھے۔ بیروت کی خیمہ بستیوں میں سسکتے ہوئے بے گھر فلسطینیوں کی درد و کرب میں ڈوبی ہوئی چیخیں ہر ذی روح کو متاثر کر سکتی ہیں۔ ایک انسان کی حیثیت سے میں ان بے گھر لوگوں کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا کرتا رہا اور کرتا رہوں گا۔ اس کے لیے مجھے تم لوگوں کا سہارا، تمھارا تعاون نہیں چاہیے جب تک مجھ سے ممکن ہو سکا اور جب تک تم لوگوں نے چاہا، میں تمھارے درمیان رہا اور اب میں اپنے مقصد کی تکمیل دنیا کے ہر گوشے میں کر سکتا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے نائمہ، شاید تمھیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ میں صدف العیش سے تھوڑا سا متاثر ہوا تھا۔ ایک لڑکی کی حیثیت سے اس نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں اگر چاہتا تو زندگی میں کچھ دلکشی پیدا کرنے کے لیے خود کو اپنے مقرر کردہ راستوں سے تھوڑا سا ہٹا سکتا تھا مگر میں نے یہ نہیں کیا۔ میں

نے بھی سوچا کہ مقصد کی تکمیل کے لیے بہتر ہے کہ انسان ہر قسم کے بوجھ سے آزاد رہے مگر اب تقدیروں کا شکار ہونے کے بعد میں نے اپنی دنیا تم لوگوں سے الگ کر لی ہے۔ میں تمہارے لیے نہیں، کسی کے لیے نہیں، صرف اپنے بے گھر اور مظلوم بھائیوں کے لیے ایک جذبۂ جہاد کے ساتھ میدانِ عمل میں اترا تھا اور آج بھی وہیں ہوں، یہ سب کچھ جو میں نے کیا۔ مجھ پر فرض تھا اور آئندہ بھی جو کچھ کروں گا وہ بھی میرا فریضہ ہوگا۔ تم اپنا تسلط مجھ پر قائم کرنے کی کوشش نہ کرو، میں تمہارے بس کی چیز نہیں ہوں۔" میرے سینے میں بے پناہ جوش و غضب پیدا ہو گیا تھا۔

نائمہ پتھر کے بت کی طرح ساکت مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"میں تم لوگوں سے ناراض نہیں ہوں۔ میں تمہاری دوستی کی قدر کو محسوس کرتا ہوں لیکن علی یار خان کو تم لوگ سمجھ نہیں سکے۔ تم لوگوں نے اسے نوٹوں کی گڈیوں کے ترازو میں تولا اور سمجھا کہ وہ ان کا ہم وزن ہے۔ یہی تمہاری بھول تھی نائمہ۔ اب میں ایسی معمولی سوچ رکھنے والوں کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہوں۔ تم خود ہی اس کا فیصلہ کرو۔ بہر حال تم دیکھو گی کہ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسی مقصد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ تمہیں جگہ جگہ سے خبریں ملیں گی کہ میں نے یہودی لوٹ کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا کچھ کیا ہے۔ انتظار کرو نائمہ آنے والے وقت کا۔ ایک چھوٹا سا خوبصورت دیکھ چکی ہو، میں دنیا کے ہر اس گوشے میں جہاں مسلمانوں کے خلاف یہودی مصروفِ کار ہیں پہنچ جاؤں گا اور ان کے خلاف کارروائی کروں گا۔ یہ میرا قطعی اور آخری فیصلہ ہے۔ میں ان کچے ذہنوں کے درمیان نہیں جانا چاہتا جو مجھے سمجھنے کے قابل نہ ہوں۔" نائمہ اب بھی خاموش تھی لیکن جتنا کچھ کہہ چکا تھا اس سے میرے دل کا غبار نکل گیا تھا۔ ایک طویل عرصہ میں نے جن شعلوں میں جلتے ہوئے گزارا تھا آج وہ سرد ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے الفاظ ان لوگوں تک پہنچا دیے تھے، ان پر اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ میرے جذبے سچے تھے لیکن جوش کے عالم میں، میں نے نائمہ سے جو کچھ کہا تھا، اس سے مستقبل کے لیے ایک راہ بھی نکل آئی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ دنیا کے ہر اس گوشے میں جہاں مسلمانوں کے خلاف کام ہو رہا ہے، یہودیوں سے برسرِ پیکار رہوں گا اور یہ خیال میرے ذہن میں ایک دم روشن ہو گیا تھا۔ کیا واقعی زندگی گزارنے کا اس سے خوب صورت طریقہ اور کوئی ہو سکتا ہے۔ مقصد کے لیے لڑتے رہو اور اس وقت تک لڑو جب تک کہ سینے میں سانس باقی ہے اور جب سانسوں کا سلسلہ ختم ہو جائے تو سکون کی آغوش میں جا سو۔ یہ احساس میرے سینے میں جاگزیں ہو گیا۔

نائمہ [illegible]

"تمہاری ایک تصویر بنا لوں علی؟" اس کا لہجہ بڑا [illegible]

"نائمہ! میں تمہاری عزت کرتا ہوں، ہم لوگ کافی عرصہ ایک ساتھ رہے ہیں، مجھ سے ایسے سوالات نہ کرو جن سے [illegible] کو دکھ ہو۔"

"تمہاری ایک تصویر بنا لوں علی؟" نائمہ نے اسی [illegible] میں پھر کہا۔

"کہا نا میں نے، بنا لو۔"

نائمہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے کمرے سے میری کاغذ [illegible] اٹھائیں اور پھر آہستہ سے بولی "[illegible] بھی ہاتھ آتے ہیں، نکل جائیں تو دوبارہ ان پر قابو پانا [illegible] ہے۔ خدا حافظ۔" یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گئی۔

میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ [illegible] اپنے کانوں میں میری آواز گونج رہی تھی اور اس آواز سن کر میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا [illegible] غلط تھا اور کہاں تک صحیح لیکن میرے دل پر کوئی چوٹ نہ پڑی تھی۔ [illegible] ان لوگوں نے میرے [illegible] کو مذاق بنا دیا تھا، جذبات جو شاید شیشے سے بھی نازک ہوتے ہیں، ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جاتے ہیں لیکن جذبات کے [illegible] کرنا بھی مشکل کام ہے۔ جب جذبے ٹوٹتے ہیں تو [illegible] انہیں سمیٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میرے سینے میں [illegible] اور ان تمام لوگوں کے لیے جو جگہ تھی وہ چند افراد [illegible] نہیں بچی تھی لیکن ان سے [illegible] افراد سے علیحدگی [illegible] تھا۔ میں ان کا تنخواہ دار نہیں تھا اور نہ ہی میری ذات ان کی مرہونِ منت تھی۔ میں نے جو کچھ کیا تھا اپنے جذبوں [illegible] اپنی مرضی سے کیا تھا اور اب بھی جو کچھ کروں گا اپنی [illegible] کروں گا۔ دوسروں کا تسلط گرانی پیدا کر دیتا ہے [illegible] نہیں ہے جو کچھ کیا تھا وہ کسی کو دکھانے کے لیے نہیں کیا تھا [illegible] جنرل ٹیرس [illegible] کی تشہیر کر دیتا تو [illegible] کوئی بہتر احسان کو [illegible] یہ دوسری بات ہے کہ اس [illegible] سے ملاقات ہو گئی تھی اور وہ ایک فلسطینی تھی۔ اگر میں بیروت پہنچنے کے بعد اس کا تذکرہ کرتی تو [illegible]

[illegible]

تشدد کر کے چلی گئی تھی تو میرے دل میں اس کا احساس ابھر رہا تھا۔ [illegible] اس کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کے اسے سنگین نتائج بھی [illegible] سکتے تھے لیکن [illegible] کی طرف سے سزائیں دی جائیں یا آئندہ کے لیے معطل کر دیا جائے یا اگر اس جماعت میں بھی کچھ انتہا پسند ہوئے تو ممکن ہے کہ ان انتہا پسندوں کا [illegible] زندہ نہ چھوڑیں۔ بہر حال وہ لڑکی میری ذات کی وجہ سے ماری گئی تھی اور اب میں کچھ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ بہتر یہی تھا کہ اسے بھول جاؤں۔ اولیو اور [illegible] کے سلسلے میں بھی مجھے خطرہ تھا۔ یقیناً اب جب اسے میرے بارے میں علم ہو جائے گا تو وہ [illegible] کوشش کرے گا یا پھر کم از کم اپنے راستے مزید منتخب کرے گا جن پر آ کے میرے پہنچنے کی توقع ہو۔

خیالات کی رو شاید کچھ اور آگے بڑھتی مگر میرے لیے مخصوص کیے ہوئے شعبے کے ملازم نے مجھے اطلاع دی کہ اخبار کے نمائندے [illegible] اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔

"میں اب کسی سے نہیں ملوں گا۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"جو حکم جناب۔ وہ بہت دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ان سے وعدہ کر چکا ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کے حکم کے مطابق۔" میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مہمان دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ [illegible] کے ساتھ ہی میں نے ملازم سے کہہ دیا کہ ان کے بعد اگر کوئی اور ہو تو اسے اندر نہ آنے دیا جائے بلکہ معذرت کر لی جائے۔ آنے والا ایک دراز قامت اور ورزشی بدن کا مالک سفید فام شخص تھا جس کے چہرے پر [illegible] سجی ہوئی تھیں۔ دوسری ایک سڈول بدن کی خوب صورت لڑکی تھی۔ دونوں ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے میرے سامنے آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"علی یار خان! آپ نے [illegible] کے لیے جنرل ٹیرس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کس طرح کیا؟" مرد نے سوال کیا۔

"میں پہلے تمہارے اخباری نمائندوں کو بتا چکا ہوں کہ یہ فیصلہ [illegible] تھا اور جہاں تک فلسطین کا تعلق ہے تو میں یہ بتا دوں کہ ان معاملات سے فلسطین کا تعلق میری دلچسپیوں کو مزید بڑھا دینے کا سبب بنا۔" میں نے جواب دیا۔

"علی یار خان! آپ نے جنرل ٹیرس کے سلسلے میں جو [illegible] کیا تھا کیا آپ کو یقین تھا کہ آپ واقعی [illegible] کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اس طرح کے معاملات میں کوئی بات آخری حد تک یقینی نہیں ہوتی۔ ویسے بھی یہاں صورت حال بہت پیچیدہ تھی۔ مجھے صرف اپنے کام سے دلچسپی تھی، میں یہی چاہتا تھا کہ اسرائیلی اچھی منصوبہ بندیاں پروان نہ چڑھنے پائیں۔"

"علی یار خان! آپ نے برکلے یونیورسٹی سان فرانسسکو میں قانون کی تعلیم سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا..." مرد نے کہنا شروع کیا لیکن میں نے درمیان میں اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں، زندگی کا آغاز تو میں نے اس وقت کیا تھا جب اپنے پاک وطن کی سرسبز و شاداب لہلہاتی ہوئی زمینوں پر آنکھ کھولی تھی۔ زندگی کی ابتدا تو وہیں سے ہوئی تھی، بعد کے واقعات صرف گردشِ وقت کا نتیجہ تھے۔"

"کیا تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہونے کے بعد آپ نے اپنے وطن کا رخ نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں علی یار خان؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"ہاں، میں نے یہی سوچا تھا کہ قانون کی تعلیم مکمل کر کے اپنے وطن واپس جاؤں گا اور وہاں اپنی فرم کی داغ بیل ڈالوں گا لیکن گردشِ وقت نے جب میرے لیے ایک دوسرا راستہ منتخب کر دیا تو میں اسی پر چل پڑا، نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ ایک نئی منزل کی جانب۔ اب کسی اور طرف دیکھنا میرے لیے مناسب بات نہ تھی۔"

"اور اگر اس کوشش میں آپ موت کا شکار ہو گئے تو؟"

"تو یہ میری سب سے بڑی خوش نصیبی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ صرف مذہبی بنیادوں پر اس حد تک جذباتی ہوئے ہیں؟"

"زیرِ حال کے واقعات اگر آپ کے علم میں ہوں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر یہودی انتہا پسند دیوانگی کا مظاہرہ نہ کرتے تو بات شاید وہیں ختم ہو جاتی لیکن انہوں نے خود ایک دشمن تخلیق کیا اور اب جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہے۔"

"سنا ہے سی آئی اے کا ایک یہودی افسر اولیو اور آپ کے پیچھے طویل عرصے تک لگا رہا ہے۔" مرد نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سنسنی سی ابھری۔ اولیو اور [illegible] کے معاملات [illegible] تھے۔ اس شخص کو اتنی تفصیلات کیسے معلوم ہوئیں [illegible] پھر اس نے مسکرا کر کہا "میں ڈیلی کرانیکل کا رپورٹر ہوں مسٹر علی یار خان اور آپ جانتے ہیں

کو جانتے ہیں اخبار کی پہنچ کہاں تک ہے؟ دراصل میں ایک بار مسٹر اولیو باورڈ کا انٹرویو بھی کر چکا ہوں اور اسی انٹرویو کے دوران آپ کا تذکرہ بھی درمیان میں آیا تھا۔"

"تم اچھے چہرہ شناس معلوم ہوتے ہیں آپ۔" میں نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا۔

"اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کا عقیدت مند بھی ہوں علی یار خان! اس لیے کہ آپ نے تن تنہا اتنے بڑے عفریت کو نیچا کر دکھا دیا ہے۔" رپورٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اپنا کیمرا سیدھا کر کے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "پلیز! چند تصاویر۔"

میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ فوٹو گرافر تھوڑا سا پیچھے ہٹا، وہ تصویر کے لیے مناسب اینگل بنا رہا تھا۔ وہ تین جگہیں تبدیل کر کے وہ عین اس جگہ پہنچ گیا جہاں کمرے کا دروازہ تھا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا اور نجانے کیوں میری چھٹی حس نے مجھے یہ احساس دلایا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ تصویر بنانے کے لیے اتنا پیچھے ہٹ جانا کیا معنی رکھتا ہے لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ بالکل دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے جھک کر مجھے کیمرے کے لینس میں فوکس کیا اور بٹن دبانے والا ہی تھا کہ دفعتاً دروازہ زور سے کھلا۔

چونکہ وہ دروازے کے بالکل قریب کھڑا ہوا تھا اس لیے کھلنے والے کواڑوں سے اسے زوردار دھکا لگا اور اسی وقت کمرا تیز سرخ روشنی میں نہا گیا۔ آج تک جو کیمرے تصاویر لینے کے لیے ایجاد ہوئے ہیں ان میں فلیش لائٹ سفید ہی ہوتی ہے لیکن یہ سرخ فلیش لائٹ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ شخص خود کو سنبھالنے کی کوشش میں اوندھے منہ گرتے گرتے بچا تھا اور تصویر لیتے وقت اس کے کیمرے کا رُخ بدل گیا تھا۔ میرے بالکل سامنے رکھی ہوئی میز اس روشنی کی زد میں آئی تھی اور دوسرے ہی لمحے میں نے میز سے دھواں اٹھتے دیکھا۔ میری چھٹی حس جو کچھ کہہ رہی تھی وہ میرے سامنے آ گیا تھا۔ میز اس انداز میں سلگ رہی تھی کہ بات سمجھ میں ہی نہ آتی تھی۔ اندر آنے والا وہی سیاہ فام ملازم تھا جو اخباری رپورٹر کو مجھ سے ملاقات کرانے کی ڈیوٹی پر متعین تھا۔ وہ کسی کام سے اندر آیا تھا لیکن اس کا اچانک آنا میرے لیے زندگی کا باعث بن گئی تھی۔

دوسرے ہی لمحے مردِ اخبار نویس نے آنے والے ملازم کے جبڑے پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا اور برق رفتاری سے باہر چھلانگ لگا دی۔ لڑکی بھی اس کے پیچھے ہی دوڑی تھی لیکن یہ بھی ایک اتفاق تھا یا اس کی بدقسمتی کہ وہ گرنے والے ملازم کے پیر میں الجھ کر اوندھے منہ دروازے کے قریب ہی جا پڑی تھی۔ میں اب تمام صورت حال کو سمجھ چکا تھا۔ میں نے بجلی کی سی پھرتی سے چھلانگ لگائی۔ اخبار نویس باہر نکل گیا۔ باہر یقیناً اس کے ساتھی موجود رہی ہوں گی مگر باہر مجھے سفید فام مرد کہیں نظر نہیں آیا۔ لڑکی نے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اسی وقت ... ایک سپاہ ہاتھ ڈال دینا چاہتا تھا۔ ... عنیمت سمجھا اور اس کے بال پکڑ کر ایک زوردار ... دیا۔ لڑکی سانپ کی طرح بیٹھ ... میں جھکتے ہوئے اپنا پستول کھینچنا ... سے نکال لیا تھا اور میری زوردار ٹھوکر اس کی کلائی پر پڑی۔ ایک تیز چیخ کے ساتھ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ میں نے بال پکڑ کر جھٹکے سے اسے اٹھا کر سیدھا کر دیا اور ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا۔ لڑکی کمرے کے وسط میں آ گری تھی۔ اس دوران وہ سیاہ فام ملازم بھی اٹھ گیا تھا جس کے جبڑے پر رپورٹر نے گھونسا مارا تھا۔ وہ عجیب انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے بھی باہر چھلانگ لگا دی۔ کمرے میں اب لڑکی اور میں رہ گئے تھے۔ آس پاس اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میری نگاہیں لڑکی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس میز کو دیکھا جو شعلے دیے بغیر سلگ سلگ کر راکھ ہو گئی تھی اور پھر اس طرح زمین پر بکھر گئی کہ آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا۔ اس کی سفید راکھ ہلکی ہلکی ہوا سے منتشر ہو رہی تھی۔ لڑکی نے اچانک پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازے کی طرف دیکھا۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا اور میں نے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب تم میرے شکنجے میں ہو۔ اٹھو اور اس کرسی پر جا کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے جھک کر اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا پستول اٹھایا اور اسے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کی حسین آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں دیکھی جا سکتی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس کرسی پر جا بیٹھی جس کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ میں تیز نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ چند لمحے بعد باہر شور ہوا اور میں پیچھے ہٹتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ سیاہ فام ملازم کے ساتھ دو تین آدمی اور اندر آ گئے تھے۔

"کیا ہوا؟ کیا وہ نکل گیا؟"

"جی ہاں... جی ہاں جناب۔ ہم سمجھ ہی نہیں سکے تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ پچھلی طرف سے باہر نکلا اور ایک کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ تو ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔" ایک گارڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ آرام کرو۔" میں نے کہا اور گارڈز اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔ ملازم دروازے میں کھڑا رہ گیا تھا لیکن میں نے اس سے بھی باہر جانے کے لیے کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ ایک بار پھر میں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"میرپا سلاٹز۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھی کا کیا نام تھا؟"

"ڈولک ہارین۔" وہ بولی۔

"تمہارا تعلق کون سے اخبار سے ہے؟"

"کک... کسی اخبار سے نہیں۔" لڑکی سچ بولنے پر آمادہ تھی۔ شاید اس کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

"کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہو تم لوگ؟"

"ہم امریکن ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"امریکن یہودی؟"

"ہاں، ہارین میرا عزیز بھی ہے۔"

"تعلق کس ادارے سے ہے؟" میں نے سوال کیا۔

لڑکی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے یہاں سے نکل جانے دو؟"

"ہاں ممکن ہو سکتا ہے بشرطیکہ تم اسی طرح سچ بولتی رہو۔"

"تو پھر سنو! میرا تعلق ایف بی آئی سے ہے اور ہمیں ہمارے ڈیپارٹمنٹ سے یہ ہدایت ملی تھی کہ تمہیں ختم کر دیں۔"

"یہ کیمرا کیسا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"بظاہر ایک عام کیمرا تھا لیکن اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ فلیش لائٹ کی جگہ وہ روشنی ایک مخصوص قسم کی روشنی ہے جو اپنے فوکس میں آئی ہوئی ہر شے کو ٹھنڈی آگ میں جلا دیتی ہے۔"

"ٹھنڈی آگ!"

"ہاں، بہت ٹھنڈی لیکن آگ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تمہارا کام صرف یہی تھا کہ مجھے ختم کر دو؟"

"ہاں ہمیں یہی ہدایت ملی تھی۔"

"اور یہ ہدایت دینے والا ڈینس بیلے ہے؟"

"ہاں، وہی یہاں ہماری کمان کر رہا ہے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"یقین کرو کسی کو نہیں معلوم۔ کوئی نہیں جانتا... ایک ہدایت تھی جس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں یہ ... تھا اور اس وقت یہی طریقہ ممکن ہو سکتا تھا کہ ہم اخبار ... کی حیثیت سے تم تک پہنچ جائیں۔"

"باہر تمہارے کچھ اور ساتھی بھی موجود تھے؟"

"نہیں۔ ہم دونوں نہایت اعتماد کے ساتھ یہاں آئے تھے۔"

"ڈولک ہارین اس وقت کہاں ملے گا؟"

"وہ روپوش ہو چکا ہو گا اور اب اسے پانا آسان نہیں۔"

"تم یہاں سے کہاں واپس جاؤ گی؟"

"بینگل کارنر کے فلیٹ نمبر ایک سو بارہ میں ... لیے کرائے پر حاصل کیا گیا ہے۔"

"تو پھر اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ...؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ظاہر ہے میں تمہارے قتل کی کوشش ... چکی ہوں۔ تم جو دل چاہے کر سکتے ہو۔ ڈینس بیلے اگر ... کرنے پر آمادہ ہو گیا تو یقیناً اپنی سی کوشش کرے گا ... باز نہیں آئے گا ... اب ہار چکی ہوں اچھا ہے اب میرا مزید کچھ ... نہیں ہے۔"

"تم اگر چاہتیں تو اپنی زبان بند بھی رکھ سکتی تھیں۔ اپنے بارے میں نہ بتاتیں اور اس وقت کا انتظار کرتیں ... ڈینس بیلے تمہاری مدد کرتا۔"

"یقین نہیں ہے مجھے کہ ڈینس بیلے اتنی جرأت کا ... حاصل کر سکے گا اور میں فضول حماقتوں کی قائل نہیں ہوں ... ہے تمہاری زندگی بال بال بچی ہے اور تم مجھ سے ... انتقام لینے میں حق بجانب ہو۔ چنانچہ میری وفاداری ... حماقت ہی ہو سکتی ہے۔"

"تو تمہارا کیا خیال ہے اب میں تمہیں اس ... نتیجے میں معاف کر دوں گا؟" میں نے کہا۔

"نہیں... اصولاً یہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم اگر مجھ سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو حاصل کر لو۔ میں تمہاری ... پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔" لڑکی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے سرخ روشنی کے بارے میں اور کچھ بتاؤ ... چیز تھی یہ میرے تو اس طرح یہاں سے غائب ہو گئی ... اس کا وجود ہی نہیں تھا۔"

"ہاں۔ روشنی کے بارے میں صرف اتنا ہی جانتی ... جتنا کہ بتا چکی ہوں۔ وہ پلٹ وائز سے میں آئی ہوئی ہر چیز کو بکھر کر دیتی ہے اور آس پاس کی چیزوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میرپا سلاٹز! تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ میں کون ہوں جہاں تک جنرل ہیرسن کا معاملہ ہے، میں نے صرف اس میں اس لیے دلچسپی لی تھی کہ امریکی ایٹمی منصوبے کو یہاں پایہ تکمیل تک پہنچنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ ہارولڈ سے میری دشمنی کی بنیاد جس وجہ سے پڑی تم لوگوں کو اس کا علم ہے۔ میرے اور ہارولڈ کے درمیان بہت سے معرکے ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہوا ہے میرے مقابلے میں۔ اور میں نے بذات خود بھی اس کی جان لینے کی کوشش نہیں کی کیونکہ میں دشمنوں کو زندہ رکھنے کا قائل ہوں تاکہ میری اپنی صلاحیتوں کو جلا دی جا سکتی ہے۔ میرپا سلاٹز! میں اگر چاہوں تو تمہاری بقیہ زندگی گوتھے ہال کی کسی جیل میں گزر سکتی ہے۔ میں اگر چاہوں تو خود پر قاتلانہ حملہ کرنے کے جرم میں تمہیں جنرل ہیرسن کے حوالے کر دوں اور جنرل ہیرسن تمہیں وہ سزا دے کہ تم جس کا تصور بھی نہ کر سکو لیکن نہیں میرپا سلاٹز! ایک ناکام آدمی فرار ہو چکا ہے۔ وہ چونکہ صرف ایک نمائندہ تھا اگر وہ میرے ہاتھ آ بھی جاتا اور یہ صورت حال میرے علم میں آتی تو شاید میں اسے بھی یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دیتا۔ ڈینس بیلے ایف بی آئی کا آدمی ہے، وہ صرف اپنی ناکامی کی بنیاد پر میرا دشمن بنا ہو گا۔ میرا اصل مقابلہ تو ہارولڈ سے ہے اور میرپا سلاٹز تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی یہاں قید نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی سزا دی جائے گی۔ بالکل آزاد ہو۔ ہاں اگر ہارولڈ سے ملاقات ہو تو اسے میرا یہ پیغام ضرور دے دینا کہ میری اس کی دشمنی تاحیات ہے اس سے یہ کہہ دینا میرپا سلاٹز کہ میں اب اپنے راستے تبدیل کر رہا ہوں ... اور میرا ہر قدم ... کے ساتھ اٹھے گا ... امریکی مفادات کو کیا کیا نقصانات پہنچا سکتے ہیں ... ہارولڈ سے کہنا کہ آج تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اس میں صرف دفاع کرتا رہا ہوں لیکن اب صورت حال تبدیل ہو گئی ہے میں جارحانہ اقدامات کروں گا اور ہارولڈ کو اپنا بچاؤ کرنا ہو گا۔ چلو میرپا سلاٹز! میں تمہیں باعزت طریقے سے باہر چھوڑ دوں... آؤ... میں تم سے مذاق نہیں کر رہا۔" میرپا سلاٹز ... حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے ... رہی تھی لیکن میں مسکرا رہا تھا۔ پھر میں نے اس کا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف چل پڑا۔ وہ مسلسل بے یقینی کے انداز میں آگے قدم بڑھا رہی تھی۔ باہر ملازم موجود تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مسلح گارڈز بھی کھڑے ہوئے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا بالآخر اس عمارت کے آخری دروازے پر آ پہنچا اور یہاں میں نے میرپا سلاٹز کو رخصت کیا۔

"یہاں سے کوئی تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنے فلیٹ پر جاؤ گی۔ بالکل مطمئن ہو کر واپس جاؤ، تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا لیکن بہتر ہو گا میرپا سلاٹز کہ اس کے فوراً بعد گوتھے ہال سے نکل جاؤ کیونکہ جنرل ہیرسن یہ تمام تفصیلات جاننے کے بعد باز نہیں رہ سکے گا اور تم لوگوں سے انتقام لینے دوڑ پڑے گا۔ میرا مشورہ تم نے سن لیا ہے نا۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور واپس پلٹ پڑا۔

میرپا سلاٹز متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی اور پھر اس نے تھکے تھکے انداز میں قدم ... بڑھا دیے تھے۔ میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا مخصوص ملازم اور گارڈز کمرے میں بکھری ہوئی راکھ کو حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"اس کی صفائی کرا دو۔" میں نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ پھر میں والٹو سوباسٹے کے محل کے اس مخصوص کمرے میں پہنچ گیا جو میری رہائش کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کیتھی براؤن آندھی طوفان کی طرح میرے کمرے میں داخل ہوئی اور سر سے پاؤں تک میرا جائزہ لینے لگی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھپی ہوئی تھی۔ "کیا بات ہے مس براؤن؟"

"تم پر... تم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا! تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور... اور تم نے اپنے دشمنوں کو نکل جانے دیا۔ یہ... یہ بہتر تو نہیں ہوا، کیا یہ واقعی درست ہے؟" وہ بے تکے انداز میں بولی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ہاں مس براؤن! میرے دشمنوں نے یہ کوشش کی تھی لیکن وہ اتنے معمولی لوگ تھے کہ میں انہیں کوئی سزا دینا پسند نہیں کرتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سزا بھی کم از کم ایسے... لوگوں کو دینی چاہیے جو اس کے قابل ہوں، وہ تو صرف معمولی سے ہرکارے تھے، قطعی غیر اہم۔"

"مگر کون تھے وہ اور کیوں انہوں نے ایسا کیا تھا، کیا والٹو سوباسٹے کے حامی...؟"

"ہاں ہم انہیں والٹو سوباسٹے کا حامی ہی کہیں گے۔ ان

کا تحفہ ڈینس جیلے سے تھا۔"

"اوہ... یہ عجیب صورت حال ہے۔ عجیب سی بات ہے۔ ڈینس جیلے..."

"نہیں میڈم براؤن کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو میری وجہ سے نقصانات پہنچے ہیں، انھیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"مگر ہم نے تو تمھاری حفاظت کے لیے کوئی خاص بندوبست نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ہمیں محتاط ہو جانا پڑے گا۔"

"بیٹھیے میڈم براؤن! آپ بے حد پریشان نظر آرہی ہیں۔"

"میں نے جنرل ٹیرس کو اطلاع دی ہے اور وہ فوراً یہاں آ رہے ہیں۔"

"آپ کو یہ اطلاع کس نے دی مس براؤن؟"

"آپ کے ملازم نے۔" کیتھی براؤن نے جواب دیا۔

"افسوس میں اسے منع کرنا بھول گیا۔ یہ تو اتنی معمولی سی بات تھی کہ اس کا تذکرہ بھی بے مقصد سا تھا۔"

"علی! میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی اور مجھے اس کا حق حاصل ہو چکا ہے۔ مجھے، اپنا تحفظ کرو، تم اپنی ذات سے اتنے غافل کیوں ہو؟"

"مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے مس براؤن اور اگر کبھی خطرہ ہوا تو میں آپ کو اس سے ضرور آگاہ کر دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد جنرل ٹیرس بھی آ گیا اور کافی دیر تک یہی سلسلے چلتے رہے۔ وہ بھی مجھ سے ناراض تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ اگر لڑکی ہاتھ آ گئی تھی تو اسے چھوڑنا نہیں چاہیے تھا کم از کم ڈینس جیلے کے ٹھکانے کے بارے میں تو کچھ معلوم ہو سکتا تھا اور ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے میں یہ سب کچھ کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دوں گا۔

بمشکل تمام میں نے جنرل ٹیرس کو سمجھا بجھا پایا تھا لیکن اس کے بعد یہ احساس میرے ذہن میں کچھ اور شدت اختیار کر گیا تھا کہ یہ لوگ مجھے آسانی سے نہیں چھوڑیں گے اور اب یہاں زیادہ ٹھہرنے کا کوئی جواز بھی نہیں تھا۔ میں نے ان لوگوں کے لیے جو کچھ بھی کیا تھا اس کا صلہ وصول کرنے کے حق میں نہیں تھا اور مجھے یہ زیب بھی نہیں دیتا تھا لیکن اس طرح بیکار ان کے پاس پڑے رہنا بھی کچھ عجیب سا تھا۔ اب اگر میں یہاں سے اعلانیہ نکلتا ہوں تو ظاہر ہے جنرل ٹیرس اور مس براؤن کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت جنرل ٹیرس کی انٹیلی جنس چپے چپے پر موجود تھی۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔

گوٹے ہل صرف اس شہر تک ہی محدود نہیں تھا... کے علاوہ بھی یہ علاقہ بڑی وسعت رکھتا تھا اور اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ مناظر سے بھرپور افریقہ کے سرسبز و شاداب علاقے... سیاحوں کے لیے بھی باعث دلکشی تھے اور یہاں سے... کہیں نکل جانا ناممکن نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ کیوں نہ گوٹے ہل کو ایک سیاح کی حیثیت سے دیکھوں اور جیسے بھی ہو یہاں سے نکل جاؤں۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ان لوگوں کو مطمئن کیا جائے تاکہ میرا تعاقب نہ کیا جا سکے۔

تقریباً تین دن تک میں اپنا پروگرام ترتیب دینے میں مصروف رہا۔ چوتھی رات کو میں نے انھیں ایک خط لکھا... جس میں ان سے صرف یہی کہا گیا تھا کہ میں دوسری دنیا کا مسافر ہوں، کسی ایک جگہ رک کر زندگی گزار دینا میرے بس کا... کام ہے۔ میں ان لوگوں کی محبتوں کو ساتھ لیے جا رہا ہوں، جب بھی کبھی دل میں ان سے ملاقات کی خواہش ابھرے گی، ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی ایک درخواست بھی کی تھی کہ مجھے تلاش کرنے یا میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جہاں تک میرے دشمنوں کا تعلق ہے، میں ان سے محفوظ رہنے کے گر جانتا ہوں۔ اس کے بعد میں خاموشی سے وہاں سے نکل آیا۔

میں نے سفر کے لیے ایسے ذرائع اختیار کیے تھے جو ٹیرس وغیرہ کے ذہن میں نہ آ سکیں۔ کیونکہ وہ لوگ... میرے سفر کے بارے میں سوچ سکتے تھے لیکن میں نے... سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پہ... ٹرین مجھے نظر آئی، میں ٹکٹ خرید کر اسی میں بیٹھ گیا تھا۔

گوٹے ہل کے بارے میں میری معلومات بہت زیادہ نہیں تھیں لیکن میں ان لمحات کو غیر دلچسپ نہیں محسوس کر رہا تھا... طرح میں ایک سیاح کی حیثیت سے اس علاقے کو دیکھ رہا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ سامنے ایک بھاری بدن کا گول مٹول شخص بیٹھا ہوا تھا جو... خوب صورت سوٹ میں ملبوس تھا۔ دولت مند آدمی معلوم ہوتا تھا کیونکہ انگلیوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں نظر آ رہی تھیں... کے وقت بھی آنکھوں پر ایک شیشوں کی عینک لگائے ہوئے تھا... کی طرح چہرہ بھی گول مٹول تھا، گال پھولے ہوئے تھے... سے مقدمی نظر آ رہا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر ایک سفید فام... موجود تھا، جس میں ایک ادھیڑ عمر مرد، ایک لڑکی اور ایک... شخص جو شکل سے احمق نظر آتا تھا۔ پھر کچھ دوسرے لوگ تھے۔

... مجھے دیکھے جا رہا تھا کہ وقفہ وقفہ سے گول مٹول شخص... میرے قریب آ بیٹھا۔ جگہ تبدیل کرنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے باریک آواز میں کہا اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی اخلاقاً کہا۔

"مجھے یہاں ڈھوک کہتے ہیں۔ تم چاہو تو پروفیسر ڈھوک کہہ سکتے ہو۔"

"اور اگر میں کچھ نہ کہنا چاہوں تو...؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تو ستاروں کی چال غلط ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں اس بے تکے جواب پر چونکا۔

"وہ تو میں بھی نہیں جانتا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"اب تم دلچسپ بننے کی کوشش کر رہے ہو مسٹر ڈھوک۔"

"میں دلچسپ ہوں، تمھیں تسلیم کرنا پڑے گا۔" اس نے... اور میں اسے دیکھنے لگا۔ "اپنا ہاتھ لاؤ... لاؤ [illegible]" اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔ آخر کار میں نے آہستہ سے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا۔ اس نے میرے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مددگار، ہمت کا پتلا، جذبۂ حریت سے سرشار، مقصد کے لیے جان لڑا دینے والا۔ تعلیم خاندانی طور پر ادھوری، جفاکش، دلیر، اپنی ذات میں تنہا، کسی سے متاثر ہونے والا۔ دولت کی آغوش میں آنکھ کھولی پھر اس سے محروم ہو گئے۔ وطن کے لیے تڑپتے ہو۔ دوستوں کے بہترین دوست، دشمنوں کے بدترین دشمن۔ اور کچھ بتاؤں؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

میں سنبھل گیا تھا۔ اس نے میرے بارے میں سب کچھ درست بتایا تھا۔ کوئی خطرناک آدمی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟

"دیکھو دوست! اس وقت تمھارے ذہن سے میرا رابطہ ہے۔ کوئی غلط بات نہ سوچو میرے بارے میں۔"

"خوب، تو گویا تم نجومی بھی ہو؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں صرف پروفیسر ڈھوک ہوں۔" اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ "تم نے کہا تھا کچھ اور بتاؤں تمھارے بارے میں۔"

"بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ بولو اور کیا بتاؤں؟" اس نے... آنکھیں گول گول تھیں اور ان میں بچوں... جیسی معصومیت نظر آ رہی تھی۔

"تمھارا تو میرے ذہن سے رابطہ ہے۔ بتاؤ میں اور کیا جاننا چاہتا ہوں؟" میں نے کہا اور پروفیسر ڈھوک نے گردن جھکا دی۔

"ہاں، میں نے اپنے علم سے تمھارے بارے میں سب کچھ سچ بتایا ہے۔ لیکن میں نہ غلط ہوں نہ خطرناک، خاص طور سے دوستوں کے لیے۔" اس نے کہا اور میرے ذہن میں خیال آیا۔ ممکن ہے گیبن بول یا ایف بی آئی کا نمائندہ ہو اور وہ فوراً بولا۔

"دونوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کوئی ہے جو مجھے اپنے لیے استعمال کر سکے۔ خواہ وہ ایف بی آئی ہو، سی آئی اے ہو، گیبن بول ہو یا کے جی بی۔"

اب میرے حواس ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ میری ذہنی سوچ کو وہ الفاظ کی شکل دیتا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کچھ ہے۔

اس نے کہا۔ "میں بہت کچھ ہوں، اندازہ ہو جائے گا۔"

"اندازہ ہو گیا پروفیسر، مان لیا میں نے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس نے چشمہ اٹھا کر آنکھوں پر لگا لیا اور بولا۔ "کیا نام ہے تمھارا؟"

"علی یار خان۔"

"اپنا نام میں بتا چکا ہوں۔"

"تم واقعی دلچسپ لیکن خطرناک آدمی ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"تمھاری طرح کسی نامعلوم منزل کی طرف۔"

"مقامی باشندے ہو؟"

"نہیں، ایتھوپیا کا رہنے والا ہوں، سیر و سیاحت کا رسیا اور ایڈونچر پسند ہوں۔ تین ماہ سے افریقی علاقوں میں ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ تمھیں یہ بھی علم ہے کہ میں کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہوں۔"

"تفریح کی حد تک میں کسی کی خامیات کو ٹٹولتا ہوں۔ ورنہ مجھے صرف انسانوں سے دلچسپی ہے۔"

"تمھارا ساتھ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

"سچائی کے راستے بے خطر ہوتے ہیں۔ دل سے دل تک آؤ، کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کیا میں تم سے دوستی کی درخواست کر سکتا ہوں؟"

"کر سکتے ہو۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"سر میں آپ سے دوستی چاہتا ہوں۔" میں نے پُرمذاق انداز میں کہا۔

"میں تمھیں خوشی سے دل کی سلطنت میں خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس نے بھی ہنس کر کہا اور گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا پھر بولا۔ "تمھاری تحریروں نے مجھے بھی متاثر کیا ہے، تم جیسے لوگ

پرکشش ہوتے ہیں۔ کیا مشن ہے تمہاری زندگی کا؟"

"دوستی ہو گئی ہے پروفیسر! جان لینا فرصت سے۔ کیا تمہاری اپنی زندگی کا بھی کوئی مشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔"

"اصولاً مجھے بھی آئندہ پہ انحصار کرنا چاہیے۔"

"نہیں ابھی بتا سکتا ہوں۔ کھانا پینا عیش کرنا۔ زندگی کو اس طرح گزارنا جس طرح خواہش ہو۔"

"گزار رہے ہو؟"

"مکمل طور سے اور مطمئن ہوں۔" وہ بولا اور میں نے گہری سانس لی۔

"بہت خوش نصیب ہو۔ ویسے ذریعۂ آمدنی کیا ہے؟"

"ہر جگہ اپنے بینک موجود ہیں۔ تمہیں اس جملے پہ تعجب نہیں ہونا چاہیے۔"

"سمجھ نہیں سکا۔"

"سمجھاتا ہوں۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہ اس احمق شکل کے لمبے نوجوان پہ ٹھہر گئی اور اس نے چشمہ اتار دیا۔ دفعتاً میں نے نوجوان کو ٹھٹکتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے اور دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھی معمر شخص نے چونک کر اسے دیکھا۔ نوجوان کانپ رہا تھا۔ پھر وہ سہمے ہوئے انداز میں معمر شخص سے کچھ کہنے لگا۔ جواب میں معمر شخص نے چونک کر ہماری طرف دیکھا۔ ڈھوک نے چشمہ لگا لیا تھا۔ معمر آدمی متعجب انداز میں نوجوان سے باتیں کر رہا تھا اور ہماری طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کی ساتھی لڑکی بھی پریشان ہو گئی تھی۔ پھر معمر شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور ہمارے قریب آ گیا۔

"مجھے ابن فرودر کہتے ہیں جناب۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "مداخلت کے لیے شرمندہ ہوں۔ یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"جی ضرور۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

"کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟" اس نے نوجوان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا اور ہماری نگاہیں بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئیں۔ نوجوان اب بھی سہما ہوا بیٹھا تھا۔

"جی نہیں۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

"لیکن وہ آپ سے خوفزدہ ہے۔"

"یہ اس کی شرافت ہے۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" ابن فرودر بولا۔

"وہ ہم سے کیوں خوفزدہ ہے؟" اس بار میں نے سوال کیا۔

"اس کا کہنا ہے کہ وہ آپ کا ایک لاکھ ڈالر کا مقروض ہے اور طویل عرصے سے آپ سے منہ چھپاتے پھر رہا ہے۔ ضرور اسے پکڑ لیں گے۔" ابن فرودر نے کہا۔

"عجیب بات ہے۔ اگر وہ ایک لاکھ ڈالر ادا کر دے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس میں خوفزدہ ہونے کی بات نہیں ہے۔" ڈھوک نے سنجیدگی سے کہا۔

"بات مذاق کی ضرور ہے جناب لیکن مجھے حیرت ہے۔ عام حالات میں وہ ایک سنجیدہ نوجوان ہے۔ آپ سے گفتگو کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر جا بیٹھا۔

"کیا بات بنی مسٹر ڈھوک؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اب وہ تمام سفر کے دوران اس شریف آدمی کو یقین دلاتا رہے گا کہ اسے میرا قرض ادا کرنا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو میرا قرض ادا کر دیا کرتے ہیں۔ کیا سمجھے! ایسے چلتے پھرتے بینک ہر جگہ موجود ہیں۔"

"اوہ! تو تمہارا ذریعۂ آمدنی یہ ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور بھی بہت سے ہیں۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ ڈھوک تھوڑی دیر تک میری طرف دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے واپس اپنی جگہ جا بیٹھا۔ میں حیرت انگیز علم پر حیران تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک گونہ احساس بھی دل میں تھا۔ اس کا بھید معلوم کرنا یا جان لینا بھی مناسب نہیں تھا۔ تاہم اپنی حد تک میں غور کر سکتا تھا لیکن اس نوجوان کا کیا قصہ تھا۔

اس کے بعد کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ ٹرین کی رفتار سست تھی۔ غالباً جگہ جگہ چڑھائیاں تھیں اس لیے رفتار سست ہو جاتی تھی۔

رات گہری ہوتی گئی اور ٹرین کے جھکولوں سے آنکھ لگ گئی۔ پھر صبح ہی کو آنکھ کھلی تھی۔ کھڑکی سے باہر سورج نکل رہا تھا۔ آس پاس ایسے حسین مناظر بکھرے ہوئے تھے کہ آنکھیں روشن ہو گئیں۔

"یہ تو آسو ہے، ایک حسین قصبہ۔ اگر وقت کی کمی نہ ہو تو اسے ضرور دیکھو۔" پروفیسر ڈھوک کی آواز سن کر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ نہ جانے کب جاگ کر آ بیٹھا تھا۔

"تم نہیں اترو گے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر میں تمہارے ساتھ وقت گزاروں تو تمہیں اس کی سیر کی پیشکش کرتا ہوں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر گردن ہلا دی۔ باہر دوڑتے ہوئے مناظر آواز دے رہے تھے جیسے محسوس ہوتے تھے۔

"ٹھیک ہے پروفیسر! میں آپ کے ساتھ کچھ وقت ضرور گزاروں گا۔"

پروفیسر ڈھوک کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

ٹرین کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی اور آخرکار وہ اس چھوٹے سے اسٹیشن پر رک گئی۔ پروفیسر ڈھوک اور میں اپنے کمپارٹمنٹ سے نیچے اتر آئے۔ کچھ اور لوگ بھی یہاں اترے تھے لیکن زیادہ تر مقامی سیاح تھے۔

ٹرین چند لمحات کے بعد چل پڑی اور ہم بیرونی راستے کی طرف بڑھ گئے۔ سفید وردی میں ملبوس ریلوے کے عملے کے لوگ بہت عجیب نظر آ رہے تھے۔ سفیدی اور سیاہی کی ہم آہنگی صبح کی روشنی میں بہت عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ ریلوے گیٹ سے باہر نکلنے کے بعد ہم نے دوسری سمت کے مناظر دیکھے۔ قصبہ خاصا وسیع معلوم ہوتا تھا لیکن گھنے پن کی بیمائندگی اس سے عیاں تھی۔ چھوٹی چھوٹی عمارتیں سبزے سے گھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ بلکہ یہ ہوا تھا کہ تقریباً ہر عمارت اونچے اونچے درختوں سے جھنڈ میں چھپی ہوئی محسوس ہوتی تھی جیسے یہاں آبادی تھی لیکن جس قدرتی حسن سے مالا مال تھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اطراف میں بکھرے ہوئے پہاڑ اس آبادی کا حصار کیے ہوئے تھے اور ان پہاڑوں پر سبزے کے ڈھلان آنکھوں کو ایک ایسی روشنی بخشتے تھے جو فرحت و تازگی کی نمائندہ تھی۔

ایک گزرتے ہوئے شخص سے پروفیسر ڈھوک نے یہاں کسی قیام گاہ کے بارے میں سوال کیا تو اس نے مقامی زبان میں انگلی سے ایک طرف اشارہ کر کے... رستے وہ جگہ بتائی جس کا قیاس کیا جا سکتا تھا۔ پروفیسر ڈھوک اگرچہ گھنے پن کا باشندہ نہیں تھا لیکن تھا افریقی بہرحال تھا اور مقامی زبان بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مٹی اور چونے کی آمیزش سے بنی ہوئی ایک وسیع عمارت کے احاطے میں داخل ہو گیا جس کی دیواروں پر جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے اور ان کمروں پر کھپریل کی چھتیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک مقامی شخص عمارت سے باہر برآمدے میں بیٹھا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر ہم دونوں کا استقبال کیا اور اپنی زبان میں ڈھوک سے کچھ گفتگو کی۔ اس کے بعد ہمیں اس عمارت میں ایک کمرا دے دیا گیا۔ عمارت کے کمرے گھوڑوں ہی کی رہائش گاہ معلوم ہوتے تھے بس تمہیں اس طرح ہوتی تھی کہ وہاں لکڑی کے ذرا مختلف قسم کی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر گھاس کا بستر کر کے اوپر سے چادر ڈال دی گئی تھی۔

پروفیسر ڈھوک نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شہری آبادیاں کے لوازمات انسانی ضرورت کے مطابق ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ان سے اختلاف بھی بہت دلکش محسوس ہوتا ہے۔ یقیناً تم اس قیام گاہ سے اکتا نہیں گئے ہو گے۔"

"آپ تو دل کی باتیں جان لیتے ہیں پروفیسر ڈھوک! میرا خیال ہے آپ کو کسی بھی سلسلے میں کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں پیش آنی چاہیے۔"

"نہیں نہیں مسٹر الپی یار.... عجیب نام ہے تمہارا بہت لمبا... اگر میں تمہیں صرف مسٹر الپی کہوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مسٹر الپی یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ میں بے شک کچھ ایسے علوم پہ قدرت حاصل کر چکا ہوں جو عام انسانی ذہن کے لیے تعجب خیز ہوتے ہیں لیکن اب اتنا بھی نہیں کہ اپنا ہر لمحہ اس میں صرف کر دوں۔ کسی بھی عمل کو اپنی قوت پہ مستقل کرنے کے لیے دماغی اور بصری قوتوں کو کام میں لانا پڑتا ہے اور ان سے تھکن ہوتی ہے یوں سمجھ لو ایک خزانہ ہے جو میرے ذہن میں محفوظ ہے اور جب میں اس خزانے کا تذکرہ کھولتا ہوں تو مجھے اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ اب اگر ہر سلسلے میں میں اپنی ان قوتوں کو خرچ کرنا شروع کر دوں تو ظاہر ہے یہ خزانہ بہت جلد ختم ہو جائے گا اور پھر جب دوست بنائے جاتے ہیں تو ان پر رعب ڈالنے کے لیے ہر وقت ایسی باتیں نہیں کی جاتیں۔"

"مسٹر ڈھوک آپ نیلی پیتھ ہیں؟"

"ہاں تم مجھے ٹیلی پیتھ کہہ سکتے ہو، ہپناٹسٹ بھی۔ میں نے ان کی مشق کی ہے لیکن ان ساری چیزوں کے حصول کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس راہ میں نقصانات زیادہ ہیں اور فائدے کم۔"

"ممکن ہے ایسا ہو، آپ کا تجربہ مجھ سے کافی وسیع ہے، میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ زندگی میں کیا کیا دلچسپیاں ہیں؟"

"پروفیسر! جتنا آپ نے جان لیا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ زندگی ایک مقصد کے تحت بسر ہوتی رہی ہے اور یہی مقصد آج بھی سانسوں کے ساتھ ساتھ ہے اور اسی پہ عمل پیرا رہنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن زندگی کی دوسری دلچسپیوں میں بھی تو حصہ لینا چاہیے۔"

"تمہارا؟"

"حسن کائنات جس کی خواہش ہمیشہ ازل کی گئی تھی۔" پروفیسر ڈھوک نے جواب دیا۔

"یعنی عورت؟"

"ہاں... تم ان مرغزاروں کو دیکھتے ہو جو سرسبز و شاداب ہیں۔ اگر کسی تنہا مقام پر بیٹھ کر انہیں دیکھتے رہو تو بہت جلد اکتا جاؤ گے لیکن ان کے درمیان ایک چھوٹے سے جھونپڑے میں ایک حسین وجود تمہارے سامنے ہو تو اکتاہٹ کا لفظ ہی ذہن سے نکل جائے گا۔"

"آپ اس سلسلے میں بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں پروفیسر ڈھوک۔"

"بس یوں سمجھو کہ میں تمہاری وجہ سے تکلف کر گیا تھا ورنہ وہ شخص... کیا نام بتایا تھا اس نے اپنا... غالباً تروڈورا، اس طرح میرے ہاتھوں سے نکل کر نہ جاتا۔ اس کی بیٹی خاصی خوب صورت تھی۔"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکوڑ کر پروفیسر ڈھوک کی طرف دیکھا۔ شکل و صورت اور حلیہ انتہائی مضحکہ خیز تھا۔ قد و قامت بھی ایسا ہی تھا۔ پونے پانچ فٹ سے زیادہ قد نہیں ہوگا لیکن اس کی بہ نسبت پھیلاؤ کافی تھا۔ چہرے پر مضحکہ خیز تاثرات۔ اس شخص کی شخصیت میں سوائے مضحکہ خیزیت کے اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل توجہ ہوتی لیکن اس کے باوجود یہ لڑکیوں کا رسیا تھا مگر لڑکیاں اس کی طرف کیسے متوجہ ہوتی ہوں گی!

پروفیسر ڈھوک دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے خیالات کی طرف متوجہ نہیں تھا اس لیے اسے اندازہ نہیں ہو سکا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ اس شخص کے ساتھ کچھ وقت گزارا جا سکتا ہے کیونکہ وہ وقت جو تفریح ہو اور ان دنوں میں ایسی ہی ذہنی کوفت کا شکار تھا کہ دل یہی چاہتا تھا کہ تمام ہنگامہ خیزیوں کو ترک کر کے کچھ وقت مکمل سکون سے گزارا جائے۔

پروفیسر ڈھوک تھوڑی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا، اس کے بعد بولا۔ "کیا اس سفر سے تم کچھ تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں پروفیسر! میں رات کو سو گیا تھا۔"

"ہاں، مجھے علم ہے اور تم صبح تک سوتے رہے اس طرح کم از کم یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تم جسمانی تھکن کا شکار نہیں ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو آؤ کیوں نہ باہر کی سیر کی جائے۔"

"یہاں کے موسم اور یہاں کی زندگی کے بارے میں آپ کو معلومات ہیں پروفیسر؟"

"کسی حد تک۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں دنیا میں کافی گھومتا رہا ہوں۔ میں چند بار پہلے بھی ٹرانسوین یہاں سے گزرتے ہوئے اس قصبے کے حسن نے مجھے متاثر کیا ہے اور اکثر میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر موقع ملا تو کچھ وقت یہاں ضرور گزاروں گا۔"

"آئیے پھر چلیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ضروریات کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔

اپنی رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر چل کر ایک پتلی سی پگڈنڈی نظر آئی اور ہم اس پر آگے بڑھتے گئے جس میں ہوتے ہوئے دور تک لکڑی کے مکانات کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ دکا دکا پختہ مکانات بھی نظر آ جاتے تھے جن کی چمنیوں سے دھواں خارج ہو رہا تھا۔ دھوپ نکل آئی تھی لیکن بادلوں کی وجہ سے ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ آسمان پر سرمئی بادل پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان چمنیوں کا نکلتا ہوا دھواں عجیب سا منظر پیش کر رہا تھا۔ قصبہ میرے خیال کے مطابق زیادہ بڑا نہیں تھا مگر اندر جا کر احساس ہوتا تھا کہ یہاں کی آبادی خاصی ہے۔ بازاروں میں خاصی رونق تھی۔ سیاہ فام عورتیں ہاتھوں میں مخصوص قسم کی بانس کی ٹوکریاں لیے خریداری کے لیے نکلی ہوئی تھیں اور مرد اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"محنت کشوں کی اس زندگی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ایلی؟"

"کلاسیکل چیز ہے۔ یہ لوگ زندگی کی بے شمار آسائشوں سے محروم ہیں لیکن اس کے باوجود خوش نظر آتے ہیں۔"

"ان ایکویٹر ان کی ضرورتیں محدود ہیں۔ وہ ان چیزوں کے طلب گار ہی نہیں جو ہماری زندگی کا جزو ہیں اس لیے ان کے مسائل بھی بہت مختصر ہیں۔ دن بھر شدید محنت کرنے کے بعد جو کچھ میسر ہو کھا کر جس سکون کی نیند یہ سوتے ہیں وہ ہمیں نصیب نہیں۔"

"یقیناً پروفیسر ڈھوک! ان کی زندگی قابل رشک ہے۔"

"ہاں ایلی! گو تمہارے ملک میں قدرتی وسائل ہیں لیکن افریقی ریاستوں سے اپنی پسماندگی کی وجہ سے کسی کے تسلط کے سبب آزاد ہو کر بھی اپنی وہ حیثیت نہیں کی ابھی وہ حاصل کر سکے تھے۔"

"ہاں، آپ نے ٹھیک کہا۔" میں نے پروفیسر کی تائید کی۔

کافی دیر تک ہم گلیوں اور بازاروں میں گھومتے رہے اور جب تھک گئے تو واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔

پروفیسر ڈھوک نے اپنے بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ "ان اطراف کی سیر کے لیے ضروری ہے کہ ہم پیدل سفر کریں اور دور تک نکل جائیں۔ کیا خیال ہے کل دن میں یہی پروگرام رکھا جائے؟"

"اس کے بعد کی تفریحات میں نے آپ پر چھوڑ دی ہیں پروفیسر جس طرح آپ مناسب خیال کریں۔"

"بس تو ٹھیک ہے کل ہم یہاں سے دور تک کا پیدل سفر کریں گے۔ جہاں بھی جا نکلیں اور پھر جب ہم اپنی دنیا میں جانا چاہیں گے تو ہمیں کوئی دقت بھی نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

دوسری صبح ہم آوارہ گردی کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ پروفیسر ڈھوک نے اپنا مختصر سا سامان اٹھا رکھا تھا میرے پاس بھی صرف ایک بیگ تھا جس میں ایک دو جوڑی کپڑوں کے علاوہ کچھ متفرق چیزیں تھیں جو ضرورتاً ساتھ لے لی تھیں۔ ہم ایک چوڑی اور خوشنما سڑک پر آگے بڑھتے رہے۔ یہ سڑک اس قصبے کی حالت کے پیش نظر کافی جدید تھی۔ اس کے دونوں طرف کھیت پھیلے ہوئے تھے اور سیاہ فام مرد اور عورتیں ان کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔

پروفیسر ڈھوک کی آنکھیں دلچسپی سے ان سیاہ فام حسیناؤں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے ان پر بہت سے تبصرے بھی کیے تھے جو اس کی ذہنیت کے عکاس تھے۔ کافی دلچسپ آدمی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر اس کی ذات میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے تو اس جیسے شخص کے ساتھ تو کافی وقت گزارا جا سکتا ہے۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ اندازے کے مطابق قصبے کے باہر کے مناظر پہلے سے بھی زیادہ حسین ہوتے جا رہے تھے۔ کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور خود رو درخت اور ان کی جھاڑیوں میں کھلی ہوئی سبز بیلیں بہار رنگی ہوئی تھیں اس اتنی حسین لگ رہی تھی کہ نگاہیں بے اختیار اس پر نثار ہونے لگی تھیں۔ آسمان پر بھی بادلوں کے جھنڈ سفر کر رہے تھے۔ افریقی علاقوں کے بارے میں عام طور سے یہی تصور ہوتا ہے کہ وہاں صرف شدید گرمی اور تیز دھوپ پڑتی ہے لیکن یہ موسم یہاں کے لیے بڑا تعجب خیز تھا۔

بہت دور چلنے کے بعد دفعتاً ہم نے عقب سے کسی کار کے انجن کی آواز سنی اور پھر ہارن بھی بجا۔ چونکہ ہم سڑک کے درمیان چل رہے تھے لہٰذا ہماری گردنیں بے اختیار گھوم گئیں۔ تب ہم نے دیکھا کہ ایک انتہائی شاندار اور قیمتی لینڈ روور سڑک پر آہستہ آہستہ۔ ہم سڑک کے درمیان سے ہٹ کر کنارے ہو گئے اور لینڈ روور ہمارے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئی لیکن تھوڑی دور جا کر وہ رکی اور پھر ریورس ہو کر ہمارے قریب آ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ سے کسی نے سر نکال کر پوچھا۔

"کیا تمہیں لفٹ چاہیے؟" آواز نسوانی تھی۔

پروفیسر ڈھوک نے ڈرائیونگ کرنے والی کا چہرہ دیکھا اور فوراً تیار ہو گیا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ مادام!" اس نے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے والی لڑکی نے لینڈ روور کا دروازہ کھول دیا۔

لینڈ روور کی پچھلی سیٹ پر ایک عورت دراز تھی، طویل قامت، سیاہ فام عورت جس کی عمر تیس پینتیس سے کم نہ ہوگی۔ انتہائی جدید لباس میں ملبوس۔ میں نے ایک ہی نگاہ میں احساس کیا کہ سیاہ فام ہونے کے باوجود اس کے خدوخال میں دلکشی ہے۔ ہمیں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ نرم لہجے میں بولی۔ "ہیلو، سویٹ [illegible] لوگو!"

"ہیلو میڈم!" پروفیسر ڈھوک جس حد تک جھک سکتا تھا جھک گیا۔ ڈرائیونگ کرنے والی لڑکی نے لینڈ روور کا دروازہ بند کیا اور پھر اپنی سیٹ پر جا بیٹھی، اس کے بعد اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ لینڈ روور اندر سے انتہائی شاندار تھی اور اندر سے قیمتی آرائشی اشیاء سے آراستہ کیا گیا تھا۔ بہت ہی خوب صورت تفریحی گاڑی معلوم ہوتی تھی۔

ہم دونوں ایک سیٹ پر بیٹھ گئے۔ "کہاں سے آ رہے ہو تم اور کہاں جا رہے ہو؟" عورت نے پوچھا۔

"سیاح ہیں مادام! قصبہ ٹرانسوین اتر گئے تھے اور وہاں سے قدرتی مناظر دیکھنے کے لیے آگے بڑھ آئے تھے۔" پروفیسر ڈھوک نے شیریں لہجے میں کہا اور سیاہ فام عورت نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ دیکھتی رہی اور پھر نگاہیں جھکا لیں۔

"سیاحت اعلیٰ ذوق کی حامل ہوتی ہے، ویسے آپ لوگوں کی قومیتوں میں تضاد ہے۔ کیا کیا نام ہیں آپ لوگوں کے، تعارف نہیں کرائیں گے؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں... کیوں نہیں۔" پروفیسر ڈھوک جلدی سے بول اٹھا۔ "خادم کو پروفیسر ڈھوک کہتے ہیں اور یہ میرے دوست ایلی ہیں۔"

"مجھے آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ میرا نام تاریبا ہارڈو ہے۔" طویل القامت عورت نے کہا۔

"کمال ہے! واقعی کمال ہے۔ یہ نام آپ کے پیدا ہونے سے پہلے رکھا گیا تھا یا پیدا ہونے کے بعد؟ یا پھر آپ کی مکمل تشکیل کے بعد؟" پروفیسر ڈھوک عجیب سے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھی!" وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"اگر آپ کا نام تاریبا ہارڈو کے بجائے بیگن یا تنسی ہوتا

تو آپ یقین کریں کہ بڑا مضحکہ خیز لگتا۔ یہ نام آپ کی شخصیت سے اتنا ہم آہنگ ہے کہ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنھوں نے آپ کا یہ نام رکھا۔ جیسے میڈم! اپنا عظیم افریقہ یوں تو اپنے وحشت خیز حسن میں یکتا ہے لیکن یہاں رہنے والوں کے خدوخال حسین نہیں ہوتے جیسے میں۔ یوں لگتا ہے کہ آپ یہاں کی باشندہ ہی نہیں بلکہ ایک بے پناہ حسین اور پُراسرار خطے کی ساری دلکشی اپنے چہرے میں سمیٹ لائی ہوں۔ میں نے ساری زندگی اتنے حسین چہرے کا تصور بھی نہیں کیا۔" پروفیسر ڈھوک نے اپنا کاروبار شروع کر دیا تھا۔

"لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ افریقہ کے رہنے والے یورپین انداز میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیسے کرنے لگے ہیں!"

"اوہ! ہاں ہاں! یقیناً لیکن میں قدرے جدید افریقی ہوں، ذہن میں جو کچھ آتا ہے کہہ دینا چاہتا ہوں۔" پروفیسر ڈھوک نے ہنستے ہوئے کہا۔

خاصی دلچسپ گفتگو رہی تھی کچھ دیر بعد پروفیسر ڈھوک نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے تو اس نے کسی افریقی شہر کا نام لیا اور پروفیسر ڈھوک فوراً بول پڑا کہ یہ صرف اتفاق ہے کیونکہ وہ بھی وہیں جا رہا تھا پھر اس نے میرے گھٹنے کو آہستہ سے دبایا تھا کہ میں اس کی تردید نہ کروں۔ اچھا خاصا عمر رسیدہ شخص ہونے کے باوجود وہ زندگی سے بھرپور انسان تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد تارینا نے کہا۔ "ویسے مسٹر ڈھوک! آپ افریقہ کی کون سی ریاست کے باشندے ہیں؟"

"ایتھوپیا سے ہے میرا تعلق۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

"اور مسٹر الجی آپ؟"

"میں مشرقی ہوں۔"

"ہاں! آپ کے چہرے سے مشرقیت نمایاں ہے۔ کیا آپ بہت کم گو ہیں؟"

"نہیں میڈم تارینا! میں آپ لوگوں کی گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا۔"

"ہم لوگ اگر چاہیں تو مقامی زبان میں بات چیت کر سکتے ہیں لیکن میں نے صرف آپ کی وجہ سے یہ خیال رکھا ہے کہ ہم انگریزی میں بات چیت کریں۔" تارینا بولی۔

"اس کے لیے میں شکر گزار ہوں۔"

"ویسے آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"صرف سیر و سیاحت۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی ایشیائی نواب کے بیٹے ہوں گے۔ میں نے ایشیا کے متعلق خاصی تفصیلات پڑھی ہیں، خاص طور سے وہاں کے نوابین کے قصے جو بہت دولت مند ہوتے ہیں اور ان کی [..] بہت عجیب و غریب ہوتی ہیں۔"

"بدقسمتی سے میں کسی نواب کا بیٹا نہیں ہوں۔ نوابوں کی تو وضع قطع سے ظاہر ہوتا ہے مگر آپ دیکھ رہی ہیں کہ میں [..] بے سروسامانی کے عالم میں ہوں۔"

"خیر، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شخصیت پہلی چیز ہوتی ہے، ویسے آپ کالمو پہلی بار جا رہے ہیں؟"

"ہاں! اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہمارا رُخ تو کالمو کی جانب تھا بھی نہیں، بس ہم پیدل نکل پڑے تھے اور یہ سوچ کر [..] جہاں بھی لے جائے۔"

"اس کے لیے آپ کو مسٹر ڈھوک نے بھی منع نہیں کیا؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا ان علاقوں میں پیدل سفر کیا جا سکتا ہے؟ [..] سے سفر بھی بعض جگہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ ہرچند کہ یہ سڑک [..] رہتی ہے لیکن بعض اوقات اس کے جنگل سے شیر آ بیٹھتے [..] کبھی کبھی ہاتھیوں کے غول بھی درمیان میں آ جاتے ہیں۔ [..] طرح کے جانور ان علاقوں میں ملتے ہیں اور کوئی احمق آدمی ہی یہاں پیدل سفر کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"ہم ضرورت سے زیادہ ہی احمق ہیں شاید۔" میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور تارینا ہنس پڑی۔ ہنستے ہوئے اس کے رخساروں میں گڑھے پڑ جاتے تھے۔ عجیب و غریب اور حسین عورت تھی۔ ڈھوک کا منہ بھی حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا [..]

"افسوس! یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں تھی۔" ڈھوک نے کہا۔

"چلیں کوئی حرج نہیں ہے، ویسے اگر آپ لوگ کچھ دن میرے ساتھ گزارنا پسند کریں تو میں کالمو میں آپ کو شکار [..] لیے لے چلوں گی۔"

"شکار؟" ڈھوک نے سوال کیا۔

"ہاں! ان دنوں وہاں لومڑیوں کا شکار خصوصاً ہوتا [..] سفید بالوں والی لومڑیاں کالمو کی پہاڑیوں پر بکثرت پائی جاتی ہیں، یہ پہاڑیاں ان دنوں برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔"

"خوب! خوب! مجھے سفید لومڑیوں سے کافی دلچسپی [..]" ڈھوک نے کہا۔ میں خاموشی سے تارینا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ [..] عجیب سی شخصیت کی مالک تھی۔ اس کی شخصیت میں ایسی بات ضرور تھی جسے میں صرف محسوس کر رہا تھا الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔

"ویسے میرا تعلق کالمو ہی سے ہے۔ پہلے ہم شہر [..]

تھے۔ ہمارے آبا و اجداد نے کالمو بسایا اور یقیناً ان سے پہلے کے لوگ آدم خوری کرتے ہوں گے لیکن افسوس اب یہ شوق عام لوگوں میں ختم ہو گیا ہے۔" اس نے کہا اور میں نے ایک بار پھر اس کی شکل دیکھی۔ پتا نہیں اس نے یہ الفاظ کیوں کہے تھے۔

لینڈ روور کی رفتار کسی حد تک سست ہو گئی تھی، پروفیسر ڈھوک نے اس بار ڈرائیونگ کرنے والی لڑکی کا چہرہ دیکھنے کی بھرپور کوشش کر ڈالی۔ وہ جس سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اس کی پشت اور ڈرائیونگ سیٹ کی پشت ایک ہی تھی اور بھاری بھرکم وجود کی وجہ سے ڈھوک کو پلٹ کر دیکھنے میں خاصی دشواری کا سامنا تھا۔

"میڈم ڈرائیور! آپ گاڑی بڑی سست رفتاری سے چلا رہی ہیں، آخر اس کی وجہ؟"

لڑکی نے آہستہ سے گردن گھمائی اور پروفیسر ڈھوک کی خواہش پوری ہو گئی۔ وہ نرمی سے بولی۔ "جی آگے راستہ زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"لیکن گاڑی بہت شاندار ہے۔ میرا خیال ہے آپ رفتار تھوڑی سی تیز کر لیں۔" میں جانتا تھا کہ پروفیسر کا مقصد صرف اس لڑکی سے گفتگو کرنا تھا، وہ کچھ اور نہیں چاہتا تھا۔ لڑکی نے اب رفتار تیز کر دی تھی۔ لینڈ روور کے شیشوں سے باہر کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی جس نے موسم کو اور خوشگوار بنا دیا تھا۔ تارینا چند لمحات باہر دیکھتی رہی پھر ایک گہری سانس لے کر ہماری طرف متوجہ ہو گئی۔

"گفتگو کرتے رہیے، مجھے خاموشی ناپسند ہے۔"

"مجھے بھی۔" ڈھوک نے جواب دیا اور وہ ڈھوک کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

"آپ کو کون سی چیز ناپسند ہے؟" "میں اس کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی۔"

"کسی خوبصورت خاتون کا عدم التفات۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

"گویا آپ تمام خوب صورت خواتین کے التفات کے چکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔" وہ بولی۔

"تمام نہیں، میرا ایک معیار ہے۔"

"اور آپ کا مسٹر الجی؟" اس نے میری طرف رخ کر کے کہا اور میں اس غیر متوقع سوال پر چونک پڑا۔

"بدقسمتی سے میں ان دلچسپیوں سے محروم ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ پروفیسر ڈھوک کی برابری میں بالکل نہیں کر سکتا۔"

"آپ خاصے محتاط انسان معلوم ہوتے ہیں۔"

"نہیں آپ اسے احتیاط نہ کہیں میڈم تارینا! بس قدرتاً میں بہت زیادہ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ویسے آپ کی شخصیت بے حد شاندار ہے۔ آپ کے بدن کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ آپ ورزشی انسان ہیں بلکہ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ کافی سخت جان اور محنت کش ہیں۔ پروفیسر ڈھوک کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

"جسموں کی بناوٹ سے آپ کو خاصی دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔" پروفیسر نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

"ہاں! یہ میری ہابی ہے۔ میں نے کئی پہلوان ملازم رکھے ہیں، وہ جسمانی طور پر بہت شاندار ہیں۔ میں آپ کو دعوت دیتی ہوں کہ ایک دو دن کالمو میں میرے ساتھ قیام کریں۔ اگر چاہیں تو شکار سے بھی شوق فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا وقت بہت عمدہ گزرے گا۔"

"خوب، خوب! عجیب شوق ہیں آپ کے۔ میرا خیال ہے کہ افریقہ کی تمام دولت مند عورتیں ایسے شوق نہیں رکھتیں۔"

"ہاں! میں عام عورت نہیں ہوں۔" تارینا کے لہجے میں غرور پیدا ہو گیا۔ میں اس کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی شخصیت پر غور کر رہا تھا۔

کافی دیر کے بعد ہم کالمو میں داخل ہو گئے۔ گاڑی اب مختلف موڑ کاٹ رہی تھی اور کالمو کی آبادی نگاہوں کے سامنے آتی جا رہی تھی۔ قصبے کی نسبت یہ شہر خاصا جدید نظر آ رہا تھا اور اس کے مکانات کافی خوب صورت اور ایک مخصوص طرز کے بنے ہوئے تھے۔ تارینا ہمیں شہر کے بارے میں بتانے لگی۔ اس نے بتایا کہ یہاں افریقی موسم کے بالکل برعکس آب و ہوا بہت خوشگوار اور دلکش ہے کیونکہ اطراف کے علاقے سبزہ زار سے لدے ہوئے ہیں۔ دور دراز سے سیاح یہاں آتے رہتے ہیں۔ یہ موسم خاص طور سے سفید لومڑیوں کے شکار کا ہے۔ اس موسم میں شکاری اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ہوٹلوں وغیرہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہتی۔ شہر کے مختلف حصوں میں رہنے والے اپنے مکانات کرائے پر اٹھا دیتے ہیں اور اس طرح انھیں بہت اچھی آمدنی ہو جاتی ہے۔ گو کہ یہاں کی حکومت نے یہ صورت حال دیکھ کر یہاں سیاحوں کے لیے مزید سہولتیں مہیا کی ہیں۔ کالمو میں کئی چھوٹے چھوٹے ہوٹل تعمیر کیے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں عظیم الشان ہوٹلوں کی گنجائش نہیں ہے، زلزلے کی مخصوص پٹی پر کالمو واقع ہے اور کئی بار یہاں شدید زلزلے بھی آ چکے ہیں۔ سال کے نو مہینے شکار بند رہتا ہے اور صرف تین مہینے کے لیے

شکار کے لیے لائسنس جاری کیے جاتے ہیں۔ اس طرح حکومت کو کافی زرِمبادلہ حاصل ہو جاتا ہے۔"

لینڈ روور اونچی نیچی سڑکوں سے گزر کر ایک خوب صورت عمارت کے بڑے پھاٹک میں داخل ہو گئی جس کا احاطہ بے حد وسیع تھا۔ سامنے وہ سبزہ زار تھا جس کی گھاس ترتیب سے لگائی گئی تھی۔ دیواروں کے کنارے کنارے گھنے اور قدآور درخت ایک دوسرے سے جڑے کھڑے تھے اور اتنے نزدیک نزدیک تھے کہ دیواریں چھپ گئی تھیں۔ ان کے احاطے میں ایک وسیع پورچ تھا جس میں کئی قیمتی کاریں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ اسی پورچ میں لینڈ روور رک گئی۔ فوراً ہی دونوں طرف سے ملازم لپکے۔ اسی اثنا میں ڈرائیور لڑکی بھی دروازہ کھول کر نیچے آ گئی تھی۔ تارینا نے ملازموں سے کہا۔ "ان لوگوں کو دو آرام دہ کمرے میں ٹھہرا دو۔ یہ میرے خاص مہمان ہیں، خیال رکھنا، انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" ملازموں نے گردنیں خم کیں اور تارینا ہم سے مزید گفتگو کیے بغیر اندر چلی گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" پروفیسر ڈھوک نے میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں پروفیسر! آپ نے اس کی میزبانی قبول کی تھی۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

ہم ملازموں کے ساتھ عمارت کے بغلی حصے میں جا پہنچے گئے پھر ہمیں ایک دروازے سے گزار کر عمارت کے ایک وسیع و عریض کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ پورا کمرا نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ بستر لگے ہوئے تھے، باتھ روم بھی ملحق تھا اور آسائشوں کا پورا بندوبست کیا گیا تھا۔ ملازم نے کہا۔ "غسل خانہ موجود ہے جناب! اگر آپ سفر سے تھک گئے ہوں تو غسل کر لیجیے اور فرمائیے کہ میں آپ کے لیے مزید کیا کر سکتا ہوں؟"

"ابھی کچھ نہیں۔" میری طرف سے بھی ڈھوک نے جواب دیا اور ملازم گردن جھکا کر باہر نکل گئے۔ میں پُرخیال انداز میں پروفیسر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "کیا تم اب میرے دماغ کو پڑھنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"نہیں پروفیسر ڈھوک! نہ مجھے اس کا کوئی شوق ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کچھ جانتا ہوں لیکن کیا تم نے اس عورت کے دماغ کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی؟"

"افسوس! عورت اور پھر حسین، پروفیسر ڈھوک کا دماغ حسن کے سامنے سو جاتا ہے۔ میں نے غور ہی نہیں کیا کہ میں اس کے ذہن کی کھڑکیوں میں بھی جھانک سکتا ہوں۔"

"کوشش کرنا پروفیسر کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکو۔"

"تم دیکھتے رہو، میں تو اس کا پورا شجرۂ نسب اس کی کھوپڑی سے باہر نکال لوں گا۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"اس کا اس انداز میں چلے جانا مجھے کھل رہا ہے۔ وہ جس اصرار کے ساتھ یہاں لائی تھی اور پھر اس طرح نظرانداز کر کے اندر چلی گئی! کچھ نہ کچھ تو اسے کہنا چاہیے تھا ہمارے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عشوہ و ناز تو دکھائے گی نا، کیا کرے گی اور پھر پروفیسر ڈھوک کے سامنے عورتوں کو اپنے حسن کا کچھ زیادہ ہی احساس ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے ڈیئر کہ کبھی لڑکی کو اپنا دوست بنانا ہو تو سب سے پہلے اس کے حسن سے متاثر ہو جاؤ، خواہ اس کی ناک چپٹی ہو، آنکھیں بھینگی ہوں، کچھ بھی ہو لیکن اس طرح تم اس کی توجہ حاصل کر سکتے ہو۔" اس بات پر میں صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ پروفیسر ڈھوک نے اپنی بات جاری رکھی۔ "لیکن اس سے قطع نظر وہ تو حسین و دلکش بھی ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے، کیا تم نے افریقی عورتوں میں یا غیر ملکی عورتوں میں ایسا حسن دیکھا ہے؟"

"نہیں! مجھے اس سلسلے میں تم سے اتفاق ہے۔"

"حیرت انگیز طور پر حسین ہے! اس کی شخصیت بھی کافی خاص بات ہے۔ ویسے اس کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ کوئی عام حیثیت نہیں رکھتی۔ افریقہ میں اتنے دولت مند لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔"

"اچھا! میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے میں نے سیاحوں کی جنت کامورو کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا، مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ اس راستے پر ہے۔ یہ اس ملک کا مہنگا ترین شہر ہے، یہاں اتنی بڑی عمارت کسی کو بھی ملکیت ہو سکتی ہے اور اگر کرائے پر بھی لی گئی ہے تو کتنی مہنگا ماہانہ کرایہ ہوگا اس کا۔ پوری عمارت شاندار فرنیچر اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ویسے وہ کہہ رہی تھی کہ اسی علاقے کی رہنے والی ہے۔ یقیناً ہمارے لیے باہر کا ... ہے۔ کیا خیال ہے تمھارا، کیا ہم یہاں وقت نہیں ضائع کریں گے؟"

"یہ فیصلہ تو تمھیں ہی کرنا ہے پروفیسر۔"

"میرا خیال ہے تھوڑے دن یہاں گزاریں اور اگر اس کی میزبانی پائیں لگے تو پھر یہاں سے چل پڑیں گے۔ دیکھا بہت دلچسپ ہے۔" پروفیسر نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔ شام کی چائے کے لیے ہمیں لاؤنج میں دعوت دی گئی۔ تارینا اس وقت چائے پر ہمارے ساتھ شریک ہوئی تھی۔ ... نے پہلے کی مانند مسکراتے ہوئے کہا۔ "سنو، مجھے یقین ہے کہ

خوش ہو گئے۔"

"ہم ... لیکن معاف کیجیے گا میڈم تارینا! ہمیں یہاں آ کر زیادہ خوشی بھی نہیں ہوئی ہے۔" ڈھوک نے کہا۔

"کیوں! کوئی تکلیف پہنچی ہے آپ کو؟" وہ چونک کر بولی۔

"آپ نے ہمیں اس وقت قطعی نظرانداز کر دیا تھا جب ہم یہاں پہنچے تھے۔"

"اوہ..." وہ پُرخیال انداز میں ڈھوک کو دیکھتی رہی پھر بلند آہنگ ہنسی۔ "میں بھول گئی، یہ میری کمزوری ہے۔ کسی الجھن میں پھنس جاؤں تو بالکل ہی حواس باختہ ہو جاتی ہوں۔ تمھاری شکایت درست ہے پروفیسر، میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"تمھاری پہلی مسکراہٹ پر ہی میں نے تمھیں معاف کر دیا تھا اور میرے دوست نے بھی۔" پروفیسر ڈھوک بولا۔

"تم اپنے دوست کی نمائندگی بار بار کیوں کرنے لگتے ہو! انھیں بھی تو بولنے کا موقع دو۔"

"وہ ذرا کم گو ہے۔"

"خیر! مجھے یقین ہے کہ تم کسی قسم کی کوئی کوفت نہیں محسوس کرو گے۔ میں چاہتی ہوں کہ کسی ہوٹل میں قیام کرنے کے بجائے تم زیادہ وقت میرے ساتھ گزارو۔ میں عموماً فارغ رہتی ہوں۔ بس کبھی کبھی مصروفیات بڑھ جاتی ہیں۔ ایسا ہو تو تم میری غیر موجودگی کو محسوس نہ کرنا۔ تم میرے مہمان بن کر آئے ہو، یہ عمارت تمھارے لیے ہے۔ آرام سے یہاں سیر و سیاحت کرو۔ پورچ میں تم نے کئی گاڑیاں دیکھی ہوں گی۔ باہر جانے کا خیال دل میں آئے تو کسی سے بھی کہہ دینا، وہ تمھیں یہاں کی سیر کرا دے گا۔"

"ہم آپ کو اتنی زحمت نہیں دینا چاہتے میڈم تارینا۔"

"ضرورت سے زیادہ خودپسندی بھی اچھی چیز نہیں ہوتی مسٹر ایلی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی اور میں خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک ہم ساتھ بیٹھے اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

کمرے میں آ کر میں نے پروفیسر ڈھوک سے پوچھا۔ "کیا خیال ہے پروفیسر! تم نے اس کے ذہن میں جھانکنے کی کوشش کی؟"

"نہیں، ابھی نہیں۔ میری نگاہیں تو اس کے چہرے تک پہنچ کر رک جاتی ہیں اور ہر بار وہ مجھے پہلے سے زیادہ دلکش محسوس ہوتی ہے۔"

"سنبھل جاؤ گے، اپنے آپ کو سنبھالو۔" میں نے کہا اور پروفیسر ہنس پڑا۔

"اسی طرح بات جاننے کے لیے تو پیدا ہوا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ ہم لوگ کافی دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ پروفیسر ڈھوک دلچسپ آدمی ثابت ہوا تھا اور اب یہ احساس میرے ذہن سے نکلتا چلا جا رہا تھا کہ وہ کوئی غلط شخصیت ہے۔ مجھے اس کا ساتھ کافی پسند آیا۔ ویسے تارینا کے بارے میں میرا ذہن جب بھی سوچتا، مجھے محسوس ہوتا کہ وہ ایک پُراسرار عورت ہے۔ ہمیں صرف اتفاقیہ طور پر ہی ملی تھی اس لیے میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ میرے لیے کسی طور نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے یا میری تاک میں ہو۔ ہر شخص کے بارے میں یہ سوچ لینا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور پھر میں بھی یہاں تفریح کرنا چاہتا تھا۔ اپنے ذہن کو تمام خدشات سے پاک کر کے۔ اگر کوئی غلط شخصیت اس دوران مجھ تک پہنچ بھی جائے تو دیکھا جائے گا۔ مجھے بھلا اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔

رات کو انتہائی پُرتکلف ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا لیکن طویل ڈنر میز پر تارینا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کا استقبال کیا۔ اس وقت اس کی شخصیت میں کافی جاذبیت نظر آ رہی تھی۔ سفید لباس میں وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں پروفیسر ڈھوک کی اس بات سے متفق ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ افریقی عورتوں میں شاید ہی اس سے دلکش شخصیت کسی اور کی ہوگی۔ پروفیسر ڈھوک تو اسے دیکھ کر گنگ ہو کر رہ گیا تھا اور پھر بڑے محتاط انداز میں اس کے بالکل سامنے جا بیٹھا تھا۔

"ہیلو پروفیسر! کیسے ہیں آپ؟"

"بہت خراب ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ... کچھ نہیں۔" پروفیسر نے آہستہ سے کہا اور تارینا ہنسنے لگی پھر میری طرف متوجہ ہو گئی۔

"مسٹر ایلی! آپ کے دوست خاصے دلچسپ آدمی ہیں۔"

"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ملازموں نے کھانا سرو کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ حیرت انگیز بات تھی کہ کھانا سرو کرنے والی تمام لڑکیاں ہی تھیں۔ میں نے گیٹ پر صرف ایک چوکیدار کو دیکھا تھا یا پھر وہ دو ملازم جو ہمیں یہاں تک چھوڑنے آئے تھے جبکہ ڈرائیونگ کرنے والی بھی لڑکی ہی تھی۔ تارینا کی شخصیت لمحہ بہ لمحہ میرے لیے پُراسرار ہوتی جا رہی تھی اور میں اس کے بارے میں جاننے کا خواہش مند تھا۔ ڈنر کے بعد بھی کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ بیٹھے رہے۔ تارینا نے کہا کہ اگر موسم اتنا ہی خوشگوار رہا تو کل وہ سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے چلے گی۔

"کیا آپ کو شکار سے دلچسپی ہے مسٹر ایلی؟" اس نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں میڈم تارینا!"

"میں آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتی ہوں لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ اپنے بارے میں بہت محتاط ہیں۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، جو کچھ آپ میرے بارے میں جاننا چاہیں مجھ سے پوچھ لیا کریں۔"

"نہیں، اگر سوال کر کے پوچھا تو پھر جاننے کا لطف باقی نہیں رہتا۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اگر کوئی ایسی بات ذہن میں آئے جس کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہو تو میں ضرور بتا دوں گا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"دلچسپ بات کہی آپ نے ذہن میں آئے تب نا... اور جب کچھ آئے ہی نہیں تب؟"

"آ جائے گا آ جائے گا جو آپ چاہیں گی وہ آپ کے ذہن میں آ جائے گا۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا اور تارینا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"وہ کس طرح؟"

"اس کا جواب میں آپ کو ذرا دیر سے دوں گا۔" پروفیسر ڈھوک بولا اور اس کے بعد ہم لوگ ڈنر ٹیبل سے اٹھ گئے۔ راستے میں ڈھوک نے کہا۔ "جتنی بار دیکھتا ہوں، دل ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے میں سنجیدگی سے اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ اپنی نسل کی عورتوں میں میں نے اتنی حسین عورت نہیں دیکھی۔"

"ہوشیار رہو پروفیسر! وہ کافی خطرناک ہے۔"

"مجھے اندازہ ہے لیکن اس دل کو کیا کروں۔"

"سنبھالو پروفیسر! ویسے ہم اسے ٹرانس میں بھی لا سکتے ہیں۔"

"ہمت نہیں کر سکا، ایسی عورتیں زبردست قوت ارادی کی مالک ہوتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں اس کے الفاظ میں کھو گیا۔ پروفیسر نے میرے بارے میں سب کچھ کس طرح معلوم کر لیا تھا جبکہ ایک بار بھی میں نے خود کو ہپناٹزم کے زیر اثر نہیں محسوس کیا تھا۔ بات ایک بار پھر مشکوک ہو گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ پروفیسر فراڈ ہے اور مجھ پر خواہ مخواہ اپنے علم کا رعب اور ہپناٹسٹ ہونے کا رعب ڈال کر میرے قریب آیا ہے۔ اسے پہلے سے میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور یہ بات خطرناک تھی ورنہ پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ کون ہے؟

کمرے میں پہنچ کر میں نے کہا۔ "میں نے تمھیں ہوشیار کر دیا ہے پروفیسر! باقی تم بہتر جانتے ہو۔"

رات کو دیر تک میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ پروفیسر خراٹے بھر رہا تھا۔ صبح حسب معمول تھی البتہ رات کو میں نے سوچا تھا کہ کسی سے اُلجھے بغیر مجھے خاموشی سے یہاں سے نکل جانا چاہیے، اگر پروفیسر غلط بھی تھا تو اس وقت میں اس موڈ میں نہیں تھا۔

ناشتے پر تارینا موجود نہیں تھی۔ اس کی ملازمہ نے بتایا کہ وہ کسی کام سے چلی گئی ہے۔ پروفیسر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمھیں ہماری خدمت کے لیے کہہ گئی ہوں گی؟"

"جی ہاں، سختی سے ہدایت کی ہے کہ آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔" ملازمہ مسکرا کر بولی۔

"مگر مجھے تکلیف ہے۔"

"فرمایئے! کیا خدمت کروں میں آپ کی؟"

"سوری ایلی! مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔" پروفیسر نے کہا اور میرے کچھ بولنے سے قبل ملازمہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنے کمرے کی طرف واپس آ گیا لیکن یہاں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دوسری ملازمہ واپس آ گئی جو پروفیسر کے ساتھ گئی تھی۔ اس نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک پرچہ نکالا اور میری طرف بڑھا کر بولی۔ "یہ آپ کے لیے ہے۔"

"کس نے دیا ہے؟"

"مادام جاتے وقت ہدایت کر گئی تھیں کہ آپ کو یہ دیا جائے، میں پروفیسر کو باتوں میں مصروف رکھوں گی، آپ خیال رکھیں۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے پرچہ کھولا۔ انگلش میں تحریر گھسیٹی ہوئی تھی۔

"ایلی، کار لے کر اولڈ ریلس آ جاؤ۔ تنہائی میں تم سے اہم بات کرنی ہے۔ اولڈ ریلس کا نقشہ موجود ہے۔"

اس کے ساتھ ہی پرچے پر نقشہ بنا دیا گیا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ اس کا مطلب؟ میں نے خود سے سوال کیا لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آخر فیصلہ کیا کہ اس سے ضرور ملوں گا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ پروفیسر کسی بھی وقت واپس آ سکتا تھا۔ میں تیار ہو کر باہر آیا تو مرد ملازم موجود تھا، اس نے مجھے کار کی چابی دیتے ہوئے کہا۔ "وہ سرخ گاڑی جناب کو پسند آئے گی۔" میں نے شکریہ ادا کر کے چابی لے لی اور باہر نکل آیا۔ میرا ذہن تجسس کا شکار تھا۔ تارینا مجھ سے کیا چاہتی ہے؟ وہ عورت... اس کے پر اسرار انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ معمولی شخصیت نہیں ہے۔ نقشے کے مطابق سفر کرتا ہوا میں شہر سے باہر نکل آیا۔ علاقے کے حسن کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا تھا۔ بالآخر میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں کی

نشاندہی کی گئی تھی۔ میں نے کار روک دی اور اسٹیئرنگ پر بیٹھے بیٹھے اطراف کے مناظر دیکھنے لگا۔ اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ دور دور تک کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نیچے اتر آیا اور کار کی چابی انگلی میں گھماتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایک کے بعد ایک حسین منظر مجھے اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ میں کافی دور نکل آیا پھر مجھے تارینا کا خیال آیا۔ وہ کہاں ہے؟ کوئی دھوکا؟

اس تصور نے میرے قدم تھما دیے تھے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور دوسرے لمحے چونک پڑا۔ میرے عقب میں ایک طویل القامت سیاہ فام کھڑا تھا۔ بدن تانبے کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ سر پر روایتی فقیروں کی مانند پروں کا تاج تھا۔ نچلے بدن پر چیتے کی کھال کا لباس، اوپری حصہ بے لباس تھا اور اس پر رنگین مٹی سے نقش بنے نظر آ رہے تھے۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح سپاٹ اور بے جان نظر آ رہا تھا۔ آنکھیں میری طرف نہیں دیکھ رہی تھیں بلکہ اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے ہمت کر کے کہا۔ "کیا بات ہے، کون ہو تم؟"

"جیٹو ہے اس کا نام، تمھارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ قوت گویائی سے محروم ہے۔" ایک ٹیلے کے عقب سے آواز آئی اور میں چونک کر بے اختیار پلٹ پڑا۔ تارینا اسی ٹیلے کے عقب سے نکل آئی تھی۔ اس کے بدن پر چست لباس تھا، کمر میں بیلٹ بندھی ہوئی تھی جس کے دونوں طرف پستول لٹکے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر ایک خاص قسم کا چشمہ چڑھا ہوا تھا۔ پنڈلیوں پر چڑھے ہوئے جوتوں پر سنہری زرکاری تھی۔ بڑی ڈرامائی سی کیفیت تھی۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا جو خاصا بڑا تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

میں عجیب سی نگاہوں سے اُسے گھورنے لگا۔ اس کے خدوخال کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا اور میں اس وقت اس کی سوچ سے ناواقف تھا۔ "تم نے مجھے بلایا تھا تارینا؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں، یوں سمجھ لو تمھیں یہاں بلانے کا مقصد یہی تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"مطلب تمھیں سمجھ جانا چاہیے، ہم میں سے ایک شکار ہے اور دوسرا شکاری، فیصلہ کرو کہ کون شکار ہو سکتا ہے اور کون شکار کر سکتا ہے؟"

"کیا حماقت ہے تارینا! کیا میرے اور تمھارے درمیان کوئی دشمنی ہے؟"

"دشمنی ہوتی تو میں تمھیں بڑے آرام سے اپنی رہائش گاہ میں ایک دوستانہ حیثیت سے کچھ کھلاتی پلاتی اور تمھارا وزن آدھا۔ بڑھا دیتی کہ اس کے بعد تم کسی قابل ہی نہ رہتے لیکن میری تم سے دوستی ہو گئی ہے اور جو لوگ میرے دوست ہوتے ہیں وہ پوری طرح مستعد اور چاق و چوبند رہتے ہیں تاکہ خود کو میری دوستی کا اہل ثابت کر سکیں۔"

"تم مجھے پاگل معلوم ہوتی ہو۔"

"یہاں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، تم مجھے جو چاہو کہہ سکتے ہو لیکن یہ شخص میری توہین برداشت نہیں کرتا۔ کیوں جیٹو! میں نے غلط تو نہیں کہا؟" اس نے سیاہ فام پہاڑ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میری آنکھیں بھی ایک بار پھر اس کی جانب اٹھ گئیں۔ اس کی جسمانی ساخت میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا مگر کمبخت کا بدن اتنا ٹھوس تھا کہ گوشت پوست کا معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایک ایک رگ پٹھا نمایاں تھا۔ قد بھی غیر معمولی حد تک لمبا تھا۔ وہ اب بھی خاموش کھڑا ہوا تھا لیکن تارینا کے سوال کے جواب میں اس کے سفید دانت ایک لمحے کے لیے چمکے تھے اور پھر چھپ گئے تھے۔ نگاہیں آسمان کی جانب ہی تکی ہوئی تھیں۔ "جیٹو! فیصلہ ہو گیا ہے شکار اور شکاری کا، کیا تم تیار ہو؟"

اس بات کے جواب میں پہلی بار اس شخص نے گردن گھمائی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"تارینا! میں اس مذاق کا متحمل نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر مر جاؤ، تم جیسے تندرست و توانا لوگوں کو بزدلوں کی حیثیت سے جیتا مجھے پسند نہیں آئے گا۔"

"مگر میں... میں..."

"میں تمھیں بتا چکی تھی کہ میری تفریحات اسی قسم کی ہیں۔ میں عام عورتوں سے مختلف ہوں، تم نے مجھے متاثر کیا ہے، چنانچہ میں تمھیں اس امتحان میں ڈالنا چاہتی ہوں اور اس کے بعد تم تارینا سے دوستی کے حقدار بن جاؤ گے۔"

"تم نے یہ کیوں سوچ لیا تارینا کہ میں تمھاری طرف دوستانہ قدم بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"سوچ نہیں لیا بلکہ وہ لوگ مجھ تک آنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں جو مجھے پسند آ جائیں۔ جیٹو! تم کیا دیکھ رہے ہو؟ تمھیں اجازت ہے۔" تارینا ایک سمت ہٹ کر پتھر کی چٹان سے جا لگی۔ اسی وقت سیاہ فام جیٹو نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔

"تمھیں اس کے نتائج بھگتنا ہوں گے تارینا!" میں نے غراتے ہوئے کہا، حالانکہ میرے ہوش و حواس گم ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں تو کوئی میری مدد کو بھی نہیں آ سکتا تھا اور یہ سیاہ فام جسمانی طور پر بہرحال مجھ سے برتر تھا۔ میں خواہ مخواہ اپنے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار نہیں تھا لیکن اب سر پر آ پڑی تھی تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔

میں نے اتنا ہی سوچا تھا کہ سیاہ فام نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں پھرتی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا اور وہ جھونک میں آگے پیچھے چلا گیا۔

مجھے دماغ کو ٹھنڈا رکھ کر مقابلہ کرنا تھا چنانچہ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اس پر حملہ کرنا میرے لیے خاصا خطرناک ہوگا البتہ صرف یہ کوشش کارگر ہو سکتی ہے کہ میں اسے تھکا مار دوں اور جب بھی کمزور پڑ جاؤں تو کم بخت کا حساب کتاب کر دوں۔ اس کے لیے مجھے نہایت پھرتی سے کام لینا تھا۔ تاریتا پر شدید غصہ آ رہا تھا لیکن اس وقت اسے نظر انداز کرنا ضروری تھا۔ ذہن گرم ہوتا تو مار کھا سکتا تھا۔ سیاہ فام جو جھونک میں آگے بڑھ گیا تھا اپنے آپ کو سنبھال کر پھر پلٹا۔ اب اس کے دانت باہر نکل آئے تھے اور ایک وحشت خیز آواز اس کے منہ سے نکل رہی تھی۔ تاریتا نے کہا تھا کہ وہ بول نہیں سکتا لیکن یہ آوازیں بہت خوفناک تھیں۔ تاریتا اچھل کر چٹان کے اوپری حصے پر بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں پاؤں نیچے لٹکا دیے تھے۔ میں سیاہ فام پر نظریں جمائے جگہ بدل رہا تھا۔ ایک بار پھر اس نے بڑی شدت سے مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن میں نے اس کا اندازہ پورا نہیں ہونے دیا۔ اس بار میں اچھلنے کی بجائے بیٹھ گیا تھا اور جونہی وہ مجھ سے ٹکرایا، میں پوری قوت صرف کر کے اٹھ گیا۔ سیاہ فام میرے کندھے سے گزر کر دوسری طرف الٹ گیا تھا۔

تاریتا نے ایک زوردار آواز منہ سے نکالی اور قہقہہ لگا کر بولی۔ ”واہ جیفو! یہ پہلا پوائنٹ ہے جو اس نے تمہارے خلاف حاصل کیا ہے۔“ جیفو نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں زمین پر دونوں پاؤں مارے اور اس کے بعد ہاتھوں کے ذریعے قلابازی کھائی۔ اس بار میں چھلانگ مار کر ایک دم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تھی چنانچہ جس طرف میں ہٹا تھا اسی طرف مسلسل پیچھے ہٹتا رہا اور جیفو میرے نزدیک پہنچتا چلا گیا تھا۔ میں نے اس چٹان کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا جو اب میری پشت پر تھی اور اس سے میں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

سیاہ فام جب میری طرف بڑھا تو میں نے اس قسم کا اظہار کیا جیسے میں اس سے خوفزدہ ہو گیا ہوں۔ وہ منہ سے کریہہ آوازیں نکالتا ہوا کسی گینڈے کی طرح مجھ پر حملہ آور ہوا تھا لیکن نتیجہ اس کے حق میں برا نکلا۔ وہ بری طرح چٹان سے ٹکرایا تھا اور اس کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔ وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ میں نے پوری قوت سے دونوں ٹانگیں جوڑ کر اس کے سینے پر فلائنگ کک مار دی۔ اس بار وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ چٹان سے ٹکرایا تھا۔ دوبارہ اٹھا ہی تھا کہ میں نے اس کے قریب پہنچ کر دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھے اور پوری قوت سے اسے ایک بار پھر چٹان سے ٹکرا دیا۔

یہ تیسری ضرب پہلے سے کہیں زیادہ خوفناک تھی۔ اس کی کھوپڑی ایک دم ڈھیلی پڑ گئی۔ پہلی بار چٹان سے ٹکرانے پر اس کی پیشانی پھٹ گئی تھی اور خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں میں آ رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی بصارت متاثر ہوئی تھی لیکن اب ایک زخمی شیر کو کھلا چھوڑ دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں نے مسلسل کی پٹائی شروع کر دی۔ کوشش یہی کر رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں تک میں نہ آؤں۔ ایک بار موقع ملا تو میں نے پھر اس کی گردن پکڑی اور اس کا چہرہ چٹان سے ٹکرا دیا۔ اس وقت میرا واحد ہتھیار یہی تھی اور اسے صحیح طور سے استعمال کرنے کے لیے میں چٹان کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی سیاہ فام کو اس کا موقع دینا چاہتا تھا۔ وہ کافی زخمی ہو گیا تھا اور اس کے قدم ڈگمگانے لگے تھے۔ مجھے محسوس ہو رہی تھی۔ میرے گھونسے مسلسل اس کے جسم کے نازک حصوں پر پڑ رہے تھے۔ جونہی وہ چٹان سے ہٹ کر سنبھلنے کی کوشش کرتا، میرا کوئی گھونسا اسے دوبارہ چٹان کی طرف دھکیل دیتا۔ اس دوران میری ہر بار یہی کوشش رہی تھی کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس کے ہاتھوں کی گرفت میں نہ آ سکے۔ اس حالت میں بھی اگر وہ مجھے پکڑ لیتا تو اس وقت بھی چھوڑتا جب میرا دم نکل جاتا۔

تاریتا چٹان سے نیچے اتر آئی تھی اور کچھ فاصلے پر کھڑی حیرت زدہ نگاہوں سے سیاہ فام کی پٹائی دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً میں نے ایک اور چال چلی۔ میں آہستہ آہستہ اس انداز میں پیچھے ہٹا جیسے سیاہ فام پر حملہ کرنے کے لیے کوئی خاص منصوبہ بنا رہا ہوں۔ اس طرح میں تاریتا کے بہت زیادہ قریب پہنچ گیا تھا اور پھر میں نے پلٹ کر اس کے خنجر والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا اور دوسرے ہی لمحے خنجر میرے قابو میں آ گیا تھا۔ چنانچہ تاریتا کے علاوہ کچھ کرنے کے بجائے میں خنجر لے کر سیاہ فام پر پل پڑا۔ وہ پہلے ہی کی طرح نڈھال ہو چکا تھا ——— میرا پہلا وار شانے پر پڑا تو وہ تڑپ گیا۔ دوسرے لمحے کے ساتھ اس کے بدن پر پڑا اور وہ تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے خنجر مار مار کر اس کے بدن کی کھال ادھیڑ دی اور چند لمحوں کے بعد وہ ساکت ہو گیا۔

میں نے جھک کر اسے دیکھا، پھر خنجر ہاتھ میں لیے تاریتا کی طرف مڑا۔ تاریتا کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ اس نے اپنا چشمہ اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور بے اختیار میری طرف بڑھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس کی کیفیت کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر وہ آواز میں بولی۔ ”میرا اندازہ۔۔۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا تم۔۔۔ تم واقعی وہ ہو جو میں نے سوچا تھا۔“ اس کا انداز دیکھ کر میں نے اس بات کی پیشگی کر لی

کہ وہ اس سے زیادہ قریب نہ آئے۔ وہ بالکل قریب پہنچ گئی اور اس کے ہاتھ میں بھی خنجر تھا لیکن جب میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر وقت اسے حیرت زدہ چھوڑا، اس کے بال پکڑے اور پھر ایک زوردار جھٹکا دے کر اسے زمین پر پھینک دیا۔

”ہاں، میں واقعی وہ نہیں ہوں جو تم نے سوچا تھا تاریتا۔“ میں نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ ”تمہاری اس حرکت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔“ پھر میں نے خنجر اچھالا اور دوسرے ہی لمحے خنجر تاریتا کے بدن پر پوری قوت سے پڑا۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی تھی۔ وہ فوراً ہاتھوں کے بل پیچھے کھسکنے لگی۔

”سنو تو ایلی! بات تو سنو! تم۔۔۔ میں۔۔۔“ اس نے بہت کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرا خنجر اس کی ناقابل برداشت اذیت نہ دو۔ سمجھ میں آتا رہا۔ وہ اچھل کر دور جا گری۔ میرا تیسرا وار اس کے شانے پر پڑا تھا اور وہاں سے لباس پھٹ گیا اور خون ابلنے لگا تھا۔

”خدا کے لیے۔۔۔ پلیز سنو! مجھے نہ مارو۔۔۔ نہ مارو پلیز میری بات تو سن لو۔“ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر فریاد کرنے والے انداز میں بولی۔

”تمہیں اس کیفیت سے گزرنا ہوگا میڈم تاریتا جس کیفیت میں تمہارا یہ غلام ہے۔“ میں نے سیاہ فام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

”نہ مارو پلیز نہ مارو۔“ وہ فریاد کرنے والے انداز میں بولی لیکن میرا غصہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ میں اسے مارتا رہا۔ ”سنو۔۔۔ سنو! تمہیں وہ کچھ دیا جائے گا جو میں نے آج تک کسی کو نہیں دیا۔ بہت پیار دو پلیز مت مارو۔“ اس نے کہا لیکن میرا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔ میں نے لگاتار کئی خنجر اس کے بدن پر رسید کیے اور پھر بال پکڑ کر اسے اٹھایا۔ تاریتا کی شکل بگڑ گئی تھی۔ تمام تفریح بھول گئی تھی وہ۔ بال پکڑ کر میں پھرتی سے دوڑا اور میں نے اس کا سر چٹان سے ٹکرا دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے، چہرے پر دہشت نظر آئی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ پھسلتی ہوئی نیچے آ رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بار پھر ڈھوک کے نزدیک بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے خنجر اس کے اوپر پھینک دیا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا چنانچہ میں کار سے گزر کر واپس چل پڑا لیکن ابھی میں زیادہ دور نہیں پہنچا تھا کہ مجھے ایک اور کار نظر آئی جس سے پروفیسر ڈھوک نیچے اتر رہا تھا۔ ڈھوک کو دیکھ کر میں نے اپنی کار اس کے برابر لے جا کر کھڑی کر دی۔

”خیریت! خیریت! کوئی خاص بات؟“ ڈھوک نے چشمہ اتار کر آنکھیں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی خاص بات نہیں مسٹر ڈھوک لیکن آپ اس طرف کیسے آ نکلے؟“

”بس تمہارے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ تمہیں اس طرف بلایا گیا ہے۔ میں ذرا الجھن کا شکار ہو گیا۔ یہ جو میری چھٹی حس ہے نا بڑی کارآمد چیز ہے۔ بتا نہیں سکتا کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خاص ہی بات ہے اور جب کوئی خاص بات ہو تو پھر میں صرف پروفیسر ڈھوک ہوتا ہوں، باقی کچھ نہیں۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا پروفیسر ڈھوک کہ میں اس طرف آیا ہوں؟“

”وہی لڑکی۔۔۔ تم سمجھتے ہو نا جس نے تمہیں پیغام دیا تھا۔ دراصل کوئی لڑکی کتنی ہی چالاک کیوں نہ ہو، جب اسے دشمن کی نفرت کا یقین ہو جاتا ہے تو اس کی زبان کھل ہی جاتی ہے۔ پھر ایسا کیسے ہوتا کہ مجھے تمہارے بارے میں تفصیل نہ معلوم ہو جاتی۔ میں تمہاری تلاش میں نکلا ہوا یہاں تک آ پہنچا، لیکن بات کیا ہے، واپس جا رہے تھے کیا؟“

”ہاں اور میرا خیال ہے کہ اب یہ علاقہ ہمارے لیے خطرناک ہو گیا ہے۔“

”کیوں؟ ابھی سے!“

”ہاں۔“

”وجہ تو بتاؤ؟“

”وجہ یہ ہے کہ میڈم تاریتا اس چٹان کے عقب میں بے ہوش پڑی ہیں، ساتھ ہی اپنے ایک سیاہ فام پہلوان کے جس کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔“

”کیا وہ تمہیں قتل کرنا چاہتی تھی!“

”نہیں، صرف تفریح کر رہی تھی اپنے طور پر۔ بہتر یہ ہوگا مسٹر ڈھوک کہ یہاں سے راہ فرار اختیار کریں ورنہ ہوش میں آنے کے بعد اس کی تفریح فوراً انتقام میں بدل جائے گی۔“

”ٹھیک ہے چلو، ابھی چلتے ہیں۔“

”وہاں واپس نہیں جاؤ گے؟“

”میں نے کہا نا کہ تم ڈھوک کو معمولی سمجھتے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت سے انتظام میں پہلے ہی کر لیتا ہوں جو بعد میں کرنے کے ہوتے ہیں۔“

”یعنی؟“

”مطلب یہ کہ ہمارا مختصر سامان کار میں موجود ہے۔“

”گڈ ویری گڈ۔ واقعی کام کے آدمی ہو مسٹر ڈھوک۔ اگر تم اس وقت یہاں نہ پہنچتے تو شاید اس کے بعد ہماری ملاقات کبھی نہ ہوتی۔“

”ہاں، میں جانتا ہوں، مجھے اندازہ ہے کہ تم بے مروت قسم کے آدمی ہو اور میں تمہیں قطعی قابل اعتبار نہیں کر سکتا، تاہم میں اس وقت تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ یہ محسوس نہ کر لوں کہ تم

ھے راستے پر نہیں آسکتے۔"

میں نے مسکرا کر ڈھوک کی بات ٹال دی تھی پھر ہم دونوں
ہی کار میں آ بیٹھے اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
ں خاص سمت کا تعین نہیں کیا گیا تھا بس مقصد یہی تھا کہ یہ علاقہ
وڑ دیں۔

پروفیسر ڈھوک اگر اس وقت یہاں نہ پہنچ جاتا تو میرا اور
ں کا ساتھ چھوٹ گیا تھا لیکن اس شخص کے بارے میں یہ اندازہ
نے لگا تھا مجھے کہ یہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔
لیے مجموعی طور پر کام کا آدمی تھا اور خاصی دلچسپ شخصیت کا
ں تھا میری تنہائی کچھ دن کے لیے تو دور ہو ہی سکتی تھی پہلے
و اس نے مجھ سے یہاں پیش آنے والے واقعات کے بارے
تفصیلات پوچھیں تو میں نے اسے ساری حقیقت بتا دی۔
فیسر ڈھوک یہ سن کر افسردہ ہو گیا تھا کہ میں نے تارینا کے بدن
طرح کے نشانات بنا دیے تھے۔

"آہ... تمھیں ہنٹر سے نہیں مارنا چاہیے تھا اس کے چہرے
کوئی نشان نہیں پڑا؟" ڈھوک نے افسردہ لہجے میں کہا۔
"مسٹر ڈھوک آپ میری دشمن سے ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں؟"
"نہیں بھائی! عورت کبھی کسی کی دشمن نہیں ہو سکتی بس اسے
ل کرنے کا فن آنا چاہیے۔"
"میرا خیال ہے پروفیسر ڈھوک کہ تم واپس چلے جاؤ اور وہاں جا
ں کی تیمارداری کرو یقیناً وہ تم سے متاثر ہو جائے گی۔"
"اب آ گیا ہوں تو واپس نہیں جا سکتا۔" ڈھوک نے کہا اور پھر
ے پڑا۔ "لیکن یہ کار کہاں تک ہمارا ساتھ دے گی کیا یہ ہمارے
طرناک ثابت نہیں ہو سکتی؟"
"کسی مناسب جگہ چھوڑ دیں گے۔"
"عزیزم! ایک بات میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ
سب سے قیمتی چیز ہے اگر زندگی ہی کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے
ر باقی لغویات آدمی قبر میں تو نہیں کر سکتا۔"
"بجا ارشاد کیا آپ نے اس میں کوئی شک نہیں۔"
"کار بہتر ہے کہ ابھی کسی مناسب جگہ چھوڑ دو اور یہ بھی اچھا
لہ ہم پیدل ہی اوقات پر آ جائیں۔"
"یعنی؟"
"یعنی پیدل مارچ اور پھر یقیناً یہاں لفٹ دینے والے
جائیں گے۔"
"مگر چلو گے کہاں؟"
"اس کا تعین بعد میں کر لیں گے بلکہ ممکن ہے کوئی اور ہی
رہنمائی کر دے۔" ڈھوک کی بات میں وزن تھا میں جانتا تھا

کہ تارینا یہاں کی معمول شخصیت ہے اور کافی حد تک پُراسرار بھی۔
اس بات کے امکانات بھی موجود تھے کہ کسی طور اس کا تعلق میرے
دشمنوں سے بھی ہو گو میں اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا جو ان کی
کے باوجود صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ اب تارینا کی کھوج میں
رہ کر میں اپنی زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا لیکن اس کے لوگ
ہے کہ وہ شدت سے ہمیں تلاش کر لیتے اور کار کی وجہ سے ہماری
نشاندہی ہو جاتے۔ چنانچہ ایک ابھری پڑی بانڈوق سڑک پر کار چھوڑ
دی گئی اور اس کے بعد ہم لوگوں نے پھر ایک راہ اختیار کر لی جس کے
بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کہاں جاتی ہے۔
پیدل سفر کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا۔ اگر یہ ایک
باقاعدہ سڑک نہ ہوتی تو ہم یقیناً آگے نہیں بڑھ سکتے تھے کیونکہ
پھر ہمیں اپنے سفر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تارینا
نے بھی یہ کہہ کر ڈرا دیا تھا کہ سڑک پر درندے بھی مل جاتے ہیں۔
کافی دور چلنے کے بعد پروفیسر ڈھوک نے اس سلسلے میں
تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مزید آگے جانا خطرناک ہے۔
اتفاق کی بات ہے کہ اس دوران یہاں سے کوئی گاڑی نہیں گزری
کہیں یہ کوئی ویران اور ناقابلِ استعمال سڑک نہ ہو۔"
"سڑک کی حالت تو یہ نہیں بتاتی مسٹر ڈھوک۔" میں نے کہا
اور جھک کر سڑک کو دیکھنے لگا۔ سڑک پر گاڑیوں کے ٹائروں کے
نشانات بنے ہوئے تھے اور زیادہ پرانے نہیں تھے۔ اس کا مطلب
ہے کہ یہاں سے گاڑیاں گزرتی ضرور ہیں۔ اب یہ اتفاق ہے کہ اس
دوران کوئی گاڑی ہمیں نہیں ملی۔ ابھی ہم یہ سوچ ہی رہے تھے کہ
دفعتاً انجن کی آواز سنائی دی اور ہم چونک پڑے۔ پیچھے سے ایک
ٹرک آ رہا تھا۔ ہم سڑک کے بیچوں بیچ آ کھڑے ہوئے۔
ٹرک تھوڑی دیر کے بعد ہمارے نزدیک آ کر رک گیا۔
ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سیاہ فام آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ بوڑھا اور
مجہول سا آدمی جو شکل ہی سے نشے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس
نے گردن نکال کر ہمیں خوف ناک نگاہوں سے دیکھا اور غراتی ہوئی
آواز میں بولا۔ "کیا مصیبت نازل ہو گئی ہے تم دونوں پر، یہ سڑک
کیوں بند کر رکھی ہے؟"
"ہم پریشان حال لوگ ہیں مسٹر! کیا تم ہمیں اپنے ٹرک پر
بٹھا کر وہاں تک نہیں چھوڑ دو گے جہاں تم جا رہے ہو؟"
"اور اگر تم لٹیرے نکلے تو؟"
"تو تم ہمیں گولی مار دینا۔"
"میرے پاس پستول موجود ہے اس بات کا خیال رکھنا۔"
بوڑھے نے کہا۔
"یقیناً خیال رکھیں گے تم فکر نہ کرو۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا

بوڑھے کے برابر والے دروازے کی جانب بڑھا۔
بوڑھے نے پستول نکال لیا اور اس کا رخ ہماری طرف کر
کے بولا۔ "اے.... اسے یہاں بیٹھ کر تو تم بہ آسانی مجھ پر قابو پا
سکتے ہو میرا پستول بھی چھین سکتے ہو۔ اگر سفر کرنا ہی ہے تو پیچھے
چلو۔ چلو۔"
"ٹھیک ہے پیچھے چلے جاتے ہیں لیکن اس دوران تم ٹرک
چلاتے رہنا۔" پروفیسر ڈھوک بولا اور چند لمحے بعد ہم ٹرک
کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے۔
ٹرک کے پچھلے حصے میں سبزیاں، ترکاریاں اور ضروریاتِ زندگی
کا دوسرا سامان بھرا ہوا تھا جو یہ بوڑھا کہیں لے جا رہا تھا۔ چند
لمحات کے بعد ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے پروفیسر
ڈھوک کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "ہم یہاں بیٹھ کر بھی بوڑھے پر
قابو پا سکتے ہیں، کیا خیال ہے؟"
"ارے ارے! اگر اس نے ہماری آواز سن لی تو بلاشبہ فائر
کر دے گا۔ ایسا ہی آدمی معلوم ہوتا ہے مجھے۔"
"لیکن اس کے ساتھ ساتھ شریف بھی ہے کیونکہ اس نے
ہماری درخواست مسترد نہیں کی۔"
"بس بہتر یہ ہے کہ خاموش بیٹھے رہو ویسے اس سامان میں
کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں موجود ہیں۔"
"نہیں مسٹر ڈھوک! کسی قسم کی بے ایمانی نہیں چلے گی، ہم اس
شریف آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے جس نے ہماری مدد
کی ہے۔"
ہم ٹرک میں سفر کرتے رہے۔ یہ سفر خاصا لمبا معلوم ہوتا تھا اور مجھے
اس بات کی خوشی تھی کہ کم از کم ہم تارینا کے علاقے سے بہ خیریت نکل
آئے ہیں۔ بوڑھے سے تو ہم کچھ پوچھ ہی نہیں سکتے تھے۔ بس اب تقدیر
ہمارے ساتھ جو بھی کھیل کھیل رہی ہے وہ دیکھا جا رہا ہے لیکن یہ زندگی مجھے پسند
آنے لگی تھی۔ پچھلے دنوں جن ذہنی الجھنوں کا شکار رہا تھا اب یہاں
آ کر یہ الجھنیں دور ہو گئی تھیں۔ تارینا یا پروفیسر ڈھوک کے بارے
میں بھی میں اپنے ذہن کو مصروف نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ جو کچھ ہو گا
دیکھا جائے گا اور جو کچھ ہو چکا ہے اس میں بھی میری مرضی کو
دخل نہیں تھا۔ گویا تقدیر خود راستے منتخب کر رہی ہے اور یہ نیا
راستہ کس طرف جاتا ہے اس کا اندازہ اس منزل پر پہنچنے کے بعد
ہی ہو گا۔ تارینا بھی مجھے لیے جا رہا تھا۔ راستے کے بارے میں جو
تارینا نے کہا تھا وہ بھی درست ہی تھا۔ ہم نے کئی خطرناک
مناظر دیکھے۔ ویسے علاقے کا حسن تمام راستے ابھری
ہوئی... بہرطور یہ علاقہ بلاشبہ قدرتی حسن سے مالا مال تھا۔
بالآخر یہ سفر شام کے دھندلکوں میں ختم ہوا اور ٹرک رک

گیا۔ ہم لوگ پھرتی سے نیچے اتر آئے تھے۔ بوڑھا بھی اسٹیئرنگ
سیٹ سے نیچے اتر آیا تھا اور اب وہ خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے
ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تم لوگ واقعی شریف آدمی
نکلے۔ میں اپنے پچھلے الفاظ پر شرمندہ ہوں۔"
"آپ کا بہت بہت شکریہ مسٹر! ویسے اس جگہ کا نام کیا
ہے؟"
"کالو کیمپو۔ یہاں سے شکاری لوگ کی پہاڑیوں پر سفید
لومڑیوں کا شکار کھیلنے جاتے ہیں۔ بہت خوب صورت علاقہ ہے۔
سفید لومڑیاں یہاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ویسے تم لوگ کیا
سیاح ہو؟"
"ہاں سیاح ہیں ہم لوگ کالو کیمپو آنے کے خواہش مند تھے
لیکن یہاں کا راستہ نہیں معلوم تھا۔ ویسے آپ....؟"
"میں یہاں سامان سپلائی کرتا ہوں۔ ہفتہ وار میرا ایک
چکر لگتا ہے۔" بوڑھے نے کہا اور پھر ہم سے ہاتھ ملا کر ایک طرف
بڑھ گیا۔ غالباً جن لوگوں کے لیے وہ سامان لایا تھا انھیں اپنی
آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔ ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے
لگیں۔ اقرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے بازار نظر آ رہے تھے اس
طرح کہ چند دکانوں کے ایک مجموعے سے کچھ فاصلے پر ایسا ہی ایک
دوسرا مجموعہ واقع تھا۔ لوگ اپنی ضروریات کی چیزیں خرید رہے تھے
جگہ جگہ پکی عمارتیں نظر آ رہی تھیں، ان میں بعض عمارتیں تین چار منزلہ
بھی تھیں جنھیں خاصی خوب صورتی سے بنایا گیا تھا اور ان پر ہوٹلوں
کے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ یہاں سے بہت دور ایک خیموں کی بستی
نظر آ رہی تھی۔
"بڑی عمدہ جگہ ہے۔ اس سے پہلے میں کالو کیمپو نہیں آیا تھا۔
میرا خیال ہے کہ اگر ہم یہاں کچھ وقت سفید لومڑیوں کا شکار کرتے
ہوئے گزاریں تو کیا لطف نہیں آئے گا۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا۔
"یقیناً آئے گا لیکن اس سے پہلے ہمیں قیام کے لیے کوئی
بندوبست کر لینا چاہیے۔"
"یہاں چھوٹے موٹے ہوٹل بھی موجود ہیں اور تم جانتے ہو
کہ ایسی جگہوں پر ہوٹل نہایت قیمتی اور مہنگے ہوتے ہیں۔"
"پروا نہ کرو میرے پاس کرنسی موجود ہے۔"
"کتنی کرنسی ہو گی تمھارے پاس؟"
"اس کا میں نے اندازہ نہیں لگایا، دیکھتا ہوں۔" میں نے
کہا اور جیبوں میں کرنسی ٹٹولنے لگا۔
بہت زیادہ رقم نہیں تھی میرے پاس۔ تب پروفیسر ڈھوک
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں میرے
بینک جگہ جگہ کھلے ہوئے ہیں، تو کیا خیال ہے تمھارا میرے بینک

یہاں نہ ہوں گے۔"

"یقیناً پروفیسر! اب تو تمہارا ساتھ کافی دلچسپ محسوس ہو رہا ہے۔"

"تو آؤ، پہلے کسی ہوٹل میں ہم اپنا بندوبست کر لیں۔"

جس ہوٹل کو ہم نے اپنے لیے منتخب کیا تھا وہ نہایت خوبصورت تھا۔ کاؤنٹر پہ ہمیں چابی مل گئی اور ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ کشادہ اور خوبصورتی سے آراستہ کمرا ہمیں پسند آیا تھا۔ پروفیسر ڈھوک نے واجبات کی ادائیگی کر دی تھی۔ ایک خوبصورت سی افریقی لڑکی نے ہمارا سامان ہمارے کمرے میں سجا دیا۔

"ذرا سوچو مسٹر ایلی! اگر اس کائنات میں یہ حسین پھول اُگے ہوتے تو اس کا رنگ کیا ہوتا۔" اس نے واپس جاتی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

اس گول مٹول شخص کے بارے میں صحیح طور پر کوئی فیصلہ کرنا بڑا مشکل تھا۔ بظاہر تو وہ ٹھیک ہی نظر آتا تھا۔ اس کے بعد ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے پھر ڈھوک نے اپنے سوٹ کیس سے ایک لباس نکالا اور اسے تبدیل کر کے کمرے سے نکل گیا۔

"میرا انتظار نہ کرنا۔" باہر جاتے ہوئے اس نے کہا۔ "جس وقت بھی واپس آجاؤں لیکن آؤں گا ضرور۔" میں جانتا تھا کہ وہ پھولوں کی اس وادی میں اپنے لیے کوئی پھول تلاش کرنے گیا تھا۔ کافی دیر تک میں آرام کرسی پر بیٹھا تارینا کے بارے میں سوچتا رہا۔ نجانے کیسی عورت تھی اور کس صورت حال کا شکار تھی۔ اس کے بعد مجھے یہاں وحشت ہونے لگی اور میں باہر نکل آیا۔

کالمبو کیمپو کے بازار ہرچند کہ بے ترتیب تھے لیکن ان میں جو اشیاء تھیں وہ نہایت اعلیٰ معیار کی تھیں۔ غالباً اسمگلنگ کا سامان یہاں آتا تھا۔ آزادانہ خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ کافی فاصلے پر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں پہنچ کر میرا دل کافی پینے کو چاہا۔ کچھ میزوں سے کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی یقیناً نفیس قسم کی کافی تھی۔ میں سیٹ پر بیٹھ گیا اور اپنے لیے کافی طلب کر لی۔

کافی آنے کے بعد ابھی میں نے اس کے چند ہی گھونٹ لیے تھے کہ ایک سیاہ فام لڑکی میرے نزدیک پہنچ گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم یہاں ہو اور میں تمہیں کتنی دیر سے تلاش کر رہی ہوں۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ لڑکی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

"کہاں کہاں تلاش کیا آپ نے مجھے؟" میں نے سوال کیا۔

"کائنات کے ہر ذرے میں، زمین و آسمان کے درمیان جتنی جگہیں ہو سکتی ہیں وہاں میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا تھا۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا، شکاری لڑکی تھی۔ تھوڑی دیر کی دلچسپی کی خاطر میں نے اس کا ساتھ قبول کر لیا اور ...

"کیا منگواؤں تمہارے لیے؟"

"کافی ہی منگوا لو۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا اور میں نے ویٹر کو مزید کافی لانے کو کہا۔

"سیاح ہو؟" وہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔" میں نے گردن کی جنبش کے ساتھ کہا۔

"یہاں کب پہنچے ہو... میرا مطلب ہے کیمپو میں؟"

"زیادہ وقت نہیں ہوا۔"

"تنہا ہو؟"

"نہیں، میرے ہمراہ ایک ساتھی موجود ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ کافی پیتے پیتے رک گئی۔ میری طرف دیکھا اور پھر ... سے بولی۔ "گویا میری گنجائش نہیں ہے؟"

"ہاں، یہی سمجھ لو۔" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی، کافی پی کر چلی جاؤں گی، اس کے لیے تمہارا شکریہ۔"

"نہیں، تم چاہو تو تھوڑی دیر بیٹھ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا مگر لڑکی کافی پینے کے بعد نہیں بیٹھی، وہ اٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں وہیں بیٹھا رہا۔ لڑکی کے بارے میں کوئی خاص خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا پھر وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آیا اور کیمپو کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ جیسوٹا کے شہر ... کے لوگ ٹھہرے ہوئے تھے ... حکومت ... یہاں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انقلاب کا کوئی اثر نہ ہو۔ شکاری اور سیر و سیاحت کے دیوانے اپنے گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ لڑکیاں تھیں، تنہا بھی اور وہ جو اپنے اپنے دوستوں یا ساتھیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ میں ان کے درمیان بھٹکتا رہا۔ سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے یہاں سرکاری دفاتر موجود تھے جہاں سے شکار کا لائسنس حاصل کیا جاتا تھا۔ گھوڑوں کا بندوبست بھی تھا اور ... کے لیے رائفلیں بھی کرائے پر ملتی تھیں۔ گویا تفریحات کے لیے ہر سامان مہیا تھا۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی بشرطیکہ یہاں کوئی مداخلت نہ ہو اور پھر میں واپس ہوٹل آ گیا۔

رات ہو چکی تھی۔ ڈھوک ابھی تک نہیں ... کے بعد ... پروفیسر ڈھوک کا کوئی پتا نہیں تھا ... لیٹے لیٹے فیصلہ کیا کہ سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے تھوڑا ... ضرور ... ذرا سا ذہن پرسکون ہو جائے گا اور اس کے بعد اپنی منزل کے لیے کوئی صحیح فیصلہ کروں گا۔ یہاں ... میں بھی زیادہ وقت نہیں ضائع کر سکتا تھا جب ایک کام ...

... زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے زیادہ ... نہیں کیا تھا۔ یقیناً پروفیسر ڈھوک ہو سکتا تھا یا پھر ہوٹل کا کوئی ملازم۔ چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جو شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر ایک لمحے میں، میں نے پہچان لیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو اوپن ایئر ریسٹوران میں مجھے ملی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی، وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے قریب آ گئی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک درخواست بھی ہے کہ میرے بارے میں غلط سوچنا۔"

"بیٹھو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میں نے تمہارے بارے میں غلط انداز میں تو نہیں سوچا۔"

"لیکن تمہاری ساتھی، میرا مطلب ہے وہ نہیں ہے جس کے بارے میں تم نے کہا تھا۔"

"میں نے کب کہا تھا کہ وہ کوئی لڑکی ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"بات ساتھی کی ہو رہی تھی، میرا ساتھی ایک مرد ہے۔"

"اوہ... آپ... تو...۔"

"نہیں بے بی! جس قسم کا ساتھی تمہارے تصور میں ہے میں اس کا عادی نہیں ہوں۔"

"پلیز... میں خود تمہیں اس انداز میں متاثر نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میں صرف اتفاقیہ طور پر ہی تمہارے پاس آ گئی۔ وہاں سے رخصت ہونے کے بعد میں ڈیوٹی پر آئی تھی اور یہ وہ وقت تھا جب تم یہاں داخل ہو کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ میرے ذہن میں تجسس جاگا اور میں نے تمہارا کمرا دیکھ لیا۔ پھر تمہارے ... سے معلوم ہوا کہ تمہارے ساتھ کوئی لڑکی مقیم نہیں ہے۔"

"تو تم میری جاسوسی کر رہی ہو؟" میں نے کہا اور اس کی گردن کچھ اور جھک گئی۔

"اسے جاسوسی نہیں، مجبوری کہو۔ یقین کرو سارا دن کسی کی تلاش میں گھومتی رہی ہوں لیکن اپنے لیے کوئی ٹھکانا تلاش نہیں کر پائی۔ میرے پاس اتنی رقم بھی موجود نہیں ہے کہ اپنے طور پر کچھ کر سکوں۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے پھر میں نے پوچھا۔ "میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"سنو! ضروری نہیں ہے کہ جو شخص جس ... سے تعلق رکھتا ہو، ہمیشہ اس کے بارے میں سوچتا ہے۔ کیا تم انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میری کچھ مدد نہیں کر سکتے؟"

"کچھ رقم چاہیے؟"

"رقم کے ساتھ ہی ٹھکانا بھی۔" اس نے جواب دیا۔

"اس کے لیے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں، جہاں تک رقم کا تعلق ہے یہ تھوڑی سی مدد میں کر سکتا ہوں۔" میں نے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اسے دیے اور اس نے شکریے کے ساتھ انہیں قبول کر لیا۔

"میں تمہیں یہ رقم کبھی واپس نہیں کر سکتی۔"

"میں نے یہ رقم واپس لینے کے لیے نہیں دی ہے اور کیا خدمت کر سکتا ہوں تمہاری؟" میں نے سوال کیا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"نہیں، بس شکریہ! تاہم ایک دوست کی حیثیت سے میں تمہیں یاد رکھوں گی۔" میں نے اسے پرخلوص انداز میں رخصت کیا۔ انسان کے مسائل نہ جانے کیا کیا ہوتے ہیں۔ اس چھوٹی سی رقم کا مجھے کوئی افسوس نہیں تھا۔

رات کو تقریباً ڈیڑھ بجے جب میں گہری نیند سو رہا تھا، پروفیسر ڈھوک نے دروازے پر دستک دی اور میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ڈھوک شرمندہ نظر آ رہا تھا، کہنے لگا۔ "معافی چاہتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ کل سے اتنی دیر نہیں ہو گی۔"

"خاموشی سے سو جائیے مسٹر ڈھوک! آپ نے مجھے نیند سے جگایا ہے۔" میں نے کسی قدر تیکھے لہجے میں کہا اور ڈھوک کان دباتے ہوئے اپنے بستر کی طرف چل پڑا۔

دوسری صبح جب میں جاگا تو ڈھوک غائب ہو چکا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ کمبخت عجیب انسان ہے، اپنی عمر کو بھولا

ے بہرطور، جو کچھ بھی تھا میرے لیے دلچسپ تھا۔
میں پروگرام بنا چکا تھا کہ لومڑیوں کے شکار کو نکلوں گا۔ چنانچہ تیار ہونے کے بعد اس جگہ پہنچ گیا جہاں شکاریوں کے کیمپ لگے ہوئے تھے، یہیں وہ دفاتر بھی موجود تھے جو شکار کے لیے لائسنس جاری کرتے تھے۔ میں ایک دفتر میں داخل ہو گیا اور وہاں سے میں نے عارضی لائسنس حاصل کیا۔ اس وقت میں نے اپنے عقب میں ایک شاندار شخصیت کے مالک معمر شخص کو دیکھا تھا، اس کے ساتھ چھ افراد بھی تھے جن میں تین لڑکیاں اور تین نوجوان بھی تھے۔ لڑکیاں خاصی خوش شکل اور اسمارٹ تھیں، شکاری لباس پہنے ہوئے تھیں۔ معمر شخص نے سرسری نگاہ مجھ پر ڈالی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اپنی پسند کی رائفل اور ایک گھوڑا حاصل کر لیا تھا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ وہی معمر شخص اپنے ساتھیوں کی ٹولی کے ساتھ میرے قریب سے گزرا اور میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔
"ہیلو، بہت سست رفتاری سے سفر کر رہے ہو؟" وہ بولا۔
"ہاں، یہ میری عادت ہے مسٹر۔۔۔؟"
"البرٹ ہوگن۔ اطالوی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "سست رفتاری بزدلی کی علامت ہے اور ایک شکاری کو کبھی سست رفتار نہیں ہونا چاہیے۔ تم تنہا ہو؟"
"ہاں!"
"اگر چاہو تو ہم تمہیں کمپنی دے سکتے ہیں، یہ سب میرے بچے ہیں۔ ہم لوگ ہر سال اس موسم میں گورے بل بکریوں کے شکار کو پہنچ جاتے ہیں۔"
"میں پہلی بار آیا ہوں۔"
"ٹھیک ہے، آؤ تمہیں شکار کھلاؤں۔" اس نے کہا اور میں نے گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ لڑکیاں اور نوجوان بھی رک گئے تھے۔ ہمیں آگے بڑھتے دیکھ کر وہ بھی چل پڑے۔ راستے میں مسٹر ہوگن نے ان سے تعارف کرایا اور میں نے خوش اخلاقی سے گردن خم کی۔
"شکار کے بارے میں تمہارا کیا تجربہ ہے مسٹر ایلی؟" اس نے پوچھا۔
"بالکل اناڑی ہوں، لیکن سمجھ لیں کہ یہاں آیا تو اس تفریح میں حصہ لینے چل پڑا۔"
"خطرناک بات ہے، شکار اس قسم کی تفریح نہیں ہے جیسے تم نے سمجھ لیا۔ یہاں تو کچھ تکنیک بھی ہوتی ہے، تم اناڑی پن میں کسی کی گولی کا بھی شکار ہو سکتے ہو۔"
"اوہ! مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" میں نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کی۔

"شاید تمہاری زندگی باقی تھی جو اس طرح ہماری ملاقات ہو گئی۔ تعلق کہاں سے ہے؟"
"پاکستان کا باشندہ ہوں۔"
"اس کے باوجود شکاری نہیں ہو، برصغیر میں تو بڑے بڑے شکاری گزرے ہیں۔"
"ہر شخص ان جیسا نہیں ہوتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"رائفل استعمال کر لیتے ہو؟"
"ہاں، کسی حد تک۔" میں نے جواب دیا اور ہوگن ہنسنے لگا۔
خوش مزاج انسان تھا۔ میں نے یہی سوچا کہ یہاں کے حالات کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہو جائیں گی۔ ہمارے اطراف میں اور بھی شکاریوں کی ٹولیاں سفر کر رہی تھیں۔ برف سے ڈھکی ہوئی گھاٹیاں نزدیک ہو گئی تھیں، کافی طویل سفر کرنے کے بعد ہم شکار کی حدود میں داخل ہو گئے۔ یہاں شکاریوں کے لیے ہدایات کے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ مسٹر ہوگن نے یہاں رک کر سب کو قریب بلایا اور پھر انھوں نے ان سب کو بے قابو نہ ہونے کی ہدایت کی اور اس کے بعد ہم پولیس چیک کرا کر شکار کے علاقے میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے راستہ خطرناک ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے برفانی تودے اور ان کے دامن میں گہرے گڑھے پھیلے ہوئے تھے۔ ہم ان گڑھوں کو عبور کر کے آگے بڑھتے رہے، پھر ایک جگہ قیام کا فیصلہ کیا گیا۔
"شکار رات کو کیا جائے گا۔" مسٹر ہوگن نے اعلان کیا۔
میں نے محسوس کیا کہ اس فیصلے پر نوجوانوں کے منہ بن گئے ہیں۔ رات ہوئی تو سب نے تھکن کا اعلان کر دیا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا اس لیے میں مسکرا کر رہ گیا۔ "کیا تم بھی میرا ساتھ نہیں دو گے؟" مسٹر ہوگن نے پوچھا۔
"کیوں نہیں، میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" میں نے مستعدی سے کہا۔ ہم دونوں چل پڑے۔ چاند نکلا ہوا تھا اور سفید برف پر چاندنی منعکس ہو کر عجیب رنگ دے رہی تھی۔ گہرے سناٹے میں کبھی کبھی دور سے رائفل کی آوازیں ابھرتیں تو عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ میں ماحول کے سحر سے آزاد نہ رہ سکا۔ اس طلسمی ماحول نے مجھے خود بھی الجھا دیا تھا۔
"ہوشیار! وہ دیکھو۔" دفعتاً مسٹر ہوگن نے ایک سمت اشارہ کیا۔ چار لومڑیاں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھیں۔ ہم نے گھوڑے روک لیے۔ مسٹر ہوگن نے کہا۔ "فائر میں کروں گا، اندازہ غلط نہیں ہونا چاہیے۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔ مسٹر ہوگن نے کئی بار پوزیشن تبدیل کی اور پھر اچانک ان کی رائفل گرج اٹھی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دلدوز انسانی چیخ سنائی دی تھی اور ہم بری طرح اچھل پڑے تھے۔
"یہ کیا ہوا؟" مسٹر ہوگن کی خوفزدہ آواز ابھری۔

چیخ

[illegible] رہ گیا تھا۔ ہم دونوں کے دل میں یہ خیال ابھرا تھا کہ رائفل کی گولی کسی انسان کے لگ گئی ہے۔ چند لمحے اسی جگہ ساکت رہے، پھر بائیں سمت ایک برفانی تودے کے پاس ایک انسانی جسم نظر آیا، وہ بے تحاشا دوڑ رہا تھا۔
"آؤ۔" مسٹر ہوگن نے کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میں نے بھی اپنا گھوڑا ان کے عقب میں ڈال دیا اور ہم چند لمحوں میں اس کے قریب پہنچ گئے۔ دوڑتے ہوئے اس جسم نے ٹھوکر کھائی اور برف پر لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا۔ چاندنی میں اب اس نسوانی وجود کو صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ ہم اس کے نزدیک پہنچ کر گھوڑوں سے اتر گئے۔ مسٹر ہوگن جلدی سے اس پر جھک گئے۔ میں بھی تشویش زدہ انداز میں ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔
"خون ... خون تو نہیں ہے۔" مسٹر ہوگن کی آواز ابھری اور انھوں نے بے سدھ لڑکی کو آہستگی سے پلٹ دیا۔ میری نگاہیں اس کے چہرے پر پڑیں اور دوسرے ہی لمحے میرے سارے بدن کی جان آنکھوں میں سمٹ آئی۔ یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ یہ صورت اچھی طرح شناسا تھی۔ یہ تہذیب مالکم تھی جو بے ہوش نہیں تھی، بے حواس نظر آ رہی تھی۔ کھلی ہوئی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں، ان میں عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔
میں نے مضطربانہ انداز میں اسے دیکھا لیکن خود پر قابو رکھا۔ کسی کو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔
"نہیں، یہ ہماری چلائی ہوئی گولی سے زخمی نہیں ہوئی۔ ہمارا خیال غلط تھا۔ بدن پر خراشیں ضرور ہیں، گولی کا کوئی زخم نہیں ہے۔" مسٹر ہوگن کی آواز ابھری۔
"اسے فوری امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں مگر یہ تنہا ... ؟ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" مسٹر ہوگن نے کہا۔
"پلیز مسٹر ہوگن، اب ہمارا شکار جاری نہیں رہ سکے گا، آئیے اسے لے چلیں۔" میں نے کہا اور مسٹر ہوگن تیار ہو گئے۔ ابھی ہم اسے اٹھا بھی نہ پائے تھے کہ عقب سے کچھ آہٹیں ابھریں اور پھر ایک آواز آئی۔
"گریٹی ... گریٹی کہاں ہو تم ... گریٹی؟" ہماری گردنیں بے اختیار گھوم گئیں۔ وہ تین آدمی تھے، شکاریوں کے لباس میں مگر شکل سے خطرناک نظر آ رہے تھے۔
"وہ رہی۔" ان میں سے ایک نے تہذیب کی طرف اشارہ کر کے کہا اور تینوں تیزی سے اس کے قریب پہنچ گئے۔
"اسے اٹھاؤ ... زخمی ہو گئی ہے۔" ایک آواز سنائی دی۔
"کیا یہ تم لوگوں کے ساتھ تھی؟" مسٹر ہوگن نے انھیں گھورتے ہوئے کہا۔ وہ بھی شاید ان لوگوں کی طرف سے مشتبہ ہو گئے تھے۔
"بے وقوف لڑکی ہے۔ سفید لومڑیوں کے شکار کے شوق میں جنونی ہو گئی تھی۔ ہمیں پیچھے چھوڑ کر دوڑتی چلی آئی اور اس کے گھوڑے نے اسے پھینک دیا۔ اگر خالی گھوڑا ہمیں نظر نہ آتا تو ماری گئی تھی۔ ہم لوگ [illegible]۔"
دو آدمیوں نے تہذیب مالکم کو اٹھا لیا۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ تہذیب کا اور میرا ساتھ مختصر نہیں تھا اور پھر میرے دل میں اس کے لیے ایک تڑپ بھی تھی۔ میں بھلا اس کی شکل بھول سکتا تھا، وہ لوگ اسے گریٹی کے نام سے پکار رہے تھے جب کہ وہ گریٹی نہیں تھی۔ تہذیب ضرور خطرے میں ہے۔ وہ یقیناً جان بچانے کی کوشش میں مصروف تھی، جب ہوگن نے لومڑیوں پر فائر کیا، اسی وقت وہ چیخی اور پھر اس کی طرف دوڑ پڑے۔ یہ لوگ اس وقت تہذیب سے دور نہیں تھے لیکن ہماری وجہ سے پوشیدہ ہو گئے اور جب انھوں نے ہماری گفتگو سن لی تو ایک بہانہ سوچ کر آ گئے۔ سو فی صدی یہی بات تھی۔ اگر میں تہذیب سے واقف نہ ہوتا تو ان کی بات پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔
میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "آپ لوگوں کے پاس سواری نہیں ہے جناب! اگر آپ چاہیں تو میرا گھوڑا استعمال کر سکتے ہیں، کہاں لے جائیں گے آپ انھیں؟"
"شکریہ نوجوان دوست! ہمارے پاس گاڑی موجود ہے۔" اسی شخص نے کہا جو اس گفتگو میں پیش پیش تھا۔
"گاڑی کہاں ہے؟"
"اس طرف ... اس بڑے برفانی ٹیلے کی آڑ میں۔" اس نے خاصے فاصلے پر اشارہ کیا۔
"اوکے، پلیز جلدی لے جائیے، میرا خیال ہے انھیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور پھر اسی جگہ رک کر انھیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔
جب وہ تھوڑی دور نکل گئے تو مسٹر ہوگن نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے کچھ دال میں کالا نظر آ رہا ہے ڈیئر! آخر لڑکی اتنی بدحواس ہو کر کیوں دوڑ رہی تھی۔ کوئی گھپلا ضرور معلوم ہوتا ہے۔"
میں نے مسٹر ہوگن کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں آپ سے متفق ہوں مسٹر ہوگن مگر اب کیا کیا جائے؟"
"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں، لڑکی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔ تم نے دیکھا انھیں، وہ لوگ شکل ہی سے خطرناک معلوم ہوتے

تھے۔ شکاریوں کے لباس تو ضرور تھے لیکن شکاری نہیں معلوم ہوتے تھے بلکہ لگتا تھا جیسے وہ کوئی مجرمانہ کارروائی کرنے جا رہے ہوں۔ ان کے چہروں کے تاثرات ان کے لباس سے میل نہیں کھا رہے تھے۔" مسٹر ہوگن نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے مسٹر ہوگن۔"

"کچھ نہ کچھ کرو، وہ بچی مجھے خطرے میں معلوم ہوتی ہے کیا تجویز ہے تمہارے ذہن میں؟"

"میں ان کا تعاقب کرتا ہوں۔" میں نے ٹیلے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کے نزدیک وہ لوگ تہذیب مالکم ایکس کو لے کر پہنچ چکے تھے۔

"اس سے کیا ہوگا؟"

"پتا لگاؤں گا کہ وہ لے کہاں سے جا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" مسٹر ہوگن نے کہا اور میں جلدی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ مسٹر ہوگن نے بھی میری تقلید کی تھی لیکن یہ تعاقب آسان نہیں تھا کیونکہ اس ناہموار پتھریلی زمین پر کسی گاڑی کا تعاقب کرنے میں کافی مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے کسی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور مسٹر ہوگن بول پڑے۔ "وہ لوگ چل پڑے ہیں۔"

"ہاں مسٹر ہوگن جب کہ اس سے قبل ہم نے یہاں کسی گاڑی کے انجن کی آواز نہیں سنی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ گاڑی کافی دیر سے یہاں موجود تھی۔"

ہم نے اندازے سے ایک راستے کا تعین کر لیا تھا۔ گاڑی ٹیلے کی آڑ سے نکل آئی تھی، یہ ایک طاقتور جیپ معلوم ہوتی تھی جو اپنی ساخت میں ذرا منفرد تھی اور عام جیپوں کی بہ نسبت کافی بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اوپر سے وہ کھلی ہوئی تھی اور دور سے اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک شخص ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور دو آدمی غالباً پچھلی سیٹ پر اس کے پاس موجود تھے۔ جیپ کی روشن لکیریں ہماری رہنمائی کر رہی تھیں۔ فاصلہ اتنا رکھا گیا تھا کہ جیپ والوں کو گھوڑوں کے دوڑنے کا اندازہ نہ ہو سکے۔ اتنے فاصلے سے اس جیپ پر نگاہ رکھنا مشکل کام تھا کیونکہ بعض جگہ راستے میں ایسے برفانی ٹیلے بھی آ جاتے تھے جو جیپ کو چھپا لیتے تھے۔ ویسے مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس طرف آنے کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ بھی موجود ہوگا۔ مسٹر ہوگن نے بھی اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کسی جیپ کا ان برفانی گڑھوں کے علاقے میں نکل آنا بڑا تعجب خیز ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جیپ کے راستے پر نہیں جا رہے بلکہ ان کی منزل کہیں اور ہے۔ وہ دیکھو انھوں نے جیپ کا رخ بدل لیا ہے اور یہ راستہ ٹیپو کی طرف نہیں جاتا۔"

میں نے بھی فوراً گھوڑے کا رخ تبدیل کر لیا اور اس بار جس راستے سے ہم گزر رہے تھے وہ کافی خطرناک تھا۔ وقفے وقفے سے شکاریوں کی رائفلوں کی گونج سنائی دے رہی تھی اور بعض جگہ شعلے نکلتے ہوئے بھی نظر آ رہے تھے۔ یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ گولی کس طرف چلائی گئی ہے۔ کسی بھی وقت کوئی بھی گولی ہمارے جسموں کو چاٹ سکتی تھی۔

مسٹر ہوگن کو بھی اس خطرے کا شدید احساس تھا۔ انھوں نے چند لمحے بعد سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ صورت حال بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ ہم جس علاقے میں ہیں یہ شکاری علاقہ کہلاتا ہے یعنی یہاں سفر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔"

اس وقت ہم کسی قدر بلندی پر تھے اور جیپ نیچے ناہموار پستی میں جا رہی تھی۔ تقریباً اس تعاقب کو دس منٹ گزر چکے تھے کہ دفعتاً ہم نے بلندی سے نیچے کچھ گڑبڑ دیکھی۔ جیپ رک گئی تھی اور تہذیب مالکم ایکس اس میں سے کود کر دوڑ پڑی تھی۔ نیچے کے یہ مناظر صاف نظر آ رہے تھے۔ دفعتاً ایک فائر ہوا اور چیخ کی ہلکی سی آواز ہمارے کانوں تک پہنچ گئی لیکن یہ فائر تہذیب مالکم ایکس نے کیا تھا اور چیخ جیپ میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور کی تھی جس نے جیپ اس طرف دوڑا دی تھی جدھر تہذیب مالکم ایکس دوڑی تھی۔

چند ہی لمحے میں جیپ ایک برفانی ٹیلے سے ٹکرا کر الٹ گئی لیکن اس سے قبل باقی دونوں آدمی نیچے کود چکے تھے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اوپر سے تہذیب مالکم کی مدد کریں۔ اس نے پلٹ کر پھر ایک فائر ان دونوں کی طرف جھونک دیا جو اس کا تعاقب کر رہے تھے لیکن یہ فائر بے کار گیا تھا۔ دوسری طرف سے بھی ایک آدمی نے فائر کیا اور تہذیب مالکم ایکس ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہ لوگ طوفانی رفتار سے تہذیب کا تعاقب کر رہے تھے۔ تب میں نے رائفل سیدھی کی اور اسی وقت مسٹر ہوگن چیخ پڑے۔

"نہیں... نہیں، یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے ان کی طرف دیکھا مگر دوسرے ہی لمحے میں نے ان میں سے ایک آدمی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ میں نے اس شخص کو اچھل کر برف پر گرتے دیکھا تھا۔ دوسرے آدمی نے جلدی سے پوزیشن لے لی

اور وہ یہ اندازہ لگانے لگا کہ فائر کس طرف سے ہوا ہے۔ اسی وقت تہذیب مالکم ایکس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پھر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

چھپے ہوئے آدمی نے تہذیب کی جانب فائر کیا اور اس کی رائفل سے نکلنے والے شعلے سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کہاں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے اندھا دھند اس شعلے کی جانب فائرنگ شروع کر دی تاکہ تہذیب مالکم ایکس کو بھاگنے کا موقع مل جائے۔ اس بار مسٹر ہوگن نے بھی میری مدد کی تھی۔ اس طرح ہم نے ٹیلے کے پیچھے چھپے ہوئے شخص کو فائرنگ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر میں نے اس کے ساتھ ساتھ ہی نیچے کی طرف اترنا شروع کر دیا۔ گھوڑے کی لگام میں نے دانتوں میں دبا لی تھی۔ میں تہذیب مالکم ایکس کی ہر قیمت پر مدد کرنا چاہتا تھا۔

"سنبھل کر، سنبھل کر۔" عقب سے مسٹر ہوگن کی آواز ابھری۔ وہ غالباً اس خوف ناک انداز میں اپنے گھوڑے کو ان ڈھلوانوں پر نہیں دوڑانا چاہتے تھے اس کے باوجود وہ سنبھل سنبھل کر گھوڑے کو آہستہ آہستہ نیچے لا رہے تھے جب کہ میرے گھوڑے کے نیچے اترنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ پھر میں نے اس آدمی کو ٹیلے کے عقب سے نکل کر مخالف سمت دوڑتے ہوئے دیکھا۔ جو فائرنگ کر رہا تھا۔ غالباً اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ صورت حال اس کے حق میں خراب ہو گئی ہے اور اگر وہ وہاں چھپا رہا تو یقینی طور پر میری گولیوں کا نشانہ ہو جائے گا۔

ابھی تک میں اتنی بلندی پر تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کی سمت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ رائفل کو میں نے اسی طرح گھوڑا دوڑاتے ہوئے لوڈ کیا اور سہ فائر احتیاطاً اس سمت کر دیے جدھر وہ شخص دوڑ رہا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ اب وہ پلٹنے کی کوشش نہ کرے۔ اس بار میری چلائی ہوئی گولیاں برف میں لگی تھیں۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد میں نے گھوڑے کا رخ تبدیل کر دیا اور اس طرف چل پڑا جس طرف تہذیب مالکم ایکس جا رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے پلٹ کر فائر کیا اور یہ فائر میری طرف کیا گیا تھا گویا وہ مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ تہذیب نے غالباً پستول سے یہ فائر کیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ پستول پہلے اس کے پاس موجود نہیں تھا بلکہ جیپ میں بے ہوشی کی اداکاری کرتے ہوئے اس نے ان لوگوں میں سے کسی کا پستول نکال لیا تھا اور اس کے بعد جیپ سے چھلانگ لگا دی تھی لیکن اگر اس وقت بھی تہذیب مالکم ایکس ہوش میں تھی جب ہم نے اسے دیکھا تھا تو اس نے مجھے نہیں پہچانا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم وہ میری سمت فائر نہ کرتی۔ لیکن میری یہ سوچ احمقانہ تھی، تہذیب پر جو کچھ بیت رہا تھی، اس کے تحت اس وقت صورت حال ایسی نہیں تھی کہ وہ سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر پاتی۔ میں نے اس کی طرف دوڑنے کا سلسلہ جاری رکھا اور تہذیب مجھ پر مسلسل فائر کرتی رہی، البتہ اب میں بہت محتاط ہو گیا تھا اور گھوڑے کو اس طرح ادھر ادھر ہٹا کر دوڑا رہا تھا کہ میرا نشانہ نہ لیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اس کے پستول سے چلنے والی گولیوں کو بھی گنتا جا رہا تھا اور جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ تہذیب کا پستول خالی ہو گیا ہوگا تو میں نے گھوڑا اس کی سیدھ میں ڈال دیا اور آن کی آن میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ تہذیب خوف زدہ انداز میں دوڑ رہی تھی۔ اس نے رک کر میری طرف پستول تانا اور پھر فائر کیا۔ لیکن پستول سے ٹچ ٹچ کی آواز نکل کر رہ گئی تھی۔ تب میں نے اسے آواز دی۔

"تہذیب... تہذیب مالکم ایکس! خوف زدہ مت ہو، مجھے پہچانو، میں کون ہوں؟"

پتا نہیں اس نے میرے الفاظ اور میری آواز پر غور کیا یا نہیں۔ لیکن ایک بار پھر وہ ٹھوکر کھا کر گر گئی تھی۔ تب میں گھوڑے کی پشت سے کود کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "میں علی ہوں تہذیب، علی اور خان!" میں نے کہا اور وہ کسی طرح متوحش ہو گئی۔ اس نے گھٹنوں کا سہارا لیا اور اٹھ کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر شناسائی کے آثار ابھرے تھے۔ پھر اس نے جلدی سے میرا گریبان پکڑ لیا۔ اس کے دانت بھینچے ہوئے تھے اور پھر پھنسے پھنسے حلق سے آہستہ سے آواز نکلی۔

"علی، علی، علی، علی......" اور اس کے بعد اس کی گردن ایک سمت ڈھلک گئی۔ میں نے اسے گرنے سے بچانے کے لیے اپنے بازوؤں کا سہارا دیا تھا۔ تہذیب کی گردن میرے بازوؤں میں جھول رہی تھی۔

مسٹر ہوگن ابھی کافی دور تھے لیکن آہستہ آہستہ میرے قریب آتے جا رہے تھے۔ میں نے آہستگی سے تہذیب کو برف پر لٹا دیا اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر ہوگن میرے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے اس تنہا آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا اور دوسرے زخمی... باقی دونوں، میرا خیال ہے...."

"مسٹر ہوگن! میری مدد کیجیے، اسے میرے ساتھ گھوڑے پر سوار کرا دیجیے۔" میں نے کہا اور مسٹر ہوگن گھوڑے سے اتر آئے۔ تب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے تہذیب کو بغلوں میں ہاتھ دے کر اوپر کھینچا۔ مسٹر ہوگن نے نیچے سے سہارا دیا اور

بتا چکا تھا لیکن اس وقت وہ یہ نہیں سمجھی کہ یہ کون ہے۔ ڈھوک
اندر داخل ہوا۔ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا اور دفعتاً اس کے
حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"میں جانتا ہوں... میں جانتا ہوں کہ انسان کی فطری
جبلت..."

"اس سے آگے ایک لفظ بھی نہ کہنا مسٹر ڈھوک۔ جوش عقل
کا صحیح طور پر تجزیہ کرنے سے پہلے فضول بحث سے گریز کرنا
چاہیے۔" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی اور پھر
تہذیب کی طرف رخ کر کے بولا۔ "یہ مسٹر ڈھوک ہیں جن کے بارے
میں ابھی تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"اوہ... او ہو سوری میڈم! اگر میرے دوست علی سے
تمہارا کوئی رشتہ ہے تو واقعی میں نے اپنے تبصرے میں جلد بازی
کر ڈالی تھی۔" تہذیب ڈھوک کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر میری
طرف رخ کر کے مسکرانے لگی۔

"تو یہ مسٹر ڈھوک ہیں؟"

"ہاں تہذیب! میں تمہیں ان کے بارے میں بتا چکا
ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تہذیب! اپنی کھوپڑی میں اس کا مطلب نہیں آیا۔ کیوں
مس تہذیب! آپ خود ہی بتا سکتی ہیں؟" ڈھوک بولا۔

"نہیں مسٹر ڈھوک! میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی، معذرت خواہ
ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"اور میں بھی تم سے معذرت خواہ ہوں مسٹر ڈھوک کہ اب اس
کمرے میں تمہارا گزارا نہیں ہو گا۔"

"دیکھو دیکھو! میں پھر کوئی ایسی بات کہہ دوں گا جس پر تم
مجھے ٹوکنے لگو گے۔ اب دیکھیے نا آپ بھی میڈم! اس سے پہلے یہ
صرف میرا دوست تھا اور اب..."

"نہیں مسٹر ڈھوک! پلیز آپ محسوس نہ کریں، تشریف رکھیے۔"
تہذیب نے کہا۔

"شکریہ شکریہ۔ کسی خوب صورت لڑکی کی پیشکش میں کبھی
نہیں ٹھکرا سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرے دل میں اس کے
لیے صرف احترام ہو۔ چنانچہ مس تہذیب! آپ کا تعارف مجھ سے
مکمل ہو یا نہ ہو، میں آپ کو ناشتے کی پیشکش ضرور کر سکتا ہوں اور
مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں نے ابھی تک ناشتا نہیں کیا ہو گا۔"

"کیوں! کیا یہ ناشتے کا وقت ہے؟"

"ہے تو نہیں، لیکن بس نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ
ناشتا کیا جائے۔"

"اچھا دل ہے آپ کا! چلیے ناشتا منگوا لیجیے۔" تہذیب
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال کی بات ہے! اتنی خوش اخلاق اور سمجھ دار ...
لیے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ ابھی ناشتا منگوایا جاتا ہے"
نے کہا اور اٹھ کر روم سروس کے لیے بیل بجا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ناشتا کر رہے تھے۔

ناشتے کے دوران ڈھوک نے پوچھا۔ "بلاشبہ ...
بے شمار رشتے ہوتے ہیں، انھیں کوئی بھی نام دیا جا سکتا ...
اس سے قبل ضروری ہے کہ دو دلوں کے درمیان تعارف ...

"تہذیب میری بہت اچھی دوست ہے ... میرے لیے
بس اتنا ہی کافی ہے مسٹر ڈھوک!"

"ہاں میرا خیال ہے اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں
لیکن یار! یہ تو بتاؤ آپ کو کہاں سے مل گئیں مسٹر علی؟" ڈھوک نے ...
انداز میں سوال کیا۔

"بس یونہی سر راہ ہماری ملاقات ہو گئی۔"

"اور آپ اپنے ساتھ لے آئے انھیں؟"

"ظاہر ہے۔"

"مگر کیا یہ تنہا تھیں؟" ڈھوک نے پوچھا۔

"ہاں اور اب میرے ساتھ رہیں گی، تمھیں کچھ پریشانی تو نہیں
ہو گی مسٹر ڈھوک؟"

"اوہ نہیں فرینڈ! تم میری فکر نہ کریں۔ اگر ہم ...
کے موڈ میں ہوتے تو اس ہوٹل میں برابر والا کمرا خالی ہے، میں
دیکھ چکا ہوں، لیکن فی الحال اسے اپنے لیے حاصل کیے لیتا ہوں۔"

"ناشتے کے بعد آپ کو یہ کام ضرور کرنا ہے مسٹر ڈھوک!
اس کے بعد میں آپ کو کچھ تفصیلات بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ڈھوک باہر نکل گیا تو تہذیب
مسکراتے ہوئے بولی۔ "اس آدمی کے بارے میں تم نے جو کچھ بتایا تھا
علی! وہ بہت دلچسپ ہے۔ تم نے کہا ہے کہ یہ ذہن کی گہرائیوں
میں جھانک لیتا ہے؟ کچھ پراسرار قوتوں کا مالک ہے؟"

"ہاں تہذیب! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"فطرتاً کیسا ہے؟"

"اپنی عمر کو بچوں کی سمت پیچھے چلا گیا ہے اور دانستہ
آگے نہیں بڑھنا چاہتا۔"

"میں سمجھی نہیں!" وہ حیرانی سے بولی۔

"یوں سمجھ لو کہ اس کی حرکتیں ناپسندیدہ ہیں لیکن ...
کی حد تک۔"

"اوہ! تعجب کی بات ہے۔"

"ہاں لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ فطرتاً برا آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے، پروگرام کیا ہے اب یہ بتاؤ؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"ہم اس دوران کسی نہ کسی فیصلے پر پہنچ جائیں گے تہذیب! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

ڈھوک تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور اپنا سامان اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گیا۔ مختصر سا سامان تھا۔ میں اور تہذیب اسے اس کے کمرے تک پہنچانے گئے تھے۔ ڈھوک نے بڑا سا منہ بنا کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ کل میں بھی اپنے لیے کسی ساتھی کا انتخاب کرلوں گا سارے بال، تم لوگ مجھے کیا سمجھتے ہو! نکال دیا اپنے کمرے سے۔" ہم لوگ مسکراتے ہوئے باہر نکل آئے تھے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر ہم آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ تہذیب میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "یقین نہیں آتا علی! تمہیں اپنے ساتھ دوبارہ دیکھ کر یقین نہیں آتا۔ ویسے تمہیں کھو کے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں نے اپنی زندگی کی کوئی بہت ہی قیمتی شے کھو دی ہو۔ علی! کیا دو اجنبی اس طرح بھی ایک دوسرے کے لیے تڑپ سکتے ہیں؟"

"ان باتوں کو بھول جاؤ تہذیب! فی الحال ہمیں صرف اپنے مستقبل کے لیے پروگرام ترتیب دینا ہے۔"

"تو میں اس پروگرام سے الگ کب ہوں؟ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں علی کہ تم یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل رہنے کا عہد کرچکے ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے ان لوگوں کے ساتھ جانا کیوں ناپسند کیا جو تمہیں لے جانا چاہتے تھے۔"

"بہت سی باتیں ایسی ہیں تہذیب جو میں تم سے نہیں چھپانا چاہتا۔ تقریباً سب کچھ ہی جانتی ہو تم میرے بارے میں۔ ایک مسئلے میں کچھ لوگوں سے میرا اختلاف ہوگیا تھا۔ میرے کردار پر شبہ کیا گیا تھا۔ میں اس سلسلے کی تفصیل کسی مناسب وقت پر تمہیں بتاؤں گا۔ مختصراً یوں سمجھ لو کہ میرے دشمنوں نے میرے خلاف ایک سازش کی تھی کہ مجھے تنظیم کے ارکان سے برگشتہ کردیا جائے اور تنظیم کو میرے خلاف بھڑکا دیا جائے اور وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئے۔ میں نے تنظیم چھوڑ دی اور وہاں سے نکل آیا، یہ سوچ کر کہ میں تو صرف اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے یہ سب کچھ کررہا ہوں، مجھے تنظیم میں شامل رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ امریکی سی۔ آئی۔ اے کا ایک خطرناک آدمی جس کا نام اولیو ہاورڈ ہے، اس وقت سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے جب میں نے سان فرانسسکو میں یہودیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور صرف ایک جذباتی لمحے نے مجھے ایک نئی راہ کی جانب گامزن کردیا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے سنڈا یہودی سمجھا اور یہ کام وہ صرف امریکی مفادات کے لیے نہیں بلکہ اسرائیلی مفادات کے لیے کررہا ہے۔ میرے اور اس کے ایسے ایسے خوفناک معرکے ہوچکے ہیں جن کی تفصیل سن کر تم دنگ رہ جاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ..... ان قید خانوں میں گزارا ہے جہاں کا تصور کرکے ہی لوگوں کے دل دھڑکنا بھول جاتے ہیں۔ میں نے اولیو ہاورڈ کو ایسی ایسی چوٹیں دی ہیں کہ وہ آج تک اپنے زخم چاٹ رہا ہے لیکن ہم دونوں کے درمیان یہ خوفناک چپقلش ابھی تک جاری ہے۔ بیروت سے نکلنے کے بعد میں نے اپنے آئندہ کے راستوں کا کوئی تعین کیا تھا اور بس یوں سمجھ لو کہ اولیو ہاورڈ کے جال میں پھنس کر پہنچا تھا جہاں تم سے ملاقات ہوگئی۔ اولیو ہاورڈ نے ایک پلان کے تحت ہی مجھے فرانس پہنچنے پر مجبور کیا تھا لیکن تمہارے ساتھ شامل ہوکر میں اسے دھوکا دینے میں کامیاب ہوگیا اور پھر ہم یہاں پہنچ گئے لیکن یہاں اسرائیلی مفادات پر پھر ایک ضرب لگانے کے لیے مجھے ایک موقع مل گیا اور میں نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ظاہر ہے مجھے تو صرف اس عظیم مقصد سے دلچسپی ہے، کوئی ادارہ میرے لیے باعث دلچسپی نہیں اور میں اب چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے تہذیب کہ اولیو ہاورڈ سے پھر میرا سامنا ہو اور میں اسے ختم کردوں۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ میں یہودیوں کے خلاف دنیا کے ہر حصے میں کارنامے انجام دیتا رہوں۔ مجھے ان کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اولیو ہاورڈ امریکی یہودی ہے۔ میرے دل میں کچھ عرصہ قبل یہ خیال تھا کہ واپس امریکا پہنچ جاؤں اور اولیو ہاورڈ کو چیلنج کروں کہ وہ میرے مقابلے پر آئے، لیکن اب میں نے اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرلی ہیں۔ میں نے یہ سوچا کہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے کام نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے اگر میں امریکا پہنچ بھی جاؤں تو یہی کوشش کروں کہ وہاں موجود یہودیوں کے گھناؤنے مقاصد کو ناکام بناتا رہوں۔ یہ بھی مشن ہی کا ایک حصہ تھا لیکن اب جو کچھ ہوگا، تمہارے ساتھ مل کر ہی ہوگا۔ میرا ایک وطن ہے تہذیب جس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ بہت دل چاہتا ہے کہ وہاں جاؤں، ان لوگوں سے ملوں جن کا تعلق میری زندگی سے ہے لیکن اب تو میں بہت دور ہوں، وہاں جاکر کیا کروں گا۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں بقیہ زندگی تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ ہاں تہذیب! میں ذہنی طور پر تھک چکا ہوں۔ میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش اب کیا ہے۔ میں تمہارے سامنے اعتراف کرچکا ہوں کہ تمہاری ذات میرے لیے بہت اہم ہوگئی ہے اور جب یہ اعتراف کرلیا ہے تو اب اپنے آپ کو شکست خوردہ تسلیم کرتا ہوں۔"

تہذیب کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو علی! کیا میں تم سے مختلف ہوں؟ میں نے ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی ہستی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ میں تمہاری شخصیت کو الجھا نہیں کروں گی۔ صرف اتنا کہوں گی کہ اب تہذیب بانو ایکس اور علی یار خان ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ دونوں کی زندگی کا مقصد بھی ایک ہی ہے اور وہ ہے اسرائیلی مفادات پر شدید ضربیں لگانا! اس سفر میں تم تنہا نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اب تم تنہا نہیں ہو اور یہ بات بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کوئی گھریلو اور رومان پسند لڑکی نہیں ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ خطرناک لوگوں کے درمیان گزارا ہے اور ان میں میری ایک اپنی شناخت رہی ہے جو معمولی درجے کے لوگوں کی نہیں ہوتی اور یہ حیثیت مجھے تحفتاً نہیں پیش کی گئی تھی بلکہ میں نے اس کے لیے اپنے آپ کو منوایا تھا۔ علی! تم اطمینان رکھو، میں تمہاری بہترین دوست اور راست ثابت ہوں گی۔" تہذیب بانو ایکس کا لہجہ اتنا مستحکم تھا کہ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ میرے ہونٹوں پر ایک محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں تہذیب کو دیکھتا رہا اور حقیقت میں گزرنے والا ہر لمحہ مجھے ذہنی طور پر اس سے قریب کرتا جارہا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "تہذیب! ڈھوک کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ شخص کچھ خاص خوبیوں کا حامل ہے لیکن اس کے اندر ایک بچہ چھپا ہوا ہے جو عموماً نمایاں رہتا ہے۔ اس بچے کے دل میں لاتعداد خواہشات ہیں، پتا نہیں اس کی زندگی کیوں ناآسودہ رہ گئی لیکن اس کی پُراسرار قوتیں قابلِ رشک ہیں۔ میں نے یہی سوچا تھا تہذیب کہ اسے اپنے ساتھ رکھوں گا تاکہ تنہائی کا احساس نہ ہو... اور پھر کار آمد آدمی بھی ہے۔ جہاں تک میں اس کی فطرت کا تجزیہ کرسکا ہوں، مجھے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک تنہا انسان ہے اور اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ کسی ایسے ساتھی کی تلاش کا خواہاں ہے جو اس پر مکمل بھروسہ کرسکے۔ اگرچہ کبھی کبھی یہ شخص انتہائی گھٹیا بھی ہوجاتا ہے۔ خاص طور سے خوب صورت لڑکیوں کے درمیان پہنچ کر۔ فیصلہ کرو کہ اسے اپنے درمیان جگہ دینی ہے یا ہم اس سے معذرت کرلیں۔"

"علی! اگر زندگی میں چند قابلِ اعتماد لوگ مل جائیں تو ان کی قدر کرو کیونکہ یہ لفظ بے حقیقت ہوجاتے ہیں۔ یہ دور اتنا نازک ہے کہ ہم اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی ایسا مخلص سا شخص زندگی میں آجائے تو اسے ٹھکرانا کفرانِ نعمت ہے۔ اس وقت تک اس شخص کو اپنے ساتھ رکھو جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ یہ کسی طور ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔ چھوٹی موٹی خامیاں درگزر بھی کی جاسکتی ہیں اور برداشت بھی کی جاسکتی ہیں بشرطیکہ سامنے والا مخلص ہو۔"

"تو گویا تمہارے خیال میں ہم پروفیسر ڈھوک کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں؟"

"ہاں.... جب تم نے ایک فیصلہ کرلیا تھا تو میری شمولیت سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے بشرطیکہ اس شخص کو بھی اعتراض نہ ہو۔"

"اوکے... اچھا اس کے بعد کیا کرنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہاں سے نکلیں گے علی! سب سے پہلے ہم یہ علاقہ چھوڑ دیں گے لیکن ایک بات کو ذہن میں رکھنا، گرین پول کے لوگ آسانی سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں ان سے بچنے کے لیے کوئی ٹھوس اقدام کرنا ہوگا۔ ورنہ ہمارا یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں ہوگا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔ حالانکہ اگر میں چاہوں تو یہاں سے انگلینڈ واپس جانے کی کوشش کرسکتا ہوں۔ جنرل ٹیریں اور کیپٹن براؤن میرے ایسے دوست ہیں کہ وہ تمام تر قوتوں کے ساتھ مجھے یہاں سے نکال دیں گے اور ہمارا بال بیکا نہیں ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ تحفظات بھی ہیں۔ ان لوگوں کی محبت دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے مجھے یہاں سے جانے نہیں دیں گے اور کم از کم یہ کوشش ضرور کریں گے کہ میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ گزاروں اور یہ موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر کچھ مناسب بات نہیں ہے۔"

"اور اب میں بھی جنرل ٹیریں کے سامنے نہیں جانا چاہتی کیونکہ یہ بات ان کے علم میں آچکی ہے کہ میرا تعلق گرین پول سے ہے اور میں نے ان کے مفادات کے خلاف کام کیا تھا۔ نہیں علی! یہ کسی طور مناسب نہیں رہے گا۔"

"میں نے کہا تھا کہ میں خود بھی اس کے حق میں نہیں ہوں مگر تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے تہذیب! یہاں رہ کر میں تمہاری حفاظت کی انتہائی کوشش کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اب گرین پول کے ناخدا میری لاش پر سے گزر کر ہی تم تک پہنچ سکتے ہیں۔ البتہ ایک بات میں ضرور سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

پروفیسر ڈھوک کی شمولیت کے ساتھ ساتھ اُسے تمہاری حیثیت سے بھی آگاہ کر دیا جائے۔"

"اگر تم اس بات کو غیر مناسب نہیں سمجھتے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے بعد ہم نے فیصلہ کر لیا کہ پروفیسر ڈھوک کو اپنا رازدار بنا لینا مناسب ہے۔ حالانکہ وہ بعض معاملات میں ایک انتہائی غیر سنجیدہ آدمی ثابت ہوا تھا لیکن اس بات کے بھی امکانات تھے کہ اگر اس سلسلے میں وہ سنجیدہ ہو گیا تو کوئی کارآمد مشورہ دے سکتا ہے۔

اس رات ہم نے اپنے کمرے میں اسے ڈنر پر مدعو کر لیا۔ ڈھوک اتفاقیہ طور پر موجود تھا اور اس رات اس کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ ہمارے کمرے میں پہنچا تو کس قدر ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"دیکھو! یہ زبان بندی کر دی گئی ہے۔" یہ کہہ کر کہ تمہارے درمیان احترام کے رشتے ہیں اور مجھے بھی اس کا احترام کرنا ہے لیکن میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ مجھے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔"

"سوری ڈیئر ڈھوک! دراصل تم صورتِ حال سے واقف نہیں ہو۔ ہم نے اس وقت میں فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا جائے۔"

"ذکر ہو، ذکر کرو، مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں اس دوران اس بارے میں سوچتا نہیں رہا ہوں؟"

"کیا سوچتے رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ کسی ساتھی لڑکی کے مل جانے کے بعد تم نے بالکل مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے۔"

"خیر مکھی اتنی بڑی نہیں ہوتی پروفیسر ڈھوک! اس لیے یہ تشبیہ بے کار ہے۔ اس کے علاوہ یہ شکایت تو میں بھی آپ سے کر سکتا ہوں، پچھلی رات آپ کہاں گئے تھے؟ مجھے ساتھ لیا تھا آپ نے؟"

"میں کیا کروں، تم اس دنیا کے آدمی ہی نہیں ہو جس میں رنگ بکھرتے ہیں۔ اب تم خود سوچو موت کس وقت کہیں بھی آ جائے، آدمی اس کے بارے میں کیا جانتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے انسان کے لیے ہی ہے نا؟ تمہارا مذہب بھی یہی کہتا ہے اور میرا مذہب بھی، پھر انسان ان تفریحات سے اتنا دور کیوں رہے؟"

"ٹھیک ہے بھائی! تمہاری منطق تمہارے ساتھ، اصل معاملہ کچھ اور ہے۔"

"اور وہی میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیا ہے اور وہ کون سی خاص بات ہے جس کی وجہ سے ایک اچھے دوست ایک اچھے ساتھی کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ دیکھیے میڈم! میں آپ سے یہ شکایت کیے بغیر نہیں رہوں گا، آپ نے مجھ سے میرے دوست کو چھین لیا ہے۔"

"نہیں مسٹر ڈھوک! آپ کا دوست صحیح سالم آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ اسے حاصل کر لیجیے۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی لڑکی ہو، اچھی بات کہی ہے۔ چلو ٹھیک ہے، یوں لگتا ہے کہ مجھے بھی اپنا گہرا دوست بنا لو۔ مگر کیا سمجھیں، تم دونوں کیا سمجھتے ہو مجھے، کیا میں اتنا ہی گیا گزرا آدمی ہوں کہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ ہاتھ میں پکڑے پھر رہا ہوں۔ مجھ سا مخلص ساتھی ملنا مشکل ہے آپ لوگوں کو اس دور میں۔ زندگی میں چند ہی لوگوں کے ساتھ مخلص ہوا ہوں اور ان میں صرف تم ہی تنہا آدمی ہو مسٹر ایلی! اگر تم تنہا آدمی ہو، اگر ساتھ بے اعتنائی کا یہی رویہ اختیار کیے رہے تو بالآخر میں چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور اس کے بعد... اس کے بعد دنیا میں کسی کو اپنا دوست نہیں بناؤں گا۔"

"ارے نہیں نہیں مسٹر ڈھوک! بیٹھیے، کھانا آ گیا ہے۔ آپ کا مخصوص لذیذ کھانوں سے حتی الامکان کوشش کریں گے، اس کے بعد آپ کو اصل بات بتا دی جائے گی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

ڈھوک خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا تھا۔ اس دوران اس نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر میری یا تہذیب کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے کافی پی اور میں ڈھوک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ڈیئر مسٹر ڈھوک! سب سے پہلی بات تو یہ کہ یوں سمجھو میری زندگی میں ایک گہرے گھاؤ کی حیثیت رکھتی ہوں گی۔"

"رکھتی ہوں گی مجھے کیا؟" ڈھوک نے کہا۔

"ارے دو تم ابھی تک بگڑے ہوئے ہو۔ اگر میں یہ کہوں ان کی زندگی شدید خطرے میں ہے تو کیا تم پھر بھی بگڑے رہو گے؟"

"کیا خطرہ ہے؟ خطرے کی نوعیت تو بتاؤ؟"

"کچھ بے انتہا خطرناک لوگ ان کی تاک میں ہیں اور انھیں ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔"

"وجہ؟" ڈھوک نے پوری توجہ ہماری طرف مبذول کر دی تھی۔

"ان سے دشمنی۔ پہلے تو یوں سمجھو میڈم تہذیب ایک گروہ سے منسلک تھیں، میری ہی وجہ سے انھوں نے اس گروہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بعد گروہ ان کے پیچھے لگ گیا۔ یہ [illegible] عادت ہے کہ بروقت موقع پر پہنچ کر ان کی زندگی بچائی، ورنہ وہ لوگ تو انھیں ہلاک کر لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے پوری توجہ دینا ہوگی۔ سوری میڈم سوری! اور سوری مسٹر ایلی! تم لوگوں کی کم گفتگی کی وجہ اب میری سمجھ میں آئی۔"

"بات مذاق میں اڑانے والی نہیں ہے ڈھوک! اہم لوگوں کو کسی طرح ان کے گھیرے سے نکل جانا ہے۔"

"کیا انھیں اس بات کا علم ہے کہ تم اس ہوٹل میں مقیم ہو؟"

"نہیں قطعی نہیں۔"

"ہوں، اس کا مطلب ہے کہ فوراً ان کے یہاں پہنچنے کا امکان نہیں ہے۔"

"ہاں اس کا امکان تو نہیں ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسی چھوٹی سی جگہ میں کسی کو تلاش کرنا ہو تو ہوٹلوں میں ہی تلاش کیا جا سکتا ہے اور یقینی طور پر وہ اس غرض سے غافل نہیں ہوں گے۔"

"بات وزن دار ہے، تو پھر اب کیا خیال ہے؟ اس تشویش ناک صورتِ حال سے کس طرح نمٹو گے؟"

"اسی سلسلے میں آپ سے مشورہ کیا جا رہا ہے پروفیسر ڈھوک! صورتِ حال یہ ہے کہ اگر ہم کالومبیو سے نکل کر کسی اور جگہ جانے کی کوشش کریں تو راستے میں دشواریاں پیش آ سکتی ہیں۔"

"ہم کولمبو ہی سے نکلنا چاہتے ہیں پروفیسر ڈھوک!"

"کہاں جاؤ گے؟"

"اطراف کی کسی بھی ایسی ریاست میں جہاں سے ہم کسی لمبے سفر کا آغاز کر سکیں۔"

"ہوں، اور ڈھوک کا کیا ہوگا؟"

"ڈھوک ہمارے ساتھ رہے گا۔"

"راستے میں چھوڑ کر تو نہیں بھاگ جاؤ گے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اب تو ڈھوک بھی زندگی کا ایک حصہ ہے۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈھوک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یار! میں ایک تنہا آدمی ہوں، زندگی کی تفریحات میں اپنے آپ کو بہت زیادہ مصروف کر لیا ہے کہ تنہائی کا احساس نہ ہو۔ ہم جیسے لوگ کسی کے لیے نقصان دہ نہیں ہوتے، البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی خود ہی ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ اگر تم لوگ واقعی ڈھوک کو اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو تو اس بات پر یقین رکھو کہ ڈھوک تمہارے لیے اپنی جان کی بازی لگا دے گا۔"

"اسی لیے تم سے یہ گفتگو کی جا رہی ہے ڈیئر ڈھوک! جہاں تک ساتھ رہنے کا معاملہ ہے تو یہ بات ہمارے درمیان طے ہے کہ جب تک بھی ممکن ہو سکا ساتھ رہیں گے۔ لیکن اس وقت تک جب تک تم خود ہی ہم سے جدا ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"اچھا اچھا، چلو ٹھیک ہے۔ یہ باتیں مشکوک ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔" ڈھوک پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔ پھر اس نے ایک اور سگریٹ سلگائی اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "ایک ترکیب اور ہے۔"

"ہاں کہو؟"

"کسی منشیات کے اسمگلر سے رابطہ قائم کیا جائے۔ کالومبیو کے جنوبی حصے میں یعنی اس حصے کی مخالف سمت جہاں [illegible] لوگوں کا شکار کیا جاتا ہے، پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد سرحدی علاقہ شروع ہوتا ہے اور یہ سرحدی علاقہ کس قدر دشوار گزار راستوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ یہاں عام آمد و رفت نہیں ہے۔ البتہ اسمگلروں کے لیے یہی علاقہ کارآمد ہوتا ہے اور وہ یہاں سے منشیات کی اسمگلنگ کرتے ہیں۔ یہ بات بس اتفاقیہ طور پر ہی مجھے معلوم ہوگئی اور اس لڑکی سے معلوم ہوئی جو پچھلی رات میری ساتھی تھی۔ وہ خود بھی اسمگلروں کے ایک ایسے ہی گروہ سے تعلق رکھتی تھی لیکن تفریح پسند لڑکی کو میری عجیب والی پسند آگئی تھی۔ اس لیے اس نے میرا ساتھ قبول کر لیا۔ میں نے اس سے مستقبل کے بارے میں بہت سی باتیں بتائی تھیں اور

ڈالوک کے جانے کے بعد میں اور تہذیب اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے پھر تہذیب نے مجھ سے کہا۔ "عمل ہمیں اپنے لیے کچھ ہتھیاروں کا بندوبست کر لینا چاہیے اور اس کے لیے رقم سے ادائیگی کرنا ہوگی اور ہاں یہ مسٹر ڈھوک رقم کا بندوبست کس طرح کرتے ہیں؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا وہ ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ اپنی آنکھوں کی قوت سے کسی کو بھی مسحور کر لیتا ہے اور کسی کو مسحور کر کے اس سے کچھ حاصل کر لینا اس کے لیے مشکل نہیں ہے جو کھیل ہے لیکن صورت حال یہ ہوتی ہے کہ اس کے مقابل کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بے ایمانی کر رہا ہے جبکہ وہ کھلم کھلا بے ایمانی کرتا ہے۔ یہ اس کا اپنا فن ہے اور اس کی مدد سے وہ اپنی ضروریات کے لیے رقومات حاصل کر لیتا ہے۔ یقیناً آج کا دن اس نے خاصا ہنگامی گزارا ہوگا۔ ورنہ رقم کا اتنا بڑا انتظام کرنا آسان کام نہیں تھا۔"

"تب تو مخلص آدمی ہے کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے لیے کر رہا ہے۔ ورنہ ایسے آدمی بھلا کب کسی کو خاطر میں لاتے ہیں۔ اپنا ہی اُلو سیدھا کرتے ہیں۔"

"ہاں تہذیب! میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں نے کہا۔ بڑی الوکھی فطرت کا مالک ہے وہ اور یقیناً اس کا ساتھ ہمارے لیے ... ہے گا۔"

... ایک اضطراب بوجھ بن کر گزر رہا تھا۔ یہ بات ... از قیاس نہیں تھی کہ وہ لوگ کالو کمپو کے ایک ایک ہوٹل اور ایک ایک گوشے میں تہذیب کو تلاش کریں گے۔ ان کے دو آدمی ہلاک ہو گئے تھے اور گریں ٹول کے بارے میں تہذیب نے جو تفصیلات بتائی تھیں ان کے پیش نظر یہ ادارہ معمولی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور تہذیب کو زندہ چھوڑ کر وہ اپنے لیے مشکلات نہیں پیدا کرنا چاہتے ہوں گے۔ لہٰذا اسے ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ میرے لیے یہ مسئلہ خاص طور پر اہمیت کا حامل تھا۔ دوسری طرف اپنی حالت کا تجزیہ کرتا تو عجیب و غریب کیفیات ذہن و دل پر طاری ہو جاتیں۔ وہ سب کچھ جو میں نے کبھی نہیں کیا تھا، اچانک ہو گیا تھا۔ تہذیب کے لیے میرے دل میں پیدا ہونے والے جذبات بہت پرانے نہیں تھے۔ سنجانے کیوں اس کے آنسوؤں نے مجھے متاثر کر کے ایک ایسے راستے پر ڈال دیا تھا جسے میں شاید زندگی کے آخری وقت تک منتخب نہ کرتا لیکن جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور پھر اس سے مفر ممکن نہیں ہوتا۔

ڈھوک کا ساتھ اتفاقیہ طور پر اتنا پُر اثر ثابت ہوا تھا کہ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ شخص مجموعی طور پر مجھے زیادہ پسند نہیں آیا تھا اور نہ ہی ... سونیا ... ہے گزار آگیا نظیہ کسی بھی لحے اس سے علیحدہ ... احمق آدمی اتفاقیہ طور پر انتہائی مخلص نکل آیا تھا اور کسی کو نظرانداز کر دینا مستحسن فعل نہیں ہوتا۔

دوسرے دن بھی وہ انتہائی مصروف رہا۔ شام ... پانچ بجے واپس آیا تو اس کے ساتھ سونیا بھی تھی۔ خوب خدوخال کی ایک پرکشش لڑکی لیکن چہرے پر اس ... سی محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اس کی فطرت کا تجزیہ کرنے ... نہیں کی تھی۔ یقینی طور پر وہ انتہا پسند لڑکیوں میں سے ... ڈھوک جیسی شخصیت ہی نے قابو میں لے آئی تھی۔ ... لوگوں کے بس کی چیز نہیں تھی۔ ہم لوگوں سے الگ ... ملی۔ ڈھوک نے مجھے بتایا کہ سونیا کے ذریعے ہم ... روانگی کے انتظامات ہو گئے ہیں۔

"ڈیڈی نے کہا ہے کہ آپ لوگ ساڑھے ... تیار رہیں۔ یہیں سے آپ کو لے لیا جائے گا۔"

"شکریہ مس سونیا! ویسے میرے دوست نے ... اتنی تعریفیں کی ہیں کہ میں خود آپ سے ملنے کا مشتاق ہو ... نے کہا۔ سونیا کے ہونٹوں پر کوئی مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

"لیکن آپ کا دوست حیرت انگیز شخصیت کا مالک ... اس شخص کی صلاحیتوں نے تو مجھے دنگ کر دیا ہے۔ ... جدائی میرے لیے کافی تکلیف دہ ہوگی۔ کیا آپ ایسا ... سکتے کہ اسے میرے ہاتھوں فروخت کر دیں؟"

"یہ قابل فروخت شخصیت نہیں ہے مس سونیا ... کی محبت مسٹر ڈھوک کو روک سکے تو ہمیں اس پر کوئی ... ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈھوک نے عجیب سی نگاہوں سے سونیا کو ... اس کے بعد میری طرف رخ کر کے مسکرانے لگا تھا۔

سونیا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلی گئی تب ... ڈھوک سے کہا۔ "ڈھوک! ہمارے لیے اسلحے کا بند ... گیا یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی ... تک تو یہ لوگ ہمارے ساتھ ہوں گے اور اس کے ... خطرہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ ہم دوسری ریاست کی سرحد ... ہو چکے ہوں گے۔"

"لیکن مالم پوائنٹ تک سفر کے دوران ہمیں ... کے رحم و کرم پر نہیں رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ ہم ان سے ...

... کی ضرورت کے لیے مزید بات چیت کر لیتے ہیں۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

"یہ تمہاری ذمے داری ہے مسٹر ڈھوک۔"

"یقیناً۔ تم فکر مت کرو۔ ویسے بھی سرحد پار کرتے ہوئے ہم ہتھیار ساتھ نہیں رکھ سکتے کیونکہ سرحدی محافظ اس کی اجازت نہیں دیں گے لیکن دوران سفر ہتھیاروں کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔" ڈھوک نے کہا۔

اس کے بعد ڈھوک ہمارے ساتھ ہی رہا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے سونیا ہمارے کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے کہا کہ نیچے گاڑیاں ہمارا انتظار کر رہی ہیں اور ہمیں احتیاط سے پہنچانے کے تمام انتظامات کر دیے گئے ہیں۔ ہم سونیا کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ہوٹل کے بل وغیرہ کی ادائیگی ڈھوک نے کی اور اس کے بعد ہم باہر پہنچ گئے جہاں دو گاڑیاں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ ان میں تین تین آدمی موجود تھے۔

سونیا نے اسی جگہ ڈھوک سے آخری ملاقات کی اور اس کے بعد سیاہ رنگ کی ایک کار میں بیٹھ کر واپس چلی گئی۔ دونوں جیپیں آگے بڑھ گئی تھیں۔ ڈھوک نے ان گاڑیوں میں موجود لوگوں سے اسلحے کے بارے میں بات چیت کی اور فوراً ہی اسلحہ ہمارے سپرد کر دیا گیا لیکن اس شرط پر کہ مالم پوائنٹ پہنچنے کے بعد یہ ریوالور ہم سے واپس لے لیے جائیں گے۔ راستے میں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو ہم انہیں بہ آسانی استعمال کر سکتے ہیں۔ چھ افراد جو دو گاڑیوں میں موجود تھے، ہمارے ساتھ نہایت نرم روی سے پیش آ رہے تھے اور انہیں یقینی طور پر یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ویران علاقے میں نکل آئیں۔ عام سڑک چھوڑ کر کچے راستے کا انتخاب کیا گیا تھا اور کچے راستے کا یہ سفر خاصا تکلیف دہ تھا لیکن ہم جانتے تھے کہ سرحد تک ایک خفیہ راستہ استعمال کرنے کے لیے ہمیں یہ تکلیف برداشت کرنا ہی ہوگی۔ ہم ایک جیپ میں بیٹھے ہوئے تھے جو آگے جا رہی تھی۔ ہمارے پیچھے ہماری نگرانی کے لیے ایک جیپ آ رہی تھی جس میں بقیہ تین افراد سوار تھے۔ اطراف کا ماحول بالکل تاریک تھا۔ تاحدِ نگاہ سناٹے اور ویرانی کا راج تھا۔ جیپ کے انجنوں کی آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پروفیسر ڈھوک بھی اس وقت بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ یقینی طور پر ماحول کے اثرات اس کے ذہن پر بھی طاری تھے۔ سفر کافی لمبا تھا اور جیپوں کی رفتار کچے راستوں کی وجہ سے بہت زیادہ تیز نہیں تھی۔ پھر ایک مخصوص جگہ پہنچ کر جیپوں کی روشنیاں بند کر دی گئیں۔ اچانک روشنیاں بند کی گئی تھیں اس لیے ہم چونک پڑے لیکن اس سے قبل کہ میں ڈرائیونگ کرنے والے سے کوئی سوال کروں، اس نے خود ہی جواب دیا۔

"اب اس سے آگے روشنیاں جلا کر سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا جناب۔"

"اُوں... لیکن کیا تم ان راستوں سے بخوبی واقف ہو۔ میرا مطلب ہے کہ تاریکی میں بھی سفر کر سکتے ہو؟"

"یقیناً جناب! ہم ان راستوں پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک جنگل سے گزرنا ہوگا۔ اس جنگل کو عبور کرنے کے بعد کوئی خاص خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ اس کے علاوہ وہاں سے آگے کا سفر اس سفر کی نسبت آرام دہ ہوگا کیونکہ وہ چٹیل پہاڑی راستے ہیں جو ہموار ہیں۔" ڈرائیور نے بتایا اور پھر خاموش ہو گیا۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اسمگلنگ کرنے والے یقینی طور پر ان راستوں سے بخوبی واقف ہوں گے۔

تقریباً پینتالیس منٹ گزر گئے تھے۔ ہمارے اس سفر کو اب جھٹکوں سے بھرا ہوا تھا لیکن خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔ پھر جنگل کا وہ حصہ آ گیا جہاں سے ہمیں گزرنا تھا۔ یہاں روشنیاں جلائی گئی تھیں تاکہ اگر کوئی درندہ سامنے آ جائے تو روشنی دیکھ کر فرار ہو جائے۔ میں نے ایک بار پھر اپنے خدشات کا اظہار کیا کہ کھلی جیپوں میں درندوں کا خطرہ پیش آ سکتا ہے کسی بھی اونچی جگہ سے کوئی چیتا وغیرہ چھلانگ لگا کر نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس پر

ڈرائیور نے کہا کہ اس جنگل میں زیادہ سے زیادہ چرخ اور کبھی کبھی بھیڑیے نظر آ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی خوفناک جانور اب ان جنگلوں میں نہیں ہے۔ اگر کبھی تھے تو ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ بات سن کر مجھے اطمینان ہوا تھا۔

تہذیب مالکم اکیس میرے پاس بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ اس دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تھی بس صورت حال کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ ہم جنگلوں کے سلسلے کو عبور کرتے رہے اور پھر ڈرائیور کے کہنے کے مطابق وہ میدانی حصہ آ گیا جو واقعی کسی سڑک کی طرح سپاٹ و شفاف تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔ اب سفر زیادہ اطمینان بخش تھا خاص طور سے پچھلے سفر کے مقابلے میں۔ ڈرائیور نے تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے میدان کے آخری حصے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ دیکھیے اور تاریکی کی وجہ سے آپ کو وہ پہاڑیاں نظر نہیں آ سکیں گی جناب لیکن اس میدان کا سلسلہ جہاں ختم ہوتا ہے وہیں مالم پوائنٹ ہے اور پہاڑیوں کے ایک درے سے نکلنے کے بعد آپ اس ملک کی سرحدوں کو عبور ....." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً ہم تیز روشنی میں نہا گئے۔ یہ روشنیاں اتنی اچانک اور غیر متوقع تھیں کہ ہم ایک لمحے کے لیے ساکت و جامد رہ گئے۔ ڈرائیور نے فوراً ہی بریک لگا دیا اور خوفزدہ انداز میں ان روشنیوں کے مخرج کی طرف دیکھنے لگا جن کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ طاقتور ٹارچیں ہیں، پھر غالباً میگا فون پر ایک آواز ابھری۔

"تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو ہاتھ اٹھا کر نیچے اتر آؤ۔"

لیکن جواب میں پچھلی جیپ سے زبردست فائرنگ شروع کر دی گئی۔ یہ فائرنگ برین گن سے کی جا رہی تھی۔ آن کی آن میں کئی روشنیاں بجھ گئیں لیکن اس کے باوجود چند روشنیاں اس طرح جلتی رہیں کہ ہم ان کی زد میں رہے۔ دوسری طرف سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ ہم اندھا دھند نیچے اتر کر جیپ کے پیچھے گھس گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ فائرنگ چاروں طرف سے ہو رہی تھی اور انداز ایسا خوفناک تھا جیسے وہ ہم سب کو زندگی سے محروم کر دینا چاہتے ہوں۔

جیپ میں موجود ہمارے محافظ پوری شدومد سے حملہ کر رہے تھے اور انھوں نے چند ہی لمحات میں باقی روشنیوں کو بھی بجھا دیا اور اس طرح تاریکی پھیل گئی۔ پھر ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ "جیپوں کو واپس جنگل میں لے چلو۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔" جواباً ایک آواز ابھری۔ "کیونکہ اب مکمل جیپ میں بیٹھنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہم جیپوں کو واپس نہیں لے جا سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ رینگتے ہوئے ... میں جنگل میں داخل ہوا جائے۔ ان کی تعداد کافی ہے۔"

میں خود بھی سوچ رہا تھا کہ اب صورت حال ان لوگوں کے قابو میں نہیں رہی ہے کیونکہ ہم کھلے میدان میں تھے۔ ہمارے دشمنوں نے انتہائی بہترین جگہ کا انتخاب کیا تھا ہم پر حملہ کرنے کے لیے کہ ان کی ذہانت کی داد دینا پڑتی تھی۔ یقیناً وہ راستے بھر ہماری نگرانی کرتے رہے تھے اور یہ اندازہ لگاتے ہوئے آ رہے تھے کہ ہم کس طرح سفر کر رہے ہیں اور ہماری پوزیشن کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنگل کی سمت سے فائرنگ نہ ہوتی۔ گویا ہمارے پیچھے پیچھے آ کر انھوں نے ہمارا یہ راستہ بھی بند کر لیا تھا اور اب چاروں طرف موت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اگر جیپ کے پٹرول ٹینک میں کوئی گولی آ لگی تو پھر ہم اس آگ کے جہنم ہی میں دم توڑ دیں گے۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑا اور آہستہ آہستہ ایک سمت رینگنے لگا۔

"کہاں؟" اس نے انتہائی پُرسکون لہجے میں پوچھا اور میں حیران رہ گیا۔

"آگے بڑھتے رہیں تہذیب! شاید کوئی مناسب جگہ پناہ کے لیے مل جائے۔ ہر چند کہ یہاں چٹانیں نہیں ہیں لیکن ممکن ہے زمین میں کوئی ایسی دراڑ یا گڑھا مل جائے جہاں ہم محفوظ رہ سکیں۔"

"کچھ بھی ہے کارساز کی شان ہے علی! صورت حال کافی خراب ہو گئی ہے۔" تہذیب کا لہجہ بدستور پُرسکون تھا۔

"تم خوفزدہ نہیں ہو تہذیب؟" میں نے سوال کیا اور جواب میں تہذیب کا ہلکا سا قہقہہ گونج گیا۔

"خدا کی قسم بہت دلیر ہوں میں۔ مشاغل سے کبھی نہیں گھبرائی لیکن بعض لمحات ایسے ضرور آئے جب میں نے خود کو خوف کا شکار محسوس کیا لیکن آج سے زیادہ نہیں۔ میں پہلے کبھی نہیں ہنسی اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔"

"میں اس کی وجہ تم سے ضرور پوچھوں گا مگر اس وقت نہیں۔ آؤ جلدی آؤ۔" میں نے کہا اور ڈھوک بھی ہمارے ساتھ آگے بڑھنے لگا لیکن ہمارا خیال غلط ثابت ہوا۔ ہمیں کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکی جو ہمارے لیے عارضی پناہ گاہ ہی ثابت ہو سکتی۔ میری نگاہیں چاروں طرف کسی ایسی جگہ کی تلاش میں مصروف تھیں جو کم از کم تھوڑی سی ہی مہلت کا ذریعہ بن جائے اور دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ میں اسی طرح کھسکتے کھسکتے اس جگہ سے کافی دور نکل آیا ہوں جہاں جیپ موجود تھی اور اس غرض سے اگر سیدھا سفر کرتا تو جنگل کا فاصلہ کم ہو سکتا تھا یعنی جنگل کے ابتدائی درختوں کے قریب پہنچنے میں بس ذرا سی کوشش درکار تھی اور جس راستے سے ہم آئے تھے یقیناً ہمارا تعاقب کرنے والے اب

درمیانی راستے پر موجود تھے۔ ان کے پیچھے اس طرف کسی درخت کے قریب پہنچ جاتے تو ہمیں سہارا مل سکتا تھا۔

پروفیسر ڈھوک نے بھی اچانک یہی تجویز پیش کر دی۔

"بہتر یہ ہے کہ ہم اس خاموش درخت کی طرف کھسکیں جو سامنے نظر آ رہا ہے۔ زیادہ فاصلے پر نہیں ہے وہ۔"

جنگل کے اس حصے کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا جس راستے پر ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ وہاں سے ایک وسیع میدان شروع ضرور ہوتا تھا لیکن اس کے دائیں سمت بھی پناہ دینے کے لیے درخت موجود تھے بشرطیکہ ان تک پہنچا جا سکے۔ اسی وقت ایک خوفناک دھماکا ہوا اور وہ جیپ جس کے نیچے تھوڑی دیر پہلے ہم موجود تھے آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ یقیناً اس کے پٹرول ٹینک میں گولیاں لگی تھیں اور اس نے آگ پکڑ لی تھی۔ ایک اور خوفناک دھماکا ہوا اور جیپ کے جلتے ہوئے ٹکڑے فضا میں اچھلنے لگے۔ اس روشنی میں ہم نے جنگل کے اس حصے کا مشاہدہ کر لیا تھا جو ہماری پناہ گاہ ثابت ہو سکتا تھا اور اس کے بعد ہم چھپکلیوں کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں کے بل رینگتے ہوئے بالآخر اس درخت تک پہنچ گئے جو سب سے پہلا درخت تھا لیکن اس درخت کے پاس رکنا مناسب سمجھ کر ہم نے آگے کا سفر جاری رکھا اور بالآخر گھاس کے ایک ایسے جھنڈ میں پہنچ گئے جو ایک درخت کی جڑ میں اگا ہوا تھا۔

دوسری جیپ ابھی تک صحیح و سالم تھی اور اب شاید ہمارے محافظ حملہ آوروں کے سامنے مغلوب ہو چکے تھے کیونکہ اب جو گولیاں چل رہی تھیں وہ یک طرفہ تھیں۔ میں اس خوف تک صورت حال کا پوری طرح جائزہ لے رہا تھا۔ پستول ہمارے پاس موجود تھے اور میں نے احتیاطاً ابھی تک ایک بھی گولی ضائع نہیں کی تھی کہ کم از کم ہم عارضی طور پر اپنا بچاؤ کر سکتے تھے۔ محافظ لشکروں کے بارے میں تو اب یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی تھی کہ شاید ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا ہو یا اگر زندہ بچا ہے تو یقینی طور پر گرفتار ہو گیا ہے یا ہو جائے گا۔ گولیاں چلنے کی رفتار آہستہ آہستہ سست ہوتی گئی اور پھر آخر معدوم ہو گئی۔ غالباً حملہ آور ادھر ادھر بکھری ہوئی چیزوں کا جائزہ لے رہے تھے اور پھر یقیناً ان لوگوں پر قابو پانے یا ان کی لاشیں دیکھنے کے بعد ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ہم ذہنی طور پر تیار تھے۔ دفعتاً پروفیسر ڈھوک کی آواز ابھری۔ "ہیلی کاپٹر!"

"کیا؟" میں چونک اٹھا۔

"ہاں۔ ان لوگوں نے زبردست انتظام کیا ہے معلوم ہوتا

چھوڑ دیئے گئے تھے۔ پروفیسر ڈھوک کی آواز میں بھی خوف کا عنصر نہیں تھا بس ایک سادہ اور سپاٹ سی آواز تھی۔ میں کان لگا کر اس آواز کو سننے لگا جو ابھی ابھی نمایاں ہوئی تھی۔ یہ آواز بہت دور سے آ رہی تھی پھر آہستہ آہستہ قریب آتی چلی گئی۔ یقیناً وہ ہیلی کاپٹر تھا اور اس میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ انھی حملہ آوروں کا ہو گا اور حملہ آوروں کے بارے میں بھی یہ خیال تھا کہ وہ گرین لیول کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں جنھوں نے ہم پر نگاہ رکھی اور ہمیں پا لینے میں کامیاب ہو گئے۔ دفعتاً ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے سے ایک اتنی تیز روشنی پھوٹی جیسے سورج چمک اٹھا ہو۔ گو ہم درختوں کی چھاؤں میں تھے لیکن روشنی اتنی تیز تھی کہ اطراف کا ماحول پوری طرح روشن ہو گیا تھا۔ اس روشن ماحول کا جب ہم نے جائزہ لیا تو بے شمار سائے ادھر دوڑتے ہوئے نظر آئے۔ یہ سائے جلتی ہوئی جیپ اور اس کے اطراف میں دوڑ رہے تھے۔ ان لوگوں کو اس طرح دیکھ کر ہم حیرانی کا شکار ہو گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ ہیلی کاپٹر ان لوگوں کا نہیں ہے پھر اچانک ہی ہیلی کاپٹر سے مشین گن گرج اٹھی اور نیچے سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔ وہ لوگ بھی درختوں کی سمت بھاگ رہے تھے اور شاید انھی کی آڑ میں پناہ لینا چاہتے تھے لیکن یہ ہیلی کاپٹر ... یہ بات بھی میں نہیں آ رہی تھی۔ ہم سب حیران نگاہوں سے اس کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کافی نیچے آ گیا تھا اور تیز روشنی میں وہ ان لوگوں پر مشین گنوں سے گولیاں برسا رہا تھا جو ادھر ادھر دوڑ رہے تھے اور اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کر رہے تھے۔ ان میں سے چند افراد ادھر بھی نکل آئے جدھر ہم لوگ پوشیدہ تھے۔ وہ بری طرح خوفزدہ معلوم ہوتے تھے اور پناہ گاہ کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑ رہے تھے لیکن اس کے بعد ہمارا خاموش رہنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ ہم نے گولیاں چلا کر ان لوگوں کو وہیں ٹھنڈا کر دیا۔

ہیلی کاپٹر سے فائرنگ جاری رہی اور کچھ دیر بعد وہ زمین پر اتر آیا۔ ہم اس جگہ سے بآسانی اسے دیکھ سکتے تھے کیونکہ سامنے کا راستہ صاف تھا۔ ہیلی کاپٹر کافی بڑا ... تھا اور وہ خاصی جدید ساخت کا معلوم ہوتا تھا۔ اب اس کے سامنے والے حصے سے بہت تیز چندھیا دینے والی روشنی پھوٹ رہی تھی اور جنگل میں گویا دن نکل آیا تھا کیونکہ روشنی کا رخ اسی جانب تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی پھر روشنی بجھ گئی اور کوئی ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر آیا۔ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد اس نے

سامنے کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ ان جیپوں کی طرف جا رہا تھا جو اب بری طرح تباہ و برباد ہو چکی تھیں۔ جیپوں کے آس پاس لاشیں پڑی ہوئی تھیں جو دھبوں کی شکل میں یہاں سے نظر آ رہی تھیں۔ ہم دم سادھے خاموش بیٹھے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ اب کیا ظہور میں آتا ہے۔

سایہ دور دور تک روشنی پھینک کر لاشوں کو دیکھتا رہا ان میں یقیناً اسمگلروں کی لاشوں کے علاوہ گرین پول کے ان آدمیوں کی لاشیں بھی تھیں جنھوں نے ہمارا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ پتا نہیں وہ سب ہیلی کاپٹر سے ہونے والی فائرنگ کا شکار ہو گئے تھے یا ان میں سے کوئی فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ وہاں اب اس سائے کے علاوہ اور کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ سایہ خاصی دیر تک اِدھر اُدھر چکراتا رہا پھر اس کا رخ جنگل کی جانب ہو گیا۔

"کیا خیال ہے، ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والے افراد گرین پول کے افراد ہو سکتے ہیں؟" تہذیب مالکم ایکس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"یقینی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر ہیلی کاپٹر میں اور لوگ بھی موجود ہوں گے جو اطراف کا جائزہ لے رہے ہوں گے۔ اگر اس سائے کو کوئی خطرہ پیش آیا تو وہ چیمپئن گنوں کے دہانے کھول دیں گے۔"

"ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" پروفیسر ڈھوک نے سوال کیا۔

"مسٹر ڈھوک! بہتر یہی ہے کہ ہم اس جھاڑیوں کے جھنڈ میں چھپے بیٹھے رہیں اور جب ہیلی کاپٹر والے ہماری تلاش سے مایوس ہو جائیں تو ہم اس میدان کو عبور کر کے ان پہاڑیوں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ فی الحال اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"مگر یہ ہیلی کاپٹر والے کون ہو سکتے ہیں؟"

"کوئی بھی ہوں، ہمیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ ممکن ہے یہ لوگ گرین پول کے سرحدی محافظ ہوں اور ہنگامہ آرائی کی آوازیں سن کر اس طرف متوجہ ہو گئے ہوں۔ اس بات کے امکانات بہت زیادہ ہیں کہ یہ فوجی ہیلی کاپٹر ہو۔" میں نے کہا۔

"او دیکھو! وہ... وہ اس طرف آ رہا ہے۔" ڈھوک نے سائے کو دیکھتے ہوئے کہا جو ٹارچ روشن کیے اب ہماری جانب بڑھ رہا تھا۔

"جب تک خطرہ بالکل ہی سر پر نہ آ جائے ہم میں سے کوئی گولی نہیں چلائے گا۔" میں نے کہا۔ فوجیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا مطلب موت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ لوگ تو آپس میں لڑ جھگڑ کر ختم ہو گئے تھے یا بھاگ گئے تھے لیکن اگر ایک بھی فوجی کو ہمارے ہاتھوں نقصان پہنچا تو فوجی ہمیں کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے دل میں سوچا۔ پروفیسر ڈھوک اور تہذیب مالکم ایکس نے دم سادھ لیا تھا۔ میں نے بھی اپنی سانس روک لی اور سایہ ہمارے بالکل قریب سے گزر گیا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی گھاس کے اس جھنڈ پر بھی ڈالی لیکن جھنڈ اتنا گھنا تھا کہ ہمارا دیکھا جانا ممکن نہ ہو سکا۔

کافی دیر تک وہ اِدھر اُدھر روشنی ڈالتا رہا اور اس کے بعد واپس پلٹ پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیلی کاپٹر کے نزدیک تھا اور چند لمحات کے بعد ہم نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر ایک سمت کو رخ اختیار کر چکا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی روشنیاں بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

ہم اپنی جگہ خاموش بیٹھے حالات کی کسی نئی کروٹ کا انتظار کرتے رہے لیکن تقریباً بیس منٹ گزر گئے اور ذرا سی بھی کسی سرسراہٹ کی آواز تک سنائی نہ دی۔ میں نے پروفیسر ڈھوک سے کہا۔ "کیا خیال ہے پروفیسر! آپ میری تجویز سے متفق ہیں یا نہیں؟"

"سو فیصدی میں بھائی! اب تو یہاں آگ اور خون کے سوا کچھ رہ ہی نہیں گیا۔ اس لیے مزید کچھ سوچنا حماقت ہے"

"تو پھر ہم ان پہاڑیوں کی جانب رخ کریں؟"

"ضرور ضرور!" پروفیسر ڈھوک نے کہا۔

"کیوں نہ ہم درختوں کے بائیں سمت کا یہ راستہ اپنائیں؟" تہذیب نے بائیں طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور میدان کے ساتھ ساتھ جہاں تک یہ جنگل پھیلا ہوا ہے آگے بڑھتے جائیں۔ جب جنگل ہمارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کھلے میدان میں باہر نکل کر پہاڑیوں کی طرف رخ کریں۔" تہذیب کی تجویز سے میں نے اتفاق کیا۔ چنانچہ ہم تقریباً جھکے جھکے درختوں کی آڑ لیتے ہوئے اس سمت بڑھنے لگے۔ یہ فاصلہ ہم نے تقریباً پچیس منٹ میں طے کیا اور اس کے بعد ہمیں کھلے میدان میں نکلنا پڑا۔ چنانچہ ہم کافی تیز رفتاری سے ان پہاڑیوں کی جانب دوڑنے لگے۔

ہُو کا عالم طاری تھا۔ صرف ہمارے قدموں کی آوازیں ان بیکراں سناٹے کو زخمی کر رہی تھیں اور کوئی آواز دور دور تک سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ہم کھلے میدان میں آ گئے تھے۔ پہاڑیوں کی طرف دیکھا تو اندازہ ہوا کہ وہ ابھی اتنے فاصلے پر ہیں کہ ان تک پہنچتے پہنچتے غالباً صبح ہو جائے گی۔ اب صورت حال کو ہم تینوں ہی نے بیک وقت [illegible]

چنانچہ ہمیں ہماری رفتار بھی اُس تیزی سے بڑھانی پڑی جو ابتدا میں تھی۔ تہذیب کہنے لگی: "ان پہاڑیوں تک بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ جیپوں سے یہ فاصلہ طے کرنا دوسری بات تھی لیکن اگر ہم دوڑتے بھی رہے تو کب تک دوڑیں گے۔ آخر تھک جائیں گے۔ بہتر ہوگا کہ سست رفتاری سے سفر کریں اور کسی ایسی جگہ کی تلاش جاری رکھیں جہاں پوشیدہ رہ کر آرام بھی کر سکیں۔ اس طرح یہ سفر دن کی روشنی میں ملتوی کر دیا جائے گا اور رات کو پھر جاری ہو جائے گا۔ کیونکہ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ساری رات بھی سفر کرتے رہے تو ان پہاڑوں تک اتنی جلد پہنچنا آسان نہیں ہوگا۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے تہذیب لیکن اس سپاٹ اور بے آب و گیاہ میدان میں جس کا تذکرہ ہمارے اسمگلر ساتھی بھی کر چکے تھے، ہمیں کوئی پناہ گاہ ملنا مشکل ہے۔"

"تاہم کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی تو نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ٹھیک ہے، چلتے رہو!"

پروفیسر ڈھوک بھی غیر متوقع طور پر خاموش نظر آ رہا تھا۔ اس کی بذلہ سنجی رخصت ہو چکی تھی۔ وہ بالکل چپ تھا لیکن ہمارا ساتھ مسلسل دے رہا تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر رک گیا۔

"نہیں نہیں، چلتے رہو۔ میں تو تم سے یہ پوچھ رہا تھا کہ کیا تھک گئے ہو؟"

"نہیں بھائی! ایسی بات بھی نہیں ہے۔ تم لوگوں نے مجھے بوڑھا تصور کر لیا ہے حالانکہ میں اتنا بوڑھا نہیں ہوں۔"

"نہیں پروفیسر! آپ کو بوڑھا کون کہتا ہے؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہے نا! تمہارے لہجے میں چھپی ہوئی شوخی میں صاف محسوس کر رہا ہوں لیکن کچھ بولوں گا نہیں۔"

"ارے نہیں نہیں پروفیسر! پلیز محسوس نہ کریں۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ آپ ہم دونوں کے درمیان پھنس کر بلاوجہ پریشان ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں! آپ دونوں تو ساتھ ساتھ ہی پیدا ہوئے تھے نا اور پروفیسر آپ سے بہت دور کی چیز ہے۔" پروفیسر کا لہجہ افسردہ تھا۔

"نہیں پروفیسر! تمہاری محبت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو شخص مصیبت میں بھی ساتھ دے اس پر ہمیشہ اعتماد کرنا چاہیے۔"

"سوچتا ہوں اگر بار بار مجھے یہ احساس دلاتے رہو گے کہ میں کوئی دور کی چیز ہوں تو میں بددل ہو جاؤں گا۔"

"سوری پروفیسر! واقعی میں نے غلط جملے استعمال کیے تھے۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

"اگر احساس ہو گیا ہے تو عدالت معاف کرتی ہے لیکن آئندہ احتیاط رکھی جائے۔" پروفیسر کے لہجے میں خوشگوار کیفیت تھی۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ تہذیب یا پروفیسر اس پریشان کن صورت حال سے بددل نہیں ہو رہے تھے اور یہ خوش آئند بات تھی۔ ہم لوگ اب اپنا سفر بڑی آہستہ روی سے طے کر رہے تھے جو تازہ صورت حال کا تقاضا تھا۔ بلاوجہ کا خوف ذہن پر طاری کر لینا مناسب نہیں تھا۔ جو ہونا ہوگا وہ ہر قیمت پر ہو کر رہے گا۔

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر پروفیسر ڈھوک نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ ایک بار پھر ہمیں چونکنا پڑا۔ بہت دور مغربی افق کی جانب سے ایک روشنی ہمیں نظر آئی تھی اور اس کے ساتھ ہی رات کے سناٹے میں ہیلی کاپٹر کی مخصوص آواز مدھم مدھم ہمارے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر پھر اس طرف آ رہا تھا اور اس بار صورت حال خاصی مختلف تھی کیونکہ اس کھلے میدان میں ہمارا دیکھ لیا جانا بالکل یقینی تھا۔

ہم اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے۔ اس وقت کوئی بھی حرکت ہیلی کاپٹر والوں کو ہماری طرف متوجہ کر سکتی تھی۔ ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہاں تو کم بخت پہاڑی پتھر وغیرہ بھی نہیں پڑے ہوئے تھے۔ بس سپاٹ میدان تھا جو تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیں۔ چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ تہذیب نے ایک اور تجویز بھی پیش کی۔ اس نے کہا کہ ہم لوگوں کو اپنے درمیان فاصلہ بڑھا لینا چاہیے تاکہ ایک ہی جگہ تین دھبے شبہے کا باعث نہ بن سکیں۔ یہ تجویز بے حد مناسب تھی چنانچہ زیادہ نہیں صرف پچاس پچاس گز کا فاصلہ درمیان میں رکھا گیا اور ہم اس طرح زمین پر پڑ گئے جیسے سجدے کے عالم میں ہوں۔

ہیلی کاپٹر سیدھا اسی سمت آ رہا تھا جیسے اسے ہمارے سفر کی سمت کا اندازہ ہو گیا ہو اور یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ چند ہی لمحے بعد وہ ہمارے سروں پر پہنچ گیا اور دفعتاً اس سے ویسی ہی سفید روشنی پھوٹنے لگی جیسی میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ اس روشنی کو دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ اگر ہیلی کاپٹر والے اندھے نہیں ہیں تو اس تیز روشنی میں انھیں یقیناً اندازہ ہو جائے گا کہ یہاں تین افراد [illegible] پڑے ہوئے ہیں۔

وہ ہمارے اوپر سے گزرتا ہوا تھوڑا سا آگے گیا اور پھر رفتہ رفتہ نیچے اترنے لگا۔ گویا ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود میں نے چند لمحے بے حس و حرکت پڑے رہنا مناسب سمجھا۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی بند ہو گئی پھر اس کی مشین بھی بند ہو گئی۔ اس کے دروازے سے کوئی نیچے اترا اور میگا فون پر ایک آواز سنائی دی۔ "پروفیسر ڈھوک! کوئی غلط حرکت مت کرنا۔ میں تارینا ہارڈو ہوں اور تم لوگوں کی مدد کرنے آئی ہوں۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ تم تینوں کو دیکھ لیا ہے۔ پلیز! اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ۔"

یہ آواز ہمارے لیے کسی خوفناک دھماکے کی مانند تھی۔ تہذیب مالکم ایکس تو اس آواز کو پہچانتی نہ تھی لیکن میرے اور پروفیسر کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ اب ہم کس مصیبت سے دوچار ہونے والے ہیں۔

اس کا مطلب تھا کہ پہلے جس شخصیت نے ہماری مدد کی تھی اور گرین پول کے ایجنٹوں کو اندھا دھند فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، وہ بھی تارینا ہارڈو ہی تھی۔ اس نے ہماری جان بچائی پھر ہمیں تلاش کیا اور جب مایوس ہو گئی کہ ہم اس طرح ہاتھ نہیں آئیں گے تو چالاکی سے ہیلی کاپٹر لے کر واپس چلی گئی۔ شاید اس یقین کے ساتھ کہ ہم پرسکون ہو جانے کے بعد آگے کا سفر کریں گے اور وہ ہمیں کھلے میدان میں دوبارہ آ لے گی۔ یقیناً یہی بات تھی۔ پروفیسر ڈھوک اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے بھی اٹھ کر کھڑے ہونے میں تکلف نہ کیا اور ہم دونوں کو اس طرح کھڑے ہوتے دیکھ کر تہذیب مالکم ایکس بھی کھڑی ہو گئی۔

"گڈ... اگر تم لوگ مسلح ہو تو اس وقت تک جب تک مجھ سے بات چیت نہ کر لو فائرنگ مت کرنا۔ ورنہ صرف تمہی کو نقصان پہنچے گا اس بات کو ذہن نشین کر لو۔"

"اوہ میڈم تارینا! آپ کی آمد ہمارے لیے باعث خوشی ہے۔ آپ پر فائر کرنے کا کیا سوال...!" پروفیسر ڈھوک نے چہکتے ہوئے کہا اور تارینا کی جانب بڑھ گیا۔

میں تہذیب مالکم ایکس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ متحیرانہ لہجے میں بولی "یہ... یہ سب کیا ہے؟ کون ہے یہ تارینا؟" اس نے سوال کیا۔

"بتا دوں گا تہذیب! آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر تارینا ہارڈو کی طرف چل پڑا۔ اس کی آمد اس وقت میرے لیے انتہائی حیرت کا باعث تھی اور میرا ذہن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ

پراسرار عورت ایک شاندار لباس میں ملبوس ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر ذہن پر رعب طاری ہو جاتا تھا۔ یوں بھی شاندار قد و قامت کی مالک تھی اور اس وقت کے بدن پر موجود قیمتی لباس نے اس کی شخصیت میں چار چاند لگا دیے تھے۔ ہاتھ میں جدید ساخت کی برین گن موجود تھی۔ پروفیسر ڈھوک پہلے اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ہم دونوں بھی۔ تارینا نے آہستہ سے کہا "آؤ، اگر صبح کی روشنی پھیل گئی تو تمہارے لیے زندگیاں بچانا مشکل ہو جائے گا۔"

تہذیب مالکم ایکس عجیب سی نگاہوں سے تارینا کو دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے جملے پر غور کرنے لگا اور پھر میں نے پرسکون لہجے میں پوچھا "کیا آپ اپنے جملے کی وضاحت کریں گی میڈم ہارڈو؟"

تارینا نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر عجیب سے لہجے میں بولی "سرحد پر تمہارے بارے میں اطلاع دی گئی ہے۔ مالم پوائنٹ پر پہنچتے ہی تمہارے اوپر گولیوں کی بارش کر دی جائے گی اور تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ اگر میری بات پر یقین کر سکتے ہو تو کر لو، ورنہ تمہاری مرضی۔"

میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ تارینا نے جس انداز میں یہ الفاظ کہے تھے ان سے سچائی کا احساس ہوتا تھا۔ میں نے کہا "آپ یہ بات کیسے کہہ سکتی ہیں میڈم! آپ کو اس سلسلے میں کیا معلومات ہیں؟"

"جن لوگوں سے تم نے رابطہ قائم کیا تھا وہ اگرچہ معاملے میں مخلص تھے لیکن تم نے دیکھا کہ تمہارے دشمن تمہاری تاک میں لگے ہوئے تھے اور اگر میں بروقت نہ پہنچ جاتی تو شاید تم ان کی نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکتے۔ تم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ میں نے سترہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور یہ سب کچھ میں نے صرف تمہاری زندگی کے لیے کیا ہے۔ وہ سب مجھے ان سے کوئی دشمنی نہ تھی۔"

"کیا آپ یہ بھی بتا سکتی ہیں میڈم تارینا! کہ وہ لوگ جو ہمارے دشمن تھے اور ہمیں ہلاک کرنا چاہتے تھے کون تھے؟"

"تم میرا امتحان لے رہے ہو تو سنو! ان کا تعلق ادارے سے تھا جو یہاں والٹو سوپانٹ کی مدد کر رہے تھے، یعنی گرین پول۔ اور اگر اس کے علاوہ بھی اور کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کے لیے اس جگہ کا انتخاب نہ کرو۔ بہتر ہے جس قدر جلد نکل چلو بہتر ہے کیونکہ سرحد کے آس پاس

کی موجودگی ان لوگوں کو ہوشیار کر سکتی ہے اور وہ مجبور ہو جائیں گے۔ یقیناً تمہارے محافظ اس راستے کو استعمال کرتے ہیں لیکن دوسرے مقاصد کے لیے۔ جو اطلاعات سرحد تک پہنچائی گئی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ سرحد کے رکھوالے تمہیں یہاں سے نکل جانے دیں۔ تمہاری شخصیت کو بالکل ایک نئے رنگ سے ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور یہ کارروائی گرین پول کے ان آدمیوں نے کی ہے جو تمہیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دینا چاہتے۔ مزید انتظامات ہو چکے ہیں کہ اگر تم سرحد پار کرنے کی کوشش کرو اور خوش قسمتی سے بچ نکلو تو تمہارا استقبال شاندار طریقے سے کیا جا سکے۔" آخری جملہ اس نے بڑے طنزیہ لہجے میں ادا کیا تھا۔

اب کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہ جاتی تھی۔ میں نے پرسکون انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھ گیا۔ تارینا بھی ہمیں آمادہ پا کر تیز قدم اٹھاتی ہوئی ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئی اور پھر اس نے ہمیں اندر بیٹھنے کی پیشکش کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ پروفیسر ڈھوک تارینا کے پاس بیٹھ گیا تھا اور ہم دونوں پیچھے۔ ہیلی کاپٹر فضا میں سیدھا ہو کر ایک سمت پرواز کرنے لگا۔

ڈھوک چند لمحے تو خاموش رہا پھر بولا "آپ سے دوبارہ مل کر واقعی مسرت ہوئی ہے میڈم تارینا، آپ نے تنہا ہی یہ مہم سر انجام دے ڈالی؟" تارینا نے کوئی جواب نہیں دیا اور یہ سفر خاموشی سے جاری رہا۔ خاصا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد بالآخر ہمیں وہیں واپس پہنچنا پڑا جہاں ہم تارینا کے ساتھ مختصر وقت گزار چکے تھے یعنی اس عمارت میں جو تارینا کی اپنی رہائش گاہ تھی۔

عمارت کے احاطے سے باہر ایک سپاٹ میدان میں تارینا نے ہیلی کاپٹر اتار دیا اور فوراً ہی دو آدمی دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ تارینا ہیلی کاپٹر کی مشین بند کر کے نیچے اتر آئی تھی۔ ہم لوگ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی نیچے اتر گئے۔ دوڑنے والے تارینا کے نزدیک پہنچ گئے تھے پھر اس نے انہیں حکم دیا "ہیلی کاپٹر لے جاؤ۔"

وہ دونوں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ پھر جب ہم رہائش گاہ میں داخل ہو رہے تھے تو ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا نظر آیا۔ نجانے وہ کس طرف چل پڑا تھا۔

رہائش گاہ کا اندرونی ماحول پرسکون تھا۔ میرا ذہن تحیر کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تارینا کس طرح ہمارے راستے پر پہنچ گئی اور اس نے ہماری مدد کیوں کی، یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اتنے لوگوں کی ہلاکت ظاہر ہے منظر عام پر آ جائے گی اور اس کے بعد

تحقیق و تفتیش بھی ہوگی۔ جیسا کہ تارینا نے کہا کہ سرحدی محافظ اس ہیلی کاپٹر کی یہاں آمد سے غافل نہیں ہوں گے تو کیا تحقیقات کے نتیجے میں تارینا منظر عام پر نہیں آ سکتی؟ بہت سے خیالات تھے میرے ذہن میں۔

ہم لوگ اندر پہنچ گئے۔ تارینا ہمیں لیے ہوئے ایک ہال میں داخل ہو گئی۔ ہم پہلے بھی یہاں آ چکے تھے اور اس عمارت کو کافی حد تک دیکھ چکے تھے۔ اس نے اندر پہنچنے کے بعد کہا "اگر اجازت ہو تو میں لباس تبدیل کر آؤں۔ اس کے بعد ہم لوگ ایک ایک کپ کافی پئیں گے اور پھر تم آرام کرنا۔"

"میڈم تارینا! آپ کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ ہمارا ذہن کس کیفیت کا شکار ہے؟" میں نے کہا اور تارینا آہستہ سے مسکرائی اور کوئی جواب دیے بغیر باہر نکل گئی۔

پروفیسر ڈھوک نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکا لی تھی۔ تارینا کے جانے کے بعد وہ آہستہ سے بولا "میں نے پہلے ہی کہا تھا اسے شیطان عورت؛ کام کی عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"آپ تو یہاں آ کر بہت خوش ہوں گے پروفیسر!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی! یہاں میری پوری فیملی آباد ہے۔"

"آپ کی؟" تہذیب مالکم ایکس نے تعجب کے انداز میں کہا اور پروفیسر ڈھوک مسکرانے لگا۔

"ہاں۔"

"میں اس عورت کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ بڑی عجیب سی اور انوکھی چیز معلوم ہوتی ہے۔ کیا آپ لوگ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے؟"

"بہتر یہ ہے کہ تھوڑا سا انتظار کر لو۔ ہم غیر یقینی حالات کا شکار ہیں۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب خاموش ہو گئی۔ تارینا واپس آئی تو اس کے پیچھے پیچھے ہی ایک ملازم

شرال دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوگئی۔ اس وقت وہ شب خوابی کے لباس میں تھی اور تھوڑی دیر پہلے سے بالکل مختلف نظر آ رہی تھی۔ اس کا انداز بالکل دوستانہ تھا۔

"چائے کا یہ دور میں نے اس لیے رکھا ہے کہ تمہارے ذہنوں سے ابتدائی الجھنیں دور کر دوں۔ ورنہ اصولاً تو مجھے چاہیے تھا کہ میں تمہیں آرام کرنے دیتی۔"

"آپ کا شکریہ میڈم تارینا! بلاشبہ ہم شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہیں۔ آخر آپ کو ہمارے بارے میں معلوم کیسے ہوا؟"

"کوئی خاص بات نہیں، اس وقت میں کالوکیپو ہی میں موجود تھی جب مسٹر ڈھوک نے گراہم سے ملاقات کی تھی۔ اس کی بیٹی سونیا گراہم کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ مسٹر ڈھوک کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور اس کے بعد میرے لیے یہ سب کچھ مشکل نہیں تھا کہ میں مسٹر ڈھوک کی گراہم سے ملاقات کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں۔ مجھے علم ہوا کہ مسٹر ڈھوک گراہم سے اس لیے ملے ہیں کہ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو سرحد پار کرا دی جائے اور اس کے لیے مسٹر ڈھوک نے مسٹر گراہم کو ایک معقول رقم پیش کی تھی۔ ایک ساتھی کے بارے میں تو مجھے اندازہ تھا کہ وہ آپ ہوں گے لیکن دوسرے ساتھی سے میں ناواقف تھی چونکہ میرا آپ لوگوں سے رابطہ ہو چکا ہے، اس لیے یہ تجسس لازمی تھا کہ آپ اس طرح سرحد پار کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں اور پھر اپنے ذاتی ذرائع سے مجھے وہ کہانی معلوم ہو گئی جو آپ لوگوں سے متعلق ہے۔ میرے علم میں گرین پول بھی آ گئی اور یہ بھی پتا چل گیا مجھے کہ گرین پول کی ایک خاتون رکن تہذیب مالکم ایکس اس سے الگ ہو کر فرار ہو چکی ہیں۔ شبہ ہے گرین پول کے لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور ان کی کارروائیوں کی تفصیل میرے علم میں آ گئی۔ مجھے پتا چل گیا کہ وہ کہیں جنگلات کے دوسری طرف والے میدان میں آپ لوگوں کا استقبال کریں گے اور اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ میرے لیے یہ ضروری تھا کہ میں آپ لوگوں کی مدد کروں اور میں خوش ہوں کہ اپنے مقصد میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔"

ہمارے چہروں پر حیرت کے آثار تھے۔ تہذیب مالکم ایکس بھی ششدر رہ گئی تھی۔ گرین پول ایک اہم ادارہ تھا اور تہذیب اس کی ایک رکن ہونے کی حیثیت سے کم از کم یہ بات جانتی تھی کہ وہ تنظیموں کا انکشاف نہیں ہے لیکن تارینا بارڈو نے اتنی آسانی سے اس کے بارے میں یہ سب کچھ معلوم کر لیا تھا۔ میں اس لیے حیران تھا کہ میرے ہاتھوں تارینا بارڈو کو شدید تکلیف پہنچی تھی۔ اس کے باوجود وہ میری مدد پر آمادہ ہوئی۔ پروفیسر ڈھوک کا مسئلہ کچھ مختلف تھا۔ وہ تو ہر خوب صورت عورت کے لیے بے قرار انسان تھا۔ اگر میرا بس چلتا تو وہ ہر طرح میں اسے اپنے ساتھ آ جانے پر مجبور نہ کرتا۔ اب بھی تارینا بارڈو کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔ تارینا کی اس رہائش گاہ میں موجود کئی لڑکیوں سے اس کی شناسائی تھی اور غالباً اس نے انھی کو اپنی تفصیل سے منسوب کیا تھا۔

چائے پی گئی اور اس کے بعد تارینا بارڈو نے کہا۔ "میں جانتی ہوں میرے ان الفاظ نے آپ کو مکمل طور پر مطمئن نہیں کیا ہوگا لیکن ایک آخری بات کہنے کے بعد میں آپ سے کہنا چاہوں گی کہ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں رہ گئی۔ آپ لوگ اپنے بستروں پر آرام کریں اور اس اطمینان کے ساتھ کہ اب آپ انتہائی محفوظ جگہ پر ہیں اور آپ کو کسی بھی سمت سے کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے۔ وہ آخری بات یہ ہے کہ اتفاقیہ آپ لوگوں کو میرے لیے اہم بنا دیا ہے اور میں ایک ایسے مسئلے میں آپ کی مدد چاہتی ہوں جو صرف میرے ذاتی مفاد سے تعلق رکھتا ہے اور یہی وجہ آپ کی اس امداد کی بنیاد بنی۔ اس سے زیادہ تفصیل اس وقت نہیں بتائی جا سکتی۔ شب بخیر۔"

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ تہذیب مالکم ایکس نے چونک کر پوچھا۔ "اور وہ ہمارے بستر کون سے ہیں؟ ہمیں کہاں آرام کرنا ہے؟" ابھی اس نے یہ سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ ایک لڑکی اندر داخل ہوئی اور پروفیسر ڈھوک کی باچھیں کھل گئیں۔

"اوہ! تم ... تم خیریت سے تو ہو نا؟"

"تشریف لائیے۔" لڑکی نے خشک لہجے میں کہا اور ہم تینوں اٹھ کر باہر نکل آئے۔

"کیا آپ تینوں الگ الگ کمروں میں قیام کرنا پسند کریں گے یا ... ؟"

"میرے اور میری ساتھی کے لیے ایک ہی کمرا دیا جائے۔ ہاں مسٹر ڈھوک الگ کمرے میں آرام کریں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ڈھوک غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ ان لوگوں کو ان کا کمرا بتا دو اور اس کے بعد مجھے کمرے میں لے چلو۔" مخاطب لڑکی کو کیا گیا تھا جو رہنمائی کر رہی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ ہمیں لے کر

چل پڑی۔ ایک عجیب سی گھٹن محسوس کی تھی۔ غالباً ڈھوک کی بات اسے ناگوار گزری تھی۔

مجھے اور تہذیب مالکم ایکس کو ایک کمرے تک پہنچا دیا گیا جس میں دو خوب صورت مسہریاں موجود تھیں۔ کمرا خاصا کشادہ اور خوب صورت فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس سے پہلے یہاں رہتے ہوئے میں نے یہ کمرا نہیں دیکھا تھا۔ پہلے مجھے جو کمرا دیا گیا تھا وہ دوسرا تھا۔

اندر داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر دیا اور پھر تہذیب مالکم ایکس کی طرف مڑ کر بولا۔ "سوری تہذیب! مجھے بعد میں احساس ہوا کہ مجھ سے ایک غلطی سرزد ہو گئی ہے۔"

"کیا؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"بڑے اعتماد سے میں نے یہ بات کہہ دی تھی کہ ہم دونوں کو ایک ہی کمرا دے دیا جائے۔ تم نے اسے محسوس تو نہیں کیا؟"

میرے اس سوال پر تہذیب کے چہرے پر ایک رنگ سا آ گیا، وہ آگے بڑھ کر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی اور پھر کرسی پر جھولتے ہوئے بولی۔ "اب اس بات پر افسوس کیوں ہو رہا ہے؟"

"صرف تمہارے خیال سے تہذیب کیونکہ بہرطور ..."

"چلو چھوڑو۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا بیٹھا۔ "یہ تمام باتیں بالکل بے کار ہیں، ہمیں حقیقتوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ جو باتیں ہمارے درمیان ادھوری ہیں، ہم انھیں اس وقت تک نہیں دہرائیں گے جب تک کہ اس کا موقع نہ آ جائے۔"

"بس یونہی تہذیب" میں نے سوچا "دوسروں کے سامنے ..."

"نہیں۔ تم نے دوسروں کے سامنے یہ کہہ کر میری وقعت بڑھائی ہے۔" تہذیب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"اور سنو! آئندہ کبھی اس تکلف کو درمیان میں مت لانا۔"

"بہتر ہے، حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" میں نے خوشی سے کہا۔

"اب جلدی سے یہ مسئلہ حل کر دو۔ میرا ذہن کسی پھوڑے کی مانند پک رہا ہے۔ یہ تارینا بارڈو کون ہے؟ اس عورت کے بارے میں میرا اندازہ تو میں لگا چکی ہوں کہ انتہائی پراسرار اور بہت زیادہ سوجھ بوجھ کی مالک ہے، عام عورتوں سے بے حد مختلف۔ ستر قتل کر ڈالے ہیں اس نے ہمارے لیے، یہ معمولی بات تو نہیں ہے۔ تم اسے کب سے جانتے ہو؟ بہت قدیم شناسائی ہے کیا؟ کچھ عجیب سی گفتگو کر رہی تھی وہ، جو میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کی پوری کہانی صرف اتنی سی ہے کہ جزیرہ تیمس اور لیتھی براؤن کا مسئلہ حل ہونے کے بعد میری تم سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہوئی تھی، تھوڑی سی تفصیل تمہیں بتا چکا ہوں۔ اولیو باورڈ کے بارے میں بھی اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ ڈیفیس جیلے کی طرف سے مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ ان تمام باتوں کے بعد میں نے یہ سوچا تھا کہ کچھ عرصہ کسی پرسکون گوشے میں گزاروں اور دنیا کے ان ہنگاموں سے دور رہوں تاکہ خود کو آئندہ پروگرام کے لیے تیار کر سکوں۔ میرے ذہن میں جو آئندہ پروگرام ہے تہذیب، اس کی تفصیل بھی میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ وہ مشن جسے میں اپنی زندگی کا مقصد قرار دے چکا ہوں، اس پر کام جاری رہنا چاہیے۔ مگر کم از کم اس وقت تک جب تک کوئی اور بہتر صورت میرے سامنے نہ آ جائے یا میں یہ نہ سوچ لوں کہ اب مجھے آرام کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں اس طرف نکل آیا اور راستے میں پروفیسر ڈھوک مل گیا۔ جو دلچسپ شخصیت کا مالک تھا، بس یوں سمجھو کہ بلاوجہ ہی میرے ساتھ چپک گیا۔ دلچسپ آدمی ہے اور اس کی شخصیت میں کچھ ایسی انوکھی چیزیں ہیں جنھوں نے مجھے اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور پھر ہم دونوں کو تارینا بارڈو ملی۔" میں نے تہذیب مالکم ایکس کو تارینا بارڈو سے ملاقات کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پھر یہ بھی بتایا کہ وہ کس طرح ہمیں اپنی رہائش گاہ تک لے آئی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے پہاڑیوں میں پیش آنے والا واقعہ اور تارینا بارڈو کے ساتھ آخری لمحات کی تفصیل بھی بتائی۔ "میں اسے بے ہوش چھوڑ آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ یہ خطرناک عورت یقیناً اپنی اس توہین کا انتقام مجھ سے لے گی۔ پھر میں کالوکیپو کی طرف آ نکلا اور وہاں وہ واقعہ پیش آیا جس نے مجھے تم سے دوبارہ ملا دیا۔ یہ تارینا بارڈو سے ملاقات کی تفصیل ہے۔ اس کے بعد اس عورت نے کس طرح ہمارے

بارے میں معلومات حاصل کیں، خاص طور سے میں گرین پپل کے سلسلے میں زیادہ حیران ہوں۔ میری شخصیت تو خیر کسی نہ کسی طرح ان کے علم میں آسکتی تھی لیکن اس نے گرین پپل کے بارے میں جو تفصیلات معلوم کی ہیں، وہ واقعی دلچسپ ہیں اور مجھے ان پر حیرت ہے۔"

تہذیب ہاکر ایکس کچھ سوچتی رہی اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے دلآویز انداز میں کہا۔ "کہیں تیر نظر اور سدا جگر والا مسئلہ تو نہیں ہے؟"

"لگتا تو نہیں ہے، تاہم ذرا مختلف ہے اس عورت کا — اور میں نے اس دوران بھی کوئی خاص بات محسوس نہیں کی، تاہم اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تہذیب، تو تم جانتی ہو کہ مابدولت اب معروف ہو گئے ہیں۔" میں نے کس قدر شوخی سے کہا اور تہذیب آہستہ سے ہنس پڑی۔

"لیکن بڑا عجیب معاملہ ہے، آخر یہ ہم سے کیا چاہتی ہے؟ اور وہ ذاتی مفاد کیا ہے جس کا اس نے تذکرہ کیا ہے؟"

"اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ علی! کیا یہ کسی موقع پر خطرناک ہو کر خطرناک نہیں ہو جائے گی ہمارے لیے؟"

"جو وقت ہم گزار چکے ہیں تہذیب! اس کے بعد خطرات ہمارے لیے تقریباً بے معنی ہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ کیا خیال ہے، اب کیوں نہ واقعی کچھ دیر آرام کر لیا جائے؟"

"بالکل۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" تہذیب نے کہا اور ہم دونوں جوتے اتار کر اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے۔ حلیے خراب ہو رہے تھے لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس وقت باتھ روم میں جا کر حلیہ درست کیا جائے۔ میں نجانے کتنی دیر تک بستر پر لیٹا تازہ صورتِ حال کے بارے میں سوچتا رہا۔ آخر کار نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے آنکھ کھلی تھی۔ دیوار گیر گھڑی یہی وقت بتا رہی تھی۔ تہذیب مجھ سے کچھ پہلے جاگ چکی تھی اور جب میں جاگا تو وہ باتھ روم سے باہر آ رہی تھی۔ دھلی دھلائی نکھری نکھری تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ شرماتے ہوئے انداز میں بولی۔ "باتھ روم سامنے ہے تم بھی..." الفاظ میں اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔

واپس آیا تو تارنیا ہارڈو کی ایک ملازمہ تہذیب سے باتیں کر رہی تھی۔ تہذیب نے مجھے اطلاع دی کہ تارنیا ہارڈو ڈائننگ روم میں ہمارا انتظار کر رہی ہے۔

ہم دونوں ڈائننگ روم میں پہنچے تو تارنیا ہارڈو ایک خوبصورت لباس میں ملبوس دروازے پر آنکھیں لگائے بیٹھی تھی۔ ہمارے اندر داخل ہوتے ہی اس نے ملازم کو اشارہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی ہمارے سامنے انواع و اقسام کی چیزیں آ گئیں۔

تارنیا ہارڈو کہنے لگی۔ "دراصل میں نے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا مشترکہ انتظام کر دیا ہے کیونکہ بھوک اتنی شدید ہے کہ صرف ناشتے سے کام نہیں چلتا۔"

"شکریہ میڈم! لیکن پروفیسر ڈھوک کہاں ہیں؟"

"اُسے لڑکیاں کھلا رہی ہیں۔" تارنیا ہارڈو نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی۔ میں سمجھ گیا تھا۔ تارنیا ہارڈو نے پروفیسر ڈھوک کو اپنی ملازماؤں کے ساتھ مصروف کر دیا تھا۔ "دراصل میں نہیں چاہتی کہ وہ غیر سنجیدہ شخص ہماری گفتگو میں شریک ہو۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں میڈم!" میں نے سادگی سے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس شاندار ناشتے سے فارغ ہو گئے اور تارنیا ہارڈو ہمیں لے کر ایک اور کمرے کی طرف چل پڑی۔ یہ کمرا بھی میں نے پہلی ہی بار دیکھا تھا۔ یہ تارنیا ہارڈو کی مخصوص نشست گاہوں میں سے معلوم ہوتا تھا لیکن یہاں کچھ ایسی چیزیں بھی موجود تھیں جنہیں دیکھ کر میں نے اپنے ذہن میں کچھ عجیب سے احساسات محسوس کیے تھے۔

کمرے کے عین وسط میں ایک سفید سی مشین رکھی ہوئی تھی اور سامنے ہی ایک چھوٹا سا اسکرین جو اس مشین سے منسلک نہیں تھا بلکہ بالکل ہی غیر متعلق انداز میں رکھا ہوا تھا لیکن مشین کے سامنے لگے ہوئے بٹنوں سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی جدید ساخت کا پروجیکٹر ہے۔

تارنیا ہارڈو نے دروازہ بند کیا اور پھر مشین کے پیچھے آ بیٹھی۔ ہم دونوں کو اس نے دو الگ الگ نشستیں دے دی تھیں اور پھر اس کی آواز ابھری۔

"اس اسکرین کی طرف دیکھیے مسٹر علی! آپ کو کچھ دلچسپ چیزیں نظر آئیں گی۔" میری نگاہیں اسکرین کی طرف اٹھ گئیں۔ تارنیا ہارڈو نے سفید مشین کے کچھ بٹن دبائے تھے اور اسکرین پر بجلیاں سی تڑپنے لگی تھیں۔

میرے ذہن میں بڑا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ یہ عورت شروع ہی سے پُراسرار تھی اور اب اس کی یہ تازہ حرکات بھی مجھے انتہائی پُراسرار لگ رہی تھیں۔ میری نگاہیں اسکرین پر مرکوز تھیں۔ تہذیب ہاکر ایکس بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔ نجانے کیا نظر آنے والا تھا اس اسکرین پر۔

اسکرین

آہستہ آہستہ صاف ہو گیا اور اس پر مجھے اپنی تصویر نظر آئی۔ پرانی تصویر تھی جو اس وقت اس تصویر میں پہنا ہوا تھا، بہت عمدہ تھا اور میں نے یہ پہچان لیا کہ یہ اس دور کی تصویر تھی جب میں امریکہ میں قانون کا طالب علم تھا۔ چند لمحات تصویر اسکرین پر رہی پھر غائب ہو گئی۔ اس کے بعد ایک تحریر اسکرین پر ابھری۔

"نام علی یار خان، قومیت پاکستانی، قد چھ فٹ، ڈیڑھ انچ، جسم چھریرا، بدن سڈول، رنگت گورا، شگفتہ مزاج، ذہین اور خطرناک۔ ملاقات کا شوقین ہے، بے باک، شعلہ بیان، مستقیم المزاج۔ وقت پڑنے پر خون کی نہروں سے ٹکرا جانے والا۔" پھر تحریر بدل گئی۔

"فلسطینی مقاصد کے لیے سرگرم، شاندار کارنامے انجام دے چکا ہے۔ اس وقت کہاں ہے، پتا نہیں چل سکا ہے، یہ صورت ہی موجود نہیں ہے۔"

میری نگاہیں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن بدستور حیرت کی آماجگاہ تھا۔ میرے بارے میں یہ مکمل معلومات تھیں لیکن تارنیا ہارڈو نے کہاں سے حاصل کیں، خاص طور سے میری تصویر؟ اس کے بعد تارنیا نے مشین بند کر دی اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "یقیناً آپ خاصے حیران ہوں گے، یہ بہت کام کی چیز ہے۔ کیا ہو گی؟"

"آپ نے مجھ پر کافی محنت کی ہے میڈم ہارڈو!"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وجہ؟"

"طویل داستان ہے، بور تو نہیں ہو گے؟"

"پہلے یہ بتائیے کہ یہ تفصیل آپ کو کہاں سے موصول ہوئی ہے، خاص طور سے یہ تصویر جو بہت پرانی ہے؟"

"سان فرانسسکو سے۔ تصویر یونیورسٹی کے ریکارڈ سے نکلوائی گئی ہے۔"

"آپ کا تعلق امریکہ سے ہے؟"

"اوہ، ہرگز نہیں، امریکہ تو تمہارا دشمن ہے۔" تارنیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے امریکی ہی ہیں؟"

"نہیں۔"

"مقامی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہمدردی، مقامی بھی نہیں، میں اس سوال کو پہلے ٹالنا چاہتی ہوں، لیکن سمجھ لو، میں اپنے ملک کا کچھ معاملات میں ساتھ دیتی ہوں لیکن اگر میرے اور تمہارے درمیان معاملات طے ہو گئے تو تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"کوئی معاہدہ کرنا چاہتی ہیں آپ میڈم ہارڈو؟"

"ہاں علی۔ اتفاقات بعض اوقات بڑا دلچسپ کھیل کھیلتے ہیں۔ مجھے تمہاری تلاش تھی، تم مجھے مل گئے لیکن میں تمہیں نہیں پہچانتی تھی۔ اس کے بعد وہ ہوا جو شاید تمہارے لیے کوئی اہم بات ہو لیکن میرے لیے صرف اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ تمہاری شخصیت پر ایک تجربہ ہو گیا۔"

"آپ کو میری تلاش کیوں تھی میڈم ہارڈو؟"

"اس سے قبل ایک سوال کرنا چاہتی ہوں علی، کیا مس ہاکر ایکس کی موجودگی میں تم ایسی ذاتی گفتگو کرنا پسند کرو گے جو صرف تمہاری ذات سے متعلق ہو؟"

"ہاں مس ہارڈو، اپنی ذات سے متعلق ہر گفتگو میں مس تہذیب کی موجودگی میں کر سکتا ہوں۔"

"اور اگر بات تنظیم آزادیٔ فلسطین کے اغراض و مقاصد کی ہو تو؟"

"جو کچھ مجھ سے کہا جا سکتا ہے، اسے تہذیب سے چھپانا ضروری نہیں ہے۔"

"ایک اور سوال جو معافی کے ساتھ کر رہی ہوں، لیکن ذاتی نوعیت کا ہے۔"

"جی، فرمائیے۔"

"مس ہاکر ایکس کے اور تمہارے درمیان محبت کا رشتہ ہے یا صرف دوستی کا اور کیا یہ رشتہ اس وقت بھی قائم تھا جب آپ دونوں دو مختلف مقاصد کے تحت کام کر رہے تھے؟ میں اس سوال کے لیے معافی مانگ چکی ہوں۔ دراصل یہاں میری معلومات کچھ ناقص ثابت ہو رہی ہیں، میں ان کی تصدیق چاہتی ہوں۔ میں نے سوبانے کیس کی ریڈنگ کی ہے۔ گرین پپل اور الفتح کا سے اس سلسلے میں سرگرم عمل تھیں اور ان دونوں اداروں کی کاوشوں کو مٹی میں ملا دینے والا علی یار خان تھا۔ کیا اس کوشش میں مس ہاکر ایکس شریک تھیں؟"

"تہذیب سے میرا رشتہ نہایت غیر معمولی نوعیت کا ہے یوں سمجھ لیں کہ ایک جان دو قالب والی بات ہے۔"

"مناسب جواب ہے۔ مجھے بے حد پسند آیا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ میں مس ہاکر ایکس کی شخصیت کا تعین چاہتی ہوں۔ ہر چند کہ میں ان معاملات کے بارے میں پوچھنے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتی ہوں۔ میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ میں ابھی اپنے ملک کا نام نہیں بتاؤں گی، اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں۔ امید ہے کہ تم اس بات کو زیادہ محسوس نہیں کرو گے۔"

"میڈم تارنیا ہارڈو، آپ یقین کریں، میرے ذہن میں جناب کی اس بات سے کوئی خاص احساس نہیں پیدا ہوا تھا کہ"

اس نے تم سے ایسے معاملے پر سوال کیے ہیں جو متعلق ہو سکتے ہیں جو ہم دونوں کے درمیان مشترکہ حیثیت رکھتا ہو۔ ہاں آپ کا یہ احسان مجھ پر قرض ہے جو آپ نے مجھے ان لوگوں کے چنگل سے بچا کر لیا ہے اور اس احسان کے عوض میں فی الحال آپ کو کچھ ادا کرنے کے قابل بھی نہیں ہوں لیکن اپنا قرض چکا دینے کی نیت ضرور رکھتا ہوں۔"

"آپ تول کر گفتگو کر رہے ہو علی! اس سے قبل بھی تو ہم تھوڑا سا وقت ساتھ گزار چکے ہیں۔ گو اس وقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن چلو اسی حوالے سے جو تم نے ابھی دیا ہے کم از کم اپنے لہجے میں دوستانہ انداز تو پیدا کر لو۔ مجھے تمہارا لہجہ خشک خشک محسوس ہو رہا ہے۔"

"سوری میڈم تارینا! پہلے اس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن کیا ہم ابھی اپنے تعارف کے اسی مقام پر نہیں کھڑے ہوئے جہاں سے گفتگو کی ابتدا ہوئی تھی یعنی نہ ابھی آپ نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہ میں نے آپ کو اپنے بارے میں۔ آپ نے میرے بارے میں یہ معلومات کیوں حاصل کیں اور آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"علی! میں ایک ایسے اہم سلسلے میں تمہارا تعاون اور تمہارا ساتھ چاہتی ہوں جو دو ملکوں کے مفاد میں ہے۔ فلسطین کو میں ذاتی طور پر ایک ملک قرار دیتی ہوں جو عربوں کا ہے۔ قیام اسرائیل کے سلسلے میں دو ہزار سال سے جو کاروائیاں ہو رہی ہیں اور وہ جس نہج پر پہنچیں اور جس انداز میں پہنچیں، میرا ملک اور میں انہیں اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور ایک ایسے ملک کی باشندہ ہونے کی حیثیت سے میری ہمدردیاں اور دلچسپیاں بھی عربوں کے ساتھ ہیں اور چونکہ تم اتفاقیہ طور پر عرب نہیں بلکہ پاکستانی ہو یوں ہمارے درمیان ایک قدر مشترک ہو گئی یعنی دو بالکل علیحدہ ممالک کے لوگ فلسطین سے وہی ہمدردی اور وہی محبت اور وہی عقیدت رکھتے ہیں جو عربوں کے دل میں ہو سکتی ہے۔ تو علی! ایک ایسی مشترکہ صورت حال پیش آ گئی جس میں ہم دونوں کے درمیان صرف ایک چھوٹی سی بات مختلف ہے۔ یعنی میں جو کام کرنا چاہتی ہوں وہ صرف فلسطینی عربوں کے ہی نہیں بلکہ میرے ملک کے مفاد میں بھی ہے۔ اگر میں تم سے یہ کہوں علی کہ ایک خوف ناک منصوبہ جو عربوں کے لیے مستقبل میں تباہ کن ہو سکتا ہے میرے سامنے آیا ہے اور تمہارے ساتھ مل کر میں اس منصوبے کو ناکام بنانا چاہتی ہوں تو کیا میں اس بات کی توقع رکھوں کہ تم اس کام میں دلچسپی لو گے؟"

"میڈم تارینا ڈوڈ! مجھے اس معاملے میں بولنے کی اجازت دی جائے۔" میں نے اور تارینا ڈوڈ دونوں نے ہی چونک کر تہذیب بالکم بیس کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی "نذر علی کے بارے میں آپ سان فرانسسکو سے جو معلومات حاصل کر چکی ہیں ان سے تو آپ نے اپنے طور پر یہ یقین کر لیا ہو گا کہ پاکستانی نوجوان اپنے جذبۂ اخوت سے سرشار ہو کر جو کچھ کر رہا ہے اگر اس کے سامنے ایسی کوئی بات آئے تو وہ انکار نہیں کر سکتا۔ علی آپ کے سامنے مجھے اپنے وجود کا اعتراف کر چکے ہیں چنانچہ بات دونوں حصوں میں سے کسی کی زبان سے نکلے اہمیت رکھتی ہے۔ اگر مسئلہ فلسطینی مفاد کا ہے تو تم آپ بہتر طریقے سے تعاون پر آمادہ ہو۔" جذبوں کی تخلیق عجیب انداز میں ہوتی ہے۔ تہذیب بالکم مجھے بہت پہلے ملی تھی لیکن نہ معلوم وہ کون سا لمحہ تھا جب اس طرح ملنے کے بعد تہذیب بالکم ایکس میرے وجود کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی اور اس وقت وہ بولی تھی تو اتنا اعتماد تھا اس کے لہجے میں اتنا یقین تھا اس کے لفظوں میں کہ تردید کا کوئی تصور ہی نہیں ابھرتا تھا۔

تارینا ڈوڈ نے میری طرف دیکھا، غور کرتی رہی جیسے اندر پھر تہذیب کی طرف رخ کر کے بولی "ویسے یہ اعزاز حاصل کرنے پر تمہیں مبارک باد دیتی ہوں، بہت مشکل بات ہے اس معیار کا پیدا ہو جانا۔ تو مسٹر علی بار بار، بات ایسے ہی ایک مشترکہ مفاد کی ہے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں تمام صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ ہاں اگر اس پیش کش کے سلسلے میں تم لوگ آپس میں کچھ مشورہ کرنا چاہو تو میں تمہیں وقت دے سکتی ہوں۔"

"ابھی تو پیش کش ہی ہمارے سامنے نہیں آئی میڈم پارٹو" میں نے کہا۔

"مسٹر علی! میں گو کہ تے بل کی باشندہ نہیں ہوں، امریکی بھی نہیں ہوں، جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ میرا ملک فلسطین اور اسرائیل کے معاملات میں غیر متعلق سا ہے۔ ہم نے کبھی اسرائیل کی براہ راست کوئی مدد نہیں کی بلکہ بعض مواقع پر ہم نے عربوں کے مفادات کے لیے ایسے کام کیے جن پر ہمیں بہت دل دہلا دینے والے واقعات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ قبل چند ملکوں کی ایک مشترکہ کانفرنس میں کیمیاوی ہتھیاروں کو محدود کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ میرا ملک کیمیاوی ہتھیاروں کی تیاری میں پیش پیش تھا اور ہم نے اس سلسلے میں دنیا کے سامنے جو کچھ پیش کیا تھا وہ انتہائی خوف ناک اور تباہ کن تھا۔ تباہ کن ہتھیار جن جذبوں کے تحت تیار کیے جاتے ہیں وہ پسندیدہ نہیں ہوتے لیکن بعض ملکوں کا انحصار اسی پر ہے۔ میں اپنے ملک کی سیاسی حیثیت تمہارے سامنے پیش نہیں کر سکتی کیونکہ مجھے جو کچھ معلوم ہے وہ میرے پاس اپنے وطن کی امانت ہے۔ مختصر کرتا

[illegible] ہم نے کیمیاوی ہتھیاروں کو اور ان کے فارمولوں کو غلط طور پر ایک جگہ کیا اور انہیں ضائع کر دینے کا فیصلہ کیا۔ ہمارے ایک آب دوز ان چیزوں کو لے کر سمندر میں پہنچ گئی اور اس مخصوص سمت بڑھنے لگی جہاں یہ تمام چیزیں سمندر کی گہرائیوں میں دفن کر دی جاتیں۔ اس آب دوز کا سفر بخیر و خوبی جاری تھا مگر کچھ لوگوں نے مداخلت کی اور آب دوز کو اپنی منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی اغوا کر لیا۔ آب دوز کے عملے کو بے ہوش کر کے ایک ویران جزیرے پر ڈال دیا گیا تھا۔ وہ لوگ اس جزیرے سے بچ سکے۔ ہمارا ملک آب دوز کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ ہم نے بہت سے ممالک سے اس سلسلے میں امداد بھی طلب کی اور مشترکہ مہم مسلسل ناکامیوں سے دوچار رہی۔ ہاں آب دوز کے عملے کا سراغ ہم نے لگا لیا تھا۔ آب دوز پر جو کچھ تھا مسٹر علی وہ بے حد خطرناک تھا اور وہ جس کے بھی ہاتھ لگا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد تمام الزام ہمارے ملک پر آئے گا کیونکہ کیمیاوی ہتھیاروں کو محدود کرنے والے ممالک کی مشترکہ کانفرنس میں یہ طے ہوا تھا، ان کے مطابق یہ ذمہ داری ہمارے ملک کی تھی کہ وہ کیمیاوی ہتھیاروں اور ان کے فارمولوں کو اسی مخصوص طریقے سے ضائع کر دے۔ ان ممالک نے شبہے کا اظہار کیا ہے کہ ہمارے ملک نے کسی بھاری معاوضے کے عوض یہ سب کچھ کسی کے حوالے کر دیا ہے۔ ہمارے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا تاہم ہماری کوششیں مسلسل جاری تھیں۔ اس کے بعد پال جوشیو نے ہم سے رابطہ قائم کیا۔ مسٹر علی ممکن ہے آپ نے اس شخص کا نام سنا ہو۔ پال جوشیو ایک بین الاقوامی دہشت پسند ہے۔ اس کا نام پچھلے چند سالوں سے یورپ کے مختلف حلقوں میں سنا جا رہا ہے۔ چند بین الاقوامی سازشوں میں اسے ملوث سمجھا گیا ہے۔ بعض ملکوں کے ایجنٹوں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے تحت پال جوشیو کا تعلق کسی خاص ملک سے نہیں ہے بلکہ وہ معاوضے پر کام کرنے والا دہشت پسند ہے۔ پال جوشیو کی طرف سے ہمیں جو پیغام ملا وہ بے حد خوف ناک تھا۔ اس نے ہم سے کہا کہ آب دوز میں موجود کیمیاوی ہتھیار، ان کے فارمولے اور دوسری چیزیں اس کی تحویل میں ہیں۔ ہمارا ملک چاہے تو ان چیزوں کا سودا کر سکتا ہے بصورت دیگر ان چیزوں کو اسرائیل کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے گا کیونکہ اسرائیلی ایجنٹ بھی اس سلسلے میں کوشاں ہیں۔ یہ صورت حال میرے ملک کے لیے انتہائی تشویش ناک تھی۔ ہم نے اپنے طور پر جو کوشش کر سکتے تھے کر ڈالی اور تمام صورت حال ان پر واضح کر دی تھی۔ ڈیئر مسٹر علی! میں

اپنے ملک کے ایک مخصوص محکمے کی سربراہ ہوں اور یہ ذمہ داری بہت پہلے میرے سپرد کر دی گئی تھی کہ میں کیمیاوی ہتھیاروں سے لیس اس گم شدہ آب دوز کے لیے کام کروں۔ میں نے اپنا کام جاری رکھا لیکن پال جوشیو کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل نہ ہو سکیں اور یہاں ابھی تک اس سلسلے میں کوئی نمایاں کام نہیں کر سکی ہوں۔ میرے ادارے مسلسل اس جنگ میں مصروف ہیں۔ فلسطینی اس سلسلے میں دلچسپی تو لے رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو انہوں نے ہمارے ملک میں بھیجا ہے وہ اس معیار کے لوگ نہیں ہیں کہ اتنا اہم کام انجام دے سکیں۔ میں نے اپنے ملک کے سرکردہ افراد سے کہا کہ مجھے انسانوں کا ایک ہجوم نہیں بلکہ ایک ایسی اہم اور مضبوط شخصیت درکار ہے جو بے شمار انسانوں کا بدل ثابت ہو۔ اس سلسلے میں چند افراد میں نے منتخب کیے تھے، اسی دوران تمہارا نام بھی میرے سامنے آیا۔ مجھے تمہاری شخصیت میں دلچسپی محسوس ہوئی اور میں نے تمہارے بارے میں بیروت سے رپورٹ طلب کر لی۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کی روشنی میں میں نے سان فرانسسکو اور کیلی فورنیا سے تمہارے بارے میں مکمل تفصیلات طلب کر لیں۔ پھر میرے علم میں والشو سوبالے کے لیے جنرل میرحسن کی پیشکش آئی۔ تم کوٹے بل کے انقلاب اور اسرائیلی ایٹمی پروجیکٹ کی تباہی کے سلسلے میں بھی تمہارا نام سامنے آیا۔ پھر بالکل اتفاقیہ طور پر تم مجھے مل بھی گئے لیکن جب تم مسٹر ڈھوک کے ساتھ یہاں پہنچے تھے اس وقت میں تمہیں پہچانتی نہیں تھی اور میں نے تمہیں ایک عام آدمی کی حیثیت سے خوش آمدید کہا تھا۔ میں نے شاید اس وقت بھی تمہیں بتایا تھا کہ انسان شناسی میرا محبوب مشغلہ ہے اور وہ کھیل جو ہمارے درمیان کھیلا گیا صرف ایک ذاتی سی بات تھی جو میری اپنی دلچسپیوں تک محدود تھی۔ ہاں جب تمہارے بارے میں مجھے سان فرانسسکو اور کیلی فورنیا سے رپورٹ موصول ہوئی اور تمہاری تصویر میرے سامنے آئی تو میری آنکھوں نے تمہیں پہچان لیا۔ اس وقت یقین کرو مجھے خود پر فخر محسوس ہوا کہ میں نے ایک شان دار شخصیت کو پایا تھا لیکن پھر تمہیں کھو دینا میرے لیے انتہائی رنج کا باعث تھا۔ میں نے لمحوں میں اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دیا اور اپنے اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے کالو کیمپو میں تمہاری تلاش خاص طور سے جاری رکھی اور یہاں تم مجھے مل گئے ہو مسٹر علی! یہ ہے وہ کہانی جو ممکن ہے اس وقت تمہارے لیے حیرت انگیز ہو لیکن شاید آنے والے وقت میں ہمارے درمیان ایک بہترین تعاون کی فضا پیدا کر دے۔ تم چاہو تو تنظیم آزادی فلسطین سے رابطہ قائم کیا

سکتا ہے، بیروت سے ان کے ٹاؤٹ یہاں طلب
کیے جا سکتے ہیں. تمہارے لیے تمہاری مرضی کے مطابق
کامات منگوائے جا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا
ملک تمہارے ساتھ ہر وہ تعاون کر سکتا ہے جس کے تم خواہشمند
اگر تم تنظیم آزادیٔ فلسطین کے لیے کام کرنا چاہو تو میں
طور پر اپنے ملک سے اس کی درخواست کر سکتی ہوں کہ جو
ن قدر رسوا ہو کر تم اس سلسلے میں طلب کرو وہ تمہیں دیا جائے
گی جوشیو کی بلیک میلنگ کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ
طرح ہمارا ملکی وقار مجروح ہوتا ہے. مقصد صرف یہ ہے کہ
سے وہ فارمولے اور کیمیاوی ہتھیاروں کے نمونے ہمیں
جائے جو انہیں پائل جوشیو کی گرفت سے نکال کر
ہمدردی کی تہ میں دفن کر دینا ہمارے ملک کے لیے ضروری ہے
ہم اپنے ملک کا وقار بحال کر سکیں.

"میڈم مالکم ایکس! آپ نے بھی یہ تمام تفصیل سن لی ہوگی.
ا خیال ہے کہ اس میں کہیں آپ لوگوں کے لیے کوئی پریشانی
پہلو نہیں نکلتا سوائے اس کے کہ ایک ہولناک جرم آپ کی
منتظر ہے. یہ وضاحت بھی کر دوں کہ گرین پولا کے بارے میں
معلومات مجھے بہت ہنگامی طور پر حاصل ہوئی تھیں اور واشنگٹن ہو جانے
ـس کی بریفنگ کے بعد مجھے بھی اندازہ ہوا تھا کہ گرین پولا
منتشر ہو گئی اور یہ گروپ ٹوٹنے میں اس کی ناکامی کی ذمہ داری
تہذیب مالکم ایکس پر ہے جو اندازہ مجھے نہیں تھا کہ گرین پولا
سے جو واشنگٹن ہو جانے کے سلسلے میں ناکام رہنے کے بعد
ان پیرس کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے تھے اور پھر شاید انہیں
انوں کے ذریعہ رہا کیا گیا تھا، تم سے انتقام لینے ٹھان لی جائیں
گے. مجھے یہ سب کچھ ہنگامی طور پر معلوم ہوا اور میں خصوصی انتظام
کے ساتھ تم لوگوں کی امداد کے لیے پہنچی. اس میں میری ذاتی
بھی دلچسپی ہوتی تھی میں اس سے انکار نہیں کروں گی. تو ڈیئر
تہذیب مالکم ایکس! ابھی تم نے جس وثوق اور جس اعتماد سے
تھا کہ علی! تنظیم آزادیٔ فلسطین کی فلاح و بہبود کے لیے ہر کام
نے کو تیار ہیں. چنانچہ اب میرا خیال ہے کہ کل دن کے کسی بھی
وقت میں تم ضرور مجھے یہ خوشخبری سنا دو گی کہ علی میرے ساتھ تعاون
نے کو تیار ہیں." یہ کہہ کر تارینا پارڈو آہستہ سے ہنسی پھر بولی "علی!
م سوری! میں نے تمہاری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے."
میں جھینپے سے انداز میں مسکرا کر رہ گیا تھا. اس بات کا
جواب میں نے نہیں دیا تھا. چند لمحے کی خاموشی کے بعد تارینا
: "وہ تہذیب! کہیے میں یہ بولی. بات جس سلسلے کی ہے علی! تم نے
ن پر غور کر لیا ہوتا. بہتر یہ ہے کہ کچھ وقت اور سوچ لو. معاملہ

دونوں ہی کے مفاد کا ہے. میرا ملک پوری طرح میرا [illegible]
کا احترام کرتا ہے اور مجھے ہر طرح کے اختیارات دیے گئے
ہیں کہ اس مشن پر کام کرنے کے لیے جو کچھ کرنا چاہوں، کر سکتی
ہوں. یہ صرف ایک دوستانہ پیشکش ہے."
"ٹھیک ہے میڈم! بہتر یہی ہوگا کہ آپ کو کل جواب دیا
جائے." میں نے کہا.
"میں چاہتی ہوں علی کہ اس دوران اگر تم محدود ہی رہو تو زیادہ
بہتر ہوگا اور یہیں اس سلسلے میں پروفیسر ڈھوک کی کہیں گنجائش
نہیں نکلتی. یہ آدمی کسی قدر غیر سنجیدہ ہے. ممکن ہے تمہارا اس
کے ساتھ کوئی مخلصانہ رابطہ ہو لیکن جہاں تک میں اسے سمجھ
سکی ہوں، کچھ ایسی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک ڈفر ہے
اور کسی بھی لمحے تمہارے لیے نقصان کا باعث بن سکتا ہے چنانچہ
اپنے اس پروگرام میں اس کی شرکت پر غور کر لینا." میں نے
گردن ہلا دی تھی. اس کے بعد تارینا پارڈو ہم سے رخصت ہو
گئی. اس نے کہا تھا کہ اب ڈنر پر ملاقات ہوگی لیکن اس موضوع پر
کوئی گفتگو نہیں ہوگی.
میں اور تہذیب مالکم ایکس اپنی آرام گاہ میں آ گئے. پروفیسر
ڈھوک کو تارینا پارڈو نے واقعی اس کے پسندیدہ کام پر لگا دیا
تھا اور وہ اس میں مصروف تھا. ظاہر ہے ایسے اوقات میں اسے
اور کوئی یاد نہیں آتا تھا.
تہذیب نے کمرے میں داخل ہو کر مسکراتی نگاہوں سے
مجھے دیکھا اور پھر بولی "جلد بازی تو نہیں کر ڈالی میں نے علی! کوئی
ایسی بات تو نہیں کہہ دی جو تمہارے مزاج کے خلاف ہو؟"
"نہیں تہذیب! ایسی تو کوئی بات نہیں."
"ہم تنظیم آزادیٔ فلسطین کے لیے کام کریں گے، تم بھی
کرتے رہے ہو نا علی؟"
"ہاں تہذیب، فلسطینیوں سے، اپنے ان عرب بھائیوں
سے جو بے گھر بے وطن ہو گئے ہیں، مجھے دلی ہمدردی ہے.
پچھلے دنوں کچھ ایسے واقعات ہوئے تھے جن کی بنا پر تنظیم کے
اور میرے درمیان کچھ شبہات پیدا ہو گئے تھے. میں نے اچانک
بیروت چھوڑ دیا تھا. اولیو بارڈ کے بارے میں، میں تمہیں بتا
چکا ہوں کہ وہ امریکا سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس نے
مجھے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے. یہودی ہونے کی وجہ سے وہ
سارے معاملات کو پس پشت ڈال کر عظیم تر اسرائیل کے لیے
کام کرتا ہے. امریکا میں یہودیوں کو جو مراعات حاصل ہیں ان کی
وجہ سے عربوں کو جتنا نقصان پہنچ رہا ہے کسی اور ذریعے سے نہیں
پہنچ رہا. بہرحال میں تنظیم سے دور ہٹ گیا ہوں لیکن فلسطینیوں کے

مفاد کے لیے میرے [illegible] جذبہ
کسی طرح سے بھی نہیں نکال سکتا جو اسلامی بھائی چارے کا جذبہ
ہے اور جس کے لیے میں نے اپنی زندگی تج دی ہے."
"میں جانتی ہوں علی! یہ سب کچھ ہونے کے باوجود جب
تمہیں اس بات کا علم ہوا کہ گوسٹے پل میں اسرائیلی پروجیکٹ
کام کر رہا ہے تو تم نے باقی تمام معاملات پس پشت ڈال دیے
تھے. آج میں بے پناہ مسرور ہوں علی کہ تمہارے ساتھ شامل ہو
کر وہ سب کچھ کرنے جا رہی ہوں جو تم تنہا کرتے رہے ہو. میں
تمہیں تنہا اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اگر فلسطینی مجاہدین ان کاموں میں
تمہارے ساتھ رہے ہوں تو رہے ہوں لیکن تہذیب مالکم ایکس
ان میں سے کوئی نہیں تھی، غلط تو نہیں کہہ رہی علی؟"
"ہاں تہذیب! یہ غلط نہیں ہے."
"تو یوں سمجھو کہ نام میرے نام ہے، تہذیب علی یار خان
کے نام!" تہذیب نے کہا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دل کے
تپتے ہوئے صحرا میں بہار آ جائے. بڑی اپنائیت تھی ان الفاظ
میں اور اپنائیت جس سے میں برسوں سے محروم تھا اب اندازہ
ہو رہا تھا کہ کیا شے ہے لذت آشنائی.
چند لمحے خاموش رہ کر میں احساسات کے سمندر میں غوطہ
زن رہا پھر میں نے کہا "گرین پولا میں رہ کر تم نے کبھی پائل جوشیو
کے بارے میں نہیں سنا تہذیب؟"
"کیوں نہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پائل جوشیو
ایک انتہائی خطرناک انسان ہے بلکہ شاید تمہیں یہ سن کر حیرت ہو
کہ وہ اپنا گروہ رکھنے کے علاوہ مختلف ملکوں میں کام کرنے والے
مختلف اداروں سے بھی رابطہ قائم رکھتا ہے. خود گرین پولا ایک
بار پائل جوشیو کے لیے جنوبی افریقہ میں کام کر چکی ہے. گو میں اس
کام میں شریک نہیں تھی لیکن ہمارے ریکارڈ میں یہ بات موجود
ہے. پائل جوشیو کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات تو نہیں
تھیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے.
دہشت پسندوں میں اس کا نام ایک بڑی حیثیت رکھتا ہے."
"اس مہم میں تم میرے ساتھ شریک رہو گی نا تہذیب؟"
"ہاں! اس سوال کی ضرورت کیوں پیش آئی تمہیں؟" تہذیب
نے کچھ حیران ہو کر پوچھا. "ظاہر ہے اب تم کسی بھی سلسلے میں تنہا
نہیں رہ سکتے."
"یہ بڑا دلچسپ اتفاق ہے تہذیب کہ تم جیسی شخصیت
اچانک اور نہ جانے کون سے راستے سے میری زندگی میں داخل
ہو گئی. میں تمہارے بارے میں سوچتا ہوں تو ایک ایسا احساس
ہوتا ہے جیسے جنہیں الفاظ نہیں دیے جا سکتے. بس میں یہ کہہ سکتا
ہوں کہ شاید میری تشنہ زندگی تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی. اب
میرے ذہن میں یہ خیال قوی ہے کہ گو میرے سامنے ایک ہستی ایسی
ہے جس کا تحفظ مجھ پر مقدم ہے اور جس کے نزدیک میری ذات
اسی قدر اہم ہے جیسے خود میرے لیے ہو سکتی ہے."
"علی! بعض اوقات کچھ احساسات انسان کے وجود کو زیادہ
طاقت ور کر دیتے ہیں. میرا خیال ہے کہ ہم تارینا پارڈو کے مشن کو قبول کر
لیتے ہیں اور اس سلسلے میں کام کرنے کا اعلان کر دیتے ہیں."
"ٹھیک ہے تہذیب! یہ فیصلہ تو ہم نے پہلے ہی کر
لیا تھا اور بھلا میری مجال تھی کہ میں اس سے انکار کر دیتا اور
اتفاقات ایسے ہیں تہذیب کہ سب خدا ہی انداز میں میرے
سامنے آیا ہے جس طرح کہ میں چاہتا تھا. میں نہیں جانتا کہ
میں تنظیم آزادیٔ فلسطین پر کوئی احسان کر رہا ہوں. ان لوگوں نے
گوسٹے پل میں بھی اتفاق کی کوشش کی تھی کہ میں ان سے اپنا
اختلاف بھلا کر ان میں شامل ہو جاؤں لیکن میں نے اسے منظور
نہیں کیا. میں نے واپسی قبول نہیں کی."
"کیسے قبول کرتے علی! میں جو تمہارا راستہ روک کے بیٹھی
تھی، تمہیں مجھ تک جو پہنچنا تھا." تہذیب نے مسکراتے ہوئے
کہا اور میں اسے دیکھنے لگا.
پھر ہم نے وقتی طور پر یہ موضوع ختم کر دیا. بہت سے
معاملات ابھی تشنہ تھے سب سے پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ
تارینا پارڈو کا تعلق کون سے ملک سے ہے. مجھے یقین تھا کہ تارینا
مجھے یہ تفصیل بتا دے گی. بہرحال کچھ لمحے کے لیے ذہن میں یہ خیال
بھی ابھرا تھا کہ کہیں یہ سب کچھ میرے خلاف اولیو بارڈ کی
سازش نہ ہو لیکن حالات بتاتے تھے کہ ایسا نہیں ہے.
تارینا پارڈو نے میرے لیے جو کچھ کیا تھا اس کے پس پشت
اولیو بارڈ نہیں ہو سکتا تھا. اگر اولیو بارڈ ہوتا تو وہ سیدھے
کسی اور انداز میں الجھانے کی کوشش کرتا.
اس کے بعد ہم لوگ اپنے طور پر مختلف قسم کی گفتگو
کرتے رہے. پروفیسر ڈھوک بھی زیر بحث آیا اور یہاں بھی
تہذیب نے تارینا پارڈو کی بات سے اتفاق کیا کہ پروفیسر ڈھوک
ایسے معاملات میں ایک موثر آدمی ثابت نہیں ہو سکتا اور میں
اسے یہیں چھوڑ دیتا ہوں گا. اس سے میرا کوئی قلبی یا ذہنی تعلق بھی
نہیں تھا. ہاں، ایک اچھا ساتھی ضرور تھا وہ لیکن ایسے معاملات
میں انتہائی غیر ذمہ دار ثابت ہوتا اور ظاہر ہے ہم ایک غیر
ذمہ دار شخص کو ساتھ لے کر اپنے سر کوئی عذاب نہیں مول لے
سکتے تھے.
تارینا پارڈو سے حسب پروگرام ڈنر پر ملاقات ہوئی.

پروفیسر ڈھوک بھی وہاں موجود تھا اور بہت چہک رہا تھا۔ یہاں اسے کھل کھیلنے کا موقع ملا تھا اور چونکہ تاریتا بارڈوا سے ہم سے الگ رکھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے اپنی ملازماؤں کے سپرد یہ خدمت کر دی ہو گی۔

پروفیسر ڈھوک کو اب ہمارا کوئی خیال نہیں رہا تھا۔ ہاں، ڈنر ٹیبل پر اس نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ "یوں لگتا ہے جیسے آپ لوگوں کو ضرورت سے زیادہ اطمینان نصیب ہو گیا ہو۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے انسان کو اپنے طور پر مطمئن ہونا ہی چاہیے۔"

"اپنی کہو پروفیسر، تم تو مجھے ضرورت سے زیادہ ہی مطمئن نظر آ رہے ہو۔"

"بھائی بات یہ ہے جس قسم کے خوف ناک حالات سے دوچار ہو چکا ہوں اس کے بعد یہ سکون مجھے خواب کی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ میڈم بارڈو کے پاس سے فرار ہو کر ہم نے انسانیت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ تاہم اب جب ہمیں اس کے ازالے کا موقع ملا ہے تو ہم کیوں اس سے گریز کریں۔" پروفیسر ڈھوک نے جواب دیا۔ تاریتا بارڈو اس دوران خاموش رہی۔

ڈنر کے بعد ہم تھوڑی دیر تک ساتھ رہے اور اس کے بعد پروفیسر ڈھوک نے کہا۔ "اگر آپ لوگ اجازت دیں تو۔۔۔"

"ہاں، ضرور۔" تاریتا نے کہا اور پروفیسر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تاریتا ہمیں دیکھ کر مسکرا دی۔

"یہ شخص ایتھوپیا کا باشندہ ہے۔ میں اس کے بارے میں بڑے خیالات نہیں رکھتی لیکن یہ بہت عجیب ہے۔ بڑا ل ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں دنیا میں۔"

"میڈم! آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ بذات خود کون ہیں، افریقہ کے کون سے خطے سے آپ کا تعلق ہے؟"

"ابھی نہیں اس انکشاف کے لیے مزید حوصلہ کرنا ہو گا۔" تاریتا نے جواب دیا۔ وہ اپنے قول کی پابند تھی۔ ہم نے بھی مزید اصرار نہیں کیا کہ اس سے زیادہ اس موضوع پر گفتگو کی جائے اور اس کے بعد ہم اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ناشتا کیا گیا۔ پروفیسر ڈھوک بھی ساتھ تھا اور سپہر دس بجے تاریتا بارڈو نے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ ہم نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ تاریتا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ دروازہ بند کر کے وہ ہمارے سامنے آ بیٹھی۔

"وقت پورا ہو چکا ہے علی! تمہیں ہاں یا نہیں میں جواب دینا ہے۔"

"میڈم تاریتا! بات اتنی بڑی تو نہیں تھی۔ آپ نے چونکہ اس سلسلے میں خود ہی وقفے کا تعین کیا تھا اس لیے ہم نے تسلیم کر لیا۔ تہذیب نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"گویا۔۔۔ گویا علی آپ لوگ۔"

"ہاں میڈم تاریتا! البتہ ایک بات پر ہمیں حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"آپ نے ہم پر بہت زیادہ انحصار، بہت بڑا بھروسا کیا ہے۔ کیا آپ کا تمام تر تجربہ۔۔۔ معاف کیجیے گا، یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ نے خود کو ایک ایسے اہم محکمے سے متعلق بتایا ہے جو اس قسم کے معاملات میں یقیناً باعمل ہو گا۔ تو آپ کا تجربہ کیا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہم اس اتنے بڑے مشن میں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔"

"علی! دیکھو انسان کی اپنی ایک پہنچ ہوتی ہے، وہیں تک وہ سفر کر سکتا ہے۔ تمہاری زندگی سے متعلق جو معلومات میں نے حاصل کی ہیں ان کے تحت میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اگر عملی طور پر ذرا بھی ہو سکا تب بھی تم اس سلسلے میں اتنا کچھ کر سکتے ہو جتنا کوئی عام آدمی نہیں کر سکتا۔ ہم کسی بہت بڑے گروہ کو بھیج کر اس مشن کے لیے کام کر سکتے ہیں لیکن اس طرح کچھ ایسی الجھنیں پیش آئیں گی جنہیں ہم سنبھال نہیں سکیں گے۔ اس کے برعکس اگر صرف چند افراد زیادہ ذہانت اور سبک رفتاری سے کام کریں تو میرا اندازہ ہے کہ ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھ پر اعتبار کرنا آپ کا کام ہے۔ ہاں میں اس بات کا وعدہ کر سکتا ہوں کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس مشن کے لیے کام کروں گا۔"

"بس اتنا کافی ہے علی۔ بعد کے معاملات تو تقدیر کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ پہلے میں تمہیں اپنے ملک کا نام بتاتی ہوں مگر اس سے بھی پہلے بہتر یہ ہے کہ تم میری اصلی شکل دیکھ لو۔"

"اصلی؟" میں نے اور تہذیب نے چونک کر کہا۔

"ہاں، یہ میری اصلی شکل نہیں ہے۔ گوٹے نبرگ میں قیام کے دوران مجھے یہ حلیہ اختیار کرنا پڑا۔" تاریتا بارڈو نے اپنی گردن کے پاس کچھ ٹٹولا کر ایک میک اپ ماسک اپنے چہرے سے اتار دیا اور ہم نے ایک پرکشش اور دل کش صورت اپنے سامنے پائی۔ خدوخال بالکل تبدیل ہو گئے تھے۔ یہ اعلیٰ پائے کا ماسک تھا۔ ان نفیس میک اپ ماسک اس

کے بیچ چھپا رکھا تھا۔ تاریتا بارڈو کی شخصیت ہی ایک پراسرار تھی۔ وہ پراسرار چہرہ اب بھی جوان کا تو نہیں تھا لیکن دل کشی میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ رنگ بھی انتہائی پاک تھا۔ تہذیب نے تعریفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کمال ہے میڈم بارڈو، میں نے واقعی اتنا کچھ نہیں سوچا تھا۔"

"اب اجازت دو تو میں یہ ماسک اپنے چہرے پر لگا لوں۔" اور پھر آئینے کے سامنے جا کر اپنی پرانی شکل میں آ گئی۔

تہذیب مالکر ابھی آہستہ سے بولی۔ "بہت دل کش ہے علی، اور آپ اتنا ملیح چہرہ بہت کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔"

تاریتا بارڈو واپس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ "میں نے اپنے ملک کا حالات و شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس کے بیان میں کہیں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔" تاریتا بارڈو نے کہا۔ "تم جانتے ہو علی کہ امریکا میں مقیم یہودی بڑی طاقت رکھتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں اور سب کے سب اسرائیل کی بقا کے لیے ہر طرح سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ شاید تم اس بات پر تعجب کرو گے کہ ایک شخص نے یہ پیش کش کی ہے کہ وہ مکمل طور پر پال جوشیو کو وہ سب کچھ ادا کر سکے گا جو وہ طلب کرتا ہے۔ لیکن ڈین کا بوسن کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا گیا ہے اور اس کو پیغام ملا کہ جوشیو تک نہیں پہنچ سکا۔ البتہ وہ امریکا پہنچ چکا ہے اور ڈین کا بوسن سے اس نے ملاقات کی ہے۔ مقصد جو کچھ ہے، اب تمہارے سامنے ہے۔ انتہائی پھرتی سے کام کرنا ہے تاکہ ان کے درمیان کوئی سودا ہونے سے قبل ہم اپنے طور پر کامیابی حاصل کر لیں۔ تمہیں ان تمام اقدامات کی تفصیل بتا دی گئی ہو گی جو اب تک ہم نے کیے ہیں۔ تم یہ سمجھ لو کہ پال جوشیو کسی بھی وقت کوئی سودا کر سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں جو کچھ کرنا ہو گا انتہائی برق رفتاری سے کرنا ہو گا۔ اگر تم اس سلسلے میں مکمل طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہو تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں اپنے ملک سے رابطہ قائم کر کے اس مہم کے لیے اقدامات کرنے کی درخواست کروں؟"

"ٹھیک ہے آپ نے خود ہی یہاں یہ وقت دیا تھا۔ مسز تاریتا بارڈو، ہم پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ آپ کے مقاصد کے لیے کام کریں گے۔ آپ اس سلسلے میں جو کچھ بھی کر سکتی ہیں۔"

"شکریہ علی! اب میں ایک بات بھی تمہارے پاس ہے اور

نہیں کر سکتی۔ اپنے طور پر اپنی مصروفیات کو جاری رکھو اور ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار رہو کہ کسی بھی لمحے تمہیں یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔" وہ ہمارے پاس سے اٹھ گئی اور ہم دونوں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ اپنے اس فیصلے پر ہم بالکل مطمئن تھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "پلیز علی، پروفیسر ڈھوک سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہ کرنا۔ اسے نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے درمیان کوئی خاص معاملہ ہے۔ تمہیں اس صورت حال کا بخوبی اندازہ ہے کسی بھی غیر متعلق شخص کو ہم ان حالات کی ہوا بھی نہیں لگنے دینا چاہتے۔"

"بالکل اطمینان رکھیں میڈم بارڈو۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہمیں خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔ تہذیب مالکر ایک لمبی سانس لے کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

تاریتا بارڈو اس گفتگو کے بعد سے بالکل نارمل ہو گئی تھی۔ اس رات اس نے ڈنر پر ہمیں بتایا کہ اسے ایک ضروری کام در پیش ہے چنانچہ اس کی غیر حاضری ممکن ہے کچھ طویل ہو جائے۔ ہم لوگ اسے محسوس نہ کریں بلکہ اپنے طور پر تفریحات جاری رکھیں۔ اس نے کہا کہ یہ بات وہ اس لیے کہہ رہی ہے کہ اس سے قبل جب ہم پہلی بار یہاں آئے تھے تو پروفیسر ڈھوک نے اس سلسلے میں اعتراض کیا تھا۔

پروفیسر ڈھوک جلدی سے بولا۔ "نہیں میڈم! اس وقت کی بات اور تھی۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم آپ کے خاندان ہی میں شامل ہیں۔ آپ اطمینان سے اپنا کام کیجیے۔" تاریتا مسکرا کر رہ گئی تھی۔

دوسری صبح اس سے ناشتے کی میز پر ملاقات نہیں ہوئی۔ پتا چلا کہ وہ جا چکی ہے۔ پروفیسر ڈھوک سے بھی دن بھر ملاقات نہیں ہوئی۔ تاریتا دوسرے دن بھی واپس نہیں آئی تھی لیکن تیسرے دن صبح وہ ناشتے کی میز پر موجود تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے ہم لوگوں سے دو دن کی غیر حاضری کی معذرت طلب کی اور ہم سے ہماری خیریت دریافت کرتی رہی۔

اسی دن دوپہر کو دو بجے پروفیسر ڈھوک لنچ سے فارغ ہو کر ہمارے ساتھ ساتھ ہی ہمارے کمرے میں آ گیا اور لجاجت آمیز لہجے میں بولا۔ "وہ تھا سوچ رہے ہو گے کہ میں کتنا غلط آدمی ہوں لیکن یہ بات نہیں ہے۔ عمر کا ایک بڑا حصہ سینوں کی معیت میں گزارا ہے اور یہ جانتا ہوں کہ جب دو نوجوان دل یکجا۔۔۔ ہوتے ہیں تو کسی تیسرے کی مداخلت کس قدر

"جی، میں حاضر ہوں۔"

"آپ کو یاد ہے کہ آپ نے جن راستوں پر سفر کا آغاز کیا تھا وہ کون سے تھے؟ کیا آپ ایک باقاعدہ نقشے کے تحت روانہ ہوئے تھے یا پھر آپ کا یہ خیال تھا کہ ویران سمندر کے جس حصے میں آپ چاہیں اس آب دوز کی اشیا کو ضائع کر دیں گے۔ کیا پروگرام تھا آپ کے ذہن میں؟"

"میں وہ نقشہ اپنے ساتھ لایا ہوں جس کے تحت میں نے سفر کیا تھا۔" ایلن کراؤڈ نے اپنی فائل سے ایک بڑا سا کاغذ نکال کر میز پر پھیلا لیا اور پھر کھڑے ہو کر سرخ پنسل سے ان نشانات کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا جو نقشے پر لگائے گئے تھے۔ اس نے کہا۔ "میں سان فرانسسکو سے سیدھے راستے پر تقریباً دو ہزار میل کا سفر طے کر کے انٹیریو پاسلو پہنچا اور انٹیریو پاسلو سے میں نے بائیں سمت کا رخ اختیار کیا۔ بائیں سمت کا علاقہ چینڈی بل کہلاتا ہے۔ چینڈی بل آزاد سمندر ہے اور یہاں سامنے کی سمت میں چھوٹے چھوٹے جزیروں کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے جہاں بے شمار جزیرے ایسے ہیں جن کا دنیا کے نقشے پر کوئی وجود نہیں ہے اور ایسے جزیرے سے جرائم سرگرمیوں کا مرکز ہیں اس علاقے کی خصوصیات یہ ہیں مسٹر علی کہ یہاں دنیا کا کوئی بھی ملک اپنی کسی بھی نوعیت کی مصروفیات بغیر کسی کی مداخلت کے جاری رکھ سکتا ہے۔ مثلاً یہاں بحری تحقیقاتی مشن پہنچ جاتے ہیں جو سمندر میں مختلف تجربات کرتے ہیں۔ بعض جگہ یہاں زیر آب ایٹمی دھماکے بھی کیے جاتے ہیں۔ بعض جگہ معدنیات کی تلاش کی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں اکثر ملکوں کے جہاز نظر آ جاتے ہیں اور بعض اوقات ان جہازوں کو خوفناک حادثے بھی پیش آ جاتے ہیں جو ان جزیروں میں مصروف مجرموں کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔"

"میں نے چینڈی بل کے بائیں سمت تقریباً دو ہزار ایک سو میل کا سفر طے کیا تھا کہ مجھے وہ حادثہ پیش آ گیا جس کے لیے ہم قطعی طور پر تیار نہیں تھے۔ ہماری آب دوز سمندر کی گہرائیوں میں اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ ہم نے اس راستے میں روشن آب دوزیں بھی دیکھی تھیں جن سے ہمیں پیغامات موصول ہوئے تھے۔ یہ پیغامات قطعی دوستانہ تھے اور ہمیں ان پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اچانک ہم نے محسوس کیا کہ سمندر میں کچھ برقی لہریں نمودار ہو رہی ہیں۔ ہمارے آلات ان برقی لہروں کی نشاندہی کر رہے تھے۔ لیکن پھر ہماری آب دوز کو جھٹکے لگے اور عملے کے افراد ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے۔ ہمیں یوں لگا جیسے ہمارے ذہن خوابیدہ ہوتے جا رہے ہوں۔ میں نے کوشش کی تھی کہ ہم اپنے آپ کو ... کر لیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے ... گہری نیند سو گئے۔ پھر جب ہماری آنکھ کھلی تو ہم چینڈی بل کے ایک جزیرے پر موجود تھے۔ یہ جزیرہ عام جزائر کی طرح کا تھا اور یہاں ہماری زندگی کے لیے ضرورت کی کوئی چیز ... مستحکم آب دوز کا کہیں پتا نہیں تھا۔ کافی عرصہ ہم نے ... کی حالت میں گزارا۔ کچھ حادثے بھی ہوئے اور عملے کے ... ان کا شکار ہو گئے۔ لیکن زندگی نے ہمارا ساتھ دیا اور ... وطن واپس پہنچ گئے۔"

"چینڈی بل کے جس علاقے تک ہماری آب دوز ... ہوش و حواس کے عالم میں سفر کیا تھا یہ آخری سرحد ... اسی علاقے کی نشاندہی کرتا ہے جو اس کے اطراف میں ... بڑا جزیرہ ابی کہلاتا ہے۔ بائیں سمت تقریباً سو میل دور ایک اور جزیرہ گوز کا ڈا کہلاتا ہے۔ باقی بڑے اور چھوٹے چھوٹے جزیرے نظر آتے ہیں جن کا کوئی نام ہمارے علم میں نہیں ہے جزیرہ ابی کا ایک آزاد جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے دنیا کے تاجر پیشہ لوگ وہاں پہنچ جاتے ہیں یہ ایک باقاعدہ نظام ہے جزیرے کا، جسے کسی جدید ملک کا نظام کہا جا سکتا ہے۔ یہ جزیرہ ایک ایسے سمندر میں واقع ہے جہاں تک پہنچنے کا کوئی عام ذریعہ نہیں ہے اس لیے ابھی تک مہذب دنیا کے لوگ اس کے بارے میں جانتے بھی نہیں ہیں۔ صرف اطراف کے لوگ زیادہ ہوتے ہیں جو کسی حادثے کا شکار ہو کر یہاں پہنچ جاتے ہیں اور وہیں کی خبریں لاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہماری تحقیقات کے آغاز کے لیے یہی جزیرہ سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی اور سوال کرنا چاہتے ہیں مسٹر علی؟" ایلن کراؤڈ نے کہا۔

"نہیں، شکریہ۔ تاہم اس نقشے کو میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔" ایلن کراؤڈ نے کاغذ تہہ کر کے میری جانب بڑھا دیا۔

"مجھے وہاں پہنچانے کے لیے کیا انتظام ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"نہایت احتیاط سے وہاں آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔ مالکم ایکس کے لیے بھی ایک خاص بندوبست کیا گیا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ابی جا کے ایک مقام چیلو سانتی میں ایک دولت مند بوڑھی عورت کو سیکریٹری کی ضرورت ہے۔ اس عورت کا تعلق ہمارے ملک سے ہے۔ اس لیے مس ایکس اس

جزیرے کے لیے نہایت موزوں رہیں گی۔ مالکم جا رہا ہے لیکن ہماری خواہش ہے آپ دونوں کے درمیان فاصلہ تو ہو گا لیکن ... مجھے وہاں قدم جما کر زیادہ بہتر انداز میں اپنے کام کا آغاز کر سکتی ہیں۔"

"بہت عمدہ۔ میں اس پروگرام سے مطمئن ہوں۔"

"بحری تحقیقاتی مشن کے سلسلے میں ایک سمندری جہاز مارشل ... کے آس پاس موجود ہے۔ اس جہاز پر تمہاری حیثیت ... انجینئر کی ہو گی اور تمہیں یہاں ہر ممکن سہولت مہیا کی جائے گی ... جو لوگ تمہارے خصوصی معاون ہوں گے ان کی فہرست ... میڈم ہارڈو تمہیں فراہم کر دیں گی۔ کوئی اور سوال؟"

"میں مطمئن ہوں۔" میں نے لمبی سانس لے کر کہا۔

کافی دیر تک میٹنگ جاری رہی۔ بے شمار معاملات زیر بحث آئے اور پھر تمام لوگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ہم انہیں ... چھوڑنے آئے اور جب ریلی کا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو ہم اندر واپس آ گئے۔

"شاید تم اسے میری خوشامد محسوس کرو علی۔" تاریبا ہارڈو نے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہیں میرے ملک میں ایک ایسا مقام ملا ہے جس کا کوئی اور تصور بھی نہیں کر سکتا۔ شاید اتنے بڑے ملک کے لیے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ کسی کام کے لیے ایک بیرونی شخص پر انحصار کرے۔ ہمارے ہاں بھی بہترین دماغ موجود ہیں لیکن تم پر جو ترجیح ہوتی ہے اس کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ تم اس کام کے لیے موزوں ترین ... اور ان تمام لوگوں سے زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہو جنہیں اس سلسلے میں منتخب کیا جا سکتا تھا۔ میں تمہیں ... کا یقین دلاتی ہوں کہ اس مہم کی کامیابی کے بعد کم از کم ... ملک میں تمہاری اتنی وقعت ہو گی جس کا تم تصور بھی نہیں ... میں نے ذاتی طور پر بھی اپنے ملک کے ان اہم ترین لوگوں ... گفتگو کی ہے اور ان کے ذہنوں میں تمہارے لیے نہایت ... جذبات پائے ہیں تم ایک پروقار انسان ہو علی اور تم نے ... بے غرضی سے صرف اپنے مشن کی تکمیل کے لیے ... کوشش کیا اس چیز نے سب ہی کو متاثر ... علی یہ خوشامد نہیں بلکہ ایک دوست ... بتا رہی ہے۔"

"میڈم تاریبا ہارڈو آپ یہ سب کہہ کر مجھے شرمندہ کر رہی ہیں ... جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہو گی ... مشن کو کامیابی سے ... ہم دونوں حالانکہ ابھی ... ذہن میں الجھے ہوئے ہیں اور ... آپ کو اس سلسلے میں تکلیف دوں گا۔"

"تکلیف نہ کہو۔ تم نے میرے سر کا ایک بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ اپنا ایک ایک لمحہ تمہارے لیے وقف کرنے کو تیار ہوں۔ ذہن میں جو بھی آئے مجھ سے ضرور پوچھ لینا کیونکہ اس کے بعد ہمارے راستے مختلف ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ مجھے اس مشن پر زیادہ سے زیادہ کب تک روانہ ہو جانا چاہیے؟"

"تیاریاں مکمل ہو جائیں۔ اس کے فوراً بعد باقی کام ہو جائے گا۔ اس میں کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔"

ہم لوگ واپس آ گئے اور پھر صرف رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ باقی کام دوسرے دن کے لیے اٹھا دیا گیا تھا۔ تنہائی میں تہذیب مالکم ایکس نے مجھ سے کہا۔ "میں نے اپنی زندگی میں کریئر کے لیے بہت کچھ کیا ہے علی لیکن محسوس کر رہی ہوں کہ یہ مہم میری زندگی کے ان تمام کارناموں سے زیادہ خطرناک ہے۔"

"میں اب بھی اس سلسلے میں کچھ الجھا ہوا ہوں تہذیب۔ سوچتا ہوں کہ میری وجہ سے تم خاص مشکلات کا شکار ہو جاؤ گی۔"

"تمہاری وجہ سے میں زندگی بھر مشکلات کا شکار ہونے کے لیے تیار ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے علی کہ مجھے کرنا کیا ہو گا؟ میں نے اس تمام گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اس لیے کہ تم جو کچھ ان لوگوں سے پوچھ رہے تھے وہ ضروری تھا البتہ ... سوال میں نے تم سے تنہائی میں پوچھنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں تمہیں مکمل پلان تاریبا ہارڈو سے موصول ہو گا۔"

"ٹھیک ہے میں جانتی ہوں جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ وہ تمہیں ہر پہلو سے مطمئن کرنے کی کوشش کرے گی۔" تہذیب بولی۔

"تمہیں وہاں مجھ سے علیحدہ رہنا ہو گا تہذیب۔ یہ بات تمہارے ذہن میں الجھن تو نہیں ہے؟"

"نہیں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ یہ ہماری ضرورت ہے اور یہ عمل ہمارے ذہن یکجا ہیں۔ ایسا بھی ہمارے درمیان محبت کے وہ نہ ٹوٹنے والے رشتے قائم ہیں جن کے تحت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہم ذہنی طور پر ایک دوسرے کے قریب رہیں گے۔ میں صرف اس کام میں تمہاری کامیابی کی خواہاں ہوں۔"

"شکریہ تہذیب۔ تمہارے ان جذبات نے جو احساسات

میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں انہیں الفاظ کی شکل دینا ان کی توہین ہوگی۔"

"تو تم ان کی توہین نہ کرو۔" تہذیب مسکراتے ہوئے بولی اور ہم دونوں ہنسنے لگے۔

دوسرے دن ناشتے سے پہلے ہی تارینا ہارڈو ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ہم دونوں جاگ گئے تھے اور کاہلوں کے سے انداز میں بستروں پہ بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ تارینا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"میں ملاقات کی معافی چاہتی ہوں لیکن بس یونہی دل چاہا کہ تمہارے پاس آ جاؤں۔ ذہنی طور پہ اتنی مصروف رہی ہوں کہ رات کو خواب میں بھی کام ہی کرتی رہی ہوں۔"

"آ جائیے میڈم ہارڈو! یہ بات جان لیجیے کہ آپ کے قرب سے ہمیں خوشی ہوتی ہے۔"

"سوچتی ہوں کیوں ہم اس طرح ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب آ گئے۔ زندہ رہے تو یہ دوستی تاحیات چلتی رہے گی۔"

"یقیناً کیوں نہیں۔"

"میں نے رات کو تم لوگوں کے خواب گاہ میں آنے کے بعد کافی ریڈنگ کا کام کیا ہے اس کے باوجود ساڑھے چھ بجے صبح ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ کیا خیال ہے، ایک ایک کپ چائے پی جا سکتی ہے؟"

"یقیناً۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی ملازمہ کو آواز دی اور چائے کے لیے کہہ دیا۔ چائے بے تکلف ماحول میں پی گئی تھی ہم لوگ دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ میں نے تارینا سے پوچھا "میرا خیال ہے آج کا دن آپ مجھے دیں گی میڈم۔ جو سوالات اس سلسلے میں میرے ذہن میں آ گئے ہیں وہ بھی آپ سے کرنے ہیں اور پھر وہ تمام ضروری اشیا بھی آپ مجھے مہیا کریں گی جو اس سلسلے میں درکار ہیں۔"

"یقیناً بات کو اس کی تیاریاں تو کر رہی ہوں۔" تارینا نے کہا۔

ہم لوگوں نے چائے پی پھر باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور لباس تبدیل کر کے تارینا کے ساتھ اس کی خصوصی نشست گاہ میں پہنچ گئے۔ یہ نشست گاہ بھی ہم نے پہلی بار دیکھی تھی جو بالکل اندرونی حصے میں واقع تھی۔ یہاں دیوار پر ایک قد آدم پروجیکٹر رکھا ہوا تھا جیسا تارینا نے پہلی بار دکھایا تھا۔ ممکن ہے اسی پروجیکٹر کو یہاں لے آیا گیا ہو۔

تارینا نے فیصلہ کیا کہ ناشتا یہیں کیا جائے گا لیکن ابھی [illegible] آغاز ہوگا۔

"سب سے پہلے میں تمہیں ان لوگوں سے روشناس کرا دوں جو تمہارے معاون ہوں گے۔" تارینا نے کہا اور پروجیکٹر کے پیچھے جا بیٹھی۔ ایک تصویر اسکرین پہ نظر آئی۔ یہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی جو بڑا نرم چہرہ رکھتی تھی۔ تارینا کی آواز ابھری "یہ میڈم مارٹینا شکن ہیں اور مس ناہم ایکس آپ کو ان کی سیکرٹری کی حیثیت سے ان کے پاس پہنچنا ہے۔ ایران کے جانے کے لیے ایک خصوصی فلائٹ موجود ہے جس کے ذریعے کچھ افراد وہاں پہنچتے ہیں اور پھر واپس بھی آ سکتے ہیں۔ یہ مخصوص فلائٹ ہوتی ہے جس کے لیے خصوصی اجازت نامے حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ میڈم مارٹینا جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہے کہ ہماری ہی کارکن ہیں۔ ان کا تعلق میرے اپنے ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ وہ آپ کو خوش آمدید کہیں گی اور موجودہ سلسلے میں جو کچھ آپ کرنا چاہیں گی، وہ آپ کی مکمل طور پر معاونت کریں گی۔ اگر آپ چاہیں تو ان کی تصویر بھی آپ کو فراہم کر سکتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ کو بس محتاط انداز میں وہاں تک پہنچنا ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ ایک طرح سے علی سے الگ رہیں اور کچھ اس قسم کا اظہار کرتی رہیں جیسے آپ علی کے خلاف کسی بڑی سازش سے منسلک ہوں۔ یہ انداز علی کے دشمنوں کو آپ کی طرف متوجہ نہیں ہونے دے گا بلکہ یہی سوچا جائے گا کہ ممکن ہے آپ کسی اور سلسلے میں کام کر رہی ہوں۔ ہاں علی! اس بات کے پورے پورے امکانات موجود ہیں کہ ایران کے افراد اور ان حوالوں کے اطراف میں مالک جو شیو کی طرف سے ایسے لوگوں کو متعین کر دیا گیا ہو جو وہاں پہنچنے والے اجنبیوں پہ پوری نگاہ رکھتے ہوں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ وہاں تم دنیا کی نگاہوں سے محفوظ ہو بلکہ ہر طرح کسی رہنے کی ضرورت ہوگی۔"

"ٹھیک ہے بالکل درست۔"

"اب میں تمہیں مارشل کے علیحدہ کے ان افراد سے روشناس کرا دوں جو تمہارے معاون ہوں گے۔ یہاں سے ان لوگوں کو خود سے روانہ کیا گیا ہے اور اس کے لیے مجھے خاصی مشکل اٹھانا پڑی ہے۔ ان افراد میں سے اہم لوگ بھی یا مارشل پہ معمولی ملازموں کی حیثیت سے بھی کام کر رہے ہیں۔ تمام افراد میرے انجینئر ہیں، سب میرین انجینئر ہیں۔"

پہنچنے کے مکمل کوائف سے آگاہ ہیں، ضرورت پڑنے پر یہ باہر کی دنیا کے کسی بھی حصے میں لے جا سکتے ہیں، ان کی [illegible] ذہن نشین کر لیں۔"

تارینا ہارڈو نے ایک اور فلم پروجیکٹر پہ چڑھائی اور پروجیکٹر چلنے لگا۔ ہر شخص کی تصویر اور اس کے بارے میں تفصیلی معلومات اسکرین پہ نمودار ہونے لگیں اور بڑی وضاحت کے ساتھ تارینا ہارڈو مجھے ان کے بارے میں بتاتی رہی۔ تیسری اور آخری فلم اس سب میرین کے بارے میں تھی جس کے لیے سارا چکر کھڑا ہوا تھا۔ مجھے سب میرین کی تصاویر مختلف زاویوں سے دکھائی گئیں۔ اس کی اندرونی اور بیرونی ساخت، بناوٹ اور اس پہ موجود نشانات کی مکمل تفصیل بتائی گئی پھر یہ مرحلہ بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد تارینا ہارڈو نے پروجیکٹر بند کر دیا۔

"اب اس سلسلے میں تمہارے سوالات لیکن پہلے یہ بات بتا دو ان لوگوں کی تصاویر بھی کیا تمہیں درکار ہوں گی؟"

"نہیں میں نے ان تصویروں کو اپنے ذہن پر نقش کر لیا ہے اس کوئی چیز میں اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا جو شبے کا نشانہ بن سکے۔"

"ٹھیک، البتہ میڈم ناہم ایکس سے رابطے کے لیے [illegible] دیا جائے گا تاکہ تم دونوں کے درمیان رابطہ رہ سکے۔"

"ہاں یہ ضروری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی اور سوال؟"

"یقیناً۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس آپ روڈ کے سلسلے میں اصل کارروائی کیا کرنی ہے؟"

"اس کی تلاش، تباہی یا چھڑوانا۔" تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔ "واپسی کے لیے ظاہر ہے مارشل پہ وہ لوگ مل جائیں گے جو سب میرین چلا سکتے ہیں۔"

"ہاں یقیناً تمہیں اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ [illegible] کی تلاش کا ہے۔" تارینا نے جواب دیا۔

"آخری اور سب سے اہم سوال یہ ہے میڈم تارینا کہ آپ [illegible] یقین کر لیا کہ گمشدہ آپ روڈ اسی علاقے میں ہے [illegible] کہیں اور لے جایا گیا ہو اور ہم لوگ [illegible]"

"نہیں علی! یہی تو ایک کام ہم نے اب تک کیا ہے ہماری [illegible] کوششیں رہی ہیں کہ ہم اس جگہ کے بارے میں [illegible] جہاں اب وہ رکھی گئی ہے۔ [illegible]

اپنی رہائش کا بندوبست کیا ہے۔ یہ بات کئی ملکوں کی متفقہ رائے کے مطابق ہے۔ پھر ہمیں اس کی جانب سے جو پیغامات موصول ہوئے ہیں، ہم نے ان کے راستوں پر بھی کافی محنت کی ہے اور اس کے بعد تمام تر نشاندہی اسی علاقے کی ہوتی ہے چنانچہ یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ مالک جو شیو نے ہماری آپ روڈ کو اس علاقے میں محفوظ کیا ہوا ہے۔"

"اور کیا یہ ضروری ہے کہ وہ سمندر ہی میں ہو ممکن ہے اسے خشکی پر اٹھا لیا گیا ہو جیسا کہ آپ نے بتایا کہ مالک جو شیو بے پناہ وسائل کا مالک ہے۔"

"اس کے امکانات یقینی ہیں لیکن یہ تمہاری ذمہ داری ہوگی کہ تم اس کی صحیح جگہ کا سراغ لگاؤ۔" تارینا نے جواب دیا۔

"ایک اور سوال۔ کیا وہاں آپ سے رابطہ قائم کیا جا سکے گا؟"

"سردست میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی علی۔ چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے اس میں لیکن چند خاص وجوہات کی بنا پر اس وقت یہ بتانا مناسب نہیں ہوگا۔ تاہم اگر اس کی ضرورت پیش آ گئی تو پھر اس بارے میں فیصلہ کر دوں گی۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ سوال تم نے کیوں کیا ہے علی؟"
"کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔"
"مسٹر علی! اس سلسلے میں جتنے لوگوں سے تمہاری ملاقات ہوگی وہ تمہارے ماتحت ہوں گے۔ تم اس آپریشن کے بااختیار کمانڈر ہو گے۔ تمہیں تمام اختیارات حاصل ہوں گے اور کسی بھی صورت حال میں تم کسی بھی پروگرام میں تبدیلی کرنے کے مجاز ہو گے۔"

"او کے میڈم تارینا! میں مطمئن ہوں۔" میں نے کہا اور تارینا مسکرانے لگی۔

"تو مجھے اجازت۔" تارینا نے کہا اور ہم لوگ وہاں سے اٹھ گئے۔

زندگی کے اس انوکھے رخ کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وطن کی زمین پر بچپن کے حسین دور کے نقوش کندہ تھے۔ ایک سادہ سی پُرسکون وادی میں آنکھ کھولی، سادہ لوح لوگوں کے ساتھ دنیا کے رنگ دیکھے، جنوں اور پریوں کی کہانیاں سنیں اور خوابوں میں ان کے انوکھے دیسوں کی سیر کی۔ اس کے بعد جوانی کی دنیا میں قدم رکھا اور بہت سی نصیحتوں کا پلندہ لے کر امریکہ آگیا۔ امریکہ کی رنگین زندگی کو ہمیشہ اجنبی آنکھوں سے دیکھا یہ سوچتے ہوئے کہ اپنے آپ کو اس کلچر کے سپرد نہیں کرنا۔ یہ احساس دل کے ہر گوشے میں جاگزیں رہا کہ میں ایک پُروقار قوم کا فرد ہوں جس کی روایات امانت کی شکل میں میرے پاس ہیں۔ دوستوں کی رنگین محفلوں میں اپنے کردار کے پیوند بچا کے رکھے اور تسلیم کرا دیا کہ کردار کوئی چیز ہوتی ہے لیکن زندگی کی اس کروٹ کا گمان بھی نہیں تھا۔ اب تو پیارا علی پاک ایک موہوم سے نقطے کی شکل میں رہ گیا تھا۔

تہذیب کو یہ مہم بے حد خطرناک لگ رہی تھی کیونکہ اس نے براہِ راست اور یورپ کی قتل و غارت کے ساتھ اس سے قبل کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا لیکن میں نے زندگی کے ایک معمولی حصے کو چھوڑ کر بقیہ وقت موت کی دہشت میں ہی گزارا تھا۔ موت کو اتنے قریب سے دیکھا تھا کہ دوسروں نے نہ دیکھا ہوگا۔ قید خانوں میں زندگی سے مذاق، وہاں سے فرار ہوتے ہوئے موت کے مختلف روپ، کیا کیا نہیں دیکھا تھا میں نے۔ زندگی کتنی بے وقعت ہے، مجھ سے زیادہ کون جان سکتا تھا چنانچہ میرے ذہن میں اس نئی مہم کے بارے میں خوف کا کوئی احساس نہیں تھا۔

تارینا کے بارے میں اب یہ سوچنا بے کار تھا کہ اس کے وسائل کتنے ہیں۔ گوتے بل میں وہ بہت بااختیار تھی

چنانچہ تفریحی پروگرام کے تحت ہم دونوں کو گوتے بل سے نکال کر ایک اور جگہ میں لایا گیا جہاں ایک رات ایک شاندار ہوٹل میں قیام کیا اور دوسرے دن شام کو پانچ بجے ایک چھوٹے سے سفر کے بعد ہم ہیکلا پہنچ گئے۔ یہاں سے تہذیب مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ اسی رات تقریباً ایک بجے ایک خصوصی ایئرپورٹ سے یلن ولانی کے جانے والے طیارے میں سوار ہو گیا۔ تہذیب کا الیکس کے لیے خصوصی طور پر میرے برابر کی سیٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایک حسین سبز کالی اسکرٹ میں ملبوس وہ بہت شاندار نظر آ رہی تھی۔ ہم دو اجنبیوں کی طرح بیٹھ گئے۔ اس تفریحی سفر کے مسافر عام لوگ نہیں تھے۔ برابر کی سیٹ پر ایک سات فٹ چوڑے قد کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا آدھا چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ اس پر نگاہ نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ یہ چہرہ بری طرح کچلا ہوا تھا۔ دو ہنگامی شخصیت ہمارے بالکل آگے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے پورے چہرے کو ڈھکے ہوئے تھے۔ خواتین بھی تھیں۔ ایک سیٹ پر دو بوڑھی خواتین بیٹھی تھیں جو مسلسل آپس میں مذاق کیے جا رہی تھیں۔

سفر جاری رہا۔ دورانِ سفر میں نے تہذیب سے تعارف حاصل کیا اور اس نے بھی بالکل اجنبی انداز میں مجھے اپنے بارے میں بتایا۔ کھڑکی کے باہر شدید دھند پھیلی ہوئی تھی لیکن ہوشیار پائلٹ کسی دقت کے بغیر طیارہ اڑا رہا تھا۔ سفر پورے چار گھنٹے کا تھا۔ اس کے بعد مسافروں کو بیلٹ باندھنے کی ہدایت کی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد طیارہ رن وے پر آ گیا۔ اب ہم لوگ مجرموں کے جزیرے پر تھے۔

ٹرمینل سے گزر کر ہم لوگ باہر نکل آئے۔ کسٹم وغیرہ کا ذکر ہی نہیں تھا۔ بڑا اجنبی اجنبی ماحول تھا۔ اس وقت تقریباً پونے چھ بجے تھے۔ تاریکی چھٹتی جا رہی تھی۔

میں نے تہذیب کو پیش کش کی... "میڈم! اگر آپ پسند کریں تو میرے ساتھ ہی کسی ہوٹل میں قیام کریں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔ اچانک عقب سے ایک آواز ابھری۔

"ہوٹل گیلنٹ اجنبی دوستوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں خاص حیثیت رکھتا ہے جناب! اگر آپ اسے رونق بخشنا پسند کریں تو ہماری خوش بختی ہوگی۔"

ہماری گردنیں گھوم گئیں۔ چھوٹے سے قامت کی لڑکی خدوخال سے تھائی معلوم ہوتی تھی لیکن نہایت شگفتہ انگریزی بول رہی تھی۔

"اگر یہ بات ہے تو ہمیں تمہاری مہمان نوازی قبول ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر تشریف لائیے۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور ہم مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

تھائی لڑکی نے ایک لمبی سی خوبصورت کار کا دروازہ کھولا اور ہمیں اندر بیٹھنے کی پیشکش کی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہمارا سامان ہمارے ہاتھ سے لے کر کار کی ڈکی میں رکھ دیا تھا۔ وہ خود ہی ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھی پھر اس نے پوچھا۔

"آپ دونوں کو الگ الگ کمرے درکار ہوں گے یا ایک ہی کمرے کا بندوبست کر دوں؟"

"نہیں پلیز، ہمیں الگ کمرے چاہئیں۔" مجھ سے پہلے تہذیب فالفور ہی بول پڑی اور میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ایسے دوست جو ایک دوسرے کو ذہنی طور پر قبول کر کے نزدیک آتے ہیں، ابتدا میں ساتھ ہی وقت گزارتے ہیں۔" تھائی لڑکی نے کہا۔

"کیا یہ بھی تمہارے فرائض میں شامل ہے کہ تم گیسٹ میں ٹھہرنے والوں کے لیے پروگرام منتخب کرو؟" تہذیب نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"نہیں میڈم! معافی چاہتی ہوں۔" لڑکی جلدی سے بولی اور اس کے بعد اس نے ہماری گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا۔

ابن کے بارے میں جو کچھ بھی میں نے سنا تھا، وہ بہت دلچسپ تھا۔ کسی بھی ملک کا [illegible] یہ جزیرہ مجرموں کا جزیرہ کہلاتا تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ اسے بے حد حسین بنایا گیا تھا۔ سڑکیں، گلیاں اور بازار اس طرح صاف شفاف نظر آ رہے تھے کہ اسے ماڈرن سٹی کہا جا سکتا تھا۔

گیسٹ کی عمارت چار منزلہ تھی اور ایک نفیس دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی۔ سامنے کے حصے کو بہت خوبصورتی سے پارکنگ لاٹ کی حیثیت دی گئی تھی۔ ایک سمت ہشت کشادہ لان مثلث کی شکل میں بنا ہوا تھا جس میں سوئمنگ پول بھی تھا۔ لان کے تین حصوں میں بڑی خوبصورتی سے کرسیاں بچھائی گئی تھیں تاکہ شام کو کھلی ہوا میں بیٹھنے والے یہاں کی تفریحات سے لطف اندوز ہو سکیں۔ یہی نہیں بلکہ لان پر باقاعدہ تفریحات کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ایک طرف آرکسٹرا کے لیے اسٹیج بنا ہوا تھا اور دوسری طرف ڈانسنگ فلور تھا۔

ہمیں میری منزل پر دو کمرے دیے گئے۔ تہذیب نے مجھے دیکھا اور سر ہلاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ ہوٹل کی ابتدائی شکل ہم نے دیکھ لی تھی۔ کمرا بھی انتہائی خوبصورت تھا۔ بہر طور خاصی دیر ہم نے اپنے اپنے کمروں میں وقت گزارا اور اس کے بعد تہذیب میرے پاس پہنچ گئی۔ ہمارے درمیان یہ بات طے ہو چکی تھی کہ تیار ہونے کے بعد ہم لوگ ذاتی گفتگو بالکل نہیں کریں گے اور اس طرح ایک دوسرے سے پیش آئیں گے جیسے دو شناسا ہوتے ہیں۔

تہذیب نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "سوری ڈیئر! مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ بہتر ہے ہم کچھ وقت ساتھ گزاریں چونکہ اس کے بعد میری مصروفیات کا آغاز ہو جائے گا۔"

"مجھے آپ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات بہت عزیز ہیں۔" میں نے کہا اور رسمی گفتگو ختم ہو گئی۔ پھر بقیہ وقت ہم لوگ ساتھ ساتھ رہے۔ موسم بے حد خوشگوار تھا اور رات کے سفر کی تھکن نے ہم لوگوں کو متاثر نہیں کیا تھا۔ کافی دیر تک ہم اپنے کمرے میں گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد باہر نکل آئے۔

ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کافی رونق تھی اور یہاں بھانت بھانت کے لوگ نظر آ رہے تھے لیکن میرا اندازہ تھا کہ یہاں آنے والے شریف لوگ نہیں ہوتے۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو سیاحت کی غرض سے ادھر کا رخ کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ وہ جو ایڈونچر ہی کے شائق ہوں اور اس جزیرے کے بارے میں سن کر اسے دیکھنے کے لیے چلے آئیں۔

ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھ کر ہم نے کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد باہر کی سیر کے لیے نکل آئے۔ ابھی تہذیب کے باہر جانے کا کوئی پروگرام متعین نہیں تھا۔ روش پر چہل قدمی کرتے ہوئے تہذیب آہستہ سے بولی۔ "یہاں کا ماحول واقعی بڑا عجیب ہے۔"

"ہاں۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔" سوئمنگ پول پر لوگ خوش فعلیاں کر رہے تھے۔ ہم اس کے کنارے جا کر کھڑے ہو گئے۔ ایک آزاد ماحول تھا جسے گہری نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

دوپہر کو ایک بجے کے قریب ہم اپنے اپنے کمروں میں واپس آ گئے۔ واپسی میں میں نے تہذیب سے کہا تھا کہ ہمارا بہت زیادہ ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے اب رات ہی کو ملاقات ہو گی۔ تہذیب اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ کھانے کے بعد ہلکی سی تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تھی۔

پروگرام کے مطابق ابھی ہمیں چوبیس گھنٹے اسی طرح گزارنے تھے۔ پھر جیسے ہی ہم اردگرد کی صورت حال سے مطمئن ہو جاتے تو ہمیں اپنا کام شروع کرنا تھا۔

رات کو تہذیب ڈائننگ ہال میں آ گئی اور اس کے بعد ہم نے وہاں کی تفریحات میں بھرپور حصہ لیا۔ ڈائننگ ہال سے ہم کھلے آسمان کے نیچے نکل آئے جہاں لان پر بہترین

ساز بج رہا تھا۔ ہم نے عام لوگوں کی مانند رقص میں بھی حصہ لیا۔ پھر رات کو تقریباً دو بجے اپنے اپنے کمرے میں واپس چلے گئے۔ اس وقت تک کوئی ایسی صورت پیش نہیں آئی جسے قابل ذکر کہا جا سکتا۔ کوئی خاص طور سے ہماری طرف متوجہ نہیں تھا۔ یہاں جتنے لوگ تھے سب اپنے اپنے طور پر تفریحات میں مشغول رہے تھے۔ بقیہ رات بھی پرسکون گزری اور دوسرے دن صبح تمام ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سوچا کہ ناشتا تہذیب کے ساتھ ہی کیا جائے۔ چنانچہ میں اپنے کمرے سے نکل کر تہذیب کے کمرے کی جانب چل پڑا لیکن کمرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"اتنی صبح تہذیب کہاں چلی گئی؟" میرے ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا۔ ابھی میں دروازے کے سامنے کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے ایک ویٹر تیز قدموں سے چلتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"جناب عالی! میڈم صبح ہی صبح چلی گئیں اور آپ کے لیے ایک پرچا دے گئی ہیں۔" اس نے بتایا۔

"کہاں ہے پرچا؟" میں نے سوال کیا اور ویٹر نے فوراً جیب سے ایک پرچا نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا، لکھا تھا۔

"معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل ڈیوٹی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ آج ہی میری مالکہ نے مجھے فوراً طلب کر لیا ہے۔ اس لیے جاتے ہوئے آپ سے ملاقات بھی نہ کر سکی۔ خدا حافظ۔"

میں نے پرچا پڑھ کر گہری سانس لی۔ اسے جیب میں رکھا اور ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ویٹر ادب سے گردن خم کر کے واپس چلا گیا تھا۔ تہذیب چلی گئی، بہر حال یہ پروگرام میں تبدیلی کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں تھی چنانچہ مجھے اس کا خیال ذہن سے نکال کر اپنے معاملات کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ کمرے میں واپس آ کر میں نے ناشتا طلب کیا اور ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کافی دیر تک کاہلوں کے سے انداز میں ایک آرام کرسی میں دراز رہا۔

تنہائی خیالات کو جنم دیتی ہے اور خیالات بعض اوقات ذہن کو پراگندہ کر دیتے ہیں۔ اس لیے میں اپنے ذہن کو صاف رکھنے کی غرض سے لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا اور کمرے کو تالا لگا کر ہوٹل کے نچلے حصے میں پہنچ گیا۔ چابی کاؤنٹر پر رکھ کر میں باہر نکل آیا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ ابن کی سیر کروں گا۔

جدید ترین شہر کی مانند یہاں ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ خوبصورت ٹیکسیاں ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں۔ دکانوں میں شوکیس بھرے ہوئے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ سڑکوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ جزیرے کے طول و عرض کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر دیکھا جاتا تو یہ جزیرہ کافی کشادہ محسوس ہوتا تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی میرے قریب آ کر رک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص زرد رو تھا، غالباً کسی ایسے نشے کا عادی جو اس کی صحت کو تباہ کر رہا تھا لیکن اس کے ہاتھ پاؤں چہرے کی نسبت مضبوط نظر آتے تھے۔ ملک کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ کون سے ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ چہرے کی رنگت سفید تھی لیکن اس پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

میٹر ڈاؤن کرنے کے بعد اس نے مجھ سے میری منزل کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔ "مجھے اس جزیرے کے دلچسپ مقامات کی سیر کراؤ۔"

"بہتر جناب۔" اس نے شستہ انگریزی میں کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

مختلف سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے ہم ایک پارک کے نزدیک پہنچ گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اس پارک کے بارے میں مجھے تفصیلات بتائیں، پھر وہ مجھے جوئے خانوں اور نائٹ کلبوں کے علاقے کی جانب لے گیا۔ یہاں ان کی بہتات تھی بلکہ ہر جگہ ایسی ہی تفریح گاہیں مجرموں کے اس جزیرے پر ہو سکتی تھیں۔ لاتعداد جوئے خانے پھیلے ہوئے تھے۔ مجھے تعجب تھا کہ یہ لوگ کون سے نظام کے تحت یہاں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ خاص طور سے یہ سب کچھ جاننے کے بعد کہ یہاں کوئی کسی قانون کے تابع نہیں ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور ایک بہترین گائیڈ ثابت ہو رہا تھا۔ وہ مجھے ان کے بارے میں تمام تفصیلات بتا رہا تھا اور اس کے بعد ہم بازاروں وغیرہ سے گزر کر یہاں کے رہائشی علاقوں کی جانب چل پڑے۔

خوبصورت مکانات زیادہ تر فلیٹوں پر مشتمل تھے لیکن کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے بنگلے بھی نظر آ رہے تھے۔ ہر مکان رنگین پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ ہم کافی دور تک نکل آئے پھر ایک موڑ گھومنے کے بعد ایک چھوٹا سا پہاڑی علاقہ آ گیا۔ یہاں چوڑی سڑک سیدھی چلی گئی تھی لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی کو ذیلی سڑک پر موڑ دیا اور میں اس سے سوال کر بیٹھا۔

"یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟" ذیلی سڑک تنگ اور کسی قدر ناہموار تھی۔

ڈرائیور نے ادب سے جواب دیا۔ "جناب عالی! اس طرف

ایک خوبصورت فارم ہاؤس ہے جہاں بہترین گھڑ سواری کے مقابلے ہوتے ہیں۔ میں آپ کو ایک حسین علاقہ دکھانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔" میں خاموش ہو گیا۔ کھڑکی سے دونوں سمت کے مناظر دیکھتا جا رہا تھا۔ اس طرف آبادی بالکل نہیں تھی، بس چھوٹی چھوٹی چٹانیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ کہیں کہیں سبزہ بھی نظر آ رہا تھا۔ آخر ہم ایک ایسے میدان میں پہنچ گئے جو کسی اسٹیڈیم سے مشابہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ وسیع و عریض میدان چاروں طرف سے چٹانوں سے گھرا ہوا تھا اور اس میں داخل ہونے کا یہی ایک راستہ تھا۔ بالکل ہموار لیکن کچا میدان تھا اور اس کے چاروں طرف چٹانوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی میدان کے عین درمیان میں جا کر روک دی۔

"کہاں ہے فارم ہاؤس؟" میں نے سوال کیا۔

"جناب عالی! نیچے تشریف لے آئیے، میں آپ کو دکھاتا ہوں۔" ڈرائیور نے کہا اور ایک پستول اپنی جیب سے نکال لیا۔

میرے چہرے کے عضلات تن گئے تھے۔ ڈرائیور کی آنکھوں میں مکاری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا چاہتے ہو؟"

"مائی ڈیئر، جو کچھ دے سکتے ہو، دے دو۔ میں جھگڑالو آدمی نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر کام ہو جائے۔ تم یہاں اجنبی ہو اور سنو! اگر آئندہ کبھی باہر نکلو تو کسی ٹیکسی ڈرائیور سے یہ مت کہنا کہ وہ تمہیں جزیرے کی سیر کرا دے۔ سیر کا مقصد یہی ہوتا ہے جو میں اس وقت کر رہا ہوں۔ کسی بھی جگہ جا کر واقفیت کا اظہار کرو گے، پھنس جاؤ گے۔ بس اب زیادہ وقت ضائع مت کرو۔ آؤ! تمہاری کلائی پر بندھی گھڑی میں شاید ہیرے جڑے ہیں جو چمک رہے ہیں۔ خاصی قیمتی ہو گی۔ جیبوں میں جو کچھ ہے نکالو اور میرے حوالے کر دو۔ بس میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی اتار دی۔ اپنی جیب سے پرس نکالا اور دوسری چیزیں ٹٹولنے لگا۔ اس دوران ایک بار بھی میں نے اس کی جانب نہیں دیکھا۔ پھر یہ تمام چیزیں میں نے اس کی طرف بڑھا دیں اور وہ ایک قدم آگے بڑھ آیا۔ اس نے اپنا ہاتھ یہ چیزیں لینے کے لیے آگے بڑھایا اور وہی لمحہ میری مستعدی کا لمحہ تھا۔ میری ٹانگ ایک مخصوص زاویے سے گھومی اور اس کی بغل کے پاس پڑی۔ نشانہ پستول والا ہاتھ تھا چنانچہ ہاتھ خود بخود اوپر ہو گیا اور وہ بائیں طرف کو جھک گیا۔ دوسری لات اس کے سینے پر پڑی اور وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے پستول والے ہاتھ کی کلائی پر اپنا پاؤں رکھ دیا تھا۔ ڈرائیور بری طرح چیخا۔

ایسے لگ رہا تھا جیسے ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اسی وقت میں نے ایک ٹھوکر اس کی پسلی میں ماری اور وہ ڈکرا کر رہ گیا۔ پستول اب اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ میں نے جھک کر پھرتی سے اسے اٹھا لیا لیکن اس کا وزن دیکھ کر مجھے حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ صرف ایک ٹوائے پستول تھا جو اصل کی مانند تھا۔ ڈرائیور نے کروٹ بدل کر کراہتے ہوئے کہا۔ "نقلی ہے، نقلی ہے۔ کوئی اصلی کام تھوڑا ہی ہو رہا تھا۔ میں تو تمہیں اس جزیرے کے قوانین سمجھا رہا تھا۔"

"اور اب میں تمہیں اپنا قانون سمجھاتا ہوں۔" میں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیزیں جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور جھک کر ڈرائیور کا گریبان پکڑ لیا۔

"ماسٹر... ماسٹر! اتنا ضروری تو نہیں ہے کہ تم اپنی تمام طاقت کا مظاہرہ مجھ پر ہی کر ڈالو۔ بس جو ہونا تھا، ہو گیا۔"

"ہاں جو ہونا تھا، ہو گیا۔" میں نے کہا اور اپنا کھڑا ہاتھ اس کی گردن کی ایک مخصوص رگ پر رسید کر دیا۔ ڈرائیور اوندھے منہ نیچے گر پڑا تھا۔ اس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے اور پھر ساکت ہو گیا۔ ہاتھ ایسا ہی تھا کہ اس کا بے ہوش ہونا لازمی امر تھا۔ جو کچھ ہوا تھا اس میں تھوڑا سا تفریح کا عنصر بھی تھا لیکن یہ مجرم اس طرح لوگوں کو خوف زدہ کر کے انہیں لوٹ لیتا ہو گا۔ اگر کوئی طاقتور مل گیا تو پھر مزاح کا سہارا لے لیا ورنہ کام تو ہو ہی جاتا ہے۔ اس کے لیے تھوڑی سی سزا ضروری تھی۔ جتنا فاصلہ طے کر کے وہ مجھے یہاں لایا تھا اب یہ فاصلہ اسے واپس پیدل طے کرنا ہو گا۔ میں نے سوچا اور اس پر ایک نگاہ ڈال کر واپس پلٹ پڑا۔ ٹیکسی کی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی۔ اسے اسٹارٹ کیا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ خاصی سیر و سیاحت کر چکا تھا اور مجرموں کے اس جزیرے کا ایک نمونہ بھی دیکھ لیا تھا۔ اب ہوٹل واپسی ہی مناسب تھی۔ سڑکوں اور راستوں کی مجھے کوئی خاص شناخت نہیں تھی پھر بھی میں نے ان بازاروں کو پہچان لیا جن سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا۔ ایک جگہ رک کر میں نے ٹیکسی فٹ پاتھ کے سہارے کھڑی کر کے اسٹیئرنگ اور اگنیشن میں لگی ہوئی چابی سے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا دیے پھر وہاں سے پیدل آگے بڑھ گیا۔

تھوڑے سے فاصلے پر جا کر ایک ٹیکسی لی اور ہوٹل گرینڈ کے بارے میں کہہ کر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی نے مجھے گرینڈ پر اتار دیا تھا۔ گرینڈ کی تفریحات زوروں پر تھیں اور خوب ہنگامے ہو رہے تھے۔ موسم کی خوشگوار کیفیات انسانوں پر اثر انداز تھیں۔ سوئمنگ پول کے گرد سب سے زیادہ مجمع لگا ہوا تھا۔

میں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا اور دوسری سمت چل پڑا۔ یہاں سے ایک میز منتخب کر کے اس پر جا بیٹھا۔ پھر ویٹر کو بلا کر کافی منگائی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتا رہا۔

ابھی کافی ختم نہیں ہوئی تھی کہ دبلے پتلے بدن کا ایک خوش شکل نوجوان میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "بیٹھنے کی اجازت چاہتا ہوں جناب!" میں نے چونک کر اسے دیکھا اور کافی کا آخری بڑا سا گھونٹ لے کر پیالی خالی کر دی۔ وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا تھا۔

"موسم بے حد حسین ہے مسٹر علی!" چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "میری جیب میں ایک ایسا کارڈ ہے جس پر سرخ ستارے بنے ہوئے ہیں۔ کیا یہ جگہ کارڈ دکھانے کے لیے مناسب ہے؟"

"کیا چاہتے ہو؟"

"اگر کوئی قباحت نہ ہو تو یہ وقت سمندری سفر کے لیے بہت موزوں ہے۔ ٹہلتے ہوئے چلیں گے، راستے میں ایک کار پک کرے گی۔"

"میرا سامان؟"

"مارشل پر آپ کو مل جائے گا۔"

"کافی ہو گئی؟"

"دیر ہو جائے گی، ویسے چلو۔" اس نے کہا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر ویٹر کو بلا کر بل منگوایا۔ بل سائن کر کے میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ پھر ہم لوگ تھوڑی دیر سوئمنگ پول پر رکے اور پھر ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ نوجوان نے کہا۔ "میرا نام ڈیل سائمن ہے مسٹر علی۔"

"ابھی تو گھنٹے پورے نہیں ہوئے۔ تم بہت جلد آ گئے مسٹر ڈیل۔" میں نے اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس کی ایک وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"کل لوٹ مار کا دن ہے۔ ممکن ہے ایک اجنبی کی حیثیت سے آپ کو پریشانی اٹھانا پڑ جاتی۔"

"کیسا دن؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"لوٹ مار کا دن۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں کیا ہوتا ہے؟"

"مجرموں کے اس جزیرے کا واحد سب سے انوکھا تہوار ہوتا ہے۔ اس تہوار کو یہاں نہیں منایا جاتا۔ کل کا دن لاکھوں کو کنگال کر دے گا اور لاکھوں کو دولت مند بنا دے گا۔ اس دن خوب لوٹ مار ہوتی ہے۔ گروہ بن جاتے ہیں، عارضی طور پر خوب چوریاں، ڈکیتیاں ہوتی ہیں، سارا سال پہلے سے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ کسی کو بھی زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن قتل ایک بھی نہیں ہوتا۔ اس پر پابندی ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسی کو قتل یا شدید زخمی کر لے تو اسے سزائے موت دی جاتی ہے۔ یوں لوٹ مار بہ آسانی کی جا سکتی ہے جو جس کو لوٹ سکے لوٹ لے۔"

"اور یہ تہوار ہوتا ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"مجرموں کے جزیرے پر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس دن کوئی جہاز ساحل پر نہیں ہوتا۔ سب کھلے سمندر میں نکل جاتے ہیں۔"

"بڑا انوکھا تہوار ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ ہم باتیں کرتے ہوئے کافی دور نکل آئے تھے۔ پھر سیاہ رنگ کی ایک لمبی کار ہمارے نزدیک آ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

"آئیے۔" اس نے کہا اور اندر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ کار جلدی سے آگے بڑھ گئی۔ راستے میں ہم خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ساحل پر جا رکی۔ اطراف میں پانی کی لمبی کھاڑی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ سامنے ہی لکڑی کے ایک عارضی پل کے ساتھ سفید رنگ کی بوٹ نظر آ رہی تھی جس پر دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک شخص کے بال بالکل سفید تھے لیکن اس کے نیچے چہرہ صحت مند نظر آ رہا تھا۔ دوسرا بھاری بدن کا تنومند آدمی تھا جس نے جہازیوں جیسی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے منہ میں ایک موٹا سگار دبا ہوا تھا جسے وہ چیونگم کی طرح چبا رہا تھا۔

سفید بالوں والے نے میرا استقبال کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "ڈیل نے آپ کو بتایا ہو گا مسٹر علی کہ ہم کل کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔"

"ہاں! انوکھی کہانی سنائی ہے مسٹر ڈیل نے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور اس کا مصافحے کے لیے پھیلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اس کا نام کاٹن مور تھا اور وہ جہاز کا فرسٹ آفیسر تھا۔ بھاری بدن کا گینڈا نما آدمی شاد تو تھا۔ ہم اور ڈیل بوٹ پر پہنچ گئے اور شاد تو نے بوٹ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"آپ کی آمد سے مجھے مسرت ہوئی ہے مسٹر علی! یقیناً مسٹر کینٹ کو بھی آپ سے مل کر خوشی ہو گی۔" مور نے کہا۔

"شکریہ مسٹر مور۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ میں جانتا تھا کہ کینٹ اس مشن کے لیے فرسٹ آفیسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جن تصویروں کی مجھے شناخت کرائی گئی تھی ان میں مور کی تصویر بھی تھی لیکن ڈیل یا شاد تو ان میں موجود نہیں تھے۔ تاہم مارینا نے یہ بھی بتایا تھا کہ جن لوگوں کی مجھے شناخت کرائی گئی ہے یہ اہم لوگ ہیں۔ نئے لوگوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

بوٹ کا سفر دس منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا۔ میں نے دور ہی سے مارشل کو دیکھ لیا۔ بہت بڑا جہاز تھا۔ بوٹ کے جہاز تک پہنچتے

سے قبل ہی بتی کی سیڑھی لٹکا دی گئی تھی اور پھر ایک بک بھی لٹکا دیا گیا جس کے ذریعے بوٹ جہاز سے منسلک ہو گئی۔ ایک ایک کر کے ہم سب جہاز پر پہنچ گئے۔ عرشے پر صرف ایک آدمی نظر آیا تھا جس نے یہ کارروائی کی تھی۔

بکی اور شار تو وہیں رہ گئے اور مور مجھے لیے ہوئے پچھلی منزل کے ایک کیبن کے سامنے پہنچ گیا۔ آس پاس دوسرے کیبن بھی نظر آ رہے تھے۔ جہاز بہت شاندار تھا اور کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے کی طرح سجا ہوا تھا۔ باتھ روم اٹیچڈ تھا اور فرنیچر شاندار۔

"یہ آپ کی قیام گاہ ہے۔"

"شکریہ مسٹر مور۔" میں نے کہا اور مور مجھے ضروری معاملات سمجھانے لگا۔

"آپ آرام کریں۔ بیل سن ایک آدمی کو آپ کے سامان کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے اسے پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی اور کوئی ضرورت....؟"

"میرا خیال ہے یہاں سب کچھ ہے۔"

"جینس آپ کو اسسٹ کرے گی۔ اس وقت وہ جہاز پر موجود نہیں ہے، جوں ہی آئی اُسے آپ کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ میں اجازت چاہتا ہوں۔"

مور کے جانے کے بعد میں اطمینان سے ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور ان معاملات کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ بڑی اعزاز کی بات تھی کہ ایک اتنے بڑے مُلک نے اپنے ذہین ترین لوگوں کو نظر انداز کر کے مجھے اس کام کے لیے مخصوص کیا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اب تک کی ناکامیوں کے پیش نظر انھوں نے کسی ایسے آدمی کو منتخب کرنے کا فیصلہ کیا ہو جو مجرموں کے لیے بالکل اجنبی ہو۔ کچھ بھی سہی یہ کام بہرحال فلسطینی مفاد کے حق میں تھا چنانچہ مجھے اپنا فرض انجام دینے میں کوئی عار نہیں تھا۔

کافی دیر گزر گئی۔ میں اپنے کیبن ہی میں موجود تھا پھر تجربے کے طور پر میں نے دیوار میں لگی ہوئی بیل بجائی اور چھوٹے سے قامت کا ایک نوجوان لڑکا فوراً ہی میرے پاس پہنچ گیا۔ اندر آ کر اس نے گردن خم کی تھی۔

"کافی چاہیے۔" میں نے کہا اور خاموشی سے وہ کسی روبوٹ کی مانند باہر نکل گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میرے سامنے کافی کے برتن سجا دیے گئے جو نہایت نفیس تھے۔ میں کافی پی ہی رہا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میں نے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اندر داخل ہونے والی ایک خوبصورت سی ڈھلی ڈھلی سی شکل کی لڑکی تھی۔ سفید اسکرٹ اور سفید ہی بلاؤز میں ملبوس۔ گلے میں سفید موتیوں کی مالا پڑی ہوئی۔ بال

نہایت سلیقے سے بندھے ہوئے اور آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک لگی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھ کر ذہن کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا تھا۔

"سر، میرا نام جینس ہے۔" اس نے کہا۔ "میں ذرا لیٹ ہو گئی تھی۔ مجھے علم ہوا تھا کہ آپ کل تشریف لا رہے ہیں اس لیے کچھ معاملات نمٹانے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اگر آپ کو میری غیر موجودگی کی وجہ سے کوئی تکلیف اُٹھانا پڑی ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

"اوہ نہیں جینس، پلیز آ بیٹھے۔" میں نے کہا اور وہ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میرے فرائض میں ہے جناب کہ میں آپ کو اپنی تمام مصروفیات سے آگاہ کروں۔ یوں سمجھ لیں کہ میں آپ کی سیکرٹری ہوں اور آپ کے تمام معاملات کے لیے وقف ہوں۔"

"آپ کی شخصیت بے حد دلکش ہے مس جینس۔ مجھے آپ کے ساتھ کام کر کے خوشی ہوگی۔" میں نے کہا اور پھر چونک کر جینس کو دیکھنے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میرے اس جملے سے وہ کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گئی۔ میں نے تو بڑے سادہ سے لہجے میں یہ سب کہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"بے حد شکریہ مسٹر علی یار خان۔ فرمایئے مجھے کب سے اپنی فرائض کا آغاز کرنا ہے؟"

"ابھی سے مس جینس۔ میں آپ سے تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" اُس نے سادگی اور متانت سے کہا۔

"مجھے جہاز کے ماحول کے بارے میں بتایئے؟"

"یہ جہاز ایک ایسی کمپنی کا ہے جو دوسرے تمام معاملات کے ساتھ مختلف کاموں کے لیے جہاز کرائے پر بھی مہیا کر دیتی ہے۔ کمپنی اٹلی سے ہے اور اٹلی میں ہی اس کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ جہاز کا کپتان اٹالین ہے۔ سخت گیر اور ڈسپلن کا پابند۔ اس کے اپنے عملے کے لوگ کبھی اپنے معمولات سے نہیں بھٹکتے، دوسروں کے معاملات میں دخل نہیں دیتا اُسے صرف جہاز پر نظم و ضبط سے دلچسپی ہے۔ جب کہ فرسٹ آفیسر ہمارے اپنے آدمیوں میں سے ہے اور اسے نہایت ہوشیاری کے ساتھ یہاں رکھا گیا ہے کیونکہ وہ ہمارے مفادات کا نگراں ہے۔"

"کیا تمہارا تعلق بھی اسی مُلک سے ہے مس جینس جس کا معاملہ ہائل جوشیو سے ہے؟"

"جی ہاں، میں وہیں سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"تب تو آپ بہت زیادہ قابلِ اعتماد ہیں۔ یہاں کیا اپنے افراد ایسے ہیں جو آپ کے مُلک سے متعلق ہیں؟"

"تقریباً نو افراد۔ لیکن آپ نے لفظ متعلق استعمال کیا ہے ایسے میں انھیں شمار نہیں کر رہی ہوں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف ہمارے لیے کام کر رہے ہیں لیکن ان کا تعلق ہمارے مُلک سے نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا وہ لوگ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں؟"

"جی نہیں۔ ثانوی حیثیت۔" اس نے جواب دیا۔

"مور کا تعلق....؟"

"ہمارے مُلک سے ہے۔"

"اور مسٹر کینٹ؟"

"مسٹر کینٹ بھی ہمارے ہی آدمی ہیں۔ آہستہ آہستہ آپ کو ان تمام لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے مس جینس، باقی معاملات وقت کے ساتھ ساتھ طے ہو جائیں گے۔ بدقسمتی سے اس وقت میرے پاس کافی کی ایک اور پیالی نہیں ہے ورنہ میں آپ کو کافی کی پیشکش کرتا۔"

"نہیں جناب یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے میں اس وقت کافی پینا بھی نہیں چاہتی۔" اس نے کہا۔ "اب آپ کی مصروفیات کیا ہوں گی؟ کیا آپ مجھے اس سلسلے میں تفصیل نوٹ کرائیں گے؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں رات کو کام کے لوگوں کے ساتھ ایک میٹنگ ہو جائے اور اس میٹنگ میں ہم اپنے آئندہ پروگرام کا تعین کر لیں۔"

"بہتر۔ آپ کی ہدایت کے مطابق میں یہ میٹنگ ترتیب دے لیتی ہوں اور تمام لوگوں کو اطلاعات فراہم کر دیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے جینس آپ یہ کام کر لیجیے۔ اس سے پہلے میں کچھ اور نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"اگر آپ چاہیں تو یہاں کیبن میں وقت گزارنے کے بجائے جہاز کی سیر کر لیں۔ میرا مقصد ہے یہاں کے ماحول کا تھوڑا بہت اندازہ آپ کو ہو جائے گا۔"

"اچھا مشورہ ہے لیکن کیا آپ اس دوران میرے ساتھ نہیں رہیں گی مس جینس؟"

"اگر آپ کا حکم ہو تو میں حاضر ہوں۔" اُس نے کہا۔

"نہیں بہتر یہ ہوگا کہ آپ اپنا کام کر لیں۔" میں نے کہا دراصل میں اُس تاثر کو کم کرنا چاہتا تھا جو میرے تعریفی الفاظ نے اس کے ذہن میں پیدا کر دیا ہوگا اور ممکن ہے وہ یہ سوچ رہی ہو کہ میں اس سے متاثر ہو کر زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارنے کا خواہش مند ہوں۔ چنانچہ جینس چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک بیٹھا حالات پر غور کرتا رہا اور پھر باہر نکل آیا۔

میں نے جہاز کا جائزہ لیا۔ نچلی منزل دیکھی اور پھر عرشے پر آ گیا۔ لوگ معمول کے مطابق کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ سب کو اپنے معاملات سے غرض ہے۔ ویسے جہاز تک مختلف نشانات کی موٹر بوٹس آتی تھیں اور لوگ ان کے ذریعے آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ کئی ملکوں کے لوگوں کا اجتماع تھا اس جہاز پر۔ میں نے سوچا کہ آہستہ آہستہ یہاں کے حالات سے واقف ہونے کے بعد میں کچھ لوگوں سے رابطہ بھی بڑھاؤں گا بشرطیکہ مجھے اس کا موقع ملا۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے جینس نے مجھ سے میرے کیبن میں ملاقات کی اور کہنے لگی۔ "جنابِ عالی، ڈنر آپ اُنھی لوگوں کے ساتھ کریں گے اور ڈنر روم میں ہی یہ میٹنگ کر لی جائے گی۔ آپ یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں ہمیں محتاط رہنا ہوتا ہے۔"

"ہاں مس جینس، یہ ایک مشکل کام ہے۔" میں نے جواب دیا۔ جینس حسبِ معمول کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ "جینس! یہاں کچھ ایسے لوگوں کی موجودگی کا بھی شبہ کیا جا سکتا ہے جن کا تعلق ہائل جوشیو سے ہو؟"

"ہائل جوشیو کے بارے میں اگر آپ کی معلومات محدود ہیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور ضرور مس جینس! آپ نہایت کام کی خاتون ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہائل جوشیو ایک نامعلوم شخصیت ہے۔ آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ہائل جوشیو کو دیکھ چکا ہے۔ وہ صرف ایک نام کی حیثیت سے سامنے رہتا ہے اور اس کے نام پر بڑے بڑے جرائم ہوتے ہیں۔ بہت سے بین الاقوامی جرائم اس کے نام پر کیے جا چکے ہیں۔ کون ہے؟ کیا ہے؟ کس مُلک سے تعلق رکھتا ہے؟ کیا شکل و صورت ہے؟ اس بارے میں کوئی صحیح بات ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آ سکی۔ لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہیں لیکن کوئی بھی وثوق سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ وہ ان جزیروں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ اس کے بے شمار غیر ملکی مجرم آتے ہیں، مقامی مجرم بھی ہیں۔ ہاں، شاید آپ کو کل کے دن کے بارے میں نہ معلوم ہو۔ کل کے دن یہ لوگ ایک سالانہ تہوار مناتے ہیں، جسے لوٹ مار کا دن کہا جاتا ہے۔ آپ یقین کیجیے کہ جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہاں آ کر لوٹ مار کا یہ دن دیکھ جاتے ہیں وہ سال بھر تک تیاریاں کرتے ہیں اور دور دراز ملکوں سے یہاں آتے ہیں تاکہ یہاں سے کچھ لے جائیں۔ بڑی بڑی کمپنیاں، بڑے بڑے اسٹورز، ملکیتیں تبدیل کر لیتے ہیں یعنی جس کا....

جس چیز پر قبضہ ہو جائے وہ اُن کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ دوسرے دن اُسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ آپ کی ایک دکان لوٹ لی جائے اور اس پر قبضہ کر لیا جائے اور آپ اسی دن رات تک میرا مطلب ہے رات کے بارہ بجے تک واپس اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ کر اس دکان کو دوبارہ حاصل کر لیں تو پھر وہ آپ کی ہو جائے گی۔ لیکن اگر بارہ بج کر ایک منٹ بھی ہو گیا تو پھر آپ کسی ملک کی فوج کو بھی کیوں نہ لے آئیں اس دکان کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔“

”عجیب سی بات ہے! اس کا مقصد ہے کہ یہاں ملکیتیں تبدیل ہوتی رہتی ہوں گی؟“

”ہر سال بڑی منفرد تبدیلیاں ہوتی ہیں اور بارہ بجے کے بعد یہاں کا انتظامی عملہ ان تمام نشانات کو مٹا دیتا ہے جو اس لوٹ مار سے پیدا ہوتے ہیں۔“

”دلچسپ، بہت دلچسپ، واقعی بہت دلچسپ۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے اپنی آنکھوں سے کبھی یہ لوٹ مار دیکھی ہے؟“

”جی ہاں، پچھلے سال دیکھی تھی۔“

”سنا ہے یہاں کوئی قتل نہیں ہوتا اس سلسلے میں؟“

”ہاں۔ مار پیٹ ہوتی ہے، زخمی کیا جاتا ہے لیکن اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی مر نہ سکے۔“

”کیا کبھی کوئی مر بھی گیا ہے؟“

”عموماً ایسا ہو جاتا ہے لیکن جن لوگوں کے ہاتھوں یہ قتل ہوتا ہے وہ خود کو چھپا نہیں پاتے۔ علاقے کے لوگ ان کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور انہیں گرفتار کر لیتے ہیں۔ پھر انہیں موت کی سزا دی جاتی ہے۔ کوئی مقدمہ نہیں چلتا، بس یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ہلاکت انہی لوگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے اور علاقے کے افراد کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔“

”گڈ! عجیب بات ہے!“

”اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انتظامی عملہ بائل جوشیو کے آدمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔“

”اوہ! کیا مطلب؟“

”اسی کی زیر نگرانی ان چیزوں کے انتظامات ہوتے ہیں۔“ جینس نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

بائل جوشیو کی اصل اہمیت کا احساس مجھے اب ہوا تھا۔ یہ بات تو واقعی قابل تشویش تھی اور اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ میرے مقابل کوئی معمولی قوت نہیں ہے۔ کیا ایک ایسے آدمی سے میں ٹکرا سکوں گا؟ کیا میں اس طرح اپنا مقصد حاصل کر سکوں گا؟ یہ سوال میرے ذہن میں چکر لگانے لگا۔ ... حالات میں تو جینس ہمارے لیے کام کرنا بے حد مشکل ہو ... بائل جوشیو سے براہ راست کھلی جنگ تو اس صورت میں ...

”ہمیں صرف اپنی ذہانت پر انحصار کرنا ہو گا مسٹر ... سے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کریں گے۔ ورنہ دوسری صورت سب کچھ بیکار ہو جائے گا۔“

جینس کے الفاظ پر میں دیر تک غور کرتا رہا تھا۔ ... نے کہا۔ ”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بائل جوشیو یہاں ہونے والی کارروائی پر نگاہ بھی رکھتا ہو گا۔“

”یقیناً اس جہاز پر بھی، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون ... آدمی ہے اور اس کے لیے کام کر رہا ہے۔“ جینس نے کہا۔

صورت حال جیسے جیسے واضح ہو رہی تھی مجھے اس کام کی ... کا احساس ہو رہا تھا۔ درحقیقت یہ ناکوں چنے چبانے والی بات ... اور اگر یہاں کامیابی نصیب ہو جائے تو اسے صرف اپنی ... ہی کہا جا سکتا تھا لیکن میں بزدل یا مایوس نہیں تھا۔ اپنی ... تو کرنا ہی تھی۔ کامیابی یا ناکامی تو خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

جینس نے باقی وقت میرے ساتھ ہی گزارا۔ میں اس سے گفتگو میں محتاط ہو گیا تھا تاکہ اسے یہ احساس نہ ہو ... خصوصی طور پر اس سے اپنائیت کا اظہار کر رہا ہوں۔

وقت مقررہ پر ہم لنچ کے لیے چل پڑے۔ ... جہاں ڈائننگ روم بنایا گیا تھا، وہاں پہنچ گئے۔ اندر مونے میرا انتظار ... کیا۔ کینٹ بھی موجود تھا۔ کینٹ بھاری تن و توش کا مالک اور لمبے قد و قامت کا آدمی تھا۔ چہرے پر فرنچ اسٹائل کی داڑھی اور سفید مونچھیں تھیں۔ عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے ...

”آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے مسٹر علی اور خاص طور پر یہ جان کر کہ آپ کا تعلق فلسطینی تنظیم سے ہے۔ دراصل فلسطین ... بقا کے لیے جو کچھ کر رہے ہیں ہم اس کے دل سے معترف ہیں۔ ہماری دعائیں مکمل طور پر آپ کے ساتھ ہیں۔ بہر طور جس مقصد کے لیے آپ یہاں تشریف لائے ہیں وہ ہمارا اور آپ کا مشترکہ مسئلہ ہے اور اس کے لیے ہم آپ سے ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہیں۔“

”شکریہ۔ چاہتا ہوں مسٹر کینٹ کہ اس سلسلے میں زیادہ وقت ضائع نہ کیا جائے جو کچھ بھی کرنا ہے اس کا آغاز کر دینا زیادہ مناسب ہو گا۔“

”بالکل بالکل، کیا آپ آج ہی رات سے ... کرنا چاہتے ہیں؟“ کینٹ نے کہا اور میں ...

لگا لیکن اس کے انداز میں کوئی طنز نہیں تھا۔ اس نے یہ جملہ سادگی سے کہا تھا۔

”رات کے وقت تو یہ سب کچھ ممکن یا مناسب نہیں ہو گا لیکن صبح ناشتے کے بعد میں اپنی اس مہم کا آغاز کر دوں گا۔“ میں نے کہا۔

”میں اس سلسلے میں ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔ آئیے پہلے کھانا کھایا جائے اس کے بعد ہم اس موضوع پر مزید گفتگو کریں گے۔“

پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس میں مونا کینٹ ایک دراز قامت خوب صورت عورت جسے کینٹ کی بیوی کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دو اور افراد تھے جن سے میرا تعارف ہو گیا تھا۔ یہ سب ان معاملات میں شریک تھے۔ جینس یا شارلو وغیرہ کو ان میں موجود نہیں کیا گیا تھا تاہم اس حیثیت کا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن میں بھی ابھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی ان چیزوں کی گنجائش تھی۔

ڈنر کے بعد میں نے دوبارہ مسٹر کینٹ سے اس سلسلے میں رجوع کیا اور وہ بولا۔ ”جیسا کہ آپ کے علم ہے مسٹر علی یا جان کر شعنقرہ آبدوز بائل جوشیو کے قبضے میں ہے اور وہ اس کے لیے سودے بازی کر رہا ہے۔ اسرائیل بھی اس سلسلے میں مصروف کار ہے وہ بائل جوشیو کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن معاملات کہاں تک پہنچے ہیں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ آبدوز کی تلاش کے سلسلے میں ہم میں سے کئی افراد کوشش کر چکے ہیں لیکن ناکام رہے ہیں۔ ابھی تک یہی اندازہ نہیں ہو سکا ہے کہ بائل جوشیو نے اسے کس علاقے میں رکھا ہے۔ البتہ ایک ایسا ذریعہ ہمارے پاس موجود ہے جس کے سبب ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ آبدوز ہے اسی اطراف میں کہیں۔“

”وہ کیا ذریعہ ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایک مخصوص آلہ جو آبدوز کے سگنل وصول کرتا ہے آبدوز میں یہ نظام ایک خاص مقصد کے لیے رکھا گیا تھا اور انتہائی خفیہ صرف آبدوز کے کمانڈر کو اس کے بارے میں معلوم تھا کہ ایک آلے کے ذریعے آبدوز دوسری آبدوزوں سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ وہ آلہ مجھے فراہم کیا گیا ہے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ آبدوز یہیں موجود ہے۔ یقیناً بائل جوشیو کو اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہیں۔ ورنہ آبدوز میں موجود اس نظام کو ناکارہ کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔ جب آبدوز کو قابو میں کیا گیا تھا تو کچھ ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے تھے کہ عملے کے لوگ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے اور ساکت و جامد ہو گئے تھے۔ اس وقت آبدوز کی تمام نشریات جام کر دی گئی تھیں لیکن اس کے بعد جب انھوں نے آبدوز اپنے قبضے میں کر لی تو یہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اس کے تمام سسٹم بند کر دیے جائیں۔ اس کے علاوہ وہ نشریاتی آلہ جو سگنل دیتا رہتا ہے بند نہیں ہوتا۔ ماسوا اسے آن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے بس وہ اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس کے پیغامات وصول ہوتے رہتے ہیں۔“

”میں وہ آلہ دیکھنا چاہتا ہوں جو پیغامات ریسیو کرتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے! کیا آج ہی رات؟“

”ہاں! میں چاہتا ہوں کہ کل صبح سے اپنے کام کا آغاز کر دوں۔“

”شور ٹلیز!“ کینٹ نے مونے سے کہا اور مونے وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تقریباً سو انچ کے حجم کا ایک چوکور بکس لے کر اندر آ گئی جس سے پانچ باریک باریک ...... ایریل نکالے گئے تھے۔ اس کے دو بٹن آن کر دیے گئے۔ آلے کے ننھے سے اسپیکر سے مخصوص قسم کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھرنے لگیں جو آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک ننھا سا سرخ بلب بار بار جلنے اور بجھنے لگا۔ میں غور سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کینٹ سے پوچھا۔

”کیا یہی وہ آوازیں ہیں، میرا مطلب ہے سگنل؟“

”ہاں۔“

”تو زیر سمندر یہ آلہ کام کرتا ہے؟“

”بلاشبہ! یہ بنایا ہی اسی مقصد کے لیے گیا ہے۔“

”کیا یہ سمتوں کا تعین نہیں کرتا؟“

”نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ہم اب تک آبدوز کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہوتے۔“

”کیا ان آوازوں اور روشنی سے بھی سمتوں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا؟ میرا مقصد ہے کسی خاص سمت میں بڑھنے سے یہ آوازیں یا روشنی تیز ہوتی ہو۔ اس طرح ہم آبدوز کی سمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔“

”یہ تمام کوششیں کر لی گئی ہیں، ویسے بھی اس آلے میں یہ تمام چیزیں نہیں رکھی گئیں۔“ کینٹ نے جواب دیا۔

”کیا یہ آلہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟“

”آپ ہر وہ چیز اپنے پاس رکھ سکتے ہیں مسٹر علی جو آج تک ہم استعمال کرتے آئے ہیں۔“

”میں جاننا چاہتا ہوں کہ آبدوز کی تلاش کے لیے ہمارے پاس کیا کیا انتظامات موجود ہیں؟“

”ہائی اسپیڈ بوٹس جو تمام ضروری چیزوں سے لیس ہیں، اس کے علاوہ غوطہ خوری کے لیے انتہائی مناسب انتظامات ہیں اور ایک چھوٹا سا بیڑہ بھی آپ کو فراہم کیا جا سکتا ہے جو درحقیقت بحری

تحقیقاتی مہمات کے لیے ہم نے حاصل کیا ہے۔ اس کے ذریعے ہم زیر ڈورنگ کا جائزہ بھی لے سکتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کینیٹ! میرا خیال ہے کل صبح میں اپنا پہلا سفر ہائی اسپیڈ بوٹ سے کروں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"مجھے کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔" مورو بولا۔

"ہاں ہاں، ضرور۔"

"کل ہائی اسپیڈ بوٹ کے ذریعے سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں کل کے دن کی اہمیت کو ملحوظ رکھا جائے۔ سمندر میں بھی کافی لوٹ مار ہوتی ہے۔"

"اس کے باوجود میں بوٹ ہی استعمال کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور مورو نے شانے ہلا دیے۔

"یقیناً یقیناً، جیسا آپ پسند کریں۔ میں نے تو صرف ایک اشارہ دیا تھا۔" مورو نے کہا۔

"اب یہ میٹنگ ملتوی کی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے خاصا وقت ہو گیا، آپ بھی آرام کریں، کل صبح جس وقت آپ پسند کریں اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص آپ کی معاونت کے لیے مستعد ہوگا۔"

ڈرائنگ ہال سے ہم باہر نکل آئے اور منتشر ہو گئے۔ میں واپس اپنے کیبن کی طرف جا رہا تھا کہ جینس کسی طرف سے نکل کر میرے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو! میٹنگ ختم ہو گئی؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا اب آپ آرام کرنا چاہتے ہیں؟" جینس نے پوچھا اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں۔۔۔ کچھ سمجھا نہیں مس جینس۔۔۔؟"

"اوہ سر! م۔۔۔ معاف کیجیے گا۔۔۔ دراصل صرف ایک سوال سمجھیں اسے۔" وہ کسی قدر بوکھلا سی گئی۔

"نہیں مس جینس! میرے ذہن میں بھی کوئی خاص زاویہ نہیں تھا اس سلسلے میں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"وہ جناب! یہاں کلب وغیرہ بھی ہیں، تفریحات کے دوسرے انتظامات بھی ہیں۔ میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اگر آپ کوئی تفریح کرنا چاہیں تو میں آپ کی رہنمائی وہاں تک کر دوں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جینس کی بوکھلاہٹ خاصی دلچسپ تھی۔ چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"کم از کم آپ کے ساتھ ان جگہوں کو ضرور دیکھوں گا مس جینس! اس کے بعد آرام کروں گا۔ زیادہ وقت کسی ہوٹل یا تفریح گاہ پر گزارنا میرے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کل صبح سے میں اپنے کام کا آغاز کر دوں۔"

"تو پھر لباس وغیرہ تو نہیں تبدیل کرنا آپ کو؟"

"اگر آپ ضرورت محسوس کرتی ہیں تو بتا دیجیے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

جینس ایک بار پھر بوکھلا کر رہ گئی۔ پھر جلدی سے بولی۔

"میرا خیال ہے نہایت مناسب اور موزوں لباس ہے آپ کے بدن پر۔ تشریف لائیے۔" میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ لڑکی کی ان بوکھلاہٹوں میں شرافت نمایاں تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ ایسی ہی فطرت کی مالک ہے۔ چہرے بعض اوقات جھوٹ بولتے ہیں لیکن آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ اس کی آنکھوں میں شرم کا تھوڑا سا عنصر باقی تھا جو کچھ کہتی تھی سب بے تکان کہہ جاتی تھی۔ لیکن بعد میں یہ احساس اسے ہو جاتا تھا کہ غلط بول گئی ہے۔ ایسی لڑکی میرے لیے قابل قبول تھی کیونکہ وہ کسی طور میرے لیے عذاب نہیں بن سکتی تھی۔ میں جینس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد ہم کلب کے دروازے سے اندر داخل ہو رہے تھے۔

کلب میری توقعات کے مطابق تھا۔ اس شاندار جہاز پر موجود کلب اتنا ہی خوبصورت ہو سکتا تھا۔ وہاں کی فضا میں بڑا انتشار تھا۔ لوگ اپنے اپنے طور پر تفریحات میں مشغول تھے۔ مشروبات کی ٹرالیاں ادھر سے ادھر گردش کر رہی تھیں۔ ایک طرف آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ ڈانسنگ فلور بھی نظر آ رہا تھا جہاں ابھی پروگرام کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ جینس مجھے لیے ہوئے ایک گوشے کی میز کی جانب بڑھ گئی اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جہاز پر موجود تمام لوگ اس طرف نکل آئے ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں جناب۔ تمام لوگ نہیں، یہ تو کل تعداد کا بیسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے جائزہ لے لیا ہوگا، بے حد وسیع و عریض جہاز ہے۔ بے شمار لوگ یہاں موجود ہیں۔ آپ دیکھیے نا، اس میں جگہ جگہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔"

"ہاں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی اور تفریح گاہ ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں۔ عرشے پر بھی ایک اوپن ایئر ریسٹورنٹ ہے اور وہیں ایک جوا خانہ بھی ہے، خاصے لوگ ہوں گے وہاں اس وقت۔ کیا آپ یہاں بیٹھنا مناسب نہیں خیال کر رہے؟"

"نہیں نہیں۔ فی الحال یہی جگہ مناسب ہے۔" میں نے کہا

اور جینس نے گردن ہلا دی۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر ایک ایک مشروب پیا اور اس کے بعد وہاں سے اٹھ گئے۔

جینس مجھے میرے کیبن تک چھوڑنے آئی تھی۔ اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ "صبح کو کس وقت حاضر ہو جاؤں جناب؟"

"جینس! میں صبح کو بوٹ کے ذریعے تھوڑی سی گشت کے لیے جاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم صبح مجھ سے نہ ملو۔ واپس آنے کے بعد ہی تم سے ملاقات ہوگی۔"

"جو حکم۔" اس نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہی آنکھ کھل گئی۔ وجہ کچھ نہیں تھی، میرے ذہن پر آج کی مہم سوار تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اپنی مہم کا آغاز شاندار طریقے سے کروں۔

چھ بجے میں کیبن سے باہر نکل آیا۔ پوری طرح تیار تھا۔ ٹہلتا ہوا عرشے پر آیا اور سب سے پہلے شارلوٹ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ ریلنگ پر جھکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "ہیلو سر! آپ بہت جلدی اٹھ گئے۔ کیا آپ سحر خیزی کے عادی ہیں؟"

"نہیں شارلوٹ! عام حالات میں دیر تک بھی سوتا رہتا ہوں لیکن تمہیں موجودہ صورت حال کی اہمیت کا اندازہ تو یقیناً ہوگا۔"

"اندازہ ہی نہیں جناب بلکہ میرے سپرد کچھ ذمہ داریاں بھی کی گئی ہیں۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اسپیڈ بوٹ مجھے ہی ڈرائیو کرنی ہے۔ مسٹر کینیٹ کا خیال ہے کہ میں سمندری سفر کا ماہر ہوں۔ انہوں نے میری ڈیوٹی لگائی تھی اور مجھ سے کہا تھا کہ میں جلد جاگ کر تیاریاں کر لوں تاکہ مسٹر علی کو جس وقت بھی ضرورت ہو، میں فوراً بوٹ پانی میں اتار سکوں۔"

"تو تم نے تیاریاں مکمل کر لیں؟" میں نے کہا۔

"بالکل جناب! فارغ ہوئے بھی ایک گھنٹہ گزر گیا۔"

"کیا میں اس بوٹ کو دیکھ سکتا ہوں؟"

"ضرور ضرور، تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور مستعدی سے مجھے ساتھ لیے ہوئے جہاز کے ایک حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ ایک بوٹ موجود تھی جو لائف بوٹ ہی کی طرح ہینگر میں پھنسی ہوئی تھی۔ ہم لوگ لوہے کی سیڑھیوں کو طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ انتہائی مضبوطی سے بوٹ اس ہینگر میں پھنسائی گئی تھی چنانچہ کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے بوٹ کا جائزہ لیا۔ بہت ہی شاندار چیز تھی۔ شارلوٹ مجھے اس کی خصوصیات بتانے لگا۔ ضرورت پڑنے پر اس بوٹ کو اوپر سے بند کیا جا سکتا تھا اور سمندر میں تقریباً چھ فٹ نیچے اتارا جا سکتا تھا لیکن ایسا صرف چند لمحات کے لیے کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد اسے سطح پر لانا ضروری تھا۔ یہ صرف اس کے انجن کی قوت تھی کہ وہ پانی کے نیچے بھی تھوڑی دیر تک چل سکتی تھی لیکن آکسیجن وغیرہ کا اس میں کوئی بندوبست نہیں تھا اور نہ ہی ایسے انتظامات تھے کہ وہ آبدوز کی شکل میں تبدیل ہو سکتی۔

شارلوٹ نے مجھے بتایا کہ وہ اس قسم کی بوٹ کنٹرول کرنے میں ماہر ہے۔ وہ کہنے لگا۔ "اس میں یہ خصوصیت اس لیے رکھی گئی ہے جناب کہ اگر کسی خاص موقع پر ضرورت محسوس ہو تو چند لمحات کے لیے غوطہ لگا کر ہم دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں۔ یہ خصوصاً مسٹر کینیٹ نے منگوائی تھی۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ اور تم اسے اچھی طرح آپریٹ کر لیتے ہو؟"

"جی ہاں، میں نے اپنی ساری زندگی اسی قسم کی مصروفیات میں گزاری ہے۔" شارلوٹ نے جواب دیا۔

"شارلوٹ! بوٹ میں ہمارے پاس ہتھیاروں وغیرہ کا بھی بندوبست ہے؟"

"جی ہاں، یہ دیکھیے، یہ مخصوص بٹن لگے ہوئے ہیں۔ اس بٹن کو دبانے سے بوٹ کے سامنے کے حصے میں دو نالیں نکل آتی ہیں جو اینٹی ایئر کرافٹ گن کی طرح فائرنگ کر سکتی ہیں اور اپنی زد میں آئی ہوئی کسی بھی موٹر بوٹ کو تباہ کر سکتی ہیں۔ ان کی قوت بس اتنی ہی ہے۔ اگر ہم انہیں کسی ٹینکر یا کروزر پر استعمال کرنا چاہیں تو یہ ناکام رہیں گی۔ ایسی ہی گنیں پیچھے کی سمت بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسٹیئرنگ کے ذریعے ان کے رخ تبدیل کیے جا سکتے ہیں۔ آگے اور پیچھے لگی ہوئی یہ گنیں بیک وقت چاروں جانب فائر کر سکتی ہیں۔ البتہ انہیں استعمال کرنے کے لیے اوپر نکالنا پڑتا ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ! اس کے علاوہ؟"

"کافی کے تھرماس اور کھانے کے پیکٹوں کے یہ تین بنڈل جو چوبیس گھنٹوں کے لیے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ پانی اور ایسی ہی ضرورت کی چند دوسری چیزیں۔ یہ کچھ مخصوص قسم کے پستول بھی ہیں جو خاص طور سے آپ کے لیے رکھوائے گئے ہیں۔ اور کچھ جناب؟"

"میرا خیال ہے ہمارا کام تو مکمل ہے۔ کیا اب مسٹر کینیٹ سے ملنا ضروری ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے مسٹر کینیٹ نے اجازت دے دی تھی کہ آپ کے حکم پر فوراً ہی روانہ ہو جاؤں۔"

"گڈ۔ ایک اور چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے شارلوٹ۔"

"وہ کیا جناب؟"

"ایسا مخصوص کیمرا جس سے ضرورت کے وقت تصویریں اتاری

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ شیری خاموش کھڑی سمندر کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے مڑ کر واپس چلی دی۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ فضول باتوں کی میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

لنچ کے فوراً بعد شارلو میرے پاس پہنچ گیا۔ میں بھی تیار تھا چنانچہ ہم دونوں پروگرام کے مطابق سمندر میں اتر گئے اور ہماری بوٹ برق رفتاری سے سفر کرنے لگی۔ شارلو نے مجھے بتایا کہ اس نے جو رخ اختیار کیا ہے ہم اسے شمال مغربی سمت کہہ سکتے ہیں۔ اس طرف بھی چند چھوٹے چھوٹے ٹاپو ہیں۔ جن پر درختوں کی بہتات ہے۔

"تم نے یہ علاقے بہت اچھی طرح دیکھے ہیں شارلو؟"

"نہیں مسٹر علی! لیکن میری ساری زندگی سمندر میں گزری ہے۔ یہاں میں صرف اس حد تک گھوما پھرا ہوں جس حد تک دوسروں کو ضرورت محسوس ہوتی ہے۔"

"بحری تحقیقاتی مہم کے سلسلے میں بھی تم نے کام کیا ہوگا؟"

"ہاں مسٹر فریڈرک کا سارٹیفیکیٹ بھی ہے میرے پاس۔ اپنے ملک میں تیراکی کے شہنشاہ سمجھے جاتے تھے لیکن میری غوطہ خوری کے قائل ہو گئے۔" شارلو نے جواب دیا۔ میں اس کی شخصیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں کام کی باتیں بھی معلوم کر رہا تھا۔

"غوطہ خوری کا لباس ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں۔ اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ میں نے ویسے ہی پوچھا تھا۔" میں نے جواب دیا اور سمندر پر نگاہ دوڑانے لگا۔ ہماری اسپیڈ بوٹ بہت دور نکل آئی تھی۔ کہیں کہیں بہت فاصلے پر جہازوں کے ہیولے نظر آ رہے تھے ورنہ سمندر سنسان تھا۔ پھر بائیں سمت سمندر کے درمیان ایک سبز لکیر نظر آئی اور میں اسے بغور دیکھنے لگا۔

"جزیرہ ہے۔" شارلو بولا۔

"آؤ دیکھیں ہاں سے۔" میں نے کہا اور اس نے شانے ہلا دیے۔ ہماری اسپیڈ بوٹ برق رفتاری سے اس طرف مڑ گئی۔

جزیرے کا رقبہ بہت کم تھا۔ ساحل کے قریب درخت بہت گھنے تھے۔ لیکن ان کے درمیان چٹانیں بھی ابھری ہوئی تھیں، جو سبزے میں اس طرح چھپی ہوئی تھیں کہ جب تک غور سے نہ دیکھو پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ چٹانیں ہیں۔ میں اور شارلو آگے بڑھتے رہے اور جزیرے کے بیچوں بیچ پہنچ گئے۔ حشرات الارض کی بہتات تھی۔ جگہ جگہ سانپ اور دوسرے رینگنے والے کیڑے مکوڑے نظر آ رہے تھے۔ ویسے ہم نے کسی ناگہانی افتاد سے بچنے کے لیے انتظامات کر لیے تھے۔

"جزیرہ سنسان معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ شارلو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن جواب دینے کی ضرورت بھی نہ پیش آئی کیونکہ ہمیں فوراً ہی ایک آہٹ سنائی دی تھی۔ آنے والا قوی ہیکل بدن کا مالک ایک بوڑھا شخص تھا۔ بدن پر ڈھیلا ڈھالا لباس اور آنکھوں پر مخصوص قسم کی عینک تھی۔ وہ ایک چٹان پر کھڑے ہو کر ہمیں گھورنے لگا۔

شارلو نے میری طرف دیکھا۔ اور میں نے بوڑھے کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہ چٹان سے اتر کر ہمارے پاس آ گیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے کہا۔

"کیسے آنا ہوا یہاں، کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو؟" بوڑھے نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیا یہ جزیرہ تمہاری ملکیت ہے؟" شارلو بھی خشک لہجے میں بولا۔

"ملکیت تو نہیں ہے لیکن تمہارا یہاں آنا کیا ضروری تھا۔ کہیں اور نہیں مر سکتے تھے۔ یہ ٹاپو اس علاقے کا سب سے گندا ٹاپو ہے۔ اور یہاں میں نے اسی لیے قدم جمائے تھے کہ کوئی ادھر کی طرف نہ آئے۔ اب کیا یہاں سے بھی چلا جاؤں؟"

"نہیں مسٹر آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم اتفاقیہ طور پر ہی ادھر نکل آئے ہیں۔ ہمارا اس طرف آنے کا خصوصاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آپ کو اگر کوئی زحمت ہوئی ہے تو ہم واپس چلے جائیں گے۔"

"فضول لوگوں کا یہاں آنا مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ تم واپس چلے جاؤ۔" بوڑھا بدستور ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"اے مسٹر! غلط باتیں مت کرو۔ چلو یہاں سے چلے جاؤ۔ میں الٹے دماغ کا آدمی ہوں۔" شارلو کو بوڑھے کا لہجہ پسند نہیں آ رہا تھا۔ بوڑھا نتھنے پھلانے لگا۔ پھر اس نے اپنے کوٹ کے بٹن کھولے اور کوٹ اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔

"اس لہجے میں بات کرنے والوں کو میں ٹھیک کر دیتا ہوں بچے۔" وہ سخت لہجے میں بولا اور شارلو برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ دفعتاً ایک نازک سی سریلی سی چیخ سنائی دی اور پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز۔ بوڑھا چونک کر اس طرف دیکھنے لگا تھا۔

آنے والی ایک ایسی شکل تھی کہ شارلو کا غصہ کافور ہو گیا۔ سرخ اسکرٹ میں ملبوس۔ سنہرے لمبے لمبے بال، جو ایک مخصوص انداز میں ترشے ہوئے تھے۔ چہرہ بہت ہی دلکش نقوش لیے ہوئے، دوڑنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ آتے ہی اس نے کہا۔ "آپ نے کیا شروع کر دیا ڈیڈی! یہ سب کیا ہے؟ پلیز مسٹر! آپ ڈیڈی کی بات کا برا نہ مانیں۔ پلیز۔" وہ ملتجی لہجے میں شارلو سے بولی جس کے تیور اچھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر اس نے بوڑھے کا کوٹ اٹھا

اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ڈیڈی پلیز! آپ اپنے دماغ کو ٹھنڈا کیجیے، جائیے آرام کیجیے جا کر پلیز۔"

"ہاں اور تم یہاں ان کے ساتھ بیٹھ کر گپیں ہانکو، کیوں؟" بوڑھا ناخوشگوار انداز میں بولا۔

"میں گپیں نہیں ہانکوں گی، آپ جائیے تو سہی۔"

"نہیں جاؤں گا۔" بوڑھا ضدی بچوں کے سے انداز میں بولا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر اس کے چہرے پر کوئی ایسی کیفیت نہیں تھی، جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ خبط الحواس ہے بلکہ پہلے اس نے جس انداز میں گفتگو کی تھی، اس میں ذرا بھی کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ لیکن لڑکی کے آنے کے بعد وہ اپنے آپ کو کسی قدر خبط الحواس ظاہر کرنے لگا تھا۔

لڑکی دو قدم آگے بڑھ کر ہمارے نزدیک آ گئی۔ "آپ نے دیکھ لیا... آپ نے دیکھ لیا۔ ڈیڈی فوراً...... پلیز آپ لوگ افسوس نہ کریں۔"

"نہیں نہیں، کوئی بات نہیں۔ تم بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھو شارلو۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ٹھیک ہے مس! آپ بے فکر رہیں۔ ہم لوگ صرف اتفاقیہ طور پر اس طرف نکل آئے تھے۔ یہ بات پہلے آپ کے ڈیڈی کو بتا چکا تھا۔ پتا نہیں کیوں وہ ناراض ہو گئے۔"

"ہاں پتا نہیں کیوں میں ناراض ہو گیا۔ تم لوگ... تم لوگ یہاں بھی مجھے چین سے نہیں رہنے دو گے۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیوں چکر لگا رہے ہو۔ دیکھ لیا ہوگا کہیں ادھر سے گزرتے ہوئے شریسی کو، اس کا رنگین لباس نظر آ گیا ہوگا۔ بس دوڑ سے چلے آئے۔" بوڑھے نے چڑچڑے لہجے میں کہا اور لڑکی کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے گھورنے لگی۔

"آپ واپس نہیں جائیں گے ڈیڈی؟"

"نہیں جاؤں گا۔ بس یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ نہیں جاؤں گا۔" بوڑھا زمین پر بیٹھ گیا اور اس نے اس طرح رخ تبدیل کر لیا جیسے اب وہ ہماری طرف متوجہ نہ ہونا چاہتا ہو۔

"آپ لوگ اس طرف کیسے نکل آئے؟"

"ہم بتا چکے ہیں کہ بس اتفاقیہ طور پر۔ ہم لوگوں نے یہ سبزی دیکھی تو اسے قریب سے دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔"

"میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ یہاں تقریباً بیس دن سے مقیم ہوں۔ ڈیڈی سمندری پودوں پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ ہم نے کچھ سامان منگا لیا ہے۔ ان چٹانوں کے درمیان اپنے لیے ایک جگہ بنا لی ہے۔ یہاں ڈیڈی آبی پودوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر چکے ہیں اور مزید کر رہے ہیں۔ ان اطراف میں کچھ ایسے پودے

دریافت ہوئے تھے جو کئی ملک میں جائیدادیں ہیں۔ بیٹے کا زمانہ... ڈیڈی کو دراصل اس دنیا سے کچھ ایسی الجھن سی ہو گئی ہے کہ وہ تنہائی پسند ہو گئے ہیں۔ میں ان کی سیکرٹری کی حیثیت سے ان کا ہاتھ بٹاتی ہوں۔ ہمارا تعلق یونان سے ہے۔ ڈیڈی فاروس کے نام سے وہاں کے حلقوں میں جانے جاتے ہیں اور میرا نام سولیتا فریسی ہے۔ اس سے زیادہ اگر آپ کچھ جاننا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔"

"نہیں شکریہ! ویسے کیا تمہیں یہاں زندگی گزارنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی مس سولیتا؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔ ان کے بارے میں ہم کسی کو کچھ بتانا پسند نہیں کرتے۔ آپ اگر جزیرے کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں۔ میں ڈیڈی کو واپس لے جاتی ہوں۔ میں نے اس وقت صرف اس لیے مداخلت کی ہے کہ ان مسٹر کے اور ڈیڈی کے درمیان تلخ کلامی ہو رہی تھی۔" لڑکی نے کہا۔

صاف ظاہر تھا کہ اس کے بعد وہ نہیں اپنے سر پہ مسلط کرنا چاہتی تھی اور نہ ہمارے اوپر مسلط ہونا چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ واپس مڑی اور اپنے ڈیڈی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آیئے ڈیڈی! بس اتنی سی بات تھی جسے آپ خواہ مخواہ افسانہ بنائے ہوئے تھے۔"

بوڑھے نے گھور کر ہم دونوں کو دیکھا۔ شارٹو جیبوں میں ہاتھ ڈال کر آسمان کی سمت دیکھ رہا تھا۔ میں خاموشی سے لڑکی کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اصولاً اب اس کا تعاقب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ ایک غیر شریفانہ حرکت ہوتی لیکن دل میں یہ خواہش ضرور جاگ اٹھی تھی کہ کم از کم ان کی رہائش گاہ دیکھ لیتا۔ مجھے شبہ تھا کہ بوڑھے شخص نے لڑکی کے آنے کے بعد اداکاری شروع کر دی تھی اور وہ درحقیقت وہ نہیں تھا جو نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس جزیرے پر اس کی موجودگی بہرصورت پُراسرار تھی۔

میں نے شارٹو کو واپسی کا اشارہ کیا اور ہم دونوں ساحل پہ پہنچ گئے۔

"کیا خیال ہے شارٹو، ان لوگوں کے بارے میں؟"

"فراڈ، سو فیصدی فراڈ۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"ہماری مہم سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے ان کا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے مسٹر علی! اس چکر میں اس طرح نہ پڑیں۔ یہ دیوانوں کی سرزمین ہے جہاں جگہ جگہ ایسے لوگ بکھرے ہوئے ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے آپ کو مشکوک اور عجیب کردار کے مالک نظر آئیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ صرف ٹھوس بنیادوں پہ کام کریں۔ ایک ایک فرد کے پیچھے بھاگنے میں تو پوری زندگی ہی گزر جائے گی۔"

[illegible]

دونوں کشتی میں بیٹھے اور کشتی تیز رفتاری سے واپس چل پڑی۔

فاروس اور سولیتا دونوں پُراسرار تھے۔ حشرات الارض سے بھرے ہوئے اس چھوٹے سے ٹاپو پر ان لوگوں کی زندگی پُراسرار تھی۔ بقول سولیتا، خبط الحواس فاروس آبی پودوں پہ ریسرچ کر رہا تھا۔ ظاہر ہے یہ بات لڑکی نے صرف ہم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہی تھی۔ لیکن میں اس کی اس وضاحت سے مطمئن نہیں تھا اور اس پر غور کر رہا تھا کہ یہ دو پُراسرار کردار اس جزیرے پر کیا کر رہے ہیں۔

سوالات تو بے شمار تھے ذہن میں لیکن ان کا جواب کہاں سے مل سکتا تھا۔ میں نے شارٹو کو مارشل پر واپس چلنے کی ہدایت کر دی۔

واپسی کے سفر میں میں نے خاص طور سے اسپیڈ بوٹ کی آپریٹنگ دیکھی اور یہ محسوس کیا کہ اگر تھوڑی سی کوشش کروں تو میں اسے تنہا لے کر بھی سمندر میں نکل سکتا ہوں۔ گو شارٹو جیسی مہارت تو حاصل نہیں ہوگی لیکن کام چلایا جا سکتا تھا۔

مارشل پر معمولات ہمیشہ کی طرح تھے۔ اپنے کیبن میں پہنچا تو جینس میرے پاس آ گئی۔ اس نے بڑے پیار سے میری ضروریات کے بارے میں پوچھا تو میں نے شکریہ کہہ کر اسے ٹال دیا۔

کینٹ، مور یا دوسرے کسی آدمی سے اس کے بعد ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مجھے میرے معاملات میں بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔

شام کے ساڑھے چھ یا پونے سات بجے میں عرشے پر نکل آیا۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔ اس لیے جہاز پر روشنیاں کر دی گئی تھیں۔ لین کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں ملی تھی کہ لوٹ مار کا تحفظ وہاں کیسا ہے۔ گو دل تو چاہتا تھا کہ لین کے پاس جا کر کچھ وقت گزاروں، مہذب عالم سے تفصیلی گفتگو کرنے کا خیال بھی آیا لیکن پھر سوچ کر ارادہ ملتوی کر دیا کہ ایسا کوئی کام کیوں کیا جائے جو دوسروں کے لیے شبے کا باعث بنے۔ حالات ابھی مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ ایک خاص بات میں نے یہ بھی محسوس کی تھی کہ اس مشن کی تمام ذمہ داریاں میرے سپرد کرنے کے بعد مارشل پر موجود کارنیا ہارڈو کے نمائندے بالکل بے پروا ہو گئے تھے۔ ممکن ہے ان لوگوں کو میری اس طرح شمولیت پسند نہ آئی ہو۔

میں نجانے کب تک ریلنگ کے سہارے کھڑا سمندر کی لہروں کو دیکھتا رہا۔ واپس پلٹا تو دیکھا کہ جینس میری طرف بڑھ رہی تھی۔ میں اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"آؤ جینس! آؤ بیٹھ کر باتیں کریں گے کچھ دیر۔" میں نے کہا۔

[illegible] ریستوران کی جانب چل پڑے۔ راستے میں مجھے شیری کینٹ کا خیال آیا تو میں ٹھٹک کر رک گیا۔

"کیوں؟" جینس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"جینس! ہم ریستوران میں نہیں بیٹھیں گے۔ کوئی پُرسکون گوشہ تلاش کر لیتے ہیں۔ ریستوران میں کچھ لوگ بلاوجہ پریشان کرتے ہیں خاص طور سے مسٹر کینٹ کی بیوی شیری۔"

جینس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اتفاق سے اس وقت میری نظر اس کے چہرے پر ہی تھی۔ اس نے جھجک کر نگاہیں جھکا لیں لیکن اس کے دیکھنے کے انداز میں کوئی ایسی ہی بات تھی کہ مجھے چونکنا پڑا۔

"کیوں جینس! تم کچھ کہنا چاہتی تھیں؟" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور عرشے پر ایک گوشے میں ریلنگ سے ٹک گیا۔

"نہیں مسٹر علی! کوئی بات نہیں۔ بس موسم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" جینس نے جلدی سے کہا۔

"تم اگر بوریت محسوس کر رہی ہو جینس تو میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ کوئی خاص کام بھی نہیں ہے مجھے تم سے۔" میں نے کھردرے لہجے میں کہا اور جینس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اپنا رخ اس کی طرف سے تبدیل کر لیا تھا۔

"آپ کچھ ناراض ہو گئے مسٹر علی۔"

"نہیں ڈیئر، ناراضگی کیسی! ہم لوگ اجنبی ہیں، ضرورت کے علاوہ اور کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"کسی کی ذاتیات کے بارے میں کچھ کہنا مناسب ہوتا ہے کیا؟"

"یہ فیصلہ خود ہی کیا جاتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکرا دی۔ چند لمحے خاموشی سے مجھے دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی پھر بولی۔

"وہ بُری عورت ہے۔ بول رہی ہوں تو اب کھل کر ہی بولوں گی۔ بہت بُری عورت ہے وہ۔ جنرل گمبین کا آج تک کوئی پتا نہیں چل سکا، وہ اسی کا شکار ہوا تھا۔ اُسے کسی ایسی جگہ ڈبو کر مارا گیا ہے جہاں سے اس کی ہڈیاں بھی دستیاب نہ ہو سکیں۔"

"کون تھا وہ؟"

"مسٹر کینٹ کا اسسٹنٹ اور ان کی بیوی کا منظورِ نظر۔"

"شیری کا؟"

"ہاں اور یہ بات سب جانتے ہیں۔"

"لیکن شیری نے اسے کیوں قتل کر دیا؟"

"اس لیے کہ وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔" جینس نے کہا اور پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"یہ شبہ صرف تمہیں ہے یا دوسرے لوگوں کا بھی یہی خیال ہے؟"

"خود مسٹر کینٹ بھی اسی شبے کا شکار ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے ان کی گفتگو سنی ہے۔ لیکن شیری ان پر حاوی ہے۔ مسٹر کینٹ ان لوگوں میں سے ہیں جو بیویوں سے ڈرنا ضروری سمجھتے ہیں۔"

"اس قتل کے سلسلے میں چھان بین نہیں ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہوئی تھی لیکن قتل ثابت کہاں ہوا۔ وہ تو لاپتا تھا مسٹر مور کہتے ہیں۔" جینس نے کہا اور گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شیری کی شخصیت کا یہ نیا پہلو میرے علم میں آیا تھا۔ عجیب سی عورت تھی، ذہنی مریضہ معلوم ہوتی تھی لیکن یہ بھی کیا ضروری تھا کہ ان لوگوں کا اندازہ درست ہو۔

وہ کسی خاص مقصد سے نہیں آئی تھی۔ تھوڑی دیر میرے پاس رک کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی پھر آگے بڑھ گئی۔ میں بہت سے خیالات ذہن میں لیے ریلنگ سے ٹکا سوچتا رہا تھا۔ سولیتا اور فاروس کا خیال کئی بار ذہن میں آیا۔ شارٹو کی ہدایت بھی یاد آئی۔ پھر خیال آیا کہ اب کچھ ہونا چاہیے۔ اگر یونہی ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھا رہا تو میری حالت بھی ان لوگوں سے مختلف نہیں ہوگی جو آج تک مائیکل جرخیو کے خلاف یہاں مصروف عمل ہیں۔

میں واپس اپنے کیبن کی جانب چل پڑا۔ لیکن ابھی کیبن کے نزدیک پہنچا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً چونکنا پڑا۔ یقیناً وہ شیری ہی تھی۔ نائلون کے مختصر سے لباس میں ملبوس۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں ربر کی ایک چھوٹی سی کشتی اٹھا رکھی تھی جس میں پوری طرح ہوا بھری ہوئی تھی۔ وہ انجن روم کے اوپر سے گھوم کر دوسری طرف نکل گئی اور پھر اوجھل ہو گئی۔

میرے ذہن میں اچانک ایک برق سی کوند گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں اپنے کیبن کی طرف بھاگا۔ کیبن میں پہنچ کر سرعت اور افراتفری کے عالم میں جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا، میں نے سوئمنگ سوٹ پہنا اور ہر طرح سے تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ عرشے پر پہنچ کر میں نے ایک بادلوں کی چھاؤں میں ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی تو شیری کی ہلکی سی کشتی جہاز کے مخالف سمت تیرتی ہوئی نظر آ گئی۔ بس ایک لمحہ میں ذہن پر سوار ہو گئی تھی وہ۔ اس کی موجودگی میں سمندر میں اترنا مناسب نہیں تھا۔ میں نہایت خاموشی سے پانی میں اتر گیا اور تھوڑا فاصلہ رکھ کر اس کشتی کا تعاقب کرنے لگا۔

میں بہت محتاط اور چوکنا ہو کر تیر رہا تھا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ اس علاقے میں آدم خور مچھلیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی لمحے مجھے کوئی خطرہ پیش آ سکتا تھا لیکن شیری کے بارے میں میرے ذہن میں جو شبہات پیدا ہو گئے تھے، ان کی وجہ سے مجھے یہ طویل

لیا ہی پڑا۔

یہ تعاقب بہت زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا۔ ربر کی کشتی ایک چھوٹے سے ٹاپو کی طرف بڑھ رہی تھی جس پر کچھ درختوں کے ہیولے نظر آ رہے تھے۔ ٹاپو کے نزدیک پہنچ کر شیری کشتی سے اتر گئی اور کشتی کو اٹھا کر ریت پر ڈال دیا۔

میں بھی نہایت احتیاط سے ساحل پر پہنچ گیا اور شیری پر نگاہ جمائے ہوئے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ شیری چند لمحے ریت پر کھڑی ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ میں نے اس وقت اپنے آپ کو ایک جگہ ساکت کر لیا تھا، پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

اس چھوٹے سے ٹاپو کو میں نے دن کی روشنی میں دیکھا تھا۔ یہ واحد ٹاپو تھا جو بادشل سے بہت زیادہ قریب تھا۔ شیری وہاں سے آگے بڑھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک درخت کے نزدیک پہنچ گئی۔ چند لمحے درخت کی آڑ میں رہنے کے بعد جب وہ دوبارہ آگے بڑھی تو میں نے دیکھا کہ وہ اب ایک باقاعدہ لباس میں ملبوس ہو چکی تھی۔ یہ لباس وہ ساتھ لائی تھی یا یہیں سے اس نے حاصل کیا تھا، میں نہیں سمجھ سکا۔

شیری کا تعاقب پھر سے شروع ہو گیا۔ وہ درختوں کے اس جھنڈ کی جانب جا رہی تھی جو ایک چھوٹی سی کھاڑی میں نظر آ رہا تھا۔ کھاڑی کے کنارے درختوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ شیری وہاں ایک چٹان پر بیٹھ کر کچھ کرنے لگی۔ میں انتہائی محتاط انداز میں آگے بڑھ کر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ تب مجھے شیری کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ وہ ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کر رہی ہے۔

کھاڑی میں مجھے ایک چھوٹی سی سفید موٹر بوٹ ڈولتی نظر آ رہی تھی جو رسے کے ذریعے ایک درخت کے تنے سے بندھی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھرتی سے سیاہ اور بدشکل چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا کھاڑی کے نچلے حصے میں اترنے لگا۔ پھر مجھے پانی میں اترنا پڑا تھا کیونکہ اس کے بغیر میں موٹر بوٹ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ موٹر بوٹ کے کنارے پکڑ کر صرف ایک لمحے کے لیے میں اوپر ابھرا اور پھر موٹر بوٹ میں اتر گیا۔ اب مجھے چھپنے کے لیے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں سے مجھے دیکھا نہ جا سکے اور یہ جگہ سوائے اس چھوٹے سے رسیوں کے ڈھیر کے اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی جو ایک سمت پڑا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی نہ ہوتی تو رسیوں کا یہ ڈھیر بھی مجھے چھپانے میں ناکام رہتا کیونکہ اس کا حجم زیادہ نہیں تھا۔ میں رسیوں کے ڈھیر کے ساتھ اس طرح سمٹ کر لیٹ گیا کہ بادی النظر میں مجھے نہ دیکھا جا سکے۔

رسیوں کو میں نے اپنے اوپر کسی حد تک پھیلا لیا تھا۔ امکان یہی تھا کہ شیری اس موٹر بوٹ پر ضرور آئے گی لیکن اگر وہ نہ آئی تو پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ہی شیری سنبھل کر نیچے اترتی ہوئی نظر آئی اور بالآخر موٹر بوٹ تک پہنچ گئی۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے اسے پانی سے نہیں گزرنا پڑا تھا کیونکہ موٹر بوٹ ایک درخت کے سہارے بندھی ہوئی تھی۔ اس نے رسی کھولی اور پھر انجن اسٹارٹ کر کے بوٹ آگے بڑھا دی۔

میں اپنے آپ کو اچھی طرح سے سنبھالے ہوئے تھا۔ اس وقت اس کا بھی موقع نہیں تھا کہ گردن اٹھا کر اطراف کا جائزہ لے سکوں۔ خاموشی سے اسی جگہ سانس روکے پڑا رہا۔

موٹر بوٹ کا سفر تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو گیا۔ انجن بند ہو چکا تھا، پھر وہ ایک ہلکے سے جھٹکے سے رک گئی۔ شیری نیچے اتری اور اس نے زور لگا کر بوٹ کو ریت پر چڑھا لیا، پھر وہ بوٹ سے آگے بڑھ گئی۔

میں چاہتا تھا کہ وہ کچھ دور نکل جائے تب باہر نکلوں۔ اس کے لیے چند لمحے مجھے انتظار کرنا پڑا۔ پھر میں بھی موٹر بوٹ سے باہر نکل آیا۔ اس جزیرے کو دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ جگہ میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ شارلوٹ کے ساتھ میں یہاں آ چکا تھا اور یہیں میری ملاقات فارنوس اور سولیتا سے ہوئی تھی۔

شیری میری نگاہ میں اور پراسرار ہو گئی۔ وہ درختوں میں گم ہو گئی تھی۔ میں ایک سمت اختیار کر کے آگے بڑھ گیا اور اسے تلاش کرتا ہوا کافی دور نکل آیا۔ درختوں کے جھنڈ، ان کے درمیان چٹانیں لیکن شیری کہیں نظر نہیں آئی۔ بوٹ سے اتر کر جانے اس نے کون سی سمت اختیار کی تھی۔ اتنی دور تک آنے کے باوجود اس کے نظر نہ آنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ میں نے صحیح سمت نہیں اختیار کی ہے۔ میں رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ فضا خاصی گرد آلود تھی۔ اندھیری رات میں زیادہ دور تک دیکھنا ویسے بھی ممکن نہیں تھا۔ میں نے سمت بدلنے کا فیصلہ کر لیا۔

میرے لیے اب یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا کہ وہ یہاں کیا کرنے آئی ہے۔ فارنوس کے اس سے رابطے کا اندازہ تو اس کے یہاں آنے سے ہی ہو گیا تھا۔ میں ایک چٹان سے نیچے اتر رہا تھا کہ دفعتاً ایک ہلکی سی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی چٹان کی چند کرچیاں ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ یہ ہلکی سی آواز کس قدر مہلک خطرے کا سبب تھی۔ اس کا اندازہ پہلے نہیں ہو سکا تھا لیکن اب میں اسے اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ دوسری آواز ابھری اور گولی میرے پیروں کے بالکل قریب زمین سے ٹکرائی۔ میں نے بندروں کی طرح چھلانگ لگائی اور پھر جس جگہ گرا تھا وہ جگہ بھی فوراً ہی چھوڑ دی ورنہ یقیناً دو گولیاں میرے جسم میں پیوست ہو چکی ہوتیں۔ اس کے بعد ہی ایک تیز سفید روشنی چمکی اور معدوم ہو گئی۔ اس بار پلک جھپکنے کی دیر کرتا تو یقیناً اس سائلنسر لگی رائفل کا نشانہ بن جاتا جو مسلسل مجھ پر گولیاں برسا رہی تھی۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ بس اپنی جان کی فکر کروں کیونکہ مجھے دیکھ لیا گیا تھا۔ یہاں رکنے کی کوشش کرتا تو گھیر لیا جاتا۔ چنانچہ بندروں کی طرح قلانچیں مارتا ہوا بوٹ کی طرف دوڑا اور اس کے نزدیک پہنچتے ہی اس میں کود گیا۔ تیز روشنی کئی بار چمکی اور میں ہر بار اس کی زد میں آیا لیکن رائفل کی گولیاں مجھے نشانہ نہ بنا سکیں۔

موٹر بوٹ پہلی کوشش میں اسٹارٹ ہو گئی اور میں نے اسے پوری رفتار سے آگے بڑھا دیا۔ ممکن ہے تعاقب کیا گیا ہو۔ لیکن میں اس کا اندازہ نہیں کر سکا۔ میں سمندر میں دور نکل آیا۔ سمندری راستوں کے بارے میں میری معلومات کچھ نہ تھیں اور پھر یوں بھی رات تاریک اور گرد آلود تھی، یہاں صحیح سمت نہیں تلاش کر سکتا تھا۔ بہرحال اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا کہ صحیح سمت تلاش کر لوں لیکن اس میں سخت دشواری پیش آ رہی تھی۔

بالآخر کافی دیر کے بعد مارشل نظر آیا۔ اسے اچھی طرح پہچاننے کے بعد میں نے بوٹ کا رخ اس کی مخالف سمت کر لیا۔ اور پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اب بوٹ کا کچھ بھی حشر ہو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں مارشل کی طرف تیرا اور پھر اوپر پہنچ گیا۔ بالکل خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

کیبن میں داخل ہو کر میں نے سکون کی گہری سانس لی، پھر لباس تبدیل کیا اور بستر پر لیٹ گیا۔

شیری، پہیلی، مشتبہ شخصیت۔ لیکن وہ کینیٹ کی بیوی ہے! کیا کینیٹ بھی۔۔۔ میں نے سوچا۔ اگر ایسا ہے تو پھر میری کامیابی مشتبہ ہے۔ کینیٹ کسی طرح مجھے اس مشن میں کامیاب نہ ہونے دے گا۔ اس طرح مارشل پر رہ کر کام کرنا تو وقت برباد کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟ بہت دیر تک سوچتا رہا پھر تہذیب کا خیال آیا اور بے اختیار دل چاہا کہ اس سے بات کروں۔ ٹرانسمیٹر ایسی محفوظ جگہ چھپایا تھا میں نے کہ اسے تلاش کرنا کسی کو سوجھ سکے، یہ ناممکن تھا۔ اسے نکال کر میں نے آن کر دیا اور تہذیب کو کال کرنے لگا۔ دوسری طرف سے کافی دیر کے بعد تہذیب کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔۔۔ علی؟"

"ہاں تہذیب ابھی ہی بول رہا ہوں۔ سوری کہ بے وقت تمہیں جگا دیا۔"

"افسوس تو مجھے ہے علی کہ میں سو گئی تھی۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے مخاطب کر لیا۔ تم سے باتیں کرنے کو بہت جی چاہ رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں ہے تہذیب؟" میں نے پوچھا۔

"تم سے باتیں کرنا خاص بات نہیں ہے کیا؟ ویسے دوسری کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کوئی پیغام ہو تو بتاؤ؟"

"ابھی نہیں تہذیب، چند روز اور گزر جانے دو۔ اس کے بعد میں میڈم یارگو کو رپورٹ پیش کر دوں گا۔"

"کیسی گزر رہی ہے مارشل پر؟"

"بور۔ سمندر گردی کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔"

"کامیابی کی کوئی امید؟"

"ابھی تک نہیں۔۔۔ اب اتنا آسان بھی نہیں ہے۔"

"میڈم مارتینا نے جوسٹیو کے بارے میں کچھ باتیں بتائی ہیں، انھیں تمہیں ان سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں تہذیب کہو۔" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کے بارے میں وثوق سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ اس علاقے میں رہتا ہے۔ ان کے میں اکثر ہوٹے اس کے نام سے ہوتے ہیں لیکن آج تک وہ کسی کی نگاہ میں نہیں آیا۔ دنیا کے بہت سے ممالک اس سے رابطہ رکھتے ہیں اور اکثر بہت بڑے بڑے لوگ اس سے ملاقات کرنے آتے ہیں۔"

"ایک منٹ تہذیب۔ اگر کوئی اس سے ملاقات کرنے یہاں آتا ہے تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ اس علاقے میں رہتا ہے؟"

تہذیب نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"ہیلو تہذیب؟"

"ہاں۔ میں اس بات پر غور کر رہی تھی۔ واقعی یہ تو دلچسپ بات ہے لیکن اس کا کوئی صورت آشنا آج تک نہیں مل سکا۔"

"یہ دوسری بات ہے۔ مادام مارتینا ہمارے مشن کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟"

"خود انھوں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ البتہ ہر تعاون کی پیشکش کی ہے۔"

"ابھی ایسی کوئی ضرورت تو نہیں پیش آئی۔ اگر ہوئی تو ضرور انھیں تکلیف دی جائے گی۔ ویسے ان کے ساتھ تمہاری کیسی گزر رہی ہے؟"

"ٹھیک ہوں بالکل، تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔"

"او کے تہذیب، آرام کرو۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کے بعد بھی دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ بے شمار خیالات ذہن کو پراگندہ کرتے رہے تھے۔

دوسرے دن صبح کو کافی دیر میں آنکھ کھلی تھی جیمس نے کہ

جتلایا تھا۔ ذرا دیر تک سوتے رہنے کی وجہ سے اس نے پوچھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی مسٹر علی؟"

"ہاں جینٹس! بس آنکھ نہیں کھلی۔" میں نے جواب دیا۔

ضروریات زندگی سے فارغ ہونے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ مور سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا۔ "میں تمہاری تلاش میں تھا علی۔ آفیسر کینٹ تمہیں یاد کر رہا ہے۔"

"خیریت؟"

"ہاں۔ کوئی خاص بات ہے شاید۔" مور نے جواب دیا۔

جہاز کا سیکنڈ آفیسر کینٹ اپنے مخصوص لباس میں تھا اور ایک بڑے کیبن میں میز کے پیچھے بیٹھا کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بس سرسری انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مور بھی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"ڈیپارٹمنٹ نے آپ کو مکمل اختیارات سونپ دیے ہیں مسٹر علی۔" وہ بولا۔ "اس لیے میں آپ سے آپ کی مصروفیات کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ اور ذمے داریاں بھی مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے پروگرامز سے آگاہ کرتے رہیں تاکہ آپ کے تحفظ کا انتظام کیا جاتا رہے۔"

"ڈیپارٹمنٹ نے مجھے جو اختیارات دیے ہیں مسٹر کینٹ، میں انہیں ... ایک ثانوی حیثیت دیتا ہوں۔ در حقیقت میں آپ کے ذریعے ہی کام کرنے کا خواہش مند ہوں۔ آپ کو جب بھی موقع ملے آپ میری رہنمائی کریں۔"

"میرا خیال ہے آپ یہ بات پسند نہیں کریں گے۔" کینٹ کا انداز کچھ بدل گیا۔

"نہیں مسٹر کینٹ! ایسی بات نہیں ہے۔"

"تو مجھے بتائیے اس سلسلے میں آپ نے اب تک کیا کیا ہے؟"

"سمندر گردی کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں ابھی یہاں کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"گویا کوئی اندازہ نہیں لگا سکے آپ؟"

"ہاں۔۔ ابھی تک کچھ نہیں لیکن کوشش کر رہا ہوں۔ ممکن ہے جلد ہی کوئی کامیابی نصیب ہو جائے۔"

"امکانات پیدا ہوئے ہیں؟"

"فی الحال کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ آج رات کو بھی میری مہم جاری رہے گی۔"

"میری خواہش ہے مسٹر علی کہ مجھ سے رابطہ رکھیں اور اس سلسلے میں جو بھی ضرورت پیش آئے، اس میں مجھ سے تعاون [illegible]۔"

"یقیناً مسٹر کینٹ۔"

"رات کا کیا پروگرام ہے؟"

"بس ابھی طے نہیں کیا ہے لیکن آج ساری رات مصروف رہوں گا۔" میں نے جواب دیا اور کینٹ پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ بعد کا ماحول بہت خوشگوار رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں تو رائے قائم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد یہ سوچنا کہ اس کا ظاہر کینٹ اس سلسلے میں مخلص ہو گا حماقت کی بات تھی۔ تاریتا ہارڈو نے اپنے مشن کے سلسلے میں جن لوگوں کا انتخاب کیا تھا، وہ قابل اعتماد نہیں۔ مجھے کامیابی کس طرح ممکن ہوتی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بذات خود تاریتا ہارڈو کیسی ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ شخصیت کا شاندار ہونا صلاحیتوں کی نمائندگی تو نہیں کرتا۔ اگر کہیں مکمل طور پر کسی کے توسط کر دیا گیا ہے تو پھر یہ بات کھل کر کہی جا سکتی تھی کہ تاریتا ہارڈو اس کی اہل نہیں تھی۔ اتنی ناقص منصوبہ بندی کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی تھی۔ میرا مسئلہ یہ نہیں تھا کہ میں تاریتا ہارڈو کے لیے کام کروں بلکہ میرے ذہن میں تو صرف وہی ایک دھن سوار تھا۔ میں اپنی ذات میں ایک الگ دنیا بسائے ہوئے تھا۔ تنظیم آزادی فلسطین، فلسطینی کیمپ، بارود کے علاقوں میں بسنے والے فلسطین کے بے گھر افراد میری منزل کا نشان تھے اور میں جب بھی ان کی جانب نگاہ اٹھاتا، میرے وجود میں چنگاریاں سلگنے لگتیں۔ مجھے صیہونی عزائم کے بلند مینار نظر آتے۔ میں تو صرف ان میناروں کو گرانے والوں میں سے تھا۔ کسی کی خوشنودی یا کسی کی بھلائی کے لیے نہیں بلکہ اپنے سینے میں بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے۔ بلاشبہ اسرائیل کو بڑی بڑی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور اس کے مقابلے فلسطینی عوام ہر چند بہت سی ہمدردیاں حاصل کر چکے تھے لیکن ان کے وسائل اب بھی اسرائیل کے مقابلے میں کچھ نہیں تھے۔ ایسے حالات میں اگر اس خطرناک ملک کو کچھ اور خطرناک ہتھیار مل جائیں تو وہ یقیناً سب کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ یہ تمام صورت حال میری نگاہوں کے سامنے تھی اور اس کے بعد تاریتا ہارڈو یا دوسری کوئی شخصیت بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی تھی۔ ایک طرح سے یہ میرا ذاتی کام بن جاتا تھا۔ ہاں صرف اس بات کا ثبوت مل جائے کہ اسرائیل براہ راست اس معاملے میں ملوث ہے یا نہیں۔

شام کو چھ بجے کے قریب شارلٹو مل گیا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ریلنگ سے ٹکا کھڑا ہوا تھا۔ میں خود اس کی جانب بڑھ گیا اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"[illegible] تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس پہنچنے والا تھا۔ کیا پروگرام ہے آپ کا؟"

میں نے چونک کر شارلٹو کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تمہیں کیسے [illegible]"

"کچھ چیزوں کا علم ہو جاتا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"کیا مسٹر کینٹ کی طرف سے کوئی اشارہ ملا ہے؟"

شارلٹو نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "ہاں یہ حقیقت ہے لیکن اس اشارے میں بہت سے اشارے پنہاں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں آپ کے ساتھ جانے سے انکار کرتا [illegible] کام تنہا آپ کی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ آپ [illegible] میں جائیں گے اور آپ کو تنہا جانا بھی نہیں چاہیے۔ اتنی [illegible] مجھے کہ میں مجبور ہو جاؤں۔ میرے بغیر آپ سمندر میں نہ اتریں۔" شارلٹو نے کہا اور میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"زیادہ دیر رکوں گا بھی نہیں آپ کے پاس، چلتا ہوں۔ میرے کیبن ہی میں ملاقات کیجیے پلیز۔" اس نے کہا اور [illegible] آگے بڑھ گیا۔ میں نے اس کی طرف سے رخ بدل لیا۔ شارلٹو کے انداز میں کچھ ایسی بات تھی کہ مجھے فوراً ہی محتاط ہونا پڑا تھا۔ اس صورت حال پر میں غور کرتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کے کیبن کی طرف چل پڑا۔

شارلٹو اپنے کیبن میں ہی ملا۔ اس نے پرتپاک انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔

"کیا پروگرام ہے مسٹر علی؟ آج آپ کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟" میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس نے ایک آنکھ دبا دی۔

"ہاں شارلٹو! تمہیں میرے ساتھ ہی چلنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ ممکن نہیں ہو گا مسٹر علی کہ آج آپ تنہا ہی جائیں۔ [illegible] میں اپنے آپ کو کچھ تھکا تھکا سا محسوس کر رہا ہوں۔"

"تم جانتے ہو شارلٹو! سمندر اور خاص طور سے ان اطراف [illegible] میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مجھے کسی [illegible] کی ضرورت ہے جو میری رہنمائی کر سکے۔"

"معلومات تو میری بھی خاصی محدود ہیں مسٹر علی۔ بس یوں سمجھیے کہ ایک اچھا بوٹ ڈرائیور ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"اس کے باوجود تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا یہ ممکن نہیں ہے ...؟"

"پلیز شارلٹو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ایک انچارج کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ تمہیں خاموش ہو جانا چاہیے۔"

"بہت بہتر! جو آپ کا حکم۔" شارلٹو نے موڈ سے ہٹ کر کہا۔ "کتنی دیر کے بعد یہاں سے چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ہم سمندر میں اتر جائیں گے۔"

"میں آپ کو تیار ملوں گا۔ حالانکہ میں اپنے آپ کو بہتر محسوس نہیں کر رہا۔"

"بس جو کچھ میں کہہ چکا ہوں تمہیں اس کی تعمیل کرنا ہو گی۔" میں نے کسی قدر سخت لہجہ اختیار کیا اور شارلٹو نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

"جو حکم جناب۔"

میں الٹے قدموں کیبن سے باہر نکل آیا تھا۔ شارلٹو نے کیبن میں مجھے بلا کر اس سلسلے میں گفتگو کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کر رہا تھا؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا تھا کہ اس کے کیبن میں ہونے والی گفتگو کہیں سنی جا رہی تھی۔ ذریعہ کیا ہو گا؟ غالباً ڈکٹا فون یا کوئی ایسی چیز جس سے دوسری جگہ گفتگو سنی جا سکے۔ یہ سب کچھ تو میرے کیبن میں بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور اس کے بعد میں اپنے کیبن میں داخل ہو گیا۔ اس کا جائزہ لینا ضروری تھا کیونکہ تہذیب یافتہ لوگ بھی اس طرح کی حرکت کر سکتے تھے۔ کیبن میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر اس سے ملحق باتھ روم میں جا کر نل کھول دیا تاکہ یہ محسوس ہو کہ میں غسل خانے میں ہوں۔ نل کھول کر میں باہر نکل آیا اور اس کے بعد میں نے کیبن کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

جن لوگوں نے بھی یہ کام کیا تھا وہ شاید بہت زیادہ ذہین نہیں تھے۔ کوئی ایسی جگہ تلاش نہیں کر سکے تھے جو میری نگاہوں سے محفوظ رہے۔ ایک خوب صورت سے ڈریسنگ ٹیبل کے نچلے حصے میں وہ چھوٹا سا سیاہ گول پلیٹ نما ٹکڑا چپکا ہوا تھا جسے ایک نگاہ دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ ڈکٹا فون ریسیور ہے۔ میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے خلاف باقاعدہ عمل شروع ہو چکا ہے لیکن میں ابھی احمق نہیں تھا۔ ایسے حالات سے نمٹنا خوب جانتا تھا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک مجھے صحیح طور پر کھل کھیلنے کا موقع شاید اس لیے نہیں ملا تھا کہ میرے دشمن سامنے نہیں آئے تھے۔ وہ سیاہ چہرہ شخص جس نے

میرے کیبن کی تلاشی لی تھی اور جہاز سے اتر کر بھاگ گیا تھا، یقیناً یہ اس کی کارستانی رہی ہوگی۔ بہرحال اب جبکہ کھیل شروع ہو چکا ہے تو پھر مجھے محتاط رہنا ہوگا۔ البتہ شارلو کے بارے میں میرا ذہن اب کچھ نئے فیصلے کر رہا تھا۔ ممکن ہے شارلو قابل اعتماد ہی ثابت ہو۔

ساڑھے آٹھ بجے میں کیبن سے باہر نکل آیا۔ شارلو بوٹ کے قریب میرا انتظار کر رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد بوٹ پانی میں اتر گئی اور شارلو اسے اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سے بوٹ کے پاس موجود ہوں، صرف اس خیال سے کہ کہیں اس میں کوئی گڑبڑ نہ کی جائے۔"

"تم کچھ شکوک و شبہات محسوس کر رہے ہو شارلو؟"

"جو کچھ آج میں کرنے جا رہا ہوں، وہ میرے لیے شدید نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے مسٹر علی لیکن میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں جب ایک کام اپنے ذمے لے لیتا ہوں تو پھر اس کی انجام دہی چاہتا ہوں۔ میرا اپنا ذہن سازشی نہیں ہے لیکن سازشیوں کے درمیان کام کرنے میں مجھے بہت لطف آتا ہے۔ دراصل مسٹر کینٹ نے مجھ سے اشارتاً کہا تھا کہ آج میں آپ کے ساتھ سمندر کا سفر کروں۔ حالانکہ اس کہنے میں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن میرا ذہن نجانے کیوں بھٹک گیا اور مجھے مسٹر کینٹ کے اس انداز پر کچھ شبہ سا ہوا۔ میرا خیال ہے مسٹر کینٹ اپنے مشن کے لیے مخلص نہیں ہیں مسٹر علی! آپ کو اس کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"واقعی تم بہت بڑی بات کر رہے ہو شارلو۔ کیا تم مسٹر کینٹ کی طرف سے مطمئن نہیں ہو؟"

"اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ لوگ صرف اپنی ذات کے لیے کچھ کرتے ہیں۔ ہم جیسے نچلی سطح کے لوگوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ مسٹر مسعود کے بارے میں ابھی تک میں کوئی بات دعوے سے نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ کینٹ کے دست راست ہیں۔ میں نے کچھ انتظامات کر لیے ہیں مسٹر علی! آپ مطمئن رہیں۔ ہم کسی کے لیے تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گے۔ مجھے مسٹر کینٹ پر مزید شبہ اس لیے ہوا کہ مسٹر کینٹ کی خصوصی ملازمہ نے پراسرار طور پر میرے کیبن میں کچھ ایسی چیزیں پہنچائیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں پہنچائی گئی تھیں اور پھر وہ واپس آ کر وہ چیزیں لے گئی۔ اس نے مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ غلطی سے وہ انھیں یہاں رکھ گئی تھی۔ درحقیقت اس دوران ایک چھوٹا سا مائیکروفون میرے کیبن میں لگا دیا گیا تھا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ میری جانب سے مشکوک ہیں لیکن یہی بات اب مجھے مسٹر کینٹ سے بیزاری کا باعث بن گئی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ہر طرح آپ کا ساتھ دوں گا۔ موٹر بوٹ میں میں نے کچھ ایسی چیزیں رکھوا دی ہیں جو ہمیں خطرے کے وقت خطرناک حالات سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ آپ یقیناً سوئمنگ ڈریس نہیں لائے ہوں گے لیکن میں نے ایسے دو لباس مہیا کر لیے ہیں جن کے ساتھ آکسیجن سلنڈر موجود ہیں اور اس کے علاوہ پانی کی سطح کے اندر استعمال کی جانے والی خصوصی گنیں بھی میں نے رکھ لی ہیں۔ بہتر ہو مسٹر علی کہ ہم دونوں یہ لباس پہن لیں۔ ہر لمحہ ہمیں خطرات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔" شارلو نے ایک سمت اشارہ کیا اور مجھے ایک پیکٹ نظر آ گیا۔

پیکٹ کھولا تو اس میں غوطہ خوری کے خصوصی لباس موجود تھے۔ آکسیجن سلنڈر الگ پیکٹ میں رکھے ہوئے تھے، اس کے ساتھ ہی چھوٹی ساخت کے خصوصی پستول جو پانی کے اندر کام آتے تھے۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے ان تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے شارلو سے کہا۔ "ان کے حصول میں تمھیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی؟"

"نہیں۔ بحری تحقیقاتی مہم کے سلسلے میں یہ تمام چیزیں یہاں موجود ہوتی ہیں۔ البتہ یہ گنیں میں نے چرائی ہیں۔"

"کہاں سے؟"

"ایک اور کیبن سے۔ جو ہم سے متعلق نہیں ہے۔"

"اوہ گڈ شارلو۔ تم تو میرے بہترین معاون و مددگار ثابت ہو رہے ہو۔"

"کھل کر اعلان کر رہا ہوں مسٹر علی کہ میں آپ کے ساتھ ہوں، اگر بہتر سمجھیں تو مجھے اپنے شانہ بشانہ رکھیں۔"

"شارلو! آج سے اس مشن کے سلسلے میں میری شخصیت تنہا نہیں ہے۔ ہم دونوں اس کے اہم کارکنوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔"

شارلو نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ ہم دونوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد غوطہ خوری کے لباس پہن کر پوری طرح تیار ہو گئے۔ اب ہم کسی بھی خطرناک مرحلے سے نمٹنے کے لیے مستعد تھے۔

شارلو نے سمت کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسی جزیرے پر چلنے کے لیے کہا، جہاں ہم نے فادر سولیتا کو دیکھا تھا۔ میں نے شارلو سے کہا۔ "شارلو وہ دو

لوگ جو ایک نگاہ میں مشکوک ہیں اور اس پُراسرار جزیرے سے کچھ پرواہ [illegible] نہیں کر رہے بلکہ وہاں ان کی موجودگی بڑی مقصد ہے۔ تو کیوں نہ آج ہم پورے جزیرے کی تلاشی لے ڈالیں؟"

"ہاں، جزیرے کو دیکھنا ضروری ہے۔"

میں نے شارلو کو شیری کے بارے میں نہیں بتایا بلکہ یہ ترجیح دی تھی کہ اسے اس سے آگاہ کروں یا نہیں۔ پھر میں بائیں رہا۔ شارلو بھی سمت کا تعین کر کے جزیرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے پر پہنچ گئے۔ اس بار میں نے اطراف کے ماحول پر پوری طرح نگاہ رکھی تھی۔ بائیں جانب خصوصی طور پر متوجہ نہیں پایا تھا۔ سمندر تقریباً پرسکون تھا۔ آج موسم بھی صاف تھا اور آسمان پر آہستہ آہستہ بادل ابھرتے آ رہے تھے۔

جزیرے کے ساحل پر کشتی ہو کر ہم نے دور دور تک نگاہ دوڑائی، پُراسرار خاموشی اور سناٹے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ درخت خاموش کھڑے تھے البتہ حشرات الارض کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ سانپوں کے رینگنے کی لکیریں ریت کی زمین پر جگہ جگہ نمایاں تھیں۔ ہم نے خصوصاً ایسے جوتے استعمال کیے تھے جن کی وجہ سے رینگنے والے جانوروں سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچ پاتے۔ تقریباً دو گھنٹے تک ہم جزیرے کے مختلف حصوں کا جائزہ لیتے رہے۔ کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آئی جو قابل توجہ ہوتی۔ آج فادر لوئیس اور سولیتا کا بھی یہاں کوئی نشان نہیں تھا۔

بہت دیر تک ہم اندرونی حصوں میں رہے اور اس کے بعد ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے واپس جانے لگے جدھر ہم نے موٹر بوٹ چھوڑی تھی۔ شارلو نے کہا "یوں لگتا ہے جیسے ان لوگوں نے یہ جگہ چھوڑ دی ہے۔"

"ہاں۔ ویسے بھی مجھے تعجب ہے کہ آخر ان لوگوں نے یہ پناہ گاہ کہاں بنائی تھی۔ یہاں تو کوئی ایسی جگہ بھی نہیں ہے جو پناہ گاہ کے طور پر استعمال کی جا سکے۔ ہر لمحہ حشرات الارض کا خطرہ رہتا ہوگا۔ سانپ اور دوسرے کیڑے یہاں جس تعداد میں موجود ہیں، اس سے تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا شارلو۔"

"ممکن ہے اس روز وہ کسی خاص مقصد کے تحت یہاں آئے ہوں اور فضول باتیں کر کے ہمیں بے وقوف بنا دیا ہو۔ ضروری نہیں ہے کہ ان کا قیام بھی یہیں ہو۔"

بوٹ اپنی جگہ موجود تھی۔ ساحل دور دور تک سنسان تھا۔ سوائے لہروں کے شور کے اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ہم یہاں سے واپس چل پڑے۔ میں نے شارلو سے کہا۔

"شارلو! اس جزیرے سے بالکل قریب کون سا جزیرہ ہے؟"

"اس کا کوئی نام نہیں ہے۔ یہاں سے بائیں سمت تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک اور چھوٹا سا جزیرہ موجود ہے۔" مجھے اندازہ ہوا کہ شاید شارلو اسی جزیرے کی بات کر رہا ہے جس پر میں نے شیری کو دیکھا تھا، جہاں سے وہ بوٹ لے کر اس سمت آئی تھی۔ میں نے کسی خیال کے تحت شارلو کو اسی سمت چلنے کے لیے کہا اور شارلو نے گردن ہلا دی۔

راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ میں نے جزیرے کے آثار محسوس کر لیے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ کافی فاصلے پر شارلو نے ہائی اسپیڈ بوٹ کا انجن بند کر دیا تھا لیکن ابھی ہم ساحل پر پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ دفعتاً کوئی چیز سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ موٹر بوٹ کے اوپر سے گزر گئی۔ انجن بند تھا اس لیے گزرنے والی چیز کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ شارلو نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ آواز اس نے بھی سنی تھی۔ پانی میں ایک بڑا زوردار چھپاکا سنائی دیا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ہم ابھی اندازہ بھی نہ کر پائے تھے کہ دفعتاً ایک ننھا سا سرخ شعلہ چمکا اور کوئی چیز پھر ہمیں بوٹ کی طرف آتی نظر آئی۔ سمت بالکل ہماری ہی سمت تھا اور اب ہمیں یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ کوئی مہلک ہتھیار ہمارے خلاف استعمال کیا جا رہا تھا۔

شارلو نے پھرتی سے انجن اسٹارٹ کر دیا اور بوٹ کو اتنی تیزی سے چکر دیا کہ مجھے اپنا توازن سنبھالنا بھی مشکل ہو گیا۔ سرخ شعلہ جو اپنی جگہ سے پرواز کرنے کے بعد بجھ گیا تھا، سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ پھر ہمارے قریب سے گزرا اور پانی میں غائب ہو گیا۔ اس بار شاید انھوں نے ہمارا نشانہ درست کر لیا تھا۔ ویسے یہ شعلہ اس چھوٹے سے جزیرے کی جانب سے لپکا تھا جس کے قریب ہم جا رہے تھے اور خاص بلندی پر نظر آیا تھا۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کون سی جگہ سے ہم پر یہ مہلک چیز فائر کی جا رہی ہے۔ شارلو نے بوٹ کو ایک لمبا چکر دیا کیونکہ ہم تیسرا شعلہ دیکھ چکے تھے۔ میں نے پھرتی سے ایک طاقتور دوربین تھیلے سے نکال لی تھی اور میرا رخ جزیرے ہی کی جانب تھا۔ شعلہ کافی بلندی سے چمکا تھا۔ میں نے فوراً ہی شارلو کو اطلاع دی اور شارلو نے ایک دم سے رخ بدل لیا۔ بلاشبہ وہ بوٹ ڈرائیو کرنے کا ماہر تھا۔ بوٹ اس وقت ایک سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی پانی کے سینے کو چیرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ سنسناہٹ کی آواز اس بار ہم سے خاصے فاصلے پر نکل گئی تھی۔ شارلو ان

لوگوں کو چکر دینے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس کے لیے یہ اب یہی تھا کہ ہم اس جزیرے کا رخ نہ کرتے۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ اس شعلے کی رینج کتنی ہے چنانچہ ہم جزیرے سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے لیکن دفعتاً شارلٹو کی عجیب سی آواز ابھری اور اس نے ایک بار پھر بوٹ گھما دی۔

"کیوں کیا ہوا؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہمیں گھیر لیا گیا ہے۔" اس نے کہا اور میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر میں نے بھی ان چار پانچ ہیولوں کو دیکھ لیا جو سمندر کی سطح سے سر ابھارے ہمیں گھور رہے تھے یقیناً یہ کچھ خصوصی قسم کی بوٹس تھیں جو مختلف سمتوں سے ہماری جانب بڑھ رہی تھیں۔ ان کے عقب میں پانی کی سفید لکیریں پیدا ہوتی جا رہی تھیں جن سے ان کی اسپیڈ کا اندازہ ہوتا تھا۔ شارلٹو نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا۔ پھر بولا "بہتر یہی ہے کہ اب ہم ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ میں بوٹ کو پانی کے نیچے لے جا رہا ہوں۔"

"گڈ۔" میں نے گردن ہلائی اور شارلٹو نے وہ بٹن دبا دیا جس سے ہماری اس خصوصی بوٹ کی چھت ڈھک جاتی تھی۔ آن کی آن میں ہم شیشے کے خول میں قید ہو گئے۔ دوسرے ہی لمحے شارلٹو نے بوٹ کو پانی میں نیچے اتار دیا۔ نیچے اترتے ہی اس نے انجن کی اسپیڈ فل کر دی تھی۔ سمندر کے نیچے ہی نیچے وہ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ بوٹ اتنی رفتار سے آگے بڑھی کہ دماغ چکرا کر رہ گیا۔ زیادہ دیر چونکہ ہم پانی میں نہیں رہ سکتے تھے اس لیے تھوڑی دور پہنچنے کے بعد شارلٹو کو بوٹ پانی کی سطح پر ابھارنا پڑی لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں ایک خوفناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔

جونہی بوٹ سطح پر ابھری، ہم نے صرف چند گز کے فاصلے پر دشمنوں کی ایک چھوٹی سی اسٹار بوٹ دیکھی جو ہمارے بالکل قریب تھی۔ اس پر سے ابھرنے والی آوازیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آئیں لیکن شاید اسٹین گنوں وغیرہ سے زبردست فائرنگ کر دی گئی تھی کیونکہ چند ہی لمحے بعد ہمارے سروں پر لگا ہوا شیشے کا حصار ٹوٹتا محسوس ہوا۔ شیشہ کرچی کرچی ہو گیا تھا۔ اب ہم بوٹ کو نیچے پانی میں نہیں لے جا سکتے تھے۔ شارلٹو نے البتہ ایک بار پھر مہارت کا ثبوت دیا اور بوٹ کو اس اسٹار بوٹ سے دور لے جانے کی کوشش کی لیکن دفعتاً ایک شدید جھٹکا لگا۔ بوٹ کا پچھلا حصہ فائرنگ سے متاثر ہو گیا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم پھرتی سے پانی میں کود پڑیں۔ شارلٹو نے مجھے یہی ہدایت کی اور ہم نے غوطہ خوری کے ماسک اپنے چہروں پر چڑھا لیے تھے [...] برق رفتاری سے اپنی اس بوٹ سے نیچے کود گئے۔

ہمارا نیچے کود جانا ہمارے حق میں انتہائی بہتر ثابت ہوا۔ بصورتِ دیگر ہم بوٹ کی تباہی کی لپیٹ میں آ جاتے۔ بوٹ ہم سے کچھ فاصلے پر جا کر تباہ ہو گئی تھی۔ اگر شارلٹو آہستہ آہستہ بالکل مخالف سمت میں نہ موڑ دیتا تو یہ بوٹ سو فیصد ہمیں تباہ ہوتی اور اس کے بعد ہمارا کیا ہوتا، یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ہم دونوں نے ایک بار پھر غوطہ لگایا اور پانی کے نیچے نیچے ایک سمت بڑھنے لگے۔ مقصد یہی تھا کہ ان لوگوں سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جائیں۔ آکسیجن سلنڈر کام کر رہے تھے اس لیے سطح پر ابھرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بجائے دیر تک ہم اسی طرح تیرتے رہے۔

شارلٹو میرے قریب قریب ہی تھا لیکن دفعتاً مجھے کچھ فاصلے پر پانی میں کچھ ہلچل سی دکھائی دی اور اب جو نگاہ ڈالی تو سامنے ہی کچھ غوطہ خور ہمیں تیرتے نظر آئے۔ یقیناً ہمارے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ ہم سمندر میں اتر چکے ہیں اور یہاں بھی ہماری تلاش شروع ہو گئی تھی۔

جس طرح ہم نے ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا اسی طرح چند لمحوں کے اندر وہ بھی ہمیں دیکھ لیں گے۔ شارلٹو نے میری جانب دیکھا اور پھر ایک اشارہ کیا۔ میں نے گردن ہلائی تھی۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے بعد میں اور شارلٹو دو مختلف سمتوں میں تیرنے لگے۔ ایک ہی جگہ رک کر ہم ایک ساتھ ان کا نشانہ نہیں بننا چاہتے تھے۔

زیرِ آب استعمال ہونے والے پستول ہمارے پاس موجود تھے۔ شارلٹو نے معقول انتظام کیا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے پستول استعمال کرنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھ لیا تھا اور اپنی جگہ رک گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کی کھوپڑی کا نشانہ لیا اور میں نے پانی میں ہلچل سی دیکھی تھی اور اس کے بعد میں نے اس کو بے جان ہو کر گہرائیوں میں اترتے دیکھا۔

میں نے اپنا رخ بدل لیا تھا۔ اب شارلٹو کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ دوسرے کچھ لوگ بھی میری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ دو افراد تیزی سے میری جانب بڑھ رہے تھے اور میں انہیں کسی مناسب جگہ لے جا کر نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ اگر انہوں نے بھی ہمیں ختم کرنے کی کارروائی شروع کر دی تو ظاہر ہے ان سے مقابلہ مشکل ہو جاتا کیونکہ ان کی تعداد کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا سو لیے یہ بات بھی یقینی تھی

کہ وہ لوگ مجھے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہو سکتا ہے بوٹ کو اس طرح تباہ کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔ چنانچہ جان بچانے کے لیے اس وقت ہر کوشش ضروری تھی۔ میں نے تیرنے کی رفتار تیز کر دی اور اچانک ہی میں سطح پر ابھر آیا۔ یہاں لوگوں کو ڈاج دینے کی ایک کوشش تھی لیکن اس کا ایک اور فائدہ ہوا۔ مجھے جزیرہ نظر آ گیا جو بہت قریب تھا۔ زیرِ سمندر ان لوگوں کی کارروائی جزیرے کی زمین کی نسبت زیادہ خطرناک ثابت ہوئی۔ اس لیے میں نے طوفانی رفتار سے جزیرے کی طرف تیرنا شروع کر دیا اور آن کی آن میں ساحل پر آ گیا۔ یہاں ایک لمحہ رک کر میں نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک بار پھر موت زندگی کو چھوتی گزر گئی۔ گولی سائلنسر لگے پستول سے چلائی گئی تھی اور میرے قریب سے گزر گئی تھی۔ میں نے ایک سمت چھلانگ لگائی اور پھر دوڑتا ہوا درختوں کی آڑ میں چلا گیا۔ مجھے جو پہلا درخت نظر آیا اسی کی آڑ لے کر میں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ اصولاً بھاگنے والے کو اندر درختوں میں گھس جانا چاہیے تھا لیکن میں نے اس کے برعکس کیا اور وہیں رک کر جائزہ لینے لگا۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور جس جگہ سے میں جنگل میں داخل ہوا تھا عین اسی جگہ سے تین افراد اندر آئے اور درختوں میں گھستے چلے گئے۔ میں نے سانس روک لیا تھا۔ وہ تینوں دور تک چلے گئے اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ شارلٹو کا نہ جانے کیا حشر ہوا تھا۔ ویسے وہ قابلِ اعتماد انسان تھا اور اب اس پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

جو لوگ درختوں کے درمیان داخل ہوئے تھے ان کی واپسی بھی ممکن تھی۔ اس دوران مجھے اپنے آئندہ اقدام کا فیصلہ کرنا تھا کہ آیا اس جگہ کو چھوڑ دوں اور کوئی نئی جگہ پکڑوں یا پھر یہیں رکوں۔ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایک سرسراہٹ سنائی دی اور میں سانپ کی طرح پلٹا۔ اسی وقت ایک سرگوشی سی ابھری۔

"اس سمت آ جاؤ... ادھر پھرتی سے۔" ایک بہت ہی ہلکی سی روشنی ایک لمحے کے لیے چمکی۔ ذہن میں شارلٹو کا خیال آیا تھا لیکن روشنی؟ سوچنے کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے اسی سمت دوڑ لگا دی۔ "اس طرف۔" سرگوشی پھر ابھری لیکن اس مرتبہ مجھے احساس ہو گیا کہ وہ شارلٹو نہیں ہے۔ "آ جاؤ مسٹر علی... پلیز کم آن۔" سرگوشی دوبارہ ابھری اور میں نے غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس اس شخص کو دیکھ لیا جو اپنے قد و قامت کے اعتبار سے بھی شارلٹو جیسا نہیں تھا لیکن اس بار اس نے مجھے نام لے کر پکارا تھا۔ ذہن نے فیصلہ کر لیا کہ کیا کروں۔ ممکن ہے دھوکا کیا جا رہا ہو۔

پھر ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز ابھری جو بائیں سمت سے آئی تھی۔ جواب میں مجھے پکارنے والے نے بھی ویسی ہی آواز نکالی اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے میرا بازو پکڑا اور مجھے گھسیٹتا ہوا بولا "اب تمہارا دل چاہے تو مجھے گولی مار دو مگر خدا کے لیے ادھر تو آ جاؤ۔" اس بار اس نے چلاتی ہوئی آواز میں کہا تھا لیکن... لیکن یہ آواز بھی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

میں اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔ ایک تناور درخت کی آڑ میں بہت بڑی چٹان نظر آئی جس کے بالکل زیریں حصے میں تقریباً ڈھائی فٹ کے قطر کا ایک سوراخ موجود تھا۔ عام حالات میں اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ جب تک کہ کسی کو اس کا پتا نہ ہو۔

"اس میں رینگ جاؤ... ٹھہرو پہلے میں اندر داخل ہوتا ہوں" اس نے کہا اور پھر لیٹ کر سوراخ میں داخل ہو گیا۔ میں نے بادلِ ناخواستہ اس کی تقلید کی تھی۔

اندر کا ماحول حیرت ناک تھا۔ سوراخ میں داخل ہو کر آگے بڑھتے ہی کافی کشادگی محسوس ہوئی تھی۔ نیچے زمین کافی گہری تھی اور اوپری حصہ کسی گنبد کا نچلا حصہ محسوس ہوتا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔ تاریکی کی وجہ سے مجھے اس کی شکل اور حیثیت کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

"کینٹ۔" جواب ملا اور میرے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ ذہن ماؤف تھا۔ کینٹ کی آواز سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اب میں نے اسے پہچان لیا تھا۔

"سوری مسٹر کینٹ! میں آپ کو پہچان نہیں سکا تھا۔ آپ یہاں کیسے؟" میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"آپ کی کوششوں کو ناکام بنانا میری ڈیوٹی ہے۔" کینٹ نے بھاری لہجے میں کہا۔

میں خاموشی سے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ یہ جملے بھی عجیب تھے۔

چند لمحات کے بعد وہ پھر بولا "اور میرا خیال ہے آپ بھی یہ بات اچھی طرح محسوس کر چکے ہیں مسٹر علی۔ بہرحال ہم دونوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے ابھی اپنے ٹھکانے سے جانا ہے۔ آپ نے بوٹوں کے تباہ ہونے کی آوازیں تو سنی ہوں گی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اس طرف سکون ہے۔"

"تو کیا سمندر میں...؟" میں نے بمشکل کہا۔

"ہاں! وہ میرے ہی آدمی تھے جو آپ کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ آپ ان کا شکار ہو جاتے تو مجھے کوئی فکر نہ ہوتی مسٹر علی

لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ بات کچھ کھٹک رہی ہے اور میری چھٹی حس کبھی غلط نہیں کہتی۔"

"کیا مطلب؟"

"ممکن ہے کہ ہمیں دوبارہ گفتگو کا موقع مل جائے۔ اس وقت آپ کو تفصیل بتاؤں گا۔ اس وقت صرف چند باتیں سن لیجیے۔ آپ پونے ڈیڑھ گھنٹے اسی جگہ رہیں۔ باہر نکلیں گے تو درخت کے پاس آپ کو ایک بنڈل ملے گا۔ یہ ربڑ کی کشتی ہو گی جس کے ذریعے آپ واپس مارشل پہنچ سکیں گے۔ مارشل پر آپ کو خاص طور سے میری بیوی شیری سے محفوظ رہنا چاہیے۔ وہ مائل جوشیو کی طرف سے مارشل پر انچارج ہے۔"

"آپ کی بیوی مسٹر کینٹ!" میں نے حیرت سے کہا۔

"حیرت کی کوئی بات نہیں، وہ میری بیوی نہیں ہے میری بیوی بچے ان کی قید میں ہیں اور وہ بدبخت میری زبردستی کی بیوی ہے۔ میں ان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوں اور ان کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہوں۔ بس اس وقت اتنا کافی ہے۔"

"مور کی کیا پوزیشن ہے مسٹر کینٹ؟"

"جو کچھ بھی ہے میرے علم میں نہیں ہے۔ اچھا خدا حافظ! اس سے زیادہ خطرہ میں مول نہیں لے سکتا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر میں انھیں سمیٹ کر لے جاؤں گا اس کے بعد... اس کے بعد" وہ باہر رینگ گیا اور میں احمقوں کی طرح آنکھیں پھاڑتا رہ گیا۔

ان واقعات نے ذہن کو چند لمحات کے لیے معطل کر دیا تھا۔ کینٹ خود میری نگاہ میں مشکوک تھا لیکن اصل صورت حال مختلف تھی۔ اسے سمجھنے کے لیے جو کچھ وہ کہہ گیا تھا بہت تھا۔ مجھے ختم کرنے کے پروگرام کا وہ انچارج تھا لیکن اس کا اصل کردار دوسرا تھا۔ ذہنی رو شارلٹو کی طرف مڑ گئی۔ وہ کہاں ہے؟ بہترین ساتھی تھا۔ کہیں...؟

قدموں کی چاپ سنائی دی، تو میں اس طرف متوجہ ہو گیا۔ کئی آدمی تھے، وہ خیمے کے بالکل پاس سے گزر رہے تھے۔ چاپ دور ہوتی چلی گئی۔ کینٹ نے کہا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد یہاں کے حالات پرسکون ہو جائیں گے اور اس کے بعد میں ربڑ کی کشتی کے ذریعے یہاں سے نکل سکوں گا لیکن... کیا مارشل پر جانا ضروری ہے۔ وہاں کی صورت حال تو بہت مخدوش ہے۔ کافی غور کیا۔ مارشل کے بجائے اگر ایسٹ کے نکل جایا جائے؟ لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ ٹرانسیٹر جہاز پر ہی تھا۔ اس کے علاوہ میرے دوسرے ذرائع بھی نہیں تھے جن کی مدد سے اپنا کام کر سکتا۔ اس لیے مارشل پر واپسی ہی ضروری تھی۔

ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہاں سے باہر نکلا۔ وہ بنڈل موجود تھا جس کے بارے میں کینٹ نے کہا تھا۔ کھول کر دیکھا کشتی ہی تھی چنانچہ میں بیٹھ کر اس میں ہوا بھری اور پھر اسے شانے پر رکھ کر ساحل کی طرف بڑھ گیا۔ غریب شارلٹو کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن اب اس کا انتظار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کشتی سمندر میں ڈال کر چل پڑا اور بالآخر اپنا سفر طے کر کے مارشل پر پہنچ گیا۔ ذہن میں شدید تجسس تھا۔ خاص طور سے شارلٹو کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ سمجھ میں نہ آیا کس طرح اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بالآخر کیبن میں آ گیا۔

دوسری صبح اندازہ ہو گیا کہ شارلٹو جہاز پر موجود نہیں ہے۔ وہ ہوتا تو مجھے ضرور ملتا۔ دوسرے معمولات میں بھی کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میں نے کیبن کا جائزہ بھی لے لیا تھا۔ ٹرانسمیٹر اپنا محفوظ کر دیا تھا میں نے کسی کو اس کا نشان بھی نہیں مل سکتا تھا۔

عرشے پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ مور میری طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ میرے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ہیلو مور!" اس کے قریب آنے پر میں نے کہا۔

"ہیلو مسٹر علی!" وہ بھی گرمجوشی سے بولا۔

"کیسے مزاج ہیں؟ تم بہت مصروف رہتے ہو مور، تمہیں بہت کم ہی دیکھا جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں مسٹر علی! بات یہ ہے کہ میں صرف ایک ہی کام میں مصروف نہیں ہوں، دوسری بہت سی ذمے داریاں بھی میرے سپرد ہیں۔ آپ سنائیے کیا ہو رہا ہے؟ سمندر گردی کا کوئی نتیجہ نکلا یا نہیں؟" مور نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نتیجہ بھی نکل ہی آئے گا مسٹر مور لیکن جن معاملات میں آپ اتنے طویل عرصے تک کامیاب نہ ہو سکے، ان کے سلسلے میں، میں بھلا چند روز کے اندر کس طرح کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے شکوک و شبہات ہیں مسٹر مور! اس موضوع پر کسی سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کس سے کروں۔"

"کیا مطلب! کسی قسم کی الجھن محسوس کر رہے ہیں آپ؟" مور نے تشویش زدہ لہجے میں سوال کیا۔

"ظاہر ہے مسٹر مور! جس مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں اس میں کامیابی چاہتا ہوں لیکن کچھ عجیب سے احساسات کا شکار ہوتا جا رہا ہوں۔"

"مسٹر علی! بہتر ہو گا اگر آپ اپنی بات کی وضاحت کر دیں۔"

"میرا خیال ہے مسٹر مور کہ جس شخصیت نے مجھے یہاں بھیجا ہے کام کے لیے بھیجا تھا وہ شاید خود بھی یہاں آ کے بارے میں پوری طرح باخبر نہیں تھی۔ میری مراد تارینا بارڈو سے ہے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں موجود لوگ صرف زیر تحقیقات سے ہی دلچسپی رکھتے ہیں اور اسی سلسلے میں کام رہے ہیں۔ تارینا بارڈو کے معاملات سے کسی کو کوئی غرض نہیں محسوس ہوتی۔"

مور نے چاروں طرف دیکھا پھر آہستہ سے بولا "کسی حد تک آپ کا کہنا درست ہے مسٹر علی۔ یہ سچ ہے کہ یہاں صرف برائے نام کام ہو رہا ہے۔ یہ لوگ تنخواہیں وصول کرتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ان کے اور اس کے اطراف کے تمام علاقے اس کی ملکیت ہیں جس کا نام یقیناً آپ کے ذہن میں ہو گا۔ اگر کوئی اس کے مفادات سے ٹکراتا ہے تو نقصانات اٹھاتا ہے۔"

"میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں مور۔"

"وہ کیا؟"

"کہیں ہمیں غلط راستوں پر تو نہیں ڈال دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ مائل جوشیو ان اطراف میں ہو سکتا ہے اور درحقیقت اس نے کسی اور جگہ اپنا اڈہ بنایا ہوا ہو۔"

مور پُرخیال انداز میں چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا "اس کے باوجود میں یہ کہوں گا مسٹر علی کہ آبدوز ممکن ہے کہیں اور ہو لیکن مائل جوشیو کے مستقل ٹھکانے انھی اطراف میں ہیں لیکن انھیں ہی تلاش کرنا اصل معاملہ ہے۔"

"جب کوئی بات دعوے سے نہیں کہی جا سکتی تو پھر یہ سمندر گردی بھی کس کام کی۔" میں نے کہا اور مور شانے ہلا کر خاموش ہو گیا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مزید کہا "تاہم ابھی میں مایوس نہیں ہوا ہوں۔ صورت حالات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اگر کامیابی کی کوئی شکل نکل آئی تو ٹھیک ہے مور، ورنہ میرا خیال ہے یہاں وقت ضائع کرنا بیکار ہو گا۔ تارینا بارڈو نے مجھ سے کہا تھا کہ یہاں موجود لوگ مکمل طور پر میرے ساتھ تعاون کریں گے لیکن مسٹر مور! میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اگر میں کسی حد تک کامیابی کے قریب پہنچ بھی جاتا ہوں تو اس کے بعد اپنے آپ کو تنہا محسوس کروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ کامیاب لوگوں کے ساتھی ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ آپ اگر کامیابی کے نزدیک پہنچ گئے تو پھر دیکھیے یہ سب آپ پر کس طرح جان نثار کرتے ہیں۔ فی الحال آپ کو صرف اپنی زندگی داؤ پر لگانا ہو گی۔" مور نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک کہتے ہو مور! ان حالات سے میں کسی قدر بددل ہو گیا ہوں۔"

"نہیں مسٹر علی! اس کی ضرورت نہیں ہے۔" مور نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر تک مور مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اجازت لے کر چلا گیا۔ میں یونہی ٹہلتا ہوا عرشے کے دوسری سمت آ گیا۔ یہاں میں نے ایک چھوٹی سی کشتی دیکھی جو موٹر بوٹ تھی اور جس کا اسٹیئرنگ شیری سنبھالے ہوئے تھی۔ رخ اس جزیرے کی جانب نہیں تھا جہاں یہ سارا ہنگامہ ہوا تھا بلکہ شاید وہ اپنے کے جا رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے خیال ابھرا کہ میں خود بھی اپنے کے جاؤں اور شیری کا تعاقب کروں لیکن ایک اور خیال اس خیال پر حاوی ہو گیا۔ وہ یہ تھا کہ شیری اس وقت موجود نہیں ہے تو کیوں نہ اس کے کیبن کی تلاشی لے ڈالی جائے۔ دن کی روشنی میں یہ بے شک ایک مشکل کام تھا۔ لیکن میں نے اس کا ارادہ کر لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں شیری کے کیبن کے اندر تھا۔ کیبن میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پورے کیبن کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے اس کے سامان کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ ایک چھوٹے سے اٹیچی کیس میں سب سے اوپر مجھے تصویروں کا ایک لفافہ ملا اور جب میں نے اس لفافے کو کھول کر تصویریں نکالیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ میری ہی تصویریں تھیں لیکن میری اصل شکل میں نہیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے سوٹنگ کے لباس کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ یہ اس وقت کی تصویریں تھیں، جب شیری اس جزیرے پر گئی تھی جب میری ملاقات فارنوس اور سونیتا سے ہوئی تھی۔ روشنیوں کے وہ جھماکے مجھے اب تک یاد تھے۔ میں انھیں بھول نہیں سکتا تھا۔ گو میرے پورے بدن کی کوئی تصویر نہیں تھی لیکن اپنے آپ کو پہچاننا اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ شیری کے بارے میں حیرت تو اس وقت ہوتی جب مجھے اس کا کچا چٹھا نہ معلوم ہو چکا ہوتا۔ کینٹ نے مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی۔ سوچنا یہ تھا کہ اب کیا کروں۔ مزید تلاشی لینے سے کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہو سکی جو کارآمد ہوتی چنانچہ باہر نکل آیا اور اس کے بعد میں ایک موٹر لانچ کے ذریعے اپنے کے چل پڑا۔

شارلٹو کے بارے میں ابھی تک جہاز پر کوئی تشویش نہیں پائی جاتی تھی اور نہ ہی کسی نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا لیکن مجھے دلی دکھ تھا۔ اگر شارلٹو زندہ ہوتا تو

واپس ضرور آچکا ہوتا۔

میں اطراف کے ماحول کو دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ بے شمار چھوٹی کشتیاں، موٹر لانچیں ادھر سے اُدھر آجا رہی تھیں۔ ماحول بہت پُرسکون تھا۔ لوٹ مار کا دن گزر چکا تھا۔ دل میں یہ خواہش تھی کہ میں اس کے بقیہ اثرات دیکھوں کہ بعد میں کیا صورتِ حال رہتی ہے۔ بالآخر ایبن کے کیمپ پہنچ گیا۔ اس بار میں ضرورت سے زیادہ پُراعتماد تھا۔ یہاں آتے ہوئے میں نے اپنے سامان میں سے صرف چند چیزیں لی تھیں کرنسی، بلکہ اسلحہ اور وہ ٹرانسمیٹر جس پر تنویب مالکم ایکس سے بات ہو سکتی تھی۔ یہ طے کر کے آیا تھا کہ اگر ایبن کے پر کام کی کوئی مناسب راہ مل گئی تو ضروری نہیں کہ مارشل پر ہی واپس چلا جاؤں۔ مارشل سے مجھے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہاں پر رہ کر میں خاص نگاہوں میں رہتا ہوں اور میرے لیے کام کرنے میں زیادہ دشواریاں ہوتی ہیں جبکہ ایبن کے پر رہنے کے بعد میں اگر اپنے آپ کو ان لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو زیادہ موثر اور جامع انداز میں کام کر سکوں گا۔

ایبن کے اپنی شاندار روایت کے ساتھ میرے سامنے تھا۔ پہلے میں یہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے آیا تھا لیکن اب اس دوران مجھے اس کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ یہ معلومات میں نے شار تو اور دوسرے لوگوں سے روا روی میں حاصل کی تھیں اور اس وقت یہ میرے لیے انتہائی کارآمد تھیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ ایبن کے پر ایک پُراعتماد آدمی کے لیے تمام تر گنجائش موجود ہے۔ ہاں وہ جو شکل و صورت ہی سے چھٹے چھٹے نظر آتے ہیں انہیں ایبن کے پر مستقل اجازت نہیں ہوتی اور کہیں نہ کہیں ان کے لیے مصیبت تیار کھڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ اب جب میں نے یہاں قدم رکھا تھا تو کوئی بھی یہ اعتراض نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس علاقے سے پوری طرح واقف نہیں ہوں یا یہاں کی رسم و روایات کے بارے میں مجھے معلومات نہیں ہیں۔ خوبصورت عمارات اور پُررونق سڑکیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں اگر عام انداز میں اس جزیرے کی آبادی کو دیکھا جاتا تو یہ کہنے میں کوئی عار نہیں تھا کہ یہ دنیا کے خوبصورت ترین جزائر میں سے ایک تھا۔ مجرموں کی سرزمین ہونے کے باوجود یہاں کا نظم و نسق قابلِ دید تھا۔

ایک تین منزلہ ریستوران کے سامنے پہنچ کر میں چند لمحات کے لیے رکا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ شیری یہاں کیوں آئی تھی اور کہاں گئی؟ اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ ایبن کے میں اب اسے تلاش کرنا مشکل کام تھا۔ کافی کے سپ لیتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ شیری اگر ایبن کے پر مل جائے تو ممکن ہے کچھ دلچسپ حالات پیدا ہو جائیں۔ قیام کے سلسلے میں میں نے کسی جگہ کا بندوبست نہیں کیا تھا۔ بس یہی سوچا تھا کہ ضرورت کے وقت دیکھا جائے گا یا پھر اگر کوئی واضح اور بہتر صورت نظر نہ آئی تو واپس مارشل پر پہنچ جاؤں گا۔

شاید تقدیر یہ یاور تھی کہ اس رات ایک شپینہ نائٹ کلب کے سامنے شیری سے ملاقات ہو گئی۔ وہ انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس، انتہائی تیز میک اپ کیے ہوئے تھی اور کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹکی۔ میں نے بھی اسے دیکھ لیا تھا لیکن انداز ایسا رکھا تھا جیسے اسے دیکھ نہ پایا ہوں۔ تب شیری خود ہی میرے پاس پہنچ گئی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”ہیلو!“

میں اس طرح چونک کر پلٹا جیسے کسی اجنبی کا انداز تخاطب مجھے پسند نہ آیا ہو لیکن شیری کو دیکھ کر میری آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر مسرت نظر آنے لگی۔

”ہیلو شیری۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تمہیں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی، کب آئے یہاں؟“

”کافی دیر ہو گئی لیکن میری کیفیت بھی تم سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیفیات کو چھوڑو، بڑا اچھا ہوا جو تم مل گئے۔ میں بُری طرح تنہائی محسوس کر رہی تھی۔“ شیری نے کہا اور میں مسکرا دیا۔ ”آؤ پھر یہاں نہیں بیٹھیں گے، کہیں اور چلتے ہیں۔“

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ شیری مجھے لیے ہوئے اپنی پسند کے ایک ریستوران میں پہنچ گئی۔ خاصی پُرسکون جگہ تھی۔

ایک میز کے گرد بیٹھنے کے بعد اس نے کہا۔ ”زندگی بعض اوقات کچھ عجیب سی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ میں بھی ان دنوں ذہنی طور پر بے حد پریشان ہوں۔ کیا پیو گے؟ شاید تم شراب نہیں پیتے۔ میں نے اس دوران تمہیں ایک بار بھی شراب پیتے نہیں دیکھا۔“

”لیکن تمہیں منع نہیں کروں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شیری سے میں نے بے تکلفی کا اظہار شروع کر دیا تھا۔

”نہیں، اگر تم نہیں پیو گے تو میں بھی نہیں پیوں گی۔“ وہ بھی اسی بے تکلفی سے بولی۔ اور پھر اس نے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا۔

خوش رنگ مشروب ہمارے سامنے آ گیا تو میں نے اپنا گلاس اٹھا کر اس کی چھوٹی چھوٹی چند چسکیاں لیں اور بولا۔ ”مارشل

یہ زندگی واقعی خوشگوار ہے۔"

"چھوڑو ان فضول باتوں کو یہ بیٹھے۔ اپنی کہو کی زندگی کی بات کرو۔"

"کیا خیال ہے تمہارا یہاں کے بارے میں؟"

"بہت خوشگوار نہیں۔ اپنی دنیا ان تمام جگہوں سے کہیں زیادہ حسین ہے۔"

"تمہیں کتنا عرصہ ہوا یہاں شیری؟" میں نے سوال کیا۔

"چار سال سے۔"

"کیا مسٹر کینیٹ بھی اتنے ہی عرصے سے یہاں موجود ہیں؟"

"ظاہر ہے کینیٹ کے ساتھ ہی یہاں تک پہنچی ہوں ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کہ اس ویران خطے میں آ جاتی۔"

"ایسے کچھ اتنا ویران تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا اپنا دل ہی ویران ہو سکتا ہے۔ میں ماحول سے بہت زیادہ اکتائی ہوئی، بہت الجھی ہوئی ہوں مسٹر علی۔ میں کسی کے سامنے اس کا اظہار نہیں کرتی۔ بعض اوقات لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تم کسی غلط فہمی میں نہ پڑنا، میں تمہاری ہمدردی یا تمہاری حمایت نہیں حاصل کرنا چاہتی۔ میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ میں غلط نہیں ہوں لیکن تم نے یقین نہیں کیا۔ کیوں علی؟ یقین نہیں کیا تھا نا مجھ پر؟" اس کی مسکراہٹ میں اداسی نمایاں ہو گئی تھی۔

"نہیں، ایسی بات بھی نہیں۔" میں نے اپنے گلاس سے مشروب کی ایک چسکی لینے کے بعد کہا۔

"صرف اور صرف یہی بات تھی علی... خیر چھوڑو جس بات سے تم انکار کر رہے ہو، میں اس پر اصرار نہیں کروں گی۔ یہ معاملات اپنی زندگی سے نکال دیتے ہیں۔ تمہارا مشن کامیابی کی کونسی منزل میں ہے؟"

"کامیابی کا ابھی کوئی امکان نہیں ہے۔ راستے بند کیے جا رہے ہیں، جس طرف بڑھتا ہوں ایک دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے۔ ان حالات میں کامیابی کچھ آسان تو نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔ اس چالاک عورت کو ہینڈل کرنا آسان کام نہیں تھا۔ میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ "تمہاری یہ مسکراہٹ میری سمجھ میں نہیں آئی شیری؟"

"میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟"

"یقین کرو اس کا تعلق تم سے نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ جلد بازی اچھی نہیں تھی لیکن اب میں نے طے کر لیا تھا کہ اس عورت پر قابو پانا بہت ضروری تھا۔ بڑے کام ہو سکتی تھی اور بالآخر میں نے تھوڑی سی کامیابی حاصل کر لی اور بڑی مشکل سے ہوں کیا اور پھر مطلب کی بات چھیڑ دی۔

"وہ کام جو بڑے بڑے لوگ نہیں کر سکتے، عورت بعض اوقات کر دکھاتی ہے۔ کیا تاریخ اس کی گواہ نہیں ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو علی؟"

"تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد نہیں کر سکتیں؟"

"ان سچائیوں کو واضح کرو علی جو اس وقت میرے اور تمہارے درمیان قائم ہو گئی ہیں۔ مجھے یہ احساس نہ دلاؤ کہ میری اپنی ذات میں کچھ نہیں ہوں اور تم صرف مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لیے میرے قریب آئے ہو۔" شیری نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کیا مطلب شیری؟" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"وہی جو تم سمجھے ہو۔" اس نے اعتماد سے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے میں کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے بدستور اپنی حیرت برقرار رکھی۔

"اور میرا خیال ہے تم سب کچھ سمجھ چکے ہو، تم یہ بھی جانتے ہو علی، کہ..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں ہاں... کہو، میں کیا جانتا ہوں؟"

"ان لمحات کی قیمت چاہتے ہو مجھ سے؟ بہت بڑی قیمت ہو گی یہ میرے لیے۔ میں ادا کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر..." شیری کی کیفیت عجیب ہو گئی۔

"تم ان جملوں کی وضاحت نہیں کر سکتیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں کر سکتی ہوں۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے سنو، یہ سب مذاق نہیں ہو گا۔ اس سے بڑی سچائی روئے زمین پر دوسری نہ ہو گی۔ سنو علی! تم ہاکی جو شیو کو ہلاک کرنا چاہتے ہو، اس کے عزائم کو ناکام بنانا چاہتے ہو، یہی بات ہے نا؟"

"ہاں، یہ بڑا اہم قومی ہے۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں لیکن اس کے صلے میں تمہیں مجھے بہت کچھ دینا ہو گا۔"

"کیا دینا ہو گا؟"

"وہ زندگی جو میرا خواب ہے، ایک ایسا خواب جس کے نقوش ابھی پوری طرح واضح نہیں ہیں۔ جو ایک ہیولے کی شکل میں میری آنکھوں میں ہے۔ ایک گھر اور بچے۔ ایک عورت کی زندگی درکار ہے مجھے۔ سمجھے علی، مجھے ایک مرد چاہیے۔ وہ مرد جو میرا شوہر ہو، جو میری عزت کرتا ہو، مجھ پر اعتماد کرتا ہو۔ میں اس کا گھر سنبھالوں، اس کے بچے سنبھالوں، اس کی خدمت کروں علی! ایک ماں تھی میری، ایک پاپا تھے۔ اکلوتی بیٹی تھی میں ان کی۔ تصور پاپا کا تھا، عمدہ معیار زندگی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے جائز ناجائز اختیار نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ بہترین مستقبل کے خواہاں تھے لیکن جو کچھ کر رہے تھے وہ بہترین مستقبل کے لیے نہیں تھا۔ ایک اسمگلر کے ساتھ خفیہ اسمگل کرتے تھے وہ گرفتار ہو گئے، سزا ہو گئی۔ اسمگلر کا گروہ بگڑ گیا پھر وہ ہماری مدد کرنے لگا۔ وہ روز ہمارے گھر آتا اور ممی اس سے متاثر ہو گئیں۔ پاپا جیل سے آئے تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ممی کو شدید زخمی کر دیا۔ اور مجھے لے کر نکل بھاگے۔ زندگی کے اچھے راستے بھول گئے تھے وہ۔ نئی زندگی میں بھی وہ اپنے ماضی سے الگ نہ رہ سکے۔ میں نے ان سے تعاون کیا اور انہوں نے اپنے خیال میں مجھے بہتر مستقبل سے روشناس کرا دیا۔ میں بھی اسمگلنگ کرنے لگی۔ مختلف گروہوں کے لیے کام کرتی رہی اور پھر یہ بھول گئی کہ گھر بھی کوئی چیز ہوتا ہے... لیکن شاید میں یہ بھول نہ سکی۔ مجھے گھر یاد تھا۔ اس کے دھندلے خواب میری آنکھوں میں آج بھی منعکس رہتے ہیں۔ اور... اور شاید میں تصورات ہی میں اس گھر کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہوں۔ ڈیڈی کو ایک روز مرنا تھا، وہ مر گئے۔ میں زندہ ہوں اور اب تک جی رہی ہوں اور نہ جانے کب تک ہلاک ہوتی رہوں گی۔ میں نے زندگی میں سازشیں کی ہیں، قتل کیے ہیں، میرا گھر آج بھی میرا خواب ہے۔ میں اس کی طرف قدم بڑھاتی ہوں تو وہ گم ہو جاتا ہے۔ مگر اب میں اس کے لیے سودے بازی کرنا چاہتی ہوں، یہی تو موقع ہے۔ بولو علی! یہ سودا کرو گے؟ میں تمہاری مدد کروں گی، تم مجھے میرا گھر دے دو... دو گے؟ کرو گے مجھ سے یہ سودا؟" وہ جذباتی ہو رہی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

میں شیری کی شکل دیکھتا رہا۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی، بہت عجیب تھا۔ ایک ایک جملہ میں اپنے ذہن میں دہرا رہا تھا۔ آج تک کا تجربہ یہی تھا کہ برائیوں کی طرف جانے والے راستے مجبوریوں کے ماتحت ہوتے ہیں۔ کوئی بھی اپنی خوشی سے پستیوں کی طرف کا سفر نہیں کرتا۔ شیری نے اس وقت جو کچھ کہا تھا اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی۔ کینیٹ، شیری کے ہاتھوں مجبور تھا۔ شاید اسے بھی شیری کی زندگی کی کہانی معلوم نہ ہو اور اب شیری جذباتی ہو کر مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا رہی تھی، اس نے اپنی شخصیت پر پڑا ہوا ایک پردہ نوچ کر دور پھینک دیا تھا۔

وہ عجیب سی لگ رہی تھی مجھے۔ کچھ دیر تک مجھے تکتی رہی، پھر اسی جذباتی لہجے میں بولی۔ "بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہو گے علی؟ سوچنے کی بات بھی ہے۔ تم مغرب کے باشندے نہیں ہو، جن کی نگاہوں میں عورت ایک بے وقعت شے ہے۔ تمہارے ہاں عورت کی قدر و قیمت ہے۔ تم بھلا ایک ایسی عورت کو کس طرح قبول کر سکتے ہو جس کے بارے میں تمہیں یہ معلوم ہو کہ وہ جرائم [illegible]... میں اگر کوئی سازش کروں تو کسی بھی معصوم انسان کو اپنے جال میں پھانس سکتی ہوں۔ وہ میرا شوہر بھی بن جائے گا اور میرا محکوم بھی بنے گا لیکن یہ نہیں چاہتی۔ ویسے غلام تو مجھے بہت ملتے ہیں لیکن مجھے غلام درکار نہیں۔ بولو علی! مجھے اپنی زندگی میں ایک پُروقار عورت کی حیثیت سے جگہ دینے کو تیار ہو گے یا نہیں؟ اس کے عوض میں تمہیں اپنی ساری معلومات دے دوں گی۔ جتنا کچھ جانتی ہوں، وہ سب دے دوں گی اور یہ شرط بھی عائد نہیں کروں گی تم پر کہ میری حفاظت کرو۔ چاہو تو یہ جوا کھیل لو، اگر کسی طرح ہاکی جو شیو کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں تمہارے لیے معلومات کا ذریعہ بنی ہوں تو پھر مجھے زمین کی گہرائیوں میں بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ مر جاؤں، اس کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہو گی اور تم اپنے وعدے سے آزاد ہو گے۔ زندہ بچ جاؤں تو مجھے میرا گھر دے دینا۔ یہ تمنا میں بہت عرصے سے پال رہی ہوں اور یہ بھی سن لو کہ اس کے لیے میں جلد بازی نہیں کروں گی۔ پہلے تمہارا کام اور اس کے بعد میرا... بولو؟" اس کی آواز لرز رہی تھی، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

میں شدید الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ پھر میں نے دل میں سوچا کہ علی یار خان! زندگی میں انسان کو ہر طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور پھر میری زندگی تو ویسے بھی ایک تند و تیز ندی کی مانند تھی جو اپنے راستے میں آنے والے نشیب و فراز کو روندتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر حالات ناسازگار بھی ہوئے تو پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ تقدیر کے فیصلوں کو قبول کرنا ہو گا۔ اس وقت شیری میرے مشن کی تکمیل میں ایک بہت اہم ذریعہ بن سکتی ہے، چنانچہ اسے مایوس نہ کیا جائے۔ لہٰذا میں نے سوچے سمجھے انداز میں گفتگو تبدیل کی۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا۔ "شیری! تم جذباتی ہو رہی ہو۔ جو آتا ہے گزر گیا، ہو تم جتنا تم نے خود کو سمجھ لیا ہے، تو یہی مناسب ہو گا کہ تمہاری ذات کے لیے سودے بازی کی جائے۔ اچھے ساتھی اور اچھے دوست کی حیثیت سے مجھے یقین ہے کہ تم بے مثال بن سکتی ہو۔ یہ شرط عائد کر دو۔ میں تم سے کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا۔ میں اپنے طور پر مصروف عمل ہوں۔ کامیابی ہو گی تو ٹھیک ہے اور مجھے پروا نہیں ہو گی۔ اس معاملے کی مجھے بہت زیادہ فکر جاری نہیں ہے لیکن میں تمہاری یہ تحقیر پسند نہیں کرتا، اپنے آپ کو جو تم نے ایک ناؤ کی طرح میرے سامنے ڈال دیا۔ میں تمہاری کہانی سننے کے بعد تمہاری عزت کرنے لگا ہوں۔ مجبوری انسان کی زندگی میں نجانے کیا کیا تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہے۔ میں تمہیں اس حیثیت سے نہیں، بلکہ دوسری حیثیت سے اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔ مجھے تمہاری یہ شرط

ل میں منظور نہیں ہے۔ بائل جوشیو کے بارے میں تم اپنی زبان بند رکھو گی۔ ہاں! میں تم سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب تم بائل جوشیو کا ساتھ چھوڑ دو جیسے مجھے میرے مشن سے فارغ ہونے دو۔ وہی تشکیل میں تمہارے سامنے رکھتا ہوں جو تم نے تجویز کی تھی، اگر زندہ بچ گیا تو تمہیں اپنا لوں گا۔ اس وقت تک تم اپنی حفاظت کرو، یہاں سے کہیں چلی جاؤ، کسی ایسی جگہ جہاں تم جوشیو کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکو۔ میری امانت کے طور پر زندگی بسر کرو شیری۔"

شیری مجھے دیکھتی رہی۔ عورت آسمان کی بلندیوں پر کیوں نہ پرواز کرنے لگے، حالات اسے ایک بے حس و حشت پتھر ہی کیوں نہ بنا دیں لیکن مرد کی زبان سے نکلے ہوئے ہمدردی و اپنائیت کے الفاظ اسے موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیتے ہیں۔ شیری کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔

میں نے اس کے بازو پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں شیری! پلیز! یہ پبلک پلیس ہے، تمہیں رونا نہیں چاہیے۔"

اس نے جلدی سے ایک چھوٹے سے دستی رومال سے اپنے آنسو خشک کر لیے اور میری انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر بولی۔ "کاش! یہ جملے تم دل سے کہہ رہے ہو علی... کاش!"

"شیری! الفاظ کی سچائی کی پرکھ چند لمحوں میں نہیں ہوتی۔ بس اب ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ آؤ! اٹھیں یہاں سے۔"

"کہاں؟... کہاں قیام کیا ہے تم نے؟"

"کہیں نہیں... ابھی تو میں یونہی..."

"تو پھر آؤ۔ ہم ہوٹل کینٹش چلتے ہیں۔ وہاں ایک کمرا میرے لیے ہمیشہ مخصوص رہتا ہے۔ وہیں پر ہو گے تم میرے ساتھ جب تک بھی ایتھنز میں رہنا چاہو۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے شیری! اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ شیری کے لیے میرے دل میں ہمدردی جاگ اٹھی تھی۔ جو کچھ میں نے اس سے کہا تھا وہ میرے سینے میں خوف کا باعث تھا۔ لیکن جب زندگی کی بازی لگی ہوئی تھی تو باقی خطرات کیا حیثیت رکھتے تھے۔

کینٹش کا وہ کمرا بے حد خوب صورت تھا اور شیری کو شاید یہاں اچھی طرح پہچانا جاتا تھا کیونکہ ویٹرز وغیرہ اس سے بڑے احترام سے پیش آ رہے تھے۔ شیری نے لباس تبدیل کیا اور پھر آرام کرسی پر میرے سامنے آ بیٹھی۔

"علی! تم بھی جذباتی ہو۔" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں شیری! جذبات ہی تو زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔ انسان جذباتی نہ ہو تو پھر کیا ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔

"تم نے ایک گھاٹے کا سودا منظور کر لیا۔ لیکن ایک بہت

عورت ہوں، پانسوں کی لوبٹ... خواہ مخواہ تم پر مسلط ہو گئی ہوں۔ نہیں علی! پلیز! پاگل ہو گئی تھی میں اس وقت۔ تم پر یہ بوجھ نہ بنا میں تمہارے لیے کبھی عذاب نہیں بنوں گی۔ بھلا میں اس قابل کہاں ہوں! تم نے میری خوشی کے لیے بہت جرأت کا مظاہرہ کیا اور بہت بڑا کام کیا۔ مجھ سے کم از کم یہ تو کہا کہ تم مجھے بغیر کسی اُلجھن کے اپنا چاہتے ہو۔ اس کے بعد مجھے شاید وہ سب کچھ مل گیا جس کی میں توقع نہیں رکھتی تھی اور اب میرا اپنا کام شروع ہوتا ہے۔"

"تم پھر جذباتی ہو گئیں شیری۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تم سے کچھ نہیں معلوم کرنا۔ میں مرد ہوں اور تم عورت۔ میں اپنے طور پر کام کروں گا۔ جانے ہاں! میرے وطن میں تمام ذمہ داریاں مرد پر ہوتی ہیں، وہ اپنی عورت کو کبھی میدانِ عمل میں بھیج کر خود سکون سے بیٹھے نہیں رہتے۔ میں اس ملک کا باشندہ ہوں اسی قوم سے میرا تعلق ہے۔"

"عورت تمہارے گھر کو تو سنبھالتی ہو گی تمہارے بچوں کی پرورش تو کرتی ہو گی؟" اس نے کہا۔

"ہاں! یہی اس کا منصب ہے۔"

"تو پھر میں اپنے گھر کو سنبھال رہی ہوں علی! اس حیثیت سے علی جو تم نے مجھے اپنا کر دے دی ہے۔" شیری مسکرا کر بولی۔

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں اس مشن کے بارے میں اپنی معلومات تم تک پہنچانا چاہتی ہوں جس کے لیے تم سرگرم عمل ہو۔" اس نے کہا۔

میں نے ایک گہری سانس لی، دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "ٹھہرو! میں ذرا باہر کا جائزہ لے لوں۔ ہمیں انتہائی محتاط رہنا چاہیے۔"

"ضرور۔" شیری بولی اور میں دروازے کے باہر آ گیا۔ ذہن میں عجیب سے خیالات مچل رہے تھے۔ شیری جو کچھ بتائے گی یقیناً کارآمد ہو گا۔ اپنا اطمینان کرنے کے بعد میں اس کے سامنے صوفے پر آ بیٹھا۔

شیری چند لمحے خاموشی سے سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "علی! تم جس ملک کے نمائندے ہو کر بائل جوشیو کے سلسلے میں کام کر رہے ہو، اس میں تمہارے اپنے فوائد کیا کیا ہیں؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری اپنی ذات اس معاملے میں کس حد تک ملوث ہے؟"

"تم جانتی ہو کہ مجھے اس مشن کا انچارج بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

"ہاں! لیکن جن لوگوں کے درمیان تم آئے ہو ان میں سے شاید کوئی بھی اس مشن سے مخلص نہیں ہے۔" شیری نے جواب دیا۔

[illegible] مطلب؟" میں نے تیز انداز میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ یہاں جو لوگ موجود ہیں، وہ تقریباً تمام بائل جوشیو کے زیر اثر ہیں اور اسی کی ہدایات کے تحت کام کرتے ہیں۔ بائل جوشیو کی ہدایت یہ ہے کہ وہ اس کے خلاف مصروفِ عمل رہیں جگہ جگہ اسے نقصانات پہنچاتے رہیں لیکن جہاں وہ اشارہ کرے وہیں ختم ہو جائیں۔"

"کیا کینٹ بھی اس میں شریک ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کینٹ... علی! تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ جب میں اپنے بارے میں تمہاری زندگی میں شامل کرنے کی بات کر رہی تھی، میرے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں تھی کہ کینٹ میرا شوہر ہے، میں شادی شدہ ہوں؟"

"مجھے یہ سب سوچنے کی مہلت کہاں ملی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر سنو! کینٹ میرا شوہر نہیں ہے بلکہ میں اس کی نقلی بیوی یا اس کی نگراں، اسے کنٹرول کرنے والی۔ یوں سمجھو کہ بادشل پر بائل جوشیو کی خاص نمائندہ ہوں۔ کینٹ بذاتِ خود بھلا آدمی ہے۔ اس کے بیوی بچے بائل جوشیو کے قبضے میں ہیں، اور اس کے بعد ہی مجھے کینٹ کی فرضی بیوی بنا کر بادشل پر بھیجا گیا تھا تاکہ یہاں کے معاملات کو به آسانی کنٹرول کر سکوں۔ کینٹ، موبو اور جتنے تمام لوگ ہیں یہ سب میری زیرِ نگرانی کام کرتے ہیں اور رابطے ہیں جو بائل جوشیو چاہتا ہے، میں بھی تحقیقاتی مشن اور یہاں کے ہر شخص کے بارے میں مفصل رپورٹ فراہم کرتی ہوں۔ تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس رات بھی میں غافل نہیں تھی جب تم نے تیز کر میرا تعاقب کیا تھا اور اس وقت بھی جب تم پر غائب ہو گئے تھے۔ میں تمہاری مصروفیات کے بارے میں مفصل رپورٹیں فراہم کرتی تھی۔ یہ سب کچھ بائل جوشیو کے لیے تھا۔"

"گڈ! تو تم نے میرے بارے میں جوشیو کو کیا رپورٹ فراہم کی؟" میں نے سوال کیا اور شیری مسکرا دی۔

"میں اتنی معمولی حیثیت کی مالک نہیں ہوں علی کہ فوراً ہی رپورٹیں فراہم کرتی رہوں۔ مجھے یہ اختیارات حاصل ہیں کہ کسی شخص کو بائل جوشیو کے مقابل پاؤں تو اسے فنا کر دوں اور میں اپنے ہاتھوں سے ہی پچھاڑ کو قتل کر چکی ہوں، یہ سمجھا جا سکتا ہے جو بائل جوشیو کے خلاف سوگئے کارروائی کر سکتے تھے۔ تمہارے بارے میں ابھی میں نے کوئی رپورٹ نہیں بھیجی۔"

"شیری! یہ بتاؤ، فارنوس اور سولیا کون ہیں؟ کیا وہ ان معاملات سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"نہیں، فارنوس اسرائیلی سیکرٹ سروس کا ایک رکن ہے اور سولیا اس کی اسسٹنٹ۔ یہ دونوں ایک خفیہ مشن پر یہاں آئے ہوئے ہیں جس کی تفصیل میرے علم میں نہیں ہے۔ مجھے صرف ہدایات ملی تھیں کہ ان کی کسی ضرورت پر ان سے تعاون کروں لیکن انھوں نے ابھی تک مجھ سے کوئی خاص مدد نہیں مانگی۔"

"فارنوس اسرائیلی سیکرٹ سروس کا آدمی ہے!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں علی! وہ بیک اپ میں ہے، کاںاں آدمی ہے اور خاصا چالاک معلوم ہوتا ہے۔ یہی کیفیت اس لڑکی کی ہے۔"

"کیا وہ دونوں اسی جزیرے پر ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! ابھی وہ وہیں مقیم ہیں۔ جزیرے میں چٹانوں کے درمیان انھوں نے اپنی رہائش گاہ بنائی ہوئی ہے۔ میں اس کی نشاندہی کر دوں گی۔ کیا تمہیں اس شخص سے دلچسپی ہے؟"

"ہاں! یقیناً۔ یہ جاننے کے بعد تو مجھے اس سے مزید دلچسپی ہو گئی ہے کہ وہ اسرائیلی ہے۔"

"اسرائیلی گروہ یہاں مسلسل مصروفِ عمل ہے اور اسے کچھ ایسی سہولتیں حاصل ہیں کہ وہ خاصی اچھی پوزیشن میں ہے۔ تم نے سمندر میں ڈوبا ہوا ایک جہاز دیکھا ہو گا، وہ تمام لوگ اسی جہاز پر ہیں۔ بائل جوشیو سے اس آبدوز کے بارے میں دنیا کے چار ملک سودے بازی کر رہے ہیں اور علی! ان میں سے تین ملک یہ کام اسرائیل کے لیے کر رہے ہیں۔ وہ آبدوز اور کیمیاوی ہتھیاروں کے فارمولے ہر قیمت پر اسرائیل کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں۔"

"یہاں تک بتایا ہے شیری تو یہ بھی بتا دو کہ کیا عربوں کی طرف سے... میرا مطلب ہے کہ کیا فلسطینی تنظیم نے بھی اس سلسلے میں بائل جوشیو سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"ہاں! اس ملک نے جس کی آبدوز کیمیاوی ہتھیار لے کر سمندر میں سفر کر رہی تھی، عربوں کو بھی اس بات سے آگاہ کر دیا تھا چنانچہ عربوں کی ایک مشترکہ کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس آبدوز کے حصول کے لیے وہ بھی کوشش کریں۔ بدقسمتی سے اس قوم کے ہمدردوں کی کمی ہے، اس کا پس منظر کچھ بھی ہو لیکن خلوص سے کوئی بھی غیر مسلم ان کے لیے کام نہیں کر رہا۔ اب وہ خود بھی اتنا سرمایہ فراہم کرنے کو تیار ہیں کہ بائل جوشیو کی مانگ پوری کر دی جائے لیکن ان کے لیے معقول انداز میں کام نہیں کیا جا رہا۔ عرب آدمیوں کا ایک وفد ان کے پاس آیا تھا لیکن چند ملاقاتوں کے بعد اس کا پتا نہیں چلا کہ وہ لوگ کہاں گئے۔ اس طرح عربوں کی نمائندگی ختم کر دی گئی۔ اس کے بعد سے عرب اب تک کوئی وفد کام کرنے نہیں آیا۔ البتہ کچھ ذرائع سے بائل جوشیو تک عربوں کی پیشکش پہنچ گئی ہے لیکن فیصلے کے لیے کون سے عوامل تاخیر کر رہے ہیں، اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔"

شیری سے حاصل ہونے والی معلومات [illegible] ہو رہی تھیں۔ میرے دل سے وہ پھانس بھی نکل گئی تھی جس کی کھٹک مجھے بے چین کیے ہوئے تھی اور میں یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں مجھے بے وقوف بنا کر میری جذباتی کیفیت سے فائدہ تو نہیں اٹھایا گیا لیکن یہ حقیقت تھی کہ ایک بار پھر میری تقدیر نے مجھے مسلمانوں کے لیے فلسطینیوں کے لیے ایک خدمت انجام دینے کا موقع فراہم کیا تھا اعصاب میں نہایت دلچسپی سے اور مخصوص انداز میں اس کام کے لیے اپنی جان کی بازی لگا سکتا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ مسز شیری اب تو آپ میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی شے بن گئی ہیں۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد میں نے کہا۔ "شیری تم سوچ رہی ہوگی کہ انکار کرنے کے باوجود میں تم سے معلومات حاصل کر رہا ہوں لیکن یقین کرو اس میں کوئی بددیانتی نہیں ہے۔"

"اس کے سوا کچھ نہ کہنا علی اس بارے میں پلیز!" شیری نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ پائل جوشیو کے سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" شیری اس سوال پر مسکرائی لگا ہوا سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اب تک اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟ جزیرے کے درمیان آمدورفت سے تمہیں کچھ معلومات حاصل ہو رہی یا نہیں ہو؟"

"تم جانتی ہو شیری! ابھی تک مجھے اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔" میں نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات میں تمہیں یہ بتا دوں علی کہ پائل جوشیو بہت پراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ میں نے اب تک بے شمار افراد سے ملاقاتیں کی ہیں، وہ جو پائل جوشیو کے لیے بڑے بڑے کام انجام دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایسا مجھے آج تک نہیں مل سکا جس نے یہ کہا ہو کہ وہ پائل جوشیو سے واقف ہے۔ پائل جوشیو آج تک کسی کے سامنے نہیں آیا۔ وہ صرف ایک نام ہے ایک ایسا خوفناک نام ہے جس وقت بھی اور جہاں بھی لیا جائے وہاں وہ موجود ہوتا ہے ہم اکثر اسے کسی بدروح کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں البتہ میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ اپنے ماحول سے واقف ایک ذہین اور چالاک انسان ہے جو اپنے ساتھیوں کو کنٹرول کرنا جانتا ہے۔ اس کی اپنی شخصیت بالکل عام سی ہوگی۔ وہ یقیناً لوگوں کے درمیان رہتا ہوگا اور لوگ یہ سوچ بھی نہیں پاتے ہوں گے کہ ان کے اطراف میں بکھرے ہوئے جزیروں کا مالک وہ شخص ہے جسے وہ ایک انتہائی معمولی آدمی سمجھتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے نہ صرف میرا بلکہ دوسرے لوگ بھی میری اس بات سے متفق ہیں اور خود بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں چنانچہ علی یہ سوچنا کہ پائل جوشیو آسانی سے تمہارے ہاتھ لگ سکتا ہے، حماقت کی بات ہوگی۔ اس کے خلاف دستیاب ہونے پر تمہیں کوئی کام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ تم صرف جس مقصد کے تحت یہاں آئے ہو اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو اسے کر کے خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ یہی زیادہ مناسب ہوگا اور میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے یہی مشورہ دے سکتی ہوں۔ پائل جوشیو کے چکر میں زیادہ گھومو گے تو نہ پہنچ جانا نقصان اٹھا جاؤ گے۔"

"میں اس مشورے کو خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ ویسے بھی پائل جوشیو سے میری کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے کہ میں صرف اس کی موت کا خواہاں ہو جاؤں۔ میں تو اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور یہی عقل مندی کی بات ہے علی۔" شیری نے جواب دیا۔

"لیکن میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ابتدا کہاں سے کروں؟"

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں علی، تمہیں اس پر پورا اعتماد کرنا ہوگا، اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

"ظاہر ہے شیری۔ بھلا میں تمہیں کیا سمجھ رہا ہوں جس کے صلے میں تم مجھے یہ تمام تفصیلات فراہم کر رہی ہو۔ ہمارے مہربانی کچھ کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر سنو۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں اور کب چھپایا گیا ہے یہ تعمیر ہمارا نہیں ہے اس کے لیے تمہیں ایک شخص تک پہنچنا ہوگا اور وہ اتفاقی طور پر تمہارے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔"

"کون؟" میں نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"آئی وان فیرو۔" شیری نے جواب دیا۔

"یہ کون [illegible] ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک انتہائی خطرناک شخصیت ہے کہ شاید تم یقین نہ کرو۔"

"تمہیں میں یقین کروا دوں گا۔ آج تک جتنی بھی شخصیتیں مجھے ملی ہیں ساری کی ساری ہیبت ہی چھپا کر تھیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شیری بھی ہنسنے لگی۔

"یہ ان سب سے زیادہ خطرناک ہے۔"

"کہاں رہتا ہے؟"

"یہ تمہیں فورکاز میں ملے گا۔ فورکاز کا ساحلی علاقہ بالکل ویران ہے لیکن آگے بڑھنے کے بعد آبادی صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ تمہارا وہاں تک پہنچنا خاصا مشکل مرحلہ ہوگا۔ اس کے لیے تم مجھ سے جو کچھ بھی چاہو میں تمہارے لیے آسانیاں فراہم کروں گی۔"

"نہیں شیری۔ میں تمہیں ان الجھنوں میں ملوث نہیں کرنا چاہتا۔ میں تمہیں محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ البتہ مارشل پر [illegible] مجھے کبھی کسی اس سلسلے میں تم محتاط رہنا اور اپنے آپ کو [illegible] بھی کوشش نہیں کرنا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔" شیری مسکرائی جملا بولی اور پھر ہنس پڑی۔ "دیکھو! تمہاری ہستی بعض اوقات بڑی ہی پراسرار ہو جاتی ہے بیٹھے بیٹھے۔"

"نہیں... میں سوچ رہی ہوں کہ کس چکر میں پڑ گئے تم خواہ مخواہ۔ تمہیں میرے تحفظ کی فکر بھی ہو گئی۔ اور یہ اچھی بات ہے۔" شیری ہنستی رہی۔ میں بھی اس کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔

اس قدر قیمتی معلومات حاصل ہوئی تھیں مجھے شیری سے جو کسی اور ذریعے سے نہیں ہو سکتی تھیں۔ میرے تمام راستے صاف ہو گئے تھے۔ گو شیری اس سلسلے کے بقیہ اقدامات میں میری معاون نہ بن سکتی تھی لیکن یہی کیا کم تھا کہ مجھے اس قدر معلومات فراہم ہو گئی تھیں۔

آئی وان فیرو کے بارے میں میں نے جگہ جگہ معلومات حاصل کیں۔ کیبنٹ میں یہ میرا تیسرا دن تھا۔ یہ وقت شیری کے ساتھ ہی گزرا تھا۔ اس دوران میں نے اس کی دلجوئی کا خاص خیال رکھا تھا۔ البتہ جب شیری اپنے کسی کام سے اپنی کیبن کے کسی دوسرے حصے میں چلی جاتی اور میرا اس کے ساتھ ہونا مناسب نہ ہوتا تو میں اپنے طور پر باہر نکل آتا اور اپنے مقصد کے لیے کام شروع کر دیتا۔

آئی وان فیرو کے بارے میں مجھے خاصی معلومات حاصل ہو گئیں۔ وہ ایک بڑے تاجر کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا لیکن اس نے کوئی ایسا نمایاں کام انجام نہیں دیا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے۔ تہذیب مالکم اکیس سے گفتگو کے دوران آئی وان فیرو کے بارے میں میڈم مارتھا کی وساطت سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا چنانچہ رات کے ابتدائی حصے میں تہذیب سے رابطہ قائم کیا۔ تہذیب نے میرا پیغام وصول کیا۔

"معاف کرنا تہذیب! تم سے بہت کم بات چیت ہو رہی ہے۔" ہماری گفتگو کے بعد میں نے کہا۔

"ہاں لیکن سب ٹھیک ہے علی۔ ہمارا مقصد پورا ہونا چاہیے۔"

"تہذیب! ایک نام کے سلسلے میں تمہارے ذریعے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میڈم مارتھا اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکیں گی؟"

"کیا نام ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"آئی وان فیرو۔ سنا ہے کہ وہ فورکاز میں رہتا ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں مجھے کچھ تفصیلات مل سکیں گی؟"

"میڈم مارتھا یہاں موجود ہیں۔ میں ابھی ان سے پوچھے لیتی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی... چند منٹ کے بعد تہذیب نے مجھے پھر مخاطب کیا اور کہنے لگی "ہاں علی! میڈم مارتھا کہتی ہیں کہ انھوں نے اس شخص کا نام سنا ہے۔ یہ ان کے کاروبار تاجر ہے اور خاصا بااثر سمجھا جاتا ہے اور یہاں بااثر کی تعریف یہ ہے کہ اس کی تحویل میں سوچ پاس لڑاکے موجود ہوتے ہیں جو اس کے لیے خون کی ندیاں بہا دیں، وہ فورکاز میں ہی رہتا ہے اور کوئی خاص بات اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ تہذیب۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد رسمی گفتگو ہوئی اور پھر میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ شیری نے مجھے بتایا تھا کہ کل وہ مارشل پہنچ جائے گی۔ اس لیے ہم دونوں نے مل کر ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ میں بھی مارشل پہنچنا چاہتا تھا چنانچہ اپنے کے بازاروں سے تھوڑی سی خریداری کرنے کے بعد میں خاموشی سے مارشل پر واپس پہنچ گیا۔

کینٹ اور مور نے میرا استقبال کیا تھا۔ کینٹ نے مجھ سے میری غیر حاضری کے بارے میں سوال کیا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا یہاں سے کہیں جانے کے لیے آپ کو اطلاع دینا بہت ضروری ہے مسٹر کینٹ؟"

"نہیں نہیں مسٹر علی! یہ مقصد نہیں تھا۔ بس ہم آپ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ جہاں کہیں بھی جائیں ہمیں آگاہ کر دیا کریں تاکہ آپ کے تحفظ کے لیے جو بھی مناسب اقدامات ہوں کیے جائیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں نے پہلے بھی آپ سے یہی کہا تھا کہ میں اپنا تحفظ خود کر سکتا ہوں اور اس کی تمام تر ذمہ داری میری اپنی ذات پر ہے۔" میں نے خشک انداز میں کہا۔ مور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شام کو وہ مجھ سے میرے کیبن میں ملا اور کہنے لگا۔ "یہ مناسب نہیں ہے علی، ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے رہنا چاہیے۔ کسی ایک شخص پر مکمل ذمہ داری مناسب نہ ہوگی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مور! اتنا وقت گزر گیا لیکن ابھی تک مجھے پائل جوشیو کے بارے میں کہیں سے کوئی ایسی اطلاع حاصل نہیں ہو سکی جسے کارآمد کہہ سکوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ان حالات میں اپنا کام کیسے چلا سکوں گا۔"

مور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "علی! شاید تم نے یہاں کے حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے۔ درحقیقت یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھتے ہو۔ اس کے لیے ایک طویل جدوجہد کرنا ہوگی۔ میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے مشورہ دے رہا ہوں کہ سب کچھ کرتے رہو لیکن اپنے تحفظ کا بھی معقول خیال رکھو۔"

"شکریہ مور۔ لیکن اب میں کچھ بددل ہوتا جا رہا ہوں۔"

"نہیں علی! یہ بددلی بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ تو تمہیں کچھ

بھی نہ کرنے دے گی۔“ بہت دیر تک مور مجھے سمجھاتا رہا اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ اپنے دل میں جو فیصلہ میں نے کر لیا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ اس کے بعد کا وقت میں نے اپنی تیاریوں میں گزارا۔

شہاری ایک ایسا قابل اعتماد ساتھی تھا جو میرے مقصد کی تکمیل کے لیے بہترین معاون ثابت ہوتا لیکن اب اس بے چارے کا اس دنیا میں کوئی وجود نہیں تھا۔ کینٹ وڈ کو میں نے اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی کیونکہ کینٹ خود جانتا تھا اپنی تیاریوں کے سلسلے میں، میں نے کینٹ سے کچھ چیزوں کی فرمائش کی تو اس نے خلوص دل سے وہ سب کچھ میرے حوالے کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس وعدے کی دوہری نوعیت تھی۔ یعنی اس مشن کے سلسلے میں اسے میرے ساتھ ظاہری تعاون بھی کرنا تھا لیکن باطنی طور پر بھی وہ مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔ چنانچہ مشن کی تفصیلات پوچھے بغیر اس نے مجھے میری مطلوبہ چیزیں فراہم کر دیں۔ روانگی کے لیے میں نے ایک مخصوص وقت کا تعین کیا تھا۔ شیری نے اپنی کے میں مجھے بتایا تھا کہ وہ دو تین دن میں ارشل پہنچ جائے گی لیکن حسب وعدہ وہ واپس نہیں آئی تھی۔

میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات آنے لگے تھے۔ لیکن میں نے خود ہی ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ شیری پر شبہ کرنا اب مناسب نہیں تھا۔ وہ نہایت خلوص سے تمام معلومات مجھے دے چکی تھی۔ ممکن ہے اس کے پیچھے کسی خاص کام میں مصروف ہو گئی ہو۔ پھر یہ بات بھی گزر گئی۔

دوسری صبح تقریباً ساڑھے نو بجے میں اپنی وہ مخصوص کشتی لے کر سمندر میں اتر گیا جو ضروری ساز و سامان سے لیس تھی۔ یہ سب کچھ مجھے کینٹ نے خفیہ طور پر فراہم کیا تھا اور میرے لباس میں اس وقت کئی ایسی مہلک چیزیں پوشیدہ تھیں جو کسی بھی ہنگامی صورت حال میں میرے کام آ سکتی تھیں کم از کم اپنے اس مشن کی طرف سے میں خاصا مطمئن تھا اور مجھے امید تھی کہ اگر کچھ نہ ہو سکا تو کسی خطرناک مرحلے پر اپنی جان ضرور بچا سکتا ہوں۔

کشتی مناسب رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔ مجھے سمندر میں ایک مخصوص وقت گزارنے کے بعد غروب آفتاب کے وقت فورڈ کاز کے نزدیک پہنچنا تھا اور اس کے لیے مجھے بے مقصد سمت میں گزارنا تھا۔ میں نے سارا دن سمندر میں آوارہ گردی کرنے والے ایک تفریح پسند کی حیثیت سے گزارا۔ دوپہر کے وقت میں نے فورڈ کاز کی طرف رخ کیا اور اس جزیرے کو کافی فاصلے سے دیکھتا ہوا گزر گیا۔ پھر غروب آفتاب کے وقت میں نے فورڈ کاز کی طرف رخ کر لیا اور اب میں سیدھا اس کی جانب جا رہا تھا۔

۔۔۔ پہنچنے کے وقت ۔۔۔ چٹانوں میں ۔۔۔ تھا جس کی سمت مجھے بڑھنا تھا۔ جیسے جیسے فاصلہ کم ہو رہا تھا میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی کیونکہ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ یہ بہت کچھ بتا دیا گیا تھا اور میں اس وقت اپنے آپ کو ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ ابھی اندھیرا نہیں پھیلا تھا کہ دفعتاً میں نے سامنے سے ایک لانچ کو نکلتے دیکھا جو تیزی سے میری طرف آ رہی تھی۔ دو سیکنڈ ہی میں میں محتاط ہو گیا۔ میں نے کشتی کا رخ تھوڑا سا تبدیل کر دیا اور سیدھا آگے بڑھتا رہا۔ لیکن پھر مجھے محسوس ہوا کہ لانچ پر موجود لوگوں کے ارادے خطرناک ہیں۔ انھوں نے میرے اس بدلے ہوئے رخ کو بھی نظر انداز کر دیا تھا اور لانچ سیدھی کشتی کی جانب چلی آ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی ایک چال چلی۔ کشتی کا کنٹرول لاک باندھ دیا تاکہ وہ اپنے راستے پر آگے بڑھتی رہے اور خود پیٹے کے بل رینگتا ہوا رینگ کی طرف بڑھنے لگا۔ رینگ کا یہ حصہ یقیناً لانچ والوں کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ چند لمحے میں رینگ کے قریب لیٹا ان کی کارروائی کا جائزہ لیتا رہا اور پھر آہستگی سے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ میں کافی تیز رفتاری سے کشتی سے دور ہٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ میرے لباس پر بندھے ہوئے ایئر ٹینک تیز رفتاری میں خاصے مددگار ثابت ہو رہے تھے۔ بدن پر بہترین غوطہ خوری کا لباس موجود تھا جس کے نیچے ایک اور اسلحہ خانہ پوشیدہ تھا۔

کشتی اور لانچ کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے آخری بار اسے دیکھا اور اس کے بعد پانی میں غوطہ لگا دیا۔ میں نیچے ہی نیچے اُفق سے کافی دور ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کئی منٹ تک میں نے اپنی یہ کوشش جاری رکھی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سطح پر ابھرا۔ یہ دیکھ کر مجھے کوئی تعجب نہ ہوا کہ میری کشتی تباہ ہو چکی تھی۔ پانی کی سطح پر شعلے رقص کر رہے تھے۔ غالباً کوئی بم استعمال کیا گیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ بروقت سنبھل گیا ورنہ ان شعلوں میں میرا بدن بھی جل رہا ہوتا۔

میں نے پھرتی سے پانی میں غوطہ لگایا اور جزیرے کی سمت بڑھنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ لانچ اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گی جب تک میری کشتی مکمل طور پر پانی میں غرق نہیں ہو جاتی۔ وہ لوگ یہ سے گویا ان کی نیں سا ہے مجھے پانی میں تیرتی ہوئی سوجھے گی کہ وہ میں کسی خوش ہو کر کسی زندگی کا شبہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد ہی وہ واپس ساحل کی طرف جائیں گے۔ بہت ممکن ہے میں نے پانی کی سطح پر سر ابھارا تو پھر اچھل گیا تھا اس لیے دور سے دیکھے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ساحل سے کس حد تک قریب ہوں لیکن اس کا اندازہ لگانے۔

مجھے بہت زیادہ وقت نہیں ہوئی کہ وہ پھر میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ شیری نے مجھے اس سرنگ کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ تو اپنے طور پر میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ جزیرے کی زمین پر دیکھے جانے کا خطرہ مول نہ لوں بلکہ صرف اس دہانے کا رخ کروں جہاں سے گزر کر میں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ صحیح طور پر اندازہ لگانے کے بعد میں پانی کے اوپر اوپر تیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

اب میرے اور جزیرے کے درمیان کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ لانچ ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھی۔ ان لوگوں نے کوئی خطرہ مول نہیں لیا تھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ لانچ پر کون اس طرف آ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ میں فورڈ کاز کے دوسرے حصوں کی طرف رخ کرتا تو شاید وہ یہ فوری اقدام نہ کرتے۔ یہ کوشش صرف اس لیے کی گئی تھی کہ میرا رخ اس دہانے کی سمت تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے غار کے دہانے میں جھانکا۔ ترشی ہوئی چٹانوں کے درمیان بیضوی شکل کا ایک خاص طور پر بنایا گیا منفذ سامنے والے حصے سے ایک بند ڈھلوان پانی کی سمت پہنچ رہی تھی۔ اس چٹان کو درختوں اور اونچی جھاڑیوں نے چھپا رکھا تھا چنانچہ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ چٹان کے دوسری طرف بھی ایسا ہی راستہ ہو گا۔ جوں جوں میں آگے بڑھتا رہا، پانی کی گہرائی کم ہوتی گئی۔ قریب پہنچنے پر ایک اور سرنگ کا دہانہ جو چٹان کے اندر تک چلی گئی تھی۔ لیکن دفعتاً مجھے چونکنا پڑا۔ عقب سے میں نے لانچ کے انجن کی آواز سنی تھی۔ لانچ واپس آ رہی تھی۔ میں تیزی سے غوطہ لگا کر تیرتا ہوا دہانے سے کافی دور نکل گیا۔ جب تھوڑی دور پہنچنے کے بعد میں نے پانی سے سر ابھارا تو لانچ سرنگ میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور میں دوبارہ دہانے کی طرف بڑھنے لگا۔ سرنگ میں زمین پر بڑے بڑے آہنی پائپ لگے ہوئے تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر میں ان کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ یہ تو نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ سیوریج نما پائپ جزیرے کی آبادی کے گندے پانی کی نکاسی کے لیے بچھائے گئے ہوں گے کیونکہ اس جزیرے پر کوئی باقاعدہ آبادی نہیں تھی۔ دہانے کے باہر ایک جانب پانی میں ایک مختصر سا کونا بھی ابھرا ہوا تھا۔

اس طرف پہنچا تو پانی کی لہریں مجھے خود بخود آگے دھکیلنے لگیں۔ میں جزیرے اور اس چھوٹے سے کونے کے درمیان پہنچ گیا۔ ان دونوں کے درمیان یہ حصہ ایک طویل راستے کی طرح بن گیا تھا۔ چنانچہ میں پانی کی اس چھوٹی سی سڑک پر آگے بڑھتا ہوا غار کے قریب پہنچ کر اس نے غوطہ لگایا اور مسلسل تیرتا ہوا غار کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں بے پناہ تاریکی چھائی ہوئی تھی اور یہ اندازہ لگانا بے حد مشکل کام تھا کہ آگے کیا ہو گا۔ میں اس عمارت کے بارے میں معلومات ضرور رکھتا تھا جس میں شیری کے بیان کے مطابق آئی ڈراں لیوز رہتا تھا۔ لیکن اس کے داخلی راستوں کے بارے میں مجھے کوئی۔۔۔ اندازہ نہیں تھا۔ اچانک عقب سے پانی کا دباؤ سا محسوس ہوا اور میں چونک کر ساکت ہو گیا۔ میں نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی وقت نہ ہوئی کہ کوئی ہیولا میرا تعاقب کر رہا ہے۔ مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ ایک آدمی تھا یا ایک سے زیادہ۔

دفعتاً میں بجلی کی سی پھرتی سے واپس فوراً پانی کے نیچے جھکتا چلا گیا کیونکہ میں نے ایک چھوٹی سی شعاع نکلتی ہوئی دیکھی تھی۔ یقیناً اسپیئر گن سے مجھ پر فائر کیا گیا تھا۔ میں اس نشانے کی زد سے نکل گیا اور شعاع میرے اوپر سے گزر گئی۔ یہ بہتر ہوا تھا ورنہ مجھ سے حماقت ہو گئی تھی۔ مجھے ہر قیمت پر چھپے رہنا چاہیے تھا اور ان لوگوں کو میری زندگی کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کشتی کی تباہی کے بعد بھی اگر انھیں کسی کی زندگی کا شبہ رہ جائے تو خطرناک بات تھی۔

پہلے فائر سے محفوظ ہونے کے بعد میں سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ زیر آب پھر روشنی سی محسوس ہوئی اور میں اس روشنی سے نا واقف نہیں تھا۔ دشمن نے ترتیب کر کے جگہ تبدیل کر لی۔ اس بار وہ دو فائر ہوئے تھے۔ تیر کی طرح میرے بالکل نزدیک سے گزر گئیں۔ صورت حال بے حد خوفناک ہو گئی تھی۔ ان کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور میرے لیے ان سے مقابلہ کرنا سخت مشکل کام تھا۔ اس وقت اگر انھیں چکما دے کر بھی نکل جاؤں تو بہت بڑی بات تھی۔ ان زیر آب محافظوں کے بارے میں مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون کون سی سائنسی ٹولوں سے آراستہ ہیں اور تاریکی میں دیکھنے کے آلات ان کے پاس موجود ہیں یا نہیں۔ مقابلہ کرنے کے لیے میرے پاس بھی بہت کچھ تھا لیکن یہ مقابلہ کسی طور میرے لیے سود مند نہیں تھا۔

میں نے آخری بار رک کر اس سمت کا اندازہ لگایا جہاں وہ اس وقت موجود تھے۔ اور پھر پانی کی گہرائی میں جتنا نیچے جا سکتا تھا چلا گیا۔ اس کے بعد رک کر چٹان کے دوسری سمت تیرنے لگا۔ یہ کوشش کارگر رہی۔ اور میں اس آبی سرنگ کے دوسرے دہانے پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد سرنگ میں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں گیلی ریت پر دوڑنے لگا۔ اور وہاں سے کافی دور نکل گیا۔ جگہ کے بارے میں تو کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس کے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں رک کر میں اس آبی لباس سے چھٹکارا حاصل کر لوں جو وہ جگہ بھی رکاوٹ بن رہا تھا۔ ایسی ایک جگہ مجھے مل گئی اور میں نے نہایت پھرتی سے یہ لباس اتار پھینکا۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا اس سے میں مطمئن تھا کم از کم ان لوگوں سے میں ایک شاندار جنگ لڑ سکتا تھا اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن میری خواہش یہی تھی کہ

ڈھکی ہوئی کسی آٹو میکنیزم کے تحت چل رہی تھی جو اس کے بیرونی تن تھا کیونکہ دونوں ہاتھ سامنے رکھے نظر آ رہے تھے۔

"ہیلو" ایک گونج دار آواز اس کے چھوٹے سے منہ سے خارج ہوئی۔ یہ آواز اس کے جسم سے میل نہیں کھاتی تھی، نہایت پاٹ دار انتہائی پُر رعب۔

"ہیلو" میں نے بھی اسی متانت سے جواب دیا۔

"اس وقت تک جب تک ہمارے درمیان باقاعدہ دشمنی نہ ہو جائے، ہمیں نرم اور معتدل رہنا چاہیے۔" اس نے پیش کش کی۔

"میرا خیال ہے میرے اور آپ کے درمیان کوئی بے قاعدہ دشمنی بھی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن آپ اپنے استقبال سے بددل ضرور ہوئے ہوں گے۔"

"نہیں، میں آپ کی اجازت سے تو نہیں آیا تھا۔ اس طرح گھروں میں داخل ہونے والوں کو تو روکا ہی جاتا ہے۔"

"میرا اندازہ درست تھا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیسا اندازہ؟"

"آپ ہمارے لوگوں کی مزاحمت کے باوجود یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی بات نے مجھے آپ کی طرف متوجہ کیا تھا ورنہ میں عام لوگوں کے ساتھ وقت نہیں برباد کرتا۔ آپ کی گفتگو سے آپ کی سلجھی ہوئی طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ پریشان کن ماحول میں پُرسکون رہنے والے خطرناک لوگ ہوتے ہیں۔"

"عام سی بات ہے۔"

"اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

"علی یار خان، پاکستانی۔"

"مجھے آئی وان فیرو کہتے ہیں۔ جہاں ہوں خود کو وہاں کا باشندہ سمجھتا ہوں۔" اس نے کہا۔

میری نگاہیں اس پر مرکوز تھیں۔ اس طرح کے لوگوں کا مجھے تجربہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس نے پہلے میرا شجرۂ نسب معلوم کیا ہوگا۔ اس کے بعد مجھ تک پہنچا ہوگا۔ یوں بھی مارشل پر آنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں تار بنا بار وڈ کے لیے کام کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے برعکس پائل جوشیو کے جاسوس چپے چپے پر موجود ہیں۔ چنانچہ میری آمد کی اطلاع سب سے پہلے جوشیو کو ملی ہوگی۔ اس کے بعد کوئی دوسرا اس سے واقف ہوا ہوگا۔

"آپ سے مل کر متاثر ہوا ہوں مسٹر فیرو۔" میں نے کہا۔

"صحیح جملہ استعمال کیا۔ ظاہر ہے آپ خوش نہ ہوئے ہوں گے۔ آپ کے بارے میں میرے ذہن میں چند سوالات ہیں مسٹر علی؟"

"میں ان کا جواب دوں گا۔"

"آپ کا تعلق پاکستان سے ہے؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن آپ ایک ایسے ملک کے لیے کام کر رہے ہیں جس کے مقصد سے آپ کا یا آپ کے ملک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اپنا وطن چھوڑے ہوئے مجھے طویل عرصہ گزر گیا۔ یوں سمجھ لیں بچپن سے اپنے وطن سے دور ہوں۔ اس لیے میری یہ ڈیوٹی میرے وطن سے قطعی غیر متعلق ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ تھا۔ پھر یہ سب کچھ...؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"صرف ذاتی مفادات سے تعلق رکھتا ہے۔"

"بہتر معاوضہ۔"

"کس حد تک۔"

"گڈ۔ بہرحال میں آپ کو یہاں تک پہنچ جانے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ عموماً لوگ اس حد تک کامیاب نہیں ہوتے۔ فورکاز میری ملکیت ہے۔ یوں سمجھ لو میں اس چھوٹے سے جزیرے کا مطلق العنان فرماں روا ہوں۔ میں نے یہاں اپنی مضبوط حکومت قائم کی ہے۔ آپ کچھ پینا پسند کریں گے مسٹر علی؟"

"دوران گفتگو اگر کچھ پینا ملتا رہے تو لطف دوبالا ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں شراب نہیں پیتا۔ آپ کے لیے کیا منگواؤں؟"

"شراب کے علاوہ کچھ بھی۔"

"کافی۔" فیرو نے کہا۔ مخاطب میں نہیں تھا اس لیے میں خاموش رہا۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "انسان فطرتاً لالچی ہے۔ میں اس کا مخالف ہوں۔ جو کچھ کرو اپنے دائرہ اختیار میں کرو۔ منگل گروہ کے بے وقوف بیٹے سے میں یہی کہتا تھا۔ وہ لٹ فیرٹل کا دیہاتی میرا بچپن کا دوست تھا لیکن ہماری سوچ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھی۔ میں اس سے بحث کرتا تھا تو یہی کہتا تھا کہ حکومت اگر صرف اپنے گھر کی چار دیواری تک بھی محدود ہو تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اتنی مضبوط ہو کہ کوئی تمہاری بینائی کی پہنچ سے دور نہ ہو۔ لیکن وہ احمق کبھی مجھ سے متفق نہ ہوا۔ پولینڈ کی سڑکوں پر تصویریں بنا کر بھیک مانگتے مانگتے وہ جرمنی کا چانسلر بن گیا لیکن اسے عقل نہ آئی اور بالآخر زندگی کھو بیٹھا۔ وہ فنا ہو گیا لیکن میں قائم ہوں چنانچہ دوست، اس کا اندازہ کر لو کہ میری اس مضبوط حکومت میں کچھ کرنا ممکن نہیں ہے۔"

"آپ ایڈولف ہٹلر کی بات کر رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں منگل گروہ کے نام سے جو جانا جاتا تھا۔ میرا بچپن اس کے ساتھ

گزرا ہے۔" فیرو نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ کا تعلق..."

"میرے والدین یہودی تھے۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کی عمر...؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہم دونوں آسٹریا کے کوہستان میں تھے، ہم دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔" اس نے جواب دیا۔

"مجھے حیرت ہوئی!" میں نے کہا۔

"عموماً لوگوں کو ہوتی ہے۔ جس وقت جرمنی میں ہٹلر کے نعرے لگائے جا رہے تھے، میں اپنی زندگی کے تجربات میں مصروف تھا اور وقت نے مجھے بہترین رہنمائی دی۔ اس نے بتایا کہ زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے پر حکومت کرو لیکن وہ ٹھوس اور مضبوط ہو۔ جانتے ہو مسٹر علی، دنیا میں بہترین استاد کون ہوتا ہے؟" وہ ایک لمحے کو رکا۔ اسی وقت ایک آٹو ٹرالی خود بخود اندر داخل ہو گئی۔ اس پر کافی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ اس نے میری طرف اشارہ کیا اور ٹرالی کا رخ بدل گیا۔ وہ میرے سامنے آ رکی اور میں نے حیرت زدہ انداز میں آگے بڑھ کے ایک کپ اٹھا لیا۔ ٹرالی ایک مؤدب ملازم کی مانند اس کے نزدیک جا رکی تھی۔

"میری تیار کی ہوئی کافی پیو۔" اس نے کہا۔

"آپ کی تیار کی ہوئی...؟" میں نے اچنبھے سے کہا۔

"ہاں میرے دوست! میں تمہیں یہی بتا رہا تھا۔ میں پورے فورکاز میں تنہا ہوں۔ یہاں جو کچھ ہوتا ہے میں خود کرتا ہوں۔ میں نے ہی سمندر میں تمہارے راستے روکے تھے۔ میں نے ہی تمہیں سب سے الگ کر کے یہاں لایا تھا۔ جان لو گے آہستہ آہستہ میرے بارے میں بہت کچھ جان لو گے۔ کافی پیو۔"

میں نے پیالی منہ سے لگائی۔ ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس کی شخصیت کے بارے میں مجھے اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ خود نمائی کا رسیا یہ شخص اسی خود نمائی کے جال میں پھنس سکتا تھا ورنہ اس جیسی شخصیت کو زیر کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔ میں نے اس نکتے کو ذہن میں محفوظ کر لیا۔ وہ میرے چہرے پر حیرت دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے مرعوب کرنا چاہتا تھا چنانچہ اسے کنٹرول کرنا اب میرے لیے مشکل نہیں تھا۔

اس نے کافی کے چند گھونٹ لیے۔ پھر بولا۔ "تمہیں اپنی اور تمہاری کمزوریوں سے روشناس کرانے والا صرف تمہارا دشمن ہوتا ہے۔ دوستوں سے تم صرف نقصانات اٹھاؤ گے۔ اگر زندگی میں کچھ سیکھنا چاہتے ہو تو دشمنوں کی تعداد بڑھاؤ۔ یہ تمہیں مستعد رکھیں گے، تمہیں تمہاری کمزوریوں سے آگاہ کرتے رہیں گے۔ میں نے لاتعداد دشمن بنائے اور آج بھی مجھے دشمن پالنے کا شوق ہے۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میرے دونوں پاؤں اسی تجربے کی نذر ہوئے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہاں موجود جاندار میرے بدترین دشمن ہیں۔ کسی ایک کو موقع مل جائے تو مجھے اپنے ہاتھوں سے جھنجھوڑ ڈالے۔ زندگی میں چاہے اس نے ایک مکھی کو بھی نقصان نہ پہنچایا ہو لیکن مجھے کچا کھا لے گا۔ میں انھی کے درمیان ایک پُرلطف زندگی گزار رہا ہوں۔"

"آپ کے تجربات پُرلطف ہیں مسٹر فیرو!" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ اور وہ مسکرا دیا۔

"میں نے جو کچھ بتایا ہے اس سے بہت مطمئن ہوں۔ زندگی مختصر چیز ہے۔ انسان جتنی بھی بھاگ دوڑ کرے حماقت کرتا ہے۔ صرف وہ کرو جو تمہارے ہاتھ میں آ جائے۔ جو کچھ میں کر سکتا تھا کر چکا ہوں اور اب میں اس کے درمیان زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ایک چھوٹی دنیا میرے لیے سب سے اہم مقصد ہے۔ میرے فلسفے پر غور کرو اور ایمانداری سے بتاؤ کہ منافقت تمہیں کچھ نظر آئی؟"

"آپ کو میرے بارے میں کیا معلوم ہے مسٹر فیرو؟"

"یہی اتنا کہ پائل جوشیو کے راستے میں مزاحم ہونے آئے ہو۔ کچھ نئے پروگرام لائے ہو گے لیکن بے وقوفی ہے۔ پائل جوشیو کے خلاف ملکی پیمانے پر جنگ کی جائے تو ممکن ہے اسے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ ایک عام کوشش اس کے خلاف کبھی مؤثر نہیں ہوگی۔ جو لوگ اتنا نہ سمجھ پائیں وہ اس کے خلاف کیا کر سکیں گے۔ تم غور کرو، یہاں اس کی حکومت ہے، یہاں کے سمندر میں اس کے جال بچھے ہوئے ہیں۔ اس علاقے کے بیشتر جزیروں پر اس کا قبضہ ہے۔ کیا ایک ملک کو چند لوگ تباہ کر سکتے ہیں؟ یہ اس کا کاروبار ہے۔ اس سے سودا کرو اور مقصد حاصل کر لو۔ یہ کاروباری لین دین حاصل ہیں۔"

"میں یہ کہنا چاہتا تھا مسٹر فیرو کہ آپ میرے بارے میں کیسی معلومات رکھتے ہیں۔ پائل جیسی قوت سے ٹکرانے کا تصور عام لوگ نہیں کر سکتے اور پھر وہ بھی معاوضہ لے کر۔ میں بھی اپنی کائنات کا شہنشاہ ہوں اور منافقت کی بات نہیں کر سکتا۔ آپ کے فلسفے نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ درحقیقت حکومت وہ ہوتی ہے جس پر اپنا مکمل اقتدار ہو۔ جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ میرے لیے اجنبی اور دلچسپ ہے۔ میں آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

"شکریہ۔ اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"آپ سن چکے ہیں۔ مجھے اس آئی لینڈ کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ اسی کے لیے کوشش کرتا پھر رہا ہوں۔"

"فورکاز کے بارے میں معلومات نہیں حاصل کی تھیں؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہ علم نہیں تھا تمھیں کہ یہ ہائل جوشیو کی نہیں میری ملکیت ہے؟"
"علم تھا لیکن یہ بھی پتا چلا تھا کہ ہائل جوشیو آپ کے کاندھوں پر سفر کرتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ان لفظوں میں مکاری کی بو جھلکتی ہے۔ وہ میرے کاندھوں پر سفر نہیں کرتا بلکہ میں اس کے کچھ مفادات کا نگران ہوں۔"
"مجھے اس پر حیرت ہے۔" میں نے کہا۔
"کیوں؟"
"جو کچھ آپ نے اپنے . . . . بارے میں بتایا ہے اس سے میرے ذہن میں آپ کے لیے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا تھا۔ اپنی چھوٹی سی مطلق العنان مملکت کا حکمران دوسروں کا آلۂ کار کیسے ہو سکتا ہے؟"
"یہ تمھاری تنگ نظری ہے۔ دنیا کو جتنا جانتے ہو اتنی ہی بات کرتے ہو۔ قوت منتشر ہو کر آپس ہی میں برسرِ پیکار ہو جائے تو فنا ہو جاتی ہے۔ ہاں قوت کو پرکھو اور اسے پہچان لو۔ میں تنہا اپنی اس حکومت کو نہیں چلا سکتا۔ اس کے اور اس علاقے کے دوسرے جزائر دنیا کے بہترین جرائم پیشہ لوگوں کا مسکن ہیں۔ اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں دوسرے بہت سے ممالک اپنے بحری بیڑوں کی مدد سے مختلف مشقیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہم کسی بھی وقت کسی سازش کا شکار ہو سکتے ہیں۔ چھوٹی طاقتوں کو منتشر کرنے اور ناکام بنانے کے لیے بڑی طاقتوں کو یکجا ہونا پڑتا ہے اور اس طرح چند بڑوں نے آپس میں الحاق کر لیا ہے۔ ہائل میرے مفادات کا نگران کرتا ہے اور میں اس کے۔ وہ طاقت ہے اور خود کو منوا چکا ہے۔ میں اس سے تعاون کرتا ہوں اور بس۔"
"تو یہ بات ہے۔ بہرحال میں اس بارے میں نہیں جانتا تھا لیکن ہائل جوشیو کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اس کے برعکس۔۔۔"
"ہاں، وہ اپنے لمبے ہاتھوں سے جو کچھ سمیٹتا ہے اس میں میرا حصہ بھی ہوتا ہے۔ میں گھر بیٹھے یہ کھیل کھیلتا ہوں۔" فیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"گویا آبدوز کے سودے میں آپ کا حصہ بھی ہو گا؟"
"اس کے بغیر یہ سودا کیسے مکمل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس آبدوز کے اس مصرف کی تجویز تب سے ہی جڑی ہوئی تھی اور ہائل نے میری ذہانت کو سراہا تھا۔ اس کے ذہن میں اس سوچ کی اس حد تک کامیابی کا خیال نہیں تھا۔ تم سمجھ گئے ہو گے کہ ہمارے درمیان کیا تعلقات ہیں۔"
"مسٹر جوشیو کی شخصیت کتنی ہی متاثر کن ہے مسٹر فیرو؟"
"جوشیو۔ شخصیت۔ سنو دوست! اگر جوشیو کسی شخصیت میں میرے سامنے آ جاتا تو آج اس کا وجود نہ ہوتا۔ جو محض ایک افسانہ

کچھ خوبیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انھیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں مجھے اس کی تلاش رہی کیوں کہ اس وقت یہاں میرا تسلط نہیں تھا۔ میں اسے یہاں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے ان علاقوں کو اس کے لیے جہنم بنا دیا لیکن وہ صبر و سکون کا مظاہرہ کرتا رہا اور صرف میری کوششوں کو ناکام بناتا رہا۔ پھر اس نے مجھ سے ایک بات کہی جس نے ہمارے درمیان مفاہمت پیدا کر دی۔"
"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
اس نے کہا "وہ صرف ایک نام رہے گا۔ جسم کی حیثیت سے کبھی سامنے نہیں آئے گا۔ علاقوں کا بادشاہ میں رہوں گا۔ اس طرح دو دشمنوں کی حیثیت سے ہم کبھی ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے۔ بات ماننے والی تھی، مان لی گئی اور اس وقت سے ہم دوست ہیں۔"
"وہ آپ کا نادیدہ دوست ہے؟"
"ہاں، میرے سامنے آ جاتا تو زندہ نہ رہتا۔ یہی اس کی عقل مندی ہے۔"
"کیا یہ عجیب تر بات نہیں ہے؟"
"وہ کیوں؟"
"آپ کے دل میں کبھی اس نادیدہ دوست کو دیکھنے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی؟"
"میرے آدمی اس کوشش میں ناکام ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا نا انسان کی کچھ خوبیاں ہی اسے ممتاز کرتی ہیں۔ اس نے اپنا وعدہ نبھایا۔ ایک بار بھی میرے سامنے نہیں آیا۔ یہیں نہیں بلکہ دنیا کے کسی حصے میں کوئی بھی اس کی شناخت کر دے تو میں اس کی پشتوں کو مالا مال کر دوں گا۔"
"انتہائی حیرت انگیز بات ہے۔ ناقابلِ یقین!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب! تم جھوٹ بول رہا ہوں؟" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"یہ تو نہیں کہہ سکتا میں لیکن۔۔۔ شاید آپ نے صحیح لوگوں کو اس کی تلاش پر نہیں لگایا۔"
"جن لوگوں کو میں نے اس کام پر مامور کیا تھا وہ میرے نزدیک بہترین دماغ تھے۔"
"تب پھر آپ جوشیو کے معیار کا تعین نہ کر پائے ہوں گے۔"
"کیا تم [illegible] کر رہے ہو!"
"دیکھو مسٹر فیرو! یہ بات تو آپ کو تسلیم کر لینا چاہیے اس لیے کہ آپ اپنی ناکامی کا اعتراف کر رہے ہیں۔"
"کیا بات کہنا چاہتے ہو؟" اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"ایک پیشکش ہے۔"
"کیا؟"
"میں جوشیو کی شخصیت کو آپ کے سامنے بے نقاب کر دوں گا۔ آپ جانتے ہیں مسٹر فیرو کہ میں ایک غیر متعلق انسان ہوں اور صرف حادثے پر اس ملک کے لیے کام کرنے پر تیار ہوا ہوں۔ آپ نے ابھی کہا ہے کہ زمین کے کسی حصے پر کوئی اس کی شناخت کر دے تو میں اس کی پشتوں کو مالا مال کر دوں گا۔"
"گویا تم جوشیو کی شخصیت کو بے نقاب کر دو گے؟"
"کسی طرح، جس طرح بھی ہو، یا آخر آبدوز کے مسئلے کو حل کر دوں گا۔" میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔
آئی وان فیرو مجھے گھورنے لگا۔ کافی دیر تک خاموشی سے اسی طرح گھورتا رہا پھر بولا "چالاک لومڑ کا بچہ زندگی بچانا چاہتے ہو؟"
"ممکن ہے ایسا ہو۔ تم تو ان علاقوں کے بے تاج بادشاہ ہو۔ اگر میں ایسی کوشش کروں تو کسی بھی جگہ تم مجھے ختم کر سکتے ہو۔ یا پھر اس کا اعتراف کرو کہ دورانِ گفتگو تم بے اختیار ہو کر فضول گفتگو کرنے لگے ہو۔ یہ انسانی زندگی کا ایک کمزور پہلو ہے۔"
آئی وان نے پہلو بدلا۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی کی لہریں پیدا ہو گئی تھیں۔ دفعتاً اس نے ہاتھ اٹھا کر کرسی میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور میرے کانوں میں ایک ہولناک چیخ گونج اٹھی۔ آواز نسوانی تھی اور شاید اس کمرے میں لگے ہوئے نظر نہ آنے والے اسپیکر پر گونجی تھی۔
میری نگاہ بے اختیار مچھلیوں کے ایکوریم کی طرف اٹھ گئی۔ دوسرے لمحے میں نے ایک بے لباس انسانی بدن ایکوریم کی چھت سے نیچے آتے دیکھا۔ چھت کسی دروازے کے دو پٹوں کی مانند کھلی تھی اور انسانی بدن کو پانی میں گرانے کے بعد بند ہو گئی تھی۔ میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے پانی میں گرنے والے نسوانی وجود کا چہرہ دیکھا اور دوسرے لمحے میرا ذہن گھوم کر رہ گیا۔ وہ شیری تھی۔ اس کی نگاہیں دہشت سے پتھرا چکی تھیں۔ وہ دیوانہ وار چھت کی جانب تیرنے لگی اور چھت کی طرف نوکیلے دانتوں والی مچھلیاں بھی آہستہ آہستہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر ایک مچھلی نے شیری کی پنڈلی میں منہ مارا اور گوشت کی ننھی سی بوٹی ادھیڑ لے گئی۔
شیری کی دہشت ناک چیخ یہاں سنائی دی تھی۔ میں نے بے چین نگاہوں سے فیرو کو دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے انداز میں پانی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ مچھلیاں اب جوش و خروش کے عالم میں شیری کی طرف لپک رہی تھیں اور اس کے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر لا رہی تھیں۔ شفاف پانی میں اس کے خون کے لہریے گردش کر رہے تھے۔ بڑا ہولناک منظر تھا لیکن میں جانتا تھا کہ میری کوئی کوشش اب شیری کو نہیں بچا سکتی

تھی۔ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سزا اسے کس گناہ کی پاداش میں مل رہی ہے۔ مچھلیاں اب اس کے بدن سے لپٹ گئی تھیں۔ ان کی تعداد اتنی تھی کہ انھوں نے شیری کو پوری طرح ڈھک لیا تھا۔ بس کبھی کبھی اس کا کوئی ہاتھ یا پاؤں مچھلیوں کو ہٹانے کی جدوجہد میں ہلتا نظر آتا تھا۔ دس۔۔۔ منٹ تک یہ کھیل جاری رہا اور اس کے بعد پانی میں ایک انسانی پنجر نظر آیا جس کی ہڈیوں پر گوشت کا ایک ذرہ نہیں تھا۔ مچھلیاں اس کی ہڈیاں تک چاٹ گئی تھیں۔
پھر فیرو کے بدن میں جنبش ہوئی۔ اس نے گلا صاف کر کے کہا "یقیناً تم اسے پہچانتے ہو گے؟"
"ہاں، وہ شیری تھی۔"
"وہ جس نے تمھیں میری طرف متوجہ کیا تھا!"
"شاید۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔
"مجھے تمھاری بات پر غصہ آ گیا تھا۔ یہ کیفیت تمھاری بھی ہو سکتی تھی لیکن۔۔۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔
"لیکن کیا مسٹر فیرو؟"
"تمھاری بکواس نے مجھے الجھا دیا ہے۔ آؤ میرے پیچھے آ جاؤ اور سنو اپنی بات پوری کرنے کے لیے زندہ رہنا۔ یہاں ہر قدم پر موت ہے۔"
"میں کوشش کروں گا۔" میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ شیری کی موت نے اعصاب کشیدہ کر دیے تھے لیکن یہ وقت خود کو سنبھالے رکھنے کا تھا۔ شیری کی [illegible] غیر موجودگی اب سمجھ میں آئی تھی لیکن یہ ناگزیر تھا۔
عمارت زیرِ زمین تھی۔ اسے واقعی ایک عجائب گھر بنا دیا گیا تھا۔ در و دیوار سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جگہ جگہ عجیب و غریب قسم کی مشینری کا جال بچھا ہوا تھا جو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ آئی وان فیرو ایک خطرناک انسان ہے۔ ممکن ہے اس کی کہانی سرے سے فریب ہو۔ ممکن ہے ہائل جوشیو وہ خود ہو۔
جس جگہ وہ مجھے لے کر آیا وہ ایک بڑے ہال کی شکل میں تھی جس میں صرف دو دروازے تھے۔ ایک وہ جس سے ہم گزر کر اندر آئے تھے، دوسرا ہال کے انتہائی سرے پر تھا۔
"جیگان!" فیرو کی آواز ابھری۔ اس نے بہت آہستہ سے یہ جملہ کہا تھا لیکن دوسرے لمحے ہال کے آخری دروازے سے ایک دیو قامت شخص نکل آیا جس کے نچلے بدن پر ایک قدیم طرز کا لباس تھا اور اوپری بدن برہنہ تھا اور وہ کسی سانچے میں ڈھلا فولادی مجسمہ محسوس ہوتا تھا۔ اس کا قد پونے سات فٹ سے کم نہ ہو گا۔
"تمھارا مشغلہ جیگان!" فیرو کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔

"جو شیو کی آبدوز یہیں کہیں سمندر میں محفوظ ہے۔ ممکن ہے میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ بتا سکوں لیکن اس وقت جب تم اسے بے نقاب کرو گے۔ تمہارا خیال ہے کہ میں فضول گفتگو کر رہا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے میرے دوست! تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم احمق نہیں ہو۔ جیگان کو قتل کر دو، تمہیں زندگی کی ضمانت دی جاسکتی ہے ورنہ دوسری شکل میں اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔"

اور میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"جیگان! آگے بڑھو اور کھیل شروع کر دو۔" فیرو کی آواز ابھری اور جیگان نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ درحقیقت میں اس کی قوت کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت صرف خدا کی ذات مجھے بچا سکتی تھی۔ اللہ کا نام لے کر تیار ہو گیا۔ جیگان اطمینان سے میرے قریب آ گیا تھا۔

پہلا حملہ میں نے ہی کیا۔ میں نے اچھل کر اس کی پنڈلی پر ٹھوکر ماری تھی۔ اس ٹھوکر سے اس کے پہاڑ جیسے بدن میں حرکت تو ہوئی تھی لیکن وہ گرا یا لڑکھڑایا نہیں تھا بلکہ نہایت پھرتی سے اس نے دونوں ہاتھ جھٹک کر مجھ پر مارے۔ یہ ضرب اگر گردن پر پڑتی تو ہڈی ٹوٹ گئی ہوتی۔ میں نے بچنے کی کوشش کی اور اس کے ہاتھ میرے شانوں پر پڑے۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ ہتھوڑے میرے شانوں کی ہڈیوں پر پڑے ہوں۔ میں اس ضرب سے نیچے گر پڑا لیکن دیر کرتا تو مارا جاتا۔ میں نے گرتے گرتے بھی اپنے بدن کی پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے گھٹنے پر رسید کی اور یہ ضرب کارگر رہی۔ وہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ نیچے گر پڑا لیکن میں نے پلٹ کر دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر رسید کر دی۔ یہ اندازہ اس کی جسامت کو دیکھ کر ہی ہو گیا تھا کہ اس پر فتح محض اتفاق ہی ہو سکتی ہے لہٰذا باقاعدہ جنگ کرنے کے بجائے صرف ایسی کوششیں کی جاسکتی ہیں جو اسے مفلوج کر دیں۔

وہ میری بائیں ٹانگ پکڑ چکا تھا اور ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ٹانگ کسی چٹان کے نیچے آ گئی ہو۔ میں نے کروٹ بدلی اور دوسری ٹانگ اس کی پشت پر رکھ کر اسے دھکیل دیا۔ اس کے نیچے دبی ہوئی ٹانگ آزاد ہو گئی تھی۔ میں نے الٹی قلابازی کھائی اور دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ جیگان سنبھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا رہی تھی اور چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔ حالانکہ میری دو زوردار ٹھوکروں نے اسے گرا دیا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے ابھی تک کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ میں پیچھے کھسک رہا تھا۔ پھر پشت پر دیوار محسوس کر کے میں رک گیا۔

میرے دل میں ایک خواہش ابھری تھی اور میری یہ آرزو خود اپنی پوری ہو گئی۔ اس وقت خدا سے جو مانگتا مل سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ کاش وہ دیوانگی کے عالم میں مجھ پر چھلانگ لگاتا۔ یہی شکست تھی کہ اس پر ایک موثر ضرب لگانے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے فضا میں بلند ہو کر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں بڑے اطمینان سے اس کے نشانے سے ہٹ گیا اور جیگان پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا۔ اس کا سر پھٹ گیا۔ ناک شدید زخمی ہو گئی۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ چت گرا۔ اس دوران میں دیوار کے پاس سے کافی دور ہٹ گیا۔

جیگان کو اس بار اٹھنے میں کچھ وقت ہوئی تھی لیکن اب وہ حواس کھو بیٹھا۔ اس نے ڈھیلے لباس کی پیٹی میں اڑسا ہوا خنجر نکال کر میری طرف پھینکا۔ اس وقت بھی تقدیر ہی تھی کہ میں جھک گیا ورنہ خنجر میرے حلق میں پیوست ہوتا۔ وہ ہال کی دوسری دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ اس وقت مجھے کسی ہتھیار کی ضرورت تھی۔ میں بے تحاشا بے اختیار خنجر کی طرف دوڑا۔ میں نے خنجر اٹھا لیا لیکن جیگان صورت حال محسوس کر کے مجھ پر چڑھ دوڑا۔ اسے روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہی حربہ استعمال کروں جو اس نے کیا ہے۔ میں نے خنجر پھل کی طرف سے پکڑ کر تیر کی طرح اس کی طرف پھینکا اور خنجر اس کے داہنے شانے میں دستے تک پیوست ہو گیا۔ جیگان کے چہرے پر تکلیف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ اس نے دستے کو پکڑ کر خنجر باہر کھینچ لیا اور آہستہ سے دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ خنجر کے پھل سے اس کا اپنا لہو ٹپک رہا تھا۔ اس نے وحشیانہ انداز میں خنجر کے پھل کو زبان نکال کر چاٹا اور میری طرف بڑھنے لگا۔ یہ صورت حال خطرناک ہو گئی تھی۔

میں نے عقب میں نگاہ دوڑائی۔ دیوار زیادہ دور نہیں تھی۔ ایک بار پھر میں پیچھے کھسکنے لگا۔ جیگان نے بھی اس بار جلد بازی نہیں کی تھی۔ وہ ہاتھ پھیلا کر میرے راستے بند کر دیتا تھا۔ اور درحقیقت اس کے لمبے ہاتھوں کے پھیلاؤ سے نکل جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ تاہم ایک بچاؤ کی تدبیر سوچ چکا تھا۔ اس نے مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر رک کر خنجر کو اچھال کر دوسرے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی لیکن اس موقع کو گنوانا زندگی کی سب سے بڑی حماقت ہوتی۔ خنجر دوسرے ہاتھ میں پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ میری لات گھومی اور اس خطرے سے بے نیاز ہو کر کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا میں نے خنجر پر ٹھوکر ماری۔ میرا نشانہ کامیاب رہا تھا۔ خنجر اچھل کر زمین پر جا گرا لیکن جیگان مجھ پر پل پڑا اور مجھے اپنے چوڑے بدن سے رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا اور مجھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے میں دو چٹانوں کے درمیان پس گیا ہوں۔ میں نے شدید ہیجان کے عالم میں اس کے چہرے پر گھونسا مارا۔ ہاتھ جھنجھنا کر رہ گیا تھا لیکن وہ الٹ کر گر پڑا اور ایک دل خراش چیخ اس کے حلق سے نکل گئی۔ اب رکنا بے سود تھا۔ میں اس کے سینے پر چڑھ گیا اور اس پر گھونسوں کی بارش کر دی لیکن اس کی جسامت کے ... نے میری گردن دبوچ لی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری گردن شکنجے میں جکڑ گئی ہو۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں کی بینائی زائل ہونے لگی۔ گھٹتے ہوئے دم کے ساتھ میں نے گھونسا بنا کر زندگی بچانے کی آخری کوشش کے طور پر اس کی ناک پر مارا اور میری گردن اس کی گرفت سے نکل گئی۔ میں شرابیوں کی طرح جھومتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ٹانگیں بے جان ہو رہی تھیں۔ پھر جیگان کو اٹھتے ہوئے دیکھ کر میں نے بدن کی قوت مجتمع کی اور ایک ٹھوکر اس کے پیٹ پر ماری۔ وہ اچھل کر پیچھے گرا اور کرب سے چھٹپٹانے لگا۔ اس کے منہ سے خون ابل رہا تھا۔

میں نے دو تین بار گردن جھٹکی اور آنکھوں کے سامنے چھائے ہوئے تاریک لہریے دور کیے۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ اس آسانی سے کیسے مغلوب ہو گیا لیکن دم توڑتے ہوئے وہ اوندھا ہو گیا تھا۔ تب مجھے اس کی پشت میں عین دل کے پیچھے لمبا خنجر دستے تک پیوست نظر آیا۔ اب مجھے صورت حال کا اندازہ ہوا۔ جب میں نے اس کے چہرے پر گھونسا مارا تو وہ خنجر پر گرا تھا اور اسی وقت خنجر اس کی پشت میں پیوست ہو گیا تھا۔

جیگان ہلاک ہو گیا تھا لیکن حالت میری بھی درست نہیں تھی۔ دو چار قدم ہی چلا تھا کہ ذہن کو چکر آیا اور کوشش کے باوجود خود کو نہ سنبھال سکا۔ ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا لیکن جس جگہ ہوش آیا وہ کافی آرام دہ تھی۔ میں یہاں تنہا نہیں تھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ کچھ فاصلے پر آئی ولان فیرو موجود تھا۔

"ہیلو!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر فیرو!"

"اپنی توانائیاں محسوس کرو، خود کو چاق و چوبند پاؤ گے۔" میں نے خود بھی اپنے بدن کو درست بلکہ ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ کا کہنا درست ہے مسٹر فیرو!"

"بے ہوشی کے عالم میں تمہیں ہلاک کیا جا سکتا تھا یا پھر تم غلاموں کی بستی بھیجے جا سکتے تھے۔"

"غلاموں کی بستی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اس جگہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ دیکھ لینا۔"

"یہ آپ کے غلام کون ہیں؟"

"وہ ہیں جو خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے۔ وہ ہیں جو مجھے فنا کرنا چاہتے تھے۔ شاید تم یقین نہ کرو، یہ دنیا کے مختلف خطوں کے لوگ ہیں۔ ان میں ایک سے ایک شاطر، ایک سے ایک خونخوار شخص موجود ہے۔ ایسے ایسے قاتل جنہوں نے انسانی زندگی کو حشرات الارض سے زیادہ نہ جانا۔ کیڑے مکوڑوں کی طرح انسانوں کو قتل کرتے رہے۔ آج وہ میرے قیدی ہیں اور کتوں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔"

"مجھے کیوں زندہ رکھا گیا ہے؟"

"جیگان کے قاتل کو بے بسی کی موت نہیں دی جاسکتی اور پھر تم نے جو شیو کو بے نقاب کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ کیا اپنا عہد پورا نہیں کرو گے؟"

"ضرور پورا کروں گا بشرطیکہ تم اس کا موقع دو۔"

"جیگان کو قتل کر کے تم نے وہ امتحان پاس کر لیا ہے جو تمہاری زندگی کو کچھ اور مہلت دیتا ہے۔"

"اس کے ساتھ ہی تم نے وہ وعدے بھی کیے ہیں مسٹر فیرو؟"

"کون سے؟"

"مجھے اتنی دولت دو گے کہ میری نسلیں عیش کریں گی اور اس آبدوز کی طرف میری رہنمائی کرو گے۔"

"یہ ایک بڑے آدمی کا وعدہ ہے۔ ضرور پورا ہوگا۔ آؤ میں تمہیں غلاموں کی بستی دکھاؤں۔ اٹھو میرا تعاقب کرو۔" اس نے خود کار کرسی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں بستر سے اتر آیا۔ کرسی خود کار دروازے سے گزر کر ایک کمرے میں پہنچی اور میں بھی اس کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ دفعتاً یوں محسوس ہوا جیسے کمرا اوپر بلند ہو رہا ہو۔

"اس کرسی کے بارے میں یہ بتا دوں کہ یہ تمہارے

خیالات کے ساتھ سفر کرتی ہے۔" فیرو نے کہا۔ "میں اس جزیرے پر اس طرح محفوظ ہوں جیسے کسی آہنی خول میں۔ اگر اس طرف گولیاں بھی چلائی جائیں تو وہ اُسی نشانے پر واپس لوٹ جاتی ہیں جہاں سے چلائی گئی ہوں۔ کوئی ہتھیار اس پر کارگر نہیں ہو سکتا۔"

"ایک چھوٹے آدمی کو دوسرے بڑے آدمی سے اس کی توقع بھی نہیں رکھنا چاہیے۔ ہمارے درمیان مفاہمت کی فضا ہے۔" میں نے کہا۔

کرا لفٹ رک گئی۔ ایک دروازہ کھلا اور ہم باہر نکل آئے۔ یہ جگہ ایک ٹینس کورٹ کی مانند تھی۔ بے حد وسیع اور شفاف۔ اُس کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے جن کے دروازوں پر آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ یہاں داخل ہوتے ہی لاتعداد انسانی آہیں اور کراہیں سنائی دینے لگیں تھیں۔ یہ ننگ دھڑنگ انسان تھے جو ان سلاخوں کے پیچھے بند تھے۔ اُن کی حالت دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ بدن جگہ جگہ سے اُدھڑے اور نچے ہوئے تھے۔ بے پناہ تشدد کیا گیا تھا ان پر، جس کے آثار اُن کے وجود پر نمایاں تھے۔ اکثر لاغر اور نحیف تھے اور بعض کافی تنومند بے شمار لنگڑے لولے بھی تھے۔ میرا بدن لرز گیا۔ انسانیت کی یہ تذلیل ایک انسان نے ہی کی تھی۔

"یہ سب . . . دنیا کے خطرناک ترین مجرم ہیں لیکن اپنی زندگی کا آخری جرم کر کے یہ یہاں تک آ گئے اور اب یہ کوئی جرم نہیں کر سکیں گے۔ ان علاقوں کا انتظام نہایت سائنٹیفک طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ یہ میری اور ہائل جوشیو کی مشترکہ اسکیم تھی جس کے تحت یہ یہاں پہنچے۔ پہلے ہم اپنے کسی مخالف کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ وہ یا تو ہلاک کر دیا جاتا تھا یا پھر یہاں پہنچ جاتا تھا۔ لیکن کتنے کر سکتے یا ہم لوگ! ہم نے کچھ اور طریقے دریافت کیے۔ ان کے پیروں مارکا تہوار منایا جاتا ہے۔ وہاں کسی کو قتل کرنا جرم ہے لیکن مجرم ذہن کہاں باز آتے ہیں! چنانچہ ایک دشمنیوں کا جزیرہ بھی فراہم کیا گیا جہاں ہر روز کچھ انسانی لاشوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس تہوار کے ذریعے خطرناک لوگوں کو آپس میں دشمن بنا کر انہیں لڑا دیا جاتا ہے اور وہ لوگ اپنا حساب خود کر لیتے ہیں۔ ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔"

ایک کمرے کے سامنے رک کر فیرو نے دلچسپ نگاہوں سے اندر دیکھا۔ وہاں دس پندرہ افراد بند تھے۔ نہایت خستہ حالت تھی اُن کی لیکن اُن کی آنکھوں میں سلگتی نفرت کی چنگاریاں صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ "آئی وان فیرو! آج تم ہمیں دیکھ لو لیکن اُس دن کا انتظار کرو جب ہم سب مل کر تمہیں فنا کر دیں گے۔"

"آہستہ آہستہ یہ اپنا ذہنی توازن کھوتے جا رہے ہیں۔" فیرو نے اُن کی طرف توجہ دیے بغیر کہا۔ دفعتاً ایک ہلکی سی آواز فضا میں اُبھری اور فیرو چونک پڑا۔ "ایک پیغام ہے میرے لیے۔ ذرا دور ہٹ کر سننا ہوگا۔" وہ خود کار کرسی کو ہال کے دوسرے سرے کی سمت لے گیا۔

میں نے سلاخوں کے قریب کھڑے ہوئے شخص سے کہا جس نے پیش گوئی کی تھی۔ "مجھے دیکھو، مجھے پہچان لو۔ وہ دن میں تمہارے لیے لاؤں گا جب تم فیرو کو فنا کرو گے۔ خود کو اس کے لیے تیار کر لو۔ اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سنا دو۔ وہ وقت قریب آ گیا ہے۔"

"تم کون ہو؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"یہ تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں ہے۔ شیطان ہماری آواز سن لے گا لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے اسے پتھر کی لکیر سمجھو۔" میں اس جگہ سے ہٹ آیا۔ ابھی فیرو کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ فیرو پیغام سن چکا تھا۔ اس نے ہاتھ سے مجھے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ اس دوران میں ان جنگلوں کے دروازوں کا جائزہ لے چکا تھا۔ باہر نکلتے ہوئے میں نے یہاں تک کے راستے کو بھی ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

فیرو نے کہا۔ "ہائل جوشیو کی طرف سے ایک پیغام ملا ہے، مجھے کچھ اہم کام کرنے ہیں۔ تمہارے بارے میں ہم سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں۔ تمہیں تمہاری شرط پوری کرنے کا پورا موقع دیا جائے گا لیکن اس کے لیے کچھ وقت لگے گا۔ میں غلاموں کو ہدایت کر دی جائے گی کہ تمہارا اُس وقت تک احترام کریں جب تک تمہاری طرف سے کوئی غلط اقدام نہ ہو۔ اس لیے پُر سکون رہنا ضروری ہے۔"

"اگر میری توہین کرتے رہنا ضروری ہے تو تمہیں اختیار ہے مسٹر فیرو!" میں نے بیزار لہجے میں کہا۔

بھاری بدن والے ایک شخص کو میرے خدمت گار کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ یہ جلی جلی شکل والا ایک بد شکل آدمی تھا۔ جس نے مجھے ایک آرام دہ کمرے میں پہنچایا اور شیطنی انداز میں بولا۔ "کوئی حکم ماسٹر؟"

"صدیوں سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔ اس لیے . . ."

"ابھی حاضر کرتا ہوں۔" اُس نے کہا اور واپس کے لیے مڑ گیا۔

"سنو! تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام بتانے کا حکم نہیں دیا گیا مجھے۔" اُس نے ترش لہجے میں کہا اور باہر نکل گیا۔

بڑی ہنسی ہنسانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا تھا۔

مجھے فیرو کے خیالات سے آگاہی ہو گئی تھی۔ مجھے اب موقع ملا تھا کہ اس کے بارے میں کچھ سوچ سکوں۔ رحمتِ خداوندی تھی کہ اب تک زندگی بچی رہی تھی ورنہ موت تو بار بار قریب آ کر گزر جاتی تھی۔ قدرت ابھی زندہ رکھنا چاہتی تھی اور یقیناً اس زندگی کا کوئی مصرف ضرور ہوگا۔ بے چارگی بڑی ہی ہوش ربا کن تھی لیکن اس بے بسی کے عالم میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

جڑ جڑا خادم ناشتے کی ٹرے لے آیا۔ اس میں کافی کی پیالی بھی رکھی ہوئی تھی۔ وہ واپس مڑا تو میں نے کہا۔ "تم کون سی جگہ کے رہنے والے ہو دوست؟"

وہ رک گیا اور سوئچ بورڈ کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "میری ضرورت ہو تو وہ بٹن دبا دینا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ناشتا کرتے ہوئے میں موجودہ حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ ہائل جوشیو کو بے نقاب کرنے کی بات محض ایک ڈھکوسلا تھی جو میں نے آئی وان فیرو سے جان بچانے کے لیے کھیل کھیلا تھا اور اتفاق سے میرا تیر نشانے پر بیٹھا تھا ورنہ یہ حقیقت تھی کہ جس کی گرد بھی نہیں پا سکتا تھا۔ ہائل جوشیو ایک عالم کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا، ختم کیا اور میری اوقات کیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آئی وان فیرو کے چنگل سے نکلنا بھی مشکل کام تھا۔ یہاں موجود قیدیوں کے بارے میں بھی میرے دل میں احساس تھا۔ اُن کی زندگی کچھ بھی رہی ہو لیکن وہ جس حالت میں تھے وہ قابلِ نفرت تھی۔ انسانیت کی یہ تذلیل مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔ میں پلاننگ کرتا رہا۔ کوئی ایسی ترکیب، کوئی ایسا لیبل جس کی بنیاد پر فیرو کو متاثر کیا جا سکے۔ دل میں کچھ اور فیصلے بھی کیے۔ سوچا کہ تہذیب عالم ایجنسی کے ذریعے اب تارونیا کو پیغام بھیجا جائے۔ اُس سے کہا جائے کہ یہاں کے حالات اُلجھے ہوئے ہیں اور جن لوگوں کو مخلص سمجھا جا رہا ہے وہ جوشیو کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی کام مشکل ہی نظر آتا ہے۔

وقت گزرتا رہا۔ دوسرے دن صبح کو ملازم ناشتے کی ٹرے لے کر آیا تو اس کا انداز بدلا ہوا تھا۔ "خیریت آج تمہارے چہرے پر کچھ تبدیلی نظر آ رہی ہے؟"

"کیسی تبدیلی؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی دیکھ لو۔ اس وقت تم مسکرا رہے ہو۔"

"اس کی ایک وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"وہ موجود نہیں ہے۔"

"کون؟"

"آئی وان کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ! اس کی موجودگی میں تمہارا موڈ بگڑا رہتا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"اس کی ایک خفیہ رہائش گاہ ہے جہاں اس جزیرے کے ایک ایک چپے پر ہونے والی گفتگو سنی جاتی ہے۔ اس نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے جس کی بنیاد پر وہ خود کو ہر بات سے باخبر رکھتا ہے اور بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا نظام ہے۔ لوگ اسے اس کی حیرت انگیز قوتوں کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"بس یہ میرا اپنا کام ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ اس وقت ہماری گفتگو نہیں سنی جا رہی؟"

"یقین ہے۔" اس نے پُر اعتماد انداز میں کہا۔

"ممکن ہے اس کی کوئی قائم مقام شخصیت اس کی غیر موجودگی میں یہ کام انجام دے رہی ہو؟"

"یہی تو دلچسپ بات ہے۔ بعض اوقات انسان اپنی احتیاط کے جال میں پھنس جاتا ہے اور وہی نقصان اٹھاتا ہے۔ وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس لیے اس نے اپنا یہ راز کسی کو نہیں دیا۔"

"اس طرح تو تم بہت اہم آدمی ہوئے لیکن تمہیں اس کی اس خفیہ جگہ کا علم کیسے ہوا؟"

"چھوٹا سا آدمی ہوں۔ معمولی سا خادم۔ ذہنی طور پر صرف ایک غلام۔ ایسے لوگوں پر کون توجہ دیتا ہے۔"

"کام کے آدمی ہو دوست! اب تو اپنا نام بتا ہی دو۔"

"شادرو۔" اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلائی۔ لیکن پھر چونک پڑا۔

"شادرو؟"

"آپ کا خادم مسٹر علی! جس کے بارے میں آپ کو یقین ہو گا کہ مر چکا ہے۔" اُس نے دبی ہوئی آواز میں کہا اور میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شادرو کی اصل آواز میں نے پہچان لی تھی۔ میرا چہرہ حیرت کا مرقع بن گیا تھا۔

"سمندر کی گہرائیاں مجھے نہ نگل سکیں چیف، اور میں ان لوگوں کو ڈاج دے کر یہاں تک آ گیا۔ بڑی مشکلات پیش آئی تھیں لیکن تقدیر میرا ساتھ دیتی رہی اور بالآخر میں نے یہ شکل اختیار کر لی۔"

"خدا کی پناہ! یہ تم ہو؟"

"ہاں چیف۔"

"شادرو! تمہاری زندگی سے مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے بیان نہیں کر سکتا لیکن یہ میک اپ؟"

"میں نے خود کیا ہے چیف۔"

"بہت شاندار ہے۔ تمھیں میک اپ کا سامان کہاں سے مل گیا؟"

"دشمن کی کچھار سے۔ میں یہاں بڑے سکون سے کام کر رہا ہوں۔ لیکن تم یہاں تک آجاؤ گے چیف مجھے اس کی اُمید نہیں تھی۔"

"شارٹو! تمھارے مل جانے سے مجھے بہت مسرت ہوئی ہے۔ میں خود کو ہزار گنا زیادہ طاقتور محسوس کر رہا ہوں۔"

"اب یہ بتاؤ چیف تمھاری یہاں کیا پوزیشن ہے؟"

"بے حد خطرناک۔ کوئی بھی لمحہ میرے لیے موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔"

"مجھے تو تمھاری زندگی پر ہی حیرت ہے یقیناً فیرو کے ذہن میں کوئی لمبا منصوبہ ہوگا ورنہ وہ درندہ صفت وحشی اپنے کسی بھی دشمن کو ایک لمحے کے لیے بھی زندہ چھوڑنے کا عادی نہیں ہے۔"

"میں بھی ایک چکر میں پھنسا ہوا ہوں۔"

"وہ کیا چیف؟"

"میں نے اُسے چیلنج کیا ہے کہ میں ہاٹل جوشیو کو بے نقاب کروں گا اور اس نے میرا چیلنج منظور کیا ہے۔"

"اوہ۔ مگر چیف کیا تمھیں یقین ہے کہ ہاٹل جوشیو اس کے علاوہ کوئی اور ہے؟"

"کیا مطلب...؟" میں چونک پڑا۔

"دعوے سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن امکان یہی ہے کہ وہ خود ہی ہاٹل جوشیو ہے۔ اس پورے علاقے میں ایک بھی انسان تمھیں ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہہ سکے کہ وہ ہاٹل سے واقف ہے اس بات سے تم کیا اندازہ لگا سکتے ہو؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"صرف ایک۔" شارٹو انگلی اٹھا کر بولا۔ "ہاٹل جوشیو صرف ایک نام ہے جس کی آڑ لی گئی ہے۔ دوسرا طاقتور آدمی فیرو ہے۔ اس نے ہاٹل کا کھیل شروع کر کے خود کو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے چیف۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ شارٹو کی بات میں وزن تھا۔ اس کے امکانات ہو سکتے تھے۔ ایک بے حد چالاک انسان یہ سب کچھ کر سکتا تھا۔ فیرو نے ہاٹل کا نام تخلیق کیا۔ اس کے نام سے کاروبار کیا اور خود کو دوسری بڑی پوزیشن دے دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہاٹل سے دشمنی کا کھیل بھی رچایا تاکہ جوشیو کے دشمن اس سے رابطہ رکھیں اور وہ ان سے واقف ہوتا رہے۔ بڑا پیچیدہ کھیل تھا لیکن میں قیامت تک کسی ہاٹل جوشیو کو برآمد نہیں کر سکتا تھا البتہ اس سلسلے میں جو کچھ عمل کیا جا [illegible] سکتا تھا اور خود کو محفوظ کر سکتا تھا۔

"اس طرح تو صورت حال اور خراب ہو گئی شارٹو!"

"تمھارا کیا پروگرام ہے چیف؟"

"یہاں سے نکلنے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے شارٹو؟"

"آج اور ابھی وقت کچھ نہ کچھ کر لیا جائے۔ بعد کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔"

"اوہ لیکن مجھے سچویشن نہیں معلوم۔"

"مجھے معلوم ہے چیف۔ یہاں سخت انتظامات ہیں لیکن اس کے باوجود کوشش کی جا سکتی ہے۔ میرے پاس کافی سامان جمع ہے ایمونیشن اور دستی بم وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایک اور پروگرام بھی ہے۔"

"یہ چیزیں تمھارے پاس کہاں ہیں؟" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا اور شارٹو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہمیشہ کی عادت ہے چیف! اسے کچھ بھی کہہ لو جس وقت ہائی اسپیڈ بوٹ میں تم پہلی بار میرے ساتھ نکلے تھے تو تم نے کیا کہا تھا کہ کاش ایمونیشن کا انتظام ہوتا اور میں نے تمھارے سامنے کشتی کے اندر ہی ایک اسلحہ خانہ پیش کر دیا تھا۔" شارٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے یاد ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کہہ رہا تھا ہمیشہ کی عادت ہے۔ جہاں کہیں بھی ہوتا ہوں خوراک کے ساتھ اسلحہ بھی ضروری سمجھتا ہوں اور اس کے انتظام میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ ایک خدمت گار کی حیثیت سے یہاں ہر جگہ آنے جانے کی آزادی تھی۔ تھوڑا تھوڑا ایمونیشن چراتا رہا اور اسے ایک ذخیرے کی شکل میں جمع کر لیا اور اب میں اس میں خود کفیل ہوں۔"

مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

"عمدہ آدمی ہو شارٹو!"

"میں نے کہا تھا نا چیف۔ ایک اور پروگرام بھی میرے ذہن میں ہے۔"

"ہاں، وہ کیا پروگرام ہے؟"

"جزیرے پر محافظ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ہم دونوں ہر چند کہ اسلحے سے لیس ہیں لیکن ان سب سے مقابلہ ذرا مشکل ہے۔ یہاں فیرو کے ذاتی دشمنوں کا ایک قید خانہ بھی ہے۔"

"ہاں، ہے۔" میں نے کہا۔

"قید خانے کی چابیاں اُن دو محافظوں کے پاس ہوتی ہیں جو وہاں پہرہ دیتے ہیں۔ سب سے پہلے انھیں ہلاک کر دیا جائے اور قیدیوں کو کھول دیا جائے۔ یہ قیدی ہماری مشکل آسان کر دیں گے۔"

"کمال ہے شارٹو! میں نے ان قیدیوں سے رہائی کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمھاری تجویز سے سو فیصدی متفق ہوں مگر یہ کام...؟"

"آج ابھی۔" شارٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس جزیرے سے نکلنے کے لیے کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

"ہمیں جنوبی ساحل پر جانا ہوگا۔ وہاں کھاڑی میں چند کشتیاں موجود ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی کشتی ہمارے کام آسکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے یقیناً تم اس دوران بہت کچھ کرتے رہے ہو۔"

"ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا میری عادت ہی نہیں۔ میں جاؤں؟"

"تمھارا اسلحے کا ذخیرہ کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بس ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمھارے سامنے پیش کر دوں گا۔ اب جاؤں؟"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور شارٹو باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں اس پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا اگر اس کا آغاز کر کے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو اس کے بعد زندگی کا کوئی چانس نہیں ہوگا۔ قیدیوں کا معاملہ بھی بے حد خطرناک تھا وہ نیم دیوانے ہو چکے تھے۔ کہیں ہمارے لیے ہی خطرہ نہ بن جائیں۔ انھیں اس جزیرے سے نکال کر کسی محفوظ مقام تک پہنچانے کا تصور ہی بے کار تھا۔ ہمارے پاس اتنے وسائل نہ تھے صرف انھیں اُن قید خانوں سے نکالا جا سکتا تھا! اس کے بعد ان کی تقدیر۔

شارٹو کا انتظار کرتا رہا۔ وہ تقریباً بیس منٹ کے بعد آیا لیکن بڑے دلچسپ انداز میں۔ ایک چھوٹی سی ٹرالی دھکیلتا ہوا لایا تھا جس پر برتن سجے ہوئے تھے۔ ایک ڈش میں دستی بم انڈوں کی طرح سجے ہوئے تھے۔ ایک قاب میں الگ الگ ہو جانے والی خودکار رائفلوں کی نالیں، دوسری میں ان کے کندے اور تیسری میں درمیانی چیزیں تھیں۔ ٹرالی کے نچلے حصے میں کارتوسوں کے پیکٹ سجے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کینوس کے دو تھیلے بھی تہہ کیے ہوئے موجود تھے۔ بالکل نچلے حصے میں بسکٹ اور ڈبل روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ پوری ٹرالی کچ کچ بھری ہوئی تھی۔

"میں نے میک اپ کے سامان کا پیکٹ بھی احتیاطاً رکھ لیا ہے۔ ممکن ہے کہیں کام آجائے۔ کیا خیال ہے چیف؟"

"تم نے کمال کیا ہے شارٹو! تعریف بعد میں کروں گا۔ فی الحال ہمیں تیزی سے کام کرنا چاہیے۔"

"اوکے چیف۔" شارٹو نے کہا۔ سب سے پہلے ہم نے رائفلیں اسمبل کیں۔ میگزین لگائے اور پھر ضروری سامان کے تھیلے بنا کر انھیں کندھوں سے لٹکا لیا۔ اب تیاریاں مکمل تھیں۔

"تم راستوں کے بارے میں جانتے ہو جہاں سے گزر کر قیدیوں کے کمروں تک پہنچا جا سکتا ہے؟"

"ہاں چیف! مجھے اس علاقے کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ اس دوران میں کچھ کرتا رہا ہوں لیکن میں تمھیں اس بات سے آگاہ کر دوں کہ ان لوگوں کو کھولنے کے بعد ہمیں اپنی فکر کرنا ہوگی۔ نہ جانے کب سے وہ قید و بند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ مجھے کئی بار اس حصے میں جانے کا موقع ملا ہے اور میں نے اُن کی آنکھوں میں نفرت کی جو شعلیں روشن دیکھی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر انھیں رہائی مل گئی تو وہ کم از کم اس جزیرے پر ایک بھی ذی روح کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں ان کے علاوہ ہو۔ چنانچہ ہمیں بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔"

"تو پھر کام شروع ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں چیف ہر چند کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور یہ شیطان جزیرے پر موجود تمام شیطانوں سے زیادہ خطرناک اور طاقتور ہے لیکن کیا کیا جا سکتا ہے۔ جو کچھ بھی ہاتھ آجائے۔"

"چلو۔" میں نے شارٹو سے کہا۔

"ایک منٹ چیف پہلے میں یہاں سے نکل جاؤں۔ ہر چند کہ کوئی مجھ پر نگاہ نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ راہداری کے آخری سرے پر میں تمھیں مل جاؤں گا۔"

شارٹو اپنا تھیلا اپنے شانوں سے باندھ کر باہر نکل گیا۔ میں بھی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ چنانچہ چند لمحوں بعد میں بھی کمرے سے باہر نکل آیا اور ہم مناسب انداز میں دوسروں کو شبہے کا موقع دیے بغیر آگے بڑھنے لگے۔ جس راستے سے آئی جان فیرو مجھے وہاں لے گیا تھا شارٹو نے وہ راستہ نہیں اختیار کیا بلکہ وہ ایک پتلی سی سرنگ سے گزر کر اس علاقے تک پہنچا جہاں وہ ٹینس کورٹ نما جگہ بنی ہوئی تھی۔ چند سیڑھیوں سے ہم اوپری حصے تک پہنچے اور پھر ہم اس ٹینس کورٹ کے دروازے کے سامنے تھے۔ دروازے پر دو مسلح محافظ موجود تھے۔ ہمیں دیکھ کر انھوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی رائفلیں سیدھی کر لیں۔

"بے وقوف آدمی! مجھے نہیں پہچانتے۔ میں فیرو کے ساتھ یہاں آیا تھا اور اس وقت تم موجود تھے۔ مجھے کچھ کام ہے!" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ دونوں محافظوں کے ہاتھ جھک گئے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ جونہی رائفلوں کی نالیں ہمارے سینوں کی سمت سے ہٹیں میں نے اور شارٹو نے بیک وقت ان پر حملہ کر دیا اور پھر انھیں ٹینس کورٹ کے دروازے میں گھسیٹتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ہم نے انھی کی رائفلیں لیں اور ان کی نالیں ان کی گردنوں پر رکھ کر پوری قوت سے دبانے لگے۔ دونوں نے ایک ہی حربہ

اختیار کی تھا۔

کمروں میں موجود قیدیوں کو جب آہٹیں محسوس ہوئیں تو وہ معمول کے مطابق جنگلے کے پاس آ کھڑے ہوئے اور انھوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ دلچسپ منظر دیکھا۔ بے شمار قہقہے، انجیب سے دبی دبی سسکیاں، آوازیں اور قہقہے، جیسے وہ اس منظر سے بہت لطف اندوز ہو رہے ہوں۔ ذرا سی دیر میں ہم نے اپنے دشمنوں کو ختم کر دیا۔ دونوں محافظوں کی زبانیں اور آنکھیں باہر نکل آئی تھیں۔ انتہائی پھرتی سے میں نے اپنے شکار کی جیبیں ٹٹولیں اور چابیوں کا ایک گچھا مجھے مل گیا۔ دوسرے محافظ کی جیب میں ظاہر ہے چابیاں نہیں تھیں۔ میں نے چابیوں کا گچھا شارٹو کی جانب اچھالا اور ان قیدیوں کی لاشیں اٹھا کر ایک سمت پھینک دیں۔ پھر اُن کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیں۔ شارٹو اُن دروازوں کی جانب بڑھ گیا تھا جن میں تالے لگے ہوئے تھے۔

خونخوار وحشیوں کی آنکھوں میں انتقام کی چمک تھی۔ میں نے کچھ چابیاں اس گچھے میں سے نکال لیں جنھیں شارٹو استعمال کر رہا تھا اور اس کے بعد ہم ایک ایک کمرے کا تالا کھولنے لگے۔ تالے کھلنے کے بعد ہم نے آہستہ آہستہ اُن کے دروازے کھولے اور آخری دروازہ کھولتے ہی ہم دونوں باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

کمروں میں بند کسی قیدی نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جھجک رہے تھے لیکن پھر ایک دروازے میں سے دو آدمی باہر نکلے۔ اُن کا انداز اتنا محتاط تھا جیسے انھیں کسی دھوکے کا اندیشہ ہو لیکن مطلع صاف پا کر وہ برق رفتاری سے باہر کی سمت دوڑنے لگے۔ بڑا ہی ہولناک منظر تھا۔ کچھ نیم دیوانے زمین پر رینگتے ہوئے باہر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور کچھ دوڑ میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

اُن کی چیخوں سے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لیے رُکے اور پھر برق رفتاری سے باہر نکل گئے۔

ہمیں ایک طرف ہٹ جانا پڑا تھا اور ہم ستونوں کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اُن لوگوں سے ہمیں بھی خوف تھا۔

پھر پہلا ہی پہلا محافظ اُن کا شکار ہوا۔ اُس نے اپنی رائفل دیوار کے ساتھ ٹکا رکھی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ہنگامے سے آگاہ ہوتا، وحشی اُس پر ٹوٹ پڑے۔ محافظ نے انتہائی پھرتی سے رائفل اٹھا کر دو فائر کیے تھے لیکن اس کے بعد اس کے جسم کے مختلف ٹکڑے فضا میں اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ اسے الارم کا سوئچ آن کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔

ہم دونوں اب یہاں نہیں رُک سکتے تھے چنانچہ ہم تیز رفتاری سے بیرونی راستے کی جانب دوڑنے لگے۔ اس دوران تمام وحشی قیدی باہر نکل گئے تھے۔ جب ہم اس عمارت کے سامنے والے حصے میں آئے تو ہم نے خوفناک شور اور فائرنگ کی آوازیں عمارت میں اور پھر اس کے باہر سنیں لیکن ہم جنوبی سمت میں دوڑنے لگے تھے۔

باہر موجود محافظ اب اس ہنگامے سے آگاہ ہو چکے تھے اور چیخ و پکار کے ساتھ فائرنگ کی آوازیں بھی مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ ہم دونوں درختوں کے جھنڈ کی جانب پہنچ گئے۔ دفعتاً ہم نے ایک شخص کو دیکھا۔ وہ ایک محافظ تھا اور دیوانہ وار دوڑ رہا تھا اور چھ سات ننگ دھڑنگ قیدی اس کے تعاقب میں دوڑ رہے تھے۔ وہ بھیڑیوں کی پوری قوت سے چیخ رہے تھے اور محافظ کو قابو کر لینا چاہتے تھے۔ یہاں سے بھاگنے کی فکر میں سرگرداں ہونے کے بجائے وہ یہاں موجود ایک ایک فرد کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانے میں کوشاں تھے۔ ان لوگوں کو اگر کنٹرول کر کے اس جزیرے سے نکالنے کی کوشش کی بھی جاتی تو وہ ناکام رہتی کیوں کہ جو شیلے انتقام نے ان کی رگوں میں خون کی جگہ آگ دوڑا دی تھی اور وہ اپنی زندگی سے زیادہ اپنے دشمنوں کی زندگی ختم کرنے کے درپے تھے۔

"ادھر آ جاؤ چیف۔۔۔ اُدھر۔" پھرتی سے بڑھ شارٹو کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور میں اُس کی بتائی ہوئی سمت کی جانب دوڑنے لگا۔ وہ جنوبی سمت جا رہا تھا۔ اس محافظ کو وحشیوں نے پکڑ لیا اور اس طرح اچھل اچھل کر اُس پر گھونسے لگے جیسے شیر شکار پر جھپٹتا ہے۔ تیز دانتوں سے انھوں نے محافظ کے بدن کو بری طرح اُدھیڑ ڈالا۔ اُس کی دردناک چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ قیدی اُس کے جسم کے مختلف حصوں میں دانت گاڑ کر اُسے اُدھیڑ رہے تھے۔ اُن کی نفرت انتہا پر تھی۔ بس یہی منظر میں دیکھ سکا اور اس کے بعد ہم اُن لوگوں سے کافی دور نکل آئے۔ ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا اُس جگہ پہنچ جانا تھا جہاں شارٹو کے بیان کے مطابق کشتیاں موجود تھیں۔

محافظ چونکہ قیدیوں سے اُلجھ گئے تھے اور چاروں طرف سے سمٹ کر اُنھی پر نگراں ہو گئے تھے اس لیے ہمیں اپنے سفر میں بہت زیادہ دقت پیش نہیں آئی اور ہم نہایت برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے بالآخر اُس جنوبی کھاڑی تک پہنچ گئے جو سمندر سے جزیرے میں کافی دور تک آئی تھی۔ اس کے دونوں سمت ناہموار چٹانیں تھیں جن پر جگہ جگہ سیڑھیاں بنا ہوئی تھیں۔ یہ سیڑھیاں کائی سے اتنی خراب ہو گئی تھیں کہ ان پر اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہوتا لیکن ان لوگوں نے سیڑھیوں کے ساتھ ریلنگ لگائی تھی جسے پکڑ کر ہی سیڑھیوں پر قدم جمائے جا سکتے

مجھے شارٹو نے ایک ایسی اسپیڈ بوٹ کی جانب اشارہ کیا اور میں نے تائید میں گردن ہلا دی۔

بوٹ میں اُترنے کے بعد میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ شارٹو اپنے کام میں مصروف تھا۔ اُس نے پھرتی سے بوٹ کا انجن اسٹارٹ کیا اور بولا۔ "چیف! اور بھی لوگ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں دستی بم استعمال کر لینے چاہئیں۔"

میں نے شارٹو کی بات سے اتفاق کیا۔ اسپیڈ بوٹ اسٹارٹ ہو کر تھوڑا سا آگے گئی اور کھاڑی کے آخری سرے پر پہنچنے کے بعد شارٹو نے دستی بم نکال کر ایک طرف کھڑی ہوئی تین بوٹوں کی طرف اچھال دیے۔ دو دستی بم اُس طرف اور ایک بڑی کشتی کی طرف اچھالنے کے بعد ہم نے رائفلوں سے اُن کے انجنوں کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا اور اس کے بعد شارٹو نے دوبارہ بوٹ اسٹارٹ کر کے برق رفتاری سے آگے بڑھا دی۔

شارٹو اپنے آپ کو سنبھالے سمندر میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑا رہا تھا۔ اسپیڈ بوٹ کو تیزی سے ایک سمت لے جا رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اسے اُن خطرناک کشتیوں کی زد سے باہر نکل جانا چاہیے جو جزیرے کی مخصوص کمین گاہوں میں پوشیدہ ہیں اور جو صرف دشمنوں کا شکار کرنے کے کام آتی ہیں۔ اگر ان کشتیوں نے اس بوٹ کو دیکھ لیا تو پھر وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔ میں دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ اس وقت مزید کسی جھگڑے میں پڑے بغیر ہم کسی محفوظ مقام تک پہنچ جائیں۔ اور شاید یہ مقبولیت کا ہی وقت تھا کہ کافی دور تک نکل آنے کے باوجود ہمیں ایسی کوئی کشتی نظر نہیں آئی یہاں تک کہ جزیرہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

شارٹو نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "چیف! تقدیر کچھ ساتھ ہی دے رہی ہے۔ وہ یہی باتیں ہیں یا تو ان کشتیوں کو کارولا کا حکم ہو کہ آئی وان فیرو دیا ہوگا یا پھر ان کشتیوں کے ملاح وغیرہ بھی جزیرے پر ہوں گے اور ان وحشیوں کے ہنگامے میں اُلجھ گئے ہوں گے۔"

کچھ بھی تھا ہمیں اس صورت حال سے فائدہ ہوا تھا۔ سمندر میں جگہ جگہ جہاز، لانچ اور چھوٹی کشتیاں نظر آ رہی تھیں۔

"چیف! کیا خیال ہے، مارشل تک چلیں؟" شارٹو نے پوچھا۔

"میں بھی اتفاق سے یہی سوچ رہا تھا شارٹو۔" میں نے جواباً کہا۔

"اگر تم میرے ہی انداز میں سوچ رہے تھے چیف تو غور کرو، مارشل تک پہنچنے کے بعد ہم دونوں آئی وان فیرو یا اُن جزیروں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔"

"بالکل میرا ابھی یہی خیال تھا لیکن۔۔۔"

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے چیف، اگر تم اُسے پسند کرو؟" شارٹو میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہم ایک جزیرے سے پر گئے تھے جہاں ہمارا واسطہ ایک خوب صورت لڑکی سے پڑا تھا۔ یاد ہے نا؟"

"اور اُس کا نام سولیتا تھا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اور اس کے ساتھ بوڑھا نارنوس بھی تھا۔"

"جو آبی پودوں پر ریسرچ کر رہا تھا۔" میں نے کہا اور شارٹو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ظاہر ہے چیف، لڑکی کافی خوب صورت تھی اور ذرا مشکل ہی ہوتا ہے ایسے چہروں کو بھول جانا۔"

"شارٹو! دہ لوگ بہت خطرناک شخصیت کے مالک ہیں۔ میں ان کے بارے میں معلوم کر چکا ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے چیف۔ لیکن کیا خیال ہے وہ کیسی جگہ ہے؟ جہاں سب سے زیادہ تحفظ مل سکتا ہے۔ ممکن ہے ان لوگوں نے اپنے طور پر بھی اپنی رہائش کا کچھ نہ کچھ بندوبست کر لیا ہوگا۔"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ لوگ اب وہاں موجود نہیں ہیں۔"

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا چیف۔ اگر وہ وہاں موجود نہیں ہیں تب بھی ہم اُن کی رہائش گاہ اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہم وقتی طور پر وہاں پناہ لے کر کوئی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تو اس سمت چلو۔" میں نے کہا اور شارٹو نے اس اسپیڈ بوٹ کو ایک لمبا چکر دیا اور اس کے بعد وہ سمندر کی سطح کو چھوتی ہوئی گویا فضا میں پرواز کرنے لگی۔ شارٹو نے اس کی رفتار انتہائی تیز کر دی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں اس اسپیڈ بوٹ میں ایندھن ختم نہ ہو جائے۔

"چیف! فیول بتانے والی سوئی کام نہیں کر رہی ہے اور اپنی جگہ ساکت پڑی ہے اس لیے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ بوٹ میں کتنا ایندھن موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے، چلتے رہو۔ جو کچھ بھی ہوگا، دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔

زیادہ دیر نہ لگی کہ ہمیں وہ جزیرہ نظر آ گیا۔ درختوں اور سبزے سے ڈھکے اس خطۂ زمین تک پہنچنے میں مزید کچھ منٹ صرف ہوئے اور بوٹ کی رفتار نے اُسے کنارے پر چڑھا دیا۔ ہم دونوں نیچے اُتر آئے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے سے درختوں کا

سلسلہ شروع ہو جاتا تھا لیکن ابھی ہم پوری طرح سنبھل کر آگے قدم بھی نہ بڑھا پائے تھے کہ ایک رنگین سا سایہ ہمیں نظر آیا۔ غالباً وہ کوئی لڑکی ہی تھی اور ظاہر ہے سولیتا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ اگر سولیتا نکل ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ فارنوس کو ہماری آمد کی اطلاع مل جائے گی۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ فارنوس اسرائیلی ایجنٹ ہے، مجھے اس کی طرف سے ہوشیار رہنا ضروری تھا چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اس طرف چھلانگ لگا دی، جدھر سولیتا کو دیکھا تھا۔ وہ غالباً کچھ دیر پہلے سمندر میں نہا رہی تھی اور اسپیڈ بوٹ کو اس طرف آتے دیکھ کر پانی سے نکل آئی تھی۔ میں جس وقت اس کے نزدیک پہنچا وہ اپنا لباس پہن چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے سہم سی گئی لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا۔ اس معصوم سی لڑکی کی شکل و صورت دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی خطرناک کام میں ملوث ہوگی۔ اپنے آپ کو سنبھالنے میں اس نے جس مہارت اور پھرتی کا ثبوت دیا تھا اس نے مجھے یہ بھی احساس دلا دیا کہ وہ بہت آگے کی چیز ہے۔

"ہیلو!" میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے میرے عقب میں دیکھ رہی تھی، شارلو آہستہ آہستہ اسی سمت آ رہا تھا۔

"ہیلو، یہ غیر مناسب بات ہے، میں لباس پہن رہی تھی۔"

"میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا ڈیئر!" میں نے جواب دیا۔

"کیوں آئے ہو یہاں پر؟"

"اوہ! یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ننھا سا جزیرہ تمہاری ملکیت ہے!"

"ہم... میرا مطلب ہے تم شاید پہلے بھی یہاں آ چکے ہو؟"

"شاید کا لفظ اضافی ہے، تم مجھے پہچان چکی ہو۔"

"نہیں۔ میں غیر متعلق لوگوں کو یاد رکھنے کی عادی نہیں ہوں۔" اس نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی سمت کر کے باندھ لیا۔

"اور جو متعلق ہوں ان کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں مس سولیتا؟"

"تمہارے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی ہوں میں۔ کیا بات ہے، کیا چاہتے ہو؟" وہ سنبھل کر بولی۔

"گڈ! یہ ہوئی نا بات۔" میں نے کہا۔ اتنی دیر میں شارلو بھی ہمارے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ "تم بھی تو اس دن ساتھ ہی تھے نا؟" اس نے شارلو کو مخاطب کیا۔

"آپ کی یادداشت بہت شاندار ہے مس سولیتا!" شارلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم اجنبی لوگوں کو اپنے درمیان دیکھنا پسند نہیں کرتے، بہتر یہ ہوگا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ پروفیسر فارنوس مجھے کسی بھی اجنبی شخص کے ساتھ ایک لمحہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اور تم اسے مستقل برداشت کر رہی ہو ڈیئر سولیتا! چند روز پہلے بھی ہم تمہارے لیے آئے تھے، کہاں چلی گئی تھیں تم؟"

"میرے لیے کیوں آئے تھے؟"

"آہ، تم نے شاید اپنی ان رہائش گاہوں میں آئینے نہیں لگا رکھے یا پھر تم اپنے حسن سے ناواقف ہو، تمہیں دیکھنے کے بعد کس کا دوبارہ آنے کو جی نہ چاہے گا۔" میں نے کہا اور شارلو اچھل پڑا۔

"واہ چیف! اس سے قبل میں نے تمہارے منہ سے اتنی خوب صورت بات کبھی نہیں سنی تھی۔"

"تم... تم لوگ..." سولیتا نے کہا اور پھر گھبرا کر چھوڑ کر ایک جھٹکے سے واپس مڑ گئی لیکن میں نے اب کسی تکلف سے کام نہیں لیا تھا۔ وہ دو تین قدم ہی چلی تھی کہ میں نے پیچھے سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے اور اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سولیتا کے حلق سے ایک چیخ سی نکل گئی۔

"نہیں بے بی، چیخنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جس بے اعتنائی کا مظاہرہ تم کر رہی ہو وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔"

"میں کہتی ہوں بدتمیزی مت کرو۔ تم... تم چھوڑو مجھے، کیسے آدمی ہو، چھوڑو مجھے۔" وہ میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگی۔ تب شارلو آگے بڑھا۔

"چیف! ایسے کام میں بخوبی انجام دیتا ہوں۔" اس نے کہا۔ سولیتا نے ایک بار پھر چیخنے کی کوشش کی لیکن اس بار میں نے اس کا منہ دبا لیا تھا۔

"فارنوس کے علاوہ یہاں اور کون کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کوئی بھی ہے، تم کوئی بدتمیزی کر کے یہاں سے زندہ نہیں واپس جا سکتے۔"

"دیکھو سولیتا! ہم تم سے کوئی بدسلوکی نہیں کرنا چاہتے، بہتر یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں تفصیل بتا دو۔"

"تفصیل! کیسی تفصیل؟ یہاں کوئی نہیں ہے، ہم دونوں کے علاوہ، اور تم جانتے ہو کہ پروفیسر فارنوس یہاں آبی پودوں پر ریسرچ کرنے آئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت

پسند نہیں کرتے، پہلے بھی تم دونوں اس جزیرے پر آئے تھے۔" وہ اس سلسلے میں بار بار اصرار کر رہی تھی۔

"پھر جزیرہ ان کے والد صاحب نے ورثے میں دیا ہے یا انہوں نے خریدا ہے تو پھر یہاں تو کوئی بھی آ سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ اسی وقت سولیتا نے ایک قلابازی سی کھائی اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا پستول نظر آیا۔ نجانے یہ پستول اس نے کہاں چھپا رکھا تھا۔ اس سے پہلے تو یہ مجھے نظر نہیں آیا تھا لیکن شارلو کی پھرتی بھی قابل دید تھی۔ جونہی سولیتا پستول والا ہاتھ سیدھا ہوا، شارلو نے اپنا بیگ اس کے چہرے پر دے مارا۔ پستول سولیتا کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی شارلو نے کسی کنگرو کی طرح جمپ لگائی اور پستول کو زمین پر گرنے سے پہلے لپک لیا۔

"گڈ گڈ!" میں نے دلچسپ انداز میں کہا۔

سولیتا اب خاصی دہشت زدہ نظر آ رہی تھی۔ وہ کچھ خوف زدہ نگاہوں سے دیکھتی رہی، پھر بولی۔ "تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"فارنوس کہاں ہے؟"

"ہماری رہائش گاہ میں۔"

"اور رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"وہ... وہ درختوں کے درمیان۔" اس نے ایک سمت اشارہ کیا۔

"تو پھر چلو، ہم تمہارے مہمان بننا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔ سولیتا مجھے گھورنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں ملی جلی کیفیات تھیں، رشک، غصہ، خوف و ہراس اور نہ جانے کیا کیا۔ پھر وہ گردن جھکا کر بولی۔ "آؤ۔" اور میں اس کے ساتھ آگے چل پڑا۔ شارلو اس کا پستول ہاتھ میں سنبھالے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے غالباً پستول کو چیک کر لیا تھا۔ ننھا سا یہ پستول انتہائی جدید طرز کا معلوم ہوتا تھا اور اسے بہ آسانی کسی بھی چھوٹی سی جگہ چھپایا جا سکتا تھا۔ بظاہر وہ ایک کھلونا لگتا تھا لیکن اس کی کارکردگی کا اندازہ شارلو کو ہو گیا تھا۔

پھر کسی طرف سے ایک آہٹ سی سنائی دی اور دو آدمی بالکل سامنے آ گئے۔ یہ دونوں چہرے کی جھلکیوں اور چست لباس پہنے ہوئے تھے۔ دراز قامت اور گوری رنگت کے مالک تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے اپنے پستول سیدھے کیے اور شارلو کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ وہ ان کی کسی کارروائی سے پہلے ہی ان کا کام تمام کر دے۔ دونوں گولیاں ان کی پیشانی پر لگی تھیں لیکن سیدھے پستولوں سے دفعتاً دو فائر ہوئے، میں اور شارلو تو بچ گئے مگر دونوں گولیاں سولیتا کے حلق اور سینے میں پیوست ہو گئی تھیں۔ ان کے نشانے چوک گئے تھے۔ سولیتا کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے فضا میں پھیلے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہی۔ دوسری طرف شارلو کی کارروائی بھی مکمل ہو چکی تھی، وہ دونوں بھی زمین پر گر کے تڑپنے لگے۔

"یہ برا ہوا شارلو!" میں نے کہا۔

"چیف، جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے۔ میں ذرا ان لوگوں کو دیکھوں۔ تم اس لڑکی کو سنبھالنے کی کوشش کرو، ممکن ہے بچ ہی جائے۔" شارلو نے کہا اور ان دونوں کی سمت دوڑ گیا۔ مجھے سولیتا کی موت کا افسوس تھا۔ وقت سے پہلے ہی مر گئی تھی بیچاری حالانکہ شہری کے بیان کے مطابق وہ اسرائیلی جاسوسہ تھی! اور ممکن تھا کہ مجھے اس سے کچھ معلومات حاصل ہو جاتیں۔

میں نے اسے جلدی سے سیدھا کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ اب اس کے بدن میں جان نہیں ہے۔ ایک گولی حلق میں نرخرے کے عین قریب پیوست ہوئی تھی اور دوسری دل کے مقام پر۔ میں نے اسے چھوڑ کر ایک طویل سانس لی۔ دوسری طرف شارلو ان کی گردن ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"چیف، یہ دونوں بھی فضا میں پرواز کر گئے ہیں۔" اس نے ان دونوں کے پستول اور دوسرا ایمونیشن قبضے میں کیا اور پھر ان کی لاشیں گھسیٹ کر ایک جگہ کر دیں۔ "کیا خیال ہے چیف، پہلے ان لوگوں کی آخری رسومات ادا کریں یا اپنا مقصد حل کریں؟"

"انہیں چھپا دینا ضروری ہے تاکہ اگر یہاں ان کے کچھ ساتھی اور ہوں تو فوراً ہی ہماری صورت حال سے آگاہ نہ ہو سکیں۔"

"میں ابھی ان کا بندوبست کرتا ہوں۔" شارلو نے کہا، پھر اس نے ایک چٹان تلاش کی اور تمام لاشیں اس کے کنارے لگا دیں اور پھر لمبی جھاڑیوں سے انہیں ڈھک دیا۔ اب وہ کسی کی نگاہ میں نہیں آ سکتی تھیں۔ شارلو پھرتی سے اس کام سے فارغ ہو گیا اور پھر ہاتھ جھاڑتا ہوا میرے پاس آ کھڑا ہوا۔ سولیتا کا پستول خالی کر کے وہیں ڈال دیا گیا۔ یہاں ہم وقتی پناہ کے لیے آئے تھے لیکن اسے ہی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ اب فارنوس پر قابو پانا بھی ضروری تھا ورنہ ان حالات میں وہ مصیبت بن سکتا تھا۔

"سولیتا نے اسی طرف اشارہ کیا تھا نا؟" میں نے شارلو سے پوچھا۔

"ہاں چیف۔"

"آؤ، ہوشیاری سے فارنوس کو زندہ پکڑنا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم ان جھاڑیوں کی طرف سفر کرنے لگے جو سات سات فٹ بلند تھیں اور اس قدر گنجان تھیں کہ دوسری طرف دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ ایک جگہ سے ہم جھاڑیوں میں گھسے تو ایک چٹان نے راستہ روک لیا۔ چٹان دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہم اس کے

ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ خشک جھاڑیوں میں ہمارے قدموں سے سرسراہٹ پیدا ہو رہی تھی چنانچہ بار بار رکنا پڑتا۔ پھر ایک جگہ چٹان ختم ہو گئی یہاں جھاڑیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے یہاں سے اکثر آمد و رفت رہتی ہو۔ یہاں رک کر ہم نے آہٹیں لیں اور پھر دبے قدموں دوسری طرف نکل آئے۔

دوسری طرف ایک گول احاطہ تھا جس کے کنارے کنارے درخت اگے ہوئے تھے اور ان درختوں کے ساتھ ساتھ ویسی ہی بلند جھاڑیاں تھیں۔ اگر سولیتا اس طرف اشارہ نہ کرتی تو شاید ہم سارا دن صرف کر کے بھی چٹانوں میں ترستے ہوئے اس مکان کو تلاش نہ کر سکتے جو انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ چوکور دروازے پر کواڑ نہیں تھے۔ دوسری طرف روشنی نظر آ رہی تھی۔ ہم پستول سنبھالتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔۔۔

چٹان اندر سے کھوکھلی کر لی گئی تھی اور اس کے پورے طول و عرض میں ایک لمبا کمرا نظر آ رہا تھا۔ روشنی پیٹرومیکس لیمپ کی تھی۔ سرکنڈوں کے مونڈھے پر فارنوس نظر آ رہا تھا جو اس روشنی میں کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ پھر اس کے حساس کانوں نے ہماری آواز سنی اور دوسرے لمحے وہ پلٹ پڑا۔ ہم دونوں نے اس پر پستول تان لیے تھے۔

"کتاب رکھ کر ہاتھ بلند کر دو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ سکتے کے سے عالم میں ہمیں گھورتا رہ گیا۔ شارلوٹ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور پھر تیزی سے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ شارلوٹ کو صورت حال کا علم نہیں تھا لیکن شیری بتا چکی تھی کہ وہ جوان آدمی ہے۔ دوسرے لمحے اس نے شارلوٹ کو جھکائی دی اور اسے اپنی ڈھال بنا کر سامنے کر لیا۔ اس نے ایک ہاتھ شارلوٹ کی گردن میں ڈال لیا تھا اور دوسرے سے اس کے پستول والے ہاتھ کو قابو میں کر لیا تھا۔ لیکن اسے شارلوٹ کی قوت کا اندازہ نہیں تھا۔ شارلوٹ تھوڑا سا جھکی اور اس نے فارنوس کو پشت پر لاد کر سامنے پھینک دیا۔

"خبردار شارلوٹ۔۔۔ مار نا مت۔" میں چیخا اور شارلوٹ رک گیا ورنہ اس نے پستول سے فارنوس کا نشانہ لے لیا تھا۔ پھر بھی اس نے فارنوس کی کمر میں ایک لات رسید کر دی تھی۔ "چلو تم اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے فارنوس کو حکم دیا اور وہ زمین پر ہاتھ ٹکا کر اٹھ گیا۔

"بہت بوڑھے ہو پھر ظلم کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔"

"تلاشی لو۔" میں نے کہا اور شارلوٹ بے دردی سے اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ بغلی ہولسٹر سے ایک آٹومیٹک ریوالور برآمد ہوا تھا جسے شارلوٹ نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

[illegible] تمہارا بڑھاپا اور [illegible] دیا جاتا ہے [illegible] بڑھ کر فارنوس کا چہرہ ٹوٹنے لگا۔ اس کی گردن سے پاس کا کچھ حصہ ابھرا ہوا محسوس ہوا۔ فارنوس نے کسمسانے کی کوشش کی۔ شارلوٹ نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کا دستہ اس کے شانے پر مارا۔ "اب جنبش کی تو پورے بدن کی کھال اتار کر ہاتھ میں دے دوں گا۔" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

میں نے فارنوس کی ماسک اتار دی تھی۔ ماسک کے نیچے سے برآمد ہونے والا چہرہ ایک پینتیس چالیس سالہ شخص کا تھا۔ "تمہارا لنگا میں بھی بہت تیز ہیں چیف۔" شارلوٹ تعریفی لہجے میں بولا۔

"اب مسٹر فارنوس یہ بھی بتا سکیں گے کہ وہ آپ کی موت پر ریسرچ کر رہے تھے کیوں مسٹر فارنوس؟" میں نے کہا۔ فارنوس نے کوئی جواب نہ دیا۔ "شارلوٹ پہلے مسٹر فارنوس کو باندھ دیا جائے ان کی کوئی حرکت ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ چھوٹے لوگ ہماری آسانی کے لیے مسٹر فارنوس نے رسی کا بندوبست کر رکھا ہے۔ وہ رسی کو ستے ہیں۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا جہاں خیمے تانیوں کی رسی کا ایک گچھا نظر آ رہا تھا۔

شارلوٹ چونکہ فارنوس کے حملے کا شکار ہو چکا تھا اس لیے ابھی تک طیش میں تھا۔ اس نے کسی جانور ہی کی طرح فارنوس کو نیچا پر گرا کر کس لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کر دیے گئے تھے۔ میں شارلوٹ کی کارکردگی سے مطمئن تھا چنانچہ میں نے اس چٹانی مکان کی تلاشی لی۔ کھانے پینے کی خشک اشیاء کے انبار تھے، ایک اسٹو اور برتن بھی موجود تھے۔ ایک سمت نیا بھرا گدا رکھا ہوا تھا۔ جس پر پلا سا کمبل تہ کیا ہوا رکھا تھا۔ وہ تکیے تھے، تکیوں کے پاس ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر سیٹ رکھا ہوا تھا جسے میں نے احتیاط سے دیکھ کر اس کی جگہ رکھ دیا۔

"یہاں اس جزیرے پر کتنے افراد موجود ہیں مسٹر فارنوس؟"

"اب تم مجھ سے معلومات حاصل کرو گے۔ کیوں؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں ارادہ تو یہی ہے۔ تم زبان بند رکھنے کی کوشش کرو گے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ شوق پورا کر لو۔ یہ کھیل تو مزے دار ہے۔"

"تم سوال کرو چیف، جواب میں لوں گا۔" شارلوٹ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہاں کل کتنے افراد ہیں فارنوس؟" میں نے سوال دہرایا۔ جواب میں فارنوس نے ایک گندی سی گالی بکی۔ لیکن اس کے الفاظ ایک چیخ میں بدل گئے۔ شارلوٹ نے اس کے ٹخنے کی ہڈی پر پستول کا دستہ رسید کیا تھا۔

"ان دو آدمیوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو ہمارے [illegible]

"تم نے۔۔۔ تم نے انہیں مار ڈالا۔۔۔؟" وہ دہشت زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں اور انہوں نے تمہاری محبوبہ کو، لڑکی انہی کے ہاتھوں مری ہے۔ مگر افسوس ہم اتنی حسین لڑکی کو ہلاک نہیں کر سکتے تھے۔"

"بکواس کر رہے ہو۔۔۔" فارنوس نے پھر گالی بکی۔ وہ جنونی ہو گیا تھا۔

"لڑکی اس کی محبوبہ تھی چیف؟ یہاں اس جزیرے پر عیش ہو رہے تھے۔ کیوں؟"

"ایک بستر دو تکیے میری بات کی تصدیق کرتے ہیں شارلوٹ! تم نے غور نہیں کیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے۔۔۔ تم نے۔۔۔ گندو! تم نے جینی کو ہلاک کر دیا۔ تم نے۔۔۔ گندو!" فارنوس بری طرح تلملانے لگا۔

"اس پر تمہارے دونوں ساتھیوں نے گولی چلائی تھی۔"

"بکواس کرتے ہو۔۔۔ جھوٹ بولتے ہو تم۔۔۔ وہ۔۔۔ آہ! وہ آہ۔۔۔" وہ درد بھرے لہجے میں بولا۔

"لڑکی کا نام جینی تھا۔ تمہارا اصلی نام کیا ہے بڈھے؟ ارے شارلوٹ بہتر ہے تم اس مکان کے دروازے پر رکو۔ فکر مت کرو فارنوس سے میں گفتگو کر لوں گا۔ یہ اتنے بڑے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔" شارلوٹ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ فارنوس سسکیاں لینے لگا تھا۔

"لڑکی کو ہم نے نہیں ہلاک کیا۔ ان لوگوں نے دیکھے بغیر ہم پر گولی چلا دی تھی۔ لڑکی ان کا شکار ہو گئی۔ بہرحال انسانی رشتے کے تحت مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے بھی ہلاک کر دو۔ وہ میری محبوبہ نہیں بیوی تھی۔ بچپن سے ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ میرے منع کرنے کے باوجود جینا میری محبت میں میرے ساتھ اس مہم پر چلی آئی تھی۔ تم خود بتاؤ۔۔۔ تم بتاؤ کیا یہ دیوانگی نہیں ہے۔ کیا تمہارے سینے میں ایک انسانی دل نہیں ہے؟"

"انسانیت سے کہیں دور تو تم لوگ چلے گئے ہو فارنوس کیا فلسطینی انسان نہیں ہیں۔ کیا ہیروت کی خیمہ بستیوں میں جانور بستے ہیں جنہیں تم نے اپنی شکارگاہ بنا رکھا ہے۔ جواب دو۔ اس ذلت کے جواب میں تم انسانیت کے طلب گار ہو!"

فارنوس روتے روتے چونک پڑا۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔ "ان واقعات سے کیا تعلق؟"

"یہودی فطرت سے باز نہیں آئے نا۔ ابھی تو تم اپنی محبوبہ سے ساتھ مر جانے کی بات کر رہے تھے۔"

"تم کون ہو؟"

"ایک مسلمان۔ ایک فلسطینی جسے ہر یہودی سے نفرت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے لجاجت سے کہا۔ "جینی کے بارے میں تم نے سچ کہا ہے یا پھر۔۔۔ یا پھر۔۔۔؟"

"ایسا دعویٰ تم بھی بول چکے ہو دوست۔ ناممکن ہے کہ میں تم سے سچ کا سودا کر لوں۔" میں نے پینترہ بدل دیا۔

"جینی میری زندگی ہے۔ مجھ سے جو دل چاہے پوچھو اگر وہ زندہ ہے تو میرے کسی سچ کے صلے میں اسے میرے سپرد کر دینا اور اگر وہ۔۔۔ مر چکی ہے تو۔۔۔ تو۔۔۔" وہ خاموش ہو گیا۔

"تم اسرائیلی ایجنٹ ہو؟"

"ہاں۔"

"اسرائیلی سیکورٹی فورس سے تمہارا تعلق ہے؟"

"میں موساد کا سیکنڈ گریڈ افسر ہوں۔ میرا فرسٹ نیم لیوائیہ ہے۔"

"یہاں کس مقصد سے آئے تھے؟"

"ایک آبدوز کی سودے بازی کے لیے سودا کرنے والے دوسرے لوگ ہیں۔ میں حفاظتی مشن پر آیا ہوں۔"

"یہ سودے بازی کس مرحلے میں ہے؟"

"سب کام مکمل ہو چکا ہے۔ کل سات بجے ادائیگی کی جانے والی ہے۔"

"کہاں ہو گی یہ رسم؟"

"ڈمیرنا می جہاز پر۔"

"کتنے افراد شریک ہیں اسرائیل کی طرف سے؟"

"کل سات افراد لیکن ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے ستر افراد یہاں بکھرے ہوئے ہیں اور وہ مختلف امور پر کام کر رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ اس کی حالت قابل رحم ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں امید و بیم کی کیفیت تھی۔ پھر اس نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے اگر اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نکلے تو تم جو سزا چاہو مجھے دے سکتے ہو لیکن جینی۔۔۔"

"ابھی میرے سوالات مکمل نہیں ہوئے۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"پوچھو۔ پوچھو۔" وہ بیزار سے لہجے میں بولا۔

"کل ڈمیر پر تمہاری ڈیوٹی کیا ہو گی؟"

"ہمیں آدمیوں کا ڈیوٹی انچارج ہوں گا۔ ہمیں آدمی ڈمیر کے اطراف میں کشتیوں پر موجود ہوں گے۔ میں خود چار افراد کے ساتھ اس جگہ موجود رہوں گا۔"

"تمہارے آدمی تمہیں کس نام سے جانتے ہیں؟"

"میرا ضمیر کے تاثن ہے وہ لوگ مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں، مجھے یہ تو بتادو کہ۔۔۔"

"وہ فلسطینی ایجنٹ کہاں ہیں جو یہاں ہائل جوشیو سے عربوں کی طرف سے سودے بازی کرنے آئے تھے؟"

"ہائل جوشیو کے پاس ہیں۔ ہائل نے پہلے ہی ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا تھا ان عربوں کی طرف سے اُن کے ممالک کو جھوٹی اطلاعات فراہم کی جا رہی ہیں جو اطلاع ہائل کی طرف سے اس مشن کے سربراہ نے عربوں کو دی ہے اس کے تحت سودا اُن کے حق میں ہو گیا ہے اور بہت جلد کچھ لوگ مطلوبہ رقم ڈالر کی شکل میں لے کر یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہائل اس رقم کو حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنا چکا ہے۔"

"گویا یہ بے ایمانی۔"

"یہ صرف ہائل کا منصوبہ ہے۔"

"کل تم کس وقت اپنا یہ مشن سنبھالو گے؟"

"دن کو گیارہ بجے وہ لوگ یہاں پہنچیں گے اس کے بعد میں اُن کے ساتھ ڈمبر کا کنٹرول سنبھال لوں گا۔"

"آخری سوال۔ اس وقت جزیرے پر کتنے آدمی موجود ہیں؟"

"وہی دو ہیں۔۔۔ اور ہم دو۔۔۔ تم نے کہا تھا یہ آخری سوال ہے۔"

"ہاں۔ یہ آخری سوال تھا۔" ڈمبٹ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"جینی کے بارے میں بتا دو گے؟"

"تمہیں اس کی لاش دکھائی جا سکتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا۔ اسے تمہارے آدمیوں نے گولی مار کر ہلاک کیا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ جینی۔۔۔ جینی۔ جینی۔۔۔ بس۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر دوڑ پڑا دروازے پر کھڑے شارلو کو اس نے زور سے دھکا دیا اور شارلو گرتے گرتے بچا لیکن سنبھلتے سنبھلتے اس نے اسٹین گن کا ٹرگر کھول دیا اور لاتعداد گولیاں فرار ہونے والے کے بدن میں اتر گئیں۔ وہ اپنی جگہ کھڑا کچھ دیر جھولتا رہا اور پھر اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ میں باہر نکل کر شارلو کے پاس آ کھڑا ہوا۔

شارلو نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "سوری چیف۔ بس بے اختیار ہی یہ سب کچھ ہو گیا۔"

"اس کا یہ انجام تو ہونا ہی تھا شارلو!"

"وقت سے پہلے تو نہیں ہو گیا چیف! میرا مطلب ہے تم نے اس سے اپنے کام کی باتیں معلوم کر لیں؟"

"کافی حد تک۔"

"ٹھیک ہے گاڈ ورنہ میں یہ سمجھا کہ یہ کسی طرح تمہیں ڈاج دے کر نکل بھاگا ہے۔ بس بے اختیار ہی میں نے ٹریگر کھول دیا تھا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اس کی لاش کے پاس پہنچ گیا۔

"سولینا سے پیار کرتا تھا بیچارہ۔ وہ لوگ بھی کرتے ہیں جن پر ان لوگوں نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اس وقت ان کے جذبات کہاں سو جاتے ہیں۔ غلط نہیں ہوا شارلو! یہ ٹھیک ہے۔"

"تم اس کی موت سے کچھ افسردہ ہو گئے ہو چیف!"

"ہاں ایک غبار سا آ گیا تھا دل پر۔ لیکن اب سب ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس کی لاش کو ہم لوگ اندر اٹھا لائے۔ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ دیر کے بعد شارلو کی آواز ابھری۔

"اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"ایں۔۔۔" میں چونک پڑا۔ شارلو کو دیکھتا رہا۔ یہ قابلِ اعتبار شخص تھا۔ یہاں میرے پاس کوئی معاون نہیں تھا۔ بالکل تنہا رہ گیا تھا ان حالات میں۔ کافی غور و خوض کے بعد میں نے کہا۔ "شارلو میرا ایک کام کرنا۔"

"کیا چیف؟"

"تمہیں اس جزیرے تک آنے جانے میں کوئی دقت تو نہیں ہو گی؟"

"کشتی ہو تو کیا دقت ہو سکتی ہے۔"

"میں کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا ہوں شارلو! ایک بات بُری طرح محسوس ہوتی ہے۔"

"وہ کیا چیف؟"

"شارلو، مارشل پر آبدوز کے حصول کے لیے کام کرنے والا پورا اسٹاف ہے لیکن کیا ان میں سے کوئی قابلِ بھروسا ہے؟" شارلو خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم نے تجزیہ کیا ہے چیف؟"

"اب اور کتنے تجزیے کروں گا۔ تمہیں یہ علم نہیں کہ میں کس طرح فور کلارک تک پہنچا تھا۔"

"کئی بار دل چاہا چیف لیکن کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی۔ جہاں تک مارشل پر موجود لوگوں کا تعلق ہے وہ بڑے بڑے لوگ ہیں چیف! شارلو تو بہت چھوٹا آدمی ہے۔ بڑے لوگ بڑے جال میں پھنس جاتے ہیں چھوٹے لوگ قابلِ توجہ ہی نہیں ہوتے کسی کے لیے اور یہ اُن کی خوش قسمتی ہوتی ہے۔ میں بھی خوش قسمتوں میں سے ہوں! اسی لیے اپنے وطن کا وفادار ہوں ورنہ اگر کسی قابل ہوتا تو ممکن ہے اپنے کسی مفاد کے لیے بک..."

"ٹھیک کہتے ہو شارلو! اچھا یہ بتاؤ کل آتے دن تک [illegible] ہو سکتی ہے؟"

"مجھ سے چیف؟"

"ہاں۔"

"قطعی نہیں، مجھے وہاں کام ہی کیا ہے۔ اکثر ان کے پیر دباتا ہوں، تنخواہ تو ملتی ہی ہے۔ باقی عیش میں جب بڑے کوئی کام نہیں کرتے تو چھوٹوں کے تو عیش ہی ہوتے ہیں۔"

"میری کینٹ سے گفتگو ہوئی تھی۔" میں نے اسے بتایا۔

"کس موضوع پر؟"

"شیری اس کی بیوی نہیں بلکہ اس کی نگراں تھی۔ اس کی بیوی اور بچے ہائل کی قید میں ہیں، اسی بنا پر وہ ہائل کے قبضے میں ہے۔"

"اوہ!" شارلو کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "میں اس کے اس بیان کی تصدیق کرتا ہوں چیف!"

"وہ کیسے؟"

"کئی بار میں نے اسے بچوں کی طرح روتے دیکھا ہے۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ اوقات سے زیادہ پی گیا ہے۔"

"اس نے مجھے یہ بات بتا دی تھی، لیکن اب شیری مر چکی ہے۔"

"یہ بھی نیا انکشاف ہے میرے لیے۔"

"اسے آئی وان فیرو نے میرے سامنے قتل کیا تھا اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے مجھے فیرو کا پتا بتایا تھا۔"

"ساری باتیں الجھی ہوئی ہیں چیف! بہتر ہے میرے ذہن کو خالی رہنے دو۔ مجھے صرف ایک مشین کی طرح استعمال کرو، مزید بتا دو۔"

"نہیں شارلو پوری کہانی سن لو تا کہ اس کے بعد جو کچھ کرو، حالات کی روشنی میں کرو۔"

"پہلے ایک بات بتاؤ چیف! کیا اس سے یہ معلوم ہو سکا کہ یہاں اس کے کتنے آدمی اور موجود ہیں؟"

"بقول اس کے یہاں صرف چار آدمی تھے۔ سولینا، وہ خود اور وہ دو جو مر چکے ہیں۔"

"گویا فی الحال فرصت ہے تو پھر چیف کیوں نہ کافی بنائی جائے۔ دل و دماغ روشن ہوں اور ان کی روشنی میں ہم بہتر اقدامات کر سکیں۔" شارلو نے کہا اور میں نے اس کی تجویز سے اتفاق کر لیا۔ شارلو نے یہاں سارا سامان دیکھ لیا تھا۔ اس نے کافی بنائی اور ہم بسکٹوں کے ڈبے کھول کر مصروف ہو گئے۔ میں نے شارلو کو ان تمام بنگلے کے بارے میں بتایا جہاں میرا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ وہ ٹرانسمیٹر جس پر تہذیب یافتہ ہائلم ایکس سے گفتگو کی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ کئی بار یاد آئی تھی۔

"تم آسانی سے کر یہاں آ جاؤ گے، یہ جگہ فی الحال محفوظ رہے گی اور ہم یہاں سے کارروائی کریں گے۔"

"میں یہ کام کر لوں گا چیف، اور کچھ؟ تم اس دوران میں یہیں رہو گے؟"

"نہیں، میرا مشن کچھ اور ہے۔"

"اس مشن میں میری ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں، دراصل مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ۔۔۔"

"ایک منٹ چیف، میری ایک درخواست قبول کر لو۔" اس نے مجھے بات پوری نہ کرنے دی۔

"کہو، تم کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے صرف وہ باتیں بتا دیا کرو جن کی روشنی میں مجھے اپنا کام کرنا ہو۔ ضرورت سے زیادہ باتیں میرے دماغ میں آ گھستی ہیں تو گڈمڈ ہو جاتی ہیں اور میں راستہ بھٹکنے لگتا ہوں۔ کچھ نہ بتاؤ مجھے، بس یہ کہو کہ شارلو تمہاری یہ ڈیوٹی ہے۔"

"اوہ۔" میں مسکرایا۔ "ٹھیک ہے شارلو، تمہیں بس یہ کام کرنا ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر تمہیں حاصل کر کے یہاں لانا ہے۔ بظاہر ابھی یہ جگہ محفوظ ہے لیکن تمہیں میک اپ تبدیل کرنا ہو گا۔"

"ہاں چیف، یہ ضروری ہے۔ فور کلارک پر کیا بیتی ہے، پہلی اس کی رپورٹ بھی میں تمہیں دوں گا لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا، فیرو پاگل کتوں کی طرح ہمیں تلاش کرے گا اور ہر امکانی جگہ کو چھان مارے گا۔"

"میں بھی اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کافی کے بعد ہم اپنا میک اپ تبدیل کریں گے۔ میں تمہارا انتظام بھی کر دوں گا۔"

"میک اپ کا سامان تو تمہارے پاس ہے؟"

"یہاں میں نے عقلمندی کی ہے چیف، احتیاطاً لے آیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد میں نے میک اپ کے سامان کا جائزہ لیا۔ شارلو ابھی تک تو نہایت قابلِ اعتماد ثابت ہوا تھا۔ مجھے امید تھی کہ کام کا آدمی ہی ثابت ہو گا۔ میں نے شارلو سے چہرہ تبدیل کرنے کے لیے کہا اور وہ فوری انداز میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

اس نے مختصر سا میک اپ کر کے اپنی شکل میں نمایاں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "آؤ چیف، تمہارے چہرے کی بھی تھوڑی سی اوور ہالنگ کر دوں۔"

"میں خود کوشش کروں شارلو! کہیں غلطی ہو تو تم مجھے گائیڈ کر دینا۔" میں نے کہا اور شارلو نے شانے ہلا دیے۔ میں نے

پلاسٹک کے ٹکڑے منتخب کر کے چہرے پر سلوشن لگانے لگا۔ میرے ہاتھ کام کر رہے تھے اور نقوش بدلتے جا رہے تھے۔ کافی دیر لگی اس کام میں اور پھر میں فارغ ہو گیا۔ شارلو نے ستائشی لہجے میں کہا۔

"سوری چیف، میں نے گستاخی کی تھی۔" کیا پر شرمندہ ہوں۔ مجھے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے تھی کہ تمہیں بلاوجہ اس مشن پر نہیں بھیج دیا گیا ہوگا۔"

"کوئی خامی شارلو؟"

"چہرے میں تبدیلیاں کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن اپنے چہرے کو کسی دوسرے کے نقوش دینا میک اپ میں زبردست مہارت رکھنے کی نشان دہی کرتا ہے۔ شاندار چیف اور اس کے ساتھ ہی میں تمہارا مقصد بھی سمجھ رہا ہوں۔ خوب سوچا ہے تم نے۔"

میں نے فارنوس کی ماسک اٹھائی اور اپنے چہرے پر لگا لی اس ڈبل میک اپ سے فارغ ہو کر میں فارنوس بن گیا تھا۔

"میرے خیال میں تمہاری پوزیشن تو بالکل محفوظ ہو گئی ہے۔ کاش میں تمہاری مینوبہ کی شکل اختیار کر سکتا۔" وہ مزاحیہ انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ اس کے بعد فارنوس کی لاش ٹھکانے لگانے کا مرحلہ آیا۔ ہم نے مل کر ایک چھوٹا گڑھا کھودا اور چاروں لاشوں کو اس میں دفن کر دیا تاکہ ہر نشان مٹ جائے۔ اس کام کی مشقت سے ہم بری طرح تھک گئے تھے اس لیے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ کھانا کھا کر لیٹے تو دوسری صبح اس وقت جاگے جب سورج نکلنے والا تھا۔ گہری اور طویل نیند نے بدن سے پوری تھکن نچوڑ لی تھی۔ ناشتا وغیرہ کیا گیا۔ مجھے گیارہ بجے کا پروگرام معلوم تھا اس لیے نو بجے کے قریب میں نے شارلو کو چلے جانے کی ہدایت کی۔

"میری واپسی کب تک ہو جانا چاہیے چیف؟"

"تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"

"کشتی لے جاؤں گا لیکن اگر تمہیں ضرورت پیش آ گئی تو؟"

"فکر نہ کرو۔ اپنا کام کر لو بلکہ اگر میں رات کو دو چار دن بھی تمہیں یہاں نہ ہوں تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کسی بھی وقت یہاں آ سکتا ہوں۔"

"اوہ! کوئی پروگرام ہے چیف؟"

"تم نے خود منع کیا تھا کہ تمہارے ذہن کو خراب نہ کروں۔"

"سوری چیف! اس سوال کو واپس لیتا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اسے ساحل پر الوداع کہہ رہا تھا۔ شارلو نگاہوں سے اوجھل ہوا۔۔۔ تو میرا اپنا پروگرام موثر ہو گیا۔

کو بھی ذہن میں رکھتا تھا اور ایسی ہی … میرے مشن کے لیے … ہوں۔

میں نے واپس آ کر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر ساحل کے پاس آ گیا۔ گیارہ بجنے ہی والے تھے۔ ٹھیک دس بج کر پچپن منٹ پر ایک موٹر لانچ اس طرف بڑھتی نظر آئی اور میں ہوشیار ہو گیا۔ اس وقت ذہن کو حاضر رکھ کر کام کرنا تھا چنانچہ میں لانچ کے قریب آنے کا انتظار کرتا رہا۔

لانچ اسی جگہ آ کر رک گئی جہاں میں کھڑا تھا۔ پھر اس میں سے چند افراد نیچے اترے۔ دوسرے لوگوں کے اقدام کے انداز سے میں نے اس شخص کا اندازہ لگا لیا جو ڈین مارشے ہو سکتا تھا۔ کھردرے نقوش کا مالک جوان آدمی تھا۔ کسرتی بدن اور بہترین تندرستی رکھتا تھا۔

"ہیلو ڈیئر! بہت بوڑھے ہو گئے ہو تم لیکن تمہارے کھڑے ہونے کے انداز میں جوانی ہے۔ اس جوان بوڑھے کو دیکھ کر بوڑھے لوگ شرمندہ ہو جائیں گے۔"

"ہیلو" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔

"ہا۔۔۔ کیا موسم ہے۔ کیا خوب صورت جگہ ہے۔ میرے خیال میں تم نے اپنا ہنی مون بھی ایسی خوب صورت جگہ پر منایا ہوگا۔ ایک ہم ہیں جو خود سے کہتے ہیں کہ ڈین مارشے تم بالکل احمق ہو۔ مستقبل سے غافل۔"

میں نے دل ہی دل میں اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مسٹر مارشے تم نے اپنا نام لے کر میری کتنی بڑی مشکل حل کر دی۔

"سولینا کہاں ہے؟"

"وہ خود کو واقعی کسی پکنک پر سمجھتی ہے۔ میرے آدمیوں کے ساتھ ان کے پاس گئی ہے۔ آج کے پروگرام کی وجہ سے میں نے بھی اسے اجازت دے دی۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا! آدمیوں کو اس کی سخت حفاظت کی ہدایت کر دی ہے نا؟ دراصل ان کا ماحول کسی وحشی بستی سے مختلف نہیں ہے جہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ سنا ہے فورکانز پر کوئی بڑی گڑبڑ ہوئی ہے۔"

"کیسی گڑبڑ؟" میں نے سوال کیا۔ اپنے تاثرات میں نے نہایت مہارت سے چھپا لیے تھے۔

"پتا نہیں چل سکا۔ اس وقت وہ ہوٹل میں بند کر دیا گیا ہے۔ کوئی اس طرف نہیں جا سکتا۔ ساری رات وہاں سے فائرنگ کی آوازیں ابھرتی رہی ہیں۔" ڈین مارشے نے جواب دیا۔

"ہمارے پروگرام پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟"

"ہمیں ان سے کیا واسطہ۔ وہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن میں بتاتا ہوں کہ اب ہمیں یہاں زیادہ وقت صرف کرنا پڑے۔ حالات اب بہتر نہیں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب!"

"تم تیار ہو کے نافن؟ یہ میک اپ اتار دو۔ تمہیں اصل شکل میں اپنا کام سنبھالنا ہے۔ اپنی رہائش گاہ پہ جاؤ گے یا یہیں سے چلو گے؟"

"میں بالکل تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"تب پھر آ جاؤ۔ گیارہ بجنے والے ہیں۔" وہ واپسی کے لیے مڑ گیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ خدا کا احسان تھا کہ اسے کوئی شک نہیں ہو سکا تھا۔ لانچ واپس چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے مارشے کے سامنے ہی فارنوس کا ماسک اتار دیا اور اسے جیب میں رکھ لیا۔ مارشے مجھے ان لوگوں کی تفصیل بتانے لگا جو میرے ساتھ کام کرنے کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

"میں ڈیمیر کی طرف سے مصروف رہوں گا۔ تم سب سے پہلے میٹنگ ہال کا جائزہ لو گے اور یہ اندازہ لگاؤ گے کہ وہاں کسی جگہ ہماری گفتگو سننے کے انتظامات تو نہیں کیے گئے۔"

"کیا ڈیمیر پر کچھ مشکوک لوگوں کے پہنچ جانے کی توقع ہے؟"

"ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔ لیکن دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"بہتر ہے۔ میں جائزہ لوں گا۔"

"صرف میٹنگ ہال کو ہی نہیں، جہاز کے ایک ایک گوشے کو چیک کرو۔ ایک ایک فرد کا جائزہ لو۔ رات کو میٹنگ کے انتظامات بھی تمہیں ہی سنبھالنا ہے۔"

"کیا مجھے ہال میں موجود رہنا ہے؟"

"ہال میں ہوڈیل سنبھال لیتا لیکن مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تمہارے … معاملات کا جائزہ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"اوکے سر!" میں نے جواب دیا۔

ڈین مارشے نے میرے کان پر جھک کر کہا۔ "دراصل کیرولائن مجھ سے رات کو مل رہی ہے۔ وہ ایک ایڈونچرس ہے۔ کل دن میں وہ واپس چلی جائے گی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں حالات سے بے خبر ہوں۔ البتہ میں اسے ڈیمیر پر کسی طرح خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔"

"اوہ!" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور دل ہی دل میں ایک بار پھر اس ایڈونچرس کا شکریہ ادا کیا تھا جس نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا تھا۔

ڈیمیر تک پہنچ گئے اور چند لمحات کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے۔ ڈیمیر ریسرچ کا جہاز تھا اور اسرائیل کے ایک حلیف ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ اندر سے بے حد شاندار تھا۔ ان پچیس افراد کا مجھ سے تعارف کرایا گیا جنہیں میرے چارج میں کام کرنا تھا۔ چائے کی ایک مختصر نشست ہوئی اور پھر ڈین مارشے نے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ آپ لوگ پوری جانفشانی کے ساتھ اپنا کام انجام دیں گے۔ یہ ہماری مہم کا آخری مرحلہ ہے۔ اس کے بعد ہم اپنے ملک روانہ ہو جائیں گے ایک شاندار کامیابی کے ساتھ۔ اور اب مجھے اجازت دیں۔"

میں نے مارشے کو عرشے پر آ کر خدا حافظ کہا تھا۔ پھر میں اسی جگہ کھڑا اس کی دور جاتی ہوئی بوٹ کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

ہمارے پاس ریڈیو ایکٹو آلات کا سراغ لگانے والے آلات موجود تھے۔ پہلے میں نے اس حصے کا رخ کیا جہاں آج شام میٹنگ ہونے والی تھی۔ دیکھنے کے قابل جگہ تھی۔ سراغ رساں آلات کام کر رہے تھے۔ میں نے ایک ایک چپہ دیکھا۔ مشتبہ چیز نہیں ملی تھی۔ پھر میں نے ایمونیا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایمونیا کی بوتل سائفن کے ساتھ آ گئی۔ میں نے پانچ آدمیوں کا انتخاب کیا اور وہ حیران سے میرے سامنے آ گئے۔ پھر میں نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ان پانچ افراد کے چہرے ایمونیا سے صاف کریں۔ ان پانچوں کی پریشانی دیکھنے کے قابل تھی۔ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ کوئی میک اپ میں نہیں ہے تو میں نے ان کے لباس کی تلاشی اپنے ہاتھوں سے لی اور ان کے پاس جو کچھ تھا نکال لیا۔

"سوری دوستو! اب سے بعد اس وقت تک جب تک میٹنگ شروع نہ ہو جائے، تمہاری ڈیوٹی اسی ہال میں رہے گی۔ ہال کے دروازے باہر سے بند رہیں گے۔ تمہاری ضروریات کا سامان تمہیں اسی جگہ ملے گا تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔"

میرے اس اقدام کو سراہا گیا تھا۔ ہال سے باہر نکل کر میں نے دوبارہ کام شروع کر دیا اور پھر شام تک میں بڑی ذہانت اور ہوشیاری کے مظاہرے کرتا رہا۔ جہاز کے کپتان بیڈن گورش نے جو خود بھی اسرائیلی تھا، شام کی چائے کی پیشکش کی اور چائے کے دوران اس نے کہا۔ "مسٹر کے نافن! میں نے آپ کی دن بھر کی کارروائی بطور خاص نوٹ کی ہے۔ آپ کے تمام اقدامات آپ کی بہترین صلاحیتوں کے مظہر ہیں۔ میٹنگ کی کامیابی کے بعد میں آپ کو دلی مبارکباد دوں گا۔"

"یہ میری ڈیوٹی ہی نہیں جناب، میرا مشن بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ ہماری یہ مستعدی ہی ہمیں کامیابی دلا سکتی

ہے۔ ورنہ ہماری پوزیشن بے حد کمزور ہو گئی ہے۔ تمہاری ایک کارروائی یہاں سب کو پسند آئی ہے۔ اس کا مثبت پہلو یہ ہے۔"

"شکریہ جناب! مجھے اس سے آگاہ کر دیں گے؟"

"جن لوگوں کو تم نے میٹنگ ہال میں بند کر دیا ہے، وہ حیران ہو رہے ہوں گے اور اپنی ڈیلنگ کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ میں نے اس پکوڑی کو بہت سراہا ہے۔ مغربی دنیا میں اس شکل میں شاید ہی کسی کو سوجھی گئی ہو گی۔"

سات بجنے میں پانچ منٹ تھے جب ڈین مارشے جہاز پر آیا اور اس نے یہاں کی صورت حال مجھ سے معلوم کی۔ کپتان گروش اس کے ساتھ تھا۔

"ہیلو مسٹر ناش! باس نے کہا ہے تم نے سب کچھ بڑی خوبی سے سنبھال رکھا ہے؟"

"سب ٹھیک ہے جناب!"

"اب تم ہال میں پہنچ جاؤ۔ مہمان ٹھیک سات بجے ہال میں داخل ہو جائیں گے۔"

"میں تیار ہوں جناب!"

"مجھے تمہاری بہترین کارکردگی کی رپورٹ مل گئی ہے۔ اس کے بعد کل دن میں کسی وقت تم سے مل سکوں گا۔ جہاز سے باہر کے معاملات کی طرف سے اطمینان رکھنا!"

"میں مستعد ہوں مسٹر مارشے!" میں نے کہا۔

"اوکے۔ اجازت!" مارشے چلا گیا۔ میں ہال کی طرف آ گیا۔ تقریباً سات بجنے میں ایک منٹ باقی تھا جب میں نے ہال کی تبدیلیوں کو دوبارہ دیکھا اور وہ لوگ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے جن لوگوں کو میں نے یہاں مقرر کیا تھا ان کی اچھی طرح تلاشی لے لی گئی تھی۔

سات بجے کچھ اہم لوگ مہمانوں کے استقبال کے لیے یہاں آ گئے۔ اور اس کے بعد مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ یہ کون لوگ تھے اور کیا حیثیت رکھتے تھے، اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں تھا۔ لیکن جب چار افراد کے ساتھ ایک مانوس شخصیت اندر داخل ہوئی تو میرے بدن کا سارا خون چہرے پر جمع ہو گیا۔ اس بدبخت کا یہاں کیا کام؟

یہ اولیو اورڈ تھا۔ اسے یہاں دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اچانک میں لاکھوں خطرات میں گھر گیا ہوں۔ کسی اور کی مجھے کوئی پروا نہیں تھی لیکن اورڈ ایک عفریت تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ جاسوس فضاؤں میں میری خوشبو سونگھ لیتا ہے۔ اس لیے اس سے محفوظ رہنا سب سے مشکل کام تھا۔

مہمان اپنی نشستوں پر متمکن ہو گئے۔ ایک شخص نے منظم کارروائی کا آغاز کیا۔ ابتدائی رسمی گفتگو کے بعد اس نے کہا۔ "ہم لوگ جس مشن کی تکمیل کے لیے طویل عرصے سے یہاں تھے، آج وہ مکمل ہو رہا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ بے شمار خطرات سے نمٹنے کے بعد بالآخر کامیابی نے ہمارے قدم چومے۔ ہتھیاروں کے نمونے اور ان کے فارمولے ہمارے لیے جس قدر اہم ہیں، آپ سب جانتے ہیں۔ چند بڑے ملک تحفظ امن کا ایک ڈراما کھیل رہے تھے۔ آپ سب ان کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس اور ان کے یہ ڈرامے بالادستی حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ وہ انسانیت کے علمبرداروں میں اپنا نام دیکھنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ایسے چند فارمولے ضائع کر کے اس سے کہیں زیادہ خطرناک فارمولا کی تیاری شروع ہو جاتی ہے اور یہ کھیل نئے سرے سے جاری کیا جاتا ہے۔ ہماری پالیسی کھلی ہوئی ہے۔ ہمیں ہر طرح کے ہتھیاروں کی ضرورت ہے تاکہ ہم ٹھوس بنیادوں پر مدافعت کر سکیں۔ اسی لیے ہم اس کاروبار میں دلچسپی لے رہے ہیں، تاہم منصفانہ امن پسندی کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے وقت میں مسٹر پال جوشیو نے ہماری مدد کی ہے۔ بے شک دنیا کا ہر شخص کاروبار کرتا ہے۔ پال جوشیو ہم سے کاروبار کر رہے ہیں اور وہ اس میں حق بجانب ہیں۔ جن دوستوں نے اس معاملے میں ہماری مدد کی ہے ان میں مسٹر اولیو اورڈ کا نام سرفہرست ہے۔ درحقیقت مسٹر جوشیو کو ہمارے حق میں ہموار کرنا انہی کا کام ہے۔ امریکی سی آئی اے کے اہم ترین نمائندے مسٹر اورڈ ہم میں سے ایک ہیں اور انہوں نے ہماری یہ مدد اپنے ملک کی طرف سے نہیں بلکہ خالص ذاتی بنیادوں پر کی ہے۔ ہم خصوصی طور پر ان کے شکر گزار ہیں۔"

"یہ میرا فرض تھا۔ صیہونیت کے فروغ کے لیے ہر یہودی کو خواہ وہ کہیں بھی ہو، کسی بھی حیثیت کا حامل ہو، مصروف عمل رہنا چاہیے۔" اولیو اورڈ نے کہا۔

آخری فرد کا انتظار تھا اور پھر یہ آخری فرد بھی اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک دبلی پتلی بوڑھی عورت تھی۔ سفید بالوں والی یہ عورت شکل و صورت سے بے حد ذہین نظر آتی تھی۔ اس کی آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا۔

میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ "میرا نام گیتی باشرن ہے اور جوشیو نے مجھے مکمل اختیارات دے کر آپ کے درمیان بھیجا ہے۔ یہ آپ کا دستخط شدہ پیغام آپ سب کے لیے ہے۔" اس نے ایک کاغذ ایک یہودی افسر کے حوالے کر دیا۔

گیتی باشرن کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے ایک نشست دی گئی۔ اور پھر جوشیو کا پیغام سنایا گیا۔

"معزز دوستو! اپنی زمین! اپنے سمندروں میں جو تمہیں آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ مادام گیشن میری عزیزہ اور میری دوست راحت ہیں۔ آپ لوگوں کی پیش کش میں نے منظور کر لی ہے اور آبدوز آپ کے حوالے کرنے پر تیار ہو چکا ہوں۔ مادام سے باقی امور طے کر لیں اور اس سودے کو مکمل کر لیں۔

پال جوشیو!"

"مادام! یہ آبدوز ہمیں کہاں سے حاصل کرنا ہوگی؟"

"جگہ ادائیگی کے بعد بتائی جائے گی۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

"ادائیگی آپ کس شکل میں پسند کریں گی؟"

"صرف سونے کی شکل میں۔ کسی ملک کی کرنسی قابل قبول نہ ہوگی۔"

"ہمیں اس کے لیے کتنا وقت دیا جائے گا؟"

"صرف دس دن۔ ہم اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔"

"ادائیگی کے بعد ہمیں مزید کتنا انتظار کرنا ہوگا؟"

"یہ سوال شاطرانہ ہے، اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔"

"کیوں مادام؟"

"کیوں کہ کس طرح آپ آبدوز کی رینج کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔" بوڑھی نے جواب دیا۔

"کیا آبدوز پوری طرح تیار ہے؟ ... ہم اسے با آسانی لے جا سکتے ہیں؟"

"اسے پہلے سے بہتر بنا دیا گیا ہے۔ اس کی کارکردگی شاندار ہے اور وہ کسی بھی طویل سفر پر بسہولت جا سکتی ہے۔"

"ہم جو ادائیگی دس دن کے اندر کریں گے کیا آپ ہمیں اس بات کا اطمینان دلا سکتی ہیں کہ ... ہو چکا ہے اور کسی اور طرف سے ... کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"پال نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں ایک اور خوش خبری آپ کو سنانا چاہتی ہوں۔"

"فرمائیے؟" لوگوں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"عربوں نے مشترکہ طور پر ہمیں آبدوز کی خریداری کے لیے ایک معقول پیش کش کی ہے، ہم یہ معاملہ نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن مسٹر پاور ڈل کی خصوصی درخواست پر ہم اس کے لیے مجبور ہو گئے۔ ہم نے ان سے کہا ہے کہ وہ سونا لے کر آئیں ہم آبدوز انہیں دے دیں گے۔ چنانچہ مقررہ دس دن کے بعد بھی اگر کچھ وقت ان کے آنے میں لگ جائے تو آپ ہمیں اس کی رعایت دے دیں گے۔ اس کے صلے میں ہم وہ نو فلسطینی آپ کے حوالے کر دیں گے جو تنظیم آزادی فلسطین کے اہم رکن ہیں اور آبدوز کے سودے کے لیے ہمارے پاس آئے تھے۔ ان کے علاوہ دو لوگ بھی آپ کی تحویل میں ہوں گے جو عربوں کو سونا لے کر آئیں گے۔ آپ لوگوں کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"یہ وقت زیادہ طویل تو نہ ہوگا مادام؟"

"اس کا امکان نہیں ہے۔"

"تب ہمیں اس پر اعتراض نہ ہوگا۔"

"اس کے بعد کوئی بات غور طلب نہیں رہ جاتی۔" بوڑھی عورت نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

میرے سینے میں آگ کا ایک سمندر موجزن ہو گیا تھا۔ عربوں کے خلاف اس گھناؤنی سازش میں لولیبا اور ڈیشیش بیٹھی تھیں۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے میں نے کہا۔ "بڑھیا! تجھ پر وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب میں تجھ سے انتقام لوں گا۔ ایسا انتقام کہ تیری پوری قوم کانپ اٹھے گی۔" لیکن اب ایک بار اہم ذمے داری مجھ پر آ پڑی تھی، عربوں کو اس نقصان سے بچانے کی۔

میٹنگ برخاست ہو گئی۔ مہمان ایک ایک کر کے باہر چلے گئے۔ رات کو گیارہ بجے میں نے وائرلیس پر اپنے چیف کو اطلاع دی۔

"میٹنگ ختم ہو گئی ہے۔ مسٹر ماسٹے اہتمام کارروائی ... ہو گئی۔ مہمان واپس جا چکے ہیں۔"

"میری محبوبہ تمہیں سلام کہتی ہے۔ بڑے خوب صورت وقت میں تم نے مجھے یہ اطلاع دی ہے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"ہنی مون۔ عیش۔ تمہاری بیوی یقیناً اس کے بعد واپس آ گئی ہوگی۔ کپتان تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر سہولت مہیا کرے گا۔"

"شکریہ مسٹر ماسٹے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کپتان گروش نے مجھے ایک شاندار لانچ مہیا کر دی اور میں اپنے جزیرے کی طرف چل پڑا۔ ایک طرف اپنی شاندار کامیابی پر مجھے خوشی تھی تو دوسری طرف میں سخت تردد کا شکار تھا۔ نو فلسطینیوں کے اس وفد کی زندگی بچانے کی ذمے داری بھی مجھ پر تھی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے مشن کو ناکام بنانا تھا۔ یہ سب کچھ کسی ایک انسان کے لیے بے حد مشکل تھا لیکن اگر کامیابی نصیب ہو جائے تو اس سے بڑی خوش بختی کیا ہوگی۔

جزیرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ چاروں طرف ایک معنی خیز سی خاموشی طاری تھی۔ میں پستول ہاتھ میں لیے ہوئے احتیاط سے پوشیدہ مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ جھاڑیوں سے گزرنے کے بعد مکان میں داخل ہو گیا۔ تجسس بھی ہوا اور اطمینان بھی۔ اطمینان اس بات پر کہ شارلوٹ واپس آ گئی ہے۔ تجسس یہ تھا کہ وہ یہی ہے یا کوئی اور، لیکن اندر شارلوٹ ہی تھی۔

"سخت نیند آ رہی تھی چیف! لیکن اگر تم صبح بھی واپس آتے تو میں تمہیں جاگتی ہی ملتی۔"

"شکریہ شارلوٹ! اپنی کامیابی کی خبر سناؤ۔"

"معمولی سا کام تھا چیف! کوئٹے مار رہے تھے۔ تمہاری طلب کردہ چیز لے آئی ہوں۔" شارلوٹ نے کہا اور ٹرانسمیٹر میرے حوالے کر دیا۔ اس ٹرانسمیٹر کو صحیح سالم وصول کر کے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔

"مارشل کے حالات؟"

"حسب معمول، کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔"

"مورو وغیرہ سے ملاقات ہوئی؟"

"مسٹر کینیف ملے تھے۔ مسٹر مورو ان سے گئے ہوئے تھے۔"

"تمہاری غیر موجودگی پر کسی کو کوئی تشویش؟"

"میں کہہ چکی ہوں چیف کہ میں ایک قطعی غیر اہم شخصیت ہوں، بھلا میرے لیے کسی کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔"

"میرے لیے تم اس وقت دنیا کی اہم ترین انسان ہو شارلوٹ! میری تنہا ساتھی۔" میں نے کہا۔

"میں ان الفاظ کو اپنے ریکارڈ میں رکھوں گی چیف! اس سے پہلے کسی نے یہ الفاظ نہیں کہے اور اس کے بعد بھی شاید کوئی نہیں کہے گا۔"

"میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گا شارلوٹ!"

"میں سو جاؤں چیف! سخت نیند آ رہی ہے۔"

"بڑے اطمینان سے۔ شکریہ!" میں نے کہا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ پھر ایک سنسان جگہ جا کر میں نے بے چینی سے تہذیب کو کال کیا اور چند لمحات کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"تہذیب بول رہی ہے۔" اس کی آواز ابھری۔

"تنہا ہو؟"

"نہیں، میرے محبوب کا خیال میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔"

"جواب میں کیا کہوں؟"

"خاموش ہو جاؤ، یہی جواب ہوگا۔"

"بے حد اہم اطلاعات ہیں۔"

"ارشاد!" تہذیب نے کہا۔

"تارنیا ہارڈلے سے کوئی رابطہ قائم ہوا؟"

"آج ہی ان سے بات ہوئی ہے، میں نے انہیں بتایا کہ علی انتہائی ناسازگار حالات میں کام کر رہے ہیں، ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔"

"اس وقت ان سے رابطہ قائم کر سکتی ہو؟"

"ہاں، کیوں نہیں!"

"تارنیا کو میرا ایک خصوصی پیغام فوراً دے دو، ان سے کہو کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے بیروت میں تنظیم سے رابطہ قائم کر کے علی یار خان کا ایک پیغام دے دیا جائے۔ یہ انتہائی ضروری ہے اور اس میں ایک لمحے کی تاخیر سخت خطرناک ہوگی۔"

"پیغام ڈکٹیٹ کرا دو علی! ہم باقی باتیں پھر کریں گے۔" تہذیب سنجیدہ ہو کر بولی۔

"نوٹ کرو، علی یار خان تنظیم کا خادم اطلاع دیتا ہے اپنے دوستوں کو کہ اس کی حیات کا ہر لمحہ فلسطین کی آزادی کے لیے وقف ہے اور ہر وہ جگہ جو اس کی نگاہ میں آ جائے کہ جہاں تنظیم کا مفاد ہو اس کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان دنوں میں اس آبدوز کی فکر میں ہوں جو تنظیم کے لیے تشویش بنی ہوئی ہے۔ پال جوشیو بدعہدی کر رہا ہے اور عرب دنیا کی طرف سے موصول شدہ پیش کش کو قبول کر کے دھوکا دہی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جو دولت سونے کی شکل میں بھیجی جا رہی ہے اسے فوراً کسی موثر بہانے کے ساتھ روک دیا جائے۔ یہ دولت ہضم کر لی جائے گی اور اسے لانے والوں کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ ان نو افراد کی مانند جو اس کی قید میں ہیں اور جنہیں جبر و تشدد کے ذریعے اس گفت و شنید پر آمادہ کیا جا رہا ہے۔ آبدوز کا سودا حکومت اسرائیل کے حق میں طے ہو گیا ہے اور مخصوص عرصے کے اندر وہ ان کے حوالے کر دی جائے گی لیکن خدا کے فضل سے وہ کبھی اسرائیل نہیں پہنچے گی اور میں آپ لوگوں کو اس کی تباہی کی اطلاع دوں گا۔

خادم: علی یار خان۔"

"بس؟" تہذیب نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں تہذیب، یہ پیغام جس قدر جلد بیروت پہنچ جائے اتنا ہی بہتر ہے۔"

"میں ابھی تارنیا ہارڈلے کو مخاطب کر کے اس سے استدعا کروں گی کہ یہ کام فوراً کر دے۔ بس ایک بات بتا دو!"

"پوچھو تہذیب؟"

"تم یہ سب کچھ کرتے ہوئے محفوظ ہو؟"

"ہاں، خدا کا شکر ہے۔"

"مجھ سے کب ملو گے؟"

"ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، مجھے بھی کچھ اہم اطلاعات تمہیں دینا ہیں، میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کب اور کہاں؟"

"مگر تمہاری مصروفیات ؟"

"چند روز میں فارغ ہو لوں۔"

"تو علی الکل مجھ سے مل لو۔ میں مادام مارطینا کی رہائش گاہ پر آ سکو گے ؟"

"کسی لحاظ سے نقصان دہ تو نہ ہوگا ؟"

"جو کچھ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں وہ ممکن ہے تمہارے لیے زیادہ مفید ثابت ہو۔ اس لیے یہ خطرہ مول لیا جا سکتا ہے۔"

"کل کس وقت ؟"

"شام کو چھ بجے پہنچ جاؤ۔ مادام شام کے بعد اپنی خواب گاہ میں چلی جاتی ہیں۔ میں تمہیں پورے پتے سے آگاہ کیے دیتی ہوں۔ دقت نہ ہوگی۔ یہاں میری حیثیت ممتاز ہے۔ میں خود تمہارا استقبال کروں گی۔"

"اچھا بتاؤ۔" میں نے کہا اور تہذیب مجھے پورے پتے سے آگاہ کرنے لگی۔

"میرا دل مسرت سے لبریز ہے تہذیب! اس طرح دیدار کرانے کا شکریہ۔" میں نے کہا۔

"اور میں اس وقت سے کل شام کا انتظار کروں گی۔ خدا حافظ۔"

میں نے بھی اسے خدا حافظ کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر آنکھیں بند کر کے خیالات میں گم ہو گیا۔ تہذیب واقعی میرے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی۔ اس کا تصور میری زندگی تھا۔ وہ مجھے کیا بتانا چاہتی ہے۔ ایسی کون سی بات ہے جس کے لیے اس نے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ دی ہے۔ وقت گزارنا واقعی ایک مشکل مسئلہ تھا لیکن اب انتظار کی روایتی لذت کا مزہ بھی چکھنا تھا۔ صبح ہونے کو تھی جب اپنی جگہ سے اٹھا اور اس پہاڑی مکان میں آ گیا جہاں شارلٹو گہری نیند سو رہا تھا۔ آہٹ پیدا کیے بغیر میں ایک جگہ منتخب کر کے لیٹ گیا۔ ذہن بری طرح تھکا ہوا تھا۔ اس لیے نیند آنے میں دیر نہ لگی۔ پھر پیٹ میں گردش کرنے والے چوہوں نے جگایا اور ایک نگاہ میں اندازہ ہو گیا کہ دن کا کافی حصہ گزر گیا ہے۔

شارلٹو موجود نہ تھا۔ انگڑائی لے کر گھڑی دیکھی ایک بج رہا تھا۔ یہ بھی بہتر ہی ہوا تھا۔ آدھے دن کی تکلیف ختم ہو گئی تھی۔ ورنہ انتظار سوہان روح ہوتا۔ میرے قدموں کی آہٹ ہوئی تو شارلٹو اندر آ گیا۔

"پانی تیار ہے۔ منہ ہاتھ دھو لو چیف تو بہتر ہے کھانا پیش کروں گا اور اس کے بعد کافی۔"

"دل خوش کر دیا شارلٹو! جلدی سے کھانا نکال لو میں بھی تیار ہوا۔"

"اچھا ہوا گوشت پنیر اور تازہ سلاد تھی جسے تھیلوں میں رکھا گیا تھا۔ اس نے تیز مسالے والی ٹماٹر کی چٹنی کو نرم کر لیا تھا۔ اس نے تیز دنیا کی ہر نعمت سے لذیذ تر گوشت پر جھکا پڑا۔ شارلٹو نے بتایا کہ اس نے مرغابیاں شکار کی ہیں۔ میں نے اسے بھی اپنے ساتھ شریک کیا تھا۔ "اس دوران کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی ؟"

"قطعی نہیں چیف! امن رہا۔"

"ہمیں این کے چلنا ہے شارلٹو !"

"ضرور چلنا ہے چیف ! کیا رات کو رکو گے ؟"

"کیوں ؟"

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ بدقسمتی سے وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ ورنہ یہاں شراب ضرور ہوتی۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ این کے کیوں چلنا ہے ؟"

"کیوں پوچھوں ؟ چیف دماغ ہے اور شارلٹو بدن بس اتنا ہی کافی ہے۔" شارلٹو نے کہا۔

"تمہارے ملک میں تمہارا کیا عہدہ ہے شارلٹو ؟"

"پریکٹیکل ڈیپارٹمنٹ کا رکن ہوں۔"

"میرے ساتھ آوارہ گردی پسند کرو گے میرے لیے اپنا ڈیپارٹمنٹ چھوڑ سکو گے ؟"

"خوراک شراب۔ صرف ان دو چیزوں سے رشتہ ہے اور کوئی نہیں ہے اپنا چیف۔ اب تمہاری محبت بھی شامل ہو گئی ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کے لیے جان پر کھیل جائے تو میں جو قدر کرنا جانتا ہوں۔ اس کا ساتھ کون بدنصیب چھوڑنا چاہے گا۔ تم شارلٹو کو قبول کرو گے چیف تو کون انکار کرے گا۔"

"بس شارلٹو! ابھی اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ تیاریاں کرو۔"

"او کے۔ بوٹ سے چلو گے یا لانچ سے ؟"

"بوٹ موجود ہے ابھی تک ؟"

"ہاں! میں وہی استعمال کرتا رہا ہوں لیکن وہ پوشیدہ ہے۔ تلاش کرنے پر ہی مل سکتی ہے مجھے احساس ہے کہ وہ آدی وان فیرو کی ملکیت ہے اور اسے تلاش کیا جا رہا ہوگا۔"

"اسے ضائع کر دو شارلٹو۔ یہ چیز ہمارے لیے اہم ہے۔ اگر کسی نے اسے یہاں دیکھ لیا تو ہماری یہاں موجودگی سے واقف ہو جائے گا۔ ہماری زندگیاں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو ہم سے یہ ٹھکانہ چھن جائے گا۔"

"کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے چیف لیکن اجازت ہو تو ایک سوال پوچھ لوں ؟"

"ہاں کہو ؟"

"یہ لانچ جس سے ہم سفر کریں گے محفوظ ہے مطلب ہے کوئی ہماری طرف آئے تو نہیں پہچانا جائے گا ؟"

"نہیں۔ میں نے اپنا کردار کھو لی بنایا ہے۔ تم نے دیکھا میں بوڑھے کی شکل میں نہیں ہوں۔"

"او کے چیف! مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔" شارلٹو نے کہا اور چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں اپنے پروگرام کے بارے میں غور کرتا رہا۔ بہت سی چیزیں ذہن میں الجھی ہوئی تھیں لیکن ان کا حل نہیں تھا اور اس سلسلے میں بس ایک ہی طریقہ کافی تھا۔ بیٹھے بیٹھے اسے دیکھو جو الجھن ہے اس کے لیے پریشان ہو ورنہ صلاحیتیں الجھ جاتی ہیں اور اصل کام بھی انجام نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ الجھنوں کو ذہن سے دور کر دینا ہی بہتر ہے۔

شارلٹو تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آ گیا۔ "کام ہو گیا باس۔ جس چیز کا حصول مشکل ہوتا ہے اسے فنا کر دینا آسان۔"

"آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں ساحل کی طرف چل پڑے۔

این کے کی فضا معمول کے مطابق تھی۔ سڑکیں، بازار، عمارتیں ایک باقاعدہ شہر تھا اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں ایک دیوانوں کا دن ہوتا ہے۔ فیرو نے اس بارے میں بڑی عجیب کہانی سنائی تھی۔

پام اسپرنگ نامی ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا گیا اور ہم کمرے میں مقیم ہو گئے۔ "تم رات کو کسی وقت آنا چاہو تو آرام سے یہاں آ سکتے ہو لیکن اس سے پہلے کچھ وقت مجھے دینا ہوگا۔"

"خاموش چیف، یہ بھی کہنے کی بات ہے۔"

"ایک پتا نوٹ کرو اور مجھے وہاں لے چلو۔" میں نے شارلٹو کو تہذیب کا بتایا ہوا پتا دہرا دیا۔

"اوہ! میں اس جگہ کے بارے میں جانتا ہوں۔ این کے کا نوار۔ متمولوں کا علاقہ ہے۔ اس طرف لوٹ مار بھی نہیں ہوتی کیونکہ وہاں زبردست رکھوالے ہوتے ہیں۔ ویسے یہ علاقہ شہر کا آخری سرا ہے۔ اس کے بعد سمندر ہے۔"

"فاصلہ کتنا ہوگا ؟"

"یہاں سے اسّی میل دور ہے۔"

"اوہ! کیا وہاں ہوٹل وغیرہ ہیں ؟"

"نہیں چیف، وہاں ہوٹلوں کا کیا کام۔ پارک وغیرہ بکھرے ہوئے ہیں۔ ساحل پر ایک خوبصورت تفریح گاہ ہے جہاں لاتعداد بنگلے ہوتے ہیں۔ وہ خالص دولت مندوں کا علاقہ ہے۔"

"تب یوں کرو شارلٹو مجھے وہاں پہنچا دو اور اسی ٹیکسی میں واپس آ جاؤ۔ میں بعد میں آ جاؤں گا۔"

"او کے چیف کتنی دیر میں چلو گے ؟"

"میرے خیال میں اب وقت ضائع کرنا بیکار ہے۔"

"تو تیار ہو جاؤ چلتے ہیں۔" شارلٹو نے کہا۔ میں نے میک اپ اتارا اور پھر ایک عمدہ سے سوٹ میں ملبوس ہو کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ شارلٹو کو میں نے کاؤنٹر پر چابی دینے بھیج دیا اور خود باہر نکل آیا۔ شارلٹو نے باہر آ کر ایک ٹیکسی روکی اور ہم اس میں بیٹھ گئے۔

"گراس ہل۔" شارلٹو بولا اور ڈرائیور چونک پڑا۔ "مگر موسیو واپسی بھی آنا ہے۔"

"او کے لارڈ۔" ڈرائیور نے مطمئن ہو کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"جو جگہ تم نے بتائی ہے چیف، وہ ساحل کے قریب ہو سکتی ہے۔ ہم سیدھے ساحل پر چلیں گے۔" راستے میں شارلٹو نے کہا۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ میں باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ این کے ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے دفاتر نظر آئے۔ جزیروں کے ان جزیروں پر بہترین انتظامات تھے لیکن حیرت انگیز بات تھی کہ یہ کسی ملک کے تحت نہیں تھا۔ سمندر میں کسی حادثے کا شکار ہو کر اگر کوئی اس طرف نکل آئے تو اسے گمان بھی نہ ہو کہ وہ کسی ایسی جگہ آ گیا ہے جہاں سے مہذب دنیا میں واپسی کا سفر انتہائی مشکل ہو سکتا ہے۔ اسے تو یہی محسوس ہوگا جیسے وہ کسی باقاعدہ شہر تک پہنچ گیا ہے۔ این کے ایک حیرت انگیز جزیرہ تھا اور اس کی روایات طلسمی حیثیت رکھتی تھیں جو سننے والے کو مسحور کر دیتی تھیں۔ اگر اس کی کہانیاں سنتا تو میرے دل میں اسے دیکھنے کی خواہش جاگ اٹھتی۔

ٹیکسی کا سفر جاری رہا۔ عمارتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خوبصورت باغات اور ان کے درمیان خال خال مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ کوئی حصہ غیر آباد نہیں چھوڑا گیا تھا۔ ظاہر ہے اس چھوٹے سے علاقے میں یہ عیاشی ممکن نہیں تھی۔ یہاں کوئی زرعی نظام نہیں تھا۔ تمام کی تمام چیزیں باہر سے آتی تھیں۔ نہ ہی یہاں کوئی صنعت لگی ہوئی تھی۔ بس این کے ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے دفاتر تھے یا پھر کلب، بازار اور ہوٹل۔

اسّی میل کا سفر تقریباً پچاس منٹ میں طے ہوا۔ ٹیکسی مناسب رفتار سے سفر کر رہی تھی اور ہم اس سفر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم ساحل کے قریب پہنچ گئے۔

گراس ہل نامی علاقہ اسم بامسمیٰ تھا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے تاحد نگاہ پھیلے ہوئے تھے لیکن وہ سب گھاس سے لدے

ہوئے تھے اور ان کی ڈھلوانوں پر چھوٹے چھوٹے چنار اور سرو کے درختوں کی بہتات تھی جو دور سے دیکھنے پر اتنے حسین نظر آتے تھے کہ نگاہ ان پر سے نہ ہٹتی۔ جگہ جگہ پھولوں کی کاشت کی گئی تھی اور انھیں مختلف شکلوں میں تراش دیا گیا تھا۔ وہ پارک جن کے بارے میں مجھے شارلو نے بتایا تھا، اتنے جاذب نگاہ تھے کہ وہاں پہنچنے کے بعد وہاں سے جانے کو جی نہ چاہے۔ ایسے ہی ایک پارک کے سامنے شارلو نے ٹیکسی رکوا دی اور نیچے اتر گیا۔

"تم چند منٹ انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں۔" شارلو نے ڈرائیور سے کہا اور اس نے گردن ہلا دی تھی۔ شارلو میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"کیسی جگہ ہے چیف؟"

"کمال کی جگہ ہے شارلو، میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ علاقہ اتنا ہی حسین ہوگا۔"

"ایڈن کی بہت خوب صورت جگہ ہے لیکن یہاں رہنا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔ جو لوگ یہاں کاروبار کرتے ہیں ان کے دل سے پوچھو چیف کہ وہ یہاں کیسے زندگی گزارتے ہیں۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو گیارہ مہینے کام کرتے ہیں اور جب لوٹ مار کا تہوار آتا ہے تو اپنا بوریا بستر سنبھال کر یہاں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ عجیب زندگی ہے یہاں کی۔"

"تمھارے خیال میں وہ کوٹھی کون سی ہو سکتی ہے جس کا میں نے تمھیں پتا بتایا ہے؟" میں نے مطلب کی بات پر آتے ہوئے کہا۔

شارلو ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس نے کئی کوٹھیوں کے نمبر دیکھے اور پھر ایک سمت رخ کر کے بولا۔ "چیف وہ جو ہلکے سبز رنگ کی ایک عمارت نظر آ رہی ہے، میرے اندازے کے مطابق وہی تمھاری مطلوبہ جگہ ہے۔"

میں نے عمارت کی طرف دیکھا۔ ہلکے سبز رنگ کی عمارت کے سامنے ایک بہت بڑا وسیع لان پھیلا ہوا تھا جس پر سبزہ ہی سبزہ موجود تھا۔ درخت جھول رہے تھے اور ان درختوں میں مختلف پھل لٹکے ہوئے تھے۔ پس منظر میں ایک چھوٹی سی گھاس سے لدی ہوئی پہاڑی تھی اور دوسری سمت ساحل۔ گویا یہ کوٹھی ساحل سے ملی ہوئی تھی اور ممکن ہے اس کا کوئی حصہ سمندر سے جا ملتا ہو۔

اس حسین ترین جگہ کو دیکھ کر میری آنکھیں تعجب و حیرت سے پھیل گئیں۔ تہذیب واقعی ایک خوب صورت جگہ مقیم ہے۔ میں نے سوچا اور پھر جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے ہم دونوں کوٹھی کے قریب سے گزرے۔ جو نمبر تہذیب نے مجھے بتایا تھا، وہ کوٹھی پیتل کی پلیٹ کی شکل میں نظر آ گیا تھا۔

"اوکے شارلو، یہی میری مطلوبہ جگہ ہے۔"

"چیف، کسی بہت دولت مند آدمی کی رہائش گاہ معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال، تم بہتر جانتے ہو۔ ہاں، یہ تو بتاؤ واپسی کے لیے تم کیا طریقہ اختیار کرو گے؟ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہاں ٹیکسی وغیرہ مل جائے کیونکہ یہاں رہنے والے ٹیکسیوں میں سفر نہیں کرتے۔"

"اس کی فکر مت کرو شارلو۔ کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں جاؤں؟" شارلو نے پوچھا۔

"ہاں یقیناً، تمھارا بہت بہت شکریہ۔ میں خود ہی ہوٹل پہنچ جاؤں گا۔"

"تو پھر خدا حافظ۔ حالانکہ چیف تمھیں چھوڑتے ہوئے مجھے اچھا نہیں لگ رہا لیکن یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تم یقیناً کسی ضروری کام سے یہاں آئے ہو۔" شارلو نے کہا۔

"جس کام سے میں یہاں آیا ہوں، اس میں تمھاری ضرورت بھی نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا اور شارلو مجھے سلام کر کے چلا گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا اس ٹیکسی کو جاتا دیکھتا رہا تھا، جس میں ہم لوگ آئے تھے۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں گہری سانس لے کر عمارت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے عمارت کے اطراف کا ایک چکر لگایا اور اس کے بعد ساحل کی جانب چل پڑا۔

ساحل پر مختلف مناظر نظر آ رہے تھے۔ سیر و تفریح کرنے والے لوگ یہاں بکثرت موجود تھے جیسا کہ شارلو نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں ٹرار بھی ہیں لیکن یہ ٹرار یہاں رہنے والوں کی ذاتی ملکیت تھے اور کرایہ وغیرہ پر ان کا حصول ناممکن تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کسی اجنبی کو یہاں کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بہرطور میں ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ خوب صورت اور نوجوان لڑکیاں پانی میں خوش فعلیاں کر رہی تھیں۔ ان کے جسموں پر برائے نام لباس تھا۔ بے شمار لوگ چھتریاں لگائے بیٹھے ہوئے تھے حالانکہ دھوپ میں قطعی تیزی نہیں تھی اور موسم خاصا خنک تھا لیکن پانی میں نہانے والے موسم کی خنکی سے بے نیاز اپنے کام میں مشغول تھے اور قہقہے اُبل رہے تھے۔

میری طرف کسی نے بھی اجنبی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ شاید لوگ یہاں ایک دوسرے سے اظہارِ واقفیت نہیں کرتے تھے۔ ویسے کئی جگہ اس قسم کے مواقع ملے کہ اگر میں چاہتا تو کچھ وقت کے لیے کسی کو اپنا ساتھی بنا سکتا تھا لیکن اس قسم کے ہنگاموں میں

پڑنا بالکل بے مقصد تھا اور پھر یوں بھی تہذیب سے ملاقات کے لیے زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا اور یہ وقت مجھے یہیں گزارنا تھا۔

تین لڑکیوں کی ایک ٹیم پانی سے نکلی اور اتفاق سے میں اس وقت ان کے سامنے ہی موجود تھا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگیں لیکن ان کے چہروں پر شرارت کے آثار تھے۔ تب ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولی۔ "ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں نے بھی پُرتپاک انداز میں کہا۔

"آپ تنہا محسوس ہو رہے ہیں۔"

"صرف محسوس ہو رہا ہوں، ہوں نہیں۔"

"اوہ، اس سے پہلے ہم نے آپ کو یہاں نہیں دیکھا!"

"میری بدقسمتی ہے کہ آپ کے سامنے نہیں آ سکا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے ہمارا ساتھی بننا پسند کریں گے؟"

"معذرت خواہ ہوں، ویسے آپ کہیں باہر کے علاقے سے آئی ہوئی معلوم ہوتی ہیں؟"

"ہاں، ہم تینوں ڈنمارک سے آئے ہیں۔ یہاں ہماری ایک دوست کا ٹرار ہے۔ ویسے اس خوب صورت سی جگہ میں تنہائی بڑی عجیب لگتی ہے۔ سوچا تھا کہ آپ کو پارٹنر بنا لیں، لیکن آپ پہلے ہی۔۔۔"

"ہاں بس، اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ ڈنمارک والیوں نے شانے ہلائے اور آگے بڑھ گئیں۔ گھڑی میں وقت دیکھ کر میں ساحل سے پلٹ آیا اور اب میرا رخ براہِ راست اس سبز عمارت کی طرف تھا جہاں تہذیب مالکم ایکس موجود تھی۔

جذبوں کو مناسب نام نہیں دیے جا سکتے لیکن ایک احساس سینے میں جاگزیں ہوتا ہے۔ تہذیب نے اپنے دل میں میرا مقام بنا لیا تھا اور اپنی تمام تر احتیاط کے باوجود میں اپنے سینے میں اس کے لیے ایک چاہ پیدا ہونے سے نہیں روک سکا تھا۔ اس مکان کی جانب بڑھتے ہوئے قدم تہذیب کے تصور کے ساتھ ساتھ اٹھ رہے تھے اور اس تصور میں صرف تجسس نہیں تھا بلکہ ایک دلچسپی، ایک اُمنگ اور ایک اشتیاق تھا جسے اگر محبت کا نام دیا جا سکتا ہے تو یہ اس کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔

جب میں مین گیٹ پر پہنچا تو تہذیب مجھے گیٹ کے نزدیک کھڑی نظر آئی۔ ایک خوب صورت سے لباس میں ملبوس وہ پہلے سے کہیں زیادہ دلکش محسوس ہوئی یا پھر یہ صرف میری سوچ تھی جس نے اسے محبت کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

اس کے نازک سے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ آنکھوں میں ستارے سے چمک رہے تھے اور مشرق کی پروردہ نہ ہونے کے باوجود اس کے انداز میں وہ جھجک، وہ نسوانیت، وہ حیا موجود تھی جو صرف اور صرف مشرق کی دین ہے۔ اہلِ مغرب اس سے محروم ہیں۔

وہ چند قدم آگے بڑھی۔ یہی اظہارِ جذبات تھا، یہی اظہارِ الفت۔ میں بھی اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا اور پھر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے اور یہ خاموش احساسات، یہ خاموش جذبات ہزاروں الفاظ کا روپ رکھتے تھے۔ سب کچھ کہہ لیا ہم نے ایک دوسرے سے اور جب احساسات و جذبات کا طوفان ٹھہرا تو تہذیب آہستہ سے بولی۔ "آئیے۔" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ کے اس حسین عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ دو رویہ سبز میدان پھیلا ہوا تھا۔ اس کے درمیان گہری سرخ روش بنائی گئی تھی جس پر باریک بجری بچھی ہوئی تھی۔ یہ روش آگے تک جاتی تھی اور پھر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ سامنے صدر دروازہ تھا جس تک پہنچنے کے لیے آٹھ سیڑھیاں طے کرنا ہوتی تھیں۔ میں نے مادام مارتینا کی خیریت پوچھی تو تہذیب نے کہا کہ وہ ٹھیک ہیں۔

"لیکن اتنی جلدی وہ اپنی خوابگاہ میں چلی جاتی ہیں؟"

"ہاں، انھیں بے خوابی کی شکایت ہے۔ رات کے دوسرے حصے میں انھیں بالکل نیند نہیں آتی۔ اس لیے وہ شام کو جلد سو جانے کی عادی ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"گویا ان سے ملاقات نہیں ہو سکے گی؟" میں نے کہا۔

تہذیب عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں، اس وقت تو ممکن نہیں ہے۔"

"تم یہاں کیسے گزار رہی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"جس طرح ایک بوڑھے آدمی کی یا بڑی خاتون کی سیکرٹری گزار سکتی ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ ہم مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ زیادہ وسیع کمرا نہیں تھا لیکن انتہائی نفاست سے آراستہ تھا۔

میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "عمدہ، اچھی جگہ ہے، پسند آئی۔"

"بیٹھیے۔" تہذیب بولی۔

"یہ تمھارے انداز میں تکلف کب سے پیدا ہو گیا؟"

"یاد ہی نہیں رہا کس طرح مخاطب کرتی تھی تمھیں۔"

"اوہ۔۔۔ اوہ اتنی محویت!" میں نے جواب دیا۔

"ہم اسے محویت نہیں کہہ سکتے۔"

"پھر کیا کہیں گے؟"

"یہ بتایا نہیں جا سکتا۔" تہذیب نے ایک ادا سے کہا۔ میں اس کی اشارہ کی ہوئی نشست پر بیٹھ گیا تو تہذیب نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"بڑی خاموشی ہے یہاں۔ ملازمین بھی زیادہ تعداد میں معلوم نہیں ہوتے۔"

"ہاں! میڈم مارٹینا ملازموں کی بھیڑ کو پسند نہیں کرتیں۔ اس کے باوجود یہاں کافی آدمی ہیں لیکن چونکہ شام کو مادام مارٹینا کی مصروفیات ختم ہو جاتی ہیں، اس لیے ملازمین بھی چھٹی کر لیتے ہیں۔ شام کے بعد یہاں کا ماحول بہت پُرسکون ہوتا ہے۔"

"کیا تمہیں اس پُرسکون ماحول سے وحشت نہیں ہوتی؟"

"میں جانتی ہوں، یہ سب کچھ عارضی ہے اس لیے برداشت تو کرنا ہی ہوتا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"کیا میری آمد کے بارے میں مادام مارٹینا کو معلوم ہے؟"

"ہاں۔ کوئی خاص توجہ نہیں دی انھوں نے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میرا ایک دوست مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ انھوں نے مجھ سے یہ بھی نہ پوچھا کہ میرا وہ دوست کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ کہیں باہر سے آیا ہے یا یہیں کے پیرس میں رہتا ہے؟"

"اچھی مالکہ ہیں۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے تہذیب! تارینا ہارڈو کے ملک کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ان کا کیا مقام ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ یہاں مادام مارٹینا کو کس حیثیت سے متعین کیا گیا ہے۔ ممکن ہے وہ باریک بین ہوں اور حالات پر گہری نگاہ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ میں اس بارے میں صحیح طور پر نہیں بتا سکتی۔"

"مادام مارٹینا کے آدمیوں سے تمہاری ملاقات ہوئی؟"

"نہیں۔ یہ تمام فرائض مادام نے خود ہی سنبھال رکھے ہیں۔ میں آج تک نہ تو کسی سے مخاطب ہوئی ہوں اور نہ ہی مجھے یہ اندازہ ہو سکا ہے کہ مادام مارٹینا کے ماتحت کتنے افراد یہاں کیا کیا کام کرتے ہیں۔"

"ان کی سیکرٹری کی حیثیت سے بھی تمہیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"نہیں، اتنا معلوم ہے کہ مادام تارینا ہارڈو کے ملک کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہیں اور انہیں ضروری باتیں پتا چلتی رہتی ہیں اور ان کا ایک باقاعدہ ریکارڈ رکھتی ہیں لیکن میرے ذریعے نہیں۔"

"تمہیں کیا کرنا ہوتا ہے؟"

"صرف ان کی نگہداشت۔ ان کے آرام و آسائش کا خیال۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"عجیب بات نہیں ہے" تہذیب نے ...

"شاید ہے لیکن میں نے تمہیں اس سے بھی زیادہ عجیب باتیں بتانے کے لیے یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔" تہذیب نے کہا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس کے بعد دروازے تک گئی۔ دروازہ کھول کر باہر جھانکا پھر دروازہ بند کر کے واپس آ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

تہذیب کی یہ حرکات بتاتی تھیں کہ وہ کوئی بہت ہی اہم انکشاف کرنے والی ہے۔ میں تجسس زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

چند لمحات کے بعد تہذیب نے کہا: "بات یہ ہے علی کہ ہم ایک بالکل ہی غیر متعلق ملک کے لیے یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میں یہ نہیں جانتی کہ تم نے یہاں آ کر تارینا ہارڈو کے مقاصد کے لیے کیا کچھ کیا ہے لیکن ایک بات کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ اس ملک نے یا تارینا ہارڈو نے مستحکم بنیادوں پر اپنا کام نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ اسی طرح یہاں مصروفِ عمل ہیں جیسے صرف اخلاق کا سہارا لے رہے ہوں۔ اس سلسلے میں اگر وہ اتنے ہی محتاط ہیں تو پھر انہیں اتنے ہلکے انداز میں کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پُراشتیاق انداز میں پوچھا۔

"بہت سے سوالات اپنے ذہن میں رکھتی ہوں تمہارے بارے میں۔ تم نے ڈرانسیٹر پر مجھ سے جو گفتگو کی، اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ تم حالات کو کافی حد تک اپنے کنٹرول میں کر چکے ہو، کس طرح؟ یہ صرف تم جانتے ہو گے۔ بہرطور میں تمہیں سب سے اہم بات بتانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ میڈم مارٹینا، اصل میڈم مارٹینا نہیں ہیں۔"

تہذیب کی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"ہاں! اصل میڈم مارٹینا کو قید کر کے اسی عمارت کے ایک تہ خانے میں رکھا گیا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"اوہ اور نقلی میڈم مارٹینا...؟"

"وہ... وہ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے علی تو وہ عورت ایک انتہائی خطرناک عورت ہے۔ شاید... شاید مائیکل جوشیو..."

تہذیب کے یہ الفاظ کسی خوفناک بم کی طرح میرے کانوں کے قریب پھٹے تھے۔ میرا دماغ سُن ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ ناقابلِ قیاس بات تھی، ناقابلِ یقین۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تہذیب کو غلط فہمی ہوئی ہو۔

"چند لمحات خاموش رہنے کے بعد تہذیب کہنے لگی۔

"ہاں تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو لیکن میں وہ باتیں کر رہی ہوں جو سن چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ایمفنہ کے سلسلے میں جو سودے بازی ہو رہی ہے اس میں میڈم مارٹینا ایک مطلق العنان کی حیثیت سے گفتگو کر رہی ہیں اور ایک مخصوص ٹرانسمیٹر پر مائیکل جوشیو کی حیثیت سے کچھ لوگوں کو ہدایات دیتی رہتی ہیں۔ ان ہدایات میں وہ انتہائی بھاری مردانہ آواز میں اپنے آپ کو مائیکل جوشیو کہہ کر دوسروں سے مخاطب ہوتی ہیں۔"

"تہذیب تم... تمہیں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟"

"شاید تم یہ بھول رہے ہو علی کہ میں نے ایک جرائم پیشہ ادارے میں تربیت حاصل کی ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جو نظر آ رہی ہوں یا بن چکی ہوں جب اس طرح کے معاملات میرے علم میں آتے ہیں تو میرے اندر وہ تمام صلاحیتیں اور حسیں بیدار ہو جاتی ہیں جنھوں نے مجھے گرین لول کا 'تو' بنا دیا تھا۔ گرین لول اعلیٰ ترین لوگوں کو اپنے درمیان ایک عام حیثیت دیتی ہے لیکن وہ جو اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہوتے ہیں خواہ کسی بھی سطح کے لوگ ہوں، عہدوں کے قابل قرار پاتے ہیں۔ گرین لول پر تو میں محنت کھینچ چکی ہوں لیکن اسی حیثیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے تمہیں میری بات پر یقین کر لینا چاہیے۔"

"تہذیب! یہ تو تم نے... یہ تو تم نے بڑی حیرت انگیز بات بتائی ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں جو انکشاف کرنے والی ہوں، وہ تمہارے لیے ناقابلِ یقین ہو گا۔"

"تہذیب! اب تو میں میڈم مارٹینا سے ضرور ملنا چاہوں گا لیکن ان حالات میں تم... کتنی حیرت کی بات ہے کہ تمہیں تارینا ہارڈو نے بڑے اعتماد کے ساتھ اس جگہ بھیجا تھا اور تمہیں یہاں رہ کر سب سے خطرناک کام انجام دینے تھے۔ تم پر یہ انکشاف کیسے ہوا؟"

"مجھے کچھ شبہات تو پہلے ہی ہو چکے تھے علی۔ میڈم مارٹینا اپاہج ہیں۔ وہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر اپنے تمام کام کرتی ہیں لیکن ایک اپاہج کے اندر جو بیزاری اور مایوسی ہوتی ہے، وہ میں نے ان خاتون میں نہ پائی۔ ان کے انداز میں ایک الہڑ پن، پھرتی اور مستعدی تھی کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ شاید وہ اپاہج نہیں ہیں۔ میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ہاں میڈم مارٹینا کے ذریعے تارینا ہارڈو کو جو معاملات بھجوانے تھے، وہ بدستور بھجواتی رہی اور ان میں کسی قسم کا تکلف نہیں کیا۔ البتہ میں در پردہ ان کی کھوج میں لگی رہی اور بالآخر میں نے یہ راز پا لیا کہ وہ اپاہج نہیں ہیں۔ جب مجھ پر یہ انکشاف ہوا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ تارینا ہارڈو نے ایسا کیوں کیا یا میڈم مارٹینا کو ایک اپاہج کی حیثیت اختیار کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اس سلسلے میں میں نے تارینا ہارڈو سے سوال کر لیا تو انہوں نے بتایا کہ میڈم مارٹینا مکمل طور پر اپاہج ہیں اور انھیں ان کے ادارے میں تقریباً تیس سال کام کرتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ ان کی بے پناہ صلاحیتوں کی بنیاد پر انھیں یہ اہم عہدہ دیا گیا اور صرف اس لیے کہ وہ ٹانگوں سے معذور ہو گئی تھیں اور زیادہ بات کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ یہ معلوم کر کے مجھے خیال ہوا کہ اگر میڈم مارٹینا اپاہج نہیں ہیں تو کم از کم یہ بات ان کے ادارے کو تو معلوم ہونا چاہیے تھی۔ بس یہاں سے میرے ٹھوس شبہات کی ابتدا ہوئی اور میں نے در پردہ میڈم مارٹینا پر نگاہ رکھنا شروع کر دی اور اس کے بعد علی! مجھے یہ اندازہ ہوا کہ میڈم مارٹینا مائیکل جوشیو کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔ میں نے اس کے بعد بھی کافی وقت صرف کیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ تب مجھے معلوم ہوا کہ حقیقی گفتگو مائیکل جوشیو کے نام پر کی جاتی ہے، وہ میڈم مارٹینا ہی کرتی ہیں۔ یہ انکشاف میرے لیے جس قدر حیرتناک ہو سکتا تھا، تم اس کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں نے یہ راز خود تک ہی محفوظ رکھا، تارینا ہارڈو تک کو یہ بات نہیں بتائی لیکن میری ذہنی حالت درست نہیں رہی تھی۔ پھر میں ایسے موقعوں کی تلاش میں رہی جب میڈم مارٹینا یہاں موجود نہ ہوں۔ جب بھی مجھے ایسے مواقع ملے، میں نے اس عمارت کی تلاشی لی۔ ایک شام میڈم جب کسی کام سے گئی ہوئی تھیں، میں ایک ایسے کمرے میں جا نکلی جہاں ناکارہ فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ وہاں میں سامان کی تلاشی لے رہی تھی کہ ایک میز کی دراز کھولنے پر میری پشت کی دیوار میں آہٹ ہوئی اور ایک خلا نمودار ہو گیا۔ اس کے دوسری طرف روشنی تھی۔ میں حیرانی سے اندر داخل ہو گئی اور وہاں میں نے وہاں بوڑھی مارٹینا کو دیکھا۔ یہ اصل مارٹینا تھی جو ان میڈم کی قید میں تھی۔ میں نے اس سے گفتگو کی تو پتا چلا کہ وہ ایک طویل عرصے سے یہاں قیدی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اپنی قید کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ میں نے اسے دلاسہ دیا اور اپنی آمد کو راز رکھنے کے لیے کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔ اس کے بعد میرا کام تیز ہو گیا۔ میں نے وہاں کے ایک ایک چپے کی تلاشی لے ڈالی اور بہت کچھ جان لیا۔ میرا دعویٰ ہے علی کہ مارٹینا ثانی اصل شکل میں نہیں ہے۔ وہ کوئی اور ہے اور

وہی ہائل جوشیو ہے۔"
"ایک بوڑھی عورت، ہائل جوشیو!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"ممکن ہے وہ بوڑھی نہ ہو۔"
"تم نے تو سارا کھیل ہی بدل دیا تہذیب۔"
"تمہیں ان حالات سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا۔"
"فرض؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیوں، نہیں ہے؟" تہذیب نے جوابی انداز میں کہا۔
"ذرا سی وضاحت کرو۔" میں شرارت آمیز لہجے میں بولا۔
"شریک زندگی کو نصف بہتر کہتے ہیں۔ میں نصف بدتر بن کر زندگی نہیں گزارنا چاہتی، ہر حالت میں تمہارا آدھا بوجھ بانٹ لوں گی۔" تہذیب نے جذباتی لہجے میں کہا۔ میں نے ان الفاظ سے ایک خوشگوار تاثر لیا تھا۔
"کاش میں ان الفاظ کے جواب میں ان کے ہم وزن کچھ ادا کر سکتا تہذیب۔ بس یوں سمجھو تم نے ایک سرکش گھوڑے کو رام کر لیا ہے۔ تہذیب! اب میری زندگی کے دو راستے ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنا مستقبل ایک مقصد کے لیے وقف کر دیا تھا اور اس کے علاوہ اپنی ذات میں کوئی اور تبدیلی نہیں چاہتا تھا لیکن اب صورت حال مختلف ہو گئی ہے۔"
"شکریہ علی! میں بھی پہلے نہ جانے کیا تھی لیکن اب یہ سب کچھ کرتے ہوئے مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں... جیسے میں تمہارا گھر سنوار رہی ہوں، تمہارے کام کر رہی ہوں اور یہ کرتے ہوئے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔"
"تہذیب! میں نے بھی اس سلسلے میں کافی کام کیا ہے۔ میرا خیال ہے میں اس سلسلے کے عمل کی آخری منزل میں ہوں۔"
"مجھے کچھ بتاؤ گے؟"
"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے تہذیب کو پوری داستان سنا دی۔
تہذیب حیرت و دلچسپی سے سب کچھ سن رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "تو اب کیا پروگرام ہے؟"
"کچھ وقت لگے گا فیصلہ کرنے میں۔ تم نے تارنیا ہارڈ کو پیغام تو دے دیا ہے؟"
"ہاں۔"
"ظاہر ہے اب ان لوگوں کا انتظار کیا جائے گا اور وہ آ جائیں گے۔ اس کے بعد یہ لوگ آبدوز کی ڈیلیوری دے دیں گے۔ بس وہیں سے میرا کام شروع ہو گا۔ تارنیا کو اس سلسلے میں ہماری مدد کرنا ہو گی۔"

"دو بیٹے۔"
"آبدوز سمندر میں سفر کرے گی اور جب وہ ان علاقوں سے نکل جائے گی تو ہم اسے ناکارہ بنا دیں گے اور اس بڑے ملک کی آبدوزیں اس پر قبضہ کر لیں گی۔"
"کیا تم اس آبدوز میں سفر کرو گے؟"
"ہاں، ایک اسرائیلی ایجنٹ کی حیثیت سے۔"
"کیا یہ خطرناک نہ ہو گا؟" تہذیب خوفزدہ لہجے میں بولی اور میں مسکرا دیا۔
"یہ تہذیب مالکم ایکس آف گریٹن پول نہیں بول رہی۔ بلکہ وہ نصف بہتر والی بات یہاں کار فرما ہے۔"
"جو دل چاہے سمجھ لو۔ کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ..."
تہذیب نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً ہم نے کچھ سرسراہٹیں سنیں۔ زمین کے نیچے سے ہمارے چاروں سمت فولادی دیواریں نکل رہی تھیں جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں ایک اور چھوٹا سا کمرا نمودار ہو گیا اور بقیہ کمرے سے ہمارا رابطہ کٹ گیا۔ ہم دونوں چونک کر کھڑے ہو گئے لیکن پھر ایک جھٹکا سا لگا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پکڑ لیا۔ ہم گرتے گرتے بچے تھے۔
"یہ... یہ...!" تہذیب کے منہ سے آواز نکلی لیکن ایک بار پھر اس نے مجھے زور سے پکڑ کر خود کو گرنے سے روکا تھا۔ ہمارا پنجرہ دفعتاً اوپر اٹھنا شروع ہو گیا تھا ایک مخصوص بلندی تک وہ فضا میں بلند ہوا پھر ایک سمت بڑھنے لگا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ ہائل جوشیو جو کوئی بھی ہے، ہماری گفتگو سے واقف ہو چکا ہے۔ یہ میری نا سمجھی تھی یا تہذیب کی یا ہم دونوں کی کہ اس کے گھر میں بیٹھ کر ہی ہم اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، سازشیں کر رہے تھے۔ تہذیب کے اطمینان پر میں نے بھی یہ بات نظر انداز کر دی تھی لیکن میرا آپ بیتی سے کوئی پروگرام بھی نہیں تھا اگر کوئی اشارہ مل جاتا تہذیب کی طرف سے تو شاید میں یہ نادانی نہ کرتا لیکن اس انکشاف میں ایسا کھو گیا تھا کہ تمام احتیاطی خیالات ذہن سے نکل گئے تھے۔
چند منٹ کے بعد ہم نے اس پنجرے کو نیچے آتے محسوس کیا اور پھر جو دیواریں ہمارے گرد بلند ہوئی تھیں وہ اسی طرح زمین میں گم ہو گئیں جیسے بلند ہوئی تھیں۔ ہم نے ارد گرد کا منظر دیکھا اور ہماری آنکھیں چندھیا گئیں۔ یہ ایک وسیع ہال تھا جس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ بہت سی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر روشنیوں کے جھمکے ہو رہے تھے۔ تیز روشنیاں جو مختلف رنگوں کی تھیں پھر کسی سمت سے ایک وہیل چیئر آگے بڑھی اور روشنی میں پہنچی میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے کرسی پر بیٹھے ہوئے وجود کو دیکھا اور ایک

ٹھنڈی سانس لی۔ وہ بوڑھی عورت میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ ڈوبمر پر اس نے ہائل جوشیو کی ٹائپسٹ کی حیثیت سے آبدوز کے بارے میں سودے بازی کی تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔
"ہیلو۔" اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "تہذیب مالکم ایکس، علی۔ یہی نام ہیں تم دونوں کے؟"
میں نے کچھ بولنا چاہا لیکن آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ تہذیب کا چہرہ بھی زرد تھا۔
چند لمحات وہ ہمارے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "تم دونوں نے بڑی محنت کی ہے اس سلسلے میں۔ میں تمہاری پوری گفتگو سن چکی ہوں۔ میں تم سے مخاطب ہوں لڑکی۔ تمہاری کارکردگی میں نقص سا رہ گیا جس کی وجہ سے تم جو بہت دانش مند ہو، چکر میں پھنس گئیں۔ یہ نہ سوچا تم نے کہ مجھ جیسی شخصیت جو اتنی [illegible] سنبھالے ہوئے ہے اس طرح دنیا سے کٹ کر گوشہ نشین نہ ہو گئی ہو گی۔ یہ عمارت اتنی معمولی نہ ہو گی جتنی تم نے سمجھی۔ اپنی جگہ سے اٹھو، آؤ میں تمہیں اپنی کائنات کی سیر کراؤں۔ آؤ میں تم سے خوش ہوں، تم نے پہلی بار میری شہ رگ پر ہاتھ رکھا ہے اور کوئی ہاتھ اس طرح مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ آؤ دیکھو کہ اس ناتواں عورت نے کس طرح دنیا کو اپنا مطیع کیا ہے۔"
میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور میں نے سہارا دے کر تہذیب کو اٹھایا۔ بوڑھی اطمینان سے وہیل چیئر کھسکاتی ہوئی ایک دیوار کے پاس پہنچ گئی۔
"یہ تمہاری دنیا کے وہ جدید اور ترقی یافتہ ممالک ہیں جو اپنی دانست میں اس دنیا کی تقدیر کے مالک ہیں۔ یہ امریکا ہے، یہاں میرے ساتھ نائنٹی میرے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔" اس نے ایک بٹن دبایا اور ایک مشین اسٹارٹ ہو گئی اور پھر اس پر سے تحریریں گزرنے لگیں۔ ان تحریروں میں امریکا کی تازہ ترین پالیسیاں، اس کے صنعتی و تجارتی اقدامات کی تفصیل تھی۔ "یہ روس ہے، یہ فرانس، یہ چین، یہ ہندوستان، یہ جاپان اور یہ برطانیہ۔"
بوڑھی ایک ایک کر کے دنیا کے جدید ترین ممالک کے بارے میں رپورٹیں دکھاتی رہی۔ پھر اس نے بٹن بند کر دیا۔
"اس طرح میں پوری دنیا سے باخبر رہتی ہوں تو یہ عمارت کیا چیز ہے! تم نے یہ نہ سوچا میری اربوں روپے کی دولت دنیا کے بڑے بڑے بینکوں میں محفوظ ہے اگر تم یقین کرو تو میں تمہیں بتاؤں کہ اس وقت میں اپنی دولت کے بل پر ایک نیا ملک بسا سکتی ہوں، ایک نئی دنیا آباد کر سکتی ہوں اور یہ میرا منصوبہ ہے، میں دنیا کے نقشے پر بہت جلد ایک نیا اور طاقتور ملک ابھاروں گی۔ زیادہ وقت نہیں لگے گا اس میں۔ ابتدائی انتظامات ہو رہے ہیں، امید ہے تمام تر منصوبے عمل میں آئیں اور جب یہ ملک منظر عام پر آئے گا تو چند ملکوں کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی۔ میں ایک دنیا کی تیاریاں کر رہی ہوں اور تم حقیر سے لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہو۔ کیا یہ ممکن ہے؟"
"ہمیں آپ کی عظمت کا احساس نہ تھا مادام۔" میں نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔ "مگر یہ منصوبہ آپ کے ذہن میں کیسے آیا۔ آپ نے یہ کیوں سوچا؟" میں نے سوال کیا۔
"سنو گے اس کے بارے میں۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں تفصیل سے سب کچھ بتاؤں گی۔ طویل عرصے کے بعد کوئی ایسا ملا ہے جس نے مجھ تک پہنچنے کی جرأت کی ہے۔" اس نے کہا اور میں بڑی سعادت مندی سے کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب نے بھی میری تقلید کی تھی۔

مٹی اور پانی کی تخلیق میں اگرچہ خصوصیتیں یکساں نہ ہوتیں تو نظام کائنات میں بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتیں۔ کوئی ایک دوسرے کو سمجھنے کا دعویٰ نہ کر سکتا، ہر سوچ میں اختلاف ہوتا، نظریں ایک دوسرے پر عیاں نہ ہوتیں، تاثرات کے رنگ مختلف ہوتے، تخریبی اور تعمیری مزاجوں کا اندازہ نہ ہو پاتا اور برائی کا سدباب نہ کیا جا سکتا۔ انسان! انسانوں کی تخلیق میں اور دست قدرت کے کسی فعل میں سقم نہیں۔ اسی لیے نمرود، شداد، قارون اور فرعون کی داستانیں عبرت ناک ہوتی ہیں اور رہتی دنیا تک رہیں گی۔
بوڑھی عورت جس کا ہائل جوشیو ہونا ثابت ہو چکا تھا اس وقت ایک ایسی ہی انسانی کمزوری کا شکار تھی۔ وہ دولت بے پناہ طاقت کے احساس سے سرشار تھی۔ اس کی زندگی میں صرف کامیابیاں تھیں۔ طاقتور اس کے سامنے فنا ہوتے رہے تھے اور وہ اس فنا کے کھیل سے آشنا ہو چکی تھی۔ پانی سے گندھی ہوئی مٹی کے وجود میں خود نمائی کا جذبہ پیدا ہوا تھا۔ اپنا مخالف پا کر اصولاً اسے یہی چاہیے تھا کہ ہمیں قتل کر دے لیکن برتری کے اظہار کی شدید خواہش اس کے ذہن پر چھا گئی تھی۔ اس کے بوڑھے چہرے پر تکبر کی پرچھائیاں نمایاں تھیں، آنکھوں سے حقارت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس کی [illegible] آنکھیں اسی طرح [illegible] تھیں لیکن احمق نہیں جانتی تھی کہ اسے روکا گیا ہے کھیل بدلنے کے لیے اور روکنے والی قوت وہی ہے جو شداد کو اس کی جنت میں داخل ہونے سے روک دیتی ہے۔
ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ میرے بدلے ہوئے لہجے سے تہذیب نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میں بڑھیا کو کوئی چکمہ دینا چاہتا ہوں۔
"اگر تہذیب دینا ہائل جوشیو کے نام کے بارے میں جاننے

کی کوشش کرتی تو اسے معلوم ہوتا کہ زوسبالہ قبائل کے اس روحانی پیشوا کا نام پال جو شیبو ہے جس نے زوسبالیوں کو تہذیب کی روشنی دی اور انھیں جدید دنیا میں رہنے کے طریقے سکھائے۔ افریقہ کے شمال میں یہ واحد قبیلہ تھا جس کا کوئی جوان مہذب دنیا میں غلام کی حیثیت سے نہیں لایا گیا۔ پرتگالیوں کے جہاز اپنی وحشیانہ طاقت کے ساتھ زوسبالہ کے ساحلوں پر لنگر انداز ہوتے تھے لیکن ان کے پاس سے کوئی زوسبالہ سے واپس نہیں جا سکا۔ انھوں نے اسی کام کے بدلے زندگی پائی کہ وہ زوسبالہ کے جوانوں کو جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق تربیت دیں۔ انھیں وہاں کے تمام طور طریقوں سے روشناس کرائیں پھر یہ لوگ اسی زبان پر فنا ہو جاتے۔ زوسبالی جوان ان سے تہذیب کی روشنی لے کر انھی کے جہازوں پر مہذب دنیا میں آتے اور وہاں اپنی جگہ بناتے اور یہ سب پال جو شیبو کی کاوشیں تھیں۔ ہر زوسبالی اس نام کو متبرک سمجھتا ہے اور آج تک اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ میرا شوہر ولیم والی کانٹ بھی زوسبالی تھا اور ہر زوسبالی کی طرح اس نام کا اسی طرح احترام کرتا تھا جس طرح دوسرے زوسبالی کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے مقدس مشن کے لیے یہی نام منتخب کیا۔" بوڑھی نے بتایا۔

"آپ کے شوہر مسٹر ولیم والی کانٹ...؟" میں نے سوال کیا تو بوڑھی نے تیزی سے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

"صرف سنتے رہو۔ درمیان میں مت بولو، ورنہ ماضی سے رشتہ ٹوٹ جائے گا میرا۔ میں نے سائنس میں اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کی اور ورلڈ اسپیس ریسرچ میں ایک اعلیٰ عہدے پر کام کرنے لگی۔ یہیں میری ملاقات ولیم والی کانٹ سے ہوئی۔ سیاہ بدن کے اندر ایک پُرنور دل تھا جو میری نگاہ میں آ گیا اور میں نے اس رنگ دار سے شادی کر لی۔ عصبیت کی آگ میں جلنے والوں کو اس سیاہ رو کے لیے یہ اعزاز پسند نہ آیا اور ہمارے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں۔ ہم دونوں ہوائی کے ایک خوبصورت علاقے میں رہتے تھے۔ ولیم ایک ذہین سائنس دان تھا اور ترقی کے راستے ہمارے سامنے کھلے پڑے تھے۔ ولیم کو حکومت کے حتمی فیصلے کے تحت جیورل اسپیس سوسائٹی کا چیئرمین بنایا گیا اور اس اعزاز کے لیے اسے دعوت دی گئی۔ میں کیتھی اوبرنا جو شادی کے بعد کیتھی والی کانٹ کہلاتی تھی اس کے ساتھ ہی روانہ ہوئی۔ اسپیس سوسائٹی کے ارکان نے اس دعوت کی آڑ میں ایک سازش تیار کی تھی۔ سوسائٹی کا فیصلہ اپنی جگہ تھا اور والی کانٹ اس اعزاز کا جائز طور پر مستحق تھا لیکن عصبیت پسند اس بات کو برداشت نہیں کر پائے اور ہم دونوں کو اغوا کر لیا گیا۔ دل جلوں کے ارادے ولیم کے لیے بہت ہی خوفناک قسم کے تھے۔ وہ ہولناک شام تھی جب اینکسوبری کی فضا میں برف باری سے بوجھل تھی۔ ہم لوگ اس برف باری کا لطف اٹھانے کے لیے ایک تفریحی کلب سے باہر چوڑی برہنہ پہنے ہوئے ریسٹورانٹ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جیورل اسپیس سوسائٹی کے ایک اہم رکن کا پیغام ملا کہ ہم ان کے پاس پہنچ جائیں۔ کھلی چھت کی لمبی شیورلیٹ میں ہم بلندیوں سے پہنچتے ہوئے جب نیچے پہنچے تو ہم پر گولیوں کی بارش ہو گئی۔ ہمارے وہ محافظ بھی جو ہمیں لینے آئے تھے وہیں ہلاک ہو گئے۔ مجھے اور میرے شوہر کو اغوا کر لیا گیا لیکن جس جگہ ہمیں لے جایا گیا تھا وہ ٹیکنیکل لیبارٹری تھی اور یہاں جن نقاب پوشوں نے ہمارا استقبال کیا تھا میں ان کی آوازیں پہچان گئی تھی اگرچہ وہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے ہمارے ساتھ انتہائی نفرت و حقارت کا سلوک کیا۔ مجھے ایک سیاہ فام سے شادی کرنے کے طعنے دیے اور اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک ذہین سائنس دان ہونے کے باوجود ایک انتہائی احمقانہ حرکت کا ثبوت دیا ہے جس کی سزا میرے لیے متعین کر دی گئی ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے ایسے کاغذات پر دستخط لیے جن کی رو سے میں اپنے شوہر کی قاتل اور ایک عظیم سازش کی بانی قرار دی گئی۔ یہ سازش سیاہ فاموں کی طرف سے سفید فاموں کے لیے تھی۔ کچھ ایسی فضا پیدا کر دی گئی تھی کہ میرے ذہن میں خوف و ہراس کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا لیکن یہ نہ بتایا گیا تھا کہ اس کے بعد ان کا منصوبہ کیا ہے۔ پھر میری نگاہوں کے سامنے ولیم والی کانٹ کو تیزاب کے تالاب میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ بس دھواں سا اٹھا تھا اور والی کانٹ کا بدن ایک لمحے میں خاکستر ہو گیا، یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں بھی اور جب تیزاب کے تالاب کی سطح ساکن ہوئی تو اس میں صرف چند دھبوں کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا تھا جو ولیم والی کانٹ کی مظلومی کی داستان سنا رہے تھے۔ میری دلخراش چیخیں بلند ہو گئی تھیں اس لیے کہ مجھ میں چیخنے کی سکت باقی تھی۔ میں نے ہر طرح سے ان لوگوں سے فریاد کی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ میں دنیا کے کسی گمنام ترین گوشے میں زندگی کے بقیہ لمحات گزار دوں گی۔ مجھے میرے شوہر کی زندگی دے دی جائے لیکن حماقت تو اس کالی شکل والے سے ہی ہوئی تھی۔ بھلا وہ میری بات کیسے مان سکتے تھے۔ ہاں ان کے سینے میں اپنے قومی جذبے زندہ تھے۔ وہ مجھ سفید فام کو اور میری ذہانت کو فنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مجھے نہایت نرمی اور پیار سے سمجھایا گیا کہ اس واقعے کو بھول جاؤں اور ان لمحات کو اپنے ذہن سے فراموش کر دوں جو میں نے اس کالے انسان کی سنگت میں گزارے ہیں۔ کیونکہ وہ میرے قابل نہیں تھا۔ ان میں سے سبھی مجھ سے احترام سے پیش آئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ میری ذہانت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ زندگی کے جس مرحلے پر مجھے کوئی دقت یا الجھن پیش آئے وہ سب میرے

ساتھ ہیں اور ہر وقت میرے سینے میں ایک جذبہ بیدار ہونے مرا انتظار نظر آیا ہے یہ جذبہ انتقام کا ہو سکتا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے جو دستخط لیے تھے وہ صرف اس مقصد کے تحت تھے کہ کبھی میں قانون کا سہارا لینے پر آمادہ ہو جاؤں تو یہ سب کچھ میرے خلاف کام آئے لیکن میں جانتی تھی کہ اس دنیا کا قانون لنگڑا ہے۔ بے شک میری نشاندہی پر کچھ کارروائیاں ہوں گی، چند لوگوں کو زندان کیا جائے گا لیکن جو لوگ اس معاملے میں ملوث تھے وہ بذات خود اتنے اہم اور طاقت ور تھے کہ ان کے خلاف کوئی فیصلہ دینا دنیا کے کسی بھی ملک کے لیے مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے کچھ نہ کہا بلکہ ان کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ میری زندگی تو وہ پہلے بھی نہیں لینا چاہتے تھے۔ میں نے ولیم والی کانٹ کی موت کے راز کو دنیا سے چھپا لیا لیکن میرے وجود میں والی کانٹ زندہ تھا۔ اس کا بیٹا جسے میں نے چند ماہ کے بعد جنم دیا اور اس کا نام سوئن والی کانٹ رکھا۔

سوئن والی کانٹ بھی سیاہ کوئلے کی مانند میری آغوش میں کلبلا رہا تھا تو میں نے اس کی صورت دیکھ کر چند فیصلے کیے۔ میں نے سوچا کہ اس معصوم وجود کو کسی کے انتقام کا نشانہ نہیں بننے دوں گی۔ جب میں ان لوگوں کے خلاف میدان عمل میں آؤں گی تو ظاہر ہے ان کے ہاتھ پاؤں بھی بند نہیں ہوں گے۔ وہ میرے خلاف صف آرا ہو جائیں گے اور اس طرح سوئن کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ چنانچہ میں نے ولیم کی روح سے معذرت کی اور کہا کہ مجھے مزید کچھ عرصے کی مہلت دی جائے تاکہ میں اس کی پرورش پر توجہ دے سکوں۔ میرے لیے سوئن ولیم ہی کی دوسری شکل تھا۔ تیرہ سال میں نے انتقام کی آگ میں جھلستے ہوئے کاٹے اور سوئن کی تعلیم و تربیت پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر دی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے ان لوگوں کو بھی مایوس نہیں کیا تھا جو جیورل اسپیس سوسائٹی کے رکن کی حیثیت سے میری صلاحیتیں ملتے تھے۔ ان لوگوں سے علیحدہ رہنا میں نے یوں بھی مناسب نہ سمجھا کہ اس طرح میں ان کی نگاہوں سے دور ہو جاتی ورنہ میں انھیں دوبارہ تلاش کرنے کے لیے خاص الجھنوں کا شکار ہو جاتی لیکن سوئن والی کانٹ کا تیرھواں سال اس کی زندگی کا آخری سال ثابت ہوا اور اس کا قصور یہ تھا کہ اس کی شکل میں ولیم زندہ تھا۔

سوئن ایک اعلیٰ قسم کے اسکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور اس کی زندگی پھر ایک معمول پر آ گئی تھی لیکن وہ لوگ مطمئن نہیں تھے جنھیں ولیم سے دلی نفرت تھی چنانچہ ایک دوپہر جب سوئن والی کانٹ اپنے دوستوں کے ساتھ اسکول سے ملحق باغ میں کھیل رہا تھا کسی نے اسے پکڑ لیا اور اس کے معصوم چہرے کو ایک پتھر سے کچل کر اس کے نقش و نگار ختم کر دیے گئے کہ یہ نقش و نگار ولیم والی کانٹ کی نشاندہی کرتے تھے۔ سوئن کی لاش میرے پاس پہنچا دی گئی اور میرے لیے اب اس کائنات میں تاریکی کے سوا کچھ نہ رہ گیا تھا۔ اس کے بعد اگر میں زندگی کے لیے کوئی دوسرا راستہ منتخب کرتی تو مجھ سے بدترین عورت اس روئے زمین پر اور کوئی نہ ہوتی۔ میں زندہ رہ گئی اور میں نے جیورل سوسائٹی اور دوسرے تمام اداروں سے قطع تعلق کر لیا۔ اب میری کوششیں یہ تھیں کہ میں اپنی زندگی کے اس عمل کا آغاز کروں جس کے لیے زندہ رہ گئی تھی۔ میرے وجود میں نفرت اور انتقام کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس سلسلے میں میرا معاون جیف ایڈولیو ثابت ہوا۔ شاید تم لوگوں نے اس بین الاقوامی دہشت گرد کے بارے میں سنا ہو۔ میں نے اس کے سامنے اپنے آپ کو اس بات کا اہل ثابت کیا کہ اس کی دست راست کہلاؤں۔ جیف ایڈولیو کے ذریعے میں نے ان تمام لوگوں سے رابطہ قائم کیا جو میرے شوہر اور بیٹے کے قاتل تھے۔ پھر جب ان میں سے پہلا شخص گندھک کے تیزاب میں ڈالا گیا تو دوسرے لوگوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے ذرا تدریج کا رفتار رکھا تھا۔ طرف ایک غوطہ دیا تھا میں نے اسے اور اس کی بے خدوخال لاش جیورل سوسائٹی کو اس پیغام کے ساتھ بھجوا دی کہ یہ کچھ ولیم والی کانٹ کے ساتھ ہوا تھا یہ اس کے انتقام کا ہلکا سا نمونہ ہے۔

"جیف ایڈولیو یہ تسلیم کر چکا تھا کہ میں دہشت گردی میں بے مثال ہوں۔ دنیا میں کیا یوں تو میرے لاکھوں شناسا تھے کچھ ایسے تھے جنھوں نے مجھے کبھی پیار دیا تھا لیکن میری زندگی کا واحد مالک، میری توجہ کا واحد مرکز میرا شوہر تھا اور اس کے بعد اس کا نعم البدل میرا بیٹا۔ جب یہ دونوں اس کائنات میں نہ رہے تو میں نے دنیا کے ہر انسان سے قطع تعلق کر لیا۔ میرے وجود میں نئی نئی تخریبی صلاحیتیں پیدا ہوتی رہیں اور میں سوچتی رہتی کہ اس دنیا کو ایک بدترین اذیت گاہ کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ میرے دل میں ہر لمحہ ایک نئی تخریبی خواہش جنم لیتی تھی۔ دماغ میں اس منصوبے کی تشکیل ہوئی تھی اور پھر وہ منظر عام پر آیا تھا۔ اس سلسلے کی ایک کڑی پال جو شیبو کا نام بھی تھا جو میرے لیے اپنے شوہر کے حوالے سے عقیدت کا باعث تھا۔ میں نے اس مقدس نام کو اپنا لیا اور اس نئے نام کو اپنانے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ جیف ایڈولیو کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیونکہ یہ شخص میرا ہم پلہ ثابت ہو رہا تھا مگر اب میں اپنے آپ کو سب سے برتر دیکھنا چاہتی تھی چنانچہ یہ برتری میرے قدموں میں آ گئی۔ مسٹر علی اور اس کا تہذیب ایمن نے مختلف روپ اپنائے اور ایک مخصوص طریقہ کار میں نے اپنے لیے متعین کیا۔ میں ہمیشہ ایک ایسے روپ میں رہتی تھی جو دنیا سے کٹا ہوا

"ٹھیک ہے۔ پال جوشیو! تم نے ہمارے قتل کے لیے کیا طریقہ کار سوچا ہے؟ ہم کوئی ایسی موت چاہتے ہیں جو ہماری آپس کی یگانگت میں معاون ثابت ہو۔ ہم دونوں میں سے کوئی یہ پسند نہیں کرے گا کہ کسی ایک کی موت ایک لمحہ بھی پہلے ہو۔"

"خوب! میرے پاس ایسا انتظام موجود ہے۔ میں تم دونوں کو الیکٹرک چیئر میں بٹھا دوں گی۔ وہاں تم چند لمحے تنہا بھی گزار لو گے اور پھر میں ایک بٹن پر انگلی رکھوں گی اور مخصوص قسم کی شعاعیں تمہارے دلوں کی حرکت بند کر دیں گی۔ صرف ایک لمحے میں یا یوں سمجھو پلک جھپکنے سے قبل تم دونوں موت کی آغوش میں چلے جاؤ گے۔"

"لیکن مسٹر علی نے کہا ہے میڈم کہ میں اگر چاہوں تو آپ کی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتی ہوں۔ میرے ذہن میں یہ خواہش ابھر رہی ہے کہ میں چند روز کی مزید زندگی پا لوں۔" تہذیب نے کہا۔

"اگر تمہارے ساتھی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو میں جو وعدہ کر چکی ہوں اسے پورا کروں گی لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہارا ذہن کوئی منصوبہ سوچ رہا ہے۔ بھول جاؤ لڑکی یوں سمجھو کہ اس مکان میں اس مختصر سی جگہ میں صرف وہ ہو رہا ہے جو میں چاہتی ہوں۔ کسی بھی طور تم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتیں۔"

"بدقسمتی یہ ہے پال جوشیو کہ میں احمق نہیں ہوں۔ اب خواہ اس بات پر یقین نہ کریں کہ میں اصل میڈم مارٹینا کو یہ خانے میں قتل کر چکی ہوں اور مجھے آپ کے بارے میں یہ حقیقت بہت پہلے معلوم ہو چکی تھی۔"

"میں تحسین کرتی ہوں اور اس بات پر مجھے تمہاری ذہانت کو دل ہی دل میں سراہا بھی تھا۔ یقیناً یہ جوڑا جو میرے سامنے موجود ہے ان بے شمار افراد پر فوقیت لے جا چکا ہے جو میرے دشمن تھے اور میرے راستے میں آنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس میں ناکام رہے۔"

"شکریہ پال جوشیو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ایک کے باوجود میں آپ سے مسلسل رابطہ قائم کیے رہی اور کئی بار آپ کے ذریعے مارٹینا ہارڈو سے بھی رابطہ قائم کیا کم از کم اس حد تک مجھے امید نہیں تھی کہ آپ پال جوشیو نکلیں گی لیکن اتنا جانتی تھی کہ پال جوشیو سے آپ کا کوئی گہرا تعلق ہے اور آپ مارٹینا ہارڈو کے ملک کو دھوکا دے رہی ہیں۔ وہ لوگ آپ کی طرف سے غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اس صورت حالات کے باوجود بھی اگر میں آپ سے اس سلسلے میں کام لیتی رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے طور پر آپ سے محفوظ رہنے کا بندوبست بھی کرتی رہی ہوں اور میں نے صرف اتنا پروگرام آپ کے ذریعے مکمل کیا ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور کے ذریعے مکمل نہیں کیا جا سکتا تھا کسی ایسے ہی وقت کے لیے میں نے بعض تیاریاں کی ہوئی ہیں بہت مختصر سے وقت میں میں نے یہ تیاریاں کر لی تھیں۔ بلاشبہ انسانی قوت کی ہے پال جوشیو اور آپ نے کم از کم یہ نہیں کہا کہ آپ انسانی قوتوں سے برتر کوئی چیز ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"بہت معمولی سی بات ہے۔ یہ دیکھیے۔" دفعتاً تہذیب نے ہاتھ اٹھایا۔ میری نگاہیں بھی تہذیب کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ تہذیب کے ہاتھ میں ایک ننھا سا تقریباً ڈیڑھ انچ کے سائز کا چوکور بکس تھا جس پر صرف ایک سفید بٹن لگا ہوا تھا۔ غالباً یہ ریموٹ کنٹرول ٹائپ کی کوئی چیز تھی۔ تہذیب نے ایک لمحہ توقف کیے بغیر وہ بٹن دبا دیا اور دفعتاً کیتھرین والی کاؤنٹ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے بدن میں شاید اتنی سکت نہیں رہی تھی۔ ایک سفید سا شعلہ چمکا اور کیتھرین والی کاؤنٹ بے جان ہو گئی۔ اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔ بدن کے جتنے کھلے ہوئے حصے تھے وہ سب کے سب سفید ہو گئے تھے لیکن لباس محفوظ تھا۔ لباس پر آنچ تک نہ آئی تھی۔ یہ سفیدی میری سمجھ سے باہر تھی لیکن کیتھرین والی کاؤنٹ کی آنکھوں میں اب زندگی کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے خدوخال جوں کے توں تھے کھلی ہوئی آنکھیں میری جانب نگراں تھیں لیکن ان کی نیلی پتلیاں جل چکی تھیں۔ سفیدی البتہ جوں کی توں برقرار تھی اور پتلیاں جلنے کے بعد پوری آنکھوں کے ڈھیلے سفید نظر آ رہے تھے۔ جس سے اس کی شکل بے حد ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

تہذیب مالکم ایکس نے چوکور کو اپنے لباس میں رکھا اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "علی! یہ ختم ہو چکی ہے۔" وہ بولی۔

میرے تو بدن میں جان ہی نہ رہی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اچانک کیا ہوا کیسے ہوا۔ یہ بالکل الف لیلوی انداز تھا۔ حقیقت کی دنیا سے اگر اس کا واقعی کوئی تعلق تھا تو تہذیب کو کیا کہوں کیا سمجھوں! یقین کسی طور نہیں آ رہا تھا۔

تہذیب میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "علی! کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

"تم... مگر کیسے؟"

"یہ اٹامک الیکٹروڈ ہے اور اس بڑھیا کی اس وہیل چیئر میں باریک شعاعوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ وہ تم کے ذریعے پیدا ہونے والی شعاعیں جو انسانی نگاہ میں نہیں آتیں ان باریک باریک تاروں میں دوڑتی ہیں اور یہ تار ایک ایسی خود کار بیٹری سے منسلک ہیں جو اس وہیل چیئر کے نچلے حصے میں پیروں کے پاس چھپا دی گئی ہے۔ تار صرف وہیل چیئر کے ہتھوں پر بچھا دیے گئے ہیں کو کھلا ہوا چھوڑ دیا گیا صرف انہی ہتھوں سے پہنچ ہو سکتا ہے۔" تہذیب نے بتایا۔ "یہ کام میں نے اسی وقت کر لیا تھا جب ایک ہفتہ قبل میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ مارٹینا نہیں ہے۔ میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس سے پال جوشیو کی کوئی مخصوص نا شدہ بھول اور یہ بھی مجھے کرنا تھا کہ اپنے پروگرام سے آگاہ کرتی رہوں تاکہ اس کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ میں اس پر کسی قسم کا شک کرتی ہوں۔ اپنے وہ اہم ترین راز بھی میں نے آہستہ آہستہ دیے جو میں صرف اپنے سینے میں ہی رکھ سکتی تھی۔ اس طرح میں نے اس کا اعتماد حاصل کیا۔ کم از کم اس حد تک کہ وہ یہی سمجھتی رہے کہ میں بے وقوف لڑکی اس کی اصلیت سے ناآشنا ہوں۔ یعنی اس بوڑھی کو قطعی میرے کارناموں پر شبہ نہیں رہی۔ اس کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد میں نے ہر وہ جگہ دیکھی جہاں اس نے اپنے سائنسی شعبے پھیلا رکھے تھے۔ یہ بھی مجھے اعتماد میں رکھنے کے لیے بہت کچھ بتاتی رہی۔ ان شعبہ جات میں مجھے ایک ہی کارآمد چیز نظر آئی۔ یہ اٹامک الیکٹروڈ بیٹری جس کے تار بال کی طرح باریک ہوتے ہیں اور عام حالات میں نظر نہیں آتے۔ اس کے بعد یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نے یہ وہیل چیئر میں اس وقت فٹ کی جب یہ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھی اور اس کے تار اس چیئر کے ہتھوں میں چھپا دیے کہ اس کا کھلا ہوا بدن اس سے مس ہوتا رہتا ہے۔ یہ الیکٹرک اٹامک بیٹری ریموٹ سے بھی کنٹرول کی جا سکتی تھی اور یہی اس کا ریموٹ کنٹرول تھا جو میرے پاس موجود ہے۔ میں نے یہ انتظام ایسے ہی کسی وقت کے لیے کیا تھا کہ جب اسے یہ پتا چل جائے کہ میں اس کی حقیقت سے واقف ہو گئی ہوں اور یہ مجھ پر وار کرنے کی کوشش کرے لیکن علی جس قدر مناسب وقت پر اس کا استعمال ہوا ہے میں اس پر ہمیشہ فخر کرتی رہوں گی۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہیں بچانے میں میری یہ کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں۔"

میں تہذیب مالکم ایکس کو دیکھ رہا تھا اور میرے وجود میں فخر و غرور کا ایک عجیب سا احساس ابھر رہا تھا۔ ایک ایسی ذہین لڑکی ایک ایسی عظیم شخصیت میری اپنی زندگی سے متعلق ہے! اس پر میں جتنا بھی ناز کرتا کم تھا۔

چند لمحے جب مجھے اس کامیابی کا یقین آیا تو میں نے گرم جوشی سے تہذیب کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ وہ شرماتے ہوئے انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا تہذیب کہ اس وقت اپنی مسرت اور تم سے عقیدت کا اظہار کس طرح کروں۔" میں نے جوش جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کافی ہے کافی ہے۔" وہ ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ "اب ہمیں اور بھی تو کام کرنے ہیں۔"

"کیا وہیل چیئر میں اٹامک شعاعیں ختم ہو گئیں؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف ایک لمحے کا کھیل تھا صرف ایک لمحے کا۔ میں نے یہ جائزہ لے لیا تھا کہ اس کے ہاتھ ان باریک تاروں پر رکھے ہوئے ہیں اور اس وقت میں نے یہ عمل کیا۔ مزید احتیاط کی خاطر میں نے آہستہ اس قسم کی باتوں میں الجھایا کہ اس کے جسم میں تشنج پیدا ہو جائے اور وہ اپنی انگلیاں پھیلا کر کرسی کے ہتھوں کو پوری طرح پکڑ لے۔ چنانچہ سب کچھ میری مرضی کے مطابق بن گیا ہے۔"

"بے شک! بے شک۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جس قدر تعریف ممکن تھی وہ میں کر چکا۔ اب اس سے زیادہ کوئی بات اس وقت ممکن نہیں کہ آپ کے اس کارنامے پر خراج تحسین کا باعث بنے۔" میرے ان معنی خیز الفاظ نے تہذیب کے چہرے پر شرم کی وہی سرخی پیدا کر دی جس کی توقع کسی مشرقی خاتون سے ہی کی جا سکتی تھی۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ ہمیں یہاں نہ جانے کیسی کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا ہے۔" وہ بولی۔ "سب سے پہلے اس کی لاش ٹھکانے لگاؤ اور اس کے بعد ہم اپنے دوسرے پروگرام پر عمل کریں گے۔"

"اس نے اس قسم کے تیزابی ٹینکوں کا ذکر کیا تھا جس میں وہ

اُن سائنس دانوں کو جلا دیتی تھی جو اس کا کام مکمل کر دیتے تھے؟"

"ہاں میں نے بھی وہ ہولناک جگہ دیکھی ہے۔"

"تو پھر میرے خیال میں اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے ہمارے پاس۔ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا ضروری ہے تاکہ یہ کسی کو دستیاب نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے۔ آؤ۔"

"تہذیب! یہ بتاؤ اس عمارت میں کہاں کہاں ہماری مڈبھیڑ ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو اس کے لیے کام کر رہے ہیں اور ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں؟"

"اس وقت کہیں بھی نہیں۔ عجیب و غریب نظام قائم کر رکھا ہے اس نے جو بار بار مجھے خود بھی محسوس ہوا لیکن یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ ہر جگہ سے پوری طرح باخبر رہتی ہے، میری وہ حیرت رفع ہو گئی۔ یقین کرو بڑی عجیب و غریب عورت تھی یہ اور خدا کی قسم میں سچ کہہ رہی ہوں کہ مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ اگر کسی بھی طرح اس کی زندگی محفوظ رکھی جا سکتی تو میں ضرور رکھتی لیکن چونکہ یہ میرے علی کے لیے خوفناک ہو گئی تھی، تو اس کے بعد میں کسی طرح بھی اس کا وجود برداشت نہیں کر سکتی تھی۔" تہذیب نے بے اختیار یہ الفاظ کہہ دیے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ گلنار ہو گیا تھا۔

"تیزاب کے ٹینکوں کا کیا نظام ہے؟"

"یہیں اس کی لاش وہیل چیئر سمیت لانا ہو گی۔ پتا نہیں ایٹمک شعاعوں کے اثرات کیا ہوں۔ ممکن ہے اس کے بدن میں یہاں سے ہلنے کی سکت نہ ہو۔ ایک مخصوص جگہ تک اس وہیل چیئر کو لے جانا ہے اور اس کے بعد ہم اسے ایک ایسے راستے پر دھکیل دیں گے جس کا اختتام ہی تیزاب کے تالاب میں ہوتا ہے۔"

میں نے تہذیب کی ہدایت کے مطابق وہیل چیئر کو وہاں سے دھکیلا اور اس کے بعد پیچ در پیچ راہداریوں سے گزر کر ہم ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کمرے میں مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک بڑی سی مشین کے پاس وہیل چیئر کو الٹا کر دیا گیا۔ بوڑھی کی لاش جوں کی توں تھی اس کے اعضاء منتشر نہیں ہوئے تھے۔ تہذیب نے ایک بٹن دبایا اور بوڑھی کی لاش پھسلتی ہوئی کسی نامعلوم جگہ چلی گئی۔ ایک ایسی عورت کا یہ انجام جس نے ایک نیا ملک بسانے کا ایک نئی دنیا آباد کرنے کا منصوبہ تیار کر رکھا تھا۔ بڑا ہی عبرت ناک تھا لیکن یہ شاہ زاد کی جہالت کہہ لیجئے بے شمار لوگوں کی زندگیوں کے لیے اس کی زندگی ختم کر دینا انتہائی ضروری تھا۔

تہذیب نے کہا۔ "علی اب ہمارا کام نہایت سخت ہو جاتا ہے۔ میرے ذہن میں ایک فوری تصور ہے اگر تم اسے بطور راز ...

"جی فرمائیے۔" مسٹر تہذیب مالکم ایکس نے کسی قدر خوشگوار انداز میں کہا۔ ذہن پر چھائی ہوئی حالات کی گرد کو صاف نہ کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ دماغ پر بوجھ رہے۔ اس وقت تھوڑی سی شگفتگی ضروری تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میڈم مارٹینا کو ان کی جگہ سے نکالا جائے اور انھیں فوری طور پر اس کی جگہ دے دی جائے۔ میڈم مارٹینا ایک ذہین خاتون ہیں اور یقیناً ساری باتوں سے واقف ہونے کے بعد وہ اس کا کردار سنبھال سکتی ہیں۔ تمام لوگوں کو وہی کنٹرول کریں گی۔ اس کے لیے ایک طریقہ کار متعین کر لیا جائے گا اور مسٹر علی! اب تمھیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر لو اپنے چہرے میں اور اس کے بعد یہیں رہو۔ ہم یہیں سے اپنی بقیہ کارروائیاں شروع کریں گے۔ تم نے جو تفصیلات سنائی ہیں ان کے تحت یہاں بے شمار کام کرنے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے خداوند قدوس ہمیں یہاں کامیابی دلانا چاہتا ہے اور اس کے انتظامات بظاہر تو نظر آ رہے ہیں۔"

"ہاں تہذیب! واقعی ہمیں بے شمار کام کرنے ہیں لیکن ان کاموں کو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم میڈم مارٹینا کو اس کی جگہ دے دیں۔ اس طرح نہ صرف ہمارے ساتھ میڈم مارٹینا کی عقل بھی شامل ہو جائے گی بلکہ ہمارا یہ جنت بالکل محفوظ ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے آؤ۔ میڈم مارٹینا کے پاس چلیں۔" تہذیب مجھے ساتھ لے کر چل پڑی۔

یہاں آنے کے بعد میں نے اپنے کو فور کا زاد اور اس نے تنظیم کے بڑے پیمانے پر جو کارروائیاں کی تھیں اور کوئی دانا فہم جیسے جنرل کی آدمی کو جس طرح میں نے شکست دی تھی اسے میں اپنی کامیابی تصور کر سکتا تھا اور اگر اس کی رپورٹ باقاعدہ کسی کو پیش کی جاتی تو یقیناً اسے قابل ستائش سمجھا جاتا اور میری اس اعلیٰ کارکردگی کا اعتراف کیا جاتا لیکن میں نے دل ہی دل میں تہذیب مالکم ایکس کی اس عظیم الشان کامیابی کو سراہا تھا اور یہ تسلیم کیا تھا کہ تہذیب نے محدود ہو کر بھی اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جس کے سامنے میری تمام تر کاوشیں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ ہر چند کہ وہ یہ تو سمجھ پائی تھی کہ بوڑھی کیتھرین والی کاٹ خود مائل جو شیو ہے لیکن اس نے کیتھرین والی کاٹ کے لیے جس طرح بندوبست کیا تھا اس کی مثال ملنا ناممکن تھی اور یہ اس کی ذہانت تھی کہ اس نے ایک اتنے بڑے خطرے کو ٹال کر اس وقت اپنی اور میری دونوں کی زندگی بچائی تھی۔

میڈم مارٹینا کو جس قید خانے میں رکھا گیا تھا وہ انسانی

ضروریات زندگی سے آراستہ تھا۔ پتا نہیں کیوں کیتھرین والی کاٹ نے اسے زندہ رکھا تھا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ خیال ہو گا کہ شاید کبھی اسے اس کی اصل حیثیت کی ضرورت پیش آ جائے۔ بہرطور میڈم مارٹینا نے تہذیب مالکم ایکس کو دیکھا اور اس کے ساتھ مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات ابھر آئے۔

تہذیب نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میڈم یہ علی ہیں۔ علی! یا تھا میں آپ کو تمام تفصیلات نہیں بتا سکتی لیکن میں نے آپ سے کہا تھا کہ علی تارسنا ہارڈوے کے لیے کام کر رہا ہو گا۔ ہر چند کہ میرا تعلق آپ کے وطن سے نہیں ہے لیکن میں اپنے فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں وہی جذبات رکھتی ہوں جو آپ کے سینے میں اپنے وطن کے لیے موجزن ہوں گے۔"

"ہاں تم نے کہا تھا۔ اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ میں تمھارا مددگار اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمھارے علاوہ اور کوئی اس بات سے واقف نہیں ہو سکا کہ میری حیثیت کیا ہے۔" میڈم مارٹینا نے کہا۔

"میڈم اس وقت میں آپ کو کوئی تسلی نہیں دے سکی تھی، کچھ زیادہ تفصیل نہیں بتا سکی تھی، سوائے اس مختصر بات کے جو میں نے ... کو بتائی تھی لیکن اب میں آپ کو خوش خبری دیتی ہوں کہ ہم نے اس عفریت کو ختم کر دیا ہے جس نے آپ کو قید کر رکھا تھا۔"

"کیا ... ؟" میڈم مارٹینا نے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی اور ایک سمت لڑھک گئی۔

تہذیب نے آگے بڑھ کر انھیں سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "ہاں میڈم مارٹینا! ہم اسے ہلاک کر چکے ہیں۔"

"شکر خدا کے لیے ... خدا کے لیے اگر یہ کوئی مذاق ہے تو مجھ بوڑھی کے ساتھ یہ مذاق نہ کرو ... میں اپنی تمام شخصیت کھو چکی ہوں۔ مجھ میں اب اتنی بھی سکت نہیں رہی کہ میں خوشی کی کوئی بات برداشت کر سکوں۔ میرے ساتھ مذاق ..."

"نہیں میڈم! ہم آپ کی بے پناہ عزت کرتے ہیں۔ درحقیقت جو بات آپ سے کہی گئی ہے وہ حرف بحرف درست ہے لیکن یہ بات نہ صرف آپ کے بلکہ ہمارے حق میں بھی انتہائی خطرناک ثابت ہو گی کہ آپ اپنی وہ صلاحیتیں کھو بیٹھیں جن کے تحت آپ معذور ہونے کے باوجود اپنے وطن کے لیے کام کر رہی تھیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جو فرائض آپ کے سپرد کیے گئے تھے ان کے تحت کچھ ناگزیر حالات ضرور پیش آ گئے تھے لیکن آپ کی ذمہ داریاں جوں کی توں برقرار ہیں۔ آپ کو اپنے وطن کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر وہی سب کچھ کرنا ہے جو آپ کا وطن آپ سے چاہتا ہے۔"

"میں کروں گی ... لیکن بس مجھے یہ پتا چل جائے کہ حالات ہمارے کنٹرول میں ہیں۔"

"اس سلسلے میں تارسنا ہارڈوے سے آپ کی گفتگو کرائی جا سکتی ہے۔"

"نہیں میں تم لوگوں کو مجبور نہیں کروں گی۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر یقین کر لوں گی لیکن کیا ان حالات میں بھی مجھے اس قید خانے میں زندگی گزارنا ہو گی؟" مارٹینا نے سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔ آئیے ہم آپ کو یہاں سے لے چلتے ہیں۔"

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ میڈم مارٹینا اس قید خانے میں قید رہ کر ذہنی مریضہ بن چکی ہیں اور اگر انھیں فوری طور پر آزادی کی کھلی فضا نصیب ہو جائے تو ان کے اندر نمایاں تبدیلی رونما ہو گی۔

جب ہم انھیں لے کر ایک کمرے میں پہنچے تو میڈم مارٹینا نے کہا۔ "مجھے وہیل چیئر پر بٹھا کر کھلی فضا میں لے چلو۔ میں آسمان دیکھنا چاہتی ہوں۔ نہ جانے کتنا عرصہ ہو گیا مجھے آسمان دیکھے ہوئے۔"

میڈم مارٹینا کو اعتدال پر لانے کے لیے اس وقت ان کی ہر خواہش کی تکمیل ضروری تھی چنانچہ ہم انھیں باہر لے آئے۔ آسمان ابر آلود تھا۔ فضا میں گہری تیرگی چھائی ہوئی تھی۔ میڈم مارٹینا وہیل چیئر پر بیٹھی گہری گہری سانسیں لیتی رہیں۔ ان کی آنکھوں میں عجیب سی قندیلیں جگمگا رہی تھیں۔ ہم دیر تک انھیں عمارت کے مختلف حصوں میں گھماتے رہے اور یہ یقین دلاتے رہے کہ جو کچھ ان کے سامنے ہے وہ خواب نہیں ہے۔

کافی دیر کے بعد میڈم مارٹینا نے کہا۔ "اب واپس چلو۔ مجھے خنکی کا احساس ہو رہا ہے۔" چنانچہ ان کی خواہش پر ہم انھیں اندر لے آئے اور اس کے بعد انھیں بائل جوشیو کی وہیل چیئر دکھائی گئی جس پر کیتھرین والی کاٹ بیٹھتی تھی۔ کیتھرین والی کاٹ کی مختصر کہانی تہذیب نے میڈم مارٹینا کو سنائی تو وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئیں۔ اس دوران تہذیب نے وہیل چیئر کے نیچے سے ایٹمک بیٹری نکال دی تھی اور وہ باریک باریک تاریں کھول دی تھیں جو درحقیقت بال کی مانند لیکن بے پناہ مضبوط تھیں۔

کئی گھنٹے کے بعد مارٹینا کی حالت اعتدال پر آ سکی۔ اس دوران ہم نے انھیں کھانے پینے کی اشیاء پیش کی تھیں۔ میں نے اس پوری کوٹھی میں گھومنے پھرنے کے بعد یہ دیکھ لیا تھا کہ اس وقت وہاں کوئی ملازم وغیرہ بھی نہیں تھا۔ ملازموں کی رہائش گاہیں ایک سمت نظر آ رہی تھیں اور ان میں مدھم روشنیاں اس بات کی مظہر تھیں کہ وہ سب گہری نیند سو رہے ہیں لیکن ہمارے لیے یہ سونے کا وقت نہیں تھا۔ میڈم مارٹینا کی حالت اعتدال پر آنے کے بعد تہذیب کے کہنے پر میں نے انھیں سب سے پہلے یہ بتایا کہ ہم لوگ درحقیقت کیا ہیں۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گئیں کہ ہمارا

تعلق ان کے وطن سے نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اتنی محنت سے یہ کام کر رہے ہیں۔

میں نے میڈم مارٹینا سے کہا۔ ”بہت جلد ہمیں آپ کی بات تارنیا بارڈو سے کرانا ہوگی اور اس وقت آپ انھیں یہ بتائیں گی کہ آپ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے لیکن اس سے پہلے تمام صورت حال کو سمجھ لینا آپ کے لیے بہت ضروری ہے تاکہ اس کی روشنی میں آپ اپنا باقی کام کر سکیں۔“

میڈم مارٹینا اب پوری طرح سنبھل چکی تھیں۔ انھوں نے پُر اعتماد انداز میں کہا۔ ”میں اس تمام کارروائی کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔“

تہذیب الکم ایکس نے میڈم مارٹینا سے سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ کیا آبدوز کے کیس کے سلسلے میں انھیں مکمل معلومات حاصل ہیں یا اس سے پہلے ہی وہ ہاٹل جوشیو کی قیدی بن گئی تھیں؟ اس پر میڈم مارٹینا نے بتایا کہ انھیں اس کیس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

”تو پھر ضروری ہے میڈم کہ میں آپ کو اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کروں۔“

تہذیب نے میری اجازت سے میڈم مارٹینا کو تمام صورتحال بتائی اور ان کی آنکھوں میں شدید تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ انھوں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔ ”آہ! یہ معمولی بات نہیں ہے لیکن میری بدقسمتی کہ میں ان حالات سے پوری طرح واقف نہ ہو سکی اور اس سے پہلے ہی اس کے شکنجے میں آ گئی۔“

”بہرطور میڈم مارٹینا! اب اس صورت حال کو آپ ہی سنبھال سکتی ہیں جس طرح ہم نے یہاں آ کر ہاٹل جوشیو پر قابو حاصل کیا ہے آپ کو تقریباً اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ باقی معاملات کو آپ اپنی ساری صورتِ حال کی روشنی میں کنٹرول کریں گی۔“

”میں انتہائی کوشش کروں گی لیکن تم دونوں میرے ساتھ ہی رہو گے نا! میں اپنے آپ کو اس وقت بہت ہی کمزور محسوس کر رہی ہوں۔ طویل قید نے میرے اعصاب بالکل مضمحل کر دیے ہیں اور میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں اپنی صلاحیتیں کھو بیٹھی ہوں۔“

”آپ بالکل مطمئن رہیے، ہم ایک ایک پوائنٹ سے آپ کو آگاہ کر دیں گے۔“

تقریباً آدھی رات تک ہم میڈم مارٹینا کے ساتھ رہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ کس طرح یہاں اسرائیلی ایجنٹ اور کچھ دوسرے لوگ مصروفِ عمل ہیں۔ آبدوز کے سلسلے میں معاملہ کیا صورت اختیار کر چکا ہے۔ باقی تمام تفصیلات بھی میں نے انھیں بتا دیں۔

تہذیب خود بھی دلچسپی سے اس تمام گفتگو میں حصہ لیتی رہی۔ میڈم مارٹینا نے یہ طے کیا کہ کل دن میں کسی بھی وقت اس سلسلے میں آخری پروگرام ترتیب دے لیا جائے گا تاکہ زیادہ وقت جزیرے میں نہ گزارا جا سکے۔ اس کے بعد ہم نے انھیں آرام کرنے کے لیے کہا۔ یہاں کے معمولات میں کوئی نمایاں تبدیلی دوسرے لوگوں کو شک میں ڈال سکتی تھی اور ابھی ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ یہاں موجود لوگوں میں سے کون کون ہاٹل جوشیو کے خصوصی رازداروں میں سے ہے۔

تہذیب مجھے اپنی خوابگاہ میں لے آئی۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”گو رات کافی گزر چکی ہے اور اصولاً میرا فرض ہے کہ میں تمھیں سونے دوں لیکن کیا یہ واقعات ہمیں سونے دیں گے؟“

”نہیں تہذیب! میں دوہری کیفیت کا شکار رہوں گا۔“

”دوہری کیفیت؟“

”ظاہر ہے تمھاری خوابگاہ اور ہم دونوں اور دوسری طرف یہ تمام واقعات۔“

”نہیں علی، پلیز! ہم ابھی اسے اپنی خوابگاہ نہیں سمجھ سکتے، ایک بہت مخدوش جگہ میں ہیں ہم لوگ۔“

”یقیناً یقیناً۔ تم کسی پریشانی کا شکار نہ ہو۔“ میں نے کہا اور تہذیب دلآویز انداز میں مسکرا دی۔

”بس اب اس سلسلے میں کوئی شرارت نہیں ہوگی، سمجھے آپ مسٹر علی؟“

”بہت بہتر۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

”یہ تمام کارروائی جس انداز میں ہوئی ہے علی، کیا تم نے اس انداز میں سوچا تھا؟“

”ہرگز نہیں، تصور میں بھی نہیں تھی یہ بات۔“

”جو کچھ ہوا انتہائی تیز رفتاری سے اور ہنگامی طور پر ہوا ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے علی، مجھے بتاؤ کیا یہاں تک پہنچے بغیر اس کی تکمیل آسان ہوتی؟“

”میں تمھارا مقصد سمجھ رہا ہوں تہذیب، بلاشبہ یہاں قدرت نے ہماری رہنمائی کی ہے۔“

”اس سے آگے کے بارے میں بھی ہمیں بہت گہرائی سے سوچنا ہے۔ یقیناً تمھارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہوگا جیسا کہ تم نے کہا کہ تم تقریباً اپنا کام ختم کر چکے ہو؟“

”ہاں تہذیب۔ تارنیا بارڈو کی طرف سے جن لوگوں کو یہاں متعین کیا گیا تھا وہ سب کے سب ہاٹل جوشیو کے کنٹرول میں تھے اور ہم نہیں جانتے کہ بوڑھی کیتھرین دائی کانٹ کس طرح اور کن کن لوگوں کے ذریعے اپنا یہ عمل جاری رکھے ہوئے تھی۔ یہ تو یقینی امر ہے کہ

یہاں اس کے بے شمار ساتھی [illegible] علاوہ ازیں میڈم ہاٹل ان لوگوں کو ہم اس وقت [illegible] میں کامیاب ہو جائیں گے کہ وہ کیتھرین دائی کانٹ ہی ہے۔ میرے خیال میں کل ہم انھیں یہ مشورہ دیں گے کہ وہ تھوڑی سی بیمار ہو جائیں اور بیماری کے عالم میں اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر دیں اور ان لوگوں کو جو خصوصی ہدایت حاصل کرنے آئیں، انھیں صرف مختصر ترین ہدایت جاری کریں اور ان میں نمایاں بات یہی ہو کہ آبدوز کو اسرائیلی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا جائے۔“

”کیا...؟“ تہذیب متعجبانہ انداز میں بولی۔

”ہاں تہذیب۔ میں تمھیں ان لوگوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو یہاں مارشل نامی جہاز پر مقیم ہیں۔ یہ سب بظاہر تارنیا بارڈو کے ملک کے لیے کام کرتے ہیں اور اس سے تنخواہیں وصول کرتے ہیں لیکن دراصل یہ ہاٹل جوشیو کے حاشیہ بردار ہیں۔ ان میں ایک جس کا نام شارٹرو ہے اور جو معمولی حیثیت کا آدمی ہے مجھے مخلص نظر آیا ہے اور درحقیقت میں اس پر ہر طرح سے بھروسا کرنے کے لیے مجبور ہو گیا ہوں۔ میرے ذہن میں یہی منصوبہ تھا کہ تمھارے ذریعے تارنیا بارڈو کو ایک پیغام بھجواؤں گا۔ بات اسی شکل میں ہوتی جس طرح اب ہوگی لیکن اس وقت ہمیں یہ نہیں معلوم تھا، کم از کم مجھے کہ میڈم مارٹینا ہی اصل میں ہاٹل جوشیو ہے۔ میں تمھیں بتا دوں کہ ڈیسیر نامی جہاز پر جہاں آبدوز کے سودے کی تکمیل ہوئی ہے کیتھرین دائی کانٹ ہی نے یہ سودا مکمل کیا اور ہاٹل جوشیو کے نمائندے کی حیثیت سے۔ میں نے یہاں اسے دوسری بار دیکھا ہے لیکن اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ میڈم مارٹینا کی شکل میں ہے۔ اب میڈم مارٹینا کو کل اپنی بیماری کا بہانہ کر کے یہ ہدایات دینا ہوں گی کہ آبدوز کو جس طرح ممکن ہو سکے اسرائیلی ایجنٹوں کے قبضے میں دے دیا جائے۔ اب مسئلہ صرف ان دو افراد کا ہے جن کا تعلق فلسطین سے ہے۔“ میں تہذیب الکم ایکس کو ایک ایک پوائنٹ سمجھانے لگا اور ہم اس وقت تک گفتگو کرتے رہے جب تک کہ صبح کی روشنی نمودار نہ ہو گئی۔

تہذیب نے روشنی کی کرن کو کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھا تو تعجب سے بولی۔ ”ارے صبح ہو گئی!“

”ہاں۔“

”ٹھہرو، چائے پلاتی ہوں تمھیں۔ اس کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔“ تہذیب یہ کہتے ہوئے اٹھ گئی اور میں بھی مسکرانے لگا۔

ناشتے کی میز پر میڈم مارٹینا سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونوں ان کے سامنے مؤدب تھے کیونکہ دوسرے ملازمین بھی اپنے روز مرہ کے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے۔ اس وقت میڈم مارٹینا کے چہرے پر وہی خشونت پائی جاتی تھی جو کسی مطلق العنان کے انداز میں ہوتی ہے۔ وہ [illegible] کمزور تھیں لیکن ذہنی طور پر نہایت مضبوط اور مکمل شخصیت کی مالک تھیں۔ چنانچہ ناشتے کے دوران وہ مسلسل سنجیدہ اور بردبار رہیں۔ پھر انھوں نے تنہائی کے لیے حکم دیا اور خدام وغیرہ وہاں سے چلے گئے۔ تب وہ کہنے لگیں۔

”رات کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سو سکی لیکن ذہن پر ذرا بھی تکدر نہیں ہے۔ بھلا یہ حالات کس طرح سونے دے سکتے تھے۔ میں نے تمام پوزیشن پر غور کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کر سکی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ہمیں اپنا کام مکمل کر کے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ڈیئر علی! میں تمھاری ذہنی برتری کی قائل ہو گئی ہوں، مجھے بتاؤ کہ آئندہ کیا پروگرام ہے؟“

”کسی نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟“

”نہیں۔ لیکن اگر کی جائے گی تو تم مطمئن رہو، حالات کو جاننے کے بعد میں اتنی احمق نہیں ہوں کہ انھیں ہینڈل نہ کر سکوں۔ تمھیں اس طرف سے بالکل مطمئن رہنا چاہیے۔“

”گڈ، ویری گڈ۔ اب آپ چاہیں تو تارنیا بارڈو سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کو ہم دونوں پر مکمل اعتماد ہو جائے تاکہ آپ پورے سکون سے کام کر سکیں۔“

”علی! مجھے تم پر اعتماد ہے۔ پلیز! اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں تم پر کسی قسم کا شک کر رہی ہوں۔“

”شکریہ میڈم۔ اب آپ کو انتہائی فراست کا مظاہرہ کر کے کام کرنا ہے کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اور صورت حال خاصی سنگین ہے۔ اس سے قبل کہ ہم لوگ کسی کی نظر میں مشکوک ہوں، ہمیں اپنا کام مکمل کر لینا چاہیے۔ ہاٹل جوشیو جیسی بڑی قوت جس آسانی سے ہمارا شکار ہو گئی، یہ صرف تقدیر کی خوبی ہے ورنہ آپ کیا سمجھتی ہیں کیا بے شمار ملکوں کے بڑے بڑے ذہین افراد اس کی موت کے خواہاں نہ رہے ہوں گے۔“

”تم اپنا پروگرام بتاؤ، میں تمھارے ساتھ مکمل تعاون کرنے کو تیار ہوں۔“

”اب ہمیں سب سے پہلے اس عمارت کے بارے میں یہ تمام معلومات اکٹھی کر لینی چاہئیں کہ ہاٹل جوشیو نے یہاں کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔ تہذیب! میرا خیال ہے تم، میڈم مارٹینا اور میں الگ الگ کام کریں اور یہاں موجود ایک ایک چیز کو اچھی طرح چیک کیا جائے۔ اس کے علاوہ میڈم! یہاں جو ملازم کام کر رہے ہیں وہ یقیناً ہاٹل جوشیو کے مکمل طور پر رازدار اور اس کے صحیح معاون ہوں گے۔ آپ کو انھیں خاص طور سے ہینڈل کرنا ہے۔“

”میری طرف سے تم مکمل اطمینان رکھو۔ یوں سمجھو کہ میں اس

وقت کسی دراصل کانٹیکٹ ہوں۔" میڈم مارٹینا نے کہا۔

اس کے بعد ہم پوری توجہ کے ساتھ اس عمارت کی چیکنگ میں مصروف ہو گئے۔ تہذیب الگ ایکس ایک الگ حصے کی سمت چل پڑی۔ میں الگ اور میڈم مارٹینا بالکل الگ۔ اس طرح ہم تینوں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ سب سے زیادہ توجہ ان خفیہ جگہوں پر دی گئی تھی جو کسی میکنیزم کے تحت کام کرتی ہوں۔ ان پر کس طرح دوسروں سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے؟ ان کے بارے میں دیگر معلومات یہاں موجود ایک ایک کاغذ کی چھان بین۔ ان تمام مصروفیات میں دوپہر کے دو بج گئے۔ سب نے وہاں اپنی معلومات نوٹ کر لی تھیں۔

کھانے کی میز پر ہمارے درمیان تبادلۂ خیالات ہوا۔ تہذیب نے بتایا کہ کیرپٹ بوشر نامی ایک شخص میڈم مارٹینا یعنی پائل جوشیو کے معاون کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور وہ سارے تمام معاملات کنٹرول کرتا ہے۔ تہذیب نے یہ بھی بتایا کہ وہ نو افراد جن کا تعلق فلسطین سے ہے آئی وان قید کے قیدی ہیں اور آئی وان فیروز پائل جوشیو کا کیپٹن ایجنٹ ہے۔ وہ مکمل طور سے پائل جوشیو کے معاون کی حیثیت سے کام کرتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ پائل جوشیو کون ہے۔ اس کا رابطہ کیرپٹ بوشر سے ہے۔

چنانچہ ہم نے اس شخص پر خاص طور سے توجہ دی۔ کیرپٹ کا ریکارڈ ایک فائل میں مل گیا تھا۔ اس میں اس کی تصویر بھی موجود تھی۔ چوڑے چکلے چہرے والا یہ شخص غالباً پرتگال کا باشندہ تھا۔ ممکن ہے اس کا تعلق کہیں اور سے ہو۔ مٹیالی رنگت، ٹھوڑی میں گہرا خم، تنومند آدمی تھا۔ اس کے کارناموں کی پوری تفصیل اس فائل میں درج تھی۔ بڑی تفصیل سے تمام کام کیے گئے تھے اور انھیں دیکھ دیکھ کر ہم شدید حیران ہو رہے تھے۔ نفرت و انتقام کے جذبے نے ایک کمزور ہستی کو کیا سے کیا بنا دیا تھا ورنہ پائل جوشیو جیسی مجہول شخصیت اس طرح صرف آرام کے قابل تھی۔

دوپہر کو ان تمام چیزوں سے اخذ کیے ہوئے نتائج ایک دوسرے کے سامنے بیان کیے گئے اور ابھی ہم کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک ملازم نے کیرپٹ بوشر کے آنے کی اطلاع دی۔ چند الفاظ میں ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی کہ میڈم مارٹینا کو کیرپٹ بوشر سے کیا گفتگو کرنی ہے۔ اس کے بعد میری وہاں غیر موجودگی ضروری ہو گئی۔

میڈم مارٹینا نے تہذیب کے ساتھ کیرپٹ بوشر سے ملاقات کی۔ اس شخص کو میں نے بھی ایک نگاہ دیکھنا ضروری سمجھا اور اس وقت میں اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں میڈم مارٹینا اور تہذیب الگ ایکس کیرپٹ بوشر سے ملاقات کر رہی تھیں۔ کیرپٹ کا انداز نہایت مؤدبانہ تھا۔ اس نے میڈم مارٹینا سے کہا۔ "میڈم! زیر موجود اسرائیلی ایجنٹوں کے چیف نے آپ سے ایک درخواست کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اب جبکہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا ہے اور تمام معاملات طے پا چکے ہیں تو وہ یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ گزرنے والا ہر لمحہ ان کے لیے سنسنی خیز ہے۔ میڈم جس طرح بھی چاہیں عربوں سے معاملات طے کریں لیکن انھیں جانے کی اجازت دی جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کیرپٹ کہ ہمیں فوری طور پر اس سلسلے میں ان کا کام کر دینا چاہیے۔ میں خود بھی تم سے رابطہ قائم کر کے تمھیں کچھ ہدایات دینا چاہتی تھی۔"

"میں حاضر ہوں میڈم۔"

"میرے خیال میں پرسوں تک یا اگر پرسوں ممکن نہ ہو سکے تو اس کے بعد انھیں سب میرین کی ڈلیوری کر دو۔ وہ نو افراد جو آئی وان فیروز کے قیدی ہیں، میرے پاس پہنچا دیے جائیں تاکہ میں انھیں بھی ڈیبروؤں کے حوالے کر سکوں۔ ان نو افراد کی منتقلی کا کام آج بالکل صبح تک ہو جانا چاہیے۔ آبدوز کے پورے نظام کو ان لوگوں کے انجینئرز کو چیک کرا دیا جائے تاکہ وہ اسے ہینڈل کر سکیں۔"

"بہتر میڈم۔ میں یہ کام کر لوں گا اور کوئی خاص ہدایت؟" کیرپٹ نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ نو افراد یہاں پہنچ جانے چاہئیں اور انجینئرز کو کل صبح گیارہ بجے میرے پاس لے آؤ تاکہ ان کا کام کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔ مجھے اجازت؟"

"اوکے۔" میڈم مارٹینا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ آواز بدل کر بول رہی تھی اور بار بار کھانسے لگتی تھی تاکہ اس کی آواز پر شبہ نہ کیا جا سکے۔ میری نگاہیں کیرپٹ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس شخص کو مارٹینا پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ مارٹینا نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ "کیا تم میری گفتگو سے مطمئن ہو؟"

"سو فیصدی میڈم۔ لیکن اب تارینا ہارڈو سے رابطہ فوری طور پر ضروری ہے۔ ان نو افراد کے قیام کا ہمیں بندوبست کیا جائے۔ کل آپ نے جن انجینئرز کو طلب کیا ہے ان میں کسی طرح میری شمولیت بھی ضروری ہے۔"

"کیا مطلب؟" مارٹینا نے سوال کیا۔

"میں اس سب میرین کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

"اچھا! اس کے لیے گنجائش نکالنا ہو گی۔"

دفعتاً تہذیب بول اٹھی۔ "مسٹر علی! اگر آپ میڈم کی طرف سے زبان چلا سکتے ہیں تو کیا پتہ میرے بگڑے شکل سب ٹھیک ہو جائے گی؟ میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتی ہوں کہ کسی کی حیثیت سے ممکن ہے وہ لوگ آپ کو بھی آبدوز کی چیکنگ کے لیے مامور کریں۔ اگر آپ ان کی طرف سے جائیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

میں نے ایک بار پھر تحیرانہ انداز میں تہذیب کی طرف دیکھا۔ یہ لڑکی درحقیقت ذہنی طور پر بہت برتر تھی۔ میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارا کہنا ٹھیک ہے تہذیب۔ میرا خیال ہے مجھے اس سلسلے میں ابھی سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اب تمھارا کام یہ ہے کہ تم یہاں آنے والوں کو صورت حال سے آگاہ کرو اور انھیں اطمینان دلا دو کہ اب وہ محفوظ ہیں اور انھیں ایک مخصوص انداز میں عمل کرنا ہے۔"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو علی۔ میرا خیال ہے تم اپنا منصب سنبھالو۔ یہاں فی الحال تمھاری ضرورت نہیں ہے۔"

"سب سے اہم مسئلہ تو ہمیں ابھی طے کرنا ہے۔ اس کے بعد ہی میں یہاں سے روانہ ہو سکوں گا۔"

"وہ کیا؟"

"ڈلیوری دینے کے بعد ہمیں جو کام کرنا ہے اس کے لیے تم ابھی تک تم نے کچھ سوچا ہی نہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب حیران رہ گئی۔

"ارے ہاں! واقعی کیسی عجیب بات ہے۔"

میڈم مارٹینا نے مجھ سے پوچھا کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتا ہوں تو میں نے انھیں اپنے پروگرام کی تفصیل بتا دی۔ مارٹینا نے مجھ سے مکمل اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد اس عجیب اور وسیع حیرت عمل کے ٹرانسمیٹنگ سسٹم پر میں نے مشترکہ طور پر تارینا ہارڈو سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم کرنے میں تقریباً پندرہ منٹ صرف ہو گئے اور پھر تارینا ہارڈو کی آواز ابھری۔

"ہیلو میڈم مارٹینا! کیسی ہیں آپ؟ پروگرام کی کیا پوزیشن ہے؟" مارٹینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"ڈیئر تارینا! پروگرام کی جو پوزیشن ہے اس کے بارے میں بھی میں تمھیں بتاؤں گا۔ سب سے پہلے تو میں اپنی پوزیشن تمھیں بتا دوں۔ طویل عرصے سے میں پائل جوشیو کی قیدی تھی اور اس نے مجھے میری ہی عمارت کے ایک تہ خانے میں بند کر رکھا تھا۔"

دوسری طرف سے تارینا ہارڈو کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ جب مارٹینا نے اسے پکارا تو وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "کیا کہہ رہی ہیں آپ میڈم مارٹینا کیا...؟"

"ہاں ڈیئر! تفصیل تو سامنے بیٹھ کر ہی بتائی جا سکتی ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ تم نے جن لوگوں کو اس کام کے لیے مخصوص کیا تھا انھوں نے ہمارے وطن کی خوشی بخشی کا باعث بن گئے ہیں۔ وہ لڑکی جسے میری سیکریٹری کی حیثیت سے یہاں بھیجا گیا تھا اور اس کا ساتھی علی یار تھا۔ ان دونوں کو بھیج کر تم نے گویا ایک پورا ڈیپارٹمنٹ یہاں منتقل کر دیا تھا۔ میں اس سلسلے میں ان کی زیادہ تعریف و توصیف نہیں کروں گی کہ اس وقت وہ دونوں میرے سامنے موجود ہیں۔ بس یوں سمجھ لو انھوں نے مل کر مجھے اب سے کچھ وقت قبل آزادی دلائی ہے اور شاید تمھیں یہ سن کر خوشی ہو کہ انھوں نے پائل جوشیو کو بھی ختم کر دیا ہے۔"

"اوہ میرے خدا... اوہ میرے خدا!" تارینا ہارڈو کی آواز ابھری۔

"مکمل تفصیلات تو تمھارے سامنے بیٹھ کر ہی بتائی جا سکتی ہیں۔ موجودہ پوزیشن یہ ہے کہ ہم نے حالات پر تقریباً مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ میں نے پائل جوشیو کی حیثیت سے چارج سنبھالا ہوا ہے اور اس وقت مکمل کنٹرول ہمارے پاس ہے لیکن صحیح معنوں میں اس وقت یہاں کام کرنے والے ہم تین ہی افراد ہیں۔ کوئی ایک شخص ایسا نہیں ہے جو پائل جوشیو سے منحرف ہو اور ہمارے لیے کام کرے۔"

"ہمارے ایجنٹ بھی نہیں؟" تارینا ہارڈو نے سوال کیا۔

"ایک بھی نہیں۔ سب پائل جوشیو کے تنخواہ دار ہیں اور اس کے وفادار ہیں۔"

"خدا کی پناہ!" تارینا ہارڈو حیران ہونے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "لیکن میڈم! آپ کہہ رہی ہیں کہ سچویشن آپ کے کنٹرول میں ہے؟"

"ہاں۔ آبدوز کی ڈلیوری دی جا رہی ہے۔ مجھے وہ کم سے کم وقت بتاؤ جب سمندر کے کسی حصے میں تم اس آبدوز یا اپنی آبدوز کے ذریعے کنٹرول حاصل کر سکو؟"

"ہمیں کتنا وقت مل سکتا ہے میڈم؟" تارینا ہارڈو نے کہا۔

"چوبیس گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چھتیس گھنٹے۔ ہم راستوں کا تعین کیے لیتے ہیں۔ تمھیں اتنا اندازہ تو ہو گا کہ سب میرین کو کن راستوں سے اسرائیل کی طرف لے جایا جا سکتا ہے۔ ان متعین شدہ راستوں کے آس پاس تمھیں مکمل انتظامات کے ساتھ موجود رہنا ہو گا اور اس وقت سب میرین پر کنٹرول حاصل کرنا ہو گا جب وہ یہاں کی حدود سے باہر نکل جائے۔"

"کیا اس کے لیے ہمیں جنگی کارروائیاں کرنا ہوں گی؟" تارینا ہارڈو نے سوال کیا۔

"کوشش یہ ہونا چاہیے کہ اس آبدوز سے مقابلہ نہ کیا جائے۔ علی اور تہذیب اس سلسلے میں کوئی منصوبہ ترتیب دے چکے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہو گی کہ اس آبدوز سے کوئی کارروائی نہ کی جا سکے لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو تمھیں صرف اتنی کوشش کرنی ہے کہ آبدوز پر قابو پا لو۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔ اور کچھ؟"

"نہیں۔ اس کے بعد میں تم سے دارالحکومت ہی میں ملاقات کروں گی۔"

میڈم مارٹینا نے میری ہدایت کے مطابق تانیا بارڈو سے گفتگو مکمل کر لینے کے بعد اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ تانیا اس مختصر عرصے میں اپنا کام انجام دے دے گی، رابطہ منقطع کر دیا اور ہماری طرف دیکھنے لگیں۔

"بہت مناسب۔ اب تانیا بارڈو کی طرف سے ہوشیاری سے کارروائی ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر انجام خطرناک ہوگا۔" میں نے کہا۔

"یہ بتاؤ علی، تم اس سلسلے میں مزید کیا کچھ کر رہے ہو؟"

"میں اسرائیلی نمائندے کی حیثیت سے یہ کوشش کروں گا کہ خود بھی آبدوز میں موجود رہوں اور وہیں اپنا کام انجام دوں۔ تہذیب بالکم انھیں آپ کے ساتھ ہی رہیں گی اور یہ آپ کی ذمے داری ہے کہ انھیں دارالحکومت تک بحفاظت اپنے ساتھ لے جائیں میں وہیں ان سے ملاقات کروں گا۔"

"گویا میں تمھارے ساتھ نہیں رہوں گی علی؟" تہذیب نے پوچھا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں میڈم تہذیب! آپ کیسے رہیں گی ذرا مجھے خود ہی بتا دیجیے؟" میں نے بدستور شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور تہذیب نے گردن جھکا دی۔

میری دلی خواہش تھی کہ ان فلسطینی نمائندوں کی منتقلی کے بعد ہی یہاں سے جاؤں لیکن حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کام بے پناہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کس وقت کس کام کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ تہذیب اور میڈم مارٹینا سے گفتگو مکمل کر کے میں وہاں سے رخصت ہوا۔ اس ہوٹل میں آیا جہاں شارٹو کے ساتھ کمرہ حاصل کیا تھا۔ شارٹو کا انتظار کرنا پڑا اور جب وہ مجھے مل گیا تو میں اپنے اس جزیرے کی جانب چل پڑا۔

یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہاں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تھی یا نہیں۔ ہر لمحہ زندگی کی بازی لگا کر خطرات مول لینے پڑ رہے تھے۔ مارٹینا پر جانے کا سوال ہی نہیں تھا تاوقتیکہ کوئی ایسی ہی ضرورت نہ پیش آ جائے اور ویسے بھی وہاں موجود لوگوں سے اس سلسلے میں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ جزیرے پر پہنچ کر میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ بظاہر کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آتی تھی۔ پھر رات ہم نے وہیں گزاری۔ شارٹو کو میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتا چکا تھا۔ راستے میں ہمارے درمیان گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ وہ بھی مستعد ہو گیا تھا۔ یہ واحد شخص تھا جس پر بھروسا

کیا کہ مجھے خوشی ہو رہی تھی اور اس نے شاید ہی بات [illegible] نہیں دیا تھا۔ میں نے شارٹو کو بتایا کہ اگر سب [illegible] ہو گئی تو پھر آگے کیا کرنا ہے اور شارٹو نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تھا۔

"چیف! بس شارٹو کو موقع ملنا چاہیے کاش ایسا ہو سکے کہ جب انجینئرز آبدوز کا معائنہ کرنے جائیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چلا جاؤں!"

"میری بھی خواہش یہی ہے شارٹو۔ لیکن ہمیں اس کے لیے انتظار کرنا ہوگا۔"

میری خوش بختی اور خداوند عالم کی مہربانی نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ ڈین مارشے کی طرف سے مجھے پیغام ملا اور مجھے ان کے طلب کر لیا گیا۔ ان کی ایک خوبصورت عمارت میں ڈین مارشے نے مجھ سے ملاقات کی۔ وہ ابھی تک میری طرف سے مشکوک نہیں ہو سکا تھا جبکہ میرے دل میں لاکھوں وسوسے تھے۔

انھوں نے مجھ سے کہا "کہ نائن ریڈ ہیں ہائل جوشیو کی طرف سے [illegible] کی پیشکش ہو چکی ہے اور [illegible] کر دی جائیں گی اور اس کے بعد انجینئرز کی ایک ٹیم سب چیزوں کا جائزہ لے گی اس جماعت کے ساتھ ہوشیاری سے سب کچھ ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھاری باریک بین نگاہیں ہر قسم کے حالات پر مرکوز رہیں گی۔ کسی قسم کی کوئی بھی سازش متوقع ہو سکتی ہے۔ ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تل ابیب نہ پہنچ جائیں۔"

میں نے مستعدی سے اپنی خدمات پیش کر دیں اور میری مسرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ کام ہو گیا تھا جس کا میں دلی طور پر خواہش مند تھا۔ شارٹو تو میرے ساتھ دُم کی طرح چپکا ہی ہوا تھا۔ دوسرے دن صبح دس بجے ہمیں ایک مخصوص جگہ پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔ پانچ انجینئرز جن کا تعلق اسرائیل سے تھا ہمارے منتظر تھے اور ہمیں سب سے زیادہ [illegible] محکمے جانے والا کیپٹن جولائی فری تھا اس نے سب سے پہلے مجھ سے ہی رابطہ قائم کیا تھا۔ ساتھ جانے والے انجینئرز میں سے بھی کوئی میری طرف سے مشکوک نہیں تھا چنانچہ اس کے بعد ہم ایک اسٹیمر کے ذریعے کیپٹن جولائی فری کی رہنمائی میں اس طرف روانہ ہو گئے جہاں آبدوز موجود تھی۔

میرے دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ جذبہ شوق و تجسس لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ظاہر ہے میں ایک ایسی نادر و نایاب شے کو دیکھنے جا رہا تھا جس کی گمشدگی نے تہلکہ مچا دیا تھا۔ دنیا کے بہترین دماغ جس کی تلاش میں ناکام ہو چکے تھے اور یہ دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ ہم فورکانز کے ساحل پر پہنچے تھے۔ فورکانز کے مشرقی علاقے میں بلند و بالا پہاڑیاں جن سے ہم گزر چکے تھے ہماری منتظر تھیں۔ اس طرف کوئی مداخلت نہیں کی گئی یہاں آئی وال قبروں کے محافظ بھی نہیں تھے۔ پہاڑیوں کے ایک حصے میں اسٹیمر کو لنگر انداز

کر دیا گیا اور اس کے بعد کیپٹن جولائی فری کی طرف سے ہم سب کو غوطہ خوری کے لباس پیش کیے گئے۔

انجینئروں کی جماعت غوطہ خوری کے لباس میں سمندر کی گہرائیوں میں اترنے لگی۔ میں اور شارٹو بھی ان میں شامل تھے۔ ہم جزیرے کے بالکل نچلے حصے میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں پہاڑیوں کے درمیان ایک عظیم الشان خلا نظر آ رہا تھا۔ اگر کوئی اس خلا کے نیچے سے گزرتا تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اوپر جو سیاہ چٹانیں نظر آ رہی ہیں، وہ قدرتی نہیں ہیں۔

بہت ہی شاندار طریقے سے یہاں ایک خول بنایا گیا تھا جو صرف پہاڑیوں کے ایک حصے کو ڈھکنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ ان خولوں کے درمیانی حصے کو ایک مخصوص ذریعے سے کھولا گیا تو دو دیو ہیکل تختے کسی صندوق کے ڈھکنے کی طرح کھل گئے اور ہمیں ان کے درمیان اوپر ابھرنا پڑا۔ نہایت حیرت انگیز جگہ بنائی گئی تھی۔ پتھر کا ایک قدرتی پلیٹ فارم یہاں موجود تھا اور اس پلیٹ فارم کے ذریعے ہم اس آبدوز تک پہنچ سکتے تھے جو یہاں خصوصی طور پر عظیم الشان ہکڑوں میں لٹکا دی گئی تھی۔ اسے محفوظ کرنے کا یہ عجیب و غریب طریقہ ہائل جوشیو کی بے پناہ قوتوں کا مظہر تھا لیکن اس بات پر یقین نہیں آتا تھا کہ اتنی خاموشی سے مر جانے والی ایک بوڑھی عورت اس عجائب خانے کی روح رواں تھی۔

پلیٹ فارم کے ذریعے آبدوز میں داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کیپٹن جولائی فری کو یہاں کا پورا نظام معلوم تھا۔ اس کے معاون اس کے ساتھ کام کر رہے تھے اور ہم اس عظیم الشان آبدوز میں اتر گئے جو [illegible] تاسف کا باعث بنی ہوئی تھی۔

آبدوز کے اندرونی نظام کو انجینئرز بڑی باریک بینی سے چیک کرنے لگے۔ ہائل جوشیو نے اس آبدوز کو مکمل طور پر تیار رکھا تھا اور اس میں کوئی بھی ایسی خرابی نہیں تھی جس پر نگاہ ڈالی جا سکے۔ میں اور شارٹو بھی ایک ایک چیز کو پوری طرح سمجھ رہے تھے۔ تقریباً پانچ گھنٹے تک آبدوز کے اندرونی حصے میں ہماری مصروفیات جاری رہیں اور آخر کار انجینئرز نے اطمینان کا اظہار کر دیا کہ آبدوز کو لے کر سفر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ اس اطمینان کے بعد ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔

میں نے ان کے نتیجے کو ڈین مارشے کو رپورٹ دی۔ ڈین مارشے نے کہا کہ اب میرا اس جزیرے پر جانا نامناسب ہے۔ مجھے یہیں ان کے پاس قیام کرنا چاہیے۔ بہتر ہے اس کے لیے کسی اور جگہ کا انتخاب کر لوں کیونکہ کسی بھی وقت ہم یہاں سے روانہ ہو سکتے ہیں۔

یہ بات بھی میرے لیے نہایت حوصلہ افزا ثابت ہوئی

تھی۔ کوئی بڑا خطرہ تو مول نہیں لے سکتا تھا لیکن یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ کوئی میری طرف نگراں نہیں ہے سب سے پہلے میں نے ٹرانسمیٹر پر تہذیب بالکم انھیں سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے تہذیب نے میری کال ریسیو کی تھی۔

"ان لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آ گئے ہیں اور میں نے انھیں صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ ان کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔ خاص تشکیک کے عالم میں رکھا گیا تھا انھیں لیکن اپنی کامیابی کے خیال سے وہ بہت مطمئن اور مسرور ہیں۔ کوئی یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ اب حالات بدل چکے ہیں لیکن علی یار خان کا نام سننے کے بعد ان سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور انھوں نے خلوص دل سے میری ہر بات تسلیم کر لی۔ تمھارا نام ان کے لیے بڑے سکون کا باعث بنا ہے علی!"

"شکریہ تہذیب۔ تمام معاملات طے ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے میری تم سے ملاقات نہ ہو اور مجھے کسی بھی وقت اپنی موجودہ حیثیت میں روانہ ہونا پڑے۔ زندگی رہی تو پہلی فرصت میں تم سے ملاقات کروں گا اور پھر ہم مستقبل کا پروگرام بنائیں گے۔ ورنہ ہمارا مستقبل تو ہمارے سامنے ہے۔ کسی بھی لمحے موت کی آغوش ہمارے لیے وا ہو سکتی ہے۔"

"اگر ہم مر بھی گئے علی تو ہماری روحیں تو ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں گی۔ تم دلجمعی سے اپنا کام کرو۔" تہذیب کی پرحوصلہ آواز سنائی دی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد میں نے شارٹو سے اس موضوع پر گفتگو کی تو شارٹو پرجوش لہجے میں بولا۔ "چیف بس مجھے آزادی ملنی چاہیے۔ انجینئرز کو آبدوز کے بارے میں جو تفصیلات بتائی گئی ہیں میرا خیال ہے ان سے زیادہ میں نے سمجھی ہیں اور میں نے ان تمام چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نگاہ میں رکھا ہے جن کے ذریعے آبدوز کو کم از کم کسی بھی کارروائی کے لیے ناکارہ بنایا جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے کام کا راستہ متعین کر لیا ہے چیف۔ بس مجھے روانگی کے وقت آبدوز ہی میں ہونا چاہیے۔"

"یقیناً۔ امکان اسی بات کا ہے کہ میں بھی تمھارے ساتھ ہی سوار ہوں گا۔ تمھیں اس سلسلے میں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ میرے لباس میں موجود ہیں۔ مثلاً یہ کٹر، جلاک اور ایسی ہی چند چھوٹی موٹی چیزیں۔" شارٹو نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا کٹر نکال کر دکھایا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن شدید انتشار کا شکار تھا۔ اب وہ لمحات آ گئے تھے جب یہ مہم تکمیل تک پہنچ جاتی مگر آنے والا وقت اس مہم کا سب سے کٹھن وقت تھا۔

ان آبدوزوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں؟"

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی سے ان کی نقل و حرکت کا جائزہ لو۔ میں نہیں چاہتا کہ انھیں ہماری موجودگی کا علم ہو۔"

سمندر میں سنسنی خیز لمحات شروع ہو گئے تھے۔ شارڈ غیر محسوس انداز میں میرے قریب پہنچا اور اس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "چیف! میں نے اپنا کام انجام دے لیا ہے۔ سب میرین میں جتنے تار پیڈو موجود تھے، میں نے ان کا سسٹم ناکارہ کر دیا ہے اور ان کے رابطے کی وائرنگ اس طرح کاٹ دی ہے کہ اگر انجینئر اسے درست بھی کرنا چاہیں تو اس کام کے لیے گھنٹوں درکار ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں نے ان قیدیوں سے صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ وہ محفوظ ہیں اور عنقریب ناظم ادکس نے انھیں اگر کچھ بتانا ہے تو وہ اطمینان رکھیں کہ یہ پروگرام اسی انداز میں تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔ چیف! زندگی کی دوڑ گئی ان کے چہروں پر۔ میرے ان الفاظ کے بعد وہ ایک ایک کو ہراساں نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ غالباً ان میں تمھیں تلاش کرنا چاہتے تھے۔"

"شکریہ شارڈ!" میں نے کہا اور شارڈ اسی غیر محسوس انداز میں میرے پاس سے چلا گیا۔

سب میرین کا عملہ بری طرح متوحش تھا۔ سگنلز برابر موصول ہو رہے تھے۔ میں خود بھی ان کے نزدیک پہنچ گیا اور جائزہ لینے لگا کہ حالات کیا ہیں۔ سب میرین کے نظام کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا لیکن انجینئرز مجھے بتا رہے تھے کہ آبدوزوں کا فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ انھوں نے مجھے چار روشن نقطے دکھائے جو چار مختلف سمتوں میں نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ان روشن نقطوں نے ان کی آبدوز کو چار سمتوں سے گھیر لیا ہوا ہے اور ان کا انداز بہتر نہیں معلوم ہوتا۔

دفعتاً آبدوز میں ایک ہلکا سا ارتعاش ہوا اور انجینئرز گھبرا گئے۔ انھوں نے فوراً ایک اسکرین روشن کیا اور اس پر بکھری ہوئی لکیریں نظر آنے لگیں۔ غالباً یہ جائزہ لیا جا رہا تھا کہ کیا آبدوز پر تار پیڈو تو فائر نہیں کیا گیا؟ لیکن اس کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ وہ مجھے ایک ایک لمحے کی صورت حال سے آگاہ کر رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ کچھ ہوا ضرور ہے لیکن آبدوز پر نہیں اور پھر اطراف کی چیزیں آہستہ آہستہ آبدوز کے دیگر ان اسکرین پر نمودار ہونے لگیں۔ دفعتاً ایک انجینئر کے حلق سے حیرت زدہ آواز نکل گئی۔ اسکرین پر ایک سیاہ خاکہ ابھر رہا تھا۔

"یہ..... یہ.....!" پھر دفعتاً دوسرے انجینئر نے ڈمبر سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا اور چند لمحات کے بعد اس کی خوف زدہ آواز ابھری۔ "ڈمبر..... ڈمبر سے کوئی جواب نہیں مل رہا۔ ڈمبر....."

اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ آبدوز کو ایک اور شدید جھٹکا لگا اور وہ لرز کر رہ گئی۔

وہ سیاہ چیز جو اسکرین پر نمودار ہوئی تھی واضح ہونے لگی اور سب میرین انجینئرز دہل گئے۔ فوراً سب میرین کا راستہ بدلنا شروع کر دیا۔ پھر کسی نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "یہ ڈمبر ہے جو غرق ہو رہا ہے۔"

میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ پہلے ڈمبر کو تباہ کر دیا گیا تھا اور یقیناً یہ کارروائی آبدوزوں نے ہی کی تھی۔ وہ دھماکے جنھوں نے آبدوز میں ارتعاش پیدا کیا تھا، ڈمبر کو تباہ کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔

سب میرین کا رخ بدل دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ چار روشن نقطے منتشر ہو گئے تھے۔ دو ایک سمت سے آ رہے تھے، ایک بہت دور چلا گیا تھا اور ایک عقب میں رہ گیا تھا۔ ڈمبر کی تباہی کا یقین کر لیا گیا۔ اس سے رابطے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ میں نے ایک گہری اطمینان بخش سانس لی۔ بظاہر میں بھی پریشان نظر آ رہا تھا لیکن میری یہ پریشانی مصنوعی تھی۔ پھر آس پاس چند اور دھماکے ہوئے اور اس کے بعد سب میرین انجینئروں میں سے دو افراد نے مجھ سے کہا۔ "سر! اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان آبدوزوں کو نشانہ بنایا جائے۔ ہم ان سے جنگ کریں۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا ہم اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کوشش تو کی جا سکتی ہے سر! اس کے سوا دوسری کوئی صورت بھی تو نہیں ہے۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ٹرانسمیشن مشین پر کچھ اشارے موصول ہوئے اور انجینئر نے میری ہدایت پر ان اشاروں کا جواب دینا شروع کیا۔ ایک باریک سی آواز آہستہ آہستہ ابھرنے لگی۔

"تمھیں سیل وارننگ دی جا رہی ہے کہ سطح کی جانب بلند ہونا شروع کر دو۔ تین منٹ کے بعد ہم تمھیں دوسری ہدایت دیں گے اور مزید تین منٹ کے بعد تمھاری آبدوز کو تار پیڈو کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔"

"تم لوگ کون ہو؟ پہلے ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا ہمارے ساتھ سفر کرنے والے جہاز کو تباہ کر دیا گیا؟" میرین انجینئرز انچارج نے پوچھا۔

"یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ نیا پروگرام یہ ہے کہ ہم تمھاری آبدوز کا صحیح نشانہ لے رہے ہیں۔" جواب ملا۔ انجینئر نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور مترحم نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا حکم ہے سر؟"

"کچھ توقف کرو۔" میں نے کہا اور دوسرے انجینئر تار پیڈو کے نظام کو سیٹ کرنے لگے۔ دفعتاً ان میں سے ایک حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کچھ ہوا ہے، اندرونی طور پر بھی کچھ ہوا ہے..... ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے سر۔ یہ تار پیڈو فائر کرنے والا نظام کام نہیں کر رہا۔ یقیناً ہائی جو شیو کی طرف سے دھوکا دہی کی گئی ہے۔" وہ ہیجانی انداز میں ادھر سے ادھر دوڑنے لگا۔ تار پیڈو فائر کرنے والے جتنے آلات تھے وہ سب ناکارہ نظر آ رہے تھے اور یہ کارروائی ایک معمولی آدمی، ایک معمول کی طرح شارڈ کی تھی جس نے اپنی ذہانت اور بلکہ حق کا عملی ثبوت پیش کر دیا تھا لیکن یہ لوگ اس کارروائی کو ہائی جو شیو سے منسوب کر رہے تھے۔ ان کے خیال میں آبدوز کا معائنہ کرانے کے بعد ہائی جو شیو نے ان سے بدعہدی کی تھی۔ وہ کچھ اور چاہتا تھا۔

تین منٹ گزرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی اور اس کے بعد دوبارہ پیغام موصول ہونے لگا۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "اب جبکہ ہم تار پیڈو بھی فائر نہیں کر سکتے، ان سے کسی طرح مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تو اس کے سوا اور کیا چارہ کار ہے کہ ہم سطح پر آ جائیں۔ انھیں اطلاع دو کہ ہم سطح کی جانب بلند ہو رہے ہیں۔"

میرین انجینئر جانتے تھے کہ ان کی ہٹ دھرمی کا نتیجہ کیا ہو گا۔ موت، صرف موت۔ چنانچہ وہ بے بسی سے بری طرح پریشان ہو گئے تھے۔ میری ہدایت کے مطابق جواب دے دیا گیا اور اس کے بعد اوپر جانے کی کارروائی ہونے لگی۔ سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ لوگ تو بالکل ہی گنگ ہو کر رہ گئے تھے جو اسرائیل کے خصوصی محکمے کے تھے لیکن صرف سیاسی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور اس تمام صورت حال میں کسی مداخلت کے قابل نہیں تھے۔ اپنی اس عظیم فتح کو شکست میں بدلتے دیکھ کر ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہائی جو شیو ایک بدترین مجرم ہے۔ ہم اس کی طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔"

"عرب لوگ بھی اس آبدوز کی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے لیکن اصل سودا اس نے کسی اور سے کیا ہے۔"

"یہ کارروائی عربوں کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"یہ سب درست دو پار کرنے والے مسٹر ہارڈ وڈ ہیں۔" انھوں نے بڑی مشکل برداشت رکھی تھی کہ ہائی جو شیو کی فطرت سے نہ واقف تھیں اور وہ اسرائیل سے کوئی بدعہدی نہیں کرے گا۔"

"مسٹر ہارڈ وڈ.....!" پھر مجھے نے حقارت سے کہا۔ "تم مسٹر ہارڈ وڈ نہیں ہو۔ ایک پاکستانی طالب علم کے پیچھے ادارے پھر رہے ہیں اور آج تک اس کا پتا نہیں پا سکے کہ تم ہی مسٹر ہارڈ وڈ کی بات کر رہے ہو۔ تاہم یہ حماقت ہماری بھی ہے، ضروری تو نہیں کہ ہمارا کوئی مشکل اپنے تمام تر خلوص کے باوجود ہمارے لیے معاون ہی ثابت ہو سکے۔"

وہ لوگ طرح طرح کی گفتگو کرتے رہے۔ آبدوز سطح کی جانب بلند ہو رہی تھی۔ ویسے ان کی گفتگو پر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے اور میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ شاید ان سب کے تذکروں میں موجود تھا اور وہ لوگ آپس میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ ہارڈ وڈ علی یار خان کے مقابلے پر آنا کام ہے۔ میرے لیے یہ اعتراف کم نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آبدوز سطح پر پہنچ گئی۔ انجینئروں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ آبدوز کے عملے کے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے تھے۔ سب ہی اس تجسس کا شکار تھے کہ اس کے بعد ان کے ساتھ کیا ہو گا۔ وہ نئے پیغام کا انتظار کر رہے تھے اور نیا پیغام ملنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"شریفانہ طور پر ہماری بات مان لینے کا شکریہ۔ ایک ایک کر کے آپ لوگ آبدوز کے دروازے سے باہر آئیں۔"

انچارج کی حیثیت سے سب سے پہلے اوپر آنے والا میں تھا۔ میرے ساتھ وہ دوسرے افراد بھی اوپر آئے جو خاص حیثیت رکھتے تھے۔ اس آبدوز سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور آبدوز پانی سے ابھر رہی تھی۔ میں نے نگاہیں گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ تاحد نگاہ نیلے سمندر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ مزید تین آبدوزیں آہستہ آہستہ سطح پر ابھر آئیں اور جب ان کے اوپر سے پانی بہہ چکا تو ان کے اوپری دروازے کھل گئے۔

سب سے پہلے چند مسلح لوگ باہر نکلے جنھوں نے سب مشین گنیں اور اسٹین گنیں اس آبدوز کی طرف تان رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک نے میگا فون پر کہا۔ "آپ لوگوں کی اس آبدوز میں منتقلی کا کام ابھی چند لمحے بعد شروع ہو گا۔ بہتر ہے کہ آپ میں سے کوئی کچھ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہم اچھے ماحول میں بھی گفتگو کر سکتے ہیں۔"

سطح سمندر پر ابھرنے والی آبدوزوں پر کسی قسم کے نشانات نہیں تھے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے۔ یہ بات صرف میں ہی جانتا تھا۔

اچانک میری عقبی آبدوز سے میگا فون پر ایک آواز ابھری جو تار بنا یارڈ کی تھی۔ "مسٹر علی! ابھی آپ کی سمت ایک چھوٹی اسپیڈ بوٹ بھیجی جا رہی ہے۔ براہ کرم آپ یہاں تشریف لے آئیں۔" میں

نے یہ سب کچھ کرسکنے میں مسلمانوں کے لیے شیخ ایک مخدوش
صورت حال میں مسلمانوں کو آپس میں یکجا ہو کر یہ سوچ لینا چاہیے
کہ انھیں اپنے طور پر خود کو منظم کرنا ہے۔ اپنا دفاع خود کرنا ہے
اور ان کا کسی بھی بیرونی مدد پر انحصار انھیں تباہی کی طرف لے جاتا
ہے۔ دنیا سے ہمارا رابطہ ضرور ہے۔ کچھ لوگ سیاسی بنیادوں پر
ہمارے ہم نوا ہیں۔ ہمارے مفادات سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن جو
ایسے دوست براہ راست ہمارے معاملات میں ملوث نہیں ہو سکتے
وہ صرف ہمیں سیاسی اور مالی امداد ہی دے سکتے ہیں۔ جو کچھ کرنا
ہے ہمیں خود کرنا ہے۔ اس آبدوز کو ہم اپنے طور پر حاصل نہیں
کرنا چاہتے تھے کیونکہ ابھی ہمارے وسائل اتنے نہیں کہ ہم ان
نادر مولوں پر کام کریں۔ بس ہم انھیں اسرائیلیوں کے ہاتھ نہیں
لگنے دینا چاہتے تھے۔ بازل جوشیو سے ہماری گفتگو کی ابتدا بہت
اچھی تھی۔ اس نے ہم سے تعاون کا وعدہ کیا تھا لیکن پھر اچانک
اس کا رویہ تبدیل ہو گیا اور ہمیں اغوا کر کے قید کر دیا گیا۔ اس کے
بعد کے حالات سے ہم تقریباً لاعلم رہے سوائے اس وقت کے
جب تمہید یہ مائیکل ایکس نامی لڑکی نے ہمیں آن دوالن فیرو سے
حاصل کر کے اپنی کوٹھی میں منتقل کیا اور اس وقت اس نے ہمیں
بتایا کہ ہمیں بازل جوشیو کی قید سے نجات مل چکی ہے اور عمل بادشاہان
آبدوز کے حصول اور اس کی تباہی کے سلسلے میں کوشاں ہے اور
ہماری رہائی اسی کی کاوشوں کے بدلے عمل میں آئی ہے۔
ایک بار پھر اس بات کا اظہار کروں گا کہ اس وقت سے ہمارے
حقیقی اطمینان ہی اطمینان تھا اور یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب سب
کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

آبدوزوں کی واپسی کے سفر میں کوئی ناقابل ذکر واقعہ پیش نہیں
آیا اور ہم اس ملک تک پہنچ گئے جس کا ان واقعات سے تعلق تھا۔
رات کا وقت تھا۔ تاحد نگاہ کہر کی دبیز چادر پھیلی ہوئی تھی۔ وہ
ایک سنسان سی بندرگاہ تھی جہاں ہم آبدوزوں سے نکل کر خشکی
پر پہنچے۔ بے شمار افراد ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ انھوں
نے بڑی گرم جوشی سے تارنیا، رڈو اور اس کے ساتھیوں کا پرتپاک استقبال
کیا۔ فیدول رخبرے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ
انھیں اس وقت کہاں منتقل کیا گیا لیکن فلسطینی بازو دے میں
اور شارڈو ان لوگوں کے ساتھ ایک شاندار مائیکرو بس میں بیٹھ
کر چل پڑے۔

ہماری میزبانی چند افراد کے سپرد کر دی گئی تھی جو نہایت
احترام سے ہمیں لیے ہوئے ایک خوبصورت عمارت میں پہنچے
جس کے باہر فوجی پہرہ لگا ہوا تھا۔ عمارت سرخ ٹائلز سے بنی ہوئی تھی۔
ہمیں ایک بہترین اور آراستہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ میری خواہش
پر شارڈو کو بھی میرے ساتھ ہی رہنے دیا گیا تھا۔ جنید جلال اور اس کے
ساتھیوں کو بھی میرے کمرے کے برابر ہی کمرے دے دیے گئے تھے۔
رات نو بجے ہم لوگوں کو پُرتکلف ضیافت دی گئی۔ اس ضیافت
میں ہمارے علاوہ صرف دو افراد شریک تھے۔ انھوں نے ہم
سے درخواست کی کہ ہم اپنی کسی بھی ضرورت کو نظرانداز نہ کریں بلکہ
فوری طور پر اس کے بارے میں بتا دیا جائے۔ کھانے کے بعد میں
نے جنید جلال سے کہا کہ یہ رات پُرسکون گزارے اور اس کے بعد
شارڈو کے ساتھ اپنے کمرے میں آگیا۔

شارڈو اس وقت بھی میرے ساتھ تھا۔ وہ بے حد مسرور
تھا۔ اس نے کہا: ”جیفت! ہرچند کہ میرا تعلق اس ملک سے ہے
لیکن آج میں یہاں اپنے آپ کو جس بلندی اور جس منصب پر پا رہا
ہوں، وہ تمہارے ہی طفیل ہے۔“

”نہیں شارڈو! یہ صرف تمہاری وطن پرستی اور تمہاری کارکردگی
کا نتیجہ ہے۔ کیا تم اپنے وطن میں اپنے لوگوں میں فوری طور پر پہنچنے
کے خواہش مند نہیں ہو؟“

”ابھی نہیں جیفت! جلدی کیا ہے ذرا یہاں سے اعزازات
وصول کر لیں۔ تمہاری وجہ سے بات کچھ بنی ہے گی۔ اس کے بعد
اطمینان سے ہی جاؤں گا۔“ شارڈو نے کہا۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد شارڈو دوبارہ بولا: ”بڑی پرانی
خواہش تھی جیفت کہ کسی دن ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے لوگوں
کے سامنے آؤں لیکن ایسا کبھی نہ ہو سکا۔ جب رات کو بستر پر لیٹ
کر آنکھیں بند کرکے بڑا آدمی بن جاتا تھا اور دل ہی دل میں تمام خواہشات
کی تکمیل کر لیتا تھا جو عملی طور پر پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ بہت سی
باتیں اس وقت ذہن میں آتی تھیں۔ ایسی مافوق الفطرت ہستی ان
خوابوں کی تکمیل کر دیتی تھی جو دنیا کو نظر نہ آئی۔ اطراف میں لے دیکھتا
تھا کہ وہ ہستی تمہاری شکل میں مجھے مل گئی۔“

”سو جاؤ شارڈو! میں بھی سونا چاہتا ہوں۔“

مجاہد

رہنما

انسانی زندگی کے واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر کے اس کی سوچ کے زاویے بدل دیتا ہے۔

یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج و شوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دہکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اس کے قدم مسلم جلی سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں۔ اس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آ بسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچہ، ہر بستی، ہر قریہ، ہر شہر میں فتنہ پھوٹ رہا تھا، بے سر و سامان رہنما تھا، اس کا مقصدِ حیات ٹھہرا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوئے تھے کہ نادیہ بارڈو چند افراد کے ساتھ پہنچ گئی۔ اس نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ یہ فوجی حکام تھے۔ مجھ سے سب ہی اچھی طرح پیش آئے۔ نادیہ بارڈو نے جنید جلال اور اس کے ساتھیوں کے لیے بے شمار تحائف خریدے تھے، میرے لیے بھی بہت کچھ تھا لیکن میں نے شکریے کے ساتھ ان میں سے صرف چند چیزیں جو میری فوری ضرورت کے تحت کام آ سکتی تھیں، قبول کر لیں اور باقی نادیہ بارڈو کو واپس کر دیں۔

شام کو نادیہ اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ جاتے ہوئے اس نے مجھے اطلاع دی کہ رات کی ضیافت وزیراعظم کی کوٹھی پر ہے۔ رات کو وہ خود مجھے لینے آئی اور میں، جنید جلال اور دو فلسطینی نوجوان لڑکوں کے ساتھ اس ملک کے وزیراعظم کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ وزیر خارجہ، وزیر داخلہ، وزیر دفاع اور دوسرے بڑے بڑے عہدیدار وہاں موجود تھے۔ سب لوگوں نے میرا پرتپاک خیرمقدم کیا۔ وزیراعظم نے مجھے بتایا کہ میرا یہ استقبالیہ پولیس کی نگاہوں سے الگ ہے اور اگر مجھے اس بات کی اجازت دوں کہ اس کارروائی کی اطلاع پولیس کو دے دی جائے تو ان لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے کیا گیا ہے کہ پولیس کو اس بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی۔

میں نے اس بات پر خصوصی طور پر وزیراعظم کا شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ میرا نام یا میری کارروائی کی کوئی بھی رپورٹ پولیس کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ مجھے اس سے نقصانات ہوں گے۔

اس کے بعد وزیر داخلہ نے اپنی استقبالیہ تقریر میں میرا شکریہ ادا کیا اور میری تعریف و توصیف کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بتایا کہ مجھے اس کام کے معاوضے کے طور پر اتنی بڑی رقم کی پیشکش کی گئی تھی جو کوئی بھی ذی عقل نہیں ٹھکرا سکتا لیکن نادیہ بارڈو کے بیان کے مطابق میں نے یہ کہہ کر اس رقم کو نظرانداز کر دیا کہ میں یہ کام صرف فلسطین کے لیے کرنا چاہتا ہوں اور اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

وزیراعظم نے کہا کہ اس دور میں جبکہ ساری دنیا میں انفرادی طور پر اپنے مفادات کے تحفظ کا رجحان ہے، ایک ایسا شخص قابلِ حیرت ہے جو ذاتی مفاد پر اپنے فرض کو ترجیح دیتا ہے اور یہ بات انتہائی قابلِ تحسین ہے۔ اس تقریر کے بعد تالیاں بجا کر جذبۂ تحسین کا اظہار کیا گیا۔ پھر وزیراعظم نے ایک اور اعلان کیا۔ ہمارا ایک بہت بڑا مقصد علی داؤد خان کے ذریعے پورا ہوا ہے۔ علی داؤد خان نے اس کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا حالانکہ اس کے عوض وہ ہم سے بہت کچھ مانگ سکتے تھے۔ چنانچہ ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں اس ملک کی شہریت پیش کی جاتی ہے اور انہیں ایک خصوصی اعزاز دیا جاتا ہے جس کے تحت وہ یہاں کے معزز شہری قرار پائیں گے۔ اس ملک کے جس حصے میں چاہیں ان کے لیے رہائش کا بندوبست کیا جائے گا۔ وہ باقی بقیہ زندگی

اگر چاہیں تو یہاں گزار سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ایک اور اعلان بھی میں کرنا چاہتا ہوں۔ اسرائیلی حکام نے اس آبدوز کے لیے جو رقم ہائل جوشیو کو پیش کی تھی وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ عظیم الشان رقم بے شک ابھی تک ہمارے پاس ہے کہ اس پیش کش کی بھی نیت خراب ہو جائے۔ وہ رقم اب ہمارے خاص کارکن میڈم مارشیا کے قبضے میں ہے اور ہمارے ضمیر کسی بھی طور یہ قبول نہیں کرتے کہ اس رقم کو اپنی تحویل میں رکھیں۔ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ ہم اگر چاہیں تو یہ رقم اسرائیل کو واپس کر سکتے ہیں لیکن اس کے بعد اس معاملے میں ہمارے براہِ راست ملوث ہونے کا اندیشہ ہے اور خارجی طور پر اسرائیل سے ہمارے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ ہم اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اس کارروائی کے سلسلے میں کبھی ہمارا نام نہ لیا جائے۔ یہ عظیم الشان رقم میرے اپنے خیال میں صرف علی یار خان کی ملکیت ہے۔ بے شک انھوں نے ہم سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا لیکن انھیں یہ رقم قبول کرنا ہوگی۔"

اس اعلان کا بھی تالیاں بجا کر خیر مقدم کیا گیا تھا۔ میں نے جوابی تقریر میں وزیر اعظم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اس رقم کو قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میں شکریے کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ رقم بیروت کے بینکوں میں تنظیم آزادیِ فلسطین کو ادا کر دی جائے اور فلسطینی تنظیمیں اس رقم کو شتیلا اور دوسرے کیمپوں میں مقیم پناہ گزینوں پر خرچ کریں۔

تمام لوگ ششدر رہ گئے تھے۔ جنید جلال نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا لی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"جنید جلال! یہ فرض داری تمھارے سپرد کی جاتی ہے۔ انشاءاللہ تم بیروت پہنچو گے۔ فلسطینی حکام کو میرا پیغام محبت دینا اور انھیں بتا دینا کہ ان کا ایک پاکستانی بھائی اپنی تمام تر دعاؤں، محبتوں اور قوتوں کے ساتھ ان کی فلاح کے لیے مصروف عمل ہے اور یہ حقیر سی رقم انھیں مظلوم پناہ گزینوں پر خرچ کرنا ہے۔"

جنید جلال کی گردن بدستور جھکی رہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رسمی کارروائیوں کے بعد ایک پُر تکلف ڈنر دیا گیا اور پھر ہمیں ہماری رہائش گاہوں پر منتقل کر دیا گیا۔ میں اب تہذیب کا منتظر تھا جو ابھی یہاں نہیں پہنچی تھی۔

تارینا یارڈو سے مسلسل رابطہ جاری تھا۔ وہ زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گزار رہی تھی۔ کئی جگہوں سے ضیافتوں کی پیش کش کی گئی تھی لیکن میں نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تارینا یارڈو سے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی کارروائی پولیس کی نگاہوں میں آ سکتی ہے اور بات صرف اتنی سی نہیں ہے تارینا یارڈو بلکہ ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ ادیبو ہارڈی امریکن سی آئی اے کا ایجنٹ ہے اور ان تمام کارروائیوں میں وہ ایک امریکی نمائندے کی حیثیت سے پیش پیش رہا ہے۔ تمام صورت حال اب تک اس کے علم میں آ چکی ہوگی۔ اس لیے میں زیادہ منظر عام پر نہیں آنا چاہتا۔ ہارڈی سے میری چپقلش کا سلسلہ جاری ہے اور امکان اس بات کا ہے کہ وہ خود بھی اب یہاں موجود ہو۔"

تارینا یارڈو نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہوا یہ بات آپ نے بتا دی تاکہ وہ میرے تحفظ کا معقول بندوبست کر سکے۔ بات یہاں ختم ہو گئی تھی۔ اپنی اس رہائش گاہ میں، میں مطمئن اور مسرور تھا۔ پانچویں دن جنید جلال اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیروت بھیجنے کے انتظامات کر دیے گئے۔ جنید جلال جب میرے پاس آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"علی! میرے پاس اب کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ صرف مجھے یہ بتاؤ، بیروت کب آؤ گے؟"

"جنید! میں اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے ہیں۔ ان کی تکمیل دنیا کے کسی بھی حصے اور کسی بھی خطے میں کی جائے گی۔ ہاں اگر کبھی کسی کام سے بیروت آنا پڑا تو چند لوگوں سے ملاقات ضرور کروں گا لیکن اس سلسلے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔"

جنید جلال خاموش ہو گیا تھا۔ میں خود تارینا یارڈو کے ساتھ ان لوگوں کو ائیرپورٹ تک چھوڑنے گیا اور انھیں بڑی محبت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ واپسی میں، میں نے تارینا یارڈو سے ان اسرائیلی ایجنٹوں کے بارے میں پوچھا جنھیں آبدوز سے گرفتار کیا گیا تھا تو تارینا یارڈو نے بتایا کہ ان کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا۔ صورت حال خاصی الجھی ہوئی ہے۔ طومہرا کے جہاز کو آبدوزوں نے تباہ کیا تھا اور اس کی اطلاع اسرائیل تک پہنچنی چاہیے ورنہ سیاسی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی چنانچہ حکام ان قیدیوں کے بارے میں ابھی غور و خوض کر رہے ہیں اور فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس کے بعد میں نے تارینا یارڈو سے اس موضوع پر کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان اسرائیلیوں کی تقدیر میں کیا لکھا جا چکا ہے۔

نویں دن اچانک ہی اس وقت جب میں اپنی رہائش گاہ کے لان پر بیٹھا ہوا گرمی دن کے بعد ڈھلنے والی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا، سیاہ رنگ کی ایک بند گاڑی رہائش گاہ کے پھاٹک سے اندر داخل ہوئی اور اس کا دروازہ کھول کر جو شخصیت نیچے اتری اسے دیکھ کر میری روح فرطِ مسرت

سے جھوم اٹھی۔ یہ تہذیب ہالکر تھی۔ اور تارینا یارڈو اسے میرے پاس یہاں لے آئی تھی۔ اس نے پُر مزاح انداز میں کہا۔ "علی دیکھو تمھاری تہذیب میں کوئی کمی تو نہیں ہوئی ہے؟ ہم اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں۔" تہذیب مسکراتی ہوئی میرے نزدیک آ کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت میرے سینے میں مسرت کا وہ طوفان موجزن تھا جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔

میں تہذیب کو لے کر اندر آ گیا۔ تارینا نے ایک لمحے بھی ہمارے درمیان مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، وہ یہیں سے رخصت ہو کر چلی گئی تھی اور اس کے بعد ہمارے لیے پُر مسرت لمحات کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ نہ معلوم کیا کیا باتیں ہوئیں تہذیب سے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی بھر کی پریشانیوں کا خاتمہ ہو گیا ہو۔ تہذیب میرے دل کے لیے باعثِ سکون تھی اور اس کی معیت ایسی ہی تھی کہ اس کے بعد کسی کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔

تہذیب نے مجھے شروع سے لے کر آخر تک کی کہانی سنائی۔ میڈم مارشیا کا تذکرہ آیا تو تہذیب نے کہا کہ میڈم نے میرے لیے محبت کا پیغام دیا ہے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر وہ اپنے وطن میں مجھ سے نہیں مل سکیں گی اور وہ حالات یہ ہیں علی کہ ہائل جوشیو کے عظیم الشان اثاثے اتنی بڑی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس ملک کے لوگوں کی نیت ان پر خراب ہو گئی ہے۔ وہ ہائل جوشیو کی تحریر کی قدروں کو تو بروئے کار نہیں لانا چاہتے لیکن اس کا جو سرمایہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلا ہوا ہے اور جو وسائل اس کے ذریعے انھیں حاصل ہو سکتے ہیں، وہ انھیں مسلسل حاصل کرتے رہنے کے خواہاں ہیں اور اس کے لیے ان کا ایک الگ ڈیپارٹمنٹ تشکیل پا گیا ہے جس نے اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ بے چاری مارشیا ابھی نہ معلوم کب تک ہائل جوشیو کی حیثیت سے وہاں مقیم رہیں گی۔ البتہ انھوں نے ایک پیش کش ضرور کی ہے۔ وہ یہ کہ ہمیں جب کبھی اور جہاں کہیں ان کی مدد کی ضرورت پیش آئے، وہ ہائل جوشیو کے نمائندوں کے ذریعے ہماری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں اور یہ صرف ذاتی بنیاد پر ہوگا۔ اس کا ان کے ملک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تہذیب کی معیت میں مسرتیں ہی مسرتیں تھیں۔ ہم لوگ دنیا کے ہر موضوع پر گفتگو کر چکے تھے۔ میں نے تہذیب کو بتایا کہ ہمیں اس ملک کی شہریت بھی پیش کر دی گئی ہے۔ اب وہ مشورہ دے کہ اپنا آئندہ پروگرام کیا ہو؟ جس جواب کی مجھے تہذیب سے توقع تھی اس نے وہی جواب دیا۔ کہنے لگی "ہم نے ان لوگوں کے لیے ایک ایسا کام کیا ہے علی جس سے انھیں زبردست مفادات حاصل ہوئے ہیں۔ یہ ہماری عزت کرتے ہیں، ہمارا احترام کرتے ہیں لیکن ہمارا ایک جذبہ ہے جس کے تحت ہم نے ان سے اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ اس سے لاکھ گنا زیادہ آسائشیں ہمیں حاصل ہو جائیں علی تب بھی ہم انھیں ٹھکرا دیں گے۔ ہم تو اپنے مشن کے لیے وقف ہیں۔ سکون کی زندگی کا کوئی تصور بھی گناہ ہے ہمارے لیے۔"

"لیکن تہذیب! میں تمھارے بارے میں سوچتا ہوں تو عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"گرین پول میں رہ کر تمھاری زندگی ہر لمحہ مصروف رہی ہے۔ اس سے علیحدہ ہوئیں تو میرے ساتھ مصروف کار ہو گئیں۔ تمھیں کچھ عرصہ تو سکون ملنا چاہیے۔"

"میں تمھارے وجود کا ایک حصہ ہوں علی۔ تمھارے مقصد اور تمھارے عمل سے کس طرح دور رہ سکتی ہوں۔ سنو علی! میں جانتی ہوں کہ جس عظیم مقصد کے لیے تم نے اپنا مستقبل تاریک کیا ہے اسے تم خود سے کبھی دور نہ کرو گے اور میں بھی کبھی یہ نہ چاہوں گی کہ تمھاری خواہشات میں سے کوئی خواہش ناآسودہ رہ جائے۔ اس لیے ابھی کسی آرام و سکون کا تصور بھی نہ کرو۔ یہ سمجھ لو اگر کبھی تم راستے میں تھک کر بیٹھیں تو وہاں سے آگے بڑھا لے جاؤں گی۔ یہی میری سچی محبت ہوگی۔"

"مجھے تمھاری ضرورت تھی تہذیب۔ میرا دل تمھارے بغیر جیسے کسی ساتھی کی آرزو کرتا تھا۔ اور تہذیب یقین کرو اب مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم یہاں اس وقت تک ٹھہرنا چاہتے تھے جب تک آئندہ کے لیے کوئی پروگرام ترتیب نہ دے لیں۔ تارینا سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ایک دن پروفیسر ڈھوک زیر بحث آ گیا تو میں نے چونک کر پوچھا "ہاں میڈم تارینا! ڈھوک تو میرے ذہن سے نکل ہی گیا تھا۔ اس کا کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ تمھارے لیے بہت پریشان رہا۔ پھر اسے مجھ سے عشق ہو گیا۔ کافی دن تک وہ یہاں پھرتا رہا اور پھر نیویارک چلا گیا۔" تارینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نیویارک!"

"ہاں۔ اس کا خیال تھا کہ تم لوگ اسے دھوکا دے کر نیویارک چلے گئے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ تمھیں امریکا میں تلاش کرے گا۔"

تہذیب تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "یہ شخص غالباً اپنے بڑھاپے کا اعتراف کر کے تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم نے ناول جو شیٹو کو کس طرح احمق بنایا؟"

"سو فیصد یہی بات تھی۔" میں نے تحسین آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم فوراً بات کی تہہ تک پہنچ جاتی ہو اور یہ خوبی کم لوگوں میں ہوتی ہے۔"

تہذیب کے چہرے پر سرخی پھیل گئی پھر اس نے کہا۔ "ان باتوں کو چھوڑو۔ ہمیں اور بھی بہت سی باتوں کو سوچنا ہے۔"

"میری نصف بہتر یہ سب کچھ سوچ سکتی ہے تو پھر اپنا دماغ کیوں کھپاؤں۔"

"نصف بہتر؟" تہذیب اس اصطلاح کو سمجھ نہیں سکی تھی تب میں نے اس لفظ کی تشریح کی اور وہ شرماتے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔

"ویسے دلچسپ لفظ ہے مگر ہمیں سنجیدہ ہونا چاہیے یہاں رنگ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس نے ہماری رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ ہمیں کبھی ٹیلی فون نہ کرتا اگر اسے اس بات کا موقع مل سکتا کہ وہ یہاں پہنچ کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار دے۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے اس سلسلے میں ہمیں محتاط ہونا پڑے گا نہ صرف محتاط بلکہ ایسے انتظامات بھی کرنا پڑیں گے کہ ہم اس سے محفوظ رہیں۔ بے شک تارینا بارڈو نے ہمارے تحفظ کے لیے بہترین انتظامات کیے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کسی طرح ناکام بھی رہ سکتی ہے۔"

"تو پھر ہم اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر کیوں چھوڑ دیں ہمیں اپنے طور پر تیاریاں کر لینا چاہئیں اور میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت ضائع کرنا حماقت ہوگی۔ دوسری تمام باتوں کے بجائے سب سے پہلے ہمیں اس کام کرنا چاہیے۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ میرے ذہن میں کھچڑی سی پکنے لگی۔ کیونکہ بات صرف میری ذات کی نہیں تھی بلکہ تہذیب مالکم ایکس بھی میرے ساتھ تھی۔ ہر چند کہ ہم لوگ اپنے طور پر محتاط رہ سکتے تھے لیکن کم از کم تہذیب کے لیے میں کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں میرا ذہن برق رفتاری سے کام کرنے لگا۔ پھر میں نے بہت ہی آسان طریقہ کار سوچا لیکن اس کے لیے تارینا بارڈو سے گفتگو کرنا ضروری تھا۔ ٹیلی فون مشکوک ہو چکا تھا۔ اولیور بیڈ ہم تک تو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن اس بات کا خدشہ ضرور تھا کہ وہ ہمارا ٹیلی فون کال نہ ٹیپ کر لے۔ چنانچہ اب تارینا بارڈو کے خود یہاں آنے کا انتظار کرنا تھا اور اس وقت تک تہذیب یہاں اپنی حفاظت کے لیے ہم نے وہ عام سی باتیں سوچ لیں جو اس موقع پر کی جا سکتی تھیں۔ یعنی ہم اپنی خواب گاہ میں نہیں رہے تھے بلکہ ایک ایسی جگہ ہم نے رات کو قیام کیا جہاں کسی کے موجود ہونے کا امکان نہیں ہو سکتا تھا اور اس بات سے اس عمارت کے ملازمین کو بھی لاعلم رکھا گیا تھا۔

صبح ہونے سے کچھ پہلے ہم اپنی خواب گاہ میں پہنچ گئے تھے تاکہ ملازمین کو کسی قسم کے شکوک و شبہات نہ ہوں۔ اتفاق کی بات یہ کہ اس دن صبح دس ساڑھے دس بجے ہی تارینا بارڈو بھی حسب معمول مسکراتے ہوئے ہم سے ملی اور اس کے بعد اس نے فرمائش کی کہ ناشتہ کافی بلوائی جائے۔

کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے کہا۔ "علی! میرا خیال ہے یہاں ایک باقاعدہ گروہ تمہارے سلسلے میں مصروف عمل ہو گیا ہے۔ اب ہم اتنے احمق بھی نہیں ہیں کہ ان باتوں کا اندازہ نہ لگا سکیں۔ میں نے اعلیٰ حکام کو اس بارے میں اطلاع دے دی ہے اور انہوں نے مجھے یہ اجازت دی ہے کہ جس طرح بھی چاہوں تمہارے بہترین تحفظ کا بندوبست کروں۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے مس تارینا بارڈو۔ میرے کرم فرماؤں نے ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں میڈم بارڈو! ہر چند کہ ہماری موجودہ پوزیشن کچھ سیاسی سی ہو گئی ہے یعنی ہمارے اور آپ کے تعلقات میں وہ تکلفات پیدا ہو گئے ہیں جو حکومت کی بنیادوں پر ہوا کرتے ہیں لیکن کیا آپ اس بات کو نظر انداز کر دیں گی کہ ہماری ملاقات ذرا مختلف ہی ماحول میں ہوئی تھی۔"

"نہیں علی! میں بھلا وہ لمحات کیسے بھول سکتی ہوں۔" تارینا بارڈو جلدی سے بولی۔

"تو پھر اس بات کا حق پہنچتا ہے مجھے میڈم بارڈو کہ سرکاری گفتگو کے ساتھ ساتھ کچھ غیر سرکاری گفتگو بھی ہو جائے۔"

"کیوں نہیں! کیوں نہیں۔ تم اگر خود تکلف کرو تو دوسری بات ہے میں نے اپنی طرف سے تمہیں اس کا موقع نہیں دیا۔" تارینا بارڈو کہنے لگی۔

"درست ہے۔ دراصل میں آپ سے ذاتی طور پر کچھ ایسا تعاون چاہتا ہوں جو ہمارے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔"

"میں اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی بات آئی ہے علی تو بے تکلفی سے مجھ سے کہو۔"

تارینا بارڈو نے جواب دیا۔

"اس ٹیلی فون کے بعد کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ اولیور بیڈ ہمارے راستے پر لگا ہوا ہے اور اس عمارت سے اچھی طرح واقف ہو گیا ہے۔"

"میں تمہیں ایک بات بتاؤں علی۔ اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایشنگل ٹاور نامی ایک عمارت موجود ہے۔ اس میں پرائیویٹ دفاتر ہیں جو لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں انہوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایشنگل ٹاور کے دروازے پر کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے جو عجیب قسم کے ساز و سامان سے لیس وہاں پہنچے تھے۔ ان کی کیفیت بظاہر مشکوک نہیں تھی لیکن میرے آدمیوں کی باریک بین نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا ہے کہ وہ لوگ کسی خاص مقصد کے تحت وہاں پہنچے ہیں۔ ایشنگل ٹاور کی کسی بلند جگہ سے اس عمارت کو جس میں تم لوگ مقیم ہو لینس میں فوکس کیا جا سکتا ہے اور بے شمار ایسے طریقہ کار اختیار کیے جا سکتے ہیں جن کی مدد سے تمہیں نقصان پہنچایا جا سکے چنانچہ میں اس عمارت کو جس میں تمہارا قیام ہے اب تمہارے لیے مشکوک سمجھتی ہوں۔" تارینا بارڈو کے انکشافات نے ہمیں چند لمحات کے لیے خاموش کر دیا تھا۔ تہذیب کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے اور میں بھی سوچنے لگا تھا کہ درحقیقت ایسی کسی عمارت سے ہمیں بہ آسانی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اولیور بیڈ یقیناً معمولی تیاریوں کے ساتھ یہاں نہ پہنچا ہوگا۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ تھا۔ اپنی زندگی سے زیادہ مجھے تہذیب کی زندگی کی فکر تھی جس سے اب میری تمام زندگی وابستہ تھی۔ تارینا بارڈو ہماری صورت دیکھ رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کون سا ایسا طریقہ کار ہو جس سے اولیور بیڈ کو دھوکا دیا جا سکے۔ یہ دلچسپ لڑکی تو اب زندگی کی ساتھی بن چکی تھی لیکن ابھی آنکھ مچولی میں زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میرا ذہن کسی ایسی ترکیب کی تلاش میں تھا جس سے اولیور بیڈ کو ایک بار پھر ایک عظیم دھوکا دیا جا سکے۔

تارینا بارڈو پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ میں نے کہا۔ "بات کسی فکر یا پریشانی کی نہیں ہے مس بارڈو! خدا کے فضل سے میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں لیکن آپ کے ملک میں، میں ایک نمائندہ حیثیت رکھتا ہوں۔ ایک مہمان کی حیثیت اور کسی مہمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ میزبان کے لیے پریشانیاں کھڑی کرے۔ اس سلسلے میں کوئی ایسی۔۔۔"

"نہیں علی! تمہیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے بارے میں کون نہیں جانتا تم ایک عظیم طاقت کو فنا کر سکتے ہو تو پھر ان لوگوں سے نمٹنا تمہارے لیے کون سا مشکل ہے۔ ہم بھی تمہارے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں کیا مجال ہے کسی کی کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے۔ میں تو بس یہ چاہتی تھی۔۔۔"

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے تارینا۔"

"کیا علی؟"

"ایشنگل ٹاور سے صرف یہ جائزہ لیا جا رہا ہوگا کہ ہماری یہاں کی کیا مصروفیات ہیں۔ ممکن ہے ٹیلی اسکوپ رائفلوں کی مدد سے ہمیں یہاں ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی جائے۔ ہم اس عمارت میں رہتے ہوئے اس خطرے سے اپنا تحفظ بھی کر سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس عمارت میں رہا ہی کیوں جائے۔"

"میں یہی تو کہہ رہی تھی کہ۔۔۔"

"ہمیں سرکاری تحفظ میں کہیں اور منتقل کر دو۔" میں نے دوبارہ اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔ "لیکن تارینا ہم کافی دن سرکاری مہمان رہ چکے۔ اب ہمیں کچھ عرصے یہاں اپنے طور پر رہنے کی اجازت دلوا دو۔"

"تم دونوں کو یہاں کی شہریت دی جا چکی ہے۔ یہاں تم کسی دوسرے ملک کے باشندے کی حیثیت سے نہیں بلکہ یہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے مقیم ہو پھر کسی طرح کی اجازت کیا معنی رکھتی ہے۔ میری حکومت تمہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔"

"شکریہ تارینا! بس مجھے یہاں قیام کے لیے قانونی دستاویزات درکار ہیں اور اب میں اس عمارت سے باہر نکلنا چاہتا ہوں۔ میں تمہارے وطن کی سیاحت کروں گا لیکن سرکاری طور پر نہیں ایک عام آدمی کی حیثیت سے۔ لہٰذا اس سلسلے میں انتظامات کر دو۔"

"ہر طرح حاضر ہوں علی۔" تارینا نے کہا اور میں اس کی آسان ترین ترکیب اسے بتانے لگا۔ تارینا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

"واقعی آسان نسخہ ہے۔ بلکہ تمہاری اس تجویز نے ایک اور ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہ تمہیں یہاں سے بیروت روانہ کر دیا جائے؟"

"بیروت کیوں؟"

"لیکن بیروت تم نہیں جاؤ گے بلکہ تمہارے اور تہذیب کے ہم شکل جائیں گے اور تم یہیں رہو گے۔ اس طرح ہم تمہارے دشمنوں کو بیروت پارسل کر دیں گے۔ اس دوران تم اپنے آئندہ پروگراموں پر آزادی سے سوچ سکو گے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر کہا۔ "آئیڈیا اچھا ہے

تارینا۔ لیکن جن لوگوں کو تم ہمارے میک اپ میں بیروت بھیجو گی ان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تارینا بھی احمق نہیں ہے علی۔ میں ایسے لوگوں کا انتخاب کروں گی جو اس کے مستحق ہوں گے۔ مثلاً ایسے قیدی جو اسرائیل میں ہیں، ان میں سے دو کا انتخاب کر لیا جائے گا انھیں جیل سے فرار کرایا جائے۔ ان کے مددگار ان کا میک اپ کریں اور انھیں بیروت روانہ کر دیں۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو گا کہ اس میک اپ میں ان پر کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ اگر وہ اوولیو کے شکار ہو جائیں تو ان کی تقدیر، اور اگر بچ کر نکل جائیں تو بھی ان کی تقدیر۔ اگر ہاورڈ انھیں گرفتار کر لیتا ہے تو اس کا بھی خوش ہو جائے گا اور اس دوران تمھیں اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

تارینا ہارڈو نے کہا۔ میں اسے اوولیو ہاورڈ کے بارے میں تفصیلات بتا چکا تھا۔

تہذیب نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "عمدہ پلان ہے علی! مجھے بے حد پسند آیا۔"

"آپ کو کافی محنت کرنا ہو گی تارینا۔"

"تم نے بھی تو ہمارے لیے کافی محنت کی ہے علی۔ بہرحال پہلے میں تمھارے پروگرام پر عمل کروں۔ ہاں، یہ بتاؤ تم کہاں رہنا پسند کرو گے؟ میں تمھاری پسند کے مطابق تمھارے لیے کسی پرائیویٹ رہائش گاہ کا بندوبست بھی کر سکتی ہوں اور اگر کسی ہوٹل میں چاہو تو۔۔۔"

"ہوٹل ہی بہتر رہے گا۔ پرائیویٹ رہائش گاہ میں بلاوجہ دوسروں سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے بلکہ میرے خیال میں تو میڈم آپ کو اس سلسلے میں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا ہم بھی تو باہر کی دنیا دیکھیں کیسی ہے۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو مسکرانے لگی۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھاری آن تفریحات میں مزاحم نہیں ہوں گی لیکن یہاں جس چیز کی ضرورت ہو، تم مجھے اس سے آگاہ کرتے رہو گے۔ اگر کوئی تکلف کیا گیا تو میں یہ سمجھوں گی کہ تمھیں ہمارے خلوص پر بھروسا نہیں ہے۔"

"اصل مسئلہ اخراجات کا ہے میڈم تارینا، ظاہر ہے ہم غریب الوطن لوگ کرنسی نہیں رکھتے۔"

"تم نے شاید اپنی خوابگاہ میں رکھی تجوری کا جائزہ نہیں لیا۔ اس میں تمھارے لیے بہت کچھ رکھ دیا گیا ہے۔ ویسے میں تمھارا اکاؤنٹ کسی نام سے کھول دوں تاکہ تمھیں کسی جگہ کوئی دقت نہ ہو۔"

"یہ رقم بطور قرض ہو گی۔ کسی بھی جگہ سے آپ کو روانہ کی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ یعنی اچھی تم مناسب سمجھو، لیکن تم سے کسی بھی سلسلے میں بحث نہیں کروں گی۔ اگر تم ہماری کسی کوشش کو اپنے اوپر احسان سمجھو تو جب دل چاہے یہ احسان اتار دینا۔ ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ حالانکہ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ تم اگر چاہتے تو تجانے کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے۔ ایک بہت بڑی دولت جو کسی ایک خاندان کو مل جائے تو اس کی پشتیں عیش کر سکتی ہیں۔ تم نے ٹھکرا دی ہے لیکن میں تمھارے قومی جذبے کو سلام کرتی ہوں۔ بظاہر یہ کہ وہ ایک بہت بڑا کام تھا لیکن علی تمھارا ابھی ہم پر بہت قرض ہے۔ اوّل جو شیو کے ذریعے جو کچھ حاصل کیا جا رہا ہے، وہ ہمارے لیے اتنا قیمتی ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ یہ اس میں سے ایک بڑا کمیشن تمھارا بھی بنتا ہے۔ ہم اگر تمھیں سالہا سال تک ادائیگی کرتے رہیں، تب بھی بہت بڑی رقم ہمارے اوپر واجب الادا رہے گی۔ یعنی جب حساب کتاب کرنے پر آئے ہو تو میں یہ باتیں کہہ رہی ہوں۔"

"یہ تمھیں میڈم تارینا کہ بے چاری مارشیا کو تو اس سلسلے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ اوولیو ہاورڈ نے یہ سراغ لگانے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ ڈاکٹر جو شیو کس طرح میرے چنگل میں پھنس گیا۔"

"تم اگر منظرِ عام پر نہ ہوتے اور اوولیو ہاورڈ صرف تمھارا دشمن نہ ہوتا تو وہ ڈاکٹر جو شیو ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور یہ یقین نہیں کہ تحقیق کرنے کے بعد ہم اپنا کام جاری رکھ سکتے یا نہیں۔ یقیناً اس طرح میڈم مارشیا کو اپنی پوزیشن بحال رکھنا مشکل ہو جاتی اور اس صورت میں صرف اتنا بھی بہت خیال کیا جاتا کہ ہم اس کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تمھاری ہی ذہانت ہے جس سے ہمیں لاتعداد منافع حاصل ہونے ہیں۔"

تارینا ہارڈو خاصی دیر تک ہم سے گفتگو کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ ایشگل ٹاور نامی عمارت ہماری رہائش گاہ سے نظر آتی تھی۔ اس کے کچھ دفاتر کا رخ اسی سمت بھی تھا اور ہم یقیناً ایک خطرناک صورتِ حال سے دوچار تھے۔ چنانچہ حفظِ ماتقدم کے طور پر ایسی اندرونی جگہوں کا انتخاب کر لیا گیا جو سامنے سے نظر نہیں آ سکتی تھیں۔

تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں نے پروگرام کے مطابق ٹیلی فون کی وائرنگ ایک دو جگہ سے خراب کر دی۔ یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اگر اوولیو ہاورڈ فون کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ یہاں ہمارے مشاغل کیا ہیں تو اسے ناکامی ہو اور اس کے بعد ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی دیکھ کر وہ یہ نہ سوچ سکے کہ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حسبِ پروگرام ایک شخص کو ہم نے روانہ کیا۔ یہ اس عمارت میں ملازم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک پبلک کال بوتھ سے جا کر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کو یہاں کا ٹیلی فون خراب ہونے کی اطلاع دی اور ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی ایک گاڑی عمارت میں داخل ہو گئی۔ اس دوران تارینا ہارڈو کا ایک خاص آدمی ایک عام ملازم کی حیثیت سے ہمارے لیے میک اپ کا سامان لے آیا تھا اور اس کی آمد کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جسے دوسرے لوگ خصوصاً محسوس کر سکیں۔

تہذیب مالکم اکس اور میں اپنے چہروں پر میک اپ میں مصروف ہو گئے تھے۔ پھر جب ٹیلی فون کی گاڑی عمارت کے عقب میں پہنچی تو ہم دونوں اطمینان سے اس میں جا بیٹھے۔ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کے لوگ پُرسکون انداز میں اپنا کام کر رہے تھے۔ ان کا انتخاب پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک نے باہر جا کر ٹیلی فون پول پر بھی کچھ تار وغیرہ درست کیے تھے تاکہ بیرونی طور پر دیکھنے والوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور اس کے بعد انھوں نے ٹیلی فون کی لائن بحال کر دی اور باہر ہی سے یہاں ٹیلی فون کر کے اس ٹیلی فون کی درستگی کے بارے میں سوالات کیے۔ اس طرح اگر یہ ٹیلی فون ٹیپ ہو گیا تھا تو ٹیپ کرنے والوں کو یہ اطلاع مل سکتی تھی کہ اب ٹیلی فون درست ہو گیا ہے۔ پھر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی اسٹارٹ ہو کر عمارت سے باہر نکلی اور ٹیلی فون ہاؤس کی جانب چل پڑی۔ عقبی حصے سے ہم دونوں اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ اس گاڑی کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ بات اگر اوولیو ہاورڈ کی نہ ہوتی تو شاید اتنی احتیاط کی ضرورت نہ پیش آتی۔

ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کے ایک آدمی نے جو درحقیقت تارینا ہارڈو کے ڈیپارٹمنٹ کا آدمی تھا، ہمیں دو سوٹ کیس پیش کیے۔ کچھ تھوڑا سا سامان ہم خود ساتھ لے آئے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ "میڈم نے آپ لوگوں کے لیے ہوٹل کا رساٹو کا انتخاب کیا ہے۔ یہ اطلاع اس لیے دی گئی ہے کہ اگر میڈم آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو کوئی دقت نہ ہو۔ کارساٹو میں آپ کو کمروں کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ ہم آپ کے لیے خود ہی وہاں روم ریزرو کرا دیتے لیکن یہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے آپ ہماری تجویز سے متفق نہ ہوں۔"

"شکریہ مسٹر! آپ ہمیں کسی ایسی جگہ اتار دیں جہاں سے سواری ملنے میں ہمیں کوئی دقت نہ ہو۔"

"دو منٹ کے بعد آپ گریپ وائن کے اسٹیشن پہنچ جائیں گے۔ یہاں سے آپ کو کہیں بھی جانے کے لیے ہر طرح کی کنوینس دستیاب ہو سکتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے آپ کسی بھی جگہ پہنچ جائیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور پھر گریپ وائن انڈر گراؤنڈ اسٹیشن کے داخلی گیٹ سے کچھ فاصلے پر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی رک گئی اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ گاڑی فوراً ہی آگے بڑھ گئی تھی۔ ہم دونوں اطراف کا جائزہ لینے لگے۔ خوب صورت اسٹیشن پر خاصی گہما گہمی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی رک گئی۔ ہم نے تارینا ہارڈو کی بات اس لیے مان لی کہ ابھی مجھے اس سے رابطہ قائم رکھنا تھا۔ چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور کو ہم نے کارساٹو چلنے کے لیے کہا۔

یہ اعلیٰ درجے کا ایک انتہائی خوب صورت ہوٹل تھا جسے دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ اس کی پانچویں منزل پر ہمیں ڈبل روم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ بیرا ہمارا سامان کمرے میں چھوڑ کر واپس چلا گیا تو تہذیب مالکم اکس نے کمرے کی بغلی کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا اور مجھے متوجہ کر کے بولی۔ "علی! ذرا ادھر آؤ، یہاں سے کتنا خوب صورت منظر نظر آ رہا ہے۔"

میں اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اونچی نیچی سڑکیں نظر آ رہی تھیں جن پر دوڑتی ہوئی گاڑیاں آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ لاتعداد بلڈنگیں تاحدِ نظر بکھری ہوئی تھیں۔ ایک عمارت میں سوئمنگ پول بھی نظر آتا تھا۔ شاید وہ کسی کلب کی عمارت تھی۔

ہم دونوں کافی دیر تک اس منظر میں گم رہے اور پھر میں تہذیب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر واپس پلٹ پڑا۔ وہ کھڑکی کا پردہ کھینچ کر میرے سامنے آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! تم نے میرا وطن نہیں دیکھا۔ وہ اس سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے۔"

"ہاں علی! میں نے تمھارا وطن نہیں دیکھا لیکن تمھارے وجود میں اس کی خوب صورتی کو محسوس ضرور کیا ہے۔"

"اگر وقت نے اجازت دی کبھی تو میں تمھیں اپنے وطن ضرور لے جاؤں گا اور پھر تم خود مشاہدہ کر لینا کہ ان بلند و بالا عمارتوں کے درمیان اس جدید زندگی میں وہ سکون نہیں ہے جو میرے وطن کی سرزمین پر لہلہاتے کھیتوں میں ہے۔"

تہذیب نے مجھے وطن کی داستان میں بھٹکنے نہ دیا۔ ورنہ ان داستانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے میں جذباتی سا ہو جاتا تھا اور تہذیب اس وقت اداس نہیں ہونا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس

نے موضوع بدل دیا۔

"علی! یہ بات تو طے ہے کہ ہم یہاں زیادہ عرصے قیام نہیں کر سکیں گے لیکن ہمارے ذہن میں اپنی آئندہ زندگی کے منصوبے ہونے کے باوجود نہیں ہیں اور ہم ابھی تک یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے؟"

"یقیناً تہذیب۔ اس سلسلے میں بہت کچھ غور و خوض کرنا ہوگا۔ تنظیم آزادی فلسطین کے حکام کا دل میری جانب سے صاف ہو چکا ہے۔ اس کی طرف سے مجھے بیروت واپس بلانے کی کوششیں جاری رہیں گی۔ میرے دل میں بھی کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے تہذیب، لیکن میں سوچتا ہوں کہ وہ لوگ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں کرتے رہیں۔ میں اپنا فرض پورا کروں۔ ان کے ساتھ مل کر میں کوئی اتنا بڑا کام نہیں کر سکتا جو منفرد حیثیت رکھتا ہو۔ گو تل ابیب میں اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنا کر میرا خیال ہے کہ میں نے خاصا اہم کام کیا ہے اور اس کے بعد یہ اٹل چیلنج کا سلسلہ۔ اور اب تہذیب! اس کی عادت ہو گئی ہے اور تھوڑی سی مشق بھی۔ چنانچہ بیروت واپسی میرے لیے بالکل بے مقصد ہے۔ میرے ذہن میں مستقل یہ خیال گردش کر رہا ہے کہ واپس امریکا جا کر اپنی کارروائیوں کا نئے سرے سے آغاز کروں اور اہم ترین مقاصد کو ناکام بنانے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ وہاں پر دولت مند یہودیوں کا ایک بہت بڑا طبقہ موجود ہے جو دنیا بھر میں اور خصوصاً یورپی ممالک میں اسرائیلی مفادات کا نگران ہے اور نت نئے منصوبے وہاں جنم لیتے رہتے ہیں۔ میری خواہش ہے تہذیب کہ میں اپنے طور پر ایک ایسا گروہ بناؤں جو صرف اس مقصد کے لیے کام کرے اور بہتر طور پر اس کی تکمیل کروں گا اگر زندگی رہی۔"

"ان شاء اللہ! ہم دونوں مل کر اپنے اس عظیم مشن کو پورا کریں گے۔" تہذیب نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

نئی شکل و صورت میں جہاں سیر و تفریح میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ یہ شام بہت پُرلطف گزری۔ تیاریاں کر کے ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد اس حسین شہر کی پُررونق سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔

رات کا کھانا ایک خوبصورت سے ریستوران میں کھایا اور اس کے بعد خاصی رات تک وہاں کے پرکشش گوشوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تہذیب بہت مسرور نظر آرہی تھی۔ جب رات بھیگ چلی تو ہم دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔

دوسرا اور تیسرا دن بھی بالکل خاموشی سے گزر گیا۔ اس دوران نہ تو تارینا ہارڈو نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی میں نے اس کی ضرورت محسوس کی۔ چوتھے دن اس وقت جب ہم ناشتا کر رہے تھے، دروازے پر دستک ہوئی اور ہم نے یہ سمجھ کر کہ ویٹر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے، دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی لیکن اندر داخل ہونے والی تارینا ہارڈو تھی۔

میں نے ایک نگاہ میں محسوس کر لیا تھا کہ تارینا ہارڈو نے اپنے حلیے میں ایک خوبصورت تبدیلی پیدا کی ہے۔ صرف اتنی کہ اس نے اپنے چہرے کا رنگ پیازی مائل کر لیا تھا اور خدوخال میں ایک ہلکی سی تبدیلی پیدا کی تھی جس سے وہ ایشین نسل کی کوئی لڑکی معلوم ہوتی تھی لیکن جاننے والے ایک نگاہ میں اسے پہچان سکتے تھے۔

"صحیح وقت پر پہنچی۔ میں سوچ رہی تھی کہ ناشتا تمہارے ہی ساتھ کروں گی۔" اس نے پلٹ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی ویٹر سے آپ کے لیے ناشتا طلب کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ضرور ضرور۔۔۔ اور اس وقت مجھے کافی کا ایک کپ بنا کر دو۔ باہر خاصی سردی ہے۔"

تارینا ہارڈو کے انداز سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ پُرسکون ہے اور کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی جو ہمارے لیے باعث تشویش ہو۔ کافی پیتے ہوئے وہ خاموش رہی اور پھر ویٹر نے ہمارے نئے آرڈر کی تکمیل کر دی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم پُرسکون انداز میں بیٹھ گئے تب تارینا ہارڈو نے کہا۔ "میں نے اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے علی! اس سے قبل تمہارے پاس آنا یا فون پر تمہیں مخاطب کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن اب یہ دلچسپ اطلاع تمہیں دینا ضروری تھی اس لیے صبح ہی صبح تمہارے پاس دوڑی چلی آئی۔"

"گڈ! وہ ری گڈ۔۔۔ گویا۔۔۔؟"

"ہاں۔ تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے۔ نمبر ایک، انگل شاہ سے اس عمارت میں موجود کسی فرد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں اس کی۔ یا تو ان لوگوں کا پروگرام ہی نہیں تھا کہ تمہیں ہلاک کیا جائے یا پھر وہ اتنے مستعد اور مستحکم تھے کہ انھوں نے اصل صورت حال کا اندازہ لگا لیا تھا لیکن کوئی کم بخت ہمارے ہاتھ نہیں آسکا۔ دوسرے پروگرام کے تحت ہم نے ایسے لوگوں کا انتخاب کر لیا تھا جنھیں یہاں سے فرار کرا کے تمہاری حیثیت دی جا سکے۔ مرد ویٹر کو ٹال تھا جو اسرائیلی باشندہ ہے اور اسمگلنگ کے سلسلے میں پانچ سال قید کی سزا بھگت رہا تھا۔ اس کی محبوبہ ایک جرمن نژاد لڑکی سونیا بار بن تھی جو صرف اس لیے یہاں وقت کاٹ رہی تھی کہ اس کا محبوب جیل سے رہا ہو جائے۔ ہمارا ایک ساتھی ایجنٹ اس لڑکی سے ملا اور معقول معاوضے کے تحت اس نے اسے پیشکش کی کہ اگر وہ چاہے تو اس کے محبوب کو جیل سے رہا کرا کے یہاں سے نکالنے میں مدد دی جا سکتی ہے۔ لڑکی تیار ہو گئی اور اس نے ہمارے ایجنٹ سے درخواست کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کارروائی کر لی جائے۔ ہمارے ایجنٹ نے اس کے سامنے ایک تجویز رکھ دی اور کہا کہ اس کی نگاہ میں دو ایسے افراد ہیں جو چند روز کے اندر اندر بیروت جانا چاہتے ہیں۔ وہ انھی کے کاغذات پر انھیں یہاں سے بیروت بھیج سکتا ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بیروت پہنچنے کے بعد وہ جہاں دل چاہے جا سکتے ہیں۔ لڑکی تیار ہو گئی اور پھر ایک خاص طریقۂ کار کے تحت اس نوجوان کو جیل سے رہا کرایا گیا جس سے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اسے رہا کرا کے لڑکی کے پاس پہنچایا گیا۔ لڑکی کے پاس پورا منصوبہ پہلے سے ہی تیار تھا۔ اسے یہ بتایا کہ اس طرح کے کاروبار کرنے والے گروہ کا ایک فرد اس کے ہاتھ لگا ہے اور وہ ان کی مدد کرنا چاہتا ہے جس کے لیے وہ اسے ایک معقول معاوضہ ادا کر چکی ہے۔ نوجوان ظاہر ہے ان پیچیدگیوں کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ دونوں تیار ہو گئے اور ہم نے علی! ان کے چہروں پر تمہارا اور تہذیب کا میک اپ کرا دیا۔ اس کے بعد ایجنٹ کے لیے کاغذات تیار کرانا کون سا مشکل کام تھا۔ ان کاغذات کی تیاری کے سلسلے میں ہلکی سی تشہیر جاری رکھی گئی۔ تاکہ ضرورت مند لوگ اس طرف متوجہ ہو جائیں اور پھر جب ہم نے یہ محسوس کر لیا کہ ہمارے مطلب کے چند افراد ان دونوں کو اپنی نگاہوں کے دائرے میں لے چکے ہیں تو ہم نے ان کا پروگرام کچھ مخصوص کانوں تک پہنچا دیا جن کے ذریعے یقیناً مسٹر ہارڈونگ تک ان کے بیروت روانہ ہونے کی اطلاع پہنچ گئی اور ابھی اسی فلائیٹ سے چند افراد بیروت گئے ہیں جس سے ان دونوں کو روانہ کیا گیا تھا۔ سمجھ گئے ہو گے کہ لائن صاف کر دی گئی ہے۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے تارینا ہارڈو کو دیکھا اور پھر ممنون لہجے میں کہا۔ "میڈم ہارڈو! آپ نے ہمارے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔"

"بس علی! میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں مکمل اعتماد کے ساتھ وقت گزارو۔ ہم ہر طرح سے تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ میں اس وقت صرف یہی اطلاع دینے آئی تھی۔ ناشتا کر چکی ہوں، اب مجھے اجازت دو۔ فی الحال بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر چاہو تو اس شہر کے علاوہ دوسرے علاقوں کی سیر بھی کر سکتے ہو۔ ویسے مجھے اطلاع ملتی رہی ہے کہ تم لوگ بہت پُرسکون وقت گزار رہے ہو۔"

تارینا ہارڈو کے جانے کے بعد ہم بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ تہذیب ناقابل یقین حد تک خوش نظر آرہی تھی۔ میں دیر تک اس احساس سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جلد از جلد دوبارہ کام شروع کر دوں۔ ایک مشورہ چاہتا ہوں تم سے۔"

"کہو۔" تہذیب نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

"جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ میرے ذہن میں اس انداز میں کام کرنے کا منصوبہ ہے لیکن اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہمیں بڑی محنت سے کام کرنا ہوگا۔ اگر ہم اپنے درمیان کچھ ساتھی اکٹھے کر لیں اور وہ ایسے ہوں جن پر ہم مکمل اعتماد کر سکیں تو کیا اس کام کی ابتدا میں آسانی نہ ہو جائے گی؟"

"بالکل ہو جائے گی لیکن ایسے ساتھیوں کا انتخاب سب سے مشکل کام ہوگا علی۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں اور اسی لیے کام کی ابتدا کرنے سے پہلے میں اس پر خوب غور و خوض کر لینا چاہتا ہوں۔ یہاں اس ملک میں رہ کر ہمیں جو مراعات حاصل ہوئی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا بھی حماقت ہے۔ دراصل تہذیب! میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ طویل عرصے کے بعد تمہاری معیت کے جو لمحات مجھے میسر ہوئے ہیں، انھیں فوراً مصروفیت میں بدل دوں۔ لہٰذا ہم کوئی ایسا راستہ منتخب کریں گے جس سے آزادی کے یہ لمحات بھی متاثر نہ ہوں اور ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے۔"

"ایک بات کہوں علی! بُرا تو نہیں مانو گے؟" تہذیب بولی۔

"تمہاری کسی بات کا بُرا ماننا میرے بس میں نہیں ہے تہذیب!"

"تمہارے انداز فکر میں ایک تبدیلی محسوس ہوئی ہے مجھے۔ یوں لگتا ہے جیسے پہلے تم یہاں سے نکل جانے کے خواہاں تھے لیکن اب کسی وجہ سے اپنے اس مقصد میں تبدیلی برتنے کے خواہش مند ہو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سکون لیتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"بات یہ ہے تہذیب کہ اب میری فطرت میں تھوڑی سی خود غرضی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے لگا ہوں یا پھر اپنی ذات میں چھپے ہوئے تمہارے وجود کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہونا ہے کہ میں ابھی کچھ وقت دنیا کے ہنگاموں سے دور رہ کر تمہاری محبت میں گزاروں۔ اسے خواہ تم میری خود غرضی سمجھ لو یا محبت نام کی کوئی چیز۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ہلکی سی لرزش نمودار ہوئی۔ میں نے اس کے وجود میں ایک کپکپاہٹ سی محسوس کی۔ میرے ان الفاظ پر شرمانے کے بجائے اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔ وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"علی! مجھے جذبات کی دنیا میں نہ دھکیلو۔ میری کہانی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میری زندگی کا کوئی پہلو تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ مجھے یہ اعتراف کرنے دو کہ میں اپنی زندگی کے اس پہلے دور کو بالکل بھول گئی ہوں۔ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے مشرق میرے وجود میں سما گیا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مشرق کی روایات میری زندگی کا سرمایہ بن جائیں۔ میں ایک چھوٹا سا گھر بناؤں اور اس میں تمہاری خدمت کرتی رہوں لیکن علی! میری محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ میں تمہیں تمہارے مقصد سے نہ ہٹاؤں۔ مجھے آزمائش میں نہ ڈالو علی! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دو۔" تہذیب کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے بڑے اعتماد سے اس کا سر اپنے سینے پر ٹکا لیا۔

"نہیں تہذیب! تمہاری کیفیت کو سمجھنے کے لیے مجھے اپنے اندر جھانک لینا کافی ہے اور سنو! میں جذباتی ہو کر یہ بات نہیں کہہ رہا۔ اب تک کی زندگی آگ اور خون کے صحرا میں گزاری ہے۔ موت کی ہولناک جھلکیاں لمحہ بہ لمحہ کانوں کے قریب سے گزرتی رہی ہیں۔ اگر ولا نظر کے قید خانوں میں موت کے اتنے قریب سے گزرا ہوں کہ زندگی بے وقعت سی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے زندگی سے حسین تصورات کو ہمیشہ کے لیے کھرچ کر پھینک دیا تھا۔ میری داستان حیات کا ایک ایک لفظ خون سے تحریر ہوتا رہا ہے اور اب جب اس ریگزار میں کچھ حسین پھول کھلے ہیں تو یہ مجھ سے کہ میں ان کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں۔ تہذیب! مجھے حق ہے کہ میں اپنی ذات کا بھی کچھ احساس کروں۔ میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ اس سے غفلت نہیں برتی ہے۔ میں نے لیکن زندہ رہنے کے لیے تمہارا ساتھ اب بہت ضروری ہے اور شاید اسی طرح میں اپنے مقصد کی تکمیل آئندہ بھی کر سکتا ہوں ورنہ تم سے دور ہو کر میں ناکارہ ہو جاؤں گا۔ یہ ملک بہت حسین ہے۔ ہم کچھ عرصہ یہاں گزاریں گے۔ سیر و تفریح کریں گے اور زندگی کی ان رعنائیوں کے حصول میں صرف کریں گے جن کا ہر ذی روح طالب ہوتا ہے۔"

"ہاں علی! میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" تہذیب بے اختیار ہو گئی اور اس کے بعد ہم دونوں دیر تک جذباتی گفتگو کرتے رہے۔ پھر تہذیب سنبھلی تو اس نے شرمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ سمجھ لو علی کہ یہ سب کچھ تمہارے ایما پر ہوا ہے، ورنہ خدا کی قسم میں اس وقت تک تمہیں مصروف کار دیکھنا چاہتی تھی جب تک تمہاری زندگی کا یہ مشن پورا نہ ہو جاتا۔"

"مشن جاری رہے گا تہذیب اور ہم زندگی کی رعنائیوں سے منہ بھی نہیں موڑیں گے۔ ہاں اگر تم نے مطمئن کر دیا تو میں زندگی کے اس رخ کے بارے میں سوچتا بھی نہیں۔"

اس نئے فیصلے سے ہم دونوں بے حد مطمئن ہو گئے تھے۔ اس وسیع و عریض ملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ ہر جگہ کے نقشے کتابی شکل میں دستیاب ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان نقشوں کی مدد سے ہم نے مختلف علاقوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور پھر ایک خوب صورت جزیرے کا انتخاب کیا گیا جو سان اسٹیلو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہم نے طے کیا کہ اس جزیرے پر جا کر کچھ وقت گزاریں گے۔ تاریبا ارڈو کو اس بارے میں اطلاع دینا ضروری تھا۔ چنانچہ اس رات وہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔ ہمارے اس فیصلے سے وہ بے حد خوش ہوئی تھی۔

"سان اسٹیلو جزیروں کی جنت کہلاتا ہے۔" واس نے کہا۔ "بلندیوں سے گرتے ہوئے آبشار اور ان کے دامن میں پھیلے ہوئے گھاس کے حسین میدانوں میں تمہیں تفریحی ٹرالروں کی بہت بڑی تعداد نظر آئے گی۔ اس علاقے میں بین الاقوامی آوارہ گردوں کے گروہ بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ ہر جگہ رقص و موسیقی ملے گی تمہیں۔ یقیناً میرے وطن کے اس حصے کو دیکھ کر تمہیں بہت خوشی ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر تم چاہو تو میں اپنے طور پر تمہارے لیے وہاں رہائشوں کا بندوبست کر دوں۔ چھوٹے چھوٹے کئی ہوٹل بھی وہاں موجود ہیں۔"

"نہیں میڈم ارڈو! آپ ہمیں یہاں کے شہری کی حیثیت سے ہر جگہ گھومنے پھرنے کی آزادی عنایت فرما دیں۔ بس آپ کی یہی نوازش کافی ہوگی۔"

"وہ تو تمہیں حاصل ہے۔ میں بھلا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں یا کیا کر سکتی ہوں۔" تاریبا ارڈو نے کہا۔

دوسرے دن ہی ہم نے سان اسٹیلو جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک مخصوص بندرگاہ سے سان اسٹیلو اور دور دور تک کے جزیروں پر جانے کے لیے موٹر لانچیں دستیاب ہو جایا کرتی تھیں۔ ہم نے ایک پوری لانچ لے لی۔ یہ ساحل کی چھوٹے رنگ کی لوٹی میں ملبوس پرتگالی ملاح ہمیں لے کر چل پڑا۔ لانچ بہت حسین اور وسیع تھی۔ ملاح کے ساتھ اس کے دو معاون اور تھے۔ نیلے سمندر کے سینے پر طرح طرح کی تفریحات میں مشغول لوگوں کو دیکھتے ہوئے ہم کافی دور نکل آئے۔ اب چھوٹی بڑی کشتیاں پیچھے رہ گئی تھیں۔ ہاں کچھ اسٹیمر ایسے تھے جو سان اسٹیلو کی جانب جا رہے تھے لیکن وہ سمندری ہلچلوں میں ڈوبتے اور ابھرتے نظر آ جاتے تھے۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کے سمندری سفر کے بعد سان اسٹیلو کا سرسبز ساحل نظر آیا جس پر درختوں کے جھنڈ دھوپ کی روشنی میں سبزی مائل رنگ گھول رہے تھے۔ ساحل پر چھوٹے چھوٹے لکڑی کے سفید کیبنوں کی قطار بنی ہوئی تھی جن کے درمیان اسٹیمر لنگر انداز کیے جا سکتے تھے۔ ہم ایسے ہی ایک کیبن کے نزدیک پہنچ گئے۔

کیبنوں کے سامنے سان اسٹیلو میں آنے والوں کے لیے "خوش آمدید" کا بورڈ آویزاں تھا۔ گھٹنوں سے اونچے اسکرٹ والی ایک گلابی سی لڑکی نے جس کا قد پانچ فٹ سے زیادہ نہ رہا ہوگا، آگے بڑھ کر ہماری پذیرائی کی اور ہمیں سیاح کی حیثیت سے سان اسٹیلو کی جنت میں پہنچنے کی مبارکباد پیش کی۔ پھر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔ "اگر آپ پہلی بار سان اسٹیلو آئے ہیں تو میری خدمات آپ کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گی۔ آپ گھاس کے میدانوں میں ٹرالروں میں قیام اختیار کریں گے یا پھر کسی تین منزلہ ہوٹل کی رہائش گاہ آپ کو پسند آئے گی؟"

"بہتر یہ ہوگا مس کہ آپ ہمیں کوئی ٹرالر دلوا دیں۔"

"میں کیمن ٹرکمپنی کی نمائندہ ہوں۔ ہمارے پانچ ٹرالر اس وقت آپ کو خالی ملیں گے۔ ہر آسائش ان میں موجود ہے۔ آپ ان میں سے کوئی بھی پسند فرما لیجیے گا۔ میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

لڑکی نے تین رنگوں کی ایک بڑی کار اسٹارٹ کی اور ہم دونوں اس کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑے۔ پتلی پتلی سڑکیں بہت ہی خوب صورت انداز میں بنی ہوئی تھیں۔ یہ دو رویہ سڑکیں درمیان سے خالی تھیں اور بیچ میں خصوصی گہرائیاں نظر آ رہی تھیں۔ پہاڑیوں کے اوپر سے گزاری جانے والی یہ سڑکیں بھی اطراف کے حسین مناظر سے لطف اندوز کراتی ہوئی بالآخر ایک ایسے علاقے میں لے گئیں جہاں کافی بلندی سے ایک بہت چوڑا آبشار گر رہا تھا۔ خوشنما ٹرالر گھاس کے اس میدان میں سفید سفید کھلونوں کی مانند بکھرے نظر آ رہے تھے۔

بل کھاتی پتلی پگڈنڈیوں کے ذریعے گہرائی میں اترتی ہوئی کار پھر ایک جگہ جا کر رک گئی۔ بہت سے سیاح ادھر ادھر گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ پہلا ہی ٹرالر جو اس نے ہمیں دکھایا، کافی کشادہ اور ہماری پسند کے مطابق تھا۔ اس لیے ہم نے مزید ٹرالر دیکھنے کی فرمائش نہ کی اور اسی پہلے ٹرالر کی ادائیگی ایک ماہ کے لیے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے اس ننھی منی گڑیا جیسی لڑکی کو ایک خاص رقم ٹپ کے طور پر دی تھی۔ اس نے ہمیں اپنا فون نمبر دیا اور ایک سمت اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "ادھر ٹیلی فون بوتھ کی قطار ہے۔ کوئی بھی ضرورت ہو آپ کسی بھی ٹیلی فون بوتھ سے اس نمبر پر رنگ کر کے اپنی ضرورت بیان کر دیں۔ ہم آپ کو یہاں ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کے پابند ہیں۔"

لڑکی اپنی ننھی منی سی کار میں بیٹھ کر چلی گئی تو ہم ٹرالر میں آ گئے۔ تہذیب کے رخساروں سے مسرتوں کی شفق پھوٹ رہی تھی۔ ہم اس حسین دنیا میں آ کر بے پناہ خوش تھی۔ ہم نے علاقے کی مناسبت سے اپنی تفریحات کا پروگرام بنا لیا۔ رات ہوئی تو اس وسیع و عریض سبزہ زار میں بادہ نشینوں کے کیمپ جگمگا اٹھے۔ جگہ جگہ سے موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ حسین اور کھنکتے ہوئے قہقہے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس پر فضا منظر کی سیر کرنے کے لیے نکل آئے۔ خوش قسمتی سے آسمان شفاف تھا اور فضا بادلوں سے پاک تھی۔ جب چاند نکلا تو اس حسین منظر میں ہزاروں گنا اضافہ ہو گیا۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے اترتی چاندنی پانی میں گھل کر نیچے کی سمت آنے لگی اور ہم بے اختیار آبشار کی جانب چل پڑے۔ جہاں بے شمار جوڑے فطرت کے حسن سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ جدید دنیا کا ایک جدید ترین مقام تھا۔ یہاں کی اقدار مشرق سے مختلف تھیں۔ چنانچہ چاروں طرف بکھرے ہوئے مناظر ہماری فطرت سے ہم آہنگ نہ ہو سکے اور ہم کسی تنہا اور پرسکون گوشے کی تلاش میں آبشار کی دوسری جانب چل پڑے۔

آبشار سے گرتے ہوئے پانی سے بننے والی ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ کر ہم گنگناتی ہوئی ندی کی روانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ زبانیں خاموش تھیں لیکن احساسات ایک دوسرے کی کیفیات کے ترجمان تھے۔ آدھی رات تک ہم دونوں یہاں رہے اور اس کے بعد ٹرالر میں واپس آ گئے۔

سان اسٹیلو کے تین دن اس طرح گزرے کہ احساس بھی نہ ہو سکا۔ اس جزیرے پر ترقی کی جدید لہر تو تھی ہی لیکن قدرت نے بھی اس جزیرے کو اتنا حسن دیا تھا کہ اس کی صحیح ترجمانی ناممکن تھی۔

چوتھے دن صبح دس بجے جب ہم سو کر اٹھے تو کوئی باہر ہمارا منتظر تھا۔ تھی ہی خوب صورت لڑکی نے اندر ہماری آہٹیں محسوس کر کے ایک چھوٹی سی کھڑکی باہر سے کھول کر اندر جھانکتے ہوئے کہا: "ایکسکیوزمی جنٹلمین! آپ کی ایک مہمان باہر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

ہم اس کی آواز سن کر چونک پڑے تھے۔ تہذیب نے جلدی سے آگے بڑھ کر فوراً کا دروازہ کھولا تو تاریتا ہارڈو ایک خوب صورت لباس میں ملبوس سامنے کھڑی نظر آئی۔ اُسے دیکھ کر تہذیب نے خوشی کی آواز بلند کی اور پھر باہر نکل کر اس سے مصافحہ کیا اور اُسے اندر لے آئی۔

تاریتا ہارڈو کی آمد پر میں بھی حیران رہ گیا تھا لیکن مزید حیرانی اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہوئی جس پر کوئی خوشگوار کیفیت نہیں تھی۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی پریشانی کا شکار ہے۔ وہ جھجکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی اندر آگئی۔

"میں جانتی ہوں کہ سان اسٹیلو کی جنت میں مجھ جیسی کسی شخصیت کی مداخلت تمہیں ناخوشگوار ہو سکتی ہے لیکن صورت حال کچھ ایسی ہی تھی کہ مجھے تمہاری ان تفریحات میں مداخلت کرنا پڑی۔"

اس کے سنجیدہ لہجے پر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے میڈم تاریتا! یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہوگا جس کے لیے آپ اس قدر سنجیدہ ہو گئی ہیں؟"

"ہاں، بڑی ہی پریشان کن اطلاعات ہیں۔ ان اطلاعات نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا ہے علی۔" تاریتا ہارڈو نے کہا۔

میں نے تہذیب کی طرف اور اس نے میری جانب دیکھا۔ تاریتا ہارڈو کے انداز سے ہم دونوں ہی پریشان ہو گئے تھے۔ میرے ذہن میں بہت سے خدشات نے سر ابھارا تھا لیکن میں انتظار کرتا رہا کہ تاریتا ہارڈو ہی اس سلسلے میں گفتگو کا آغاز کرے۔

"میڈم مارٹینا سے اچانک رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔" تاریتا ہارڈو نے کہنا شروع کیا۔ "اور وہاں مارشل پر جو چند مسلح افراد اس علاقے کی نگرانی کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے انھوں نے اطلاع دی ہے کہ میڈم مارٹینا اس علاقے سے لاپتا ہیں جہاں ان کا قیام تھا۔ درحقیقت اس دوران ہم اپنے طور پر بے شمار اقدامات کرتے رہے ہیں۔ مارشل سے کینٹ سور اور دوسرے لوگوں کو واپس بلا لیا گیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کے لیے سزائیں تجویز کی گئیں۔ بعض کو، کینٹ کو اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ اس کے بیوی بچے ہائل جوشیو کے قبضے میں جا چکے تھے اور اسی بنیاد پر اسے بلیک میل کر کے ہائل جوشیو اپنے کام کے لیے مجبور کرتا رہا تھا۔ میڈم مارٹینا نے اس بات کی تصدیق کی اور کینٹ کی سزا معاف کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد جو شیا عذر وہاں بھیجا گیا، وہ صورت حال سے باخبر تھا۔ ہر چند کہ وہ بحری تحقیقاتی مہم ہی کے سلسلے میں وہاں پہنچا تھا لیکن اسے اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ میڈم مارٹینا وہاں اس کی کنٹرولر ہیں۔ ذہین ترین لوگوں کو اس کام پر مامور کیا گیا تھا جو مارٹینا ہی کے سطح کے تھے۔ اب میڈم مارٹینا کی گمشدگی کے بارے میں ہمیں اطلاعات فراہم کی گئی ہیں اور اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میڈم مارٹینا کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہیں۔ ابھی ہم اس سلسلے میں الجھن کا شکار ہی تھے کہ دنیا کے تین ملکوں سے ہمارے ان خصوصی نمائندوں کی موت کی اطلاع ملی ہے جو ہائل جوشیو کے اثاثوں کی تحقیقات اور ان کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ کئی ملک میں ہمارے نمائندے اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن اس کے بعد اچانک اس کامیابی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی بہت بڑی قوت نے اچانک ان معاملات کو کنٹرول کیا ہو۔ اس قوت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کا تعلق دنیا کے کس ملک سے ہے یا کون لوگ اس سلسلے میں عمل پیرا ہیں۔ ان تین نمائندوں کی موت انتہائی پُراسرار حالات میں ہوئی ہے۔ یہ بات بھی گوارا کر لی گئی لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آج سے دو دن قبل ہمارے وزیر داخلہ کے ایک خصوصی سکریٹری پر قاتلانہ حملہ ہوا اور یہ حملہ اس انداز میں کیا گیا کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ وزارت داخلہ کی ایک اہم میٹنگ جاری تھی کہ اچانک فرسٹ سکریٹری کے پی اے نے اپنی جیب سے پستول نکال کر فرسٹ سکریٹری پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ خوش قسمتی تھی کہ یہ فائرنگ بدحواسی کے عالم میں کی گئی تھی۔ اس لیے فرسٹ سکریٹری زخمی تو ہو گئے لیکن ہلاک نہ ہو سکے اور اپنی اس کوشش میں ناکام ہو کر ان کے پی اے نے پستول کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا جس سے اس کی وہیں فوری طور پر موت واقع ہو گئی۔ اس سلسلے میں اب تک جس قدر تحقیقات ہوئی ہیں ان سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ پی اے ایک فرض شناس اور ذہین آدمی تھا۔ اس کی ساری زندگی کا ریکارڈ بے داغ ہے اور اس کی ذات پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے خصوصی ڈپارٹمنٹ کے چند افراد نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ ان واقعات کا تعلق آیدونگ کے واقعے سے ہو سکتا ہے۔

یعنی تفصیلی طور پر یہ تمام کارروائی عمل میں آئی ہے۔ بیرونی دنیا میں ہائل جوشیو کے اثاثے معلومات حاصل کرنے والے جن چند ایجنٹوں کو قتل کیا گیا ہے، وہ بہترین کارکردگی کے مالک، ذہین ترین افراد تھے۔ ان کی موت ہمارے وطن کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ چنانچہ فوری طور پر ان تمام کارروائیوں کو روک دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو اس سلسلے میں کی جا رہی تھیں۔ میڈم مارٹینا کی گمشدگی بھی بے حد پُراسرار ہے۔ گویا ہائل جوشیو کی حیثیت سے ہم نے جو کنٹرول حاصل کیا تھا وہ ناکام رہا اور اب اس سلسلے میں مزید کوئی کوشش کرنا اپنے آپ کو دلدل میں پھنسانے کے مترادف ہے۔ بات وہیں تک رہتی تو شاید اس قدر تشویش کا اظہار نہ کیا جاتا لیکن ہمارے اپنے ملک میں جو کچھ ہوا ہے وہ بھی قابل توجہ ہے اور اس سلسلے میں مجھے وزارت داخلہ کی طرف سے خصوصی ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو بھی محتاط کر دوں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی علی کہ اس سلسلے میں آپ کو بھی ملوث کیا جا سکتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کی معلومات بالکل مکمل ہیں اور ہمارے نقطۂ نگاہ کے مطابق یہ سب اسی کارروائی کا ردعمل ہے تو پھر وہ آپ کی طرف سے بھی غافل نہ ہوں گے اور آپ کو محتاط رہنا پڑے گا۔"

"بڑی تشویشناک اطلاعات ہیں میڈم تاریتا ہارڈو! کیا اس سلسلے میں محکمۂ داخلہ کی جانب سے میرے لیے کچھ خصوصی ہدایات ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف اتنا کہ آپ اپنے طور پر بھی محتاط رہیں اور اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے تحفظ کے لیے کچھ لوگوں کا یہاں بھی بندوبست کر دیں۔"

"نہیں میڈم ہارڈو! میرا خیال ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم یہ ضروری تھا کہ آپ مجھے صورت حال سے آگاہ کر دیں۔ میں اپنے طور پر بھی اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتا ہوں، یقیناً کروں گا۔"

"گویا آپ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آپ کے گرد کچھ لوگوں کو تعینات کر دیا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ احتیاط نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے میرے لیے۔" میں نے کہا اور تاریتا ہارڈو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

"میں آپ کی زندگی اور صحت کی خواہاں ہوں مسٹر علی، بس اسی لیے حاضر ہوئی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے ذہن کو تکدر کا شکار کیا لیکن یہ ضروری تھا۔ اب میں اجازت چاہوں گی۔"

"اتنی جلدی!"

"ہاں۔ ہمیں اس سلسلے میں جو احکامات جاری کیے گئے ہیں، ان کے تحت میں اور میرا محکمہ سخت مصروف ہو گیا ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جلد از جلد صحیح صورت حال علم میں آ جائے۔"

تاریتا ہارڈو ہمارے اصرار کے باوجود ایک لمحہ بھی نہ رکی اور ہم سے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں اور تہذیب پُرخیال انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تہذیب نے کہا: "میرا تو خیال ہے کہ تاریتا ہارڈو کا اس وقت یہاں آنا ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوا۔ اس جیسی ذہین عورت سے ایسی غلطی کی امید نہیں تھی۔ تم خود سوچو! اگر وہ لوگ ان کے راستے پر لگ چکے ہیں تو پھر تاریتا کا تعاقب ضرور کر رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے علی، تاریتا کے ذریعے ہماری نشان دہی ہو گئی ہے۔"

تہذیب کا یہ کہنا غلط نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ تاریتا نے اس سلسلے میں یقیناً خیال رکھا ہوگا لیکن اس کے باوجود اس سے غلطی ہو سکتی تھی اور ان حالات میں میرا محتاط ہونا ضروری تھا۔ میں پُرخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا۔ پھر میں نے کہا: "تہذیب! ہائل جوشیو کا کیس ختم ہو جانے کے بعد ہمارا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور نہ ہی یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم تاریتا ہارڈو کی اس سلسلے میں کوئی مدد کریں۔ یوں بھی ہمارا یہاں رہنے کا کوئی مستقل ارادہ نہیں ہے۔ میں یہ صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں اس نئے مسئلے میں نہیں پھنسنا چاہتا۔ ظاہر ہے اگر یہ کوئی انتقامی کارروائی ہے تو اس کا تعلق براہ راست فلسطین یا مجھ سے نہیں ہے۔ ان لوگوں کو خود اس معاملے کو نمٹانا چاہیے اور ہمارے لیے اب مناسب یہ ہوگا کہ ہم یہ ملک چھوڑ دیں۔ تم اس بات کا مقصد اچھی طرح سمجھ رہی ہو گی۔ ایک ایسے کام میں اپنی قوت ضائع کرنے کا کیا فائدہ جس کا تعلق براہ راست ہم سے نہیں ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں علی! میرا بھی یہی خیال ہے ہمیں اب یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تیاریاں کر لو۔ ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے فوری طور پر اپنی جگہ سے اٹھ کر سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے پوری طرح متفق تھی لیکن میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر تہذیب کا خدشہ درست ہے تو پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اس ہوٹل کے اطراف میں کچھ لوگ موجود ہوں۔ بہرحال صورت حال جو کچھ بھی ہو، کم از کم یہاں رہنا اب میرے لیے کسی طور سود مند

نہیں تھا۔ یہ سوچ کر دل ہی دل میں ہنسی بھی آ گئی کہ اس سے قبل خطرناک ترین حالات میں بھی میں نے پریشان ہونا نہیں سیکھا تھا لیکن اپنی زندگی کے ساتھ کسی اور کی زندگی وابستہ ہو جائے تو انسان میں کس قدر تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ مجھے اپنی زندگی سے زیادہ تہذیب کے تحفظ کا خیال تھا اور میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا۔ تہذیب کو سامان سمیت چھوڑ کر میں ٹرالر سے باہر نکلا اور ٹیلی فون بوتھ کی اس قطار کی جانب چل پڑا جہاں سے اس شخص متی کی لڑکی سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا جس کی کمپنی کے زیر اہتمام ہم لوگ یہاں قیام کیے ہوئے تھے۔

ٹیلیفون آپریٹر میں نے اس کا نمبر ملایا اور دوسرے لمحے اس کی گھنٹیوں جیسی آواز سنائی دی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم لوگ فوراً واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمارے ساحل تک پہنچنے کا بندوبست کر دے۔ لڑکی نے کہا کہ چند ہی لمحات کے بعد وہ حاضر ہو رہی ہے۔ جب میں ٹرالر میں واپس آیا تو تہذیب ٹرالر کے دروازے کے پاس میری منتظر تھی۔ میں نے اسے اس وقت جانے کی وجہ بتائی اور تہذیب نے گردن ہلا دی۔ اس کی پیشانی پر تفکرات کی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہی چھوٹی سی جیپ کار ہماری طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ لڑکی برق رفتاری سے اسے ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھی۔ اس نے کاروباری انداز میں ہماری خیریت پوچھی اور پھر ہم اس کی جیپ کار میں بیٹھ کر ساحل کی جانب چل پڑے جہاں سے دوسری طرف جانے کے لیے لانچیں حاصل کی جاتی تھیں۔ ایک سیاہ رو شخص ہماری جانب بڑھا اور اس نے گردن خم کر کے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مقصد صرف دوسری سمت جانا تھا اس لیے ہمیں اس لانچ میں سفر کرنے میں کوئی عار نہ محسوس ہوا اور ہم دونوں اس لانچ پر سوار ہو گئے۔

سیاہ رو شخص نے لانچ اسٹارٹ کر دی۔ لانچ میں چند افراد اور موجود تھے جو اسی کی طرح کسی افریقی نسل کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔ لانچ خاصی تیز رفتاری سے چل پڑی۔ میں ریلنگ کے نزدیک کھڑا سمندر دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ایک لانچ انتہائی برق رفتاری سے نمودار ہوئی اور ہمارے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ اس وقت تو میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر وہ واپس پلٹی تو میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے لانچ کسی خاص ارادے سے واپس پلٹی ہو۔ لانچ میں موجود لوگوں نے اس لانچ کو دیکھ کر ایک اور حرکت کی۔ انھوں نے کیبنوں کے ڈھیر سے اسٹین گنیں نکال لیں اور اس کے بعد اچانک وہ اس دوسری لانچ پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں اور تہذیب انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔

دوسری لانچ نے ایک طویل چکر کاٹا اور اس لانچ سے دور ہو گئی لیکن اس کے بعد وہ پھر واپس پلٹی اور تیزی سے ہماری طرف بڑھتی چلی آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس پر سے مارٹر گنوں سے گولے پھینکے جانے لگے تھے۔ میں اور تہذیب صرف ایک لمحے کے لیے سکتے میں رہ گئے تھے لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ پھر جس طرح اس دوسری لانچ سے گولہ باری ہو رہی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ہماری لانچ کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ یقیناً کوئی غلطی ہو گئی تھی یا تو آنے والی لانچ میں ہمارے دشمن موجود تھے انجانے اور ان دیکھے دشمن یا پھر ہم غلط لانچ میں آ بیٹھے تھے۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر چھپنے کی کوشش ہی کی تھی کہ دفعتاً ایک اسٹین گن کی نال میری پشت سے آ لگی۔

"اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو، خاموش بیٹھے رہو۔" لیکن سیاہ رو نے یہ جملے ادا کیے ہی تھے کہ دفعتاً لانچ کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں اور تہذیب دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ اسٹین گن والا بھی اوندھے منہ قلابازی کھا گیا تھا۔ غالباً پچھلی لانچ والوں نے کوئی ایسی کارروائی کی تھی جس سے لانچ کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ اوندھے منہ گرنے والے کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ کر لکڑی کے فرش پر دور تک پھسلتی چلی گئی اور اس کے بعد سمندر میں جا گری۔ یہ ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ اس کے سنبھلنے سے قبل میرے جوتے کی ٹھوکر اس کے پیٹ اور پھر منہ پر پڑی اور وہ دوسری قلابازی کھا کر لمبا لیٹ گیا۔ اس کے دیگر ساتھی ان حالات سے بے خبر اس لانچ پر اسٹین گن سے فائرنگ کر رہے تھے جو لمبے لمبے چکر کاٹ کر اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس لانچ پر گولا باری کر رہی تھی۔ دفعتاً لانچ کا اگلا حصہ اڑ گیا اور پانی برق رفتاری سے اس میں داخل ہونے لگا۔ اب اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ ہم پانی میں چھلانگ لگا دیں۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہی لمحے ریلنگ سے کود کر پانی میں آ پڑا۔ پانی برف کی طرح سرد تھا۔ ہم لوگ لانچ سے دور نکل جانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ تہذیب بہترین تیراک تھی اور میرا مسلسل ساتھ دے رہی تھی۔ ویسے ہم نے پانی میں نیچے غوطہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ سطح ہی پر تیر رہے تھے۔ مقصد صرف یہی تھا کہ اس لانچ سے دور نکل جائیں۔ اگر لانچ والوں کو اس دوسری لانچ سے چھٹکارا ملتا تو یقیناً پانی پر گولیاں برسا کر وہ ہمیں ختم کر سکتے تھے لیکن اب اس لانچ کا

خاتمہ قریب ہو گیا تھا۔ وہ کئی جگہ سے بالکل ٹوٹ گئی تھی اور اس کا اگلا حصہ پانی میں جھک گیا تھا۔

اچانک مجھے پانی میں ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہوئی اور سنبھلنے کی طرح اس لانچ کے پرخچے اڑ گئے جس پر ہم سوار ہوئے تھے۔ لکڑی کے تختے اور آدمیوں کے ٹکڑے کئی کئی فٹ تک بلندی پر اچھلے اور پھر لہروں میں غائب ہو گئے۔ اسی وقت دوسری لانچ برق رفتاری سے ہماری سمت آئی تھی اور پھر اس میں سے ایک لمبا جال ہماری طرف پھینک دیا گیا۔ یہ جال پھینکنا بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اگر لانچ والے چاہتے تو ہمیں دوسرے طریقے سے بھی باہر نکال سکتے تھے لیکن ان کے انداز میں بھی جارحیت تھی۔ ہم لوگ جال میں جکڑ گئے اور جال فوری طور پر اوپر کھینچ لیا گیا۔ اس بے دردی سے اوپر کھینچتے ہوئے ہمارے جسموں کو جال کی چیزیں بھی لگی تھیں۔ کپڑے پانی سے شرابور ہو رہے تھے۔ جونہی ہم لانچ پر پہنچے چند افراد نے ہم پر قابو پا لیا۔ تہذیب کے ساتھ بھی بہتر سلوک نہیں کیا گیا تھا۔

میں نے تند نگاہوں سے اپنے ان گرفتار کرنے والوں کو دیکھا۔ بظاہر مہذب لباس میں ملبوس مقامی آدمی تھے۔ میں نے کرخت لہجے میں ان سے پوچھا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے اور یہ سب کچھ...؟"

جس شخص سے میں نے سوال کیا تھا اس نے اپنے عقب میں دیکھا اور سرد لہجے میں بولا۔ "انھیں کیبن میں لے جاؤ۔"

دوسرے لوگوں نے پستول نکال لیے اور ہمارے جسموں سے لگا دیے۔ اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ ہم خاموشی سے ان کے احکامات کی تکمیل کریں۔ چنانچہ ہم ایک کیبن میں پہنچ گئے جو لانچ کا واحد کیبن تھا اور جسے باہر سے بند کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں اندر داخل کرنے کے بعد کیبن کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

لانچ برق رفتاری سے ایک سمت چل پڑی تھی۔ میں اور تہذیب حیران تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب گورکھ دھندا کیا ہے! وہ لانچ جسے تباہ کر دیا گیا تھا کس کی تھی اور یہ لوگ کون تھے؟

تقریباً پینتالیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا۔ اس دوران سرد ہواؤں نے ہمارے جسموں کو سن کر دیا تھا۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے یہ ہوائیں زیادہ ہی سرد محسوس ہو رہی تھیں۔ لانچ رکی تو کیبن کا دروازہ کھل گیا اور ہمیں ساحل پر اتار دیا گیا جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے ہمیں کار میں بٹھایا۔ دو آدمی ہمارے ادھر ادھر بیٹھے ہوئے تھے اور باقی دو آگے والی سیٹ پر۔

راستے میں بھی میں نے ان سے سوال کیا تو آگے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے پستول کی نال کا رخ میری پیشانی کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "خاموش بیٹھو، کیا فائدہ وقت سے پہلے موت کا شکار بن جاؤ۔" تہذیب نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ مقصد یہی تھا کہ خاموشی اس وقت بہتر ہے چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

کار مختلف راستے طے کرتی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت میں داخل ہو گئی۔ جہاں لان پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ہمیں سرسری نگاہوں سے دیکھا گیا۔ پھر لانے والوں نے پستول ہماری گردنوں پر رکھ کر ہمیں اندر دھکیل دیا اور پھر ایک کمرے میں قید کر دیے گئے۔ کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس طرح ہمارا شکار کرنے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں یہاں کسی قسم کا خوف نہ ہو اور اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا تھا کہ ان کا تعلق اسٹیبلشمنٹ سے ہے۔ عام لوگ اتنی دیدہ دلیری سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جو ان لوگوں نے کیا تھا لیکن واقعی اگر ایسا ہی تھا تو یہ بھی خاصا تعجب خیز تھا۔

دوسری طرف ایک اور بات بھی قابل توجہ تھی جس لانچ پر ہم سفر کر رہے تھے اس پر موجود سیاہ فام اسٹین گنوں سے لیس تھے۔ انھوں نے باقاعدہ مقابلہ کیا تھا اور انھیں بھی دھمکیاں دی تھیں۔ اگر لانچ کو جھٹکا نہ لگتا اور وہ شخص پیچھے نہ گر پڑتا تو میری گردن کا [illegible] کے نتیجے میں وہ مجھے شوٹ کر دیتا، نہیں بتا سکتا تھا۔ بہرطور صورتحال خاصی الجھی ہوئی تھی۔ کوئی بات واضح طور پر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ تہذیب بھی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"یہ سب... یہ سب... کیا ہو سکتا ہے تہذیب! کیا خیال ہے تمہارا؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"وہ سیاہ فام لوگ بھی ہمارے لیے اجنبی تھے اور یہ بھی۔ لیکن یہ لوگ جس طرح کام کر رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں یہاں ہر کام کرنے کی آزادی ہے۔ کیا ان کا تعلق مقامی حکومت سے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تم کس بنیاد پر کہہ سکتی ہو؟ یہاں کے لوگ ہمارے ساتھ یہ بدسلوکی کیوں کرنے لگے؟"

"اس دنیا کے بارے میں تمہارا تجربہ زیادہ اچھا نہیں ہے علی! سر پر بٹھانے والے ذرا سی دیر میں سر جھٹک دیتے ہیں۔ یہی اس دور کی ریت ہے۔"

"مگر سر چھپنے کی کوئی وجہ تو ہوگی؟"

"کسی طرح کی غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔" تارینا ہارڈو کی گفتگو بھول گئے۔ "انل جرشیو کے سلسلے میں کام کرنے والے ترک گئے کچھ ہلاک ہو گئے۔ اگر غور کرو تو جو پروگرام ان لوگوں نے ترتیب دیا تھا اس کے تحت یہ زبردست مفادات حاصل کر سکتے تھے لیکن یہ نہ ہو سکا۔ پھر بے شمار دشمنوں کی تعداد میں تو ماشاءاللہ خاصی بہتر ہے۔" تہذیب پھر مسکرائی۔

میں سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تہذیب! اگر ایسا ہوا بھی ہے تو یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ ہم تو خود یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے شدید اصرار کر کے ہمیں یہاں روکا اور اب اگر کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ ماضی کی ساری باتیں فراموش کر دینا چاہتے ہیں تو پھر ان سے زیادہ برے لوگ اور نہیں ہو سکتے اور اب ان کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اپنے لیے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا علی! ہم صرف دو افراد ہیں اور ہمارے مقابلے پر نجانے کون کون۔۔۔"

"ٹھیک کہتی ہو تہذیب، لیکن مجھے بڑی مایوسی ہوگی۔"

"نہیں علی! اس طرح نہ سوچو۔ بے غرض تو ہم بھی نہیں تھے، ہم اپنے مقصد کے لیے سرگرداں ہو۔ دنیا میں ہر شخص یہی سب کچھ کر رہا ہے۔ اگر اسرائیل اور فلسطین کا معاملہ اس درمیان میں نہ ہوتا تو کیا خیال ہے ہم اتنی محنت سے ان کے لیے کام کرتے؟ اس انداز میں نہ سوچو علی بلکہ صرف یہ سوچو کہ ہم نے جو کچھ کیا اپنے مقصد کے لیے کیا اور دنیا میں ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے صرف اپنے مفاد کے لیے کرتا ہے جذبوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"خدا کرے کہ اس سلسلے میں ہمارے اندازے غلط ہوں۔ دوسری شکل میں خواہ مخواہ ہمیں ان کے خلاف کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔ فی الحال ٹھنڈے دل سے صورت حال کا جائزہ لو۔" تہذیب نے کہا۔ ہم جو کچھ بھی گفتگو کر سکتے تھے اس سلسلے میں کرتے رہے۔

وسیع اور کشادہ کمرے میں بہت سا وقت گزر گیا۔ ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ تہذیب نے نائٹ آف کر کے مدھم نیلی روشنی کا بلب جلا دیا اور پورا کمرہ پرسکون نیلی روشنی سے بھر گیا۔ ہم لوگ بھوکے پیاسے تھے اور ہمیں یہاں لانے والوں نے اب تک ہماری اس ضرورت کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "یہ لوگ اگر حکومت کے نمائندے ہیں تو واقعی ہمارے ساتھ سخت زیادتی کر رہے ہیں۔ کم از کم کھانے پینے کے لیے تو دشمنوں سے بھی نہیں پوچھا جاتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تہذیب بستر پر لیٹ گئی۔ اسے غالباً تھکن اور نیند نے گھیرا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گہری گہری سانس لینا شروع کر دی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ سو گئی ہے۔ میں نے بھی اپنے لیے ایک جگہ منتخب کی، یہ ایک چوڑا صوفہ سیٹ تھا۔ میں اس پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

ذہن میں خیالات آپس میں الجھ رہے تھے لیکن انہی الجھنوں کے درمیان نیند آ گئی۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب میری آنکھ کھلی۔ باہر ہلکی ہلکی موسیقی گونج رہی تھی۔ بستر پر نگاہ پڑی تو تہذیب بستر سے غائب نظر آئی۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے باتھ روم کی طرف دیکھا لیکن اس میں بھی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تب میں متحیرانہ انداز میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دفعتاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی ہو۔ میں اٹھ کر دروازے پر پہنچا، آہستہ کھولنے کی کوشش کی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ بہ آسانی کھل گیا تھا لیکن جونہی دروازہ کھلا ایک زوردار گھونسا میری پیشانی پر پڑا اور میں کمرے کے فرش پر آ گرا۔ چونکہ یہ سب کچھ غیر متوقع تھا اس لیے میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا۔ پھر دوسرے لمحے جو شخصیت اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ تارینا ہارڈو تھی۔ جسم پر ایک چست لباس پہنے وہ عجیب و غریب نظر آ رہی تھی۔ اندر آتے ہی اس نے دوبارہ مجھ پر حملہ کر دیا اور اپنے مخصوص جوتے کی ٹھوکر میری پنڈلی پر لگائی۔ میں تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پھر میں نے پھرتی سے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کے لیے تیار کر لیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تارینا ہارڈو بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہے۔ اس کی آنکھیں خونخوار انداز میں چمک رہی تھیں۔ مجھے اس کا کرخت چہرہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ وہ اس وقت بالکل مختلف نظر آ رہی تھی۔ ایک بار پھر وہ غرا کر مجھ پر حملہ آور ہوئی۔

اس کے ہاتھوں میں چمکتا ہوا خنجر صاف نظر آ رہا تھا۔ میں اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور خنجر کا چمکدار پھل مجھ سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گیا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ تارینا ہارڈو کا یہ روپ میرے لیے سخت الجھن کا سبب تھا۔ میرے نزدیک وہ ایک شریف النفس اور بااخلاق شخصیت تھی لیکن اس وقت تو اس کی شخصیت ہی بالکل بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کسی نامعلوم نقطے کو گھور رہی تھیں اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔ مجھے ایک لمحے کے لیے احساس ہوا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔

میں نے اسے زور سے آواز دی لیکن اس نے اس کے جواب میں مجھ پر حملہ کر دیا۔ بمشکل۔۔۔۔ میں جھکائی دے کر بچ سکا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں تارینا ہارڈو سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھرپور مقابلہ کروں۔

تیسرے حملے میں جب اس کے ہاتھ میں دبا ہوا خنجر مجھ سے چند انچ کے فاصلے سے گزرا تو میں تیار تھا۔ میرا بایاں ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گئی۔ اسی وقت میں نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ایک شدید ضرب اس کی گردن پر لگائی لیکن میرے ذہن میں اسے قتل کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ غیبت سے جا لگی اور شدید چوٹ کھا چکا تھا اس لیے اپنی اس ضرب پر کنٹرول نہ کر سکا۔

ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ تارینا ہارڈو کی گردن ڈھلک گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں جھولے اور منہ سے خون کی دھار باہر نکل آئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس نے میری طرف دیکھا اور پھر اوندھے منہ نیچے آ رہی۔ تارینا ہارڈو کی اس کیفیت سے ایک لمحے کے لیے میں ششدر رہ گیا تھا۔ مجھے خود بھی حیرت ہوئی کہ میرا ہاتھ اتنا زبردست کس طرح لگ گیا لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ تارینا نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے اور اس کے بعد دم توڑ دیا۔ میں نے متوحش نگاہوں سے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس وقت میری پوزیشن انتہائی خطرناک ہو گئی تھی۔ تہذیب مالکم ایکس کی گمشدگی ہی میرے لیے کیا کم سوہان روح تھی کہ یہ دوسرا حادثہ بھی ہو گیا تھا۔ فوری طور پر دروازے سے باہر نکلنے کے بجائے میں نے عقل سے کام لینا ضروری سمجھا کیونکہ یہاں سے بھاگ جانے کا مطلب یہ تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اگر تارینا ہارڈو کی موت کا راز وقت سے پہلے کھل گیا تو میرے لیے دقتیں پیش آ سکتی تھیں۔

میں نے تارینا کی لاش کو دھکیل کر بستر کے نیچے کر دیا اور پھر کمرے کے ماحول پر نگاہ ڈالی۔ تارینا ہارڈو کے منہ سے بہنے والا خون فرش کے قالین میں جذب ہو گیا تھا لیکن خوش بختی یہ تھی کہ قالین کی نیلی زمین پر سرخ پھول بھی بنے ہوئے تھے اور تارینا ہارڈو کا خون انہی پھولوں پر پڑا تھا۔ بغور دیکھے بغیر نہیں پتا چلتا تھا کہ یہاں کسی کا خون گرا ہے۔ یہ سوال بھی مد نظر تھا کہ کیا تارینا ہارڈو کے ہمراہ اور کوئی نہیں آیا تھا؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے کمرے سے باہر نکلنا ضروری تھا چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

اور میرا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے دو افراد نظر آئے جن کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کا رخ میری ہی جانب تھا۔ ان میں ایک چھوٹے سے قد کا آدمی تھا جو غالباً تھائی لینڈ کا باشندہ تھا۔ اس کے خدوخال یہی بتلاتے تھے۔ دوسرا دراز قامت یورپین تھا۔ دونوں نے مجھے دیکھا پھر میرے عقب میں نظر دوڑائیں جو یقیناً کسی کی متلاشی تھیں۔ پھر چھوٹے قد کا شخص صاف انگریزی میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"کیا۔۔۔ کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟ کیا وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی ہے؟"

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ پستول کی موجودگی میں فی الحال میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر لمبے قد والے آدمی نے کہا۔ "فوراً نکل چلو یہاں سے بے وقوف آدمی! ورنہ موت کا نشانہ بن جاؤ گے۔ بڑی غلطی کی ہے تم نے۔" میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر پستول کی نال میری کمر پر رکھتے ہوئے کہا۔ "چلتے رہو، چلتے رہو۔ کوئی حماقت کی تو اس کے نتائج بے حد خوفناک ہوں گے۔ تمہارے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔ اس طرف سے آجاؤ۔" میں بے اختیار ان کے کہنے پر عمل کرنے لگا۔

وہ دونوں میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اس عمارت کے ایک مخفی حصے کی طرف نکل آئے۔ چھوٹے احاطے کی دیوار کو دونوں میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہ عمل میں نے ان کے اشارے پر ہی کیا تھا لیکن میری عقل نے ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں معلوم کروں لیکن صورت حال کچھ ایسی تھی کہ میں اپنے طور پر کچھ بھی نہ کر سکا تھا۔

احاطے کی دیوار کے دوسری جانب سیاہ رنگ کی ایک لمبی کار کھڑی ہوئی تھی۔ چھوٹے قد کے آدمی نے دوسرے کو اشارہ کیا اور اس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

"بیٹھو۔ جلدی بیٹھو۔ مسٹر اپ ٹو ڈیٹ۔۔۔"

لہجے میں غرایا اور میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔
لمبے آدمی نے کار اسٹارٹ کرکے اپنے ساتھی سے کہا۔ "تم صورت حال کا جائزہ لے کر میرے پاس پہنچو گے میں انتظار کر رہا ہوں۔"
کار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے اپنے نیم غنودہ ذہن کو چند جھٹکے دیے۔ یہ جو کچھ ہوا تھا ابھی تک میری سمجھ سے باہر تھا۔ چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب میرا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیے۔ تارینا ہارڈو کے قتل سے پیدا ہونے والی صورت حال واقعی خوفناک ہوگی۔ اگر یہ انتظامیہ کے لوگ ہی تھے تو پھر اب میری ان سے دشمنی یقینی ہوگئی تھی اور یہاں میں رہ کر کچھ بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ تارینا ہارڈو جیسی کارکن کا قتل معمولی بات نہیں تھی۔ ویسے تارینا ہارڈو کی اس عمارت میں موجودگی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کا تعلق مقامی انتظامیہ سے ضرور ہے جنھوں نے مجھے یہاں قید کیا تھا لیکن پھر یہ دونوں کون تھے جنھوں نے مجھے وہاں سے نکالنے کی کوشش کی؟ بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے اور دماغ پر دھند سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ رات کا کون سا پہر ہے اور یہ شخص مجھے کہاں لیے جا رہا ہے۔ میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی آخری کوشش کی اور یہ فیصلہ کیا کہ حالات جو رخ اختیار کر چکے ہیں، مجھے ان کا تابع نہیں ہونا چاہیے بلکہ ضروری ہے کہ میں اپنے طور پر آزادی حاصل کروں۔ چنانچہ میں نے دوڑتی ہوئی کار کی اسپیڈ کو دیکھا اور اس کے بعد بڑے اطمینان سے پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کر اس شخص کی گدی پر ایک گھونسا رسید کر دیا۔ گھونسا زوردار تھا، اس کا سر بری طرح اسٹیرنگ سے ٹکرایا اور کار تیز پہیوں کی چرچراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ کر فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔
فٹ پاتھ کافی اونچا تھا، اس لیے کار شدید جھٹکے سے اس سے ٹکرائی تھی۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی جو کوششیں کر سکتا تھا وہ میں نے کر لی تھیں لیکن اس کے باوجود میں بری طرح سیٹوں سے ٹکرایا تھا جبکہ کار ڈرائیو کرنے والا اسٹیرنگ میں گھس گیا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا اور گردن بری طرح اسٹیرنگ وہیل میں پھنس گئی تھی۔ کار کا انجن جھٹکے لے کر بند ہو گیا تھا۔ میں نے پھرتی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اطراف کے ماحول پر نگاہ دوڑائی، چھوٹی بڑی اونچی نیچی عمارتیں چاروں طرف بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں لیکن سڑک بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی۔ لیمپ پوسٹوں پر لگے ہوئے بلب روشنی بکھیر رہے تھے۔ میں ایک لمحے کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش شروع کر دی۔ چند لمحات ... میں بالکل پرسکون تھا۔ خوش قسمتی سے اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ غالباً یہ خالص کاروباری علاقہ تھا۔
میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ یہاں سے تیز رفتاری سے دوڑ لگا دوں لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اتنی جلد بازی بھی کسی طور مناسب نہیں تھی۔ میں نے برق رفتاری سے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس شخص کی جیبوں کا جائزہ لیا پھر اس کی جیب سے پرس نکالا کھول کر دیکھا تو اس میں نوٹوں کی کافی بڑی تعداد موجود تھی۔ اس کے علاوہ جو دوسری چیز میں نے اپنے قبضے میں لی تھی وہ اس کا بھرا ہوا پستول تھا۔ ان دونوں چیزوں کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد میں نے تیزی سے آگے قدم بڑھا دیے اور ایسی جگہوں کا انتخاب کرکے چلنے لگا جو نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔
کافی دور چلنے کے بعد مجھے بائیں سمت ایک تنگ سی گلی نظر آئی اور میں نے فوری طور پر اس سڑک کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ گلی میں میں نے اپنی رفتار خاصی تیز رکھی تھی۔ ہر لمحے مجھے یہی خطرہ لگا ہوا تھا کہ اب عقب میں دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں گی یا پھر پولیس کی سیٹیاں لیکن ایسا نہ ہوا اور میں دوسری سڑک پر پہنچ گیا۔ دوسری سڑک پر پہنچتے ہی رات کے سناٹے میں مجھے پولیس کار کے سائرن کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک سمت اختیار کرکے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ ادھر بھی دکانیں اور شوروم وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ ایک شوروم کے سامنے سے گزرتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ شیشے کے پیچھے کچھ لوگ کھڑے مجھے گھور رہے تھے لیکن میں نے بھینچے ہوئے دانتوں اور بگڑے ہوئے چہرے کے ساتھ جب انھیں دیکھا تو میرے دل کو ایک گونا سکون ہوا۔ یہ زندہ انسان نہیں بلکہ ماڈلز تھے جو مختلف چیزوں کی نمائش کر رہے تھے۔ وہاں سے گزر کر میں آگے بڑھ گیا۔ دور دور تک سڑک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں تقریباً بیس منٹ تک چلتا رہا اور پھر ایک چوراہے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے بائیں سمت کچھ روشنیاں متحرک نظر آ رہی تھیں، غالباً ادھر زندگی تھی اور رات جاگ رہی تھی۔
پولیس کار کے سائرن کی آواز بند ہو چکی تھی اور اب مجھے اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں ان روشنیوں کی جانب چل پڑا۔ ایک جگہ رک کر میں نے اپنے حلیے کا جائزہ لیا۔ حلیہ بگڑا ہوا تھا، بال بکھر گئے تھے، لباس بے ترتیب تھا۔ جس طرح بھی بن پڑا میں نے اپنے آپ کو کسی حد تک درست کیا۔ سانسوں کو اعتدال پر لانے لگا۔ پھر میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ میرا حلیہ اب بھی مشکوک تھا، خاص طور سے اگر پولیس کی نگاہ مجھ پر آ جاتی تو وہ یقیناً مجھے نہ چھوڑتے یہی سمجھتے کہ یا تو میں قاتل ہوں یا ڈاکو اور پھر پستول کی موجودگی اس بات کی تصدیق کر دیتی۔ اس لیے ضروری تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو کسی کی نگاہ میں آنے سے بچاؤں۔ اس صورت حال کے بارے میں مزید کچھ سوچنا بس حماقت ہی معلوم ہوتی تھی۔ کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ تہذیب ماکم ایکس کے ساتھ گزرنے والے لمحات زندگی کے دلکش ترین لمحات تھے۔ طویل مسافت کے بعد ایک ٹھنڈی چھاؤں ملی تھی لیکن تقدیر کو یہ منظور نہ تھا۔ میرا دل تو ان دنوں میں چاہنے لگا تھا کہ قدرت ان لمحات کو طویل سے طویل تر کر دے۔ کچھ محبت سی ہو گئی تھی اور تہذیب کی محبت ذہن پر ایک سرور بن کر چھا گئی تھی لیکن تقدیر مجھے متحرک رکھنے کی خواہش مند تھی۔
خیالات میں ڈوبا ہوا کافی دور نکل آیا۔ سامنے ہی بائیں سمت ایک ریستوران نظر آ رہا تھا جس میں سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ غالباً رات بھر کھلنے والے ریستورانوں میں سے ایک تھا۔ ویسے بھی اس علاقے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ یہاں میں نے دیکھا ہی کیا تھا۔ بس پہلے وہاں قیام کیے رہا جہاں تارینا ہارڈو نے مجھے ٹھہرایا تھا اور پھر سان اسٹیلو پہنچ گیا تھا۔ بقیہ شہر سے کسی حد تک واقفیت ضرور تھی لیکن ذاتی طور پر میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔
پھر میں ریستوران میں داخل ہو گیا۔ رات کا خاصا حصہ گزر گیا تھا۔ ریستوران کے ساتھ بار بھی تھا اور اس وقت یہاں بیٹھنے والے شراب کے علاوہ کسی اور چیز میں کیا دلچسپی لے سکتے تھے اور جن لوگوں نے شراب پی رکھی ہو انھیں اس بات سے کیا غرض ہو سکتی ہے کہ ریستوران میں کب کون داخل ہوا ہے۔ البتہ بار ٹینڈر وغیرہ اور دوسرے سروس کرنے والے ویٹر مستعد اور مودب تھے لیکن میرے حلیے پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔
میں اب ذہنی طور پر پوری طرح بیدار ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اس انداز میں اداکاری کی جیسے میں شراب پیے ہوئے ہوں اور نشے کے عالم میں میری یہ کیفیت ہوئی ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب استعمال نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ لڑکھڑاتے قدموں سے میں ایک خالی میز کی جانب بڑھ گیا اور میز پر بیٹھنے کے بعد ڈھلکے ہوئے ہاتھ سے دو تین بار میز بجائی۔ ویٹر مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے وہسکی کا آرڈر دیا اور ویٹر گردن خم کرکے چلا گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھ کر یہ جائزہ لے لیا کہ سامنے آنے والی وہسکی کی بوتل کو کس طرح خالی کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی خاص دقت نہ ہوگی۔ گلاس اور بوتل میرے سامنے آ گئے۔ دوسری تمام چیزیں بھی سجا دی گئی تھیں۔ جیب میں اس شخص کا پرس موجود تھا جس نے آخری وقت میں میری مدد کی تھی۔ اس لیے مجھے بل کی ادائیگی کی فکر نہیں تھی۔ میں نے گلاس میں تھوڑی سی شراب انڈیلی اور اسے سامنے رکھ کر اونگھنے لگا۔
ہوٹل کے ماحول پر پہلے ہی ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی تھی۔ جس قسم کا ماحول اس وقت ہونا چاہیے تھا وہی تھا۔ بدمست قہقہے ابھر رہے تھے اور انسانی جبلت کی وحشتیں اپنے عروج پر تھیں لیکن یہ یہاں کا عام ماحول تھا، اس لیے کوئی اس پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ مجھے یہاں بیٹھ کر سکون محسوس ہوا۔ کم از کم سوچنے کی مہلت تو مل گئی تھی اور جب سوچنے کو مہلت ملی تو میں نے اپنے دماغ کو احتیاط سے بیدار کر کے پھر اس سلسلے میں تخیل کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیے۔
بات وہیں سے شروع ہوتی تھی یعنی اس وقت سے جب تارینا ہارڈو نے مجھے ان حالات کی اطلاع دی تھی۔ پھر بعد کے واقعات سے یوں محسوس ہوا جیسے دو گروہ ہوں جو ہم دونوں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ آپس میں ٹھن گئی ہے۔ ان میں سے ایک کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ اس کا تعلق انتظامیہ سے ہو سکتا ہے لیکن دوسرے گروہ کے لوگ کون تھے اور تارینا ہارڈو کے قتل کے بعد مجھے وہاں سے بچا کر لے جانے کی کوشش کیا حیثیت رکھتی تھی؟ کیا واقعی وہ مجھے انتظامیہ سے بچانا چاہتے تھے لیکن اس میں ان کا کیا مقصد پوشیدہ تھا؟ کیا یہ وہی لوگ ہو سکتے تھے جنھوں نے بانگی جو شیو کے روپ میں موجود میڈم ہارینا کے خلاف عمل کیا تھا لیکن پھر انھیں مجھ سے اور تہذیب ماکم ایکس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی اور کیوں دلچسپی تھی؟ اس کی وجہ جاننا ضروری تھا۔
تارینا ہارڈو کی کیفیت بھی ذہن میں ایک معمہ ہی ہوئی تھی۔ اس وقت تو یقیناً وہ اپنے آپے میں نہیں تھی جب اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ میرے لیے بچاؤ کا کوئی اور راستہ نہیں رہا تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال تک نہ تھا کہ تارینا ہارڈو میرے ہاتھ سے اس طرح ماری جائے گی اور کیا یہ لوگ اس بات کی توقع رکھتے تھے کہ میں تارینا ہارڈو کو قتل کر دوں گا یا صرف یہ جانتے تھے کہ تارینا ہارڈو اس وقت میرے کمرے میں آئی ہے۔ لمبے قد کے آدمی کا میرے عقب میں دیکھنے کا انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے اسے توقع ہو کہ

میرے بھتیجے کو ابھی ابھی باہر نکلے گا کہ گویا تم ینہا بارڈو کے میرے کمرے میں داخلے کی خبر دوسرے لوگوں کو بھی تھی اور ان لوگوں کو بھی کہ تاشیا بارڈو کے مخالف تھے کسی بھی فیصلے پر پہنچنا اس وقت خاصا مشکل کام معلوم ہو رہا تھا۔ حالات نے ایک بار پھر اس طرح الجھا دیا تھا کہ کوئی بہتر صورت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ تہذیب کی گمشدگی کا معاملہ بھی تھا جو میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم تھا۔ تہذیب کو تو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تو اب میری زندگی کا ایک حصہ تھی اور اس کے بغیر زندہ رہنا محبت کے پاکیزہ جذبے کو بدنام کرنا تھا۔ وہ میرے کمرے سے کہاں چلی گئی تھی؟ خود گئی تھی یا اسے جایا گیا تھا؟ دفعتاً ذہن میں ایک اور دھماکا ہوا۔ میں نے دروازے پر جو تختے والا آٹومیٹک لاک دیکھا تھا دروازہ اندر سے خود ہی کھلا تھا۔ اگر تہذیب کو اغوا کر کے کہیں لے جایا گیا تھا تو پھر کمرے کا دروازہ اندر سے کیسے بند ہوا... کیا تہذیب اس وقت کمرے ہی میں تھی؟ کیا میرے نیم خوابیدہ ذہن نے غلط سوچا تھا؟ غلط فیصلہ کیا تھا۔ لیکن اگر وہ کمرے ہی میں تھی تو کہاں تھی اور اس تمام ہنگامے کے درمیان سامنے کیوں نہیں آئی؟ دماغ ایک بار پھر گھوم گیا تھا۔ ویٹر میرے نزدیک سے گزرا تو میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑیں اور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ میں نے ضروری سمجھا کہ گلاس کی شراب کو نیچے بہا کر ضائع کر دوں اور میں نے احتیاط سے ایسا ہی کیا اور بوتل میں سے مزید شراب انڈیل لی تاکہ ان لوگوں کو کوئی شک نہ ہو سکے۔

ذہن پھر تہذیب میں الجھ گیا۔ دروازے کے بند ہونے کا معما مجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیا تہذیب وہیں کہیں کسی گوشے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی؟ کیا اسے کمرے سے باہر نہیں نکالا گیا تھا؟ اگر ایسا تھا تو واقعی مجھ سے شدید حماقت ہوئی لیکن کیا کرتا! جو کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ میں چکرا کر رہ گیا تھا۔

میں نے گلاس میں سے تھوڑی سی شراب اور نیچے گرا دی اور اس وقت اپنے سامنے کسی کو کھڑا پا کر نگاہیں اٹھائیں۔ غور سے دیکھا تو تقریباً ستائیس، اٹھائیس سال کی ایک اوباش لڑکی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں اس سے اس کی آمد کے بارے میں پوچھا تو وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

”میں دیکھ رہی ہوں، تم بے حد اداس ہو۔“

”ہاں! میں اداس ہوں۔ تم میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟“ میں نے بدستور نشے میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تمہاری اداسی دور کر سکتی ہوں۔ میرا نام بلنڈا ہے۔“

”ہاں! میں اپنی اداسی دور کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے ایک فوری فیصلے کے تحت جواب دیا۔

”تو پھر اٹھو۔ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ اپنی بوتل ساتھ لے لو۔ میں تمہیں کمرے میں لے جا کر پلاؤں گی۔“

”کمرہ... کمرہ کہاں ہے؟“ میں نے اسی مخصوص انداز میں کہا۔

”اس کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کیا تمہارے پاس کمرے کے کرائے کی ادائیگی کے لیے رقم موجود ہے؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر میں ابھی کمرہ حاصل کرتی ہوں۔“ وہ بولی اور اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے اس وقت رات کے بقیہ لمحات گزارنے کے لیے یہ ترکیب مناسب سمجھی تھی۔ کم از کم کوئی ٹھکانہ تو ملا۔

لڑکی کاؤنٹر پر گئی اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ کی انگلی میں ایک چابی جھول رہی تھی۔ اس نے بازو سے پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پھر خود ہی بوتل اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دی۔ غالباً وہ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ لفٹ شاید بند ہو گئی تھی۔ اس لیے ہمیں سیڑھیوں کے ذریعے ہی اوپر جانا پڑا۔

دوسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر وہ رک گئی۔ یہاں سے پوری طرح واقف معلوم ہوتی تھی اس لیے کمرے کا نمبر وغیرہ تلاش کرنے کے لیے وہ ایک لمحہ بھی نہیں رکی تھی۔ ایک خوبصورت اور سجا ہوا بیڈ روم میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ یہاں آنے کے بعد اب مجھے فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس بلا سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ اب تک تو وہ میرے لیے معاون ثابت ہوئی تھی البتہ میں اپنے طور پر شاید اس ہوٹل میں کمرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور پھر اس طرح کمرہ حاصل کرنا مشکوک بھی ہو سکتا تھا۔ کم از کم لڑکی کے ذریعے یہ مرحلہ تو طے ہو گیا تھا۔ میں اس لڑکی کے ٹائپ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ چنانچہ بستر کی طرف بڑھنے کے بجائے میں نے ٹوائلٹ کا دروازہ دیکھا اور لڑکی کو ایک اشارہ کر کے ٹوائلٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹوائلٹ میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے وہ پرس نکالا جس میں نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس میں سے نوٹوں کی بیشتر مقدار باہر نکالی اور انہیں انتہائی احتیاط سے ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں لڑکی کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی۔ بقیہ نوٹوں کو پرس ہی میں رکھ کر میں نے پرس واپس اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر جھومتا ہوا ٹوائلٹ سے باہر نکل آیا۔

میرے اندازے میں اسے بے پناہ لڑکھڑاہٹ تھی۔ بستر کے قریب پہنچ کر میں اوندھے منہ بستر پر گر پڑا اور بے سُدھ ہو گیا۔

لڑکی چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور میرے قریب آگئی۔

”مسٹر... مسٹر! کیا اور نہیں پیو گے؟“ اس نے مجھے جھنجھوڑا لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ وہ چند لمحے اسی طرح کھڑی مجھے دیکھتی رہی۔ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے جھک کر مجھے سیدھا کر دیا۔

”مسٹر جاگو تو سہی۔ سنو، تمہارا نام کیا ہے؟“

میں نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہیں دیا تو وہ زمین پر پاؤں پٹخ کر غرائی۔

”گدھے کہیں کے۔“ اس کے بعد وہ میری جیبیں ٹٹولنے لگی۔ میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی کھول لی اور اسے اپنے لباس میں رکھ لیا۔ پرس کھول کر وہ نوٹ گنتی رہی۔ پھر اس کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”چلو ٹھیک ہے، میرا کام ہو گیا۔ البتہ ہوٹل کا کرایہ تمہارے پاس چھوڑ دینا میرا اخلاقی فرض ہے۔ کم از کم تم مجھے زیادہ گالیاں نہیں دو گے۔“ اس نے چند نوٹ غالباً پرس ہی میں چھوڑ دیے تھے اور پھر پرس میری جیب میں ٹھونسنے کے بعد وہ مجھے ٹاٹا کہہ کر باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے سکون کی سانس لی۔ خدا کے فضل سے یہ عذاب بہت آسانی سے ٹل گیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑا دروازے کی سمت دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازہ میں نے اندر سے بند کر دیا۔ ہوٹل کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کس قسم کی جگہ ہے۔ صبح تک یا دوپہر تک مجھے کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہیں تھا۔ اس کے بعد میرے لیے یہاں رہنے کی ضرورت بھی باقی نہیں تھی۔ جو رقم میں نے اس پرس میں سے نکالی تھی، وہ اتنی تھی کہ ہر اسانی میں ایک آدھ ہفتہ کسی شاندار قسم کے ہوٹل میں گزار سکتا تھا لیکن ان تمام باتوں سے ہٹ کر میرا ذہن پھر اسی سمت آ رہا تھا کہ یہ سب ہوا کیا ہے؟ کس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں؟ تہذیب کہاں ہے! اگر میں نے اسی کمرے میں چھوڑا یا ہوں تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔

صبح تک میں سوچتا رہا اور آخر میں فیصلہ کیا کہ کسی مقتدر شخصیت سے رابطہ قائم کروں۔ کسی چھوٹی موٹی شخصیت سے ملنا بالکل حماقت ہے۔ وہ بڑی شخصیت جس سے میں ملنا چاہتا تھا، وزیر داخلہ کے علاوہ کس کی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ فوری طور پر وزیر داخلہ سے رابطہ قائم کر کے بات چیت کروں گا اور اس کے بعد بھی اگر حالات بہتر نہ ہوئے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہو گا جس شخصیت سے میرا رابطہ قائم تھا اور جس کی وجہ سے میں ان معاملات میں ملوث ہوا تھا، وہ تو میرے ہی ہاتھوں ماری جا چکی تھی۔

روشنی بجھائی تو میں باتھ روم میں جا گھسا اور بہت دیر تک ٹھنڈے پانی کے شاور کے نیچے بیٹھا رہا۔ کر ذہن کی تمام کسل مندی دھل کر بہہ گئی۔ لباس وہی تھا جو بدن پر موجود تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک طرح سے بالکل ہی بے یار و مددگار ہو کر رہ گیا تھا۔

پونے نو بجے کے قریب ایک ویٹر میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

”جناب عالی کا قیام کتنی دیر ہے؟ ٹیکسی وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”اگر میں اس کمرے میں مزید رکنا چاہوں تو کیا.....؟“

”نہیں جناب، یہ کمرے شام کو سات بجے کے بعد دیئے جاتے ہیں اور صبح نو بجے سے پہلے خالی کرا لیے جاتے ہیں۔ دن میں یہاں کسی کے قیام کی گنجائش نہیں ہوتی۔“ اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔

”شکریہ۔“ میں نے جواب دیا اور اسے تھوڑی سی ٹپ دے کر باہر نکل آیا۔ واجبات کی ادائیگی بھی میں نے ویٹر ہی کو کر دی تھی۔

باہر نکل کر میں نے ادھر اُدھر دیکھا۔ اس وقت صورتحال میرے لیے انتہائی مخدوش تھی۔ ملک تو چاہ رہا تھا کہ دندناتا ہوا وزارت داخلہ کے دفتر پہنچ جاؤں لیکن عقل اس بات سے روکتی تھی۔ پھر اس حلیے میں تو کہیں بھی نہیں جا سکتا تھا۔ مگر خود ہوٹل لیے بغیر چارہ کار بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پیدل ایک سمت چل پڑا اور کافی دور نکلنے کے بعد ایک جنرل اسٹور میں داخل ہو گیا۔ یہاں ریڈی میڈ لباسوں کے ساتھ ساتھ دوسری تمام ضرورت کی چیزیں بھی موجود تھیں اور ان کی خریداری میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ یہ تمام چیزیں خرید کر میں نے ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں رکھوائیں۔ اسٹور کے ایک کیبن میں ایک لباس پہن کر دیکھا اور پھر اسے بدن پر ہی رہنے دیا۔ اس طرح کم از کم حلیہ تھوڑا سا بہتر ہو گیا۔ حالانکہ شیو بڑھی ہوئی تھی لیکن یہ اتنی قابل توجہ چیز نہیں تھی۔ دل ہی دل میں اس حکومت کو دعائیں دے رہا تھا جو میرے ہاتھوں مارا گیا تھا لیکن میرے لیے کچھ آسانیاں فراہم کر گیا تھا۔

سامان کا سوٹ کیس میرے ہاتھ میں تھا۔ سڑک پر آ کر میں نے ٹیکسی تلاش کی اور ایک ویران سے ہوٹل

کے ہوٹل کا انتخاب کیا تھا۔ اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کرتے ہوئے مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔

ٹیلی فون کے نزدیک رکھی ہوئی ٹیلی فون ڈائریکٹری میں، میں نے سب سے پہلے وزارتِ داخلہ کے نمبر تلاش کیے۔ خصوصی نمبروں میں ایک نمبر موجود تھا۔ پہلے آپریٹر سے رابطہ قائم کرنا پڑا، پھر پی اے سے اور اس کے بعد وزیرِ داخلہ سے ۔۔۔ اس تمام کارروائی میں تقریباً چھ منٹ صرف ہو گئے اور اس کے بعد میرا وزیرِ داخلہ سے براہِ راست رابطہ قائم ہو گیا۔

"سر، میں ایک غریب الوطن بول رہا ہوں جس کے ساتھ آپ کے وطن میں ناانصافی کی گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"کون ہیں آپ؟" دوسری طرف سے وزیرِ داخلہ مسٹر زین شنغری کی آواز سنائی دی۔

"علی یار ہے میرا نام ۔۔۔۔ اور اب سے کچھ گھنٹے قبل شاید چھ گھنٹے قبل میں آپ کے لیے ایک اہم شخصیت تھا۔"

دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی، پھر۔۔۔
وزیرِ داخلہ نے کہا "مسٹر علی یار خان! آپ مجھ سے ایک اور ٹیلی فون نمبر پر گفتگو کیجیے۔ میں آپ کو نمبر دے رہا ہوں۔" انھوں نے ایک نمبر دہرایا اور میں نے سلسلہ منقطع کر کے ان کے دیے ہوئے نمبر سے رابطہ قائم کر لیا۔ چند لمحات انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"جی؟"

"علی یار خان۔"

"ہاں، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا آپ کو میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا علم ہے؟"

"زیادہ نہیں۔ کیا صورتِ حال ہے؟" انھوں نے سوال کیا اور میں نے اس دوران پیش آنے والے واقعات کی مختصر سی تفصیل بتا دی، سوائے اس کے کہ میں اس دوران دو قتل کر چکا ہوں۔

"مسٹر علی یار خان، ذاتی طور پر میں آپ کی تھوڑی بہت امداد کر سکتا ہوں۔ صورتِ حال کچھ ایسی پریشان کن ہے کہ ہم خود بھی اس سے عاجز ہیں اور ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا پائے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو مجھ سے ملاقات کی نشست کرنا ہو گی۔"

"شکریہ جنابِ عالی، لیکن میری مجبوری ہی نہیں، میری زندگی کا سوال بھی ہے جنابِ عالی! میں اس کی خاطر ہر وہ کام کر سکتا ہوں جس کی مجھے ضرورت پیش آئے۔ شاید یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ میں بہت پہلے یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن مجھے اس ملاقات کی خواہش تھی اور مجھ سے کہا گیا کہ آخر میں یہاں رکوں [illegible] گزاروں تو آپ لوگوں کے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ اس کے بعد میرے ساتھ یہ سلوک کیا مناسب ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں علی یار خان۔ کیا تارینا یارڈو نے آپ سے ملاقات نہیں کی؟"

"جی ہاں۔ سان اسٹیلو میں میری ان سے ملاقات ہوئی تھی لیکن انھوں نے اس کا اشارہ بھی نہیں کیا تھا کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔"

"آپ ایک کام کیجیے مسٹر علی یار خان۔ اس وقت آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"ایک ہوٹل سے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ سے اس کا پتا نہیں پوچھوں گا کیونکہ ذاتی طور پر میں خود بھی الجھا ہوا ہوں۔ البتہ آپ ایک کام کیجیے۔ ڈھائی بجے آپ اپنے ہوٹل سے نکلیے، ایک ٹیکسی میں بیٹھیے اور لوکراش نامی جگہ پہنچ جائیے۔ ٹیکسی ڈرائیور آپ کو جگہ پہنچا دے گا۔ لوکراش میں ایک ایئر فیلڈ موجود ہے۔ آپ کو وہاں داخلے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہو گی۔ میں خفیہ طور پر ہدایت جاری کر دوں گا لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ یہ صرف ایک ذاتی ملاقات ہو گی جو صرف آپ سے تعاون کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔ اگر آپ ہمیں مطمئن کر سکے مسٹر علی یار خان تو ہم آپ کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر صورتِ حال کریں گے لیکن دوسری شکل میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے ذریعے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں لیکن صورتِ حال میرے علم میں تو آ جائے۔ اس کے بعد مجھے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی آپ سے ذاتی طور پر تعاون کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ تمام واقعات میرے لیے بھی نہایت شرم ناک ہیں۔ آپ کو وہاں پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر لے جائے گا جسے فورنائش زیرو الیف ایس کے نزدیک پہنچنا ہے جو آپ کا انتظار کرے گا۔ وہ ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر میرے پاس پہنچ جائے گا۔ میں ایک خفیہ جگہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ دوسروں کے علم میں یہ بات نہ آ سکے۔"

"میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ملاقات ضروری ہے جنابِ عالی تاکہ میری بھی تشفی ہو سکے اور آپ کی بھی۔" میں نے کہا۔

"بس اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی جا سکتی مسٹر علی یار خان۔ میں معذرت خواہ ہوں۔" وزیرِ داخلہ نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

[illegible] ٹیلی فون پر گفتگو کے بعد مجھے لگ گیا کہ [illegible] وزیرِ داخلہ بہت شریف آدمی ہے، کسی حد تک شرافت سے گفتگو کی تھی۔ ویسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان واقعات کے بارے میں وزیرِ داخلہ کو بھی معلوم تھا لیکن کیا غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا ابھی تک۔ شاید تارینا یارڈو کی موت کا انھیں ابھی تک علم نہیں ہوا تھا۔ مستزاد ان کا میرے ساتھ رویہ اتنا بہتر تھا لیکن ان سے ملاقات کرنے کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں انھیں تارینا یارڈو کے بارے میں بتا دوں۔ ویسے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب اور کہاں مقامی پولیس کے افراد مجھے دبوچ بیٹھیں۔ اب تو یہ پورا شہر ہی دشمنوں کا شہر بن کر رہ گیا تھا اور دشمن بھی بے شمار اور نادیدہ۔

دوپہر کو بہت ہلکا سا کھانا کھایا۔ خود کو چاق و چوبند رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے آنکھیں جل رہی تھیں لیکن ذہن اس قدر الجھا ہوا اور پریشان تھا کہ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ٹھیک دو بج کر پچیس منٹ پر کمرے سے باہر نکل آیا۔ چابی کاؤنٹر پر رکھ دی اور ایک ٹیکسی لے کر لوکراش کی جانب چل پڑا۔

لوکراش کا علاقہ شہر کے نواح میں تھا۔ غالباً تیس منٹ کے ایک گھنٹے سے گزرنے کے بعد میں نے ایئر فیلڈ دیکھا۔ اس دوران مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ کئی گاڑیاں ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں۔ غالباً یہاں آنے والوں کے لیے زیادہ پابندیاں نہیں تھیں۔ ایئر فیلڈ میں ہیلی کاپٹر نمبر جسے فورنائش زیرو الیف ایس ایک طرف کھڑا نظر آ گیا۔ اس کے نزدیک ایک پائلٹ کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو پائلٹ نے گردن خم کر کے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ شاید میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔

میں اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔ پائلٹ نے اپنی سیٹ سنبھال لی اور چند ہی لمحے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔

ہم ساحل کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے رہے۔ ایک طرف پانی تھا اور دوسری طرف زمین۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں نیچے دیکھتا جا رہا تھا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ اب جزیرے شروع ہو گئے تھے۔ بلندی سے دیکھنے پر یہ جزیرے غیر آباد اور ویران نظر آتے تھے لیکن ظاہر ہے شہری آبادی سے اتنی قربت کی بنا پر یہ ویران اور غیر آباد نہیں ہوں گے۔ ممکن ہے یہ سب حکومت کے کنٹرول میں ہوں اور یہاں اس ملک کے لیے کچھ کام ہوتا ہو۔

ہیلی کاپٹر خاصی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ سمندر کا پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جزیرے کے بالکل قریب سے گزرے۔ یہاں سامنے کے رخ سے گزرنے کے بعد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہیلی کاپٹر ان پہاڑیوں سے زیادہ اونچا نہیں تھا۔

دفعتاً ہی کچھ ہوا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں سمجھ نہیں سکا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہو گیا کہ کیا ہوا ہے۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ آئی تھی اور کھڑکیوں سے ٹکرا کر کاک پٹ تک کے شیشوں میں سوراخ کرتی چلی گئی تھی۔ نیچے چند افراد مشین گنیں اٹھائے فائر کر رہے تھے۔ گولیوں کی دوسری بوچھاڑ آئی مگر میں تیزی سے نیچے جھک گیا۔ ہیلی کاپٹر نے ایک جھٹکا لیا اور نیچے گرنے لگا۔ میں نے چیخ کر پائلٹ سے ہیلی کاپٹر سنبھالنے کے لیے کہا۔ وہ میری طرف مڑا اور میں اس کا وحشت زدہ چہرہ دیکھ کر ڈر گیا۔ اس کے پورے منہ پر خون ہی خون تھا اور اس کی گردن کے پاس ایک سوراخ تھا جس کے کنارے بارود سے سیاہ پڑ گئے تھے اور سرخ لہو گوشت کی گلابی رنگت پر سے بہتا ہوا باہر نکل رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے منہ سے صرف جھاگ نکل سکا۔ وہ سیٹ سے نیچے گر گیا۔

ہیلی کاپٹر کے انجن میں آگ لگ گئی تھی اور وہ تیزی سے سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اپنا ریوالور نکال لیا اور چھلانگ لگا دی۔ ہیلی کاپٹر اور میں دونوں ساتھ ساتھ ہی سمندر میں گرے تھے۔ جب میں سطحِ آب پر ابھرا تو جزیرے کے اور میرے درمیان پانی کی سطح پر جلتا ہوا ہیلی کاپٹر تھا۔ میں نے فاصلے کا اندازہ لگایا اور غوطہ لگا کر نیچے ہی نیچے چل پڑا۔ اگلی دفعہ جب میں نے ہانپتے ہوئے سانس لینے کے لیے منہ پانی سے باہر نکالا تو جزیرے کا ساحل تھوڑی ہی دور رہ گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کا فولادی ڈھانچہ پانی میں پائلٹ کی خون آلود لاش سمیت غرق ہو چکا تھا۔ میں برق رفتاری سے ہاتھ مارتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر ساحل کی ایک چٹان کا سہارا لے کر اوپر چڑھ گیا۔

میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پستول تو پانی میں پہنچنے کے بعد ہی میں نے چھوڑ دیا تھا کیونکہ پانی میں بھیگ کر وہ ناکارہ ہو چکا تھا اور اب میں نہتا تھا اور اس جزیرے پر میرے دشمن موجود تھے جو سب مشین گنوں سے مسلح تھے۔

میں ریت پر رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایک طویل میدان کے بعد چند پیڑ نظر آئے جو اس جزیرے پر اونچائی سے کھڑے ہوئے تھے۔ دور تک کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں ان درختوں کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر ان کی آڑ میں آگے بڑھنے لگا۔

اس وقت میں ایک ... درخت کی آڑ سے نکلا ہی تھا کہ
اچانک ایک سرد نال میری پشت سے لگی اور اس کے ساتھ
ہی ایک غلاظ ہوئی آواز سنائی دی "ہاتھ اوپر اٹھا دو" میں نے
بے اختیار ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ تب کسی نے پیچھے سے میرے
بدن کی تلاشی لی اور کچھ نہ پا کر مجھے اپنی طرف گھما دیا۔

چار آدمی میرے سامنے کھڑے تھے۔ یہ چاروں میرے
لیے اجنبی تھے۔ ان کے چہروں سے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا
تھا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے۔ ممکن ہے مقامی ہی ہوں۔
انھوں نے مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ میرے پیچھے
پیچھے مجھ پر سب مشین گنیں تانے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

فاصلہ زیادہ طے نہیں کیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے
ایک کشادہ غار کے دہانے کے سامنے لے جایا گیا اور اندر
داخل ہونے کی ہدایت کی گئی۔ غار تاریک تھا اور اس میں چلتے
ہوئے یہ احساس ہوتا تھا کہ فرش ڈھلان میں ہے۔ میں اندھوں کی
طرح آگے بڑھتا رہا۔ میرے پیچھے ان لوگوں کے قدموں کی
آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد غار
بائیں طرف گھوم گیا۔ ادھر ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی ایک اور
سوراخ سے آ رہی تھی جسے دوسرے غار میں داخل ہونے
کا دروازہ کہا جا سکتا تھا۔ ان لوگوں کے اشارے پر میں اس سوراخ
سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک شمعدان میں پانچ شمعیں جل
رہی تھیں اور یہ اندر ایک خاصا کشادہ غار موجود تھا جس میں مختلف
قسم کا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ غالباً کشتیوں کے بادبان بھی تھے
لکڑیاں، کچھ کرسیاں جو ٹوٹی ہوئی تھیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔
ان لوگوں نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے
رسی اٹھا کر میرے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیے۔ اس
کے بعد انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ایک
زوردار لات میری کمر پر رسید کر دی اور میں فرش پر گر گیا۔ گرنے
کے بعد میرے پاؤں بھی باندھ دیے گئے اور وہ لوگ میرا مکمل
جائزہ لینے کے بعد وہاں سے باہر چلے گئے۔ کسی نے ایک لفظ
بھی منہ سے ادا نہیں کیا تھا۔

میں سیدھا ہونے کی کوشش کرنے لگا اور کسی کے بل زور
لگا کر سیدھا ہو گیا۔ دماغ سن ہوا جا رہا تھا۔ غالباً رات کو نہ
سونے کی وجہ سے بھی اس کیفیت میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ لباس
بری طرح بھیگا ہوا تھا اور میرے بدن سے چپک گیا تھا لیکن
اس خستہ حالی کے باوجود میں اپنے ذہن کو پرسکون رکھنا چاہتا
تھا، تاکہ اس سے کوئی بہتر کام لے سکوں۔

کافی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا اور اس شمعدان کو
دیکھتا رہا جس میں جلتی ہوئی موم بتیاں آدھی سے زیادہ جل چکی
تھیں لیکن اتنی موٹی تھیں کہ ابھی ان کے کئی گھنٹے تک
جلتے رہنے کا امکان تھا۔

باہر مکمل سناٹا چھا گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں
لانے والے یہاں چھوڑنے کے بعد مطمئن ہو کر چلے گئے ہوں۔
میری نگاہیں ادھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ یہاں سے آزادی حاصل کرنا
ضروری تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ کون لوگ تھے۔ میرے
نامعلوم دشمن یا مقامی حکام کے ہرکارے؟ یا مسٹر ڈیلمن شاہ نے
میرے ساتھ بدعہدی کی ہے؟ لیکن اس کے لیے مجھے اتنی دور
جزیرے تک لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام تو بہت کم وقت
کے تھوڑی دیر بعد بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کوئی
میرے وہ دشمن تھے جن کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں

دیر تک میں ادھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اس سامان
کی طرف بھی نگاہیں اٹھیں جو ٹوٹا پھوٹا پڑا ہوا تھا۔ اس میں
کی تلاشی لینا بھی ممکن نہیں تھا اس وقت تک جب تک کہ
ہاتھ نہ کھل جائیں اور ہاتھ کھولنے کے لیے کیا ترکیب ہونا چاہیے
یہ ترکیب تھوڑی دیر کے بعد ہی میرے ذہن میں آ گئی۔ میں
اس شمعدان کی طرف نگاہیں دوڑاتا رہا جس میں پانچ شمعیں روشن
تھیں اور پھر آہستہ آہستہ میں کھسکنے لگا۔

مجھے اندازہ تھا کہ پیر بندھے ہوئے ضرور ہیں لیکن اگر
میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں تو پھر پیروں کے بل دیوار کے سہارے
کھڑے ہونے میں دقت نہیں ہو گی اور کھڑے ہونے کے
بعد میرا چہرہ بہ آسانی شمعدان کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

آہستہ آہستہ میں کھسکتا رہا اور اس میں مجھے بہت زیادہ
دقت نہیں ہوئی تھی سوائے اس کے کہ کہنیاں تھوڑی سی چھل
گئی تھیں۔ بالآخر میں اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا جس پر شمعدان
روشن تھا اور دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہونے میں مجھے بہت
زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ سوائے رانوں پر زور دینے کے۔

کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنا چہرہ شمعدان کی
طرف بڑھایا اور دانتوں سے اس کے نچلے حصے کو پکڑ کر
اتار لیا۔ اس کوشش میں پیشانی کا تھوڑا سا حصہ ایک شمع سے
جل گیا تھا۔ پھر میں نے شمعدان کو اس طرح سے نیچے گرایا
شمعیں بجھنے نہ پائیں۔ موم بتیاں شمعدان سے نکل کر نیچے گر
گئی تھیں لیکن وہ روشن تھیں۔ میں نے احتیاط سے بیٹھ کر اپنا رخ
تبدیل کیا اور ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسیاں ان میں سے ایک
جلتی ہوئی شمع کے شعلے پر رکھ دیں۔ میری کلائی دو تین جگہ سے
جل گئی لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی تھی۔ ایک ہی جگہ

رسی کو ... رکھنا ... بھی دیکھے اچھا خاصا مشکل کام تھا۔ تھوڑی
دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا جیسے رسی ڈھیلی ہو رہی ہے۔ میں نے شمع
کے شعلے سے اسے ہٹا کر تھوڑا سا زور لگایا لیکن رسی ابھی اتنی
کمزور نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹ جاتی چنانچہ میں نے اسے پھر شمع
کے شعلے پر رکھ دیا۔ تقریباً دس منٹ کی مسلسل کوششوں کے
بعد میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ ہاتھ آزاد ہونے کے
بعد پیروں کو آزاد ہونے میں کیا وقت پیش آ سکتی تھی اور اس
کے بعد میں ان بندشوں سے چھٹکارا پانے میں کامیاب
ہو گیا۔

میں نے غار کے دہانے کے قریب پہنچ کر باہر جھانکا۔
تاریکی اور سناٹے کے علاوہ وہاں کچھ نہیں تھا۔ میں پھر اس
سامان کے پاس پہنچ گیا جو تھوڑے سے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔
شمعیں میں نے پھر سے شمعدان میں لگا دی تھیں اور شمعدان
کو اس کی جگہ رکھ دیا تھا۔ سامان میں مجھے ایک لوہے کی
سلاخ جیسی چیز مل گئی جو غالباً شمعدان کی ٹیک لگانے کے لیے
استعمال کی جاتی تھی یا پھر ممکن ہے یہ کسی اور کام کے لیے
ہو لیکن یہ سلاخ میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔
سلاخ کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد میں غار کے دہانے
سے باہر نکل گیا اور اس لمبی سرنگ میں چلتا رہا۔ پھر اس جست
بڑھتے دہانے کے پاس پہنچ گیا جس سے مجھے گزار کر اندر
لایا گیا تھا۔

دہانے کے پاس ایک لمحے کے لیے مجھے کسی شخص
کا سایہ محسوس ہوا لیکن میں اسے موقع نہیں دے سکتا تھا۔
میں نے سلاخ دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور پھر سیدھی اس
شخص کے سینے میں گھونپ دی۔ اس شخص کے حلق سے ایک
کریہہ چیخ نکلی۔ اس نے اپنا ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن
سلاخ اپنا کام کر چکی تھی۔ میں نے سلاخ کو واپس کھینچ کر دوبارہ
اس کے حلق میں پیوست کر دیا اور اس کے بعد بھلا اس کے
جانبر ہونے کی کیا گنجائش تھی۔ میں نے ایک بار پھر سلاخ کھینچی
اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ میرے ہاتھ خون میں تر ہو گئے
تھے۔ وہ شخص کچھ دیر تڑپنے کے بعد مر گیا۔

چند لمحے میں اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے اس کا ریوالور
قبضے میں کیا، تھوڑی سی کرنسی اور کچھ دوسری چیزیں بھی دستیاب
ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھیوں کے
بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب واپس آ جائیں۔ اس
وقت یہاں سے فرار ضروری تھا تاکہ کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی
ہو جائے۔ غار سے میں کافی دور نکل آیا اور پھر جھاڑیوں کا ایک
جھنڈ دیکھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے
بچنے کے لیے کوئی کور کی پناہ گاہ ضروری تھی۔ قد آدم جھاڑیوں
میں اپنے لیے جگہ بنا کر میں بیٹھ گیا۔

کافی دیر تک میں یہاں رکا رہا۔ دور دور تک خاموشی کا
راج تھا۔ پتا نہیں باقی لوگ کہاں چلے گئے تھے۔ ممکن ہے
وہ جزیرے سے ہی چلے گئے ہوں۔ مزید کچھ وقت گزارنے
کے بعد میرے لیے ان جھاڑیوں میں رکے رہنا ناقابل برداشت
ہو گیا۔ میں باہر نکل آیا اور محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔

ساحل زیادہ دور نہیں تھا۔ پانی کی لہروں نے میری
رہنمائی کی اور میں ان چٹانوں کی طرف بڑھ گیا جو ایک طرف
کنارے سے لگی ہوئی تھیں۔ بہت سی چٹانیں اندر سے کھوکھلی
تھیں لیکن ان کے اندر داخل ہونا ممکن نہیں تھا کیونکہ سالہا سال
سے یہاں کیکڑوں کے خاندان آباد تھے۔ یہ کیکڑے بھی ہاتھی
جیسے بڑے تھے جنھیں دیکھ کر خوف محسوس ہو۔ ایک بلند جگہ
کو میں نے اپنے لیے منتخب کر لیا۔ اگر یہیں کی چٹان سے
اس جگہ دیکھا جاتا تو میں نظر آ سکتا تھا ورنہ پیچھے سے میرا دیکھا
جانا ممکن نہیں تھا۔ یہاں بیٹھ کر میں دور دور تک سمندر کا
جائزہ لینے لگا۔ بہت دور ایک جہاز لنگر انداز نظر آ رہا تھا
لیکن اس کا فاصلہ اتنا تھا کہ تیر کر وہاں جانے کی کوشش کا
تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فوری طور پر جزیرے سے نکلنے
کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں انھی سوچوں میں غلطاں
سمندر کا نظارہ کرتا رہا اور اس دوران مجھے وقت کے
گزرنے کا بھی کوئی احساس نہ رہا۔

سورج چھپ گیا اور تاریکی برق رفتاری سے جزیرے
پر پھیلنے لگی۔ یہاں سے سمندر میں بکھرے ہوئے جہازوں
کی روشنیاں دیکھی جا سکتی تھیں لیکن ان میں سے کوئی جہاز ایسا
نہیں تھا جس تک بغیر کسی وسیلے کے رسائی ممکن ہو سکتی۔ ابھی
بیٹھا یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً چند روشنیاں ایک سیدھ میں
جزیرے کی طرف آتی ہوئی محسوس ہوئیں اور میں محتاط ہو گیا۔
غالباً یہاں سے جانے والے واپس آ رہے تھے۔ میں چوکنا
ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر ان کی تعداد تین ہے اور یہ
وہی لوگ ہیں جو مجھے قید کر کے یہاں سے چلے گئے تھے
تو میں ان سے نمٹ سکتا تھا اور یہ کوشش کر سکتا تھا کہ انھیں
ساحل پر ہی ہلاک کر کے لانچ حاصل کر لوں لیکن اگر ان کی تعداد
زیادہ ہوئی تو پھر میری مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔

میں نے لانچ کا رخ دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ ساحل پر کس
جگہ رکے گی اور پھر میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ چٹانوں سے

درمیانی تاریکی میں احتیاط سے اترنا ضروری تھا۔ یہاں کافی اونچائی بھی بہت زیادہ تھی۔ گرپڑتا تو ہڈی پسلی ایک ہوجاتی۔ لانچ آہستہ آہستہ ساحل تک پہنچی جا رہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ساحل سے آلگی۔ میں اپنی جگہ ساکت ہوکر ان لوگوں کو دیکھنے لگا جو لانچ سے نیچے اتر رہے تھے۔ ان کی تعداد پانچ کے قریب معلوم ہوتی تھی۔

ابھی میں کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ ہی کررہا تھا کہ دفعتاً میگا فون پر ایک آواز سنائی دی۔ "علی یار خان! اگر یہاں موجود ہے تو ہمارے پاس آجائے۔ ہم اسے یہاں سے نکالنے کے لیے آئے ہیں۔ کسی قسم کی کوئی احمقانہ کوشش ہمارے لیے بھی اور اس کے لیے بھی نقصان دہ ہوگی۔ ہمارا تعلق حکومت سے ہے۔"

میں نے حیرت سے یہ آوازیں سنیں اور سوچنے لگا کہ اس میں کہاں تک صداقت ہوسکتی ہے۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ میرے دشمنوں کو پتا چل گیا ہو کہ میں ان کی قید سے فرار ہوگیا ہوں اور اس وقت مجھے جزیرے پر تلاش کرنے کے لیے یہ منظم کارروائی کی گئی ہو لیکن یہ بھی بعید از قیاس نہ تھا کہ وہ حکومت ہی کے آدمی ہوں اور واقعی میری بحالی چاہتے ہوں۔ ذہن الجھن کا شکار ہوگیا تھا۔ آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کردوں۔ اس جزیرے سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی صورت تو ہونا ہی چاہیے۔

ان لوگوں کی آواز فضا میں گونجتی رہی۔ وہ منتشر نہیں ہوئے تھے بلکہ آہستہ آہستہ قدم بقدم آگے بڑھ رہے تھے۔ تب میں نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر کیا اور وہ سب بری طرح اچھل پڑے۔ فائر کی وجہ سے وہ لوگ میری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ تیز ٹارچوں کی روشنیاں تاریکی میں لہرانے لگیں اور میں ان کے سامنے آگیا۔ ان میں سے میگا فون والے نے چیخ کر کہا۔

"اگر آپ علی یار خان ہیں تو براہ کرم کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم آپ کو لینے کے لیے آئے ہیں۔ آپ کے مددگار ہیں۔"

میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر علی یار خان! ہمارا تعلق وزارت داخلہ سے ہے۔ پستول استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہمارے پاس آپ کے لیے ایک اہم پیغام موجود ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس جزیرے پر قید ہوں؟"

"اس کی تفصیل آپ کو بعد میں بتا دی جائے گی۔ مختصراً اتنا سمجھ لیجیے کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کو دیکھ لیا گیا تھا اور اس کے بعد مختلف تحقیقاتی مراحل سے گزر کر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو یہاں تلاش کیا جائے۔ ابتدائی طور پر یہ خیال بھی تھا کہ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں آپ بھی ہلاک ہوگئے ہیں۔"

"اب کیا چاہتے ہو؟"

"آیئے، ہمارے ساتھ چلیے۔ آپ کو وزیر داخلہ سے ملاقات کرنی ہے۔ آپ نے ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کی تھی نا؟" اور پھر نرم لہجے میں بولا۔ "اپنا پستول ہمارے حوالے کر دیجیے۔ یہ صرف احتیاط کے طور پر کیا جا رہا ہے، پلیز۔"

میں نے اپنا پستول اس کے ہاتھ میں تھما دیا لیکن ان لوگوں نے میری تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے لانچ کی جانب بڑھ گئے۔ ان لوگوں سے اس بارے میں مزید کچھ پوچھنا فضول تھا۔ انھوں نے آئین شلاڈر کا حوالہ دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ مجھے اس سے ملاقات کرنی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق وزارت داخلہ ہی سے ہے۔

لانچ اسٹارٹ ہوکر واپس مڑ گئی۔ وہ سب خاموش بیٹھے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ لانچ کا رخ ایک جہاز کی جانب ہے۔ یہ وہی جہاز تھا جسے میں نے چٹانوں پر سے لنگر انداز دیکھا تھا۔

بالآخر لانچ جہاز تک پہنچ گئی۔ جہاز پر پہلے سے ہی اس سلسلے میں انتظامات کرلیے گئے تھے۔ ایک مخصوص سیڑھی کے ذریعے ایک ایک کرکے تمام افراد اوپر پہنچ گئے۔ جہاز کے عرشے پر میرا استقبال کرنے والا وزیر داخلہ آئین شلاڈر ہی تھا۔ جس سے کئی میٹنگوں میں ملاقات کرچکا تھا اور [illegible] سے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس کو دیکھ کر میں نے سکون کی گہری سانس لی کہ کم از کم جو کچھ میں چاہتا تھا اس کی ابتدا تو ہوئی۔ آئین شلاڈر نے گرمجوشی کے انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور پھر میرے ساتھ جہاز کے ایک کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ راستے میں اس نے کہا۔ "مسٹر علی یار خان! ہیلی کاپٹر آپ کو دراصل اسی جہاز پر لا رہا تھا۔ میں نے یہیں آپ سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا لیکن شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی یا پائلٹ صورت حال کو سمجھ نہیں سکا۔ میں خود پریشان ہوں کہ یہ سب کیسے ہوا لیکن اس سے میں نے اتنا اندازہ لگایا کہ کچھ لوگ آپ کو ہم سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مفاہمت کی فضا نہیں پیدا ہونے دینا چاہتے۔ اس واقعے سے میرے انداز فکر میں خاصی تبدیلی آئی ہے جبکہ چند روز پہلے ہم بری طرح الجھ گئے تھے۔"

وہ ایک کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کیبن کا دروازہ کھولا گیا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

"اس گفتگو میں ہم اپنے اور تمہارے علاوہ میں نے کسی اور کو شریک نہیں کیا ہے تاکہ پورے سکون کے ساتھ بات چیت کی جاسکے۔ ویسے مسٹر علی! میں تمہیں اس کا موقع دے سکتا ہوں کہ تم پہلے [illegible] کرو پھر [illegible] اور پرائیویٹ بار کا شیلف بھی ہے اور وہ سامنے باتھ روم موجود ہے۔ میں کھانے پینے کے لیے کچھ منگواتا ہوں۔"

وزیر داخلہ کا انداز انتہائی دوستانہ تھا۔ میں بڑی کمزوری محسوس کررہا تھا چنانچہ کیبن سے ملحقہ باتھ روم میں جا کر میں نے اچھی طرح منہ ہاتھ اور گردن دھوئی۔ پاؤں دھوئے اور اپنے لباس کے وہ حصے صاف کیے جو غلیظ ہورہے تھے اور پھر دوبارہ کمرے میں داخل ہوگیا۔

مسٹر آئین شلاڈر ایک موٹے سگار کا کونا توڑ کر اسے سلگا رہے تھے۔ انھوں نے گردن کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر سگار کا ڈبا میرے سامنے کرتے ہوئے بولے۔ "اگر تم بھی کوشش کرتے ہو تو...؟"

"نہیں، شکریہ مسٹر شلاڈر! البتہ کافی کا ایک کپ..."

"بس آرہی ہے۔ اس وقت تک ہم کوئی گفتگو نہیں کریں گے جب تک کہ تم بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ۔ میں نے تمھارے لیے کافی وقت نکال لیا ہے۔"

"اس کے لیے میں شکر گزار ہوں۔ بدقسمتی سے اس وقت میں آپ کے پاس نہ پہنچ سکا۔"

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے ہماری ہر کوشش بے مقصد ثابت ہوتی ہے۔"

کافی کے لیے شاید کہہ دیا گیا تھا کیونکہ تھوڑی دیر بعد ایک باوردی بیرا باہر سے ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا جس پر خشک میوہ، بسکٹ اور کافی کے برتن سجے ہوئے تھے۔ اس نے کافی بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھی اور پھر گردن خم کرکے چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ کیبن کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا ہے۔

"پلیز!" وزیر داخلہ نے مجھے اشارہ کیا اور میں نے شکریے کے ساتھ بسکٹوں کی پلیٹ سے ایک بسکٹ اٹھا کر کھانا شروع کردیا۔ وزیر داخلہ نے پرخیال انداز میں کہا۔ "علی یار خان! میں اسے اپنی بدقسمتی ہی قرار دے سکتا ہوں کہ حالات نے ایسا سنگین رخ اختیار کرلیا جس کی وجہ سے تمہیں پریشانیاں اٹھانا پڑی ہیں۔ واقعات ایسے عجیب اور ناقابل یقین تھے کہ تمام لوگ شدید الجھن کا شکار ہوگئے۔ میں نہیں جانتا تمہیں ان کے بارے میں کس حد تک واقفیت ہے لیکن میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ اس کے بعد تم خود فیصلہ کرلینا۔ حالات کے تحت جو [illegible] پیش آسکتے ہیں، ان کے تحت صرف اور صرف یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے نقصانات کی بنیاد تم دونوں یعنی تہذیب مالکم اور علی یار خان ہو۔ انسانی سرشت ذرا سی دیر میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ ہم تمھاری اس امداد کو کبھی نہیں بھول سکتے جو تم نے آپریشن کے حصول کے سلسلے میں کی تھی۔ ہمارے خیالات تمھاری طرف سے بہت اچھے تھے لیکن واقعات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ ہمارے ذہن بھٹک گئے۔ ہر چند کہ بعض ثبوت اس بات کے تھے کہ ان معاملات میں تم لوگ براہ راست ملوث ہو لیکن نجانے کیوں دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی ذہنی طور پر اس بات کو قبول نہ کرسکا۔ علی یار خان! میں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے تمہیں یہ واقعات بتا رہا ہوں جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تم مکمل طور پر اس میں ملوث نہیں ہو۔ میڈم مارشیا نہایت مستعدی سے ڈاکٹر جوشیلو کے آثاروں کے بارے میں جن معلومات فراہم کر رہی تھیں اور ہم ان کے حصول کے لیے وسیع جال بچھا چکے تھے کہ اچانک میڈم مارشیا گم ہوگئیں اور ان کا کوئی نشان نہیں مل سکا۔ اس سلسلے میں جن دنیا کے مشہور [illegible] اور بعد اب [illegible] ان کے اعداد و شمار ابھی جمع کیے جارہے ہیں۔ دیگر کئی ملکوں میں ہمارے [illegible] قتل کردیے گئے جو ڈاکٹر جوشیلو کے آثاروں کی چھان بین کررہے تھے اور ان کے حصول کے لیے سرگرداں تھے۔ اس سلسلے میں ہمارے محکموں نے جو معلومات حاصل کیں، ان کے تحت بہت عجیب انکشافات ہوسکے۔ معلوم ہوا کہ گرین پول نامی ایک ادارہ اس معاملے میں سرگرم عمل ہے۔"

کافی کی پیالی میرے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی تھی۔ اس وقت مسٹر آئین شلاڈر میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔ میرے اس طرح متحیر رہ جانے کو انھوں نے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ میں نے کافی کی پیالی نیچے رکھی اور تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔ "کیا بتایا... آپ نے کیا کہا؟"

"گرین... پول!" آئین شلاڈر نے ٹھہرے لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

آئین شلاڈر چند لمحے کی خاموشی کے بعد بولے۔ "گرین پول کے بارے میں ابھی ہمیں زیادہ تفصیلات کا علم نہیں ہوسکا۔ البتہ ہماری توجہ اس طرف مبذول کی گئی کہ آپ کی ساتھی تہذیب مالکم اس گرین پول کی ایک اہم رکن رہ چکی ہے اور یہ بھی پتا چلا ہے مسٹر علی یار خان کہ میڈم تہذیب مالکم اب بھی اپنے ادارے سے رابطہ قائم کرکے اس تمام صورت حال کا باعث بنی ہیں۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر آئین شلاڈر! یہ ناممکن ہے۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ..." میں نے تیز لہجے میں کہا لیکن آئین شلاڈر نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

"نہیں... پلیز علی! میری درخواست ہے کہ پہلے اس بارے میں تمام تفصیلات سن لو۔ اس کے بعد جو کچھ تم کہو گے میں اسے بغور سکون سے سنوں گا۔" میں خاموش ہوگیا۔ آئین شلاڈر کی شکل دیکھنے لگا لیکن میرا ذہن شدید انتشار کا شکار ہورہا

تھا۔ وزیر داخلہ نے کہا۔ ”ہمیں اس سلسلے میں بہت سے اہم ذرائع نے معلومات فراہم کی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذرائع قابل بھروسا ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تہذیب مالکم ایکس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ گرین پول میں گزارا ہے اور اس کے بعد گوشے پل میں تم اس کی زندگی میں شامل ہو گئے۔ تم نے دوبارہ گرین پول کے خلاف کام کیا اور تہذیب تمھاری وجہ سے اپنی تنظیم سے علیحدہ ہو گئی۔ گرین پول نے تہذیب مالکم ایکس کے خلاف انتقامی کارروائی کی لیکن تمھاری وجہ سے تہذیب کی جان بچ گئی۔ البتہ اسے یہ احساس رہا کہ گرین پول اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اس کے بعد تم ہمارے معاملات میں ملوث ہو گئے اور تم نے ہمارے لیے کام کیا لیکن تہذیب مالکم ایکس کو جب یہ علم ہوا کہ ریٹائرڈ ماسٹر ٹیلا، پال جوشیو کی حیثیت سے پال جوشیو کے اثاثے حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں تو اس نے ایک گہری چال چلی۔ اس نے گرین پول سے دوبارہ رابطہ استوار کرنے کے لیے اسے ان معاملات کی تفصیلات بتا دیں۔ اس شرط پر ان کے درمیان معاہدہ ہو گیا کہ اگر پال جوشیو کے اثاثے گرین پول کے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو وہ تہذیب مالکم ایکس کو معاف کر دے گی اور اسے اس کی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جائے گی۔“

”یہ غلط ہے مسٹر آئن شلامر... یہ غلط ہے مجھ سے زیادہ اس بارے میں کون جان سکتا ہے کہ تہذیب ایسی کوئی کوشش نہیں کر سکتی۔ میری اجازت اور میرے علم کے بغیر وہ ایک قدم نہیں اٹھاتی۔ مسٹر آئن شلامر! یہ صرف ایک سازش ہے۔ اس کے پس پشت کون ہے اس کا اندازہ میں ابھی نہیں لگا سکتا لیکن مسٹر آئن شلامر، تہذیب کی پوزیشن صاف کرنا میرا فرض ہے۔ میں اس کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہماری سابقہ خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے یہ موقع ضرور دیں گے۔“

آئن شلامر کی پیشانی پر گہری شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم پورے وثوق سے یہ کہہ سکتے ہو علی بابر خان کہ تہذیب تمھاری اجازت کے بغیر یہ سب کچھ نہیں کر سکتی؟“

”اسی طرح جناب جس طرح اس وقت میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔“ میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔

”ہوں، میں خلوص دل سے تمھیں یہ بات بتا رہا ہوں کہ میں شروع ہی سے دوسرے لوگوں سے متفق نہیں ہوا جبکہ یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد بیشتر لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ تمھیں فوراً گرفتار کر لیا جائے اور سزا دی جائے۔ ہاں! اور یہ تو بتاؤ کہ تاریا بارڈ کا قاتل کون ہے۔ واقعات تمھاری طرف اشارہ کرتے ہیں علی، صرف تمھاری طرف۔“

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن کا سناٹا بہت بڑھ گیا۔ میں نے سوچا۔ تاریا میرے ہاتھوں ماری گئی ہے، دوسرے لوگوں کے لیے وہ اہم حیثیت رکھتی تھی، اگر میں اس کے قتل کا اعتراف کر لوں تو شاید وزیر داخلہ کی ہمدردیاں میرے ساتھ نہ رہ سکیں۔ اس مرحلے پر تھوڑا سا نقصان وہ ثابت ہو سکتی تھی۔ یہ ایک نادرہ بھی حاصل تھا کہ اس قتل کا کوئی عینی شاہد موجود نہیں تھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”تاریا بارڈ وہ خاتون تھیں مسٹر شلامر جن کی وجہ سے میں پال جوشیو کے معاملے میں ملوث ہوا اور اس کے بعد ہم دونوں قدم بہ قدم ایک دوسرے کے معاون رہے۔ کیا آپ کے خیال میں ایک ایسی عورت کو میں قتل کر سکتا ہوں؟ آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں جناب کہ سان انٹیلیرکس میں تاریا نے ہی مجھے ان واقعات کی اطلاع دی تھی اور انھی کے ایما پر میں وہاں سے واپس آیا تھا کہ راستے میں لانچ کا حادثہ ہوا۔ آخر وہ کون لوگ تھے جو مجھے اغوا کر کے لے جانا چاہتے تھے؟ میڈم بارڈ میرے ساتھ عجیب و غریب حالات میں پائی گئی تھیں۔ وہ کمرے سے باہر نکل رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین پر گر پڑیں اور انھوں نے جان دے دی۔ میں ان سے ایک لفظ بھی نہیں معلوم کر سکا تھا کہ ان کو اس حالت تک کس نے پہنچایا۔ ذہن اس قدر پریشانی کا شکار تھا کیونکہ تہذیب مالکم ایکس بھی میرے پاس سے غائب تھی۔ ہاں! میں نے بدحواسی کے عالم میں انھیں مسہری کے نیچے ضرور چھپا دیا تھا اور اس کے بعد میں تہذیب کو تلاش کرتا پھرا اور اسے یہاں تک پایا... میں نے وہ عمارت چھوڑ دی تھی۔“

”اس وقت تہذیب اس عمارت میں موجود نہیں تھی جب تاریا ہلاک ہوئی تھی؟“

”نہیں۔“

”گرین پول جیسی خطرناک تنظیم کی ایک اہم عہدے دار کی حیثیت آخر کتنی ہو گی کہ وہ جوڑ توڑ کرانے کی ماہر بھی ہو۔“ آئن شلامر نے کہا۔

”میں نہیں سمجھا جناب۔“

”تاریا بے حد جاندار عورت تھی لیکن کراٹے کا ہاتھ مار کر گردن کی ہڈی توڑ دی گئی تھی۔“

”کیا آپ کے خیال میں تہذیب نے...؟“

”سو فیصدی۔“

”یہ ناممکن ہے۔“ میں نے کہا

”اسے ناممکن ثابت کرنے کے لیے تمھارے پاس کوئی ثبوت ہے علی؟ کیا تہذیب سے تمھارا دوبارہ رابطہ نہیں قائم ہوا؟“

"منتشر اور میں اس کے لیے پریشان ہوں۔" میں نے کہا
"تم بہت کچھ ہونے کے باوجود ایک سادہ لوح نوجوان ہو علی۔ عورت بہت بے ضرر بہت معصوم ہوتی ہے لیکن جب وہ رد عمل ہوتی ہے تو اس سے زیادہ خوفناک اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

"میں قیامت تک تہذیب کے لیے یہ بات نہیں مان سکتا۔" میں نے کہا۔

"تمہیں ان معاملات سے الگ قرار دیا جا سکتا ہے علی۔ بلکہ یوں سمجھو تم اس حد تک ان معاملات میں ملوث قرار دیے جا سکتے ہو کہ تہذیب سے تمہارا گہرا تعلق ہے۔ میں تمہیں اس شک کی بنیاد پر مراعات فراہم کر سکتا ہوں کہ تمہارا تعلق براہ راست ان واقعات سے نہیں ہے لیکن تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ گرین پول کو اس راہ پر لگانے والی وہی ہے اور اس سلسلے میں انچارج کی حیثیت سے کام کر رہی ہے تاکہ گرین پول اپنی ساکھ بحال کر سکے۔"

"یہ ناممکن ہے جناب، نہیں۔۔۔!"

"علی! تمہارے یہ الفاظ تمہیں ایک مسلسل مصیبت میں گرفتار کر دیں گے۔" وزیر داخلہ نے تھوڑا ٹھہر کر کہا۔

مجھے اس بات پر سخت غصہ آیا تھا۔ تہذیب کے بارے میں یہ سب کچھ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا لیکن اس وقت جذباتیت یا جلد بازی کا مظاہرہ صرف نقصان ہی پہنچا سکتا تھا چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔

"ایک کپ کافی اور بلیز سوچنے میں مدد دے گی۔" وزیر داخلہ نے کہا اور میں اپنے لیے کافی بنانے لگا۔

دماغ میں سخت ہیجان تھا لیکن دوسری پیالی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کچھ فیصلے کیے۔ اس وقت شاطرانہ چالیں ضروری تھیں۔ حالات سو فیصد میرے دونوں کے خلاف تھے۔ تمام صورت حال کا ذمہ دار تہذیب کو ٹھہرایا جا رہا تھا۔ اور فوری طور پر اس کی صفائی پیش کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ مجھے اتنی مہلت بہرحال درکار تھی کہ میں اطمینان سے حالات کا جائزہ لے کر کوئی مناسب قدم اٹھا سکوں۔ اس کے لیے ہوم منسٹر کو قبضے میں لینا بہت ضروری تھا۔ یہ سب کچھ سوچ کر میں نے کہا "کیا آپ حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت آپ کے کسی خفیہ ادارے کی تحویل میں نہیں ہے؟"

"میرا تعلق ہوم منسٹری سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی اطلاع سب سے پہلے مجھے ہوتی۔" وزیر داخلہ نے کہا۔

"میرے پاس وہ کون سے ذرائع ہو سکتے ہیں مسٹر منسٹر جن کے ذریعے میں آپ کو اپنے پر خلوص تعاون کا یقین دلا سکوں؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"تہذیب سے میں محبت کرتا ہوں اور اس پر میں نے اسی طرح اعتبار کیا ہے جیسا کہ مجھے خود پر ہے۔ موجودہ صورت حال کے بارے میں جو کچھ آپ نے تہذیب کے بارے میں کہا اس نے مجھے سخت الجھن اور اذیت میں مبتلا کر دیا ہے۔ بہرحال میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔ مجھے کام کرنے کی آزادی حاصل ہونا چاہیے آپ سے ہر طرح کی مدد ملنا چاہیے اور اگر تہذیب کا ان معاملات سے تعلق ثابت نہ ہو تو اسے وہی عزت و وقار، مقام دینا ہو گا جو اسے حاصل تھا۔ دوسری صورت میں میں خود اس کی گردن کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا۔ اس دوران یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔ ایسی صورت میں اسے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی بلکہ مجھے موقع دیا جائے گا کہ میں اس کے ذریعے معاملے کی تہہ تک پہنچ جاؤں اور اس کھیل کا پانسہ اسی کے ہاتھوں پلٹنے کی کوشش کروں۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تم ایسا کر سکو گے؟"

"مجھے تو یقین ہے البتہ اپنے یقین کے لیے آپ کو اپنے مشاہدے پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کروڑوں ڈالر کی پیش کش ٹھکرا کر صرف اصول کی بنیادوں پر آپ کے لیے کام کیا تھا اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسرائیل سے حاصل شدہ رقم میں نے آپ سے نہیں مانگی اور نہ میں نے اسے بعد میں قبول کیا تھا۔" میں نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور وزیر داخلہ کی گردن جھک گئی۔

"مجھے اس کا اعتراف ہے مسٹر علی۔ بلاشبہ تم اعلیٰ کردار کے مالک نوجوان ہو۔ ذاتی طور پر میں تم پر مکمل اعتبار کر سکتا ہوں لیکن مجھے کچھ مہلت درکار ہے، چند لوگوں سے رسمی مشورہ ضروری ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں اس سلسلے میں حتمی اجازت دے دوں گا۔ تاہم میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ صورت حال تمہاری مرضی کے مطابق ہو گی۔ فی الحال تم یہاں آرام کرو۔ کل تک تمہیں بہتر اختیارات حاصل ہو جائیں گے اور تم اپنے کام کا آغاز کر سکو گے۔ یہاں سکون سے قیام کرو، خود کو تازہ دم کرو، براہ کرم کوئی جلد بازی نہ کرنا۔ میں پھر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ۔۔۔"

"شکریہ مسٹر منسٹر! مجھے آپ پر اعتماد ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اب مجھے اجازت دو۔ میں تمہارے آرام و آسائش کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" وزیر داخلہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں انہیں ایک ہیلی کاپٹر کے قریب خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

وہ واپس چلے گئے لیکن میرے **ہوم منسٹر** لیے تفکرات کی ایک دنیا چھوڑ گئے۔ تہذیب کو جتنا میں جانتا تھا کوئی دوسرا اس سے اتنا واقف نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے مکمل یقین تھا کہ تہذیب کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ دہری شخصیت کی مالک نہیں تھی اور مجھے بتائے بغیر کوئی حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ ہوم منسٹر میرے دلائل سے مطمئن نہیں ہوئے تھے لیکن مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ بے چارے تہذیب کو کیا سمجھتے! انہوں نے گرین پول کا نام لے کر میرے ذہن کے بہت سے خلا روشن کر دیے تھے۔ کم از کم ایک سمت رہنمائی ہو گئی تھی۔ اس طرح یقیناً گرین پول والے دوہرے مفادات حاصل کر سکتے تھے۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک نیا خیال ابھرا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ بادر ڈوٹ نے براہ راست کچھ کرنے کے بجائے گرین پول کو اس طرف متوجہ کیا ہو کیونکہ گرین پول کی ایک باغی رکن تہذیب مالکم ایکس بھی میرے ساتھ بائبل جوشوا کی مہم میں شریک تھی۔ اس نے یقیناً گرین پول کو معلومات فراہم کی ہوں گی اور ہمارے پیچھے لگایا ہو گا۔

آہستہ آہستہ گرہیں کھلتی جا رہی تھیں۔ یقیناً یہ سب کیا دھرا اولیو بادر ڈوٹ کا تھا۔ یہ ملک امریکن گروپ میں شامل تھا۔ بادر ڈوٹ یقیناً اپنے طور پر اسرائیلیوں کے لیے کام کر رہا تھا اور اس معاملے کا حکومت امریکا سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ امریکی حکومت تو اس معاہدے میں شامل تھی جس کے تحت یہ کیمیاوی ہتھیار ضائع کیے جا رہے تھے۔ البتہ امریکا کا یہودی گروپ ضرور یہ چاہتا ہو گا کہ وہ برآمد ہو کر اسرائیل کے ہاتھ لگ جائے اور اولیو بادر ڈوٹ اس سلسلے میں اپنے طور پر مصروف کار رہا تھا۔

بہرحال اب جو بھی صورت حالات ہو گئی تھی اس کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔ ہوم منسٹر سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کے نتائج کا انتظار کرنا بھی ضروری تھا کیونکہ میں نے اس کے لیے ان سے وعدہ کر لیا تھا چنانچہ بقیہ وقت میں نے ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہو کر گزارا۔

ایک کیبن میرے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ وزیر داخلہ نے میرے بارے میں جہاز پر موجود لوگوں کو شاید ہدایت کر دی تھی۔ کیبن میں لیٹے ہوئے مجھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سنہرے بالوں والی ایک دراز قامت لڑکی ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی۔

"میرا نام شیلا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی مہمان نوازی کا خیال رکھوں اور آپ کو تنہائی محسوس نہ ہونے دوں۔"

میں نے گہری نگاہوں سے لڑکی کا جائزہ لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو گویا دوسرے لفظوں میں آپ کو میرا نگران مقرر کیا گیا ہے؟"

شیلا نے ایک لمحے کو چونک کر میری سمت دیکھا پھر مسکراتے ہوئے میرے سامنے بیٹھ گئی اور بولی "یقیناً یہی بات ہے مسٹر علی یار! میرا تعلق ہوم فلیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک مخصوص شعبے سے ہے جس کے سپرد اسی انداز کی ذمے داریاں کی جاتی ہیں۔ میں اس بات کو حماقت سمجھتی ہوں کہ کسی سمجھ دار انسان کے سامنے اپنی شخصیت کو چھپانے کی کوشش کروں۔ ظاہر ہے آپ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں کہ آپ کو الٹی سیدھی باتوں سے مطمئن کیا جا سکے۔ انٹیلی جنس کی ایک رکن ہونے کی حیثیت سے تھوڑی بہت معلومات مجھے آپ کے بارے میں حاصل ہیں۔ مجھے یہی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کی ہر ایسی کارروائی پر نگاہ رکھوں جو آپ کو یہاں سے فرار ہونے میں مدد دے سکے۔ میں نے پوری سچائی سے آپ کو اپنے بارے میں بتا دیا ہے مسٹر علی! کیا آپ بھی ایک دوست کی حیثیت سے مجھ سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"

"آپ جانتی ہیں مس شیلا کہ میں اس کے لیے مجبور ہوں۔ بہرحال، ایک سوال کا جواب دیجیے۔"

"جی جی، ضرور۔"

"کیا آپ کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ آپ کے ملک کا دوست ہونے کے باوجود مجھ پر اچانک عتاب کیوں نازل کر دیا۔۔۔ گیا ہے؟"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور میں یہ جاننے کی خواہش مند بھی نہیں ہوں۔ میں صرف اپنا فرض انجام دینا چاہتی ہوں۔"

شیلا کافی دیر تک میرے پاس رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔

تقریباً تین گھنٹے مجھے اس جہاز پر گزارنے پڑے اور اس وقت دن کے دس بجے تھے جب شیلا نے میرے پاس آ کر کہا "ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لینے کے لیے ابھی ابھی جہاز پر اترا ہے۔ آپ نے یقیناً اس کی آواز سن لی ہو گی۔ چلنے کو تیار ہو جائیے۔"

"مجھے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"وہاں جہاں ہمارے محکمے کے خصوصی لوگ آپ کے منتظر ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔ شیلا مجھے لیے ہوئے

ہیلی کاپٹر لینڈ کیا تو یہاں تین آدمی میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اپنے نگرانوں کو پوری طرح مسلح محسوس کیا تھا۔ لباس کے چہرے سے وہ سخت گیر آدمی معلوم ہوتے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی تنومند آدمی تھا۔ اور غالباً کسی خصوصی محکمے سے متعلق تھا۔ شیل نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے رخصت کیا اور میں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

میرے تینوں ساتھی میرے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے تھے۔ پائلٹ نے انجن اسٹارٹ کیا تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک سے کہا۔ "مسٹر! یہ بات تم بخوبی جانتے ہو گے کہ ہمارے دشمن پہلے بھی ہمارے خلاف کارروائی کر کے ایک ہیلی کاپٹر اور اس کے پائلٹ کو ختم کر چکے ہیں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھے منزلِ مقصود تک لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟"

"آپ اطمینان رکھیں جناب! اس کے لیے مناسب انتظامات کر لیے گئے ہیں۔" میرے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص نے نرمی سے کہا اور میں خاموشی سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے کے بعد ایک سمت روانہ ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو کافی بلند کر لیا ہے تاکہ نیچے سے کی ہوئی کوئی تخریبی کوشش کارگر نہ ہو سکے۔ بیس منٹ کا سفر تھا۔ ہم تھوڑی ہی دیر کے بعد شہری علاقے پر پرواز کر رہے تھے اور پھر ہیلی کاپٹر نیچے اترنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک وسیع عمارت کے کمپاؤنڈ میں رک گیا۔ بلندی سے میں نے عمارت کے گرد سخت پہرا دیکھا تھا۔

یہاں چند افراد نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ میں ان میں سے کچھ کی شکلیں پہچانتا تھا۔ یہ اس وقت ہمارے ساتھ میٹنگ میں شریک تھے جب پہلی بار یہاں ہماری پذیرائی ہوئی تھی۔ اندر سے آنے والے ایک شخص کو میں نے بغور دیکھا۔ یہ مسٹر اگیشن تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر پُرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ڈگلی! تمہارے بارے میں ہماری رائے پہلے بھی غلط نہیں تھی لیکن تمہارے اس چیلنج انداز نے ہمارے دلوں میں مزید اطمینان پیدا کیا ہے۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد مجھے ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا، جہاں ایک لمبی میز کے گرد کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ آنے والے کچھ افراد بھی اس میٹنگ میں شامل ہو گئے اور مجھے ایک کرسی پیش کر دی گئی۔

وزیر داخلہ کے علاوہ اس میٹنگ میں کچھ ایسے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے جو انتہائی اہم معلوم ہوتے تھے۔ ان تمام افراد کی تعداد اٹھارہ کے قریب تھی۔ شاید انیسواں فرد میں تھا۔ کچھ کرسیاں خالی بھی رہ گئی تھیں۔

ہال کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر وزیر داخلہ نے اس میٹنگ کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میٹنگ تمہارے ہی سلسلے میں بلائی گئی ہے علی یار خان اور اس میں چند تمہارے ہی بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ گرین پول کے نمائندوں نے میڈم مارٹینا کو اغوا کر لیا ہے۔ ہماری ایک خصوصی رکن تارینا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ کچھ اور ایسے ہی حادثات ہوئے ہیں جو ہمارے لیے انتہائی اذیت و پریشانی کا باعث ہیں۔ چونکہ گرین پول کا تعلق تہذیب مالکم ایکس سے تھا اور تہذیب مالکم ایکس کا تعلق تم سے، چنانچہ تمہیں بھی اس سلسلے میں ملوث سمجھا گیا۔ تارینا وارڈ کے قتل کے بارے میں اب تک جو شواہد ملے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جب تارینا وارڈ کو قتل کیا گیا تو وہاں تمہارے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ یہ بات بھی علم میں آ چکی ہے کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت اس عمارت میں موجود نہیں تھی۔"

"جناب والا! درمیان میں مداخلت کرنا گو اچھی بات نہیں ہے لیکن یہاں میں آپ کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے آپ سے یہ سوال ضرور کروں گا کہ اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت وہاں موجود نہیں تھی؟"

"کچھ شواہد ایسے بھی ملے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کچھ لوگ اس عمارت … تھے۔ اور چپ چاپ پُراسرار انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ واپس چلے گئے۔"

"جن لوگوں نے آپ کو یہ اطلاعات فراہم کی ہیں، کیا انھوں نے پہلے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا؟"

"نہیں۔ وہ غیر متعلق لوگ تھے۔"

"تو کیا انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ تہذیب مالکم ایکس کس انداز میں ان لوگوں کے ساتھ گئی تھی؟"

"وہ زیادہ تفصیل سے اس واقعے کے بارے میں نہیں جانتے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تہذیب مالکم ایکس کو وہاں سے اغوا کیا گیا ہو اور وہ اپنے طور پر ان لوگوں کے ساتھ نہ گئی ہو؟" میں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"آپ کی بات ایک مفروضے کی حیثیت سے تو ٹھیک ہے لیکن کوئی ثبوت نہ ہونے کے باعث اسے درست تسلیم کرنا ممکن نہیں۔ پھر یہ بھی تو سوچا جا سکتا ہے کہ تہذیب مالکم نے ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے انھیں وہاں سے طلب کیا ہو اور پھر وہ اُن کے ساتھ چلی گئی ہو۔"

"یہاں پھر میں ایک سوال کروں گا جناب عالی!" میں نے … انداز میں کہا۔ "اگر تہذیب مالکم ایکس نے ان لوگوں کو طلب کیا تھا جہاں وہ خود رہتی تھیں اور قید تھی تو پھر ایسا کون سا ذریعہ تھا جس کی مدد سے اس نے انھیں وہاں اپنی موجودگی کی اطلاع دی اور طلب کیا؟ اگر وہ اس عمارت میں اتنی ہی با اختیار تھی تو پھر باہر سے کسی کو بلانے کے بجائے وہاں سے نکل سکتی تھی۔ باہر سے آنے والے افراد کا داخلہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے ارادے خطرناک تھے۔ تہذیب ان کے ہمراہ رضامندی سے نہیں گئی بلکہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔"

وزیر داخلہ پوری سنجیدگی سے میری بات سن رہے تھے۔ ایک لمحے کے لیے ان کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں پھر انھوں نے ایک بھاری بھرکم شخص کی طرف دیکھ کر کہا جس کے جبڑے بل ڈاگ کی طرح نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ "آپ اس پوائنٹ پر بات کریں۔" بھاری بھرکم شخص نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی تھی۔

میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔ "میں اپنے اس موقف سے شاید زندگی کے آخری لمحے تک دستبردار نہیں ہو سکتا جناب کہ تہذیب مالکم ایکس نے کسی طور بھی گرین پول سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ آپ حضرات یقیناً میری اور تہذیب کی گزشتہ زندگی کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں گے۔ اس کی روشنی میں میرے اور اس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"مسٹر علی یار خان! ہم آپ کے لیے دل میں ایک جذبہ رکھتے ہیں اور آپ کے سابقہ کردار کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس بات کو کہ آپ نے ہماری بھرپور مدد کی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ ہم ایک بڑے عالمی بحران سے بچ گئے۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو آپ کو … لیلیٰ لونڈیا کی زندگی سے لے کر بیروت کی زندگی تک اور وہاں سے نکل آنے کے بعد گزرے ہیں اور ہاں جو شخص … تک نہایت مخلص اور دیانتدار پایا گیا ہے۔ آپ کے … میں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تنظیم آزادی فلسطین سے آپ کس قدر برگشتہ ہو گئے ہیں۔"

"جب آپ کو یہاں تک معلوم ہو چکا ہے مسٹر ہوم منسٹر تو شاید آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ تنظیم سے میری برگشتگی کی بنیاد کیا تھی؟"

"نہیں، یہ حقیقت ہے کہ ہم اس کی تفصیل سے ناواقف ہیں۔"

"کاش آپ کو یہ معلوم ہو جاتا تو مجھے اپنے بارے میں وضاحت کرنے میں بڑی آسانی ہو جاتی۔"

"آپ یہ تفصیل خود بھی ہمیں بتا سکتے ہیں۔" ہوم منسٹر نے کہا۔

"خود میں اپنے بارے میں اب جو کچھ بھی بتاؤں گا، آپ کے لیے وہ اتنا زیادہ اہم نہیں ہوگا جتنا خود اپنے ذرائع سے حاصل شدہ معلومات ہو سکتی ہیں۔"

"ہم یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے مسٹر علی یار خان کہ ان معاملات سے آپ کو لاتعلق قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک تہذیب مالکم ایکس کا تعلق ہے تو ہم اسے کسی قیمت نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تہذیب مالکم ایکس، گرین پول کی صرف نمائندہ ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے اس کی سربراہ رہ چکی ہے۔ اس کا عہدہ گرین پول میں خاصا اہم تھا۔ اس نے گرین پول کے لیے بے شمار ملکوں میں مجرمانہ کارروائیاں کی ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ جرم کیسے کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں میں وہ تم سے متاثر ہو گئی تھی لہٰذا اس نے خود کو تم سے وابستہ کر لیا اور بائبل جوشیو کی مہم میں اس نے پوری دیانت داری کے ساتھ کام کیا لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ تم ایک لاابالی نوجوان ہو اور مالی طور پر اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ کیوں کہ ایک عظیم الشان رقم جسے حاصل کر کے تم تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ ایک بہترین زندگی کا آغاز کر سکتے تھے، تم نے فلسطینیوں کے حوالے کر دی۔ تہذیب مالکم ایکس تمہارے اس فیصلے پر متفق نہیں ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے طور پر گرین پول سے رابطہ قائم کر لیا اور بائبل جوشیو کی بے انتہا دولت سمیٹنے کے لیے اس کے خاندان پر تشدد کرنے پر تیار ہو گئی اور پھر اس کے اس منصوبے کے تحت یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے جو ہمارے لیے سخت پریشانی اور اذیت کا باعث بنے۔ لہٰذا تہذیب مالکم ایکس کو ہم کسی طور بھی بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ تمہارے بارے میں ہمارے متعدد لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ان معاملات میں ملوث کرنا ناانصافی ہے۔ چنانچہ تمہاری خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے یہ طے کیا گیا ہے کہ ہم تمہیں اپنی نگرانی میں بیروت واپس بھجوا دیں اور اس کے بعد تم سے درخواست کریں کہ تہذیب مالکم ایکس کے معاملے کو ہم لوگوں پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر تم نے اس میں مداخلت کی

کوشش کی علی یار خان، تو پھر تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ ہمارے پیش نظر ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے گرین پول، تہذیب مالکم ایکس کی موجودہ پوزیشن سے واقف ہونے کے بعد اسے بلیک میل کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو اور اس وقت تہذیب مالکم ایکس کے سامنے تمہاری زندگی کا سوال بھی ہو۔ چنانچہ تہذیب اپنے ذہنی و قلبی رشتوں کی بنیاد پر گرین پول کا ساتھ دینے کے لیے مجبور ہو گئی ہو اور اس کا سارا مفاد وابستہ نہ ہو۔ لیکن ہم اپنے ذاتی معاملات کو اپنے ملکی مفاد پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ چنانچہ تہذیب مالکم ایکس ہماری نگاہوں میں مجرم ہے اور اب ہم اپنے طور پر اس معاملے کو نمٹا رہے ہیں، تم اس سنہری بخشش سے فائدہ اٹھاؤ اور بیروت چلے جاؤ۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر منفرد! تہذیب کو ساتھ لیے بغیر میں یہاں سے جانا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں، ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس معاملے کو نمٹانے کے لیے میں آپ کو اپنی خدمات پیش کر دوں۔ جس طرح وکی جوشیو کے خلاف میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے، اسی طرح تہذیب مالکم ایکس کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے مجھے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"نہیں، میں نے یہ سوال بھی اٹھایا تھا لیکن ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ چونکہ کچھ شبہات آپ کے بارے میں بہرحال برقرار رہ جاتے ہیں۔"

"تو پھر کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے بیروت ہی روانہ کیا جائے، کہیں اور بھی جا سکتا ہوں میں؟"

"تم اس کی درخواست کر سکتے ہو، اس پر غور کر لیا جائے گا لیکن تمہاری وہ بات درمیان میں رہ گئی، تم نے کہا تھا کہ تمہاری تنظیم آزادیٔ فلسطین سے برگشتگی کی وجہ معلوم کر لی جاتی تو شاید تمہاری پوزیشن کچھ بہتر ہو جاتی۔"

"ہاں، یہ مناسب ہو گا کہ اب میں آپ کو اس سازش کے بارے میں بتا دوں جو کی گئی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ موجودہ صورت حال میں میرے بیان کو زیادہ اہمیت نہیں دی جائے گی اور میں آپ لوگوں کے خیالات کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا لیکن مجھے اب اس بات کی پروا بھی نہیں ہے۔ اس مرحلے پر میں صرف اظہار واقعی کو ضروری سمجھتا ہوں، جناب عالی! اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ کے خلاف نہیں بلکہ اسرائیلی مفاد کے لیے ایک گہری سازش کی گئی ہے تو کیا آپ اس پر یقین کر لیں گے؟"

"یہ سازش کس نے کی ہے؟" وزیر داخلہ نے فوراً ہی سوال کیا۔

"ہم اس میں امریکی حکومت کو مجرم قرار دے رہے ہیں اور اگر اس سے چشم پوشی کی جائے تو کم از کم میں اس معاملے میں ضرور مجرم قرار دوں گا جس کا نام باورڈ ہے۔ امریکی یہودیوں کا یہ سرغنہ … تک گیا اور وہاں سے وائل جوشیو کے جزائر … اور اس سے پہلے نجانے کہاں کہاں میرا حریف رہا ہے۔ اس نے یاد رکھا کہ میں نے امریکا میں ایسٹ ہال کے اجتماع … یہودیوں کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا تھا، بہرحال وہ ایک بات ہے مگر اس بات کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جا … ڈسمبر نامی جہاز جسے آپ کی آبدوزوں نے تباہ کیا، … ہوئی تھی جس میں وائل جوشیو سے آبدوز کے بارے میں … کی تکمیل کی گئی تھی۔ میں اس میٹنگ میں ایک اسرائیلی … کی حیثیت سے ہی شریک تھا اور وہاں میں نے اس کو بھی دیکھا تھا جو یہودی مفادات کی نگرانی کر رہا تھا۔ امریکی سازش اس لیے قرار دیتا ہوں کہ جو آبدوز حاصل کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی اس کے حصول کے لیے اپنی تمام قوت صرف کیے ہوئے تھے۔ امریکی حکام کی مدد کرنے کے لیے یا پھر امریکی یہودیوں نے آبدوز کو اسرائیل تک پہنچانے کے لیے اولیو باورڈ کا انتخاب … اور وائل جوشیو کو اس کے لیے مجبور کر دیا گیا کہ آبدوز … کے حوالے کر دی جائے۔ اس طرح حکومت امریکہ کو کیمیاوی ہتھیاروں کی فراہمی اور ان کی تیاری کے لیے امداد دیتے ہوئے بھی اسے یہ امداد فراہم کرنا … اگر یہ بات منظر عام پر آ جاتی تو یہ کہہ کر دامن بچایا جا سکتا کہ یہ اسرائیل اور وائل جوشیو کے درمیان ایک ذاتی معاملہ … جب وہ لوگ اس کوشش میں ناکام ہو گئے تو میرے … مالکم ایکس کے خلاف انتقامی کارروائی کی گئی۔ اولیو … یہ کارروائی گرین پول کی معرفت کی، چونکہ تہذیب مالکم … گرین پول کی عتاب زدہ تھی۔ باورڈ براہ راست بھی میرے خلاف کچھ کر سکتا تھا لیکن اس طرح اس کی اور حکومت کی پوزیشن مشکوک ہو جاتی اور ان سے یہ سوال کیا جاتا کہ وہ میرے خلاف کیوں سرگرم عمل ہیں؟ مسٹر ہوم منسٹر، آپ سے صاف الفاظ میں یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر مالکم ایکس واضح طور پر مجرم ثابت ہو جائے اور جیسا آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس صورت میں خود … اس کی گردن کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کروں … یا پھر میں اپنی کوششوں سے اسے بے گناہ ثابت …

… کی پوزیشن آپ کی نگاہوں میں صاف کر دوں۔ … یہاں سے باعزت طریقے سے کہیں چلا جاؤں، … اس سے قبل میری یہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے۔"

ایک دوسرے شخص نے آہستہ سے میز بجائی اور مضطربانہ …

"مسٹر علی یار خان نے امریکی حکومت پر جو الزام لگایا ہے … قابل برداشت ہے، ہم اس الزام کو کسی طور تسلیم نہیں کر … سکتے۔ مسٹر علی یار خان کو اپنے دفاع کے لیے … کوئی گنجائش … رہا تہذیب مالکم ایکس کا معاملہ تو کسی صورت صاف نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اس تمام کا سبب وہی ہے۔ موجودہ صورت حال میں ہم یہ بھی غور کر رہے ہیں کہ اپنے اندرونی معاملات میں کسی بیرونی شخص کی امداد … لیں۔ جو کام مسٹر علی یار خان کرنا چاہتے ہیں وہ ہم اپنے طور پر بھی کر سکتے ہیں۔ ان کو اس بات کی اجازت کبھی نہیں دی جا … کہ وہ یہاں آزادانہ طور پر کوئی کارروائی کریں۔ اس طرح ملک کی فضا خراب ہو سکتی ہے۔"

"محترم! کیا میں آپ کو وہ وقت یاد دلاؤں جب آپ ہی ادارے کی ایک رکن مس نادیہ ہارڈ … نے مجھ سے وائل … کے خلاف امداد طلب کی تھی اور جس کے نتیجے میں آج یہاں تک پہنچا ہوں۔ یہ تو کھلی ہوئی خود غرضی ہے کہ مجبوریوں کے تحت تو آپ مجھ سے تعاون کی درخواست کرتے ہیں لیکن ایک مشترکہ مفاد کے معاملے میں میری ان کی پیش کش کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ اسے اندرونی معاملہ قرار دے کر اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بہرطور میں آپ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ مجھے یہاں سے نکال بھی دیا تو میں زیادہ عرصے تک سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔ میں واپس آؤں گا اور تہذیب کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری کروں گا اور یہ بھی ذہن نشین رکھیے آپ لوگ کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو جو جذبات اب تک آپ کے لیے میرے دل میں موجود ہیں فنا ہو جائیں گے اور میں آپ سے انتقام لینے پر اتر آؤں گا۔"

وہ شخص جس نے اعتراض کیا تھا اور جس کے عہدے … پوزیشن کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا لیکن جس کی … ہوم منسٹر خاموش ہو گئے تھے، تلملا کر اپنی جگہ پر کھڑا … "جب یہ معاملہ مجھے اپنے ہاتھ میں لینا ہو گا۔ آپ تمام … نے یہ بات سن لی ہے کہ علی یار خان تہذیب کے … سے انتقام لینے کی بات کرتا ہے، ہم اس شخص کو اس … ملک کو اپنے وطن میں کسی مجرمانہ کارروائی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بیان کی بنیاد پر میں اسے اپنی حراست میں لیتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے علی یار خان کو سوچنے کے لیے کچھ مناسب وقت دیا جائے۔ ہم صرف اس صورت میں ان سے تعاون کر سکتے ہیں کہ یہ اپنی مرضی سے بیروت روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اگر یہ اس پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیں گے۔" وزیر داخلہ نے کہا۔

"میں معذرت خواہ ہوں مسٹر آئن شلائمر! آپ انہیں یہ مہلت ضرور دیجیے لیکن اس دوران یہ میری تحویل میں رہیں گے اور ان کو سخت نگرانی میں رکھا جائے گا۔"

"میں اس میں کچھ رعایت چاہتا ہوں۔" وزیر داخلہ نے کہا۔

"افسوس! اب رعایت کی گنجائش نہیں رہی۔" اس شخص نے کہا۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ وہ وزیر دفاع تھا۔ مسٹر آئن شلائمر خاموش ہو گئے لیکن ان کے چہرے پر میں نے ناگواری کے اثرات صاف محسوس کیے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ مجھ سے متاثر تھے۔ بہرطور وزیر دفاع امریکا نواز معلوم ہوتا تھا اور یقیناً میرے لیے خطرات کا باعث تھا۔ میرے بارے میں فیصلہ ہو گیا اور اب اس فیصلے میں کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ مسلح افراد کو طلب کر لیا گیا جنہوں نے مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس طرح میں اس میٹنگ ہال سے باہر نکل آیا۔ عمارت بہت وسیع تھی جس میں یہ میٹنگ منعقد کی گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

یہ چھوٹا سا آرام دہ کمرہ تھا۔ میں ایک کوچ پر بیٹھ کر اپنے اس اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل اندر سے گواہی دے رہا تھا کہ مصلحتاً بھی ان کی یہ پیش کش قبول نہیں کی جا سکتی تھی، میں نے جو کچھ کیا تھا صحیح کیا تھا۔ پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ مجھے اس کمرے سے بھی نکال لیا گیا۔ وہ لوگ مجھے اپنی تحویل میں لے کر عمارت کے کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی ایک بند گاڑی کی طرف چل پڑے۔ مجھے کہیں اور منتقل کیا جا رہا تھا۔ میں خاموشی سے ان کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔ فی الحال میرا ارادہ کوئی قدم اٹھانے کا نہیں تھا اور یہ مناسب وقت بھی نہ تھا۔ پھر فوری طور پر مجھے اپنے بارے میں کسی قسم کی کوئی فکر بھی نہیں تھی۔ ذہن میں یہ احساس ضرور تھا کہ ان لوگوں نے میرے احسان کے بدلے میں میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کے بعد یہ بھی کسی بہتر سلوک کے مستحق نہیں تھے۔

بند گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ چاروں مسلح افراد پچھلے حصے میں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اگلی سیٹ پر صرف ڈرائیور تھا۔ میرے اندازے کے مطابق گاڑی نے تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکا ہوا اور گاڑی کا پچھلا حصہ زمین کی طرف جھک گیا۔ ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ اندر بیٹھے ہوئے چاروں افراد چونک پڑے۔ ڈرائیور نے گاڑی کو سڑک پر ایک سائیڈ میں روک دیا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ ڈرائیور سے اس صورت حال کے بارے میں معلوم کرنے لگے تو اس نے جواب دیا کہ پچھلا ٹائر پھٹ گیا ہے۔

"بے وقوفی۔" پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا اور عقبی دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ باقی تین افراد اندر ہی بیٹھے رہے تھے۔ دفعتاً دو دھماکے مزید سنائی دیے اور دو چیخیں ابھریں۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگ جو مجھ پر نگاہ جمائے ہوئے تھے بے اختیار ہو کر پچھلے دروازے سے باہر کود گئے لیکن ان کے نیچے کودتے ہی دو فائر ہوئے اور ان کی دلخراش چیخیں فضا میں ابھر گئیں۔ جو تھا آدمی جو ان کے ساتھ ہی باہر کود رہا تھا، بدحواسی کے عالم میں واپس پلٹا لیکن اب میرا خاموش تماشائی بنے رہنا بھی مناسب نہیں تھا چنانچہ میری زوردار لات اس کے منہ پر پڑی اور وہ پیٹ کے بل نیچے جا گرا۔ میں نے فوراً ہی وین سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ڈرائیور اپنی جگہ ساکت و جامد تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے۔ اس صورت حال سے وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

اچانک ہی ایک گاڑی اس بند وین کے عقبی دروازے کے قریب آ کر رکی تھی۔ پھر اس میں سے تین نقاب پوش نیچے اترے۔ ان کے چہرے سرخ نقابوں میں پوشیدہ تھے۔ ایک نے پیچھے آ کر کہا: "جلدی سے نیچے آ جاؤ۔ تمہارا بہت انتظار کرنا پڑا ہے۔" میں ذہنی طور پر ان سے تعاون کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ یقیناً وہ میری رہائی کے لیے ہی آئے تھے چنانچہ میں پھرتی سے نیچے آیا اور ان کی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

وہ گاڑی ایک نشیب سے ابھر کر اوپر آئی تھی۔ ایک گاڑی اور بھی سڑک کے نشیب ہی سے اوپر آ رہی تھی، یہ جیپ تھی۔ میرے ساتھ گاڑی میں دو نقاب پوش دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ تیسرے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے عقب میں دیکھا۔ وہ جیپ بھی ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی جو اس گاڑی کے بعد نشیب سے اوپر آئی تھی۔ اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

تقریباً تین چار میل چلنے کے بعد وہ دونوں گاڑیاں ایک عمارت کے قریب رک گئیں۔ مجھے نیچے اتار لیا گیا۔ عمارت کے دروازے پر ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا جس کے بغلی حصے پر مونو گرام بنا ہوا تھا۔ غالباً کسی کمپنی کا ٹرک تھا۔ مجھ سے فوراً ٹرک کے عقبی حصے میں چڑھ جانے کے لیے کہا گیا۔ میرے اندر بیٹھتے ہی ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ اس بار چھ آدمی میرے پاس آ گئے تھے۔ انہوں نے اطمینان سے اپنے چہروں سے نقابیں اتار کر رکھ دیں۔ سب کے سب مقامی ہوتے تھے اور ان کے چہرے میرے لیے قطعی اجنبی تھے۔

ٹرک جب کافی دور نکل آیا تو ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا: "اس تعاون کے لیے شکریہ علی یار خان۔"

"آپ لوگوں نے مجھے رہا کرایا ہے اس لیے شکریہ مجھے ادا کرنا چاہیے۔ کیا میں اپنے محسنوں سے متعارف ہو سکتا ہوں؟"

"ہمارے ہاں تعارف کا رواج نہیں ہے۔" اس شخص نے ایک تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ کی مرضی، ویسے میں اسے زیادتی تصور کروں گا چونکہ آپ نے مجھے علی یار خان کہہ کر مخاطب کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ تو مجھے جانتے ہیں لیکن میں آپ میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔"

"بعض اوقات نہ جاننا تحفظ کا حامل ہوتا ہے مسٹر علی یار خان۔" اس شخص نے کہا اور اس کے بعد خاموش ہو گیا۔

میرے ذہن میں اب ان کے بارے میں متضاد خیالات آنے لگے تھے۔ کون ہو سکتے ہیں یہ؟ ایک ہی نام بار بار ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ گرین پول۔ یہ اسی تنظیم کے ممبر ہو سکتے تھے۔ سب حکومت کی تحویل سے چھڑا کر بھی انہوں نے میرے خلاف سازش ہی کی تھی۔ اس طرح مجھے بھی اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور مقامی حکومت کو بھی مجھ سے مزید بدظن کر دیا تھا۔

اس وقت مجھے حیرت ہوئی جب ٹرک ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد واپس شہر میں داخل ہو گیا۔ اب میں شیشے سے بازار اور پررونق سڑکیں دیکھ سکتا تھا۔ ان لوگوں نے شاید یہ اندازہ کر لیا تھا کہ میں ان سے کسی قسم کا تعرض کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے وہ میری طرف سے بہت زیادہ فکرمند نہیں تھے۔ کئی دفعہ مجھے اس قسم کے مواقع میسر آئے تھے جن سے میں فائدہ اٹھا کر فرار کی کوشش کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ صرف ایک خیال نے مجھے اس حرکت سے باز رکھا تھا اور وہ خیال تہذیب کا تھا کہ شاید ان لوگوں

کے ہمراہ چل کر تہذیب سے ملاقات ہو جائے۔

ٹرک ایک فیکٹری کے گیٹ میں داخل ہو گیا۔ یہ غالباً وہی فیکٹری تھی جس کا مونو گرام ٹرک کی بغلی سمت بنا ہوا تھا لیکن میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اس فیکٹری کا نام کیا تھا۔ پھر ایک بہت بڑے گیراج میں داخل ہو کر ٹرک رک گیا۔ یہاں اتنی گنجائش تھی کہ پندرہ بیس ٹرک ایک ساتھ کھڑے ہو سکیں۔ پانچ چھ ٹرک یہاں موجود بھی تھے جن پر ویسے ہی مونو گرام بنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے نیچے اترنے کی درخواست کی اور پھر مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے گیراج کے اگلے حصے کی طرف چل پڑے جہاں تین سیڑھیوں کو طے کرنے کے بعد شیشے کے بہت بڑے بڑے دروازے بنے ہوئے تھے۔ یہ خودکار دروازے تھے جو ہمارے پہنچتے ہی کھل گئے اور ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال میں کچھ میزیں لگی ہوئی تھیں اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا اس بڑے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک میز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہوا سگار کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا۔ اس کے گردن ہلانے پر مجھے لانے والے واپس چلے گئے۔

بیٹھا ہوا شخص گنجے سر کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں پر انتہائی قیمتی فریم کا چشمہ تھا جس کی کمانیاں سونے کی معلوم ہوتی تھیں۔ جسم پر بیش قیمت سوٹ تھا اور ہاتھوں کی موٹی موٹی انگلیوں میں قیمتی انگشتریاں جگمگا رہی تھیں۔ اس نے سگار منہ سے نکال کر سامنے رکھے ہوئے حسین اور قیمتی ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ایش ٹرے پر رکھ دیا، اور دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ کر کس قدر تبسم کرتے ہوئے بولا: "مسٹر علی یار خان کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف رکھیے۔" اس نے سامنے بچھی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا اور میں طویل سانس لے کر ان کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ "آپ کے لیے کچھ منگواؤں؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ کو یقیناً اس بات کا علم ہو گا مسٹر... کہ میں کن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں اور اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہی ہو سکتی ہے کہ مجھے اپنی یہاں آمد کا مقصد معلوم ہو جائے۔ یہی میری مدارات کے لیے سب سے بہتر چیز ہو گی۔"

"یقیناً لیکن کیا فی الوقت اتنا کہہ دینا کافی نہ ہو گا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ ان تمام لوگوں سے بالکل مختلف ہیں جو اس ملک کی ناسپاسی کے مجرم ہیں اور جن کی وجہ سے آپ کو ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ابھی میں یرغمالی کے کس دور میں ہوں؟"

"ہاں، آپ کا یہ کہنا بھی کسی حد تک درست ہے۔ میں آپ کو مختصراً اتنا بتا سکتا ہوں کہ آپ ایک بے حد معزز اور صاحب اثر شخصیت کے مہمان ہیں اور اسی شخصیت نے ہمیں حکم دیا تھا کہ آپ کو یہاں لے آیا جائے اور آپ کے قیام کا بہتر بندوبست کر دیا جائے چنانچہ اسی مقصد کے تحت آپ کو یہاں لایا گیا ہے اور یوں سمجھ لیجیے کہ یہ جگہ آپ کے لیے امن و سکون کی جگہ ہے یعنی جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں ہم اس سلسلے میں آپ کے معاون ثابت ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے اپنے کچھ مقاصد بھی ہیں جن کی تکمیل کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہو گا۔ یہ امداد باہمی والی بات ہے۔ ہم سے تعاون کے سلسلے میں آپ کو مکمل اختیار ہو گا کہ ہماری پیشکش پر اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد کوئی بھی فیصلہ کریں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے اطمینان کے لیے میری اتنی وضاحت کافی ہے۔"

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں مسٹر؟" میں نے پوچھا۔

"سن مین۔ مجھے میرے شناسا سن مین کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ میرا اصلی نام نہیں ہے لیکن میں اپنا اصلی نام کسی کو نہیں بتاتا۔ ظاہر ہے کہ آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ہاں، رابطے کے لیے آپ بھی مجھے سن مین کہہ کر مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"یقیناً میرا کام اسی سے چل جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا اس بڑی شخصیت کے بارے میں آپ مجھے کچھ نہیں بتائیں گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ احکامات بھی مجھے اسی شخصیت سے ملے ہیں۔"

"ہاں، ٹھیک ہے، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"اب تو میں آپ سے آپ کی پسند کا کوئی مشروب پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں، میں آپ کے ساتھ کافی پی سکتا ہوں۔"

اس نے میز میں لگا ہوا بٹن دبایا اور ایک آدمی کے اندر داخل ہونے پر کافی کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی ہمارے سامنے سرو ہو گئی۔ میں خاموشی سے کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ وہ بھی خاموش ہی رہا تھا۔ غالباً میرے بولنے سے پہلے کچھ نہیں بولنا چاہتا تھا۔ کافی ختم ہو گئی اور میں ہونٹ خشک کر کے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"تو اب میری قسمت کا کیا فیصلہ کیا گیا ہے مسٹر سن مین؟"

"ہمارے اور آپ کے درمیان تعارف ہو گیا، آپ نے

...نے رہنے کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ آپ کے آرام کا اسی
...کے ایک کمرے میں انتظام کردیا جائے گا۔ اطمینان
...یہاں قیام کیجیے۔ ضرورت کی ہر چیز آپ کو یہاں فراہم ہو
...گی لیکن اس کے باوجود اگر آپ کو کسی شے کی طلب
...نت سے کام لے لیجیے گا۔"
"مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا؟" میں نے کہا اور
...کرسی سے اٹھ کر میز کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔
"تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل
...ساز و سامان سے آراستہ ایک قیام گاہ میں پہنچنے کے
...میں نے کہا "یہاں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوگی جو آپ
...مزاج اور مرضی کے خلاف ہو لیکن حالات کا تقاضا یہی
...آپ ہم سے مکمل طور پر تعاون کرتے رہیں۔ یہ ایک
...ہے اور یہاں کچھ صنعتی کام ہوتے ہیں۔ یہ حصہ جہاں
...موجود ہیں، عام لوگوں کی پہنچ سے محفوظ ہے۔ یہاں ملازمین
...موجود ہیں جو آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہیں گے۔
...براہ کرم اس وقت تک یہاں سے باہر نکلنے کا جب
...ہم سے مشورہ نہ کرلیں۔"
"ٹھیک ہے مسٹر حسن مین! آپ اطمینان رکھیں میں آپ
...ساتھ مکمل تعاون کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔
وہ باہر چلا گیا۔ میں نے گھوم پھر کر دیکھا۔ ہر طرح کی
...ضروریات یہاں موجود تھیں۔ ایک ریک میں کچھ کتابیں
...تھیں۔ عام قسم کی کتابیں تھیں، جو انگلش اور پوشتو میں
...تھیں۔ میں وہاں سے ہٹ کر ایک کرسی پر آ بیٹھا اور
...حالات پر غور کرنے لگا۔ ان لوگوں نے جن کا سربراہ
...معلوم ہوتا تھا، مجھے حکومت کے شکنجے سے نکال لیا
...کسی بڑے آدمی کے ایما پر اور یہ بڑا آدمی کون تھا اور
...جانب کیوں متوجہ تھا، اس کا مجھے کچھ علم نہیں تھا۔
یوں لگتا تھا جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہ رہ گئی ہو۔ مختلف
...میں ایک کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ پھر خیال آیا کہ شاید اس
...بھی قدرت کو کوئی امتحان مقصود ہو؟ جذبوں کی صداقت
...راہ پر خطر میں ثابت قدمی کا! ہاں ایسا ہو سکتا تھا کیوں کہ
...دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے
...لیے جن راستوں کا انتخاب کیا تھا، ان میں خطرات کا اضافہ
...تھا۔ جن لوگوں کے لیے عمل کی دنیا میں آیا تھا وہی برگشتہ
...تھے۔ انھوں نے ہی اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ایسا ہو تو
...انسان کے قدم تو لڑکھڑا جاتے ہیں۔ وہ راہ سے بھٹک جاتا
...یقیناً اس موڑ پر میرے ایمانی جذبوں کا امتحان تھا۔ میں
...امتحان میں پورا اترتا ہوں یا نہیں، میں اپنے ان جذبوں کی

صداقت ثابت کرسکتا ہوں کہ نہیں جن کے لیے میں نے اپنا
مستقبل تاریک کرلیا تھا۔ یہی امتحان مجھے دینا تھا۔
تہذیب مالکم ایکس مجھے مل گئی تھی۔ اگر میں چاہتا تو ابتدا
ہی میں اس ملک کی پیش کش قبول کرکے یہاں سے باہر نکل جاتا
اور اس کے بعد یہ ساری کارروائیاں — شاید ان لوگوں کے لیے
بھی ممکن نہ ہوتیں اور وہ ہم تک پہنچ بھی نہ پاتے۔ لیکن تہذیب
نے خود بھی میرے فیصلوں کو بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہاں
اس کی یہ خواہش ضرور تھی کہ جب ہم کسی منزل پر پہنچ جائیں گے تو
ایک دوسرے کو اپنی زندگی میں شامل کرلیں گے۔ چنانچہ اسے
شک کی نظر سے دیکھنا فضول تھا اور اب میں تہذیب کو دشمنوں
کے رحم و کرم پر ہرگز نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ خواہ اس کے لیے کتنی ہی
بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔
مجھے اس بہت بڑے آدمی کا انتظار تھا جو میری رہائی
کا باعث بنا تھا اور یہ انتظار مجھے تقریباً بیس گھنٹے کرنا پڑا۔
بیس گھنٹے گزرنے کے بعد اس وقت صبح ہوئے زیادہ دیر
نہیں ہوئی تھی جب حسن مین نے مجھ سے ملاقات کی اور بڑے
انکسار سے کہا کہ کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں اس کے ساتھ
چل دیا۔ ناشتے وغیرہ سے میں فارغ ہو چکا تھا، اس لیے اسی
کے ساتھ باہر نکل آیا۔ حسن مین مجھے باہر لے جانے کے بجائے
ایک اندرونی حصے میں لے گیا۔ غالباً یہ فیکٹری کا بالکل عقبی
حصہ تھا اور یہاں داخلے کے لیے شاید فیکٹری کا عقبی دروازہ
بھی موجود تھا کیوں کہ جو شخص وہاں موجود تھا وہ لازماً اسی
دروازے سے گزر کر اندر آیا ہوگا لیکن اس شخص کو دیکھ کر ایک
لمحے کے لیے میں ششدر رہ گیا تھا اور حقیقت میں میں نے اس
کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ یہ مسٹر آئن شلامر تھے۔ خوبصورت
لباس میں ملبوس اپنی مخصوص مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے
انھوں نے بڑے پُرجوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔
"تم مجھے دیکھ کر یقیناً حیران ہو گئے ہو گے علی ارخان!
کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تمھیں میری اس وقت یہاں آمد
کی امید تھی یا اس دوران تم نے میرے بارے میں ایک بار
بھی سوچا تھا؟"
"میں اعتراف کرتا ہوں مسٹر آئن شلامر کہ میں نے آپ
کے بارے میں بالکل نہیں سوچا تھا۔"
"ظاہر ہے تمھیں اس کی توقع نہیں ہوگی۔" مسٹر آئن شلامر
نے کہا اور ہم ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میرے اور ان کے
علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ حسن مین واپس جا چکا تھا۔ "تمھاری
حیرت رفع کرنے کے لیے میں سب سے پہلے تمھیں ایک بات
بتانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ کچھ مقامی حکام کے سامنے میں اسرائیل

نواز ضرور ہوں اور ان امریکی پالیسیوں سے سخت اختلاف
رکھتا ہوں جو اسرائیل نواز ہیں۔ میں عربوں کے مفاد کو اہمیت
دیتا ہوں اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو تسلیم کرتا ہوں۔
چنانچہ اس سلسلے میں ذاتی طور پر بہت سے کچھ اقدامات کیے
تھے۔ اور صرف تمھیں یہ بات بتائی جا سکتی ہے کہ میرا خفیہ رابطہ
چند عرب ممالک سے بھی رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں کسی ملک
کا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ حالانکہ میں
جانتا ہوں کہ عرب مفادات کے لیے کسی بھی ملک کا حوالہ دیا
جائے تو تمھیں اس سے اختلاف نہیں ہوگا۔"
"ہاں مسٹر آئن شلامر! یہ حقیقت ہے۔ حالانکہ میں
بذات خود عرب نہیں ہوں بلکہ میرا تعلق پاکستان سے ہے
لیکن ہم مذہب ہونے کی حیثیت سے میں اسرائیلی مقاصد کے خلاف
ہوں اور عربوں کا حامی ہوں۔ اور یہ جان کر مجھے واقعی حیرت
ہوئی ہے اور کافی حد تک خوشی بھی کہ آپ اپنے سینے میں
عربوں کے لیے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس طرح میرے دل
میں آپ کے لیے احترام کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔"
"بہت بہت شکریہ علی! بعض اوقات کسی ایک نیک
مقصد یا اعلیٰ نظریے کے لیے کچھ ایسے کام بھی کرنا پڑتے
ہیں جن سے خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم غداری کے مرتکب نہ
قرار پائیں۔ اس سلسلے میں نہایت محتاط انداز میں اپنے خیالات
کے مطابق عمل کرتا رہا ہوں۔ جہاں بھی مجھ سے ممکن ہو سکا اور
جہاں تک میں کرسکا، میں نے عربوں کے لیے کام کیا ہے۔
اور ایک عرب ملک سے جس کو یوں سمجھو کہ اس ملک کے حکمران
سے میرا خصوصی رابطہ رہا ہے جو میرا دوست بھی ہے اور...
کلاس فیلو بھی تھا جس سے مجھے بے پناہ محبت ہے اور جس
کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار رہوں۔ وہ انسان انسانیت
کے ناتے مجھے بہت عزیز ہے اور میں نے اس سے وعدہ کیا
ہے کہ اپنی حد تک جہاں تک ممکن ہو سکا میں اس کے لیے
کام کروں گا۔ چنانچہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ کچھ فلسطینی نوجوانوں
کو گرفتار کرلیا ہے تو یہ صرف میری ہی تجویز تھی کہ انھیں
فوری طور پر بیروت پہنچا دیا جائے جب کہ کچھ لوگوں نے اس
کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح ہم اسرائیل کی مخاصمت
مول لیں گے لیکن یہاں میں نے اپنی حیثیت اور اختیارات
سے کام لے کر ان لوگوں کو واپس بیروت پہنچانے کا انتظام کیا
اور اس بات کا بھی میں دل سے معترف ہوں کہ تم نے بڑے
خلوص کے ساتھ ایک عظیم الشان رقم ان لوگوں کے لیے پیش کردی
جب کہ تم خود اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اب تک میرے
اور تمھارے درمیان جو ملاقاتیں ہوئی تھیں اور جو گفتگو ہوئی تھی،

وہ سرکاری گفتگو تھی لیکن اس وقت میں بالکل ذاتی حیثیت سے
تمھارے پاس آیا ہوں اور یہ سمجھو کہ اس وقت ایک ہم مقصد
شخص عربوں کے مفادات کا حامی آئن شلامر تمھارے سامنے
ہے اور تم اس سے گفتگو کر رہے ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم،
جہاں بھی مجھ سے اختلاف کرو یا میری باتوں پر یقین نہ کرسکو، مجھے
ٹوک دو گے تاکہ میں تمھیں اپنی سچائی کا یقین دلانے کے لیے
کوئی ثبوت پیش کرسکوں۔"
مسٹر آئن شلامر کی گفتگو سے ان کی سچائی کا اظہار ہو رہا تھا۔
میں نے ان کی باتوں پر غور کیا۔ انھیں اپنے طور پر پرکھا تو مجھے
یقین ہو گیا کہ مسٹر آئن شلامر جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں، درست ہے۔
آئن شلامر نے دوبارہ کہا: "شاید تم نے محسوس کیا ہو،
میں نے شروع ہی سے اپنے رویے میں تمھارے لیے لچک
رکھی ہے اور اس دوران مسلسل یہ کوشش کرتا رہا کہ تم...
براہ راست ہماری زد میں نہ آسکو۔ یہ کوشش بہت ہی محتاط
قسم کی تھی۔ اگر تم بیروت جانے پر رضامندی کا اظہار کر دیتے
تو میں نے کچھ اور باتیں سوچی تھیں۔"
"وہ کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"میں کسی نہ کسی طرح تم تک ایک خفیہ پیغام پہنچا دیتا اور
تمھیں بیروت جانے سے روک دیتا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ
میرے کچھ افراد بیروت تک تمھارے ساتھ سفر کرتے اور وہاں
پہنچ کر تمھیں میرا پیغام دیتے کہ تم فوری طور پر وہاں سے واپس
پلٹ آؤ۔ یہ بہت لمبا پروگرام ہوتا۔ تم نے بیروت جانے پر
رضامندی کا اظہار نہ کر کے میری تھوڑی سی مشکل آسان بھی کر
دی تھی۔"
"جن لوگوں نے مجھے مقامی حکام کی گرفت سے نکال کر
آپ تک پہنچایا، ان کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟"
میں نے پوچھا۔
"حسن مین مقامی انڈر گراؤنڈ گروہ کا سربراہ ہے۔ یہ
حسین شکل آدمی جسے دیکھ کر تم نے اس کی شخصیت کے بارے
میں شاید ہی صحیح رائے قائم کی ہو، بہت خطرناک شخصیت کا
مالک ہے۔ یہاں زیرزمین دنیا میں اس کا سکہ چلتا ہے۔ اس
نے اپنے گرد ایسا حصار قائم کر رکھا ہے کہ مقامی پولیس کے
حکام اس کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے باوجود اسے کوئی
نقصان نہیں پہنچا سکتے اور خوش قسمتی سے یہ شخص میرا اپنا آدمی
ہے۔ اتنا قریبی آدمی کہ میں اس پر مکمل طور پر بھروسا کرسکتا ہوں۔
وہ چند لمحے چیکنگ کے اختتام کے بعد مجھے ملے۔ میں نے ان
کا صحیح استعمال کیا اور حسن مین کو ہدایت کی کہ ہر قیمت پر تمھیں
راستے سے اچک لے اور ایک لمحے کے لیے بھی جیل کی سلاخوں

کے پیچھے نہ جا سکے۔ مجھے یقین تھا کہ جو ہدایت تم نے اُسے دی ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور آج یہ ایسا کیا بھی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس کارروائی کے نتیجے میں آپ کے کچھ ہم وطنوں کو نقصان پہنچا۔"

"مجبوری تھی علی یار خان! ہر شخص اپنے مفادات کے لیے کچھ ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو دوسروں کے لیے نقصان دہ بھی ہوتے ہیں۔ عظیم تر مفادات کے لیے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اپنے ملک کی موجودہ... سیاست اور اس کی موجودہ پالیسیوں کے بارے میں، میں تم سے وضاحت سے کچھ نہیں کہوں گا۔ میں اس ملک کا ایک وفادار شہری اور اہم عہدے دار ہوں۔ صرف اتنا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ پانچ سال کے اندر اندر اس ملک کی سیاست میں جو نمایاں تبدیلی ہونے والی ہے اس میں میرے مقاصد کے حامی لوگ منظر عام پر آئیں گے اور آئندہ حکومت انہی کی ہوگی۔ میں اپنے آپ کو آنے والی حکومت کے لیے بہتر عہدے کا اہل ثابت کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں ابھی سے کوشش کر رہا ہوں۔ بہر حال اب ان حالات میں جب کہ کم از کم میری دانست میں تم نے بھی مجھ پر بھروسا کر لیا ہے کیا تم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہو کہ تہذیب مالکم ایکس گرین پول میں دوبارہ شمولیت نہیں اختیار کر سکتی اور ان کے مفادات کے لیے کام نہیں کر سکتی ہے؟"

"مسٹر ہوم منسٹر! تہذیب کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ وہ میری ہم مذہب ہے۔ اگر گزشتے دل میں اس سے میں یہ کہہ دیتا کہ وہ گرین پول کو چھوڑ دے اور میرے لیے کام کرے تو آپ یقین کیجیے کہ وہ ایسا ہی کرتی۔ لیکن میں نے یہ سوچ کر اسے اپنے ساتھ شامل نہیں کیا تھا کہ وہ ایک الگ ادارے کی رکن تھی اور سچی بات یہ ہے کہ اس وقت اس کے لیے میرے دل میں وہ احساسات بھی نہیں تھے جو اب پیدا ہو چکے ہیں۔ کچھ لمحے ایسے بھی آئے تھے مسٹر ہوم منسٹر جب وہ میری اصل حیثیت سے آگاہ ہو گئی تھی لیکن وہاں اس نے گرین پول کے مفادات بالکل نظر انداز کر دیے اور خاموشی اختیار کی۔ چنانچہ اب بھی دعوے سے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کے ذہن میں ایسا کوئی خیال آتا تو وہ مجھ سے کہے بغیر یہ سب کچھ نہ کرتی اور جو ثبوت میں نے آپ کو پیش کیے ہیں ان سے بھی آپ کو یہ اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے اس عمارت سے باہر نہیں گئی۔۔۔ بلکہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"ہاں، یہ بات تو ہم لوگ بھی پوری سنجیدگی سے سوچ

رہے ہیں لیکن علی یار خان! تمہارا کیا خیال ہے کیا گرین پول کو تمہارے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہوں گی؟ اچھی طرح جانتے ہوں گے وہ لوگ کہ گزشتے دل میں ان کے مفادات کو ناکام بنانے والے صرف تم ہو۔ ایسی شکل میں تہذیب مالکم ایکس کو اغوا کر کے اپنی تحویل میں لینے والے یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ تم ان تک پہنچو گے۔ وہ تمہاری تاک میں ہوں گے اور تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں علی یار خان۔ تم اسرائیل کے خلاف کارروائی کے لیے بے خوف و خطر اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہو۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میرے دوست یعنی اس مسلمان عرب حکمران کے ایک مسئلے کو حل کرنے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے تو کیا تم میری یہ درخواست قبول کر لو گے؟ یہ بھی وضاحت کر دوں کہ اس مسئلے کا تعلق کچھ اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنانے سے ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر آئن شلاشر!" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"تفصیلات تو تمہیں بعد میں ہی معلوم ہوں گی۔ بس یہ سمجھو کہ میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس کو حاصل کرنے کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں اور تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ بہت ہی مختصر عرصے میں تہذیب مالکم ایکس کو گرین پول کے چنگل سے آزاد کرا لوں گا اور وہ تمہاری امانت کے طور پر میرے پاس رہے گی۔ اس کے بدلے میں جو کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں وہ دوہرا ہے کہ عربوں کے لیے فائدہ مند ہے بلکہ آئندہ پانچ سالوں کے لیے نئی حکومت میں میری پوزیشن بھی بالکل محفوظ ہو جائے گی۔ گویا اس میں میرا مفاد بھی مکمل طور پر موجود ہے اور میرے دوست عرب حکمران کا بھی۔ ہم دونوں مل کر تمہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کریں گے اور اس کام کے عوض ہم تمہیں تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی اور تحفظ کا یقین دلاتے ہیں۔ میں یہ بات وثوق سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم میری ذمے داری سنبھال لو گے تو میں اپنی تمام صلاحیتیں اور قوتیں گرین پول کے خلاف صرف کر دوں گا۔ گرین پول کو خوشی اس سلسلے میں صرف علی یار خان کی تلاش ہوگی یا معمولی حیثیت سے ہماری کارروائیوں کا انتظار ہوگا۔ اس لیے وہ لوگ دھوکا کھا جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہوم سیکریٹ سروس کے لوگ تہذیب مالکم ایکس کو کہیں نہ کہیں سے برآمد کر لیں گے۔ تم دوسری سمت اپنی توجہ منتقل کر دو۔"

میں آئن شلاشر کی بات پر غور کرنے لگا۔ اس نے

اپنے مقاصد کو چھپایا نہیں تھا، صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ میرے لیے کام کرے گا اور میں اس کے لیے۔ تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی کے لیے میرے پاس کوئی ایسا جامع منصوبہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں کامیابیاں حاصل کر سکتا ہوں اور بہر صورت حال اس ملک میں کافی حد تک میرے خلاف ہو گئی تھی۔ آئن شلاشر وہ واحد آدمی تھا جو مجھ سے تعاون کر رہا تھا چنانچہ اس تعاون سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔

تھوڑی دیر تک غور و فکر کرنے کے بعد میں نے مسٹر شلاشر سے کہا۔ "مجھے آپ کی بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے مسٹر آئن شلاشر لیکن کام کی نوعیت کسی حد تک تو میرے علم میں آنا چاہیے۔"

"یقیناً۔ اگر تم میرے کام کی تکمیل کے لیے رضامندی کا اظہار کر دو تو دوسری ملاقات صرف چوبیس گھنٹے کے اندر اندر میں تم سے کروں گا اور اس وقت میں تمہیں اپنے تمام مقاصد سے اچھی طرح آگاہ کر دوں گا، بلکہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہاٹ لائن پر اپنے اس دوست عرب حکمران کا پیغام بھی سنوا دوں۔۔۔ میں اسے تمہارا نام نہیں بتاؤں گا کہ اپنے کام کے لیے میں تمہاری خدمات حاصل کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد تمہیں زیادہ مسرت ہوگی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر آئن شلاشر! آپ مجھے صرف کام کی نوعیت بتا دیں، میرا خیال ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا ویسے بھی آپ جانتے ہیں کہ یہ میرا عہد ہے کہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں عربوں کے مفادات کے لیے کوئی ذمے داری میرے شانوں پر آ پڑے گی تو میں کسی سے بڑا پا سکوں لیے بغیر اپنا وہ کام انجام دوں گا۔"

"بس تو پھر یوں ہی سمجھ لو کہ میرا مفاد اس سلسلے میں صرف بیس فیصد ہے اور اسی فیصد معاملات عربوں کے مفاد کے ہیں۔ اس معاملے کا تعلق براہ راست تنظیم آزادی فلسطین سے نہیں ہے بلکہ اس شخص کے کچھ ذاتی معاملات ہیں جو تنظیم کا حامی ہے اور وہ اپنے طور پر اپنے ملک کی سیاست کے ساتھ ساتھ اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، بات وہیں تک جا پہنچی ہے مسٹر آئن شلاشر! میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"میں خوشی سے پُر مسرت جذبات کے ساتھ واپس جا رہا ہوں اور ایک بار پھر اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تہذیب مالکم ایکس کا معاملہ میری ایسی ہی ذمے داری ہے جیسی میری اپنی زندگی کی۔ بہت تجزاوکاری کر رہا ہوں میں لیکن مجھے یقین ہے کہ بہر حال میں گرین پول کے خلاف بھیانک کام اس میں وہ ضرور حیثیں

جائیں گے اور تہذیب مالکم ایکس کو ان کے شکنجے سے نکالنا ممکن ہو جائے گا۔ اس کے لیے میرے ذہن میں ایک خوبصورت منصوبہ موجود ہے۔"

میں نے مسٹر آئن شلاشر کی طرف دیکھا، بظاہر یہ شخص مکار فطرت کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ ایک اتنے بڑے ملک کا وزیر داخلہ اتنا نیچے رکھ کر کہ ایک ایسا کام نہ کر سکے جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے چنانچہ مسٹر آئن شلاشر پر یقین کر لینا ضروری تھا۔

بہت ہی دوستانہ گفتگو کے بعد مسٹر آئن شلاشر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد میں ان کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ بہت دیر تک میں تازہ صورت حالات پر غور کرتا رہا۔ پھر سن مین آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک دبلا پتلا آدمی بھی تھا جو خوبصورت تراش کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس دبا ہوا تھا۔

سن مین نے مسکراتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ "ہم نہیں چاہتے مسٹر علی یار خان کہ اس دوران آپ خود کو کسی قیدی کی طرح یہاں محدود رکھیں۔ یہ شخص آپ کے چہرے کے خدوخال بدلنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ ایک ہلکا سا میک اپ اپنے چہرے پر کرا لیجیے اور اس کے بعد آپ جہاں دل چاہے گھوم پھر سکتے ہیں۔ میں یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کو یہاں بوریت کا احساس نہ ہو۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے؟"

میں نے گردن ہلا دی۔ یہ بات میرے لیے فائدہ مند تھی۔

میری رضامندی کے بعد وہ شخص بریف کیس کھول کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور پلاسٹر کے ٹکڑے مخصوص انداز میں میرے چہرے پر چپکانے لگا۔ وہ میک اپ کا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے میرے چہرے میں اتنی تبدیلی پیدا کر دی کہ کوئی مجھے بغیر غور کیے نہیں پہچان سکتا تھا۔ اب میں ایک مقامی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ سادہ سے خدوخال کا مالک۔ اس شخص نے مجھے ایک چشمہ بھی پیش کیا جو میرے چہرے پر نہایت موزوں معلوم ہوتا تھا۔

"یہ کار کی چابی موجود ہے۔" سن مین نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "سیاہ رنگ کی ایک بینٹلے آپ کے لیے باہر موجود ہے، اگر کہیں جانا چاہیں تو۔۔۔ لیکن رات کو آپ یہیں واپس آ جائیے۔ یہ رہائش گاہ آپ کے لیے محفوظ ترین ہے۔" میں نے شکریے کے ساتھ چابی قبول کر لی اور سن مین کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میری کار سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

خوبصورت و بارونق سڑکیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں۔

میں ان پر گاڑی دوڑاتا رہا۔ کوئی مقصد نہیں تھا، کوئی تصور نہیں تھا۔ اگر تھا تو صرف تہذیب ماکم اینجن کا خیال، نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ شاید وہ کہیں نظر آ جائے۔ اور مجھے سکون میسر ہو، دل کو قرار آ جائے۔ اس سے پہلے زندگی جس انداز سے گزر رہی تھی، وہ آزادی اور بے فکری کا دور تھا۔ اپنی ذات کے سوا کسی کا خیال ذہن میں نہیں رہتا تھا، کسی شے کی طلب بھی بے چین و بے قرار نہیں کر پاتی تھی لیکن اب ایک ذات اور زندگی میں شریک ہو چکی تھی اور اس کی موجودگی کا احساس دیگر تمام احساسات پر حاوی تھا۔ اس نے مجھے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ کبھی کبھی جھنجھلاہٹ محسوس ہونے لگتی کہ خواہ مخواہ یہ روگ کیوں پال بیٹھا۔ کیا آزادی کی زندگی بہتر نہیں تھی۔ ذہن مشورہ دیتا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور نکل جاؤں، تہذیب کو بھول جانے کی کوشش کروں لیکن سینے میں دھڑکتا ہوا یہ کم بخت دل کب دماغ کی بات مانتا ہے۔ مگر ان حالات میں، تہذیب کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا پھر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس نے بھی اپنے آپ کو میرے لیے وقف کر دیا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو گوتھے اِل میں مجھ سے بغاوت کر سکتی تھی۔ میرے بارے میں شبہات پیدا ہونے کے بعد گرین پول کو میری شخصیت سے آگاہ کر سکتی تھی۔ اس نے بھی خود کو میرے لیے برباد کر لیا تھا۔ ساری زندگی کے لیے میرا روگ پال لیا تھا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اسے چھوڑ دیتا۔ انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں آوارہ گردی کرتا رہا پھر جب رات گہری تاریک ہو گئی تو پیپ والیس من مین کی فیکٹری تک پہنچ گیا۔ سن مین سے تو ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن میرے لیے اس نے خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں، چنانچہ مجھے خوش آمدید کہنے والے بہت سے لوگ وہاں موجود تھے، جو میری ضروریات کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ یہاں کھانا کھانے کے بعد میں سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے مجھے سن مین کا فون موصول ہوا۔ اس نے کہا کہ میرے دوست ٹھیک دو بجے میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں ان سے ملاقات کے لیے تیار رہوں اور... بوریت کا شکار ہو کر کہیں باہر نہ نکل جاؤں۔

ٹھیک دو بجے مسٹر آرتھر شلامر نے میری رہائش گاہ پہنچ کر مجھ سے ملاقات کی۔ ان کے ساتھ ایک خوبصورت سی نوعمر لڑکی تھی جس کے سنہرے بال گچھوں کی شکل میں اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں عجیب سی گہرائی تھی اور ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ لیکن یہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر دائمی محسوس ہوتی تھی کیونکہ اس کے بعد بھی اس کے ہونٹوں کا زاویہ ایسا ہی رہا۔ مسٹر آرتھر شلامر نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ ان کی پرسنل سیکریٹری گرینی پاورڈ ہے۔ گرینی پاورڈ نے اپنے ہاتھ میں کچھ کاغذات سنبھالے ہوئے تھے جنہیں رسمی گفتگو کے بعد میز پر پھیلا لیا گیا اور اس کے بعد ہم تینوں ان کاغذات کا مطالعہ کرنے لگے۔ مسٹر آرتھر شلامر نے اپنی اسکیم مجھے بتائی اور پھر مجھے میری ذمے داریاں سمجھانے لگے۔ تمام ضروری نکات جاننے کے بعد میں نے خود کو تہہ دل سے اس کام کے لیے آمادہ پایا۔ یہ کام میری زندگی کے مشن سے جدا نہیں تھا اور درحقیقت اگر تہذیب ماکم کا روگ میرے دل کو نہ لگا ہوتا تو میں اس کام کو بلا کسی لالچ یا شرط کے قبول کرنا اپنی خوش قسمتی تصور کرتا۔ مسٹر آرتھر شلامر کافی دیر تک مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر تمام کاغذات سمیٹ کر بند کر دیے گئے۔

"آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا مسٹر علی یار خان کہ معاملہ کیا ہے؟"

"جی ہاں، کسی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اب میں آپ سے یہ پوچھنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ کیا آپ خلوص دل سے میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں؟"

"یقیناً مسٹر آرتھر شلامر، لیکن اب یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک ایسا کام جو مجھے بغیر کسی دباؤ اور شرط کے انجام دینا چاہیے تھا، تہذیب کی بازیابی سے مشروط ہو گیا ہے۔ بہرحال میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب یہ کام میرے لیے مشروط نہیں ہے۔ میں اس کام کی انجام دہی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"یہ تمہاری عظمت ہے علی یار خان! میں اس سلسلے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جو وعدہ میں نے تم سے کیا ہے، اسے پورا کرنا میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بناؤں گا اور اگر اس میں ناکام رہا تو نہ صرف تم سے بلکہ اپنے آپ سے بھی زندگی بھر شرمندہ رہوں گا۔ اب یہ مسئلہ میری زندگی کا اہم ترین معاملہ بن چکا ہے۔ تمہارے بارے میں مجھے اطمینان ہے کہ تم اپنا کام خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دو گے اور میرے دوست عرب حکمران کا مسئلہ اب یقیناً حل ہو جائے گا۔"

"نہیں، آپ اس قدر جذباتی نہ ہوں مسٹر آرتھر شلامر..."

"جذبات ہی تو زندگی ہیں میرے دوست۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کر دو گے کہ تمہیں بھی اس راستے پر لانے والے تمہارے جذبات ہی تھے؟ اور اب جب کہ تم پوری دیانت اور لگن سے میرے مفادات کے لیے مصروف عمل ہونے کو آمادہ ہو تو میں تمہارے ایک اہم مسئلے کے سلسلے میں تساہل کیسے برت سکتا ہوں۔ میں تہذیب ماکم اینجن کی بازیابی کے لیے اسی طرح مصروف ہو جاؤں گا جس طرح اپنے کسی ذاتی کام کے لیے ہو سکتا تھا۔"

مجھے مسٹر آرتھر شلامر کی گفتگو نے بہت متاثر کیا تھا۔ میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "شکریہ مسٹر آرتھر شلامر، میں بہرحال اب بھی یہی عرض کروں گا کہ میرے سپرد آپ نے جو ذمے داری کی ہے وہ تہذیب سے مشروط نہیں رہی۔"

آرتھر شلامر نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر گرمجوشی سے دبایا اور کہا: "اب اس سلسلے میں ساری گفتگو آپ سے گرینی پاورڈ کرے گی۔ گرینی، تم مسٹر علی یار خان کو بتاؤ کہ انہیں کہاں سے اپنے کام کا آغاز کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس میں کوئی الجھن نہیں ہو گی۔" گرینی پاورڈ نے گردن ہلائی اور اس کے بالوں کے سنہرے گچھے ماتھے پر جھولنے لگے۔ تب مسٹر آرتھر شلامر نے مجھ سے اجازت مانگی اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کے ہمراہ چلتا ہوا باہر آیا اور پھر ایک مخصوص حد تک انہیں پہنچانے کے بعد ان سے مصافحہ کر کے واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔

گرینی پاورڈ اطمینان سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آرام سے بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گئی اور مسکرا کر بولی: "پہلے ایک بات کی وضاحت کر دیجیے مسٹر علی یار خان! آپ کا احترام باس کے دوستوں کی حیثیت سے کرنا ہے یا پھر اپنے دوست کی حیثیت سے بے تکلفی سے پیش آ سکتی ہوں؟"

"مس گرینی! احترام بس اس حد تک ہونا چاہیے جس حد تک اس کی ضرورت انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس کے بعد احترام احترام نہیں رہتا، بے جا تکلفات شروع ہو جاتے ہیں اور تکلف ایک عام مقولے کے تحت تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔"

"ہرگز، دراصل مجھے بے تکلفی کا ماحول ہی پسند ہے مگر کیا کروں، بڑے لوگوں کے سامنے خواہ مخواہ خود کو پوزڈ کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ اس وقت عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔ بہرحال میں نہیں جانتی کہ اس وقت آپ کا کیا موڈ ہے، کس قسم کی باتیں کرنا چاہتے ہیں آپ لیکن میری ذمے داری ہے کہ میں آپ کو وہ سب سمجھا دوں جو مسٹر آرتھر شلامر چاہتے ہیں۔"

"یقیناً، میں پسند کروں گا مس گرینی کہ اس وقت کام کی باتیں ہو جائیں تو بہتر ہے۔"

"بالکل ٹھیک، تو سب سے پہلے یہ ایک تصویر آپ کے سامنے ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرمائیے۔" گرینی نے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

تصویر ایک ادھیڑ عمر اور اچھی خاصی شکل و صورت کے مالک شخص کی تھی۔ عمر تیس پینتیس سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے، تصویر دیکھ لی، اب فرمائیے؟"

"یہ جیمز الفاتو ہے، ڈرونک الفاتو۔ لاابالی طبیعت کا مالک۔ کچھ عرصہ پہلے فوجی حیثیت رکھتا تھا لیکن اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور کچھ سی لنگڑاہٹ پیدا ہو گئی۔ چنانچہ جیمز الفاتو کو فوجی زندگی ترک کرنا پڑی اور اب وہ ایک قصبے میں ایک پولٹری فارم کا مالک ہے، وہی اس کا ذریعۂ آمدنی ہے۔ آپ کو اسی کی حیثیت اختیار کرنا ہے اور اس کے ذریعے آپ کو ایک خاتون تک پہنچنا ہے۔ یہ خاتون جن کا نام میرتیا سینی ہے، ایک خود مختار خاتون ہیں اور طویل عرصے سے جیمز الفاتو کی قربت کی خواہاں ہیں۔ آپ کو ان تک رسائی کے لیے صرف اپنی ہی کوششوں پر انحصار کرنا ہو گا اور ان تک رسائی حاصل کرنے کا مطلب ہے کہ آپ ایک اہم مقام تک پہنچ گئے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا اور گرینی پاورڈ مجھے تفصیل سے الفاتو کے بارے میں بتانے لگی۔ میں اس کی گفتگو پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ گرینی پاورڈ مجھے ایک ایک نکتہ سمجھا رہی اور اس کام میں ہمارے دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ جو بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، میں بار بار اس سے پوچھتا تھا۔ بالآخر گفتگو کا یہ مرحلہ ختم ہو گیا۔

"آپ کے ذہن میں اور کوئی سوال ہو تو براہ کرم...؟"

گرینی نے کہا۔

"نہیں مس گرینی، میرا خیال ہے اب میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ شخص الفانو مر چکا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی سامنے آ جائے؟"

"یہ مر نہیں چکا بلکہ ہماری قید میں ہے۔" گرینی ہاورڈ نے جواب دیا۔

"اس قید سے اس کے فرار یا کسی بھی طرح آزادی کا تو کوئی امکان نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس طرف سے آپ مطمئن رہیے، یہ عورت میریتا میسن اس شخصیت کا پتا بتا سکتی ہے جسے آپ کو ٹھکانے لگانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی میں آپ سے عرض کر دوں مسٹر علی یار خان کہ ممکن ہے اس کیس میں آپ کو اپنی فطرت کے خلاف بھی کچھ اقدام کرنے پڑیں۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے کسی دوسرے کی زندگی لے لینا ضروری ہوتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کر آپ وہاں انسانی رشتوں کے جال میں پھنس جائیں اور ہمارا سارا منصوبہ چوپٹ ہو جائے۔"

گرینی ہاورڈ کی بات سن کر میں پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ مسٹر آئن شلا شر اور گرینی نے جو تفصیلات بتائی تھیں ان کے تحت مجھے ایک بڑی سازش کا قلع قمع کرنا تھا جو اسرائیلی ذہن کی پیداوار تھی اور اس سلسلے میں قتل و غارت گری سے میں نے کبھی پرہیز نہیں کیا تھا۔

"اگر کچھ لوگ ہمارے راستے میں مزاحم ہوتے ہیں تو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہمیں راستے تو صاف کرنا ہی ہوتے ہیں مس گرینی۔"

"بے شک، ویسے علی یار خان! آپ کی صورت دیکھ کر مجھے کچھ عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیوں، احمق لگتا ہوں صورت سے میں؟"

"نہیں نہیں... پلیز۔ دراصل آپ کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے اور آپ کی ظاہری شخصیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مسٹر آئن شلا شر واقعی طور پر آپ سے بے حد متاثر ہیں وہ آپ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ کہ آپ جیسا شریف النفس نوجوان ان کی نگاہوں سے نہیں گزرا۔ آپ کی شخصیت عجیب و غریب ہے۔ ایک سمت تو آپ نرم خو اور ایثار کرنے والے انسان ہیں اور دوسری طرف اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر وہ کام کر ڈالتے ہیں جو عام لوگوں کے بس کا نہیں ہوتا۔ میرا مطلب ہے قتل و غارت گری۔"

"اس وقت مس گرینی! میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کر لوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر اب یہ آپ پر منحصر ہے مسٹر علی یار خان کہ آپ جس قدر جلد اپنے کام کی ابتدا کر لیں۔ مسٹر آئن وہ تمام چیزیں آپ کو فراہم کر دے گا جو آپ کو درکار ہوں گی۔ میں اب اجازت چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے گرینی کو بھی رخصت کر دیا اور جب وہ چلی گئی تو آنکھیں بند کر کے اس پروگرام پر غور کرنے لگا جو میرے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک اور اہم ذمہ داری میرے شانوں پر آ پڑی تھی لیکن اس کی اہمیت و دلچسپی کے باعث میرے ذہن پر اب کوئی بوجھ نہیں تھا۔

مسٹر آئن شلا شر سے جلد سے آخری ملاقات تیسرے دن صبح دس بجے کی اور ضروری امور طے کرنے کے بعد چلے گئے۔ انھوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں انھوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ میں نے اب یہ سارا کچھ ان پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اس معاملے کو کس طرح نمٹاتے ہیں۔ سن میں کئی معروف عمل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ شخص جو ان کے بقول میک اپ کا ماہر تھا، میرے پاس پہنچ گیا اور اس دن اس نے کئی گھنٹے صرف کر کے میرے چہرے پر بہترین میک اپ کیا اور جب میں نے اپنی شکل آئینے میں دیکھی تو بے اختیار کیے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ شخص میک اپ کا ماہر ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ مخصوص قسم کا امونیا یا دوسری کسی چیز سے یہ میک اپ آسانی سے نہیں اتر سکتا۔ چنانچہ اس طرف سے مجھے مطمئن رہنا چاہیے۔

اس کے بعد میں نے اپنی چال میں وہ بلکی سی لنگڑاہٹ پیدا کر کے انھیں دکھائی جو اس کردار کے لیے ضروری تھی اور مس مین نے اطمینان کا اظہار کر دیا۔ اس نے بتایا کہ میری روانگی کی تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ چنانچہ شام کو ٹھیک ساڑھے تین بجے میں اس الفانو کی کار میں بیٹھ کر اس سمت چل پڑا جہاں الفانو کا پولٹری فارم موجود تھا اور جہاں میری ملاقات میریتا میسن سے ہو سکتی تھی۔

گرینی ہاورڈ نے میریتا میسن کی فطرت کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی دلچسپ تھا۔ ان لوگوں کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق میریتا میسن دراصل ایک اسرائیلی ایجنٹ کی حیثیت رکھتی تھی اور ایک مخصوص سلسلے میں کام کر رہی تھی حالانکہ وہ یہودن نہیں تھی بلکہ کسی اور نسل سے اس کا تعلق تھا۔ وہ کوئی تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ بھی نہیں تھی بلکہ

... علاقے میں جلد ہی اسرائیل کو ان کی ضرورت پیش آ گئی تھی اور انھوں نے اسے خرید کر اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ وہ ملک جس کے حکمران سے مسٹر آئن شلا شر کے دوستانہ تعلقات تھے، اسرائیل کا قریبی پڑوسی تھا۔ اسرائیل اس کے خلاف بھی ہر طرح کی کارروائیاں کرتا رہتا تھا اور کسی حد تک اسرائیلی دہشت گردی کا شکار ہو چکا تھا۔ اپنے طور پر اس ملک نے کچھ خاص طیارے حاصل کیے تھے جو ایک غیر جانب دار ملک سے خریدے گئے تھے لیکن اسرائیلیوں کو اس کی بھنک مل گئی اور انھوں نے فوراً ہی اس سلسلے میں سازش شروع کر دی۔ طیاروں کی ترسیل ہو چکی تھی، لہٰذا اس سلسلے میں تو وہ کچھ نہ کر سکے البتہ اس غیر جانب دار ملک کو ایک بڑی سازش کے ذریعے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ان طیاروں کے مقابلے میں دوسرے طیارے اسرائیل کے حوالے کر دے۔ سودا انتہائی خفیہ ہوا تھا اور اس کے لیے اسرائیلیوں نے اپنے مخصوص طریقۂ کار سے کام لیا تھا۔ اب تازہ ترین اطلاع یہ تھی کہ طیاروں کی ڈلیوری انتہائی خفیہ طریقے سے دی جا رہی ہے۔ ان کے تمام پارٹس تیار ہو چکے ہیں اور اسرائیل روانہ کیے جانے والے ہیں، جہاں پہنچ کر انھیں اسمبل کیا جائے گا اور اسرائیلی ہیکڑیوں کے نشانات لگا کر انھیں منظرِ عام پر لایا جائے گا۔ اس طرح اسرائیل اپنی ایک اور برتری کا اظہار کرے گا اور کہے گا کہ طیارے اس نے اپنے ہاں تیار کیے ہیں۔

اس سودے کے سلسلے میں تمام ضروری امور ایک خاص شخص کولن برٹ کی نگرانی میں طے ہو رہے تھے اور وہی اس معاملے میں آخری کردار ادا کرنے والا تھا۔ کولن برٹ کی زیرِ نگرانی معاہدے کے بعد ہی طیاروں کی ترسیل ہونے والی تھی۔ عرب ممالک اتنے وسائل نہیں رکھتے تھے کہ ان سمندری جہازوں کو جو طیاروں کے پارٹس لے کر اسرائیل روانہ ہونے والے تھے، راستے ہی میں تباہ کر سکتے لیکن ان کی خواہش تھی کہ کولن برٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ طیاروں کی ترسیل کچھ عرصے کے لیے رک جائے اور اس دوران وہ ملک اپنے طور پر اس خفیہ سودے کی بات منظرِ عام پر لے آئے۔ لیکن یہ اسی شکل میں ممکن ہو سکتا تھا جب کولن برٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔

آئن شلا شر نے میرے سپرد صرف یہی ایک ذمے داری سونپی تھی کہ میں کولن برٹ کا سراغ لگا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی ذمے داریاں اس نے میرے شانوں پر ڈالی تھیں جن کے لیے مجھے قانونی جدوجہد کرنا تھی۔

الفانو کی کار آخر اس قصبے میں داخل ہو گئی جو یہاں سے تقریباً ستر میل دور تھا۔ ستر میل کا یہ سفر میں نے نہایت احتیاط سے طے کیا تھا اور اپنے کردار پر نہایت غور و خوض کرتا رہا تھا۔ چنانچہ جب میں اپنے چھوٹے سے خوب صورت مکان کے احاطے میں داخل ہوا تو میری پہلی ملاقات ایک لمبے قد و قامت مشرقی باشندے گوندے سے ہوئی، جسے میر الفانو تبت سے لایا تھا۔ گوندے نے آگے بڑھ کر میری کار کا دروازہ کھولا اور میں لنگڑاتا ہوا اس سے خیریت معلوم کر کے اندر داخل ہو گیا۔ مجھے الفانو کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی گئی تھیں۔ احاطے کے بائیں سمت سے میں نے اس چھوٹی سی حسین عمارت کو دیکھ لیا تھا جو ایک بلند ٹیلے پر مخصوص انداز سے بنائی گئی تھی۔ تھوڑی سی سیڑھیاں ٹیلے میں تراش کر اس عمارت تک آنے جانے کا راستہ ترتیب دیا گیا تھا۔ ٹیلے کے اردگرد ایک گول احاطہ بنا لیا گیا تھا جہاں... پارکنگ وغیرہ کے لیے بندوبست تھا اور یہی عمارت میریتا میسن کی تھی جو اس قصبے کے بیشتر مکانات کی مالک تھی اور یہاں کی سب سے بڑی عورت تسلیم کی جاتی تھی۔ مجھے علم تھا کہ میریتا میسن، میر الفانو کو چاہتی ہے اور بار بار اُسے شادی کی پیشکش کر چکی ہے۔ ان دونوں کے تعلقات کی تمام نوعیت میرے علم میں آ چکی تھی اور یہی چیز میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔ اپنے اس مکان میں آنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو سکا، میں نے یہاں کی ایک ایک شے کی تلاشی لے ڈالی تاکہ اس جگہ کی تمام چیزوں سے مکمل واقفیت ہو جائے۔ ملازمین میں ایک بوڑھی عورت اور گوندے کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میرے محدود وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں زیادہ ملازم رکھ سکوں۔

پولٹری فارم کو چلانے کے لیے تمام ذمے داریاں میری اپنی ہی تھیں اور میں اس سلسلے میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اسی پولٹری فارم کی آمدنی میری کفالت کرتی تھی اور میں اس قصبے میں پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ کبھی کبھی چند دنوں کے لیے میں دارالحکومت پہنچ جاتا تھا اور وہاں سے واپس اپنے قصبے میں۔

مجھے یہاں آئے ہوئے چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ گوندے نے آ کر اطلاع دی کہ میریتا میسن تشریف لائی ہیں۔

میریتا میسن کا استقبال میں نے اپنے خوب صورت ڈرائنگ روم میں پُرجوش مسکراہٹ کے ساتھ کیا تھا۔ وہ لمبے قد و قامت اور خوب صورت خد و خال کی مالک تیس پینتیس سالہ عورت تھی جس کی آنکھوں میں جھیل کی سی گہرائی

پائی جاتی تھی۔

"اس بار تمہارے معمولات میں کچھ فرق آ گیا؟" وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"ہاں، اور اس کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے!" اس کا لہجہ کسی قدر طنزیہ سا تھا۔

"ہاں، یہ بات میں نے بہت پہلے سوچی تھی کہ اب تم سے اس کا اعتراف کر لوں گا۔"

"کس کا؟" وہ پُر اشتیاق لہجے میں بولی۔ اس نے میری آواز یا میرے انداز میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی تھی اور یہ بات میں نے اس کے چہرے پر پڑھ لی تھی جس سے مجھے بے حد تقویت پہنچی تھی۔

"یہی کہ اتنے عرصے تم سے جدا رہ کر میں نے محسوس کیا کہ ایک تمہاری ذات واحد ہے جو مجھے یاد آتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا۔"

"اس بار شاید تم مجھے بے وقوف بنانے کا تہیہ کر کے آئے ہو۔" وہ افسردہ سے انداز میں بولی۔

"کیوں ڈیئر! یہ بات تم نے کیوں سوچی ہے؟"

"مجھ سے سوال کرنے کے بجائے اپنے آپ سے پوچھو کتنی تنہا ہوتی ہوں میں اور جب تم نہیں ہوتے تو میری زندگی میں یہ تنہائیاں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ میں خودکشی کے بارے میں غور کرنے لگتی ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو میرینا! تمہارے پاس کیا کچھ نہیں ہے۔ زندگی کی تمام آسائشیں تمہیں حاصل ہیں۔ جانثار نوکر چاکر ہیں۔ ایک پُرسکون زندگی ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں۔ شاید تمہیں یہ زندگی پُرسکون محسوس ہوتی ہو لیکن میں اپنی ذات کی تنہائیوں سے آشنا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا الفانو کہ تمہیں مجھ میں کیا خرابی نظر آتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں شامل کیوں نہیں کر لیتے۔ کیا خامی ہے مجھ میں؟ جائداد ہے۔ دولت ہے، تنہا زندگی ہے۔ کسی بچے کا بار بھی نہیں ہے مجھ پر۔ پھر نہ جانے کیوں تم مجھ سے بھاگتے ہو!"

"میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور ہے کیا میرینا! میں یہی سوچتا ہوں کہ تمہارے قابل ہوں یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم تک پہنچ جاؤں اور پھر تمہاری نظروں سے گر جاؤں۔ میں ایک لنگڑا آدمی ہوں۔ زندگی کی دوڑ میں تمہارا ساتھ کہاں نبھا سکتا ہوں۔"

"حماقت کی بات ہے۔ کیوں ایسا سوچتے ہو۔ مجھ پر یقین نہیں ہے؟"

اس کا جواب سُن کر میں خاموشی سے گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ اداکاری تو کرنا ہی تھی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی اور میرے شانے پر اپنے ہاتھ کا بوجھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "اپنا سب کچھ مجھے دے دو الفانو اور میرے پاس جو کچھ ہے اسے اپنا لو۔ میں سمجھوں گی کہ مجھے زندگی کی ہر شے مل گئی۔ تمہاری ذات میں ایک ایسی کشش ہے میرے لیے کہ کوئی اور میری نگاہوں کو نہیں بھاتا۔ اور نہ تم جانتے ہو کہ بہت سی نگاہیں میری دولت کی طرف نگراں ہیں۔"

کافی دیر تک ہم اسی قسم کی احمقانہ گفتگو کرتے رہے۔ میرینا عمر بھی موجودہ شکل و صورت میں اس قابل نہیں تھی کہ میں رومانی گفتگو کروں اور نہ ہی یہ گفتگو اس عورت پر سجتی تھی۔ ہم دو پختہ کار افراد تھے لیکن اپنی زندگی کے کئی سال پیچھے لوٹ گئے تھے۔ میرینا مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میری اس وقت کی گفتگو نے اسے بڑا خوش کر دیا تھا اور اس نے بار بار اس بات کا اظہار کیا تھا کہ اس بار وہ میرے اندر نمایاں تبدیلیاں پا رہی ہے۔

کافی دیر تک ساتھ رہنے کے بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھاؤ گے اور سنو رات میرے گھر ہی گزارو گے۔"

میں نے میرینا کی یہ پیشکش قبول کر لی تھی۔ وہ چلی گئی تو میں سر کھجانے لگا۔ رات اس کے گھر گزارنے کا تصور میرے لیے بہت پریشان کن تھا۔ لیکن یہ رات میرے لیے کامیابی کی رات بھی ہو سکتی تھی اور میرے لیے بہتر یہی تھا کہ جلد از جلد اپنا کام انجام دے کر اپنی جان اس مصیبت سے چھڑاؤں اور اپنا پہلا ہی کوشش میں کامیابی کی منزلوں کو چھو لوں۔ اس سے عمدہ موقع شاید پھر نہ ملے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ گزرنے والا وقت مجھے میرینا کی نگاہوں میں مشکوک کر دے۔

میرینا کے گھر جانے سے پہلے میں نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا اور اس کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

میرینا نے اپنی حسین رہائش گاہ کے چھوٹے سے برآمدے میں میرا استقبال کیا۔ احاطے میں اس کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی اور وہ اس وقت ایک حسین لباس میں ملبوس اپنی عمر سے دس سال چھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے اس نے والہانہ انداز میں ریسیو کیا اور اندرونی حصے میں لے گئی۔

"تمہارے پاس سے واپس آنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا رہا ہے جیسے میں کوئی انوکھا خواب دیکھ رہی ہوں۔ یقین کرو الفانو اب سے تقریباً تیرہ سال پہلے میں نے اپنی زندگی

میں جیکی کو خوش آمدید کہا تھا لیکن جیکی صرف تین ماہ تک میرا ساتھ دے سکا اور اس کے بعد مجھے کائنات کی وسعتوں میں تنہا چھوڑ گیا۔ تب سے اس کے بعد سے کبھی کسی ایسی شخصیت کا تصور تک نہیں کیا جو میری زندگی میں جیکی کی حیثیت سے داخل ہو لیکن جب میں نے تمہیں دیکھا تو نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے تم جیکی کا دوسرا روپ ہو بلکہ صحیح معنوں میں جیکی صرف تمہارا تصور تھا اور تم حقیقت۔ پھر جب یہ حقیقت خود سے آشنی روز محسوس ہوئی تھی تو مجھے عجیب سی اداسیاں گھیر لیتی تھیں۔ تمہارے ان الفاظ نے گویا میری رگوں میں نئی زندگی دوڑا دی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا دی۔

"آج میں نے اپنے تمام ملازمین کو چھٹی دے دی ہے۔ صرف اس لیے کہ تمہارے شایانِ شان استقبال کر سکوں۔ تنہائی اور محبت کرنے والا ساتھی ہو تو انسان کو زندگی میں کسی اور شے کی طلب نہیں رہتی۔"

میں نے طائرانہ نگاہوں سے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ جس میں میں اس وقت موجود تھا، پھر میں نے پوچھا۔ "تو پھر میری خاطر مدارت کی ذمے داریاں کون سنبھالے گا؟"

"میں خود۔ میں تو تمہاری ساری زندگی کا بوجھ بانٹ لینا چاہتی ہوں۔ چند لمحات کی بات کیا کرتے ہو۔" اس نے جواب دیا اور میں گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ ابھی بہت وقت تھا۔ ابھی اس کے ساتھ کچھ لمحات گزارے جا سکتے تھے۔ ہم رومانی گفتگو کرتے رہے۔ اس دوران میرینا کئی بار بے خود ہوئی اور مجھے اسے سنبھالنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ رات میری رہنمائی کر رہی ہے اور یقیناً میرے لیے ایک کارآمد رات ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ مجھے اپنی خواب گاہ میں لے آئی۔ بہت ہی عمدہ قسم کی سجی سجائی خواب گاہ تھی جو اس کی ذہنی فطرت کی عکاسی کرتی تھی۔ میں نے اس خواب گاہ کا بھی اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ میرے مقصد کے لیے بہترین جگہ تھی۔

رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ میرینا میسن کی آنکھوں سے خمار جھلک رہا تھا اور میں اس کی کیفیات کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اب مناسب وقت تھا کہ میں اپنے کام کا آغاز کر دوں۔ قصبہ سکون کی نیند سو گیا تھا اور مجھے اپنے کام میں اب کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ میرینا مجھ سے کچھ فاصلے پر مسہری پہ پاؤں لٹکائے دونوں ہاتھ ٹھوڑی پر ٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"الفانو! میرے محبوب! میرا سب کچھ اب تمہاری ملکیت ہے لیکن نہ جانے کیوں میں اس خوف کا شکار رہوں کہ کہیں تم صرف جذبات میں مجھ سے وہ الفاظ نہ کہہ گئے ہو کیا تم مجھے اس کا مکمل ثبوت دینا پسند کرو گے؟"

میں نے میرینا کی بات سُنی اور میرے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیل گئی۔

"میرینا! میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس میں قطعی جذباتیت نہیں ہے لیکن زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے ہر ذی ہوش انسان ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کرنا چاہتا ہے جو اپنا ہمراز ہو سکے۔ تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے بارہا تمہارے بارے میں سوچا اور یہ انتظار کرتا رہا کہ تم اپنی تمام تر حقیقتیں مجھ پر کھول دو تو میں تم سے اپنے دل کا راز کہوں۔ لیکن وہ بند کھڑکیاں ابھی تک نہیں کھلیں جن کے ذریعے میں تمہارا نظارہ کر سکوں۔"

"میں کچھ نہیں!"

"تمہاری اصل شخصیت۔ جب میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تو شاید تمہیں یہ بات سُن کر اچھا نہ لگے کہ میں نے تمہارے بارے میں کافی چھان بین بھی کی تھی۔ مجھے معاف کرنا میرینا، تمہاری ذات سے کچھ ایسے واقعات منسلک تھے کہ میں الجھ گیا۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ تم مجھے اپنی زندگی کے ہر راز میں شریک کر لو۔ شریکِ زندگی کے بارے میں کچھ ایسا ہی تصور تھا میرے ذہن میں لیکن....؟"

"لیکن کیا؟" میرینا کی آنکھوں میں پریشانی کے تاثرات پیدا ہو گئے۔

"وہ پُراسرار لوگ کون ہیں جو رات کی تاریکیوں میں تم سے ملتے ہیں اور تم ان کے احکامات پر عمل کرتی ہو۔ تم نے مجھے اتنا بے خبر انسان کیوں سمجھا تھا؟"

میرینا کا چہرہ تاریک ہو گیا وہ اس طرح مجھے گھورنے لگی جیسے اس کی بینائی متاثر ہو گئی ہو۔ چند لمحے وہ اسی طرح مجھے دیکھتی رہی پھر کھوکھلے سے لہجے میں بولی۔ "تمہیں ان لوگوں کے بارے میں کیا معلوم؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا میری بیوی بن کر تمہیں میری ذات کے ہر پہلو سے دلچسپی نہ ہوگی؟"

"ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش نہ کرو الفانو یہ میرے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"میں تو بھی آدمی ہوں میرینا۔ تم جانتی ہو۔ شوہر بن کر تمہاری حفاظت میرا فرض ہوگی۔ کیا تمہارے بارے میں سب کچھ جان

وہ لوگ اس انکشاف کے بعد مجھے کوئی بدترین موت دیں گے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم اس بدترین موت کا شکار ہو۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔" میں آگے بڑھا اور بغیر لنگڑائے چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

میرینا نے خوف زدہ نگاہوں سے میرے پیروں کی طرف دیکھا اب میرا راز کھل چکا تھا۔ وہ دہشت زدہ لہجے میں بولی "تم... تم دشمن کے جاسوس ہو تم الفاتو نہیں ہو!" اس کی آواز اونچی تھی۔ اس میں خوف کے ساتھ غصہ بھی شامل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ مضبوطی سے اس کے منہ پر جما دیا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر سے اس کے دل پر وار کیا پھر خنجر کو واپس کھینچا اور دوسرا وار کیا۔ اس کے منہ پر رکھے ہوئے ہاتھ کو میں نے اس طرح جمارکھا تھا کہ اس کے گلے سے نکلنے والی آوازیں بند ہو سکیں۔ میرینا کا بدن تڑپا اور بستر خون سے بھر گیا۔ فرش پر بھی خون گرنے لگا تھا۔ میں نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹایا اور زور سے بستر پر دھکیل دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا جس پر جگہ جگہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے پہلے ہی سے تیار ہو کر آیا تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ کر غسل خانے میں پہنچا خون آلود لباس اتار کر میں نے نیا لباس پہنا جسے میں اپنے ساتھ لایا تھا پھر ایک نظر کمرے پر ڈالی اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

اطراف میں سناٹا تھا۔ قصبہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مجھے میرے کام میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو گوتمہ باہر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا غالباً وہ بیٹھے بیٹھے سونے کا عادی تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور پھر اٹینشن ہو گیا۔

"گوتمہ! مجھے جانا ہے گاڑی تیار کر دو۔"

"سر! اس وقت؟" اس نے حیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"میری ذمے داریاں ہی ایسی ہیں گوتمہ۔ کل دن میں کسی وقت واپس آجاؤں گا۔"

گوتمہ نے جلدی سے گاڑی کا ونڈ اسکرین وغیرہ صاف کیا۔ میں نے کار میں بیٹھ کر اگنیشن میں چابی لگائی اور چند لمحے بعد کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میرے ذہن میں میرینا کی فراہم کی ہوئی اطلاعات محفوظ تھیں۔ اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو آرک بیریلو نامی شہر میں ویلی اسکوائر نامی عمارت میں کولن برٹ ان لوگوں سے ملاقات کرے گا۔ پروگرام کے مطابق یہ اطلاعات سن مین کو دینا تھیں اور سن مین اپنے ذرائع سے ان معلومات سے گفتگو کرے گا اور اس کے بعد میرے لیے جو بھی نئی ہدایات ہوں گی وہ مجھے مل جائیں گی۔

اپنی شاندار کار کو دوڑاتا ہوا بالآخر میں اس فیکٹری تک پہنچ گیا جہاں سن مین موجود تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور شہر میں داخل ہو کر عجیب شروع ہوئی کاروں سے بھی پکنا پڑتا تھا۔

سن مین شاید اپنی کسی خفیہ کارروائی میں مصروف تھا اس کے آدمیوں نے اسے میری کار کے داخلے کی اطلاع دے دی تھی چنانچہ وہ متحیرانہ انداز میں باہر نکل آیا اور اس نے اپنے مخصوص لہجے میں پوچھا "کیوں۔ کیو خیریت تو ہے نا؟ کیا پولیس وغیرہ ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے؟" میں مطمئن انداز میں کار سے اترا اور سست قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیسی احمقانہ باتیں کرتے ہو سن مین! کیا تم نے مجھے اس سطح کا انسان سمجھا ہے!"

سن مین کا موٹا سگار اس کی جیب سے نکل کر دانتوں میں جا دبا لیکن اس نے سگار سلگایا نہیں تھا۔ اس نے مذہبی منہ بنا کر اسے دبائے ہوئے کہا "نہیں میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ آؤ اندر آؤ۔" میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ "میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم واپس کیوں آگئے؟" اس نے سوال کیا۔

"دوسری احمقانہ بات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک صوفے پر جا بیٹھا۔

"گویا اس کا مطلب ہے کہ تم... لیکن اتنی جلدی کمال ہے! کیا واقعی؟" سن مین کا سگار منہ سے باہر نکل آیا۔

"ہاں جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا وہ میں نے کر لیا ہے۔"

"میں اسے کمال کہوں گا۔ اس قدر جلد اتنا اہم کام انجام دینا معمولی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے تم کسی اسکول ٹیچر سے پوچھ گچھ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ وہ اسرائیلی مقاصد کے لیے کام کرنے والی ایک پختہ کار عورت ہے۔ بہرحال میں تمہیں اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

"شکریہ۔ اب میرے لیے کیا ہدایات ہیں؟"

"فی الوقت آرام کرو۔ ہاں اگر کوئی خاص ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں۔ صبح کو میں تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دوں گا یا اگر تم خود ابھی کوئی کارروائی کرنے کے خواہش مند ہو تو پھر مختصر سی بات ہے، مجھ سے سن لو۔"

"ایک منٹ۔" اس نے کہا اور ایک پیڈ اور پنسل نکال کر سامنے رکھ لی۔

"کولن برٹ اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو آرک بیریلو میں ان لوگوں سے ملاقات کر رہا ہے۔ آرک بیریلو کی ویلی اسکوائر نامی عمارت میں اس معاہدے پر آخری دستخط ہوں گے۔"

"گڈ! ویری گڈ۔ آرک بیریلو!" سن مین نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "لیکن طیاروں کی روانگی کہاں سے ہوگی؟"

"خلیج بنگال سے۔"

اس نے یہ نام بھی نوٹ کر لیا اور پھر میری طرف دیکھتا ہوا بولا "اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"نہیں... یہ مکمل معلومات ہیں۔"

"پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ رہے ہو کہ یہ معلومات بالکل درست ہیں؟"

"ہاں! تقریباً... اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔"

"او کے ڈیئر ساب تم آرام کرو۔ اپنی آرام گاہ میں چلے جاؤ۔ ویسے مجھے تمہاری اس قدر جلد واپسی کی امید نہیں تھی۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے اٹھ گیا۔

***

آرک بیریلو ساحلی شہر تھا، جہاز سے اترتے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ نہایت حسین جگہ ہے۔ میں اپنی زندگی میں پہلی بار اس شہر میں داخل ہوا تھا۔ سن مین نے چند افراد میری مدد کے لیے میرے ساتھ کر دیے تھے لیکن ان کا کام صرف دور دور سے میری نگرانی کرنا تھا۔ ہاں! اس شخص کو خصوصاً اس نے میرے ساتھ کیا تھا جو میک اپ کا ماہر تھا۔ میک اپ کرنے میں مجھے بھی خاصی مہارت حاصل تھی لیکن میں نے اس بات کا اظہار احتیاطاً ان لوگوں سے نہیں کیا تھا۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں خود تک محدود رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔ حالات نہ جانے کون سے رخ اختیار کریں۔ جو افراد میرے ساتھ آئے تھے، وہ طیارے سے ہی مجھ سے الگ ہو گئے تھے سوائے اس شخص کے جس کا نام کرٹ وائل تھا اور جو میک اپ کرنے کے لیے میرے ساتھ تھا۔ کرٹ وائل میری برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور وقفے وقفے سے مجھ سے گفتگو بھی کرتا جا رہا تھا۔ انتہائی خشک مزاج اور بور شخص تھا جس کا زیادہ تر موضوع گفتگو عالمی سیاست ہوتی تھی البتہ اس سلسلے میں اس کے خیالات نہایت ہی گھٹیا اور معلومات سے خالی تھے۔

ائیرپورٹ سے ہم دونوں ساتھ ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر فیشن ہوٹل پہنچے۔ فیشن کے ایک کمرے میں ہمارے لیے رہائش کے انتظامات بذریعہ ٹیلی فون پہلے ہی ہو چکے تھے چنانچہ ہم اس میں مقیم ہو گئے۔ ہمارے بقیہ ساتھی بھی ہوٹل میں ہی ٹھہرے تھے لیکن مختلف منزلوں پر اور ہم سے قطعاً بے تعلق۔ سن مین نے کہا تھا کہ آرک بیریلو میں وہ میرے لیے اعلیٰ ترین انتظامات بھی کر سکتا ہے لیکن میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بہت زیادہ آسائشیں انسان کی کارکردگی کو متاثر کرتی ہیں تاہم جن اشیا کی ضرورت مجھے پیش آسکتی تھی، ان کی فراہمی کی ذمے داری تو بہرحال سن مین ہی کی تھی۔

چھ تاریخ کو ہم یہاں پہنچے تھے اور ستائیس تاریخ جو ہمارا ہدف تھی ابھی کافی دور تھی۔ اس دوران میرینا کے بارے میں سن مین کے ذریعے مجھے رپورٹ مل چکی تھی کہ میرینا کی لاش دریافت ہو چکی ہے اور الفاتو ہی کو اس کے قتل کا ذمے دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اخبارات نے مختلف کہانیاں لکھی ہیں لیکن ان کہانیوں میں شبے کی کوئی بات نہیں ہے۔ الفاتو اور میرینا کے درمیان دشمنی کی وجہ تھی کہ کچھ پیش تصور کر لی گئی تھی جس کے دعوے دار وہ دونوں ہی تھے۔ سن مین نے کہا تھا کہ اس صورت حال کا اندازہ ان لوگوں کو پہلے ہی تھا یعنی میرینا کے قتل کا شبہ الفاتو ہی پر کیا جا سکتا تھا جس کی لاش بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس طرح مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ آرک بیریلو کی سیر و سیاحت کے لیے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئیں لیکن اس بور آدمی کو میں نے اپنے ساتھ رکھنا مناسب نہیں سمجھا جس کا نام کرٹ وائل تھا۔ وہ خود بھی گوشہ نشین قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا چنانچہ ایک بار بھی اس نے مجھے آرک بیریلو میں پارٹنر بننے کی پیشکش نہیں کی تھی۔ خوبصورت شہر کی خوبصورت تفریحات سے میں دو دن تک لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس دوران ایک کام البتہ میں نے ضرور کیا تھا اور وہ یہ کہ ویلی اسکوائر نامی عمارت اور اس کے اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ نہ صرف جائزہ لیا تھا بلکہ اپنے کام کو انجام دینے کے لیے میں نے پوری تیاریاں کر لی تھیں اور وہ جگہ منتخب کر لی تھی جہاں سے مجھے اپنی کارروائی کا آغاز کرنا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جو ذمے داری میرے سپرد کی گئی ہے، اسے میں بخوبی انجام دوں گا۔ درحقیقت آرک بیریلو میں کام کی ابتدا تو میرے لیے آسان ترین تھی البتہ اس کے بعد کے مراحل ذرا مشکل تھے۔ اس سلسلے میں چھبیس تاریخ کو میں نے آخری انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس دن تین افراد

کی میٹنگ میرے کمرے میں تھی۔ ان میں ایک شخص بانگن آچن تھا اور دیے سن بین کا فراہم کردہ مقامی آدمی تھا جو مجھے اس سلسلے میں تمام تفصیلات بتانے والا تھا۔ سن بین کے اس ساتھی نے ایک نقشے کی مدد سے مجھے میرے مشن کی تمام تفصیلات بتائیں۔ خلیج بنگال کے لیے سفر کا راستہ بھی اسی نے منتخب کیا۔ مجھے یہ سفر تنہا ہی کرنا تھا۔ ٹرک بیری میں اپنا کام نمٹانے کے بعد فوراً ہی خلیج بنگال کے لیے روانہ ہو جانا تھا جس کا فاصلہ تو بہت زیادہ نہیں تھا لیکن راستے دشوار گزار تھے اور طریقۂ کار بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ انسان الجھنوں کا شکار ہو سکتا تھا۔

نقشے کے ذریعے انھوں نے مجھے میرے کام کی تفصیل بتائی کہ کس طرح مجھے اپنے مشن کی تکمیل کے بعد کہاں پہنچنا ہے اور وہاں سے مزید خطرہ مول لیے بغیر فوری طور پر آگے کا سفر جاری کر دینا ہے۔ میں نے اپنے پروگرام کے تحت انھیں وہ جگہ بتائی جو میں نے منتخب کر لی تھی اور میری بات سے اتفاق کیا گیا۔ پھر ایک بار ان تمام امکانات کا جائزہ لیا گیا جن کے تحت ہمارا منصوبہ ناکامی سے دوچار ہو سکتا تھا۔ میٹنگ میں شریک افراد کو میرے بارے میں کچھ معلومات تھیں یا نہیں لیکن وہ خاصے سنجیدہ تھے اور دیر تک ان امکانات پر غور کرتے رہے تھے جو میرے لیے مشکلات کا باعث ہو سکتے تھے۔ آخر میں نے ان سے کہا کہ وہ اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیں۔

کولن برٹ کی شخصیت یقیناً مقامی حکام کے لیے بھی اہم حیثیت رکھتی تھی کیونکہ جب میں ایک مجہول اور بوڑھے شخص کی حیثیت سے جو سانس کا مریض معلوم ہوتا تھا اور جس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہتا رہتا تھا، مطلوبہ علاقے میں پہنچا تو میں نے وہاں خصوصی انتظامات دیکھے۔ مقامی پولیس کے افراد خاصے سرگرم اور چوکنا دکھائی دیتے تھے اور آنے جانے والے لوگوں پر خصوصی توجہ دے رہے تھے۔

اس وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ میں اس طرح چلتے ہوئے آگے بڑھا جیسے صرف زندگی کے بوجھ کو گھسیٹ رہا ہوں اور بہت کمزور اور تھکا ہوا ہوں۔ پولیس کے کچھ سپاہیوں نے میری طرف دیکھا، ان میں سے ایک نے مجھ سے میری خیریت بھی دریافت کی اور میں نے بڑبڑاتے ہوئے بجھے لہجے میں اسے جواب دیا کہ یہ صرف بڑھاپا ہے لیکن موت کے قریب پہنچنے کے باوجود انسان موت کا خواہش مند نہیں ہوتا، میں اس حالت میں بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ سپاہی نے ہلکے سے میرے شانے پر تھپکی دی اور مجھے آگے جانے کی اجازت دے دی۔ جب میں اس جگہ پر پہنچا جہاں سے ویل اسکوائر کے لیے راستہ مڑتا تھا تو چند سپاہیوں نے پھر مجھے روک لیا۔ میں کراہتا رہا، انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور میں نے انھیں بتایا کہ میں کس عمارت میں جانا چاہتا ہوں۔ شکر ہے اس عمارت کے حوالے سے انھوں نے مزید سوالات نہیں کیے جس میں میں جانے کا خواہش مند تھا۔

بالآخر میں اس عمارت تک پہنچ گیا جہاں سے میں اپنا کام کر سکتا تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر ایک موٹی ادھیڑ عمر عورت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ہانپتے ہوئے اس سے ایک گلاس پانی مانگا اور عورت گردن ہلا کر پانی لینے کے لیے عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں نے ایک نظر ادھر ادھر ڈالی اور پھرتی سے عورت کے پیچھے پیچھے ہی دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ عورت مجھے دیکھتی رہ گئی تھی، چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی، پھر اس نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا: پانی کے لیے تم باہر انتظار کر سکتے تھے، اندر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر اچانک ہی تمھاری حالت ...!! ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی اور اس کی آنکھیں خوف و حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس عمارت کی چھت مجھے اپنے کام کے لیے استعمال کرنا تھی۔ اس لیے ایک ایسی عورت کو جو میری جانب سے شبہے میں مبتلا ہو گئی ہو، ہوش و حواس میں رہنے دینا مناسب نہیں تھا۔ گردن دبا کر میں نے اسے بے ہوش کر دیا اور وہ جھول کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے بعد میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور اسے ایک کمرے میں ڈال کر باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ اب میرے لیے زیادہ آسانی ہو گئی تھی۔

میں اوپر چڑھ کر عمارت کی چھت پر جا پہنچا۔ یہاں سے ویل اسکوائر بالکل سامنے نظر آتا تھا۔ چھت کے کنارے کنارے تقریباً چار فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ عمارت ایسی جگہ بنی ہوئی تھی کہ ویل اسکوائر کے اوپری حصے سے بھی مجھے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میرے ڈھیلے ڈھالے اور مجہول سے لباس میں مختلف سائز اور مختلف قسم کے چھوٹے بڑے ٹکڑے موجود تھے جنھیں نکال کر میں نے جوڑنا شروع کر دیا اور تقریباً دس منٹ کی کوشش کے بعد میں ایک رائفل تیار کر چکا تھا جس کے ساتھ سائلنسر کے علاوہ ایک دوربین بھی لگی ہوئی تھی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں میں نے وقت

دیکھا، اس وقت بارہ بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ میں نے اپنی رائفل کی نال دیوار کی منڈیر پر رکھی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ویل اسکوائر کے بیرونی دروازے پر نگاہ جما دی۔ دروازے کے دونوں جانب چند افراد نظر آ رہے تھے، جو غالباً آنے والوں کے استقبال میں شامل رہے تھے۔ چند سپاہی بھی عمارت کے احاطے میں موجود تھے اور مستعد نظر آ رہے تھے۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ ممکن ہے ان لوگوں کو اس معاہدے کی تکمیل کے وقت کسی مداخلت کا خطرہ ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا، مجھے اس وقت اپنا کام انجام دینا تھا۔ بات صرف اتنی نہیں تھی کہ اس کے بدلے میں مجھے تہذیب عالم ایجنسی کے مل جانے کی توقع تھی بلکہ اب اس کا تعلق میرے مشن سے بھی تھا۔

تقریباً بارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے جب مجھے سیٹیوں کی آوازیں سنائی دیں اور میں نے رائفل کو آخری بار چیک کیا۔ تین گاڑیاں تھیں جن میں لوگ موجود تھے۔ میں نے ویل اسکوائر کے صدر دروازے سے پانچ افراد کو دیکھا جو قطار کی شکل میں تھوڑے سے ترچھے کھڑے تھے۔ دوربین سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ کس طرح کولن برٹ گاڑی سے اترنے کے بعد سیڑھیاں طے کرے گا اور کس طرح اندر داخل ہو گا اور پھر وہاں موجود لوگ اسے خوش آمدید کہیں گے۔ بہرحال یہ کارروائی اس وقت کولن برٹ کے لیے کتنی مہلک تھی، اس کا اندازہ وقت سے پہلے کیسے ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات روایات بھی مصیبت کا باعث بن جاتی ہیں۔ تینوں گاڑیاں گیٹ سے اندر داخل ہو گئیں اور اس کے بعد میں نے کولن برٹ کو اس لمبی سیاہ گاڑی سے نیچے اترتے دیکھا جو سب سے آگے تھی۔ میں نے اسے دوربین کی زد میں لے لیا اور دوربین کا دائرہ اسے مسلسل اپنا ہدف بنائے رہا۔ میری انگلی رائفل کی لبلبی پر تھی۔

کولن برٹ سیڑھیاں چڑھ کر ویل اسکوائر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے فوراً نشانہ درست کر لیا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ استقبال کرنے والا کوئی آدمی کولن برٹ کے اس قدر قریب ہو جائے کہ مجھے نشانہ لینے میں دقت ہو۔ ہلکی سی ٹھس کی آواز سنائی دی اور میں نے دوربین میں دیکھا کہ کولن برٹ کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل گئے۔ خون نہایت مناسب جگہ سے ابل رہا تھا اور یقیناً میری گولی نے بالکل سمت سے اس کے دل کو نشانہ بنا لیا تھا۔ اب یہاں میرا کام ختم ہو جاتا تھا۔ مجھے بتا دیا گیا تھا کہ یہ رائفل اگر ان لوگوں کے ہاتھ لگ بھی جائے تو اس سے کوئی اندازہ لگانا آسان کام نہیں ہو گا اور میں واردات کے بعد اسے اسی جگہ چھوڑ سکتا ہوں۔ ہاتھوں پر چپکا کر باریک ربڑ کے دستانے چڑھے ہوئے تھے اس لیے رائفل کے بٹ پر یا اس کے کسی اور حصے پر انگلیوں کے نشانات ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ البتہ ایک کام مجھے ضرور کرنا تھا۔ میں نے اپنا پھٹا پرانا سا کوٹ اتار کر وہیں پھینک دیا۔ اس میں اور کوئی چیز موجود نہیں تھی جو میری نشاندہی کر سکتی۔ گردن کے قریب ٹٹول کر وہ جھلی کھینچ کر پھینک دی جو ماسک کی شکل میں میرے چہرے پر چڑھی ہوئی تھی۔ اندرونی لباس سے کنگھا نکال کر بال درست کیے اور پھر نچلے لباس کا پہلا حصہ بھی اتار کر وہیں پھینک دیا۔ بوڑھے کے میک اپ میں اگر کوئی میرے پیروں کا گہری نگاہ سے جائزہ لے لیتا تو اسے اس بات پر حیرت ضرور ہوتی کہ ایک مجہول و مفلوک الحال بوڑھا جوتے بہت عمدہ قسم کے استعمال کر رہا ہے۔

میں برق رفتاری سے نیچے اترا اور پھر اس عمارت سے باہر آ گیا۔ ویل اسکوائر کے گیٹ پر باہر پھیلے ہوئے تمام پولیس والے جمع ہو گئے تھے اور اطراف میں چلتے پھرتے لوگوں کو گیٹ سے دور رہنے کا اشارہ کر رہے تھے جو صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے ویل اسکوائر کے پاس پہنچ جانا چاہتے تھے۔ میں نے اپنی چال میں توازن رکھا تھا اور کسی ایسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جو کسی کی نگاہ میں مشکوک ہو سکے۔

جب میں ویل اسکوائر کی پہلی گلی سے باہر نکلا تو ایک ٹیکسی خالی کھڑی نظر آئی۔ ڈرائیور نے میٹر اس طرح ڈاؤن کیا ہوا تھا جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے پھرتی سے ٹیکسی کا عقبی دروازہ کھول دیا اور اس کے بعد ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور نے نہ مجھ سے ایک لفظ کہا تھا اور نہ میں نے اس سے کوئی بات کی تھی۔

ٹیکسی کا سفر تقریباً چالیس منٹ کا تھا اور اس چالیس منٹ میں اس نے تقریباً ستر کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک چھوٹے سے قصبے بلوماتن میں پہنچ گئی۔ بلوماتن میں اس نے مجھے سمندر کے ایک ایسے کنارے پر اتار دیا جہاں چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ یہاں ایک خاص قسم کی کشتی موجود تھی جو ربڑ کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں ضرورت کی چیزیں موجود تھیں۔ بارش سے بچاؤ کے لیے بانس لگا کر ترپال کی چھت لگانے اور سونے کا بھی انتظام تھا۔ اس ربڑ کی کشتی کا وزن اس قدر کم تھا کہ اسے آسانی سے اٹھا کر کنارے سے پرے لایا جا سکتا تھا۔ اس میں چپوؤں کی ضرورت بھی

لیکن بجلی سی اور وہ خود اس ہوا کے بہاؤ کے ساتھ بہہ سکتی تھی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے جیٹی پر اتار دیا اور مجھے پہلی بار مخاطب کیا "اور کوئی حکم جناب؟"

"تمھیں کوئی ہدایات دی گئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں... آپ کی ضروریات کی تمام چیزیں یہاں پروگرام کے مطابق موجود ہیں۔ البتہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو صرف ایک سوال کا جواب مجھے دے دیں۔"

"ہاں! پوچھو۔"

"کام توقع کے مطابق مکمل ہوا ہے؟"

"ہاں بالکل ٹھیک۔" ڈرائیور نے اس کے بعد کوئی بھی گفتگو نہیں کی اور تیزی سے مڑ کر واپس چل پڑا۔ میں خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا پھر میں نے وہ کشتی پانی میں اتاری اور اس میں سوار ہو گیا۔

کشتی ہوا کے بہاؤ پر بہنے لگی تھی۔ میری زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہو گیا تھا اور یہ سفر میرے لیے ہمیشہ کی مانند خاصا سنسنی خیز تھا۔ ہر چند کہ اس طرح کی لاتعداد مہمات میں حصہ لے چکا تھا لیکن انسان کی زندگی میں کوئی بھی نیا مرحلہ اس کے لیے باعثِ تجسس ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ خلیج بنگال تک پہنچنے کے لیے ایک طویل اور کٹھن سفر سے سابقہ پڑے گا۔ اس میں کئی دن بھی لگ سکتے ہیں اور اگر ہواؤں کی رفتار سست ہو جائے تو شاید ایک ڈیڑھ ہفتہ بھی۔ میرے لیے کشتی میں ایسی چیزوں کا بندوبست کر دیا گیا تھا جن کی مدد سے میں کوفت کا شکار ہونے سے بچ سکوں۔ ایک ریڈیو ٹرانسسٹر، کچھ کتابیں بھی یہاں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ٹرانسسٹر کا سوئچ آن کر دیا اور پروگرام سننے لگا لیکن کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود مجھے ریڈیو پر کولنس بریٹ کے بارے میں کوئی خبر سننے کو نہ ملی لیکن جو کچھ میں نے کیا تھا وہ اطمینان بخش تھا اور مجھے اپنے کام پر اعتماد تھا۔ اس لیے اس خبر کے نشر نہ ہونے سے مجھے کوئی تشویش نہ ہوئی۔ کشتی کا سفر طویل اور صبر آزما تھا اور میں اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔

کشتی رکے بغیر کئی دنوں تک پانی کی سطح پر ہوا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ سفر کرتی چلی گئی۔ چوتھے دن صبح سے بارش شروع ہو گئی اور میں نے ترپال تان لیا جس کی وجہ سے بارش سے مکمل بچاؤ ہو گیا۔ پھر تقریباً نو دن میں نے اسی طرح گزارے کہ نہ کہیں زمین کے آثار نظر آئے اور نہ ہی کسی انسان کی شکل دکھائی دی۔ دسویں دن کی صبح میں نے بنگال کے آثار پا لیے تھے۔ خدا کے فضل سے ان دس دنوں میں کوئی ایسی الجھن پیش نہیں

ان ہی ... کی طرح ... یہ سب بالکل خالی ہوں گی۔ [illegible]

دیکھنے اور پھر کشتی کو اس طرف موڑ دیا۔ کنارے تک پہنچ کر میں پانی میں اتر گیا اور سامان اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا۔ جب کشتی بالکل خالی ہو گئی تو اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر کنارے کی طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد خود بھی پانی سے نکل کر کنارے پر آ گیا۔

سورج کی روشنی پوری طرح پھیل چکی تھی۔ میں برق رفتاری سے ایک سمت دوڑنے لگا۔ میری رفتار کافی تیز تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب کس سمت جانا ہے۔ آدھے گھنٹے کے بعد میں درختوں کے حصار سے باہر نکل آیا۔ سامنے ایک بہت بڑا عریض میدان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس میدان کے اطراف خاردار تار لگے ہوئے دیکھے۔ اس طرح میدان کی حد بندی کر دی گئی تھی۔ ایک درخت کے سائے میں میں کافی دیر بیٹھا رہا اور اس کے بعد میں نے خاردار تاروں کی سمت رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ اطراف میں کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے تار اٹھائے اور ان کے نیچے رینگ کر ممنوعہ علاقے میں داخل ہو گیا۔ میں دیکھ رہا وسیع و عریض میدان میں جگہ جگہ لکڑی کے بڑے بڑے کیبن دیکھے۔ مجھے توقع تھی کہ ان کیبنوں میں کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوگا لیکن جب طویل فاصلہ طے کر کے میں ایک کے پاس پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ کیبن میں کوئی دروازہ نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر کیبن کا صندوق کھڑے کر دیے گئے تھے۔ گویا ان کیبنوں میں صرف کوئی چیز بند کر دی گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک آہنی آلے کی مدد سے ایک کیبن کے تختے کو اس حد تک ٹیڑھا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کی کیلیں اکھڑ گئیں۔ تختے کو باہر کی طرف موڑنے کے بعد میں نے اندر جھانک کر دیکھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بڑے بڑے جہازی پارسل رکھے ہوئے تھے۔ یقیناً یہ ان جہازوں کے حصے تھے جو اسرائیل کو سپلائی کیے جانے والے تھے۔ گویا میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اپنا کام شروع کرنے میں میں نے ذرا بھی تساہل کا مظاہرہ نہیں کیا اور سب سے پہلے فراہم کردہ کیمرہ نکال کر پورے علاقے کی تصویریں لیں۔ اس کے بعد تختے کو کھینچ اور موڑ کر خاصی روشنی والے کیبن سے پارسل کی تصاویر لینے لگا۔ اس کے بعد میں نے ان تمام گوداموں کی تصویریں بنائیں اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ ایک بار پھر میں نے اطراف میں نگاہ ڈالی۔ مجھے حیرت تھی جب

اتنی اہم جگہ اس طرح خالی پڑی ہوئی ہے۔ ان گوداموں کے رکھوالے آخر کہاں ہیں؟ بہرحال یہ میری خوش قسمتی تھی کہ کوئی وہاں موجود نہیں تھا اور مجھے اپنے اس کام میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں واپس کنارے کی طرف چل پڑا اور تیز رفتاری سے واپسی کا سفر طے کرتا ہوا تاروں کی باڑھ کے پاس آ گیا پھر باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں واپس درختوں کے جھنڈ کی جانب چل پڑا لیکن دفعتاً ہی صورت حال میں کچھ تبدیلی ہوئی۔ جیسے ہی میں جھنڈ کے قریب پہنچا چند افراد میرے سامنے آ گئے۔ وہ سب مسلح تھے اور ایک دراز قامت شخص میرے عین سامنے تھا۔

ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک پڑے تھے۔ میں نے برق رفتاری سے پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میرے مدمقابل بھی احمق نہ تھے۔ انھوں نے فوراً مجھ پر رائفلیں تان لیں۔ آگے والے کی آواز ابھری "خبردار! ذرا بھی جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ ہو جائیں گے۔" میرا ہاتھ اٹھا رہ گیا۔ ان لوگوں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا تھا اور وہ لوگ اتنے قریب آ گئے تھے کہ ان کی رائفلوں کی نالیں میرے بدن کو چھونے لگی تھیں۔ اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ ہاتھ بلند کر دوں لیکن میں ان لوگوں کے شکنجے میں آسانی سے نہیں آنا چاہتا تھا۔ میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ابھی وہ لوگ کیمرے اور پستول وغیرہ پر قبضہ کر لیں گے۔ کشتی بھی انھیں مل جائے گی اور اس کے بعد یہ معلوم کرنے میں بھی انھیں کوئی دقت نہ ہوگی کہ کولن بریٹ کا قاتل میں ہی ہوں۔ موت... فوری موت — میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ یہی موقع ہے کہ جب زندگی بچانے کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کچھ نہ ہو سکے گا۔ جو کچھ کرنا ہے اور جس طرح کرنا ہے اسی وقت کرنا ہے۔ چنانچہ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ جس جگہ میں کھڑا تھا، وہاں ایک درخت کی مڑی ہوئی شاخ نیچے تک جھک آئی تھی اور میرے سر سے اتنے فاصلے پر تھی کہ میں تھوڑا سا اچک کر اسے پکڑ سکتا تھا۔ ایک لمحے میں میں نے اپنے لیے لائحہ عمل منتخب کر لیا۔

دراز قامت شخص نے غضبناک لہجے میں کہا "اس مردود کی تلاشی لو۔" دو مسلح آدمی رائفلیں جھکا کر میری طرف بڑھ آئے۔ میں مستعد ہو گیا۔ میرے ہاتھ بلند تھے۔ جونہی وہ دونوں میرے نزدیک آئے، میں پنجوں کے بل ذرا سا اچھلا اور شاخ میرے ہاتھوں کی گرفت میں آ گئی۔ میں نے شاخ پر مضبوطی سے ہاتھ جما کے

اور پھر برق کی سی تیزی سے دونوں پاؤں اٹھا کر ان دونوں قریب آنے والوں کے سینوں پر مارے۔ مجھے اس قوت کا خود بھی اندازہ نہیں تھا جو اس خطرے کے وقت میرے بدن میں پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اچھل کر اپنے ساتھیوں پر جا پڑے۔ دراز قامت شخص ان کی زد میں آ گیا تھا اور میں نے اسے ان کی لپیٹ میں آ کر گرتے دیکھا تھا۔ میں نے فوراً ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور زمین پر پاؤں ٹکتے ہی پوری قوت سے دوڑ پڑا۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کی زد میں آنے سے بچ گئے تھے، وہ تو اتنی پھرتی سے سنبھل سکے لیکن جو بچ گئے تھے انھوں نے میرے پیچھے دوڑ لگا دی۔ میں اپنے بدن کی پوری قوت صرف کر کے دوڑ رہا تھا۔ درخت ایک ایک قدم پر راستے میں مزاحم تھے اور خود کو ان سے ٹکرانے سے بھی بچانا تھا۔ جہاں یہ درخت میری تیز رفتاری میں مزاحم ہوتے تھے وہیں میری مدد بھی کر رہے تھے کیونکہ عقب سے گولیاں چلنے لگی تھیں اور درختوں کے تنے انھیں مجھ تک پہنچنے سے روک رہے تھے۔ ویسے بھی میں ایک سیدھ میں نہیں دوڑ رہا تھا بلکہ ہر بار میں رخ بدل رہا تھا۔ اس وقت اس سمت کا تعین بھی ممکن نہیں تھا جدھر میں نے کشتی چھوڑی تھی۔ اگر تعین بھی کر لیتا تو کشتی کا استعمال ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ لوگ مسلسل پیچھے لگے ہوئے تھے اور کشتی کو اٹھا کر پانی میں نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ ان سے بچنے کے لیے ایک ہی صورت تھی یعنی کھاڑی کا راستہ۔ مجھے اس تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ کمبخت زیادہ دور نہیں تھے اور کسی خوفناک بلا کی مانند میرے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پانی میں چھلانگ لگا دی اور تیزی سے تیرنے لگا۔ ہر آن یہ خطرہ تھا کہ اب وہ پانی میں گولیاں برسائیں گے اور کوئی گولی مجھے چاٹ جائے گی لیکن چوڑی کھاڑی .... کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔ یہ یقیناً برق رفتار تیراکی کا عالمی ریکارڈ تھا۔ مگر افسوس اس کا تذکرہ کوئی نہیں کرے گا۔ دوسرے کنارے سے میں نے پلٹ کر دیکھا، کچھ ہی دیکھتے کئی آدمی پانی میں کود گئے تھے۔

بھاگو اور بھاگتے رہو! اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں پھر دوڑنے لگا۔ اس وقت میرے لیے زندگی بچانے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا۔ دوڑتے رہو، جس قدر بدن میں جان ہو، دوڑتے رہو۔ تھکن کا کوئی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیے۔ نجانے کتنی دور پہنچنے کے

بعد میں نے اپنی رفتار سست کی اور ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ دور دور تک ان لوگوں کا وجود نہیں تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گھاٹی عبور کرنے میں انھوں نے یقینی طور پر اتنا مختصر وقت نہ لیا ہوگا جتنا میں نے۔ اور بس کے بعد وہ کنارے پر پہنچے ہوں گے اور وہاں سے میرا تعاقب شروع کیا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ آسانی سے مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے لیکن میرے دل میں اب بھی کتنے ہی خدشات اور وسوسے موجود تھے۔ جس علاقے سے اب میں بھاگتا ہوا گزر رہا تھا، وہ چٹیل میدان تھا۔ جنگل اور سبزہ گھاٹی کے کنارے سے شروع ہو کر تھوڑی دور تو ساتھ دیتے رہے اور اس کے بعد پیچھے رہ گئے تھے۔ اس علاقے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ میرے پاس جو تصاویر موجود تھیں۔ وہ آئن شلائز اور ربن بین کی توقع کے عین مطابق تھیں اور ان کے حصول کے بعد وہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کارروائیاں کر سکتے تھے۔ میرا کام صرف اتنا ہی تھا کہ میں کولن ہربٹ کو قتل کر دوں تا کہ معاہدے پر دستخط نہ ہو سکیں اور اس کے بعد ان گوداموں تک پہنچ کر ان کی تصاویر حاصل کر لوں تا کہ یہ تصویریں ان ممالک کو فراہم کر دی جائیں جو اس سلسلے میں کی جانے والی کارروائیوں کو روکنے میں معاون ہو سکتے تھے۔

آسمان پر گہرا ابر چھایا ہوا تھا جب میں نے گھاٹی عبور کی تھی تب ہی یہ ابر آسمان پر آ گیا تھا اور اب ہواؤں کی خاموشی اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ شاید بارش شروع ہو جائے اور میرا اندازہ درست نکلا۔ بارش ہونے لگی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے رک کر دور دور تک دیکھا کہ ممکن ہے کوئی پناہ گاہ نظر آ جائے لیکن اطراف میں کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی۔ بارش کے ساتھ ساتھ ہی سرد ہوائیں بھی چلنے لگی تھیں۔ میں نے جو لباس پہنا ہوا تھا وہ ایسا نہیں تھا جو میرے بدن کو ان سرد ہواؤں سے محفوظ رکھ سکتا۔ چنانچہ اس وقت خود کو گرم رکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ دوڑتے رہو۔

تھکن کے ساتھ ساتھ اب بھوک بھی محسوس ہونے لگی تھی پھر اسی طرح دوڑتے ہوئے میں نے بارش کے دوران ہی ایک طویل راستہ طے کیا اور جب پہلی بار مجھے آبادی کے آثار دکھائی دیے تو دل کو طمانیت کا احساس ہوا۔ اندازے کے مطابق میں مسلسل دو گھنٹے دوڑتا رہا تھا لیکن میں نے اب بھی رفتار کم نہیں کی اور آبادی کی طرف دوڑتا رہا پھر مجھے ایک کیسٹ نظر آیا جو ویران اور اجڑا پڑا تھا لیکن اس کے ایک سمت درختوں کا جھنڈ موجود تھا۔ میں اس درخت جھنڈ کے قریب پہنچ گیا اور اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ درختوں کے میں ہوا کا گزر کم تھا۔ میں نے پتلون کی جیبوں کو ٹٹولا لائٹر، کیمرہ اور پستول دونوں موجود تھے۔ کافی دیر اسی بیٹھا رہا۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں پر بارش کے قطرے گرنے سے ٹپ ٹپ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں مسلسل ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب آبادی کا سہارا رات کی تاریکی میرا ساتھ دے گی۔ ممکن ہے کسی مکان پر کھانے پینے کی کچھ چیزیں اور وقتی طور پر سہارا مل جائے چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کئی راستے کچھ بھر گئے تھے ہیں ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد گاؤں کے سب سے پہلے مکان کے سامنے مکان کے بوسیدہ دروازوں کی درزوں سے روشنی چھن کر باہر آ رہی تھی۔ باہر سے اس کے طرز تعمیر کا اندازہ نہیں نہ ہی اس گھور اندھیرے میں اس کا صحیح طور پر اندازہ ہو سکتا تھا۔ میں نے ہمت کر کے دروازے پر ہلکی سی دستک چند لمحے تک کوئی آواز سنائی نہ دی۔ قدموں کی چاپ بھی ابھری تھی، چنانچہ میں نے دوبارہ دستک دی اور اس اندر سے کچھ آہٹیں ابھریں۔

"کون ہے؟" آواز نسوانی تھی اور کچھ بھرائی ہوئی میں خاموش رہا۔ آواز دوبارہ سنائی دی "کون ہے؟" میں اس بار بھی خاموشی اختیار کی تو دروازہ کھل گیا۔

سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ بدن پر ڈھیلا لباس تھا۔ چہرے پر بے شمار جھریاں نظر آ رہی تھیں اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ اسے پیچھے دھکیل کر داخل ہو جاؤں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بوڑھی عورت خوفزدہ ہو گئی۔

"کک... کون ہو تم... کیا باسکل... باسکل ہی ہو نا تم؟" اس نے کہا اور میں نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ یہ بتاؤ گھر کے کون کون ہے؟"

"تم باسکل... ارے اوہ! باسکل کہاں ہے؟" اور دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا تھر تھر کانپنے لگی اور پھر کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "ہاں میں ہوں... میں... اور وہ باسکل، وہ تو اپنی موت کا شکار ہو گیا۔ سانپ... وہ کہاں ہے... میں ہر رات جب اسی

دستک سنتی ہوں اور دروازہ کھولتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ میرے ہونٹوں پر اس کا نام آ جاتا ہے۔ وہ نام جو اب تابوت میں لیٹ کر زمین کی گہرائیوں میں پہنچ چکا ہے۔"

"کوئی مرد نہیں ہے گھر میں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اس بڑے گھر میں مجھ بوڑھی عورت کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں دن کی روشنی میں کچھ لوگ آ جاتے ہیں جو صرف دعائیں دے رہے ہیں۔ گھر کی صفائی کرتے ہیں۔ میں انھیں پیسے میں کچھ دے دیا کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ جو کچھ میں انھیں دیتی ہوں، وہ ان کے لیے قابل قبول نہیں۔ ان کے چہروں پر خشونت نظر آتی ہے مگر میں بھی کیا کروں جس دن جانا چاہیں چلے جائیں مجھے کیا؟"

بوڑھی نیم خبطی معلوم ہوتی تھی۔ پتا نہیں کیا کہانی تھی اس کی لیکن میں یہاں کوئی کہانی نہیں سننے آیا تھا۔ میں نے اس سے کہا "میں یہاں ایک رات ٹھہرنا چاہتا ہوں، صبح چلا جاؤں گا یا اگر بہت ہی مجبوری ہوئی تو ممکن ہے ایک دو دن قیام کروں۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں اگر تم نے مجھ سے تعاون نہ کیا تو مجبوراً مجھے تمھاری اس مختصر سی زندگی کو ختم کرنا پڑے گا۔"

"نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ نجانے کیوں موت سے اتنا قریب ہونے کے باوجود مجھے موت سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ تابوت کے اندر کتنا اندھیرا ہوتا ہے اور جب وہ زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا ہوگا تو پھر اس میں ہوا بھی نہیں آتی ہوگی... آہ گھٹن اور تاریکی... دونوں چیزیں کتنی ہولناک ہیں۔"

"تو پھر ان دونوں چیزوں سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ مجھے اپنے ہاں قیام کی اجازت دے دو۔"

بوڑھی عورت نے گردن ہلائی اور مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک گرم کمرے میں پہنچ گئی جہاں آتشدان میں آگ دہک رہی تھی۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں کمرہ قدیم طرز پر آراستہ تھا۔ گو ہر چیز پرانی ہو چکی تھی لیکن قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ بوڑھی ایک نفاست پسند عورت معلوم ہوتی تھی۔ اس نے میرے لباس کو دیکھا اور پھر کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولی "میرے پاس قدیم طرز کے کچھ لباس ہیں۔ گو باسکل ہمیشہ کہتا تھا کہ میں انھیں رکھ کر حماقت کا ثبوت دے رہی ہوں، بھلا ایسی چیزوں کو رکھنے سے کیا فائدہ جو اس زمانے میں رائج نہ ہوں مثلاً گول دامن کے کوٹ۔ چاندی کے بٹن لگے اور ڈھیلی سی پینٹ۔ لیکن اگر تم اپنے اس لباس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہو تو میں تمھیں اپنے مرحوم شوہر کا لباس دے سکتی ہوں۔"

"واہ! قدیم طرز کا لباس پہن کر میں زمانہ قدیم کا ایک فرد نظر آؤں گا۔ تم مجھے اس دلچسپ چیز سے ضرور روشناس کراؤ۔" میں نے کہا اور بوڑھی عورت ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ زمانے کی ستائی ہوئی ہے اور ذہنی طور پر نارمل نہیں ہے۔ چنانچہ اس بوڑھی عورت کو ہراساں کرنے کی مزید کوئی ضرورت نہیں تھی۔

میں نے بوڑھی کا دیا ہوا لباس پہن لیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "دیکھو... جسٹو! تم زبردستی کے مہمان بن کر میرے پاس آئے ہو لیکن تمھاری عمر تقریباً باسکل جتنی ہے۔ میری دلی آرزو تھی کہ باسکل ایک بار یہ لباس پہنے، میرے سامنے آئے اور میں ماضی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں، لیکن اس نے میری یہ خواہش کبھی پوری نہیں کی۔ کیا کرتا، بچہ تھا جب اس کا باپ اسے اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ میں بھلا ایک گوشے میں زندگی گزارنے والی اسے نئی دنیا سے کیا روشناس کراتی جبکہ وہ نئی تہذیب کا دلدادہ تھا۔ باہر نکل کر اس نے جو کچھ سیکھا، وہ اچھا نہ تھا۔ کیونکہ اسے اچھے لوگ نہیں ملے تھے

اپنی انہی برائیوں کا شکار ہو کر وہ مجھے تنہا چھوڑ گیا، مر گیا۔ جرم کی زندگی گزار رہا تھا، لوگ اسے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ آج بھی مقامی لوگ میری بے حد عزت کرتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ باسکل کی ماں ہونے کے باوجود میں اس کی برائیوں کی ذمے دار نہیں ہوں۔۔۔ چھوڑو، میں بھی کیا باتیں کرنے بیٹھ گئی۔ تم یہ بتاؤ، کھانا کھاؤ گے؟"

"اگر تم اتنی مہربانیاں کرنے پر تلی ہوئی ہو تو بھلا مجھے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔"

"کھانا موجود ہے، میں گرم کر کے لاتی ہوں۔" بوڑھی نے کہا اور جھولن سے انداز میں چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں بوڑھی عورت کی نیت نہ بدل جائے اور وہ یہ نہ سوچ بیٹھے کہ میں باسکل نہیں ہوں بلکہ کوئی مجرم ہی ہوں۔ ایسی حالت میں میرے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بوڑھی کا تعاقب کرنے لگا۔ اسے کچن کی طرف جاتا دیکھ کر میں ایک ستون کی آڑ میں رک گیا اور جب تک وہ کچن سے ٹرے تیار کر کے باہر نہ نکلی، میں وہیں کھڑا رہا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آئی اور اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی۔ میں اس کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی پُراطمینان انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ مجھے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ بوڑھی میرے ساتھ کوئی فراڈ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔۔۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بوڑھی سے فرمائش کی کہ مجھے اس گھر کی ایک جھلک دکھا دی جائے اور بوڑھی اس بات کے لیے تیار ہو گئی۔ حالانکہ یہ کام مجھے پہلے کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اس وقت ذہن میں نہیں آیا تھا۔

میں نے ایک ایک کمرہ دیکھا اور ہر طرح سے مطمئن ہو کر میں اسی کمرے میں چلا آیا جہاں آگ جل رہی تھی اور پھر میں نے بوڑھی سے کہا: "مہربان ماں! تم نے مجھے اپنے بیٹے کی جگہ دے کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کا صلہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ اب تم سونے کے لیے جا سکتی ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم اسی طرح میرے ساتھ تعاون کرو گی۔ میں کوئی جرائم پیشہ آدمی نہیں ہوں، حالات کا ستایا ہوا ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے اگر تم نے میرے خلاف کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں خاموشی سے تمہیں موت کی نیند سلا دوں گا اور پھر قبر کی اتھاہ گہرائیاں اور موت کی تاریکی یقیناً وقت سے پہلے تم انہیں برداشت نہ کر سکو گی۔"

بوڑھی عورت گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے چند لمحے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی: "ٹھیک ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ تم مجھے زندہ رہنے دو، میں تمہیں پناہ دیتی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ "یہ نہایت مناسب بات ہے۔"

وہ کمرے سے نکل کر آگے بڑھی۔ تب بھی میں نے نہایت خاموشی سے اس کا تعاقب کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اب اس کی کیا مصروفیت ہوتی ہے۔ پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئی اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مجھے اطمینان ہو گیا تھا۔ بوڑھی کے اب تک کے انداز سے یہ پتا چلتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے، غلط نہیں کہہ رہی اور اس کے اندر کوئی سازش کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

میں نے صوفہ گھسیٹ کر آتشدان کے قریب کیا اور آتشدان میں لکڑی کے دو بڑے بڑے ٹکڑے ڈالے۔ اب ساری رات آگ جل سکتی تھی اور کمرہ گرم رہ سکتا تھا۔ صوفے پر لیٹ کر میں سوچ میں گم ہو گیا۔ یہاں تک آ کر کامیابی حاصل ہو گئی تھی، وہ کام کر لیا تھا میں نے جس کی خواہش مسٹر آئن شلائمر نے کی تھی۔ اب یہ فلم ان تک پہنچا دینا تھی اور اس کے بعد ان سے تہذیب مالکم ایکس کو طلب کرنا تھا۔ بلاشبہ اس معاملے میں میری اپنی دلچسپیاں بھی شامل تھیں کہ سلسلہ اسرائیل سے جا ملتا تھا اور مسٹر آئن شلائمر جو کچھ کر رہے تھے میں ان سے اس سلسلے میں مکمل طور پر متفق تھا، لیکن تہذیب مالکم ایکس کے مل جانے کے بعد جن بکھرن اور جن ہمت سے کام کیا جا سکتا تھا ابھی وہ ممکن نہیں تھا۔

کافی دیر تک میں سوچتا رہا۔ بدقسمتی سے وہ لوگ عین وقت پر پیچھے لگ گئے تھے۔ کاش ان سے مڈبھیڑ نہ ہوتی تو انہیں قطعی طور پر یہ اندازہ نہ ہوتا کہ وہاں کیا ہو چکا ہے۔ ابھی انہی خیالات میں گم تھا کہ دفعتاً زور زور سے دروازہ بجنے کی آواز سنائی دی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے پستول سنبھالا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک ستون کی آڑ میں ہو کر میں بوڑھی کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اس آواز کو سننے کے بعد اس پر کیا ردعمل ہوتا ہے۔ کیا بوڑھی نے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے؟ یہاں ٹیلیفون وغیرہ تو نظر نہیں آیا تھا۔ ممکن ہے میری نگاہوں سے بچ گیا ہو۔ بہرحال اب دیکھنا یہ تھا کہ بوڑھی اس سلسلے میں کیا کرتی ہے۔ اگر اس نے کسی کو طلب کر لیا ہے تو پھر جو کچھ بھی ہو گا اس کی ذمے دار وہ خود ہو گی۔

بالآخر کچھ لمحے کے بعد دروازہ کھلا، تیز روشنی ہوئی اور چٹخنی کی آواز آئی۔ میں دم سادھے کھڑا رہا تھا اور جب وہ بوڑھی باہر نکل آئی، میں نے انتہائی چالاکی سے اس کا تعاقب کیا اور آگے بڑھی تو میں دروازے کے قریب ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اگر آنے والے بوڑھی کے طلب کردہ افراد تھے تو یقینی طور پر وہ انہیں ڈرائنگ روم کی طرف لے جاتی جہاں اس کی دانست میں میں موجود تھا اور اگر وہ لوگ سب کے سب اندر چلے گئے تو پھر مجھے دروازے سے باہر نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔

بوڑھی عورت دروازے کے قریب پہنچی اور اس نے بیرونی دروازہ اندر سے کھول دیا۔ باہر سے ایک آواز ابھری۔ "مسز ڈومیا! ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس وقت آپ کو زحمت دی لیکن مجبوری۔۔۔"

"کیا بات ہے؟" بوڑھی نے سوال کیا جس کا نام انہوں نے ڈومیا لیا تھا۔

"کچھ دیر پہلے یا ابھی آپ کے ہاں کوئی اجنبی تو نہیں پہنچا؟ ایک خطرناک مجرم اس علاقے میں موجود ہے۔"

"مجرم۔۔۔" بوڑھی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ایک بہت ہی خطرناک آدمی جس کی ہمیں تلاش ہے۔"

"نہیں، یہاں کوئی نہیں آیا۔ میں نے سرِشام ہی دروازہ بند کر لیا تھا اور اس وقت سے یہ دروازہ بند ہے۔ ابھی تمہاری دستک پر میں نے کھولا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے میں اچھی طرح گھر کا جائزہ لے لیتی ہوں۔ کوئی اندر نہیں چھپا ہوا۔ تم اس بات سے مطمئن رہو۔"

"یقیناً جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں، وہ بالکل درست ہو گا۔ براہِ کرم ذرا احتیاط رکھیے گا اور اگر کوئی ایسا شخص رات کے کسی حصے میں یہاں پہنچنے کی کوشش کرے تو آپ پہلے اس سے یہ معلوم کر لیجیے گا کہ وہ کون ہے۔۔۔ اور سنیے، یہاں سے کچھ فاصلے پر آپ کو یقیناً ہماری چوکی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔ اگر کوئی شک گزرے تو آپ کو کسی نہ کسی طرح ہمیں اطلاع دے دیجیے گا۔"

"ضرور۔" بوڑھی نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ واپس پلٹی ہی تھی کہ میں ستون کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ بوڑھی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے تھے۔

"شکریہ محترم خاتون! آپ نے میری مدد کر کے مجھ پر جو احسان کیا ہے کاش میں اس کا صلہ آپ کو دے سکتا۔"

بوڑھی عورت نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر مصلحتاً خاموش ہو گئی۔

میں نے بوڑھی کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا: "شاید علی الصباح میں تمہارا یہ گھر چھوڑ دوں لیکن اتنی سی پریشانی اور اٹھا لو میرے لیے۔" بوڑھی خاموش ہی رہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بوڑھی نے جو گفتگو مجھے تلاش کرنے والوں سے کی تھی وہ چونکہ میرے سامنے نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی [illegible] اندازہ تھا کہ میں اس کی باتیں سن رہا ہوں۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ بوڑھی مجھے نقصان پہنچانا نہیں چاہتی۔ اس خیال سے میں کس قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ مسئلہ یہاں سے نکلنے کا تھا اور اس کے لیے ایک پورا پروگرام میرے ذہن میں تھا، بشرطیکہ مجھے اس کے مواقع مل جائیں۔

صبح ہونے میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی تھی جب میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میرا خیال تھا کہ بوڑھی اپنے کمرے میں آرام کی نیند سو رہی ہو گی لیکن جب میں منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر باہر نکلا تو عمارت کے کچن میں ہلکی ہلکی کھڑپھڑ سنائی دے رہی تھی۔ میں ان آوازوں کی سمت کا اندازہ کرتا ہوا کچن تک پہنچ گیا۔ یہاں سے کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ بوڑھی بہت صبح جاگ جانے کی عادی ہے یا پھر ممکن ہے کہ میری طرح وہ بھی رات کو سو نہ سکی ہو۔ گھر میں ایک خطرناک مجرم چھپا ہوا ہو تو پھر نیند کا کیا سوال ہے؟

اس نے مجھے کچن کے دروازے میں دیکھا تو کسی حیرت کا اظہار نہ کیا اور میری طرف دیکھ کر بولی: "میں جانتی ہوں کہ تم بھی ساری رات سو نہیں سکے ہو گے؟"

"ان حالات میں مہربان خاتون! سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"ماروِل۔ غالباً یہ علاقہ یہاں سے شمال میں ہے؟"

"ہاں۔ لیکن جانے کے لیے کیا راستہ اختیار کرو گے؟ تمہاری تلاش ہو رہی ہے۔"

"اس کے لیے پریشان ہوں۔"

"میں اس کا انتظام کر دوں گی۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر تم ماروِل تک پہنچ جاؤ تو کیا تم اپنے آپ کو محفوظ تصور کرو گے؟"

"ہاں۔ اگر آپ مجھے وہاں تک پہنچا دیں تو میں

اپنی جیپ کا نہایت شکرگزار ہوں گا۔"

"تمھاری گھڑی میں کیا وقت ہوا ہے؟"

"سات بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔"

"ٹھیک ساڑھے سات بجے وہ آئے گا اور میں تمھیں اس کے حوالے کر دوں گی۔"

"کون؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"میکلین نام ہے اس کا۔ خبطی سا آدمی ہے لیکن مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یوں سمجھو دور کے رشتے سے میرا بھائی ہے۔ علی الصباح شہر جاتا ہے اور ضروریات کی اشیا لے آتا ہے۔ یہاں سے وہ انڈوں کے ٹوکرے لے جاتا ہے۔ اس کا بہت بڑا پولٹری فارم ہے۔"

"کیا وہ خاموشی سے مجھے اپنے ساتھ لے جانا پسند کرے گا؟"

"کیوں نہیں۔ جب میں اس سے کہہ دوں گی تو وہ کیوں نہ مانے گا۔" بوڑھی نے کہا۔ "بس بیٹھ جاؤ، وہ سامنے اسٹول پر گرما گرم پڑا ہے جلدی سے کھا لو اور ناشتہ کر لو۔"

"مہربان خاتون! ایک بار پھر میں یہ کہوں گا کہ میں نے آپ کو جو تکلیف دی، اس کے عوض آپ نے میرے ساتھ بہترین سلوک کیا ہے اور اس سلوک کا صلہ میں آپ کو نہیں دے سکتا کیونکہ کچھ عرصے کے بعد میں یہاں سے دور چلا جاؤں گا لیکن میرے دل میں آپ کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی۔" بوڑھی کی آنکھوں میں ممتا کے جھلملاتے قطرے تھے اور پھر اس نے خاموشی سے گردن جھکا کر گوشت گرم کرنا شروع کر دیا۔

ہم دونوں نے ایک ساتھ ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران اس کی آنکھوں سے دو تین بار آنسو چھلکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اس نے ایک نام لیا تھا: باسکل جو اس کا بیٹا تھا اور جس عورت کے دل میں ممتا زندہ ہو اس سے کسی غداری کی توقع کرنا حماقت تھی۔ مگر انہی احساسات کو میں نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اطلاعی گھنٹی بجی اور بوڑھی نے آہستہ سے کہا: "وہ آ گیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہی آ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا میں باہر نکل آیا۔ بوڑھی نے مجھے ایک سمت کھڑے ہونے کے لیے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ میں نہیں دیکھ سکا کہ آنے والا کون ہے۔ البتہ ایک غرغراتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو! کیا پروگرام ہے؟ کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ تم واپس جا رہے ہو؟"

"ہاں، تمھیں کسی خاص چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ سب کچھ تو لا کر رکھ دیتے ہو، پھر کیسے پوچھتے ہو کہ مجھے کس چیز کی ضرورت ہے کہ نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اور ہاں تم نے کہا تھا کہ شہد ختم ہونے والا ہے، اگر تم کہو تو..."

"ہاں ہاں تھوڑا سا شہد ضرور لیتے آنا میں تمھیں اس کی قیمت ادا کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے اچھا میں چلتا ہوں۔"

"نہیں، ایک اور کام کرنا ہے تمھیں میرا۔" بوڑھی کی آواز ابھری۔

"کیا؟" دوسری آواز نے کہا۔

"باسکل سامنے آ جاؤ۔" بوڑھی نے بولتے ہوئے مجھے پکارا اور میں دروازے کی آڑ سے نکل کر سامنے پہنچ گیا۔

"جب... جب باسکل؟" مسٹر میکلین کی آواز ابھری۔ انھوں نے پر تکلف انداز کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ لمبا قد تھا اور اچھا خاصا تن و توش۔ عمر بھی بہت زیادہ نہیں تھی لیکن بہرطور ادھیڑ عمر تو تھے ہی۔ باسکل کا نام سن کر وہ حواس باختہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر بوڑھی کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے: "یہ... یہ باسکل تو نہیں ہے؟"

"باسکل جیسا ہے میرے لیے، مجھے۔ مقامی محافظوں کو اس کی تلاش ہے اور اب یہ ذمہ داری تمھاری ہے کہ اسے حفاظت کے ساتھ مارولی پہنچا دو۔"

"محافظوں کو اس کی تلاش ہے اور میں اسے مارولی پہنچا دوں! مگر یہ ہے کون؟" مسٹر میکلین نے سوال کیا۔

"باسکل کا دوسرا روپ ہے اور اگر تم نے یہ کام پورا نہ کیا تو سمجھ لو..."

"نہیں نہیں، دھمکی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے مگر محافظوں سے جھگڑا مول لینا تم جانتی ہو کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"یہ خطرناک کام تمھیں کرنا ہے میرے لیے۔"

"ٹھیک ہے، آ جاؤ بھائی۔ مگر سنو! اگر محافظوں کو تمھاری تلاش ہے تو تم میرے ساتھ بیٹھ کر سفر نہیں کر سکو گے۔ البتہ انڈوں کی ٹوکریوں کے نیچے میں تمھارے لیے بہترین جگہ بنا سکتا ہوں۔"

"مجھے وہ جگہ پسند ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چوکی سے نکلنے کے بعد تم وہاں سے نکل آنا۔ پھر کوئی راستے میں تمھیں پریشان نہیں کرے گا۔" مسٹر میکلین نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

جس ٹرک میں مسٹر میکلین مارسیلی جا رہے تھے اس میں انڈوں کے کریٹ لدے ہوئے تھے۔ ٹرک میں نہایت سلیقے سے کریٹ رکھنے کے لیے اسٹینڈ بنا لیے گئے تھے اور ان کریٹوں کے درمیان اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی اگر ٹرک کے ان کے نیچے گھسنا چاہے تو اسے کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ دو کریٹوں کے اسٹینڈ کے درمیان مجھے لیٹنا پڑا۔ مسٹر میکلین نے انڈوں کے کچھ کریٹ اس جگہ سے ہٹا دیے تھے۔ البتہ دوسرے کریٹ میرے پیروں اور سر کے قریب قریب فٹ تھے۔ باقی اضافی کریٹ انھوں نے درمیانی جگہ میں رکھ دیے تھے۔ اس ٹرک میں کافی گھاس بھی پڑی ہوئی تھی جسے اپنے اوپر ڈال کر مجھے اپنے آپ کو ڈھکنا پڑا۔

ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ مسٹر میکلین اپنا خوف دور کرنے کے لیے کچھ گنگنا رہے تھے۔ صبح کے اجالے پھیلتے جا رہے تھے، پرندوں کی ڈاریں آسمان کی وسعتوں میں پرواز کر رہی تھیں، میں نے باہر کے منظر دیکھنے کے لیے تھوڑی سی جگہ بنالی تھی اور آسمان کا تھوڑا سا حصہ مجھے نظر آ رہا تھا کیونکہ باقی حصہ کریٹوں کی آڑ میں چھپ جاتا تھا۔

سفر جاری رہا۔ ٹرک کو جھٹکے نہیں لگ رہے تھے۔ مسٹر میکلین یقیناً راستے کے ہر پیچ و خم سے خوب واقف تھے اور بڑی مہارت سے ٹرک کو ہموار راستے پر لے جا رہے تھے کیونکہ انڈوں کا مسئلہ تھا۔ چیک پوسٹ کے قریب تھوڑی دیر کے لیے ٹرک رکا، کسی سے کچھ گفتگو ہوئی۔ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ گفتگو کی نوعیت کیا ہے مگر کسی نے کچھ دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چند ہی لمحے کے بعد ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میں جانتا تھا کہ مسٹر میکلین چونکہ روزانہ ان راستوں سے گزرتے ہیں، اس لیے کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا لیکن ان سے میرے بارے میں پوچھا ضرور گیا ہوگا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک سفر کرتے رہنے کے بعد ٹرک رک گیا اور مسٹر میکلین کی آواز سنائی دی۔ "اب تم احتیاط کے ساتھ وہاں سے نکل کر میرے پاس آجاؤ، تمھیں وہاں لیٹے لیٹے تکلیف ہو رہی ہوگی۔"

میں نے اپنے اوپر سے گھاس ہٹائی اور کپڑے جھاڑتا ہوا احتیاط سے ٹرک کے پچھلے حصے سے نیچے اتر آیا اور مسٹر میکلین کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا۔

"آگے محافظوں کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ ارے ہاں، یہ تمھاری گردن میں کچھ تنکے اٹکے ہوئے ہیں، انھیں باہر پھینک دو۔" انھوں نے ٹرک کو گیئر میں ڈال کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی صفائی کرنے لگا۔

بقیہ سفر نہایت پرسکون انداز میں گزرا تھا۔ مارسیلی پہنچ کے بعد میرے لیے آسانیاں تھیں اور میں اپنا یہ سفر طے کر کے مطلوبہ جگہ پہنچ سکتا تھا۔ ہوم منسٹر مسٹر آرتھن شلاٹر نے میرے لیے جو آسانیاں پیدا کی تھیں ان کا روح رواں کن مین تھا اور کن مین نے مجھے بتا دیا تھا کہ مارسیلی سے ایک طویل فاصلہ طے کر کے مجھے کہاں پہنچنا ہے۔ مارسیلی تک میری یہ مہم بڑی خوبی سے کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھی۔ فلم میرے پاس محفوظ تھی اور مجھے خوشی تھی کہ میں وہ کام کر آیا تھا جس سے فلسطین کا مفاد بھی وابستہ تھا اور مسٹر آرتھن شلاٹر کی شرط بھی۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ان کا یہ کام میں کر دوں تو تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں وہ مجھ سے تعاون کریں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی اس کامیابی کے بعد بھی مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ مسٹر آرتھن شلاٹر تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں کوئی یقینی اور موثر کارروائی کر سکیں گے۔ البتہ اگر مجھے وہاں کام کرنے کی سہولتیں مل جاتیں تو میں یقیناً کچھ نہ کچھ کام کر سکتا تھا۔ مسٹر آرتھن شلاٹر اگر تہذیب مالکم ایکس کی تلاش میں ناکام رہے تو یہ صرف ان کا قصور نہیں ہوگا کیونکہ معاملہ گول پول کا تھا۔

مارسیلی پہنچنے کے بعد میں نے مسٹر میکلین کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔ مارسیلی سے مطلوبہ جگہ تک کا سفر حسب توقع خطرات سے پر تھا، بہت ہی احتیاط کرنا پڑی مجھے۔ البتہ جو سہولتیں اور معلومات مجھے فراہم کی گئی تھیں ان کی مدد سے مجھے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے میں دقت نہ ہوئی۔

ہوٹل گیلارڈ کے کمرہ نمبر ستائیس میں مجھے جس شخصیت سے ملاقات کرنا تھی، اسی کے ذمے میری واپسی کا مکمل بندوبست تھا۔ گیلارڈ کے کمرہ نمبر ستائیس پر جب میں نے دستک دی تو ایک نوجوان اور خوب صورت سی عورت نے میرا استقبال کیا۔ اسپینش معلوم ہوتی تھی یا پھر خدوخال ہی ایسے تھے۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اندر آنے کی پیش کش کی۔

"شاید میں علی یار خان سے مخاطب ہوں؟"

"ہاں مادام مرینا! مجھے بھی آپ کے بارے میں بتایا گیا تھا۔"

"گڈ۔ آیئے تشریف لایئے۔ یہ بتایئے کیا پینا پسند کریں گے؟"

"میرا خیال ہے اس وقت پینے کا سلسلہ ملتوی کر کے کھانے کی بات کی جائے تو بہتر ہے۔"

"اوہ ہاں، سوری۔ واقعی کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔" اس نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے کھانا لگا ہوا تھا۔

مرینا محتاط عورت تھی، ضرورت سے زیادہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کافی پی۔ کافی ختم کر کے مرینا اپنی جگہ سے اٹھی اور کچھ کاغذات لا کر میرے سامنے رکھ دیے۔

"اب ہمیں صرف اس طیارے کا انتظار کرنا ہے جو آپ کو یہاں سے لے کر روانہ ہو جائے اور اس کے لیے میں نے ابھی تک اسٹیبلشمنٹ سے رابطہ قائم نہیں کیا، ظاہر ہے مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کی واپسی کب تک ہوگی۔"

"کیا آپ بھی میرے ساتھ ہی چلیں گی مس مرینا؟" میں نے سوال کیا۔

"مسز کورن کراؤزے۔" اس نے میری غلطی کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ میں نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ مرینا کراؤزے کی مدد سے بقیہ معاملات طے ہوئے اور میں ایک طیارے سے واپس چل پڑا۔ پورا پروگرام میرے سامنے تھا۔ اپنی منزل پر پہنچ کر میں اس ہوٹل میں مقیم ہو گیا جس کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد میں نے ایک بھرپور نیند لے کر تھکن دور کرنے کا فیصلہ کیا اور بستر میں گھس گیا۔ باقی سارے کام اس کے بعد۔

دوپہر کو تقریباً ایک بجے جاگا تھا، پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے غسل سے فارغ ہو کر کھانا طلب کیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ خاصا مطمئن تھا، اس وقت ذہن میں کچھ اور خیالات بھی آئے تھے جن کے تحت چند ایک ضروری کام نمٹانا تھے۔ چنانچہ تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ ممکن ہے مسز کورن کراؤزے نے کن مین کو یا اپنے محکمے کو میرے بارے میں ہدایات دے دی ہوں۔ پتا نہیں اس دوران کسی نے مجھ سے یہاں رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی یا نہیں۔ اپنی تیاریوں کے سلسلے میں تھوڑی دیر کے لیے بازاروں میں بھی آنا پڑا تھا۔

ضروری امور کی انجام دہی کے بعد ایک پبلک کال بوتھ کے ذریعے میں نے کن مین سے رابطہ قائم کیا۔ فوراً ہی کن مین کی آواز فون پر سنائی دی۔ "ہیلو! کون ہے؟"

"علی یار خان بول رہا ہے۔"

"گڈ! مسٹر علی، آپ واپس آگئے ہیں؟"

"ہاں۔ اسی لیے آپ سے مخاطب ہوں۔"

"ہوٹل یا کہیں سے فون کر رہے ہیں؟"

"نہیں، ایک پبلک کال بوتھ سے۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا مسٹر علی، آپ اپنے ہوٹل واپس جایئے۔ آدھے گھنٹے کے بعد میرا ایک آدمی آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس کا نام رابرٹ سپال ہے، وہ آپ کو لے کر میرے پاس آجائے گا۔" کن مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور مزید کسی گفتگو کے بغیر فون بند کر کے باہر نکل آیا۔

ہوٹل پہنچا تو تقریباً دس منٹ انتظار کرنے کے بعد کن مین کا آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ سیاہ رنگ کی ایک کار میں مجھے لے کر کن مین کے گیراج کی جانب چل پڑا۔ دس منٹ کے مزید سفر کے بعد میں اس پراسرار جگہ پہنچ گیا جہاں کن مین سے پہلی بار میری ملاقات ہوئی تھی۔ کن مین اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ اس کے چہرے پر سرد مہری کے آثار تھے، کوئی گرمجوشی نہیں تھی۔

میں اس کے سامنے جا بیٹھا۔ مجھے اس کی سرد مہری پر حیرت تھی۔ اس نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "حالات میں ایک دم نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے مسٹر علی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب تو میں نہیں بتا سکتا لیکن مسٹر آرتھن شلاٹر کا منصوبہ فیل ہو گیا ہے اور انھوں نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ ہدایات دی ہیں۔"

"کیا؟" میں نے متعجبانہ انداز میں سوال کیا۔

"آپ یہ بتایئے کہ آپ کو اپنے دوسرے مرحلے میں کامیابی نصیب ہوئی یا نہیں؟"

"اس کا جواب دینے سے پہلے میں ان بدلے ہوئے حالات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اور ذرا یہ بتایئے کہ مسٹر آرتھن شلاٹر سے رابطہ کس طرح قائم ہو سکے گا؟"

"مسٹر آرتھن شلاٹر اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ویسے ہمیں آپ کی پہلی کامیابی کی اطلاع تو اخبارات کے ذریعے ہی مل گئی تھی۔ آپ نے بے شک اپنا کام بڑے اعتماد سے کیا لیکن کیا کیا جائے، حالات نے جو کروٹ بدلی ہے اس کے تحت تمام تر کارروائی ناکام ہو گئی اور سچ بات یہ ہے کہ آپ کی کاوشوں کا کوئی صلہ نہیں مل سکا ہے۔" میں حیرت سے منہ کھولے یہ تمام گفتگو سن رہا تھا۔

میں نے کن مین کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر کن مین! آرتھن شلاٹر کب تک واپس آئیں گے؟"

"میں ان کے پروگراموں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ شاید مسٹر شلاٹر نے آپ سے میرا صحیح طور پر تعارف نہیں کرایا۔ میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں بلکہ مسٹر آرتھن شلاٹر کے لیے

چھوٹے موٹے کام کرلیتا ہوں گو وہ بھی بالکل ذاتی تعلقات کی بنیاد پر۔ چنانچہ مجھے ان کے سیاسی مشاغل کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ البتہ یہاں سے جاتے ہوئے انھوں نے مجھ سے اتنا کہا تھا کہ اگر آپ واپس آجائیں تو آپ کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ ہمارے وہ مقاصد مکمل طور پر ناکام ہوچکے ہیں جن کے لیے اب تک کارروائی کی جارہی تھی۔"

"اگر آرتھر شلائر کے بارے میں آپ کو مکمل معلومات نہیں ہیں تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھ سے ملاقات کے بغیر ہی انھوں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کرلیا ہے؟"

"اس لیے کہ انھوں نے مجھ سے یہ باتیں کہی تھیں۔"

"خیر — میں آپ سے مزید سوالات نہیں کروں گا کیونکہ آپ نے یہ چند الفاظ کہہ کر میری زبان بند کردی ہے۔ میں بس آرتھر شلائر سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔"

"آپ اپنی دوسری مہم میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟"

"اس کے بارے میں بتانے سے کیا فائدہ؟"

"مسٹر آرتھر شلائر نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ فلم آپ سے لے لی جائے جو آپ نے تیار کی ہے۔ ممکن ہے کسی مرحلے پر ہمارے کام آسکے۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ فلم ایک معاہدے کے تحت مجھے ان کے حوالے کرنا تھی اور ان سے گفتگو کیے بغیر میں فلم آپ کو نہیں دوں گا۔"

"نہیں ڈیئر، فلم تو مجھے دینی ہی ہوگی۔ اس کے بعد اگر چاہو تو یہاں رک کر مسٹر آرتھر شلائر کا انتظار کرسکتے ہو جو تقریباً بے کار ہی ہوگا۔ غالباً اب وہ تم سے ملنا بھی پسند نہیں کریں گے۔"

حالات کا یہ نیا رخ میرے لیے انتہائی ڈرامائی تھا۔ یہ تبدیلی اچانک کیوں ہوئی؟ مسٹر آرتھر شلائر کا رویہ کیوں بدل گیا؟ کیا یہ محض سن مین کی شرارت ہے؟ یہ بات بھی میں جانتا تھا کہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ زیر زمین دنیا کا کنگ۔ ممکن ہے اس نے اپنے طور پر کوئی تبدیلی کی ہو۔ ان حالات میں میرے لیے بڑے خطرات پیدا ہوگئے تھے اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر اس کے سامنے رکھے ہوئے سگار کیس سے ایک سگار نکال لیا جس پر سن مین نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا۔ البتہ قریب رکھا ہوا لائٹر اس نے میری جانب بڑھا دیا تھا۔ یہ اظہار دوستی کے طور پر تھا۔ میں لائٹر اٹھا کر سگار سلگانے لگا۔ سن مین کو شبہ بھی نہیں تھا کہ میں کیا کرنے جارہا ہوں۔ میں نے لائٹر اپنے سامنے ہی رکھ لیا اور سگار کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ میرے

ذہن میں ایک منصوبہ تھا۔ پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ فلم نکال جو سن مین کے خیال میں مطلوبہ فلم تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں نے اس سلسلے میں اپنے طور پر جو بندوبست کیا تھا وہ میرے کام آرہا تھا۔ فلم نکال کر میں نے اس کا رول کھولا اور سن مین چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ وہ فلم ہے کہ میں نے جوموں سے جان کی بازی لگا کر حاصل کی ہے۔"

"یقیناً — لاؤ — یہ مجھے دے دو۔ مسٹر شلائر کو اب اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ یہ ریکارڈ میں رہنا چاہیے۔ ممکن ہے کسی کام آہی جائے۔"

"لیکن اس فلم کے عوض انھیں میرے لیے جو کام کرنا تھا وہ نہ کرسکے چنانچہ اب وہ اس فلم کے حقدار بھی نہیں ہیں۔"

"آپ کو ہوش مندی سے کام لینا چاہیے مسٹر علی یارخان! یہاں آپ کی پوزیشن بڑی مخدوش ہوچکی ہے۔"

"میں جانتا ہوں اور اب ہوش مندی ہی سے کام لوں گا۔ یقیناً میں اپنی اس مخدوش پوزیشن کو مزید مخدوش نہیں بناؤں گا۔" میں نے کہا اور لائٹر اٹھا لیا۔ سن مین سمجھ نہیں پایا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لمحے لائٹر کا شعلہ چمکا اور میں نے یہ شعلہ فلم سے لگا دیا۔ باریک مائیکرو فلم ایک لمحے میں جل کر راکھ ہوگئی تھی۔

سن مین اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہوگیا تھا۔ وہ خونخوار انداز میں مجھے گھورتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے خود کو سنبھال لیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے... آپ نے یہ اچھا نہیں کیا مسٹر علی۔ آپ نے یہ حرکت کرکے اپنے لیے مصیبت مول لے لی ہے۔ میرا خیال ہے اب آپ کے سلسلے میں دوسرے انداز سے سوچنا ہوگا۔"

"میں جواری ہوں مسٹر سن مین — داؤ لگاتا ہوں، جیتتا ہوں، ہارتا ہوں۔ کون میرے بارے میں کس انداز سے سوچتا ہے اس کی میں نے کبھی پروا نہیں کی۔ مسٹر آرتھر شلائر نے اور آپ کے اس ملک نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے، عجیب و غریب نوعیت کا حامل ہے۔ آپ کا تعلق چونکہ یہاں کی سیاست سے نہیں ہے، اس لیے آپ سے یہ تمام باتیں کہنا فضول ہے۔ یہ فلم میری ملکیت تھی، میں نے اسے زندگی کی بازی لگا کر حاصل کیا تھا۔ میں نے ہی اسے جلا دیا، راکھ کردیا اور اس کے بعد کھیل ختم ہوگیا۔ نہ مجھ سے مسٹر آرتھر شلائر کو کچھ ملا، نہ مجھے ان سے۔ ہاں جو کچھ میں کرچکا ہوں وہ ایک داؤ تھا جس میں، میں ہار

گیا۔ اب آپ فرمائیے، مجھے کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال آپ کو میرے قیدی کی حیثیت سے وقت گزارنا ہے اور خبردار! کوئی بھی غلط حرکت آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔" سن مین نے اچانک پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کردیا۔

میں نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیے تھے۔ سن مین نے شاید پاؤں کے انگوٹھے سے کوئی بٹن دبایا تھا کہ فوراً ہی دو آدمی اندر داخل ہوگئے۔

"مسٹر علی کی تلاشی لو۔ کوئی بھی ہتھیار ہو تو نکال لو۔" اس نے کہا اور دونوں آدمی تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔

میں کھڑا ہوگیا تھا اور میں نے اپنے ہاتھ بلند کردیے تھے۔ ظاہر ہے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف چند کاغذات تھے جو میری جیبوں سے برآمد ہوئے اور انھوں نے وہ کاغذات نکال کر سن مین کے سامنے رکھ دیے۔

"اب انھیں لے جاؤ اور تین نمبر میں پہنچا دو۔ مسٹر علی! صورت حال بالکل ہی مختلف ہوگئی ہے۔ مسٹر آرتھر شلائر نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو یہ اطلاع دینے کے بعد آزادی دے دی جائے کہ آپ اپنے طور پر جو دل چاہے کرتے رہیں لیکن اب مجھے ان کی نئی ہدایات کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس وقت تک آپ کو میرا مہمان رہنا پڑے گا اور آپ جانتے ہیں کہ آداب مہمانی کیا ہیں۔ آداب میزبانی کا میں خیال رکھوں گا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ کچھ اچھی گفتگو بھی ہوچکی ہے۔"

"ٹھیک ہے — میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ مسٹر آرتھر شلائر سے گفتگو کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کروں۔" میں نے کہا اور سن مین نے ایک سمت اشارہ کیا۔ میں ان دونوں آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

جسے نمبر تین کہا گیا تھا، وہ اسی عمارت کا ایک حصہ تھا۔ ایک تنگ حصہ جس میں ایک مخصوص قسم کے مضبوط کیبن میں مجھے قید کردیا گیا۔ سن مین چونکہ جرائم پیشہ آدمی تھا اور یقینی طور پر اپنے دشمنوں سے اس کا واسطہ پڑتا رہتا ہوگا، اس لیے اس جگہ کو اس نے خاص طور سے ایسے کاموں کے لیے مخصوص کیا تھا۔ چھوٹے کمرے میں صرف ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک مسہری تھی اور ایک غسل خانہ۔ اس کے علاوہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جسے بطور ہتھیار استعمال کیا جاسکے یا جس سے [illegible] مدد لی جاسکے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کم از کم فی الحال یہاں سے نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ جو کچھ ہوا تھا اس کے لیے میں قطعی طور پر تیار نہیں

تھا لیکن تقدیر کے کھیل اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی غیر متوقع باتیں ہوتی ہیں جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔ خوش بختی تھی میری کہ میں نے جو انتظامات کیے تھے وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوتے تھے۔ فلم کا رول جو میں نے جلایا تھا، ایکسٹرا تھا لیکن سادہ رول جس میں وہ تصویریں موجود نہیں تھیں۔ اصل فلم میں نے اپنے لباس کے کالر میں چھپالی تھی اور یہ احتیاط صرف اس لیے کی تھی کہ اگر کوئی غیر متوقع صورت حال پیش آجائے تو میں اصل فلم کو محفوظ رکھ سکوں کیونکہ یہ فلم فلسطینیوں کے لیے بھی کارآمد ہوسکتی تھی اور اس طرح وہ اس ملک کی ہر ریاست کا پرچار کرسکتے تھے یا یہودیوں کی اس سازش کا قلع قمع کرسکتے تھے۔ اگر مسٹر آرتھر شلائر معاہدے کے مطابق کام کرتے تو یہ فلم میں ان کے حوالے کردیتا۔ کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے لیے اتنا کچھ کیا تھا کہ اگر اس کے صلے میں یہ مجھے کچھ بھی دے دیتے تو میرے لیے کم تھا لیکن یہاں جو کچھ کیا جارہا تھا وہ عجیب و غریب تھا اور اس سے مجھے یہ سبق ملتا تھا کہ مغربی اقوام عربوں اور مسلمانوں کے لیے خواہ کسی بھی قسم کے جذبات کا اظہار کریں، ان میں منافقت ہوتی ہے۔ وہ صرف اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے یہ سب کرتے ہیں۔ کوئی بھی

ملک کوئی بھی قوم خلوص دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہے اور مسلم دنیا کو اپنے طور پر ہی اپنے آپ کو مضبوط بنانا ضروری ہے۔ کسی پر انحصار صرف اور صرف بے عقلی ہے۔

تہذیب مالکم ایکس کا خیال آتا تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی۔ کس کو معلوم تھا کہ تہذیب میرے لیے کیا بن چکی تھی۔ وہ دنیا کی کسی دولت کے فریب میں نہیں آسکتی تھی۔ گرین پول اور اولیو ہاورڈ کے اشتراک سے یہ سب کچھ ہوا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس سلسلے میں ہاورڈ نے ایک زبردست چال چلی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مسٹر آتش شلائر اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کے بعد مجھے ہاورڈ کے سپرد کر دینا چاہتے ہوں۔ اس بات کے کافی امکانات تھے۔ بہت سی باتیں ذہن میں آتی تھیں جو غلط بھی ہو سکتی تھیں اور صحیح بھی۔ میں ان پر غور کرتا رہا۔

سن مین نے میرے لیے ضروری آسائشیں فراہم کر دی تھیں۔ کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں دی گئی تھی۔ ضرورت کے وقت ہر چیز مہیا ہو جاتی تھی۔ مجھے پانچ دن اس کی قید میں رہنا پڑا۔ اس دوران ایک بار بھی میں نے اس سے ملنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ اپنے پاس آنے والوں سے یہ پوچھا تھا کہ مجھے کب تک یہاں قید رکھا جائے گا۔

چھٹے دن رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے چند افراد میرے اس قید خانے میں آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ سن مین کے خصوصی کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا تھا اور میں نے دیکھا کہ مسٹر آتش شلائر بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ مسٹر آتش شلائر کے انداز میں بھی سرد مہری ہے۔ میں گہری نظروں سے انھیں دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مسٹر آتش شلائر میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے چند لمحات انتظار کرنے کے بعد کہا "علی یار خان! بدقسمتی سے حالات ہماری توقع کے بالکل خلاف ہو گئے ہیں۔ میں سب سے پہلے تمھیں تہذیب کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے وزارت خارجہ اور وزارت دفاع کو کچھ دھمکیاں ملی تھیں۔ اس آواز کو ریکارڈ کر لیا گیا ہے اور اگر تم چاہو تو تمھیں سنایا بھی جا سکتا ہے۔ نائل جوشیو کے تمام اڈوں پر اب ہمارا کوئی قبضہ نہیں رہا ہے بہت ہی خطرناک انداز میں ایک خاص مسئلے میں بلیک میل کر کے ان سے دست بردار ہونے کا حکم دیا گیا اور مجبوراً ہمیں اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ اس سلسلے میں حکومت بے حد برہم ہے۔ تم نے جو کچھ ہمارے لیے کیا تھا اس پر پانی پھر چکا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمھاری وجہ سے ہم ایک بہت بڑے بحران سے نکل گئے تھے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہماری حکومت کے مفاد میں نہیں تھا اور اس کے ذمے دار تمھیں قرار دیا گیا ہے لیکن یہ میری ذاتی کوشش ہے کہ میں تمھیں حکومت کے عتاب سے محفوظ رکھوں۔ اس کے علاوہ کچھ کرنا میرے بس سے باہر کی بات تھی۔ [illegible] کرنے کے لیے میں نے تم سے کہا تھا۔ اس میں [illegible] تھا۔ میں آج بھی اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ میں [illegible] کے مفادات کا حامی ہوں اور وہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے جو ہو گیا۔ اگر تم جذباتی ہو کر وہ قلم نہ جلا دیتے تو یقیناً فلسطینیوں کے مفاد میں ہی استعمال ہوتی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمھاری یہ جذباتی حرکت میرے حق میں بہتری [illegible] طرح میں ان مشکلات سے بچ گیا جو مجھے پیش آ سکتی تھیں۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں مخلص ہو لیکن حالات اس طرح تبدیل ہوئے ہیں کہ میں خود بھی کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ میری تم سے درخواست ہے علی یار خان کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، یہ شہر، یہ ملک چھوڑ دو۔ اس کے بعد کیا تمھارا اپنا ہے۔ کاش میں تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں کچھ نشاندہی کر سکتا لیکن میرے دوست اس بات پر یقین رکھو کہ تہذیب سے اب تمھارا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے جتنا وقت اس نے تمھارے ساتھ گزار لیا ہے وہ شاید کسی ذہنی [illegible] کا حاصل ہو لیکن اب وہ گرین پول کے لیے پوری طرح [illegible] ہے اور ہمیں زبردست چوٹ دے کر یہاں سے نکل چکی ہے۔"

میں خاموشی سے مسٹر آتش شلائر کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی مسٹر [illegible] کہ تہذیب مالکم ایکس یہاں سے نکل چکی ہے؟"

"ہم سے کچھ ایسے مطالبات کیے گئے تھے جن سے گرین پول کے مقاصد پورے ہوتے تھے اور اس کے لیے ہمیں جس طرح مجبور کیا گیا ہم اس سے فرار نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ چنانچہ تمام مطالبات گرین پول کی مرضی کے مطابق پورے کر دیے گئے۔ نائل جوشیو کے معاملات میں بھی یوں سمجھو مسٹر علی یار خان کہ گرین پول اپنا کام پورا کر چکی ہے اور ہم مقاصد سے دستبردار ہو چکے ہیں جو ہمارے پیش نظر تھے۔ حالات میں شاید آپ کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کی جا سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ ہم ناسپاس نہیں لیکن اس سے زیادہ کچھ کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر آتش شلائر؟"

"کچھ نہیں۔ بس تم یہ ملک چھوڑ دو۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ جہاں جانا چاہتے ہو وہاں تمھیں پہنچانے کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے گا اور اس کے بعد تم آزاد ہو گے۔ ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔" آتش شلائر نے کہا۔ ان کا لہجہ سرد اور سپاٹ تھا اور میرے دل میں مخاصمانہ جذبات جنم لے رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر آتش شلائر اتنا طویل وقت میں نے آپ کے لیے ضائع کیا ہے اور آپ نے جو سلوک مجھ سے روا رکھا ہے، اس کی سزا تو آپ کو تھوڑی بہت بھگتنا ہی ہوگی۔ کچھ بھی ہو جائے میں ایسا کچھ انتظام کر کے ہی جاؤں گا کہ آپ لوگوں کو میرا نام یاد رہے لیکن اس کے لیے جذباتی ہونا حماقت تھی چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔

"اس کے علاوہ میرے لیے کوئی اور حکم؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اب کیا کرنا چاہتے ہو؟ کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"کیا اس کا فیصلہ کرنے کے لیے مجھے کچھ وقت دیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس دوران یا تو تم کو سن مین کی قید میں رہنا ہوگا یا پھر کسی ایسی جگہ جہاں تمھاری نگرانی کی جاتی رہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

انھوں نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر بولے "یہ تمھارے حق میں بہتر ہے علی! میں تمھیں قید نہیں رکھنا چاہتا لیکن کسی ایسی جگہ قیام کرو جہاں تم ہماری نگاہ میں رہ سکو۔"

"اس قیام کا بندوبست بھی آپ ہی کر دیں مسٹر آتش شلائر! البتہ اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں سے آپ نے تعاون کیا ہے ان کے بارے میں آپ کو یہ حقیقت بھی معلوم ہوگی کہ وہ بدروت کے حصول میں ناکام ہو گئے تھے اور ان کی ناکامی کا ذمے دار میں تھا لیکن جو کام میں نے آپ کے لیے کیا اس کی سزا بھی مجھے آپ کے ہاتھوں دی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں کہنا۔" مسٹر آتش شلائر کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا پھر وہ بے چینی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شکریہ علی! میں اجازت چاہتا ہوں۔" دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکے اور سن مین سے مخاطب ہو کر بولے "میرا خیال ہے علی کو اسٹیر ونگ میں ٹھہرا دیا جائے اور مسٹر علی! آپ تین دن کے اندر اندر ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے بہتر تعاون کا متمنی ہوں تاکہ میرے وطن کی اس سرزمین پر آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ شکریہ" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے۔

سن مین خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا "اسٹیر ونگ ایک عمدہ جگہ ہے آپ کو وہاں قیام کر کے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس قیام کے تمام اخراجات ہمارے ذمے ہیں مسٹر علی! تشریف لائیے۔" وہ خود بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

سن مین مجھے خود ہی ہوٹل اسٹیر ونگ لایا تھا۔ یہ کھلی آبادی میں تھا اور بلاشبہ اپنی طرز کا حسین ترین ہوٹل تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے اس کمرے میں آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ سن مین نے جاتے ہوئے مجھے اچھی خاصی کرنسی بھی دی تھی جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا تھا چونکہ مجھے اس کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے جانے کے فوراً بعد میں نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں فیصلے کرنا شروع کر دیے تھے۔

میں یہاں سے نکلنا چاہتا تھا لیکن کسی ایسے انداز میں جو ان لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو اور اس کی ایک خاص وجہ بھی تھی۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی بیٹھ چکی تھی کہ اس کارروائی کا تمام ذمے دار اولیو ہاورڈ ہے۔ وہ کسی گوشے میں چھپا بیٹھا ہے اور میری پتنگ کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے طور پر وہ مجھے جہاں چاہتا ہے لے جا رہا ہے اور اب جب میں اس ملک سے نکلوں گا تو پوری طرح اس کے رحم و کرم پر ہوں گا۔ یہاں سے نکلنے کے بعد وہ ایک بار پھر میری گردن پر اپنی گرفت قائم کرنے کی کوشش کرے گا اور مجھے اپنے دام میں پھانس لے گا۔ جنگ ہم دونوں کے درمیان تھی اور میں اس جنگ میں ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ زندگی کی بازی تو قدم قدم پر لگانا پڑتی ہے چنانچہ اب اس سے احتراز کیوں کیا جاتا۔ اس سلسلے میں کچھ تھوڑی کارروائی کرنے کے موڈ میں تھا اور میں نے ایک لمحے میں اس کا فیصلہ کر لیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔
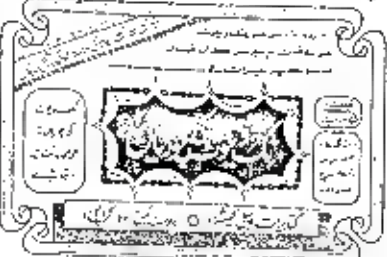
اس وقت تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے۔ ڈائیو اسٹائل ہوٹل کی نچلی منزل میں تفریحی پروگرام جاری تھے۔ خوب رونق تھی جیسا اور یہ رونق آدھی رات تک جاری رہتی تھی۔ بہرطور میں نے اپنے کام کے لیے ایک بجے کا وقت مقرر کیا اور ٹھیک ایک بجے میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنے لیے کافی طلب کر لی۔ میں پُراطمینان انداز میں بیٹھا ہوا اس دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں سے ویٹر اندر داخل ہونے والا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد ایک باوردی ویٹر کافی کے برتن اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے احترام سے برتن میز پر رکھے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس انداز میں آگے بڑھا تھا جیسے کچھ کرنے جا رہا ہوں لیکن درحقیقت میں دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا اور پھر میں نے انتہائی غیر محسوس انداز میں دروازہ بند کر دیا لیکن ویٹر کو کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر بند دروازے کی طرف اس کی سمجھ میں ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں آیا تھا۔

"ویٹر! میں تم سے کچھ خصوصی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ احتیاطاً میری گفتگو سنو اور یہ قبول کرو۔" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے سامنے کیا جس سے اس کے اعصابی تناؤ میں کچھ کمی پیدا ہو گئی۔ وہ رازدارانہ انداز میں میرے قریب پہنچا لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دوسرے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ میں نے پھرتی سے اس کی گردن دبوچ لی تھی۔

ویٹر کے ہاتھ تشنجی انداز میں پھیل گئے لیکن میں اس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈالتا رہا اور چند ہی لمحات کے بعد وہ میرے بازوؤں میں جھول رہا تھا۔ میں نے تیز روشنی بجھانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ انتہائی پھرتی سے میں نے ویٹر کا لباس اتار دیا اور اسے گھسیٹ کر غسل خانے میں ڈال دیا۔ پھر میں نے ویٹر کا لباس پہنا، کافی کی ٹرے ہاتھوں میں اٹھائی اور مطمئن انداز میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دوسرے ویٹر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے کسی پر توجہ نہیں دی اور سیدھا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی حالانکہ لوگ آ جا رہے تھے۔ اس ہوٹل میں کافی ویٹر تھے۔ میں نے خاص طور سے ایسے راستے منتخب کیے تھے جہاں دوسروں سے زیادہ مڈبھیڑ نہ ہو یا مڈبھیڑ بھی ہو تو کم از کم میرے چہرے کا آمنا سامنا نہ ہو۔

نچلی منزل پر پہنچ کر میں نے کافی کی ٹرے ایک اسٹینڈ پر رکھی اور باہر کی سمت چل پڑا۔ انتہائی احتیاط سے میں یہ راستہ طے کرتا ہوا ہوٹل کے لان پر نکل آیا اور پھر وہاں سے کاؤنٹر کے اس لاٹ کی طرف چل پڑا جو پچھلی سمت تھا۔ یہاں سے میں نے ہوٹل کے احاطے کی دیوار دیکھ رکھی تھی۔ کاؤنٹر کے پیچھے پہنچ کر میں گیٹ سے باہر نکل سکتا تھا لیکن گیٹ پر چوکیدار ہوتا۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ احاطے کی دیوار کو پھلانگا جائے۔

ایک کار پر چڑھ کر دیوار کو پھلانگنے میں مجھے ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں ہوٹل سے باہر تھا۔ لباس ویٹر کا تھا لیکن اگر ٹوپی اور کچھ مخصوص نشانات اتار کر پھینک دیے جاتے تو پھر یہ ایک عام لباس بھی بن سکتا تھا چنانچہ میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ وہ نشانات اتار کر پھینک دیے تاکہ کوئی میری جانب خصوصی طور پر متوجہ نہ ہو۔ کچھ رقم میں نے اپنے ساتھ رکھ لی تھی کیونکہ یہ میرے لیے کارآمد ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد میں رات کی تاریکی میں کسی نامعلوم منزل کی جانب بڑھ گیا جہاں سے مجھے اپنی مزید کارروائیاں انجام دینا تھیں۔ میں جانتا تھا کہ ہوٹل انتظامیہ میری نگرانی کے لیے زبردست کام کر رہی ہوگی لیکن یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی کہ میں چند گھنٹوں کے اندر اندر اس طرح ہوٹل چھوڑ دوں گا۔ اس سے زیادہ موزوں اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا۔ بہرحال فی الحال ان لوگوں کی دسترس سے نکل آیا تھا لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اب کیا کروں؟ یہ سارا شہر ہی میرے لیے اجنبی تھا اور کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں میں پناہ لے سکتا۔ بے سروسامانی کی حالت میں کسی ہوٹل کا رخ کرنا بھی حماقت ہی تھی۔ اس وقت کسی کی نگاہ میں مشتبہ ہونا بھی موت کو دعوت دینا تھا۔

کافی دیر تک پیدل چلتا رہا۔ ہیڈ ورڈنگ کی رونقیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ پیدل چلتے چلتے بھی تھک گیا تھا۔ بہت بارونق علاقے ملے لیکن خوش قسمتی سے کوئی شخص میری جانب متوجہ نہ ہوا۔ اس طرح کب تک چلتا رہوں گا؟ میں نے سوچا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیوب ٹرین کے ریلوے اسٹیشن کے نیون جگمگا رہے تھے۔ کسی خیال کے تحت میں اسی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر بعد میں زیر زمین ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ٹرین میں بالکل رش نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ بس دل میں ایک ہی خیال تھا کہ یہاں سے دور چلا جاؤں۔ اتنی دور کہ کوئی پناہ گاہ مجھے مل سکے۔ ذہن پر خیالات کا ہجوم تھا۔ اولیو ہاورڈ نے ایک بار پھر مجھے شکار کر لیا تھا۔ میں کسی نشانے پر بیٹھا تھا اور میں دربدر ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری تاک میں لگا ہوا ہے لیکن چوہے بلی کا یہ کھیل طویل ہوتا جا رہا تھا۔ میں بار بار اس کے شکنجے میں آ کر صاف نکل جاتا تھا۔ اس کی مجبوریاں تھیں ورنہ وہ براہ راست مجھ پر ہاتھ ڈال سکتا تھا۔

لیکن تقدیر ہی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ مجھے اس کے جال میں نہ پھنسنے دے گی۔ فی الحال تو میں اس کی دسترس سے باہر نکل آیا تھا۔ ہوٹل کے سلسلے میں نہ صرف یہ کہ مسٹر آرتھر شاٹ یا مسٹر مین کو بھی یہ بات معلوم ہوگی کہ میں کہاں ہوں بلکہ اولیو ہاورڈ بھی اس بارے میں بخوبی جانتا ہوگا اور مطمئن ہوگا کہ میں ابھی اس کا قیدی ہوں اور جب یہاں سے باہر نکلوں گا تو وہ میرے تعاقب میں ہوگا اور یقیناً اس کی مجرمانہ کارروائیاں مجھے ایسی ہی جگہ لے جائیں گی جہاں وہ آسانی سے مجھے اپنا شکار بنا سکے لیکن ایک بار پھر اس کی شکار گاہ خالی رہ گئی تھی اور شکار بھاگ نکلا تھا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اولیو ہاورڈ! ممکن ہے تمہارا اور میرا یہ کھیل ساری زندگی چلتا رہے اور تم مجھ پر کبھی ہاتھ نہ ڈال سکو۔ ہاں اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری زندگی بھی مجھے عزیز ہے۔ تم جیسا دشمن بھلا کون کھونا پسند کرے گا۔ میں بھی اپنے آپ کو آزمانے کے لیے ان راستوں پر آیا ہوں اور میرا یہ سفر جاری رہے گا۔ میں نے ایک نئے عزم کے ساتھ سوچا کہ تہذیب! تم میری زندگی میں بے کار ہی داخل ہوئی تھیں۔ میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو زندوں میں تصور ہی نہ کروں گا۔ دل کو بھی مردہ کر لیا تھا میں نے لیکن اس مردہ دل میں زندگی کی رمق نہ جانے کہاں سے پیدا ہو گئی۔ شاید یہ تمہاری مسلسل کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ تم اس دل میں زندگی بیدار کرنے میں کامیاب ہو گئیں ورنہ میں نے تو پہلے ہی مرحلے پر تم سے کہہ دیا تھا کہ [illegible] دنیا کچھ بھی کہتی رہے تہذیب! یہ بات میرے دل میں ایمان کی طرح زندہ ہے کہ تم میرے خلاف کبھی عمل نہیں کر سکتیں۔ ہاں تہذیب! میں تمہارے راستے سے بہت دور ہٹ چکا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ زندگی میں کبھی تم سے ملاقات ہو سکے۔ اگر نہ مل پاؤں تو مجھے مجبور سمجھ کر معاف کر دینا۔

ٹیوب ٹرین برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہی تھی اور پھر وہ آخری اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ یہیں میں اتر گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ زمین دوز ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلنے کے بعد میں نے دیکھا تو بے حد سناٹا تھا۔ تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ بہت دور کافی فاصلے پر ایک روشنی رواں دواں تھی۔ غالباً کوئی سڑک تھی جو یہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے سے گزر رہی تھی۔ اس کے علاوہ اطراف میں کچھ نہیں تھا اور اگر تھا تو رات کی تاریکی میں نظر نہیں آ رہا تھا۔

یہ گزرتی ہوئی سڑک کہاں سے آتی ہے کہاں تک جاتی ہے؟ اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا لیکن یہاں سے دور نکل جانے کی خواہش نے میرے قدم اسی سڑک کی طرف اٹھا دیے اور میں

انگریک اور ریلوے اسٹیشن کے درمیانی فاصلے کو طے کرنے لگا۔

راستے سرسبز کھیتوں کے درمیان سے گزرتے تھے مجھے کوئی پگڈنڈی نظر آئی تو میں کھیتوں ہی میں گھس گیا اور پودوں کو روندتا ہوا بالآخر سڑک کے قریب آپہنچ گیا۔

چکنی اور شفاف سڑک دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ میں اس سڑک پر پیدل سفر کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتا رہا۔ مزید چلتا رہتا اگر مجھے ایک دھندلی سی روشنی نظر نہ آجاتی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا اس روشنی کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا ٹرک تھا، جس کا بونٹ کھلا ہوا تھا اور ایک گندا اور مجہول سا ڈرائیور اس بونٹ پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے بیٹری میں وائر لگا کر ایک بلب روشن کر لیا تھا اور اسے بیٹری کے پاس ہی لٹکا دیا تھا۔ اس روشنی میں وہ انجن کی کوئی خرابی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس شخص نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ چند لمحات کے بعد اس نے روشنی کے وائر بیٹری سے نکالے اور بیٹری کے ٹرمینل فٹ کرنے کے بعد بونٹ بند کر دیا۔ تب وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

"ارے تم پھر آگئے؟" اس نے گھبرائے ہوئے سے لہجے میں کہا۔ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"عقل آگئی ہوگی۔ اترنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ عجیب آدمی ہو۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا اور آگے بڑھ کر اسٹیرنگ پر جا بیٹھا۔

میں سر کھجا کر رہ گیا تھا۔ کون چلا گیا؟ کون اتر گیا؟ یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی لیکن ایک نیا خیال میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر ٹرک کے عقبی حصے میں جھانکا۔ کچھ کارٹن ٹرک کے پچھلے حصے میں لدے ہوئے تھے۔ ان پر مونوگرام بھی بنا ہوا تھا لیکن رات کی تاریکی کی وجہ سے مونوگرام پڑھا نہیں جاتا تھا۔

بوڑھے نے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر سیلف لگایا اور ٹرک اسٹارٹ ہو گیا۔ تب اس کے منہ سے مسرت کی قلقاری نکلی اور اس نے کہا "اب باہر ہی مرتے رہو گے یا اندر بھی آؤ گے؟ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" میں پھرتی سے گھوم کر دوسری جانب سے بوڑھے کے برابر سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ میں خاموش تھا، بوڑھا مطمئن انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر دو تین گھونٹ لے کر شیشی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔

"میں کہتا ہوں اتر کیوں گئے تھے تم؟ کیا سمجھے تھے تم؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"میں... میں..." میں نے آہستہ سے کہا اور بوڑھے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ چند لمحات دیکھتا رہا، پھر اس نے اوپر لگی ہوئی روشنی کا بٹن آن کیا اور مختصر سے حصے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ اس نے میری شکل دیکھی اور چونک پڑا۔

"ارے! تم وہ نہیں ہو؟"

"کون؟" میں نے ٹھنڈی سانس لے کے سوال کیا۔

"تم کون ہو؟" بوڑھے نے کہا۔

"ایک پریشان حال مسافر جسے کسی ہمسفر کی تلاش تھی۔"

"سارے مسافر اسی سڑک پہ مرے ہیں۔ کوئی اور بھی راستہ دیکھ لیا ہوتا۔ میں سمجھا تم وہی ہو گے۔"

"وہی کون؟"

"وہ بے وقوف بھی شہر کے آخری کنارے سے میرے ٹرک میں سوار ہوا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر لفٹ مانگی تھی ورنہ میں کسی کو لفٹ دینے کا عادی نہیں ہوں۔ بیٹھا رہا، تھوڑی دیر تک فضول باتیں کرتا رہا، نیم خبطی سا معلوم ہوتا تھا۔ پھر دفعتاً میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ بس اس طرف روک دو، بہت ضروری کام ہے۔ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پہ وہ ٹرک رکوا کے نیچے اتر گیا تھا اور میں اسے گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ پھر کوائل کے وائر ڈھیلے ہو گئے اور انجن بند ہو گیا۔ میں سمجھا کہ تم وہی ہو اور دوبارہ واپس آگئے ہو۔ مگر تم کون ہو اور کہاں جاؤ گے؟"

"آپ کہاں جا رہے ہیں معزز بزرگ؟" میں نے بڑے شائستہ انداز میں سوال کیا اور بوڑھے نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم شریف آدمی ہو۔ بیٹھے رہو، چلتے رہو، کوئی بات نہیں۔"

"مگر آپ جا کہاں رہے ہیں؟"

"جہاں بھی جا رہا ہوں تمہیں پہنچا دوں گا۔ یہ سڑک ایک ہی سمت جاتی ہے۔ مختلف شاخیں نہیں ہیں اس کی۔" بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر جیب سے وہ چپٹی سی شیشی نکال لی اور اس کی تلچھٹ تک معدے میں اتار لی۔ اس کے بعد اس نے شیشی باہر اچھال دی تھی۔

"میں تکلفات کا قائل نہیں ہوں اور پھر جو چیز کسی کو دی نہیں جا سکتی اس کے لیے تکلفاً پوچھنا بھی مناسب نہیں ہوتا۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اسٹیرنگ پر اس کا ہاتھ لہرا گیا۔

"بالکل بالکل، آپ کے افکار و خیالات بہترین ہیں لیکن ذرا اسٹیرنگ پر دھیان رکھو۔"

بوڑھا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "اگر میں اسٹیرنگ چھوڑ کر آنکھیں بند کر کے سو جاؤں تب بھی ٹرک اپنے راستے پر رواں دواں رہے گا۔" اس کے بعد وہ آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ٹرک واقعی سیدھا ہی جا رہا تھا اور اس وقت اس میں کوئی گڑبڑ نہیں پیدا ہوئی تھی۔

"لیکن بہتر یہ ہوگا میرے معزز ساتھی کہ تم آنکھیں نہ بند کرو اور سونے کی کوشش مت کرو، منزل پہ پہنچ کر ہی سونا بہتر ہوتا ہے۔"

"واہ واہ کیا عمدہ خیالات ہیں تمہارے۔ ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔" بوڑھا آنکھیں پھاڑ کر بولا اور پھر گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اسے چڑھ رہی تھی اور یہ ساری باتیں اسی کا نتیجہ تھیں۔

میں سیٹ سے پشت ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا اور بوڑھا ڈرائیونگ کرتا رہا۔ پھر بوڑھے کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور بریک پیڈل پہ اس کے پاؤں کا دباؤ بڑھ گیا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد بھی صورت حال کو پوری طرح سمجھ نہ پایا تھا کہ ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ میرے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی آنکھوں کے سامنے نہیں تھی بلکہ دماغ میں تھی۔ شاید میرے سر میں چوٹ لگی تھی۔ دوسرے لمحے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور ہوش و حواس رخصت ہو گئے۔ شاید کوئی حادثہ ہو گیا تھا۔ یہ آخری احساس تھا جو مجھے ہوا اور اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔

نہ معلوم کتنی دیر بعد آنکھ کھلی۔ میرا سر گھوم رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ دھندلاہٹ چھٹتی چلی گئی۔ پوری طرح ہوش آیا تو دیکھا کہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہوں اور میرے قریب تین آدمی موجود ہیں۔ یہ تینوں شکلیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا، دوسرا اس سے کسی قدر کم عمر کا مالک اور تیسری ایک عمر رسیدہ عورت۔ عورت نے مجھے ہوش میں آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" میں نے اس کے چہرے پر نظر کی۔ محبت گہری اس کے چہرے سے عیاں تھی لیکن ساتھ ہی وہ اپنے آپ کو نرم خو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کمزور لہجے میں اسے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں۔ عورت نے جلدی سے دائیں طرف رخ کر کے کہا "جلدی کرو، اس کے لیے دودھ لاؤ۔" دودھ میں شاید اوولٹین ملی ہوئی تھی۔ میں نے ان کے اشارے سے وہ دودھ پی لیا۔ سامنے لگی دیوار گیر گھڑی میں چار بج رہے تھے۔ یقیناً شام کا وقت تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں کافی دیر تک بے ہوش رہا تھا۔ میں صورت حال سے چونکہ واقف نہیں تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اس لیے میں نے ان سے کوئی سوال کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس کی گرفت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس بات سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے، دماغ پر چوٹ لگی ہے اور اگر یہ لوگ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مجھے یہاں لائے ہیں تو صورت حال جاننے کے بعد ان کا شکریہ ادا کروں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا اور اگر کوئی اور ہی مسئلہ ہے تو پھر جیسا بھی ہو جو کچھ بھی سامنے آئے۔

معمر شخص نے مجھے آرام کرنے کے لیے کہا اور اس کے بعد وہ عورت کی طرف رخ کر کے بولا۔ "میں نے کہا تھا نا کہ سب ٹھیک ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے، تمہیں پریشانی نہیں ہوگی۔"

"میں اس کے پاس رہوں؟"

"دل چاہے تو رہو ورنہ بہتر یہ ہے کہ اسے آرام کرنے دو۔ آرام کرے گا تو توانائی بحال ہو جائے گی۔ ہاں ڈیٹی! تم اسے انجکشن دے دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد میرے بازو میں انجکشن کی سوئی چبھی اور میں منہ بنا کر رہ گیا تھا لیکن اس کے بعد ذہن خاصا پرسکون ہو گیا تھا۔ بے ہوشی نہیں تھی بلکہ ایک طرح کی سکون آمیز کیفیت تھی۔ پھر میں نے ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنی۔ تھوڑی سی گردن گھما کر دیکھا تو عورت ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ الفاظ میری سمجھ میں نہ آسکے لیکن چند لمحے کے بعد عورت نے ڈیٹی کی طرف رخ کر کے کہا کہ ٹیلی فون پہ بات کر لو۔ ڈیٹی بھی ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرنے لگا۔ اس کا لہجہ قدرتی طور پر تیز تھا چنانچہ میں نے اس کے الفاظ سنے۔ وہ میرے حصول کی داستان دہرا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا جن سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ جوان ہنرمندوں سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے اسے کسی دوسرے ملک بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں خوش ہو گیا۔ اگر اس طرح مجھے اس ملک سے نکلنا نصیب ہو جائے تو مزہ ہی آجائے۔ ماما اور ڈیٹی کے سارے پروگرام فیل ہو جائیں گے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اپنے نئے کردار کو محنت سے نبھاؤں گا۔

سکون کے یہ لمحات میرے لیے بڑے غنیمت تھے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی جب کچھ لوگ میرے پاس پہنچے۔ ان میں وہ معمر شخص بھی شامل تھا۔ باقی تمام چہرے اس وقت بھی اجنبی تھے۔ ان میں سے ایک نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب تم انتہائی بہتر حالت میں ہو [illegible]

تمہیں ایک خاص مقصد کے تحت جیل سے فرار کرا کے یہاں تک لایا گیا ہے۔ تمہارا کیا خیال تھا جیل سے فرار ہونے میں تمہاری اپنی کوششوں کا دخل ہے۔ دراصل تمہارے بارے میں ہمیں اطلاع مل چکی تھی کہ تم تیرہ سال کی سزا بھگت رہے ہو لیکن ذرا غور کرو! اس بے چاری لڑکی پر جو تمہارے لیے اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں ٹھیک ٹھاک ہو کر اس کے پاس پہنچنا چاہیے۔ بہتر ہے تم ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاؤ اور ہم سے تعاون کرو۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم تمہارے ماضی سے بخوبی واقف ہیں، اگر تم نے ہم میں سے کسی کے ساتھ کوئی الٹی سیدھی بات کی تو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

میں خاموشی سے ان کی شکلیں دیکھنے لگا۔ میرا نام جان اسٹوڈن لیا گیا تھا۔ مجھے جان اسٹوڈن بننے میں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن معلوم تو ہو کہ ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔ میں نے ان میں سے کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اس کے بعد مجھے میرے کام کی تفصیلات بتائی جانے لگیں۔ کوئی بالکل ہی انوکھا معاملہ تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا چکر ہے لیکن میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق عمل کروں گا اور اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ حیرت صرف اس بات پر تھی کہ جس شخص کو جیل سے فرار کرایا گیا تھا اس کی شکل یہ لوگ کیوں نہیں پہچانتے تھے اور تمام کے تمام آنے والے مجھے آسانی سے جان اسٹوڈن کیوں تسلیم کیے جا رہے تھے؟

میں نے جب کوئی جواب نہیں دیا تو اس معمر شخص نے کہا۔ "میرا خیال ہے مسٹر اسٹوڈن کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور پھر بات ہی کون سی پیچیدہ ہے، تھوڑا سا میک اپ کر کے انھیں ایک شخص کی شکل اختیار کرنا ہوگی اور اس کے بعد یہ اپنا کام انجام دے دیں گے، جب یہ اپنا کام مکمل کر لیں گے تو انھیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے لیے کوئی مشکل نہ رہے گی۔ کیوں مسٹر اسٹوڈن! کیا تمہیں اس تمام کارروائی پر کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تو میڈم آپ اسٹوڈن کو اس کا کردار ذہن نشین کرا دیں، سمجھا دیں اسے وہی کرنا ہے جو اس سے کہا جا رہا ہے اور کسی بھی طور اس سے انحراف اس کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔ جیل سے فرار ہوتے ہوئے دو افراد کا قتل معمولی بات نہیں ہے۔ پہلے ہی کون سا کم جرم تھا اس کا، اب ان دو افراد کے قتل کے بعد اسے یقیناً الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا جائے گا لیکن زندگی بچانے کے لیے جدوجہد ضروری چیز ہوتی ہے۔ آپ لوگ ہمارے پروگرام سے مطمئن ہیں؟" معمر شخص نے دوسروں سے سوال کیا اور انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ "تو پھر آئیے، ہمارا آدمی مکمل طور پر تیار ہے، میڈم آپ اسٹوڈن سے گفتگو کیجیے۔"

تمام کے تمام باہر نکل گئے۔ معمر عورت میرے سامنے بیٹھ گئی اور پھر اس نے مجھے ایک کہانی سنائی۔ یہ کہانی بہت دلچسپ، بہت عجیب تھی۔ معاملات سارے کے سارے الجھے ہوئے تھے لیکن اس کہانی سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ شخص جسے جیل سے فرار کرایا گیا تھا ان لوگوں کے لیے مکمل طور پر اجنبی کیوں تھا اور ان میں سے کوئی اس کی شکل کیوں نہیں پہچانتا تھا یا پھر اس کام کے لیے جیل سے ایک شخص کو فرار کرا کر اس کے سپرد یہ ذمے داریاں کرنا کیا معنی رکھتا تھا لیکن میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ جس حد تک بھی ممکن ہو سکا تعاون کروں گا جو کچھ اس کے بعد میری آزادی یقینی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا۔ وہ جہاں چاہیں مجھے لے جائیں۔

جب میرے چہرے پر ایک اجنبی میک اپ کیا گیا تو مجھے کافی حد تک اطمینان نصیب ہوا کہ میری اصل شکل کو جاننے والے بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ میک اپ تو کسی کے چہرے پر بھی کر دیا جائے تب تبدیل شدہ حالت میں دوسروں سے متعارف ہونا ہے اور پھر چونکہ مجھے میری نئی حیثیت بتا دی گئی تھی اس لیے میں مطمئن تھا کہ اپنا کام بخوبی پورا کر سکوں گا۔ اس طرح مجھے یہاں سے نکلنے کے مواقع بھی مل رہے تھے۔ ان میں سے کسی شخص کا نام مجھے نہیں معلوم ہو سکا لیکن یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ان لوگوں نے مجھے اچھی طرح ہدایات دے دی تھیں اور بتایا تھا کہ مجھے کہاں کہاں جانا ہے، کس ہوٹل میں قیام کرنا ہے۔ یہ بھی بتا دیا تھا مجھے کہ جاتے وقت صرف چابی واپس کرنا ہوگی، میرا پاسپورٹ الماری میں لٹکے سوٹ کی جیب میں رکھا ہے۔ پرس پتلون کی جیب میں ہے اور میرے پاس موجود کرنسی کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک انوکھی بات تھی کہ انھوں نے میری جیب میں موجود کرنسی پر غور نہیں کیا تھا کہ اتنی تعداد میں یہ کرنسی کہاں سے آئی؟

صورت حال چونکہ میرے خلاف نہیں تھی، اس لیے میں نے ان سے مکمل تعاون کیا۔ مجھے اس کمرے سے نکال کر ایک دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ اب میں پُرسکون تھا، چہرے پر میک اپ ہو جانے کی وجہ سے مجھے یہ خوف بھی نہیں رہا تھا کہ وہ لوگ میری صورت پر غور کر سکتے ہیں۔ بوڑھے ٹرک ڈرائیور کی موت کا مجھے افسوس تھا، بے چارہ میری وجہ سے مارا گیا۔ اس کے کچھ الفاظ مجھے یاد آ رہے تھے۔ کوئی شخص اس کے ٹرک میں بیٹھا تھا اور پھر کہیں راستے ہی میں اتر گیا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہی شخص جان اسٹوڈن تھا۔ وہ کہاں گیا؟ دوبارہ ان لوگوں کے ہاتھ لگے گا یا نہیں؟ یہ ساری باتیں سوچنا ضروری تھیں لیکن میں ان پر زیادہ غور نہیں کر رہا تھا۔ مجھے تو صرف اپنے مقصد سے غرض تھی۔ ان کا کام کر کے اگر اس علاقے سے نکل جاؤں تو یہ میرے لیے بہت ہی بہتر بات ہوگی۔ اس طرح اودیسا والوں سے میرا پیچھا فی الحال چھوٹ جائے گا، بعد میں جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔

نئے کمرے کی کھڑکی سے میں نے باہر جھانک کر دیکھا، موسم خوشگوار تھا۔ تھوڑی دیر تک میں وہاں کھڑا رہا اور اس کے بعد واپس آ کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میرا اجنبی چہرہ میرے سامنے تھا۔ درمیانی عمر، بھری سی ناک، چندھیائی ہوئی آنکھیں، جبڑے باہر کو ابھرے ہوئے۔ میں اپنے لیے بالکل اجنبی تھا۔ جو لباس میں نے زیب تن کیا وہ نہایت نفیس تھا۔ دیگر تمام سامان بھی درست تھا۔ پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس، دو قیمتی سوٹ، جوتے، ٹائیاں، قمیصیں وغیرہ۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر اسی معمر عورت سے ملاقات ہوئی جسے صرف میڈم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ناشتا اس نے میرے ساتھ ہی کیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہنے لگی۔

"جان اسٹوڈن! جیسا کہ تم جانتے ہو کہ تمہارا نام روڈ ہے۔ پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ پر تم اپنا نام دیکھ چکے ہو گے، بہتر یہ ہے کہ آج شام کو سات بجے اپنا ٹکٹ فضائی کمپنی سے وصول کر لو۔ جہاز پونے آٹھ بجے روانہ ہوگا۔"

"مگر مجھے جانا کہاں ہے میڈم؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی سوال نہ کرو، وقت پر سب معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔"

شام کو سات بجے سے پہلے میں نے سامان وغیرہ باندھا اور ان کی ہدایت کے مطابق اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں تھی کہ عمارت کون سی جگہ ہے اور میں شہر کے کس حصے میں ہوں، بس نیچے آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ ریزرویشن پر میں نے اپنا نام بتایا تو فوراً ہی ایک ٹکٹ مجھے مل گیا اور یہاں مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ میں لندن جا رہا ہوں۔

میری منزل ایمسٹرڈم تھی۔ اس طرح یہاں سے نکل جاؤں گا اس کا تو تصور بھی نہیں تھا۔ جہاز میں سفر کرتے ہوئے بھی میں اپنی اس خوش قسمتی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ذہن کے پردے سے کئی بار تہذیب کا نام ٹکرایا تھا لیکن اب میں نے صبر کرنا سیکھ لیا تھا۔ ایمسٹرڈم کے شاندار ہوائی اڈے پر میرے استقبال کے لیے کوئی موجود نہیں تھا لیکن اپنا سامان وصول کر کے جب میں باہر آیا تو ڈھلے ہوئے شانوں والے ایک اچھی شکل و صورت کے آدمی نے میرا استقبال کیا۔

"مسٹر روڈلوڈرام! بہت عرصے کے بعد آپ کو دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ آپ مجھے یقیناً نہیں پہچانتے ہوں گے، میرا نام ہارلس ہے۔ آئیے، گاڑی موجود ہے۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور ایک شاندار لیموزین کار میں جا بیٹھا۔ سفر کے دوران ہارلس نے کہا۔ "آپ کو اپنا مکان پسند آئے گا مسٹر روڈلوڈرام، سمندر کے کنارے پہاڑیوں کے اوپر ایک تنہا مکان۔"

تقریباً پچاس منٹ کا سفر طے کرنا پڑا تھا اس کے بعد لیموزین پہاڑی پر ایک خوبصورت بنگلے کے قریب رک گئی۔ ہارلس نے کہا۔ "آپ اندر تشریف لے جائیے، میں واپس جاتا ہوں۔"

میں نے اطمینان سے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور نیچے اتر گیا۔

"میرے لیے اور کوئی ہدایت تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے سرد اور کھردرے لہجے میں جواب دیا اور گاڑی میں بیٹھ کر اسے ریورس کر کے واپس لے گیا۔

برآمدے میں ایک خوبصورت سی تیس پینتیس سالہ عورت میری منتظر تھی۔ میں آگے بڑھا تو وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ کلی روڈلوڈرام یعنی میری بیوی ہے۔ کئی روز تک جدائی کی طویل داستانیں سننے کے بعد جب کسی قدر فراغت حاصل ہوئی اور مجھے غسل کرنے کا موقع ملا تو میں دل ہی دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ اب تک تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ میں ہالینڈ پہنچ چکا ہوں اور میری منزل اب مجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔

ہالینڈ میں بھی امریکی یہودیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی اور میں ہالینڈ کے سب سے بڑے شہر ایمسٹرڈم میں رہ کر اپنے کام کا آغاز کر سکتا تھا۔ کاش تہذیب مالکم یا کسی بھی ہالینڈ میرے ساتھ ہی آتی۔ وہاں سے نکل آنے کی خوشی تھی لیکن دکھ تہذیب کے نہ ہونے کا تھا اور اب یہ خاتون یعنی کلی روڈ مل گئی تھیں۔ بظاہر تو یہ سنجیدہ طبیعت کی مالک تھیں لیکن بہرحال بیوی تھیں اور بیوی کے شوہر پر بہت سے حقوق ہوتے ہیں۔ اگر ابھی ان سے انحراف کر کے ایمسٹرڈم کی حسین دنیا میں کھو جاؤں تو زیادہ مشکل تو نہیں ہوگی لیکن فوری طور پر قدم جمانا مشکل ثابت ہوگا۔ چنانچہ کیوں نہ کچھ وقت یہاں پر بھی گزار لیا جائے۔ جو داستان مجھے میڈم نے سنائی تھی اس میں

کیا یہ ضروری تھا کہ تم ان کو صرف بے گناہ لوگوں کو بے گھر کر کے فلسطین میں ہی اپنے قدم جمالو؟"

سائیکا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چمچ جلدی سے پلیٹ میں رکھتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ لہجے میں بولی "سوری مسٹر روڈر! مجھے نہیں معلوم تھا کہ فلسطینیوں کے لیے آپ کے جذبات اس قدر شدید ہیں۔ بڑی حیرت ہوئی! کیونکہ لنڈا تم نے یہ تو کبھی نہیں بتایا تھا کہ مسٹر روڈر فلسطینیوں کے حامی ہیں؟"

"روڈر کی زبان سے یہ سب کچھ سن کر مجھے بھی تعجب ہوا ہے۔ اس سے پہلے میں نے ان کے منہ سے فلسطینیوں کے حق میں کوئی بات نہیں سنی۔" لنڈا نے جواب دیا اور میں نے اپنے آپ کو فوراً ہی سنبھال لیا۔

"حقائق کا اعتراف کوئی غلط بات تو نہیں ہے جو حقیقت تھی وہ میری زبان سے نکل گئی۔ خیر! اس موضوع کو چھوڑو۔ ہم اس وقت اسرائیلی ٹاک کر رہے ہیں۔ اس لیے اس وقت ان کے خلاف گفتگو کرنا نامناسب ہے۔"

بات آئی گئی ہو گئی لیکن میں نے کئی بار محسوس کیا کہ سائیکا چور نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی ہے۔ شاید اس بات پر اسے حیرت ہوئی تھی کہ ہالینڈ کا باشندہ ہونے کے باوجود میرے دل میں فلسطینیوں کے لیے ہمدردی کیوں ہے۔ میں نے اس کے بعد اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ سائیکا نے وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ہم لوگوں سے وعدہ لیا تھا کہ ہم اس سے ملاقات کرتے رہیں گے۔ بلکہ اصرار کیا تھا کہ جس قدر جلد ہو وہ کسی دن ڈنر اس کے ساتھ ہی کریں۔ سائیکا نے لنڈا کو اپنا ٹیلی فون نمبر دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کرے۔ آج کل وہ ہالینڈ ہی میں مقیم ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد سائیکا اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ لنڈا میرے ساتھ کار میں آ بیٹھی تھی۔ لیموزین اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے کہا "یہ تمہیں کیا ہو گیا تھا روڈر! فلسطینیوں کے لیے تمہارے دل میں ایسے خیالات کب سے پیدا ہو گئے؟"

"میں نے وہاں پر بھی تم سے یہی کہا تھا کہ حقائق سے روگردانی کسی طور ممکن نہیں ہے۔ جو حقیقت تھی میری زبان پر آ گئی۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ خواہ مخواہ کو ذکر نکل آیا، کیا فائدہ؟" لنڈا سیدھی سادی عورت تھی، خاموش ہو گئی لیکن میرے دل میں نفرتوں کا طوفان سا امنڈ آیا تھا اور میں سوچنے لگا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ان جھگڑوں سے نکلنے کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں۔ میں جس جگہ تک پہنچ گیا تھا وہاں تک اتنی جلدی پہنچنے کی مجھے امید نہیں تھی لیکن اب یہاں آنے کے بعد میری ذمے داریاں مجھے مجبور کر رہی تھیں کہ میں سب کچھ بھلا کر اپنے کام کی طرف توجہ دوں لیکن ان کمبخت لوگوں نے جنہوں نے مجھے ایک خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا تھا، میری جان کو اٹکے ہوئے تھے۔ ان سے آپا چھوٹ کر نکلنا اور میں فوری طور پر اب کسی ایکشن پروگرام میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا چونکہ یہاں کے بارے میں ابھی میری معلومات مکمل نہیں تھیں۔

دوسرے دن ناشتے سے فارغ ہوا تھا کہ لنڈا نے ٹیلی فون کی اطلاع دی اور میں چونک پڑا۔ "کوئی مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے!" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ مسٹر پارکر ہیں۔"

"اوہ! اچھا اچھا۔" میں ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا اور ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے پارکر کی آواز سنائی دی۔

"کوئی مصروفیت تو نہیں ہے مسٹر روڈر؟"

"نہیں کہو کیا بات ہے؟"

"تم عمارت سے نکل آؤ اور پیدل چلتے ہوئے بارکین ٹرنڈ پر پہنچ جاؤ اور یہاں سے سڑک پار کر کے سامنے کے پارک میں پہنچ جاؤ۔ پارک میں پہنچنے کے بعد تمہیں دائیں ہاتھ پر مڑنا ہو گا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک شخص تمہیں تمہارا منتظر ملے گا۔ تمہیں اس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔"

"لیکن...." میں نے کہنا چاہا مگر دوسری طرف سے ٹیلی فون بند ہو گیا۔

میں نے تیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لیا اور باہر نکل کر مطلوبہ جگہ پہنچ گیا لیکن پارکر کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔

"اتنے گھماؤ پھراؤ کی کیا ضرورت تھی؟ تم سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ سکتے تھے کہ تم یہیں مجھے ملو گے؟" میں نے کہا۔

پارکر نے جیب سے سگریٹ نکالا اور میرے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا "دوست! ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تمہارے اس مشن کی کامیابی کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنی عقل استعمال نہ کرو اور کسی بھی سلسلے میں غور کرنا چھوڑ دو۔ یہ ہمارا کام ہے اور ہم نے فول پروف منصوبہ بندی کر لی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری پوزیشن کتنی نازک ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھو، دماغ کو ڈھیلا چھوڑ دو اور صرف احکامات پر عمل کرو۔" اس کے لہجے میں تحکم تھا۔ دل تو [illegible] کر دوں تھا لیکن اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔

میں خاموشی سے پارکر کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ پارک کے دوسرے گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ سبز رنگ کی ایک کار کے پاس پہنچ گیا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لڑکی موجود تھی۔ اس نے میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی میرے برابر آ بیٹھا۔ لڑکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا

دی تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ کا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک عمارت کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو گئے۔ یہاں پورچ میں ایک طویل القامت آدمی میرا انتظار کر رہا تھا۔ خوش پوش تھا اور چہرے پر مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

میں کار سے اترا تو اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کرتے ہوئے کہا "مسٹر جان اسٹوڈن.... ہاں ہاں! حیران ہونے کی بات نہیں۔ یہاں تمہیں روڈر کے نام سے مخاطب کرنا ضروری نہیں ہے چونکہ میں جان اسٹوڈن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں خوفزدہ ہوتے ہوئے سوچا کسی کو اچھی طرح جاننا بعض اوقات نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جان اسٹوڈن!" وہ بولا۔ "تمہیں جو کچھ کرنا ہے اس کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے کہ تمہیں مکمل تفصیلات نہیں بتائی گئیں لیکن یقین کرو میرے دوست یہ تمام تفصیلات تمہارے لیے سود مند بھی نہ ہوں گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ کر صرف وہ کرو جو تمہیں کرنا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

میں نے تھوڑا گردن اٹھا کر کہا۔ "دیکھو میں جن حالات سے گزر رہا ہوں ان میں میرا ذہنی توازن بہتر نہیں ہے۔ مجھ سے میرا نام پوچھنے کے بجائے مجھے صرف اپنا مقصد بتاؤ۔ یہی تمہارے لیے بھی بہتر ہے اور میرے لیے بھی۔"

خوش لباس آدمی آہستہ سے ہنس پڑا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی تمہیں یہ کہنے کا حق ہے۔ اچھا یہ بتاؤ رائفل کی مشق کیسی ہے تمہاری۔ جیل میں رہ کر کہیں نشانہ بازی کی مشق ختم تو نہیں کر بیٹھے؟"

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ اس مشق کو تازہ کر لو کیونکہ تمہاری نشانہ بازی کا کمال ہی ہماری کامیابی کی دلیل ہے۔"

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں ظاہر ہے اس دوران رائفل میرے ہاتھ میں نہیں آئی۔"

"انتظام کر دیا گیا ہے۔ فی الحال یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"اس وقت کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جیل سے رہا ہو کر تمہارے مزاج میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خیر! آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

عمارت کے پچھلے حصے میں ایک وسیع میدان پھیلا ہوا تھا جس کے تقریباً بیچ ایک سفید رنگ کا خوبصورت ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ پرائیویٹ قسم کا ہیلی کاپٹر تھا۔ اس کے نزدیک ہی پائلٹ بھی موجود تھا۔ پائلٹ کے ساتھ ہی ایک پستہ قد کا آدمی بھی کھڑا ہوا تھا۔ جو شخص مجھے لے کر آیا تھا اس نے پستہ قد آدمی سے میرا تعارف جان اسٹوڈن کی حیثیت سے ہی کرایا اور پھر کہنے لگا۔

"تمہارا کام ہے کہ مسٹر اسٹوڈن کی رائفل کی مشق کا جائزہ لو اس کے بعد تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"یس سر!" اس شخص نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اپنی اصلی شکل میں ہوتا تو یہ لوگ کبھی مجھے ختم کر کے اس میدان کے کسی گوشے میں دفن کر دیتے۔ یقینی طور پر وہ خوش رو آدمی میری صورت پہچانتا ہو گا۔ میک اپ کی وجہ سے اس نے اس بات پر توجہ نہیں دی۔ روڈر کے میک اپ میں میری زندگی بچ گئی تھی۔ ورنہ میں کم از کم اس کی شناسائی سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا۔ جان اسٹوڈن یقیناً کوئی ماہر نشانہ باز تھا۔ خیر! یہ بات تو میں بھی انہیں یقین کرا دوں گا۔ مجھے جان اسٹوڈن کا کیریکٹر بخوبی انجام دینا تھا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں تھوڑا سا اوپر اٹھنے کے بعد سیدھا ایک سمت جانے لگا۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے پستہ قامت نے کہا "اس پروگرام میں کچھ چیزیں اہم ہیں۔ چابک دستی، فوری عمل اور وقت کی پابندی۔ کیا سمجھے؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس جگہ سے ہم جنوب کا رخ کریں گے اور پھر کسی قدر مشرق کی طرف۔ وہیں نشانہ بازی کی مشق ہو گی۔ یہ رائفل چیک کر لو۔ بے آواز ہے اور بہترین ہے۔ اس کا کارتوس سامنے سے کھلا ہے اور لگتے ہی پھٹتا ہے۔"

میں نے رائفل کو ہاتھ میں تولا۔ کندھا شانے سے لگایا اور کھڑکی سے باہر نشانہ لے کر دیکھا۔ رائفل جدید ساخت کی اور عمدہ تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد پستہ قامت آدمی نے پائلٹ سے کچھ کہا اور ہم نیچے اترنے لگے۔ کچھ بلندی پر ہیلی کاپٹر رک گیا۔ پستہ قامت کہنے لگا "یہی جگہ ہے جہاں ہم کچھ دیر رک کر مشق کریں گے۔" ہیلی کاپٹر زمین سے تقریباً سو فٹ اوپر رک گیا۔

پستہ قامت نے پائلٹ سے کہا۔ "دروازہ کھول دو۔" فوراً ہی میری نشست کے ساتھ والا دروازہ کھسک گیا۔ پستہ قامت بولا۔ "تمہاری نشست بھی گھومنے والی ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق اسے فٹ کر لو۔"

میں نے کھٹکا دبا کر سیٹ کو گھمایا اور دروازے کے عین متوازی کر لیا۔ میری نگاہ اور بازوؤں کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں نے پانی کا نشانہ لیا۔

پستہ قامت کہنے لگا۔ "دیکھو یہ تمہارا ہدف ہے۔" یہ کہہ کر اس نے گتے کا ایک ڈبا کھڑکی سے باہر لڑھکا دیا اور اس کے بعد مسلسل یہ عمل جاری رکھا۔ رنگین ڈبے پانی پر بلبلوں کی طرح تیرنے لگے۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اپنی جگہ قائم رکھا تھا۔ پستہ قامت کہنے لگا۔ "یہ دس ڈبے ہیں۔ اگر تم بیس نشانوں میں سب کو چھید دو تو سمجھوں گا کہ تم واقعی عمدہ نشانے باز ہو۔"

میں نے بارہ نشانوں میں ان تمام ڈبوں کو توڑ دیا۔ سرخ روشن پانی پر پھیل گیا تھا۔

"دس ڈبے بارہ نشانے اور سولہ سیکنڈ! بہت اچھے، بہت ہی خوب۔ بلاشبہ جان اسٹوڈن تم مکمل طور پر فارم میں ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی عمدگی اور کامیابی سے نشانہ لگاؤ گے۔ جیل کی زندگی نے تم پر کوئی اثر نہیں کیا۔"

دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ جیل میں گیا کون تھا۔ تم لوگ جان اسٹوڈن سے جس طرح واقف ہو اگر میں روڈرک بیک اپ میں نہ ہوتا تو میرا حشر کیا ہوتا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ پستہ قامت کے اشارے پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر واپس موڑ دیا تھا۔ وہ ایک چکر لگا کر بلند ہوا اور اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے رائفل واپس پستہ قامت کو دے دی جسے اس نے ایک کیس میں رکھ لیا۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ واپسی کا راستہ وہ نہیں ہے جس طرف سے ہم آئے تھے۔ کچھ دیر مزید سفر کے بعد پستہ قامت نے پائلٹ کو اشارہ کیا اور اس نے رفتار دھیمی کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ پستہ قامت نے مجھ سے کہا۔ "اپنی نشست درست کر لو۔"

میں نے اپنی نشست کا زاویہ درست کر لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر اب سرسبز جنگلوں کے اوپر سے گزر رہا تھا اور تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ تقریباً دو سو فٹ کی بلندی پر رک گیا۔

پستہ قامت نے کہا۔ "یاد رکھو یہاں ہم صرف بیس سیکنڈ رک سکتے ہیں۔ تمہیں بس اتنا ہی وقت ملے گا۔"

میں نے نیچے دیکھا ایک بہت بڑا صحن تھا جس کے گرد چار دیواری تھی۔ چاروں طرف درخت تھے اور سرخ پتھر سے بنی ہوئی ایک پگڈنڈی ایک بہت بڑے مکان کی جانب جاتی تھی جس کے سامنے ایک سرسبز لان پھیلا ہوا تھا۔ ایک طرف سوئمنگ پول اور ٹینس کورٹ تھا۔

"ہماری پوزیشن یہی ہوگی۔" پستہ قامت بولا۔ "اس پگڈنڈی کے کنارے پر جو تالاب کی طرف ہے۔ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کب باہر نکلتا ہے اور ہم یہاں موجود ہوں گے۔ جس مہارت سے تم نشانہ لگا سکتے ہو اس کے لیے بیس سیکنڈ کافی ہوں گے۔ کیا خیال ہے؟"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے سنسنی سی پھیل گئی۔ پستہ قامت کے الفاظ کسی خاص واقعے کی نشاندہی کر رہے تھے۔ نشانہ! بیس سیکنڈ۔ وہ باہر نکلتا ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی انسان ہی ہوگا۔۔۔ اور۔۔۔ اور میرے ہاتھوں کسی انسان کو قتل کرایا جائے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے! کون ہے وہ؟ کیا سلسلہ ہے؟ ان لوگوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ یہ بھی پتا نہیں چل سکا تھا کہ آخر ان کا ورک وہ کس سلسلے میں کر رہے ہیں۔ اب پہلی بار یہ اندازہ ہوا تھا کہ میرے ہاتھوں کسی انسان کا خون بہایا جائے گا اور یہ بات واقعی پریشان کن تھی۔

میں نے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر پستہ قامت نے پائلٹ کو واپس چلنے کا حکم دیا۔ سارے راستے میں اس مکان اور مکین کے بارے میں سوچتا رہا جسے میرے ہاتھوں قتل کرانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ پتا نہیں اس سنسان اور غیر آباد علاقے میں یہ خوبصورت مکان کس نے بنوایا ہے، وہاں کا مکین کون ہے اور یہ لوگ اس کے دشمن کیوں ہیں؟ اب کوئی فیصلہ کر لینا ضروری تھا۔ جان اسٹوڈن کی حیثیت سے بلاشبہ کچھ کامیابیاں نصیب ہوئی تھیں۔ یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن اس کے بدلے ایک انسان کا قتل! وہ بھی کسی ایسے انسان کا جس سے میری کوئی مخاصمت نہیں تھی، میرے لیے انتہائی پریشان کن کیفیت رکھتا تھا۔

ہیلی کاپٹر اس بار اسی سمت روانہ ہوا تھا جہاں سے اس میں سوار ہو کر میں یہاں تک پہنچا تھا اور پھر وہ میدان میں اتر گیا۔ پستہ قامت خوش خوش مجھے ساتھ لیے ہوئے مکان میں داخل ہو گیا، جہاں وہی خوش رو شخص ہمارا منتظر تھا۔

اس نے ہم دونوں کی سمت دیکھا اور پھر پستہ قامت شخص سے بولا۔ "کیا پوزیشن رہی؟"

"انتہائی شاندار۔ توقع سے کہیں زیادہ عمدہ۔" پستہ قامت نے مسرور لہجے میں کہا۔

خوش رو شخص مسکرانے لگا۔ اس نے بڑے پرتپاک انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین تھا جان اسٹوڈن

لیکن اب ڈیڈی! مسئلہ یہ ہے کہ جو کام میرے سپرد کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟"

"اوہ ڈیئر اسٹوڈن! اس کا مقصد تو صحیح معنوں میں ہمیں بھی نہیں معلوم۔ بس یوں سمجھو تمہیں کام کرنا ہے اور ہمیں اس کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ظاہر ہے تمہارے لیے اتنی الجھنیں بھی نہ پالی جاتیں۔ یہ کام کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا لیکن یہ کچھ ایسی سیاسی نوعیت ہے کہ اس کے لیے تمہارا انتخاب ہی ضروری تھا۔"

"نہیں، میں کسی کو قتل کرنے کا کام نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو کیا! نہیں ڈیڈی کسی انسانی زندگی کو بغیر کسی مقصد کے ختم کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ یا تو تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ ورنہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو جان اسٹوڈن! تم احمق ہو گئے ہو کیا؟ تمہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے ہو جو کسی بھی وقت بھک سے اڑ کر تمہیں فنا کر دے گا۔"

"اب جو بھی ہو لیکن میں یہ کام نہیں کروں گا۔"

"تو تمہارا کیا خیال تھا کہ اتنی طویل جدوجہد بے مقصد ہی کی تھی ہم لوگوں نے؟"

"ٹھیک ہے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ بے شک تم نے مجھے یہاں تک لانے کے سلسلے میں جو کاوشیں کی ہیں ان میں تمہیں دقت ہوئی ہوگی لیکن تم خود ہی بتاؤ میں جانے بوجھے بغیر کسی کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟"

"تمہیں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہاں آ چکے ہو لیکن اس بات کو ذہن میں رکھو کہ تمہاری زندگی بلیڈ کی دھار پر ہے۔ ہماری ذرا سی جنبش تمہیں موت کی طرف دھکیل دے گی۔"

"اگر یہی بات ہے تو مجھے موت قبول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

خوش رو شخص پستہ قامت کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ سوچ لو اچھی طرح سوچ لو۔ دو ہی راستے ہیں تمہارے پاس، ایک راستے سے چل کر تم موت کی جانب جاؤ گے اور دوسرا راستہ تمہیں زندگی کی جانب لے جائے گا۔ صرف یہ چھوٹا سا کام اور اس کے بعد تمہارے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی آزادی۔ کیا سمجھے؟"

"ٹھیک ہے۔ ممکن ہے میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔ مجھے اس کا موقع دیا جائے۔" میں نے کہا اور خوش رو شخص نے گردن ہلا دی لیکن اس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

گیا جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ واقعی میں تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ کھیل ہی کھیل میں یہ عجیب مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسٹر ڈوم تک پہنچنے کے لیے اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نصیب نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد جن مشکلات کا شکار ہو گیا تھا ان سے نمٹنا اب مشکل ہی نظر آ رہا تھا۔ بالآخر کافی غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ان لوگوں کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کوشش کروں۔

دو دن تک نہایت صبر و سکون سے وقت بسر کرتا رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہوں گا جب مجھے یہاں سے نکل بھاگنے میں آسانی ہو۔

تیسرے دن مجھے شام میں اسی خوش رو شخص کے سامنے پیش کیا گیا جس کا نام میں نہیں جانتا تھا اور نہ ہی میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ جس طرح وہ جان اسٹوڈن کا شناسا تھا اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ جان اسٹوڈن اس سے بخوبی واقف ہے لیکن میں اس بدبخت کا نام نہیں جانتا تھا اور اسے مخاطب کرنے کے لیے مجھے ایسے طریقے کار اختیار کرنا پڑ رہے تھے جن میں اس کا نام لینے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

وہ پستہ قامت بھی اس کے پاس موجود تھا جس نے مجھے رائفل کی مشق کرائی تھی۔ لانے والے دونوں آدمی ہمیں چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ خوش رو شخص کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ ایک سرد سی کیفیت اس پر طاری تھی۔ اس نے انگلیوں میں سگریٹ دبائی ہوئی تھی اور اس کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ پستہ قامت ایک آرام کرسی پر تقریباً نیم دراز تھا۔

خوش رو شخص نے تیکھی نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جان اسٹوڈن! یقیناً تم نے کوئی فیصلہ کر لیا ہوگا۔ افسوس! اس سے زیادہ وقت تمہیں نہیں دیا جا سکتا۔ اپنے فیصلے سے ہمیں آگاہ کرو۔"

میں نے کمرے کی پوزیشن کا جائزہ لیا۔ یہ آخری وقت تھا جب میں کوئی کارروائی کر لیتا ورنہ شاید اس کے بعد موقع نہ ملتا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر پستہ قامت شخص کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا فیصلہ ہے تمہارا؟" خوش رو شخص نے پوچھا۔

پستہ قامت کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں جس طرح سکون کے ساتھ کھڑا ہوں اس صورت میں کوئی طوفان بھی پوشیدہ ہے۔ میرا فولادی گھونسا اس کے سر پر پڑا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ پاؤں پھیل گئے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو پھر اس

طرح میرا ہاتھ پھسلا کر میری انگلیاں اس کے نتھنوں میں داخل ہو گئیں اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی کہ میں اس کے نتھنوں کو چیر ڈالوں۔ خون اس کے چہرے سے فوارے کی طرح ابل پڑا۔ اسی وقت دوسرے آدمی نے جو میرے بائیں سمت کھڑا تھا میرے اوپر چھلانگ لگائی اور پھرتی سے میری پیشانی پر گھونسا رسید کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اتنی دور سے ٹکر ماری کہ وہ الٹ کر دیوار کے پاس جا گرا۔ اس نے پھرتی سے پلٹ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ اس کی پشت پر دیوار تھی، اس لیے اپنی اس کوشش میں وہ ناکام ہو گیا۔

پستہ قامت کے حلق سے خوف ناک چیخیں نکل رہی تھیں وہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا اور گھسیٹتا ہوا دیوار تک لے گیا لیکن اپنے پیچھے دروازہ کھلنے کی آواز میں نہیں سن سکا تھا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ دونوں آدمی کب اندر داخل ہوئے جو مجھے یہاں تک لائے تھے اور پھر ان میں سے ایک نے کوئی ٹھوس اور سخت چیز میری گردن پر دے ماری۔ ایک لمحے کے لیے میرا سر لٹو کی طرح چکرا گیا تھا۔ دوسری ضرب نے حواس چھین لیے۔ میرے کانوں میں کئی لوگوں کے چیخنے اور شور مچانے کی آوازیں ابھریں لیکن پھر ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

ہوش میں آیا تو تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں اسی کمرے میں تھا جس میں مجھے قید کیا گیا تھا۔ کمرے میں بلب جل رہا تھا اور قریب رکھی کرسی پر ایک تنومند ہیکل آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی صورت میرے لیے اجنبی تھی۔ شاید میرے سانسوں کی آواز سے اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ اس نے پلٹ کر سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گلا صاف کر کے بولا۔ "جو کچھ تم کر چکے ہو اسے بھول جاؤ۔ جو کرنا ہے اسے یاد رکھو اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ تمہیں ہر قیمت پر وہی کرنا ہے جو ہم لوگ چاہتے ہیں۔"

میں جیسے تیسے اٹھ کر اس نئی شکل کو دیکھتا رہا۔ گردن کی چوٹ اب بھی دکھ رہی تھی اور دماغ میں ہلکی ہلکی ٹیسیں ابھر رہی تھیں۔ میں اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

قوی ہیکل شخص بہت لمبے چوڑے بدن کا مالک تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا "جن لوگوں پر تم نے حملہ کیا وہ تمہاری جان کے دشمن ہو چکے ہیں اور اب تمہارے لیے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہم نے تمہاری ذمہ داری اس لیے سنبھال لی ہے کہ تم ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ سکو۔ اب فیصلہ کرو، کیا چاہتے ہو؟" اس نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کا رخ میری طرف کر کے بولا۔ "اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں بے کار چیزوں کو ساتھ رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔" اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔

مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر میں نے اس وقت کوئی گڑبڑ کی تو یہ شخص ایک لمحے میں گولی مار دے گا چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "میں صرف یہ چاہتا تھا کہ مجھے اس کا نام بتا دیا جائے، اس شخص کو قتل کرنے کا مقصد بتا دیا جائے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے اتنی شدت سے انکار کیا جاتا۔ صرف اور صرف یہی وجہ تھی ورنہ یہ کام کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے۔"

"اس کا نام اور اس کے قتل کا مقصد تو تمہیں اب بھی نہیں بتایا جائے گا۔ کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

"ٹھیک ہے میں تمہارا کام انجام دینے کو تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ چند لمحے میری شکل دیکھتا رہا اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کسی بھی قسم کی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش تمہارے لیے صرف موت کا پیغام لائے گی جان اسٹوڈن اور صرف تم ہی نہیں تمہاری بیوی بھی اس موت کا شکار ہو گی۔ ہم چن چن کر تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو ختم کر دیں گے۔ دیکھو تم، چنانچہ بہتر ہے اپنے آپ کو سازشوں سے پاک رکھنا ورنہ جیسے کہا ہے وہی ہو گا۔" کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور باہر نکل گیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں وقتی طور پر تو ان کے آگے بے بس ہو گیا تھا لیکن حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ زندگی کی بازی ہی لگانا پڑے، میں ان کے مقصد کے لیے کام نہیں کروں گا۔ کسی بے گناہ کو میں اپنے ہاتھوں سے اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جب تک کہ مجھے اس کے قتل کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔

دوسرے دن ٹھیک چار بجے مجھے اس کمرے میں سے نکال لیا گیا اور ایک کار میں بٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں پچھلی نشست پر تھا اور میرے دائیں بائیں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ سڑکیں خاموش اور ویران تھیں۔ یہ سفر تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد کار شاہراہ چھوڑ کر پہاڑی علاقے کی طرف چل پڑی۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر سورج کی آخری کرنیں تھرک رہی تھیں۔ نیچے وادیوں میں اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ سڑک کے دونوں کناروں پر گھنے درخت تھے جن میں کہیں کہیں کوئی مکان چھپا ہوا نظر آ جاتا تھا۔ دو تین بار مڑتے ہوئے بالآخر ہم ایک جگہ جا رکے۔ درختوں کے درمیان ایک صاف قطعہ نظر آ رہا تھا جہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان لوگوں نے اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا۔ پہلے مجھے جس ہیلی کاپٹر میں اس جگہ کا معائنہ کرایا گیا تھا وہ تو اسی

عمارت کے صحن میں تھا۔ اس شخص کے لیے انھوں نے اس نئی جگہ اور نئے ہیلی کاپٹر کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ یہ ہیلی کاپٹر بھی وہ نہیں تھا جس میں پستہ قامت کے ساتھ سفر کرتا ہوا میں اس مکان تک پہنچا تھا بلکہ یہ ذرا مختلف قسم کا تھا۔ اس سے چھوٹا لیکن تیز رفتار۔

ٹھیک چھ بجے مجھے ہیلی کاپٹر میں داخل ہونے کے لیے کہا گیا۔ میرے ساتھ دو نئے آدمی تھے۔ ان میں سے کوئی میرا جانا پہچانا نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے بیٹھتے ہی ہیڈ فون کانوں سے لگا لیے اور اس کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی وہ نہیں تھا جس کے ساتھ پہلی بار میں وہاں تک پہنچا تھا۔ یہ پائلٹ نیا آدمی تھا۔

تھوڑی دیر تک ہیلی کاپٹر کا سفر جاری رہا اور پھر میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے ایک کیس میں سے وہی مخصوص قسم کی رائفل نکال کر میرے سپرد کر دی۔ اس نے آہستہ سے کہا "رائفل خوب اچھی طرح سے چیک کی جا چکی ہے۔ ہم جب اس پہاڑی پر ہوں گے تو ہیلی کاپٹر کے دروازے کھل جائیں گے اور ہم تیزی سے نیچے آئیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب وہ مکان اور تالاب کے درمیان پہنچے تو نشانہ لیا جائے۔ وہ گھڑی کی طرح وقت کا پابند ہے۔ ممکن ہے اس وقت وہ نہانے میں مصروف ہو۔ بہرحال تمہارا کام اس کا ٹھیک ٹھیک نشانہ لینا ہے۔" میں نے صرف اثبات میں گردن ہلانے پر ہی اکتفا کی اور رائفل گھٹنوں پر رکھ کر خاموش بیٹھ گیا۔ جو کچھ میں نے سوچا تھا اس پر عمل کرنا انتہائی مشکل تھا۔ خود میری اپنی ہی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔

ہمارا سفر جاری رہا اور پھر اچانک میں نے وہ سفید مکان دیکھا جو پہاڑی کے دامن میں بنا ہوا تھا۔ تالاب کا نیلا پانی گویا اس کے درمیان چمک رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر نیچے جھکنے لگا۔ میری طرف کا بغلی دروازہ کھل گیا اور سرد ہوا کے تھپیڑے مجھے تصور کی دنیا سے نکال لائے۔ اب ہم تیزی سے نیچے جا رہے تھے۔ میں نے رائفل اٹھائی اور صحیح نشانہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ میں پائلٹ کو بھی ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ پائلٹ اضطراری طور پر میری ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ نیچے اترتے ہوئے ہم تالاب کے عین اوپر پہنچ گئے جہاں سے مجھے نشانہ لینا تھا۔

میں نے رائفل سیدھی کی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے بھی غالباً اوپر اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کا تحیر زدہ چہرہ اوپر کی سمت اٹھا ہوا تھا۔

دفعتاً میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے چیختی ہوئی آواز میں کہا "فائر" اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک دم ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگا دی۔

وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ میں نے بھی زندگی کی بازی لگائی تھی۔ تالاب کی گہرائی کا مجھے اندازہ نہیں تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ پانی میرا وزن سہار سکے گا یا نہیں۔ ممکن ہے میری دونوں ٹانگیں ہی ٹوٹ جائیں۔ تیز ہواؤں کی سنسناہٹ کے ساتھ ایک لمحے میں پلک جھپکتے ہی میں تالاب میں آ گرا۔ وہ لوگ ششدر رہ گئے تھے۔ فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے تیراکی کی ہر طرح کی مشق کو ذہن میں رکھا اور پانی کی سطح پر اس طرح گرا کہ اگر میں تہ تک پہنچ بھی جاؤں تو میرے سر کو زیادہ چوٹ نہ لگے۔ لیکن خوش قسمتی یہ تھی کہ تالاب خاصا گہرا تھا اور اس میں پانی اوپر تک بھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے پانی نے بہ آسانی میرا بوجھ اٹھا لیا۔ میں اطمینان سے رائفل سمیت پانی کی تہ تک پہنچ گیا اور اس کے بعد جب میں نے پانی سے سر ابھارا تو ہیلی کاپٹر تیزی سے واپس جا رہا تھا۔

پانی میں نہاتا ہوا آدمی جس کے بال سفید تھے، مونچھیں اور بھنویں تک سفید تھیں لیکن چہرہ بے حد جاندار تھا، چت لیٹا ہوا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر جب میں نے پانی کی سطح سے سر نکالا تو اس کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

میں نے اوپر کی سمت دیکھا اور پھر چیختے ہوئے لہجے میں اس سے بولا۔ "فوراً ہی تالاب سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔"

ایک لمحے کے لیے جیسے میرے الفاظ اس کی سمجھ میں نہ آئے ہوں لیکن دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا اور پھر تیزی سے خود بھی کنارے کی جانب تیرنے لگا۔ میں بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ رائفل میں نے اب بھی اپنے ہاتھ میں سنبھال رکھی تھی جو پانی سے بھیگ کر ناکارہ ہو گئی تھی۔

ہم دونوں تالاب سے نکل کر دوڑتے ہوئے عمارت کے سائے میں آ گئے۔ اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ سائے میں پہنچنے کے بعد اس نے تحیر آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔ "یہ سب... یہ سب کیا تھا؟"

"اب بھی اندازہ نہیں لگا سکے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟"

"کوئی بھی ہوں، اپنی اور میری حفاظت کا بندوبست کرو۔"

ممکن ہے کوئی اور کارروائی ہو جاتی۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر تیزی سے باتھ روم کی سمت مڑ گئی۔ مجھ سے اس نے اب بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اس کے ساتھ مڑ کر دو قدم چلا تو دفعتاً میں نے تین چار آدمی دیکھے جو مختلف کاموں میں مشغول تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "باہر الارم بجا دو۔ الارم بجا دو۔"

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک سائرن کی سی آواز گونجی اور ذرا سی دیر میں بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی ان آوازوں میں شامل تھیں۔ وہ ایک دیوار سے پشت لگا کر کھڑے گہرے سانس لے رہا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میرے ہاتھوں میں تھمی ہوئی رائفل کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے رائفل اس کے پیروں کے قریب پھینک کر کہا۔ "مجھے تمہاری جان لینے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا لیکن میں نے تمہاری جان نہیں لی بلکہ اپنی جان کی بازی لگا کر تمہیں بچایا ہے۔"

"لیکن... کون تھے وہ لوگ اور تم... ؟"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب تم کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر مجھ سے بات چیت کرو۔ میرا لباس بری طرح بھیگا ہوا ہے اور میں شدید ذہنی کوفت محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہاں آؤ آؤ۔" اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر چل پڑا۔ ایک خوبصورت کمرے میں پہنچ کر اس نے دیوار میں لگی ہوئی بیل بجائی اور ایک کمسن لڑکی اندر آ گئی۔ اس کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ خادمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سفید مونچھوں والے نے اس سے کہا۔ "سلیپنگ سوٹ اور گاؤن نکال لاؤ۔ ان صاحب کو دے دو۔" پھر مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "تم خود ہی اس کے ساتھ چلے جاؤ اور لباس تبدیل کر لو۔"

میں لڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی میں نے دو تین آدمیوں کو تیز رفتاری سے اندر آتے ہوئے دیکھا۔ وہ یقیناً سفید مونچھوں والے کے ساتھی ہی تھے۔ انہیں نظر انداز کر کے میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھا اور ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ لڑکی بار بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی لیکن اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ ایک کمرے میں جا کر اس نے الماری کھولی اور اس میں سے سفید رنگ کا ریشم کا سلیپنگ سوٹ نکال کر مجھے دے دیا اور پھر ایک پھولدار سیاہ گاؤن بھی۔

"اس طرف پلیز۔ باتھ روم۔" اس نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا اور خود دروازے سے باہر نکل گئی۔

کمرے سے نکلتے ہوئے ہی میں نے اس کو آتا دیکھا تھا۔ میں نے باتھ روم میں جا کر لباس اتار کر ڈال دیا اور پھر سلیپنگ سوٹ پہن کر اوپر سے گاؤن پہن لیا۔ بھیگے ہوئے بالوں کو باتھ روم کے ایک اسٹینڈ پر پڑے ہوئے تولیے سے خشک کیا اور وہیں رکھے ہوئے کنگھے سے ان کو درست کر کے باہر نکل آیا۔ کمرے کے دروازے کے باہر لڑکی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بالآخر اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں سفید مونچھوں والا سیاہ پوش بیٹھا ہوا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے سر اٹھایا اور سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "گرم گرم کافی لاؤ۔"

لڑکی باہر نکل گئی تو اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب یہ عمارت پوری طرح محفوظ ہے۔ اگر وہ ہتھیار بند یہاں تک پہنچ جائیں تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بیٹھو۔ تم عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہو۔ یہ سب کچھ ہو گیا تھا، میں واضح طور پر کچھ نہیں سمجھ سکا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، اس جیل کا پھر کچھ کے لیے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ غالباً تالاب میں سے نکلنے کے بعد مجھ پر گولیاں برسائی جاتیں اور ہلاک کر دیا جاتا اور شاید تمہیں اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور تم تالاب کے اوپر پہنچنے کے بعد رائفل سمیت نیچے کود پڑے۔ میری زندگی بچانے کے لیے؟ تمہیں یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ تالاب کا پانی کتنا گہرا ہے۔ اتنی بلندی سے کود کر تمہارے ہاتھ پاؤں بھی ٹوٹ سکتے تھے۔ تمہارے سر میں چوٹ لگ سکتی تھی۔"

"ہاں۔ میں نے تمہاری زندگی بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ تمہیں کیوں قتل کرانا چاہتے تھے؟"

"یہ بات میرے لیے انتہائی تعجب خیز ہے۔"

"پہلے یہ بتاؤ میں تمہیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"مجھے جیک لارس کہا جاتا ہے۔ لوگ مجھے لارڈ جیک لارس کہتے ہیں۔ کیا میں تم سے بھی متعارف ہو سکتا ہوں؟"

"میرا ایک نام جان اسٹوڈن ہے دوسرا نام ردو چس نام ہے چاہو تم مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بعد میں بتا دوں گا۔"

"تو پھر میں تمہیں اسٹوڈن ہی کہہ کر مخاطب کروں؟"

"ہاں کوئی ہرج نہیں ہے۔" لڑکی کافی لے آئی اور اس نے

بڑے اہتمام سے کافی میرے سامنے پیش کر دی اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گیا۔

"ہاں مسٹر اسٹوڈن اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ اور ویسے ایک بات تم نوٹ کر لو تمہارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنی زندگی کی بازی لگا کر میری جان بچائی ہے۔ واقعی آج میں ان کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ بد احتیاطی مجھ سے ہی ہوئی ورنہ میں نے اپنی حفاظت کے لیے کافی انتظامات کر رکھے ہیں۔ مجھے اُمید نہیں تھی کہ کوئی اس طرح کی منظم انداز کارروائی کی جائے گی۔ بہرطور دشمن اپنے طور پر کارروائیاں کرتا ہی ہے۔ اس وقت میری زندگی تمہاری رہین منت ہے اور میں تمہارے اس احسان کا صلہ ضرور دوں گا۔"

میں نے بلیک کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے دماغ کو بڑی فرحت ہوئی تھی جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا تھا۔ ان لوگوں کے چنگل سے نکل چکا تھا اور اس بے گناہ شخص کی جان بھی بچ گئی تھی میں نے زیر لب اس کا نام دہرایا۔ جیک لارس لارڈ جیک لارس۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر میں نے کہا "مجھے ایک دوسرے ملک سے یہاں لایا گیا ہے جہاں میں قیدی تھا۔"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا؟" وہ ایک دم چونک پڑا۔ کافی کی پیالی اس نے میز پر رکھ دی تھی۔

"جان اسٹوڈن۔"

"اوہ... اوہ! تم گیروز پارٹی کے آدمی ہو؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولا اور میں اس کا جائزہ لینے لگا۔

"گیروز پارٹی کے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں؟"

"کیا مطلب! کیا تم اس کے آدمی نہیں ہو؟"

"اگر اسٹوڈن گیروز پارٹی کا آدمی تھا تو یوں سمجھ لیجیے کہ میں گیروز پارٹی ہی کا آدمی ہوں۔"

"میں اب بھی تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"میں نے کہا نا میرا نام جان اسٹوڈن بھی ہے اور ردو چس بھی۔"

"براہ کرم مجھے اُلجھاوے میں نہ ڈالو جس حادثے سے میری جان بچی ہے اس نے ابھی تک میرے اعصاب کشیدہ کیے ہوئے ہیں۔ میں بہت زیادہ مضبوط دل کا مالک نہیں ہوں۔ خاص طور سے اس قسم کے معاملات سے میرا کوئی واسطہ کبھی نہیں پڑا۔ میں سیاسی حیثیت رکھتا ہوں اور صرف دماغ لڑانا جانتا ہوں۔"

"مسٹر جیک لارس یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ میں جان اسٹوڈن ہوں لیکن شروع میں میرا کچھ اور ہی نام ہے میں ایک قطعی غیر متعلق آدمی تھا جسے کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ لوگوں نے اغوا کیا اور ایک طویل سفر کے بعد ہالینڈ تک پہنچا دیا۔ غالباً جان اسٹوڈن کو جیل سے فرار کرایا گیا تھا اور اس کے ذریعے یہ کام لیا جانا تھا لیکن انہیں غلط فہمی ہو گئی۔ مجھے جان اسٹوڈن کی حیثیت سے ہی یہاں تک لایا گیا اور وہ لوگ مسلسل مجھے جان اسٹوڈن سمجھتے رہے۔ دوسرا میرا نام اس لیے ہے کہ اس نام سے میں نے ہالینڈ تک سفر کیا ہے لیکن جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ نہ میں ردوچس ہوں اور نہ جان اسٹوڈن میں کچھ ایسے حالات کا شکار تھا کہ اس جگہ سے نکل کر کسی اور جگہ پہنچنا چاہتا تھا اور اس حیثیت سے میں نے فائدہ اٹھایا پھر یہاں کچھ لوگوں نے مجھے جان اسٹوڈن کی حیثیت سے ریسیو کیا۔ میرا کام مجھے بتایا جسے نہ کرنے کے لیے میں نے خاصی جدوجہد کی لیکن ان حالات میں میرے لیے زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا اور مجھے مجبور کر دیا گیا تھا کہ میں یہ کام کروں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی بھی بے گناہ شخص کی زندگی نہیں لوں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اپنی زندگی کی بازی ہی کیوں نہ لگانا پڑے اور میں نے زندگی کی بازی لگا دی۔ مجھے خوشی ہے کہ میں کامیاب رہا۔"

"بہت عجیب حالات ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں۔ آخر میرے دشمن اس حد تک جا سکتے ہیں کمال ہے! میں نے نہیں سوچا تھا۔ اپنا اصل نام بتاؤ دوست؟"

"آپ مجھے جان اسٹوڈن ہی کہہ لیں تو کیا ہرج ہے؟"

"گویا اپنا اصل نام چھپانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر اس کی کوئی خاص وجہ ہے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔ تم نے بتایا ہے کہ ایک حادثے کے تحت تمہیں جان اسٹوڈن سمجھ لیا گیا تھا اور تم نے اپنی اصل شخصیت کا اظہار اس لیے نہیں کیا کہ تم یہاں آنا چاہتے تھے؟"

"ہاں۔ لیکن ہالینڈ ہی میں نہیں بس میں اس ملک سے نکلنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جو سوالات میں تم سے کر رہا ہوں وہ صرف اس لیے کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں سمجھ لوں۔ اس کے علاوہ ان سوالات کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"ذمہ داریاں؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میری زندگی بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دینے والا میری نگاہ میں معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں تمہارے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں جو تمہارے لیے ضروری ہو میں تمہارا پابند نہیں ہوں۔"

"شکریہ مسٹر لارس! در حقیقت ہالینڈ میرے لیے اجنبی ہے اور میں کسی کی مدد کے بغیر یہاں محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ میری

مدد کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اس وقت تک سہارا دیے رہیں جب تک میں اس ملک سے روشناس نہ ہو جاؤں۔"

"چیک لارس کی دوستی قبول کرو۔" اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"شکر گزار ہوں۔"

"آؤ۔ میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں۔ ہم کچھ وقت یہاں رکیں گے اس کے بعد یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ قیام گاہ میرے لیے خطرناک ہے۔ آؤ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ایک راہداری طے کر کے ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک بیڈ روم تھا جو نہایت خوش سلیقگی سے آراستہ تھا۔

"یہاں آرام کرو۔ تم لارڈ لارس کے دوست ہو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"شکریہ لارڈ۔" میں نے کہا اور لارس مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے خواب گاہ پر نگاہ ڈالی یہ عمارت ہی جدت لئے ہوئے تھی اور جس طرح ویرانے میں اسے تعمیر کرایا گیا تھا اس سے ہی لارس کے ذوق کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نیم تاریک خواب گاہ میں سکون ہی سکون تھا۔ ہر شے ایسی کہ بس دیکھتے رہو۔ ایک گوشے میں روشن حروف میں باتھ روم لکھا نظر آ رہا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا اور لباس اتار کر گرم پانی کے شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ غسل خانہ مہک رہا تھا۔ پانی میں کوئی نفیس ہلکی خوشبو شامل کی گئی تھی۔

اس حسین ماحول پر غور کرتے ہوئے مجھے اپنی یہاں موجودگی کا خیال آ گیا۔ وہ خطرناک لمحات یاد آئے جب میں نے ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگائی تھی۔ یہ تھی میری خوش بختی کہ نئے لوگوں کی وجہ سے مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پستہ قامت شخص اگر زخمی نہ ہوتا تو وہ بھی میرے ساتھ آتا اور جو پروگرام اس نے ترتیب دیا تھا اسی کے مطابق کام ہوتا۔ اس پروگرام میں ہیلی کاپٹر کو تالاب کے عین اوپر لانا شامل نہیں تھا بلکہ اونچے درختوں کی آڑ سے ہی تالاب کا نشانہ لے کر گولیاں برسانا تھیں لیکن نئے لوگ میرے ہیلی کاپٹر کو تالاب کے عین اوپر لے آئے تھے اور اس طرح مجھے کامیابی نصیب ہو گئی ورنہ درختوں کے عقب میں نیچے کودنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ بہرحال میں ان لوگوں کے چنگل سے نکل آیا تھا اور لارڈ لارس کی دوستی میرے لیے بہت سود مند تھی۔ ایمسٹرڈم کے شہریوں کا سامنا خود کو ختم کیا جا سکتا تھا۔ اپنے چہرے کا میک اپ اتارنے کے بعد میں یہاں سب کے لیے اجنبی ہو جاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے مجھے ایلینڈ جیسا تھا۔ یہی شکر تھا کہ ورنہ لوگ اسٹوڈن کی اصل شکل سے واقف نہیں تھے۔ ساری باتیں عجیب تھیں۔ اسٹوڈن جیل سے فرار ہو کر ٹرک میں بیٹھا اور پھر کسی سنسان جگہ اتر گیا۔ وہ ان لوگوں کے چنگل سے بچنا ہی چاہتا تھا ورنہ اسی دوران یہاں پہنچ جاتا جب انہوں نے مجھے اسٹوڈن سمجھ لیا تھا۔ سب کچھ ایک ایسے منصوبے کے تحت عمل میں آیا تھا جو کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ ہاں یہ کسی انسانی ذہن میں نہیں تھا بلکہ آسمانوں میں اس کی ترتیب ہو گئی تھی اور اس آسمانی منصوبے کو کون رد کر سکتا تھا۔

شاور سے دھیرے دھیرے پانی میرے بدن پر برس چکا تھا۔ میں نے شاور بند کر دیا اور پھر ایک دوسرے گوشے میں پہنچ کر بدن خشک کیا۔ بال خشک کرنے کا انتظام بھی تھا۔ رونڈ کا میک اپ آرام کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت تھی جن کا بعد میں ہی انتظام کیا جا سکتا تھا اور پھر اس کی جلدی بھی نہیں تھی۔ بال وغیرہ درست کر کے میں نے غسل خانے کی روشنیاں بند کیں اور پھر دروازہ کھول دیا لیکن دوسری طرف گھپ اندھیرا تھا۔ خواب گاہ کی وہ مدھم روشنیاں بجھ گئی تھیں جن سے کمرے کو روشن کیا گیا تھا۔ میں چونکہ تیز روشنی سے آیا تھا اس لیے بالکل ہی اندھا ہو گیا تھا اور اسی وقت کسی نے عقب سے مجھے دبوچ لیا۔

مجھے ایک لمحے میں خطرے کا احساس ہوا اور میرے اعضا غیر شعوری طور پر متحرک ہو گئے۔ میں نے اپنے بدن کو مخصوص انداز میں زور سے جھٹکا دیا اور جونہی حملہ آور کا توازن بگڑا میں نے اسے اٹھا کر پوری قوت سے اچھال دیا۔

ایک تیز نسوانی چیخ میرے کان پھاڑتی گزر گئی تھی جس وجود کو میں نے ہیجانی انداز میں اٹھا کر پھینکا تھا اس کے لمس کے احساس سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نسوانی بدن تھا۔ ہلکی سی آواز ابھری اور پھر ایک کراہتی ہوئی آواز ابھری۔ "کون... کون ہے؟ انکل! انکل۔" آخر میں آواز زوردار تھی۔ دوسرے لمحے کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ "کون، کون؟" اچانک تیز روشنی سے بینائی پھر متاثر ہوئی تھی لیکن یہ آواز... یہ آواز شناسا تھی۔ میرے ہاتھ آنکھوں پر چلے گئے تھے۔ "کون ہو؟ خبردار! میرے ہاتھ میں پستول ہے جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ کر دوں گی۔" میں نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اس شناسا آواز والی کو دیکھا اور اس کی آواز دوبارہ ابھری۔ "اوہ مائی گاڈ ورلڈ۔ مسٹر رونڈ آپ... آپ؟" میں نے بھی اسے پہچان لیا۔ یہ سائیکا مائر تھی۔ بڑی لڑکی جو گلی رونڈ کی دوست تھی اور جس کے ساتھ میں نے ایک بار ایک ریستوران میں کھانا کھایا تھا۔

"مس سائیکا!"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر رونڈ؟" اس نے متحیرانہ حیرت سے پوچھا۔

"غسل۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔ "مگر آپ نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا؟"

"وہ حملہ تھا؟" سائیکا منہ بنا کر بولی۔ "میں تو آپ کو انکل لارس سمجھی تھی۔ اچانک روشنی بند کر کے میں آپ کو ڈرانا چاہتی تھی۔ میرے خدا! آپ کتنے ہارس پاور کے ہیں۔ اگر میں مسہری پر نہ گرتی تو میرا کیا حشر ہوتا؟ مگر آپ... آخر آپ کا انکل لارس سے کیا تعلق؟"

"چوری کرنے آیا تھا۔ اتنا خوبصورت غسل خانہ دیکھا تو بے اختیار دل چاہا کہ غسل کر لوں۔" میں نے کہا۔

"میں سچ مچ آپ کو گولی مار سکتی ہوں مسٹر رونڈ۔ یہ پستول اصلی ہے۔" اس نے پستول کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"اپنی سہیلی کا سہاگ اجاڑ دیں گی آپ... آپ کو دکھ نہ ہو گا؟" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور ہم دونوں اس طرف متوجہ ہو گئے۔

اندر داخل ہونے والے مسٹر چیک لارس ہی تھے۔ "ایکسکیوز مسٹر اسٹوڈن ایک چھوٹی سی..." ان کا جملہ ادھورا رہ گیا ان کی نگاہ سائیکا پر پڑ گئی تھی۔ "تم؟ تم کب آ گئیں؟"

سائیکا کا چہرہ بھونچوں جیسا ہو گیا تھا۔ وہ اس صورت حال سے کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔ مجھے دھمکیاں دینے کی اور بات تھی لیکن اب اچانک مسٹر لارس آ گئے تھے تو وہ یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اب میرے سلسلے میں کیا کرے۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا وہ مسٹر لارس ہی کی طرف متوجہ تھی اور فوراً ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی انکل۔ میں سیدھی آپ کے کمرے میں آئی تھی مگر یہاں ان صاحب سے..." میں نے دل ہی دل میں اس کی تعریف کی اس کی تیزی سے اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور اندازہ لگا لے کہ خود مسٹر لارس اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔

"اوہ... اچھا اچھا تم غالباً اس لیے یہاں گھس آئی ہو گی کہ تمہارے خیال میں میں یہاں موجود ہوں گا۔"

"جی... جی انکل۔" سائیکا نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ان سے تعارف ہوا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اصل نام سے خود بھی تمہارا ان سے تعارف نہیں کرا سکتا۔ بعض واقعات اور بعض لوگ بڑے دلچسپ و عجیب ہوتے ہیں جو ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت اختیار کر جاتے ہیں۔ لیکن ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ بہرحال احسان بذات خود بہت بڑا تعارف ہے۔ میں تمہیں ان سے جان اسٹوڈن کے نام سے ملا سکتا ہوں اور مسٹر اسٹوڈن یہ میری بھتیجی سائیکا مائر ہے۔ میرے مرحوم بڑے بھائی کی بیٹی۔ جو ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یوں سمجھ لیجیے ہم دونوں بھائیوں کی آنکھوں کی روشنی یہی لڑکی ہے۔ میں نے تو شادی ہی نہیں کی اور میرے بڑے بھائی کے ہاں ایک ہی بیٹی پیدا ہوئی۔ یہ اسپرٹی لڑکی ہے۔" مسٹر لارس مسکرا دیے۔

میں نے بڑے خلوص سے سائیکا کو ہیلو کہا تھا اور وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی تھی پھر وہ ایک دم بول پڑی۔ "مگر انکل! مسٹر جان اسٹوڈن سے آپ کا تعارف کس طرح ہوا اور تعارف بھی ایسا کہ یہ آپ کی خواب گاہ کے غسل خانے تک پہنچ گئے؟"

"ہاں بھئی۔ یہ اتنے تیز رفتار ہیں کہ میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے ہیں پھر خواب گاہ کا غسل خانہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"مگر یا آپ کی اجازت سے؟"

"ہاں ہاں۔ تمہیں تفصیل بتا دی جائے گی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیکن تمہاری شرارتی تم نے نہیں بتایا کہ یہاں آ رہی تھیں تو کم از کم مجھے ٹیلی فون ہی کر دیا ہوتا۔ تم جانتی نہیں ہو حالات کتنے مخدوش ہیں۔ آج کل تمہاری شکل و صورت میں کوئی اور بھی یہاں آ سکتا ہے۔ میرے دشمن یقیناً یہ جانتے ہیں کہ تم میرے لیے کیا حیثیت رکھتی ہو۔ آئندہ ایسی کوئی کوشش نہ کرنا۔ میں یہاں اور اس جگہ کے اطراف میں چھپے ہوئے لوگوں کو یہ ہدایت کر دوں گا کہ اگر سائیکا بھی یہاں آئے تو اس کی اچھی طرح شناخت کیے بغیر اسے اندر نہیں داخل ہونے دیا جائے۔ ایسی حالت میں تم جانتی ہو کیا ہو گا۔ تم سے سلوک برا بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے مجھے اپنی آمد سے آگاہ کر دیا کرو۔"

"اوہ سوری انکل۔ چونکہ معاملہ آپ کے دشمنوں کا ہے... لیکن غلطی آپ کی بھی ہے انکل۔ آخر آپ مجھے ان کے بارے میں بتاتے کیوں نہیں۔ ایک بار صرف مجھے ان سے روشناس کرا دیں اور پھر میرا کمال دیکھیں۔"

مسٹر لارس ہنسنے لگے تھے پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولے۔ "دیکھا بھئی۔ گویا ہم اپنی زندگی کی باگ ڈور اور اپنے دشمنوں کا حساب کتاب اپنی اس بچی کے سپرد کر دیں۔ لوگ کیا سوچیں گے کیا کہیں گے ہمارے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو آپ سے اس موضوع پر بات کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔" وہ بولی اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ "انکل آپ کا مسٹر اسٹوڈن سے کیا تعلق ہے؟ کس طرح

آپ کا ان سے تعارف ہوا تو اس کے انداز میں شکوک و شبہات صاف نمایاں تھے۔

لارڈ چیک لارس نے معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگے۔ ”آپ سائیکا کے لیے کوئی فکر نہ کریں مسٹر اسٹوڈن، مختصراً اس کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ بس لاڈلی ہونے کی وجہ سے یہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تیز ہو گئی ہے۔ بیٹی اگر تم سے یہ کہوں کہ مسٹر اسٹوڈن نے میری زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی کی بازی لگا دی تھی ورنہ دوسری شکل میں تمہیں شاید یہی اطلاع دی جاتی کہ تمہارے انکل بھی تمہیں چھوڑ کر اس دنیا سے جا چکے ہیں تو بتاؤ تمہارے کیا احساسات ہوں گے؟“

”کیا... ؟“ سائیکا چونک پڑی۔

”ہاں۔ تفصیل تمہیں بعد میں بتا دی جائے گی۔ فی الحال اتنا ہی سن لو کہ اس وقت اگر میں تم سے گفتگو کر رہا ہوں تو اس کے ذمہ دار مسٹر اسٹوڈن ہیں ورنہ جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں وہ سب درحقیقت وہی ہوتا۔“

سائیکا ماٹیر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن... لیکن... خیر کوئی بات نہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو میں مسٹر اسٹوڈن کی شکر گزار ہوں اور اپنے انداز پر معذرت خواہ ہوں لیکن یہاں آپ کی خواب گاہ میں یہ کیا کر رہے تھے؟“

”آرام لیکن تم ان کے آرام میں خلل کا سبب بن گئیں اور بعد میں میں نے بھی تمہارا ہی ساتھ دیا۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔“

”آپ ان سے کچھ پوچھ رہے تھے انکل؟“ سائیکا ماٹیر کہنے لگی۔

”ہاں، پوچھ رہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم بھی یہاں موجود ہو۔ چلیے مسٹر اسٹوڈن! آپ آرام کریں۔ ہم دونوں نے خوامخواہ آپ کے آرام میں خلل ڈالا ہے۔ آؤ سائیکا۔“

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس وقت مسٹر لارس سے گفتگو کرنے کا فیصلہ ملتوی کر دیا ممکن ہے وہ سائیکا کے سامنے تفصیل نہ بتانا چاہتے ہوں۔ وہ دونوں چلے گئے اور میں اپنی مسہری پر لیٹ گیا۔

دوسرے دن صبح ناشتے کی میز پر سائیکا بھی موجود تھی۔ مسٹر لارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”بیٹی! میں اس سلسلے کی تمام گفتگو خفیہ رکھنا چاہتا تھا لیکن بھلا اس بلا سے جان بچانا کیسے ممکن تھا۔ مجھ سے سب کچھ پوچھ کر ہی دم لیا اس نے اور اب یہ تمہارا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے مس سائیکا۔ شاید مسٹر لارس نے یہ بات آپ کو بتا دی ہو کہ اس معاملے سے میرا براہ راست کوئی تعلق تھا اور میں وہ نہیں تھا جو وہ لوگ سمجھ رہے تھے تو پھر میں مسٹر لارس کی جان کیونکر لیتا اور ان کی زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ میں ایکل کا پٹر سے پیچھے کود پڑوں۔ میں کسی بے گناہ شخص کو کسی بھی قیمت پر قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔“

”اس کے باوجود میں اس بات کی معترف ہوں کہ آپ کا کمال کیا یہ معمولی کام نہیں تھا۔ تالاب ہو سکتا ہے زیادہ گہرا نہ ہو اس طرح آپ کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے یا... یہ بھی ممکن تھا آپ سیدھے تالاب میں ڈوب جاتے۔ انکل کی زندگی بچانے کے لیے آپ نے واقعی بہت بڑا رسک لیا تھا اور صحیح معنوں میں یہ مجھ پر قرض ہے۔“

”چھوڑیئے ان باتوں کو۔“ میں نے کہا اور ہم لوگوں نے ناشتا شروع کر دیا۔

مسٹر لارس چند لمحات کے بعد کہنے لگے۔ ”کل دراصل تم سے یہ پوچھنے کے لیے تمہاری خواب گاہ میں گیا تھا کہ کیا ان لوگوں کے بارے میں مزید کچھ نشاندہی کر سکتے ہو۔ ان کی رہائش گاہ وغیرہ۔ میں اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ تحقیق کرا رہا تھا کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کون لوگ ہوں گے۔“

”ہاں۔ میں مختصراً آپ کو ان کے بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ ایمسٹرڈم میرے لیے نئی جگہ ہے اور میں یہاں کے راستوں سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہوں لیکن جو باتیں میرے ذہن میں ہیں وہ میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔“ میں نے خرخری اور شخص کی شکل و صورت کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر اس کوٹھی کے بارے میں کچھ باتوں کو چھپا لینے کے علاوہ ساری کہانی انھیں سنا دی تھی۔

سائیکا خاموشی سے ناشتا کر رہی تھی مسٹر لارس کچھ سوچتے رہے پھر وہ آہستہ سے بولے۔ ”میں حالات کی تہہ تک کسی حد تک پہنچ رہا ہوں۔ سائیکا کافی بنا دو بیٹی۔“ انھوں نے کہا۔

سائیکا نے خاموشی سے نگاہیں جھکائے کافی تیار کی اور ایک کپ میرے سامنے سرکا دیا اور دوسرا مسٹر لارس کی جانب۔ میں اس سلسلے میں کوئی استفسار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ مسٹر لارس کے قطعی ذاتی معاملات تھے۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد انھوں نے خود ہی کہا۔ ”میں تمہیں بھی اس سلسلے میں بتا دینا چاہتا ہوں مسٹر اسٹوڈن۔ پتا نہیں کیوں تم نے اپنا نام مجھ سے چھپایا ہے حالانکہ تم جیسے دوست اور ساتھی سے اب اس راز داری کی ضرورت نہیں تھی۔ تم کچھ بھی ہو کوئی بھی حیثیت ہو تمہاری میں تو تمہارا

شکر گزار ہوں ہی اور اب تم مجھے ایک دوست کی حیثیت سے عزیز ہو تو میں تمہیں بتا رہا تھا کہ ہالینڈ میں کاروباری افراد کی ایک تنظیم ہے اور یہ تنظیم صرف یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے اس کی بین الاقوامی حیثیت ہے۔ مختلف ممالک کے لوگ اس کے ممبر ہیں اور یوں ہم مشترکہ کاروباری امور کو اس تنظیم کے ذریعے طے کرتے ہیں۔ یہیں سے بہت سارے کاروباری کارٹ کھلتے ہیں اور پوری دنیا میں ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہالینڈ میں ہے یعنی ایمسٹرڈم میں۔ اس سلسلے میں ملکی اور غیر ملکی لوگوں کے مشترکہ انتخابات ہوتے ہیں اور ان کے لیے باقاعدہ نامزدگی کی جاتی ہے۔ اس بار تین پارٹیاں اس سلسلے میں نامزد ہوئی ہیں۔ ان پارٹیوں میں مختلف ممالک کے نمائندے شامل ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے امیدوار چن لیے ہیں تاکہ تنظیم کے الیکشن میں ان کا فیصلہ ہو جائے۔ میں نے تمہارا نام جان اسٹوڈن سننے کے بعد تم سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تمہارا تعلق گیروز سے ہے۔ گیروز ایک امیدوار یا پارٹی کا نام ہے۔ میری پارٹی تھنکرز کہلاتی ہے اور ایک اور پارٹی ہے جس میں کچھ غیر ملکی لوگ شامل ہیں۔ مقامی لوگوں کے کچھ افراد بھی اس پارٹی سے اتفاق رکھتے ہیں وہ بلیک روز کہلاتی ہے۔ بلیک روز کے بارے میں مجھے کچھ شکوک و شبہات پہلے سے تھے لیکن جو لوگ اس میں شامل ہیں وہ خالص سیاسی نوعیت کے لوگ ہیں اور تنظیم میں بھی ان کی سیاست اسی طرح کام کر رہی ہے جبکہ میرے لوگ بالکل ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں لیکن جس شخص کی تم نے نشاندہی کی ہے میرا خیال ہے میں اس سے واقف ہوں اور اس کا تعلق بلیک روز ہی سے ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جان اسٹوڈن کو جو ایک جرم کے سلسلے میں گرفتار ہوا تھا اور اسے ایک دوسرے ملک میں سزا دی گئی تھی اور جسے گیروز کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔ اس سلسلے میں ذہن گیروز کی جانب ہی جاتا ہے لیکن ان لوگوں نے کچھ حماقتیں کر ڈالیں۔ جن کی بنیاد پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دراصل جان اسٹوڈن کو میری ہلاکت کے لیے گیروز نے نہیں بلکہ بلیک روز نے منتخب کیا ہے۔ مقصد یہی ہو گا کہ گیروز کا ایک نمائندہ جسے جیل سے فرار کرایا گیا یہاں اگر مجھے قتل کر دیتا ہے تو میری پارٹی تو کمزور پڑ ہی جاتی اور گیروز کی سازش بھی طشت از بام ہو جاتی۔ یہ دونوں پارٹیاں تنظیم کی نگاہ میں کمزور پڑ جاتیں تو بلیک روز کے انتخابات میں کامیاب ہونے کا امکان تھا۔ تمہیں یہ سب کچھ میں نے اس لیے بتانا ضروری سمجھا کہ تم میرے ہمدرد اور محسن ثابت ہوئے ہو اور تم نے صرف انسانی بنیادوں کے تحت میری زندگی بچانے کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ میں کمزور نہیں ہوں یہ میری بیٹی جو ہے نا یہ سمجھتی ہے کہ اس کا انکل صرف ایک کاروباری آدمی ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں جسمانی مشقت نہیں کر سکتا لیکن بعض اوقات بدن ذہنی قوتوں کے سامنے مفلوج ہو جاتے ہیں۔ بلیک روز کو میں ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ایسی کارروائیاں کرنے سے توبہ کر لے گی یہ میرا اپنا مسئلہ ہے۔ میں نے تمہیں تمام صورت حال بتا دی ہے۔ اس طرح تمہاری ذہنی الجھنیں بھی ختم ہو جائیں گی کیونکہ تم یقیناً یہ سوچ رہے ہو گے کہ آخر کس جال میں پھنس گئے۔ میرے دوست میں اپنے محسنوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ میں تمہیں کسی بھی طرح کم حیثیت کا مالک نہیں سمجھتا یقیناً تم جو کچھ بھی ہو گے کوئی نہ کوئی مقصد ضرور رکھتے ہو گے لیکن میری خواہش ہے کہ اپنی آنکھوں سے بلیک روز کا حال دیکھنے کے بعد ہی میرا ساتھ چھوڑنا۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ ممکن ہے میں کچھ مصروف ہو جاؤں۔ اس لیے سائیکا کی ڈیوٹی ہے کہ وہ تمہیں یہاں پوری طرح انٹرٹین کرے اور تمہیں بور نہ ہونے دے۔“

”یہ فرض داری میں خوشی سے قبول کرتی ہوں انکل۔“ سائیکا ماٹیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پوری کہانی سننے کے بعد وہ مجھ سے بہت متاثر ہو گئی تھی۔

”سائیکا! مسٹر اسٹوڈن کو یہاں سے دس نمبر میں لے جاؤ، میں ان کی حفاظت کے انتظامات کر دوں گا۔“

”او کے انکل! اب آپ ان کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دیجیے۔“ سائیکا بولی۔

لارڈ لارس نے گردن ہلا دی پھر وہ ہمیں خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔

سائیکا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ”تو جناب عالی! اب آپ خوش قسمتی سے میرے چکر میں پھنس گئے ہیں اور میں ذرا مختلف قسم کی لڑکی ہوں۔“

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔ ”ذرا اس قسم کی وضاحت ہو جائے تو کیا حرج ہے؟“

”مطلب یہ ہے کہ میں آسانی سے آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ سب سے پہلے تو آپ مجھے بالکل سچائی سے یہ بات بتائیے کہ کیا آپ مسٹر روڈ بھی نہیں ہیں؟ یہ تو میں نے تسلیم کر لیا کہ آپ جان اسٹوڈن نہیں ہیں لیکن کیا میں روڈ کی حیثیت کو بھی نظر انداز کر دوں؟“

”ہاں مس سائیکا حقیقت یہ ہے کہ میں روڈ بھی نہیں ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تب پھر کیا آپ نے ایک اخلاقی جرم نہیں کیا ہے اگر آپ

مسٹر روڈنر نہیں تھے تو کل روڈنر کے ساتھ وقت گزارنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ معصوم اپنے بچھڑے ہوئے شوہر سے بڑے ارمان سے ملی تھی۔ آپ نے ایک اعتماد کا خون کیا ہے۔"

"اگر آپ کی مراد یہ ہے مس سائیکا کہ روڈنر کی حیثیت سے میں کل روڈنر کے ساتھ رہ کر کسی اخلاقی جرم کا مرتکب ہوا ہوں تو معاف کیجیے گا اپنے خیالات میں آپ کو کچھ تبدیلی کرنا ہوگی۔"

"مطلب؟" اس نے سوال کیا۔

"مطلب کل روڈنر ہی بتا سکے گی۔ آپ چاہیں تو اس کو صورت حال سے آگاہ کر دیں اور پھر اس سے دریافت کر لیں کہ میں اس کے سینے کوئی ذہنی کرب تو چھوڑ کر نہیں آیا ہوں۔ اس کرب کے علاوہ جو روڈنر کی گمشدگی کے سبب پہلے ہی سے موجود ہے۔"

"اوہ! کیا واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"جی ہاں! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر وہ آپ کی دوست ہے تو آپ اس سے اس بات کی تصدیق کر سکتی ہیں۔ مجھے احساس تھا کہ میں کچھ دوسرے لوگوں کی وجہ سے ایک شریف اور شادی شدہ عورت کے ساتھ ہوں اور میں نے اس احساس کو تنہائیوں میں بھی دل میں رکھا تھا تاکہ جب اسے پتا چلے کہ میں اس کا شوہر نہیں تھا تو وہ اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہ کرے۔"

"اس کے لیے میں تمھاری شکر گزار ہوں مسٹر روڈنر یا مسٹر اسٹونز یا پھر وہ جو اب تم مجھے بتاؤ گے۔" اس نے کہا اور آخری الفاظ کے ساتھ ہی وہ مسکرا پڑی۔

"آپ کی غلط فہمی دور ہو گئی؟"

"ہاں! یقیناً تمھاری سچائی کو میں دل سے تسلیم کرتی ہوں اور ایک بات اور کہوں بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کی میں کبھی احسان مند ہوتی ہوں۔ پتا نہیں کیوں میری فطرت میں اتنی سرکشی ہے کہ میں سخت سے سخت کام اپنے ہی بل پر کرتی ہوں اور کسی کا احسان نہیں لیتی لیکن نادانستہ طور پر تم نے مجھ پر احسان کر دیا ہے۔"

"احسان اٹھانے کے لیے مسٹر لارنس ہی کیا کم تھے کہ آپ بھی اس احسان کو اپنی گردن پر لادنے کے لیے تیار ہیں۔"

"اس کے باوجود یقیناً میں خلوص دل سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ تم بہت اچھے انسان ہو۔ یہ معمولی واقعہ نہیں ہے۔"

"چھوڑیے مس سائیکا۔ ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ آپ کو جو اطمینان حاصل کرنا تھا میری خوش بختی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے حاصل کر لیا۔ کسی بھی وقت کسی بھی لمحے آپ اپنی دوست سے اس کی تصدیق کر لیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ ضرور اسے یہ بات بتا دیں کہ جو شخص روڈنر کی حیثیت سے اس سے ملا تھا وہ روڈنر نہیں تھا بلکہ ایک ایسا مجبور آدمی تھا جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ کردار ادا کر رہا تھا۔"

"میں اس سے ضرور کہہ دوں گی۔" سائیکا نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا خیال ہے ہم لوگ چلیں؟"

"جب آپ پسند کریں ویسے یہ کس قسم کا کیس ہے؟"

"انکل دراصل سیاسی آدمی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دماغی جنگ کے ماہر ہیں۔ پتا نہیں کیوں انھوں نے [illegible] کو نظر انداز کیا ہوا تھا لیکن یہ انھی کا کام تھا کہ وہ حقیقت تک پہنچ جائیں ورنہ اس کا مدد والی کے سارے شبہات میری جانب منتقل ہوتے اور بلیک روز ان دونوں کو بطور [illegible] حاصل کر لیتی۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟"

"ہاں۔ یہ سیاسی معاملات ہیں مگر بات دس نمبر کی [illegible]"

"ہاں۔ تو میں بتا رہی تھی کہ انکل نے اپنے لیے کچھ پوشیدہ رہائش گاہیں بنا رکھی ہیں جن کے بارے میں تمام لوگ جانتے کہ ان کا تعلق کسی طرح انکل جیک لارنس سے ہے۔ یہ ایک رہائش گاہ کو قبر [illegible] کہہ سکتے ہیں۔ بڑی خوبصورت جگہ تم کو پسند آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ۔ میں اس چھوٹے کام کے سلسلے میں مسٹر جیک لارنس پر بار نہیں بننا چاہتا تھا۔ ان کی دوسری خواہش کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔"

"دوسری خواہش؟" سائیکا نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں انھوں نے کہا تھا کہ مجھے بلیک روز کا تعارف [illegible] سے دیکھے بغیر نہیں جانے دیں گے۔"

"اوہ۔ چلیے تو یہ بھی نہیں ہو سکتی آپ کو مسٹر نامعلوم جیسے ہیں بھی یہ حقیقت ہے کہ ہم آپ کو اتنی آسانی سے نہیں جانے دیں گے۔ اب آپ مجھے اپنا نام بتائیے۔"

"سائیکا! میرا نام نہ جاننا بہتر ہوگا۔"

"جی نہیں۔ آپ سے کچھ ایسے ذہنی رشتے وابستہ ہو گئے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں جانے بغیر نہیں مانوں گی۔ چلیے ٹھیک ہے۔ ابھی رہنے دیجیے میں آپ کو مسٹر نامعلوم کہہ کر ہی مخاطب کی جاؤں گی۔ ہاں اگر آپ کو ہم پسند آ جائیں تو ہمیں کبھی اپنے بارے میں بتا دیجیے۔" چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے میں بھی آپ سے اجازت چاہوں گی ذرا یہاں سے روانگی کے لیے انتظامات کر لوں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" میں بھی آپ سے تم پر آ گیا تھا۔ وہ بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھی تو میں تکلف کب تک برقرار رکھتا۔

سائیکا مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن یہ انتظار کچھ زیادہ ہی طویل ہو گیا تھا۔ وہ تقریباً [illegible]

کے بعد واپس آئی تھی۔ واپس آ کر اس نے کہا۔ "ہم شام کی چائے کے بعد یہاں سے چلیں گے۔"

"یہاں سے شہری آبادی کا فاصلہ تو کافی ہوگا؟"

"ہاں۔ یقیناً ہے اور ہمیں لانچ سے بھی سفر کرنا ہوگا۔ ہر چند کہ یہ کوئی جزیرہ نہیں ہے لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم لانچ کے ذریعے ہی سفر کریں گے۔ ڈیڈی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے یہاں میں ان لوگوں کی مہمان تھی وہی میرے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتے تھے۔"

شام کی چائے خاصی پر تکلف تھی۔ میرے ساتھ سائیکا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ یہاں ملازموں کی تعداد پوری فوج کے برابر ہی معلوم ہوتی تھی۔ ہر جگہ نئی نئی شکلوں کے انسان نظر آ رہے تھے۔

تقریباً ساڑھے پانچ بجے سائیکا ایک لینڈ روور میں بیٹھ کر چل پڑی۔ لینڈ روور میں بیٹھتے ہوئے میں نے اس سے درخواست کی۔ "مس سائیکا اگر محسوس نہ کرو تو مجھے ایک ریوالور دے دو۔ صورت حال کسی بھی وقت ناخوشگوار ہو سکتی ہے۔ کم از کم میں نہتا تو نہ رہوں گا۔"

سائیکا نے میری طرف دیکھا اور لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی لیکن چند ہی لمحے کے بعد اس نے سامنے ڈیش بورڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور پیچھے کی سیٹ کسی صندوق کے ڈھکنے کی طرح کھل گئی۔

"آپ کو زحمت کرنا ہوگی مسٹر نامعلوم۔" وہ بولی اور میں پلٹ گیا۔ سیٹ کھلنے کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی۔ سیٹ کے نیچے ایک پورا اسلحہ خانہ موجود تھا جس میں چھوٹے سائز کے ہینڈ گرنیڈ، ریوالور اور ایک اسٹین گن بھی ہوئی تھی۔

"گڈ۔ یہ لینڈ روور شاید مسٹر.....؟"

"جی نہیں۔ یہ میری ذاتی ملکیت ہے اور میں اسی میں یہاں تک آئی تھی۔"

"خوب۔ آپ اسلحے کی شوقین معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ مجھے بارود کی بو بے حد پسند ہے۔" سائیکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لینڈ روور ایک پتلی سی پگڈنڈی پر مڑ گئی تھی جس کے دونوں جانب گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ان گھنی جھاڑیوں کے پیچھے سے کبھی ہم پر حملہ ہو سکتا تھا۔ میں نے ایک ریوالور اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کے چیمبر وغیرہ چیک کیے تو وہ بھرا ہوا تھا۔ [illegible] مزید وہاں موجود نہیں تھے۔ ہمارے سامنے خوبصورت راستے پھیلے ہوئے تھے۔ شام کے دھندلکے میں چلتے آ رہے تھے۔ زیادہ سفر نہیں طے کرنا پڑا۔ بیس منٹ کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے اور یہاں سے ایک سفید رنگ کی خوبصورت لانچ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ سائیکا نے لینڈ روور وہیں چھوڑ دی تھی۔

"تم نے اپنا اسلحہ خانہ اسی طرح بے یارومددگار چھوڑ دیا سائیکا؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لینڈ روور یہاں سے خود چلی جائے گی۔"

"خودبخود؟"

"نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔ انھیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ لینڈ روور واپس لے جائیں۔"

"اوہو! میں نے تو محسوس نہیں کیا۔"

"اگر آپ محسوس کر لیتے مسٹر نامعلوم تو پھر میں تعاقب کرنے والوں کو نااہل قرار دے کر ان کی چھٹی کر دیتی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ لانچ غالباً مسٹر لارنس کی ہی ملکیت ہے؟"

"جی نہیں۔ یہ بھی میری ذاتی ملکیت ہے۔" سائیکا نے سمندر پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔ میری نظریں بھی اطراف میں گھوم رہی تھیں۔ تاریکی ابھی اتنی زیادہ نہیں پھیلی تھی کہ روشنیاں کرنا پڑتیں۔ سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جا رہا تھا۔

"آپ کی اور مسٹر لارنس کی ملکیت میں کیا فرق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کوئی فرق نہیں ہے لیکن میری سوچ میں فرق ہے۔ جس چیز کو میں اپنا کہتی ہوں وہ میری ذاتی پسند کی چیز ہوتی ہے اور صرف میرے ہی استعمال میں رہتی ہے۔ اس پر کسی اور کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ دراصل میرے ڈیڈی تو بہت عرصے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ انکل جیک لارنس نے شادی نہیں کی جیسا کہ انھوں نے آپ کو بتایا۔ میں ہی ان کی وارث ہوں۔ ان کی بیٹی ہوں۔ میں ان سے بے پناہ محبت کرتی ہوں لیکن جہاں تک میرے معاملات کا تعلق ہے اس میں انکل لارنس کوئی مداخلت نہیں کرتے۔ مجھے ہر طرح کی آزادی حاصل ہے اور یہ آزادی انکل لارنس سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے حاصل ہوئی ہے۔"

"اوہو! کس قسم کی گفتگو؟"

"وہ تمھارے لیے بے مقصد ہوگی۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ دفعتاً وہ چونک پڑی۔

ایک اسپیڈ بوٹ تیز رفتاری سے اس لانچ کی طرف آ رہی تھی۔ بوٹ ڈرائیو کرنے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ سائیکا کسی قدر مضطرب نظر آنے لگی۔ پھر اس نے جھک کر لانچ کے سائیڈ میں لگا ہوا ایک ہک کھینچا اور وہاں بھی ایک ویسا ہی اسلحہ خانہ

"بیٹھیے ریس منیجر علیز۔ ہم کچھ دیر آپ کے ساتھ گزاریں گے۔"

"شکریہ، چشم بسر و چشم۔ مسٹر۔۔۔" اس نے میری طرف دیکھا۔

"مسٹر نیلسن" سائیکا نے جواب دیا۔

منیجر نے اپنا گول مٹول پھولا ہوا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیا۔ میں نے طوعاً و کرہاً اس سے مصافحہ کیا۔ اسی دوران منیجر کی نگاہ میرے رخسار پر پڑ گئی اور اس نے چونک کر پوچھا۔ "خون، اوہ! آپ کا رخسار زخمی ہے کیا؟"

"ہاں۔ غلطی سے ایک سلاخ لگ گئی تھی" سائیکا نے جواب دیا۔

"اوہ!" منیجر بوکھلا گیا پھر بولا۔ "میں ڈاکٹر کو بلواؤں؟"

"نہیں نہیں منیجر۔ آپ تکلف نہ کریں۔ بس چند لمحے یہاں گزارنے کے بعد میں چلی جاؤں گی۔"

"کوئی حرج نہیں کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو۔۔۔ ہاں آپ کچھ پئیں گی تو ضرور۔۔۔؟"

"قطعی نہیں بالکل نہیں۔" سائیکا نے کلائی پہ بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا اور منیجر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کی نگاہ کھلی ہوئی فائل پر پڑی اور اس نے جلدی سے فائل بند کر دی۔

"آپ آئیں گی بھی تو اس طرح! مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"آپ اپنے کام میں مصروف رہیں منیجر! مجھے کسی کا انتظار ہے۔ انتظار کروں گی اور اس کے بعد یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"آپ بالکل محسوس نہ کریں۔ مجھے کوئی اہم کام نہیں تھا۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ کس طرح آپ کی خاطر مدارات کروں۔۔۔ اور یہ صاحب یعنی مسٹر نیلسن" اس نے کہا اور میری طرف دیکھنے لگا پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور آگے بڑھ آیا۔ "براہ کرم مجھے اپنا زخم دکھائیے تو! یہ سلاخ کس طرح لگ گئی آخر، کیا ہوا تھا؟" اس نے سوال کیا۔

"منیجر صاحب! تشویش کی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے تشویش ہوتی تو آپ کو ضرور زحمت دیتی۔ بہت ہی معمولی سی چوٹ آئی ہے۔ آپ خود دیکھ لیجیے" اس نے کہا اور منیجر زخم دیکھنے کے بعد گردن ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں سلاخ کھال چھیلتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ویسے کوئی تشویش کی بات نہیں معلوم ہوتی" وہ ایک بار پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ اپنے بھاری بھرکم تن و توش کے باوجود وہ انتہائی پھرتیلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ یقیناً سائیکا کی وجہ سے یا پھر ممکن ہے وہ پھرتیلا آدمی ہو۔

تقریباً بیس منٹ تک یہاں انتظار کرنا پڑا۔ منیجر اس دوران دس بار کچھ منگوانے کے بارے میں پوچھ چکا تھا۔ بیس منٹ کے بعد منیجر کے کمرے میں ایک شخص داخل ہوا۔ اس کا بدن کسی بھینسے کی طرح مضبوط تھا۔ چہرہ سرخ تھا اور چھوٹی چھوٹی سرخی مائل آنکھوں میں غضب کی تیزی تھی۔ اس نے تیز نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ کر سائیکا کے قریب پہنچ گیا۔

سائیکا اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کچھ کہے بغیر دروازے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ منیجر مضطربانہ انداز میں اور بے ربط انداز میں اٹھا۔ میں نے اخلاقاً اس سے ہاتھ ملایا اور سائیکا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہوٹل کی عمارت کے باہر ایک لنکن کار کھڑی ہوئی تھی۔ سرخ چہرے والے نے کار کا پچھلا دروازہ احترام کے ساتھ کھولا اور سائیکا نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں اندر بیٹھے تو کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کافی دیر تک سڑکوں پر چلتے رہنے کے بعد وہ ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو گئی۔ یہ عمارت نمبر ولسن کے نام سے منسوب تھی۔ سائیکا مجھے ساتھ لیے عمارت کے اندرونی حصے میں پہنچ گئی اور پھر ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔

"ان کے چہرے پر زخم ہے" اس نے کہا اور وہ تیز تیز قدم آگے بڑھ آیا۔ اس نے میرے گال پر لگے ہوئے زخم کو دیکھا اور پھرتی سے گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔ اس دوران سائیکا کچھ نہیں بولی تھی۔ میں نے اس کے انداز میں غیر معمولی خاموشی محسوس کی تھی۔ جب اس شخص نے میرے گال پر ٹیپ لگا دیا اور چلا گیا تو میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے سائیکا، تم خاموش سی ہو گئی ہو؟"

"شرمندہ ہوں تم سے، اتنی شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی"

"ارے ارے! آخر اس کی وجہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں بس یہ زخم تمہیں نہیں لگنا چاہیے تھا۔"

"اور زخم لگانے والے کی کیفیت کا اندازہ نہیں کیا تم نے" میں نے کہا۔

"کاش اس کے لیے موت سے بھی بدتر کوئی سزا ہوتی لیکن یہاں بھی مجھے ہی شکست ہوئی ہے۔ یہ سزا بھی تمہارے ہی ہاتھوں ملی اور میں تمہارے لیے کچھ بھی نہ کر سکی۔"

"بڑی جذباتی لڑکی ہو۔ معاف کرنا تم نے خود ہی بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا ہے۔ اس لیے میں تم سے گفتگو کرنے میں کوئی تکلف نہیں برت رہا۔"

"شکریہ مسٹر نیلسن" اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔ میں ہنسنے لگا۔ غالباً وہ میرا نام نہ جاننے کی وجہ سے خاصی الجھی ہوئی تھی۔ میں نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ ابھی اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں

بتاؤں گا۔

سانیکا تھوڑی دیر تک میرے پاس رہی اور اس کے بعد مجھے آرام کرنے کی ہدایت کرکے وہاں سے چلی گئی۔ پھر رات کے کھانے پر ہی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ایک خوبصورت سے سوٹ میں ملبوس تھی اور بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔

کھانا اطمینان اور خاموشی سے کھایا گیا اور اس کے بعد وہ بولی "آؤ، میں تمہیں اس عمارت کی سیر کراؤں۔"

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہم کئی راہداریوں سے گزرتے ہوئے ان کے بغلی حصے تک جا پہنچے۔ یہاں میں نے تیز روشنی میں ایک ایسی عجیب چیز دیکھی جسے دیکھ کر میں شدت حیرت سے اچھل پڑا۔

یہ چند انسانی جسم تھے جو گھاس پر سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ ان پر کپڑے ڈھانک دیے گئے تھے۔ بادی النظر میں ان کی سانسیں بھی مفقود معلوم ہوتی تھیں۔

سانیکا آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے پاؤں کی مدد سے ان کے چہروں پر سے کپڑے الٹ دیے۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب مردہ تھے۔ میں نے استفسارانہ انداز میں سانیکا کی طرف مڑا تو وہ خونخوار لہجے میں بولی: "ان لوگوں میں سے چند...... جو اس راستے میں تمہارے لیے موت کے پیامبر بن کر آئے تھے۔"

"خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا "لیکن......"

"کم ہیں، بہت کم ہیں۔ تمہارے گال سے خون کے چھینٹے قطرے بہے ہیں ان میں سے ہر قطرے کے عوض ایک آدمی قتل کیا جائے گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" اس کا لہجہ اتنا خونخوار تھا کہ میں کانپ کر رہ گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا، یہ لڑکی اس وقت وہ نظر نہیں آ رہی تھی جسے میں دیکھتا رہا تھا۔ اس کا چہرہ آگ کی مانند دہک رہا تھا۔

"اتنی جذباتی کیوں ہو گئیں سانیکا! اس کی کیا ضرورت تھی، یہ...... یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"میں نے کیا اچھا کیا اور کیا برا کیا، یہ صرف میں جانتی ہوں۔ میری توہین ہوئی ہے اور اتنی توہین کہ میں تمہارے سامنے نگاہ اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ میری موجودگی میں یہ سب کچھ ہوا، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس طرح بے بس ہو جاؤں گی۔"

"سانیکا پلیز۔ تم نے اتنی سی بات کے لیے چند آدمی قتل کروا دیے۔"

"چند سو بھی قتل ہو جائیں گے تو مجھے تسکین نہیں ہوگی۔ ان لوگوں نے مجھے سمجھا کیا ہے۔"

"لیکن...... لیکن......" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"بس، بس کچھ نہیں۔ میں تمہیں یہ دکھانے آئی تھی۔ ابھی غصہ سرد نہیں ہوا ہے۔"

اس لڑکی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے تھے۔ یہ کیا دیوانگی تھی، یہ کیا تھا؟ یہ بالکل ہی مسٹر پیک لارس کی فطرت سے تو میل نہیں کھاتا۔ وہ لڑائی بھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی یہ لڑکی...... میں مسلسل اس کے بارے میں سوچتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں سانیکا کے ساتھ اندر آ گیا۔ نشست گاہ میں پہنچ کر وہ ایک صوفے میں دھنس گئی۔ میں بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہی، پھر اس نے کہا: "تم بھی سوچ رہے ہو گے کہ کس عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ ایک لڑکی تھی جس کے چکر میں مصیبتیں ہی مصیبتیں اٹھانا پڑ رہی ہیں۔"

"خیر مصیبت تو کوئی بھی نہیں ہے میرے لیے لیکن یہ اقدام پسند نہیں آیا۔ ان چند انسانوں کی زندگی اتنی بے وقعت نہیں تھی کہ تم میرے ایک چھوٹے سے زخم کے لیے انھیں ختم کر دیتیں۔ ہاں! ایک بات اور بھی سن لو، میں ان سے مرعوب نہیں" اور وہ بھنویں سکیڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"میں اپنے معاملات خود ہی نمٹا لیا کرتا ہوں۔ سمندر کنارے جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔ اگر اس شخص کی طرف سے گولی چلانے کا خطرہ نہ ہوتا تو شاید میں اس سے پستول نہ چھینتا لیکن اس کے بعد تم نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھے قطعی پسند نہیں۔ میں انسانی زندگی کو اتنا حقیر نہیں سمجھتا۔ اس کا اندازہ تم نے اس سے بھی لگا لیا ہوگا کہ میں نے مسٹر لارس کو بچانے کے لیے بازی لگا دی تھی۔"

اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ وہ بولی "تمہاری انھی اداؤں نے تو مار ڈالا ہے مجھے۔ ایک تم دست بستہ ہو اور دوسروں کی زندگی لینے میں اتنا تردد! بزدل انسان نہیں ہو اور یہ میں تمہاری تھوڑی سی کارکردگی دیکھ چکی ہوں۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو، چلو اگر تم کہتے ہو تو آئندہ کو میں ان لوگوں سے اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی جب تک کہ وہ تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ لیکن ظالم انسان اب تو یہ بتا دو کہ تم کون ہو؟ اپنا کچھ تو تعارف کرا دو مجھ سے۔"

"بس ایک آوارہ گرد ہوں سانیکا۔ دنیا کے کسی ملک کا

یہ منتخب نہیں کر سکا۔ زندگی کے افق کے نظارے دیکھتا ہوا گزر رہا ہوں وقت کی مانند۔ کوئی مقصد نہیں ہے جینے کا۔ یوں سمجھ لو زندگی کے بوجھ کو شانوں پر رکھے دنیا گردی کر رہا ہوں۔"

"خوب...... خوب۔ میں اس نظم کو لکھ لوں۔" اس نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"حقیقتیں بھی نظم ہوتی ہیں۔ اگر تم ان کا مذاق اڑانا چاہو تو ظاہر ہے میں تمہیں روک نہیں سکتا۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمہارا یہ چہرہ اصل نہیں ہے۔"

"ہاں، صحیح کہا تھا۔"

"تو پھر مجھے اپنا اصل چہرہ دکھاؤ۔ میں بھی بہت گھٹیا انسان ہوں، تمہارا نام تک معلوم کرنے میں ناکام رہی لیکن اس کے باوجود تمہارے پیچھے پڑی ہوئی ہوں۔ بولو اپنا اصل چہرہ دکھاؤ گے یا نہیں؟"

"ہاں میں خود بھی اس چہرے سے چھٹکارا پانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں یہ بہت ضروری ہے تمہارے لیے۔ کیونکہ سپی رچابکا نکل آئی تو تمہیں دیکھے گی تو ایک بار پھر اپنے شوہر کے پیچھے پیچھے گھومنے لگے گی۔" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ پھر اٹھتے ہوئے بولی "امونیا، سگار، باکس اور چیز کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"میرا خیال ہے امونیا ہی کافی ہو گا۔"

"میں ابھی منگواتی ہوں۔" وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں سائفن کی امونیا کی بوتل تھی۔ اس نے خود ہی میرے چہرے پر سائفن سے پھواریں ماریں اور میرے چہرے کے مساموں میں کمی ہونے لگی۔ اس نے اچھی طرح میرا چہرہ امونیا میں بھگونے کے بعد بوتل ایک سمت رکھ دی اور متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پلاسٹک کے ٹکڑے میرے چہرے سے اکھڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا میک اپ صاف ہو چکا تھا اور اصل چہرہ نمایاں ہو گیا تھا۔

وہ مضطربانہ انداز میں مجھ پر جھک آئی تھی۔ پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا "یہ تمہارا اصل چہرہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن...... لیکن تم یورپین باشندے تو نہیں معلوم ہوتے جب کہ انگریزی تم بالکل یورپینز کے سے انداز میں بولتے ہو بلکہ سچ پوچھو تو امریکن اسٹائل زیادہ ہے۔"

"ہاں، ایشیا کا رہنے والا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ، خدا کی پناہ! واقعی تم ایشیائی ہی ہو۔" اس نے عجیب سے انداز میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ ایشیائی باشندوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"دوسروں کی بات چھوڑو، صرف اپنی بات کرو۔ اگر ایشیا سے تعلق ہے تو یہ بتاؤ کون سے ملک کے باشندے ہو؟ ہندوستانی؟"

"نہیں، پاکستانی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، مسلمان؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب میں کہا۔

"پھر یہ بتاؤ عربوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"مقصد کیا ہے تمہارا؟" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں پوچھا۔

"فلسطین خاص طور سے میرا موضوع ہے۔ فلسطینیوں کے موقف اور ان کی جدوجہد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ایک بار جب تم مجھے ایک اسرائیلی ریسٹورنٹ میں لے گئی تھیں تو ان کے بارے میں تم نے میری رائے سن لی تھی۔" میں نے کہا اور وہ بے حد دلآویز انداز میں مسکرانے لگی۔

"ہاں! اس وقت بھی میرے ذہن میں تمہارے وہ الفاظ موجود ہیں اور شاید تمہیں یاد ہو کہ تمہاری رائے پر میں نے چونک کر تمہیں دیکھا تھا؟"

"ہاں، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم بھی دوسرے مغربی باشندوں کی طرح فلسطینیوں سے اختلاف رکھتی ہو گی۔ ورنہ کسی اسرائیلی ریسٹورنٹ سے تمہاری دلچسپی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

"موقف کچھ بھی ہو انسان کا، اس کے لیے کچھ دلائل بھی ہوتے ہیں اس کے پاس۔" سانیکا نے کہا۔

"خیر، میں تم سے اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے تلخیوں کے۔"

"میں تمہاری یہی ادا دیکھنا چاہتی ہوں۔" ایک شریر مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی۔

"میں کوئی سرکس کا مسخرہ نہیں ہوں جو تم میری کیفیت پر ہنسنے کی خواہش مند ہو۔" میں نے تند لہجے میں کہا۔

"نام بھی بتا دو نا۔ اب تو قومیت بھی معلوم ہو گئی ہے۔" اس نے میری بات کا برا مانے بغیر شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"علی۔ تم مجھے علی کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"دیکھا! کتنی چالاک ہوں میں۔" اس نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "علی۔ پاکستانی!"

"ہاں، فخر کے ساتھ پاکستانی۔" میں نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔

"علی! ایک بات میں بھی تم سے کہنا چاہتی ہوں لیکن پہلے یہ درخواست ضرور کروں گی کہ جو کچھ میں کہوں اس پر یقین کر لینا۔

میرے اس وقت کے الفاظ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میں تہ دل سے فلسطینیوں کے مقاصد کی حمایتی ہوں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ اسرائیل کا قیام انتہائی ناجائز اقدام تھا جس کے لیے دنیا کی بعض حکومتوں نے انتہائی شرمناک کارروائی کی اور اسرائیل کو وجود میں لانے کا باعث بنیں۔ کسی کا گھر چھین کر دوسروں کو دے دینا اچھی بات نہیں تھی اور یہ بڑی بات میرے ہم قوموں نے کی ہے۔ میں اس کے لیے سخت شرمندہ ہوں۔ علی! یقین کرو اس بات پر کہ اپنے طور پر میں فلسطینیوں کے لیے بہت کچھ کرتی رہتی ہوں اور اب میں تمھیں یہ بتانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی کہ وہ اسرائیلی ریستوران ایک خاص مقصد کے تحت میرا ٹھکانا بنا ہے۔ میں اکثر وہاں جاتی ہوں اور کچھ کام کر رہی ہوں۔ میں یہ تمام باتیں تمھیں خوش کرنے کے لیے نہیں کہہ رہی۔ اصل میں اس لیے نہیں کہ تم میرے چچا کے محسن ہو یا میری پسندیدہ شخصیت ہو۔ یہ صرف وہ حقیقتیں ہیں جو میرے دل میں جاگزیں ہیں اور میں اپنی ذات کو سچائیوں کے لیے وقف کر چکی ہوں۔ میں نے ایک فورس بھی بنائی ہے میرے ساتھ میرے ہمنوا نوجوان ہیں اور وہ میرے بہ موجب اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تمام معاملات انکل سے چھپ کر ان کے علم میں نہیں ہیں۔ انکل نہیں جانتے کہ در پردہ میرے مشاغل کیا ہیں۔ وہ بس مجھے ایک کھلنڈری سی لڑکی سمجھتے ہیں جس کی زندگی کا مقصد تفریح ہے، صرف تفریح۔ لیکن ایسا نہیں ہے علی۔ میں نے جن لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا ہے، وہ بہترین اور مکمل طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ اُن کی تعداد دو سو کے قریب ہے اور ہم لوگ بہت سے معاملات میں مقامی طور پر کئی کارنامے انجام دے چکے ہیں۔ ان کی تفصیلات میں اخبارات کی کٹنگ کے ذریعے تمھیں دکھاؤں گی۔ میں نے یہ سب کچھ تمھیں اس لیے بتا دیا کہ تم بھی ہمنوا نکلے ہو۔ تمھیں میں نے اسی وقت نگاہ میں رکھ لیا تھا جب اسرائیلی ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہوئے تم نے فلسطینیوں کی غذا پر ان کے قبضے کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ میں نے دل میں سوچا تھا علی کہ اب خصوصی طور سے ملاقات کرنا پڑے گی کیونکہ ہمیں مسلسل ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جو ہمارے مقصد کے حامی ہوں۔ ہم اپنے اس گروہ کو عظیم تر بنانا چاہتے ہیں۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس حسین لڑکی کو دیکھ رہا تھا اور ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پہلی ملاقات میں مجھے جو دلکشی اس میں محسوس ہوئی تھی وہ کسی اندرونی جذبے کے تحت ہی تھی یعنی وہ جذبہ جو مقاصد کو یکجا کرتا ہے اور جس کی بنیاد پر دلوں میں محبتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

خیالات میرے ذہن میں رقصاں تھے لیکن اب اچانک ہی بھی نہیں تھا کہ بے اختیار ہو جاتا۔ بس خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بولی۔ "مسٹر علی! اتفاقات ہی کہانیاں بنتے ہیں۔ میں اس خیال کی قائل ہوں۔ کل رو ور سے میری گہری دوستی ہے، شناسائی سمجھ لو۔ اس کے ساتھ تم سے ملاقات ہوئی اور تمھارے الفاظ ایک تاثر چھوڑ گئے۔ بس۔ سے میں دوبارہ صرف تمھارے لیے ملی کیونکہ میں ان الفاظ کی حقیقت جاننا چاہتی تھی۔ دیکھو اتفاق سے تم مل گئے اور محبت کے ایک تاثر سے ملے۔ کیا ہم اس اتفاق کو مستقبل کی ایک کہانی نہیں سمجھ سکتے؟"

"کچھ وضاحت ہو سکے گی ان معروضات کی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلیک رونس کے قاتلوں نے تمھاری خدمات حاصل کیں۔ تمھیں اسمگل کر کے ہالینڈ لایا گیا۔ ہر چند کہ وہ حضرت ایک غلام تھے لیکن انھوں نے ایک جیالے کو جو حاصل کیا تھا جو کسی زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا سکتا ہے۔ اور وہ شخص ایک ایسے خطرناک آدمی کو بہ آسانی ختم کر سکتا ہے جو اچانک ہی پستول کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا ہو۔ گویا جنگ و جدل کا تمھیں خوب تجربہ ہے۔ مسلم ہو اور ایک پُروقار ملک کے باشندے ہو جو خاص طور سے فلسطینیوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ تم میں جذبات ہوں اور بدن میں لہو گرم ہو تو کیا کسی مقصد کے لیے کچھ اور بھی درکار ہوتا ہے؟ کیا تم مستقبل کی کہانی نہیں ہو؟ کیا تم ان میں سے نہیں ہو سکتے جو فلسطین کو آزادی دلانے والے ہوں گے؟"

میرے دل میں جذبات کا طوفان موجزن تھا لیکن میں نے اس کے آگے بند باندھ رکھے تھے۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے میری صاف گوئی کے لیے معاف کر سکتی ہو؟"

"میں نہیں سمجھی؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"مغرب کے سرپھرے اپنی زندگی کی یکسانیت سے تنگ آ کر مختلف کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ کہیں وہ دنیا کے رسم و رواج ٹھکرا کر چیتھڑے لٹکائے آوارہ گردی کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ نشہ آور ادویات کے سہارے ذہنی و قلبی سکون کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں تو کہیں دہشت گردی کر کے اپنی ہیجانی جبلت کو سکون بخشتے ہیں۔ تم بھی ویسے ہی ایک ملک کی باشندہ ہو۔ تمھاری یہ ٹولی ایسے ہی تفریح پسندوں پر مشتمل تو نہیں ہے؟"

"بہت سخت الفاظ ہیں لیکن تم کہہ سکتے ہو کیونکہ تمھیں فلسطینیوں کا ہم مذہب ہونے کی برتری حاصل ہے۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی معافی چاہی تھی۔"

"نہیں علی! جو ان میں سے نہیں ہیں وہ لوگ میرے ساتھی ہیں۔ [illegible] مسلمان بھی ہیں، شامی باشندے۔ ان میں سے چار [illegible] جو اولمپک کھیلوں میں اسرائیلی کھلاڑیوں کے [illegible] کارروائی کی تھی۔ میں نے ان لوگوں کی زندگی بچائی تھی اور [illegible] دیا تھا۔ باقی دو بعد میں شام سے آ گئے تھے۔ ہم اپنے [illegible] کئی کام کر چکے ہیں۔ بلیک ستمبر کے کچھ ارکان بھی ہم سے [illegible] ہیں اور صرف یہی نہیں دنیا کے کئی ملکوں میں کچھ [illegible] حیثیت لوگ جو غیر مسلم ہیں لیکن انسانی رشتوں کی بنیاد پر فلسطینیوں کے حامی ہیں اپنے کاموں میں ہمارا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ شرط یہی ہوتی ہے کہ ان کا کام فلسطینیوں کے مفاد میں ہو۔ میں تمھیں اس سلسلے میں تحریری ثبوت پیش کروں گی علی!"

"مجھے اعتبار آ گیا ساتیکا۔ اس بے حیثیت اور معمولی سے انسان کو تمھاری اس تنظیم میں شمولیت اختیار کر کے جو عزت حاصل ہو گی وہ اس کا اہل نہیں ہے۔" میں نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"گویا علی تم... گویا...؟" اس نے خوشی کے عالم میں پوچھا۔

"ہاں ساتیکا! تمھارے احکامات کی تعمیل کر کے مجھے مسرت ہو گی۔"

"شکریہ، بہت بہت شکریہ۔ میں تمھیں تنظیم کے تمام ارکان سے ملاؤں گی۔ سب تم سے مل کر خوش ہوں گے۔ اب تم اطمینان سے خاطر جمع ہو؟"

"اس عمارت میں۔ یعنی اپارٹمنٹ نمبر دس میں جو لوگ ہیں...؟"

"نہیں۔ یہ صرف انکل کے آدمی ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ جن لوگوں نے اپارٹمنٹ نمبر چھ سے ساحل تک بھاگ دوڑ کی نگرانی کی تھی وہ میرے اپنے آدمی تھے۔" ساتیکا نے بتایا۔

"دلچسپ، بہت دلچسپ ساتیکا۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ مجھے۔"

"ضرور ضرور پوچھو۔" اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"مسٹر جیک لارنس ایک انتہائی اہم عہدے پر رہے ہیں اور ان کے خلاف کئی پارٹیاں سرگرم عمل ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں کی مدد سے تم نے ان کے مفادات کا تحفظ کیوں نہیں کیا اور انھیں بے مدد گار کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس کی وجہ در حقیقت یہ ہے کہ انکل لارنس آج تک مجھے [illegible] سمجھتے ہیں جو صرف تفریحات میں دلچسپی لیتی ہے۔ میں [illegible] شخصیت کا یہ پہلو انھیں دکھانا بھی نہیں چاہتی۔ میں جانتی ہوں [illegible] شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو [illegible] کے حامی ہیں۔ کئی اسرائیلی سرمایہ داروں [illegible] ان حالات میں، میں اتنا تو کر سکتی ہوں کہ ان کی معلومات سے فائدہ اٹھاؤں اور جیسا کہ میں نے کئی بار کہا ہے۔ اپنی مصروفیات ان پر ظاہر کر کے میں اپنے مقصد کی موت نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس کے علاوہ یہ صرف کاروباری ہنگامہ خیزیاں ہیں جن سے انکل خود ہی نمٹ سکتے ہیں۔ ہاں ان کی زندگی مجھے ضرور عزیز ہے اور میں یہ نہیں کہتی کہ ان کے کاروباری دشمن ان کی زندگی کے درپے ہو سکتے ہیں۔ اگر اس بات کا مجھے علم ہوتا تو میں ان کے دشمنوں کو اس حد تک مفلوج کر دیتی کہ وہ انکل کے مقابلے پر کھڑے نہ ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ وہ مجھے خود کبھی کچھ نہیں بتائیں گے۔ اول تو وہ اس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ میں یہ کام کر سکتی ہوں اور اگر یقین کر لیں گے تو پھر ان گہرائیوں میں جانے کی کوشش کریں گے جو میری ذات سے وابستہ ہیں اور جب اس میں کامیاب ہو جائیں گے تو میرے شدید ترین مخالف بن جائیں گے۔ بس اسی لیے میں ان کے معاملات سے خود کو دور رکھنا چاہتی ہوں۔"

"مقامی پولیس اور دیگر سرکاری ادارے تمھاری کارروائیوں میں مداخلت نہیں کرتے؟ یا وہ ابھی تک تمھاری سرگرمیوں سے بے خبر ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہماری سرگرمیوں کے بارے میں باقاعدہ فائلیں پولیس کے دفاتر میں کھلی ہوئی ہیں۔ ڈچ سیکریٹ سروس کے لوگ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ ریڈ پنجر نامی ایک گروپ نے بہت سے اسرائیلی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے لیکن ان فائلوں میں ہمارے کسی بھی شخص کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ اس لیے وہ صرف خلا میں ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ میرا مقصد اب تمھاری سمجھ میں آ گیا ہو گا ڈارلنگ! میں اپنی اس تنظیم کو دوسرے ملکوں کے سامنے لانا چاہتی ہوں اور ایسے لوگوں کو اپنا راز دار بنانے کی کوشش کرتی ہوں جو کسی بھی طور میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوں۔"

میں صرف گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔ اس حقیقت سے مجھے قطعی انکار نہیں تھا کہ انسانی جذبوں کے لیے رنگ، نسل، مذہب کی تخصیص نہیں ہوتی جو بھی سچائی کا متلاشی ہوتا ہے، اسے راستے خود منزل تک لے جاتے ہیں۔ اگر ہالینڈ کی رہنے والی یہ لڑکی سچائی کے راستے پر چلتے ہوئے اپنوں سے بغاوت اور مظلوموں کی حمایت پر کمر بستہ تھی تو کوئی حیرت ناک بات نہیں تھی۔ میں نے بھی بہت دنیا دیکھی تھی۔ سب طرح کے انسانوں سے واسطہ رہا تھا۔ لہٰذا اتنا کم نگاہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی کی شخصیت کو نہ پہچان سکوں۔ نوجوانی میں ان جذبوں سے سرشار یہ لڑکی میرے لیے واقعی قابل احترام تھی۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس کا تعلق میرے مذہب سے نہیں تھا۔ دوسرے مذہب کی ہونے

کھڑکیاں اور دبیز چوبی دروازے جن پر لوہے کی بھاری زنجیریں لٹک رہی تھیں۔ ڈیسک پر اپنا جعلی نام اور پتا درج کرنے کے بعد ہم دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔ شام کے کھانے کے لیے ہال میں پہنچے تھے۔ ہال کے ایک کونے میں چند نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جیوک باکس پر بجنے والی تیز موسیقی پر دھما دھم ناچ رہے تھے۔ یورپ کی نئی نسل نے پرانی اقدار سے منہ پھیر کر وہاں کے روایتی رقص کی مٹی بھی پلید کر دی ہے اور اب یہ رقص صرف بندر ناچ رہ گئے ہیں۔

ہال کے دوسرے حصے میں کھانے کا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک خوبصورت ڈچ لڑکی کھانا دے رہی تھی۔ ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ ساتھ والے اسٹول پر ایک سرخ بالوں والا ادھیڑ پینے میں مشغول تھا۔ اس رات ہم نے ہوٹل سے باہر قدم نہیں رکھا لیکن دوسرے دن صبح دس بجے ناشتا کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ موسم ابر آلود تھا اور کسی بھی وقت بارش ہو سکتی تھی۔ پھر خود ہم ایمسٹرڈم کی خوبصورت سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔

تمام منٹ ٹاور یعنی ایمسٹرڈم کے قدیم دروازے پہنچے اور پھر شہر کی خوبصورت ترین سڑکیں اور خرید و فروخت کے مراکز دیکھنے گئے۔ کالور اسٹریٹ میں گاڑیوں کی آمد و رفت ممنوع تھی اور لوگ یہاں زیادہ آرام سے خرید و فروخت کر رہے تھے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں پہ سجے ہوئے پھولوں کے بازار پرسکون تھے۔ سائیکا ماتیلر ایک بہترین گائیڈ کی طرح مجھے ایمسٹرڈم کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی تھی۔

"دنیا میں ہیروں کی سب سے بڑی منڈی ایمسٹرڈم ہی میں ہے۔" اس نے بتایا۔ "یہاں کے جوہری ہیروں کی تراش میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ شاید یہ بات تمہارے علم میں ہو کہ کوہ نور ہیرا جب لندن منتقل ہوا تو ملکہ وکٹوریہ کو ہیرے کی دیسی تراش پسند نہیں آئی چنانچہ اسے نئی وضع دینے کے لیے ایمسٹرڈم کے ماہر جوہری کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔"

یادگار چوک میں سیڑھیوں پر بھانت بھانت کے ہپی پڑے ہوئے تھے۔ سائیکا ماتیلر نے ان کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "امن اور سچائی کے متلاشی دنیا کو بھول کر چرس کے نشے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تحریک کب تک بڑھتی رہے گی۔ ہپی ازم میں کوئی شک نہیں کہ زوال ہے۔ مغرب کے مایوس لوگ نجات کے لیے مشرق کا دامن تھامنا چاہتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ انھیں مشرقی موسیقی پسند ہے اور یہ لوگ روز بروز مشرقی لباس اور عادات و اطوار کے گرویدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا مشرق پرسکون ہے۔ ہم اپنی زندگی میں مضطرب رہتے ہیں۔ یہ اضطراب وہاں نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

دوپہر کے کھانے کے لیے ہم وہاں سے یادگار والی گلی میں واقع ایک ریستوران میں پہنچ گئے جو سیاحوں میں مقبول تھا۔ دروازے کے ساتھ خوراک کے کوپن فروخت ہوتے تھے۔ ہم نے بھی کوپن خریدے اور کاؤنٹر پر جا کھڑے ہوئے۔ جہاں بوڑھی عورتیں کوپنوں کے عوض چائے اور کھانا دے رہی تھیں۔ بڑی دلچسپ صورت حال تھی۔ اکثر لوگ ان بوڑھی عورتوں کو غچہ دے کر چائے کے کوپن کے بدلے گوشت کی پلیٹ لے جاتے لیکن وہ بھی ان کے ہتھکنڈوں سے واقف معلوم ہوتی تھیں۔ اس لیے چند ہی لمحات میں انھیں گرفتار کر لیا جاتا۔ ہم لوگ بیٹھے تو ایک تنومند اور میلے کچیلے قسم کا آدمی بڑے اطمینان سے ہمارے قریب پہنچا اور سائیکا کے سامنے سے کھانے کی پلیٹ اٹھا کر چل دیا۔ سائیکا نے میز پر ہاتھ مار کر شور مچایا تو وہ واپس آ گیا اور انتہائی معذرت کے بعد پلیٹ میز پر رکھ دی۔

ایک صاحب خالی پلیٹ لیے تمام میزوں کے گرد گھوم رہے تھے اور ہر ایک سے کہہ رہے تھے۔ "ظاہر ہے آپ اکیلے نہیں کھا سکیں گے۔ براہ کرم ایک آلو عنایت کر دیجیے۔" تھوڑی دیر میں انھوں نے خاصی خوراک اکٹھا کر لی۔ اس کے بعد ہاتھ میں مشروب پینے والا تسلا لے کر ایک میز پر آئے۔ "میں آپ کے کوکا کولا میں سے ایک چسکی لے لوں؟"

ہوٹل سے نکلے تو دھوپ ڈھل چکی تھی اور نہر کے کنارے خوب رونق تھی۔ رونق نہر کے کنارے لوگوں کا ہجوم پانی میں جھانک رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ نہر میں [illegible] سے جسے کرین کی مدد سے نکالا جا رہا ہے۔ خاصی دلچسپ تھی یہاں کی اور میں اس سے خوب لطف اندوز ہوا۔ ڈھلتے ہم ہوٹل کاک میں واپس آ گئے تھے۔ سائیکا ماتیلر کے چہرے سے جو مسرت جھلک رہی تھی اس نے اس کے حسن میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ بڑی بے باکی اور بے تکلفی سے میرے کمرے میں سو گئی تھی جیسے اسے دنیا کے دوسرے جذبوں کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سکون کے جذبات دیکھ کر اس کی شخصیت کا احترام سمجھ لیا تھا۔

دوسری صبح پھر اسی انداز میں طلوع ہوئی اور ہم ناشتے سے فارغ ہو کر باہر نکل آئے۔ ہالینڈ کے لوگوں کی زندگی میں ایک سلیقہ ہے۔ شاندار طرز تعمیر دیکھا جائے یا ان گھروں کی سجاوٹ، اہل ہالینڈ کے اس اعلیٰ ذوق نے ہی دنیا کے عظیم مصوروں کو جنم دیا تھا۔ فرانز ہال، پیٹر بروگل، ریمبرانٹ، روموڈال، جان سٹین، ورمیر، وان گوگ مصوری کے ستون مانے جاتے ہیں اور ایمسٹرڈم کا رائکس میوزیم یورپ کے بہترین عجائب گھروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ لینن گراڈ کے ہرمیٹاژ، پیرس کے لوور، لندن کے نیشنل آرٹ، فلارنس کے اوفیزی اور میڈرڈ کے پراڈو کا ہم پلہ ہے۔ اس میوزیم میں جدید مصوروں کے شاہکار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہم نے کافی دیر تک میوزیم کی سیر کی اور پکاسو، لیگال، لاٹرک، گوگین اور پھر وان گوگ کے شاہکار دیکھے۔ رنگوں کی دنیا میں میری آنکھیں چندھیا گئی تھیں اور اس دوران تمام تکلیف دہ احساسات ذہن سے نکل گئے تھے۔ یہی محسوس ہوتا تھا جیسے اپنے وطن سے سیاحت کے لیے نکلا ہوں اور ایمسٹرڈم کی تفریحات میں حصہ لے رہا ہوں۔ سائیکا ماتیلر میرے ساتھ بہت خوش تھی۔ ہمارے درمیان دوستی اور خلوص دوستی کے سے تعلقات تھے۔

پھر ایک دن ایمسٹرڈم کے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور میں ہم کچھ خریداری کر رہے تھے کہ دبلا پتلا سا ایک شخص جس کے سر کے بال جھاڑی کی شکل میں کانوں کے پاس لٹک رہے تھے، مسکین سی شکل بنا کر سائیکا کے پاس آ کھڑا ہوا۔ سائیکا نے اسے دیکھا تو چونک پڑی۔ اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں اور اس کے بعد اس نے کافی کا ایک ڈبا اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔ "کیوں؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں میڈم! یہ پیغام آج ہی گیا ہے۔"

"اوکے جاؤ۔" سائیکا ماتیلر نے کہا اور وہ شوکیسوں پر نگاہ ڈالتا ہوا اس انداز میں آگے بڑھ گیا جیسے اسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ سائیکا کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی تھی پھر میں نے اسے واپس مڑتے ہوئے دیکھا اور ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور سے نکل آئے۔

"یقیناً کوئی خاص بات ہے سائیکا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! تفریح کا وقت ختم۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تفریح کا وقت ختم ہو جانا چاہیے جب کام ہو تو تفریح بے مزہ ہو جاتی ہے۔"

"آؤ چلیں۔"

اس کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس ہوٹل کاک پہنچے۔ یہاں سے اپنا مختصر سا سامان وصول کیا۔ کمرے کا بل ادا کیا اور باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی سائیکا ماتیلر کی خصوصی رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی جسے نمبر ٹین کا نام دیا گیا تھا۔ سائیکا نے نمبر ٹین پہنچنے کے بعد مجھ سے کہا۔ "تم سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گی۔ فکر نہ کرنا، پھر میں یقیناً تمھیں حالات سے آگاہ کر دوں گی۔" میں نے فراخ دلی سے اسے اجازت دے دی اور وہ وہاں سے چلی گئی۔

میں گزرے ہوئے ان ایام کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایمسٹرڈم کی سیاحت نے ذہن سے تمام احساسات مٹا دیے تھے۔ بہت کچھ بھول گیا تھا اور ان خوبصورت لمحات میں خاصی ذہنی تفریح میسر رہی تھی ورنہ یادیں کہاں پیچھا چھوڑتی ہیں اور پھر ایسی یادیں جن میں کچھ غم کے احساسات بھی پوشیدہ ہوں۔ تہذیب ماتم اکس سینے کا ایک سلگتا ہوا زخم بن گئی تھی۔ سوچتی ہوگی کہ کیسا بے وفا شخص نکلا، اس طرح چھوڑ کر چلا گیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس کی معیت میں، میں اپنے مقصد سے کچھ غافل ہو گیا تھا۔ میرے دل میں روشن جذبوں کی چمک دمک کچھ ماند پڑ گئی تھی۔ اپنی اس کیفیت کا تجزیہ کرتا تو کسی جرم کا سا احساس ہوتا تھا۔ تہذیب کی قربت نے مجھے اپنی ذات کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب کہ میرے مشن کا تقاضا یہی تھا کہ اپنی ذاتی خواہشات سے بالاتر ہو کر سوچوں۔ بصورت دیگر مجھے کیا ضرورت تھی کہ اپنی تعلیم، اپنا ماحول، اپنا مستقبل سب کچھ داؤ پر لگا دوں۔ ذاتی خواہشات کی تکمیل ہی اگر مقصد زندگی ہوتی تو کسی بھی عام انسان کی طرح دنیا کی تمام آسائشیں حاصل کر لیتا اور خود اپنی ذات میں گم ہو جاتا۔ جب اپنے آپ کو کسی مقصد کے لیے وقف کیا ہے تو ضروری ہے کہ دوسری دلچسپیوں کو ترک کر دیا جائے۔ تہذیب ماتم ایکس کا ساتھ اگر صرف ایک دوست کا ساتھ ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، دل کے رشتے اس سے نہ جانے کیوں استوار کر لیے؟ اس کیوں کا جواب بھی دل ہی دے دیتا تھا۔ اس نے بھی تو میری خاطر ہی اپنی دنیا بدل ڈالی تھی۔ دشمنیاں مول لے لی تھیں۔ وہ کچھ کھو چکا تھا جو ساری زندگی کا اثاثہ تھا۔ ساری زندگی جس کے تحت گزری تھی اور اب گریپول کے ہاتھوں نہ جانے اس کی کیا گت بن رہی ہو۔

ان تکلیف دہ خیالات نے ذہن کو ایک بار پھر کسی قدر پراگندہ کر دیا۔ جی چاہا کہ جلدی سے سائیکا ماتیلر واپس آ جائے اور بوریت کے یہ لمحات دور ہوں۔

شام تک ایسے ہی خیالات کا شکار رہا۔ رات ہو گئی، تقریباً ساڑھے نو بجے سائیکا ماتیلر کا ٹیلی فون ملا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میں نے کھانا کھا لیا ہے؟ میں نے اس سے انکار کیا تو اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔ "تھوڑی دیر میرا انتظار

کر لو۔ کھانا میں تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گی۔" مجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

تقریباً دس بج کر دس منٹ پر سائیکا مائیلر پہنچ گئی۔ کھانا لگانے کے لیے کہہ کر آئی تھی چنانچہ ہم دونوں کھانے کے کمرے میں داخل ہو گئے۔

سائیکا کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "ایک ذمے داری آ پڑی ہے میرے شانوں پر اور یہ ایک شخص کی جانب سے، جس نے میرے لیے بہت کام کیا ہے اور جو ہمارے مقاصد کے لیے ہر طرح اپنے آپ کو پیش پیش رکھتا ہے۔"

"گڈ۔ گویا اب تم مصروف رہو گی۔" میں نے کہا۔

"تم۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ وعدہ کر چکے ہو کہ میرے ساتھ کام کرو گے۔" سائیکا مائیلر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس وعدے کی تکمیل مجھ پر فرض ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کام بھی اسرائیل کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ہو۔"

"جناب خان! یہ کام براہ راست فلسطینیوں کے لیے نہیں لیکن اسرائیل کے خلاف ہے۔"

"ایک ہی بات ہے۔ اسرائیل کو نقصان پہنچانے کے لیے میں ہر کام کر سکتا ہوں۔"

"ایک فلسطین پسند شخص جو غیر ملکی ہے، بڑی حیثیت کا مالک ہے، اپنی فلسطین پسندی کی بنیاد پر اسرائیل کی تنظیم موساد کا نشانہ ہو گیا ہے اور موساد نے اس کے اہل خانہ کو اغوا کر کے کسی اپنے کام کے لیے مجبور کیا ہے جس کی نوعیت ابھی نہیں معلوم ہو سکی۔ ہم اس کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ہم سے امداد مانگی ہے۔"

"تو پھر یہ سمجھو کہ یہ میرا کیس ہے۔" میں نے مستعدی سے کہا اور سائیکا مائیلر بھی مسکرانے لگی۔

"پرسوں شام ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل ایمسٹر میں ہماری مطلوبہ شخصیت کا نمائندہ آ رہا ہے۔ اس سے ملاقات کے بعد ہی مکمل تفصیلات معلوم ہوں گی۔ اس دوران مجھے کچھ خاص انتظامات کرنا ہوں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم اس دوران کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں میں تمہاری مصروفیات میں حارج نہیں ہوں گا۔ ہاں اگر اس سلسلے میں میری کوئی ڈیوٹی ہو تو مجھے بتا دو۔"

"نہیں ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے البتہ جیسا کہ تم نے کہا کہ یہ تمہارا کیس ہے تو اس سلسلے میں میں کوئی تکلف نہیں کروں گی یعنی اگر صورت حال اس طرح کی ہوئی کہ تم اس پر عمل کر سکو تو یقینی طور پر تمہیں اس سلسلے میں آگے بڑھنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے سائیکا! میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سائیکا اس رات میرے ساتھ نہیں رکی تھی۔ دوسرے دن بھی اس سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ تیسرے دن دوپہر کو وہ میرے پاس آ پہنچی۔

"میں تیار ہو کر آئی ہوں۔ رات کو ساڑھے آٹھ بجے ہمیں ایمسٹر پہنچنا ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔

تقریباً پونے آٹھ بجے ہم اپنی رہائش گاہ سے نکل آئے تھے۔ شہر کے وسطی علاقے میں ہیرن گیراڈ شہر کے کنارے ہوٹل ایمسٹر واقع تھا۔ سیاحوں کو اس ہوٹل میں خاص سہولیات مل جاتی تھیں جن کی وجہ سے یہاں زیادہ تر غیر ملکی ہی نظر آتے تھے۔

کمرہ نمبر ستر کے سامنے پہنچ کر سائیکا مائیلر نے مجھے دیکھا پھر دروازے پر لگی ہوئی بیل بجا دی۔ چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا اور سائیکا مائیلر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی قدم بڑھا دیے تھے۔ سائیکا مائیلر نے اندر موجود شخص سے کچھ کہا اور میری نگاہیں اس ایجنٹ کی جانب اٹھ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں ہوش و حواس ہی کھو بیٹھا۔ جو کچھ دیکھ رہا تھا غلط نہیں تھا۔ اس میں کوئی بصری دھوکا بھی نہیں تھا۔ سامنے کھڑی ہوئی شخصیت تارینا ہارڈو کی تھی۔ وہی دراز قد وہی پر رعب شخصیت لیکن تارینا ہارڈو تو میرے ہاتھوں ماری گئی تھی! ایک ایسی کیفیت میں جس کے لیے میں نے جب بھی سوچا مجھے افسوس ہوا۔ یہ وہی تارینا ہارڈو تھی۔ خاموش پرسکون سی ابھی تک سائیکا مائیلر ہی کی طرف متوجہ تھی اور اس نے مجھ پر نظر نہیں ڈالی تھی۔ میں نے اس کی پاٹ دار آواز سنی۔

"ہاں مس مائیلر! مجھے آپ کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی اور" اس بار وہ میری طرف متوجہ ہوئی تھی۔ کوئی دھوکا ہوتا تو میں تارینا ہارڈو کو مرتا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور ایک دم اس کے چہرے کے عضلات میں تشنج سا پیدا ہو گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ سائیکا مائیلر نے اس بات کو محسوس کیا۔ اس نے پہلے تارینا ہارڈو کی طرف اور پھر میری جانب دیکھا اور اس کے بعد اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اس وقت اس بات کی توقع نہ رکھتے ہوئے آپ کی ملاقات اس طرح ہو سکتی ہے۔"

تارینا ہارڈو نے جیسے یہ الفاظ سنے ہی نہیں تھے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر وہ چند قدم آگے بڑھی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت بہت مضبوط تھی پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ "یہ تم ہی ہو۔ کیا یہ تم ہی ہو علی یا زمان! مجھے غلط فہمی تو نہیں ہو رہی۔ میرے خدا! یہ تم ہی ہو۔"

میں بھی اپنے حواس پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا تھا۔ میں نے مرتعش آواز میں کہا۔ "لیکن تم تارینا۔۔۔ تم۔۔۔ کیا میں اس بات پر یقین کر لوں کہ کیا۔۔۔ کیا تم زندہ ہو تارینا۔"

تارینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم علی یا زمان ہی ہو۔ ہم دونوں میں سے کسی کو دھوکا نہیں ہوا ہے۔"

"میری شخصیت کچھ عجیب سی ہو گئی ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟" سائیکا مائیلر نے درمیان میں مداخلت کی اور تارینا سائیکا کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"مس سائیکا! یہ صاحب۔۔۔ کیا آپ انہیں جانتی ہیں۔۔۔ معاف کیجیے گا۔ میرے حواس ابھی تک پوری طرح بحال نہیں ہوئے ہیں۔ میں ابھی کچھ دیر تک اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکوں گی۔ کیا آپ نے دروازہ بند کر دیا ہے۔ بہتر ہے اندر سے لاک کر دیجیے۔"

سائیکا مائیلر مسکراتی ہوئی دروازے کی جانب مڑ گئی تھی۔

اس ملاقات اور اس انداز پر وہ دلچسپ نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ تارینا ابھی تک کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے میرے بازو پر لپٹے ہاتھ کی گرفت سخت کر دی اور پھر مجھے اپنے ساتھ گھسیٹتی ہوئی صوفے تک لے گئی۔

"بیٹھو علی! بیٹھو۔ شاید میں بھی تم سے کم حیران نہیں ہوں۔ تمہاری کیفیت کا مجھے اندازہ ہے لیکن میں تم سے مل جانے سے کس قدر مسرور ہوئی ہوں تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"پہلے مجھے یہ یقین دلا دو کہ تم تارینا ہارڈو ہو۔ وہ شخصیت جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے! کیسے یقین کر لوں میں اس پر؟"

"آپ لوگ ایک کام اور نہیں کر سکتے۔ ایک چھوٹی سی زحمت فرمائیے میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔" سائیکا مائیلر نے درمیان میں پھر دخل دیا اور میں چونک کر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"حکم فرمائیے۔" تارینا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایک مختصر اور [illegible] وہ میرا ہو گا۔ دراصل آپ لوگوں کی [illegible] آنے والی گفتگو سے میں، تجسس میں الجھ گئی ہوں کہ [illegible] اس کی بات اور اس کے انداز پر ہم دونوں [illegible]

تارینا ہارڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے مزید حیرت ہو رہی ہے اور تعجب ہے کہ علی نے آپ کو کیسے تلاش کر لیا یا آپ نے علی کو کیسے تلاش کر لیا۔ البتہ ایک بات میں یہ کہہ سکتی ہوں مس مائیلر کہ اب آپ کی پارٹی اتنی اسٹرانگ ہو گئی ہے کہ شاید آپ کے اپنے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔"

"مجھے اس وقت اپنی پارٹی سے زیادہ آپ لوگوں کی باہمی واقفیت سے دلچسپی ہے اور اس گفتگو سے جو ابھی آپ حضرات کے درمیان ہو رہی تھی جس میں ایک مقتول کے زندہ ہونے کا تذکرہ بھی تھا۔" سائیکا نے کہا۔

"آپ جنہیں تو سمجھیں کس انداز میں ملنا تھا۔ بڑے تکلفات ہوتے تھے ہمارے درمیان لیکن اب۔۔۔ بہتر ہے پہلے آپ بیٹھیں مائی ڈیئر!" تارینا نے کہا۔

سائیکا بیٹھ گئی پھر بولی۔ "دوسرے تکلفات تو واقعی اس ماحول میں ختم ہو گئے لیکن زندہ مقتول کے بارے میں جانے بغیر گفتگو کا آغاز کیسے کیا جائے؟"

"علی اس کا فیصلہ کریں گے۔ ممکن ہے میں ضرورت سے کچھ زیادہ بول جاؤں۔" تارینا نے کہا۔

"آپ پہلے سائیکا مائیلر سے کام کی باتیں کر لیں مس ہارڈو! باقی گفتگو بعد میں ہو جائے گی۔"

"جی نہیں۔ ایک شخصیت ایسی ملی ہے جس سے تمہاری ذات پر روشنی پڑ سکتی ہے تو بات کا رخ بدل سکتا ہے پھر۔ مس تارینا معاف کیجیے! مجھے آپ کا نام ان صاحب کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ علی نے انتہائی مشکل سے اچھا نام بتایا ہے۔ یہ کون ہیں کیا کرتے رہتے ہیں، اس بارے میں مجھے آج تک کچھ نہیں معلوم۔ اب ذرا آپ مجھے جلدی سے ان کے بارے میں کچھ بتا دیں۔"

"علی کی اجازت کے بغیر یہ ممکن نہیں ہو گا۔" تارینا نے کہا۔

"تارینا! یہ اب بہت آسانی سے تمہیں مل گئے ہیں اور پھر مجھے ان سے بہت سے کام لینے ہیں اس لیے جو کچھ یہ پوچھیں بتا کر جان چھڑاؤ۔"

"مجھے تو خوشی ہو رہی ہے کہ میرے کام میں آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ یہ کام بہت مشکل ہے۔ ایک انسان کی عزت و وقار اور اس کے اہل خاندان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے لیکن علی اگر اس پر آمادہ ہو جائیں تو میں واپس جا کر یہ خوشخبری سنا سکتی ہوں کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

سائیکا معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

تارینا نے پھر کہا۔ "مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ان معاملات کا تعلق بھی علی سے ہے۔"

"میں کچھ نہیں جاننا چاہتا۔ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ آپ تارینا ہارڈو ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔" تارینا ہنس پڑی۔

"اس کے بعد ہی دوسری گفتگو ہوگی۔"

"اس وقت میں کچھ پُراسرار لوگوں کی قید میں تھی جنھیں اس کے بارے میں اطلاع دینے کے بعد ہی میں ان کے جال میں پھنس گئی تھی۔ وہ میرے قد و قامت کی ایک اور عورت تھی جس کا تعلق گرین پول سے تھا۔ میرے سامنے ہی اس کے چہرے پر میک اپ کیا گیا۔ مجھے شاید تمہارے قتل کی ذمے داری سونپی گئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تمہارے ہاتھوں ماری گئی۔"

"مجھے اندازہ تھا۔" سائیکا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں؟" ہم نے اس کے الفاظ سن لیے تھے۔

"یہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تمہارے ہاتھوں وہ پہلا قتل نہیں تھا۔ میری مراد اس شخص سے ہے جسے تم نے بندرگاہ پر مار ڈالا تھا۔" سائیکا بولی۔

"پہلا قتل...؟" تارینا عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"تو کیا قتل ہی قتل... خدا کی پناہ!" سائیکا آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"ہاں تو علی، بس میں کس طرح ان کے چنگل سے نکل بھاگی۔ میں اس وقت مسٹر شورڈ کے پاس پہنچی تھی جب تم فلم حاصل کر چکے تھے۔"

"گویا تمھیں حالات معلوم ہیں؟"

"پوری طرح۔"

"میں سائیکا کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس سے تمہاری توہین ہو۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن میں سائیکا کے سامنے ہی سب کچھ کہوں گی۔ ہاں میرے ملک میں تمہارے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی جس کا مجھے احساس ہے۔"

"بہرحال سائیکا اگر تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تو دیکھو میں اس میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ تم پر منحصر ہے علی۔ یقیناً تمھیں اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں ذاتی طور پر تمھیں دیکھ کر خوش ہوئی تھی لیکن اس کام کی پیشکش مس سائیکا ہی کے لیے ہے۔"

"گفتگو کافی دلچسپ مراحل میں داخل ہو گئی ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہاں سے میری گفتگو کا حصہ لگنا چاہیے۔ علی کے بارے میں تو آپ سے بہت کچھ پوچھ لیے مس ہارڈو لیکن مناسب ہی ہوگا کہ پہلے آپ مجھے وہ کام بتائیں جس کے لیے آپ نے یہ سفر کیا ہے۔"

"ہاں۔ میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ مجھے میرے ملک کے یہودی حکومت نے ذاتی طور پر یہاں بھیجا ہے؟"

"ہاں میں واقف ہوں۔"

"کچھ عرصہ قبل ہم نے ایک بین الاقوامی معاہدے کے تحت تخفیفِ اسلحہ کی ایک کارروائی کی تھی اور کیمیاوی ہتھیاروں اور ان کے فارمولوں کے ساتھ آبدوز روانہ کی تھی تاکہ اسے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ آبدوز پائلٹ جوشیو نامی ایک دہشت گرد نے اغوا کر لی اور اس کے بدلے سودے بازی کرنے لگا۔ اسرائیلی حکومت سے اس کے معاملات طے ہو گئے لیکن ہماری درخواست پر علی یار خان نے اسرائیل کے تمام منصوبے ناکام بنا دیے۔ پائلٹ جوشیو کو ہلاک کر دیا اور آبدوز ہمارے حوالے کر دی جسے تباہ کر دیا گیا۔"

"علی یار خان...!" سائیکا متحیر آواز میں بولی۔

"ہاں وہ یہی علی ہیں۔ ہم انھیں احترام سے اپنے ملک میں لے آئے لیکن ایک امریکی یہودی نے گرین پول نامی دہشت گرد ادارے سے مل کر ان کے خلاف سازش کی اور حالات ایسے ہو گئے کہ ہمارے حکام بھی ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی سازش کو پختہ کرنے اور علی کے دل میں ہمارے لیے نفرت پیدا کرنے کی غرض سے علی کی ایک ساتھی کو اغوا کر لیا گیا۔ مسٹر آئن شلانٹر ذاتی طور پر علی سے بہت متاثر تھے۔ وہ مسلسل اس سلسلے میں کوشش کرتے رہے۔ ایک اور ملک سے خفیہ معاہدے کے تحت کچھ خاص اسلحہ اسرائیل کو سپلائی کیا جا رہا تھا جس کی ترسیل گرین پول کے ذریعے ہو رہی تھی۔ اس لیے مسٹر آئن شلانٹر نے مسٹر علی سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں بھی کام کریں اور اسلحے سے متعلق فلمیں حاصل کریں۔ تاکہ ایک طرف تو عربوں کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا جائے اور دوسری طرف گرین پول کو بلیک میل کر کے دھمکی دی جائے کہ علی کی ساتھی کو واپس نہ کیا گیا تو عربوں کو گرین پول کے بارے میں تفصیل بتا دی جائے گی۔ اس طرح عرب دنیا میں گرین پول کے مفادات پر کاری ضرب لگے گی اور کوئی عرب ملک اس سے کام نہیں لے گا۔ اس ادارے کا کام دنیا کے ہر ملک کے لیے سب کچھ کرنا ہے اور اس سے وہ دولت کماتا ہے۔ اگر عرب دنیا اس بات سے واقف ہو جاتی تو گرین پول شدید نقصان سے دوچار ہوتی۔ علی اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے لیکن کسی طرح گرین پول کو اس کی بھنک مل گئی چنانچہ مسٹر آئن شلانٹر کی بیوی اور ان کے نو سالہ اکلوتے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا اور مجرموں نے دھمکی دی کہ اسلحے سے متعلق فلم اور پائلٹ جوشیو کے آثار کی فائل گرین پول کے حوالے کر دی جائے ورنہ ان دونوں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ علی واپس آ گئے تو موجودہ

حالات کے تحت ان سے بے اعتنائی برتی گئی اور انھوں نے جذباتی ہو کر وہ فلم جلا دی جس کی وجہ سے مزید مشکلات پیدا ہو گئیں۔ میں نے اپنی موت سے فائدہ اٹھایا اور خفیہ طور پر کام کرنے لگی۔ مسٹر آئن شلانٹر نے مسٹر علی کے ساتھ سخت سلوک کرتے ہوئے انھیں ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا اور ایک ہوٹل میں قیام کی اجازت دی جہاں سے انھیں ملک بدر کیا جانے والا تھا۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ رات کے آخری حصے میں مسٹر علی سے مل کر انھیں صورت حال بتا دی جائے تاکہ وہ مسٹر شلانٹر کی طرف سے دل صاف کر لیں لیکن علی ایک ویٹر کو ہلاک کر کے وہاں سے نکل گئے۔ اس طرح ہم انھیں آگاہ بھی نہ کر سکے کہ اصل صورت حال کیا ہے۔ گرین پول نے یہودیوں سے سازباز کر رکھی ہے۔ اسلحے کی سپلائی ابھی روک دی گئی ہے اور فوری طور پر کوئی پروگرام نہیں ہے۔ مسٹر شلانٹر چاہتے ہیں کہ آپ کے ذریعے ہم گرین پول کی مطلوبہ اشیاء اس تک پہنچا دیں۔ انھوں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اسلحے کی فلم جلائی جا چکی ہے اس لیے ایک نقلی فلم بنائی گئی ہے البتہ جوشیو کے آثار کی فائل اصلی ہے جو مسٹر شلانٹر نے خفیہ طور پر ریکارڈ ڈیپارٹمنٹ سے حاصل کی ہے۔ اصل فائل پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا ریکارڈ ڈیپارٹمنٹ میں واپس جانا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ مسٹر آئن شلانٹر چاہتے ہیں کہ فائل گرین پول کو دی جائے اور ان کی بیوی اور بچے کو رہا کرانے کے ساتھ ہی فائل بھی واپس حاصل کر لی جائے اور اس اہم کام کے لیے مس سائیکا آپ کو زحمت دی جا رہی ہے۔ آپ اب خود حالات کا اندازہ لگا سکتی ہیں۔"

میں دلچسپی سے یہ پوری کہانی سن رہا تھا اور مجھے افسوس ہو رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ آئن شلانٹر بے چارہ مجبور تھا۔ اگر میں ہوٹل سے فرار نہ ہوتا تو اس وقت حقیقت مجھے معلوم ہو جاتی لیکن میں بھی مجبور تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو... وہی ہوتا یعنی ہارڈو مجھ پر مسلط ہوتی اور میں پسند نہ کرتا۔ بے شک آئن شلانٹر اپنے طور پر مظلوم تھا، مجبور تھا لیکن یہ میری ذمے داری تو نہیں تھی۔ اسے کچھ تو کرنا ہی تھا اور مجھے اپنے بچاؤ کا بندوبست کرنا تھا۔

سائیکا کی انگلیاں رقص کر رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات بکھرے ہوئے تھے۔ تارینا ہارڈو خاموش ہو گئی تھی۔ یہ خاموشی کافی دیر تک ہمارے درمیان مسلط رہی۔ میں سائیکا کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے مس سائیکا کہ آپ مسٹر شلانٹر کی کیا مدد کر سکتی ہیں۔" ماحول کے سکوت کو بالآخر تارینا ہارڈو نے ہی توڑا۔ سائیکا نے میری طرف دیکھا اور پھر طویل سانس لے کر بولی۔ "ابھی تو فیصلہ یہ کرنا ہے مس تارینا ہارڈو کہ میری اپنی پوزیشن کیا رہ گئی ہے۔ میں بہت خوش تھی کہ آرتی علی کے سامنے لیکن جو شخصیت اپنے اعتماد کے کمال رکھتی ہو اس کے سامنے میری بھلا کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور اب تو میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرے بارے میں علی کے دل میں کتنے قہقہے ابل رہے ہوں گے کیا کیا سوچا ہوگا انھوں نے میرے بارے میں۔ ایک حقیر سی شے ہوں ان کے سامنے تو میں۔ میرا گروہ بھلا کیا حیثیت رکھتا ہے، علی یار خان تو بذاتِ خود ایک گروہ ہے۔ پائلٹ جوشیو سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں۔ آبدوز کیس میرے بھی علم میں ہے۔ تفصیلات نہیں جانتی کہ کس طرح یہ مسئلہ حل ہوا تھا لیکن علی یار خان... قصور میرا بھی نہیں ہے۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو چھپانے میں کمال رکھتے ہیں اور دوسروں کی حماقت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عجیب سی بات نہیں ہے مس ہارڈو! ہم لوگ مخلصانہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھ تھے لیکن علی نے اپنے بارے میں مجھے بھی تفصیل نہیں بتائی۔ خیر مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تاہم اب جب کہ علی کی شخصیت کھل کر میرے سامنے آ گئی ہے تو میں یہی سمجھتی ہوں مس ہارڈو کہ اب میری اپنی شخصیت ماند پڑ گئی ہے۔ لہٰذا میں آپ کے سلسلے میں کیا کر سکوں گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ میں خلوص دل سے مسٹر آئن شلانٹر کی ہمدرد ہوں اور اس بات پر انتہائی دکھ کا اظہار کرتی ہوں کہ ان کی بیوی اور ان کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں علی کے ساتھ ایک ماتحت کی حیثیت سے کام کر سکتی ہوں۔ مجھے اس پر ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔"

تارینا ہارڈو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "مس سائیکا! ابھی تو علی کی زندگی کا صرف ایک معمولی سا عکس آپ کے سامنے آیا ہے۔ خوش قسمتی سے میں نے علی کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کی ہیں۔ اور جتنا کچھ میں جانتی ہوں علی کے بارے میں وہ سب جان کر آپ مزید حیران ہوں گی۔ اس وقت میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں علی یار خان کا کچھ تعارف اپنی معلومات کی بنا پر آپ سے کرا دوں تاکہ آپ کو علی سے اپنے روابط میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔"

اتنا کہہ کر تارینا نے میری طرف دیکھا اور میں نے خاموشی سے سر جھکا لیا تب وہ دوبارہ سائیکا سے مخاطب ہوئی۔

"گرین پول کا نام سنا ہے آپ نے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" سائیکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"گزشتہ دنوں ملک کے فوجی انقلاب کی پشت پر علی کا ہاتھ تھا۔ وہاں گرین پول اور یہودی لابی کی سازشوں کو ختم کرنے کا سہرا بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

علم کے ہیرو تھے اور پھر جب کہ وہ وہاں ایک بڑی حیثیت اختیار کر چکے تھے، سارا ہی نظام حکومت درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا انھوں نے اور پھر چھوڑ چھاڑ کر چلے آئے۔ پھر گمنامی کی حالت میں سفر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تو میں نے ایک عام انسان کی حیثیت سے ہی ان کا استقبال کیا لیکن جب ان کے جوہر کھلے اور میں نے اپنے طور پر ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو میں ششدر رہ گئی۔"

تارینا نے تفصیل سے تمام واقعات سنانا شروع کر دیے تھے اور سائیکا متحیر انداز میں سن رہی تھی۔ "برمنگھم یونیورسٹی کا ایک پاکستانی طالب علم علی یار خان صرف اس لیے یہودیوں کے خلاف ہوا کہ انھوں نے ایمران ہال میں ایک میٹنگ کے دوران مسلمانوں کے خلاف لاف و گزاف کی تھی۔ ایمران ہال جیسی اہم جگہ جو کہ یہودیوں کا گڑھ ہے، اس نوجوان نے کھڑے ہو کر مسلمانوں کی حمایت کی اور اس کی پاداش میں یہودی اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کی ایک پاکستانی ساتھی لڑکی کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی راہ میں مزاحم یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد وہاں سے فرار اختیار کی اور بتا نہیں کہاں کہاں ہوتا ہوا تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہو گیا۔ یہاں اس کے کارناموں نے یہودیوں کے دل دہلا دیے۔ یہ وہی علی یار خان اس وقت ہمارے سامنے ہے مس سائیکا مائیلر۔"

سائیکا ایک دم کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا اور دھم سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ تارینا بارڈو مسکرا رہی تھی۔ میں صوفے کی پشت سے گردن ٹکائے لاتعلق سی سوچوں میں گم تھا۔ آئن شلانڈر کی ذات سے مجھے واقعی ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

چند لمحے بعد سائیکا مائیلر نے گردن اٹھائی اور میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "علی میں آپ کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ سن چکی ہوں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میرے ساتھیوں میں چند شامی باشندے ہیں۔ وہ آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کے نام کی پوجا کرتے ہیں اور میں خود کو آپ کے سامنے بہت حقیر محسوس کر رہی ہوں۔"

"اب آپ دونوں خواتین مجھے گنے جائیں گی یا کچھ کام کی باتیں بھی ہوں گی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی! آپ نے پتے کی بات یہ ہے کہ مجھے میری اوقات یاد دلا دی ہے۔" سائیکا مائیلر کی آواز میں افسردگی تھی۔

"ارے ارے! یہ اچانک تم سے آپ اور پھر یہ لہجہ... ڈیئر تم بہرحال میری دوست ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تم سے فوراً ہی اپنے کارنامے بیان کرنا شروع کر دیتا۔ کیا لگتا؟ عجیب سا محسوس ہوتا۔ آپ ہی فیصلہ کریں مس تارینا بارڈو! آپ کا کیا خیال ہے، ہم لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں؟ کیا یہ ہماری شخصیت کو زیب دیتا ہے؟"

"اور میں جیسے بہت ہی ہلکی لڑکی ہوں۔ کیوں یہی کہنا چاہ رہے ہیں نا آپ؟" سائیکا مائیلر نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"واہ! خواتین کے لڑنے کا یہی انداز ہوتا ہے۔ چلو بھئی ہم نے ہتھیار ڈال دیے۔ ہم کسی خوب صورت لڑکی سے نہیں لڑ سکتے۔"

سائیکا مائیلر چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر بولی۔ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اس موضوع پر تم سے تفصیلی گفتگو ہوگی۔ مل بیٹھ کر اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ میری شخصیت بہت بری طرح مجروح ہوئی ہے۔ میں اب تک اپنے آپ کو بہت بہتر سمجھ رہی ہوں لیکن تم کم از کم مجھے بتا تو دیتے تاکہ میں تمھیں تمھارے شایان شان احترام دے سکتی۔"

"تم نے مجھے اتنی محبت، اتنا احترام دیا ہے کہ اس کے بعد کسی شکایت کی گنجائش نہیں رہتی۔ جہاں تک تمھاری شخصیت کے مجروح ہونے کی بات ہے تو تم کسی طور مجھ سے کم تر نہیں ہو۔ بلاوجہ کی باتیں ذہن میں مت رکھو۔ مجھے اب تارینا بارڈو سے گفتگو کر کے آئندہ کے معاملات پر غور کرنا ہے۔"

"میں بھی یہی مشورہ دیتی ہوں مس مائیلر۔ آپ آئن شلانڈر کے کیس کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ علی آپ کے ساتھ ہے۔ آپ لوگ آپس میں جو بھی مشورہ کریں، ہم اس سلسلے کو آپ ہی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیوں علی! کیا خیال ہے؟ اب تو بات بہت آگے نکل گئی ہے۔ میں انکار نہیں کر سکتی کیونکہ مسٹر آئن شلانڈر نے بہت سے معاملات میں میری درپردہ مدد کی ہے۔ کچھ احسانات ہیں ان کے مجھ پر... میں انھیں نظرانداز نہیں کر سکتی اور خاص طور سے ایسی شکل میں جبکہ ان کی بیوی اور بیٹا دہشت پسندوں کے قبضے میں ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"

"ٹھیک ہے چیف۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سائیکا مجھے گھورنے لگی۔

"دیکھو علی، باز آ جاؤ، جھگڑا ہو جائے گا۔"

"توبہ توبہ! میری یہ مجال کہاں۔"

"کیس کی تمام نوعیت تم سمجھ چکے ہو علی۔ چنانچہ مس تارینا بارڈو سے اس موضوع پر گفتگو کرو۔"

"میں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تم۔"

"کیوں بھئی، میں کیوں؟"

"دراصل تم خود بھی اس تمام سلسلے کی ایک کڑی ہو علی اور میں چاہتی ہوں کہ تمھارے ذہن میں یہ تمام حالات و واقعات سن کر جو سوالات پیدا ہوئے ہوں ان کے بارے میں تارینا بارڈو سے گفتگو کرو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اجازت ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔" سائیکا نے کہا اور مسکرا دی۔

"پہلا سوال مس بارڈو؟"

"جی جی۔" وہ میری طرف پوری طرح متوجہ ہو گئی۔

"کیا مسز مین، آئن شلانڈر کا آدمی نہیں ہے؟"

"سو فیصد ہے لیکن وہ صرف کرائے کا ٹٹو ہے۔ تریزمین بادشاہ ہے، جہاں سے دولت مل جائے وہاں کام شروع کر دیتا ہے۔ آئن شلانڈر کی وجہ سے اسے بہت سے تحفظات حاصل ہیں لیکن اپنی مقروض فطرت کی وجہ سے وہ مجبور ہے۔ دولت حاصل کرنے کا جہاں بھی موقع ملتا ہے، مارا دیتا ہے کہ کسی بھی جگہ سے اگر اسے زیادہ دولت مل جائے تو وہ ایسا کام کر لیتا ہے جس پر مسٹر آئن شلانڈر کو بھی اعتراض نہ ہو اور وہ بھی اپنا کام کر جائے۔ اس سلسلے میں مسٹر آئن شلانڈر کو بھی معلوم تھا چنانچہ نہایت معاملے میں علی انھوں نے مسز مین کو اسی طرح ٹریٹ کیا جیسے اب وہ تم سے برگشتہ ہو چکا۔ اس سے مراد یہ تھی کہ اگر اولیویا اور ڈی ماکرین پول نے مسز مین سے رابطہ قائم کر کے اسے اپنے جال میں پھانسا ہو تو وہ ان لوگوں کو یہی اطلاع دے کہ مسٹر آئن شلانڈر معاہدے کی پابندی کر رہے ہیں اور اب مسٹر علی کے ساتھ ان کا رویہ بہتر نہیں ہے۔"

"اگر مسز مین ایسا ہی خود غرض آدمی ہے تو پھر یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ فلم کے جل جانے کی اطلاع بھی گرین پول کو پہنچ چکی ہوگی۔"

"ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔"

"اچھا یہ بتاؤ، فائل تو وہ اصلی ہی ہے جو تمھیں گرین پول کو دینا ہے؟"

"ہاں۔"

"فلم بھی اسی کے حوالے کرنا ہے؟"

"ہاں لیکن جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ وہ فلم اصلی نہیں ہے۔"

"اگر مسز مین کے ذریعے گرین پول کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ فلم علی یار خان نے جلا دی تھی تو کیا اس فلم کو دیکھ کر گرین پول کے ذہن میں شبہ نہیں ابھرے گا؟ کیا اس کے بعد وہ یہ غور نہیں کرتے رہیں گے کہ ممکن ہے وہ فائل جو ان تک پہنچائی گئی ہے نقلی ہو؟"

تارینا بارڈو کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ تو ہے۔"

"کیوں نہ فلم کے جلنے کو گول ہی رکھا جائے اور یہ اظہار کیا جائے کہ فلم غلط دی گئی تھی۔"

"علی! اب تمام صورت حال تمھارے سامنے آ چکی ہے۔ مس مائیلر بھی موجود ہیں۔ جیسا تم دونوں فیصلہ کرو۔" تارینا بارڈو نے کہا۔ سائیکا مائیلر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر بند کر لیے۔

میں نے اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں سائیکا! تمھارا کیا خیال ہے؟"

"علی کیا میرا بولنا ضروری ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں میں مس تارینا بارڈو سے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ اتفاقیہ طور پر میں مس سائیکا مائیلر کے ساتھ یہاں آ گیا ہوں۔ انھوں نے خود ہی اس بات کی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ چلوں ورنہ شاید میں یہاں نہ آتا۔ مسٹر آئن شلانڈر سے رخصت ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ یہاں پہنچ کر میں مس مائیلر کے گروہ میں شامل ہو جاؤں گا اور یہ بھی صرف اتفاق ہے کہ آپ سے میری شناسائی نکل آئی۔ اب بہتر یہی ہے کہ آپ اس سلسلے میں جو بھی گفتگو کرنا چاہتی ہیں سائیکا مائیلر ہی سے کریں۔ سائیکا نے اگر چاہا تو میں اس معاملے میں بولوں گا ورنہ لاتعلق رہوں گا اور بہتر یہ ہوگا کہ میں یہاں موجود بھی نہ رہوں۔" میں نے صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی تو سائیکا مائیلر مضطربانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔

"ارے نہیں علی! تم برا مان گئے۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ بس میں تمھیں خود سے بہتر سمجھتے ہوئے یہ تمام باتیں کہہ رہی تھی۔"

"اس کے باوجود مس مائیلر! کیس آپ کا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے آئن شلانڈر کی بیوی اور اس کے بچے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ان تمام لوگوں سے قطع تعلق کر چکا ہوں۔"

سائیکا مسکرانے لگی۔ اس کے چہرے کی زندگی اچانک ہی واپس آ گئی تھی۔ پھر اس نے تارینا بارڈو سے کہا۔ "سوری مس بارڈو! ٹھیک ہی تو ہے۔ واقعی آپ مجھ سے جو آئی تھیں ان تمام معاملات کے سلسلے میں آپ کو مجھ سے گفتگو کرنا چاہیے۔ علی سے متعارف کرانے کا بے حد شکریہ۔ میرا خیال ہے آپ فائل مجھے دے دیں اور علی اس سلسلے میں ہر ممکن جدوجہد کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

تارینا بارڈو کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

بسے جیسے رنگ تھے اس کی آنکھوں کے لیکن اب اس نے خود کو سنبھال لیا اور سنجیدگی سے بولی "بہ ٹھیک ہے مس مائیلر! یہ فائل آپ کے حوالے کر رہی ہوں، میری فیس والی اس کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں البتہ آپ کو کبھی ہماری ضرورت پیش آئے تو آپ ہم سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔ البتہ اتنا خیال رکھیے کہ مسٹر آئن شولز کے بیٹے اور بیوی کی زندگی اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور کے علی! اگر حالات کچھ بہتر ہوئے اور ہم تمہارے لیے کچھ کر سکے تو سرخرو ہو کر تم سے ملاقات کریں گے۔" تاریبا ہارڈو کے لہجے میں عجیب سی افسردگی تھی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں نہیں سمجھا تاریبا؟"

"بس یونہی۔ کوئی خاص بات نہیں۔" تاریبا نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری سے ایک سرخ رنگ کی فائل نکال، اسے کھولا اور فائل کے کاغذات سائیکا مائیلر کو چیک کرانے لگی۔

میں نے ان کاغذات کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

سائیکا چند لمحے ان کاغذات کو دیکھتی رہی، پھر اس نے فائل اپنے قبضے میں لیتے ہوئے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں، آپ کو یہ فائل مسٹر آئن شولز کی بیوی اور ان کے بچے کے ساتھ ہی واپس کر دی جائے گی۔ آپ ہماری کامیابی کے لیے دعا کریں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی؟"

ایک مشروب پینے کے بعد سائیکا مائیلر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں اجازت دیجیے۔ ہاں علی! اگر آپ تاریبا ہارڈو کے پاس رکنا چاہیں تو مجھے ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ میرا اپنا خیال ہے کہ آپ یہاں قیام کریں بشرطیکہ مس ہارڈو پسند کریں۔"

تاریبا ہارڈو نے تشکرانہ نگاہوں سے سائیکا کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "اس کے لیے میں تمہاری شکرگزار ہوں سائیکا۔"

"او کے علی! میں تمہارا انتظار کروں گی۔" سائیکا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سائیکا کو رخصت کرنے کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے تاریبا ہارڈو سے [illegible] تاریبا تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میں جب بھی اس ہولناک واقعے کو یاد کرتا تھا میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور میں یہ محسوس کرتا تھا کہ کاش ایسا نہ ہوا ہوتا۔"

"ذرا یہ تو بتاؤ علی کہ اس عورت کو قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"بس یہ صرف اتفاق تھا تاریبا کہ وہ میری ایک ضرب کا شکار ہو گئی۔"

"اور اگر وہ میں ہی ہوتی تو؟" تاریبا ہارڈو نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں نے کہا نا اس کے لیے شاید مجھے زندگی بھر افسوس رہتا۔"

"شکریہ۔ تمہارے یہ الفاظ میرے لیے بے حد قیمتی ہیں علی! مگر ہماری اپنی ذہنی کیفیت کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے تہذیب بانو، اجیس کو حاصل نہ کر کے کیا ہم خوش ہیں؟"

"تہذیب کے بارے میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ مر گئی ہے تو اس کی مغفرت ہو اور اگر زندہ ہے تو ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رہے۔"

"تم اس کے حصول سے مایوس ہو چکے ہو؟" تاریبا ہارڈو نے پوچھا۔

"ہاں تقریباً۔"

"کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ گرین پول کے قبضے میں ہے؟"

"ہاں اس کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ تاریبا میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ اس کا تعلق امریکی سی آئی اے سے ضرور ہے لیکن جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کی ذمے دار حکومت امریکا قطعی نہیں ہے۔ وہ صرف ذاتی بنیاد پر کام کر رہا ہے۔ اس وقت جب کیلی فورنیا میں، میں اس کے مد مقابل آیا تھا اور ہمارے درمیان کچھ معاملات کے تحت مزید ملاقاتیں ہوئی تھیں تو اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں قتل کر سکتا ہوں لیکن میں تمہیں اس طرح قتل نہیں کروں گا۔ جو کچھ تم نے کیا ہے، اس کا بدلہ اتنا ہی بھرپور ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں اس نے میرے وطن کو بھی نوٹس کرنا چاہا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں ایسا کر دیتا تو وہ میرے ہاتھوں مارا گیا ہوتا یا میں اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہوتا۔ میرے اور اس کے درمیان جتنی طویل چپقلش چلی ہے، اس کا تصور بھی نہ کر سکو تاریبا۔"

"میں جانتی ہوں۔ وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اور ایک بات میں بھی تمہیں بتاؤں، میرے ملک میں اس کی موجودگی کے نشانات ملے ہیں۔ میں ذاتی طور پر بھی اس دوران رپورٹ لے کر جو کچھ کر رہی ہوں اس کے تحت میں تمہیں یہ بات وثوق سے بتا رہی ہوں کہ ہارڈو اس وقت وہیں تھا جب سائکا کے معاملات کو ترتیب دے رہے تھے۔ باقی جو تہذیب کے بارے میں تو مجھے نہیں علم ہو سکا لیکن میں جانتی ہوں کہ تمہاری جانب متوجہ کرنے والا وہی شخص تھا۔ یقینی بات ہے تہذیب بانو، اجیس کو گرین پول نے اغوا کیا۔ اب یہ نہیں معلوم

نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا، کوئی بتا نہیں سکا لیکن مجھے یقین ہے علی جیسے تہذیب اب بھی تمہارے ذہن میں زندہ ہے۔"

"ہاں! وہ میرے ذہن میں ہمیشہ زندہ رہے گی مس ہارڈو۔ ظاہر ہے میں نے اسے جانا تھا اس کے خلوص اور اس کے ایثار سے متاثر ہوا تھا۔ اور جانا تو میں نے اپنے خاندان کو بھی تھا۔ سب کچھ جانا تھا میں نے اور جب وہ سب کچھ نہیں ملا تو کیا ضروری ہے کہ میں تہذیب ہی کی یاد میں بھٹکتا رہوں؟"

تاریبا ہارڈو ایک لمحہ خاموش رہی پھر اس نے سکوت توڑا۔ "علی اور کچھ تو تم سے نہیں کہہ سکتی لیکن تہذیب کی تلاش اور اسے تم تک پہنچانا میری زندگی کا بھی ایک اہم مقصد بن چکا ہے اور میں اس سے کبھی غافل نہیں رہوں گی۔ البتہ ایک مشورہ تمہیں یہ ضرور دوں گی کہ گرین پول مقابلے پر ہے۔ اگر تم سائیکا مائیلر کے ساتھ مل کر اس معاملے میں کام کرو تو ممکن ہے راستے میں کہیں تہذیب تم سے ٹکرا جائے۔"

"وہ ایک دیگر چیز ہوگی لیکن ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ سائیکا مائیلر کے ساتھ مل کر کام کروں گا یا نہیں۔"

"اگر مناسب سمجھو تو کرو۔ آئن شولز کی حالت بے حد قابل رحم ہے۔ اگر تم مل جاتے، نہیں تو شاید وہ اس سلسلے کام کے لیے تم سے ہی درخواست کرتے۔"

"عجیب بات نہ ہوتی تاریبا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہاں، عجیب ہوتی۔ ہم لوگ مسلسل تم سے کام لیے جا رہے ہیں اور تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکے لیکن علی بعض اوقات حالات ایسا رخ بھی اختیار کر جاتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ آئن شولز کی موجودہ حالت میرے سامنے تھی۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے کہا۔ "یہ بتاؤ یہ مافیا اور فلم انھیں کہاں پہ ملا تھا اور تمہارے خیال میں آئن شولز کی بیوی اور بچے کو انھوں نے کہاں پہ رکھا ہے؟"

"استنبول میں۔" تاریبا ہارڈو نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں، یہ دونوں چیزیں استنبول ہی پہنچائی گئی ہیں۔ گرین پول کی طرف سے مسٹر آئن شولز کو اس سلسلے میں ہدایات دی جا چکی ہیں۔"

"کیا آئن شولز نے ان سے کوئی وعدہ کر لیا ہے کہ وہ کب تک انھیں یہ چیزیں پہنچا دیں گے؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن اس کے لیے انھوں نے کچھ مہلت مانگی ہے۔" تاریبا ہارڈو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تاریبا! اب اس سلسلے میں سائیکا مائیلر کو جو معلومات فراہم کرنا ہوں کر دینا۔ دراصل میں نہیں جانتا کہ سائیکا

کسی طور بھی احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ مسٹر شلائر کی مزید ہدایات سائیکا ہی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائیں گی۔"

"او کے۔" تارینا نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

تارینا بارڈو سے رخصت ہو کر میں سائیکا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اداس اداس سی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے دیر ہو گئی سائیکا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں علی! شرمندہ نہ کرو۔ میں کسی جواب طلبی کا حق تو نہیں رکھتی۔ آؤ! اوپر چلتی ہوں، کہیں بیٹھیں گے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

رنگ اور روشنیوں کے شہر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بلند جگہ بیٹھنے کی وجہ سے دور دور تک کے مناظر نظر آ رہے تھے جہاں روشنیوں کا طوفان امڈا ہوا تھا یقیناً وہاں سڑکوں پر اتنی خاموشی نہیں ہوگی۔ لیکن اس الگ تھلگ مقام پر بڑا سکون تھا۔ سائیکا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے حسین چہرے اور اس کے خدوخال کی جاذبیت کا تو میں پہلے دن ہی سے قائل ہو گیا تھا لیکن اس وقت اس کے حسن میں ایک عجیب سا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس میں افسردگی تھی اور میں نے اس روپ میں اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"سائیکا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "معلوم نہیں تمہیں کون سی بات نے متاثر کیا ہے۔ تمہاری کیفیت دیکھ کر یہی بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم کچھ افسردہ ہو گئی ہو۔"

اس نے نگاہیں اٹھائیں اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا کر بولی۔ "نہیں علی! کوئی خاص بات نہیں۔ میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ تمہاری حیثیت کے مطابق تمہیں کوئی مقام نہیں دے سکی۔ لیکن مجھے معلوم بھی تو نہیں تھا۔ یہ خیال آتا ہے تو ذہن کسی قدر مطمئن ہو جاتا ہے۔ بس نجانے کیسی کیفیت طاری ہو گئی ہے مجھ پر۔"

"یہ سب صرف تمہارے احساسات ہیں سائیکا! اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں بالکل وہی ہوں جو پہلے تھا۔ تارینا بارڈو نے میرے متعلق جو کچھ بھی بتایا ہے وہ بھی درست ہے۔ میں قانون کا طالب علم تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان واپس جانا چاہتا تھا اور وہاں رہ کر اپنے وطن کی خدمت کرنے کا خواہشمند تھا لیکن اسرائیل میں جیسا کہ تمہیں تارینا بارڈو نے بتایا، یہودیوں کی لوٹ کھسوٹ اور گھناؤنی حرکتیں دیکھ کر میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا اور اس کے بعد سے میں نے یہودیوں کے خلاف اپنی عملی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ یہاں مسٹر جیک لارسن کے سلسلے میں بھی صرف انسانیت کا جذبہ ہی کارفرما تھا اور پھر تم سے ملاقات ہو گئی۔ تمہاری اپنی ذات میں بہت کچھ ہے سائیکا۔ تم رنگ و نسل، مذہب سے بالاتر ہو کر اپنے آپ کو اس سلسلے میں اس حد تک ملوث کیے ہوئے ہو کہ تمہیں شرمندگی ہوتی ہے۔ ہاں، سائیکا! یہ حقیقت ہے کہ میں تمہارا تہِ دل سے احترام کرتا ہوں۔ پھر تم کم از کم اس بات سے تو تمہیں اطمینان ہونا چاہیے کہ میں نے تمہیں اپنا صحیح نام بتایا گو مختصر بتایا تھا لیکن تم پر اعتماد کر کے۔ صرف وہ نہ چاہتا تو اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا۔ اب ان تمام باتوں کی روشنی میں اگر اپنے ذہن پر کوئی بوجھ رکھنا چاہتی ہو تو پھر مجبوری ہے ورنہ اب اس کی گنجائش تو نہیں ہے۔" سائیکا مجھے دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی اور اس کے بعد دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں علی! تمہارا شکریہ یہ بات سب سچ کہی ہے تم نے میرا دل اسے تسلیم کرتا ہے۔"

"سائیکا! اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں کیا کر چکا ہوں اور درپیش مسئلے پر غور کرو۔ اس معاملے کا تعلق تھوڑا بہت مجھ سے بھی نکل آیا ہے۔ مسٹر آرش شلائر کی پوزیشن عجیب سی رہی ہے میری نگاہوں میں۔ کبھی میں نے یہ سوچا ان کے بارے میں کہ وہ ایک مخلص انسان ہیں اور کبھی یہ سوچا کہ وہ صرف زمانہ ساز ہیں یعنی حالات کچھ اس طرح تبدیل ہوتے رہے کہ میں خود ان کے بارے میں الجھن کا شکار رہا۔ اب تم اس سلسلے میں کرنا کیا چاہتی ہو اور مجھے کس طرح تمہارے ساتھ شریک ہونا چاہیے؟"

"علی! میں سچ مچ اتنی نروس ہو گئی ہوں کہ صحیح طور پر کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہی ہوں اور پھر شاید میرا دل بھی اندر سے یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودگی میں میں کوئی فیصلہ کروں۔ تم اپنے طور پر سارے واقعات سے واقف ہو چکے ہو لہٰذا تم مجھے بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"چلو ایسا ہی سہی۔ تارینا بارڈو سے میری کچھ اور بھی گفتگو ہوئی ہے۔ یہ بھی معلوم کیا ہے میں نے کہ یہ فائل اور فلم انہیں استنبول میں گرین پول کے سپرد کرنا تھی اور اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ انہوں نے مسٹر آرش شلائر کے اس ایجنٹ کو جو یہ تمام چیزیں لے جائے گا، استنبول آنے کی دعوت دی ہے۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا ہم استنبول جائیں گے؟"

"اگر مناسب سمجھو تو تم نہ جاؤ۔ یہ کام صرف مجھے کرنے دو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم پیچھے سے مجھے کال کرو اور اگر کوئی ایسی الجھن یا مشکل پیش آ جائے جس میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے تو تم میرا ساتھ دو۔"

"لیکن استنبول میں... میری پہنچ اتنی دور تک تو نہیں ہے۔ ہمیں ترکی پہنچ کر انتظامات کرنا ہوں گے۔"

"ہاں، میں ترکی پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ تم صورتِ حال کو کسی بھی طرح قابو میں کر کے وہاں پہنچ جاؤ یا اگر نہ بھی پہنچنا چاہو تو پھر مجھ پر انحصار کرو میں کوشش کروں گا کہ اپنا کام بہ آسانی انجام دے سکوں۔" میں نے کہا۔

"کیا تم تنہا جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں یہ ہمارے حق میں بہتر رہے گا۔ بات اگر مسٹر آرش شلائر، ان کی بیوی اور اس کے بیٹے کی نہ ہوتی تو شاید میں اس طرح کام نہ کرتا۔" سائیکا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی پھر اس نے کہا۔ "ہاں، تمہارا کہنا ٹھیک ہے۔ اس عورت اور اس کے بچے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تم...؟"

"میں ریڈ پیچر کے ایک رکن کی حیثیت سے استنبول جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ایسے نہیں۔ تمہاری اپنی شخصیت..."

"بس اب اس سلسلے میں تم سے ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا۔ تم انتظامات کرو۔ فائل کی ایک مائیکرو فلم بنانا ہے مجھے، تاکہ ہم بالکل ہی اس سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ فلم تم اپنے پاس محفوظ رکھو گی اور میری ایک امانت بھی تمہارے پاس رہے گی، سمجھیں؟"

"تمہاری امانت؟" اس نے کچھ تعجب سے پوچھا۔ "وہ کیا ہے؟"

میں نے جیب سے وہ مائیکرو فلم نکال کر سائیکا کے حوالے کی اور کہا۔ "ابھی دورانِ گفتگو تم نے سنا ہوگا کہ مجھے مسٹر آرش شلائر نے ایک مشن پر بھیجا تھا اور اسی مشن کے سلسلے میں میں نے ایک فلم بھی بنائی تھی جب میں حسن عین کے سامنے پہنچا اور مجھے علم ہوا کہ مسٹر آرش شلائر اپنے وعدوں سے منحرف ہو چکے ہیں تو میں نے وہ فلم حسن عین کے سامنے ہی جلا دی تھی۔"

"ہاں، تارینا بارڈو نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"درحقیقت سائیکا! میں نے اصل فلم نہیں جلائی تھی۔ وہ صرف ایک سادہ فلم تھی جو میں نے اس خیال کے تحت حسن عین کے سامنے جلا دی تھی کہ وہ اصل فلم کی طرف سے غافل ہو جائیں۔ یہ فلم سو فیصد یہودیوں کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ہے اگر بروقت ان تک پہنچ جائے گی تو وہ اس منصوبے سے آگاہ ہو کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ تم یہ فلم بیروت بھجوا دو؟"

"یقیناً ہو سکتا ہے۔ یہ تو میرا فرض ہے، میری ڈیوٹی ہے علی۔" سائیکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم سوچ لو سائیکا! اور اس بات سے تمہیں یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ میں تم پر کتنا اعتماد کرتا ہوں۔ یہ چیز میں دنیا سے چھپائے ہوئے تھا اور صرف خود تک محدود رکھی تھی، اب تمہارے حوالے ہے۔" میں نے وہ فلم سائیکا کے حوالے کر دی۔

"میں اسے زندگی کی قیمت پر بیروت پہنچاؤں گی۔ یہ میری فرض داری ہے۔"

"بس تو یوں سمجھو کہ دوسرا کام میری فرض داری ہے۔ تم اب اس سلسلے میں تمام تفکرات اپنے ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا اور سائیکا مسکرانے لگی۔

سائیکا کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی اور اس کے بعد کی تمام کارروائیاں مشترکہ طور پر ہوئیں۔ جن میں سائیکا، تارینا بارڈو اور میں، تینوں شامل تھے۔ ہم لوگوں کے درمیان اب کوئی اختلاف نہیں تھا۔ مسٹر آرش شلائر سے رابطہ قائم کر لیا گیا تھا لیکن میری ہی درخواست پر انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ان کے لیے کام کرنے والا علی یار خان [illegible] سلسلے میں صرف اور صرف ریڈ پیچر کا حوالہ دیا گیا [illegible] کا اظہار کیا گیا تھا کہ ریڈ پیچر پوری طرح مسٹر آرش شلائر [illegible] پر آمادہ ہے۔ چنانچہ درمیان سارے معاملات طے ہو گئے تھے۔ فائل کی ایک مائیکرو فلم محفوظ کر لی گئی تھی۔ ویسے تارینا بارڈو نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کی خصوصی نقل خود مسٹر آرش شلائر کے پاس بھی موجود ہے۔ تاہم اپنے طور پر میں نے اس کی مائیکرو فلم سائیکا کے پاس محفوظ کرا دی تھی۔ سارے پروگرام طے پا گئے تھے اور یہ طے ہوا تھا کہ مجھے ایک ترکی باشندے کی حیثیت سے استنبول بھیجا جائے گا۔ میرے لیے کاغذات وغیرہ بھی تیار کرا لیے گئے تھے۔

بالآخر ایک طیارہ مجھے لے کر ترکی چل پڑا اور میں اپنے ذہن میں وہی تمام احساسات لیے ہوئے یہ سفر کرنے لگا جو اس سے پہلے کی مہمات میں میرے ذہن میں جاگتے تھے۔ درحقیقت اب دل کو کچھ قرار سا آ گیا تھا۔ تہذیب ناکم ایکس کے وجود کو اس لیے میں نے اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا کہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ بن رہا تھا۔ میری محبت اپنی جگہ مگر ضروری نہیں تھا کہ میں اس میں کامیاب بھی رہتا۔ تہذیب کی زندگی اس کی تقدیر سے وابستہ تھی اگر اسے زندہ رہنا ہے تو وہ یقیناً زندہ رہے گی کوئی اسے نہیں مار سکتا اور اگر موت ہی اس کا مقدر ہے تو میں بھی اسے نہیں بچا سکتا۔ اب اس سلسلے میں، میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

نیلے سمندر کی گہرائیوں سے ابھرتا ہوا گنبدوں اور میناروں کا شہر میرے سامنے آ گیا تھا۔ یہ استنبول تھا۔ استنبول کے جزل گولڈن ٹاور میں میرے لیے کمرہ نمبر چھ سو تین مخصوص تھا۔ یہ خوبصورت ہوٹل تھا اور استنبول جیسے جدید شہر میں کم از کم میں اسے بہترین ہوٹل

کی توقع رکھتا تھا۔ اس کے بائیں جانب آبنائے باسفورس بل
بلکھا رہی تھی۔ ایشیا اور یورپ کے درمیان بے شمار مسافر بردار
کشتیاں رواں دواں تھیں، سامان سے لدے ہوئے بڑے بڑے بحری
کی لاتعداد کشتیاں، دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے تجارتی جہاز اور
پھر پانی اور جہازوں کی متواتر آوازیں۔ آبنائے باسفورس کی خوبصورتی
اور اس کے کنارے آباد استنبول کو دیکھ کر دل میں ایک عجیب
سا احساس پیدا ہوا۔ ذہن میں استنبول کے بارے میں بہت سی
یادیں تازہ ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے کی حسین دنیا کو چھوڑ کر باہر
نکلا تو طرح طرح کے تماشے نگاہوں کے سامنے بکھرے ہوئے
تھے۔ ساحل پر لنگر انداز کشتیوں اور اسٹیمروں پر رنگ برنگے قمقمے
روشن تھے۔ کنارے کنارے سمندر میں بے شمار چھوٹی چھوٹی کشتیوں
میں تیل کے لیمپ جل رہے تھے۔ لہروں کے جھکولوں سے کشتیاں
جھولتیں تو لیمپ کے بلند شعلے پھڑپھڑا کر رہ جاتے۔ میں نے قریب
سے جھانک کر دیکھا تو ہر کشتی میں الاؤ روشن تھا جن کے اوپر
بڑے بڑے تھالوں میں مچھلی تلی جا رہی تھی۔ یہ مچھلی جال کے
ذریعے کشتی کے دوسرے سرے پر پکڑی جا رہی تھی۔ مچھلی کا ایک
خستہ ٹکڑا ڈبل روٹی اور ایک ادھ مچھلی پیاز صرف دو لیرے میں۔
میں نے بے اختیار ایک سکہ ماہی گیر کی طرف اچھال دیا اور اس
نے خاص کے کاغذ میں لپٹی ہوئی مچھلی مجھے تھما دی۔

جب تک ممکن ہو سکا گھومتا رہا اور اس کے بعد واپس
ہوٹل پہنچ گیا۔ ہوٹل کے پارکنگ لاٹ سے اندر داخل ہوا۔ بہت سی
کاریں کھڑی ہوئی تھیں لیکن باہر زیادہ رش نہیں تھا۔ پھر ایک روش
کے پاس سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک تیز روشنی میرے چہرے
پر پڑی اور میری آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میری تصویر اتاری گئی تھی۔ روشنی
کے بجھنے سے نگاہوں کو کچھ فرصت ملی تو میں نے اس
سمت دیکھا۔ ایک خوب صورت سی حسین لڑکی ہاتھ میں کیمرا
لیے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ مجھے اس کی یہ حرکت
ناگوار گزری اور میں سرد نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا اس کی طرف
بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اس تک پہنچتا، دفعتاً کسی سمت
سے ایک بلند قامت آدمی نے جھپٹا مار کر وہ کیمرا لڑکی کے ہاتھ
سے چھین لیا اور دوڑتا چلا گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لڑکی کی حالت
بھی خراب ہو گئی تھی۔ وہ پریشان نگاہوں سے دوڑتے ہوئے
آدمی کو دیکھنے لگی جو ایک چھلانگ لگا کر کئی گاڑیوں کی چھتوں
کو پھلانگتا ہوا بالآخر ہوٹل کے احاطے سے باہر نکل گیا تھا۔ کیمرا
اس کے پاس تھا اور لڑکی حیرت زدہ کھڑی اسی سمت دیکھ
رہی تھی پھر اس کی نگاہیں میری سمت ہو گئیں اور وہ اس طرح
کچھ توتی سی ہو گئی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" میں نے انگریزی میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر سوری، سوری۔ بس یہ ایک مذاق تھا۔" اس
نے کہا۔

"کیسا مذاق؟" میں نے بدستور درشت لہجے میں کہا اور وہ
روہانسی سی ہو گئی۔ اس کے نتھنے اس طرح پھولنے پچکنے لگے اور
ہونٹوں کے زاویے اس طرح ٹیڑھے ہوئے جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ
چوٹ لگنے سے رونے لگتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں
جھلملاتے آنسو دیکھے، ایسی معصوم شکل تھی اس کی کہ بے اختیار
طبیعت میں کچھ نرمی پیدا ہو گئی۔ "یہ سب کچھ کیا تھا؟" میں نے
اپنا سوال پھر دہرایا۔

"مذاق، مذاق۔ اس نے یہی کہا تھا مجھ سے۔" لڑکی بسورتے
لہجے میں بولی۔

"کس نے؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جو کیمرا لے کر بھاگ گیا۔"

"کون تھا وہ؟"

"میں نہیں جانتی۔ بس میں یہاں کھڑی ہوئی تھی کہ وہ آیا اور
کہنے لگا کہ ان صاحب کی ایک تصویر کھینچو۔ میں ان سے ایک
مذاق کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ ایسے شرارت آمیز انداز میں اس نے
یہ بات کہی تھی کہ میں تیار ہو گئی اور پھر اس نے کیمرا میری طرف بڑھا دیا تھا
اور میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکی۔ پتا نہیں وہ کیمرا لے کر کیوں بھاگ گیا۔"

میں گہری نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔ اس کا لہجہ
اس کی شخصیت اور جو کچھ نظر آ رہا تھا اسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا
کہ وہ واقعی معصوم ہے لیکن کیمرا لے کر بھاگنے والا کون تھا؟ کیا
گرین پول کا کوئی آدمی؟ ایک لمحے کے لیے ذہن بری طرح الجھ گیا
تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو اسے میری تصویر بنانے کی کیا ضرورت
تھی۔ پروگرام کے مطابق مجھے ان لوگوں سے ملنا ہی تھا تو پھر
اس سے پہلے یہ کارروائی کیوں کی گئی۔ لڑکی اب بھی اسی طرح
کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نہیں سمجھتی کہ آپ کو اس تصویر بنانے سے کیا
نقصان پہنچا، لیکن جس طرح وہ کیمرا لے کر بھاگا ہے اس سے
میں تو مس ہو گئی ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دیجیے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔" میں
نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ لڑکی میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی مجھے
آنے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن میں نے اسے مخاطب
کرنا مناسب نہیں سمجھا یہاں تک کہ میں لفٹ میں داخل

ہو گیا جب میں لفٹ میں پہنچا تو لڑکی بھی جلدی سے اندر آ گئی۔
میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا، وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی پتا
نہیں اب کیا چاہتی ہے؟ میں نے سوچا۔

لفٹ اوپر پہنچ گئی۔ اس نے ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ
وہ خود کس فلور پر جانا چاہتی ہے۔ میں اپنے فلور کی راہداری پر
آیا تو وہ بھی میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ تب میں نے مجبور ہو کر
پوچھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں مس؟"

"میرا نام سینڈرا ہے۔"

"بہتر ہے، بڑی خوشی ہوئی آپ کا نام سن کر۔ آپ میرے
ساتھ کیوں آ رہی ہیں؟"

"نہیں... میں تو... میں تو یہیں رہتی ہوں۔"

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"روم نمبر سکس نائنٹی۔" اس نے جواب دیا۔

"سکس نائنٹی!" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔ چھ سو
نوے میرے کمرے کا نمبر تھا۔

"جی ہاں، یہ دیکھیے میرے پاس اس کی چابی بھی موجود ہے
میں واقعی شرمندہ ہوں، پتا نہیں... پتا نہیں میں کیوں تیار ہو گئی تھی
بے وقوفی ہو گئی تھی مجھ سے۔" اس نے کہا۔ میں نے اس کے
بعد کوئی جواب نہیں دیا۔

لڑکی نے میرے سامنے ہی کمرہ نمبر چھ سو اکیس کا دروازہ
کھولا اور اندر داخل ہو گئی لیکن میرے لیے سوچنے کو وہ بہت
کچھ چھوڑ گئی تھی۔ یہ سب کچھ اتفاقی طور پر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا یہ
ممکن تھا کہ لڑکی ان معاملات سے لاتعلق ہو، بظاہر تو سیدھی
سادی اور معصوم سی نظر آتی تھی لیکن وہ شخص کون تھا جس نے
میری تصویر بنوائی تھی؟

کمرے میں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے
پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ احتیاط سے دروازہ کھولا
تو سینڈرا سامنے کھڑی تھی۔

"جی فرمائیے؟" میں نے کہا۔

"میرا نام سینڈرا وولریج ہے۔"

"آدھا نام آپ پہلے بتا چکی ہیں، نام مکمل کرنے کا شکریہ۔"
میں نے کہا اور انتہائی بداخلاقی سے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد کوئی
آواز نہ سنائی دی تھی۔

گرانڈ ٹاور میں مجھے خاص طور سے بھیجا گیا تھا۔ کمرہ نمبر چھ
سو میں بھی خصوصی طور پر میرے لیے ریزرو کروا دیا گیا تھا جس کی
مجھے اطلاع پہلے ہی دے دی گئی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ اب اس کمرے
میں مجھے گرین پول کا نیا پروگرام ملنا تھا۔ فائل میں نہایت احتیاط
سے یہاں تک لے آیا تھا لیکن اس کی حفاظت ابھی مجھ پر فرض تھی۔
عام حالات ہوتے تو شاید میں اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچتا
لیکن اب مجھے محتاط ہونا پڑا تھا۔ چنانچہ میں نے فائل کو محفوظ کرنے
کے لیے کمرے میں کوئی جگہ تلاش کی، ایسی جگہ جہاں کسی کا ذہن نہ پہنچ
سکے۔ اور یہ جگہ بالآخر مجھے نظر آ گئی۔

چھت میں ایک بڑا چوکور شیڈ لگا ہوا تھا جس کی روشنی
ٹھنڈی اور خواب ناک تھی، تیز روشنی کے لیے دو حصے شیڈ
لگے ہوئے تھے، روشنی کو نیچے منعکس کرتے۔ ان کے بیچ شیڈ پر ایک
پلیٹ لگی تھی۔ اس پلیٹ کو کھول کر میں نے فائل اس کے درمیان
رکھی اور پلیٹ دوبارہ کس دی۔ روشنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔
زیادہ سے زیادہ یہ کہ میں اسے روشن نہیں کروں گا۔ بہت سے
لوگوں کو تاریکی میں سونے کی عادت ہوتی ہے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔
رات پرسکون گزر گئی۔ دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہو کر
باہر نکلا تو سینڈرا کہیں جا چکی تھی۔ راہداری سنسان پڑی تھی اور
اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ سینڈرا کے کمرے کا تالا کھولنے
میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں احتیاط سے اندر داخل ہو
گیا۔ اندر اس کا سامان بے ترتیب پڑا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے
اس کے سامان کی تلاشی لے ڈالی لیکن اس میں سے کوئی کام کی چیز نہیں
برآمد ہوئی تھی۔ چنانچہ میں اسی خاموشی سے واپس آ گیا۔ ابھی تک
کسی نے مجھ سے رابطے کی کوشش نہیں کی تھی بہرحال اس
میں وقت لگ سکتا تھا۔ مجھے ہدایت کر دی گئی تھی کہ اس کا احساس
نہ کروں اور کسی بھی طرح خود کو ان کے لیے پابند کروں بجائے
رابطہ قائم کرنا ان کا کام ہو گا۔

اپنے کمرے میں آ کر کچھ دیر آرام کرتا رہا پھر لباس وغیرہ
تبدیل کیا اور باہر آیا۔ تھوڑی دور پہنچ کر احساس ہوا کہ میرا تعاقب
کیا جا رہا ہے۔ میں محتاط ہو گیا۔ تعاقب کرنے والے وہ بھی ہو سکتے
ہیں جنھیں مجھ سے ملنا ہے۔ ایک دکان کے شوروم کے سامنے
پہنچ کر میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس شخص کو ایک گلی سی گھوم کر
مڑتے دیکھا جس پر مجھے تعاقب کا شبہ ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے
میں کھڑا سوچتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔ کافی دور پیدل چلتا رہا لیکن
تعاقب دوبارہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔
اگر تعاقب شروع کیا گیا تو ختم کیوں کر دیا گیا۔ ممکن ہے خود تعاقب
کرنے والے کو احساس ہو گیا ہو کہ میں اس سے واقف ہو گیا ہوں۔
اس لیے اس کی جگہ کسی دوسرے نے لے لی ہو لیکن یہ دوسرا بھی مجھے
نظر نہیں آیا تھا۔

میں یونہی جھک کر آگے بڑھتا رہا۔ اب سب کچھ حالات
پر ہی چھوڑ دینا چاہیے میرے حق میں یہی بہتر ہے۔ خود کو اس ذہنی

غبار سے آزاد کرنے کے لیے میں استنبول کی تاریخ میں کھو گیا۔ میرے قدم آگے بڑھ گئے۔

میں جس قدر گھوم سکتا تھا گھومتا رہا۔ بہت کچھ دیکھا اور جب تھک گیا تو واپس گرانڈ ہوٹل چل پڑا۔ کاؤنٹر سے چابی لے کر میں لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری میں مکمل سکوت تھا۔ میں نے چابی سوراخ میں ڈالی تو ایک لمحے میں کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا۔ کچھ ہوا تھا...

بہرحال چابی گھوم گئی۔ ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد میں نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے قریب ہی سوئچ موجود تھا۔ روشنی کی تو میں نے سامنے پستہ قامت اور گٹھے ہوئے بدن کے مالک ایک شخص کو کھڑے دیکھا جس کے بدن پر سفید سوٹ اور سر پر سرخ ٹوپی تھی۔ ہاتھ میں دبے ہوئے سیاہ پستول کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ وہ خدوخال سے مقامی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے پیچھے صوفے پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ کسی یورپی نسل کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

"دروازہ بند کر دو۔" پستہ قامت نے پستول کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

میں نے کواڑ کو پلٹ کر دھکیل کر اس طرح بند کیا کہ دروازہ لاک نہ ہو سکے لیکن محسوس یہی ہو جیسے اسے لاک کر دیا گیا ہے۔ اس بات پر وہ دونوں ہی توجہ نہیں دے سکے تھے۔

پستہ قامت درمیان سے ہٹ گیا۔ صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے سنگین نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ تم لائے ہو وہ کہاں ہے؟"

"کون ہو تم؟ اور اس طرح..." میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم جانتے ہو ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"جو کچھ چاہتے تھے اسے حاصل کر کے یہاں سے چلتے کیوں نہیں بنتے۔ ویسے تم میرے سامان کی تلاشی لے چکے ہو گے آوارہ گردی کرنے والے سیاح اپنے ساتھ جڑی بوٹیاں اور قیمتی چیزیں نہیں رکھتے۔ مجھے تعجب ہے یہاں ایسے معیاری ہوٹل میں بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

"اڑنے کی کوشش مت کرو۔ فائل کہاں ہے؟"

"فائل؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا اور وہ شخص دانت پیستا ہوا جما کر کھڑا ہو گیا۔

"سیدھی انگلیوں گھی کو نہیں آتیں۔ اس کی تلاشی لو۔" اس نے مقامی آدمی سے کہا اور اس نے پستول جیب میں رکھ لیا اور اب اس یورپی باشندے نے پستول نکال کر میری طرف بڑھا کر رکھا تھا۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ طریقہ کار انوکھا تھا۔ فائل تو انہی لوگوں کے لیے لائی گئی تھی پھر اس کے حصول کا یہ انداز کیا معنی رکھتا تھا اور پھر فائل کے بدلے تو مسٹر آفن شلاک نے ہوائی اڈے پر مجھے کی ادائیگی مشروط تھی۔ یہ کون لوگ ہیں اور فائل کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔ صورت حال سے اندازہ ہوتا تھا کہ بات آسانی سے نہیں بن سکے گی اور کچھ کرنا پڑے گا اور جو کچھ کرنا تھا اس کے لیے میں پوزیشن بنا چکا تھا۔

پستہ قامت مقامی میرے بالکل قریب آ گیا اور میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اس نے جھک کر میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش کی لیکن اس بے وقوف نے اپنا پستول میرے سامنے ہی جیب میں رکھا تھا۔ میں نے تلاشی دینے کے لیے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور جونہی وہ میری زد پر آیا میں نے ایک ہاتھ سے نہایت مہارت سے اس کی جیب ہلکی کر دی۔ جیب ہلکی ہوتے ہی وہ صورت حال سمجھ گیا اور اس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی لیکن سائلنسر لگے ہوئے پستول سے نکلنے والی گولی نے اس کے سینے میں سوراخ کر دیا تھا۔

سفید فام کے لیے یہ صورت حال غیر متوقع ضرور تھی لیکن وہ لڑائی بھڑائی میں کچا نہیں تھا۔ اس موقع پر اسے وہی کرنا چاہیے تھا جو اس نے کیا۔ وہ پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ گرتے گرتے اس نے مجھ پر فائر کر دیا۔ گولی میرے کوٹ کی آستین چیرتی ہوئی نکل گئی تھی... لیکن میں بھی اس صورت حال کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے پلنگ کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور کسی قدر محفوظ جگہ پہنچ گیا۔ یہاں سے اگر میں چاہتا تو اس سفید فام کو آسانی سے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میری خواہش تھی کہ وہ زندہ میری گرفت میں آ جائے تاکہ میں اس سے معلومات حاصل کر سکوں... اس نے میری اس موجودہ پوزیشن سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے دو تین گولیاں پلنگ پر اور اس کے ساتھ ہی پھر فائر کر دیا۔ گولی نے پلنگ کے قریب ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کو چکنا چور کر دیا... میں اتنا محفوظ نہیں تھا کہ اس سے مکمل طور پر بچا رہتا۔ ہم دونوں کی چلائی ہوئی گولیاں بہ آسانی ایک دوسرے کو ختم کر سکتی تھیں۔ ریوالور کا رخ اسی کی جانب تھا اور اس کے سر سے تقریباً دو تین انچ اوپر نشانہ لے کر میں فائر کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا بھیجا اڑ جاتا۔ میں نے اسے خوف زدہ کرنے کے لیے فائر کیا اور گولی عقبی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور جھک کر آڑ لیتا ہوا دروازے کی جانب سرکنے لگا۔

مجھے اندیشہ تھا کہ اس ہنگامے کی خبر باہر ضرور ہو جائے گی اور اس کے بعد مہلتیں نہیں ملیں گی میرے لیے۔ چنانچہ میں کم سے کم فائر کرنا چاہتا تھا لیکن سفید فام مجھ سے شاید خوف زدہ ہو چکا تھا۔ اس نے افراتفری میں ایک بار پھر فائر کیا اور اس بار اس کا

فائر کامیاب ہو گیا۔ ریوالور میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔

اس صورت حال نے اسے تھوڑی سی تقویت بخشی اور وہ سیدھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے غراتی ہوئی آواز نکلی "سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ اس کے بعد جو فائر ہو گا تم اس سے نہیں بچ سکو گے۔"

میں شکست خوردہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اب میری طرف سے کافی مطمئن ہو گیا ہو گا۔ میں نے آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور وہ میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کے ریوالور کی نال میرے سینے کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ میرے قریب پہنچا میں نے نہایت پھرتی سے بایاں ہاتھ اس کی ریوالور والی کلائی پر جما دیا اور پوری قوت سے ریوالور کی نال فرش کی جانب جھکا دی۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے پوری قوت سے اسے جھٹکا دے کر نیچے گرایا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے الٹی قلابازی کھائی اور اپنا سر میری ناک پر اس زور سے مارا کہ ایک لمحے کے لیے میرا دماغ چکرا گیا۔ اگر میں فوراً نہ سنبھل جاتا تو دوسری ضرب یقینی طور پر میری کھوپڑی کھول دیتی۔ سفید فام کی یہ بہت بڑی غلطی تھی کہ اس سے پہلے مجھے کوئی ضرب نہیں لگی تھی۔ پھر میں پیچھے ہٹ گیا تھا اس لیے اس کا وار خالی گیا اور وہ دو قدم آگے بڑھ آیا۔

اب وہ بھی نہتا ہو چکا تھا لیکن اس کی پھرتی اور لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس طرح کی دست بدست جنگ میں ماہر ہے۔ اس نے ایک سائڈ تبدیل کی اور اپنے بازو کی ضرب میرے سینے پر لگانا چاہی لیکن میں نے اپنے آپ کو بچایا اور دوسرے لمحے میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ خاصی زوردار آواز پیدا ہوئی تھی اور وہ ایک لمحے کے لیے گھوم گیا تھا۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اس جیسا پھرتیلا آدمی اس سے پہلے میری نگاہوں سے نہیں گزرا تھا۔ اس نے اچھل کر ایک بار پھر میری گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا اور میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس سے قبل کہ میں سنبھلتا، اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ اگر چاہتا تو [illegible] فائدہ اٹھا کر مجھے ختم کر سکتا تھا۔ لیکن شاید [illegible] صرف ایک سیکنڈ کا وقفہ ملا [illegible] اور دروازے [illegible] کر باہر نکل گیا۔ میں نے بھی دروازے کی جانب [illegible] راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔

میں نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس راہداری میں کوئی موجود ہی نہ ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس قدر جلد وہ دوڑتا ہوا کہاں نکل گیا۔ میں سیڑھی کی جانب دوڑا... لیکن سفید فام کا اب کہیں پتا نہیں تھا۔

میں چند لمحے الجھی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ لیکن کمرے تک پہنچتے پہنچتے دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے سینڈرا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا ہر چند کہ گولیاں سائلنسر لگے پستول سے چلی تھیں لیکن اس کے باوجود ہنگامہ آرائی تو ہوئی تھی اور اس بھاگ دوڑ سے آس پاس کے لوگ متوجہ ہو سکتے تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے قرب و جوار میں کوئی اپنے کمروں میں موجود نہ ہو۔ اگر ہوتا تو یقینی طور پر صورت حال بگڑ جاتی۔

میں واپس اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مقامی آدمی کی لاش بے ترتیب حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ کمرے میں خون اور بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے تازہ ہوا کے لیے کھڑکی کھول دی اور اس لاش کی طرف تشویش آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ضروری تھا کہ اس لاش کو ٹھکانے لگایا جاتا۔ میں نے لاش کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ لیکن ان سے کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی جس سے اس شخص کی شناخت یا اس کے لیے کوئی اندازہ ہو سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ سفید فام نے اس شخص کو جیبیں خالی کر کے یہاں بھیجا ہو گا لیکن آخر وہ تھا کون اور اس طرح اس نے مجھ سے فائل چھیننے کی کوشش کیوں کی تھی؟ اگر اس کا تعلق گرین ایلے سے تھا، تو تو پہلے ہی جانتے تھے، یہ معاملات تو شاید مفاہمت آمیز گفتگو سے ہونا چاہیے تھے۔ اس طرح فائل حاصل کرنے کی کوشش کیوں کی گئی؟

بہرطور اب سب سے بڑا مسئلہ اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا تھا۔ پورے ہوٹل میں کسی انسانی لاش کو آسانی سے غائب نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری اب بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں فوراً ہی کمرہ نمبر چھ سو اکتیس کے دروازے پر پہنچ گیا اور یہاں میں نے آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ دوسری اور تیسری دستک پر بھی جب کوئی آواز سنائی نہ دی، تو میں نے جیب

ایک مخصوص قسم کا تار نکال کر لاک سے دروازہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ تار اس قسم کے کاموں کے لیے بڑا کارآمد تھا۔ چنانچہ لاک کھولنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کمرہ بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔

دروازے کو اسی طرح کھلا چھوڑ کر میں پھرتی سے اپنے کمرے میں آیا۔ لاش اٹھائی اور اسے لیے ہوئے سینڈرا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے لاش کو نہایت اطمینان سے سینڈرا کے بیڈ کے نیچے ڈال دیا اور اس کی گری ہوئی چادر کو برابر کر کے پھرتی سے باہر نکل آیا۔ دروازے کو لاک کیا۔ اس پر سے اپنے ہاتھ کے نشانات مٹائے اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ ہرچند کہ یہ ایک بری بات تھی، لیکن سینڈرا کا کردار بھی ابھی تک میری نگاہ میں مشکوک تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری تصویر بنانے والی یہ لڑکی کس حیثیت کی حامل ہے۔ بظاہر وہ معصوم نظر آتی تھی لیکن دشمنوں کے نرغے میں، میں کسی کو معصوم نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اس کے بعد میں نے کمرے کی صفائی شروع کر دی اور اتنی محنت سے یہ صفائی کی کہ اس خونی ہنگامے کا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑا۔

ڈریسنگ ٹیبل کے ٹوٹے ہوئے شیشے کا مسئلہ اس طرح حل کیا کہ ایک بار پھر سینڈرا کے کمرے میں داخل ہو کر میں نے اس کی ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ نکال لیا اور اپنے کمرے میں آ کر اسے اپنی ٹیبل میں لگا دیا لیکن اس کے فوراً بعد مجھے ایک اور کام کرنا تھا یعنی استنبول کے کسی اور ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرے کی بکنگ، تاکہ ضرورت پیش آنے پر مجھے اپنے کام میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

کمرے کا آخری جائزہ لینے کے بعد میں باہر نکل آیا اور پھر ہوٹل سے باہر آ کر کافی فاصلے پر ایک ٹیلی فون بوتھ سے میں نے ایک ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا، جس کی لسٹ ٹیلی فون بوتھ میں موجود تھی۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر میں نے اپنے لیے ایک کمرہ بک کرایا اور ایک فرضی نام انھیں بتا کر کہا کہ میں کچھ دیر کے بعد ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ اطراف میں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں سکون سے بیٹھا جا سکے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ٹیکسی ڈرائیور کو چلنے کے لیے کہا۔۔۔ ایک خوب صورت سے کیفے کا بورڈ دیکھ کر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے کیفے کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ اس دوران میں کسی نے اپنے تعاقب وغیرہ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن ہوٹل میں بیٹھ کر کافی پیتے ہوئے یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا۔

ابھی میں زیادہ نہیں سوچ پایا تھا کہ کیفے میں، میں نے سینڈرا کی شکل دیکھی۔ خوب صورت اور معصوم شکل لڑکی ادھر دیکھ رہی تھی۔۔۔ پھر وہ ایک میز کی جانب بڑھی لیکن دفعتاً ہی وہ ٹھٹک گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہوں میں میری شکل گھوم گئی ہے یعنی ہوٹل کے ہال میں سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے میری شکل بھی دیکھی ہوگی لیکن پھر وہ وہاں سے گزر گئی تھی لیکن اب پھر میں اسے یاد آ گیا۔ وہ بغور مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں آہستہ سے مسکرا دیا اور وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو! تم وہی ہو نا؟"

"ہاں! وہی ہوں۔۔۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"میں ادھر سے گزر رہی تھی، کافی پینے کا موڈ ہو گیا۔ کیا یہ اتفاق نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ وہ کس قسم کی اور کس پائے کی اداکاری کر رہی ہے، البتہ اتنا اندازہ مجھے ضرور تھا کہ اسے ابھی تک اپنے کمرے کا حال نہیں معلوم ہو سکا ہوگا۔ دفعتاً دو باتیں ممکن نہ ہوتیں اور اتنی جلدی یہاں تک نہیں پہنچ جاتی۔ البتہ یہاں تک پہنچ جانے کے سلسلے میں یہ بات یقیناً قابل غور تھی کہ وہ اتفاقیہ طور پر ہی یہاں آ گئی ہے یا پھر میرا تعاقب کرتی ہوئی؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ممکن ہے باہر وہ میرا انتظار کر رہی ہو اور اسے اندر کی صورت حال کا علم نہ ہو۔ بہر طور اس لڑکی کو میں ان معاملات سے لاتعلق قرار نہیں دے سکتا تھا لیکن اب یہ میرے ہاتھ لگ گئی تھی، تو اس سے تھوڑی بہت معلومات حاصل کرنا ضروری تھیں۔

میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے اس کے لیے کافی منگائی اور ویٹر نے تھوڑی دیر کے بعد میرا آرڈر سرو کر دیا۔

"حیرت انگیز بات ہے، ہماری ملاقات جگہ جگہ ہو جاتی ہے۔ ویسے تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم۔۔۔؟"

"ملان کیا؟" میں نے کسی قدر بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں، کچھ نہیں، بس ایسے ہی۔۔۔" وہ کافی کی پیالی اٹھا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔ میں اس کی اس گفتگو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ غائبانہ پوچھنا چاہتی تھی کہ میں نے اسے اپنے کمرے کے بارے میں بتایا تھا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ میں اس کے برابر والے کمرے میں مقیم ہوں۔ اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ اگر یہ نکل جانے تو مجھے کم از کم اس سفید فام کے بارے میں معلومات مزید حاصل ہو سکتی ہیں۔ زنجیر کی کڑیاں آپس میں مل رہی تھیں۔ میری تصویر حاصل کی گئی، اس پر ریسرچ کی گئی اور اس کے بعد وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ کون تھے، کیا ان کا تعلق گرین ہاؤس سے تھا، یا پھر کوئی اور تھا۔

لڑکی خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا تم کم بولنے کے عادی ہو؟"

"اوہ نہیں ڈارلنگ! ایسی بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا تمھاری معیت میں استنبول میں ہمارے دن اور رات خوشگوار نہ گزر رہے گے؟"

"میں۔۔۔ میں غلط لڑکی نہیں ہوں۔ پلیز کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔"

"ایسے ایسے ویسے؟ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمھارے بارے میں کوئی غلط رائے رکھتا ہوں؟"

"نہیں ایسے ہی۔" اس نے جواب دیا اور میں نے محسوس کیا تھا جیسے اس کے انداز میں کوئی خوف شامل ہو گیا ہو۔۔۔ میں نے اطراف میں دیکھا، لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں محو تھے کوئی بھی ہماری جانب متوجہ نہیں تھا۔

کافی پینے کے بعد اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی۔ "کیا تم یہاں دیر تک بیٹھو گے؟"

"کیوں خیریت! کیا تم کہیں جانا چاہتی ہو؟"

"ہاں، میں بس۔۔۔!"

"چلو میں بھی چل رہا ہوں۔ اگر ہوٹل ہی جا رہی ہو تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور میرے ساتھ اٹھ گئی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ خاصی نروس ہے، اس کی چال میں بھی ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

ابھی ہم ہوٹل سے باہر نکل کر چند قدم ہی چلے تھے کہ دفعتاً وہ لڑکھڑا کر آگے کو جھکی۔ اگر میں اسے فوراً ہی تھام نہ لیتا تو وہ گر جاتی۔ وہ سسکی۔ میں اس کے کندھے سے نیچے سینے پر گول سا سرخ دھبہ دیکھ کر بری طرح چونک گیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "مسٹر۔۔۔ پلیز۔۔۔" اس نے دو تین بار ہاتھ فضا میں پھیلائے اور جملہ مکمل کیے بغیر میرے بازوؤں میں جھول گئی۔

ہلاکت کے لیے پریشان ضرور ہو گیا تھا لیکن پھر میں نے اسے پھرتی سے ایک کار کی آڑ میں لٹا دیا اور سامنے والی عمارت کی جانب دیکھنے لگا، جہاں سے میرے خیال کے مطابق فائر کیا گیا تھا۔

مجھے محسوس ہوا کہ کوئی وہاں موجود ہے اور دوسرے لمحے ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ کیفے سے ہم نکلے تھے اس کے باہر کھڑے ہوئے چوکیدار نے لڑکی کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔۔ وہ فوراً ہی ہماری طرف دوڑا۔ میں نے چیخ کر اسے عمارت کی چھت پر کسی خوفناک قاتل کی موجودگی سے آگاہ کیا اور ایمبولینس کے لیے فون کرنے کی ہدایت کی جو کہ وہ فوراً ہی واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ میں نے سینڈرا کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں، سانس رک رک کر چل رہی تھی۔ زخم سے مسلسل خون بہہ رہا تھا اور ظاہر ہے فوری طور پر خون بند کرنے کے لیے اس وقت میرے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ فائر کرنے والے انھی لوگوں میں سے کوئی ہو سکتے ہیں جنھوں نے یہاں آتے ہی مجھ پر یورشوں کی بارش کر دی تھی۔ شاید وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے لیکن سینڈرا درمیان میں آ گئی یا پھر ممکن ہے انھیں سینڈرا کی ذات سے کوئی خطرہ پیدا ہو گیا ہو۔۔۔ میں اس دفعہ فائر کرنے والے کو آسانی سے فرار ہونے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دم چھلانگ لگا دی اور دوڑتا ہوا اس عمارت کی طرف جانے لگا جس کی چھت پر سے فائرنگ کی گئی تھی۔ اس کے لیے مجھے ایک چوڑی سڑک عبور کرنا پڑی تھی اور سیدھے دوڑنے میں اگرچہ خطرہ تھا، لیکن یہ خطرہ مول لیے بغیر اور کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔

میں دوسری طرف پہنچا بھی نہ تھا کہ ایک اور فائر ہوا اور گولی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر سڑک پر لگی۔ میں لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں سن رہا تھا لیکن ان کی طرف توجہ دیے بغیر میں اس مکان میں گھس گیا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اوپر جانے کے لیے راستہ تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ دقت بھی نہیں ہوئی۔ عمارتوں کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی تھیں اور میں آسانی سے اوپر پہنچ سکتا تھا چنانچہ میں پھرتی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ زینے کے اوپر والا دروازہ اندر سے بند تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، اس راستے سے اوپر نہیں گیا۔۔۔ میں نے ریوالور نکال کر زنجیر گرا دی اور نہایت آہستگی سے دروازہ کھول دیا۔۔۔ میں نے چھت پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی مجھ سے صرف دو فٹ کے فاصلے پر بنی ہوئی چمنی میں پیوست ہو گئی۔ میں ایک دم سینے کے بل نیچے گر

گیا اور آگے بڑھنے لگا۔۔۔ اگرچہ فائر کی آواز سے مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ حملہ آور کس طرف ہے لیکن ابھی تک وہ میری نگاہوں سے اوجھل تھا۔ میں محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔۔۔ پھر یکایک میں نے اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں اور چونک کر رک گیا۔

میں نے تیزی سے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ وہ ایک سفید پتلون اور سفید قمیص والا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر رومال سا لپٹا ہوا تھا۔ وہ جنگلی بلی کی طرح دوڑ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی فائر کر دیا لیکن میری گولی اس کا راستہ نہیں روک سکی۔ وہ اس مکان کی چھت سے دوسرے مکان کی چھت پر کود گیا اور ایک چمنی کی آڑ میں پہنچ کر اس نے شاید پوزیشن لے لی۔ میں نے ریوالور کی نال کو چمنی کی آڑ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر فائر کرتا، میں نے اس پر فائر کر دیا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کا نشانہ بہت زیادہ اچھا نہیں ہے اور یہ بات میرے حق میں مفید تھی۔

فائر کی آواز کے ساتھ ہی فضا میں ایک چیخ ابھری اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اس نے بھی جوابی فائر کیا لیکن میں محفوظ رہا۔ دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے دوڑ کر ایک بار پھر فائر کیا۔ لیکن اسی وقت حملہ آور چھلانگ لگا کر ایک اور مکان کی چھت پر پہنچ گیا اور جب میں اس مکان کی چھت تک پہنچا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔

ان دونوں چھتوں کے درمیان تقریباً آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر میں نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگا دی۔ یہ اپنی زندگی داؤ پر لگانے والی بات تھی لیکن اپنی جان کی قیمت پر بھی میں اسے فرار کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں زوردار دھماکے کے ساتھ دوسری چھت پر گرا اور فوراً ہی سنبھل کر میں کھڑے ہوتے ہوئے اس طرف دوڑا جس طرف وہ غائب ہوا تھا۔ حملہ آور بھی اتنا بے وقوف نہیں تھا۔ وہ زینہ اندر سے بند کر گیا تھا۔ میں چھت کے کنارے آ کر نیچے جھانکنے لگا۔ نیچے کی گلی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ ایمبولینس کی آواز سنائی دے رہی تھی اور اس کے قریب ہی پولیس کی ایک کار بھی کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

میں چھت کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر جھانکنے لگا۔ اس طرف عقبی گلی میں نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ حملہ آور ابھی عمارت کے اندر ہی موجود ہے۔ چند لمحے بعد دوڑتے ہوئے قریب پہنچ کر میں نے تالے پر فائر جھونک دیا اور دروازہ کھول کر محتاط انداز میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

راستے میں جگہ جگہ خون کے دھبے میری رہنمائی کر رہے تھے۔ ایک جگہ کافی خون پڑا ہوا تھا جس سے مجھے یہ سمجھنے میں دقت نہیں ہوئی کہ حملہ آور اس جگہ کچھ دیر کے لیے رکا تھا۔ مزید نیچے اترنے لگا۔ پوری عمارت پر سکوت طاری تھا۔ نیچے پہنچنے کے بعد ایک دروازہ نظر آیا جس کے دوسری طرف سے کسی کی آہٹ سنائی دی۔ میں تیزی سے اس طرف گھوم گیا لیکن یہ غنیمت ہی تھا کہ میں نے ریوالور کا ٹریگر نہیں دبایا تھا۔ دروازے سے نکلنے والا ایک ادھیڑ عمر دبلا پتلا سا آدمی تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے گھگھیاتے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور فریاد کرنے لگا۔

"پلیز۔۔۔ مسٹر پلیز! مجھے مارنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"خاموش رہو۔" میں نے اسے اشارہ کیا اور دیوار سے ٹیک لگا لیا۔ فوراً ہی جاسوسی کے انداز میں دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے چند سیکنڈ کے بعد ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میں محتاط ہو گیا۔ ایمبولینس کے ساتھ پولیس کی گاڑی بھی آ چکی تھی اور اب یقیناً پولیس اس شخص کی تلاش میں ہو گی جس نے سینڈرا پر گولی چلائی تھی۔ اس وقت اگر میں پولیس کے ہاتھ پڑ جاتا تو میرے لیے یہ ثابت کرنا بے حد مشکل ہو جاتا کہ سینڈرا پر حملہ کرنے والا کون تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے یہاں سے باہر نکلا جائے۔ میں بڑی تیز رفتاری سے واپس پلٹا اور انھی راستوں کو طے کرنے لگا جن سے گزر کر یہاں تک آیا تھا۔

مختلف گلیوں کو طے کرتا ہوا میں ایک پتلی سی سڑک پر پہنچ گیا جہاں ٹریفک چل رہا تھا۔ اس وقت ٹیکسی سے سفر کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ [illegible] سے آگے بڑھتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں [illegible] رہی تھی۔ میں [illegible] ٹیکسی میں داخل ہو گیا۔ [illegible] مجھے [illegible] یہ آسانی پولیس سے چھٹکارا [illegible]

استنبول میں یہ واقعہ انتہائی سنسنی خیز ثابت ہوا تھا۔ مجھے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ کھیل شروع ہو گیا اور وہ بھی اس انداز میں کہ سوچنے سمجھنے کے لیے وقت تک نہیں مل رہا تھا۔ اگر مقامی پولیس میرے پیچھے لگ گئی تو پھر سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اب مجھے جو کچھ کرنا تھا انتہائی محتاط ہو کر کرنا تھا۔ ٹیکسی میں سفر کرتے ہوئے میں اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ سینڈرا میرے ذہن میں تھی کہ کیوں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی یا اسے۔

اپنے ہوٹل واپس جانے کے بجائے اس وقت سیدھا بازار جانا مناسب تھا اور وہاں داخل ہونے کے لیے تھوڑی سی شخصیت کی تبدیلی بھی لازمی امر تھی۔ چنانچہ میں نے بازاروں کا رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک بازار میں پہنچ گیا۔ اگرچہ استنبول یورپ میں ہے لیکن یہاں کا ماحول بالکل مشرقی محسوس ہوتا ہے۔ یہاں بازاروں میں گھوم کر اپنے مقصد کی چیزیں تلاش کرنے لگا اور پھر الف۔۔۔ اسٹورز میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کی طرز کا یہ شاپنگ سینٹر میرے مقصد کے لیے انتہائی بہترین رہا اور میں نے یہاں سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں خریدیں جو کسی مسافر کو ہوٹل میں قیام کرتے ہوئے کام آ سکتی ہیں۔ لباس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ ایسی چیزیں بھی جو میری شخصیت میں کم از کم اس حد تک تبدیلی کر دیں کہ ایک نگاہ دیکھنے والا مجھے پہچان نہ سکے۔ ان چیزوں کو بھی میک اپ کہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھاری قسم کی مونچھیں اور ایک فانسی قسم کا چشمہ اپنی آنکھوں پر لگا لیا اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میری شخصیت میں نمایاں تبدیلی ہو گئی ہے۔ وہاں سے کچھ قدم آگے بڑھا اور بایزید مسجد کے پاس پہنچ گیا جہاں لاتعداد کبوتر اس بیوہ کی یاد دلاتے ہیں جس کا کل سرمایہ کبوتروں کا ایک جوڑا تھا اور جسے اس نے مسجد کے افتتاح کی تقریب میں سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا تھا لیکن اس وقت میں ان تمام چیزوں میں مکمل طور پر دلچسپی نہیں لے سکتا تھا چنانچہ میں ہوٹل [illegible] روانہ ہو گیا۔

پانچ منزلہ ہوٹل بہت اعلیٰ قسم کا نہیں تھا۔ اس کی عمارت بھی پرانی طرز کی تھی لیکن اندرونی طور پر صفائی کا بے حد اعلیٰ انتظام تھا۔ میرے لیے تیسری منزل کا ایک کمرہ بک کیا گیا تھا۔ رجسٹر پر اپنا جعلی نام بتاتے ہوئے میں نے دستخط کیے اور اپنے کمرے میں منتقل ہو گیا۔

ہوٹل کے کمرے میں غسل کرنے کے بعد میں اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور چھت پر نگاہیں جمائے سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیے تھا جس کی بنا پر مجھے گرینڈ نادر ہوٹل کی صورت حال معلوم ہو سکے۔ اگر گرینڈ نادر ہوٹل کا وہ کمرہ چھوڑ بھی دوں تو بہرطور فائل کو مجھے وہاں سے نکالنا ہی تھا لیکن اب اپنی اصل حیثیت سے وہاں جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ نہ معلوم اس لاش کی دریافت کے بعد وہاں کیا کچھ ہوا ہو گا۔

شام کو تقریباً سات بجے کے قریب میں اٹھ بیٹھا۔ لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر اسی میک اپ میں باہر نکل آیا۔

میرے ذہن میں ایک منصوبہ جنم لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک بار پھر بازار میں داخل ہو گیا۔ الف۔۔۔ اسٹورز میں اپنے مطلب کی چیزیں میں دیکھ چکا تھا۔ پھر یہاں سے میں نے ایک ایسا لباس خریدا جو ہوٹل کے ویٹرز استعمال کرتے ہیں۔ یہ عام لباس تھا اور میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ گرینڈ نادر کے ویٹرز ایسے ہی لباس استعمال کرتے ہیں سوائے وہاں کے مخصوص بیج کے لیکن بیج کی عدم موجودگی نظر انداز بھی کی جا سکتی تھی۔ اس لباس کو ایک پیکٹ میں بند کرانے کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ کر گرینڈ نادر کی طرف روانہ ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

میرے ذہن میں وہ لاش موجود تھی جسے میں نے سینڈرا کے کمرے میں ڈال دیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی کارروائی ضرور ہوئی ہو گی۔ ہوٹل کے ہال میں داخل ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ کوئی تبدیلی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بعد وہاں سے نکل کر میں اپنے کمرے کی راہداری میں پہنچ گیا۔ راہداری کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میں نے چکر لگایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی تک سینڈرا کے کمرے کی کیفیت کا کسی کو پتا نہیں چل سکا۔ یہاں کا ماحول سنسان دیکھ کر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب مجھے اپنے کام میں دیر نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں ہوٹل کے ایک ایسے حصے کی طرف چل پڑا جہاں میں ویٹر کا لباس تبدیل کر سکتا تھا۔ اس کے بغیر میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

انتہائی پھرتی سے میں نے یہ لباس تبدیل کیا، ایک کپڑا اپنے شانے پر اس طرح ڈال لیا کہ وہ حصہ چھپ گیا جہاں ہوٹل کا مونوگرام بیج کی شکل میں لگا ہوتا ہے اور اس کے بعد سب لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا ایک بار پھر اپنے کمرے کی راہداری میں داخل ہو گیا۔

راہداری اب بھی اسی طرح پرسکون تھی۔ کمرہ نمبر چھ سو بیس کے سامنے پہنچ کر میں نے اپنی مخصوص ماسٹر کی سے دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے پھرتی سے شیڈ کی جانب رخ کیا اور وہاں سے فائل نکال کر اپنے لباس میں چھپا لی۔ اس کام کو انجام دے کر میں انتہائی برق رفتاری سے باہر آیا اور دروازہ بند کر کے پھرتی سے راہداری کے ایک سرے کی جانب چل پڑا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس کام میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ باقی سامان کو چھوڑنا ہی مقصد تھا۔ البتہ میں نے اپنے کچھ کاغذات ضرور ساتھ لے لیے تھے جن کی مجھے کسی بھی وقت ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ ان کاغذات کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ

ہوتا تھا کہ ابھی تک میرے کمرے میں کوئی گڑبڑ نہیں کی گئی اور شاید اس کے بعد ان لوگوں کی جرأت نہیں ہوئی کہ کمرے میں داخل ہوں۔ میں راہداری کے دوسرے سرے تک گیا اور پھر وہاں سے نیچے اتر کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے اپنا اصل لباس چھپایا ہوا تھا۔

لباس کا پیکٹ اسی جگہ موجود تھا۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور اپنا چہرہ وغیرہ درست کر کے فائل اپنے لباس میں چھپائے ہوئے باہر نکل آیا۔ ویٹر کا لباس میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ پھر میں پُراطمینان قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ابھی تک کسی کی توجہ میری جانب نہیں ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ سینڈرا کے کمرے سے لاش ابھی تک کیوں نہیں برآمد ہوئی۔ اس دوران کسی نہ کسی کو تو وہاں جانا چاہیے تھا۔ ویٹرز کے پاس بھی چابیاں ہوتی تھیں اور کمروں کی صفائی وغیرہ کے لیے وہ وہاں جا سکتے تھے۔ پھر کیا وجہ تھی؟ یہ سب کچھ معلوم کیے بغیر مجھے سکون نہیں آ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں کاوش شروع کر دی۔ میں نے ایک ویٹر کو روکا جس کی شکل میں پہچانتا تھا اور پھر رازدارانہ انداز میں اس سے پوچھا۔

"کمرہ نمبر چھ سو تیس میں جو خاتون رہتی ہیں کیا وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود ہیں؟" ویٹر نے چونک کر مجھے دیکھا اور پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔

"میرا خیال ہے وہ موجود نہیں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں گئیں، کچھ پتا ہے؟"

"یہ بات تو ہم لوگوں کو نہیں معلوم ہوتی جناب۔" ویٹر نے بدستور مؤدب لہجے میں کہا۔ میں نے اسے اور زیادہ مؤدب کرنے کے لیے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

"ویٹر! میرا خیال ہے وہ خاتون اپنے کمرے ہی میں موجود ہیں، براہ کرم تم ذرا جا کر دیکھو۔ اگر ایسی کوئی صورت حال ہو تو مجھے اس کی اطلاع دو۔"

"کمرے میں موجود ہیں؟" ویٹر نے تعجب سے کہا۔

"ہاں، مجھے شبہ ہے۔"

"تعجب ہے جناب! شام کو ساڑھے پانچ بجے تو میں نے اُن کے کمرے کی صفائی کی تھی۔ آخر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے اندر بیٹھنے کی کیا وجہ ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ساڑھے پانچ بجے تم نے کمرے کی صفائی کی تھی لیکن

اچھی طرح جانتے ہو؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ویٹر بھی اسی انداز میں بولا۔

"اوہ! پھر میری اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔"

"کیا اطلاع ملی تھی، جناب آپ کو؟"

"کسی نے مجھے ان کے کمرے سے فون کیا تھا اور یہی کہا تھا۔ خاتون نے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں قید ہیں، خاص وجہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں جناب تو ایک بار میں دیکھ لوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور ویٹر وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد میں انتظار کرتا رہا کہ ویٹر واپس آئے تو میں اس کی کیفیات کا جائزہ لوں۔ تقریباً پندرہ منٹ گزرے کے بعد ویٹر واپس آیا۔ وہ پُرسکون تھا اور اِس طرف تلاش کے لیے نگاہیں دوڑا رہا تھا جہاں میں نے اسے مجھے چھوڑا تھا۔ جب میں نے اس کے چہرے پر سکون کے آثار دیکھے تو میں خود ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اوہ! میں آپ ہی کو تلاش کر رہا تھا سر۔"

"کیا ہوا؟ دیکھا؟"

"جی ہاں جناب۔ کمرے میں کوئی موجود نہیں ہے۔ میں دروازہ کھول کر دیکھ چکا ہوں۔"

"کوئی موجود نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، کوئی نہیں ہے۔ کمرہ خالی پڑا ہوا ہے۔ میں اس کا دروازہ لاک کر آیا ہوں۔"

"اچھا ویٹر! اس کا مقصد ہے کسی نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ لو یہ نوٹ رکھ لو۔" میں نے اسے ایک نوٹ اور دیتے ہوئے کہا اور ویٹر نے شکریے کے ساتھ نوٹ قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا۔

میرا ذہن چکرا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ لاش کو دیکھنے سے پہلے ہی کمرے سے غائب کر دیا گیا تھا۔ اب اس کے بارے میں اور کیا سوچا جا سکتا تھا۔ میں باہر نکل آیا۔ ایک سڑک سے دوسری سڑک، دوسری سے تیسری سڑک۔ بازاروں کی رونقیں، ان کی مصروفیات سب کچھ میری نگاہوں کے سامنے تھا لیکن میرا ذہن کچھ اور سوچ رہا تھا۔ آخر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ہوٹل سے کارڈ تک پہنچ گیا۔

بے کارڈ کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے اسے اندر سے بند کیا اور فائل نکال کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ جہاں کہیں مجھے فائل کو پوشیدہ کرنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ

تھا۔ چونکہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ٹرپن پول کے علاوہ بھی کچھ مزید لوگ اس فائل کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ چنانچہ اس فائل کو میں نے انتہائی احتیاط سے ایک جگہ محفوظ کر دیا تھا لیکن دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ کل سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ فائل کسی لاکر میں رکھوا دوں گا، یہ ضروری تھا۔

دوسری صبح پُرسکون تھی۔ ناشتا وغیرہ کیا۔ کوئی ایسی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی جو میرے لیے پریشان کن ہوتی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب میں ہوٹل سے نکل آیا اور سڑک پر چل پڑا۔ یہاں کا اب تھوڑا بہت جائزہ تو لے ہی چکا تھا۔ بینکوں کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہو چکی تھیں۔ ایسے بینک بھی دیکھے تھے جن میں لاکرز کے اشتہارات لگے ہوئے تھے چنانچہ ایک بینک میں داخل ہونے کے بعد میں نے اس سلسلے میں کارروائی کی۔

انتہائی بااخلاق اور منظم عملہ تھا۔ میری ہر طرح سے مدد کی گئی اور تقریباً بیس منٹ کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ فائل اب میں نے ایک لاکر میں محفوظ کر دی تھی۔

وہ لڑکی سینڈرا میرے ذہن میں مسلسل چبھ رہی تھی۔ اگر وہ زندہ ہے تو ممکن ہے مجھے اس سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔ اسٹیل اسے کو چہرہ دیا تھا اب میرے لیے اجنبی نہیں رہے تھے۔ گو میں نے اس شہر کو بہت کم غور سے دیکھا تھا لیکن یہاں کی زندگی میرے علم میں آتی جا رہی تھی اور اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کر لینا اب مجھ جیسے آدمی کے لیے مشکل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں ایک دن پہلے سینڈرا کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس جگہ کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی تھی۔ تمام کاروباری ماحول معمول کے مطابق تھا۔ پولیس وغیرہ کا بھی کوئی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک ایسی دکان تاڑی جو اس جگہ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی جہاں واقعہ پیش آیا تھا۔ دکاندار یقیناً ایک دن پہلے بھی اسی جگہ موجود رہا ہو گا اور مجھے صورت حال سے آگاہ کر سکے گا۔

میرا السلام علیکم کہنا کارگر ہوا تھا۔ دکاندار نے پُرجوش انداز میں سلام کا جواب دیا اور میں اس کی دکان میں رکھی ہوئی چیزیں دیکھنے لگا۔ پھر خواہ مخواہ ایک چیز خرید کر میں نے اس کی قیمت ادا کی۔ میرے دکاندار کو چیں بہ جبیں کیے بغیر ذرا بھی بھاؤ تاؤ نہیں کیا تھا۔ میں نے اس کی وجہ سے دکاندار مجھ سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے پوچھا۔ "کل یہاں ایک حادثہ ہوا تھا کیا تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"حادثہ؟" دکاندار نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ کسی کو گولی مار دی گئی تھی۔"

"ہاں۔ وہ ایک لڑکی تھی بے چاری کا شدید زخمی ہوئی تھی۔"

"پولیس والے اسے کہاں لے گئے؟"

"سامنے والے اسپتال میں۔ وہ جو پل وے کے اس جانب نظر آ رہا ہے۔ یہ اسپتال قریب ترین تھا اس لیے وہ لوگ اسے ادھر ہی لے گئے تھے۔"

میں نے دکاندار کے اشارے کی طرف رخ کر کے دیکھا تو وہاں مجھے ایک اسپتال کا بورڈ صاف نظر آیا۔ ایک غیر متوقع طبی امداد ہوئی تھی۔ اگر سینڈرا کو یہاں لایا گیا ہے تو ممکن ہے مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔ لیکن یہ بھی امکان پیش نظر تھا کہ پولیس اس کی نگرانی کر رہی ہو گی۔

دکاندار کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پل وے کے چھوٹے سے حصے کو عبور کر کے اسپتال کے قریب پہنچ گیا۔ دکاندار سے جو چیز میں نے خریدی تھی وہ ایک طرف اچھال دی کیونکہ ظاہر ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ راستے میں میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں خود کو سینڈرا کا دوست بتاؤں گا اور یہ کہوں گا کہ وہ مجھے ایک دن پہلے ایک ہوٹل میں ملی تھی۔ کم از کم یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا مجھے کیونکہ بنے کام بن جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اسپتال میں داخل ہو گیا۔ ڈیوٹی روم میں موجود نرس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سینڈرا اوپر کی منزل کے کمرہ نمبر چھ میں ہے۔ میں نے پریشانی کے انداز میں اس سے اس کی خیریت معلوم کی تو اس نے بتایا کہ اس کی حالت نازک ہے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ نرس میری پریشانی سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی۔ البتہ وہ مجھے ایک ڈاکٹر سے ملانے پر رضامند ہو گئی جو سینڈرا کے کیس کا انچارج تھا۔

ڈاکٹر البتہ انتہائی خوش اخلاق ثابت ہوا اور وہ مجھے جو غور سے دیکھنے کے بعد اپنے دفتر میں لے گیا۔ اس نے مجھ سے سینڈرا کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ وہ میری دوست ہے۔

"اس کی حالت بہت نازک ہے۔ گولی اس کے دائیں پھیپھڑے سے ذرا اوپر پیوست ہوئی ہے۔ اگر یہ گولی ذرا اور نیچے لگتی تو وہ ختم ہو چکی ہوتی۔ خون چونکہ بہت زیادہ نکل گیا ہے اس لیے وہ ابھی تک بے ہوشی کی کیفیت میں ہے۔ ہم کل صبح اس کا آپریشن کریں گے۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ آپریشن خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"اوہ ڈاکٹر! براہ کرم اسے بچانے کی بھرپور کوشش کیجیے

تھا کہ اس قتل سے میرا تعلق ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ اپنی گردن پھنسنے سے بچانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں فوری طور پر یہاں سے آگے بڑھ جاؤں۔

میں نے گلی کو عبور کیا اور ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ایک عجیب سی جگہ جا پہنچا' یہاں قدیم طرز تعمیر کے حامل بوسیدہ مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ بعض مکانوں کے نچلے حصوں میں دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی ویرانی اور بے رونقی یہاں چھائی ہوئی تھی۔ ایک گول دروازے پر "کاروان سرائے" لکھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میری جان میں جان آ گئی۔ ایسی سرائے کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ یہاں مسافروں کے لیے جگہ مل جاتی تھی اور اس وقت اس میں جگہ نکل آنا میری خوش قسمتی ہی ہوتی۔ کیونکہ کم از کم اس طرح سر چھپانے کا تھوڑا سا موقع تو مل جاتا۔ چنانچہ میں اس گول دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

بڑی سی عبا پہنے ہوئے سر پر مخصوص طرز کی گول ٹوپی سجائے ایک درمیانی عمر کا شخص وہاں بیٹھا ہوا تھا جس نے مجھے دیکھ کر گول گول آنکھیں گھمائیں اور پھر جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گیا۔ اس نے مقامی زبان میں مجھ سے کچھ پوچھا لیکن اس کی زبان میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ جب میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بے بسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں یہاں قیام کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے زور زور سے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔ چنانچہ اس شخص نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ کئی بار اس نے غور سے میرے بھیگے ہوئے لباس کو دیکھا لیکن چونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے اس لیے اس نے مجھ سے کچھ استفسار نہیں کیا اور مجھے لیے ہوئے اس راہداری میں پہنچ گیا جہاں چند دروازے نظر آ رہے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندر تاریکی تھی۔ اس نے بتی جلائی اور کمرے کا اداس اور ویران ماحول میرے سامنے عیاں ہو گیا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن خم کی اور اس سے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے رقم کے بارے میں پوچھنے لگا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے مجھے پانچ پیسے بتائے اور میں نے فوراً ہی دس پیسے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ جو بھیگا ہوا تھا۔ اس نے بھیگے ہوئے نوٹ کو چٹکی سے پکڑ کر ادھر ادھر سے دیکھا اور پھر مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔

کمرے میں چارپائی پڑی ہوئی تھی جس پر دری اور چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ بھی تھا۔ ضروریات زندگی کی چند اور چیزیں بھی وہاں موجود تھیں۔ اس نے پھر اپنی زبان میں کچھ کہا جو میں نہ سمجھ سکا لیکن اسے فوراً ہی اس بات کا احساس ہو گیا۔ اس نے دوبارہ مجھ سے وہ زبان بول کر غلطی کی ہے چنانچہ اب پھر اشاروں کی زبان شروع ہو گئی۔ وہ مجھ سے میری ضرورت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے بے بسی سے اپنے بھیگے ہوئے لباس کی طرف اشارہ کیا اور وہ پر خیال انداز میں گردن کھجانے لگا۔ پھر باہر نکل گیا۔

چند لمحات کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں تہبند قسم کی کوئی چیز تھی جسے اس نے میری طرف بڑھاتے ہوئے لباس اتارنے کے لیے کہا۔ میں نے آہستہ سے ایک لمحے کے لیے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا اور جلدی جلدی اپنی جیبیں خالی کیں اور تمام چیزیں ایک جگہ جمع کر کے میں نے لباس اتارا اور وہ تہبند قسم کا کپڑا اپنے بدن پر لپیٹ لیا جو ایک مخصوص انداز کی تھی۔ جب میں نے اسے آواز دی تو وہ اندر آ گیا اور خاموشی سے میرے کپڑے اٹھا کر لے گیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اب وہ ان کپڑوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

یہ جگہ مجھے انتہائی غنیمت محسوس ہوئی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک طرف دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ میں نے جا کر اپنا چہرہ دیکھا شکر تھا کہ مونچھیں ناک کے نیچے سے غائب نہیں ہوئی تھیں ورنہ پانی میں جو کچھ ڈوبا جا رہا تھا اب تک میری وجہ سے خاصا کشت و خون ہو چکا تھا۔ بے چارے سیٹھ نازو میں آ گئی تھی۔ اگر وہ بے گناہ تھی تو دوقتی اس کا خون میری گردن پر ہوگا اور اس کے علاوہ ٹیکسی ڈرائیور بے چارے اس کا کیا حشر ہوا۔ میری وجہ سے وہ کسی جاسوسی فلم کا ہیرو بن گیا تھا اور اس انداز میں نکلنے دوڑا تھا کہ تو کبھی اسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا۔

بہت سے خیالات دل میں۔ تھکے تھکے آرام سے بستر پر دراز ہو گیا اور آنے والے لمحات کے متعلق پر غور کرنے لگا۔ کمرہ اب بھی محفوظ تھا بظاہر تو یہی نظر آ رہا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ میری غیر موجودگی میں انہوں نے کمرے کی تلاشی لینے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ سفید فام نے ادھر کا رخ کیوں نہیں کیا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس واقعے کے بعد اس کی جرات نہ ہوئی ہو۔ بیکارڈی کو حاصل کر کے میں نے شجاعت و ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیکارڈی کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ اگر مس سینڈرا کی گاڑی ٹکر اسپتال نہ جاتا تو انہیں مجھ پر شبہ نہ ہوتا لیکن ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں آیا۔ اگر یہ وہی لوگ تھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے اس حلیے میں بھی پہچان گئے ہیں۔ ورنہ ..... میری جان لینے کی کوشش نہ کی جاتی بلکہ وہ لوگ یہ معلوم کرنے

کی کوشش کرتے کہ میں سینڈرا کی تلاش میں کیوں گیا تھا اس طرح میری شکل و صورت پھر مخدوش ہو گئی تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کوئی نیا حلیہ اختیار کروں۔

بہت دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر یہی طے کیا کہ یہاں سے نکلنے کے بعد یہ میک اپ صاف کر لوں گا اور اپنی اصلی شکل میں ہی کام کروں گا۔ دیکھتا ہوں کہ کس کس طرح یہ لوگ میرے راستے میں آتے ہیں۔ بدن میں ایک نیا جوش و ولولہ انگڑائیاں لینے لگا تھا۔ اندر سے ایک طاقت سی ابھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور ایک بار پھر میں وہی علی یار خان بن گیا جو کسی قسم کے خوف یا اندیشے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا صرف عمل کرنا جانتا تھا اور اس کے بعد نتائج کا انتظار کرتا تھا۔

میری اس کیفیت نے مجھے بڑا سکون بخشا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کاروان سرائے کا مالک پھر اندر آیا اور اس کے ہاتھوں میں پڑے ہوئے لباس کو دیکھ کر میری آنکھیں خوشی اور مسرت سے چمک اٹھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ لباس کو لانڈری سے ڈرائی کلین کروا کے لایا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ اس نے بھیگے ہوئے لباس کو نچوڑ کر نفاست سے پریس کر دیا تھا اور اب محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ کبھی بھیگ بھی چکا ہے۔

میں نے حیرت و مسرت سے اپنے کپڑوں کو دیکھا اور بے اختیار پانچ لیرے کا نوٹ اسے دینے پر مجبور ہو گیا لیکن نوٹ دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں کھڑے کر کے بڑے پُر اعتماد انداز میں گردن نفی میں ہلائی۔ میری کسی بھی کوشش سے وہ متاثر نہیں ہوا۔ یہ اس نے اپنے مہمان کے لیے اپنا فرض سمجھا تھا اور اُس شخص کی اس فرض شناسی پر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اب وہ مجھ سے کھانے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔

میں رات تک اس کاروان سرائے میں قیام پذیر رہا دل میں یہ احساس بار بار آیا تھا کہ ممکن ہے پولیس ان اطراف میں گھیرا ڈال رہی ہو اور اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرے جو ٹیکسی میں ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر کسی کو قتل کر کے فرار ہو گیا تھا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔

ساڑھے سات بجے کے قریب میں نے اپنے اس میزبان سے اجازت مانگی اور اس نے بڑے احترام کے ساتھ مصافحہ کر کے مجھے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔ سب سے پہلا کام میں نے یہی کیا تھا کہ اپنی ناک کے نیچے سے مونچھیں اکھاڑ کر پھینک دی تھیں اور وہ چشمہ بھی اتار کر جیب میں رکھ لیا تھا۔

اب میں اپنی اصل شکل میں تھا۔

کافی دور تک میں پیدل چلتا رہا۔ ایک بار دل چاہا کہ گرانڈ ٹاور کی طرف کا رخ کروں اور وہاں جا کر صورت حال معلوم کروں لیکن اب یہ بے مقصد تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں ایسی سڑک پر پہنچ کر جہاں کاروں وغیرہ کی آمد و رفت تھی، ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا اور جب ایک خالی ٹیکسی نظر آئی تو اس میں بیٹھ کر گرانڈ ٹاور چل پڑا۔ حالانکہ وہاں جانا اس وقت خاصا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ اس کے آس پاس ہی بھٹک رہے ہوں گے لیکن میرے خیال میں اب ان سے مڈبھیڑ ضروری تھی۔

گرانڈ ٹاور کے کاؤنٹر سے میں نے اپنی چابی مانگی اور پھر بڑے اطمینان بھرے قدموں سے چلتا ہوا اپنی منزل کی راہداری میں پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھولا۔ بتی جلائی، اندر کا ماحول ویسا ہی پُرسکون تھا کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ یہ رات میں نے اسی کمرے میں بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ یہ خطرناک قدم تھا لیکن بہرطور جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا البتہ میں نے اس کے لیے کچھ اور بندوبست کر لیے تھے۔ مثلاً یہ کہ سونے سے پہلے میں نے اپنی مسہری پر تکیے وغیرہ رکھ کر چادر پھیلا دی تھی اور خود دیوار کے قریب زمین پر لیٹ گیا تھا۔

ساری رات اسی طرح گزر گئی۔ رات میں دو تین بار آنکھ کھلی تھی اور میں نے کمرے کے ماحول کا جائزہ لیا تھا لیکن روشنی میں کوئی ایسی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے باعث تشویش ہوتی۔

صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک خیال کے تحت ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔ اسپتال کے جس ڈاکٹر نے مجھ سے تعاون کیا تھا، مجھے اپنا نمبر دے دیا تھا۔ چنانچہ میں نے نمبر ڈائل کرنے کے بعد ریسیور کان سے لگا لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ یہ ریسپشنسٹ کی آواز تھی۔ میں نے اسے ڈاکٹر کا نام بتا کر اس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی اور چند لمحے بعد اس ڈاکٹر سے میرا رابطہ قائم ہو گیا۔

"معافی چاہتا ہوں ڈاکٹر۔ دراصل میں اس لڑکی سینڈرا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"اسے ہوش آگیا ہے اور اب اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔"

"کیا آپ نے اسے میرے بارے میں کچھ بتایا تھا ڈاکٹر؟" میں نے اس خیال کے تحت سوال کیا کہ اگر ڈاکٹر سے کسی نے میرے بارے میں کچھ پوچھا ہو تو ڈاکٹر اس کا جواب دے سکے لیکن ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"نہیں مسٹر! ابھی تک اس سے کوئی بات نہیں کی جا سکی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے لیکن ابھی احتیاط کی ضرورت ہے ہم لوگ مسلسل اسے غنودگی کی حالت میں رکھ رہے ہیں۔"

"گویا وہ بچ جائے گی؟"

"ہاں اب اس بات کا امکان ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر" میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

سینڈرا کی طرف سے یہ اطمینان بھی تسلی بخش تھا اور اس بات کا اطمینان بھی ہو رہا تھا کہ کسی نے ڈاکٹر سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ یا پھر بات اگر گہرائی میں ہو تو یہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

ایک بار پھر میرے لیے سوچنے کو بہت سی باتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اگر سفید فام کا تعلق گرین پول سے نہیں ہے تو پھر گرین پول والے کیوں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ میرے پاس جو معلومات تھیں ان کے تحت مجھے گرانڈ ٹاور میں قیام کرنا تھا اور یہیں گرین پول کے نمائندے مجھ سے ملاقات کرتے لیکن نجانے کیوں وہ روپوش تھے یا پھر سفید فام بھی گرین پول کا ہی کوئی آدمی ہو سکتا تھا اور انہوں نے اس طرح یہ بدمعاشی شروع کر رکھی تھی۔ اگر ان غلاظ کی بیوی اور بچے کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس سلسلے میں ذرا بھی متفکر نہ ہوتا اور اطمینان سے یہاں بیٹھا رہتا لیکن اب موجودہ صورت حال قابل تشویش ہو گئی تھی۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ کسی طرح تارینا یا ڈیڈ سے رابطہ قائم کر کے ان لوگوں کو اس صورت حال سے آگاہ کروں اور یہ معلوم کروں کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن یہ کام بھی آسان نہیں تھا۔ میں تو بڑی ذمہ داریاں قبول کرنے کے بعد یہاں پہنچا تھا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ تارینا اور ڈیڈ اب بھی وہاں موجود ہوں گی جہاں سائیکا رہتی تھی اور ضروری نہیں تھا کہ سائیکا سے اب بھی ان کا رابطہ قائم ہو۔

کافی دیر تک غور و خوض کرتا رہا اور پھر دل میں فیصلہ کیا کہ حالات کو اسی طرح ہینڈل کیا جائے جس طرح آج تک کرتا رہا ہوں یعنی آوارہ گردی۔ اور اس آوارہ گردی کے دوران ان لوگوں سے ملاقات۔ میں نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اس بار اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آئی تو اپنے آپ کو ان کی تحویل میں دے دوں گا اور ان کے درمیان گھس کر یہ معلومات کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کیوں میری زندگی کے درپے ہیں۔ اگر فائل کا حصول مقصود ہے تو پھر اُس کے لیے اس انداز میں کوشش کیوں نہیں کی گئی جو مقرر تھا۔ اس میں صرف ایک موقع ایسا تھا جب سفید فام نے مجھ سے فائل طلب کی تھی لیکن نہ ملنے کے بعد وہ بھی مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گیا تھا اور اس کے بعد سے مسلسل یہی کوششیں تھیں کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے آخر کیوں؟ اس کا کیا مقصد تھا؟

یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا۔ جیب میں ریوالور موجود تھا۔

استنبول کی سڑکیں اور وہاں کے تاریخی مقامات میری دلچسپی کا مرکز بن گئے اور میں ان میں گم ہو گیا۔ محل سرا کی فصیل کے اندر بنا ٹرکش آرکیالوجیکل میوزیم کی عمارت میں یونانی عہد کے نوادرات رکھے ہوئے تھے۔ سکندر اعظم کا خالی تابوت اور بابالو کے مندر کے چند ستون میں نے دیکھے پھر اس چار دیواری سے باہر نکلا تو دھوپ شدت سے پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا لیکن دھوپ کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ دوبارہ سے آگے بڑھ کر میں غلطہ پل کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر پل کے نیچے پانی پر تیرتے ہوئے لکڑی کے پلیٹ فارم پر آ گیا۔ یہ سب مسافر تھیں۔ پلیٹ فارم میرے قدموں کے نیچے جھولنے لگا۔ پل کے نیچے مختلف اسٹال بنے ہوئے تھے جن پر بریانی، شوارما، کباب اور چائے، ہر قسم کی چیزیں بک رہی تھیں۔ ٹکٹ والی کھڑکی کے ساتھ بورڈ پر مختلف سمتوں کو روانہ ہونے والے اسٹیمروں کے اوقات درج تھے۔ میں نے بھی ایک اسٹیمر کا ٹکٹ خرید لیا۔ اسٹیمر کی روانگی کا وقت قریب آ گیا تھا۔ ملاحوں نے ایک چوبی تختہ پلیٹ فارم پر پھینک کر اوپر جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ میرے ساتھ کھڑے ہوئے مسافروں نے تمام تکلفات بالائے طاق رکھ کر اسٹیمر پر دھاوا بول دیا۔ میں نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔

اسٹیمر ایک چھوٹا موٹا جہاز لگتا تھا۔ عرشے پر بچھی ہوئی اکثر کرسیوں کو لوگوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تاکہ سفر کے دوران نظارے سے لطف اندوز ہوا جا سکے۔ میں بھی ریلنگ کے ساتھ ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ متعدد اسٹیمر اور کشتیاں یورپ اور ایشیا کے پھیرے لگا رہی تھیں۔ مچھیروں کی کشتیاں ڈول رہی تھیں اور ان کے درمیان ایک چٹان پر لینڈر کا مینار کھڑا ہوا تھا۔

پادریوں نے شہنشاہ کانسٹائن کو بتایا تھا کہ اس کی خوبصورت بیٹی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو گی۔ چنانچہ شہنشاہ نے شہزادی کی مستقل رہائش گاہ کے لیے یہ مینار بنوا دیا تاکہ وہ سانپوں کی پہنچ سے باہر رہے۔ شہزادی سارا دن مینار کی

بلند کھڑکی سے سمندر کو تکتی رہتی۔ شاہی محل سے روزانہ ایک سپاہی کشتی آتی اور شہزادی کو کھانے پینے کی چیزیں دے کر چلا جاتی۔ ایک روز شہزادی نے چوری چھپے مینار کے قریب سے گزرتی ہوئی مچھیروں کی کشتی سے انگوروں کی ٹوکری خرید لی.. اور اُسی شب کالے انگوروں کے نیچے چھپے ہوئے سوزی ناگ نے اُسے ڈس لیا۔ مینار کے دوسری طرف فلارنس نائٹ انگیل اسپتال واقع تھا۔ بائیں جانب محل سرا کا طویل سلسلہ چلا گیا تھا جس کے بیچ بیچ ایک چھوٹی سی بندرگاہ واقع تھی جس کے اب کھنڈرات نظر آرہے تھے۔ سُنا گیا تھا کہ سلطان جب کسی جنگی مہم سے واپس آتا تو جہاز سے اتر کر سیدھا محل سرا میں داخل ہو جاتا۔ حبشی خواجہ سرا ناپسندیدہ اشخاص کو بوریوں میں باندھ کر کھینچتے آتے اور کشتیوں میں رکھ کر سمندر کے بیچوں بیچ ڈبو دیتے۔ پل غلطہ پر سے گزرنے والے ٹریفک کا شور اور سمندر میں چلنے والے جہازوں اور بھونپوؤں کی آوازیں اب دور ہوتی جارہی تھیں۔

ہمارے اسٹیمر نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی۔ سمندر کا پانی تیز دھوپ میں شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ دھوپ کی شدت کو سمندر کی تہ نے اپنے اندر سمو لیا تھا اور اسٹیمر کی اپنی دنیا جاگ رہی تھی۔ سفر نہایت خوشگوار تھا۔ لوگ آرام دہ کرسیوں میں دھنسے سمندر کے نظارے کر رہے تھے۔ الغرض ہر طرح کے لوگ تھے جو نہ صرف ہر خاص ہنگامے مختلف تھیں۔ بڑے بڑے فریم کی گول شیشوں والی عینکیں لگائے، منی اسکرٹ پہنے چیونگم چباتی لڑکیاں جنھیں کسی بھی طور مسلمان نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ادھر سے اُدھر تتلیوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ لہروں کا شور زیادہ ہو جاتا تو آوازیں کچھ دب جاتیں لیکن جب لہروں کی آوازیں کم ہوتیں تو انسانوں کی آوازیں ان پر حاوی ہو جاتی تھیں۔

میں ایک ایک شخص کو دیکھتا رہا اور میری نگاہیں سمندر اور اس کے اطراف کا جائزہ لیتی رہیں۔ ذہن میں متعدد خیالات تھے۔ میں اس ماحول سے بے حد لطف اندوز ہو رہا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا کہ میں کس مقصد کے تحت استنبول آیا ہوں۔ اسٹیمر پر شہزادوں کے جزیرے کی جانب سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں صرف الف لیلیٰ کی داستانیں گونج رہی تھیں۔ تب میری نگاہ ایک معمر خاتون پر پڑی جو نہایت سادہ اور پُر وقار نظر آتی تھیں۔ ان کی شخصیت میں بے پناہ جاذبیت تھی۔ ہاتھ میں ایک بڑا سا تھیلا تھا جس سے شاید وہ مووی فلم بنا رہی تھیں۔ پھر ایک دو بار میرے اوپر سے بھی گزرا۔ اس بار جب انھوں نے میری طرف دیکھا تو میں مسکرا دیا۔ خاتون نے آنکھوں کے پاس سے کیمرا ہٹا کر مجھے دیکھا تب ان کا پورا چہرہ میری نگاہ میں آیا۔

کسی یورپی ملک سے ہی ان کا تعلق تھا۔ میری مسکراہٹ کے جواب میں وہ بھی پُر وقار انداز میں مسکرا دیں اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے نزدیک آگئیں۔

"ہیلو!" انھوں نے شائستہ لہجے میں کہا۔

"ہیلو میڈم۔ معافی چاہتا ہوں آپ کے مشغلے میں دخل انداز ہوا۔"

"کیسے؟" انھوں نے سوال کیا۔

"بس اس طرح کہ آپ کو میری طرف متوجہ ہونا پڑا۔"

"اوہ ہو! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان کبھی بھی تنہا خوش نہیں رہ سکتا۔" خاتون نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"آپ تنہا ہیں؟"

"ہاں۔ بس سیاحت کے لیے آئی تھی یہاں لیکن تنہائی تو ہر قدم پر ضروری ہوتی ہے۔ مجھے مختلف شناسا ملتے رہے ہیں۔ اتفاق سے اسٹیمر پر ابھی میری ملاقات کسی سے نہیں ہوئی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ شہزادوں کے جزیروں کی سیر میں آپ مجھے اپنا شریک بنا لیجیے۔ مجھے خوشی ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آف کورس۔ میرا نام میریپسا گراہم ہے۔ آسٹریلیا سے تعلق ہے۔ بہت سے ممالک کی سیر کر چکی ہوں۔ استنبول پہلی بار آئی ہوں۔" خاتون نے اپنا تعارف کرایا۔

"آپ مجھے اسٹوڈن کہہ کر پکار سکتی ہیں۔"

"گڈ۔ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ڈیئر اسٹوڈن۔" خاتون نے مشفق لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک جزیرہ آیا اور لوگ اسٹیمر سے نیچے اترنے لگے۔ میں نے آگے قدم بڑھائے تو خاتون نے کہا۔ "آخری جزیرے پر اتریں گے۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔" چنانچہ ہم دونوں ساتھی بن گئے تھے اور اس معمر عورت کی معیت میرے لیے کسی طور بری نہیں تھی چنانچہ میں نے اُن کی بات مان لی اور واپس اپنی جگہ آگیا۔

آخری جزیرہ واقعی دوسرے جزیروں سے بہت زیادہ خوبصورت نظر آرہا تھا۔ سمندر کی نیلاہٹ میں سرسبز اور شاداب درختوں کا ایک جھنڈ، خوبصورت سفید مکانات اور سرخ مٹی کی ایک لکیر جو ساحل کو چھو رہی تھی۔ ساحل کے ساتھ قہوہ خانے اور ریستوران بکھرے ہوئے تھے جن کے ویٹرز سفید جیکٹوں میں ملبوس ہاتھ میں مینو کارڈ اٹھائے اسٹیمر سے اترنے والے گاہکوں کا انتظار کر رہے تھے۔ اکثر لوگ اسٹیمر سے اتر کر ساحل سے پرے خوبصورت پہاڑیوں پر نگاہ ڈالے بغیر فٹ پاتھ پر لگی کرسیوں پر بیٹھ کر دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کرنے لگے اور ان میں سے کچھ

لوگ پیدل یا گھوڑا گاڑیوں میں بیٹھ کر جزیرے کی سیر کو چل دیے... چاروں طرف پہاڑیوں پر سرو اور صنوبر کے درخت اپنی پُر سکون خوشبو کی تلاش میں بکھرے ہوئے تھے۔ میں بھی میڈم میریپسا کے ساتھ اسٹیمر سے اتر کر سڑک کے ڈھلوان کی جانب چل پڑا۔ وہ خود ہی میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ راستے میں انھوں نے کہا۔ "میں دو بار ان جزیروں پر آچکی ہوں۔ دل کرتا ہے تمہیں بھی یہ حسین ایسی پُر سکون جگہ ہے یقیناً تمہیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی دوسروں کی مانند؟"

"ہاں یقیناً!" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ خاتون اور ہوٹلوں میں صورت حال ذرا مہنگی ہو جاتی ہے۔ اگر تم بہت زیادہ دولت مند نہیں ہو تب بھی بہتر یہی ہوگا کہ ہم پیسوں کی بچت کر لیں۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جزیرے کے چوک پر رک گئے۔ مختلف دکانوں پر گوشت، مچھلیاں، پنیر اور دیسی گھی دوسری چیزیں کثرت سے نظر آرہی تھیں۔ ہم بھی ایک دکان کے سامنے رک گئے۔ وہاں سے ہم نے کچھ چیزیں خرید لیں اور پھر جزیرے کے ایک خوبصورت گوشے کی جانب چل پڑے۔

میڈم میریپسا بدستور میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ انھوں نے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیر کے درختوں کے اس جھنڈ کے پاس ایک خوبصورت پوائنٹ ہے۔ وہاں چلتے ہیں۔"

چوک کے گرد درختوں تلے قدیم طرز کی بگھیاں کھڑی ہوئی تھیں جن میں رنگین جھالروں اور گول پھندنوں سے سجی ہوئی گھوڑوں کے ساز نہایت نفیس قسم کے تھے اور ان کے گلوں میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے میڈم میریپسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو یہ چڑھائی چڑھتے ہوئے ذرا دقت ہو گی۔"

"نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو دقتوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

میں نے گردن جھکائی اور اُن کے ساتھ چل پڑا۔ ہمارا رخ بلندی کی جانب تھا۔ سڑک کے دونوں طرف سفید رنگ کے خوشنما مکانات بنے ہوئے تھے جن کے گرد چھوٹے چھوٹے باغیچے سرخ ٹیلے اور کاسنی پھولوں سے لدے پڑے تھے۔ وہ ڈھلان بھرے تنگ و مرمریں فواروں کے گرد خودرو بیلیں لپٹی ہوئی تھیں۔ بھیسے اور خوشنما بیلوں نے مکانات کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ سمندر سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے تو گلاب کی بیلیں دیواروں سے چھوٹ کر ادھر ادھر کھڑکیوں میں جھانکنے لگتیں۔ ہر طرف ایک سحر انگیز سکوت پھیلا ہوا تھا۔

کافی دور پہنچنے کے بعد میں نے میڈم میریپسا کی طرف دیکھا۔

اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ ان کی سانس ہموار تھی۔

کچھ بگھیاں ان راستوں کو طے کر رہی تھیں اور گھوڑوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں چھن چھن چھنک رہی تھیں۔ ہم لوگ سرو کے ان گھنے جنگل کے قریب پہنچ گئے جہاں درختوں کی چھاؤں میں خودرو جنگلی گھاس کی تہیں بچھی ہوئی تھیں۔ ان میں اکا دکا پھول بھی نظر آرہے تھے۔ چنانچہ ایک خوبصورت جگہ منتخب کر کے ہم وہاں بیٹھ گئے۔

میڈم میریپسا بے حد خوش نظر آرہی تھیں۔ انھوں نے کئی بار میری جانب دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں میں محبت کی چمک تھی۔ میں بھی ان خاتون کے قرب سے متاثر تھا۔ یہاں سے جزیرہ مرمرا اور اس میں بکھرے ہوئے خوبصورت جزیرے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ خوراک کا بنڈل زمین پر رکھنے کے بعد میں نے پاؤں پھیلا دیے۔

میڈم میریپسا کہنے لگیں۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ پہلے ہم کھانا کھا لیں۔ خاص طور سے اس چڑھائی نے بھوک تیز کر دی ہے۔"

"یقیناً۔ میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔"

"عورت کا مقام اس کے پاس رہتے ہو دو۔" انھوں نے کہا اور میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ میڈم میریپسا نے کھانا زمین پر سجا دیا اور اس کے بعد ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔

"کیا خیال ہے اس جگہ کے بارے میں؟" انھوں نے سوال کیا۔

"آپ کا انتخاب لاجواب ہے۔" میں نے جواب دیا اور میڈم میریپسا کھانے میں مصروف ہو گئیں۔ "سیاحت کی زندگی نے آپ کو بہت سے واقعات سے روشناس کرایا ہوگا؟"

"سیاحت ہی کی زندگی کیا، انسان کی زندگی تو واقعات کا مجموعہ رہی ہوتی ہے۔ بھلا اس کے لیے سیاحت کی کیا ضرورت ہے۔ گھر کی چار دیواری میں بیٹھ جاؤ اور اپنا تجزیہ کرو، ہر لمحہ ایک نیا واقعہ کا منظر ہوگا۔" انھوں نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔

"آپ کے بارے میں کچھ اور معلوم کر سکتا ہوں؟"

"بس کچھ نہیں۔ میری زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو قابل ذکر ہو۔ یوں سمجھو کہ ساری زندگی ہی سیاحت میں گزاری ہے۔ بچپن ہی سے یہ شوق ہے۔ والدین کا عطیہ ہے اسے لیے آج تک اسے سینے سے لگائے ہوئے ہوں۔"

"شادی نہیں کی آپ نے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اپنی زندگی کا محور تلاش کر لیا تھا اور اس کے بعد مزید کسی شے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خاندان سے جدا

ہر شخص کی کمی پوری ہو جاتی ہے، محبتوں کے لیے رشتوں کا تعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ بعض رشتے خود بخود استوار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یوں ہوتا ہے کہ ساری زندگی کم از کم اس رشتے کی طلب نہیں رہتی۔"

"آپ کی باتوں میں بڑی گہرائی ہے۔" میں نے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہتر یہ ہوگا کہ انسان کو اوپری سطح سے دیکھو، گہرائیوں میں اترو گے تو ذہن الجھتا چلا جائے گا۔" میڈم میریلیا نے پھر ایک فلسفیانہ بات کہی۔

"بہرحال آپ سے مل کر از حد مسرت ہوئی مجھے۔"

"خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، تم خود اچھی شخصیت کے مالک ہو۔ کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟" انھوں نے سوال کیا۔

"بس یوں سمجھیے میڈم کہ بے سمت میری بھی زندگی ہے۔ میں نے بھی اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ دنیا میں آوارہ گردی کرتے گزارا ہے۔"

"ہوں اور کچھ...؟"

"نہیں، ظاہر ہے انسان کو اس کی اوپری سطح سے دیکھو۔"

میں نے کھلا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ میڈم میریلیا بھی مخمور انداز میں مسکرا دی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ آرام کرنے اطمینان سے گھاس پر لیٹ گئے۔ میڈم میریلیا نے کہا۔ "کسی زمانے میں جب ترک شہزادے محل سرا کی کسی سازش میں ملوث پائے جاتے یا کسی وجہ سے سلطان کے زیر عتاب آ جاتے تو انھیں ان جزیروں میں نظر بند کر دیا جاتا تھا۔ یہاں کی ہواؤں میں ان کی آوازوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ بس ذرا ذہن کو ان کی جانب لگا دو... اور پھر محسوس کرو کہ کیسے خوشگوار تاثرات تمھارے ذہن میں ابھر آتے ہیں۔"

"یقیناً۔" میں نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے ان شہزادوں کا تصور کیا اور دیر تک ان کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے یوں ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ترک شہزادوں کے دور میں پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیفیت خاصی دیر تک رہی۔ تصورات بنتے اور بگڑتے رہے پھر نجانے کیوں ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی ماحول آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں نے چونک کر میڈم میریلیا کو دیکھا لیکن وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھیں۔ میں حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور ان کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اطراف اور پھر وہاں سے ڈھلانوں پر نگاہ دوڑائی۔ میڈم میریلیا جس قسم کی خاتون تھیں، اس سے یہ بعید نہیں تھا کہ فطرت کے حسین نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہ یہاں سے آگے بڑھ گئی ہوں۔

ہر چند کہ میرا ان سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا لیکن ان کی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا۔ بڑی پر وقار اور عمدہ شخصیت کی مالک تھیں وہ لیکن نجانے کیوں اس طرح اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ دور دور تک ان کے وجود کا نشان نہیں ملتا تھا۔ اگر وہ ٹہلنے گئی بھی تھیں تو انھیں زیادہ دور نہیں جانا چاہیے تھا۔ کہیں حادثے کا شکار تو نہیں ہو گئیں۔ ابھی اتنا ہی سوچا تھا کہ دفعتاً سرو کے درختوں کے عقب سے ایک بھاری بھرکم چوڑی جسامت کا مقامی شخص باہر نکل آیا۔ اس کا چہرہ دراز باشندوں کی طرح خوب صورت نہیں تھا بلکہ شاید وہ کسی اور علاقے سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس کے بدن پر لباس مقامی تھا۔ سر پر ترکی اسٹائل کی ٹوپی لگی ہوئی تھی۔ چوڑے چکلے بدن سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ بے حد طاقتور ہے لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ میری جانب تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دل دھک سے ہو کر رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ شخص نہیں تھا بلکہ یہ احساس تھا کہ کیا میڈم میریلیا کی گمشدگی بھی اسی شخص سے متعلق ہے؟ کیا میڈم میریلیا...؟ لیکن اس بات پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایسی مشفق نگاہوں، محبت چھلکاتے گفتگو کرنے والی عورت غلط نہیں ہو سکتی۔ پھر آخر وہ کہاں گئی؟

آنے والا میرے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سانپ کی سی کیفیت تھی اور ہونٹ اس طرح بھنچے ہوئے تھے کہ اس کی شخصیت مزید خوفناک ہو گئی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ اگر میں نے ذرا بھی جدوجہد کرنے کی کوشش کی تو وہ بے دریغ مجھے گولی مار دے گا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان سے کافی واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"تمھیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔

"کہاں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"آسمانوں میں پرواز کرو گے یا زمین پر ہی سفر کرنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

میرے سوال کو وہ چند لمحے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "بہت زیادہ ذہین بننے کی کوشش مت کرو۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو اپنی موت کے ذمے دار خود ہو گے۔ چلو، آگے بڑھو۔"

"کس طرف؟" میں نے سوال کیا۔

"چلتے رہو۔" اس نے سامنے ہی کی طرف اشارہ کیا اور مجبوراً مجھے آگے بڑھنا پڑا۔

میں نے خیال کیا کہ شاید وہ تنہا ہے۔ جسمانی طور پر وہ بہت طاقتور ہے اور اگر میں اس سے لڑوں تو اس کے لیے مجھے خاصی زبردست جدوجہد کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اس جیسے شخص کو زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کی لگائی ہوئی کوئی ضرب مجھے زندگی سے دور کر سکتی تھی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں پستول موجود تھا۔ مجھے ایک بات کا اور بھی احساس ہوا تھا کہ یہ کرائے کا شخص معلوم ہوتا ہے۔ بذات خود زیادہ ذہین نہیں ہے کیونکہ اگر ذہین ہوتا تو سب سے پہلے پستول کی نال میری کمر سے لگا کر میری تلاشی لینے کی کوشش کرتا اور میرا پستول اپنے قبضے میں کر لیتا۔ لیکن ایسا نہ کر کے گویا اس نے اپنے لیے عذاب مول لے لیا تھا۔ اب مجھے صرف ایک بات کا انتظار تھا۔ کسی بھی لمحے اس سے چوک ہو تو میں اس کا فائدہ اٹھاؤں۔ میں ایک سمت ڈھلانوں میں اترتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہی مجھے اپنا خیال غلط محسوس ہونے لگا۔ وہ شخص اب اتنا احمق بھی نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے اپنے آپ کو اتنے فاصلے پر رکھا تھا کہ اگر میں پلٹ کر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کروں تو اس دوران اسے پستول استعمال کرنے کا موقع مل جائے۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ڈھلانوں پر کئی بار میرے قدم لڑکھڑائے۔ یہ سب کچھ میں نے جان بوجھ کر کیا تھا لیکن وہ متاثر نہیں ہوا۔ وہ مجھ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اگر میں اس وقت پستول نکالنے کی کوشش بھی کرتا تو اس میں شاید ہی کامیابی نصیب ہوتی۔

تقریباً بیس منٹ تک ہم آگے بڑھتے رہے۔ اس کے بعد اس شخص نے ایک طرف رخ بدلنے کے لیے کہا۔ یہ ایک بڑا سا درہ تھا۔ شہزادوں کے جزیرے پر پہاڑوں کے درمیان اس درے کا سفر طے کرتے ہوئے مجھے پانی کی آواز سنائی دی اور اب مجھے احساس ہوا کہ وہ مجھے سمندر کے کنارے پر لیے جا رہا ہے۔ میں نے مڑ کر سمندر سے ساحل کی جانب دیکھا۔ درے سے نکلتے ہی ساحل نظر آ گیا تھا۔ وہاں ایک سفید لانچ کھڑی ہوئی تھی اور لانچ کے پاس دو آدمی اور موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اب کسی قسم کی جدوجہد حماقت ہوگی۔ فی الحال تو میں ان لوگوں کے جال میں پھنس ہی گیا ہوں۔ لیکن پھر یہ خیال بھی آیا مجھے کہ میں نے تو خود ہی ان لوگوں کے جال میں پھنسنے کا فیصلہ کیا تھا۔

لانچ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے مجھے لانچ پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ بے وقوفوں نے ابھی تک میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال میں خاموشی سے لانچ میں سوار ہو گیا۔ سیاہ فام ترک بھی میرے پیچھے ہی لانچ پر آ گیا تھا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ لانچ کے ایک تختے پر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں مجھ پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے وہ پتھر کا بت ہو۔ میں بھی خاموشی سے سامنے بیٹھ گیا اور ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے لانچ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا لیکن افریقی کی زبان سے کوئی جواب نہیں نکلا۔ "میں پوچھ رہا ہوں کہ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟"

"تمھارے لیے خاموشی ہی بہتر ہوگی۔" افریقی نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ خاموشی میرا دماغ خراب کر دے گی۔"

"ہمیں دماغ درست کرنا اچھی طرح آتا ہے۔" اس بار دوسرے آدمی نے جو مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا، کہا۔

"خوب۔ تم بھی بول لیتے ہو... میرا تو خیال تھا کہ تم لوگوں میں سے کسی کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہماری زبان کھلنا تمھارے حق میں سود مند نہیں ہوگا۔ بہتر ہے تم اس لیے خاموش ہی بیٹھو... کیونکہ ہماری زبان کے ساتھ

ساتھ جاتے ہیں ہاتھ بھی کھل جاتے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ کھولو۔"

"تم ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو، کوئی بھی لمحہ تمھاری موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اس لیے بہت زیادہ دلیر بننے کی کوشش مت کیا کرو، سمجھے۔"

"میں جانتا ہوں، جیسے تم لوگ اب تک مجھے قتل کرنے کی کتنی کوششیں کر چکے ہو۔"

"ہم لوگ!" اس شخص نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں، تم لوگ۔"

جب دقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو! اور میں سمجھا شاید باتوں میں الجھا کر کوئی ایسی کاسوالی کرنا چاہتے ہو جو تمھارے حق میں مفید ثابت ہو۔ ٹھیک ہے کوشش کر ڈالو۔ یہاں سمندر خاصا گہرا ہے۔ یہ لانچ اگر تباہ ہو گئی تو اس کے بعد تم کسی خشک جگہ نہیں پہنچ سکو گے۔"

"خوف زدہ ہو مجھ سے؟" میں نے سوال کیا اور وہ شخص عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

"چھوڑو چلیے کتنے رہو۔ ہمیں صرف تمھیں ایک مقام تک لے جانا ہے۔"

"کہاں؟ یہی بتا دو۔"

"بس بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے تم خود ہی دیکھ لو گے۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا چلو ایک بات اور بتا دو۔" میں نے کہا۔

"عجیب آدمی ہو! میں کہتا ہوں خاموش رہو اور تم بک بک کیے جا رہے ہو۔"

"افسوس دوستو! میں خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ زبان نہ چلی تو پھر میرے ہاتھ چلنا شروع ہو جائیں گے، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔" میں نے کہا اور اس شخص نے سیاہ فام کی طرف دیکھا۔

سیاہ فام کی آنکھوں میں سرخی لہرا رہی تھی۔ اس نے پستول کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد اگر تمھاری زبان سے ایک لفظ بھی نکلا تو میں اس پستول کی چھ گولیاں تمھارے سینے میں اتار دوں گا، سمجھے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے، میں جانتا ہوں۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تمھیں تو تم بہت پہلے اسی جگہ مجھے قتل کر چکے ہوتے، سمجھے۔ اس لیے فضول قسم کی احمقانہ دھمکیاں مت دو۔ میں بھی کوئی بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔"

سیاہ فام اس دوسرے آدمی کی طرف دیکھنے لگا جو لانچ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے غالباً غیر محسوس انداز میں سیاہ فام کو اشارہ

کیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "کیا بکواس کرنا چاہتے ہو، کرو۔"

"احمقانہ بدتمیز آدمی ہو تم۔ میں تم سے شریفانہ لہجے میں بات کر رہا ہوں اور تمھارے بولنے کا انداز۔۔۔"

"خدا کے بندے! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم شریفانہ انداز لہجے میں گفتگو ہی نہ کرو۔"

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بکو، تو تم کیا بکنا چاہتے ہو۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیا میڈم میرلیسا تمھاری ساتھی تھی؟"

"کون میڈم میرلیسا؟"

"وہی بوڑھی عورت جو میرے پاس موجود تھی۔" میں نے کہا اور وہ شخص قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"بوڑھی عورت!" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"کیوں؟"

"اس کی عمر صرف اکتیس سال ہے۔"

"کیا!" اس بار حیران ہونے کی باری میری تھی۔

"ہاں۔ اس کی عمر صرف اکتیس سال ہے۔ نام میرلیسا ہے لیکن عمر۔۔۔" وہ مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسنے لگا۔

"بکواس کر رہے ہو تم؟"

"ملاقات ہو جائے گی اس سے تمھاری، فکر مت کرو۔" اس شخص نے جواب دیا لیکن میری زبان واقعی بند ہو گئی تھی۔ میں میڈم میرلیسا کی شکل و صورت، اس کے گفتگو کرنے کا طریقہ، ہر بات پر غور کر رہا تھا۔ تو یہ شخص بکواس کر رہا ہے یا اگر واقعی میرلیسا وہ نہیں تھی جو نظر آتی تھی تو میں اس بات کو تسلیم کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ میں نے شاندار دھوکا کھایا تھا۔ وہ لڑکی یا شاندار عورت میرے دل پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کی پر کشش شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا اور آج یہ حقیقت ہے کہ اگر اس وقت کوئی نوجوان لڑکی یا کوئی کھلنڈری سی شوخ مزاج کی مالک لڑکی ہوتی تو میں قطعی اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ اپنے آپ کو ویسے ہی رکھتا۔ ان لوگوں نے اگر اس شکل میں میرے پیچھے لگایا تھا تو اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں تھا کہ انھوں نے ذہانت سے کام لیا تھا۔

میری خاموشی سے وہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر اسی شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مزہ آیا؟"

"واقعی آ گیا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ زور سے ہنس پڑا۔

سمندر کا سفر واقعی زیادہ طویل نہیں تھا اور میں نے

اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جگہ جہاں اسٹیمر جا رہا ہے، یقینی طور پر جزائر انڈمان کے جزیروں میں سے کوئی ایک جزیرہ ہے۔ اس دوران کسی قسم کی بدمزگی واقعی حماقت تھی۔ اس لیے میں نے سوائے ان سے گفتگو کرنے کے اور کوئی کام نہ کیا۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد اس دوسرے جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئے اور ساحل سے تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے مزید دو آدمیوں کو دیکھا جو کوئی یورپین معلوم ہوتے تھے۔ ان کے چہرے دور سے نمایاں نہیں تھے لیکن قریب پہنچ کر میں نے ان میں سے ایک کو پہچان لیا۔ یہ وہی سفید فام تھا جس نے پہلی بار گنگا نگر نادرلی میں مجھ سے ملاقات کی تھی اور اپنے ساتھی کی لاش چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔

مجھے ان کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ سفید فام کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی دلچسپی سے میری جانب نگراں تھا۔ وہ دونوں آدمی جو اسٹیمر پر آئے تھے، مجھے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے، البتہ سیاہ فام پستول ہوا اب بھی میرے پیچھے تھا۔ چند لمحے ہم خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر سفید فام نے انگوٹھے کے اشارے سے مجھے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا۔ ظاہر ہے سیاہ فام کے پستول کے بل پر مجھے آگے بڑھنا ہی تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ یہاں کا ماحول بالکل سنسان معلوم ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی موجود نہ ہو۔ راستے بھی ناہموار تھے۔

میں ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور اب میں سوچ رہا تھا کہ یہ سب پاگل ہی معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں کم از کم میرا پستول بھی اپنے قبضے میں کر لینا چاہیے تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں اس طرح لڑکھڑایا جیسے میرا پاؤں پھسل گیا ہو۔ سیاہ فام میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور اس وقت وہ اپنا فاصلہ برقرار نہیں رکھ سکا تھا کیونکہ ہم ڈھلان پر تھے۔ چنانچہ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور اسی وقت میں نے انتہائی پھرتی سے اپنا کام دکھا دیا۔ جیسے ہی سیاہ فام مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر پہنچا، میں نے ایک دم پیچھے گھوم کر اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ کر کلائی سے پر رکھ لیا۔ اس کے ہاتھ پر دباؤ پڑا تو ٹریگر پر اس کی انگلی دب گئی اور سفید فام کا دوسرا ساتھی جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، ایک دلخراش چیخ کے ساتھ اوندھے منہ گر پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے سیاہ فام کو کندھے پر اٹھا کر سامنے دے مارا تھا۔

سیاہ فام پستول سمیت گرا لیکن میں اسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ جیسے ہی زمین پر گرا میں نے اپنے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اس کی اس کلائی پر ماری جس میں پستول تھا۔ پستول اچھل کر کافی دور جا گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی سیاہ فام کی چیخ بھی

سنائی دی تھی۔ وہ سفید فام جس کی آنکھوں میں میرے لیے کینہ توزی کے آثار نمایاں تھے، وحشت زدہ انداز میں پلٹا لیکن میں نے اسے کوئی موقع نہیں دیا تھا۔

میں برق رفتاری سے اچھلا اور اس کے سینے پر دولتی مارنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی چالاک آدمی تھا۔ میں پہلے بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ جسمانی مہارت کا ماہر ہے، ورنہ ہوٹل میں اس طرح میرے ہاتھوں سے نکل جانا کسی معمولی آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس عرصے میں سیاہ فام بھی ایک دم سے کھڑا ہو گیا اور اس نے پوری قوت سے میری گردن پکڑ لی۔ اس کی انگلیاں آہنی شکنجوں کی طرح میری گردن میں پیوست تھیں اور میں ان سے نجات حاصل کرنے کی بھرپور جدوجہد کر رہا تھا۔

دفعتاً میں نے دایاں گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ میں مارا۔ یہ حربہ کارگر رہا۔ اس کی گرفت جونہی ڈھیلی ہوئی میں نے اپنی گردن چھڑا کر اسے دھوبی پاٹ لگا کر نیچے گرا دیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی میں نے پوری قوت سے ایک گھونسا اس کے سینے پر رسید کر دیا۔ پسلی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی سیاہ فام دونوں ہاتھوں سے سینہ دبائے ہوئے ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح بلبلانے لگا۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر ایک اور ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا پھیپھڑا پھٹ گیا ہے۔

میں اسے اس اذیت سے نجات دلانے کے لیے ایک اور ہاتھ رسید کرنا چاہتا تھا کہ سفید فام نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ ہم دونوں گتھم گتھا ہو کر ایک گڑھے میں جا گرے۔ دونوں ہی کے سروں میں چوٹ لگی تھی۔ سفید فام کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے میرے نرخرے پر جمے ہوئے تھے۔ اس نے پوری قوت سے میری گردن پر دباؤ ڈالتے ہوئے مجھے چند لمحے کے لیے قابو میں کر لیا تھا۔ پھر وہ غرایا۔ "قاتل کہاں ہے؟ جواب دو۔ یہ تمھاری زندگی کا آخری وقت ہے۔ اس وقت جھوٹ بولو گے تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" وہ میرے سینے پر سوار تھا۔ اس کے بوجھ اور گلے کی گرفت کی وجہ سے مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اپنی تمام قوت کو مجتمع کر کے ایک خاص داؤ استعمال کیا اور سفید فام اچھل کر دور جا گرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب میری آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ میرا مقصد کیا ہے۔ بس میرا مدمقابل میرے سامنے تھا۔ سیاہ فام شاید اب اٹھنے کے قابل

نہیں رہا تھا اس شخص کا دوسرا ساتھی مر چکا تھا یا مرنے والا ہوگا۔ جب قتل و غارت گری ہی ان لوگوں کا مقصد بن گئی ہے تو پھر میں اس سے گریز کیوں کروں۔

دوسرے ہی لمحے سفید فام نے شاید پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں ایک بار پھر فضا میں اچھلا اور میرے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔ وہ بری طرح پیچھے گرا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور جھنکارتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

مجھے خالی ہاتھوں ہی سے اس کا مقابلہ کرنا تھا چنانچہ میں نے کوشش کی کہ کسی ہوا کے جھونکے کی طرح آجاؤں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس سے قبل کہ میں گردش کے انداز سے اچھل کر اوپر جانے کی کوشش کرتا، سفید فام نے جھک کر اپنے پیر کے قریب بندھے ہوئے ایک خنجر کو نکال لیا۔ چوڑا اور مخصوص ساخت کا خنجر اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کی نگاہیں کسی خونخوار سانپ کی طرح مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"فائل کہاں ہے؟ جواب دو۔۔۔ ورنہ یہی گڑھا تمھارا مدفن بن جائے گا۔" وہ غرایا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے دوست۔ سوچا تو یہ تھا کہ تم سے تمھارے بارے میں معلومات حاصل کروں گا لیکن تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تمھاری مرضی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو۔" میں نے اس کے خنجر والے ہاتھ پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔ میری بات کا جواب دینے کے بجائے اس نے اتفاقی پھرتی سے اپنے خنجر والے ہاتھ کو جنبش دی ۔۔۔ اس کی چالاکی کا کوئی جواب نہیں تھا چونکہ اس جنبش سے جیسے ہی میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اس نے پھرتی سے اپنے کوٹ کی جیب میں سے ریوالور نکال لیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھوں میں دو ہتھیار تھے۔ خنجر اور ریوالور، جبکہ میں ابھی تک اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔

اس کی اس حرکت پر میں بھونچکا رہ گیا۔ بڑی خوفناک صورت حال ہوگئی تھی۔ خنجر کی حد تک تو میں شاید اس پر قابو پا لیتا لیکن ریوالور۔۔۔ اسے شاید یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں تازہ صورت حال سے کسی قدر پریشان ہوگیا ہوں چنانچہ وہ خنجر والے ہاتھ کو لہراتا ہوا آہستہ آہستہ میری جانب بڑھنے لگا۔

"سنو! رک جاؤ۔ بے وقوفی کی حرکتیں مت کرو۔ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو فائل تم کبھی بھی حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"میں جانتا ہوں۔ فائل کے بغیر میری زندگی بھی ممکن نہیں ہے لیکن اگر تم نے مجھے فائل کے بارے میں نہیں بتایا تو پھر تمھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا، خواہ تمھاری لاش مجھے ان لوگوں کو پیش کرنا پڑے۔"

اس کی ایک بات سے مجھے ایک سوال کا جواب تو مل گیا، وہ یہ کہ وہ کسی اور کے لیے کام کر رہا تھا لیکن وہ کون لوگ ہیں اس کے بارے میں قطعی اندازہ نہیں ہوسکا تھا اور نہ ہی اس سلسلے میں کچھ سوچنے کا موقع تھا۔ کوئی عمل، کوئی ایسا فوری عمل جو میرے لیے کارآمد ثابت ہوسکے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اگر فائل تمھیں مل بھی جائے تو اس کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ جو مجھے قتل کرنے کی اتنی کوششیں کر چکے ہو، اگر میں مر جاتا تو پھر وہ فائل کس طرح حاصل کر سکتے تھے؟"

"ان تمام باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں صرف اپنی بات کا جواب چاہتا ہوں، فائل کہاں ہے؟" اس نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر ایک لمحے کے لیے اپنے عقب میں بھی دیکھ لو۔" میں نے مسکرا کر کہا حالانکہ پرانی بات تھی اور سیکڑوں بار آزمائی جا چکی تھی لیکن انسان بھی اتنا ہی بے وقوف ہے۔ بار بار دھوکے کھاتا ہے۔ میری یہ کوشش کامیاب رہی۔ ایک لمحے کے لیے اس کی نگاہ مجھ پر سے ہٹی تھی اور یہی لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کر دی اور ریوالور اچھل کر دور جا پڑا۔

سفید فام لڑکھڑا کر رہ گیا تھا لیکن پھر وہ فوراً ہی سنبھلا اور دوسرے ہاتھ میں خنجر لہراتا ہوا دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے ایک بار پھر اچھل کر پیر کی ٹھوکر لگائی۔ اس مرتبہ خنجر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سفید فام بھی پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن اب میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ اس نے سنبھل کر مجھے پکڑنا چاہا لیکن میں نے پھرتی سے اس کی ٹانگ پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا اور وہ لہراتا ہوا نیچے گر گیا۔

میں فوراً ہی اس پر سوار ہوگیا تھا۔ میں نے اس کا بازو پوری قوت سے موڑ دیا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی وہ بری طرح چلا اٹھا تھا۔ میں اس کے بازو کو مسلسل جھٹکے دیتا رہا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے قریب پڑا ہوا خنجر اٹھا لیا لیکن اسے استعمال کرنے کا موقع اسے نہیں مل سکا کیونکہ میں نے اس کا دوسرا بازو بھی ناکارہ کر دیا تھا۔ اور اب اس کی حالت کافی خراب محسوس ہو رہی تھی۔ تب میں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "ہاں اب تم مجھے ان لوگوں

کے بارے میں بتاؤ دوست جو تمھاری صورت حال بدل چکی ہے۔" میں نے خنجر اٹھا کر اس کے کوٹ کی آستین کو کاندھے سے کاٹ دیا۔ وہ سراسیمہ سا ہوگیا تھا۔ تب میں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی گوشت چیر کر باہر نکل آئی تھی اور زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ "اگر تم مرنا چاہتے ہو تو میں تمھاری یہ خواہش ضرور پوری کر دوں گا لیکن اگر زندگی چاہتے ہو تو بتاؤ کس کے لیے کام کر رہے ہو؟" میں نے غرا کر پوچھا۔

"میں۔۔۔ میں نہیں بتاؤں گا۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے درندگی سے کہا اور خنجر کی نوک اس کی گردن پر لگا کر اسے پشت کی طرف کھینچ دیا۔ اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکل گئی تھیں۔ میں نے ایک اور زخم اس کی شکل میں اس کے ہاتھ پر بنایا اور وہ بلبلا اٹھا۔

"سنو! سنو رک جاؤ۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔ میں۔۔۔ میں تمھیں کچھ بتا دوں گا تو بھی۔۔۔ تو بھی میری زندگی محفوظ نہیں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میں اپنا وقت نہیں ضائع کر سکتا۔" میں نے یہ کہہ کر خنجر اس کے گلے پر رکھ دیا اور اس پر دباؤ ڈالنے لگا۔

اس کی آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔ موت کے آخری لمحات اس کی نگاہوں کے سامنے آ گئے تھے۔ اس نے ایک بار پھر چیخنے کے انداز میں کہا۔ "رکو تو سہی۔۔۔ رک جاؤ، رک جاؤ پلیز۔"

"جواب۔۔۔ صرف جواب۔"

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ حسن پاشا کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"یہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ٹریکوش باتھ، ٹریکوش باتھ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"پورا جواب دو۔"

"حسن پاشا۔ ٹریکوش باتھ کا مالک ہے۔"

"حسن پاشا کا تعلق کس سے ہے؟ کیا گرین ہول سے؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا لیکن اس کی آواز بند ہونے لگی۔ اس کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ تشنجی انداز میں اپنے بدن کو جنبش دے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں نے یہی سوچا کہ شاید وہ اداکاری کر رہا ہے لیکن نجانے کیا ہوگیا تھا۔ شاید تکلیف سے اس کے دل کی حرکت بند ہوتی جا رہی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد اس کا بدن بے جان ہوگیا۔

مجھے حیرت تھی، بڑی شدت حیرت تھی۔ ایسی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس طرح ہلاک ہو جاتا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر غصے سے ہونٹ بھینچتے ہوئے میں نے کہا۔ "اگر تم اداکاری کر رہے ہو تو تمھاری یہ اداکاری تمھاری زندگی کا آخری سچ ثابت ہوگی۔" لیکن میرے اس جملے پر وہ کچھ نہیں بولا۔ میں نے چاقو کی نوک اس

کی گردن کی شہ رگ پر زور سے دبائی لیکن کیفیت سے اپنے آپ کو بے حس و حرکت رکھا تھا، البتہ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اس کا خون آ سکتا ہے۔ شہ رگ کٹ گئی تھی اور اس سے خون بہنے لگا تھا لیکن خون کے بہنے کی رفتار اتنی سست تھی کہ مجھے افسوس ہونے لگا اور اب واقعی مجھے یقین ہوگیا کہ وہ میرے خنجر کے استعمال سے پہلے ہی مر چکا تھا۔

اس کی موت پر مجھے تعجب بھی تھا اور افسوس بھی۔ اس سے زیادہ معلومات چاہیے تھیں اور اس نے صرف اتنا ہی بتایا تھا۔ حسن، حسن پاشا اور ٹریکوش باتھ۔۔۔ یہ دونوں چیزیں میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں اور پھر اس کے دل کی حرکت پر غور کرنے لگا۔ واقعی اس کا بدن بے جان تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر اس کا ساتھی پڑا ہوا تھا۔ سیاہ فام ساتھی بھی بہت دیر پہلے ختم ہو چکا تھا۔ بڑی عجیب سی صورت حال پیش آگئی تھی۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اس گڑھے سے نکل آیا۔

تین آدمی ہلاک ہوگئے تھے ویسے بہت سے واقعے ایسے آ چکے تھے کہ جب مجھے اپنی زندگی بچانے کے لیے یا کسی مہم کی انجام دہی کے لیے قتل و غارت گری کرنا پڑی تھی لیکن آج پہلی بار بے بسی اور اتنی مجبوری کے عالم میں مجھے پہلی بار اس طرح انسانی زندگی کو ختم کرنا پڑ رہا تھا جو مجھے خود پسند نہیں تھا لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہی تھی، کیا کر سکتا تھا۔

باہر پہنچ کر میں نے اپنے لباس وغیرہ کا جائزہ لیا اور پھر لاشوں کے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں کہ میری کوئی ایسی چیز تو نہیں رہ گئی جس کی وجہ سے میرے بارے میں کسی کو شبہے کا موقع مل سکے لیکن بظاہر ایسی کوئی چیز نہیں تھی چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب مجھے ایسی جگہوں کی تلاش تھی جہاں سے میں واپس پہنچ سکوں۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا، یہ جزیرہ بھی شوٹا ڈو کے جزیروں میں سے ایک ہوگا اس کا تعین کیا تھا اور یہ کون سا تھا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

آبادی تک پہنچتے پہنچتے کافی وقت لگ گیا۔ ایک جگہ مجھے ایک پکنک پارٹی نظر آئی۔ اس میں کچھ لڑکے اور لڑکیاں گا بجا رہے تھے۔ ایک لڑکا اکارڈین بجا رہا تھا اور دو لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ میں انھیں نظرانداز کرکے آگے بڑھ گیا۔ ان لوگوں کی موجودگی یہ ظاہر کرتی تھی کہ یہاں سے واپسی میں مجھے کوئی خاص وقت نہیں ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس ساحل پر پہنچ گیا جہاں اسٹیمر آ رہے تھے۔ یہ اسٹیمر آخری جزیرے تک جاتے تھے اور

وہاں سے واپسی پر ان جزیروں سے لوگوں کو اٹھاتے ہوئے چلتے تھے۔ یہاں مجھے واپسی کے لیے اسٹیمر میں جگہ مل گئی اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

راستے میں اور کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے بعد واپس ساحل پہ پہنچ گیا اور پھر وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر اپنے ہوٹل پیکاڈلی گرانڈ آ گیا۔ رات اب جانا ٹھیک نہیں تھا۔ ویسے سفید فام کے بارے میں مجھے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ البتہ اس نے جو نام بتایا تھا، پتا نہیں اس کی کیا حقیقت تھی۔ اس کے بارے میں بھی میں معلومات کر لینا چاہتا تھا چنانچہ پیکاڈلی میں آ کر میں نے کچھ دیر آرام کیا، لباس وغیرہ تبدیل کیا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ بیگم مریلیا کے بارے میں جب بھی سوچتا، حیران رہ جاتا کیا واقعی سفید فام کا کہنا درست تھا کہ وہ ایک اکیس سالہ لڑکی تھی؟ لیکن اس کی گفتگو اس کے لہجے سے قطعی اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اگر وہ میک اپ تھا تو پھر بات صرف میک اپ کے کمال ہی کی نہیں تھی، اس کے اپنے انداز میں بھی یہ خاص کیفیت تھی کہ میں اس سے حد سے زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ میں نے مادام مریلیا پہ لعنت بھیجی اور ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔

چند لمحات کے بعد ایک طویل القامت ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔ اسے میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔ اچھا خوش مزاج سا آدمی تھا۔ میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں۔"

"ضرور جناب! فرمائیے؟"

"ٹرکیوش باتھ کیا چیز ہے؟"

"جناب عالی! غالباً آپ باہر سے تشریف لائے ہیں۔ یہاں استنبول میں ٹرکش باتھ کا رواج ہے۔ کبھی وہاں تشریف لے جائیے، بہت پُرلطف غسل ہوتے ہیں وہاں کے۔ ٹرکیوش صوفیہ کے علاقے کا سب سے خوب صورت باتھ ہے۔ اور امیر لوگ ہی وہاں جاتے ہیں۔ آپ کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور سے اس کے بارے میں پوچھیں گے تو آپ کو پتا چل جائے گا۔"

"اس کا نام ہی ٹرکیوش ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تم اس کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"بس جناب، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں خود کبھی وہاں نہیں جا سکا لیکن وہاں کی حسین زندگی کے بارے میں بہت کچھ سنتا ہے میں نے۔" ویٹر نے جواب دیا اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور مجھے سنجیدہ ہونا پڑا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹرکیوش سے کچھ ایسی کہانیاں بھی وابستہ ہیں کہ جن کی وجہ سے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آ جائے۔ میں نے ویٹر کا شکریہ ادا کیا اور وہ باہر چلا گیا۔

حسن پاشا... اور ٹرکیوش... یہ دونوں نام مجھے ازبر ہو گئے تھے۔ ٹھیک ہے، پہلے انہیں ہی دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے ان سب باتوں کا تعلق گرینڈ پول ہی سے نکل آئے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن کم از کم آج کی اس آوارہ گردی سے مجھے جو فوائد حاصل ہوئے تھے، ان سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ درحقیقت یہی طریقہ کار میری آج تک کی زندگی میں میرا معاون رہا تھا۔ اگر میں نے کچھ بندھے راستوں پہ کام کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے ان میں مشکلات پیش آئی تھیں لیکن جب میں سب کچھ بھول کر بے مقصد دوڑتے ہوئے اپنے لیے راستے تلاش کرتا تھا تو میری منزل آسان ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ آج کی ان کوششوں میں جو کچھ ہوا وہ ایک الگ بات تھی لیکن مجھے ایک نام معلوم ہوا تھا، ممکن ہے ٹرکیوش باتھ کا مالک حسن پاشا میری اس مشکل کا حل پیش کر سکے جو میرے ذہن میں تھی۔ سب سے زیادہ الجھن مجھے اسی بات پر تھی کہ اگر ان کا تعلق گرینڈ پول سے نہیں ہے تو پھر یہ دوسری پارٹی کون ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ جاننا بے حد ضروری تھا۔ ان کے کام کرنے کا انداز بھی عجیب رہا تھا۔ جس طرح انہوں نے کوششیں کی تھیں، میں قتل ہو جاتا تو پھر وہ فائل کہاں سے حاصل کر لیتے۔ یہ چیز میرے لیے بہت بڑی الجھن کا باعث تھی۔ آخر وہ مجھے قتل کرنے کے لیے کوشاں کیوں تھے؟ سفید فام کم بخت بھی کچھ بتائے بغیر مر گیا تھا۔ اگر وہ ایک نام بھی نہ بتاتا تو ان تینوں انسانوں کا قتل میرے لیے بالکل ہی بے مقصد ہو جاتا۔

دوسرے دن ٹرکیوش جانے کے لیے میں نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔ صورت حال کا کوئی اندازہ نہیں تھا، وہاں کوئی بھی مشکل پیش آ سکتی تھی۔ میرے وسائل بھی یہاں محدود تھے اور میں زیادہ چیزیں حاصل نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اپنی خصوصی ذہانت سے کام لے کر کچھ ایسی چیزوں کا انتظام کیا کہ اگر کوئی خاص مشکل پیش آ جائے تو کم از کم اپنا دفاع کر سکوں۔

پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ٹرکیوش چل پڑا۔ ڈرائیور نے ٹرکیوش کے نام پر اطمینان سے گردن ہلائی تھی۔ جیسے یہ نام اس کے لیے پوری طرح جانا پہچانا ہو۔ راستے میں بھی میں محتاط رہا تھا۔ یہاں قدم قدم پر ایسے ہی حالات پیش آ رہے تھے جن کی بنا پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ پورے استنبول میں میرے دشمن چھپے ہوئے ہیں لیکن ٹرکیوش باتھ تک پہنچتے ہوئے مجھے کوئی الجھن نہ پیش آئی۔ صوفیہ کی دیوار کے سامنے صدر دروازے سے آگے

بڑھ کر ایک جگہ ٹرکیوش باتھ کا بورڈ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں یہاں سے پہلے بھی گزر چکا تھا لیکن اس وقت میں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔

ٹرکیوش باتھ کی خوب صورت عمارت کے سامنے ٹیکسی رک گئی تھی۔ میں نے ٹیکسی سے اتر کر بل ادا کیا، پھر ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ عمارت کو دور سے دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اندر سے کس قدر خوب صورت ہو گی۔ اندر پہنچا تو ایک بڑا سا ہال نظر آیا جس میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ریسپشنسٹ لڑکیاں مختلف گوشوں میں بیٹھی ہوئی کچھ کام کر رہی تھیں۔ میں ان میں سے ایک کے قریب پہنچ گیا اور اس نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔

"یس پلیز؟"

"میں باتھ لینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"یقیناً!" اس نے ایک کارڈ بنا کر میرے حوالے کر دیا۔ اور اس کارڈ پر مجھے ادائیگی کرنا تھی، چنانچہ میں نے جیب سے نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے۔ ریسپشنسٹ بولی۔ "براہ کرم! سامنے والے دروازے سے اندر داخل ہو جائیے، آپ کو پوری طرح گائیڈ کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ پہلے میں یہاں کی صورت حال سے اچھی طرح واقف ہو جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا میرے لیے سود مند ہوتا، چنانچہ اس وقت ایک عام گاہک کی طرح میں نے باتھ لینے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

اندر داخل ہوا تو ایک اور خوب صورت لڑکی نے میرا استقبال کیا لیکن اسے دیکھ کر مجھے نگاہیں جھکا لینا پڑی تھیں۔ لڑکی انتہائی مختصر لباس میں تھی اور اتنی حسین تھی کہ ایک بار دیکھنے کے بعد اسے بار بار دیکھنے کو دل چاہے لیکن اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے کسی ہلکے پن کا اظہار ہو۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف بڑھ گئی۔

"یہ کلوک روم ہے جناب! اپنا لباس وغیرہ یہاں رکھ دیجیے۔ آپ کی تمام چیزیں پوری طرح محفوظ ہوں گی، آپ اس کے لیے ذرا بھی پریشان نہ ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت کی جو بھی چیز آپ کو درکار ہو، یہاں سے حاصل کر لیں۔ اس کے علاوہ بھی مزید اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو براہ کرم سامنے لگا ہوا وہ سفید بٹن دبا دیجیے، میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"او کے۔" میں نے جواب دیا۔ لڑکی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ شاید وہ مجھ سے اتنی سنجیدگی کی توقع نہ کر رہی ہو یا پھر خود سنجیدہ رہ کر اپنی حیثیت بڑھانا چاہتی ہو لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں کلوک روم میں داخل ہوا، لباس وغیرہ اتار کر وہاں رکھ دیا اور ایک تنگ انڈرویئر پہنے ہوئے میں نے پستول نہایت احتیاط سے اس میں محفوظ کر لیا تھا اور یہ سوچ کر اسے اپنے آپ سے دور نہیں کیا تھا کہ پتا نہیں کہاں اس کی ضرورت پیش آ جائے۔ یہاں ایک فہرست بھی لگی ہوئی تھی جس میں مختلف اقسام کے باتھ کے بارے میں لکھا تھا۔ اسٹیم باتھ، سلٹ باتھ اور ایسے ہی دوسرے اقسام کے باتھ تھے۔ لڑکی نے یہ پیش کش کر دی تھی کہ کسی چیز کے سلسلے میں اگر مجھے کوئی الجھن درپیش ہو تو وہ میری مدد کرے گی۔ چنانچہ چند لمحے تک سوچنے کے بعد میں نے اسٹیم باتھ ہی کا فیصلہ کیا اور ایک راہداری سے گزر کر اندر داخل ہو گیا جہاں ایرو کا نشان اسٹیم باتھ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

اس راہداری سے گزرنے کے بعد میں ایک آخری سرے پر پہنچا تو یہاں دو اور لڑکیاں موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "پلیز، اگر آپ اسٹیم باتھ لینا چاہتے ہیں تو اس دروازے سے اندر داخل ہو جائیے اور اپنا لپیٹ دیجیے..."

"آپ تو یہ مجھے گائیڈ کرنا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں، ضرور۔" وہ کہنے لگی اور میرے ساتھ ہی اندر باتھ میں داخل ہو گئی۔ اندر کا ماحول انتہائی خوب صورت اور رومانی انداز کا تھا۔ مدھم مدھم روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ بلب لگے ہوئے تھے اور ان میں خوب صورت تو شیزیں سی نظر آ رہی تھیں۔ اس نے ایک وال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے آپ ہیٹ کنٹرول کر سکتے ہیں۔ باتھ لینے کے بعد یہ باتھ روم ہے اور تھوڑی دیر اسٹیم سے بھر جائے گا اور آپ اپنے بدن کے تمام مسامات کھلتے ہوئے محسوس کریں گے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے اپنے ساتھ باتھ لینے کی دعوت دے سکتے ہیں ورنہ میں آپ کو گائیڈ کرتی رہوں گی۔"

"نہیں، شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی تھی۔ اس کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر اسٹیم باتھ کے پائپ کھولنے لگا۔ ہلکی ہلکی اسٹیم خارج ہونے لگی اور مجھے اپنے تھکے ہوئے بدن میں ایک لطیف سی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس قسم کے ٹرکش باتھ کے بارے میں میں نے پہلے بھی سنا تھا۔ امریکا میں بھی اس قسم کے ایک دو باتھ بنائے گئے تھے لیکن وہاں کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا کیونکہ

وہاں جانے والے لوگ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے تھے بلکہ یونیورسٹی میں تو اس بات کی خاص طور سے ہدایت کی جاتی تھی کہ اس قسم کے باتھ نہ کیے جائیں۔ لیکن اب صورت حال ذرا مختلف تھی۔ میں نے سوچا کہ چلو ایسی حالت میں کیا نقصان ہے کم از کم یہاں ضمیر پر کوئی چوٹ تو نہیں پڑتی چنانچہ میں نے ٹونٹی پر ایک خاص ہیٹ سیٹ کی اور وہ ٹونٹیاں کھول دیں جن کے لیے مجھے ہدایت کی گئی تھی۔ دروازہ چونکہ میں نے اندر سے بند کر لیا تھا اس لیے کسی کی مداخلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ٹونٹیاں کھلنے سے ہلکی لطیف بھاپ خارج ہونے لگی اور مجھے اپنے بدن کے مسامات کھلتے ہوئے محسوس ہونے لگے یوں لگ رہا تھا جیسے پورے بدن کی اعصابی ٹکور ہو رہی ہو۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس سے قبل اس قسم کے باتھ سے کیوں محروم رہا؟ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً مجھے ایک کھڑکھڑاہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر ایک آواز ابھری۔

"مسٹر کرشن کے مہمان! معاف کرنا، تمہاری شخصیت ہماری نگاہوں میں کچھ مشکوک ہو گئی ہے۔ اپنا مشغلہ ترک کر کے میری بات کا جواب دو۔"

یہ الفاظ یقینی طور پر مجھے ہی مخاطب کر کے کہے گئے تھے۔ آواز کہاں سے آ رہی تھی؟ باتھ کے دھندلے ماحول میں اس کا اندازہ لگانا ناممکن تھا میں ساکت رہ گیا۔

"تم یقیناً میری بات سن رہے ہو گے۔ میں تم ہی سے یہ سوال کر رہا ہوں۔ میں نے تم سے کہا کہ تمہاری شخصیت ہمارے لیے کچھ مشکوک ہو گئی ہے۔ یہاں آنے والے مہمان ہمارے لیے قابل احترام ہوتے ہیں، لیکن تمہیں اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتانا ہوں گی ورنہ تمہیں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"کیا تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست! میں تم ہی سے مخاطب ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میرے بارے میں جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے، تاہم اگر تم اتنے ہی خواہش مند ہو تو یہ سن لو کہ میرا نام حسن پاشا ہے اور میں مسٹر کرشن باتھ کا مالک ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں مطمئن کرنا پسند کرو گے؟"

"مجھے تعجب ہے کہ تم اپنے ہاں آنے والوں پر اس قدر کڑی نگاہ رکھتے ہو۔ کیا معلوم کرنا چاہتے ہو میرے بارے میں؟"

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟ اگر سیاح ہو تو تمہارا سامان کس ہوٹل میں ہے، یہ تمام چیزیں جاننے کے لیے چیک کرنا ضروری ہیں اور اس کے بعد ہی تمہیں گلو خلاصی مل سکتی ہے۔"

"اور ان تمام چیزوں کی چیکنگ تک کیا مجھے اسی باتھ میں رہنا ہو گا؟"

"اگر تم چاہو تو یہاں سے نکالے جا سکتے ہو، تمہارا سامان ہم نے پہلے ہی اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اس کی جانچ پڑتال کی گئی ہے لیکن تمہاری شخصیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"آخر تم میری طرف سے کیوں مشکوک ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک شخص جس کی ہمیں تلاش ہے، تم پر اسی کا شبہ کیا جا رہا ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور میں ساکت رہ گیا۔ یہ صورت حال خاصی پریشان کن تھی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا یہ جگہ بہ آسانی میرے لیے موت کا جال بن سکتی ہے۔ بہر طور میں نے اپنی مدافعت کے لیے کہا۔ "میں اس باتھ سے باہر آنا چاہتا ہوں۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمہاری تسلی کرنے کے لیے حاضر ہوں۔"

"تمہارے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں ڈیئر! اس لیے اس باتھ سے تمہارا ہوش و حواس کے عالم میں باہر آنا مناسب نہیں ہے۔"

"مگر..." میں نے کہنا چاہا لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں بار بار اسے مخاطب کرتا رہا لیکن کچھ اندازہ نہیں ہو سکا۔ دفعتاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا سر چکرا رہا ہے۔ بھاپ میں ایک عجیب سی بو شامل ہو گئی تھی اور یقیناً یہ کسی خواب آور گیس کی بو تھی۔ میں نے ناک دبا کر دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ اب اندر ہی سے نہیں، باہر سے بھی بند تھا۔ میں اس پر گھونسے برسانے لگا لیکن مجھے اپنے ہاتھ پاؤں بے جان محسوس ہونے لگے۔ گھونسے اس انداز میں اٹھ رہے تھے جیسے سلو موشن میں کوئی فلم دکھائی جا رہی ہو۔ رفتہ رفتہ میرے حواس جواب دینے لگے۔ اور پھر مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوا کہ میں فرش پر گر پڑا تھا یا آہستہ آہستہ بیٹھ گیا تھا۔ یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہوش کتنی دیر میں آیا۔

ہوش آیا تو میں نے اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھا۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آیا۔ لیکن یہ سبزہ گھاس یا خود رو گھاس کا نہیں تھا بلکہ اس کمرے کی دیواروں پر سبز پینٹ کیا گیا تھا، سبز پردے لٹکائے گئے تھے، جو فرنیچر یہاں موجود تھا اس پر بھی غلاف اسی انداز میں سبز رنگ ہی کیا گیا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے سبز رنگ کے تھے۔ پتا نہیں یہ حماقت کیوں کی گئی تھی۔ چھت پر ایک فانوس لگا ہوا تھا جس کے شیشے سبز تھے اور ان میں سبز روشنیاں جل رہی تھیں۔ سارا ماحول سبز ہی سبز نظر آ رہا تھا لیکن آنکھوں کے

لیے بے حد پرسکون تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور اپنے بدن کے نیچے بستر کو ٹٹولنے لگا۔ بستر کی سبز چادر پر میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انتہائی حسین، نفیس اور نرم و ملائم بستر تھا۔ میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور بکھرتے ہوئے ذہن کو جھٹکے دینے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میری اپنی کیا کیفیت ہے۔ واقعات رفتہ رفتہ یاد آ گئے اور یہ بھی احساس ہو گیا کہ میں حسن پاشا کا قیدی ہوں۔ "حسن پاشا!" میرے منہ سے زیر لب نکلا۔

چند لمحات اسی طرح گزر گئے پھر دفعتاً دروازے پر ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ ایک روشن شعاع اندر آئی اور مجھے محسوس ہوا کہ دروازے میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اندر دیکھا گیا ہے غالباً اس کا کوئی انتظام تھا۔ پھر چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور ایک بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہو گیا۔ سفید رنگ کے سوٹ میں یہ بڑی عمدہ شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ ہوش میں آ گئے مسٹر...؟"

"تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے؟" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"یقیناً آپ ہوش میں آ گئے ہیں۔" وہ احمقانہ انداز میں بولا۔

"تو تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں، بلکہ مجھے تو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ آپ کے ہوش میں آتے ہی میں اطلاع دوں۔"

"کسے؟"

"یہ آپ کو نہیں بتاؤں گا۔"

"تو پھر یہاں کیوں مر رہے ہو، جا کر اطلاع دو۔" میں نے جواب دیا اور وہ ایک دم پیچھے ہٹ کر واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ واقعی کچھ کھسکا ہوا ہی معلوم ہوتا تھا ورنہ یہ فضول گفتگو اس طرح سے نہ کرتا۔

دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ تنہائی میں، میں اپنے ذہن کو سنبھال کر سوچنے لگا تھا کہ اب مجھے یقینی طور پر حسن پاشا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ دفعتاً میں نے چونک کر اپنے بدن کی طرف دیکھا۔ باتھ روم میں، میں صرف ایک انڈرویئر پہنے ہوئے تھا جس میں میرا پستول موجود تھا لیکن اب! اب میرے بدن پر ایک ملیا گون تھا۔ انڈرویئر بدستور بدن پر موجود تھا لیکن پستول اس میں سے غائب تھا۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

میں انتظار کرتا رہا اور تقریباً پندرہ یا بیس منٹ گزر گئے۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور اس بار جو لوگ اندر داخل ہوئے تھے ان کی تعداد تین تھی۔ تینوں مقامی معلوم ہوتے تھے۔ بظاہر ان کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے غافل نہیں ہوں گے۔

دبلے پتلے بدن کے ایک شخص نے بگڑی ہوئی انگریزی میں مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ اگر میں نے ذرا بھی کوئی حرکت کی تو اس کے سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ شکل و صورت سے وہ تینوں ہی خطرناک نظر آتے تھے۔ اس وقت صورت حال ایسی تھی کہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں سے نہایت ہی سلیقے سے گفتگو کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ آخر ان کا مقصد کیا ہے۔ اپنے اسی پروگرام کے تحت میں نے ان کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کیا اور رضامندی سے آگے بڑھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ دبلے پتلے بدن کا مقامی آدمی میری رہنمائی کرنے لگا۔ باقی دو آدمی میرے پیچھے آ رہے تھے۔ میں سکون سے راہداریاں طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اسی مقامی آدمی کی رہنمائی میں ایک چوبی دروازے کے...... سامنے پہنچ گیا جسے کھول کر مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

خاصا بڑا ہال نما کمرہ تھا جو انتہائی نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ہال میں تیز روشنی ہو رہی تھی اور اس روشنی میں مجھے ایک ٹھگنے ہوئے بدن کا خوب صورت آدمی نظر آ رہا تھا جو ایک بڑی سی سیاہ میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، آنکھوں کے قریب مخصوص قسم کی جھریاں تھیں جس سے اس کے چہرے پر انتہائی شاطرانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں کچھ اور آگے بڑھا تو اس نے گردن خم کر کے مجھے اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی اور دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جھک گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں بیش قیمت انگوٹھیاں جگمگا رہی تھیں۔

"معزز مہمان کو...!" اس نے گردن خم کر کے کہا لیکن دفعتاً ہی میں نے اس کے چہرے کے عضلات میں ایک کھنچاوٹ سی دیکھی۔ وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے میز کے نیچے لگی ہوئی کسی گھنٹی کا بٹن دبایا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"سنو سنو!" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "فائل نمبر بیس نکال کر لاؤ، جلدی سے۔"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا اور اس کی اس کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ اندازہ یہی ہوا تھا کہ پہلے شاید وہ میری اصلیت سے واقف نہیں تھا لیکن اب اس نے میری شکل

پہچان لی تھی۔

آنے والے دونوں آدمی باہر نکل گئے۔ وہ دروازہ بھی باہر ہی رک گئے تھے۔ میں خاموشی سے اس شخص کو دیکھتا رہا۔ وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے چہرے کی متغیر کیفیت سے اس کے اضطراب کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"کیا میں تم کو حسن پاشا کے نام سے مخاطب کروں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں حسن پاشا ہی ہوں۔ میں نے ہی تم سے گفتگو کی تھی اس وقت جب تم باتھ لے رہے تھے۔"

"تم ٹریکوش کے مالک ہو؟"

"ہاں یہ میری ہی ملکیت ہے۔"

"لیکن بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے اسے مجرمانہ کارروائیوں کا اڈا بنا رکھا ہو۔ یہاں آنے والے لوگ باقاعدہ اس باتھ کے لیے ادائیگی کرتے ہیں۔ پھر باتھ روم میں اس قسم کے اسپیکرز کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے جن پر تم کسی کو مخاطب کر سکو؟"

"پولیس والوں کی طرح جرح کر رہے ہو دوست۔ جب کہ تمہیں اندازہ ہے کہ تمہاری یہاں کیا پوزیشن ہے۔"

"میں اسی پوزیشن کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ ٹریکوش کا پتا تمہیں کس نے بتایا؟" اس نے سوال کیا۔

"تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا؟"

"نہیں معلوم ہو سکا... اس کا جواب دو۔"

"تمہارے ساتھی... وہ جو میرے قتل پر آمادہ تھے جنھوں نے مجھے گزشتہ رات اور دوسری جگہوں پر ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ غالباً تمہیں اس بات کا علم ہوگا کہ ایک بے گناہ شخص تمہارے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔"

"تمام باتوں کا علم ہے لیکن اس سفید فام شخص نے تمہیں کیا بتایا؟"

"یہی کہ وہ تمہاری ہدایت پر کام کر رہا تھا۔"

"کب بتایا اس نے؟" وہ ہیجانی انداز میں بولا۔

"مرتے وقت اس کے آخری الفاظ یہی تھے۔"

"کیا...؟" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تشیلر مر گیا؟"

"مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا نام تشیلر تھا۔ ہاں اس کے ساتھ ایک نیگرو بھی تھا جو اس کا انتہائی وفادار ساتھی ثابت ہوا اور اس نے بھی اس کے ساتھ ہی جان دے دی۔"

"اوہ... ڈیم... ڈیم... مائی گاڈ۔" مقدمی شخص دونوں

کرسی کی پشت سے ٹک گیا اور کرسی پیچھے کو جھک گئی۔ میں پُر سکون انداز میں بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ اسی وقت وہ دونوں آدمی اندر آئے جو ہاتھوں نے ایک پیکٹ اس شخص کے سامنے رکھ دیا جس پر رسی بندھا ہوا تھا۔ پیکٹ پر نمبر میں لکھا ہوا تھا۔ اس نے ان دونوں کو ایک اشارہ کیا جسے میں نے محسوس کر لیا تھا۔ پھر وہ دونوں کمرے کے دروازے کے پاس رک گئے۔

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس فائل میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کا تعلق مجھ سے ہے۔ میں اس شخص کی تمام کیفیات کا مسلسل جائزہ لیے جا رہا تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں فائل کھولی۔ اس میں سے پلاسٹک کور کی ایک چھوٹی سی فائل نکالی، اس کا صفحہ کھول کر دیکھا۔ میری نگاہیں اس فائل کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن اس کا رخ اس طرح تھا کہ میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ شخص فائل کو دیکھتا رہا اور پھر اس کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ پھر اس نے فائل کو دوبارہ دیکھا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے فائل بند کر دی۔

"مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم علی یار خان ہو سکتے ہو۔" وہ لرزتے ہوئے انداز میں بولا۔

میرے خیال کی تصدیق ہو گئی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ موجودہ صورت حال کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر میں نے کوئی فوری عمل کیا تو وہ صرف میرے حق میں نقصان دہ ہوگا اور پھر میں فوراً کوئی ایسی کارروائی کرنا بھی نہیں چاہتا تھا تا وقتیکہ پوری صورت حال معلوم نہ ہو۔

"کیوں مسٹر! اب بھی تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم علی یار خان نہیں ہو۔"

"یہ تمہارے سامنے کیا ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری فائل، تمہارے بارے میں تفصیلات۔"

"کس نے مہیا کی ہیں تمہیں؟" میں نے سوال کیا اور وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

"تمہارے خیال میں یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"یہ بہتر ہے کہ تمہارا ذہن اس طرف نہیں جا رہا لیکن درحقیقت ہے کہ اس انکشاف نے میرے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ دیا ہے۔"

"اگر میں تمہاری باتیں سمجھ پاتا حسن پاشا تو ان کا جواب دیتا جبکہ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔"

"یہ بتاؤ کہ ان سارے معاملات سے تمہارا کیا تعلق ہے؟

میں نے سوال کیا۔

"جب تک تم میری باتوں کا جواب نہیں دو گے میں بھلا تمہاری باتوں کا جواب کیسے دے سکتا ہوں۔"

"سنو علی! صورت حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ میں... میں اتنا جواس ہو گیا ہوں کہ کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ دراصل ایسا ہی آدمی ہوتا ہوں۔ بدحواسی میں میرے اقدامات عموماً الٹے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس کرسی سے زندہ نہ اٹھ سکو۔" حسن پاشا نے کہا۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے میں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں سرمو فرق نہیں ہے۔

"تم لوگ تو پہلے بھی مجھے قتل کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہو۔ اگر اس بار بھی تم یہی سب کچھ کر گزرے تو بھلا مجھے کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ اگر میرے قتل سے تمہارا مقصد پورا ہو رہا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے کہ میں تمہیں اس سے نہیں روک سکتا کیونکہ اس وقت میری پوزیشن بہت مخدوش ہے۔"

"پہلے اس بات کا اعتراف کرو کہ تم علی یار خان ہی ہو نا؟"

"ہاں میں نے انکار کب کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن پھر یہ بتاؤ کہ تمہارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ کسی کو تمہاری سخت ضرورت ہے کوئی تمہیں اپنی تحویل میں لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے اپنے کارکنوں کو بڑی بڑی ہدایات جاری کی ہیں؟"

"کون ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

حسن پاشا کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر کہنے لگا: "میں تمہیں کیوں بتاؤں کہ وہ کون ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ وہ فائل کہاں ہے اور تم اسے لے کر یہاں کیوں آ گئے ہو؟"

"فائل کے سلسلے میں کیا کچھ معلوم ہے مجھے حسن پاشا! میں یہ جاننا پسند کروں گا۔"

"سنو علی! تم گرین پول کے لیے آئے تھے۔ ایک شخص نہیں چاہتا تھا کہ گرین پول سے رابطہ قائم کر سکو۔ یہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور یقین سمجھو کہ ہم سب اس کے کارکن ہیں اور اسی کے ایما پر تمہیں قتل کر دینا چاہتے تھے۔ فائل کا حصول ہمارے لیے اس قدر اہمیت نہیں رکھتا، جتنا تمہارا گرین پول سے رابطہ قائم ہونا۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ساتھ ہی فائل بھی ہمیں مل جاتی تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگا۔"

"گویا اگر فائل تمہیں مل جائے، تب بھی تم مجھے قتل کرنے سے باز نہیں رہو گے؟"

"اس بات سے میں انکار نہیں کروں گا۔ تم یوں سمجھو کہ تمہاری تعداد کسی بھی طور ممکن نہیں تھی۔ بے شمار لوگ تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے اور بالآخر تمہیں کہیں نہ کہیں تلاش کر کے قتل کر دیا جاتا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تم انتہائی خاموش چالاک آدمی ہو۔ ہم تمہارے بارے میں گفتگو کرتے تھے تو یہی کہتے تھے کہ یہ ایجنٹ انتہائی خطرناک معلوم ہوتا ہے لیکن یہ تصور ذہن میں نہیں تھا۔ یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ علی یار خان ہوگا۔"

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں نے کہا نا کہ کسی کو تمہاری ضرورت ہے اور ہم اس کے کارکن ہیں۔"

"تو پھر اس شخص کا نام بھی کیوں نہ لے دوں تمہارے سامنے؟" میں نے جواب دیا۔ صورت حال اب کسی حد تک میرے ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"کیا اس شخص کا نام ادلیو باورڈ نہیں ہے؟" میں نے کہا اور حسن پاشا کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔

"میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا نام ہے لیکن بہرطور تمہیں فائل کے بارے میں بتانا ہوگا اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ تم ان لوگوں میں کیسے شامل ہو گئے۔ تمہارا ان سے تعلق ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تمہارا تعلق امریکن سی آئی اے سے ہے؟"

"نہیں، امریکن سی آئی اے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر تم ادلیو باورڈ کے لیے کیوں کام کر رہے ہو؟"

"میں نے کہا نا، ان تمام باتوں کا میں تمہیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ مجھے صرف یہ احکامات ملے تھے کہ تمہیں کسی بھی طرح گرین پول سے رابطہ قائم نہ کرنے دیا جائے خواہ اس کے لیے تمہیں قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس کے علاوہ ساتھ ہی مجھے یہ بھی حکم ملا تھا کہ وہ فائل بھی حاصل کر لی جائے۔ شاید ہمارا چیف اس فائل کے ذریعے مسٹر ایس شلاز کو کسی خاص معاملے میں بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"اور وہ چیف ادلیو باورڈ ہے؟"

"میں تمہیں اس بات کا جواب کبھی نہیں دوں گا... سمجھے۔ یہ ایک گہری چال ہے لیکن اب صورت حال قدرے مختلف ہو گئی ہے۔ مجھے تمہارے سلسلے میں ابھی اپنے چیف سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔ اس کی ہدایت کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا لیکن علی! مجھے جو ہدایات تمہارے حوالے سے ملی ہیں وہ اتنی سنسنی خیز ہیں کہ شاید تمہارے گمان میں بھی نہ ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر علی کبھی مجھے دستیاب ہو جائے تو میں اسے زندگی کی قیمت پر اپنی قید میں رکھوں۔ سوری علی! میں تمہیں قتل نہیں کروں گا کیونکہ اب بات ذرا مختلف ہو گئی ہے۔ فائل کے بارے میں اگر تم بتا دو تو بہتر ہے ورنہ یقین تمہیں یہ بھی بتا

چکا ہوں کہ اگر فائل جلد نہ ملی تو ہمیں اس سے کوئی بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں اس فائل سے کہیں زیادہ تم قیمتی ہو۔ ہمارے لیے مسٹر آئن شلائڈر اگر گرین پول سے رابطہ قائم نہیں کر پاتے تو یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔ ہمارا کام تو صرف یہ تھا کہ تم گرین پول تک نہ پہنچ سکو اور ہم اب تک اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تم نے مجھے شیلبی کی موت کی اطلاع دی ہے جبکہ شیلبی ایسا آدمی نہیں تھا کہ جسے ایک شخص ہلاک کر سکے۔ البتہ مجھے جو کچھ تمہارے بارے میں بتایا گیا تھا اب اس بات پہ مجھے کوئی تعجب نہیں رہا ہے کہ شیلبی تمہارے ہاتھوں قتل ہو گیا۔"

میرے ذہن میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ میرے قتل کی کوششیں کیوں کی جا رہی تھیں لیکن یہ بھی میں اب سمجھا تھا کہ اولیو باورڈ کو اس سلسلے میں میری یہاں آمد کا علم نہیں تھا یہ تو صرف اتفاقات تھے کہ ایک بار پھر میں اس کے راستے میں آ گیا تھا یہاں استنبول میں اولیو باورڈ کے گرگوں سے یا اس سے میری اس طرح ملاقات ہو جائے گی میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اولیو باورڈ نہیں چاہتا تھا کہ آئن شلائڈر کا رابطہ گرین پول سے قائم ہو سکے اور گرین پول میں اور ان میں مفاہمت ہو سکے چنانچہ اس نے اس شخص کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا جو گرین پول سے ملاقات کے لیے فائل لے کر آ رہا تھا اور یہ صرف اتفاق تھا کہ وہ شخص میں ہی تھا۔

بہر طور اولیو باورڈ کے اس طرح ایک بار پھر سامنے آ جانے سے مجھے تھوڑی سی بے چینی ہو گئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ حالات ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بڑھ گئے ہیں۔ حسن پاشا کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے کھڑے ہوئے ایک آدمی کو چٹکی بجا کر اپنے قریب بلایا اور کہنے لگا۔

"مسٹر علی کے لیے انتہائی مناسب بندوبست کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی ٹانگیں ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دی جائیں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ جاؤ ڈاکٹر عقیدوٹی کو بلا کر لاؤ۔ عقیدوٹی کو صحیح صورت حال بتا دو۔ سوری مسٹر علی! اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے ہم آپ کی زندگی نہیں لے رہے یہ آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے لیکن آپ کی یہ ٹانگیں ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دی جائیں گی جن سے آپ کے فرار کا خدشہ ہو سکتا ہے۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ میں یہ کام اطمینان سے کرا لوں گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں میرا یہی خیال ہے۔" حسن پاشا نے کہا۔ اور اس سے قبل کہ میں کچھ سمجھتا دفعتاً ایک ہلکی سی آواز ابھری تھا نہیں اس بدبخت نے کیا کیا تھا میرے ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے اور نہ جانے کرسی کے نچلے حصے سے دو فولادی ہتھکڑیاں نکلیں اور میرے ہاتھوں کی کلائیوں میں کس گئیں۔ میں نے کرسی سمیت اٹھنے کی کوشش کی لیکن مجھے محسوس ہوا کہ کرسی کے پائے زمین میں دفن ہیں اور بولٹ سے کسے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھ نہیں سکتا تھا۔ میں نے زور لگایا۔ لیکن کچھ نہیں ہو سکا... فولادی ہتھکڑیوں کو اپنے ہاتھوں سے نکالنا میرے بس کی بات نہیں تھی میں پھنس گیا تھا۔

میں حسن پاشا کے بارے میں اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ شخص انتہائی خطرناک ہے اور جو کچھ کہتا ہے کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر اس نے میری ٹانگوں کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو...؟

میرا سانس تیزی سے چل رہا تھا۔ حسن پاشا پُر خیال نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم پاکستانی ہو نا علی؟"

"تمہیں اس سے کیا غرض؟ تم جن لوگوں کی غلامی کر رہے ہو ان کے لیے مصروف عمل رہو۔"

"دراصل میں صرف دولت کا غلام ہوں۔ مجھے... مجھے... چلو ٹھیک ہے میں یہ اعتراف کیے لیتا ہوں تمہارے سامنے کہ تمہارے بارے میں یہ ہدایات مجھے اولیو باورڈ ہی نے دی تھیں امریکن سی آئی اے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اولیو باورڈ کے ذاتی دوستوں میں شامل ہوں اور شاید تم اس بات پہ یقین کر لو علی کہ اب سے تقریباً ایک سال پہلے یا شاید اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ ہو گئے ہوں گے مجھے تمہارے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ تمہاری تصویر اس طرح مجھے ذہن نشین کرا دی گئی تھی کہ تمہیں ایک نگاہ دیکھتے ہی مجھے ایک دم سے شاک سا لگا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم کبھی میرے سامنے آ جاؤ تو میں زندگی کی قیمت پر تمہیں قابو میں کرنے کی کوشش کروں۔ اولیو باورڈ سے تمہارا کوئی لمبا جھگڑا ہے علی۔ ویسے تمہارے بارے میں خاص تفصیلات بتائی گئی تھیں لیکن اس نقطہ نگاہ سے کہ اگر تم سامنے آؤ تو میں تمہیں کوئی معمولی آدمی نہ سمجھوں بلکہ یہ سمجھ لوں کہ میرا سابقہ ایک خطرناک دشمن سے ہے۔ اولیو باورڈ سے تمہارا کیا جھگڑا ہے علی؟ اولیو باورڈ جیسے آدمی کو تم نے کس طرح زچ کیا ہے؟ ذرا مجھے اس کی تفصیل تو بتا دو۔"

"تم بے وقوف معلوم ہوتے ہو حسن پاشا۔ تمہارا کیا خیال ہے اب ان حالات میں بھی میں زبان کھولوں گا تمہارے سامنے!"

"نہیں بہتر ہے ٹھیک ہے جو کچھ تم مجھ کو نہ بتانا چاہو بہرحال اس کے لیے تمہیں مجبور بھی نہیں کروں گا۔ میرا مشن تو اب تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے تو کچھ اور صورت حال تھی لیکن موجودہ صورت حال واقعی... واقعی... مجھے گمان بھی نہیں تھا علی بہرحال اعزاز میرے لیے ہی تھا۔ سوری مسٹر علی سوری! ہم فقط چلا جا چکے۔" حسن پاشا اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔

اسی وقت دروازہ پھر کھلا اور ایک خوش شکل آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ بھی مقامی ہی تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فرسٹ ایڈ باکس کی طرح کی چیز تھی۔ اس نے وہ باکس آگے آ کر سیاہ رنگ کی میز پر رکھ دیا اور حسن پاشا کی طرف دیکھنے لگا۔

"سنو! تمہیں اس شخص کی ٹانگیں ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دینا ہیں میں نے تم سے ایک بار تذکرہ کیا تھا ایک ایسی چیز کا۔"

"ہاں مجھے ہدایت مل گئی تھیں سر۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر عمل کرو۔" حسن پاشا نے کہا اور ڈاکٹر نے تھوڑا سا جھک کر بکس میں سے ایک شیشی نکالی جو ایک انجکشن تھا پھر اس نے ایک سرنج نکال کر شیشی کی دوا اس سرنج میں کھینچ لی۔ سیاہ رنگ کا یہ رقیق سا سیال نہ جانے کیا چیز تھی لیکن اس کے بارے میں کہا جا رہا تھا کہ یہ میری دونوں ٹانگیں ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دے گا۔ حسن پاشا اب میز کے کونے سے ٹکا کھڑا تھا اور میری جانب دیکھ رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکے گی۔ وہ لوگ اپنے کام میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ سب کچھ ہونا تو نہیں چاہیے تھا اور اس کے لیے میں آخری کوشش کر لینے کا خواہش مند تھا۔ شکر تھا کہ میرے پاؤں آزاد تھے۔ ہر چند کہ اس کی ڈائریکشن کچھ ایسی تھی کہ میں کوئی خاص کارروائی نہیں کر سکتا تھا لیکن ڈاکٹر اتنی آسانی سے تو میری ٹانگوں میں انجکشن نہیں لگا سکے گا۔ میں نے سوچ لیا اور ڈاکٹر نے سرنج کو اوپر کر کے دیکھا اور حسن پاشا نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

"اگر تمہاری طرف سے کسی بھی قسم کی حرکت یا جنبش ہوئی علی تو پھر میں اس بات کے لیے مجبور ہو جاؤں گا کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں۔ تمہاری زندگی اس وقت تک محفوظ ہے جب تک تم میری قید میں ہو میں تمہیں اولیو باورڈ کے حوالے کر دوں گا اور اس کے بعد یہ مسئلہ سو فیصدی باورڈ کے ذمے ہو گا جبکہ اس سے قبل مجھے ہدایت کی گئی تھیں کہ تمہیں قتل کر دیا جائے لیکن... زندگی کے کچھ لمحات غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو بچانے کی کوشش کرو۔" میں حسن پاشا کے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سیاہ رنگ کے پستول کا رخ میری پیشانی کی جانب تھا۔

ڈاکٹر اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد میری طرف بڑھنے لگا۔ اتنا بے بس میں شاید زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ کاش کوئی ترکیب ایسی ہو جاتی کہ جو کچھ ہو رہا تھا کہ مجھے زندگی بچانے کا موقع مل جاتا تھا لیکن اب اگر اس شخص کا کسا درست تھا انجکشن میرے پیروں میں انجیکٹ ہو گیا تو شاید میں کچھ نہ کر سکوں۔ ہاں بے بسی کا یہ احساس میرے لیے بڑا جان لیوا تھا۔ ڈاکٹر وہ انجکشن لیے ہوئے میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا۔ حسن پاشا کے پستول کا رخ میری پیشانی کی سمت تھا اور میں اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ ڈاکٹر کس انداز سے میرے پیروں کے پاس بیٹھ سکتا ہے اور میں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کیا کوشش کر سکتا ہوں۔

میرے بدن میں شدید سنسنی دوڑ رہی تھی اور دوران خون بہت تیز ہو گیا تھا۔ مجھے صرف ڈاکٹر کے اپنے پاس بیٹھنے کا انتظار تھا۔ وہ کس انداز سے بیٹھتا ہے اس پر میری بقیہ زندگی کا دارومدار تھا۔ اگر ڈاکٹر کسی طرح سامنے کے رخ پہ آ جائے تو میں کوشش کر سکتا ہوں۔ اس وقت میرے جوتے کی ٹھوکر کم از کم ڈاکٹر کو ناکارہ تو کر ہی دے گی۔ اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں صرف اس کا منتظر تھا کہ ڈاکٹر میرے پیروں کے قریب پہنچ جائے لیکن وہ کافی چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ عقب سے میرے نزدیک پہنچا تھا۔ بچپ! اتنی جگہ نہیں تھی کہ میں اپنی بھرپور ٹھوکر کو استعمال کر سکوں اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تقدیر میرے ساتھ زندگی کا ایک اور مذاق شروع کرنے والی ہے۔ اگر واقعی میرے پاؤں ناکارہ ہو گئے تو اس کے بعد کی بات تو بہت بعد کی ہے علی یار خان کی شخصیت ختم ہو جائے گی بھلا ایک اپاہج آدمی کیا کر سکتا ہے۔ میں نے بے اختیاری کے عالم میں دونوں پاؤں اٹھائے اور سیاہ رنگ کی میز کے پائے پر جما دیے جو میرے سامنے تھی۔

دفعتاً مجھے محسوس ہوا جیسے سیاہ رنگ کی میز زمین میں فکس نہیں ہے بلکہ میرے پیروں کے دباؤ سے وہ آہستہ سے ہلی تھی۔ میز کے حجم اور اس کے وزن کا اندازہ لگانے کا اس وقت موقع نہیں تھا۔ زندگی بچانے کے لیے ایک وحشیانہ جدوجہد اور جنونانہ کوشش ہی اس وقت کارآمد ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے پھرتی سے جھٹکے کے ساتھ دونوں پاؤں میز کی ٹانگ پر جمائے اور پھر اپنی تمام تر قوت صرف کر کے میز کو زور سے اُلٹ دیا۔ میز کے کونے سے جو کچھ حسن پاشا لگا ہوا کھڑا تھا اور اسے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں ایسی کوئی کارروائی کر دوں گا۔ اس کے علاوہ میری مدد زمین میں فکس کرسی نے بھی کی تھی جس کی پشت سے اپنی پشت لگا کر میں نے اپنی تمام تر قوت مجتمع کر لی تھی اور میں موجود میرے خدا نے بھی جو میری بے بسی کو محسوس کر چکا تھا۔ میز پوری قوت سے الٹی اور حسن پاشا اس کی زد میں آ گیا لیکن اضطراری طور پر اس کا ہاتھ بھی ٹریگر پر دب گیا تھا اور اس کا نشانہ دروازے پر کھڑا ہوا وہ شخص بن گیا جو اس حالت کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں میز الٹنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا کرسی پر سے اٹھا میں

ایک لباس نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگی۔ "یہ مت سوچنا کہ یہ سارے انتظامات میں نے پہلے سے کر کے رکھ دیے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرے اپنے لیے ضروری تھے۔ یہ لباس ممکن ہے تمہارے بدن پر فٹ نہ ہو لیکن تمہیں یہاں سے نکالنے کا باعث بن جائے گا اور پھر ایک دلچسپ بات اور بھی ہے کہ وہ ٹریکوش کے کلاک روم میں مختلف لوگوں کے لباس موجود ہیں۔ اس وقت اس حالت میں وہ ننگے تو سڑکوں پر نہیں جا سکتے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی لباس پہننے کی کوشش کریں گے چنانچہ اگر یہ بے تکا لباس تمہارے بدن پر ہوگا تو بھی کوئی تم پر خاص توجہ نہیں دے گا۔"

"لیکن میں اپنی صورت کو کہاں لے جاؤں گا؟" میں نے کہا۔

"اس کا خصوصی بندوبست ہے میرے پاس۔" تارینا نے ایک بکس میرے سامنے کھول دیا۔ اس میں میک اپ کا بہترین سامان رکھا ہوا تھا۔ میری حیرت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ تارینا ہمیشہ سے ایک پُراسرار عورت رہی تھی۔ ہر چند کہ ایک معاشرے میں مجھے میری امداد کی ضرورت پیش آئی تھی اور دوسری بار اس نے نیا ٹیکا دکھاتے ہوئے ایک کام کے لیے درخواست کی تھی جو اتفاق سے مجھ تک آ گیا تھا لیکن بذاتِ خود مجھے وہ عورت ہمیشہ پُراسرار اور بے حد دلچسپ محسوس ہوتی تھی۔

میک اپ کے سامان کے استعمال میں مجھے دس منٹ لگے اور تھوڑی دیر کے بعد میرا چہرہ بالکل تبدیل ہو گیا تھا مگر دن تک میک اپ کرنے کے بعد میں نے وہ لباس پہن لیا تھا جو میرے بدن پر کسی قدر چست تھا لیکن کام چلانے کے قابل تھا۔

لباس پہننے کے بعد میں نے تارینا کی طرف دیکھا اور وہ آنکھیں بند کر کے مسکراتی ہوئی بولی۔ "اب تم بھی چیختے چلاتے ہوئے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہو جاؤ علی۔ میرا خیال ہے کوئی تمہاری طرف توجہ نہیں دے گا اور پلیز یہ تھوڑی سی رقم بھی رکھ لو پتا نہیں کن حالات سے گزر رہے ہو۔"

"رقم کا حصول میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے تارینا! ابھی کام چل رہا ہے۔"

"اس کے باوجود رکھ لو پلیز۔"

"لیکن کچھ اور سوالات بھی تو کرنے ہیں تم سے۔"

"ہاں کر لو۔ ویسے یہ ہنگامہ کافی دیر تک جاری رہے گا میں جانتی ہوں۔" تارینا نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں گرانڈ نادر کے بارے میں بتا دوں کہ وہاں مجھ سے گرین پول کے کسی آدمی نے رابطہ نہیں قائم کیا بلکہ اس کے بجائے چند لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ دو تین جگہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی گئی اور بمشکل تمام میں ان سے جان بچا سکا۔ حسن پاشا بھی انہی آدمیوں میں سے ایک ہے اور اب یہ بات حسن پاشا نے اُگل دی ہے کہ اولیو ہاورڈ بھی یہاں پہ موجود ہے۔ وہ کمبخت مسلسل میری زندگی کا گاہک بنا ہوا ہے اور حسن پاشا اس کا کارندہ ہے۔ اسی کے ایما پر مجھے یہاں لایا گیا ہے لیکن یہ بات بھی مجھے معلوم ہوئی ہے حسن پاشا سے کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے علی یارغان کی حیثیت سے یہاں ٹریس نہیں کیا بلکہ وہ مجھے مسٹر آئن شلائر کا ہی نمائندہ سمجھا اور گرین پول کے نمائندوں سے مجھے نہیں ملنے دینا چاہتا تھا۔"

"خوب! کیا یہ بات حسن پاشا نے تمہیں بتائی ہے؟"

"ہاں کسی حد تک اسی سے مجھے معلوم ہوئی ہے۔"

تارینا ہارڈ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ خاصی دیر تک وہ پریشانی کے انداز میں سر کھجاتی رہی پھر اس نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہاورڈ ہینا فائل گرین پول تک کیوں نہیں پہنچنے دینا چاہتا۔"

"اس کا ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے تارینا۔ وہ یہ کہ ہاورڈ مسٹر آئن شلائر کو مسلسل بلیک میل کرتے رہنا چاہتا ہے۔ شاید وہ خود بھی ان سے کوئی کام لے رہا ہے۔"

"ممکن ہے ایسی بات ہو لیکن علی اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"حسن پاشا کے ذریعے یہ بات اب ہاورڈ کو معلوم ہو جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں اور میں ہی وہ نمائندہ ہوں جو گرین پول کے نمائندوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس وقت میں تمہاری مدد سے یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا جبکہ حسن پاشا کا منصوبہ تھا کہ وہ مجھے ٹانگوں سے ناکارہ کر کے اولیو ہاورڈ کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ یہ منصوبہ اس نے میری شکل دیکھنے کے بعد فوری طور پر ترتیب دیا تھا۔ حسن پاشا اولیو ہاورڈ کا کرائے کا آدمی ہے اور اس کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ بقول اس کے میری فائل اسے بہت پہلے دی گئی تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اولیو ہاورڈ نے میرے بارے میں جگہ جگہ تفصیلات فراہم کر دی ہیں کہ میں اس کے شکنجے میں کہیں نہ کہیں تو ضرور پھنس جاؤں۔ خیر ان ساری باتوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ میں گرین پول کے نمائندوں سے کہاں ملاقات کروں۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اگر انہوں نے گرانڈ نادر میں تم سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ بھی ہاورڈ کے پروگرام سے کسی حد تک واقف ہو گئے ہیں یا ممکن ہے ہاورڈ ہی نے ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ تاہم میں تمہیں ایک جگہ کا پتا بتا دیتی ہوں وہاں اگر تم کوشش کرو تو گرین پول کے نمائندوں سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"کون سی جگہ ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

"جیسو ڈرم کے بارے میں تو جانتے ہو جو یہاں کی ایک جگہ ہے۔ زیادہ تر وہی جگہ ہے جہاں تمہیں پسند ہے۔ آ سکو گے لیکن کوشش کرنا کہ کاؤنٹر پر جا کر سعید رومانی دیکھو گے تو میرا خیال ہے تمہارا کام بن سکتا ہے۔ تم ان لوگوں پر اعتبار کر سکتے ہو۔"

"کون ہیں یہ؟" میں نے سوال کیا۔

"بالہ جیسو ڈرم کے بائیں سمت تمہیں اس کا فون سامنے نظر آ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہاورڈ کے معاملے میں خاص سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا تارینا۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ۔ کیا یہاں تم سے میرا دوبارہ رابطہ قائم ہو سکتا ہے؟"

"علی! یہ سب حالات کے تحت ہے۔ میں خود بھی یہاں ایک مشن پر آئی ہوئی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ جلد سے جلد ملوں۔ تم اپنا کام انجام دو میں تمہیں خود تلاش کر لوں گی۔" اس نے جواب دیا اور پھر کچھ خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ "دیر مت کرو۔ اس سے قبل کہ یہاں کا ہنگامہ ختم ہو جائے تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہیے کیونکہ اس کے بعد وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ صورت حال کا اندازہ لگانے میں انہیں بہت زیادہ وقت نہیں پیش آئے گی۔"

"او کے تارینا۔ لیکن تم نے میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ دیا ہے۔ یہ تمہارے لیے اچھا ہوگا۔"

"پلیز علی! میری فکر مت کرو۔ میں نے یہ چھوٹا سا کام کر کے تمہاری کوئی خاص خدمت انجام نہیں دی ہے۔ بہر طور میں کوشش کروں گی کہ زندگی کے کسی مرحلے پر تمہاری ان عنایات کا صلہ دے سکوں۔"

میں نے اسے خدا حافظ کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راستے سنسان پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ایک طرف پہنچ گیا۔ یہ علم ہو گیا تھا مجھے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں میں داخل ہوا تھا یعنی ٹریکوش باتھ چنانچہ راستوں کا اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں بھی چیختے چلانے والوں میں شامل ہو گیا۔ بے شمار لوگ تھے جو ابھی تک یہاں سے نکل نہیں پائے تھے۔ عجیب عجیب حلیے ہو رہے تھے ان کے۔ کچھ تو کیچڑ میں نہائے ہوئے تھے اور کچھ پانی میں بھیگے ہوئے چوہوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر بدحواسی تھی۔ اس وقت مجھے بھی انہی کے انداز میں کام کرنے تھے چنانچہ میں بھی چیختا چلاتا ہوا بیرونی دروازے کی سمت بھاگا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے صورت حال معلوم کرتے پھر رہے تھے۔ خاصی عجیب سی حالت تھی یہاں کی۔

مجھے دروازے سے باہر آنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ ٹریکوش باتھ کے سامنے پولیس کی چند گاڑیاں آ کر رکی تھیں میں نے ایک ایسا راستہ اختیار کر لیا جہاں پولیس سے میری مڈبھیڑ نہ ہو اور پھر اس راستے پر دوڑتا چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں ٹریکوش سے کافی دور نکل آیا۔ میرا لباس اب اتنا بے تکا بھی نہیں تھا کہ ہر شخص کی نگاہ مجھ پر پڑنے لگے۔ میں ٹیکسی کی تلاش میں ادھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا لیکن کمبخت ٹیکسی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

کافی دور پیدل چلنے کے بعد بالآخر مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں اس میں بیٹھ کر بیکارڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بیکارڈ میں پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ غسل خانے میں جا کر تقریباً آدھے گھنٹے تک گرم پانی کے نیچے بیٹھا رہا۔ اس کے بعد ایک ہلکا پھلکا لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ ویٹر کو طلب کر کے کافی طلب کی اور دو پیالی کافی پینے کے بعد کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ان سارے واقعات نے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا ہو گیا اور اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ہاورڈ کمبخت کی یہاں موجودگی میرے لیے تشویشناک تھی۔ اس شخص نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ابھی تک میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کر سکا تھا اور اس بار تو میں نادانستگی میں اس کے ہاتھوں مارا ہی گیا تھا۔ کمبخت بہت خطرناک انسان تھا۔ آئن شلائر کے پیچھے پڑ گیا تھا اور گرین پول کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہا تھا۔ اب جبکہ اسے حسن پاشا سے یہ بات معلوم ہو گی کہ میں آئن شلائر کا نمائندہ بن کر یہاں آیا ہوں تو پھر اس وقت کیا صورت حال ہو گی؟

کاش حسن پاشا بھی اس ہنگامے میں کام آ جاتا تو کم از کم ہاورڈ کو میری شخصیت کا علم نہ ہو پاتا۔ کیونکہ حسن پاشا ہی کے ذریعے وہ اس صورت حال سے آگاہ ہو گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہاورڈ کے صورت حال سے آگاہ ہونے سے پہلے ہی میں گرین پول کے سلسلے میں کوئی مناسب کارروائی کر لوں؟ میں نے سوچا لیکن اس وقت صورت حال ایسی تھی کہ میں کوئی بھی جسمانی مشقت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہیں پا رہا تھا چنانچہ ایسی کوئی بھی کوشش میرے لیے نقصان دہ ہی ہو سکتی تھی۔

دوسرا مسئلہ تارینا ہارڈ کا تھا۔ وہ یہاں کیوں کر آئی لیکن اس مسئلے کو خود ہی میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ اب ایسا بھی کیا انسان کو اپنے ذہن پر قابو نہ رہے۔ تارینا ہارڈ نے اپنے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ دوستی ہو سکتا ہے اس کا بھی کوئی مشن ہو اور وہ کسی اور مقصد کے تحت یہاں آئی ہو لیکن جس انداز میں وہ میری مدد کے لیے پہنچی تھی وہ ناقابلِ یقین سا تھا۔ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

رات ہو چکی تھی، میں کھانا کھائے بغیر ہی لیٹ گیا تھا۔ پوری رات پُرسکون انداز میں گزار کر دوسری صبح چاق و چوبند ہونا چاہتا تھا تاکہ اعتماد سے اپنے کام کا آغاز کر دوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک بار پھر اس بات کی ضرورت پیش آگئی تھی کہ میں اپنے چہرے میں تبدیلی کر لوں۔ پیکارڈ میں داخل ہونے سے پہلے میں نے میک اپ اتار دیا تھا ورنہ یہاں مشکل ہوتی لیکن اب۔۔۔ میک اپ ضروری تھا۔ بہت سے منصوبے ذہن میں آ رہے تھے۔ میں گہری نیند سو گیا۔ اب سب کچھ دوسری صبح کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

دوسری صبح جاگنے کے بعد میں نے ناشتا وغیرہ کیا اور ان تمام چیزوں سے فارغ ہو کر میں نے اپنا ایک پروگرام ترتیب دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک میں اس پروگرام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا اور پھر پیکارڈ سے باہر نکل آیا۔ خطرات اب بھی میرے ارد گرد موجود تھے۔ اصل مسئلہ چہرے کی تبدیلی کا تھا۔ ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر تارینا ہاؤس سے وہ میک اپ بکس حاصل کر لیا جاتا تو شاید اتنی دقت نہ ہوتی تاہم جو میک اپ میں نے اتارا تھا اس میں سے کچھ چیزیں ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد میں نے استعمال کر لیں اور چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی رونما ہو گئی لیکن صرف اس سے کام نہیں چل سکتا تھا کیونکہ میرا واسطہ احمق قسم کے لوگوں سے نہیں تھا۔ ایک بازار سے میں نے میک اپ کا سامان خریدا اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں جہاں میں اسے استعمال کر سکوں۔ میں نے میک اپ کے سامان کے علاوہ آئینہ بھی خرید لیا تھا تاکہ میک اپ کے لیے مجھے کوئی دقت نہ ہو اور اس کے بعد میں ایک سنسان گوشے کی تلاش میں چل پڑا۔ ایسی جگہ کا دستیاب ہونا مشکل نہ تھا۔ میں نے ایک جگہ منتخب کر کے وہاں اپنا کام شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔ تمام سامان وغیرہ میں نے وہیں پھینک دیا تھا۔ یہ میک اپ خاصی محنت سے کیا گیا تھا۔ حالانکہ ایک عام جگہ کیا گیا تھا لیکن میں نے بڑی احتیاط سے اپنی شکل تبدیل کر لی تھی۔ تقریباً پونے بارہ بجے تھے اس وقت جب میں ہیوڈرم کے علاقے میں داخل ہو گیا اور پھر کوئنس تلاش کرتے ہوئے مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ کوئنس ایک بدنام سی جگہ تھی، جہاں کا ماحول اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ یہاں شریف لوگ آنا پسند نہیں کرتے ہوں گے۔ میں اس کے کاؤنٹر پر پہنچا اور میں نے جیب سے ایک سفید رومال نکال کر بھاری بھرکم کاؤنٹر کلرک کے سامنے رکھ دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے چونک کر مجھے دیکھا۔ رومال اٹھایا اور مٹھی میں دبا لیا، پھر وہ کاؤنٹر کے پیچھے [illegible] کسی سے گفتگو کرنے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ایک آدمی ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ میں اس کے ساتھ کوئنس کی عقبی سمت میں چل پڑا۔ ایک راہداری سے گزار کر مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں میز کے پیچھے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"فرمایئے، کیا کام ہے آپ کو؟"

"مجھے گرین پول کے کسی ذمے دار نمائندے سے ملنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد؟"

"مقصد کسی ذمے دار شخص کو بتایا جا سکتا ہے۔"

"اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ہم سے گفتگو کرنے میں کوئی عار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں۔۔۔ مسٹر آئن شلائڈر کا آدمی ہوں اور گرین پول کی سطح پر اشیا دے کر یہاں پہنچا ہوں۔"

"کیا۔۔۔!" مجھ سے سوالات کرنے والا شخص حیرت سے اچھل پڑا۔

"کیا آپ وہی ہیں جو گرانڈ ٹاور میں ٹھہرے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں، ذرا ایک منٹ۔" اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون پر نمبر ملایا اور ریسیور کو کان سے لگا لیا۔ پھر وہ کہنے لگا۔ "چیف، وہ شخص آیا ہے جس کا تعلق مسٹر آئن شلائڈر سے ہے۔ ہاں، گرانڈ ٹاور کا مہمان۔ بہتر۔" اس شخص نے جواب دیا اور مجھے ساتھ لے کر اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ ایک دوسرے کمرے میں میری ملاقات ایک اسمارٹ سے آدمی سے ہوئی جس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

سیاہ آنکھوں والا یہ شخص مجھ سے پرتپاک انداز میں ملا اور کہنے لگا۔ "میرا نام ٹیری مین ہے۔ کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں؟"

"اسٹوڈن۔۔۔ جان اسٹوڈن۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر جان اسٹوڈن! آپ کو میرے ساتھ ایک مختصر سا سفر کرنا ہوگا۔ میں ذرا دو منٹ کی اجازت چاہوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے گردن آہستہ سے خم کر دی۔

وہ شخص چلا گیا اور تقریباً پانچ منٹ بعد واپس آیا۔

"اس تاخیر کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ آیئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ٹیری مین مجھے ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ دو تین چکر کرنے کے بعد ہم ایک سبز کار کے پاس پہنچ گئے۔ اس خوبصورت کار کا دروازہ کھول دیا گیا۔ جیسے ہی میں اندر بیٹھا، وہاں پہلے سے موجود ایک خوبصورت سی لڑکی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال میری پسلیوں سے لگا دی۔ میں نے چونک کر اس لڑکی کو دیکھا پھر ٹیری مین کی طرف دیکھا۔ ٹیری مین نے اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام محض احتیاط کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ہے۔

لڑکی نے دوسرے ہاتھ سے سیاہ رنگ کا ایک نقاب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پہن لیجیے۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ یہی غنیمت تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کو میری تلاشی لینے کا خیال نہیں آیا تھا۔ چند منٹ کے بعد کار کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ آگے بڑھنے لگی۔ آنکھوں پر پٹی کے باعث مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ راستہ یاد کرنے کے لیے مجھے مختلف گوشوں اور بازاروں سے آنے والی آوازوں اور راستے کے پیچ و خم پر غور کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں یہ بھی خیال تھا کہ فائل پر قبضہ کرنے کے لیے کسی بھی وقت مجھے گولی کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ لوگ آئن شلائڈر سے اس قدر مخلص نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے اولیو ہاورڈ نے انہیں اس بات کی اجازت دی ہو کہ فائل کے حصول کے بعد وہ سارے معاملات ان کے سپرد کر دیں۔ اولیو ہاورڈ، مسٹر آئن شلائڈر کے سلسلے میں مخلص نہیں تھا اور انہیں نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔

راستے میں میں نے سوال کیا۔ "مسٹر ٹیری مین! آپ کو یہ تو یقیناً معلوم ہوگا کہ گرانڈ ٹاور میں میرے ساتھ کیا حالات پیش آئے؟"

"نہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کوئی خاص علم نہیں ہے۔ بس اس دوران ہمیں گرانڈ ٹاور میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت نہیں ملی تھی۔"

"حالانکہ یہ بات پہلے سے طے تھی کہ میں گرانڈ ٹاور میں آپ لوگوں سے ملاقات کروں گا۔"

"بدقسمتی سے اس کی وجہ نہیں بتا سکتا ہوں اور مس کیلس۔"

"کیلس کون؟"

"یہ لڑکی جو تمہارے نزدیک بیٹھی ہوئی ہے۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ میں آپ سے ایک سوال اور کروں گا۔ مس کیلس آپ مجھے جواب دیجیے یا مسٹر ٹیری مین آپ۔ آئن شلائڈر کی بیوی اور اس کے بیٹے کی کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ لوگ بالکل محفوظ ہیں۔ ہم بلاوجہ قتل و غارت گری پسند نہیں کرتے۔ ہم نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے یہ تمام کارروائی کی ہے۔ اس بات کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مسٹر اسٹوڈن کہ وہ لوگ آپ کو بخیریت ملیں گے۔" کیلس نے جواب دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹیری مین نے اسے میرا نام بھی بتا دیا تھا۔

"ہوں۔ بہرحال فائل آگئی ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ لوگوں سے مکمل تعاون کروں اور کسی قسم کی کوئی بدمزگی ہمارے درمیان نہ ہو، حالانکہ اس دوران میرے ساتھ انتہائی مشکل حالات پیش آ چکے ہیں۔" میری اس بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں باہر کی آوازوں پر کان لگائے ہوئے تھا۔ اس وقت ہم جس سڑک سے گزر رہے تھے وہاں شاید ٹریفک زیادہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ گاڑی کو مسلسل جھٹکے لگ رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے ہم گہری تاریکی میں پہنچ گئے ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ہم اس وقت کسی سرنگ سے گزر رہے ہیں۔ تقریباً ایک منٹ کے بعد ہم کھلی فضا میں آگئے اور اس کے ساتھ ہی پانی گرنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ جیسے کوئی پہاڑی ندی یا چھوٹا سا آبشار ہو۔ اس کے بعد تقریباً پانچ منٹ تک خاموشی رہی پھر سڑک کے قریب مویشیوں کی آوازیں سنائی دیں جیسے گاؤں کی طرف ... اس کے کچھ دیر کے بعد گاڑی رک گئی۔ ٹیری مین نے دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ قدموں کی آواز کے ساتھ کچھ اجنبی سی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں اور پھر میری آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی لیکن میں یہ دیکھ کر چونک گیا کہ کار کو مکمل طور پر ترپال وغیرہ سے ڈھک دیا گیا ہے۔ ٹارچ یا بلب کی روشنی میں نزدیک بیٹھی ہوئی کیلس کا چہرہ بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔ وہ لڑکی خوبصورت تھی لیکن کچھ تیکھے اور عجیب سے خدوخال کی مالک تھی اور اب بھی مجھ پر پستول تانے ہوئے تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد کسی نے باہر سے کار کا دروازہ کھولا اور ایک درمیانی عمر کی خوبصورت سی عورت ایک تقریباً گیارہ سالہ بچے کے ساتھ اگلی سیٹ پر آ بیٹھی۔ ان دونوں کی آنکھوں پر بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ یہ آئن شلائڈر کی بیوی اور بیٹا ہے۔ لڑکی نے ان دونوں کو بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پستول ان کی پشت میں چبھوتے ہوئے بولی۔ "اگر تم لوگوں نے ذرا بھی کوئی آواز نکالی یا جنبش کرنے کی کوشش کی تو تمہارے جسموں کے سوراخ گنے نہیں جا سکیں گے۔" چند لمحات کے بعد کار کا دروازہ پھر کھلا اور ایک اور عورت اندر داخل ہو گئی۔ یہ خاصی بھاری بھرکم اور بھدے خدوخال کی عورت تھی اور مقامی معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں انتہائی چمکدار تھیں اور کار کے اس دھندلکے میں بھی ان آنکھوں کی چمک محسوس کی جا سکتی تھی۔ عمر کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ انتہائی پُرکشش تھی۔

خاص طور سے اس کے ہونٹ دیکھنے کے قابل تھے۔ میں اس کی عمر کے بارے میں تعین کرنے لگا اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ تیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ جسم پر مردانہ لباس تھا جس میں اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔

وہ چند لمحے اپنی بادامی آنکھوں سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا: ”میرا نام کرشا فلومر ہے اور میں گرین پول کی وژن ہوں۔“

گرین پول کی وژن کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے گردن خم کر کے اسے خوش آمدید کہا اور اپنے بارے میں بتانے لگا۔

”ہاں۔ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ کچھ پراسرار لوگ گرانڈ نادر میں تمہاری نگرانی کر رہے تھے اور شاید ان سے تمہارا کوئی جھگڑا بھی ہوا تھا۔ ہم نے اس دوران دخل دینا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس بات کا احساس بھی تھا کہیں یہ تم ہی لوگوں کی کوئی چال نہ ہو۔ تم نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کو لگا کر ممکن ہے کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا ہو جس سے ہمیں کوئی نقصان پہنچ سکے، چنانچہ ہم نے ہدایت دی تھی کہ تمہارا خاموشی سے جائزہ لیا جاتا رہے اور جب تم اپنی ان تمام حرکتوں کے بعد واضح طور پر سامنے آ جاؤ تو پھر تم سے رابطہ قائم کیا جائے۔ ہم صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا سکے تھے اس لیے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ بتاؤ فائل اپنے ساتھ لائے ہو؟“

”جیسا کہ آپ کو حالات کا اندازہ ہو چکا ہے مس کرشا فلومر! معاف کیجیے گا میں آپ کو مس کہنے میں حق بجانب ہوں کہ نہیں؟“

”فضول بات ہے۔ اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔“

”ٹھیک ہے جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ موجودہ حالات اس قسم کے ہو گئے تھے کہ میں کوئی کام اطمینان سے نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے فائل کو مجھے ایک ایسی جگہ رکھ دینا پڑا جہاں اسے محفوظ سمجھا جا سکے۔ وہ لوگ مجھ سے فائل ہی مانگ رہے تھے اور میں نے جب ان کے بارے میں تجسس کیا تو انہوں نے مجھے قتل کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔“

”ٹھیک ہے، اگر فائل اس وقت تمہارے پاس نہیں ہے تو تم ہمیں اسے فراہم تو کر سکتے ہو۔“

”جی ہاں کیوں نہیں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ فائل ملنے کے بعد آپ ہم لوگوں کو قتل نہیں کر دیں گے۔“ میں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ضمانت۔۔۔!“ کرشا فلومر مجھے گھورتے ہوئے بولی: ”اگر طے شدہ پروگرام کے مطابق فائل ہمارے حوالے کر دو تو ہمیں کسی کے خون سے ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت ہے؟“

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال دیا لیکن جب میرا ہاتھ باہر آیا تو اس میں فائل کے بجائے خوف ناک ریوالور دیکھ کر کرشا فلومر چونک پڑی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مجھے دیکھا اور میں ہنس کر بولا: ”یہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔ اس کی گولی میں بہ آسانی تمہاری پیشانی میں پیوست کر سکتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟“

کرشا فلومر چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کیلس سے کہا: ”کیوں کیلس! یہاں لانے سے پہلے تم نے اس کی تلاشی لی تھی؟“ کیلس بری طرح بوکھلا گئی تھی، وہ جواب نہیں دے سکی۔ تب کرشا فلومر کہنے لگی: ”اگر تم ایسا کرو بھی تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اگر تم مجھ پر گولی چلانے کی حماقت کرو گے تو کیلس ان دونوں کو موت کی نیند سلا دے گی۔“

”تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ تمہیں قتل کر دوں۔ دراصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ حالات کسی بھی وقت ناخوش گوار ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ان لوگوں کو نظر انداز نہ کرو جنہوں نے مجھ سے فائل حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟ کیا یہ تمہارا فرض نہیں ہے میڈم کرشا فلومر کہ فائل کے حصول سے پہلے تم ان لوگوں پر توجہ دو جو میرا راستہ روکنے کی کوششوں میں مصروف ہیں؟“

”ریوالور مجھے دے دو۔“ کرشا فلومر نے کہا۔

”ضروری نہیں ہے۔“ میں نے خشک لہجے میں کہا: ”میں اسے استعمال کر کے نتائج سے بے پروا بھی ہو سکتا ہوں لیکن میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ تم فائل کے حصول کے ساتھ ساتھ ان لوگوں پر بھی توجہ دو۔ اگر وہ ہمارا راستہ روکنے کی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو اس کی ذمے داری کون قبول کرے گا؟“

کرشا فلومر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا: ”تمہارا کہنا کسی حد تک درست ہے۔ میں اس سلسلے میں خصوصی پروگرام مرتب کروں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اس وقت تک میرے مہمان رہو جب تک کہ ہم فائل پوری احتیاط کے ساتھ اپنی تحویل میں نہ لے لیں۔ یہ دونوں تمہارے ساتھ رہیں گے اور اس دوران تمہیں کوئی دقت پیش نہیں آ سکے گی۔“

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن صورت حال کا تقاضا یہی ہے کہ تم پوری طرح محتاط رہو۔“

”ایسا ہی ہوگا۔“ کرشا فلومر نے جواب دیا اور اس کے بعد ایک بار پھر میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ آنٹی شولڈر کی بیٹی اور بچہ بالکل خاموش تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ بھی پلٹ کر

پیچھے کو دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ کرشا فلومر کے اشارے پر ہماری واپسی کا انتظام کیا گیا۔ وہ خود کار سے اتر گئی تھی اور تھوڑی دیر بعد کار اسٹارٹ ہو کر واپس چل پڑی۔ آنکھوں پر پٹی بندھی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ لوگ مجھے کس طرف لیے جا رہے تھے لیکن میں اب پرسکون تھا۔ دوسری لڑکی کیلس ہمارے ساتھ ہی تھی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے پستول کی نال میری پشت پر چبھوتے ہوئے کہا: ”اپنا پستول میرے حوالے کر دو۔“

”کیوں اب کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟“ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”آہ۔ تم نہیں جانتے تم نے تو میری موت کا سامان مہیا کر دیا تھا۔ براہ کرم پستول مجھے دے دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور اب تو تمام معاملات دوستانہ انداز میں طے پا رہے ہیں۔ اب تمہیں کیا دقت پیش آ سکتی ہے؟“

”تم اس کے لیے اتنی پریشان کیوں ہو؟“

”اس لیے کہ میں دوبارہ اس پستول کو تمہارے پاس سے برآمد ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمام تر ذمے داری میرے اوپر ہی عائد ہوتی ہے۔“

”میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ تم اگر چاہو تو مجھے چیک کر کے میرا پستول نکال سکتی ہو۔“ میں نے کہا۔ کیلس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد کار ایک بار پھر رک گئی اور ہم لوگوں کو نیچے اتار دیا گیا۔ آنٹی شولڈر کی بیٹی اور بچہ میرے ساتھ ہی تھے۔ جس عمارت میں ہمیں اتارا گیا تھا وہ مضبوط لیکن کسی قدر پرانی سی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ایک چھوٹے سے ہال نما کمرے میں ہمیں پہنچا دیا گیا جہاں زمین پر فرش بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ ہم کوئی غلط حرکت نہ کر سکیں۔ ہمیں اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ پستول اب بھی میرے پاس ہی موجود تھا۔ چنانچہ وہ لوگ بے حد محتاط رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی پستول کی موجودگی مجھے ذہنی طور پر کسی قدر مطمئن کیے ہوئے تھی۔

میری نگاہ سہمی ہوئی عورت پر پڑی جو بے حد خوبصورت تھی اور جس کی عمر چھبیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ گیارہ سالہ بچہ بھی سہما ہوا تھا۔ مجھے اس بچے پر بے حد پیار آیا اور میں مسکرا کر ان لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ بچہ بھی مسکرا رہا تھا۔ ایک سہمی سہمی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔

میں نے بچے کو اپنے قریب بلایا اور وہ اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت نے اشارہ کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے بچے کو گود میں بٹھاتے ہوئے کہا: ”اب تم لوگوں کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ مسز شولڈر میں آ گیا ہوں اور میں آپ کی زندگی میں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔“

مسز شولڈر نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور سسکیاں لینے لگیں۔ بچہ اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کسی قدر پریشان ہو گیا تھا۔ میں ان دونوں کو تسلیاں دیتا رہا۔

”آپ لوگوں کو اس دوران ان لوگوں نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش تو نہیں کی؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں! ان کا رویہ ہمارے ساتھ برا نہیں رہا۔“ مسز شولڈر نے جواب دیا۔

میں نے بچے کے رخساروں کو پیار کرتے ہوئے کہا: ”تمہارا نام کیا ہے بیٹے؟“

”ڈوین شولڈر۔“ اس نے جواب دیا۔

”مسٹر ڈوین شولڈر! آپ تیاریاں کریں آپ کو اپنے وطن واپس جانا ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اس کام میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔“

بچہ بے اختیار مسکرا اٹھا۔ اس کی مسکراہٹ فرشتوں کی طرح پاکیزہ تھی۔ میں ان دونوں سے تسلی آمیز انداز میں گفتگو کرتا رہا لیکن میرے ذہن میں تشویش کی جو لہریں اٹھ رہی تھیں وہ اب بھی جوں کی توں تھیں۔ بہرحال اب مجھ پر نئی ذمے داری عائد ہو گئی تھی کہ میں انہیں سمجھا بجھا کر کسی قسم کے خوف کا شکار نہ ہونے دیا

ایک رات گزر گئی، دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوسرے دن شام کو کرسٹا فلومر نے مجھ سے اسی عمارت میں ملاقات کی۔

"صورت حال کا جائزہ پوری طرح لیا جا چکا ہے مسٹر اسٹوڈن۔ اور میرا خیال ہے کہ کل رات میں تمہیں اپنا کام مکمل کر لینا چاہیے تاکہ آپ کو کوئی دقت نہ ہو۔"

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں میڈم کرسٹا فلومر۔" میں نے کہا۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟"

"فائل کے حصول کے بعد ان لوگوں کو واپس بھیجنے کے کیا انتظامات ہوں گے؟"

کرسٹا فلومر نے اپنے پرس کو کھولا اور تین ٹکٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیے۔ "کل شام کرساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے تم لوگوں کو واپس بھیجا جا سکتا ہے بشرطیکہ فائل ہمارے پاس پہنچ جائے۔ میں نے اس فلائٹ کے یہ ٹکٹ حاصل کر لیے ہیں۔ یہ تمہارے اس خدشے کے پیش نظر ہی تھا جس کے تحت تم نے یہ بتایا تھا کہ بالورڈ ہماری راہ میں ہے اور اس فائل کے حصول کے لیے سرگرم و ہاں بھی ہے۔"

میں نے تینوں ٹکٹوں کو بغور دیکھا۔ ان میں ایک مسٹر اسٹوڈن کے لیے، دوسرا مسز شلانر اور تیسرا ڈین شلانر کے لیے تھا۔ ان ٹکٹوں کو دیکھ کر کم از کم میرا اندازہ ضرور ہوتا تھا کہ کرسٹا فلومر فائل کے حصول کے بعد کسی قسم کی بد دیانتی کا ارادہ نہیں رکھتی یا پھر ممکن ہے اپنی بات کو پُر زور بنانے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہو۔ بہرحال مجھے اتنا رسک تو مول لینا ہی تھا۔ فائل کا ایک بار ان لوگوں کی تحویل میں جانا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی صورت حال واضح ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے وعدہ کر لیا کہ کل جس وقت بھی وہ لوگ مجھے لے جانا چاہیں گے میں فائل ان کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔

کرسٹا فلومر نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو انہیں فائل کی جگہ بتا دوں۔ اس کے بعد وہ اپنا کام انجام دینے کے لیے تیار ہوں گی لیکن میں نے اس کے لیے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "در اصل میں نہیں چاہتا کہ آپ اس سلسلے میں کسی قسم کی ڈبل کراس کا تصور اپنے ذہن میں لائیں۔ فائل میں اپنے ہاتھ سے آپ کے حوالے کروں گا تاکہ اس کے بعد آپ یہ نہ کہہ سکیں کہ راستے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی۔"

کرسٹا فلومر کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے کل دن میں انتظار کروں گی۔" میں نے گردن خم کر دی۔

یہ رات بھی گزر گئی۔ مسز شلانر میری شرافت سے بے حد زیادہ متاثر تھیں۔ بچہ بھی مجھ سے بہت زیادہ مانوس ہو گیا تھا اور میں ان دونوں کے چہروں پر زندگی کے آثار پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجے سیاہ رنگ کی ایک کار مجھے لے کر چل پڑی۔ اس میں کرسٹا فلومر میرے ساتھ تھی۔ دوسرے افراد بھی تھے۔ جیری مین البتہ موجود نہیں تھا بلکہ جگہ کچھ اور لوگ تھے۔ میں نے شہر میں داخل ہوتے ہی انہیں اس بینک کا پتا بتایا جس کے لاکر میں فائل موجود تھی۔ ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے پیکارڈ جانا پڑے گا۔ کیونکہ وہاں سے مجھے ایک چیز لینی ہے۔ ہوٹل پیکارڈ پہنچنے کے بعد کرسٹا فلومر میرے ساتھ چل پڑی۔ میں ذرا سا پریشان تھا کہ کہیں ہوٹل میں داخلے میں کوئی دقت پیش نہ آئے لیکن اس سلسلے میں میں نے ایک باقاعدہ کاؤنٹر سے چابی نہیں حاصل کی بلکہ خاموشی سے اپنے کمرے تک پہنچ گیا اور پھر چوروں کے سے انداز میں دروازہ کھولا۔

کرسٹا فلومر نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو میں نے کہہ کر اسے مطمئن کر دیا کہ میں کافی دنوں سے ہوٹل میں نہیں آتا جاتا۔

دروازہ کھولنے کے بعد میں نے اپنی مسہری کے پلنگ کے خول سے لاکر کی چابی نکالی اور آہستہ سے اپنی تحویل میں لیتے ہوئے خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کام میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ البتہ کچھ لوگ کرسٹا فلومر کو گھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی شخصیت واقعی شاندار تھی۔ اس کی قومیت کے بارے میں بھی میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ کبھی تو وہ مقامی معلوم ہوتی تھی اور کبھی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی دوغلی نسل کی فرد ہو۔

ایک بار پھر ہم بینک کی جانب سفر کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے بینک کے لاکر سے فائل لی۔ فائل نکال کر ہم گاڑی میں آ بیٹھے۔

کرسٹا فلومر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی گئی اور ہم وہاں سے چل پڑے لیکن اس کے بعد ہمیں اس عمارت میں واپس نہیں آنا پڑا تھا۔ بلکہ ایک اور ہی عمارت میں ہم پہنچ گئے جو شہر ہی کے درمیان تھی۔ کرسٹا فلومر نے وہاں مجھے اترنے کے لیے کہا اور پھر میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اس چھوٹی سی عمارت کے ایک کمرے میں مسز شلانر اور ڈین شلانر کو دیکھ کر میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ ان دونوں کو وہاں سے یہاں منتقل کر دیا گیا تھا۔

"وعدے کے مطابق یہ دونوں تمہارے سپرد ہیں۔ ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے تم تینوں کو روانہ ہو جانا ہے۔ اس سے زیادہ تمہارے لیے میں کچھ نہیں کر سکتی مسٹر اسٹوڈن! یہ ٹکٹ تمہارے

حوالے ہیں۔ البتہ مجھے اجازت دو کہ میں فائل چیک کر لوں۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔ پھر اس نے فائل کو بغور دیکھا۔ اس کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور پھر اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔

"شکریہ! فائل بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا مطالبہ ایک فلم کا بھی تھا لیکن ہمارے ایک آدمی نے ہمیں اطلاع دی کہ وہ فلم اس کے سامنے جلا دی گئی تھی۔"

میرے ذہن میں جیری مین کا تصور ابھر آیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر آئن شلانر کا خیال بالکل درست ہے کہ یہ کم بخت ان لوگوں کے ہاتھوں بک گیا تھا مگر میں نے اپنے چہرے سے کسی خاص تاثر کا اظہار نہ ہونے دیا۔ کرسٹا فلومر کہنے لگی۔ "مسٹر اسٹوڈن! تمہیں اس فائل کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں؟"

"مس کرسٹا فلومر! میں دراصل صرف ایک مقصد کے لیے یہاں آیا تھا اور وہ مقصد تھا مسٹر آئن شلانر کی بیوی اور اس کے بچے کا حصول۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی کہ میں اس فائل کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا۔"

"کیا تمہارا تعلق وہاں کی انتظامیہ سے ہے؟"

"نہیں۔ میں کرائے کا آدمی ہوں اور اس کام کے لیے مجھے اچھا خاصا معاوضہ پیش کیا گیا ہے۔"

"خیر! مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہ دونوں تمہارے حوالے ہیں۔ یہ مکان شہر کے وسط میں واقع ہے۔ استنبول کے ایک مجبور ترین علاقے میں۔ اگر تم چاہو تو یہاں سے نکل کر کوئی دوسرا بندوبست کر سکتے ہو۔ یہ بندوبست تمہارے تحفظ کے سلسلے میں کرو گے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ویسے یہ جگہ بھی تمہارے لیے محفوظ ہے۔ میری طرف سے تمہیں کوئی نقصان پہنچنے کا خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسی بات ہوتی تو یہ ٹکٹ اور ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہ کیا جاتا۔ میرا مقصد ہے کہ اب تم ہماری طرف سے تمام خدشات ذہن سے نکال دو۔ ہم آپ کو کسی طور نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

کرسٹا فلومر چلی گئی تو آئن شلانر کی بیوی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا واقعی ہمارا یہاں رہنا مناسب ہوگا؟"

"میرے خیال میں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی لیکن کیا اسی فلائٹ سے ہم لوگ سفر کریں گے؟ اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو......؟"

"بظاہر تو اس کا امکان نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے سفارت خانے کے حوالے کر سکتا ہوں۔ وہاں سے آپ اپنی واپسی کا بندوبست کریں۔"

مسز شلانر کچھ دیر تک کچھ سوچتی رہی اور پھر آہستہ سے جانی پہچانی لہجے میں کہا۔ "یہ انتہائی مناسب ہوگا۔ تم مجھے میرے سفارت خانے تک پہنچا دو۔ اسی میں میری عافیت ہے۔ میں اس کے لیے تمہاری بے حد شکر گزار ہوں گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ ابھی میرے ساتھ چلیے۔" میں نے کہا۔

دل میں تھوڑی سی تشویش بھی تھی لیکن اس بات کا امکان نہیں تھا کہ سفارت خانے والے اس معاملے میں کوئی گڑبڑ کریں گے۔ ہاں مسٹر آئن شلانر کو اگر اس پر کوئی اعتراض ہو تو ہو لیکن مسز شلانر کی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ میں نے ان کی اس ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے سفارت خانے کی جانب جا رہے تھے۔ ہرچند کہ کرسٹا فلومر نے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ وہ لوگ میرے ساتھ کسی قسم کی بد دیانتی کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے محتاط رہنا تھا۔ یہ بھی امکان تھا کہ بالورڈ کو اس بارے میں معلوم ہو جائے اور وہ راستے میں کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے۔ اسی احساس کے تحت میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مسز آئن شلانر کو ان کے ملک کے سفارت خانے کے حوالے کر دیا جائے اور اس طرح اپنے فرض سے سبکدوش ہوا جائے۔

استنبول میں آئن شلانر کے کونسلیٹ کی عمارت کو تلاش کرنے میں خاصی دقت پیش آئی تھی۔ کئی جگہوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد کونسلیٹ کی عمارت کا پتا چل سکا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم نے ٹیکسی وہاں رکوالی۔ ٹیکسی سے اتر کر ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ عملہ با اخلاق تھا۔ ایک جگہ سے ہم نے کونسلر کے بارے میں معلومات کیں تو ہمیں وائس کونسلر کے دفتر تک پہنچا دیا گیا۔

وائس کونسلر نے پُرتپاک انداز میں ہمارا خیر مقدم کیا تھا اور پھر مسز شلانر نے جب اس سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بے خود سے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"اوہ میڈم! معافی چاہتا ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ سے اس طرح ملاقات ہو جائے گی۔"

"یہ تمام کچھ سوچنے کے بجائے تم مجھ سے کام کی گفتگو کرو۔" مسز شلانر نے کہا۔ "کونسلر سے میری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟"

"آپ کو کچھ انتظار کرنا ہوگا۔ وہ انقرہ گئے ہوئے ہیں لیکن سہ پہر تک واپس آ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میرے لیے جب کسی ایسی رہائش کا بندوبست

کر دو بسیں ہی بیٹھا دو سروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں۔ یہ لوگ مجرمانہ ذہنیت کے افراد مجھے اور میرے بھتیجے کو اغوا کر کے یہاں تک لے آئے تھے۔ ان صاحب نے میری مدد کی ہے اور مجھے یہاں سے پہنچانے کی زحمت گوارا کی ہے۔ چنانچہ ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں میرے تحفظ کا بندوبست بھی کرنا ہو گا۔ بہتر طور پر تم جو جاہو انتظام کر سکتے ہو لیکن یہ بات ابھی عام نہیں ہونا چاہیے۔"

"وائس کونسل سمجھ دار آدمی تھا۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں ان صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں میڈم اور اب آپ یہ بھول جائیے کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کے مکمل طور پر ذمے دار ہیں۔"

تھوڑی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ وائس کونسل میرے ساتھ نہایت خلوص سے پیش آیا تھا۔ اس نے تمام ذمے داریاں قبول کر لیں تو میں نے مسز شلاتزر سے تھوڑی دیر کے لیے تنہائی میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور وائس کونسل نے اس کے لیے ہمیں موقع فراہم کر دیا۔

"میڈم! کیا آپ اپنے طور پر مطمئن ہیں۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اب آپ بہ آسانی واپس پہنچ جائیں گی؟"

"یقیناً۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ میری حفاظت کی ذمے داری قبول کر لیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو سکا تو میں کسی طرح آرٹن شلاتزر سے گفتگو کرنے کی کوشش کروں گی اور انھیں تمام حال بتا دوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لیے فوری طور پر کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیں گے۔"

"اب میرا آپ سے ملنا ضروری تو نہیں ہے؟"

"اگر تمہیں موقع ملے اسٹونرن، تو تم میرے ملک میں ضرور مجھ سے ملاقات کرنا۔ یہاں تو تم جانتے ہو کہ میں بے یار و مددگار ہوں، تمھارے اس احسان کا کوئی صلہ نہیں دے سکتی۔"

"میں اپنے احسان کا صلہ وصول کرنے کے لیے کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا میڈم شلاتزر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، شاید تم نے میری بات سے غلط مفہوم اخذ کر لیا ہے۔ اس کے لیے معافی چاہتی ہوں، تم تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئے ہو۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

مسز شلاتزر کو بیدار کرنے کے بعد میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر وہاں سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ قونصلیٹ پہنچنے کے بعد کم از کم میڈم شلاتزر کے سلسلے میں میری ذمے داریاں ختم ہو گئی ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح اپنے وطن پہنچ ہی جائیں گی۔

مسئلہ اب فائل کے حصول کا تھا اور اس کے لیے مجھے نئے سرے سے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔ پیکا رڈ میں مزید قیام ترتیب

تعلق نامناسب تھا۔ وہ جگہ تقریباً سب کی نظر میں آ چکی تھی اور اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں میں خود کو ان لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکوں اور اس مرتبہ میرے ذہن میں ایک بالکل ہی نئی بات آ گئی۔

وہ کاڈان سرائے مجھے یاد آ گئی جہاں رہائش انتہائی تنگ اور تکلیف دہ تھی لیکن میرے خیال میں اس سے زیادہ محفوظ جگہ میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس سرائے میں قیام کے لیے مجھے ایک بار پھر نئے سرے سے سامان کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ کیونکہ اب ایک نئی حیثیت میں وہاں رہنا تھا۔

میں نے بازار سے کچھ خریداری کی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسی علاقے کی جانب چل پڑا جہاں ایک بار پہلے بھی جا چکا تھا۔

سرائے کے مالک نے بغیر کسی شناسائی کے میرا استقبال کیا۔ وہ مجھے نہیں پہچان سکا تھا۔ دراصل مجھے وہی تنگ کمرہ دوبارہ دے دیا گیا، جہاں میں ایک بار پہلے بھی قیام کر چکا تھا۔ کمرے کی تنگی گو کہ پریشانیوں کا سبب تھا لیکن مجھے اس میں کب تمام زندگی بسر کرنا تھی۔ تھوڑی سی تکلیف ہی سہی۔

شام کو پانچ بجے کے قریب میں سرائے سے باہر نکل آیا۔ میرے چہرے پر بہترین میک اپ تھا۔ اس میک اپ کے بعد میری شخصیت کو بالکل نہیں پہچانا جا سکتا تھا اب مجھے کسی ایسی سواری کی تلاش تھی جس کے ذریعے میں اس علاقے کی جانب سفر کر سکوں جہاں میری ملاقات کرسٹا علوہر سے ہوئی تھی۔

میں نے ایک پروگرام مرتب کیا اور سب سے پہلے ہی پیچوڈم پہنچ گیا جہاں کونیں واقع تھا۔ کونیں سے ہی میرے سفر کا آغاز ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے ٹیکسی کے لیے نگاہیں دوڑائیں ٹیکسیاں کافی نظر آ رہی تھیں لیکن میں کسی ایسے ڈرائیور کی تلاش میں تھا جو مجھ سے تعاون کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مدقوق سی شکل والے ادھیڑ عمر آدمی پر میری نگاہ پڑی۔ شکل ہی سے مفلوک الحال نظر آتا تھا۔ میں نے اس کی ٹیکسی کو انگیج کر لیا اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

"دوست میں سیاح ہوں، میرے احکام کے مطابق ٹیکسی چلا سکتے ہو، تمہیں تمھارے بل کے علاوہ پچاس لیرے بھی انعام میں دوں گا۔"

پچاس لیرے کے تصور نے ٹیکسی ڈرائیور کو حیران کر دیا تھا۔ اس کی حالت سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ پچاس لیرے اس کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ میں نے پچاس لیرے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے بھی کر دیا جسے اس نے لرزتے ہاتھوں سے تھام کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا اور بولا۔ "بل کی رقم الگ سے ادا کی جائے گی؟"

"ہاں! یقیناً۔" میں نے پُراعتماد انداز میں جواب دیا۔ "بالکل بے فکر ہو کر آپ اطمینان سے تشریف رکھیے۔ جہاں آپ کہیں گے میں آپ کو لے چلوں گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس وقت میری تمام تر ذہنی قوتیں اس بات پر صرف ہو رہی تھیں کہ میں صحیح سمت کا تعین کر سکوں۔ چنانچہ ٹیکسی چلتی رہی۔ آنکھیں بند کیے کیے میں ڈرائیور کو راستہ بتا رہا تھا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ ڈرائیور کے چہرے پر میری ہدایات کا کیا رد عمل ہو رہا تھا لیکن اب مجھے اس پر بھروسا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ وہی کرتا رہے گا جو میں کہوں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ٹیکسی ایک سیدھی چڑھائی پر چڑھنے لگی تو میں نے اندازہ کر لیا کہ ہم درست راستے پر سفر کر رہے ہیں کافی دور پہنچنے کے بعد سڑک دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک شاخ وادی کی جانب جا رہی تھی اور دوسری بائیں سمت پہاڑیوں کی طرف چلی گئی تھی۔ میں نے چند لمحات کچھ سوچا، یہ جائزہ لیتا رہا کہ اس کے بعد کتنا فاصلہ اس طرح طے کیا گیا تھا، پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں نے ٹیکسی ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے رکنے کا حکم دیا۔ "بس دوست! میں یہیں اتروں گا۔"

"جی۔۔۔!" ڈرائیور متحیرانہ انداز میں بولا۔ "لیکن جناب یہاں سے آپ کو واپسی کے لیے کوئی سواری نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔ ویسے تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ آرزال کا علاقہ کہلاتا ہے۔ کچھ فاصلے پر قسطنطین کا زیر زمین محل واقع ہے۔ اگر آپ یہاں سے واپسی کے لیے جائیں تو قسطنطین کے محل کی جانب رخ کریں۔ وہیں سے آپ کو سواری مل سکتی ہے۔"

"وہ محل کس طرف ہے؟"

"سیدھے ہاتھ پر۔ اگر آپ تھوڑی سی بلندی پر چڑھ کر دیکھیں گے تو آپ کو وہ جگہ نظر آ جائے گی۔"

"وہاں تک پہنچنے کا راستہ۔۔۔؟"

"پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہے مگر خطرناک نہیں ہے لیکن صاحب آپ یہاں کیوں اتر رہے ہیں؟"

"بس میں ذرا سنکی قسم کا آدمی ہوں۔ لو، یہ تمھارا بل۔" میں نے ٹیکسی کے میٹر پر نظر ڈالنے کے بعد رقم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر مزید دس لیرے کا نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ڈرائیور کی تو چاندی ہو گئی تھی۔ وہ مجھے کئی بار سلام کر کے واپس پلٹ گیا۔

میں اپنی جگہ کھڑا اس وقت تک ٹیکسی کو دیکھتا رہا، جب تک کہ وہ مجھے نظر آتی رہی۔ پھر جب وہ بالکل ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے پہاڑیوں کا راستہ اختیار کیا تھا۔ میں چاروں طرف سے محتاط ہو کر چل رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر میں نے چند لمحات کے لیے ادھر ادھر کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ تقریباً ڈیڑھ میل کا سفر طے کرنے کے بعد مجھے ایک سرنگ دکھائی دی۔ یہاں پانی گرنے کی مدھم آواز بھی سنائی دے رہی تھی جیسے قریب ہی کہیں آبشار موجود ہو۔ مزید آدھے گھنٹے چلنے کے بعد میں اندیشے کی بنا پر اس جگہ رک گیا۔ جہاں مسٹر آرٹن شلاتزر کی بیوی اور بھتیجے کا تبادلہ ہوا تھا۔۔۔ اس جگہ سڑک کے ایک طرف دور دور تک قد آدم جھاڑیاں اور درخت پھیلے ہوئے تھے اور دوسری طرف پتھریلا میدان تھا جو بتدریج بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔ اس وقت میری نظریں سڑک کے کنارے کچی جگہ پر پڑے ہوئے ٹائروں کے نشانات پر جمی ہوئی تھیں میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ میں بالکل ٹھیک جگہ پر پہنچا ہوں۔ یہ میری خصوصی صلاحیت تھی جس کی بنا پر میں راستوں کا تعین کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

تھوڑی دیر میں جھاڑیوں کے درمیان ایک جگہ رکا اور ٹائروں کے نشانات کا جائزہ لیتا رہا، پھر انھی نشانات کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔ نشانات بلندی کی جانب جا رہے تھے میں اتنا غیر محتاط نہیں تھا کہ کسی ہنگامی صورت حال میں اپنا دفاع نہ کر سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر گرین پیل کا کوئی ہیڈ کوارٹر ان پہاڑیوں میں موجود ہے تو ان لوگوں نے اس کی حفاظت اور نگرانی کے انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے۔

میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ میں نے ابھی زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ اچانک ہی کوئی چیز میرے سر سے صرف دو تین انچ اوپر سے گزر گئی۔ زناٹے کی آواز کے ساتھ ہی میں نے جھاڑیوں میں چھلانگ لگا دی۔ پہاڑیوں میں گونجنے والی اس فائر کی بازگشت اس بات کا ثبوت تھی کہ مجھے دیکھ لیا گیا ہے۔ پہلے فائر کے فوراً بعد ہی دوسرا فائر ہوا اور پھر تواتر سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں اس دوران جھاڑیوں کی آڑ لے کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔

فائرنگ تقریباً تین منٹ تک مسلسل ہوتی رہی اور پھر ایک لمحے کے لیے رک گئی۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں اچھل کر ایک درخت کی آڑ میں پہنچ گیا جسے میں نے تاک لیا تھا لیکن وہ لوگ بھی ہر طرف نظر رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی تھی۔

چند لمحے میں گولیوں کی سمت کا جائزہ لیتا رہا پھر بڑی آہستگی سے ایک سمت سرکنے لگا۔ کانٹے دار جھاڑیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں جن سے میرے چہرے، ہاتھوں اور

پنڈلیوں پر خراشیں آ رہی تھیں لیکن میں آگے بڑھتا رہا۔ فائرنگ تھوڑی دیر کے بعد پھر بند ہو گئی تھی اور اب چاروں طرف مکمل سکوت طاری تھا۔ میں آگے رینگتے رینگتے ایک جگہ رک گیا۔ میرے بائیں جانب جھاڑیوں میں کسی جگہ سرسراہٹ کی آواز ابھری تھی۔

چند لمحے ساکت رہ کر میں ارد گرد کی سن گن لیتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ جھاڑیوں میں سے سر اٹھایا اور چونک پڑا۔ میرے بائیں جانب ایک رائفل بردار شخص موجود تھا اور متجسس نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ ابھی اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی تھی۔ چنانچہ میں نے دوبارہ اپنا سر نیچے کر لیا اور نہایت احتیاط سے اپنا رخ تبدیل کر کے اس کی سمت رینگنے لگا۔

تقریباً پانچ گز آگے بڑھنے کے بعد میں نے دوبارہ اوپر اٹھ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تاکہ سمت کا اندازہ درست رہے۔ لیکن اس مرتبہ وہ چونکہ اسی طرف دیکھ رہا تھا لہٰذا میں اس کی نظر میں آ گیا۔

اس مرحلے پر کسی بھی قسم کا تذبذب مجھے موت سے ہمکنار کر سکتا تھا لہٰذا میں نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے چیتے کی طرح اپنی جگہ سے جست لگائی لیکن وہ بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی اور میں زمین چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔ البتہ میں نے پھرتی سے اٹھنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ میرا مدمقابل اس دوران اپنی رائفل کا رخ میری سمت کر چکا تھا جس پر آگے لگی ہوئی سنگین چمک رہی تھی۔

میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ اس نے موقع ملنے کے باوجود مجھ پر فائر کیوں نہیں کیا۔ ممکن ہے اس کی رائفل خالی ہو چکی ہو یا پھر مجھے خود سے اس قدر قریب پا کر اس نے مجھے زندہ گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ بہرحال قصہ کچھ بھی ہو، اس وقت ایک ایسا آدمی میرے سامنے تھا جو مسلح تھا اور میرا حریف تھا۔ جیسے ہی وہ میرے نزدیک پہنچا، اس نے مجھ پر سنگین سے حملہ کر دیا لیکن میں جھکائی دے کر بچ نکلا۔

دفعتاً میں نے اس سے کہا: ”حماقت مت کرو، تمہاری کوئی غلط حرکت تمہارے لیے سزا کا باعث بھی بن سکتی ہے۔“

وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

”میں میڈم کرسٹا فلوم سے ملنے آیا ہوں اور تم مجھ پر مسلسل حملے کیے جا رہے ہو۔“

اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے چونک پڑا۔ شاید اس نے میری بات کو چالاکی پر محمول کیا تھا۔ چونکنے کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔

اب اس کا ہاتھ رائفل کے ٹریگر پر پہنچ رہا تھا لیکن اسی وقت میں نے انتہائی پھرتی سے اس کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا۔ پھر دونوں میں رائفل کے لیے کشمکش ہو رہی تھی۔ اسی دوران میں نے رائفل کی نال کا منہ آسمان کی جانب رکھا تھا۔ تھوڑی سی کشمکش کے بعد میں نے اس کے گھٹنے پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی۔ وہ بلبلا اٹھا مگر رائفل پر اس کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔ ہم دونوں لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گر گئے۔ نیچے گرتے ہی سب سے پہلے دونوں ہاتھ رائفل پر جمانے کا موقع مل گیا۔ اب سنگین اس کے نرخرے کو چھو رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر غرا کر اسے اس مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں کرسٹا کا مہمان ہوں لیکن وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات ہو جس کی وجہ سے اسے اس بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

اچانک ہی اس نے رائفل چھوڑ دی اور سنبھلتے ہی کسی طرح جیب سے چاقو نکال لیا لیکن اس کو حملہ کرنے کا موقع ملنے سے پہلے ہی میں نے رائفل پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ بڑھایا اور سنگین اس کے نرخرے کو کاٹتی ہوئی اندر گھس گئی۔ خون کا فوارہ ابل نکلا اور میں اسے چھوڑ کر پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے صرف چند لمحے کے لیے صورتِ حال پر غور کیا پھر اس کا چاقو جیب میں رکھا اور ادھر اُدھر دیکھا۔

اندازہ یہی تھا کہ یہاں اس شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔

میں نے اس شخص کی لاش کو گھسیٹ کر جھاڑیوں میں ڈال دیا اور پھر اس سمت چل پڑا جدھر سے میں نے اس شخص کو آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ پشت سے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میرے پلٹنے سے پہلے دو مسلح آدمی عقب سے میرے قریب آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی رائفلیں دبی ہوئی تھیں جیسی میرے ہاتھوں ہلاک ہونے والے کے پاس تھی۔

یہ دونوں بھی مقامی لگتے تھے۔ ان میں سے ایک نے رائفل کی نال میری گردن سے لگا دی، دوسرے نے بھی قریب پہنچ کر اپنی رائفل کی نال میری کمر پر رکھ دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ کچھ پوچھے بغیر مجھے ہلاک نہیں کریں گے۔ میں نے مڑے بغیر آسان انگریزی میں انہیں بتایا کہ میں کرسٹا فلوم کا مہمان ہوں اور اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے لیے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ پھر میں نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا: ”بہتر ہو گا کہ تم مجھے کرسٹا فلوم کے پاس لے چلو۔ اگر وہ مجھ سے ملنے کے بعد میرے لیے موت کا فیصلہ کرتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں

اور تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟"

میں خاموشی سے کرسٹا فلومر کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔ "آپ کے خیال میں میں کون ہو سکتا ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ قاتل میں نے ہی آپ کے حوالے کی تھی۔"

"ہاں، یہ بات میرے علم میں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی تمہارے چہرے پر میک اپ بھی ثابت ہو گیا ہے۔"

"مس فلومر! کیا یہ ضروری تھا کہ میں اصل شکل میں آپ کے سامنے آنے کی کوشش کرتا۔ میں آپ کو کسی قدر حقیقت بتا چکا ہوں۔"

"تمہاری حقیقت میں تم سے ذرا تفصیل سے معلوم کروں گی۔" کرسٹا فلومر نے غصیلے انداز میں کہا اور پھر وہاں موجود دوسرے افراد میں سے ایک شخص کو مخاطب کیا۔ "اس کی تلاشی لو اور اس کے ہاتھ پاؤں پوری طرح کس دو۔"

دو آدمیوں نے اس کی اس ہدایت پر عمل کیا۔ میرے دونوں ہاتھ مضبوطی سے میری پشت پر کس دیے گئے لیکن میں نے خود کو پرسکون ہی رکھا تھا۔ میرا جو کچھ مقصد تھا، اسے حاصل کیے بغیر میں کوئی جذباتی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔

"میری یہاں آمد کا مقصد دراصل آپ کو کچھ بتانا تھا میڈم کرسٹا فلومر۔"

"کیا؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ اولیو ہارڈ آپ کے اور مسٹر آئن سٹائن کے درمیان زبردست غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اولیو ہارڈ کے بارے میں نہیں جانتیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"اور شاید یہ بات بھی آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہو کہ اولیو ہارڈ نے گرانڈ ٹاور میں مجھ پر قابو پانے کی کوشش کی تھی اور مجھ سے فائل طلب کی تھی اور اس کے بعد مجھ پر زبردست قاتلانہ حملے کیے گئے تھے۔ آخر ان سب باتوں سے آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟ کیا آپ یہ نہیں سوچ سکیں مس کرسٹا فلومر کہ اولیو ہارڈ فائل کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد اور مجھے قتل کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ مسٹر آئن سٹائن نے آپ کا مطالبہ پورا نہیں کیا اور اس کے بعد آئن سٹائن سے آپ کی باقاعدہ ٹھن جاتی۔ اس طرح درحقیقت وہ آئن سٹائن کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"تمہاری باتیں مانتی ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمہارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟"

"میڈم! میرا خیال ہے اس سلسلے میں بھی ایلڈن گروش ہی آپ کو سب کچھ بتا سکتا ہے۔ کیا میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہوں جو اس نے آپ کو دی ہے؟"

"یہ تمہاری تصویر ہے۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا اور تصویر لے کر میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے وہ تصویر میرے سامنے کر دی اور میں تصویر دیکھنے لگا۔ یہ میری ہی تصویر تھی۔ میں نے ایک لمحے سوچا لیکن دوسرے ہی لمحے میں چونک پڑا۔ میں نے دوبارہ تصویر کو غور سے دیکھا۔ یہ تصویر اس لباس میں تھی جس میں میں گرانڈ ٹاور میں داخل ہوا تھا۔ ایک چمک سی میری آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ سینڈرا نے ایک کیمرے سے میری تصویر لی تھی اور اس کے بعد کوئی شخص وہ کیمرا چھین کر بھاگ گیا تھا۔ اس وقت میں میک اپ میں تھا لیکن یہ تصویر میری اصل شکل کی تھی۔

میں چند لمحات پریشانی کے انداز میں سر جھکائے رہا اور پھر میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن ہو گئے۔ دوسرے لمحے میں نے چونک کر کہا۔ "مس کرسٹا فلومر! میرا خیال ہے آپ دھوکا کھا گئیں۔ یقیناً آپ دھوکا کھا گئیں۔"

"اب کوئی نئی چال چل رہے ہو۔" کرسٹا فلومر ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"براہ کرم مجھے ایلڈن گروش کے بارے میں بتائیے پلیز۔"

"کیا مطلب؟ کیا بکواس کر رہے ہو، کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ ایلڈن گروش میرا دوست ہے اور میری تنظیم کا ایک اہم رکن بھی ہے۔"

"ہرگز نہیں مس فلومر! آپ یہ بتائیے کہ کیا گرانڈ ٹاور میں آپ نے میری تصویر حاصل کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ تصویر اس وقت کی ہے میڈم کرسٹا فلومر جب میں گرانڈ ٹاور کے پارکنگ لاٹ سے گزر رہا تھا۔ یہ لباس اور یہ ماحول گرانڈ ٹاور کا ہے، آپ ذرا غور سے دیکھیے۔"

میڈم کرسٹا تصویر پر غور کرنے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں یقیناً یہ گرانڈ ٹاور کا ماحول ہے۔ پیچھے جو تین سیڑھیاں نظر آ رہی ہیں وہ گرانڈ ٹاور کے عقب ہی کی ہیں۔"

"تو پھر آپ یہ بھی سن لیجیے کہ میں اس وقت بھی میک اپ میں تھا۔ ایک لڑکی نے کیمرے سے تصویر کھینچی اور جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو ایک شخص اس سے کیمرا چھین کر بھاگ گیا۔ یہ یقیناً اولیو ہارڈ کا آدمی تھا جس نے کسی ایسے کیمرے سے میری تصویر اتروائی جو میک اپ کا راز فاش کر سکتا ہے۔ مجھے یہ بتائیے میڈم کہ کیا فائل ایلڈن گروش کے پاس ہے، وہ اسے کہاں لے گیا ہے؟"

کرسٹا فلومر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تعجب کے آثار تھے۔ وہ خاصی بے چین ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نے ... میرے اور میرے دوست کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی تو پھر تم یہاں سے واپس نہیں جا سکو گے۔"

"میڈم پلیز! آپ پہلے ایلڈن سے رابطہ کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے آپ کے مسئلے میں وہ فائل آپ کے ہاتھ سے بھی نکل جائے۔"

کرسٹا فلومر نے فوراً ہی اپنے دو آدمیوں سے کہا۔ "جاؤ، ایلڈن گروش کو یہاں بلا لاؤ۔ ان سے کہو کہ وہ فائل لے کر یہاں آ جائیں۔"

دونوں آدمی باہر نکل گئے۔ بقیہ آدمی ابھی میری نگرانی کر رہے تھے۔ کرسٹا فلومر تھکے تھکے سے انداز میں کرسی پر جا بیٹھی۔ وہ مجھے مسلسل گھورے جا رہی تھی۔ اس دوران اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

دو منٹ... تین منٹ... چار منٹ... پانچ منٹ گزر گئے اور اس کے بعد کرسٹا فلومر نے جھلائے ہوئے لہجے میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا۔ "دیکھو، وہ دونوں کہاں مر گئے۔ تم میں سے ایک جاؤ اور ان سے کہو کہ فوراً واپس آئیں۔ مسٹر گروش ابھی تک کیوں نہیں آئے۔" ان میں سے ایک اور آدمی باہر نکل گیا لیکن باقی لوگ بھی میرے لیے کافی تھے اور اب تو میرے ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے۔ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا جس کے ذریعے یہاں سے فرار ہو سکوں۔ لیکن میرے ذہن میں بھی اضطراب کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایلڈن گروش میک اپ میں تھا اور یقینی طور پر وہ شخص نہیں تھا جس کے بارے میں کرسٹا فلومر کو یقین تھی۔ وہ کوئی اور ہی تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ تینوں آدمی واپس آ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "میڈم! مسٹر گروش غاروں میں کہیں نہیں ہیں۔ ابھی ابھی مجھے ان کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ غاروں سے باہر نکل گئے ہیں۔"

"کہاں، کس طرف؟" کرسٹا فلومر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ نہیں معلوم۔"

"اوہ... اوہ... یہ نہیں ہو سکتا، یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ دوڑتی ہوئی غار کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں نے مجھے دیکھا اور میں ان کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میرے مسکرانے کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک سے کہا۔ "کیا خیال ہے دوستو! ہم لوگ کتنے گھنٹے یہاں کھڑے رہیں گے؟"

"فی الحال خاموش ہی کھڑے رہو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اور اگر یہ لمحات گھنٹوں اور پھر دنوں میں تبدیل ہو گئے تو؟"

"تو ہم تمہیں گولی مار کر یہاں سے چلے جائیں گے۔" دوسرے نے غراتے ہوئے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میں کھڑا رہا اور اس کے بعد پیچھے ہٹا اور ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔

اب اس وقت تک کچھ اور نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کرسٹا فلومر واپس نہ آ جائے۔ کرسٹا فلومر کی واپسی واقعی جس وقت ممکن نہیں ہوئی البتہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور آدمی اندر آ گیا۔ اس نے میرے محافظوں سے کہا۔ "اسے لے جا کر بند کر دو اور اس کی نگرانی کرو۔"

"او کے سر!" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ وہ آدمی فوراً ہی باہر نکل گیا تھا۔ دونوں رائفل بردار میرے قریب پہنچ گئے اور پھر وہ میرے بدن سے رائفل کی نالیں لگاتے ہوئے مجھے باہر لائے اور ایک اور غار میں دھکیل کر سلاخوں دار دروازہ بند کر دیا۔ یہ کشادہ غار نہیں تھا لیکن اس میں گھٹن بھی نہیں تھی۔ چھت پر دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔

باہر ان دونوں میں سے ایک آدمی رائفل لیے پہرہ دے رہا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک چھوٹا سا اسٹول پڑا ہوا تھا جس پر وہ کبھی کبھی پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ پھر جب وہ پہرہ دیتے دیتے تھک گیا تو اسٹول پر بیٹھ گیا۔ میں بڑی بے چینی سے اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ ایلڈن گروش کے بارے میں اب کیا انکشاف ہو گا۔ کیا واقعی وہ فائل لے کر نکل گیا؟ اگر ایسا ہوا ہے تو مجھے اپنی زندگی کی بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ فائل اگر اولیو ہارڈ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو پھر اس کی واپسی ناممکن ہو گی اور اس کے بعد...؟ اس کے بعد کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کیا صورت ہو گی۔

تازہ حالات کا جوں جوں جائزہ لے رہا تھا مجھے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ کم بخت ایلڈن گروش درحقیقت اولیو ہارڈ کا ساتھی تھا۔ اس کا کوئی خاص شناسا تھا۔ اس کا مشینی انداز بھی یہی بتاتا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے لیکن تعجب تو اس بات کا تھا کہ کرسٹا فلومر کیسی بے وقوف عورت تھی کہ وہ اس شخص کو اس انداز میں نہیں پہچان سکی یا پھر ممکن ہے اصل ایلڈن گروش کو کوئی حادثہ پیش آیا ہو اور اولیو ہارڈ نے یا اس کے کسی آدمی نے اس کی جگہ لے لی ہو۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ غار میں اب بھی مدھم

روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دروازے کے دوسری جانب پہرے دار کی ڈیوٹی بدل دی گئی تھی۔ وہ سپاہی نہیں تھا جو پہلے میری نگرانی کر رہا تھا۔ میں اسی طرح گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا رہا۔ شدت کی پیاس لگ رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر سلاخوں والے دروازے پر پہنچ کر اس شخص کو مخاطب کیا جو پہرہ دے رہا تھا۔

"سنو! میں کرسٹا فلومر کا دشمن نہیں ہوں بلکہ ایک طرح سے ان کے لیے ایک کارآمد انسان ہوں۔ اگر وہ کسی کام میں مصروف ہے تو تم لوگ میری جان لینے کی کوشش ترک کر دو۔"

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"سخت بھوکا ہوں اور پانی بھی نہیں ملا ہے۔ کیا ان چیزوں کا انتظام تمھارا اخلاقی فرض نہیں ہے؟"

آدمی کچھ شریف ہی معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا "ٹھہرو! میں تمھارے لیے کم از کم پانی کا انتظام کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

اس کے آگے بڑھنے کے بعد میں نے سلاخوں والے دروازے کو ٹٹول کر دیکھا لیکن اسے کھولنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ سلاخوں کی موٹائی بھی تقریباً ایک ایک انچ تھی۔ اس لیے انھیں موڑنے یا چوڑا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ویسے میں اس وقت باہر جانا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ کرسٹا فلومر کے بعد ایڈن گورڈن کا معاملہ سامنے آ گیا تھا اور میں اس مسئلے سے نظر نہیں چرا سکتا تھا۔ فائل کا معاملہ بہرحال میرے نزدیک بہت اہمیت کا حامل تھا خصوصاً اس صورت میں جب کہ فائل اولیو اینڈ کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ موجود ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو جے ساؤتھ شلالور کے پاس واپس جانا بالکل ہی غیر مناسب ہو گا بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ کرسٹا فلومر کو کسی طرح سے رام کر کے ایک بار پھر اسی اور نیو میں سے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں اور اس کے بعد ان تمام معاملات پر لعنت بھیج دوں۔ مجھے یہی شکر تھا کہ کرسٹا فلومر نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا اور کم از کم آئن شلانز کی بیوی کو اور اس کے بچے کو رہا کر دیا گیا تھا۔ اس طرح آئن شلانز کا ایک کام تو ہو گیا تھا۔ باقی معاملات سے وہ خود ہی نمٹ لے گا۔ میرا براہ راست تو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

میں نے اپنے ذہن کو سمجھا لیا تھا۔ یہاں سے آزاد ہونے کی کوشش کی ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پہرے دار واپس آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا کچھ سامان اور پانی کی ایک بوتل وغیرہ تھی۔

میں نے کھانے پینے کی چیزیں بھی بڑی بے تابی سے قبول کیں۔ کرسکا ہوں" اسے کہا تو۔ اس کے بعد چاہیے پی لینا میرا خیال ہے کہ اب تمھاری شکایت دور ہو جائے گی۔"

"اس کے عوض میں تمھیں زندگی بھر دعائیں دوں گا میرے دوست!" میں نے مسکرا کر کہا "اب براہ مہربانی میرے ہاتھوں کو تو آزاد کر دو تاکہ میں تمھاری مہیا کی ہوئی چیزیں قبول کر سکوں۔" یہ کہہ کر میں نے اپنی پشت اس کی جانب کر دی۔ اس نے کوئی اعتراض کیے بغیر میرے دونوں ہاتھ سلاخوں کے دوسری جانب کھڑے کھڑے ہی کھول دیے۔ پھر سلاخوں کے بیچ ہی میں سے وہ تمام اشیاء وصول کیں اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے خالی آسودگی بھری کی اور پھر پتھر کے فرش پر دراز ہو گیا۔

پتا نہیں یہ ذہنی و جسمانی تھکن تھی یا پھر پیٹ میں پہنچنے والی خوراک کا نشہ کہ مجھے نیند آ گئی۔ ساری رات جاگ رہا تھا۔ دوسری صبح اس وقت جاگا جب ہوا کے لیے بنے موجود سوراخوں سے سورج کی تیز کرنیں میری آنکھوں پر پڑنے لگیں۔

بیدار ہونے کے بعد میں نے دروازے کے دوسری جانب دیکھا تو پہرے دار کا اسٹول خالی پڑا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ لیٹے لیٹے وقت کا جائزہ لیتا رہا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ بس بہت سے کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ان غاروں میں تنہا ہوں۔ دور دور تک کوئی متنفس موجود نہیں ہے۔ ایک خیال فوراً ہی ذہن میں یہ بھی آیا کہ کہیں یہ لوگ مجھے یہاں چھوڑ کر فرار تو نہیں ہو گئے۔

وقت گزرتا رہا اور میں انتظار کرتا رہا۔ تقریباً بارہ بجے تھے اس وقت جب چند افراد قید خانے کے اس دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے کسی میکنزم کے ذریعے دروازے کو کھولا اور مجھ سے باہر آنے کے لیے کہا گیا۔ دو آدمیوں نے پستول نکال لیے تھے۔ ایک بار پھر میرے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے۔ پھر میں ان کے ہمراہ آگے بڑھ گیا۔

مجھے ایک دوسرے کشادہ غار میں پہنچا دیا گیا۔ یہ وہ نہیں تھا جہاں پچھلے دن میں نے کرسٹا فلومر سے گفتگو کی تھی لیکن کرسٹا فلومر یہاں موجود تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے اور وہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

میرے داخل ہونے پر اس نے رک کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا "ہوں، تو تم علی یار خان ہو؟" پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور ٹہلنے لگا۔

"بس وقت تو میں نہ جانے کیا ہوں، کیا بتاؤں تم کو؟"

"کیوں! کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟"

"بہت سے جرائم پیشہ لوگ بھی کم از کم اس حد تک باخلاق ہوتے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ فوراً ہی قتل نہیں کرتے، ان کو بھوکا مارنا بھی پسند نہیں کرتے۔"

کرسٹا فلومر چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا "کیا تم شرافت سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

"میرا خیال ہے میں نے اب تک کوئی غیر شریفانہ حرکت نہیں کی۔"

"تو پھر بیٹھ جاؤ۔ میں تمھارے لیے ناشتا منگواتی ہوں۔" اس نے ایک آدمی کو ناشتا لانے کے لیے بھیجا اور دوسرے آدمی کو میرے ہاتھ کھول دینے کا اشارہ کر کے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اس نوازش کے لیے شکریہ میڈم کرسٹا فلومر۔ مجھے سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ کیا واقعی مسٹر ایڈن گورڈن ایڈن گورڈن نہیں تھے؟"

کرسٹا فلومر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے نرمی سی ابھر آئی اور پھر اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا ....

"ہاں .... ہمیں دھوکا ہو گیا، وہ ایڈن گورڈن نہیں تھے۔ ایڈن گورڈن کو قتل کر دیا گیا، ان کی لاش مل چکی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں ہلکی سی آزردگی تھی۔

"تو میرا خیال بالکل درست نکلا اور مس فلومر! کیا آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ امریکی سی آئی اے کا سیروری ایجنٹ اولیو اینڈ تھا؟"

"ہاں، میں نے اس بات کا اعتراف کر لیا۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا وہ آپ کے ہاتھ لگ گیا؟ کیسا وہ فائل......؟"

"نہیں۔" کرسٹا فلومر مایوسی سے بولی "فائل اسی کے پاس ہے، وہ لے کر نکل گیا۔ کم بخت نے ہمیں ڈاج دے دیا لیکن مجھے ابھی پتا نہیں ہے۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، وہ پروگرام کے مطابق تھا اولیو اینڈ ......" دفعتاً کرسٹا فلومر بولتے بولتے رک گئی۔ اس نے مجھے گھورا، پھر بولی "اس کے بعد تم اولیو اینڈ کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔"

"اس اچانک تبدیلی کی وجہ میڈم؟" میں نے سوال کیا۔

کرسٹا فلومر نے میرے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد میرے لیے ناشتا آ گیا جو میرے سامنے میز پر لگا دیا گیا اور میرے ہاتھ کھول دیے گئے۔ میں کسی بھوکے فقیر کی طرح ناشتے پر ٹوٹ پڑا اور ماحول سے بے نیاز ہو گیا۔

تمام چیزیں ہضم کرنے میں لانے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا "آپ نے اولیو اینڈ کے بارے میں مجھ سے پوچھنے سے منع کر دیا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فائل لے کر وہ نکل گیا۔ اس کے بعد میری خدمات آپ کے لیے کیا جائیں گی مس فلومر؟" میں نے سوال کیا۔

"تم ...... اولیو اینڈ نے مجھے فون پر یہ بھی بتایا تھا کہ تم علی یار خان ہو، وہی علی یار خان جس نے کوٹے ہل میں ہمارا منصوبہ ناکام بنایا تھا ...... اب تمھارا کیا خیال ہے۔ تمھاری گلوخلاصی آسانی سے ہو جائے گی؟"

"میڈم! چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ سے خواہ آپ کچھ بھی کہیں۔ آپ کے ذہن پر اولیو اینڈ بری طرح سوار ہے۔ اگر ذرا سی بھی توجہ دیں تو اس بات سے انکار نہیں کریں گی کہ میں آپ کے لیے اس قدر نقصان دہ نہیں ثابت ہوا جتنا اولیو اینڈ۔"

"میں یہ سب نہیں جانتی۔ تمھاری شخصیت ہمارے لیے بہت ہی خطرناک ہے۔ تمھارے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

"یہ بھی آپ غلطی ہی کریں گی۔ میں آپ سے ایک وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں اولیو اینڈ سے فائل حاصل کر کے آپ تک پہنچا دوں گا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے، گرین لیول جیسی تنظیم اتنی ہی ناکارہ ہے؟"

سمجھے کہ وہ تمھارا سہارا حاصل کرے گی۔ ہم اپنے سلسلے میں خود بھی کام کر سکتے ہیں۔ بے شک اولیو طرونڈ امریکی سی آئی اے کا ایک رکن ہے لیکن گرین ڈیول بھی احمقوں اور نکموں کا ادارہ نہیں ہے۔ ہمیں بعض اوقات ناکامی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم لوگ کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ طورنڈ نے اگر ہمیں ڈبل کراس کیا ہے تو وہ خود بھی ہماری گرفت سے نہیں بچ سکے گا اور پھر اس سے تمام حساب کتاب کر لیا جائے گا۔ جہاں تک تمھارے معاملے کا سوال ہے، تمھارے سلسلے میں ایک الگ فائل کھولی ہوئی ہے اور اس میں تمھارے جرائم کی تفصیلات درج ہیں۔ تہذیب ناظم ایکس کا کیس میرے پاس نہیں تھا لیکن مجھے اس کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کی روشنی میں تمھارا کیس نمٹا دوں گی۔ تم بالکل مطمئن رہو، تمھارے بارے میں جو فیصلہ بھی کیا جائے گا، تمھیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔"

کم بخت کرسٹا فلور کسی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ میں نے آخری کوشش کی۔ "اچھا یہ بات تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ تہذیب ناظم ایکس کہاں ہے؟"

"میں تمھیں کوئی بھی بات بتانے کی ضرورت نہیں محسوس کرتی، بس تمھیں صرف یہ بتا دیا گیا ہے کہ تمھاری ڈیول فائل کھلی ہے اور اس کے بعد تمھیں ہم سے بہتر سلوک کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔"

کرسٹا فلور نے اپنے آدمیوں کو طلب کیا اور میرے بارے میں ہدایت دے دی کہ مجھے پھر اسی قید خانے میں دھکیل دیا جائے۔ وہ خاصی پریشان نظر آ رہی تھی لیکن اب اس سے مقابلے کی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، جو کچھ مجھے کرنا تھا، اس کے لیے میں اب آزاد تھا۔

مجھے ایک بار پھر اسی قید خانے میں ڈال دیا گیا اور سلاخوں والا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ وہ لوگ مجھے حسب معمول پھر بھول گئے۔ کبھی کبھی ایک پہرے دار مجھے نظر آ جاتا تھا، جو کھانے پینے کی چیزیں مجھے سرو کر دیتا تھا۔ میری اس نئی قید کا وہ تیسرا دن تھا اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ یہاں سے رہائی کی کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کی جائے گی۔ اس سلسلے میں بہت سی ترکیبیں سوچیں لیکن فوری طور پر قابل عمل صرف ایک ہی صورت نظر آئی تھی حالانکہ وہ بہت پرانی اور فرسودہ تھی اس وقت چارہ نہ تھا۔ میں اپنی تدبیر پر عمل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میں زمین پر گر کر تڑپنے اور چیخنے لگا۔ چند ہی منٹ کے بعد سامنے والے دروازے کے پاس اس پہرے دار کے قدموں کی آواز سنائی دی، جو تھوڑی دیر پہلے مجھے نظر آیا تھا۔ اس نے سلاخوں سے اندر جھانکا اور مجھے اس طرح تڑپتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟" وہ ناگواری سے بولا۔

"پیٹ... اس سوراخ سے... اس سوراخ سے سیاہ رنگ کا ایک بچھو..." میں نے تکلیف زدہ آواز میں رک رک کر کہا۔

محافظ بے اختیار ایک سمت بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھال کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"کہاں کاٹا ہے؟" اس نے سوال کیا لیکن اسے یہ جواب میرے پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ میں نے اچھل کر ایک زوردار ٹھوکر اس کی پیشانی پر رسید کر دی۔ وہ ایک دم چوٹ کھا کر الٹا۔ رائفل اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی لیکن اس نے فوراً ہی لپک کر گری ہوئی رائفل اٹھانے کی کوشش کی۔ میرے دوسرے پاؤں کی ٹھوکر اس کے جبڑے پر لگی تھی۔ اس کے منہ سے خون کی دھار نکلی۔ ایک لمحے کے اندر اندر وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں اسے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا، کیونکہ اس نے انسانی ہمدردی کے طور پر فوراً ہی میری خبرگیری کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کی قمیص پھاڑ کر دونوں ہاتھ پاؤں باندھ دیے منہ میں بھی کپڑا ٹھونس دیا تاکہ ہوش میں آنے کے فوراً بعد وہ شور مچا کر دوسرے لوگوں کو آگاہ نہ کر سکے۔ ایک محافظ کو ٹھکانے لگانے سے میرا مسئلہ حل نہیں ہو گیا تھا۔ ابھی میری راہ میں کتنی رکاوٹیں اور تھیں۔

میں نے فرش پر پڑی ہوئی رائفل اٹھائی جو بھری ہوئی تھی۔ اس کا سیفٹی کیچ ہٹاتا ہوا میں کوٹھری سے باہر آ گیا۔ خاصا سنسان پڑا ہوا تھا۔ میں محتاط انداز میں قدم اٹھاتا ہوا بیرونی حصے کی جانب بڑھنے لگا لیکن ابھی میں نے زیادہ فاصلہ نہیں طے کیا تھا کہ دفعتاً قدموں کی آواز سنائی دی اور میں دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہو گیا۔ قدموں کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی اور پھر میں نے کرسٹا فلور کو دیکھا۔ وہ میری ہی طرف آ رہی تھی۔ چھپنے کا کوئی موقع نہیں تھا، اگر وہ میرے سامنے آ جاتی تو پھر میرا دیکھ لیا جانا یقینی تھا لیکن اپنی جگہ سے آگے بڑھنا بھی خطرناک ہی تھا۔ اس وقت وہ تنہا تھی اور میری موجودگی سے بے خبر۔ چنانچہ میں سانس روکے اس کا انتظار کرتا رہا۔ جوں ہی وہ میرے قریب پہنچی میں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ میری توقع سے کہیں زیادہ پھرتیلی تھی، اس نے تیزی سے گھوم کر میرے گھٹنے پر اس زور سے ٹھوکر رسید کی کہ میں لڑکھڑا کر رہ گیا۔

وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "تمھارا کیا خیال ہے کیا اتنا ہی ناکارہ ہونا چاہیے تھا مجھے۔ میں گرین ڈیول کی رکن ہوں۔" اس کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔

میں نے سنبھل کر اس پر رائفل کی سنگین سے حملہ کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ وہ شاید دنیا کی سب سے پھرتیلی عورت ہے۔ اس نے فوراً ہی میرا وار بچایا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اچھلی جیسے فلائنگ کک لگانا چاہتی ہو۔ میں نے سنبھلنے کے لیے جگہ بدلی لیکن اچانک اس کی دوسری ٹھوکر میرے ہاتھ پر لگی اور رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ مجھے نہتا دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہم دونوں چند لمحے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کرسٹا فلور اگر چاہتی تو اس وقت اپنے آدمیوں کو آواز دے کر بلا سکتی تھی لیکن وہ بھی خاموش تھی، اس کا مطلب تھا کہ اسے اپنے آپ پر بہت اعتماد ہے اور کسی ایک آدمی کو وہ کوئی حیثیت نہیں دیتی۔

چند لمحے تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد کرسٹا فلور ہی نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی۔ اس نے ایک بار پھر مجھے جھکائی دی اور ایک زوردار ٹھوکر میرے پیٹ پر لگائی۔ میں خود کو اس ضرب سے نہیں بچا سکا تھا۔ اس نے وقت ضائع کیے بغیر کراٹے کا ایک زوردار ہاتھ میری گردن پر مارا۔ اچٹتا ہوا ہاتھ لگا تھا، اگر بھرپور لگ جاتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اچھل کر اس کے سر پر ٹھوکر رسید کر دی۔ میری یہ ضرب کامیاب رہی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی اور زور زور سے سر کو جھٹکے دینے لگی۔ میں نے اچھل کر اس کے منہ پر ایک اور ٹھوکر لگانا چاہی لیکن میری پنڈلی پر لگنے والی ضرب نے میرے ہوش و حواس درست کر دیے تھے۔ میں لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"بے وقوف آدمی! میں تم جیسے دس آدمیوں کے لیے تنہا ہی کافی ہوں۔ تمھیں اپنی اس کوشش کی پوری پوری سزا ملے گی۔"

میں درحقیقت بڑی سبکی محسوس کر رہا تھا۔ اب تک بڑے بڑے لوگ میرے سامنے آ چکے تھے اور میں انھیں بہت دیر ٹکنے نہیں دیتا تھا لیکن یہ عورت مجھے مسلسل چرکے دے رہی تھی۔ میری ذرا سی سستی مجھے موت کی نیند سلا سکتی تھی۔ اس کا مجھے احساس ہو گیا تھا۔ وہ مارشل آرٹ میں مکمل مہارت رکھتی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور اس بار یہ بات سوچ لی تھی کہ مجھے یہ تصور ذہن سے نکال دینا ہے کہ کسی عورت سے میرا مقابلہ ہے۔ چنانچہ میں ہاتھ کھڑے کر کے اس کے سامنے پینترے بدلنے لگا۔ ایک دفعہ مجھے موقع ملا اور کھڑی ہتھیلی کا وار میں نے اس کے کندھے پر کر دیا۔ وہ کراہتی ہوئی پیچھے ہٹی، دوسرا ہاتھ اس کی ناک پر لگا اور ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی خون کی موٹی دھار اس کی ناک سے بہہ نکلی۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی لیکن اس نے اب بھی کسی کو اپنی مدد کے لیے نہیں پکارا۔ میں اس کی اس جرأت اور استقامت کی دل ہی دل میں داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس میں اب بھی اتنا دم خم باقی تھا کہ اگر میں ذرا بھی سست پڑ جاتا تو وہ مجھے ٹھکانے لگا دیتی۔

"میں تمھیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔" اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ میں نے جواب دینے کے بجائے اچھل کر اسے ٹھوکر ماری لیکن اس نے بڑی پھرتی سے میرا پاؤں پکڑ کر مجھے اچھال دیا۔ میں نیچے گرا تو وہ مجھ پر کسی خونخوار بلی کی طرح جھپٹی مگر میرے دوسرے پیر کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر لگی اور اس بار اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر اوندھی ہو گئی اور اس کے بعد شاید اس میں سکت نہیں رہی تھی کہ وہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ چنانچہ وہ پیچھے کھسک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی اور اس میں وہ کامیاب ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے پلٹ کر واپس دوڑ گئی۔ غالباً اب اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے بس کی چیز نہیں ہوں لیکن اگر وہ اس وقت میرے ہاتھ سے نکل گئی تو میں زندگی بھر اس کے چنگل سے نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ اب معاملہ زندگی اور موت کا ہو گیا تھا۔ میں اپنے جسم کی تمام تر توانائی کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑا لیکن اس کے دوڑنے کی رفتار بھی کافی تیز تھی۔ ان راستوں میں مجھے راستوں کے بارے میں بھی کچھ پتا نہیں تھا بلکہ جگہ جگہ راستے میں موڑ آ رہے تھے اور مجھے تیز رفتاری کے سبب خود کو سنبھالنا پڑ رہا تھا ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں پتھر کی کسی چٹان سے ٹکرا جاتا اور پھر وہیں ڈھیر ہو جاتا۔

کرسٹا فلور راستے کے ہر پیچ و خم سے واقف تھی چنانچہ اس کے لیے ان سرنگوں میں برق رفتاری سے دوڑنا میری بہ نسبت زیادہ آسان تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی تیز رفتاری دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ کوئی عام عورت زخمی حالت میں اس طرح ہرگز نہیں دوڑ سکتی تھی۔ کرسٹا فلور یقیناً ایک غیر معمولی عورت تھی۔

ایک بھی سرنگ عبور کرنے کے بعد وہ ایک ہال میں داخل ہو گئی۔ جوں ہی میں اس کے پیچھے ہال میں داخل ہوا، ہال میں بیٹھے ہوئے کئی آدمی اچھل کر کھڑے ہو گئے اور پھر ان سب نے پستول نکال لیے۔

لہٰذا ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رکا اور صورت حال کا اندازہ کرتے ہی واپس بھاگ پڑا لیکن اسی وقت اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایک گولی میری پنڈلی میں لگی اور میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ گرتے ہوئے میرا سر کسی چیز سے ٹکرایا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے ستارے سے ناچ گئے تھے۔ اپنی ہی کوشش میں میں ناکام ہو گیا تھا اور اب..... اور اب..... لیکن ذہن اس سے آگے کچھ نہیں سوچ سکا تھا۔ میرا ذہن اتھاہ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

جانے کب تک تاریکیاں چھائی رہیں اس کا احساس البتہ باہر ہونے والی روشنی سے ہوا تھا ورنہ جہاں میں موجود تھا وہاں تو تاریکی ہی چھائی ہوئی تھی۔ دماغ میں شدید سنسناہٹ کی سی کیفیت تھی۔ ہاتھ سے سر کو ٹٹولا تو پٹی بندھی ہوئی محسوس ہوئی۔ ٹانگ میں بھی خاصی تکلیف تھی۔ مجھے گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے اور پھر میں نے ٹانگ کو اپنی جگہ سے ہلانے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ناکامی نہیں ہوئی۔ بس درد کی ایک لہر پورے بدن میں پھیل گئی تھی۔ میں نے گھٹنے ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی۔ بدن کے نیچے نرم بستر بھی تھا، کوئی دقت نہیں ہوئی۔ پنڈلی کے زخم کو ٹٹول کر دیکھنا چاہا تھا چونکہ جہاں میں موجود تھا وہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پنڈلی پر بندھی ہوئی پٹی سے احساس ہوا کہ ہڈی سلامت ہے۔ گولی صرف گوشت کو چیرتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر میں دوبارہ لیٹ گیا۔ حرکت کرنے سے خاصی تکلیف ہوئی تھی۔ نقاہت بھی تھی جس سے احساس ہوتا تھا کہ شاید خون زیادہ بہہ گیا ہے۔ جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کس جگہ ہوں۔ واقعات چونکہ یاد آچکے تھے اس لیے اتنا ضرور اندازہ تھا کہ میں کسی محفوظ جگہ نہیں ہوں گا۔

تھوڑی دیر تک ذہن ادھر ادھر کے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا پھر میں نے انہیں ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وقت گزرتا رہا اور میں کسی کی آمد کا منتظر رہا مگر کوئی نہیں آیا۔

رات ہو گئی تھی، باہر سے آنے والی روشنی کی کرنیں اب غائب ہو گئی تھیں۔ میں اسی طرح پڑے پڑے سخت بے زاری محسوس کر رہا تھا لیکن اس حالت میں فوری طور پر کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ بستر سے اٹھ کر کہیں جانے کی کوشش کرنا بے فیض ہی ہوتا۔ اسی حالت میں ایک بار پھر خیالات کی یلغار ہونے لگی اور میں اندر ہی اندر ان یلغاروں سے جنگ کرنے لگا۔ اس وقت سوچ سوچ کر اپنے ذہن کو اور نہیں تھکانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے آخر اس کوشش میں کامیابی نصیب ہوئی اور صبح ہی کو آنکھ کھلی۔

صبح آنکھ کھلی تو ایک ٹھگنے سے آدمی کو اپنی نبض دیکھتے ہوئے پایا۔ ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا چونکہ گلے میں مخصوص قسم کا آلہ بھی پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا اور پھر پیچھے کھڑی ہوئی نرس کو اشارہ کر کے کوئی چیز طلب کی۔ نرس نے ایک انجکشن ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھما دیا اور ڈاکٹر نے وہ انجکشن میرے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ پھر وہ مجھ سے کچھ کہے سنے بغیر واپسی کے لیے مڑ گیا تھا البتہ نرس وہیں موجود رہی۔

میں نے نگاہیں اٹھا کر نرس کو دیکھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے پلکیں ایک دوسری سے چپکی جا رہی ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر بے سدھ ہو گیا تھا۔ غالباً بے ہوشی کا انجکشن دیا گیا تھا۔

اس کے بعد اسی طرح کے دن اور رات چلتے رہے۔ وقت اور گھنٹوں کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ نیم غنودگی کی سی کیفیت میں مجھے رکھا جا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور اس طرح بے ہوش رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ ہوش آتا تو اس بارے میں سوچتا لیکن کوئی میرے پاس نہ ہوتا جس سے یہ سوال کرتا۔ پھر ایک دن ہوش آیا تو سر کی تکلیف بھی کم تھی اور ٹانگ میں بھی کوئی خاص تکلیف نہیں تھی۔ غالباً کئی دن گزر چکے تھے۔ پٹی ضرور بندھی ہوئی تھی لیکن تکلیف پہلے سے کہیں زیادہ کم تھی۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن اکڑا سا گیا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا تھا۔ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کر رہے ہیں وہ لوگ؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب کمرے کے ماحول کا بخوبی جائزہ لے سکتا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ کمرہ اس غار کا حصہ نہیں تھا، کوئی ایسی جگہ تھی جسے عمارت ہی کہا جا سکتا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر میں نے دروازہ زور زور سے بجایا اور دروازہ کھلنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

باہر دو آدمی کھڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا، جس کی نال میری جانب تھی۔ میں خاموشی سے انہیں گھورتا رہا۔ پستول بردار نے غراتے ہوئے کہا "کیا بات ہے، کیوں شور مچا رہے ہو؟"

"میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"آرام سے جا کر بستر پر بیٹھ جاؤ، جب تک ڈاکٹر صاحب

تمہیں اجازت نہیں دیں گے، تم یہاں سے باہر نہیں جا سکتے۔"

"لیکن میں کسی ذمے دار آدمی سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے احتجاج کے انداز میں کہا۔

"میں ذمے دار آدمی ہوں۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"صرف باہر نکلنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ جاؤ، ابھی تمہارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے ہیں۔ نئے زخموں کی طلب نہ کرو۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

میں لوٹ کر بیٹھ تو گیا، ذہن کھولنے لگا لیکن بہرحال واپس لوٹ آنا ہی تھا۔ بات ٹھیک تھی، ابھی میرا بدن تشدد کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی دوپہر کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے چند لوگ اسی ڈاکٹر کی معیت میں اندر آئے۔ ان کی تعداد چار تھی۔ ڈاکٹر پانچواں آدمی تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر سے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ڈاکٹر کی اجازت سے مجھے ساتھ لے کر باہر نکل گئے۔ ایک طویل راہداری سے گزرنے کے بعد وہ عمارت کے بیرونی دروازے پر آئے جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔

"چلو بیٹھو، اور سنو! ہم سب مسلح ہیں، تمہارا کوئی بھی غلط قدم تمہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ ہم سب کو اس کے لیے ہدایت کر دی گئی ہے۔"

"کیا میں استنبول ہی میں ہوں؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"اندر بیٹھو، اس کے بعد فضول بکواس کرنا۔" اس شخص نے کرخت لہجے میں کہا اور مجھے تقریباً دھکا دے کر بند گاڑی میں دھکیل دیا گیا۔

میں خاموشی سے اندر جا بیٹھا تھا۔ ان میں سے تین میرے اردگرد بیٹھ گئے۔ ایک نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ بند گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ زخموں میں اب چونکہ کوئی تکلیف نہیں تھی اس لیے میں مطمئن تھا لیکن ابھی ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا تھا چونکہ صورت حال سراسر میرے خلاف ہی جا رہی تھی۔

بند گاڑی کا سفر تقریباً چالیس منٹ کا رہا اور اس کے بعد مجھے ایک جگہ اتار دیا گیا تھا۔ یہ استنبول ہی کی کوئی عمارت تھی جس کی بناوٹ سے یہ اندازہ ہوتا تھا لیکن پرانے استنبول کی۔ طرز تعمیر [illegible] تھا۔

عمارت کی چار سیڑھیاں طے کرا کے مجھے اندر پہنچا دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک کشادہ ہال میں داخل ہو گیا۔ ہال میں خاصی روشنی تھی جو کھڑکیوں سے آ رہی تھی اور اس روشنی میں میں نے چند افراد کو دیکھا اور ان میں سے ایک کو پہچان گیا۔ یہ وہی لڑکی کیلی تھی جو پہلے بھی کرسٹا فلومری کی ایک ساتھی کی حیثیت سے میرے سامنے آ چکی تھی اور جس کی موجودگی میں فائل کا تبادلہ ہوا تھا۔

لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔ مجھے ایک صوفے پر لا کر بٹھا دیا گیا اور مجھے لانے والے باہر چلے گئے۔ اندر جو لوگ موجود تھے وہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے اچھے تاثرات نہیں تھے۔

کیلی تقریباً دس منٹ کے بعد اندر داخل ہوئی تو اس کے ساتھ ایک اور شخصیت بھی تھی جسے دیکھ کر میرے دل میں عجیب سے احساسات بیدار ہو گئے۔ یہ کرسٹا فلومری تھی لیکن خاصی خستہ حالت میں۔ پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی، ناک پر بہت بڑا ٹیپ لگا ہوا تھا۔ شاید اس کے بدن پر بھی زخم تھے اور وہ کسی قدر لنگڑا کر چل رہی تھی۔

وہ میرے سامنے ہی ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ کیلی اس کے عقب میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ باقی جو افراد پہلے سے وہاں موجود تھے وہ مؤدب ہو گئے تھے۔

کرسٹا فلومری مجھے خونخوار انداز میں گھورتی رہی اور پھر اس کی آواز ابھری "کیا تم اس کے لیے میرے شکرگزار نہیں ہو کہ ابھی تک زندہ ہو..... نہ صرف زندہ بلکہ صحیح حالت میں ہو۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو، کرسٹا فلومری اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتی ہے اور اس بات کی خواہش مند رہتی ہے کہ جب تک وہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل نہ ہو جائیں انہیں موت کی سزا نہ دے۔ کیا سمجھتے تھے تم اپنے آپ کو علی یار خان۔ کیا سوچا تھا تم نے اپنے بارے میں؟" اس کی آواز میں غراہٹ تھی۔ ناک کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے اس کی آواز کافی تبدیل ہو گئی تھی اور اس میں کسی قدر منمناہٹ شامل ہو گئی تھی۔

میں بے اختیار ہنس پڑا "تمہاری آواز کو کیا ہو گیا کرسٹا فلومری۔ [illegible]۔ تم اپنی کیفیت مجھے بتاؤ۔" میرے اندر بھی سرکشی کا جذبہ بیدار ہو گیا تھا۔ ہر خطرہ ذہن سے نکل گیا تھا۔ کسی مصلحت کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ کرسٹا فلومری نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے خاموش رہی پھر کہنے لگی [illegible]

"میں ہر حالت میں تنظیم کے مفادات کو سامنے رکھتی ہوں اور

اپنے ذاتی معاملات کو تنظیم کے مفادات پر قربان کر دیتی ہوں۔ میں تمہیں بدترین سزا دے سکتی تھی لیکن اس سے تنظیم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں وہ کام کرنا چاہتی ہوں جس سے تنظیم کو فائدہ پہنچے۔"

"مسز برکلے۔ اس کارِ خیر میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔" میں نے بُرا مزاج لہجے میں کہا: "مجھ سے مشورہ کیوں کر رہی ہو؟"

"میں تم سے مشورہ نہیں کر رہی بلکہ تمہیں اطلاع دے رہی ہوں۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں ایک ایسے شخص سے ملواؤں گی جس سے مل کر تمہیں بے پناہ خوشی ہوگی۔"

"ضرور ضرور۔ لیکن حقیقی خوشی مجھے اس وقت تم سے مل کر ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا۔

کرسٹا فلومر نے وہاں موجود آدمیوں سے کہا: "تم لوگ باہر جاؤ۔ حسن پاشا آ جائے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔"

حسن پاشا کا نام سن کر میرے ذہن میں روشنی کا ایک چھپاکا سا ہوا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا اور چہرے سے کسی تاثر کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

وہ سب باہر نکل گئے تھے۔ کرسٹا فلومر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے انداز میں بے پناہ نفرت پائی جاتی تھی میں بھی بیٹھا اسے گھورتا رہا۔ کیلس کرسٹا فلومر کے پیچھے کھڑی میری طرف دیکھ رہی تھی جب میری نگاہیں اس سے ملیں تو اس نے رُخ تبدیل کر لیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہی افراد واپس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا: "میڈم! حسن پاشا آ چکے ہیں۔"

"بلا لاؤ۔" کرسٹا فلومر نے کہا اور پھر ان میں سے دو آدمیوں کو اشارہ کیا: "تم لوگ یہیں بیٹھو۔ باقی لوگوں کو باہر چھوڑ دو۔"

وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حسن پاشا اندر داخل ہو گیا۔ اس کی نگاہیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور پھر نفرت بھرے لہجے میں بولا: "اچھا تو یہ شخص یہاں موجود ہے۔"

"ہاں۔ یہ علی یار خان ہے، اپنی دانست میں بہت بڑی چیز۔"

"ہم اسے مزید بڑا کر دیں گے، آپ بالکل فکر نہ کریں میڈم۔"

"کیا کہتے ہو حسن پاشا، کیا پروگرام ہے مسٹر لارڈ کا؟" کرسٹا فلومر نے پوچھا۔

"مسٹر لارڈ اس سودے کے لیے تیار ہیں۔ علی یار خان کے بدلے وہ فائل آپ کے سپرد کر دی جائے گی۔ ہم جو بھی سودا طے کرتے ہیں اسے پوری ایمانداری سے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کو قطعی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے، ہم بھی علی یار خان کو تمہارے حوالے کرنے پر تیار ہیں حسن پاشا۔"

"مجھے امید تھی میڈم کہ آپ صحیح فیصلہ کریں گی۔"

"ہاں ۔۔۔ تبادلہ کب ہوگا؟"

"آپ چاہیں تو ابھی۔" حسن پاشا نے کہا: "لیکن اصولی طور پر یہ تبادلہ اس عمارت میں ممکن نہیں ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا میڈم کہ ہم کوئی درمیانی جگہ منتخب کر لیں؟"

"کیا تم اس سلسلے میں کوئی پروگرام اپنے ذہن میں رکھتے ہو؟"

"ہاں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ فائل میں یہاں ساتھ نہیں لایا، منگوایا جا سکتا ہے لیکن ہم کیوں نہ کہیں دور ہٹ کر یہ تبادلہ کریں۔ آپ فائل حاصل کر لیں اور علی یار خان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے بھی تیار ہی سمجھیے۔" حسن پاشا نے جواب دیا اور کرسٹا فلومر نے کیلس کو اشارہ کیا۔

"کیلس، تیاری کرو۔ حسن پاشا سے کہاں تبادلہ کیا جائے گا؟"

میں صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب معاملات میری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہے تھے، یہ بات میرے علم میں آ گئی تھی کہ اولیور لارڈ نے فائل کے بدلے مجھے طلب کیا ہے۔ بڑی عجیب بات تھی لیکن اولیور لارڈ جیسے شخص کو شاید کرسٹا فلومر سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اگر مجھے ہی حاصل کرنا ہوتا تو وہ اس وقت فائل لے کر نکل جانے کی کوشش نہ کرتا اور یقینی طور پر اس نے فائل کی ڈپلی کیٹ تیار کرالی ہوگی اور اس کے بعد اس نے کرسٹا فلومر کو یہ پیش کش کر دی۔

کیلس باہر نکل گئی تھی۔ حسن پاشا وہاں موجود تھا۔ میں نے پُرسکون لہجے میں کہا: "تو آپ اولیور لارڈ سے میرا سودا کر رہی ہیں میڈم کرسٹا فلومر؟"

"کیوں، تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"کوئی خیال نہیں۔ ظاہر ہے اس وقت میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ آپ کو اس سودے بازی سے روک

سکوں۔ ٹھیک ہے ایسا کر لیجیے لیکن ایک دلچسپ بات میں آپ کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں مسٹر حسن پاشا، اولیور لارڈ کے نمائندے کی حیثیت سے آپ سے ملے ہیں بس یہ ان کے سامنے کچھ کہنے کا مقصد یہی ہے کہ بات اولیور لارڈ تک پہنچ جائے۔ آپ بھی اچھی طرح سن لیجیے میرا تبادلہ فائل سے ہو رہا ہے۔ فائل، اولیور لارڈ کے قبضے میں ہے یا تھی۔ آپ کا کیا خیال ہے میڈم کرسٹا فلومر؟ اگر اولیور لارڈ کو میری اتنی سخت ضرورت تھی تو کیا وہ اس وقت فائل کے بجائے میرا حصول پسند نہ کرتا جب وہ ایڈن گروڈش کی حیثیت سے آپ کے پاس موجود تھا۔ فائل لے کر نکل جانے کا مقصد صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ اس نے فائل کی کاپی تیار کرالی ہوگی اور اس کے بعد فائل آپ کے حوالے کر کے دہرا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوگا۔ آپ کو ایک ایسی فائل ملے گی جس کی ڈپلی کیٹ کہیں اور ہے ظاہر ہے اس کے مفادات اس شکل میں مجروح نہیں ہوتے اور جہاں تک علی یار خان کا تعلق ہے، وہ بھی اولیور لارڈ کے پاس پہنچ جائے گا لیکن آپ کیا سمجھتی ہیں کہ کیا اولیور لارڈ جیسا انسان جس کی زندگی ہی علی یار خان کے شکنجے میں گزری ہے علی یار خان پر قابو پا سکے گا؟ بات صرف چند گھنٹوں یا چند لمحات کی ہے، علی یار خان بھی نکل جائے گا اور اولیور لارڈ کو بھی اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے گا جتنا آپ کو۔ اگر فائل سے آپ کے کچھ مفادات وابستہ ہیں تو جو فائل آپ کو ملے گی مسز کرسٹا فلومر، اس کی حیثیت اب کچھ نہیں ہوگی۔"

"یہ بات تم سے زیادہ میں بہتر جانتی ہوں علی یار خان! مجھے صرف فائل درکار ہے۔ اس کے مفادات کا مسئلہ صرف گرین پول سے ہے۔ گرین پول کے لوگ اس بارے میں فیصلہ کریں گے کہ اگر اولیور لارڈ کے پاس اس فائل کی نقل بھی موجود ہے تو آئندہ معاملات کس طرح طے کیے جائیں۔ تم مجھے اولیور لارڈ سے بد دل کرنے کی کوشش نہ کرو۔" میڈم کرسٹا فلومر نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد کیلس واپس آ گئی اور اس نے ادب سے کہا: "تیاریاں مکمل ہیں میڈم۔"

"چلو۔" کرسٹا فلومر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیلس اس کے ساتھ تھی، دو آدمی مجھے لے کر آگے بڑھ گئے۔

حسن پاشا کرسٹا فلومر کے ساتھ چل رہا تھا۔ راستے میں اس نے آہستہ سے کہا: "یہ شخص جتنا خطرناک ہے مسز فلومر! آپ تو اس کا اندازہ لگا ہی لیا ہوگا۔"

"ہاں لیکن یہ غلط تو نہیں کہتا۔ اس بات کے امکانات تو ہیں۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا۔

"نہیں، مسٹر لارڈ فیئر ڈیلنگ کے قائل ہیں۔"

"بس پلیز! مجھے بے مقصد باتیں کرنا پسند نہیں۔" کرسٹا فلومر نے ترش لہجے میں جواب دیا اور ہم لوگ باہر آ گئے۔

ایک بڑا سا بند ٹرک باہر موجود تھا۔ غالباً اس پر کسی کمپنی کا مونوگرام بنا ہوا تھا جس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ سکے کیونکہ وہ مقامی زبان میں تھے۔ ٹرک کا عقبی حصہ انتہائی آرام دہ تھا۔ اسے ٹرک کی بجائے ٹریلر کہنا زیادہ مناسب تھا۔ ہم آرام دہ سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ اگلے حصے میں کون کون تھا، اس کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں ہو سکا لیکن پچھلے حصے میں حسن پاشا، میں، کرسٹا فلومر اور کیلس موجود تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی شخص کو پچھلے حصے میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

سفر جاری رہا اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد دفعتاً کرسٹا فلومر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ٹرک کے درمیانی حصے کو بجاتے ہوئے ڈرائیونگ کرنے والے سے کچھ کہا اور ٹرک کی رفتار سست ہونے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ رک گیا۔

"پلیز کیلس! جاؤ تم دیکھو۔" کرسٹا فلومر نے کیلس سے کہا اور کیلس ٹرک کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ سنبھالنے کیا دیکھنے کے لیے آگے گئی تھی۔ حسن پاشا بھی باہر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں کے بعد دفعتاً ایک ہولناک چیخ ابھری، پھر دوسری اور تیسری چیخ بھی فضا میں بلند ہوئی اور حسن پاشا گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہے یہ! کیا ہو گیا......!" اس نے ٹرک کے عقبی حصے میں جانے کی کوشش کی لیکن کرسٹا فلومر نے اس کا کالر پیچھے سے پکڑ کر اسے پوری قوت سے ٹرک کے درمیانی پارٹیشن سے دے مارا۔

حسن پاشا اس طرح سے گرا تھا کہ اس سے اٹھا نہ گیا۔ کرسٹا فلومر نے اسے چھوڑا نہیں بلکہ اپنا گھٹنا اس کے سینے پر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ نجانے کہاں سے اس نے ایک چاقو نکال لیا تھا جو اس نے حسن پاشا کے نرخرے پر رکھتے ہوئے کہا: "فائل نکالو۔"

"وہ..... وہ....."

"میں کہتی ہوں فائل نکالو۔" وہ پھر غرّائی۔ میں اس صورت حال کو سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ چنانچہ ساکت و جامد بیٹھا کرسٹا فلومر کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔

حسن پاشا نے گھگیاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ..... وہ میرے پاس کہاں ہے! وہ تو..... وہ تو.....!!"

"ایک لمحے کے اندر اگر تم نے اس کے بارے میں نہ بتایا تو میں یہ چاقو تمہاری گردن پہ پھیر دوں گی۔"

"فائل..... فائل میرے لباس میں موجود ہے، قمیص کے نیچے۔" اس نے کہا اور کرسٹا فلومر نے بے دردی سے حسن پاشا کا گلا کاٹ دیا۔ وہ اتنا زبردست وار تھا کہ..... حسن پاشا کا نرخرا بری طرح کٹ گیا تھا۔

میں بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تو کرسٹا فلومر نے کہا۔ "نہیں علی! پلیز! تم کچھ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ تم دشمنوں میں نہیں ہو۔"

اس کے ان الفاظ اور اس لہجے پہ میں چونک کر رک گیا تھا۔

کرسٹا فلومر نے چھری سے حسن پاشا کے گریبان کے بٹن کھولے اور پھر وہ فائل اس کے گریبان سے باہر نکال لی جسے اولیور اور ڈی لے اڑا تھا۔ اس نے فائل کی ورق گردانی کی اور مطمئن انداز میں میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "علی! تمہاری فائل تمہارے پاس پہنچ گئی۔" میں ششدر تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی! تب کرسٹا فلومر نے اپنی ناک پہ لگا ہوا ٹیپ اکھاڑ دیا۔ ماتھے کی پٹی کھول کر پھینک دی۔ گردن کے پاس کچھ ٹٹول کر ایک ماسک چہرے سے اتار دیا اور دوسرے ہی لمحے حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔ میں بیوقوفوں کی طرح اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"تارینا..... وہ تارینا ہارڈو تھی جو کرسٹا فلومر کے میک اپ میں تھی۔

تارینا ہارڈو دلآویز انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔ آنکھوں کی چمک سے اندازہ ہوتا تھا کہ میری کیفیت سے محظوظ ہو رہی ہے۔ "اتنے پریشان کیوں ہو علی؟" اس نے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"پریشان! اب تو میں اس بات پہ حیران ہوں کہ میں بے ہوش کیوں نہیں ہو گیا؟"

"تم جیسے مضبوط اعصاب کے لوگ کبھی بے ہوش نہیں ہوتے۔"

"اتنے وثوق سے مت کہو یہ بات۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اس وقت بھی میں کم از کم بے ہوش تو ہونے لگا ہی تھا۔"

تارینا بدستور مسکرا رہی تھی پھر بولی۔ "میں جانتی ہوں تم ڈر نہیں رہے۔ البتہ تمہیں اس وقت کافی کی ضرورت ہے۔ بس کچھ ہی دیر کی بات ہے پھر تمہیں بہت عمدہ کافی پلاؤں گی۔"

اسی وقت کسی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ میں چوکنا ہو گیا۔

"کوئی فکر نہ کرو۔ یہ میرے ہی ساتھی ہیں۔" تارینا نے مجھ سے کہا۔ اتنی دیر میں گہرے رنگ کی وہ لیموزین قریب آ کر رک گئی تھی۔ تارینا نے مجھے اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھ گئی۔ گٹھے ہوئے مضبوط بدن کے ڈرائیور نے گاڑی ... میں صورت حال کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ذہن کو الجھنوں کے سوا کچھ میسر نہیں آ رہا تھا۔ "اور وہ لڑکی ..." توقف کے بعد میں نے پوچھا۔ "کیا وہ بھی نقلی ہے؟"

"نہیں..... تمہارا تازہ ترین شکار اصلی ہی ہے۔" تارینا نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تازہ ترین شکار سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ "عورت ناقص العقل ہوتی ہے علی؟"

"میرا واسطہ ایسی عورتوں سے پڑ چکا ہے کہ میں اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتا۔"

"اچھا... یہ بتاؤ تم نے کبھی کوئی گنجی عورت دیکھی ہے؟" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"پلیز تارینا... میں پہلے ہی بہت الجھا ہوا ہوں۔ مجھ سے معموں میں باتیں مت کرو۔"

"میرا مطلب ہے لوگ سوچتے ہیں... دماغ کھپاتے ہیں تو ان کے سر بالوں سے محروم ہو جاتے ہیں لیکن کوئی عورت کبھی گنجی نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی عورت دنیا کے مفکرین میں شامل ہوئی۔"

اس نے عجیب توجیہہ پیش کی تھی۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ "بات کہاں سے شروع ہوئی تھی۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "تم نے اسے میرا تازہ ترین شکار قرار دیا... اور پھر عورت کے ناقص العقل ہونے کا ذکر چھیڑ دیا۔ تم سیدھی سی بات نہیں کرو گی تو میں عورت کو ناقص العقل کہنے کے بجائے ناتراش العقل قرار دے بیٹھوں گا۔"

"بات سیدھی سی ہے۔" اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کلینا تمہیں چاہنے لگی ہے۔ اس نے صرف تمہاری خاطر میری بھرپور مدد کی ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہ ہو پاتا۔"

اب لیموزین ایک نیم تاریک عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی تھی۔ تارینا مجھے ساتھ لے کر ایک ہال نما کمرے میں داخل ہوئی جہاں آرام دہ نشستیں پڑی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں وہاں بیٹھ گئے۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

"کلینا نے تمہارے سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔" تارینا نے آہستہ سے کہا۔ "اس نے میری مدد کی تھی۔ اب شاید وہ تم سے کبھی نہ ملے لیکن وہ میرے سامنے تمہاری چاہت کا اعتراف کر چکی ہے۔ ایسی چاہت کو کیا کہو گے جس میں آدمی جان کی بازی لگا دے اور جواب میں اسے ایک مسکراہٹ کی آس بھی نہ ہو؟"

میں سناٹے کے سے عالم میں اسے دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ "یہ..... یہ تو حماقت ہے۔" بالآخر میں نے کہا۔

"اسی لیے تو عورت ناقص العقل کہلاتی ہے۔" تارینا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ملازم کو طلب کر کے اسے کافی کا حکم دیا اور تھکے تھکے انداز میں آنکھیں موند لیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ کافی آتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "سوری علی! کچھ تھک سی گئی ہوں میں۔ کبھی کبھی کوئی احساس پورے وجود کو شل کر کے رکھ دیتا ہے۔"

"اور تمہیں اندازہ ہے کہ میں کتنا الجھا ہوا ہوں؟"

"ہاں... میں جانتی ہوں۔ تم بہت کچھ پوچھنے کے لیے بے چین ہو رہے ہو۔"

"تو پھر ارادہ کیا ہے؟"

"میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گی۔"

"حسن پاشا کے ہاں تم سے مختصر ملاقات ہوئی تھی لیکن کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں وہاں سے بہت ساری الجھنیں لے کر رخصت ہوا تھا۔ سب سے پہلے تو میں تمہاری یہاں آمد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ میرے لیے یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ تم نے مسٹر آرتھر شلانڈر کے کیس کے سلسلے میں مائیکا تھرنر سے رجوع کیا۔ یہ بتاؤ... کیا تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں مائیکا تھرنر سے وابستہ ہو گیا ہوں؟"

"نہیں علی... ہرگز نہیں۔ میں تو تمہیں دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ تم سے وہاں ملاقات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔" تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔

"تو تم نے اتنا اہم مسئلہ مائیکا تھرنر کے سامنے لانا کیا؟ مسٹر شلانڈر مائیکا تھرنر پر اتنا اعتماد کرتے ہیں؟"

"یہ تو تم خود بھی دیکھ چکے ہو کہ مائیکا تھرنر انتہائی ذہین لڑکی ہے۔"

"لیکن تارینا! مسٹر آرتھر شلانڈر اس سلسلے میں تمہاری مدد بھی تو لے سکتے تھے۔" میں نے اعتراض کیا۔

"نہیں علی! ایسا نہیں ہے۔ یہ خالص سرکاری معاملہ نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اس کی نوعیت ذاتی تھی۔ اس لیے میں سرکاری طور پر اس میں ملوث نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ میں نے ذاتی طور پہ تمام فرائض ادا کیا تھا۔ میں اس سلسلے میں مسٹر شلانڈر اور مائیکا کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن گئی۔"

"چلو یہ سب کچھ تو سمجھ میں آ گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟"

تارینا کے ہونٹوں پہ پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس کے انداز میں رکاوٹ تھی۔ "میں... میں صرف تمہارے لیے یہاں آئی تھی۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا؟" میں حیران رہ گیا کیونکہ اس کا جواب میری توقعات کے برعکس تھا۔ بلکہ میں تو اس جواب کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"سوری علی... اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔" تارینا کا لہجہ پھر عجیب سا تھا۔ "بائل بوشچیو کیس کے بعد تمہاری وقعت اور عزت میری نظر میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ہم لوگ تمہارے مقروض تھے۔ اس پر مزید ستم یہ کہ تمہارے پیچھے کئی قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ گروز... مسٹر شلانڈر نے تہذیب مائکرایکس کے سلسلے میں بھی تمہاری ... کی تھی اور پھر کوشش کی تھی صورت حال کو سنبھالنے کی لیکن اس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلا۔ گرین پول والے براہ راست ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی بیوی اور بچے کا اغوا اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ اس طرح گرین پول کو دوہرا فائدہ حاصل ہوا۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ میں چند لمحے اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تمہاری بات ادھوری ہے۔"

"ہاں... پھر مائیکا تھرنر کے ہاں تم سے ملاقات ہو گئی۔" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے پتا چلا کہ تم مائیکا تھرنر کا ساتھ دے رہے ہو اور اس کیس پہ بھی تم ہی کام کرو گے تو میں نے اپنے محکمے سے رابطہ قائم کیا اور اپنے لیے طویل رخصت منظور کرا لی۔ پھر میں خفیہ طور پہ استنبول آ گئی۔ ... سمجھ لو کہ میرے دل میں صرف ایک ہی جذبہ تھا۔ قدم قدم تمہارے ساتھ چلنے کا..... میں چاہتی تھی کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

چند لمحے پھر خاموشی رہی تو میں نے پوچھا۔ "پھر کیا ہوا تارینا؟"

"میں ان لوگوں کی تاک میں لگ گئی جو تمہارے خلاف کام کر رہے تھے۔ میں جانتی تھی کہ حسن پاشا، اولیور اور ڈی کا آدمی ہے۔ وہ کبھی ان کے کام کرتا ہے اور مقامی سی آئی اے کا سربراہ ہے۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا اور اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس وقت تک گرین پول کا کوئی آدمی میری نظر میں نہیں آیا تھا۔ میں ... ہاتھ

تھا حسن پاشا کے خلاف کی حیثیت سے مقیم ہوتی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ وہاں فوری طور پر مجھے تمہاری مدد کرنے کا موقع مل گیا۔ میں نے حسن پاشا پر قابو پانے کے سلسلے میں اپنی ان صلاحیتوں کو بھی استعمال کیا جن کا اعتراف کبھی کبھی تم بھی کرتے رہے ہو۔"

"تمہارا اشارہ اپنی ذہنی قوتوں کی طرف ہے؟"

"ہاں... یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ٹرانس میں آگیا تھا۔"

مجھے گزرے پل کے وہ واقعات یاد آگئے جب تارینا بارڈو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں یہ بات جانتا تھا کہ تارینا بارڈو غیر معمولی ذہنی قوتوں کی مالک ہے۔ کسی عام آدمی کو مسحور کر لینا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن حسن پاشا سی آئی اے کا ستاہی چیف تھا اور اسے عام آدمی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود مجھے اس بات پر یقین کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں ہوا کہ وہ بھی تارینا کے سحر سے نہیں بچ سکا ہوگا۔ "ٹھیک ہے تارینا... آگے چلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حسن پاشا کے ذریعے کریٹن یول کے کچھ افراد میری نظر میں آگئے۔ ان میں کرسٹا فلومر پہلی شخصیت تھی۔ پھر یہ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ کرسٹا مقامی کریٹن یول کی رکن ہے اور فائل کے سلسلے میں وہی کام کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے گرد اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا اور علی... اس کے بعد آہستہ آہستہ صورت حال پوری طرح میری سمجھ میں آگئی۔ اولیو بارڈو نے اپنا ایک نمائندہ کرسٹا کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ میرا اشارہ اس شخص کی طرف ہے جو فائل لے کر فرار ہوا۔ اس کا مسلسل حسن پاشا سے رابطہ رہا تھا۔"

"تو... تو وہ اولیو بارڈو نہیں تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ خود اولیو بارڈو تھا؟"

"کسی نے نہیں۔ یہ میرا اپنا اندازہ تھا۔"

"خیر، تو اس نے تمہیں پہچان لیا تھا۔ تمہاری ہی وجہ سے اسے ایک اچھا موقع مل گیا اور وہ فائل لے اڑا۔ پھر اس نے وہ فائل حسن پاشا کو پہنچا دی اور اسے کچھ ہدایات دینے کے بعد خود کہیں غائب ہو گیا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے فائل پہنچاتے ہی اولیو بارڈو کو مطلع کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ خود اولیو بارڈو کے پاس چلا گیا ہو۔"

"چلا گیا ہو!" میں اپنے لہجے کی حیرت نہ چھپا سکا۔ "مجھے کچھ ایسے شبہات تھے جن کے تحت میرا خیال تھا کہ اولیو بارڈو خود استنبول میں موجود ہے۔"

"یہ ناممکن بھی نہیں ہے لیکن اگر وہ یہاں موجود ہے تو محض سنبول پر خطرے آگے بڑھ رہا ہے۔ خود عملی طور پر مصروف کار نہیں ہے۔"

"اس سے تمہارا سامنا نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ ویسے بھی اس وقت میرا مقصد کچھ اور تھا۔ مجھے اولیو کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"خیر... آگے بڑھو۔"

"جیسے ہی مجھے حسن پاشا سے کام کی معلومات حاصل ہو گئیں، میں بہت تیزی سے حرکت میں آگئی۔ میں نے کرسٹا فلومر کا روپ دھارا اور انتہائی چالاکی سے اس کی جگہ لے لی۔ پھر میں نے اولیو بارڈو کے اس نمائندے کو ٹھکانے لگا دیا جو کرسٹا کے پاس سے فائل لے اڑا تھا۔"

"ٹھکانے لگا دیا؟"

"ہاں علی... یہ بہت ضروری تھا ورنہ بہت سے کام بگڑ جاتے۔ کرسٹا فلومر کی طرح اسے بھی راستے سے ہٹانا بہت ضروری تھا۔"

میں تحسین آمیز نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ دو خطرناک افراد کے قتل کا تذکرہ اتنے سرسری انداز میں کر رہی تھی جیسے اس نے چنپل سے لکھی ہوئی کوئی عبارت غلط جان کر ربر کی مدد سے مٹا دی ہو۔ وہ بہت سے معاملات میں ہلکی پھلکی تھی لیکن اس کی شخصیت اپنی جگہ مستحکم تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ "پھر کیا ہوا؟" بالآخر میں نے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا۔ میں نے علی یار خان کے سلسلے میں سودے بازی شروع کر دی اور حسن پاشا اس جال سے نہ بچ سکا۔ اسے یہ علم ہو چکا تھا کہ علی یار خان اولیو بارڈو کو مطلوب ہے۔ اس نے سودے بازی پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے بعد سودا تو بہر حال تمہارے سامنے ہی ہوا ہے۔"

"ایک بات اب بھی مجھے الجھن میں ڈالتی ہے۔"

"وہ کیا؟" اس نے مجھے مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ سب کچھ تمہیں یوں ہی کرنا تھا تو مسٹر آئن شلاٹر کے سلسلے میں ریڈ پینتھرز کو ملوث کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم خفیہ طور پر خود وہ کام نمٹا سکتی تھیں۔ آخر اب بھی تو تم نے ہی اس کام کو نمٹایا ہے۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے علی!" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میری یہ سرگرمی کسی جذبے کی مرہون منت ہے... اور جذبے ارادوں سے پیدا نہیں ہوتے۔"

"میں واقعی کچھ نہیں سمجھا۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو... ہم تم سے بے حد شرمندہ تھے۔" اس کی نظریں جھک گئیں۔ "تم نے ہمارے لیے بے لوث خدمات انجام دیں۔ تم نے معاوضہ تک قبول نہ کیا... اور جو کچھ تمہیں ملا تھا وہ تم نے فلسطینیوں کی نذر کر دیا۔ یہ تمہاری شرافت کی اور عظمت تھی۔ یہ سچ ہے کہ حالات کی وجہ سے کچھ دن کے لیے تمہاری پوزیشن مشکوک ہو گئی۔ اس کے باوجود کچھ لگا ایسی تھیں جن میں تم اس کے باوجود سر بلند رہے۔ ہم در پردہ تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے لیکن ہمارے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ یوں تمہارے لیے کچھ کرنے کی تڑپ اور بڑھ گئی۔ اسی تڑپ نے مجھ سے یہ کام کروایا ہے۔ مجھے تمہاری خدمت کا یہ پہلا ہی موقع تو ملا تھا۔"

میں چند لمحے کے لیے گم سم سا رہ گیا۔ اس کے لہجے کی صداقت نے میرے دل کو چھو لیا تھا۔ "تارینا... میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی!" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔ "کام تو یہ بھی ہمارا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میری مدد کے بغیر بھی تم کامیاب ہو جاتے۔ میں تمہیں جانتی ہوں اور جہاں تک شکر گزاری کا تعلق ہے تو ہم اب بھی تمہارے مقروض ہیں۔ کاش... کاش ہم تمہارے احسانات کا صلہ دے سکیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو!" میں نے کہا۔ میں خود کو بہت عجیب سا محسوس کرنے لگا۔ چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ تبدیل کر دیا۔ "اب صورت حال یہ ہے کہ مسٹر شلاٹر اور ان کا بچہ دونوں محفوظ ہیں۔ میں نے انہیں سفارت خانے پہنچا دیا تھا۔"

"مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ وہ دونوں وطن پہنچ گئے ہیں۔"

"گویا اب مجھے یہاں سے نکل لینا چاہیے اور ہاں... تم نے فائل مجھے کیوں دے دی۔ تم اسے مسٹر شلاٹر تک پہنچا سکتی ہو۔"

"نہیں علی... یہ بات خلاف اصول ہے۔" تارینا نے سنجیدگی سے کہا۔ "فائل کے سلسلے میں ہماری بات سائیکا سے ہوئی ہے۔ تم یہ فائل سائیکا تک پہنچاؤ گے... اور سائیکا مسٹر شلاٹر تک۔ مسٹر شلاٹر نے مسٹر شلاٹر کو یہ بات بتا دی ہوگی کہ ریڈ پینتھرز کے ایک آدمی نے ان کی مدد کی ہے۔ اصولاً یہ کیس ریڈ پینتھرز کا ہے اور اس کا کریڈٹ بھی انہی کو ملنا چاہیے تاکہ ان کے اعتماد میں اضافہ ہو اور ہاں علی... میری التجا ہے کہ اس فائل کے سلسلے میں میرا نام کہیں نہ آنے پائے۔"

میں دل ہی دل میں اس کی بے غرضی، خلوص اور معقولیت کو سراہنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

"میں نے تمہاری واپسی کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔" تارینا نے مزید کہا۔ "اولیو بارڈو کو جلد ہی حسن پاشا کی موت کا علم ہو جائے گا... اور پھر وہ خود حرکت میں آجائے گا۔ وہ تمہاری تلاش میں استنبول کا چپہ چپہ چھان مارے گا۔ تمہیں اس کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے نکل لینا چاہیے۔"

"صرف مجھے؟"

"ہاں۔"

"اور تم؟"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گی علی لیکن تم چاہو تو چند روز بعد میرے ملک میں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"شکریہ تارینا۔ تو اب...؟"

"تمہاری واپسی کے انتظامات مکمل ہیں۔ میں نے اپنا پروگرام اس طرح سیٹ کیا تھا کہ تمہیں دقت نہ ہو۔"

"کمال ہے تارینا!" میں نے اسے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم پھر وہی پہلے قرض کی بات کر رہی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ تم نے تمام قرض بمع سود چکا دیا ہے۔"

تارینا کے ہونٹوں پر ہلکی سی دلآویز مسکراہٹ نظر آئی۔ اس مسکراہٹ کا عکس اس کی آنکھوں میں بھی تھا۔

وہ رات اسی عمارت کی ایک خواب گاہ میں گزری۔ سونے سے پہلے میں دیر تک تارینا بارڈو کے بارے میں سوچتا رہا۔ میرے سلسلے میں تارینا کا رویہ بھی عام لڑکیوں سے مختلف نہیں تھا۔ حالانکہ وہ ایک غیر معمولی لڑکی تھی۔ بلاشبہ اس نے میرے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ آئن شلاٹر کے سلسلے میں وہ خود کام کرنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی لیکن میرے لیے کچھ کرنے کے جذبے نے اس سے یہ سب کام کروا دیا تھا۔ دوسری طرف اس میں بھی کوئی شبہ نہیں تھا کہ اگر وہ بروقت مداخلت نہ کرتی تو فائل میرے ہاتھ سے یقینی طور پر نکل گئی ہوتی۔ گویا میں اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا ہوتا۔ اس کامیابی کا سہرا تارینا ہی کے سر تھا اور میں اس کا شکر گزار ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر تارینا کے متعلق سوچتے سوچتے اچانک مجھے تہذیب عالم ایکس یاد آگئی۔ اس کا معاملہ جوں کا توں تھا۔ وہ جس قدر اچانک میری زندگی میں داخل ہوئی تھی اسی طرح میری زندگی سے نکل بھی

گئی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ میں اس پر صبر کر بیٹھا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے لطیف جذبوں سے محروم ہو گیا تھا میں۔

وہ جذبے جن سے زندگی کا جمالیاتی رخ عبارت ہوتا ہے میرے سینے کی گہرائی میں کہیں جا سوئے تھے۔ مجھے یہ تسلیم کر لینا پڑا تھا کہ میرے راستے میں کوئی چمن زار نہیں ہے۔ مجھے پُرخار رہگزاروں ہی پہ چلنا ہے۔ بس اطمینان کی یہی ایک بات تھی کہ ان راستوں کا انتخاب میں نے خود ہی کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے مستقبل کا خیال آگیا۔

وہ بہت موہوم سا خیال تھا۔ اس رہگزر پر بہت تاریکی تھی اور میں چند قدم سے آگے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ فی الحال تو صرف اتنا تھا کہ فائل مانیکا مائیر کے حوالے کرنا تھی۔ اس کے بعد یہ سوچنا سب ہوتا کہ اب کس سمت قدم اٹھایا جائے۔

ویسے میں اپنی تقدیر پہ نالاں بھی تھا اور دل کی گہرائیوں سے خدا کا شکر گزار بھی۔ میں ایک بے وقعت انسان تھا لیکن میں نے اولیور اور ڈی جیسے آدمی کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ یہ دہشت ہے کہ اولیور اور ڈی سی آئی اے کے مفادات سے بالاتر ہو کر اسرائیل کے لیے کام کر رہا تھا لیکن اس نے سی آئی اے میں اپنی پوزیشن اور اختیارات سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ اس کے باوجود میں اسے نچاتا پھر رہا تھا۔ یہ اور بات کہ یہ محض ابتدا تھی۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے تھے جو ابھی تشنۂ تکمیل تھے۔ میں امریکا واپس جانے کے لیے بے قرار تھا۔ میں امریکی یہودیوں کے لیے موت کا پیغام بن کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ انسان خواب دیکھنے کی حد تک بااختیار ہے۔ تعبیر دینے والا خدا ہے۔ قسمت آدمی کے لیے کچھ راستے متعین کرتی ہے اور پھر اسے انھی راستوں کی طرف ہنکاتی ہوئی لے جاتی ہے۔ خواب شدید خواہشات ہی کا تو روپ ہوتے ہیں اور ہر شخص خواب دیکھتا ہے۔ پھر لوگوں کے خواب آپس میں متصادم بھی تو ہوتے ہیں کہ اگر ایک کو تعبیر ملے تو دوسرے کے لیے اس کا مطلب صبر یا ناکامی ٹھہرے۔ اب مانیکا مائیر ہی ہے۔ اس کی دلی کیفیت سے میں آگاہ تھا۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ کیتھی کے بارے میں مجھے تارینا نے بتایا تھا۔ اب یہ قسمت کی ستم ظریفی ہی تو تھی کہ میں جو زندگی میں ایک خواہش بھی پوری نہیں کر سکا تھا کتنی نگاہوں کا محور و مرکز تھا۔ کتنی آنکھوں میں میرے خواب تھے لیکن وہ ہستی جو میرے دل کے سارے دروازوں کو اپنی انگلیوں کے سحر سے کھولتے ہوئے میری روح تک میں اتر گئی تھی، مجھ سے چھن گئی تھی۔ میری آنکھوں میں تو اس کے خواب تھے۔ میں جانتا تھا کہ مانیکا مائیر کا یہ احساس مجھے زیادہ عرصے اس کے ساتھ نہیں رہنے دے گا۔ اس کی نیکی بھری تھی۔ آدمی اگر کسی کو تعبیر نہ دے سکے تو کم از کم خوابوں کو ریزہ ریزہ ہونے سے تو بچا سکتا ہے۔ بظاہر میرا اور اس کا کام ایک ہی تھا لیکن اس صورتِ حال میں ذہنی طور پر وابستہ ہو کر کام کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔ بہرحال میں اپنے طور پر بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔

مسلسل تھکن کے بعد آرام کا موقع میسر آیا تو میں خوب سو کر رہا۔ اگلا دن اسی عمارت میں گزرا۔ تارینا نے مجھے روانگی کا پروگرام بتا دیا تھا۔ اطلاعات کو میں نے اس تصویر کو سامنے رکھ کر میک اپ کیا جو تارینا نے فراہم کی تھی۔ میک اپ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ تارینا آگئی۔

"میرے خیال میں اب زیادہ وقت نہیں ہے۔" اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ میری تیاری بھی مکمل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"چلو پھر اٹھو جاؤ۔"

وہ مجھے ساتھ لے کر باہر آگئی۔ تارینا میرے ساتھ کار میں نہیں بیٹھی۔ دیکھنے میں وہ بہت اداس اور مضمحل نظر آنے لگی تھی۔ "خدا حافظ علی یار خان۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔ "تمھیں ائیر پورٹ چھوڑنے نہیں جا سکوں گی۔ خطرات نے ابھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے تارینا۔ اب ہماری ملاقات ہالینڈ میں ہوگی۔"

"دیکھو... کیا ہوتا ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ وہ اپنی آنکھوں کی نمی مجھ سے نہیں چھپا سکی۔ پھر اس کے اشارے پر ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔ وہ مجھے دیکھتے ہوئے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتی رہی۔ کار عمارت کے گیٹ سے سڑک پر مڑی تو وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

راستے میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ ائیر پورٹ پہ مجھے معمول کے مطابق مختلف مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ بالآخر میں جہاز کی طرف چل دیا۔ ایک خوبصورت ایئر ہوسٹس نے مجھے میری نشست تک پہنچایا۔ میں نے پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ نجانے کیوں مجھ پر اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میرے برابر کون آکر بیٹھا ہے۔ میں تو بس خالی الذہن سا بیٹھا ہوا تھا۔ سیٹ پر بیٹھتے وقت میں نے سیٹ بیلٹ کس لی تھی۔ اس لیے طیارے کے ٹیک آف کے اعلان کے ساتھ جہاز کے ایڈریس سسٹم پر اسی سلسلے کی ہدایات دی گئیں تب بھی میں نے آنکھیں کھولنے کی زحمت نہیں کی۔

طیارہ فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ میں نے بیلٹ کھولی اور ذرا سی

تنگ ہونے لگی۔ گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ برابر والی نشست سے ہو کر گزرنا [illegible] وہ شخص کی نہیں آنکھیں بند کیے تھیں لیکن میں برابر والی نشست کو نظر انداز کر کے دوسرے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے برابر والی نشست پر نظر ڈالی... مجھے شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اور دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ پھر میرا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا۔ ہاں... میرے برابر والی نشست پر تہذیب ہاکم اکیس بیٹھی تھی۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس قدر اچانک... اور اس انداز میں مجھے مل جائے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے اپنے عظیم مقصد کی خاطر اپنی آنکھوں سے اس کے خواب تک نوچ ڈالے تھے لیکن اب میری آنکھیں بے اختیار اس کے چہرے پہ جمی رہ گئی تھیں۔ ڈر تھا کہ میری نگاہوں کی بے چینی اسے سراسیمہ کر دے گی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں موند لیں اور اپنی اس کیفیت کا تجزیہ کرنے لگا۔ شاید شدتِ طلب سے میری آنکھوں نے مل کر سازش کی تھی اور آنکھیں دماغ کو گمراہ کر رہی تھیں۔ تصور کو حقیقت قرار دے رہی تھیں لیکن اتنا بڑا دھوکا... یہ کیسے ممکن ہے؟

میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور آنکھیں کھول کر دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔ اس بار مجھے کوئی شبہ نہیں رہا۔ وہ تہذیب ہی تھی۔ سچ مچ کی تہذیب۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ اب اس کے چہرے سے نقاہت ہویدا تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ ہونٹ خشک تھے اور وہ کچھ خوفزدہ بھی معلوم ہو رہی تھی۔

میرا بھی عجیب حال تھا۔ جیسا خوبصورت خواب دیکھنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ آنکھیں کھولتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ خواب ٹوٹ جائے گا۔ ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اسے مخاطب کروں۔ اگر آواز اور لہجہ مختلف ہوا تو... کیا پتا وہ کوئی اور ہو۔ تہذیب جیسی مگر... اور یہ میرے لیے کوئی جال ہو۔ ذہن میں اندیشے سرسراتے رہے۔

لیکن مسلسل اسے دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ وہ تہذیب ہی ہے۔ یا شاید میرے جذبۂ بے اختیار نے ذہن کے تمام وسوسوں کو شکست دے کر یہ بات بٹھا دی تھی کہ وہ مجھے نہیں پہچان سکے گی کیونکہ میں میک اپ میں تھا۔ چنانچہ میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے مخاطب کیا۔ "معاف کیجیے گا، کیا آپ کی منزل ہالینڈ ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور قدرے بے اعتنائی سے بولی۔ "جی ہاں۔" پھر اس نے پشت گاہ سے ٹیک لگا لی۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ وہی جانی پہچانی

آواز... وہی مانوس لہجہ۔ "آپ کا وطن ہالینڈ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" اس بار اس کے لہجے میں بے زاری تھی۔

"آپ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ میری زبردستی کی بے تکلفی آپ کو گراں گزر رہی ہے۔" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی صورت ایک ایسی لڑکی سے ملتی ہے، جسے میں جانتا ہوں۔"

تہذیب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "معاف کیجیے گا، میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ میں اس وقت کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔" مجھے اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں نظر آئیں۔

"اوہ... کیا ہوا ہے آپ کو؟" میں نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"میں نے عرض کیا نا... میں خاموش رہنا چاہتی ہوں۔" وہ بے حد چڑ کر بولی۔

"لیکن جب میں اپنے دوست کو آپ کے متعلق بتاؤں گا تو وہ مجھ سے پوچھے گا کہ میں نے تہذیب مالکم ایکس کو پہچاننے کے باوجود اسے نظرانداز کیوں کیا... تو میں اسے کیا جواب دوں گا؟"

وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی اور کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میرا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔ کون ہیں آپ؟"

"میں آپ کے ایک دوست کا دوست ہوں۔ میرے دوست نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ وہ آپ کے لیے اتنا پریشان، اتنا افسردہ تھا کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

"کیا نام ہے آپ کے دوست کا؟" اس کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"علی یار خان... پاکستانی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے بے خیالی انداز میں اپنا لرزتا ہوا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا۔ "پلیز... میں آپ سے معذرت خواہ ہوں جناب۔ مجھے علی یار خان کے بارے میں بتائیے۔ وہ کہاں ہے... کس حال میں ہے... کیسا ہے وہ؟" اس کے لہجے میں اضطراب ہی اضطراب تھا۔

"ایسا لگتا ہے کہ آپ بھی اس کے لیے اتنی ہی..."

"پلیز... آپ تجسس پیدا نہ کریں۔ پلیز... مجھے بتائیے۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا اور مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"وہ ہالینڈ میں ہے۔"

"آپ کو معلوم ہے وہ کہاں رہ رہا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"آپ بھی ہالینڈ ہی جا رہے ہیں نا؟"

"جی ہاں۔"

"پلیز، آپ مجھے اس سے ملوا دیجیے گا۔" اس نے التجا کی۔ "میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ ویسے کیا آپ اس کے بہت قریبی دوست ہیں... اگر نہیں تو وہ آپ کو میرے متعلق کیوں بتاتا؟"

اس کا اضطراب میرے لیے اس کی محبت کا آئینہ دار تھا۔ میری اپنی جذباتی کیفیت بھی ابتر ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اسے سب کچھ بتا دوں لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ عین ممکن تھا کہ پولیس اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہو۔ اس صورت میں میرے ساتھ وہ بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ یہ سوچ کر میں نے دل پر پتھر رکھ لیا۔ "جی ہاں بس... وہ میرا بہت عزیز دوست ہے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "آپ مطلق فکر نہ کریں۔ میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں گا۔"

"آپ کی اس سے دوستی کب سے ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بہت عرصے سے ہے۔"

"آپ اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ مثلاً اس کی شخصیت... اس کے..." "اچھا" اب وہ خاموش ہو گئی۔ اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور محتاط ہو گئی تھی۔

میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ قید کی صعوبتوں نے صرف اس کی صحت ہی کو نہیں، ذہانت کو بھی متاثر کیا تھا۔ ورنہ وہ فوراً مجھ سے محتاط رویہ اختیار کرتی اور اس زاویے سے بھی سوچتی کہ میں علی یار خان کا دشمن بھی ہو سکتا ہوں۔ بہرحال اب وہ قدرے محتاط ہو گئی تھی لیکن ابھی تک وارفتگی کے اثرات سے پوری طرح نہیں نکل سکی تھی۔

"آپ میرے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے ہیں جناب۔" اس نے سنبھل کر کہا۔ "کیا آپ کا تعلق ہالینڈ سے ہے؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن علی ہالینڈ کب پہنچا؟"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔" میں نے جواب دیا۔ اب میں آواز اور لہجے کے سلسلے میں بہت احتیاط برت رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تہذیب کو مجھ پر شبہ بھی ہو۔

وہ کچھ دیر سوچتی اور الجھتی رہی۔ خاصی کشمکش کا شکار معلوم ہو رہی تھی لیکن پھر اس سے رہا نہیں گیا۔ "آپ کو اسے ہالینڈ آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔ پھر جیسے کسی خیال نے اسے چونکا دیا۔ "آپ کو یقین ہے کہ علی اب بھی ہالینڈ ہی میں ہو گا؟"

"جی ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اچھا... اگر وہ وہاں سے نکلا تو کہاں جائے گا؟"

یہ سوال بھی اس کی بے تابی کا مظہر تھا۔ میں مسکرا دیا۔ "بس... یوں سمجھ لیں کہ مجھ سے ملے بغیر وہ کہیں نہیں جائے گا۔" میں نے

جواب دیا۔

"اوہ... گویا... گویا آپ کے اور اس کے معاملات مشترک ہیں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تہذیب کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سارے راستے مجھ سے اسی طرح سوالات کرتی رہے گی۔

"میرے بارے میں اس نے آپ کو کیا بتایا تھا؟" یہ پوچھتے ہوئے اس کے لہجے میں ریشم جیسی ملائمت تھی۔ آنکھیں خواب ناک ہو گئی تھیں۔

میرا دل مچلنے لگا لیکن وقت نے مجھے منہ زور جذبوں پر قابو پانا سکھا دیا تھا۔ "اس نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ زیادہ کچھ نہیں بتایا تھا اس نے... لیکن اس کی حالت سب کچھ بتا رہی تھی۔ یقین کیجیے وہ آپ کو دیوانہ وار چاہتا ہے لیکن آپ کی مسلسل اور ناکام تلاش کے بعد وہ زندگی ہی سے مایوس نظر آتا ہے۔"

"علی!" تہذیب نے رندھی ہوئی آواز میں سرگوشی کی اور پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

اس وقت میرے دل میں پھر طوفان کا سا سماں تھا۔ وہ سب کچھ خواب سا معلوم ہوتا تھا۔ میں پلکیں جھپکانے سے بھی گریز کر رہا تھا کہ اگر وہ خواب ہی تھا تب بھی اس خواب کی شکست مجھے گوارا نہیں تھی۔ میں نے تہذیب سے متعلق اپنے ہر جذبے کو اپنے دکھوں کے ساتھ گہرائیوں میں دفن کر دیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ میں تو پُرخار راستوں کا راہی ہوں۔ مجھ جیسے لوگوں کو پھولوں کے خواب بھی آنکھوں میں نہیں لانے چاہئیں... کیونکہ اس طرح پیروں میں چبھنے والے کانٹوں کے ساتھ آنکھوں میں چبھنے والے کانٹے بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ برسوں کی... بے پناہ کوشش کے بعد دبائے جانے والے جذبوں کو ابھرنے کے لیے محض ایک لمحہ اور کسی کی طرف ایک جھلک درکار ہوتی ہے۔

تہذیب گاہے گاہے مجھ سے میرے اور علی یار خان کے بارے میں سوالات کرتی رہی۔ پھر اس نے آنکھیں موند لیں اور شاید تصورات میں گم ہو گئی۔ میں کن انکھیوں سے اس کو دیکھتا رہا۔ میری کوشش یہی تھی کہ میری نگاہوں سے وارفتگی نہ جھلکنے پائے۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا، یہ بتانا میرے لیے ناممکن ہے۔ پھر میں نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ بظاہر تو جہاز میں موجود کوئی شخص میری یا تہذیب مالکم ایکس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پھر یک بارگی مجھے وہ خیال آیا جو اسے دیکھتے ہی میرے ذہن میں ابھرنا چاہیے تھا۔ جلد بازی میں ایک تو ایک خرابی ہے کہ وہ انسان سے استدلال کی قوت چھین لیتی ہے۔ میں نے اب تک اس پہلو پر نہیں سوچا تھا کہ تہذیب گرین پول کی قید سے کیسے

چھوٹی اور اس فلائٹ سے ہالینڈ کیوں جا رہی ہے جس پر میں ہوں۔ یہ خیال آتے ہی میں چوکنا ہو گیا اور میں نے ہر قدم پر احتیاط برتنے کا فیصلہ کر لیا۔

باقی راستے میں بہت زیادہ محتاط رہا۔ بالآخر سفر تمام ہو گیا۔ اس دوران جہاز پر کسی قسم کی مشتبہ سرگرمی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ میں مطمئن ہو گیا لیکن میں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ تہذیب اب علی یار خان سے ملنے کے سلسلے میں میری خوشامد کر رہی تھی۔ کسٹمز کاؤنٹر پر بھی وہ میرے ساتھ لگی رہی۔ بالآخر ہم تمام مرحلوں سے گزر کر ائیرپورٹ سے باہر آ گئے۔

"بس... میں آپ کو علی یار خان کے پاس ضرور لے کر چلوں گا لیکن پہلے مجھے یہ بتائیے کہ ایمسٹرڈیم میں آپ کا قیام کہاں ہو گا؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"کسی بھی ہوٹل میں ٹھہر سکتی ہوں میں۔"

"تو بہتر یہ ہو گا کہ ہم پہلے کسی ہوٹل میں کمرہ لے لیں۔ اس کے بعد علی یار خان سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔"

"اس میں بھی آپ کی کوئی مصلحت ہو گی؟"

"جی ہاں۔"

میری توقع کے برعکس اس نے مزید کوئی وضاحت طلب نہیں کی، صرف اتنا کہا۔ "تو پھر ہوٹل کا انتخاب بھی آپ ہی کو کرنا ہو گا۔"

میں جانتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔ اس وقت مجھ سے ملنے کی آرزو نے اسے اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ وہ غیر محتاط ہو گئی تھی۔ بہرحال یہ بھی تھا کہ وہ اس عالم میں بھی کسی کے لیے تر نوالہ ہرگز ثابت نہ ہوتی۔

ہم نے ٹیکسی کی اور میری خواہش کے مطابق ریٹوڈ ہوٹل پہنچ گئے۔ وہاں ہم دونوں نے الگ الگ لیکن ملحقہ کمرے طلب کیے۔ تہذیب چونکی ضرور لیکن اس نے مجھے ٹوکا نہیں۔ ہم اوپر چلے آئے۔ میں اپنے کمرے کا رخ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"آپ نے بھی یہیں کمرہ لیا ہے... کیوں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"آپ بیٹھیے تو۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی لیکن مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ "آپ نے اتنا پُراسرار انداز کیوں اختیار کیا ہے؟"

میں اٹھا اور میں نے کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا۔ تہذیب سنبھل کر بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے چوکنے پن کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ تیز نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سامنے والے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "تشریف رکھیے۔"

میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ کچھ بدلے بدلے سے محسوس ہو رہے ہیں۔"

"میں نے پڑھا ہے مس تہذیب کہ انسانی تعلقات میں چہروں کی اہمیت اپنی جگہ... لیکن جسم سے خارج ہونے والی مقناطیسی لہریں بھی بہت اہم ہوتی ہیں۔ وہ انسان کو اس کے دوستوں اور دشمنوں تک قریب ہی کہیں موجودگی کی خبر دیتی ہیں۔ دو جسموں کی مقناطیسی لہروں کے مابین ملاپ ہی ہم آہنگی محبت کہلاتی ہے۔ میں اس نظریے پر یقین رکھتا تھا لیکن آج یہ غلط ثابت ہو گیا ہے۔ میرے جسم کی لہروں نے تو آپ کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

میں نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار دیا۔

تہذیب اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور کسی سحر زدہ معمول کے سے انداز میں میرے قریب آ کھڑی ہوئی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لمحے تھے یا صدیاں تھیں۔ بہرحال ہم دونوں گنگ کھڑے تھے۔ ہماری زبانیں بند تھیں لیکن... زبان چپ رہے تو نظر بولتی ہے کہ وہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ لگتا تھا کائنات ساکت ہو گئی ہے۔ ہم دونوں نے بھی کچھ کہہ دیا تھا لیکن ہمارے ہونٹ ساکت تھے۔ لفظ ضائع نہیں کیے گئے کہ وہ ہمارے دلوں کی امانت تھے۔

پھر تہذیب نے آگے بڑھ کر میرے سینے سے اپنا سر ٹکا دیا۔ "علی... علی... مجھے افسوس بھی ہو رہا ہے اور تم پر غصہ بھی آ رہا ہے۔" اس نے بکھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تم نے اتنی دیر تک مجھے بے خبر رکھ کر مجھے یہ سزا کیوں دی۔ تم نہیں جانتے، مجھ پر..."

"میں جانتا ہوں۔" میں نے شوخ لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن بھاڑ میں تم اس بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھیں۔"

وہ جھینپ کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اس نے میرے دونوں ہاتھ تھام لیے اور مجھے صوفے کی طرف لے آئی۔ اس کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے۔ میں بھی کچھ دیر کے لیے دنیا کی تمام الجھنیں فراموش کر بیٹھا تھا۔ ہم خاموشی سے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے رہے... کیفیتیں بدلتی رہیں لیکن ایک کیفیت سب پر حاوی رہی۔ وہ ملن تھا۔ وہ ملن جس کی تمنا تھی۔ پھر نجانے کیا ہوا... تہذیب نے آنکھیں موند لیں۔ اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "تہذیب... میں تم سے کم حیران نہیں ہوں۔"

اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ "تم... تم استنبول کیسے پہنچے علی؟"

"بس... یہ سمجھ لو کہ تمھاری کشش مجھے وہاں تک لے گئی تھی۔"

"نہیں علی... سنجیدگی سے بتاؤ۔ تم نے میری رہائی کے لیے کوششیں کیں تو منظر عام پر کیوں نہیں آئے؟"

"نہیں تہذیب، مجھے غلط بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ تمھاری رہائی میں میری کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم یہ کیا بنی؟"

"یعنی اس عورت سے تمھارا کوئی تعلق نہیں تھا جس نے کرسٹا فلومر کو قتل کر کے مجھے رہائی دلوائی؟"

"تم اس عورت سے ملیں؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں... البتہ میں فون پر اس کی آواز سنتی رہی ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"تہذیب... ذرا تفصیل سے بتاؤ اپنے متعلق۔"

"میں تمھارے ساتھ ہی تو تھی اس عمارت میں۔ پھر اسی رات مجھے بے ہوش کر کے اغوا کر لیا گیا۔ کیسے، یہ میں نہیں جانتی۔ ہوش میں آتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں گرین پول کی قید میں ہوں۔ ظاہر ہے میں طویل عرصے تک اس تنظیم سے وابستہ رہی تھی اور ان لوگوں کا طریقہ کار خوب پہچانتی تھی۔ تھامس کلوز نامی ایک شخص مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔ پھر تمھارے اور ہائل جوشیو کے بارے میں سوالات کیے گئے۔ گولڈن پول کے بارے میں بہت کچھ پوچھا گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ انھوں نے مجھے مجرم قرار دے دیا لیکن میرے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ شاید وہ گومگو کے عالم میں تھے۔ میری موت ان کے لیے سود مند نہیں تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجھے ہائل جوشیو کیس کی وجہ سے زندہ رکھنا چاہتے تھے تاکہ جوشیو کے اثاثوں کے حصول میں کوئی دشواری نہ ہو بلکہ ضرورت پڑے تو وہ میرے حوالے سے تمھیں اپنا آلہ کار بنا سکیں۔ پھر مجھے کرسٹا فلومر کے پاس استنبول بھیج دیا گیا۔ میں پہلے بھی اس کی ماتحتی میں کام کر چکی تھی۔ اس نے ہمیشہ مجھے سراہا تھا لیکن اب میری حیثیت ایک غدار کی تھی۔ چنانچہ میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی گئی۔

پھر کرسٹا کی قید میں اچانک مجھے پیغام ملا کہ مجھے رہا کرایا جانے والا ہے۔ ایک رات ہنگامہ ہوا اور کرسٹا فلومر قتل کر دی گئی۔ اس کی تفصیلات سے میں لاعلم ہوں۔ بہرحال اس رات مجھے آزادی مل گئی۔ مجھے آزادی دلانے والی کوئی نقاب پوش

تھی۔ انھوں نے مجھے ایک مکان میں ٹھہرایا اور یقین دلایا کہ وہ مجھے بحفاظت ہالینڈ پہنچا دیں گے۔ وہاں سے اپنی منزل کا تعین مجھے خود کرنا ہوگا۔ جہاز کا سفر اس سلسلے کی آخری کڑی تھا لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ تم اس طرح مجھے مل جاؤ گے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ تارینا ہارڈو کا کہنا تھا کہ وہ اب بھی میری مقروض ہے۔ حالانکہ میرا وجود اس کے احسانات کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ تہذیب مجھے بغور دیکھ رہی تھی۔ پھر شاید اس نے میرے چہرے کے تاثرات سے سب کچھ بھانپ لیا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے کہ ایک ہی ہستی نے ہم دونوں کی مدد کی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

میں نے تارینا ہارڈو کے بارے میں تمام تفصیل اسے بتا دی۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ تارینا ہارڈو ذہنی طور پر کچھ سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ وہ پرخیال انداز میں مجھے تکتی رہی۔ پھر بولی۔ "بہرطور علی... اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمھارے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ اب دنیا میں تمھارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں تمھاری ہی خاطر زندہ ہوں۔"

"تہذیب... اب صرف زندگی کی بات کرو۔ خدا نے ایک بار پھر ہمیں یکجا کر دیا ہے تو ہمیں مایوسی کی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ میں تمھیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے اپنا مستقبل، اپنا وجود... سب کچھ ایک مقصد کی نذر کر دیا ہے لیکن تمھاری شخصیت کے سامنے کبھی کبھی میرا مقصد بھی دب جاتا ہے۔ تم بچھڑ گئی تھیں۔ میں تمھاری طرف سے مایوس ہو گیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ میں تمھیں کبھی بھلا نہیں سکوں گا اور اب تم مل گئی ہو..."

"علی... اب ہم دونوں اپنی انفرادیت کھو چکے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ہم ایک دوسرے میں ضم ہو چکے ہیں۔ اب تم اپنے مقصد کو صرف اپنا مقصد نہیں... ہمارا مقصد کہا کرو۔ میں کسی عام عورت کی طرح تم سے پرتعیش رہائش کی بھی تمنا نہیں کروں گی کہ مجھے ایک چھوٹا سا پرسکون سا گھر فراہم کر دو۔ علی! میں محبت کا مفہوم سمجھتی ہوں۔ میں تمھارے دشوار راستے پر صرف قدم بہ قدم تمھارے ساتھ چلوں گی بلکہ تم کبھی راستے سے ہٹنے لگے تو میں ہی تمھارے قدموں کی زنجیر بنوں گی۔ میں اپنی ذات کے لیے جینا نہیں چاہتی۔ میں تمھاری طرح جیوں گی۔"

اس لمحے اس کی عظمت میرے دل پر نقش ہو گئی۔ مجھے اپنے انتخاب پر فخر کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے جذباتی ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ مسرتوں اور سرشاریوں کے لمحے تھے۔ ہماری محبت محدود نہیں تھی۔ اس میں دنیا بھر کے دکھی انسان شریک تھے۔ ہم دونوں دیر تک اسی کیفیت میں ڈوبے رہے۔ جسم میں خون کی جگہ سرشاری دوڑ رہی تھی۔

اگرچہ میں نے بھی اسی ہوٹل میں کمرہ لیا تھا لیکن میں نے اس کمرے میں قدم بھی نہ رکھا۔ میں جانتا تھا کہ اولیو اور ڈے شو گرینے کے بعد میرے لیے ہر لمحہ چوکس رہنا ضروری ہے لیکن تہذیب کے مل جانے کے بعد یہ ہوا کہ چند گھنٹوں کے لیے میں نے دنیا کا ہر مسئلہ ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ ساعتیں حاصل زیست تھیں۔ ہمارے درمیان دنیا جہان کی باتیں ہوئیں۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی جدائی میں گزرے ہوئے ایک ایک لمحے کا حساب سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے بتایا کہ سائیکا نامر کے سپرد وہ فائل کر کے میں بری الذمہ ہو جاؤں گا۔ تہذیب مجھے گرین پول والوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ وہ لوگ اب ہائل جوشیو کے اثاثوں کی فکر میں سرگرداں تھے۔ انھوں نے اس سلسلے میں اس ملک کے مفادات پر کاری ضرب لگائی تھی جو اپنے طور پر ہائل جوشیو کی املاک پر قبضہ کرنے کے چکر میں تھا۔

"یہ کوشش تو تم بھی کر سکتے تھے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ہم نے اس بارے میں سوچا تک نہیں۔"

"ہماری منزل کے راستے میں ہوس کا کوئی مقام نہیں۔" میں نے اسے سمجھایا۔ "ہم ایک مشن پر ہیں۔ ہم محبت کا پیغام ہیں۔ گویا ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔ دولت کے بے کار انبار ہمارے کس کام آ سکتے ہیں۔"

تہذیب کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر پرخیال انداز میں بولی۔ "علی ان مسائل سے الجھتے ہوئے ایک عمر ہو گئی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کچھ دن، محض کچھ دن کے لیے ہم اس زندگی سے نجات حاصل کر کے عام لوگوں کی سی زندگی بسر کریں۔"

"تمھارا اشارہ تعطیلات کی طرف ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آرام کی ضرورت تو مشینوں کو بھی ہوتی ہے اور ہم جیسے انسانوں کی کارکردگی کو آرام کے چند لمحے ہی بہتر بنا دیتے ہیں۔"

وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔ "اور مجھے یاد ہے ایک بار ہمارے درمیان ایک مخصوص موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ ہم ایک پروگرام پر عمل پیرا ہونے والے تھے لیکن تیزی سے پیش آنے والے واقعات نے ہمیں مہلت نہیں دی۔ اس سلسلے میں اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم امریکا کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں علی؟"

"تہذیب... اسے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ وہ میری زندگی کا اہم ترین مشن ہے۔ میں نے اپنے کام کی ابتدا وہیں سے کی تھی۔ اور اسے انتہا تک بھی وہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔ البتہ اس سلسلے میں کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ تم خواہ مخواہ اپنی خوشیوں کو میرے لیے قربان کرو گی۔"

"خواہ مخواہ!" تہذیب کے لہجے میں تڑپ تھی اور وہ شاکی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں کٹ کر رہ گیا۔ اتنی قربتوں کے باوجود کبھی کبھار الفاظ بلاوجہ کے فاصلے پیدا کر دیتے ہیں۔ "سوری تہذیب!" میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جب دو محبت کرنے والے یکجا ہوتے ہیں تو دلوں میں امنگیں بھی جاگتی ہیں۔ ایسے میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ باقی دنیا پر اپنے وجود کے دروازے بند کر کے صرف اپنی ذات میں اور اپنی محبت کے طلسم میں کھو کر رہ جائے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ خواہش نہیں جاگتی؟"

"نہیں علی... یہ سچ ہے کہ میں تمہاری ذات کی اسیر ہوں اور تم تک محدود ہوں لیکن تم صرف ایک وجود ہی نہیں... تم تو ایک مکمل کائنات ہو۔ تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے اور وہ تمہاری ذات کا ایک حصہ ہے۔ اب خود سوچو کہ تم تک محدود ہو کر بھی میری فکر کتنی لامحدود ہو گئی۔ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ منفعتوں کا سفر ہے۔ اگر میں صرف محبت کے حوالے سے تھوڑی سی عظمت بھی پا لوں تو اس میں کیا ہرج ہے۔ مجھے زندگی کی آخری سانس تک تمہارا ساتھ دینا ہے۔ مجھے معلوم ہے یہ سفر بہت کٹھن ہے۔ ہم موت کی صورت ایک دوسرے سے بچھڑ بھی سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسا وقت آیا تو مرتے وقت میرے لبوں پر تمہارا نام ہو گا اور وجود طمانیت کے احساس سے لبالب بھرا ہوا ہو گا۔ یہیں آ کر مجھے احساس ہوا ہے کہ موت کتنی خوبصورت ہو سکتی ہے۔ محبت کے لیے یہ ضروری تو نہیں کہ ایک چھوٹا سا گھر ہو جس میں معصوم قلقاریاں اور کھنکتے ہوئے قہقہے ہوں۔ ہر چیز معمول کے مطابق ہو۔ یہ فکر تو محبت کو محدود کر دیتی ہے حالانکہ محبت آفاقی جذبہ ہے۔ سب سے ہمہ گیر ہے۔ نہیں علی... خدا کے لیے میرے بارے میں ایسی بدگمانی کبھی نہ کرنا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "تم تو میرے لیے ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہو رہی ہو تہذیب... بہت بڑا اثاثہ۔ تمہارے خیالات جان کر میں بہت ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں۔ دل و دماغ سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔ میں نے جیسے کہ میں نے اپنا سب کچھ ایک عظیم مقصد کے نام کر دیا ہے۔ میں اپنی جدوجہد جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ مشن اس اعتبار سے اور اہم ہے کہ یہ میرے کروڑوں نہتے وطن بھائیوں کا ہے۔ میری زندگی اگر ان کے کسی کام آ گئی تو میں اسے خدا کا احسان عظیم سمجھوں گا۔"

"تنظیم آزادیٔ فلسطین والوں نے تم سے رابطہ قائم کیا؟"

"ہاں... تمہارے سامنے ہی کیا تھا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں۔ اب ان کے دل میں میری طرف سے کوئی برائی نہیں ہے۔"

"اور تمہارے دل میں؟"

"میرے دل میں کوئی برائی کیسے ہو سکتی ہے۔ میرے اور ان کے مقاصد ایک ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان ناقابل شکست رشتہ ہے۔ میرے دل میں ان مظلوموں کے لیے بے پناہ تڑپ اور محبت ہے جو جارحیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ میرا اختلاف محض چند افراد سے تھا... کاز سے نہیں۔ اب جبکہ انہیں بڑی زیادتی کا احساس ہو گیا ہے تو میں نے بھی اپنے سینے میں ان کے حساب کتاب کا دفتر بند کر دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میرے راستے وہاں کے نہیں لیکن منزل تو وہی ہے۔ کچھ کرنا ہے تو کیا ضروری ہے کہ کسی سے وابستہ ہو کر کیا جائے۔ میں اپنی انفرادیت اور آزادی برقرار رکھتے ہوئے بھی بڑے پیمانے پر کام کر سکتا ہوں۔" پھر مجھے کچھ خیال آ گیا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "معاف کرنا تہذیب! میں ہم کہنا چاہتا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اب اکیلا نہیں ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں علی... میں تو تمہارا حصہ ہوں۔ اس لحاظ سے تم مجھے شامل کر کے بھی اپنے لیے واحد کا صیغہ استعمال کر سکتے ہو۔ خیر... اب پروگرام کیا ہے؟"

میں نے اسے سائیکا مائیکر کے بارے میں بتایا۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ سائیکا بھی مجھ سے متاثر ہو چکی ہے۔ وہ ہنسنے لگی۔ "میرے لیے تو یہ بات باعث فخر ہے کہ میرے علی کو اتنے بہت سے لوگ چاہتے ہیں۔ مجھے رقابت کا احساس نہیں ہوتا علی... تم ہو ہی ایسے کہ تمہیں چاہا جائے۔"

"بس تہذیب... مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

اگلے روز میں نے سائیکا مائیکر سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی مضطرب ہو گئی۔ "تم کہاں ہو علی یار خان۔ میں بے چینی سے تمہاری منتظر ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ استنبول میں تمہاری وجہ سے بڑی ہنگامہ خیزیاں ہوئی ہیں۔"

"کب کی بات ہے؟"

"تین دن قبل کی۔" اس نے جواب دیا۔ "بے شمار افراد مارے گئے اور اس سلسلے میں اولیو ہارڈی کا نام بھی لیا جا رہا ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"تم اس وقت بول کہاں سے رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھو کہ تھوڑی دیر میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔"

"جلدی سے آ جاؤ۔ میں دس نمبر میں تمہاری منتظر ہوں۔"

میں اس عمارت سے بخوبی واقف تھا جسے سائیکا دس نمبر کہتی تھی۔ میں فوراً تہذیب کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ دس نمبر کے برآمدے میں سائیکا مائیکر میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ والہانہ وار میری طرف بڑھی لیکن تہذیب کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھا دیا جسے میں نے تھام لیا۔

"یہ ہیں تہذیب الکم ایکس۔" میں نے تعارف کرایا۔

سائیکا چند لمحے تہذیب کو بغور دیکھتی رہی۔ پھر اس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔

"کیا تم ہمیں اندر چلنے کو نہیں کہو گی؟" میں نے کہا۔

"اوہ... معاف کرنا علی! تمہیں دیکھ کر خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔" وہ ایک دم بحال نظر آنے لگی۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

وہ ہم دونوں کو عمارت کے اندر لے گئی۔ "آ جائیے... بیٹھیے۔" اس نے خصوصیت کے ساتھ تہذیب کو مخاطب کیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گئی۔ "یہ تہذیب مالکم ایکس وہی ہیں نا جن کا تذکرہ... تم بار بار کرتے رہے تھے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں... یہ وہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو علی... یہ آپ کو مل گئیں۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

"شکریہ سائیکا! لیکن میں نے تمہیں تہذیب کے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا تھا۔"

"اس کے باوجود میں کافی حد تک ان سے واقف ہو گئی تھی۔"

میں نے فائل نکال کر سائیکا کی طرف بڑھا دی۔ وہ فائل کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے نقاب اٹھا لیا۔ "مسٹر حلاز نے مجھے مطلع کر دیا تھا کہ ان کی بیوی اور بچے بخیریت ان تک پہنچ گئے ہیں۔" اس نے مجھے بتایا۔ "اب وہ بے چینی سے فائل کے منتظر ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ اگر چند روز میں فائل نہ ملی تو وہ مریض بن جائیں گے۔ تم نے ان کا یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ میری طرف سے اس نمایاں کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔"

اس کے لہجے اور انداز میں اپنائیت تھی اور میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ اس کی جذباتیت کے پیش نظر مجھے اس سے توقع بھی تھی۔ چنانچہ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں نے اجازت چاہی۔ اس نے رات کے کھانے کے لیے کہا۔ لیکن میں نے معذرت کر لی۔ وہ ہمیں رخصت کرنے باہر تک آئی۔ "کیا اب بھی تم ہوٹل میں قیام کرو گے؟" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"فی الحال تو ہم ہوٹل ہی میں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن تم اس سلسلے میں کوئی پیشکش کرو گی تو انکار نہیں کریں گے۔"

"تو یہ عمارت حاضر ہے۔ پہلے بھی تمہارے لیے تھی اور اب بھی تمہارے لیے ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے ہوٹل ہی میں قیام بہتر رہے گا۔" تہذیب نے مداخلت کی۔ سائیکا نے بلا جھجک اس بات کو تسلیم کر لیا اور ہم ہوٹل واپس آ گئے۔ "جو کچھ تم نے مجھے بتایا تھا وہ میں اس لڑکی کی آنکھوں میں پڑھ چکی ہوں۔" ہوٹل پہنچ کر تہذیب نے کہا۔ "لیکن ایک بات یاد رکھنا علی، جہاں تک میں سمجھتی ہوں، وہ بے حد جذباتی لڑکی ہے اور کسی مخصوص کیفیت میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہے۔"

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ اس کے بعد اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہوئی۔ آئندہ دو دن ہم ہوٹل تک محدود رہے۔ مجھے ایسا لگتا تھا کہ تہذیب مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ تیسری صبح اس سے رہا نہ گیا۔ "علی... میں چاہتی ہوں کہ اب مزید وقت ضائع نہ کیا جائے۔" اس نے ناشتے کے بعد مجھ سے کہا۔ "اس وقت اولیو ہارڈی دشمنوں میں الجھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے گرین ہال ہولا سے اس کی ٹھن گئی ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں۔"

"سائیکا مائیکر کو اسی طرح چھوڑ دیں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔"

"کہیں تم میری اس بات سے بدگمان تو نہیں ہو گئیں ساٸیکہ کی اہمیت اپنی جگہ۔۔۔"

"نہیں علی! اس انداز میں کبھی نہ سوچنا۔" تہذیب نے میری بات کاٹ دی۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن میں تمہیں اور دوں کی نگاہوں سے محفوظ بھی رکھنا چاہتی ہوں۔ کیا یہ غیر فطری بات ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں ماریا بارڈو کا منتظر ہوں۔ اس کی خیریت کی اطلاع مل جائے تو یہاں سے نکلیں۔"

"ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔ اس نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" تہذیب نے تائیدی لہجے میں کہا۔ "میں اس کے سلسلے میں مسٹر آرتھر شلز سے بات کروں گا۔"

اگلے روز ساٸیکہ مائیکل ہم سے ملنے آ گئی۔ اس نے خود پر بڑی حد تک قابو پا لیا تھا۔ تہذیب سے بہت خوش خلقی سے ملی بلکہ بیشتر وقت اسی سے گفتگو کرتی رہی۔

"ماریا کے بارے میں کچھ معلوم ہوا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں، اس سلسلے میں مسٹر شلز سے بات کروں گی۔"

"اور قاتل کا کیا رہا؟"

"میں نے قاتل اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھجوا دیا ہے۔"

"قابل اعتماد لوگ ہیں نا؟" میں نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"تم ریڈ چیفرز کے بارے میں اتنے بے خبر تو نہیں ہو علی۔" اس کے لہجے میں ایک لمحے کو تلخ سی شکایت جھلکی لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا۔ اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "اور علی! اب تمہارے کیا ارادے ہیں۔ تہذیب کے ملنے کے بعد تمہارا پروگرام کسی حد تک تبدیل ضرور ہوا ہو گا۔"

"ہاں ساٸیکہ۔۔۔ میں امریکہ جانا چاہتا ہوں۔ میں لوئیو بارڈو کو اس کے اپنے وطن میں ذلت آمیز شکست سے دوچار کروں گا۔"

"اور ریڈ چیفرز سے تمہارا تعلق۔۔۔"

"ریڈ چیفرز سے نہیں، البتہ تم سے میرا تعلق قائم رہے گا۔۔۔ تفصیلات تم خود طے کر لو۔"

"ظاہر ہے میں یہ علاقہ تو نہیں چھوڑ سکتی۔ لیکن علی جب بھی تمہیں مدد کی ضرورت پڑے، بلا جھجک مجھے یاد کر لینا۔" اس کے لہجے میں عجیب سا دکھ تھا۔ مجھے بھی دکھ ہوا۔ اس نے بھی مجھے متاثر کیا تھا لیکن میرے جذبات اس سے مختلف تھے۔

تیسرے دن ہمیں اطلاع مل گئی کہ ماریا اپنے وطن پہنچ چکی ہے۔ اس نے ہالینڈ آنے سے دانستہ گریز کیا تھا اور اس کا سبب بھی جانتا تھا۔ میں نے ساٸیکہ سے کہا کہ وہ میری طرف سے ماریا کا شکریہ ادا کر دے۔

آٹھویں روز ہم نیو یارک کی طرف محوِ پرواز تھے۔ ایمسٹرڈم سے جہاز کی روانگی کے تمام انتظامات ساٸیکہ نے کیے تھے۔ ایئرپورٹ تک رخصت کرنے بھی آئی تھی۔ "علی! اچھا ہے پروگرام مشترک تھے۔" اس نے رخصت ہوتے وقت دلگیر لہجے میں کہا۔ "لیکن تم۔۔۔ تم بھول گئے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ زندگی میں کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"ایک بے لوث اور مخلص دوست کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھوں گا ساٸیکہ۔" میں نے آہستہ سے کہا تھا اور جہاز چل دیا تھا۔

تہذیب مالکم اکیس بہت خوش تھی۔ اس کے لیے کوئی تھا۔ اس نے اپنی تمام خوشیاں مجھ سے وابستہ کر لی تھیں۔ وہ لڑکی تھی بھی محبت کے قابل۔ دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا۔ پولینڈ میں ایک مجبور کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی لیکن پھر اس کا باطن نہ سکی ہوئی انسانیت جاگی۔۔۔ لہٰذا اس کی پوری شخصیت بدل کر رہ گئی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے لوگ جب بدلتے ہیں تو ان کی انسانیت بہت مستحکم ہوتی ہے۔ اب وہ صرف مجھ پر انحصار کرتی تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ آج میری کتنی پرانی خواہش پوری ہو رہی ہے؟" دورانِ سفر میں نے تہذیب کو مخاطب کیا۔

"میں جانتی ہوں لیکن اس وقت میں یہ سوچ رہی ہوں کہ تم کام کا آغاز کیسے کرو گے؟"

"گزشتہ بار میں وہاں ایک طالب علم کی حیثیت سے پہنچا تھا لیکن اس بار میری حیثیت ایک مجرم کی سی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ کی مادی دنیا میں وسائل سے محرومی کی بنا پر اس بار مجھے جرائم ہی کا سہارا لینا ہو گا۔"

"وہاں یقیناً تمہارے شناسا بھی ہوں گے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے کہ کون ہو گا اور کون نہیں ہو گا۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بہرحال ایک شخصیت ایسی ہے جس سے میں ضرور ملوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اشارہ جوشو کی طرف ہے۔"

میں مسکرا دیا۔ "تمہیں جوشو کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے؟" میں نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

"جوشو سے تم کب سے نہیں ملے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"بہت عرصہ ہو گیا۔ بالکل ابتدا میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد موقع ہی نہیں مل سکا۔"

بالآخر ہم نیو یارک پہنچ گئے۔ اب میں خود کو ایک بدلا ہوا آدمی محسوس کر رہا تھا۔ میں دشمنوں کے درمیان آ گیا تھا اور میرے کاندھوں پر بہت بھاری قسم کے داریاں تھیں۔ میں جانتا تھا کہ اب

یہاں قدم قدم پر خطرات کا سامنا کرنا ہو گا اور اس بار میری ملاقات تہذیب بھی میرے ساتھ تھی۔

ہوٹل کارلٹن پہنچ کر ہم نے مسٹر اینڈ مسز نوئل برنٹ کے نام سے کمرہ حاصل کیا۔ کمرہ ساتویں منزل پر تھا۔ تہذیب کے لیے نیو یارک اجنبی شہر نہیں تھا۔ وہ گرین پول سے تعلق کے دنوں میں کئی بار یہاں آ چکی تھی۔ ہوٹل کارڈیو کی سفارش بھی اسی نے کی تھی۔ یہاں پہنچتے ہی ہم آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ طے یہ پایا کہ دو تین دن قیام ہمارے لیے زیادہ مناسب رہے گا۔

"لیکن نیو یارک چھوڑنے سے پہلے ہمیں رقم کے حصول کے سلسلے میں بھی کچھ کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اور جوشو سے ملاقات کے سلسلے میں کیا ارادہ ہے؟"

"اس سے ملاقات میں ضرور کروں گا تہذیب لیکن یہ سارا کام جلنے کے بعد۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کچھ اختلاف ہے علی۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"جوشو کے بارے میں تم نے جو کچھ بتایا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمہارا سچا ہمدرد اور بہی خواہ ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔"

"میرا خیال ہے رقم کے حصول کے لیے ابھی فوری طور پر قدم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الوقت ہمارے پاس اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ پہلے جوشو سے مل کر مشورہ کر لیں۔ اس طرح یہاں کی صورتِ حال سے آگاہی بھی ہو جائے گی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کا مشورہ معقول تھا۔ خاصی دیر سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے اس کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم سان فرانسسکو کے سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ نیو یارک آمد کے پانچویں دن ہم سان فرانسسکو کے لیے چل پڑے۔ مجھے وہ دن یاد آ رہے تھے، جب میں شدید مشکلات سے دوچار ہو کر یہاں سے نکلنے پر مجبور ہوا تھا اور اب میں ایک نئی حیثیت میں واپس آیا تھا۔

سان فرانسسکو میں بھی ہم نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم ہوٹل سے نکل آئے۔ میں نے تہذیب کو وہ تمام مقامات دکھائے جہاں میں کبھی سے مصروفِ پیکار رہا تھا۔ وہ میری باتوں میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھی اور مسلسل سوالات کیے جا رہی تھی۔ اس دوران میں گرد و پیش کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا کہ ممکن ہے کوئی ہم لوگوں میں دلچسپی لے رہا ہو لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔ ہم کافی دیر تک یونہی گھومتے رہے۔ پھر میں نے جوشو سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ میں تہذیب کو ساتھ لے کر اس علاقے کی طرف چل آیا۔ علاقہ کافی حد تک تبدیل ہو چکا تھا۔ پھر چینی طرز کے ایک خوب صورت ریستوران کے سامنے میں ٹھٹک گیا۔ سائن بورڈ پر لوئی شی کا نام لکھا تھا۔

"یہی نام میری اس دوست کا بھی تھا جس نے میری بہت مدد کی تھی۔" میں نے تہذیب کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں کہا۔ "آؤ۔۔۔ اندر چل کر دیکھیں۔ ممکن ہے کہ وہی ہو۔" پھر میں تہذیب کا ہاتھ تھام کر ریستوران میں داخل ہو گیا۔ اندر کا ماحول بے حد پُرسکون تھا۔ ہم ایک گوشے میں ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔ ویٹر آیا اور میں نے آرڈر پیش کر دیا۔ وہ مطلوبہ اشیا لے کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔ "اس ریستوران کا مالک کون ہے؟"

"مادام لوئی شی۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ویٹر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے میری طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "اپنا کارڈ دے دیجیے جناب۔ میں ان تک پہنچا دوں گا۔ آگے ان کی مرضی۔"

"میرے پاس کارڈ نہیں ہے۔ تم ان سے کہہ دو کہ ایک ایشیائی ان سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ ممکن ہے وہ مجھے یہ اعزاز بخش دیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر نے سر پہ خم ہوتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اوپری منزل کے زینے سے ایک فربہ اندام عورت اترتی نظر آئی۔ اسے پہچاننے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ لوئی شی ہی تھی۔ وہ موٹی ہو گئی تھی لیکن خدوخال زیادہ نہیں بدلے تھے۔

"وہی ہے۔" میں نے سرگوشی میں تہذیب کو بتایا۔ ویٹر نے میری طرف اشارہ کیا اور لوئی شی مسکراتی ہوئی ہماری طرف چلی آئی۔ اس نے ہم سے اجازت طلب کی اور کرسی کھینچ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں مسٹر؟"

"علی یار خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے۔۔۔" اس نے بے حد خوش اخلاقی سے کہا۔۔۔ لیکن اچانک ہی اس کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ "کیا نام لیا آپ نے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیسی ہو لوئی شی؟ کیا علی یار خان کو بھول گئیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتی رہی لیکن میرے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے مجھے پہچاننا اس کے لیے ناممکن تھا۔ "میں میک اپ میں ہوں لوئی شی۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"آؤ... میرے ساتھ اوپر چلو بیٹی۔" وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو تہذیب۔" میں نے کہا۔ ہم دونوں اٹھے اور اس کے پیچھے پیچھے زینے کی طرف چل دیے۔ وہ ہمیں اوپری منزل کے ایک آراستہ کمرے میں لے گئی۔ وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھول ہی رہی تھی کہ میں نے میک اپ ماسک اتار دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"کیسے ہو علی؟" بالآخر اس نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمہارے سامنے ہوں۔"

"اتنے برسوں کے بعد میں حیران ہوں۔ مگر تمہیں کیسے یاد آ گیا تمہیں؟"

"بھولا ہی کب تھا۔"

"ہم لوگ تمہیں بہت یاد کرتے تھے۔"

"یادیں ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہیں اور تمہارے قادر کہاں ہیں؟"

"اب تو کوئی بھی نہیں رہا۔ دونوں بھائی بھی... اور قادر بھی...۔" اس سے جملہ پورا نہ کیا گیا۔

"کیوں... کیا ہوا تھا؟"

"تمہارے جانے کے بعد کچھ لوگوں کے خلاف خاص طور پر کارروائی کی گئی تھی۔ وہ تینوں بھی اسی کی زد میں آ گئے۔"

"کیا... کیا کہہ رہی ہو؟" میری آواز شدید ہو گئی۔

"ہاں علی یار خان... یہودیوں کو علم ہو گیا تھا کہ ہم نے تمہاری مدد کی ہے۔"

"اوہ... تو یہ اس دور کی بات ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اور میں لاعلم رہا۔ حالانکہ مسٹر جوشو سے لندن میں میری ملاقات ہوئی تھی۔"

"مجھے انہی نے اس ملاقات کے بارے میں بتایا تھا... لیکن علی... تم سے تذکرہ کرنے کا فائدہ کیا تھا۔ تم تو ان دنوں خود مصیبتوں میں گرفتار تھے۔" لوئی شی نے جواب دیا۔

اس وقت میرے لیے اپنے غصے پر قابو پانا دشوار ترین کام ہو گیا تھا۔ لوئی شی اور اس کے اہل خاندان نے کڑے وقت میں میرا ساتھ دیا تھا۔ چانا ٹاؤن کے فسادات کے بارے میں مجھے خبر ملی تھی لیکن ان تفصیلات سے لاعلم تھا۔ بہرطور، میں جانتا تھا کہ غصے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے خود پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کے باوجود جب میں بولا تو اپنا لہجہ مجھے خود بھی اجنبی لگ رہا تھا۔ "مجھے علم نہیں تھا لوئی شی... اور اب میں لفظوں سے افسوس کا اظہار کر کے تمہارے اتنے بڑے نقصان کو ہلکا نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یقین رکھو تمہارے قادر اور بھائیوں کے خون کے ایک ایک قطرے کے عوض یہودیوں کو کڑی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ آشنا نہ ہوگا۔"

لوئی شی چند لمحے بھیگی بھیگی آنکھوں سے مجھے تکتی رہی۔ پھر اسے شاید پہلی بار تہذیب کی موجودگی کا احساس ہوا۔ "یہ آپ مسٹر علی...؟" اس نے تہذیب سے کہا۔

"ہاں لوئی شی! اس سے ملو۔ یہ ہے تہذیب علی یار خان۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"معاف کیجیے گا مسٹر علی۔ میں آپ کو توجہ نہیں دے سکی۔ دراصل ہم پرانے دوست ہیں اور بہت عرصے کے بعد ملے۔ جذبات میں بہہ گئی تھی۔" لوئی شی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "ویسے آپ خوش نصیب بھی ہیں... اور اچھی تو یقیناً ہوں گی کیونکہ علی کو متاثر کرنے والی لڑکی معمولی نہیں ہو سکتی۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے مجوبیت سے کہا۔

"اور علی... تم یہاں کیوں آ گئے۔ میں جانتی ہوں، امریکہ تمہارے لیے مصائب کا گھر ہے۔ یہاں تمہاری زندگی ہر لمحہ خطرے میں رہے گی۔" لوئی شی پھر مجھ سے مخاطب ہو گئی۔

"مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ میں نے آنے میں تاخیر کر دی۔" میرا لہجہ جذباتی ہو گیا۔ درحقیقت میرے وجود میں کوئی آتش فشاں کروٹیں لے رہا تھا۔ میری وجہ سے لوئی شی کا پورا گھرانہ تباہ ہو گیا تھا۔ مجھ پر یہودیوں کا قرض اور بڑھ گیا تھا اور اب میں قرض چکانے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔

لوئی شی نے مضطرب نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی: "علی... میں نے شادی کر لی ہے... دو بچے ہیں۔ میرے والد خاصے کامیاب وکیل ہیں۔"

"مبارک ہو لوئی شی۔" میں نے پرخلوص لہجے میں کہا۔ "مجھے یہ خبر سن کر خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ امریکہ میں بھی کوئی اچھی خبر میری سماعت تک پہنچی۔ بڑا سکون ہے۔"

"آج رات کا کھانا میرے گھر پر کھاؤ۔ میں تمہیں ولیم سے اور بچوں سے ملواؤں گی۔"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے معذرت کرتے ہوئے ٹال دیا۔ "اور ہاں لوئی شی۔ مسٹر جوشو کہاں ملیں گے؟"

"وہ ان دنوں چارمینا ہاؤس میں ہیں۔" لوئی شی نے جواب دیا۔

کافی پینے کے بعد ہم نے لوئی شی سے اجازت چاہی۔ اس نے ایک بار پھر ہمیں مدعو کیا۔ اس بار میں سنجیدہ ہو گیا۔ "دیکھو لوئی شی، جب تک میں تم سے دوبارہ مل کر تمہیں اپنے پروگرام سے مطلع نہ کروں، تم اپنے شوہر سے بھی میرا تذکرہ بھی نہ کرنا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ میری اس ہدایت پر عمل کرو گی۔"

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟"

"نہیں۔" میں نے میک اپ ماسک چہرے پر لگاتے ہوئے کہا۔ میرے لہجے میں قطعیت تھی۔ اس کے بعد لوئی شی نے اصرار نہیں کیا البتہ وہ کچھ دل گرفتہ سی ہو گئی۔ میرا دل دکھا... لیکن میں جانتا تھا کہ ابھی میں اسی کی بہتری ہے۔ بہرطور، ہم اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئے۔ تہذیب خاموشی سے میرے ساتھ چلتی رہی۔ اس نے میری کیفیت بھانپ لی تھی۔

"علی... بہت زیادہ دکھی ہو گئے ہو تم؟" کچھ دیر بعد اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہاں تہذیب... بات ہی ایسی ہے۔ لوئی شی نے مجھ سے تعاون کی بھاری قیمت ادا کی ہے۔"

"اور میرا اندازہ ہے کہ تم اب لوئی شی سے کبھی نہیں ملو گے۔"

"ہاں... مجھے اس کے شوہر اور بچوں کی زندگی عزیز ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب اسے مزید کوئی نقصان پہنچے۔"

"اور اب کیا ارادہ ہے؟"

"جوشو سے ملوں گا۔"

تہذیب خاموش ہو گئی۔ ہم دونوں چلتے رہے۔ چارمینا ہاؤس میرے لیے اجنبی جگہ نہیں تھی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے مجھے بغور دیکھا۔ میں نے جوشو سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر کی طرف چل دیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد ہم جوشو کے روبرو تھے۔ جوشو میں اس کے سوا کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی کہ اس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ اس نے چینیوں کے مخصوص انداز میں مجھے تعظیم پیش کی اور ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھا اور بولا: "نوجوان... مجھے افسوس ہے کہ تمہیں چہرے بدلنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ یہ بہت بھونڈا میک اپ ہے۔ تاہم یہ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اتنے ناکارہ میک اپ کو چڑھائے رکھنا بیکار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماسک اتار دیا۔

جوشو کے چہرے پر اضطراب نظر آیا۔ وہ اٹھا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ "علی... میرے بچے علی۔" اس نے محبت سے مجھے بھینچتے ہوئے کہا، پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس نے میرے چہرے کو بغور دیکھا۔ "تم نے جو کچھ کیا تھا، ناممکن ہونے کے باوجود کر دکھایا اور اب تم دوبارہ شیر کی کچھار میں آ گئے ہو۔ یہ لڑکی کون ہے؟"

"اس کا نام تہذیب دلکم انگلس ہے۔"

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ اس کا تعارف تم کرا رہے ہو۔ یہ میری بیٹی ہے... آؤ... بیٹھو نا تم لوگ...۔" فرط جذبات سے کیوں جوشو اس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا۔

ہم دونوں اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ تہذیب اس پذیرائی سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔

"اب بتاؤ، صورت حال کیا ہے... اور پروگرام کیا ہے؟" جوشو نے مجھ سے پوچھا۔

"فی الحال تو سب ٹھیک ٹھاک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "جہاں تک پروگرام کا تعلق ہے، کچھ سوچے سمجھے بغیر آیا ہوں۔ اب پروگرام بھی بنا لوں گا۔"

"اور تمہارے دوست ادیبہ اور ڈوڈو کا کیا حال ہے؟"

اس کا انداز ایسا تھا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے اپنی اب تک کی کارگزاری مختصراً اسے سنا دی۔

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم فلسطینی تنظیم کے اہم رکن بن گئے ہو علی... میں خوش ہوں کہ تمہیں تمہاری منزل مل گئی۔"

"میں اب تنظیم سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔ میں ان کے لیے کچھ کر سکتا تھا، کر چکا۔ اب میری اور ان کی منزل ایک ہی ہے لیکن راستے جدا ہیں۔ ادیبہ اور ڈوڈو کے متعلق میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میں یہاں اس کے بیٹے پر ہونے والے ظلم کے ارادے سے آیا ہوں۔ میں اس کے اپنے ملک میں اس کے اصل آقاؤں کے خلاف کام کروں گا۔"

"وہ بے حد چالاک ہے علی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ امریکی حکومت کے لیے کام نہیں کر رہا ہے لیکن بہرحال، وہ سی آئی اے کی متعدد شخصیت ہے اور اسے کافی اختیارات حاصل ہیں۔ وہ اپنے طور پر ان اختیارات سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔"

"جی ہاں، میرا اندازہ بھی یہی تھا۔"

"خیر... تم نے یہاں آ کر میری عزت افزائی کی ہے۔ ادیبہ اور ڈوڈو نے میرے اور تمہارے درمیان رابطہ تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میرا نام بھی جوشو ہے۔"

"لیکن میری وجہ سے لوئی شی کو بہت خسارہ اٹھانا پڑا۔"

"ہاں... وہ واقعات بہت افسوسناک تھے۔ اس سلسلے میں وریان کا بھائی مائیکل جو شر سب سے آگے تھا۔ اس نے نوجوانوں کو بھڑکا کر چینیوں کے خلاف فسادات کروائے اور اس کی آڑ میں لوئی شی کے خاندان کا صفایا کر دیا۔ لوئی شی کو میں نے پناہ دی تھی ورنہ وہ بھی اس آگ کی لپیٹ میں آ جاتی۔"

"وریان کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم اپنے شکار کو یقیناً بھول گئے ہو گے۔ جیسے جیسے شکاروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اس سلسلے میں آدمی کی

یادداشت کمزور ہوتی جاتی ہے۔"

"اوہ.... وہ دریان۔" اچانک مجھے دریان یاد آ گیا۔ "تو یہ مائیکل جوشر دریان کا بھائی ہے۔ اس کا جغرافیہ تو سمجھاؤ؟"

"وہ اس ایریئل بال کا متوالی ہے، جہاں سے تمھاری پالیسی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔"

"سان فرانسسکو ہی میں رہتا ہے؟"

"ہاں.... اور بڑے ٹھاٹ سے رہتا ہے۔ مذہبی شخصیت ہے۔ یہودیوں کے لیے دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے۔" جوشو نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "تم اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

"میں نے کہا ناکہ مجھے پروگرام بنانا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جوشو کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "وہ بہت اہم شخصیت ہے۔ یہودی دیوانے ہو جائیں گے اس کے لیے۔ وہ اسرائیل کے لیے کام کرنے والی ایک کمیٹی کا رکن بھی ہے۔ وہ اسرائیل کے لیے چندہ بھی اکٹھا کرتا ہے۔ پورے امریکا میں اس کے مہرے بکھرے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے فی الحال اسے نظرانداز کر دو۔ انہیں دستاویز بہ ہاتھ ڈالنا مناسب نہ ہوگا۔ پہلے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لو۔"

"بات یہ ہے مسٹر جوشو کہ یہ شخصیت مجھے دلچسپ لگی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ میں لوئی شی کے حوالے سے اس کا مقروض بھی ہوں۔ جہاں تک معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے، فی الوقت امریکا میں، میں بہت کمزور ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ تمھارے علاوہ یہاں میرا کوئی شناسا اور ہمدرد نہیں ہے۔ ایسے میں انتہاپسندانہ اقدامات کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

جوشو کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "تم جانتے ہو علی! میں ہر طرح تمھارے ساتھ ہوں۔ میں تمھیں ایسے جاں نثار دے سکتا ہوں، جو تمھارے ایک اشارے پر اپنے ہاتھوں سے اپنا سر اتار سکتے ہیں۔ میرے ہوتے ہوئے تمھیں تنہائی کا احساس کبھی نہیں ہوگا۔"

"اور وہ جاں نثار چینی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"نہیں مسٹر جوشو! میں اس کھیل میں کسی چینی کو شامل نہیں کرنا چاہتا۔ لوئی شی کے سلسلے میں پہلے ہی خود کو مجرم محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں علی۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم چینی امریکا میں بھی اتنے کمزور نہیں ہیں، ورنہ آج زندہ نہ ہوتے۔"

"یہ درست ہے مسٹر جوشو لیکن میں اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں۔"

"تعجب ہے، تم ایک کام کرتے ہو ... لیکن وہ بہ ذریعے قابو میں نہیں آ سکتا کیونکہ وہ بہت نفرت کرتا ہے۔ پھر ایک نام کا آدمی۔ نام ڈیو ہاربو ہے۔ سیاہ فام ہے۔ شکاگو میں رہتا ہے۔ ذاتی وجوہ کی بنا پر امریکیوں سے متنفر ہے۔ بہت چالاک آدمی ہے۔ سیاہ فاموں کو بہت کم استعمال کرتا ہے۔ اصل امریکی یعنی ریڈ انڈین اس کے حلیف ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مائیکل جوشر کا جانی دشمن ہے۔ نظریاتی ہے کہ دشمنوں کے دشمنوں کو دوست سمجھتا ہے۔"

"واقعی کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "شکاگو میں اس کا پتا؟"

"شکاگو میں کہیں بھی اس کے متعلق پوچھ لینا۔ تمھیں اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ مائیکل جوشر پر وہ لوں ادھار کھائے بیٹھا ہے کہ اپنے بیس آدمی اس کی جیکر میں گنوا چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ مائیکل جوشر پر کئی قاتلانہ حملے کرا چکا ہے لیکن جوشر ہر بار بچ گیا اور اس کے آدمی ایک ایک کر کے پکڑے جاتے رہے۔ علی یار خان! میری یہ بات گرہ میں باندھ لو۔ مائیکل جوشر کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ اس لیے کہ بحیثیت مذہبی شخصیت اس نے اپنے گرد بہت اونچی دیواریں قائم کر رکھی ہیں۔"

"میرے لیے اہم ترین بات یہ ہے کہ ڈیو ہاربو مائیکل جوشر کا بدترین دشمن ہے۔ لہٰذا وہ لوگ محبوب ہیں، جو مائیکل جوشر سے نفرت کرتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ تم صرف مائیکل جوشر کی بنیاد پر اس کی قربت حاصل کر سکتے ہو۔ وہ بااثر آدمی ہے۔ اسے امریکی سیاہ فاموں کا غیر متنازعہ لیڈر سمجھ لو۔"

"ڈیو ہاربو.... شکاگو۔" میں نے زیر لب دہرایا۔ تہذیب خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے اب تک دخل اندازی نہیں کی تھی۔

"علی یار خان.... تم نے جس وقت ایریئل بال سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا، تم محض ایک طالب علم تھے۔" جوشو نے کہا۔ "لیکن تمھارے تیور اور انداز دیکھ کر میں نے پیش گوئی کی تھی کہ اگر تم اس راستے پر آگے بڑھ گئے تو یہودیوں کے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہو گے۔ بعد میں میری یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ اب مجھے ایک تجربے کار ٹریننگ اور دوست سمجھتے ہوئے میری یہ نصیحت گرہ میں باندھ لو کہ تمھیں اپنے گرد پیش پر گہری نگاہ رکھنا چاہیے اور بڑے مقاصد کی خاطر چھوٹے مقاصد پر مفاہمت کرنی سیکھنا چاہیے۔ جذباتیت وقتی کامیابیاں تو دیتی ہے لیکن بڑے کاموں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے گرد اونچی

پتھ دیواریں تعمیر کرو۔ جنھیں عبور کرنا تمھارے دشمنوں کے لیے ممکن نہ ہو۔ پھر تیزی سے آگے بڑھو۔"

"میں تمھاری اس نصیحت کو ہمیشہ مشعل راہ سمجھوں گا مسٹر جوشو۔ شکریہ علی! اگرچہ تم نے چینیوں کے تعاون کو ایک اچھے جذبے کے تحت مسترد کر دیا ہے تاہم میں دہراؤں گا کہ میں ہر طرح سے تمھاری خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مسٹر جوشو۔ میں پاکستانی ہوں اور بنیادی طور پر... اور چینیوں کی دوستی ہمارے مزاج میں رچی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں نے ہر قدم پر ہمارا ساتھ دیا ہے۔ لیکن میری طرح آپ لوگ بھی پردیسی ہیں۔ میں اپنے مقاصد کی خاطر آپ کی پرسکون دنیا میں ہلچل نہیں مچا سکتا۔ البتہ سیاہ فاموں کا معاملہ مختلف ہے۔ امریکا ان کا وطن ہے اور انھیں یہیں جینا مرنا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ باقی رہی مائیکل جوشر کی بات تو میں اس پر اوچھا ہاتھ ہرگز نہیں ڈالوں گا۔ آپ نے صحیح سمت میں میری رہنمائی کی ہے۔ اس کے باوجود میں محتاط رہوں گا۔ میرے نکتۂ نظر سے مائیکل جوشر دہری اہمیت کا حامل ہے۔ ایک طرف وہ اسرائیلیوں کے لیے بے حد اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ دوسری طرف وہ لوئی شی کے گھرانے کی تباہی کا ذمے دار ہے۔ جبکہ لوئی شی نے آڑے وقت میں میری مدد کی تھی۔ چنانچہ میں مائیکل جوشر کو نہیں چھوڑوں گا۔ البتہ آپ کے مشورے کے پیش نظر مجھے بڑی احتیاط کے ساتھ طویل منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ جہاں تک آپ کے ذاتی تعاون کا تعلق ہے، امریکا میں آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے اور آپ کے خلوص پر میرا ایمان ہے۔ اسی اعتماد کے سہارے میں آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ تک پہنچا ہوں۔"

"تو مجھے بتاؤ کہ فی الحال یہاں قدم جمانے کے لیے تمھیں کیا کچھ درکار ہے؟" جوشو نے پوچھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔

"بنیادی مسئلہ ایک چھت کا ہے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "فی الحال میں سان فرانسسکو ہی میں قیام کروں گا کیونکہ مائیکل جوشر بھی یہیں رہتا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد میں تمام مسائل خود سلجھا لوں گا اور مجھے آپ کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"مجھے افسوس ہے علی کہ تم اب بھی رسمی باتیں کر رہے ہو۔ رسمی الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ حالانکہ میں نے تمھارے بارے میں کبھی اس انداز سے نہیں سوچا۔ کہو تو ثبوت بھی پیش کر دوں۔" جوشو نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

شرمندہ سا ہو کر شرمندہ ہوگیا لیکن اپنی خودمختار فطرت کا کیا کرتا جس نے مجھے صرف خود پر انحصار کرنا سکھایا تھا۔ "آپ کو ثبوت دینے کی ضرورت نہیں مسٹر جوشو۔" میں نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "آپ نے شروع ہی سے میرا ساتھ دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے ابتدائی جدوجہد میں میری کامیابی کے امکانات پیدا ہوئے اور میرا حوصلہ بڑھا۔ لیکن آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ الفاظ جذبات اور محسوسات کو نہ صرف مجروح کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات انھیں برعکس صورت میں پیش کرتے ہیں۔ مجبوری یہ ہے کہ انسان لفظوں کا محتاج ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" جوشو نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر چھوڑو ان باتوں کو بحث ہو چکی۔ اب مجھے اپنی اس بیٹی سے تو باتیں کرنے دو۔ اس سے پوری طرح تعارف تو کرا دو۔"

"نام تو اس کا میں بتا چکا ہوں، تہذیب مالکم۔ ایکس۔ تعلق آپ ہماری آنکھوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ اگر کبھی ہمارا مشن تکمیل کو پہنچ گیا تو ہم یقیناً باقی زندگی ایک دوسرے کی محبت میں گزاریں گے۔ فی الحال ہمارا مقصد...."

"میں سمجھ گیا۔" جوشو نے میری بات کاٹ دی۔ "لیکن کیا اس کا تمھارے ساتھ رہنا مناسب ہوگا جبکہ تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"مزے کی بات تو یہی ہے مسٹر جوشو کہ یہ لڑکی طوفانوں کی پیداوار ہے۔ یہ انتہائی خطرناک حالات میں بھی میرے قدم سے قدم ملا کر چلتی رہتی ہے۔ اس کی مدد اور تعاون کے بغیر میرا کام شکوک بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔"

"اوہ.... گویا یہ ہر اعتبار سے تمھارے لیے ہے؟"

"جی ہاں.... اسی لیے میں اسے قدرت کی طرف سے اپنے لیے تحفہ قرار دیتا ہوں۔"

اب جوشو تہذیب کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کمال ہے۔ میں نے پہلی نظر میں تو جو ہی نہیں دیا تھی۔ تم درست کہہ رہے ہو.... سو فی صد درست۔ یہ نفاست کا حامل ہے۔ اس میں ہر چیز کی دوا توانائی ہیں۔ سخت دل بھی ہے اور سراپا گداز بھی۔ محبت کرنا بھی جانتی ہے اور بلند کی قوت ارادی کی مالک بھی ہے۔ اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ دشمنوں کے سامنے یہ ایک خونخوار بلی بن جاتی ہوگی۔ آئی ایم سوری بیٹی...."

"نہیں مسٹر جوشو! ایسی کوئی بات نہیں۔ علی مجھ سے آپ کا تفصیلی تعارف کرا چکے ہیں۔ آپ تو میرے لیے بالکل اپنے ہیں۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا.... اب آتے ہیں مسائل کی طرف۔ قیام کرنے کے

سیئٹل میں بہت ساری جگہیں منتخب کر سکتا ہوں لیکن میرے خیال میں محفوظ ترین جگہ کیپٹل ہل ہے۔ اس علاقے میں متوسط طبقے کے لوگ بستے ہیں۔ وہاں مکانات بھی ہیں اور فلیٹ بھی... لیکن تمہارے کام کے پیش نظر فلیٹ زیادہ مناسب رہے گا۔"

"جو آپ مناسب سمجھیں مسٹر جوشو! یہ معاملہ تو میں آپ کو سونپ چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ اس فلیٹ کے آراستہ ہونے تک تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔" جوشو کے لہجے میں مسرت تھی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی ہم یہاں کسی کی نظر میں نہیں آئے ہیں۔ سوائے لوئی مینی اور آپ کے ملازمین کے اب تک ہم نے یہاں کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہے۔"

"نہیں، غلام... میں تمہیں کسی قیمت پر ہوٹل میں قیام نہیں کرنے دوں گا۔ اسے تم میرا حکم سمجھ لو۔"

"بہت بہتر مسٹر جوشو! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے کہا۔

جوشو نے ہمارے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ہوٹل سے ہمارا سامان منگوا دیا۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد مجھے اور تہذیب کو تنہائی میسر آئی۔ "میں بہت متاثر ہوئی ہوں علی!" تہذیب نے چھوٹتے ہی کہا۔ "مسٹر جوشو خلوص دل کے مالک ہیں۔ کیسی متضاد شخصیت ہے ان کی۔"

"متضاد وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"نرم دل... آنکھوں میں محبت... سینے میں ہمدردی... لیکن تم بتا چکے ہو کہ بہت خطرناک آدمی رہے ہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "زندگی سب کچھ سکھاتی ہے۔ امریکا میں چینیوں کے لیے زندگی گزارنا آسان نہیں ہے۔ عام لوگ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں لیکن جو شخص دردمند ہو وہ اپنے بھائیوں کی خاطر برائی اور سفاکی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ یہ تحفظ کی ایک صورت ہے۔ ورنہ جمہوری ملک ہے لیکن یہاں چینیوں پر خصوصی نظر رکھی جاتی ہے۔ اس کے باوجود جوشو سربلند ہے اور سینہ تان کر چلتا ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے تہذیب۔"

"میں جانتی ہوں۔" تہذیب کے لہجے میں ہلکی سی اداسی کی آمیزش تھی۔ "میں خود بھی زندگی کے لیے کیا کیا روپ دھار چکی ہوں۔"

جوشو نے ہمیں تمام سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ اس سے ہر روز ملاقات ہوتی تھی بلکہ نشست رہتی تھی۔ ہمیں اس کے ساتھ رہتے ہوئے چار دن ہو چکے تھے۔ اس دوران تہذیب اس سے اور زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جوشو بھی اس کے ساتھ ایسی شفقت سے برتتا تھا جیسے وہ اس کی بیٹی ہی ہو۔

ساتویں دن جوشو ہمارے کمرے میں آیا تو وہ ہمارے لیے خوشخبری لایا تھا۔ "اسم! فلیٹ کو پورا آراستہ کر دیا گیا ہے۔" اس نے بتایا۔ "میں اس لیے نہیں بتا رہا ہوں کہ تم لوگ فوراً ہی یہاں سے کھسک لو۔ یہ بھی تمہارا گھر ہے۔ جب تک جی چاہے یہاں رہو اور جب جی چاہے اپنے فلیٹ میں منتقل ہو جاؤ۔"

"بہتر یہی ہوگا کہ ہم فوری طور پر وہاں منتقل ہو جائیں۔" میں نے کہا۔ "میں خالی بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہوں اور اب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں چاہتا تھا کہ تم ابھی کچھ دن میرے ساتھ ہی رہو لیکن تم نے بات ہی ایسی کی ہے کہ میں اعتراض نہیں کر سکتا۔"

"مسٹر جوشو... مجھے ایک اور چیز کی ضرورت ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں ہاں، کہو۔"

"آپ نے مجھے میک اپ کے سلسلے میں استعمال ہونے والا ایک سیال دیا تھا جس سے چہرے کے نقوش میں قدرتی طور پر تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب ہم نے اس میں اور تبدیلیاں کی ہیں۔ پہلے اس سے چہرے کے مختلف اعضا متورم ہو کر ہیئت تبدیل کر لیتے تھے لیکن اب ہم اس کی مدد سے اپنی پسند کا میک اپ بآسانی کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ ہے کہ اب وہ اعضا کو پھیلانے کے علاوہ سکیڑنے کا عمل بھی کر سکتا ہے۔ پہلے ہم ناک کو صرف پھیلا سکتے تھے اب اسے پتلا بھی کر سکتے ہیں۔"

"واہ... کمال ہے۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "ہاں مجھے اسی کی ضرورت ہے۔"

"سیال تمہیں مل جائے گا اور میں میک اپ کے ایک ماہر کو تمہارے لیے مخصوص بھی کر دوں گا۔" جوشو نے کہا۔

اس شام جوشو میک اپ کے اس ماہر کو لے آیا جس کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔ یہ وہ شخص نہیں تھا جس سے میں امریکا میں گزشتہ بار اپنے قیام کے دوران ملا تھا۔ بہرحال وہ اپنے کام میں واقعی باکمال تھا۔ اس کے فارغ ہونے کے بعد میں نے آئینہ دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنا اصل چہرہ میرے تصور میں بھی نہیں ابھر رہا تھا۔

تہذیب کے چہرے میں بھی کچھ ضروری تبدیلیاں کی گئیں۔ اس کی پیشانی قدرے متورم ہو گئی اور ٹھوڑی کو جعفری شکل دے دی گئی۔ وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگی۔ "میک اپ کا یہ طریقہ حیرت انگیز ہے۔" اس نے ستائشی لہجے میں کہا۔

"میں نے پہلے تمہیں اس کلائنٹ کے بارے میں نہیں بتایا؟"

"نہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"مسٹر جوشو نے اس میک اپ کے ذریعے میری بڑی مدد کی تھی۔ خیر... کبھی تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"اس خاص مقصد کے لیے تو مجرم تنظیمیں لاکھوں کروڑوں بھی خرچ کر سکتی ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"یقیناً... یہ ایسی ہی چیز ہے۔"

جوشو چاہتے تھے کہ میں کچھ آدمی بھیجنا چاہتا تھا لیکن میں نے احتیاطاً انکار کر دیا۔ فلیٹ کی لوکیشن سمجھنے کے بعد میں تہذیب کو لے کر پینسلوینیا کے دوسرے مرحلے کے پہلے ٹھکانے کی طرف چل دیا۔ فلیٹ تک پہنچنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ چابی میرے پاس تھی۔ ہم فلیٹ میں داخل ہوئے تو ہماری آنکھیں بھی کھل گئیں۔ بہت بڑا فلیٹ تھا۔ پانچ کشادہ کمرے۔ چار بالکونیاں۔ پورا فلیٹ ایئرکنڈیشنڈ تھا۔ پورے فلیٹ کی آرائش یقینی طور پر بے حد عمدگی اور قابلِ دید تھی۔ ضرورت کی ہر چیز اس فلیٹ میں موجود تھی۔

تہذیب نے سب سے پہلے کچن کا رخ کیا اور بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں اس بچے کی سی خوشی جھلک رہی تھی جسے اپنا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"اپنی مملکت کو دیکھ کر کتنی خوش ہو رہی ہو۔" میں نے اسے چھیڑا۔

"ہاں... ایک عمر کے بعد پہلی بار تو اپنی مملکت نصیب ہوئی ہے۔" اس کے لہجے میں حسرت تھی۔ "اب میں بھی حکمرانی کر سکوں گی۔"

میں اسے دیکھ کر مسکراتا رہا۔ اس کا انداز اس بیوی کا سا تھا جسے کئی برس کرائے کے مکان میں گزارنے کے بعد اپنا گھر نصیب ہوا ہو۔ پھر اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس وقت اسے دیکھ کر مجھے اپنا وطن یاد آ گیا۔ اس کے خمیر میں بہرحال مشرق کی آمیزش تھی۔ وہ مشرق و مغرب کا بے حد دلکش امتزاج تھی۔ میں اسے والہانہ انداز میں دیکھتا رہا لیکن مجھے اس کا احساس بالکل نہیں تھا۔

"ایسے گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے شرمگیں لہجے میں پوچھا اور نظریں جھکا لیں۔

"کچھ نہیں۔ میں تو بس کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیا سوچ رہے تھے؟" اس نے نظریں اٹھائے بغیر پوچھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ مسٹر جوشو نے تو کمال ہی کر دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ گھر لوٹ زندگی سے پوری طرح واقف ہو گئے ہیں۔"

کمرے میں چلیں۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے کمرۂ نشست میں لے آیا۔ کمرے میں آتے ہی میں نے بڑی کھڑکی کے پردے سمیٹے اور میکنزم کی مدد سے کھلنے والے کے پٹ کھول دیے۔ ٹھنڈی ہوا کے نرم نرم جھونکے کمرے میں آنے اور خوشگواریت کا احساس دلانے لگے۔ تہذیب کھڑکی کے پاس ہی آ کھڑی ہوئی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"ہاں... تم پوچھ رہی تھیں کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔" میں نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں... اب کچھ نہیں سنوں گی۔" اس نے حیا آلود لہجے میں کہا۔

"تہذیب، یہ حقیقت ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو قبول کر چکے ہیں، البتہ ہمارے درمیان کچھ رسومات حائل ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے کر اپنے وطن جاؤں... تم سے شادی کر لوں... اور تمہیں اپنے گھر والوں کے سپرد کر آؤں۔ تم نہیں جانتیں... میرے وطن میں شادی اتنی خوبصورت... اتنی حسین چیز ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

"مجھے یقین ہے علی، تم ٹھیک کہہ رہے ہو گے۔ جانتے ہو میری زندگی کس انداز میں اور کن لوگوں کے درمیان گزری ہے لیکن علی... شاید کسی وجدانی جذبے کے زیرِ اثر میں نے خود کو سمیٹ کر رکھا... شاید تمہارے لیے... میں تمہاری ہوں... لیکن علی تمہارا مقصد پورا ہونے سے پہلے میں تمہیں خواب بھی نہیں دیکھنے دوں گی۔"

"میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں تہذیب۔" میں نے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا۔ "تمہارا میرے مقصد کو قبول کرنا میرے لیے تمہاری اہمیت کو کہیں سے کہیں پہنچا گیا ہے۔"

"اب میرا مقصد نہ کہو علی، یہ ہمارا مقصد ہے۔" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"ہمارا کو میرا کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم تو میری ہر چیز میں شامل ہو۔"

"میری بات مجھے لوٹا رہے ہو۔" تہذیب ہنسنے لگی۔

تہذیب نے اسی وقت سے فلیٹ کا انتظام کسی گرہستن کی طرح سنبھال لیا۔ بلاشبہ وہ اس زندگی کو ترستی رہی تھی... اور اب میسر آ گئی تھی تو وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ ہم صرف دو افراد تھے۔ لہٰذا ہمیں کسی ملازم کی ضرورت نہیں تھی۔ تہذیب نے خود کھانا پکایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم مشرقی بالکونی میں آ بیٹھے، جہاں سے جھلکتا ہوا آسمان نواز بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

دیر تک ہماری خاموشی گفتگو کرتی رہی۔ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ جسم میں سرشاریاں رقص کر رہی تھیں۔

ں کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ نہ ذہن میں کوئی سوچ تھی، نہ ہی کوئی خواہش۔ وہ مکمل وارفتگی کی کیفیت تھی۔

دیر تک ہماری نگاہیں قمری جلتی بجھتی روشنیوں میں بھٹکتی رہیں پھر تہذیب نے آہستہ سے سر جھٹکا اور بولی۔ "علی! اب وقت آ گیا ہے کہ کام کے بارے میں سوچا جائے۔ میرا خیال ہے اب سب سے پہلے تم مائیکل جوشر کے متعلق سوچو گے۔"

وہ سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ وارفتگی کے وہ لمحے ہوتے ہوئے زمین و زماں جانے کہاں اوجھل ہو گئے۔ اب میرے سامنے فرض کی سنگلاخ حقیقت تھی۔ وہ ایک بہت شدید جھٹکا تھا۔ مجھے اس سے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی۔ لیکن میں تہذیب کو ایک بار پھر سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس نازک بیل کی طرح تھی جو تناور درختوں کو بھی سہارا دے سکتی ہے۔

"ہاں تہذیب، پہلے میں مائیکل جوشر ہی سے نمٹوں گا۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" میں نے جواب دیا۔

"میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ مجھے صورت حال کا مکمل ادراک ہی کہاں ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"تو کیوں نہ پہلا کام یہی کر لیا جائے۔ ایرن بال کا پورا واقعہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ کچھ شرپسند یہودیوں کی سازشوں کے نتیجے میں یہاں کی پولیس میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں اس وقت محض ایک طالب علم تھا۔ لوئی شی نے صرف میری کہانی ہونے کی بنا پر میری بھرپور مدد کی۔ اس کے باپ اور بھائیوں نے مجھے پناہ دی اور مسٹر جوشو سے مجھے ملوایا۔ اس کا صلہ لوئی شی کو یہ ملا کہ اس کے باپ اور بھائیوں کو زندگی سے محروم کر کے اسے بے سہارا کر دیا گیا۔ جانے والے کبھی واپس نہیں آ سکتے۔ میں لوئی شی کو وہ سب کچھ واپس نہیں دے سکتا جو اس سے چھن گیا ہے لیکن میں مائیکل جوشر کو تباہ ضرور کر سکتا ہوں۔ جو لوئی شی کی بے بسی کا ذمہ دار ہے۔ یہ میرے لیے ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر مائیکل جوشر یہودیوں کے لیے بہت اہم شخصیت ہے۔ اس لحاظ سے بھی اسے قتل کرنا ضروری ہے لیکن میں یہ کام عام انداز میں نہیں کروں گا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے اس کی زندگی میں مجھے اس سے ہر ممکن فائدہ حاصل کرنا ہے۔ ڈیوڈ بارنیو بھی ایک اہم شخصیت کی حیثیت میں سامنے آیا ہے۔ اس کی توجہ حاصل ہو گئی تو مجھے امریکا میں ایک مضبوط گروہ کی پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔ ہم مسکا کو بیکار ڈیوڈ بارنیو کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں گے۔ میرا کام بہت طویل ہے تہذیب۔ میں صرف اپنے جذبوں کا غلام ہوں۔ تنظیم والوں کی طرف سے میرا دل صاف ہو چکا ہے لیکن میں ان کے ساتھ کام کبھی نہیں کر سکوں گا۔ ویسے بھی میں انفرادیت

پسند آدمی ہوں۔ میں وہ سب کچھ کیوں کروں، جو عام فلسطینی کر رہے ہیں۔ تمام فلسطینی تنظیمیں کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کی اصل قوت امریکی یہودی ہیں اور وہ یہودی لابی ہے، جو امریکا میں یہودیوں کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے۔ میں ان پہ ضرب لگانا چاہتا ہوں۔ میں عزیز رسمانی درخت کی شاخیں کاٹنے کا قائل نہیں ہوں، جڑوں پر وار کرنا چاہتا ہوں۔ درحقیقت میرے کام کا فائدہ فلسطینی تنظیم کو ہی پہنچے گا لیکن میں ان کا پابند ہو کر کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"تم درست کہہ رہے ہو۔ اس سلسلے میں میں تم سے پوری طرح متفق ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"مائیکل جوشر کی جو شخصیت اب تک سامنے آئی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ یہودیوں کے لیے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ امریکا میں موجود یہودی لابی ہی اسرائیل کو اصل قوت فراہم کر رہی ہے۔ میں ان سب کو شاید ختم نہ کر سکوں لیکن تنظیم والوں کو ان کے متعلق بے حد اہم معلومات یقیناً فراہم کر سکوں گا۔ اس کے علاوہ میں اپنی بساط کے مطابق راستے کے پتھر ہٹاتا رہوں گا۔ اب بتاؤ... کیا یہ طریق کار بہتر نہیں ہے؟"

"یقیناً ہے... لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ مائیکل جوشر کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"فی الحال تو میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تم سے بھی کہوں گا کہ تم بھی اس سلسلے میں سوچتی رہو۔"

"علی! مجھے میری ذمہ داریوں اور فرائض سے بھی آگاہ کرو۔"

"یہ فلیٹ تمہاری ذمہ داری ہے اور ہر وقت مسکراتے رہنا تمہارا اہم ترین فرض ہے۔ اس کے علاوہ تمہیں صرف سوچنے کا کام کرنا ہے۔ تمہاری حیثیت خاتونِ خانہ کی ہے تاکہ ہم ایک خوشحال گھرانے کا مکمل اور سچا تاثر دے سکیں۔ میرا مقصد سمجھ رہی ہو نا؟ یہ عمارت پوری طرح آباد ہے۔ یہاں کے مکینوں کو ہم پر کسی بھی طرح کا شبہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ ہم سکون سے کام بھی کر سکیں اور یہ فلیٹ ہمارے لیے ایک بہترین پناہ گاہ کی حیثیت سے بچا رہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں تمہاری بات... اور کچھ؟" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس... کھانے کے معاملے میں درویش آدمی ہوں۔ جو کچھ بھی دو گی، کھا لوں گا۔" میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"اور تمہاری مصروفیات؟"

"تمہارا شوہر ہونے کی حیثیت سے غمِ روزگار پالوں گا۔ حالانکہ ابھی تک غمِ جاناں کے دائرے سے نہیں نکل سکا۔"

"لیکن لوگ تو بے خبر ہیں نا۔" میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔
تہذیب جھینپ گئی۔

"اچھا یہ بتاؤ... میری بدلی ہوئی شکل تمھیں کیسی لگتی ہے۔ کہیں میں بدصورت تو نہیں ہو گیا؟" میں نے کہا۔

"ایسی بات کبھی نہ کرنا علی" اصل صورت سے قطع نظر تمھاری شخصیت خدوخال کی محتاج نہیں ہے۔ میں تمھارے اصل حسن سے واقف ہوں۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا لیکن پھر اس کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔ "اور اگر تم عام لوگوں کی وجہ سے یہ بات پوچھ رہے ہو، جو تمھارے باطنی حسن سے ناواقف ہیں، تو بھی فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے اس میک اپ میں بھی تم بہت پرکشش لگ رہے ہو۔"

اس بار میں بُری طرح جھینپ گیا۔ تہذیب کو ہنسی آ گئی۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی تم سے یہی سوال کرنا چاہتی ہوں لیکن صرف تمھاری خاطر۔ دراصل لڑکیوں کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ مرد کے مقابلے میں ان کے لیے ان کی ظاہری شکل و صورت بہت زیادہ اہم ہوتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا میک اپ کریہہ المنظر ہوا تو..."

"بس! میں سمجھ گیا۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اپنی تعریفیں سننا چاہتی ہو، کہو تو شاعری شروع کر دوں؟"

اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔ مجھے پھر اپنا وطن یاد آ گیا۔ جانے اس نے شرمانے کی وہ ادا کہاں سے سیکھ لی تھی۔

اگلی صبح دس بجے میں فلیٹ سے نکل آیا۔ سان فرانسسکو میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن میرے عزائم کے پیش نظر تجدیدِ نظارہ بہت ضروری تھی۔ پروگرام کے مطابق میں نے تہذیب کو خاتونِ خانہ کا کردار ادا کرنے کے لیے فلیٹ ہی پہ چھوڑ دیا تھا۔ میں قدم اس انداز میں اٹھانا چاہتا تھا کہ لغزش کا امکان نہ رہے۔

سان فرانسسکو میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ایرن ہال کے سامنے سے گزرتے ہوئے میرے وجود میں نفرتیں پھیل اٹھیں۔ یہ وہی نفرت انگیز جگہ تھی، جس نے میری زندگی کے بہتے دھارے کا رُخ بدل ڈالا تھا۔ مجھے پہلی بار احساس دلایا تھا کہ میں نفرت کے اعتبار سے بھی شدت پسند ہوں۔ مجھے ایرن ہال سے نفرت تھی... وہاں ہونے والے اجتماعات سے نفرت تھی۔ اس روز بھی وہاں کوئی اجتماع تھا کیونکہ پارکنگ لاٹ میں ان گنت کاریں موجود تھیں۔ میرا جی چاہا کہ سب کچھ برباد کر دوں... ایرن ہال کو بم سے اڑا دوں لیکن میں نے یہ سوچ کر خود کو بہلا لیا کہ اتنی قیمتی نفرت کو اتنے سستے داموں فروخت کرنا حماقت ہوگی۔ شدتیں تو دوبارہ تعمیر ہو جاتی ہیں۔ کہیں بھی خریدی جا سکتی ہیں لیکن شخصیتیں تباہ کر دی جائیں تو صدیوں میں بھی نہیں پنپتیں۔ میرے نزدیک میرے وجود میں یہودیوں کے لیے پلنے والی نفرت بے حد مقدس تھی اور میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے آگ کے طور پر برتنا چاہتا تھا، جو اپنے نکتۂ عروج کو پہنچ کر بلند تر ہو جاتی ہے۔ میں اپنی نفرت کو لاوا بنا دینا چاہتا تھا جو اندر ہی اندر کھولتا رہتا ہے اور پھر جب آتش فشاں پھٹتا ہے تو لاوا زد میں آنے والی ہر چیز کو تباہ کر دیتا ہے۔ جس سے سخت جان زمین بھی پناہ مانگتی ہے۔

چھ بجنے کے قریب میں فلیٹ واپس پہنچا۔ تہذیب مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے بال اُلجھے ہوئے تھے اور چہرے پر اضمحلال کی کیفیت تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ دن بھر فلیٹ کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے میں مصروف رہی ہے۔ "علی تم... اتنی جلدی آ گئے؟"

"یہ حال ہے تمھارا،" مجھ سے [illegible] رہی تھیں بیگم علاؤ صفدر۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟ میں کچھ سمجھی نہیں؟"

"میں نے کہا تھا، مسکراہٹ تمھارے فرائض میں سب سے اہم ہے۔"

وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ پھر جھینپ کر بولی۔ "اب تو خوش ہو؟"

"ہرگز نہیں، مسکراہٹ تو آرائشِ چہرہ کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہے۔"

اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر ناقدانہ نظروں سے اپنا سراپا دیکھا۔ "لیکن علی! تم ایک بات بھول رہے ہو۔" اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم نے کہا تھا کہ فلیٹ میری ذمے داری ہے اور اس ذمے داری کو نبھانے کے سلسلے میں میرا یہ حال ہوا ہے۔ خیر... تم بیٹھو، میں ابھی آئی، پھر تمھیں گرم گرم کافی پلاؤں گی۔"

کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو نہا دھو کر لباس تبدیل کر چکی تھی اور بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ میری نگاہوں کی تپش نے اس کے رخساروں کی شمعیں روشن کر دیں۔

"کمال ہے... اب بھی نہیں مسکرا رہی ہو۔" میں نے اسے چھیڑا۔

وہ مسکرا دی۔ پھر اس نے نگاہیں جھکاتے ہوئے کہا۔ "میں کافی لاتی ہوں۔"

"خدا کی قسم تہذیب... زندگی کا مفہوم اب آیا ہے سمجھ میں۔"

کچھ دیر بعد میں نے کافی کا پہلا گھونٹ لے کر کہا... حالانکہ

بالکل نہیں ہے۔"

وہ مسکراتی رہی۔ "اچھا... بہت ہو گئی... دن بھر غائب رہے ہو، چلو، اب رپورٹ دو دن بھر کی۔"

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "آج کا پورا دن آوارہ گردی ہو گئی، پرانی یادیں تازہ کرتا پھرا ہوں۔"

"کسی شناسا سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"اس روپ میں تو میرے لیے کوئی شناسا ہے ہی نہیں۔" میں نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "ویسے ملنا ملانا میرے لیے بہتر بھی نہیں ہے۔ اب تم رپورٹ دو۔"

"ایک دلچسپ اطلاع ہے تمھارے لیے۔ پڑوسی کی ایک خاتون سے دوستی کر لی ہے میں نے۔ جین بار پر نام ہے۔ بیوہ ہیں۔ سابق اسٹور کی مالک ہیں۔ علاقے میں کافی مقبول ہیں۔ چار بچے ہیں ان کے جو زیرِ تعلیم ہیں۔"

"اس میں میری دلچسپی کی کون سی بات ہے؟"

"نہیں ہے۔" تہذیب نے مایوس ہونے کی اداکاری کی۔ "اوہ... یہ بتانا تو میں بھول ہی گئی کہ خاتون یہودی ہیں۔"

"بات تو اب بھی نہیں بنی۔"

"میں شاید کچھ بھول گئی ہوں۔" اس نے کنپٹی کو انگلی سے کھٹکھٹاتے ہوئے ذہن پر زور ڈالنے کی اداکاری کی۔ "ہاں، یاد آیا، وہ مائیکل بوشر کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ "اوہ... تو یہ بات ہے۔" میں نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

"ویسے مذہبی اختلاف سے قطع نظر جین بار پر اچھی عورت ہے اور ہاں علی... یہ لیجیے معاف کر دینا، میں نے تو خود کو یہودی کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے... یہ بہت ضروری تھا علی۔ پھر میں نے اس سے مائیکل بوشر کے بارے میں پوچھا۔ مجھے ان سے خاصی عقیدت بھی پیدا کرنا پڑی تھی۔"

"کوئی حرج نہیں۔ جنگ اور محبت میں سب جائز ہے۔ یہ بتاؤ کوئی کام کی بات بھی معلوم ہوئی؟"

"جین بار پر مائیکل بوشر کی عقیدت مند ہے اور مائیکل بوشر بھی اس کے ساتھ خصوصی التفات برتتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنجہانی مسٹر بار پر، مائیکل بوشر کے دستِ راست تھے۔ میں نے تفصیلات سے گریز کیا کیونکہ جین بار پر کام کی عورت ہے۔ بس مجھے مختصراً مائیکل بوشر کی خدمات کو سراہا اور اسرائیل کے لیے ان کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جین متاثر ہو گئی۔ وہ مجھ سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے مائیکل بوشر تک پہنچا سکے گی۔"

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے تہذیب۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"کیا تو خیر کچھ بھی نہیں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "البتہ ہو گیا۔"

"نہیں تہذیب، تائیدِ غیبی اپنی جگہ... لیکن تم نے بڑا کام کیا ہے۔ مجھے دیکھو... دن بھر آوارہ گردی کرتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ تم نے گھر بیٹھے اتنا کچھ کر ڈالا۔"

"بس... مجھے بناؤ نہیں۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں... خیر... یہ بتاؤ، تم نے میرا اور اپنا تعارف کس نام سے کرایا ہے۔ اب تو مجھے بھی یہودی بننا پڑے گا۔"

"تم سائمن ریگل ہو اور میں جوزانا ریگل۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! اس عورت سے اور قریب ہونے کی کوشش کرو۔ بچوں کے لیے تحفے خریدو... یہ سب سے اچھا اور مؤثر طریقہ ہے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا، بس تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" تہذیب نے جواب دیا۔

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں اسے اپنے دن کے متعلق بتاتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ پاکستان میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ پھر ہم نے رات کا کھانا کھایا اور اپنے پروگرام پر غور کرتے رہے۔

"میں مائیکل بوشر سے حتی الامکان فائدہ اٹھانے کے بعد اسے قتل کروں گا اور پھر علی یار خان کو بھی منظرِ عام پر لاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میں تمھارا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میں چاہتا ہوں کہ سان فرانسسکو کی سڑکوں پر ایک بار پھر علی یار خان کا نام گونجے اور لیویا اور ڈو کو معلوم ہو جائے کہ وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکا اور میں اب بھی مصروفِ عمل ہوں۔ لطف تو تبھی آئے گا۔"

"لیکن اس طرح تو سی آئی اے ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

"مجھے اسی انداز میں کام کرنے میں لطف آتا ہے۔" میں نے چٹخارا لے کر کہا۔ "شاید یہ نہ ہو تو مسلسل کام انسان کو بور کر دیتا ہے۔"

"میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تم بہت اذیت پسند ہو۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں بھی مسکرا دیا۔ "صرف یہی نہیں... مجھ میں ایذا رسانی کے جراثیم بھی موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"زندگی سے بھرپور ایک لڑکی کو اس کی عیش گاہ سے فرار

زندگی میں اٹھایا ہوں۔ ایذا رسانی اور کیا ہوتی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ کریڈٹ میں تمھیں نہیں لینے دوں گی۔۔۔" تہذیب نے بڑے ناز سے کہا۔ "میں خود بڑائی کے راستے سے آگے نکل چکی تھی۔"

"اوہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ گویا میں زندگی کے سب سے بڑے کریڈٹ سے محروم ہو گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تہذیب کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

جوشو کے ذریعے بہت سی سہولتیں میسر آ گئی تھیں لیکن کچھ معاملات ایسے تھے جو مجھے خود ہی نمٹانا تھے۔ جوشو کو زیادہ زحمت دینا مناسب نہیں تھا۔ کام کا آغاز کرنے کے لیے مالی طور پر مضبوط ہونا بہت ضروری تھا۔ رقم کے حصول کے لیے کوئی جائز ذریعہ میرے سامنے نہیں تھا۔ میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ اب میں پہلے سے بڑا جرم کرنے کی اہلیت رکھتا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ میں اکیلا تھا۔ گروہ بنا سکتا تھا لیکن یہ بات مجھے منظور نہیں تھی۔ کیونکہ اس سے کسی بھی وقت میرے کاز کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ جوئے کے سلسلے میں، میں قطعی ناتجربہ کار تھا۔ میں نے بہت سے منصوبے بنائے لیکن مسترد کر دیے۔ میں چھوٹے معاملات میں اُلجھ کر اپنے اصل مقصد کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ پھر مجھے جوشو کا خیال آ گیا۔ جو نہ صرف گروہ رکھتا تھا بلکہ اپنی ذات میں خود بھی ایک گروہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

یہ سوچ کر ایک دن میں جوشو کی طرف چلا گیا۔ جوشو نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ "علی۔۔۔ میں تمھاری طرف سے غافل نہیں ہوں۔" اس نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر کبھی تمھیں کچھ بھی جوان اپنے تعاقب میں نظر آئیں تو بوکھلا نہ جانا۔ اُن کے پیش نظر صرف تمھاری حفاظت ہوگی۔۔۔ کچھ اور نہیں۔"

میں اپنی اس غفلت پر دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگا۔ کیونکہ میں نے اب تک ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی تھی۔ ساتھ ہی مجھے جوشو پر بھی پیار آ گیا۔ اس خود غرض زمانے میں کون کسی کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ "مسٹر جوشو۔۔۔ آپ بہت مہربان انسان ہیں۔ شاید میں کبھی آپ کی مہربانیوں کا صلہ نہیں دے سکوں گا۔" میں نے کہا۔

"دوستی میں نہ مہربانی کا تصور چلتا ہے اور نہ صلے کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ میں تمھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں علی۔۔۔ اور تمھاری صلاحیتوں سے بھی واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہر تعاون کے لیے تیار رہوں لیکن دوستی تم پر کچھ تھوپنا بھی نہیں چاہتا۔"

"یہ تکلف برتنے کی بات کیوں کی آپ نے؟"

"میں جانتا ہوں کہ آج کل تم مالی مسائل سے دوچار ہو۔" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے اس سلسلے میں مجھ سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ میں نے خود سے بات چھیڑنا مناسب نہ سمجھا کہ تم خوددار آدمی ہو۔ حالانکہ دوستوں سے بے تکلفی پر خودداری کو کبھی اہمیت نہیں دی جاتی۔"

"کمال ہے۔ میں تو اس وقت آپ کے پاس اسی سلسلے میں آیا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں رقم کے حصول کے سلسلے میں بہت سے طریقوں پر غور کر چکا۔۔۔"

"مجھے اندازہ ہے کہ تم کن خطوط پر سوچ رہے ہو۔" جوشو نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمھیں اس کا مشورہ ہرگز نہ دوں گا۔ اس چکر میں اُلجھ کر تم اپنے اصل مقصد سے دور ہو جاؤ گے۔"

میں حیران رہ گیا۔ گویا میرے سلسلے میں جوشو بھی اسی طرح سوچ رہا تھا۔ "مسٹر جوشو۔۔۔ ایک اسی بات نے مجھے روک رکھا ہے۔ ورنہ میں کب کا حرکت میں آ چکا ہوتا۔ میرے سامنے اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔"

"احمقانہ!۔۔۔ تمھیں جتنی رقم درکار ہے، مجھ سے بطور قرض لے لو۔ جب بھی چاہے لوٹا دینا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جوشو نے میری الجھن بھانپ لی۔ "بس علی۔۔۔ اب اس سلسلے میں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" اس نے کہا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا۔ اس نے سوٹ کیس کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ سوٹ کیس ڈالروں سے بھرا ہوا تھا۔

"لیکن مسٹر جوشو۔۔۔ یہ تو بہت زیادہ ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔

"ایسا لگ رہا ہے لیکن ہے نہیں۔ یہ صرف چھ لاکھ ڈالر ہیں۔ جب بھی ضرورت ہو تم مزید طلب کر سکتے ہو۔"

"گویا میں چھ لاکھ ڈالر کا مقروض ہو جاؤں گا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ جب جی چاہے، واپس کر دو۔ آدمی کی قیمت لاکھوں اور کروڑوں میں نہیں لگائی جا سکتی۔ جبکہ تمھاری بات ہی کچھ اور ہے۔ تم کوئی عام آدمی نہیں ہو۔ تم علی ہو۔ اور میں تمھاری قدر خوب جانتا ہوں۔"

"بہتر مسٹر جوشو۔۔۔ اور شکریہ۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ آپ یہ رقم میرے نام سے کسی بینک میں جمع کرا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اپنا نام بھی بتا دو۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام سائمن ہیکل ہے اور فی الحال میں یہودی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔" جوشو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم مائیکل جوشر کے چکر میں پڑ گئے ہو۔"

"جی ہاں۔۔۔ یہی بات ہے۔"

"تو ٹھیک ہے مسٹر ہیکل۔ آپ کل یہاں تشریف لے آئیے۔ کچھ کاغذات پر دستخط کر دیجیے گا۔ کل ہی رقم بینک میں جمع ہو جائے گی۔"

اس رات میں واپس پہنچا تو جین بارپر کو اپنے فلیٹ میں موجود پایا۔ وہ تہذیب سے بہت گھل مل کر گفتگو کر رہی تھی۔ اچھی خاصی قبول صورت عورت تھی۔ عمر کسی طرح تیس سے زیادہ نہیں ہوگی۔ خوش اطوار بھی تھی۔ میں اس کے یہودی ہونے کے باوجود اسے ناپسند نہ کر سکا۔

"سائمن، یہ ہیں مسز بارپر، جن کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔" تہذیب نے اس سے میرا تعارف کرایا۔ "تمھاری طرح یہ بھی مسٹر جوشر کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

"کیا مسٹر ہیکل بھی۔۔۔"

"مسز بارپر، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "مائیکل جوشر کی عقیدت کے حوالے سے آپ میرے لیے اور بھی محترم ہو گئی ہیں۔ مائیکل جوشر میرا آئیڈیل ہے۔ میں اکثر اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ کتنا عظیم ہے وہ۔۔۔ علم کا سمندر۔۔۔ اور اس نے جالیت کے اجتماعی مقاصد کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ مجھے تو عشق ہے اس سے۔"

"بے شک۔۔۔ مسٹر جوشر فرشتہ صفت آدمی ہیں۔" جین کے لہجے میں عقیدت تھی۔

"کبھی کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے، مسٹر جوشر کے قدموں میں رکھ دوں اور ان سے کہوں کہ میں ان کے مشن کے سلسلے میں عملی طور پر بھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو اتنی بڑی بات ہے مسٹر ہیکل! میں آپ کو مسٹر جوشر کے پاس لے چلوں گی۔"

"جوشا! ذرا حساب تو لگاؤ کہ ہمارے پاس کتنی رقم موجود ہے۔" میں نے تہذیب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ موقع غلط ہے تو اسے ضائع کیوں کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے سائمن۔ میں کل حسابات چیک کر کے بتا دوں گی۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "سچ تو یہ ہے کہ یہ بڑی سرخروئی کا موقع ملا ہے اور اسے ضائع نہیں ہونا چاہیے۔"

غرض میں اور تہذیب دیر تک مائیکل جوشر کے بارے میں رطب اللسان رہے۔ جین ہم لوگوں سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ کچھ تو وہ بے چاری ویسے ہی سیدھی سادی عورت تھی اور کچھ ہم لوگ اداکاری بھی غضب کی کر رہے تھے۔

جین کے جانے کے بعد تہذیب دیر تک ہنستی رہی۔ "ہاں تو مسٹر ہیکل۔۔۔ میرا مطلب ہے ہیکل! ذرا یہ تو بتائیں کہ مسٹر جوشر کے قدموں میں رکھنے کے لیے اپنی عقیدت کی ہم وزن رقم کہاں سے لائیں گے آپ۔۔۔ اور یہ بھی بتائیں کہ مجھے کل کون سی رقومات کا حساب کتاب کرنا ہے؟"

"عقیدت کی ہم وزن رقم کہہ کر تم نے میری مفلسی کی لاج رکھ لی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس حساب سے تو ایک نوٹ کی گنجائش بھی نہیں نکلے گی۔ ویسے میں تمھیں یہ بتا دوں کہ اس وقت ہم لوگوں کے پاس صرف چھ لاکھ ڈالر رہ گئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟ کیا کہیں ڈالرز کا کوئی درخت نظر آ گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بھی اس درخت کے متعلق بتاؤ۔"

"اس درخت کا نام جوشو ہے اور وہ اسی شہر کی جارجیا بلڈنگ نامی ایک عمارت میں پایا جاتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر تہذیب کو ساری تفصیل سنا دی۔

"تم بھی عجیب آدمی ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نے کروڑوں کی دولت فلسطینیوں کے حوالے کر دی اور اب لاکھوں کا قرض لیے پھر رہے ہو۔ واپس کیسے کرو گے؟"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "فی الوقت تو میں اپنے کام کے متعلق سوچنا چاہتا ہوں۔"

جین بارپر سے ذہنی قربت بڑھتی رہی۔ اس قربت کے لیے ہم نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ میں جانتا تھا کہ کسی بھی عورت کو تسخیر کرنے کا سب سے آسان راستہ اس کے بچے ہوتے ہیں۔ ہم جین کے بچوں سے بے حد التفات برتتے تھے۔ جین نے دو ایک بار ہمیں سمجھایا بھی لیکن وہ ہماری محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ پھر ایک بار اس نے کہا۔ "جوشا۔۔۔ میں جانتی ہوں کہ تم میرے بچوں سے اتنی محبت کیوں کرتی ہو۔ اچھا۔۔۔ یہ بتاؤ کہ مجھے یہ قرض چکانے کا موقع کب ملے گا؟"

میری سمجھ میں تو جین کی یہ بات نہیں آئی لیکن تہذیب کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ اسے دیکھ کر میری سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تہذیب جلدی سے بول پڑی۔ "بات یہ ہے جین کہ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"اور اس جلدی میں، میں ہرگز شامل۔۔۔" میں اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ تہذیب نے آنکھیں نکال کر بڑی طرح مجھے گھورا۔

تھا۔ جین ہار پر بھی ہنسنے لگی۔

اس قسم کی بے تکلفانہ نشستیں ہمارا معمول بن گئی تھیں۔ دن کا اکثر وقت میں جوشو کے ساتھ گزارتا تھا۔ وہ تہذیب کو بہت یاد کرتا تھا لیکن جانتا تھا کہ اس کا جالندھر تلیٹ کی طرف جانا مناسب نہ ہوگا۔ ہمارا سیٹ اپ مکمل ہو چکا تھا اور کسی بھی وقت کام کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ ہم جینی سے ایرن ہال کے سلسلے میں فرمائش کرتے رہتے تھے پھر ایک خصوصی تقریب کے موقع پر جین ہمارے لیے دعوت نامے لے ہی آئی۔ یوں تہذیب اس عمارت کو دیکھنے کے لیے چل پڑی، جو میری زندگی میں ایک اہم ترین موڑ کی حیثیت رکھتی تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو بیشتر نشستیں پر ہو چکی تھیں۔ ہم اپنی نشستوں پر جا بیٹھے۔ جین ہمارے ساتھ تھی۔ وہ مقررین کو ہم سے متعارف کرا رہی تھی۔ وہاں بڑے بڑے یہودی عالم آئے تھے۔ خوف و گھبراہٹ کا وہی عالم تھا، جسے اب میں ان کا خاصہ تسلیم کر چکا تھا۔ ایک بار پھر میرے وجود میں نفرتیں مچل رہی تھیں۔ وہ ایسا ہی ایک لمحہ تو تھا، جب میں بے چین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور میں نے صیہونی عزائم کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ آج بھی میں طوفان اٹھا سکتا تھا لیکن اب میں ایک بدلا ہوا آدمی تھا۔ میں نے جان لیا تھا کہ جب انسان کے سامنے مجبوراً اس نکلنے کی کوئی اور صورت نہ ہو تو وہ زبانی جمع خرچ سے کام چلاتا ہے۔ اب صورت حال مختلف تھی میرے پاس لفظوں کے بجائے عمل کی قوت تھی جسے لفظوں کا حساب صرف دل میں جمع کرتا تھا اور عمل کے ذریعے اسے بے باق کرتا تھا۔

پھر مائیکل جوشر تقریر کے لیے اسٹیج پر آیا۔ وہ متوسط العمر اور چست و چالاک آدمی تھا۔ علمیت کے رنگ بھی اس کے چہرے پر کھلی ہوئی مکاری کی تحریر کو چھپانے سے قاصر تھے۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا۔ اس کے قد و قامت اور جثے کو دیکھ کر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں اس کی جگہ لے سکتا ہوں۔ یہ اندازہ لگا کر جب میں نے اس کے لہجے اور آواز پر خاص توجہ دینا شروع کر دی۔ میں اس کا انداز بھی نوٹ کر رہا تھا۔ گزشتہ برسوں کی جہاں گردی نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ میری خود اعتمادی میں بلاوجہ ہی اضافہ نہیں ہوا تھا، درحقیقت میں اب اپنے طور پر کام کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

مائیکل جوشر کے بعد ایک اور مقرر آ گیا لیکن اب میں کسی کی کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں کسی اور ہی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اپنی منزل مجھے کچھ اور قریب نظر آنے لگی تھی۔ پھر میں نے جین کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں اسے مخاطب کیا۔ "مسز ہارپر ... مسٹر جوشر کی تقریر نے تو میری کائنات ہی بدل دی۔ میں ان سے متاثر تو پہلے بھی تھا لیکن اب ان کی شخصیت کے سحر میں پوری طرح گرفتار ہو چکا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ آج ہی ان سے متعارف کرا دیں؟"

"کوئی بڑی بات نہیں مسٹر ... بس ذرا سا انتظار کر لو۔" جین ہارپر نے بے حد خوش خلقی سے کہا۔

کچھ دیر بعد تقریب اختتام کو پہنچی۔ تقریب کے شرکا باہر نکلنے لگے لیکن جین ہارپر مجھے اور تہذیب کو لے کر مائیکل جوشر کی طرف بڑھ گئی۔

"اوہ مسز ہارپر! کیسی ہیں آپ۔ بہت دنوں کے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔" مائیکل جوشر نے پرتپاک لہجے میں جین ہارپر سے کہا۔ اس کا انداز مربیانہ تھا۔

جین نے بڑی عقیدت سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا، میں نے اور تہذیب نے بھی اپنی عقیدت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

"میں آپ کو ان لوگوں سے ملوانا چاہتی ہوں۔" جین نے جوشر سے کہا۔

"یہ تمہارے عزیز ہیں؟"

"عزیز تو نہیں ہیں لیکن آپ کے عقیدت مند ہیں۔ اس ناتے مجھے بھی عزیز ہو گئے ہیں۔"

"مجھ سے عقیدت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اگر ان لوگوں نے ہیکل سلیمانی کے لیے کچھ کیا ہے تو یہ مجھے بھی عزیز ہوں گے۔"

"اب تک تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکے ہیں۔" میں نے شرمساری سے کہا۔ "لیکن اب اپنے تمام وسائل اس مقصد کے لیے وقف کر دینا چاہتے ہیں۔ بس آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"نیک کام کی نیت بھی باعث نجات ہوتی ہے۔" مائیکل جوشر نے عالمانہ انداز میں کہا۔ "لیکن اب تک تمہارا تعارف نہیں ہوا ہے۔"

"میں سالمن ہیکل ہوں اور یہ میری بیوی جوزنا ہیکل۔"

"میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں۔ مسز ہارپر! کسی شام ان دونوں کو ہمارے گھر لاؤ، پھر ذرا تفصیلی گفتگو رہے گی۔"

"ضرور جناب۔"

"جب آپ حکم فرمائیں گے، ہم حاضر ہو جائیں گے۔" میں نے بات آگے بڑھائی تاکہ ملاقات یقینی ہو جائے۔

"میں زیادہ مصروف نہیں رہتا۔ بس علمی مصروفیات میری راہ میں حائل نہیں ہوتیں۔ جب تمہیں وقت ملے، میرے پاس چلے آؤ۔"

"تو پھر ہم کل شام پانچ بجے آ جائیں؟"

"ضرور ... مسز ہارپر آپ انہیں لے آئیے گا۔ میں آپ لوگوں کا منتظر رہوں گا۔"

ہم ایرن ہال سے نکل آئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ اس شیطان سے ملاقات طے ہو گئی تھی۔ راستے بھر جین ہارپر مائیکل جوشر کے قصیدے پڑھتی رہی اور میں اسے داد دیتا رہا۔ دل ہی دل میں خوش تھا کہ مائیکل جوشر کے علمی طلسم کدے میں نقب لگانے کا موقع مل گیا ہے۔

اگلے روز ہم مائیکل جوشر سے ملنے گئے۔ اس کی خوب صورت رہائش گاہ کے برآمدے میں ہمارا استقبال کیا۔ لان میں کرسیاں ڈلوا دی گئیں اور ہم بیٹھ گئے۔ کافی کا خاصا پرلطف دور چلا۔ پھر مائیکل جوشر مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔

میں عمارت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ چند ملازمین کے علاوہ وہاں کوئی اور نظر نہیں آیا۔ یہ بات بھی خاصی خوش آئند تھی۔ میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا کہ مختلف کام کرتا رہتا ہوں ... باقاعدگی سے کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے باوجود اچھی خاصی رقم پس انداز کر چکا ہوں۔ "بس ... ایک مختصر سی جناب۔" میں نے آخر میں کہا۔

مائیکل جوشر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔

"اس خواہش کو کل آپ نے زبان سے ادا کی تھی۔" میں نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں اب تک ہیکل سلیمانی کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکا ہوں لیکن آپ سے ملنے کے بعد کچھ کرنے کی خواہش شدید ہو گئی ہے۔ میں جو کچھ بھی کروں گا، اپنی استطاعت کے مطابق کروں گا اور وہ بہت حقیر ہو گا لیکن مجھے طمانیت قلب میسر آ جائے گی۔"

"یہ بات تم نے بالکل درست کہی ... یہ تمہارا فرض بھی ہے۔"

"میں اپنی استطاعت کے مطابق کچھ لے کر حاضر ہوا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے پانچ لاکھ ڈالر کا چیک اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ ... لیکن یہ تو بہت بڑی رقم ہے مسٹر ہیکل!" مائیکل جوشر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمام عمر کی کمائی چھ لاکھ ڈالر تھی جناب۔ مجھے شرمندگی ہے لیکن مجھ جیسا عام آدمی مستقبل کے بارے میں عدم تحفظ کا شکار رہتا ہی ہے۔ اس لیے میں نے ایک لاکھ ڈالر آڑے وقتوں کے لیے بچا لیے ہیں لیکن اب مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ اپنا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔" مائیکل جوشر نے کہا اور اٹھ کر میری پیشانی چوم لی۔ جین ہارپر بھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"اور جناب میری آرزو ہے کہ اس سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ میں عملاً بھی اپنی قوم کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے اس جذبے کو سراہتا ہوں۔ مجھ سے ملتے رہو۔ لیکن ابھی میں تمہیں کوئی ذمے داری سونپ دوں؟"

"ہم دونوں تو دل سے آپ کے شکر گزار ہیں اور ہر طرح کی خدمت کے لیے آمادہ ہیں۔" میں نے تہذیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مائیکل جوشر چند لمحے مجھے بغور دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کل صبح دس بجے مجھ سے ملو۔ میرے پاس ایک اہم کام ہے، جس کے لیے مجھے انتہائی قابل اعتماد آدمی درکار ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں کام آ سکے تو مجھے خوشی ہو گی ... یہ بتاؤ ... دفتری کاموں کا بھی کچھ تجربہ ہے؟"

"جی ہاں!" میں نے کہا۔

"اور میں ٹائپ کر سکتی ہوں۔" تہذیب بولی۔

"ٹھیک ہے۔ کل صبح دس بجے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

ہم نے اجازت چاہی۔ مائیکل جوشر ہمیں چھوڑنے دروازے تک آیا اور بڑی گرمجوشی سے ہمیں رخصت کیا۔ جین ہارپر نے ہم سے معذرت کر لی تھی کیونکہ وہ مزید کچھ دیر وہاں ٹھہرنا چاہتی تھی۔ باہر آنے کے بعد تہذیب نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے علی ..."

"ایک منٹ۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ وہ سمجھ گئی کہ فی الحال میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ ہم کار میں بیٹھے اور میں نے کار اسٹارٹ کر دی۔ میں بہت چوکنا تھا۔ "اس نئی کار کے متعلق کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تہذیب نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

"نہیں ... خصوصیت سے اس کار کو دیکھنے کی حماقت نہ کرنا۔ میرا خیال ہے ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

ہم بڑی بے پروائی سے سفر کرتے رہے لیکن وہ ہمارا وہم ثابت ہوا کیونکہ ایک موڑ کاٹنے کے بعد میں نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی تو نئی کار کا دور دور تک نام و نشان بھی نہیں تھا۔ تاہم ہمارے نکتہ نگاہ سے احتیاط برتنا بے حد ضروری تھا۔

اس رات ہم دیر تک مائیکل جوشر کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ "علی! مجھے تو یہ سب کچھ بے حد عجیب سا لگتا ہے۔ ہم بغیر کسی دشواری کے مائیکل جوشر تک پہنچ گئے۔ مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ بات سمجھ سکتا ہوں۔ یہ تائید غیبی ہے اور جب سے میں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے، مجھے قدم قدم پر اپنے رب کی رہنمائی کا احساس ہوا ہے۔ ورنہ اولیور اور ڈی جیسے بااختیار اور عیار آدمی کے سامنے میری بساط ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ تم اسے مائیکل جوشر کی بدقسمتی بھی سمجھ سکتی ہو۔"

"لیکن اس نے ہمیں عمارت کے اندر داخل نہیں ہونے دیا۔ لان تک ہی محدود رکھا۔"

"ممکن ہے، اتفاق ہو ویسے بھی اس قسم کے لوگ ضرورت سے زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔" میں نے تبصرہ کیا۔

"ہاں، یہ ممکن ہے۔ مائیکل جوشر شاید تنہا رہتا ہے۔ میں نے ملازمین کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔"

"جیمین سے اس کی نجی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تم نے؟"

"اتفاق ہے کہ کبھی اس کا خیال ہی نہیں آیا۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ کل معلوم ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

اگلی صبح دس بجے ہم مائیکل جوشر کے گھر پہنچ گئے۔ اس نے مشفقانہ انداز میں ہماری پذیرائی کی اور ہمیں لائبریری میں لے آیا۔ وہاں الماریوں میں بے شمار کتابیں بے حد نفاست سے چنی ہوئی تھیں۔ ایک رائٹنگ ٹیبل بھی موجود تھی۔

"میرے نام بے شمار خطوط آتے ہیں۔" مائیکل جوشر نے بلا تمہید کہا۔ "یوں تو میرے ہال کے کچھ لوگ اس سلسلے میں کام کرتے ہیں لیکن نجی نوعیت کے خطوط کے سلسلے میں، میں ان سے کام نہیں لینا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے نجی معاونین کی حیثیت سے کام کرو۔"

"یہ ہمارے لیے ایک اعزاز ہوگا۔" میں نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں ملازم بھی رکھ سکتا تھا۔" مائیکل جوشر نے کہا۔ "لیکن ذاتی معاملات ملازمین پر نہیں چھوڑے جاتے... ان پر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تم جیسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ تم اپنے جذبوں میں اس قدر سچے ہو کہ عمر بھر کی کمائی ان جذبوں کے نام کر سکتے ہو۔ یوں تو مجھے کروڑوں ڈالر کے عطیات موصول ہوتے ہیں لیکن مجھے تمہارے جذبے کی سچائی نے بے حد متاثر کیا ہے۔"

"یہ الفاظ بھی ہمارے لیے اعزاز کی حیثیت رکھتے ہیں..." تہذیب نے کہا۔

مائیکل جوشر نے خطوط کا ایک پلندہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ "انہیں پہلے تو تاریخ وار ترتیب دینا ہوگا۔ پھر اسی ترتیب سے ہر خط کا مختصر سا خلاصہ لکھ دینا۔ اس طرح مجھے جواب دینے میں آسانی رہے گی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"میں یہاں تنہا رہتا ہوں۔ بہرحال، ملازمین تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ اب میں چلتا ہوں، مجھے ایک کام سے جانا ہے۔"

مائیکل جوشر چلا گیا۔ میں اور تہذیب ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھنے لگے۔ تہذیب نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر میں نے کاغذ قلم سنبھال لیا۔ "فی الوقت ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔" میں نے کاغذ پر لکھا۔ "پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ یہاں ڈکٹا فون تو نصب نہیں ہے۔"

تہذیب نے میری تحریر پڑھی اور سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کی نگاہوں میں معذرت تھی۔

ہم لائبریری کا دروازہ بند کر سکتے تھے لیکن یہ حرکت مشکوک ہوتی۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ چند دن سنجیدگی سے کام کرتے ہوئے گزارے جائیں۔ چنانچہ ہم کام میں لگ گئے۔ آدھا دن تو خطوں کی تاریخ وار ترتیب کی نذر ہو گیا۔ پھر ہم ان کا متن پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

تین بجے کے قریب ہم کام سے فارغ ہو گئے۔ اس دوران ملازم نے کھانے کے لیے ہم سے پوچھا تھا لیکن ہم نے صرف کافی طلب کی۔ کھانا ہم نے گھر واپس آ کر کھایا۔ رات کو جیمین بار یہ آ گئی۔ اس سے دیر تک گفتگو رہی۔ تہذیب کے استفسار پر اس نے بتایا کہ مائیکل جوشر کے گھر والے تل ابیب میں ہیں۔

دوسرے دن مائیکل جوشر نے ہمارے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے کام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ کسی بھی چیز کو تاثر مجروح کیے بغیر مختصر کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن تمہارے لکھے ہوئے متن پڑھ کر میرا جی خوش ہو گیا۔ تم لوگ بہت باصلاحیت ہو۔ بہرحال، میں نے یہ ہدایات لکھ دی ہیں۔ اب [illegible] تم ان خطوط کے جوابات ٹائپ کر دو۔ ٹائپ رائٹر میں ابھی منگوا دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک ملازم ٹائپ رائٹر لے آیا۔ مائیکل جوشر نے تہذیب کے لیے ایک اور میز کا بندوبست کر دیا۔ پھر وہ کسی کام سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد پہلے تو ہم نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ واقعی چلا گیا ہے۔ پھر ہم دونوں ڈکٹا فون وغیرہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ الماریوں کا بھی گہری نظر سے جائزہ لیا گیا۔ الماریاں کھولی جا سکتی تھیں لیکن یہ نامناسب بات ہوتی۔ بہرحال بے حد جستجو کے بعد بھی ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر خطوط میں الجھ گیا۔ تہذیب خطوں کے جواب ٹائپ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ ملازم نے عذر کر کے ہمیں کھانا کھلایا کیونکہ مائیکل جوشر اسے تاکید کر کے گیا تھا۔ اس روز کام سے فارغ ہوتے ہوتے پانچ بج گئے۔ ہم چلنے ہی والے تھے کہ مائیکل جوشر آ گیا۔ وہ ہمیں دیکھ کر حیران ہوا۔ "اتنی دیر تک کام کیا ہے تم لوگوں نے؟"

"جی ہاں... کام ادھورا چھوڑنا اچھا نہیں لگتا۔" میں نے جواب دیا۔

آنے والے دنوں میں مائیکل جوشر ہم پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا۔ پندرہ دن کی مسلسل محنت رنگ لا رہی تھی۔ اکثر اس سے فلسطین کے موضوع پر گفتگو رہتی۔ میں مسکراتے ہوئے اس کی

باتیں سنتا رہتا لیکن اندر نفرتیں ابل رہی ہوتیں۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کئی کتابیں ہمیں تحفتاً پیش کیں۔ غرض اس کے گھر ہماری آمد و رفت جاری رہی اور کام بھی ہوتا رہا۔

اب ہمارے اعتماد میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن میں نے لائبریری کا دروازہ اندر سے بند کیا اور الماریاں کھول ڈالیں۔ الماریوں میں کاغذات کا انبار لگا ہوا تھا۔ اس روز تہذیب مائیکل جوشر کے کام میں مصروف رہی اور میں ان کاغذات کو کھنگالتا رہا۔ میں اپنے ساتھ اسپائی کیمرا بھی لایا تھا تاکہ اہم کاغذات کی مائیکرو فلم بنا سکوں۔

پھر مجھے کام کے کاغذات بھی مل گئے۔ ان کاغذات کے ذریعے ایک اہم شخصیت منکشف ہوئی۔ اس کا نام بارین واکو تھا اور وہ مائیکل جوشر کا دست راست تھا۔ مزید چھان بین پر پتا چلا کہ یہودیوں نے ایک خفیہ منصوبہ تیار کیا تھا جس میں فلسطینیوں کے علاوہ تمام سعودی عرب اور پاکستان کے بارے میں کچھ پروگرام طے کیے گئے تھے۔ کاغذات میں ان اقدامات کی تفصیل نہیں تھی جو کیے جانے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں تہذیب سے بات کی تو اس نے کچھ دیر کی جستجو کے بعد بارین واکو کا ایک خط میرے سامنے رکھ دیا جو جوشر کے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا۔

"بیروت سے جواب موصول ہو گیا ہے۔ بلیک پلان پر فی الحال عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دشمن چوکس ہے۔ البتہ تمام منصوبے مکمل ہو چکے ہیں۔ انہیں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اگلے مرحلے پر گرین لائٹ میں جیمس پوکر سے رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ بینک ہے۔"

میں نے اس خط کو سیلولائیڈ پر محفوظ کر لیا اور پھر تمام الماریاں بند کر دیں۔ میرا ذہن بری طرح الجھ گیا تھا۔ میں بلیک پلان کی معنویت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ اس سلسلے میں تفصیلات میسر نہیں تھیں۔

تلاشی کے اوقات کو برابر کرنے کے لیے مجھے بہت تیزی سے مائیکل جوشر کے کام میں مصروف ہو جانا پڑا۔ کارکردگی گھٹنے کی صورت میں مائیکل جوشر ہماری طرف سے مشکوک ہو سکتا تھا۔ الماریوں کی تلاشی کا کام ایک ایسے اہم کام کی حیثیت رکھتا تھا جو فوری اوقات ہی میں کیا گیا ہو۔

بارین واکو کے خط کو عام خطوط کے ساتھ ترتیب میں رکھ دیا گیا۔ تہذیب نے اس کا خلاصہ تیار کر دیا تھا۔ اس رات فلیٹ واپس پہنچنے کے بعد وہ خط میرے اور تہذیب کے درمیان گفتگو کا موضوع بنا رہا۔

"یہ بات طے ہو چکی کہ یہودی عالم صرف علمی امور پر کام نہیں کرتے۔ ان کے ذہن سازشوں کے جال بننے میں بھی مصروف رہتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ بات پہلے ہی سے جانتا ہوں کیونکہ میں ان کی سازشوں کا شکار ہوا تھا۔"

"کچھ سمجھ میں آیا کہ بلیک پلان کیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ان کاغذات میں بلیک پلان کی تفصیل نہیں تھی۔"

"تو کیا یہ معاملہ یونہی رہ جائے گا؟"

"رہنا تو نہیں چاہیے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "خدا جانے کتنا تباہ کن منصوبہ ہو۔ بہرحال اس سلسلے میں ہمارے پاس فی الوقت صرف ایک ہی سراغ ہے۔ بارین واکو۔ میں اس سلسلے میں جوشو سے بات کروں گا۔ شاید وہ میری کچھ مدد کر سکے۔"

"اس خط کے کچھ جملے حق تجزیہ ہیں۔ منصوبے مکمل ہو چکے ہیں۔ بلیک پلان پر فی الحال عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دشمن چوکس ہے۔"

"اور گرین لائٹ، جیمس پوکر اور بینک کے متعلق کیا خیال ہے؟" میں نے کہا۔ "جیمس پوکر کو بینک قرار دیا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟"

"جہاں تک میری سمجھ میں آتا ہے، جیمس پوکر کو معلومات کا خزانہ قرار دیا گیا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے تائیدی لہجے میں کہا۔

"بہرحال اچھی خاصی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ تم جوشو باربو سے کب رابطہ قائم کرو گے علی؟"

"ابھی نہیں۔ تم جرائم پیشہ لوگوں کا مزاج سمجھتی ہو تہذیب۔ جانتی ہو کہ انہیں کون سی زبان متاثر کر سکتی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"جوشو باربو ایسی دنیا میں شہنشاہ کی حیثیت رکھتا ہوگا۔ ورنہ امریکی حکومت سے ٹکر ہرگز نہ لیتا۔ اسے متاثر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میں پہلے کچھ کر کے دکھاؤں۔ خود کو منواؤں۔ اور اس کام کے لیے مائیکل جوشر کی بربادی سے بہتر کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ مائیکل جوشر کو قتل کرنے کے بعد میں جوشو باربو کے لیے محترم ہو جاؤں گا۔"

"ہاں... یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔"

"میں کچھ کام کر لوں۔ اس کے بعد ایک گروہ تو بنانا ہی ہے۔"

"اور فی الوقت...؟"

"صرف مائیکل جوشر۔" میں نے تہذیب کی بات پوری کر دی۔ "اس وقت میرے ذہن پر صرف مائیکل جوشر چھایا ہوا ہے۔"

"گویا بے چارے کی شامت آ گئی۔"

"ایسے بے چارہ نہ کہو تہذیب۔ تم نے لوئی شی کو پہلے نہیں

دیکھنا زندگی سے بھرپور لڑکی تھی... شوخ و شنگ اور شریر... اور اب تم نے اسے دیکھ ہی لیا ہے۔ آدمی منہ سے بے شک کچھ نہ کہے لیکن آنکھیں بہت کچھ بتا دیتی ہیں۔ لوسی شی اُجڑ کر رہ گئی ہے اور یہ سب کچھ مائیکل جوشر کا کیا دھرا ہے۔"

"اوہ... میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم سنجیدہ ہو گئے۔" تہذیب نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "بہرحال لوسی شی کے باپ اور بھائی کی موت سے ایک احساس بھی تو سامنے آتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مائیکل جوشر بھی علی یار خان کی شخصیت سے واقف ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ ورنہ اس کے اشارے پر لوسی شی کا باپ اور بھائی موت کے گھاٹ نہ اتارے جاتے۔"

"اور اگر مائیکل جوشر کو یہ علم ہو جائے کہ علی یار خان اس کے اس قدر نزدیک آ چکا ہے تو؟"

"تو جو کچھ ہوگا اس کا اندازہ تمہیں بھی ہے لیکن ان شاء اللہ ایسا قبل از وقت نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ تہذیب خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن ہم معمول کے مطابق مائیکل جوشر کے گھر پہنچے۔ وہ ہم سے بڑے پرتپاک انداز میں ملا۔ ہم دونوں نے فوراً ہی کام شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد مائیکل جوشر کہیں چلا گیا۔ جانے سے پہلے اس نے جوابات کے نوٹس اور وہ خطوط جن کے جوابات دیے جانے تھے، ٹائپنگ کے لیے تہذیب کے حوالے کر دیے۔ تہذیب نے بڑی بے تابی سے خطوط کو چیک کیا... اور پھر تیزی سے صفحے پلٹتے ہوئے خطوط میری طرف بڑھا دیے۔ اس کا انداز ہیجانی تھا۔

میں نے پہلے خطوط کا جائزہ لیا۔ پھر جوابات کے نوٹس پڑھے۔ میرے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ان خطوط میں پارس واٹکو کا خط موجود نہیں تھا۔ جوابات کے نوٹس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔

معمول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ مسٹر جوشر اتنے مصروف نہیں تھے۔ کام کے دوران دو تین بار ان سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے ہمارے جذبے اور لگن کی تعریف کی۔ میں اور تہذیب بے حد محتاط تھے۔ یہ خیال بار بار ہمارے ذہن میں آتا تھا کہ کہیں مسٹر جوشر کو اس خط کے بارے میں کوئی شبہ تو نہیں ہو گیا۔ حالانکہ ہم نے عام خطوط کی مانند ہی اس خط کے سلسلے میں اپنا رویہ رکھا تھا۔

شام کو اس وقت تک جب تک کام ختم نہ ہو گیا، ہم لوگ اسی احساس کا شکار رہے۔ جب آج کا کام ختم ہو گیا تو مسٹر جوشر نے ہمیں اپنے ساتھ چائے کی پیشکش کی جسے ہم نے شکریے اور عقیدت کے ساتھ قبول کر لیا۔ چائے کے دوران انھوں نے کہا۔ "تم لوگ جس لگن اور جذبے کے ساتھ کام کر رہے ہو اسے دیکھ کر بڑی تقویت ہوتی ہے۔ تو میں ابھی جوانوں کی جماعتوں میں عروج پا رہی ہیں۔ میں نے بارہا تمہارے بارے میں سوچا ہے اور ایک اور خیال مجھے آ رہا ہے۔"

"وہ کیا جناب؟"

"تم نے جس عقیدت سے اپنی پونجی اپنی قوم کے لیے خرچ کر دی، اس کا بڑا احترام ہے لیکن تمہاری آمدنی جاری رہنا چاہیے۔"

"ابھی ہمارے پاس اپنی ذات کے لیے کافی رقم موجود ہے جناب۔ اس سلسلے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں فکرمند نہ ہونا۔ میں تمہاری بہتری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔"

"ہمیں یقین ہے۔"

چائے کے بعد ہم رخصت ہو کر چل پڑے لیکن آج خصوصی طور پر ہم نے تعاقب وغیرہ کا خیال رکھا تھا۔ مجھے خط کے بارے میں شبہ تھا لیکن گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ رفع ہو گیا۔

"یوں لگتا ہے جیسے مسٹر مائیکل جوشر ہمارے سلسلے میں بالکل مطمئن ہوں۔" گھر پہنچنے کے بعد تہذیب نے کہا۔

"شاید۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں شبہ ہے کوئی؟"

"نہیں۔ اس کے باوجود احتیاط ضروری ہے۔ تم اس قوم سے ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو تہذیب۔"

"پھر پروگرام کب تک چلے گا؟"

"میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔ مضبوط بنیادوں پر کام کرنا مناسب ہوگا ورنہ کام کا آغاز تو فوراً ابھی کیا جا سکتا ہے۔" تہذیب خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن کوٹھی پہنچے تو مسٹر جوشر کا پیغام ایک ملازم سے ملا۔ ملازم نے کہا۔ "مسٹر جوشر کسی اہم کام سے صبح نو بجے سری لنکا چلے گئے ہیں۔ تین دن میں واپسی ہوگی۔ آپ کے لیے کہہ گئے ہیں کہ آپ کام جاری رکھیں اور حسب معمول مصروف رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بردباری سے کہا لیکن ہماری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔

"یہ تو بہت ہی اچھا ہوا علی!" تہذیب بولی۔ "کیا ہم اس دوران ہم دوسرے کام کر لیں گے؟"

"جلد بازی نہیں تہذیب۔ صورت حال کا گہری نگاہ سے جائزہ لو۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ ہمارا امتحان بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا...؟"

"نہیں۔ صرف امکان کی بات کر رہا ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ علی۔ کیا اس خط کا مضمون تمہارے لیے باعث کشش نہیں تھا؟"

"سو فی صد ہی تھا۔"

"بلیک پلان اور وہ خفیہ منصوبہ کیا تھا؟"

"خدا جانے۔ صیہونیت مسلسل چالیں چل رہی ہے۔ یقیناً مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ ہوگا۔"

"تمہیں تشویش نہیں ہے؟"

"تشویش! یہ بہت معمولی لفظ ہے تہذیب۔ میری زندگی کا کوئی لمحہ اس خیال سے خالی نہیں ہے کہ مسلمانوں کو عالمی سازش کے خلاف شدید جدوجہد کرنا ہے اور ہر لمحہ چوکس رہنا ہے۔"

"تب پھر میرے خیال میں ہمیں یہاں زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔ بلیک پلان کیا ہے، علم میں آنا ضروری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور پھر چند لمحے غور کرنے کے بعد بولا۔ "آؤ تہذیب، آج اس عمارت سے پوری طرح روشناس ہو جائیں۔" تہذیب تیار ہو گئی۔ ہم نے صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عمارت کے چپے چپے کی تلاشی لینے لگے لیکن اس دوران پوری طرح احتیاط رکھی گئی تھی۔ کوئی ایسی چیز نہیں ملی اس تلاشی کے دوران جو قابل توجہ ہوتی۔ البتہ عمارت کے ایک ایک کمرے سے ہم واقف ہو گئے تھے۔

اس وقت ہم ایک کمرے میں کھڑے وہاں کا جائزہ لے رہے تھے کہ دفعتاً ایک دیوار میں خلا پیدا ہو گیا۔ تہذیب کی کہنی ایک سنگی مجسمے سے لگی کھڑی تھی اور مجسمے کا بازو دب جانے سے یہ خلا پیدا ہوا تھا۔ ہم دونوں حیران رہ گئے۔ دو تین بار اس کا تجزیہ کیا گیا۔ اس کے بعد ہم خلا میں داخل ہو گئے۔

نیچے اترنے کے لیے چودہ سیڑھیاں تھیں۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اوپر کا خلا بند ہو گیا اور اندر تیز روشنی پھیل گئی۔ کوئی تیس بائی چالیس کے سائز کا کمرہ تھا جس میں ایک شاندار لائبریری بنی ہوئی تھی۔ ایک مسہری، ایک صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ آتش دان بھی بنا ہوا تھا۔ یہ مائیکل جوشر کا خفیہ کمرہ تھا۔ اس کے بعد ہمیں اس جگہ کی چھان بین کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ ہم نے لائبریری کی ایک ایک کتاب دیکھی۔ سینٹر ٹیبل کے نیچے ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا جسے نہایت صفائی سے چھپایا گیا تھا۔ اس کا ایک خاص سسٹم تھا جسے کسی خیال کے تحت میں نے ناکارہ بنا دیا۔ غرض ہمیں کئی گھنٹے وہاں صرف کرنا پڑے تھے اور اس دوران میں تہذیب کے علم میں لائے بغیر اس تہ خانے کے بیرونی رابطے ختم کرتا رہا تھا۔ پھر ہم باہر نکل آئے۔ اس دوران ہم نے یہ جائزہ بھی لیا تھا کہ تہ خانے میں اس دروازے کو کھولنے کا کیا انتظام ہے۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ مجسمے کے بازو کو اگر اس کی جگہ سے ایک مخصوص زاویے پر موڑ دیا جاتا تو دروازہ اندر سے نہیں کھل سکتا تھا۔

آج کی مہم شاندار رہی تھی۔ ہم وقت مقررہ پر ہی فلیٹ پر واپس آئے تھے۔ اس کے بعد تہذیب اہل خانہ تھی اور میں خود کو کسی خانے میں فٹ کرنے میں ناکام۔

دوسرے دن پھر ڈیوٹی پر پہنچ گئے اور پچھلے دن کا کام بڑی رفتاری سے کرنے لگے تاکہ ڈبل کام نمٹا لیں۔ تیسرے دن پہنچے تو مسٹر جوشر واپس آ چکے تھے۔ بہت محبت سے ملے۔ ہمارے لیے سری لنکا سے تحائف لائے تھے۔

"تمہارا کام خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ میں نے تمہیں دوستوں کی محفل میں روشناس کرا دیا ہے اور یہ پیش گوئی کر دی ہے کہ آنے والے وقت میں دو بہترین کارندے انھیں دے رہا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر جوشر۔" میں نے کہا۔

"اپنا کام جاری رکھو۔ میں سفر کی تھکن دور کروں گا۔" مائیکل جوشر نے کہا اور چلے گئے۔

ہم نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ دوپہر تک مسٹر جوشر سے دوبارہ رابطہ قائم نہ ہو سکا لیکن دوپہر کے بعد ایکا ایک عجیب سلسلہ ہو گیا۔ تہذیب کو کام کرتے چھوڑ کر میں اپنی جگہ سے نکل آیا اور مسٹر جوشر کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ وہاں موجود تھے۔

میرا دل دھڑکنے لگا۔ وقت آ گیا تھا اور اچانک آ گیا تھا۔ میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں سے تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا اور ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ مسٹر جوشر تہ خانے میں موجود ہیں۔ بہت سرعت سے میں نے فیصلہ کیا کہ اب کام شروع کر دینا چاہیے چنانچہ میں نے مجسمے کا بازو دبا کر خلا پیدا کیا اور سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

اندر روشنی تھی جس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ مائیکل جوشر تہ خانے میں موجود ہے۔ میں نے قدموں کی آواز نہ پیدا ہونے دی تھی۔ تہ خانے میں اپنے لیے صحیح صورت حال کا پہلے ہی جائزہ لے چکا تھا۔ چنانچہ بائیں سمت کی الماری کے پیچھے میں نے اپنے آپ کو چھپا لیا اور پھر تقریباً چار فٹ آگے بڑھ کر اس خلا سے آنکھیں لگا دیں جسے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔

سامنے کے صوفے پر مائیکل جوشر بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار پھیلے ہوئے تھے جس کا مطلب تھا کہ اسے تہ خانے میں کسی اجنبی کے داخل ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔

مائیکل جوشر تک پہنچنے کے لیے مجھے ان الماریوں کے بیچ خلا سے احتیاط کے ساتھ گزر کر تہ خانے کا بیچ والا حصہ طے کرنا تھا اور اس کے بعد میں مائیکل جوشر کی پشت پر ہوتا۔

اس راستے کو طے کرنے کے لیے میں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس بات کا خیال رکھا تھا کہ میرے بدن کی رگڑ سے کوئی آواز نہ پیدا ہونے پائے اور اپنی اس کوشش میں مجھے شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ میں مائیکل جوشر کی پشت پر پہنچ گیا۔ وہ بدستور کتاب کے مطالعے میں غرق تھا۔ میرے قدموں کی چاپ اب بھی اُسے محسوس نہ ہوئی پھر میں نے اپنے حواس پوری طرح بحال کر کے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو کتاب اُس کے ہاتھ سے اچھل کر دور جا گری۔ یہ حیرت فطری تھی۔ مائیکل جوشر نے وحشت زدہ نگاہوں سے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ آنکھیں پھاڑ کر مجھے گھورتا رہا جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے وہ حقیقت ہی ہے۔ میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے اور مسکراتی نگاہوں سے مائیکل جوشر کو دیکھ رہا تھا۔ بمشکل تمام اُس نے اپنے حواس سنبھالے اور وحشت زدہ لہجے میں بولا۔ ”تم یہاں! کب آ گئے۔ ۔ ۔ کیسے آ گئے؟“

”اب آ ہی گیا ہوں مسٹر جوشر تو براہ کرم مجھے بیٹھنے کی پیش کش کیجیے۔“

”ہاں۔ ہاں۔ ۔ ۔ سامنے آؤ۔ بیٹھو۔ بیٹھو۔ بات اتنی حیرت ناک ہے کہ میری یہ حالت فطری ہی ہے۔ اس تہ خانے کا علم میری تنہا ذات کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے یا پھر تل ابیب میں بسنے والے وہ چند لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں جنہوں نے اسے تعمیر کیا تھا۔ ان لوگوں میں سے کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ چنانچہ تمہاری یہاں آمد میرے لیے اتنی ہی تعجب خیز ہونا چاہیے تھی۔ آؤ بیٹھو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس تہ خانے سے کس طرح واقف ہوئے۔“ مائیکل جوشر کے چہرے پر پیدا ہونے والے تاثرات اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ وہ میری طرف سے محتاط ہو گیا ہے لیکن اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہے۔

”میں آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا شائق تھا اور آپ کی عدم موجودگی میں میں نے بلاشبہ بڑا کام کیا ہے۔“ میں نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”تمہاری محبت، تمہاری عقیدت بے پناہ ہے۔ اس کا مجھے احساس ہے لیکن بہت زیادہ تجسس بعض اوقات نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ مثلاً میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو میری اس خفیہ پناہ گاہ کا علم ہو لیکن تم نے بہت آگے چھلانگ لگا دی ہے اور کیا کیا کر چکے ہو تم یہاں۔“ مائیکل جوشر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ میری کچھ بھی تو ڈیڑھ کے دماغ میں اترنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”میری بے پناہ عقیدت اس بات کی خواہش مند تھی مائیکل کہ آپ کی ذات سے متعلق ایک ایک بات میرے علم میں ہونی چاہیے اور میرا خیال ہے کہ میں اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گیا ہوں اور کسی چیز سے مجھے خاص دلچسپی نہیں ہے لیکن بلیک ہاؤس کے بارے میں میں خاص طور سے جاننا چاہتا ہوں۔“

مائیکل جوشر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ میز کی سطح کے نیچے رینگ رہا ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”محترم جوشر! میز کی سطح کے نیچے کے آلات ناکارہ کیے جا چکے ہیں چنانچہ اب آپ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ایسی کوئی حرکت نہ کریں جو آپ کے وقار کے منافی ہو خواہ مخواہ شرمندگی ہو گی۔“ مائیکل جوشر نے پھرتی سے ہاتھ باہر کھینچ لیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”تمہارے انداز سے ایک عجیب کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟“

”بڑی طویل گفتگو کرنا تھی آپ سے مائیکل جوشر لیکن ایک ذرا توقف ضروری ہے۔ کسی اور کو بھی اس گفتگو میں شریک ہونا ہے۔ اپنے عقب میں دیکھیے ایک اور شخصیت آپ سے ملنے کی مشتاق ہے۔“ میرے ان الفاظ پر مائیکل جوشر بے اختیار پلٹا لیکن وہ صورت حال سے ناواقف تھا۔ میرا گھونسا ہاتھ اُس کی گردن کی پشت پر پڑا اور وہ بُری طرح صوفے سے جا ٹکرایا۔ اپنی جگہ سے میں نے اُٹھ کر اُس کے لباس کا کالر پکڑا اور پھر ایک دوسرا گھونسا اُس کی گدی پر رسید کیا۔ یہ آخری ہاتھ تھا۔ مائیکل جوشر کے حواس گم ہو گئے تھے۔ دراصل مجھے صرف یہ احساس تھا کہ میری اتنی طویل غیر موجودگی تہذیب مالکم ایکس کو پریشان نہ کر دے۔ چنانچہ اُس کا یہاں موجود ہونا ضروری تھا۔ مائیکل جوشر کے بارے میں یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ اب ہوش و حواس کھو چکا ہے اور تھوڑی دیر تک اس کے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں تہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں تہذیب مالکم ایکس کے سامنے تھا۔

”کہاں چلے گئے تھے علی؟“ اس نے سوال کیا۔

”آؤ تمہیں کچھ نئی صورت حال سے روشناس کراؤں۔“ میں نے کہا۔ تہذیب نے شاید کچھ اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور میں اسے ساتھ لیے تہ خانے میں پہنچ گیا۔

مائیکل جوشر اسی طرح صوفے پر بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔ تہذیب

نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ ”تو گویا تم نے اپنا کام شروع کر دیا؟“

”ہاں، تمہاری ہی خواہش تھی نا کہ اب زیادہ دیر نہ کی جائے۔ ذرا اسے ہوش میں لاؤ۔“

تہذیب مائیکل جوشر کی طرف متوجہ ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد جوشر نے آنکھیں کھول دیں۔

چند لمحوں تک تو وہ صورت حال کا اندازہ نہیں کر سکا لیکن جب گزشتہ واقعات یاد آئے تو وہ بوکھلا کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر پھرتی سے میز کی سطح کے نیچے کچھ ٹٹولنے لگا۔ وہ اپنی کارروائی میں مصروف تھا۔ میں نے اُسے نہیں روکا پھر جب خود ہی اس کے انداز میں بے بسی نمایاں ہوئی تو میں نے آہستہ سے کہا۔ ”تم بھول گئے مائیکل جوشر! میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہارے تہ خانے کے بیرونی رابطے منقطع کر دیے گئے ہیں اور اب یہاں سے تم کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکو گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔“

مائیکل جوشر ایک بار پھر صوفے کی پشت سے ٹک گیا تھا۔ اس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ اپنی حالت پر قابو پانے میں اُسے کئی منٹ لگ گئے۔ پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ”حالات بتا رہے ہیں کہ تم دونوں وہ نہیں ہو جو نظر آ رہے ہو اور تم نے ابھی مجھے فریب کا نشانہ بنا کر بے ہوش کیا تھا۔ تم جو میرے عقیدت مندوں میں سے تھے، تم جو میری پوجا کرتے تھے؟“

”میں صرف وقت کے ہاتھوں مجبور تھا مائیکل جوشر ورنہ میں تم جیسے منحوس لوگوں کی پوجا کیوں کرتا؟“

”کون ہو تم؟ کیا مقصد تھا میرے اس قدر قریب آنے کا، کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟“

”تمہاری شخصیت میرے لیے بڑی پُرکشش ہے مائیکل جوشر۔ میں جانتا ہوں کہ مائیکل دریان کی موت کو تم نہیں بھولے ہو گے اور اس کا قاتل بھی تمہیں یاد ہو گا۔ وہ واقعات بھی یاد ہوں گے تمہیں کہ مائیکل دریان کو قتل کرنے والا کیونکر قاتل بنا۔“

”تم۔ ۔ ۔ ان تمام باتوں کو کیسے جانتے ہو؟“ مائیکل جوشر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تفصیل عرض کر دی جائے گی مائیکل جوشر۔ یہی سب کچھ بتانے کے لیے میں نے یہ موقع فراہم کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے مقدس بزرگ کہ بد قسمتی جب انسان کو گھیرتی ہے تو اُس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ تم نے دو اجنبی انسانوں کو کس طرح اتنی قربت بخش دی۔ کیا تصور تھا تمہارے ذہن میں۔ پہلے مجھے اس کا جواب دو۔“

مائیکل جوشر عجیب سے انداز میں مجھے اور تہذیب مالکم ایکس کو دیکھتا رہا پھر اُس نے اعتراف کے انداز میں کہا۔ ”اب جب بھی اس حماقت کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا وہ کم از کم مائیکل جوشر جیسی محتاط شخصیت ایسا نہیں کر سکتی تھی بلکہ اس کے پس پردہ کوئی ان دیکھی قوت کارفرما تھی کیا تم ہپناٹزم کے ماہر ہو اور مجھے ذہنی طور پر معطل کر دیا گیا تھا؟ یقیناً ایسا ہی ہوا تھا ورنہ میں نے اپنی زندگی میں بہت کم لوگوں پر اعتماد کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ اعتماد میری سرشت میں ہی نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ایسی قوت مجھے مسحور کرنے کا باعث بن گئی جسے میں نہیں جانتا۔ تم نے ضرور اس سلسلے میں کسی پُراسرار طاقت سے کام لیا ہے۔“

”وہ طاقت میرے ایمان کی طاقت تھی مائیکل جوشر۔ وہ طاقت بے پناہ مظالم کے شکار فلسطینیوں کی آہوں کی طاقت تھی جس نے بہرحال تھوڑی سی ہی سہی لیکن میری مدد ضرور کی ہے۔“

”فلسطینیوں سے تمہارا کیا تعلق؟“ مائیکل جوشر متعجب ہو گیا۔

”وہی بتانے جا رہا ہوں مائیکل جوشر۔ بات ہو رہی تھی مائیکل دریان کی لیکن شاید مائیکل دریان تو ایک درمیانی کڑی تھا۔ تمہارے اس نام نہاد مہربان ہال میں بہت عرصہ پہلے ایک مسلمان طالب علم علی یار خان نے بڑے بڑے عالموں کے دانت کھٹے کر دیے تھے اور انہیں صیہونیت کی حقیقت بتائی تھی اور اس کے بعد جب چند شر پسند متعصب یہودیوں نے اُس پاکستانی طالب علم کو سبق دینے کے لیے اُس کی ایک دوست لڑکی کو قتل کر دیا تھا تو اس طالب علم نے ایک نقشہ ترتیب دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ امریکی یہودی اور خاص طور سے تم مائیکل جوشر اس نقشے کو ذہن سے ہٹا نہ سکے ہو گے۔“

”تت۔ ۔ ۔ تت۔ ۔ ۔ تمہارا اُس سے کیا تعلق ہے؟“ جوشر بولا۔

”میرا ہی نام علی یار خان ہے۔“ میں نے کہا اور مائیکل جوشر کا پورا بدن لرز گیا۔ اُس کی آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔ اس کے چہرے پر نمایاں لرزش طاری تھی۔ تہذیب مالکم ایکس سینے پر دونوں ہاتھ باندھے خاموشی سے کھڑی یہ ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ وہ مائیکل جوشر کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھی اور اُس کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کے لیے تیار۔

مائیکل جوشر مجھے دیکھتا رہا پھر اُس نے کسی قدر سنبھلتے ہوئے کہا۔ ”ہاں۔ علی یار خان کی کہانی میں نے پوری سنی تھی۔ یہ اور شاید اس بات پر یقین کر لے ہیں مجھے خاصی دقت پیش آ رہی ہے کہ تم علی یار خان

ہو، بہرحال جو شکر تم کہتے ہو! اس سلسلے میں تسلیم کر لیتا ہوں، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"درمیان کی کہانی بہت طویل ہے مائیکل جوشر، اولیو باورڈ سے یقیناً تمہارا رابطہ قائم ہو گا اور ممکن ہے اولیو باورڈ نے اپنی بدنصیبی کی داستان مفصل طور پر تمہیں نہ سنائی ہو۔ مختصر یہ کہ باورڈ ونیلے کے بیشتر حصوں میں میرا مد مقابل رہا اور میرے ہاتھوں شکست کھاتا رہا۔ تب میں نے سوچا کہ جہاں سے میں نے اس سفر کا آغاز کیا ہے وہیں پر دوبارہ کیوں نہ پہنچوں۔ اولیو باورڈ سے اب تک زمین کے مختلف حصوں میں ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں لیکن اب آخر سے اس کی سرزمین پر ہی کیوں نہ لڑا جائے۔ چنانچہ میں یہاں آ گیا ہوں اور میرا پہلا شکار تم ہو مائیکل جوشر۔ میں اپنی آمد کا اعلان تمہارے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے... مجھ سے... کیا مطلب ہے؟" مائیکل جوشر سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مطلب ذرا تفصیل سے ہی بتاؤں گا۔ مجھے تمہاری شخصیت چاہیے۔"

"میں... میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"بہت سے کام لینے ہیں تم سے مائیکل جوشر، مثلاً یہ کہ امریکن ہال میں تمہاری بہت بڑی حیثیت ہے۔ مجھے ایسے امریکی یہودی رہنماؤں کی ایک فہرست درکار ہے جو تم سے عقیدت رکھتے ہوں اور صیہونیت کے لیے سرگرمی سے کام کر رہے ہوں۔"

"ان کا کیا کرو گے تم؟"

"یہ سوال کرنے کا حق تمہیں نہیں ہے، مائیکل جوشر! صورت حال بہت دلچسپ ہے۔ میں چاہتا تھا کہ کچھ انتظار کر لوں لیکن میری دوست تہذیب ماکم ایکس اس بات کی خواہش مند ہے کہ ایک کام کو نمٹا کر دوسرے کی جانب بڑھا جائے۔"

"تو... تم اب کیا چاہتے ہو؟"

"قدم بہ قدم تمہیں اپنی کارروائیوں کے بارے میں بتاتا رہوں گا مائیکل جوشر۔ مثلاً اب ہم تمہیں بے ہوش کر کے تمہارے اس تہ خانے میں قید کر دیں گے۔ یہاں سے اس طرح جائیں گے جیسے روزانہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں یہاں واپس آؤں گا۔ تہذیب نہیں آئے گی۔ میں تمہاری شکل اختیار کر کے یہاں کے امور انجام دوں گا اور پھر تہذیب ماکم ایکس دوسرے دن تنہا یہاں واپس آئے گی اور میں جو تمہارے میک اپ میں ہوں گا اس سے کام لوں گا اور تم ہماری رہنمائی کرو گے ان راستوں کی جانب جو صیہونیت کے ہولناک عزائم کو ناکام بنائیں گے۔"

"میں کبھی نہیں کروں گا یہ۔ میں یہ کبھی نہیں کروں گا!" مائیکل جوشر نے چڑچڑانے والے انداز میں کہا۔

"تمہیں یہی کرنا ہو گا مائیکل جوشر، تم تک تم حکمرانی کی راہ گزار رہے ہو، میں نے تمہاری شخصیت کو بلاوجہ ہی منتخب نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری کیا حیثیت ہے اور تم بھی یہ جان چکے ہو گے کرنل یار خان جس کام کی ابتدا کرتا ہے اسے مکمل بھی کرتا ہے۔" تہذیب خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے جانا ہو گا تہذیب۔ اس دوران مائیکل جوشر کی نگران تم ہو گی۔"

"فکر نہ کرو، اگر کوئی کام ہے تو جاؤ۔" تہذیب نے جواب دیا۔ تہذیب کو مختلف ہدایات دے کر وہاں سے نکل آیا۔ کام کا آغاز چونکہ اچانک کیا تھا اس لیے اب فوری طور پر کچھ تیاریاں کرنا تھیں۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب میری واپسی ہوئی تو تہذیب نہایت اطمینان سے مائیکل جوشر کو سنبھالے ہوئے تھی۔ البتہ مائیکل جوشر کی پیشانی زخمی نظر آ رہی تھی اور اس کا دایاں جبڑا سوجا ہوا تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور ہنستے ہوئے بلا کر بولا۔ "میں بتا چکا تھا معزز رہنما کہ ہم بھٹکے ہوئے لوگ ہیں تمہاری اتنی عزت نہیں کر سکیں گے جتنی تم چاہتے ہو۔ میرا خیال ہے تہذیب، تم نے مائیکل جوشر کے حواس ٹھکانے لگا دیے ہیں۔"

"مقدس بزرگ جوناشر نے کی کوشش کر رہے تھے، میں نے تو صرف انہیں یہ سمجھایا ہے کہ میرے پاس بھی جوناشک کے بہت سے نسخے موجود ہیں۔" تہذیب نے معصومانہ انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"ہماری ڈیوٹی کے اوقات اب ختم ہونے والے ہیں۔ چنانچہ مائیکل جوشر کو ایک لمبی نیند کے لیے آمادہ کر لیا جائے۔"

"نہیں، نہیں، تم ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔" مائیکل جوشر نے کہا اور تہذیب نے دونوں آستینیں سمیٹ لیں۔ مائیکل جوشر اٹھتے اٹھتے بیٹھ گیا تھا۔

"واہ، یوں لگتا ہے تہذیب کہ تم نے تو بیچارے مقدس رہنما مائیکل جوشر پر شاندار رعب ڈال دیا ہے۔ بہرحال میری درخواست ہے معزز بزرگ کہ آپ اس عمر میں مار نہ کھائیں اور ہمیں ہمارے گناہوں پر شرمندہ ہونے کا موقع نہ دیں۔ یہ انجکشن آپ کو بارہ گھنٹے سلائے رکھے گا۔ بہتر ہے کہ آرام فرمائیے۔"

میں نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک

[illegible] مائیکل جوشر [illegible] انجکشن کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اور تہذیب نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور دوسری جگہ پر لٹا دیا۔ اب اس تہ خانے میں ہمارے موجود رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا چنانچہ ہم باہر نکل آئے اور اس کے سیکرٹری تک پہنچ گئے جہاں ہمارا کام ہوتا تھا۔ کسی کو ہماری مصروفیات کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یوں بھی یہاں صرف ملازم قسم کے لوگ تھے جنہیں یہ اعتقاد تھا کہ ہم مائیکل جوشر کے خاص ملازموں میں سے ہیں اور ہم پر نگاہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اپنا کام سمیٹ کر ہم باہر نکل آئے۔ تہذیب ماکم ایکس کے چہرے پر لاتعداد سوالات رقصاں تھے۔ اس کی متجسس آنکھیں مجھ سے بہت کچھ پوچھ رہی تھیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا بات ہے تہذیب! تم کچھ نروس نظر آ رہی ہو؟"

"نہیں، نروس تو بالکل نہیں ہوں۔" تہذیب نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ڈرائیو کر سکو گی؟"

"میرا مذاق اڑا رہے ہیں مسٹر علی! کیا یہ مناسب ہے؟" تہذیب نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی، میں اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ نہیں تہذیب، مذاق کا کیا سوال ہے۔ ویسے مجھ سے سوال مسٹر مائیکل جوشر کے بیٹے کیسی رہی؟"

"وہ سخت حیران تھا۔ بہت دیر تک مجھے دنیاوی نفع اور نقصان کے بارے میں بتاتا رہا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ تو صرف مذہبی آدمی ہے۔ دوسرے معاملات دوسرے لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"وہ جوناشک کی بات کیا کہی تھی تم نے؟"

"مسٹر جوشر کا خیال تھا کہ وہ مرد ہیں اور میں محض ایک عورت۔ بیٹھے بیٹھے صوفے سے چھلانگ لگا دی تھی مجھ پر لیکن پھر اٹھائی پر داد نہیں ہو گئی اور وہ صوفے سے گزر کر سامنے کی دیوار سے ٹکرا گئے تھے۔ پھر ایک اور ہاتھ ان کے جبڑے کا تھا اور وہ آرام سے بیٹھ گئے۔"

"خوب۔" میں ہنس پڑا۔

"تم نے تو شروع سے طوفانی انداز میں یہ سب کچھ کر ڈالا علی! کیا پہلے سے تمہارے ذہن میں یہ پلاننگ تھی کہ آج سے تم اپنا کام شروع کر دو گے؟"

"نہیں تہذیب۔ لیکن اتفاقات نے وہ سب کچھ کرا دیا جو میں کرنا چاہتا تھا۔ واقعی یہ وقت سے پہلے ہے لیکن میرا خیال ہے ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"ہاں، یقیناً، ہمارا پروگرام تو پہلے ہی سے تھا لیکن اس بات کا جواب دو کہ کیا اب اس فلیٹ میں رہائش ہمارے لیے مناسب ہے؟ میری رائے میں تو یہ فلیٹ اب ہمارے لیے مخدوش ہو چکا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"پہلی بار یہ کیا، پہلی بار پر کہ یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم مائیکل جوشر کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کیا وہ ہمارے لیے خطرناک نہیں بن جائے گی؟"

"ابھی نہیں ڈیئر! ابھی کہاں، ابھی تو مختلف کارروائیوں میں وقت لگے گا۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب خاموش ہو گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں لاکھوں سوالات کلبلا رہے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ ان تمام سوالات کے جوابات بھی دینا چاہتا تھا کیونکہ تہذیب کو اندھیرے میں رکھنا خود میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا۔ وہ ایک بہترین ساتھی تھی۔ عورت ہونے کے باوجود وہ ہزاروں مردوں پر بھاری تھی اور میں اس پر مکمل اعتماد کر سکتا تھا۔

تہذیب مجھ سے سوالات کرتی رہی اور میں ان کے جوابات دیتا رہا۔ جو پروگرام میں نے بنایا تھا اس کے بارے میں تمام صورتحال تہذیب کو سمجھا دی اور پھر ہم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس وقت تہذیب کا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں اسے تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد میری کار کا رخ جوشو کی طرف تھا۔ میرا معزز بزرگ دوست نادر جوشو بیٹے کی مانند مسکراتے ہوئے مجھ سے ملا اور میرا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ میں جوشو کے پاس تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور اسے صورت حال سے آگاہ کرتا رہا۔

جوشو کے چہرے پر انتہائی تجسس اور دلچسپی کے آثار تھے وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "علی یار خان! زمانے نے تمہیں جس مرحلے پر بھی آزمایا، مکمل پایا۔ یقین کرو ایسے جذبے تو دشمنوں کو بھی دوست بنا دیتے ہیں اور پھر تمہارے کام کا انداز، تمہاری لگن اور تمہاری کارکردگی، تم سے عقیدت پیدا کر دیتی ہے۔ جوشو بوڑھا ہو چکا ہے لیکن نوجوانی کی یادوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ بلند حوصلے والا ہی جانتا ہے کہ کیسے کیا جاتا ہے اور میں نے تمہیں جس مرحلے پر بھی دیکھا، مستعد اور مکمل پایا۔"

"تمہاری دعائیں میرے ساتھ ہونا چاہئیں جوشو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی کو انتہائی بے حقیقت سمجھتا ہوں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مجھے مائیکل جوشر کے میک اپ میں آنا ہے اور یہ میک اپ میرے فن

چیز دماغ سے نہیں بلکہ تمہاری اس ایجاد سے میرے چہرے پر ہونا چاہیے جس میں تم نے کمال حاصل کیا ہے۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ میرا وہ ساتھی اس وقت اس عمارت میں موجود ہے جو اس میک اپ میں ایک روحانی کمال رکھتا ہے۔"

"کیا اب بھی تم اسے میری خوش بختی نہیں کہو گے مسٹر جوشو!"

"یقیناً۔ تمہاری خوش بختی تمہارے ہمراہ چلتی ہے۔"

"تو پھر اسے بلاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد ایک پستہ قامت چینی ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اپنے مخصوص انداز میں اس نے مجھے تعظیم دی اور جو نہی صورت حال سمجھانے لگا۔ چینی نے سپاٹ نگاہوں سے جوشو کو دیکھا اور بولا۔ "میں حاضر ہوں۔"

"تم نے کوئی سوال نہیں کیا؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ سوال کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں جب جوشو کہہ رہا ہے تو کسی سوال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔"

"تو پھر جاؤ۔ ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ اپنے سامان کو ساتھ لے جاؤ۔ اس چہرے کو دیکھ کر ہی ان کے چہرے کو تبدیل کرنا ہے جس کی جگہ انہیں لینا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چند لمحات کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔" پستہ قامت چینی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اس پستہ قامت چینی کا نام تانی چن تھا۔ میں اسے ساتھ لے کر مائیکل جوشر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اس کوٹھی میں خفیہ راستوں سے اندر داخل ہونا اب کم از کم میرے لیے مشکل نہیں تھا چونکہ میں اس کے چپے چپے کا جائزہ لے چکا تھا۔ تانی چن پھرتیلا آدمی تھا۔ ہم دونوں کوٹھی کی عقبی دیوار عبور کر کے اندر داخل ہو گئے۔ شام کے جھٹپٹے اب رات کی سیاہی میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ملازمین کی نگاہوں سے بچتے ہوئے ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا اور پھر میں تانی چن کے ساتھ تہ خانے میں اتر گیا۔

مائیکل جوشر صوفے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ تیز روشنی میں تانی چن نے مائیکل جوشر کے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر میرے چہرے کو ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ گردن، کان، تمام حصے اس نے دیکھے۔ اس کے بعد ایک فیتا نکال کر میرے قد و قامت کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اس نے مائیکل جوشر کے قد و قامت کا جائزہ لیا۔ میری طرف دیکھ کر وہ آہستہ سے مسکرایا اور پھر مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا چادر کا پٹارا کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے چہرے پر جگہ جگہ ٹیپ سے ماہرانہ انداز میں لوشن لگانا شروع کر دیا جو چہرے کی ہیئت کو تبدیل کرتا تھا۔ کئی شیشیاں تھیں اور وہ مخصوص قسم کی لکڑی کی تیلیوں سے لوشن میرے چہرے پر لگا رہا تھا۔

کہیں کہیں وہ آہستہ آہستہ انگلی سے میرے چہرے کو تھپتھپاتا... بھی تھا۔

تقریباً بیس منٹ تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا اور پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھ سے بولا۔ "بالوں کے سلسلے میں تھوڑی سی دقت ہو گی لیکن میں کوشش کیے لیتا ہوں۔" اس نے ایک خاص قسم کا برش اور آلہ نکالا پھر آلے کا پلگ سرکٹ میں لگایا اور میرے بالوں کی ہیئت تبدیل کرنے لگا۔

مائیکل جوشر کے بال بھی خاصے گھنے اور خوب صورت تھے۔ میرے بالوں کا اسٹائل تبدیل کر دیا گیا۔ اس دوران چہرے کے وہ حصے ورم آلود ہو گئے تھے جہاں لوشن لگایا گیا تھا اور جن حصوں کو جلا کرنا تھا وہ پکے ہو گئے تھے۔

تانی چن نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آئینہ میرے سامنے کر دیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ یہ انوکھا منظر میرے لیے واقعی حیران کن تھا۔ بلاشک کا کوئی تحرہ اب میرے چہرے پر نہیں تھا، کوئی ماسک میرے منہ پر نہیں چڑھی ہوئی تھی لیکن میں مائیکل جوشر تھا یا مائیکل اسی کی مانند۔ میں نے معنی خیز انداز میں تانی چن کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مسٹر تانی چن! آپ کا شکریہ ادا کرنا محض ایک رسمی بات ہو گی جو کام آپ نے کیا ہے اس کی داد صرف شکریے سے نہیں دی جا سکتی۔"

"تھینک یو ماسٹر۔ میں خادم ہوں۔" تانی چن نے گردن خم کر کے کہا۔ "میرے لیے اور کوئی ہدایت؟"

"نہیں۔ جوشو کا شکریہ ادا کر دینا اور اس سے کہہ دینا کہ میں مطمئن ہوں۔ تم اسی راستے سے واپس جاؤ گے تانی چن، چلو میں تمہیں چھوڑ دوں۔"

"نہیں ماسٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلا جاؤں گا۔" تانی چن نے جواب دیا لیکن میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا چنانچہ تانی چن کو اسی راستے سے دیوار عبور کرا دی اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں واپس چل پڑا۔

مائیکل جوشر کی حیثیت سے اب مجھے اس عمارت میں نقل و حرکت کی آزادی تھی۔ میں تہ خانے میں پہنچا اور مائیکل جوشر کا لباس اتار کر پہن لیا۔ مائیکل جوشر کو میں نے اسی انداز میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ ساری رات ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔ صبح کے وقت ہی اس کا ہوش میں آنا متوقع تھا۔ چنانچہ اسے تہ خانے میں اچھی طرح بند کر کے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کسنے کے بعد میں باہر نکل آیا اور رات کو تقریباً نو بجے تک ان کاغذات میں سر کھپاتا رہا جو مائیکل جوشر کی خواب گاہ میں تھے اور جن میں جیک بلاک کے بارے میں کچھ تھوڑی سی معلومات موجود تھیں لیکن یہ معلومات ناکافی تھیں۔ میرے سامنے

...سے مجھے جیک کی رہنمائی خط میں کی گئی تھی بارٹن والی کو بارے میں بھی ابھی تک کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ گریٹ لاش چیزوں کی حیثیت میرے لیے کچھ اور دلکش ہی گئی تھی لیکن تمام چیزوں کو میں اسی وقت چیک کرنا چاہتا تھا جب اپنے بیان کا اعلان کروں گا۔ بہر حال یہ بات میرے ذہن پر مصیبت کی طرح سوار تھی۔ رات کے آخری حصے میں نیند آ گئی اور صبح دیر تک سوتا رہا۔

مائیکل جوشر کے معمولات کے بارے میں مجھے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں لیکن ملازمین خود ہی رہنمائی کر رہے تھے۔ پہلا ناشتا مجھے ان ملازمین کے سامنے ہی دینا تھا۔ میں نے مائیکل جوشر کے انداز میں انہیں مختلف ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں اور اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا۔ ایک ڈاکٹر تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے پاس آیا اور اس نے میرا معائنہ کرنے کے بعد کچھ دوائیں مجھے تجویز کر دیں۔ میرے ملازم خاص نے اس کے لیے ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔

اس دوران تہذیب مالکم ایکس بھی آ گئی تھی اور حسب سابق اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد ہی میری اس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور پھر ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسے ہیں آپ! تمہارا ساتھی نہیں آیا؟" میں نے کہا اور تہذیب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی... نہیں جناب، وہ آج کچھ بیمار ہے۔" وہ بولی اور میں ہنس پڑا۔

"تہذیب! میں بھی ہوں۔" میں نے اسے مزید الجھن میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔

"میں تمہاری ہمیشہ معترف رہی ہوں لیکن اس بات سے بہتر میک اپ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں خود بھی اس کی تعریفیں کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔"

"یہ جوشو کا کمال ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میک اپ میں بیرونی اشیا کا ایک حصہ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ صرف میرے چہرے کو متورم کر کے خدوخال کو نئے انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔"

"اور آواز...! تم بالکل مائیکل جوشر کی آواز میں بول رہے ہو۔"

"ہاں۔ اس کے لیے میں تمہارا شکریہ ادا کر سکتا ہوں بے بی!"

"پروگرام کیا ہے؟"

"بہت کچھ دیکھنا ہے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "رات کو کافی دیر تک مصروف رہا ہوں۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔ اس طرح میرے اور تمہارے درمیان ملاقاتیں بھی رہیں گی اور میں تمہیں اپنے بارے میں تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتا رہوں گا۔ ویسے [illegible] کوئی خاص بات نہیں ہوئی؟"

"کسی سے بھی نہیں۔ اس کے بچے البتہ آ جاتے ہیں، میں ان سے ملی تھی۔" تہذیب نے جواب دیا پھر پوچھا۔ "مائیکل جوشر کس حال میں ہے؟"

"جب سے میری اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں؟"

"ہاں، آؤ کوئی ہرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب کے ساتھ تہ خانے کی طرف چل پڑا۔

مائیکل جوشر ہوش میں تھا اور اپنی جگہ پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں شدت حیرت سے ابل پڑیں۔ وہ ہکا بکا سا مجھے دیکھتا رہا۔

میں نے اس سے اسی کے لہجے میں کہا۔ "ہیلو! کیسے مزاج ہیں تمہارے؟"

"تم... تم اتنے بڑے شیطان ہو گے میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں بھٹک گیا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے، اس لیے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔"

"اب تم جو کچھ کہو گے میرے لیے کہو گے مائیکل جوشر! میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ان لوگوں کی فہرست درکار ہے جو اس حلقے میں اہم حیثیتیں رکھتے ہیں۔ امریکی دولت مند یہودی جو رہنمائی کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔"

"کیا کرو گے ان کا؟"

"یہ سوال کرنے کا تمہیں حق نہیں ہے۔"

"تو پھر جواب دینا بھی میرا فرض نہیں ہے۔" مائیکل جوشر نے جواب دیا۔

"بہتر ہے مائیکل جوشر تم یہ جواب لینے کے لیے وہ معزز طریقہ کار استعمال کرتا ہوں جو تم جیسے بزرگوں کے ساتھ کرنا چاہیے؟ مثلاً...؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک اور انجکشن نکال لیا۔ مائیکل جوشر خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے انجکشن کا سیال سرنج میں کھینچا اور پھر ایک دوسرا سفید انجکشن نکال کر مائیکل جوشر کے سامنے کر دیا۔ "یہ انجکشن جو میں تمہیں لگا رہا ہوں مائیکل جوشر یہ تمہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا اور یہ دوسرا انجکشن تم کو اس تکلیف سے نجات دلا سکتا ہے جو تمہارے جسم میں ابھی ابھی پیدا ہونے والی ہے۔ اذیت پہنچانے کے لیے میرے پاس بہت زیادہ اہم ذرائع نہیں ہیں۔ بس یہ چھوٹے موٹے کام کر کے میں اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہوں۔"

میں نے تیار شدہ انجکشن مائیکل جوشر کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ بہت زیادہ دلیر آدمی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہونے لگے۔

"ارے ارے... یہ کیا کر دیا تم نے! یہ کیا کر دیا میرے پورے بدن میں... میرے پورے بدن میں..." مائیکل جوشر اپنے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کھولنے کی کوشش کرنے لگا اور اس کوشش میں لڑھک کر صوفے سے نیچے آ رہا۔

تڑپتے رہو مائیکل جوشر، تڑپتے رہو۔ یہ تڑپ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم زبان نہیں کھول دو گے۔"

"مجھے بچاؤ... بچاؤ مجھے۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

میں اور تہذیب مالکم ایکس سکون سے صوفے پر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ مائیکل جوشر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اس کا پورا بدن زمین پر تڑپ رہا تھا۔ وہ سیال کچھ ایسی ہی خصوصیات کا حامل تھا۔ اس کے بدن میں شدید جلن ہو رہی تھی اور اس جلن کے سبب وہ بے پناہ تکلیف میں تھا۔

"مجھے اس اذیت سے نجات دلا دو۔ جو کچھ کہو گے میں کر دوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں جو کچھ کہو گے کر دوں گا۔"

"ہم تم جیسے معزز انسان کے وعدے پر اعتبار کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور سفید سیال کا انجکشن توڑ کر اس کی دوا سرنج میں کھینچ لی اور پھر اسے مائیکل جوشر کے بدن میں انجیکٹ کر دیا۔

نتیجہ ظاہر ہونے میں چند لمحات لگے تھے۔ اس کے بعد جوشر پُرسکون ہوتا چلا گیا۔ اس کی سانس اب بھی دھونکنی کی مانند چل رہی تھی اور وہ اب بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

کیا تھا... اس میں کیا تھا؟ کہہ دو مجھے... تم نے مجھے ادھ مرا کر دیا۔"

"میرے پاس اس سے بھی حسین چیزیں موجود ہیں مائیکل جوشر جو یقیناً تمہیں پسند آئیں گی۔" میں نے کہا اور ایک شیشی جیب سے نکال کر اس کے سامنے کی۔ "یہ پاؤڈر تمہارے جسم کے جس حصے پر بھی پڑے گا وہاں سے تم کھال اتار دینا پسند کرو گے لیکن بدقسمتی سے اس کے ریشے کھال سے اندر گوشت میں اتر جاتے ہیں چنانچہ اگر تمہارے گوشت میں بھی کھجلی پیدا ہو گئی تو پھر تو تمہیں اپنا گوشت ہی نوچ کر پھینکنا پڑے گا سمجھے۔"

"نہیں نہیں، میں اب اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا کہ تم سے کسی قسم کا بھی اختلاف کر سکوں۔"

"ان لوگوں کی فہرست...؟" میں نے کہا اور مائیکل جوشر مجھے ان لوگوں کے نام لکھوانے لگا۔

دیر تک ہم اس کارروائی میں مصروف رہے پھر اس نے کہا۔ "میرے لیے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو، شدید بھوک لگ رہی ہے۔"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب مالکم ایکس کو اشارہ کر دیا۔ تہذیب گردن ہلاتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

مائیکل جوشر سے مجھے بہت ساری معلومات حاصل ہوئیں اور پھر میں نے اس سے سب سے اہم سوال کر دیا یعنی بلیک پلان؟"

"اوہ! اس کا مقصد ہے... ہاں، ظاہر ہے تم نے اس خط کو نظر انداز ہرگز نہیں کیا ہو گا۔" مائیکل جوشر نے بے بسی سے کہا۔

"یقیناً... مائیکل جوشر، اور تم نے بھی تو وہ خط دوسرے خطوط میں سے غائب کر دیا تھا۔"

"بدقسمتی تھی میری کہ وہ اس طرح براہ راست تمہارے پاس پہنچ گیا۔"

"خیر ٹھیک ہے۔ بہرحال اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے۔ بلیک پلان کیا ہے؟"

"کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ بلیک پلان صرف اسرائیل کے وزیر جنگ کے ذہن میں ہے۔ اس کی کچھ نشاندہی دوسرے لوگوں کو کی گئی ہے لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ خفیہ منصوبہ کیا ہے۔ ہاں، اس کی تکمیل کے لیے مختلف لوگوں کو مختلف ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں۔ مثلاً میرے سپرد یہ کام ہے کہ میں تقریباً دو سو ڈالر اس منصوبے کے لیے فراہم کروں اور اس سلسلے میں انتظامات شروع کر دیے گئے ہیں۔"

"مگر یا تم بلیک پلان کے بارے میں تو کچھ نہیں جانتے ہو؟"

"نہیں، یقین کرو نہیں جانتا۔"

"اچھا گرین لاٹ میں جیسن کوکر کیا چیز ہے؟"

"جیسن کوکر...!" مائیکل جوشر نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں، بولتے رہو... بولتے رہو۔"

"جیسن کوکر... در حقیقت معلومات کا خزانہ ہے۔ وہ اسرائیلی انتظامیہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن کیبنٹ کا نمائندہ ہے اور گرین لاٹ میں رہتا ہے۔"

"اس کا پتا؟"

"بس گرین لاٹ پہنچ کر کسی سے بھی اس کے بارے میں پوچھ لو۔"

"اور بارین وانیکو کیا چیز ہے؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم سب کچھ جان چکے ہو۔ بارین وانیکو بھی یہودی النسل ہے۔ ہر چند کہ وہ بہت ہی خطرناک قسم کا آدمی ہے لیکن یہودی مقاصد کے لیے کام کرتا ہے اور یہ دو ارب روپے کا فنڈ ہم اسی کے پاس جمع کرا رہے ہیں۔ بارین وانیکو، بلیک پلان کا ایک اہم نمائندہ ہے جسے نمبر ون کا درجہ دیا جاتا ہے۔"

مائیکل جوشر سب کچھ سچ سچ بتانے پر آمادہ تھا۔ میں اس سے بہت سی معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر میں نے اس سے آخری سوال کیا۔ "یہاں تمہارا بینک بیلنس کتنا ہے مائیکل جوشر؟"

"کیا مطلب...؟" وہ چونکا۔

"مطلب یہ کہ تمہارا بینک بیلنس کتنا ہے، کتنی نقد رقم مجھے یہاں سے مل جائے گی؟"

"میں بینکوں میں رقم نہیں رکھواتا۔" مائیکل جوشر نے جواب دیا۔

"پھر کہاں رکھتے ہو؟"

"وہ تم نہیں، موجود ہے میرے پاس۔"

"کہاں، کس جگہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں... تم رقم کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ظاہر ہے مجھے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے دولت کی ضرورت بھی ہو گی۔ مسٹر مائیکل جوشر اور یہاں امریکا میں میرے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں جن کی مدد سے میں دولت کما سکوں۔ تمہاری رقم اگر میرے کام آ جائے تو پھر یہ تمہارے لیے بھی ثواب کی بات ہے۔"

مائیکل جوشر دانت پیس کر رہ گیا تھا۔ وہ اس ثواب کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا جو صیہونیت کے خلاف اسے ملنے والا تھا۔ بہرحال اس نے بیماری لہجے میں کہا۔ "دیکھو، اگر تمہیں کچھ پیسوں کی ضرورت ہے تو میں تمہیں فراہم کر سکتا ہوں لیکن... لیکن..."

"مائیکل جوشر! یہ سکے تمہیں جو صیہونیت کے لیے فنڈ دیا تھا وہ میرے اوپر قرض ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ میں بولی دے کر بکا لینے والوں میں سے ہوں۔ میں نے تمہیں وہ رقم دے کر اپنا اعتماد قائم کیا لیکن اب مجھے اپنے معاملات کے لیے رقم درکار ہے اور اس کے لیے تم سے بہتر آدمی مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا۔"

"لعنت ہو تم پر۔ بہرحال میں اس اذیت سے نہیں گزرنا چاہتا جو تم نے مجھے دے دی ہے۔ جو تم نے مجھے خبر دینے کی دھمکی دی ہے۔ میں زندگی کو دنیا کی سب سے قیمتی شے سمجھتا ہوں۔"

"یہ تو عقل مندی کی بات کی ہے... تو پھر وہ رقم۔" میں نے کہا اور مائیکل جوشر نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔

دیوار میں ایک چوکور سا سیاہ نشان بنا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اسے ٹٹولنے لگا۔ میں نے مائیکل جوشر سے اس تجوری کو کھولنے کا طریقہ دریافت کیا اور اس کے بعد جب تجوری کو کھول کر دیکھا تو میری آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بہت کچھ تھا اس میں۔ اتنا کچھ کہ میں امریکا میں ایک شاندار زندگی گزار سکتا تھا۔ میں نے مائیکل جوشر کا شکریہ ادا کیا۔ اسی وقت تہذیب مالکم ایکس ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آ گئی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مائیکل جوشر کو دیکھا اور بولی "آپ کے وفادار خادموں نے مجھے آپ کے ناشتے کے بارے میں بتا دیا ہے۔ دیکھ لیجیے، سب چیزیں آپ کی پسند کے مطابق ہی ہیں نا؟"

"میں اب ناشتا نہیں کروں گا۔" مائیکل جوشر نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے نہیں، معزز بزرگ! ابھی تھوڑی دیر قبل آپ کہہ چکے ہیں کہ زندگی دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے اور زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھیے نا، آپ کتنے دن بھوکے رہ سکتے ہیں؟"

"یہ اچانک مسٹر جوشر کی بھوک کیوں اڑ گئی؟ ابھی تو یہ سخت بھوکے تھے!" تہذیب نے کہا۔

"ہاں۔ یہ کاغذ کے ٹکڑوں کے نقصان سے بہت کچھ چھن لیے گیا۔" میں نے کہا۔

"کاغذ کے ٹکڑے!" تہذیب تعجب سے بولی۔

"جاؤ دیکھ لو اور عبرت حاصل کرو، انسان عمر کی کسی منزل میں ہو، ان سے پیار ضرور کرتا ہے۔" میں نے تجوری کی طرف اشارہ کیا اور تہذیب تجوری کی طرف بڑھ گئی۔

"خوب! یہ مائیکل جوشر کی دولت ہے؟" اس نے کہا۔

"اب ہماری ہے۔ مسٹر جوشر نے سوچا کہ بہت سا ان جیسے وقت میں ان کا ساتھ دے سکیں۔ آسے نہ رکھ کر کیا کریں گے۔"

"لیکن یہ دولت تو لبن کے مشن کی امانت ہوتی ہے۔"

"نہیں، یہ مسٹر جوشر کا ذاتی اثاثہ ہے۔ ویسے ہم نے ایک نیک کام کیا تھا جس کا ہمیں صلہ ملا ہے۔"

"نیک کام؟"

"ہنگری میں صیہونیت میں لکڑی کی ٹانگ گھوانے کے لیے رقم کی ضرورت تھی نا، ہم نے اس میں ایک فنڈ دیا تھا۔"

"ہاں، قرض لے کر؟" تہذیب بے چارگی سے بولی۔

"دیکھ لو، اس کا کیسا صلہ ملا۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

"وہ کہتے ہیں، ایک نیکی کرو، اس کا ستر گنا ثواب ملے گا لیکن میرا خیال ہے یہ رقم تو ستر گنا سے بھی زیادہ ہے۔"

"ہمیں ثواب کچھ زیادہ تناسب سے مل گیا ہے۔" میں نے کہا۔

جوشر کی حالت غصے سے بُری حالت تھی۔ اس وقت اس نے ناشتا بھی نہیں کیا۔ وہ سخت ہیجان کا شکار تھا لیکن ہمیں اس کی کسی بھی کیفیت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

مائیکل جوشر پوری طرح قابو میں آ گیا تھا۔ وہ بہت زیادہ مزاحمت کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ چند باتوں میں اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس کا دماغ درست کر دیا۔ ظاہر ہے مجھے اس سے عقیدت تھی نہ محبت۔ وہ فسطائی یہودی تھا اور مجھے بھلا اس سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا اور اس کے تحت عمل کر رہا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس دوہری زندگی گزار رہی تھی۔ وہ جوشر کے فلیٹ میں بھی رہتی تھی لیکن زیادہ تر وقت اس کا مائیکل جوشر کی کوٹھی میں گزرتا تھا۔ ابھی تک کسی کو میری شخصیت پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ بے شمار لوگوں سے اس دوران ملاقات ہوئی تھی اور ایک بار ایبرین ہال بھی گیا تھا لیکن ایک بیمار آدمی کی حیثیت سے اس کی تصدیق ڈاکٹر نے کر دی تھی۔ ڈاکٹر سے میرا مسلسل رابطہ تھا۔ بعض اوقات مجھے ہنسی آنے لگتی تھی کہ ڈاکٹر میری کس چیز کا علاج کر رہا ہے۔ انجکشن وغیرہ تو اس نے کوئی نہیں لگایا تھا، دوائیں ہی لکھ دیا کرتا تھا اور ظاہر ہے ان میں سے کوئی دوا میں استعمال نہیں کر رہا تھا۔ بہرطور ڈاکٹر کا کام چل رہا تھا۔ مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ البتہ اس کی وجہ سے میں بیمار مشہور ہو گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ڈاکٹر بھی مائیکل جوشر کا خصوصی معالج تھا اور خود بھی یہودی تھا۔ ایبرین ہال کی تقاریب میں شریک ہوتا تھا۔ چنانچہ میری تھوڑی سی بدلی ہوئی آواز، تھوڑا سا بدلا ہوا انداز سب نے ہی قبول کر لیا تھا کیونکہ ایک

بیمار آدمی کا انداز تھا۔

ایبرین ہال کی اس تقریب میں میں نے کسی قسم کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن مجھے بہت سی معلومات یہاں سے حاصل ہوئیں۔ بہت سے لوگوں سے میرا رابطہ ہوا اور ان میں پانچ شخصیتیں ایسی تھیں جن کی فہرست میرے پاس موجود تھی۔ میں نے کل آٹھ آدمیوں کا انتخاب کیا تھا جنھیں میں اپنا شکار بنانا چاہتا تھا۔ یہ آٹھوں آدمی صیہونی مقاصد کی تکمیل کے لیے انتہائی سرگرم تھے اور امریکا میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ میں اپنے کام کی ابتدا ہیں سے کرنا چاہتا تھا۔ اس دوران دوسرے کام بھی جاری تھے۔ چنانچہ ایک مخصوص طریقے سے کام لیتے ہوئے میں نے تہذیب کے ذریعے شہر کی ایک معروف شاہراہ پر ایک بہت بڑا سائن بورڈ حاصل کیا۔ ہورڈنگ کی جگہ منتخب کرنے کے بعد میں نے اس کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ یہ ہورڈنگ لوہے کے ستونوں پر ایک بہت بڑے پلائی ووڈ کے بورڈ کی شکل میں تھا۔ بظاہر اس کا مائیکل جوشر سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن میں اس پر بڑی محنت سے کام کرا رہا تھا اور تہذیب اس میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

ہورڈنگ پر مخصوص رنگ کی آؤٹ لائن لگائی جا رہی تھی اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس آؤٹ لائن کا مقصد کیا ہے۔ ہورڈنگ بنانے والوں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ یہ کام بڑی دلچسپی سے جاری تھا اور میرے ذہن میں بہت خوفناک منصوبے پرورش پا رہے تھے۔

تقریباً ستائیس دن کی مسلسل محنت کے بعد میں نے اس سلسلے میں اپنی تمام کارروائی مکمل کر لی — ہورڈنگ پر اب فلسطین کا نقشہ بن چکا تھا لیکن کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ فلسطین کا نقشہ ہے۔ ہورڈنگ بنانے والوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اس پر کوئی تحریر بھی نہیں تھی جس سے کسی بات کی وضاحت ہو سکے۔ دیکھنے والوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ کوئی کمپنی اپنی کسی پروڈکٹ کی تشہیر کرنا چاہتی ہے۔ اب میں اپنے کام سے مطمئن تھا۔ ہر چند کہ یہ سب کچھ بے حد خطرناک تھا لیکن میں اپنے آپ کو اسی طور امریکا میں روشناس کرانا چاہتا تھا۔

اٹھائیسویں دن میں نے ان تمام لوگوں کو خفیہ دعوت نامے جاری کر دیے جن کے نام میری فہرست میں تھے، یعنی وہ آٹھ افراد جو میرا شکار تھے۔ میں نے انھیں اپنی کوٹھی پر ایک خاص جلسے میں مدعو کیا تھا۔ دعوت نامات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہ سب میری کوٹھی پر پہنچ گئے۔ تہذیب مالکم ایکس کو میں نے خصوصی ہدایات جاری کی تھیں۔ چنانچہ وہ خصوصی انتظامات کے ساتھ موجود تھی۔ سلام کے درمیان مسرت کا اظہار کرتے ہوئے میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے ایک منصوبے کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہوں جس کے لیے مجھے ان کی مدد درکار ہے۔ ان سب نے مجھ سے بہت زیادہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہر خدمت کے لیے تیار ہیں۔ میں نے ان سے مختلف موضوعات پر باتیں کیں۔ ان کے بارے میں بہت سی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو گیا اور میں نے ان کی رہنمائی اس بڑے ہال کی جانب کی جہاں تہذیب ان کی پیشوائی کے لیے موجود تھی۔ ایک لمبی سی میز پر ملازمین کھانا لگانے کے بعد وہاں سے رخصت ہو گئے تھے۔ وہ اس قسم کی خفیہ دعوتوں کے آداب سے واقف تھے چنانچہ انھوں نے وہی کیا جس کا حکم انھیں تہذیب نے دیا تھا۔ تہذیب کو میں نے اپنا ایک خاص سیکرٹری کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا اور وہ بڑے باقاعدہ انداز میں اپنا کام انجام دے رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے مخصوص ڈشیں ان لوگوں کے سامنے پیش کیں۔

کھانے والے پیٹ بھر کر کھا چکے تو ان کی حالت خراب ہونا شروع ہو گئی۔ ملازمین نے جو کھانا سرو کیا تھا وہ عمدہ اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک تھا مگر تہذیب نے اپنے ہاتھوں سے جو ڈشیں ان لوگوں کے سامنے پیش کی تھیں ان پر اس نے ہاتھ کی صفائی کا کام کر دی تھی۔ اور ان میں نہایت سریع الاثر زہر شامل کر دیا گیا تھا جو بے مزہ اور بے رنگ تھا۔ البتہ اس کی کارکردگی نہایت شاندار تھی اور اس کارکردگی کا نتیجہ ان آٹھوں افراد کی لاشوں کی شکل میں موجود تھا۔ وہ سب اپنی کرسیوں سے پشت لگائے خلا میں گھور رہے تھے۔ زہر نے ان کے دلوں کی حرکتیں اچانک بند کر دی تھیں اور وہ اپنی پوزیشن تک تبدیل نہیں کر سکے تھے۔ تہذیب سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ان نگاہوں میں یقینی طور پر وحشت ہوگی کیونکہ آٹھ آدمیوں کی ہلاکت معمولی بات نہیں تھی۔

"تہذیب!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "بہت عرصے پہلے جب کیلی فورنیا یونیورسٹی کا ایک طالب علم جو پاکستان کا رہنے والا تھا، حق گوئی پر اترا تو اس کا مذاق اڑایا گیا اور اس کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ تب اس نے ایک نقشہ ترتیب دیا تھا۔ ایک ایسا نقشہ جس میں فلسطین کو دکھایا گیا تھا اور یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ بہت جلد فلسطین کے سینے کا ناسور اسرائیل فنا ہو جائے گا۔ تمھیں یاد ہوگا تہذیب کہ وہ ہورڈنگ جو اس مخصوص شاہراہ پر بنایا گیا ہے، ایسے ہی نقشے کا حامل ہے۔ بس ایک چھوٹی سی تحریر اگر اس پر نقش کر دی جائے تو ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔"

تہذیب کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں، پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "تو... تو کیا... ؟"

"ہاں تہذیب، آج رات ہی سب کچھ ہوگا۔ میں تمام انتظامات کر چکا ہوں۔"

تہذیب نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیر کر گردن ہلا دی۔

میں اس سلسلے میں واقعی تمام انتظامات کر چکا تھا، چنانچہ رات کی تاریکی میں .... سیاہ رنگ کی ایک ویگن ان آٹھوں لاشوں کو لے کر چل پڑی، جسے تہذیب ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں ویگن کے عقبی حصے میں موجود تھا۔ تہذیب سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری فطرت میں اس قدر وحشت نمایاں ہو سکتی ہے۔

بلیک ناگ میں نے ایک مضبوط کیل کے ذریعے ہورڈنگ کے ایک آخری گوشے پر لٹکائی اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے وہ تمام لاشیں اس عظیم الشان سائن بورڈ پر لوہے کی کیلوں سے ٹانک دی گئیں۔ پھر میں نے رنگ کا ڈبا اور برش نکالا اور صرف ایک جملہ لکھا۔

"اولیو باورڈ جانسن اور دیگر لوگ کبھی نہ بھولے جائیں گے۔ ایمرن ہال کے بڑے بول کی طرف سے۔"

یہ الفاظ لکھنے کے بعد میں نے ناقدانہ نگاہ اپنی اس تخلیق پر ڈالی اور اس کے بعد ویگن میں بیٹھ کر میں واپس چل پڑا۔ میری اپنی حیثیت مائیکل جوشر کے میک اپ میں محفوظ تھی اور اس وقت تک جب تک کسی کو مائیکل جوشر پر شبہ نہ ہو جائے، مجھے اپنی جگہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے واپس مائیکل جوشر کی کوٹھی میں آ گیا اور اس کے بعد میں نے اور تہذیب نے مل کر وہ تمام نشانات مٹانا شروع کر دیے جو ہماری طرف رہنمائی کر سکتے تھے۔ ویگن کو صاف کر دیا گیا۔ ڈرائنگ ٹیبل پر سے تمام نشانات ختم کر دیے گئے۔ مائیکل جوشر کو ابھی میں نے زندہ رکھا تھا کیونکہ یہ شخص کسی بھی موقع پر ہمارے کام آ سکتا تھا۔ اس تمام کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد صبح کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ آرام کرنے لیٹ گئے۔ ساری رات میں نے تہذیب کو واپس نہیں جانے دیا تھا۔ میں اصول سے ہٹ کر کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس دوران میں نے کوٹھی میں موجود ملازموں کا جائزہ لے لیا تھا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو مائیکل جوشر کے کسی بھی معاملے پر نگاہ رکھتا ہو یا اس میں دلچسپی لیتا ہو۔

تہذیب اس کارروائی سے بہت دہشت زدہ تھی۔ اس کی خاموشی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ مجھ سے اس وحشت کی ...

"تم بہت متاثر ہو تہذیب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں انکل۔ میں تمھارے جذبات سے واقف ہوں لیکن امریکا میں یہ سب کچھ کر کے تم نے بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا تہذیب کہ یہاں اپنی آمد کا اعلان اپنے معیار کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ تمھارے خیال میں کیا امریکی محکمے حقیقت کا کھوج نہیں لگا لیں گے؟"

"ضرور لگا لیں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا انھیں اس کوٹھی پر شبہ نہ ہوگا، کیونکہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ ایک مخصوص وقت پر یہاں جمع ہوئے تھے۔"

"بے شک یہ ثابت ہو جائے گا لیکن بہت دیر کے بعد اور اس سے قبل ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ میں نے ان لوگوں کو تحریری دعوت نامے نہیں بھیجے تھے اور میرے فون خود انھوں نے وصول کیے تھے۔ اس انکشاف میں دیر لگے گی۔"

"کیوں نہ ہم یہاں سے نکل چلیں؟"

"ابھی نہیں تہذیب، میں یہاں رک کر اپنے دوست کا انتظار کروں گا۔"

"کون سے دوست کا؟"

"امریکا میں ایک ہی سب سے بڑا دوست ہے میرا اور وہ ہے اولیو باورڈ۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کر لی تھیں، اور پھر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ غالباً سو گئی تھی۔ دوسرے دن صبح اس وقت آنکھ کھلی تھی جب کوئی زور زور سے میری خوابگاہ کا دروازہ دھڑدھڑا رہا تھا۔

یہ ایک بوڑھا ملازم جوزف تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے خوابگاہ سے باہر نکل کر پوچھا۔

"بہت خوفناک واردات ہوئی ہے جناب! مسٹر واشر، موسٹ ریسلن، الوشے، پائن اور دوسرے بہت سے لوگ وحشیانہ انداز میں قتل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا... ؟" میں خوف زدہ انداز میں بولا۔

"یہ... یہ دیکھیے..." ملازم نے اخبار میرے سامنے کر دیا۔ میں نے گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لے لیا تھا اور پھر میں نے ملازم کو جانے کا اشارہ کیا۔

تہذیب بھی اٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔ میں نے اخبار سامنے پھیلا لیا۔ سب کچھ توقع کے عین مطابق تھا۔ لوگوں کی یادداشت اتنی خراب بھی نہیں تھی کہ وہ علی یار خان کو بھول جاتے۔ میرا نام صاف

جگمگا رہا تھا اور اس کے ساتھ پرانا واقعہ دہرایا گیا تھا۔ ان بڑے ہوٹل کے قتل پر حیرت، رنج و غم کا اظہار کیا گیا تھا۔ پورا اخبار بھرا ہوا تھا۔ ہورڈنگ کی تصویر نمایاں طور پر چھاپی گئی تھی جس پر لاشیں کیلوں سے ٹنگی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے جذباتی جملے لکھے گئے تھے۔ اس واردات کو اس صدی کی سب سے ہولناک واردات قرار دیا گیا تھا۔ میرے بارے میں بڑی تفصیلات لکھی گئی تھیں۔ غرض وہ سب کچھ تھا جو میں چاہتا تھا اور اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ لوگ پوری طرح اس واردات کا ذمے دار علی یار خان کو قرار دیتے۔ اخبار کی معلومات محدود نہیں تھیں۔ اس نے اولیو باورڈ کا نام صاف لکھا تھا اور اس تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اولیو باورڈ نے اس دوران علی یار خان کے لیے اپنی سرگرمیاں ترک کر دی تھیں اور صرف اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں اولیو باورڈ نے علی یار خان کو اپنی تحویل میں کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہا تھا۔ بعض بیانات میں میری اس سرگرمی کی وجہ اولیو باورڈ ہی کو قرار دیا گیا تھا اور اس پر الزام لگایا گیا تھا کہ اگر وہ اس مسئلے کو ایک عام مسئلہ قرار دیتا اور اس میں خصوصی سرگرمی نہ دکھاتا تو انتقام کے یہ شعلے اس حد تک بلند نہ ہوتے اور یقینی طور پر یہ مسئلہ دب جاتا۔ باورڈ ہی کے جنون کا نتیجہ ان آٹھ رہنماؤں کے قتل کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ علی یار خان کو یقینی طور پر اس حد تک مشتعل کر دیا گیا کہ وہ امریکا واپس آ کر اولیو باورڈ کو چیلنج دے سکے۔

تمام خبریں پڑھنے کے بعد میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "تہذیب، اس جنگ کی ابتدا میں جن بنیادوں پر چاہتا تھا انہی بنیادوں پر ہوئی ہے۔ میرا مقصد پورا ہو گیا اور اب میں اپنے اصل مشن کے راستے پر چل پڑا ہوں۔"

"لیکن علی! کیا تم یہ بات نہیں محسوس کرتے کہ ہم صرف دو افراد امریکی محکموں سے کس طرح نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ بات صرف امریکی جاسوسوں کی نہیں بلکہ اس واردات کے بعد تو ظاہر ہے پولیس اور دوسرے محکمے بھی ہمارے پیچھے لگ جائیں گے۔"

"یہ مجبوری تھی تہذیب۔ ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟ تم نے اچھی طرح ان خبروں کو پڑھا ہوگا، بظاہر تو ان میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس میں کسی کا شبہ مائیکل جوشر کی جانب جائے۔ ایک بات اور بتاؤ علی، کن لوگوں سے تم نے وہ ہورڈنگ تعمیر کرایا؟ کیا وہ تمھاری شناخت نہیں کر سکتے؟"

"نہیں ڈیئر۔ خدا پر بھروسا رکھو۔ میں نے کوئی کچا کام نہیں کیا ہے۔ اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھ کر ہی تمام اقدامات کیے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم محتاط رہیں گے۔ اب میری ہدایت سنو تہذیب، فی الحال تم فلیٹ میں واپس جاؤ اور کل سے یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے خود ہی رابطہ قائم رکھوں گا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی تم سے کہنا ہے، وہ یہ کہ اس دوران کسی بھی طرح جوشو سے رابطہ قائم کر کے اسی بلڈنگ میں کسی بھی قیمت پر ایک فلیٹ اور حاصل کر لو تاکہ اگر کسی طرح ہمارے فلیٹ کی نشاندہی ہو جائے تو ہم کسی بدلی ہوئی شکل میں اس دوسرے فلیٹ میں منتقل ہو سکیں۔ یوں تو میں اور بھی انتظامات کر رہا ہوں لیکن یہ کام تم اپنے طور پر کرو اور پھر اپنے فلیٹ تک محدود ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم بلاوجہ کوئی بات نہیں کہتے۔"

"ہاں تہذیب، کھیل شروع ہو چکا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکا میں اس کھیل سے نمٹوں گا اور جب صورت حال ایسی ہوئی کہ میرا یہاں سے ہٹ جانا ضروری ہو گیا تو پھر میں یہاں سے ہٹ جاؤں گا۔ اس کے بعد ہی ہم آئندہ کے لیے مزید فیصلے کریں گے۔"

"او کے۔" تہذیب نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے رخصت کر دیا۔

مائیکل جوشر کے میک اپ میں اس واردات کے بعد جو صورت حال ہونا چاہیے تھی، اس کا میں نے پوری طرح اہتمام کیا۔ میں نے ڈوبتے لہجے میں اپنے اس ملازم سے کہا کہ میرے معالج کو فوراً طلب کر لیا جائے اور میری کیفیت دیکھ کر ملازم نے فوراً ہی ڈاکٹر کو طلب کر لیا تھا۔ میں نے انتہائی کوشش سے اپنے آپ کو اس طرح بنا لیا جیسے شدید ذہنی کرب کا شکار ہوں۔ ڈاکٹر نے مجھے طاقت کے دو انجکشن دیے اور صورت حال دریافت کرنے لگا۔ کسی حد تک سنبھلنے کے بعد میں نے اخبار اس کے سامنے کر دیا اور ڈاکٹر ششدر رہ گیا۔ پھر اس نے مجھے تسلیاں دیں اور خود کو پرسکون رکھنے کا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ ملازموں کو اس نے ہدایات دے دی تھیں کہ کم از کم شام کو پانچ بجے تک مجھے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس دوران کیا ہوتا رہا مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم۔ البتہ رات کو سونے میں جو کسر باقی رہ گئی تھی، وہ میں نے مزے کی نیند لے کر پوری کی۔ موقع ملا تھا تو اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔

رات کو انتظامیہ کے کچھ افراد میرے ڈاکٹر کی معیت میں میرے پاس پہنچے تھے۔ میں نے شدید درد و کرب کے آثار چہرے پر پیدا کر کے ان سے ملاقات کی اور وہ مجھ سے مقتولین کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ میں نے غم زدہ لہجے میں کہا:

اس نقصانِ عظیم کے پورا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے وہ صیہونیت کے ستون تھے۔ ان کا ہمارے درمیان سے اُٹھ جانا ہمارے لیے انتہائی تاریک راستے کھولتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان کی کمی کیسے پوری ہوگی۔ ان لوگوں کی غیر موجودگی نے میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے ہیں اور جو مشن میں نے کرنے کا سوچ رکھا تھا مجھے یقین ہے کہ اب میں اُسے پورا نہ کر سکوں گا۔"

لوگ مجھے تسلیاں دینے لگے۔ ایک انجینئر نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کروں کیوں کہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں میری ذمے داریاں کچھ اور بڑھ گئی ہیں۔

"میں نہیں جانتا.... میں نہیں جانتا کہ میں کس طرح اپنے آپ کو سنبھال پاؤں گا۔"

یہ سلسلہ جاری رہا۔ مجھ سے مختلف لوگ ملنے آتے اور میں نے بستر پر پڑے پڑے ان سے ملاقات کی۔ اس دوران میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ بس ہلکی سی غذا، جوس وغیرہ لے لیتا تھا تاکہ جسمانی صحت بالکل ہی تباہ نہ ہو جائے لیکن میرے اُترے ہوئے چہرے اور ناگفتہ بہ کیفیت کو ہر شخص ہی محسوس کر رہا تھا۔ تہذیب سے اس دوران صرف دو بار چند جملوں میں گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ مطمئن رہو سب ٹھیک ہے۔ تہذیب نے کہا تھا کہ وہ بالکل مطمئن ہے اور صورتحال پر پوری نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جوشو کی عنایات جاری ہیں اور وہ کر دیا گیا ہے جس کی خواہش کی گئی تھی۔ گویا سب کچھ میری مرضی کے مطابق تھا۔

اس کے بعد پہلی فرصت میں، میں نے مسٹر جوشو کی دولت جو کرنسی کی شکل میں تھی یہاں سے منتقل کر دی۔ اس کے لیے مجھے تہذیب کو خفیہ طور پر طلب کرنا پڑا تھا اور رات کی تاریکی میں عقبی دیوار کے دوسرے حصے سے تہذیب نے نوٹوں کے بنڈل وصول کیے اور اطمینان سے لے کر چلی گئی۔ اس نے دوسرے دن مجھے فون پر اطلاع دی کہ اس نے ان چیزوں کو بڑی ذہانت سے محفوظ کر دیا ہے۔ سب سے زیادہ انتظار مجھے جس شخص کا تھا وہ ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ باقی ہنگامے بدستور تھے۔ غالباً آٹھویں دن تل ابیب سے کچھ رہنما مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے۔ یہ دینی عالم ہی تھے اور ان کے ساتھ دو فوجی افسر بھی تھے۔ میں نے ان کا استقبال کیا لیکن دراصل بستر پر لیٹے لیٹے کیونکہ ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میرے اندر بے پناہ کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔

ایک عالم نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا "بہتر ہوگا کہ آپ کچھ دن کے لیے امریکا چھوڑ دیں۔ یہاں آپ کے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ تمام چیزیں سوالیہ بنی رہیں گی جو آپ کے لیے مہلک ہو سکتی ہیں۔ ہمیں آپ کی اشد ضرورت ہے۔ ہم آپ کو اس کیفیت میں نہیں دیکھ سکتے۔"

میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا "صورتحال کچھ بھی ہو میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔" میں نے اس شخص علی یار خان کے بارے میں تل ابیب کے رہنماؤں سے مفصل گفتگو کی اور ان کے چہروں پر بے بسی اور کرب دیکھا۔ اس نے ایک خوف سا پھیلا دیا۔ میں کسی کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ لوگ مجھے جانتے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں ان کے لیے ایک ایسا اثاثہ ہوں جس کا کوئی نعم البدل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

"کیوں نہ حکومتِ پاکستان سے اس سلسلے میں احتجاج کیا جائے اور علی یار خان کے پورے خاندان کو ان معاملات میں ملوث کیا جائے؟" میں نے تجویز پیش کی۔

"نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علی یار خان کی شہریت اب پاکستان کی نہیں ہے۔ جس وقت وہ امریکا میں مقیم تھا اس وقت بے شک اُسے پاکستانی باشندہ کہا جا سکتا تھا لیکن امریکا سے نکلنے کے بعد اس نے کبھی پاکستان کا رُخ نہیں کیا۔ اسے بیروت کی شہریت مل گئی تھی چنانچہ اب حکومتِ پاکستان سے اس سلسلے میں احتجاج بے کار ہے۔"

میری یہ کوشش بھی میری ہی تسلی کے لیے تھی کہ کم از کم ان لوگوں کو یہاں بھی سبکی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان آٹھوں افراد کی مصروفیات کے بارے میں تحقیقات کی جا رہی تھی۔ اخبارات کے بیانات سے ان تحقیقات کے نتائج سنسنی خیز سامنے آ رہے تھے۔ وہ لوگ اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ یہ آٹھوں افراد اس رات کسی خفیہ پروگرام کے تحت نکلے تھے اور کسی کو بتائے بغیر کہیں چلے گئے تھے اور اس کے بعد ان کی لاشیں ہی نظر آئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان کی گاڑیاں شہر کے مختلف حصوں میں پائی گئیں لیکن اس سے کسی خاص پہلو کا تعین نہیں ہوتا تھا۔

میرے ذہن میں اب ایک خدشہ اور بھی پیدا ہو گیا تھا جس کے لیے میں نے تہذیب سے رابطہ قائم کر کے مسٹر جوشو کو ایک پیغام بھجوا دیا۔ میں نے تہذیب سے کہا تھا کہ وہ مسٹر جوشو سے کہے کہ اب وہ مجھ سے قطعی لاتعلق رہیں اور کسی بھی طرح مجھ سے تعلق کا اظہار نہ کریں۔

تہذیب نے اس گفتگو کے بعد مجھے اطلاع دی کہ انتظامیہ کے افراد نے مسٹر جوشو کو دو دن اور دو رات اپنی تحویل میں رکھا ہے اور مسٹر جوشو ہی نہیں بلکہ لولاٹی بھی پولیس کے عتاب کا

نشانہ بنی ہے اور ان لوگوں سے مختلف طریقوں سے بہت کچھ پوچھا گیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں کارروائی کرنا مناسب سمجھا اور نہایت غور و خوض کے بعد ایک رات میں بنگلے سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ایک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں سے پولیس کے ایک اہم شخص کو ٹیلیفون کیا اور جب ٹیلیفون ریسیو کر لیا گیا تو میں نے ان سے کہا "میں علی یار خان ہوں۔ یہاں میری آمد صرف اولیو اور وڈ کے لیے ہے اور میں نے اولیو اور وڈ کو دنیا کے ہر گوشے میں ناکامی اور شکست سے دوچار کرنے کے بعد امریکا کا رُخ کیا ہے اور اس سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں اگر میرے ساتھ کسی کو ملوث سمجھا جائے گا تو یہ صرف انتظامیہ کی نااہلی ہوگی۔ میں اپنی ذاتی جنگ میں کسی اور کو الجھانا نہیں چاہتا۔ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اپنے طور پر کر رہا ہوں۔" یہ بات کہنے کے بعد میں نے فون بند کیا، اپنے تمام نشانات مٹائے۔ یہاں تک کہ فرش سے جوتوں تک کے نشانات بھی صاف کر دیے تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔

مسٹر مائیکل جوشو تہ خانے میں عذاب کی زندگی گزار رہے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ باہر کے حالات کی میں نے انھیں ابھی ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ خواہ مخواہ جذباتی ہو جائیں اور ممکن ہے جوش کے عالم میں کوئی ایسی حماقت کر بیٹھیں کہ مجھے ان کی زندگی کا فوری خاتمہ کرنا پڑتا۔

مزید دو دن انتظار کرنا پڑا اور تیسرے دن.... ہاں تیسرے دن میرا سب سے پیارا دوست، سب سے عزیز ساتھی اولیو اور وڈ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ بھی آٹھ دس افراد تھے جو بہت ہی چاق و چوبند اور مستعد نظر آتے تھے۔ میرے پاس پہنچنے کے بعد اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر افسوسناک لہجے میں بولا "میں آٹھ افراد کے قتل کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ مائیکل جوشو جن کی جدائی ہمارے سینوں پر گہرے داغ چھوڑ گئی ہے۔ آپ کے ڈاکٹر سے مل کر مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مجھے آپ کو زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ بس صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس رات وہ تمام افراد کہاں جانے کے لیے نکلے تھے۔ یہ سوال میں آپ سے اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کا ان سے مسلسل رابطہ رہتا تھا۔ وہ کون سی ایسی جگہ تھی جہاں ان شخصوں کو کسی خاص سلسلے میں جمع ہونا تھا اور کوئی میٹنگ کرنا تھی یا اگر کسی طرح اس بدبخت علی یار خان نے ان لوگوں کو بہکایا تھا تو ٹھیک ٹھیک کس جگہ پر بلایا گیا تھا؟ اگر آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی کر دیں.... تو میرا خیال ہے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔"

"آہ! کاش وہ مجھ سے رابطہ کر کے مجھے صورتحال بتاتے یا پھر میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ اگر میں ان کے ساتھ ہی چلا جاتا تو شاید مجھے اس طرح ہر لمحہ ہر گھڑی نہ مرنا پڑتا۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"نہیں میرے دوست، نہیں۔"

"اس کے علاوہ کچھ اور معلومات بھی مجھے آپ سے درکار ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ان دنوں چند لوگ آپ کی معاونت کر رہے تھے اور آپ کے دفتری امور میں آپ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ وہ کون تھے؟"

"وہ عقیدت مند تھے یہودی۔ جو اپنے نیک جذبوں سے میری معاونت کر رہے تھے۔"

"کیا اب بھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں؟"

"نہیں، میں نے انھیں خود ہی رخصت کر دیا تھا کیونکہ میرے پاس اُن کے لیے مزید کوئی کام نہیں رہا تھا۔"

"آپ سے یہ گفتگو کرنے کا مقصد یہی ہے کہ میں گہری نگاہ سے حالات کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اگر علی یار خان یہاں آنے کے بعد ان حرکتوں پر تُل گیا ہے تو وہ آپ کی زندگی کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کا آپ تک پہنچ جانا مشکل نہیں ہوگا۔"

میں نے چہرے پر کسی قدر تعجب کے آثار پیدا کر کے کہا "گویا... تمہارا مطلب ہے کہ وہ... وہ...."

"ہاں۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ بلکہ میں تو سوچتا ہوں کہ کیوں نہ آپ یہاں سے کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جائیں۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کریں، اس دوران ہم اس کا پتا لگا ہی لیں گے۔"

"اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ مجھے زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن اپنے مشن کی تکمیل کے لیے میں کچھ اور سانسیں چاہتا ہوں تاکہ اپنے مرحوم دوستوں کی ان خواہشات کو پورا کر سکوں جو اُن کے سینے میں موجزن تھیں۔"

"میں فوری طور پر کچھ انتظامات کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ سے گفتگو کر کے میں آپ کو یہاں سے منتقل کرنے کے انتظامات کر دوں گا۔"

اولیو اور وڈ اس گفتگو کے بعد اُٹھ گیا اور میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ وہ صدر دروازے سے نکل کر پورچ کی جانب بڑھ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے اولیو اور وڈ کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ گاڑی میں قدم رکھتے رکھتے وہ ایک دم نیچے اتر آیا تھا اور پھر زمین پر جھک کر وہ کسی نشان کو

دیکھنے لگا تھا۔

میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا تھا کہ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ وہ کیا دیکھ رہا ہے، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن ذہن بہت سے معاملات کی طرف جاتا تھا۔ دفعتاً میں نے اولیو باورڈ کو اپنے لباس سے پستول نکالتے ہوئے دیکھا اور پھر اس کا رخ صدر دروازے کی جانب ٹھہرتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ ایک لمحہ میرے لیے بہت کافی تھا لیکن گڑبڑ ہو گئی تھی کوئی بڑی ہنگامہ خیز ہو گئی تھی۔

اولیو باورڈ جیسے زیرک آدمی سے ہر طرح کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ یقیناً اس نے کوئی ایسا نشان پایا تھا جو میری طرف اشارہ کرتا تھا اور اب صورت حال میرے ہاتھ میں نہیں تھی۔ ایک لمحے میں فیصلہ کر کے میں سیدھا اس تہ خانے کی جانب دوڑا جہاں مائیکل جوشر موجود تھا۔ اس تہ خانے کے علاوہ اس وقت اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں مجھے بچایا جا سکتا۔ چند لمحوں میں پھرتی سے تہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ وقتی طور پر یہیں پناہ لی جا سکتی تھی۔ مائیکل جوشر مسہری پر دراز گہری نیند سو رہا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور اوپر ہونے والی بھاگ دوڑ کا اندازہ کرتا رہا۔ میرا ذہن ان امکانات کا جائزہ لے رہا تھا جن کی وجہ سے اولیو باورڈ کو مائیکل جوشر پر شبہ ہوا۔ بظاہر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ زینے پر جھک کر دیکھنے سے زیادہ سے زیادہ یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ شاید جوتے کا کوئی نشان۔ دفعتاً میرے ذہن کے خانے کھل گئے۔ میں نے جس ٹیلی فون بوتھ سے انتظامیہ کو مخاطب کیا تھا وہاں سے میں نے ریسیور پر سے نشانات مٹا دیے تھے۔ فرش سے جوتوں کے نشانات بھی صاف کر دیے تھے لیکن ٹیلی فون بوتھ کے باہر ممکن ہے جوتے کا کوئی نشان رہ گیا ہو اور یہاں زینے پر بھی یہی نشان اولیو باورڈ کی رہنمائی کا باعث بنا ہو۔ بظاہر اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب میں نے سمجھ لیا تھا کہ فی الحال میں یہاں قیدی ہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ اولیو باورڈ میری ان حرکتوں کا کیا نتیجہ اخذ کرتا ہے اور وہ کس انداز میں سوچتا ہے۔ مائیکل جوشر کی شخصیت اب مشکوک ہو گئی تھی۔ میں سوتے ہوئے مائیکل جوشر کو دیکھتا رہا۔ حالات سے ناواقف یہ شخص آرام کی نیند سو رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ میں نے اس کے لیے کیا مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ اوپر سے اب بھاگ دوڑ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اولیو باورڈ نے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہو گا۔ کیا اس کے ذہن میں یہ شبہ موجود ہے کہ میں اب بھی اسی عمارت میں ہوں یا پھر اس نے یہ سوچ لیا کہ میں باہر نکل گیا؟ کوئی فیصلہ کرنا ابھی مشکل تھا۔ مجھے کم از کم بات ہونے کا انتظار کرنا ہو گا۔ اولیو باورڈ کی ذہنی کیفیت سے ناواقف نہیں تھا۔ اس نے یقیناً یہ سوچا ہو گا کہ میری اس گمشدگی تعجب خیز ہے اور ممکن ہے میں اسی کوٹھی کے کسی گوشے میں چھپا ہوا ہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس تہ خانے کا رخ کرتا ہے یا نہیں۔ ہاں اگر کسی طرح اس نے اس تہ خانے کا رخ کیا تو پھر علی یار خان کا اللہ مالک ہے۔ اس کے بعد بچنا ممکن نہیں ہو گا لیکن مجھے اب ان تمام باتوں کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ مائیکل جوشر تھوڑی دیر کے بعد جاگ گیا۔ اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور چونک پڑا البتہ منہ سے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس کا منہ بن گیا۔

"تم نے میری زندگی جس طرح معطل کر کے رکھ دی، میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا تم اس بات کا شکریہ نہیں ادا کرو گے مائیکل کہ میں نے تمہیں اس تہ خانے میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔"

"واقعی... واقعی... تم شکریے کے قابل ہو کیونکہ سب کچھ تم نے مجھے قیدی بنا کر میری تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے بعد مجھ پر مسلسل احسانات کیے جا رہے ہو۔ بلاشبہ ان احسانات کا صلہ کوئی شخص کسی کو نہیں دے سکتا۔" اس کی بات پر آہستہ سے ہنس پڑا تھا۔

"مائیکل جوشر! تمہاری اس کوٹھی پر اب میرا قبضہ نہیں ہے بلکہ امریکی انتظامیہ کے افراد اس پر قابض ہیں۔"

"کیا مطلب؟" جوشر چونک پڑا۔

"ہاں... ہاں میاں اب انتظامیہ کا قبضہ ہے اور بے شمار لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"وجہ؟" مائیکل جوشر نے پوچھا۔

"میرا دوست اولیو باورڈ۔ حقیقت یہ ہے مائیکل جوشر! تمہاری تمام مصیبتوں کا ذمے دار وہی ہے۔ اس سے ملو تو یہ بات ضرور کہنا۔"

مائیکل جوشر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر وہ تھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم نہایت شیطان صفت انسان ہو اور حقیقت میں نے تم جیسا شیطان اس سے قبل نہیں دیکھا۔"

"ایسا نہ کہو مائیکل جوشر! تمہاری حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔" میں نے کہا اور ہنس پڑا۔ میرے ذہن میں درحقیقت ابھی تک مائیکل جوشر کے بارے میں کوئی صورت واضح نہیں ہو سکی تھی۔ اسے زندہ چھوڑنے میں بہت سی قباحتیں بھی تھیں اور اپنی خود نمائی کا تھوڑا سا حصہ بھی۔ بہرحال اس کے لیے فیصلہ کرنا فوری طور پر ضروری نہیں تھا۔

باہر کی صورت حال کا جائزہ لینا تھا۔

اس رات تقریباً بارہ بجے میں تہ خانے سے باہر نکلا۔ ایک ایک چیز کی سن گن لے رہا تھا۔ کمرے میں قدم رکھنے کے بعد باہر کا اندازہ کیا تو عمارت میں مکمل خاموشی محسوس ہوئی۔ اس کمرے سے باہر نکل آیا اور اوپری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں سے جائزہ لینے میں خاصی آسانیاں تھیں۔ ملازموں کے کوارٹر تاریک نظر آ رہے تھے جس کا مطلب تھا کہ ان لوگوں نے ملازموں کو بھی قبضے میں کر رکھا ہے۔ تہذیب مالکم ایکس سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب یہاں کے ٹیلی فون پر اس سے رابطہ قائم کرنے کا مطلب تہذیب کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا تھا۔

کوٹھی کے دروازے کے باہر کچھ نقل و حرکت محسوس ہوئی جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس کی نگرانی مسلسل کی جا رہی ہے۔ اولیو باورڈ جیسے شیطان سے اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ اس نے میری گمشدگی کے بعد کوٹھی کو بالکل نظرانداز نہیں کر دیا ہو گا۔ یہ جائزہ ضرور لیا ہو گا اس نے کہ ایک لمحے میں فرار ہو کر میں کہاں جا سکتا ہوں۔ ممکن ہے ابھی تک کوٹھی پر اس کا شبہ باقی ہو۔ اور اس کی تصدیق کے لیے ایک بہتر ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا۔ اپنے اس منصوبے پر میں نے غور کیا۔ پورچ میں نگاہ دوڑائی تو مائیکل جوشر کی کار باہر موجود تھی۔ اس کی چابیاں مائیکل جوشر کی خواب گاہ میں ایک مخصوص جگہ رہتی تھیں۔ میں نے انتہائی احتیاط سے یہ اگر وہ چابی حاصل کی اور پھر تہ خانے میں واپس مائیکل جوشر کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا تم ایک سنہرے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو مائیکل جوشر؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہاں سے جاؤ کسی بھی نزدیکی پولیس اسٹیشن پر پہنچ کر اولیو باورڈ سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ اگر علی یار خان سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے تو اس سے ملاقات کرے۔ میں تمہیں ایک ٹیلی فون نمبر دیتا ہوں۔ اس ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ باقی اولیو باورڈ اگر اس سلسلے میں کوئی سرگرمی دکھانا چاہتا ہے تو پھر یہ بات میرے اور اس کے درمیان ہو گی۔ تمہیں اس لیے زندگی دی جا رہی ہے کہ تم اولیو باورڈ کو اس کی اصل حیثیت سمجھا دو۔"

"مذاق کر رہے ہو مجھ سے؟"

"نہیں مائیکل جوشر! یہ چابی ہے اور باہر تمہاری کار موجود ہے نکل جاؤ اس سے پہلے کہ میرا پروگرام تبدیل ہو جائے۔"

"لاؤ چابی مجھے دو۔" مائیکل جوشر نے کہا اور میں نے چابی اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ مشتبہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تو وہ تہ خانے سے باہر نکل آیا۔ اُسے شاید میری اس حماقت پر ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے باہر تک اس کی رہنمائی کی اور چند لمحے کے بعد مائیکل جوشر نے کار اسٹارٹ کر دی۔ میں تو بہت چاہتا تھا کہ اس کی روانگی پر باہر ہونے والے ردعمل کا جائزہ لوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ اس سنہرے موقع سے اگر میں فائدہ نہ اٹھاتا تو پھر شاید اس کوٹھی سے کبھی باہر نکلنے نہیں پاتا۔

میں خدا کا نام لے کر عقبی دیوار کی طرف دوڑ پڑا۔ دیوار پھلانگنے بھی نہیں پایا تھا کہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی لیکن وہ سامنے کے حصے میں تھی۔ ایک لمحے میں صورت حال کا اندازہ ہو گیا۔ مائیکل جوشر کار لے کر باہر نکلا ہو گا اور راستے میں روکنے کی کاروائی کی گئی ہو گی۔ ابھی تو اولیو باورڈ یہی سمجھا ہے کہ اگر میں مائیکل جوشر کے بیک اپ میں یہاں موجود ہوں تو یقیناً مائیکل جوشر یہاں نہیں ہو گا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

عقبی دیوار کودنے کے بعد میں ایک سیدھ میں دوڑتا چلا گیا اور اس وقت تک دوڑتا رہا جب تک کہ وہاں سے کافی دور نہ نکل آیا۔ گولیوں کی آوازیں دیر تک مجھے سنائی دیتی رہی تھیں اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔ میں اب اپنا سانس درست کرتے ہوئے تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ تہذیب مالکم ایکس کا حال ابھی معلوم کرنا تھا۔ مائیکل جوشر کے ملازمین اولیو باورڈ کے قبضے میں جا چکے تھے۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کی نشاندہی ہوئی یا نہیں۔

جب میں اپنی بلڈنگ کے سامنے پہنچا تو صورت حال بالکل پرسکون نظر آئی۔ میرا چہرہ اب بھی مائیکل جوشر کے چہرے سے ملتا تھا۔ لباس بھی میں اسی کا پہنے ہوئے تھا۔ اس سے نجات کے لیے جوشو سے رابطہ قائم کیے بغیر کوئی اور چارہ نہیں تھا۔

ایک اجنبی انسان کی حیثیت سے میں دو تین راہداریوں سے گزر کر اپنے فلیٹ تک پہنچا۔ فلیٹ میں روشنی جھلک رہی تھی۔ بڑی ہمت کر کے میں نے دروازے پر دستک دی اور پھر وہاں سے دور ہٹ گیا۔ ایک آڑ سے میں نے دروازہ کھولنے والے کو دیکھا، وہ تہذیب مالکم ایکس ہی تھی جو متجسس نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کا خوف [illegible] کے آثار نہ پا کر میں آڑ سے نکل آیا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"اوہ... اندر آ جاؤ... اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ تہذیب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

"معاملات پرسکون ہیں تہذیب؟"

«ہاں۔ اچانک ہی تم کو پتا ہے کہ یہ ملتوی ہی رہ گئی۔»
«تمہارا اپنا فلیٹ کہاں ہے؟»
«پہلی منزل کے آخری سرے پر۔»
«کیا وہ بھی جوشو کی ملکیت ہے؟»
«نہیں۔ جوشو نے اسے فوری طور پر کرائے پر حاصل کیا ہے۔»
«کچھ سامان وغیرہ ہے اس میں؟»
«ہاں۔ میں نے احتیاطاً تھوڑا بہت سامان اس میں منتقل کر دیا ہے لیکن تم خیریت سے تو ہو نا۔ میں صورت حال سے نا واقف نہیں رہی ہوں۔»
«گویا تمہیں سب کچھ علم ہے، میرا مطلب ہے اولیو بارورڈ کے بارے میں؟»
«اخبارات پوری تفصیل لکھ رہے ہیں۔ غالباً تم تک اخبار نہیں پہنچا۔» تہذیب نے ملائم لہجے میں کہا۔
«نہیں، فی الحال میں تو مائیکل جوشر کے ساتھ تہ خانے میں قید تھا۔» میں نے جواب دیا اور تہذیب ستائش خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔
«اب کیا پروگرام ہے؟» اس نے پوچھا۔
«تمام ضروری چیزیں اٹھا کر یہاں سے نکل چلو۔ کسی ٹیکسی کے ذریعے وہ جینی ہار پر تک ضرور پہنچ جائیں گے۔» میں نے کہا اور تہذیب نے اثبات میں گردن ہلا دی۔
ہم لوگ انتہائی خفیہ اور محتاط انداز میں اپنی ضروریات کی چیزیں اس دوسرے فلیٹ میں منتقل کرنے لگے اور تقریباً چار بجے ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔ نئے فلیٹ میں گو مکمل انتظامات نہیں تھے لیکن ہم آرام سے یہاں مقیم رہ سکتے تھے۔
«جوشو سے رابطہ قائم کرنے سے پہلے میک اپ اپنے چہرے سے ہٹانا ہے اور تمہاری شکل بھی تبدیل کرنا ہے۔ اس کے لیے کیا کیا جائے؟»
«جناب عالی! النصف بہتر کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟» تہذیب نے مسکراتے ہوئے شوخی سے کہا۔
«ہاں! اس لفظ کو جس اصطلاح میں استعمال کیا جاتا ہے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے مجھے۔» میں نے کہا۔
«مطلب یہ ہے کہ ایک اچھے ساتھی کو آنے والے وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ذرا ایک منٹ۔» تہذیب بولی۔ اور اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر میرے سامنے کر دی۔ جس پر اسپرے لگا ہوا تھا۔
«مسٹر جوشو سے اس میک اپ کو ہٹانے والا سیال حاصل کر لیا ہے۔»
میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے تہذیب کو دیکھا۔
«تمہیں اس کا خیال کیسے آ گیا تہذیب! یہ تو جادوگری ہے۔»
«جی نہیں، یہ مستقبل بینی ہے۔» تہذیب نے ایک انداز خاص سے جواب دیا اور میں اس کے الفاظ کی نغمگی میں کھو گیا۔ تہذیب نے شیشی میز پر رکھ دی اور پھر ایک بکس سے کچھ اور سامان نکالنے لگی۔ «یہ میک اپ کا سامان ہے، میرے خیال میں ہمیں اس کام سے فارغ ہو جانا چاہیے۔»
«اب تو میرے پاس تمہاری ذہانت کی تعریف کے لیے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ درحقیقت تم نے زبردست مشکل حل کر دی ہے۔ آؤ پہلے تمہارا چہرہ تبدیل کر دوں۔»
تہذیب خاموشی سے میرے سامنے آ بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں نے اس کے چہرے پر پلاسٹک کے ٹکڑے چپکانے شروع کر دیے۔ نسوانی خطوط میں جو جو خوبیاں ہو سکتی تھیں، میں نے وہ تہذیب کے چہرے میں سمو دیں اور اس کے بعد جو شکل بنی وہ ایسی تھی کہ انسان قربان ہو جائے۔ میں نے اس کا آخری جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔
«ختم؟» اس نے سوال کیا۔
«بالکل۔»
«آئینہ دیکھوں؟»
«ضرور۔» میں نے کہا اور تہذیب آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اس کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا پھر بند ہو گیا۔ وہ دیر تک خود کو دیکھتی رہی، پھر واپس مڑی۔
«یہ تم نے اپنے خوابوں کی تخلیق کی ہے علی؟»
«میں سمجھا نہیں؟»
«تم نے مجھے بے حد حسین بنا دیا ہے۔»
«مذاق اڑا رہی ہو میرا!»
«نہیں، حقیقت کہہ رہی ہوں۔ میں اتنی تو نہیں ہوں۔»
«ہاں تہذیب تم اتنی نہیں ہو، جو کچھ تم ہو وہ اس سے کہیں حسین ہے۔»
«ناممکن۔ تم نے مجھے احساس کمتری کا شکار کیا ہے۔»
«کمال ہے! یہ میں جانتا ہوں کہ تم...»
«بہر حال میں کچھ نہ کہوں گی سوائے اس کے کہ کاش میرے یہی خدوخال ہوتے، کاش میں ایسی ہوتی کہ تمہارا...»
«رات کے اس حصے میں تمہارا ذہن نیند سے بوجھل ہے تہذیب۔ اس لیے آرام کرو، نہ جانے کیا الٹا سیدھا بکے جا رہی ہو۔»
«ابھی نہیں سوؤں گی۔» اس نے کہا اور میں شانے ہلا کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ میں نے جوشو کی حیرت انگیز ایجاد اپنے چہرے پر اسپرے کی اور انتظار کرنے لگا۔ میرے کہنے پر تہذیب کافی بنانے چلی گئی تھی۔
چہرہ نارمل ہو جانے پر میں اپنے خدوخال ترتیب دینے لگا۔ میں نے خود کو کافی بدنما بنا لیا تھا۔ موٹے موٹے ہونٹ، پھولی ہوئی ناک جیسے اس طرح کھینچ دیا گیا تھا کہ آگے کے دو دانت جھانکنے لگیں اور جب میں نے اپنا کام ختم کیا تو تہذیب ہنس پڑی۔
«دیکھنے میں ستم ظریف ہو تم۔»
«کیوں؟» میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
«یہ کیا بنا لیا تم نے خود کو؟» وہ ہنستے ہوئے بولی۔
«حساب تو صاف برابر ہو گیا۔ تمہارا خیال تھا کہ میں نے تمہیں اپنا آئیڈیل بنا دیا ہے۔ اب مجھے کیا اپنا آئیڈیل سمجھو گی؟»
«میں سمجھ رہی ہوں، سب کچھ سمجھ رہی ہوں۔» تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔
«فضول باتیں نہ سوچا کرو۔»
«جناب عالی! آپ سے غلطی ہوئی ہے۔»
«وہ کیا؟»
«اگر ہم سیدھے سادے خدوخال کے مالک ہوتے تو کسی کی توجہ ہم پر نہ ہوتی۔ اب لوگ دیکھیں گے اور کہیں گے...»
«پہلوئے حور میں لنگور۔» میں نے اس کے نامکمل جملے میں جوڑ لگایا۔
«جی ہاں۔» تہذیب بولی۔
«کوئی تمہیں لنگور کہہ کر دیکھے۔» میں سینہ تان کر بولا اور تہذیب بے اختیار ہنس پڑی۔
اس وقت سورج نکل رہا تھا جب ہم لمبی تان کر سوئے اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب باہر تیز ہواؤں کے ساتھ بارش ہو رہی تھی اور گہرا اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔
«ہماری زندگی کا ایک دن کھو گیا۔» میں نے کہا۔
«بھوک لگ رہی ہے، میں کھانا لینے جا رہی ہوں۔» وہ میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔
«بسم اللہ۔» میں نے کہا اور اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں آج کے اخبارات دبے ہوئے تھے۔
«ارے! یہ اس وقت کہاں سے مل گئے؟» میں نے تعجب سے پوچھا۔
«سامنے والے فلیٹ کے ڈرمٹ انکل سے۔» تہذیب نے جواب دیا اور میں منہ کھولے اسے دیکھتا رہ گیا۔ ہم دونوں نے «رات کا ناشتا» کر کے ہوئے اخبارات دیکھے۔ ان آٹھوں مقتولوں کے بارے میں کچھ خبریں تھیں لیکن مائیکل جوشر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ پھر ہم تیار ہو گئے۔ بالکل ہی معقول ہو کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا لیکن باہر نکل کر ہر قدم پر احتیاط کی ضرورت تھی۔ میری چال میں لنگڑاہٹ تھی اور تہذیب میرے بازو میں بازو ڈالے چل رہی تھی۔
تقریباً ایک میل تک ہم پیدل چلتے رہے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے یونہی ایک پتا بتا دیا تھا۔ ایک حسین شاہراہ پر ہم اتر گئے۔ بارش خوب تیز تھی۔ اس لیے ایک کلب کے نظر آتے ہی اس میں داخل ہو گئے اور بارہ بجے تک کلب کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تہذیب خوش تھی اور میں نے بھی کچھ وقت کے لیے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔
دوسرے دن کے تمام اخبارات خریدے گئے۔ علی بارقان کا نام موجود تھا لیکن کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ہمارے لیے تشویش کا باعث ہوتی۔ مائیکل جوشر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اس دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب کسی نے دروازے کی بیل بجائی۔ میں نے محتاط انداز میں دروازہ کھولا تو ایک دُبلا پتلا آدمی محکمہ ٹیلیفون کی وردی میں ملبوس باہر موجود تھا۔
«آپ نے اپنے ٹیلیفون کی خرابی کی شکایت درج کرائی ہے جناب؟» اس نے سوال کیا۔
«نہیں ہمارا فون ٹھیک ہے۔»
«مسٹر جوشو نے کہا تھا آپ کا فون خراب ہے۔»
«اوہ! اندر آ کر دیکھ لو۔ ممکن ہے ہمیں اندازہ نہ ہو سکا ہو۔» میں نے دروازے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے کہا۔
«میرا نام گرانی شو ہے۔»
«اندر آ جاؤ۔» میں نے کہا۔
ڈرائنگ روم میں تہذیب بھی موجود تھی۔ گرانی شو نے کہا۔ «اولیو بارورڈ کو یقین ہے کہ یہاں آ کر آپ نے جوشو سے رابطہ ضرور قائم کیا ہوگا لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور اب حالات اس حد تک بدل گئے ہیں کہ وہ ٹھوس ثبوت کے بغیر مسٹر جوشو کے سامنے آنکھ بھی سیدھی نہیں کر سکتا۔ البتہ مسٹر جوشو کی ہدایت ہے کہ کسی اطلاع کے بغیر آپ اس علاقے کا رخ بھی نہ کریں۔»
«جوشو کو کسی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟»
«بالکل نہیں۔»

"مسٹر مائیکل جوشر کے بارے میں اخبارات بالکل خاموش ہیں۔ کیا آپ کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، پوری کمائی ہمارے علم میں ہے۔"

"کیا ہے؟"

"مائیکل جوشر اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلا تو باہر موجود پولیس نے اسے گولیوں کا نشانہ بنا لیا۔ اولیور کا خیال تھا کہ وہ آپ ہیں۔ بعد میں مائیکل جوشر نے مرتے مرتے بیان دیا جس سے تصدیق ہوئی کہ آپ نے پولیس کو ایک خطرناک دھوکا دیا تھا۔ مائیکل جوشر نے مرتے مرتے کچھ باتیں پولیس کو بتا دی تھیں۔ اس کا بیان حرف بہ حرف تو نہیں معلوم ہو سکا لیکن تھوڑی سی باتیں معلوم ہو گئیں۔"

"گویا مائیکل جوشر مر چکا ہے لیکن اس کی موت کی سرکاری طور پر اطلاع نہیں دی گئی۔ دوسرے الفاظ میں اولیو ہارڈی اس کے قتل کی ذمے داری اپنے سر لینے کو تیار نہیں ہے۔ اس کی لاش چھپا لی گئی ہے اور کسی بھی وقت اس کی موت کا الزام بھی آپ پر عائد کر دیا جائے گا۔ وہ لوگ بس موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔" لالا اس نے بتایا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر گرانی شو۔ آٹھ آدمیوں کے قتل کا الزام تو میرے سر ہے ہی، اگر مائیکل جوشر کی موت بھی مجھ سے منسوب کر دی جاتی ہے تو ٹھیک ہے، میرا کیا بگڑتا ہے۔"

"ایک پیغام ہے آپ کے لیے مسٹر جوشو کا۔" گرانی شو نے کہا اور جیب سے ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا جس میں بہت ہی چھوٹا سا کیسٹ لگا ہوا تھا۔ اس نے کیسٹ ریوائنڈ کر کے چلانے کے لیے بٹن دبایا اور سامنے رکھ دیا۔ کیسٹ سے آواز ابھری۔

"ہیلو، جوشو بول رہا ہے۔ شاندار! بہت ہی شاندار! بلاشبہ تم نے اپنی آمد کا اعلان اپنے شایانِ شان کیا ہے اور بڑا ہی لطف آ رہا ہے مجھے اولیو ہارڈی کی حالت دیکھ کر۔ بہرحال میری طرف سے دلی مبارک باد۔ تم پہلے سے کہیں زیادہ نکھر گئے ہو لیکن تمہارا دوست بے شک میں جانتا ہوں تم اپنی مرضی پر شک نہیں کر سکتے لیکن جلد بازی کسی طور اچھی نہیں ہوتی۔ میرے بچے مجھ سے اس وقت تک نہ ملنا جب تک میں نہ چاہوں۔ تمہارا مخلص۔"

جونہی کیسٹ ختم ہوا، رفعتاً بکس میں ایک نیلا سا شعلہ لپکا اور دوسرے لمحے پورا بکس پگھل کر دھات کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو گرانی شو مسکرانے لگا۔

"یہی مناسب تھا۔" اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور ٹیپ ریکارڈر کے پگھلے ہوئے حصے کو لفافے میں ڈال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میں دلچسپی سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ گرانی شو نے اٹھتے ہوئے کہا: "بس جناب، مجھے اجازت۔"

"مسٹر جوشو سے میرا شکریہ ادا کر دینا اور ان سے کہنا کہ میں بہت مطمئن ہوں۔"

گرانی شو کے جانے کے بعد تہذیب مالکم اکبر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "یہ جوشو بہت ہی آگے کی چیز معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ میرا ایسا ساتھی ہے جس پر میں بڑا ناز کرتا ہوں اور یقین کرو، اگر میں چاہوں تو وہ ہر خطرے کو نظرانداز کر کے میری ہر طرح کی امداد کرے گا لیکن اس سے زیادہ میں اسے تکلیف نہیں دے سکتا۔"

"مائیکل جوشر کی موت کا معاملہ بھی حل ہو گیا۔"

"ہاں، میرا خیال ہے کہ اب مائیکل جوشر کا کیس ختم ہو گیا ہے۔ ہارڈی اور پولیس اب کچھ بھی کرتے رہیں۔ مجھے بلیک پلان کے بارے میں کارروائی شروع کر دینا چاہیے۔ اپنی آمد کی اطلاع اولیو ہارڈی کو دینا چاہتا تھا، سو اپنے شایانِ شان دے دی۔ اب مجھے اپنے اصل کام کی طرف توجہ دینا چاہیے۔"

"لیکن تمہارا منصوبہ کیا ہے؟"

"گرین الاٹ میں جیمس پوکر سے ملوں گا اور اس سے بلیک پلان کے ان کاغذات کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو بارن مالکم کے بیان کے مطابق محفوظ ہیں اور یہ اطلاع بھی ہمیں مل چکی ہے کہ ابھی بلیک پلان پر عمل نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ بقول ان کے دشمن چوکس ہے، چنانچہ ہمارے لیے فوری طور پر تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بلیک پلان حاصل کر کے بیروت بھجوانا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تہذیب، ہمیں کسی عمدہ سی پلاننگ کی ضرورت ہے۔"

تہذیب پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں خود بھی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر تہذیب نے کہا: "اس سلسلے میں بہترین پلاننگ تم خود ہی کر سکتے ہو، تم بتاؤ۔ پہلے جیمس پوکر سے ملنا چاہتے ہو تو کب ہے؟ اس سے ملنا مناسب ہو گا اور اس مشن پر روانہ ہوتے ہوئے میں تمہیں ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

"اور تمہارا کیا خیال ہے علی! میں ضد کروں گی کہ نہیں مجھے بھی ضرور چلنا ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔" تہذیب نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہاں، یہ ہوئی نا بات۔ یہ گرین پول کی ڈول رہی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تہذیب سنجیدہ ہو گئی۔

"کیا مسٹر جوشو کی تجویز کے مطابق تم ڈیو ہارلیٹ سے مدد نہیں

لوگے میرا خیال تو یہی ہے کہ سب سے پہلے شکاگو جاؤں اور ڈیوہارپو سے ملاقات کروں۔ اگر جوشو کا بیان سچا ہے اور ڈیوہارپو تمھاری امداد پر تیار ہو جاتا ہے تو میرا خیال ہے اپنے اس منصوبے میں تم تنہا نہیں رہو گے۔"

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "نہیں تہذیب، یہ کام تو مجھے تنہا ہی کرنا ہے۔ اس میں آٹا پڑتا کا تو کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ڈیوہارپو سے ملاقات کے بعد اور اگر وہ اس کے لیے تیار نہیں ہو جائے گا کہ جو کچھ میں کہوں وہ اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کر ڈالے۔ اس میں تو وقت لگے گا اور تم جانتی ہو کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر ہی یہ سب کچھ کروں گا اور اس کے بعد تو امریکا تمھارے لیے بہت سے کھیل کھیلنے پڑیں گے۔ اس وقت تک کے لیے ڈیوہارپو کو منظر رکھنا ہے۔ میرے ذہن میں اگر مسئلہ ہے تو صرف ایک اور وہ یہ کہ اس دوران تمھیں کہاں ایڈجسٹ کروں۔"

"اے واہ! یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ اگر تم مجھے ذہین سمجھتے ہو تو اس فکر کو ذہن سے نکال دو۔"

"پھر بھی تہذیب، تمھارا مسئلہ تو الجھا ہوا رہ جاتا ہے۔"

"جی نہیں جناب، میں اپنے کسی مسئلے کو الجھا ہوا نہیں پاتی۔ بلکہ میں تمھیں بتا دوں کہ یہ فلیٹ فی الحال میری رہائش کے لیے انتہائی موزوں ہے۔ یہاں رہوں گی اور کسی بھی ذریعے سے کسی اسٹور میں سیلز گرل کی حیثیت سے ملازمت حاصل کر لوں گی۔ یہ میرا اپنا مسئلہ ہے کہ میں ملازمت کس طرح حاصل کرتی ہوں۔ اگر یہ فلیٹ مخدوش ہو گیا تو مطمئن رہو، مسٹر جوشو سے میرا رابطہ کسی نہ کسی طرح قائم رہے گا۔ اپنے مشن سے نمٹنے کے بعد یا اس کے دوران اگر تمھیں تہذیب کی ضرورت ہو تو پہلے اس فلیٹ سے رجوع کرنا اور اگر یہاں نہ ملوں تو جوشو سے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے ان الفاظ سے میں کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ درحقیقت تہذیب پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

خاصی بھاگ دوڑ کرنے کے بعد میں نے گرین لاٹ اور جیمس لوگن وغیرہ کے بارے میں بہت سی مفید معلومات حاصل کیں اور ایڈین دانیٹو کی شخصیت کے بارے میں بھی مجھے بہت سی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ صرف یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ مائیکل جوشو نے مرتے ہوئے کسی کو یہ نشاندہی کی تھی یا نہیں کہ مجھے بلیک پلان کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔

میں دن رات اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ امریکا جیسے ملک میں ضرورت کی تمام چیزیں حاصل کر لینا نہایت معمولی بات تھی چنانچہ تقریباً سات دن کی کوششوں کے بعد میں اپنی پوزیشن میں آ گیا کہ اپنے مشن پر روانہ ہو سکوں۔ تہذیب ہر مرحلے پر میرے ساتھ تھی اور ان تیاریوں میں پوری پوری مدد بھی دے رہی تھی۔ اس سے اس کے تاثرات پوچھے تو اس نے افسردہ لہجے میں کہا: "میرے اور تمھارے درمیان قربتوں اور فاصلوں کا ایک ناز ہے ملی۔ شروع سے اگر نگاہ دوڑاؤ تو یہ قربتیں اور فاصلے چل رہے ہیں، کیا خیال ہے تمھارا؟"

"ہاں تہذیب، واقعی تم نے ایک دلچسپ حقیقت کو واضح کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم کبھی بہت قریب یکجا نہیں رہ سکے۔"

"اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے ملی۔ وہ یہ کہ قدرت ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی تڑپ قائم رکھنا چاہتی ہے تاکہ جب ہم زندگی بھر کے لیے یکجا ہوں تو ہمارے سینوں میں پیار رہے۔" تہذیب نے جذباتی انداز میں کہا اور میں نے اس کی تائید میں گردن ہلا دی۔

روانہ ہوتے ہوئے میک اپ کرنے کی ضرورت پیش آئی کیونکہ یہ میک اپ جنہیں کے لیے اجنبی تھا۔ ایک طیارے نے مجھے ساتھ ساتھ ماریا پہنچا دیا۔ ساتھ ساتھ ماریا سے گرین لاٹ کا سفر بذریعہ کار ہو سکتا تھا چنانچہ میں کرائے کی ایک کار میں گرین لاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ گرین لاٹ دراصل ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جس میں واقع ایک فیکٹری میں مجھے جیمس لوکر سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ مائیکل جوشو کے بیان سے حاصل کی ہوئی معلومات کے مطابق اس فیکٹری میں جیمس لوکر ٹیکنیکل انجینئر کی حیثیت رکھتا تھا۔ کرائے کی کار میں نے فیکٹری پر چھوڑ دی اور میں اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے فیکٹری میں داخل ہو گیا۔ ریسپشن سے میں نے جیمس لوکر کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو مجھے پتا چلا وہ فیکٹری ہی میں رہتا ہے جہاں ایک خوب صورت مکان میں رہتا ہے۔ ایک شخص نے اس مکان تک میری رہنمائی کی۔ فیکٹری میں بڑے بڑے کارکنوں کے لیے خوب صورت ایک منزلہ بنگلے بنے ہوئے تھے۔ بنگلہ نمبر چھ کے دروازے پر میں نے ہلکی سی دستک دی تو اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ دوسری اور تیسری دستک کے بعد میں نے الجھے ہوئے انداز میں دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا تو دروازہ کھل گیا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر دروازے کے اندر قدم رکھ دیا۔

"کوئی ہے یہاں، مسٹر جیمس لوکر! کیا آپ یہاں موجود ہیں؟" میں نے زور زور سے آوازیں لگائیں لیکن خاموشی اور سناٹے کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیا۔ چند قدم آگے بڑھ کر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے جب میں نے نگاہیں ادھر ادھر دوڑائیں تو

ہال کے ایک تاریک گوشے میں مجھے ایک انسانی بدن پڑا ہوا نظر آیا۔ اس سے قبل میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ ممکن ہے جیمس لوکر اس وقت فیکٹری کے اندرونی حصے میں ہو اور یہ بے احتیاطی ہے لیکن اس انسانی بدن کو دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑا۔ میں نے دیوار پر سوئچ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور سوئچ مجھے نظر آ گیا۔ کمرے میں تیز روشنی ہوئی تو وہ تاریک گوشہ بھی روشن ہو گیا جس میں یہ انسانی بدن نظر آ رہا تھا۔ برق رفتاری سے میں آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ جیمس لوکر ہی تھا۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے ہلانے لگا لیکن اس کا بدن سرد اور بے جان تھا۔ "یہ تو خوفناک بات ہے!" میں نے سوچا۔ مردہ شخص کے خدوخال میں نے اچھی طرح ذہن میں بسا لیے۔ یہ اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ یہ جیمس لوکر ہے یا کوئی اور۔ بڑی عجیب سی صورت حال ہو گئی تھی۔ سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں نے یہ اندازہ لگانا چاہا کہ اس شخص کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔ بدن کے کسی حصے پر کوئی زخم نہیں نظر آ رہا تھا لیکن اس کی گردن ایک خاص انداز میں مڑی ہوئی تھی۔ میں نے جھک کر غور سے دیکھا تو گردن پر ایک باریک سا نشان نظر آیا جو اس کی پوری گردن کے گرد دائرے کی صورت میں تھا۔ اس کے بعد مجھے اس کی موت کا سبب معلوم ہو گیا۔ کسی مضبوط تار سے اس کی گردن کو اس وقت تک دبایا گیا تھا جب تک کہ اس کی جان نہ نکل گئی۔ ہلکے ہلکے خون کے آثار نمودار ہوئے ہوں گے لیکن اب اتنا وقت گزر چکا تھا کہ یہ آثار معدوم ہو گئے تھے۔

یہ خوفناک صورت حال میری گردن میں پھندا بن سکتی تھی۔ فوری طور پر میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کے قاتل کون ہیں۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ اس قتل کا تعلق کسی بالکل ہی غیر متعلق بات سے ہو لیکن اس وقت ذرا سی لغزش مجھے مصیبت میں پھنسا سکتی تھی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اپنا سامان وہیں فرش پر رکھا اور احتیاطاً پستول ہاتھ میں لے کر جس کی نال پر سائلنسر لگا ہوا تھا، ہال سے باہر نکل آیا۔ بے آواز برق رفتاری سے ممکن ہو سکتا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے بنگلے کا معائنہ کیا۔ یہ ہال ڈرائنگ روم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے بائیں سمت ایک سٹنگ روم تھا۔ دائیں سمت بیڈ روم اور پھر کچن تھا لیکن پوری عمارت میں جیمس لوکر کی لاش کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس شخص کے بارے میں یہ تصدیق کرنا مشکل نہ ہوا کہ یہی جیمس لوکر ہے۔ ایک کمرے میں اس کی بڑی تصویر دیوار پر آویزاں تھی۔ میں اسے اپنی بدقسمتی ہی کہہ سکتا تھا کہ جیمس لوکر سے میں وہ معلومات حاصل نہیں کر سکا جن کے لیے اس تک پہنچا تھا بلکہ یہاں تو الٹی آفتیں گلے پڑ رہی تھیں۔ مجھے اصولاً اس وقت یہی کرنا تھا کہ جس طرح ممکن ہوتا یہاں سے نکل جاتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں تک آنے اور ان حالات کا خطرہ مول لینے کے بعد کچھ نہ کچھ کر کے ہی یہاں سے نکلنا چاہیے تھا۔ میں نے بیرونی دروازہ اندر سے بند کیا۔ اس کے بعد اس عمارت کی تلاشی لینے لگا۔ خاص طور سے میں نے ایسی جگہوں کو منتخب کیا تھا جہاں کاغذات وغیرہ ہو سکتے تھے۔ کافی تگ و دو کے بعد میں ایک ایسی تجوری تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جو ایک میکنزم کے تحت کھلتی تھی اور دیوار میں نصب تھی۔ تجوری کو کھولنا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ اس میں کچھ کرنسی موجود تھی جسے میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ البتہ دو فائل میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے جو بڑی احتیاط سے پیکٹوں میں بند کر کے رکھے گئے تھے۔ اور انھی میں مجھے ایک پیکٹ پر بلیک پلان لکھا ہوا نظر آ گیا تھا۔

خدا کی قدرت کا تو میں ہمیشہ سے قائل تھا، مجھے ہمیشہ یہ احساس رہا تھا کہ میری اپنی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن نیکی ترجیح میری مددگار اور نگران رہتی ہیں اور مجھے جگہ جگہ کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔ بلیک پلان کی فائل کا اس طرح مل جانا ایسی ہی قوت کا کرشمہ تھا۔ میں نے اس پیکٹ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر دوسرے پیکٹوں پر لکھے ہوئے نام پڑھنے لگا۔ جیمس لوکر کی شخصیت میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ وہ تھا کیا چیز؟ اس کے لیے بلیک کا نام لیا گیا تھا اور اس نام کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ اس کے پاس بہت سی معلومات تھیں۔ اس وقت تو تمام پیکٹوں کو کھول کر نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن بلیک پلان فائل میں نے قبضے میں کر لی۔ خیال یہی تھا کہ کسی مناسب جگہ بیٹھ کر اسے دیکھوں گا۔ فائل کو میں نے اپنے سینے پر رکھ کر قمیص کے بٹن بند کیے اور فیصلہ کیا کہ یہاں سے نکل کر کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کی جانا چاہیے چنانچہ واپس ڈرائنگ روم میں آ کر میں نے اپنا سامان ہاتھ میں اٹھایا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی میں نے دروازے کا ہینڈل کھولا ہی تھا کہ دفعتاً مجھے دروازے کے سامنے کسی کار کے بریکوں کی چرچراہٹ سنائی دی۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا۔ دروازے میں ہلکی سی جھری پیدا کر کے میں نے باہر دیکھا تو تین آدمی اسی طرف آ رہے تھے۔ ان میں سب سے آگے جو شخص تھا وہ سفید پتلون اور سرخ جیکٹ میں ملبوس تھا۔ سفید بالوں کے نیچے ایک جاندار چہرہ اور زبردست قد و قامت نظر آ رہا تھا۔ میں نے کسی چوکنے چیتے کی مانند ادھر ادھر دیکھا۔

"لوسیا! اب کیا کیفیت ہے اس کی؟" ایک دوسری نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"ہوش آگیا ہے جناب!" میرے قریب موجود خوبرو عورت نے جواب دیا۔

"پھر تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس مرتبہ لہجہ تحکمانہ تھا۔

"بس جا رہی ہوں۔" اس نے کہا اور میرے نزدیک سے ہٹ گئی۔

"جاؤ اپنے انکل کو بلا کر لاؤ۔"

"او کے آنٹی۔" اس نے چلبلے لہجے میں کہا اور تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا بھاری بدن کی ایک عورت میری طرف آرہی تھی۔ اس کا چہرہ سخت اور کھردرا تھا۔ میرے قریب آکر وہ کڑی نظروں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس کی کرخت آواز ابھری۔ "تم کوئی بھی ہو ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ تم زخمی تھے، ہم نے تمہاری تیمارداری کی، اب تمہارا فرض ہے کہ تم اچھا نیک جذبے کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"

"یقیناً مہربان خاتون مجھے احساس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔ آپ اطمینان رکھیں میں ابھی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

اسی وقت ایک دراز قامت اور گن دانتوں میں سگار دبائے اندر داخل ہو گیا۔ وہ لڑکی یا عورت اس کے تعاقب میں تھی۔ اس کا چہرہ گلابی تھا۔ آنکھوں میں ایک بے تکلف شوخی کی جھلک تھی۔

"ہیلو! کیسے ہو تم؟" اس نے مخصوص اسٹائل میں پوچھا۔

"ٹھیک ہوں جناب۔"

"تم زیادہ زخمی نہیں ہو۔ شاید کچھ زہریلے کانٹے تمہارے بدن میں چبھ گئے تھے جن کی وجہ سے تمہیں بخار آگیا۔ انہی زہریلے کانٹوں نے تم پر طویل بے ہوشی طاری کر دی تھی۔"

"طویل بے ہوشی!" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں تم پورے چالیس گھنٹے بے ہوش رہے ہو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا لوسیا؟"

"بالکل نہیں انکل۔" لڑکی نے جلدی سے کہا۔

"لوسیا میری ہم خیال ہے۔ مجھے تم جنکارڈ کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔ تم کون ہو؟"

"ڈینی ولسن۔" میں نے رکے بغیر کہا۔

"شکاری معلوم ہوتے ہو۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا جناب!" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ اس شخص کی ذہانت میری سمجھ میں آرہی تھی۔

وہ قہقہہ مار کر بولا۔ "ایک شکاری ہی دوسرے شکاری کو پہچان سکتا ہے۔ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم کسی جنگلی سور کا شکار ہوئے ہو۔"

"آپ تو جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے مسٹر جنکارڈ آپ کا اندازہ حیرت انگیز ہے۔"

"اسے بوڑھی عورت! نوجوان شکاری کے لیے سبزیوں کا سوپ تیار کرو۔ جلدی کرو۔"

"نہیں جناب! میں خاتون کی ہدایت کے مطابق فوراً یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔ واقعی انہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہوگی اب میں مزید...." میں نے کہا۔

"فرن! تم نے اسے جانے کو کہا ہے؟" جنکارڈ نے عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے اس پرسکون گھر کو جرائم کا اکھاڑا نہیں بنا سکتے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ اب یہاں سے چلے جائیں۔"

"تم جوں جوں بوڑھی ہوتی جا رہی ہو، اسی طرح بداخلاق بھی۔ لوسیا! تم مہمان کا خیال رکھو، یہ ابھی نہیں جائیں گے۔ جاؤ فرن سبزیوں کا گاڑھا سوپ تیار کرو۔"

بوڑھی عورت باہر نکل گئی تھی۔

مسٹر جنکارڈ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مرد کی آواز میں تاثر رعب ہونا ہی چاہیے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے مسٹر جنکارڈ؟"

"میرا فارم ہاؤس ہے۔ اطراف میں تمہیں پھلوں کے باغات نظر آئے ہوں گے سب میرے ہیں۔ فرن میری بیوی ہے اور لوسیا میری بھتیجی۔"

"یہ جگہ گرین لاٹ سے کتنی دور ہے؟"

"گرین لاٹ یہاں سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ہے۔" اس نے جواب دیا۔

گرین لاٹ کے تصور کے ساتھ ہی میرا ہاتھ سینے پر پہنچ گیا اور یہ محسوس کر کے کہ فائل وہاں موجود نہیں ہے میرا دل دھک سے رہ گیا تھا لیکن اسی وقت لوسیا آگے بڑھی اور میرے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "تمہاری حالت کافی بہتر معلوم ہوتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "فکر مت کرو تمہارا سامان میرے پاس محفوظ ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔ مسٹر جنکارڈ نے سگار دانتوں میں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود تم جب تک بالکل تندرست نہیں ہو جاؤ گے یہاں سے نہیں جاؤ گے۔ لوسیا تم ان کا خیال رکھو گی اور نوجوان

شکاری میں تم سے ان واقعات کے بارے میں ضرور پوچھوں گا جن کی وجہ سے تم زخمی ہوئے لیکن کوئی جلدی نہیں ہے۔ اطمینان سے اب آرام کرو۔"

مسٹر جنکارڈ باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی لوسیا میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے انداز میں کچھ عجیب سی کیفیات محسوس کی تھیں۔ اس وقت بھی وہ مجھ سے جڑ کر بیٹھی تھی۔

"تمہارا نام ڈینی ولسن ہے نا؟"

"ہاں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے ابھی اپنے سینے کو ٹٹولا تھا۔"

"ہاں، میرے کچھ اہم کاغذات....."

"شکر کرو تم کسی اور کے ہاتھ نہیں لگے۔ اگر آنٹی تمہارے پاس سے برآمد ہونے والا سامان دیکھ لیتیں تو شاید تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی اس چھت کے نیچے پناہ نہ ملتی۔ وہ تو میں یونہی اس طرف جا نکلی تھی جہاں تم بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں خود ہی تمہیں اٹھا کر یہاں لائی ہوں اور تمہاری ابتدائی مرہم پٹی میں نے کی تھی۔ اس وقت انکل اور آنٹی سو رہے تھے۔ سچ بہت مزے کی ہو تم...."

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات وہ خمار کی سی کیفیت میں رہی پھر سنبھل کر بولی۔ "یہ بلیک پلان کیا ہے؟"

میرا چہرہ سرخ ہو گیا تھا پورے بدن کا خون چہرے پہ سمٹ آیا تھا اور کنپٹیاں آگ اگلنے لگی تھیں۔ اس وقت کی اہمیت کا مجھے احساس تھا۔ یہ لڑکی نما عورت یا عورت نما لڑکی اتنی لاابالی اور معصوم نہیں تھی جتنا کہ ظاہر کر رہی تھی۔ اس وقت میں اس کے سامنے بے بس تھا کیونکہ بلیک پلان فائل اس کے قبضے میں تھی۔

"تم پریشان ہو گئے۔ میں نے صرف معلومات کے لیے پوچھا ہے۔ مجھے ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے۔ انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن امن پسند لوگ ہیں۔ وہ خود کو تمام خطرات سے بے نیاز رکھ کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں جبکہ مجھے ایسی زندگی سے نفرت ہے۔ مجھے پراسرار اور سنسنی خیز حالات میں زندگی گزارنے میں لطف آتا ہے۔"

"تم نے وہ فائل پڑھی؟" میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔

"نہیں۔ یقین کرو نہیں۔ میں نے اسے تمہاری امانت سمجھ کر محفوظ رکھا ہے۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتانا پسند نہیں کرتے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"دراصل لوسیا! وہ میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے پاس بھی وہ کسی کی امانت ہے۔ میں اسی لیے پریشان ہو گیا تھا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تمہارا سامان محفوظ ہے لیکن کیا تم مجھے دوست بنانا پسند نہیں کرو گے؟"

"تم تو خود سمجھو میری دوست بن گئی ہو لوسیا۔ بے غرضی سے میری مدد کر کے تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔"

"تو پھر مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"اپنا نام تو میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"نام سے کیا ہوتا ہے؟"

"پھر.... اور کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"تم جاسوس ہو یا پھر کوئی جرائم پیشہ انسان۔ کیا تمہارا تعلق کسی دہشت پسند گروہ سے ہے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سو فیصدی درست ہو۔" میں نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔ مجھے سب کچھ پسند ہے۔ پہلے ہی تم سے اظہار کر چکی ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تم بلاوجہ ہی اس حال کو نہیں پہنچے۔ کچھ حادثات پیش آئے ہیں تمہیں۔"

"تم نے میرے لیے اپنی ذات میں کافی دلچسپیاں پیدا کر دی ہیں لوسیا اب تو دل میں تمہارے بارے میں جاننے کی خواہش بیدار ہو گئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، میرے بارے میں کوئی تو خیال آیا تمہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بس اب میں چلتی ہوں۔"

"ارے کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ ابھی بوڑھی فرن کو دورہ پڑ جائے گا۔ اسے موت آرہی ہوگی۔"

"اپنی آنٹی کی بات کر رہی ہو؟"

"خدا حافظ۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دروازے کے قریب پہنچ کر بولی۔ "اپنے سامان کے لیے پریشان نہ ہونا۔ سب کچھ حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے میں نے۔ جب اٹھو گے دے دوں گی۔" میرے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ چھپاک سے باہر نکل گئی اور اس نے دروازے کو بھی بند کر دیا۔

امریکا جیسے ملک میں ایسے کسی کردار کا مل جانا تعجب خیز نہیں تھا لیکن یاد رہے کہ یہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ پیچھا کرتا تو ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ میں تشویش سے سوچ رہا۔

وہ لوگ کون تھے جو گیلبرٹ کی طرح جیمس پوکر کے پاس آئے تھے؟ جیمس پوکر کو کس نے قتل کیا تھا؟ اور اس کے بعد میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات؟ کیا ان لوگوں کو لوٹ لی بلیک پلان فائل

غائب ہو جانے کا احساس ہو گیا تھا؟ کیا انھوں نے تمھیں لوگن کے قتل کا شبہ مجھ پر کیا تھا؟ اگر یہ بات تھی تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ جیمس ہو کر کے قاتلوں میں سے نہیں تھے جیمس ہوکر بادبن واکو کا آدمی تھا اور مخصوص مقاصد کے لیے کام کر رہا تھا۔ پھر وہ کون لوگ تھے جنھوں نے اُسے قتل کر دیا؟ سارے واقعات ایک الجھی ہوئی ڈور کی مانند تھے جن کا سرا کہیں نہیں مل رہا تھا۔

اس وقت فوری طور پر میری توجہ کا مرکز لوسیا کی شخصیت بن گئی تھی۔ یہ لڑکی یا صورت کیس ٹائپ کی سیکریٹری ایلان ٹوکل سے اس نے کیا نتیجہ اخذ کیا تھا اور جیسا کہ اس نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر اس کیس میں دلچسپی لے رہی اور اس نے قاتل کھوج کو بھی تمھیں دکھیں تو پھر آخر اس کی دلچسپی کا سبب کیا ہے؟

بجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ دفعتاً میرے دروازے پر تین بار دستک ہوئی اور میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جلدی سے دروازے کے قریب پہنچا تو مس لوسیا کی آواز سنائی دی۔ "دروازہ کھولو۔ تم نے میری آواز پہچان لی ہوگی؟" میں ایک لمحے کے لیے رکا تو لوسیا پھر بولی: "میں دروازے کے قریب تمھارے قدموں کی آہٹ سن چکی ہوں مجھے اندر آنے دو۔"

میں نے دروازہ کھول دیا اور لوسیا اندر گھس آئی وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ بکھرے ہوئے بال اور چہرے کا اُڑا اُڑا سا رنگ۔ ہونٹوں پر ایک لرزش تھی اور آنکھوں میں عجیب سی چمک۔

"یہ وقت ہے تمھارے جسم پر مالش کرنے کا اور بہتر دلکی ہے جو تمھارے ان چھوٹے چھوٹے خراش زخموں کو نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"اس وقت؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت۔" اس نے کہا اور میرے قریب آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک گول شیشی تھی جس کا ڈھکن بہت چھوٹا تھا اور دوسرے ہاتھ میں روئی تھی۔

میں ایک لمحے کے لیے پریشان ہو گیا تھا لیکن ہر طور اُسے سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے ہتھیار ڈال دیے۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے کام میں مصروف رہی اور پھر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا اب میں اپنا گاؤن پہن لوں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولی۔ "الوکی کیس تھا کبھی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا!"

"کوشش کروں؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ بولی۔ "گو ابھی میں نے خوف وہ پڑ لینے لگے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی اور میں گاؤن پہن کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تم میرے لیے ایک معما ہو لوسیا! کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو میرے بارے میں کیا بتاؤں، بولو کیا بتاؤں؟"

"تمھارا باپ کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ کوئی نہیں جانتا اور کوئی نہیں جانے گا۔" اس نے سوچتے لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ وہ سب کچھ تو جاننے کے لیے اہم ہوگا۔ سب سے پہلی بات تو یہ سنو کہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ بدکردار نہیں ہوں اور نہیں اپنے کردار پر داغ لگنے بھی نہیں دوں گی۔ کیونکہ میں اپنے محبوب سے محبت کرتی تھی اور میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس کی نذر کر دیا تھا۔ چنانچہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

"تمھارا محبوب کون ہے؟"

"ہے نہیں تھا۔ اُسے مجھ سے چھین لیا گیا۔"

"کس نے چھین لیا؟"

"انھوں نے جو میری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، جو میرے اپنے تھے۔ جنھوں نے ہمیشہ مجھے اپنا کہا لیکن اپنا سمجھا نہیں۔"

میں نے ہمدردی سے لوسیا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بہت سے لولا: "دل کا بوجھ ہلکا کر لو لوسیا! اس طرح طبیعت سنبھل جاتی ہے۔"

"مجھے رُلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ کبھی نہیں روؤں گی میں اور نہ ہی کبھی روؤں گی۔"

"میں صرف تمھارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے غمگساری سے کہا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر کہنے لگی: "جیسا کہ تم جانتے ہو میرا نام لوسیا کیلس ہے۔ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ ماں بچپن ہی میں مر چکی تھی۔ تو جوانی کی سرحد میں داخل ہوئی تو باپ بھی ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ بچپن ہی میں مجھے جم ایلسی سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ جم نے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی اور اس کے بعد اس نے ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ والد کی موت کے بعد بے شمار لوگ میری سرپرستی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے یہ میرے اپنے خاندان کے لوگ تھے۔ انھوں نے مجھ پر محبتوں کی بارش کر دی۔ نوجوانی کی عمر تھی۔ میں ان کے فریب کا شکار ہو گئی لیکن درحقیقت اس سرپرستی کے پیچھے وہ میری دولت کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے بچپن ہی سے جم کو چاہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنی زندگی کے سنہرے خوابوں کا آغاز کیا تھا۔ جم بہت خوددار انسان تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے آپ کو میرے معیار کے مطابق بنائے لیکن جب میرے سرپرستوں کی تاریک خواہشیں اس کے علم میں آ گئیں تو اس نے مجھے ان سے علیحدگی کا مشورہ دیا۔ یہ علیحدگی اسی صورت میں ممکن تھی جب ہم... کہ میری شادی ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے سرپرستوں سے اس کا اظہار کر دیا اور وہ لوگ چراغ پا ہو گئے۔ جم میں طرح طرح کے کیڑے نکالے گئے۔ جم کے خلاف بہت سی سازشیں کی گئیں لیکن بہت سے لوگ تھے جو ان باتوں میں ملوث کرنے کی کوشش میں ناکام رہیں۔ ہوس پرستوں کا پلڑا کمزور ہو رہا تھا۔ وہ لوگ کو ناکام ہو گئے۔ ادھر جم بھی ان کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔ وہ ایک وکیل تھا اور مجھے ہر طرح کا تحفظ دینا چاہتا تھا۔ جب میرے سرپرستوں نے محسوس کیا کہ وہ جم کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے تو انھوں نے جم کو قتل کرا دیا۔ یہ بیس برس کی عمر میں... اس کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ انھوں نے مجھے اپنی زندگی کے سب سے حسین دور سے محروم کر دیا تھا۔ میں نے جم سے وعدہ کیا تھا کہ میں زندگی اور موت میں اس سے وابستہ رہوں گی۔ سو میں نے اس وعدے کو پورا کیا اور دیکھو میری عمر تیس سال ہو چکی ہے لیکن میں... میں آج بھی ویسی ہی ہوں جیسی ابتدا میں تھی۔ جم کی موت کے بعد میرے ذہن میں جنون کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں نے خود منظر عام پر آ کر ان لوگوں کی نشاندہی کی جو میرے جم کے قاتل تھے لیکن ان کے خلاف کوئی ثبوت نہ پا سکی۔ تب میں نے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔

پیگی وٹیکار، اوبائی اور آئتنی قرن میرے بہت دور کے عزیز تھے۔ ان کی زندگی سیر و سیاحت اور شکار میں گزرتی تھی لیکن اولاد تھے اور آخری عمر میں کسمپرسی کا شکار ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنے ہوس پرست رشتے داروں کو شکست دینے کے لیے میں نے اپنی تمام دولت اپنی تحویل میں لے لی اور اس کے بعد اینگل پیگی وٹیکار اور آئتنی قرن کے ساتھ یہاں آ کر بس گئی۔ یہ لارڈ ہاؤس بھی میری ملکیت ہے۔ یہاں میں ان دونوں کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں۔ تم یقین کرو ڈینی میں بدکردار لڑکی نہیں ہوں لیکن بعض اوقات میری عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ڈینی میں نے آئتنی قرن اور اینگل پیگی وٹیکار سے اپنی کوئی بات نہیں چھپائی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر جب بھی برائی کے راستے پر بھٹکنے لگوں تو انھیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ اُن کے... میرے ہیں کہ مجھے روک دیں۔ مگر اب میری لگنے لگے بہت تجربے گئے ہیں۔ خاص طور سے اس وقت جب کوئی پسندیدہ شخصیت میرے نزدیک آ جاتی ہے تب یہ لوگ میری نگرانی کرتے ہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ میرے وعدے کے ایفا کے لیے قربانی ہے۔ جیسی عزت کرتی رہوں میں ان دونوں کی بہت بڑا احسان مند ہوں کیونکہ انھوں نے اب تک مجھے سنبھالے رکھا ہے۔"

"تم نے اپنے ان عزیزوں کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کی جو جم کے قاتل تھے؟" میں نے سوال کیا تو لوسیا مسکرا دی۔

"ان میں سے پانچ آدمی اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اور یہ پانچوں وہ تھے جنھوں نے جم کو قتل کرنے میں کار ہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد بنایا تھا۔ اس کے لیے میں نے اپنی دولت کا بہت بڑا حصہ پروفیسر فیڈرک کے سپرد کر دیا تھا اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں آج بھی پروفیسر کی بے حد ممنون ہوں اور اس کے لیے جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے کرتی رہتی ہوں۔ پروفیسر فیڈرک نے میرے وجود کی سب سے بڑی تشنگی مٹا ڈالی ہے۔ بالکل اسی طرح قتل کیا گیا تھا ان پانچوں کو جس طرح جم کی لاش کے ٹکڑے سمندر سے برآمد ہوئے تھے۔"

"پروفیسر فیڈرک؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ دوسروں کی نظر میں ایک مجرم پیشہ اور نا قابل انسان مگر میرے لیے فرشتہ۔"

"کون ہے وہ؟" میں نے سوال کیا اور لوسیا نے متفکرانہ انداز میں

جس سے انھیں اپنی توہین کا احساس ہو تو وہ پہیلیوں کی مانند مدد بھی کر سکتے ہیں۔ دونوں میاں بیوی مجھ پر پابندیاں لگاتے ہیں، میرے لیے پریشان بھی رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا وہ مجھے تمہارے ساتھ تنہا چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں اور اس سلسلے میں میرے ساتھ تمام سختیاں کر سکتے ہیں لیکن اگر میں انھیں کسی کام کے لیے کہہ دوں کہ یہ لازمی ہوتا ہے تو پھر دونوں بے بسی سے میری صورت دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم فیڈرک کے لیے پیغام رسانی کا کام بھی کرتی ہو؟"

"تم بہت چالاک ہو، مجھے مطلب کی باتوں سے ہٹنے نہیں دیتے لیکن تم بھی ایک مخلص انسان ہو ڈینی ولسن! اور ان لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو جن سے تمہارا کوئی مذہبی تعلق یا مادی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ اور یہ بات نیک دلی کی علامت ہے چنانچہ میں تمہیں غیر نہیں سمجھتی۔ ہاں میں نے یہ بات کہی تھی کہ پروفیسر فیڈرک سے میرا رابطہ رہتا ہے اور کوئی اہم بات ہوتی ہے تو میں اُن سے مل لیتی ہوں۔"

"کہاں؟ کیا جیسی آرگن جا کر؟"

"نہیں، میرے اور ان کے بیچ ایک پوائنٹ مقرر ہے، وہاں سے میں انھیں پیغام دے دیتی ہوں اور وہیں مجھے اُن کا پیغام مل جاتا ہے۔ میں تمہیں وہ سب سے اہم بات بتانے جا رہی ہوں ڈینی ولسن! جو تمہارے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوگی۔ تقریباً آٹھ دن قبل پروفیسر فیڈرک کا ایک نمائندہ کسی میران تک سے یہاں آیا تھا۔ اُسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا تھا اور یہاں تک کہ پروفیسر فیڈرک سے، لیکن وہ شدید زخمی حالت میں میرے پاس پہنچا۔ اس نے مجھے پروفیسر فیڈرک کے لیے کچھ اہم کاغذات دیے اور کہنے لگا کہ وہ یہاں نہیں رک سکے گا اور نہ ہی پروفیسر فیڈرک سے ملاقات کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ کاغذات ان تک پہنچا دیے جائیں اور اس کے بعد میں ابھی تک پروفیسر سے رابطہ قائم نہیں کر سکی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کسی مناسب موقع پر میں پروفیسر فیڈرک کے لیے یہ پیغام بھجوا دوں گی لیکن ابھی اس پر عمل نہیں کر پائی تھی کہ تم آ گئے اور میں نے تمہیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہاں لے آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ڈینی ولسن کہ تم یہ کاغذات لے کر خود پروفیسر فیڈرک کے پاس چلے جاؤ۔ یہ کاغذات انھیں دو اور اس کے ساتھ ہی اپنا مقصد بھی بیان کر دو۔ میں تمہارے لیے ایک سفارشی خط بھی تحریر کر دوں گی۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے لیکن پروفیسر فیڈرک سے میری ملاقات؟"

"اس کا بندوبست میں کر دوں گی۔ میں تمہیں اس پوائنٹ تک لے جاؤں گی جہاں سے میں پروفیسر کے لیے پیغام رسانی کرتی ہوں۔"

میں نے اس پیغام رسانی کے سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں پوچھی تھی لیکن اپنے آپ کو مجبور پاتا تھا کہ اس کام ..... کے لیے پیش کر دیا تھا۔

"گڈ، گڈ۔ بس یہ سمجھو لو کہ تمہارا کام بن گیا۔ ویسے اپنے کام کی تکمیل کے بعد واپس یہیں آ جانا۔ کچھ وقت میرے ساتھ قیام ضرور کرنا۔ تمہاری قربت مجھے بے حد سکون دیتی ہے۔"

"اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں خود بھی تمہارے احسان مندوں میں شامل ہو جاؤں گا لوسیا۔" میں نے کہا۔

نجانے کیوں لوسیا کو میری یہ بات غم ناک لگی۔ وہ ناک سے شوں شوں کرنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں خود حیران رہ گیا کہ میرے ان الفاظ میں رونے کا سبب کون سا تھا۔ میں نے تو ایک عام سی بات کہی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے لوسیا کی غم ناک کیفیت میں اس کا ساتھ دیا۔ یہ لڑکی جو کچھ بھی ہے، کم از کم اس مشکل وقت میں میرے لیے کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔

جب وہ دل کی بھڑاس نکال چکی تو میں نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا: "سوری لوسیا! میرے الفاظ سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی، اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔"

"نہیں! تمہارے الفاظ سے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے بھی اس وقت مزید پوچھ گچھ کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اس مسئلے کو چھیڑنا فی الوقت مجھے بے سود ہی معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

"تمہارا یہ تمام سامان تمہارے حوالے ہے۔ البتہ پیکارڈ ممکن ہے تمہیں شکار کے قصے سنا سنا کر بور کریں لیکن اس وقت تک برداشت کر لینا جب تک کہ ہم اپنا مقصد نہیں حاصل کر لیتے۔"

"تم اس کی فکر ہی نہ کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر آہستہ سے پوچھا: "لوسیا! یہ فائل تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟"

"ایک انتہائی محفوظ جگہ۔ یوں سمجھو لو جیسا پروفیسر فیڈرک کے کاغذات جیب۔"

"تو پھر یہ فائل حسب معمول تمہارے پاس میری امانت کے طور پر رہے گی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمہارے پاس زیادہ محفوظ رہ سکے گی۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ اس بات سے مطمئن رہو، میں اس کی پوری پوری حفاظت کروں گی۔ دراصل اس فارم ہاؤس پر ہم تین بے ضرر انسانوں کو کوئی بھی شک کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ پروفیسر فیڈرک جیسی شخصیت کے لیے ایک معمولی سی لڑکی بھی کوئی کام کر سکتی ہے۔ اب تم بتاؤ، تمہیں پراسرار شخصیت کی حیثیت سے دیکھ کر .... اور تم بھی مجھے ایسے ہی لگتے تھے ... اس لیے میں تمہاری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔"

"میں نے تم سے زیادہ پراسرار خاتون سے آج تک ملاقات نہیں کی۔ عجیب و غریب صفات کا مجموعہ ہو تم! تمہیں سمجھنے میں واقعی بڑا وقت لگے گا۔" میں نے لوسیا کے چہرے پر نظر ڈال کر اندازہ لگانا چاہا تھا کہ یہ الفاظ اس کی پسند کے مطابق ہیں یا نہیں، اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ لوسیا کا چہرہ جوشِ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔

اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فیڈرک کا بھی یہی خیال ہے۔ بس تم یوں سمجھو کہ تمہاری تقدیر جاگ گئی۔ مسٹر فیڈرک کی مدد سے تم اپنا کام بخوبی انجام دے سکو گے اور اس کے علاوہ میری ذاتی دلچسپیاں اور ہمدردیاں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔"

اب میں یہ بات تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری تقدیر واقعی جاگ گئی ہے لیکن ہیرلڈ جیسی آرگن میں اپنے قدم جمانے کے لیے مجھے واقعی کسی سہارے کی ضرورت تھی اور وہ سہارا مجھے اس لڑکی کے ذریعے مل گیا تھا بشرطیکہ اس کی باتیں درست ہوں۔

ہم لوگ پروگرام ترتیب دینے لگے۔ لوسیا نے کہا کہ کل دن میں کسی بھی وقت وہ مجھے اس پوائنٹ تک لے جائے گی جہاں مسٹر فیڈرک کے آدمی موجود ہوا کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ لوگ نہایت محفوظ ہیں اور اس علاقے میں اُن کی کچھ مخصوص کارروائیاں جاری ہیں جن کی وجہ سے اُن کی وہاں موجودگی یقینی ہوتی ہے۔ جب بھی وہاں جاتی ہے تو وہ لوگ اُسے مل جاتے ہیں اور ان کے ذریعے وہ اپنا پیغام مسٹر فیڈرک تک پہنچا دیتی ہے۔

میں نے اس کی بات سے اتفاق کر لیا تھا۔ لوسیا کے جانے کے بعد میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ وہ سچی باتیں کہہ رہی تھی یا تو یہ لڑکی میرے لیے نہایت کارآمد ثابت ہوتی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے انتہائی مشکلات کا شکار کر دے۔

دوسرے دن جب اس نے وہ کاغذات میرے حوالے کیے تو مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ اس نے کہا: "تم آج شام سے کچھ پہلے ہی روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہیں راستہ سمجھا دیتی ہوں۔ اس راستے پر پہنچنے کے بعد تمہیں ایک مخصوص جنگلے پر سفر کرنا ہوگا اور وہاں سنو بوٹس میں تمہیں تیاری ہوگی، اس پر بھی قدرے توجہ دینا۔ یہاں سے تم سیدھے شمال سمت چلے جاؤ گے۔ تقریباً ڈیڑھ میل چلنے کے بعد تمہیں ایک چھوٹا سا گیسٹ ہاؤس نظر آئے گا۔ یہ ایک سرکاری گیسٹ ہاؤس ہے لیکن بہت عرصے سے بند پڑا ہوا ہے، البتہ میں نے اسے اپنے استعمال کے لیے تیار کر لیا ہے۔ وہاں تمام صاف ستھرا ماحول ہے۔ باہر سے دیکھنے میں گیسٹ ہاؤس جھاڑ جھنکار سے پٹا ہوا نظر آتا ہے لیکن جب تم اس کے دروازے سے اندر داخل ہو گے تو تمہیں کوئی گندگی نہیں ملے گی۔ وہیں میری جیپ بھی کھڑی ہوئی ہے۔ جس میں ہمیشہ پٹرول بھرا رہتا ہے اور اسی جیپ کے ذریعے میں اس پوائنٹ تک سفر کرتی ہوں۔"

"یہ سفر کتنا طویل ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔

"بہت زیادہ نہیں۔" پھر اس نے مجھے راستے کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

تمام پروگرام طے ہو چکا تھا۔ لوسیا کا خیال تھا کہ وہ اپنی آنٹی فرن اور انکل جیکارڈ کو ڈاج دے کر میرے پاس پہنچے گی اور پھر وہاں سے ہم دونوں پوائنٹ تک سفر کریں گے۔ اس نے ایک وقت کا تعین کر دیا۔

اس کے بعد مسٹر پیکارڈ سے رخصت ہونے کا مرحلہ آیا۔ انھوں نے اس بات پر بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "نہیں نوجوان! یہ کیسے ممکن ہے؟ ابھی تو تمہیں مہمان بنے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا۔ ابھی تمہیں رخصت کی اجازت دینا میرے لیے تقریباً ناممکن ہے۔"

"اس کے باوجود مسٹر پیکارڈ میں جانا چاہتا ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" انھوں نے سختی سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر پیکارڈ! میں آپ کی اس محبت کو نظرانداز نہیں کر سکتا لیکن اتنی اجازت تو ضرور دیں کہ میں اپنے اس کام کو مکمل کر لوں جس کے لیے میرا جانا ضروری ہے۔"

"وہ کیا کام ہے؟" مسٹر پیکارڈ نے سوال کیا۔

"بس ایک پیغام دینا ہے کسی کو اور اس کے بعد آپ کی ہدایت کے مطابق میں آپ کے لیے وقت نکال سکتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔" اس طرح مسٹر پیکارڈ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اُن سے جان چھڑانے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

لوسیا میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ میں جانتا تھا وہ پروگرام کے مطابق ہی ہے اور اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتی کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ طے پا چکا ہے۔

میں نے لوسیا کی ہدایت کے مطابق سفر کیا۔ اس کی تمام باتیں حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی تھیں۔ ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے گیسٹ ہاؤس کی سیاہ عمارت نظر آ گئی۔ درحقیقت وہ عمارت سیاہ نہیں تھی لیکن اس کی دیواروں پر کائی اور گرد کی اتنی تہیں جمی ہوئی تھیں کہ اس کا اصل رنگ چھپ گیا تھا۔ لوسیا کا کہنا بالکل درست

تھا۔ علامت کے نہ جانے میں جیپ موجود تھی۔

تیمانے جیپ کو اچھی طرح چیک کیا۔ نہایت جدید ساخت کی جیپ تھی۔ میں ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں اس کا انتظار کرنے لگا۔

وقت تیزی سے گزرتا جارہا تھا۔ لوسیا کی موجودگی سے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ پروفیسر فیڈرک کے آدمیوں سے میرا براہ راست ٹکراؤ ہو جائے۔ اس کے بعد باقی سوالات مجھے خود ہی سمجھنے تھے۔

میں انتظار کرتا رہا لیکن مقررہ وقت گزر گیا۔ مزید ایک گھنٹا پھر دو گھنٹے... اور دو گھنٹے گزر جانے کے بعد میری بے چینی میں شدید اضافہ ہو گیا۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ لوسیا کیوں نہیں آئی تھی۔ دل میں خیال آتا تھا کہ واپس جا کر اسے دیکھوں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ اس کے نہ آنے کی وجہ کیا ہے لیکن پھر یہ احساس ہوتا تھا کہ مسٹر جیکال دو مجھ سے بری طرح لپٹ جائیں گے اور ممکن ہے اس کے بعد کافی عرصے تک ان سے پیچھا چھڑانا ممکن نہ ہو۔

بالآخر میں نے فیصلہ کیا... کہ لوسیا کو یہیں خدا حافظ کہہ دیا جائے اور میں اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤں۔ اس سے زیادہ انتظار کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اگر لوسیا کے ذریعے کا ندت کے سہارے پروفیسر فیڈرک سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے طور پر مجھے یہ سب کچھ کرنا ہوگا۔ چنانچہ مزید پندرہ منٹ انتظار کے بعد میں جیپ کے اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔ ڈیش بورڈ کے نیچے خلا میں چابی چپکی ہوئی تھی۔ میں نے اسے نکالا اور جیپ اسٹارٹ کرنے کے بعد ریورس کر کے دروازے تک لے آیا پھر اتر کر دروازہ کھولا اور جیپ کو ٹیک کر کے باہر نکال لیا۔ دروازہ میں نے اسی طرح بند کر دیا تھا اور اس کے بعد جیپ کا رخ اس پگڈنڈی کی جانب ہو گیا جس کی لوسیا نے نشاندہی کی تھی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کہ ہم دونوں ہی پہلے اس راستے کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں ورنہ میرے لیے راستے کا تعین بالکل ممکن نہ ہوتا۔ پگڈنڈی زیادہ چوڑی نہیں تھی اس کے کنارے پر گھاس اگی ہوئی تھی۔ لوسیا اس پگڈنڈی پر سفر کر چکی تھی چنانچہ جہاں تک جیپ کے ٹائروں کی پہنچ تھی، وہاں گھاس کچل گئی تھی اور راستہ بنا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ میں جیپ دوڑاتا ہوا اطراف میں نگاہیں جمائے رہا۔ بعض اوقات یہ خیال ذہن میں آتا تھا کہ کہیں میں کسی غلط العوام عورت کے چکر میں تو نہیں پڑ گیا۔ لوسیا نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ بھی ہے یا ایک فرضی کہانی کے سوا کچھ نہیں۔

مجھے تقریباً سات میل تک سفر کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد وہ وادی شروع ہو گئی جس کی نشاندہی لوسیا نے کی تھی۔ درحقیقت اس وادی میں جیپ کا گزر ممکن نہیں تھا۔ اونچی اونچی ٹیلے پھیلے تھے۔ وہاں کے درمیان پڑے ہوئے پتھر جیپ کا راستہ روکتے تھے۔ چنانچہ میں نے وہیں چٹانوں میں ایک جگہ جیپ چھپا دی اور پیدل وادی میں داخل ہو گیا۔ خصوصی ہدایات پر عمل کرنے کے بعد میں ان چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا۔ بڑا مشکل راستہ تھا جسے طے کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن بہرطور مجھے اسے عبور کرنا ہی تھا۔ اس دوران میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آتے رہے تھے۔ تیمانے کیوں مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ میرے لیے کچھ مشکلات پیدا ہونے والی ہیں۔ اس احساس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی بس ذہن کے کسی نامعلوم گوشے میں خدشات سر ابھار رہے تھے۔

اس طویل و عریض وادی کو عبور کرنے میں تیمانے کتنا وقت لگا۔ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن جب میں وادی کے آخری کنارے پر پہنچا تو خبیث کو فرحت کا احساس ہوا۔ جس دشوار گزار راستے سے گزر کر آیا تھا اس کا اختتام ایک نہایت خوبصورت اور پرسکون جگہ پر ہوا تھا۔ اطراف میں درخت پہلے سے گھنے تھے۔ یہ درخت زیادہ گھنے اور اونچے نہیں تھے لیکن بہرطور مختلف قسم نے یہاں کا ماحول خوشگوار بنا دیا تھا۔ اس لیے راستے کو عبور کرتے ہوئے بڑی تھکن سی ہو گئی تھی چنانچہ میں نے کچھ دیر یہیں بیٹھ کر سستانے کا فیصلہ کیا اور ایک جگہ منتخب کر کے بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر لوسیا کا کہنا درست ہے تو اب کوئی نہ کوئی میرے قریب ضرور آئے گا۔ مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گا اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔

مجھے وہاں بیٹھے ہوئے چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دفعتاً میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آہٹیں سنیں۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا اور ایک دم کھڑا ہو گیا۔ لیکن آنے والے دونوں افراد نے میرے کھڑے ہونے کے انداز کو غلط سمجھا تھا۔ ان میں سے ایک نے ایک گھونسا پوری قوت سے میرے پیٹ میں مارا اور میں شدت تکلیف سے دوہرا ہو گیا۔ چونکہ میرے ذہن میں ان سے لڑنے کا تصور تک نہیں تھا لہٰذا یہ اچانک افتاد میرے لیے بوکھلا دینے والی تھی۔ میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ دفعتاً دوسرے آدمی نے اچھل کر میری کمر پر لات ماری۔ اس بار مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا چنانچہ میں اوندھے منہ نیچے جا پڑا۔ ان میں سے پہلا آدمی جس نے میرے سر پر وار کیا تھا پھرتی سے میرے سر پر پہنچا۔ اس نے اچھل کر دونوں ٹانگیں میرے سر میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اب میرے لیے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ خاموشی سے مار کھاتا رہوں چنانچہ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پوری قوت سے انہیں گھما دیا۔ میری کوشش کارگر ہوئی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے سامنے والے شخص سے ٹکرایا اور وہ دونوں بلبلاتے ہوئے دور جا گرے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ ان لوگوں نے آتے ہی جنگ شروع کر دی تھی ورنہ مجھے اگر ان سے گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا تو شاید یہ صورت حال پیش

نہ آتی۔ میں ابھی سنبھل کر اٹھا ہی تھا کہ ایک اور شخص کو میں نے درخت کی آڑ سے نکلتے دیکھا اور اسے دیکھ کر درحقیقت ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے حواس سنبھالنا پڑے۔ اس کے شانوں کی چوڑائی اتنی زیادہ تھی کہ اتنے چوڑے شانوں والا آدمی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گردن بھی شانوں پر رکھی ہوئی محسوس ہوتی تھی قد زیادہ نہیں تھا مگر بدن کے پھیلاؤ میں ایک عجیب سی ہیبت تھی۔ وہ بس ایک طاقتور آدمی کا کارٹون معلوم ہوتا تھا۔ لمبے لمبے ہاتھ گھٹنوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح عمل کیا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ اس کی کوشش تو یہی تھی کہ مجھ پر چھلانگ لگا کر مجھے قابو میں کرے مگر میں نے اس کی یہ کوشش ناکام بنا دی اور لڑھکتا ہوا دور پہنچ گیا۔ اس نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا اور پھنکارتا ہوا میرے سر پر سوار ہو گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر پھرتی سے موڑا اور اپنی دونوں ٹانگیں پیچھے بیٹھے ہی بیٹھے اچھل کر اس کے پیٹ میں ٹکا دیں۔ میری یہ کوشش کارگر ہوئی تھی۔ وہ کافی دور جا کر گرا اور میں پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن اس نے بھی فوراً چھلانگ لگا کر خود کو سیدھا کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"لعنت ہے تم لوگوں پر۔" میں نے جھنجلاہٹ میں کہا۔ "اب پہلے تم سے جنگ ہی کر لوں پھر دوسرے کام ہو جائیں گے۔" میں نے دل میں سوچا اور ان کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ جن دو آدمیوں کو میں نے اس سے پہلے سنبھالا تھا وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال چکے تھے۔ سب سے زیادہ خطرناک یہی چوڑے شانوں والا تھا چنانچہ اس نے جھکائی دے کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے موڑنا شروع کر دیا۔ اس کی اس بے پناہ قوت کے بارے میں، میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا لیکن میں نے پھر ایک قلابازی کھائی اور اس کے شانے پر سوار ہو گیا۔ میرا بازو اب بھی اس کی گرفت میں تھا لیکن اس کے شانوں پر چڑھ کر میں نے اس کی کنپٹیوں پر دونوں گھٹنے جما دیے اور اس نے بے اختیار میرا بازو چھوڑ دیا۔ میں نے پھر الٹی قلابازی کھائی اور زمین پر آ گیا۔ اس خطرناک جدوجہد نے مجھے بری طرح پریشان کر دیا تھا۔

وہ دونوں آدمی جو مجھ پر سب سے پہلے حملہ آور ہوئے تھے اب میرے قریب آنے سے کترا رہے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس چوڑے شانوں والے سے میری جنگ کے درمیان وہ کہیں کسی نقصان کا شکار نہ ہو جائیں لیکن مجھے یہی اندازہ ہو چکا تھا کہ اب ان لوگوں کو سمجھانا بے حد مشکل کام ہے۔ وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں ہیں اور صرف جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

میرا بازو چھوٹ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری بائیں پسلی ٹوٹ گئی ہو۔ میں نے دیوانہ وار ایک لات گھما کر اس کی ٹھوڑی پر جما دی اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کو دبوچ لیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو میں نے اپنے پیروں کے نیچے دبایا اور پھر اچھل کر دونوں ٹانگیں اس کے پھیپھڑوں پر رسید کر دیں۔ اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکل گئی تھی لیکن میں نے اسی پر بس نہیں کیا۔ پیچھے ہٹ کر میں نے پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے سر پر لگائی۔ بلاشبہ فٹبال کا کوئی زبردست کھلاڑی بھی اتنی شاندار کک نہیں لگا سکتا تھا۔ میری اس ٹھوکر سے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر کھڑے ہونے میں اس کے ہاتھوں کے سہارے کا ذرا بھی دخل نہیں تھا۔ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد وہ اوندھے منہ زمین پر جا پڑا اور اسی وقت دفعتاً فضا میں دو فائروں کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی ایک غراتی ہوئی سی آواز بھی۔

"خبردار... خبردار! اگر کسی نے بھی جنبش کرنے کی کوشش کی تو اس کا بھیجا اڑا دیا جائے گا۔" یہ آواز بھی ایک درخت کے عقب ہی سے آئی تھی۔ باہر آنے والا ایک دراز قد آدمی تھا۔ دبلے پتلے بدن اور چمڑی آنکھوں والا جس کے سر پر چھوٹے چھوٹے بال کھڑے ہوئے تھے جا بجا سے تو مشکل تھی وہ بھی۔ میں نے اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار سات کے پستول کو دیکھا جس کی نال ضرورت سے زیادہ لمبی اور شاید کسی مخصوص ساخت کی تھی۔

میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سیدھا ہو گیا۔

دراز قد آدمی آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ تنہا تھا چاق و چوبند اور پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "مہمانو تم اس بار تم غلط منتخب کیے گئے ہو۔" اس جملے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

میں نے اپنے اطراف میں کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ چوڑے شانوں والا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا لیکن اب اس کے انداز میں بے بسی پائی جاتی تھی۔ غالباً سر پر پڑنے والی ٹھوکر نے اس کا دماغ چکرا کر رکھ دیا تھا اور وہ ابھی تک اپنے حواس پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ پھر اس کی نگاہیں میرے اوپر پڑیں اور اس کی آنکھوں میں خون نظر آنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر میری طرف بڑھا لیکن اسی وقت دراز قد آدمی نے پستول سے ایک فائر کیا اور وہ گولی اس کے پیروں کے پاس لگی۔

"جب میں یہاں موجود ہوں تو تمہیں جنبش کرنے کی ضرورت نہیں۔" دراز قد آدمی اپنی مخصوص آواز میں بولا اور چوڑے شانوں والا رک گیا لیکن وہ اب بھی کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دراز قد آدمی نے پھر کہا۔ "تم ہمارے سر پہ چیخنے کے بجائے اپنے بارے میں بتا دو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ورنہ ہم یہ بھی نہ جان سکیں گے کہ تم کون تھے؟"

"اگر واقعی انسانوں کی طرح گفتگو کرنا چاہتے ہو تو پہلے آدمی

بجز ان سب سے کہو کہ یہ جانوروں کی طرح کسی پر پل پڑنے کے بجائے انسانوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سیکھیں۔ ان سے پوچھو کہ یہ کیوں مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے؟"

"ان سے مجھے جو کچھ پوچھنا ہے بعد میں پوچھ لوں گا۔ پہلے میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ تم بتاؤ کون ہو تم؟"

"کیا تمھیں یہ سب کچھ بتانا ضروری ہے؟"

"ہاں اگر نہیں بتاؤ گے تب بھی ہمارا نقصان نہیں ہوگا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تمھارے بارے میں تفصیل پتا چل جائے تو تمھاری جان بخشی کے لیے غور کیا جائے۔"

"تو پھر یوں سمجھو کہ یہاں میں پروفیسر فیڈرک کے آدمیوں سے ملنے آیا تھا۔"

"کیا...؟" دراز قامت آدمی کا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا لیکن دوسرے لمحے اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"گویا اب تم ہم سے چال چلنے کی کوشش کرو گے؟"

"سنو احمق آدمی! اگر تم پروفیسر فیڈرک کے آدمی ہو تو میں تمھارے لیے مصیبت بن سکتا ہوں کیونکہ میں پروفیسر فیڈرک کے لیے ایک پیغام لے کر آیا تھا اور تم لوگوں نے یہاں اس طرح میری پذیرائی کی۔"

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔ پروفیسر فیڈرک کے لیے پیغام لانے والے تنہا نہیں ہوتے۔"

"کون ہوتا ہے ان کے ساتھ؟" میں نے سوال کیا۔ وہ دراز قد آدمی حقارت آمیز انداز میں ہنسنے لگا۔

"یہ بھی تم ہی بتا سکتے ہو۔ اگر تم واقعی پروفیسر فیڈرک سے ملنے آئے ہو۔"

"اگر تمھاری مراد لوسیا کیلس سے ہے تو یوں سمجھ لو کہ اس بار وہ میرے ساتھ نہیں آ سکی اور اس نے پروفیسر فیڈرک کے لیے ایک پیغام دیا ہے۔"

دراز قد آدمی بری طرح اچھل پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بدحواسی کے آثار نظر آئے اور پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ کیا واقعی! کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"احمق آدمی! تم لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کی جواب دہی تمھیں کرنا ہوگی۔ کسی کو نقصان پہنچانے سے پہلے یہ اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہ دوست ہے یا دشمن۔" میں نے کہا۔

دراز قد آدمی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا: "اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دو اور اسے لے چلو۔"

وہ دونوں آدمی جو سب سے پہلے مجھ سے مقابلے کے لیے آئے تھے اور جو میری کوششوں کے نتیجے میں تھوڑے سے زخمی ہو گئے تھے اور شکستہ لیکن خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، وہ آگے بڑھے اور انھوں نے میرے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ سامنے پستول تھا اور پھر یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق فیڈرک ہی سے ہے۔ میں پرسکون انداز میں ان کے ساتھ چل پڑا تھا۔ تقریباً پچاس گز چلنے کے بعد جھاڑیوں میں ایک جیپ نظر آئی اور انھوں نے مجھے اس جیپ میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ دراز قد آدمی بالکل میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی پستول موجود تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے اپنی جیب سے سیاہ رنگ کی ایک پٹی نکالی اور پھر اسے میری آنکھوں پر باندھتے ہوئے کہا۔ "اس کارروائی کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں لیکن اس وقت تک جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ تم درحقیقت پروفیسر ہی سے ملنا چاہتے ہو، ہم تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پٹی بندھ جانے کے بعد میری نگاہوں کے سامنے تاریکی پھیل گئی تھی۔ میں نے راستوں کا اندازہ لگانے کی بھی کوشش نہیں کی۔

میرا یہ سفر تقریباً تیس یا پینتیس منٹ کا رہا تھا اور اس دوران یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا میں نے کہ جیپ جن راستوں پر سفر کر رہی ہے وہ ناہموار ہے اور کوئی باقاعدہ سڑک نہیں ہے۔ جب میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تو میرے اس اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ ہم پہاڑوں میں تھے۔ جس جگہ جیپ رکی تھی اس کے عین سامنے ایک بڑے سے غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا جس کے اطراف میں اونچی اونچی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

دراز قد آدمی نے مجھ سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ غار کے دہانے میں تقریباً دس گز تک سیدھے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ اس کے بعد یہ راستہ بائیں سمت مڑ جاتا تھا اور یہاں [illegible] وہ جگہ بنی ہوئی تھی۔

مجھے ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعے اندر داخل ہونے کے لیے کہا گیا جو اس بڑے سے ہال نما غار کے ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر دراز قد آدمی نے کہا: "تمھیں یہاں کچھ وقت آرام کرنا ہوگا۔ پروفیسر کو تمھاری آمد کی اطلاع پہنچا دی جائے گی۔"

"میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

دراز قد آدمی ہنسنے لگا پھر بولا: "بہرحال انتظار تو کرنا ہوگا۔"

"کیا میرے ہاتھ بندھے رہیں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، لیکن اس سے پہلے تمھیں اپنی تلاشی دینا ہوگی جو ہم نے اب تک نہیں لی۔"

"میرے پاس جو کچھ ہے اگر تم نے اسے چھیننے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ دوں۔"

"نہیں صرف تمھارے ہتھیار چاہئیں۔" دراز قد آدمی نے کہا اور اس کے بعد اس نے خود ہی آگے بڑھ کر میری تلاشی لے ڈالی۔ میرے پاس جو کچھ تھا انھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کے بعد میرے ہاتھ کھول دیے گئے۔ البتہ وہ کاغذات جو لوسیا نے میرے حوالے کیے تھے انھوں نے نہیں لیے تھے۔ دراز قد آدمی باہر نکل گیا اور غار کے دروازے کو کسی خاص میکنزم کے ذریعے ایک چٹان سے بند کر دیا گیا۔ اندر اتنی جگہ تھی کہ میں یہاں آرام کر سکتا تھا۔ میں نے خود کو پرسکون رکھا۔ جو کچھ کارروائی کی گئی تھی وہ لازمی تھی، کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہیے تھا۔

مجھے تقریباً چار گھنٹے قید رہنا پڑا۔ پانچواں گھنٹہ شروع ہوتے ہی چٹانی دروازہ اپنی جگہ سے ہٹا اور تیز روشنی کی کرنیں اندر آ گئیں۔ چٹان اس طرح اس دہانے پر فٹ ہوتی تھی کہ اندر کے ماحول پر تاریکی مسلط ہو جاتی تھی اور باہر سے روشنی کی کرن بھی اندر نہیں آ سکتی تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ غار میں تیز روشنی کر دی گئی ہے۔ یہ روشنی خاص قسم کے لیمپوں کی تھی جو چٹانوں پر چاروں طرف لگے ہوئے تھے۔ اس بڑے سے ہال نما غار میں سفید سوٹ میں ملبوس سنہرے بالوں والا ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس کی آنکھوں پر سنہری کمانی کی عینک چڑھی ہوئی تھی اور نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر ذہن میں پروفیسر ہی کا لفظ ابھرا تھا۔

جب میں اس بڑے ہال نما غار میں داخل ہوا تھا تو اس غار میں کوئی فرنیچر وغیرہ نہیں تھا لیکن اس وقت یہاں ایک بڑی سی میز اور چند کرسیاں ڈال دی گئی تھیں۔ ان ہی میں سے ایک کرسی پر وہ شخص بیٹھا ہوا تھا جو نرم و نازک سی شخصیت کا مالک تھا لیکن چہرے کی بناوٹ بتاتی تھی کہ انتہائی سخت گیر ہے۔

مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے تھوڑا سا اٹھ کر میرا خیر مقدم کیا اور مجھے نرم آواز میں کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"یہ حقیقت ہے نوجوان دوست کہ ہم اپنے دشمنوں سے خوفزدہ ہیں اور اپنی زندگی کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں بعض اوقات ہر مشتبہ شخص کے ساتھ سخت کارروائی کرنا پڑتی ہے اور یہ کارروائی ہر قسم کی ہو سکتی ہے۔ انسانی زندگی لینا انسانیت نہیں ہے لیکن بعض اوقات حالات اس قدر نازک ہو جاتے ہیں کہ بہت سی اخلاقی قدروں کو نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔ تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ مجھے اس بارے میں تھوڑی سی اطلاعات مل چکی ہیں لیکن اب یہ ثابت کرو کہ جو کچھ تم نے کہا وہ درست بھی ہے۔"

"کیا آپ ہی پروفیسر فیڈرک ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، مجھے اسی نام سے پکارا جاتا ہے، لیکن میں اپنی اصل زندگی سے ہٹ کر دوسرے راستے پر آ گیا ہوں چنانچہ پروفیسر اب کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ... تم مجھے فیڈرک کے نام سے ہی مخاطب کرو۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر... میرا مطلب ہے مسٹر فیڈرک۔ میں آپ سے آپ کے آدمیوں کی اب کوئی شکایت نہیں کروں گا۔ اپنی مجبوری کو ظاہر ہے آپ ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ میں مختصر الفاظ میں آپ کو اپنی آمد کی وجہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ کچھ کاغذات ہیں جو لوسیا کیلس نے مجھے آپ کے لیے دیے تھے۔"

میں نے وہ کاغذات نکال کر پروفیسر کے سامنے رکھ دیے اور اس نے بے اختیارانہ انداز میں انھیں اٹھا کر جلدی سے اپنے نزدیک کر لیا۔ وہ کاغذات کو کھول کر دیکھنے لگا اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"مگر... مگر یہ کاغذات تو کسی اور کو یہاں لانا تھے؟ اس کے سلسلے میں..."

"ہاں لوسیا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ شخص جو کاغذات لے کر یہاں آ رہا تھا اور جسے تمھارے پاس پہنچنا چاہیے تھا اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ یہاں تک پہنچ سکے لہٰذا وہ یہ کاغذات لوسیا کو دے کر رخصت ہو گیا۔ لوسیا خود ہی انھیں آپ کے پاس پہنچانا چاہتی تھی پروفیسر، لیکن درمیان میں اس سے میری مڈبھیڑ ہو گئی اور اس نے اس سلسلے میں مجھ پر بھروسا کر لیا۔"

پروفیسر کے چہرے پر ناگواری کے ہلکے سے تاثرات نظر آئے اور پھر اس نے مجھے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا: "کیا تم نے ان کاغذات کا جائزہ لیا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میرا اپنا ایک کیس ہے۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے کاغذات کا پیکٹ بند کر کے اپنے کپڑوں کے نیچے رکھ لیا۔

"میں نہیں سمجھا۔" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی اور یہ آنکھیں ذہن کے گوشوں کو ٹٹولتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"مسٹر فیڈرک! میں ایک طویل سفر طے کر کے تبتی آرگن کے علاقے میں داخل ہوا ہوں۔ میرا جھگڑا برٹ ڈیگر سے ہے۔ لوسیا اتفاق سے مجھے مل گئی اور میں اس کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا۔"

"تمھاری لمبی چوڑی گفتگو کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم کھل کر بات کرو۔ اگر تمھارا کوئی جھگڑا

وقت نہیں ہے کہ اصل نمائندوں سے ہم پلاٹینم پوائنٹ کی تفصیل معلوم کرسکیں؟"

میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھنے کے بعد میں نے کہا۔ "لیکن اگر مجھے باربن وائیکو کے سامنے پہنچنا ہے تو پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں گفتگو کرنے کے علاوہ اور کیا گفتگو ہوسکتی ہے؟"

"میرا خیال ہے کچھ بھی نہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"تو پروفیسر کیا یہ انتہائی مشکل کام نہیں ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"ممکن ہے میں تمہیں اس سلسلے میں تھوڑی بہت معلومات کچھ دیر کے بعد فراہم کرسکوں لیکن وہ بھی اس قدر نہیں ہوں گی کہ تم ان سے مکمل فائدہ حاصل کرسکو۔ یہاں صرف تمہیں اپنی ذہانت پہ بھروسا کرنا ہوگا۔"

میں پیشانی پہ ہاتھ پھیرنے لگا پھر چند لمحوں کے بعد میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے پروفیسر اب صورت حال جو بھی ہو۔ ہاں آپ نے ابھی کہا تھا کہ وہاں کچھ لوگوں کو توڑ لیا گیا ہے۔ میرا مطلب ہے لارڈو وائن کی طرف سے کیا ان لوگوں کی کوئی نشاندہی ہوسکتی ہے؟"

"قطعی نہیں، تم سمجھ کیوں نہیں رہے ڈیئر ولسن! ہاں ابھی وقت ہے اگر تم چاہو اور اس مہم کو اپنے لیے بہت مشکل پاؤ تو انکار کرسکتے ہو۔ میں بھی تمہیں کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا بس یہ ایک تجویز ہے اگر تم اسے پسند کرو۔"

"نہیں نہیں! میں اس پہ عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پروفیسر مسکرانے لگا۔

"تب آؤ میں تمہیں چند چیزیں دکھا دوں۔" وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک اور کمرے میں داخل ہوگیا۔

یہ کمرہ بھی جدید ترین سامان آرائش سے آراستہ تھا۔ پروفیسر نے مجھے ایک صوفے پہ بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر سامنے رکھی ہوئی میز سے ایک چھوٹی سی کیمرا نما مشین اٹھا لایا۔ اس نے اس مشین میں تھوڑی سی کارروائی کی اور اس کے بعد اس کے لینس کا رخ ایک سفید دیوار کی جانب کر دیا۔

"اس دیوار پہ دیکھو۔" اس نے کہا۔

چند لمحوں کے اندر اس دیوار پہ ایک تصویر ابھر آئی۔ یہ تصویر شیر ڈسٹائل مونچھوں والے ایک قوی ہیکل شخص کی تھی جس کی آنکھوں سے چالاکی اور ذہانت جھلکتی تھی۔

پروفیسر فیڈرک نے کہا۔ "اس کا نام بن ہام ہے۔ بن ہام لارڈو وائن کا خصوصی نمائندہ ہے۔ ایک چالاک اور خطرناک آدمی۔ لارڈو وائن کے نام کے ساتھ بن ہام کا نام ضرور لیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ لارڈو وائن کے اہم ترین معاملات میں پیش پیش رہتا ہے۔ ملاقات کرنے کے لیے یہی شخص آرہا ہے اور تمہیں اسی آدمی کو ہٹا کر اس کی جگہ حاصل کرنا ہے۔ یہ دوسری تصویر دیکھو۔ یہ بن ہام کا دوسرا ساتھی ہے جو پائلٹ بھی ہے اور بن ہام کا خصوصی آدمی بھی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، باربن وائیکو کو بن ہام کی آمد کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا ہے۔ باقی تفصیلات جو کچھ بھی ہیں اس کے بارے میں بس میں ابھی تمہاری ہی طرح لاعلم ہوں۔"

دفعتاً جانے بائیں سمت رکھے ہوئے ایک عجیب سے بکس سے ایک آواز ابھری اور پروفیسر فیڈرک نے جلدی سے کیمرا نما مشین بند کر دی اور اس بکس کے قریب پہنچ گیا۔ بکس کا اوپری ڈھکنا کھول کر اس نے اس میں سے ایک ریسیور نکالا اور پھر کچھ بٹن آن کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"پروفیسر بول رہا ہے۔" اس نے کہا اور دوسری طرف سے کچھ آوازیں آنے لگیں جو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ پروفیسر انھیں بغور سنتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے شکریہ۔ جو کچھ تم کر سکے ہو وہ قابل قدر ہے۔ میں اس کا خیال رکھوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔

"عین اسی وقت جب ہمیں اس کی ضرورت تھی کچھ مفید معلومات ہمیں حاصل ہوگئیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے آدمی اس سلسلے میں مصروف عمل ہیں اور لاس ویگاس میں اپنا کام کر رہے ہیں۔"

"گڈ! گویا اسی بن ہام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں آپ کو؟"

"ہاں بن ہام کے بارے میں ہی نہیں بلکہ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بھی۔ اس وقت بن ہام پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق کچھ خصوصی دستاویزات باربن وائیکو سے حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے عوض لارڈو وائن پلاٹینم پوائنٹ کا کچھ حصہ باربن وائیکو کو دے گا۔ اس سے زیادہ معلومات ممکن نہیں ہو سکیں۔ گویا اس وقت تمام گفتگو ان دستاویزات کے بارے میں ہوگی، جو باربن ... کے پاس محفوظ ہیں۔ تم صورت حال کا کسی نہ کسی حد تک تو اندازہ لگا ہی چکے ہو گے؟"

"ہاں... اور میرے خیال میں یہ کافی ہے۔"

"گڈ... بعض معاملات میں ڈیئر ولسن ہمیں صرف اپنی ذہانت پر انحصار کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے ہمیں مناسب مواقع نہیں فراہم ہو پاتے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر تم ذرا سی ہوشیاری سے کام لو تو تمہارا مقصد پورا ہوسکتا ہے۔"

میں نے پروفیسر فیڈرک سے اتفاق کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیڈرک مجھے وہاں سے بھی نکال کر ایک اور تیسرے کمرے میں لے گیا۔ یہاں اس نے مجھے کافی پیش کی اور ابھی ہم کافی ختم بھی نہ کر پائے تھے کہ دو آدمی اندر داخل ہوگئے۔ وہ پروفیسر کے سامنے مؤدب نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف شفاف تھا۔ البتہ کانوں کے پاس بالوں کی کچھ جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ آنکھوں پہ مخصوص قسم کی گول شیشوں والی عینک لگی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ بھی خاصا مضحکہ خیز تھا۔ لیکن اپنے فن میں بلاشبہ وہ ماہر تھا کیونکہ اس نے میرے چہرے پر جب میک اپ کیا تو میں سو فیصدی بن ہام کی شکل میں تھا۔ میک اپ کے سلسلے میں مجھے بڑے بڑے ماہرین سے سابقہ پڑ چکا تھا لیکن ابھی تک میک اپ کی جدید ترین شکل جوسو کے پاس تھی اور اس جیسی اسٹائل کے میک اپ کے مقابلے میں ہر قسم کا میک اپ بے کار تھا۔

میں نے تعریفی نگاہوں سے اس فن کار کو دیکھا اور پھر چند تعریفی جملے کہے۔ اس دوسرے آدمی کا انتخاب بھی کر لیا گیا تھا جسے میرے ساتھ رہنا تھا۔ اس کا نام پاول معین تھا۔ وہ ایک چاق و چوبند آدمی تھا اور پروفیسر نے اسے میرے مشن کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں۔ چنانچہ اس شخص کو اس دوسرے آدمی کی شکل دے دی گئی جسے بن ہام کے ساتھ آنا تھا۔

تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پروفیسر گھڑی دیکھتا ہوا میرے ساتھ اسی کمرے میں آبیٹھا جہاں اس نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے کہا۔ "بس تھوڑی دیر کے بعد تمہیں اس طرف روانہ کر دیا جائے گا جہاں اس سلسلے کے آخری کام انجام دینے ہیں۔ فکر نہ کرو میرے چند آدمی تمہارے ساتھ ہوں گے اور وہ تمہاری پوری پوری مدد کریں گے۔"

"بہتر ہوتا اگر کچھ تفصیل پہلے سے میرے علم میں آ جاتی۔" میں نے کہا۔

"کچھ کیا، اب ان تمام مرحلوں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہیں بھی کچھ بتانے جا رہا ہوں۔ میں نے پہلے تمہیں یہ بتا دیا تھا کہ تمہیں ان دونوں کی جگہ لینی ہے، کس طرح لینی ہے؟ یہ اب بتانا چاہتا ہوں۔ بن ہام اور اس کا ساتھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے جیسی آرگن کی جنوبی پہاڑیوں تک پہنچیں گے جہاں ایک ہیلی پیڈ بنا لیا گیا ہے۔ یہ ہیلی پیڈ ان چٹانوں کے درمیان ہے اور عموماً باربن وائیکو کے لوگ اسے استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن ان چٹانوں سے ملحق تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک اور صاف ستھرا میدان ہے جسے بھی ہیلی پیڈ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ گو ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا لیکن وہ ہماری نگاہ میں بہر حال ہے۔"

"مطلب پروفیسر؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تاریک راتیں ہیں، آسمان پہ چاند نہیں ہوتا بلکہ بادل چھائے رہتے ہیں۔ چنانچہ رات کے اس حصے میں ہیلی کاپٹر کو ہیلی پیڈ پہ اتارنے کے لیے نیچے سے اشارے دیے جائیں گے۔ انہی اشاروں کی مدد سے ہیلی کاپٹر نیچے اترے گا۔ باربن وائیکو کی متعین کردہ جگہ پر اس کے چار آدمی موجود ہیں۔ ان چار آدمیوں کے پاس دو جیپ گاڑیاں اور ایک ویگن ہے۔ یہ لوگ ٹارچوں کی مدد سے، جن کے شیشے سبز ہیں، ہیلی کاپٹر کو نیچے اترنے کا اشارہ دیں گے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت ان کی ٹارچوں میں جو سیل پڑے ہوئے ہیں وہ ناکارہ ہیں اور عین وقت پر جب وہ ٹارچیں روشن کریں گے تو انہیں مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا جبکہ ان کے برابر والے ہیلی پیڈ سے تمہیں ہیلی کاپٹر کو نیچے آنے کے اشارے دیے جائیں گے۔ چنانچہ جس ہیلی پیڈ کے فاصلے پہ ہیلی کاپٹر ... والے دیکھیں گے کہ اسی پہ اتر آئیں گے۔ ان کے نیچے اترتے ہی تم لوگ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھو گے اور ان کا شایان شان استقبال کرو گے۔" یہ کہتے ہوئے پروفیسر فیڈرک کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے ایک لمحے کو توقف کیا اور سنجیدگی سے بولا۔ "تم ان لوگوں کو میرے حوالے کر دو گے۔ میرا مطلب ہے میرے آدمیوں کے سپرد کر دو گے اور خود تھوڑا آگے بڑھ جاؤ گے اور سرگردانی کے انداز میں اس سمت سفر کرو گے جہاں ان لوگوں تک پہنچنا ہے۔ اس دوسرے ہیلی پیڈ سے پہلے ہیلی پیڈ کا فاصلہ تقریباً نصف فرلانگ ہے۔ اس لیے تمہارے اترنے کی خبر ان لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے گی اور وہ تمہاری تلاش میں چل پڑیں گے۔ تم ان سے ملاقات کرو گے اور انھیں بتلاؤ گے کہ چونکہ نیچے سے کوئی اشارہ نہیں مل سکا اس لیے تم جہاں بھی موقع ملا اتر گئے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

پروفیسر فیڈرک نے کہا اور میں دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے گردن ہلانے لگا۔

"نہایت عمدہ پروگرام ہے پروفیسر! یقیناً آپ کو اس سلسلے میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

پروفیسر نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے اتنا کچھ کرنا پڑتا ہے کہ اگر تفصیل بتائی جائے تو دوسرے لوگ یقین نہ کریں۔"

"مگر مجھے اس کا اندازہ ہے پروفیسر۔"

"وقت تو ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے اب تمہیں چند منٹ آرام کر لینا چاہیے مجھے اجازت دو۔" میں خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔ پروفیسر باہر نکل گیا تھا۔ میں کمرے میں بیٹھا ہوا اس پروگرام کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اب تک پروفیسر جو کر سکا تھا وہ اطمینان بخش تھا لیکن اس کے بعد کے معاملات مجھے ہی مکمل طور پر سنبھالنے تھے کیونکہ میں ایک ایسے کام کے حوالے سے بارین واٹیکو کے سامنے جا رہا تھا جس کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل نہیں تھیں۔

کچھ وقت اور گزر گیا آخر ایک آدمی میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے نرم اور شائستہ لہجے میں کہا۔ "جناب! آپ تشریف لے چلیے۔ مسٹر پال ہیبن آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

پال ہیبن میرا وہی ساتھی تھا جسے پائلٹ کے طور پر میرے ساتھ جانا تھا۔ باہر اس نے میرا گرم جوشی سے استقبال کیا اور اس کے بعد ہم ایک گاڑی میں بیٹھ کر اس پرائیویٹ ہیلی پیڈ کی جانب چل پڑے۔ جہاں ہمیں ایک سنسنی خیز ڈرامے میں حصہ لینا تھا۔

رات سرد اور تاریک تھی۔ باہر کے مناظر تاریکی میں گم تھے جیسی نارگن کے علاقے کے بارے میں میری معلومات بہت مختصر تھیں۔ ادیبوں اور دوسری سرزمین پر یہ میری دوسری مہم تھی اور کیا میرے لیے اجنبی تو نہیں تھا بلکہ یہاں میں اپنا مستقل مستقبل بنانے آیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے مستقبل کے زاویے ہی تبدیل کر دیے تھے۔ راستے میں طرح طرح کے خیالات میرے ذہن میں جاگزیں رہے۔

ہیلی پیڈ تک سفر کرنے میں تقریباً پچیس تیس منٹ صرف ہوئے اور اس کے بعد ہم ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ یہ سارا عمل نہایت احتیاط اور رازداری سے جاری تھا کیونکہ اس بات کا اندازہ تھا کہ تھوڑے ہی فاصلے پر بارین واٹیکو کے آدمی موجود ہیں۔ مقامی ہیلی پیڈ چٹانوں میں گھرا ہوا تھا۔ بالکل سطح جگہ تھی لیکن اس کا احاطہ زیادہ وسیع نہیں تھا۔ ہم ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی تھی۔ ہم نے ایک اونچی سی چٹان کی آڑ میں مورچا بنا لیا۔ دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ گئے تھے کیونکہ اصل کارروائی انہیں ہی کرنا تھی۔ میرے اور پال ہیبن کے ساتھ تین افراد تھے جنہیں اس سلسلے میں سب سے اہم کام کرنا تھا۔ ان میں ایک شخص وہی تھا جس سے میری مڈبھیڑ ہو چکی تھی یعنی وہ چوڑے شانوں والا جو میرے ہاتھوں زخمی ہوا تھا بلکہ مرتے مرتے بچا تھا۔ میری اس سے دوسری ملاقات تھی لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے غیظ یا منفی تاثرات نہیں پائے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس

نے اپنے ذہن سے وہ تمام جھڑپیں جھٹک دی ہوں۔ ایک لمحے کو مجھے خیال آیا کہ یہ سوچ میری حماقت ہے۔ درحقیقت میں تو پردے ہوئے چہرے میں تھا۔ وہ مجھے دوسری شکل میں پہچانتا تھا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ میں وہ ہوں۔ پروفیسر نے ہر شخص کو تو اس صورت حال سے آگاہ نہیں کر دیا ہوگا۔

مقررہ وقت پر آسمان پر روشنیاں نظر آئیں۔ ہیلی کاپٹر کی آواز بھی فضا میں بلند ہوئی تھی یعنی وہ سنسنی خیز لمحات آ گئے تھے۔ جس میں ہمیں اپنے اس مشن کے پہلے مرحلے سے گزرنا تھا۔ ہدایت کے مطابق ہیلی پیڈ پر نگاہیں رکھی جا رہی تھیں۔ ایک آدمی بلند بالا جگہ پر چڑھ گیا تھا اور وہاں سے وہ دوسرے ہیلی پیڈ کو دیکھ رہا تھا کہ کہیں وہ لوگ وقت سے پہلے ناکارہ طیاروں سے واقف نہ ہو جائیں اور اس کا متبادل انتظام نہ کر لیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہم نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پہنچ گیا تھا۔ دفعتاً نیچے سے سرخ روشنیوں کی زبانیں لپلپانے لگیں۔ ہیلی کاپٹر کو تین بار روشنی کے اشارے دیے گئے اور چند ہی منٹ کے بعد وہ نیچے اترنے لگا۔ ہماری کوشش کارگر رہی تھی۔ ہم سب انتہائی اطمینان سے باہر نکل آئے۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر دو آدمی نیچے اترے تھے۔ یہ لیفٹیننٹ بن ہامر اور اس کا پائلٹ ساتھی تھے چنانچہ ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے پرجوش انداز میں ہماری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے۔ بن ہامر کی شکل میں نے پہچان لی تھی۔ گو تاریکی تھی لیکن غور کرنے سے چہرے کے نقوش کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ پرجوش انداز میں آگے بڑھ کر ہاتھ ملانے والوں کو اس وقت انتہائی تلخ تجربے کا سامنا کرنا پڑا۔ چوڑے شانوں والے خطرناک آدمی نے ان میں سے ایک کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر ہاتھ جما لیے۔ اور پھر کسی مخصوص انداز میں داؤ لگا کر اسے نیچے گرا دیا۔ پائلٹ کا بھی یہی حال ہوا تھا۔ اس کام میں چند لمحوں سے زیادہ نہ لگے۔ ہم نے اس کارروائی میں عملی طور پر کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ ان دونوں کو گھسیٹتے ہوئے چٹان کی آڑ میں لے جایا گیا اور اس کے فوراً ہی بعد ہمیں ان کے مخصوص لباس فراہم کر دیے گئے۔ انہیں نہایت پھرتی سے پہن کر ہم تیار ہو گئے۔ ہمیں تیار ہوتے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دور سے آہٹیں سنائی دینے لگیں۔ اور ہمارے ساتھی اس طرح چٹانوں میں روپوش ہو گئے جیسے وہاں ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ ہماری نگاہ میں آنے والوں پر تھی جو ایک چھوٹے سے دستے کی شکل میں تیزی سے بلندی کی جانب آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد چار آدمی ہیلی پیڈ پر پہنچ گئے۔ ان چاروں کے انداز میں شدید پریشانی کے آثار تھے۔ ان میں سے ایک

نے آگے بڑھ کر اضطرابی صورت میں کہا۔ "مسٹر بن ہامر آپ... آپ کو ریسیو کرنے کے لیے وہ پارٹی نہیں پہنچ سکی۔ دراصل ہم ایک عجیب و غریب حادثے کا شکار ہو گئے۔ افسوس! ہم آپ کو ہیلی پیڈ پر اتارنے کے انتظامات نہیں دے سکے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی شاید بارین واٹیکو کی کوئی مصلحت ہوگی۔ کیا آپ لوگ ہمارے ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"نہیں... نہیں، براہ کرم اس بات پر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ دیکھیے ہمارے طیارے اچانک ناکارہ ہو گئے جن کی بنا پر ہم آپ کو صحیح سگنل نہ دے سکے۔ تاہم ہم نے لائٹیں جلا جلا کر نیچے سے اشارے بھیجے تھے جنہیں آپ نہیں دیکھ سکے۔"

"لائٹیں...؟" میں نے تعجب سے تیز لہجے میں کہا۔ "بہر حال! ہم آپ کی توقع کے خلاف صحیح سالم اتر گئے۔ اب کہیے کیا پروگرام ہے؟"

"آئیے..." ان میں سے ایک شخص نے بدستور معذرت آمیز لہجے میں کہا اور ہم دونوں ان کے ساتھ چل پڑے۔ یہ نصف فرلانگ کا فاصلہ ہمیں پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ راستے میں میں نے کئی بار طنزیہ انداز میں ان سے اس بدنظمی کے بارے میں کہا لیکن ان لوگوں نے اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کامیاب و کامران بارین واٹیکو کی رہائش گاہ کی جانب جا رہے تھے۔ ہمارا استقبال کرنے والوں نے بڑی منت سماجت کے بعد ہمیں اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ بارین واٹیکو سے اس چھوٹے سے حادثے کا ذکر نہ کیا جائے۔ انھوں نے کہا تھا کہ چونکہ وہ عام قسم کے لوگ ہیں اور یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ طیارے کس طرح ناکارہ ہو گئے تھے لیکن انھیں اس کی سخت سزا بھی مل سکتی ہے اور اگر ہم لوگ مناسب سمجھیں تو انھیں اس سزا سے بچا لیں۔ چنانچہ تھوڑی سی دیر کے بعد میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ اس کا تذکرہ میں بارین واٹیکو سے نہیں کروں گا۔ اس بات پر انھوں نے بڑی ممنونیت کا اظہار کیا تھا۔

حالانکہ خاصی رات گزر گئی تھی لیکن بارین واٹیکو نے اپنی رہائش گاہ میں اسی وقت ہم سے ملاقات کی۔ یہ عجیب و غریب قسم کی عمارت تھی جس کی تعمیر میں قدیم تصورات کو سامنے رکھا گیا تھا۔ مینار سے اور جا بجا محرابیں تا حد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں۔ ہم سیڑھیاں طے کر کے ایک ہال نما کمرے میں آ گئے۔ وہاں تیز روشنی کا اہتمام تھا۔ دیواروں پر جگہ جگہ تصویریں اور جانوروں کے سر آویزاں تھے۔ ہال کے آخری سرے پر ایک بلند سا چبوترا بنا ہوا تھا جس پر جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ ارد گرد بھی وحشی جانوروں کے سر سجے ہوئے تھے جن کی آنکھوں میں شعلے سے

لگائی گئی تھیں اور درمیان میں ایک شاندار کرسی پر ایک تندرست و توانا آدمی بیٹھا ہوا تھا جو سیاہ رنگ کے ایک مخصوص لباس میں ملبوس تھا اور اس کی گود میں ایک سفید بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو اس وقت جیسے بادشاہ کی فلموں کے کسی کردار کی شکل دے رکھی تھی۔ انگلیوں میں انگشتریاں تھیں جن میں ہیرے جگمگا رہے تھے۔ سفید بلی پر اس کا ہاتھ سر سے پشت تک گردش کر رہا تھا اور چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اطراف میں چند افراد اور بیٹھے ہوئے تھے۔

بارین واٹیکو نے مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔ "آؤ... آؤ... لاڈ ولاڈلی دوانٹو کے مخصوص نمائندے تمہارے بارے میں بہت سی باتیں سنی گئی ہیں۔ یقیناً شکل و صورت اور چلنے کے انداز سے تم ایک نڈر اور پروقار انسان لگتے ہو مگر میرے علاقے میں تمہیں اس کا خصوصی خیال رکھنا ہوگا۔ لاڈ دوانٹو نے تمہیں یقیناً بتایا ہوگا کہ میرے حضور کس طرح حاضر رہا جاتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک بھدا سا قہقہہ لگایا۔ "میں بھی تمہیں اسی انداز میں خوش آمدید کہتے ہوئے مسرور ہوں۔ آؤ بیٹھو تمہارے لیے یہ مخصوص نشستیں لگائی گئی ہیں۔ یہ خیال تمہارا پائلٹ ہے۔" اس نے پال ہیبن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میں اس دوران صورت حال کا جائزہ لے چکا تھا۔ اس شخص کی ابتدائی گفتگو سے ہی مجھے یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ وہ کچھ بھی ہے لیکن گھٹیا ذہنیت کا انسان ہے جس کا پاس رہے اس کے انداز میں گفتگو کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ نشستوں کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے کہا۔ "قدیم دور میں تحفے قاصدوں کا استقبال اسی طرح مختلف انداز میں کیا کرتے تھے۔ غالباً تم نے ان کی تاریخ نہیں پڑھی کیونکہ اس دربار کو سجاتے ہوئے کوئی سلیقہ نہیں برتا گیا۔ یا پھر تم آگ فلینگ کے کرداروں سے بہت زیادہ متاثر ہو۔ یہ بلی بار بار تمہاری گود سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے پہلے سدھا لینا چاہیے تھا تمہیں۔"

بارین واٹیکو نے پہلے چونک کر بلی کی طرف دیکھا۔ بلی پرسکون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک غصے کے سے آثار نمایاں ہوئے۔ اس دوران میں اور پال ہیبن اس نشست پر جا بیٹھے تھے جن کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ بارین واٹیکو نے غصیلے انداز میں کہا۔ "قدیم شہنشاہوں کا حوالہ دیا ہے تم نے تو تمہیں اس بات کا علم بھی ہوگا کہ اس وقت قاصدوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا۔"

"میں اس ڈرامے میں شریک نہیں ہوں۔ میرا جو مقصد ہے وہ تمہارے علم میں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یعنی وہ دستاویزات جو پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق ہیں اور جو میرے پاس لارڈ وائن کا ایک کمزور پہلو ہیں۔ مسٹر بن ہام! لارڈ وائن کو یہ بات معلوم ہے کہ ان دستاویزات کے بغیر وہ پلاٹینم پوائنٹ پر مکمل کنٹرول نہیں حاصل کر سکے گا، لہٰذا سمجھو کہ آدھا حصہ میرے پاس ہے اور آدھا اس کے پاس۔ میں نے اُسے بارہا پیش کش کی کہ وہ کوئی سمجھوتا کرلے، کوئی ایسا سمجھوتا جس میں میری بڑی حیثیت کو سامنے رکھا جائے لیکن لارڈ وائن اپنی دنیا میں مست ہے۔ وہ بلاوجہ ہی اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھ بیٹھا ہے۔ اگر اس کے ساتھ کچھ سمجھدار لوگ ہوتے تو اُسے بتاتے کہ جرم کی دنیا ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ خاندانی وراثت تو تھوڑے بہت اختیارات تو دلا سکتی ہے لیکن جو طاقت اور جو تجربہ جرائم کی دنیا میں شخصیات کو ممتاز و منفرد بنانے کے لیے ناگزیر ہے، وہ دولت کی سختی سے بے پروا ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اپنے بازوؤں کی مدد سے حاصل کیا ہوا اقتدار ہی زیادہ مستحکم ثابت ہوتا ہے اور تم...!" اس نے میری جانب انگلی اٹھا کر کہا۔ "تم بن ہام! تم لارڈ وائن کو بتاؤ کہ تم میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتے ہو... تم کیا سمجھتے ہو کہ تمہارے بارے میں میری معلومات ناکافی ہوں گی؟ مجھ سے سنو! تم اصل میں سی آئی اے سے نکلے ہوئے وہ ناکارہ شخص ہو جسے صلاحیتوں کے فقدان کے سبب اس اہم ادارے کے لیے مناسب نہ سمجھا گیا... سی آئی اے کے اصولوں کے مطابق تمہاری موت کی گھڑی متعین کر دی گئی تھی لیکن اس وقت کے صدر سے تمہارے کسی بزرگ کے تعلقات تھے جس کی بنا پر تمہاری جاں بخشی کروا دی گئی۔" بارن وائیکو نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "کیا تمہیں حیرت نہیں ہوئی بن ہام! کیا تم متعجب نہیں ہو اس بات پر کہ ولاڈی وائن کے ایک ادنیٰ سے رکن کے بارے میں بھی میری معلومات کس قدر مکمل ہیں؟"

میں نے خلیجی سے جواب دیا۔ "نہیں، بلکہ تمہارے بارے میں کچھ فیصلے کرنے میں مجھے آسانی ہو رہی ہے بارن وائیکو! میں سوچ رہا ہوں کہ ولاڈی وائن تمہارے ذہن پر اس قدر مسلط ہے کہ تم اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کے بارے میں بھی چھان بین کراتے پھرتے ہو۔ لیکن مجھے ان تمام باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو صرف تم سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ پلاٹینم پوائنٹ کے سلسلے میں جو دستاویزات تمہارے پاس موجود ہیں، انہیں ہمارے حوالے کرنے کے سلسلے میں تم کس طرح عمل کرو گے۔ تمہیں علم ہے کہ ولاڈی وائن ان دستاویزات کے حصول کا خواہاں ہے اور اس کے لیے یہ سب کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔"

میرے ان الفاظ پر ایک لمحے کے لیے بارن وائیکو کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، پھر رفتہ رفتہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ہنستا ہوا بولا۔ "اطراف میں بکھرے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہے ہو بن ہام! یہ سب اس بات پر خوش ہیں کہ چوہا خود ہی چوہے دان کی طرف دوڑتا چلا آیا ہے اور یہاں لانے والا تفصیلات بتا رہا ہے کہ جو پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق ہیں۔ ولاڈی وائن جو یا بن ہام! ہمارا مقصد تو ایک ایسے آدمی کا حصول تھا جو ہمیں پلاٹینم پوائنٹ کی وہ تمام تفصیلات بتا سکے جن کی مدد سے اس کے حصول میں آسانی ہو سکتی ہے۔ چونکہ دستاویزات ہمارے پاس موجود ہیں اس لیے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم پلاٹینم پوائنٹ کے اصل حقدار نہیں ہیں۔ کیسی دلچسپ اور کیسی پُرلطف بات ہے بن ہام کہ تم یہاں کچھ اور مقصد لے کر آئے اور یہاں تمہارا واسطہ ایک بالکل ہی مختلف صورتِ حال سے پڑا۔" اس نے سر اُٹھا کر ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو بالکل کسی روایتی فلم کے ولن کی مانند محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "یہ شخص ولاڈی وائن کا سب سے اہم آدمی ہے اور یہی ہمیں بتائے گا کہ پلاٹینم پوائنٹ کی اصل جائے وقوع کیا ہے اور اس سے متعلق حراست فوری کی کیا تفصیل ہے۔ کیا تم لوگ اس سلسلے میں اس سے سوالات نہیں کرو گے؟"

اطراف میں بیٹھے ہوئے چار آدمی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چہروں کے تاثرات میں خوفناک تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ وہ میری طرف اور میرے ساتھی پال میسن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نارمل انداز میں یہ سب کچھ بتانا پسند کرو گے یا اس کے لیے تم سے کوئی خصوصی سلوک کیا جائے؟"

بارن وائیکو نے پھر دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر اِتراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"دراصل ولاڈی وائن نے صحیح فیصلہ نہیں کیا، یہ سب یا آدمی کا علاقہ تو بارن وائیکو کی ملکیت ہے اور یہاں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو بارن وائیکو چاہتا ہے لیکن اس کے باوجود میں تمہیں ایک شریفانہ پیشکش کرتا ہوں۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں جو تفصیلات تمہارے علم میں ہیں، وہ میرے سامنے اگل دو۔ میں تمہیں کچھ عرصے اپنے ساتھ رکھوں گا اور اس کے بعد جب ولاڈی وائن کا دماغ درست ہو جائے گا تو تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

صورتِ حال کا اندازہ مجھے کسی حد تک ہو گیا تھا چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں بارن وائیکو کے خلاف کوئی کارروائی کروں۔ چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اپنا پاؤں گھمایا اور وائیکو کی پنڈلی پر وار کر دیا۔ اسی وقت وائیکو کے ایک آدمی نے رائفل اٹھا کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس آدمی کی رائفل پکڑ کر اُسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ رائفل اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ بھی طرح میری طرف آیا تھا لیکن میں نے رائفل کا بٹ پوری قوت سے اس کے منہ پر مارا اور وہ ایک کربناک چیخ مار کر اوندھا ہو گیا۔

وائیکو کو شاید اس کا اندازہ نہیں تھا کہ میں اس کی کچھار میں داخل ہو کر اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا۔ پاؤں کی ضرب نے اُسے لوٹ پوٹ کے لیے بے کار کر دیا تھا اور وہ فوراً ہی اپنی پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ پر ایک مخصوص قسم کی ٹھوکر لگا کر وہ پستول اس کے ہاتھ سے نکال دیا جسے اس نے اچانک ہی اپنے بغلی ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے مضطربانہ انداز میں چبوترے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے وہی ریوالور وائیکو کی پشت سے لگاتے ہوئے گرجدار لہجے میں کہا۔ "خبردار! اگر تم لوگوں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی تو میں وائیکو کے جسم میں سوراخ کر دوں گا۔"

وہ سب اپنی جگہ ٹھٹک گئے اور ان کے چہرے دلنا پہ انتہائی نفرت اور وحشت کے آثار نظر آنے لگے۔ تقریباً سب ہی کے ہاتھ میں پستول تھے اور ان کا رُخ میری جانب تھا لیکن چونکہ وائیکو میرے قبضے میں آ چکا تھا اس لیے وہ پستول استعمال نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وائیکو! تم اس وقت پوری طرح میرے رحم و کرم پر ہو۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا اور اگر تم نے یا تمہارے ساتھیوں نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر تم اپنی زندگی کے سرمائے سے محروم ہو جاؤ گے۔"

وائیکو پتا نہیں کس قماش کا آدمی تھا۔ بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والا، جیسی آرگن میں اس کی دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے بھی یہی بتایا گیا تھا کہ بارن وائیکو ایک خطرناک شخصیت کا مالک ہے لیکن اس وقت وہ کسی کیچوے کی مانند میرے ہاتھوں بے بس ہو چکا تھا۔ میری گرفت اور میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا۔ میں نے ریوالور اس کی پسلیوں میں زور سے چبھویا تو اس نے سراسیمہ ہو کر اپنے آدمیوں کو سامنے سے ہٹ جانے کے لیے کہا۔ وہ سب منتشر ہو گئے۔

"گولی مت چلانا، میں تمہاری ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔" وائیکو نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت تک اطمینان رکھو وائیکو جب تک تم یا تمہارے آدمی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں۔" میں نے مسعود لہجے میں کہا۔

اس وقت ہم دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ میں وائیکو کے سینے میں ذرا سا غیر محتاط ہو گیا تھا۔ اس کی کیفیت سے میں نے صحیح اندازہ قائم کر لیا تھا کہ وہ لڑائی جھگڑے کے معاملے میں بزدل ہے لیکن وہ چال چل گیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے وہ اس طرح لڑکھڑایا جیسے اس کا پاؤں دروازے میں اُلجھ گیا ہو۔ میں نے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اس نے پلٹ کر میرے پستول پر ہاتھ مارا اور پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ گو پستول اس کے ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا لیکن اس نے میرے غیر مسلح ہونے سے فائدہ اٹھایا اور زمین پر لوٹ لگا کر دور نکل گیا۔ اس کے ساتھیوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور میرے اوپر دو فائر ہوئے لیکن کوئی گولی مجھ تک نہیں آئی۔ پھر ایک تیسرا فائر ہوا اور ایک چیخ اُبھری۔ یہ فائر پال میسن نے کیا تھا اور اس شخص کو نشانہ بنایا تھا جس نے مجھ پر فائر کیے تھے۔

میں نے بھی زمین کا سہارا لیا تھا اور اسی طرح کھسکتے ہوئے میں نے بارن تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن بارن کو صورتِ حال کا اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ چوپایوں کی طرح دوڑتا ہوا ایک دوسرے دروازے میں گھس گیا۔ اس وقت تک اس کے دوسرے ساتھی سنبھل چکے تھے اور انہوں نے اندھا دھند مجھ پر اور پال میسن پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس جگہ سے نکلنا ہمارے لیے آسان نہیں تھا کیونکہ بھول بھلیوں کے اس عمارت سے ہم پوری طرح واقف نہیں تھے۔

اسی وقت اچانک وہاں تاریکی چھا گئی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی اور سمت سے بھی گولیاں چلنے لگی ہوں۔ یقیناً یہ پروفیسر کے خفیہ ساتھی تھے جن کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا۔ ان کی جوابی کارروائی کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور وہ لوگ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔

اچانک پال میسن کی آواز میرے کانوں میں اُبھری۔ "اب یہاں رکنا خطرناک ہے، میرے خیال میں نکل چلیں۔"

میں نے ٹٹول کر پال میسن کے وجود کو محسوس کیا پھر آہستہ سے بولا۔ "تمہارا خیال درست ہے میسن! لیکن کیا اس تاریکی میں ہم راستوں کا تعین کر سکتے ہو؟"

"ہاں! تھوڑی بہت کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تب پھر ہمیں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ اور تم میرے پیچھے رہو۔ کہیں اپنی زندگی خطرے میں ڈالنے کی کوشش مت کرنا۔"

"بات کرلی جائے گی اس سے اور مناسب گفتگو کی جائے گی۔

تم لوگ جاؤ۔" بارن وانگو نے کہا۔ اور وہ لوگ باہر نکل گئے۔ بارن ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے شراب کی بوتل نکالی اور پھر ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اس کا رخ اسی کھڑکی کے سامنے تھا۔ اس لیے میں نے فوراً عمل کیا اور دروازہ بند کر دیا پردہ برابر کر کے پلٹا تو کسی سے ٹکرا گیا۔ لڑکی کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی۔

"سنبھل کر۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"تم ۔۔۔؟"

"ہاں! میں نے تمہارے ساتھ ہی وانگو کی گفتگو سنی ہے۔"

اس نے کہا اور واپس پلٹ پڑی۔

میرے ذہن میں پھر پتنگے اڑنے لگے۔ لڑکی خوفناک ہوتی جا رہی تھی۔ دوسری شکل میں وہ مجھے پھر ایک خون کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"آجاؤ یہیں آجاؤ۔ اس وقت تمہارا اس کمرے سے باہر جانا خطرناک ہوگا۔" وہ بولی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسہری پر لے آئی۔ "بیٹھو۔ آرام سے بیٹھو۔"

"شکریہ۔" میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"تو تم وہی ہو جن کی انہیں تلاش ہے؟"

"ظاہر ہے اب تم سے کوئی جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہے۔"

"کیا درحقیقت تمہیں پروفیسر کی مدد حاصل ہے؟"

"میں کسی پروفیسر کو نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن وہ لوگ۔" وہ ایک لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "اب کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے بتا دوں؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے اپنی حسین پیشانی پر شکنیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں چاہتا ہوں، پیش کر دوں تم سے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری مرضی ہے۔"

"سب سے پہلے میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ بارن وانگو کی کوٹھی میں رہ کر تم میرے ساتھ دوستانہ سلوک کر رہی ہو۔ کیوں آخر کیوں؟"

"اگر یہاں سے نکلنا چاہتے ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"اور اگر نہ نکلنا چاہوں تو ۔۔۔؟"

"حیرت کی بات ہے۔ تم جیسے دان میں پھنسے ہوئے ہو۔ یہاں زیادہ دیر تک تمہیں محفوظ نہیں رکھ سکتی۔"

"اپنے بارے میں بتاؤ۔ تب میں فیصلہ کروں گا۔"

"لورین ہے میرا نام۔"

"وانگو سے کیا تعلق ہے؟"

"میرا باپ ہے۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں حیرت سے دنگ رہ گیا۔

"باپ ۔۔۔؟" بمشکل تمام میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس لفظ کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ اس لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور تم اس کے دشمن کو اپنے کمرے میں چھپائے ہوئے ہو؟"

"اس لیے کہ میں اس کے دشمنوں کی دوست ہوں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"کیا تم میرا انٹرویو لینے کے لیے اس عمارت میں داخل ہوئے تھے؟" اس نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

"انسانی فطرت کو نظر انداز کر دو گی لورین؟ ماں کی آغوش سے موت کی آغوش تک اس کے دل میں کہانیاں سننے کی خواہش رہتی ہے۔ اور پھر کوئی ایسی بات جس پر اسے حیرت ہوئی ہو۔"

"صرف مجرم ہی نہیں، دوسری باتوں پر بھی نگاہ رکھتے ہو۔ ایک خوبصورت بات کہی ہے تم نے۔" وہ بولی۔

"انعام کے طور پر اپنے بارے میں بتا دو۔۔۔ ایک مجرم کے گھر میں ایک نیک سیرت لڑکی کہاں سے آئی؟"

"اس لیے کہ میں ایک نیک سیرت ماں کی اولاد ہوں۔"

"تمہاری ماں کہاں گئی؟"

"موت کی آغوش میں۔" اس نے کہا اور دھیرے سے ہنس پڑی لیکن اس ہنسی میں کرب نمایاں تھا۔

"میں نہیں سمجھا!" میں نے کہا۔

"موت کا مطلب موت ہی ہوتا ہے لیکن میری ماں کو قتل کر دیا گیا تھا۔" اس نے جواب دیا۔

"قتل ۔۔۔؟"

"ہاں قتل۔" لورین نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں نے افسوس سے ہونٹ سکوڑے اور پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "لورین! تمہارے الفاظ میں، ان کے مفہوم سے اجنبیت کا اظہار ہوتا ہے لیکن اس میں چھپے ہوئے کرب کو تم میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھ سکیں۔ میں ایک بار پھر اعتراف کرتا ہوں کہ اس خطرناک ماحول میں گھرے ہونے کے باوجود میں انسانی جبلت کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ مجھے معلوم ہے تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہوگی ہے لورین۔ تم جیسی فرشتہ صفت لڑکی یہاں اس ماحول میں کیوں کر رہ رہی ہے؟"

"اس لیے کہ جینا ضروری ہے۔ خودکشی بہادر لوگ کرتے ہیں، مجھ جیسی بزدل لڑکیاں خودکشی نہیں کرسکتیں اور نہ ہی کسی سے اپنا انتقام لے سکتی ہیں۔"

"انتقام لینا چاہتی ہو تم لورین؟"

"ہاں... خدا کی قسم! میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے لیکن میں جانتی ہوں یہ آگ اندر ہی اندر میرے اعضا کو جلا کر بالآخر مجھے راکھ کردے گی۔ اسی دن کے لیے جی رہی ہوں، جب تک یہ آگ میرے پورے بدن میں پھیل جائے اور میں خود بھی اپنی ماں کے پاس پہنچ جاؤں۔"

میں نے ہمدردانہ انداز میں اس کا بازو پکڑا اور اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "تم جیسی لڑکی کو مرنا نہیں چاہیے لورین! تمہیں جینا چاہیے۔" اپنے مقصد کے حصول کے لیے "کون لوگ تھے وہ؟ کون سفاک شخص تھا وہ جس نے تمہاری جیسی نیک سیرت لڑکی کی نیک سیرت ماں کو قتل کردیا؟" میں اس کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش میں بدستور مصروف تھا۔

"میری ماں کا قاتل ایک مجرم، ایک جرائم پیشہ شخص بارین وائیکو ہے۔ ہاں! میرا باپ۔" اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

میں نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔ "تمہاری ماں کو بارین وائیکو نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں۔"

"لیکن کیوں؟"

"کہانی سن کر بور ہو گئے، اپنا نام نہیں بتایا تم نے؟" وہ مسکرا کر بولی۔

میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ تو نہیں لگا سکا تھا لیکن اس کے لہجے سے مجھے اس کی اندرونی کیفیت کا پوری طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ میں اپنی کوشش میں خود کو کامیاب سمجھ رہا تھا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ "بارین وائیکو اس زمانے میں گودی پر کام کرنے والے مزدوروں کا سپروائزر تھا۔ جرائم پیشہ ملاحوں کے درمیان زندگی گزارنے والا وہ ملاحوں کے ذریعے چھوٹی موٹی اسمگلنگ کا کام کرلیتا تھا لیکن اس معصوم لڑکی نے اسے اس کی اصل شکل میں نہیں دیکھا تھا جو اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی اور پھر اس نے اپنے باپ کی مرضی کے خلاف بارین وائیکو سے شادی کرلی۔ جیسی آرگن کا [illegible] ایک اچھا کاروباری آدمی تھا اور میری ماں اس کی بیٹی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی سے تعلقات منقطع کرلیے اور میں نے گودی کے اس سپروائزر کے گھر میں جنم لیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد میری ماں کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ بارین وائیکو غریب ہی نہیں، بدفطرت بھی ہے۔ غربت تو اس نے جان بوجھ کر اپنائی تھی... اپنے اچھے خاصے گھر کو چھوڑ کر لیکن جرم کی دنیا کا یہ انسان اس کے لیے عذاب بن گیا تھا۔

بارین وائیکو میں وہ تمام خرابیاں موجود تھیں جو ایک مجرم میں ہونا چاہیے تھیں۔ وہ دو بار ڈکیتی کے جرم میں بھی ملوث رہا لیکن تقدیر اچھی تھی کہ جرم ثابت نہ ہو سکا اور وہ سزا سے بچ گیا۔ اس کے دل میں یہ خواہش پوشیدہ تھی کہ وہ کسی بھی طرح دولت مند بن جائے۔ یہ دولت اسے اس کی کاوشوں سے تو نہ ملی، ہاں میرے نانا کے انتقال کے بعد جیسی آرگن میں جو کچھ تھا وہ خود بخود میری ماں کی ملکیت بن گیا اور بارین وائیکو کے تمام مذموم مقاصد پورے ہوگئے۔ بے شک وہ ایک چالاک آدمی ہے۔ دولت میں اضافہ کرنا جانتا ہے، اپنی شخصیت کو منوانا جانتا ہے گو فوراً وہ گودی کا سپروائزر رہا ہے۔ اس کی شخصیت میں دلیری یا بے خوفی نہیں ہے، ہر چیز سے ڈرتا ہے لیکن اپنے گرد دھوکے کا پردہ بہت کچھ بن چکا ہے اور اب تو اس کی شخصیت میں نجانے کیا کیا تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ نجانے کیا کچھ کرتا ہے۔ میرے نانا کی دولت نے اسے سہارا دیا اور جیسی آرگن میں وہ ایک نمایاں شخصیت اختیار کرتا چلا گیا۔ اس نے اطراف کے بڑے بڑے غنڈوں کو اپنے ساتھ شامل کرلیا اور بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ اس نے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کردیے۔ اب تو وہ کروڑوں ڈالر کی دولت کا مالک ہے اور نجانے اس نے کیا کیا جال بچھا رکھے ہیں۔

جیسی آرگن میں منتقل ہونے کے بعد مجھے ایک اسکول میں داخل کردیا گیا اور اس اسکول میں مجھے پروفیسر فریڈرک نے تعلیم دی۔"

"پپ... پروفیسر فریڈرک نے؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں... پروفیسر فریڈرک ایک سنجیدہ اور متین انسان ہے۔ بارین وائیکو سے کسی مسئلے پر پروفیسر کی ٹھن گئی، اور یہ حقیقت ہے کہ پروفیسر کو جرم کی دنیا کی طرف لانے والا بارین وائیکو ہی ہے۔ اس نے پروفیسر کے خلاف ایسی ایسی کارروائیاں کیں کہ پروفیسر کی زندگی عذاب ہوگئی۔ نتیجے میں وہ بارین وائیکو کے مقابلے پر آگیا۔ اس نے درس و تدریس کا کام چھوڑ دیا اور اپنا ایک گروہ ترتیب دے لیا۔ یہ گروہ صرف بارین وائیکو کے خلاف کام کرنے کے لیے تھا۔ میری ماں جو پہلے ہی حالات کا شکار ہو کر خاصی دل برداشتہ ہوچکی تھی، یہاں آکر مزید عذاب کا شکار ہوگئی۔ اب اسے اس بات کا دکھ تھا کہ بارین وائیکو اس کے باپ کی دولت

کو کس طرح صرف کررہا ہے۔ بارین وائیکو کو اپنی بیوی کی یہ مداخلت پسند نہیں آئی اور اس نے آہستہ آہستہ زہر دے کر ہلاک کردیا۔ بارین وائیکو جیسے آدمی کے لیے یہ بات مشکل نہیں تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میری ماں زہرخورانی کا شکار ہوئی ہے اور حالات نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس زہرخورانی میں بارین وائیکو کا ہاتھ ہے۔ بارین وائیکو مجھے ایک ایسی مخلوق سمجھتا ہے جسے زبردستی اس سے وابستہ کردیا گیا ہے۔ ہمارے درمیان ہفتوں کوئی بات چیت نہیں ہوتی۔ وہ مجھے دیکھتا ہے تو ایسی اجنبی نگاہوں سے کہ جیسے میرا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں، لیکن میرے کانوں میں اپنی مظلوم ماں کی کراہیں گونجتی رہتی ہیں۔ وہ پوچھتی ہے کہ اس کا کیا قصور تھا، کیا صرف اتنا کہ اس نے ایک شخص سے متاثر ہو کر نادانی کر ڈالی تھی۔ اور پھر اس کی اس محبت کا صلہ موت کی شکل میں دیا گیا۔ جب بھی میں بارین وائیکو کا تصور کرتی ہوں، میری ماں میری نگاہوں کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ! میں بارین وائیکو کو کیسے معاف کردوں؟ اپنی ماں کے قاتل کو کیسے معاف کردوں؟"

میں کافی دیر تک خاموش رہا۔ کہانی متاثرکن بھی تھی اور پھر مجھے متاثر ہونے کا اظہار بھی کرنا تھا۔ کیونکہ خوش قسمتی سے ایک ایسی لڑکی میرے ہاتھ لگ گئی تھی جو بارین وائیکو سے باغی تھی۔ اگر میں ذرا سی عقلمندی سے کام لے جاؤں تو مجھے وقتی طور پر سہارا مل سکتا ہے اور میرے مقصد کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ میں نے سوچا جہاں تک والدیت کا تعلق ہے، ظاہر ہے میں اس لڑکی کے لیے زیادہ سے زیادہ کیا کرسکتا تھا۔ اگر وہ بارین وائیکو کو قتل کرنا چاہتی تو خود بھی وہ اس سلسلے میں کوشش کرسکتی تھی۔ بس اسے اپنے باپ سے نفرت تھی اور وہ اس کے ساتھ رہ رہی تھی لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لیے مجھے کافی اداکاری کرنا پڑی۔

چند لمحوں کے بعد میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تمہاری اس کہانی نے آنکھوں میں آنسو بھر دیے ہیں لورین! کاش میں تمہارے لیے کچھ کرسکتا۔ ہرچند کہ میں تمہارے لیے اجنبی ہوں لورین! اور صحیح بات تو یہ ہے کہ مجھے یہ الفاظ کہنے بھی نہیں چاہییں کیونکہ اس عمارت میں، میں تمہاری پناہ میں ہوں لیکن سنو لورین! میں تمہاری پناہ میں نہیں رہوں گا، اس لیے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہو چکا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تم کسی مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔ تم نے ویسے بھی دکھوں بھری زندگی گزاری ہے۔"

لورین چند لمحے کچھ نہ بولی، وہ خاموشی سے خلا میں گھورتی رہی۔ پھر بولی۔ "میرے بارے میں زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود جذبات کی منزل سے گزر چکی ہوں۔ بس دل میں دھواں اٹھتا رہتا ہے۔ بارین وائیکو کے ہر اس عمل سے مجھے نفرت ہے جس سے اسے خوشی ملتی ہے۔ اس عمارت میں یہ جو ہنگامے ہوتے رہتے ہیں لیکن میں عموماً ان سے لاتعلق رہتی ہوں۔ تم چونکہ میرے کمرے میں آگئے تھے اسی لیے مجھے تمہاری طرف توجہ دینا پڑی۔ میں نہ کسی ہمدردی کی خواہش مند ہوں اور نہ ہی کسی دلجوئی کی۔ میں جانتی ہوں کہ میں بارین وائیکو کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس احساس نے مجھے پژمردہ کردیا ہے۔"

"کیا یہ نہیں ہوسکتا لورین کہ تم ان تمام باتوں کو بھلا کر اپنی آئندہ زندگی کے لیے کوئی راستہ منتخب کرو۔ کیا ضروری ہے کہ بارین وائیکو کے جال میں پھنسی رہو۔ اگر اس سے انتقام لینے کا ارادہ نہیں رکھتیں تو کم از کم اس کا گھر تو چھوڑ دو...؟"

"ہوں... تمہارے ساتھ چلوں۔" اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں لورین جو کچھ تم سمجھ رہی ہو، وہ نہیں ہے لیکن یہ ایک ہمدردانہ مشورہ تھا۔"

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو۔ رات کے مہمان جو صبح ہوتے ہی چلے جاتے ہیں، اس سے زیادہ میں تمہاری حفاظت نہیں کرسکتی۔"

"ٹھیک ہے لورین! تم اتنا کمزور نہ سمجھو مجھے... میں اپنی حفاظت خود کرسکتا ہوں... خدا حافظ۔" میں مسہری سے اٹھتے ہوئے بولا لیکن اس کے انداز میں اضطراب میں نے صاف محسوس کرلیا تھا۔

"کہاں جارہے ہو تم؟" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"خطرناک میں بھی مجرم نہیں ہوں لورین! یوں سمجھ لو تقدیر کی گردش نے مجھے بھی ایک جال میں پھانس لیا ہے۔ متاثر ہوتا اور بکھرتا جاتا ہوں۔ انا بھی زندہ ہے جو مجھے مجبور کررہی ہے کہ تمہیں مزید پریشان نہ کروں۔"

"خودکشی نہ کرو... رات کو یہاں رہو، صبح میں کسی نہ کسی طرح تمہیں یہاں سے نکال دوں گی۔"

"نہیں لورین! ایسا مناسب نہ ہوگا۔"

"ضد مت کرو... میری بات مان لو۔" وہ لجاجت سے بولی اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اس عنایت کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گا۔" میں نے [illegible]

"یہاں آرام سے بیٹھ جاؤ... اب رات بھر یہیں [illegible] نہیں ہے۔"

"تمہیں تکلیف ہوگی؟"

"ہاں، ہوگی مگر صرف ایک رات۔" اس نے جواب دیا اور اٹھ کر فرش پر جا لیٹی۔ میں گہری سانس لے کر مسہری پر لیٹ گیا تھا۔ لڑکی کی ذہنی کیفیت مجھے معلوم ہو چکی تھی۔ میں کسی ہوشیار مکڑی کی طرح آہستہ آہستہ جال بُننا چاہتا تھا۔ ابھی تو مجھے اس کوٹھی میں کافی وقت گزارنا تھا اور اس کے لیے لورین سے زیادہ کارآمد اور کوئی شخصیت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی مدد سے میں بارین وانگو کی خفیہ تجوریوں تک پہنچنے کا خواہش مند تھا جہاں خفیہ منصوبے کے ضروری کاغذات موجود تھے۔

لورین کروٹ بدلے لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جاگ رہی ہے لیکن میں نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ میں سوچتا رہا کہ اسے مزید استعمال کرنے کے لیے کیا حربے اختیار کرنا چاہئیں۔

اس بات پر مجھے حیرت ہوئی کہ اس اجنبی جگہ اور اس سنسنی خیز... ماحول میں مجھے نیند کیسے آگئی۔ میں سو گیا تھا۔ نیند آئی تھی یا مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔

اس وقت پتا نہیں کیا بجا تھا جب میں بیدار ہوا۔ ایک کرخت آواز میرے کانوں میں ابھری۔ "یہ ہوش میں آ رہا ہے۔"

"آنے دو، ہوشیار رہو۔" دوسری آواز ابھری۔

آنکھوں پر چھائی ہوئی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ہوش کا احساس بھی ہو گیا۔ ایک نیم تاریک سا کمرا تھا اور میں اس کمرے میں ایک کرسی پر بندھا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ اور پاؤں اس فولادی کرسی میں کلپ سے جکڑے ہوئے تھے۔ دل دھک سے ہو گیا۔ واقعات یاد آ گئے۔ اس کا مطلب ہے... لورین... اس سے زیادہ نہ سوچ سکا۔ دماغ میں دھواں سا پھیل گیا تھا۔ میرے عین سامنے ایک توانا شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چند منٹ خاموشی اختیار کی پھر میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر میرا چہرہ اوپر اٹھا دیا۔ ساتھ ہی دوسری آواز ابھری۔

"خوش آمدید بن حام، خوش آمدید۔ بڑی پُرمسرت بات ہے کہ تم نے میری کوٹھی سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میرے کام میں یہ آسانی پیدا کرنے کا شکریہ۔"

یہ آواز بارین وانگو کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ہی نیم تاریک کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ میں نے ایک سرسری نگاہ کمرے پر ڈالی اور یہ دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری کہ وہ ایک اذیت خانہ تھا جہاں اذیت رسانی کے آلات بڑی نفاست سے سجائے گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں کسنے والے شکنجے، سلاخیں گرم کرنے والی انگیٹھی اور سینکیں، فولادی رولر، گلے میں ڈالا جانے والا آہنی پھندا اور نہ جانے کیا کیا۔

"پلاٹینم پوائنٹ کی جائے وقوع کے بارے میں بتاؤ؟" بارین وانگو نے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک شعر سناؤں؟" میں نے کہا۔

بارین وانگو چند لمحے میرے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "صرف ایک شعر؟ ابھی تو تم سے پوری نظم سنی جائے گی۔ چلو، مشاعرے کا انتظام کرو۔" بارین نے قوی ہیکل آدمی سے کہا اور وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر میری پشت پر پہنچ گیا۔ کھٹ کی ایک ہلکی سی آواز ابھری اور میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ لیکن چند لمحات کے بعد کرسی کا نچلا حصہ گرم ہونے لگا۔ نیچے شاید الیکٹرک ہیٹر جل اٹھا تھا۔ کرسی فولادی تھی، اس لیے تیزی سے گرم ہونے لگی تھی۔

میں نے دانت بھینچ لیے۔ گرمی ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ کرسی آگ کی طرح گرم ہو گئی۔

"ہاں، نظم سناؤ بن حام! لیکن اس میں پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں اشعار ضرور ہونے چاہئیں۔" میں خاموشی سے یہ گرمی برداشت کرتا رہا۔ لباس کا نچلا حصہ جل اٹھا اور اب گرمی میرے بدن کو چھونے لگی۔ میرا پورا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔ "بند کر دو... یہ اپنی نظم بھول گیا ہے شاید۔ اور پھر یہاں دوسری پُرلطف چیزیں بھی تو ہیں۔ ان کا لطف بھی تو اٹھانے دو۔"

کرسی اب اتنی گرم ہو گئی تھی کہ اگر ہیٹر بند بھی کر دیا جاتا تو وہ دیر تک ٹھنڈی نہ ہوتی۔ لیکن بارین نے کچھ کیا اور میرے ہاتھوں پیروں کے کلپ کھل گئے۔ میں ایک برق رفتاری سے اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن ٹانگوں میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔ کھڑا ہوتے ہی میں گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ قوی ہیکل آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا اور اسی طرح گھسیٹتا ہوا وہاں تک لے آیا جہاں فولادی زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ زنجیر کو میری بغلوں میں ڈال کر کس دیا گیا اور پھر اسے کسی میکنزم کے تحت اوپر اٹھا دیا گیا۔ اب میں کمرے کے درمیان میں لٹک رہا تھا۔

"جھلاؤ اسے... خوب جھلاؤ۔" بارین بولا اور زنجیریں ہلنے لگیں۔ میرا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ قوی ہیکل شخص ہنٹر لے کر میرے سامنے آ گیا اور پھر سڑاک کی آواز کے ساتھ ایک ہنٹر میری پشت پر پڑا۔ میرے حلق سے شدید کراہ نکل گئی تھی۔

"یہاں تمہارا مددگار کون ہے؟" وانگو نے پوچھا۔

"اس طرح... اس طرح تم مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکو گے۔ کوشش کرتے رہو... کوشش..." میری کمر پر دوسرا کوڑا پڑا اور اسی وقت ایک فائر کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دلخراش چیخ۔ کوڑے برسانے والا قوی ہیکل شخص

سینے پر ہاتھوں سے اس سوراخ کو دبوچ رہا تھا اور پھر... وہ کسی اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

وانگو پھرتی سے اچھل کر دوسرے کونے میں جا چھپا تھا۔ فائر کی آواز باہر سے آئی تھی۔ یقیناً وانگو کے آدمی آس پاس موجود تھے کیونکہ چند ہی لمحوں کے بعد دروازے پر زور سے دستک ہونے لگی پھر چند لوگ دھڑ دھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے۔

"دیکھو، کتے کے بچو! باہر دیکھو کسی نے فائر کر کے اسے ہلاک کر دیا ہے۔" وانگو اپنے آدمیوں کو دیکھ کر دہاڑا اور وہ لوگ جس طرح اندر داخل ہوئے تھے اسی طرح بدحواسی سے باہر نکل گئے تھے۔

بارین وانگو اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ قوی ہیکل شخص کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ گولی اس کے دل کے مقام پر لگی تھی۔ اس لیے وہ فوراً ہی مر گیا تھا۔ میں بے بس تھا۔ اس موقع سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ میرے ہاتھ چھت کی طرف کھنچے ہوئے تھے اور آہنی زنجیروں سے لٹکتے ہوئے سارا زور کندھوں پر پڑ رہا تھا۔

بارین وانگو کے چہرے سے سخت پریشانی جھلک رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا اور گالی دیتے ہوئے بولا۔ "یہاں تیری مدد کون کر رہا ہے، یہ بھی تو پتا لگا لوں گا۔ میں دیکھ لوں گا۔ میں تجھے دیکھ لوں گا۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر نکل کر وہ چیخا۔ "تمام لوگوں کو پکڑ لو... سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ پہلے ان کتوں کو ہلاک کر دو۔ اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں اس کی اول فول سن رہا تھا لیکن اس وقت میری اپنی حالت خراب تھی۔ میں اس عذاب سے بچنے کے لیے ترکیب سوچنے لگا۔ کمرے میں اس وقت میرے علاوہ صرف اس قوی ہیکل شخص کی لاش تھی۔ میں نے ان زنجیروں کے اختتامی سرے کا جائزہ لیا اور پھر ایک تجویز میرے ذہن میں آ گئی۔ میں ان زنجیروں کو پکڑ کر آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔ ہر چند کہ اس کوشش میں میرے بدن کی ہڈیاں کڑکڑا رہی تھیں لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور زور لگاتا چلا گیا۔ کسی نہ کسی طرح چھت کے قریب جا پہنچا۔ پھر میں نے چھت کے شہتیر میں دونوں پاؤں اڑا لیے اور ایک ہاتھ سے کلپ میں پھنسی ہوئی زنجیر کا کنڈا نکال لیا۔ پھر خود کو نیچے گرنے سے سنبھالنے کے لیے میں نے دوسری زنجیر کا سہارا لیا... اور نیچے آ گیا۔ اب میں آزاد تھا لیکن میں نے بدحواسی سے کام نہیں لیا۔ پہلے اس لاش کے بدن کو ٹٹولا لیکن بدبخت کے پاس ایک لمبے چاقو کے علاوہ کچھ نہیں نکلا۔ میں نے اسی چاقو کو غنیمت سمجھا اور اسے اپنے قبضے میں لے کر باہر نکل آیا۔ پہلے خود کو محفوظ کرنا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی کچھ اور سوچا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں کمرے سے نکل کر ایک اور راہداری میں دوڑنے لگا۔ راہداری بائیں سمت گھوم گئی اور دفعتاً میں نے اس جگہ کو پہچان لیا۔ سامنے وہی کمرا تھا جس میں لورین سے ملاقات ہوئی تھی۔

میں جانتا تھا کہ بارین وانگو ان لوگوں کی تلاش میں ہے جو اس کی رہائش گاہ میں میری مدد کر رہے تھے۔ اس کے آدمی یقیناً چاروں طرف دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ کیا عجب کہ کچھ لوگ ادھر بھی نکل آئیں اور مجھے دیکھ لیا جائے۔ اس لیے اس وقت فوری پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ میں نے لورین کے دروازے کو آزمایا اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن کمرا خالی تھا۔ لورین کمرے میں موجود نہیں تھی۔ البتہ اس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو کمرے میں بسی ہوئی تھی۔

کمرے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، سوائے مسہری کے۔ چنانچہ میں اس کے نیچے گھس گیا۔ جو کچھ بیتی تھی اس نے انجر پنجر ڈھیلے کر دیے تھے۔ اس وقت آرام کی شدید ضرورت تھی۔ میں فرش پر سیدھا لیٹ گیا۔ پھر میں نے اس کمرے کے بارے میں سوچا۔ کیا میں یہاں محفوظ ہوں؟ نیند سے یا بے ہوشی سے جاگنے کے بعد عذاب شروع ہو گیا تھا۔ حالات کے بارے میں سوچنے کا ایک لمحہ نہیں ملا تھا۔ لیکن اب ذہنی حالت اعتدال پر آتی جا رہی تھی۔ میرے خیال میں یہ کمرا اس وقت میری محفوظ پناہ گاہ تھی۔ کیونکہ یہیں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا۔ گرفتار کا لفظ نہایت موزوں تھا۔ ان لمحات کو نیند نہیں کہا جا سکتا تھا جن میں میں ان کے ہاتھ لگا۔ لورین نے خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے مسہری پر سونے کی پیشکش کی تھی اور میں سو گیا تھا۔ لیکن کوئی بھی نیند اتنی گہری نہیں ہوتی کہ انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور اس کو خبر بھی نہ ہو۔ صاف ظاہر تھا کہ سوتے ہوئے مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور یہ کارروائی لورین کے علاوہ کس کی ہو سکتی تھی۔

"لورین!" میں نے زہرخند کے ساتھ سوچا۔ ایک مجرم باپ کی بیٹی۔ دلچسپ واقعات کی شائق۔ میں اس کے کمرے میں پہنچا تو اس نے مجھ سے لطف لینے کی ٹھانی اور مجھے پامسٹ کر کے ایک کہانی گھڑ کر سنائی۔ ظاہر ہے وہ کہانی جھوٹی تھی۔ اب مجھے دوبارہ دیکھ کر وہ تھرتھرانے لگے گی۔ لیکن... یہ سب کچھ تو چلتا ہے۔ اس دنیا میں ایسے ہوتا آتے چلے جا رہے ہیں۔ تجربے شاہد ہیں کہ بے شمار معصوم لڑکیاں شیطانی صفت نکلی تھیں اور لاتعداد گنہگار لڑکیوں نے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا تھا۔ اب اگر لورین دوبارہ میرے ہاتھ لگ جائے تو... ویسے میرے خیال میں لورین کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہوگا کہ میں اسی کمرے سے گرفتار ہوا ہوں اور دوبارہ

پناہ لینے کی کوشش کروں گا۔ اس لیے بھی یہ کمرا محفوظ تھا۔

دفعتاً کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور میں نے سانس روک لی۔ اٹھ کر کروٹ بدل کر میں نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ چند ہی لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ آہٹیں دروازے کی طرف سے نہیں بلکہ غسل خانے سے آ رہی تھیں۔ میں حماقتوں میں زیادہ باکر رہ گیا۔ لورین کمرے ہی میں تھی، غسل خانے میں۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر آنے والے قدم لورین ہی کے تھے۔

میں نے سانس روک لی اور اس کی حرکات کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے آئینے کے سامنے جا کر بال وغیرہ سنبھالے اور پھر ٹیپ ریکارڈر پر ایک ریکارڈ لگا کر مسہری پر نیم دراز ہو گئی۔ مدھم سروں میں موسیقی نشر ہونے لگی تھی۔ میں نے سکون کی گہری سانس بھری۔

لورین ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک شیلف سے کوئی رسالہ نکال کر دوبارہ مسہری پر آ گئی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے...؟" لورین نے پکارا اور دروازہ کھل گیا۔

"گڈ نائٹ بے بی...! بابا! کوئی ادھر تو نہیں آیا؟"

"دفعان ہو جاؤ۔" لورین غرائی۔

"میں... میں بس بابا۔" آنے والا اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

"کمینے۔" لورین نے نفرت سے کہا اور اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اب کچھ وقت یہیں گزاروں گا اور اگر لورین کو میری موجودگی کا شبہ ہو گیا تو پھر یا تو اس کی حسین گردن کو اس کے بدن سے جدا کر دوں گا۔

بدن کی تکلیف کسی قدر کم ہو گئی تھی۔ صرف وہ جگہ درد کر رہی تھی جہاں ہنٹر پڑے تھے۔ سب سے زیادہ تکلیف وہ چیز پہنچا رہی تھی جو نڈھال کیے دے رہی تھی۔ لیکن اسے دور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

دوپہر کو لورین باہر نکل گئی۔ اور اس کے جانے کے بعد میں بھی اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ غسل خانے میں جا کر پانی پیا اور پھر کسی خیال کے تحت اس درمیانی کھڑکی کے پاس آ گیا جو باربن کے کمرے میں کھلتی تھی۔ دوسرا کمرا خالی تھا۔ میں نے اس کھڑکی کا جائزہ لیا۔ شیشے توڑے بغیر دوسرے کمرے میں داخل ہونا ممکن نہیں تھا اور کھڑکی توڑنا آسان نہیں تھا۔ پھر اس سے فائدہ بھی کیا۔ چند لمحوں کے بعد دوبارہ اپنی پناہ گاہ میں آ گیا۔

لیٹے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ لورین واپس آ گئی۔ اور آ کر اس نے ٹیپ ریکارڈر دوبارہ آن کیا اور مسہری پر دراز ہو گئی۔ بھوک کا کوئی حل نہیں تھا۔ رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ پہلے یہاں کے کچن کا جائزہ لوں اس کے بعد کچھ اور...

مدھم روشنیوں کمرے کے نیم تاریک ماحول کو خوابیدہ کر رہی تھیں۔ پلکیں بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ کوئی جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک ممکن ہو سکا نیند کو جھٹکتا رہا۔ اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا۔ اور پھر نہ جانے کب ہوش آیا۔ ایک بار اس کمرے میں سویا تھا تو ایک عقوبت خانے میں آنکھ کھلی تھی۔ سہم کر اطراف کے ماحول کو دیکھا لیکن... یہ لورین کا کمرا ہی تھا۔ نہ جانے کیا بجا تھا تو اندازہ ہوتا تھا کہ کافی رات گزر گئی ہے۔ کمرے میں روشنی موجود تھی۔ غالباً لورین ابھی سونے کے لیے نہیں لیٹی تھی یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ خواب گاہ میں موجود ہے یا نہیں۔

اچانک ناک کو ایک خوشبو سی محسوس ہوئی۔ بھنتے ہوئے گوشت کی خوشبو۔ بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں، میری ناک کی بھی یہی کیفیت تھی لیکن خوشبو مسلسل آ رہی تھی اور جب اسے محسوس کر لیا تو آنتوں نے فریاد شروع کر دی۔ جھٹ کر کے مسہری کے نیچے سے سر نکالا۔ لورین کی موجودگی کے آثار نہیں ملتے تھے چنانچہ باہر نکل آیا۔ بالکل قریب ہی میز پر ایک ٹرے رکھی ہوئی تھی جس میں بھنی ہوئی سالم مرغی، ایک پلیٹ سلاد اور رنج جوس کا ایک جگ رکھا ہوا تھا۔

خوانِ نعمت تھا۔ اس کی یہاں موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے، کوئی اندازہ نہیں تھا۔ چند لمحے پریشان رہا۔ فاقہ اتنا طویل ہو گیا تھا کہ سارے وسوسے، سارے خیالات ہوا ہو گئے اور میں سوچے سمجھے بغیر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کئی وقت کی بھوک کے آگے یہ ننھی سی مرغی کیا حیثیت رکھتی تھی۔ بمشکل ہڈیاں چھوڑی تھیں۔ جوس کا پورا جگ حلق میں انڈیلنے کے بعد کچھ سکون ملا۔ اس کے بعد اس خوانِ نعمت کے بارے میں سوچنے کی باری تھی۔ کون دیالو کس کے لیے تھا؟ اگر لورین کے لیے تھا تو وہ خود کہاں ہے؟ غسل خانے پر نظر ڈالی تو ایک دم غور سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر سے بند تھا۔ میں چونک پڑا لیکن اسی وقت دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور میں برق کی سی تیزی سے دروازے کے پیچھے ہو گیا۔

لورین اندر آ گئی۔ اور پھر دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے مجھے دیکھ لیا وہ مسکرا دی۔ "ہیلو بچے!" اس نے کہا۔ پھر اس کی نگاہیں کھانے کی ٹرے کی طرف اٹھ گئیں۔ "تم نے غسل بھی نہیں کیا؟"

"یہ کھانے کی عنایت تم نے کی تھی؟"

"کیوں؟ بھوک نہیں لگی تھی کیا؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"بہت بھوکا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے اندازہ تھا لیکن تم اتنے بے خبر سو رہے تھے کہ میں نے جگانے کی ہمت نہیں کی۔"

"میں ابھی تک بے ہوش نہیں ہوا حالانکہ کھانا کھائے ہوئے کئی منٹ گزر چکے ہیں۔" میں نے طنزاً کہا۔

"میں سمجھی نہیں!" اس نے تعجب سے کہا۔

"کیا کھانے میں بے ہوشی کی دوا نہیں ملائی گئی تھی؟"

"کھانا میں لائی تھی تمہارے لیے۔" وہ بولی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"تمہارا خیال ہو گا کہ میں اس طرح مشتبہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس لیے کچھ لانے سے فائدہ۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارا انداز کچھ عجیب سا ہے۔" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی ہو میرے ساتھ۔ لیکن حسین لڑکی بار بار دھوکے نہیں کھائے جاتے۔ اس سے قبل بھی میں تمہیں قتل کر سکتا تھا۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن تھپکتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ میں نے دوسرا ہاتھ سے چاقو نکال لیا تھا۔ "تمہاری مکاری یا تو تمہاری موت کا سبب بن گئی۔" میں نے اس کی گردن چھوڑ کر بال پکڑ لیے اور چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی۔ "چلو دروازہ بند کر دو۔"

اس نے لات مار کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمہاری ہر جنبش تمہیں موت سے قریب تر کر رہی ہے۔ آہستہ سے دروازہ لاک کر دو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد میں اسے بالوں سے پکڑے ہوئے مسہری کے پاس لایا اور زور سے دھکا دے دیا۔ وہ گر پڑی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ رنگ سرخ تھا۔ آنکھیں وحشیانہ انداز میں چمک رہی تھیں۔ ہونٹوں پر سرمئی مسکراہٹ تھی۔

"اب تمہیں بہت سی باتیں بتانا ہوں گی۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"پوچھو۔" وہ چٹخے لہجے میں بولی۔ اس کا لہجہ بھی عجیب سا تھا۔

"تم نے پچھلی رات مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی؟"

"تمہارا کیا خیال تھا، میں اپنے باپ کے دشمن کو زندہ دیکھنا پسند کروں گی۔ تم چالاکی سے باربن ڈیکو کے نرغے سے نکل آئے تھے۔ میں اس وقت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ میں نے تمہیں دوسرے طریقے سے پھانسا۔"

"تو وہ کہانی جھوٹی تھی؟"

"سو فیصدی۔"

"بہت ذلیل لڑکی ہو تم... باربن ڈیکو جو کچھ بھی ہے تم نے اپنے باپ کے لیے ایسی ہی ایک کہانی گھڑی تھی۔"

"جنگ اور عشق میں سب کچھ جائز ہے۔" اس نے کہا۔

"پھر تم نے مجھے بے ہوش کر دیا تھا؟"

"میں نے نہیں، دوسرے لوگوں نے۔ میں نے تو صرف اپنے باپ کو اطلاع دی تھی کہ اس کا دشمن میرے کمرے میں موجود ہے۔ بس انہوں نے تمہیں قابو میں کر لیا۔" لڑکی نے اس انداز میں کہا جیسے وہ مجھے کوئی دلچسپ کہانی سنا رہی ہو۔

غصے سے میرا برا حال تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "اس مرتبہ میرے ساتھ یہ رعایت کیوں کی گئی؟"

"دشمن کو کھلا پلا کر مارنا ہم لوگوں کی عادت ہے۔ بہت جلد تمہاری موت تمہیں دبوچ لے گی۔" اس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"اس سے قبل تم موت کی آغوش میں سو جاؤ گی۔ مجھے دوبارہ گرفتار کرانے والے تمہاری لاش... " میری نگاہ اس کی آنکھوں پر جا پڑی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"بزدل عمل نہیں کرتے، صرف دھمکیاں دیتے ہیں۔ تمہارے ہاتھ میں چاقو ہے۔ کیا تم اسے استعمال کر سکتے ہو؟" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔ "قتل کرو۔ اپنے ارادے پر عمل کرو... بیکار" وہ بے اختیار رو پڑی۔ عجیب ہذیانی کیفیت تھی اس کی۔ دانت بھینچے ہوئے تھے۔ چہرہ غصے میں لال بھبوکا ہو گیا تھا۔ آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔

ایک لمحہ صرف ایک لمحہ میں نے غور کیا۔ کہیں مجھے اس کے بارے میں غلط فہمی نہ ہوئی ہو! وہ اس سلسلے میں بے قصور نہ ہو۔

"قتل کرو مجھے ورنہ میں اپنے باپ کو آواز دیتی ہوں۔" اس نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟" میں نے معتدل انداز میں کہا۔

"موت کے خوف سے! بزدل! اپنا کام کرو... قتل کرو مجھے... مار دو، خدا کے لیے مار دو۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔ یہ اداکاری نہیں تھی۔ مجھے ضرور غلط فہمی ہوئی تھی۔ ممکن ہے جس نے کھانا دیا ہو ممکن ہے اس نے کچھ کیا ہو۔ بڑی مشکل پیش آ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔

"ٹھیک ہے لورین! میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بہتر ہے کہ میں خود کو ڈیکو کے حوالے کر دوں۔ یہی میرے لیے مناسب ہے۔"

"مر جاؤ... بزدلوں کو کتے کی موت مرنا چاہیے۔" تم مثلاً

جاؤ... چلے جاؤ... نکل جاؤ یہاں سے... گیٹ آؤٹ۔"
وہ دہاڑی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ بھینچ لیا۔ اس کی خوفزدہ نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئی تھیں۔

میں نے بے اختیار پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "خدا حافظ لورین!" اس کے ساتھ ہی میں نے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ اس نے بستر سے چھلانگ لگا دی اور مجھے دبوچ لیا۔

"اگر تم نے دروازے سے قدم نکالا تو خدا کی قسم میں خودکشی کر لوں گی، ضرور خودکشی کر لوں گی۔"

"ارے ارے! یہ کیا پاگل پن ہے۔ تم نے خود ہی تو مجھے باہر جانے کے لیے کہا تھا۔" میں نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ اب مجھے یقین ہو چکا تھا کہ لورین کے بارے میں میری بدگمانی غلط تھی۔ میری گرفتاری میں اس کا ہاتھ نہیں تھا۔

"بس تم باہر نہیں جاؤ گے۔ تم... تم... تم بھی واٹیکو کی صنف سے تعلق رکھتے ہو۔ تم کسی کے ساتھ کیا انصاف کرو گے۔ لیکن... چلو ادھر بیٹھو... بیٹھو یہاں۔" اس نے زبردستی مجھے کھینچ کر مسہری پر بٹھا دیا۔

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو لورین؟"

"میں اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتی ہوں تمھیں۔ کسی اور کے ہاتھوں نہیں مرنے دوں گی، سمجھے۔"

"کمال ہے... انوکھی خواہش ہے۔ چلو ٹھیک ہے، جلدی کرو، میں مرنا چاہتا ہوں۔" میں نے پُرمذاق انداز میں کہا اور لورین اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ ایک چھوٹی سی الماری کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور الماری کے خفیہ خانے میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ میں چپ چاپ کھڑا ہوا اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پستول ہاتھ میں پکڑے وہ مجھے گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ کر اس نے پستول میری گود میں ڈال دیا۔ میں نے پھر تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ پستول میں نے اس لیے خریدا تھا کہ... کہ جب خود سے اُکتا جاؤں گی، جب جینے کی کوئی امنگ نہیں رہے گی تو خودکشی کر لوں گی۔ میں کسی اور کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی لیکن... تمھارے لیے صرف تمھارے لیے میں نے گناہ کیا ہے۔ اور تم... جی چاہتا ہے وہ سارے گناہ بھی کر لوں، یقین کرو، تمھیں قتل کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ میں صرف تمھاری وجہ سے قاتل بن گئی ہوں اور تم مجھ پر اتنا مذموم الزام لگا رہے ہو۔"

"میری وجہ سے قاتل بن گئی ہو؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، مورگن کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس پستول میں صرف ایک گولی کم ہے۔"

"کیسے قتل کیا ہے تم نے؟ مورگن کون تھا؟"

"وہ جو تم پر کوڑے برسا رہا تھا۔ وہ جو تمھیں اذیت دے رہا تھا۔" لورین سسکی لے کر بولی۔

میں ششدر رہ گیا تھا۔ یہ تو معاملہ ہی الٹا نکلا! کیا واقعی وہ درست کہہ رہی ہے؟ میرا ذہن الجھنے لگا۔

"مجھے پتا بھی نہیں چل سکا، میں گہری نیند سو گئی تھی۔ جاگی تو تم موجود نہیں تھے۔ میں پریشان ہو گئی۔ میں نے خفیہ طور پر معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ تمھیں میرے کمرے سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں پاگل ہو گئی لیکن اس پاگل پن میں بھی میں نے ہوشیاری سے کام لیا اور کوئی ہنگامہ نہیں کیا۔ میں نے خاموشی سے تمھارا سراغ لگایا اور تمھیں اذیت گاہ میں تلاش کر لیا۔ مورگن اس وقت تمھیں کوڑے لگا رہا تھا۔ میں نے مورگن کے دل کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔" وہ پھر رونے لگی اور میں احمقوں کی طرح اسے دیکھتا رہا۔ "اور تم... تم..." روتے روتے اچانک اس نے میری طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر پھر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"واقعی لورین! میں بہت گھٹیا انسان ہوں۔ میں نے تمھاری محسن پر اتنا بڑا الزام لگایا۔ لیکن معافی کی گنجائش بہرحال ہوتی ہے۔ کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟"

"کر سکتی ہوں۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔ اور مجھے اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔ میری ہنسی کی آواز پر اس نے مجھے دیکھا اور چڑ گئی۔ "تم مسلسل میرا مذاق اڑائے جا رہے ہو۔"

"نہیں لورین! یقین کرو میں اپنی غلط فہمی پر نادم ہوں... بلاشبہ گرفتاری کے بعد جب اس اذیت گاہ میں میری آنکھ کھلی تو میں نے یہی سوچا کہ تم نے مجھے گرفتار کرا دیا ہے۔ اس وقت میری غلط فہمی بجا تھی لیکن لورین! اب خلوص دل سے تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر طمانیت نظر آنے لگی اور پھر مدھم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ "شاید میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔"

"شاید کا لفظ خوب ہے لورین۔"

"ہاں، بس میرے دل میں اب تمھارے لیے کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

"اس کے لیے میں تمھارا شکر گزار ہوں لورین لیکن یہ سوال بار بار میرے ذہن میں پیدا ہو رہا ہے کہ تم میرے اوپر یہ احسانات کیوں کر رہی ہو؟"

لورین چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "دیکھو! میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ سچ سچ بتا دوں تمھیں! میں اپنے ماحول سے بیزار ہوں۔ مجرموں کی اس بستی میں اپنے آپ کو آج تک اجنبی سمجھتی رہی ہوں حالانکہ میں نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی ہے۔ باربن واٹیکو کے بارے میں تمھیں تفصیلات بتا چکی ہوں کہ کس طرح وہ جرم کی زندگی کی طرف مائل ہوا لیکن اس وقت میں نا سمجھ تھی اور ان تمام معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ماں کی موت کے بعد میرے احساسات جاگے اور میں اپنے آپ سے بیزار ہو گئی۔ زندگی گزارنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا اور پھر ایک باپ کی حیثیت سے باربن واٹیکو مجھے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ اس کی انا کا مسئلہ تھا لیکن میں نے ایک لمحے بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ میں باپ نام کی کوئی چیز رکھتی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس ماحول میں قطعی اجنبی محسوس کیا ہے اور ایک اجنبی ماحول میں تم کب تک زندگی گزار سکتے ہو؟"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ لورین سامنے کی دیوار کو گھور رہی تھی۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا۔ "لورین میری یہ امداد کہیں تمھارے لیے مصیبت نہ بن جائے۔ باربن واٹیکو کے آدمی میری تلاش میں کتوں کی مانند زمین سونگھتے پھر رہے ہیں۔ ایک بار پہلے تمھاری خواب گاہ سے گرفتار کیا گیا، کہیں ان کی توجہ پھر اس طرف نہ ہو جائے۔"

لورین مسکرا دی، پھر بولی۔ "تم نے یہاں واپس آنے کے سلسلے میں جو کچھ سوچا ہے، وہی میں نے بھی سوچا ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ وہ کمرا جو ایک بار تمھاری گرفتاری کا سبب بنا ہے اب تمھارے لیے محفوظ ترین ہے اور وہ لوگ یہ نہیں سوچیں گے کہ تم دوبارہ اسی سمت کا رخ کرو گے۔"

"ہاں، میں نے یہی سوچا تھا لیکن اب کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"اس وقت میرے ذہن میں خیال تھا کہ میری گرفتاری کا سبب تم ہو۔ یہاں پناہ لیتے ہوئے میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ دوبارہ مجھے یہاں تلاش نہیں کیا جائے گا لیکن اب صورت حال تبدیل ہو چکی ہے۔ کیا باربن واٹیکو کا ذہن تمھاری طرف نہیں جا سکتا؟ کیا وہ نہیں سوچ سکتا کہ ممکن ہے کہ تم ہی میری پشت پناہ ہو؟" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

لورین کے چہرے پر چند لمحات کے لیے سنجیدگی طاری ہو گئی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "ہاں! اس کے امکانات ہیں لیکن پھر کیا کیا جائے، جو کچھ ہو گا اسے بھگتیں گے۔ لیکن کمرے سے نکلوں گی ہی نہیں، سوالوں گی بھی نہیں، دیکھوں گی تمھیں کوئی کیسے گرفتار کرتا ہے۔" اس کے انداز میں بچپن جھلکنے لگا۔

"لورین! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اس عمارت میں میرے لیے کوئی دوسری پناہ گاہ تلاش کر دو۔"

"تم عجیب آدمی ہو کیا جیسی آرگن میں تمھیں کوئی اور ٹھکانا نہیں ملے گا۔ اپنے دشمنوں کے درمیان رہنا چاہتے ہو تو حقیقت کیا ہے؟ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ مناسب موقع ملتے ہی تمھیں یہاں سے نکال دوں گی اور تم یہاں رہنے کے خواہش مند ہو۔"

لورین کے سوال پر لمحہ بھر میں سوچتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "ہاں لورین! میں یہاں سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد نکلنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مقصد ہے تمھارا اور ایک بات سنو! تم کس قدر عجیب انسان ہو، ہم لوگ اتنے مرحلوں سے گزر چکے ہیں لیکن میں اب بھی تمھیں تمھارے نام سے نہیں پکار سکتی۔ پہلے بھی میں نے تم سے تمھارا نام پوچھا تھا لیکن شاید تم بہت محتاط انسان ہو۔"

"نہیں لورین! یہ بات نہیں ہے۔ تم مجھے نام کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"اب یہ بتاؤ، تمھاری یہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟ بار بار وضاحت کرتے ہوئے مقصد آتے لگتا ہے حالانکہ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اپنی ماں کے قاتل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں باربن واٹیکو کے دشمنوں کی دوست ہوں اور اسی جذبے نے مجھے تمھاری تمھاری مدد کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"لورین! میں باربن واٹیکو کے ایک حریف ولاڈی واٹن کا نمائندہ ہوں اور پلاٹینم پوائنٹ نامی ایک کیس پہ باربن واٹیکو سے سودے بازی کرنے آیا تھا لیکن باربن نے بدعہدی کرتے ہوئے مجھے گرفتار کر کے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ باربن واٹیکو سے مجھے پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں کچھ دستاویزات درکار ہیں۔ کیا تم اس سلسلے میں بھی میری کچھ مدد کر سکتی ہو؟"

"صرف اس حد تک کہ تمھیں اس وقت تک یہاں محفوظ رکھوں جب تک تم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤ۔ میں خود بھی تمھارے ساتھ یہ خطرہ مول لینا چاہتی ہوں تاکہ اپنے آپ کو بھی آزما لوں، دیکھوں کہ باربن واٹیکو مجھے کس حد تک برداشت کر سکتا ہے۔ جرم کے راستوں پر چلتے ہوئے اگر اس کا سینہ بالکل سیاہ ہو گیا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں بھی اپنی ماں کی طرح اسی کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں۔ ہاں میں کوئی فیصلہ چاہتی ہوں۔ کوئی ایسا فیصلہ ہو یا تو مجھے زندگی بخش دے یا پھر موت۔" اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

میرے ذہن کے کچھ حصے روشن ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میں نے ہر جذباتی تصور کو نظر انداز کر دیا تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے تھے جب جذبات کے دھاگے میرے پاؤں کی زنجیر بنے تھے لیکن میں نے ہمیشہ اپنے مشن کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان سے دامن بچایا تھا حالانکہ بعض اوقات یہ ایک سخت دشوار کام محسوس ہوا تھا اور اس کے لیے مجھے اپنے دل سے شدید جنگ کرنا پڑی تھی لیکن میں نے اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دیا، انھیں اپنے مشن کی راہ میں کبھی حائل نہ ہونے دیا تھا۔ کیونکہ میرا مشن میری تنہا ذات کے لیے نہیں تھا بلکہ اس میں لاتعداد مظلوموں کی چیخیں شامل تھیں۔ ان ماؤں کے روتے ہوئے چہرے میری نگاہوں کے سامنے آجاتے تھے جو اپنے جوان بیٹے کھو چکی تھیں۔ اداس بہنوں کی حسرت بھری آنکھیں میرے ذہن میں ابھر آتی تھیں جن کے بھائی سرپھرے دہشت پسندوں کا شکار ہو چکے تھے اور ایسے معصوم بچے بے خانماں پڑے تھے۔ ان سب کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکراتیں تو میں اپنے دلی جذبات و احساسات کی آوازوں کو دبا دیا تھا کیونکہ یہی بہتر تھا میرے لیے اور اس وقت لورین کے لیے بھی میرے ذہن و دل میں جنگ جاری تھی۔ وہ معصوم لڑکی اپنے حالات کا شکار رہتی بچپن سے وہ ایک اچھے ذہن کی مالک تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے باپ کے دل میں اس کے لیے کیا جذبات ہیں۔ اپنی ماں کی موت سے دل برداشتہ ہو کر وہ باپ کی دشمن بن گئی تھی اور اب میری آلۂ کار بنتی جا رہی تھی۔ عام نقطۂ نگاہ سے تو یہی مناسب تھا کہ میں اسے استعمال نہ کرتا لیکن اس سے میرے مقصد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ایک بار پھر دل کی آواز کو دبا دیا اور خود آپ کو اس پر آمادہ کر لیا کہ لورین سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میں نے اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد کہا۔ ”لورین! مجھے علم ہے کہ تم پیٹر کسن لیچ اور یادکس سفورڈ کے میری مدد کر رہی ہو جن تخلیقی میتوں کی شناخت کا موقع ضرور دوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ میرے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش کر سکتی ہو یا نہیں؟“

”اس پستول میں پانچ گولیاں ہیں۔ اسے اپنے پاس رکھو بام! اگر کوئی ایسا ہی موقع آجائے کہ اس کا استعمال ناگزیر ہو تو تمھیں احتیاط ہے کہ کسی کو بھی نشانہ بنانا کا۔ فی الحال اس گھر سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ میں بہرطور تمھاری حفاظت کروں گی۔ پہلے میں یہ جاننے کی کوشش کرتی ہوں کہ کیا میرے باپ کو تمھارے سلسلے میں کچھ پر کوئی شبہ ہے۔“

میں نے گردن خم کر دی۔ حالات کا یہ دلچسپ رخ میری زندگی کے معمولات سے مختلف نہیں تھا۔ بارہا اس قسم کے جوئے کھیل چکا

تھا۔ بارین وائیکو کی اس عمارت سے فرار ہو نے میں مجھے زیادہ دقت نہ ہوتی۔ لورین کا سہارا بھی لیا جا سکتا تھا لیکن میں اپنا کام کر کے ہی یہاں سے نکلنا چاہتا تھا اور اس کے لیے تھوڑا سا انتظار کر لینا، برا نہیں تھا۔

میں لورین کی اس خواب گاہ کا مہمان بن گیا۔ اس نے میرے چھپنے کے لیے کچھ اور آسانیاں فراہم کر دی تھیں تاکہ معاملات میں بھی وہ کوئی تبدیلی نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو اس پر شبہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ مصروف رہی۔ میرے لیے کھانے پینے کا بندوبست وہ نہایت احتیاط سے کر دیا کرتی تھی اور اس طرح تقریباً اٹھائیس گھنٹے مجھے یہاں گزار نا پڑے۔ لورین سے بارین وائیکو کی سرگرمیوں کی تفصیلات معلوم ہوتی رہتی تھیں۔ میرے بارے میں تصور کر لیا گیا تھا کہ میں یہاں سے نکل چکا ہوں۔ لورین نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بارین وائیکو نے پروفیسر فیڈرک سے رابطہ قائم کیا ہے اور اس سلسلے میں اس کے اور پروفیسر کے آدمیوں میں کئی جھڑپیں بھی ہو چکی ہیں۔ بارین کا خیال ہے کہ پروفیسر فیڈرک اس کے دشمن کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ جبکہ پروفیسر اس سے منکر ہے کہ وہ اس معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

لورین کی ان اطلاعات نے مجھے گہری سوچ میں گم کر دیا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن ایسی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی جو بارین وائیکو سے خفیہ منصوبے کے کاغذات حاصل کرنے کا سبب بن سکے۔ ابھی تک بچہ بچہ تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ بارین وائیکو کے گمان میں بھی نہیں ہے کہ میری اصل شخصیت کیا ہے۔ یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ بارین کے نزدیک ٹیک پلان اور پلاٹینم پوائنٹ میں سے کس کی اہمیت زیادہ ہے۔ البتہ اتنا اندازہ مجھ کو ہو چکا تھا کہ وہ براہِ راست کسی سیاسی جھگڑے میں ملوث نہیں تھا بلکہ اس کی حیثیت ایک مجرم کی سی تھی اور یقینی طور پر امریکی یہودیوں نے ایک مجرم ہی کی حیثیت سے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ممکن ہے بارین وائیکو نے کسی مرحلے پر اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہو اور اس بنیاد پر اس پر اس سلسلے میں بھروسا کر لیا گیا ہو۔

لورین میری صورت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ ”تم خاصے الجھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔“

”ہاں لورین! ظاہر ہے یہاں رہ کر خواہ مخواہ تمھاری ذات پر بوجھ بنا ہوا ہوں اور ابھی مجھے اپنے مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آیا۔“

”جہاں تک میری ذات پر بوجھ بننے کا سوال ہے تو تم یقین کرو، بام! میں بڑی خوش ہوں۔ میں تمھاری مزید خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ میں نہیں معلوم کہ اس دوران میں بارین وائیکو کے ان خفیہ ٹھکانوں کا پتا لگانے کی کوشش بھی کرتی رہی ہوں

جہاں وہ اپنے کاغذات وغیرہ پوشیدہ رکھتا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ میں نے پہلے کبھی اس سلسلے میں بارین وائیکو پر نگاہ ہی نہیں رکھی۔ وہ کیا کرتا رہتا ہے۔ کون کون سی چیزیں اس کے پاس موجود ہیں، میں نے کبھی اس پر توجہ ہی نہیں دی۔ بارین وائیکو کے مشاغل پر تو میں نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ اتنی الگ تھلگ رہی ہوں میں اپنے باپ سے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ اسے باپ سمجھتے ہوئے بھی مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے۔“

”ممکن ہے لورین! بارین وائیکو کے دل میں تمھارے لیے محبت موجود ہو لیکن وہ اس کے اظہار کا طریقہ نہ جانتا ہو، وہ سوچتا ہو کہ اس کی بیٹی مطمئن زندگی گزار رہی ہے۔“

”لعنت ہے اس مطمئن زندگی پر۔ اور پھر میں اسے اپنا باپ تسلیم ہی کیوں کروں۔ وہ تو صرف قاتل ہے، میری ماں کا قاتل...“

”ماضی کی تلخ یادیں بلاشبہ انسان کو ہمیشہ مضطرب رکھتی ہیں، لیکن کبھی اسے آزمانے کی کوشش تو کی ہوتی لورین۔“

”کیا کہہ رہے ہو تم! میں کیوں آزماتی اسے؟ میرے ذہن میں اس کے لیے جو تصور ہے میں اسے کیوں ختم کرتی۔“

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کوئی ایسی موثر تجویز ذہن میں نہیں آرہی تھی جس سے میں اپنے مقصد پر عمل پیرا ہو سکتا۔ اسی رات میں نے بارین وائیکو کے خفیہ ٹھکانوں کی تلاشی لینے کا منصوبہ بنایا۔ رات تاریک تھی، ہرچند کہ عمارت میں جگہ جگہ روشنی ہو رہی تھی، لیکن میں نے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا جہاں میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکوں۔ لورین نے خود بھی میرے ساتھ چلنے کی پیشکش کی تھی لیکن میں نے انتہائی معذرت کر کے اسے اس وقت روک دیا تھا اور خود ہی ان تمام مرحلوں سے نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

عمارت کے ایک ایک چپے کی تلاشی لے ڈالی تھی میں نے لیکن مجھے کسی ایسی جگہ کا سراغ نہیں ملا جسے میں بارین کا خفیہ ریکارڈ روم کہہ سکوں۔ اب صرف اس کی خواب گاہ ہی باقی رہ گئی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ بارین اس وقت یقیناً اپنی خواب گاہ میں موجود ہوگا۔

پھر میں نے ایک اور بات سوچی۔ وہ یہ کہ اس کے کمرے میں اس وقت داخل ہوا جائے جب وہ وہاں موجود نہ ہو اور یہ واقعہ بھی کھڑکی کے ذریعے ہی مناسب اور ممکن تھا۔ لورین سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ”اس کھڑکی کے سلسلے میں تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ اس کی سلاخیں کاٹنے کے لیے

کاغذات دے رہا ہوں جو تمہارے پاس موجود ہیں اور اس وقت میں اپنی زندگی کی یہ آخری بازی کھیل رہا ہوں۔ میں نے شدید مشکلات کے عالم میں یہ لمحات گزارے ہیں۔ اب زیادہ وقت تمہیں نہیں دے سکتا۔ اس وقت کے کرب کو تمہاری اس اذیت گاہ میں جاری ہو گا جس میں ایک بار تم نے مجھے اذیتیں دی تھیں۔ میں اس کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو تم میرے ساتھ کر رہے تھے۔ کسی کو اطلاع دیے بغیر، کوئی چال چلے بغیر ان دستاویزات کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ۔ اگر تم نے دس منٹ کے اندر میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں اپنی زندگی کا آخری کھیل کھیلوں گا۔ میں اسے ہلاک کر دوں گا اور یہاں سے نکل جانے کی کوشش کروں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے بارین وانیکو۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

بارین وانیکو کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے دروازہ کھولا اور لورین کو لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ مداخلت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس اذیت گاہ کا راستہ مجھے معلوم تھا جہاں مجھے اذیتیں دی گئی تھیں۔ چنانچہ میں لورین کو لیے ہوئے اسی کوٹھے میں آ گیا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لورین پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہی تھی۔

میں نے پستول اس کی پیشانی سے ہٹاتے ہوئے معذرت آمیز انداز میں کہا۔ "سوری لورین، تمہیں یقیناً اس بات کا اندازہ ہو گا کہ یہ سب کچھ میں نے تمہارے خلاف نہیں کیا۔" لورین کچھ نہ بولی اور عجیب سے انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی۔ "لورین! بارین وانیکو کا یہ روپ تمہیں عجیب نہیں لگا؟"

"بے حد عجیب... بہت عجیب... لیکن کیا... کیا یہ سچ تھا؟ کیا یہ حقیقت تھی؟"

"مجھے معاف کرنا لورین! اچھا نہیں تمہیں اس بات سے خوشی ہو گی یا افسوس کہ اس وقت میں نے بارین وانیکو کے چہرے پر ایک باپ کی شفقت اور تڑپ دیکھی تھی۔ باپ کی کی طرح نہیں، ایک ماں کی طرح وہ تمہارے لیے بے چین ہو گیا تھا اور اس نے اپنے تمام مفادات تم پر قربان کر دیے ورنہ اس کا وہ قوی ہیکل ملازم اس وقت میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔"

"ہام! یہ سب کچھ... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"لورین! شاید تم دونوں کے درمیان شیشے کی ایک دیوار حائل تھی۔ تم دونوں میں سے کسی نے دیوار کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے یہ بارین وانیکو کا مزاج ہو کہ وہ تمہاری تمام تر محبت صرف اپنے سینے میں رکھتا ہو اور اس نے کبھی تم پر اس کا اظہار نہ کیا ہو۔ تم نے کہا تھا کہ یہ ایک باپ کی انا کا سوال تھا کہ وہ تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن لورین! اس وقت کے واقعے نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ انا نہیں بلکہ ایک باپ کا پیار تھا جو اپنے تمام مفادات قربان کر سکتا ہوں۔ لورین تمہارے ان احسانات کے پیچھے میں جو تم نے مجھ پر کیے لیکن یہ بات کہتے ہوئے نہ میں تمہیں کوئی دھوکا دے سکتا ہوں اور نہ دینا چاہتا ہوں کہ تمہارا باپ صرف تمہارا باپ ہے اور اس کے علاوہ مجرم بارین وانیکو ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری ماں کا قتل کن وجوہات کی بنیاد پر ہوا تھا لیکن کم از کم تمہارے لیے اپنی شخصیت بے سہارا نہیں ہے۔" لورین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور وہ سسکنے لگی۔

"یہ سب کچھ... یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہام! یہ کیا ہے؟ تو سیکر ہے خیر تو ہے۔"

"اگر تم صبر و سکون سے کام لو لورین تو تمہیں اس بات کا پورا پورا احساس ہو جائے گا کہ تمہارا باپ کم از کم تمہارے سلسلے میں مجرم نہیں ہے۔ لورین! ایک دوست تمہیں باپ کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ تمہاری غلط فہمیاں دور ہو جانا چاہئیں۔ ایک دوست کی حیثیت سے لورین میرے اس مشورے کو اور میرے اس تجربے کو قبول کرو۔ بارین وانیکو کچھ بھی ہے لیکن وہ تمہارے لیے شدید مضطرب ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہام... مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"تو پھر یقین دلانے کے لیے تم اگر چاہو تو کچھ اور تجربات تمہارے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔"

"ہاں میں چاہتی ہوں... میں یہی چاہتی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی کے شاید سب سے انوکھے لمحات میسر ہو سکتے ہیں لیکن ان کی تصدیق چاہتی ہوں، ہام خدا کے لیے... خدا کے لیے میری مدد کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی سی تکلیف اٹھانا پڑے گی تمہیں۔" میں نے کہا اور لورین تیار ہو گئی۔

میں نے وہی زنجیر لورین کی بغلوں میں ڈالی لیکن اس طرح کہ اسے زیادہ تکلیف نہ ہو اور پھر اسے زمین سے تھوڑا سا اوپر لٹکا دیا۔ ادھر ادھر سے شیشوں کے ٹکڑوں کے درمیان موجود سیاہی میں نے اس کے چہرے پر ایک دو جگہ لگا دی تھی۔ بال بکھیر دیے تھے، لباس تھوڑا سا بے ترتیب کر دیا تھا۔

لورین اس صورت حال کا جائزہ لے رہی تھی اور پھر اس نے سوالیہ انداز میں گردن ہلائی۔ "میں سمجھ رہی ہوں تم کیا کر رہے ہو۔"

میں اذیت گاہ کے دروازے پر بارین وانیکو کے قدموں کی آہٹ کا منتظر تھا اور مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

بارین وانیکو نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے آہستہ سے اس کے بارے میں پوچھا اور پھر پستول سنبھالے ہوئے پیچھے ہٹ آیا۔ بارین وانیکو دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور پھر بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا اور اس کی نگاہ لورین کی طرف اٹھ گئی۔ وہ غصے سے دہاڑا۔ "مردود... ذلیل انسان! تو نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میرا انتظار کر رہا ہے، تو نے اس پر تشدد کیوں کیا؟ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔"

اس نے سفید رنگ کی ایک فائل جھٹک کر میری طرف پھینکنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہنستے ہوئے لورین کی طرف رخ کر کے کہا۔ "اگر تم نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہٹنے کی کوشش کی بارین وانیکو! تو میں تمہاری بیٹی کو ہلاک کر دوں گا۔" بارین وانیکو ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے وہ دوڑ کر لورین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لورین سے لپٹ گیا تھا۔

"میری بچی... میری بچی... میری زندگی" اور وہ بے اختیار لورین کو چومنے لگا پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں وہ زنجیر نیچے سے کھول دی۔ اس سے بے نیاز ہو کر میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ میرے اور لورین کے درمیان آنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اگر میں گولی چلاؤں تو گولی اس کے لگے۔ لورین ان تمام کیفیات کو محسوس کر رہی تھی۔ بارین وانیکو نے اسے زنجیر سے نیچے اتار لیا اور میری طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "رکو... دیکھو... بات سنو... سنو... کچھ کرنے سے پہلے میری بات سن لو۔ میں تمہاری مطلوبہ فائل لے آیا ہوں۔ پلاٹینم پوائنٹ کی تمام دستاویزات اس فائل میں موجود ہیں۔ اسے اٹھا لو۔ میں تم سے تعرض نہیں کروں گا۔ تمہیں جہاں تک جانا چاہو پہنچا دوں گا لیکن خدا کے لیے کوئی حرکت نہ کرنا... کوئی حرکت نہ کرنا۔ مجھے... مجھے لورین کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔"

لورین بے اختیار سسکیاں لینے لگی تھی پھر اس نے بارین وانیکو کے سینے پر سر رکھ دیا۔ "پاپا... پاپا... یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آج تک تم نے... تم نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی تھی۔ تم نے تو کبھی میری طرف محبت سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ یہ تم ہی ہو... کیا یہ تم ہی ہو؟"

"لورین! میری بچی! یہ تو نے کیا کہا؟ میں نے تجھے کبھی نہیں چاہا؟ تیرے علاوہ میری زندگی میں رکھا ہی کیا تھا۔ ہاں لورین! یہ اس کا بہانہ ہے کہ میں خود اپنے آپ کو بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔ لورین! اپنی زندگی کی قیمت پر بھی تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ سنو ہام! چلے جاؤ یہاں سے۔ جاؤ تمہارے لیے یہ موقع بہتر ہے۔ دیکھ لو، تمہارا اس فائل میں سب کچھ موجود ہے۔ میں نے اپنے آپ کو ختم کر دیا۔ میں نے اپنی انا قربان کر دی۔ میں نے اپنی ہر چیز قربان کر دی۔ مجھے اپنی بیٹی چاہیے، صرف بیٹی۔"

میں مسکراتی نگاہوں سے لورین کو دیکھ رہا تھا۔ بارین وانیکو نے لورین کے آنسو پونچھ دیے۔

"نہیں تم وہ نہیں لورین! ام... میں... میں بھٹکا ہوا تھا۔ نہ جانے آج کیوں میں واپس آ گیا۔ جاؤ لورین، تمہارا پاپا واپس آ گیا۔"

"پاپا! تم نے میری ماں کو قتل کر دیا تھا۔ تم نے میری ممی کو مار دیا تھا پاپا۔"

"میں نے؟" بارین وانیکو نے لورین کی طرف دیکھتے ہوئے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں پاپا تم میری ماں کے قاتل ہو۔"

"نہیں لورین! آج... اس وقت ان حالات میں بھی میں تجھے یہ بات بتانا چاہتا ہوں، یہ غلط فہمی تیرے دل میں کیوں پیدا ہوئی۔ تیری ماں ایک کہانی ہے لورین، بیشک میں برا آدمی تھا، میں برا آدمی ہوں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں تیری ماں کا قاتل نہیں ہوں۔ میں تیری اس زندگی کی قسم کھاتا ہوں... کسی نے تیری ماں کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ تو نے کیا سوچا؟ تو نے کیا کہا؟"

"پاپا...؟"

"اپنی ماں کو رسوا نہ کر لورین! اس کی کہانی میں تجھے پھر سناؤں گا کسی ایسے وقت میں جب میں اور تو تنہا ہوں گے۔" پھر وہ میری طرف پلٹا۔ "تم ابھی تک یہاں موجود ہو۔ دیکھو مسٹر آنتابے، میں ابھی نہیں بولا، حالات نے اس وقت تمہیں مجھ پر قادر کر دیا ہے لیکن آنتابے تم بھی نہیں جانتے کہ تمہاری اس کارروائی کو ناکام بنا سکوں۔ جاؤ اس وقت میرا ذہن پاک و صاف ہے۔ جاؤ کہ اس وقت میں ایک نرم دل انسان بارین وانیکو نہیں، لورین کا باپ ہوں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ ہام... اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ وہ رہی فائل۔ اس میں میری زندگی کا بہت بڑا سرمایہ پوشیدہ ہے۔ میں دولت کی بالکل پروا نہیں کرتا۔ بات صرف انا کی تھی اور یہ انا آج میں نے اپنی بیٹی کے لیے قربان کر دی ہے۔ جاؤ، ولادی واسٹک سے کہو کہ عیش کرے۔ اب پلاٹینم پوائنٹ اس کی ملکیت ہے۔ جاؤ لے جاؤ اس فائل کو۔"

میں نے آگے بڑھ کر فائل اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بہت سی باتیں سرسری نگاہ ڈالنے ہی سے معلوم ہو گئی تھیں۔ میں نے فائل بند کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں ابھی جانا نہیں چاہتا مسٹر وانیکو۔ کیا آپ اپنی ان خوشیوں میں مجھے تھوڑی دیر کے لیے شریک کریں گے؟" وانیکو نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"کیا مطلب... کیا حماقت کی بات کر رہے ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"میں تم سے کچھ اور تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں بارین وانیکو۔ مجھے اس کا موقع دو۔"

"گفتگو کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں یہ دستاویزات چاہیے تھیں نا؟ ولادی واسٹک نے تمہیں اسی کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ اب یہ تمہارے قبضے میں ہیں۔ میں جو بات کہتا ہوں اس میں کوئی فریب نہیں ہو گا۔ اس وقت میں یہ تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ انہیں لے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ارادہ بدل جائے۔ اپنی بیٹی کی زندگی کی قیمت پر میں اس سودے کو مہنگا نہیں سمجھتا لیکن اگر تم نے کچھ اور سوچا اور مجھے پاگل بنانے کی کوشش کی تو ممکن ہے میرا ارادہ بدل جائے۔"

مجھے تفصیلات نہیں معلوم... لیکن یہ جو کچھ ہوا ہے، اولیوٹ ورڈ کی وجہ سے ہوا ہے، اور حکومت اس سلسلے میں سخت ترین کارروائیاں کر رہی ہے۔ حکومت کا خیال ہے کہ اولیوٹ ورڈ کسی بنیاد پر امریکی حکومت کے مفادات کو قربان کر رہا ہے۔"

اس گفتگو سے میری آنکھوں میں سرور سا آ گیا تھا۔ واشنگو نے انتہائی سرسری انداز میں ان تمام باتوں کا ذکر کیا تھا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اُسے مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے اور وہ صرف اپنے طور پر تمام باتیں کر رہا ہے۔ اگرچہ میں خود بھی اُسے اس بارے میں کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ ہر جگہ اپنی جلبلی کرتا ہے کہ کی بات تھی لیکن پھر میں خاموشی سے اس کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "گویا آپ ذاتی طور پر اولیوٹ ورڈ کے کیس میں ملوث نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ ان معاملات سے ذاتی دلچسپی نہیں رکھتے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"لیکن بلیک پلان کا منصوبہ اگر آپ کے ذریعے نکل گیا تو کیا اولیوٹ ورڈ اس سلسلے میں آپ سے باز پرس نہیں کرے گا؟"

"کرے گا یقیناً کرے گا لیکن میرا اس کا تعلق صرف کاروباری حد تک ہے اور اس سلسلے میں بھی میں اپنی ذاتی پسند و ناپسند کے لیے آزاد ہوں۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ معاملہ براہِ راست اولیوٹ ورڈ سے مجھے نہیں ملا بلکہ اس سلسلے میں مائیکل جو شر اور اس کے کچھ ساتھی مجھ سے ملے تھے اور انہوں نے ہی مجھے بلیک پلان کے سلسلے میں ملوث کیا تھا۔ بعد ازاں زیادہ سے زیادہ مجھ سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر سکتا ہے لیکن اُسے سنبھال لوں گا لیکن کیا میں اب بھی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ تم ولاڈی واٹن سے یہ بغاوت کس بنیاد پر کر رہے ہو؟ کیا اس کے پیچھے صرف یہی منصوبہ ہے کہ پلاٹینم پوائنٹ کے مسئلے کو پیچھے چھوڑ کر اور یہ سوچ کر اس کا تعلق براہِ راست ولاڈی واٹن سے ہے، تم اپنے طور پر بلیک پلان کے لیے کام کرنا چاہتے ہو اور فلسطینیوں سے تمہاری ساز باز ہو چکی ہے جنہیں پورا کر کے بھی شاید تم نے ہی قتل کیا ہے؟"

"ہاں یہی بات ہے مسٹر بارین واشنگو... لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور دلچسپ بات اور ایک عظیم خوش خبری میں آپ کو دے سکتا ہوں جس کے بعد یقیناً آپ کو اس بات پر کوئی تردد نہیں ہوگا کہ آپ نے پلاٹینم پوائنٹ کے بدلے بلیک پلان کا سودا کر لیا۔"

"کیسی خوش خبری؟" بارین واشنگو نے سوال کیا اور میں گردن جھکا کر چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "مسٹر بارین واشنگو پہلے تو آپ یہ جان لیں کہ میرا نام بن ہام نہیں ہے جبکہ آپ مجھے ڈیوٹی ولسن کے نام سے پکار سکتے ہیں۔"

اس انکشاف پر بارین واشنگو کی آنکھوں میں سخت تعجب کے آثار نظر آئے۔ وہ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا لیکن اس نے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے کہا۔ "بن ہام، ولاڈی واٹن کا نمائندہ تھا، لیکن جیسی آرگن میں جب تمہارے آدمی اسے ریسیو کرنے کے لیے ہیلی پیڈ پہنچے تو میں وہاں پہلے سے موجود تھا۔ میں نے بن ہام کو اپنے قبضے میں کر لیا اور خود اس کی جگہ لے لی۔ بن ہام اب میری قید میں ہے اور اس کے میک اپ میں، میں آپ کے پاس پلاٹینم پوائنٹ کا سودا کرنے آ گیا۔" یہ انکشاف بارین واشنگو کے لیے زبردست دھماکا خیز تھا۔ شدتِ حیرت سے اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ مٹھیاں بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو... کیا کہہ رہے ہو؟ جو کچھ کہہ رہے ہو، ہوش و حواس کے عالم میں کہہ رہے ہو نا؟"

"براہِ کرم تشریف رکھیے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ دھم سے صوفے پر گر گیا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ وہ شخص جس سے آپ کو پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں سودا کرنا تھا، میرے قبضے میں ہے۔ میری آمد کا اصل مقصد دراصل بلیک پلان کا حصول تھا۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بن ہام جانتا ہے۔ ولاڈی واٹن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بن ہام اور اس کے ساتھ آنے والے پائلٹ کو آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور اس کے بعد پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں آپ جو کچھ بھی ہو سکے بات کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ وہ شاید آپ کے لیے کارآمد ثابت ہو۔"

"خدا کی پناہ، خدا کی پناہ... تم جیسے اعلیٰ ذہن کا مالک اور بہترین کارکردگی کا انسان تو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہو تم! تم نے عجیب جال پھیلایا ہے جیسی آرگن میں آ کر، حالانکہ میں اس کا دعویٰ رکھتا ہوں کہ جیسی آرگن کے ایک ایک چپے پر میری نگاہ ہے اور یہاں کوئی بیرونی شخص کسی بھی قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکتا لیکن کیا نام بتایا تم نے، شاید ڈیوٹی ولسن، لیکن ڈیوٹی ولسن... تم... تم... بے حد تعجب ہے مجھے... بے حد تعجب ہے، یہ سب کچھ تم نے کس طرح کیا اور یہاں تمہارے مددگار کون ہیں؟"

"اب اس بات کو جانے دیں مسٹر بارین واشنگو، یہ بتائیے یہ سب معلوم ہونے کے بعد میرے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

"شدتِ حیرت سے پاگل ہوا جا رہا ہوں۔ تمہاری اعلیٰ صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ لوریٹا نے بالکل سچ کہا تھا کہ تمہیں میرے علاوہ اور کسی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ سنو! جو کچھ تم چاہو گے، جس طرح چاہو گے ویسے ہی ہوگا لیکن ایک وعدہ کرو۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد یعنی اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تم جیسی آرگن آ جاؤ گے۔ بارین واشنگو تمہیں وہ حیثیت دے گا، جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ڈیوٹی ولسن، مجھے یقین دلاؤ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو بالکل درست ہے۔"

"تو پھر سب سے پہلے آپ ڈیوٹی ولسن کا اصل چہرہ دیکھ لیجیے۔" میں نے کہا اور میک اپ ماسک اپنے چہرے سے اتار دیا۔ میرا اصل چہرہ بارین واشنگو کے سامنے آ گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا ردِعمل ہو سکتا ہے لیکن بارین واشنگو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن صوفے کی پشت سے ٹکا دی۔

"تمہاری آنکھوں سے تمہاری ذہانت کا پتا چلتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تم فولادی انسان ہو۔ تمہارے عزائم کے سامنے کسی کا ٹکنا ممکن نہیں، بہرحال خوب ہے، حالانکہ تمہارے علم میں لائی جا چکی ہے بلیک پلان کے کاغذات تمہیں دیتے ہوئے اب مجھے کوئی دکھ نہیں ہے بلکہ خوشی ہے۔ ممکن ہے بن ہام تمہاری طرح سخت جان ثابت ہو اور میں وہ ٹوٹی ہوئی بازی پھر جیت لوں جس کے لیے میرے دل میں بڑی اُمنگیں ہیں۔ ولاڈی واٹن سے بات صرف پلاٹینم پوائنٹ تک کی نہیں ہے بلکہ میں اپنی شخصیتوں کا تعین کرنا ہے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ بڑا آدمی ہے یا میں۔ بہرحال، نوجوان دوست! تم نے جو مجھ پر احسان کیا ہے اور دستِ تعاون بڑھایا ہے میں اُسے واقعی کبھی نہیں بھول سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم بن ہام کو میرے حوالے کر دو اور بلیک پلان کی نقل اپنے پاس رکھ کر اپنا مقصد حل کر لو۔"

"میں اس سلسلے میں کچھ اور بھی رعایت کر سکتا ہوں مسٹر بارین واشنگو۔" میں نے پُرسکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"رعایت؟"

"ہاں، تم سے کچھ نسبت ہو گئی ہے میرے اور تمہارے درمیان کچھ دلچسپ واقعات ان چند دنوں میں پیش آئے ہیں۔ اُن میں کچھ جذباتی باتیں بھی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ بلیک پلان کی تمام دستاویزات تمہارے پاس سے چلی جائیں اور اس کے بعد تمہیں اولیوٹ ورڈ کے سامنے ہرف ندامت بنا پڑے۔"

"تو پھر... تو پھر کیا کرو گے؟" بارین واشنگو اب بالکل ہی زچ ہو گیا تھا۔

"مسٹر بارین واشنگو ان تمام دستاویزات کی مائیکرو فلمیں میں یہاں سے لے جاؤں گا۔ ان کی تمام نقول میرے پاس ہوں گی۔ اصل جو تمہیں دی گئی ہیں، وہ تمہاری اپنی ملکیت ہوں گی اور تم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہو کہ جو کچھ تمہارے حوالے کیا گیا تھا، تم نے اس کی حفاظت کی ہے۔ دراصل اس سلسلے کا تمام تر دفتر دار جیسی آرگن کو قرار دوں گا۔ جس کا سراغ مجھے مائیکل جو شر سے ملا تھا چنانچہ تمہاری شخصیت اس سلسلے میں بالکل صاف رہ سکتی ہے۔"

بارین واشنگو ایک بار پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس بار وہ میرے قریب آ گیا تھا۔ اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "یہ ثابت کر دیا ہے تم نے ڈیوٹی ولسن... یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک عظیم انسان ہو۔ غلط فہمی ہو گئی تھی مجھے تمہارے بارے میں، میں تمہیں ولاڈی واٹن کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا تھا مگر اب تم نے ڈیوٹی ولسن کی حیثیت سے اپنا تعارف کرا دیا ہے۔ یقیناً تم کسی بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو۔ تم خود کوئی بہت بڑی چیز ہو۔ مجھے اپنے بارے میں اگر تم ناپسند کرو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا لیکن اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ میں تمہارے سامنے احساسِ کمتری کا شکار ہو گیا ہوں اور مجھے اب اپنے آپ اور اپنے اقدام پر ندامت محسوس ہو رہی ہے۔ جن کے تحت میں نے تمہیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی پیشکش کی تھی۔ پتا نہیں تمہاری اپنی حیثیت کیا ہو؟"

"نہیں مسٹر بارین واشنگو! ان تمام باتوں کو ذہن سے جھٹک دیں۔ ہم دوستوں کی حیثیت سے ہمیشہ مل سکتے ہیں۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت ہی بہترین پلاننگ ہے۔ گویا میں خود ورڈ کی طرف سے بھی محفوظ ہو گیا۔ مجھے تو کوئی خطرہ ہی در پیش نہیں رہا۔ میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بلیک پلان کے پورے کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں لیکن ایک بات بتاؤ نوجوان دوست! اگر کبھی یہ کاغذات مجھ سے مانگے گئے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"انہیں واپس کر دینا۔ میرے پاس جو اصل چیز موجود ہے، میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ تمہارا نام کبھی درمیان میں نہیں آ سکے گا۔ اس بات پر مکمل طور سے یقین رکھو۔"

"آہ! میرے دوست! ایک لیے تو تم نے مجھ کو اب کچھ چھوڑا ہی نہیں، سارے احسانات تمہارے ہیں۔ میں نے بھلا تمہارے لیے کیا کیا، سوائے اس کے کہ میرے آدمی مسلسل تمہاری تاک میں لگے رہے ہیں جبکہ وہ لمحے بھی اب میرے لیے جیسے جان گسل ہو گئے ہیں، جب کہ میں نے تمہیں اپنی اذیت گاہ میں اذیتیں دینے کی کوشش کی لیکن مجھے یہ تصور کر کے میں تمہارا معترف ہوں ڈیوٹی ولسن... میں تمہارا معترف ہوں اور اب جو کچھ گفتگو ہوئی، وہ اس انداز میں نہیں ہوئی جس انداز میں ہو رہی تھی۔ بہرحال تمہاری جیسی صلاحیتیں میں کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے تمہیں خود سے برتر تسلیم کر لیا ہے۔"

"ان باتوں کو چھوڑو بارین واشنگو! فوری طور پر مجھے بلیک پلان سے متعلق تمام کاغذات کی نقول تیار کرنے کی آسانیاں فراہم کرو۔ میں خود بھی یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزار سکتا۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام چیزیں مہیا کر دوں گا جن کی مدد سے مائیکرو فلمیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ کیا تم یہ کام خود بھی کر سکتے ہو؟"

لیکن میں بولا "میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے حصول سے مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں، لیکن ان کا منتظر رہنے میں ہرج بھی بہت کچھ ہے۔ بعض معاملات ہماری سمجھ سے باہر ہوتے ہیں۔ ڈینی کیا میں تمہارے سامنے ایک سنسنی خیز انکشاف کروں؟"

"کیا؟" میں نے خوش دلی سے پوچھا۔

"تمہارا دوست لوئیا ہارڈ اس وقت جیسی آرگن میں موجود ہے۔"

میرے ذہن میں ایک دھماکا ہوا اور میں حیرت سے بارین وانیکو کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ بارین وانیکو یہ نام اور وہ ستمگر آدمی کے سامنے میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ اسمتھ نے ان دونوں کو یہاں سے اٹھا کر ایک گاڑی میں منتقل کر دیا۔ اس دوران میں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"دلچسپ اطلاع ہے یا شاید سنسنی خیز، یہ پتا چل سکا کہ وہ کب یہاں پہنچا؟"

"آج ہی شام کو سات بجے اور سب سے پہلے مجھ سے ملا۔ وہ بہت پریشان ہے، اس نے مجھے مائیکل جوشر کی موت کی اطلاع دی اور پھر جیمی پارکر کی موت کے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا کہ بلیک پلان فائل جیمی پارکر کے پاس سے غائب ہو گئی ہے اور اسے خطرہ ہے کہ اس کے بعد بلیک پلان کے خفیہ منصوبے کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جائے گی کیونکہ جو شخص اس سلسلے میں کام کر رہا ہے وہ بے حد خطرناک ہے۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ تک پہنچے ہارڈ نے یہ مناسب سمجھا کہ بلیک پلان مجھ سے حاصل کر لیا جائے اور سارے کاغذات اپنی تحویل میں لے لیے۔"

"گویا تو کیا بلیک پلان کی دستاویزات ہارڈ کی تحویل میں جا چکی ہیں؟" میں نے حیرت و مسرت سے پوچھا۔

"سنسنی خیز بات تو یہی ہے۔ اگر آج کا دن گزر جاتا تو پھر تم بلیک پلان کے کاغذات حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اگر تم اس کی مائیکرو فلمیں نہ حاصل کرتے تو میرے لیے بھی فوری طور پر ان کی گمشدگی کی جوابدہی مشکل ہوتی۔" بارین نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس سے زیادہ سنسنی خیز خبر دوسری نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر یہ دن میرے اور بارین وانیکو کے درمیان فیصلہ کن نہ ہوتا تو میں ہمیشہ کے لیے بلیک پلان کی فائل سے محروم ہو جاتا۔ ہارڈ کی تحویل میں جانے کے بعد اس کا حصول ناممکن تھا۔ یہ سب اتفاقیہ تھی۔ رب العزت جو کام مجھ سے لینا چاہتا تھا اس کی کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کر دیتا تھا۔ دل ہی دل میں، میں نے خدا کا تہہ دل سے شکر ادا کیا اور پھر وانیکو سے بولا "یہ بات ہے، ایک اور فائدہ بھی ہوا ہے مسٹر وانیکو!"

"وہ کیا؟" اس نے پوچھا۔

"اب وہ آپ پر کسی قیمت پر شک نہیں کر سکے گا۔ یہ تو اس خفیہ منصوبے سے جو کام بھی لیا جائے گا ایک مہینے کے بعد لیا جائے گا۔"

"فی الحال تو کچھ بہتر ہوا ہے لیکن تو اس ساری کامیابی کو تم سے منسوب سمجھتا ہوں۔ درحقیقت مجھے بلیک پلان سے کوئی دلچسپی نہ ہونا کیونکہ پلاٹینم پوائنٹ میرے لیے نہایت قیمتی ہے۔"

"ایک زحمت آپ کو اور دینا چاہتا ہوں مسٹر وانیکو! اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میں کچھ بندوبست کر لوں گا۔"

"ضرور کہو۔"

"میں اب جیسی آرگن میں رکنا نہیں چاہتا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" بارین وانیکو نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری بات کا براہ راست مطلب تمہارا ہارڈ کے ہاتھ آنا میرے لیے بھی اتنا ہی خطرناک ہے جتنا تمہارے لیے۔ جیسی آرگن میں ہارڈ اپنے ایک دوست کے ہاں مقیم ہے لیکن وہ کیا سوچے گا، اس کا ذہن کیا فیصلہ کرے گا، اس کا اندازہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ میں بھی اسی صورت میں مطمئن ہو سکتا ہوں جب تم یہ فلمیں لے کر جیسی آرگن سے نکل جاؤ۔ میں یہ سوچ کر چلا تھا کہ تمہیں اس کا مشورہ دوں گا۔"

"صرف مشورہ یا اس کے لیے کچھ ذرائع بھی مہیا کریں گے مسٹر وانیکو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مہیا کروں گا نہیں، مہیا کر چکا ہوں۔ ہوگن!" اس نے کسی کو آواز دی اور ایک مجہول سا بوڑھا آدمی قریب آ گیا۔ "یہ ہوگن ہے، سبزیوں کا بیوپاری۔ ہر ہفتے میں ایک بار یہ سبزیاں لے کر گرین لاٹ جاتا ہے اور آج اس کے جانے کا دن ہے۔ یہ اپنے ساتھ ایک معاون کو لے جاتا ہے اور آج اس کی معاونت تم کرو گے۔ احتیاطاً میں نے یہ کیا ہے ورنہ بہتر ذرائع بھی..."

"ٹھیک ہے مسٹر وانیکو میں خوشی سے تیار ہوں۔"

"اوکے ڈینی! میں زیادہ نہیں رک سکوں گا۔ پتا نہیں کب وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے۔ تم ہوگن کے ساتھ چلے جاؤ۔ یہ سب ٹھیک کر لے گا۔"

میں نے بارین وانیکو سے رخصتی مصافحہ کیا اور ہوگن کے ساتھ چل پڑا۔ بارین کو مجھ پر مکمل اعتماد تھا اور مجھے اس پر۔ اس نے پن وغیرہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا گویا وہ پوری طرح مجھ پر بھروسا کرنے لگا تھا۔

ہوگن کا گھر اس مقام سے کوئی تین فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ راستے بھر ہم نے کوئی بات نہیں کی پھر وہ ان کو پیدل ہی یہ فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ایک سبزیوں سے بھرے ٹرک کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور میں نے اس کی آواز سنی "تم یہاں لباس تبدیل کر لو، اس شاندار لباس میں میرے کسی معاون نے آج تک میرے ساتھ سفر نہیں کیا۔"

"لباس کہاں سے آئے گا؟"

"میرے پاس موجود ہے۔" اس نے جواب دیا اور اندر چلا گیا۔

وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے پاس کسی میکینک کی گلے کی آدھی پتلون، بنیان اور چرمی کی ٹوٹی ہوئی واسکٹ تھی۔ اس نے بڑے اطمینان سے یہ لباس میرے حوالے کر دیا۔ گھٹنوں کے پاس سے پھٹی ہوئی پتلون اور بقیہ لباس پہن کر میں مطمئن ہو گیا۔ ہوگن مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا "تم جو چوری کے ٹرک رہے ہو، انہیں اتار دو تو مہربانی ہو گی۔"

"ضرور مسٹر ہوگن۔" میں نے ہنس کر کہا اور جوتے اتار کر سبزیوں کے انبار میں ٹھونس دیے۔ ہوگن کی ہدایت پر میں آلوؤں کے بوروں پر جا بیٹھا اور ہوگن نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔

جیسی آرگن کی آخری روشنی نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو لوسیا یاد آ گئی۔ عجیب سا احساس ابھرا تھا دل کے کسی گوشے میں۔ اس کے لیے کوئی خاص تصور نہیں تھا بلکہ اس کی یگانگت کے انداز سے الجھن ہوتی تھی لیکن اس سے دور ہوتے ہوئے دل میں خواہش ابھری کہ آخری بار اس سے ملنا ضرور چاہیے تھا۔

مسٹر ہوگن کا ٹرک آدھی نوعیت کا حامل تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے فرحت بخش تھے اور اگر ٹرک کے انجن کی آواز اور جرمن موسیقی نشر کر رہی ہوتی تو آلوؤں کے بوروں پر بھی نیند آ سکتی تھی۔ بہرحال سوتا جاگتا رہا۔ رات کو سوا دو بجے مسٹر ہوگن نے آواز دی تو میں چونک پڑا۔

"یہیں آلوؤں کے بورے اور شلجم کے گٹھے اتار دو۔ میں بوڑھا آدمی تھوڑا سہی نہیں کر سکتا" اور میں نے جھک کر دیکھا کوئی موٹل تھا جہاں مسٹر ہوگن سبزی سپلائی کرتے ہوں گے۔ آلوؤں کے تین بورے اور شلجموں کے دو گٹھے کر کے موٹل میں پہنچائے اور اس کے بعد آگے روانگی ہوئی۔

"گرین لاٹ ہم کس وقت پہنچیں گے؟" میں نے مسٹر ہوگن سے کہا۔

"پونے چار بجے۔ لیکن تمہیں پانچ بجے سے پہلے فرصت نہ مل سکے گی۔ معاف کرنا میں بوڑھا آدمی ہوں۔"

میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دل ہی دل میں مسٹر ہوگن سے شرمندہ تھا کہ گرین لاٹ پہنچ کر انہیں سخت مایوسی ہو گی جب آلوؤں کے بوروں پر میں موجود نہ ہوں گا۔ ویسے یہ معاون کا جیسی بدنام بیکار ہی ہوتا تھا۔ راستے میں کسی نے ٹوکا تھا نہ اس ٹرک پر توجہ دی تھی مگر بہرحال احتیاط ضروری تھی۔

تین بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب میں نے وہ بستی دیکھ لی جہاں مسٹر جنک بلڈ کا فارم تھا۔ لوسیا سے فائل حاصل کرنا تھی کیونکہ اس کے پاس بلیک پلان فائل موجود تھی۔ وہ فائل جو میں نے جیمی پارکر سے حاصل کی تھی۔

مسٹر ہوگن آرام سے ٹرک ڈرائیو کر رہے تھے، میں نے اپنے کپڑوں کی گٹھڑی سنبھالی اور مسٹر ہوگن کو روکنے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ پھر میں نے اطمینان سے ایک بڑا سا آلو اٹھا کر اس طرح اوپر اچھالا کہ وہ ونڈ اسکرین پر پڑے اور ایسا ہی ہوا۔ مسٹر ہوگن نے زبردست بریک لگائے تھے۔ پچھلا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے۔ اسی لمحے میں بائیں سمت سے نیچے کود کر قریبی جھاڑیوں کی طرف دوڑ پڑا۔ مسٹر ہوگن چند لمحے ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ آلو تاریکی میں لڑھک کر گم ہو گیا تھا اس لیے ان کی توجہ نہیں بٹی اور وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ اسٹیئرنگ پر پہنچ گئے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر اس شاندار لباس سے نجات حاصل کرنے لگا۔

لوسیا کیلس کے فارم میں داخل ہو کر میں نے وہی آرام گاہ منتخب کی جہاں اس نے پہلی بار مجھے جگہ دی تھی۔ میری خواب گاہ خالی تھی، میں اطمینان سے لیٹ کر سو گیا اور دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ آنکھ کھلی تھی کہ لوسیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ چوروں کی طرح اندر جھانک رہی تھی۔

"ہے لوسیا!" میں نے اسے پکارا اور وہ چھلانگ مار کر میرے اوپر آ رہی۔ بمشکل تمام میں اسے خود پر سے ہٹانے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

"بس چند منٹ خاموش رہو، وہ روانہ ہونے والی ہے" لوسیا سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"کون؟" میں نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔

"آنٹی، بس تم کچھ دیر اور رکو، میں ابھی آتی ہوں۔ پلیز اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔ جولیا ہری نے اس کی سماعت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ٹھیک ہے نا؟" اس نے ملتجی انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔

دوسری خوفناک لڑکی، میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ چند منٹ کے بعد لوسیا اندر آئی تو اس کا چہرہ پھول کی طرح شگفتہ تھا۔ وہ پھر اس طرح چھلانگ لگا کر مجھ پر آ پڑی تھی۔

"تم بالکل ٹھیک ہو نا ڈینی؟ پروفیسر سے ملاقات ہوئی؟ تمہارے کام کی کیا پوزیشن رہی؟ کوئی کامیابی ہو سکی یا..." اس نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوالات پوچھ ڈالے۔ میں نے ایک بار پھر زور سے اس کے بوجھ سے نجات حاصل کی اور پھر ترتیب سے اس کے سوالات کے جواب دینے لگا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پروفیسر فریڈرک نے تمہارے نام پر مجھ سے پورا پورا تعاون کیا اور مجھے اپنے کام میں کامیابی ہو گئی ہے۔"

"اب تو تم پر میرا حق جتانا بنتا ہے۔ اب... اب..." وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں کی آنچ مجھے جھلسانے لگی تھی۔

"آنٹی فرن کہاں گئی ہیں؟"

"بستی۔ ہفتے وار خریداری کے لیے۔ چار پانچ گھنٹے ضرور صرف

حاصل کی جائیں کہ یہ اخبار کون کون سی ایئر لائنز سے کہاں کہاں روانہ کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان کے پورے سیٹ اپ کے ساتھ اس کی نقل تیار کرنا ہوگی۔ ان کی تعداد اشاعت معلوم کرنا ہوگی اور اسی تعداد میں اسے چھپوا کر تیار کر لینا ہوگا۔ اس کے بعد جنرل آپریشن یہ ہوگا کہ ایئر لائنز میں اصل اخبار کی جگہ یہ اخبار پہنچایا جائے۔ ہاکرز اور نیوز ایجنسیاں بھی اسی کے بعد حاصل کریں۔"

تہذیب نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بیشک یہ پروگرام پہلے پروگرام سے مختصر ہے لیکن ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کیا ہم دونوں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، اگر وقت سے پہلے یہ سازش طشت از بام ہو گئی تو کچھ نہ ہو سکے گا۔"

"جوشو سے اس سلسلے میں ملاقات کرنا ہوگی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تہذیب گردن ہلانے لگی۔

مسٹر جوشو کو ہم نے پہلے سے اس ملاقات سے آگاہ نہیں کیا تھا لیکن ان سے ملنے کے لیے نامعلوم راستہ منتخب کیا گیا تھا۔ ہم دونوں اجنبی جوڑے کی شکل میں ایئرپورٹ پہنچے، مختصر سوٹ کیس اور سفری بیگ ہمارے ساتھ تھے۔ وہاں سے ٹیکسی کر کے جانا ٹاؤن چل پڑے اور پھر مسٹر جوشو کے مہمانوں کی حیثیت سے ان کے پاس پہنچ گئے۔ مسٹر جوشو کو گمان بھی نہیں تھا کہ یہ ہم ہیں اور جب ہم نے انکشاف کیا تو وہ حیرت سے اچھل پڑے۔

"ویری گڈ! یہ میک اپ کس نے کیا؟"

"ہم نے خود۔"

"بہت عمدہ۔ ہوشیار ہو تم دونوں۔ ویسے کینیڈا سے تم لوگ اس میک اپ میں نہیں نکلے۔"

"نہیں اس کے لیے ہم نے دوسری جگہ منتخب کی تھی۔"

"میرے دشمن دھوکا کھا گئے، اس لیے مجھے یقین ہے کہ دوسرے بھی تم سے واقف نہ ہو سکے ہوں گے۔"

"آپ کے لیے ایک اور … مسٹر جوشو۔" میں نے کہا۔

"یہ کہہ کر تم مجھے افسردہ کر دیتے ہو اور میں سوچتا ہوں کہ شاید میں تمہیں اپنے پیار کا یقین دلانے میں ناکام رہا ہوں۔" مسٹر جوشو نے کہا۔

"سوری مسٹر جوشو! آپ کے الفاظ تو میری تعمیر ہوتے ہیں، آئندہ آپ کو شکایت نہ ہوگی۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔

"کیا ہے وہ دوسری؟" مسٹر جوشو نے پوچھا۔

میں نے انہیں پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

تمام تفصیل سننے کے بعد انہوں نے کہا۔ "مجھے تم پر فخر ہے مائی سن۔ اتنی شاندار کارکردگی کے حامل کے لیے تو کوئی بھی سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے، خواہ کتنے ہی خطرات کیوں نہ مول لینا پڑیں۔ میں خود بھی تمہاری تنہائی بری طرح محسوس کرتا ہوں۔ اگر تم ڈیجو ارلو سے رابطہ قائم کر لو تو تمہیں بہترین تربیت یافتہ افراد کا ایک گروہ مل جائے گا جن کے وسائل بے پناہ ہیں۔ پھر شاید تمہیں نہ صرف امریکا بلکہ دوسرے بہت سے ملکوں میں بھی بڑی آسانیاں مل سکیں گی۔"

"اس کام کی تکمیل کے بعد بیشک ذہن میں دوسرا پروگرام بھی ہے۔"

"ٹھیک ہے اس سلسلے میں تمہاری پوری پوری مدد کی جائے گی۔ بیشک معاون کی حیثیت سے آئے ہو تو اب میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ تم اس دوران بہت محنت کر چکے ہو۔ آٹھ یہودی رہنماؤں کا قتل اور پھر یہ سب کچھ... میں انعام کے طور پر تمہاری یہ ذمے داری خود پوری کروں گا۔"

"ہم دونوں کی تجاویز میں سے کون سی تجویز مؤثر ہے مسٹر جوشو؟" میں نے پوچھا۔

"دونوں شاندار ہیں۔ ایک طویل العمل ہے اور دوسری مختصر۔ یہاں چھپنے والے اخبارات کہاں کہاں جاتے ہیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، تاہم انہیں نہ صرف فرانس، برطانیہ بلکہ مشرق وسطیٰ میں بھی بھیجنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔"

"تو پھر آپ کے خیال میں ہمارا دوسرا منصوبہ زیادہ مؤثر ہے؟" میں نے مسٹر جوشو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یقیناً۔ اس میں ہمیں آسانیاں فراہم ہو سکتی ہیں۔ سوال یہی ہے کہ ہمیں نہایت مختصر انداز میں چند پوائنٹس منتخب کرنے ہوں گے اور وہاں اپنی کارکردگی شاندار دکھانا ہوگی۔ میں تمہارا موقف اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔ بہتر یہ ہوگا کہ اس مختصر وقت کو پوری طرح استعمال کرنے کے لیے تم فوراً ان مضامین کی تیاری شروع کر دو۔ باقی تمام کاموں کے سلسلے میں... میں تمہیں سوان میگنو سے ملا دوں گا۔ سوان میگنو دنیا کا نامور صحافی ہے، میرا معتقد اور بہت ہی محنت کرنے والا انسان ہے۔ اس کے پاس بہت بڑا پریس ہے جس پر وہ کمرشل کام کرتا ہے۔ ان تمام تیاریوں کی ذمے داری اسے سونپ دی جائے گی۔"

"بہت شکریہ مسٹر جوشو! ہم آپ کی ہدایت کے مطابق فوری طور پر اپنے کام کا آغاز کیے دیتے ہیں۔"

مسٹر جوشو نے ہمیں ایک پرسکون رہائش گاہ فراہم کر دی تھی جہاں ٹیلی فون، میز اور دیگر ضروریات کے لیے دوسرا تمام سامان فوری طور پر مہیا کر دیا گیا اور اسی دن ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

تہذیب مالکم ایکس نے بھی مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ زندگی کے ہر شعبے میں وہ اپنے اندر انفرادیت رکھتی تھی۔ چنانچہ اس نے کرائم انٹرنیشنل کے بہت سے پرچے سامنے رکھنے کے بعد ان کے مطابق مضامین کی تیاری شروع کر دی۔ بہت ہی خوبصورتی سے اس نے پہلا صفحہ ترتیب دیا تھا جس میں چند دلچسپ خبروں کے ساتھ ساتھ آٹھ یہودی رہنماؤں کے قتل کی تفصیل، ادلیو ارڈ کے اور میرے درمیان ہونے والی طویل جدوجہد کا خلاصہ، میری یہاں آمد کی وجہ اور اس کے بعد میری کارکردگی، یہ سب کچھ

اس نے انتہائی خوبصورت پیرائے میں لکھا تھا اور اس کے بعد بلیک پلان کو منظر عام پر لائی تھی۔ بلیک پلان کے سلسلے میں اس نے تمام تفصیلات درج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ یہودیوں کو اگر امریکی امداد حاصل نہ ہوتی تو یقیناً عربوں کے سینوں پر فلسطینیوں کا پھوڑا پیدا نہ ہوتا۔ برطانیہ اور دوسرے ممالک کے بارے میں بھی اس نے بہت ہی وضاحت سے تفصیلات لکھی تھیں اور پھر لکھا تھا "ہم جانتے ہیں حکومت امریکا اسرائیل کی پشت پناہ ہے لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کی پالیسی قطعی طور پر کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کے خلاف نہیں ہے۔ وہاں امریکی یہودیوں کا تسلط اس کی اپنی پالیسیوں پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ کیا سی آئی اے کے ادلیو ارڈ کو اس لیے جگہ دی گئی تھی کہ وہ حکومت کے مفادات کو نظر انداز کر کے صرف صیہونیت کے لیے کام کرے؟ اگر ایسا نہیں تو ظاہر ہے اسے یہ سب کچھ حکومت کے شانوں پر سوار ہو کر نہیں کرنا چاہیے تھا اور نہ ہی اسے اس کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے تھا۔"

اس کے بعد دوسرے صفحے پر بلیک پلان کی تمام دستاویزات نہایت ترتیب سے کمپوز کی گئی تھیں اور ان میں ایک ایک چیز کی وضاحت کر دی گئی تھی۔

تہذیب مالکم ایکس نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ منصوبہ خفیہ طور پر بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا تھا لیکن بہتر یہی سمجھا گیا کہ بات صرف تنظیم آزادیٔ فلسطین کے خفیہ ریکارڈ میں نہ رہے یا پھر کچھ خاص لوگوں کے ذریعے یہ سب کچھ صرف احتجاجی شکل میں سامنے نہ آئے بلکہ اس کی حقیقت سے وہ قومیں بھی واقف ہو جائیں جو ابھی تک بعض معاملات میں گو مگو کا شکار ہیں۔ انہیں اس منصوبے کی تمام تفصیلات بتانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ اسرائیلی جارحیت کو اچھی طرح محسوس کر لیں۔ بعد میں کرائم انٹرنیشنل سے معذرت کی گئی تھی کہ اس کا سہارا حاصل کیا گیا۔ یہ بھی اعتراف کیا گیا تھا کہ اخبار کا ان تمام معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک ایسے سرپھرے گروہ کا کارنامہ ہے جو امریکی یہودیوں کی سازشوں کو طشت از بام کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے اور جو ادلیو ارڈ کی تمام سیاہ حرکتیں منظر عام پر لانا چاہتا ہے۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین سے متعلق اور دوسری خبروں کو بھی تہذیب نے ان صفحات میں شامل کیا تھا اور کرائم انٹرنیشنل کو ایک عجیب و غریب چیز بنا دیا گیا تھا۔

کے باتھ سے سوان میگنو نے بھرپور تعاون کیا اور یہ تمام چیزیں ہم سے حاصل کر کے انہیں اشاعت کے لیے بھیج دیا گیا۔ چوتھے دن ہمیں اس کا پروف دکھایا گیا اور ہماری آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ کوئی بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اخبار کرائم انٹرنیشنل نہیں ہے لیکن جو کچھ ہم نے اس میں لکھا تھا اسے انتہائی شاندار جاسوسی انداز میں ترتیب دے دیا گیا تھا۔

اسی وقت مسٹر جوشو نے پروف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کل تک تمام اخبار ہمارے پاس آ جائیں گے۔ میں نے بہت سے افراد کو اس کام پر لگا دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں ہمارے ساتھی صرف ایک کام کر رہے ہیں۔ اخبار کے اس دفتر پر کنٹرول، جہاں سے یہ اخبار آخری شکل میں مرتب ہو کر نکلتا ہے۔ باہر کام کرنے والے وہی تمام لوگ ہیں جو اخبار کو مختلف جگہوں پر پہنچانے کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان تمام ممالک کی اور شہروں کی تفصیل بھی حاصل کر لی گئی ہے جہاں جہاں یہ اخبار پہنچتا ہے۔ فہرست تمہارے سامنے ہے اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ کرائم انٹرنیشنل دنیا کے تقریباً آٹھ ممالک میں پایا جاتا ہے اور وہاں جس کے اخبار کی حیثیت سے تقسیم ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری یہ کوشش مکمل طور پر کامیابی کی طرف گامزن ہے اور اس میں تمہیں کوئی ناکامی نہیں ہوگی۔"

میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آ گئی تھی۔ مسٹر جوشو نے میرے خوابوں کی تکمیل ضرورت کے مطابق ہی کر دی تھی اور میں ان کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ باقی تمام کارروائیوں میں بھی انہوں نے مجھے کوئی حصہ نہ لینے دیا اور پھر مقررہ وقت پر جنرل آپریشن کیا گیا۔ اس صبح مسٹر جوشو نے مجھے خوشخبری سنائی کہ ان کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ صبح ساڑھے تین بجے بیرونی اخبارات ایئر لائنز کے ذریعے روانہ ہو چکے ہیں اور مقامی طور پر تقسیم ہونے والا اخبار تقسیم کے لیے ہاکرز اور دوسرے اداروں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

یہ سب کچھ مسٹر جوشو نے کیا تھا۔ ہماری کارکردگی اس سلسلے میں صرف اتنی تھی کہ ہم نے میٹر تیار کیا تھا۔ اس کے بعد مسٹر جوشو کے پاس رکنا مناسب نہیں تھا۔ اس تمام کارروائی کا نتیجہ ہم دوسری حیثیت سے دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مسٹر جوشو کی اجازت سے ہم ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکل آئے۔ ہمارے چہروں پر دوسرا میک اپ تھا لیکن جب یہ گاڑی ہمیں ہماری مطلوبہ جگہ چھوڑ کر چلی گئی اور یہ اطمینان ہو گیا کہ اس وقت ہم کسی کی نگاہ میں نہیں ہیں تو میں نے اور تہذیب نے میک اپ تبدیل کر لیا اور مسٹر جیگر اور مسز جیگر کی حیثیت سے اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑے۔

امریکا میں علی یار خان کی آمد کے بعد یہ دوسرا دھماکا تھا اور اس کے اثرات کے لیے ہمیں نہایت فراست اور ہوشیاری سے خود کو تیار کرنا تھا۔ مائیکل جوشو کا ہنگامہ اور پھر یہ دوسرا واقعہ ایک ہی شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس سلسلے میں بھی ادلیو ارڈ براہ راست ملوث تھا، اس لیے تجزیہ ہو جانا ضروری تھا۔ فلیٹ پر آنے کے بعد ہم نے اس سلسلے میں غور کیا اور فیصلہ کیا کہ ہمیں فوری طور پر یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔

"چلیں گے کہاں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تم کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"ڈیجو ارلو ہماری فہرست میں ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو...؟"

"خیال برا نہیں ہے لیکن ان کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے

ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

مجاھد

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں

جب خون جگر برفاب ہوا

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی مجاہد کا سفر

ٹیری کی گزرگاہوں کو صرف نقشے پر دیکھا تھا لیکن اُس کے حسین خدوخال دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ حسین سرسبز پہاڑوں کے درمیان جھرنے بکھرے ہوئے تھے۔ یہ قصبہ پھلوں کی سپلائی کے سبب مشہور تھا اور اسی مناسبت سے یہاں باغات بکھرے نظر آ رہے تھے۔ یہاں بڑے ہوٹل تو نہیں تھے لیکن ہوٹل کی طرز کی کچھ عمارتیں موجود تھیں، جن میں سے ایک عمارت میں قیام کے لیے جگہ مل گئی۔ سلیقے سے خوبصورت کیبن تھی جس کی کھڑکی کھولی تو بہار آ گئی۔ سامنے ہی ایک آبشار گرتا نظر آ رہا تھا جس کے اطراف میں گہرا سبز رنگ بکھرا ہوا تھا۔

"حسین جگہ ہے۔" تہذیب نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اسی کی ضرورت تھی۔" میں نے اس کے حسین چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"جنگ سے تھکے ہوئے لوگوں کے لیے اس سے عمدہ جگہ کوئی نہیں ہو گی۔"

میں نے چونک کر تہذیب کو دیکھا۔ "تم تھک گئی ہو تہذیب؟"

"ہوں!" اب الفاظ کی گہرائیوں میں ڈوبنے لگے۔ جنگ سے میری مراد وہ ماحول ہے جو کسی مشن کی تکمیل کے بعد انسانی ذہن پر طاری ہو جاتا ہے۔ تم اس پر چونکے کیوں؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے اکثر چونک جاتا ہوں تہذیب!"

"خوب! ان حسین مناظر پر یہ قنوطیت طاری ہونا عجیب بات ہے۔ کیا سوچتے ہو میرے بارے میں علی؟" وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے ایک ادائے بے نیازی سے بولی۔

"میں کہ گرین پول چھوڑ کر تمہیں کیا ملا؟" میں نے ایک عجیب سا سوال کر دیا۔

"علی!" تہذیب نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"علی نے تمہیں کیا دیا تہذیب؟"

"محبت!" اس نے کہا۔

"اس کے ساتھ ہی رہی ہنگامہ خیز زندگی جو تم گرین پول میں گزار رہی تھیں۔ وہی ہم جولی اور وہی دشمن جن سے بچنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی تھیں۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ چند لمحے اسی طرح گھورتی رہی پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا تب اس نے کہا "مسٹر علی! یہ لہجہ اور یہ انداز مجھے بے حد مضحکہ خیز لگتا ہے کسی ایسے شخص سے جس کی آنکھیں آگ برساتی رہوں اور جس کا چہرہ دیکھ کر کلیجے دہل جاتے رہوں، جس کے دشمن حسرت بھرے انداز میں یہ سوچتے ہوں کہ کاش وہ کسی طرح اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر واقعی ہنسی آ گئی ہے۔ میں آپ کو ان احساسات کا شکار نہیں دیکھنا چاہتی مسٹر علی۔ آپ مضطرب سے نظر آ رہے ہیں کہ گرین پول سے ہٹ کر مجھے کیا ملا تو سنیے مسٹر علی! میرے احساسات مختلف ہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتی، میری یہی زندگی ہے۔ گرین پول میں جنگ کے بارے میں آپ کو تفصیلات بتا چکی ہوں۔ یا پھر اس کا تذکرہ۔

پچھلے دنوں کچھ قدر تشویش ناک تھیں۔ تہذیب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اپنی اس رہائش گاہ کو اپنے مخصوص چھوڑ کر مکان مالک کو کرایہ ادا کرنے کے بعد ڈیری گراؤنڈ سے چل پڑے۔ اپنے سفر کے لیے ٹرین اور تہذیب نے بڑے پیچیدہ راستے اختیار کیے تھے۔ بعض جگہوں پر ہم دونوں نے مل کر سفر کیا اور بعض جگہ ایک دوسرے سے الگ رہ کر۔ اس دوران ہمارے چہروں کا میک اپ بھی بدلتا رہا تھا امریکا جیسے عظیم الشان ملک میں دو افراد کا گم ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں دنیا کی ذہین ترین پولیس کی نظروں سے بھی بچنا تھا اور اس کے لیے ہم ہر ممکن احتیاط کر رہے تھے۔ بالآخر ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے اور یہاں ہم نے ہوٹل ہی میں قیام کیا لیکن دو ہفتے اور گزر گئے ہیں۔ اس دوران اخبارات کا مسلسل جائزہ لیتا رہا تھا۔ جو تازہ حال میرے علم میں آ رہی تھی کوئی ایسی قابل تشویش خبر شائع نہیں ہوئی تھی جو مجھے پریشان کر دیتی۔

اب مسئلہ پاکستانی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرنے کا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ میں کسی کی نگاہ میں نہ آ سکوں۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں پروگرام بنانا شروع کر دیا۔ تہذیب اپنے طور پر جائزہ لے رہی تھی اور ہم اپنے طور پر۔ ہمیں پاکستانی سفیر کی مصروفیات کا علم بھی رہتا تھا وہ مصروفیات جو اخبارات کے ذریعے علم میں آتی تھیں۔ ہم بھی ان کے لیے جگہ تلاش کرنا چاہتے تھے کیونکہ پاکستانی سفارت خانے میں داخلہ انتہائی خطرناک تھا اور ہم کسی بھی حیثیت سے اپنے سفارت خانے والوں کو کسی الجھن کا شکار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ کافی دن گزر گئے ہمیں کوئی موقع ہی نہیں مل رہا تھا لیکن ایک دن یہ موقع بھی نصیب ہو گیا۔

ایک امریکی کروڑ پتی کے ہاں ایک ذاتی تقریب میں پاکستانی سفیر کو بھی شرکت کرنا تھی جس کی تفصیلات ہمیں اخبار ہی سے مل گئیں۔ ایک عام سی خبر تھی لیکن میرے اور تہذیب کے لیے انتہائی باعث دلچسپی۔۔۔

اس امریکی کروڑ پتی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ہمیں بہت زیادہ مشکلات پیش نہ آئیں۔ مسٹر ہیوس آرنالڈ بہت مشہور شخصیت تھے اور معزز حلقوں میں انتہائی نیک نام تھے۔ دولت کی ریل پیل تھی اور زندگی کے آخری ایام ایسی ہی دلچسپیوں میں گزار رہے تھے۔ ان کی دیہی اقامت گاہ شہر سے کوئی چالیس میل دور تھی اور وہاں اکثر ایسی تقاریب کا انعقاد ہوتا رہتا تھا۔

مسئلہ اس تقریب میں شرکت کا تھا۔ وقت بھی بہت زیادہ نہیں تھا کہ کوئی معقول بندوبست کیا جا سکے۔ چنانچہ میں نے اور تہذیب نے خدا کا نام لے کر فیصلہ کر لیا کہ وہاں ان جانے مہمانوں کی طرح ٹوٹ پڑا جائے۔ اس کے لیے ہم نے خصوصی طور پر میک اپ کیا۔ میں نے تقریباً بیس۔ تیس سالہ بوڑھے کا روپ بھرا اور تہذیب ایک خوش شکل بزرگ خاتون کی حیثیت اختیار کر گئی۔ ہمارا نام کرنل کروسن اور مسز کروسن تھا۔

نسلاً فرانسیسی تھے اور مسٹر ہیوس آرنالڈ کے ایسے شناسا تھے جن سے ایک دو بار ہی ملاقات ہوئی تھی اگر ہمیں کوئی وجہ معلوم کی ہمارا کرنل جواب تیار تھا اخبار میں مسٹر ہیوس آرنالڈ کا نام پڑھ کر ہم اپنے آپ کو اس تقریب میں شرکت سے باز نہ رکھ سکے۔ ایک اتنی بڑی اور ایسی شہرت یافتہ شخصیت کے لیے دو چار ایسے بن بلائے مہمان ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں تھی جو بہت زیادہ پریشانی کا باعث ہوتی۔

وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک شاندار رولز رائس کا انتخاب کیا گیا جو کرائے پر گاڑیاں دینے والی کمپنیوں میں سے ایک کمپنی سے حاصل ہو گئی تھی۔ خاص طور سے ہم نے ایک ایسی گاڑی کا انتخاب کیا تھا جس پر کمپنی کا مونوگرام نہیں تھا۔

وقت مقررہ پر میں خود ہی رولز رائس ڈرائیو کرتا ہوا مسٹر ہیوس آرنالڈ کی دیہی رہائش گاہ پر پہنچا تھا۔ جیسا کہ ہم دونوں کا خیال تھا۔ تقریب میں نہایت اہتمام برتا گیا تھا۔ مہمانوں کے استقبال کے لیے ایک خصوصی سیل قائم کیا گیا تھا۔ انتظامیہ کے افراد بھی وہاں خاصی تعداد میں موجود تھے۔ دروازے سے اندر داخل ہوئے تو ہمارا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ خدشہ یہی تھا کہ اگر ہم سے کسی نے تقریب کا دعوت نامہ طلب کر لیا تو کیا ہو گا۔

ایک دراز قامت سیکیورٹی افسر نے ہمیں دیکھ کر ہلکی تعظیم دی اور پھر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کے پاس دعوت نامہ ہو گا؟"

"ہم لوگ مجسم دعوت ہیں۔ ذرا آرنالڈ سے کہو کہ کرنل کروسن آیا ہے۔ کیسے اس نے اپنی تقریب میں مدعو نہیں کیا؟"

سیکیورٹی افسر نے گہری نگاہوں سے ہم دونوں کا جائزہ لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا "کیا آپ مسٹر آرنالڈ کے کوئی گہرے دوست ہیں؟"

"یہ بات تمہیں وہی بتا سکے گا۔" میرے بجائے تہذیب بولی۔ اس کی آواز لرزتی ہوئی بوڑھی تھی اور انتہائی شائستہ تھی۔

آفیسر نے گردن خم کی اور ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گیا تھا اور یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم اس طرف بڑھ گئے جہاں بہت سے افراد نظر آ رہے تھے۔ ہیوس آرنالڈ کو تو ہم جانتے بھی نہیں تھے۔ ہمارے ہم مرتبہ شاندار جوڑے یہاں موجود تھے۔ ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔

میں خواہ مخواہ ایک معمر جوڑے کی جانب بڑھ گیا اور اس کے قریب پہنچ کر میں نے کہا۔ "وہ بالکل وہی سو فیصدی وہی لیون ٹیلر ہے"

کیا صاحب ہمارے دوست جیمس ہیرٹ سے نہیں ملتے؟ مسٹر ٹیلر! کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں؟"

معمر شخص نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا "افسوس میں جیمس ہیرٹ نہیں، میرا نام ہیرالڈ لاسن ہے اور یہ مسز لاسن ہیں جو

مجھ سے پہلے مسز لاسن بن چکی ہیں۔ ۱۹۷۱ء سے امریکن آرمی سے منسلک تھا۔ اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں۔ جس شخص کا نام آپ نے لیا وہ آپ کا آشنا ہم شکل تھا کہ مسز کروسن بھی چکرا گئیں۔ آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔"

ہم نے اس شخص کا ہاتھ تھام لیا جو خوش اخلاق اور مہذب آدمی تھا۔ مہمانوں کا اتنا جم غفیر تھا یہاں کہ کسی ایک شخص کی طرف توجہ ذرا مشکل ہی معلوم ہوتی تھی۔ ہم اس طرح ان لوگوں سے گھل مل گئے کہ ذرا بھی اجنبیت کا اظہار نہ ہو۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مسٹر ہیوس آرنالڈ کی شناخت بھی ہو گئی۔ بیدار قعہ اور اچھی شخصیت کا مالک بوڑھا آدمی تھا۔ تقریب میں مختلف لوگوں سے ملتا پھر رہا تھا۔ ہم لوگوں نے یہی کوشش کی کہ اس کی نگاہ سے محفوظ رہیں اور اس کوشش میں ہم مکمل طور پر کامیاب ہو گئے تھے۔

بڑے بڑے لوگ نظر آ رہے تھے اور ان میں ہم نے اپنے مطلوبہ شخص کو بھی دیکھ لیا۔ یہ پاکستانی سفیر ہی ہو سکتے تھے چہرے مہرے اور انداز سے ہمیں ان کا پتا چل گیا لیکن ان سے براہ راست مخاطب ہونا انتہائی خطرناک تھا۔ تہذیب نے اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی اور پھر خود ہی سفیر سے متعارف ہونے کی پیش کش کر دی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اس وقت پاکستانی سفیر چند دوستوں کے درمیان موجود تھے۔ تہذیب نے خود ہی اپنے آپ کو ان میں شامل کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ پاکستانی سفیر کو متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ میں کن انکھیوں نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا۔ تہذیب کی بے پناہ صلاحیتوں سے مجھے انکار نہیں تھا۔ ہم کشیدہ بڑے بڑے معاملات میں اس نے میرا ساتھ دیا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اس نے مجھے اشارہ کیا۔ پاکستانی سفیر اب میری طرف متوجہ تھے۔ میں بھی ان کے قریب پہنچ گیا اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسز کروسن نے آپ سے تعارف کرایا ہے مسٹر کروسن بڑی مسرت ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ کا تعلق غالباً پاکستان سے ہے؟"

"ہاں حیرت کی بات ہے کہ مسز کروسن پاکستان کے بارے میں زبردست معلومات رکھتی ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہایت اچھے الفاظ میں مجھ سے میرے وطن کا تذکرہ کیا ہے۔ دیار غیر میں وطن کی محبت کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کر جاتی ہے۔ میں بھی اس تاثر کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"ہماری خواہش تھی کہ آپ سے پاکستان کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کر سکتے۔ کیا آپ ہمیں چند لمحے مرحمت فرما سکتے ہیں؟"

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ مجھ سے ایک ملاقات میری اپنی رہائش گاہ پر کر لیں؟"

"نہیں۔ شاید یہ بہتر نہیں ہو گا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ اچھا نہیں ہے۔"

"اگر چند لمحے ہمیں یہیں مل جائیں کسی بھی ایسے گوشے میں جہاں لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم نہ ہو تو ہمارا کام ہو سکتا ہے۔"

پاکستانی سفیر نے کچھ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں جلدی سے بولا۔ "میں ایک پاکستانی کا پیغام آپ تک پہنچانا چاہتا تھا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ شاید بہت زیادہ محتاط انسان معلوم ہوتے ہیں کیا بہتر نہیں ہو گا کہ آپ چند لمحے ہمیں دے ہی دیں۔" میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا اور پاکستانی سفیر نے گردن خم کر دی۔

"آئیے تو تھوڑے سے۔" تہذیب کے بعد وہ بولے۔

ہم دونوں جھجکنے کے سے انداز میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ پاکستانی سفیر کے چہرے پر تجسس کے آثار نمایاں تھے۔ ایک نسبتاً پرسکون گوشے میں پہنچ کر انہوں نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور پھر کہا "آپ لوگوں کا انداز بڑا عجیب تھا۔ کیا کسی پاکستانی کا پیغام پہنچانے کے لیے ہی آپ نے اس تقریب میں شرکت کی تھی اور کیا مسز کروسن اسی لیے مجھ سے مخاطب ہوئی تھیں؟"

"ہاں بالکل یہی سمجھ لیجیے۔ مسٹر ہیوس آرنالڈ کی اس تقریب میں ہم بن بلائے مہمان ہیں اور اخبارات میں خبر پڑھ کر کہ آپ بھی اس تقریب میں شرکت کریں گے ہم نے یہاں تک پہنچنے کی جسارت کی ہے۔" میں نے کہا اور پاکستانی سفیر کے چہرے پر سنسنی سی پھیل گئی۔

"اس کی وجہ؟"

"ایک پاکستانی کا پیغام آپ تک پہنچانا کسی اور طریقے سے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔"

"کون ہے وہ پاکستانی؟"

"علی یار خان۔" میں نے جواب دیا اور پاکستانی سفیر بری طرح چونک پڑے۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولے "کیا پیغام ہے؟"

"علی یار خان یہ معلوم کرنا چاہتا ہے آپ سے کہ موجودہ حالات میں اس کے سلسلے میں جو پاکستان سے گفت و شنید کی جا رہی ہے اس سے پاکستانی مفادات پر کس قسم کے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں اور کیا علی یار خان کا ملک اس کی وجہ سے کسی الجھن کا شکار ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

"اس کا جواب میں آپ کو اس طرح کیسے دے سکتا ہوں مسٹر کروسن؟ ظاہر ہے آپ کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ آپ کا تعلق کہاں سے ہے اور اس پاکستانی سے آپ کی ملاقات کیسے ہوئی؟ اس کے لیے میری تشویش برقرار رہ سکتی ہے۔"

"اگر آپ سے ملنے کا اور کوئی ذریعہ ممکن ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیجیے میں وہاں آپ سے ملاقات کر لوں اور بہتر یہی ہو گا کہ اس جگہ میں آپ

کو اپنے بارے میں تمام تفصیلات فراہم کر دوں۔"

"ہوں یہ مناسب بات ہے۔ آپ یوں کیجیے کہ کل ٹھیک ڈیڑھ بجے پال سونو ہوٹل کا گرانیر حجرہ میں مجھ سے ملاقات کر لیجیے۔ ٹھیک ڈیڑھ بجے میں وہاں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"نہایت مناسب۔ اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتا ہوں لیکن ... اور میں مجبور ہو کر آیا ہوں۔ میری طرف سے جو تصور آپ چاہیں قائم کر سکتے ہیں۔ آپ یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ میں کوئی غلط انسان ہوں، اپنے اطراف کو بری طرح مشکوک کیے ہوئے ہوں" اور پاکستانی سفیر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"بہتر ہے۔ اس مشورے کا بھی شکریہ۔" اس کے بعد وہ دوسری طرف متوجہ ہو گئے اور تہذیب خانم اچانک ہی ان کی جانب سے لاتعلق ہو گئے تھے۔ اب ہمیں یہاں سے نکل جانے کی فکر تھی۔ پاکستانی سفیر سے گفتگو کرنے کے بعد ہمیں کافی اطمینان ہو گیا تھا لیکن تقریب کو چھوڑ کر ہم نکل نہ سکے۔ خوش قسمتی سے کوئی ایسا مرحلہ درپیش نہیں آیا جس سے ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ تقریب کے اختتام پر جب دوسرے تمام مہمان رخصت ہونے لگے تو ہم بھی وہاں سے چلے آئے تھے۔ راستے میں تہذیب بہت خوش تھی۔ اس نے پُرمسرت انداز میں کہا "میرا خیال ہے تم نے بہت بڑا مسئلہ حل کر لیا ہے۔"

"ہاں، دیکھو حالات آئندہ کیا رُخ اختیار کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن ہم لوگ ایک ایک لمحہ گن گن کر گزارتے رہے۔ کچھ معاملات طے کر لیے گئے تھے، مثلاً یہ کہ صرف میں پاکستانی سفیر سے ملاقات کروں گا اور تہذیب خانم کہیں سے اس ملاقات کی نگرانی کرے گی۔

ایک بجے ہی ہم ہوٹل پال سونو پہنچ گئے تھے۔ میری باریک بین نگاہوں نے کچھ ایسے پُراسرار لوگوں کی موجودگی کو محسوس کر لیا جو اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ پاکستانی سفیر ہی کے آدمی تھے۔ ان میں افریقی نسل کے دو قوی ہیکل نوجوان تھے اور باقی تین افراد شکل و صورت سے پاکستانی باشندے ہی نظر آتے تھے۔

گرانیر حجرہ کے اطراف میں بھی دو آدمی موجود تھے اور یہ بھی پاکستانی ہی تھے۔ میں نے کسی قدر اطمینان کا گہرا سانس لیا اور پھر راہداری میں سیٹی بجاتا ہوا آگے نکل گیا۔ واپسی میں ڈائننگ ہال میں آ بیٹھا تھا۔ ایک بج کر اٹھائیس منٹ ہوئے تو میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اس کے بعد گرانیر حجرہ کی جانب چل پڑا۔

مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اب پاکستانی سفیر وہاں پہنچ گئے ہیں۔ کمرے کا دروازہ اسی طرح تھا۔ میں نے حجرہ نمبر کے سامنے پہنچ کر دروازے کو ہلکا سا ناک کیا اور دروازہ کھل گیا۔ اندر سے پاکستانی سفیر کی آواز ابھری۔ "اندر تشریف لے آئیے مسٹر کروسن۔"

دروازہ کھولنے والی ایک نوجوان لڑکی تھی جس کا تعلق بھی پاکستان سے ہی معلوم ہوتا تھا۔ سامنے ہی پاکستانی سفیر کو ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ لڑکی میرے کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی تھی۔

"کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" پاکستانی سفیر کا لہجہ نرم تھا۔

"بالکل ٹھیک ہوں جناب، آپ سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین تھا۔"

"آپ اپنے طور پر تو مطمئن ہیں نا؟ میرا مقصد ہے کہ آپ جس طرح یہاں پہنچے ہیں اس کا طریقہ کار ہے ...؟"

"جی ہاں ویسے یہ بھی دیکھ چکا ہوں کہ آپ کے سات آدمی ہوٹل کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"گڈ۔ کیا اب بھی آپ مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتانے میں دیر لگائیں گے مسٹر کروسن؟" پاکستانی سفیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں، میرا نام کروسن نہیں، علی یار خان ہے۔" میں نے کہا اور اپنے اس انکشاف کا ردعمل خاطر خواہ پا کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پاکستانی سفیر حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں انتظام کر کے آیا تھا چنانچہ میں نے اپنے چہرے سے کروسن کا میک اپ اتار دیا اور پاکستانی سفیر سے کہا "اگر کسی طرح علی یار خان کی تصویر آپ کی نگاہوں سے گزر چکی ہے تو آپ مجھے پہچان سکتے ہیں۔ ویسے اس کے ساتھ ہی ایک اور ... ایک اور کوشش بھی کی ہے میں نے۔" یہ کہہ کر میں نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر ان کے حوالے کر دی جس پر سالفن لگا ہوا تھا۔ "اس میں ایمونیا ہائیڈرو کلورائیڈ ہے۔ آپ اس کی پھوار میرے چہرے پر مار کر دیکھ سکتے ہیں کہ یہ علی یار خان کا میک اپ تو نہیں۔ کیا ایمونیا کی پہچان میں آپ کو دقت نہیں ہو گی؟"

پاکستانی سفیر نے ایمونیا کی چند پھواریں اپنے ہاتھ پر مار کر دیکھیں اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر میری درخواست پر عمل کرنے لگے۔ انھوں نے میرے چہرے پر سالفن کی بہت سی پھواریں ماریں اور اس کے بعد انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے میرا چہرہ ٹٹول کر دیکھا اور پھر پُرمسرت انداز میں ایمونیا کی شیشی رکھ کر میرے نزدیک پہنچے اور دونوں ہاتھ معانقے کے لیے پھیلا دیے۔ اس محبت پر میری آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔

اپنے سینے سے لگانے کے بعد انھوں نے میری پشت پر تھپکیاں دیں اور پھر مجھے سامنے بٹھاتے ہوئے بولے "تصور بھی نہیں کیا تھا کبھی کہ آپ سے میری ملاقات ہو جائے گی۔ آپ یقین کیجیے کہ میں دل سے آپ کا مداح ہوں۔ نہ صرف میں بلکہ بے شمار افراد آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ آپ کے مشن کی تمام تفصیلات ان کے علم میں ہیں۔ ہم سوچا

تو بہت تھا آپ کے بارے میں ... لیکن یہ جانتا تھا کہ ملاقات ممکن نہیں ہو گی۔ ظاہر ہے آپ سے رابطے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ ویسے آپ نے بہت اچھا کیا کہ ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو نہیں کی یا ملاقات کے لیے میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی۔ میں جانتا ہوں کہ ان دنوں ہمارے سفارت خانے کی شدید نگرانی ہو رہی ہے اور یہ صرف امریکی حکام ہی کی طرف سے نہیں بلکہ اسرائیلی یہودیوں کا ایک پورا گروہ آپ کی تاک میں ہے اور کسی نہ کسی جگہ آپ کو پکڑ لینا چاہتا ہے۔"

"یہ تمام باتیں میرے علم میں ہیں جناب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا یہ بھی جانتے ہو تم کہ اولیور ورڈ کو سی آئی اے سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ واحد شخص ہے جو سی آئی اے کی ملازمت چھوڑنے کے بعد بھی زندہ اور آزاد ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت نے باقاعدہ اس کے لیے درخواست کی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اسرائیل پہنچ چکا ہے اور آج کل تل ابیب میں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے اثرات زبردست ہیں اور کوئی بھی لمحہ آپ کے لیے خطرے کا لمحہ بن سکتا ہے۔"

"میں تمام صورت حال سے باخبر ہوں جناب۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا میرے سلسلے میں میری حکومت پریشان ہے؟"

"پریشانی تو فطری چیز ہے۔ ظاہر ہے کچھ خارجی معاملات الجھ گئے ہیں لیکن اس کا نہایت معقول انتظام ہو گیا ہے۔ ہم نے حکومت امریکا کو یہی جواب دیا تھا کہ اتنا طویل وقت گزر جانے کے بعد علی یار خان اب یہاں کے قوانین کی ایک شق کے تحت پاکستانی باشندے نہیں رہے ہیں۔ اب ان کی نیشنلٹی کہیں کی بھی ہو سکتی ہے۔ انھیں امریکی باشندہ بھی کہا جا سکتا تھا اور ان کا تعلق بیروت سے بھی قائم کیا جا سکتا ہے لیکن ہماری آسانی کے لیے اور علی یار خان آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کے لیے ایک اہم کام کر لیا گیا ہے، جو یقیناً آپ کے علم میں ابھی نہیں ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے پُرمسرت انداز میں پوچھا۔

"بیروت سے آپ کے لیے شہریت کے کاغذات آ چکے ہیں۔ ان کاغذات میں آپ کو بیروت کا باشندہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شام اور عراق نے بھی آپ کو اپنے ہاں کی شہریت پیش کی ہے اور کاغذات ہمیں ارسال کر دیے ہیں جن سے ہمیں بہت زیادہ مدد مل گئی ہے۔ حکومت امریکا کو ان کاغذات کی نقول فراہم کر دی گئی ہیں اور معذرت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اب علی یار خان کو پاکستانی باشندہ سمجھ کر پاکستان کو کسی معاملے میں ملوث نہ کیا جائے۔ انھوں نے ... کچھ اور پیش کشیں بھی کی تھیں جو آپ کے خلاف ہیں علی یار خان ... لیکن ان کی حیثیت کیا ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بات سے آپ کو قطعی بددل نہیں ہونا چاہیے بلکہ

کچھ سیاسی مجبوریوں کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے۔"

"میں جانتا ہوں اور میرا حوصلہ آپ نے بڑھا دیا ہے۔ آپ کی بات بہترین ہے جناب کہ میں ان کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ میری معمولی سی خدمات کو اتنا سراہا جائے گا میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے دلی مسرت ہے کہ میری وجہ سے میرے وطن عزیز کو کوئی الجھن لاحق نہیں ہوئی اور اگر کچھ الجھنیں پیش آئی ہیں تو میں آپ کے توسط سے ان کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ میرے ہم وطنوں کو میرے بارے میں اطلاع دے دی جائے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک اہم مشن کے لیے وقف کر دیا ہے اور اس حوالے سے میرے تمام جتنے سابق ہیں، ان میں کوئی کھوٹ تلاش کی جائے اور اگر کچھ ایسی اطلاعات وطن تک پہنچیں تو انھیں مجھ سے منسوب نہ کیا جائے۔"

"آپ مطمئن رہیے۔ میرے لائق جو خدمت ہو مجھے بتائیں۔"

"نہیں جناب، آپ نہیں سمجھ سکتے کہ میں کتنا مسرور ہوں۔"

"ویسے علی یار خان! مجھے پوچھنا تو نہیں چاہیے لیکن دل چاہ رہا ہے کہ تم سے ایک نجی سوال کروں۔"

"جی جی ضرور فرمائیے۔"

"تمھارا آئندہ کیا پروگرام ہے؟ اب اس سلسلے میں مزید کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"آپ کو بتانے میں حارج نہیں سمجھتا جناب۔ ایک ہم وطن سے اتنے عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے، جی چاہتا ہے مزید کچھ وقت آپ کے ساتھ گزاروں لیکن مجھے احساس ہے کہ یہ آپ کے لیے خطرناک ہو گا۔"

"سوری علی یار خان، یہ حقیقت ہے۔" پاکستانی سفیر نے جواب دیا۔

"میرے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں۔ میں اولیور ورڈ کے لیے یہاں پہنچا تھا۔ بہت سے معرکے ہو چکے ہیں میرے اور اس کے درمیان اور خدا کے فضل و کرم سے اسے بدترین شکست سے دوچار کرنے کے بعد میں نے اس کے گھر کا رُخ کیا تا کہ یہاں بھی اسے شکست دے سکوں اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ معرکہ بھی سر کر لیا۔ اب پتا نہیں خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے وہ یہاں سے نکل گیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ اب وہ دوسرے طریقوں سے میرے سامنے آئے گا اور میں اس کا سامنا کرنے کے لیے ہر وقت، ہر جگہ تیار رہوں۔ ابھی مجھے خود بھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ فلسطینی مفادات کے لیے میں مزید کیا کر سکتا ہوں۔ اگر ضرورت نہ رہی تو میں امریکا چھوڑ دوں گا اور دنیا کے کسی بھی ملک، کسی بھی خطے میں اس کے سامنے آنے کے لیے تیار ہوں اور یہی میرا آئندہ کا پروگرام ہے۔ ابھی اس کے لیے میں نے کوئی خاص منصوبہ ترتیب نہیں دیا ہے۔"

"میری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں مسٹر علی یار خان۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی غیر ملک میں مقیم سفیر کو کتنا محتاط رہنا پڑتا ہے۔ ہمیں تو افسوس یہ ہے کہ ہم فی الحال آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تاہم

ایک ڈرائر کو بیسن وغیرہ بھی تھے کی شکل کا بھی بنایا گیا تھا۔ غرض یہ کہ بے شمار ندرتیں کی گئی تھیں یہاں۔

ڈرائر کرائے پر دینے والی کمپنیوں کے دفاتر اس میدان کے بائیں سمت تھے اور یہیں پر ہوٹلوں اور ڈرائیو اِن کے سلسلے تھے۔ ہم نے ایک کمپنی سے رجوع کیا تو اس نے ہمیں ڈرائرز کے ڈیزائن دکھانے شروع کر دیے بالآخر ایک خوبصورت کار پسند کر کے ہم نے اسے کرائے پر حاصل کر لیا اور ہمیں گائیڈ کرنے کے لیے دو ملازم ہمارے ساتھ چل پڑے۔ جو ڈرائر ہم نے منتخب کیا تھا وہ ضروریات زندگی سے پوری طرح آراستہ تھا۔ یہاں وائرلیس ٹیلی فون کا انتظام بھی تھا جس کے ذریعے ہم کمپنی کے دفتر یا یہاں موجود ہوٹلوں اور ڈرائیو انز سے رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ انتہائی پُرفضا اور دلکش نظارے تھے۔ بلاشبہ تہذیب کی معیت میں وقت گزارنے کے لیے یہ بہترین مقام تھا۔ یہاں کے ماحول کو دیکھتے ہوئے سوچا زندگی کے وہ لمحات جب فرصت ہوتی تھی اور ذہن میں کوئی الجھن نہیں ہوتی تھی، تہذیب کے ساتھ بہت دلکش لگتے تھے اور یہاں مجھے اس سے ذہنی قربتوں کا احساس ہوتا تھا کہ اس کے پُرسکون ماحول میں ہم زندگی کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ سیر و تفریح ہلہ گلہ کے حسین مناظرات کو رقص و موسیقی کی محفلیں جو گھاس پر ہی سجائی گئی تھیں آسمان کے نیچے منعقد کی جاتی تھیں اور عیش پسند لوگ اپنی حیثیتیں بھول کر یہاں عام آدمیوں کی طرح ان دلچسپیوں میں حصہ لیتے تھے۔

تین چار دن اس طرح گزر گئے کہ احساس بھی نہ ہو سکا لیکن پانچواں دن ہمارے لیے ان تمام خوشیوں کا قاتل تھا۔ صبح کے اخبارات باقاعدگی سے یہاں پہنچائے جاتے تھے اور اس دن صبح کے ایک اخبار میں ایک ایسی خبر تہذیب نے پڑھی جسے پڑھ کر اس کا چہرہ اتر گیا۔ میں باتھ روم سے نکلا ہی تھا کہ تہذیب کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "علی تیمور ادھر آؤ" اس کے لہجے کو محسوس کر کے میں بری طرح چونک پڑا اور پھر میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ تہذیب نے اخبار میری طرف بڑھا دیا۔

"کیا بات ہے تہذیب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

تہذیب کے چہرے سے انتہائی افسردگی اور غم کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ کون سی خبر ہو سکتی تھی جس نے تہذیب کو اس قدر افسردہ کر دیا تھا۔ میں نے اخبار پر نگاہیں دوڑائیں اور پھر تہذیب نے ایک جگہ انگلی رکھ دی۔ میری نگاہ خود بھی وہاں پہنچ چکی تھی۔ جو کچھ میں نے پڑھا اس پر یقین نہیں آیا۔ چہرے کے اور قریب کر کے پڑھا لیکن حقیقت وہی تھی جو نظر آ رہی تھی۔ یہ ایک سرخی تھی "چینی رہنما مسٹر جو شو کو قتل کر دیا گیا" سرخی کے بڑے بڑے الفاظ پھیلنے لگے اور چند لمحوں کے لیے آنکھوں میں گرد شامل ہو گئی تھی۔ ایسا لگا جیسے چکر آ گیا تھا۔ میں جلدی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور تفصیل جاننے کی کوشش کی۔ ایک بار پھر اخبار کو چہرے کے قریب کر لیا۔ عنوان وہی تھا۔ "چینی رہنما مسٹر جو شو کو قتل کر دیا گیا" یہ پوری خبر باریک الفاظ میں چھپی ہوئی تھی۔

سان فرانسسکو میں آباد چینیوں کے لیڈر مسٹر الیو جو شو کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ مسٹر الیو جو شو کو ان کی اپنی رہائش گاہ ہی میں ہلاک کیا گیا۔ سفاک قاتلوں نے انھیں قتل کرتے ہوئے انتہائی درندگی کا مظاہرہ کیا۔ ان کی دونوں آنکھیں نکال لی گئیں اور ان کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لی گئیں۔ کٹے ہوئے اعضا دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ مقامی چینیوں میں انتہائی بے چینی پائی جاتی ہے اور انھوں نے پولیس سے مسٹر جو شو کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ اگر مسٹر جو شو کے قاتل فوراً ہی گرفتار کر کے کیفر کردار تک نہ پہنچائے گئے تو پھر وہ اپنے طور پر ان قاتلوں کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے۔

خبر بڑی سنسنی خیز تھی۔ تہذیب بھی پریشان اور غمزدہ نظر آتی تھی۔ میرا سر بھی مسلسل چکرا رہا تھا۔ مسٹر جو شو کی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ اسے نظر انداز کیا جا سکتا۔ انھوں نے اس وقت میری مدد کی تھی جب میں سان فرانسسکو یونیورسٹی میں ایک طالب علم تھا اور انتہائی ناسازگار حالات کا شکار ہو گیا تھا۔ اگر تب ہی میں مسٹر جو شو میری مدد نہ کرتے تو اب تک تو میرا نام و نشان اس روئے زمین سے مٹ گیا ہوتا۔ انھوں نے میری بے لوث مدد کر کے مجھے امریکا سے نکالا تھا اور اس کے بعد سے آج تک وہ ایک بزرگ کی حیثیت سے ہمیشہ پشت پناہ رہے تھے۔ میرے ہر منصوبے میں دلچسپی لیتے رہے تھے۔ بدقسمتی تھی کہ میں ان سے ملاقات کرنے نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ جرائم انٹرنیشنل کے سلسلے میں کسی طوفان کا نام و نشان نہ ہو سکے بعد میں ان سے ملاقات کر لی جائے گی لیکن دوران سے ملاقات کی آخری رات تھی جب میں وہاں سے واپس لوٹا تھا اور اس کے بعد ہم گرانٹن چلے گئے تھے۔ کاش گرانٹن سے واپسی پر میں ان سے ملاقات کرتا ہوا آتا۔

تہذیب میرے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر بولی "میں جانتی ہوں، مسٹر جو شو کی تمہاری زندگی میں کیا اہمیت ہے علی لیکن بہرحال، جیسے بڑی قیمتی چیزیں ایسے ہی کھو دینا پڑتی ہیں اس کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا بے حد ضروری ہے۔"

میں تہذیب کی صورت دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "مجھے یقین ہے تہذیب کہ مسٹر جو شو میری وجہ سے قتل ہوئے ہیں۔"

تہذیب نے فوراً ہی مجھ سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ چند لمحے وہ میری شکل دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی "محسوس کرنا غلط، یہ ضروری تو نہیں ہے علی۔ مسٹر جو شو بذاتِ خود بھی بہت ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے، ان کی مصروفیات گوناگوں تھیں۔ یقینی طور پر انھوں نے امریکا میں اپنے بہت سے دشمن بنا لیے ہوں گے۔ پھر نسل پرستی اور زر پرستی یہاں ایک فرض کی حیثیت سے ہے۔ تم اپنے آپ کو اس کا ذمہ دار کیوں قرار دے رہے ہو؟"

"ٹھیک ہے تہذیب لیکن میرا دل اندر سے گواہی دیتا ہے کہ مسٹر جو شو میری ہی وجہ سے قتل ہوئے ہیں۔ اگر تم چاہو تو اس کی تحقیقات کر سکتی ہو۔ وہ اپنے طور پر بہت مضبوط حیثیت رکھتے تھے لیکن شروع ہی میں اولیو ہارڈ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مسٹر جو شو میرے پشت پناہ ہیں اور انھی کی وجہ سے میں بخیریت امریکا سے نکلنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے ٹھوس ثبوت مجھے بعد میں ملے جب مسٹر جو شو کے نام پر اولیو ہارڈ نے لندن میں مجھے پھانسنے کی کوشش کی۔"

تہذیب چونک پڑی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "کیا یہ بھی کوئی ایسی ہی کوشش تو نہیں ہے علی؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا مسٹر جو شو کی موت کی تصدیق کی جا سکتی ہے؟" تہذیب کے اس سوال نے ایک لمحے کے لیے مجھے چونکا دیا تھا۔ میں نے بھی اس کے انداز میں سوچا اور بہت دیر تک سوچتا رہا۔ مسٹر جو شو کی موت کی تصدیق اخبار کے ذریعے کرنا مناسب اور ممکن نہیں تھی اور ویسے بھی اگر ان کے ساتھ یہ سانحہ پیش آ گیا تھا تو میں ان کے لواحقین سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے تعزیت کے لیے ضرور جانا چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا "ہمیں ایک بار پھر سان فرانسسکو کا سفر کرنا پڑے گا تہذیب۔"

تہذیب پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی پھر وہ پُراعتماد سے بولی "اگر تم جانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں تہذیب، ہر صورت میں جانا ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ہمیں سان فرانسسکو روانہ ہونے کی تیاریاں کر لینا چاہئیں۔"

"او کے، میرا خیال ہے ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں ہو گی۔"

مسٹر جو شو کی موت کی اطلاع نے اس قدر اضمحلال طاری کر دیا تھا ذہن و دل پر کہ میں خود حیران رہ گیا تھا۔ کوئی رشتہ نہیں تھا ان سے لیکن بعض ذہنی و قلبی رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے دوسرے تمام رشتے ہیچ ہوتے ہیں۔

ہم لوگوں نے بادلِ ناخواستہ کار ٹرپ ترک کر دیا اور وہاں سے چلے آئے۔ ہمیں ایک فلائٹ مل گئی۔ رات کے تقریباً پونے گیارہ بجے ہم سان فرانسسکو کے لیے روانہ ہو گئے۔ راستے بھر مکمل خاموشی رہی تھی۔ تہذیب نے بھی میرے خیالات میں مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ آنکھیں بند کر کے ہوائی جہاز کی سیٹ سے ٹیک لگی تھی۔ سفر کے دوران ہمیں کسی طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

بالآخر ہم سان فرانسسکو پہنچ گئے۔ میں نے یہاں آنے کے بعد اپنے آپ کو سنبھالا۔ مسٹر جو شو کی رہائش گاہ پر اور مسٹ کی طرح گھٹ اٹھانے سے پہلے جانا مناسب نہیں تھا۔ یہ احتیاط ملحوظ رکھنا تھی کہ ہم لوگ سب کی نگاہوں میں نہ آ سکیں اور پھر سب سے پہلے تو ان کی موت کی تصدیق کرنا تھی ممکن ہے مجھے پھانسنے کے لیے ہی کوئی چال چلی گئی ہو۔ اب تک کے سفر میں تو اس بات کا احساس نہیں ہو سکا تھا لیکن اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری تھا۔

سب سے پہلے ہم نے سان فرانسسکو کے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں قیام کیا۔ تو یہاں بیٹھ کر میں تہذیب سے اس سلسلے میں گفتگو کرتا رہا پھر بازار سے میک اپ کے سامان کی خریداری کی گئی اور ہم ہوٹل واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر میں نے انتہائی ذہانت سے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا۔ تہذیب مالم ایکس نے چینی طرز کا لباس پہنا، اسی انداز کے جوتے۔ وہ بالوں کو مخصوص طریقے پر باندھنے لگی۔ چینی انداز سے بالوں کو سیٹ کرنے کے بعد وہ میرے سامنے آ بیٹھی اور میں نے اس کے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ خاصی مہارت سے میں نے یہ میک اپ کیا تھا۔ اس کے خد و خال کو چینی رنگ دینے کے بعد میں نے ایک خاص قسم کے مسالے سے اس کی بھنویں بنائیں اور پھر ناقدانہ انداز میں اس کا جائزہ لیا۔ تہذیب کا تحیر انگیز طور پر چہرہ محسوس ہونے لگا تھا اور وہ بالکل ایک چینی لڑکی معلوم ہو رہی تھی لیکن اس وقت لطیف جذبات کے لیے میرے پاس کوئی گنجائش نہیں تھی۔ مسٹر جو شو کی موت کا غم و غصہ بے پناہ تھا۔ میں نے اپنا میک اپ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں مجھے بیٹھ بھی استعمال کرنا پڑا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک چینی جوڑے کی شکل میں نظر آنے لگے۔ تہذیب نے خود بھی آئینہ دیکھ لیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "واقعی شاندار، میک اپ انتہائی عمدہ ہے۔ اب اس سلسلے میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔"

"ٹھیک ہے تہذیب، اب چلا جائے، کیا خیال ہے؟"

"ہاں چلو۔" ہم دونوں نے [illegible] پارک باہر نکل آئے پھر ایک عقبی راستے سے ہم ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے تاکہ ہمیں اس شکل میں دیکھ کر کسی کو کوئی شک و شبہ نہ ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی کر کے ہم مسٹر جو شو کی رہائش گاہ کی جانب جا رہے تھے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور میں مسلسل سوچ رہا تھا کہ کاش یہ اطلاع غلط ہو۔ اگر یہ کسی طرح مجھے پھانسنے کی کوشش ہے تو اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا لیکن مسٹر جو شو جیسی عظیم اور شفیق شخصیت بار بار نہیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا بدل تلاش نہیں کر سکوں گا لیکن مسٹر جو شو کی رہائش گاہ پر پہنچنے کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ اطلاع غلط نہیں ہے۔ وہاں غیر معمولی طور پر چینیوں کا اجتماع تھا۔ لوگ اندر آ جا رہے تھے اور ان پر ایک سوگ سا طاری تھا۔ اس کے علاوہ عمارت کے سامنے کے حصے میں ایک خصوصی نشان لٹکا دیا گیا تھا جو موت کا نشان ہوتا ہے۔

کلیٹ سر جھکائے صدر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ تہذیب بھی میرے عقب میں تھی۔ جیسے ہی گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے مجھے دفعتاً ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ایک نیلی سی روشنی ہمارے جسموں پر پڑی۔ کافی تیز اور چندھیا دینے والی روشنی تھی۔ اس کے بعد وہ معدوم ہو گئی۔ میری نگاہیں بے اختیار اوپر کی سمت اٹھ گئی تھیں لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا پھر دفعتاً ہی تہذیب نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے پھرتی سے گھسیٹ کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے چونک کر اس کی اس حرکت کو دیکھا اور سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا: "کیا بات ہے تہذیب؟"

"علی! ابھی تم نے ایک عجیب سی بات محسوس کی تھی؟"

"ہاں۔"

"اور شاید تم نے اوپر گردن اٹھا کر بھی دیکھا تھا کہ یہ نیلی روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟"

"ہاں لیکن مجھے ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی حیرت تو اس بات پر ہوئی کہ اگر یہاں کوئی ایسی روشنی موجود ہے تو پھر ایک دم معدوم کیسے ہو گئی؟"

"علی! ایک بات بتاؤں؟" تہذیب نے سنسنی خیز لہجے میں کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "اس روشنی کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ اگر کوئی اور یہاں آتا ہے تو یہ روشنی اس پر پڑتی ہے یا نہیں؟"

"مطلب؟"

"علی! میرے ذہن میں اس روشنی کا راز موجود ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ روشنی... یہ روشنی..."

اسی وقت دو حبشی نوجوان اندر داخل ہوئے اور ... نیلی روشنی میں نہا گئے۔ اس بار ہم نے اس نیلی روشنی کا ... دیکھ لیا تھا۔ مسٹر جوشو کی رہائش گاہ کے عین سامنے والی ... میں ایک کھڑکی سے یہ روشنی پھینکی گئی تھی اور اس کے بعد معدوم ... گئی۔ تہذیب خاموشی سے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ میں متحیرانہ انداز میں کبھی اس طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی تہذیب کی طرف۔

تہذیب نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا: "علی! یہ روشنی ایک مخصوص قسم کے کیمرے کی ہے۔ میرے ذہن میں کوئی ایسی چیز کھٹک رہی تھی جو ایک لمحے تک مجھے یاد نہیں آ رہی تھی۔ وہ روشنی میک اپ کو توڑ کر اصل تصاویر لیتی ہے۔ دراصل اس قسم کا ایک کیمرا ایک زمانے میں مجھے دیا گیا تھا۔ گرین پولا کی طرف سے کچھ ایسے لوگوں کے فوٹوگراف لینے تھے جن کے بارے میں شبہ تھا کہ وہ میک اپ میں ہیں۔ یہ نیلی روشنی اس کی نشاندہی کرتی ہے۔ خاص قسم کی شعاعیں جو ہر طرح کے میک اپ کو توڑ کر اصل چہرے کی تصاویر لیتی ہیں۔ یہ کیمرا ڈاکٹر غلیب کی ایجاد تھا۔

اور گرین پولا نے کچھ ایسے مقامات پر ایسے موجود تھے۔ اس کا مطلب ہے علی... اس کا مطلب ہے ہم نگاہوں میں آ گئے۔ یقیناً ہم کسی کی نگاہوں میں آ گئے ہیں۔"

میں ایک لمحے کے لیے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا: "تہذیب! تم یہاں رک کر میں دیکھتا ہوں کہ وہ کون لوگ ہیں؟"

"نہیں میں چلتی ہوں۔ جلد بازی مناسب نہیں ہے۔"

"کیا عورتوں کی طرح مجھے روکنے کی کوشش کر رہی ہو تہذیب، ویسے مجھے ایک بات پر تعجب ہے۔ یہاں داخل ہونے والوں کی تعداد کم تو نہیں ہے لیکن تمام لوگ روشنی کا شکار نہیں ہو رہے۔"

"علی! میرے خیال میں وہ لوگ صرف داخل ہونے والے کی تصویر حاصل کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، مجھے علم ہے کہ مسٹر جوشو کی رہائش گاہ کا ایک پچھلا راستہ بھی ہے جو ایک تنگ سی گلی میں نکلتا ہے۔ میں اس گلی سے ہو کر اس عمارت میں جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

تہذیب بری طرح الجھ گئی۔ وہ سرد لہجے میں بولی: "علی! میں تمہیں کسی بات سے منع نہیں کر سکتی لیکن میرے خیال میں یہ جلد بازی ہے۔ اگر تم ایسے کسی آدمی کو پکڑ بھی لیتے ہو تو فوری طور پر اس کا کیا کر سکتے ہو۔ ہمارے لیے تو پہلے ہی کافی مشکلات ہیں۔ کوئی صحیح اندازہ بھی نہیں ہے ہمیں..."

ابھی تہذیب اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ مجھے ایک شناسا چہرہ نظر آیا۔ یہ حبشی نوجوان لیاشا تھا۔ لیاشا مسٹر جوشو کا بہت قریبی آدمی تھا۔ میں نے اسے اشارے سے قریب بلایا تو وہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کی آنکھوں میں افسردگی کی جھلکیاں تھیں۔

"لیاشا! میں کون ہوں؟ یہ تم بعد میں معلوم کر لینا پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا مسٹر جوشو واقعی قتل ہو چکے ہیں؟" حبشی زبان کے بجائے مجھے انگریزی بولتے دیکھ کر لیاشا بری طرح چونکا تو میں نے جلدی سے کہا: "میں میک اپ میں ہوں اور حبشی نہیں ہوں۔ اگر تمہیں میرا نام یاد ہے تو جان لو کہ میں علی بار خان ہوں۔"

میرے الفاظ پر لیاشا کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس نے متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بڑھ کر میرے بازوؤں پر ہاتھ رکھ دیے پھر اس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا: "ہاں! مسٹر جوشو کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"تو پھر سنو لیاشا! باقی تفصیل گفتگو بعد میں ہو گی۔ صدر دروازے کے سامنے سڑک کے اس طرف ایک عمارت ہے۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں وہ ایک ہوٹل ہے۔" لیاشا نے جواب دیا۔

"اس کی دوسری منزل کے سامنے والے کمرے پر نظر ڈالو لیکن نگاہ چھپا کر۔ جب بھی کوئی نیا آدمی صدر دروازے سے داخل ہوتا ہے، ایک

پیلی سی روشنی اس پر پڑتی ہے اور یہ روشنی اس عمارت میں کے کمرے کی کھڑکی سے پڑتی ہے۔ یہ ایک خاص کیمرے کی روشنی ہے جس کی شعاعیں میک اپ سے گزر کر اصلی شکل تلاش کر لیتی ہیں۔ جو لوگ یہاں داخل ہونے والوں کی تصاویر لے رہے ہیں، ان کا تعلق سو فیصدی مسٹر جوشو کے قاتلوں سے ہے۔ اگر تم اس وقت ان پر قابو پا سکو گے تو مسٹر جوشو کے قاتلوں کا سراغ مل جائے گا۔"

لیاشا کے چہرے پر ایک دم سے تبدیلیاں نمودار ہوئیں۔ اس کے دانت باہر نکل آئے۔ وہ انتہائی غیظ و غضب کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ پلٹا تو میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "لیکن تنہا نہیں لیاشا۔ پوری طرح جائزہ لینے کے بعد تم یہ کارروائی کرو۔ اس کے لیے صبر و سکون اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔" اس نے ایک نگاہ میری طرف ڈالی اور پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

تہذیب میری اس کارروائی سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا: "یہ بہتر ہوا۔ کم از کم اس طرح اگر کچھ لوگ ہمارے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو ہم جوشو کی رہائش گاہ پر ان کی زبان کھلوا سکتے ہیں۔ اپنے طور پر تو شاید ہمارے پاس کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا۔" میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس وقت ذہن شدید انتشار کا شکار تھا اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لیاشا شاید اپنی مہم پر روانہ ہو گیا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس کی مدد بھی کروں لیکن یہاں آنے کے بعد فوراً ہی اس کارروائی میں مصروف ہو جانا بھی عجیب سی بات تھی۔ چنانچہ ٹھنڈی سانس لے کر اندر کی طرف چل پڑا۔

جوشو کی رہائش گاہ پر بہت سے لوگ میرے شناسا تھے جو میرے اور جوشو کے تعلقات کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے۔ ایک اور حبشی نوجوان سے مل کر میں نے اس سے اپنا تعارف کرایا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ میں نے کہا: "میں میک اپ میں ہوں اور ایک خاص وجہ سے مجھے یہ میک اپ کر کے یہاں آنا پڑا ہے۔ مسٹر جوشو کی لاش کہاں ہے؟" اس نے غمناک نگاہوں سے ایک طرف اشارہ کیا اور پھر میرے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں مسٹر جوشو کی لاش رکھی ہوئی تھی۔

بہت سے حبشی گردن جھکائے کھڑے تھے۔ میں نے لاش کو دیکھا۔ یہ اس عظیم انسان کی لاش تھی جس نے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے خالی حلقے اور ہاتھوں کی کٹی ہوئی انگلیاں میرے سامنے تھیں اور میرے بدن میں چنگاریاں بھرتی جا رہی تھیں۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ شاید زندگی میں چند ہی بار ایسا ہوا تھا کہ میں رویا تھا اور اس وقت یہ آنسو مسٹر جوشو کے لیے نکل آئے تھے۔

دیر تک میں خاموش کھڑا رہا۔ دفعتاً دو خوفناک دھماکے سنائی دیے اور میں بری طرح اچھل پڑا۔ یہ یقیناً لیاشا کی کارروائی تھی۔ اندر

موجود تمام لوگ چونک پڑے کیونکہ دھماکوں سے اس عمارت کے دروازے اور کھڑکیاں بھی ہل گئے تھے۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹنے کے چھناکے دور تک سنے گئے تھے۔ بہت سے لوگ گھبرا کر باہر نکل گئے لیکن میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور خاموشی سے وہیں کھڑا رہا۔ چند حبشی نوجوانوں نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا کیونکہ میں ان دھماکوں سے متاثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پتا نہیں لیاشا کی کارروائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ باہر گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ یقیناً لیاشا کے آدمیوں نے اس ہوٹل میں چھپے ہوئے لوگوں کو گھیر لیا تھا۔

چند لمحے میں اسی طرح کھڑا رہا پھر میں نے تہذیب سے کہا: "تہذیب! میں باہر دیکھتا ہوں، تم یہیں رکو۔"

میں باہر نکل آیا۔ صدر دروازے سے باہر نکلا تو وحشت خیز منظر نظر آیا۔ دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہو رہے تھے اور یہ بادل زمین سے ہی اٹھ رہے تھے۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں لیکن سڑک پر جگہ جگہ بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ چاروں طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فوری طور پر اندازہ نہیں ہو سکا کہ صورت حال کیا ہے۔ یہ دھماکے یقیناً بموں کے دھماکے تھے۔ پتا نہیں [illegible] بم کس نے استعمال کیے تھے۔ اس ہنگامے میں شامل ہونا تو حماقت ہی تھی۔ میں خاموشی سے دوسرے لوگوں کے ساتھ کھڑا صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد لیاشا اندر داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے بازو سے خون بہہ رہا تھا اور چند حبشی نوجوان بھی ساتھ تھے جن میں سے ایک دو زخمی نظر آ رہے تھے۔ لیاشا اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ہلکی اسٹین گن دبی ہوئی تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے اسٹین گن ایک اور آدمی کے حوالے کی اور کچھ اور آگے بڑھا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔ حبشی نوجوان اپنی زبان میں ایک دوسرے سے صورت حال دریافت کر رہے تھے۔ میں نے لیاشا کو روکا تو وہ میری طرف دیکھنے لگا۔

"بدقسمتی سے وہ نکل گئے۔" اس نے کہا۔

"آؤ فوری طور پر تمہاری مرہم پٹی کا بندوبست ہونا چاہیے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔

لیاشا ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے بولا: "وہ وہاں فرسٹ ایڈ باکس موجود ہے۔ معمولی سا زخم ہے۔ گولی بازو کو چھوتی ہوئی گزر گئی ہے۔ براہ کرم میری مدد کریں۔" میں تیزی سے اس کے ساتھ اس حصے میں پہنچ گیا اور وہی چند لوگ اس کے ساتھ ساتھ ہی اندر آ گئے تھے۔

فرسٹ ایڈ باکس سے سامان نکالنے کے بعد لیاشا کے زخم پر مرہم لگائی اور اس کے بعد پٹی کس دی گئی۔ لوگ خاموش تھے۔ جب لیاشا نے اپنے زخم کی بینڈیج سے فارغ ہو کر ان کی طرف دیکھا تو ایک حبشی نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا: "کیا ہوا تھا لیاشا؟ کون تھے وہ لوگ؟ کیا ہنگامہ تھا؟" لیاشا خاموش رہا۔ اس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں میں خون کی سرخی نظر آ رہی تھی۔

"براہ کرم، اس سلسلے میں ابھی کوئی تفصیل نہ پوچھی جائے، بعد میں بتاؤں گا۔" سب لوگ آرام کریں، میں خود بھی... تو لیا شا نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا، جب تمام لوگ نکل گئے تو وہ کہنے لگی۔ "آپ کا خیال درست تھا، ہوٹل کے اس کمرے میں تین افراد موجود تھے۔ وہ کمپیوٹر ہی پر مصروف تھے اور وہاں سے اس طرف ہونے والی کارروائی کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی فولڈنگ میز پر ایک بڑا سا کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ اس کے اوپر ایک مخصوص قسم کی لائٹ لگی ہوئی تھی، جس کے تار کمرے سے منسلک تھے۔ بدقسمتی سے ہم دوسرے لوگوں کا اندازہ نہیں لگا سکے جو باہر راہداری میں موجود تھے۔ چنانچہ ہم جیسے ہی اندر داخل ہوئے انھوں نے ہم پانچ آدمیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں آدمی جو اندر موجود تھے ہوشیار ہو گئے اور ہم دو طرف سے مصیبت کا شکار ہو گئے۔ اس افراتفری کی وجہ سے ہمیں مجبوراً باہر نکلنا پڑا تاکہ اپنا دفاع کر سکیں۔ ویسے میرے بازو پر گولی لگی لیکن اس کے بعد میں نے صورت حال سنبھال لی۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم وہ کمپیوٹر نہیں حاصل کر سکے جسے انھوں نے ایک جھٹکے سے تمام تاروں سمیت علیحدہ کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ کھڑکیوں سے نکل کر فرار ہو گئے۔ ہم نے ان پر گولیوں کی بارش کی جس سے ان کے دو آدمی زخمی ہو گئے لیکن ان کی تعداد کافی معلوم ہوتی تھی، وہ اُن دونوں زخمیوں کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ میں نے پیچھے تک ان کا تعاقب کیا تو انھوں نے بموں کے دھماکے کر کے ہمیں روک دیا اور وہ سب دھوئیں کا فائدہ اٹھا کر وہاں سے فرار ہو گئے۔ ہم سڑک پر گولیاں نہیں چلا سکتے تھے کیونکہ اس طرح دوسرے لوگوں کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔"

میں خاموشی سے لیا شا کی شکل دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیا شا، اس وقت وہ نکل گئے لیکن اطمینان رکھو، مسٹر جوشو کے قاتل بچ کر نہیں جا سکیں گے، یہ میرا عہد ہے۔"

پھر اور لوگ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ ان میں تہذیب بھی شامل تھی۔ وہ لوگ لیا شا سے صورت حال معلوم کرنے لگے تو لیا شا نے انھیں پوری تفصیل بتا دی۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اب میک اپ برقرار رکھنا ضروری نہیں تھا چنانچہ میں نے اپنا میک اپ اتار دیا اور تہذیب کو بھی اشارہ کر دیا۔ اس طرح ہم ازخود ہونے والے ہی لوگوں کا تجسس ختم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ مسٹر جوشو کی موت کے بارے میں تفصیلات مجھے بتائی گئیں۔ اور مجھے اس بات پر کوئی شبہ نہیں رہا کہ مسٹر جوشو کے قاتلوں کا تعلق کسی نہ کسی طرح اولیولا وروٹے سے ضرور ہے۔

مسٹر جوشو کی موت نے ذہن پر جو اثرات مرتب کیے تھے انھوں نے طبیعت بُری طرح مضمحل کر دی تھی۔ تہذیب مالکم اینجس میری صورت دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے اس سے آہستہ سے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے تہذیب؟ ہمارا یہاں رُکنا میرا خیال ہے بے معنی ہے۔"

"ہاں کیا فائدہ۔" تہذیب بھی افسردگی سے بولی۔

"ٹھیک ہے تو پھر چلتے ہیں۔ اپنے ہوٹل پہنچ کر منصوبہ بندی کریں گے۔" لیا شا کو مخاطب کر کے میں نے کہا۔ "مسٹر جوشو کی آخری رسومات کب ادا کی جائیں گی؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا جناب، متعلقہ لوگوں کے مشورے کیے جا رہے ہیں، جیسا بھی طے پایا..."

"ٹھیک ہے تو ہمیں اجازت دو۔"

"مسٹر علی! آپ اپنا پتا دیں گے ہمیں؟ مقصد یہ کہ مسٹر جوشو کی آخری رسومات کے سلسلے میں اگر آپ کو اطلاع دینا ہو تو کہاں دی جائے؟"

"میں خود تم سے ملاقات کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "البتہ ان حالات میں تمہیں ایک تکلیف ضرور دینا چاہتا ہوں، اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو..."

"جی جی فرمایئے۔" لیا شا نے مستعدی سے کہا۔

"یہاں ہم جنوں کے میک اپ میں داخل ہوئے تھے۔ ہمارے جسموں کے لباس ہماری موجودہ شکلوں سے میل نہیں کھاتے۔ اگر اسی حیثیت میں اب ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں تو دقت پیش آ سکتی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ ہمیں..."

"ہاں ہاں، یہاں آپ کے لیے جدید امریکی لباس مل جائیں گے۔ میں ابھی فراہم کرتا ہوں۔"

"وہ لباس ہم پر قرض رہیں گے، ہم تمہیں واپس کر دیں گے۔" میں نے لیا شا سے کہا اور لیا شا گردن خم کر کے وہاں سے چلی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد آئی تو اس کے پاس دو لباس موجود تھے۔ تہذیب مالکم اینجس ایک مختصر باتھ روم میں چلی گئی اور جب وہ لباس تبدیل کر کے نکلی تو میں بھی اس سادہ سے معمولی سے لباس میں آ گیا جو لیا شا نے مجھے مہیا کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی لیا شا نے ایک چھوٹی سی بوتل میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر جوشو کا مخصوص میک اپ لوشن۔ مجھے علم ہے کہ انھوں نے آپ کو اس سے روشناس کرایا تھا۔"

ایک بار پھر میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ یہ حقیقت تھی کہ مسٹر جوشو کے فراہم کردہ اس لوشن نے ابتدا ہی میں مجھے بڑی مصیبتوں سے نکالا تھا اور اس وقت بھی یہ میرے لیے خاص اہمیت کا حامل تھا۔ چنانچہ ہم نے مزید کچھ وقت وہاں صرف کیا، اپنے چہروں پر تبدیلیاں کیں اور اس کے بعد ضروری چیزیں احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ کر ہم بیلی دروازے کی سمت بڑھ گئے۔

سامنے کی سمت سے نکلنے کا مقصد تھا کہ ایک بار پھر مصیبت مول لی جائے۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے تہذیب سے کہا۔ "تہذیب جوشو کو شاید میں زندگی کے آخری لمحات تک فراموش نہ کر سکوں۔ اس بیچارے کی داستان شاید تم جانتی ہو؟"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" تہذیب نے افسردگی سے کہا۔ ہم دور تک حرکت کرتے رہے، پیچھے رہ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرتے رہے کہ کوئی ہمارے تعاقب میں ہے یا نہیں۔ چہروں پر جو تبدیلیاں کی تھیں، وہ نہایت کامیاب تھیں، کوئی ہماری جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔

کافی دور تک پیدل چلنے کے بعد تہذیب مالکم اینجس نے کہا۔ "ایک مشکل پیش نہیں آ گئی ہے علی؟"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہوٹل سے ہم اپنا سامان کس طرح حاصل کریں گے اور اب تو یہ میک اپ بھی آسانی سے ختم نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ ہاں، ویسے میرے خیال میں یہ زیادہ مشکل بات نہیں ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم اس ہوٹل میں نہ جائیں اور اسے کسی اور وقت کے لیے محفوظ رکھیں، ممکن ہے کبھی ہمیں وہاں پناہ کی ضرورت پیش آ جائے۔ ویسے بھی چابی ہمارے پاس ہی ہے۔"

"تو یا کوئی اور ہوٹل؟"

"ہاں، فوری طور پر ہم کسی نئے ہوٹل میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بازار سے تھوڑی سی خریداری کر لیتے ہیں۔ میرے پاس ابھی کافی رقم موجود ہے اور پھر سان فرانسسکو کے بینکوں میں ابھی میرا اکاؤنٹ باقی ہے، چنانچہ نکلوا لینے میں بہت زیادہ وقت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے کہا اور تہذیب نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک نئے ہوٹل کی جانب جا رہے تھے۔

اس ہوٹل کی پانچویں منزل پر ہم نے ایک ڈبل روم حاصل کر لیا اور اس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ گویا فی الحال ہم عام لوگوں سے محفوظ تھے۔ اس بات کا ہمیں مکمل اندازہ تھا کہ ہمارے میک اپ کو ختم کر کے تصویریں حاصل کر لی گئی ہیں۔ یقینی طور پر وہ کھیل جو ہماری اصل شکلوں کو نمایاں کرنے کا باعث بنا تھا، اگر ان شکلوں میں ہماری تصویریں لیتا تو ہمارے اصلی چہرے حاصل نہیں کر سکتا تھا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اولیولا وروٹا اس کے کارکنوں نے یا وہ لوگ جنھوں نے مسٹر جوشو کو قتل کیا تھا کم از کم علی یار خان اور تہذیب مالکم اینجس کی تصویریں حاصل کر لی تھیں اور انھیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میں یہیں موجود ہوں۔

مسٹر جوشو کا قتل ہی میرے لیے کیا کم حیثیت رکھتا تھا کہ ان لوگوں نے یہ حرکت کر ڈالی تھی۔ اس کے بعد میرے وجود میں غیظ و غضب کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ تہذیب مالکم اینجس تشویش ناک نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "علی یار خان! حالات ہمارے لیے خاصے سنگین ہو گئے ہیں، تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم مسٹر جوشو کی آخری رسومات میں شریک ہو گے؟"

"میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا تہذیب، مسٹر جوشو ہم سے جدا ہو گئے ہیں، اب وہ کبھی نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ان ہنگاموں سے کیا فائدہ۔ ہمیں عمل ہونا چاہیے۔" میں نے کہا اور دفعتاً کسی خیال کے تحت اچھل پڑا۔ "اوہ تہذیب، ہم ایک شخصیت کو بالکل ہی بھول گئے۔"

"کون؟" تہذیب نے چونک کر سوال کیا۔

"لوئی شی، تمہیں اس بات کا علم ہے کہ سب سے پہلے لوئی شی کو انھوں نے اپنا ہدف بنایا تھا اور اس کے پورے خاندان کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اگر مسٹر جوشو کا قتل بھی اس کامیابی سے ہی متعلق ہے جو کہ انھوں نے کرائم اینڈ فنکس کے ذریعے حاصل کی ہے تو کہیں لوئی شی کو بھی نشانہ نہ بنایا جائے۔"

"لوئی شی کو نشانہ بنانا... سمجھ میں نہیں آتا علی۔" تہذیب بولی۔

"تم ان لوگوں کو ابھی طرح نہیں پہچان سکی ہو تہذیب، جن کا تعلق سو فیصدی اولیولا وروٹے سے ہے اور کوئی بات یہ ہے کہ اولیولا وروٹے کے بارے میں اب بھی حتمی طور پر کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟" تہذیب نے سوال کیا لیکن میں خاموش ہو گیا۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگے تھے۔

کچھ دیر میں عجیب سی کیفیت کا شکار رہا، پھر میں نے تہذیب سے کہا۔ "اصولاً میرا خیال ہے کہ اب ہم بہتر پوزیشن میں ہیں، فی الحال ہمیں تعاقب وغیرہ کا خطرہ بھی نہیں ہے، ہم لوئی شی سے ملاقات کریں گے۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" تہذیب نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر آنے کے بعد ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور لوئی شی کی جانب چل پڑے۔ راستے میں میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے، کسی سے یہ بھی نہیں پوچھ سکا تھا کہ لوئی شی اس وقت مسٹر جوشو کی عمارت میں کیوں موجود نہیں ہے، جبکہ وہ مسٹر جوشو کی زبردست عقیدت مند تھی اور ان سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔

لوئی شی کے چھوٹے سے ریستوران کے سامنے میں نے ٹیکسی رکوائی اور ہم دونوں اتر کر اندر داخل ہو گئے۔ میں یہاں کی اطراف سے پوری طرح چوکنا تھا۔ ریستوران کے معمولات میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آ رہی تھی، سب کچھ جوں کا توں تھا، کاروبار جاری تھا۔

میں نے کاؤنٹر پر سے لوئی شی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور اس نے گردن خم کر کے مجھ سے میری ملاقات کا مقصد پوچھا تو میں نے اسے جواب دیا کہ میں لوئی شی کا بہت پرانا دوست ہوں اور وہ مجھ سے مل کر خوش ہو گی۔

کاؤنٹر مین نے ایک ویٹر کو بلا کر میرے ساتھ کر دیا اور مجھ سے کہا کہ اوپر کے کمرے میں لوئی شی موجود ہے، آپ ان سے مل لیں۔

میں ویٹر کے ساتھ اوپری منزل پر پہنچ گیا۔ ویٹر نے مجھے اس کمرے کے دروازے کے سامنے لا کر چھوڑ دیا تھا جہاں میں پہلے بھی لوئی شی سے مل چکا تھا۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور انتظار کرنے لگا لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ دوسری بار دستک

بیٹھنے پر بھی جب کوئی جواب نہ ملا تو دفعتاً میرے ذہن میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔ میں نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ میں بے اختیار اندر داخل ہو گیا۔ اندر روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں جو کچھ نظر آیا، انتہائی ہولناک تھا۔ لوئی شی کی لاش چھت میں سے ہوئے پنکھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں باہر نکل پڑی تھیں۔ نیچے زمین پر وہ بچے ذبح کیے ہوئے پڑے تھے اور دوسرے گوشے میں ایک نوجوان شخص کی سر بریدہ لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں اور تہذیب یہ ہولناک منظر دیکھ کر دروازے کے پاس ہی ٹھٹک گئے۔ کتنی خوفناک واردات تھی۔ یہ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ لوئی شی کو بھی موت کا شکار بنا دیا گیا تھا لیکن اب میری پوزیشن انتہائی خراب ہو گئی تھی، جہاں تک میرا اندازہ تھا، ابھی تک کسی بھی شخص کو لوئی شی کی موت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اور اب جب میں واپس جاؤں گا، ان کو اطلاع دوں گا تو شاید ان میں سے کوئی یقین نہ کرے کہ لوئی شی کے قاتل بھی وہی لوگ ہیں جنھوں نے مسٹر جو شو کو قتل کیا ہے اور اس وقت انھوں نے مجھے بآسانی جو شو ڈان میں پھنسا دیا تھا۔ اس بات کا اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ لوئی شی کے قتل کو بہت زیادہ دیر نہیں گزری۔ گویا انھوں نے پوری پلاننگ کے ساتھ اپنا کام انجام دیا ہے۔ جو شو کے بعد لوئی شی کا قتل، اور وہ بھی میری موجودگی میں، صرف اس لیے تھا کہ میں ان کے انتقام سے واقف ہو جاؤں۔

تہذیب کا شانہ تھپتھپا کر میں باہر نکل آیا۔ تہذیب کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا لیکن میں ان سیڑھیوں کی طرف نہیں بڑھا تھا جن سے گزر کر میں یہاں آیا تھا بلکہ اس بلڈنگ کے آخری سرے پر پہنچ کر میں اس کی ٹوٹی سی کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا تھا۔ ریسٹورنٹ کی یہ اوپری منزل بہت زیادہ بلندی پر نہیں تھی اور اس کھڑکی کے ساتھ ہی لوہے کے پائپ لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے تہذیب کو اس پائپ کے ذریعے نیچے اترنے کا اشارہ کیا، جو کھڑکی سے بالکل ملا ہوا تھا۔ تہذیب صورت حال کو اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ چنانچہ وہ پھرتی سے مجسمے کو ٹھکرا کر پائپ کے ذریعے نیچے اترنے لگی اور آن واحد میں نیچے پہنچ گئی۔

میں نے بھی اسی برق رفتاری سے نیچے تک کا سفر طے کیا تھا اور اس کے بعد ہم تقریباً دوڑنے کے سے انداز میں وہاں سے کافی دور نکل گئے۔ تہذیب بالکل خاموش تھی۔ بہت دور پہنچنے کے بعد میں نے فوراً ہی ایک گزرتی ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ کر سکون کی گہری سانس لی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو ہم نے ایک ساحلی علاقے میں چلنے کے لیے کہا تھا۔ ٹیکسی روانہ ہو گئی۔ تہذیب بالکل خاموش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحلی علاقے میں اتر گئے۔

ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد ہم ٹہلنے کے سے انداز میں کافی دور نکل چلے رہے۔ یہاں ہم دونوں ہی اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا یہ پے در پے دھماکے حواس معطل کر دینے کے لیے کافی نہیں ہیں تہذیب؟" میں نے سوال کیا۔

"میں جانتی ہوں علی کہ تم انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ تم اپنے آپ کو تھوڑا سنبھال لو گے۔" تہذیب دلاسا دینے والے انداز میں بولی۔

"تہذیب، یہ حالات مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں بھی دیوانہ ہو جاؤں، پاگل ہو جاؤں اور بے دریغ قتل عام شروع کر دوں۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کا انتقام ضرور لوں گا۔ خدا کی قسم تہذیب! میں انھیں اس طرح نہیں چھوڑوں گا، کچھ بھی ہو جائے... کچھ بھی ہو جائے..."

"یہ کہنے کی بات نہیں ہے علی! ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے لیکن کیا تم یہ نہیں محسوس کرتے کہ دشمن ہم پر مسلسل نگاہ رکھے ہوئے ہے... ہماری کارروائیوں سے بھی واقف معلوم ہوتا ہے بلکہ میں تو یوں محسوس کرتی ہوں کہ اس نے ٹیک اپ کیا بھی ہمیں پہچان لیا گیا ہے، ورنہ ہمارے یہاں آنے سے تھوڑی دیر قبل یہ قتل کیا معنی رکھتا ہے؟"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ہمارے بارے میں ان لوگوں کا اس قدر باخبر ہونا واقعی تعجب خیز تھا لیکن بہرطور حالات بتا رہے تھے کہ تہذیب کا خیال غلط نہیں ہے۔

تھوڑی سی آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم لوگ واپس اپنے ہوٹل آ گئے۔ کوئی صحیح راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ان لوگوں نے پے در پے کارروائیاں کر کے وقتی طور پر ہمیں معطل کر دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا، لوئی شی کا قتل اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ اولیو اورڈ یہاں زبردست جال پھیلائے سرگرم عمل ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں ابھی تک اپنے آپ کو اس کی نگاہوں سے محفوظ نہیں کر سکا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر یہ ساری کارروائی اسی کی جانب سے تھی تو اس نے اپنے عہدے سے ہٹنے کے بعد زیادہ سرگرمی سے کام شروع کر دیا تھا لیکن اب اس کی انتقامی کارروائیوں کا توڑ فوری طور پر کرنا ضروری تھا۔

دوسری صبح عجیب اور سنسنی خیز کیفیات کی حامل تھی۔ تہذیب نے صبح کا ایک اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ اس اخبار کے پہلے ہی صفحے پر جلی لائنوں کے درمیان میری طرف سے ایک چیلنج چھاپا گیا تھا۔ میں نے متعجبانہ انداز میں اسے پڑھا۔

"علی یار خان، اولیو اورڈ اور امریکی یہودیوں کو چیلنج کرتا ہے کہ اب وہ جتنی رقم مسٹر جو شو اور لوئی شی کے قتل کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ میں جانتا ہوں کہ اولیو اورڈ نے اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد انتقامی کارروائی شروع کر دی ہے اور اس نے میرے سب سے عزیز دوست مسٹر جو شو اور میری ساتھی لوئی شی اور ڈاکٹر سن کے خاندان کو ختم کر کے امریکی یہودیوں کے لیے صفت خریدی ہے۔ میں اپنے چینی دوستوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ مسٹر جو شو کا قتل در حقیقت میری وجہ سے ہوا ہے اور وہ کسی قسم کے ذہنی انتشار میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ہی کسی قسم کی انتقامی کارروائیوں کا آغاز کریں کیونکہ یہ مسئلہ ان کا نہیں ہے۔ جس شخص کے لیے ان دونوں کو قتل کیا گیا ہے وہ میں ہوں اور اب میرا فرض ہے کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب لوں۔ سنو امریکا کے فتنہ پرور یہودیو! تمھاری موت علی یار خان ہے اور اب اپنی زندگی کا ایک ایک سانس گن لو کیونکہ اس کا عرصہ طویل نہیں ہے۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ تہذیب بھی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "یہ میرے خیال میں دوسری خطرناک کارروائی ہے علی اور اس بات میں اب کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اولیو اورڈ ہی ان دونوں وارداتوں کی پشت پر ہے۔ تم نے جیسے یہاں اس کی تشہیر سے اسے جو زک پہنچائی ہے، اس پر اولیو اورڈ شدید غضب ناک ہو گیا ہے اور اب وہ اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں اور اختیارات کے ساتھ تمھارے مقابلے پر کمربستہ ہے۔ میرے خیال میں یہ چیلنج ہمارے لیے مزید الجھنوں کا باعث ہے اور ایک بار پھر اس نے امریکا میں تمھارے لیے وہی فضا پیدا کر دی ہے جو یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد تھی۔ کیا اب امریکی یہودیوں کے تحفظ کے لیے مقامی پولیس سرگرم عمل نہ ہو جائے گی؟ کیا یہاں کے ذہین ترین سراغ رساں علی یار خان کو تلاش نہیں کریں گے؟ بتاؤ علی یار خان! کیا اب ہر ہر قدم پر ہمارے لیے خطرات نہیں کھڑے ہو گئے ہیں؟ کیا ان حالات میں تم یہاں رہ کر کچھ کر سکتے ہو؟"

"کیا اس کا مطلب یہ ہوا تہذیب کہ مجھے اولیو اورڈ سے خوفزدہ ہو کر یہاں سے نکل جانا چاہیے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں علی یار، میری بات کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ کبھی بھول کر بھی یہ نہ سوچنا کہ میں حالات سے خوفزدہ ہو کر یا تمھیں خوفزدہ کر کے اپنے لیے کسی قسم کی آسانی حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ اولیو اورڈ کی چالوں کا موثر طریقے سے جواب دیا جائے اور تم محتاط ہو جاؤ۔"

"ہاں، اب ہر صورت جیسے بھی حالات پیش آئیں، ہم ان کا سامنا کریں گے۔"

"میں ہر طرح حاضر ہوں علی۔ لیکن کسی بھی مرحلے پر نظر انداز نہ کرنا۔" تہذیب نے کہا۔ میں خاموش ہو کر اس کی صورت دیکھتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے دوبارہ کہا: "ویسے علی! ایک خاص بات محسوس کر رہے ہو تم...؟"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں سوچتی رہی ہوں اولیو اورڈ کے بارے میں کہ کیا عجیب انسان ہے وہ۔ تم نے جس طرح مجھے اپنے بارے میں بتایا ہے، اس حساب سے اس قسم کی باتوں کا تذکرہ تھا۔ جب کہ جب وہ تمھارے سامنے آیا تو تم نے اس خطرناک دشمن کو اس لیے زندہ رہنے دیا کہ دشمنی کی روایت چلتی رہے۔ جب تم اس کے قبضے میں آئے تو اس نے بھی تمھیں ہلاک نہیں کیا۔ وہ روشنی علی جو تم پر پڑی تھی، ایک ایسی عمارت سے ڈالی گئی تھی جہاں سے اگر رائفل استعمال کی جاتی تو بہ آسانی کارگر ہو سکتی تھی۔ ہر چند کہ اس وقت وہ ہم سے واقف نہیں تھے لیکن ایسی ہی کوئی کوشش بہرطور کی جا سکتی تھی یا کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اولیو اورڈ کی طرف سے شائع شدہ اس خبر سے بھی اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ تمھیں صرف ذہنی طور پر پریشان کرنے کا خواہش مند ہے، کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ کیا یہ عجیب فطرت نہیں ہے؟"

تہذیب کی باتوں پر میں غور کرتا رہا، پھر میں نے آہستہ سے کہا:

"ہاں تہذیب، عجیب فطرت ہے یہ بھی۔ دشمن کے لیے بعض اوقات انسان عجیب سے جذبات کا شکار ہو جاتا ہے۔ در اصل اولیو اورڈ ایک بڑا آدمی ہے۔ اگر سی آئی اے میں تم اس کا ریکارڈ دیکھو تو تمھیں اندازہ ہو جائے گا کہ عظیم ترین مہمات میں اولیو اورڈ ہی کا سہارا لیا گیا ہے اور وہ اپنی مہمات میں انتہائی شاندار طریقے پر کامیاب ہوا ہے۔ گویا اس کی حیثیت بہت بڑی تھی، وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی دوسرا اس کا حریف یا مد مقابل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے اسے چیلنج کیا

کسی ہرجنس کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا: "نہیں ہرجنس، شکریہ! تم نے مجھے تھوڑی بہت تکلیف ضرور دی ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت حالات میرے خلاف ہو چکے ہیں، امریکی پولیس یقینی طور پر میری طرف سے اتنے قتل و غارت کا شکار ہوئی کہ میرے نام پر بہت سے دوسروں کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ میرے دشمن اس وقت ایک زبردست چال چل رہے ہیں اور انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ ایسے وقت میں تیری آشتی ضرور قبول کروں گا کہ مجھے تیرے ساتھ رہوں۔ کسی ایسے انسان کی حیثیت سے جس پر کوئی شک و شبہ نہ کر سکے۔"

"چلو یہ تو ہوئی ابتدائی بات، بعد میں تمہیں اپنے معاملات میرے سپرد کرنے ہوں گے۔ یار میں ابھی تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہوں۔ اب ایسا بھی نہیں، یہ بتاؤ سامان کہاں ہے تمہارا؟"

"ایک ہوٹل میں، بلکہ دو ہوٹلوں میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نام اور کمرا نمبر بتا دو۔" ہرجنس بولا اور اس نے جیب سے نوٹ بک نکال لی۔

"ہرجنس اگر اس سامان کو اٹھا کر یہاں تک لاؤ گے تو یوں سمجھو کہ میری جستی رہائش گاہ بھی دوسروں کی نگاہ میں آ جائے گی۔"

ہرجنس چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا: "تو پھر چھوڑ یار، لعنت بھیجو، کوئی کاغذات تو نہیں ہیں اس سامان میں، ایسے جن کی تمہیں ضرورت ہو؟"

"نہیں، ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"بس تو پھر باقی سامان یہیں اکٹھا ہو جائے گا، کیوں ہونے والی بھابی جی؟" اس نے تہذیب کی طرف رخ کر کے کہا۔

"ٹھیک ہے ہرجنس سنگھ، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

ویسے بہت خاموش طبع لڑکی تھی، ہرجنس اس کے بارے میں بتا چکا تھا لیکن بعد میں تہذیب نے مجھے بتایا کہ وہ بہت دلچسپ شخصیت کی مالک ہے۔ اس کی ظاہری حالت سے اس کی اندرونی کیفیت کا اظہار نہیں ہوتا۔ بڑی خوبصورت گفتگو کرتی ہے۔ ہم ہرجنس کے ہاں مقیم ہو گئے۔ اس نے ہم دونوں کو ایک کمرا دے دیا تھا۔ تہذیب میرا کی معیت میں خوش تھی۔ نجانے کیوں زندگی میں دلچسپیوں کی کمی میں بکھرنے کا باعث تھا۔

پانچ چھ دن اسی طرح گزر گئے۔ اس دوران اخبارات کا مسلسل مطالعہ جاری رہا۔ تین دن تک تو خاموشی رہی لیکن چوتھے دن میرے نام سے پھر ایک خوفناک واردات کر دی گئی تھی۔ غالباً وہ لوگ پولیس کو میرے حوالے سے الجھائے رکھنا چاہتے تھے لیکن ہرجنس کے فلیٹ میں ہم لوگ بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔

چھٹا یا ساتواں دن کی بات ہے کہ شام کو ایک شخص ہرجنس سے ملنے آیا، غالباً پنجابی باشندہ تھا۔ ہرجنس کی اس سے گفتگو ہوئی تھی، وہ شخص چلا گیا لیکن ہرجنس بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"بھیا جی! دو چار پانچ دن کے لیے شنگھائی جانا ہے۔" اس نے کہا اور اس کی ذرا سی بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔

"تو پھر؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے تم بھی تو چلو گے؟"

"شنگھائی....؟" میں نے پرخیال انداز میں تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ ہرجنس جلدی سے بولا: "چلو میرے ساتھ یار، بڑی بہترین جگہ ہے۔ چار چھ دن تمہیں مزہ آ جائے گا۔"

"خطرات ہمارے ساتھ سفر کریں گے ہرجنس، اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

"تو یار جب ہم تمہارے سلسلے میں کام کر رہے تھے تب ہم نے کب خطرات کی پروا کی تھی؟ بتاؤ تم؟"

"ہاں، وہ تو ٹھیک ہے، بہرحال میں چلنے کے لیے تیار ہوں، تہذیب کو یہیں چھوڑ دیں گے؟"

"ہاں، تہذیب و تمدن سب یہیں چھوڑ دو، کیا رکھا ہے ان چیزوں میں؟" ہرجنس نے کہا۔

میں نے تہذیب سے اس سلسلے میں بات کی اور اسے بتایا کہ اگر ممکن ہو سکا تو میں شنگھائی میں ڈیوڈ ہارلو سے ملاقات کروں گا، دیکھوں گا کہ اس کی کیا حیثیت ہے۔ ممکن ہے کام آسان ہو اور ہم اس کے ذریعے پہنچنے کا کوئی بہتر راستہ منتخب کر سکیں۔ فی الحال تو ہماری ساری راہیں مسدود کر دی گئی ہیں۔ میرا خیال ہے ایئرپورٹ اور نکاسی کے ہر راستے پر چیکنگ ہوگی اور اگر ہم کوئی حماقت کریں گے تو فوراً انہیں ان سے دھر لیے جائیں گے اور پھر امریکی پولیس سے پیچھا چھڑانا آسان کام نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو تم جاؤ ہرجنس کے ساتھ، میں بہت خوش ہوں، بشرطیکہ یہاں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں۔"

"یہ وقت جس انداز میں گزر رہا ہے اس سے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیں کھو چکے ہیں، ورنہ کچھ نہ کچھ کارروائی تو ضرور ہوتی۔" میں نے کہا۔

"او کے علی، اپنا خیال رکھنا، میں تو اب تمہاری جدائی کی عادی ہو گئی ہوں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں ہرجنس کے ساتھ شنگھائی روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ ہرجنس نے مجھے میک اپ کا سامان لا دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے ایک تصویر بھی دے دی تھی۔ یہ تصویر اس کے اپنی نسل کے ایک شخص کی تھی جس کے بارے میں ہرجنس نے بتایا کہ وہ یہیں کا شہری ہے لیکن ان دنوں امریکا سے باہر گیا ہوا ہے۔ تصویر کے مطابق مجھے اپنے چہرے کا میک اپ کرنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔

جب ہرجنس نے مجھے دیکھا تو کرپان ہاتھ میں اٹھا کر جھنجھلانے لگا۔ "دوست، سری اکال" کے نعرے لگا رہا تھا۔ میں نے اسے بمشکل تمام پکڑا تو وہ ہنستے ہوئے بولا: "ڈیرا کو دکھاؤ ذرا اپنے آپ کو، میں سوچ رہا تھا کہ اس کا سردار آ گیا ہے۔ واہ کیا چہرہ بدلا ہے تم نے اپنا، یار تم تو بالکل ہی خطرناک ہو گئے ہو۔"

"خطرناک کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔" ہرجنس ہنستا ہوا بولا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ڈیرا اور تہذیب کے سامنے پہنچ گئے۔ ڈیرا والی مجھے دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑی تھی۔ ہرجنس نے اسے میک اپ کے بارے میں بتایا تو وہ تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ رسمی گفتگو ہوتی رہی اور پھر ہم اسی رات شنگھائی کے لیے روانہ ہو گئے۔ ایئرپورٹ پر میں نے محسوس کر لیا تھا کہ نگرانی کرنے والے بے شمار افراد پورے ایئرپورٹ پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ہرجنس کو میں نے ان کی جانب متوجہ کیا تو وہ ہنس کر بولا: "او بے پروا نہیں یار.... ہم ان کی نگاہوں میں نہیں آ سکیں گے۔"

شنگھائی پہنچ کر ہرجنس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ مجھے ابھی اپنے ذہن سے بوجھ کچھ ہلکا ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں، میں نے ہرجنس سے اس کا پروگرام پوچھا تو وہ کہنے لگا:

"یہاں سے کوئی چالیس میل دور ایک علاقہ بلیک واٹن کہلاتا ہے۔ بلیک واٹن میں ہمیں ڈیوڈ ہارلو سے ملنا ہے۔"

"کس سے؟" میں چونک پڑا۔

"ڈیوڈ ہارلو، کیوں؟ تم چونکے کیوں؟"

"کچھ نہیں ہرجنس، میں بھی تمہارے ساتھ اس سے ملاقات کروں گا۔"

"چلو، ڈیوڈ ہارلو ایک بہت خطرناک شخصیت ہے، بلیک واٹن کا پورا علاقہ اس کی ملکیت سمجھ لو۔ بہت بڑا سرمایہ دار ہے لیکن چرس کا شوقین ہے۔ خود بھی پیتا ہے اور دوسروں کو بھی پلاتا ہے۔ یہاں چرس کا اس سے بڑا اسمگلر اور کوئی نہیں ہے۔ مجھے اسی کا پیغام ملا تھا۔"

میں اندر ہی اندر اس اتفاق پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ یہ ایک اچھی بات تھی کہ ایک اجنبی شخصیت کی حیثیت سے ڈیوڈ ہارلو سے ملاقات ہو جائے گی اور میں اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر سکوں گا۔

بلیک واٹن تک پہنچنے کے لیے ہرجنس نے ہوٹل کے ذرائع سے کار طلب کر لی تھی۔ پھر اسی کار میں بیٹھ کر ہم بلیک واٹن چل پڑے۔ راستے میں ہرجنس سنگھ ڈیوڈ ہارلو کے بارے میں تفصیلات بتاتا جا رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہارلو کے ہاتھ کافی دور تک ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید میں اس کے بے شمار افراد موجود ہیں۔ یورپ اور امریکا کے مختلف ملکوں اور شہروں میں اس کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں اور خود شنگھائی میں وہ ایک طرح سے بے تاج بادشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کی تقریباً آدھی بلیک پاور اس کے قبضے میں ہے۔ بڑے بڑے شاندار لوگ اس کے ساتھی ہیں۔

میں دلچسپی سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ پھر میں نے ہرجنس سے پوچھا: "اور خود ڈیوڈ ہارلو کس قسم کا آدمی ہے؟"

"دوست نواز، بے حد خوش اخلاق، آدمی بڑی شخصیت ہے لیکن مجھے آپ پر مغرور نہیں ہے۔ حیرت انگیز شخصیت ہے اس کی۔"

"گڈ! تم سے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوئی ہیں ہرجنس۔"

"تمہارے کام کی بھی کوئی بات ہے اس میں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" میں نے مختصر جواب دیا اور ہرجنس خاموش ہو گیا۔ اس نے مجھے کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ہر اعتبار سے ایک بے مثال دوست تھا۔ اس جیسے دوست بہت مشکل سے ملتے ہیں۔

بلیک واٹن کا علاقہ انتہائی خوبصورت تھا۔ چھوٹے بڑے مکانات چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ایک عظیم الشان جھیل بھی اس کے بائیں سمت نظر آ رہی تھی۔ ہم ایک مختصر سے راستے سے گزرتے ہوئے ایک بڑی عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف گارڈز کا راج تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر ایک عربی شخصیت سیاہ فام سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا: "ست سری اکال سردار جی۔"

"واہگرو جی کا خالصہ، واہگرو جی کی فتح، ست سری اکال" ہرجنس نے بڑی خوش مزاجی سے کہا اور آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ میں نے بھی اس سے مصافحہ کیا تھا۔

"چیف تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"ابھی ملاقات ہو جائے گی؟"

"جلدی کیا ہے، اندر آؤ۔" سیاہ فام نے کہا۔ ہرجنس نے اسے میرا تعارف کرایا۔ اس کا نام بیشن براؤن تھا۔ میرا نام ہرجنس نے کلیپ سنگھ بتایا۔ تھوڑی ہی دیر میں مہمان خانے کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ انتہائی شاندار خاطر تواضع شروع ہو گئی۔ بیشن براؤن بڑا خوش اخلاق آدمی تھا۔ دنیا جہان کی باتیں کرتا رہا پھر اجازت لے کر چلا گیا۔

اسی وقت ہرجنس ہارلو سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ یہ کاروباری معاملہ تھا اس لیے میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو سیاہ فام مہمان خانے کے اسی کمرے میں آ گئے جہاں میں موجود تھا۔

"مسٹر! ہارلو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اچھا! اچھا!" میں نے ان لوگوں سے مزید کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔

عمارت کے مختلف حصوں سے گزر کر ہم ایک کمرے کے

کہ میرے سب سے بڑے محسن اور میرے سب سے عظیم دوست مسٹر جوشو نے مجھے سب سے پہلے آپ تک پہنچنے کی ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ آپ سے مجھے ہر طرح کا تعاون حاصل ہو جائے گا لیکن مسٹر ہارلو، درمیان میں ٹیک بیان کا معاملہ سامنے آ گیا اور میں نے محسوس کیا کہ تنہا میں اس سلسلے میں مؤثر طور پر کام کر سکتا ہوں اپنا بجٹ میں نے سوچا کہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد آپ سے ملاقات کروں گا لیکن یہ ملاقات اس قدر مختصر ثابت ہو گی اس کا مجھے اندازہ نہ تھا۔ تاریخا ہارڈو اور سائیکا مائیلر نے ایک مہم میرے لیے منتخب کی ہے جو بقول ان کے میری زندگی کے سب سے اہم مشن سے متعلق ہے اور اس کی تکمیل کے لیے مجھے امریکا سے باہر جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے علی! مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے اگر ان دونوں عورتوں کی کوئی منصوبہ بندی تمہارے لیے باعث دلچسپی ہے تو تم اس پر عمل کر سکتے ہو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں اور اگر اسے مسترد کر کے تم امریکا میں اپنی کسی کارروائی کا آغاز کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کے لیے پیش کش کر ہی چکا ہوں کہ بے شمار افراد تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"مسٹر ہارلو، ادلیو ہاورڈ سرکاری طور پر معزول ہو چکا ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ امریکن یہودیوں کا ٹولا جو امریکا میں اپنی ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اس کا سرپرست تھا۔ ہنگامی طور پر ادلیو ہاورڈ کے بارے میں معزولی کا اعلان کر دیا گیا ہے اور فوری طور پر اُسے اسرائیل کے سپرد کر دیا گیا ہے لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ ادلیو ہاورڈ اسرائیل جا کر واپس آ چکا ہے اور اب وہ انتقامی کارروائیوں پر اترا ہوا ہے۔ آپ نے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے گفتگو کی اور اس سے یہ اندازہ ہوا کہ امریکن پولیس میرے بارے میں اتنے سخت انداز میں نہیں سوچ رہی جتنا ماحول پیدا کر دیا گیا ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے ابھی اور بھی بہت کچھ ہو گا میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں کچھ عرصے کے لیے امریکا سے چلا جاؤں تو کیا یہاں کے معاملات آپ سنبھال سکتے ہیں؟"

"یقیناً کیوں نہیں جوشو سے متعلق ہر کام میں پوری دیانت سے انجام دوں گا اور تمہارا کام بھی جوشو سے ہی متعلق ہے۔"

"تو پھر مسٹر ڈیو ہارلو جوشو کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا آپ کی ذمے داری ہو گی کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک میں امریکا سے باہر ہوں۔"

"بالکل مناسب، یہ کام میں سرانجام دوں گا۔" ڈیو ہارلو نے جواب دیا۔ ہرجنس بھی ہمارے ساتھ موجود تھا لیکن اس دوران وہ مکمل طور پر خاموش رہا تھا۔

میں نے ڈیو ہارلو سے کہا۔ "مسٹر ہارلو! آپ سے ملاقات میری خواہش تھی جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ ہرجنس میرا اس دوست کا دوست ہے جب میں برکلے یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ میری درخواست ہے کہ ہرجنس پر آپ اپنی خصوصی نظرِ عنایت رکھیں۔"

ڈیو ہارلو نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی پھر وہ بولا۔ "ہرجنس میرے لیے بہت کار آمد آدمی ہے۔ تمہاری سفارش کو بھی نگاہ میں رکھا جائے گا۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟ امریکا سے نکلنے والے تمام راستے تمہارے لیے مسدود ہیں، یہاں سے نکلنے کی کیا صورت تمہارے ذہن میں ہے؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں ہے لیکن بہت جلد کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔"

"نہیں، جب یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچو مجھے بتا دینا میں انتظام کر دوں گا۔ اس طرح کہ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ہارلو۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد یہ نشست برخاست ہو گئی۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر سائیکا مائیلر، تاریخا ہارڈو، ہرجنس، میں اور ڈیو ہارلو موجود تھے۔

ناشتے کے دوران تاریخا ہارڈو بول پڑی۔ "کیا تم نے ہمارے پروگرام کے بارے میں مسٹر ہارلو سے گفتگو کی ہے علی؟"

"ہاں، اس حد تک کہ میں امریکا سے باہر رہ کر کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ہارلو کا کیا حکم ہے؟"

"نہیں ابھی میں تم لوگوں کو حکم نہیں دے سکتا، علی جس طرح مناسب سمجھیں کریں۔ انھوں نے یہاں جو ذمے داری میرے سپرد کی ہے اسے میں پورا کروں گا۔"

"گویا تم لوگ علی ہمارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہیں؟"

"یہ سوال تم علی ہی سے کر سکتی ہو۔" ڈیو ہارلو بولا۔ "ویسے جہاں میری ضرورت پیش آئے اس سے گریز نہ کرنا۔"

"آپ کی عنایات تو ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں مسٹر ہارلو۔ آپ نے وہ کام چند منٹوں میں کر دیا جس کے لیے ہمارا خیال تھا کہ ہمیں بہت دھکے کھانا پڑیں گے۔ ہمیں یقین نہیں تھا کہ علی سے ہماری ملاقات اتنی آسانی سے ہو جائے گی۔"

"اس سلسلے میں میری کوئی کوشش شامل نہیں ہے تم اسے اتفاق کہہ سکتی ہو یا زیادہ سے زیادہ میرے دوست ہرجنس کا کارنامہ۔" ڈیو ہارلو نے جواب دیا۔

ناشتے کے بعد میں نے ان دونوں سے پوچھا۔ "تو اب کیا پروگرام ہے؟ یہاں سے روانگی کب تک ہو گی اور یہاں سے نکلنے

کے لیے طریقہ کار کیا ہو گا؟ تمہیں معلوم ہے کہ امریکی پولیس اور میرے دشمن میری تاک میں ہیں۔"

"اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیا جائے گا۔"

"تو پھر پہلے ہمیں یہاں سے واپس سان فرانسسکو جانا ہو گا۔۔۔ تہذیب وہیں موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم لوگ بھی چل سکتے ہیں نا؟"

"اگر تم پسند کرو، مسٹر ہارلو سے ہمارا رابطہ قائم رہے گا ہمیں جو کچھ بھی مشکلات پیش آئیں گی ان کے لیے وہ ہماری مدد کریں گے۔"

"تو کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں؟"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کیوں ہرجنس؟"

"بالکل بھائی جی، میرا آج یہاں سے روانہ ہو جانا بہت ضروری ہے۔"

"تو ہرجنس تم ہم سب کے لیے انتظام کرو۔" میں نے کہا اور ہرجنس گردن خم کر کے وہاں سے چلا گیا۔

•••

شکاگو سے ہم سان فرانسسکو پہنچ گئے۔ تاریخا ہارڈو اور سائیکا مائیلر ہمارے ساتھ تھیں۔ ہم جیسے شکاگو سے روانہ ہوتے ہوئے میں نے انھیں ایک تجویز پیش کی تھی اور دونوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے چہروں میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر لیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شکاگو کیسٹل ہلٹن میں ادلیو ہاورڈ بھی شریک تھا اور تاریخا ہارڈو کے ٹکٹ میں گرین پول کو ہماری طرف متوجہ کرنے والا بھی وہی تھا۔ اس طرح وہ تاریخا ہارڈو سے واقف ہے اور اگر اسے اصل شکل میں ہمارے ساتھ دیکھا گیا تو وہ لوگ ہم پر بھی شبہ کر سکتے ہیں۔ میں نے ہرجنس کے ساتھی کی حیثیت سے ہی واپسی کا سفر ایک سکھ نوجوان کے میک اپ میں کیا تھا۔

راستے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ ہرجنس نے تاریخا اور سائیکا کو بھی اپنے گھر ہی مدعو کر لیا تھا جبکہ انھوں نے ہم سے کسی ہوٹل کے بارے میں پوچھا تھا۔

تہذیب انجم انجمن اور دیر اسٹو بہت گھل مل گئی تھیں۔ ان دونوں نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ میں نے تہذیب کو سائیکا اور تاریخا کے بارے میں بتایا تو وہ حیران رہ گئی۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے ان دونوں کا استقبال کیا تھا۔ تاریخا ہنس کر بولی۔ "اگر تمہیں ہماری یہاں شانِ نزول معلوم ہو جاتی تو شاید تمہارا یہ تپاک برقرار نہ رہ سکے۔"

تہذیب نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی۔ "تاریخا! آپ علی کی ساتھی کی حیثیت سے میرے لیے ہر حالت میں قابلِ احترام ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے جو آپ نے کہا۔"

"علی کو میں اپنے ساتھ لیے جا رہی ہوں، ایک خوفناک مہم میں الجھانے کے لیے۔۔۔"

"وہ مہم یقیناً فلسطینیوں کے مفاد میں ہو گی ورنہ علی اس کے لیے تیار نہ ہوتے اور علی جس کام کے لیے تیار ہو گئے ہیں میں اس میں ہر طرح ان کی معاون ہوں۔"

"تم نے دیکھا سائیکا تہذیب وال علی کے سامنے کس لیے نہیں گئی۔" تاریخا نے ہنستے ہوئے کہا۔ سائیکا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

رات کو ہمارے درمیان ایک میٹنگ ہوئی۔ میں نے تہذیب کو تاریخا اور سائیکا کے پروگرام کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ تہذیب نے کہا۔ "کیا خیال ہے علی، اگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں تو کیا ہرج ہے؟"

"مناسب نہیں ہو گا تہذیب۔ ہاں اگر مجھے اس مہم میں تمہاری ضرورت پیش آئی تو میں تمہیں بلوا لوں گا۔ میرا خیال ہے ورا بھائی کے ساتھ تم خاصا پرسکون وقت گزار سکتی ہو۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے تہذیب کہ میں نے ابھی اس مہم کو سرانجام دینے کی ذمے داری مکمل طور پر قبول نہیں کی ہے پہلے میں مسٹر ٹن شلانر سے مل کر اس کی افادیت کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ تب ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔ اس دوران میں چاہتا ہوں کہ یہاں ہونے والی کارروائیوں سے بھی پوری طرح باخبر رہوں اور اس کی جو سینیئر پورٹنگ تم کر سکتی ہو کسی اور کے لیے اس کی بات نہیں ہو گی۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو علی تو ٹھیک ہے میں یہاں اپنی ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"ہرجنس، تمہارے سپرد تہذیب کی حفاظت ہے۔ ڈیو ہارلو سے اب تم جو بھی کام چاہو، وہ لے سکتے ہو۔ خاص طور سے میرے سلسلے میں۔۔۔"

"ہاں بھائی جی، میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ تم سے کتنا متاثر ہے۔" ہرجنس سنگھ نے کہا۔

تاریخا ہارڈو اور سائیکا مائیلر نے ضروری گفتگو کے بعد روانگی کے لیے تمام پروگرام طے کر لیا اور پھر یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

ہرجنس سنگھ نے تنہائی میں مجھ سے کہا۔ "تو ڈیو ہارلو سے میرے بھی کچھ کام اٹکے ہوئے ہیں۔ تم اپنی ان ذمے داریوں سے نمٹ لو پھر میرے لیے بھی کچھ کرنا۔ یہاں کی طرف سے بھی تم مطمئن رہو۔ ہوتے ہوئے دلی ہلائی کو ہم کسی طور پریشان نہیں ہونے دیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

تہذیب نے نہایت فراخدلی سے مجھے روانگی کی اجازت دے دی تھی۔ ضروری تیاریاں ہوئیں اور اس کے بعد ہم تینوں سان فرانسسکو سے

میری بے ہوشی کتنی طویل تھی، اس کا اندازہ تو نہیں ہو سکا۔ ہوش آیا تو کسی کشادہ کمرے میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ سامنے ہی دو پاؤں نظر آئے جو چند منٹ کے فاصلے پر تھے اور آہنی ستونوں کی مانند زمین میں جمے محسوس ہوتے تھے۔ نگاہوں نے بلندیاں ناپیں تو آخری کونے پر ایک بڑا سا چہرہ نظر آیا جسے دیکھ کر ایک کراہت سی ذہن میں اُبھر آئی تھی۔ پھر پسلیوں میں شدید تکلیف کا احساس ہوا، تب سمجھ میں آیا کہ پسلیوں پر پڑنے والی ضرب نے ہی ہوش لوٹائے ہیں۔

وہ قوی ہیکل شخص جھکا اور اس نے مجھے گریبان سے پکڑ کر سیدھا کر لیا۔ تب پورے کمرے کا منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ایک گوشے میں پڑی ہوئی میز کے پیچھے گولڈن اسپارو بیٹھا ہوا تھا۔

"او کے ڈیڈل۔ مجھے اس سے بات کرنے دو۔" اس نے کہا اور قوی ہیکل سیاہ فام سامنے سے ہٹ گیا۔ "مسٹر ٹونی اسپارو، کیا یہ آپ کا اصل نام ہے؟"

"تم... مسٹر گولڈن... آپ..." میں نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں سچ پرکھنے کی مشین ہوں، لوگ اسی نام سے مجھے پکارتے ہیں۔ تمہاری یہ حیرت مصنوعی ہے۔" گولڈن نے کہا۔

"مجھ سے کوئی شکایت ہوئی آپ کو؟"

"ٹونی اسپارو تمہارا اصل نام ہے؟" اس نے میری بات کو نظرانداز کر کے اپنا سوال دہرایا۔

"جی سو فیصدی۔"

"اس لڑکی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"تعجب کی بات ہے، تم اس کے ساتھ مجھ سے ملنے آئے تھے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میری اس سے ملاقات بل گولڈ میں ہوئی تھی۔ وہ... وہ ایک کاروباری لڑکی ہے۔ مجھ سے وہ خود ہی ملی تھی اور میں نے اُسے ایک ساتھی کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا، وہی مجھے دائم گولڈن لائی تھی۔"

"میں سچ اگلوانے کی مشین بھی ہوں۔" اس نے کہا۔

"تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو مسٹر گولڈن، میں ایک سیاح ہوں اور صرف یہاں اس کے فراخ کی سیر کرنے آیا ہوں۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"ڈیڈل! میں یہ اس کی زبان سے سننا چاہتا ہوں، اسے سچ بولنے پر مجبور کرو۔" ڈیڈل نے گردن خم کر دی پھر اس نے کسی بات کا اشارہ کیا تھا، وہ تقریباً آٹھ آدمی اندر گھس آئے اور پھر تھپڑ، لاتیں، گھونسے چاروں طرف سے بیک وقت شروع ہو گئے۔ نہ جانے کب تک میں لاتوں گھونسوں سے دوچار رہا پھر بے ہوش ہو گیا۔

دوبارہ ہوش آیا اور ہوش میں آتے ہی پھر تشدد شروع ہو گیا۔ مجھے گیند کی طرح اچھالا گیا۔ تشدد کرنے والے بے حال ہو گئے تو مجھے پھینک دیا گیا اور میں پھر بے ہوش ہو گیا۔ تیسری بار ہوش آیا تو صورت حال کچھ بہتر تھی۔ میں ایک بستر پر پڑا ہوا تھا اور میرے بالکل قریب گولڈن بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "یا تو تم بہت سخت جان ہو یا پھر عظیم الشان احمق۔ وہ کون سا جذبہ ہے جو تمہیں زبان بندی پر مجبور کر رہا ہے۔ سنو! میں تم سے سودا کر سکتا ہوں۔ ابو حاتم کے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دو۔ اس کے ٹھکانے، اس کے ساتھیوں کے بارے میں۔ اس کے بدلے میں تمہیں پچاس ہزار ڈالر ادا کیے جا سکتے ہیں۔ یہ خطیر رقم تمہاری ملکیت ہو گی اور کام آسان سا۔"

"ابو حاتم!" میں نے تعجب سے کہا۔

"پھر اداکاری!" وہ غرایا۔

"آہ میرے دوست! جس اذیت سے تم نے مجھے دوچار کیا ہے، ایک اجنبی ہوں اور اس کے عوض پچاس ہزار ڈالر! کیا تم مجھے اس کا موقع دو گے؟"

"دوسری شکل میں تم اس وقت تک یہاں رہو گے جب تک مر نہ جاؤ۔" اس نے میری بات سنی اَن سنی کر کے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ یہ گولڈن کس اور ہی چکر میں پڑ گیا تھا یا پھر ممکن ہے وہ مجھے چکر میں ڈال رہا ہو۔ میں نے سوچا۔ ابو حاتم! اس نام کا کوئی وجود ہے یا پھر یہ گولڈن کی کوئی چال ہے۔ اگر وجود ہے تو وہ کون ہے؟ میرا ذہن سوچنے سے عاری تھا۔

کئی گھنٹے گزر گئے۔ جسمانی طور پر میں اب خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ بدن پر جو خراشیں تھیں وہ ٹوٹ گئی تھیں اور ان کے نتیجے میں جو اذیت مجھے برداشت کرنا پڑی تھی، وہ بھی اب ختم ہو چکی تھی۔ البتہ بدن پر موجود زخم کسی وقت ٹیسیں دے اٹھتے تھے۔

کچھ اور وقت گزر گیا پھر ایک لڑکی نرس کے لباس میں ملبوس اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹرے تھی جس میں ایک انجکشن اور سرنج رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ بولی۔ "یہ انجکشن لگوانا آپ کے لیے ضروری ہے۔"

"مسٹر گولڈن کہاں ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں انہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔"

"رات کو تمہارا پیغام انہیں دے دیا جائے گا۔ چلو! انجکشن لگوا لو۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے نگاوٹ سے پوچھا۔

"تمہارے لیے بے مقصد ہو گا۔" وہ خشک لہجے میں بولی۔

"اگر بتا دو تو تمہارے لیے کارآمد بن جاؤں۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بھنویں چڑھا کر بولی۔

"مطلب یہ کہ میرے دل میں تمہارے لیے دوستی کا جذبہ جاگ سکتا ہے۔"

"یہ صرف میرا کام ہے۔" وہ بولی۔

"تمہاری مرضی۔" میں نے بازو کھول دیا۔

وہ اطمینان سے انجکشن کی دوا سرنج میں کھینچنے لگی اور پھر انجکشن لے کر مجھ پر جھک گئی لیکن دوستی کے جذبے کو اس نے قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد دشمنی رہ جاتی تھی۔ میں نے برق رفتاری سے اس کی گردن پکڑ لی اور اس اچانک حملے پر اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ میں نے صرف چند لمحے اس کی گردن دبا کر اسے بے ہوش کر دیا۔ اس دوران سرنج اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی تھی۔ اسے بے ہوش کرنے کے بعد میں نے باقی کام سرعت اور پھرتی سے کیے۔ مسہری کے علاوہ اور کوئی دوسری جگہ نہیں تھی جہاں اسے چھپایا جا سکتا۔ چنانچہ میں نے اسے مسہری کے نیچے آخری سرے تک ٹھونس دیا تاکہ وہ نظر نہ آ سکے۔ سرنج وغیرہ بھی میں نے وہیں چھپا دی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں نے سہمے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ باہر اگر کوئی تھا تو یقیناً مسلح ہو گا اور مجھے آسانی سے فرار نہیں ہونے دے گا۔ یہ ممکن تھا کہ دیکھتے ہی گولی چلا دے۔ لہٰذا فوری طور پر باہر نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ میں یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے مسہری پر چھلانگ لگا دی اور اس طرح بے سُدھ ہو کر لیٹ گیا جیسے بدن میں جان ہی نہ ہو۔

دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر آ گئے۔ میں آنکھوں کی درز سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے حیرت سے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں پھر ان میں سے ایک بولا۔ "ارے! بینی کہاں گئی؟"

"اسے یہیں ہونا چاہیے تھا، شاید باہر نکل گئی لیکن اس احمق نے ہمیں اطلاع ہی نہیں دی جب کہ ہم انتظار کر رہے تھے۔" دوسرے نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے، اپنا کام کرو۔" پہلا بولا اور وہ دونوں میرے نزدیک پہنچ گئے۔

وہ دونوں میرے بالکل قریب پہنچ کر اس طرح سے جھکے جیسے مجھے مسہری سے اُٹھانا چاہتے ہوں لیکن انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ میرا بدن متحرک ہو سکتا ہے۔ میرے دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ اچانک ہی ان کی گردنوں تک پہنچ گئے اور پھر میں نے پوری قوت سے ان کے سر ٹکرا دیے۔ بالکل ایسی ہی آواز پیدا ہوئی تھی جیسے دو ناریل آپس میں ٹکرائے ہوں۔ ان کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکل گئیں۔ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں ہاتھ چلانے لگے۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے خود کو گرنے سے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن میں انہیں مزید کوئی موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے اپنا رُخ تبدیل کیا اور دونوں پاؤں پوری قوت سے ان کے سینوں پر مارے۔ یہ کوشش نہایت کامیاب رہی۔ وہ دونوں تیزی سے مخالف دیوار کی طرف گئے اور اس سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ میں پھرتی سے اُٹھا اور ان کے پاس پہنچا مگر اب مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ ہوش و حواس کھو چکے تھے۔ اب ایک لمحہ بھی ضائع کرنا حماقت تھی۔ میں نے جھک کر ان کے لباسوں کی تلاشی لی۔ دونوں کے پاس پستول موجود تھے۔ جیب میں خالی کارتوسوں کے پیکٹ بھی پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں ہی پستول اپنے قبضے میں کر لیے۔

دونوں پستول ہاتھ میں لیے ہوئے میں آہستگی سے دروازے سے باہر آ گیا۔ سامنے ہی ایک دریچے دار کوریڈور نظر آ رہا تھا۔ بظاہر وہاں خاموشی محسوس ہو رہی تھی لیکن جیسے ہی میں کوریڈور میں تھوڑا سا آگے بڑھا، دفعتاً ایک دروازہ کھلا اور ایک سیاہ فام باہر نکل آیا۔ میں نے کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیے بغیر اس پر گولی چلا دی۔ سیاہ فام کا بدن لہرایا اور پھر نیچے آ گیا۔ اس کے پیچھے ہی ایک دوسرا آدمی باہر نکل آیا تھا۔ میری دوسری گولی اس کے حلق میں اتر گئی لیکن فائرنگ کی آواز نے ماحول کو بیدار کر دیا تھا۔ کوریڈور میں دوڑتے ہوئے میں نے اپنے عقب میں پھر کسی کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ ایک سیاہ فام تیزی سے باہر نکلا تھا مگر اسے کچھ فائر کرنے کی مہلت نہیں مل سکی۔ میری گولی زیادہ برق رفتار ثابت ہوئی اور وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کی جانب جھکتا چلا گیا۔

میں دوڑتا ہوا تیزی سے کوریڈور عبور کر گیا۔ باہر کے آمد و رفت میں کوئی نہیں تھا۔ میں ایک چھوٹی سی دیوار پھلانگ کر باغ میں آ گیا اور پورچ کی جانب بڑھا۔ یہاں وہی مرسیڈیز کھڑی ہوئی تھی جس نے ٹیکسی کو ٹکر ماری تھی۔ اس کی سیٹ پر شاید کوئی موجود بھی تھا۔ میں برق رفتاری سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اندر موجود شخص نے وحشت زدہ انداز میں مجھے دیکھا لیکن میں نے اسے کچھ کرنے کا موقع نہیں دیا۔

"میں ابھی اسے ویلیٹ دے دیتی ہوں۔" سایانیکا نے کہا۔

واچ ٹرانسمیٹر پر وہ ایلی کا نمبر سیٹ کرنے لگی پھر اس نے ایلی کو میری خواہش کے مطابق ہدایات دیں اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "علی! فوری طور پر تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں، فی الحال مجھے آرام کرنے دو۔ کم از کم ایک رات ٹھیک آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

سایانیکا مائیڈ کسی خادمہ کی طرح میری خدمت کر رہی تھی۔ تقریباً چوبیس گھنٹے میں اس کے ساتھ گزار چکا تھا۔ وہ میری خدمت کر کے کافی خوشی محسوس کرتی تھی۔ دوسرے دن میں نے سایانیکا مائیڈ سے میک اپ کے سامان کے بارے میں پوچھا، تو اس نے ایک بڑا سا بریف کیس نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

"جہاں تک مجھ سے بن پڑا ہے علی! میں نے ضروریات کی تمام چیزیں اپنے ساتھ رکھی ہیں۔ پتا نہیں تمہیں کب، کس چیز کی ضرورت پیش آ جائے۔" اس نے کہا۔

میں نے بریف کیس کھول کر دیکھا تو میری آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ "تمہاری اس کاوش کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا، بلاشبہ اس کی سخت ضرورت تھی۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور وہ کھل اٹھی۔

"حاضر ہے۔" سایانیکا نے کہا۔

میں نے میک اپ کا سامان نکال کر اپنے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ میں نے ایک خاص کیفیت کو ذہن میں رکھا تھا اور اسی قسم کے خدوخال ترتیب دیے تھے جن کی وجہ سے میں ایک ہوشیار اسپورٹس مین قسم کا آدمی لگوں۔

سایانیکا مائیڈ خاموشی سے مجھے میک اپ کرتے دیکھتی رہی تھی پھر اس نے میرا کام ختم ہونے کے بعد کہا۔ "بہترین میک اپ کیا ہے تم نے علی! اس میک اپ میں کوئی بھی تمہیں نہیں پہچان سکتا۔"

"شکریہ سایانیکا۔ آج میں اپنی مہم پر نکلوں گا۔ تم یہاں سے روانگی کے لیے تیاریاں کر لو۔ ہمیں افریقہ کے اندرونی علاقے کا سفر کرنا پڑے گا۔ ہاں اگر ممکن ہو سکے تو آج باہر نکل کر تیمور لنگ کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل کر سکتی ہو کر لو۔" سایانیکا نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

کچھ دیر بعد میں ٹرا سے باہر نکل آیا۔ ایک کاٹیج سے تقریباً دو میل تک کا سفر میں نے پیدل طے کیا اور اس کے بعد ایک ٹیکسی لے کر رائل کمین چل پڑا۔ اس سے قبل رائل کمین کے علاقے میں میں نے رات کے وقت ہی قدم رکھا تھا۔ آج دن کی روشنی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہاں کے معمولات کیا ہیں؟

رائل کمین پر اترنے کے بعد میں اندر داخل ہو گیا۔ ادھر بے جان ہجوم خاصی خوشی ہوئی گردن کے وقت وہاں اسکیٹنگ کی جاتی ہے۔ پھر ہم بنا کیوں کسی سے پیچھے رہتا۔ تمام انتظامات معمولی سی رقم کے عوض ہو گئے اور میں اسکیٹنگ شوز پہن کر ایک برف کی دنیا میں نکل آیا۔ یہ وسیع و عریض میدان بنائے گئے تھے جہاں برف پر پھسلنے کے شائقین شوق پورا کر رہے تھے۔ ان میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ خوبصورت چست لباسوں میں ملبوس حسین لڑکیاں تتلیوں کی طرح برف پر ناچ رہی تھیں۔ بے حد حسین منظر تھا۔ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان تلے اسکیٹنگ بہت خوبصورت محسوس ہو رہی تھی۔ فنکار اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کر کے داد و تحسین حاصل کر رہے تھے۔ دیکھنے والوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ رائل کمین کی یہ الگ تفریح تھی جو یہاں ہوتی تھی۔

میں برف پر دیر تک پھسلتا رہا اور پھر تین گھنٹے گزارنے کے بعد میں کلب چلا گیا۔ رائل کلب کے ہال میں بیٹھ کر میں نے اپنے لیے مشروب طلب کر لیا اور اس کے سپ لیتا رہا۔ میری نگاہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھی جس کے ذریعے میں گولڈ مین کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی جو مقامی ہی معلوم ہوتی تھی مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک میز پر آ بیٹھی۔ اسکیٹنگ کرتے ہوئے میں اسے دیکھ چکا تھا۔ مقامی تھی لیکن شاید دو قوموں کا امتزاج تھی کا رنگ تو سیاہ ہی تھا لیکن خدوخال بہت تیکھے تھے۔ لڑکی نے اپنے لیے ایک مشروب منگوایا اور اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی رہی۔ میں نے دو تین بار اس کی طرف دیکھا تو وہ میری طرف متوجہ ہو گئی اور پھر جب آخری بار میں نے اسے دیکھا تو وہ مسکرا دی اور اپنے مشروب کا گلاس لیے ہوئے میری میز کے قریب آ گئی۔

"میں نے محسوس کیا ہے کہ تم کئی بار مجھے دیکھ چکے ہو۔" وہ بولی۔

"ہاں! اس کی وجہ ہے۔" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

"کیا؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اسکیٹنگ گراؤنڈ میں تھا اور وہاں بھی بار بار تم میرے نزدیک سے گزر رہی تھیں۔ اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم اس کی اسکیٹنگ میں سب سے نمایاں حیثیت کی حامل تھیں۔ میں خود بہت اچھی اسکیٹنگ نہیں کرتا لیکن کم از کم اسکیٹنگ کے فن کو جانچ ضرور سکتا ہوں۔ میں نے تمہیں بہترین اسکیٹنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس وقت میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ تم سے ملاقات حاصل کر سکوں۔"

لڑکی کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے پھر اس نے کہا۔ "میں اسکیٹنگ کے کئی مقابلے جیت چکی ہوں۔"

"میرا بھی یہی اندازہ تھا اور میرا خیال ہے... شاید رائل کمین میں تم سے بہتر اسکیٹنگ کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

"کیا تم ابو حاتم کے آدمی نہیں ہو؟"

"میں ابو حاتم کو نہیں جانتا مسٹر گولڈین لیکن آپ کے ذریعے جاننا چاہتا ہوں۔"

"ابو حاتم... ابو حاتم میرا کاروباری حریف ہے۔ وہ گھوڑوں کا سوداگر ہے اور اکثر مجھے زک دیتا رہتا ہے۔ میرے اور اس کے درمیان ایک طویل دشمنی چلی آ رہی ہے۔ میں یہی سمجھا تھا کہ تم ابو حاتم کے آدمی ہو۔"

صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مسٹر گولڈین نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ "چلیے ٹھیک ہے میں نے آپ کی بات تسلیم کر لی لیکن ابھی تو بہت سے سوال میرے ذہن میں آتے ہیں۔"

مسٹر گولڈین کے چہرے سے پریشانی جھلکنے لگی تھی پھر انہوں نے کہا۔ "تم اپنا تعارف کراؤ مجھ سے ذاتی طور پر کیوں پوچھ رہے تھے۔ کیا تم کسی خاص وجہ سے میری تاک میں تھے؟"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر گولڈین... دراصل مجھے آپ سے بہت سی ضروری معلومات حاصل کرنا تھیں۔ باقی رہی میرے تعارف کی بات تو وہ ابھی ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب میں زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا تھا کیونکہ ابھی حالات بدل سکتے تھے۔ ممکن تھا کہ مسٹر گولڈین کے آدمی وہاں نکل آتے۔ چنانچہ میں نے کہا۔ "تو میرا پہلا سوال اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں ہے۔" اور مسٹر گولڈین بری طرح چونک پڑے۔

"تو تم کہتے ہو کہ تم ابو حاتم کے آدمی نہیں ہو۔"

"ہاں کہا تھا مسٹر گولڈین۔ گویا ابو حاتم کا نام بھی اسی نام سے منسلک ہے۔ چنانچہ میں سوالات کی ترتیب بدل دیتا ہوں۔ اب پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ اسٹیفن براکوڈا کا اس نام سے کیا تعلق ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ تم مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔ کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے؟" مسٹر گولڈین جھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"پہلے یہ فیصلہ ہو جائے کہ میں آپ سے کچھ معلوم کر سکتا ہوں یا نہیں مسٹر گولڈین۔" میں نے کہا اور خود بھی اٹھ کر مسٹر گولڈین کی طرف بڑھ گیا۔ مسٹر گولڈین کھڑے تو اس انداز میں ہوئے تھے جیسے مجھ پر حملہ کر دیں گے لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے ایک طرف چھلانگ لگا دی تھی۔ میں نے ان کا تعاقب نہیں کیا بلکہ پستول نکال کر ان کے داہنے پاؤں کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ دوڑتے ہوئے آدمی کے پاؤں کو نشانہ بنانا انتہائی مہارت کا کمال تھا۔ مسٹر گولڈین کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

"اپنی جگہ واپس آ جائیے مسٹر گولڈین یہی جگہ ہماری گفتگو کے لیے موزوں ہے۔" میں نے پستول ہلاتے ہوئے کہا۔ جواب میں گولڈین کے منہ سے مغلظات کا طوفان امڈ پڑا۔ میں نے دوسرا فائر کیا۔ گولی ان کے دوسرے پاؤں کے بالکل قریب لگی اور مسٹر گولڈین کے منہ سے پھر ایک چیخ نکل گئی۔ میں نے [illegible] کہا۔ "اگر یہ نشانہ غلط لگا ہے تو آپ فوراً اپنی جگہ پر واپس آ جائیے ورنہ تیسری گولی آپ کے دوسرے پاؤں کا تیاناس کر دے گی۔ جلدی کیجیے۔" میں نے پستول سیدھا کیا۔

مسٹر گولڈین لڑکھڑا کر کھڑے ہو گئے لیکن پاؤں کے زخم نے [illegible] ہوئے تھے کہ وہ فوراً ہی گر پڑے اور پھر ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "رک جاؤ... خدا کے لیے... نہیں..."

"تو پھر ایک گنتی گنوں گا مسٹر گولڈین۔ اگر میرے نشانے سے بچنا چاہتے ہیں... پھر میں خود آپ کے پاس آ جاؤں گا لیکن اس شکل میں کہ جب آپ کے دونوں پاؤں ناکارہ ہو چکے ہوں گے۔"

"آہ نہیں... نہیں... خدا نہیں... میری تو انگلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔"

"ایک... دو... تین..." میں نے سنگ دلی سے گنتی شروع کی اور مسٹر گولڈین پھر اٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔ گرتے پھر سنبھلتے پھر گرتے اور پھر اٹھ کر میری طرف بڑھنے لگے۔ اس بار وہ کسی نہ کسی طرح واپس پہنچ ہی گئے تھے۔

"شکریہ مسٹر گولڈین۔"

"تم... تم درندے ہو... وحشی جانور ہو۔" انہوں نے بھنچے ہوئے لہجے میں کہا۔ ان کا چہرہ پسینے سے تر ہو رہا تھا۔

"دیکھیے آپ کہہ رہے ہیں مسٹر گولڈین۔ اپنے شعور سے کام لیجیے۔ آپ بہت چھوٹے ہو رہے ہیں۔ میں وہی ترقی پسند آدمی ہوں مسٹر... جس کی زبان کھلوانے کے لیے آپ نے [illegible] کو بلایا تھا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور مسٹر گولڈین خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔

"سوال یہ ہے کہ ابو حاتم کا اسٹیفن براکوڈا سے کیا تعلق ہے؟" میں نے کہا۔

"کون اسٹیفن براکوڈا؟"

"وہ کمال کون اسٹیفن براکوڈا۔ ٹھہریے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں۔" میں نے جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکال لی اور اس کے ساتھ چند قطرے مسٹر گولڈین کے پاؤں کے زخم پر [illegible] اور مسٹر گولڈین کرب سے تڑپنے لگا۔

"برف کے ان حسین ویرانوں میں آپ کی یہ موسیقی کوئی سنے گا مسٹر گولڈین۔ کیا خیال ہے یادداشت واپس آنے کے لیے مدد کوئی چیز ہو سکتی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مر گیا... آہ... میں مر رہا ہوں... مر رہا ہوں... مر جاؤں گا... خدا کے لیے مجھے... آہ..." وہ پاؤں پکڑ کر اذیت سے لوٹیں لگانے لگے۔ ان کی کنپٹیاں [illegible] اور چہرہ بگڑ گیا تھا۔

"اس تکلیف سے آپ کو نجات دلائی جا سکتی ہے بشرطیکہ آپ کی یادداشت واپس آ جائے۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"آ گئی... آ گئی سب کچھ یاد آ گیا... کچھ کرو... کچھ کرو..."

وہ انتہائی اذیت کے عالم میں تھے۔ میں نے دوسری جیب سے شیشی نکالی اور ان کے زخموں کو سن کرنے والا لوشن [illegible] میں نے مسٹر گولڈین کو سکون دیا۔ وہ زور زور سے کراہ رہے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ ان کی کراہیں رک گئیں لیکن ان کا پورا چہرہ پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"ابو حاتم کون ہے؟"

"مصری نژاد درندہ، وہ اس علاقے کے بارے میں جاسوسی کر رہا ہے جو لوئیس نے آباد کیا ہے۔"

"یعنی لائن آف کروزلان؟"

"ہاں۔"

"آپ کا اس سے کیا تعلق ہے؟"

"اس کا خیال ہے کہ میں... میں کچھ جانتا ہوں۔"

"کیا کچھ؟" ڈیشا نے سوال کیا اور مسٹر گولڈین پھر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ "آپ کی یادداشت پھر خراب ہونے لگی مسٹر گولڈین۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"لعنت ہے لعنت ہے۔" مسٹر گولڈین جھرجھری لے کر بولے۔

"لائن آف کروزلان کے بارے میں؟"

"لائن آف کروزلان کے بارے میں تو وہ خود بھی جانتا ہو گا۔"

"وہ مجھ سے براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا... تم... کیا تم اس کے آدمی نہیں ہو؟"

"اب یہ جان جاؤں گا۔ آپ نے اسے کچھ بتایا؟"

"نہیں۔ وہ چور میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج میرے مسلح آدمی ساتھ نہیں تھے ورنہ..."

"مجھے بتائیے اب بھی ہیں، خدا گفتگو کی رفتار تیز رکھیں، اگر کوئی ادھر آ گیا تو آپ کی زندگی بچ نہیں سکے گی۔ میں سب سے پہلے آپ کو گولی مار دوں گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"لعنت ہے... لعنت ہے۔" مسٹر گولڈین نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "کیا تم بھی اسٹیفن کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"سو فیصدی۔"

"کوئی سودا پسند کرو گے؟"

"نہیں۔"

"اتنی دولت جو تمہارے تصور سے باہر ہو۔"

"اتنی دولت کو میں اپنے تصور سے باہر ہی رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا معلوم کرنا چاہتے ہو اس کے بارے میں؟"

"براکوڈا کہاں ہے؟"

"تیمبوڈا میں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتا، میرا صرف اس سے تجارتی رابطہ ہے۔"

"کیا کام کرتے ہیں آپ اس کے لیے؟"

"تمبارڈو میں اس کے تعاون سے ہونے والی کارروائیوں پر نگاہ رکھتا ہوں۔ تیمبوڈا میں داخلے کا صرف ایک ہی راستہ ہے تمبارڈو... اور میں یہاں داخل ہونے والے ہر شخص کے بارے میں چھان بین کرتا ہوں اور اس کی آمد کی وجہ جان لیتا ہوں۔ اسٹیفن کے خلاف کسی بھی مشتبہ شخصیت کو ہلاک کر دینا میری ڈیوٹی ہے۔"

"کتنے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں آپ؟"

"پانچ افراد۔ یہ سب عرب ملکوں کے ایجنٹ تھے۔"

"براکوڈا کیا کر رہا ہے؟"

"وہ اس وقت اسرائیل کے لیے کام کر رہا ہے۔ لائن آف کروزلان کی فیکٹریوں کی تباہی اس کی ذمہ داری ہے اور وہ چند کامیابیاں حاصل کر چکا ہے۔"

"کتنے افراد اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تیمبوڈا میں اس کی کیا حیثیت ہے؟" میں نے دوبارہ سوال کیا۔

"یقین کرو میں ان باتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہاں تمبارڈو میں میرا اپنا گروہ موجود ہے۔ یہاں اسمگلنگ کا کاروبار کرتا ہوں اور اسٹیفن سے میری اس سلسلے میں رسم و راہ ہے۔ اس نے ایک معقول معاوضے پر یہاں میری خدمات حاصل کی تھیں اور مجھے میری ذمہ داریاں سمجھا دی تھیں۔ اس سے زیادہ کچھ جاننا میرے لیے ضروری نہیں تھا۔"

"اور تم اس کے لیے پانچ عرب ایجنٹوں کو ہلاک کر چکے ہو؟"

"ہاں۔"

"ابو حاتم کے ٹھکانے کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم؟"

"اگر معلوم ہوتا تو اب تک زندہ نہ ہوتا۔ میرے آدمی مسلسل اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس سے زیادہ اس شخص سے اور کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔ بہرحال اس بات کی تصدیق ہو چکی تھی کہ براکوڈا ہی ان فیکٹریوں کی تباہی کا باعث تھا اور وہ قدرتی حادثوں کا شکار نہیں ہوئی تھیں۔ اسرائیل نے یہاں بھی عرب مفادات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے کارروائیوں کا آغاز کیا تھا اور یہ کیس سو فیصدی میرا تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر گولڈین میرا خیال ہے آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ ہاں ایک بات اور... آپ کا اسٹیفن سے رابطہ کس طرح ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر پر۔"

"گڈ۔ اب آپ کا کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟"

"دنیا چھوڑتے ہوئے کوئی افسوس تو نہیں ہے آپ کو؟"

"کک... کیا مطلب؟" اس کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں۔

"آپ پانچ عرب باشندوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ ان پانچوں کے خون کی قیمت تو آپ سے وصول نہیں کی جا سکتی لیکن ایک عرب کے قتل کے بدلے..." میں نے پستول سیدھا کر کے گولڈین کی پیشانی کا نشانہ لیا اور اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں پھر ان آنکھوں پر خون کی پچکاریاں پڑیں اور وہ سرخ ہو گئیں۔ گولڈین اپنا توازن کھو کر دونوں ہاتھ پھیلائے اوندھے منہ زمین پر آ گیا۔ میں سرنگا ہول سے اسے سرد ہوتے دیکھ رہا تھا۔

فضا میں پرندے بے چینی سے پرواز کر رہے تھے۔ دھماکے نے انہیں خوفزدہ کر دیا تھا۔ گولڈین کی موت ضروری تھی ورنہ تیرو ڈا کی طرف ایک پرسکون سفر ممکن نہ ہوتا۔ وہ صاحب اختیار تھا اور میرا راستہ روکنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اطراف میں ابھی سناٹا تھا لیکن کسی وقت بھی کوئی آ سکتا تھا چنانچہ اس کی لاش کو اس طرح چھوڑ دینا مناسب نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر لاش اٹھائی اور جھاڑیوں میں ڈال دی۔ اس کے بعد یہاں رکنا بے سود تھا۔

میں ندیا کنارے کی طرف چل پڑا جہاں میرے اور گولڈین کے اسکیٹنگ شوز وغیرہ رکھے ہوئے تھے اگر کوئی برف پر پھسلنے والا اس طرف آ نکلتا تو فوری طور پر گولڈین کی لاش برآمد ہو جاتی۔ چنانچہ میں نے گولڈین کے شوز اٹھا کر ایک بڑے گڑھے میں ڈال دیے پھر ان میں بیٹھ کر میں نے اپنے شوز پہنے اور برف کی سفید چادر پر پھسلنے لگا۔

ذہن میں لاتعداد خیالات رقصاں تھے۔ گولڈین بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں تھا۔ براکوڈا نے اس سے صرف یہ کام لیا تھا کہ وہ بیارڈو میں داخل ہونے والوں پر نگاہ رکھے اور بس۔ لیکن کیا اسٹیفن براکوڈا گولڈین کی موت کو نظر انداز کر دے گا؟ یہ نہیں سوچے گا کہ اس کے قتل کے پس پردہ کیا عوامل ہیں؟

برف پر پھسلتے ہوئے ذہن کو زیادہ الجھن میں ڈالنا بھی خطرناک تھا۔ ذرا سی لغزش ہوئی تھی کہ ایک شخص مجھ سے ٹکرایا۔ وہ اچانک بلندی سے برآمد ہوا تھا اور میں پیچھے سے گزر رہا تھا۔ نتیجے میں ہم دونوں دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ اس کے منہ سے بے ساختہ مغلظات کے الفاظ نکلے تھے۔ زبان ہرو واوارو اور آواز نسوانی تھی۔ میں دلچسپی لیے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی میں نے اسے سہارا دیا تو اس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔

"تمیز سیکھو جاہل گنوار" یہ الفاظ اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

"سوری میڈم۔ لیکن سارا قصور میرا نہیں تھا"۔ میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"اس سے پہلے کبھی برف پر پھسلے ہو؟" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی زبان سے ایک جملہ اور ادا ہو گیا تھا اس سے لگاؤ سا محسوس ہوا تھا۔

"دیکھیے آپ اوپر سے آ رہی تھیں اور میں نیچے سے گزر رہا تھا۔ اس لیے خیال تو آپ ہی کو رکھنا تھا۔"

"تم سعید سے شوز اچھی طرح واقف ہو۔ تم یہاں سے اٹھا لو" اس نے کہا اور اپنا لباس اور شوز درست کرنے لگی۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ خوبصورت لڑکی تھی نہ جانے کس سے تعلق رکھتی تھی۔ بہر حال اس سے زیادہ الجھنا بھی مناسب نہیں تھا۔ جب وہ جانے لگی تو میں نے جلدی سے کہا "ایک غلط فہمی دور کر دوں۔ میں سعید سفور نہیں ہوں بلکہ تھوڑا سا اردو داں بھی ہوں"۔ لڑکی نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور پھر تیزی سے آگے کو پھسلتی ہوئی آنا فاناً نظروں سے نکل گئی۔ میں گردن جھٹک کر واپسی کا سفر کرنے لگا۔

سائیکا ہزار میں موجود تھی لیکن اس کے ساتھ ایلی بھی نظر آئی۔ اس نے شکایت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"ہیلو علی" سائیکا نے کہا۔

"ہیلو۔ ایلی کب آئی؟" میں نے پوچھا۔

"دیر ہو گئی" سائیکا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"کیوں؟" میں نے اسے گھور کر دیکھا "ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں ایلی مجھے لطیفے سنا رہی تھی" اس نے کہا۔

"مس ماگز! آپ میرا مذاق اڑا رہی ہیں" ایلی نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"نہیں ایلی۔ اس دلچسپ سچویشن پر ہنسی آ رہی ہے۔ تم بھی سر پھوڑنے چلی تھیں"۔

"نہیں مس ماگز نہیں ہے تو... آپ کو حقیقت بتا چکی ہوں"۔ ایلی نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

میں نے لباس تبدیل کرنے کی اجازت مانگی اور وہ دونوں ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئیں۔

جب میں لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو وہ دونوں کسی بات پر ہنس رہی تھیں مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔

"تیرو ڈا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں" سائیکا نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"ہاں میرے خیال میں کام کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ کیرانے بڑی محنت سے تیرو ڈا کے راستوں کے نقشے حاصل کیے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جو ڈن آف کری کی بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کی مدد سے کیرانے تیرو ڈا کے راستوں کے نقشے تیار کیے ہیں یہی نہیں اگر ہم ان راستوں پر سفر کریں تو ہمیں گائیڈ اور مددگار بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ اصل میں سیاحوں کی ٹولیوں کو مناسب معاوضے پر اندرونی علاقوں میں لے جانے کا کام اب بھی جاری ہے ہم جوئی کی ٹولیوں کے ساتھ اب بھی افریقہ کے علاقوں میں جاتے ہیں"۔

"مجھے وہ نقشے دکھاؤ سائیکا۔ ایلی کا قیام کیا تمہارے ساتھ رہے گا؟"

"ہاں خاص طور پر یہ میرے پاس ہی رہے گی میں کوشش کر کے اس کے لیے بھی کوئی جگہ تلاش کروں گی" سائیکا نے کہا۔

وہ میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ اس نے چند کاغذ میرے سامنے نکال کر پھیلا دیے اور مجھے ان راستوں کی تفصیل بتانے لگی۔

میں پوری توجہ اور غور سے نقشے دیکھ رہا تھا۔ جس شخص نے یہ نقشے بنائے تھے وہ ذہین آدمی معلوم ہوتا تھا۔ راستے کی باریکیوں کا اس نے پورا خیال رکھا تھا اور جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نوٹ لکھے تھے۔ میں نے بغور ... "کیرانے بہت عمدہ نقشے تیار کیے ہیں اور میرے خیال میں تم نے صحیح سوچا ہے۔ تم لوگوں کو مہم جو افراد کی حیثیت سے ہی تیرو ڈا کی سمت بڑھنا ہے۔ بہتر ہوگا کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ رکھو۔ مہم جو افراد کی حیثیت اختیار کرنے کے لیے تمہیں کچھ تیاریاں بھی کرنا ہوں گی۔ اسلحہ اور راستے کی مختلف دشواریوں سے نمٹنے کے لیے بھی خصوصی انتظامات کرنے ہوں گے۔ تم اور تمہارے ساتھی اس کے لیے تیار ہیں؟"

"وہ لوگ کسی بات سے انکار نہیں کریں گے لیکن کیا تم ہمارے ساتھ نہیں ہو گے؟" سائیکا نے پوچھا۔

"نہیں سائیکا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا لیکن تم سے زیادہ دور بھی نہیں رہوں گا"۔

"سوری مسٹر علی! آپ نے گولڈین کے بارے میں کیا سوچا کیا وہ ہمارے رستے میں مزاحم نہیں ہو گا؟" اس بار ایلی نے پوچھا۔

"اب نہیں ہوگا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ مر چکا ہے" میں نے جواب دیا اور ایلی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کے بعد اسے کچھ پوچھنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔

میں اور سائیکا ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے ... ترتیب دیے ہوئے نقشے سامنے رکھے ان سے ایک نیا نقشہ ترتیب دینا تھا جو میرے اپنے لیے تھا۔ ان لوگوں کو میں تیرو ڈا روانہ کر کے خود ان کا تعاقب کرنا چاہتا تھا تاکہ صورت حال سے واقف رہوں۔ میں نے اپنے طور پر ایک لائحہ عمل ترتیب دے لیا تھا۔ تیرو ڈا میں میرا کام اسٹیفن کو تلاش کر کے اسے قبضے میں کرنا تھا اور اس کے بعد اسے ان لوگوں کے حوالے کر دینا تھا۔ اس کام میں پیش آنے والی مشکلات سے نمٹنا ہی اصل مرحلہ تھا۔ ہر چند کہ اس کے لیے ذہنی تیاری بھی تھی لیکن یہ کام ایسا آسان نہیں تھا۔ یہاں سے نکلنا بھی ایک مرحلہ تھا۔ گولڈین کی موت سے واقف ہونے کے بعد اس کے ساتھی کیا انتقامی کارروائی کرنے لگے اس کا ابھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔ گولڈین کے اشارے پر بیارڈو میں داخل ہونے والے پر نگاہ رکھی جاتی تھی ... بھی ان کی نگاہوں میں ہوں۔ اس صورت حال سے سائیکا کو آگاہ کرنا ضروری تھا۔ نقشوں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے اپنے طور پر بہت سے ایسے راستوں کا انتخاب کر لیا تھا جن کے ذریعے میں تیرو ڈا کی طرف سفر جاری رکھ سکتا تھا۔

تیرو ڈا ڈن آف کریوں سے بالکل ہٹ کر جگہ تھی اور جو نقشے بقول سائیکا کے کیرانے ترتیب دیے تھے ان میں اس بات کی خاص طور سے نشاندہی کی گئی تھی کہ ڈن آف کریوں کے مقام تیرو ڈا کو بنانے میں کن عوامل کو مد نظر رکھا گیا ہے اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اس علاقے کو بڑی ذہانت سے ترتیب دیا گیا تھا کہ اگر کچھ غلط لوگ تیرو ڈا تک پہنچ جائیں تو وہ براہ راست ڈن آف کریوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں لیکن یہ بات بھی حقیقت تھی کہ براکوڈا ڈن آف کریوں کی کئی خفیہ کارروائیاں سنبھال چکا تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جو معلومات مجھے فراہم کی گئی تھیں ان کے تحت وہ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ بہر طور میں اس پروگرام میں اب پوری طرح دلچسپی لے رہا تھا اور دل میں یہ احساس تھا کہ اگر اولیو فورڈ سے ہٹ کر کسی اور شخصیت سے بھی مقابلے کا موقع ملے گا تو ... حقیقت اولیو فورڈ اور میں ایک دوسرے کو اچھی طرح پرکھ چکے تھے۔ وہ میری کارکردگی سے واقف تھا اور میں اس کی... بارہا اس نے میرے راستوں میں کامیابی سے روڑے اٹکائے تھے اور مجھے پریشان کر کے رکھ دیا تھا لیکن وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا مقابل علی عمران اس کے لیے نرم چارہ نہیں ہے اور بالآخر میری وجہ سے وہ بہت بڑی ذلت سے دوچار ہوا تھا۔ میں جانتا تھا کہ موساد میں شامل ہونے کے بعد تو وہ دو آتشہ ہو گیا ہے۔ امریکی حکومت اسرائیل کی پشت پناہ تو ضرور تھی لیکن بعض معاملات میں بین الاقوامی سیاست بھی اسے مد نظر رکھنا ہوتی تھی اور صرف اسرائیل کے لیے وہ اپنے دوسرے حریفوں کو ناراض کرنے سے گریز کرتی تھی۔ اس وجہ سے بے شمار ایسے امور تھے جن سے اسرائیل کو براہ راست فائدہ پہنچتا تھا مگر امریکی حکومت نے شدید مخالفت کی تھی اور انہیں روک دیا تھا لیکن اب صورت حال کوئی خطرناک تھی۔

مستقبل کے اپنے خیالات بھی کم تشویش ناک تھے اولیو فورڈ کو میرے یا عربوں کے خلاف دل کا غبار نکالنے کا بہترین موقع نصیب ہو گیا تھا۔ بہر حال اس وقت اولیو فورڈ میرا ہدف نہیں تھا بلکہ مجھے اسٹیفن براکوڈا کو دیکھنا تھا۔ ابھی اس سلسلے میں صحیح معنوں میں میرے پاس کوئی ڈن آف ایجنسی نہیں تھی۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ کوئی ایسا موثر گروہ نہیں رکھتا تھا جس کے ذریعے میں پلاننگ کو اسی طور آگے بڑھا سکتا جیسے میں سوچتا ہوں۔

بے چاری سائیکا ماہر اپنے طور پر بہت کچھ تھی اور لڑکی نہیں تو کچھ بھی نہیں لیکن یہ اندازہ میں لگا چکا تھا کہ ابھی وہ اس قدر تجربہ کار نہیں ہے کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکے۔ ہاں ایلی اس کی نسبت کہیں زیادہ ذہین اور مضبوط تھی۔ اس پر کافی بھروسا کیا

جاسکتا تھا لیکن ظاہر ہے وہ اپنے ملک کے ایک اہم محکمے کی اہم کارکن تھی اور اُسے اس حد تک اختیارات نہیں مل سکتے تھے کہ وہ اپنے ملک کی دلچسپیوں کے خلاف کوئی کام کر سکے۔ مسٹر آرتھر شولاز ذاتی طور پر عربوں کے مفادات کے حامی تھے اور وہ بے چارے جو پکڑ کر سکتے تھے، کرتے رہتے تھے۔

ایلی اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر جانے لگی تو میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹا اور میں نے سائیکا مائیلر سے کہا "کیا تم بھی کہیں جا رہی ہو؟"

"نہیں... کیوں کوئی خاص بات؟" اُس نے رک کر پوچھا۔

"تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے ایلی! تم باہر جاؤ۔" سائیکا مائیلر بولی اور ایلی باہر نکل گئی۔ تب سائیکا مائیلر میرے پاس آ بیٹھی۔

"مس مائیلر! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم جس طرح مخلصانہ طور پر میرے ساتھ مصروفِ عمل ہو وہ میرے اوپر ایک احسان ہے لیکن اب چونکہ تم میرے گروہ کے ایک رکن کی حیثیت اختیار کر چکی ہو اور میں تم پر ہی انحصار کر رہا ہوں تو یہ ضروری ہے کہ تھوڑے سے اصولوں کی پابندی کر لی جائے۔"

"میں ان الفاظ کا انتظار کر رہی تھی علی! درحقیقت تمہیں یہی کہنا چاہیے تھا۔ میں خود بھی یہ محسوس کر رہی ہوں کہ میرا رویہ بعض اوقات تمہارے ماتحتوں کے بجائے دوستوں کی طرح سے ہو جاتا ہے۔"

"ماتحت تو تم میری نہیں ہو سائیکا! دوست ہی ہو لیکن دوسرے لوگوں سے محتاط رہنا ذرا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے علی! میں سمجھ رہی ہوں۔ ایلی کے بارے میں کہہ رہے ہو نا۔ وہ بھی آئندہ خیال رکھے گی۔ دراصل یہ عجیب حماقت ہوئی ہے۔ ابھی کسی کا کیا تذکرہ کروں، میں خود بھی اسی حماقت کا شکار تھی۔ پتا نہیں تمہاری شخصیت میں کیا جادو ہے، کیا سحر ہے، بڑا غور کیا لیکن سمجھ میں ہی نہیں آیا۔"

"اس وقت میرے پیش دوسرے معاملات زیادہ پُرکشش ہیں۔ چنانچہ میری شخصیت کے سحر کا تذکرہ جانے دو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور سائیکا مائیلر سنبھل گئی۔

"سوری علی! ویری سوری۔ ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔" سائیکا سنجیدگی سے بولی۔

"دیکھو سائیکا! عبارڈو ہماری منزل تھی۔ گولڈین اب تو ہمارا پہلا شکار تھا اور اس پہلے شکار سے ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ سٹیفن براکوڈا یہاں کتنی قوت حاصل کر چکا ہے۔ گولڈین جیسا آدمی جو یہاں اُس کے معاملات کی پوری طرح نگرانی کر رہا تھا، یہ نہیں بتا سکا مجھے کہ سٹیفن براکوڈا تیروڈا میں کس حیثیت سے مقیم ہے، چنانچہ ہمارا واسطہ ایک ایسے دشمن سے ہے جو ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی مدنظر رکھنا ہو گی کہ میں نے گولڈین کو اگرچہ قتل کر دیا ہے لیکن گولڈین کا پورا گروہ یہاں موجود ہے اور یقینی طور پر وہ میرے بارے میں مشتبہ ہوں گے۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ ایلی کے ذریعے ریڈ پینتھرز کے دوسرے ارکان کا پتا لگائیں اور ہم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ہمیں اپنی حفاظت کرتے ہوئے یہاں سے آگے روانہ ہونا ہے۔ ہمیں اپنے سفر کا آغاز کر دینا چاہیے۔ تیروڈا جانے کے لیے سیدھے اور صحیح راستے اختیار کرنا انتہائی حماقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ عربوں نے اپنی ان اسلحہ ساز فیکٹریوں کی حفاظت کے لیے کیا انتظامات کیے ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ سٹیفن براکوڈا نے رشتے میں بیرونی لوگوں کے استقبال کے لیے کیا تیاریاں کر رکھی ہیں۔ اس طرح تم اس بات کا اندازہ لگا سکتی ہو کہ ہمارے لیے یہ سفر انتہائی سنسنی خیز ثابت ہوگا۔ ہم نے ایسے راستے منتخب کیے ہیں جو براہ راست تیروڈا نہیں جاتے لیکن ایک مخصوص پوائنٹ پر پہنچنے کے بعد اگر ہم اچانک راستہ کاٹ کر تھوڑا سا دشوار گزار سفر طے کر لیں تو سیدھے تیروڈا پہنچ جائیں گے۔ گویا ہم جن راستوں کی جانب سفر کر رہے ہیں یا کریں گے کوئی بھی ان سے یہ اندازہ نہیں لگا سکے گا کہ ہمارا رُخ تیروڈا کی طرف ہے لیکن ہم حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اچانک ہی تیروڈا پہنچ جائیں گے۔ آؤ میں تمہیں اُن کے بارے میں بتاؤں۔"

میں نے اپنے بنائے ہوئے نقشے اور کچھ اُن کے نقشے سائیکا مائیلر کے سامنے رکھ دیے۔ وہ پوری سنجیدگی اور توجہ سے اُن نقشوں کو دیکھ رہی تھی۔ میری بتائی ہوئی لائنوں کو اس نے بڑی دلچسپی اور تعجب سے دیکھا اور پھر سب کچھ سمجھنے کے بعد بولی "میں تم سے متفق ہوں، مکمل طور پر متفق ہوں۔"

"تو بس سائیکا! اب تم دوسری تمام دلچسپیاں ترک کر کے ان راستوں سے سفر کا آغاز کر دو۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ میں کس طرح تمہارا ساتھی رہ سکتا ہوں۔"

"اگر تم بھی عام آدمی کی طرح ہمارے ساتھ رہو علی! تو کیا حرج ہے۔ میرا مطلب ہے یہ بات نمایاں ہی نہ ہو پائے کہ ہمارے درمیان تمہاری حیثیت کیا ہے۔"

"نہیں! مجھے اطراف پر بھی نگاہ رکھنا ہے۔ ایک ساتھ رہ کر ہم مختلف جگہوں سے واقف نہیں رہ سکتے۔"

"جیسا تم پسند کرو علی! یہ تو صرف ایک تجویز تھی۔" سائیکا مائیلر نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے اُسے بتایا کہ میں اس سے رابطہ قائم رکھوں گا لیکن صرف ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔ براہ راست ملاقات شاید اب طویل عرصے تک نہ ہو... یا پھر ان حالات میں جب سفر کے دوران کوئی اہم ضرورت پیش آ جائے۔ پھر میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ روانگی کے لیے چوبیس گھنٹے کا وقت

طلب کی ہے۔ اپنا چوبیس گھنٹے کے بعد کسی بھی وقت یہاں سے روانہ ہونے کی ہدایت کر دوں گا۔ اس نے مجھ سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد میں نے اس سے رخصت کی اجازت مانگ لی تھی۔

میں سائیکا مائیلر کے ساتھ بھی رہ سکتا تھا لیکن اب مس ایلی بھی وہاں پہنچ گئی تھیں اور ان دو خواتین کی موجودگی میں کام کی کوئی بات تو ہونا مشکل ہی تھی، سوائے احمقانہ حرکتوں کے۔ لہٰذا میرا وہاں سے کھسک لینا ہی بہتر تھا۔

میں عبارڈو کی دوسری دلچسپیوں سے اب تک پوری طرح واقف نہیں ہو سکا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ حیثیت میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنے کے بعد عبارڈو کا جغرافیہ ذہن نشین کر لوں۔ میں نے عبارڈو کے ان حصوں کا رُخ اختیار کیا، جو قدیم لوگوں کی اقامت گاہ تھے۔ جدید عبارڈو کو جدید دنیا سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس میں وہ لوگ پوری طرح کامیاب تھے۔ موسم شدت سے گرم تھا اور چند گھنٹوں اور باغوں کے علاقے سے نکلنے کے بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ اب ہم افریقہ کی سخت گرمی کے درمیان ہیں۔

افریقی باشندے اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے۔ مختلف قسم کی دلچسپیاں دیکھنے میں آ رہی تھیں۔ میں ایک دریا کے ساحل تک نکل گیا۔ اس دریا کے بارے میں یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ وہاں کس نام سے مشہور ہے لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی بڑا ہی دریا ہے۔ دریا میں چھوٹی بڑی کشتیاں، بار برداری اور دوسرے کاموں میں مصروف تھیں۔

قیام کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی تو دریا ہی کے کنارے ایک ایسی جگہ نظر آ گئی جو گھاس پھوس کی بنی ہوئی تھی، خاصے وسیع و عریض احاطے میں تھی اور اس پر انگریزی میں ہوٹل لکھا ہوا تھا۔ انگریزی زبان یہاں کام آ گئی۔ اس ہوٹل میں داخل ہو کر میں ایک بینچ پر جا بیٹھا اور ویٹر نے میرے سامنے میری طلب کردہ اشیاء لا کر رکھ دیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہاں قیام کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے؟ تو اس نے زور زور سے گردن ہلاتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں مجھے صاحب کی آپ سمجھانے کی کوشش کی اور میں نے اُس کے ہاتھ پر چند چھوٹے کرنسی نوٹ رکھ دیے اور اس سے فرمائش کی کہ وہ میرے لیے رہائش کی جگہ منتخب کر دے۔

ویٹر لوٹ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس آ کھڑا ہوا۔ اس کا مطلب سمجھنے میں مجھے دقت نہیں ہوئی تھی۔ گھاس پھوس کی ایک خوبصورت سی جھونپڑی میں مجھے پہنچا دیا گیا جہاں بستر بھی لگا ہوا تھا۔ اس دلچسپ جگہ کو میں نے بڑی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا کیونکہ یہ سب غریب لوگوں کی کوٹھریاں تھیں، ٹورسٹ بھرنے کے لیے کی گئی تھیں، میرے لیے یہی عمدہ جگہ تھی۔

یہ دن میں نے سُستی پُرسکون جگہ گزارا اور اپنے طور پر بہت سے فیصلے کر ڈالے۔ دراصل مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جو چھپنے کے لیے ہو۔ راستوں سے سفر کرتے پھرتی ہی جگہ میں ان کا ساتھ چھوڑ سکتا تھا لیکن کم از کم عبارڈو سے نکلتے ہوئے میں کسی قسم کے شک و شبہے سے بچنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن میری اس خواہش کی تکمیل کا دن ثابت ہوا۔ تقریباً دس بجے تھے اور میں جَو کے پانی، پنیر اور خاص قسم کی ڈبل روٹی کا ناشتا کر کے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک خوش لباس شخص پر میری نگاہ پڑی۔ جو پتلون اور قمیص میں ملبوس تھا لیکن چہرے سے ایشیائی نظر آتا تھا۔ بازو بہت مضبوط اور بدن کسرتی تھا۔ بڑی بڑی خوش نما مونچھیں رکھے۔ میں بے اختیار اس کی جانب بڑھ گیا اور ان لوگوں کی بھیڑ میں جا کھڑا ہوا جو اس کے گرد جمع تھے۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ وہ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں جانے کے لیے مزدور بھرتی کرنے نکلا ہے اور فوراً ہی میرے ذہن کے کئی خانے کھل گئے۔

میں لوگوں کے ہجوم میں جگہ بناتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے شستہ انگریزی زبان میں اس سے کہا "جناب عالی! آپ کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے میں اپنی خدمات بھی پیش کرتا ہوں۔"

اس شستہ انگریزی پر وہ پٹھان پہلوان قسم کا آدمی چونک کر میری جانب متوجہ ہوا اور غور سے مجھے دیکھتا ہوا بولا "تم... تم مزدوروں کے ساتھ... میرا مطلب ہے مزدور کی حیثیت سے میرا ساتھ دے سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں جناب!"

"لیکن کون ہو تم... مجھے تو شکل و صورت سے ایشیائی باشندے معلوم ہوتے ہو۔"

"جی ہاں! ایشیائی باشندہ تھا لیکن اتنا عرصہ گزر گیا کہ اب مجھے ایشیا بھی یاد نہیں رہا۔"

"ہوں ہوں! ٹھیک ہے اگر تم میرے ساتھ افریقہ کے اندرونی علاقوں کا سفر کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے ایک ساتھی کی حیثیت دے سکتا ہوں۔ براہ کرم اس طرف آ جاؤ۔" اس شخص نے مجھ سے زیادہ سوالات نہیں کیے اور مجھے ایک سمت کھڑا کر دیا، جہاں چار افریقی آدمی پہلے سے موجود تھے۔ اس کے بعد اس نے مزید دو تین آدمیوں کا انتخاب کیا اور پھر ہاتھ اُٹھا کر دوسرے لوگوں سے کہا کہ اس کی ضرورت پوری ہو چکی ہے، گویا اس وقت اس کے پاس کل چھ افراد تھے جن میں ایک میں بھی تھا۔ اُس نے ہمیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک بڑی لینڈ روور کی جانب بڑھ گیا۔ لینڈ روور انتہائی شاندار اور مضبوط قسم کی تھی۔ اس نے خود ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور وہ اُسے چلاتا ہوا ایک

لیے حصے میں آ گیا جہاں درمیانہ طرز کے چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان مکانات کے بارے میں پہلے مجھے نہیں معلوم تھا لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ انھیں کرائے پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس نے ہمیں ایک مکان کے احاطے میں داخل ہونے کے لیے کہا۔ لینڈ روور کو باہر ہی کھڑا کر کے لاک کر دیا گیا تھا۔ مکان میں تین کمرے ایک قطار میں بنے ہوئے تھے اور باہر ایک بڑا سا احاطہ تھا، جس کے ایک حصے میں چھوٹا سا چھپر پڑا ہوا تھا اور اس چھپر کے نیچے بید کی لکڑیوں کی کرسیاں اور میز بھی ہوئی تھی۔ وہ شخص ہمیں لیے ہوئے اس چھپر کے نیچے پہنچ گیا۔ اُس نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی۔

افریقی مزدوروں نے کئی بار متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا لیکن ان نگاہوں میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو پریشان کن ہوتی۔ ابھی تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ تب اس شخص نے ان لوگوں سے کہا: "میں آپ لوگوں سے اپنا تعارف کرا دوں۔ آپ میں سے کم از کم تین افراد ایسے ہیں جو انگریزی جانتے ہیں، مسٹر تم!" اُس نے ایک افریقی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا: "اور تم۔ اور تم۔۔۔" تیسرا اشارہ میری جانب تھا۔ "اور تم لوگ اپنے ان باقی ساتھیوں کو میرا مفہوم سمجھا سکتے ہو۔ میں تم سے کہہ رہا تھا کہ پہلے میں تم سے اپنا تعارف کرا دوں۔ میرا نام سراج الدین ہے۔ پہلے کسی زمانے میں نواب تھا، اب صرف سراج ہوں۔ جڑی بوٹیوں سے دلچسپی رکھتا ہوں اور کچھ خاص بوٹیوں کی تلاش کے سلسلے میں افریقہ کی جانب سفر کیا ہے۔ دوستو! میں تمھیں سب سے پہلی بات یہ بتا دوں کہ نہ مجھے افریقہ کے ہاتھیوں کے سفید دانتوں کی تلاش ہے، نہ میرے پاس کسی خزانے کا نقشہ ہے اور نہ ہی میں سونے کے حصول کا خواہش مند ہوں۔ تم لوگوں کو میں تمھاری یونین سے متعین کردہ معاوضہ ادا کروں گا اور اس کے لیے کم از کم چھ ماہ کا حساب کتاب میں اسی جگہ کر دوں گا۔ اس دوران یا تو ہماری واپسی ہو جائے گی یا اگر مزید کچھ وقت لگ گیا تو پھر واپس آنے کے بعد جتنا بھی وقت لگا ہوگا، اس کے معاوضے کی ادائیگی مع انعام کے کر دی جائے گی۔ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں اگر تمھیں کوئی خزانہ دستیاب ہو جائے، ہاتھی دانت کے ذخائر تمھارے ہاتھ لگ جائیں یا سونے کے انبار اور ہیرے تمھیں مل جائیں تو ان میں میرا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ وہ سب تمھاری ذاتی ملکیت ہوں گے اور اگر میں ان میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگوں تو تمھیں اختیار ہوگا کہ تم مجھے قتل کر دو۔ میرا مقصد کچھ اور ہے جو میں نے بتا دیا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ اپنے دلوں میں تجسس لے کر میرے ساتھ سفر کرو۔ ہاں جو جڑی بوٹیاں میں حاصل کروں گا، ان میں سے جس جڑی بوٹی کی ضرورت تمھیں ہوگی، وہ میں تمھارے حوالے ضرور کر دوں گا۔ یہ ہے تمام صورتحال، جس کے تحت تمھیں میرے ساتھ سفر کرنا ہے۔ اب فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے۔ ویسے تمھارا انتخاب منظور کر لیا گیا ہے لیکن اب بھی اگر تم چاہو تو اس پیش کش کام سے انکار کر سکتے ہو۔"

سراج الدین کی شخصیت کافی دلچسپ اور دلکش تھی۔ مجھے اس کی گفتگو پسند آئی تھی۔ باقی دو افریقی جو انگریزی جانتے تھے، اس کی باتوں کا مفہوم سمجھ گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں کو افریقی زبان میں اس گفتگو کی تفصیل بتائی اور وہ لوگ اپنی زبان میں کچھ کہتے ہوئے گردن ہلانے لگے۔

تب ان میں سے ایک افریقی نے کہا: "ہمارے تمام ساتھی آپ کی یہ پیش کش منظور کرتے ہیں جناب اور ہماری تمام وفاداریاں آپ کے ساتھ ہیں۔ جھینے کا ٹیڈ واش ہمارے لیے بہت دلچسپی رکھتا ہے اور اس کے بعد ہم پوری دلچسپی سے اپنے فرائض انجام دینے میں مصروف ہو جائیں گے۔"

نواب سراج الدین نے ان لوگوں سے آرام کرنے کے لیے کہا اور پھر اندرونی حصے میں چلا گیا۔ میں بھی ان مزدوروں کے ساتھ ہی تھا۔ ہم میں سے کسی نے ایک دوسرے سے متعارف ہونے کی کوشش نہیں کی۔

تھوڑی دیر کے بعد نواب سراج الدین اپنی اس قیام گاہ سے باہر نکلا تو دو افراد اس کے ساتھ تھے۔ ایک لڑکی اور ایک نوجوان آدمی جو اچھے تن و توش کا مالک تھا لیکن شکل سے کسی قدر احمق نظر آتا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑا۔ برف پر اس وقت جب میں گولڈن کوسٹ کا نے لگانے کے بعد واپسی کا سفر کر رہا تھا، اسی لڑکی سے میرا ٹکراؤ ہوا تھا لیکن اس وقت چونکہ میں نے چہرے پر ہلکا سا۔۔۔ میک اپ کیا ہوا تھا تاکہ میری شکل نہ پہچان لی جائے، اس لیے لڑکی مجھے نہیں پہچان سکی۔ البتہ میں نے بخوبی اسے پہچان لیا۔

نواب سراج الدین ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر اس نے دوستانہ انداز میں کہا: "دوستو! میرے دعوے کی تصدیق میرے ان دو ساتھیوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ یہ میری بیٹی ولشیں ہے اور یہ میرا سیکرٹری طاہر۔ ہم صرف تین افراد ہیں۔ ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق حاصل کر لی ہیں۔ اس لینڈ روور سے ایک چھوٹا سا ٹریلر بھی منسلک کر لیا جائے گا جس میں تم لوگوں کے آرام کا بندوبست ہوگا۔ باقی تمام چیزوں کی فہرست میں تمھارے سامنے پیش کر دوں گا۔ مجھے قدم قدم پر تمھارے مشوروں کی ضرورت رہے گی اور اب تم لوگ مجھ سے اپنا تعارف کرا دو۔"

افریقیوں نے اپنے اپنے نام بتائے۔ میں نے اپنا نام بھی ٹونی پارکر ہی بتایا تھا۔

"گویا تم ایشیائی عیسائی ہو!" اس نے تعجب سے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، بس مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد سراج الدین ہمیں ان تمام چیزوں کی تفصیلات بتانے لگا جو اس نے اس سفر کے لیے حاصل کی تھیں۔ افریقی مزدور لولو نے ان میں کچھ چیزوں کا اضافہ کرا دیا تھا۔ لولو افریقہ کے ان علاقوں میں کئی بار سفر کر چکا تھا۔ انگریزی اچھی طرح نہیں جانتا تھا لیکن کام چلانے والی انگریزی سے اچھی طرح واقف تھا اور اپنا مفہوم ادا کر دیتا تھا۔ بہرحال، چونکہ اس نے وہ ساری چیزیں درست بتائی تھیں، چنانچہ سراج الدین نے ان کا معقول انتظام کر لیا۔

اسی رات وہ افریقہ کے ان حصے کے نقشے لے کر بیٹھ گئے جن کے ذریعے سفر کیا جانا تھا۔ میں نے ان نقشوں پر خصوصی توجہ دی تھی اور یہ دیکھ کر میری دلچسپی کچھ اور بڑھ گئی تھی کہ مسٹر سراج الدین نے میرے ترتیب دیے ہوئے نقشوں سے بہت زیادہ فاصلہ نہیں رکھا تھا۔ وہ راستے مخصوص حد تک اسی سمت میں چلتے جاتے تھے جدھر میں جانا چاہتا تھا۔ ایک خاص حد کے بعد ہماری منزل میں تبدیلی ہوتی تھی لیکن بعد میں یہ میرا کام تھا کہ سراج الدین سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنی منزل کی جانب سفر کروں۔

رات بہ آسانی گزر گئی اور صبح سراج الدین نے اپنی روانگی کا اعلان کر دیا۔ سب لوگوں کو تیار ہونے کی ہدایت کر دی۔ صورتحال میرے لیے مکمل طور پر اطمینان بخش تھی۔ میں اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا تھا، اس وقت تک جب تک کوئی خاص ضرورت نہ پیش آ جائے۔

سابیکا ماسٹر کو ٹرانسمیٹر پر مخاطب کر کے اب اس سلسلے میں آخری ہدایات دینا تھیں اور اس کے بعد افریقہ میں داخل ہونے کی جانب سفر کا آغاز کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے موقع پا کر اسی رہائش گاہ کے ایک سنسان گوشے سے سابیکا ماسٹر کو مخاطب کیا اور چند ہی لمحے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"کیا تم پروگرام کے مطابق اپنی تیاریاں مکمل کر چکی ہو سابیکا؟" میں نے سوال کیا۔

"بالکل مکمل چیف! اب سارے ہی معاملات میں آپ مجھے کمزور نہیں پائیں گے۔ میں محسوس کر چکی ہوں کہ اپنی کی حماقتوں سے آپ مجھ سے کسی قدر بددل ہو گئے ہیں کیونکہ میں نے جلدبازی کر کے ذرا سا کام بگاڑ دیا تھا۔ جو کچھ ہو چکا ہے، میں اس کی تلافی نہیں کر سکتی لیکن وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"شکریہ سابیکا! بہرحال جو گزر گیا ہے، اس کے بارے میں سوچنا حماقت ہے۔ آئندہ کے لیے تمھیں مکمل طور پر محتاط رہنا ہوگا۔ میں یہاں ایک انجینئر شخص کے پاس ہوں جو افریقہ کے اندرونی حصے میں کچھ خاص قسم کی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں جانا چاہتا ہے۔ میں نے اس کے پاس ایک مزدور کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اس انداز میں میرا سفر انتہائی اطمینان بخش ہے۔ ہم انھی راستوں پر سفر کر رہے ہیں سابیکا، جن کا انتخاب ہم نے خود کیا تھا۔ وہی کولی نامی ایک جگہ پر جا کر تھوڑے سے راستے بدلے جائیں گے لیکن وہاں تک کا سفر خاصا طویل ہے۔ اس لیے ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیا تمھیں اس کا اندازہ ہے سابیکا کہ جن راستوں کا انتخاب کیا گیا ہے، وہ افریقہ کے واقعی وحشت ناک راستے نہیں ہیں بلکہ ہمیں ان پر سفر کرتے ہوئے خاصی آسانیاں رہیں گی۔"

"ہاں کیرائل کا یہی کہنا ہے۔ کیرائل کے نقشوں میں جو تبدیلی تم نے کی ہے مسٹر... میں نے کیرائل سے اس کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ تبدیلی بہت ہی مناسب ہے اور اس طرح سفر میں بے شمار آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ عمل جو کچھ تم کر رہے ہو، ہم میں سے کسی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ سابیکا! بس اب راستے ہی میں ہماری ملاقات ہوگی۔ بہتر ہے کہ تم ہم سے آگے نکل جاؤ اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو اپنے راستے سے آگاہ کریں گے۔"

"اوکے چیف! میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی لیکن زیادہ لمبا سفر نہیں کروں گی بلکہ اس وقت تک جب تک عقب سے آپ کے پہنچنے کی اطلاع نہ مل جائے۔"

"اوکے!" میں نے جواب دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

نواب سراج الدین ایک نرم خو طبیعت کے انسان تھے۔ اپنی شاندار شخصیت کے باوجود ان کے اندر انکساری تھی۔ نرم لہجے میں ہر شخص سے پیش آتے تھے لیکن میں نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ اگر یہ شخص کسی سے بددل ہو جائے تو اس کے لیے کافی خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ افریقی مزدور تندرست و توانا اور چاق و چوبند تھے۔ نواب سراج الدین نے ان کے ساتھ ساتھ مجھے بھی معاوضے کی ادائیگی کر دی تھی۔ چنانچہ میں بھی ممنونیت کا اظہار کر رہا تھا۔ جو لباس میں نے استعمال کیا تھا، وہ خاکی رنگ کی مضبوط جین کا تھا اور اس میں میری شخصیت مزدوروں جیسی ہی لگتی تھی لیکن کئی بار میں نے ولشیں اور طاہر کو اپنی طرف اشارے کر کے کچھ باتیں کرتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ بظاہر یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میری شخصیت پر کچھ تبصرے کر رہے ہیں لیکن یہ کوئی قابلِ تشویش بات نہیں تھی۔

ہمارا ڈیرہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ لینڈ روور میں نواب سراج الدین، ان کی بیٹی ولشیں اور سیکرٹری طاہر تھے۔ طاہر ہی لینڈ روور ڈرائیو کر رہا تھا۔ پیچھے ٹریلر لگا دیا گیا تھا، جس میں ہم چھ مزدوروں کے لیے فرش پر بستروں کا بندوبست تھا۔ ٹریلر میں چاروں طرف کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسی میں ہمارے لیے ضروریاتِ زندگی کا بندوبست کر دیا گیا تھا اور عام حالات میں ہمیں لینڈ روور تک جانے کی ضرورت

تیں تھی۔ ٹرالر میں ایک چھوٹا سا اسٹور بھی تھا جو اس کی چھت کے پاس بنا ہوا تھا۔ اس میں بہت ساری چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ فیول کا بہت بڑا ذخیرہ بھی تھا۔ غرض سراج الدین نے بظاہر کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ اس سفر کے لیے مجھے خصوصی انتظامات نہیں کرنا پڑے تھے۔

سفر جاری رہا۔ مبارڈو کی آخری علامت بھی پیچھے رہ گئی اور ہم ویران خطے میں نکل آئے۔ چاروں طرف پتھریلی زمین نظر آ رہی تھی۔ چٹانوں کا ایک عظیم سلسلہ نگاہ کی آخری حد تک پھیلا ہوا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ پتھریلے راستوں پر سفر کرتے ہوئے مسلسل جھٹکے بھی لگ رہے تھے جن سے یہ سفر خاصا تکلیف دہ رہا۔ بالآخر سورج چٹانوں کے عقب میں چھپ گیا۔ شام ہو گئی اور ہم نے ایک جگہ قیام کر لیا۔ دن میں شدت کی گرمی رہی تھی لیکن رات اسی شدت سے ٹھنڈی ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر کمبلوں میں لپٹ کر سونا پڑا اور ساری رات خاصی سردی لگتی رہی۔ پہلے تو یہ سوچا تھا کہ باہر کھلی جگہ میں سوئیں گے لیکن سردی کی شدت دیکھتے ہوئے ٹرالر ہی میں آرام کرنے لیٹ گئے۔ لولو کے ایک ساتھی نے لوبیے کی چائے تیار کی۔ ابلتے ہوئے پانی میں سوکھے ہوئے لوبیے کی پتیاں اور شکر، جس قدر بہتر ثابت ہوئی، اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار اس قسم کی چائے پی اور اتنا لطف آیا کہ بیان سے باہر ہے۔

بقیہ رات اسی طرح گزر گئی۔ دوسری صبح سردی ختم ہو چکی تھی۔ سراج الدین نے ہمیں ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر تیار ہونے کے لیے کہا اور تقریباً سوا گھنٹے بعد لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

ولنٹیس، فاسر اور سراج الدین لینڈ روور میں تھے، باقی سب لوگ پیچھے ہی تھے۔ میں ابھی منظر عام پر آ کر ان لوگوں میں کوئی مقام حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ یہ میرے لیے مشکل نہ ہوتا مگر اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں پیش آئی تھی۔

چٹانوں کا یہ تکلیف دہ سفر دوپہر کو تقریباً ڈھائی بجے تک جاری رہا اور اس کے بعد ہم ایک آبادی کے نزدیک پہنچ گئے۔ کھجوروں کے درخت دور ہی سے نظر آ رہے تھے۔ ہم نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ درختوں کے جھنڈ میں سے جھانکتی ہوئی کچی کی خستہ دیواریں اور چٹائی کاٹ کر بنائے ہوئے مکانات بہت عجیب لگ رہے تھے۔ ہم نے اس آبادی کے قریب قیام کیا۔ یہاں کے باشندے غیر مہذب نہیں تھے۔ پورا لباس استعمال کرتے تھے اور اندر آبادی میں بازار وغیرہ بھی نظر آ رہے تھے لیکن ہم نے آبادی میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جس جگہ ہم نے قیام کیا تھا یہاں سے کچھ فاصلے پر کھجوروں کی ایک قطار دور تک چلی گئی تھی۔ نہایت پرسکون جگہ تھی۔ ایک چشمہ ریت سے پھوٹ کر ایک چھوٹی سی جھیل کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اسی جھیل سے اس وادی کے کھیت سیراب ہوتے تھے۔ چنانچہ دوسری سمت کا علاقہ خاصا خوبصورت اور سرسبز تھا۔ رات کی تاریکی میں کہیں کہیں روشنی نظر آ رہی تھی۔ غالباً یہ دولت مند لوگ ہوں گے جو اپنے گھر روشن رکھنے کی استطاعت رکھتے ہوں گے، ورنہ باقی جھونپڑے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

دیر تک ہم اپنے ٹرالر کے دوسری سمت تاریکی میں آنکھیں پھاڑتے رہے۔ افریقی مزدور سو گئے تھے۔ لولو مجھ سے انگریزی زبان میں گفتگو کرتا رہا تھا اور پھر وہ بھی سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں کھڑکی کے پاس ہی اپنی نشست پر دو زانو بیٹھا اس حالت پر غور کرتا رہا۔ جی چاہا کہ مانیکا سے گفتگو کروں اور معلوم کروں کہ وہ کامیابی سے ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے... یا کہیں بھٹک چکی ہے۔ چنانچہ چند لمحے سوچنے کے بعد میں خاموشی سے ٹرالر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ٹرالر سے زیادہ فاصلے پر جانا خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس طرح سراج الدین کسی شبہے کا شکار ہو جاتے یا مجھے کوئی خطرہ محسوس کرتے۔ چنانچہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جگہ بیٹھ کر ٹرانسمیٹر نکال لیا اور اس پر مانیکا کو مخاطب کرنے لگا۔

چند ہی لمحے میں مانیکا سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اس نے پرجوش انداز میں کہا۔ "مسٹر علی! میں نہایت کامیابی سے آپ کا تعاقب کر رہی ہوں۔ جس بستی کے نزدیک آپ نے قیام کیا ہے اس کی جنوب کی سمت جو ایک بہت بڑی چٹان نظر آ رہی ہوگی آپ کو، اس کے عقب میں ہم لوگ موجود ہیں۔ ابھی تک سفر میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ہم نے بھی نہایت مناسب انتظامات کے ساتھ سفر کا آغاز کیا ہے۔ ویسے آپ کو تو کوئی الجھن نہیں ہے؟"

"نہیں مانیکا! میں سوچ رہا تھا کہ تم خیریت سے ہو... یا نہیں۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں جناب! بلکہ سچ جانیے اس سفر میں لطف آ رہا ہے۔"

"اوکے آرام کرو۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا لیکن ابھی ٹرانسمیٹر بند کر کے اپنی جگہ سے اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کچھ مشعلیں ہماری طرف بڑھتی ہوئی نظر آئیں، جہاں لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی۔ یہ بستی کے لوگ تھے، میں ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا۔

برق رفتاری سے لینڈ روور کی طرف دوڑا۔ ٹرالر میں پہنچ کر میں نے لولو کو جگایا تھا۔ میرے جھنجوڑنے پر لولو پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور پریشان نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا۔ "یہ آواز سن رہے ہو لولو! وہ لوگ دوڑتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

لولو ایک لمحے کے لیے چونک گیا۔ وہ بغور ڈھولوں کی آواز سنتا رہا۔ اس دوران آواز قریب آ گئی تھی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "نہیں، وہ لوگ ہمیں نقصان نہیں پہنچانے آئے ہیں بلکہ شاید انھیں مہمانوں کی خاطر مدارات کرنے کی ہدایت ملی ہے۔" ڈھول کی آواز سے لینڈ روور میں موجود سراج الدین صاحب اور ان کے دونوں ساتھی بھی باہر نکل آئے تھے۔ سراج الدین صاحب کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ لولو جلدی سے ان کے پاس پہنچ گیا اور انھیں اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں صورت حال سمجھانے لگا۔

سب سے آگے ایک شخص اونٹ پر سوار تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے باقی لوگ ڈھول بجا رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ عورتیں رنگ برنگی پوشاکوں میں ملبوس ہمارے سامنے پہنچ گئیں۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے لکڑی کے برتن اٹھائے ہوئے تھے جن میں کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ انھوں نے یہ چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں اور چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

اونٹ پر بیٹھا ہوا شخص نیچے اتر آیا تھا۔ وہ افریقی زبان میں کچھ کہنے لگا جس کا ترجمہ لولو نے ان الفاظ میں کیا کہ وہ شخص انھیں اپنی بستی میں خوش آمدید کہتا ہے اور حسب توفیق ہماری خاطر مدارات کرنا چاہتا ہے۔

سراج الدین صاحب نے اپنی زبان میں ان کا شکریہ ادا کیا اور لولو ہی کے ذریعے یہ الفاظ اس شخص تک منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد ہمارے اعزاز میں ایک رقص و موسیقی کا پروگرام پیش کیا گیا۔ عورتیں نرم اور ردھم میں کچھ گنگنانے لگیں۔ آسمان ستاروں بھرا تھا اور ستاروں کی چھاؤں میں یہ منظر عجیب سا نظر آ رہا تھا۔ مرد بھی رقص کر رہے تھے اور عورتیں بھی۔

تقریباً چار ساڑھے چار بجے تک مہمان نوازی کا یہ سلسلہ جاری رہا اور اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ ہم گہری گہری سانسیں لے کر اپنی آرام گاہوں میں آ گئے تھے۔ ولنٹیس کو میں نے اس دوران بہت خوش دیکھا تھا۔ وہ ان مناظر سے بہت لطف اندوز ہو رہی تھی لیکن خود بند سی رہی تھی۔ اس وقت میں نے اس کے اندر ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ بہت زیادہ فکرمند ہو۔

دوسری صبح بہت جلدی ڈیرے اٹھا لیے گئے۔ خطرہ یہ تھا کہ مہمان نواز کہیں دوسرا مرحلہ نہ شروع کر دیں اور ہمارے سفر میں رکاوٹ بن جائیں۔ چنانچہ ہم اس علاقے سے آگے بڑھ گئے۔ برق رفتاری سے سفر طے کرتے ہوئے سورج نکلنے کے وقت ہم آبادی سے بہت دور آ گئے تھے۔ اب ریگستانی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ افریقہ میں جو چیز بھی تھی، وہ انتہائی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ پچھلے ہم جس علاقے سے گزرے تھے وہ چٹانی تھا اور تاحد نگاہ چٹانیں ہی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں اور اب ریت کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہوا تیز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ہمارے کپڑے گرد سے اٹ گئے تھے اور بدن پسینے میں شرابور ہوتے جا رہے تھے۔ ریگستان کی لاتعداد کہانیاں سن رکھی تھیں میں نے۔ خاص طور سے ایسے ریگستانوں کی جہاں موت بگولوں کی شکل میں ناچتی رہتی ہے لیکن خدا کے فضل سے ہمیں موت کے رقص کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ترتیب دیے ہوئے نقشے کے مطابق سفر جاری رہا۔ کہیں کوئی چھوٹی موٹی آبادی کسی نخلستان میں نظر آ جاتی اور کبھی بالکل ہی ویرانے۔ ابھی تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو افریقی روایات کو ہمارے سامنے لاتا کیونکہ یہ ابتدائی خطے تھے۔ سفر بہت محفوظ اور مشینی ذریعے سے ہو رہا تھا لیکن لینڈ روور کو بہت احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جا رہا تھا تاکہ اس کی قوت برقرار رہے۔

تین دن کے بعد ریت کے ان ٹیلوں کی جگہ سوکھی دلدل نے لے لی۔ یہاں جگہ جگہ اونٹوں اور گدھوں کی ہڈیوں کے انبار لگے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ پھر اور آگے بڑھے تو افریقی رنگ معمر قبائلی لوگ نظر آئے جو ہاتھوں میں لکڑی کے برتن لے کر دوڑتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گئے تاکہ انھیں کچھ کھانے پینے کی چیزیں دی جائیں۔

یہ علاقہ ختم ہوا تو سوکھی گھاس کے میدان شروع ہو گئے۔ یہ میدان بنجر ہونے کے باوجود آباد تھے۔ یہاں کے لوگوں کے چہرے مہرے بدل رہے تھے۔ رنگ زیادہ گہرے ہوتے جا رہے تھے اور چوڑی ناکیں گالوں تک پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ لڑکیاں بھی اوپری لباس سے بے نیاز تھیں۔ خواتین کے کانوں میں بڑی بڑی لکڑیاں ٹھنسی ہوئی تھیں اور بچوں کو پشت پر اٹھائے پھرتی ہوئی نظر آ جاتی تھیں۔ زمین کا رنگ یہاں تبدیل ہو گیا تھا۔ اب جس علاقے سے ہم گزر رہے تھے وہاں مٹی کا رنگ سرخ تھا اور درختوں پر زرد رنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ دور دور تک سبز گھاس لہرا رہی تھی۔ سفید بگلے اڑتے ہوئے نظر

کر کے سائیکا نے اپنے آرام کے لیے منتخب کیا تھا اور جہاں بستر بچھایا تھا۔ میں چٹان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سائیکا بھی میرے قریب بیٹھ گئی۔

"سب سے پہلے میں اس عجیب واقعے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جس کے لیے تم مجھ سے ملنے کو بے چین تھیں؟"

"بتاؤں گی... بتاؤں گی اس بارے میں بھی۔ یہ بتاؤ کچھ پتہ لگے، میں اس گروہ میں تمہاری حیثیت کا اندازہ لگا چکی ہوں۔ میرا خیال ہے تم ایک مزدور کی حیثیت سے ان کے درمیان شامل تھے۔ کیا اس سلسلے میں تمہیں بہت سی پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا؟"

"نہیں، کوئی خاص پریشانی نہیں سائیکا بلکہ ہمارے ابتدائی سفر کا یہ مرحلہ زیادہ بہتر رہا۔ اس طرح کم از کم ہمیں یہ اندازہ تو ہو گیا کہ کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں ہے یا کوئی ہماری نگرانی تو نہیں کر رہا۔ گولڈین کی موت کے بعد مجھے اس بات کا شبہ تھا کہ ممکن ہے کچھ لوگوں کی نگاہوں میں ہم آ گئے ہوں اور وہ سفر کے دوران ہمارا تعاقب کریں لیکن میرا خیال ہے اب تک ایسا نہیں ہوا ہے۔ کیا تم نے ایسی کوئی بات محسوس کی ہے؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ بہرطور اگر تم کچھ دیکھنے کی خواہش رکھتے ہو علی! تو پھر آؤ میں تمہیں وہ چیز دکھاؤں جس کے لیے میں نے تمہیں اس وقت یہاں زحمت دی ہے۔" سائیکا نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

میں متجسس انداز میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا تھا۔ تقریباً دس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک اور چٹان کے قریب پہنچ گئی۔ یہاں ریلیف پارٹیز کے سامان کا انبار موجود تھا۔ سائیکا نے اس میں سے ایک طاقتور بیٹری لیمپ اٹھایا اور ایک چٹان کے عقب میں پہنچ گئی۔ یہاں ایک غار کا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ ان ناہموار چٹانوں میں کوئی غار بھی ہوگا اس کا اندازہ کم از کم دور سے دیکھنے پر نہیں ہوتا تھا۔

میں سائیکا کے ساتھ اس غار میں داخل ہو گیا۔ بہت ہی چھوٹا سا غار تھا جو چٹان کے نچلے حصے کے کھوکھلے ہو جانے سے بن گیا تھا۔ یہاں پر ایک بستر پڑا ہوا تھا اور اس بستر پر ایک انسانی بدن موجود تھا۔ سائیکا نے لیمپ اس کے سرہانے رکھ دیا۔ وہ ساکت و جامد تھا۔ بری طرح الجھے ہوئے بال، بڑھی ہوئی داڑھی، بوسیدہ لباس اور نچلے جسم کی بہت بری حالت۔ ایک ٹانگ گھٹنے کے پاس سے غائب تھی۔ دوسری شدید زخمی نظر آ رہی تھی۔ اور کپڑے کی پٹیاں کس کس کر باندھ دی گئی تھیں۔ بہرطور زخمی تھا۔ میں بری طرح چونک پڑا۔

"یہ... یہ کون ہے؟" میں نے … [illegible]

کی اور لیمپ منہ کر کے اس کے چہرے پر جھک گیا۔ وہ سب ہی سے مجھے احساس ہو گیا کہ اس بدن میں زندگی نہیں ہے۔

سائیکا اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ میں نے پھر اس سے اس بارے میں سوال کیا تو وہ بولی "جی نہیں علی! یہ میرا ساتھی نہیں ہے بلکہ ہم نے یہیں اسی غار میں اسے دریافت کیا ہے۔ اس کی کراہیں ہمیں سنائی دیں تو ہم اس کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کے بعد یہ تقریباً چھ یا سات منٹ تک ہمارے سامنے زندہ رہا۔ پانی پانی پکارتا اس کے لیے موت کا سبب بن گیا۔ یہ پڑا چیختا رہا تھا۔"

میں نے متعجبانہ انداز میں اس مردہ شخص کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ لباس بوسیدہ ضرور تھا لیکن جدید طرز کا تھا۔ چہرہ بھی کسی یورپی نسل کے باشندے ہی کا معلوم ہوتا تھا۔ خدوخال اچھے تھے اور عمر چالیس پینتالیس سال کے قریب تھی۔

"یوں لگتا ہے جیسے کسی جنگلی جانور نے اس کی یہ حالت … چیر پھاڑ دی ہو لیکن ایسا جانور جو زندہ چھوڑ دے۔ … ہوسکتا ہے۔ اس کے پاس خالی پستول بھی ملا ہے … بھی نہیں تھا۔ میں اس کے سامان کی تلاشی لے چکی ہوں۔"

"سامان؟"

"ہاں۔ یہ دیکھو یہ اس کا سامان موجود ہے۔" سائیکا نے کہا اور ایک چھوٹا سا بریف کیس جو بھورے رنگ کا تھا، اس کے ایک حصے سے نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ "… کھانے پینے کی کچھ چیزیں، پانی کی خالی بوتل اور ایسا ہی کچھ سامان موجود تھا جو تمہارے لیے قابل توجہ نہیں ہوگا لیکن اس بریف کیس میں بہت کچھ ہے۔" اس نے بریف کیس کھولا۔

بریف کیس میں بادامی رنگ کے کور کی ایک فائل … ہوئی تھی۔ ایک چھوٹا سا کیمرہ، حرارت پیما اور چند چھوٹے چھوٹے سیاہ رنگ کے کیس بھی تھے جن کے اوپر فائل اور … لگی ہوئی تھیں۔ ممکن ہے یہ ڈائنا مائیٹ یا ٹائم بم … چیز ہو لیکن ان کا حجم بہت چھوٹا تھا۔ میں نے … سے سائیکا مائیلر کو دیکھا اور پھر فائل اٹھا لی۔

"کیا تم اس کا جائزہ لے چکی ہو؟"

"ہاں۔ یہ لائٹ آف گروڈز ہی سے متعلق ہے۔"

میں نے ایک متجسس نگاہ … پڑی ہوئی لاش پر ڈالی اور پھر فائل روشنی کے نزدیک کر کے بیٹھ گیا۔ فائل میں … لگے ہوئے تھے اور اشاراتی زبان میں تھے۔ ابتدائی … جو ایک فل اسکیپ سائز کا کاغذ لگا ہوا تھا۔ اس پر …

طلب میں ایک تحریر تھی جس میں … جیک کروشر کو ہدایات دی گئی تھیں۔ جیک کروشر سے کہا گیا تھا کہ اس فائل کو وہ قدیم ہتھیار کے ساتھ لائٹ آف گروڈز تک … پہنچ کر متعلقہ افراد سے ملے۔ فائل کے ساتھ جو … وہی … احتیاط … اور یہ کام اسے بہ حسن و خوبی انجام دینا ہے۔ اس کے بعد جن … سمجھتے تھے ان سے جیک کروشر ملاقات کرتا۔ بریف کیس کی اوپری جیب سے ایک اور کاغذ برآمد ہوا جس میں لائٹ آف گروڈز کے مائیکرو پوائنٹ نمبر تین تک کے نقشے ترتیب دیے گئے تھے۔ یہ نقشے بڑی مہارت سے علاقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے بنائے گئے تھے۔ اشاراتی زبان میں جو تحریریں موجود تھیں انہیں نہ سائیکا سمجھ سکی تھی اور نہ میں ان سے کوئی اندازہ لگا سکا۔ ان میں جگہ جگہ انگریزی میں کچھ فقرے لکھے ہوئے تھے جن سے ان کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ خاص جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

سائیکا مائیلر نے تھوڑی دیر کے بعد کہا "ان فقروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے علی! یہ وہ اسٹیشن … جو … کے سرمایے سے تعمیر ہوئی ہیں۔ اور اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اسٹیفن براکوڈا ان علاقوں میں اپنا جال مضبوط کرنے میں مصروف ہے۔ لیکن علی کیا ضروری ہے کہ ہم براہ راست براکوڈا تک ہی پہنچنے کی کوشش کریں؟ ہم ان مستقروں کو سازش ہی کے ذریعے بھی تو ناکام بنا سکتے ہیں؟"

میں نے سائیکا مائیلر کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں؟ کیا تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟"

"نہیں سائیکا! یہ بات نہیں ہے بلکہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم انتہائی ذہین لڑکی ہو۔ تمہارا یہ آئیڈیا غلط نہیں ہے۔ اسٹیفن براکوڈا … اگر ہم اتفاقیہ طور پر یہاں نہیں آ جاتے تو یہی ہوسکتا ہے کہ وہ … ختم کرنے کی کوشش کریں لیکن اس تک پہنچنے سے پہلے ابھی تو بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

"بالکل … علی! میں تمہاری اس حرکت سے متفق نہیں ہوں کہ تم انسپکٹر … کے ساتھ لگے ہوئے ہو۔"

"میں نے ان کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے سائیکا۔"

"کیا مطلب کیا اب تم وہاں نہیں جاؤ گے؟"

"ہاں اب وہاں جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"گڈ! اس کا مطلب ہے کہ اب زیادہ لطف آئے گا۔" سائیکا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"کیوں؟ تم پھر ہنس پڑے۔" وہ مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں عزیزہ! کوئی خاص بات نہیں ہے بلکہ جو تصور میرے ذہن میں آیا ہے اس پر غور کرتے ہوئے مجھے پھر ہنسی آ گئی ہے کہ بدقسمتی سے میرے اور تمہارے رشتے بہت دیر تک یکجا نہیں رہتے۔ ہمیں ایک بار پھر ایک دوسرے سے الگ ہونا ہے۔"

سائیکا اوپری ہونٹ بھینچے مجھے دیکھتی رہی پھر مدھم لہجے میں بولی "علی! تم مجھے کیا بتانا چاہتے ہو۔ وہ نہیں کہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں اس سے تمہارا موڈ خراب ہو جائے گا۔"

"چلو وعدہ، موڈ خراب نہیں ہوگا۔ اگر ایسی کوئی بات ہو تو آئندہ احتیاط کر لینا۔"

"تم سمجھتے ہو علی کہ میں اپنے خاص جذبات کے تحت تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں۔ اب ایسا نہیں ہے علی! جب ایک بات کا علم ہو گیا ہے تو پھر جذباتیں کرنے سے کیا فائدہ؟ پیار دوستی کوئی … چیز نہیں ہوتی۔"

میں نے سائیکا مائیلر کے بازو پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے دباتے ہوئے کہا "سائیکا، بھروسا کرو میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یقین کرو کہ یہ الفاظ کہتے ہوئے میں نے اس انداز میں سوچا بھی نہیں تھا۔"

"نہ سوچا علی مگر میں صاف ستھرے ذہن کی مالک ہوں اور بہت زیادہ حماقتوں کا شکار نہیں ہوتی۔ بہرحال جس طرح تم نے سب کچھ … کارروائی کی، کیا پروگرام ہے تمہارے ذہن میں؟"

"تم نے ایک دلچسپ چیز دریافت کی ہے سائیکا مائیلر! جیک کروشر نامی یہ شخص یقینی طور پر ان لوگوں سے متعلق ہوگا... جو لائٹ آف گروڈز کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں اگر میں اس کی حیثیت اختیار کر لوں تو بہت سے انکشافات ہوسکتے ہیں۔ جن راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور جس جگہ کو مائیکرو پوائنٹ نمبر تین کہا گیا ہے ممکن ہے وہاں سے ہمیں مزید مفید معلومات حاصل ہوسکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا … ہے۔"

"مگر تم اس شخص کی حیثیت کیسے اختیار کرو گے؟"

"ٹھیک ہے، کیا تمہارے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں، جو چیزیں تم نے مجھے بتائی تھیں وہ سب میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق اپنے ساتھ رکھی ہیں۔"

"تو پھر اس سلسلے میں مزید کیا دقت ہوسکتی ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ نہ معلوم اس شخص کی کیا حیثیت ہو، نہ جانے کون کون اس کا شناسا ہو۔ ان تمام الجھنوں سے کیسے نمٹو گے؟"

"کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے گا۔ … اس موقع سے فائدہ اٹھانا

ضروری ہے۔"

سائیکا مائیٹر کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر ہنس پڑی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تمہیں ہی تنہائی اور وہی صحرا گردی جس میں دلچسپی کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"کمال کی بات ہے! تم سے تو تمہارے ساتھی بہتر جا رہے ہیں کہ وہ خود کو کیسا ہم جو سمجھتے ہیں۔ تم نے پتا نہیں کیوں خود پر بیزاری طاری کر لی ہے۔"

"نہیں... نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ دلی اکثر تمہارے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتی رہتی ہے۔ اس وقت بھی اس کا دھیان ہماری طرف ہی ہوگا۔ وہ سوچ رہی ہوگی کہ تمہارا یہ نرم رویہ کہیں مجھ سے دلچسپی کا باعث تو نہیں ہے حالانکہ میں اسے تھوڑی سی تفصیلات بتا چکی ہوں۔"

"کیا بہتر یہ نہیں ہوگا سائیکا کہ تم دونوں خود کو عورت سمجھنا چھوڑ دو۔"

"بہتر تو ہوگا لیکن ممکن نہیں ہے۔" سائیکا نے جواب دیا۔ میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ نواب سراج الدین میری گمشدگی سے پریشان ہو کر مجھے اطراف میں تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں اور کہیں ان کے ساتھی یہاں تک نہ پہنچ جائیں۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ اس جگہ کو چھوڑ دیا جائے اور واپسی کی بجائے کسی اور جانب سفر کیا جائے۔

تقریباً صبح چار بجے تک ہم لوگ نقشوں پر غور کرتے رہے اور راستوں کے بارے میں اندازے لگانے کی کوشش کرتے رہے پھر میں نے سائیکا سے اپنا مقصد بیان کر دیا۔

سائیکا آہستہ سے بولی۔ "فی الحال تو تم ہمارے ساتھ ہی سفر کرو گے تاکہ کسی مخصوص جگہ پہنچ کر علیحدگی اختیار کر لیں۔ دن کی روشنی میں باقی تمام کام آسانی سے ہو سکتے ہیں جیسے اگر تم چاہو تو اس وقت تم یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔"

"تمہارے ساتھی سو رہے ہوں گے، انہیں جگا لینا۔"

"نہیں وہ سب بڑے دلکش انسان ہیں، اگر سو بھی رہے ہیں تو انہیں جگا کر یہاں سے آگے بڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی لیکن اس لاش کا کیا کیا جائے؟"

"اسے یہاں چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب ہے۔ ظاہر ہے اس سے زیادہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں اس کے لیے۔"

سائیکا مائیٹر نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیں اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں ہلچل مچ گئی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد ہم لوگ روانگی کے لیے تیار تھے۔ ہمارا پروگرام یہی تھا کہ سورج نکلنے تک یہاں سے کافی دور نکل جائیں اور اس کے بعد آرام سے کسی مناسب جگہ قیام کریں۔

سفر کافی بہتر رفتاری سے کیا گیا اور ہم اس جگہ سے کافی دور نکل آئے۔ پو پھٹ رہی تھی اور ہم مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ ایک تنگ سی پہاڑی پگڈنڈی تھی جو بلندی کی جانب جا رہی تھی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم ایک بہت خوبصورت علاقے میں پہنچ گئے۔ چٹانوں کی دراڑوں میں اگے ہوئے پودے پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ شفاف پانی کی ندی جھاگ اڑاتی ہوئی گزر رہی تھی۔ نشیب و فراز میں پھیلے ہوئے سب سے حسین منظر تھا چنانچہ یہی جگہ قیام کے لیے منتخب کر لی گئی اور یہاں ہم نے ڈیرا ڈال لیا۔ اب کم از کم اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ نواب سراج الدین کے آدمی کم از کم مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ سائیکا مائیٹر نے ان حسین مناظر کو دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر ناشتے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ بہترین قسم کی کافی کے ساتھ چند چیزیں اس نے میرے سامنے رکھیں اور خود بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ کر ناشتا کرنے لگی۔

ناشتے کے دوران اس نے کہا۔ "درحقیقت انسان کی زندگی میں بہت سے حسین لمحے ہوتے ہیں لیکن وہ سب بھول جاتے ہیں جس کی وجہ سے طلب ہو۔ اب ایسے علاقوں کو دیکھ کر کسی کا جی نہیں چاہتا کہ زندگی کہیں اور گزار دی جائے۔"

میں نے مسکرا کر سائیکا کی طرف دیکھا اور بولا۔ "زندگی کے راستے میں ایسے ہزاروں حسین مقامات آتے ہیں سائیکا، قیام کو اپنی ضرورت سمجھ کر اسی کی خاطر خود کو پابند تو نہیں کیا جا سکتا کیونکہ زندگی تحرک کا نام ہے جمود کا نہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن وہ لوگ بھی تو ہوتے ہیں جو کسی ایک مرکز پر ٹھہر کر ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔"

"ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے لیکن حالات کے جبر کو زندگی کا جمود نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"چھوڑو اس بحث کو اب یہ بتاؤ کیا پروگرام ہے تمہارا، کیا کریں؟"

"ہاں رات تو برباد ہو ہی گئی، اب مناسب ہے کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔"

سائیکا نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی اور اس کے بعد ہم سب نیند لینے کے لیے لیٹ گئے۔ شام کے تقریباً چار بجے تھے جب میں جاگا۔ سائیکا کے ساتھی نیچے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے لیکن ابھی تک سو رہے تھے جو جاگ گئے تھے۔ ندی کے پانی سے غسل کا لطف اٹھانے میں مصروف تھے۔ پکنک کا سا سماں بندھ گیا تھا۔ سائیکا بھی جاگ گئی تھی۔ وہ بے قریب! نکھری ہوئی اور تازہ لگ رہی تھی۔ ہم اس کی خوش مزاجیاں دیکھتے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا پروگرام ہے۔ کیا آج ہی یہاں سے آگے بڑھنے کا ارادہ ہے یا رکو گے؟"

"سائیکا کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یہ رات ہم یہیں گزار دیں اور دوسری تیاریاں مکمل کر لیں؟"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" سائیکا نے جواب دیا۔

میں نے اپنے ذہن کے گوشوں میں جیک کروشر کا چہرہ محفوظ رکھا تھا اور اس کا تمام سامان بھی ہمارے پاس تھا۔ اسی سامان سے اس کی ایک تصویر بھی مل گئی تھی جس کی مدد سے میں نے اپنے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹا اس کام میں صرف ہوا۔ پھر میں نے اپنی کارکردگی کا ناقدانہ انداز میں جائزہ لیا اور مطمئن ہو گیا۔ سائیکا نے بھی میرے کام کی تعریف کی اور باقی ماندہ وقت ہم نے اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے گزارا۔ آئندہ کے پروگرام پر تفصیلی گفتگو کی کہ کس انداز میں آگے بڑھنا ہے۔ مجھے سائیکا کے گروپ سے علیحدگی اختیار کر کے اپنا الگ سفر شروع کرنا تھا اور سائیکا کو حسب سابق میری نگرانی کرتے ہوئے آگے بڑھنا تھا۔ ہم نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلہ نہیں رکھیں گے تاکہ ایک دوسرے کی حرکات سے مکمل طور پر واقف رہیں اور کسی بھی خطرے پر فوری کارروائی کی جا سکے۔

رات گزر گئی اور دوسری صبح میں اس تمام ساز و سامان کے ساتھ آگے بڑھ گیا جو جیک کروشر کا تھا۔ ایسی تمام چیزیں میں نے پہلی چھوڑ دی تھیں جن سے میری شخصیت مشکوک ہو سکتی تھی۔ تنہا سفر کا آغاز ہو گیا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ سائیکا دو گھنٹے کے بعد یہاں سے کوچ کرے گی اور میرے اور اس کے درمیان دو گھنٹے کا فاصلہ رہے گا۔

جیک کروشر کی حیثیت سے آگے بڑھتے ہوئے میرے ذہن میں نہ معلوم کیا کیا خیالات آ رہے تھے۔ اس وقت میں بلندی پر سفر کر رہا تھا۔ میرے اردگرد اونچی قدرتی چوٹیاں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ پہاڑوں میں کہیں کہیں ہموار وادیاں بھی تھیں جو سبز گھاس کا تختہ معلوم ہوتی تھیں۔ ایک میدان میں چھوٹے چھوٹے ہرنوں کی ڈار چھلاوے کی طرح نگاہوں کے سامنے آئی اور غائب ہو گئی۔ ایک آبشار کی آواز میں نے قدم بڑھائے اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ ایک وسیع و عریض مرتفع چٹان پر سے گر کر ایک بہت بڑے تالاب میں جمع ہو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بڑا سا غار تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سورج کی تمازت بڑھ گئی تھی۔ غار کے دہانے پر میں رک گیا اور اس کے سامنے کے دبیز فرش پر بیٹھ گیا۔ ٹھنڈا ٹھنڈا فرش بہت خوشگوار احساسات کا سبب ثابت ہوا۔ اس مقام پر تھوڑی دیر ستانے کے بعد میں آگے چل پڑا۔

دو دن اسی طرح سفر کرتے ہوئے گزر گئے۔ ان دو دن راستے کی دشواری کے سوا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ تیسرے دن جب سفر کرتے ہوئے شام قریب آ گئی تھی تو مجھے ایک آبادی نظر آئی۔ یہ وادی بہت خوبصورت پہاڑیوں کے درمیان سے گزر رہا تھا کہ میری نگاہ ایک وادی پر پڑی جس میں شہد کی مکھیوں کے چھتوں کی طرح جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد تھے۔ خوش شکل چہرے نظر آ رہے تھے۔ میں اس بستی کے قریب سے گزرا مگر اس طرح کہ وہاں موجود لوگوں کی نگاہوں میں نہ آ سکوں۔ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے میں ہی عافیت تھی۔ نقشے کے مطابق اب وہ جگہ بہت زیادہ دور نہیں تھی جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ اونچے پہاڑوں کا سلسلہ دھندلا سا نظر آ رہا تھا اور میں اسی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

پہاڑوں تک پہنچتے ہوئے رات ہو گئی۔ یہاں بھی میں نے پہاڑوں کے نزدیک ایک آبشار کے قریب اپنے قیام کے لیے جگہ منتخب کی تھی۔ سائیکا مائیٹر کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔ ممکن ہے راستہ بھٹک گئی ہو۔ یا مجھ پر نگاہ نہ رکھ پائی ہو۔

اگلی صبح پانچ بجے کے قریب جاگا اور آگے روانہ ہو گیا۔

سفر مسلسل جاری تھا۔ اس دوران ایک بار بھی میں نے سائیکا کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھا۔ نقشے کے مطابق اب وہ جگہ زیادہ دور نہیں تھی جہاں مجھے کسی سے ملاقات کرنا تھی۔

یہ غالباً اس سفر کے چھٹے دن کی بات ہے جب میں نے قدرے اس آبادی کو دیکھا، جہاں جیک کروشر کو پہنچنا تھا۔

افریقی طرز کے جھونپڑے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ آبادی بہت بڑی معلوم ہوتی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے بعد اس کے درمیان پہنچ گیا۔ مرد اور عورتیں مجھے دیکھنے لگے۔ ان کے جھونپڑوں کی چولیاں اور لہنگے پہنے۔ بچوں کی چھوٹی ٹولیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ کھیتوں کو مکئی کی کاشت کے لیے کھودتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ سرخ چادروں میں لپٹے ہوئے آدمی جھونپڑیوں کے سامنے بیٹھے ہوئے گپیں لگا رہے تھے۔ جھونپڑیوں کی دیواریں عجیب و غریب نقش و نگار سے آراستہ تھیں۔ بعض مرد گھوڑوں پر سوار نظر آ رہے تھے اور پھر ایک گہری سی وادی میں مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جس نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

سیاہ رنگ کی ایک لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی جس کے اطراف میں خیمے بکھرے ہوئے تھے۔ غالباً یہی وہ جگہ تھی جہاں مجھے جیک کروشر کی حیثیت سے پہنچنا تھا۔

تینوں نے ہی سنی، ایک بار لے سکے۔ چند ڈنگو کی توجہ بھوری بھرکم شخص پر سے ہٹی اور اس نے پوری قوت سے دونوں ہاتھوں کی کہنیاں ڈنگو کی پسلیوں پر ماریں اور دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے گھنی جھاڑیوں کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن ڈنگو نے بھی کوئی تاخیر کیے بغیر اس کے پیچھے ہی چھلانگ لگا دی تھی اور شاید جھاڑیوں میں اسے دبوچ لیا تھا کیونکہ چند لمحے بعد ہی وہ اسے کھینچتا ہوا باہر لے آیا تھا۔

بھاری بھرکم آدمی نے چونکہ جھاڑیوں میں ہونے والی آہٹ سن لی تھی اس لیے اس نے حلق پھاڑ کر چیخنے کی کوشش کی لیکن ڈنگو کا زوردار گھونسا اس کی گردن کی پشت پر پڑا اور اس کی چیخ دم توڑ گئی۔ وہ زمین پر گر گیا تھا۔ اب وہ اوندھے منہ ڈنگو کے نیچے دبا ہوا تھا اور ڈنگو نے ایک بار پھر خنجر کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی تھی۔

جھاڑیوں میں ہونے والی آہٹ ایک چھوٹی لومڑی کی تھی جو ان جھاڑیوں سے نکل کر سامنے کی جھاڑیوں میں بھاگ گیا تھا۔ ڈنگو نے ایک بار پھر اس کا گریبان پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور وہ سیدھا ہو گیا لیکن سیدھا ہوتے ہی اس نے پوری قوت سے ڈنگو کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ ڈنگو کے لیے شاید یہ حملہ غیر متوقع تھا۔ وہ پیچھے جا گرا اور بھاری بھرکم آدمی اپنی جسامت کے باوجود حیرت انگیز سرعت سے اٹھا اور اس نے ایک بار پھر جھاڑیوں کی طرف دوڑ لگا دی لیکن اب ڈنگو پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے اٹھا اور بھاری بھرکم آدمی کو چند ہی گز کے فاصلے پر جا لیا اور اس کے بعد ڈنگو کے خوفناک گھونسے اس کے جبڑوں اور پیشانی پر پڑتے رہے۔ ایک بار پھر وہ بے بس ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

"میرے خیال میں اب یہاں رکنا مناسب نہیں ہے بہتر ہوگا کہ ہم اسے لے کر یہاں سے نکل چلیں۔" میریا بولی۔

"اور اس کے آدمی..." میں نے درمیان میں دخل دیا۔ اب تک میں ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

"جہنم میں جائیں، زیادہ سے زیادہ وہ یہی کر سکتے ہیں کہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو اطلاع دے دیں۔ یہ خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔" میریا نے جواب دیا اور پھر ڈنگو کو ہدایت دینے لگی۔

ڈنگو نے خنجر اس شخص کی گردن پر رکھے رکھے اسے گاڑی کی طرف چلنے کے لیے کہا اور گاڑی کے قریب پہنچنے کے بعد اس نے ایک گھونسا مارا جو بھاری بھرکم آدمی کی کنپٹی پر پڑا جس سے وہ چکرا کر جیپ پر اوندھا گر گیا۔ ڈنگو نے اسے کسی بے کار سامان کی طرح جیپ میں ٹھونس دیا تھا۔ اس کے بعد وہ پھرتی سے اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

[illegible] ہم تو راستے میں [illegible]

میریا نے کہا اور پھر تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھی۔ ہم پچھلی نشستوں پر آ گئے تھے۔ ڈنگو نے بھاری بھرکم شخص کو آگے سے جھٹکا دیا اور پھر تیزی سے اس کے لباس سے علیحدہ کر لیا۔ اب بھاری بھرکم آدمی صرف ایک بنیان اور پتلون میں ملبوس تھا۔

ڈنگو نے اس کے دونوں ہاتھ کس کر پشت پر باندھ دیے اور پھر اس کی گردن کے ایک مخصوص حصے کو آہستہ آہستہ دبانے لگا۔ پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا "کیا خیال ہے، اگر یہ ہوش میں نہ آئے تو میرے خیال سے ہمیں اس کی گردن توڑ کر اس کی لاش یہیں پھینک دینی چاہیے، ورنہ یہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

"نن... نہیں... نہیں میں ہوش میں ہوں۔" بھاری بھرکم کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور ڈنگو نے مجھے آنکھ مار کر مسکرا...

"اگر تم ہوش میں ہو تو یہ بتاؤ کہ ہماری تلاش میں کس کی ہدایت پر نکلے تھے؟"

"میکنو... میکنو نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔"

"ہوں، تو اس کا مطلب ہے کہ میسن کا کوئی پیغام اس تک پہنچا ہے۔"

"تو... تم..."

"ہاں تو اب صرف جواب دو۔" ڈنگو نے ایک بار پھر خنجر کی نوک اس کی گردن میں چبھاتے ہوئے کہا اور اس بار نوک شاید اس کی گردن میں تھوڑی سی گھس گئی تھی کیونکہ بھاری بھرکم آدمی کے منہ سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی تھی اور خون کی دھار اس جگہ سے پھوٹ نکلی تھی۔

"نہیں نہیں، مجھے قتل نہ کرو، میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا، سب کچھ۔"

"ہاں جلدی بولو، ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہم تمہیں یہیں کہیں جھاڑیوں میں پھینک دیں گے اور کم از کم تمہاری جان تو بچ جائے گی۔"

"اور اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو؟"

"تب بھی ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا، لیکن اگر تم سچ سچ بتا دو تو پھر شاید تمہیں قتل نہ کیا جائے۔"

"ہاں، میرو ٹھیک ہے وہ بریف کیس ہمارے حوالے کر دیا گیا۔ اس وقت وہ میکنو کے پاس ہی ہے۔ تم لوگوں کے بارے میں میسن نے ہی مجھے اطلاع دی تھی اور میں ہی وہ بریف کیس میکنو کے پاس پہنچا تھا۔ یہ میری ذمے داری تھی۔"

"گڈ، ویری گڈ، میکنو کہاں ہے؟" اس بار میریا نے سوال کیا۔

[illegible] کی کیمپنگ میں موجود ہے [illegible] اس تک نہیں پہنچ سکتے، تھوڑے فاصلے پر ہیں۔ لیکن ہم احاطے سے [illegible] وہ لوگ شک کرتے ہیں کہ [illegible] گئے۔

"بہت بہتر، ہم راستہ تبدیل کیے دیتے ہیں جانی۔" میریا نے کہا اور پھر ڈنگو کی طرف رخ کر کے بولی۔ "بہتر یہ ہوگا کہ ہم اپنے کیمپ چلیں، پتا نہیں ان بدمعاشوں نے ہمارے لیے کوئی کارروائی ابھی تک کیوں نہیں کی۔" میریا کا اشارہ شاید اپنے آدمیوں کی سمت تھا، تو ابھی وہ ان خاموشی ہی اختیار کیے رہا تھا۔

شام کی سیاہی تیزی سے بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ میریا نے جیپ کا رخ ایک شکستہ سڑک سے جنگل میں سے گزرتی ہوئی ایک پگڈنڈی کی طرف موڑ دیا تھا۔ جنگل خاصا گھنا تھا اور کہیں کہیں دور جھاڑیوں سے گزرتے ہوئے کسی آبشار کا شور سنائی دے رہا تھا۔

ڈنگو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "یہ راستہ بہت خطرناک ہے، آگے چل کر ہمیں سانپوں اور دلدلوں سے واسطہ پڑے گا۔ اس طرف جانا میرے خیال میں ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں جانتی ہوں لیکن تم اطمینان رکھو، مجھے اس راستے سے گزر کر اپنے کیمپ تک پہنچنا آتا ہے۔" میریا نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

شام کی پھیلتی ہوئی سیاہی میں ہم اس پگڈنڈی کے ایک دوشاخے پر پہنچ گئے۔ بائیں طرف پگڈنڈی کے نشانات خود رو گھاس اور انگوروں کی لمبی لمبی بیلوں تلے گم ہو چکے تھے چنانچہ میریا نے دائیں سمت کا رخ کیا۔ یہاں بھی راستہ صاف اور واضح نہیں تھا لیکن بہرحال جیپ گزر سکتی تھی۔ یہ راستہ بڑا ہی دشوار گزار تھا اور جگہ جگہ جھاڑیوں کے جھنڈ کچل کر جیپ کو آگے بڑھانا پڑ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ماحول پر بالکل تاریکی چھا گئی اور یہ تاریکی آسمان پر اچانک چھا جانے والے بادلوں کی وجہ سے اور گہری ہو گئی تھی۔ ان بادلوں کے عقب میں طوفانی بجلیاں چھپی ہوئی تھیں جو چند ہی لمحوں کے بعد چمکنے لگیں۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ ڈنگو کی حالت بھی اب بہتر نہیں رہی تھی۔ وہ شاید میریا کو اس طرف بڑھنے سے روکنا چاہتا تھا لیکن اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ بجلی اب بار بار چمکنے لگی تھی۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ بھی سنائی دے رہی تھی۔ دفعتاً تاریک جنگل روشنیوں سے منور ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی فائروں کی آوازیں سنائی دیں لیکن گولیاں ہماری طرف نہیں آئی تھیں۔ البتہ تیز روشنیوں نے ہمیں اپنے دائرے میں لے لیا تھا اور ان تیز روشنیوں کی وجہ سے ہماری آنکھیں چکاچوند ہو گئی تھیں۔

میریا نے گھبرا کر جیپ کو بریک لگا دیے اور دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ پھر وہ تیز لہجے میں بولی "تم لوگ بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اگر انھیں ہماری کسی ذرا سی جنبش کا بھی احساس ہوا تو وہ ہمیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر ہاتھ اوپر اٹھا دیے تھے۔ یہ سارا ڈراما عجیب و غریب تھا اور میرا ذہن مجھے اپنا ساتھ چھوڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ روشنیوں والے تیزی سے تاریکی سے ہماری جانب بڑھنے لگے اور ہمیں ذرا بھی موقع نہیں ملا کہ ہم جیپ سے چھلانگیں ہی لگا سکتے۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا اور پھر ایک قوی ہیکل شخص ہمارے نزدیک آ کر کسی قدر شکستہ انگریزی میں بولا "تم سب ہاتھ بلند کیے ہوئے نیچے اتر آؤ۔ خیال رکھنا تم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔"

میریا نے ایک گہری سانس لی اور پھر اسی طرح ہاتھ بلند کیے کیے نیچے اتر آئی۔ میں نے اور ڈنگو نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ آنے والے برق رفتاری سے ہمارے پاس پہنچ گئے اور تھوڑی دیر قبل ہم نے جو حشر اس بھاری بھرکم آدمی کا کیا تھا وہی ہمارا کر دیا گیا یعنی ہمارے ہاتھ کس کر پشت پر باندھ دیے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے سرچ لائٹوں کی روشنی میں جیپ کا معائنہ کیا اور دوسرے ہی لمحے ان میں سے ایک کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی۔ اس نے افریقی زبان میں دوسروں سے کچھ کہا اور دو آدمی جیپ میں پڑے ہوئے بھاری بھرکم آدمی کو سنبھالنے لگے۔

ایک بار پھر ان کی آپس میں گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ انھوں نے بھاری بھرکم آدمی کے ہاتھ کھولے اور بھاری بھرکم آدمی غراتے ہوئے انداز میں ڈنگو کی طرف جھپٹ پڑا۔ اس نے ڈنگو کو کئی گھونسے رسید کیے تھے۔ ہمیں گرفتار کرنے والوں نے آہستہ روکا۔ وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا اور پھر اس نے انگریزی میں کہا "ان سب کو کتوں کی موت مار دو، یہ... یہ..." دفعتاً گروہ خاموش ہو گیا۔

جیپ وہیں چھوڑ دی گئی تھی اور اس کے بعد وہ ہمیں رائفلوں کی زد پر وہاں سے آگے لے چلے۔ میں، میریا اور ڈنگو ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ میریا نے آہستہ سے ڈنگو سے کہا "یقیناً ان کا تعلق میکنو سے ہے۔" ڈنگو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میریا میری طرف متوجہ ہو کر بولی "تم فکر نہ کرنا، بہرحال کسی نہ کسی طرح ہم اپنا بچاؤ کر لیں گے اور ہاں تم کسی قسم کی کوئی احمقانہ کوشش نہ کرنا کیونکہ ان جنگلوں میں یہ لوگ چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا "میں نے تو ابتدا ہی سے کسی قسم کی کوئی فکر نہیں کی میڈم میریا، آپ کا ہر قدم شاندار ہے۔"

میرے ان طنزیہ الفاظ کو سن کر میریا کے چہرے پر کیا تاثرات پیدا ہوئے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

ایک گھنٹے کے قریب سفر کرنا پڑا لیکن یوں محسوس ہوتا

پر ہم ہاتھ نہیں ڈال پائے تھے کہ وہ کسی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ وہ
سب سے اہم آدمی تھا بہرحال۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ اگر اس سلسلے میں
کسی شخص نے ہم سے تعاون کیا تو ہم اسے زندگی کا اعزاز دیں گے
اور اس اعزاز کی پیشکش آپ کو بھی کی جاتی ہے تو آپ جاری ہدایت
کا شکریہ ادا کریں تو ہم آپ کو بہ عزت رہائی دیں گے۔ دوسری صورت
میں آپ کو اذیتیں دے کر زبان کھولنے پر مجبور کیا جائے گا اور
اس میں ناکامی ہوئی تو قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ خودکشی وغیرہ
کرنا چاہیں تو آزادی ہے۔ کوئی کیپسول وغیرہ ہے آپ کے پاس؟"

"افسوس نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت محسوس کرتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر؟" ابو حاتم نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ناشتے کی البتہ ضرورت ہے۔ میرے خیال میں یہ وقت ناشتے
ہی کا ہے۔" میں نے جواب دیا اور ابو حاتم چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

میری بیباکی پر وہ حیران ہو رہا تھا پھر اس نے میریا کی طرف
دیکھا اور میریا ہنس کر بولی "یہ اچھی بات ہے۔"

"اور پھر مجھے ناشتہ ان کو خالی پیٹ تو خودکشی بھی نہیں کرنا
چاہیے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ناشتہ کر لیں لیکن اگر یہ وقت ضائع کرنے یا کچھ
کرنے کی کوشش کی تو آپ کو ناکامی ہوگی۔"

"مگر یہ ناشتے کے حصول میں ناکامی نہیں ہونا چاہیے باقی ہر
طرح کی ناکامی برداشت کی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ابو حاتم
خاموش ہو گیا۔

میری تواضع عمدہ قسم کی کافی، سینڈوچ اور دوسری چیزوں سے
کی گئی تھی۔ میریا اور ابو حاتم نے صرف کافی پی اور پھر ابو حاتم کھنکارنے لگا۔

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کہا۔

"آپ کی تنظیم کا سربراہ کون ہے؟"

"یہ آخری سوال ہونا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل آپ کو دوسرے سوالات کرنا چاہئیں۔"

"مثلاً؟"

"گولڈین اسپائرو۔ غالباً وہ آخری آدمی ہے جسے کسی نے قتل کر دیا۔
میرے خیال میں وہ واحد آدمی تھا جسے آپ کے بارے میں اطلاع ہو
گئی تھی۔ کیا آپ اس کے راستے سے ہٹ گئے تھے مسٹر ابو حاتم؟"

"وہ ... یہ سمجھداری کی علامت ہے گویا آپ ان معاملات
سے واقفیت کا اظہار کر رہے ہیں۔"

"مس میریا یہاں موجود ہیں۔ انھوں نے بریف کیس مجھ سے
وصول کیا ہے ... پہلے کر رہا تھا

مس میریا۔ اگر آپ میرے چند سوالات کے جواب دے دیں تو
ذاتی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ ویسے آپ لوگوں نے ...
ماحول میں مجھے پوچھ گچھ کے لیے بلایا ہے اس نے مجھے
متاثر کیا ہے۔"

"ہمارے مذہب کے بارے میں جانتے ہو گے پھر
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معاملہ ہماری بقا کا ہے اور
کے لیے ہم اپنے خلاف کام کرنے والوں کو معاف نہیں کرتے
لیکن جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے یہ کوشش کی جاتی
کہ اس کا جس حد تک خیال رکھا جا سکتا ہے رکھا جائے۔ کیا
پوچھنا چاہتے ہو؟"

"آپ کا نام یقیناً میریا نہیں ہوگا؟"

"ہاں میرا نام میریا نہیں ہے اور ابو حاتم نے ...
سے پوچھا تھا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔ جس کے جواب میں ...
کے درمیان کچھ دلچسپ گفتگو بھی ہوئی تھی۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ یہ بات مان لی گئی کہ آپ دو مختلف
شخصیتیں ہیں۔ جو بن کر میرے سامنے آئی تھیں اور جس حیثیت سے
آپ نے بریف کیس مجھ سے لیا تھا میرا پہلا سوال ہے مس میریا
یا جو بھی آپ کا نام ہو کہ اصل میریا کہاں ہے؟"

"وہ ہماری تحویل میں ہے اور ہم اس سے معلومات حاصل
کر رہے ہیں۔"

"کوئی کامیابی ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی تک نہیں۔" لڑکی نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔
ابو حاتم اب سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ غالباً اسے
میرے انداز پر جھنجلاہٹ ہو رہی تھی۔

"دوسرا سوال یہ ہے مس میریا یعنی صرف مس کہ بریف کیس
آپ کے ہاتھ سے نکل گیا یا آپ کے پاس محفوظ ہے؟"

"دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اپنے طور پر کچھ کر رہی
تھا اور وہ درمیان ہی سے ہمیں چھٹ کر گیا یعنی اس نے
کچھ ایسے لوگوں کے حوالے کر دیا جن کے آلۂ کار کی حیثیت سے
وہ اپنی پارٹی کو ڈبل کراس کر رہا تھا اور اس کے عوض اسے
رقم ادا کر دی گئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس رقم کو استعمال
نہیں کر سکا۔"

"اور آپ کے دشمنوں مارا گیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں صرف غلط فہمی کی بنیاد پر۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"نمبر بائیس اور نمبر چھ کیا حیثیت رکھتے تھے؟"

"جس حیثیت سے میں کام کر رہی تھی اس میں وہ دو
نمایاں حیثیت ... وسیلوں کو اندازہ
ہو چکا تھا کہ وہ ہمارے جال میں پھنس گئے ہیں اس لیے انھوں
نے انھیں قتل کر دیا۔ میں نمبر چھ کو مرنے سے پہلے حاصل کرنا
چاہتی تھی۔"

"یہ پتا چل سکا کہ بریف کیس میں لائے جانے والے سامان میں
جو کاغذات تھے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"تمھیں اس کا علم نہیں ہے مسٹر چیک کروشر؟" لڑکی نے
سوال کیا۔

"ہاں مجھے اس کا علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اب تم اس بات کا اظہار کرنے کی کوشش کرو گے
کہ تم ان لوگوں کے ایک معمولی سے آلۂ کار ہو جس کا کام صرف اتنا
تھا کہ وہ اس بریف کیس کو مقررہ جگہ پر ایک مخصوص شخصیت
تک پہنچا دے۔" ابو حاتم نے درمیان میں مداخلت کی۔

"نہیں مسٹر ابو حاتم، وعدہ کرتا ہوں کہ یہ الفاظ نہیں کہوں گا
بلکہ آپ کو اس شخص کے بارے میں ضرور بتاؤں گا جو آپ کی راہ
پر لگ گیا تھا میرے خیال میں گولڈین اسپائرو سے آپ کو خاصی
توقعات وابستہ تھیں۔"

"زیادہ بننے کی کوشش مت کرو نوجوان! میرے خیال
میں ہمارے درمیان کافی طویل گفتگو ہو چکی ہے اور اب کام
کی باتیں ہونا چاہئیں۔ اخلاقیات کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ان
حدود سے تجاوز خطرناک ہو سکتا ہے۔" ابو حاتم خشک اور کھردرے
لہجے میں بولا۔

میریا نے ابو حاتم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر چیک کروشر
کے ساتھ میں کچھ وقت گزار چکی ہوں۔ ابو حاتم! میرے خیال میں یہ
ایک سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ مسٹر چیک کروشر براہ کرم آپ
یہ بتائیے کہ کیا آپ اپنی مہم کے سربراہ سے واقف ہیں؟"

"اگر مجھے دو منٹ دے دیے جائیں تو اس کے بعد تیسرے
منٹ کا آغاز اسی گفتگو سے ہوگا۔ میرا وعدہ ہے۔" میں نے کہا۔

ابو حاتم پہلو بدل کر رہ گیا۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی
میں وقت دیکھا اور پھر میریا کی طرف دیکھ کر جھنجلاتے ہوئے انداز
میں بولا "وقت ضائع کرنے کی کوئی بھی کوشش آپ جانتی ہیں،
بے سود ہے کیا بہتر یہ نہیں ہوگا کہ اس شخص کو کام کی باتوں پر آمادہ
کر لیا جائے؟"

"کیا آپ کو دو منٹ اور دوں مسٹر چیک کروشر؟" میریا
نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے کہا۔

"تو پھر پہلا آپ کی اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔ ابو حاتم نے
کہا تھا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں یا نہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا
تھا کہ پہچانتا ہوں۔ جب انھوں نے اس کی نفی کی تو میں نے
ان سے تعاون کیا۔ بہتر یہ نہیں ہوگا مس میریا کہ آپ مجھے اپنی
حقیقت بتا دیں؟"

"میرا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہے۔ ہم لوگ یہاں
ایجنٹوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس بارے میں جتنی
معلومات تمھیں حاصل ہیں بس انھی سے کام چلا لو۔"

"آپ کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"حماقت ہے۔" میریا نے بھی جھنجلائے ہوئے انداز میں ک...

"تو پھر آپ لوگ مجھے یہاں سے اٹھائیے اور تشدد گاہ ...
میں لے جائیے جہاں آپ میری زبان کھلوا سکتی ہیں۔ دوسری
صورت یہی ہو سکتی ہے کہ آپ مجھے اپنا چہرہ دکھا دیں۔"

میریا نے الجھی ہوئی نگاہوں سے ابو حاتم کی طرف دیکھا ...
ابو حاتم مجھے گھورتا ہوا بولا "ٹھیک ہے دو منٹ پورے ہونے
میں ابھی کچھ لمحات باقی ہیں یہ کام بھی کر دیں تاکہ اس شخص کے پاس
کہنے کو کچھ نہ رہ جائے۔"

میریا نے اپنی گردن کے پاس کچھ ٹٹولا میں سمجھ گیا تھا کہ اس
کے چہرے پر انتہائی جدید ساخت کی ماسک لگی ہوئی ہے۔ ...
نے یہ ماسک اپنے چہرے سے اتار دی۔ بال اصلی ہی تھے صرف
بالوں کے نیچے ربڑ کا خول چڑھا ہوا تھا لیکن جو چہرہ میں نے دیکھا
اس کی مجھے توقع نہیں تھی۔ پتا نہیں کیا ہے یہ سب کچھ! پتا نہیں
اتفاقات کیا چیز ہیں اور کیوں ہوتے ہیں! جو چہرہ میرے سامنے
تھا اس کے بارے میں میری توقع تھی کہ ممکن ہے کوئی شناسا شکل
نظر آ جائے اور میں خود کو اس پر ظاہر کر دوں تاکہ وہ میری حقیقت
کو پہچان لے اور میری یہ خواہش جس طرح پوری ہوئی تھی اس
کے لیے میں واقعی حیران تھا۔ گو کہ ماضی میں میری ملاقات فاخرہ لطفولی
سے ہوئی تھی اور میں نے اس کے ساتھ کچھ کام کیا تھا یہ ملاقات
اتنی مختصر نہیں تھی کہ اس کا نام اس کی شخصیت اس کے چہرے کے
نقوش ذہن سے فراموش ہو جاتے۔ میریا کے روپ میں جو
شخصیت میرے سامنے تھی وہ فاخرہ لطفولی ہوگی اس کا میں
تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وہ فاخرہ لطفولی
ہے میرے ذہن میں بہت سے دلچسپ احساسات ابھر
آئے تھے۔

میں نے گردن خم کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر آہستہ
سے بولا "آپ نے میری اس خواہش کا جس طرح احترام کیا ہے
خاتون! میں اس کے لیے آپ کا ذاتی شکر گزار ہوں اور جیسا کہ آپ نے
اندازہ لگایا ہوگا کہ اب تک ہمارے درمیان نہایت خوشگوار
حالات میں گفتگو ہوئی ہے چنانچہ میں اب آپ کے تمام سوالات

طریقے سے پہنچا دیا جائے گا۔" ابو حاتم نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ فاخرہ سے مخاطب ہوا۔ "فاخرہ! تم ان کے لئے انتظامات کرو، میں دوسرا کام کرتا ہوں۔"

فاخرہ یعقوبی نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر دل تھام کر رکھ دی اور پھر وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے وہاں سے باہر نکل آئی۔ مسلح افریقی ہمارے ساتھ ہی چل رہے تھے کیونکہ فاخرہ یعقوبی نے انہیں ابھی چلے جانے کی ہدایت نہیں کی تھی۔ مجھے ایک اور جھونپڑی میں لایا گیا جس کے پیچھے بنے ہوئے غار میں ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ فاخرہ یعقوبی نے مجھے وہاں چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تمہیں یہاں تمام سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ یہ وقت انتظار کرنے کی زحمت گوارا کرو۔ ایک وضاحت اور کر دوں، ہم نے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر قیمت پر پورا کریں گے۔ کچھ وقت لگ جائے تو زحمت کرنا۔ آرام کرو۔" وہ باہر نکل گئی اور میں گہری سانس لے کر اس آرام گاہ کا جائزہ لینے لگا۔

بات کچھ بھی تھی، دل کو سکون ملا تھا۔ اب اگر کوئی پریشانی تھی تو صرف سائیکا مبلر کے لیے، نہ جانے بے چاری کس عذاب کا شکار ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر ٹرانسمیٹر پر اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ اس کا بھی کوئی نمبر کار گر نہیں ہوا۔ دوسرے تمام نمبر بھی ڈیڈ تھے، پتا نہیں کیا ہوا تھا۔

اس کے بعد تازہ حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ الٹے لوگوں کو مسلمانوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ کسی سازش کی بو تو سونگھ سکتے تھے وہ لیکن ابھی ان کے سلسلے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے تھے۔ میں ان لوگوں میں آ کر خوش تھا، اگر کام آ گئے تو پتہ چلے گا۔ ابھی میں نے فاخرہ یعقوبی کو اپنے بارے میں نہیں بتایا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ حقیقت معلوم ہونے پر وہ کتنا خوش ہو گی۔ البتہ یہ فیصلہ بہتر تھا کہ میں نے ابو حاتم کے سامنے خود کو نمایاں نہیں کیا تھا۔ اس بات کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ فاخرہ پر خود کو ظاہر کر دینا چاہیے۔

میری ہر طرح سے خاطر مدارات کی گئی، ضرورت کی ہر شے مہیا کر دی گئی تھی۔ بہترین ناشتہ اور کھانا دیا گیا۔ دو افراد میری خدمت پر مامور کر دیے گئے تھے۔

چوبیس گھنٹے گزر گئے، میں نے خوب آرام کیا تھا اور ساری تھکن اتار لی تھی۔ دوسری دوپہر میں نے کھانا لانے والے سے ابو حاتم کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا۔ "ابو حاتم اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

"میڈم؟"

"کیا آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔"

"آپ کا پیغام انہیں پہنچا دیا جائے گا۔" جواب ملا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فاخرہ اندر داخل ہو گئی۔

"ہیلو جیک۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو میڈم! آپ تو زبان کے بارے میں پتا چلا جا رہا ہے۔"

"نہیں کچھ وقت اور دو جیک، جو وعدہ کیا ہے ضرور پورا کیا جائے گا۔ ویسے جیک تم کہاں جانا پسند کرو گے؟"

"اس کا فیصلہ ابھی نہیں کر سکتا۔"

"کیا براگوڈا ہو اس کے ساتھی اب تک تمہاری طرف سے مشکوک نہ ہو گئے ہوں گے؟"

"ہو سکتا ہے۔ کیا انگوٹی میں براگوڈا کے دوسرے آدمیوں کی موجودگی کے کچھ امکانات ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھ سے زیادہ یہ بات تم بہتر طور پر جان سکتے ہو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے قبل آپ ان لوگوں کو کیسے جانتی تھیں میڈم؟"

"نہیں کافی عرصے سے ان کی کارروائیوں کی اطلاعات مل رہی ہیں۔ کئی ایجنسیاں یہاں کام کر رہی ہیں، تم سے قبل کوئی کام کا آدمی ہاتھ نہیں لگ سکا تھا۔"

"مجھے آپ کام کا آدمی سمجھتی ہیں؟" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یقیناً تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔"

"آپ نے اسٹیفن براگوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں؟"

"ہاں، اس کام میں دیر تو نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"اور اس بات کا یقین بھی کر لیا کہ ان واقعات کے پس پشت براگوڈا ہی ہے۔"

"آج رات اس کے ثبوت بھی مل جائیں گے۔"

"کیسے؟"

"یہ ہمارا کام ہے، یہ سوال نہ کرو۔"

"اگر میں یہ عرض کروں میڈم کہ آپ لوگ اب بھی اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں تو آپ یقیناً برا مان جائیں گی۔" میں نے کہا اور فاخرہ چونک پڑی۔

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے کہا۔

"اسٹیفن براگوڈا کی حیثیت معلوم ہو چکی ہے آپ کو؟"

"کافی حد تک۔"

"کام اس سطح کا نہیں ہو رہا میڈم جیسا کہ براگوڈا جیسے شخص کے لیے ہونا چاہیے۔ وہ بہت بڑا سازشی ہے اور امریکی ہو کر بھی ماسکو سے بھی رابطہ رکھتا ہے۔ اس نے ایلیا کو تباہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے، اس کی پشت پر دوسری نسلوں کو شدید نقصان پہنچا دیا اور آپ لوگ ابھی تک یہی فیصلہ نہیں کر پائے کہ یہ کوئی سازش تھی یا اتفاقی حادثہ۔"

"نہیں اب تو یہ سازش ثابت ہو چکی ہے اور..." فاخرہ وضاحت کرتے کرتے رک گئی۔ وہ چونکی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ جیک کے بارے میں کچھ نہ بول سکی، شاید صحیح الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"اور آپ لوگوں نے کام شروع کر دیا ہے، کیوں؟"

"ہاں لیکن..."

"جی فرمائیے۔"

"جیک، کیا تمہاری کوئی اور حیثیت بھی ہے؟"

"خدایا! میں نے کہا۔ "اور کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟"

"یہی فیصلہ تو نہیں کر پا رہی میں۔ یوں لگتا ہے جیسے تم... تم جان بوجھ کر براگوڈا کے بارے میں انکشاف کر رہے ہو۔ اس وقت تم پر کوئی دباؤ بھی نہیں ہے۔"

"آپ اتنی دیر میں ایسی باتوں پر توجہ دیں گی، حالانکہ یہ شبہ آپ کو پہلے ہی ہونا چاہیے تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"جیک کروشر۔" میں نے مسکراتے ہوئے نہایت پرسکون انداز میں کہا۔

"اسٹیفن ہی کے آدمی ہو تا؟" اس نے الجھن زدہ انداز میں کہا۔

"آپ نے اسی حیثیت سے مجھے دیکھا تھا۔" میں بدستور مسکراتا ہوا بولا۔

فاخرہ اب ہیجان کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی کھالی بڑی طرح مسل رہی تھی، پھر اس نے کہا۔ "لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دیکھو جیک، یہ مناسب ہو گا اگر تمہاری کوئی اور حیثیت ہے تو مجھے بتا دو۔"

"اتنا سچا کیوں سمجھ لیا ہے آپ نے مجھے میڈم کہ ہر بات کھل کر بتا دوں گا۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ ایلیونیا سے میرا چہرہ دھو کر دیکھیں۔" میں نے کہا۔

"او... وہ جیسے آتش زدہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور پھر دوڑ لی۔ غالباً باہر نکل گئی تھی، میں مسکرا دیا۔

فاخرہ یعقوبی بہت کچھ تھی لیکن انسان بھی تو جوان بھی۔ حالات نے اسے بہت کچھ بنا دیا تھا لیکن ابھی تجربے کی کمی تھی۔

وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایلیونیا کی بوتل موجود تھی جس پر سائنٹفک لیبل لگا ہوا تھا۔ اس نے تیزی سے میرے چہرے پر سائنٹفک طریقے سے نہلانا شروع کر دیں۔

"ارے ارے، میری آنکھیں پھوڑنے کا ارادہ ہے کیا؟"

میں نے آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا لیکن وہ مضبوطی اور میرے چہرے کو ایلیونیا سے بری طرح بھگو دیا۔ پلاسٹک میک اپ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایلیونیا کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ پلاسٹک کے ٹکڑے جگہ چھوڑ رہے تھے اور فاخرہ کا چہرہ تجسس سے چمک رہا تھا۔ پھر اس نے خود ہی اکھڑتے ہوئے ٹکڑے میرے چہرے سے صاف کر دیے اور میرا چہرہ نمایاں ہو گیا۔

فاخرہ بغور مجھے دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے محسوس ہوا جیسے وہ مجھے پہچان نہ سکی ہو اور پھر اچانک اس نے خود کو سنبھالا جیسے چکرا گئی ہو۔ اس کے ہونٹ دو تین بار ہلے لیکن ان سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"آپ کو یقیناً میں یاد نہیں آسکا فاخرہ یعقوبی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"علی..." اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"شکر ہے میرا چہرہ آپ کو یاد رہ گیا۔"

"علی..." وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک بیٹھ کر اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ کوشش کے باوجود اس کی زبان ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ البتہ ہاتھوں پر گرفت سے اس کے ذہنی ہیجان کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"پلیز فاخرہ! یہ میں ہی ہوں، آپ کا خادم۔" میں نے کہا۔

فاخرہ کا ہیجان آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر متحمل سے انداز میں بیٹھ گئی۔

"آپ کے سامنے تو ہم طالب علم ہیں علی! آپ کے عظیم جذبے کے سامنے تو ہماری کوششیں کچھ نہیں ہیں لیکن ہمیں اس سلسلے میں کچھ بھی تو نہیں معلوم تھا، کوئی اشارہ بھی تو نہیں تھا۔ اب سوچ رہی ہوں تو آپ کا وہ طرز اور اپنا جھکاپن یاد آ رہا ہے۔ اب اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ خاموش تماشائی کیوں نظر آ رہے تھے۔" میں مسکراتا رہا۔ فاخرہ ویسے جذباتی کیفیت کا شکار رہی، پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "اور آپ نے اس شخصیت کا انکشاف کر دیا جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا... کوئی بھی نہیں۔"

"اب آپ مجھے ساری جادوگر تو نہیں مس یعقوبی۔ چند باتوں کے علاوہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ویسے ابو حاتم کہاں ہیں؟"

"تیرہ گھنٹے میں رات تک واپس آ جائیں گے۔ کیا کیفیت ہو گی ان کی آپ کے بارے میں معلوم کر کے۔ مجھے بھی شرمندہ ہونا پڑے گا لیکن کوئی بات نہیں، میں اس شرمندگی پر بھی مسرور ہوں۔"

"ابو حاتم مجھے جانتے ہیں؟" میں نے کہا۔

"آپ بہت انکساری برتتے ہیں علی، کون نہیں جانتا آپ کو؟"

کہاں جانتا تھا کہ احسان کرنے والا وہی شخص ہے جو مسلسل مجھ پر احسان کیے جا رہا ہے۔"

بار بار ان باتوں کا تذکرہ کر کے مجھے شرمندہ نہ کیا کرو فاخرہ! جہاں! اب تمام صورت حال تمہارے علم میں آ گئی ہے اور آئندہ اقدامات کے لیے ہمیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہیں۔ ابو حاتم آ جائے تو مجھے اس کے بارے میں اطلاع فوری طور پر دیجیے گا۔"

"بالکل! آپ اب آرام کریں۔ ہمارے درمیان طویل گفتگو ہو چکی ہے۔ کیا آپ فوری طور پر میک اپ کرنا پسند کریں گے؟ اس کے لیے تمام سامان بہ آسانی مہیا ہو جائے گا۔"

"ابو حاتم سے ملاقات کر لی جائے۔ اس کے بعد باقی کام ہو جائیں گے۔"

"تو پھر مجھے اجازت دیجیے۔ سب سے پہلے میں اپنی پہلی ذمے داری نبھاؤں گی یعنی آپ کی ساتھی سائیکا مائیلر کی تلاش۔"

خدا حافظ کہہ کر فاخرہ یعقوبی باہر نکل گئی اور میں اپنی آرام گاہ میں خیالات کے بھنور میں گھر گیا۔

یہ سب کچھ قابل اطمینان تھا۔ صرف ایک تردد تھا اور وہ تھا سائیکا مائیلر کے بارے میں۔ اس لڑکی کی زندگی مجھے بہت عزیز تھی۔

رات کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے فاخرہ یعقوبی، ابو حاتم کے ساتھ اندر آئی۔ ابو حاتم بھی کسی کی طرح پرجوش نظر آتا تھا۔ گہری آنکھوں والا یہ مصری نژاد شخص پلک جھپکائے بغیر مجھے دیکھ رہا تھا۔ غالباً فاخرہ یعقوبی نے اسے تمام صورت حال بتا دی تھی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ جیسی شخصیت سے ملاقات کر کے کسی عام انسان کو کس قدر حیرت ہو سکتی ہے مسٹر علی! آپ اس حیرت کو کم از کم ہزار سے ضرب دے لیں، حاصل وہی ہوگا جو اس وقت میری کیفیت ہے۔"

"یہ اچھا ہوا مسٹر ابو حاتم کہ فاخرہ یعقوبی نے آپ کو تفصیلات بتا دیں اور ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیا باقی صورت حال بھی آپ کے علم میں آ چکی ہے؟"

"ہاں، تقریباً آپ سے متعلق سب کچھ۔ فاخرہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہی ہیں۔ انھوں نے اس برق رفتاری سے مجھے سارے واقعات سنائے کہ ابتدا میں تو خود میری عقل بھی میرا ساتھ نہیں دے سکی۔ پھر بمشکل تمام میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہے۔ میں آپ سے متفق ہوں علی اور ایک بات کا آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بات صرف ہم دونوں کے درمیان رہے گی کہ ہمارے ساتھ ہماری رہنمائی کرنے والا علی یار خان ہے۔"

"بہت شکریہ ابو حاتم، یہ عزت آپ لوگوں کی ہے کہ آپ نے مجھے اتنا بڑا مقام دے دیا ہے۔ ہم دوسری باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے کام کی باتوں پر آ جائیں۔ آپ نے تیرو ڈا میں اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں تحقیقات کر لی ہیں؟"

"مبارڈو سے موصول شدہ رپورٹ وصول کر کے ہی یہاں تک پہنچا ہوں۔ بلاشبہ ان حالات میں اسٹیفن براکوڈا کی موجودگی تسلیم کی جا سکتی ہے اور اب تو وہ یقین کی حد تک ہو گئی ہے کیونکہ پہلے ہمیں آپ کی شخصیت کا علم نہیں تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں، پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"لائن آف کروزل میں اس کی موجودگی کے بارے میں رپورٹ ہے۔ میں صرف یہ بات جاننے کا خواہش مند ہوں کہ اس سلسلے میں آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مسٹر علی! ہم تو ابھی اس بات سے واقف نہیں تھے کہ وہ یہاں موجود ہے۔ آپ کو تمام ذمے داری سنبھالنا ہوں گی۔ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو یہاں موجود گروپس کا کنٹرول دلا سکتے ہیں۔"

"میں عرض کر چکا ہوں کہ ابھی میں زیادہ الجھنیں نہیں پالنا چاہتا۔ ہاں اگر آنے والے وقت میں اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں اپنے آپ کو سامنے لا کر اپنے دشمنوں کو چوکنا کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ اپنی کارروائیوں کا رخ تبدیل کریں اور مجھے تلاش میں آسانی ہو لیکن ابھی میں ایک گمنام آدمی کی حیثیت سے فاخرہ یعقوبی کے ساتھ چند چھپے ہوئے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم سب آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے بسر و چشم حاضر ہیں مسٹر علی! آپ یقین کریں کہ یہاں ہماری خواہش مخلصانہ طور پر یہی تھی کہ عرب ممالک کی تنظیم جس نے پہلی بار یہ قدم اٹھایا ہے، پورے اعتماد کے ساتھ اپنے مشن کو آگے بڑھا کر کامیاب ہو جائے اور اس کے لیے ہماری اپنی کوئی خواہش نہیں ہے۔ ہمیں صرف اپنے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما ہونا ہے۔ یہی ہمارا سب سے بڑا مقصد ہے۔"

"اس میں، میں آپ کے ساتھ ہوں ابو حاتم۔" میں نے جواب دیا۔

کافی دیر تک ابو حاتم اپنی حیرت و عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ مجھ سے سوالات کرتا رہا چونکہ فاخرہ یعقوبی نے اسے تمام تفصیلات بتا دی تھیں، اس لیے ان کی روشنی میں بھی اس نے چند سوالات کیے اور پھر مجھے آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

اس رات کافی دیر تک میں موجودہ صورت حالات کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بلاشبہ بڑی ذمے داری تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اسے پورا کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے جائیں۔ سائیکا مائیلر کی بظاہر اب کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن سب سے بڑی بات تو یہی تھی کہ کم از کم اس کی خیریت تو معلوم ہو جائے۔ یہ تو پتا چل جائے کہ وہ کن حالات میں ہے اور اس کی موجودہ پوزیشن کیا ہے۔

دوسرے دن بھی کئی ملاقاتیں ان لوگوں سے ہوئیں۔ ابو حاتم نے مجھے بتایا کہ سائیکا مائیلر کی تلاش کے لیے ان تمام راستوں کی چھان بین کی جا رہی ہے جو اس کی گزرگاہ تھے اور بہت جلد یقیناً کچھ نہ کچھ پتا چل جائے گا۔

میں خاموش رہا تھا۔ تین دن اسی طرح گزر گئے۔ سائیکا مائیلر یا اس کے ساتھیوں کی تلاش میں مکمل طور پر ناکامی ہوئی تھی۔ ٹرانسمیٹر تو مکمل طور پر ہی ڈیڈ ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے دوسری طرف کے ٹرانسمیٹر بھی ضائع کر دیے گئے ہوں۔

تین دن کے بعد میں نے ذہن سے سائیکا مائیلر کا خیال نکال دیا اور یہ تصور کر لیا کہ یا تو وہ مر چکی ہے یا پھر کسی ایسی مصیبت کا شکار ہو گئی ہے جس کے بارے میں پتا لگانا تقریباً ناممکن ہے۔ سائیکا مائیلر کی وجہ سے میں اپنے اس مشن کو پس پشت نہیں ڈال سکتا تھا۔ چنانچہ چوتھے دن دوپہر کو میں نے فاخرہ یعقوبی کو طلب کر لیا۔ ابو حاتم صبح کے ناشتے پر ہی مجھے اطلاع دے چکا تھا کہ وہ مبارڈو جا رہا ہے اور شاید اس کی واپسی میں دو تین دن لگ جائیں۔ جاتے ہوئے میں نے اس سے اتنا کہہ دیا تھا کہ ممکن ہے واپسی میں اس سے ملاقات نہ ہو۔

فاخرہ یعقوبی نے پرتجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیسے علی! کوئی پروگرام ترتیب دیا آپ نے؟"

"بات یہ ہے فاخرہ کہ تمہارے ساتھ آتے ہوئے تمام ایجنٹ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں اور وہ سب ظاہر ہے کہ معمولی صلاحیتوں کے مالک افراد نہیں ہوں گے۔ میں اپنی تمام تر توجہ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش میں صرف کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میری خواہش ہے کہ صرف چند افراد پر مشتمل ایک گروپ بنا لیا جائے۔"

"کیا اس میں، میں بھی شامل ہو سکتی ہوں؟" فاخرہ یعقوبی نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں، تمہاری شمولیت تو بے حد ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"اس گروپ کا طریقہ کار کیا ہوگا؟" فاخرہ نے سوال کیا۔

"ہم باقاعدہ تلاش کرنے والے جنگجو افراد کی حیثیت سے لائن آف کروزل کے آس پاس سفر کریں گے۔ اس چیز کے بارے میں تمہاری معلومات یقینی طور پر مکمل ہوں گی۔ اس پر سفر کرتے ہوئے ہم اطراف پر نگاہ رکھیں گے۔ میرا اصل مقصد اسٹیفن براکوڈا تک پہنچنا ہے۔ اسٹیفن براکوڈا تک پہنچ جاؤں اس کے بعد آئندہ اقدامات کا فیصلہ کروں گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں علی۔ ہماری یہ پارٹی کم از کم کتنے افراد پر مشتمل ہونا چاہیے؟"

"زیادہ سے زیادہ چھ افراد، جن میں ہم دونوں بھی شامل ہوں۔ ایسے چار افراد کا تعین تمہیں کرنا ہے جو مجموعی طور پر ایک پوری فوجی یونٹ کی حیثیت رکھتے ہوں۔"

"یہ میری ذمے داری ہے۔ اس مہم کی دیگر تیاریوں کے لیے ایک فہرست بنانا ہوگی علی! کیا مجھے اس کی اجازت ہے؟"

"ہاں یقیناً۔" میں نے کہا۔

چند گھنٹوں کے اندر فاخرہ نے مجھے فہرست پیش کر دی۔ ضروریات کی جن چیزوں کا اس نے انتخاب کیا تھا اسی سے اس کی ذہانت کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے کہا کہ ان کے حصول کے لیے ہمیں تیرو ڈا جانا ہوگا۔ "اگر آپ میرے ساتھ تیرو ڈا چلنا پسند کریں علی تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"ضرور... میں مبارڈو دیکھ چکا ہوں لیکن تیرو ڈا دیکھنے کا زیادہ وقت نہیں ملا۔"

"تو پھر ضرور چلیے۔" فاخرہ نے پرمسرت انداز میں کہا۔

میں تیرو ڈا کی ایک جھلک دیکھ چکا تھا لیکن وہ نہ دیکھنے کے برابر تھی۔ مبارڈو کا پرخطر سفر اس بار دلچسپ محسوس ہوا تھا۔ کیونکہ ہم تیرو ڈا جاتے ہوئے پہاڑی راستے افریقہ کی دلچسپ منظر کشی کر رہے تھے۔ راستے میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔

فاخرہ نے کہا۔ "عرب سرمایہ کاری نے مقامی لوگوں بلکہ لائن آف کروزل کے تمام قبیلوں کو زندگی کی بہت سی پریشانیوں سے آزاد کر دیا ہے۔ پہلے یہ لوگ بہت مفلس اور پریشان کن زندگی گزار رہے تھے لیکن اب یہ خوشحال ہیں لیکن اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ خوشحالی آرام طلبی کی حد تک نہ ہو جائے۔ یہی انھیں کنٹرول کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ تیرو ڈا... یا لائن آف کروزل کو سیاحوں سے دور رکھنے کی خاص کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے یہاں ہوٹل ٹائپ کی کوئی چیز نہیں بنائی گئی۔ البتہ مقامی کارکنوں کے لیے سرکاری گیسٹ ہاؤس ہیں، جہاں خصوصی کارڈ رکھنے والے لوگ قیام کر سکتے ہیں۔ سیاحوں کے لیے کوئی بہتر انتظام نہیں ہے بلکہ انھیں پریشان کرنے کے لیے یہاں کے لوگوں کو آزادی ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہاں بے مقصد لوگ نہ آئیں جائیں۔"

"کلاؤس کے وہ مکانات کیا حیثیت رکھتے ہیں جہاں تم نے چند قبروں کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی؟"

جالن سارا ماحول پر تن گیا اور میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ فائزہ
شاید نیم غنودگی کی کیفیت میں تھی۔ میں نے اُسے ڈسٹرب نہیں کیا
اور خاموشی سے ان مناظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ میری ڈیوٹی میکنو
کے بعد تھی، چنانچہ جب میکنو نے اپنی ڈیوٹی کے دو گھنٹے پورے
کرلیے تو میں گھڑی دیکھ کر خود ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔

میکنو کے سیاہ چہرے کے نیچے اس کے مضبوط اور چوڑے
دانت چمکنے لگے۔ میں نے نرم لہجے میں کہا "آپ کی ڈیوٹی چار گھنٹے
کی ہو گئی چیف! آپ سو نہیں سکے مجھے اندازہ ہے۔"

"کوئی بات نہیں میکنو مگر تم ضرور سوجانے کی کوشش کرنا۔"

"افریقہ کی یہ زندگی میرے لیے اجنبی نہیں ہے چیف! اس
لیے مجھے سونے میں دقت نہیں ہوگی۔" وہ آگ کے حصار سے کچھ
فاصلے پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ سرد ہوائیں واقعی جلن کی آنچ
پیدا کر رہی تھیں۔ میں رائفل ہاتھ میں لیے چاندنی میں اس عجیب ماحول
کو دیکھ رہا تھا۔ کئی بار آہٹیں سنائی دی تھیں لیکن کوئی چیز نظر نہیں آئی
تھی۔ البتہ میری ڈیوٹی کے دوسرے گھنٹے کے یہ آخری چند لمحات
تھے جب میں نے کچھ فاصلے پر ایک چٹان سے ایک گلدار کو
چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے چونک کر رائفل سیدھی کر لی تھی۔
گلدار غصیلے انداز میں دانت نکالے مجھ پر نگاہ جمائے کھڑا ہوا تھا۔
اگر آگ روشن نہ ہوتی تو یقینی طور پر گلدار اس وقت مجھ پر حملہ کرنے
سے نہ چوکتا لیکن وہ آگ سے دہشت زدہ تھا۔ چند لمحے وہ
اسی طرح کھڑا رہا اور پھر پلٹ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اسی وقت
عاطف میرے قریب پہنچ گیا تھا۔

"لطف آرہا ہے چیف؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہی سمجھ لو۔"

"اس سے پہلے کبھی افریقہ آنا نہیں ہوا چیف؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے، اب آپ جاکر آرام سے لیٹ جائیے ورنہ
کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

میں پھر اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ فائزہ کی گہری گہری سانسیں
بتا رہی تھیں کہ وہ گہری نیند سو گئی ہے۔ آنکھیں بند کر کے میں نے
خود کو خیالات کے دھارے پر چھوڑ دیا اور یہ ترکیب کارگر رہی۔
ذہن خیالات کا شکار ہوا تو خود ہی اُلجھ کر سو گیا۔

دوسرے دن صبح کو اُٹھے تو حیرت انگیز طور پر ہشاش بشاش
تھے حالانکہ رات کو بے آرامی اور بے سکونی رہی تھی لیکن جو
تھوڑی سی نیند ملی تھی وہ یوں محسوس ہوتی تھی جیسے جسموں میں
امرت گھول گئی ہو۔ میں نے اس کا تذکرہ میکنو سے کیا تو وہ ہنسنے لگا۔
"یہ افریقہ کی دھوئیں سے محفوظ اور دخانی آلودگی سے پاک ہوا اس
کا عطیہ ہے۔ بعض علاقے آپ کو بیشک موسم کے لحاظ سے

خراب ملیں گے لیکن زیادہ تر علاقوں میں راتیں گزارنے کے بعد صبح کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری نیند لے کر اٹھے ہیں۔"

وقت ضائع کیے بغیر ہم نے سفر کا آغاز کر دیا۔ راستوں میں جگہ جگہ رکاوٹیں پیش آ رہی تھیں اور بعض جگہ تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لینڈ روور کا سفر ممکن نہیں ہوگا لیکن بڈ کی مہارت بے مثال تھی۔

دوپہر کے وقت ہم ایک عجیب سی جگہ پہنچے۔ ایک ویران آبادی تھی۔ مکانات کہیں کچے اور کہیں پکے بھی تھے لیکن سب کے سب بوسیدہ اور ٹوٹے پھوٹے۔ وہاں کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ میری متجسس نگاہیں پورے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ شہر خموشاں کی اصطلاح اس قصبے پر صادق تھی۔ ہم اس بستی کے آثار میں کوئی ایسی شے تلاش کرتے رہے جس سے اس ویرانی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے یہاں سے جانے والے زندگی کا ہر نشان ساتھ لے گئے ہیں سوائے مکانوں کے ان ملبے کے۔

میکنو نے کہا "کوئی ایسی بستی معلوم ہوتی ہے جہاں کوئی وبا پھیل گئی ہو اور یہاں کے مکین راتوں رات یہاں سے فرار ہو گئے ہوں۔ یہاں سے نکل جانا اچھا ہے۔"

میکنو کی ہدایت پر عمل کیا گیا اور ہم نے لینڈ روور میں دوبارہ سوار ہو کر تیز رفتاری سے سفر شروع کر دیا۔ پھر جب تک خوب تاریکی نہ ہو گئی کہیں قیام نہ کیا گیا۔ یہ رات ایک ایسی جگہ گزاری گئی جو بلندی پر تھی۔ بائیں سمت ایک چوڑی وادی پھیلی ہوئی تھی۔

رات کو حسب معمول آگ روشن کر لی گئی اور ہم سب آرام کرنے لیٹ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد بڈ نے اطلاع دی۔

"نیچے وادی میں بھی آگ روشن ہے۔" ہم سب چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ماحول حد درجہ تاریک تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے جن کی وجہ سے آج چاند نہیں نکلا تھا۔ وادی کے ایک دور دراز گوشے میں نارنجی رنگ کے شعلے نظر آ رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

"کون لوگ ہو سکتے ہیں؟" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔" میکنو بولا۔

"کوئی سیاح پارٹی بھی ہو سکتی ہے اور...."

"ہمارے دشمن بھی۔" عاطف بولا۔

"دوست بھی تو ہو سکتے ہیں۔ اکثر پارٹیاں صحرا گردی کرتی رہتی ہیں۔" بڈ بولا۔

"میکنو! اس جگہ کا فاصلہ کتنا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"کم از کم تین میل۔" میکنو نے جواب دیا۔

"پیدل وہاں تک پہنچنے کا تو اس وقت سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" بڈ نے کہا۔

آگ مسلسل جل رہی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھے بہرحال انھوں نے آگ بجھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دوسری صبح سب سے پہلے اسی طرف نظریں اٹھیں۔ وادی کے اس گوشے میں سرسبز درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ اسی طرف چلنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بڈ نے اطمینان سے ایک متوازن ڈھلان دیکھ کر لینڈ روور وادی میں اتار لی اور ہم کچھ دیر بعد درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ تمام لوگ لاشعوری طور پر مستعد تھے۔ درختوں کے قریب ایک کٹیا نظر آ رہی تھی جس کے دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک بوڑھا جوڑا کھڑا تھا۔ مرد ایف ینٹ اور دھاری دار جرسی پہنے ہوئے تھا۔ جو کچھ پاس سے پھٹی ہوئی تھی۔ عورت ٹخنوں کے لباس میں تھی۔ دونوں کے چہروں پر جھریاں نظر آ رہی تھیں جو موسم کی خشک ہوا نے ان کا رنگ گہرا مجبور کر دیا تھا۔

"ہیلو شریف لوگو! ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

"ہیلو!" بڈ نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اترتے ہوئے کہا۔

"اپنی اس آخری آرام گاہ پر میں اور میری بیوی تمہیں کہتے ہیں۔" بوڑھا بولا۔

ہم سب گاڑیوں سے نیچے اتر آئے تھے۔

"یہاں تمہارے علاوہ اور کون موجود ہے؟" عاطف نے سوال کیا۔

"تلاشی لے سکتے ہو، صرف ہم دونوں ہیں۔"

"نہیں بزرگ! آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔" مرد کی حالت پر ترس آنے لگا۔ بے چارہ بہت خوفزدہ تھا۔ عورت ابھی تک بالکل خاموش کھڑی ہوئی تھی۔

فاخرہ اس کے قریب پہنچ کر خوش اخلاقی سے بولی۔ "آپ لوگ ہماری طرف سے کسی خوف کا شکار ہیں تو ایسا ہراس نکال دیں۔ ہم سیاح ہیں اور ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

"شکریہ!" بوڑھے نے اچانک خوشی سے کلکاری ماری۔ ٹوئسٹ کرنے لگا۔ اس نے جیب سے ایک زنگ آلود آرگن نکالا اور اسے منہ سے لگا کر بے ہنگم آوازیں نکالتے ہوئے اس کے ساتھ رقص کرنا شروع کر دیا۔ عاطف اچھل کر پاؤں تھرکانے لگے۔ دفعتاً بوڑھے نے چیخ کر کہا۔ "معزز مہمانوں کے لیے مچھلی کا شوربہ اور مکئی تیار کرو۔ بات یہ ہے کہ اب ہماری عمر صرف خوف کی عمر ہے۔ اب

دس، بیس نہیں بلکہ پچاس برس سے تمہارے ٹوکری پر بیٹھے ہیں ایک رائفل تھی اور چلیں گولیاں جن کی حفاظت میں نے برسوں کی۔ پھر ایک دن جب میں رائفل صاف کر رہا تھا تو مجھے محسوس ہوا کہ رائفل میرے ہاتھوں میں لرز رہی ہے اور مجھے اس کا وزن پہلے سے کچھ زیادہ محسوس ہو رہا ہے تو میں نے رائفل گولیوں سمیت ندی میں پھینک دی۔ میں اس کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ کیا فائدہ کسی چیز کا جسے صحیح طور پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد سے.... اس کے بعد سے...." بوڑھے کی آواز بھرا گئی۔

میں اس کے احساسات سمجھ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہم آپ کا احترام کرتے ہیں مسٹر....؟"

"لنکاسٹر.... ہڈلنکاسٹر۔" بوڑھے نے کہا اور پھر چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر بوڑھے کا رخسار چوم لیا۔

جینی، فاخرہ کو اندر جھونپڑی میں لے گئی تھی۔

"آج کے دن میرے مہمان رہو۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

"ہم نے رات گزارنے کے بعد ابھی سفر کا آغاز کیا ہے مسٹر لنکاسٹر!" میں نے کہا۔

"اس میں میری خوشی ہے اور خوشیاں بہت کم ہیں۔ انکار نہ کرنا۔ بڑا تمہارا احسان ہوگا۔"

"ٹھیک ہے بڈ! آج کا سفر ملتوی۔" میں نے بڈ سے کہا اور اس بار بوڑھے نے چونک کر بڈ کو دیکھا اور یکبارگی پھر اس نے بچوں کے انداز میں آگے بڑھ کر اس کا رخسار چوم لیا۔ اس کی اس دلچسپ حرکت پر سب نے دل کھول کر قہقہے لگائے تھے۔

لینڈ روور ایک سمت کر کے کھڑی کر دی گئی اور سب نے جو کچھ تھا رکھ دیا۔ ایسا ہی کیا جاتا تھا تاکہ سمت اور تھکا دینے والے سفر میں سکون کا احساس ہو۔ پھر تمام لوگ اس نخلستان کی گھاس میں چہل قدمی کرنے لگے۔ ملکی کپڑے آلودگی میں کھو گیا تھا۔

میں بوڑھے لنکاسٹر کے پاس بیٹھ گیا "آپ یہاں کب سے رہتے ہیں مسٹر لنکاسٹر؟"

"تقریباً.... تقریباً اٹھائیس سال ہو گئے۔"

"اتنا طویل عرصہ!" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں اس کے پس پردہ ایک طویل کہانی ہے.... اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔"

"یہاں جنگلی درندے نہیں ہیں؟"

"بہت پہلے تھے لیکن پھر شاید انھوں نے ہمیں امان دے

دی۔ یہ بات تمھیں مذاق معلوم ہوگی نوجوان لیکن یقین کرو ایسا ہی ہوا ہے۔ شاید چند برس یا شاید بیس سال گزر گئے کوئی خونخوار درندہ اس طرف نہیں آیا۔ جانوروں کا اخلاق ابھی انسانوں جیسا نہیں ہوا ہے۔"

"انسان بھی نہیں آتے اس طرف؟"

"آتے ہیں کبھی کبھی آ جاتے ہیں۔ میں اور جینی ہم انسانوں سے خوفزدہ ہوتے ہیں لیکن تقدیر ہم پر مہربان رہی ہے اور اب تو.... اب تو بہت سال گزر گئے کوئی نہیں آیا۔ میرے آخری مہمان مسٹر ہیرس تھے۔ ایک ماہر شکاری جو ایک ماہ میرے مہمان رہے تھے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ اسی وقت فاخرہ اور جینی باہر نکل آئیں جن کی وجہ سے سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔

اس بوڑھے کی شخصیت اور یہاں موجودگی میرے لیے بہت دلچسپ تھی اور میں بوڑھے لنکاسٹر کی کہانی سننے کے لیے بے چین تھا۔

ہڈلنکاسٹر نے اپنی کہانی سنائی۔ وہ نیوزی لینڈ کا باشندہ تھا۔ چھوٹا موٹا کاروباری۔ بڑی مچھلیوں کے پیچھے چل کر کاروبار سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پھر فرہاد کی تو جان کے لالے پڑ گئے۔ اسے ایک قتل کے الزام میں پھنسا دیا گیا لیکن چند دوستوں کی مدد سے وہ گرفتار ہونے سے قبل نکل بھاگا اور دونوں میاں بیوی دنیا سے بیزار ہو کر ان ویرانوں میں آ بسے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن دونوں خوش تھے۔

کہانی کے کچھ حصے دردناک تھے۔ افسوس ہوا بوڑھے پر۔ مچھلی کے شوربے اور جنگلی پھلوں کے نمکین مربے سے ہماری تواضع کی۔ اس نے ہم سے ہمارے سفر کا مقصد بھی پوچھا اور ہم نے ایک من گھڑت کہانی اسے سنا دی۔ ظاہر ہے اس شریف آدمی کو بھی اپنا رازدار نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ بوڑھے نے آنکھیں بند کر کے ہماری کہانی پر یقین کر لیا۔ وہ سادہ لوح آدمی تھا۔ افریقہ کی زندگی کے بارے میں اُسے کافی معلومات تھیں۔ وہ یہاں کے موسم وغیرہ کے بارے میں بتا رہا۔

دوپہر کے بعد ہم نے اس سے آگے بڑھنے کی اجازت مانگی تو اس نے لجاجت سے کہا "تمھیں جانا ہی ہے دوستو! ایک دن کا وعدہ کیا ہے تو پورا کرو۔ تمھارے ساتھ گزرے ہوئے یہ لمحات ہماری زندگی کے چند سال بڑھا دیں گے۔ زندگی کے چند سال...."

رات کو پھر بوڑھے اور اس کی بیوی نے ہماری خاطر مدارات کی۔ ان گوشہ نشین لوگوں سے خدمت لینا ہمیں پسند نہیں تھا لیکن اُن کی محبت کے آگے کچھ نہ بول سکے۔ البتہ دوسری صبح یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے ہم نے بھی انھیں کافی تحائف دیے تھے

فاخرہ یعقوبی نے میکنو کی تائید کرتے ہوئے کہا: "ہاں ہم اس جیلی کا پتھر کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ کھلے علاقے میں ہمیں آسانی سے شکار کیا جا سکتا ہے۔"

میں بھی انہی لائنوں پر سوچ رہا تھا کہ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ جیلی کا پتھر عجیب مخلوقوں کا نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دشمن سے ہے اور ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی ان کے اس پروگرام کی مخالفت نہیں کی۔

بڈ نے ایک بار پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ گھنے درختوں کے درمیان سفر انتہائی مشکل کام تھا۔ لینڈ روور کے تمام شیشے وغیرہ چڑھا لیے گئے اور ایک دشوار سفر کا آغاز ہو گیا۔

بڈ کے بارے میں میں نے اب تک جو اندازہ لگایا تھا وہ یہی تھا کہ بلاشبہ وہ سنکی سو بجے اور آنکھیں بند کر کے اقدامات کرنے کا عادی ہے۔ اسے لینڈ روور پر مکمل کنٹرول حاصل تھا اور پتا نہیں اس کی آنکھوں میں ایسی کون سی قوت پوشیدہ تھی کہ وہ صحیح راستے بھی منتخب کرتا جا رہا تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ ہمیں محسوس ہوا کہ آگے کے درخت ہمیں اب ایک انچ آگے نہیں بڑھنے دیں گے لیکن بڈ نے اس مہارت سے لینڈ روور نکال لی کہ حیرت ہوتی تھی۔ ہم دل ہی دل میں اس کی ڈرائیونگ کی تعریف کر رہے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹا سفر کرنے کے بعد بھی ہم چند فرلانگ سے زیادہ آگے نہیں جا سکے تھے۔ سست رفتاری کے سبب سب کے چہروں پر الجھن کے آثار تھے۔ اچانک میکنو نے آہستہ سے کہا۔ "بڈ تھوڑا سا ریورس کرو۔" بڈ نے گاڑی کے بریکوں پر دباؤ ڈالا اور اسے گیئر سے نکال کر میکنو کی طرف دیکھنے لگا۔ "میرا خیال ہے اگر ہم کوئی دو سو گز پیچھے چلے جائیں تو داہنی سمت ایک راستہ گزرتا ہے جہاں سے گاڑی کے آسانی سے گزرنے کے امکانات تھے۔"

"تو یہ بات دو سو گز پہلے کیوں نہیں بتائی؟" بڈ نے کہا اور پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے گاڑی ریورس گیئر میں ڈال کر اسے پیچھے کرنا شروع کر دیا۔

دو سو گز گاڑی پیچھے لے جانے کے بعد دائیں سمت کے اس راستے کو دیکھا گیا جس کی نشاندہی میکنو نے کی تھی اور اس کا اندازہ واقعی درست ہی تھا۔ درخت یہاں بھی موجود تھے اور ان کے اوپری حصے آپس میں ملے ہوئے تھے لیکن ان کے درمیان ایک ایسا راستہ موجود تھا جس پر گاڑی بہتر طور پر سفر کر سکتی تھی۔ چنانچہ لینڈ روور کو اسی راستے پر ڈال دیا گیا۔

فاخرہ یعقوبی نے تھوڑی دیر بعد پُرخیال انداز میں کہا: "ابھی تک تو ہمیں دوبارہ جیلی کا پتھر کی آواز سنائی نہیں دی۔ ممکن ہے وہ لوگ ہمیں نہ دیکھ سکے ہوں... یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا تعلق دونوں گروہوں میں سے کسی سے بھی نہ ہو بلکہ وہ کچھ اور ہی ہوں۔ میرا مطلب ہے یہ مہم جو، صحرائے اعظم میں لوگ طرح طرح کی کہانیاں پھیلاتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں بڈ کی ڈرائیونگ کی طرف متوجہ تھا۔ اب اس نے رفتار کچھ تیز کر دی تھی لیکن یہ ڈرائیونگ ناقابل یقین تھی۔ بار بار درخت راستہ روک رہے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے اب گاڑی ٹکرا جائے گی، اب راستہ بند ہو جائے گا لیکن بڈ کمال دکھا رہا تھا۔ درختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہوشربا مناظر سامنے آ رہے تھے۔ بدصورت سانپ ان درختوں کی شاخوں میں جگہ جگہ لٹکے ہوئے تھے۔ ایک بار ایک شاخ سے جیپ کا اوپری حصہ ٹکرایا تو ایک تقریباً [illegible] اژدہا جو پیلے اور سیاہ رنگ کا تھا بانٹ پر آ گرا۔ اس کی لمبائی دس بارہ فٹ سے کم نہیں ہو گی۔ وہ دور تک ہمارے ساتھ [illegible] پرشور کرتا رہا۔ بار بار وہ ونڈ شیلڈ پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چھت پر چڑھ کر وہ پچھلے حصے میں آ جاتا تو اندر بھی گھس سکتا تھا۔ مشین گنوں کی وجہ سے پچھلا حصہ کھلا رکھا گیا تھا۔ بڈ اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

فاخرہ نے کہا: "بڈ اسے گرا دو، کیا تم ایسا نہیں کر سکتے؟"

"کیوں نہیں میڈم، یہ لیجیے۔" بڈ نے ایک دم بریک لگا اور پھر ایکسیلیٹر دبا کر کلچ چھوڑ دیا۔ اژدہا پھسل کر نیچے جا پڑا۔ پھر شاید گاڑی کے نیچے کچلا بھی گیا۔ اچانک ہی بڈ نے بریک لگا دی۔ آگے جنگل بھی ختم ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" فاخرہ نے کہا جس کی توجہ اب تک اژدہے کی طرف تھی۔

"ملاحظہ فرمائیے۔" بڈ نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور ہماری نگاہوں کو درختوں کے دوسری طرف ایک ایسا منظر نظر آیا کہ آنکھیں خوف سے بند ہونے لگیں۔ جس جگہ درخت ختم ہوئے تھے وہاں سے نیچے اتنی گہرائی تھی کہ دیکھ کر خوف آتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا گویا یہ جنگل ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہو اور اس کے نیچے کہیں زمین ہو۔

"وہ دائیں سمت دیکھو۔" میکنو نے کہا اور ہماری نگاہیں اس کے اشارے کی سمت اٹھ گئیں۔

تقریباً سو گز کے فاصلے پر جنگل سے ایک راستہ ڈھلوان شکل میں نیچے اترتا تھا پھر یہ ڈھلوان تقریباً پچاس ساٹھ گز آگے جا کر سیدھی ہو گئی تھی اور اس کے متوازی ایک چوڑی دیوار سی اس وسیع و عریض گہری کھائی میں دور تک چلی گئی تھی۔ اس کا اختتام کھائی کے دوسرے کنارے پر تھا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیوار کی لمبائی کوئی تین میل ہو گی۔ اوپر سے نیچے تک گہرائی میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ کرنا ممکن نہ تھا۔

"خدا کی پناہ!" معاطف نے کہا۔ اس کے لہجے میں لرزش تھی۔ ہم سب حیرت زدہ انداز میں اس طرف دیکھ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس وقت واپسی کا تصور بھی انتہائی خوفناک تھا۔

"اب کیا کیا جائے علی؟" فاخرہ نے سہمے سہمے لہجے میں کہا۔

"میکنو تم ہماری کچھ مدد نہیں کر سکتے؟" میں نے میکنو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"چیف میں نے زندگی کے گیارہ سال افریقہ کے اندرونی جنگلوں میں گزارے ہیں۔ اس کے بعد میری عمر کا طویل حصہ [illegible] موجودہ صورت حالات میرے لیے بھی الجھن کا سبب ہے۔ میں بھی اس وقت خود کو بے بس محسوس کر رہا ہوں۔" میکنو نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے اسی راستے سے واپس چلیں... یا پھر جنگل میں اور کوئی سمت اختیار کی جائے؟"

"ایک چیز کا اندازہ آپ بھی لگا سکتی ہیں میڈم! وہ یہ کہ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے یہ کھائی پھیلی ہوئی ہے یا پھر جنگل ہے۔ چنانچہ صرف واپسی کے بارے میں ہی سوچا جا سکتا ہے۔" لطفی نے کہا اور بڈ مسکرانے لگا تھا۔

"کیوں بڈ! تم کیا کہتے ہو؟" فاخرہ نے اسے مسکراتے دیکھ کر کہا۔

"جو کچھ میں کہوں گا اسے کوئی نہیں مانے گا میڈم۔" بڈ نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کہو تم بھی کہو، میں بہت پریشان ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔

"واپسی کا سفر اس سے زیادہ مشکل ہو گا جتنا یہاں آنے کا تھا اور پھر ڈھونڈنا کیا ہو گا؟ ہم کہاں جائیں گے؟"

"پھر؟ تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" فاخرہ نے کہا۔

"کیوں نہ اس قدرتی سڑک کو استعمال کیا جائے؟"

"کیا...؟" فاخرہ چیختے ہوئے بولی۔ "یہ سڑک ہے؟"

"ہے تو نہیں مگر اس پر سفر کیا جا سکتا ہے۔" بڈ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ خطرناک حد تک احمقانہ کوشش ہو گی۔ اس کھائی میں ایستادہ یہ دیوار اتنی بھی چوڑی نہیں کہ اس پر لینڈ روور بہ آسانی دوڑائی جا سکے پھر یہ بھی اندازہ نہیں کہ دیوار کی چوڑائی آگے جا کر کیسی صورت اختیار کرتی ہے۔ بڈ! یہ کوشش خودکشی کے مترادف ہو گی۔"

"پھر تم کہو؟" بڈ نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر دوسری طرف جانے کے بارے میں ہی کیوں سوچیں؟ ہمارے سامنے کوئی منزل تو ہے نہیں۔ اس لیے اس کھائی کو عبور کرنے کی حماقت ہی کیوں کی جائے؟ اگر دوسری طرف جانا اتنا ہی ضروری ہو گا تو دوسری بات تھی۔" خالف نے کہا پھر اچانک ہی اچھل پڑا۔ "سانپ...!" اس کے حلق سے بے اختیار نکلا۔ ایک سیاہ کوبرا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ لطفی نے جلدی سے پستول نکالا تو میکنو نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

"نہیں، فائر نہیں۔" اس نے جھک کر ایک ٹوٹی ہوئی شاخ اٹھا لی اور سانپ پر نگاہ جما دی۔ پھر اس نے پاؤں زمین پر مار کر ہلکی سی آہٹ پیدا کی تو سانپ رک گیا۔ دوسرے لمحے وہ بھی پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میکنو کو اسی کا انتظار تھا۔ اس نے بڑی مہارت سے شاخ سانپ پر جھٹک ماری اور پھر خود بھی اس پر چھلانگ لگا دی۔ [illegible] سانپ کے [illegible] جوتے سے [illegible] بنایا تھا اور اسے کچلا ہوا [illegible] کر دور کھڑا ہو گیا تھا۔

سانپ کا بدن شاخ کے گرد لپٹ کر بل کھا رہا تھا۔ میکنو نے اس کام سے فارغ ہو کر کہا۔ "میں نے سامنے درخت کی جڑوں میں چھپکلیاں دیکھی ہیں جو اچھل کر حملہ آور ہوتی ہیں اور بے حد زہریلی ہوتی ہیں۔ اس لیے یہیں رکنا مناسب نہیں ہے۔"

سب ہی لینڈ روور کی طرف لپکے اور اس پر چڑھ گئے۔

"چیف! تم آخری فیصلہ کرو کیا کرنا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"بڈ! اسی طرف آگے بڑھو۔" میں نے اس سمت اشارہ کیا جدھر وہ ڈھلان اور دیوار نما سڑک تھی۔ بڈ نے فوراً ہی لینڈ روور اسٹارٹ کر کے اسی طرف گھما دی اور پھر اس جگہ پہنچ گیا۔ یہاں ہم لوگ پھر نیچے اتر گئے تھے۔ میں آگے بڑھ کر ڈھلان پرکھنے لگا۔ ڈھلان ناقابل عبور نہیں تھی۔ میں کھائی کے نیچے اتر آیا۔ میرا ساتھ صرف بڈ دے رہا تھا۔

"اول تو یہ گاڑی نہیں چھوڑی جا سکتی۔ آگے کے سفر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس دیوار کا سفر بہت طویل ہے۔ تقریباً تین میل سے کم راستہ نہیں ہے۔"

"پیدل تو یہ راستہ طے ہی نہیں کیا جا سکتا چیف!"

"تو پھر؟"

"ہاں چیف میں اس دیوار پر ڈرائیونگ کروں گا۔"

"بہت خطرناک ہو گا بڈ۔"

"ہاں ہو گا لیکن اس کی ایک ترکیب ہے۔"

"کیا؟" میں نے کہا۔

"سب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے۔" بڈ نے کہا اور ہنس پڑا۔

سے جب بھی کوئی ہیولا میری نظروں میں آتا تھا، میں اس پر گولی چلا دیتا تھا۔ یہاں شاید ان لوگوں کی تعداد کچھ کم ہو گئی تھی کیونکہ فائرنگ میں بھی شدت نہیں تھی اور زیادہ لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔

میں بڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ بڈ نے اپنی رائفل نیچے پھینک دی تھی اور اب دوسرے ہاتھ سے اپنی پشت پر بندھا ہوا کینوس کا تھیلا کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی وقت ایک گولی درخت کی کوئی شاخ توڑتی ہوئی نکل گئی اور میں چونک کر سامنے دیکھنے لگا۔ میں سامنے آگے کی طرف حرکت کر رہے تھے۔ میں نے پھرتی سے تین فائر کیے اور انہیں قلابازی کھاتے ہوئے دیکھا۔

دفعتاً دھب کی ایک آواز ابھری اور کوئی چیز نیچے گری۔ میرا دل ہول گیا تھا۔ میں یہی سمجھا کہ بڈ نیچے گرا ہے لیکن پتا چلا کہ بڈ کا کینوس کا بیگ نیچے گر پڑا ہے۔ پھر میں نے ایک ہلکی سی ٹینک سی سنی جو یقینی طور پر بڈ کے چاقو کی تھی اور اس کے بعد دفعتاً بڈ نے ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اپنے پورے بدن کو زور سے جھٹکا دیا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ سانپ کے بل خود بخود آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد بڈ نے اسے نیچے دھکیل دیا۔

"بڈ، کیا تم سانپ کی مصیبت سے آزاد ہو گئے ہو؟"

"سانپ زندگی کی مصیبت سے آزاد ہو گیا ہے چیف! میں نے اس کمبخت کا سر کاٹ کر پھینک دیا ہے۔"

"اوہ!" میں نے اطمینان کی سانس لی۔ "ویری گڈ، بڈ یو آر گریٹ۔"

"شکریہ چیف! میں آپ کے یہ الفاظ یاد رکھوں گا۔ مگر یہ کمبخت کہاں مر گئے؟"

مجھے بھی اب احساس ہوا کہ دیر سے کوئی گولی نہیں چلائی گئی ہے۔ ہم دونوں درخت کے اوپر بیٹھے متجسّس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے۔ مقصد یہ تھا کہ شاید وہ لوگ ہمارے برآمد ہونے کا انتظار کر رہے ہیں لہٰذا فوری طور پر نیچے اترنا خطرناک تھا۔ ہم اپنی جگہ جمے رہے مگر تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ ہمارا زیادہ دیر تک فاخرہ وغیرہ سے دور رہنا انہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے۔

"ہمیں نیچے اترنے کا خطرہ مول لینا ہوگا بڈ!" میں نے کہا۔ "یہاں بیٹھ کر مزید انتظار نہیں کیا جا سکتا۔"

"او کے چیف!" بڈ آہستہ سے بولا اور ہم دونوں درخت سے نیچے اترنے لگے۔

نیچے پہنچنے کے بعد ہم بڑے محتاط انداز میں آڑ لیتے ہوئے اسی سمت چل پڑے جدھر فاخرہ یعقوبی وغیرہ گئے تھے۔ ہر طرف تقریباً خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہمارے کان ہر لمحہ کسی آہٹ کے منتظر تھے لیکن کسی بھی قسم کی کوئی آہٹ کہیں سے سنائی نہیں دی۔ ہم محتاط انداز میں آگے بڑھتے گئے۔

تقریباً سو ڈیڑھ سو گز کا سفر طے ہو گیا تھا۔ بڈ میرے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔ وہ سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "چیف! یہ خاموشی حیرت انگیز نہیں ہے؟"

"بالکل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ سب ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ پھر کہاں مر گئے یہ کمبخت؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"میڈم وغیرہ کے لیے میں نہ جانے کیوں پریشان ہو گیا ہوں۔ کیا خیال ہے، انہیں آواز دی جائے؟"

"کوشش کر دیکھو لیکن احتیاط سے۔ ہماری آواز پر کوئی گولی بھی لپک سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

بڈ ایک چوڑے درخت کے تنے کی آڑ میں رکا اور پھر اس نے منہ کے آگے دونوں ہاتھ رکھ کر زور سے آواز لگائی۔ "میڈم! ہمارا ٹھکانا بتائیں گی، کدھر ہیں آپ؟" دور تک آواز کی بازگشت رہی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ بڈ ایک بار پھر آگے بڑھنے لگا۔ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے پھر اسی انداز میں فاخرہ یعقوبی کو پکارا لیکن جواب ندارد۔ اب میری تشویش میں اضافہ ہونے لگا۔ یہ صورتِ حال پریشان کن تھی۔ ان لوگوں کو یہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔ ہمارے بغیر وہ مزید آگے نہیں جا سکتے تھے۔ آخر فاخرہ یعقوبی کس طرف نکل گئی؟ کیا حادثہ یا واقعہ پیش آیا ان کے ساتھ؟

میں نے بھی دو تین آوازیں فاخرہ، میکنو اور عاطف وغیرہ کو دیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ تب ہم نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی اور تقریباً دوڑنے کے سے انداز میں راستہ طے کرنے لگے۔ کوئی ایک فرلانگ کے قریب راستہ طے ہوا تو ہم نے ایک بار پھر آوازیں لگائیں اور مختلف سمتوں میں رخ کر کے ان لوگوں کو پکارتے رہے لیکن نہ تو ہمارے دشمنوں کا کوئی سراغ ملا تھا اور نہ فاخرہ یعقوبی وغیرہ کی طرف سے کوئی جواب ملا تھا۔

بڈ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "چیف! کسی حادثے کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔ غالباً میڈم وغیرہ کسی جگہ میں پھنس گئے ہیں۔"

میں سناٹے میں رہ گیا۔ یہی خدشات میرے ذہن میں بھی سر اُبھار رہے تھے۔ ہم رکے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رک کر ہم انہیں آوازیں دیتے تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس جنگل میں اب ہمارے سوا کوئی اور نہ ہو۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بڑی پراسرار اور ہولناک رات آہستہ آہستہ اپنا سفر

طے کرتی جا رہی تھی۔ پھر نہ جانے کہیں رفتہ رفتہ چاند نکل آیا۔ رات آدھی سے زیادہ ہو چکی تھی۔ چاندنی درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر نیچے آنے لگی اور ماحول کافی حد تک منور ہو گیا۔ روشنی میں ہم نے دور دور تک آنکھیں پھاڑ کر دیکھا کہ کہیں کوئی تحریک محسوس ہو لیکن ہر طرف سناٹا تھا۔

ہم بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگل کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ آگے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کس نوعیت کی جگہ ہے لیکن آخری درخت سے نکل کر ہم نے اس جگہ کو دیکھا تو زمین کچھ روشن روشن سی تھی۔ جگہ جگہ اس میں سوراخ سے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے لمحے میں اور بڈ نیچے کود گئے۔ درختوں کا سلسلہ جہاں ختم ہوتا تھا وہاں سے تقریباً تین فٹ نیچے یہ زمین تھی۔ ہم نیچے کود تو گئے لیکن دفعتاً یوں محسوس ہوا تھا جیسے زمین ہمارے پیروں کے نیچے آ کر دب گئی ہو۔ بڈ کے حلق سے ایک وحشت بھری آواز نکل گئی۔

بڈ جلدی سے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ چیف... بیٹھ جاؤ۔" میں بیٹھ گیا۔ بڈ زمین کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگا تھا۔ بھربھری مٹی تھی۔ اسے دلدل نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن عجیب زمین تھی۔ "چیف! واپس اوپر چلو۔ یہ جگہ خطرناک معلوم ہوتی ہے۔"

میں نے بڈ سے اتفاق کیا اور ہم بہ مشکل تمام اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔ یہ عجیب و غریب خشک دلدل ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ زمین بھربھری تھی اور کسی قدر چکنی بھی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی کہ صبح ہونے کا انتظار کیا جائے اور سورج کی روشنی میں راستے کا صحیح تعین کیا جائے۔ چنانچہ ہم تھکے تھکے سے انداز میں بیٹھ گئے۔

میں فاخرہ یعقوبی اور دوسرے لوگوں کے لیے پریشان تھا۔ بڈ کے انداز میں بھی پریشانی پائی جاتی تھی لیکن اس وقت ان کے لیے کچھ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی۔ دفعتاً بڈ نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "چیف! کہیں وہ لوگ اس زمین پر آ کر کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئے ہوں؟" بڈ کا یہ قیاس چونکا دینے والا تھا۔ اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ یہ زمین واقعی اتنی پراسرار اور پُرخطر تھی کہ یہاں ہر قسم کے حادثات کی توقع کی جا سکتی تھی لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا۔ اب صبح ہونے کا انتظار کیے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

بقیہ رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ کوئی ایسی قابلِ ذکر بات نہیں ہوئی تھی جس پر غور کیا جا سکتا۔ صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو ہم نے اپنے سامان میں سے پانی نکالا اور چہرے پر چھینٹے مارے لگے۔ آنکھوں کی جلن کسی حد تک کم ہو گئی تھی۔ درخت سے اتر کر بڈ نے سب سے پہلے اپنا تھیلا سنبھال کر شانوں سے باندھ لیا تھا جس میں اس کا سارا سامان محفوظ تھا۔ اس وقت اس کا تھیلا اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ وہ اس میں سے کوئی چیز نکال رہا تھا۔ پھر ایک چھوٹا سا چوکور بکس نکال کر اس نے سامنے رکھ لیا اور اس میں سے ایک باریک سا ایریل کھینچ لیا۔

"کیا یہ ٹرانسمیٹر ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک ٹرائی کر رہا ہوں چیف! ممکن ہے کامیاب ہو جاؤں۔ یہ ٹرانسمیٹر میرے پاس پہلے ہی سے موجود تھا۔ اس سفر کے لیے خاص طور سے ساتھ رکھ لیا تھا اور ایک ایسا ہی ٹرانسمیٹر میڈم کے پاس بھی رہتا ہے۔ اگر خوش قسمتی سے وہ ان کے پاس ہوا تو مجھے جواب ضرور مل جائے گا۔"

"گویا تمہیں یقین نہیں ہے کہ اس کا ریسیور فاخرہ کے پاس ہوگا؟"

"نہیں چیف! میں نے کہا نا میں کباڑیے قسم کا آدمی ہوں جو فضول چیزیں بھی میرے پاس پڑی رہتی ہیں۔ یہ میری کوٹ کے جیب میں ہی تھا اور میں نے اسے خواہ مخواہ ہی اپنے بیگ میں ٹھونس لیا تھا۔ پہلے ہم اسے استعمال کرتے تھے۔ میرے اور میڈم کے درمیان عموماً اسی پر رابطہ ہوتا تھا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ میڈم نے اس کا سیٹ ساتھ لیا تھا یا نہیں۔ ممکن ہے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے انہوں نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہو۔"

بڈ دیر تک ٹرانسمیٹر پر فاخرہ یعقوبی کو پکارتا رہا لیکن دوسری طرف سے کوئی اشارہ بھی نہیں موصول ہو رہا تھا۔ اس نے مایوسی سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں چیف! میڈم کے پاس اس کا دوسرا سیٹ موجود نہیں ہے۔ کوئی اشارہ ہی نہیں مل رہا۔"

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر جب روشنی اس قدر ہو گئی کہ آس پاس کی چیزیں دیکھی جا سکیں تو میں سب سے پہلے کنارے پر آ کر زمین کو دیکھنے لگا۔ عجیب سی جگہ تھی۔ بہ ظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زمین پر چونا بکھرا ہوا ہے۔ وہ بڑے بڑے سوراخ جو رات میں نظر آ رہے تھے بالکل اس انداز کے تھے جیسے سمندر کے کنارے کیڑے ریت میں سوراخ کر لیتے ہیں اور اس میں چھپ جاتے ہیں۔ جگہ جگہ زمین میں ایسے گڑھے نظر آ رہے تھے۔

"کیا خیال ہے بڈ! کیا ہم اس زمین کو عبور کر سکیں گے؟" میں نے بڈ سے کہا۔

"چیف! یہ خطرناک ہے بہرحال، ایک کام کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر بڈ نے اپنا کینوس بیگ کھولا اور اس میں سے نائلون کی رسی کا ایک لچھا نکال لیا۔ پھر اس نے اس کا ایک سرا درخت

کے تنے میں کس کر باندھا اور دوسرا سرا اپنی کمر سے کس لیا۔ میں اس کا مقصد سمجھ رہا تھا۔ رسّی کی مضبوطی کا اندازہ لگا کر میں نے آگے نیچے جانے کی اجازت دے دی اور بڈ نیچے اتر گیا۔ رسّی تقریباً اسّی فٹ لمبی تھی۔ بڈ جہاں تک رسّی دراز ہوئی وہاں تک گیا اور پھر واپس آ گیا۔

”عجیب و غریب زمین ہے چیف، یوں لگتا ہے جیسے پاؤں زمین میں دھنس رہے ہوں لیکن زیادہ گہرے نہیں۔ تم ان نشانات کو دیکھ رہے ہو جو میرے پیروں سے بن گئے ہیں؟“

”ہاں“ میں نے بڈ کے قدموں کے نشانات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”اس سے میں نے ایک اور اندازہ بھی لگایا ہے چیف، دُور دُور تک ایسے نشانات اور نظر نہیں آتے جبکہ میرا خیال ہے میرے پیروں کے یہ نشانات بہت دیر تک برقرار رہ سکیں گے گویا میلم اور اُن کے ساتھی اس طرف سے نہیں گزرے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے بڈ لیکن اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“ میں نے سوال کیا۔

بڈ پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ ”ان لوگوں کو تلاش تو کرنا ہی پڑے گا چیف۔۔۔!“

”میں تم سے متفق ہوں“ میں نے کہا۔

ہم تھوڑی دیر وہاں اور رُکے تھے پھر واپس جنگل میں آ کر بھٹکنے لگے تھے۔ خاصی تگ و دو کے بعد بھی ہمیں کوئی ایسا سُراغ نہ مل سکا جس سے یہ اندازہ ہی لگایا جا سکتا کہ وہ لوگ کس طرف گئے ہوں گے یا اُن پر کیا بیتی ہوگی۔ یہ صورتحال بہت مایوس کُن اور پریشان کر دینے والی تھی۔ مزید اُلجھن کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے تھے جو ہمارا تعاقب کر رہے تھے اور ہم سے برسرِ پیکار تھے۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ سب کے سب ہماری چلائی ہوئی گولیوں کا نشانہ بن گئے ہوں، ایسی صورت میں بھی ہمیں اُن کی لاشیں کہیں نہ کہیں تو نظر آنا چاہیے تھیں۔

دوپہر تک ہم جنگل میں بھٹکتے رہے۔ میرا ذہن بُری طرح پراگندہ ہو رہا تھا۔ کوئی ایسی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جو ان لوگوں کی پُراسرار گمشدگی کی توجیح کر سکے۔ بالآخر ہم تقریباً اُسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے۔ سانپ کی لاش اپنی جگہ موجود تھی۔ کنارے کے قریب پہنچے تو زمین پر جگہ جگہ خون کے دھبّے نظر آئے۔ بعض جگہ خون اتنی مقدار میں تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بکرے کو ذبح کر کے یہاں ڈال دیا گیا ہو لیکن کوئی وحشی وغیرہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں نے

زخمیوں اور لاشوں کو یہاں سے ہٹا دیا تھا لیکن کیوں۔۔۔؟ ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب فی الحال نہ میرے پاس تھا اور نہ بڈ کے پاس۔ پریشانی اور اُلجھنوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دوپہر تک واپس جنگل کے اسی کنارے کی طرف آ گئے تھے جہاں سے وہ انوکھی زمین شروع ہو جاتی تھی۔ میں نے اور بڈ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ابھی آگے کے سفر کا تو سوال ہی نہیں ہوتا، ہم ان لوگوں کا انتظار کریں گے۔ چنانچہ ہم اسی قدرتی کنارے کے ساتھ چل پڑے جس کے بعد وہ بھُربھُری زمین شروع ہوتی تھی۔ زمین کا یہ کنارہ دیکھنا بھی حیرت انگیز تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جنگل کے اختتام پر یہاں کوئی گہری جھیل تھی جو خشک ہو گئی تھی۔ ہم کنارے کنارے آگے بڑھتے رہے۔ راستے میں ادھر اُدھر کا جائزہ بھی لیتے جا رہے تھے۔ کہیں کہیں جانوروں کے قدموں کے نشانات تو نظر آتے تھے مگر انسانی قدموں کا کوئی نشان کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

شام ہو گئی اور ہم تھکن سے بُری طرح چُور ہو گئے تو بڈ نے تھکی تھکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”چیف! زندگی کا بہت ہی انوکھا موڑ آ گیا ہے۔ فیصلہ کرنے میں مشکل ہو رہی ہے کہ کیا کیا جائے؟“

”تمہارا اپنا کیا نظریہ ہے بڈ؟“

”میں تم کے ساتھ کام کر رہا تھا لیکن اب صورتحال میرے اپنے ہاتھ میں بھی نہیں رہی ہے۔ دل رو رہا ہے کہ میں اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ نہ معلوم اُن پر کیا بیت گئی۔ اور شاید یہ پہلا موقع ہے چیف کہ میں اپنے کسی مشن میں اس طرح تنہا ہو گیا ہوں لیکن پھر جانتا زندگی کے مشن کو جاری تو رکھنا ہی پڑے گا۔ اگر تم بھی ان لوگوں کی طرف سے مایوس ہو گئے ہو چیف تو پھر اپنے طور پر فیصلہ کرو۔“ ظاہر ہے کہ میں کسی بھی زندہ ساتھی کا ساتھ دینا پسند کرتا۔ بڈ کا انداز خاصا مایوس کن تھا۔ اور میں بھی اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔ ”بڈ! موجودہ صورتِ حالات میرے لیے بھی تقریباً ویسی ہی ہے جیسے تمہارے لیے لیکن میں تمہیں ایک بات اپنے بارے میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی بھی قسم کے حالات میں مایوس ہونا نہیں سیکھا۔ ایک انسان ہونے کے ناتے بعض انسانی کمزوریاں مجھ میں بھی ہیں۔ بعض حالات کی سختی اور پیچیدگی کے سبب میں بعض وقتی طور پر پریشان اور ہراساں ہو جاتا ہوں لیکن مکمل طور پر مایوسی نے کبھی میرے دل میں گھر نہیں کیا اور میں حالات سے نبرد آزما ہوتا ہوا اپنی منزل کی جانب بڑھتا رہتا ہوں۔ پھر میرا خدا میری رہنمائی کرتا ہے۔ اس پروگرام میں شامل تھا جو ہم نے اسٹیفن بر اکوڈا اور

انہی کے لیے کام کرنے والوں کی تلاش کے لیے بنایا تھا۔ یہ بات انتہائی فطری تھی کہ ہمارا یہ سفر لائن آف کروزل کی آبادیوں کے قریب تر ہی رہے گا مگر بدقسمتی سے یا تو ہم راستہ بھٹک گئے یا ہمیں بھٹکا دیا گیا ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں بہتر یہی ہوگا کہ ہم لائن آف کروزل کی کسی بستی تک پہنچنے کی کوشش کریں اور جب تک کامیاب نہ ہو جائیں اپنا سفر جاری رکھیں۔“

”ٹھیک ہے چیف! میرے اندازے کے مطابق ہم لائن آف کروزل سے بہت دُور کہیں بھٹک کر آ گئے ہیں۔“

”میں بھی ایسا ہی محسوس کرتا ہوں بڈ! یہ علاقہ یقیناً لائن آف کروزل سے بہت ہٹ کر ہے جہاں ہم بھٹک رہے ہیں مگر فی الحال ہم سفر جاری رکھنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے چیف! میں آپ سے اختلاف نہیں کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ آج کی رات یہاں اور گزار لیں، کل صبح ہم اس عجیب و غریب زمین کو عبور کریں گے اور دوسری طرف دیکھیں گے کیا ہے۔“

میں نے بڈ کی رائے سے اتفاق کر لیا تھا۔ رات بڑی بے آرامی میں کٹی۔ پچھلی رات بھی جاگتے ہوئے گزاری تھی اس لیے آج جب درختوں کی جڑوں میں لیٹے تو گہری نیند آ گئی۔ رات میں کئی بار آنکھ کھلی تھی لیکن ذہن پر جیسے مدہوشی سی طاری تھی۔ صبح تک سوتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج سر پر چڑھ آیا اور ہم اُٹھنے پر مجبور ہو گئے۔ پانی کو اب احتیاط سے خرچ کیا جا رہا تھا۔ گو خوراک اور دیگر ضروریات کی چیزیں ہمارے تھیلوں میں بھری ہوئی تھیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب تک یہ سفر جاری رہے گا چنانچہ طے کر لیا گیا تھا کہ پانی اور غذا انتہائی احتیاط سے خرچ کی جائے گی۔

ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں اور بڈ اس خشک جھیل میں اُتر گئے۔ بڈ نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے اپنی رسّی کا ایک سرا میری کمر سے باندھا اور دوسرا سرا اپنی کمر سے باندھ لیا تھا اور ہم نے یہ طے کیا تھا کہ تقریباً چالیس گز کا فاصلہ رکھ کر سفر کریں گے تاکہ آگے چلنے والے کو اگر کوئی دشواری پیش آئے تو دوسرا اس کی مدد کر سکے۔

اس بھُربھُری اور عجیب و غریب زمین کو عبور کرنا زندگی کا ایک حیرت انگیز تجربہ تھا۔ پتا نہیں کیا چیز تھی وہ۔ بعض جگہ یہ محسوس ہوتا جیسے زمین نرم ہو اور کیچڑ ہو لیکن جھک کر مٹی اُٹھاتے تو ریتی سفید بھُربھُری مٹی ہمارے ہاتھوں میں آ جاتی جو بالکل خشک ہوتی۔ یہاں موجود سوراخوں کے پاس سے گزرتے ہوئے بار بار دہشت ہوتی کہ کہیں ان کے آس پاس کی زمین کھوکھلی نہ ہو لیکن ایسا نہیں تھا۔ یہ سوراخ زمین کی گہرائیوں میں سیدھے چلے

گئے تھے۔ ہم نے جھانکنے یا ان کے بارے میں ریسرچ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

زمین کا یہ ٹکڑا پورے دن میں طے کیا گیا اور اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے تھے جب ہم اسے عبور کر کے ایک وسیع میدان میں پہنچ گئے۔ بہت دُور میدان کے دوسرے کنارے پر کچھ درختوں کے ہیولے نظر آ رہے تھے جس کا مطلب تھا کہ اس میدان کے اختتام پر پھر جنگل شروع ہو جائے گا۔

رات قریب تھی لہٰذا مزید سفر کی بہ نسبت ہم نے وہاں قیام مناسب سمجھا۔ وہ رات بھی سخت بے چینی اور اضطراب میں گزری۔ مجھے بہت دیر تک نیند نہیں آ سکی تھی۔ ذہن اچانک ہی پرواز کر گیا تھا۔ امریکا میں تہذیب کے پاس پہنچ گیا تھا پھر نہ معلوم کب تہذیب کی یادوں نے تھپک تھپک کر مجھے سُلا دیا اور صبح ایک بار پھر ہمارے سفر کا آغاز ہو گیا۔ جیسے جیسے فاصلہ کم ہوتا گیا سامنے کا منظر صاف ہوتا گیا۔ شام کے قریب تک ہم اس میدان کو عبور کر سکے تھے اور میدان کے بعد شروع ہونے والے جنگل میں داخل ہو گئے تھے۔

جنگل میں ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ چھوٹی چھوٹی سخت چٹانوں کے درمیان جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ درخت بہاں کم تھے اور ایک دوسرے سے فاصلے پر بھی تھے۔

بڈ نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔ ”شام ہونے والی ہے چیف کیا خیال ہے آگے بڑھیں؟“

میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلا دی اور کہا۔ ”یقیناً، مگر اس سے پہلے ہمیں اپنے سامان کو درست کر لینا چاہیے۔ اس بہانے ہم کچھ سستا بھی لیں گے۔“

رائفلیں بےکار تو ہیں ختم ہونے کے سبب ناکارہ ہو چکی تھیں چنانچہ انہیں راستے میں پھینک دیا گیا۔ البتہ ہمارے پستول ابھی کارآمد تھے اور ان کے فالتو راؤنڈ بھی موجود تھے۔ سامان کا ازسرِنو جائزہ لینے کے بعد ہم ایک اُبھری ہوئی چٹان پر بیٹھ گئے اور بڈ نے تھیلا کھول کر اس میں سے خوراک نکالی جو اب پہنچنے کی آخری منزل میں تھی۔ اس نے میرے اور اپنے پیکٹ سے کھانے پینے کا تمام سامان نکال لیا اور پھر مسکرا کر بولا۔ ”چیف! یہ سب کھا لو۔ اگر ہم تھوڑا تھوڑا کر کے اسے استعمال کریں گے تو بڑی تو بھوک کی شدت کم ہوگی اور نہ طبیعت سیر ہوگی جب زندگی یہاں تک لائی ہے تو آگے بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو ہی جائے گا۔“

خوراک اتنی ہی مقدار میں تھی کہ اسے کھا کر صرف اس وقت پیٹ کی آگ بجھائی جا سکتی تھی۔ میں نے بڈ سے اختلاف نہیں کیا اور ہم دونوں نے بچی کھچی خوراک معدے میں اُتار لی۔ اس کے بعد

جان کر... بڈھے نے افسردگی سے کہا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا بڈھے... لیکن میرے دل میں تمہارا ایک مقام ہے۔ تم بے جگر اور دلیر انسان ہو۔ یہ بتاؤ، فادر یعقوبی کے ساتھ کب سے کام کر رہے ہو؟"

"دو سال ہو گئے۔"

"کیا تم اس کے کسی سلسلے میں احسان مند ہو؟"

"اس کا تو نہیں چیف۔ ایک بڑے آدمی کا جو ایک عرب ملک کا باشندہ ہے۔ اس نے مجھ پر کچھ احسانات کیے تھے اور پھر اس کی خواہش ہوئی کہ میں اس سلسلے میں کام کروں۔ میں نے قبول کر لیا۔ اسی نے مجھے میڈم کے سپرد کیا تھا۔"

"تم بہت دلیر انسان ہو۔ انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک اور میں ایسے لوگوں سے عشق کرتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے چیف، میں جانتا ہوں کہ تم ہی ایسا کر سکتے ہو۔ تم جو کسی سہارے کے بغیر لینڈ روور کی چھت پر چڑھ کر جیپ کا پہیہ گرا سکتے ہو۔ اچھی بات بھی تو کرو چیف۔" میں مسکرا دیا۔ بڈھا کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہ بارش بار بار مجھے حیرت میں مبتلا کر دیتی ہے چیف!"

"چھوڑو بڈھے، آرام کرو۔"

"آرام؟" بڈھے کے لہجے کی تلخی ابھی برقرار تھی۔

"ہاں، تم سو نہیں سکتے؟"

"یہ تو ٹھیک ہے چیف لیکن اب مجھے نیند نہیں آتی۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تم شاید عبادت کر رہے تھے۔ میں نے تمہارے ہم مذہبوں کو اسی طرح عبادت کرتے دیکھا ہے۔"

"ہاں بڈھے، میں سجدۂ شکر ادا کر رہا تھا۔ میں نے بارش کی دعا مانگی تھی اور آسمان سے پانی ٹپکنے لگا۔"

"کیا ایسا ہو جاتا ہے؟" وہ کسی قدر تعجب سے بولا۔

"ضرور ہوتا ہے بڈھے، کبھی سچے دل سے کوئی دعا مانگو۔"

"کیا مانگوں اس کے لیے؟ مانگوں؟ کچھ بھی تو نہیں چاہیے مجھے۔ مرنا بھی کیا ہے کسی چیز کا... زندہ ہوں اور جب تک زندگی ہے زندہ ہوں گا۔ ہر کام اس اعتماد سے کرتا ہوں کہ جو ہونا ہے وہ ضرور ہو گا۔ اسے روکا نہیں جا سکتا اور جو نہیں ہونا وہ نہیں ہو گا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں چاہیے چیف۔ کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔ زندگی کی بھی نہیں۔" اب اس کے لہجے میں یاسیت عود کر آئی تھی۔

"دل چھوٹا کرو بڈھے... اپنے بارے میں بتاؤ۔" میں نے نرمی اور محبت سے کہا۔

"بتانے کی کوئی بات ہی نہیں ہے چیف۔" بوڑھا کہنے لگا۔ "انسانوں ہی کی ایک بستی کا باشندہ ہوں۔ کوئی بھی فرض کر لو اس بستی کا۔ انسان ہر جگہ یکساں ہوتے ہیں۔ ایک گھر جہاں ہوش سنبھالا تھا۔ آرام کی جگہ تھی، کوئی تکلیف نہیں تھی۔ گھر میں خوشحال زندگی تھی۔ ایک ماں تھی، ایک باپ تھا اور ایک ننھی سی بہن جو مجھے سب سے اچھی لگتی تھی۔ سب سے اچھی... ننگی نیلسن۔ سبز آنکھوں والی مسکراتی گڑیا جو میرے اوپر حکمران تھی۔ پھر کچھ مضحکہ خیز واقعات ہوئے جن میں پہلا واقعہ میری ماں کی موت کا تھا۔ وہ مر گئی اور ہم دونوں بہن بھائی بے سہارا ہو گئے۔ وہ کون کرتا جو ماں کرتی تھی؟ ہم خود تو نہ کر سکتے تھے۔ پریشانیوں کا کوئی حل نہیں تھا۔ باپ نامی شخص بھی ہمارے لیے وہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ننگی کے لیے وہ سب کچھ کیا جو ماں کرتی تھی۔ اسے نہلانا، سنوارنا، غسل کرانا، اسکول بھیجنا، وقت پر کھانا کھلانا لیکن جس طرح ہمیں اپنی ماں کی کمی کا احساس ہوتا تھا، ڈیڈی بھی اپنی بیوی کے لیے پریشان ہو گئے تھے۔ ان کے پاس وسائل تھے، دولت تھی، سو انہوں نے ایک بیوی خرید لی۔ ہماری ماں سے زیادہ خوبصورت، اس سے زیادہ جوان۔ ہم دونوں بہن بھائی غریب تھے، اس لیے ماں نہ خرید سکے۔ ڈیڈی بھی اپنی دولت سے ہمارے لیے ماں نہیں خرید سکے۔ پھر ایک انتہائی دلچسپ واقعہ ہوا۔ یعنی ڈیڈی بھی مر گئے۔ نئی ممی سے ہماری کوئی شناسائی نہیں تھی، وہ ہمارے لیے اجنبی تھیں۔ جب انہیں شوہر کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ ایک شوہر لے آئیں۔ ان سے زیادہ جوان، ان سے زیادہ اسمارٹ۔ اب بتاؤ چیف، کون ہوتے ہیں ان کے؟ نہ وہ عورت ہماری ماں تھی اور نہ وہ ہمارا باپ۔ اگر کچھ قانونی مجبوریاں نہ ہوتیں تو وہ دونوں ہم سے چھٹکارا پا لیتے لیکن ان کے پیروں میں کچھ بیڑیاں تھیں۔ ہم اس چھت سے محروم نہ ہوئے۔ ہاں جب ننگی کے رخساروں پر جوانی کی شفق پھوٹی تو ماں نے اپنے کسی رشتے دار کو اسے تحفے میں دے دیا۔ دنیا کو دکھانے کو وہ ایک شادی تھی۔ ایک شرابی اور جواری شخص تھا، کسی وقت ہوش میں نہ رہنے والا۔ ننگی کے رخساروں کی شفق ڈوبنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے نمودار ہو گئے اور وہ کھانسنے لگی۔ ایک دن میں اس کے فلیٹ میں داخل ہوا تو ویڈن میری بہن کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی۔ میں نے ویڈن کو پکڑ لیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟" میں نے غصے سے چیخ کر کہا۔

"کون ہو تم؟" وہ دہاڑا۔

"میں ننگی کا بھائی ہوں۔" میں نے کہا۔

"اور میں اس کا شوہر ہوں۔ فوراً باہر نکل جاؤ۔ میاں بیوی کے معاملات میں کسی اور کو دخل نہیں دینا چاہیے۔" اس نے مجھے دھکا دیا۔

"ویڈن! ننگی میری بہن ہے۔ ایسی بہن جس کی پرورش خود میرے ہاتھوں ہوئی ہے۔"

"اور اس کے بعد تم نے اسے میرے حوالے کر دیا ہے۔ یہ یاد ہے تمہیں؟"

"ہاں یاد ہے لیکن اس کی یہ حالت بنانے کے لیے نہیں۔"

"دیکھو مسٹر! یہ اب چیز میری ملکیت ہے، اس کے ساتھ میں جو کچھ بھی کروں، اس میں کسی دوسرے کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ دفع ہو جاؤ۔ نکل جاؤ... فوراً۔" اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔

میں نے ننگی کی طرف دیکھا، وہ سسکیاں لے رہی تھی۔ تب میں نے نرمی سے کہا۔ "خود کو تبدیل کرو ویڈن! میں اپنے ہاتھوں سے سینچے ہوئے پودے کو مرجھاتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"گیٹ آؤٹ۔" ویڈن دہاڑا اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا لیکن میرا دماغ کھول رہا تھا۔ ننگی کی زندگی کے لیے یہ عذاب مجھے گوارا نہیں تھا۔ بہت سے منصوبے میرے ذہن میں آ رہے تھے لیکن ننگی سے مشورہ کیے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ایک بار میں اس سے تنہائی میں ملا۔

"ننگی! میں تمہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔ اس طرح تو تم مر جاؤ گی۔"

"میں کیا کروں بڈی، تم بتاؤ؟"

"اس سے علیحدگی اختیار کر لو۔"

"اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"کہاں جاؤں گی میں؟ کیا واپس اسی گھر میں جہاں ہمارے لیے کچھ نہیں ہے؟ تم ایک گھر حاصل کر لو، اس کے بعد بھی اگر ویڈن نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو میں..." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر سسکیاں لینے لگی۔

"ٹھیک ہے ننگی، تیرے لیے میں یہ سب کچھ کروں گا۔" میں نے وعدہ کیا۔ اس کے بعد میں نے ملازمت تلاش کی۔ ایک شناسا نے مجھے ایک کمپنی میں ملازم کرا دیا۔ ویڈن بھی اسی کمپنی میں کام کرتا تھا۔ وہ مجھ سے اعلیٰ عہدے پر تھا، اس لیے میرے ساتھ ہمیشہ حقارت کا سلوک کرتا تھا۔ ایک دن میں ننگی سے ملا تو اس نے بتایا کہ ویڈن نے اپنا رویہ کچھ تبدیل کر لیا ہے اور ایک اچھا انسان بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ خوش ہے تو مجھے ویڈن سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں نے دفتر میں ویڈن کی عزت کرنا شروع کر دی جبکہ پہلے سب کچھ اس کے برعکس تھا لیکن ویڈن کا رویہ بدستور رہا۔ ویڈن کے اچھے انسان بننے کے کچھ اثرات ننگی کے چہرے پر نمایاں نہ تھے اور ایک دن میں نے اس اچھے انسان کی اچھائیاں پھر اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ میں اچانک اس کے فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔ اندر سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ویڈن ننگی کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ تھپڑ، لاتیں، گھونسے اور ان کے درمیان ننگی کی چیخ و پکار۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ مجھے دیکھتے ہی چلایا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" میں نے ویڈن سے کہا۔

"تم سے مطلب؟"

"ویڈن!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا تم خود کو نہیں سنبھال سکتے؟" جواب میں اس نے مجھے گالی دی اور ننگی کو چھوڑ کر مجھ پر جھپٹا لیکن اس کے اٹھتے ہوئے ہاتھ کو میں نے پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا۔ "میں تمہارے اس ہاتھ کو شانے سے اکھاڑ سکتا ہوں ویڈن! لیکن ایک موقع اور دے رہا ہوں، خود کو سنبھال لو۔"

"نکل جاؤ میرے گھر سے۔"

"نہیں ویڈن! یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سوچ رہے ہو۔"

"میں تمہیں گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

"ممکن ہے تم ایسا کر سکو لیکن اس کے باوجود میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، خیال رکھنا۔" میں نے تنبیہ کے انداز میں کہا۔

ویڈن نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ اس نے اپنے ایک انسپکٹر دوست سے مل کر میرے خلاف ایک کیس بنایا اور مجھے ایک سال کی سزا کرا دی۔ میں بے گناہ جیل پہنچ گیا اور میرے دل میں ویڈن کے خلاف نفرت کا طوفان امڈ آیا۔ ملاقات کے دن کوئی مجھ سے ملنے آیا۔ ننگی کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔ اس کی حالت پہلے سے بھی خراب تھی۔ پوری کائنات میں چیف! اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا میرا۔ وہ ہر ملاقات کے دن ویڈن سے چھپ کر آتی، میرے لیے کھانا اور ضرورت کی دوسری چیزیں لاتی۔ وہ مجھے بے حد چاہتی تھی لیکن چار ماہ کے بعد اس نے آنا چھوڑ دیا۔ میں اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئی۔ میرا دل کسی بے بس پرندے کی مانند سینے میں پھڑپھڑا رہا تھا لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ننگی پھر کبھی نہیں آئی۔ میں افسردگی کی زندگی گزارنے لگا۔ اس دوران جیل کے افسران کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوئی اور اسی وجہ سے آٹھ ماہ بعد ہی مجھے رہا کر دیا گیا۔ ویڈن یقیناً مطمئن ہو گا کہ میں ایک سال تک جیل میں رہوں گا، اس لیے میرے پاس موقع تھا۔ میں خاموشی سے پہلے ننگی کی خیریت معلوم کرنے گیا۔ اس کے فلیٹ میں کوئی دوسرا خاندان آباد تھا۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ جس کا مجھے خدشہ تھا۔ مجھے علم ہو گیا کہ ننگی مر چکی ہے۔ اس کی موت

کی وجہ میں جانتا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے وِیڈان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ وہ اسی بستی میں کام کر رہا تھا اور ان دنوں اپنی محبوبہ کے ساتھ مقیم تھا۔ اُس سے انتقام لینے کے علاوہ اب میری زندگی میں اور کچھ نہیں تھا۔ میں وِیڈان کے معمولات کے بارے میں چھان بین کرنے لگا اور پھر میں نے ایک منصوبہ تیار کر لیا۔ وِیڈان اکثر ہوٹل ڈیلیوب جاتا تھا۔ وہ اُس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ میں اُس کے آنے جانے کا وقت نوٹ کر کے ایک دن میں نے تیاریاں کر لیں اور مقررہ وقت پر میں ہوٹل کے اُس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں گوشت محفوظ رکھا جاتا تھا۔ میں نے ایک بڑی چھری اپنے قبضے میں کر لی تھی اور وِیڈان کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی وِیڈان مجھے نظر آیا میں نے خود کو تیار کر لیا اور پھر چشم زدن میں وہ میری گرفت میں تھا۔ میں نے اُسے اندر گھسیٹ لیا۔ میری صورت دیکھ کر وِیڈان کی آواز بند ہو گئی تھی۔

"تم کیسے مری وِیڈان؟" میں نے سوال کیا لیکن وہ کیا جواب دیتا۔ "میں نے تمہیں کہا تھا وِیڈان لیکن افسوس۔" چھری کے ایک ہی وار نے وِیڈان کی انتڑیاں باہر نکال دیں۔ اس کے بعد میں اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگا۔ ان تمام ٹکڑوں کو میں نے گوشت لٹکانے والے کانٹوں میں پھنسا کر دوسرے گوشت کے ساتھ لٹکا دیا اور چیف! اس کے بعد میں نے اپنی دنیا چھوڑ دی۔ کیا رکھا تھا اس دنیا میں۔ نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ کچھ اور واقعات ہوئے اس کے بعد۔ بہرحال اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔" بڈ ہنس پڑا۔ "زندگی بے وقعت ہے میرے لیے بالکل بے وقعت۔"

"تمہاری کہانی دکھ بھری ہے بڈ، میں تمہارے لیے افسردہ ہوں۔"

"او نہیں چیف! میں خود اپنے لیے افسردہ نہیں ہوں تو تم کیوں ہوتے ہو۔" بڈ ہنستے ہوئے بولا لیکن اُس کی ہنسی میں جو کراہیں تھیں انہیں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔

ایک خوفناک سی خاموشی ہمارے درمیان چھا گئی تھی۔ صبح کا اجالا رینگتا آ رہا تھا۔ پھر روشنی ہو گئی۔ میں اور بڈ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ہم نے تھوڑا تھوڑا پانی پیا اور آگے بڑھ گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد افق میں ایک پہاڑی دیوار سی نظر آئی تھی۔ ہم نے عزم اور حوصلے کے ساتھ بڑھتے رہے۔ اب کچھ زندگی کے آثار محسوس ہونے لگے تھے۔ چند آبی پرندے اڑتے نظر آئے پھر ایک جانور بھی ہمارے سامنے سے گزر گیا جس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کیا ہے۔ ہمارا رخ جنگلوں سے جھانکتی ہوئی اسی پہاڑی کی جانب تھا لیکن اس کا فاصلہ کم نہیں تھا۔

وہ پورا دن بھی سفر کی نذر ہو گیا۔ ہم آپس میں مختلف امور پر گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اب ہمیں کوئی کی جلدی نہیں تھی۔ بس پہاڑی سلسلے تک پہنچنے والے راستے [illegible] اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھنا تھا جب تک کہ [illegible] کا سراغ نہ مل جائے۔

ایک بار پھر شام قریب آ گئی تھی۔ بھوک نے بھی تنگ کر دیا تھا۔ یہ تمام دن ہم نے صرف پانی کے سہارے گزارا تھا۔ اس دوران چونکہ زندگی کے کچھ آثار سفر کے دوران نظر آئے تھے لہٰذا کچھ امید بندھ گئی تھی کہ شاید آگے جا کر شکم پری کا بندوبست ہو سکے۔

اس وقت سورج مغرب کی دہلیز پر سر جھکا رہا تھا۔ اس کے ساتھ کیچڑ اور پانی کی بو آنے لگی۔ غالباً قریب ہی کوئی ندی موجود تھی۔

مزید ایک میل سفر کرنے کے بعد ہمیں ندی نظر آ گئی جو بل کھاتی ہوئی سلسلۂ کوہ میں داخل ہو جاتی تھی۔ اس کا پانی شفاف نہیں تھا۔ اس میں کیڑے بھی نظر آ رہے تھے۔ ہم کنارے پر کھڑے ہو کر ندی میں اچھلتے کودتے مینڈکوں کو دیکھتے رہے جو کافی تعداد میں موجود تھے۔ جگہ جگہ ان کے انڈے پڑے ہوئے تھے۔ بڈ ان پر جھپٹ پڑا اور بہت سے انڈے اس نے اپنے بیگ میں بھر لیے۔

"یہ انڈے ہمارے لیے بہترین غذا ثابت ہوں گے چیف۔" بڈ نے مسرور لہجے میں کہا۔

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

بڈ ان انڈوں کو محفوظ کرنے کے بعد بولا "اب اس ندی کو کراس کرنا ہے چیف۔"

"ہاں میں سوچ رہا ہوں۔"

میرے اندازے کے مطابق ندی کی چوڑائی پچاس ساٹھ گز سے زیادہ نہیں تھی۔ بعض جگہوں پر کچھ خشکی سی نظر آ رہی تھی۔ غالباً ندی زیادہ گہری نہیں تھی اور اس میں چٹانیں زیادہ تھیں۔ یہ چٹانیں جگہ جگہ پانی میں ابھری ہوئی تھیں۔ ندی کے کنارے ایسی ہی چٹانوں سے پٹے پڑے تھے۔ دوسرے کنارے پر پتھریلے حصے کے بعد درختوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا۔

"چیف! اگر ہم پانی میں ابھری ہوئی چٹانوں پر قدم رکھتے دوسری طرف جائیں تو کیسا رہے گا۔ میرے خیال میں تو یہ زیادہ محفوظ طریقہ ہوگا۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو آؤ۔" بڈ نے کہا اور کنارے سے پانی کی طرف بڑھ کر اس نے ایک چٹان پر چھلانگ لگائی پھر دوسری اور اس نے ابھری چٹان پر دو۔ میں بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے چل پڑا تھا۔ پہلی ہی چٹان پر کودنے کے بعد مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا لیکن چونکہ بڈ بغیر رکے تیزی سے چھلانگیں لگاتا ہوا آگے نکل گیا تھا لہٰذا میں نے بھی رک کر کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور اس کے پیچھے چھلانگیں لگاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ پچاس ساٹھ گز کا فاصلہ کم نہیں ہوتا لیکن ہم جس تیزی سے آگے سفر کر رہے تھے وہ بھی قابلِ دید تھا چنانچہ جلد ہی دوسرے کنارے کے قریب پہنچ گئے۔ بڈ نے آخری چٹان سے کنارے پر چھلانگ لگائی اور اس کے حلق سے ایک وحشت زدہ آواز نکل گئی۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا تو اچانک مجھے اپنے پیروں کے نیچے چٹان ہلتی محسوس ہوئی۔ میں نے بے اختیار ایک لمبی چھلانگ لگا دی اور کنارے پر کود گیا۔ بڈ حلق سے عجیب سی آوازیں نکال رہا تھا اور بری طرح اچھل کود کر رہا تھا۔ جس آخری چٹان سے میں نے خشکی پر چھلانگ لگائی تھی اس کا جسم بڑھتا جا رہا تھا اور پھر اس کی لمبی سی دندانوں والی دُم پانی سے باہر نکل آئی تب مجھے خیال آیا کہ پہلی چھلانگ پر میں نے کچھ عجیب سا کیوں محسوس کیا تھا۔

وہ مگرمچھ تھے جو پانی میں پڑے ہوئے تھے۔ میں اس بات پر حیرت زدہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ بڈ چلایا "بھاگو چیف... بھاگو۔" میں نے پلٹ کر دیکھا اور میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کنارے پر جو چٹانیں ابھری ہوئی تھیں وہ بھی مگرمچھوں کی کوئی عظیم الشان فوج تھی۔ ہماری اچھل کود سے ان میں تحریک پیدا ہو گئی اور وہ کلبلانے لگے۔ ان کی خوفناک دُمیں بلند ہونے لگیں لیکن ہمارے پاس پناہ کہاں تھی۔ ایک مگرمچھ پر سے اچھلتے تو دوسرے پر جا کودتے رہے۔ دس بیس گز کے فاصلے پر درخت نظر آ رہے تھے گھنے اور تناور درخت۔ سو اُسی طرف بھاگ پڑے تھے۔

ایک درخت کے قریب پہنچ کر بڈ پھر چیخ کر بولا "درخت... چیف درخت...؟" اور پھر اس نے ایک مگرمچھ کی پشت سے درخت کے تنے پر چھلانگ لگائی اور کسی بندر کی طرح اس سے چپک گیا پھر نہایت پھرتی سے وہ تنے پر چڑھتا چلا گیا۔ میں اس درخت تک تو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن دوسرا درخت جو اس سے کوئی پانچ گز کے فاصلے پر تھا میری پناہ گاہ بنا اور میں تیزی سے اس کی بلند شاخ پر پہنچ گیا۔

درخت سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا مگرمچھ اپنی خوفناک دُم اٹھائے درخت کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہی دوسرے بے شمار مگرمچھ منہ پھاڑے چھپکلیوں کی طرح چلتے ہوئے درخت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کی دُمیں کافی لمبی لمبی تھیں۔

دفعتاً درخت کے نیچے پہنچ جانے والے ایک مگرمچھ نے درخت کے تنے پر دُم مارنا شروع کر دی اور درخت لرزنے لگے۔ ایسے ہی بے شمار مگرمچھ بڈ کے درخت کے نیچے بھی پہنچ گئے تھے مگر اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ فوری طور پر ہم ان خونخوار بلاؤں سے محفوظ ہو گئے تھے مگر ان سے مکمل طور پر نجات کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ سب مل کر تواتر سے اپنی دُمیں درخت کے تنے پر مار رہے تھے جس کے سبب درخت اس طرح ہل رہا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اب پستول استعمال کیے بغیر چارہ کار نہیں تھا چنانچہ میں نے پستول نکال لیا اور پھر ایک مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی مگرمچھ کے حلق میں گھس گئی وہ تڑپ کر پیچھے ہٹا تو میں نے اس کے سر کا نشانہ لیا۔ یہ فائر بھی کارگر ہوا تھا۔ مگرمچھ بری طرح اپنے دوسرے ساتھیوں کو دھکیلتا ہوا بھاگا لیکن کم بخت دوسرے مگرمچھ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئے تھے۔ کئی مگرمچھ اپنی چھوٹی چھوٹی ملیا ملی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے درخت کے گرد چکر لگا رہے تھے۔

بڈ ابھی تک خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے آواز دی تو وہ مطمئن لہجے میں بولا "ٹھیک جا رہے ہو چیف۔ میرے لیے کوئی حکم؟"

"نہیں عیش کرو۔" میں نے بھی تمسخرانہ انداز میں کہا۔

دیر تک مگرمچھ ہنگامہ کرتے رہے پھر وہ پُرسکون ہوتے چلے گئے اور وہیں زمین پر اس طرح بے حس و حرکت پڑ گئے جیسے زمین ہی کا ایک حصہ ہوں۔

"بڈ! اب یہ انتظار کر رہے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے مخاطب کیا۔

"کرنے دو چیف! ہم ان کی قسمت میں نہیں ہیں۔" بڈ نے جواب دیا۔

رات کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ وہ خوفناک رات ہمیں درختوں پر ہی گزارنا پڑی تھی۔ مگرمچھوں کے خوف کے علاوہ دیگر جنگلی جانوروں کی آوازیں بھی ہمیں بیدار رکھنے کے لیے کافی تھیں لیکن تھکن اس طرح غالب تھی کہ آنکھیں کھلی رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ہر لحظہ خطرہ تھا کہ کہیں نیچے نہ جا پڑیں۔ میں بری طرح ٹوٹ رہا تھا۔ خود کو مستعد رکھنے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بڈ اور میں باتیں کرنے لگتے تھے۔

صبح کا اجالا پھیل رہا تھا جب بڈ نے اچانک کہا "چیف! وہ جا رہے ہیں۔" لیکن اس کے بولنے سے قبل ہی میں بھی وہ حیرت انگیز منظر دیکھ چکا تھا۔ مگرمچھوں کا لشکرِ عظیم دریا کا رخ کر رہا تھا۔ سب کے سب اُسی طرف جا رہے تھے۔

"غسل کو دل تو میرا بھی چاہ رہا ہے چیف۔ لیکن یہ کمبخت بلیشر درمیان جنگ کہاں رہ گئے ہو۔" ڈیڈ کی جھکتی ہوئی آواز دوبارہ آئی اور مجھے خوشی ہوئی کہ ان حالات میں بھی اس کی زندہ دلی برقرار تھی۔

"غسل زندگی کرو تو غنیمت ہے ڈیڈ! یہ تندہ اور آگے تھوڑا تیش تو نیچے اتر کر دوڑ لگا دو ورنہ اس کے بعد یہ پیچھا کرنے والے بھی آ جائیں گے۔"

"او مائی گاڈ! تم ناشتا تو بھول ہی گئے چیف۔ غسل کر کے ناشتا کریں گے۔" ڈیڈ بولا اور پھر اس نے برق رفتاری سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔

آس پاس اب کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے میں نے بھی نیچے اترنے میں دیر نہیں کی۔ زمین چھوتے ہی ہم اس طرح بھاگے جیسے ہمیں تعاقب کرنے والے بھگا رہے ہوں۔ اس وقت تک دوڑتے رہے جب تک سپاہی کام کرتے رہے۔ اس دوران ہم نے اطراف کی صورت حال پر بالکل غور نہیں کیا تھا۔ درختوں کے درمیان دوڑ رہے تھے اور بس اس احتیاط کے ساتھ کہ خود کو کسی درخت سے ٹکرانے سے بچا سکیں۔

دفعتاً ڈیڈ ایک درخت سے ٹکرایا اور پھر اچھل کر کمبخت کے بل ایک طرف گرا۔ اس کے منہ سے ایک طویل کراہ نکل گئی تھی۔ میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "لعنت ہے۔"

"کیا ہوا ڈیڈ کیا چوٹ لگی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں چیف نقصان ہو گیا۔ اتنا وزن لے کر بھاگتے ہوئے مجھے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن۔۔۔" ڈیڈ نے افسوس ناک لہجے میں کہا اور میں ڈیڈ کو دیکھنے لگا۔ واقعی بے چارے ڈیڈ کی محنت اکارت ہو گئی تھی۔ بچھوؤں کے انڈوں کا اس نے درخت پر چڑھتے ہوئے بھی خیال رکھا تھا لیکن اب اس بری طرح درخت سے ٹکرا کر گرا تھا کہ سارے انڈے ٹوٹ گئے تھے اور ان کا سیال اس کے زیر جامے پر بہہ رہا تھا۔ میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا اور ڈیڈ شکایتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم ہنس رہے ہو چیف؟ میں ساری رات اس خیال سے تکلیف اٹھاتا رہا ہوں کہ ان انڈوں کو آگ پر بھونوں گا اور ایک بہترین خوراک تیار ہو جائے گی۔ یقین کرو چیف! اتنے لذیذ ہوتے ہیں یہ کہ مزہ آ جاتا ہے۔"

"بہرحال! اب تو یہ تمہارے بدن پر مالش ہی کے لیے مناسب ہیں ڈیڈ۔ ویسے بھی کم از کم میں ان انڈوں کو نہیں کھا سکتا تھا۔"

"کیوں چیف؟" ڈیڈ نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"میرے مذہب میں یہ جائز نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ڈیڈ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"او گویا۔۔۔ گویا چیف یہاں بھی۔۔۔ ان حالات میں بھی تم اپنے مذہب کے ضابطوں کو مد نظر رکھو گے؟"

"ہاں ڈیڈ! یہاں بھی اور ان حالات میں بھی میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ اس سے پہلے جب میں نے پانی مانگا تو اس نے مجھے دیا تھا۔"

ڈیڈ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا "تب تو مجھے بھی اب ان کے ٹوٹ جانے کا افسوس نہیں چیف۔ تھوڑا تھوڑا سا میرا بھی رابطہ خدا سے ہو جانا چاہیے۔"

ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ روشنی پھیل چکی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جو محفوظ اور صاف ستھری ہو۔ اس کے بعد آرام کرنے بیٹھیں کہ اب کوئی خطرہ نہیں رہا تھا چنانچہ ہم اسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ہمارا سفر جاری رہا لیکن مصیبتوں نے ابھی ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ ہم دونوں قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے کہ اچانک کوئی چیز اوپر ایک عجیب سی لمبی سیاہ رسیوں سے بنی ہوئی کوئی شے آئی۔ ہم ابھی پوری طرح اس پر توجہ بھی نہیں دے سکے تھے کہ دفعتاً ہمارے جسموں کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہمارے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے۔ ہم برق رفتاری سے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔

چند ہی لمحے بعد ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم کسی جال میں پھنسے ہیں جو عجیب سی لچکیلی شے سے بنایا گیا تھا۔ ہمارے چاروں طرف بلند درخت تھے اور ایک درخت ہی کی مضبوط شاخ سے اس جال کے سرے بندھے ہوئے تھے۔ ہم زمین سے تقریباً پندرہ فٹ اوپر خلا میں جھولنے لگے۔

ڈیڈ میرے اوپر پڑا تھا لیکن پھر اس نے خود کو فوراً سنبھالا اور جال کی لچکیلی رسیاں پکڑ کر بری طرح مچلنے لگا۔ میں نے بھی خود کو سنبھال لیا اور جال کے سوراخوں میں انگلیاں پھنسا کر گرنے سے بچا۔ ڈیڈ متوحش نگاہوں سے درخت کی اس شاخ کو دیکھ رہا تھا جس پر جال بندھا ہوا تھا۔ اطراف میں کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔

ڈیڈ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پستول نکال لیا اور درخت کی اس شاخ پر جس پر جال بندھا ہوا تھا نشانہ لے کر گولیاں چلانے لگا لیکن اس کی یہ کوشش ابھی کارگر نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً جھاڑیوں میں سرسراہٹیں ہوئیں اور پھر انتہائی بدہیئت اور بدنما شکلوں نے جھانکنا شروع کر دیا۔ ان کے لمبے لمبے بال ایک مخصوص انداز میں سروں کے اوپر بندھے ہوئے تھے۔ رنگین نقش و نگار سے سجے ہوئے تھے۔ ناکیں انتہائی چوڑی اور چہرے پر پھیلی ہوئی تھیں۔ ہونٹ موٹے موٹے انتہائی بدنما۔ بھیانک تھے۔ جسموں کی رنگت سیاہ کے بجائے سلیٹی محسوس ہوتی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ایک ایک گز لمبے خاص قسم کے نیزے تھے۔ باقی جسموں پر لباس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ تعداد کے اعتبار سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زمین کے سوراخوں سے ابل پڑے ہوں۔ ڈیڈ نے فوراً ہی پستول نکالا تو میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "نہیں ڈیڈ! اپنی موت کو دعوت دینا چاہتے ہو؟ کسی کو گولی کا نشانہ ... اگر ان میں سے ایک بھی تمہارے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تو ہم ان کے نیزوں سے چھید کر رکھ دیے جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ امن پسندی کا ثبوت دو۔"

میری بات ڈیڈ کی سمجھ میں آ گئی تھی اگر ہم اپنے پاس موجود تمام کارتوس استعمال کر لیتے تب بھی ان سب کو ہلاک نہیں کر سکتے تھے اور نتیجے میں ہمیں ان کے انتقام کا شکار ہونا پڑتا۔ لہٰذا ہم نے اپنے پستول اپنے لباسوں میں محفوظ کر لیے تھے۔

وحشی نیزے سنبھالے جال کی طرف بڑھ رہے تھے اور پھر وہ ہمارے بالکل قریب پہنچ گئے۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک نظر آ رہی تھی۔ انہوں نے ہمیں نیزوں سے چھو کر دیکھا اور پھر آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے۔ اس کے بعد دو وحشی اس درخت پر چڑھنے لگے جس کی شاخ پر جال لٹکا ہوا تھا۔ انہوں نے جال کھولا اور ہم دھپ سے نیچے آ گرے۔ پندرہ فٹ کی بلندی سے گرتے ہوئے خود کو سنبھالنا آسان کام نہیں تھا۔ خاصی چوٹ لگی تھی اور ہم زمین سے اٹھ نہیں سکے تھے۔ اٹھنے کی کوشش بھی کرتے تو کامیاب نہیں ہو پاتے کیونکہ زمین پر گرتے ہی ہمارے جسموں سے بے شمار انیاں آ کر لگ گئی تھیں۔

ہم دونوں چاروں شانے چت لیٹ گئے اور ہاتھ پاؤں پھیلا دیے۔ وہ لوگ گہری نگاہوں سے ہمارا جائزہ لے رہے تھے اور جب انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم کسی قسم کی مدافعت کا ارادہ نہیں رکھتے تو انہوں نے اپنے نیزوں کی انیاں ہمارے جسموں پر سے ہٹا لیں۔ میں نے ان کے بارے میں سوچا کہ شاید وہ آتشیں ہتھیاروں کے استعمال سے واقف نہ ہوں اور ہمارے سامان کو اسی طرح چھوڑ دیں لیکن دوسرے ہی لمحے میرا خیال غلط ثابت ہو گیا۔ بے شمار افراد ہم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ مدافعت کی ہر کوشش ناکام رہی تھی۔ کمبختوں نے ہمارے لباس تک جسموں سے نوچ لیے تھے۔ ایک انڈرویئر کے سوا ہمارے جسم پر لباس نام کی کوئی شے نہ رہی تھی۔ انہوں نے بالوں سے پکڑ کر ہمیں سیدھا کھڑا کر دیا۔ اب ہماری ایک ایک چیز ان کے قبضے میں تھی پھر نیزوں کی انیاں ہماری پشت پر چبھو کر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا۔

ڈیڈ کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں بھی اس وقت خاصا خوفزدہ ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ صورت حال میرے لیے بالکل نئی تھی۔ مہذب دنیا کے انسانوں سے تو واسطہ رہا تھا لیکن افریقہ کے یہ وحشی میرے لیے ناقابل فہم تھے۔ بہرطور ہم ان کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد گھنے درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور سامنے ہی ایک وسیع و عریض میدان نظر آیا جس میں گول گول جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ جھونپڑیاں ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر تھیں۔ ان کے اطراف میں درخت بھی نظر آ رہے تھے۔ خاص طور سے ناریل کے درخت۔

ڈیڈ نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا "چیف! مجھے ایک اور خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"وہ کیا ڈیڈ؟"

"کہیں یہ آدم خور نہ ہوں۔ ان کمبختوں کے انداز سے ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔"

میں تھوک نگل کر رہ گیا۔ بے بسی کا احساس خاصا شدید تھا۔ بظاہر کوئی تدبیر نظر نہیں آ رہی تھی۔

بقیہ سفر بھی طے ہو گیا اور ہم ان گول جھونپڑیوں کے درمیان پہنچ گئے۔ ایک بڑے سے احاطے میں جہاں ناریل کے درختوں کا ایک جھنڈ نظر آ رہا تھا ہم نے کچھ لوگوں کو بندھے ہوئے دیکھا۔ انہیں اسی لچکیلی چیز کی رسیوں سے باندھا گیا تھا جس کا جال بنایا گیا تھا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے کچھوؤں کو آپس میں ملا کر یہ رسیاں بنائی گئی ہوں۔ نہ وہ بید تھا اور نہ ہی کسی درخت وغیرہ کی چھال معلوم ہوتی تھی جس سے یہ رسیاں بنائی گئی تھیں لیکن اس کا اندازہ ہمیں بہت جلد ہو گیا کہ یہ رسیاں کسی بھی قیمت پر توڑی نہیں جا سکتی تھیں۔ انہیں کھینچا جاتا تو یہ کچھ لمبی ہو جاتی تھیں لیکن ان کا ٹوٹنا ناممکن تھا۔

درختوں کے قریب لے جا کر ہمیں بھی ان کے تنوں سے باندھ دیا گیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان لوگوں کو دیکھا جو درختوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک معمر قسم کا بوڑھا تھا، دو نوجوان تھے لیکن چوتھے شخص پر میری نگاہ پڑی تو میں چونک پڑا۔ یہ چہرہ میرا شناسا تھا۔ تباہ حالی کے باوجود خدوخال پہچاننا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ وہ نواب سراج الدین تھے۔ لباس کے نام پر ایک دھجی تھی ان کے بدن پر۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ بال چپک کر ایک عجیب سی شکل اختیار کر گئے تھے۔ آنکھوں میں گہری سرخی تھی اور چہرے پر دیوانگی کے آثار۔

ڈیڈ نے دانت بھینچتے ہوئے کہا "کمبختوں نے اس بری طرح باندھا ہے کہ بدن ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے چیف! یہاں ہماری تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔"

کیا کہتے ہو؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نگاہیں نواب سراج الدین پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے شدید دکھ کا احساس ہوا تھا۔ میں نے متلاشی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ یہاں اور لوگ بھی ہیں یا نہیں۔ اس طرف [illegible] اور نواب سراج الدین کے دوسرے ساتھیوں [illegible] تھی مجھے۔

دفعتاً میری نگاہ ایک گوشے پر پڑی اور میرا بدن کانپ کر رہ گیا۔ یہاں [illegible] کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ ہڈیاں [illegible] کھوپڑیاں ایسی تھیں جو تازہ محسوس ہوتی تھیں۔ بڑے بالوں والی ایک کھوپڑی بھی وہیں پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ بعض ہڈیوں میں گوشت چپکا ہوا تھا اور اطراف میں سڑاند پھیلی ہوئی تھی۔ اس نظارے کے بعد اب یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ہم آدم خوروں کے درمیان تھے اور اس تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہونے جا رہے تھے۔

درختوں سے بندھے ہوئے بقیہ لوگ شاید ذہنی توازن قائم نہیں رکھ سکے تھے۔ نواب سراج الدین کی یہ حالت دیکھ کر مجھے شدید افسوس ہو رہا تھا۔ وحشی ہمارے درمیان گھومتے پھرتے رہے۔ ان کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارا یہاں لایا جانا کوئی انوکھی بات نہ ہو۔ اس کا مطلب تھا کہ صحرائے اعظم میں بھٹکنے والے اکثر ان کے ہاتھ لگتے رہتے تھے اور وہ ان کی مدافعتی کارروائیوں سے واقف تھے۔

ہمارا سامان اس طرح غائب کر دیا گیا تھا کہ ہمیں اس کا نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ ہمارے درمیان رہے اور پھر اپنی جھونپڑیوں کی جانب چلے گئے۔ یہاں سے ان کی نقل و حرکت نظر آ رہی تھی لیکن ہم یہ اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے کہ ان کے رہن سہن کا انداز کیا ہے اور اب وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

جب آخری وحشی بھی چلا گیا تو میں نے نواب سراج الدین کو زور سے پکارا اور مڑ مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ نواب سراج الدین کا فاصلہ مجھ سے اتنا زیادہ نہیں تھا کہ وہ میری آواز نہ سن پاتے۔ لیکن میرے زور زور سے چیخنے پر بھی انھوں نے میری جانب رخ نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان دو سفید فاموں نے میری آواز پر غور کیا تھا۔

"نواب صاحب... نواب سراج الدین صاحب! ادھر دیکھیے... ادھر دیکھیے پلیز۔"

جواب میں نواب سراج الدین کے ہونٹوں پر کچھ بڑبڑاہٹ ابھری تھی لیکن ان کی مدھم کرب ناک آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان کا ذہنی توازن درست نہیں ہے اور اس کی وجہ ان کے بقیہ ساتھیوں کی موت بھی ہو سکتی تھی۔

سارا دن اسی طرح گزر گیا۔ رات ہونے لگی۔ ہمارے سوکھے ہوئے بدن شل ہو چکے تھے۔ ایک ایک عضو [illegible] کر رہا تھا اور ہم دم بخود انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں اب غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے لیکن وحشی ہمیں یہاں لانے کے بعد بھول گئے تھے۔ ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ وہ دوران بالکل خاموش رہا تھا۔ بہرطور انسان تھا اور ان حالات میں دلیر سے دلیر انسان بھی خوف کے جذبات سے عاری نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بات سروں پر آ گئی۔ ہم بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال تھے لیکن ان تکلیفوں کا کوئی علاج نہیں تھا ہمارے پاس...

رات اپنی تمام تر ہولناکی کے ساتھ بیت گئی۔ ہم پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ جب صبح ہوئی، میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قرب و جوار میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پتا نہیں نواب اور دوسرے لوگ کب سے یہاں بندھے ہوئے تھے۔ ماحول میں ان کی ذہنی کیفیت کا بگڑ جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ بڈی بھی خاموش تھا اور کچھ عجیب سا نظر آ رہا تھا۔ میں خود اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا۔

ابھی سورج کی روشنی پوری طرح پھیلی بھی نہ تھی کہ ایک جم غفیر برآمد ہوا۔ وحشی چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں اسی طرف آ رہے تھے۔ ان کے درمیان ایک طویل القامت شخص تھا جو غالباً ان کا سردار معلوم ہوتا تھا۔ سردار کے سر پر [illegible] ہوئے پروں کی کلغی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک مخصوص آدمی بھی موجود تھا جس کے گلے میں انسانی سروں کی مالا تھی۔ بالکل چھوٹے چھوٹے سر جن کے بارے میں کبھی پڑھا تھا کہ افریقہ کے وحشی کسی خاص طریقے سے اپنے دشمن کے سر کاٹ کر اس طرح سکیڑ لیتے ہیں کہ ان کے خد و خال میں فرق نہیں آتا اور پھر انھیں اپنے پاس فتح کے نشان کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں۔

وحشی ہمارے قریب آ گئے تو میں نے ان کا بغور جائزہ لیا۔ مخصوص بوڑھے کا سینہ کھلا ہوا تھا اور اس کے سینے، پشت اور کمر پر چھلے ہوئے تھے۔ پیٹ کے اوپر سانپ جیسا نشان بنا ہوا تھا۔ دیکھنے سے یوں نظر آتا تھا جیسے کسی نے اسے اپنی گرفت میں جکڑ رکھا ہو۔ دوسرے وحشیوں کے جسموں پر رنگوں سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ان کے [illegible] عورتوں اور بچوں کو دیکھا۔ سب کے سب ایک ہی [illegible] ننگے ہی تھے۔

سردار ہماری جانب متوجہ ہوا اور اس طرح ہمارا جائزہ لینے لگا جیسے قصائی ریوڑ پر نگاہ ڈال کر موٹے تازے بکرے کا انتخاب کرتا ہے۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر داڑھی والے تنومند سفید فام کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وحشیوں نے ایک زوردار نعرہ لگایا اور مستی سے اچھلنے کودنے لگے۔ پھر چند افراد نے آگے بڑھ کر سردار کی خدمت میں کھوپڑیوں کا تحفہ پیش کیا۔ اس کارروائی کے بعد وحشی آگے بڑھ کر سفید فام کی بندشیں کھولنے لگے۔ جیسے ہی وہ بندشوں سے آزاد ہوا، زمین پر گر پڑا۔ اس میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی اور پھر ایک وحشت ناک منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔

انھوں نے مخصوص قسم کی لکڑیوں میں سفید فام کے جسم کو کس دیا اور اسے تکونی نما لکڑیوں پر الٹا لٹکا دیا گیا۔ پھر ایک لمبے نیزے سے سفید فام کے پیٹ کو چیر دیا گیا اور ایک شخص اس کی آنتیں نکال کر باہر پھینکنے لگا۔ یہ سب کچھ میرے لیے انتہائی کراہت آمیز اور وحشت ناک تھا۔ میں نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ نظارہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا لیکن کب تک اپنے کان بند نہیں کر سکتا تھا۔ سفید فام کی چیخوں نے میرا دل ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دماغ میں پے در پے دھماکے ہو رہے تھے۔ اپنی بے بسی کے احساس سے میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

وحشیوں نے سفید فام کے بدن کے نیچے لکڑیاں جمع کر کے ان میں آگ لگا دی تھی۔ جلتے ہوئے گوشت اور چربی کی بو پھیلنے لگی تو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور میرا بدن خوف سے کانپنے لگا۔ حلق خشک ہو رہا تھا اور لرزتے ہوئے پیروں نے جسم کا بوجھ سنبھالنے سے انکار کر دیا تھا لیکن جس طرح مجھے باندھا گیا تھا، اس کی وجہ سے صرف اتنا ہی کر سکتا تھا کہ اپنے پیروں کو بدن کے بوجھ سے آزاد کر دوں۔ میں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو جسم کی بندشیں گوشت میں گھسنے لگیں۔ اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے۔ اب اپنا عبرت ناک انجام بھی سامنے نظر آ رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ درندے سفید فام کا کچا پکا گوشت ناخنوں اور دانتوں سے نوچ کر ضیافت اڑا رہے تھے لیکن سردار ان میں شامل نہیں تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سفید فام کی ہڈیوں کا ڈھانچا لکڑی پر لٹکا رہ گیا۔ کہیں کہیں تھوڑا تھوڑا گوشت اس کے بدن سے چپکا ہوا تھا۔ میں نے ایک زوردار چیخ ماری تو سردار میری جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔ بہت سے وحشی دلچسپی سے میری طرف دیکھنے لگے۔ پھر سردار اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے قریب آ گیا۔ میں نے چیخ چیخ کر اس سے کہا کہ وہ ہماری جاں بخشی کر دے لیکن وہ میرا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکا۔ بس زور زور سے غلیظ دانت نکالے احمقوں کی طرح ہنستا رہا۔

یہ تمام کوششیں بے سود تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ میرے سامنے کھڑا رہا اور پھر بے پروائی سے شانے ہلا کر واپس اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ دفعتاً مجھے بڈی کی آواز سنائی دی۔ "چیف! بچے کا کیا حال ہے؟" بڈی کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ موت کو یقینی سمجھنے کے بعد شاید اب وہ موت کے خوف سے آزاد ہو گیا تھا۔ میں نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔ "یہ کمبخت بہت ہی بد اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔ تھوڑا بہت گوشت ہمیں بھی دے دیتے تو کیا حرج تھا۔"

"کیا فضول بکواس کر رہے ہو بڈی! ان حالات میں بھی ایسا مذاق کر سکتے ہو تم؟" میں نے غصے سے کہا۔

"دیکھو چیف! جب تک خوف دامن گیر تھا میں نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا لیکن اب جب ہمیں موت سے نجات کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو کیا فائدہ رونے دھونے سے۔ ممکن ہے تھوڑی دیر بعد یہ سردار ہم میں سے کسی پر ہاتھ رکھ

یہ اور اس کے بعد... واہ چیف! بکھت بھون کر کھاتے ہیں۔ ان ہمیں انسانی گوشت کیسا لگتا ہوگا۔ ان بھنتوں کو کھاتے دیکھ کر ان پر رشک آرہا ہے۔ بڈھ تھتی لگانے لگا لیکن اس کے ... کیفیت میں ایک عجیب سی بے بسی تھی۔

گوشت صاف ہو چکا تھا اور اس وقت شاید وہ لوگ ... چکھنا نہیں چاہتے تھے یہ رسم الگ تھی بلکہ تبرک کے طور پر ... وقی ہو اور یہ ظاہر ہے چند افراد ان آدم خوروں کا پیٹ نہیں ... بھر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بستی کی جانب واپس ... چلے گئے۔ البتہ کچھ وحشی پہرے داروں کے طور پر ہم سے کچھ ... فاصلے پر بیٹھے رہ گئے تھے۔ سورج سر پہ پہنچا تو بستی سے پھر ... ایک جلوس برآمد ہوا۔

چند وحشی ایک اور قیدی کو کھینچتے ہوئے لاتے اور ... سے ہم سے کچھ فاصلے پر ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔ ہمیں ... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس قیدی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ... تھے۔ وہ ایک نوجوان آدمی تھا جس کی شکل ہمارے لیے اجنبی تھی۔ ... وہ چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا لیکن وحشیوں پر اس کے چیخنے چلانے کا ... کوئی اثر نہ ہوا۔ انھوں نے اسے مضبوطی سے باندھ دیا۔ تب وہ ... زور زور سے گالیاں بکنے لگا لیکن اس کی گالیوں پر بھی کسی نے ... توجہ نہ دی۔

کچھ وقت اور گزرا تو بستی ہی کی طرف سے معزز وحشی ... خواتین کا ایک جلوس برآمد ہوا۔ اس جلوس کے ساتھ وہ بدبخت ... سردار بھی موجود تھا۔ عورتوں کی تعداد بیس پچیس کے قریب تھی ... جن کے سروں پر کلغیاں لگی ہوئی تھیں اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ... ان کا تعلق سردار کے خاندان سے ہے۔

تب ایک عجیب اور خون آشام رقص کا آغاز ہوا۔ ... پہلے آنے والے تمام لوگ مناسب فاصلے پر قطاریں باندھ کر ... بیٹھ گئے۔ درخت سے بندھا ہوا قیدی اب بھی مسلسل چیخے ... جا رہا تھا۔ وہ شاید کوئی بچی تھا اور اسی زبان میں گالیاں بک ... رہا تھا۔ وہ منحنی بوڑھا بھی کسی طرف سے برآمد ہوا اور چیختے ... ہوئے قیدی کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشعل ... روشن ہوئی تھی۔ قیدی کے قریب پہنچ کر وہ رقص کرنے لگا اور ... پھر اس نے آگے بڑھ کر قیدی کے سینے پر جلتی ہوئی مشعل ... سے ایک نشان بنا دیا۔ رقص کرتی ہوئی عورتوں نے ایک ... ہولناک چیخ ماری اور رقص کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔

قیدی کی دردبھری چیخ ان کی آوازوں میں ڈوب گئی تھی کہ ... عورتوں کے ہاتھوں میں پتلی پتلی اور نوکدار لکڑیاں تھیں جنھیں ... وہ ہلا ہلا کر رقص کر رہی تھیں پھر اچانک کچھ عجیب قسم کے ساز -

بجائے جانے لگے اور ان کے ساتھ ہی رقص کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ اس کے بعد ایک عورت چھوٹی چھوٹی درخت کی جانب بڑھی اور قیدی کی دردناک چیخ فضا میں گونج اٹھی۔ نوکدار لکڑی اس کی ٹھوڑی کے نیچے سے زبان کو چیرتی ہوئی تالو میں پیوست ہو گئی تھی اور اس کے سینے پر خون کی بوندیں گر رہی تھیں۔ تکلیف اور درد کی شدت سے وہ اپنا سر بلا رہا تھا جیسے درخت کے تنے سے ٹکرا رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے دوسری رقاصائیں بھی آگے بڑھیں اور قیدی کے سینے پر بہتا ہوا خون اپنی زبانوں سے چاٹ کر گویا ایک فریضہ انجام دینے لگیں۔

جب قیدی کی گردن سے بہنے والا خون ختم ہو گیا تو ایک رقاصہ نے نوکیلی لکڑی قیدی کے بدن کے وانتے ہیں...پیوست کر دی اور پھر لمحہ بھر بعد اس بدنصیب قیدی کے بدن میں جگہ جگہ لکڑی کی میخیں گڑی ہوئی نظر آنے لگیں۔ اس کی آواز جلد ہو گئی تھی۔ گردن سینے پر جھک گئی تھی۔ شاید وہ مر چکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد سردار آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا۔ میں نے سرخ انگاروں سے اس خنجر کو دیکھا اور پھر مرنے کے بدن پر تھر تھری طاری ہو گئی۔ یہ خونی منظر اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ سردار نے اس بدنصیب قیدی کا سینہ چاک کر کے اس کا دھڑکتا ہوا دل نوچ لیا تھا اور اسے کچا ہی چبا رہا تھا۔

اس سے زیادہ انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ میں نے بڈھ کو پکارا لیکن بڈھ کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ وہ تین بار بڈھ کو آواز دی لیکن وہ جواب نہیں دے سکا۔ مظلوم قیدی کی لاش اب درخت سے ہٹا کر کھولی جا رہی تھی اور پھر عورتیں اس لاش پر بھی ٹوٹ پڑیں۔ ان کی رفتار کچھ زیادہ ہی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے مکھیوں کا کوئی غول شہد کے چھتے پر پل پڑا ہو۔ ان کی ہولناک آوازیں ابھر رہی تھیں پھر جب وہ ایک ساتھ پیچھے ہٹیں تو قیدی کی ہڈیوں کا پنجر ہماری نگاہوں کے سامنے آگیا۔

بڈھ نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "دیکھا چیف... عورتیں یہاں بھی کفایت شعار ہیں۔ مردوں نے اس کے پہلے شخص کے بدن پر گوشت کی کچھ بوٹیاں لگی چھوڑ دی تھیں لیکن یہ کبھی تو اس کی ہڈیاں تک چاٹ گئی ہیں۔"

میں نے بڈھ کی طرف دیکھا۔ اس کی ذہنی کیفیت کا مجھے اندازہ ہو رہا تھا۔ اب کچھ ہی لمحے جا رہے تھے کہ ہماری باری بھی آنے والی تھی اور بڈھ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔

المدد الٰہی — پر کیسی کیسی عجیب کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ حیرت انگیز حالات

الہ دا نقلات سے سابقہ پڑتا ہے۔ ایسے لمحات آجاتے ہیں جب وہ خود کو بالکل بے بس اور کسی حقیر کیڑے کے مانند سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وقت میں خدا یاد آتا ہے۔ ان کو بھی جو ساری زندگی خود کو خدا سمجھتے ہیں اور مالک حقیقی کو کبھی ایک سجدہ کرنا تو درکنار اس کے وجود کی نفی کرتے رہتے ہیں اور ایسے وقت میں خدا کو یاد کرنے اور اس سے مدد مانگنے لگتے ہیں لیکن اس وقت میری عجیب حالت ہو گئی تھی کہ مجھے کس بات کا خوف ہو رہا تھا۔ شاید یہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ میں نے ایسے لمحے پر بھی اسے یاد کرنے میں غفلت برتی مگر وہ تو مجھے نہیں بھولا تھا۔

دفعتاً جھونپڑیوں کے عقبی حصے سے ایک کثیف بادل بلند ہوا اور وہ سب درندے چونک کر ابھرنے لگے پھر چیخ و پکار کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ اب جھونپڑیوں سے شعلے بھی بلند ہونے لگے تھے۔

میں اور بڈھ بھی اس عجیب و غریب منظر کو دیکھنے لگے تھے۔ وحشیوں کے سردار نے دفعتاً چیخ کر کچھ کہا اور تمام وحشی آدم خور وہاں چھوڑ کر اپنی جھونپڑیوں کی طرف بھاگے مگر وہ آگ تو جنگل کی آگ تھی۔ اتنی برق رفتاری سے جھونپڑیاں آگ پکڑ رہی تھیں کہ حیرت ہوتی تھی۔ اطراف کا ماحول ایک جلتی ہوئی مشعل میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا اور آدم خور وحشی اس کے درمیان بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔

پھر ہمیں اسٹین گنوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اسٹین گنیں اس کے ... گولیاں برسا رہی تھیں اور وحشی چیخ و پکار کی آوازیں کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھیں۔ میں اور بڈھ بیوقوفوں کی طرح منہ اٹھائے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جن لوگوں پر گولیاں برسائی جا رہی ہیں وہ کون سے حصے میں ہیں۔

جلتی ہوئی جھونپڑیوں میں سے وحشی نکل نکل کر بھاگ رہے تھے اور سرخ شعلے بلند ہو رہے تھے۔ سیاہ فام مکروہ شکل کے عورتیں اپنے بچوں کو برہنہ جسموں سے چپکائے ہوئے ادھر ادھر دوڑتی پھر رہی تھیں۔ ان پر قہر نازل ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ آگ نے ان جھونپڑیوں کو بھی اپنے حصار میں لے لیا جو ہماری نگاہوں کے عین سامنے تھیں۔ آگ کا ایک الاؤ تھا جو چاروں طرف روشن تھا۔ اس کی شدید تپش فضا میں حبس پیدا کر رہی تھی اگر ہم جھونپڑیوں کے قریب کہیں بندھے ہوئے ہوتے تو یقیناً خود بھی جھلس جاتے۔ ہمیں صورتحال کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ایک لفظ بھی

ہمارے منہ سے نہیں نکل سکا تھا کہ دفعتاً ہمیں عقب سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد مخصوص قسم کے لباسوں میں ملبوس چند جوان ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ ایک دراز قامت آدمی بھی تھا جو ویسے ہی لباس میں ملبوس تھا۔ گھٹنوں تک کے فل بوٹ، جسم پر موٹے کپڑے کی جیکٹیں اور سر پر ہیٹ۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ قوی ہیکل شخص ہمارے سامنے پہنچا تو ہمیں اپنی بصارت پر شبہ ہونے لگا۔ یہ میکنو تھا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ چڑھا ہوا تھا۔

ہمارے نزدیک پہنچ کر اس نے جیب سے لیا چاقو نکالا اور پہلے بڈھ کی اور پھر میری رسیاں کاٹ دیں۔ ہمارے بدن شل ہو رہے تھے۔ بڈھ گرنے لگا تو میکنو نے جھک کر اسے اٹھایا اور کندھے پر ڈال لیا پھر اس نے انگریزی زبان میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے بھی اٹھا لیا جائے۔ باقی جوان دوسرے آدمی کو کھولنے میں مصروف ہو گئے تھے اور دو آدمی نواب سراج الدین کو بندشوں سے آزاد کر رہے تھے۔ اس کے بعد وہ انھیں کندھوں پر لاد کر عقبی سمت میں دوڑ گئے۔

مجھے بھی انھوں نے اٹھانے کی کوشش کی لیکن میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے صرف سہارا دے دیا جائے، میں اپنے قدموں ہی سے چلوں گا۔ جسم میں خون کی گردش انتہائی سست پڑ گئی تھی۔ بندشوں سے آزاد ہونے کے بعد ٹانگیں بے جان اور سوئی سوئی سی محسوس ہو رہی تھیں لیکن ان کے سہارے سے چلتے ہوئے میں نے پاؤں میں خون کی گردش بحال کرنے کی کوشش شروع کر دی اور حتی الامکان اپنے پیروں کو استعمال کرتا رہا۔ یہی سمت ایسی تھی جو آگ سے محفوظ تھی ورنہ چاروں طرف شعلہ آگ کے بادل سے چھائے ہوئے تھے۔

جب ہم جھونپڑیوں کے حصار سے دور نکل آئے تو میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اس لباس میں ملبوس مزید چند افراد اس سمت میں آ گئے تھے اور بھاگتے ہوئے وحشیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ وحشیوں کی لاشوں کے انبار لگتے جا رہے تھے۔ حملہ آوروں نے عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا لیکن اس وقت ان سے کچھ کہنا فضول تھا۔ میں اور بڈھ ان کے ساتھ کافی دور نکل آئے۔ جب اتنا فاصلہ طے ہو گیا کہ ہمیں کوئی خطرہ نہ رہا تو میکنو نے بڈھ کو زمین پر لٹا دیا اور جھک کر اس کے پیروں کی مالش کرنے لگا۔

میرے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جا رہا تھا لیکن نواب سراج الدین اور اس دوسرے شخص کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ ابھی تک میرے اور میکنو کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر

کے بعد میکنو نے بڈھے سے پوچھا "کیا تمہاری حالت کچھ بہتر ہوئی بڈھا؟"

"بہت بہت شکریہ میکنو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم اگر کسی اور کام میں مصروف ہونا چاہتے ہو تو اب میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔"

میکنو اٹھا اور اپنی اسٹین گن سنبھال کر واپس اسی طرف چل پڑا، جہاں ابھی تک گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ میری نگاہیں اسی سمت لگی رہیں۔ بڈھے نے میرے نزدیک کھسکنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔

"کیا حال ہے چیف؟"

"ٹھیک ہوں بڈھے" میں نے کہا اور اٹھ کر چیرتی سے نواب سراج الدین کے پاس پہنچا اور جھک کر ان کے پیروں کی مالش کرنے لگا۔ میں اس کے دوران خون کو بھی بحال کرنا چاہتا تھا لیکن اُن کے بدن پر ہاتھ رکھا تو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ بدن بالکل ٹھنڈا تھا۔ میں نے متوحش نگاہوں سے نواب سراج الدین کی صورت دیکھی۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر موت کا سکوت طاری تھا۔ میں نے اُن کے سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کی لیکن دل کمبخت دغا دے گیا تھا۔ غالباً اس ہولناک منظر نے کسی وقت نواب سراج الدین کے دل کی دھڑکن بند کر دی تھی اور اب وہ زندہ نہیں تھے۔

ایک بے اختیار آہ میرے منہ سے نکل گئی اور میں انہیں چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بے چارے نواب سراج الدین کی کہانی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ یہی کیفیت اس دوسرے بوڑھے کی تھی وہ بھی مر چکا تھا۔ یہ دونوں تو غیر معمولی قوتوں کے مالک تھے کہ اس منظر کو دیکھنے کے بعد بھی زندہ رہے تھے۔ بھلا دیا تھا ہم نے اس بات کو کہ ہماری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں اور نہ ہمارا حال بھی ان سے مختلف نہ ہوتا۔

میں بڈھے کے پاس واپس آ گیا۔ بڈھے کو بھی صورت حال کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھٹکی اور پھر آہستہ سے بولا "زندگی اور موت کا یہ کھیل کتنا عجیب ہے چیف اور شاید ناقابل یقین بھی۔ اتفاقات بلاشبہ زندگی میں ایک حیثیت رکھتے ہیں لیکن ایسے اتفاقات! کیا ضروری تھا کہ وہ لوگ اس بوڑھے انگریز ہی کا انتخاب کرتے۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی ان آدم خوروں کا شکار ہو سکتا تھا لیکن ہم بچ گئے۔"

"میکنو کے ساتھ فاخرہ یعقوبی بھی ہو گی لیکن دیگر لوگ تمہارے خیال میں کون ہو سکتے ہیں بڈھے؟"

"صحرائی محافظ۔ یقیناً وہ لوگ جو لائن آف کرونلہ کے اطراف میں بھٹکنے والوں پر نظر رکھتے ہیں۔ میرا مطلب ہے عرب۔" اتنا کہہ کر بڈھا خاموش ہو گیا۔

خونی ریزی کا اور تباہی کا یہ کھیل تقریباً چالیس منٹ تک جاری رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسٹین گن بردار آدم خور قبیلے کے ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑنا چاہتے ہوں۔ بڑی عجیب کیفیت ہو گئی تھی۔ چالیس منٹ کے بعد گولیوں کی آوازیں بالکل بند ہو گئیں اور پھر تقریباً بیس پچیس کے قریب افراد ہماری طرف بڑھتے نظر آئے۔ ان میں میکنو بھی تھا۔ میں نے فاخرہ یعقوبی کو بھی دیکھ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہماری جماعت کا ایک تیسرا آدمی عرب بھی آ رہا تھا۔ اپنے مشن سے فارغ ہو کر یہ لوگ ہماری خبر گیری کے لیے چل پڑے تھے۔

فاخرہ یعقوبی نے مجھے دیکھا تو تیر کی طرح سیدھی میری طرف آئی۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے تاثرات سے اس کے دلی جذبات کا اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ تھام لیا اور بولی "تم... تمہیں دیکھ کر مجھے نئی زندگی ملی ہے۔ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتی تھی اور اس کے بعد... اس کے بعد شاید میری تمام زندگی ہی بے عمل ہو جاتی۔"

میں خاموش نگاہوں سے فاخرہ یعقوبی کو دیکھتا رہا۔ وہ طویل القامت عرب بھی میرے قریب ہی پہنچ گیا تھا۔ وہ کرخت چہرے والا آدمی تھا۔ عمر تیس پینتیس کے درمیان ہو گی۔

فاخرہ یعقوبی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "صحیح وقت پر پہنچے غازی ناصر۔ خدانخواستہ کچھ دیر ہو جاتی تو..." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری طرف دیکھنے لگی۔

"بہت سے لوگ شکار ہو چکے ہیں۔ ہمیں ان کے لیے افسوس ہے۔" طویل القامت شخص نے کہا۔

فاخرہ یعقوبی میرے سامنے پہلے بھی غازی ناصر کا نام لے چکی تھی اور میں غائبانہ طور پر اس شخص سے واقف تھا۔ نہیں اس نے غازی ناصر کو میرے بارے میں کچھ بتایا تھا یا نہیں... پھر فاخرہ، نواب سراج الدین اور دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئی اور وہاں موجود ایک شخص نے کہا "یہ دونوں مر چکے ہیں۔"

فاخرہ نے گردن جھٹکی اور پھر ان لوگوں سے بولی "ان کی تدفین کر دو۔"

"جو لوگ ان درندوں کے ہاتھوں موت کا شکار ہو چکے ہیں ان کے لیے افسوس کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس علاقے میں آدم خوروں کا نام و نشان مٹا دینا ہے۔ کسی زندہ کو نہیں چھوڑنا ہے" غازی ناصر نے کہا۔ چند افراد گڑھا کھودنے لگے۔ تبھی جب نواب سراج الدین اور اس بوڑھے انگریز کو ایک ہی گڑھے میں دفنایا جانے لگا تو میں نے آگے بڑھ کر کہا "نہیں۔ وہ مسلمان ہے، اسے علیحدہ قبر میں دفن کرو۔" غازی ناصر چونک پڑا۔ پھر اس نے دوسری قبر تیار کرنے کا حکم دیا اور انگریز کو پہلے کھودی ہوئی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

"کوئی شناسا تھا علی؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"ہاں ایک بے ضرر اور شریف ایشیائی جو بہت بھلے مانس تھے۔ بہت سے لوگ تھے اس کے ساتھ، اس کی بیٹی بھی تھی۔"

"اوہ!" فاخرہ نے افسوسناک لہجے میں کہا اور پھر بڈھے کی طرف متوجہ ہو گئی "بڈھے مجھے افسوس ہے..."

"کہ تم زندہ بچ گئے؟" بڈھے نے قہقہہ لگا کر کہا "لیکن فکر نہ کریں میڈم، ابھی چند لمحات جاتے ہیں کہ ہماری لاشیں بھی یہیں پڑی ہوں گی۔"

"کیا فضول بکواس ہے۔" فاخرہ نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے میڈم۔ ہم صرف قوت ارادی کے بل پر زندہ ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ آخری بار خوراک اور پانی ہمیں کہاں ملا تھا۔"

فاخرہ نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور پھر چند لوگوں کو اشارہ کر کے پاس بلایا اور انہیں ہدایات دینے لگی۔ وہ لوگ دوڑتے چلے گئے تھے۔

نواب سراج الدین کو بھی دفن کر دیا گیا۔ چند لمحات میں ہم نے چھ سات شاندار قسم کی لینڈ روورز اس طرف آتے دیکھیں۔ انہیں وہی لوگ ڈرائیو کرتے ہوئے لا رہے تھے جنہیں فاخرہ نے ہدایت دی تھی۔

لینڈ روورز ہمارے قریب رک گئیں۔ فاخرہ نے کچھ اور لوگوں کو ہدایت کی اور پھر ہمارے لیے نفیس قسم کی کافی اور گاڑھے سینڈوچز لائے گئے۔ اس وقت اُن کی لذت ناقابل بیان تھی۔ غازی ناصر وحشیوں کی جلی ہوئی جھونپڑیوں کا جائزہ لینے چلا گیا تھا۔

فاخرہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ کافی کی گھونٹ بیالیاں پینے کے بعد میری جان میں جان آئی۔ اتنی دیر میں غازی ناصر واپس آ گیا تھا۔

"کوئی خاص بات ناصر؟"

"نہیں مس یعقوبی، کوئی باقی نہیں بچا۔ ان عفریتوں کا خاتمہ ہو جانا ہی بہتر ہوا۔ یہاں ہمارے لوگ گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو آدم خوروں کے کسی ایک قبیلے سے تو نجات ملی۔"
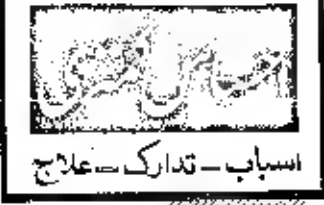
"چلیں؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"اگر آپ کے دوست سفر کے قابل ہوں... تو یقیناً..."

"اس وحشت کدے سے نکل کر ہمیں ذہنی سکون ہو گا۔"

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تب پھر لوٹ چلتے ہیں۔ تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔" فاخرہ نے کہا۔

سفر کے لیے ہمیں عمدہ بندوبست کیا گیا تھا۔ ایک لینڈ روور میں صرف ڈرائیور، فاخرہ اور ہم دونوں تھے۔ اس میں آرام دہ سیٹیں لگی ہوئی تھیں۔ جب ہم روانہ ہو گئے تھے۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں فاخرہ؟"

"نالوٹیا۔ لا اَنی آف کروزل کی ایک بستی ہے۔"

"کتنے فاصلے پر ہے؟"

"کوئی اسّی میل دُور ہے۔ یہاں سب سے قریبی بستی ہے۔"

"تم ہم تک کیسے پہنچ گئیں؟"

"ہمارے دو آدمیوں نے تمھیں اس وقت دیکھا تھا جب تم منگو بھیلوں سے بچ کر بھاگ گئے تھے لیکن وہ دریا کے دوسرے کنارے پر تھے اور پھر وہ ہمیں اطلاع دینے کے لیے چھ میل دوڑ آئے۔ نہ جانے کیوں میرے دل نے کہا، یہ تم لوگ ہو اور میں فاتح کو لے کر چل پڑی۔"

"اس وقت ہمیں واقعی تمھاری ضرورت تھی۔ جنگل میں تم ہم سے بچھڑ کر کدھر نکل گئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"کمال دُور ہو کر ان کمبختوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ ایک دن اور ایک رات ہمارا تعاقب کرتے رہے تھے۔ جالف اور نکلفی ان کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔" فاخرہ نے بتایا۔

"افسوس!"

"ہاں، وہ اپنی ضد کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے تعاون کرنا چھوڑ دیا تھا۔ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ انھوں نے ہماری زندگی بھی خطرے میں ڈال دی تھی لیکن میکنو نے اس وقت بڑی مدد کی۔"

"کیا تم اس علاقے سے گزری تھیں جہاں خشک جھیل ہے؟"

"سونا نارا؟ تمھیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" فاخرہ نے تعجب سے کہا۔

"لمبی کہانی ہے۔ ہم اسی طرف نکل گئے تھے۔"

"میکنو نے اس بات کا خدشہ ظاہر کیا تھا کہ کہیں تم اس طرف نہ جا نکلے ہو۔ اسی نے اس کے بارے میں بتایا تھا۔"

لینڈ روور کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کچھ دُور جا کر کسی قدر خراب راستہ آ گیا تو رفتار سست ہو گئی۔ ان لوگوں کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ اکثر صحراؤں میں بھٹکتے ہیں۔ اس لیے ان راستوں کی شناخت ان کے لیے مشکل نہ تھی۔ راستے میں جنگلی بھینسوں کا ایک غول حملہ آور ہوا تو گاڑی کے لیے سفر رک گیا۔ ان پر فائرنگ کی گئی۔ کچھ بھینسے زخمی ہو کر بھاگے تو دوسرے بھی ان کے پیچھے لگ گئے۔ پھر رات ہو گئی اور بڑی عمدگی سے تمام گاڑیوں کو خیموں میں چھپا کر کھڑا کر دیا گیا۔ آگ بھی روشن کر لی گئی تھی۔ خوراک کے لیے شکار کیا ہوا گوشت موجود تھا جسے تیار کیا گیا۔

رات گاڑیوں ہی میں گزاری گئی۔ فاخرہ میرے ساتھ تھی۔ ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ وہ خطرناک لوگ زیرِ بحث تھے جو ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ فاخرہ نے کہا "فاتح سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی اچھی خاصی تعداد یہاں موجود ہے۔ بار بار چند پُراسرار گروہوں سے صحراگردوں کی مڈبھیڑ ہوتی ہے۔ بس پریشانی یہ ہے کہ ان کی شناخت نہیں ہو پائی۔ یہاں اکثر مہم جو پارٹیاں آتی رہتی ہیں۔ کچھ ہاتھی دانت کی تلاش میں، کچھ پُراسرار دفینوں کے چکر میں۔ سونے کی تلاش تو عام طور پر کی جاتی ہے لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون لوگ کس مقصد سے یہاں آتے ہیں۔"

"اب تو سب کو یقین ہو گیا ہو گا کہ لا اَنی آف کروزل کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں؟"

"ہاں سب اس پر متفق ہیں۔ ویسے پہلے بھی اس کا اندازہ تھا کہ یہ سب کچھ ہو گا اسی لیے ہر ملک نے اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کو بھیجا ہے۔ اس دوران ہمارے کچھ لوگ اغوا بھی ہوئے لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"کیا وہ اہم لوگ تھے؟"

"یقیناً! نہایت اہم۔" فاخرہ نے کہا۔

"یہ کیسے معلوم ہوا کہ انھیں اغوا کیا گیا ہے؟"

"یونس فارسی نامی ایک ایجنٹ نے اس بارے میں اطلاع دی تھی۔ اس کے دو ساتھیوں کو اغوا کر لیا گیا تھا اور وہ اتفاق سے بچ گیا تھا۔"

"یونس فارسی اب کہاں ہے؟"

"بینگاٹو میں۔"

"بینگاٹو...؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"لا اَنی آف کروزل کی ایک آبادی ہے۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو گیا تھا مگر پھر دفعتاً ایک خیال کے تحت میں نے پوچھا "کیا غازی ناصر کو میری اصلیت معلوم ہے؟"

"نہیں صرف نام۔"

"یعنی...؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"علی... علی ارخان نہیں۔ تمھاری ہدایت کے مطابق میں نے کسی کو تمھارے بارے میں تفصیل نہیں بتائی۔"

"یہ میرے حق میں بہتر ہے فاخرہ۔"

دوسری صبح پھر سفر شروع ہو گیا اور شام کو تقریباً پانچ بج رہے تھے جب جنگل میں منگل نظر آیا۔ ویران جنگلوں میں یہیں کسی آبادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عمارتیں لکڑی اور پتھروں کی سرخ سلوں سے بنی ہوئی تھیں لیکن کافی عمدہ تھیں۔ ان میں ایئرکنڈیشنر نظر آ رہے تھے۔ اطراف میں کھیت پھیلے ہوئے تھے لیکن یہ بھی بہت عمدگی سے بنائے گئے تھے۔ کھیتوں میں ٹریکٹر نظر آ رہے تھے۔

"بجلی ہے یہاں؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہاں لیکن محدود۔ پیٹرول اور مٹی کے تیل سے بجلی پیدا کی جاتی ہے اس لیے بہت مہنگی پڑتی ہے۔ ان آبادیوں میں رہنے والے بہت پسماندہ لوگ تھے۔ ضروریاتِ زندگی کے لیے کچھ وسائل نہیں رکھتے تھے لیکن اب یہاں پیدا ہونے والے بچے کے لیے بھی زندگی کی سہولتیں سرکاری طور پر مہیا کی جاتی ہیں۔ جھونپڑوں کی زندگی خود انھیں پسند ہے ورنہ شاید انھیں مکانات بھی تعمیر کرا دیے جاتے۔"

"اور یہ کیا ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"سب سرکاری ہیں۔"

گاڑیاں ایک چیک پوسٹ پر پہنچ گئیں۔ ایک ایک شخص کو نیچے اتارا گیا۔ سب کی شناخت ہوئی۔ انتظامات بہت بہتر تھے۔ غازی ناصر کی معرفت ہمارا رجسٹریشن ہوا۔ اس کے بعد آگے جانے کی اجازت دی گئی۔ آبادی میں عمدہ سڑکیں تھیں، سوئمنگ پول اور پارک بنے ہوئے تھے۔ درختوں کی بہتات کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ قدیم ہیں۔ بس ان کی ترتیب کرا لی گئی ہے۔

اپنی رہائش گاہ تک آتے ہوئے میں نے بہت کچھ دیکھ لیا تھا۔ جس عمارت میں ہمیں ٹھہرایا گیا، یہ گیسٹ ہاؤس کہلاتی تھی۔ بالکل کسی شاندار ہوٹل کی سی حیثیت تھی اس کی۔ اندر بہترین قیام و طعام مفت تھا۔ سروس کے لیے ویٹر موجود تھے جو بڑی مستعدی سے ہدایات کی پابندی کرتے تھے۔ فاخرہ غازی ناصر کے ساتھ چلی گئی تھی۔ بڈ میرے پاس ہی تھا۔

"تم پہلے بھی نالوٹیا آ چکے ہو بڈ؟"

"نہیں چیف! لیکن میں نے لا اَنی آف کروزل کی یہ دوسری آبادی دیکھی ہے۔ اس سے قبل میں ٹوڈو فیاز دیکھ چکا ہوں ورنہ میں زیادہ تر انگوگی میں رہتا ہوں۔"

"اور میکنو؟"

"میکنو اہم نمائندہ شمار کیا جاتا ہے اور شاید اس کے لیے کہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔" بڈ نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ پھر ہمارے درمیان مزید بات چیت نہیں ہوئی۔

رات کو فاخرہ آ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہمیں دیکھا اور پھر دو مخصوص طرز کے بیج ہمیں دیتے ہوئے بولی۔ "نالوٹیا میں آپ لوگ معزز مہمانوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کا تعلق میرے گروپ سے ہے۔ گروپ آر آر سیلون، یہ آپ کا کوڈ نمبر بھی ہے۔ نالوٹیا کے کسی بھی علاقے میں جا سکتے ہیں۔ کوئی پابندی کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ بس باہر نکلتے ہوئے یہ نشان اپنے لباس پر لگا لیا کریں۔"

"گڈ! یہاں تمھاری مصروفیات کیا رہیں گی فاخرہ؟"

"کچھ نہیں لیکن شاید مجھے تیر وڈا جانا پڑے اور وہاں سے انکوٹن لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو زیادہ وقت نہیں لگاؤں گی۔ تم کچھ وقت آرام کر لو، خوب سیر و تفریح کرو۔ اس کے بعد ہم اپنے مشن کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا لیکن دل میں یہی بات تھی میرے کہ شاید میں تمھارا انتظار نہ کر سکوں فاخرہ۔

تھوڑی دیر کے بعد فاخرہ چلی گئی۔ بڈ نے انٹرکام پر روم سروس کو فون کر کے رات کا کھانا طلب کر لیا اور ویٹر چند ہی لمحے بعد ہماری پسندیدہ چیزوں کا آرڈر لینے آ گیا۔

کھانے سے فراغت کے بعد بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "آج رات طویل عرصے کے بعد سکون کی نیند آئے گی چیف! کیا خیال ہے؟"

"ہاں، میں بھی جلدی سونا چاہتا ہوں۔"

کہنے کو تو میں نے کہہ دیا تھا کہ جلد سو جاؤں گا لیکن بستر پر لیٹا تو نیند کوسوں دُور چلی گئی۔ نہ جانے کیا کیا خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ تمدن سب ناکارہ، اپنا مشن، گزرے ہوئے ہولناک واقعات... نہ جانے کیا کیا... نیند بہت مشکل سے آئی تھی۔

صبح کو خوب دن چڑھے جاگا۔ بڈ تولیے سے سر رگڑتا ہوا غسل خانے سے باہر آ رہا تھا۔ "جاگ گئے چیف! غسل کر لو پھر ناشتا منگوا لیتے ہیں۔ ہاں ایک خوشخبری سنو۔"

"کیا؟"

"ہمیں یہاں لباس بھی مل سکتے ہیں۔ نیچے ایک اسٹور موجود ہے اور اس میں ضرورت کا دوسرا سامان بھی ہوتا ہے۔"

"کیسے معلوم ہوا یہ سب کچھ؟"

"وہ ویٹر سے پوچھا تھا۔" بڈ نے جواب دیا اور میں غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔

ناشتے کے بعد ہم اپنے کمرے سے باہر نکل آئے ہوٹل کے بیرونی حصے میں بہت بڑا ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا جس میں چند راہبر بھی موجود تھے۔ انھوں نے ہمارے شانوں پر آویزاں نشان دیکھے اور ہمیں تعظیم دی۔

میں نے ایک راہبر سے پوچھا تھا "اگر ہمارے پاس کرنسی نہ ہو اور ہمیں کسی شے کی ضرورت ہو تو ہمیں کیسا کرنا ہوگا؟"

راہبر نے جو عرب ہی تھا مسکراتے ہوئے کہا "اپنی پسندیدہ چیزوں کا انتخاب اور اس کے بعد ان کا استعمال، یہاں کرنسی نہیں ہوتی جناب، نہ ہی اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔" راہبر کی بات بڑی عجیب اور دلچسپ محسوس ہوئی تھی یعنی جس شے کی ضرورت ہو اسے حاصل کر لیا جائے اور اس کے حصول کے لیے رقم وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں۔

بڈ اس راہبر سے بہت سی باتیں کرنے لگا۔ میں اپنی پسندیدہ چیزوں کے انتخاب میں مصروف ہو گیا تھا۔ دل میں ایک جھجک سی تھی کہ مفت کا مال ہے آخر نہ لیا جائے کہ کسی کو اعتراض ہو۔ تاہم اپنی پسند کے چند جوڑے کپڑے، شیو بنانے کا سامان، اچھا کلیٹ کے پیکٹ اور چند ایسی ہی چیزیں ٹرالی میں رکھ کر میں کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔

بڈ مسلسل اس راہبر سے گفتگو کر رہا تھا اس نے مجھے دیکھ کر معذرت کرتے ہوئے کہا "سوری چیف! میں کچھ ایسا باتوں میں مصروف ہوا کہ تمہارا ساتھ نہ دے سکا جبکہ مجھے بھی کچھ چیزوں کی ضرورت ہے۔"

کاؤنٹر پر ایک ملازم نے تمام چیزیں نکال کر سجا دیں اور ان کا اندراج رجسٹر میں کیا جانے لگا۔ اس کے بعد انھیں ایک چرمی سوٹ کیس میں پیک کر دیا گیا اور مجھ سے صرف دستخط لیے گئے۔

بڈ اپنی ضرورت کی اشیا جمع کر رہا تھا جو تعداد میں مجھ سے کچھ زیادہ تھیں لیکن کسی کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں تھی۔ یہ سامان لے کر ہم واپس اپنے کمرے میں آ گئے اسے یہاں محفوظ کرنا ضروری تھا۔

میں نے متحیرانہ انداز میں بڈ سے کہا "بڈ! کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں لگتا؟"

"نہیں چیف اور اصل میں تمہیں علم ہے کہ لائف آف کروزلی مختصر عرب سرمائے سے وجود میں آئی ہے اور یہاں ان افراد کا کوئی گزر نہیں۔ متعلقہ افراد کے لیے یہ سہولت دی گئی ہے۔" میں نے اس راہبر سے بہت سی ایسی باتیں معلوم کیں جن کا علم پہلے مجھے بھی نہیں تھا کیونکہ یونائیٹڈ [illegible] میں شمار نہیں ہوتا بلکہ اسے ایک سرحدی چوکی کی [illegible] حاصل ہے اور وہاں یہ تمام سہولتیں نہیں ہیں۔"

"اور کیا خاص بات معلوم کی تم نے اس راہبر سے؟"

"چیف، اس بستی کا نام تانونیا ہے۔ تانونیا میں [illegible] کے بہت سے قبائل کو جمع کر کے انھیں تربیت دی گئی اور واقع فیکٹریوں میں کام پر لگا دیا۔ ان کے لیے بے شمار اسٹور کھول دیے گئے جہاں سے انھیں بغیر کسی [illegible] ضرورت کی اشیا دستیاب ہو جاتی ہیں اور وہ فکر زندگی سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اطراف میں کچھ قبائل ایسے بھی ہیں جنھوں نے عربوں کی محکومی قبول نہیں کی ہے لیکن ان سے کوئی تعرض ابھی نہیں کیا ہے وہ اپنے طور پر زندگی گزار رہے ہیں۔ تانونیا کے شمال مشرق اور جنوب میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایسے بہت سے قبائل ہیں لیکن وہ تانونیا والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے، اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں [illegible] عربوں سے تعاون نہیں کرتے ہیں۔"

"بڈ!" میں نے پرخیال انداز میں کہا "کیا تمہارے خیال میں ایسے قبائل میں ہمارے دشمن پناہ نہیں لے سکتے؟"

"اس امکان کو نظرانداز تو نہیں کیا جا سکتا چیف، انھیں آزادی ہو گی اس کی اور اپنے طور پر وہ [illegible] حاصل کر سکتے ہیں۔"

"کیا اس طرف توجہ نہیں دی گئی؟"

"افسوس، اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"بہرحال، آگے کہو۔"

"ہم آگے کچھ نہیں، بس یہی تمام باتیں تھیں۔ ہاں ایک اور [illegible] تانونیا کے اطراف میں اور بہت سی جگہوں پر بھی عیسائی تبلیغی مشن اپنی کارروائیوں [illegible] ہیں اور یہ بہت طویل عرصے سے اپنا یہ کام انجام دے رہے ہیں۔ ان لوگوں میں بھی ہمارے دشمنوں کی موجودگی [illegible] بے شک بلکہ اس طرح انھیں کافی آسانیاں [illegible] سکتی ہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا بڈ کہ ہم ان علاقوں کا دورہ کریں؟"

"میرے خیال میں ہمیں اس میں دقت نہیں ہوگی۔

یہ بتایا تھا کہ اگر ہم اطراف کے علاقوں کی سیر کرنا چاہیں تو یہاں فارم ہاؤس سے گھوڑے بھی فراہم ہو سکتے ہیں لیکن ایک مخصوص حد سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ اس کے بعد خطرات شروع ہو جاتے ہیں۔"

"بڈ! اس کا مطلب ہے کہ تم نے راہبر سے بہت سی کام کی باتیں معلوم کی ہیں۔"

"ہاں چیف، اس لیے اتنا وقت اس کے ساتھ گزار آیا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم نئے لباس پہنے جو کافی اچھے اور آرام دہ تھے اور پھر باہر نکل آئے۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلے اطراف کی آبادی پر نگاہ ڈالوں گا۔ ہم پتا معلوم کرتے ہوئے فارم ہاؤس تک پہنچ گئے جہاں ہمیں گھوڑے دستیاب ہو سکتے تھے۔ ہم نے اپنے سینوں پر وہ نشان آویزاں کر لیے تھے، ہر فارم کا منتظم شخص ان نشانات پر نگاہ ڈالتا اور وہی کرتا جو ہماری خواہش ہوتی۔

گھوڑے حاصل کرنے کے بعد ہم لائف آف کروزلی کی آبادی سے باہر نکل آئے۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ اندرونی آبادی کو ہم بعد ہی میں دیکھیں گے۔ ہم نے اپنے پاس ضرورت کی تھوڑی سی چیزیں محفوظ کر لی تھیں۔ آگے چل کر پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا چنانچہ ہم اس کے دامن میں سفر کرتے رہے۔

تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی ندیاں یا چشمے ابل رہے تھے۔ ہمیں سفر کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا پھر ایک طویل و عریض دریا کے کنارے پہنچے جو ایک پر ہیبت گھاٹی سے نکل کر نہ معلوم کہاں جا رہا تھا۔ ہم نے دریا کے متوازی سفر کرتے ہوئے کافی دور تک جانے کا فیصلہ کیا لیکن کچھ دور چلنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ دریا کے متوازی چلنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ پام کے درختوں اور کانٹے دار جھاڑیوں کا ایک وسیع جنگل یہاں بکھرا ہوا تھا۔

دوپہر ہو گئی۔ سخت گرمی نے پیاس کی شدت میں اضافہ کر دیا تھا۔ ہم پانی احتیاط سے خرچ کر رہے تھے۔ جوں جوں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے زمین بھٹی کی مانند تپ رہی تھی اور ہوا بند تھی۔

جب کھانے کا وقت آیا تو ہم گھوڑوں سے اتر آئے اور پیدل چلنے لگے۔

شام رات میں تبدیل ہو گئی اور ہم ایک جگہ قیام کے لیے سوچنے لگے۔ نہ جانے کیا وقت ہوگا کہ کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور آہستہ آہستہ قریب آتی گئی۔ ہم نے روشنیاں ابھرتی دیکھیں۔ گاڑی سیدھی ہمارے قریب آئی اور ہم نے [illegible] گاڑی میں [illegible] تھے۔ ہم نے ان لوگوں سے کسی قریبی بستی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو وہ حیرت سے ہمیں گھورنے لگے پھر انھوں نے ہمیں پیشکش کی کہ اگر ہم ان کے ساتھ چلنا چاہیں تو چل سکتے ہیں لیکن میں نے ڈرائیور کا شکریہ ادا کر دیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

صبح کو ہم ایک بار پھر سفر کے لیے تیار تھے۔ یہاں سے تقریباً دو میل آگے بڑھے تھے کہ ایک سرسبز قطعہ زمین نظر آیا۔ گھوڑوں کو ہم نے یہاں کچھ دیر چرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

دوپہر کے قریب ہم ایک قبائلی آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے قبیلے کا نام یوٹاواٹ ہے۔ قبیلے میں افریقہ کی وحشی زندگی نظر آ رہی تھی جس کا نظارہ میں پہلے بھی کر چکا تھا۔ برہنگی عام تھی۔ ایک چھوٹے سے کمبل کے ٹکڑے کو کمر سے پروال کر یہاں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی لباس کی ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ ہر ایک کے نچلے ہونٹ میں ٹھوڑی کے درمیانی حصے کے قریب ہڈی کی ایک ٹکیا سی پھنسی ہوتی تھی جس سے نچلا ہونٹ لٹک کر ٹھوڑی تک آ گرتا تھا۔ ان کے جسموں پر طوطا مٹی اور کچھ ملی ہوتی تھی اور ان کے چہرے ان کے بال جمے ہوئے تھے۔ انھیں انھوں نے آرائش کے لیے رنگین پتھر پرو دیے تھے۔ ایک دو نگینے پر لٹکا رکھے تھے۔ عورتوں کے جسموں پر طرح طرح کے نشانات کندہ تھے اور گردنوں میں منکوں کی مالائیں تھیں۔ بکری کی کھال کا آدھا ایپرن نما ٹکڑا پہن کر انھوں نے لباس کی ضرورت پوری کی تھی لیکن ان کے اس لباس میں بھی سجاوٹ کے لیے منکے ٹکے ہوئے تھے۔ صحراؤں میں رہنے والے یہ افریقی [illegible] کی شاخوں سے گنبد نما جھونپڑیاں بنا رہتے تھے۔ یہ جھونپڑیاں ہوا دار تھیں اور اندر کی فضا میں ٹھنڈک رہتی تھی۔ جھونپڑیوں کے اندر ان لوگوں کا کل سامان چند ہی چیزوں پر مشتمل تھا۔ چند پرانے کمبل، دو چار کدو کے تونبے کے بنائے ہوئے برتن، لکڑی کے چند پیالے اور تقریبات میں پہننے کے لیے چوڑیاں وغیرہ۔ یہ لوگ اونٹ پالتے تھے اور اونٹ کے گوشت اور دودھ پر گزارا کرتے تھے۔ پانی کے لیے یہ لوگ خشک گزرگاہوں میں گڑھے کھودتے۔ بعض جگہ پانی سطح کے قریب مل جاتا اکثر اوقات دس فٹ گہرا گڑھا کھودنا پڑتا۔

ہم ان دلچسپ مناظر کو دیکھتے ہوئے تقریباً تیسرے دن واپس تانونیا پہنچ گئے۔ ہم اچانک ہی چل پڑے تھے اور کسی کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا چنانچہ جب ہم اپنے کمرے میں داخل ہوئے تو شاید ہمارے بارے میں فاخرہ کو اطلاع دے دی گئی تھی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ ہم سے ملنے کے لیے آ پہنچی تھی۔

فاخرہ نے متحیرانہ انداز میں مجھے مخاطب کیا اور بولی۔
"خیریت تو ہے علی! کہاں چلے گئے تھے آپ لوگ! بغیر کسی اطلاع کے، بغیر کسی پروگرام کے؟"
"کیا اس طرح نہیں جانا چاہیے تھا مس فاخرہ؟" میں نے سوال کیا۔
"یہ بات نہیں ہے، بس میں پریشان ہو گئی تھی۔ تم نے تو ٹھیک سے آرام بھی نہیں کیا علی۔"
"ہاں، بس ایسے ہی فاخرہ! میں ایک اطلاع پر اطراف کے علاقوں میں نکل گیا تھا۔"
"تم اگر چاہو تو آئندہ بھی ان علاقوں میں جا سکتے ہو لیکن وہ اطلاع کیا تھی؟" میں نے ان مشنریوں کے بارے میں فاخرہ کو اپنے خدشے سے آگاہ کیا اور فاخرہ پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ان مشنریوں پر پوری نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ ہمارے آدمی غافل نہیں ہیں اور ان کی نقل و حرکت کا اچھی طرح جائزہ لے رہے ہیں۔"
"لیکن یہاں سے جتنے فاصلے پر میں گیا تھا وہاں تک تو میں نے مشنری کی کوئی عمارت نہیں دیکھی۔"
"ہو سکتا ہے کہ اس طرف نہ ہو لیکن اطراف میں تمہیں ایسی بہت سی عمارتیں نظر آ جائیں گی جن کا تعلق عیسائی مشنری سے ہے۔ وہاں پادری ہوتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں۔ بظاہر ان میں ایک بھی غلط آدمی نہیں ہے۔ بس احتیاط کی خاطر ہم نے ان پر نگاہ رکھی ہے اور ہاں علی، میں شاید آج ہی روانہ ہو جاؤں، تمہارے لیے یہاں کوئی الجھن نہیں ہے۔ تم نے خود بھی محسوس کر لیا ہوگا۔ اس وقت تک میرا انتظار کرنا جب تک میں واپس نہ آ جاؤں۔ میں خود بھی زیادہ وقت صرف نہیں کروں گی۔ اچانک کچھ ذمے داریاں میرے سپرد کر دی گئی ہیں۔" فاخرہ سے اس سلسلے میں کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی پھر وہ چلی گئی۔
میں اور بڈ دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ بڈ نے مجھ سے کہا۔ "چیف کل ہم ناٹونیا کے اندرونی حصوں کا جائزہ لیں گے، کیا خیال ہے؟"
"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن ہم اپنے اس پروگرام کے تحت باہر نکل آئے۔ کوئی باقاعدہ شہر آباد نہیں کیا گیا تھا لیکن اس کی ترتیب بہت عمدگی سے کی گئی تھی۔ سڑکیں اندرونی حصوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ سرکاری عمارتوں پر پرچم لگا ہوا تھا اور وہاں واضح الفاظ میں عربی اور انگریزی میں لکھا ہوا تھا کہ اندر جانا منع ہے۔
ڈیپارٹمنٹل اسٹور جگہ جگہ موجود تھے اور ان پر ہر طرح کی کیفیات تھیں۔ مقامی لوگ جو نائٹن آف کرونل کی اسلحہ فیکٹری میں کام کرتے تھے، مہذب لباس میں نظر آتے تھے۔ سخت کپڑے کی پتلونیں اور قمیصیں۔ عورتیں اور بچے بھی جدید قسم کے لباسوں میں ملبوس تھے لیکن ان کے چہروں پر وہی کیفیات تھیں جو یہاں کے باشندوں کا خاصہ تھیں۔ بڈ نے متعجبانہ انداز میں مجھ سے پوچھا کہ ان لوگوں کو فیکٹریوں میں کام کرنے کی تربیت کیسے دی گئی ہوگی؟
"تفصیلات تو مجھے معلوم نہیں ہیں بڈ لیکن بہرحال ان پر محنت کی گئی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے لیے کیا ہے۔"
ان لوگوں کی جھونپڑیاں اندرونی حصے ہی میں بنائی گئی تھیں پھر ہم فیکٹری ایریا پہنچ گئے۔ زمین پر کنکریٹ کے سفید گنبد ابھرے ہوئے تھے جن کی بلندی زیادہ سے زیادہ چھ فٹ تھی اور یہ گنبد انتہائی وسیع و عریض علاقے میں بکھرے ہوئے تھے۔ ان تک جانے کے لیے راستہ نہیں تھا۔ پتھریلی دیوار کی چھت پر تقریباً بیس فٹ اونچی لوہے کے تاروں کی باڑھ لگی ہوئی تھی۔ ان گنبدوں کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ دروازے پر جدید قسم کی مشینوں کے ذریعے حفاظتی انتظامات تھے اور مشینیں ہر اندر آنے اور باہر جانے والے کا جسمانی جغرافیہ ایک لمحے میں ٹیلی پرنٹر کے سامنے پیش کر دیتی تھیں۔
ہم نے کافی دور سے ان کا مشاہدہ کیا۔ صورت حال کا پوری طرح اندازہ تھا اور ہم کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتے جس کی وجہ سے ہماری موجودگی کسی کو ناگوار گزرے۔
کوری کی عمارتیں بعض جگہ کافی وسیع تھیں۔ ایک بڑی عمارت پر اسپتال کا بورڈ بھی نظر آیا۔ غرض یہ کہ ایک اچھی خاصی یہاں آبادی تھی۔ اس آبادی کو دیکھنے میں ہمیں چند گھنٹوں سے زیادہ نہ لگے۔ عربوں کے علاوہ وہاں کہیں کہیں غیر ملکی لوگ بھی نظر آ جاتے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہر شخص کے بارے میں چھان بین آسان کام تو نہیں ہے۔ اس سلسلے میں نہ معلوم کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہوگا۔ جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا تھا وہ اپنے طور پر یقیناً مطمئن ہوں گے۔
ہم واپس اپنی قیام گاہ میں آ گئے اور لباس تبدیل کر کے بیٹھ گئے۔
"اب پروگرام کیا ہے چیف؟"
"مجھے بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے یہاں قیام کرنے کی بڈ لیکن فاخرہ یعقوبی کا انتظار تو کرنا ہی ہوگا۔ ویسے میں معطل محسوس کر رہا ہوں جو میری فطرت کے خلاف ہے۔
اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جن حالات میں ہم پھنس گئے تھے ان میں ہمیں بیرونی امداد کی ضرورت تھی۔ میں تنہا ہوتا تو شاید میری زندگی کی شام ہو گئی ہوتی لیکن تم نے خود بھی اندازہ لگا لیا ہوگا بڈ کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے مجھے جینے کی شام کی فکر نہیں ہے۔"
"یقیناً چیف، اس سلسلے میں مجھ سے کچھ کہنا ہی بیکار ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تو جب تک میڈم نہیں واپس آ جاتیں کیوں نہ ہم اطراف کی سیر ہی کریں۔ کوئی پابندی تو ہے نہیں ہم پر۔ فارم ہاؤس سے گھوڑے بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں اور اگر پیدل ہی سفر کرنا چاہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"
"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ممکن ہے کوئی کام کی بات ہی معلوم ہو جائے۔"
"بڈ تمہارے ساتھ ہے۔" بڈ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر خم ہوتے ہوئے کہا۔
"تو پھر ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔
یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا تھا۔ اس سفر کے لیے ہمیں کوئی تیاری کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے ارادہ صرف اردگرد کے علاقوں کا جائزہ لینے کا تھا، کوئی خاص مہم تو درپیش نہیں تھی۔ البتہ چند ضروریات کا سامان ضرور ساتھ لے لیا تھا۔ خیال یہی تھا کہ زیادہ سے زیادہ سفر کر کے تمام اطراف کا جائزہ لیا جائے۔ گھوڑے حاصل کرنے کے بعد ہم ناٹونیا سے نکل پڑے تھے۔
صحرا میں ہمارے گھوڑے اطمینان سے سفر کرتے گئے۔ ہم جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے زمین خشک، ویران اور بنجر ہوتی جا رہی تھی۔ سرسبزی کم ہوتی جا رہی تھی۔ گھاس بھی آہستہ آہستہ ناپید ہو رہی تھی اور جھاڑیوں کی جگہ ہر طرف قسم قسم کا تھوہر نظر آ رہا تھا۔ ہم نے سوکھی گھاس کی چند گٹھڑیاں اپنے ساتھ رکھ لی تھیں جس سے کم از کم ہمیں یہ اطمینان تھا کہ اگر گھوڑوں کے لیے چارے کا مسئلہ پیدا ہوا تو ہم انہیں خوراک مہیا کر دیں گے۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک لائن بنائی تھی اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ناٹونیا کے اطراف میں زیادہ سے زیادہ پچاس یا ساٹھ میل تک نکلیں گے اور اس سے آگے کا سفر نہیں کریں گے تاکہ راستہ نہ بھٹک جائیں۔
پہلا کیمپ ہم نے تقریباً ناٹونیا سے تیس میل کے فاصلے پر لگایا تھا۔ ہم نے گھوڑوں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ آدھی رات کا وقت تھا جب اچانک گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیں اور ہم چونک کر اٹھ بیٹھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گھوڑے درد کی شدت سے چیخ رہے ہوں پھر ایک گھوڑے کے بھاگنے کی آواز آئی اور ہم فوراً کھڑے ہو گئے۔ بڈ نے ایک لیمپ فوراً ہاتھ میں نکال لیا اور دوڑتا ہوا اس طرف پہنچ گیا جہاں ایک دھبا متحرک نظر آ رہا تھا۔ کافی اندھیرا تھا لیکن تاروں کی چھاؤں اتنی ضرور تھی کہ ہم اس دھبے کو دیکھ سکیں۔
میں جب بڈ کے قریب پہنچا تو بڈ متحیرانہ انداز میں زمین پر پڑے گھوڑے کو دیکھ رہا تھا جو ابھی زندہ تھا مگر اس کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کی دھاریں چھوٹ رہی تھیں۔ بڑی بے دردی سے خنجروں کے پے در پے وار کر کے اسے زخمی کر دیا گیا تھا۔ اس کی اگلی ٹانگیں کٹ کر قریب قریب جسم سے الگ ہو چکی تھیں۔ ہم حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گئے۔ یہاں ہمارے پاس پستول بھی نہیں تھے کیونکہ وہ ہم سے لے لیے گئے تھے۔ البتہ لمبے چاقو رکھنے پر اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ ہمیں احساس ہوا کہ اگر گھوڑوں کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والے آس پاس ہی ہوئے تو ہم ان سے کس طرح مقابلہ کر سکیں گے۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ گھوڑے کو اتنی بے دردی سے کیوں زخمی کر دیا گیا۔ دوسرا گھوڑا شاید جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔
بڈ نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی چیف کہ وہ لوگ اس کا گوشت کھانا چاہتے تھے۔"

"مگر وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟"

"مقامی لوگوں کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو وہ پھر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔"

"ہاں چیف! اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" بڈ نے جواب دیا۔

اس حادثے کے بعد ہم رات بھر سو نہیں سکے تھے۔ یہ سنسنی خیز واقعہ سخت الجھن کا باعث بن گیا تھا ہمارے لیے۔

صبح کو بڈ اچانک ہنسنے لگا اور میں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "کیوں بڈ! کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں چیف! مجھے موجودہ صورت حالات پر ہنسی آ گئی تھی۔"

میں نے پھر کچھ نہیں کہا اور اپنے سامان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڈ نے بھی میری تقلید کی اور ہم سامان اپنے کاندھوں پر لاد کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ گھوڑے کی موت بار بار نگاہوں میں گھوم جاتی تھی اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا۔ دوسرا گھوڑا بھی ایسا بدحواس ہو کر بھاگ گیا تھا کہ ہمیں صبح بھی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

مزید چھ سات میل سفر کرنے کے بعد ایک سوکھی ندی کے قریب کیمپ لگایا۔ دن بھر کی گرمی اور پیاس نے نڈھال کر دیا تھا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً بیس پچیس حبشی آدمیوں کا ایک گروہ ہم نے اپنی طرف آتے دیکھا۔

بڈ نے میری طرف رخ کر کے کہا "چیف! چاقو تو موجود ہے؟"

"ہاں موجود ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہوشیار۔"

وہ لوگ لمبی لمبی نوکیلی چھڑیاں ہاتھوں میں لیے ہمارے نزدیک پہنچ گئے اور ہمیں چوکے لگانے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ دیر تو ہم خاموش رہے۔ اس کے بعد میں نے چاقو سنبھال لیا اور فیصلہ کن انداز میں ان کی طرف بڑھا تو وہ شور کرتے پیچھے ہٹ گئے۔ بڈ نے بھی میرا ساتھ دیا تھا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر وحشیانہ انداز میں رقص کرنے لگے۔ زمین سے چھوٹی چھوٹی کنکریاں اٹھا کر وہ ہماری طرف پھینک رہے تھے۔ اسی طرح رقص کرتے ہوئے ان میں سے ایک نے ہمارے سامان پر ہاتھ ڈالا لیکن میری لات اس کے منہ پر پڑی اور وہ الٹ کر دور جا گرا۔ اس زوردار ضرب نے ان لوگوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ ان میں سے کچھ کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار نظر آنے لگے تھے اور وہ کافی پیچھے ہٹ گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ ہمارے گرد ناچتے رہے اور جب انھیں یہ احساس ہو گیا کہ ہم ان سے خوفزدہ نہیں ہوئے بلکہ ہمارا غصہ بڑھ رہا ہے تو وہ واپس چلے گئے۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر بڈ کی طرف دیکھا اور بڈ ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولا "یہ صورت حال ٹھیک نہیں ہے چیف۔"

"یہ کون لوگ تھے؟"

"یقیناً آس پاس کے کسی قبیلے سے ان کا تعلق ہو گا۔ انھوں نے سوچا ہو گا کہ چلو اور کچھ نہیں تو لوٹ مار ہی کر لیں۔ یہ بھی ممکن ہے چیف کہ انھی لوگوں نے ہمارے گھوڑے کو قتل کیا ہو۔"

"کیا رات کی تاریکی میں یہ لوگ خطرناک نہیں ثابت ہو سکتے؟"

"ہو سکتے ہیں، ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔" بڈ نے جواب دیا اور کچھ پریشانی سے ٹہلنے لگا۔

"کیا ناٹونیا میں ہمیں ہتھیار نہیں مل سکتے تھے بڈ؟"

"شاید نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ہمیں ضرور ہتھیار فراہم کر دیے جاتے۔"

میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا۔

ہم اگر چاہتے تو واپس ناٹونیا کی طرف سفر کا آغاز کر سکتے تھے لیکن بڈ بھی میری ہی طرح سر پھرا تھا۔ اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو اس نے کہا "چیف! زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے۔ آگے بڑھیں، دیکھا جائے گا۔ ابھی سے ناٹونیا جا کر کیا کریں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کا شانہ تھپتھپایا پھر اس سے کہا "بڈ! شاید ساری زندگی مجھے تم جیسے ساتھی کی ضرورت رہے۔ کاش! میں تمھیں اپنے مستقل ساتھیوں میں شمار کر سکتا۔"

بڈ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر گہری سانس لے کر بولا "یہ وقت اور گزرنے دو چیف! وقت بہت سے فیصلے خود کر دیتا ہے۔"

ہم تقریباً چھ گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ایک صحرا میں جا نکلے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر چند جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں جن کے درمیان زندگی محسوس ہوتی تھی۔ ہمت تو نہیں ہو رہی تھی کہ اس طرف جائیں لیکن پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ خطرہ مول لیا جائے۔ جھونپڑیوں کے آس پاس ناریل کے درخت اُگے ہوئے تھے۔ ایک درخت کے نیچے سیاہ رنگ کا ایک اونٹ بندھا ہوا تھا۔

بڈ نے آہستہ سے کہا "چیف! کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم یہاں چوری کریں؟"

"اونٹ کو دیکھ کر یہ تصور تمھارے ذہن میں ابھرا ہے؟" میں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں چیف! اگر تم چاہو تو اپنے ساتھ موجود چیزوں میں سے کچھ چیزیں معاوضے کے طور پر اسی جگہ رکھ دو جہاں اونٹ بندھا ہوا ہے۔"

"اگر وہ لوگ خود ہی ہمیں یہ اونٹ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟"

"اور اگر راضی نہ ہوئے تو؟ اس کے بعد تو ہم اسے چرا بھی نہیں سکیں گے۔"

بالآخر بڈ نے مجھے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کی تاریکی میں اونٹ کھول کر آگے بڑھ جائیں اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ آدھی رات کے قریب ہم اپنی کمین گاہ سے نکل کر اونٹ کے قریب پہنچے اور اس کی رسیاں کھول کر خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔ گو دل اس بات پر عجیب سے احساس کا شکار ہوا تھا، کسی کی ملکیت تھی وہ لیکن بڈ نے کہا کہ اگر واپس یہاں آنے کا موقع ہوا تو ایسی ہی کسی رات خاموشی سے اس اونٹ کو اس کی جگہ باندھ کر پیدل آگے بڑھ جائیں گے۔ اس بات پر یقین بننے لگا تھا۔

اونٹ کی چوری کے بعد یہاں رکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہم اونٹ پر بیٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اونٹ نے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ہمارے مختصر سے سامان کے ساتھ ہم دونوں کو لے کر برق رفتاری سے صحرا میں دوڑ رہا تھا۔ صبح تک ہم نے یہ سفر جاری رکھا اور اس کے بعد ایک نخلستان میں قیام کیا۔ صحرا کے سفر میں پانی کی اہمیت کا ہمیں اندازہ تھا اور ہم بہت احتیاط سے پانی خرچ کر رہے تھے۔ صحرا کی تپش سے پیاس کی شدت میں جو اضافہ ہوتا تھا، اس کا بھی ہمیں تجربہ تھا۔ ایک گھونٹ پانی حلق میں ڈالنے کے بعد دل چاہتا تھا کہ پوری بوتل خالی کر دی جائے پھر گرم پانی پیاس بجھانے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ سخت قوت ارادی سے کام لے کر ہی پانی کے استعمال پر کنٹرول ممکن ہو سکتا ہے اور بعض اوقات قوت ارادی بھی پیاس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہے۔ ان صحراؤں میں رہنے والے خود کو اس کا عادی بنا لیتے ہیں اور پانی کے استعمال پر قادر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بڈ نے مجھے بتایا کہ افریقہ کے صحراؤں میں سفر کرنے والے اپنے جسموں پر تیل مل لیا کرتے ہیں تاکہ پانی پسینے کی شکل میں جسم سے باہر نہ نکل سکے اور جسم میں پانی موجود رہے۔

آخر کار ہم ایک ایسی بستی میں پہنچ گئے جو تقریباً دو سو جھونپڑیوں پر مشتمل تھی اور یہاں ہمیں ایک مشنری کی عمارت بھی نظر آئی۔ ہم نے قیام کے لیے وہی جگہ منتخب کی تھی۔ بڈ عیسائی تھا اور میں مسلمان لیکن ہم دونوں نے اپنا مذہب ظاہر نہیں کیا تھا۔

عمارت میں دو پادری موجود تھے۔ انھوں نے ہمارا پُرخلوص استقبال کیا اور ہم سے ہمارے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ رات کو انھوں نے ابلے ہوئے چاول اور ایک خاص قسم کا سبزیوں کا سالن ہمارے سامنے پیش کیا۔ ہم ان سے اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ ایک پادری نے ہم سے سوال کیا کہ کیا ہمارا تعلق لائن آف گاڈ کی کسی بستی سے ہے تو میں ذرا چونک گیا اور میں نے بڈ کے بولنے سے پہلے ہی اس بات کا اعتراف بھی کر لیا۔ پادری بیچارے نے اس سلسلے میں پھر مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اس کے رویے اور گرم جوشی میں کوئی کمی آئی تھی۔ پادری سے گفتگو کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ بے ضرر لوگ ہیں۔

دوسرے دن ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پادریوں سے ہم نے آگے کے راستے کے بارے میں معلومات حاصل

کر لی تھی۔ پتا چلا کہ یہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک جھیل آتی ہے جس کے بائیں سمت افریقیوں کی ایک بڑی آبادی ہے اور وہ لوگ عیسائی مذہب قبول کر چکے ہیں اور اچھے انداز میں زندگی گزار رہے ہیں۔

ہم اُس جھیل کی تلاش میں چل پڑے اور پانچ گھنٹے کے مسلسل سفر کرنے کے بعد ہمیں جھیل کا پانی دور سے نظر آنے لگا۔ انتہائی خوبصورت جگہ تھی۔ کہیں کہیں اُس کے کنارے پر ریت کے ٹیلے بھی تھے اور سیاہی مائل سبز پتوں والے پام کے درختوں کے جھنڈ بھی۔

ہم اس جھیل کے قریب پہنچ کر اُس میں اُتر گئے اور خوب اچھی طرح نہائے۔ نہانے سے ایک خوشگوار کیفیت کا احساس ہُوا تھا۔ اس کے بعد ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

صبح سے لے کر شام تک بدلتے ہوئے مناظر نے ہمیں مسحور کیے رکھا اور شام کے جھٹپٹے میں ہمیں وہ بستی نظر آئی جس کے بارے میں نشاندہی کی گئی تھی۔ ہم بستی کی جانب چل پڑے۔

خاصی وسیع و عریض آبادی تھی، وہاں کے لوگ خاصے معقول نظر آتے تھے۔ بستی سے تھوڑے ہی فاصلے پر مشن کی عمارت نظر آ رہی تھی۔ میں نے اور بڈ نے فیصلہ کیا کہ رات کو عمارت میں جائیں گے اور وہاں پادریوں وغیرہ سے ملاقات کریں گے۔

قیام کے لیے ہم نے آبادی کے قریب ہی ایک درخت کے نیچے ڈیرا ڈال دیا تھا۔ چوری کا اونٹ وہیں باندھ دیا گیا اور ہم لوگ جوتے اتار کر آرام سے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے۔

دُھندلکا پھیل چکا تھا۔ جھونپڑیوں میں خال خال روشنی نظر آ رہی تھی جو چربی سے جلائے جانے والے چراغوں کی تھی۔ دفعتاً مجھے اپنے پاؤں میں یوں محسوس ہُوا جیسے کسی نے خنجر کی تیز نوک چبھو دی ہو۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ میرے حلق سے بے اختیار ایک ہلکی سی کراہ نکل گئی۔

"کیا ہُوا؟" بڈ نے گھبرا کر پوچھا۔

"پتا نہیں بڈ! ایڑی میں شاید کسی کیڑے نے کاٹا ہے۔"

بڈ نے جلدی سے ماچس کی تیلی جلا کر دیکھا تو میری ایڑی پر خون کی پتلی سی لکیر بہہ رہی تھی۔ ڈنک کا نشان صاف نظر آ رہا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا سا بچھو روشنی سے گھبرا کر بھاگ رہا تھا۔

بڈ نے جوتا اٹھایا اور بچھو پر پل پڑا۔ اس نے بچھو کو وہیں مار ڈالا۔ میرے پاؤں میں ایسی شدید تکلیف ہو رہی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ بڈ نے مجھے سہارا دے کر اُٹھایا اور کہا۔ "آؤ! میں تمہیں مشن کی عمارت میں لے چلوں۔ ممکن ہے وہاں اس کا کوئی بندوبست ہو جائے۔"

میں بڈ کے سہارے آہستہ آہستہ عمارت میں پہنچا۔ سامنے ہی کے حصے میں ایک راہبہ سے میری ملاقات ہوئی۔ اُس نے سر سے لے کر پاؤں تک مجھے دیکھا اور پھر اُس کی کھردری آواز اُبھری۔ "کیا بات ہے؟" بڈ نے صورت حال بتائی تو وہ آہستہ سے بولی۔ "آؤ! پیچھے چلے جاؤ۔ ممکن ہے تمہاری مدد کی جا سکے۔"

اُس کی سرد مہری بڑی عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ خاص طور سے اس لیے کہ وہ مذہبی لوگ تھے۔ درد کی شدت کے سبب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم کے مختلف حصوں میں آگ ہو رہی ہے۔ بہت ہی کربناک حالت تھی۔ بدن کانپ رہا تھا۔

ہم پیچھے پہنچے تو ان لوگوں نے انتہائی سرد مہری سے باتیں کیں۔ پھر ایک پادری نے وہاں موجود ایک نرس سے کہا کہ مجھے کوئی انجکشن لگا دے اور اُس نے ایک انجکشن میرے جسم میں انجیکٹ کر دیا جو زہر کو روکنے کے لیے تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "اب تم لوگ جا سکتے ہو۔"

بڈ نے غصیلی نگاہوں سے پادری کی طرف دیکھا اور کہا۔ "فادر! یہ شخص سخت تکلیف میں ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ آپ یہاں رات گزارنے کے لیے کوئی بندوبست کر دیں؟"

"نہیں! اس عمارت میں کسی اجنبی کو قیام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن یہ سخت تکلیف میں ہے فادر!"

"آسمانی باپ تم پر رحم کرے گا۔" فادر نے جواب دیا اور منہ بنا کر واپس چلے گئے۔

بڈ کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "لعنت ہے ان لوگوں پر۔ میرا خیال ہے ان کی تمام تر ہمدردیاں مقامی لوگوں کے ساتھ ہیں۔ یہ کوئی انسانیت تو نہیں ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڈ مجھے واپس لے آیا۔ وہیں درخت کے نیچے لٹا دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پاؤں کے گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہو گیا ہو۔ یہ عجیب حادثہ بہت ہی پریشان کن تھا لیکن بڈ کو سب سے زیادہ غصہ اس مشنری عمارت پر آ رہا تھا۔

"میں اس عمارت کو مٹی کا ڈھیر بھی بنا سکتا ہوں جیف مگر... مگر تمہاری حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔" بڈ نے اس انداز میں کہا۔

میں خود اُن کی سنگدلی اور سرد مہری پر حیرت زدہ تھا۔ مشن کے رویے سے مجھے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ صبح ہوتے ہوتے پاؤں کی تکلیف میں خاصی کمی ہو گئی لیکن اس کے باوجود ہم نے وہیں قیام کیا۔

گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بستی کے کچھ افراد اس طرف آ نکلے۔ اُن میں ایک بوڑھا آدمی بھی تھا جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی جانتا تھا۔ اس نے بہت ہی شکستہ الفاظ میں ہم سے ہماری روداد پوچھی اور بڈ نے ویسی ہی شکستہ انگریزی میں اپنی بپتا سنائی جس کے جواب میں بوڑھے نے افریقی زبان میں اپنے ساتھیوں کو کچھ کہہ کر بستی کی طرف دوڑا دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک بھورے رنگ کا عجیب سا لیپ لے کر آ گئے جسے پتے پر پھیلا کر میرے زخم پر رکھ دیا گیا اور پھر میرا رومال اس پر باندھ دیا گیا۔

بوڑھے نے ہمارے ساتھ کافی ہمدردی کی۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی اُس نے ہمیں بھجوائیں۔

بڈ نفرت بھرے انداز میں کہنے لگا۔ "اُن سے تو یہ لوگ بہتر ہیں جو بہرطور انسانیت رکھتے ہیں۔"

وہ رات بھی وہیں گزار دی گئی۔ میری تکلیف میں کافی افاقہ ہو گیا تھا چنانچہ میں نے صبح کو وہاں سے آگے بڑھ جانے کا فیصلہ کیا اور ہم اپنے اونٹ پر بیٹھ کر واپس چل پڑے۔ بڈ کا خیال یہ تھا کہ اب نائرینا واپس چلا جائے۔ راستہ بدل لیا گیا تھا۔ چوری کا اونٹ ہمارے پاس موجود تھا اور بڈ کے خیال میں یہ ضروری نہیں تھا کہ ہم اونٹ اُس کے مالکوں کو واپس بھی کریں۔ وہ مشنری کے رویے سے بھی بہت زیادہ شرمندہ تھا۔

اس بار ہم نے جو راستہ اختیار کیا تھا وہ بھورے اور میلے سے قدیم پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔ یہاں سے ہمیں مزید نادر چیزیں اور مختلف رنگ کے پتھروں کے نہایت نادر نوادرات ملے۔ پہاڑوں میں پانی ملنے کی اُمید تو نہیں تھی لیکن ہمیں خوش قسمتی سے ٹھنڈے پانی کے چشمے ان پہاڑوں میں کئی مقامات پر نظر آئے۔ کبھی کبھار ہمیں کچھ لوگ بھی مل جاتے تھے جو بعض جگہ جانوروں کا ریوڑ چراتے نظر آتے تھے اور بعض جگہ گدھوں اور خچروں پر بیٹھ کر سفر کرتے ہوئے۔ ان لوگوں نے ہمیں کئی جگہ بکریوں کا تازہ دودھ پلایا۔ ان پہاڑوں میں بعض مقامات ایسے بھی آ جاتے جہاں کی شادابی ہمیں مسحور کر دیتی۔ چلتے چلتے افریقہ کی پُراسرار سرزمین کے بارے میں صرف قصے کہانیوں میں پڑھا یا دوسروں سے سنا تھا لیکن اب سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور وہ سب کچھ میرے تجربے میں آ رہا تھا جو کہیں میرے لیے بڑی حیرت کا باعث تھا۔

واپسی کا سفر طے ہو گیا اور ہم نائرینا کی اس چوکی کے پاس پہنچ گئے جہاں ہمارے کاغذات وغیرہ چیک کیے جانے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اونٹ کو نائرینا میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ چوکی کے محافظوں نے ہمیں اس بارے میں آگاہ کیا اور ہم نے ان سے اتفاق کر لیا۔ چنانچہ اونٹ کو وہیں چھوڑ دیا گیا جسے محافظوں نے جنگل میں ہنکا دیا اور ہم آبادی میں داخل ہو گئے۔

ہماری رہائش گاہ ہمارے لیے بہتر جگہ تھی۔ وہاں داخل ہوتے ہوئے کسی نے ہم سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں نے بڈ سے کہا۔ "کیسے معلوم ہو بڈ کہ فاطمہ یعقوبی واپس آ گئی ہے؟"

بڈ نے ہوٹل کے منیجر کو طلب کر کے اُس سے اپنے لیے کسی پیغام کے بارے میں پوچھا لیکن منیجر نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ ہمارے لیے کوئی پیغام نہیں ہے۔ اور کسی نے ہمارے بارے میں کوئی پوچھ گچھ کی ہے؟ اس سے زیادہ کچھ کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ہم تن بہ تقدیر ہو گئے۔

بچھو کے کاٹنے سے جو اثرات بدن پر نمایاں ہوئے تھے وہ اب مفقود ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود بڈ کو شبہ تھا کہ میرے جسم میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ میرے چہرے پر کچھ پیلاہٹ محسوس کر رہا ہے پھر وہ ضد کرنے لگا کہ میں کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر لوں۔

"مگر بڈ! میں اندرونی طور پر خود کو بہتر محسوس کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نہیں جانتے جیف! صحرائے اعظم کے پُراسرار ویرانوں میں رہنے والے یہ جانور بعض حالات میں انتہائی خطرناک ہوتے ہیں اور ان کی چیرہ دستیوں کے اثرات بعد میں نمایاں ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر تمہارے خون کا تجزیہ کر کے یہ بتا سکے گا کہ بچھو کے زہر کا اثر تمہارے خون میں ہے یا نہیں اور اس کے آئندہ کچھ اثرات تو نہیں ہو سکتے۔ میکنو سے ایک بار میں نے سنا تھا کہ یہاں بعض بچھو ایسے ہوتے ہیں جو اگر کاٹ لیں تو طویل عرصے کے بعد جسم پر فالج کے اثرات ہو جاتے ہیں۔ احتیاطاً چیک کرا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"اگر تم ضروری سمجھتے ہو تو تمہاری تسلی کے لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم اسپتال کے لیے

داخل ہو گئے

دن کے گیارہ بجے تھے اس وقت جب ہم اسپتال میں داخل ہوئے۔ ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ میں چند ڈاکٹر موجود تھے۔ ان میں دو عرب تھے اور ایک غالباً یورپین تھا۔ عرب ڈاکٹروں میں سے ایک نے میری ٹانگ دیکھی اور اس کے بعد اس نے بڈ کو بتایا کہ مجھے چوبیس گھنٹے اسپتال میں رہنا پڑے گا۔ بچھو کے زہر کے بارے میں اس نے بھی ان تمام خدشات کا اظہار کیا تھا جن کا بڈ نے۔

بڈ نے شانے ہلا کر مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولا "ٹھیک ہے چیف تم لائن آف کرونل کی اس آبادی کے اسپتال میں بھی رہ کر دیکھو تو یہ تجربہ بھی تمہیں یاد رہے گا۔"

ڈاکٹروں نے مجھ پر کافی توجہ دی تھی، کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا مجھ سے میرے بارے میں۔ ممکن ہے اس کی وجہ وہ کاغذات ہوں جو اب بھی ہمارے پاس موجود تھے اور یہاں خصوصی لوگوں کو دیے جاتے تھے۔ اسپتال اندر سے کافی کشادہ اور نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اندر داخل ہو کر یہ احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ عمارت لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ مجھے ایک بیڈ پر جگہ دے دی گئی اور اس کے بعد دو نرسیں اور ایک ڈاکٹر مجھ پر مصروف ہو گئے۔

نرس نے سرنج میں میرا تھوڑا سا خون لیا اور اسے ٹیسٹ کے لیے لیبارٹری بھجوا دیا گیا۔ ڈاکٹر نے ایک انجکشن دیا اور ٹیبلٹ کھلائیں اور ایک گھنٹے کے بعد میرا معائنہ کرنے کے لیے کہہ کر اٹھ گیا۔

اسپتال میں رہ کر خاصے سکون کا احساس ہوا تھا۔ بڈ بھی میرے نزدیک ہی موجود تھا اور بیٹھا ہوا مجھ سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک انوکھا واقعہ پیش آگیا۔

دبلے پتلے بدن کا ایک آدمی ہاتھوں میں ٹرے لیے ہوئے اس جگہ سے گزرا جہاں میرا بیڈ تھا۔ اس کے سر پر سی لگا رکھی بیڑالی تھی اور پھر دفعتاً یوں محسوس ہوا جیسے ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرے گی۔ اس نے ٹرے کو سنبھالا اور متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا پھر وہ جھجکتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

"ایکسکیوزمی سر!" اس نے کہا اور جھک کر مجھے دیکھنے لگا۔ ٹرے اس نے ایک طرف رکھ دی تھی۔ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

بڈ تشویش زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو بڈ نے مسکرا کر کہا "اگر اور دیکھنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"نہیں سر... نہیں... تھینکس، سوری" اس نے کہا اور پھر ٹرے سنبھال کر وہاں سے نکل گیا۔

"اسے کیا ہوا تھا؟" بڈ نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔ ویسے میں اس شخص کی اس حرکت کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص ایک بار پھر مجھے نظر آیا اور اس بار اس کے ساتھ ایک اور ہستی بھی تھی لیکن اس شخصیت کو دیکھ کر میرے ذہن میں اس زور کا دھماکا ہوا کہ میں ششدر رہ گیا۔ میری آنکھیں یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں لیکن آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں، وہ بھی غلط نہیں تھا۔

یہ سائیکا مائیکل تھی۔ اسپتال کے لباس میں ملبوس، چہرے پر وہ شوخی، وہ تازگی نہیں تھی جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی بلکہ اس کے برعکس کچھ مردنی سی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ایک ویران سی کیفیت تھی، بال منتشر تھے اور جو سب سے زیادہ تعجب خیز چیز تھی، وہ اس کی بغل میں دبی ہوئی بیساکھی تھی۔ وہ اس بیساکھی کے سہارے آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور میں متحیرانہ انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سائیکا!" میرے منہ سے تحیر زدہ آواز نکلی۔ بڈ بھی رک کر سائیکا کو دیکھنے لگا تھا۔ سائیکا چھوٹے بچے کے مانند میرے سامنے خاموش کھڑی تھی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ظاہر ہے مجھے کوئی ایسی بیماری تو تھی نہیں جس کی وجہ سے میں بستر پر لیٹا ہی رہتا۔ سائیکا کے قریب پہنچ کر میں نے بے اختیارانہ انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیے۔ بیساکھی دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ بیساکھی کے نیچے اس کی ٹانگ کی جگہ خالی نظر آ رہی تھی اور یہ ایسا کربناک انکشاف تھا کہ میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ بڈ نے بڑے پیار سے اسے آگے بڑھایا اور پھر اپنے بستر پر بٹھا دیا۔

"سائیکا! کیا واقعی یہ تم ہو؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

سائیکا نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا پھر بڈ کی طرف اور پھر میری طرف اور اس کے خشک ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ "ہاں علی! میں سائیکا ہوں۔" وہ افسردہ لہجے میں بولی اور اس کی گردن جھک گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے اس کے رخساروں پر پھسل پڑے۔

میں نے پیار بھرے انداز میں اس کی ٹھوڑی اٹھائی اور درد انگیز لہجے میں بولا "سائیکا! تمہاری ٹانگ...؟"

"کوئی بات نہیں ہے علی! زندگی میں ہر طرح کے حادثات پیش آتے ہیں۔ تم مل گئے، تم زندہ ہو، میرے لیے یہ بہت بڑی

خوشی ہے۔ شاید تم میری مسرتوں کا اندازہ نہ کر سکو۔ شاید تم ان کی حدود کو نہ پا سکو۔" سائیکا کی آواز میں لرزش تھی اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔

"سائیکا! مجھے بتاؤ، تمہاری ٹانگ کو کیا ہوا اور تمہارے دوسرے ساتھی... میرا مطلب ہے ایڈ اور تھریز...؟"

سائیکا نے اداس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی "وہ سب موت کے گھاٹ اتر گئے۔ سب مارے گئے، صرف ولیم بچا ہے۔" اس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے تمہیں پہچان لیا تھا علی اور اس کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی۔"

"لیکن تم اس اسپتال میں...؟ اوہ کتنے سوالات ہیں میرے ذہن میں، کتنا الجھا ہوا ہوں میں تمہارے لیے۔"

"تمہیں کیا تکلیف ہے علی؟ تم کیوں اس اسپتال میں داخل ہو؟"

"کچھ نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے پاؤں میں ایک زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا تھا، ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ مجھے اپنے خون کا تجزیہ کرا لینا چاہیے لیکن میں یہاں اب نہیں رکوں گا۔ تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"اسی اسپتال میں ہوں میں علی۔ ڈاکٹر ابھی میرا علاج کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میری جسمانی کیفیت درست نہیں ہے، چنانچہ وہ مجھے زیر نگرانی رکھنا چاہتے ہیں۔" سائیکا نے جواب دیا۔

"تم کب سے یہاں ہو سائیکا؟"

"دنوں کا حساب نہیں رکھا میں نے لیکن کافی دن گزر چکے ہیں۔"

"کیا تمہیں یہاں سے چھٹی مل سکتی ہے؟ میرا مطلب ہے اگر تم ایک آدھ دن کے لیے ہی یہاں سے باہر جانا چاہو تو...؟"

"ہاں علی! میں ڈاکٹروں سے بات کر سکتی ہوں۔"

"میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں سائیکا، تنہائی میں تم سے بہت سی باتیں کرنے کا خواہش مند ہوں میں۔ پلیز میرے لیے یہ اجازت لے لو۔"

بڈ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا "میڈم سائیکا! آپ مجھے بتا دیجیے کہ اس سلسلے میں کس سے بات کرنا ہوگی، میں اور یہ مسٹر... کیا نام بتایا تھا آپ نے ان کا؟"

"ولیم۔" ولیم نے خود آگے بڑھ کر کہا۔

"آئیے مسٹر ولیم، ہم بات چیت کیے لیتے ہیں ڈاکٹروں سے۔ میرا خیال ہے انہیں اعتراض نہیں ہوگا۔" بڈ نے کہا۔

ولیم بڈ کے ساتھ باہر چلا گیا۔

سائیکا نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی "تم یقین کرو علی کہ میں ان حالات سے ذرا بھی دل برداشتہ نہیں ہوں۔ مجھے صرف تمہارا خیال تھا، میں صرف تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں کہ تم نہ جانے کن حالات کا شکار ہو۔"

"میں ٹھیک ہوں سائیکا، تفصیلی گفتگو ہم تنہائی میں کریں گے۔ تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے لیکن یہ...؟"

میں نے اس کے پاؤں کو افسردگی سے دیکھا۔

"ہاں علی! میں اپاہج ہو گئی ہوں۔ میری زندگی بچ گئی لیکن میں اس زندگی سے خوش نہیں ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کے بعد کی زندگی میرے لیے کتنی کربناک ہوگی۔"

میرے دل میں سائیکا کے لیے بے پناہ دکھ امڈ آیا تھا لیکن اس دکھ کا اظہار کر کے میں سائیکا کو مزید ملول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "سائیکا! زندگی تغیرات کا نام ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کون سی تبدیلی اس کے لیے کیا خبر لانے والی ہے۔ ممکن ہے یہ سب کچھ بھی تمہارے لیے بہتر ہو۔ جو ہو چکا ہے اسے بھولنے کی کوشش کرو۔"

"کوشش کر رہی ہوں علی۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔

تھوڑی دیر کے بعد بڈ اور ولیم اندر آ گئے۔ ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھا۔

"کیا مسٹر علی کے ساتھ آپ بھی جانا چاہتی ہیں میڈم...؟" ڈاکٹر نے سائیکا سے کہا۔

"ہاں، خواہ ایک دن کے لیے سہی۔"

"مسٹر علی تو جا سکتے ہیں لیکن آپ ڈاکٹر عبداللہ کا انتظار کر لیں، آپ کو وہی اجازت دے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم ان کا انتظار کر لیں گے۔" میں نے کہا۔

"چیف! تمہاری رپورٹ تو کل بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ میں ذرا باہر ڈاکٹر عبداللہ کے بارے میں معلوم کر لوں۔" بڈ بولا۔

"شکریہ بڈ، ذرا معلوم کرو۔"

"آؤ ولیم۔" بڈ نے کہا اور دونوں باہر نکل گئے۔

آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر عبداللہ سے ہمیں اجازت مل گئی اور میں سائیکا کو سہارا دے کر اسپتال سے باہر نکل آیا۔

"مجھے چھوڑ دو علی! اس دوران میں بیساکھی کے سہارے چلنے کی کافی مشق کر چکی ہوں۔" سائیکا کے لہجے میں اداسی گھلی ہوئی تھی۔

"تم باہمت لڑکی ہو سائیکا! یقیناً تمہیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور الگ ہٹ گیا۔

سائیکا ہنسنے لگی پھر بیساکھی ٹیک کر میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی "علی! تو تم ایک ہی انداز میں دلاسا کیوں دیتے

ہیں۔ کوئی تو تبدیلی ہونی چاہیے الفاظ میں، کوئی ٹھوس بات جس سے سکون کا احساس ہو۔"

"چیف! ایمبولنس تیار ہے۔" ٹیڈ نے کہا۔

سائیکا کو ایمبولنس میں بٹھا کر میں، ٹیڈ اور ویلس کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔

سائیکا میرے کمرے میں داخل ہو گئی تو ٹیڈ نے آہستہ سے کہا۔ "میری اور مسٹر ویلس کی فکر نہ کرنا چیف، ہم دونوں دوست بن گئے ہیں اور مسٹر ویلس کا خیال ہے کہ میری باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں، کیوں ویلس؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر ٹیڈ۔" ویلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آؤ ڈیئر، ڈرائنگ ہال میں چل کر کچھ مال مفت پر ہاتھ صاف کریں۔" ٹیڈ نے ویلس کو دھکیلتے ہوئے کہا۔

میں نے شکر گزار نگاہوں سے ٹیڈ کو دیکھا۔ بے حد معقول انسان تھا وہ۔ میں اندر آ گیا۔ سائیکا مسہری پر بیٹھ گئی تھی۔ بیساکھی نزدیک رکھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر دل شدید دکھ سے بھر گیا۔ میں اس کی سیمابی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ شوخ، مسکراہٹیں بکھیرنے والی یہ لڑکی کس قدر مرجھا گئی تھی۔ میں کرسی اس کے قریب گھسیٹ لایا۔ "کیسی ہو سائیکا؟" میں نے اپنائیت سے پوچھا۔

"کافی؟" اس نے کہا۔

میں نے روم سروس کو انٹرکام پر کافی کے لیے کہہ دیا۔ چند منٹ میں کافی آ گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے کافی بنا کر دی اور سائیکا نے شکریے کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

"پہلے میری حالت کافی خراب ہو گئی تھی علی۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے لیکن اب ٹھیک ہوں۔ بس تمہارے سامنے آ کر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تمام کمزوریاں دور ہو گئی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم خود کو سنبھال لو گی سائیکا۔"

"تمہیں خوشی ہو گی؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے؟" میں نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر لو میں سنبھل گئی۔" وہ مسکرائی۔

"گڈ! تم عام لڑکی نہیں ہو سائیکا، میں جانتا ہوں۔ اب مجھے بتاؤ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

"اس وقت سے بتاؤں جب ہمارے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا تھا؟" سائیکا نے تیوری چڑھا کر کچھ شوخ لہجے میں کہا۔

"ہاں یقیناً۔" میں اس جملے کی گہرائی کا اندازہ ...

وہ ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔ "نہیں علی، آرام ... گے؟ میں صرف اس وقت کے بعد کی کہانی سناؤں گی جب صحرائے اعظم میں تم سے جدا ہو گئی تھی۔"

میں نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا لیکن ... اس کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ مجھے تارینا ... ہوا تھا کہ سائیکا مجھ سے محبت کرنے لگی ہے پھر ... اور تہذیب عالم ایجنسی کے بارے میں تارینا سے پتا چلا ... اس نے اپنے قدم روک لیے تھے۔ رابطوں کا حوالہ ... احساس کے تحت دیا تھا اس نے۔

"ہمارے درمیان ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم تھا۔" ایک ... توقف کے بعد سائیکا نے کہا۔ "لیکن کولفیرین اسپار ... ہماری تاک میں لگے ہوئے تھے۔ تم سے آخری گفتگو کے بعد اچانک ایک رات کچھ خوفناک لوگ ہم پر حملہ آور ... ان سے مقابلہ ہوا اور میرے بہت سے آدمی مارے گئے۔ میں، ایلی اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک گاڑی ... ہو گئی۔ ہم اندھادھند بھاگ گئے تھے۔ اس لیے کسی صحیح راستے کا تعین نہیں کر سکے تھے پھر ہم خوفناک جنگلات میں جا پہنچے ... طرح طرح کی ہولناک مصیبتیں ہماری منتظر تھیں۔ ٹرانسمیٹر بھاگ دوڑ میں کہیں گر چکا تھا اور تم سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہ رہا تھا۔ گاڑی کا پیٹرول ختم ہو گیا، خوراک نہ رہی، ہم میں سے پانچ افراد بھوک سے مر گئے۔ ایلی کو سانپ نے ڈس لیا۔ پھر ایک رات بھیڑیوں کا ایک غول حملہ آور ہوا ... سے ایک بھیڑیے نے میری ٹانگ چبا ڈالی ... ساتھی بچا تھا جس نے میرا ساتھ دیا۔ بھیڑیے کے دانتوں کا زہر میرے بدن میں سرایت کر رہا تھا۔ میں صرف موت کی منتظر تھی، زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی لیکن تمہیں دیکھنا ... تھا۔ مسعود طلحہ نے اپنی پارٹی کے ساتھ مجھے دیکھ لیا اور موت کے جبڑوں سے نکال لایا۔ اس وقت سے اس اسپتال میں زیر علاج ہوں۔"

"مسعود طلحہ...؟" مجھے یہ نام شناسا محسوس ہوا۔

"لائن آف کروزل کے نگرانوں میں سے ایک ... بہت نیک فطرت عرب نوجوان ہے۔ شاید میرے ... مجھ سے اتنی ہمدردی نہ کر سکتے جو اس نے کی ہے۔" ... نے بتایا۔

مجھے یہ نام یاد آ گیا۔ فاخرہ نے مسعود طلحہ کا نام ... میں گردن جھکا کر ان واقعات پر غور کرنے لگا۔ سائیکا ...

میری وجہ سے اس حادثے سے دوچار ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "اب مسعود طلحہ کہاں ہے؟"

"بیس تاریخ کو ناؤنسیا آئے گا۔" وہ بولی۔ "تم اس سے مل کر خوش ہو گے۔ وہ تمہارا زبردست مداح ہے۔"

میں چونکا۔ "کیا تم نے اسے میری یہاں موجودگی کے بارے میں بتا دیا ہے؟"

"علی! وہ ایک شریف نوجوان ہے اور پھر اس نے مجھ پر جو احسانات کیے ہیں، اس کے بعد میں اس سے جھوٹ بولنے کا خیال بھی دل میں نہ لا سکی۔ اس حادثے کے بعد ظاہر ہے مجھے سب کچھ بے کم و کاست اسے بتانا پڑا تو اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسعود طلحہ ہمارے یہاں آمد اور پروگرام کے بارے میں ہر راز سے واقف ہے؟" میں نے پریشان انداز میں کہا۔

"نہیں علی! اب ایسا بھی نہیں ہے، وہ صرف اتنا ہی جانتا ہے کہ میں ایک مشن کے تحت تمہارے ساتھ یہاں آئی تھی۔ اپنے مشن کے بارے میں، میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔ کیونکہ میری حیثیت بہرحال تمہاری ایک ماتحت کی تھی اور تم مجھے ضرورت سے زیادہ باخبر نہیں رکھتے۔"

"بہرحال، اب اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔" میں نے کہا اور پھر ہم موجودہ صورت حالات پر گفتگو کرتے رہے۔ شام سے کچھ پہلے میں سائیکا کو اسپتال چھوڑ آیا اور دوسرے دن آنے کا وعدہ کیا۔ واپسی پر ٹیڈ نے مجھ سے سائیکا کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ کچھ اسی قسم کا آدمی تھا۔ اپنے کام سے کام رکھنے والا، اپنے حال میں مگن۔

دوسری صبح مجھے بلڈ ٹیسٹ کی رپورٹ مل گئی جس کے مطابق خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ میرے خون میں بچھو کے زہر کے اثرات نہیں تھے جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ اس کے بعد میں سائیکا سے ملا۔ وہ مجھے دیکھ کر کھل اٹھی اور دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میں بھی اس کی دلجوئی کی خاطر اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔

چند روز اسی طرح گزر گئے۔ ٹیڈ اپنی تفریحات میں مگن تھا اور میری کوشش یہ تھی کہ سائیکا جلد از جلد صحت یاب ہو جائے اور کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے میں اسے واپس بھیج دوں، کیونکہ اب سائیکا کا مزید یہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔ اپنی معذوری کے سبب وہ یہاں کی سخت زندگی کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

میں اسپتال پہنچا تو سائیکا میری منتظر تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔ "علی! بہت جلد مجھے اسپتال سے چھٹی ملنے والی ہے۔ آج ڈاکٹر عبداللہ نے میرا معائنہ کیا تھا اور وہ میری طرف سے بہت مطمئن تھے۔"

"گڈ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

"ڈاکٹر کا خیال ہے کہ میری صحت گزشتہ چند روز میں تیزی سے بہتر ہوئی ہے۔"

"ہاں، میں نے بھی یہ بات محسوس کی ہے۔" میں نے کہا۔

"جانتے ہو علی! اس کی وجہ کیا ہے؟"

"کیا؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا حالانکہ میں سمجھ گیا تھا وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

"تم ـــ" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم ہو اس کی وجہ علی! اگر تم نہ ملتے تو میں شاید اتنی جلدی نہ سنبھل پاتی۔ تم نے مجھے بہت حوصلہ دیا ہے۔"

ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ فاخرہ یعقوبی ایک عرب نوجوان کے ساتھ پہنچ گئی۔

"ہیلو علی! میں تمہاری رہائش گاہ سے آ رہی ہوں۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ تم اسپتال میں ہو۔" پھر اس نے عرب نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ "ان سے ملو! یہ مسعود طلحہ ہیں۔ تم سے ملنے کے لیے سخت بے چین تھے۔"

مسعود نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میں نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ "تم سے غائبانہ تعارف سائیکا کے ذریعے ہو چکا ہے میرے عزیز! میں تمہارا احسان مند ہوں۔ تم نے سائیکا کے لیے جو کچھ کیا ہے، اس کے لیے میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں علی! یہ تو میرا فرض تھا۔" مسعود طلحہ نے سائیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر ہم مزید سائیکا کے پاس ٹھہرے پھر واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔ فاخرہ یعقوبی میرے ساتھ تھی البتہ مسعود کسی کام کے سلسلے میں جا رہا تھا لہٰذا وہ اجازت لے کر راستے ہی میں ہم سے جدا ہو گیا تھا۔

فاخرہ نے مجھے بتایا کہ لائن آف کروزل کے لیے کام کرنے والے تمام اہم افراد ناؤنسیا پہنچ رہے ہیں تاکہ مجھ سے ملاقات کر سکیں۔ اس انکشاف پر میں چونکا۔ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمام لوگ میری اصل حیثیت سے واقف ہو گئے ہیں؟" میں نے کہا۔

"تمام لوگ نہیں، صرف چند افراد جو یہاں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

"فاخرہ! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ میری یہاں موجودگی کا راز فاش ہو جائے۔ یہ تو محض ایک احتیاطی تدبیر تھی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا نام جب لائٹ آف کرونز کے حوالے سے مشہور ہوگا تو اور بھی بہت سی بلائیں اس طرف کا رخ کریں گی اور پھر ممکن ہے کہ معاملات کو سنبھالنا مشکل ہو جائے۔ ہمارے دشمن پوری طرح چوکنا ہو جائیں گے اور اپنا کام دوچند تیز تر کر دیں گے۔ بہتر تو یہی تھا کہ میں پس پردہ رہ کر کام کروں مگر"

"علی! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ان چند افراد کے علاوہ کوئی تمہارے بارے میں نہیں جان سکے گا۔" فاخرہ نے کہا۔

میرے ہونٹوں پر یکبارگی بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "پہلے صرف تم یہاں میری موجودگی سے واقف تھیں پھر مسعود طلحہ کو سائیکا نے بتایا اور اب لائٹ آف کرونز کے تمام نئے والے افراد واقف ہو گئے ہیں۔ آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔"

فاخرہ نے فوراً ہی میرے جملوں کی کاٹ کو محسوس کر لیا تھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی پھر شاید اس نے اس موضوع سے بچنے کے لیے کہا۔ "سائیکا کے بارے میں کیا سوچا ہے علی؟"

"سائیکا کو واپس بھیجنا پڑے گا۔"

"وہ تم سے بہت متاثر ہے علی! شاید تہذیب اکرام کی وجہ سے اس نے اپنی پیش قدمی روک دی ورنہ۔۔۔" اس نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا اور مجھے دیکھنے لگی۔

"ورنہ کیا ہوتا؟ کیا تمہارے خیال میں وہ مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو جاتی؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا علی! میں جانتی ہوں کہ علی یار خان کون ہے۔ غیر معمولی لوگوں سے عام نوعیت کی باتوں کی توقع نہیں رکھنا چاہیے مگر اس میں سائیکا کا کوئی قصور بھی تو نہیں ہے۔ تمہاری شخصیت ہی ایسی ہے کہ لوگ فوراً تم سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں خود کو بھی اس حادثے سے نہ بچا سکی تھی۔ وہ تو بروقت بریک پر پاؤں پڑ گیا اور میری گاڑی ایک بہت گہرے کھڈ میں گرنے سے بچ گئی۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم تہذیب کے ہو چکے ہو۔ چنانچہ میں نے فوراً اسٹیئرنگ گھما دیا۔"

"خوب!" میں مسکرایا پھر میں نے پُرمزاح انداز میں کہا۔ "اور اب اس گاڑی کا رخ کس سمت ہے؟"

فاخرہ ہنس پڑی۔ "کسی سمت نہیں۔ بیچ چوراہے پر کھڑی ہے۔" وہ بولی۔ "اچھا خیر چھوڑو۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں، مسعود طلحہ سائیکا کو پسند کرنے لگا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"مطلب یہ کہ وہ سائیکا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا اس نے یہ بات تم سے کہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، مجھ سے کھل کر تو اس کا اظہار نہیں کیا مگر میں جانتی ہوں کہ وہ سائیکا سے شدید محبت کرنے لگا ہے۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو؟ تم جانتی ہو کہ سائیکا اب معذور ہو چکی ہے۔ ممکن ہے تم اظہار ہمدردی کو محبت سمجھ رہی ہو۔"

"علی! میں ایک عورت ہوں اور عورت کی نگاہ ہمدردی اور محبت میں فرق محسوس کر سکتی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پُرخیال نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

چند لمحے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "مسعود ایک اچھا انسان ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ وہ سائیکا کے لیے بہترین ہمسفر ثابت ہوگا۔"

"میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا فاخرہ۔" میں نے کہا۔ "لیکن سائیکا کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ مسعود کے لیے اپنے دل میں گنجائش پیدا کرے، بہت مشکل ہے۔"

"یہ کام تمہارے لیے مشکل نہیں ہے علی! اگر مناسب سمجھو تو سائیکا سے بات کرنا۔" فاخرہ نے کہا اور پھر اٹھ کر بولی۔ "اچھا علی! اب میں چلتی ہوں۔ جیسے ہی تمام لوگ آ جائیں گے میں تمہیں اطلاع دے دوں گی پھر ہم میٹنگ کے لیے کوئی وقت طے کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسا تم مناسب سمجھو۔" میں نے کہا اور پھر دروازے تک آ کر اسے رخصت کر دیا۔

فاخرہ کے جانے کے بعد میں غور و فکر میں مصروف ہو گیا۔ بہت سے خیالات ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ آئندہ ہونے والی میٹنگ اور اس کے ممکنہ نتائج کا خیال آیا۔ اب تک اس مہم کے سلسلے میں جن حالات و واقعات سے سابقہ پڑا تھا میں ان کا تجزیہ کرتا رہا پھر سائیکا، فاخرہ اور مسعود طلحہ کی طرف ذہن بھٹک گیا۔ ایک بات تو طے تھی کہ اب سائیکا کو ایک نئی زندگی کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔ ایسی زندگی کے بارے میں جس میں ماضی کی ہنگامہ خیزیاں نہیں ہوں گی بلکہ خود اپنے لیے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت محسوس ہوگی اور مسعود بہرحال ایک مناسب شریک زندگی ثابت ہو سکتا تھا۔

شام کے قریب میں اسپتال گیا اور سائیکا کو اپنے

ساتھ لے آیا۔ مجھے اس سلسلے میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ رہائش گاہ پر واپس پہنچنے کے بعد میں نے کافی منگوائی پھر ادھر ادھر کی باتوں کے دوران میں نے سائیکا سے کہا۔ "آخر تمہارے کیا پروگرام ہیں سائیکا؟"

میرے اس سوال پر وہ ایک لمحے کے لیے چونکی پھر خود کو سنبھال کر بولی۔ "ظاہر ہے اب مجھے واپس جانا ہوگا۔"

"میرا مطلب تھا کہ واپس جا کر کیا کرو گی؟" میں نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکی ہوں۔ سوچ رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ اگر مجھے کچھ بتانا پسند کرو تو۔۔۔"

سائیکا نے مجھے جملہ مکمل نہیں کرنے دیا۔ جلدی سے بولی۔ "کیسی باتیں کرتے ہو علی! میں جو بھی پروگرام بناؤں گی وہ تمہارے مشورے ہی سے بناؤں گی۔ تم سے کوئی بات چھپانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے خلا میں گھورتی رہی پھر افسردہ لہجے میں بولی۔ "علی! سچی بات تو یہ ہے کہ اب کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ میری تمام تمنائیں ختم ہو گئیں۔ میں چاہوں بھی تو اب دوبارہ کوئی گروہ ترتیب نہیں دے سکتی کیونکہ اس کام کے لیے ایک فعال شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بس اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ سوئٹزرلینڈ میں کوئی چھوٹا سا ہوٹل کھول لوں اور باقی زندگی اس کی معذور مالکہ کی حیثیت سے گزار دوں۔"

"میرے مذہب میں مایوسی گناہ ہے سائیکا۔" میں نے کہا۔ "پھر تم خود کو تنہا کیوں سمجھ رہی ہو؟"

"کیا مجھے ایسا نہیں سمجھنا چاہیے علی؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں چونک گیا۔ اس سے پہلے کہ اس کا ذہن کسی اور طرف بھٹکتا، میں نے فوراً پینترا بدل لیا۔

"میرے علاوہ تمہارا تہذیب، فاخرہ یعقوبی اور مسعود طلحہ سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتے سائیکا۔"

"تمہارا مقصد ہے کہ میرے لیے کیا پروگرام ہے علی؟ صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟"

"سائیکا! مسعود طلحہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ "کیا اس نے تم سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے؟"

"نہیں، میری معلومات کا ذریعہ فاخرہ ہے۔ وہ تم سے محبت کرنے لگا ہے سائیکا۔"

"ایک لنگڑی لولی لڑکی پر احسان کرنا چاہتا ہے؟" اس نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اس طرح مت سوچو سائیکا۔ کسی کو آزمائے بغیر اس کے جذبے پر شک کرنا مناسب بات تو نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی اور مسعود کے تو پہلے ہی مجھ پر بہت احسانات ہیں۔"

"میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کر رہا۔ ایک بات میرے علم میں آئی تھی وہ تم تک پہنچا دی۔ آخر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر کبھی تم اپنے دل میں مسعود کے لیے کوئی نرم گوشہ محسوس کرو تو اس کی پیشکش پر ضرور غور کرنا، اسے میری درخواست سمجھ کر۔"

"شکریہ تم نے حکم نہیں دیا۔" سائیکا ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ "بہرحال میں تمہاری درخواست کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتی علی۔"

"شکریہ سائیکا۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "آؤ تھوڑا سا گھوم پھر لیں۔ اگر تم دقت محسوس نہ کرو تو۔"

"نہیں علی! میں تمہارے ساتھ کوئی دقت محسوس نہیں کرتی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور اپنی بیساکھی سنبھالتے ہوئے اٹھ گئی۔

میں سائیکا کو ہمراہ لے کر وہاں سے باہر آ گیا پھر ہم چہل قدمی کے انداز میں ایک طرف چل پڑے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک جیپ ہمارے قریب آ کر رکی جسے مسعود طلحہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ بڑا اس کے ساتھ برابر والی سیٹ پر براجمان تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ چہکا۔ "کدھر چیف! ہم تو آپ ہی کی طرف آ رہے تھے۔"

"خیریت! کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"خاص بات تو کوئی نہیں چیف۔ البتہ مسعود طلحہ بہ ضد ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر رہیں لہٰذا آپ کو لینے آئے تھے۔"

میں نے مسعود کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ جگہ آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ یہاں مجھے بڑا شاندار مکان رہنے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے آپ کو کہیں اور رہنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میرے خیال میں ان تکلفات کی موجودہ حالات میں کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ درست کہتے ہیں مگر میری خواہش ہے کہ آپ مجھے

"شریف، مہربان، مخلص، ذہین علی!" وہ جذباتی لہجے میں بولا۔
میں نے سائیکا کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"مسعود کی خواہش کا تو خیال رکھنا ہی پڑے گا علی!"
سائیکا کا جملہ بڑا معنی خیز تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر حساب فوراً ہی برابر کر دیا "جو تم کہتی ہو سائیکا میرا بھی یہی خیال ہے۔" میرے اس جواب پر وہ فوراً دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس معنی خیز گفتگو کا اصل مفہوم شاید بڈا اور مسعود کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے سائیکا سے جیپ میں بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر اسے سہارا دے کر اندر بٹھا دیا۔ اس کے بعد میں بھی جیپ میں سوار ہو گیا اور مسعود سے کہا کہ پہلے سائیکا کو اسپتال پہنچا دیا جائے اور بعد میں ہم اپنا سامان لے کر اس کے ساتھ چلیں گے۔ مسعود نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

☆

میں بڈا کے ہمراہ مسعود طلحہ کے کشادہ اور آرام دہ مکان میں آ گیا تھا۔ یہاں کہیں زیادہ آرام اور سہولیات میسر تھیں۔ فاخرہ یعقوبی روز مجھ سے ملنے آ جاتی تھی۔ سائیکا کو بھی ہم یہاں لے آئے تھے۔ ابھی تک صرف غازی ناصر نا تونیا پہنچا تھا، باقی لوگ بھی آنے والے تھے۔ اس دوران میری مصروفیت کچھ نہ رہی تھی اور میں خود کو بے بس اور بندھا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اپنی اس بیزاری کا اظہار میں نے فاخرہ سے بھی کیا تھا حالانکہ مجھے یہاں ہر طرح کی آزادی کے ساتھ تمام تفریحی سہولتیں بھی میسر تھیں جن سے میں لطف اندوز ہو سکتا تھا لیکن یہ سب میری بے چین فطرت کے خلاف تھا۔ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا تھا خصوصاً اس وقت جب مجھے یہ محسوس ہو رہا ہو کہ دشمن مصروف کار ہے اور ہم اب تک اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔
بالآخر ایک دن غازی ناصر اور فاخرہ یعقوبی میرے پاس آ گئے۔
"تمام لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں علی! میٹنگ کا وقت اور دن کا تعین کر لو۔" فاخرہ نے کہا۔
"جو دن تم لوگ مقرر کرو گے میں حاضر ہوں گا۔"
"کل شام پانچ بجے۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور وہ دونوں چلے گئے۔
دوسرے دن شام پانچ بجے تمام لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس میٹنگ میں صورت حالات پر خاصا سیر حاصل تبصرہ ہوا۔ سب نے اپنے اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اظہار رائے کیا اور بالآخر ہم ایک متفقہ لائحہ عمل طے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
اس میٹنگ میں موجود تمام افراد مجھ سے بے حد متاثر و مرعوب تھے، لہٰذا سب کی کوشش یہی تھی کہ مجھے زیادہ سے زیادہ اظہار رائے کا موقع دیا جائے اور میں جس طرح چاہوں اس معاملے کو نمٹاؤں۔ چنانچہ میں نے اپنی تجاویز ان کے سامنے پیش کیں۔
میرے پروگرام کے تحت تین محاذوں پر کام کر کے مسئلے سے پوری طرح نمٹا جا سکتا تھا۔ اول مسئلہ اسلحے کی فیکٹریوں کے تحفظ کا تھا۔ ان کے لیے سیکیورٹی کے ایسے انتظام کی ضرورت تھی جس کے تحت دوبارہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ دوم لائن آف کروزل کے اردگرد صحرا اور جنگل میں چھان بین کی ضرورت تھی۔ اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دشمن نے اپنے کچھ خفیہ ٹھکانے وہاں بنا رکھے ہوں۔ تیسرا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ اسٹیفن براؤن کی تلاش کا تھا جس میں ہم اب تک ناکام رہے تھے۔
میری تجاویز سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ مجھے فیکٹریوں کے انتظامات کا جائزہ لینے اور انہیں مزید بہتر بنانے کی ذمے داری سونپی گئی حالانکہ میں اسٹیفن براؤن کی تلاش میں دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ کام غازی ناصر کے سپرد ہوا اور اطراف کے جنگل اور صحرا کی چھان بین کی ذمے داری ابوحاتم نے قبول کی۔
میٹنگ ختم ہو گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ میں سیکیورٹی کا شعبہ نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس میں میرے لیے بے شمار الجھنیں تھیں لیکن بہرحال ان لوگوں نے مجھ سے یہی چاہا تھا اور میں نے منظور کر لیا تھا۔
اپنی آرام گاہ میں کئی گھنٹے تک میں نے اس کے لیے پلاننگ کی۔ بندھے ٹکے اصولوں پر تو کام ہو ہی رہا تھا اور فاخرہ نے اس سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن میں ایسے لوگوں کا انتخاب چاہتا تھا جو عام لوگوں سے ہٹ کر ہوں اور کارآمد ہوں۔ بالآخر میں نے ایک دلچسپ پروگرام بنا لیا جو میری پسند کے مطابق تھا۔
دوسرے دن میں نے ان لوگوں سے کہا "میں نے لائحہ عمل تیار کر لیا ہے۔"
"آج دوپہر میں ہم لوگ لنچ پر اس بارے میں گفتگو کر چکے ہیں اور ہمارے درمیان شرطیں بھی طے ہو گئی ہیں۔" مسعود نے کہا۔
"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"پہلی شرط آپ کی ٹیم میں شامل ہونے والوں کے چننے..."
"مسٹر علی! آپ بتائیے آپ کن لوگوں کو ساتھ رکھنا پسند کریں گے۔ ہم نے وہ نام لکھ لیے ہیں جن کا انتخاب آپ کریں گے۔"
"آپ لوگ بتا دیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"آپ ان ناموں کو اپنے پاس لکھ لیں تاکہ تصدیق ہو جائے۔" مسعود نے مجھے کاغذ اور بال پوائنٹ دے کر کہا۔
میں نے کاغذ پکڑ کر رکھ لیا پھر ان سے کہا کہ بتائیں۔
"فاخرہ یعقوبی، بڈا، میکنو، یہ تین خاص نام ہیں۔"
"میں نہیں جانتا مسٹر طلحہ کن لوگوں کے درمیان اور کیا ہے لیکن میرا کاغذ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔" میں نے کاغذ ان کے سامنے رکھ دیا جس پر لکھا تھا کہ میں تنہا کام کروں گا۔
"تنہا؟" سب حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔
"جی بالکل تنہا۔ میں جانتا ہوں سیکیورٹی کے لیے بہترین لوگوں کا انتخاب کیا گیا ہوگا اور سب اگر خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام دے رہے ہوتے تو اب تک کچھ اور بھی ہو سکتا تھا۔ میں صرف ان کمزور پہلوؤں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں جہاں سے ہمارے دشمن اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"
"لیکن تنہا؟"
"ابتدا میں بالکل تنہا بھی نہیں ہوں گا۔ کچھ لوگ میری مدد کریں گے لیکن ذرا مختلف انداز میں۔"
"مثلاً؟" مسعود طلحہ نے تعجب سے پوچھا اور میں ان لوگوں کو اپنے پروگرام کے بارے میں بتانے لگا۔ سب کے چہرے حیرت زدہ تھے۔
ابوحاتم نے کہا "نہیں علی! میں اس سے اختلاف کروں گا۔"
"یہ میرا اسٹائل ہے ابوحاتم! میں اس سے بہتر فائدہ حاصل کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"علی! کم از کم اتنی اجازت تو دو کہ ہم ان لوگوں کو..." فاخرہ بولی۔
"سارا کھیل خراب ہو جائے گا فاخرہ! پھر فائدہ ہی کیا۔ میں کھل کر کھیلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"
"وہ کس طرح؟"
"یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ تھوڑا سا غور کرو گی تو خود سمجھ جاؤ گی۔"
"بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے آپ نے۔" مسعود نے کہا۔
"زیادہ سے زیادہ آپ میرے لیے ایک کام کریں مسعود!"
"جی علی! کہیے۔"
"لائن آف کروزل کی تمام بستیوں میں سیکیورٹی والوں کو وہ مخصوص کوڈ بتا دیں جو ہمارے درمیان مقرر ہوا ہے۔ اگر کوئی بہت خطرناک صورت حال پیش آ گئی تو میں ان سے مدد حاصل کر لوں گا۔"
"ٹھیک ہے یہ کام کر لیا جائے گا۔" مسعود نے گہری سانس لے کر کہا۔

☆

صحرائے اعظم کے راز ابھی سربستہ تھے۔ میں پچھلے تین گھنٹے سے بھٹک رہا تھا۔ لینڈ روور میں سفر کے لیے ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ میرے چہرے پر بہترین میک اپ تھا جس میں کئی گھنٹے صرف کیے گئے تھے۔ اس میک اپ میں تانبے جیسی رنگت کا مالک کوئی اجنبی لگتا تھا۔ اب تک کا سفر نہایت پرسکون تھا۔ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا اور پوری دلجمعی سے اپنا کام کرنے کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا۔ میرا رخ لائن آف کروزل کی ایک آبادی کی طرف تھا۔ اس علاقے میں گرمی شدید تھی، ہر سمت چٹانیں آسمان کی طرف تک رہی تھیں۔ سورج کی تمازت بدن کو چھید رہی تھی۔ میں مناسب رفتار سے لینڈ روور ڈرائیو کر رہا تھا۔ دفعتاً ایک ہلکی سی آواز میری سماعت سے ٹکرائی اور میں نے لینڈ روور کو بریک لگا دیئے۔ انجن اسٹارٹ تھا۔ آواز دوبارہ میرے کانوں میں آئی اور اس بار سمت کا اندازہ بھی ہو گیا۔ ایک بلند چٹان پر کوئی ہاتھ ہلا رہا تھا۔ میں نے چٹان تک جانے والے راستے پر نگاہ دوڑائی اور پھر لینڈ روور کا رخ اس طرف بڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں چٹان کے قریب پہنچ گیا۔ ایک قوی ہیکل آدمی سنبھل سنبھل کر چٹان سے نیچے اتر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ چال میں کسی حد تک لنگڑاہٹ تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ جوان العمر تھا، خوش شکل بھی تھا۔ لباس چیتھڑوں کی شکل میں بدن پر جھول رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گیا۔
"سوری فرینڈ! میں سخت بھوکا اور پیاسا ہوں، میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟" اس نے عجیب سی آواز میں کہا۔
"ضرور۔"
میں نے لینڈ روور کا انجن بند کر دیا اور پھر ایک پیکٹ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں سینڈوچ بھرے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی کافی کا تھرماس بھی اسے تھما دیا۔ اس نے شکریے کے ساتھ یہ چیزیں قبول کر لیں۔ میں اس کا گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا۔ عجیب سی شخصیت کا مالک تھا۔ اچھی طرح کھانے کے بعد اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور بولا "بہت برے وقت

ہیں تم نے میری مدد کی ہے دوست، کیا اس احسان کو یاد رکھوں گا۔ میرے ساتھی کار توس ختم ہو چکے ہیں ورنہ اس حالت کو نہ پہنچتا۔ کیا ہم تعارف حاصل کر سکتے ہیں؟"

"میرا نام ووڈ دستوئیف ہے۔" میں نے کہا۔

"اسپینش؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "افریقہ کے ان جلتے پہاڑوں کے درمیان کیوں بھٹک رہے ہو؟"

"افریقہ میں لوگ کیوں بھٹکتے ہیں؟" میں نے اس سے الٹا سوال کر دیا۔

"سونے کی تلاش، ہیروں اور قیمتی پتھروں کی کھوج، یہی نا؟"

"اپنے بارے میں نہیں بتایا تم نے؟"

"ایلیٹ ہے میرا نام... جنکارڈ ایلیٹ، ویسے تم تنہا کیوں ہو؟"

"تنہا ہونا کس بات ہے کیا؟"

"نہیں، عموماً یہاں لوگ تنہا نہیں آتے، پارٹیاں آتی ہیں۔"

"میں تنہا ہی ٹھیک ہوں" میں نے کہا۔

"بڑے دل والے معلوم ہوتے ہو، ویسے شاید افریقہ میں داخل ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تمہارے سامان کی تازگی بتاتی ہے۔ خود بھی تر و تازہ ہو۔" اس نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔"

"ایلیٹ کے دوست بن گئے ہو، اگر کوئی بڑا منصوبہ نہیں لے کر آئے ہو تو فائدے میں رہو گے۔"

"میں نہیں سمجھا؟" میں نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی نہ سمجھو دوست، خود کو سمجھنے کے لیے بھی تو کچھ وقت دو۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تو ٹھیک ہے، تمہارا لباس اب پہننے کے قابل نہیں رہا ہے۔"

"میرے پاس اس خالی بندوق کے علاوہ اور کچھ نہیں رہا ہے دوست لیکن اس کھوپڑی میں بہت کچھ ہے۔" اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

میں نے تھیلے میں پڑے ہوئے سوٹ کیس میں سے ایک سوٹ اسے نکال کر دیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ایک چٹان کی اوٹ میں جا کر لباس تبدیل کیا اور میرے پاس آ گیا۔

"ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہوں دستوئیف، تم میرے لیے بہت قیمتی انسان ثابت ہوئے ہو ورنہ شاید

اس کسمپرسی کے عالم میں مجھے کوئی نقصان پہنچ جاتا، پتہ ہے موسم کتنا شدید ہے اور میرے پاس نہ تو کوئی کارتوس تھا نہ ہی پانی۔"

"اب پروگرام کیا ہے؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو، ہم ایسے علاقے میں جہاں ہم سایہ دار درختوں کے نیچے پناہ لے سکیں، گرمی کی شدت خوفناک ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

وہ میرے نزدیک بیٹھا ہوا کچھ خیال لگا ہوا تھا، سامنے پھیلی ہوئی پہاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ علاقہ آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ آگے چل کر تاحد نگاہ ریت کا ایک ویران صحرا آ گیا جس کے چاروں طرف خشک پہاڑیوں کی ایک قطار سی بنی ہوئی تھی۔ دور دور تک کسی درخت کا نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے آہستہ سے کہا "ہمیں یہ پہاڑیاں عبور کرنا ہوں گی اور اس کے بعد ہم ایک بہتر حصے میں جا پہنچیں گے۔"

"تم اس علاقے سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہو؟"

"ہاں، زمانے کب سے ان ویرانوں میں بھٹک رہا ہوں۔"

"وجہ؟" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرانے لگا۔

"جلد باز معلوم ہوتے ہو لیکن میں انسانی فطرت کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہر شخص ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتا ہے۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں تنہا ان علاقوں میں نہیں آیا تھا بلکہ ایک پوری پارٹی میرے ساتھ تھی۔ اس پارٹی میں مفاد پرست افراد کی تعداد زیادہ تھی اور وہ جس مقصد کے لیے آئے تھے، ہم اپنے ساتھ کم سے کم لوگ رکھنا چاہتے تھے۔"

"تو پھر ساتھ آئے ہی کیوں تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ یہاں تک پہنچنے کے لیے انہیں بہت سے لوگوں کی ضرورت تھی۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

"اس کے بعد جب انہیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ ان کی منزل قریب آ گئی ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑ گئے، سو آدمیوں نے چھ آدمیوں کو قتل کر دیا اور افراد ان کے درمیان سے نکل بھاگے لیکن یہ بھاگنے والے افراد بڑے کام آ سکتے تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"ان میں سے ایک میں ہوں اور ایک میرا ساتھی۔"

"خوب! کیا نام ہے تمہارے اس ساتھی کا؟" میں نے دریافت کیا۔

"ولیم" اس نے جواب دیا۔

"تو وہ بھی فرار ہو گیا ہے مگر وہ تمہارے ساتھ نظر نہیں آیا۔"

"قسمتی سے ہم دونوں کا ساتھ چھوٹ گیا ہے اور مجھے شبہ ہے کہ وہ ان کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔" ایلیٹ نے جواب دیا۔

"پھر سوال وہیں پہنچ جاتا ہے کہ معاملہ کیا تھا؟"

"ہیروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا گیا تھا، جن لوگوں نے یہ ہیرے دریافت کیے تھے وہ انہیں یہاں سے لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے، شدید زخمی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ہیروں کے اس ذخیرے کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا، جگہ کا نقشہ بنایا اور اس کے بعد اس امید پر صحرائے اعظم سے واپس چلے گئے کہ صحت یاب ہونے کے بعد دوبارہ آئیں گے لیکن وہ نہ آ سکے اور وہ نقشہ کچھ دوسرے لوگوں کے ہاتھ لگ گیا۔ نقشے سے ایک پارٹی تشکیل دی گئی جس میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا لیکن پھر آپس کی پھوٹ نے ہم سب کو منتشر کر دیا۔ نقشے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے تھے جن میں سے ایک ٹکڑا میرے پاس محفوظ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں ذاتی طور پر بھی ہیروں کی اس ذخیرہ گاہ کو جانتا ہوں جب کہ وہ احمق لوگ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میرے پاس نقشے کے تیسرے ٹکڑے سے کچھ موجود نہیں ہیں، اس لیے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکوں گا، کاش ... کہ ولیم مجھے مل جاتی تو صورت حال مختلف ہوتی۔"

"ہیرے کیا وہ ہیرے انہی اطراف میں موجود ہیں؟"

"ہاں ہم اس جگہ سے بہت قریب ہیں لیکن میرے ہمدرد دوست، میں وہی کہانی پھر نہیں دہرانا چاہتا۔ مجھے خوشی ہے اگر تم میرا ساتھ دو گے تو میں اس ذخیرے میں سے تمہیں ایک چھوٹا سا حصہ دینے میں ذرا بھی دکھ محسوس نہیں کروں گا کیونکہ جب انسان کسی بڑی چیز سے محروم ہو جاتا ہے تو چھوٹی چیز دینا کوئی وقعت نہیں رکھتا، میں نہیں رہتی، میں خلوص دل سے تمہیں اس کی پیشکش کرتا ہوں۔ اب کیا یہ نہیں جانتا کہ خود تمہارا منصوبہ کتنا بڑا ہے، ویسے ایک بات میں تمہیں بتا دوں، تم نے مجھ سے سچ بولا ہے اور صحرائے اعظم افریقہ میں تنہا نکل آئے ہو تو میرا خیال ہے کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکو گے، ویسے بھی تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ تنہا انسان کوئی بہت بڑا معرکہ کیسے سر انجام دے سکتا ہے؟"

"میرا کوئی معرکہ نہیں ہے اور میں کسی ہیروں کے ذخیرے اور سونے کی تلاش میں نہیں ہوں، میں دراصل جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کرنے والا ایک چھوٹا سا سائنس دان ہوں اور یہاں صرف اس لیے بھٹک رہا ہوں کہ مجھے اپنے مقصد کی بوٹیاں درکار ہیں۔ نہ سونے کا کوئی ذخیرہ میری نگاہوں کے سامنے ہے اور نہ ہیروں کے انبار۔"

ایلیٹ نے سادہ سی نگاہ اٹھا کر میرے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ "اگر تم نے یہ الفاظ اپنی حفاظت کے لیے کہے ہیں تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں تو تمہیں اپنے طور پر صرف یہ پیشکش کر رہا ہوں کہ میری تھوڑی سی مدد کرو اور ہیروں کا یہ چھوٹا سا ذخیرہ تم بھی حاصل کر لو، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمہیں بہ آسانی اس ذخیرے تک لے جاؤں گا۔"

"افسوس، مجھے ہیروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، میرا اپنا فن دنیا کے تمام قیمتی خزانوں سے کہیں زیادہ اہم ہے تاہم ایک انسانی ناتے سے میں تمہاری مدد کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے دونوں شانے ہلائے اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگا اور اسی وقت میں نے محسوس کیا کہ

وہ بُری طرح چونک پڑا ہے۔ میں نے بھی عقب میں تیز روشنی محسوس کی تھی، یہ روشنی یقیناً دھوپ میں چمکتے ہوئے کسی شیشے کی تھی۔

ایلیٹ پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا پھر اس نے لینڈ روور کی کھڑکی میں سے گردن نکالی اور اپنی سیٹ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے آدھے بدن کو کھڑکی سے نکال کر عقب میں پیچھے کی سمت دیکھ رہا تھا۔

چند لمحے وہ اسی طرح کھڑا رہا اور اس کے بعد سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "شاید وہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کون لوگ؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"وہی جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ وہ مسلسل تمہاری تاک میں لگے ہوئے تھے؟"

"ہاں، میرا خیال ہے کہ اس ذخیرے کا نقشہ جو میرے پاس ہے وہ میرے حصے کا ٹکڑا بھی حاصل کر لینا چاہتے ہوں گے۔"

"مگر یہ صورت حال تو بہتر نہیں ہے، اس طرح تو ہم..."

"ہاں میرے دوست، تمہیں خاصی مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔ یہ ریگستانی علاقہ بہت زیادہ طویل نہیں ہے، ہم جلد ہی مغرب کی سمت مڑ کر ایک ایسے حصے میں جا نکلیں گے جہاں اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں، ایسی چٹانیں ہیں جن کے پیچھے طویل سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ تم انہیں دیکھ کر یہی محسوس کرو گے کہ یہ زمانہ قدیم کے کھنڈرات ہیں لیکن درحقیقت وہ کھنڈرات نہیں ہیں بلکہ اس قسم کی کھوکھلی چٹانیں ہیں جو انسانی ہاتھوں کی تعمیر معلوم ہوتی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس شخص کے الفاظ میں مجھے جھوٹ کی آمیزش محسوس ہو رہی تھی۔ مسئلہ گھمبیر تھا۔ سورج مشرق میں چمکتے ہوئے آگ کی ایک بڑی گیند کے مانند ہو گیا تھا اور اب دھوپ کی تمازت کسی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے لیکن تعاقب کرنے والی گاڑی یا گاڑیاں اتنا فاصلہ رکھ کر سفر کر رہی تھیں کہ ہماری نگاہوں میں نہ آ سکیں۔ میں نے بار بار عقب نما شیشے میں ان کی جھلک دیکھنے کی کوشش کی لیکن ایک بار بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ اگر دھوپ کی وجہ سے ان کے شیشے نہ چمکتے تو یقیناً ہمیں کوئی اندازہ نہ ہوتا۔ ایلیٹ جیسا کہ کہہ رہا تھا کہ کسی وقت ان پہاڑوں میں بھٹک رہا ہے اور اس کے پاس نہ ایندھن رہا ہے اور نہ کھانا پانی ہے تو پھر وہ لوگ اُسے کیوں نہ پکڑ سکے اور اب کسی گاڑی کو دیکھ کر اس کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں، یہ ذرا عجیب سی چیز تھی۔ اس سلسلے میں، میں نے اس سے سوال کر ہی لیا۔

"تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ اس گاڑی میں تم موجود ہو؟"

چونکہ یہ سوال اچانک کیا گیا تھا اور وہ کسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے چونک کر خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔ "میں نہیں سمجھا، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میرا مطلب ہے کہ تعاقب کرنے والوں کو یہ علم ہوا کہ تم اس گاڑی میں میرے ساتھ موجود ہو، کیا تم ان کی گاڑی لے کر بھاگے تھے؟"

"نہیں، مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا لیکن ان لوگوں نے اس بات کا اندازہ کر لیا ہو گا کہ یہ اجنبی گاڑی یقیناً میری ہو سکتی ہے یا پھر ممکن ہے وہ صرف اندازے کی بنا پر پیچھے چلے آ رہے ہوں۔ میرا یہی خیال ہے کہ ان کا تعلق وہی لوگ ہیں۔"

میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر گردن ہلائی اور نگاہیں جمائے ہوئے گاڑی چلاتا رہا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا۔ بے آب و گیاہ ریگستان ختم ہوتا جا رہا تھا، کچھ دیر کے بعد لینڈ روور خشک ... کے ایک ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئی جس کے درمیان ... گرم لو بہے جا رہی تھی۔

ایلیٹ بار بار عقب میں دیکھ لیتا تھا اور اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار پھیل جاتے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"وہ لوگ مسلسل تعاقب کر رہے ہیں۔ کچھ فاصلے پر پہاڑی کے دامن میں وہ جگہ مل جائے گی جس کے بارے میں، میں نے تم سے کہا تھا۔"

"لیکن مجھے تو..." میں نے کہنا چاہا مگر اس نے درمیان سے میری بات کاٹ دی۔

"ہاں ہاں میں جانتا ہوں لیکن آگے چل کر بائیں سمت مڑ جاؤ تو ہم ان سے نجات پانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں جلد گھر تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن اس کا کہنا درست تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس علاقے میں جا نکلے جہاں چٹانیں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے بہت پرانے اور بوسیدہ کھنڈر ہوں۔ چٹانوں کی ٹوٹی ہوئی دراڑیں، ابھرے ہوئے گنبد اور ... منظر پیش کر رہے تھے۔ کہیں کہیں پتھروں کے ستون نظر آتے تھے۔

شام کا دھندلکا پھیل چکا تھا۔ میں نے ایلیٹ کی طرف دیکھا تو اس نے آہستہ سے کہا۔ "وہ سامنے ایک غار ... میرا خیال ہے کہ یہ جگہ محفوظ ہے، اس کی آڑ میں تم اپنے لیے جگہ بنا لو۔ اور ہاں یہ تو بتاؤ کیا تمہارے پاس ہتھیار وغیرہ ہیں؟"

"ہاں، ایک چھوٹا سا پستول ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔" پھر میں نے اپنے اندرونی لباس سے ایک پستول نکال کر اسے دکھایا۔ حالانکہ یہ صرف نمائشی چیز تھی۔ لینڈ روور کی ڈِکی میں تمام ایمونیشن موجود تھا کہ اگر میں چاہتا تو باقاعدہ ایک گروہ کا مقابلہ کر سکتا تھا اور اسے شکست دے سکتا تھا۔

اس نے پریشان کن نگاہوں سے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔ "اور یقیناً تم اس کے استعمال سے بھی واقف ہو گے۔"

"پستول اسی لیے رکھا جاتا ہے کہ اسے استعمال کیا جائے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ پستول تم مجھے دے دو، کاش تمہارے پاس رائفل کے کچھ کارتوس بھی موجود ہوتے تو..." اس نے شانے ہلائے۔

میں اس کی ہدایت کے مطابق گاڑی کو چلاتا رہا اور جو جگہ اس نے بتائی تھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ چٹان ہی تھی لیکن بالکل غار کی شکل میں۔ لینڈ روور اس کے اندر آسانی سے سما گئی اور یہ حقیقت تھی کہ اب اسے دور سے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی بالکل ہی قریب آ کر دیکھنے کی کوشش کرتا تو پھر لینڈ روور نظر آ سکتی تھی۔ میں نے لینڈ روور کا انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں میرے پاس موجود تھیں...... اور میں نے اس طرح کا بندوبست کر لیا تھا کہ اگر صحرا میں طویل عرصہ گزارنا پڑے تو کم از کم کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو۔

وہ لنگڑاتا ہوا میرے ساتھ نیچے اتر آیا تو میں نے اس سے اس کے لنگڑانے کی وجہ پوچھی۔

"کچھ نہیں، پاؤں میں موچ آ گئی ہے۔ ایک اونچی سی چٹان سے کودا تھا جس کی وجہ سے تلوے کی ہڈی میں چوٹ لگ گئی ہے اور اسی کی وجہ سے چلنے میں تکلیف ہو رہی ہے لیکن کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

تاریکی تقریباً پھیل چکی تھی۔ ہم ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گئے تھے۔ ان اطراف میں کسی گاڑی کا کوئی وجود نظر نہیں آتا تھا اور آہستہ آہستہ مجھے یہ یقین ہوتا جا رہا تھا کہ متعاقب ہمارا نشان پانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ اس بات کا اظہار میں نے ایلیٹ سے بھی کر دیا۔

"نہیں، وہ شیطان کی نسل سے ہیں، جنہیں نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھا ہو گا انہوں نے اور یقیناً انہوں نے یہیں کوئی ایسی جگہ تلاش کر لی ہو گی جس کی وجہ سے ہم انہیں نہیں دیکھ پا رہے۔"

"گویا ہم ان کی نگاہ میں ہیں؟"

"میرا خیال ہے۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔" ایلیٹ نے جواب دیا اور میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا پھر میں نے لینڈ روور میں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں نکالیں۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی۔

مشرقی پہاڑیوں سے آہستہ آہستہ چاند طلوع ہو رہا تھا۔ میں نے ایلیٹ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا تو وہ بے تکلفی سے میرے ساتھ بیٹھ گیا اور پھر کھاتے ہوئے بولا۔ "سوری، سوری... لیکن مجبوری ہے کیا کیا جائے۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں بھی تمہاری ضرورت کی چیزوں میں حصہ بٹا رہا ہوں۔"

"اوہ نہیں ایلیٹ، میں اس طرح نہیں سوچتا، آرام سے کھاؤ۔"

"ویسے تمہاری لینڈ روور میں کافی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں، میں نے خشک چیزوں کی مقدار زیادہ رکھی ہے، کیروسین کا چولہا بھی ہے میرے پاس اور کافی وغیرہ میں خود ہی بنا لیتا ہوں۔"

"بہت عمدہ انتظامات کیے ہیں تم نے اور حقیقت صحرائے اعظم میں آنے سے پہلے یہی سب کچھ کرنا چاہیے۔ ویسے تمہاری زندگی میں دولت کی کیا اہمیت ہے؟"

"بس اسی حد تک کہ ضرورت پوری ہو جائے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

چاند اب پوری طرح طلوع ہو گیا تھا اور چاروں طرف چاندنی پھیل رہی تھی۔ ہم اس چاندنی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے رہے لیکن کہیں کوئی تحریک محسوس نہیں ہوئی۔ ہر طرف سناٹا تھا، کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔

تب ایلیٹ کہنے لگا۔ "بہتر یہ ہے دوستو کہ اب ہم سو جائیں تاکہ چاق و چوبند رہیں۔"

"جاگنے کی ضرورت تو نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم لوگ ایک ایک کر کے پہرہ دیں؟"

"ہاں، اگر تم ضرورت محسوس کرو تو۔"

"یہ بات میں تم سے کہہ نہیں سکا تھا دوست لیکن یہ بہت بہتر رہے گا۔ تم اگر چاہو تو سو جاؤ، مجھے نیند نہیں آ رہی، میں جاگتا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور ایک صاف ستھری جگہ دیکھ کر لیٹ گیا۔ طے یہ ہوا تھا کہ آدھی رات کو ایلیٹ مجھے جگا دے گا اور پھر خود سو جائے گا۔

میں کھلی جگہ میں تھا اور دن کی خوفناک گرمی کے بعد اب خنکی پھیل گئی تھی۔ چاند کو دیکھتے دیکھتے نہ جانے کب پلکیں جڑ گئیں، حالانکہ یہ خلاف ... تھا۔ ایلیٹ پر مجھے شروع ہی سے بھروسا نہیں تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ سونے کی کوشش نہیں کروں گا، چاہے رات آنکھوں میں ہی گزر جائے۔ ایلیٹ سے محتاط رہنا ضروری تھا۔ لیکن نیند کم بخت نہ جانے کب حملہ آور ہوئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اس خنکی کا بھی احساس نہ رہا جو مجھے بدن سکوڑنے پر مجبور کر رہی تھی۔ گٹھری بنا نجانے کب تک پڑا رہا۔ شاید ساری رات اسی طرح گزر جاتی لیکن وہ گولیاں چلنے کی آوازیں تھیں جنھوں نے مجھے نیند سے جگا دیا۔

میں نیم خوابیدہ ذہن کے ساتھ ان آوازوں کو سنتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ میری نگاہوں میں واضح ہو گیا۔ چاند آدھا سفر طے کر چکا تھا اور فضا میں خاصی ٹھنڈک تھی۔ پھر جونہی میرا ذہن جاگا، میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ میں نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پتا نہیں کس سمت یہ ہنگامہ ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے سمت کا اندازہ بھی ہو گیا۔ میں نے سرسراتی آواز میں ایلیٹ کو پکارا لیکن جواب نہیں ملا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں خوف کی لہر دوڑی اور دوسرے لمحے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے پیچھے ہٹا۔ سب سے پہلے میں نے پریشان نگاہوں سے لینڈ روور کو دیکھا اور اسے اپنی جگہ موجود پا کر سکون کی گہری سانس لی۔ اس کے بعد میں نے اطراف میں گھوم پھر کے ایلیٹ کو پکارا لیکن ایلیٹ موجود نہیں تھا۔ دفعتاً ہی مجھے کچھ خیال آیا۔ میں نے اپنے لباس کو چیک کیا تو پستول میرے لباس میں موجود نہیں تھا اور اس کے بعد یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی کہ ایلیٹ اب یہاں موجود نہیں ہے۔ لینڈ روور پتا نہیں کیوں وہ میرے لیے چھوڑ گیا تھا۔ تعجب کی بات تھی۔ میں لینڈ روور میں داخل ہو گیا اور مدھم سی روشنی کر کے اس کے اندر کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں آنے کے بعد اس خیال کو مزید تقویت پہنچ گئی تھی کہ ایلیٹ جانے بوجھے منصوبے کے تحت فرار ہوا ہے۔ لینڈ روور سے اس نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی وغیرہ نکال لیا تھا لیکن صرف اتنا کہ اس کے کام آ جائے۔

اگر وہ چاہتا تو ہوس میں آ کر تمام چیزیں بھی لے جا سکتا تھا لیکن آدمی شاید کچھ معقول ہی تھا، صرف اپنا حصہ لے گیا تھا۔ شکر ہے اس نے لینڈ روور میں کچھ اور توڑ پھوڑ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، ورنہ واقعی مجھے نقصان ہو جاتا۔

وہ کون تھا اور اس کے دشمن کون تھے، یہ بات ابھی تک میرے ذہن میں واضح نہیں تھی۔ اتنا جانتا تھا کہ جو کہانی اس نے سنائی تھی، وہ حقیقی نہیں تھی۔ کیا اس کا تعلق لائن آف کرونلی کے کسی سلسلے سے ہے؟ میں نے دل میں سوچا۔ نہ جانے کیوں ایلیٹ کی پُراسرار شخصیت سے یہی احساس ہو رہا تھا کہ اس کا تعلق میرے مسئلے سے ضرور ہے لیکن پھر اس کے دشمن اور یہ گولیاں؟ یہ گولیاں ہوا میں نہیں چلائی جا رہی ہوں گی اور دن میں سفر کرتے ہوئے میں نے بھی کسی تعاقب کرنے والی گاڑی کے شیشے چمکتے ہوئے محسوس کیے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور اس کے بعد میں نے لینڈ روور کی سیٹ ہٹا کر اس کے نیچے سے ایک جدید ساخت کی رائفل نکال لی جو کافی دور تک مار کر سکتی تھی۔ رائفل کے کارتوس کا ایک پیکٹ بھی میں نے نکال کر کھولا اور کارتوس جیبوں میں ٹھونس لیے۔ غیر مسلح رہنا کسی بھی طور مناسب نہیں تھا۔ فائرنگ کرنے والے ادھر بھی متوجہ ہو سکتے تھے۔ پھر گولیوں کا شور آہستہ آہستہ معدوم ہو گیا اور اس کے بعد میں نے کسی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ پھر چار سُرخ روشنیاں بھی دکھیں

جو تعاقب کی سمت میں آگے بڑھتے ہی غائب ہو گئیں۔ تو وہ دو گاڑیاں تھیں جو دن میں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں اور شاید اب انھوں نے ایلیٹ کو جا لیا تھا۔ بے وقوف آدمی! میں نے دل میں کہا۔ اگر میرے ساتھ رہتا تو کیا بگڑ جاتا۔

میں نے ذہن کو جھٹک دیا اور خود بھی وہاں سے روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔

لینڈ روور اسٹارٹ کر کے میں آگے بڑھ گیا۔ سارے ریگستان میں چاندنی بکھری ہوئی تھی اور سرد ہوا سے جسم میں کپکپی محسوس ہو رہی تھی۔

صبح ہونے میں ابھی دیر تھی۔ راستہ سراب محسوس ہو رہا تھا۔ وہ پہاڑیاں اب بھی اتنے ہی فاصلے پر نظر آ رہی تھیں جو بظاہر بالکل محسوس ہوتی تھیں جیسے تھوڑی دور ہوں، اور پھر اچانک پتھریلا راستہ شروع ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے لینڈ روور کو روکا اور اطراف میں نگاہ دوڑانے لگا۔ میں اس جگہ سے کافی دور نکل آیا تھا جہاں ہنگامہ ہوا تھا۔ ذہن کے کسی گوشے میں ایلیٹ سے متعلق کوئی کھٹک سی تھی۔ وہ کم از کم وہ نہیں تھا جو خود کو ظاہر کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں وہیں رکا رہا۔ اس وقت سردی خاصی ہو رہی تھی اور میں جانتا تھا کہ سورج نکلتے ہی ایک بار پھر یہ پہاڑیاں جہنم زار بن جائیں گی۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ دن میں سفر کے لیے وہ پہاڑی سلسلہ زیادہ موزوں رہے گا۔ کم از کم سائبان تو مل جائیں گے۔ چنانچہ میں نے لینڈ روور پھر آگے بڑھا دی۔

صبح ہونے سے کچھ دیر قبل میں اس پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گیا جس کے کنگورے اتنے بلند اور سپاٹ تھے کہ بظاہر وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ بڑی بڑی اور چوڑی چٹانیں چھجے کی طرح سامنے نکلی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک مناسب جگہ منتخب کر کے لینڈ روور ایک چٹان کے سائے میں روک دی۔

صبح کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ اطراف کا ماحول واضح ہوتا جا رہا تھا۔ میرے عین سامنے ایک پتلی سی پگڈنڈی بلندی کی طرف چلی گئی تھی۔ اس کے دوسری جانب نہ جانے کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر لینڈ روور میں آ گیا۔ ایلیٹ کا یہی احسان کیا کم تھا کہ وہ میرے لیے کھانے پینے کی چیزیں چھوڑ گیا تھا۔ ناشتا کرتے ہوئے میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر میں نے کافی کا تھرماس دیکھا، وہ خالی ہو گیا تھا۔ کیروسین کا چولہا نکال کر میں نے جلایا اور کافی کے لیے پانی چڑھا دیا۔ کافی کا ڈبا، خشک کریم اور شکر کے کیوب نکال کر کافی تیار کی۔

صبح کی خوشگوار خنکی میں کافی کی سوندھی خوشبو پھیل گئی۔ ایک پیالی کافی اپنے لیے نکال کر میں نے بقیہ کافی تھرماس میں انڈیل دی اور پھر اپنا کپ اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن کپ میرے ہاتھ میں نہیں آ سکا تھا۔ چونک کر گردن گھمائی تو دو پاؤں نظر آئے جن میں لانگ بوٹ تھے۔ میں اچھل پڑا اور پھر میں نے اسے دیکھ لیا۔

وہ ایک دراز قامت اور غیر معمولی خوبصورت لڑکی تھی۔

چہرہ دمکتا ہوا، بھرا بھرا صحت مند جسم اور آنکھیں بے حد چمکدار تھیں لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ میری ہی طرف تھا۔ دوسرے ہاتھ میں کافی کا وہ کپ دبا ہوا تھا جو میں نے اپنے لیے تیار کیا تھا۔

"کچھ کھلانے کو ہے؟" اس کی دلنشین آواز ابھری اور میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے اس کے قدموں کی ہلکی سی چاپ بھی نہیں سنی تھی۔

"لعنت ہے تم پر۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تمام جنگل کے جنگلی مجھے ہی ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور"

"مجھے کھانے کے لیے دو۔" وہ غرائی۔

"کتنے دن سے بھوکی ہو؟"

"بکواس نہیں۔ تم نے مجھے کھانے کے لیے دو ورنہ میں اس پستول کی تمام گولیاں تمہارے بھیجے میں اتار دوں گی۔"

"ٹھیک ہے تم بھی اپنا حصہ وصول کرو۔"

میں نے چند سینڈوچ اس کی طرف بڑھا دیے۔ پہلے اس نے کافی کا کپ نیچے رکھا پھر سینڈوچ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر ایک مناسب جگہ بیٹھ گئی۔ اس دوران میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اسے اپنی طرف سے غافل نہیں پایا تھا۔ اس کے کھانے کے انداز میں بڑی وحشت تھی۔ میں اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور لباس پر جگہ جگہ مٹی لگی ہوئی تھی۔ پیٹ کے پاس لباس خون سے سرخ ہو رہا تھا لیکن لڑکی کے چہرے پر کسی طرح کی تکلیف کے آثار نہیں نظر آ رہے تھے۔

سینڈوچ اس نے آن کی آن میں ختم کر لیے اور پھر وہ کافی پینے لگی۔ جب اس کا کپ خالی ہو گیا تو میں نے کہا۔ "اور کافی دوں؟"

وہ چونک پڑی، پھر بولی۔ "دے سکتے ہو؟"

"لاؤ کپ دو۔" میں نے کہا اور اس نے کپ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے تھرماس سے اور کافی انڈیل دی پھر تھرماس کے کپ میں اپنے لیے کافی ڈالنے لگا۔

"تمہارا بے حد شکریہ۔" اس نے دوسرا کپ خالی کرنے کے بعد کہا۔

"تم زخمی ہو؟" میں نے اس کی کٹی ہوئی جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"جیکٹ اتار دو۔" میں نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔" وہ پھر غرانے لگی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"او کے! میں تمہاری مزید کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"جھک مار رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"سو اسی جگہ جھک مارتے رہو گے یا یہاں سے آگے بڑھنے کا خیال بھی ہے؟"

"مطلب بتاؤ۔"

"کچھ خطرناک لوگ یہاں پہنچنے والے ہیں۔ تم بھی ان کے چکر میں آ جاؤ گے۔ اس لیے بہتر ہے یہاں سے نکل چلو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد اتر جاؤں گی۔"

"میں تمہیں صورت سے بے وقوف نظر آتا ہوں کیا؟" میں نے کہا۔

"اٹھو، اٹھ جاؤ یہاں سے۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرو۔ اور یہ لینڈ روور مجھے ڈرائیو کرنا پڑے گی۔"

"اور میرا کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ تمہاری لاش گدھ کھا لیں گے۔" اس نے [illegible] بناتے ہوئے کہا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر اس کے عقب میں دیکھنے لگا۔ پرانا حربہ تھا لیکن انسانی نفسیات میں ابھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس نے ناگن کی طرح بل کھا کر دوسری طرف دیکھا اور اس کا پستول میرے ہاتھ میں آ گیا۔ اس کے حلق سے غراہٹ سی نکلی اور پھر شاید وہ پاگل ہو گئی۔ اس نے میرے ہاتھ میں پہنچ جانے والے پستول کی پروا کیے بغیر لات چلائی۔ میں نے اسے کلائی پر روک لیا لیکن اس نے فوراً پلٹ کر دوسری ٹانگ گھما دی۔ اس بار میں نے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ لڑکی پھرتیلی تھی، سانپ کی طرح بل کھا گئی لیکن اس کی ٹانگ میری گرفت میں رہی۔ منہ کے بل گرتے ہوئے اسے دونوں ہاتھوں کا سہارا لینا پڑا۔

"دوسری کوشش پر معاف نہیں کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اس کی ٹانگ چھوڑ دی۔

وہ جہاں تھی، اسی جگہ بیٹھ گئی۔ میں نے پستول کھول کر اس کے چیمبر خالی کر دیے اور کارتوس جیب میں ڈال کر پستول ایک طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد میں لینڈ روور میں داخل ہو گیا۔

فرسٹ ایڈ بکس لے کر میں اس کے قریب پہنچا اور سرد لہجے میں بولا۔ "جیکٹ اتار دو۔" اس نے ایک بار نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا پھر جیکٹ اتارنے لگی۔ میں نے اس کی مدد کی تھی پھر اس نے قمیص بھی پتلون سے باہر کھینچ لی۔

گولی کا زخم تھا جو اس کی کمر سے رگڑ کر گزر گئی تھی۔ میں نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اس کے زخم پر بینڈیج کر دی۔ وہ ساکت بیٹھی رہی تھی۔ چند منٹ کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس نے دوبارہ جیکٹ پہن لی۔ اب پر ہوش کی خاموشی سی تھی۔

اچانک ہوا کے دوش پر ایک آواز ابھری اور وہ کسی وحشت زدہ ہرنی کی طرح چونک پڑی۔ "وہ آ گئے۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا اور پھر اس نے کہا۔ "پستول دے سکتے ہو مجھے؟"

"نہیں، آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور اسے سہارا دے کر اٹھا لیا۔

میں نے اسے لینڈ روور میں سوار کرایا اور خود لینڈ روور میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ ایک فائر ہوا اور گولی میرے کان کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا لیکن حملہ آور شاید قریب آ گئے تھے۔ چٹان کے عقب سے ایک غراہٹ ابھری اور پھر کسی نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ وہ ایک بھاری جسم اور مضبوط آدمی تھا۔ ایک چمک سی میری آنکھوں کے سامنے لہرائی اور میں بروقت سنبھل گیا۔ میں نے زمین پر لوٹ لگائی اور اس کے وار سے بچ گیا۔ حملہ آور کسی اژدہے کی مانند تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی وار مجھ پر کیے اور میں بچتا رہا پھر ایک بار مجھے موقع مل گیا اور میں نے دونوں پاؤں جوڑ کر زمین پر لیٹے لیٹے اس کے پیٹ پر مارے۔ طاقت کچھ زیادہ ہی صرف ہو گئی، وہ اچھل کر پیچھے گرا اور اس کا سر ایک ابھرے ہوئے پتھر سے ٹکرا گیا۔ اس کے بعد وہ اٹھ نہیں سکا تھا۔

شکر تھا کہ لینڈ روور کی چابی اگنیشن میں نہیں تھی ورنہ شاید لڑکی ہم دونوں کو روندتی ہوئی آگے بڑھ جاتی۔ وہ ساکت نگاہوں سے یہ لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھی۔ میں جلدی سے لینڈ روور کا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھا اور پھر میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑا سا آگے بڑھا تھا کہ سیاہ رنگ کی ایک اور گاڑی نظر آئی جو اسی طرف آ رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی بہت سے فائر ہوئے لیکن کوئی گولی لینڈ روور تک نہیں آئی۔ میں نے رفتار بڑھا دی اور پہاڑ کے دامن کی طرف چل دیا۔ راستہ بہت خطرناک تھا اور ذرا سی لغزش زندگی چھین سکتی تھی لیکن پوری مہارت کے ساتھ گاڑی چلا رہا تھا۔ لڑکی نے جھٹکوں سے بچنے کے لیے کھڑکی زور سے پکڑ لی تھی۔ دوسری طرف سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔

"انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اب وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" لڑکی آہستہ سے بولی۔

"اطمینان سے بیٹھی رہو۔ اگر انھوں نے زیادہ گڑبڑ کی تو مارے جائیں گے۔" میں نے کہا اور رفتار میں مزید اضافہ کر دیا۔ اب راستے واقعی بے حد خطرناک تھے۔ وہ فاصلہ زیادہ نہیں ہو سکے تھے۔ مجھے خطرہ تھا کہ لینڈ روور ان کی رینج میں آ جائے۔ لڑکی [illegible] جس راستے پر ہم سفر کر رہے تھے، وہ

اچانک ہی ختم ہو گیا تھا اور اب ہمارے سامنے تقریباً سات فٹ چوڑی ایک کھائی تھی جو تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے بعد پھر ہموار پتھریلی سطح تھی۔ رفتار اتنی زیادہ تھی کہ لینڈ روور کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے گیئر تبدیل کیا اور ایکسیلریٹر پر پاؤں کا پورا دباؤ ڈال دیا۔ گاڑی چونکہ بلندی پر تھی اس لیے میں نے انتہائی کنٹرول اور چابک دستی سے یہ خلا عبور کرنے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ طاقت ور لینڈ روور اس خوفناک خلا کو عبور کر کے دوسرے ہموار کنارے پر پہنچ گئی۔ لڑکی پوری قوت سے چھت سے ٹکرائی تھی اور اس کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ گاڑی کے اسٹیئرنگ پر مجھے مکمل کنٹرول حاصل تھا لہٰذا کھائی عبور کرتے ہی ہم بہت تیز رفتاری سے خاصی دور نکل گئے۔ یہاں تک کہ ان کی رائفلوں کی رینج سے بھی بہت دور۔ تب میں نے لینڈ روور کی رفتار سست کی اور اسے روک دیا۔

کھائی کے دوسرے کنارے پر چند گاڑیاں نظر آئیں لیکن وہ لوگ میری طرح اس کو عبور کرنے کی ہمت نہیں کر سکے تھے۔ انھوں نے وہیں سے گولیاں برسانا شروع کر دیں اور میں اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں ان کی گولیاں کارآمد نہ ہو جائیں، لینڈ روور کو وہاں سے بھی آگے بڑھا لے گیا۔ لڑکی کے چہرے پر کسی قدر تکلیف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ غالباً شدید جھٹکے سے اس کے زخم کو نقصان پہنچا ہوگا۔

کافی دور پہنچنے کے بعد میں نے لینڈ روور روکی اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم شاید شدید تکلیف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں، میں برداشت کر لوں گی۔ تم آگے بڑھتے رہو۔"

میں نے گردن خم کر کے لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ میرے نزدیک بھی اس وقت سفر جاری رکھنا ہی مناسب تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ بولی۔ "ممکن ہے اس خلا کے علاوہ اور کوئی ایسا راستہ بھی ہو جسے طے کر کے وہ ہم تک پہنچ سکیں۔ اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہیے۔"

"او کے۔" میں نے جواب دیا اور پھر مسلسل کئی گھنٹے تک میں لینڈ روور ڈرائیو کرتا رہا۔ لڑکی نے اس دوران مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ پھر ایک مناسب جگہ پہنچ کر جہاں درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے اور پانی کی ایک چھوٹی سی جھیل بھی موجود تھی، میں نے لینڈ روور روک دی اور انجن بند کر دیا۔

"کیوں، آگے نہیں بڑھو گے؟" وہ بولی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔"

"میں نے تمہارے پاس رائفل دیکھی تھی۔ میرا پستول تو تم نے بیکار کر ہی دیا ہو"

"ہاں، رائفل پچھلے حصے میں موجود ہے۔" وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی۔ "اس جھٹکے سے تمام چیزیں الٹ پلٹ ہو گئی تھیں لیکن شکر ہے کوئی ایسا نقصان نہیں ہوا تھا جو ناقابل برداشت ہوتا۔" اچانک اس نے آگے بڑھ کر رائفل اٹھالی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا لیکن تعرض نہیں کیا۔ وہ پہلے سے انداز میں مسکرا دی۔

"میں بھی کوئی افریقی جانور نہیں ہوں کہ تمہاری ان مہربانیوں کو نظرانداز کر کے تمہارے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کروں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں بھی کوئی جواب دیے بغیر صرف مسکرا دیا تھا۔ لڑکی لینڈ روور سے نیچے اتر گئی پھر اس نے رائفل ایک پتھر پر رکھی اور جھیل کے قریب پہنچ کر پانی کے چھینٹے منہ پر مارنے لگی۔ اس نے اپنی گردن اور چہرے پر کافی پانی ڈالا۔ اس دوران اس نے جیکٹ اتار دی تھی۔ میں نے اس کے زخم کی طرف دیکھا لیکن بینڈیج اتنی کمزور نہیں تھی کہ کھل جاتی البتہ پٹی پر اور شرٹ پر خون کی سرخی مزید ابھر آئی تھی۔

لڑکی کے بارے میں، میں نے جو اندازے لگائے تھے وہ یقیناً درست تھے اور اس کی موجودگی سے ایلیٹ کی ایک بات کی تصدیق ضرور ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ایلیٹ نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا وہ کس حد تک درست تھا یہ ابھی تصدیق طلب معاملہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی نے میری طرف رخ کر کے آواز لگائی۔

"اے! تم نیچے نہیں اترو گے کیا؟ آؤ نیچے آ جاؤ، پانی بہت عمدہ ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا نیچے اتر آیا۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔

میں نے بھی جھیل کے قریب جا کر منہ ہاتھ دھویا اور اس کے بعد لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بجری پر لیٹ گئی تھی۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا "کوئی کھانے پینے کی چیز تمہارے پاس موجود ہے؟ میرا خیال ہے تمہیں بھوک بھی لگ رہی ہو گی۔"

"کیا تمہارے پاس کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں موجود ہیں؟"

"ہاں، اتنی کہ فی الحال چند روز ہمارا کام چل سکتا ہے لیکن اس کے بعد ہمیں شکار کی ضرورت پیش آئے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اتر کر بیٹھ گئی۔ میں لینڈ روور لے کر آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد ہم کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ کھانا کھاتے وقت وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا دی "کتنی عجیب بات ہے کہ ہم ایک دوسرے سے ابھی تک متعارف نہ ہو سکے۔ تمہاری کارکردگی قابل تحسین ہے۔ حالات سے نمٹ سکتے ہو تم۔ ایسے لوگ جو ضرورت کے تحت کام یا فیصلے فوری عمل کریں، معمولی لوگ نہیں ہوتے۔ تم کون ہو؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"بس ایک ایڈونچر پسند سمجھ لو، غلط آدمی نہیں ہوں۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔ تم نے ابھی تک مجھ سے میرا نام نہیں پوچھا۔"

"بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا میں۔ تمہارا نام معلوم ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک پڑی۔

"ہاں، مس فریڈریگی، میں تمہیں جانتا ہوں۔" میں نے پورے اعتماد سے کہا اور لڑکی کے چہرے کے عضلات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ایک بار پھر وہ مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس دوران میں پشت ہاتھوں سے کھیلتا رہا۔ میں نے بار بار انگلیاں جوڑ کر ہاتھوں کی انگلیاں اڑتی ہوئی چیل کے انداز میں ہلائیں لیکن اس نے میری اس حرکت پر کوئی توجہ نہیں دی تھی جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ میرے اس مخصوص کوڈ سے ناواقف ہے اور اس کا تعلق لائن آف کروڈل کے کسی محافظ گروہ سے نہیں۔ تھوڑی دیر تک میری طرف دیکھنے کے بعد وہ آہستہ سے بولی "تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"تم خود غور کرو اس پر۔"

"غور کر چکی ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس اعتماد سے تم نے مجھے مخاطب کیا ہے کہ میں ششدر رہ گئی ہوں۔"

"کوئی بہت اہم مسئلہ نہیں ہے مس فریڈریگی، ایک شخص ملا تھا جس نے اپنا نام ایلیٹ بتایا تھا۔ اس نے ہیروں کے ذخیرے کا تذکرہ بھی کیا تھا مجھ سے اور پھر رات میرے ساتھ گزارنے کے بعد وہ صبح ہونے سے قبل فرار ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تھا اور میرا اندازہ یہی ہے کہ تم فریڈریگی ہو۔"

"ہاں، میں فریڈریگی ہوں۔ ایلیٹ تمہیں مل چکا ہے مگر وہ فرار کیوں ہو گیا؟"

"شاید ان لوگوں کے تعاقب سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی بات ہو گی، سو فیصد یہی بات ہو گی۔ ویسے افسوس ہے مجھے، اگر وہ تمہارے ساتھ ہوتا تو میری اس سے ملاقات ہو سکتی تھی۔" فریڈریگی کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر گردن اٹھائی اور آہستہ سے بولی "مسٹر تمہارا نام؟"

"ہیاد ستوتیا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب! اسٹروستوتیا... فرام اسپین؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اب افریقہ میں آمد کی وجہ بھی بتا دو۔"

"جڑی بوٹیوں پر ریسرچ، جس میں بری طرح ناکام رہا ہوں۔ دراصل زیادہ خود اعتمادی بھی انسان کے لیے مشکلات کا باعث ہوتی ہے۔ اگر میں کسی افریقی گائیڈ کو ساتھ لے لیتا تو آسانی ہو جاتی۔"

"خوب! دلچسپ مشغلہ ہے۔ جڑی بوٹیوں پر ریسرچ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ زمین پر اگنے والی بہت سی چیزیں حیرت انگیز خصوصیات کی مالک ہوتی ہیں لیکن یہ تو بڑا خشک موضوع ہے۔ تم جیسا شاندار آدمی کہاں ضائع ہو رہا ہے۔"

"میں نے اپنی زندگی کے سولہ سال اسی کام پر صرف کیے ہیں۔"

"تب تو تم بہت ساری کامیابیاں حاصل کر چکے ہو گے؟"

"انسان ساری زندگی تجربات کرتا رہتا ہے تب بھی اس کا علم نامکمل رہتا ہے۔ خیر فریڈریگی، یہ بات تو تعارف کی حد تک محدود تھی۔ اب یہ بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"نہیں، اپنا کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ کافی وقت ضائع ہو گیا ہے۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں تمہارے کام میں دخل انداز نہیں ہوں گی، اپنا کام جاری رکھو اور مجھے اس وقت تک کے لیے اپنے ساتھ رہنے دو جب تک کہ میں کوئی بہتر راستہ نہ پا لوں۔ کیا تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہو گا؟"

میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر آہستہ سے بولا "نہیں، کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیکن کیا تم راستوں کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کر سکتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں جہاں سے تمہیں اپنی منزل کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ اس کے بعد میں زیادہ سکون سے اپنا کام کر سکوں گا۔"

"شریف آدمی ہو [illegible] مجھے، اس کے بعد میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری جان چھوڑ دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیا ہم سفر کا آغاز کریں؟"

"میرا خیال ہے لینڈ روور کے اندر خاصی ابتری پھیلی ہے، پہلے اسے درست کر لو پھر ذرا آرام بھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم یہاں سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے اور اس جگہ کے بارے میں کسی شبہے کا شکار نہیں ہوں تو ہم بائیں سمت چلتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں ایک چھوٹی سی افریقی بستی موجود ہے لیکن تم مجھے اس بستی سے کچھ پہلے چھوڑ دینا، باقی کام میں خود کر لوں گی۔"

"اوکے۔" میں نے کہا۔

لینڈ روور میں واقعی خاصی ابتری پھیل گئی تھی۔ شکر تھا کہ ٹینکیں اپنی جگہ سے نہیں ہٹی تھیں۔ کیروسین کے ڈبے اور لینڈ روور کے ساتھ کسے ہوئے ڈیزل کے جیری کین بھی درست تھے۔ میں نے انہیں سنبھال کر رکھا، کھانے پینے کی چیزیں ایک سمت ہٹائیں اور پھر باہر نکل آیا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے ڈورنگی!" میں نے کہا۔

ڈورنگی لینڈ روور کے پچھلے حصے کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ "تو پھر آؤ چلیں۔" وہ بولی۔

ہم نے بائیں سمت سفر شروع کر دیا۔

بیس میل کا یہ سفر بھی سکون سے طے کر لیا گیا۔ راستے میں بہت سی باتیں ہوئیں پھر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے ڈھلان نظر آ رہے تھے۔ ان ڈھلانوں پر چھوٹے چھوٹے چند جھونپڑے بنے ہوئے تھے لیکن ڈھلانوں سے آگے کا راستہ بہت خطرناک تھا۔ اوپر سے بہنے والے پانی نے جگہ جگہ ایسی دراڑیں ڈال رکھی تھیں کہ لینڈ روور کو نیچے نہیں اتارا جا سکتا تھا۔

لڑکی ایک ایسی جگہ اتری تھی جہاں انتہائی چوڑے تنے والے درخت کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت شکریہ مسٹر وستونیا! اس سے زیادہ میں آپ کو تکلیف دینا پسند نہیں کروں گی۔ ہاں اگر ایلیٹ سے ملنا چاہیں تو یہاں قیام کر سکتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ مسٹر ایلیٹ یہاں پہنچ جائیں گے؟"

"مکمل یقین تو نہیں لیکن میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ میں یہاں رک کر ان کا انتظار کروں۔"

"اگر تم ذہنی طور پر تیار ہو ڈورنگی تو میں واقعی آگے بڑھ جاتا لیکن کم از کم اس وقت تک تمہارے پاس ضرور رکنا چاہوں گا جب تک ایلیٹ نہیں پہنچ جاتا۔ اگر تم چاہو تو ہم لینڈ روور یہاں چھوڑ کر بستی کی طرف رخ کریں؟"

"نہیں، میرا اندازہ اس بستی کے بارے میں بالکل درست تھا لہٰذا میں یہاں تک پہنچ گئی لیکن بستی میں رہنے والوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم بلکہ میں تو چاہوں گی کہ ہم یہاں محتاط رہیں اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت بھی ہے۔ تم نے میرا پستول ضائع کر دیا اور ظاہر ہے یہ رائفل تم مجھے دے نہیں سکتے، چنانچہ اگر بستی والوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ درپیش ہوا تو میرے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" میں نے کہا۔

ڈورنگی کا کہنا درست تھا۔ بستی کے اطراف باشندوں سے دور رہنا ہی اچھا تھا۔ لینڈ روور درخت کے چوڑے تنے کے عقب میں اس طرح کھڑی کر دی گئی کہ آسانی سے نظر نہ آ سکے اور اس کے بعد ہم نیچے اتر گئے۔

ڈورنگی نے درخت کی بلندیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "رات گزارنے کے لیے ان درختوں کی چوڑی شاخیں ہماری معاون ہو سکتی ہیں۔ زمین پر تو سونا مناسب نہیں ہوگا۔"

میں نے اس معاملے میں اس سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ڈورنگی کا یہ اعتماد بے معنی نہیں ہے بلکہ یہ اُنھوں نے اسی جگہ ملاقات کا پروگرام بنایا ہو لیکن اس طرح ایلیٹ کے بیان میں تضاد ہو جاتا تھا۔

مجھے یہ دونوں کردار دلچسپ محسوس ہوئے تھے اور ان کے بارے میں چھان بین کیے بغیر میں آگے نہیں بڑھنا چاہتا تھا۔

رات ہو گئی۔ ڈورنگی میرا سہارا لے کر درخت پر چڑھ گئی تھی۔ اس تناور درخت میں بے شمار ایسی الجھی ہوئی شاخیں موجود تھیں جن پر بسیرا کیا جا سکتا تھا لیکن لینڈ روور کی موجودگی میں ہم دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہمیں درخت پر بھی تلاش کیا جاتا۔ میں نے اس بات کا اظہار ڈورنگی سے کیا تو وہ بھی چونک پڑی۔

"ارے ہاں! میں نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا، پھر کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے میں لینڈ روور کو ان چٹانوں کے عقب میں کھڑا کر آتا ہوں جو سامنے نظر آ رہی ہیں۔"

"رائفل...؟"

"وہ میں اپنے پاس ہی رکھوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

میں لینڈ روور کو ان چٹانوں کی آڑ میں لے گیا جو یہاں سے تقریباً کوئی ڈھائی سو گز کے فاصلے پر تھیں۔ پھر میں واپس ڈورنگی کے پاس پہنچ گیا اور میں نے بھی درختوں کی شاخوں پر ہی پناہ لی۔ کھانے کا تھرماس اور دوسری چیزیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

"کاش! یہ لمحات کسی تفریحی پروگرام کے ہوتے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

تاحدِ نگاہ تاریکی پھیل گئی تھی۔ صرف ڈھلانوں پر موجود بستی میں کچھ مدھم مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں جو مشعلوں کی تھیں۔ پتا نہیں اس آبادی کے لوگ کیسے ہیں؟ ان کے درمیان جانا مناسب بھی ہوگا یا نہیں؟ میں سوچ رہا تھا۔

ڈورنگی سو گئی تھی۔ میں رائفل سنبھالے جاگتا رہا۔ ذہن میں خیالات کی بھرمار ہو تو پھر نیند کہاں آتی ہے۔ ویسے بھی ایلیٹ کا تجربہ تازہ ہی تھا اور میری کوشش یہی تھی کہ میں جاگتا رہوں۔ ڈورنگی کی طرف سے دل مطمئن نہیں تھا۔ وہ بہرحال ایلیٹ کی ساتھی تھی اور یہ دونوں کردار اسی معمے میں مجھے نہ صرف پُراسرار

نظر آ رہے تھے۔

رات کے تقریباً ڈیڑھ بجا تھا۔ چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پُراسرار ماحول کو منور کیے ہوئے تھا کہ میں نے ایک سایہ اس درخت کی سمت آتے دیکھا اور رائفل پر میری گرفت مضبوط ہو گئی۔

ذہنی طور پر تھوڑی دیر کے لیے بستیوں کی طرف گیا تھا کہ شاید ان میں سے کوئی ہو مگر دوسرے لمحے مجھے ایلیٹ کا خیال آیا۔ ڈورنگی کی حیرت انگیز پیشگوئی اس قدر جلد سچی ثابت ہو جائے گی، یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آنے والا آہستہ آہستہ میرے قریب آ گیا اور میں نے اسے پہچان لیا۔

معاملہ ٹھیک ہی تھا۔ پھر وہ درخت کے بالکل نزدیک پہنچ گیا اور درخت کے تنے کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ میں آہستہ سے کھسکا۔ پھر میں نے آہستہ سے ڈورنگی کے پاؤں کو ہلایا۔ وہ ہوشیار خاتون معلوم ہوتی تھی۔ فوراً ہی جاگ گئی۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ ڈورنگی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے نیچے اشارہ کر دیا اور وہ شاید میرے اشارے کو سمجھ گئی۔ اس نے سرسراہٹ پیدا کیے بغیر نیچے جھانکا اور پھر دوسرے لمحے اس کے منہ سے مسرت بھری آواز نکلی۔ "ایلیٹ!"

درخت کے تنے کے پاس بیٹھا ہوا آدمی کسی طرح اچھلا کہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ گرا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ ڈورنگی درخت سے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی۔ ایلیٹ نے اسے سہارا دے کر نیچے اتار لیا تھا۔

"اوہ ڈورنگی ڈارلنگ! تم یہاں پہنچ چکی ہو۔ میں...!"

وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

تب ڈورنگی نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "نیچے آ جائیے مسٹر وستونیا! ایلیٹ آ گیا ہے۔"

"مسٹر... کیا... وستونیا؟" ایلیٹ متحیرانہ انداز میں بولا۔ میں مسکراتا ہوا نیچے آ گیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! تم یہاں، تم دونوں...!" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں مسٹر ایلیٹ! آپ تو مجھے تنہا چھوڑ کر چلے آئے تھے بلکہ شکار نے آپ کو تلاش کر لیا۔"

ایلیٹ کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر ڈورنگی کی طرف رخ کر کے آہستہ سے بولا۔ "تم ٹھیک تو ہو ڈارلنگ؟"

"ہاں، بس ایک گولی کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ اس کا زخم تکلیف دیتا ہے۔" ڈورنگی نے بتایا۔

"کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے ڈورنگی؟"

"نہیں، زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، معمولی زخم ہے۔"

"مسٹر وستونیا تمہیں کہاں سے مل گئے؟ یوں لگتا ہے جیسے صحرائے اعظم میں جڑی بوٹیوں کی تلاش میں یہ شخص یہاں بھٹکنے والوں کے لیے ایک درویش کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسٹر وستونیا! آپ نے سوچا تو ہوگا کہ کتنا ناسپاس آدمی ہے یہ ایلیٹ بھی کہ آپ کی مہربانیوں کے باوجود آپ کو دھوکا دے کر اور آپ کا کچھ سامان لے کر فرار ہو گیا لیکن آپ یقین کریں کہ صورت حال یہی تھی کہ میرے دشمن اس علاقے میں پہنچ گئے تھے اور میری بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ میں آپ کو جگا دیتا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ لوگ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انہیں صرف مجھ سے ہی پرخاش ہے، اس لیے میں..."

"میں نے اس موضوع پر آپ سے کوئی بات تو نہیں کی مسٹر ایلیٹ، البتہ مس ڈورنگی سے آپ کی شکایت کی۔ آپ نے تو مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اگر آپ لینڈ روور لے بھاگتے تو پھر میرا کیا ہوتا؟"

ایلیٹ ہنسنے لگا۔ "آپ بہت ہی شریف آدمی ہیں مسٹر وستونیا! میں دوبارہ آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن یوں لگتا ہے جیسے تقدیر ہمیں دوست بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ بہرطور اگر میری اس حرکت سے آپ کو کوئی دلی صدمہ پہنچا ہے تو میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔"

"بس بس، بات ختم ہو گئی۔" میں نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر وستونیا واقعی شاندار آدمی ہیں ایلیٹ! میں بھی ان کی مہربانیوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں۔ انھوں نے میری جس مدد کی ہے، بے مثال آدمی ہیں اور جس طرح مجھے دشمنوں کے نرغے سے نکال کر یہاں لائے ہیں، اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"مجھے یقین ہے، میں بھی انسان شناس ہوں۔" ایلیٹ نے جواب دیا۔

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے ایلیٹ؟ نیند تو فرار ہو گئی۔ غالباً تم تھکے ہوئے ہو۔"

"نہیں، میں بارہ بجے سے سات بجے شام تک ان پہاڑیوں کے درمیان سوتا رہا ہوں۔" ایلیٹ نے اسی سمت اشارہ کیا جدھر میں نے لینڈ روور کھڑی کی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم چاق و چوبند ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے؟ کیوں نہ ہم مسٹر وستونیا سے اجازت

طلب کریں۔"

"مسٹر وستونیا سے جُدا ہونے کو جی تو نہیں چاہتا لیکن میں مزید شرمندگی اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے مسٹر وستونیا کو جو کہانی سنائی ہے، وہ ایک جھوٹی کہانی ہے اور ظاہر ہے کہ اب تک ان پر میرا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہو گا کیونکہ تم نے انھیں کوئی اور ہی کہانی سنائی ہو گی۔"

"میں نے تو مسٹر وستونیا کو کوئی کہانی نہیں سنائی... بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا ہی نہیں۔" ڈریگی نے کہا۔

"پوچھنے کی ضرورت بھی کیا تھی؟" میں نے کہا۔ "جب میں نے تمھیں مسٹر ایلیٹ کی ساتھی کی حیثیت سے شناخت کر لیا تھا۔ مسٹر ایلیٹ کی کہانی میں سن ہی چکا تھا۔"

"مسٹر وستونیا! درحقیقت میں نے آپ سے جو کچھ کہا تھا، وہ غلط تھا۔ آپ چونکہ ایک انتہائی شریف اور بے غرض انسان ثابت ہو چکے ہیں، اس لیے ہم آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتے۔"

"مجھے کہانیوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے مسٹر ایلیٹ، اگر کوئی کہانی آپ کے کسی مقصد کو چھپاتی ہے تو اسے قائم رہنے دیجیے۔ میں آپ کی ذات میں دلچسپی لے رہا تھا اور وہ بھی ایک انسان کی حیثیت سے۔ باقی چیزوں سے مجھے کیا [illegible]"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں آپ کو حقیقت بتا دینا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی مرضی ہے۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ایلیٹ اور ڈریگی بھی بیٹھ گئے تھے۔ تب ایلیٹ نے کہا۔ "اگر آپ حالات [illegible] میں داخل ہونے سے پہلے آپ کو لائن آف کروزل کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہوں گی؟"

"ہاں، یہ نام کچھ دنوں سے اخبارات کا موضوع بنا ہوا ہے۔ غالباً یہ عربوں کی کسی تنظیم کا نام ہے۔"

"بالکل درست۔ لائن آف کروزل عربوں کا ایک منصوبہ ہے جس کے تحت وہ اپنے تحفظ کا بندوبست کر [illegible] ہم دونوں ایک ایسی آرگنائزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں عربوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ملازم رکھا ہے۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ہم ان جنگلوں اور ویرانوں میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ عربوں کی اس کاوش کے سلسلے میں کون کون سی تخریبی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ ہم اسی کام میں مصروف تھے۔ ہم نے ایک ایسے خفیہ گروہ کا پتا لگا لیا ہے جو لائن آف کروزل کو نقصان پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہے اور وہ لوگ جو ہمارا تعاقب کر رہے ہیں، اسی گروہ کے افراد ہیں۔ ہم نے ان میں سے چند ایسے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں جن کے نام عربوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہو سکتے ہیں۔ اب ہمارے دشمن نہیں چاہتے کہ ہم یہ نام لائن آف کروزل کی کسی آبادی تک پہنچا سکیں، اس لیے وہ ہمیں راستے ہی میں ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ ہے اصل کہانی۔"

میں سرد اور سپاٹ نگاہوں سے ایلیٹ اور ڈریگی کو دیکھ رہا تھا لیکن میرے ذہن میں پھلجھڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ گویا اب تک کی محنت بے کار نہیں گئی تھی۔ یہ دونوں میری نظر میں مشکوک تو پہلے ہی تھے مگر اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہ یا تو اسٹیفی براکوٹا کے آدمی ہیں یا پھر کسی اور حوالے سے لائن آف کروزل کے خلاف مصروفِ کار ہیں۔

ایلیٹ خاموش ہوا تو میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مسٹر ایلیٹ! آپ کا جو بھی مشن ہو، اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ اس بات کو آپ نے تسلیم کیا ہے کہ میں نے صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر آپ کی تھوڑی بہت مدد کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں۔"

"[illegible] لیکن ڈریگی کا زخم مجھے تشویش کا شکار کر رہا ہے۔"

"میری کوئی بات نہیں ہے ایلیٹ، میں ہر قسم کے حالات سے نمٹنا جانتی ہوں۔" ڈریگی نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے، آرام کرو ڈریگی۔ کل ہم یہاں سے [illegible] صبح سے پہلے یہاں سے روانگی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔"

"ہاں، رات تو گزارنا ہی ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ آرام سے اپنے لیے کوئی جگہ منتخب کر کے سو جائیے۔ ہم لوگ آپس میں کچھ گفتگو کریں گے۔"

میں نے درخت کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ ڈریگی اور ایلیٹ مجھ سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھے۔ میں اپنی جگہ لیٹ گیا لیکن میں نے اپنے کان انھی کی طرف مرکوز کر رکھے تھے۔ وہ لوگ سرگوشیوں کے انداز میں باتیں کر رہے تھے لیکن رات کے اس سناٹے میں انھوں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی کہ یہ سرگوشیاں بھی واضح انداز میں میرے کانوں تک پہنچ سکتی ہیں۔

ایلیٹ کہہ رہا تھا۔ "ڈریگی! یہ شخص بے ضرر لگتا ہے۔ اگر ہم اس سے کچھ کام لے لیں تو کیا ہرج ہے۔ اس کی شخصیت دوسروں کی نگاہوں میں مشتبہ نہیں ہو سکتی۔ ہم اس سے کیوں نہ فائدہ اٹھائیں۔"

"لیکن اسے کس طرح رام کرو گے؟" ڈریگی بولی۔

"میرا خیال ہے، صبح کو تم شدید بخار میں مبتلا ہو جاؤ۔ اس کے بعد اس بے وقوف کو متاثر کر لینا مشکل نہیں ہو گا۔ ہمیں ہر قیمت پر رونگا پہنچ جانا چاہیے اور اس سفر کے لیے یہی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے۔ یہ آسانی سے ہمیں رونگا پہنچا سکتا ہے۔ اس دوران ہمیں کوئی نقصان بھی نہیں ہو گا۔ اب تک جتنا وقت ہم ان کم بختوں کی وجہ سے ضائع کر چکے ہیں، اسے کور کرنا ضروری ہے۔"

"اسے قابو میں رکھنا آسان نہیں ہو گا۔ تنومند اور باہمت آدمی ہے۔ کچھ اور کام بھی لے سکتے ہیں ہم اس سے۔ میرا خیال ہے، مجھے صرف بخار ہی میں نہیں، اس کے عشق میں بھی مبتلا ہونا پڑے گا۔" ڈریگی نے کہا اور ایلیٹ اس کی تائید کرنے لگا۔

میں مسکرا کر رہ گیا۔ ان بے وقوفوں کو کیا معلوم تھا کہ میں

ٹیلا نظر آ رہا تھا۔ اب تک سفر کرتے ہوئے وہ دونوں بالکل مطمئن رہے تھے۔ ڈریگی پر میں نے خاصے اثرات قائم کر لیے تھے اور اب اس کے اندر ایک تبدیلی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اس ٹیلے کے پاس چلو وستونیا۔" ایلیٹ نے کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں چلو تو۔" ایلیٹ بولا اور میں نے لینڈ روور کا رخ تبدیل کر دیا۔ ٹیلے سے کوئی ایک فرلانگ پہلے میں نے ایک پگڈنڈی دیکھی جس پر گاڑیوں کی آمد و رفت کے نشانات نظر آتے تھے۔ یہ پگڈنڈی نہ جانے کہاں تک جا رہی تھی۔ ٹیلے تک کا سفر زیادہ دیر کا ثابت نہ ہوا اور ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"انجن بند کر دو۔" ایلیٹ نے کہا اور میں نے اس کی خواہش پر عمل کیا۔ ایلیٹ لینڈ روور سے اتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں وستونیا کہ یہی ہماری منزل ہے تو تمہیں حیرت تو ہوگی؟"

"یہ... ؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں۔ اگر ہم یہیں تک جائیں تو پھر تمہارا کیا پروگرام ہوگا؟"

"میں تمہیں خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"مجھے تو ابھی طویل عرصے تک ان ویرانوں میں بھٹکنا ہے۔ کوئی سی منزل کی نشاندہی کر دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر تمہیں وہ لوگ مل جائیں جو ہمارے دشمن ہیں تو تم انہیں کس طرح مطمئن کر سکو گے؟"

"ظاہر ہے انہیں مجھ سے کوئی دشمنی نہ ہوگی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ تمہاری لینڈ روور ان کی نگاہوں میں ہوگی اور وہ یہ جانتے ہیں کہ تم نے ہماری مدد کی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو ایلیٹ؟" میں نے کچھ مضطرب انداز میں کہا۔

"یہی کہ تمہاری اس محبت کے جواب میں ہم تم سے دشمنی نہیں کر سکتے۔" ایلیٹ نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب تو واقعی مجھے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ میں نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ میں جانتا تھا کہ ایلیٹ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"یہ خوف ایک حقیقت ہے وستونیا! اس سلسلے میں، میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں، میری رہنمائی کرو۔ واقعی یہ بے حد پریشان کن خیال ہے۔ میں نے اس بارے میں بالکل نہیں سوچا تھا۔"

"میں کچھ دن اور تمہیں مہمان رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میرا ارادہ ہے کہ میں تمہاری پسند پر تمہیں پہنچا سکوں۔ تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں ان لوگوں سے اتنی دور… دوں گا کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔"

میں گردن جھکا کر کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر میری نگاہ ڈریگی کی طرف اٹھ گئی۔ ڈریگی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے گردن خم کی۔ مقصد یہی تھا کہ میں یہ تجویز قبول کر لوں۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ایلیٹ لیکن یہاں جگہ! کیا یہ جگہ تم محفوظ سمجھتے ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تم تیار ہو؟" وہ میری بات کو نظرانداز کر کے بولا۔

"ہاں ایلیٹ! میں خود بھی تم لوگوں سے متاثر ہو گیا ہوں اور اتنی جلدی تمہیں نہیں چھوڑنا چاہتا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"تو پھر یوں سمجھو میرے دوست کہ تم نے ایک سنہرے مستقبل کی جانب قدم بڑھایا ہے۔ میرے بہت سے عیب ضرور دلگداز رہے ہوں گے لیکن میں تمہیں ان کی حقیقت سے بھی ضرور آگاہ کر دوں گا اور تم اس بات کو تسلیم کر لو گے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، غلط نہیں کہا۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارے اپنے وطن میں تمہاری مالی حیثیت کیا ہوگی لیکن جو آدمی صحرا کے اس خطے میں اتنی شاندار تیاری کے ساتھ جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کرنے کے لیے آ سکے اس کی مالی پوزیشن یقیناً بہتر ہی ہوگی۔ کیا یہ عمدہ بات نہ ہوگی کہ تمہارا کام بھی پورا ہوتا رہے اور اس کے ساتھ ہی تمہیں کچھ مالی منفعت بھی حاصل ہو جائے۔"

"میری سمجھ میں ایک بات بھی نہیں آ رہی مسٹر ایلیٹ! اور نہ ہی میں ذہن پر اس بارے میں زیادہ زور ڈالنا چاہتا ہوں۔ بس میں نے تمہاری محبت میں یہ سب کچھ قبول کر لیا ہے اور اب تم جس طرح چاہو میرے بارے میں فیصلہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اپنی منزل سے دور نکل گیا ہوں لیکن کچھ راستے ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر چلتے جانے کو ہی جی چاہتا ہے۔" میں نے ایک بار پھر ڈریگی کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کی کرنیں رقصاں تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ یہ اشارہ اسی کی جانب ہے۔

ایلیٹ بھی مسکرانے لگا اور پھر اس نے میرے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں احساس ہو جائے گا کہ نقصان میں نہیں رہے۔"

"نفع نقصان تو زندگی کے ساتھ ہے۔ میں نے تمہاری محبت قبول کی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" ایلیٹ نے جواب دیا اور پھر مجھے لے کر ٹیلے کے عقبی حصے کی جانب چل پڑا۔

یہ عجیب سی جگہ تھی۔ ٹیلا کافی پھیلا ہوا نہیں تھا اور جگہ جگہ اس پر اس طرح چٹانیں ابھری ہوئی تھیں جیسے انہیں انسانی ذہن نے تراش دیا ہو اور میرا یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا۔ ایک ابھرے ہوئے پتھر کے قریب پہنچ کر ایلیٹ نے نیچے ہاتھ ڈالا اور دفعتاً ہی میں نے ایک پر شور آواز سنی اور اس کے ساتھ پتھر کی ایک چوڑی دیوار اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے دیکھی۔ میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ یہ حیرت مصنوعی نہیں حقیقی تھی۔ کیونکہ اس جگہ اس ویرانے میں کسی مصنوعی میکنزم کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دیوار کے دوسری جانب نیم تاریک سا ماحول تھا۔ ایلیٹ نے مجھے اشارہ کیا اور ڈریگی کے ساتھ اس ہٹی ہوئی دیوار کے خلا میں داخل ہو گیا۔

پورا ٹیلا اندر سے کھوکھلا تھا۔ چھت اس کی بلندی تک چلی گئی تھی اور کسی گنبد کی سی شکل رکھتی تھی۔ یہاں سائیڈوں پر بڑی بڑی الماریاں لگی ہوئی تھیں۔ اندر عمدہ قسم کا سامان زیست موجود تھا جس میں ہلکا پھلکا فرنیچر بھی تھا۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ ویرانے میں اس عیش گاہ کا تصور کوئی الف لیلوی تصور ہی معلوم ہوتا تھا لیکن جو کچھ تھا میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

ایلیٹ نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میری آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ سب... یہ سب... ؟"

"یہ سب جادو کا کارنامہ ہے تم اسے ہمارا کارنامہ کہہ سکتے ہو۔" ایلیٹ نے کہا۔

"لیکن یہ تو ناقابل یقین بات ہے! مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"بلاشبہ ہو رہا ہوگا لیکن جو کچھ نگاہوں کے سامنے ہو اسے ہم حقیقت کا نام ہی دیتے ہیں۔ آج تک تم ہماری ضیافت کرتے رہے ہو اور تم نے انتہائی مشکل حالات میں بھی اس بات کی پروا نہیں کی کہ تمہارے پاس کیا موجود ہے۔ اب کچھ وقت ہمارے مہمان رہو۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے زور سے گردن جھٹکی اور پھر صوفے کی جانب بڑھ گیا۔ میرے ذہن میں چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ میں اسٹیفن براؤن کو دوبارہ… چکا ہوں۔ یہاں اس ویرانے میں اس قسم کا انتظام یقیناً عام لوگوں کا کام نہیں ہو سکتا۔

ڈریگی اور ایلیٹ وہاں سے چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے لینڈ روور کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن پھر بیٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔ وہ لوگ مجھے اس جگہ چھوڑ کر فرار نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ یہ ان کا ایک اہم ٹھکانا تھا۔

میں نے ہال کا پوری طرح سے جائزہ لیا۔ کتنی محنت سے اسے تراشا گیا ہوگا، کتنی محنت سے بنایا گیا ہوگا، معمولی بات نہیں تھی۔ باہر سے اس ٹیلے کو بالکل اس کی اصل شکل میں رہنے دیا گیا تھا اور یہاں سے گزرنے والوں میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ٹیلا کوئی انسانی رہائش گاہ ہے۔

انجن بند ہو گیا۔ پتا نہیں انہوں نے لینڈ روور کہاں اتاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس میرے پاس آ گئے۔

"اب تم بہترین قسم کا کھانا تیار کرو گی ڈریگی۔" ایلیٹ نے کہا۔

"او کے۔" ڈریگی نے جواب دیا اور ایک بار پھر اسی دروازے سے باہر نکل گئی۔

ایلیٹ نے اندرونی حصے میں کچھ ٹٹولا اور چوڑی دیوار اپنی جگہ سے آگے بڑھی اور پھر تھوڑی سی جگہ کھلی رہ گئی جس سے ایک آدمی اندر داخل ہو سکے۔

"یہاں جنریٹر بھی موجود ہے جسے اسٹارٹ کر کے ہم اندر روشنی کر سکتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم یہ دیوار مکمل طور پر بند کر دیں۔ دیوار بند ہونے کے بعد جنریٹر کی آواز باہر نہیں جائے گی لیکن اگر کھلی ہو تو پھر جنگل کا یہ سناٹا اس آواز کو اصل سے کئی گنا بڑھا کر فضا میں منتشر کر دے گا۔"

"مگر ایلیٹ! یہ سب کچھ... یہ سب کچھ... ؟"

"ہاں میرے دوست! آہستہ آہستہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ہم نائٹ آف کروز کے محافظ ہیں اور ہمیں نائٹ آف کروز کی تمام بستیوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے طرح طرح کے انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔" ایلیٹ نے کہا۔

"مگر یہ ویرانہ... میرا مطلب ہے اس ویرانے میں رہ کر تم کیا کر رہے ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تم اسے ویرانہ کہہ سکتے ہو لیکن تم نے راستے میں ایک چوڑی پگڈنڈی دیکھی ہوگی جو یہاں سے گزر کر دوسری سمت جاتی ہے۔ دوسری جانب صرف چند میل کے فاصلے پر جنگل ہے۔"

"ہنگانہ کیا چیز ہے؟" میں نے حیرانی سے سوال کیا۔

"لائن آف کروزٹن کی ایک بستی جہاں ایک بہت بڑی فیکٹری کام کر رہی ہے۔"

"عربوں نے واقعی اس سلسلے میں تو کمال کیا ہے۔"

"ہاں، یہ اُن کی اب تک کی کوششوں میں سب سے مؤثر اور مہیب سے خطرناک منصوبہ ہے۔" ایلیٹ نے جواب دیا۔

"تب تو پھر عربوں کے دشمن اس منصوبے سے بہت خوفزدہ ہوں گے؟"

"کہہ نہیں جا سکتا لیکن ان کی کارروائیوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس منصوبے کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں زیادہ رائے زنی نہیں کر سکوں گا مسٹر ایلیٹ کیونکہ یہ میرا شعبہ نہیں ہے لیکن تم نے مجھے جس حیرت انگیز منظر کو دکھایا ہے میرا خیال ہے صحرائے اعظم کے عجائبات بھی اتنی زبردست حیثیت نہیں رکھتے۔" ایلیٹ ہنسنے لگا تھا۔ میں نے چونک کر پوچھا: "یہ ڈریگی کہاں گئی؟"

"اس ٹیلے کے مختلف حصے ہیں۔ یہ جگہ صرف ایک پورشن کہی جا سکتی ہے۔ تمہاری لینڈ رووروں میں سے ایک گیراج میں محفوظ کر دی گئی ہے۔"

"گیراج!" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں یہاں گیراج بھی ہے، کچن بھی ہے جس کا اس حصے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" ایلیٹ بولا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی جیسے بہت زیادہ تحیر کا شکار ہو گیا ہوں۔

چند لمحے بعد ایلیٹ نے لکڑی کی ایک الماری سے چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکالا اور اس پر ایک عمدہ سا نغمہ لگا دیا۔ مدھم سُروں میں مغربی موسیقی گونجنے لگی اور ایلیٹ ایک صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ پھر اس نے جیسے خود سے کہا: "یہ واقعی مجھے عجیب و غریب مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ مجھے یہاں تک پہنچ جانے کا یقین نہیں تھا۔" پھر وہ چونک کر میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا: "اور میں بلاشبہ تمہیں اس سلسلے میں اپنا مددگار کہہ سکتا ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے موسیقی کی لہروں میں کھویا رہا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ عقب کے ایک حصے میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی اور پھر ایک مدھم سی آواز کے ساتھ ایک چھوٹا سا دروازہ نمودار ہو گیا۔ دروازے سے ڈریگی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ پھر اس نے ٹرالی ہمارے سامنے لا کر روک دی۔ میں متعجبانہ انداز میں اس نمودار ہو جانے والے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ ٹرالی پر بہترین قسم کے پنیر سے بنے ہوئے سینڈوچ، عمدہ قسم کی کافی، بسکٹ اور ایسی ہی دوسری چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

"اب تم لوگ مجھے جادوگر محسوس ہونے لگے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈریگی نے ایلیٹ کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا: "ایلیٹ، دروازہ بند کر دو، باہر اب ہمارا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔"

"او کے ڈریگی۔" ایلیٹ نے کہا اور ایک بار پھر اٹھ کر دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اس بار دیوار بالکل بند ہو گئی تھی۔ سامنے والی تاریکی پھیل گئی لیکن چند لمحوں کے بعد ڈریگی نے چند بتیاں روشن کر دیں۔ چھت کی مدھم اور نیلی روشنی ہال میں پھیل گئی۔

"یہ تم نے اچھا کیا، جنریٹر چلانے کو ابھی جی نہیں چاہ رہا تھا اور پھر کوئی دن سے بند پڑا ہوا ہے۔ ذرا اسے چیک کر لینا تھا۔"

"ضرورت ہی کیا ہے، اس کی یہ روشنی بھی کافی ہے۔" ڈریگی آہستہ سے بولی اور اس کے بعد وہ میرے بالکل قریب صوفے پر آ بیٹھی۔

"تمہیں اب ان حیرتوں سے باہر نکل آنا چاہیے وستونیا۔ ہم لوگ تمہیں اپنے بارے میں بتا چکے ہیں اور اب تم نے یہ اندازہ لگا لیا ہو کہ ہم لوگ کتنی محنت سے یہاں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ان فیکٹریوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ لو پلیز، یہ سینڈوچ لو، میں نے بڑے شوق سے بنائے ہیں۔"

"شکریہ ڈریگی۔" میں نے سینڈوچ اٹھا کر اسے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے حیرت صرف اس بات پر ہے کہ تم لوگوں نے اس جگہ کو ایک ایسی عیش گاہ بنا دیا ہے، جہاں انسان حیرت کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ بھلا کوئی سوچ بھی سکتا ہے اس بارے میں؟"

ایلیٹ نے کافی بنا کر میرے سامنے رکھ دی اور پھر خود بھی کافی کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لینے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ڈریگی بھی خاموشی سے کافی پیتی رہی۔ پھر اس نے کہا: "ایلیٹ، میں مسٹر وستونیا کو اپنی اس عیش گاہ کی سیر کرا دوں، تم آرام کرو۔"

"ہاں یقیناً۔" ایلیٹ نے کہا اور ڈریگی مجھے اشارہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

چند لمحوں کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں کو حیرت سے نقوش برقرار رکھے تھے۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ تاحد نگاہ ویرانی اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

ڈریگی مسلسل میرا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "آؤ تمہیں گیراج دکھاؤں۔"

وہ ٹیلے کے دوسرے حصے میں پہنچ گئی اور اس نے ویسے ہی ایک پتھر کو نیچے سے ٹٹول کر ایک خلا پیدا کیا۔ لینڈ روور اس خلا میں کھڑی نظر آ رہی تھی۔ پھر وہاں سے نکلنے کے بعد وہ ایک دوسرے حصے میں پہنچی۔ یہاں بھی خاصی بڑی جگہ تھی اور اس حصے میں بہترین قسم کا باتھ روم بنا ہوا تھا، کچن تھا جو نفیس ترین تھا۔

میں نے متعجبانہ انداز میں کہا: "لیکن اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"بس اس لیے کہ اگر کبھی خطرناک حالات سے واسطہ پڑ جائے تو یہاں پناہ لی جا سکے۔ تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ کوئی اس جگہ کے بارے میں یہ سب کچھ سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر جہاز تعاقب کرنے والے یہاں تک آ جاتے اور پھر ان کی نگاہوں سے یہ پورشن ہو جاتے تو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ہم جادوگر تھے جو خلا میں پرواز کر گئے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن کیا ایسی بہت سی جگہیں بنائی گئی ہیں؟ میرا مطلب ہے ایسی جگہوں کی ضرورت تو پورے صحرائے اعظم میں پیش آ سکتی ہے۔"

"پورے صحرائے اعظم میں تو نہیں لیکن اس قسم کی بہت سی جگہیں بنائی گئی ہیں جہاں سے ہم اپنا خفیہ نگرانی کا کام کرتے رہتے ہیں۔"

"کچن ہے؟" میں نے کہا۔

ڈریگی وہاں سے بھی نکل آئی۔ میں نے پوچھا کہ وہ باہر جانے کے بعد اندرونی دروازے سے واپس آئی تھی، وہ سوزوکی کہاں ہے؟

"کچن ہی سے گزر کر ایسا ہی راستہ اندر جانے کے لیے ہے۔" ڈریگی نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ باہر چہل قدمی کرتے رہے اور پھر ڈریگی ہال میں واپس آ گئی۔ میں ایلیٹ کو دیکھنے لگا جو ایک الماری کے پاس کھڑا ہوا کچھ کر رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے الماری بند کی اور مسکراتا ہوا صوفے پر آ بیٹھا۔

"مسٹر وستونیا کو ہمارا یہ ٹھکانا پسند آیا ڈریگی؟"

"بہت، مسٹر وستونیا بہت زیادہ حیران نظر آ رہے ہیں۔" ایلیٹ صرف مسکرا رہا تھا۔

ہم آرام کرنے کے لیے وہیں ایک نشست میں بیٹھ گئے۔ اس دوران ہم بہت سی باتیں کرتے رہے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا کہ ان باتوں میں ایلیٹ اور ڈریگی مجھے اپنے مشن سے رغبت دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں تو خود دل سے یہی سب کچھ چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں پتا نہیں کیا کیا منصوبے آ رہے تھے۔ اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شامل رہ کر یہی آسانی سے برائکو کا سراغ پا سکتا تھا۔

اس وقت تقریباً رات کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ ہم لوگ ہلکے پھلکے کھانے سے فارغ ہو چکے تھے جب ایلیٹ گھڑی دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ڈریگی میری طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے قریب پہنچی اور آہستہ سے بولی: "وستونیا! تمہاری ان سیاہ آنکھوں میں نہ جانے کیا قوت پوشیدہ ہے کہ میرا ذہن مسحور ہوتا جا رہا ہے۔"

"ڈریگی! میں اس قربت کے انجام سے خوفزدہ ہوں۔" میں نے کہا۔

"انجام!" وہ بھنویں چڑھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں ڈریگی، تم اگر زیادہ گہرائیوں تک میرے وجود میں اتر گئیں تو پھر میرا کیا ہو گا؟"

"میں تمہارے وجود کی گہرائیوں میں رہ کر تمہیں سنبھالے رکھوں گی۔ ویسے اپنے بارے میں تم نے مزید کچھ نہیں بتایا وستونیا! اسپین میں تمہارے اہلِ خاندان تو ہوں گے؟"

"ہاں، پورا خاندان ہے۔"

"شادی شدہ ہو تم؟"

"نہیں، زندگی کے اس پہلو سے ابھی ناآشنا ہوں۔ میں اپنی تحقیق میں اس قدر کھویا ہوا تھا کہ زندگی میں کبھی کسی اور رشتے کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

"تو پھر اپنی تحقیق کے تمام راستے میری سمت موڑ دو۔ مجھ پر غور کرو، مجھے سمجھو، مجھے سوچو۔ کیا کہا ہے جرمن لوگوں کی ریسرچ میں، تم دنیا کو زیادہ سے زیادہ کیا دے سکتے ہو اور دنیا اس کے جواب میں تمہیں زیادہ سے زیادہ کیا دے سکتی ہے؟ یقین کرو وستونیا! محبت ایک ایسا عظیم جذبہ ہے جسے پانے کے بعد انسان دنیا کی وسعتوں کو پا لیتا ہے۔ ہم اگر ایک دوسرے کے قریب آ جائیں اور ہمیشہ یہ

"اور جو؟ مثلاً کیا سوالات ہیں جو مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"تم خود بھی اس کا اندازہ کر سکتی ہو ڈورتھی! میں جس دُنیا کا آدمی ہوں اس میں اس قسم کے واقعات سے مجھے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔"

ڈورتھی کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا "ڈیئر دوستو! اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ میں کسی بھی طور تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کروں گی۔ جو کچھ تم چاہو گے اس میں تم سے تعاون کروں گی۔ ایک مہمان کی حیثیت ہی سے کچھ وقت یہاں گزارو۔ اس کے اگر تم جانا بھی چاہو گے تو... تو..." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور چونک کر میری شکل دیکھنے لگی پھر ایک دم ہنس پڑی۔ "مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہوگا جب تم میرے ساتھ رہنا پسند نہ کرو۔ اس کے علاوہ اگر تمہارے ذہن میں کوئی خاص سوال ہے تو مجھ سے اس بارے میں گفتگو کر سکتے ہو۔"

"بس کچھ عجیب سی باتیں ہیں ڈورتھی.. مثلاً اگر میں تم سے یہ سوال کروں کہ جب تم لائن آف کرونل کے محافظوں میں سے ہو تو پھر تمہیں اس طرح چھپ چھپ کر ترکی کے جنگلات میں سفر کر کے یہاں تک آنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم اپنی اصل حیثیت میں بھی یہاں آسکتی تھیں۔"

"دراصل لائن آف کرونل کے سلسلے میں ہم لوگوں کو عجیب پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ یہ بات تو اب یقینی ہو گئی ہے کہ لائن آف کرونل کے دشمن اس کے خلاف زبردست سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ تمہیں یقیناً اس کا علم نہیں ہوگا چونکہ تم ان معاملات سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے لیکن میں تمہیں بتاؤں کہ یہاں کچھ فیکٹریوں کو تباہ کر دیا گیا ہے اور اس بات کا خدشہ ہے کہ مزید فیکٹریوں کے لیے کوئی نہ کوئی کارروائی کی جا رہی ہوگی چنانچہ ہم لوگ عام نگاہوں سے بالکل محفوظ رہ کر کام کر رہے ہیں تاکہ لائن آف کرونل کے دشمن ہماری تاک میں بھی ہوں تو ہمارے چہرے ان کی نظروں میں نہ آسکیں۔ کسی جگہ کے بارے میں فیصلہ کن طور پر کوئی بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہاں کون دشمن ہے اور کون دوست۔ لائن آف کرونل کو تباہ کرنے کا بیڑا اٹھا کر یہاں داخل ہونے والے اتنی چالاکیوں کے ساتھ اپنا کام کر رہے ہیں کہ ابھی تک ہم لوگوں کو ان کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکی۔"

"یہ لوگ کون ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ عربوں کے دشمن۔ ان کے مفادات پر ضرب لگانے کے خواہش مند تاکہ عرب کوئی مضبوط طاقت نہ حاصل کر سکیں۔"

"کیا اسرائیلی؟"

"ہاں اسرائیلی بھی۔ اس کے علاوہ وہ لوگ بھی جو اسرائیلی مفادات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم ان خیالات کو ذہن سے جھٹک کر اب سونے کی کوشش کرو۔ کل دن میں بھی تم کو سوتے رہنا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

"او کے ڈورتھی۔ دراصل ترکی میں جس انداز میں سفر کیا ہے اس سے بدن بہت تھکن محسوس کر رہا ہے۔ واقعی مجھے آرام کی ضرورت ہے۔"

"بالکل فکر مت کرو آرام سے سو جاؤ" ڈورتھی بولی اور میرے پاس سے رخصت ہو کر باہر نکل گئی۔

ڈورتھی سے میں نے جو گفتگو کی تھی وہ میرے لیے اہم تھی۔ اس گفتگو کا تجزیہ کر کے میں ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کون ہیں اور یہاں اپنے مقاصد اور ذمے داریاں کیا ہیں۔ مجھے امید ہو چلی تھی کہ میں اب بہت جلد سٹیفن برکوٹا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

دیر تک میں خیالات میں ڈوبا رہا پھر نہ جانے کب نیند کی آغوش نے مجھے اپنے حلقے میں لے لیا۔

دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے ہی جاگا تھا۔ ملحقہ غسل خانے میں غسل کیا اور وہی لباس پہن لیا جو پہلے سے پہنے ہوئے تھا۔ وہاں سے آتے ہوئے میں لینڈ روور سے اپنا سامان بھی نہیں لا سکا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی ایک ملازمہ دروازہ کھول کر داخل ہوئی۔ یہ ایک نوخیز سی خوبصورت لڑکی تھی۔ اس کے ہاتھ میں میرے لیے لباس موجود تھا۔

"سر.. اگر آپ نے غسل نہ کیا ہو تو یہ لباس.. مگر میرا خیال ہے آپ غسل کر چکے ہیں۔" وہ بولی۔

"ہاں مگر یہ لباس کہاں سے آیا؟"

"میڈم ڈورتھی نے بھیجا ہے آپ کے لیے۔"

"شکریہ۔ اسے یہاں رکھ دو۔"

"ناشتہ لے آؤں سر؟"

"کیا ڈورتھی ناشتہ کر چکی ہے؟"

"ہاں میڈم تو بہت پہلے یہاں سے جا چکی ہیں۔"

"اور مسٹر ایلیٹ؟"

"وہ بھی نہیں ہیں لیکن میڈم کہہ گئی ہیں کہ وہ دوپہر کے کھانے پر آپ کے ساتھ شریک ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا "تم ناشتہ لے آؤ۔"

تھوڑی ہی دیر بعد لڑکی نے میرے سامنے ناشتہ لا کر رکھ دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"جی...؟" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میں نے تمہارا نام پوچھا تھا؟" میں نے کہا۔

"میرا نام کورنیل ہے۔" وہ بولی۔

"مس کورنیل! اس عمارت کے بارے میں کیا آپ مجھے کچھ بتا سکتی ہیں؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ سر؟"

"میرا مطلب ہے کہ یہ عمارت بنگانہ کے کون سے حصے میں واقع ہے اور کیا حیثیت رکھتی ہے۔ شاید ڈورتھی نے تم کو یہ بات بتائی ہو کہ میں زندگی میں پہلی بار بنگانہ آیا ہوں اور یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ بنگانہ کی ایک سرکاری عمارت ہے اور یہاں مسٹر عدیل کواری رہتے ہیں۔"

"یہ کون صاحب ہیں؟"

"مسٹر عدیل کواری لائن آف کرونل کی بنگانہ فیکٹری کے چیف انجینئر ہیں۔"

"اچھا اچھا.. لیکن میڈم ڈورتھی کا مسٹر عدیل کواری سے کیا تعلق ہے؟"

"وہی جو باپ کا بیٹی سے ہوتا ہے۔" کورنیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب! کیا مسٹر عدیل کواری یہاں موجود ہیں؟"

"نہیں۔ وہ یہاں بہت کم آتے ہیں۔ بس کبھی کبھی فرصت کے اوقات میں یہاں آجاتے ہیں ورنہ ان کی رہائش گاہ فیکٹری کے نزدیک ہے۔"

"ٹھیک... اور ان کی بیگم... میرا مطلب ہے میڈم کواری؟"

"نہیں! ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ شاید مر چکی ہیں۔"

"اور تم کورنیل... میرا مطلب ہے... تمہاری کیا حیثیت ہے یہاں؟"

"میں ملازمہ ہوں... ایک معمولی سی ملازمہ" وہ آہستہ سے سر جھکا کر بولی۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"میں بھی کینیڈین ہوں" لڑکی نے جواب دیا اور اس جواب میں لفظ "بھی" بہت غور طلب تھا میرے لیے لیکن میں نے کورنیل سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ اس کا مطلب تھا کہ مسٹر عدیل کواری کینیڈا سے تعلق رکھتے تھے لیکن یہ نام ہرگز کینیڈین نہیں تھا۔ میں نے اس پوائنٹ کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ ایک اور سوال بھی میرے ذہن میں آیا۔ عدیل کواری جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا تھا، کینیڈین نہیں تھا لیکن اس کی بیٹی کا نام ڈورتھی تھا خالص مغربی نام۔ اس سے کیا مراد ہو سکتی تھی سوائے اس کے کہ ڈورتھی عدیل کواری کی بیٹی نہیں تھی اور یہ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ تمام لوگ، عدیل کواری... دفعتاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ کورنیل جا چکی تھی۔ اب میں کافی پرجوش ہو گیا تھا۔ عدیل کواری لائن آف کرونل کی اسلحہ فیکٹری کا چیف انجینئر۔ ڈورتھی اس کی بیٹی اور ایلیٹ... اور... خطرناک بے حد خطرناک۔ میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ بنگانہ فیکٹری خطرے میں تھی۔ یقیناً خطرے میں تھی اور میں حالات کے ہاتھوں قدرے بے دست و پا ہو گیا تھا۔ یہاں داخل ہوتے ہوئے لینڈ روور ساتھ نہیں لا سکا تھا اور میرا وہ تمام اہم سامان لینڈ روور میں محفوظ تھا جس کے ذریعے میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ ترکی سے جتنا طویل سفر طے کیا تھا اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ میرا آسانی سے واپس وہاں پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔ میں نہ جانے کب تک اس بارے میں غور کرتا رہا۔ بنگانہ فیکٹری کا دفاع ضروری ہو گیا تھا اور اس سلسلے میں اب میں جو کچھ بھی کر سکتا تھا مجھے تنہا ہی کرنا تھا۔

دوپہر کا کھانا بھی تنہا ہی کھانا پڑا۔ لنچ لے کر وہی لڑکی کورنیل آئی تھی۔ اس نے معذرت کے انداز میں کہا "میڈم کا ٹیلی فون موصول ہوا تھا مجھے۔ انہوں نے آپ سے معذرت کرنے کے لیے کہا ہے۔ کچھ ایسے کام پیش آگئے ہیں انہیں جن کی وجہ سے وہ اس وقت واپس نہیں آسکیں۔"

"ٹھیک ہے کوئی بات نہیں مس کورنیل۔ آپ تو موجود ہیں۔"

"جی میں... میں کیا حیثیت رکھتی ہوں۔ ایک معمولی سی خادمہ ہوں۔" میرے آخری جملے پر وہ کچھ بوکھلا سی گئی تھی۔

"معمولی کیا ہوتا ہے۔ یہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ آپ کو دیکھ کر یہ تصور ہی ذہن میں نہیں ابھرتا کہ آپ خادمہ ہو سکتی ہیں۔"

کورنیل نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔ مجھے اس کے اس خوف پر ہنسی آگئی تھی۔

کھانے کے بعد میں تھوڑی دیر تک سوچوں میں الجھا رہا پھر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کچھ فاصلے پر کورنیل نظر آئی۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑی اور پھر جلدی سے میرے قریب پہنچ گئی۔

"جی... کوئی ضرورت ہے؟"

"نہیں! کیوں کیا میں اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا؟"

"جی.... وہ.... دراصل.. مسٹر ہلبٹ کہہ گئے تھے کہ آپ اگر باہر جانے کی کوشش کریں تو آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ ابھی حالات آپ کے لیے سازگار نہیں ہیں۔"

"گویا فی الحال مجھے یہیں قید رہنا ہوگا؟"

"اپنے گھر میں قید نہیں رہا جاتا جناب۔" وہ بولی۔

"خوب مس کورنیل! آپ نے اسے میرا گھر کیسے قرار دے دیا؟"

"مہمان ہی سہی، مہمان قابل احترام ہوتے ہیں اور مجھے اخلاقاً یہی الفاظ کہنے چاہئیں۔"

"آپ بہت بااخلاق ہیں مس کورنیل لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ حد سے زیادہ محتاط بھی ہیں۔"

"ایک ملازمہ کو محتاط رہنا ہی چاہیے جناب!" کورنیل نے آہستہ سے کہا۔

"افسوس نہ جانے کیوں میرا دل آپ کو ملازمہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے، جب سے آپ کو دیکھا ہے...."

"سوری سر.... بس.... ابھی حاضر ہوتی ہوں میرا خیال ہے ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔" اس نے کہا اور ایک بار پھر وہ ڈری ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

میں سوچنے لگا کہ اگر اسی طرح میں اس عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش کروں تو کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے تھوڑا سا وقت انتظار میں گزار لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شام کی چائے پر میں نے کورنیل سے کہا کہ اگر مسٹر عدیل کواری آئیں تو انہیں میرے بارے میں ضرور اطلاع دے دی جائے۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

"آپ کا یہ پیغام ضرور ان تک پہنچا دیا جائے گا سر۔" وہ بولی۔

"میرا نام شاید تمہیں نہیں بتایا گیا؟"

"مسٹر وستونیا!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے سنبھل گئی جیسے یہ مسکراہٹ غلطی سے اس کے ہونٹوں پر آ گئی ہو۔ بے حد محتاط لڑکی تھی۔

وقت گزرتا رہا، یہاں تک کہ رات آ گئی۔ رات کے کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کورنیل سے معذرت کر لی اور اطمینان سے اپنے بیڈروم میں سو گیا۔

صبح مجھے ڈورتھی نے آ کر جگا دیا۔ وہ میرے بالکل قریب بیٹھی ہوئی تھی اور بہت ہی بے تکلف انداز میں تھی۔ اسے اتنے قریب دیکھ کر میں نے ایک لمحے کے لیے بوکھلاتے ہوئے انداز میں کھوپڑی سہلائی اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تو میں مسکرا کر پھر مسہری پر دراز ہو گیا۔

"تمہاری مسکراہٹ بتاتی ہے کہ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو۔" وہ بولی۔

"نہیں ڈورتھی تمہاری مصروفیت سے میں کیسے انکار کر سکتا ہوں البتہ ایک بات ذرا پریشان کن ہے۔"

"کیا؟"

"میں اس عمارت سے باہر نہیں نکل سکتا۔"

"یہ وقتی بات ہے، ہم جس طرح یہاں داخل ہوئے ہیں اس سے تم نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ہمیں اپنے دشمنوں سے کس قدر محتاط رہنا پڑتا ہے۔ میں اپنا کام کر لوں اس کے بعد بہت سے لوگوں سے تمہارا تعارف کراؤں گی تمہیں مکمل آزادی ہو گی۔ پلیز، اس بات کو محسوس نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے اب تمہاری مصروفیات کا کیا عالم ہے؟"

"بس کچھ وقت اور لگے گا۔ شاید ایک دن یا زیادہ سے زیادہ دو دن۔ ایلیٹ ایک کام سے گیا ہے، وہ واپس آ جائے تو ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔"

"یہ عمارت کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"میری رہائش گاہ ہے۔" ڈورتھی آنکھیں پھیلا کر بولی۔

"تنہا رہتی ہو؟"

"تقریباً۔ ڈیڈی مصروف آدمی ہیں۔"

"تمہارے ڈیڈی...؟"

"مسٹر عدیل کواری۔" وہ جلدی سے بولی۔

"کیا مطلب؟ یہ نام تو....؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ مسلمان ہیں؟"

"اور تم؟"

"عیسائی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں اپنی ماں کے مذہب پر عمل پیرا ہوں۔ میری ماں کینیڈین تھی۔" اس نے بتایا۔

"مگر مسٹر عدیل کواری یہاں کیا کرتے ہیں؟"

"اسٹیل فیکٹری میں چیف انجینئر ہیں، انہوں نے ہی میری یہ ڈیوٹی لگائی ہے۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا تمہیں یہاں آئے ہوئے؟"

"میں تو تقریباً آٹھ ماہ سے یہاں ہوں البتہ ڈیڈی کو کئی سال ہو گئے۔"

"تمہارے ڈیڈی نے تم سے میرے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"تو میں انہیں بتا دوں گی، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے اٹھنے دو، ناشتا نہیں کرو گی؟"

"ناشتا....؟" اس نے شریر نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا، پھر اٹھ گئی۔ "جاؤ، تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی لیکن ساڑھے دس بجے کے قریب اس نے فون پر مجھ سے بات کی۔

"ہیلو وستونیا۔"

"کہاں سے بول رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"جگہ کے بارے میں نہیں بتاؤں گی، ہاں ڈیڈی سے ملاقات ہو گئی ہے۔"

"کیا میرے بارے میں ذکر کر دیا انہیں؟"

"ہاں وہ لنچ تمہارے ساتھ کریں گے، ممکن ہے میں تم لوگوں کے ساتھ لنچ پر موجود نہ ہوں۔"

"ان سے میرا تعارف کون کرائے گا؟"

"میں کرا چکی ہوں، تم فکر مت کرو۔ اب وہ تم سے پوری طرح واقف ہیں۔"

"اوکے ڈیئر اور کچھ؟"

"بس رات کو ملوں گی بائی۔" اس نے فون بند کر دیا۔ میں خود کو مسٹر عدیل کواری سے ملاقات کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے لگا۔

ساڑھے بارہ بجے کورنیل میرے پاس آ گئی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور پھر فوراً سنبھل گئی۔

"کیا بات ہے کورنیل؟"

"وہ سر... سوری... مسٹر عدیل کا فون آیا تھا ابھی۔" کورنیل نے کہا۔

"خیریت؟"

"جی ہاں، لنچ وہ یہاں نہیں کریں گے آپ کو انہوں نے وہیں بلایا ہے۔"

"کہاں؟"

"یہ میں نہیں جانتی، ابھی ولسن آپ کو یہاں سے لے جائے گا۔"

"ولسن کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر عدیل کا ڈرائیور۔"

"کورنیل تم مجھے دیکھ کر مسکرائی کیوں تھیں؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو.. نہیں تو سر... سوری سر۔" وہ بوکھلا گئی۔

"تم جانتی ہو تمہاری مسکراہٹ مجھے کتنی خوبصورت لگی ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں ولسن آ جائے گا سر، میں آپ کو اطلاع دوں گی۔" اس نے کھسکنے کی کوشش کی تو میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔

"کورنیل!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"سر!" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"کیا میں بہت بھیانک ہوں؟ آخر تم مجھ سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟"

"سر، میں جانا چاہتی ہوں۔"

"مگر میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھو کورنیل ڈورتھی یا مسٹر عدیل کواری کے نزدیک تمہاری جو بھی حیثیت ہو لیکن میں تمہیں اپنے جیسا ہی ایک انسان سمجھتا ہوں اور انسانیت کے ناتے سے میری نظر میں تم ڈورتھی سے کسی طور کم تر نہیں ہو۔"

"میرے لیے خطرات پیدا ہو جائیں گے سر... آپ پلیز... پلیز سر۔" وہ اپنا بازو چھڑانے لگی۔

"کیسے خطرات پیدا ہو جائیں گے؟ تمہارا کیا خیال ہے، میں کسی کو اس بارے میں کچھ بتا دوں گا؟"

"سر مجھے چھوڑ دیجیے۔" وہ روہانسے انداز میں بولی۔

"اوہ سوری کورنیل... ویری سوری۔" میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا لیکن اس نے اس بار بھاگ جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"میڈم نے مجھے سختی سے منع کیا ہے سر کہ میں آپ سے کسی قسم کی گفتگو نہ کروں۔ انہوں نے مجھ سے خاص طور سے پوچھا تھا کہ آپ نے مجھ سے کوئی بات تو نہیں کی؟ میں نے اپنے اور آپ کے درمیان ہونے والی گفتگو انہیں بتا دی تھی۔ جس پر انہوں نے کہا کہ آئندہ میں آپ سے کوئی بات نہ کروں۔"

"ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں کورنیل، اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں گفتگو پر مجبور نہیں کروں گا۔"

"میں بہت ادنیٰ سی ملازمہ ہوں سر، بہت معمولی حیثیت کی مالک ہوں۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

کوئی دس منٹ کے بعد کورنیل پھر واپس آئی اور سپاٹ لہجے میں بولی۔ "ولسن آپ کا منتظر ہے سر۔"

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا، کورنیل میرے ساتھ چلتی ہوئی عمارت کے احاطے میں آئی اور ایک بند گاڑی کے قریب پہنچ گئی۔ ایک پستہ قامت عمر رسیدہ شخص میرا انتظار کر رہا تھا۔ "میرا نام ولسن ہے مسٹر وستونیا! آیئے۔"

بند گاڑی کا سفر کوئی پندرہ منٹ جاری رہا اور اس کے بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہو گئی۔ مکان کے [illegible]

درمیانی جسامت کا ایک خوش لباس شخص کھڑا ہوا اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ ولسن نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا اور میں نیچے اتر آیا۔

"مسٹر عدیل!" ولسن نے برآمدے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میں اس طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو!" پچکے اور بھینچے ہوئے ہونٹوں والے شخص نے پرتپاک انداز میں کہا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس کا ہاتھ ٹھنڈا اور بے جان تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت ولسن واپس گاڑی میں جا بیٹھا اور آہستہ سے ریورس کر کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل گیا۔ عدیل مجھے لے کر اندر داخل ہو گیا تھا۔

مجھے ایک طویل راہداری عبور کرنا پڑی۔ اس دوران اس عمارت میں کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں عدیل کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو۔ ایک اور راہداری عبور کر کے ہم ایک کشادہ کمرے میں داخل ہو گئے جس کے وسط میں ایک میز اور اس کے گرد چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عدیل مسکراتا ہوا ایک کرسی کی طرف بڑھ گیا مگر کرسی پر بیٹھ کر اس نے میز کی سطح پر ہاتھ مارا اور اسی وقت دروازے سے دو قوی ہیکل آدمی اندر آ گئے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ بند کر دیا پھر وہ دونوں دروازے پر جم گئے۔ صورت حال یکلخت تبدیل ہو گئی تھی اور میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب کیا ہو گا۔

"اب آپ مجھے بتائیں گے مسٹر وستونیا کہ درحقیقت آپ کون ہیں؟" عدیل کی آواز ابھری۔

میں نے پہلے حیران اور سہمے ہوئے انداز میں ان دونوں کو دیکھا اور پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں عدیل کو لوڈی کی طرف متوجہ ہوا۔ "جی۔۔۔ میں نہیں سمجھا مسٹر کولوڈی؟"

"آپ کون ہیں مسٹر وستونیا؟" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"میں کوادفا۔ مجھے جانتی ہیں مسٹر عدیل! شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے آپ کو۔ میں ان کے بہترین دوستوں میں شمار ہوتا ہوں۔"

"اگر میں آپ کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو مجھے بھی آپ اپنے بہترین دوستوں میں پائیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ میری طرف سے غیر مطمئن کیوں ہیں؟"

"صرف میں ہی نہیں، تمہاری دوست شیڈ بگ بھی اب تمہاری طرف سے مشکوک ہے اور اس نے تمہارا کیس مجھے دے دیا ہے اور تمہاری طرف سے بے اطمینانی کی وجہ تمہاری لینڈ روور ہے مسٹر وستونیا۔ وہ جلتا پھرتا اسلحہ خانہ جسے تم نے بنگلے میں داخلے کے شوق میں بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔"

میرا دل دھک سے ہو گیا۔ امکان تھا اس بات کا۔۔۔ لینڈ روور چھوڑ کر میں نے واقعی حماقت کی تھی لیکن حالات تقریباً میرے بس سے باہر ہو گئے تھے۔ اس وقت لینڈ روور چھوڑ کر میں تو نہیں تھا لیکن اب۔۔۔ میں بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"تم اس سے انکار کرو گے مسٹر وستونیا؟" اس نے سوال کیا اور میں پلکیں جھپکاتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس دوران میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ "میں اس کا عادی نہیں ہوں۔" عدیل کولوڈی نے پھر کہا۔

"اس بارے میں تمہیں کوئی جواب نہیں دینا چاہتا۔" بالآخر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اسی لیے ان دونوں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ چلو مسٹر وستونیا کی زبان کھلواؤ!" عدیل نے ان دونوں کو اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھنے لگے۔

میں خوفزدہ انداز میں ایک دیوار سے جا لگا تھا۔ وہ میرے قریب پہنچ گئے اور پھر ان میں سے ایک نے میرے گریبان کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ اب اتنا طاقتور وہ بھی نہیں تھا کہ مجھے کمرے کے وسط میں پھینک دیتا لیکن اس طرح گرنے میں میری اداکاری کو بھی دخل تھا۔

"رک جاؤ! میں کوئی جدوجہد نہیں کرنا چاہتا۔ رک جاؤ پلیز!" میں نے ان دونوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔

"اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ زبان کھول دو۔" عدیل کولوڈی نے کہا۔

"اس کے بعد بھی مجھے موت کے علاوہ کچھ نہ مل سکے گا۔"

"ممکن ہے اس میں رعایت ہو جائے۔" کولوڈی مسکرایا۔

"ان دونوں کو یہاں سے باہر نکال دو۔"

"کیا مطلب؟" عدیل نے بھویں چڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے صاف صاف بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اپنے منصوبے کے مطابق کہا۔

"ان کی موجودگی میں ہی کرو۔" عدیل بولا۔

"ہرگز نہیں۔ دوسری صورت میں اگر یہ مجھے قتل بھی کر دیں گے تو میں زبان نہیں کھولوں گا۔"

عدیل گھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ان دونوں سے کہا۔ "اس کی تلاشی لو۔"

دونوں نے مجھے کھڑا کیا اور پھر میری تمام جیبیں خالی کر دی گئیں۔

"ٹھیک ہے تم باہر رکو۔" عدیل نے کہا اور دونوں مجھے گھورتے ہوئے باہر نکل گئے۔ عدیل سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تمہارا تعلق لائن آف کروزل سے ہے؟" میں نے کہا۔

"یہ سب کچھ تمہیں معلوم ہے۔" عدیل نے جواب دیا۔

"میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"خوب! اس کی نوعیت؟"

"میرا انکشاف تمہاری آنکھیں کھول دے گا لیکن اس کے عوض تم مجھے کیا دو گے؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟" عدیل کواری نے سوال کیا۔

"ایک لاکھ ڈالر یہی معاوضہ میرا کسی اور سے طے ہوا تھا۔"

"کیا تمہارا انکشاف اتنا قیمتی ہے؟" وہ بولا۔

"اس کا اندازہ تم خود کر لینا۔" میں نے کسی قدر اعتماد سے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے، تمہاری زندگی اور ایک لاکھ ڈالر نقد بشرطیکہ تم مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنے وعدے کی پابندی کرو گے؟"

"کوئی ضمانت نہیں ہے، صرف اعتماد کرنا ہوگا۔" عدیل کواری نے کہا۔

"مسٹر عدیل کواری! آپ کا تعلق لائن آف کروزل سے ہے اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو لائن آف کروزل کو نقصانات پہنچا کر عربوں کے اس منصوبے کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں۔"

عدیل کواری کے چہرے پر چونکنے کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ ایک لمحہ وہ میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "وضاحت کرو، اپنی بات کی وضاحت کرو۔"

"شاید تمہیں اس بات کا علم ہو کہ لائن آف کروزل کی تمام فیکٹریاں اسرائیلی ایجنٹوں کی زد پر ہیں اور صحرائے اعظم میں ان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے زبردست کوششیں ہو رہی ہیں۔ تمہاری تین فیکٹریاں تباہ ہو چکی ہیں ممکن ہے ان کی تباہی کو تم نے اتفاقی حادثات قرار دیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے وہ اسرائیلی منصوبوں کی کامیابی تھی اور مزید فیکٹریاں اسرائیلی ایجنٹوں کی زد پر ہیں۔ میرا تعلق بھی ایک ایسی شخصیت سے ہے جو اسرائیل نواز ہے۔ وہ بذات خود اسرائیلی باشندہ نہیں بلکہ اس کا تعلق امریکا سے ہے۔ امریکی سی آئی اے میں وہ ایک عظیم حیثیت رکھتا تھا لیکن فلسطینی ایجنٹوں کی کوششوں سے اسے امریکن سی آئی اے میں معتوب قرار دیا گیا اور وہاں سے نکل کر وہ اسرائیل پہنچ گیا۔ شاید تم نے اس کا نام سنا ہو وہ اولیو ہاورڈ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔" میں نے محسوس کیا کہ عدیل کواری میری گفتگو کے جال میں پھنستا چلا جا رہا ہے جو نام میں نے اس کے سامنے لیا تھا یقیناً اس کے لیے باعث کشش تھا۔

وہ کسی قدر سیدھے ہوتے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "اولیو ہاورڈ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"مسٹر اولیو ہاورڈ بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں۔ میں بذات خود کسی تنظیم سے تعلق نہیں رکھتا لیکن بے شمار تنظیموں کے لیے کام کرتا رہا ہوں اور مناسب معاوضے پر ہر کام انجام دیتا ہوں۔ مسٹر اولیو ہاورڈ سے میری ملاقات بیروت میں ہوئی اور انھوں نے میری خدمات حاصل کر لیں۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہ ہو مسٹر عدیل کواری کہ صحرائے اعظم میں موساد کے لاتعداد ایجنٹ مصروف عمل ہیں اور اسی سلسلے میں کام کر رہے ہیں لیکن مسٹر اولیو ہاورڈ ذاتی طور پر بھی لائن آف کروزل کی تباہی کے حامی ہیں اور انھیں بہت سے امریکی یہودی مالی امداد دے رہے ہیں۔ بیروت میں مجھ سے ان کی ملاقات اتفاقیہ طور پر ہو گئی تھی چنانچہ انھوں نے مجھے ایک پیشکش کر دی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اگر ذاتی طور پر میں لائن آف کروزل کی ایک بھی فیکٹری تباہ کر دوں تو وہ مجھے اپنے اس خصوصی فنڈ سے جو امریکی یہودیوں نے انھیں دیا ہے ایک لاکھ ڈالر ادا کریں گے۔"

"ہوں! تو تم اولیو ہاورڈ کے ایما پر لائن آف کروزل کے خلاف مصروف کار ہو۔ اسرائیلی ایجنٹوں کے بارے میں مزید کیا معلومات رکھتے ہو؟" اس نے پرغور نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسرائیلی حکومت نے ایک ایسے شخص کی خدمات حاصل کی ہیں جو جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے اور وہ اپنی کارکردگی میں منفرد ہے۔ آپ کو یقیناً یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آپ کی تین فیکٹریوں کی تباہی کا ذمے دار وہی شخص ہے اور اگر آپ کوئی باخبر انسان ہیں تو اسٹیفن براکوڈا کا نام آپ کے لیے اجنبی نہیں ہوگا۔"

عدیل میرے ان الفاظ پر بالکل ہی چت ہو گیا۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

میرے خاموش ہو جانے پر بھی وہ چند لمحات خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "کیا مسٹر اولیو ہاورڈ کے علاوہ بھی تمہارا تعلق کسی سے ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا براہ راست تعلق کسی سے نہیں ہے۔ میں صرف اپنا کام کرتا ہوں اور یہی وجہ تھی کہ جب ابھی ڈریگی نے مجھے صورت حال سے آگاہ کیا تو میں نے بر وقت پر جنگلات میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں میں اسی مقصد کے تحت داخل ہوا تھا کہ اگر مجھے موقع مل جائے تو میں یہیں روپوش ہو جاؤں اور اس کے بعد اپنا کام کروں۔ بحالت اس طرح اچانک پیش آئے تھے کہ میں اپنی پیش رو وہاں تک نہیں لا سکا اور آپ لوگوں کے علم میں آ گیا۔ بہرطور نہ مجھے اسرائیلی مقاصد سے دلچسپی ہے اور نہ آپ لوگوں کے مفادات سے۔ میں اپنا کام کر کے اپنا معاوضہ وصول کرنا چاہتا تھا اور اس کے بعد اپنی دنیا میں گم ہو جانے کا خواہش مند تھا۔ ایک لاکھ ڈالر میں نے کبھی یک مشت نہیں کمائے۔ چنانچہ میری تمام دلچسپیاں اس پروگرام کے ساتھ تھیں البتہ میں اس کا قائل ہوں کہ جب کوئی کام دائرہ اختیار میں نہ رہے تو پھر اس سے الگ ہٹ جانا چاہیے۔ مجھے اپنی زندگی درکار ہے اور دولت بھی۔ آپ بے شک میرے انکشافات کے لیے اچھی قیمت نہ دیں لیکن میں نے ہمیشہ زندگی میں ایسے ہی رسک لیے ہیں۔ اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ میرے انکشافات آپ کے لیے کارآمد ہیں تو پھر آپ مجھے میرا معاوضہ ادا کر دیجیے باقی سب کچھ آپ پر منحصر ہے۔"

عدیل کواری متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے؟"

"کیا ثبوت مہیا کر سکتا ہوں میں آپ کو؟ آپ کے اپنے ذرائع ہیں۔ آپ کے مانند بے شمار کام کر رہے ہوں گے۔ ان سے کہیے کہ اسٹیفن براکوڈا کی نشان دہی پر کام کریں اور اسے تلاش کر لیں۔ میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ میرے پاس اور ثبوت نہیں ہے جو آپ کے لیے ہو۔"

عدیل کواری چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔ "تمہاری گفتگو نے واقعی مجھے متاثر کیا ہے لیکن تصدیق کیے بغیر میں کوئی کام نہیں کروں گا مسٹر وسکونیا۔"

"اور اگر تصدیق ہو جائے مسٹر کواری! تو کیا آپ عربوں سے اس قیمتی انکشاف کے عوض مجھے ایک لاکھ ڈالر ادا کرنا پسند نہیں کریں گے؟"

"ہاں تب تم ایک لاکھ ڈالر تمہارے ہو گئے..." عدیل کواری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ خدا کا شکر تھا کہ میں اس جن کو بوتل میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ عارضی طور پر ہی سہی لیکن یہ خطرناک پوزیشن کسی قدر بہتر ہو گئی تھی۔

عدیل کواری تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "تمہیں ایک مخصوص کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں پرسکون رہو۔ میرے خیال میں وہ لڑکی جس سے تم نے میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں، وہ تم سے بے تکلف ہے میں اسے تمہاری خدمت پر مامور کیے دیتا ہوں لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو کہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو جنگلات کے کسی بھی گوشے میں تمہاری زندگی محفوظ نہیں ہوگی۔"

"میں زندگی کو بلاوجہ داؤ پر لگانے کا عادی نہیں ہوں۔ یوں بھی میں زیادہ لڑائی جھگڑے کا عادی نہیں ہوں۔ میں صرف ذہن سے کام لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ مطمئن رہیں، ایسی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" عدیل کواری کا رویہ بہت نرم ہو گیا تھا اور میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے دوستانہ انداز میں ساتھ لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

باہر اس کے وہی دونوں خونخوار آدمی موجود تھے جنھوں نے سوالیہ نگاہوں سے عدیل کواری کی طرف دیکھا تو عدیل نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، یہ دوست ہے۔" وہ دونوں حیران رہ گئے۔ عدیل کواری مجھے ساتھ لیے ہوئے اس عمارت کے ایک اندرونی گوشے میں آیا اور پھر ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ "یہ تمہاری رہائش گاہ ہے۔ یہاں بہت سے لوگ تمہارے پیش ہوں گے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا خاص طور سے خیال رکھنا۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور ایک بار پھر میں تمہیں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہاری ہر بات پر پوری طرح توجہ دی جائے گی۔"

"میری طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ آپ پچاس پہرے دار بٹھا دیں۔ ظاہر ہے مجھے اپنے مقصد سے دلچسپی ہے۔"

"شکریہ!" عدیل کواری نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ ہتھیار کی صورت میں کوئی چیز میرے پاس نہیں رہی تھی جو کچھ ہو گیا تھا اسے نبھانا انتہائی مشکل کام تھا۔ یہ شاندار تدبیر اچانک ہی میرے ذہن میں آئی تھی اور میں اس میں وقتی طور پر پوری طرح کامیاب رہا تھا لیکن میں نے اپنے طور پر بہت بڑا خطرہ بھی مول لیا تھا۔ اولیو ہاورڈ ابھی تک ساری بات سے

لازم تھا کہ میں لائن آف کرونل کے لیے کام کرتا ہوا افریقہ پہنچ چکا ہوں۔ اب جب عدیل کواری اس سے میرے بارے میں تصدیق کرے گا تو اولیو ہاورڈ کو یقیناً اس بات پر شبہ ہو جائے گا کہ وہ شخصیت کون سی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے وہ خود ہی اس طرف چڑھ دوڑے چنانچہ اس سے قبل کہ عدیل کواری اس سلسلے میں کوئی مؤثر کارروائی کر سکے، مجھے کوئی عملی قدم اٹھا لینا چاہیے تھا۔ کمرے میں کوئی ایسی شے نظر نہیں آئی جو میرے لیے کارآمد ہو لہٰذا ایک رائٹنگ ٹیبل پر کاغذات و قلم کے ساتھ ایک چھوٹا سا انتہائی خوبصورت قلم تراش موجود تھا جو فولاد کا بنا ہوا تھا۔ مضبوط اسٹیل کے اس قلم تراش کی لمبائی تقریباً چار انچ تھی وہ بالکل پتلا اور نوک دار تھا، کسی چھوٹے سے ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر سمجھ کر میں نے اسے اپنی جیب میں ڈال لیا اور اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔ تقدیر اگر ساتھ دے جائے تو شاید کوئی کام بن جائے ورنہ فی الحال میں اپنی ہی کوششوں کی زد میں آ گیا تھا۔

تقریباً پون گھنٹا گزر گیا۔ اس کے بعد دروازے پر قدموں کی آہٹ ابھری اور پھر دروازہ کھل گیا۔ آنے والا عدیل کواری ہی تھا۔

"مسٹر گولڈ ستونیا! تم سے کچھ باتوں کی وضاحت چاہتا ہوں۔ میں تمہاری بہتری کے لیے بالکل سنجیدہ ہوں۔ ٹھیک اس وقت موجود نہیں ہے لہٰذا یہ فیصلہ وہ وارث پر تم نے سونپ دیا ہے مجھے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دو، اگر مسٹر اولیو ہاورڈ اس بات کی تصدیق کر دیتے ہیں کہ تم ان کے مقرر کردہ آدمی ہو تو یوں سمجھ لو کہ تمہارا کام بن گیا، دوسری صورت میں، میں تمہارے لیے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا۔"

"مسٹر کواری! میں ہر طرح تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

مسٹر کواری ایک کرسی پر بیٹھ گئے، انہوں نے میز کی دراز سے ایک رائٹنگ پیڈ نکالا اور اسے گھٹنے پر رکھ کر مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے "تمہارا نام؟"

"گولڈ ستونیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اسپیشلٹی؟"

"میں بتا چکا ہوں۔"

"اس سے پہلے تمہارا دائرہ عمل کن ملکوں میں رہا ہے؟"

"دو ٹینک کے مختلف ملکوں میں کام کر چکا ہوں، مسٹر اولیو ہاورڈ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"اولیو ہاورڈ کے لیے کوئی ایسا پیغام جو تم دینا چاہتے ہو۔"

"بس اس قدر کہ حالات نے مجھے یہاں ناکام کر دیا ہے تاہم میں آخری کوشش کر رہا ہوں لیکن ان سوالات کے ساتھ ساتھ ہی جو سوال میرے ذہن میں ابھر رہا ہے مسٹر عدیل کواری کیا آپ اس کا جواب دینا پسند نہیں کریں گے! میں سخت حیران ہوں آپ کے ان الفاظ پر۔ آپ نے کہا ہے کہ آپ اولیو ہاورڈ سے میرے بارے میں تصدیق کریں گے۔"

"ہاں!" مسٹر کواری نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہیں اس پریشانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے ووڈ ستونیا! بات صرف تمہارا کام بن جانے کی ہے۔"

"لیکن اگر اولیو ہاورڈ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ کس طرح اس معاملے سے آپ کو آگاہ کر دیا ہے تو میرا کیا بنے گا؟"

"کچھ نہیں، کچھ نہیں ہوگا تمہارا، مطمئن رہو۔"

"مجھے اس بات پر ہمیشہ تعجب رہے گا۔"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں ابھی یہاں سے جانے کے بعد اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرتا ہوں جس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی اور مجھے اس کی طرف سے جواب مل جائے گا۔"

میں نے عدیل کواری کی طرف دیکھا اور میری نگاہوں میں تاسف کے تاثرات ابھر آئے۔ یہ شخص بلا شبہ کام کا آدمی ہے لیکن افسوس اس نے اپنی موت قریب سے قریب تر بلوالی ہے۔ میں جانتا تھا کہ بعد کے حالات انتہائی پریشان کن ہوں گے۔ ان لوگوں کے لیے بھی اور میرے لیے بھی لیکن بعد کی پروا کون کرتا، اس وقت جو ضرورت تھی اسے پورا کرنا میرا اولین فرض تھا۔ میں نے جیب میں قلم تراش کو ٹٹولا۔ مسٹر کواری پیڈ سے کاغذ پھاڑ کر اسے تہ کرتے ہوئے دروازے کی جانب چل پڑے اور میں بالکل ہی بے آواز اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ قلم تراش کھول کر میں نے اپنی مٹھی میں دبا لیا تھا پھر اس سے پہلے کہ مسٹر کواری دروازے تک پہنچتے، میں ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ عمارت میرے لیے بالکل محفوظ نہیں ہے اور اگر مسٹر کواری کے حلق سے ایک بھی آواز نکل گئی تو پھر میری سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی چنانچہ ایک لمحہ انتظار کیے بغیر میں نے چھوٹے سے چاقو کا بھرپور وار مسٹر کواری کے نرخرے پر کیا تو تیز اور نوکیلا چاقو انتہائی صفائی سے ان کا نرخرہ کاٹتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ مسٹر کواری کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئیں، خون کا فوارہ ان کے حلق سے نکل پڑا۔ انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا، دونوں ہاتھ سامنے کیے اور پھر فرش کے بل نیچے آ رہے۔ میں نے خطرے کے پیش نظر ایک مخصوص ضرب ان کی گردن کی ہڈی پر لگائی۔

جو فیصلہ کن ثابت ہوئی اور مسٹر کواری پلٹ گئے۔ ان کی آنکھیں چھت کی طرف نگراں تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے دم توڑ دیا۔ سارا فرش خون سے رنگین ہو رہا تھا۔ میں نے قلم تراش ان کے جسم سے صاف کر کے جیب میں ڈالا اور پھر جھک کر ان کا لباس ٹٹولنے لگا۔ مسٹر کواری کے بغلی ہولسٹر میں مجھے پستول نظر آ گیا تھا اور اس وقت یہ پستول میرے لیے نہایت قیمتی تھا چنانچہ میں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ بس یہی موقع تھا کہ میں کوئی عمل کر سکتا تھا۔ جس قدر جلد ممکن ہوتا یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتا۔ باہر میرے لیے خطرات ضرور تھے مگر اس سے کم جو مجھے اس عمارت میں درپیش تھے چنانچہ میں تیز رفتاری سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن شاید مجھے دیر ہو چکی تھی۔

جونہی میں نے دروازہ کھولا مجھے چھ سات افراد نظر آئے جو دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سب سے آگے ایک پستہ قامت داڑھی والا شخص موجود تھا جس نے سوچے سمجھے بغیر کسی ارنے بھینسے کی طرح میرے سینے پر ٹکر ماری، وہ کمبخت واقعی کسی ایسے بھینسے کے مانند تھا جو درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ میں بری طرح سے کمرے کے وسط میں آ کر گرا اور دوسرے لمحے اس نے میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ غالباً اس نے میرے ہاتھ میں پستول دیکھ لیا تھا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی بھینسے نما شخص نے گریبان سے پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا پھر میں نے ایک تیز اور نسوانی چیخ سنی۔ میرے ہوش و حواس ابھی کس قدر گم نہیں ہوئے تھے، چیخ کی آواز کو میں نے سنا ضرور لیکن پہچان نہیں سکا پھر میں نے کسی لڑکی کے الفاظ سنے۔

"اوہ ڈیڈی... ڈیڈی! اس ذلیل نے، اس وحشی نے، اس جانور نے ڈیڈی کو قتل کر دیا، میرے ڈیڈی کو قتل کر دیا۔ اوہ ڈیڈی قتل ہو گئے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تب میں نے اسے پہچانا۔ وہ ڈیگی تھی۔ میری توجہ ایک لمحے کے لیے اس کی سمت ہوئی تھی کہ دفعتاً میرے جبڑے پر ایک زوردار گھونسا پڑا اور اس بار پھر میں اپنا توازن سنبھال نہیں سکا تھا۔ یہ پستہ قامت شخص کمبخت فولاد کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے گھونسے سے یوں لگتا تھا جیسے جبڑے نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہو۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بے پناہ طاقت ور آدمی ہے۔ وہ پھر آگے بڑھا اور اس نے میرے دونوں بازو موڑ کر میرا رخ تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھوں کو مضبوطی سے پیچھے کر کے باندھ دیا گیا۔

مختلف آوازیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ وہ غالباً مسٹر عدیل کواری کو سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے کہا "مسٹر کواری مر چکے ہیں۔"

"نہیں ڈیڈی!" ڈیگی پھر دل دوز آواز میں چیخی اور اس کے ساتھ ہی وہ میری طرف گھوم گئی۔ اس کی آنکھوں میں خون جھلک رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر نفرت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے خود بھی تو مجھے دھوکا دیا تھا جب کہ میں نے اس کی جان بچائی تھی۔ وہ میرے قریب پہنچی اور زور زور سے میرے منہ پر تھپڑ لگاتے ہوئے بولی "کمینے، کتے! میں تیرا گوشت اپنے دانتوں سے چبا ڈالوں گی، میں تیرا نرخرہ ادھیڑ ڈالوں گی، زندہ نہیں چھوڑوں گی تجھے... زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ وحشیوں کی طرح مجھ پر پل پڑی لیکن دو آدمیوں نے اسے سنبھال لیا۔

"پلیز مس ڈیگی! اپنے آپ کو سنبھالیے پلیز!"

چند افراد مسٹر عدیل کواری کی لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے۔ میرے بال عقب سے پکڑ لیے گئے تھے۔ وہ لوگ مجھے بری طرح جھنجھوڑ رہے تھے لیکن اپنے طور پر میں پرسکون تھا۔ میرے دل میں یہ احساس ابھر رہا تھا کہ میں نے لائن آف کرونل کے اس چیف انجینئر کو قتل کر دیا جو اس فیکٹری کو نقصان پہنچانے کے درپے تھا اور میں تو صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے سرگرداں تھا۔ زندگی تو بارہا داؤ پر لگائی تھی، مگر اس بار کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے تو اللہ کی مرضی، میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس خیال نے میرے دل کو بڑا اطمینان بخشا تھا۔

میں ان لوگوں کی تمام زیادتیاں خاموشی سے برداشت کرتا رہا۔ مجھے بری طرح گھسیٹتے ہوئے باہر لایا گیا اور پھر مجھے اس کمرے سے ایک ایسے کمرے میں منتقل کر دیا گیا جس میں فرش کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ دروازے کھڑکیاں بھی نہیں تھے۔ چھت میں بس ایک چھوٹا سا روشن دان تھا، لیکن اتنا کہ جس سے صرف ہوا گزر سکے، انسان کے گزرنے کا اس میں سے کوئی تصور نہ تھا۔ یقیناً یہ کمرا قید خانے کے لیے نہایت موزوں تھا۔ یہاں مجھے دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

باہر کے ہنگاموں سے اب میں قطعی لاعلم ہو چکا تھا اور اس کمرے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر میں یہ سوچ رہا تھا کہ تقدیر نے یہاں میرا ساتھ نہیں دیا، اگر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا تو بڑی آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ اب تک کی اس تمام کارروائی میں میرے [illegible]

رہی تھی کہ لائن آف کروزل میں ہونے والی سازشوں کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں کہ کس طرح وہ لوگ لائن آف کروزل کی ان فیکٹریوں میں موجود ہیں اور کس انداز میں کام کررہے ہیں۔

مسعود طلعو اور دوسرے لوگوں نے مجھے اس بارے میں تمام معلومات فراہم کی تھیں کہ انھوں نے اپنے طور پر مشکوک لوگوں سے فیکٹریوں کے علاقے کو پاک رکھنے کے لیے کیا کچھ کیا ہے لیکن اس کے باوجود اتنے اعلیٰ عہدے پر یہ لوگ یہاں موجود تھے۔ یقیناً اپنی اس حیثیت کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے زبردست پیمانے پر کام کیا ہوگا اور اس طرح ان فیکٹریوں کے علاقے میں اعتماد حاصل کیا ہوگا کہ کسی کو ان پر کوئی شک نہ ہو۔ یہ صورت حال کافی خطرناک تھی۔ اسٹیفنی براگوٹو کی ذہانت آہستہ آہستہ مجھ پر آشکارا ہو رہی تھی اور میں سمجھ چکا تھا کہ اس کا پھیلایا ہوا جال معمولی نہیں ہے۔

زندگی سے مایوس ہونا کفر تھا۔ اب بھی کوئی ایسا موقع نکل سکتا تھا کہ میری جان بچ جائے چنانچہ اب میں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ کوئی تردد نہیں تھا۔ صرف جبڑا اور پیٹ دُکھ رہا تھا۔ میں نے اس شخص کے بارے میں سوچا جسے وہ لوگ لے کر آنے تھے۔ ڈریگی کی آمد کا مقصد کیا تھا۔ اسے یہ بات تو معلوم نہیں تھی کہ میرے اور عدیل کواری کے درمیان کیا گفتگو ہوچکی ہے۔ کیا وہ کوئی خاص معلومات حاصل کرنے آئی تھی؟ اس کا پُرجوش انداز بھی بتاتا تھا۔ باپ کی موت نے اسے ایک دم سے حواس باختہ کردیا تھا ورنہ شاید کچھ اور بھی ہوتا۔ اب آنے والا وقت میرے لیے جس قدر ہولناک ہوسکتا تھا اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا۔ فی الحال فرار کے تمام امکانات مسدود ہوگئے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ اب تو میں نے گھڑی کی طرف دیکھنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ فی الحال میرے پاس کوئی منصوبہ نہیں تھا ویسے اس بات کے امکانات تھے کہ لائن آف کروزل میں مسٹر عدیل کی موت کو عجیب نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور سوچا جائے گا کہ اچانک ہی وہ کیسے مارے گئے۔ ان کے نعم البدل کے طور پر کسی نہ کسی کا انتخاب ضرور کیا جائے گا۔ ممکن ہے اسی طرح ان لوگوں کی پوزیشن مشکوک ہو جائے لیکن ان تمام چیزوں سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر مزید گزری تھی کہ دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ اچانک ہی پوری قوت سے کھل گیا لیکن جو شخصیت دروازے کے اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر میں سناٹے میں آگیا۔ یہ کورنیل تھی، وہی ملازمہ جسے میری خدمت پر مامور کرنے کی مجھے اطلاع دی گئی تھی اور جس سے میں پہلے بھی ملاقات کرچکا تھا۔

کورنیل کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار نمودار تھے۔ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بالکل اتفاق سے مجھے وہ جگہ معلوم ہوئی تھی جہاں تمھارے اس قید خانے کے دروازے کی چابی رکھی ہوئی تھی۔ میں زندگی کی بازی لگا کر تمھارے پاس آئی ہوں، صرف چند لمحوں کے لیے۔"

"کورنیل! تم نے اپنی زندگی کیوں خطرے میں ڈال دی۔ مجھے تم سے روزِ اول ہی سے ایک عجیب سی انسیت محسوس ہوتی ہے۔ بہتر کورنیل تم واپس چلی جاؤ۔ میں تمھاری مدد نہیں چاہتا کہیں تمہیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔" میں نے کہا اور کورنیل کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

"بس مسٹر وستونیا! میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمھارے لیے جان دے دوں۔"

"نہیں کورنیل، یہ مناسب نہ ہوگا۔" پھر میں نے پوچھا۔ "کیا باہر کی پوزیشن محفوظ ہے؟"

"نہیں، ایسے تمام راستوں پر پہرا ہے جو یہاں سے باہر جانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ تم کسی بھی قیمت پر یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"تو پھر تم نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کیوں کی کورنیل؟"

"میں تمہیں صرف یہی بتانے آئی تھی کہ تم پریشان نہیں ہونا۔ میں تمھاری مدد کے لیے یہاں موجود ہوں۔ دراصل مجھے مسٹر عدیل کواری نے تمھارے لیے بلایا تھا لیکن تم نے جلد بازی کر ڈالی۔ عدیل کواری کی موت کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ ڈریگی پاگل ہو رہی ہے اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو وہ درحقیقت دانتوں سے تمھارا گوشت نوچ ڈالے گی۔"

"اچھا کورنیل! میں نے تمھاری اطلاع نوٹ کرلی۔ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوگا وہ دیکھ لیا جائے گا لیکن پہلے تم اپنی جان بچاؤ، میں تمھاری زندگی چاہتا ہوں۔"

"میری کوشش تو یہی ہے مسٹر وستونیا کہ ان کی نظر میں مشکوک نہ ہوں۔ درحقیقت میں یہیں رہ کر تمھاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ مجھ سے ایک وعدہ ضرور کرو کہ اپنے طور پر یہاں سے فرار ہو جانے کی اس وقت تک کوشش نہیں کرو گے جب تک میں تمہیں میدان صاف ہو جانے کی اطلاع نہ دوں۔"

"ٹھیک ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ اب تم جاؤ۔"

میں نے کہا اور کورنیل عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

میں نے دروازے میں چابی گھومنے کی آواز سنی اور ٹھنڈی سانس لے کر پھر اپنی جگہ جا بیٹھا۔ میرا خیال تھا کہ قدرت میرے لیے مواقع فراہم کر رہی تھی۔ بشرطیکہ ڈریگی کا جنون انتہا پر نہ پہنچ جائے اور مجھے اس وقت تک کی مہلت مل جائے جب تک کورنیل میرے لیے راہِ فرار تلاش نہ کرلے۔ میں اس سے سو فیصدی متفق تھا۔ اس وقت واقعی باہر نکل جانا ناممکنات میں سے تھا۔ میں ان لوگوں کو انتہائی احمق سمجھتا اگر وہ اس کی گنجائش چھوڑ دیتے لیکن وہ احمق نہیں تھے۔ بے چاری کورنیل نے میرے چند الفاظ سے متاثر ہوکر زندگی کی بازی لگا دی تھی۔ ہرچند کہ وہ بھی انہی لوگوں کی ساتھی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کا تعلق کینیڈا سے ہے اور عدیل کواری کا تعلق بھی کینیڈا سے تھا۔ مجھے اس شخص کی قومیت صحیح طرح سے معلوم نہیں ہوسکی تھی۔ پتا نہیں کون تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے عدیل کواری کا میک اپ کر رکھا ہو اور اصل عدیل کواری کہیں اور موجود ہو۔ اس بات کے امکانات بہت زیادہ تھے لیکن ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ خطرات میرے لیے جوں کے توں تھے مگر اب تو کورنیل کی زندگی کے لیے بھی میں پریشان ہوگیا تھا۔ ڈریگی کو اگر یہ بات معلوم ہو جاتی کہ کورنیل نے مجھ سے ملاقات کی تھی اور وہ میری مدد کرنے پر آمادہ ہے تو مجھ سے پہلے شاید وہ کورنیل ہی کو ٹھکانے لگا دے گی۔ ظاہر ہے وہ اپنے باپ کی موت پر پاگل ہوگئی تھی۔ میں اس کی وحشی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔

شاید رات ہوچکی تھی کیونکہ چھت میں جب روشن ہو گیا تھا۔ دروازے پر ایک بار پھر آہٹیں سنائی دیں اور دروازہ کھلنے لگا۔ سب سے پہلے جو صورت مجھے نظر آئی وہ اسی لیتھامت گینٹسے کی تھی۔ میں نے اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھا۔ بہت عرصے کے بعد کوئی ایسا مدِمقابل ملا تھا جس نے اپنی پے در پے ضربات سے مجھے تھوڑی دیر کے لیے مفلوج کردیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ بیٹے! اگر زندگی رہی تو تم سے ایک بار دو دو ہاتھ ضرور کروں گا۔

وہ اندر آ گیا۔ اس کے پیچھے ڈریگی بھی اندر آئی تھی۔ اندر کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک چابک دبا ہوا تھا۔ باہر شاید کچھ اور لوگ بھی موجود تھے لیکن وہ اندر نہیں آئے تھے۔ ڈریگی کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ بگڑا ہوا تھا۔ غصے کی شدت سے وہ اس وقت دیوانی ہو رہی تھی۔ اس نے غرّاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اپنے بارے میں حقیقت بتاؤ اور یہ بتاؤ کہ تمہیں میرے باپ کو قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

میں نے پُرسکون نگاہوں سے ڈریگی کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "ڈریگی! میں تمھارے باپ کو حقیقت بتا چکا تھا لیکن ان کا قتل ایک اضطراری کیفیت کا نتیجہ تھا۔ وہ نہ جانے کیوں غصے سے پاگل ہوگئے تھے جبکہ میں انھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"کُتّے! تم نے انھیں قتل کردیا۔ تم سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ورنہ میں تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گی کہ موت کے بعد بھی تم اسے نہ بھول سکو گے۔"

"میں نے تمھاری جان بچائی تھی ڈریگی۔ میں نے تم پر احسان کیا تھا۔ اس کے بدلے میں تم مجھے جو کچھ بھی دینا چاہو دے سکتی ہو۔"

"احسان تو میں نے بھی تجھ پر کیا تھا ذلیل انسان۔ میں نے تجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی تھیں۔ اس وقت تک مجھے اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ تو کوئی غلط انسان ہوسکتا ہے جب تک تیری لینڈ رووَر میں مجھے اسلحہ خانہ نظر نہیں آگیا تھا۔ یقیناً تیرا تعلق فلسطینیوں سے ہے۔ میں صرف صحیح جواب چاہتی ہوں۔"

"بہتر ہوگا بے بی! یہ جواب مجھے اس سے حاصل کرنے دو۔" لیتھامت نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں، بکواس مت کرو، خاموش اپنی جگہ کھڑے رہو۔"

"لیکن بے بی! اسے مرنا نہیں چاہیے، تم جانتی ہو یہ کس کا حکم ہے۔"

"مگر میں اسے زندہ درگور ضرور کردوں گی۔ جواب دے جانور، جواب دے۔" ڈریگی نے کہا اور وہ کوڑا لے کر مجھ پر پل پڑی۔ اس نے سڑاک سڑاک کی آواز کے ساتھ پے در پے کئی کوڑے میرے جسم پر رسید کردیے۔ نہ جانے کیسا کوڑا تھا، بدن میں آگ سی لگتی محسوس ہو رہی تھی۔ ڈریگی پر جنون طاری ہوگیا تھا۔ وہ بڑی بے دردی سے مجھے مار رہی تھی اور میرے جسم پر خون آلود خراشیں بنتی چلی جا رہی تھیں۔ پھر دفعتاً لیتھامت نے مجھے سنبھالا اور کوڑا چھین لیا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں بے بی! تمہیں صرف اس سے معلومات حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اسے مرنا نہیں چاہیے ورنہ میری اپنی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میں کہتی ہوں مجھے مت روکو۔" ڈریگی ایک بار...

اُس سے چھڑاتے ہوئے بولی۔
"نہیں، تم وعدہ کر کے آئی تھیں کہ معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں صرف تشدد کرو گی، اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔"
"نہیں... میں اس کی کھال اُدھیڑ دوں گی۔ میں جب تک اس کے جسم کی بوٹی بوٹی الگ نہیں کر دوں گی مجھے سکون نہیں آئے گا۔" ڈوریگی نے جواب دیا۔
"چلو بے بی، واپس چلو، یہ سوالات ہم خود ہی اس سے کر لیں گے۔" پستہ قامت نے اُسے پیچھے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ ڈوریگی نے دو تین بار اس کی گرفت میں چھڑانے کی کوشش بھی کی لیکن پستہ قامت اُسے گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا تھا۔
میں دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ بدن میں شدید ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ ان زخموں پر جی بھر کر پانی ڈالوں لیکن پانی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا اور میں اپنے زخموں کو دیکھنے لگا۔ لباس کئی جگہ سے پھٹ گیا تھا اور خون کی لکیریں باہر نکل آئی تھیں۔ میں اپنے ان زخموں پر انگلی پھیرنے لگا۔ پورے بدن میں کرب کی لہریں دوڑ رہی تھیں لیکن میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ سب کچھ تو برداشت کرنا ہی ہو گا عل یار خان، یہ سب کچھ تو برداشت کرنا ہی ہو گا۔"
میں نے اپنی قوتِ ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اپنے حواس کو مجتمع کیا اور ذہنی طور پر خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وقت گزرتا رہا اور مجھے کوئی اندازہ نہ ہو سکا کہ کتنا وقت گزر گیا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو دس بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں نے فرش پر ٹانگیں پھیلا دیں اور بازو پر ہاتھ رکھ کر کروٹ لینے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا کیونکہ دائیں بائیں دونوں سمت خاصے زخم لگے ہوئے تھے۔
اس وقت رات کا تقریباً ایک بجا تھا جب دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں دروازے پر لگ گئیں۔ دروازہ کھلا اور کورنیل کا چہرہ نظر آیا۔ وہ سہمی ہوئی سی اندر آ گئی۔ چہرہ خوف سے سفید پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھا اور دیکھنے کے بعد جیسے اُسے شدید ذہنی اذیت ہوئی۔ وہ اپنا خوف بھول کر میرے نزدیک آ گئی اور پھر دفعتاً اس نے اپنا سر میرے سینے پر ٹکا دیا۔
"آہ! تمہارے ساتھ یہ سب کچھ ہو چکا ہے مجھے یقین تھا... مجھے یقین تھا کہ وہ کتیا ایسا ہی کرے گی، میں جانتی تھی۔"
وہ سسکنے لگی۔ میں نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "کیا باہر نکل جانے کی کوئی صورت پیدا ہوئی ہے کورنیل؟"
"نہیں، بالکل نہیں، اس وقت کوئی پرندہ بھی یہاں سے پرواز نہیں کر سکتا، تم یقین کرو میں غلط نہیں کہہ رہی۔"
"اس کے باوجود کورنیل، میں فرار کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔"
"میری بات مان لو وسکونیا! میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ میں تمہیں یہاں سے نکال لے جانا چاہتی ہوں۔ اب میں تمہیں اس جگہ نہیں چھوڑوں گی۔"
"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں!" میں نے کہا اور اسی وقت عقب میں پھر آہٹیں سنائی دیں۔ کورنیل سہم کر پلٹی۔ میں نے بھی دروازے کی سمت دیکھا۔ ڈوریگی بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اس وقت بھی وہی کوڑا دبا ہوا تھا اور وہ خونخوار نظروں سے کورنیل کو اور مجھے دیکھ رہی تھی پھر اُس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔
"کتیا! تو یہاں کیوں آئی تھی؟"
کورنیل ساکت و جامد رہ گئی تھی۔ ڈوریگی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ خونی نگاہوں سے کورنیل کو گھورتی ہوئی اس کی سمت بڑھ رہی تھی اور کورنیل پیچھے ہٹتی ہوئی دیوار سے جا لگی تھی۔
"اس کے ساتھ ہی میں تیری قبر بھی بنا دوں گی۔ غدار، میرے ٹکڑوں پر پلنے والی! تجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تو اسے آزادی دلانے کے لیے یہاں آ گئی۔"
"مس ڈوریگی آپ یقین کیجیے... آپ... میں..."
لیکن دفعتاً ڈوریگی نے کوڑا کھول لیا اور پھر اسے کے سامنے گھمانے لگی۔ میں جانتا تھا کہ کورنیل اس کوڑے کی ضرب کی تاب نہیں لا سکے گی چنانچہ میں نے پھر سے آگے بڑھ کر درمیان ہی میں کوڑا اپنی کلائی پر روک لیا اور پھر فوراً کلائی گھما کر اُسے پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ میں نے ڈوریگی کو زور سے کھینچا اور وہ جھونک میں آگے بڑھ آئی۔
شدتِ دیوانگی میں وہ اس طرف نکل تو آئی تھی لیکن بے وقوف نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں بہرطور زندہ ہوں۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھی، میں نے اس کے بال پکڑ کر پوری قوت سے دیوار کی طرف واپس دھکیل دیا۔ ڈوریگی کا سر دیوار سے ٹکرایا اور خون کی دھار اس کے سر کے پچھلے حصے سے بہہ نکلی۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ وہیں ڈھیر ہو گئی تھی۔ بے ہوش ہو گئی تھی۔
کورنیل پھٹی پھٹی آنکھوں سے ڈوریگی کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے میری طرف دیکھا اور دفعتاً کچھ سوچ کر پلٹ گئی۔ "آؤ جلدی چلو، ورنہ ہم مارے جائیں گے، زندہ نہیں بچیں گے۔"
"آؤ۔" میں نے کہا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔
"تم مجھے بیرونی حصے میں لے چلو، میں دیکھوں گا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔"
"اگر انہوں نے تمہارے سائے کو بھی دیکھ لیا تو بُری طرح بھون ڈالیں گے۔ یقین کرو، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہم اس وقت باہر نہیں نکل سکتے۔"
"تو پھر کیا کریں کورنیل، بتاؤ؟"
"میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں ایک ایسی جگہ لیے چلتی ہوں جہاں ہم اُن کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔" کورنیل نے کہا اور ایک راہداری میں مڑ گئی۔
عمارت اس وقت خاموش اور سنسان تھی۔ کوئی بھی آس پاس نظر نہیں آ رہا تھا۔ غالباً مجھے اس کمرے میں قید کرنے کے بعد وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے تھے کہ میرے لیے یہاں سے نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ کورنیل مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں پہنچی۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر اندر داخل ہو گئی۔
"کیا یہ کمرا محفوظ ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"نہیں لیکن اس میں اس تہ خانے کا راستہ ہے جس کے بارے میں شاید مسٹر عدیل کوارکی کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔ میرے ساتھ آؤ، یہاں ہم روشنی نہیں کر سکتے۔" اس نے کہا اور پھر اندازے سے قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔
چند لمحوں کے بعد وہ ایک دیوار کے قریب تھی پھر وہ تاریکی میں دیوار پر ہاتھ پھیر کر کچھ ٹٹولنے لگی اور اس کے بعد ایک تیز سرسراہٹ کی آواز مجھے سنائی دی۔ یہ آواز میرے بائیں سمت سے آئی تھی لیکن تاریکی کے سبب یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ کیا ہوا ہے۔
کورنیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آہستہ آہستہ بائیں سمت سرکنے لگی۔ اس کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی۔
"احتیاط سے، کہیں کسی چیز سے نہ ٹکرا جانا۔ ایک ایک انچ سرکو تاکہ ہماری اس کمرے میں موجودگی کا اندازہ کسی کو نہ ہو سکے۔"
میں کورنیل کے ساتھ سرکتا رہا۔ ساتھ ہی میرا ہاتھ بھی پھیلا ہوا تھا اور پھر دفعتاً ہمارے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ کورنیل ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ نیچے آ رہی اور ہم دونوں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ میں نیچے گرا، کورنیل بھی مجھ سے لپٹی ہوئی نیچے گری اور ہم دونوں سیڑھیوں سے لڑھکتے ہوئے کافی نیچے چلے گئے لیکن کمرے میں یہ سیڑھیاں کہاں سے آئیں اس کا مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ کورنیل سنبھل کر اٹھی اور پھر مجھے اسی جگہ رہنے کی ہدایت کر کے کسی سمت بڑھ گئی۔ دو تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔ کورنیل کے قدموں کی چاپ مجھے ضرور سنائی دے رہی تھی مگر وہ کیا کر رہی تھی اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا پھر مجھے ویسی ہی سرسراہٹ سنائی دی جیسی میں نے کمرے میں سنی تھی اور اس کے بعد شاید تہ خانے کا دروازہ بند ہو گیا اور چند ہی لمحوں کے بعد مدھم روشنی پھیل گئی۔ روشنی پھیلنے سے قبل کھٹ کی آواز سنائی دی تھی جیسے کوئی سوئچ آن کیا گیا ہو۔ کورنیل کے چہرے پر اب بھی وحشت کے آثار تھے۔ اس کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔
میں حیرت سے اس تہ خانے کو دیکھ رہا تھا جو ایک وسیع و عریض ہال کی شکل رکھتا تھا۔ اس ہال میں دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ عنابی رنگ کے اس قالین پر بہترین فرنیچر موجود تھا۔ ایک جانب مسہری بچھی تھی جس پر اعلیٰ قسم کا بستر موجود تھا۔ دوسری طرف ایک وسیع و عریض ڈریسنگ ٹیبل تھی جس کے پیچھے دیوار گیر شیشہ تھا۔ ایک سمت ایک چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا جس میں فریج رکھا تھا۔ دوسری سمت ٹوائلٹ کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ ایک سمت کتابوں کی ایک عظیم الشان الماری لگی ہوئی تھی جس میں بہترین کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔
کورنیل فرش پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ایک کرسی کے قریب لے گیا اور کرسی پر بٹھا دیا۔ کورنیل کے جسم پر اب بھی کپکپی طاری تھی۔
"خود کو پُرسکون کرو کورنیل، میرے خیال میں اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔"
کورنیل نے تھکی تھکی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "تم بھی اس بات کا یقین کر لو وسکونیا کہ اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔"
"مجھے یقین ہے میری محسنہ لیکن میں سخت حیران ہوں، یہ جگہ تمہیں کیسے معلوم ہوئی جبکہ تم کہتی ہو کہ مسٹر عدیل کوارکی کے علاوہ کسی اور کو اس بارے میں معلوم نہیں۔"
"میں اس عمارت میں پہلی بار نہیں آئی۔ اس سے قبل بھی یہاں آ چکی ہوں۔ میں نے ایک بار عدیل کوارکی کو چوروں کی طرح

آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟

"دیکھو کورنیل! میرے اور تمہارے درمیان آقا اور ملازم کا رشتہ نہیں ہے۔ ایسی باتیں کر کے تم مجھے شرمندہ کر رہی ہو۔ میری دلی خواہش ہے کہ تم اس مسہری پر جا کر لیٹ جاؤ اور اطمینان سے سو جاؤ۔ تمہارے آرام اور تمہاری حفاظت کا خیال رکھنا اب میری ذمہ داری ہے۔"

کورنیل چند لمحے سوچتی رہی پھر خاموشی سے اٹھی اور مسہری پر جا کر لیٹ گئی۔ میں الماری کے معائنے سے فارغ ہو چکا تھا۔ ڈرائنگ ٹیبل کی طرف متوجہ ہوا اور تمام درازیں نکال کر باہر رکھ دیں۔ ان میں بے شمار کاغذات تھے۔ ان کاغذات میں مجھے چرمی جلد کی ایک بڑی سی نوٹ بک بھی ملی جو میری خصوصی توجہ کا مرکز بن گئی۔

نوٹ بک میں اندراجات تھے اور یہ اندراجات اتنے دلچسپ اور حیرت انگیز تھے کہ میں یہ بھی بھول گیا کہ میرے جسم پر کئی رستے ہوئے زخم موجود ہیں اور کئی دشمنوں کے نرغے میں ہوں۔ اس نوٹ بک میں لائن آف کروڈنل کے حوالے سے اسٹیفن براکوڈا کی ہدایات کے مطابق جگہ جگہ اندراجات تھے۔ کتاب کی جلد میں مجھے ایک اور کاغذ ملا جس میں ایک نقشہ اور ایک عجیب و غریب گراف بنا ہوا تھا۔ نقشے پر شیر کا سر نمایاں تھا جو ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ شیر کے سر سے شروع ہو کر کچھ لائنیں مختلف سمتوں میں چلی گئی تھیں۔ یہ لائنیں ایک دوسرے سے اس طرح مربوط کی گئی تھیں کہ ایک عجیب سا جال بن گیا تھا۔ میں اس نقشے میں سر کھپاتا رہا اور گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی رہیں۔

اس وقت تقریباً ساڑھے تین بجے تھے جب میں نے نوٹ بک کو ایک طرف رکھا اور نقشے سے بھی جان چھڑائی کیونکہ انتہائی غور و خوض کے باوجود میری سمجھ میں کچھ نہ آ سکا تھا۔

کورنیل کی تیز تیز سانسیں اس سے قبل میں نے نہیں سنی تھیں۔ اب جو گردن گھما کر دیکھا تو وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ نیند بھی کیا شے ہوتی ہے لیکن کیا مجھے بھی نیند آ سکے گی؟ نوٹ بک کے مطالعے اور اس نقشے نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔ میں سخت اضطرابی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ خاص طور پر نقشہ میرے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ نقشہ کیا ہے؟ کس لیے ترتیب دیا گیا ہے؟ لائنوں پر بنے ہوئے نشانات کا کیا مطلب ہے؟ ایسے ہی بہت سے سوالات ذہن میں گردش کر رہے تھے لہٰذا مجھے نیند آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

گیا تھا اور جب بھی میرا جسم کوئی بل کھاتا یا تو زخموں میں ٹیسیں اٹھنے لگتیں لیکن ان سے بے نیاز ہو کر ... کے بیچ میں قالین پر لیٹ گیا جو خاصا نرم تھا اور چھت کو تکنے لگا۔ ذہن بدستور مصروف تھا اور نقشے کی لائنوں میں الجھا ہوا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہ سامنے دیوار پر جم گئی تھی جس پر شیر کے سر کی صورت میں ایک ڈیکوریشن پیس آویزاں تھا۔ غالباً یہ پلاسٹر آف پیرس سے بنا ہوا شیر کے سر کا یہ مجسمہ دیوار میں آرائش کے لیے نصب کیا گیا تھا لیکن نقشے میں جو شیر کا سر بنا ہوا تھا وہ اس مجسمے سے ذرا بھی مختلف نہیں تھا۔

میں تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور مجسمے کے قریب پہنچ گیا۔ شیر کے اس سر کا اس نقشے سے کوئی تعلق ہے؟ میں بغور اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے ڈرتے ڈرتے اس پر ہاتھ رکھ دیا۔ چکنے چہرے پر میری انگلیاں سرکنے لگیں۔ میں وہاں کی تمام تر توجہ کے ساتھ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ دفعتاً مجھے شیر کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی۔ یہ آنکھیں صرف پینٹ نہیں کی گئی تھیں بلکہ انھیں اندر سے اس سر میں نصب کیا گیا تھا۔

میں نے احتیاط سے شیر کی ایک آنکھ دبائی تو ایک ہلکی سی آواز ہال میں گونج اٹھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو سامنے کی دیوار کے ایک حصے میں ایک شیلف گھوم رہا تھا۔ اس شیلف میں بہت سی کتابیں اور رسالے چنے ہوئے تھے۔ شیلف گھوم کر دیوار سے ہٹ گیا تو دیوار میں مجھے ایک نشان سا نظر آیا۔ دروازے کا سا نشان۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس نشان کو بغور دیکھنے لگا لیکن اس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے پکڑ کر اسے کھولا جا سکے۔ تب مجھے شیر کی دوسری آنکھ کا خیال آیا!

اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ شیر کی دوسری آنکھ دبانے پر وہ دروازہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح کھل گیا تھا اور اس کے اندر تاریکی نظر آ رہی تھی۔ میرا ذہن خاصی سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کسی بہت اہم راز کی طرف پیش قدمی کر رہا ہوں لیکن اس تاریک خلا میں داخل ہونے کے لیے روشنی کا کیا بندوبست کیا جائے؟

چند لمحے تک میرے ذہن میں کوئی بات نہ آ سکی پھر میں اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جو درحقیقت کچن تھا۔ یہاں مجھے موم بتی مل گئی۔ ایک موٹی موم بتی کو روشن کر کے میں اس خلا کی طرف چل پڑا۔

خلا کی جو لمبائی تقریباً ڈیڑھ ہزار فٹ تھی اور چوڑائی تقریباً بارہ سو فٹ۔ گویا اس میں کھڑے ہو کر سفر نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن کچھ جھک کر اس میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ میں نے خدا کا نام لیا اور اس خلا میں قدم رکھ دیا۔ اندر گہری تاریکی اور حبس تھا۔ میرے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ شمع کی لو لرز رہی تھی لیکن میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ تب میری آنکھوں نے وہ عجیب و غریب منظر دیکھا جسے دیکھنے کے بعد اس نقشے کی ترتیب میرے ذہن میں آ گئی تھی۔ یہ تاروں کے جال تھے جو یہاں سے پھیلے چلے گئے تھے لیکن ان کا آخری سرا کہاں ہے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

میں ان تاروں کو بغور دیکھتا ہوا احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ وہ سرنگ نقشے میں میرے ذہن میں تھی جو بلیو پرنٹ نقشے میں تھے۔ ان کا بھی سراغ لگانا ضروری تھا۔ یہ سرنگ نہ جانے کتنی طویل تھی۔ میں آگے بڑھتا ہوا تقریباً دو ڈھائی سو گز دور نکل گیا۔ بدن کے مسامات پسینہ اگل رہے تھے۔ حبس کی وجہ سے سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا لیکن تجسس مجھے واپس نہیں لوٹنے دے رہا تھا۔

تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد میں رک گیا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ سرنگ مجھے یقیناً بنگلے کی اس فیکٹری کے نیچے لے جائے گی۔ اب مجھے آگے بڑھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ دفعتاً سرنگ کے دائیں سمت مجھے کچھ لرزتی ہوئی ایک چوکور دروازے کی نشاندہی کی جسے دیکھ کر میں رک گیا۔ میں نے احتیاط سے اس دروازے کی کنڈی کھولی اور اندر جھانک کر دیکھا تو میری آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ دیسی ہی چوکور بکس تھے جیسے میں نے ایک رقعہ لکھ کر ان میں چپکے سے جڑے ہوئے تھے اور جن کے بارے میں مجھے علم ہوا تھا کہ یہ ڈائنامائٹ تھے۔ چوکور بکس سے باریک باریک تار نکلے ہوئے تھے جو ایک دوسرے سے منسلک تھے۔ ان بکسوں کی تعداد اس جگہ بیس تھی اور اب مجھے ان سرنگوں کا راز بھی معلوم ہو چکا تھا۔ میں نے اپنی تمام تر قوت ارادی مجتمع کی۔ پھیپھڑوں میں سانس کھینچی اور ہلکی ہلکی سی جو گھٹن میں جذب ہوتی ہے، میرے سانسوں کو بحال کرنے لگی۔ اس کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پھر دیوانگی کے عالم میں پوری سرنگ کا بقیہ سفر طے کیا۔ وہ تمام زخم جو پسینے سے دھل رہے تھے جن پر خون جما ہوا تھا، پھیلنے لگے تھے کیونکہ پھٹتے جا رہے تھے لیکن میرا عزم ان تمام چیزوں کو فراموش کیے ہوئے تھا اور میں مسلسل ان کا سراغ لگاتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ پورا نقشہ اب

میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ یہ ڈائنامائٹ لائن آف کروڈنل کی اس فیکٹری کو تباہ کرنے کے لیے لگائے گئے تھے اور یہ کام ڈاکٹر بلاوڈیا عدیل کو انجام دینا تھا اور کسی کا نہیں تھا۔ اب مجھے اوپر دھمک سنائی دینے لگی تھی۔ یہ یقیناً بھاری مشینوں کے چلنے کی آواز تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ اب میں لائن آف کروڈنل کی فیکٹری کے نیچے ہوں۔ یہاں میں نے ڈائنامائٹ کے ذخائر کا اتنا بڑا انبار دیکھا کہ میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتے ہوتے رہ گئی۔ یقیناً یہ ذخائر پوری فیکٹری کو دھماکے سے اڑانے کے لیے کافی تھے اور جب ان میں برقی رو دوڑے گی تو لائن آف کروڈنل کی یہ جو تمہی فیکٹری بھی تباہ ہو جائے گی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ریموٹ کنٹرول ڈائنامائٹ لگانے کے بجائے یہ الیکٹرک ڈائنامائٹ کیوں استعمال کیے گئے تھے۔ شاید اس لیے کہ ان کی قوت زیادہ ہوگی لیکن انھیں بلاسٹ کرنے کے لیے کہاں انتظام کیا گیا تھا کیونکہ اگر اس تہ خانے میں ان کا بلاسٹ کنٹرول ہوتا تو وہ تہ خانہ بھی دھماکوں سے تباہ ہو سکتا تھا لیکن فوری طور پر یہ سب کچھ جاننے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے اپنی ان کوششوں میں کامیابی حاصل کر لی تھی جن کا بیڑا اٹھا کر میں نے اس سفر کا آغاز کیا تھا۔

واپسی میں میں نے اپنی رفتار اس حد تک تیز رکھی جس حد تک ممکن ہو سکتی تھی مگر مجھ پر جھکا کر چلنے کے باعث بدن اور زیادہ تھکن محسوس کر رہا تھا۔ حبس اور گرمی سے برا حال تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی بھی لمحے چکرا کر گر پڑوں گا لیکن میں اپنے اعصاب سنبھالے ہوئے تھا۔ شمع گل ہو چکی تھی لیکن اب میری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی اس قدر عادی ہو چکی تھیں کہ مجھے چلنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

جب میں تہ خانے میں پہنچا تو مجھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے جہنم سے نکل کر جنت میں آ گیا ہوں۔ تہ خانے میں تازہ ہوا کی آمد کا معقول بندوبست کیا گیا تھا اور شاید تھوڑی بہت آکسیجن اس چوکور کھلے ہوئے دروازے ہی سے اندر داخل ہو رہی تھی جس نے مجھے زندہ رہنے میں مدد دی تھی ورنہ پھیپھڑے ہی پھٹ جاتے۔ واپس آ کر میں قالین پر اس طرح گر پڑا جیسے میرے بدن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی ہو۔

کورنیل اسی طرح مسہری پر آرام کی نیند سو رہی تھی۔ جب کہ میں اس دوران ایک ایسے راز کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا جو زبردست اہمیت رکھتا تھا۔

بہت دیر تک میں اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا اور لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ پھر جب طبیعت بحال ہو گئی تو اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے لائن آف کورل کی یہ فیکٹری ایک لمحے میں برباد ہونے والی ہو حالانکہ یہ میرے اپنے احساسات تھے اور بدرحقیقت چیف انجینئر کی موت کے بعد یہ کام فی الحال معطل ہو گیا تھا۔

دفعتاً ایک اور خیال کے تحت میں بُری طرح چونک پڑا۔ اگر ان سُرنگوں تک جانے کا راستہ یہی تہ خانہ ہے تو یقیناً اب اس کا چارج لینے کی کوئی اور کوشش کرے گا اور جلد یا بدیر وہ شخص یہاں پہنچنے والا ہو گا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ صرف ڈیوڈ لیرڈ نے یہ تمام فیکٹری سنبھالی ہوئی ہو۔ اُس کے رازدار دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔ سُرنگ خود بخود تو نہیں بن گئی ہو گی۔ پتا نہیں کتنے طویل عرصے تک اس سُرنگ کی تعمیر کے لیے مشقت کی گئی ہو گی۔ یقیناً اس تہ خانے کا راز صرف ڈیوڈ لیرڈ تک محدود نہیں ہو گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عام لوگوں کو اس کے بارے میں ہوا تک نہ لگنے دی گئی ہو۔

یہ خیال آتے ہی میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر پہلے کی وہ تھکن وغیرہ نہ جانے کہاں گم ہو گئی۔ میرے بدن میں نیا جوش اور نئی چنگاریاں بھر گئی تھیں۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ مجھے فوری طور پر کچھ کر لینا چاہیے۔ میں فوراً ہی کچن کی جانب بڑھ گیا۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ کچن میں مجھے ایک تیز چھری مل گئی جو یقیناً یہاں پھل وغیرہ کاٹنے کے کام آتی ہو گی لیکن اب اُس سُرنگ میں دوبارہ داخلے کا تصور بڑا خوفناک تھا جب کہ اس بار مجھے وہاں کئی کام کرنا تھے اور زیادہ دیر تک وہاں رُکنا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں تھی۔

میں چھری ہاتھ میں لیے باہر نکل آیا پھر چند لمحے سُرنگ کے چوکور دروازے کے پاس کھڑا ہو کر لمبے لمبے سانس لیتا رہا تاکہ تازہ دم ہو جاؤں۔ اس کے بعد خدا کا نام لے کر سُرنگ میں قدم رکھ دیا۔

پہلے میں نے سُرنگ کے آغاز پر تاروں کے جو گچھے دیوار سے دوسری طرف نکل گئے تھے، انھیں ایک ایک کر کے کاٹنا شروع کر دیا۔ اپنی پہلی کوشش میں کامیاب ہونے کے بعد میرا اعتماد بحال ہو گیا۔ میں پھر اندر آگے بڑھا اور اس کے بعد پہلے ٹرانسمیٹر کے ذخیرے کے پاس پہنچ کر میں نے انتہائی احتیاط سے اس کے تمام تار کاٹ دیے۔ یہ تار میں نے اس طرح کاٹے تھے کہ دوبارہ آسانی سے جوڑے نہ جا سکیں اور پھر مجھے

اپنے آپ پر مکمل اعتماد ہوتا چلا گیا اور میں جگہ جگہ سے تاروں کے ذخیرے کاٹتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آخری کنارے پر پہنچ گیا۔ تار والے کے بڑے بڑے ٹکڑے نکال کر میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیے تھے تاکہ اگر فوری طور پر انھیں جوڑنے کی کوشش کی جائے تو اس میں انھیں آسانی نہ ہو۔

اس کام میں مجھے نہ جانے کتنی دیر لگی تھی۔ کوئی اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی میں نے۔ بس اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ کام کر رہا تھا اور ذہن کو ہر قسم کی تکلیف کے احساس سے بے نیاز کر لیا تھا۔ تاروں کا آخری سلسلہ کاٹنے کے بعد میں واپس پلٹ پڑا اور طوفانی رفتار سے چلتا ہوا تہ خانے میں آ گیا۔

میرا پورا بدن اس طرح بھیگ رہا تھا جیسے پانی کے نل کے نیچے بیٹھا رہا ہوں۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کان بے حد گرم ہو گئے تھے۔ میں نے کورنیل کی مسہری کی طرف نگاہ اُٹھائی تو وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ تب میری نظریں ٹوائلٹ کی طرف اُٹھ گئیں۔ ممکن ہے وہ وہاں ہو۔ تھوڑی دیر تک میں کھڑا اپنے حواس درست کرتا رہا۔ لمبی لمبی سانسیں لے کر پھیپھڑوں میں تازہ ہوا بھرتا اور نکالتا رہا۔ یہاں تک کہ نارمل ہو گیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ کورنیل کو غیر معمولی طور پر کافی دیر ہو چکی ہے۔ کیا وہ ٹوائلٹ میں نہیں ہے؟ اگر وہ ٹوائلٹ میں نہیں ہے تو کہاں گئی؟

ٹوائلٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے اُنگلی سے آہستہ سے دستک دی اور تین بار اُسے پکارا پھر دروازہ کھول کر دیکھا لیکن کورنیل وہاں نہیں تھی۔ کہیں اور بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں بدحواسی کے عالم میں سوچنے لگا کہ کورنیل کہاں گئی۔ کہیں وہ میرے لیے کسی پریشانی کا باعث نہ بن جائے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ تہ خانے کے داخلی دروازے پر ہلکی سی کھٹ کھٹ ہوئی اور میں ایک گوشے میں سمٹ گیا لیکن سیڑھیوں پر مجھے کورنیل نظر آئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے اُتر رہی تھی اور اُس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گئی۔

"ارے ڈسٹونیا! کہاں چلے گئے تھے؟" اُس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"کیا تم مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں میں سمجھی کہ تم... کہ تم..."

"نہیں کورنیل جب ایک بار اعتبار قائم ہو جائے تو پھر اسے شکوک و شبہات کی نذر نہیں کرنا چاہیے۔" میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"خدا کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں تھی میرے ذہن میں کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہو۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا بلکہ میں یہ سمجھی کہ تم اُوپر کا احوال دیکھنے گئے ہو۔"

"میں تو نہیں گیا تھا لیکن تم تو ہو آئیں۔ کیا پوزیشن ہے؟"

"میرے خیال میں اس وقت یہاں سے نکلنے کے لیے سب سے مناسب موقع ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"پوری عمارت میں کوئی نظر نہیں آ رہا۔ یوں لگ رہا ہے جیسے اُنھوں نے یہ عمارت چھوڑ دی ہے۔"

"ویری گڈ، ویری گڈ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کورنیل نے ایک پستول مجھے دیتے ہوئے کہا "اس میں چھ گولیاں ہیں۔ یہ مجھے ایک کمرے میں مل گیا تھا۔ میں نے سوچا شاید ہمارے کام آ سکے۔"

"بالکل ٹھیک سوچا تم نے کورنیل، واقعی ہمیں اس کی ضرورت تھی۔ تو پھر کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم یہاں سے نکل چلیں؟"

کورنیل چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی "جیسے تم پسند کرو لیکن نکل کر جاؤ گے کہاں؟"

"یہ باہر نکل کر ہی سوچیں گے کورنیل۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں تیار ہوں۔" وہ بولی۔

ہم دونوں تہ خانے کی سیڑھیاں عبور کرنے لگے اور بالآخر باہر پہنچ گئے۔ کورنیل کے بیان کے مطابق ہر طرف سناٹا طاری تھا۔ باہر نکلنے کے لیے ہم نے ایک سمت منتخب کی اور عمارت کے بیرونی حصے میں آ گئے لیکن ابھی ہم عمارت کے سامنے کا حصہ عبور بھی نہیں کر پائے تھے کہ دفعتاً سیاہ رنگ کی ایک بڑی لینڈ روور عمارت کے مین گیٹ پر نمودار ہوئی اور لینڈ روور کو پیچھے ہوتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھ لیا۔ لینڈ روور کے بریک لگے تھے اور وہ جھٹکے سے رُک گئی۔ اس میں سے کئی آدمی نیچے کود گئے تھے جن کے ہاتھوں میں ریوالور وغیرہ موجود تھے۔

صورتِ حالات کا یہ رُخ میرے لیے غیر متوقع تھا۔ فوری طور پر میں دیوار کی طرف دوڑ پڑا۔ کورنیل کا میں نے ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے آس پاس سے گزر گئیں۔ دیوار کے پاس پہنچ کر میں نے پھرتی سے کورنیل کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھایا اور دیوار پر چڑھا دیا۔ کورنیل نے دوسری سمت کودنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ میں نے بھی دونوں ہاتھوں سے دیوار کا کنارہ پکڑا اور پوری قوت سے اپنے جسم کو اُوپر کی طرف اس طرح اُچھالا کہ ایک ہی لمحے میں دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔

کورنیل پہلے سے جھاڑی کی اوٹ میں کھڑی ہوئی تھی۔ خدا کا شکر تھا کہ اُسے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔ میں عقب میں بھاگ دوڑ کی آوازیں سُن رہا تھا۔ کئی آدمی ہمارے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ ہم اس عمارت سے بائیں سمت دوڑ پڑے اور کافی دُور نکل آئے۔ اس وقت رُکنا موت کو دعوت دینا تھا۔ چنانچہ جس سمت منہ اُٹھا تھا، ہم لوگ دوڑ پڑے تھے۔ فائرنگ کی اب کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ غالباً انھیں اس بات کا ہوش آ گیا تھا کہ اس طرح گولیاں چلانا دوسروں کو بھی اُن کی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ میں اور کورنیل پوری قوت سے دوڑتے رہے۔ اس وقت ہم نے یہ اندازہ لگانا ضروری نہیں سمجھا تھا کہ جس سمت ہم دوڑ رہے ہیں وہ درست ہے یا غلط۔

بس یہی خواہش تھی کہ اُن کی پہنچ سے دُور نکل جائیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اندازہ ہوا کہ ہم آبادی سے دُور نکل آئے ہیں۔ دُور دُور تک کسی ذی روح کا پتا نہیں تھا۔ سورج نکل آیا تھا اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔

ہم آگے بڑھتے رہے اور ایک بلند پہاڑی ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں۔ پہاڑی کی داہنی سمت ایک گھنا جنگل نظر آ رہا تھا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے ہمیں ابھی کافی فاصلہ طے کرنا تھا۔ میں نے اور کورنیل نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ جنگل کا رُخ کیا جائے۔ اس طرح ہم اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کر سکتے تھے۔ چنانچہ ہم جنگل کی طرف چل پڑے۔

راستہ خاصا دشوار گزار تھا۔ جگہ جگہ گڑھے اور جھاڑیوں کے سلسلے ہمیں اپنا رُخ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ بالآخر ہم ایک ایسے مقام پر جا نکلے جو کسی قدر محفوظ محسوس ہوتا تھا۔ جنگل اب بالکل قریب تھا۔

خاصا گھنا جنگل تھا اور درخت ایک دوسرے سے قریب قریب تھے۔ نہ معلوم یہ جنگل کا کون سا حصہ تھا لیکن یہ ساری باتیں معلوم کرنے کے بجائے ہمارا جنگل میں روپوش ہو جانا زیادہ بہتر تھا۔ چنانچہ ہم دوڑتے ہوئے ان درختوں کے درمیان پہنچ گئے۔ کورنیل کا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ اس کا سانس بُری طرح پھولا ہوا تھا اور چہرے پر نقاہت کے آثار تھے۔ میں نے رفتار سست کر دی لیکن آگے بڑھنے کا سلسلہ ترک نہیں کیا اور تھوڑی دیر کے بعد جنگل میں خاصی دُور تک اندر پہنچ گیا۔ ایک نسبتاً صاف ستھری جگہ دیکھ کر میں نے کورنیل سے وہاں بیٹھ جانے کے لیے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میرا خیال ہے کہ اب کچھ دیر سستا لیا جائے۔ اب تک کا سفر بھی تم نے جس عزم اور حوصلے سے طے کیا ہے، وہ قابل داد ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بالکل بھی چلنے کے قابل نہ رہو۔"

کورنیل نے گہری گہری سانسیں لے کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں متجسسانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے۔ گولیاں چلنے کی آوازیں ضرور سنی گئی ہوں گی۔ کیا بنگانہ کے محافظ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوئے ہوں گے۔ کیا وہ لوگ مسلسل ہمارے تعاقب میں ہیں یا انہوں نے تعاقب ترک کردیا ہے۔ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ابھی تو ہمیں رک کر حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔

تقریباً ایک گھنٹا گزر گیا۔ ہمیں کوئی آواز کسی طرف سے نہیں سنائی دی تھی، تب میں نے کورنیل سے پوچھا۔ "کیا تم اس بارے میں اندازہ لگا سکتی ہو کورنیل کہ ہم بنگانہ سے کس سمت میں ہیں؟"

"نہیں دوستو یانا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔" اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "البتہ بنگانہ کے اردگرد واقع جنگلات کے بارے میں سنا ضرور ہے کہ وہ خطرناک خیال کیے جاتے ہیں۔"

"کیا ان اطراف میں درندوں کا وجود بھی ہے؟"

"یقیناً، اکثر وحشی درندے بنگانہ کی آبادی میں گھس آتے ہیں اور قبائلیوں کو ہلاک کردیتے ہیں۔ ایسی خبریں یہاں گشت کرتی رہتی ہیں۔" کورنیل نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود فکر کی ضرورت نہیں کورنیل۔" میں نے اسے تسلی دی۔

دفعتاً ایک سرسراہٹ سی سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

پستول میں نے فوراً ہی اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ کوئی جانور بھی ہوسکتا ہے، میں نے سوچا۔ میری متلاشی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں پھر کچھ فاصلے پر مجھے ایک سیاہ سی چیز نظر آئی جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی اور میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ وہ رائفل کی نال تھی۔ اس کا مطلب ہے جانور نہیں یہاں انسان موجود ہیں اور یہ انسان جس انداز میں سفر کر رہا تھا یا کر رہے تھے، اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ یقیناً ہمارے دشمن ہیں جو ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔

کئی جانداروں کے قدموں کی آوازیں تھیں جو نمایاں ہوگئی تھیں۔ میں انہیں دیکھ نہیں پایا کیونکہ وہ گھنی جھاڑیوں کی آڑ میں چل رہے تھے لیکن میں نے ان کی سمت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اب یہاں خاموشی سے بیٹھے رہنا مناسب نہیں تھا کیونکہ جب وہ یہاں تک پہنچ چکے ہیں تو پھر اطراف کی ایک ایک چیز تلاش کرنے سے باز نہیں رہیں گے چنانچہ میں نے کورنیل کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے اٹھنے کا اشارہ کیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر مخالف سمت چلنے لگا۔

ہم دیر تک سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ آگے جاکر یہ جنگل زیادہ گھنا اور خوفناک ہوتا چلا گیا تھا۔ بعض جگہ زمین پر دلدل بھی محسوس ہو رہی تھی جو گھاس میں چھپی ہوئی تھی لہٰذا سفر میں سخت دشواری پیش آرہی تھی۔ کورنیل کا برا حال تھا لیکن وہ بہر صورت میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اس کے سوا اب کوئی چارہ بھی تو نہ رہا تھا۔ وہ لوگ اب جنگل میں گھس آئے تھے اور ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ہم ان کے لیے اب بڑی اہمیت اختیار کر گئے تھے۔ ہمارا بچ نکلنا ان کی موت تھا۔ چنانچہ وہ ہمیں پالینے کے لیے ہر ممکن اقدام کرسکتے تھے۔

کافی دور پہنچنے کے بعد ایک بار پھر ہم نے ایک جگہ پناہ لی۔ درختوں کے درمیان قدآدم گھاس اُگی ہوئی تھی اور اس گھاس کے درمیان زمین کا کچھ حصہ صاف تھا۔ حالانکہ ایسی جگہ حشرات الارض کا مسکن ہوتی ہے لیکن یہاں ہم انسانوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے اور میں دور دور تک کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ پرندوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ کہیں کہیں گھاس میں سرسراہٹیں بھی سنائی دے جاتی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں سانپ بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن میں نے کورنیل سے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔

ہم اس جگہ تقریباً سارا دن چھپے رہے اور جب رات کی تاریکیاں پھیل گئیں تو میں نے کورنیل کو مخاطب کیا۔ "کیا خیال ہے کورنیل، کیا اب ہم یہ جگہ چھوڑ دیں؟"

"لیکن اب کس طرف جاؤ گے؟" کورنیل نے سوال کیا۔

"آبادی کی سمت۔"

"کیا وہاں ہمارے لیے خطرات نہیں ہوں گے؟"

"یقیناً ہوسکتے ہیں لیکن ان جنگلوں میں بھی تو وقت گزارا نہیں جاسکتا۔"

"تو پھر جیسا تم پسند کرو۔"

میں سمت کا تعین کھو چکا تھا لیکن کوئی نہ کوئی سمت تو اختیار کرنا ہی تھی چنانچہ میں کورنیل کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑا۔ ہم لوگ صرف اندازے کی بنا پر سفر کر رہے تھے لیکن کافی فاصلہ طے کرنے کے باوجود ہمیں جنگل کے ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے اور یہ تشویش ناک بات تھی کہیں راستہ بھٹک کر ہم کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہوجائیں۔ یہاں کے جنگلات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انسان کو کس مقام پر لے جاکر چھوڑ دیں۔

چاند نکل آیا تھا اور چاندنی درختوں سے چھن چھن کر نیچے پہنچ رہی تھی جس سے بعض حصے اچھے خاصے روشن ہوگئے تھے۔ درخت یہاں بھی گھنے اور آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ زمین کی حالت بتاتی تھی کہ وہ انسانی قدموں سے ناآشنا ہے۔ بعض مقامات پر ہمیں جانوروں کی خشک ہڈیاں بکھری ہوئی نظر آئیں۔ ان میں بڑے جانور بھی تھے اور چھوٹے بھی۔

کئی گھنٹے تک ہمارا سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ درختوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ندی نظر آرہی تھی۔ گھنے جنگل کے قریب یہ ندی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ جنگلی درندے ایسی ہی جگہوں کے آس پاس چھپے ہوتے ہیں۔

سارا دن کھائے پیے بغیر گزر گیا تھا اس لیے میں نے سوچا کہ ندی کے شفاف پانی سے کم از کم پیاس تو بجھالی جائے۔ کورنیل نے ابھی تک کوئی شکوہ شکایت نہیں کی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ یہ نرم و نازک لڑکی اس قسم کے حالات کی عادی نہیں ہوگی۔ میں نے اسے بھی پانی پینے کے لیے کہا اور ہم دونوں نے ندی کے بہتے ہوئے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ کورنیل بری طرح نڈھال نظر آرہی تھی۔ مجھے افسوس تھا کہ اس بے چاری لڑکی کو میری وجہ سے ان حالات کا شکار ہونا پڑا۔ میں نے اس کا اظہار کورنیل سے کیا تو وہ ہاتھ اٹھا کر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں دوستو یانا، نہیں۔ تم اس طرح نہ سوچو۔ بلکہ درحقیقت تمہارے ساتھ سفر کرتے ہوئے مجھے لطف آرہا ہے۔ کیونکہ زندگی میں کبھی اس قسم کے مصائب کا سامنا نہیں کیا لیکن بعض اوقات مصائب بھی لذت دیتے ہیں۔ مجھے اس کا احساس ہو رہا ہے۔"

میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ کورنیل کیا کہنا چاہتی تھی، میں جانتا تھا لیکن اس سے صرف نظر ضروری تھا۔

سفر کرتے ہوئے جب ہم بری طرح تھک گئے تو میں نے ایک محفوظ مقام منتخب کرکے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ کھانے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا البتہ یہ ضرور ہوا کہ ہماری جسمانی حالت کچھ دیر زمین پر لیٹنے سے بہتر ہوگئی۔

جب سورج کی روشنی پھیلی تو ہم کسی حد تک تازہ دم ہو چکے تھے۔ اس مرتبہ میں نے ندی کی مخالف سمت سفر شروع کیا اور ہم ندی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کافی دور نکل گئے۔ اس راستے میں گھنے اور بلند درخت بہت کم تھے البتہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بکثرت موجود تھیں۔ اس کے علاوہ اس علاقے کی زمین بھی ناہموار تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے ٹیلے زمین پر ابھرے ہوئے نظر آرہے تھے پھر ایک بہت زیادہ بلند ٹیلا ہمارے راستے میں آگیا۔ میں نے سوچا کہ اس بلند ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لوں تاکہ کسی مناسب سمت کا تعین کرنے میں مدد ملے۔

میں کورنیل کا ہاتھ پکڑ کر ٹیلے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ ٹیلے کے قریب پہنچ کر ہم نے احتیاط کے ساتھ اوپر چڑھنا شروع کردیا لیکن ابھی ہم آدھے راستے ہی میں تھے کہ میں نے دوسری طرف کچھ آوازیں سنیں اور میرے قدم رک گئے۔ اسی وقت ایک بڑا سا پتھر کورنیل کے پیروں کے نیچے آکر لڑھک گیا اور اس کے لڑھکنے کی آواز خاصی زوردار ہوئی۔ دوسرے لمحے میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں اور میرے ذہن میں ہیجان برپا ہوگیا۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف موجود افراد کو ہماری یہاں موجودگی کا احساس ہوگیا تھا اور میرا یہ اندازہ درست ثابت ہوا۔

ٹیلے کی دوسری سمت سے چند مسلح افراد دوڑتے ہوئے اس طرف آگئے تھے اور ان کی رائفلوں کا رخ ہماری جانب کردیا تھا۔ وہ مخصوص قسم کے لباس میں تھے جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ لارڈ آف کرونل کے صحرائی محافظوں میں سے ہیں۔ میرے لیے فوری طور پر یہ اطمینان کی بات تھی مگر مکمل طور پر ان سے کوئی خوش آئند توقع بھی نہیں باندھی جاسکتی تھی۔ میرے پستول میں چھ گولیاں موجود تھیں لیکن ان کا استعمال اس موقع پر ایک احمقانہ حرکت تھی لہٰذا میں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ کورنیل نے بھی میری تقلید کی تھی۔

وہ سب گھورتی ہوئی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ کسی نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ رائفلوں کے رخ ہم دونوں کی جانب تھے پھر وہ ہم دونوں کو ٹیلے کی دوسری طرف لے گئے۔ یہاں دو لینڈ روور موجود تھیں۔

وہ سب کینہ توز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ میں نے کسی خیال کے تحت اپنے بلند ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آپس میں جوڑا اور انہیں چیل کی شکل میں پھیلا دیا۔ میں اپنی انگلیوں کو جنبش بھی دے رہا تھا تاکہ ان کی توجہ ان کی جانب ہوجائے اور حسب خواہ نتیجہ نکلا۔ عقب میں موجود ایک آدمی دوسرے لوگوں کو ہٹاتا ہوا سامنے آیا اور متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ یہ بہت

طویل القامت آدمی تھا، شکل و صورت سے عرب معلوم ہوتا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں کی جنبش دیکھتا رہا پھر اس نے بھی اپنے دونوں انگوٹھے ملائے اور انگلیوں کو چیل کے پروں کی شکل میں پھیلا دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں نے اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے گرا دیے لیکن اس کے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں نے رائفلوں کی نالیں سیدھی کر لی تھیں۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنے آدمیوں کو گردن سے اشارہ کر دیا پھر وہ مجھے بازو سے پکڑ کر تھوڑا سا آگے لے آیا۔ دوسرے لوگوں سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر اس نے کہا "کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا میں نے جو نشان تمہیں دکھایا ہے کافی نہیں ہے؟"

"کافی ہے لیکن تم کون ہو اور یہ لڑکی کون ہے؟"

"میرا تعلق اسی تنظیم سے ہے دوست جس کے لیے ہم نے ایک دوسرے سے اپنے کوڈ کا تبادلہ کیا ہے۔"

وہ شخص گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا اور پھر آہستہ سے بولا "اگر یہ بات ہے تو تمہیں میرے ساتھ بنگالہ چلنا ہوگا۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تم سے درخواست ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے مجھے بنگالہ پہنچا دو۔"

"یہ لڑکی بھی ساتھ جائے گی؟" اس نے سوال کیا۔

"یقیناً۔ اس میں بھلا کیا شک ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچا اور ان سے مدھم لہجے میں گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے مجھے اور کورنیل کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا لیکن شاید اب بھی وہ میری طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ لوگ نہایت مستعدی سے ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک لینڈ روور جو دو ٹرکوں کے ساتھ بنگالہ چل پڑی۔ ان کی تعداد خاصی تھی۔ جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی تھی، وہ ہمارے ساتھ ہی تھا۔ لینڈ روور میں داخل ہونے سے پہلے اس نے میری اور کورنیل کی تلاشی بھی لے ڈالی تھی اور میرا پستول اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ میں اس احتیاطی تدابیر سے ناخوش نہیں تھا۔ یقیناً تنظیم کے لوگوں کو اپنے فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے اتنا ہی چوکس ہونا چاہیے تھا۔

بنگالہ تک کا سفر بہت طویل نہیں ثابت ہوا۔ وہ لوگ ایسے مخصوص راستوں سے واقف تھے جو شاید بہت مختصر تھے ہم رات ہی کے بارہ بجے خانہ بدوش و حشیانہ جنگل میں ہی بھٹکتے رہے تھے۔

دوپہر کے وقت ہم بنگالہ میں داخل ہو گئے۔ لینڈ روور ایک عمارت کے سامنے رک گئی تھی جس کے صدر دروازے پر مسلح افراد موجود تھے اندر داخل ہونے کے لیے انھوں نے باقاعدہ اجازت نامے دیکھے۔ ہم لوگوں پر گہری نگاہیں ڈالیں اور اس کے بعد لینڈ روور کو اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔

ہمیں یہاں لانے والا اب بھی مستعدی سے ہمارے ساتھ موجود تھا۔ عمارت کے ایک کمرے میں پہنچ کر اس نے بتایا "بیٹھیے میں آپ دونوں کے بارے میں چیف کو اطلاع دے دوں۔ ممکن ہے چیف اس سلسلے میں آپ سے جلد ہی ملاقات کریں گے۔"

میں نے تحسین آمیز انداز میں گردن ہلا دی اور وہ چلا گیا۔ کورنیل اب تک حیران تھی۔ ویسے اس دوران اس نے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب وہ چلا گیا تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی "تم نے ان لوگوں کو شیشے میں کیسے اتار لیا؟ یہ تو سو فیصد باغی معلوم ہوتے ہیں۔"

"تماشا دیکھتی رہو کورنیل، کیا ہو رہا ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد چند افراد کمرے کے دروازے سے گزر کر اندر آ گئے۔ ان میں وہی شخص نمایاں تھا جو مجھے یہاں لایا تھا۔ پھر اس نے کہا "تم دونوں چیف کے پاس چلو گے یا کوئی ایک؟"

"میرا خیال ہے میری ساتھی لڑکی کو بھی ساتھ لے جایا جائے۔"

کورنیل کا شانہ ایک لمحے کے لیے کھنچا اور پھر بے چین ہو گئی۔ وہ میرے فیصلے پر سر جھکانے کی عادی ہو چکی تھی۔

ایک راہداری سے گزرنے کے بعد مجھے ایک بڑے کمرے میں لایا گیا جس کے درمیان ایک میز بچھی ہوئی تھی اور اس میز کے پیچھے ایک بھاری جسم کا عرب بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے سے وہ ذہین آدمی معلوم ہوتا تھا۔ دو اور افراد بھی اس کے پاس موجود تھے جو کھڑے ہوئے تھے۔ میرے لیے ایک کرسی اس کی میز کے سامنے رکھ دی گئی۔ لانے والے مجھے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔

میں اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا پھر میں نے آہستہ سے کہا "آپ کا تعارف حاصل کر سکتا ہوں مسٹر...؟"

"تم مجھے حسن بن ابراہیم کہہ سکتے ہو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ویسے اس کی تیز نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ "مسٹر... تم نے اپنے دونوں انگوٹھے ملا کر چیل کا نشان بنایا تھا۔ اس نشان کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہ نشان لائن آف کروزل کے محافظوں کے لیے حال ہی میں منتخب کیا گیا ہے اور ایک مخصوص بستی پر کام کرنے والوں کی شناخت کا ذریعہ ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارا تعلق لائن آف کروزل کے تحفظ سے ہے؟"

"ہاں مسٹر حسن۔"

"کون سے گروپ سے تعلق ہے تمہارا اور کس حیثیت کے مالک ہو؟" اس نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"کئی گروپوں سے تعلقات ہیں لیکن کام کرنے والا ایک خادم ہوں۔ کوئی حیثیت نہیں ہے میری۔ میں بس چاہتا ہوں لائن آف کروزل کے تحفظ کے لیے کام کرنے والے اہم افراد میں سے کسی سے فوری طور پر میرا رابطہ قائم کرا دیا جائے۔"

"ان میں سے کسی کا نام بتا سکتے ہو؟"

"غازی ناصر، مسعود ظفر، ہشام تصیری، فرہاد سلامیہ یا ابوحاتم۔ ان میں سے جو بھی قریب تر موجود ہو، اُسے میرے بارے میں اطلاع دے دو۔"

"تمہارا نام کیا بتایا جائے؟"

"تم اُن سے کہہ سکتے ہو کہ علی یار خان تمہارے پاس پہنچا ہے۔"

"کیا... !" اُس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا نام لیا تم نے؟"

"علی یار خان۔"

وہ شخص ساکت رہ گیا تھا۔ چند لمحے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے میز پر کہنیاں رکھ کر تھوڑا سا آگے جھکا اور میرے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھے چاہیے کہ میں اپنے تمام آدمیوں کو یہاں بلا کر گولی مار دوں۔ انھیں سب سے پہلے آپ کا نام تو پوچھنا چاہیے تھا۔"

"نہیں حسن، میں ان کی کارکردگی سے خوش ہوں۔ انھوں نے میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی اور وہی کیا جو انھیں کرنا چاہیے تھا۔"

"پھر بھی کم از کم انھیں آپ کا نام تو معلوم کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال میں آپ کا مداح ہوں اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔" اس نے دونوں ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیے۔

صورت حال بالکل بدل گئی تھی۔ میں نے اس سے پُرتپاک مصافحہ کیا اور پھر آہستہ سے بولا "اگر آپ چاہیں تو میں اپنے چہرے سے یہ میک اپ اتار دوں۔"

"ارے نہیں۔" حسن نے ایک بار پھر میرے قریب پہنچ کر میری پیشانی کو بوسہ دیا اور کہنے لگا "میں اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا علی یار خان صاحب! آپ ہمارے لیے کس حد تک قابل احترام ہیں، میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ آپ بتائیے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

حسن بن ابراہیم کے چہرے کی تمام کرختگی دور ہو گئی تھی اور وہ میرے سامنے بچھا جا رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں حسن کہ جن افراد کا میں نے نام لیا ہے اُن میں سے کسی سے میری ملاقات جلد از جلد کرا دی جائے۔"

"میں ابھی اپنا آدمی بھیجتا ہوں۔ ابوحاتم یہاں موجود ہیں، اُن سے ملاقات مناسب ہوگی؟"

"بالکل، فوراً ابوحاتم کو یہاں بلا لیں۔"

"لیکن آپ یہاں نہ ٹھہریں، آئیے میں آپ کو آرام گاہ دکھا دیتا ہوں۔ گو وہ آپ کے قابل تو نہیں ہوگی مسٹر علی لیکن براہ کرم آپ اُسے قبول کیجیے گا۔" حسن نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اب سارا کھیل میرے قابو میں تھا۔ جس عمارت میں مجھے پہنچایا گیا وہ اس عمارت سے چند گز کے فاصلے پر تھی لیکن خاصی بہتر تھی۔

ایک آرام دہ کمرے میں مجھے پہنچا کر حسن بن ابراہیم نے کہا "کوئی ضرورت ہو تو میں نے ایک خادم دروازے پر چھوڑ دیا ہے، آپ اُسے بتا دیں۔"

"میرے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے حسن، اُسے بھی یہیں بھیج دیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر، ابھی تھوڑی دیر میں وہ آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔" حسن نے کہا اور چلا گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کورنیل میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر بدستور تجسس تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور کورنیل بھی مسکراتی ہوئی مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کا سبب اس سے پوچھا تو وہ آہستہ سے بولی "کوئی خاص بات نہیں، بس تمہاری شخصیت پر غور کر کے ہنس رہی تھی۔ تم حالات کو کس طرح قابو میں کر لیتے ہو، یہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کوئی خاص بات نہیں کورنیل، اگر نیتیں ہموار اور مقاصد نیک ہوں تو کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی، خود بخود راستے بنتے چلے جاتے ہیں اور انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ تم اپنی مثال لے لو۔ تمہارا تعلق میرے مخالفین سے تھا لیکن تم میری مدد پر آمادہ ہو گئیں۔ اب بتاؤ تم نے میرے لیے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیا تھا؟"

"اس لیے کہ میں پاگل ہوں۔" کورنیل نے جواب دیا۔

"تو پھر... ممکن ہے یہ لوگ بھی پاگل ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور کورنیل بے اختیار ہنس پڑی۔

میں دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہنستی رہی پھر بولی "نہیں، یہ میری طرح کے پاگل نہیں ہو سکتے۔"

کورنیل کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہی خادم

اندر آ گیا۔ اس نے ایک ٹرے ہمارے سامنے رکھ دی۔ ٹرے میں خشک میوے اور کافی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ یہ سامان سرو کر کے وہ چلا گیا۔ کورنیل کو میں نے اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور کافی کی ایک پیالی بنا کر میرے سامنے رکھ دی پھر دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گئی۔

ہم میوہ اور کافی سے شغل کرتے رہے۔ باقی وقت ہم نے باتیں کر کے گزارا پھر رات ہو گئی۔ ہمیں کمرے ہی میں کھانا دیا گیا پھر ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے کورنیل کی طرف دیکھا، وہ بھی جاگ رہی تھی۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ "کورنیل! کیا بات ہے، تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"آپ بھی تو نہیں سوئے ہیں۔" وہ بولی۔

"تم میری فکر نہ کرو، جب نیند آ جائے گی، سو جاؤں گا۔"

"نیند تو مجھے بھی نہیں آ رہی، ورنہ اب تک سو گئی ہوتی۔"

"ہوں، تو یہ بات ہے۔ چلو ٹھیک ہے جب تک نیند نہیں آتی ہم باتیں کر لیا کریں گے۔ ویسے بھی میں تم سے کھل کر کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

"ضرور مسٹر وستونیا، ضرور۔ میں منتظر ہوں۔" وہ بے تابی سے بولی۔

"کورنیل! میں تمہارا احسان مند ہوں۔ تم نے جس طرح اور جن حالات میں مجھ پر بھروسا کیا، اس کے بعد یہ ممکن نہیں کہ میں تمہیں کسی مرحلے پر بھی بے سہارا چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں۔ حالانکہ میری زندگی جس انداز میں گزر رہی ہے اور جو جنگ سے میرے ساتھ سفر کرتے ہیں، ان کے پیش نظر یہ بھی ممکن نہیں کہ میں تمہیں مستقل طور پر اپنے ساتھ رکھوں۔ بہت دیر سے میں اسی حوالے سے تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمہارے لیے کیا کروں۔ کورنیل، تم مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

کورنیل خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ وہ اپنے طور پر کچھ فیصلے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ظاہر ہے احمق نہیں تھی اور میرے ان الفاظ کا مطلب سمجھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ کسی احسان کے بدلے میں بہت سے احسان تو کیے جا سکتے ہیں لیکن زندگی بھر کا ساتھ کون نبھاتا ہے جب تک کہ دلوں کے درمیان وہ تعلق نہ ہو جو زندگی بھر ساتھ رہنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اور میں نے اسے ابھی تک اس قسم کا کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔ سمجھدار لڑکی تھی، چند ہی لمحات میں

اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں سمجھ رہی ہوں مسٹر وستونیا تمہاری بات کو اور میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ اپنی اس چھوٹی سی مدد کے صلے میں تم سے میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ اب رہی میرے مستقبل کی بات تو اس سلسلے میں بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میرا ماضی ہی کیا تھا جو مستقبل کے بارے میں زیادہ سوچا جائے۔ پہلے بھی ایک خادمہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہوں، آئندہ بھی کسی نہ کسی صورت باقی زندگی گزر ہی جائے گی۔ تم ایسا کرو مسٹر وستونیا کہ مجھے اسپین بھجوا دو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو دنیا کے کسی بھی ملک میں بھجوا دو۔ بس مجھے اتنی ہی مدد کی ضرورت ہے کہ میں محنت مزدوری کر کے اپنی گزر اوقات کر سکوں، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتی۔"

اس کے لہجے میں کوئی لرزش نہیں تھی۔ بہت ہی صاف الفاظ میں نہایت اعتماد کے ساتھ اس نے اپنا مدعا بیان کیا تھا مگر اس کی باتیں سن کر میں اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس کرنے لگا تھا۔ کورنیل اب میری نظر میں کوئی معمولی لڑکی نہیں رہی تھی اور میں اسے بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میرے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ اس کے لیے مستقل طور پر زندگی گزارنے کا معقول انتظام کروں۔ اسے تنہا چھوڑنے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ میرے دشمنوں کے انتقام کا شکار ہو جائے۔

میں نے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد ایک فیصلہ کر لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "تب تمہیں امریکا جانا پڑے گا کورنیل۔"

"امریکا!" کورنیل نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں، کیوں؟"

"نہیں، میرا مطلب ہے وہاں کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ وہاں ایک ایسی شخصیت موجود ہے جس کا مجھ سے گہرا تعلق ہے۔ میں تمہیں اسی کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، تمہیں اس کے پاس جا کر خوشی ہو گی۔"

"کون ہے وہ؟"

"یہ تمہیں اس سے مل کر ہی پتا چلے گا۔"

"تمہاری کوئی اپنی محبوب شخصیت ہے؟" کورنیل نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"تو پھر مجھے اس کی خدمت گزاری کے لیے بھیج رہے ہو۔ کیا وہ مجھے قبول کرے گی؟"

"بالکل، کیوں نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ یقیناً تمہاری بیوی ہو گی۔"

پھر اپنے مسکراتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"تمہیں میرے بارے میں کچھ بتایا ہے اس نے۔ میں کب سے جانتی ہوں تمہیں۔" میں نے کہا۔ "اور کسے یہ اطمینان دلا دینا کہ میں ٹھیک ہوں اور اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف ہوں۔"

وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اچھا ایک سوال کروں۔"

"ہاں ضرور۔"

"تمہارا مشن کیا ہے؟"

"کورنیل، یوں سمجھ لو کہ جن لوگوں کے ساتھ تم تھیں، میں ان کے مخالف گروپ میں ہوں۔"

"وہ تو میں جانتی ہوں لیکن یہاں میرا مطلب ہے۔۔۔"

"ہاں، میں عرب مفادات کا حامی ہوں اور انہی کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔" کورنیل نے ایک لمبی سانس لے کر کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

میں دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر میں نے پوچھا۔ "تمہیں امریکا جانے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں، اگر تم میرے لیے یہ مناسب سمجھتے ہو تو مجھے امریکا بھجوا دو۔ درحقیقت میں دوسروں پر ہی بھروسا کرتی آئی ہوں، اپنی زندگی میں خود آگے بڑھ کر کچھ نہیں کیا۔"

"تو بس مطمئن ہو جاؤ۔ میں تمہیں امریکا بھجوانے کی تیاریاں کیے دیتا ہوں۔"

رات کافی گزر چکی تھی۔ اب مجھے بھی نیند آ رہی تھی چنانچہ میں نے بمشکل تمام کورنیل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بستر پر آرام کرے اور خود ایک اور جگہ منتخب کر کے لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

دوسری صبح خوب سورج نکل آیا تھا جب میں جاگا۔ بستر کی طرف دیکھا تو کورنیل بستر پر موجود نہیں تھی۔ میں اٹھا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ جس خادم کو حسن نے میرے لیے مخصوص کیا تھا وہ باہر موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گیا۔

"غسل کر لیں جناب، ناشتا تیار ہے۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"کیا ابوحاتم نہیں آئے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ تقریباً ایک گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کی خاتون انہی کے پاس موجود ہیں۔" خادم نے جواب دیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اس کے ساتھ اس

کمرے میں پہنچ گیا جہاں ابوحاتم بیٹھا ہوا تھا۔ کورنیل اس کے نزدیک ہی موجود تھی۔

ابوحاتم نے کھڑے ہو کر میرا خیر مقدم کیا اور مجھ سے گلے ملتے ہوئے بولا۔ "علی! گو آپ سے جدا ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا لیکن آپ کی یاد ہمیں مضطرب کرتی رہی۔"

کورنیل نے چونک کر ابوحاتم کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگی۔ غالباً میرے بدلے ہوئے نام پر اسے حیرت ہوئی تھی۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابوحاتم! کیا کورنیل سے تعارف ہو چکا ہے؟"

"ہاں، محترمہ سے میں نے آپ کے بارے میں بہت سے سوالات کیے لیکن آپ کی نہایت قابل اعتماد ساتھی معلوم ہوتی ہیں۔ کیا یہ بول نہیں سکتیں؟"

"بول سکتی ہیں لیکن ہر جگہ نہیں۔"

ابوحاتم ہنسنے لگا، پھر وہ کورنیل سے مخاطب ہو کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو مجھ پر اعتماد ہو گیا ہو گا کہ میں علی کے ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔"

کورنیل نے میری طرف دیکھا اور میں ہنس کر بولا۔ "کورنیل مجھے علی کے نام سے نہیں جانتی ابوحاتم، میرا نام وستونیا ہے۔"

"نہیں، اب میں آپ کو علی کے نام سے جانتی ہوں مسٹر وستونیا۔" کورنیل نے کہا۔

ابوحاتم معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "شرمندہ ہوں، مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے ابوحاتم، کورنیل کو مجھے یہ سب کچھ بتانا ہی تھا۔ خیر چھوڑو اس مسئلے کو، میں تم سے کچھ اہم موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں لیکن بہتر ہے اس سے قبل ہم لوگ ناشتا کر لیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، میں نے تو صبح سے اب تک چائے بھی نہیں پی۔" ابوحاتم نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اسی کمرے میں ناشتا شروع کروا دیا گیا۔

ناشتے کے بعد کورنیل اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور کہنے لگی۔ "میں کمرے میں جا رہی ہوں علی، آپ اپنے دوست سے گفتگو کیجیے۔" اس کے علی کہنے پر مجھے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی اور کورنیل باہر نکل گئی۔

"علی، میری جلد بازی نے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا آپ کو؟" ابوحاتم نے پوچھا۔

"نہیں ابوحاتم، کورنیل میری مددگار ہے۔ ایک ایسی لڑکی جس نے میرے لیے اپنے زندگی بھر کے ساتھیوں کا ساتھ

چھوڑ دیا۔"

"آپ کے لیے تو لوگ دنیا چھوڑ سکتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "مجھے تو آپ کے میک اَپ پر حیرت ہے غالباً کوئی اسپیشلسٹ بھی آپ کو دیکھ کر نظر انداز نہیں کر سکے گا۔"

"بہرحال! کوزنیل کے بارے میں، میں تم سے پھر گفتگو کروں گا۔ یہ اچھی بات ہے ابوحاتم کہ تم جنگانہ میں موجود ہو۔ ویسے یہاں کس سلسلے میں آنا ہوا؟"

"کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا، بس کچھ چھوٹے موٹے کام تھے جن کی وجہ سے میں یہاں آ گیا۔ یہاں سے مجھے تیرو جانا تھا۔"

"ٹھیک ٹھیک۔ تو ابوحاتم! ابھی تم تیرو جا نہیں جا سکو گے۔ میں تمہیں ایک اہم راز سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور، آپ کی طلبی پر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ آپ نے یقیناً کچھ کام کرنا ہے۔"

"ہاں، میرا خیال ہے کہ اگر ہم سے چند روز کی غفلت ہو جاتی تو جنگانہ کی اسلحہ فیکٹری کو کسی بھی قیمت پر بچایا نہیں جا سکتا تھا۔"

میری بات سن کر ابوحاتم کے چہرے پر شدید سنسنی پھیل گئی۔ وہ ساکت نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔

"لائن آف کنٹرول کی تمام فیکٹریوں کے سلسلے میں میرا خیال ہے ابوحاتم کہ ابھی ان کے تحفظ کا وہ معقول بندوبست نہیں ہو سکا جو ہونا چاہیے۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ تمام فیکٹریاں خطرے میں ہیں اور ان کے خلاف کام ہو رہا ہے۔"

"مجھے اس سلسلے میں تفصیل بتائیے مسٹر علی۔" ابوحاتم نے کہا۔ تشویش کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئے تھے۔

"تفصیل بہت طویل ہے، فی الحال مجھے اس بات کا جواب دو کہ جنگانہ میں محافظوں کی کتنی تعداد موجود ہے؟"

"کافی ہے اور ضرورت پڑنے پر دوسری جگہ سے بھی مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔"

"یہاں سیکیورٹی کا نظام کون سنبھالے ہوئے ہے؟"

"طارق فہدی۔ اگر تم چاہو تو ہم اُن سے ابھی ملاقات کر کے تمام صورت حال اُن کے گوش گزار کر دیتے ہیں۔"

"جنگانہ میں طارق فہدی کے علاوہ اور کون سی شخصیت ایسی ہے جو جنگانہ فیکٹری کو مکمل طور پر کنٹرول کرتی ہو۔"

"مختلف ذمے داریاں تقسیم ہیں لیکن سیکیورٹی کا پورا نظام طارق فہدی ہی کے سپرد ہے۔"

"تو پھر میں تمہیں مختصراً بتا دیتا ہوں ابوحاتم۔ اس کی روشنی میں اب تم جس طرح بھی مناسب سمجھو کارروائی کرو۔"

"ہاں، میں منتظر ہوں۔"

میں نے ابوحاتم کو عدیل کواری کے بارے میں تمام معلومات فراہم کر دیں۔ مختصراً یہ بھی بتا دیا کہ میں کس طرح اُن لوگوں تک پہنچا اور اس کے بعد اس عمارت اور تہ خانے کا تذکرہ بھی کیا اور اس سرنگ کے بارے میں بھی ابوحاتم کو بتایا جس میں ڈائنا مائٹ کا بڑا ذخیرہ موجود تھا جو لائن آف کنٹرول کی اس فیکٹری کو بخوبی تباہ کر سکتا تھا۔

ابوحاتم کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ کس قدر متحیر اور متجسس ہے۔ میرے خاموش ہو جانے کے بعد وہ دیر تک خاموش اور ساکت بیٹھا رہا پھر اچانک پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بولا۔ "آئیے ہم فوراً طارق فہدی سے ملیں۔"

میں تیار ہو گیا۔ کوزنیل کو اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی اطلاع نہیں دی جا سکتی تھی چنانچہ ہم دونوں چل پڑے۔

طارق فہدی ایک پُروقار شخصیت کا مالک انسان تھا۔ ابوحاتم کے ساتھ مجھ سے مل کر اس نے مسرت کا اظہار کیا اور پھر ابوحاتم کے متجسس چہرے کو دیکھ کر بولا۔ "کوئی خاص اطلاع لے کر آئے ہیں آپ ابوحاتم؟ آپ کے چہرے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔"

"ہاں، طارق فہدی۔ میں اپنے دوست کا تعارف تم سے کن الفاظ میں کراؤں، بس یوں سمجھ لو کہ لائن آف کنٹرول کے لیے نئے نظام کی جو بنیاد ڈالی گئی ہے وہ ان ہی کا دماغی کا نتیجہ ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہ علی یزدحاق ہیں۔" طارق فہدی نے کہا اور ابوحاتم مسکرا دیا۔

"تم نے درست اندازہ لگایا میرے دوست۔ اب ایک اطلاع اور ہے تمہارے لیے اور وہ یہ کہ تمہارا سیکیورٹی کا نظام یہاں بالکل ناکارہ ثابت ہوا ہے۔"

"اوہ۔ میری بدقسمتی ہے یہ... لیکن کیسے؟"

جواب میں میری سنائی ہوئی کہانی ابوحاتم نے مختصراً طارق فہدی کو سنا دی۔

طارق کی کیفیت بھی ابوحاتم سے مختلف نہیں ہوئی تھی، وہ دیر تک سناٹے میں رہا پھر اس نے جھکے سے لہجے میں کہا۔ "تب تو واقعی مجھے اپنے اس عہدے سے مستعفی ہو جانا چاہیے۔ میں بالکل نااہل ثابت ہوا ہوں۔"

"میرے بھائی! عہدے سے بعد میں مستعفی ہونا پہلے اُن لوگوں کے لیے کوئی مناسب کارروائی کرو۔"

"یقیناً مسٹر علی! مجھے اس سلسلے میں مکمل تفصیل بتائیے اور اُن لوگوں کے بارے میں بھی جن سے آپ روشناس ہو چکے ہیں۔"

میں نے عمارت کے بارے میں تفصیلات اُسے فراہم کر دیں۔ فریجی، ٹیوڈو، مارڈو، ایلبٹ وغیرہ کی نشاندہی بھی میں نے کر دی اور اس ٹرک کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیں جس میں مجھے چھپا کر یہاں لایا گیا تھا۔

طارق فہدی ضروری پوائنٹ نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ "یہ میری رہائش گاہ ہے۔ یہاں ہم تو افراد رہتے ہیں۔ جن میں مجھے اپنی ایک بیوی، ایک بیٹی اور دو بیٹوں پر مکمل اعتماد ہے۔ اس کے علاوہ یہاں جو شخص بھی موجود ہے، اُسے فوری طور پر اس عمارت سے نکال کر اس علاقے میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں ہم اُن کی چھان بین کر سکیں گے، چنانچہ مسٹر علی آپ اور مسٹر حاتم آپ! اپنے اُن چند قابلِ اعتماد لوگوں کے علاوہ اس عمارت میں تشریف لے آئیے جن کے بارے میں آپ کو پورا یقین ہو کہ وہ غلط نہیں ہو سکتے کیونکہ کل دن کی روشنی میں جو بھی کچھ ہو گا وہ کافی سخت ہو گا اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی شکایت کا موقع دوں۔"

ابوحاتم نے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "یہ بات ٹھیک ہے علی۔"

"تو پھر میں یہیں رُک جاتا ہوں ابوحاتم۔ تم صرف کوزنیل کو یہاں پہنچا دو اور باقی تمام ذمے داریاں تمہاری ہیں۔"

اس گفتگو کے بعد طارق فہدی ضروری انتظامات کے سلسلے میں وہاں سے چلا گیا۔

میں نے ہنستے ہوئے ابوحاتم سے کہا۔ "اگر یہ شخص خود ہی غلط آدمی ہو تو اس طرح تو اُن لوگوں کو نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔"

ابوحاتم میرے اس تبصرے پر بُری طرح چونک پڑا تھا مگر ابھی مجھے یہ بات کہے ہوئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ طارق فہدی، ایک جوان العمر عورت، ایک چودہ پندرہ سالہ لڑکی اور دو چھوٹے لڑکوں کے ساتھ اندر آ گیا جو بہت خوبصورت تھے۔ طارق کے ہاتھ میں ایمونیا کی بوتل موجود تھی جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے ابوحاتم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابوحاتم میرا نام طارق فہدی ہے۔ یہ میری بیوی زبیدہ اور یہ میری بیٹی آسیہ ہے اور یہ میرے دونوں بچے نوماں فہدی اور آصف فہدی ہیں۔ چلیے، سب سے پہلے ہم لوگوں کی شناخت کر لو۔ مجھے اب

کسی نیا عقیدہ نہیں رہا ہے، اور تمہیں بھی نہیں ہونا چاہیے۔"

ابو حاتم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "طارق فہدی! میں آپ کے چہرے کا جائزہ ضرور لوں گا۔"

اس نے ایمونیا کی بوتل سے سالقن کی پھواریں طارق کے چہرے پر ماریں اور یہی عمل اس کی بیوی کے ساتھ دہرایا۔ بیٹی اور بچوں کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ چونکہ وہ تو تیز اور معصوم تھے۔ طارق فہدی نے اس دوران اپنے اور اپنی بیوی کے کاغذات نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیے اور ہم سے ان کی تصدیق چاہی۔ ابو حاتم نے ان کاغذات کا اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ اس کے بعد ابو حاتم نے طارق فہدی کا چہرہ تولیا سے اچھی طرح صاف کیا اور یہی تولیا اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی بیوی کے چہرے کو بھی اس سے صاف کر کے دیکھ لے۔ ان لوگوں کے چہرے کسی بھی قسم کے میک اپ وغیرہ سے پاک تھے۔

ابو حاتم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تم پر اعتماد ہے طارق فہدی۔"

"پھر مجھے اجازت دیں۔ میری بیوی اور بچے حفاظت کے طور پر آپ کے پاس رہیں گے۔ حالات ہی ایسے ہیں، میں کیا کروں۔" طارق فہدی کچھ زیادہ ہی بددل نظر آتا تھا۔ اس کے بعد وہ کیا کچھ کرتا رہا، مجھے نہیں معلوم۔

تھوڑی دیر کے بعد ابو حاتم کے پانچ ساتھی اور کورتیل اس عمارت میں آ گئے اور اس کے بعد اس عمارت کے گرد پہرا لگا دیا گیا۔

دوسرے دن کے حالات جلدی معلوم نہیں ہو سکے تھے۔ دوپہر کے ایک بجے تک طارق فہدی واپس نہیں آیا لیکن ایک بج کر چالیس منٹ کے قریب وہ واپس آ گیا۔ اس نے مجھ سے اور ابو حاتم سے سرگوشی میں کہا۔ "آپ لوگ بھی ان کا جائزہ لے لیں جنھیں ہم نے گرفتار کیا ہے۔ اور ہاں میں نے لائن آف کورزل کی تمام آبادیوں کو بھی اس واردات کی اطلاع بھیج دی ہے، ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ فوری طور پر اپنا کام بند کر کے اپنی آبادیوں میں موجود ایک ایک فرد کے بارے میں چھان بین کر لیں۔"

"یہ آپ نے بہت اچھا کیا طارق! یہ کام ہمیں اس کے بعد کرنا تھا۔"

پھر ہم طارق فہدی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ میں اور ابو حاتم ایک جیپ میں بیٹھ کر اس احاطے میں پہنچ گئے جو بہت وسیع و عریض تھا اور جس کے چاروں طرف سیکیورٹی کے بہت سے افراد نے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ ان افریقیوں کو بھی نہیں چھوڑا گیا تھا جو فیکٹری میں معمولی نوعیت کے مختلف کام انجام دیتے تھے۔ سب سہمی ہوئی نگاہوں سے سیکیورٹی والوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں اس کمپنی کے تمام افراد موجود تھے جو سپلائی کرتی تھی۔ اس کے علاوہ ذہنی تربیتی کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا جو بھی تھا اور دوسرے بہت سے افراد جن کے بارے میں اب تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ عدیل کلاری وغیرہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ طارق فہدی نے اس سلسلے میں اپنی کارگزاری سناتے ہوئے کہا کہ چند افراد کو گرفتار کر کے ان پر تشدد کیا گیا تو انھوں نے اپنے ایک ساتھی کی نشاندہی کر دی ہے۔ اس عمارت کو قبضے میں لے لیا گیا ہے اور وہاں سے وہ بکس نکال دیے گئے ہیں۔ اسلحہ فیکٹری میں کام بند کر دیا گیا ہے اور ہر شخص کو یہاں احاطے میں طلب کر لیا گیا ہے۔ اب جنگانہ کے اطراف میں تقریباً کوئی ایسا فرد نہیں ہے جو اس وقت یہاں محصور نہ ہو۔

طارق فہدی نے یہ بھی بتایا کہ چند افراد یہاں سے بچ نکلے ہیں جن میں لائن آف کورزل کے کنٹرولر اور دوسرے ارکان شامل ہیں۔

یہ تمام کارروائی جاری رہی۔ پانچ دن تک صرف جنگانہ بلکہ لائن آف کورزل کی تمام فیکٹریوں میں ایک ایک شخص کی چیکنگ کا کام ہوتا رہا۔ دوسرے دن وہ تمام لوگ پہنچ گئے تھے جو سیکیورٹی سے متعلق تھے۔ میری درخواست پہلے ہی ان ہنگاموں سے دور رکھا گیا تھا۔ بس مجھے تمام معلومات فراہم کر دی گئی تھیں اور اب وہ لوگ اپنے طور پر کام کر رہے تھے چنانچہ وہ مزید فیکٹریوں کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہاں بھی ایسی سرنگیں موجود تھیں جو فیکٹری کو تباہ کرنے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ یہ سارے ہنگامے بڑے زور شور سے جاری تھے۔ اور اس سلسلے میں بار بار میرا نام لیا جا رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا کہ میرا نام لائن آف کورزل کے حوالے سے مشہور ہو۔ اب میرے سب سے پیارے دوست اولیو باوروڈ کا اس طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں لائن آف کورزل کے لیے کام کر رہا ہوں، وہ یقیناً بے چین ہو جائے گا اور اس طرف دوڑا چلا آئے گا۔ اس طرح میری توجہ دو محاذوں پر بٹ سکتی تھی اور میں یکسوئی سے اسٹیفن براکوڈا کو تلاش نہیں کر پاتا۔

مسعود طلحہ، غازی ناصر اور ہشام تصیری بھی جنگانہ آ گئے تھے۔ فاخرہ یعقوبی بھی پہنچ گئی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی لیکن ابھی تفصیلی گفتگو کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ سب کے سب اس نئی صورت حالات سے نمٹنے میں مصروف تھے۔

پانچ دن کے بعد تقریباً تمام کام ختم ہو گیا۔ جنگانہ فیکٹری میں چھٹے دن سے دوبارہ کام شروع ہو گیا تھا لیکن بہت سے لوگوں کی کمی ہو گئی تھی جو اس فیکٹری میں اہم عہدوں پر موجود تھے۔ ان کی جگہ نئے لوگوں کو لایا گیا تھا۔ یہ تمام عہدے دار جنھیں ان کی جگہ سے معزول کر کے گرفتار کر لیا گیا تھا، دشمنوں کے آلۂ کار ثابت ہوئے تھے۔ ساتویں دن تقریباً سب ہی فارغ ہو گئے۔ جبار زاد اور تیرو ڈا سے آنے والے واپس چلے گئے۔

اسی رات جنگانہ کی ایک خوب صورت عمارت میں مہمانوں کے کھانے پر مدعو کیا گیا اور میں کورتیل کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک بڑے سے ہال میں گنے چنے افراد موجود تھے جن میں میرے تمام شناسا طارق فہدی اور ابو حاتم وغیرہ بھی۔

فاخرہ یعقوبی نے پرجوش انداز میں میرا استقبال کیا اور پھر میرے حوالے سے ایک تعارفی تقریر بھی کر ڈالی۔ تقریر کے بعد اس نے تمام حاضرین اور لائن آف کورزل کے اہم عہدے داروں کی جانب سے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "لائن آف کورزل کے کنٹرولر آپ سے ملنا چاہتے تھے علی! لیکن ہم نے سوچا کہ ہماری ناکامیوں پر سرزنش ہمیں آپ کے سامنے نہ کی جائے چنانچہ ہم نے آپ کو ان سے دور رکھا۔ اب آپ ہمیں بتائیں کہ آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہو گا اور ہمارے لیے آپ کے احکامات کیا ہیں؟"

فاخرہ کے بیٹھ جانے پر میں نے کہا۔ "یہاں مجھے جو عزت مل رہی ہے اور جس انداز میں میری تعریف کی گئی ہے، میں خود کو اس کے لائق نہیں پاتا۔ البتہ آپ سب کی محبت اور بے پایاں خلوص نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں یہی کہوں گا کہ میرا مشن ہی یہاں اسٹیفن براکوڈا کی تلاش ہے۔ میں جب تک اس کو کیفرِ کردار کو نہیں پہنچا دوں گا، چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس موقع پر میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی؟"

"ان سب کو تیرو ڈا پہنچا دیا گیا ہے اور وہاں انھیں قید کر دیا گیا ہے۔ کنٹرولر اس سلسلے میں تمام ممالک سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہیں، اور وہاں سے ان کے لیے ہدایات کا انتظار کیا جا رہا ہے۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

"گو میں پہلے ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ ان کے لیے مناسب ہی فیصلہ کیا جائے گا۔ البتہ آپ لوگوں نے میری پبلسٹی کر کے اولیو باوروڈ کو صحرائے اعظم کا سفر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یقیناً وہ یہاں پہنچے گا۔ میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوں لیکن یہ سمجھتی کہ اب مجھے دو طاغوتی قوتوں سے مقابلہ کرنا ہو گا یعنی اسٹیفن براکوڈا اور اولیو باوروڈ۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں مجھے کچھ نئے پروگرام ترتیب دینے ہوں گے جن کے لیے میں کم از کم پندرہ دن کا وقت ضرور لوں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں، ہم میں سے ہر شخص آپ سے ہر وقت تعاون کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہم اندازہ لگا چکے ہیں علی کہ آپ کی رہنمائی کے بغیر ہمارے لیے کچھ کرنا ممکن نہیں ہے چنانچہ میں تجویز پیش کرتی ہوں کہ اس بار آپ اپنے لیے کوئی الگ پروگرام ترتیب نہ دیں بلکہ ہم سب کو بھی اپنے ساتھ رکھتے ہوئے منصوبے کے کام کا آغاز کریں۔ ہم آپ کی ماتحتی میں کام کرتے ہوئے خوشی محسوس کریں گے۔"

"اس موضوع پر ہم دوسری میٹنگ میں گفتگو کریں گے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً یقیناً۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اب کھانے کی طرف توجہ دی جائے۔" غازی ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور تمام افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔

ہم سب کھانے کی میز پر جا بیٹھے۔ کھانے کے دوران بھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ کورتیل بے چاری اس محفل میں احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے لیے بھی اسی وقت گفتگو کر لینا مناسب سمجھا۔

اس مقصد کے لیے میں نے مسعود طلحہ کا انتخاب کیا تھا چنانچہ کھانے کے اختتام پر جبکہ تمام لوگ اپنے اپنے طور پر گفتگو میں مصروف تھے، میں نے مسعود طلحہ کو اشارے سے اپنے قریب بلا لیا۔

"مجھے تم سے ذاتی طور پر کچھ کام ہے مسعود طلحہ۔"

"میری خوش نصیبی ہے علی، کہیے؟" مسعود طلحہ بولا۔

"یہ لڑکی جو میرے ساتھ موجود ہے اس کے بارے میں تقریباً سب کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میں اسے امریکا بھجوانا چاہتا ہوں۔"

"مطمئن رہیے بہ آسانی یہ کام ہو جائے گا۔"

"نہیں مسعود، جتنا آسان تم سمجھ رہے ہو یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ جن لوگوں کو تم نے گرفتار کر لیا ہے صرف وہی یہاں مصروفِ کار تھے۔ نہ معلوم ابھی ان کے کتنے ساتھی کہاں کہاں موجود ہیں۔ وہ اس لڑکی کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔

سمجھ لو کہ یہ میری امانت ہے جس کی حفاظت تم لوگوں کو کرنی ہے۔"

"پورے اعتماد کے ساتھ آپ یہ ذمے داری ہمارے سپرد کر دیجیے۔ مسٹر کورنیل کو امریکا پہنچا دیا جائے گا۔ اور اس کے لیے میں براہ راست کنٹرولر سے بات کروں گا۔ عجب نہیں آپ چاہیں، انھیں تیرو وڈا بھجوا دیں۔ بس یہ ذمے داری مسعود طلحہ کی ہے کہ وہ آپ کو ان کے بخیریت امریکا پہنچ جانے کی اطلاع دے۔"

"اس کے ساتھ مجھے کچھ پیغامات بھی بھجوانے ہیں۔ تہذیب مالکم ایکس کے لیے جو نا چیز سمجھ لو کہ اس کا حفاظت کے ساتھ رازداری سے امریکا پہنچنا ضروری ہے۔"

"میں کل ہی اس سلسلے میں اقدام کرنے کے بعد آپ کو اطلاع بھیج دوں گا۔" مسعود طلحہ نے کہا اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

دیر تک محفل جاری رہی پھر مجھے اور کورنیل کو رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا۔

رات گزر گئی اور دوسری صبح آگئی۔ اب چونکہ ابتدائی کام ہو چکے تھے صرف سیکورٹی کے افراد مصروف تھے اور بنگلہ دیش میں خاصی ہنگامہ خیز سرگرمیاں جاری تھیں۔ فیکٹریوں کے چپے چپے کو چھانا جا رہا تھا اور ہر اس شخص کا اچھی طرح جائزہ لیا جا رہا تھا جو کسی طرح بھی شبہے کی زد میں آ سکتا تھا۔ یہ لوگ کافی محتاط ہو گئے تھے۔ مجھے ان [illegible] کارروائیوں کی اطلاعات ناصرہ یعقوبی اور مسعود طلحہ وغیرہ سے ملتی رہتی تھیں۔ کورنیل کے بارے میں مسعود طلحہ نے مجھے ابھی تک کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی لیکن میں نے اسے دوبارہ یاد دہانی کرانا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔

تقریباً چار یا پانچ روز اسی طرح گزر گئے اس کے بعد ایک شام مسعود طلحہ چند لوگوں کے ساتھ میرے پاس پہنچا اس نے [illegible] ہیں اور میرے لیے کنٹرولر کا ایک پیغام لائے ہیں۔

آنے والوں میں سے ایک نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "محترم! لائن آف کروزل کے کنٹرولر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا سا وقت ان کے لیے نکال لیں، یہ انتہائی ضروری ہے۔"

"آپ کے ساتھ ہم لوگوں کو بھی تیرو وڈا پہنچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کب جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جب آپ آمادہ ہو جائیں۔" آنے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"میں تیار ہوں، آپ کل صبح روانگی کا بندوبست کر لیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن صبح کو ایک لینڈ روور مجھے اور کورنیل کو لے کر چل پڑی۔ ہمیں بنگلہ دیش کے مشرقی حصے میں لے جایا گیا جہاں ایک ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا۔ ہیلی پیڈ پر جدید ساخت کے تین بڑے ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے جن کے گرد بے شمار افراد پہرا دے رہے تھے۔ تمام لوگ ہیلی کاپٹروں پر سوار ہو گئے اور ہم تیرو وڈا چل پڑے۔ کورنیل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

ہیلی کاپٹر تیرو وڈا پہنچ گئے اور افریقہ کے اس حیرت انگیز شہر میں ہمارا استقبال لائن آف کروزل کے کنٹرولر نے کیا۔ انھوں نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور اپنے ساتھ کھڑے ہوئے افراد کا تعارف کرائے۔ پھر مجھے کنٹرولر کی خصوصی رہائش گاہ پہ لے جایا گیا۔ یہاں کچھ گھنٹے آرام کرنے کے بعد مجھے میٹنگ روم میں طلب کر لیا گیا۔

ایک لمبی چوڑی میز پر بے شمار افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں میرے شناسا بھی موجود تھے یعنی غازی ناصر، فرہاد سلامہ وغیرہ اور لائن آف کروزل کے لیے کام کرنے والے وہ تمام لوگ جو نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔

کنٹرولر نے میٹنگ کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ علی یار خان پاکستان کا وہ نوجوان [illegible] محبت اور اخوت کی بنیادوں پر اپنی زندگی عربوں کے مفاد کے لیے وقف کر دی ہے۔ کنٹرولر نے میرے بارے میں حاصل شدہ معلومات کے تحت اپنی تقریر میں کہا۔ "پاکستان ہمارا برادر ملک ہے اور آج بھی ہماری تاریخ میں وہ تمام واقعات بدلی ہوئی شکلوں میں موجود ہیں جو مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہے ہیں۔ کہیں بھی کسی بھی جگہ مذہب اسلام سے وابستہ لوگ ایک دوسرے کی تکلیف سے ناآشنا نہیں رہتے اور ..... ایک دوسرے کے دکھ درد کا اسی طرح احساس رکھتے ہیں جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کے لیے رکھتا ہے۔ علی یار خان کو پاکستان کا نمائندہ سمجھا جا سکتا ہے۔ گو ان کی حیثیت سرکاری نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ صرف جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر کام کرنے والے اس نوجوان کو کتنے مسائل درپیش ہوں گے لیکن اس کے باوجود اس کی ثابت قدمی قابل ستائش ہے یہ کسی دعوت کے بغیر، کسی لالچ کے بغیر عربوں کے مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔ میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ تمام عالم اسلام اس کی ان کاوشوں کا احترام کرے۔ لائن آف کروزل ہمارا وہ پہلا قدم ہے جو ہمیں بہت پہلے اٹھا لینا چاہیے تھا۔ ہم آج تک سپر طاقتوں پر انحصار کیے بیٹھے ہیں، حالانکہ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ ہمارے یہ نام نہاد دوست کسی بھی قیمت پر مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اسلام بھی ایک ایسی قوت ہے جس سے وہ روز اوّل سے خوف زدہ ہیں اور صلیب کی مشترکہ کاوشیں یہی رہی ہیں کہ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہیں۔ آج اگر کوئی ہماری دوستی کا دعویٰ کر کے آگے بڑھتا ہے تو اس کے پس پردہ سچائی نہیں ہوتی بلکہ کچھ کاروباری مفادات انھیں اس بات کے لیے اکساتے ہیں اور وہ ہمدردیوں کی آڑ میں ہم سے دولت بٹورتے ہیں۔ اس ضمن میں انھیں مورد الزام ٹھہراتے ہوئے ہمیں اپنی کوتاہیوں پر بھی نظر ڈالنی چاہیے۔ ہمیں اپنے طور پر بھی اپنے دفاع اور عالم اسلام کی بقا کے لیے سرگرم عمل رہنا چاہیے۔ آپس کے اختلافات ختم کر کے بھائی چارے کی فضا عام کرنی چاہیے اور دنیا بھر میں موجود مسلمانوں کو ایک آواز بن کر ابھرنا چاہیے۔ خدا عالم اسلام میں اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

لائن آف کروزل میں ہونے والا کام مشرق وسطیٰ کے تمام چھوٹے بڑے ملکوں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ ہے اور ہم یہاں متحد ہو کر جو کچھ کر رہے ہیں وہ آنے والے وقت کے بہترین مفاد میں ہے۔ کم از کم اسلحے کے سلسلے میں ہمیں تو کفیل ہونا چاہیے جبکہ ہمارا دشمن اسرائیل دن رات اسلحہ تیار کر رہا ہے اور تمام جدید ٹیکنالوجی حاصل کر چکا ہے۔ اگر ہم نے لائن آف کروزل کے تحفظ کا بندوبست نہیں کیا تو ہمیں شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مسٹر علی یار خان نے جس فراست سے اس سازش کو پارہ پارہ کیا ہے وہ ان کے لیے کوئی انوکھی بات نہیں ہے کیونکہ اس سے قبل بھی وہ ایسے کارنامے انجام دیتے رہے ہیں۔ میں انھیں ذاتی طور پر خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔

علی یار خان صاحب! ہم نے اپنے طور پر جس قدر ممکن ہو سکتا تھا لائن آف کروزل کی ان فیکٹریوں کا تحفظ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ احساس ہو چکا ہے ہمیں کہ ہم مکمل طور پر اس میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ ہم آپ سے ایسی تجاویز چاہتے ہیں جن کی بنیاد پر ہم ان کا مناسب تحفظ کر سکیں۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کر سکیں گے؟"

سوالیہ نگاہیں میری جانب اٹھ گئی تھیں۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد کھڑے ہوتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دراصل مجھے اس طلبی کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ یہ کس سلسلے میں ہے۔ اس لیے فوری طور پر اس سلسلے میں کوئی تجویز پیش

کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ مجھے بھی اس پر سوچنے کا موقع دیا جائے۔ اس کے علاوہ جناب عالی، لائن آف کروزل کی کسی فیکٹری کو آج تک میں نے اندر سے دیکھا بھی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے یہ تفصیلات معلوم ہیں کہ ان کے تحفظ کے لیے کیا بندوبست کیا گیا ہے لیکن میری رائے ہے کہ فیکٹری میں کام کرنے والوں کو ہر طرح کی جانچ پڑتال کے بعد اس میں داخل ہونے کا موقع دیا جائے۔ نیز ایسی مشینیں حاصل کی جائیں جو کسی بھی قسم کی بارودی قوت کا جائزہ لے سکیں۔ باہر کی دنیا میں ایسی لاتعداد چیزیں موجود ہیں، جو اس قسم کی سازشوں کا پتا چلا سکتی ہیں۔ لائن آف کروزل کے ترتیب کنندگان کو اس سلسلے میں جس قدر بہتر معلومات حاصل ہیں، میں ان سے محروم ہوں، جیسا کہ میں نے اپنے معزز دوستوں کی معرفت عرض کر دیا تھا کہ لائن آف کروزل کے پیچھے سامنے کے لاتعداد ایجنٹوں کے علاوہ ایک بین الاقوامی مجرم اسٹیفن برکوڈا کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ چنانچہ میری اولین خواہش یہی تھی کہ پہلے اسٹیفن برکوڈا کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ صحرائے اعظم میں ان کارروائیوں کا ہیڈ کوارٹر ختم ہو جائے۔ یہاں بے شمار ایسے ماہرین موجود ہیں جو میری اس نشاندہی کے بعد صورت حال کا جائزہ لے کر اپنے طور پر زیادہ مؤثر انداز میں کام کر سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کے لیے انھیں بھی زحمت دی جائے۔ مجھے امید ہے کہ اسے میری معذرت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں اسے حقیقت تصور کیا جائے گا۔"

"یقیناً مسٹر یار خان، یقیناً۔ ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے۔ بہر طور اگر کوئی بہتر تجویز آپ کے ذہن میں آئے تو اس سلسلے میں بھی آپ ضرور ہماری مدد کیجیے۔ آپ نے بنگالہ فیکٹری کو بچا کر جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کی تمام تفصیلات عرب دنیا کو پہنچا دی گئی ہیں اور وہاں آپ کے سلسلے میں گفتگو شروع ہو چکی ہے۔ فوری طور پر آپ جو کچھ کرنا چاہیں اس کے لیے یہاں موجود ایک ایک فرد کی محبت اور تعاون آپ کو حاصل ہے۔ اور اس گفتگو کے ساتھ ہی میں ایک مشترکہ فیصلے کے تحت آپ کو ایک اعزاز دینا چاہتا ہوں۔ یہ اعزاز ہمارا خراج عقیدت ہے اور اس کے تحت آپ کو لائن آف کروزل کی تمام آبادیوں میں ایک کنٹرولر کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ آپ اپنے طور پر کسی بھی فوری آرڈیننس کے تحت کوئی تبدیلی کرنے کے مجاز ہیں، یہ اعزاز قبول فرمائیے۔"

سفید رنگ کا چمکتا ہوا ایک خوب صورت [illegible] کنٹرولر نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر آویزاں کیا اور اس سے متعلق کاغذات کا رول میرے حوالے کر دیا گیا جسے میں نے نہایت شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا میرے لیے جسے پا کر میں نے دل میں فرحت محسوس کی تھی۔ اس کے بعد مزید رسمی کارروائیاں ہوتی رہیں۔ لائن آف کروزل کی فیکٹریوں کے تحفظ کے لیے کچھ لوگوں نے اپنی تجاویز تحریری شکل میں پیش کیں۔ ان پر غور کرنے کے لیے انھیں محفوظ کر لیا گیا اور پھر یہ کانفرنس ختم ہو گئی۔

میرے تمام ساتھیوں نے مجھے اس اعزاز پر مبارکباد پیش کی تھی۔ بے چاری کورنیل کو ابھی تک صورت حال کے بارے میں تفصیل نہیں بتائی گئی تھی لیکن وہ بے وقوف بھی نہیں تھی۔ سب سمجھ رہی تھی لیکن خاموش تھی۔ میرے چہرے پر اب بھی دستونیا کا میک اپ تھا اور میں کورنیل کی وجہ سے اسے نہیں اتار رہا تھا کہ میری بدلی ہوئی شکل دیکھ کر اس کے ذہن کو دھچکا لگے گا۔ کانفرنس میں شرکت کے لیے بھی مجھ سے اصل شکل میں آنے کی درخواست نہیں کی گئی تھی۔ انھیں میری ذات سے غرض تھی، میرے چہرے سے نہیں۔

مسعود ظفر نے دوسرے دن مجھے اطلاع دی "کورنیل کی امریکا روانگی کا بندوبست ہو چکا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ کب اسے روانہ کرتے ہیں۔"

"جلد از جلد، جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔"

"تو پھر کل کا دن مناسب ہے۔"

"کس وقت؟"

"کل سہ پہر ساڑھے بارہ بجے۔"

"بہت مناسب ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے کورنیل سے ملاقات کی "کورنیل، کل دوپہر ساڑھے بارہ بجے تمھیں یہاں سے روانہ ہونا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔"

"میں تمھیں چند پیغامات دوں گا جنھیں تم اس ہستی تک پہنچا دینا جس کے پاس میں تمھیں بھیج رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" کورنیل نے سادگی سے کہا۔

"امریکا روانہ ہوتے ہوئے تمھارے ذہن پر کوئی بوجھ تو نہیں ہے کورنیل؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دستونیا... بالکل نہیں اور میں تمھیں اس کی وجہ بتا چکی ہوں۔" وہ بولی۔

"تم نے میرے بارے میں بھی کسی تجسس کا اظہار نہیں کیا۔"

"تمھارے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں دستونیا کہ میں نے تمھاری مدد کی جرأت کر کے اپنی زندگی کو ایک مقصد دیا ہے ورنہ شاید پوری زندگی ہی بیکار ہوتی۔"

"شکریہ کورنیل۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

تہذیب کے لیے میں نے ایک تفصیلی خط لکھا تھا جس میں اس سے جدائی کے تاثرات قلمبند کیے تھے۔ لائن آف کروزل کی تازہ صورت حال لکھی تھی اور لکھا تھا کہ میں بھی اس سے ملاقات کے لیے بے چین ہوں۔ کام کی تکمیل ہوتے ہی اس کے پاس پہنچوں گا۔ پھر میں نے کورنیل کے بارے میں اسے تفصیل لکھی تھی اور لکھا تھا کہ اسے ہر طرح کا ذہنی سکون مہیا کرے، اس کے رجحانات کا اندازہ لگائے اور وہ کسی نوجوان کی طرف مائل ہو تو اس کی مدد کرے اور اسے ایک بہتر مستقبل کی طرف بڑھنے میں مدد دے۔

دوسری دوپہر میں نے کورنیل کو رخصت کر دیا۔ بہرحال وہ ایک اچھی ساتھی ثابت ہوئی تھی۔ واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو فاخرہ یعقوبی دوسرے لوگوں کے ساتھ موجود تھی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے میک اپ سے نجات حاصل کی تھی۔

"کیا آپ تیروولا میں کچھ عرصہ قیام کرنا چاہتے ہیں علی؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ کیوں؟"

"تب پھر تیار ہو جائیے ہم لوگ ویسٹ ونگ چل رہے ہیں۔"

"یہ کیا ہے؟"

"لائن آف کروزل کی سب سے خوب صورت آبادی جہاں آپ کے اعزاز میں ایک تقریب کا بندوبست کیا گیا ہے۔"

"اوہ۔ اس کی گنجائش ہے ان حالات میں!" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ایسا ہے؟"

"ایسی بات ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تقریب کی نوعیت کیا ہے؟"

"یہ آپ کو وہیں چل کر معلوم ہو گا۔" فاخرہ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

ویسٹ ونگ روانہ ہونے سے پہلے کنٹرولر نے مجھ سے ملاقات کی اور جب میں بدلی ہوئی شکل میں ان کے سامنے پہنچا تو وہ اس انداز میں میرے عقب میں دیکھنے لگے جیسے انھیں کسی کی تلاش ہو۔ فاخرہ نے جب ان سے میرا تعارف کرایا تو وہ حیران رہ گئے۔ فاخرہ نے انھیں صورت حال بتاتے ہوئے کہا کہ پہلی ملاقات کے وقت میں اس میک اپ میں تھا کہ ایک اپ میں، میں نے اپنا یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس بات سے کنٹرولر خوب محظوظ ہوئے تھے۔ رسمی گفتگو کے بعد ہم ہیلی کاپٹروں میں بیٹھ کر ویسٹ ونگ روانہ ہو گئے۔

ہیلی کاپٹر پہلے تو اونچی پرواز کرتے رہے اور پھر جب ویسٹ ونگ کے قریب پہنچے تو نیچے آ گئے۔ لائن آف کروزل کی یہ آبادی میرے لیے بالکل نئی تھی۔ چاروں طرف پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں، ایک وسیع و عریض پہاڑی کی دیوار دور تک چلی گئی تھی، جس میں سے جگہ جگہ سفید پانی کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے آبشار تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلے سے گر رہے تھے، چاروں طرف سرسبز جنگل اور باغات پھیلے ہوئے تھے۔ فاخرہ یعقوبی نے غلط نہیں کہا تھا، ویسٹ ونگ کی آبادی لائن آف کروزل کی سب سے حسین آبادی تھی۔ چھوٹی چھوٹی خوش نما عمارتیں، گھاس کے فرش پر پھیلے ہوئے خوب صورت کھلونوں کی مانند محسوس ہوتی تھیں۔ بالآخر ہیلی کاپٹر ایک عمارت کے احاطے میں اتر گئے۔

یہی عمارت یہاں ہماری رہائش گاہ تھی۔ عمارت کے احاطے میں مسلح اور وردی میں ملبوس لوگوں نے مجھے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ وہ [illegible] درحقیقت بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس کا احساس یہاں مجھے اپنے استقبال سے ہوا تھا۔

تمام لوگوں نے میرے ساتھ ہی قیام کیا تھا۔ یہ عمارت جس کے احاطے میں ہم اترے تھے، بہت وسیع و عریض تھی۔ فاخرہ یعقوبی، مسعود ظفر اور ابو حاتم تھوڑی دیر بعد کہیں چلے گئے تھے۔ عمار ناصر، فرہاد سلامہ، ہشام نصیری میرے پاس موجود تھے اور ہم لوگ مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات کرتے رہے تھے۔

تیسرے دن شام کو فاخرہ یعقوبی نے مجھے اطلاع دی کہ آج مجھے تقریب میں شریک ہونا ہے۔

صحرائے اعظم میں جہاں زندگی بہت خشک تھی، وہاں ان لوگوں نے اپنے جینے کے لیے مختلف قسم کی تفریحات کا بندوبست بھی کر رکھا تھا۔ مجھے ایک دریا کے کنارے لایا گیا جس میں چھوٹی چھوٹی ڈونگیاں پڑی ہوئی تھیں اور مقامی لوگ ان ڈونگیوں میں چپو ہاتھوں میں لیے جانے کے منتظر تھے۔ ہم ڈونگیوں میں بیٹھ گئے۔ ڈونگیوں کا سفر کافی دلچسپ تھا۔ قرمزی پھولوں کی بیلیں دریا میں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان سے گزرنا خاصا مشکل کام تھا۔ کنارے پر درخت پانی میں ڈوبے ہوئے تھے اور بعض جگہ ان کے نیچے سے گزرتے ہوئے سروں کو جھکا لینا پڑتا تھا۔ ڈونگیاں بے شمار دوسری ڈونگیوں کے ساتھ دریا کے پانی پر بڑی آہستہ خرامی سے چل

رہی تھیں۔ راستے میں دو تین بار ہمیں دریائی گھوڑوں سے بھی واسطہ پڑا لیکن وہ ہم سے بچ کر نکل گئے۔

بالآخر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ڈونگیاں کنارے سے جا لگیں اور ہم کنارے پر اتر گئے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر قدرتی رنگوں سے بھرے ہوئے درختوں کے درمیان بے شمار مقامی لوگوں کا مجمع نظر آیا جو شاید ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔

افریقی اپنے بہترین لباسوں میں ملبوس تھے جو خاص قسم کی گھاس سے لنگیوں کی شکل کے تھے۔ بازوؤں اور ٹانگوں پر انھوں نے چمکیلے کپڑے باندھ رکھے تھے۔ اور ان کے سینے پر سفید رنگ سے نقش کاری عجیب سی معلوم ہو رہی تھی۔ جب ہم ان کے درمیان پہنچ کر ایک چبوترا نما ٹیلے ہوئے پتھر پر بیٹھ گئے تو ڈھول بجنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور تین کے تھیلیوں میں پتھروں کے ٹکڑے بھر کر انھیں بجایا جانے لگا۔ سینگھ کا سنکھ بجنے سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

پھر دس بارہ رقاصائیں دائرے میں آگئیں اور انھوں نے افریقہ کا روایتی رقص شروع کر دیا۔ دیر تک یہ ہنگامہ آرائی جاری رہی اور اس کے بعد درختوں کے عقب سے کوئی اندر داخل ہوا۔ اس کے بدن پر روایتی لباس تھا اور چہرہ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایک اور رنگین پتھر پر اس نووارد کو بٹھا دیا گیا۔ میں حیرت اور دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

چند ہی لمحات کے بعد پھولوں سے لدی ہوئی ایک اور شخصیت کو باہر لایا گیا جس کے جھکے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر نسوانیت کا احساس ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اسے بھی بٹھا دیا گیا لیکن جب میں نے ایک باریش شخص کو وہاں آکر بیٹھتے دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی۔ باریش شخص نے نکاح کا خطبہ شروع کیا اور میں متعجبانہ انداز میں پھولوں سے ڈھکے ہوئے شخص کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن مجھے اپنی اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔

نکاح کے وقت جب باریش شخص نے مسعود طلحہ کا نام لیا اور پوچھا کہ وہ عائشہ کو اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں، تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر پھولوں سے لدے ہوئے شخص کا چہرہ کھول دیا۔ وہ مسعود طلحہ ہی تھا جو شرمگیں انداز میں مسکرا رہا تھا۔ لیکن یہ عائشہ کون ہے؟ میں دلچسپی سے تماشا دیکھتا رہا۔

مسعود طلحہ نے عائشہ کو اپنے عقد میں قبول کر لیا تھا اور اس کے بعد عائشہ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

فاخرہ یعقوبی میرے قریب پہنچی اور میرے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "عائشہ کو رخصت کرنے میں مدد نہیں دیں گے؟"

"تم نے خوب تماشا کیا ہے۔ مگر یہ عائشہ ہے کون؟"

"آپ کے لیے محرم ہے۔ آپ چاہیں تو اسے دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے آگے بڑھ کر لڑکی کے چہرے سے پھول ہٹائے اور چونک پڑا۔ یہ سائیکا مائر تھی، جس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرے پر مسرت نظر آرہی تھی۔ میں نے فرطِ مسرت سے آنکھیں بند کر لیں، پھر کسی خیال کے تحت حیران ہو کر اس کے پاؤں دیکھنے لگا۔ وہ بیساکھیوں کے بغیر چل کر وہاں پہنچی تھی اور اب بھی بیساکھیوں کے بغیر ہی جا رہی تھی۔

فاخرہ کی طرف میں نے دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی: "سائیکا نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنی خوشی سے مسعود طلحہ سے شادی کر لی ہے۔"

"خدا کی قسم فاخرہ، تم نے اب تک کی تمام محنت کا صلہ دے دیا ہے مجھے۔"

دولہا اور دلہن کو پرخلوص مبارکباد دی تھی جنھیں درختوں کے درمیان ایک خوب صورت پھولوں کی جھونپڑی بنا کر اسے حجلۂ عروسی کی حیثیت دی گئی تھی، اور مسعود طلحہ وغیرہ کو وہیں رہنا تھا۔ رات کو ہم واپس چل پڑے۔ مجھے اس تقریب میں واقعی لطف آگیا تھا۔ آدھی رات تک میں لوگوں سے اس دلچسپ تقریب کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ میں نے اپنی انتہائی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ رات کو جب سب چلے گئے تو میں اپنی آرام گاہ میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ایک چہرہ آج بری طرح یاد آرہا تھا اور نہ جانے میری آنکھیں اسے کس کس روپ میں دیکھ رہی تھیں۔ تہذیب مائر ایکس کے علاوہ اور کس کا چہرہ ہو سکتا تھا وہ۔ لیکن ابھی نہ جانے کب تک... نہ جانے کب تک مجھے وہ چہرہ اس روپ میں دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ میں نے اپنا ذہن جھٹکا اور سوچنے لگا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجھے اسٹیفن براگوڈا کا خاتمہ کر دینا چاہیے تاکہ اس کے بعد میں تہذیب سے جا ملوں۔ یہ احساس اس وقت بے پناہ شدت اختیار کر چکا تھا اور شاید صبح ہونے تک میں اپنے ذہن میں یہی فیصلے کرتا رہا کہ اسٹیفن براگوڈا کی تلاش کے سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔

اس وقت صبح کی روشنی چھٹنے لگی تھی، جب ایلیٹ کا خیال میرے ذہن میں آیا۔ بلاشبہ اگر میں ایلیٹ سے اسٹیفن براگوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں تو شاید مجھے کچھ کامیابی نصیب ہو جائے۔ ایلیٹ بہرطور ایک تیز و طرار آدمی تھا۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ان معاملات سے قطعی لاعلم ہو۔

پہنچنے کے بعد میں نے ابوحاتم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو مجھے اطلاع دی گئی کہ ابوحاتم دن کے دس بجے واپس آئیں گے۔ وہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی رہائش گاہ پر ہی ابوحاتم کا انتظار کیا۔ ان لوگوں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ ابوحاتم جوں ہی واپس آئیں، مجھے ان سے ملا دیا جائے۔

دن کو تقریباً ساڑھے نو بجے فاخرہ یعقوبی آگئی اور مجھ سے پچھلے دن کی تقریبات کے بارے میں گفتگو کرنے لگی... مسعود طلحہ اور سائیکا مائر کی شادی میرے لیے ایک دلچسپ واقعہ تھی۔ میں اس گفتگو سے دلچسپی لیتا رہا۔ میں نے سائیکا کے بارے میں فاخرہ یعقوبی سے بہت سے سوالات کیے۔ تھوڑی سی حیرت بھی تھی مجھے کہ وہ اس وقت شادی کے لیے رضامند ہو گئی۔ بہرحال مسعود طلحہ کی محبت رنگ لائی تھی اور اپنے خیال میں مسعود طلحہ نے ایک نیک کام ہی کیا تھا۔

دس بجے مجھے ابوحاتم کی واپسی کی اطلاع دی گئی، اور تقریباً ساڑھے دس بجے ابوحاتم میرے سامنے پہنچ گیا۔ باریش شخص مجھ سے متاثر تھا۔ ابوحاتم بھی ان ہی میں سے ایک تھا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے مجھے طلب کیا ہے علی بیٹا؟" ابوحاتم نے کہا۔

"ہاں ابوحاتم، گرفتار ہونے والوں میں ایک شخص ایلیٹ بھی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" میں نے ابوحاتم کو ایلیٹ کے بارے میں بتایا۔

ابوحاتم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں، وہ شخص ہماری قید میں ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ اسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں اس سے۔"

"ٹھیک ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد پہنچا دیا جائے گا۔" ابوحاتم نے جواب دیا پھر وہ چلا گیا۔

دوپہر کا کھانا وہیں عمارت میں کھایا۔ اس وقت کوئی میرے ساتھ شریک نہیں تھا۔ اور پھر تقریباً سوا دو بجے ایلیٹ کو میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ لباس بھی ٹھیک ٹھاک ہی پہنے ہوئے تھا۔ اور چہرے سے مضمحل نظر آتا تھا۔ اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے میری اپنی شکل میں بھی مشکل سے پہچان سکے گا۔ اور میں اسے اپنے بارے میں بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر اس نے خشک لہجے میں کہا: "جی! کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟"

"مسٹر ایلیٹ، میں آپ کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ جو سوال میں آپ سے کر رہا ہوں، اس کا آپ جواب نہیں دے سکتے۔"

"مسٹر! آپ کا کوئی بھی نام ہو، مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ آپ عربوں کے مفادات کے حامی ہیں۔ ممکن ہے عرب ہی ہوں۔ یا ممکن ہے کسی اور نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ میں اپنی بازی ہار چکا ہوں اور کسی قسم کی مزاحمت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ میرا مستقبل میرے سامنے ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اس بات پر یقین کر لیں کہ جو کچھ آپ پوچھیں گے، میں اپنے طور پر اس کا صحیح جواب دوں گا۔"

"میں بھی اسی کا قائل ہوں ایلیٹ کہ اگر بازی اپنے ہاتھ سے نکل جائے تو پھر زندگی کے تحفظ کا بندوبست کرنا چاہیے۔"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"اسٹیفن براگوڈا کہاں ہے؟" میں نے بغیر کسی تمہید کے سوال کیا۔

ایلیٹ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا: "آفیسر! کیا آپ اسٹیفن براگوڈا کے بارے میں مکمل تفصیلات جانتے ہیں؟"

"کسی حد تک۔" میں نے مختصراً کہا۔

"جو کچھ ہے وہ میں پوری کیے دیتا ہوں۔ اسٹیفن براگوڈا جس پائے کا انسان ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اسرائیلی حکومت نے امریکی تعاون کے ساتھ اسٹیفن براگوڈا کو لائن آف کنٹرول کا مکمل مختار بنا کر بھیجا ہے اور یہاں براعظم میں عربوں کی متحرکہ کاوشوں کے خلاف جو کچھ بھی ہو رہا ہے، بے شک اس میں مختلف ادارے ملوث ہیں اور بعض ادارے صرف اپنے طور پر کام کرتے ہیں۔ لیکن اسٹیفن براگوڈا ان میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ کسی بھی ادارے کی کارروائیوں کو وہ ختم کر سکتا ہے یا انھیں احکامات دے سکتا ہے کہ وہ اس کے مشورے کے مطابق کام کریں اور ان تمام اداروں کے لیے یہی ہدایت ہے کہ وہ اسٹیفن براگوڈا سے مکمل تعاون کریں۔ اس طویل گفتگو سے میرا مقصد یہ ہے کہ اسٹیفن براگوڈا بہت بڑی شخصیت کا مالک ہے۔ اور کیا آپ کے خیال میں مجھ جیسا چھوٹا آدمی اس کا پتہ جانتا ہو گا؟"

"لیکن کم از کم آپ مجھے ان ذرائع کے بارے میں تو بتا سکتے ہیں، جن کے تحت آپ کا یا آپ کے اعلیٰ افسران کا رابطہ اسٹیفن براگوڈا سے ہو جاتا ہے۔"

"میں اپنی ٹیم میں پانچویں درجے کا آدمی تھا۔ مختلف علاقوں میں مقرر کیے گئے ہیں پاس سلسلے ہیں۔ اور ہر درجے کا آدمی اپنے طور پر اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ میں صرف اُن احکامات کی پابندی کرتا تھا جو مجھے چوتھے درجے کے آدمی سے ملتے تھے۔ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ اسٹیفن براکوڈا اس منصوبے کا چیف ہے۔ اس کے بعد بات نمبر ایک پر آتی ہے پھر دو، تین، چار اور پانچ۔ اسی طرح چھ، سات، آٹھ نمبر بھی جاسوس وہاں موجود ہیں۔ آٹھ نمبر کے لوگ وہ ہیں جو صرف گولیاں چلاتے ہیں۔ جس طرف اور جس سمت اُن کا رُخ پھیر دیا جائے تو میں پانچویں درجے کا انسان چار آدمیوں کے احکامات کے بعد اپنا کام سرانجام دیتا تھا۔ بھلا مجھ جیسے آدمی کو اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کچھ معلومات ہوسکتی ہیں؟"

"تو تم کسی نمبر ایک کا پتا بتادو جس سے میں رابطہ قائم کرسکوں۔"

"آپ یقین کیجیے مجھے کسی نمبر تین کا بھی پتا معلوم نہیں ہے۔ ہمارا رابطہ عموماً ٹرانسمیٹر پر رہتا تھا اور اگر کبھی براہِ راست رابطے کی ضرورت پیش آبھی گئی تو چار نمبر کسی اطلاع کے بغیر خود پانچ نمبر تک پہنچ جاتا تھا۔"

"تم عدم تعاون کر رہے ہو ایلیٹ۔"

"نہیں، ایک ایسی حقیقت بیان کی ہے میں نے آپ سے جو بہر طور ہم تک ہی محدود ہے۔"

"ہوں، مجھے کم از کم اپنا اندازہ تو بتا سکتے ہو ایلیٹ۔ تمہارے خیال کے مطابق اسٹیفن براکوڈا کہاں ہوسکتا ہے؟"

"کسی انتہائی محفوظ مقام پر۔ کسی ایسی جگہ جہاں اُس کے خلاف کوئی سازش یا کوئی کارروائی نہ ہوسکے۔ اور وہ ایسی جگہ صحرائے اعظم کا کوئی تاریک گوشہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اسٹیفن براکوڈا صرف دماغ ہے اور دماغ ایک مخصوص حصے میں بیٹھ کر بھی ہر جگہ اپنا کنٹرول قائم کرسکتا ہے۔ بالکل وہی کیفیت ہے جو انسانی دماغ کی ہوتی ہے۔ آپ یقین کیجیے مجھے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ مجھ پر کچھ تشدد وغیرہ کرنا چاہیں تو بہتر ہے کہ نہ کریں۔ اس کے جواب میں، میں مرجاؤں گا۔ یا آپ سے جھوٹ بول دوں گا جسے کچھ نہیں معلوم ہے۔"

ایلیٹ کے بیان میں سچائی جھلک رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مایوس سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے بعد ایلیٹ سے اس بارے میں کوئی سوال کرنا بے کار ہے۔ تاہم میں نے اُس سے مزید کچھ سوالات کیے یعنی یہ کہ اُس کی ذمے داریاں کیا تھیں اور وہ کون سے احکامات تھے جو اسٹیفن براکوڈا کی طرف سے جاری ہوتے اور اُس کے کون کون سے احکامات پر وہ عمل کرچکا ہے۔ ایلیٹ نے بغیر جانے بوجھے بغیر اپنی اُن تمام کارروائیوں کے بارے میں بتا دیا جن میں میرا ذکر بھی تھا یعنی دستونیا کی حیثیت سے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اُسے جانے کی اجازت دے دی۔ ایلیٹ شکریہ ادا کرکے کھڑا ہوگیا۔ اور پھر آہستہ سے بولا "آفیسر! مجھے تعجب ہے آپ لوگوں پر۔ آپ نے ابھی تک ہم میں سے کسی پر تشدد نہیں کیا۔ میں آپ کی تعریف نہیں کر رہا لیکن یہ ایک اچھی بات ہے۔"

"تشدد کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ بھی کرلیا جائے گا۔" میں نے کہا اور ایلیٹ کو اُن لوگوں کے حوالے کردیا جو اُسے لے کر یہاں آئے تھے اور اب باہر میرے آئندہ حکم کے منتظر تھے۔

وہ لوگ ایلیٹ کو لے کر چلے گئے۔ میں نے رات بھر غور و فکر کے بعد جو منصوبہ بنایا تھا، ایلیٹ کی ملاقات نے اُسے ختم کردیا تھا لیکن اس کے باوجود ایلیٹ نے کم از کم مجھے یہ ضرور بتا دیا تھا کہ اسٹیفن براکوڈا کا طریقۂ کار کیا ہے۔

یہ حقیقت تھی کہ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں میرے پاس کوئی واضح لائحہ عمل نہیں تھا اور میں وثوق سے کوئی بات نہیں کرسکتا تھا لیکن یہ بات بھی بار بار ذہن میں آتی تھی کہ یہاں سے ناکام واپسی مناسب نہیں ہے۔ اور پھر اب تو تمام لوگ اس بات سے واقف ہوچکے تھے کہ علی یار خان ملک آف کونڈی کے تحفظ کے لیے مصروفِ عمل ہے۔ جس طرح اُن لوگوں نے میری پذیرائی کی تھی اور مجھے نوازا تھا اس کے پیشِ نظر یہ بات کسی طور میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ کچھ نہ کچھ کوششیں تو کرنا ہی تھیں۔

ایک اجتماعی نشست میں مجھ سے اس سلسلے میں سوالات کیے گئے۔ اور میں نے ہر سوال کے جواب میں یہی کہا کہ میں طویل عرصہ یہاں صَرف نہیں کرسکتا۔ اور یقیناً یہ میرے لیے ممکن نہیں ہوگا کہ میں ملک آف کونڈی کے ہر سیکٹر میں جب کہ وہاں ہونے والی سازشوں کے بارے میں پتا چلاؤں۔ میں براہِ راست اسٹیفن براکوڈا پر ہاتھ ڈالنے کا خواہش مند ہوں تاکہ کم از کم ایک خطرناک شخصیت سے نجات مل جائے۔

اسی نشست میں مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا اس کے لیے میں نے کوئی جامع منصوبہ بنایا ہے تو میں نے جواب دیا "نہیں! بدقسمتی سے میرے ہاتھ کوئی ایسا پوائنٹ نہیں لگ سکا جس کی بنیاد پر میں سیدھا اسٹیفن براکوڈا کی طرف رُخ کرسکوں۔ اپنی مجبوری پر مجھے صحرا گردی پر مجبور کر رہی ہے۔ اس وقت تک کے لیے جب تک کوئی ایسا سراغ ہاتھ نہ آجائے جو براہِ راست ہماری رہنمائی براکوڈا تک کرسکے۔" میں ایک بار پھر تنہا ہی اس مہم پر روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

میری اس بات پر کچھ لوگوں نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔ فواد ابو حاتم نے میرے تنہا جانے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ علی ہم سب کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ اور وہ ہر لمحہ اس خدشے کا شکار رہتے ہیں کہ کہیں علی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ علی سے یہ درخواست کی جائے گی کہ کم از کم اسٹیفن براکوڈا جیسی شخصیت کی تلاش کے لیے وہ خود کو تنہا نہ رکھیں۔ اور اپنے لیے کچھ ایسے ساتھیوں کا انتخاب کرلیں جو اُن کے معاون ہوں۔

جواب میں، میں نے ابو حاتم سے کہا "میں کسی گروہ یا گروپ کو ساتھ لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ لیکن کوئی منصوبہ تو ہو کسی کے پاس۔ میں جب اپنے لیے کوئی منصوبہ نہیں رکھتا تو اُن لوگوں کو کون سا لائحہ عمل دے کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا؟ میں خود تو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کا فیصلہ کرچکا ہوں لیکن دوسروں کو اپنی اس آوارہ گردی کا شکار بنانا عجیب سا لگتا ہے۔" یہ تکلیف وہ پہنچنے گا۔

"مسٹر علی! آپ کے سلسلے میں ہم میں سے ہر شخص بہت کچھ سوچ رہا ہے اور ہم سب آپ کے اس موقف سے مکمل اتفاق کرتے ہیں کہ آپ صرف اسٹیفن براکوڈا کو تلاش کریں۔ لیکن کچھ تجاویز ہم میں سے چند افراد کے ذہنوں میں بھی ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو کچھ تجاویز پیش کردی جائیں گی۔ البتہ یہ آپ پر منحصر ہے کہ انہیں قبول کریں یا رد کردیں۔"

"اگر یہ تجاویز قابلِ قبول ہوئیں تو یقیناً میں ان سے انحراف نہیں کروں گا۔"

فاخرہ یعقوبی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! آپ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش میں صحرائے اعظم کے وسیع و عریض علاقے میں بھٹکتے پھریں گے تنہائی بے شمار خطرات کو جنم دے سکتی ہے کم از کم آپ کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ضرور ہونا چاہئیں جو آپ کی خدمت ہی کرسکیں۔ میں نے اپنے تمام ساتھیوں کی مدد سے ایسے چند افراد کا انتخاب کیا ہے۔ آپ اپنے طور پر بھی اُن ضروریات کے بارے میں بتادیں جو آپ کو اس سفر کے لیے درپیش ہوسکتی ہیں۔"

"ضروریات کی عام اشیا کے علاوہ اور کیا درکار ہوگی مجھے؟"

"آپ کو صحرائے اعظم کے بیشتر ایسے علاقوں میں سے جانا پڑے گا جو دشوار گزار ہوں گے اور جہاں کوئی بھی مشینی ذریعہ کارآمد نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آپ کے لیے گھوڑوں کی سواری منتخب کی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ گھوڑوں کا سفر بھی میرے لیے دلچسپ ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ایک شخصیت ہے جس سے شکایت کی ہے کہ علی نے اُسے اپنے ذہن سے نکال پھینکا ہے جس پر وہ بہت افسردہ ہے۔"

"کون؟" میں نے سوال کیا۔

"بڈ۔" فاخرہ یعقوبی نے جواب دیا۔ اور میں مسکراتے ہوئے گردن ہلانے لگا۔

"ہاں۔ بڈ بلاشبہ ایک اچھا ساتھی ہے۔ اگر بڈ میرے ساتھ اس مہم پر جانے کی خواہش رکھتا ہے تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ مسٹر علی۔ آپ نے گڈی نس تونگلی کسی کے لیے دوسری شخصیت کا انتخاب جو میں نے ذاتی طور پر کیا ہے وہ ہیکلو ہے۔ علی! آپ جانتے ہیں کہ ہیکلو خود بھی صحرائے اعظم کا باشندہ ہے بہت سے قبیلوں کی زبانیں جانتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کچھ ایسی نمایاں خصوصیات اور بھی ہیں جن کی بنا پر وہ صحرائے اعظم میں اُٹھنے والے طوفانوں کی پیش گوئی کرسکتا ہے۔ انتہائی فاصلوں سے دلدلی علاقوں کو سونگھ لیتا سکتا ہے۔ وحشی درندوں اور جانوروں کی بُو سے اُن کی شناخت کرلیتا ہے۔ اور پھر جسمانی طور پر وہ انتہائی طاقتور آدمی ہے۔ ایک ایسا شخص اس سفر میں آپ کی رفاقت کے لیے انتہائی موزوں رہے گا۔ یہ میرا انتخاب ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اسے مسترد کرسکتے ہیں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے فاخرہ۔ اب جب تم لوگوں نے یہ پروگرام بنا ہی لیا ہے کہ مجھے تنہا نہیں رہنے دو گے۔ تو پھر ہیکلو کو قبول کرنا کون سا مشکل کام ہے۔"

"مزید شکریہ علی۔ تیسری شخصیت اپنا تعارف خود ہی کرائے گی۔" فاخرہ یعقوبی نے ایک معمر شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ تھا اور جس کی داڑھی انتہائی خوب صورت تھی۔ اچھا خاصا عمر رسیدہ انسان تھا۔ لیکن داڑھی اور تو مند سفید سوٹ کے نیچے اس نے سرخ قمیص اور سفید ٹائی پہنی ہوئی تھی اور اس کی شخصیت کافی جاذبِ نگاہ تھی۔

"مجھے جونا تھن کہتے ہیں۔ آپ اگر میری عمر کا احترام کرنا چاہیں تو مجھے پروفیسر جونا تھن بھی کہہ لیں مسٹر علی۔ میں اپنی افادیت کے بارے میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں بڑے کام کی چیز ہوں۔" پروفیسر جونا تھن خوش مزاجی سے بولا "شلاً میں حرم کی فری کو کسی بھی ہیں اشاروں کی زبان سمجھ لینے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ اس کی ایک مجبوری ہے مسٹر علی۔ در اصل میں نے دنیا کے بے شمار خطوں کی زبانیں سیکھی ہیں۔ جن میں افریقی زبان بھی شامل ہے۔ اور تقریباً میں آدھی دنیا کی زبانیں بول اور سمجھ لیتا ہوں۔ ہم جب کچھ کو دور دراز ترتیب دیتے ہیں، تو اُن میں

ہماری سمجھ لو جو اور ہماری زبان شامل ہوتی ہے۔ اور اسی کے تحت اشارتی زبان تخلیق ہوتی ہے۔ اگر آپ کسی ملک کی زبان سے واقف نہیں تو پھر اس کے ایجاد کیے ہوئے اشارتی جملے سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو سکتی ہے۔ میرے پاس بے شمار ملکوں کی سندیں موجود ہیں جو میں آپ کے ملاحظے کے لیے پیش کر سکتا ہوں۔"

پروفیسر جوناتھن نے ایک بریف کیس اٹھا لیا۔ اور میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نہیں پروفیسر! آپ کی شخصیت اسناد کے بغیر ہی مستند ہے۔ اس طرح میرے سامنے اپنی توہین نہ کیجیے۔"

پروفیسر نے ممنونیت کی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

"معاشی زندگی سے مجھے دلچسپی ہے اور میں آپ کے لیے انتہائی کارآمد انسان ثابت ہو سکتا ہوں۔ ہر قسم کے اسلحے کا استعمال اور اس کی شناخت میں بھی مجھے مہارت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ۔۔۔"

"بس مسٹر پروفیسر! پلیز۔ اس سے زیادہ آپ کا تعارف ضروری نہیں ہے۔ میں انتہائی خلوص سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"ہم نے آپ کے ساتھ جانے کے لیے ان ہی تین افراد کا انتخاب کیا ہے مسٹر علی۔" نافرہ نے کہا۔ "اور میرے خیال میں یہ تعداد مناسب ہے۔ اس طرح آپ کی اختصار پسندی بھی قائم رہتی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اس اہم میٹنگ میں، میں یہ اعلان بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر یہ جگہ چھوڑ دوں گا" اور اپنی مہم کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم جو انتظامات کر چکے ہیں ان کے تحت ہم چوبیس گھنٹے سے زیادہ لیں گے بھی نہیں، بلکہ اگر آپ چاہیں تو اس سے قبل بھی اپنے سفر کا آغاز کر سکتے ہیں۔" غازی ناصر نے کہا۔ "اس مرحلے پر میں آپ کو پروفیسر جوناتھن کی ایک اور صفت کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ وہ جدید اسلحے کے ماہر ہیں اور انتہائی ناسازگار حالات میں بھی اپنے لیے موثر ہتھیاروں کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ آپ کے ہمراہ گھوڑوں پر دس دس پونڈ وزن مزید ہوگا جو پیدل سفر کے دوران آپ کو اپنے تھیلوں میں اٹھانا پڑے گا لیکن یہ دس پونڈ وزن آپ میں سے ہر شخص کو ان جدید ہتھیاروں سے مسلح کرے گا، جن کی مدد سے آپ کسی بھی مسلح گروپ سے جنگ کر سکتے ہیں۔"

"خوب! اس کا مطلب ہے کہ اس بار آپ لوگ مجھے بہت مضبوط کر کے بھیجنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کا مقابلہ جس شخصیت سے ہے مسٹر علی! اس کے لیے ہمیں بہت کچھ سوچنا پڑا ہے۔"

"میں ان ہتھیاروں کی تفصیل جان سکتا ہوں؟"

"اگر آپ اجازت دیں تو آج شام کو آپ کی رہائش گاہ پر یہ کام ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

اس کے بعد مزید کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میٹنگ برخاست ہو گئی۔ میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اور میرے وہاں پہنچنے کے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد بڈ میرے پاس آیا۔ اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"ہیلو بڈ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی! میں نے آپ سے بہت کچھ کہا تھا اپنے بارے میں۔ اور اس کے بعد بھی آپ نے مجھے نظر انداز کر دیا تھا۔ اس بات سے میں بہت دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔"

"سوری بڈ، یہ بات نہیں تھی۔ تم نے دیکھا کہ میں نے تمہارا کرایک کام کر ڈالا۔ اس وقت تمہاری ہی میرے لیے ضروری تھی۔"

"میں نے خصوصی طور پر ان لوگوں سے درخواست کی تھی کہ کم از کم اس مہم میں تو مجھے مسٹر علی کے ساتھ کر دیا جائے۔ اگر آپ نامنظور کر دیتے تو آپ یقین نہیں کر سکتے کہ میں کیا قدم اٹھاتا۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس میں خاموشی سے صحرائے اعظم سے واپس چلا جاتا۔ اور ان لوگوں سے ہمیشہ کے لیے معذرت کر لیتا۔"

"ارے نہیں بڈ! اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہے نا مسٹر علی! آپ نہیں جانتے میری ذہنی کیفیت کیا ہے۔ آپ واحد انسان ہیں جسے میں نے اپنے بارے میں ایک ایک لفظ بتا دیا ہے اور اس کے بعد بھی اگر مجھے نظر انداز کر دیا جاتا تو پھر سمجھے کیا۔۔۔"

"چلو اس کے لیے میں تم سے معافی مانگ لیتا ہوں۔"

"مسٹر علی۔۔۔ پلیز اب اتنا زیادہ اوپر نہ چڑھائیے مجھے کہ پھر بہکتے ہی بہکتا چور ہو جاؤں۔"

"نہیں بڈ، میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ اگر مجبوری نہ ہوتی تو یقینی طور پر تمہارا ساتھ نہ چھوڑتا لیکن یہ عارضی جدائی تھی، اس کے بعد یقیناً میں تم سے ملاقات کرتا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی پیشکش کی تھی کہ اگر تمہیں بہت زیادہ مصروفیت یا دلی لگاؤ نہ ہو ان علاقوں سے تو میرا ساتھ دینا اور میرے ساتھ اس مہم کے اختتام پر امریکا چلنا۔"

"یقین نہیں آتا اس پیشکش پر۔"

"تو پھر اب یقین کر لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بڈ مجھے گھورنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ کر اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"مسٹر علی! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔"

"شکریہ بڈ۔ مجھے تمہارے الفاظ پر مکمل اعتماد ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب میرے ہر جانے کے تم واحد راز دار ہو گے۔"

"بہت شکریہ مسٹر علی۔"

"چنانچہ بڈ، مجھے میکنو کے بارے میں بتاؤ۔ کیا ہم میکنو پر مکمل بھروسا کر سکتے ہیں؟"

"ہاں چیف، بہت عرصے سے میں اسے جانتا ہوں، بہت اچھا انسان ہے، ضرورت پڑنے پر انتہائی کارآمد اور عام حالات میں وفادار اور جاں نثار۔ ہم اس پر پورا بھروسا کر سکتے ہیں۔"

"اچھا کیا تم پروفیسر جوناتھن کے بارے میں جانتے ہو؟"

"نہیں چیف، یہ کون ہے؟"

"یہ ہمارا چوتھا ساتھی ہوگا۔ اس کے بارے میں جن خوبیوں کا اظہار کیا گیا ہے، وہ تو واقعی قابل ستائش ہیں۔ بتلایا گیا کہ وہ دنیا کی بے شمار زبانیں جانتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اسلحہ سازی کا ماہر ہے۔ اور ساتھ ہی ہر قسم کے کوڈ ورڈز کو حل کر لیتا ہے۔ یہ معمولی خوبی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ہمیں بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً چیف، یقیناً ہو سکتا ہے۔ ایسے آدمی کو ہم ضرور ساتھ رکھیں گے۔ ویسے اس کی جسمانی ساخت کیا ہے؟" بڈ نے پوچھا۔

"عمر رسیدہ ہے لیکن پوری طرح چست و چالاک۔"

"تو پھر کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور شخص ہے؟"

"ہماری یہ ٹیم اب صرف چار افراد پر مشتمل ہوگی۔"

"مناسب بھی ہے چیف۔ بہت زیادہ لوگوں کی وجہ سے دشواریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔" بڈ نے کہا۔

شام کو پانچ بجے غازی ناصر، پروفیسر جوناتھن، نافرہ یعقوبی اور چار دوسرے افراد میری رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ان کے پاس لمبے لمبے سوٹ کیس تھے۔ ایک وسیع و عریض کمرے میں ایک بڑی سی میز بچھا دی گئی۔ اور پھر پروفیسر جوناتھن نے ان لوگوں کو سوٹ کیس کھولنے کا اشارہ کیا۔ سب سے پہلے تقریباً چار انچ اسکوائر اور سوا انچ موٹی ایک ڈبیا نکال کر سامنے رکھی گئی جس کے اوپری حصے پر سفید بٹنوں کی ایک قطار نظر آ رہی تھی۔ ان بٹنوں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ کوئی ڈیڑھ انچ چوڑی ایک سفید رنگ کی اسکرین بھی ڈبیا پر نظر آ رہی تھی اور اس کے نیچے کچھ خاص انداز کی گھڑیاں بھی نصب تھیں جن میں ایک ایک سوئی لگی ہوئی تھی۔ سب سے نچلے حصے میں اسپیکر تھے جو بہت ہی چھوٹے اور کافی تعداد میں تھے۔

پروفیسر جوناتھن نے وہ مشین میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میری ایجاد ہے مسٹر علی۔ ہم اس پر اپنا کوئی پیغام کسی کو نہیں دے سکتے۔ لیکن تقریباً ایک ہزار مختلف فری کوئنسیز کے ٹرانسمیٹرز کے پیغامات اس مشین پر موصول کیے جا سکتے ہیں۔ یہ خودکار ہے۔ اور ہر فری کوئنسی اپنے طور پر کیچ کر لیتی ہے۔ آپ اسے فری کوئنسیز کیچر بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اگر خلا میں کوئی پیغام موجود ہے اور کسی بھی فری کوئنسی پر دیا جا رہا ہے تو یہ سفید بٹن جس پر نمبر ایک لکھا ہوا ہے، آن کرنے کے بعد اس کی مشین حرکت میں آ جاتی ہے اور پھر وہ اپنی فری کوئنسی سیٹ کر لیتی ہے۔ یہ تمام کام آٹومیٹک طریقے پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ پیغام نشر ہونے لگتا ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ چونکہ یہ خود ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی ٹرانسمیشن کہیں بھی کیچ نہیں کی جا سکتی۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا مسٹر علی؟"

"نہ صرف سمجھ رہا ہوں۔ بلکہ حیران بھی ہو رہا ہوں پروفیسر۔"

"شکریہ مسٹر علی۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اگر صحرائے اعظم میں ٹرانسمیٹر پر کوئی پیغام کسی کو دیا جا رہا ہو تو ہم اس سے روشناس ہو سکتے ہیں۔"

"اس کی رینج کیا ہے؟"

"ایک ہزار کلومیٹر۔" پروفیسر نے جواب دیا اور پھر اس نے مجھے تجربہ کر کے دکھایا۔

گو ہم اس وقت ایک بند کمرے میں تھے۔ لیکن پروفیسر کے سفید بٹن دبانے کے ساتھ ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے بے شمار آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ انسانی آوازیں تھیں۔ مختلف قسم کی زبانیں استعمال کی جا رہی تھیں۔ لیکن ان میں کوئی زبان واضح نہیں تھی۔ تب پروفیسر نے ایک آواز کو نمایاں کیا اور اس کے بعد ایک بٹن اور دبا دیا۔ پھر یہ آواز واضح ہو گئی اور دوسری تمام آوازیں ختم ہو گئیں۔ یہ آواز کوئی خفیہ پیغام دے رہی تھی جو ایک ملک سے دوسرے ملک کو ٹرانسفر ہو رہا تھا۔ زبان میرے لیے اجنبی تھی لیکن پروفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے بٹن دبا دیا اور مشین بند ہو گئی۔

"یہ کون سی زبان تھی پروفیسر؟"

"ہمارے مطلب کی نہیں تھی۔" پروفیسر معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔

میں حیرت سے پروفیسر کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "گویا آپ نے امریکہ کی طرح خلا میں اپنا مشاہداتی چھوڑا ہوا ہے پروفیسر! آپ تو بڑے خطرناک آدمی ہیں۔ اس طرح تو آپ مختلف ممالک کے [illegible]

سکتے ہیں اور دنیا کے اہم ترین رازوں سے واقف ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر میری یہ ایجاد منظرِ عام پر آ جائے تو دنیا میں فساد برپا ہو جائے۔ اسی لیے اسے میں نے خود تک محدود رکھا ہوا ہے۔ دوسری صورت میں یہ بھی ممکن تھا کہ تمام سپر طاقتوں کے ایجنٹ میرے پیچھے لگ جاتے اور میرا جینا حرام کر دیتے۔"

"یقیناً۔ میں آپ کے خیال سے اتفاق کرتا ہوں، اور مجھے خوشی ہے کہ آپ جیسا باکمال انسان میرا رفیقِ کار ہے۔"

"گویا آپ کی طرف سے اس بات کی اجازت ہے کہ ہم یہ مشین ساتھ رکھیں۔"

"کیوں نہیں، میں خوشی سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔" پھر پروفیسر نے ساتھ آنے والوں کو اشارہ کیا جو غالباً اس کے ساتھی تھے۔ ایک پیکٹ نکالا گیا، اور اسے کھول کر اس میں سے پتلی پتلی اسٹیل کی نلکیاں، چھوٹی چھوٹی گراریاں اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں نکالی گئیں جن کے سروں پر چوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ پروفیسر نے انھیں آپس میں جوڑنا شروع کیا اور انتہائی عجیب ساخت کی تقریباً ایک ایک فٹ لمبی پستولیں یا بندوقیں تیار ہو گئیں لیکن یہ کافی ہلکی تھیں۔

پروفیسر نے ایک اور پیکٹ میں سے وکس کی شیشیاں نکالیں، جن کی لمبائی چوڑائی تقریباً ایک ایک انچ تھی۔ اس نے ان میں سے ایک شیشی کا ڈھکن کھولا اور مجھے دیتے ہوئے بولا۔ "اسے سونگھیے مسٹر علی۔ آپ کو لطف آئے گا۔"

میں نے وکس کو سونگھا تو انتہائی تیز اور نفیس خوشبو میری ناک سے ٹکرائی اور میرا دماغ کھل گیا۔ لیکن ایک بات میں نے بھی محسوس کی تھی۔ وہ یہ کہ یہ شیشی عام وکس کی شیشیوں کی نسبت کچھ وزنی تھی۔ میں نے پروفیسر کو وہ شیشی واپس کر دی۔ اور پروفیسر نے اس کا ڈھکن بند کر دیا۔

"ایسی چھ شیشیاں اگر آپ کے پاس ہوں تو میرا خیال ہے، آپ ہر قسم کے نزلے یا ناک کی خرابیوں سے محفوظ رہیں گے۔"

"کیا ایک شیشی کافی نہیں رہے گی؟"

"نہیں، اس لیے کہ ہمارا واسطہ زیادہ دشمنوں سے بھی پڑ سکتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا پروفیسر۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ ایک بہترین قسم کا بم ہے۔ آپ نے اس کے وزن کو محسوس کیا ہوگا۔ اوپری حصے میں وکس بھری ہوئی ہے، اور پچھلے حصے میں زبردست دھماکا خیز مادہ جو اپنے ساتھ بڑی بڑی چٹانوں کو اڑا سکتا ہے۔ اگر آپ اس چھوٹی سی رائفل میں یہ شیشی رکھ کر اسے فائر کریں تو دو سو گز کی رینج میں یہ بہترین کارکردگی دکھا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ اس رائفل کو درمیان کے کسی بھی حصے سے استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھیے۔" میں نے اس میں سے یہ آدھا حصہ نکال لیا۔ اب یہ صرف سات انچ کا پستول رہ جاتا ہے۔ اور اس پستول کے لیے یہ خصوصی گولیاں استعمال کی جائیں گی۔" پروفیسر نے ایک اور پیکٹ کھول کر پستول کے کارتوس دکھائے اور میں دلچسپی سے ان حیرت ناک چیزوں کو دیکھنے لگا۔

اس کے بعد انتہائی عجیب و غریب ساخت کے ایسے ہتھیار مجھے دکھائے گئے کہ میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے تحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا یہ سب آپ کی ایجادیں ہیں پروفیسر؟"

"نہیں، میری ایجاد صرف وہ مشین ہے۔ باقی یہ تمام چیزیں دنیا کے جدید ترین ممالک میں تیار کی گئی ہیں اور عموماً انھیں خاص قسم کے ایجنٹوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو صرف اس حوالے سے کہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں بہت جدوجہد کرنا پڑی ہے۔"

"کمال ہے پروفیسر، اب وہ بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ صرف دس پونڈ وزن ساتھ لے جا کر ہم پورا ایک اسلحہ خانہ لے جا سکتے ہیں۔"

"یہ چیزیں مختلف حصوں میں رکھی جا سکتی ہیں اور یہ حصے ہم اس انداز میں پھیلا سکتے ہیں کہ کسی کو شبہ بھی نہ ہو۔"

"پروفیسر جوناتھن! مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کی موجودگی میری اس مہم کی کامیابی کی ضمانت ہے۔"

"شکریہ علی۔ ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے۔"

تمام سامان سمیٹ کر بند کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ چاروں افراد وہاں سے واپس چلے گئے۔ سامان وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ پروفیسر جوناتھن سے بہت سے سوالات کر رہا تھا اور پھر ہم نے طے کر لیا کہ دوسرے دن صبح ہم اپنے سفر کا آغاز کر دیں گے۔

فاخرہ نے مجھ سے گھوڑوں کے سلیکشن کے بارے میں کہا تو میں نے یہ ذمے داری اسی پر چھوڑ دی۔ البتہ میں نے غازی سے ایک درخواست کی۔

"ہم اس مہم کو سیاحوں کی حیثیت سے سرانجام دیں گے۔ غازی ناصر، چنانچہ ہمیں ایسے کاغذات کی ضرورت بھی ہو گی جو ہماری یہ حیثیت ظاہر کر سکیں۔ اس کے علاوہ میک اپ بھی ضروری ہے تاکہ فوراً میری شناخت نہ کی جا سکے۔"

"آپ کی تمام ضروریات کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے علی۔" غازی ناصر نے کہا۔ "ہر کام آپ کی منشا کے مطابق ہو جائے گا۔"

"تو پھر آج ہی رات آپ اپنے میک اپ مین کو بھیج دیجیے۔ بس چہرے میں معمولی سی تبدیلی کرالی جائے گی، البتہ پروفیسر جوناتھن کے حلیے میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔"

رات کو غازی ناصر اور فاخرہ ایک میک اپ مین کو لے کر میرے پاس پہنچ گئے اور اس نے میرے چہرے کا بہترین میک اپ کیا۔ صرف چند ایسی معمولی تبدیلیاں کر دی گئی تھیں جن سے میرے خدوخال بدل گئے تھے اور اتنی نفاست تھی اس میک اپ میں کہ ان معمولی سی تبدیلیوں کے باوجود میرا کوئی شناسا بھی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا۔ پھر بالوں کی بھی تھوڑی سی مرمت کی گئی۔ اس کام کی تکمیل کے بعد ہماری تیاریاں تقریباً مکمل ہو گئیں۔

فاخرہ یعقوبی، غازی ناصر، مسعود طلیطلا، سائیکا مالرا اور دوسرے تمام لوگ تقریباً بارہ بجے میرے پاس پہنچ گئے۔ اور پھر ڈیڑھ بجے تک میرے ساتھ رہے۔ اس کے بعد خصوصی طور پر ہمیں آرام کی اجازت دے دی گئی کیونکہ دوسرے دن علی الصبح ہمیں اپنی مہم کے لیے یہاں سے نکل جانا تھا۔ وہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ دن کی روشنی میں ہمیں یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا جائے۔ کیونکہ اس بات کا خدشہ موجود تھا کہ اسرائیلی ایجنٹ یہاں بھی کہیں نہ کہیں موجود ہوں گے۔

صبح تقریباً سوا چار بجے ہم سب تیار ہو گئے۔ اس کے بعد ایک جیپ میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔ رات کو لائٹ آف کرو ڈل کی بستیوں کے اطراف میں پیٹرولنگ ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ ہمیں یہاں سے نکالنے کے لیے محافظوں کی جیپ ہی استعمال کی گئی تھی، جس میں صرف تین افراد نظر آ رہے تھے اور ہم چاروں جیپ کے پچھلے حصے میں اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ دور سے دیکھنے والے کو نظر نہ آئیں۔

پیٹرولنگ جیپ نے ہمیں آبادی سے تقریباً پانچ میل دور ایک پہاڑی سلسلے کے نزدیک پہنچا دیا۔ یہاں چند افراد وہ گھوڑے سنبھالے کھڑے تھے، جنھیں اس سفر کے لیے استعمال کیا جانا تھا۔ انتہائی قدآور اور شاندار گھوڑے تھے۔ میری خواہش کے مطابق ہمیں وہ کاغذات بھی فراہم کر دیے گئے تھے جن میں ہم چاروں کے بدلے ہوئے نام اور پتے اور ہماری حیثیت کے اجازت نامے شامل تھے۔ ان اجازت ناموں میں ہماری حیثیت سیاحوں کی ہی ظاہر کی گئی تھی۔

فاخرہ یعقوبی وغیرہ نے ہمیں الوداع کہا اور ہم گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ میں نے ان سب لوگوں کی طرف ہاتھ ہلایا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میرے تینوں ساتھی میری تقلید کر رہے تھے۔ بڈ، سیکنو اور پروفیسر جوناتھن خاصے خوش نظر آ رہے تھے۔ لیکن میں آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات آ رہے تھے۔ اس مہم میں سب ہی اپنے اپنے طور پر ذمے دار تھے لیکن یہاں تمام افراد کو کنٹرول کرنے کی ذمے داری بھی تھی اور استیفن پیلوکوڈا کی تلاش کا بیڑا بھی میں نے ہی اٹھایا تھا۔ چنانچہ میرا ذہن اپنی اس کامیابی کے لیے الجھا ہوا تھا۔

صبح کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی صحرائے اعظم میں حیوانی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ پرندوں کی قطاریں صبح کے دھندلکوں میں آسمان کی جانب پرواز کر رہی تھیں اور ان کی حسین آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ یہ حسین صبح ایک نئی مہم کا آغاز تھی، اور میں دل ہی دل میں اپنی اس مہم کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا۔ کسی سمت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے تو ہمیں لائٹ آف کرو ڈل کی اس آبادی سے اتنی دور نکل جانا تھا کہ اگر کوئی ہمیں دیکھے تو یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے گھوڑوں کی رفتار کافی تیز رکھی تھی۔

بہت دور پہاڑیوں کے درمیان سے سورج کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور دھند کے غائب ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ہرنوں کی ایک قطار تھوڑے ہی فاصلے پر گھاس چر رہی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سن کر ہرن قلانچیں بھرنے لگے۔ ہم سب کی نگاہیں دلچسپی سے قدرت کے ان مناظر کو دیکھ رہی تھیں۔ صحرائے اعظم کے بارے میں اب میری معلومات اس قدر محدود نہیں تھیں۔ میں نے یہاں خوش رنگ پھولوں اور چاندی کے آبشاروں کو بھی دیکھا تھا۔ اور وہ خوفناک سیاہ دلدلیں بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہی تھیں ـــــ جو ہر ذی روح کو ہڑپ کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ چنانچہ میں جب نکلا تھا تو اپنے اس سفر میں استیفن پیلوکوڈا کی تلاش کے ساتھ ساتھ مجھے افریقہ کی پراسرار سرزمین پر موجود خطرات سے بھی خود کو محفوظ رکھنا ہوگا۔

میرے ساتھیوں میں ہر شخص اپنے فن کا ماہر تھا۔ بڈ ایک شاندار آدمی تھا، اور اس کی رفاقت میں مجھے بڑی طمانیت رہتی تھی۔ اسی طرح سیکنو ایک طاقتور اور وفادار ساتھی تھا جو کبھی پشت دکھانے والوں میں سے نہیں تھا۔ پھر اس سے۔

پروفیسر جوناتھن کی بات تھی تو یہ شخص تو مجھے مکمل طور پر ایک سائنسی مجوبہ نظر آتا تھا، خوش دلی اور ہنستے ہوئے والا ہم چاروں افراد میں سے صرف میکنو ہی ایسا تھا جو طبعاً خاموش تھا، ورنہ بڈ اور پروفیسر جوناتھن راستے میں لطیفہ بازی بھی کرتے جیسا بچے تھے۔ پروفیسر جوناتھن کو خاص طور سے لطیفے سنانے کا شوق آتا تھا۔

سفر کے تقریباً آٹھ گھنٹے گزر گئے۔ اس کے بعد ہم نے ایک جگہ قیام کے لیے منتخب کرلی۔ ایک صاف ستھرا پہاڑی ٹیلا تھا۔ اطراف میں چھوٹے چھوٹے درختوں والا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ افریقہ کی روایتی ویرانی چاروں طرف طاری تھی۔ یوں بھی شام کے دھندلکے گہرے ہوتے جا رہے تھے اور آہستہ آہستہ پرندوں کی آوازیں بھی معدوم ہو رہی تھیں۔ پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے خیمے جو ایک چھوٹے سے پیکٹ میں تبدیل ہو جاتے تھے، اور ضرورت کے وقت اتنی جگہ فراہم کر دیتے تھے کہ انسان ان کے نیچے پناہ لے سکے نصب کر لیے گئے۔ جدید ترین ساز و سامان سے آراستہ کر دیا گیا تھا ہمیں۔ ضرورت کی وہ تمام چیزیں مختصر ترین کر کے ہمارے سپرد کر دی گئی تھیں جو اس مہم میں ہمارے کام آ سکتی تھیں اور بلاشبہ پچھلی تمام مہمات کے برعکس اس وقت ہم پوری طرح مضبوط تھے۔ پلاسٹک کے چار خیمے اس طرح نصب کر لیے گئے کہ ان کا رابطہ آپس میں ایک دوسرے سے رہے اور چاروں الگ الگ بھی ہوں۔

گھوڑوں کو نہایت مضبوطی سے ایسی جگہ باندھ دیا گیا جہاں وہ محفوظ رہیں۔ اس کے بعد ہم دیگر ضروریات زندگی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

بڈ نے تجویز پیش کی کہ رات کو تھوڑے تھوڑے وقفے سے پہرے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ اس تجویز کو سب نے منظور کر لیا تھا چنانچہ تقریباً بارہ بجے تک تو سبھی جاگتے رہے، اور اس کے بعد پہرے کی پہلی ذمے داری میں نے سنبھال لی۔ مجھے دو بجے تک پہرا دینا تھا، دو بجے سے چار بجے تک بڈ کی باری تھی اور اس کے بعد میکنو کی۔ چھ بجے کے بعد پہرا دینے کی خاص ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی، اس لیے پروفیسر جوناتھن کو اس ذمے داری سے آزاد کر دیا گیا۔

میں خیموں کے باہر آکر بیٹھ گیا۔ رات سرد ہو گئی تھی مگر سردی سے بچاؤ کا معقول انتظام تھا جو لباس کی شکل میں میرے بدن پر موجود تھا۔ چھوٹی سی خودکار رائفل میں نے ہاتھوں میں سنبھالی ہوئی تھی۔ یہ ان ہتھیاروں سے الگ تھی، جو ہنگامی حالات کے لیے ہم نے اپنے لباسوں میں چھپا لیے تھے۔

خیموں کے اندر موجود تینوں افراد سو گئے تھے۔ اُن کے تیز سانسوں کی آوازیں فضا میں رچی ہوئی تھیں۔ میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ خیالات کی رو سفر کرتی ہوئی نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی رہی، آنکھوں کے پردوں پر بہت پرانی تصویریں رقصاں ہو گئیں۔ مجھے میرا وطن یاد آیا۔ یہ یادیں ہی زندگی کا سرمایہ تھیں۔ جب بھی دل میں ویرانی محسوس ہوتی، ان یادوں کے سہارے خود کو بہلایا کرتا۔ زندگی کا سفر کہاں سے شروع ہوا تھا اور اب میں کہاں پہنچ گیا تھا، اس کا تذکرہ بھی کرنا بیکار تھا۔ اب تو ان یادوں نے مجھے افسردہ کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب ان کی آنچ دل کو فرحت بخشتی تھی۔ دماغ میں چلنے والی فلم اپنا آخری سفر طے کر کے تہذیب و الیکس کے چہرے تک پہنچی تو دو بج گئے اور اس کے چند لمحے بعد بڈ ہنستا مسکراتا باہر نکل آیا۔

"ہیلو چیف، سب خیریت ہے نا؟"

"ہاں بڈ" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بس اب تم جاؤ اور سو جاؤ... اور ہاں دیکھو! یقیناً سو جانا، ورنہ دوسرے دن کا سفر بہتر نہیں رہے گا۔"

"ٹھیک ہے بڈ" میں نے کہا اور اٹھ کر خیمے میں آ گیا۔

سونے کی کوشش میں کامیابی نصیب ہو گئی تھی اور پھر اس وقت تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے جب میکنو اور بڈ کے گفتگو کرنے کی آوازیں سنائی دیں اور میری آنکھ کھل گئی۔ بڈ اٹھ کر جانے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا باہر خیریت ہے؟"

"اوہ چیف! تم جاگ گئے؟ چلو کوئی بات نہیں ہے، ویسے بھی ساڑھے پانچ بج چکے ہیں۔ آؤ باہر آ جاؤ۔"

"کوئی خاص بات ہے بڈ؟"

"ہاں، میکنو کہتا ہے کہ خاص بات ہے۔" میں نے اپنی رائفل سنبھال لی، بڈ اور میکنو بھی رائفلیں اٹھائے ہوئے تھے۔ بڈ نے پوچھا "کیا پروفیسر کو بھی جگا لیا جائے؟"

"اگر کوئی خطرناک صورت حال ہے تو پھر جگا دینا مناسب۔"

"نہیں، ہم اسے خطرناک نہیں کہہ سکتے۔ میرا خیال ہے کہ پروفیسر کو نیند پوری کر لینے دی جائے۔" میکنو سرگوشی کے انداز میں بولا اور ہم تینوں خیمے سے باہر نکل آئے۔

"کیا بات ہے میکنو؟"

"ادھر اس وادی میں، میں نے کچھ انسانی آوازیں سنی ہیں۔ میں نے بڈ کو جگا دینا مناسب سمجھا تاکہ اگر کوئی بھی اس طرف گزرے تو ہم محتاط رہیں۔"

میکنو نے جس سمت اشارہ کیا تھا، میں اُدھر دیکھنے لگا۔ بظاہر کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم ہوا کی سرگوشیاں سنتے رہے لیکن کچھ

ہی کوئی آواز محسوس نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ دن کی روشنی پھیلنے لگی۔ نیند پوری تو نہیں تھی۔ آنکھوں میں جلن باقی تھی۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے اور پھر بڈ کی تیار کردہ کافی نے چمکا دیا۔

پروفیسر جوناتھن شاید کافی کی خوشبو سے جاگا تھا... باہر بڑی جلدی سے بولا۔ "ارے ارے! سب ختم نہ کر جانا۔ ویسے مجھے شکایت ہے تم لوگوں سے کہ تم نے مجھے کافی میں شریک نہیں کیا۔"

"آپ کو نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا پروفیسر۔"

"بھئی تم جو رعایت میرے ساتھ کرنا چاہو کرو، حالانکہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے پوری رات کی نیند کے لیے ہم میں سے کسی ایک آدمی کو روزانہ منتخب کر لیا جائے تاکہ کوئی بھی شخص بہت زیادہ تھکن یا کسلمندی کا شکار نہ ہو۔ ذرا کافی تو دو۔ کہیں سب تو ختم نہیں کر گئے تم لوگ۔"

ایک مگ میں انہیں بھی کافی دے دی گئی اور پھر ہم نے انہیں صورت حال بتائی۔

"کس سمت؟" انھوں نے چونک کر پوچھا۔

"وہ نیچے وادی میں۔" بڈ نے اشارہ کیا اور پروفیسر جوناتھن نے اپنی دوربین نکال لی، اس نے دوربین سے ان کا جائزہ لیا اور پھر بے اختیار اچھل پڑا۔

"یقیناً ادھر انسان موجود ہیں... لیفٹیننٹ علی، ذرا دیکھنا۔" میں نے جلدی سے دوربین پروفیسر کے ہاتھوں سے لی اور اسے فوکس کر کے اس سمت دیکھنے لگا جہاں پروفیسر نے اشارہ کیا تھا۔ میں نے کچھ لوگوں کی نقل و حرکت محسوس کی تھی، لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ دوربین انہیں صحیح طور پر فوکس نہیں کر پا رہی تھی۔

چند لمحے اُدھر دیکھنے کے بعد میں نے دوربین بڈ کی طرف بڑھا دی اور پھر پروفیسر سے بولا "اُدھر یہاں کچھ انسان موجود ہیں پروفیسر، تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"کیا میں تمہیں مشورہ دینے کی جرأت کر سکتا ہوں علی؟"

"یقیناً۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں یہ بات آپ کو، پروفیسر ہم چاروں میں سے کوئی کسی پر فوقیت نہیں رکھتا، ہر شخص مشورے کو اچھی تجاویز پیش کر سکتا ہے اور اسی طرح کامیابی نصیب ہوگی۔ کسی ایک شخص کی ذہنی قوتوں کو پامال نہ کیا جانا چاہیے۔"

"تو پھر میری رائے ہے کہ ہمیں اُن کی سمت چلنا چاہیے۔ جنگلوں میں پیش آنے والا کوئی بھی واقعہ ہماری رہنمائی کر سکتا ہے، کسی بھی شخص سے ہمیں کوئی ایسا سراغ مل سکتا ہے جو ہمیں ہماری منزل تک لے جائے۔"

"مگر فاصلہ بہت ہے پروفیسر، جانے وہاں تک پہنچتے پہنچتے ممکن ہے وہاں کچھ بھی نہ رہے اور پھر ہمیں واپس یہیں آنا پڑے۔"

"واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوری طور پر تیاریاں کرو اور ان کی سمت چل پڑو۔ میرا خیال ہے صبح کا ناشتہ ہم ان کے قریب پہنچ کر کریں گے اور اگر کوئی خطرناک صورت حال ہوئی تو پہلے اس سے نمٹ لیں گے۔"

"گڈ، مجھے آپ کی تجویز سے اتفاق ہے۔" میں نے کہا۔

ہم برق رفتاری سے خیمے اکھاڑنے لگے۔ خیموں کو لپیٹ کر رکھ لیا گیا۔ تمام سامان باندھ کر گھوڑوں پر بار کیا گیا اور اس کے بعد ہم گھوڑوں کو کھول کر ان پر سوار ہو گئے۔ ہتھیار البتہ ہم نے اپنے ہاتھوں میں تیار رکھے تھے تاکہ کسی بھی ناگہانی صورت حال کا مقابلہ کیا جا سکے۔

تقریباً آدھا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے تجویز پیش کی کہ ہم دو دو کی ٹولیوں میں دو سمتوں سے اس طرف جائیں تاکہ ہمیں کسی بھی خطرے کے پیش نظر دوسری طرف سے مدد مل سکے۔ سب نے میری اس بات سے اتفاق کیا، اور اس طرح میں اور بڈ ایک سمت، میکنو اور پروفیسر دوسری سمت پہنچ گئے اور پھر دونوں طرف سے درمیان میں فاصلہ چھوڑ کر ہم اس علاقے کی طرف بڑھنے لگے جہاں نقل و حرکت محسوس ہوئی تھی۔

راستہ بہت زیادہ دشوار گزار نہیں تھا۔ گھوڑوں نے بہت جلدی یہ فاصلہ طے کر لیا اور ہم اس جگہ پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد جو منظر دیکھا، وہ بڑا عجیب تھا۔ ایک شدید زخمی شخص زمین پر پڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی ایک اٹھارہ سال کی نوجوان لڑکی موجود تھی۔ زخمی شخص کی شخصیت اچھی خاصی پُروقار تھی۔ لڑکی بھی اچھی شکل و صورت کی مالک تھی لیکن اس ویرانے میں ان دونوں کی موجودگی بڑی تعجب خیز تھی۔

بڈ نے آہستہ سے مجھ سے کہا "کوئی نئی بات نہیں ہے چیف۔ صحرائے اعظم میں سرپھرے لوگ داخل ہوتے رہتے ہیں، اور اسی قسم کے مصائب سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو بھی ایسی ہی کوئی صورت حال پیش آئی ہے۔ بڑی مصیبت میں نظر آتے ہیں۔"

لڑکی نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سن کر گردن اٹھائی اور پھر چیختی ہوئی ہماری طرف دوڑی۔ وہ ہم سے مدد طلب کر رہی تھی۔ زبان انگریزی تھی۔ آواز میں انتہائی خوف اور دہشت تھی۔ میں گھوڑے کی پشت سے اُتر گیا۔ دوسری سمت سے میکنو اور پروفیسر بھی آ گئے

تھے۔ لڑکی پاگلوں کی طرح چکرا رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر بڈ کا بازو پکڑ لیا۔

"مسٹر پلیز، ہماری مدد کیجیے... ہماری مدد کیجیے میرے انکل... میرے انکل موت کی آغوش میں جا رہے ہیں۔"

بڈ نے اس کا شانہ تھپتھپا کر اُسے تسلی دی اور پھر ہم دونوں معمر شخص کے قریب پہنچ گئے جس کا سینہ خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سینے کا گوشت نوچ لیا گیا ہو۔

کوئی اور گفتگو کیے بغیر پروفیسر جوناتھن نے اپنا کٹ بیگ کھولا اور اس میں سے فرسٹ ایڈ کا سامان نکال لیا۔ سب سے پہلے اس نے ایک شیشی سے اس کے زخم پر اسپرے کیا اور اس کے بعد ایک مرہم لگا کر زخم پر روئی رکھی اور سینے پر پٹی کس دی۔ معمر شخص بھاری بدن کا مالک تھا لیکن اس لمبے چوڑے زخم سے یقیناً اتنا زیادہ خون بہا ہوگا کہ اب اس میں زندگی نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ پروفیسر جوناتھن نے اُسے دو انجکشن بھی دیے اور اس کے بعد بڈ سے کہا کہ اگر تھوڑی سی کافی تھرماس میں ہو تو اس شخص کو دے دی جائے۔

بڈ نے فوراً ہی اُسے کافی دی جسے قطرہ قطرہ کر کے معمر شخص کے حلق میں ٹپکایا گیا اور یہ کوشش انتہائی کارگر رہی۔ معمر شخص نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ لمحہ بھر ہم لوگوں کی شکلیں دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

بڈ نے ہمدردی سے کہا "مسٹر! آپ اب محفوظ ہاتھوں میں ہیں۔ اطمینان رکھیں، جو تکلیف آپ کو پہنچ چکی ہے ہم اس کا کوئی بدلہ تو نہیں دے سکتے لیکن اب آپ کو مزید کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

لڑکی آہستہ آہستہ رو رہی تھی۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھی تسلی دی تو وہ بے اختیار میرے سینے سے لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بڈ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تمھیں رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب پریشانی کی کوئی بات نہیں، ہم تمھاری مدد کے لیے موجود ہیں۔" پھر میں نے پوچھا "یہ تمھارے انکل کیسے زخمی ہوئے؟"

"شیر... ایک خوفناک شیر، جو ہم میں سے تین آدمیوں کو ختم کر چکا ہے۔ دراصل ہم لوگ سی فورٹ سے کیمپ سی کی جانب جا رہے تھے۔ کیمپ سی میں میرے انکل رہتے ہیں۔ انکل مجھے لینے کے لیے آئے تھے۔ یہ سب میری ہی ضد تھی۔ ہمارے تین آدمی راستے میں آدم خور شیر کا شکار ہو گئے اور ہم ان سے محروم ہو گئے۔ ہم راستہ بھی کھو چکے ہیں۔ دیکھو! اُس سمت دیکھو، شیر نے ہمارے آخری گھوڑے کو بھی ہلاک کر دیا۔"

لڑکی نے جس سمت اشارہ کیا تھا، وہاں ایک گھوڑے کی گردن ٹوٹی ہوئی لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں نے قریب جا کر اس لاش کو دیکھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ گردن پر شیر کے پنجے کا نشان تھا اور رِستے ہوئے خون سے بتا رہی تھی۔

"... اور اسی شیر نے رات کو انکل پر بھی حملہ کیا تھا۔ میں بال بال بچ گئی اور انکل... انکل کا سینہ شدید زخمی ہو گیا لیکن اتفاق کی بات تھی کہ شیر بھاگ گیا۔ غالباً دور کہیں گھوڑے ہنہنا رہے تھے جن کی وجہ سے شیر کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ رک گیا ورنہ یقیناً ہم دونوں کو بھی ہلاک کر دیتا۔"

"تمھارے انکل کیمپ سی میں رہتے ہیں۔ یہ کیمپ سی کیا ہے؟"

"ایک آبادی کا نام ہے جناب اور میرے انکل کا نام ایش مین ہے اور میں بیٹی گراہم ہوں۔ انکل یہاں کیمپ سی میں رہتے ہیں اور افریقہ میں کچھ تحقیقات کر رہے ہیں۔ میں نے لندن سے یہاں تک کا سفر طے کیا اور انکل مجھے لینے کے لیے سی فورٹ پہنچ گئے لیکن یہ سفر ہمارے لیے موت کا سفر ثابت ہوا۔ کیمپ سی تک آتے ہوئے انکل کے تین ساتھی اُن سے جدا ہو گئے۔"

"کیا آدم خور شیر نے انھیں ہلاک کر دیا؟"

"ایک کو تو ہمارے سامنے ہی ہلاک کر دیا تھا، دو فرار ہو گئے لیکن اس رات سے پہلے ہم نے ایک جگہ قیام کیا، اس کے دوران ان لوگوں کی دہشت ناک آوازیں سنی تھیں اور ان آوازوں میں شیر کی آوازیں شامل تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ دونوں بھی ہلاک ہو گئے۔ ہمارے پاس صرف ایک ہی گھوڑا رہ گیا تھا جس پہ بیٹھ کر ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ رات اتنی تاریک ہو چکی تھی کہ آگے بڑھنا انتہائی خوفناک تھا چنانچہ یہاں قیام کیا لیکن آدم خور شیر نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔" لڑکی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کی آواز میں دہشت تھی اور اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے غلط نہیں کہہ رہی۔

"کیمپ سی یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے گھوڑے کی لاش سے واپس پلٹتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی، یہ بات تو انکل ہی جانتے ہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ اب کیمپ سی زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم دن کی روشنی میں کسی بھی وقت وہاں پہنچ جائیں گے لیکن اب تو ہمارے پاس گھوڑا بھی نہیں ہے۔"

"فکر مت کرو۔ ہم تمھیں کیمپ سی پہنچا دیں گے۔" میں نے کہا۔ اور اس کے بعد ہم ایش مین کے قریب پہنچ گئے۔

ایش مین کی حالت اب کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔ یہ ان انجکشنوں کا اثر تھا جو پروفیسر جوناتھن نے اُسے دیے تھے۔ ایش مین پروفیسر جوناتھن سے [illegible] ... نے اس گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا۔ بڈ اور میکنو ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے جب بڈ کو صورتِ حال بتائی تو وہ چوکنا ہو گیا اور پھر میکنو کو ساتھ لے کر وہ شیر کے پنجوں کے نشان تلاش کرنے لگا۔ میں ایش مین کے پاس بیٹھ گیا۔ ایش مین پروفیسر کو بتا رہا تھا۔

"جی ہاں، اور دراصل میں یہاں ایک تحقیقاتی مشن پر آیا ہوں۔ میرا تعلق لندن سے ہے لیکن بدقسمتی سے میں اس حادثے کا شکار ہو گیا۔ کیمپ سی میں، میں نے اپنے رہنے کے لیے ایک ٹھکانا بنایا ہوا ہے۔ وہ افریقہ کے امن پسندوں کی بستی ہے اور میرے ساتھ ان لوگوں کا سلوک بُرا نہیں ہے۔ یہ آدم خور بہت عرصے سے کیمپ سی کے باشندوں کو پریشان کیے ہوئے ہے اور بہت سے لوگ اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہم نے بے حد کوششیں کیں کہ اس شیر کو ہلاک کر دیں لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ راستہ طے کرتے ہوئے میں نے اپنے ساتھ تین افراد کو رکھا تھا جو بہترین شکاری تھے لیکن افسوس وہ خود اس خوفناک شیر کا شکار ہو گئے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایش مین! اب جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا لیکن اب آپ مطمئن رہیں۔ آپ کو کیمپ سی پہنچانے کے لیے ہماری خدمات حاضر ہیں۔"

"آپ لوگ ہمارے لیے مہربان بن کر آئے ہیں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کیا آپ گھوڑے پر سفر کر سکیں گے؟"

"میں نہایت مضبوط آدمی ہوں۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے بس ذرا کمزوری اور نقاہت طاری ہو گئی ہے لیکن آپ کی دواؤں نے میرے سینے پر جو ٹھنڈک پہنچائی ہے، اس نے مجھے بے حد سکون بخشا ہے۔ اب تو تکلیف کا احساس بھی نہیں ہو رہا۔"

"آپ کے زخم کو بالکل سُن کر دیا گیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، میں آپ کا پورا پورا علاج کروں گا۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

"میرے پاس آدمی موجود ہیں۔ آپ صرف مجھے کیمپ سی تک پہنچانے کی زحمت کر لیں۔"

"ٹھیک ہے۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا اور اس کے بعد بڈ اور میکنو کی طرف دیکھنے لگا جو پنجوں کے نشانات دیکھتے ہوئے کافی دور نکل گئے تھے۔

میں نے بڈ کو آواز دی تو وہ واپس پلٹ پڑا اور میرے قریب آ گیا۔ "بڈ! ناشتے کی چیزیں نکال لو۔ ہمارے دو مہمان بھی ہیں۔"

بڈ نے بلا چون و چرا تعمیل کی اور ہم لوگوں نے ہلکا پھلکا سا ناشتا کیا۔ ایش مین کو ایک کپ کافی اور کچھ بسکٹ دیے گئے جو اس نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیے۔ لڑکی کے انداز میں اب وحشت ختم ہو چکی تھی اور وہ ہماری ممنون نظر آ رہی تھی۔ اس نے بھی خاموشی سے ہمارے ساتھ ناشتا کیا تھا۔

پروفیسر جوناتھن نے لڑکی کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا لیا۔ میں نے ایش مین کو اپنا گھوڑا دینے کی پیشکش کی تو بڈ نے فوراً ہی اُسے مسترد کر دیا اور ایش مین کو اپنے ساتھ سنبھال کر گھوڑے کی پشت پر بٹھا لیا۔ میکنو اور میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"چیف! شیر کے پنجوں کے نشانات جا بجا نظر آ رہے ہیں۔" بڈ نے کہا۔ "میرا خیال ہے اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں تو اس کی سمت کا تعین بھی کر سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں بڈ۔ پہلے مسٹر ایش مین کو ان کے ٹھکانے تک پہنچا دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" بڈ نے مجھ سے اتفاق کیا اور ہم چلتے رہے۔ آگے چل کر راستہ ذرا دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ جگہ جگہ راستہ روک لیتے تھے اور ان کے درمیان سے گزرنا خاصا مشکل تھا۔ ان کی شاخیں اور ٹہنیاں ایک دوسرے سے گتھی ہوئی تھیں جن کے درمیان بندروں کی اچھل کود جاری تھی اور ان کی آوازیں جنگل کے سناٹے کو مجروح کر رہی تھیں۔ میں نے ایش مین سے راستے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ان راستوں سے گزرے بغیر کیمپ سی تک پہنچنا ممکن نہیں ہے اور ہمیں ان ہی راستوں پر سفر کرنا پڑے گا۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا کہ راستہ بہت پُرخطر ہے اور کسی بھی لمحے شیر سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہمیں چوکنا رہنا چاہیے۔ میں نے یہ خدشہ دل ہی دل میں اپنے سر لے لیا اور میکنو کو بھی ہوشیار کر دیا۔ ہم دونوں کو بقیہ لوگوں کی حفاظت کرنا تھی۔ راستہ واقعی دشوار گزار تھا۔ جنگل پر ہیبت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں کے اوپری حصے اتنے گھنے تھے کہ تقریباً اندھیرا سا ہو گیا تھا۔ جھکی ہوئی شاخیں جگہ جگہ راستہ روک رہی تھیں اور بعض جگہوں پر ان کے درمیان راستہ بنا کر آگے بڑھنا پڑتا تھا۔

میں نے ایش مین سے پوچھا "کیا سی فورٹ سے کیمپ سی تک پہنچنے کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے؟"

"نہیں، کیمپ سی بالکل اندرونی علاقے میں ہے اور اگر ہم پتھریلے راستے سے سی فورٹ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں تقریباً پچاس کلومیٹر کا فرق پڑتا ہے۔ عموماً اس سمت سے سفر نہیں کیا جاتا بلکہ سی فورٹ تک پہنچنے کے لیے انھی جنگلوں میں راستہ بنا کر آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ کوئی ایک ایسا راستہ آج تک نہیں تعمیر کیا گیا جو ان دشواریوں سے پاک ہو۔" ایش مین نے

جواب دیا۔

"کیا سی فور سے کیمپ سی تک باقاعدہ آمدورفت نہیں ہے؟"

"نہیں۔ کیمپ سی خالص جنگلیوں کا علاقہ ہے۔ سی فور البتہ کسی حد تک مہذب بستی ہے۔ جبکہ وہاں تک پہنچنے کے لیے بھی کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے۔ میں نے لیتی گراہم کو اسی راستے پر آنے کے لیے کہا تھا اور وہ بمشکل تمام سی فور تک پہنچ سکی تھی۔ دراصل میرا بھائی گراہم مر چکا ہے اور لیتی لندن میں بالکل تنہا تھی۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد اسے یہ تنہائی شدید محسوس ہوئی اور اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرکے مجھ تک آنے کی اجازت چاہی۔ کچھ اس طرح کے خطوط لکھے اس نے مجھے کہ میں اسے یہاں بلانے پر مجبور ہو گیا۔"

"کیا آپ طویل عرصے سے کیمپ سی میں مقیم ہیں؟"

"ہاں۔ جنگل کی زندگی مجھے بے حد پسند ہے اور میں یہاں اپنے طور پر کچھ کام کر رہا ہوں لیکن ایسے کسی حادثے سے میں پہلی بار دوچار ہوا ہوں۔ اس سے پہلے بھی کیمپ سی کے علاقے میں مختلف قسم کے حادثات ہوئے لیکن ان میں انسانی جانوں کا اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا۔ یہ شیر انتہائی خوفناک ہے اور ہم اسے بہت عرصے سے تلاش کر رہے ہیں لیکن کم بخت اتنا چالاک ہے کہ ہمارے ہاتھ نہیں آتا۔"

مزید کچھ سفر طے کرنے کے بعد ہمیں پانی کی آواز سنائی دی اور ایلٹن مین نے بتایا کہ بائیں سمت ایک نہر ہے جو آگے چل کر راستہ روک لیتی ہے اور ہمیں اس نہر کو عبور کرکے دوسری طرف جانا ہوگا۔ تھوڑی دور آگے بڑھے تو درختوں کے آدھے آدھے تنے اونچی اونچی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے نظر آئے۔ یہاں بالکل ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے بڈ وغیرہ کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی [illegible]

ایک مقام پر جھاڑیوں سے گزرتے ہوئے دفعتاً میرے کانوں نے کچھ سرسراہٹیں سنیں اور میں نے آہستہ سے ان لوگوں کو رکنے کی ہدایت کر دی لیکن اس کے بعد سرسراہٹیں سنائی نہیں دی تھیں۔ ایلٹن مین نے بتایا کہ کوئی اژدہا جھاڑیوں سے گزرا ہوگا۔

"کیا یہاں اژدہے موجود ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اکثر نظر آ جاتے ہیں۔" ایلٹن مین بولا اور پھر لجاجت آمیز انداز میں کہنے لگا۔ "اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو کوئی پستول وغیرہ میرے ہاتھ میں بھی دے دو۔ ان راستوں سے میں دو تین مرتبہ گزر چکا ہوں۔ ممکن ہے اس کی ضرورت پیش آ جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایلٹن مین کی یہ خواہش پوری کر دی اور ایک لوڈڈ پستول اس کے حوالے کر دیا۔

تھا۔ درختوں کا یہ سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا رہا لیکن اب [illegible] اتنی زیادہ نہیں رہی تھی اور سورج کی روشنی درختوں سے چھن چھن کر آ رہی تھی۔ آگے چل کر زمین کی سطح کچھ بلند ہونے لگی تھی اور ہم لوگوں کو چڑھائی چڑھنی پڑ رہی تھی۔ ایلٹن مین نے تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد بتایا کہ اس چڑھائی کے بعد ایک ڈھلان ہے جہاں ایک بڑی سی جھیل نظر آتی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد گنجان درختوں کا یہ سلسلہ ختم ہونے لگا۔ ڈھلان شروع ہو گئے تھے۔ ہم لوگوں نے اس گھٹے ہوئے تکلیف دہ سفر سے نجات پانے کے بعد اطمینان کی سانس لی اور خوشگوار ٹھنڈی ہواؤں کے درمیان جھیل کی جانب سفر کرنے لگے۔

خاصی وسیع و عریض جھیل تھی۔ پروفیسر جوناتھن کہنے لگا۔ "اس قسم کے گھنے جنگلوں میں ایسی جھیلیں انتہائی خطرناک ہوتی ہیں۔ چونکہ یہاں تمام وحشی جانور پانی پینے آتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں جھیل سے ہٹ کر سفر کرنا چاہیے۔ کسی بھی لمحے ہمارا واسطہ خونخوار جنگلی درندوں سے پڑ سکتا ہے۔"

میں نے پروفیسر جوناتھن سے اتفاق کیا اور ہم جھیل سے ہٹ کر سفر کرنے لگے۔ جس سمت ہم نے سفر شروع کیا تھا ادھر اونچے اونچے درخت تھے۔ باقی جھیل سے داہنی طرف کا حصہ گھنے جنگل میں چھپا ہوا تھا۔ جھیل کو چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر دفعتاً ہمارے گھوڑے ہنہنانے لگے اور انہوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ پروفیسر جوناتھن نے فوراً ہی اپنی رائفل سنبھال لی تھی اور چوکنا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ شاید جنگلوں کے بارے میں بھی خاصی معلومات رکھتا تھا۔

"یقیناً کوئی جنگلی درندہ..." ابھی پروفیسر نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً شیر کی دہاڑ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک بلند انسانی [illegible] دہشت زدہ انداز میں چیخنے لگی تو پروفیسر جوناتھن نے اس کا شانہ [illegible] بری طرح کانپ رہی تھی۔

ایلٹن مین بولا۔ "یقیناً کوئی بدنصیب شیر کا شکار ہوا ہے لیکن یہ کون ہے؟ آہ کہیں میرے ساتھیوں میں سے کوئی نہ ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ان میں سے دو فرار ہو گئے تھے۔"

ہم نے گھوڑوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کی لیکن گھوڑے مسلسل خوفزدہ تھے [illegible] چنانچہ میں اور میکنو نیچے اتر گئے اور اپنی اپنی رائفلیں سنبھال کر ادھر ادھر دیکھنے لگے لیکن ہم اس سلسلے میں کوئی بھاگ دوڑ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ہمیں شیر کی سمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ البتہ چیخنے والے کے لیے ہمارے دل میں دکھ تھا۔ جھیل کا یہ کنارہ بدبودار دلدل سے بھرا

ہوا تھا جس کی جھاڑ جھنکار بکھرے ہوئے تھے۔

بالآخر میں اور میکنو نتائج سے بے پروا ہو کر آگے بڑھنے لگے اور ہمارے کان کسی آواز یا آہٹ کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ فاصلے پر پہنچ کر گھنے درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہم نے خون کے قطرے دیکھے اور رک گئے۔ یقیناً خوفناک درندہ اپنے شکار کو لے کر اسی جھنڈ سے گزرا تھا اور ممکن ہے اب بھی وہ کسی آس پاس کی جھاڑی یا کھائی کے اندر چھپا بیٹھا ہو۔

یہاں رک کر ہم دیر تک بے حس و حرکت کوئی آواز سننے کی کوشش کرتے رہے لیکن بے سود۔ ہر طرف ہُو کا عالم طاری تھا اور یہ حصہ بالکل ویران نظر آ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کون بدنصیب تھا جسے شیر نے شکار کیا تھا۔ اس بات کے امکانات زیادہ محسوس ہو رہے تھے کہ وہ ایلٹن مین ہی کا کوئی گمشدہ ساتھی ہو جو زندگی بچانے کے لیے اپنے طور پر کیمپ سی کی طرف جا رہا ہو۔

چند لمحے بعد میں نے میکنو کو اشارہ کیا اور ہم محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ اس جھنڈ سے گزرے تو اندازہ ہوا کہ اس کے درمیان کافی کشادہ جگہ موجود ہے۔ ہماری نگاہیں زمین پر خون کے دھبے تلاش کر رہی تھیں لیکن یہاں ہمیں دھبے نظر نہیں آ رہے تھے البتہ بائیں سمت گھومنے کے بعد دفعتاً میکنو نے مجھے خون کے ان دھبوں کی طرف متوجہ کیا جو یہاں کافی تعداد میں تھے۔

میں نے تیزی سے میکنو کے قریب پہنچ کر اس خون کو دیکھا۔ چھوٹی چھوٹی بوندیں ایک سمت اشارہ کر رہی تھیں چنانچہ ہم رائفل سنبھالے آگے بڑھے اور خون کی ان بوندوں کے نشان پر چلتے ہوئے بالآخر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک انسانی لاش ایک خاردار جھاڑی کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ ایک نظر دیکھتے ہی پتا چل گیا کہ وہ کوئی مہذب انسان ہے [illegible] پنجوں اور دانتوں کے نشانات نمایاں تھے۔ گردن اور سینے پر گہرے زخم تھے جن سے تازہ خون ابل رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خوفناک درندہ ہماری آمد سے واقف ہو گیا ہے اور اپنے شکار کو چھوڑ کر کہیں آس پاس ہی جا چھپا ہے۔

میکنو نے فوراً ہی میرے اس خیال کی تصدیق کر دی اور سرگوشی کے سے لہجے میں بولا۔ "صورتحال یہاں کافی خطرناک ہے۔ وہ بائیں سمت جو درخت نظر آ رہا ہے، میرا خیال ہے ہمیں فوراً اس [illegible] چاہیے۔ وہاں سے ہم بہتر نظر رکھ سکتے ہیں۔"

"میکنو! وہ لوگ بھی خطرے میں ہیں۔ کہیں وہ آدم خور [illegible] نہ بن جائیں۔"

"وہ اپنے طور پر ہوشیار رہیں گے چیف۔ اس وقت انہیں کوئی پیغام بھی نہیں دیا جا سکتا۔ ویسے بڈ ہوشیار آدمی ہے، وہ چوکنا ہے۔" میکنو درخت کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور چند لمحے بعد ہم دونوں درخت پر پہنچ گئے۔

انسانی لاش ہمارے سامنے کوئی پندرہ بیس گز کے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ ایک ایک لمحہ اعصاب شکن تھا۔ جب کافی دیر تک خوفناک درندہ کہیں سے ظاہر نہیں ہوا تو ہم درخت سے نیچے اتر آئے۔ لاش کے قریب پہنچے اور اسے اٹھا کر واپس چل پڑے۔ تمام لوگ ہمارا انتظار کر رہے تھے اور بہت بے چین و پریشان تھے۔ ہمیں جھاڑیوں سے نمودار ہوتے دیکھ کر بڈ برق رفتاری سے ہماری طرف بڑھا۔ دوسرے لوگ بھی دیکھ چکے تھے کہ ہم ایک لاش اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔

ایلٹن مین نے لاش دیکھنے کے بعد تصدیق کر دی کہ یہ اس کے ساتھیوں میں سے ایک کی ہے۔ بے چاری لیتی گراہم بے حد خوفزدہ ہو گئی تھی اور بار بار ایلٹن مین سے کہہ رہی تھی کہ کیمپ سی پہنچ کر فوراً اس کی واپسی کا بندوبست کر دیا جائے۔ اس نے لندن سے یہاں آ کر غلطی کی ہے۔

اس لاش کو وہیں ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا کیونکہ درندے کے حملے کا خطرہ ابھی تک موجود تھا۔ اس کے بعد کا سفر مزید خوف و دہشت کے عالم میں طے کیا گیا۔ مناظر تبدیل ہوتے رہے۔ ایلٹن مین کی حالت اب کچھ بہتر تھی جبکہ سہمی ہوئی لیتی گراہم بدستور پروفیسر جوناتھن سے لپٹی ہوئی تھی ——— وہ بار بار خوف سے رونے لگتی تھی۔

اس وقت شام کی سرخی جھلکنے لگی تھی اور جنگلی پرندے قطار در قطار چہچہاتے اپنے گھونسلوں کی طرف آ رہے تھے۔ جب ہم نے بہت دور گہرائی میں دھوئیں کی لکیریں بلند ہوتے ہوئے دیکھیں۔ ایش مین نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ وہیں کیپ سی نامی بستی ہے۔ چنانچہ ہم نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی۔ فضا میں طوطوں کی ٹیں ٹیں سے ایک شور برپا تھا اور جنگل کے اندر بسیرا کرنے والی چڑیوں کی چہکار سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

بالآخر یہ فاصلہ طے ہو گیا اور جیسے ہی ہم بستی کے قریب پہنچے، ہم نے بہت سے افریقی جوانوں کو اپنی جانب لپکتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ ایش مین کی یہاں کافی عزت کی جاتی ہے۔ اُسے زخمی دیکھ کر جنگلی جوان بے قابو ہو گئے اور ہر طرح سے اس کی دل جوئی کرنے لگے۔ بستی کے مغربی حصے میں تین درختوں کے ایک مثلث کے درمیان زمین سے تقریباً دس فٹ اونچا ایک خوبصورت مکان بنایا گیا تھا جس کی تعمیر میں موٹے موٹے شہتیر استعمال کیے گئے تھے۔ اوپر جانے کے لیے باقاعدہ سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ ہم سب اس سیڑھی سے گزر کر مکان میں داخل ہو گئے۔ ایک پرآسائش زندگی کے لیے جو کچھ لوازمات اکٹھے کیے جا سکتے تھے، وہ سب اس مکان میں موجود تھے۔ ایش مین غالباً اس مکان میں تنہا ہی رہتا تھا کیونکہ یہاں صرف ایک آدمی کے زندگی گزارنے کے آثار نظر آ رہے تھے۔

ایش مین کو بستر پر لٹا دیا گیا۔ جنگلی اس کے لیے مسلسل بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ فوراً ہی ایک بوڑھا لکڑی کے پیالے میں سبز رنگ کا جڑی بوٹیوں سے بنایا ہوا ایک گاڑھا گاڑھا محلول لے آیا اور اس نے ایش مین کے سینے سے بینڈیج کھول کر اس محلول کی کافی مقدار اس کے زخم پر ڈال دی۔

میں نے ایش مین سے کہا کہ کیا یہ محلول اس کے لیے تسلی بخش ہے تو ایش مین نے مسکرا کر کہا: "جڑی بوٹیوں سے یہ لوگ جو دوائیں تیار کرتے ہیں، وہ بلاشبہ جدید دنیا کی دواؤں سے کہیں زیادہ موثر ہیں۔ ان لوگوں کو ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور انھوں نے اپنے لیے علاج کا بندوبست خود ہی کر لیا ہے۔ تم لوگ مطمئن رہو۔ یہ محلول یقیناً میرے اس زخم کے لیے کارآمد ہوگا۔"

نینی بے چاری اب بھی ایک کونے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

ایش مین کو جب ان لوگوں سے نجات ملی تو اس نے معذرت کرنے والے انداز میں کہا: "اب تک میں اپنی ہی مصیبت کا شکار رہا تھا۔ درحقیقت اگر آپ لوگوں کی مدد حاصل نہ ہو جاتی تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا۔ ظاہر ہے، بے چاری لڑکی مجھے سنبھال نہیں سکتی تھی۔ لیکن میں نے اس دوران آپ لوگوں سے تعارف تک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"یہ تکلفات بعد میں بھی پورے ہو سکتے ہیں مسٹر ایش مین۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم آپ کے کسی کام آ سکے۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

"آپ لوگ اطمینان سے بیٹھ جائیے۔ میں آپ کے لیے بستروں وغیرہ کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔ ابھی میں آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ دو تین دن میرے ساتھ گزاریے بشرطیکہ آپ کے کسی خاص کام کا کوئی حرج نہ ہو رہا ہو۔"

"خاص کام؟" پروفیسر ہنسنے لگا۔ "خاص کام یہی آوارہ گردی ہے جو بعد میں بھی کی جا سکتی ہے۔"

"آپ بے فکر ہو کر یہاں قیام کریں۔ مجھے مسرت ہوگی۔ میری حالت ذرا بہتر ہو جائے پھر میں آپ لوگوں کو یہاں کے اطراف سے روشناس کراؤں گا۔"

ہم میں سے کسی کو ایش مین کے ساتھ قیام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ایش مین نے تھوڑی دیر کے بعد ہماری رہائش کے لیے انتظامات کرا دیے۔ یہاں ہم نے پانچ سفید فام اور دیکھے جو ایش مین ہی کی نسل سے معلوم ہوتے تھے۔ وہ بھی ایش مین کے پاس پہنچ گئے تھے۔ ایش مین نے انھیں اپنے تینوں ساتھیوں کے بارے میں بتایا اور وہ سب افسردہ ہو گئے۔

ایش مین نے مزید کسی واردات کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ اطراف میں اور کوئی واردات نہیں ہوئی ہے۔ "یقیناً شیر دور نکل گیا ہے اور اس وقت وہ انھی علاقوں میں ہے جہاں ہم نے اُسے پایا تھا۔"

"کیا یہاں جنگلی درندوں کی تعداد محدود ہے مسٹر ایش مین؟ میرا مطلب ہے کہ یہاں اور بھی تو شیر ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ ان اطراف میں کوششیں کر کے درندوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی دور دراز سے کوئی نہ کوئی درندہ بھٹکتا ہوا اس طرف آ نکلتا ہے اور دو چار انسانی جانوں کو ختم کرنے کے بعد گم ہو جاتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ میں نے یہاں تقریباً گیارہ شیر شکار کیے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس آدم خور کو قابو میں نہیں کر سکے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ شیر بالکل شیطان صفت ہے۔ اتنا چالاک کہ کبھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"

نینی گو اب بھی خوفزدہ نگاہوں سے ایش مین کو دیکھ رہی تھی، ایک بار پھر اس نے مطالبہ کر دیا کہ اس کی واپسی کا بندوبست کر دیا جائے۔

ایش مین نے برا ماننے کے بجائے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "نینی! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا بیٹے! کہ اس علاقے میں گھومنا تمھارے لیے سود مند نہیں ہوگا۔ تاہم اس جگہ جہاں تم موجود ہو، کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو۔ میں بہت جلد حالات سازگار ہوتے ہی تمھیں واپس پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

نینا نے ایش مین سے سوال کیا: "مسٹر ایش مین! اس مکان میں آپ تنہا ہی رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہاں اتنی ہی گنجائش ہے۔"

"میرا مطلب ہے آپ کے دوسرے ساتھی...؟"

"وہ جنگلیوں کے درمیان جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔"

"ان کی تعداد کتنی ہے؟"

"کل آٹھ افراد تھے جن میں سے تین ہم سے جدا ہو گئے۔ تم میرے ساتھیوں کے غم کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

ایش مین نے جنگلیوں سے شاید ہماری خاطر مدارات کے لیے کہہ دیا تھا۔ ابھی پوری طرح رات نہیں ہوئی تھی کہ جنگلیوں نے ہمارے سامنے مختلف کھانوں کے ڈھیر لگا دیے۔ ان میں بھنا ہوا گوشت، سبزیاں اور کسی سبزی سے تیار کی ہوئی روٹیاں بھی موجود تھیں۔

ایش مین نے ہم سے درخواست کی کہ ہم بلا تکلف یہ کھانا کھائیں۔ اس نے کہا: "اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے آپ لوگ اپنے طور پر پسند نہ کرتے ہوں یا یہ آپ کی صحت کے لیے مضر ہو۔ یہ روٹیاں ایک مخصوص قسم کی سبزی کے پتوں سے بنائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ گوشت بھی ہرن کا ہے۔ ہرنوں کی قسمیں یہاں بکثرت مل جاتی ہیں اور انھیں شکار کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ جو لوگ ہمارے لیے کھانا تیار کرتے ہیں، میں نے انھیں خاص طور سے ہدایت کر دی ہے کہ آپ کو کیسے کیسے کھانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

ایش مین کی اس وضاحت سے ہم مطمئن ہو گئے اور ہم نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے پینے کی ہمارے پاس بھی بہت سی چیزیں موجود تھیں لیکن انھیں کسی برے وقت کے لیے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ یہ روٹیاں انتہائی لذیذ تھیں اور ان میں شاید نمک بھی شامل کیا گیا تھا۔ پروفیسر جوناتھن نے اس ڈش کے بارے میں پوچھا جو سبزیوں سے تیار کی گئی تھی تو ایش مین نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے وہ ایسی خشک سبزی کا کافی بڑا ذخیرہ آپ کے ساتھ کر دے گا تاکہ ہم آئندہ بھی اس سے لذت اٹھائیں۔"

ایش مین کا رویہ ہمارے ساتھ بہت اچھا تھا۔ شدید زخمی ہونے کے باوجود اس نے اب تک کسی قسم کی نقاہت وغیرہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ بستر سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نینی کو ذہنی طور پر اب قرار آ گیا تھا۔ چنانچہ جب رات کافی گزر گئی تو ایش مین نے ہمیں آرام کرنے کے لیے کہا اور خود بھی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نینی کو ہم نے بھی ایک گوشہ سنبھال لیا تھا۔ ہم سب آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ گھوڑے نیچے باندھ دیے گئے تھے اور ایش مین کی ہدایت پر چند افریقی نوجوان ان کی حفاظت پر مامور کر دیے گئے تھے۔

ہم چاروں قریب قریب ہی لیٹے ہوئے تھے۔ پھر جب ایش مین کے خراٹے کمرے میں گونجنے لگے تو پروفیسر جوناتھن نے آہستہ سے میرے کان میں کہا: "اس شخص کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"آپ جس انداز میں سوچ رہے ہیں پروفیسر! میرا ذہن بھی یہی بات ابھار رہا ہے۔" ڈیٹر نے ہماری گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا: "کیا اس سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں؟ یا کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بھی سٹیفن براکوڈا کا ہی کوئی ساتھی ہو؟"

"کیا اس کو چیک کرنے کے لیے فوری طور پر کچھ کیا جا سکتا ہے پروفیسر؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں یقیناً۔ میرا خیال ہے ہم اس لڑکی کو اور اس شخص کو با آسانی بے ہوش کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم ان دونوں کو بے ہوش کر کے اس مکان کی تلاشی لیں گے۔ ایک ایک چیز کا جائزہ لے کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ اس شخص کا تعلق کسی طور اسٹیفن براکوڈا سے تو نہیں ہے۔"

پروفیسر جوناتھن نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی چپٹی شیشی نکال کر دکھائی جو بظاہر کسی خوبصورت سینٹ کی شیشی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے اوپر ماسک لگا ہوا تھا۔

"یہ کلوروفارم ہے۔ انتہائی لطیف و نفیس خوشبو والا کلوروفارم جو آن کی آن میں انسان کو چند گھنٹوں کے لیے بے ہوش کر دیتا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جاگنے کے بعد اسے بے ہوشی کے اثرات کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔"

"تو پھر آپ اپنا یہ کام کتنی دیر میں شروع کریں گے پروفیسر؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر تمھاری اجازت ہو تو... تو ابھی فوراً۔"

"اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

پروفیسر جوناتھن اپنی جگہ سے رینگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس بستر کے قریب پہنچ کر اٹھ کھڑا ہوا جہاں ایش مین سو رہا تھا۔ اس نے ماسک کی ایک ہلکی سی پھوار ایش مین کی ناک پر ماری اور ایش مین کے جسم میں تھوڑی سی کسمساہٹ پیدا ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بے سدھ ہو گیا تھا۔ یہی عمل نینی کے ساتھ دہرایا گیا اور وہ بھی بے سدھ ہو گئی۔ اس کے بعد میں، ڈیٹر اور پروفیسر جوناتھن مکان کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔

ہم نے سب سے پہلے دروازوں کی درزیں اور جھریاں کپڑوں سے ڈھک دیں جن سے ٹارچ کی روشنی باہر جا سکتی تھی۔ ویسے بھی تختوں سے جڑے ہوئے مکان میں کسی بھی جگہ سے روشنی باہر نکل سکتی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس کا خاص طور سے خیال رکھا اور ٹارچ کے شیشوں پر ایسے کپڑے ڈال دیے جن کی وجہ سے روشنی مدھم رہے۔ اس کے بعد لکڑی کے اس مکان میں جو جگہ بھی ممکن ہو سکتی تھی، اس کی تلاشی لے ڈالی۔ بہت سی کتابیں، کاغذات، رجسٹر، ان پر بنے ہوئے نقشے اور جنتریاں بھی نظر آئے لیکن ان میں سے ایک بھی چیز اس بات کی نشاندہی نہیں کرتی تھی کہ ایش مین کا تعلق کسی طور اسٹیفن براکوڈا سے ہو سکتا ہے۔ یا وہ کسی بھی نوعیت کی تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ رجسٹروں کے اندراجات سے پروفیسر جوناتھن نے جو نتیجہ اخذ کیا، وہ یہی تھا کہ ایش مین یہاں کسی خاص چیز پر ریسرچ کر رہا ہے اور اس کے اعداد و شمار نوٹ کرتا جا رہا ہے لیکن وہ خاص چیز کیا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ جوناتھن دیر تک ان کاغذات کا جائزہ لیتا رہا۔ چھت وغیرہ اور تمام دیواریں تک ٹٹول ڈالی گئی تھیں۔ لیکن کوئی ایسی چیز نہیں نظر آئی جو مشتبہ ہوتی۔ بالآخر ہم نے اپنا یہ خیال ترک کر دیا کہ ایش مین کا تعلق کسی طور اسٹیفن براکوڈا سے ہے۔ بڈ نے البتہ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے ایش مین نے اس مکان میں کوئی ایسی چیز نہ رکھی ہو اور اس کے لیے اپنے ساتھیوں کو مخصوص کیا ہوا ہو لیکن اب یہ کسی طور ممکن نہیں تھا کہ ہم اس کے بقیہ ساتھیوں کے مکانات کی تلاشی بھی لے سکیں۔

پروفیسر جوناتھن نے کہا۔ "اب یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ اس شخص کا تعلق اسٹیفن براکوڈا سے ضرور ہو۔ تاہم اگر تم تو اس سے گفتگو کرتے ہوئے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو تو شاید کوئی سراغ مل سکے۔ بظاہر کوئی ایسی چیز یہاں موجود نہیں ہے جس سے اس کی شخصیت مشکوک ہو جائے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں پروفیسر! بہرطور ہم اس کو مہمان نوازی کا موقع ضرور دیں گے۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے میری بات سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد ہم تمام سامان جوں کا توں رکھ کر اپنی جگہ آ گئے۔ کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑا گیا تھا جس سے ایش مین کو اس بات کا کوئی شک ہو جائے کہ ہم نے اس کے مکان کی تلاشی لی ہے۔ لیٹنے کے بعد بھی ہم دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے کہا۔ "پروفیسر! آپ نے اپنا ٹرانسمیٹر ابھی تک استعمال نہیں کیا؟"

"اوہ! ڈیئر علی، یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں نے اپنا ٹرانسمیٹر استعمال نہیں کیا۔"

"اس لیے کہ علی نے آپ کو ٹرانسمیٹر استعمال کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ٹرانسمیٹر کا عمل جب شروع ہو تو تمہیں اس کے بارے میں خود بخود اطلاع مل جائے گی۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ جب سے ہم نے سفر کا آغاز کیا ہے، ان عرصہ میں کہیں بھی کوئی لاسلکی پیغام کسی کو نہیں دیا گیا۔ یقین اس بات پر مجھے خود بخود آگاہ کرے گی۔ تم اطمینان رکھو، شرطی ہوتے ہوئے دوران تم نے میرے سپرد کی ہیں ان میں مجھ سے کہیں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔"

"شکریہ پروفیسر! بس ایسے ہی میرے ذہن میں خیال آ گیا تھا۔"

"نہیں، اطمینان رکھو۔" پروفیسر نے کہا اور ہم لوگ گہری نیند سو گئے۔

صبح کو خوب دیر میں آنکھ کھلی تھی۔ باہر سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جو مقامی باشندوں کی تھیں۔ وہ لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے اطراف میں دیکھا تو صرف پروفیسر جاگ رہا تھا۔ بڈ اور میکو گہری نیند سو رہے تھے۔ دوسری طرف نیمی گراہم کا کہیں پتا نہیں تھا۔ البتہ ایش مین ایک تکیے کے سہارے گھٹنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ مسکرایا اور پھر جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "صبح بخیر۔"

"صبح بخیر مسٹر ایش مین۔ کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"بہت ٹھیک ہوں۔ اس سے قبل میں نے اپنے ان ساتھیوں کو دو مریضوں کا علاج کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ان کا طریقۂ علاج اس قدر موثر ہے، اس کا اندازہ مجھے اب ہو رہا ہے۔ میرے زخم سے حیرت انگیز طور پر تکلیف غائب ہو گئی ہے۔ البتہ نقاہت موجود ہے اور میرا خیال ہے انھوں نے میرے جسم میں خون کی کمی پوری کرنے کے لیے بھی کوئی دوا تیار کی ہے۔ ابھی صبح ایک انتہائی بدذائقہ سیال کا ایک پیالہ مجھے پلایا گیا ہے لیکن اسے پینے کے بعد مجھ میں اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ دیکھ لو اٹھ کر بیٹھ گیا ہوں۔"

ہماری آوازوں سے دوسرے لوگ بھی بیدار ہو گئے۔ پروفیسر جوناتھن نے ایش مین کو سلام کیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نامعلوم لوگو! تمھیں شاید اس بات پر تعجب ہو کہ میں نے تم سے تمھارے بارے میں کوئی بات نہیں پوچھی۔ یہاں تک کہ ہمارے درمیان تعارف بھی نہیں ہوا لیکن میری جو کیفیت تھی اس کا تمھیں اندازہ ہے۔ حقیقت ہے کہ اب ہم ایک دوسرے سے پوری طرح روشناس ہو جائیں۔ میں بارہا تم لوگوں کے احسان کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن کسی کی زندگی بچانے کا کبھی کوئی صلہ بھی تو نہیں دیا جا سکتا۔ میں تمھاری ہر خدمت کرتے ہوئے فخر محسوس کروں گا۔"

"شکریہ ایش مین! ہم تمھاری صحت کے لیے دعا کرتے ہیں۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

ایش مین نے پروفیسر جوناتھن سے اس کے بارے میں پوچھا تو پروفیسر نے مختصراً اپنا نام بتا دیا۔ ہم نے البتہ اپنا نام تبدیل کر دیا تھا۔ پھر ہم نے اپنے دونوں ساتھیوں کا تعارف بھی ان کے اصل ناموں سے کرا دیا جو ابھی سو رہے تھے۔

ایش مین نے ہم سے ہماری آوارہ گردی کی وجہ پوچھی تو پروفیسر جوناتھن مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ "بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں مسٹر ایش مین جو کسی بڑے لالچ کے بغیر اپنی زندگی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ تم نے ہمیں بتایا ہے کہ تم ۔۔۔۔ کچھ خاص چیزوں پر ریسرچ کے لیے یہاں مقیم ہو تو تم ہم سے منفرد اور اعلیٰ حیثیت کے مالک ہو۔ ہم تو اسی دیوانگی کا شکار ہو کر گھومتے پھر رہے ہیں جس کا شکار ہو کر بے شمار لوگ صحرائے اعظم میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"دولت! بہت سونے کے انبار!" ایش مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں! سو فیصدی۔"

"خزانے کا کوئی نقشہ یا کوئی خاص سمت؟" ایش مین نے سوال کیا۔

"نہیں۔ کوئی نقشہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے لیکن صحرائے اعظم میں تلاش کرنے والے بہت کچھ پا لیتے ہیں۔"

"تمھارے ساتھ ایک افریقی بھی ہے۔"

"ہاں۔ یہ کبھی یہیں رہتا تھا لیکن اب مہذب دنیا میں رہتا ہے۔"

"کوئی سراغ ملا؟"

"نہیں مسٹر ایش مین۔ ابھی تک تقدیر نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ ہم بھٹکتے پھر رہے ہیں۔"

"تمھارے گھوڑے بہت شاندار ہیں۔"

"ہاں۔ یہ ہم نے ایک افریقی تاجر سے خریدے ہیں۔"

"گڈ، میری دعا ہے کہ تمھیں کامیابی نصیب ہو۔"

"کیمپ سی کے بارے میں ہمیں بتائیے مسٹر ایش مین!" میں نے کہا۔

"افریقہ کے کافی اندرونی علاقے میں یہ آبادی واقع ہے۔ بیشتر سادے معصوم لوگوں کی بستی ہے۔ یہاں کوئی ایسی قابلِ ذکر چیز نہیں ہے جس کے باعث یہ بیرونی دنیا کے لیے پرکشش ہو سکا ہو۔ بس ایک ایسی ہی بستی ہے، وہ بھی ان جیسے ہی لوگوں کی ہے لیکن وہاں سے مہذب دنیا کے لیے راستے کھلے ہوئے ہیں اور ان راستوں سے چھوٹے چھوٹے قافلے بھی فورٹ تک پہنچ جاتے ہیں۔ میری تحقیق بھی انھی راستوں سے آئی ہے کیونکہ دوسرے راستے زیادہ دشوار تھے کسی کے لیے۔ بی فورٹ سے یہاں تک آنے کا راستہ البتہ کافی خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجھے اسے لینے کے لیے بی فورٹ جانا پڑا۔"

"اس وقت وہ کہاں گئی ہے؟"

"میں نے اسے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ اتنی دہشت زدہ تھی وہ کہ مجھ سے فوراً ہی واپسی کا تقاضا کر رہی تھی۔ بہرحال رفتہ رفتہ میں اسے سنبھال لوں گا۔ اسے زیادہ عرصہ تو یہاں نہیں رکھ سکتا لیکن جب تک میں خود ٹھیک نہ ہو جاؤں، اس کی لندن واپسی کا بندوبست کرنا بھی میرے لیے مشکل ہوگا۔"

اسی دوران بڈ اور میکو بھی اٹھ گئے تھے۔

"اب تم لوگ یہاں سے نیچے اتر جاؤ اور سیدھے چلے جاؤ۔ تقریباً پچاس گز جانے کے بعد ایک چشمہ نظر آئے گا۔ اگر چاہو تو غسل کر لینا۔ پانی بہت ٹھنڈا محسوس ہو تو پھر منہ ہاتھ دھونے پر ہی اکتفا کرنا۔ واپس آؤ گے تو ناشتا تیار ملے گا۔"

میں نے ایش مین کا شکریہ ادا کیا اور ہم اس کی ہدایت کے مطابق لکڑی کے مکان سے نیچے آ گئے۔ کیمپ سی کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ہر طرف کیل پوشوں کا ہجوم تھا۔ چہروں پر سرخ اور سفید رنگوں سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ گلے میں سنکوں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ غرض اپنے مخصوص انداز میں افریقی زندگی رواں دواں تھی۔ ہم لوگ ایش مین کے بتائے ہوئے راستے پر آگے بڑھتے رہے اور اس چشمے پر پہنچ گئے جس کا تذکرہ اس نے کیا تھا۔ چشمے کا پانی نہایت شفاف تھا لیکن اتنا ہی ٹھنڈا بھی تھا اور اس میں نہانے کا مطلب تھا نمونیہ۔ چنانچہ کسی نے اس کی جرأت نہیں کی۔ البتہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ گردن تک اچھی طرح ہاتھوں میں پانی لے کر دھو لیا۔ اور تازہ دم ہو کر واپس جھونپڑے میں پہنچ گئے۔ ایک دسترخوان سا بچھوا دیا گیا تھا جس پر چیل کا بھنا ہوا گوشت اور مخصوص جڑی کی روٹیاں چنی ہوئی تھیں۔ ساتھ میں گرم دودھ کے برتن بھی رکھے ہوئے تھے اور لکڑی کے پیالے جن میں گھونٹ گھونٹ دودھ کو پیتے ہوئے بہت لطف آیا تھا۔

ایش مین خاصا خلیق انسان تھا۔ ہم نے سارا دن اس کے ساتھ گزارا۔ نیمی گراہم بھی اب کسی حد تک مطمئن نظر آ رہی تھی۔ رات کے کھانے پر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جنگل یہاں تک آنے کے راستے بہت خراب ہیں جبکہ آپ کا یہ علاقہ بہت اچھا ہے۔ کیا یہاں جنگلی درندے غول کی شکل میں حملہ آور تو نہیں ہو جاتے ہیں؟"

"مطلب بتاؤ ڈیئر!" ایش مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ میں ابھی واپس نہیں جاؤں گی۔" اور ایش مین زور سے ہنس پڑا۔

"یہ صرف ایک دن کی بات ہے۔ ممکن ہے چند روز یہاں

اور یہ پہلا موقع ہے کہ کوئی محافظ ٹولی مخصوص راستوں سے گزری ہے۔ یہ لوگ جو کوئی بھی ہیں ان کی موت ضروری ہے۔ اوور۔"

"ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے جناب؟ اوور۔"

"او۔ وی۔ نائمن سے گزر کر وہ او ایٹ سکس کی طرف آ رہے ہیں۔ ان راستوں پر انھیں چیک کرو اور نظر آ جائیں تو ختم کر دو۔"

"کیا ان میں سے کسی کو زندہ بھی پکڑنا ہے جناب؟"

"نہیں، ضروری نہیں ہے۔ لیکن تمھیں اپنا کام ہوشیاری سے کرنا ہے۔"

"او کے۔ اوور۔"

"اوور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور خاموشی چھا گئی۔

پروفیسر کا ہاتھ برق رفتاری سے پیڈ پر چل رہا تھا۔ وہ صرف آوازیں نہیں سُن رہے تھے بلکہ ان کی نگاہیں مشین پر لگے ہوئے ڈائلوں کی گھومتی ہوئی سوئیوں پر بھی جمی ہوئی تھیں اور وہ شاید ان سوئیوں کے زاویوں کے بارے میں بھی نوٹ لکھ رہے تھے۔ پروفیسر چند لمحے مشین کو دیکھتے رہے اور اس کے بعد انھوں نے بٹن آف کر دیا۔

یہ سنسنی خیز گفتگو میں بھی سُن چکا تھا۔ دو براؤن رنگ کے گھوڑے، ایک ہلکا براؤن اور دوسرا براؤن اور سفید دھبوں والا ہمارے ہی پاس تھے اور ہم ہی نے بنگالہ سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ وہ لوگ ہمیں عرب محافظ سمجھے تھے۔ میں نے پروفیسر کی سوچ میں مداخلت نہیں کی، بلکہ میکنو اور بُڈ کی طرف دیکھنے لگا۔

دونوں اپنے آرام کے وقفے سے فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ اُن کی تیز تیز سانسیں جنگل کے سناٹے میں اُبھر رہی تھیں۔ پروفیسر نے مشین اپنی جگہ واپس رکھی، ٹارچ کی روشنی میں پیڈ کو دیکھتے رہے اور پھر گہری سانس لے کر انھوں نے ٹارچ بجھا دی۔

"یہ بھی بہتر ہوا مسٹر علی کہ آپ جاگ رہے تھے اور آپ نے بھی یہ پیغام سُن لیا۔ دوسری بات یہ کہ انھوں نے اپنی فریکوئنسی کو بالکل محفوظ سمجھ کر اشارتی زبان میں گفتگو نہیں کی، بلکہ سیدھے سادے الفاظ استعمال کیے اور ہمیں اس میں دماغ کھپانے کی ضرورت نہیں پڑی۔"

"اس کا مطلب ہے پروفیسر کہ ہم اُن کی نگاہوں میں آ گئے ہیں!"

"اس گفتگو سے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ آپ نے اس پر غور کیا ہوگا۔ کوئی خاص بات پائی آپ نے؟"

"ہاں کیوں نہیں پروفیسر۔"

"بتائیے؟" پروفیسر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"انھوں نے کہا تھا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ عرب محافظ اپنی ٹولی سے کٹے ہیں۔ میرے خیال میں ان کا یہ جملہ خاصی توجہ کا محتاج ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا مسٹر علی۔ یعنی ہم غلط راستے پر ہیں اور ہمارا یہ سفر ان لوگوں کے لیے باعثِ تشویش ہے۔"

"ہاں، ہماری مہم کا صحیح طور پر آغاز ہو چکا ہے۔" میں نے کہا۔ "اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ روشن آگ ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

"ہاں، اس سے ہماری نشاندہی ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو ہمارے بارے میں اطلاع دی گئی ہے، وہ یقیناً ہماری سمت سے بے خبر ہیں۔ کیا خیال ہے یہ آگ بجھا دی جائے؟"

"یقیناً، چونکہ اطلاع ابھی دی گئی ہے، اس لیے وہ فوری طور پر ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"تو پھر آئیے، ہم دونوں ہی یہ کارنامہ انجام دیں، ورنہ ان کا خطرہ مول لینا ہوگا۔" پروفیسر جوناتھن نے مستعدی سے کہا اور ہم نیچے اُتر آئے۔

آگ کے پورے دائرے کو بجھانا کافی وقت طلب کام تھا۔ ہم اس کے لیے پانی نہیں استعمال کر سکتے تھے، کیونکہ پانی کا ذخیرہ ہمارے پاس اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اُسے یہ کار ضائع کر دیا جائے۔ چنانچہ آگ کو دوسرے ہی طریقوں سے بجھایا گیا۔ دھواں اُٹھنے لگا، لیکن تھوڑی سی کوششوں کے بعد ہم آگ کو مکمل ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جب ہم واپس درختوں پر پہنچے تو بڈ اور میکنو جاگ چکے تھے اور حیرت سے ہماری اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔

"چلو اچھا ہوا تم لوگ جاگ گئے۔" پروفیسر نے کہا۔

"ابھی ہماری آنکھ اس کھٹ پٹ کی آواز سے کھلی جو آپ کر رہے تھے۔ یہ آگ آپ لوگوں نے کیوں بجھا دی؟" میکنو نے پوچھا۔

جواب میں پروفیسر نے بڈ اور میکنو کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ وہ دونوں پروفیسر کی بات پوری توجہ سے سُن رہے تھے۔ پروفیسر کی بات ختم ہوئی تو بڈ نے کہا: "ہمیں اپنی گن تیار کر لینی چاہیے۔ کسی بھی لمحے ان سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے آگ بجھنے سے قبل انھوں نے اُسے دیکھ لیا ہو اور اب ہمارے اطراف میں موجود ہوں۔"

"ہاں، یہ بھی ہو سکتا ہے۔ بہر صورت ہمیں اپنے طور پر تیار رہنا چاہیے۔"

رات کا بقیہ حصہ کسی کو بھی نیند نہیں آئی تھی۔ پروفیسر جوناتھن جیبی ٹارچ روشن کرنے سے کترا رہا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: "میں نے شاید آپ کو بتایا تھا مسٹر علی کہ میں اپنی اس ایجاد کردہ مشین کے ذریعے صوتی لہروں کی سمت کا بھی تعیّن کر سکتا ہوں۔ دراصل نوٹ کرنے والی چیز اُن کے الفاظ نہیں تھے، بلکہ اس مشین پر لگی ہوئی سوئیاں جنھوں نے سمتوں سے روشناس کرا دی تھیں۔ ہم کل صبح جس سفر کا آغاز کریں گے، وہ یہاں سے واپسی کا سفر ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر جوناتھن!" میں نے کہا۔

"واپس جانے کے بعد ہمیں تیرہویں سمت اختیار کر کے جنوب مغرب کا رُخ کرنا پڑے گا، کیونکہ یہ پیغام اُسی سمت سے موصول ہوا تھا۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

میں پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا: "لیکن یہ کیا ضروری ہے مسٹر جوناتھن کہ پیغام دینے والا کسی ایسی سمت ہو جو ہمیں اسٹیفن براکوڈا تک لے جائے؟"

"تو پھر اس کا فیصلہ آپ خود کریں مسٹر علی۔ البتہ میں یہ تجویز پیش کر سکتا ہوں کہ ہمیں اُسی سمت سفر کرنا چاہیے۔ اگر پیغام دینے والا اسٹیفن براکوڈا کے قریب یا آس پاس نہیں ہے، تب بھی اگر وہ ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو ہم اس سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ہاں، یہ دوسری بات ہے۔ ہم صرف یہ سوچ کر کہ وہ اسٹیفن براکوڈا کی سمت نہیں ہے، اس شخص کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔

صبح کی روشنی پھوٹنے سے قبل ہی ہم درختوں سے نیچے اُتر آئے تھے۔ اپنا سامان سنبھالنے کے بعد ہم گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور جس سمت کا تعیّن پروفیسر جوناتھن نے کیا تھا، اسی طرف چل پڑے۔ پروفیسر کے اندازے کے مطابق ہمیں تقریباً تین میل پیچھے جا کر ایک اور سمت اختیار کرنی تھی۔ گھوڑے مناسب رفتار سے سفر کرتے رہے۔ بڈ بار بار گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر دُور دُور تک نگاہ دوڑا لیتا تھا۔ میکنو نے بھی کئی بار اس کا ساتھ دیا تھا۔ غالباً وہ اپنے اردگرد کے ماحول کا دُور تک جائزہ لینے کے لیے ایسا کر رہے تھے۔ ممکن ہے ان کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ ہم دشمنوں کی نظر میں آ گئے ہیں تو ان کے آدمی دُور رہ کر ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہے ہوں اور کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہوں۔

ہم اُس جنگل سے واپس پلٹ آئے تھے جہاں درندوں کی بہتات تھی، چنانچہ اب راستے میں اس قسم کا خطرہ بھی نہیں رہا تھا۔ یہ درندے جنگل تک ہی محدود تھے۔ اس پتھریلے راستے میں ہمیں کہیں کہیں بہت بڑے بڑے کچھوے رینگتے نظر آ جاتے تھے۔ دُور سے تو یہی نظر آتا تھا کہ کوئی چھوٹی سی چٹان راستے میں موجود ہے، لیکن جب کوئی چٹان اپنی جگہ سے حرکت کرتی تو پتا چلتا کہ وہ ایک قوی ہیکل کچھوا ہے۔ کئی بار ہمارے گھوڑے ان کچھوؤں کی وجہ سے بدکے تھے اور انھیں سنبھالنے کے لیے ہمیں کافی محنت کرنا پڑی تھی۔ ایک بار تو میکنو کا گھوڑا بھڑک کر کافی تیزی سے بھاگ نکلا تھا، لیکن میکنو جیسا آدمی اگر اس کی پشت پر نہ ہوتا تو گھوڑے کو کنٹرول کرنا مشکل تھا۔

اب ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے تھے جہاں گہری کھائیاں اور اونچے اونچے ٹیلے موجود تھے۔ یہاں سفر دشوار ہو گیا تھا۔ ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار سُست ہو گئی تھی۔

پروفیسر نے اپنے بنائے ہوئے چارٹ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور اندازے سے اپنی متعیّن کردہ سمت چل رہا تھا۔ پھر اُس وقت ہمیں سفر کرتے ہوئے تین ساڑھے تین گھنٹے گزر چکے تھے، جب دفعتاً ہی میکنو نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور ہمیں رُکنے کا اشارہ کر دیا۔ ہم ایک بلندی سے ڈھلوان میں آ رہے تھے۔ میکنو کا گھوڑا کچھ آگے تھا۔ آن کی آن میں ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"پوزیشن چیف! پوزیشن!" میکنو برق رفتاری سے گھوڑے سے کود گیا۔

میں نے اور بڈ نے بھی برق رفتاری سے اس کی تقلید کی تھی۔ پروفیسر جوناتھن اتنی برق رفتاری تو نہ دکھا سکے تھے، اس لیے گولی اُن کے داہنے شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ یہ گولی سامنے والے ٹیلوں کی آڑ سے چلائی گئی تھی اور نا... کسی رائفل سے نکلی تھی۔ پروفیسر کے بازو پر ہلکا سا زخم آیا تھا۔ گولی بازو کے ذرا سا اور قریب آتی تو یقیناً بازو کی ہڈی توڑ دیتی۔ اس زخم سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔ پروفیسر نے اُسے دیکھا اور ہاتھ اُٹھا کر بولا: "بالکل نہیں... اس کے لیے فی الحال فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ گھوڑوں کو پچھلی سمت ہانک دو۔ کہیں گولیاں گھوڑوں کو نہ لگ جائیں۔"

میکنو نے تیزی سے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا اور پھر باقی گھوڑوں کی لگامیں بھی پکڑ لیں۔ وہ تیزی سے انھیں ایک بڑی چٹان کے عقب میں لے گیا اور پھر اُسی چٹان کے عقب میں اُس نے پوزیشن سنبھال لی۔ ہم تینوں بھی مورچہ بند ہو کر مستعد ہو گئے تھے۔

گولیاں وقفے وقفے سے چل رہی تھیں اور ہم یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کتنے آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ چند ہی لمحات کے بعد مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ اگر یہ گولیاں کسی خاص ترتیب سے نہیں چلائی جا رہیں تو پھر گولیاں چلانے والے زیادہ افراد نہیں ہیں۔ سمت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ گولیاں مسلسل چل رہی تھیں۔ پھر سامنے کے حصے میں کسی کی حرکت محسوس ہوئی۔ دفعتاً بڈ اُٹھ کر دائیں جانب جھکنے لگا... [illegible]

تبدیل کرنا چاہتا تھا لیکن چٹان کی آڑ سے نکلنے کے بعد جب وہ لڑھکتا ہوا ایک کھلی جگہ پہنچ گیا تو دفعتاً جوناتھن نے دانت بھینچ کر کہا۔ "لے بڈ! او بے وقوف، یہ کیا کر رہا ہے۔"

لیکن بے وقوف بڈ نے پروفیسر کی بات جیسے سنی ہی نہیں تھی۔ وہ لڑھکتا ہوا کوئی پچیس فٹ آگے نکل گیا تھا۔ میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا جیسے بڈ کی خوبیوں کا مجھے اندازہ تھا جبکہ پروفیسر جوناتھن اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے کہا۔ "اپنی توجہ سامنے کی طرف رکھیں پروفیسر، کہیں دھوکا نہ کھا جائیں۔"

ہم لوگوں نے جواب میں گولیاں چلانے کی ضرورت ابھی تک نہیں سمجھی تھی۔ صورت حال کا صحیح اندازہ کیے بغیر ہم اپنا ایمونیشن ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے اور پھر دشمنوں کی صحیح تعداد کا اندازہ بھی ہونا ضروری تھا۔ میری نگاہیں سامنے کا جائزہ بھی لے رہی تھیں اور کبھی کبھی وہاں سے نگاہیں ہٹا کر میں بڈ کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ بڈ پچیس تیس فٹ آگے بڑھنے کے بعد ایک چھوٹے سے ٹیلے کی آڑ میں سیدھا لیٹ گیا تھا۔ یہ ٹیلا زیادہ بڑا نہیں تھا اور اس کی آڑ میں بیٹھا نہیں جا سکتا تھا۔ میری توجہ ایک لمحے کے لیے ہٹی تھی کہ دفعتاً گولیاں ہمارے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئیں۔ ادھر ہم پھرتی سے زمین پر لیٹ گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے بہت ہی قریب سے فائر کیے ہوں۔ ابھی ہماری نگاہیں پیچھے ہی تھیں کہ دفعتاً ایک فائر کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دلدوز چیخ ابھری۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ یہ فائر سامنے کی سمت سے نہیں ہوا تھا۔ میری توجہ بڈ کی طرف گئی اور میں نے کسی جونک کی طرح گھٹنے ٹیک کر خود کو تھوڑا سا اوپر اٹھایا اور بڈ کو دیکھنے لگا۔ بڈ ایک بار پھر برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا اور اس کا رخ اگلی بڑی سی چٹان کی طرف تھا جہاں سے ہم پر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اس بار مجھے خیال ہوا کہ بڈ غلطی کر رہا ہے۔ اگر یہ فائر بڈ ہی نے کیا تھا تو وہ چیخ دھوکا بھی ہو سکتی تھی۔ اور پھر چونکہ ایک ہی چیخ ابھری تھی اس لیے ضروری نہیں تھا کہ وہاں ایک ہی آدمی ہو۔ لیکن بڈ کو کیسے روکا جا سکتا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور میں پریشان انداز میں گردن اٹھا کر ادھر دیکھنے لگا۔ فائرنگ حیرت انگیز طور پر بند ہو گئی تھی اور اس سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ گولی چلانے والا یقیناً ایک ہی آدمی ہے۔ دفعتاً بڈ کی آواز ابھری۔

"آ جاؤ چیف۔ اس طرف آ جاؤ۔ یہاں آس پاس کوئی خطرہ نہیں ہے۔" پھر تھوڑی ہی دیر میں اس چٹان کے پیچھے بڈ نظر آیا۔ وہ اطمینان سے اپنی رائفل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔

ہم تینوں چٹان کی اوٹ سے نکل کر تیز رفتاری سے بڈ کی طرف دوڑ پڑے۔ چٹان کے عقب میں ایک شخص خون میں نہایا ہوا پڑا تھا۔ اس کی پیشانی کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور یقیناً یہ بڈ ہی کی گولی کا کرشمہ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر گہری سانس لی اور ادھر اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ یہاں سے نیچے گھاٹی میں دور دور تک کا منظر ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔ آس پاس اس شخص کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن سامنے کے حصے میں کوئلوں کا ایک سلگتا ہوا ڈھیر موجود تھا جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص تن تنہا یہاں کیا کر رہا تھا؟ اس کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ اطراف میں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بھی انسان موجود نہیں ہے۔

اس دوران بڈ مرنے والے کے لباس کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس نے کچھ سامان نکال کر سامنے رکھ دیا۔ اس میں تھوڑی سی کرنسی، پائپ اور تمباکو کا پاؤچ، ایک پستول اور ایک چاقو کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کارآمد قسم کی کوئی چیز اس کے لباس سے برآمد نہیں ہوئی تھی۔

جوناتھن نے کہا۔ "یہ بات مشکوک ہے کہ یہ شخص اکیلا یہاں تھا اور اکیلا ہی تھا تو اس نے حماقت کی کہ فائرنگ کر کے ہمیں چوکنا کر دیا۔"

"ہوں، ممکن ہے یہاں آس پاس ان کی کوئی پناہ گاہ ہو اور بقیہ لوگ اسے یہاں پہرے پر چھوڑ کر ہماری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی پناہ گاہ ہے تو کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"یہ جو چٹانیں نظر آ رہی ہیں، ان کے عقب میں غار بھی ہو سکتے ہیں۔" جوناتھن نے خیال ظاہر کیا۔

"اور ان غاروں میں دوسرے لوگ بھی۔" بڈ نے کہا۔

"نہیں مسٹر بڈ۔ یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اگر دوسرے لوگ موجود ہوتے تو کم از کم فائرنگ کی آواز سن کر ضرور باہر نکل آتے! اگر ہمارے سامنے نہ آتے تو اطراف میں چھپے ہوئے ہوتے۔ اور اب تک ہمیں گولیوں کا نشانہ بنایا جا چکا ہوتا۔" میکنو نے سمجھداری کی بات کی۔

"یہ بھی تو سوچا جا سکتا ہے چیف کہ اس آدمی کا تعلق ان لوگوں سے نہ ہو جنہیں رات کو پیغام دیا گیا تھا۔ ویسے اس رائفل کو دیکھیں جس سے وہ ہم پر گولیاں برسا رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس پر کوئی نشان نہیں ہے۔" بڈ نے رائفل میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا اور میں رائفل کا جائزہ لینے لگا۔

جدید ساخت کی آٹومیٹک رائفل تھی لیکن اس پر کہیں بھی کمپنی کا کوئی نشان نہیں تھا اور اس قسم کے ہتھیار ایسے ہی لوگوں کو دیے جاتے ہیں جنہیں کوئی خفیہ کام سرانجام دینا ہوتا ہے۔ جیبیں تلاش کے باوجود رائفل پر کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ بہرحال لاش کو وہاں سے گھسیٹ کر اسی چٹان کی آڑ میں ڈال دیا گیا جہاں سے وہ گولیاں برسا رہا تھا۔ اس شخص کی قومیت کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن یہ بات طے تھی کہ وہ افریقی نہیں تھا۔ میں نے میکنو سے کہا کہ وہ چاروں گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر یہاں لے آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میکنو گھوڑے لیے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بعد ہم نے اس ڈھلان پر سفر شروع کر دیا جو سامنے کی سمت پھیلی ہوئی تھی اور اس کے بعد ٹیلے نظر آ رہے تھے جن کے عقب میں ہمیں غار کا شبہ تھا۔

ہم نہایت محتاط انداز میں گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر سفر کر رہے تھے۔ ڈھلان لمبی اور دشوار گزار تھی لیکن بالآخر ہم ان پہاڑی ٹیلوں تک پہنچ گئے جن میں ہمارے اندازے کے مطابق غار ہو سکتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بعض ٹیلوں میں غاروں کے دہانے نظر آ رہے تھے لیکن وہاں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کسی انسان کا گزر نہیں ہوا ہو۔ لیکن انسان تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ میکنو نے پروفیسر جوناتھن کے ساتھ ایک دو غاروں میں جا کر بھی دیکھا اور واپس آ کر بتایا کہ غاروں میں کچھ نہیں ہے۔ وہ بالکل خالی اور سنسان پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ پروفیسر جوناتھن نے ٹارچ روشن کر کے ان غاروں کے فرش کا بھی جائزہ لے لیا۔ جس پر انسانی قدموں کے نشان نظر نہیں آئے۔

"ٹیلوں کا یہ سلسلہ دور تک چلا گیا ہے مسٹر جوناتھن۔" میں نے کہا۔ "آخر یہ شخص کہیں نہ کہیں سے تو آیا ہی ہو گا جس نے ہم پر گولیاں برسائی تھیں۔"

"ظاہر ہے۔" پروفیسر نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"ایک بات بتائیں پروفیسر! کیا آپ کی مشین اب بھی اسی فریکوئنسی پر سیٹ ہے جس پر ہم نے وہ پیغام سنا تھا؟"

"ہاں بالکل۔" پروفیسر نے چونک کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ پھر کوئی پیغام کہیں نہیں بھیجا گیا۔"

"یقیناً یہی بات ہے۔ میں نے مشین کو خاص طور سے اس فریکوئنسی پر سیٹ کر دیا تھا جس کے ذریعے یہ لوگ استعمال کر رہے تھے۔ اب یہ مشین آٹومیٹک ریکارڈنگ بھی کر سکتی ہے اور ہمیں اطلاع بھی دے سکتی ہے۔"

"ریکارڈنگ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! سگنلوں کی ریکارڈنگ۔" پروفیسر جوناتھن نے جواب دیا۔

"کیا آپ کی یہ مشین عجوبہ نہیں ہے پروفیسر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا!" پروفیسر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "یہ کیا نام استعمال کیا ہے تم نے؟ میں نہیں سمجھ سکا۔"

"آپ سمجھ بھی نہیں سکیں گے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "خیر چھوڑیے۔ تو پھر اب کیا خیال ہے؟ یہاں رکنا تو بے مقصد ہے۔ ہم لوگوں کو چلنا چاہیے؟"

"ہاں! یقیناً۔ یہاں اب رکنا مناسب نہیں ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے کیا ہمیں اب اس سمت کو ترک کر دینا چاہیے؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر ہم ان ہی لہروں کی سمت سفر کرتے رہیں جن کی نشاندہی ہماری مشین نے کی ہے، تو پھر یہ سامنے ہی کا رخ زیادہ موزوں ہے۔ لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ ان ٹیلوں میں سے کسی بھی ٹیلے کی آڑ میں وہ غار ہو سکتا ہے جہاں سے اس مردہ شخص کے ساتھی برآمد ہو جائیں۔"

"ہمیں اپنے گھوڑوں کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھنا چاہیے۔ اور آگے پیچھے سفر کرنا چاہیے۔ تاکہ اگر کوئی دشواری پیش آئے تو صرف ایک ہی شخص اس سے متاثر ہو۔" میں نے یہ ہدایات دیں اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔

ہم نے دس دس گز کے فاصلے پر اپنے اپنے گھوڑے کر لیے اور آگے کی جانب سفر شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی ہم لوگ اپنے گھوڑوں کی پوزیشن بدلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے لیکن ان پہاڑی ٹیلوں کے درمیان تقریباً دو گھنٹے کے سفر میں ہمارے ساتھ کوئی خاص ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو پریشان کن ہوتا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ ہم جس سمت سے گزر رہے تھے وہاں ٹیلوں میں کوئی غار بھی نظر نہیں آیا تھا جس سے یہ شبہ ہوتا کہ ان لوگوں کی کمین گاہ ہے۔

مجھ سے راستے میں اس بات کا اظہار خاص طور سے کیا تھا، چیف، یا تو ہم اس جگہ کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ آئے ہیں جہاں اس شخص کا قیام تھا۔ یا پھر ممکن ہے، وہ ہماری اس گزرگاہ کے درمیان نہ ہو کیونکہ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ یہ شخص یہاں تنہا تھا اور کسی گزرنے والے کے بارے میں کسی کو اطلاعات دیتا تھا تو بھی اس کی کوئی نہ کوئی کمین گاہ تو ضرور ہوگی۔ وہاں سر اسیمہ بھی ہوگا اور اس کے کھانے پینے کی اشیاء بھی، ورنہ اس ویرانے میں زندگی گزارنے کا اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟ کیا صرف ایک رائفل، ایک پستول، ایک چاقو یا کوئی رسی نوٹ؟ یا پھر یہ پائپ اور تمباکو۔ ہرگز نہیں چیف! کوئی نہ کوئی ایسی جگہ ضرور باقی رہ گئی ہے جسے ہم نے درمیان میں چھوڑ دیا ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے بڈ" میں مانتا ہوں لیکن اس بات کا تو تم اقرار کرو گے کہ یہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے یا اگر تھا تو اب نہیں ہے کیونکہ اس کھلے علاقے میں دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا۔ اب وہ لوگ کسی ہیلی کاپٹر میں تو ہمارا تعاقب نہیں کر رہے ہوں گے۔ اور اگر ہیلی کاپٹر بھی ہوتا تو کم از کم اس کی آواز تو ضرور سنائی دیتی۔ اور وہ نظر بھی آتا۔"

پروفیسر جوناتھن نے اپنا میڈر دیکھتے ہوئے کہا" اس کے باوجود میں جس سمت میں سفر کر رہا ہوں، وہ ان اشاروں کے مطابق بالکل درست ہے۔ کم از کم ہمیں جیل کی ریخ میں میں نے ان کی سمت کا تعین کر لیا ہے اور ہم صحیح راستے سے نہیں ہٹے ہیں۔"

"تو بہتر یہی ہے کہ چلتے رہیں اور انتظار کریں کہ وہ کوئی دوسرا پیغام نشر کریں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ مگر از کم یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ جس کا اسٹیشن یہاں گو دیا یا اس کا کوئی کیمپ ان علاقوں میں ضرور کہیں موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو۔"

"کیا آپ اس بات کا تعین نہیں کر سکتے پروفیسر کہ پیغام کتنے فاصلے سے نشر کیا گیا تھا؟"

"نہیں۔ مجھے اس کمی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔"

گھوڑے بے چارے ہمارا ساتھ مسلسل جیسے بار ہے تھے ابھی تک ان کے انداز میں تھکن نہیں پیدا ہوئی تھی اور ہمیں یقین تھا کہ اگر موسم معتدل رہا تو گھوڑے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ جبکہ ان کے لیے خوراک کا بندوبست ہو جاتا تھا جس کی یہاں صحرائے اعظم میں کمی نہیں تھی۔ اب ٹیلوں کا علاقہ پیچھے رہ گیا تھا اور شام ہونے لگی تھی۔ لیکن ابھی سفر کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں رکھی گئی تھی۔

پھر ہم نے ایک جگہ قیام کے لیے منتخب کر لی۔ ایک بڑا سا ٹیلا تھا جس کے درمیانی کٹاؤ میں ہم آسانی سے سما سکتے تھے۔ گھوڑوں کو بھی اسی جگہ محفوظ کیا جا سکتا تھا لیکن آگ وغیرہ جلانے کا اول تو کوئی بندوبست نہیں تھا اور اگر بندوبست بھی ہوتا تو ہم آگ روشن کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح تو ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا جاتا۔ وقت بہر سکون گزرا اور دوسری صبح ہم نے دوبارہ سفر کا آغاز کر دیا۔

پروفیسر جوناتھن نے بتایا کہ اس کے متعین کردہ میں یہ شاید دوپہر تک پورے ہو جائیں گے اور اس کے بعد جو بھی جگہ ملے گی وہاں قیام کرنا ہوگا اور کسی دوسرے پیغام کا انتظار کرنا ہوگا۔

سفر جاری رہا اور بالآخر میں میل پورے ہو گئے جس جگہ ہم لوگ موجود تھے وہاں اچھا خاصا جنگل تھا۔ کہیں کہیں بھی موجود تھے۔ موسم سرد ہو گیا تھا اور تیز ہوائیں چل رہی تھیں جن کی وجہ سے لباس کا ہمیں خاص طور سے بندوبست کرنا پڑا۔ پھر معمول کے مطابق ہم لوگ اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد ہو گئے کچھ آدمی سو گئے تھے۔ ایک آدمی جاگتا رہا اور پروفیسر جوناتھن باقی لوگوں کو ذرا زیادہ ہی نیند آگئی تھی کیونکہ جب صبح کو میری آنکھ کھلی تو پانچ بج چکے تھے اور پروفیسر جوناتھن اپنی جگہ تھا۔ بڈ اور بیلنکو کو اس نے ان کی ڈیوٹی کے وقت نہیں اٹھایا تھا۔ میرا نمبر ان دونوں کے بعد تھا لہٰذا میں بھی دیر تک سوتا رہا تھا۔ جوناتھن کی اس مشقت پر مجھے افسوس ہوا اور میں

جیب سے نقشہ نکال کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ بات غلط ہے مسٹر جوناتھن؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ اب تک جاگ رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے پر ان لوگوں کو اٹھا دیتے۔"

"بعض انسان زندگی میں جس قدر مشقت کرتے ہیں خود انہی کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔ یہ لوگ ایسی مست نیند سو رہے تھے کہ مجھے ان میں سے کسی کو اٹھاتے ہوئے دکھ محسوس ہوا۔ تاہم کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی پانچ بجے ہیں۔ اب میں آرام کیے لیتا ہوں۔ تم تو اب جاگ ہی گئے ہو۔"

میں نے پروفیسر کو سونے کے لیے ہدایت کر دی اور وہ تھوڑی دیر بعد سو گیا۔ پھر خوب دن چڑھ آیا تھا جب بڈ اور بیلنکو جاگے۔ وہ بے چارے بھی شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ مجھے ڈیوٹی پر مستعد دیکھ کر انہوں نے بڑی باتیں مجھ سے کہیں جو میں نے پروفیسر کی تھیں اور میں ہنس پڑا۔ میں نے انہیں بتایا میں پانچ بجے جاگا ہوں اور اس وقت تک بے چارہ پروفیسر ڈیوٹی دیتا رہا تھا۔

"ویسے یہ غلط ہے چیف۔ ہر شخص کو اس کی ذمے داری پوری کرنے دی جانی چاہیے۔"

"چلو۔ تم اپنی سزا اس طرح پوری کر لو کہ جلدی سے ناشتہ تیار کر لو" میں نے بڈ سے کہا۔ اور بڈ مستعدی سے اپنا کام کرنے میں مصروف ہو گیا۔

ہم نے ناشتہ کیا اور یہ دیکھ کر تھوڑی سی تشویش ہوئی کہ اب ہماری کھانے پینے کی اشیاء زیادہ عرصے تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔ ہر چیز آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے لیے ہم لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ اب جتنے دن کھانے پینے کی جو بھی چیز دستیاب ہو سکے گی، اسے حاصل کر لیں گے۔ خاص طور سے گوشت کا بندوبست کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا کیونکہ اس کا حصول مشکل نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پانی کی فکر بھی تھی۔

"حیرت کی بات ہے چیف کہ ان راستوں پر ہمیں کوئی قریبی بستی نہیں مل سکی۔ اگر ایسی کوئی بستی مل جائے تو وہاں سے ہمیں کھانے پینے کی چیزیں ضرور دستیاب ہو سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ قدرت ہمارے لیے جو راستے منتخب کرے گی، ہم ان سے الگ تو نہیں ہٹ سکتے۔" میں نے کہا۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے گھوڑوں کو گھاس کھلائی، پانی پلایا۔ اور اس کے بعد ان پر سوار ہو کر

آگے بڑھنے لگے۔ میں نے پروفیسر جوناتھن سے پوچھا کہ کیا اس نے اپنی ٹرانسمیٹر مشین پر کوئی پیغام سنا۔ تو پروفیسر جوناتھن نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے چونک پڑا۔ "آپ نے اس بارے میں کوئی تذکرہ تو نہیں کیا۔"

"تم نے پوچھا ہی نہیں تھا، اور پھر اس وقت مجھے بہت شدید غصہ آ رہا تھا۔" پروفیسر نے کہا۔

"کیا پیغام تھا؟"

"اس شخص کا مسئلہ حل ہو گیا۔ وہ صرف ایک پوائنٹ کا چوکیدار تھا۔ ان لوگوں کو توقع نہیں تھی کہ ہم لوگ اس پوائنٹ کی طرف نکل جائیں گے لیکن شاید ابھی تک انھیں اس پوائنٹ کے چوکیدار کی موت کا علم نہیں ہوا۔ اس بات پر حیرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ پوائنٹ ٹاؤن سے کوئی جواب نہیں ملا۔ بلکہ چند لوگوں کو ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ پوائنٹ ٹاؤن کا جائزہ لے لیا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو ہماری سمت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

"ہاں۔ لیکن ہم جتنا فاصلہ طے کر کے آ چکے ہیں، اس فاصلے کو ان کے لیے جلد عبور کرنا آسان نہیں ہے۔ اب آگے چل کر ہمیں بائیں سمت کا رخ اختیار کرنا ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

"آپ کی مشین اس سمت کا اشارہ کرتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں پروفیسر، کیا ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کسی طرح ہم ان کا پیغام سن رہے ہیں؟"

"بظاہر تو اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"میرا مطلب ہے، آپ کی یہ مشین اپنا کوئی اشارہ تو نہیں چھوڑتی؟"

"یہ صرف ریسیور ہے۔ اس میں ٹرانسمیٹر نظام ہی نہیں ہے جس کی بنا پر یہ اندازہ ہو سکے کہ کوئی مشین ان کی گفتگو میں مداخلت کر رہی ہے۔"

"گڈ۔۔۔ یہ اچھی بات ہے۔"

پروفیسر کے بتائے ہوئے راستے پر پہنچنے کے بعد ہم لوگ بائیں سمت کو گھوم گئے۔ یہ ایک چوڑا سا درہ تھا جس کے دونوں سمت چٹانی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ درے میں کسی قدر گہرائی تھی۔ ہم اس گہرائی میں اترتے چلے گئے۔ اور تقریباً چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بلندی پر چڑھنے لگے۔ جب اس درے کا اختتام ہوا تو ہمیں پھر ٹیلوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ جن کے درمیان قدرتی پیالوں کے تختے لگے ہوئے تھے۔ یہاں آس پاس خودرو جنگلی پھلوں کے درخت تھے جن کے بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ پھل کیا حیثیت رکھتے ہیں لیکن خوراک کے ذخیرے میں کمی ہونے کی وجہ سے ہمیں ان پھلوں کی جانب راغب ہونا پڑا۔ چھوٹے چھوٹے تقریباً دو دو انچ سائز کے پھل تھے جن کا رنگ اوپر سے قندوری تھا اور اندر سے وہ گہرے سرخ نکلے۔ ان میں مالٹوں کی سی مٹھاس اور پانی موجود تھا۔ بہرحال یہ پھل ہمارے لیے اجنبی تھے۔ میکنو نے البتہ ہماری الجھن کی تردید کر دی۔

"نہیں۔ افریقی زبان میں یہ پھل لوگوس کہلاتے ہیں اور چیف آپ انھیں بخوبی استعمال کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ انتہائی لذیذ اور توانائی بخش پھل ہیں۔ آپ انھیں کھا کر دیکھیے آپ کو اپنے جسم میں ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو گا۔"

میکنو کا کہنا درحقیقت درست تھا۔ پھل یہاں اتنی تعداد میں موجود تھے کہ اگر ان کو توڑ کر جمع کیا جاتا تو کئی ٹرک بھر جاتے۔ ہم نے ضرورت کے مطابق انھیں توڑ لیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پروفیسر جوناتھن کی نگاہیں اس دوران چاروں طرف بھٹکتی رہی تھیں۔ پھر اچانک انھوں نے قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ ابھی ہمیں سفر کرتے ہوئے اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ قیام کی ضرورت پیش آتی۔

پروفیسر جوناتھن کے اصرار پر ہم سب آمادہ ہو گئے اور ایک جگہ منتخب کر کے ایک خیمہ لگا لیا۔ گھوڑے چرنے کے لیے چھوڑ دیے گئے اور وہ ہم سے زیادہ ذہین نکلے کیونکہ انھوں نے ہم سے آزادی حاصل کرتے ہی پھلوں والی جھاڑیوں پر منہ مارنے شروع کر دیے تھے اور توانائی حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

پروفیسر جوناتھن اپنا وہی پیڈ سامنے رکھے ہوئے بیٹھا تھا اور پنسل سے اس پر کچھ نشان لگاتا جا رہا تھا۔ ہم سب آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ بڈھا چھوٹی چھوٹی لکڑیوں سے زمین پر ٹک ٹاک بنا رہا تھا اور ان پر کنکریاں رکھتا جا رہا تھا۔ اس کا ذہن کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پروفیسر تھوڑی دیر تک بیٹھا کاغذ پر حسابات لگاتا رہا۔ اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک سمت بڑھ گیا۔ اطراف کے ماحول میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ہمارے لیے تشویش کا باعث ہوتی۔ صرف ان لوگوں کا خیال تھا جو بقول پروفیسر پوائنٹ ٹاؤن پر پہنچ کر ہمارے بارے کا سراغ لگائیں گے اور پھر ہماری تلاش میں چل پڑیں گے لیکن ابھی تک کسی کی آمد کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

پروفیسر ٹیلوں کی آڑ میں روپوش ہو گیا۔ غالباً چہل قدمی کر رہا تھا۔ دس منٹ گزر گئے، پھر پندرہ اور پھر بیس اور پھر دفعتاً ہمیں پروفیسر کی آواز سنائی دی۔ وہ چیخ چیخ کر ہمیں پکار رہا تھا۔ ہم اس کی دوسری آواز پر ہی اٹھ کر مستعد ہو گئے تھے اور اپنی رائفلیں سنبھال کر پروفیسر کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میکنو پھرتی سے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا تھا اور وہاں کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ اسی نے پروفیسر کی طرف ہماری رہنمائی کی لیکن خود ٹیلے پر جما رہا۔ میں اور بڈھا پروفیسر کے نزدیک پہنچے تو پروفیسر ایک ٹیلے کی آڑ میں بنے ہوئے غار کے دہانے پر کھڑا نظر آیا۔

"خیریت پروفیسر؟" میں نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں۔ میکنو کو بھی بلا لو۔ میں کسی بیرونی خطرے کی وجہ سے نہیں چیخا تھا۔ آؤ اندر آؤ۔ یہ غار یقیناً تمہارے لیے دلچسپی کا باعث ہو گا۔" پروفیسر نے کہا۔

میں حیرت سے غار کے دہانے کی سمت دیکھنے لگا۔ پھر میں نے میکنو کو آواز دی اور بڈھا کو وہاں چھوڑ کر پروفیسر کے ساتھ غار میں داخل ہو گیا۔ اندر تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن غار میں قدم رکھتے ہی پروفیسر نے ٹارچ روشن کر لی۔ ٹارچ کی روشنی نے غار کا جو اندرونی منظر پیش کیا، اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ٹارچ کی روشنی ایک ایسے حصے کو منور کر رہی تھی جہاں کافی سامان موجود تھا۔ خوراک کے ڈبے، ٹن، کھانے پینے کی دوسری اشیاء، اسٹو، المونیم کے خاص قسم کے سربمہر ڈبے اور چند برتن وغیرہ۔ ابھی میں ان چیزوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً مجھے ایک کراہ سنائی دی اور میں اچھل پڑا۔ تب آہستہ آہستہ پروفیسر کی ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اپنی جگہ سے حرکت کر کے دو انسانی جسموں پر مرکوز ہو گیا۔ دونوں جسم گٹھری کی شکل میں لپٹے پڑے تھے۔ میں بے اختیار آگے بڑھا۔ اور انھیں قریب سے دیکھنے لگا۔

وہ دونوں عورتیں تھیں۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پلٹ کر پروفیسر جوناتھن کی شکل دیکھی لیکن اس کا چہرہ تاریکی میں ہونے کی وجہ سے اس کے تاثرات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ اسی وقت بڈھا اور میکنو بھی اندر داخل ہو گئے۔ انھوں نے اپنی ٹارچیں روشن کر لی تھیں۔ جس کی وجہ سے غار کا ماحول کچھ اور منور ہو گیا۔ ان میں سے کسی نے صورت حال معلوم کرنے کے لیے زبان کھولی ہی تھی کہ ان کی نگاہیں بھی ان انسانی جسموں پر پڑ گئیں۔

بڈھا نزدیک آ گیا اور اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "میرے خدا! لاشیں۔" اسی وقت ایک لاش میں اچانک جنبش ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک دہشت زدہ چیخ نکلی اور وہ پھر زمین پر گر پڑی۔ اب اس کے بدن میں نمایاں لرزش محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے اور دہشت زدہ لہجے میں چیخنے لگی۔

"معاف کر دو۔۔۔ معاف کر دو ہمیں۔۔۔ کیا ملے گا تمہیں ہم دونوں کی زندگی لے کر۔۔۔ کیا ملے گا۔۔۔ خدا کے لیے معاف کر دو۔"

اس آواز میں بڑی بے بسی اور دہشت کا عنصر نمایاں تھا۔ پروفیسر نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" وہ بولا۔ "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں اور تمہاری زندگی نہیں لینا چاہتے۔"

"جھوٹ بولتے ہو، بکواس کرتے ہو۔ تم نے۔۔۔ تم نے میرے پاپا کو مار ڈالا اور تم۔۔۔ اور تم۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر میں کچھ جانتی ہوتی تو تمہیں سب کچھ بتا دیتی۔ مجھے اپنی اور کیتھی کی زندگی عزیز ہے۔ خدا کے لیے ہمیں معاف کر دو۔"

"میں کہتا ہوں اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ ہم وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔ ہم تو اتفاقیہ طور پر تم تک پہنچ گئے ہیں۔ اپنے آپ کو سنبھالو لڑکی۔" پروفیسر نرم لہجے میں بولا۔

میں ٹارچ کی روشنی میں ان دونوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ دوسری لڑکی ابھی زندہ تھی اور غالباً گہری نیند سو رہی تھی۔ کیونکہ اس آواز پر بھی اس کے بدن میں جنبش نہیں پیدا ہوئی تھی۔ لڑکی نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیے۔ پروفیسر کی ہدایت پر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اس پر سے ہٹا لیا گیا تھا۔

"آؤ۔۔۔ ہمارے ساتھ باہر آؤ۔۔۔ باہر چل کر تم سے بات چیت کی جائے گی۔" پروفیسر نے کہا۔

"نہیں جاؤں گی، میں نہیں جاؤں گی۔ تم دھوکا دے رہے ہو مجھے۔۔۔ تم غلط فہمیوں کا شکار ہو۔ جو کچھ بھی جانتے تھے، وہی لوگ جانتے تھے۔ ہم تو صرف تفریحاً ہی ان کے ساتھ چلے آئے تھے۔ افریقہ کو دیکھنے کے شوق میں۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ یقین کرو، میں اور کیتھی اس سلسلے میں بالکل لاعلم ہیں۔"

"تمہیں سمجھانے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟ باہر آؤ لڑکی! تمہارے فائدے ہی کی بات ہے۔"

"ٹھہرو۔۔۔ میں کیتھی کو جگا لوں۔" لڑکی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور پھر دوسری لڑکی کو جھنجھوڑنے لگی۔ "کیتھی، اٹھو۔۔۔ اٹھو کیتھی، جاگ جاؤ۔۔۔ ہم ایک بار پھر مصیبت میں گھر چکے ہیں۔ جاگ جاؤ کیتھی۔" بمشکل تمام دوسری لڑکی جاگی، اور اس نے آنکھیں کھولیں

ہوئی اٹھ گئی۔ بڈ نے میکنو کی طرف رخ کر کے آہستہ سے کچھ کہا تھا۔ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ سکے لیکن میکنو تو ویسے بھی پتھر دل انسان تھا۔ بہت کم کسی بات سے متاثر ہوتا تھا۔

بہرحال تمام ہم لڑکیوں کو باہر نکال کر لا چکے تھے۔ اب ہم نے ان کا حلیہ غور سے دیکھا۔ بوسیدہ لباس تھے، بال بکھرے ہوئے تھے لیکن دونوں بے حد خوب صورت تھیں اور کسی یورپین نسل ہی کی لڑکیاں معلوم ہوتی تھیں۔ زبان بھی شستہ قسم کی انگریزی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ انگریز ہیں۔ دونوں کے چہرے خوف کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے گہری نگاہوں سے مجھے، پروفیسر کو، پھر بڈ اور میکنو کو دیکھا۔ پھر وہ لڑکی جس سے پروفیسر کی گفتگو ہوئی تھی، خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر دوسری لڑکی سے بولی: "کیتس! یہ واقعی وہ لوگ نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی وہ نہیں ہے... مجھے مسٹر! کیا واقعی آپ کا تعلق ہمارے دشمنوں سے نہیں ہے؟"

"ایک ہی جملے کو بار بار دہراتے ہوئے افسوس ہوتا ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں لزی ہوں... لزی والٹر جوان... والٹر جوان ہمارے ڈیڈی تھے اور ہم... اور ہم... لیکن آپ لوگ کون ہیں؟"

"ہم تو... صحرائے اعظم میں سیاحت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ شکار اور ہاتھی دانت کی تلاش ہمارا مشغلہ ہے۔ تم مجھے جوناتھن کے نام سے پکار سکتی ہو۔ یہ مسٹر الے لی ہیں۔ اور یہ میرے ساتھی بڈ اور میکنو۔" پروفیسر جوناتھن نے اسے بتایا۔

"آہ جناب! ہماری مدد کیجیے۔ اگر آپ واقعی ہمارے دشمنوں میں سے نہیں ہیں تو ہماری مدد کیجیے۔ ہم... ہم سخت مصیبت کا شکار ہیں۔ میرے ڈیڈی ان کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ پپا بے حد اچھے انسان تھے۔ بہت خوش مزاج اور بہت بہادر۔ لیکن خدا غارت کرے تھیالس کو، جس نے پپا جیسے انسان کی جان لے لی۔ اس نے پپا کے بدن کو گولیوں سے چھلنی کر ڈالا تھا۔ میرے پپا! میرے بہت اچھے پپا..."

لزی والٹر جوان سسکیاں لینے لگی... اور پھر اس کی آواز تیز ہونے لگی۔

پروفیسر نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "سوری لزی! مجھے بہت افسوس ہے، ہم سب کو بے حد افسوس ہے... لیکن یہ تھیالس کون تھا؟"

"پپا کا سیکرٹری... سب کچھ، سب کچھ پپا نے اسے سونپ کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اس قسم کے لوگ قابل بھروسا نہیں ہوتے لیکن پپا طبیعتاً بہت معصوم تھے۔ وہ گولیاں چلانا جانتے تھے لیکن دوستوں پر نہیں... اور دوستوں ہی نے انھیں دھوکا دیا۔"

"بیٹھ جاؤ... مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ۔"

"جناب آپ ہماری مدد کیجیے... ہمیں بس کسی ایسی جگہ چھوڑ دیجیے جہاں سے ہم اپنے وطن واپس جا سکیں۔"

"کہاں سے تعلق ہے تمھارا؟"

"آئرلینڈ سے۔ پپا وہیں رہتے تھے۔ تھیالس ان کا اسسٹنٹ تھا۔ پپا بہت سی مہمات سر کر چکے تھے اور اس بار بھی وہ صحرائے اعظم میں کسی خزانے کے چکر میں آئے تھے۔ ان کے پاس خزانے کا نقشہ موجود تھا۔ تھیالس ان کا اسسٹنٹ تھا۔ سارا گروہ اسی نے اکٹھا کیا اور یہیں پپا سے غلطی ہو گئی۔ انھیں یہ بات جان لینا چاہیے تھی کہ تھیالس غداری بھی کر سکتا ہے۔ تمام لوگ اسی کے ساتھی تھے اور پپا یہ سمجھتے تھے کہ وہ سب ان کے غلام ہیں۔ پپا نے خزانے کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ لیکن تھیالس نہیں چاہتا تھا کہ اس خزانے میں کسی اور کا بھی حصہ ہو۔ اسے تو صرف دس پرسنٹ ملتا تھا۔ اور اس دس پرسنٹ میں اسے پورے گروہ کو بھی کچھ نہ کچھ دینا تھا۔ بھلا وہ یہ کیوں کر پسند کرتا کہ صرف دس پرسنٹ پر گزارا کرے۔"

"ہوں۔ تو یہ کسی خزانے کا معاملہ ہے۔" بڈ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی! آپ یقین کیجیے ہم لوگوں میں سے کسی کو بھی اس خزانے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ہم نے تو ضد کر کے پپا کو اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ ہم تو افریقہ کی زندگی دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم بڑے ہولناک مصائب سے گزرے ہیں۔ آپ ہماری مدد کیجیے سر! آپ ہماری مدد کیجیے۔ صرف کسی ایسی جگہ پہنچا دیجیے ہمیں، جہاں سے ہم وطن واپس جا سکیں۔ ہم آپ سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ چاہے ہمیں بھیک مانگنی پڑے۔ ہم کرائے کا بندوبست بھی کر لیں گے۔"

"بے بی! اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں چونکہ ہم جس خطے میں آ نکلے ہیں، اس کے بارے میں ہمیں تو ابھی کچھ معلوم نہیں۔ کیا تم ہمیں اس علاقے کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو؟"

"نہیں... ہم کیسے بتا سکتے ہیں، ہمیں تو کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"تمھارا قافلہ کس طرف تھا؟"

"پہلے پپا لینڈ روور میں آئے تھے، تین گاڑیاں تھیں ہمارے ساتھ۔ لیکن اس کے بعد جب لینڈ روور ناقابل عبور راستوں کے قریب پہنچیں تو انھیں چھوڑ دینا پڑا۔ ہم سب نے پیدل ہی سفر جاری رکھا تھا۔"

"تم کافی سامان کے ساتھ اس غار میں موجود ہو؟"

"ہاں... یہ سامان میں نے ہمت کر کے اٹھا لیا تھا۔ کیتس پر بھی میں نے کافی سامان بار کر دیا تھا۔ کیا کرتے، وہ لوگ ہمیں اپنی دانست میں باندھ کر چلے گئے تھے۔ لیکن ہم لوگوں نے چالاکی سے کام لیا۔"

"پورا قصہ کیا ہے؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"پپا خزانے کے سراغ تک پہنچ چکے تھے لیکن تھیالس ان سے غداری کر گیا۔ اس نے پپا سے کہا کہ وہ اس خزانے میں ان کا حصہ نہیں چاہتا، چنانچہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ پپا بھی ضدی تھے۔ مقابلہ ہوا لیکن سارے گروہ نے تھیالس کا ساتھ دیا اور تھیالس نے پپا کے پورے بدن میں گولیاں ہی گولیاں اتار دیں۔ اس کے بعد اس نے ہمیں ساتھ لیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس نے ہمارے ہاتھ پیچھے پشت پر کس کر باندھ دیے تھے۔ لیکن اس سے غلطی ہو گئی تھی۔ پپا نے نقشے کا تھوڑا سا حصہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔ تھیالس بہت سر مارتا رہا لیکن وہ خزانے تک نہیں پہنچ سکا اور اس کے بعد اس نے ہم پر تشدد شروع کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ہم خود اس خزانے کے معاملے میں تفصیلات جانتے ہیں۔ لیکن بھلا ہمیں کیا معلوم تھا۔ تھیالس نے ہمیں بہت دھمکیاں دیں۔ وہ پاگل کتے کی طرح ہو گیا تھا۔ ہر ایک کو کاٹنے کے لیے دوڑتا تھا۔ خزانے کے نزدیک آ کر خزانے کا حاصل نہ ہونا اس کے لیے انتہائی دکھ کی بات تھی اور اب اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے وقت سے پہلے کیوں پپا کو قتل کر دیا۔ خزانہ حاصل کرنے کے بعد بھی وہ یہ کام کر سکتا تھا۔ وہ ہم پر تشدد کرتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گروہ کے ساتھ خزانے کی تلاش میں سرگرداں بھی رہتا تھا۔ اس رات... یہ اب سے چھ یا سات دن پہلے کی بات ہے۔ وہ ہمیں اسی طرح بندھا ہوا چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اس نے ایک کیمپ لگا رکھا تھا۔ میں نے اور کیتس نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ کھول دیے اور اس کے بعد ہم وہاں سے یہ سب سامان اٹھا کر نکل بھاگے۔ ہمیں کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں ہم ان کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں یہ غار نظر آیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ جب سے ہم اسی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں ہمارے پاس موجود ہیں، لیکن کھانے کو دل کس کا چاہتا ہے۔ پپا کی موت نے ہمیں نڈھال کر دیا ہے۔ ان واقعات نے آخر ہم کیسے اپنے وطن واپس جا سکتے تھے؟ ہمیں تو راستہ بھی نہیں معلوم تھا۔" لڑکی نے روتے ہوئے بتایا۔

بڈ کی آنکھوں میں ہمدردی کے آثار ابھر آئے تھے۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کیتس کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "تم فکر مت کرو خوب صورت لڑکی! میرا نام بڈ ہے اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں تمھاری منزل پر پہنچا کر ہی دم لوں گا۔"

رو لزی رہی تھی لیکن بڈ تسلی کیتس کو دے رہا تھا۔ یہ اس کی شریر فطرت کا ایک پہلو تھا۔ بلکہ اس نے بہت زیادہ ہمدردی جتانے کی کوششیں کرتے ہوئے کیتس کی کمر میں ہاتھ بھی ڈال دیا تھا۔ اس پر لڑکی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لزی برابر روتے ہوئے اپنی کہانی سنا رہی تھی اور بار بار درخواست کر رہی تھی کہ ہم لوگوں کو تکلیف تو ہوگی لیکن انھیں کسی بھی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں سے وہ اپنی منزل پا سکیں۔ بالآخر پروفیسر جوناتھن نے لزی سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی بستی نظر آئی تو وہ وہاں سے سمت کا تعین کر لیں گے۔ اس کے بعد یقیناً انھیں کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے گا، جہاں سے وہ اپنے وطن واپس جا سکیں۔ لزی کو کسی قدر اطمینان ہوا اور پھر اس کی ہچکیاں رک گئیں۔

"اس وقت تک آپ ہمیں اپنے ساتھ ہی رکھیے جناب! ہم اپنے دشمنوں سے بہت خوف زدہ ہیں۔" لزی نے کہا۔

"تھیالس کے ساتھ کتنے افراد ہیں؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"تقریباً بارہ۔ ہم کل سولہ افراد تھے۔ ایک پپا، دو ہم، ایک تھیالس اور بارہ افراد وہ جنھیں تھیالس گروہ کی شکل میں اپنے ساتھ لایا تھا۔"

"ٹھیک ہے تم لوگ اپنے سامان کی پیکنگ کرو اور ہمارے ساتھ چلو، ہم تمھاری مدد کریں گے۔"

لزی نے کیتس کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور کیتس خاموشی سے اس کے ساتھ غار میں داخل ہو گئی۔ بڈ گہری نگاہوں سے پروفیسر جوناتھن کا چہرہ دیکھ رہا تھا جس پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ ان لڑکیوں کی دکھ بھری داستان سے متاثر نہیں معلوم ہوتے تھے۔ میں نے سوالیہ انداز میں انھیں دیکھا تو انھوں نے شانے اچکا دیے جیسے اظہار کر رہے ہوں کہ اس سلسلے میں وہ کیا کہہ سکتے ہیں۔

بڈ نے اس سلسلے میں بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں پروفیسر سے کہا: "تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟ کیا اب لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچانا ہے؟ بلکہ میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ہم اپنے مشن میں انھیں بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ پھر جب ہم واپس لوٹیں گے تو یقیناً ان کے لیے کوئی مناسب بندوبست

کریں گے۔ بھلا ابھی سے اپنا راستہ کاٹ کر ان کے لیے سرگرم عمل ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔"

پروفیسر مسکراتی نگاہوں سے بڈ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "ٹھیک ہے، ہم ان کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔ لیکن یہ خیال ہے کہ وہ ہمارے تحفظ میں ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد لڑکیاں اپنے سامان کے بیگ اٹھائے ہوئے غار سے باہر آگئیں۔ خاصے وزنی بیگ تھے... جنھیں سنبھال کر چلنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

پروفیسر نے مسکراتے ہوئے لزی کو دیکھا اور آہستہ سے بولا: "یہ سامان اپنے شانے پر لاد لو۔"

"ہاں، یقیناً۔" لزی نے کہا لیکن وہ اس وزنی بوجھ کو اٹھا نہیں سکی تھی، یہی کیفیت کیتھی کی بھی تھی۔

"کیوں، اب تمھیں یہ وزن اٹھاتے ہوئے کیوں دقت محسوس ہو رہی ہے؟"

"وزن بہت زیادہ ہے۔ میرا خیال ہے ہم اس میں سے کچھ سامان ضائع کر دیں۔" لزی نے کمزور لہجے میں کہا۔

"حالانکہ تم یہ وزن اٹھا کر اچھا خاصا سفر طے کر چکی ہو۔"

"اس وقت کی بات دوسری تھی جناب! اس وقت تو ہم خوفزدہ تھے۔"

"اور خوف کے عالم میں بھی تم نے بڑی صحیح چیزوں کا انتخاب کیا لزی! اچھی بات ہے، میں ذہین لڑکیوں کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... ہم یہ سامان تھوڑا تھوڑا آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ ویسے ہمارے پاس چار گھوڑے ہیں جنھیں ہم ہی لوگوں میں سے کسی کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔"

لزی نے گردن ہلا دی۔ اس نے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ کیتھی کے لیے بڈ نے فوراً ہی اپنی خدمات پیش کر دی تھیں اور صورت حال کو دیکھتے ہوئے اس کی پیشکش کو قبول بھی کر لیا گیا تھا۔ ظاہر ہے ان لڑکیوں کو کسی نہ کسی کے ساتھ تو سوار ہونا ہی تھا۔ لزی کو البتہ میں نے قبول کیا نہ میکنو نے۔ چنانچہ اس کا جوناتھن کے ساتھ سفر کرنا ایک فطری عمل تھا۔ ویسے ان لوگوں کے ساتھ کھانے پینے کا اتنا سامان موجود تھا کہ ہماری وقتی مشکلات دور ہو گئی تھیں۔

ہم نے ایک بار پھر سست رفتاری سے سفر کا آغاز کر دیا۔ میں ان دونوں لڑکیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پروفیسر نے ان سے چند چبھتے ہوئے سوالات کر کے ان سے ملنے میں مزید کچھ جاننا چاہا۔ جیسے پروفیسر نے اپنے طور پر بھی ان لڑکیوں کے سلسلے میں فیصلہ کر لیا تھا، لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اگر پروفیسر اس بات پر آمادگی کا اظہار نہ بھی کرتے تو کیا میں ان معصوموں کو اس طرح یہاں چھوڑ سکتا تھا۔ اب دونوں کی اصلیت کیا ہے، اس کے بارے میں تو وہ خود ہی جانتی تھیں۔ لیکن بظاہر جو حالت نظر آ رہی تھی، اس سے ان کی کہانی غلط نہیں معلوم ہوتی تھی اور پھر صحرائے اعظم میں اس قسم کے لاتعداد واقعات ہو چکے تھے جو پیش آتے تھے اور ان کے ساتھ تقریباً یہی سب کچھ ہوتا تھا، جو ان دونوں لڑکیوں نے سنایا تھا۔

پروفیسر نے اپنا راستہ نہیں چھوڑا تھا وہ بدستور اسی سمت چل رہا تھا جس کے بارے میں اس نے تعین کیا تھا۔ وہی دیکھے بھالے مناظر تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ہمارے سامنے تھے کہیں جانوروں کے غول نظر آ جاتے تھے اور کہیں چٹیل میدان، چٹانیں، سوکھی ہوئی گھاس وغیرہ۔ لیکن جب ایک ڈھلان کو عبور کر کے ہم بلندی پر پہنچے تو اس کی دوسری طرف دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک حسین و شاداب وادی ہمارے سامنے اچانک ہی آ گئی تھی۔ زمین اگرچہ کھردری اور بے ڈھب تھی مگر دور دور تک سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کہیں قدرتی تالابوں کی چمک بھی نظر آ رہی تھی، جن میں یقیناً پانی موجود تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے رفتار قدرے تیز کر دی۔ اس خوبصورت وادی کو دیکھ کر دل کھل اٹھا تھا۔ سفر کی ابتدا کیے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس لیے ہم وادی میں آرام کر سکتے تھے۔

ایک چشمے کے سامنے ہم لوگوں نے ڈیرے ڈال دیے۔ چشمے کے بالکل سامنے زمین میں ایک ابھار سا تھا جو ٹیلے کی شکل میں کافی آگے تک چلا گیا تھا اور اس کے دوسری طرف کا منظر نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھوڑوں کو گھاس چرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اور ہم سب چشمے کے پانی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ بڈ تو فوراً ہی کپڑے اتار کر پانی میں داخل ہو گیا تھا اور اس نے کیتھی کو بھی دعوت دے دی تھی لیکن کیتھی نے یہ دعوت قبول نہیں کی تھی۔ میں نے بھی چشمے پر منہ ہاتھ دھویا۔ نہانے کا اس وقت موقع نہیں تھا۔ پھر میں ٹہلتا ہوا اس ٹیلے کے آخری کنارے تک جا پہنچا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے لیکن دوسری طرف میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ چار عدد قسم کی لینڈ روور کھڑی ہوئی تھیں جن کے آس پاس بہت سے لوگ نظر آ رہے تھے۔

میں برق رفتاری سے واپس پلٹا، اور پروفیسر جوناتھن کو آواز دی۔ جوناتھن جو حسب عادت اپنے اس نقشے کو ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے جو انھوں نے خود ترتیب دیا تھا، میری آواز پر چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر میرے اشارے پر اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئے۔

میں نے دوسری طرف اشارہ کیا اور پروفیسر جوناتھن کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ ان کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ پھر انھوں نے متحیرانہ انداز میں کہا: "یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"ہمارے دشمن بھی ہو سکتے ہیں پروفیسر۔"

"اور وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں، جن کے بارے میں لڑکیوں نے کہا تھا یعنی جیفسائن اور اس کے ساتھی۔"

"مگر لڑکیوں نے تو کہا تھا کہ لینڈ روور چھوڑ دی گئی تھیں۔"

"کیوں نہ ان سے بھی شناخت کرا لی جائے؟" پروفیسر کے انداز میں ایک عجیب سی بات تھی جسے میں اس وقت نہیں سمجھ سکا لیکن بعد میں یہ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ کیتھی اور لزی کو بلایا گیا اور ان سے لینڈ روورز کے بارے میں پوچھا گیا لیکن انھوں نے ان سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

"تو پھر یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو ان سے رابطہ قائم کریں۔ ممکن ہے ان کا رخ کسی آبادی کی جانب ہو۔" لزی کہنے لگی۔

میں اور پروفیسر سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ پھر ہم نے میکنو اور بڈ سے مشورہ کیا اور میکنو نے فوراً تجویز پیش کر دی کہ کیوں نہ بڈ کے ساتھ وہ ان لوگوں سے جا کر ملے۔ میکنو نے کہا: "آپ اور پروفیسر یہاں مستعد رہیں۔ اگر ان لوگوں نے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کیا اور کوئی خطرناک صورت حال درپیش ہوئی تو پھر آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔"

ہم لوگوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ بات طے کر لی۔ چنانچہ بڈ اور میکنو گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس دوران میں پروفیسر، لزی اور کیتھی اس ٹیلے پر پہنچ گئے تھے۔ میں نے اور پروفیسر نے رائفلیں سنبھال لی تھیں۔

بڈ اور میکنو تقریباً پچیس تیس فٹ آگے گئے تھے کہ اچانک دوسری طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی بڈ کے گھوڑے کے کان چھوتی ہوئی نکل گئی۔ گھوڑا الف ہو گیا تھا۔ میکنو زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا لیکن بالآخر انھیں بھی برق رفتاری سے گھوڑے کی پشت سے کود جانا پڑا تھا۔ دوسری طرف سے مسلسل گولیاں چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ دونوں واپس ٹیلے کی آڑ میں آ جائیں۔ چنانچہ وہ جھکے جھکے گھوڑوں کی لگام میں پکڑے ہوئے اندھا دھند دوڑنے لگے۔ بڑی خطرناک صورت حال ہو گئی تھی۔ لیکن قسمت یاور تھی کہ انھیں واپسی میں کسی خطرے سے دوچار نہ ہونا پڑا۔

واپس آتے ہی انھوں نے گھوڑوں کو جلدی سے ٹیلے کی آڑ میں کر دیا اور اس کے بعد رائفلیں سنبھال کر ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ دوسری طرف سے اب اندھا دھند گولیاں برسنا شروع ہو گئی تھیں اور ہم ٹیلے کی آڑ میں اوندھے لیٹ گئے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے جسم چھلنی ہو جاتے۔ لیکن ہمارے دشمن عجیب و غریب تھے اگر وہ ہماری تاک ہی میں تھے تو کم از کم ہمیں اس کا موقع تو دیا جاتا کہ ہم ان سے اپنے بارے میں کوئی گفتگو کرتے۔ اگر ہم ان تک پہنچ جاتے تو یقیناً وہ آسانی سے ہم پر قابو پا سکتے تھے لیکن انھوں نے ہمیں دیکھتے ہی گولیاں برسانا شروع کر دی تھیں۔ فائرنگ کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے پاس کافی ایمونیشن موجود ہے۔ اب انھوں نے باقاعدہ مورچہ بندی کر لی تھی۔ گولیاں ہمارے سروں پر سے اس طرح سنسناتی ہوئی گزر رہی تھیں کہ گردن اٹھانے تک کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد میں نے سب لوگوں کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ ہم سب اسی طرح پیٹ کے بل پیچھے کھسکنے لگے اور ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ ان بدحواس دشمنوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کون ہو سکتے ہیں۔ لڑکیاں بتا چکی تھیں کہ ان لوگوں کا تعلق ان کے سابق ساتھیوں یعنی جیفسائن وغیرہ سے نہیں ہے۔ دوسری صورت میں وہ پھر ہمارے دشمنوں میں سے ہو سکتے تھے جنھیں ہدایت دی گئی تھی کہ ہمیں ہلاک کر دیا جائے مگر اپنی اس کوشش میں بھی انھوں نے بے وقوفی اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر بھی وہ تعداد میں ہم سے زیادہ تھے اور اگر ہمیں گھیرنے کی کوشش کرتے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اس سے قبل ہی کچھ کر لینا مناسب تھا۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ان لوگوں سے بھرپور جنگ کی جائے۔ "اگر ہم ان کی گاڑیاں تباہ کر دیں پروفیسر! تو ان پر خوف طاری ہو سکتا ہے اور اس کے لیے میری خواہش ہے کہ ہم اپنے وہ خصوصی ہتھیار استعمال کریں۔ ورنہ جس انداز میں یہ لوگ حملہ آور ہوئے ہیں، اس سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ ہمیں اسی جگہ ختم کر دینا چاہتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک مسٹر علی، جیسا آپ فرمائیں گے وہی ہوگا۔"

پروفیسر نے برق رفتاری سے وہ رائفلیں جوڑنا شروع کردیں جو اس موقع پر اُن کی گاڑیوں کو تباہ کرنے میں کارآمد ثابت ہوسکتی تھیں اور جن میں وکس کی تجویز جیسے کارتوس چلتے تھے۔ ایک رائفل جوڑنے کے بعد میں نے بڈ کو اشارے سے اپنے قریب بلایا اور اسے اس سلسلے میں ہدایات دیں۔ بڈ ہمیشہ کا مستعد آدمی تھا۔ اُس نے رائفل میرے ہاتھ سے لی، گردن خم کی اور پھر برق رفتاری سے چلتا ہوا ٹیلے کے کنارے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے اُسے اس دوسری پوزیشن پر پہنچنا تھا جہاں سے وہ اُن لوگوں کو نشانہ بنا سکتا تھا۔

اس دوران ہم لوگوں نے اپنی پوزیشن دوبارہ سنبھال لی تھی اور ہماری طرف سے بھی فائرنگ کا آغاز ہوگیا تھا لیکن ہم اندھادھند فائرنگ کرنے کے بجائے محتاط انداز میں گولیاں چلا رہے تھے۔ ہمارا مقصد صرف اس قدر تھا کہ ادھر سے فائرنگ کرنے والوں کی توجہ زیادہ سے زیادہ ہماری جانب رہے اور بڈ کو مناسب پوزیشن حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد ہم بالآخر اس میں کامیاب ہوگئے کہ اُن کی ساری توجہ صرف اس ٹیلے کی طرف ہوگئی جدھر سے ہم فائرنگ کررہے تھے۔ بڈ جیسے کسی لمحے کا منتظر تھا۔ وہ کسی چھلاوے کے مانند اپنی جگہ سے اُٹھا اور برق رفتاری سے اس چٹان تک پہنچ گیا جس کے بارے میں اسے میں نے ہدایت دی تھی۔ اب ہماری کامیابی کا تمام دارو مدار بڈ پر تھا اور مجھے بڈ کی صلاحیتوں پر کوئی شبہ نہیں تھا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے فائرنگ بند کرنے کی ہدایت کی اور ہم لوگ اپنی جگہ سے کچھ پیچھے ہٹ آئے۔

اچانک بڈ کی تیز آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "چیف! اُن کی تعداد پچیس اور تیس کے درمیان ہے۔ چار لینڈ روورز ہیں اُن کے پاس اور اب وہ لینڈ روورز اسٹارٹ کرکے سست رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کا اگلا مورچہ لینڈ روورز سے تقریباً پچاس قدم آگے ہے جہاں سے وہ تم لوگوں پر گولیاں برسا رہے ہیں۔"

پروفیسر جوناتھن چند قدم پیچھے ہٹ کر ٹیلے سے نیچے اُتر آئے۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولے۔ "ایک وہ چٹان ہے جس کے عقب میں پہنچ کر اُن لوگوں کی دوسری سمت کور کی جاسکتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ کوشش میں کرتا ہوں۔"

"نہیں مسٹر جوناتھن، یہ ذمہ داری آپ میرے سپرد کردیں۔" میکنو نے کہا اور پھر وہ اپنی رائفل سنبھال کر زمین پر چھپکلی کی طرح چلتا ہوا اس چٹان کی جانب جانے لگا۔

اُسے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ میکنو دائیں جانب کی ایک چٹان پر تھا۔ بڈ بائیں سمت تھا اور ہم دونوں درمیان میں ٹیلے کے پیچھے۔ میں نے چند لمحات کچھ سوچا۔ گولیاں اب بھی بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ غالباً وہ لوگ ہمیں اس کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ ہم بھی کوئی مؤثر کارروائی ان کے خلاف کرسکیں۔ گولیوں کی اس بارش میں وہ آسانی سے آگے بڑھ کر ہمیں گھیرے میں لے سکتے تھے۔

بڈ نے اس سلسلے میں خود ہی فیصلہ کرلیا۔ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دی اور دوسری طرف سے گولیاں چلنا اچانک بند ہوگئیں۔ بڈ کا زوردار قہقہہ اُبھرا تھا۔ لیکن دوسری گڑگڑاہٹ کی آواز میں وہ قہقہہ دب گیا۔ یہ میکنو کا فائر تھا۔ جو اُس نے اُن پر کیا تھا۔ صورتِ حال کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ اُن دونوں کے ان فائروں کے نتیجے میں کیا ہوا لیکن گولیاں چلنا یک لخت بند ہوگئی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی انسانی آوازوں کا شور اُبھر رہا تھا۔ پھر وقفے وقفے سے یکے بعد دیگرے دو اور دھماکے سنائی دیے۔

میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ٹیلے کی دوسری طرف جھانک کر دیکھا تو ایک عجیب تماشا نظر آیا۔ دو لینڈ روورز تباہ ہوگئی تھیں اور بقیہ دو کے بونٹ میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ لوگ ساری مورچہ بندی بھول گئے تھے اور بقیہ دو گاڑیوں کو بچانے کی کوششیں کررہے تھے۔ لیکن اب بڈ اور میکنو نے انتظار نہیں کیا اور اُن پر مسلسل فائرنگ کرنے لگے جس کے نتیجے میں بقیہ دونوں لینڈ روورز بھی تباہ ہوگئیں۔ اور اُن لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ جنگل کے ہولناک سناٹے میں گولیوں کی آوازیں ابھی تک بازگشت پیدا کررہی تھیں اور دھوئیں کے مرغولے فضا میں بلند ہورہے تھے۔ چاروں لینڈ روورز تباہ ہوگئی تھیں اور یہ ہماری شاندار کامیابی تھی۔

لزی اور کیتس کانوں پر ہاتھ رکھے گھٹنوں میں منہ دیے ٹیلے کے پیچھے اوندھی پڑی ہوئی تھیں اور اُن کے بدن خوف سے کانپ رہے تھے۔ پروفیسر جوناتھن نے بھی یہ منظر دیکھا اور اس کے بعد بڈ اور میکنو کو واپس آنے کے لیے کہا۔ اب میدان بالکل صاف تھا۔ اُن لوگوں میں سے اگر کچھ افراد زندہ بچے تھے تو وہ فرار ہوگئے تھے۔ جیسی حیرت انگیز طور پر میدان کے علاوہ کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ کیتس اور لزی بھی اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن کے چہرے ہلدی کی طرح زرد نظر آرہے تھے۔

جوناتھن نے اُن کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا "تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے لڑکیو! اب وہ جو کوئی بھی تھے، ہم نے انھیں شکستِ فاش دی ہے۔ تاہم میرا خیال ہے مسٹر علی کہ اب ہمیں سامنے کا رُخ نہیں اختیار کرنا چاہیے بلکہ ہمیں سمت تبدیل کرنا ہوگی۔ ان لڑکیوں کو بحفاظت ان کی منزل تک پہنچانا بھی ہمارا فرض ہے اور اپنی زندگی بچانا بھی ضروری ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے جوناتھن سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ہم نے اپنے گھوڑے سنبھال لیے۔ جس راستے کو ہم نے اختیار کیا تھا، وہ ہماری موجودہ پوزیشن سے بائیں سمت جاتا تھا اور یہ ایک بالکل ہی مخالف سمت تھی۔ اس سمت سے جس کی نشاندہی آواز کی لہروں نے کی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ پروفیسر نے اپنی ذہانت سے کام لے کر انھی نقشے کے مطابق عمل کیا ہوگا لیکن راہ ایسی اختیار کی ہے کہ ان لوگوں کو دھوکا ہو۔

بقیہ دن اسی انتظار میں گزر گیا کہ اب دشمن کس طرف سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ رات ایک پہاڑی علاقے میں ہوئی تھی۔ پروفیسر جوناتھن نے خاموشی سے اپنی وہ حیرت انگیز مشین نکال لی تھی اور اس پر آواز کی لہروں کو سننے کی کوششیں کر رہا تھا۔ میں، بڈ اور میکنو خیمہ لگا رہے تھے۔ لڑکیوں نے حیرت سے ہماری ان تیاریوں کو دیکھا۔ ویسے اس دوران انھوں نے بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

رات کو سردی اچھی خاصی تھی۔ دونوں لڑکیوں کو ایک ہی خیمے میں ٹھونس دیا گیا۔ بقیہ تین خیمے ہم نے آباد کرلیے تھے۔ میں نے پروفیسر جوناتھن کے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیوں پروفیسر کیا اس بدلی ہوئی سمت سے ہم اپنی منزل نہیں کھو بیٹھیں گے؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ میں نے ایک تجربہ کیا ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے تجسس کے تحت سوال کیا۔

"ہاں۔ میں تمہیں ایک بات بتادوں علی کہ ان لڑکیوں کا سامان بلاوجہ نہیں تھا۔ ان کے سامان میں ٹرانسمیٹر موجود تھا اور اسی ٹرانسمیٹر پر انھیں ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ ہم لوگوں سے آملیں۔"

پروفیسر کے اس انکشاف نے مجھے چونکا دیا تھا۔ لڑکیوں کے بارے میں، میں بھی ذرا تذبذب کا شکار تھا لیکن پروفیسر نے جو بات بتائی تھی، وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

"تو پھر کیوں نہ ان سے نجات پالی جائے پروفیسر؟"

"نہیں علی، جذباتی بن کر نہیں سوچو۔ اگر ہم ان کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہوگئے تو اس سے اچھی کیا بات ہوسکتی ہے۔"

"کیا اُن کے پاس ہتھیار وغیرہ بھی ہیں؟"

"اس کا اندازہ تو نہیں لگایا جاسکتا لیکن اس کا علاج یہی ہے کہ تم ان کا وہ سامان جو ہم غار سے اٹھا کر لائے ہیں، اس طرح قبضے میں کرلو کہ اگر وہ اُن تک پہنچنا چاہیں تو نہیں پہنچ سکیں۔"

"اور ٹرانسمیٹر؟"

"ٹرانسمیٹر اُن کے اپنے لباس ہی میں کہیں پوشیدہ ہوگا۔ اُسے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے میں انتظار کروں گا کہ رات کی تاریکی میں وہ اُن لوگوں سے کچھ گفتگو کریں۔"

"یہ خطرناک ہوجائے گا پروفیسر! اگر انھوں نے ہماری بدلی ہوئی سمت کے بارے میں انھیں بتادیا تو پھر کسی بھی لمحے ہم کسی اور خطرے سے دوچار ہوسکتے ہیں۔"

پروفیسر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں... یہ حقیقت ہے۔ تو پھر کیوں نہ اُن سے ٹرانسمیٹر طلب ہی کرلیا جائے؟"

"ابھی کوئی آخری فیصلہ نہ کریں پروفیسر!" میں نے ایک اچانک خیال کے تحت کہا۔ "میرا خیال ہے اُن لوگوں کو ایک بار اور ٹرانسمیٹر کے استعمال کا موقع دیا جائے اور جیسے وہ گفتگو کریں ہم اُن تب ہی ہم انھیں پکڑ لیں۔ اس طرح بات بن جائے گی۔" پروفیسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جس علاقے میں ہم نے قیام کیا تھا، وہاں چاروں طرف پتھریلی زمین تھی۔ اونچے اونچے ٹیلے تھے۔ البتہ ہم نے یہ بات خاص طور سے محسوس کی تھی کہ یہاں روئیدگی نہیں ہے۔ کوئی جھاڑی تک آس پاس نظر نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں اس کی کیا وجہ تھی لیکن صحرائے اعظم میں کوئی بھی منظر حیران کن نہیں ہوتا تھا کہ یہ تو سرزمینِ حیرت ہی تھی۔ ہم اس مسلسل جدوجہد سے جو تھکن محسوس کررہے تھے، اس کا اظہار کوئی نہیں کررہا تھا لیکن سب کے چہروں سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اب کم از کم دو تین دن تک کسی جگہ آرام کی ضرورت ہے لیکن جگہ کم از کم ایسی تو ہونی چاہیے تھی جو قیام کے لیے موزوں ہوتی۔

رات کو ہم جلد ہی لیٹ گئے۔ بڈ کی ڈیوٹی لگادی گئی تھی لیکن اس وقت بڈ کی ڈیوٹی ختم بھی نہیں ہوئی تھی جب اچانک ہی زمین اپنی حالت بدلنے لگی۔ میں بھی اس وقت گہری نیند ہی سو رہا تھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے سر نیچے اور پاؤں اوپر کردیے ہوں۔ ایک دم سے چکر سا آیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دونوں لڑکیوں کی چیخیں اُبھریں اور میں ہڑبڑا کر خیمے سے باہر نکل آیا۔ لیکن اپنا توازن [illegible]

رک سکا۔ اور اس بُری طرح گرا کہ اگر دونوں ہاتھ زمین پہ نہ ٹک جاتے تو شاید سر ہی پھٹ جاتا۔ فضا میں ایک ہلکی سی سنسناہٹ پھیل رہی تھی۔ اور بہت دُور کہیں آگ کی سرخی سی جھلک رہی تھی۔ مجھے اچانک ہی احساس ہوا کہ قرب وجوار میں کوئی آتش فشاں موجود ہے۔ اور شاید آتش فشانی پر آمادہ ہو کر زمین ہل رہی تھی۔ پروفیسر میکنو بھی اپنے خیمے میں جاگ گئے تھے۔ لیکن انھوں نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی...

پروفیسر نے خوفزدہ لہجے میں کہا: زلزلہ... خوفناک زلزلہ۔ لیکن اس کی آواز دب گئی۔ ایک ہیبت ناک دھماکا ہوا اور پھر گڑگڑاہٹ سی سنائی دینے لگی یقیناً یہ بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں کے لڑھکنے کی آواز تھی۔ اور پھر اسی جگہ آتش بازی چھوٹنے لگی جہاں میں نے آگ کی سرخی دیکھی تھی۔

"ہمیں یہاں سے آگے بڑھنا چاہیے... ہمیں یہاں سے" ابھی پروفیسر نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً گھوڑے خوفزدہ انداز میں ہنہنانے لگے اور سب کے سب افراتفری کا شکار ہو گئے۔ زلزلے کا جھٹکا رُک گیا تھا۔ ہم لوگوں نے کھڑے ہو کر جلدی جلدی سامان سمیٹا۔ گھوڑوں کی باگیں تھامیں اور وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔

لڑکیوں کا خوف و دہشت سے بُرا حال تھا۔ انھیں بُدّا کو پروفیسر جوناتھن نے سنبھالا ہوا تھا۔ میکنو دو گھوڑوں کی لگامیں تھامے ہوئے تھا۔ باقی دو گھوڑوں کی لگامیں میں نے پکڑی ہوئی تھیں۔ ہم لوگ تیز تیز قدم بڑھا رہے تھے۔ ہمیں خوف تھا کہ ہم ان ٹیلوں کے درمیان پتھروں کا شکار نہ ہو جائیں۔

دفعتاً پھر ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ اور فضا میں گہری گھٹن پھیلنے لگی۔ غالباً آتش فشاں نے مزید لاوا باہر اُگل دیا تھا۔

ہم برق رفتاری سے ایک سمت متعین کر کے آگے بڑھ رہے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ آتش فشاں پہاڑ کے علاقے سے دُور نکل جائیں۔ تاکہ اس کی حشر سامانیوں سے بچ سکیں۔ لڑکیوں نے اب رونا شروع کر دیا تھا۔ بُدّا کیتس کو تسلیاں دے رہا تھا۔ پروفیسر جوناتھن بھی خوفزدہ لہجے میں لڑکی [illegible] سے کہہ رہا تھا کہ وہ حواس قابو میں رکھے۔ ہم لوگ کافی دیر تک سفر کرتے رہے۔ گھوڑوں کو سنبھالے رکھنا بڑا مشکل ہو رہا تھا — کیونکہ ہر دھماکے پر وہ بدک جاتے تھے۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ اب زلزلہ نہیں آ رہا تھا۔ بلکہ آتش فشانی کے سبب جو دھماکے ہو رہے تھے، وہی ارتعاش کا باعث تھے۔ بار بار روشنی بھی ہو جاتی تھی اور اطراف کے مناظر نظر آنے لگتے تھے۔ اس خوفناک آتش فشانی نے درحقیقت مجھے بھی سہما دیا تھا۔

بہرطور ہم وہاں سے کافی دُور نکل آئے۔ اس کے بعد ہمیں روئیدگی نظر آنے لگی۔ چھوٹے چھوٹے گھاس کے تختے اور اس کے بعد درختوں کا سلسلہ۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا تھا حالانکہ ہم گھوڑوں کی پشت پر نہیں تھے۔ گھوڑوں کو تو اس وقت قابو میں رکھنا ہی مشکل ہو رہا تھا لیکن یہاں پہنچ کر ہمیں خاصا سکون محسوس ہوا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کون سی سمت نکل آئے ہیں۔ سب ہی بُری طرح بدحواس تھے۔ پھر جب آگے بڑھنا ممکن نہ رہا تو پروفیسر نے ایک جگہ قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنا سامان وغیرہ وہیں ڈال دیا۔

"اس سے زیادہ پیدل چلنا ممکن نہیں ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ رات کی تاریکی میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔ اس لیے ہمیں رُک کر حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔" پروفیسر نے کہا۔

دُور بہت دُور اب بھی دھماکے سنائی دے رہے تھے اور رات کی تاریکی میں اس طرف روشنی بھی دکھائی دے جاتی تھی...... دفعتاً کچھ فاصلے پر بھیڑیوں کے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جو حواس باختہ درندے اور پرندے بھی آتش فشانی سے خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ پروفیسر جوناتھن گہری گہری سانسیں لے کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر ایک سمت اشارہ کر کے بولا: "میرا خیال ہے ہمیں ان درختوں کی اوٹ میں ہو جانا چاہیے کیونکہ یہ جانوروں کی گزرگاہ ہے۔ اگر خونخوار درندے اس طرف آ نکلے تو ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

میں نے پروفیسر کی بات سے اتفاق کیا اور اپنا سامان اٹھا کر ہم سب اس طرف چل پڑے۔ رات کے گھپ اندھیرے میں درختوں کے صرف ہیولے ہی دیکھے جا سکتے تھے۔ چوڑے تنے کے جھاڑ جھنکاڑ نما درخت تھے۔ ہم نے ان سے تھوڑے فاصلے پر اپنا سامان ڈال دیا اور وہیں بیٹھ گئے جہاں گھوڑے ہم سے کچھ فاصلے پر موجود تھے۔ انھیں آپس میں رسیاں باندھ کر ایک بڑے سے پتھر سے باندھ دیا گیا تھا لیکن وہ بے چارے خوفزدہ تھے اور ہماری کوششوں کے باوجود قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے نزدیک آ گیا اور ان کی ایال پر ہاتھ پھیر کر انھیں تسلیاں دینے لگا۔ باقی لوگ سب سہمے سہمے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس قدرتی آفت نے سبھی کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ گھوڑوں کو تھوڑی دیر تک پچکارنے کے بعد میں واپس آ گیا۔ ہماری پشت پر درخت ہم سے تقریباً دس بارہ گز کے فاصلے پر تھے... میں سامان کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً میں نے اپنے پیروں کے پاس کوئی چیز رینگتی ہوئی محسوس کی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سانپ کا تصور اُبھرا۔ میں نے دہشت زدہ ہو کر پاؤں سمیٹ لیے یقیناً وہ سانپ ہی تھا۔ ایک لمبی سی بیل سی شے سامان کے گرد احاطہ کر رہی تھی۔ میں اچھل کر سامان سے ہٹ گیا لیکن دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ بیل

سی شے سانپ نہیں بلکہ درختوں کی بھوری مٹیالی شاخ ہے جو درختوں سے منسلک ہے لیکن آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے درخت کی اس شاخ نے میرے پیچھے رکھے ہوئے سامان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور پیچھے ہٹنے لگی۔ اسی وقت میرے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی تھی۔ یہ حیرت انگیز چیز میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میری چیخ پر دوسرے لوگوں نے میری طرف دیکھا۔ میں پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا تھا اور اس کے بعد میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگی تھیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ درخت کی ایک ہی شاخ آگے نہیں بڑھی تھی بلکہ چار پانچ شاخیں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھیں اور ان کا انداز سانپوں کی طرح رینگنے والا تھا۔ اس حیرت انگیز منظر کو سبھی نے دیکھ لیا۔ کیتس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ اپنی جگہ سے اچھل کر پیچھے جا پڑی۔ لیکن وہ ایک درخت کی شاخ پر گری تھی۔ دوسرے لمحے میں نے درخت کی شاخ کو اس کی کمر کے گرد لپٹتے دیکھا۔ ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور ہم خوفزدہ نگاہوں سے درختوں کو دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً میکنو نے سامان آگے کو گھسیٹنا شروع کر دیا تھا...

شاید وہ اس صورت حال کو سمجھ گیا تھا۔ جب کہ ہم باقی تمام لوگ اس سے ناواقف تھے۔ بُدّا آنکھیں پھاڑے ان جنگلی شاخوں کو حرکت کرتے دیکھ رہا تھا۔ اور یہی کیفیت پروفیسر جوناتھن کی بھی تھی۔

کیتس کی دوبارہ چیخ اُبھری تو ہم نے چونک کر اسے دیکھا۔ اب اس کی دہشت زدہ آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں اور درختوں کی دو تین شاخیں اس کے جسم سے لپٹ گئی تھیں۔ یقینی طور پر یہ خون آشام درخت تھے جن کے بارے میں ہم نے پڑھا ضرور تھا مگر دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ ان کی شاخیں ہر جاندار کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور اس کے بعد اس کا خون چوس کر اسے پھینک دیتی ہیں۔

کیتس ان کی گرفت میں پھنس گئی تھی۔ ہر چند کہ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا تعلق ان خطرناک لوگوں سے ہے جنھیں اسٹیفن بلاکوڈ کا ساتھی کہا جا سکتا تھا لیکن اس کے باوجود انسانی ہمدردی مجھ پر غالب آ گئی۔ میں نے پھرتی سے اپنا پستول نکالا اور درخت کی شاخوں پر فائر کرنا شروع کر دیے لیکن میرا نشانہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ اسی وقت میں نے بُدّا کو دیکھا جس نے ایک لمبا چاقو نکالا اور دیوانہ وار شاخ کی طرف لپکا۔ عقب سے کچھ شاخیں اس کی طرف بڑھیں اور ایک شاخ نے اس کی ٹانگ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

لیکن اس دوران بُدّا اس دوسری شاخ کو پکڑ چکا تھا جو کیتس کے گرد اپنا دائرہ تنگ کر رہی تھی۔ بُدّا نے لمبے چاقو کی مدد سے شاخ پر وار کرنا شروع کر دیے لیکن شاخیں بہت سی تھیں۔ ایک کے بعد دوسری شاخ کیتس کو اپنی گرفت میں لے رہی تھی۔ دوسری طرف وہ شاخ بھی اپنا کام کر رہی تھی جس نے بُدّا کی ٹانگ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور اب عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔ ایک شاخ میں کیتس لٹکی ہوئی تھی اور بُدّا اسے گھسیٹ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کیتس کی ٹانگ آ گئی تھی اور دوسری شاخ بُدّا کو اپنی جانب گھسیٹ رہی تھی۔

میں اس موقع پر اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا چنانچہ میں نے بھی ایک لمبا چاقو لیا اور شاخوں کی طرف لپکا۔ میکنو البتہ اس کے قریب نہیں پہنچ سکا تھا شاید وہ اس درخت سے واقف ہونے کے باوجود سب سے زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا حالانکہ وہ ایسی فطرت کا مالک نہیں تھا۔ ایک درخت کی شاخ میری طرف بڑھی تو میں نے اپنے آپ کو اس کی گرفت سے بچا لیا اور دوسرے لمحے میں نے اس شاخ کو کاٹ دیا جس نے بُدّا کی پنڈلی کے گرد احاطہ کیا ہوا تھا۔ شاخ سے آزاد ہونے کے باوجود بُدّا نے کیتس کو نہیں چھوڑا۔ اور بے دردی سے شاخوں پر وار کرنے لگا۔ وہ ہر قیمت پر کیتس کو ان شاخوں کی زد سے بچانا چاہتا تھا اور بالآخر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ وہ تمام شاخیں جو کیتس کے گرد لپٹی ہوئی تھیں بُدّا کے چاقو سے کٹ چکی تھیں۔ لیکن دوسری شاخیں کیتس اور بُدّا کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھیں۔ اس موقع پر میں نے پھرتی سے کام لیا اور دونوں کو ان شاخوں کی زد سے گھسیٹ لیا۔ اس کے بعد ہم اپنا سامان اٹھا کر سرپٹ بھاگے اور گھوڑوں کے قریب پہنچ کر دم لیا۔ جو یہاں سے مزید چند گز کے فاصلے پر تھے اور درختوں کی شاخوں کی لمبائی اتنی نہیں تھی کہ ہم ان کی پہنچ میں آتے۔ کٹی ہوئی درخت کی شاخیں اب بھی کیتس کے گرد لپٹی ہوئی تھیں اور کیتس دیوانوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ چیختے چیختے دفعتاً اس کی آواز ایک دم بند ہو گئی۔ شدت خوف سے یا تو اس کے دل کی دھڑکن بند ہو گئی تھی یا پھر وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ ہم ان شاخوں کو اس کے جسم کے گرد سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اتنی سخت گرفت تھی کہ ہمیں شدید حیرت ہوئی۔ بہرطور ہم نے کیتس کو شاخوں کی گرفت سے آزاد کر لیا۔

دوسری طرف لڑکی پاگلوں کی طرح آنکھیں پھاڑے سکتے کی سی کیفیت میں اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اگر ہم [illegible] گھسیٹ کر شاخوں کی پہنچ سے باہر نہ آتے تو یقیناً وہ بھی ان شاخوں

کی زد میں آ گئی ہوتی۔ کینس کو اٹھا کر گھوڑوں سے تھوڑے فاصلے پر زمین پر لٹا دیا گیا اور اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کی جانے لگیں لیکن کافی دیر تک کینس ہوش میں نہیں آئی تھی۔ ہم لمبے درختوں کی شاخوں کی زد سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ اختیار کر لیا۔ اور گھوڑوں کو بھی وہاں سے کھول کر زیادہ دور لے آیا گیا۔ تاکہ یہ خوفناک درخت ہم پر دوبارہ حملہ آور نہ ہو سکیں۔ لیکن ہماری دہشت کا عالم ناقابلِ بیان تھا۔ ایک طرف دھماکے ہو رہے تھے۔ دوسری طرف خون آشام درختوں کے خوف نے ہمیں پاگل کر رکھا تھا۔ اب تک کے صحرائے اعظم کے سفر کے دوران اس سے زیادہ خوفناک لمحات ہمیں پیش نہیں آئے تھے۔

بٹلر نے کینس کی پیشانی پر کپڑا بھگو کر پھیرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد بٹلر کی آغوش ہی میں کینس کو ہوش آ گیا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے بٹلر کے چہرے کو دیکھا اور ایک بار پھر اس کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی۔ لیکن بٹلر نے اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا کر بھینچ لیا تھا۔

"نہیں کینس نہیں۔ اب تم ان آدم خور درختوں کی زد سے دور ہو۔ بالکل بے فکر رہو۔ تم بچ گئی ہو کینس... تم بچ گئی ہو۔" بٹلر نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی محبت نمایاں تھی۔ اس وقت کا بٹلر وہ آوارہ مزاج شخص نظر نہیں آ رہا تھا جو عورتوں کو دیکھ کر پاگل ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت اس کے انداز میں صرف محبت اور انسانی ہمدردی نمایاں تھی۔ کینس نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں۔ بٹلر کو دیکھتی رہی اور پھر اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ غالباً اسے بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ بٹلر ہی تھا جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اس کی زندگی بچائی تھی۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا آتش فشانی بھی شاید کم ہو گئی تھی کیونکہ فضا اب کسی حد تک صاف ہوتی نظر آ رہی تھی۔ پھر آدھی رات کے چاند نے آسمان پر سر ابھارا اور آہستہ آہستہ بلند ہوتا چلا گیا۔ ماحول روشن ہو گیا تھا۔ بٹلر ابھی تک کینس کی تیمارداری کر رہا تھا۔ اور لزی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس تمام منظر کو دیکھ رہی تھی۔ پروفیسر جوناتھن، میلکو اور میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ لزی ہم سے کچھ فاصلے پر تھی۔ ہمارے ذہن ابھی تک ماؤف سے تھے۔ اپنے اپنے طور پر نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے ہم لوگ۔ بہت دیر اسی خاموشی کے عالم میں گزر گئی۔ پھر دفعتاً لزی نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپایا اور سسکیاں لے کر رونے لگی۔ ہم نے چونک کر اسے دیکھا۔ ہماری نگاہیں اس کا جائزہ لیتی رہی تھیں۔ وہ روتی رہی... خاصی دیر تک روتی رہی اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھی اور کینس کے پاس پہنچ گئی۔

"کینس! میری بہن، میری بہن!" اس نے کینس کو سینے سے لپٹا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کینس بھی سسکیاں لینے لگی۔ پھر لزی اچانک بٹلر کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "میں نے دیکھا ہے... میں نے دیکھا تھا... تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر میری بہن کی جان بچائی تھی۔"

"اوہ... وہ کوئی خاص بات نہیں... یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اگر ہم یہ کوشش نہ کرتے تو پھر اور کون کرتا؟" بٹلر نے جھینپتے لہجے میں کہا۔

"نہیں... لوگ کسی کے لیے اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالتے... تم، تم نے... تم نے وہ کیا ہے جو مجھے پاگل کر دینے کے لیے کافی ہے۔ میں پاگل ہو گئی ہوں... مسٹر جوناتھن، مسٹر اسمال... میلکو... ادھر آؤ... میرے قریب آ جاؤ... میں جذباتی ہو گئی ہوں... میری اس جذباتی کیفیت سے فائدہ اٹھاؤ، کہیں یوں نہ ہو کہ کل زندگی کا خوف اور کوئی لالچ مجھے دوبارہ اپنے خیال سے منحرف کر دے۔"

لزی کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ جوناتھن جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ میں اور میلکو بھی اس کے قریب پہنچ گئے۔ لزی بدستور کینس کو سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

"تم لوگوں نے ہمارے لیے اپنی زندگیاں کیوں داؤ پر لگا دیں؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو لزی! تم مصیبت زدہ ہو، ہم زندگی کی قیمت پر تمہارا تحفظ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔" جوناتھن نے کہا۔

"اور میں... میں تمہارے دشمنوں کی ساتھی ہوں... ہم دونوں... ہم دونوں تمہارے دشمنوں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ سمجھے... ہم دونوں اسٹیفن براکوڈا کے لیے کام کر رہی ہیں جس کا منشا ہے کہ تم لوگوں کو یا تو کہیں کسی جگہ ٹھکانے لگا دیا جائے یا پھر تمہاری تمام پوزیشن سے ان لوگوں کو آگاہ رکھا جائے۔ یہ دیکھو، یہ ٹرانسمیٹر ہے... اس ٹرانسمیٹر پر ہم انہیں اطلاع دیتے رہے ہیں کہ اب تم کس سمت بڑھ رہے ہو۔ تمہیں شاید اب تک قتل بھی کر دیا جاتا، تمہیں شاید اب تک قیدی بھی بنا لیا جاتا... لیکن وہ لوگ ابھی یہ بات نہیں جانتے کہ تمہارے اطراف میں کتنے لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں... وہ صرف اسی سے خوفزدہ ہیں... ورنہ تم پر ہاتھ ڈالا جا چکا ہوتا... سمجھے تم... ہم دونوں وہ نہیں ہیں جو تمہیں بتا چکے ہیں۔ ہمارا تعلق باقاعدہ ایک گروہ سے ہے... سمجھے تم لوگ... سمجھے۔" لزی چیخ چیخ کر کہنے لگی... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ہسٹریائی دورے کے زیرِ اثر ہو۔ جوناتھن

سکتے میں رہ گیا تھا۔ میری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ بٹلر اور میلکو تعجب سے دونوں لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔

کینس آہستہ سے بولی۔ "ہاں، یہ حقیقت ہے... یہ حقیقت ہے... ہم تو مر چکے ہیں۔ ہمارا ضمیر تو مر چکا تھا... اگر میں مر جاتی تو میری بہن... میری بہن!" وہ لزی کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں کینس... تو مر جاتی تو میں ایک لمحے کے لیے بھی زندہ نہیں رہتی۔ تو جانتی ہے کہ تیری وجہ سے، صرف تیری وجہ سے میں اس لعنت میں گرفتار ہوئی ہوں۔ کینس، میری بہن، میری بہن!" لزی نے ایک بار پھر کینس کو اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ جوناتھن نے متحیر نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں گردن ہلا کر لزی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اسٹیفن براکوڈا ہمارے قتل یا گرفتاری کا خواہش مند کیوں ہے لزی؟" میں نے لزی سے سوال کیا۔

لزی ڈبڈبائی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میری زبان کھل چکی ہے... سب کچھ بتا دوں گی۔ سب کچھ تمہیں تفصیل سے بتا دوں گی... بے فکر رہو... اب ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں... جس طرح تم نے ہماری زندگیوں کی حفاظت کی ہے، اسی طرح ہم پر بھی فرض ہو گیا ہے کہ ہم تمہیں حالات سے غافل نہ رکھیں۔"

پروفیسر جوناتھن بدستور مجھے متحیر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے آنکھ سے اشارہ کیا کہ اس وقت لزی کو کچھ بتانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اسے آرام کرنے دیا جائے۔ چنانچہ ہم اس کی خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے۔ ہم نے کینس کو ایک جگہ لٹا دیا اور اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی جانے لگی۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ چاند اپنا سفر طے کر کے صبح کی کرنوں سے دھندلا گیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ روشنی پھیل گئی۔ ماحول کی ویرانی بڑی وحشت ناک تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر وہ خون آشام درخت نظر آ رہے تھے جن کی شاخیں کسی بھی ذی روح کو دیکھ کر اس کی طرف لپکتی تھیں اور آن کی آن میں ہڈیوں کا پنجر بنا کر پھینک دیتی تھیں۔

ہم نے دن کی روشنی میں ایسے ایسے ہولناک مناظر دیکھے کہ دل کانپ اٹھا۔ چھوٹے چھوٹے خرگوش دوڑتے ہوئے آگے بڑھتے تو یہ شاخیں بہ آسانی انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتیں۔ جوناتھن نے بتایا کہ یہ شاخیں کافی طاقتور ہوتی ہیں اور جانداروں کا ان کی زد سے بچ کر نکل آنا محال ہے۔ بہرطور پھر ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی اور کینس کو تنہا ہی گھوڑے پر بٹھا کر گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد لزی نے کہا۔ "تمہیں یہ رُخ اختیار نہ کرو۔ بائیں سمت چلتے رہو۔ یہاں ایک درہ ہے جس میں بڑے صاف ستھرے غار ہیں۔ اگر پناہ لینا چاہتے ہو تو وہ غار محفوظ ترین ہیں۔"

لزی کی اس بات پر عمل کیا گیا ویسے ہمیں اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ لزی یہاں کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جبکہ ہمارا خیال تھا کہ آتش فشانی کے خوف سے وحشت زدہ ہو کر ہم جس طرح منہ اٹھا کر بھاگ نکلے ہیں، اس سے ہم نے راستہ کھو دیا ہے۔ حالانکہ پروفیسر جوناتھن کے پاس ایسے انتظامات تھے کہ صحیح راستہ اختیار کیا جا سکتا تھا لیکن ابھی اس کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

کچھ دیر کے سفر کے بعد ہم اس درے میں پہنچ گئے۔ جس کی نشاندہی لزی نے کی تھی۔ درہ زیادہ وسیع نہیں تھا لیکن اس کی چٹانوں میں دہانے نظر آ رہے تھے۔ لزی نے خود ہی ہماری رہنمائی ایک دہانے کی سمت کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک صاف ستھرے اور کشادہ غار میں داخل ہو گئے۔ غار اتنا کشادہ تھا کہ ہم گھوڑوں کو بھی اندر لے جا سکتے تھے۔ چنانچہ اندر کا جائزہ لینے کے بعد ہم گھوڑوں کو بھی غار کے اندر لے آئے تاکہ وہ بیرونی خطرات سے بچے رہیں۔

پروفیسر جوناتھن ایک گوشہ منتخب کر کے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے سامان سے ترپال نکالی تھی۔ تھکن اور اعصاب شکن واقعات نے حقیقت میں ہی نڈھال کر دیا تھا۔ اور اس وقت کسی ایسی ہی آرام گاہ کی ضرورت تھی۔ یہاں ہم باہر کے موسمی اثرات سے بھی محفوظ رہ سکتے تھے۔ لزی مسلسل کینس کی دلجوئی کرتی جا رہی تھی۔ کینس اس واقعے سے بہت زیادہ دہشت زدہ ہو گئی تھی اور اس دوران مسلسل خاموش رہی تھی۔ ہم سب بھی لزی کی مدد کر رہے تھے۔ کینس کو ہر طرح کی تسلی اور دلاسے دیے جا رہے تھے۔

لزی تھوڑی دیر کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی۔ "آپ لوگوں کو یقیناً اس بات پر حیرت ہوگی کہ میں نے اس درے اور اس غار کی نشاندہی کیسے کر دی۔"

"حیرت کی بات تو ہے لزی۔ کیا تم صحرائے اعظم کے ان ویران علاقوں کے بارے میں اس قدر تفصیلات جانتی ہو؟"

"ہاں۔ ہمیں اس پورے علاقے کو نقشوں کی شکل میں دکھا کر ذہن نشین کرا دیا گیا ہے تاکہ کسی مرحلے پر ہم کسی جگہ راستہ نہ بھولیں۔"

"لزی، تم نے کہا تھا کہ تم ہمیں تفصیلات سے آگاہ کرو گی؟"

"ہاں۔ اب میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں۔ زندگی میں بہت کچھ کیا ہے میں نے۔ یہ میری سگی بہن ہے۔ یوں سمجھ لیجیے آپ کہ میں اس کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی کی حماقتیں تھیں جن کی وجہ سے میں اسٹیفن براکوڈا کے گروہ میں آ گئی۔ یہ مجبوری ہوئی۔ یہ اپنے ایک بوائے فرینڈ کے قریب میں آ کر اپنے آپ کو بڑے راستے پر لگا چکی تھی اور اس طرح دلدل میں پھنس گئی تھی کہ اگر میں اپنی زندگی داؤ پر لگا کر اس کی مدد نہ کرتی تو یقیناً یہ ایک دن زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ میں نے اس کے مستقبل کی بقا کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ میں بھی ان مجرموں میں گرفتار ہو جاؤں اور اس کے بعد اس کوشش میں مصروف رہوں کہ کسی وقت اسے ان کے چنگل سے نکال کر زندگی کے سیدھے راستے پر لگا دوں۔ اسے آپ ایک احمقانہ سوچ کہہ سکتے ہیں پروفیسر! اگر آپ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جانتے ہیں تو آپ کو اتنا اندازہ ضرور ہو گا کہ اس کے چنگل میں پھنس جانے کے بعد کسی شخص کا نکل جانا بہت مشکل ہے لیکن اس کے قریب رہنے کے لیے میں اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھی اور اب جب اس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی تو ایک شخص نے اسے بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تو میں کس دل سے آپ لوگوں کو اسٹیفن براکوڈا کے عذاب میں گرفتار کرا دوں۔ میرا ضمیر مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں آپ کو تمام تفصیلات بتا دوں۔ آپ کو غالباً بنگانہ کے علاقے میں دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد آپ نے جو سمت اختیار کی وہ اسٹیفن براکوڈا کی طرف جاتی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے لائن آف کروزل کی حفاظت اور نگرانی کرنے والے صرف ایسے حصے میں گشت کرتے رہے ہیں جہاں انہیں سفر کے دوران کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کسی نے بھی اس سمت آنے کی کوشش نہیں کی۔ اسٹیفن براکوڈا نے جن لوگوں کو آپ کی ہلاکت کے لیے بھیجا تھا وہ قطعی اس بات سے واقف نہیں تھے کہ آپ کے پاس اتنا خطرناک اسلحہ بھی موجود ہو گا۔ ان کا مقصد بھی آپ کو قتل کرنا نہیں تھا، بلکہ وہ آپ کو گھیر کر گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ انہیں دراصل یہ شبہ تھا کہ آپ چاروں ہی اس مہم کو سر کرنے نہ نکل کھڑے ہوئے ہوں گے بلکہ آپ کے اطراف میں اور بھی لوگ موجود ہوں گے لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ آپ کے بارے میں پہلے مکمل معلومات حاصل کر لیں۔"

"تم دونوں کو کس مشن پر بھیجا گیا تھا لڑی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارے سپرد یہ فرض داری کی گئی تھی کہ آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ وہ قتلا آپ کا فیصلہ نہیں تھا جیسا کہ میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں وہ لوگ صرف آپ کو گھیر کر پکڑنے کی کوشش کرتے اور پھر کسی مرحلے پر آپ کو آزادی بھی مل جاتی اور اس طرح ہماری پوزیشن بھی آپ کے درمیان مستحکم ہو جاتی۔ اس پہلو پر بھی غور کر لیا گیا تھا کہ آپ فوراً ہی ہماری باتوں سے متاثر ہو کر ہم پر اعتبار نہیں کر لیں گے اور اعتبار کے لیے ہمیں بھی آپ کے ساتھ وہی سزائیں بھگتنا تھیں جو آپ لوگوں کو دی جاتیں۔ یوں آپ ہم پر اعتماد کرنے لگتے اور ہم آپ کے پروگرام سے انہیں آگاہ کرتے رہتے۔"

"لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ ہم وہی ہیں جو ہمیں سمجھا گیا ہے؟" میں نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ لوگوں کو سب سے پہلے بنگانہ کے علاقے میں دیکھا گیا تھا اور بنگانہ میں جو کچھ ہوا ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اسٹیفن براکوڈا اس سے بے خبر ہے اور اس کی بنگانہ اور دوسرے علاقوں پر مکمل نظر نہیں ہے۔"

"شکریہ مس لڑی! میں آپ کی بات کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ کیا آپ ہمیں اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں معلومات فراہم کر سکتی ہیں؟"

"سب کچھ کر سکتی ہوں۔" وہ پُراعتماد لہجے میں بولی۔ "میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ معلومات آپ لوگوں کو فراہم کرنے کے بعد میرا مستقبل کیا ہو گا لیکن اب مجھے کسی بات کی بھی پروا نہیں رہی۔ میں اس لمحے کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گی جب مسٹر پاگلوں کی طرح کیفس کی جان بچانے کے لیے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا بیٹھے تھے اور مسٹر لے ٹی آپ نے بھی ان کی مدد کی تھی۔ پھر میں کس دل سے آپ لوگوں کو موت کے منہ میں جھونک سکتی ہوں۔"

"تو پھر ہمیں اسٹیفن براکوڈا کے متعلق بتائیے؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"پوچھیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"کیا آپ اسٹیفن براکوڈا کے بہت قریبی ساتھیوں میں سے ہیں؟"

"ہاں۔ ہم پر بھروسا کیا جاتا ہے اور ہم ان چند افراد میں سے ہیں جنہیں اسٹیفن براکوڈا کی قربت حاصل رہی ہے۔"

"اسٹیفن براکوڈا کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لوگ ابھی اس سے بہت فاصلے پر ہیں۔ جس جگہ آپ اس وقت موجود ہیں اس کے شمال مشرق میں تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر قبیلہ بونیکا آباد ہے۔ یہ افریقہ کا ساحلی علاقہ ہے اور یہ قبیلہ ساحلی قبائل میں سے ایک ہے۔ گو سمندر اس سے کافی دور ہے لیکن ایک کھاڑی سمندر سے نکل کر اس قبیلے کی پشت پر پہنچتی ہے۔ اور یہی کھاڑی سمندر تک آنے جانے کا راستہ ہے۔ خشکی کے راستوں سے سفر کرتے ہوئے آپ اس کھاڑی تک نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ قبیلہ بونیکا سے نہ گزریں۔ قبیلہ بونیکا تک پہنچنے کے لیے بھی کوئی عام راستہ نہیں ہے۔ کئی دیگر قبائل سے گزرتے ہوئے آپ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ قبیلہ سمندر کی طرف آخری آبادی ہے۔ میں اس سلسلے میں بھی آپ کی مدد کروں گی اور اس ساحلی علاقے کا مکمل نقشہ آپ کی رہنمائی کے لیے تیار کر دوں گی۔"

"اسٹیفن براکوڈا مستقل قبیلہ بونیکا ہی میں رہتا ہے؟"

"ہاں۔ وہاں اسے بے شمار سہولتیں حاصل ہیں۔ وہاں سے اس کا بیرونی دنیا سے براہ راست رابطہ ہے۔ دو آبدوزیں جو اسٹیفن براکوڈا کی ذاتی ملکیت ہیں کھلے سمندر میں اس کے اشارے کی منتظر رہتی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے بیرونی دنیا سے ضرورت کا سامان منگواتا رہتا ہے اور بونیکا میں اس نے بہت مضبوط قوت حاصل کر لی ہے۔ اسٹیفن براکوڈا بونیکا میں ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اور وہاں کا وچ ڈاکٹر ہے۔ قبیلے کے لوگ اور صرف بونیکا قبیلے ہی کے نہیں بلکہ آس پاس جتنے چھوٹے چھوٹے قبائل ہیں، ان کے رہنے والے اسٹیفن براکوڈا کو اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں اور دل سے اس کی عزت کرتے ہیں، اسے دیوتا کی حیثیت دیتے ہیں۔ اسٹیفن براکوڈا نے بونیکا کے وسط میں ایک آتش کدہ تعمیر کرایا ہے اور اس بت کی کرامات افریقہ ہی کے رہنے والوں کو کیا، مہذب دنیا کے لوگوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال سکتی ہیں۔ براکوڈا کی خانقاہ میں ہر مرض کا علاج موجود ہے۔ افریقی قبائل اپنے شدید بیمار لوگوں کو لے کر وہاں آتے ہیں اور شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔ براکوڈا سائنسی ذرائع سے ان کا علاج کرتا ہے۔ وہ بہت ذہین ڈاکٹر اور سرجن ہے۔ اس کے علاوہ نہ جانے کیا کیا ہے۔ اس نے وہاں اپنا سکہ جما لیا ہے اور قبیلے والوں پر اپنی گرفت اتنی مضبوط کر لی ہے کہ اب انہیں بہکایا بھی نہیں جا سکتا۔ اس طرح وہ وہاں کامیابی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ لائن آف کروزل اس کے لیے ایک چیلنج ہے اور وہ اسے ہر قیمت پر تباہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی جو کوششیں وہ مختلف لوگوں کے ذریعے کر رہا ہے، وہ شاید آپ کے علم میں ہوں لیکن ایک بڑا منصوبہ ایسا بھی ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کو ابھی کچھ پتا نہیں ہو گا۔"

"وہ کیا؟" جوناتھن کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"لائن آف کروزل کے اطراف میں بے شمار آبادیاں بکھری ہوئی ہیں۔ دور دراز علاقوں میں بھی قبائلیوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کرتی ہے۔ افریقہ کے ان وحشی اور جنگجو قبیلوں کو اس بات کے لیے آمادہ کیا جا رہا ہے کہ وہ لائن آف کروزل کے خلاف کام کریں۔ اسٹیفن براکوڈا ان لوگوں کے دلوں میں لائن آف کروزل کے لیے نفرت کے شعلے بھڑکا رہا ہے اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ تمام قبائل کی بقا کا دارومدار اسی پر ہے کہ لائن آف کروزل کو تباہ کر کے غیر ملکیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیا جائے۔ اس کام کو تمام قبائل قومی فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دیں۔ یہ لاوا آہستہ آہستہ پکایا جا رہا ہے۔ لائن آف کروزل کے حوالے سے کچھ ایسی کارروائیاں براکوڈا ہی کے آدمیوں کے ذریعے ہوتی رہی ہیں، جو ان قبائلیوں کو مشتعل کرتی رہیں۔ اس طرح قبائلیوں کے درمیان کافی نفرت پھیل گئی ہے۔ اور وہ اجتماعی طور پر متحد ہو کر لائن آف کروزل پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تاکہ ان آہنی اژدہوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے جو ان کے خیال میں انہیں ختم کرنے کے لیے اسلحہ تیار کر رہی ہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟" لڑی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں جو نہایت انہماک سے اس کی گفتگو سن رہا تھا چونک پڑا۔

"یقیناً مس لڑی! میں پوری طرح ہمہ تن گوش ہوں آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے میری تائید میں گردن ہلا دی۔

لڑی سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "براکوڈا نہایت چالاکی و ہوشیاری سے اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ قبائلیوں کے گروہ کے گروہ اس کے پاس آتے ہیں اور وہ ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے انہیں لائن آف کروزل کی طرف سے پہنچنے والے نقصانات سے آگاہ کرتا ہے اور آئندہ پیش آنے والی تباہی سے ڈراتا ہے۔ ابتدا میں اس نے یہاں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کے لیے بہت کام کیا۔ قبائلیوں کو ایسے ایسے فائدے پہنچائے کہ بالآخر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ خود بونیکا میں اس نے نئے سردار ساگون کو متعین کیا۔ ساگون جو ایک معتاب زدہ شخص تھا اور جسے قربان گاہ پر موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا، زندگی پانے کے بعد وہ بھلا اسٹیفن براکوڈا کا احسان مند کیوں نہ ہوتا۔ یہی نہیں بلکہ اسٹیفن براکوڈا نے روحانی پیشوا اور وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے ساگون کو وہ مقام دلایا جو اسے کبھی نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ ساگون کے ذریعے اس نے بونیکا میں ایسے ایسے کام کرائے جو بونیکا والوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے اور انہوں نے

تسلیم کرلیا کہ دیوتاؤں کا چہیتا ساگون ہی اُن کا نجات دہندہ ہو سکتا ہے۔ خود ساگون کو اسٹیفن براکوڈا نے اس قدر بھڑکا دیا ہے کہ وہ اس منصوبہ بندی میں سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ دوسری طرف اس نے لاٹن آف کروزل میں اپنے چند ایجنٹ بھیج کر کچھ تخریبی کاروائیاں کی ہیں تاکہ لاٹن آف کروزل کے محافظ اور جہدو ایجنٹ وہیں الجھے رہیں۔ ان کا دفاع تحقیق لاٹن آف کروزل کی آبادیوں سے کہیں باہر نہ نکلنے پائے۔ اور اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنا کام کر جائے۔ لاٹن آف کروزل میں جب محافظ یا اُن کے جہدو مصروف رہیں اور ان ایجنٹوں ہی کو تلاش کرتے رہیں جو ان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اصل کام تو اسٹیفن براکوڈا یہاں میں بیٹھے کر رہا ہے۔ یہاں وہ تمام مکمل تفصیلات ہیں۔ وہ آتشیں بُت جو یونیکا قبیلے کے ایک چوک میں نصب کیا گیا ہے، عجیب و غریب صفات کا حامل ہے۔ ہر مہینے کی ایک مخصوص رات کو وہ خود بہ خود روشن ہو جاتا اور اس سے شعاعیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ اس رات کو قبیلے کے لوگ وہاں عبادت کے لیے آتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ وہ بُت اب ایک مقدس مقام بن چکا ہے۔ آس پاس کے تمام قبیلے اسے احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لاٹن آف کروزل کی جانب سے اگر اس کے خلاف کوئی بڑی فوجی کاروائی بھی کی گئی تو وہ آسانی سے اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

لزی نے یہ انکشافات کر کے جیسے میرے ہوش اُڑا دیے تھے۔

یہ کام جس قدر آسان سمجھ لیا گیا تھا، درحقیقت اتنا آسان نہیں تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں بھی میرے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے تھے۔ وہ میری توقعات سے کہیں زیادہ خطرناک آدمی ثابت ہوا تھا۔ اس نے خود کو یہاں اس قدر مضبوط کر لیا تھا کہ اب اس کے خلاف کام کرنا آسان نہیں رہا تھا۔ لیکن لزی نے یہ تمام تفصیلات بتا کر ہماری جتنی مدد کی تھی، اس کا ہمارے پاس کوئی بدل نہیں تھا۔ اب گویا ہمارا سفر ایک طرح سے رک گیا تھا کیونکہ ہم چاروں فی الحال اسٹیفن براکوڈا کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ہمیں اپنی مضحکہ خیز کیفیت کا احساس تھا۔ یہ بھی اچھی ہی بات تھی کہ اسٹیفن براکوڈا ہمارے بارے میں اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ ہم اپنے ساتھ لوگوں کا لشکر لے کر چلے ہیں۔ اگر وہ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتا تو ہمیں تو واقعی آسانی سے کسی بھی جگہ مارا جا سکتا تھا۔

ہم دیر تک خاموش بیٹھے ہر شخص اپنے اپنے طور پر سوچ رہا تھا اور اس کے بعد ہم نے لزی کا نہایت خلوص سے شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ اب جبکہ اس نے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں یہ معلومات ہمیں فراہم کر دی ہیں تو اس کا اپنا پروگرام کیا ہے؟ کیا وہ واپس اسٹیفن براکوڈا کے پاس جانا چاہتی ہے یا پھر اس کے ذہن میں کچھ اور ہے؟

"دراصل میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو کر براکوڈا کے چنگل میں پھنسی تھی اور جیسا کہ میں آپ لوگوں کو بتا چکی ہوں کہ مجھے صرف اپنی بہن کی وجہ سے ان لوگوں کی آلۂ کار بننا پڑا تھا لیکن میں نے مجرموں کے اس گروہ سے ہمیشہ نفرت کی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بے شمار موقعوں پر مجھے خود بھی ان کے ساتھ کام کرنا پڑا ہے۔ لیکن میری دلی آرزو ہے کہ کسی طرح کیتھی کو اُن کے چنگل سے نکال کر لے جاؤں۔ اگر آپ لوگ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں تو یہ آپ کا ہم دونوں پر ایک اور احسانِ عظیم ہوگا۔ ورنہ مجھے میری تقدیر پر چھوڑ دیجیے۔" آخری جملہ اس نے بڑے ہی افسردہ لہجے میں کہا تھا۔

"ہم آپ سے صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں مس لزی کہ آپ کے اس احسان کے بعد ہم سب آپ کے بے حد ممنون ہیں اور آپ جو کچھ بھی ہم سے چاہیں گی اسے پورا کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ اگر آپ افریقہ سے نکلنا چاہتی ہیں اور کسی ایسے خطے میں پناہ لینا چاہتی ہیں جہاں اسٹیفن براکوڈا کی پہنچ آپ تک نہ ہو سکے تو آپ ہمیں بتائیے۔ ہم آپ کو وہاں پہنچانے کا بندوبست کر دیں گے۔"

لزی خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "اگر مجھے ایشیا کے کسی خطے میں آپ لوگ بھجوا سکتے ہیں تو میں محسوس کرتی ہوں کہ وہاں میں اپنا تحفظ کر سکوں گی لیکن میں نہیں چاہتی کہ آپ لوگ مزید کسی مصیبت میں گرفتار ہوں۔"

"نہیں مس لزی، آپ کے بارے میں یقیناً بہتر انداز میں سوچا جائے گا۔ آپ فوراً کیتھی کی دیکھ بھال کریں۔ ہم لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ ویسے یہ جگہ تو محفوظ ہے نا؟"

"ہاں۔ اگر مجھ سے رابطہ قائم کیا جائے گا تو میں انہیں کسی غلط راستے پر ڈال دوں گی۔ آپ لوگ اطمینان رکھیے۔ میں آپ لوگوں کا مکمل طور پر ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔" لزی نے کہا۔ اور اس کے بعد ہم اٹھ گئے۔

غار کے ایک دور افتادہ گوشے میں بیٹھ کر پروفیسر جونسن نے میری طرف دیکھا اور پھر پھیکی سی ہنسی ہنس پڑا۔ "کہیے مسٹر علی! اب کیا ارادہ ہے آپ کا؟"

"ایسا لگتا ہے بازی پلٹ گئی ہے مسٹر جونسن، یوں سمجھ لیجیے کہ ہماری خوش قسمتی نے ہمیں راستے ہی میں روک لیا۔ اگر ہم براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے فرض کیجیے وہاں تک پہنچ بھی جاتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا؟"

"ہم سب اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ "میرا اپنا مشورہ یہ ہے کہ اب جس قدر جلد ممکن ہو سکے ہم یہاں سے واپس نکل چلیں۔ ہمیں تو خوش بختی سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں ایسی معلومات حاصل ہو گئی ہیں جو انتہائی کارآمد ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں ہم باقاعدہ دوسروں کی مدد حاصل کیے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ اب واپسی کا سفر کریں اور اس سلسلے میں اعلیٰ حکام کو اطلاع دیں۔"

"لاٹن آف کروزل کے سلسلے میں صرف کوئی ایک تنظیم نہیں بلکہ بے شمار عرب ممالک دلچسپی لے رہے ہیں۔ لہٰذا اس لائحہ عمل سے ہیں، چنانچہ اس مشترکہ مسئلے کے حل کے لیے مشترکہ طور پر ہی کوئی کوشش ترتیب دینا ہوگا اور یہ سب کچھ آسان نہیں ہوگا۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں از سرِ نو غور کرنا پڑے گا۔ جہاں تک میرا خیال ہے، وہ افریقی قبائل جن کے دلوں میں لاٹن آف کروزل کے لیے نفرت ڈال دی گئی ہے کوئی فوری کاروائی نہیں کر سکتے۔ ہم اگر کوئی ایسی کوشش کی بھی گئی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ لاٹن آف کروزل کا اعلیٰ حکام کے یہ تحفظ کیا جائے۔" میں نے کہا۔

"بالکل ٹھیک، ہم آپ سے سو فیصدی متفق ہیں۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ وقت ضائع کیے بغیر لزی وغیرہ کی مدد سے یہاں سے نکل جانے کا بندوبست کیا جائے۔ ویسے کیا آپ کسی ایسے مختصر ترین راستے کی نشاندہی کر سکتے ہیں پروفیسر کہ ہم جلد از جلد لاٹن آف کروزل کی کسی آبادی تک پہنچ جائیں؟"

"اس کے لیے مجھے کچھ کام کرنا ہوگا۔ جیسے لزی سے بھی گفتگو کرنی ہے، ممکن ہے وہ ہماری رہنمائی کر سکے۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہماری یہ میٹنگ برخواست ہو گئی اور ایک بار پھر ہمیں لزی سے رجوع کرنا پڑا۔ پروفیسر نے اس سے دریافت کیا۔ "مس لزی، کیا تم ہمیں بتا سکتی ہو کہ یہاں سے لاٹن آف کروزل کی قریب ترین آبادی کون سی ہے؟"

"جس علاقے میں آپ لوگ موجود ہیں پروفیسر، یہاں سے لاٹن آف کروزل کی سب سے پہلی آبادی بھی بہت فاصلے پر ہے۔ لیکن ہم اگر تھوڑے سے دشوار گزار راستے اختیار کریں تو ہمارا یہ سفر مختصر ہو سکتا ہے۔ البتہ ہمیں اس بات کا خدشہ مسلسل ہے کہ وہ لوگ ہمارا پیچھا کریں گے اور اگر میں اُن سے رابطہ قائم نہ کر پائی تو پھر اس سلسلے میں مزید مشکلات درپیش ہوں گی۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم عقل سے کام لیں مس لزی۔" پروفیسر نے کہا۔

"وہ کس طرح؟ میں تو کہہ چکی ہوں کہ آپ سے ہر طرح تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"کیا آپ باقاعدہ طور پر ان لوگوں سے رابطہ قائم کرتی ہیں؟"

"نہیں، لیکن اگر کوئی اہم مسئلہ ہوتا ہے تو پھر مجھے اُن سے رجوع کرنا ہوتا ہے۔"

"تو ابھی ہمیں یہاں سے سفر کا آغاز کر دینا چاہیے اور جیسا کہ آپ نے کہا کہ اگر ہم دشوار گزار راستے اختیار کریں تو ہمارا یہ سفر مختصر ہو سکتا ہے۔ ہم کون سی آبادی تک پہنچ سکتے ہیں؟"

"ایکوئن نامی جگہ سب سے قریب پڑے گی۔" لزی نے کہا۔

"کمال ہے آپ کو واقعی بہترین معلومات حاصل ہیں۔"

"صرف مجھے ہی نہیں بلکہ یہاں اسٹیفن براکوڈا کے لیے کام کرنے والے ہر فرد کو۔" لزی نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ جس وقت مناسب سمجھیں ان سے رابطہ قائم کر کے انہیں اطلاع دیں کہ ہم کس پوزیشن پر ہیں۔ بس انہیں غلط اطلاعات فراہم کرتی رہیں۔ اور اس کے لیے منصوبہ بندی کر لی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں لیکن اگر یہ خیال ہے تو ہمیں آرام کرنے کے بجائے سفر کا آغاز کر دینا چاہیے۔ اس درّے سے نکلنے کے بعد ہمیں ایک عجیب و غریب پہاڑی سلسلے سے واسطہ پڑے گا لیکن اگر ہم اسے عبور کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو گئے تو اتنا سفر ہم پار کر لیں گے جتنا پانچ چھ دن کی کاوشوں کے بعد کیا جا سکتا ہے۔"

لزی جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں اب ذرہ برابر بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں تھا۔ اس بات پر بھی غور کیا گیا تھا کہ کہیں لزی کسی گہرے منصوبے کے تحت ہمیں غلط راستے پر تو نہیں ڈال رہی ہو، لیکن اب اس کی گنجائش نہیں تھی۔

تمام تیاریاں آن کی آن میں مکمل کر لی گئیں اور اس کے بعد ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر برق رفتاری سے اس درّے کے اختتام کی طرف چل پڑے۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے۔ درحقیقت اس بار مجھے اپنے اس مشن میں مکمل طور پر ناکامی ہوئی تھی۔ اور اس ناکامی کا احساس میرے ذہن کے ہر گوشے میں موجود تھا۔ اسٹیفن براکوڈا درحقیقت ایسا نرم چارا نہیں تھا جسے آسانی سے کھا لیا جاتا۔ تاہم اب ہم ایک بڑے راز کا انکشاف کر چکے تھے اور یہ بہرحال ہمارے شب و روز کی محنتوں اور جدوجہد کا ہی نتیجہ تھا۔

ایکوئن تک کا سفر اندیشوں اور وسوسوں کے درمیان طے ہوا تھا لیکن اسی دوران یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ لزی بے پناہ صلاحیتوں کی مالک تھی۔ افریقہ اسے اس طرح ازبر تھا کہ شاید ہی کسی افریقی باشندے کو اس سے زیادہ

معلومات حاصل ہوں۔ اس کے برعکس کینس انتہا طبیعت کی مالک تھی اور کسی بھی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتی تھی۔ اس کی وجہ شاید اس کا بڑی بہن پہ بے پناہ اعتماد تھا جو سے اس کی گہری دوستی ہو گئی تھی اور جو ایسے معاملات میں کمال رکھتا تھا، لیکن شاید یہ دوستی صرف دوستی کی حدود میں ہی تھی کیونکہ کینس اپنی فطرت کے مطابق اسے بھی بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی۔

لزی ہماری رہنمائی کرتی رہی لیکن اس کے باوجود پروفیسر جونا تھن نے اس پہ مکمل انحصار نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے طور پہ اپنے ذرائع سے راستوں کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا اور اسی بنیاد پر لزی پہ اعتماد قائم ہوتا جا رہا تھا۔

میں دوران سفر جہاں اپنی فرمہ داریاں پوری کر رہا تھا وہیں ذہنی طور پر لزی کے بیان اور اسٹیفن برکوڈا پہ بھی غور کر رہا تھا۔ دل میں وسوسے آتے تو اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتا کہ بہر طور میں بھی انسان ہوں اور غیر بیچرل قوتیں نہیں رکھتا۔ موافق حالات مجھے کامیابی عطا کرتے ہیں لیکن ناموافق حالات بھی تو ہو سکتے ہیں یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اسٹیفن برکوڈا میرے مقابلے میں چوہا ثابت ہوتا۔ وہ زبردست تیاریوں کے بعد وڈن آف کروزل کے مقابلے پہ آیا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ لاڈن آف کروزل کی کسی آبادی تک پہنچنے کے بعد یہ تمام صورت حال ان لوگوں کے سامنے رکھ دوں گا اور صاف صاف کہہ دوں گا کہ آئندہ ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار رہا جائے۔ حالات کوئی بھی رخ اختیار کر سکتے ہیں۔ ہر چند کہ میں اپنی فرمہ داریاں پوری کرنے کے سلسلے میں کوتاہی نہیں برت رہا تھا لیکن حاصل شدہ معلومات کے تحت میں تنہا اسٹیفن برکوڈا پہ قابو نہیں پا سکتا تھا۔

ہمارا یہ سفر افریقہ کی دلچسپ روایتوں کے ساتھ جاری رہا۔ واپسی کے راستے میں بہت سے ایسے واقعات بھی پیش آئے جو پریشانی اور دشواری کا باعث بنے لیکن سفر جاری رہا۔ پھر ایک دن میکنو نے اعلان کیا کہ ہم ایکوٹن کے قریب ہیں۔

میکنو کا ایکوٹن سے گہرا تعلق تھا اور وہ اس کے اطراف میں بہت دور دور تک کے علاقے پہچانتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک آبشار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ گرین فال ہے، قرب و جوار کے سرسبز علاقے کا عکس پہاڑوں سے بہتے آبشار کے اوپر پڑتا ہے تو اس کا رنگ گہرا سبز محسوس ہوتا ہے۔ آپ ذرا اس سمت آ کر دیکھیے۔"

میکنو کا کہنا درست ہی تھا۔ ہم سب نے پہاڑوں سے گرتے ہوئے سبز پانی کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میکنو نے یہ اعلان کیا کہ اس آبشار والے پہاڑ کے پیچھے ایکوٹن آباد ہے۔ تھوڑا سا فاصلہ ایک درے سے گزر کر طے کرنا ہوتا ہے۔

ہماری رفتار خود بہ خود تیز ہو گئی تھی۔ سبز آبشار کی حسین وادی کو طے کرنے کے بعد ہم درے سے میں پہنچ گئے اور جب یہ درہ ختم ہوا تو ہم نے پیالہ نما وادی میں ایکوٹن کو آباد دیکھ لیا۔

لزی نے گہری سانس لے کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی فرمہ داریاں پوری کرنے میں کامیاب ہو گئی۔"

ایکوٹن میں داخل ہونا مشکل نہیں تھا۔ یہاں میکنو ہمارا رہبر تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم آبادی کے ایک خوب صورت مکان میں پہنچ گئے جس کے گرد موجود محافظوں نے تلاشی لیے بغیر ہمیں اندر نہیں جانے دیا تھا اور وہ تمام چیزیں جو اس وقت ہمارے پاس موجود تھیں، محافظوں کے قبضے میں پہنچ گئی تھیں۔ ہم نے اس پر تعرض نہیں کیا تھا۔ اس احکامات کے تحت ہر شخص کو قانون کی پابندی کرنا ہوتی تھی چنانچہ صرف جسموں پہ لباس ہی لیے کر ہم اس مکان میں داخل ہوئے تھے۔

میکنو یہاں کافی اثر و رسوخ رکھتا تھا اور یہ اسی کی کوشش تھی کہ بہت جلد ہمارا رابطہ دوسری جگہوں سے قائم ہو گیا۔ اس ٹیم کے سربراہ کی حیثیت سے مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا میں ایکوٹن میں ہی قیام کروں گا یا لاڈن آف کروزل کی کسی اور آبادی میں جانا چاہوں گا؟ جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ آگے کا سفر ابھی نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم میری واپسی کی اطلاع متعلقہ افراد کو دے دی جائے۔

صحرائے اعظم کے اس طویل ترین اور دشوار سفر کے بعد یہ آرام گاہ جنت محسوس ہو رہی تھی۔ ہمیں کھانے پینے کی بہترین چیزیں فراہم کی گئیں۔ میکنو البتہ ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ جبکہ باقی تمام افراد اسی مکان میں موجود تھے۔

شام کو ساڑھے سات بجے مجھے کسی کی آمد کی اطلاع ملی اور یہ بتایا گیا کہ میرا کوئی شناسا مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں مکان کے بیرونی حصے میں نکل آیا جہاں ملاقاتیوں کے لیے نشست گاہ تھی۔ یہاں سائیکا ماٹیر اور مسعود طلحہ کو دیکھ کر میری آنکھوں میں مسرت کے چراغ جل اٹھے۔ دونوں ہی مجھ سے لپٹ گئے تھے۔ میں نے ان کی اس محبت کا جواب اسی شفقت سے دیا تھا جو کسی بزرگ کے دل میں ہو سکتی ہے۔ میرا ہاتھ سائیکا کے سر پہ پہنچ گیا تھا۔ "تم لوگ یہاں؟" میں نے مسرور انداز میں سوال کیا۔

"ہمیں افسوس ہے مسٹر علی کہ ہمیں آپ کی آمد کی فوری

اطلاع نہیں مل سکی۔ دراصل میکنو کو بھی نہیں معلوم تھا کہ ہم لوگ یہاں میں رہ رہے ہیں۔" مسعود نے کہا۔

"کیا تم لوگوں نے ایکوٹن میں مستقل ٹھکانا بنا لیا ہے؟"

"ہاں آب و ہوا اور قدرتی مناظر کے لحاظ سے ایکوٹن بے مثال ہے اور میری بیوی نے اس کو اپنے مستقل قیام کے لیے موزوں تصور کیا۔" مسعود طلحہ نے جواب دیا۔

سائیکا ماٹیر جس کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا تھا مسکراتے ہوئے بولی۔ "اور اب جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ آپ ایکوٹن آئے ہیں تو ہمارے لیے ناگزیر ہو گیا کہ آپ کو ایک لمحہ بھی کہیں اور بیٹھنے دیا جائے۔ چنانچہ آپ فوری طور پر ہمارے ساتھ چلیے۔"

میں نے مسعود طلحہ کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم نے اپنی بیوی کو ابھی تک صورت حال کی نزاکت کا احساس نہیں دلایا۔ عائشہ کو بتاؤ کہ میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں اور تمام لوگوں کو تمہاری رہائش گاہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔"

"یہ بات نہیں ہے مسٹر علی! میں یہاں انچارج کی حیثیت سے مقیم ہوں۔ میری رہائش گاہ بہت وسیع و عریض ہے اور ہم بہ آسانی آپ کے تمام ساتھیوں کو اپنے یہاں جگہ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر آپ ہمارے ہاں چلیے، ہمیں دلی مسرت ہوگی۔"

"میکنو سے بات ہوئی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اپنی مصروفیت سے فارغ ہونے کے بعد وہ میری رہائش گاہ پہ پہنچ جائے۔ اب اس سے ملاقات اور تفصیلی بات وہیں ہو سکتی ہے۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"تب پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمارا سامان محافظوں کے پاس موجود ہے۔ احتیاط سے اس سامان کو حاصل کر لو۔"

"وہ سب کچھ ہو جائے گا۔ آپ بس تیاریاں کیجیے۔"

میں نے چند لمحات کے بعد یہ خبر جو تا بقی، بیٹر وغیرہ کو اپنے کمرے میں بلا لیا۔ اکینس اور لزی بھی ان میں شامل تھیں۔ مسعود طلحہ ہم سب کو لے کر اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ایک پہاڑی کے دامن میں ایک بہت ہی خوبصورت مکان جو لکڑی کے تختوں اور ستونوں سے بنا ہوا تھا نظر آیا۔ اس کے اطراف میں چمن سبزہ زار تھا۔ خوب صورت پھولوں کے تختے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ اس مکان میں مسعود طلحہ اور عائشہ کی رہائش تھی۔

مکان درحقیقت بہت وسیع تھا اور مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں قیام میں کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم لوگ مکان کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔

رات کا کھانا ہم سب نے مل کر مسعود طلحہ اور عائشہ کے ساتھ کھایا۔ لزی اور کینس کا تعارف بھی کرا دیا گیا تھا۔ مسعود طلحہ نے سب کے لیے بہترین آرام کا بندوبست کیا تھا۔ اور جب رات کو وہ دونوں مجھے خدا حافظ کہ کے اپنی نشست گاہ میں سے گئے۔

طلحہ کہنے لگا۔ "یہ دونوں لڑکیاں میری دلچسپی کا مرکز بن گئی ہیں۔ کیا آپ ان کے بارے میں کچھ بتانا مناسب سمجھیں گے؟"

"کیوں نہیں مگر سوچ لو اپنی دلچسپی کا اظہار تم عائشہ کی موجودگی میں کر رہے ہو۔" میں نے شرارت سے کہا۔

میری بات کا مفہوم سمجھتے ہی مسعود نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر عائشہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے دیکھا علی نے میری بات کو کیا رخ دیا ہے۔" وہ صرف مسکرا کر رہ گئی تھی پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میرا مطلب صرف آپ کی نئی مدد گاہ سے آگاہی حاصل کرنا تھا۔ کیونکہ مجھے ہر اس لڑکی سے ہمدردی ہے جو آپ کے قریب ہو۔"

"اوہو، معلوم ہوتا ہے عائشہ نے میرے خلاف تمہارے بہت کان بھرے ہیں، خاص طور پہ لڑکیوں کے حوالے سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام لینے کی کیا ضرورت ہے، آپ کی شہرت ویسے بھی کیا کم ہے۔" عائشہ نے چہکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، خوب صورت خواتین کے لیے آپ بہت بڑا خطرہ ہیں علی۔" مسعود بولا۔ "مجھے پتا چلا ہے کہ آپ کے کشتگان کی فہرست بہت طویل ہے۔ مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں اس لیے میں ان خواتین کے بارے میں پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ ان کی ملاقات کسی بھی شکل میں آپ سے ہوئی ہو لیکن تمام وہیں ٹوٹے گی۔"

میں ہنسنے لگا۔ "یہ حقیقت کی بدنامی میرے سر ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں مسعود۔"

اس گفتگو کے دوران نفیس قسم کی کافی کا دور چلتا رہا پھر ہم نے سنجیدہ گفتگو شروع کر دی۔

"اور اب میں آپ کی اس اچانک واپسی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" مسعود نے کہا۔ "آپ جس مشن پہ گئے تھے اس میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں؟"

"مسعود طلحہ، خوش قسمتی سے تم ایکوٹن میں موجود ہو تم سے میں مکمل بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہوں۔ پہلے میرے اس مشن کی پوری تفصیلات سن لو۔ اس کے بعد میں تمہیں

ضروری تفصیلات سے آگاہ کر دوں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے مسعود طلحہ کو اس مشن پر روانہ ہونے کے بعد سے لے کر اب تک کی روداد جلیکم وکاست سنا دی۔ مسعود طلحہ اور سائیکا بائیر یعنی عائشہ کے چہرے پر سنسنی کے آثار تھے۔ یہ ان کے لیے ایک دلچسپ انکشاف بھی تھا۔ مسعود طلحہ مجھ سے ان راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا جن سے ہم گزرے تھے۔ میں جس حد تک اس بارے میں بتا سکتا تھا بتاتا رہا۔

"اسٹیفن بلاکوڈا کے بارے میں جو انکشاف آپ نے کیا ہے کیا وہ انتہائی خوفناک نہیں ہے علی؟" مسعود نے کہا۔ "اگر افریقہ کے وحشی قبائل لائن آف کونڈل کی تباہی کو اپنا مشن بنا لیں تو آپ غور کیجیے کہ ہمارے لیے کس قدر خوفناک صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ ہم کسی بھی طور ان افریقی قبائل کو نقصان پہنچانے کے مجاز نہیں ہیں۔ لائن آف کونڈل کے یہاں قیام کے لیے ہمیں کئی حکومتوں سے اجازت لینی پڑی ہے اور معاہدے کرنے پڑے ہیں۔ ان معاہدوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ افریقہ کی اندرونی آبادی کو ہمارے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور ہم ابھی تک ان معاہدوں پر سختی سے عمل درآمد کرتے آئے ہیں۔ اگر ان قبائل نے ہم پر حملہ کیا تو پھر لائن آف کونڈل کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسرائیل اور عربوں کو تقسیم حاصل کرنے والوں کی ہی ہاتھوں سے یہ سب سے خوفناک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا اور فرض کیجیے ہم نے ان قبائل سے جنگ کر کے انھیں پسپا بھی کر دیا تو ہمارا معاہدہ ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد لائن آف کونڈل کا وجود خطرات میں پڑ جائے گا۔ ہم کسی بھی قیمت پر ان فیکٹریوں کو یہاں برقرار نہیں رکھ سکتے۔"

"مجھے صورت حال کی سنگینی کا پورا پورا احساس ہے مسعود طلحہ اور اسی لیے میں نے فوری واپسی مناسب سمجھی۔ اگر میں چاہتا تو بونیکا پہنچ کر خود بھی اس سلسلے میں کچھ کام کر سکتا تھا لیکن میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اور یہ بات اب ہماری سطح سے بہت اونچی چلی گئی ہے۔ چنانچہ تم سے میں اس سلسلے میں درخواست کرتا ہوں کہ فوری طور پر یہ پوری تفصیل ذمے دار ارکان تک پہنچا دو اور میرے لیے احکامات حاصل کرو۔"

"بالکل فکر نہ کریں آپ۔ میں فوراً ہی ایگون سے روانہ ہو جاتا ہوں اور تیروکی پہنچ کر اس سلسلے میں کارروائی کرتا ہوں۔ اس وقت تک آپ یہاں آرام و سکون سے رہیں۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ مسعود طلحہ کا چلا جانا میرے لیے واقعہ ایک نیک فال تھا اور اس کی وجہ سے میری تھکے ہوئے نازیاں کم ہو گئی تھیں۔ اس نے ہمانوں کی دیکھ بھال کی ذمے داری عائشہ کے سپرد کر دی اور خود تیروکی روانہ ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اپنی رپورٹ تحریر کر دوں تاکہ اسے حکام کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ میں نے تفصیلی رپورٹ مسعود طلحہ کے مشوروں کی روشنی میں تحریر کر دی تھی۔ اور پھر دوسری شام مسعود طلحہ ایگون سے روانہ ہو گیا۔

مسعود طلحہ کی حسین رہائش گاہ ایسے پُرفضا مقام پر واقع تھی کہ وہاں سے کہیں اور جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

میکنو نے اسی شام مجھ سے کہا۔ "چیف! ایگون میرا مستقل ٹھکانا رہا ہے۔ یہاں میرے بہت سے دوست رہتے ہیں۔ اگر میرے لیے کوئی خاص ذمے داری نہ ہو تو ان چھٹی کے دنوں میں مجھے اجازت دے دیں کہ میں ان کے ساتھ وقت گزار لوں لیکن اگر کوئی کام میرے سپرد کرنا چاہیں تو میں اپنی یہ درخواست فوراً واپس لے لوں گا۔"

"بس محتاط رہنے کی ہدایت کرتا ہوں میکنو! دن میں ایک بار مجھے اپنی خیریت کی رپورٹ بھیجتے رہو۔"

"بہتر چیف... شکریہ۔"

"میں ابھی بہت محتاط رہوں گا چیف! تم تو میرے بارے میں جانتے ہو کہ میں عام زندگی میں کتنا محتاط ہوں۔" بُڈّھے مخرے پن سے کہا۔

"تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ تمہارے کون سے دوست ہیں ایگون میں؟"

"اوہ چیف! میں بائیں ہاتھ سے دوست بنا لیا کرتا ہوں۔ بھلا میری ان صلاحیتوں کو تم نے کبھی آزمانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کبھی بُڈّھے کو آزما کر دیکھو۔"

"بس بس رہنے دو۔ مجھے تمہاری ظاہری و باطنی تمام صلاحیتوں کا خوب علم ہے۔ تم شرارت سے کبھی باز نہیں آتے۔"

"شرارت ہی کا نام تو زندگی ہے چیف!" بُڈّھے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"زندگی کی یہ تعریف غالباً تم نے خود مقرر کی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ اس سے متفق نہیں ہیں؟"

"اس حد تک ضرور متفق ہوں کہ یہ تمہاری زندگی پر بھی چسپاں ہوتی ہے۔"

میری اس بات پر پروفیسر ہوناتھن اور میکنو ہنس پڑے پھر میکنو نے مجھ سے کہا۔ "تو چیف پھر اجازت ہے؟"

میں نے بُڈّھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم میری ذمے داریوں کو ہر حالت میں محسوس کرو گے۔"

"بُڈّھے کی سابقہ رپورٹ خراب نہیں ہے چیف۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد میں نے ہنستے ہوئے پروفیسر ہوناتھن کو دیکھا تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولے۔ "میری سابقہ رپورٹ بھی تمہارے علم میں ہے چیف! مجھے بس اسی عمارت کا کوئی گوشہ دے دو جہاں میں اپنے تجربوں کے کاموں میں مصروف رہوں۔ تفریح کے لیے قرب و جوار قدرتی مناظر سے بھرے پڑے ہیں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

پروفیسر ہوناتھن نے اس انداز سے کہا کہ میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ میں نے کہا۔ "نہیں پروفیسر! میں دل سے آپ کی عزت کرتا ہوں۔ بہتر ہے کہ آپ کا ساتھ رہے۔ اس دوران ہم لوگ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بھی مرتب کرتے رہیں گے۔"

"میں حاضر ہوں۔" پروفیسر ہوناتھن نے جواب دیا۔

بُڈّھا اور میکنو چلے گئے تھے۔ پروفیسر ہوناتھن بھی اپنے کمرے میں چلے گئے اور میں ان سے رخصت ہو کر عائشہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ عمارت کے ایک خوب صورت بالائی برآمدے میں بیٹھی کرین قال دیکھ رہی تھی۔

میری آہٹ محسوس کر کے عائشہ نے رخ بدلا اور مسکرا دی۔ "آئیے آئیے! میں نے آپ کو مصروف دیکھ کر خلل اندازی مناسب نہیں سمجھی تھی اور یہاں چلی آئی تھی۔" وہ بولی۔

"کیسی ہو عائشہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنا نیا نام سن کر خوشی ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی مجھے اعزاز دے رہا ہو۔"

"نیا مذہب قبول کر کے تم مطمئن ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"خدا کی قسم بہت خوش ہوں، مطمئن ہوں۔ بہت بڑی بات ہے۔ مسعود نے مجھے بے شمار اسلامی کتابیں مہیا کر دی ہیں۔ میں عربی زبان بھی سیکھ رہی ہوں۔ ایک بات کہوں؟"

"ہاں ضرور۔" میں نے جواب دیا۔

"اسلام روحانی طمانیت بخشتا ہے۔"

"تمہاری اس زندگی پر میں بھی مسرور ہوں عائشہ۔"

"علی! آپ ایک طویل عرصے سے اپنی زندگی کو جنگاموں کی آغوش میں جھکے ہوئے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ ہنگامے بے مقصد ہیں لیکن راہ میں آنے والوں کو نظرانداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا اور وہ جو دل و جان سے قریب ہو تے ہیں اپنا حق ہی چاہتے ہیں۔ تہذیب کو خود میں شامل کیوں نہیں کر لیتے؟"

ایک لمحے کے لیے میرے دل میں ہوک سی اٹھی۔ وہ چہرہ یاد آیا جو مجھ سے بہت دور امریکا میں تھا اور جس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کس حال میں ہے۔ مجھ سے منسلک ہو کر اس نے کیا کیا دکھ نہیں اٹھائے تھے۔ اچھے طور پر حسین زندگی گزار رہی تھی لیکن میں نے اس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

عائشہ میری صورت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے کے بعد وہ بولی۔ "اگر آپ اجازت دیں علی تو میں تہذیب کو یہاں بلا لوں اور جس بدبخت میں تم سب نے مجھے جکڑ دیا ہے، اسی میں تہذیب کو بھی جکڑ دوں۔ جب تک یہاں ہو، ہمارے ساتھ رہنا اور جب واپس جانا چاہو گے تو ہم تمہیں خدا حافظ کہہ دیں گے۔"

"ابھی نہیں عائشہ... ابھی نہیں... تہذیب کو اپنے آپ سے منسلک کر کے میں اپنے ان راستوں کو ترک نہیں کر سکتا جن کے لیے میں نے اپنی آدھی زندگی کھو دی ہے۔ میرا مشن مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ تہذیب کو یقیناً میں اپنی زندگی کا دوسرا اہم ترین مقصد قرار دیتا ہوں لیکن ان دونوں میں سے کسی کو کسی پر فوقیت نہیں دے سکتا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، تہذیب کے بارے میں مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ وہ آپ کے مشن میں آپ کی بہترین شریک کار ہوتی ہے۔ آپ دونوں مل کر بھی اپنا کام جاری رکھ سکتے ہیں، کون سی مشکل پیش آ جائے گی؟"

میں جانتا ہوں کہ کوئی مشکل پیش آئے گی۔ فلسطین آزاد ہو جائے گا عائشہ، بیروت کے کیمپوں میں بے خانماں پڑے ہوئے لوگ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے مسرت آمیز دمکتے چہرے دیکھوں گا تو میرے دل میں لاکھوں روشنیاں جگمگا اٹھیں گی۔ اس وقت میں سوچوں گا، روشنی بنٹنے والے کو بھی گھر سے کم از کم ایک دیا چاہیے اپنے گھر کے لیے۔ پھر میرے اور تہذیب کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں رہے گا۔ پھر میں ایک پل کے لیے بھی تہذیب سے دور نہیں رہ سکوں گا۔" میں کچھ جذباتی ہو گیا تھا اور میری نگاہیں دور کہیں دیکھ رہی تھیں۔ شاید تہذیب کی آنکھیں تلاش تھی اور آخر میرے تصور نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا۔ وہ مسکرائی مگر اسی وقت عائشہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"میں سمجھ رہی ہوں علی کہ آپ کے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ محبت کی ہلکی ہلکی آنچ بڑی دلگداز ہوتی ہے۔ اور آپ اس لطف سے محروم نہیں ہونا چاہتے جو دلوں کے پگھلنے سے حاصل ہوتا ہے۔"

"درست کہا تم نے عائشہ۔"

"اچھا بھئی ٹھیک ہے...... ارے ہاں، آدرتیا مارڈو کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں پوچھا۔"

"تم نے اس شاندار عورت کا نام لے کر میرے ذہن میں اس کا تصور رنگا دیا ہے۔ کیا تم سے اس کا رابطہ قائم ہوا؟"

"بالکل نہیں۔ میرا دل چاہتا ہے علی، اُن سب سے ملنے کے لیے میں کوشش کروں گی کہ کسی طرح آدرتیا مارڈو کو یہاں بلا لوں۔ اگر کسی طرح تم سے اس کی ملاقات ہو جائے تو اُسے میری نئی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔"

"ٹھیک ہے میں نہیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔

عائشہ سے بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رات کے کھانے پر پروفیسر جوناتھن بھی موجود تھے۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ پروفیسر جوناتھن نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی سابقہ ایجادات کا از سر نو جائزہ لے رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ اُن میں اور کوئی جدت پیدا ہو سکے۔ پھر ہم سونے کے لیے چلے گئے۔

علی الصبح مسٹر ملن، میکنو اور بڈ مجھ سے ملاقات کرنے آ گئے۔ پھر اُن کے جانے کے بعد میں عائشہ کو ساتھ لے کر گرین فال کی جانب چل پڑا۔ لیکن نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور کسی بھی طرح یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپاہج ہے۔ اتفاق سے وہ بھی اس وقت یہی سوچ رہی تھی۔

میری طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "تمھیں میری چال میں کوئی خاص فرق محسوس ہوتا ہے علی؟"

"کمال ہے عائشہ! تم بھی یہی سوچ رہی تھیں جو میں سوچ رہا تھا۔"

"کیا تم بھی اسی بارے میں سوچ رہے تھے؟"

"ہاں، تم نے واقعی کمال کیا ہے۔"

"کمال میں نے نہیں کیا، یہ مسعود طلحہ کا کمال ہے کہ اس نے اپنی محبت سے میری معذوری دور کر دی۔ یقین کرو... اگر میں تھوڑی سی مشق اور کر لوں تو دوڑ بھی سکتی ہوں۔"

"یقیناً۔ تمھاری چال میں ذرا بھی بے اعتمادی یا لغزش نہیں ہے۔"

"مسعود نے مجھ پر بہت محنت کی ہے۔ یہ اعتماد قائم کرنے کے لیے انھوں نے کئی کئی گھنٹے میرے ساتھ گزارے ہیں اور مجھے چلنا سکھایا ہے۔"

"مسعود بہت اچھا انسان ہے۔" میں نے دل سے اس کی تعریف کی۔ تھوڑی دیر تفریح کرنے کے بعد ہم واپس آ گئے تھے۔

تقریباً سات دن اسی طرح گزر گئے، آٹھویں دن مسعود طلحہ واپس آ گیا۔ وہ مطمئن تھا اور چہرے سے پُرسکون کے آثار بھی تھے۔ فوراً ہی میرے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گیا۔

"تیرووڈا میں تمھاری رپورٹ نے کھلبلی مچا دی ہے۔ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسٹیفن برکوڈا ایسی خوفناک سازش کر رہا ہے۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ اگر اس سازش پر عمل درآمد ہو جاتا ہے، تو یقینی طور پر لاتن آف کریونل کی بقا ناممکن ہو جائے گی۔ کیونکہ افریقی آبادیوں کے محافظ کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ اندرونی قبائل کو جانی نقصان پہنچے لیکن یہ قبائل اگر لاتن آف کریونل پر حملہ آور ہو جاتے ہیں، تو انھیں صرف ان اسلحہ فیکٹریوں کے وجاع کے لیے ہی نہیں بلکہ اپنی بقا کے لیے بھی جنگ کرنا پڑے گی۔ چنانچہ یہ سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔ یہودیوں نے واقعی بڑی خوفناک سازش کی ہے۔ بہرحال میں نے تمام صورتحال سے فیصلے دار ارکان کو آگاہ کر دیا۔ اور وہ فوراً ایکشن میں آ گئے — مختلف ملکوں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ سربراہان مملکت سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور اس کے بعد تقریباً سات ملکوں کے سربراہ اس سلسلے میں میٹنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ ان ممالک نے اپنے خصوصی ملکوں کے بہترین دماغوں سے رجوع کیا ہے اور تمھاری معلومات کی روشنی میں اُن سے مشورے مانگے ہیں۔ طے یہ کیا گیا ہے علی یار خان کہ تم میرے ساتھ تیرووڈا چلو گے اور وہاں ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا جائے گا جس میں سات سربراہان مملکت کے خصوصی نمائندے بھی شریک ہوں گے۔ اس میٹنگ میں یہ طے کیا جائے گا کہ اسٹیفن برکوڈا سے نمٹنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، یہ مناسب رہے گا۔ میں متفق ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہم کل ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ ہمارے لیے ایک ہیلی کوپٹر آ جائے گا کیونکہ زمینی سفر کے خطرات ایسے حالات میں ہم مول نہیں لے سکتے۔ میں اس کا انتظام کر کے آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میرے ساتھ صرف مسٹر جوناتھن جائیں گے۔ بڈ اور میکنو کو یہیں ایکوتن میں ہی رہنے دیا جائے۔ بعد میں ہم انھیں اپنے پروگرام میں شامل کر لیں گے۔"

"بالکل درست۔" مسعود طلحہ نے گردن ہلا کر کہا۔

میں نے اس سلسلے میں مسٹر جوناتھن سے بھی گفتگو کی۔ انھوں نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت اسی کی ضرورت تھی۔ چند بہترین دماغ مل بیٹھیں گے تو یقیناً کوئی عمدہ پروگرام تیار کر لیں گے۔ میں نے بھی ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔ مناسب خیال کریں تو اس پر بھی نگاہ ڈال لیں۔ اگر قابل قبول ہو تو اپنی تجویز کے طور پر آپ اسے اس کانفرنس میں پیش کر دیجیے گا۔ تاکہ اس پر بھی گفتگو ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جوناتھن! آپ اس منصوبے پر رات ہی کو مجھ سے بات کر لیں۔ پھر ممکن ہے کہیں تفصیلی گفتگو کا زیادہ موقع نہ مل سکے۔"

رات کو جب مسعود طلحہ اپنی آرام گاہ میں چلا گیا تو میں اور مسٹر جوناتھن کمرے میں بیٹھ کر اس منصوبے کی تفصیلات پر گفتگو کرتے رہے۔

مسٹر جوناتھن نے اسٹیفن برکوڈا کی سرکوبی کے لیے جو منصوبہ تیار کیا تھا، وہ بلاشبہ ان کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میرے رفیق کار بہترین سوجھ بوجھ کے مالک اور میرے مشن سے مخلص تھے۔ اس منصوبے میں جو خامیاں مجھے نظر آئیں میں نے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے بہتر متبادل تجویز کیے جنھیں پروفیسر نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔ ہماری یہ نشست خاصی طویل رہی۔ ہم ہر پہلو سے اس منصوبے کا جائزہ لیتے رہے اور ہر امکان پر بحث کرتے رہے۔ بالآخر ہم اسے ایک آخری شکل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر یہ طے ہو گیا کہ میں تیرووڈا میں ہونے والی میٹنگ میں یہ منصوبہ پیش کروں گا۔

دوسری

صبح ناشتے کی میز پر بڈ اور میکنو بھی موجود تھے۔ میں نے ان دونوں کو اطلاع دی کہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے تیرووڈا جا رہا ہوں، اس دوران انھیں مزید آرام و تفریح کا موقع ملے گا پھر جب وقت بھی اُن کی ضرورت ہوئی انھیں طلب کر لیا جائے گا۔

اسی دن گیارہ بجے ایک ہیلی کاپٹر گرین فال کے نزدیک ہموار جگہ پر اُتر گیا۔ مسعود طلحہ اس دوران تیاریاں مکمل کر چکا تھا میرے پاس کوئی خاص سامان نہیں تھا۔ بس چند جوڑے کپڑے ایک اٹیچی کیس میں رکھ لیے تھے۔ البتہ پروفیسر جوناتھن کا ساز و سامان کافی تھا جسے انھوں نے ایک بڑے سے سوٹ کیس میں پیک کر دیا۔ لباس کے دو جوڑے ایک بریف کیس میں رکھ لیے۔ اس کے علاوہ انھیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے علاوہ ایک اور شخص موجود تھا۔ ہم بھی اس میں سوار ہو گئے اور پھر چند لمحے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔ اس کا رخ تیرووڈا کی جانب تھا۔

ہیلی کاپٹر کا یہ سفر بغیر کسی قابل تذکرہ واقعے کے مکمل ہو گیا اور ہم تیرووڈا پہنچ گئے۔ یہاں سیکیورٹی کے لوگوں سے نمٹنے کے بعد ہم ایک رہائشی عمارت کی جانب چل پڑے جس میں ہمارے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ مسعود طلحہ کو بھی میرے ساتھ ہی قیام کرنا تھا چنانچہ ہم تینوں نے ایک ہی کمرا منتخب کیا۔ زیادہ وسعت اور آسائشوں کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔

مسعود طلحہ نے ضروری لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد مجھ سے کہا۔ "کانفرنس کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایک بار انتظامات کا جائزہ لے لیں۔"

میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور پھر پروفیسر جوناتھن کو بھی ساتھ لے لیا۔

ایک کار ہمیں لے کر اس عمارت کی جانب چل پڑی جو سات سربراہان مملکت کے نمائندوں کی کانفرنس کے لیے منتخب کی گئی تھی۔ اس وسیع و عریض عمارت کی دیواریں بلند و بالا اور مضبوط تھیں۔ گیٹ پر مسلح پہرے دار متعین تھے اس کے علاوہ عمارت کے چاروں طرف مسلح محافظ بکھرے ہوئے تھے۔ اس تمام کارروائی کو دیکھتے ہوئے ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ عمارت میں زیادہ کمرے وغیرہ نہیں تھے۔ بیرونی برآمدہ تھا اور اس کے دونوں سمت کوئی راہداری نہیں چھوڑی گئی تھی۔ بس ایک بہت بڑا ہال تھا جس کے اوپری حصے میں ایئرکنڈیشنر لگے ہوئے تھے۔ میرے خیال میں یہ کسی خفیہ کانفرنس کے لیے موزوں ترین جگہ تھی۔ ہمارا تعارف سیکیورٹی کے افسران سے کرایا گیا۔

تمام انتظامات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے اپنے اطمینان

کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پر لوٹ آئے۔

دوسرے دن ڈکن آف کرونل کے وہ تمام خصوصی ایجنٹ تیروڈا پہنچ گئے جن سے میرا تعارف تھا اور جن سے میرا بالواسطہ پڑ چکا تھا یعنی ابو حاتم، غازی ناصر، فاخرہ یعقوبی اور وہ تمام دوسرے افراد جو یہاں ہونے والی کاروائیوں میں پیش پیش تھے۔ اب ہمیں ان نمائندگان کا انتظار تھا جو سربراہان مملکت کی طرف سے بھیجے جا رہے تھے۔

بالآخر یہ انتظار ختم ہوا اور نمائندگان کی آمد شروع ہو گئی۔ سیکیورٹی سے متعلق افراد سخت نگرانی میں انہیں ان کی رہائش گاہوں تک پہنچانے لگے۔ سارا پروگرام بڑی عمدگی سے انجام پا رہا تھا کسی مرحلے پر بھی کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ کانفرنس کے دوران ہر مسئلے پر گرما گرم بحثیں ہوئیں۔ تمام صورت حال کا از سر نو جائزہ لیا گیا۔ لائن آف کرونل کے سلسلے میں میری خدمات کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا اور انہیں سراہا گیا پھر مختلف نمائندوں نے تجاویز پیش کیں اور آخر میں مجھ سے بھی درخواست کی گئی کہ اس سلسلے میں اگر کوئی موثر اور قابل عمل منصوبہ میرے ذہن میں ہے تو پیش کروں۔

میں نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر کہا "میرے ایک بہترین ساتھی مسٹر جوناتھن جو یہاں موجود ہیں، بہترین صلاحیتوں اور اعلیٰ دماغی قوتوں کے مالک ہیں۔ ان کی رفاقت سے مجھے بڑی تقویت ملی ہے۔ اس وقت میں جو منصوبہ پیش کرنا چاہتا ہوں، وہ پروفیسر جوناتھن ہی نے ترتیب دیا ہے۔"

میں نے پروفیسر کی طرف دیکھا، وہ حیران و پریشان میری طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید انہیں یہ توقع نہیں تھی کہ میں اس طرح ان کا تعارف کراؤں گا اور منصوبہ ان کے نام سے پیش کروں گا۔ بہت سی نگاہیں پروفیسر کی طرف اٹھ گئی تھیں اور وہ اب اپنی نشست پر پہلو بدل رہے تھے۔

مجھے منصوبہ پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی تو میں نے کہا۔
"ہمیں بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر اسٹیفنی براکوڈا کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے تیاریاں کرنی ہیں۔ اس کے لیے ہم نے بہت غور و خوض کے بعد ایک ایسے افریقی ملک کا انتخاب کیا ہے جس کی کم از کم عمومی پالیسی اس بات کی مظہر ہے کہ وہ ذہنی طور پر عربوں کے مفادات کے حامی ہیں اور متعلقہ مواقع پر ان سے تعاون کرتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک خصوصی افریقی ریاست کا نام لوں گا جس کے سربراہ مسلمان ہیں اور انہوں نے ہر موقع پر جہاں تک ممکن ہو سکا ہماری بھرپور اعانت کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں اس مشن کا سربراہ بنایا جائے اور ان کے ذریعے بڑی وضاحت سے بھی رابطہ قائم کیا جائے۔ میرے منصوبے کا دوسرا مرحلہ ان آبدوزوں کو تباہ کرنا ہے جو اسٹیفنی براکوڈا کی ملکیت میں اس کے لیے ہی ہیں، انتہائی جدید پیمانے پر تیار کی گئی ہوں گی۔"

پھر یہ بتانے جوناتھن نے منصوبے کی تمام جزئیات پر روشنی ڈالی اور نہایت باریک بینی سے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک ایک بات واضح کر دی۔ جب میں خاموش ہوا تو تقریباً دس منٹ تک پورے ہال پر اس طرح سکوت طاری رہا جیسے وہاں کوئی ذی روح نہ ہو۔ سب ہی کے چہروں پر سنسنی نظر آ رہی تھی پھر اس منصوبے پر بحث ہونے لگی اور ہال میں تجویزوں کی بھنبھناہٹ دیر تک گونجتی رہی۔ باہر سے آئے ہوئے نمائندوں نے اپنے اپنے فیصلے تحریری شکل میں ایک دوسرے کو دکھائے اور ووٹنگ ہوئی اور ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس منصوبے کی مخالفت کی ہو۔ اس کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ ہمارا پیش کیا ہوا منصوبہ ان تمام منصوبوں سے کہیں بہتر ہے جو اب تک پیش کیے گئے تھے۔ آخر متفقہ طور پر اس منصوبے کی منظوری دے دی گئی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کی ذمہ داری کون قبول کرے۔ چنانچہ اس کے لیے نامزدگی کی جائے گی۔ ایک وفد کو اس افریقی سربراہ سے ملنے کے لیے منتخب کیا گیا۔ دوسرے وفد کے سپرد وہ تیاریاں کی گئیں جو ان آبدوزوں کو تباہ کرنے کے سلسلے میں تھیں۔ اس سلسلے میں کچھ متبادل تجاویز بھی زیر بحث آئیں تاکہ اگر کسی موقع پر کوئی نئی صورت حال پیش آ جائے تو ان پر عمل کیا جا سکے۔

یہ کانفرنس غیر متوقع طور پر طویل وقت تک جاری رہی اور پورے گیارہ گھنٹے اس میں صرف ہوئے لیکن اس کے باوجود بھی کچھ کام باقی رہ گیا تھا جس کے لیے فیصلہ کیا گیا کہ دوسرے دن بھی کانفرنس کی کارروائی جاری رکھی جائے۔ تمام لوگ پوری پوری دلچسپی لے رہے تھے اور میں تقریباً سب کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

دوسرے دن کی کانفرنس میں ایک ملک کے نمائندے نے تجویز پیش کی کہ مجھے اس تمام پروگرام کا نگران اعلیٰ بنایا جائے۔ میں نے مؤدبانہ عرض کیا کہ اس طرح میں تقسیم ہو جاؤں گا اور صحیح طور پر اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکوں گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہوگا کہ اس منصب کے لیے کسی اور کا انتخاب کیا جائے۔ البتہ میں نے خود کو ایک شعبے کے انچارج کی حیثیت سے پیش کر دیا۔ اس کے علاوہ مجھے خصوصی طور پر یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ پروگرام نمبر آٹھ پر میری نگرانی رہے۔ پچھلے دنوں کی پلاننگ کے مطابق اس تمام پروگرام کو بارہ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور اس کے لیے گروپ بندی کر دی گئی تھی۔ چنانچہ گروپ نمبر آٹھ کے ساتھ مجھے ایک افریقی ریاست بھی جانا تھا جہاں کئی انتہائی اہم امور نمٹانے تھے۔ اس سفر کے لیے وقت کا تعین بھی کر لیا گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بجٹ کا معاملہ بھی طے ہو گیا تھا۔ پھر ایک تیسرے ملک نے پیشکش کی تھی۔ سلطان آف کرونل کی بقا کے لیے سب ہی مستعد تھے۔

میرے قیام کے پہلے ایام مسعود طلحہ کی خواہش پر ایکوئن ہی میں مخصوص کر دیے گئے تھے کیونکہ اس سلسلے کی ابتدائی کاروائیاں اعلیٰ سطح پر ہونا تھیں۔ اس کے بعد ہی ہمارے اصل کام کا آغاز ہونا تھا۔ کانفرنس کے اختتام پر مجھے اور پروفیسر جوناتھن کو خصوصی مبارکباد پیش کی گئی۔ اس کے بعد نہایت محبت اور اپنائیت کے ساتھ تمام خصوصی نمائندوں نے مجھ سے انفرادی طور پر ملاقات کی اور پھر رخصت ہو گئے۔ مجھے بہت سی پیشکشیں بھی کی گئیں۔ درحقیقت یہ میری خدمات کا بھرپور صلہ تھا اور مجھے اپنے اس کیریئر کے دوران اس وقت سے زیادہ خوشی کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

تیروڈا میں بہت زیادہ قیام نہیں رہا البتہ پروفیسر جوناتھن نے مجھ سے کچھ دن کی رخصت چاہی تھی۔ وہ اپنے طور پر تیروڈا میں رہ کر کچھ کام کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا "علی! میں واپس آؤں گا تو اس نئے پروگرام کے حوالے سے تمہارے لیے دلچسپ تحائف لاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر! میں ایکوئن میں آپ کا انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

مسعود طلحہ کے ساتھ میں ایکوئن چل پڑا۔ یہاں کے معمولات بدستور تھے۔ کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ مسعود طلحہ بھی ایک گروپ میں شامل ہو گیا تھا اور اسے اپنے کام کی تکمیل کے لیے روانہ ہونا تھا چنانچہ دوسرے دن وہ مجھے عائشہ کے سپرد کر کے چلا گیا۔

عائشہ نے مجھ سے اس نئے مشن کے بارے میں تمام تفصیلات پوچھیں اور اس کے بعد بولی "علی! اگر تہذیب یہاں ہوتی تو تمہاری کامیابیوں کو دیکھ کر کتنا خوش ہوتی۔ مانو میری بات، جب تک تم مصروف نہیں ہو تب تک اس وقت تک کے لیے ہی سہی، تہذیب کو یہاں بلا لو۔"

"نہیں عائشہ! ابھی اس کے لیے ضد نہ کرو۔ میں تمہیں اپنے جذبات سے آگاہ کر چکا ہوں۔" عائشہ خاموش ہو گئی۔

بٹا اور میکتو کو جب میری آمد کی اطلاع ملی تو وہ دونوں میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے ان سے ان کی مصروفیات کے بارے میں پوچھا تو بٹا نے اپنی آوارہ گردیوں کی رپورٹ دینا شروع کر دی لیکن میں نے اسے ڈانٹ کر چپ کرا دیا اور میکتو کی طرف دیکھا۔

"کیا تم بھی بٹا کے ساتھ ہی آوارہ گردی کر رہے ہو میکتو؟"

"نہیں چیف! مجھے اس قسم کی فضولیات سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہاں میرے بہت سے دوست موجود ہیں اور میں ان کے ساتھ بہت خوش ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ میکتو! سلطان بیمن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"مشرقی علاقے کا ایک قبیلہ ہے اور اس علاقے کے بالکل آخر تک اس کا شمار ہوتا ہے۔"

"اس کی زبان کیا افریقہ کی تمام زبانوں سے مختلف ہے؟"

"نہیں چیف! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تمہیں اس طرف کا سفر کیا ہے؟"

"نہیں، صرف سلطان اکنہ کے بارے میں کوئی خاص بات؟"

"ہاں میکتو! ہو سکتا ہے تمہیں میرے ساتھ سلطان بیمن چلنا پڑے۔"

"چلوں گا چیف! مجھے آپ کے حکم کا انتظار رہے گا۔" میکتو نے جواب دیا۔

اس کے بعد میں اس پرسکون علاقے میں وقت گزاری کرنے لگا۔ عائشہ سے زیادہ خیال رکھنے والی میزبان اور کون ہو سکتی تھی۔ ایک ایک لمحہ میرا خیال رکھتی تھی۔

مسعود طلحہ پانچویں دن واپس آیا اور ایک دن قیام کر کے پھر چلا گیا۔ اس طرح تقریباً چھبیس دن یہاں گزر گئے۔ ستائیسویں دن مسعود طلحہ پھر واپس آیا۔ اس بار اس کی واپسی بذریعہ ہیلی کاپٹر ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اپنی ان دنوں کی مصروفیات سے آگاہ کرنے کے بعد روانگی کی تیاری کے لیے کہا۔ اس کے ساتھ چلنے کے لیے مجھے بھلا کیا تیاری کرنی تھی، میں ہر طرح تیار تھا چنانچہ مسعود طلحہ کے ساتھ چل پڑا۔

پہلے ہمیں تیروڈا جانا تھا پھر وہاں سے آگے سفر کرنا تھا۔ تیروڈا تک ہیلی کاپٹر کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا۔ میں اور مسعود اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے اور پھر اس وقت چونکے جب ہیلی کاپٹر نے تیروڈا کے ہیلی پیڈ پر لینڈ کیا۔ یہاں سب سے پہلے میری ملاقات پروفیسر جوناتھن سے ہوئی۔

"جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ خود یہاں آ رہے ہیں چیف تو میں نے ایکوئن آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔" پروفیسر نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سنائیں پروفیسر!" میں نے کہا۔ "روز و شب کیسے گزر رہے ہیں؟"

"انتہائی پرسکون اور اطمینان بخش۔ بہادر وہ گیا تھا وہاں سے آگے بھی گیا تھا اور اب مسٹر شہاب فائق کے ساتھ یہاں موجود ہے۔ شہاب فائق غالباً تم ہی سے میرے ساتھ آئے ہیں؟"

میں نے سوالیہ نگاہوں سے مسعود طلحہ کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا "گروپ نمبر آٹھ کے سربراہ شہاب فائق ہی ہیں اور اب آپ کو ان کے ساتھ جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

مسعود طلحہ نے مجھے شہاب فائق سے ملایا۔ وہ ایک دراز قامت عرب تھے جن کے چہرے سے ذہانت ٹپکتی تھی اور جسم کسی پھرتیلے برق رفتار چیتے کی مانند تھا۔ پروگرام نمبر آٹھ کا مکمل چارٹ ان ہی کے پاس تھا۔ مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے انہوں نے مسرور لہجے میں کہا "آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی مسٹر علی! آپ کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں فخر محسوس کروں گا۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ ہم تکلفات کو بالائے طاق رکھ دیں اور اپنے اصل مقصد پر توجہ دیں۔"

"یقیناً یقیناً" شہاب فائق نے جلدی سے کہا "میں آپ کے سامنے اپنے مختصر پروگرام کی تفصیلات پیش کرنا چاہتا ہوں"

"میں ہمہ تن گوش ہوں"

شہاب فائق نے مجھے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اور میں مسرور انداز میں گردن ہلانے لگا۔ شہاب نے مجھے کچھ تصاویر بھی دکھائی تھیں جو ایک جہاز کی تھیں اور یہی وہ جہاز تھا جو جلد ہی اس مہم میں ایک اہم کردار ادا کرنے والا تھا۔

شہاب، پروفیسر جوناتھن، طلرا اور میں ایک سہ پہر روانہ ہوگئے جس کا اختتام ایک ایسی افریقی ریاست میں ہوا جو تمام افریقی ریاستوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی تھی۔ وہاں ہمارا استقبال بڑی سادگی سے کیا گیا پھر ہمیں صدارتی محل میں پہنچا دیا گیا، جہاں افریقی ریاست کے ایک نامور صدر نے ہمارا استقبال کیا۔ اس کی سحر انگیز شخصیت فوراً ہی دل پر اثر انداز ہوئی تھی۔

ہمیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ رات کے کھانے میں شریک کیا گیا اور اس کے بعد کافی دیر تک ہم اس معزز و محترم شخصیت سے گفتگو کرتے رہے۔ دوسرے دن صدر مملکت ہمیں بذات خود اس منصوبے کا معائنہ کرانے لے گئے جو اس سلسلے میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ شہاب فائق نے اس عجیب و غریب جہاز پر پہنچ کر مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کردیں۔ یہ جہاز پرانا ہی تھا اور اس کا اوپری حصہ جو سامنے نظر آتا تھا، انتہائی معمولی نوعیت کا تھا لیکن جب میں اس کے تہ خانے میں اترا تو یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ یہ تہ خانہ جدید ترین جنگی آلات سے آراستہ تھا۔ مجھے اس تہ خانے کی کارکردگی پر حیرت بھی ہوئی کیونکہ جو کچھ بھی میری نظروں کے سامنے تھا وہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ بہرحال جن لوگوں کو بھی یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی انہوں نے کمال مہارت و برق رفتاری کا ثبوت دیا تھا۔

جہاز پر موجود آپریٹر نے شہاب فائق کے ساتھ مل کر مجھے اس جہاز کی کارکردگی سے روشناس کرایا اور اس کی خوفناک قوتوں کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ میں ایک ایک چیز کو بڑی دلچسپی اور حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ شہاب فائق اس جہاز کا کیپٹن تھا اور اسی کی نگرانی میں پروگرام نمبر آٹھ کے تحت اس جہاز کی تکمیل ہوئی تھی۔ وہ تمام سامان اس میں بار کردیا گیا تھا جس کی ہمیں ضرورت پیش آسکتی تھی۔ خصوصی تختے جہاز میں موجود تھے جن کے ذریعے ہم عام سمندری راستوں سے ہٹ کر لوبنگا کی جانب سفر کرسکتے تھے……

شہاب فائق ایک باقاعدہ تربیت یافتہ کپتان تھا۔ اس نے اپنی مہارت اور تجربے کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پھر میں نے ان سب کو اس کامیاب کوشش پر اپنی طرف سے دلی مبارکباد دی۔ یقیناً ان کی یہ کاوش قابل داد تھی اور سب سے زیادہ حیرت انگیز

بات یہ بھی کہ اتنے مختصر وقت میں اتنی جامع تیاریاں کی گئی تھیں یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اسی سلسلے میں شہاب فائق نے مجھے بتایا کہ جناب صدر کی ذاتی دلچسپی اور توجہ اس برق رفتاری سے کام کرنے کا باعث بنی ورنہ بہت سی مشکلات پیدا ہوسکتی تھیں۔ شہاب فائق نے مجھے بتایا اس سلسلے میں مقامی حکومت کے سربراہ نے ذاتی طور پر کافی سرمایہ فراہم کیا ہے اور خود اپنے خصوصی طیارے میں دنیا کے دو ترقی یافتہ ملکوں کا سفر کیا ہے جہاں سے انہوں نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے کام لے کر وہ چیزیں مہیا کی ہیں جن کا حصول کسی حد تک مشکل نظر آتا تھا۔

کافی دیر تک جہاز پر رہنے کے بعد میں نے پُر اطمینان انداز میں گردن ہلادی اور اس کے بعد شہاب فائق سے اس سلسلے میں سوال کیا "روانگی کے لیے کتنا وقت درکار ہوگا؟"

"آج سے تیسرے دن ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوجائیں گے اور اب آپ کو اپنے عملی پارٹمنٹ کی ترتیب کرلینی ہے"

اسی دن مجھے اس خوبصورت شہر کے ایک دور دراز پہاڑی علاقے میں لے جایا گیا، جہاں ایک پرانا محل نظر آرہا تھا۔ یہ پرانا محل بھی سربراہ مملکت کا تھا۔ جہاں پہنچ کر مجھے محل کے ایک اندرونی گوشے میں لے جایا گیا اور تقریباً دس افراد کو وہاں موجود دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ عجیب و غریب شکلوں کے مالک تھے لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ انہوں نے یہ سوانگ بھرا تھا۔ ان کے چہروں پر گود و جیسی کسی ترکاری کے خول چڑھے ہوئے تھے جن پر مختلف قسم کے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ جسم نہایت تندرست و توانا تھے اور ان پر بھی عجیب و غریب نقوش بنے ہوئے تھے۔ کولا ڈھانچے کی شکل میں رنگا ہوا نظر آرہا تھا۔ کسی نے اپنے بدن پر رسی جیسی پٹی بنالی تھی۔ ہڈیوں اور منکوں کی مالائیں ان کے جسموں پر پڑی ہوئی تھیں۔ زیریں بدن ڈھکے ہوئے تھے۔ ان سب نے کھڑے ہوکر میرا استقبال کیا۔ میں تو انہیں دیکھ کر ہی متحیر ہوگیا تھا۔

شہاب فائق نے بتایا، "ان سب کا تعلق سالانین سے ہے لیکن یہ اس ریاست میں طویل عرصے سے زندگی گزار رہے ہیں اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ اچھے عہدوں پر فائز ہیں لیکن جو شکل انہوں نے اس وقت آپ کے سامنے پیش کی ہے مسٹر علی، یہ سالانین کے رہنے والوں کی اصل شکل ہے، وہ اسی طرح سوانگ بھرا کرتے ہیں اور یہی ان کی روایات ہیں"

"نہایت شاندار، میرے خیال میں یہ انتظام ہماری توقع سے زیادہ ہے"

"ہاں یہ بھی جناب صدر کی کاوشیں ہیں، جب سالانین کا نام ان کے سامنے پیش کیا گیا اور صورت حال کسی حد تک ان کے علم میں لائی گئی تو انہوں نے ان افراد کے بارے میں بتایا جو یہاں موجود تھے اور سالانین ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ سا یہ چیزیں آپ کا

کیا خیال ہے؟"

"میں اس انتظام سے مطمئن ہوں، اب ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سالانین قبیلے کے افراد لوبنگا کے لیے روانہ ہو چکے ہیں یا نہیں؟"

"اس سلسلے میں ہمیں تھوڑا سا رسک لینا پڑے گا، یعنی اگر سالانین کے لوگ لوبنگا کے لیے چل پڑے ہیں تو ہمیں بھی اپنے طور پر وہاں جگہ بنانی پڑے گی۔ کس طرح؟ یہ آئندہ کے حالات پر منحصر ہے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ سالانین قبیلے کے تھوڑے سے افراد وہاں پہنچیں اور مزید ان میں شامل ہو جائیں تو بہت زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے، تاہم یہ خطرہ مول لینا پڑے گا"

"ٹھیک ہے شہاب، میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ویسے یہ لوگ کیا جدید اسلحہ بھی استعمال کرسکتے ہیں؟"

"کیا مسٹر جوناتھن نے آپ کی اس تجویز کے بارے میں نہیں بتایا جو اس سلسلے میں انہوں نے پیش کی تھی؟" شہاب فائق نے کہا اور میں چونک کر جوناتھن کی طرف دیکھنے لگا۔

"میری تو مسٹر علی سے ابھی کوئی بات ہی نہیں ہوئی شہاب صاحب!"

"اوہ! ویسے مسٹر علی، مسٹر جوناتھن ہتھیاروں کی ڈیزائننگ میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ یہ دیکھیے یہ کلہاڑی ہے، کیا آپ اس اعتبار سے انکار کرسکتے ہیں؟" شہاب نے ان لوگوں کے پاس رکھی ہوئی ایک کلہاڑی اٹھالی اور اسے میری طرف بڑھادیا۔

میں نے کلہاڑی ہاتھ میں لے کر دیکھی، زیادہ وزنی نہیں تھی۔ اس کا دستہ کسی لکڑی کی مانند تھا لیکن وہ دستہ لکڑی کا نہیں تھا۔ سامنے کے حصے میں ایک خول چڑھا ہوا تھا اور کلہاڑی کا پھل اندر تھا۔ پلٹنے کے بعد عجیب و غریب ثابت ہوا۔ بظاہر وہ کلہاڑی کا پھل نظر آتا تھا، اس کے نچلے حصے میں دھار بھی تھی لیکن مجھے اندازہ ہوگیا کہ دھات اوپر کا حصہ ٹھوس لوہے کا بنا ہوا نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ اور تھا۔ شہاب فائق نے اس کلہاڑی کا عمل مجھے بتایا اور میں نے دل ہی دل میں جوناتھن کی تعریف کی، یہ کلہاڑی نہیں بلکہ ایک طرح کی چھوٹی سی گن تھی جس کا دستہ نال کی حیثیت سے استعمال ہوتا تھا اور پھل میں تھوڑی سی تبدیلی کرلینے سے ٹریگر نکل آتا تھا۔ اس کا میگزین بھی بہت ہی عجیب و غریب طریقے سے ایک حصے میں لگایا جاتا تھا اور یہ مسلسل گولیاں اگل سکتی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے حیران نگاہوں سے شہاب فائق کی طرف دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے پروفیسر جوناتھن کی طرف اشارہ کردیا۔

"میں آپ سے یہی تو عرض کررہا تھا، یہ ڈیزائننگ اور ان ہتھیاروں کو کارکردگی، یہ پروفیسر جوناتھن کی ذہانت و محنت کا نتیجہ ہے اور یہی نہیں آپ ذرا یہ نیزے دیکھیے کیا آپ کو یہ نیزے نہیں معلوم ہوتے ہیں؟"

"اس میں بھی کچھ ہے؟" میں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"ہاں، تھوڑی سی تبدیلی سے یہ نیزے دو فیصلہ کن ہتھیاروں میں

تبدیل ہوسکتے ہیں، یہ دیکھیے اس طرح" شہاب فائق نے ایک چھوٹی سی نال اٹھائی اور نیزے کے نچلے حصے میں فٹ کردی اور اس کے بعد ایک چھوٹا پرزہ اٹھایا اور اسے نیزے کے پھل کے قریب فٹ کردیا پھر اس میں تھوڑی سی الٹ پلٹ کرنے کے بعد اس نے نیزہ میرے ہاتھ میں تھمادیا۔ میں حیران نگاہوں سے اس تمام کارروائی کو دیکھ رہا تھا پھر میں نے پروفیسر جوناتھن کی طرف دیکھا اور جوناتھن مسکرانے لگا۔

"اور اس قسم کے کتنے ہتھیار تیار کرائے گئے ہیں؟"

"جتنی آپ کو ضرورت ہو۔ درحقیقت پروفیسر جوناتھن نے تو ہم کو اور بھی دوسری بہت سی راہیں دکھائی ہیں" شہاب فائق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ ان انتظامات سے بحیثیت کپتان بالکل مطمئن ہیں شہاب صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے کہ میں جہاز رانی سے متعلق رہا ہوں اور سمندری سفر کا مجھے خاصا تجربہ ہے لیکن کسی جنگ یا جہاد سے میری کبھی وابستگی نہیں رہی ہے۔ یہاں جو جنگی اسلحہ نصب کیا گیا ہے اس کے صحیح استعمال سے میں واقف نہیں ہوں، سوائے اس حد تک کہ جس حد تک مجھے بتایا گیا ہے"

"اس سلسلے میں جنگی کارروائیوں کا انچارج کسے مقرر کیا گیا ہے؟"

"اس کے بارے میں ہمیں ابھی تک اطلاع نہیں دی گئی۔ تمام کام نہایت رازداری سے ہو رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس جہاز میں جنگی کارروائیوں کی کمان کون سنبھالے گا لیکن یقیناً کوئی ایسا ہی آدمی ہوگا جو ان ہتھیاروں کے استعمال سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو"

"بہرطور جہاز کے بارے میں جو دیکھا ہے اس سے تو بڑا اطمینان محسوس ہوتا ہے اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہمیں اپنی کوششوں میں کامیابی ہوگی"

ہم وہاں سے واپس چلے آئے۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے ان ہتھیاروں کو ڈیزائن کرنے کے بارے میں تفصیلات پوچھیں تو پروفیسر جوناتھن نے کہا "یہی تو سب کچھ کرتا رہا ہوں میں، لیکن ڈان آف کروڈل کی اسلحہ فیکٹریوں کی کارکردگی کا یقین اس بات سے اندازہ ہونا چاہیے علی کہ میرے ڈیزائن کیے ہوئے ہتھیار نہایت آسانی سے تیار کر دیے گئے۔ یہ ڈان آف کروڈل ہی کی ایک فیکٹری کے تیار کردہ ہتھیار ہیں"

"بہت نفیس ہیں، خاص طور سے ان کی ڈیزائننگ کا کوئی جواب نہیں پروفیسر جوناتھن۔ آپ نے صورت حال کا صحیح اندازہ لگایا، ہمیں ان سے بڑی مدد مل سکتی ہے"

"اور بھی بہت سی چیزیں ہوں گی علی جو ہم ضرورت پڑنے پر

”جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے“ فیضان خضر نے نرم لہجے میں کہا۔

میں نے محسوس کیا کہ یہ شخص فطرتاً ہی خاموش طبع ہے لیکن دل کا برا نہیں ہے۔ جہاز کی نچلی سطح پر لے جانے کے بعد اس نے مجھے آپریشن کی تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ ایک بڑا سا اسکرین نظر آ رہا تھا جس کی نچلی سطح پر بٹن لگے ہوئے تھے۔ مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کر کے اس نے اسکرین کے سامنے والی سیٹ سنبھال لی اور پھر کچھ بٹن آن کر دیے۔ اسکرین پر سمندر نظر آ رہا تھا۔ مچھلیاں پانی کی سطح پر نمودار ہوتیں اور پھر غائب ہو جاتیں۔ ان میں بعض بڑی بڑی مچھلیاں بھی تھیں۔ شارک مچھلیوں کے گویا سمندر میں آباد تھے اور ان کے غول کے غول نظر آ رہے تھے۔ غرض سمندر اور آسمان کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جو سامنے ہو۔ پھر اس نے کچھ اور بٹن دبائے اور اسکرین پر دوسرے مناظر ابھرنے لگے۔ میں نے حیرت سے دیکھا بہت سے آبی پودے نظر آ رہے تھے۔ چٹانیں اور نہ جانے کیا کیا۔ فیضان نے مجھے بتایا کہ اب وہ ڈرائن کے ذریعے سمندر کی تہہ کا جائزہ لے رہے ہیں۔

”اس طرح ہم ان آبدوزوں کی تلاش میں آسانی سے کامیاب ہو سکتے ہیں“ وہ بولا ”یہ جدید ترین آلات ہیں۔ ورنہ اس سے قبل صرف آبدوزوں کے سگنل موصول کیے جاتے تھے لیکن یہ تمام مشینیں اس دور کی جدید ترین ایجاد ہیں۔ ان کے ذریعے آبدوزوں کو سطح سمندر سے نیچے بھی دیکھا جا سکتا ہے اور ان کا نشانہ لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ وہ پہاڑی دیکھ رہے ہیں؟ وہ جس پر ایک بہت بڑا آکٹوپس نظر آ رہا ہے؟“ فیضان خضر نے ایک لیور کو دبانا شروع کر دیا اور پہاڑی کا منظر نمایاں ہو گیا۔ انتہائی خوفناک اور بہت بڑا آکٹوپس اس پہاڑی کے ایک حصے میں موجود تھا۔ اس کے بعد اسکرین کا ایک حصہ تاریک ہو گیا اور اس پر نمبر ابھرنے لگے۔ میں غور سے ان نمبروں کو دیکھ رہا تھا۔ فیضان نے کہا ”یہ... یہ اس پہاڑی کا ناپ تول ہے۔ اس کی چوڑائی تقریباً ایک سو دس فٹ ہے اور اس کا فاصلہ اس وقت اس جہاز سے تقریباً تین کلومیٹر ہے۔ اس طرح ہم وہ تمام اعداد و شمار حاصل کر سکتے ہیں جو ہمیں درکار ہوں۔ میں آپ کو تجربتاً یہ پہاڑی تباہ کر کے دکھاتا ہوں۔“

اس کے بعد اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک گولی سے پہلے نما آلے کو قریب کر لیا اور پھر کوڈ ورڈز میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ اسکرین پر پہاڑی کا منظر نمایاں ہو رہا تھا۔ وہ مختلف نمبر سامنے آ رہے تھے۔ اس کے بعد اس نے آخری حکم دیا۔ اسکرین پر ایک روشن نقطہ نمودار ہوا جس میں کئی رنگوں کی شعاعیں تھیں۔ وہ نقطہ بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھا اور اس پہاڑ کا حصہ مشتعل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد روشنی کا ایک تیز جھماکا ہوا

اور اسکرین پر چنگاریاں سی بکھر گئیں لیکن صرف ایک لمحے کے لیے اور اس کے بعد پہاڑی کے ٹکڑے سمندر میں منتشر نظر آنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد منظر صاف ہوتا چلا گیا اور فیضان کی آواز ابھری ”آپ نے دیکھا مسٹر علی! پہاڑی کا کیا حشر ہوا ہے۔“

میری آنکھوں میں مسرت کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ میں نے مسرورانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ”نہایت اعلیٰ کارکردگی ہے مسٹر فیضان! میری طرف سے مبارک باد قبول کیجیے۔“

”شکریہ! انشاء اللہ ہم اپنے مشن میں سرخرو ہو جائیں گے۔“

اس واقعے نے مجھے بہت متاثر کیا تھا اور میں بڑا پُرامید ہو گیا تھا۔ فیضان سے بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور اس کی طرف سے میرے دل میں جو اندیشے تھے وہ سب کے سب دور ہو گئے۔

میں وہاں سے نکل آیا اور باہر کے معاملات کا جائزہ لینے لگا۔ ڈیڈ اور میکونو مسلسل ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ عرشے پر کھڑے سمندر کو دیکھ رہے تھے۔ میں ٹہلتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

ڈیڈ کہنے لگا ”چیف! مضطرب ہیں۔ کم از کم یہ خوبی تو رہے۔ وہ لوگ انسان کو زندگی سے بیزار نہیں ہونے دیتے۔ اگر اس جہاز پر چند خواتین بھی موجود ہوتیں تو سفر اس قدر خشک اور بور ثابت نہ ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ماحول میں دلکشی رہتی ہے۔ اس احمق آفریقی کو بھی بتا رہا تھا لیکن یہ مجھ سے متفق نہیں ہے۔“

”میں بھی تم سے متفق نہیں ہوں ڈیڈ! لہٰذا اب اس مسئلے پر پروفیسر جوناتھن سے اور گفتگو کر کے دیکھ لو۔“

”کس کا نام لے لیا چیف آپ نے! وہ بڑے میاں تو ویسے ہی زندگی سے بیزار رہتے ہیں“ ڈیڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔

شہاب ثاقب تھوڑے فاصلے پر کھڑا نظر آیا تو میں مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا اور اس سے اس سفر کے متعلق باتیں کرنے لگا۔

■

اولوکان اور اس کے تمام ساتھی بالکل مطمئن تھے۔ میں نے ان کے ساتھ ایک میٹنگ کی اور پھر اپنے منصوبے کی تفصیلات انہیں بتائیں۔ اولوکان کہنے لگا ”چیف! کیا آپ نے وہ کشتیاں دیکھ لیں جن کے ذریعے ہمیں سفر کرنا ہے؟“

”ہاں! مجھے کشتیاں دکھا دی گئی ہیں۔“

”ایک بات ذرا مضطرب کر رہی ہے چیف!“ اولوکان نے کہا۔

”وہ کیا اولوکان؟“ میں نے سوال کیا۔

”اگر میرے قبیلے کے لوگ بھی بوزنیکا پہنچ گئے تو بوزنیکا میں آپریشن کے دوران انہیں ہمارا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے یہ ان

سے ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ چنانچہ یہ ایک ناپسندیدہ بات ہو گی کہ ہم اپنے قبیلے کے افراد پر ہاتھ اٹھائیں۔ آپ میرے جذبے کو سمجھ رہے ہوں گے۔“

”یقیناً تم خاص طور سے اس بات کا خیال رکھنا اولوکان! میں سمجھتا ہوں کہ ان بے چاروں کی سادگی نے انہیں لیلیٰ ریکو ڈا کے ساتھ کر دیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے انہیں لائن آف ریڈ لائٹ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔“

”بالکل بالکل چیف! میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔“

”تم مطمئن رہو اولوکان! یہ سمجھو کہ میں صرف چیف نہیں تمہارا دوست بھی ہوں اور ہر مرحلے پر تم سے تعاون کروں گا۔“

اولوکان نے پھر میرا شکریہ ادا کیا اور گفتگو ختم کر دی۔

تمام لوگ مستعدی سے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ پھر اس سفر کی آٹھویں رات شہاب ثاقب نے مجھے بتایا کہ ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں اور اب عام سمندری راستے سے ہٹنا ہے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر کنٹرول کیبن کی جانب چل پڑا۔ اندر پہنچ کر اس نے ایک نقشے پر اس راستے کی نشاندہی کی جس پر اب ہمیں سفر کرنا تھا۔

”ہمیں تقریباً تیس گھنٹے سفر کرنا ہو گا اور اس کے بعد ہم اس جگہ پہنچ جائیں گے۔“ شہاب نے نقشے پر ایک چھڑی سے نشاندہی کرتے ہوئے کہا ”لیکن یہاں سے جہاز کا رخ تبدیل کرنا ہے۔ تقریباً دس گھنٹے کے سفر کے بعد ہم جہاز پر اس قسم کے حالات پیدا کر دیں گے کہ وہ سمندری طوفان کا شکار معلوم ہو۔ اس کے بعد اسے منزل کی جانب اس انداز میں بڑھنا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم طوفان کے بعد راستہ بھٹک گئے ہیں۔ ظاہر ہے وہاں نگرانی کا بندوبست ضرور کیا گیا ہو گا۔ اس کے لیے ان لوگوں نے کیا انتظامات کیے ہیں اس کے بارے میں قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی۔ صورت حال میری توقع کے مطابق تھی۔ شہاب ثاقب ان تمام مراحل کے سلسلے میں پوری طرح چوکس تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد شہاب ثاقب نے انجن روم کو ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں اور جہاز اپنا رخ تبدیل کرنے لگا۔ عام سمندری راستے سے ہٹ کر اب ہم ایک ایسی سمت اختیار کر رہے تھے جس کا دوسرے جہاز رخ نہیں کرتے تھے۔

اس راستے پر سفر کرتے ہوئے سمندر میں کوئی خاص تبدیلی دیکھنے میں محسوس نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ یہاں سمندر میں وہیل مچھلیاں نظر آتی تھیں۔ سمندر میں اچانک سیاہ چیز سی ابھرتی۔ پانی کے فوارے بلند ہوتے اور وہیل مچھلی سطح پر ابھرنے کے بعد پھر پانی میں غوطہ لگا جاتی۔ اس سے پہلے ایسی مچھلیوں کے بارے میں

صرف سنا ہی تھا۔ آنکھوں سے دیکھنے کا اتفاق پہلی بار ہو رہا تھا۔

شہاب ثاقب نے شاید پہلے فیضان خضر کو بھی اپنے اس بدلے ہوئے رخ کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں۔ دس گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا۔ شام ہو گئی تھی اور فضا میں سیاہی پھیل گئی تھی۔ اس وقت شام کے تقریباً سات بج چکے تھے۔ کیپٹن شہاب ثاقب اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے کے بعد عرشے پر پہنچ گیا۔ جہاز کے خلاصی اور وہ لوگ جو مسافروں کی حیثیت رکھتے تھے لیکن درحقیقت ان کا تعلق بھی لائن آف کونل کے محافظوں سے تھا، مصروف عمل ہو گئے۔ پانی کے بڑے بڑے پائپ جوڑے جانے لگے اور ان کا تعلق اس خصوصی مشین سے کر دیا گیا جو سمندر سے پانی کھینچ سکتی تھی۔ پھر ان پائپوں کے ذریعے جہاز کی ہر شے بھگوئی جانے لگی۔ وہ مسلسل توڑ پھوڑ کرتے گئے اور اس طرح کے آثار پیدا کیے گئے جس سے پتا چلے کہ جہاز کسی سمندری طوفان کے سبب تباہی کا شکار ہوا ہے۔

میں خاموش نگاہوں سے ان کی کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا۔ شہاب ثاقب مسکراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے آہستہ سے کہا ”اس جہاز سے میرا کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے لیکن کپتان جہاز کا باپ ہوتا ہے اگر وہ ایک سچا اور مخلص انسان ہو تو اسے اپنے جہاز سے اپنی اولاد ہی کی طرح محبت ہوتی ہے۔ مجھے بھی جہاز کی یہ حالت دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے۔“

میں مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔ اس کام سے فیضان خضر کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ جہاز کی نچلی منزل میں اپنی مشینوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ اوپر ہونے والی کارروائی کے بارے میں اس نے معلومات تک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر شہاب ثاقب نے اس تمام کارروائی کو مطمئن نگاہوں سے دیکھا اور پھر وہیں سے چیخ چیخ کر ان لوگوں کو ہدایات دینے لگا کہ اب یہ کارروائی بند کر دی جائے۔ تمام عمل ہو چکا ہے۔ پائپ سمیٹ لیے گئے اور انہیں سمندر ہی میں پھینک دیا گیا۔ جہاز مسلسل ایک مخصوص سمت میں آگے بڑھ رہا تھا اور شہاب ثاقب کے اندازے کے مطابق ابھی اسے بیس گھنٹے کا سفر طے کرنا تھا۔ ہم سب اب ایک سنسنی سی محسوس کر رہے تھے جو منزل کے لمحہ بہ لمحہ قریب آنے سے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔

رات کا کھانا کھایا گیا اور اسی دوران شہاب ثاقب اور فیضان خضر کے درمیان پروگرام کے متعلق گفتگو ہوتی رہی جس میں میں بھی حصہ لیتا رہا۔ اب ذرا مستعد رہنے کا وقت تھا۔ رات کو تقریباً ایک بجے تک میں بھی عرشے پر موجود رہا۔ باقی لوگ بھی جاگ رہے تھے اور اطراف پر نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔ شہاب ثاقب کا مسلسل فیضان سے رابطہ تھا اور فیضان اپنے مخصوص مشینی ذریعے سے جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کی رپورٹ شہاب ثاقب کو دیتا جا رہا تھا۔ وہاں

مشترکہ طور پر مصروفِ عمل تھے۔ میرے لیے چونکہ اس وقت کوئی خاص کام نہیں تھا چنانچہ میں واپس چلا پڑا اور اپنے کیبن میں آ کر لیٹ گیا۔ چند گھنٹے نیند لے لینا مناسب تھا۔

اس وقت تقریباً صبح کے ساڑھے چھ بجے تھے، جب اوٹو کالان نے دستک دے کر مجھے جگا دیا۔ میں نے کیبن کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

"چیف! ایک اسٹیمر دیکھا گیا ہے، جس کا رُخ اسی جانب ہے۔ سمندر کے اس حصے میں کسی اسٹیمر کی موجودگی اس لیے اس کے کسی اور بات کا پتا نہیں دیتی کہ اس کا تعلق اُنھی لوگوں سے ہے۔"

"اوہ، ایک منٹ اوٹو کالان!" میں فوراً منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر کُلّی وغیرہ کر لوں۔ ابھی آتا ہوں۔" میں نے کہا اور اوٹو کالان میرا انتظار کرنے لگا۔

پھر میں جلدی ہی باہر نکل آیا اور ہم دونوں عرشے کی جانب چل پڑے۔ پائلٹ کیبن سے شہاب ثاقب نے شاید مجھے دیکھ لیا تھا کیونکہ چند لمحے بعد ہی اس کا سیکنڈ آفیسر میرے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ شہاب ثاقب مجھے اپنے پاس بلا رہا ہے۔ میں پائلٹ کیبن میں پہنچ گیا، جہاں شہاب ثاقب دوربین آنکھوں سے لگائے اسی سمت دیکھ رہا تھا جدھر اسٹیمر کی موجودگی کا پتہ چلا تھا۔ میں نے خاموشی سے دوربین میرے ہاتھوں میں تھما دی اور میں اس سفید دھبے کو دیکھنے لگا جس کی رفتار زیادہ تیز نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ پھر میں نے اس کے آس پاس دُور دُور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن اس اسٹیمر کے علاوہ اور کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی۔ تب میں نے دوربین شہاب کی طرف بڑھا دی۔

"یقیناً وہی لوگ ہو سکتے ہیں اور ویسے بھی اب ہم لوگ اُن کے قریب ہیں۔" شہاب نے کہا۔

"فیضان سے کیا رپورٹ ہے؟"

"ابھی تک فیضان کو کوئی پوائنٹ نہیں مل سکا۔"

"پتا نہیں اس کے مشینی ذرائع کتنی رینج میں دیکھ سکتے ہیں؟"

"آپ یوں سمجھ لیجیے کہ چالیس سمندری میل کی رینج میں۔" شہاب ثاقب نے جواب دیا۔

"گڈ" میں نے آہستہ سے زیرِ لب کہا۔

اسٹیمر کا سفید دھبا اب بغیر دوربین کے بھی نظر آ رہا تھا اور وضاحت سے واضح تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اُدھر سے جہاز کی ترتیب موجود فیضان سے ایک خاص مشینی ذریعے سے رابطہ رکھا جا رہا تھا اور وہ چھوٹی سی مشین آن تھی جو اس گفتگو کا ذریعہ تھی۔ دفعتاً اس میں سے آواز اُبھری۔

"ہیلو کیپٹن ہیلو!"

"ہاں مسٹر فیضان! تازہ ترین رپورٹ؟" شہاب نے کہا۔

"کافی بڑا اسٹیمر ہے اور اس پر مشین گنیں نصب ہیں۔

کا رُخ اسی جانب ہے۔ بظاہر تقریباً آٹھ افراد اس کے عرشے پر موجود ہیں۔ اسٹیمر کی اندرونی حالت کا صحیح جائزہ نہیں لیا جا سکا، پھر اور اسٹیمر آ جائے گا تو سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ وہ سب دُوربین لگائے ہوئے جہاز کو دیکھ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ کے علم میں پورا پروگرام ہے مسٹر فیضان! لیکن آپ سے مسلسل رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"بالکل فکر نہ کریں آپ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن عرشے سے لوگوں کو ہٹا لیا جائے تاکہ اگر وہ لوگ کوئی کارروائی کریں تو ہمارے کسی آدمی کو نقصان نہ پہنچے۔"

"اوکے مسٹر فیضان۔" شہاب ثاقب نے جواب دیا۔

جہاز آگے بڑھتا رہا اور پھر اسٹیمر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اسٹیمر سے میگا فون پر جہاز کے انجن بند کرنے کی ہدایات جاری کی گئیں اور کیپٹن شہاب نے انجن روم کو ہدایت کر دی کہ انجن بند کر دیے جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی۔ اسٹیمر اب اتنا نزدیک پہنچ چکا تھا کہ اُن لوگوں کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ ثاقب نے مجھ سے درخواست کی کہ ان لوگوں سے گفتگو کی جائے چنانچہ میں عرشے کی طرف بڑھ گیا اور اسٹیمر میں جھانکنے لگا۔ مشین گنوں کا رُخ اوپر کر دیا گیا تھا اور دو آدمی ان پر مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ عقب میں کاکپٹ انجن بھی نظر آ رہے تھے جنھیں چند افراد سنبھالے ہوئے تھے۔

دو آدمی ایک مخصوص وردی میں جن میں میگا فون لیے کھڑے تھے۔ اُن میں سے ایک نے میگا فون پر کہا۔ "تم جانتے ہو یہ عام سمندری راستہ نہیں ہے، اس طرف کیسے آنا ہوا؟"

"تم لوگ کون ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق اس سمندری پٹی کی سرحد سے ہے اور ہم بین الاقوامی معاہدے کے تحت اس علاقے میں گشت کرتے ہیں۔ اس طرف کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم اس غلط سمت کیوں آ نکلے؟"

"کیا تمھیں نظر نہیں آ رہا کہ جہاز طوفان کا شکار ہوا ہے اور ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔ کیا تم ہماری رہنمائی کر سکتے ہو؟"

میرے اس سوال پر وہ دونوں آپس میں کچھ گفتگو کرنے لگے جو یہاں سے سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "ہم جہاز کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تم میں سے دو تین آدمی جہاز کے اوپر آ جائیں۔ سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے۔"

"ہم چار افراد آئیں گے، تم پر نگاہ رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا، چار آدمی آ سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

پھر میں نے خلاصیوں کو سیڑھیاں لگانے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے مخصوص قسم کی آہنی سیڑھیاں مشینی ذریعے سے نکالیں اور نیچے لٹکا دیں۔ پہلے دو آدمی اوپر چڑھے جو میگا فون سنبھالے

ہوئے تھے اور اُن کے بعد اُن کے عقب میں دو افراد اور تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ اُن کے جسموں کی وردی خاصی کڑک تھی اور خاصے تنومند لوگ تھے۔ چہروں سے قومیت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ مخصوص قسم کے چوڑے چوڑے چہرے اور گھنی مونچھیں۔ اسٹین گن والوں نے پوزیشن لی۔ باقی دو افراد میرے نزدیک آ گئے۔

"کیا تم جہاز کے کپتان ہو؟" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں کپتان اپنے کیبن میں ہے۔ آپ مجھے سیکنڈ آفیسر سمجھ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ دونوں جہاز کا جائزہ لینے لگے۔ ایک نظر ہی میں اندازہ ہو جاتا تھا کہ جہاز شدید تباہی کا شکار ہوا ہے۔ جگہ جگہ پانی بھرا ہوا تھا۔ ہر چیز تہ و بالا نظر آ رہی تھی۔ اُن میں سے ایک نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔ "لیکن آگے کم از کم ڈیڑھ دو سو میل تک کوئی طوفان نہیں تھا۔ تم کون سے علاقے میں طوفان کا شکار ہوئے؟"

"ہم سیدھی پٹی پر جا رہے تھے اور اسی پٹی پر ہمیں طوفان سے دوچار ہونا پڑا۔"

"لیکن اس طرف تو کوئی طوفان نہیں تھا۔" وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"نہیں، تو تم اب آ سکتا ہے۔" دفعتاً میں نے جواب دیا۔ کیونکہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ پائلٹ کیبن سے اُن دونوں اسٹین گن برداروں کا نشانہ لیا جا چکا تھا۔ جو اسٹین گنیں ہماری سمت تانے ہوئے کھڑے تھے۔

"کیا مطلب؟" آگے والے شخص نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا لیکن اسی وقت اس پر مطلب واضح ہو گیا۔ دو بے آواز فائرنگ ہوئی اور دونوں اسٹین گن برداروں کی چیخیں فضا میں اُبھریں۔ انھوں نے اسٹین گنیں اُٹھا کر فائرنگ کی اور اس کے بعد زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ بقیہ دونوں افراد نے متوحش نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اسی وقت نیچے سے مشین گنوں سے گولیاں برسنے لگیں لیکن اُن لوگوں کو حسرت ہی رہ گئی کہ کوئی مؤثر کارروائی کر لیتے۔

دفعتاً ہی جہاز کے نچلے حصے سے ایک خوفناک دھماکا سنائی دیا اور اسٹیمر کا اگلا حصہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ دوسرے دھماکے سے اسٹیمر کے پرخچے اُڑ گئے تھے اور اس میں موجود لوگوں کی لاشیں پانی میں تیرتی نظر آنے لگی تھیں۔ ہم نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور اُن دونوں افراد پر چھلانگ لگا دی جو تقریباً قریب قریب کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن غضب سے بڑھنے اُن میں سے ایک کو سنبھال لیا تھا۔ اُس کا زوردار گھونسا باوردی شخص کے جبڑے پر پڑا اور وہ دور تک لڑھکتا ہوا چلا گیا۔ میرے شکار نے پستول نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے ایک ہاتھ نے اسے ٹھنڈا کر دیا اور وہ اپنی اس حسرت کو پورا نہیں کر سکا۔ دونوں بے ہوش ہو گئے تھے۔

پائلٹ کیبن سے شہاب ثاقب نے نیچے پہنچ کر مبارک باد دی اور اس کے بعد خود بھی نیچے اُتر آیا۔ اسٹیمر کے تختے پانی کی لہروں میں منتشر ہو رہے تھے اور اس کا بقیہ حصہ تیزی سے پانی میں غرق ہوتا جا رہا تھا۔ کیپٹن ثاقب کے اشارے پر جہاز کے انجن دوبارہ اسٹارٹ کر دیے گئے اور وہ شمت روی سے آگے بڑھنے لگا۔ جبکہ میں اور بڈ دونوں بے ہوش آدمیوں کو کندھوں پر ڈال کر کیبن کی جانب بڑھ گئے تھے۔

تھوڑی دیر میں شہاب ثاقب ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی فیضان بھی تھا۔ فیضان نے دونوں بے ہوش آدمیوں کو دیکھا پھر ثاقب نے ایک اور شخص کو طلب کیا جو شاید ڈاکٹر تھا۔ اس نے اُن دونوں کو ہوش میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس طرح میں نہیں لگانی پڑیں کہ ان پر بے ہوشی طویل ہو سکتی۔ کچھ دیر کے بعد انھوں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں اور پھر دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے بے اختیارانہ انداز میں اپنے بغلی ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن ہولسٹر کے پستول پہلے ہی ہمارے قبضے میں آ چکے تھے۔ اُن کے لباسوں کی تلاشی بھی لے لی گئی تھی تاکہ وہ کسی قسم کی حرکت نہ کر سکیں۔

ہم تینوں خاموشی سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ پھر اس شخص نے کہا جو میگا فون پر مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ "تم لوگ... تم لوگ... شاید...؟" وہ کوئی جملہ مکمل نہ کر سکا۔

ہم تینوں اب بھی خاموشی سے انھیں گھور رہے تھے۔ پھر دوسرے آدمی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "تم لوگ چاہتے کیا ہو؟ اور اس تمام حرکت کا مقصد کیا ہے؟ تم نہیں جانتے کہ اس حرکت کے نتیجے میں تمھارے ساتھ کیا ہو سکتا ہے؟"

"جو کچھ ہم نہیں جانتے دوست، وہ تم ہمیں بتا دو۔" فیضان نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم کہہ رہے تھے کہ تمھارا جہاز تباہی کا شکار ہوا ہے لیکن کیا... اوہ! تم نے ہمارے دو آدمی بھی ہلاک کر دیے اور... یقیناً اب تم نہیں بچ سکو گے۔"

"فی الحال تمھارا مسئلہ ہے کیا تم ہمارے سوالات کے جواب دینے کے لیے تیار ہو؟"

"کیسے سوالات؟ اور ہم کیوں تیار ہوں گے۔ ہمارا تعلق..."

"اسٹیشن پرا کوڈا سے ہے۔" فیضان نے کہا اور وہ دونوں بُری طرح اُچھل پڑے۔ اب اُن کے چہروں پر سراسیمگی نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔

"لیکن... کون اسٹیشن پرا کوڈا؟"

"تمھارا چیف۔ وہی جو... کیا پر تم سمندری محافظ بنے ہوئے ہو جبکہ اس علاقے میں ایسی کسی نوعیت نہیں ہے۔ یہ علاقہ کسی بھی حکومت کے زیرِ اثر نہیں ہے اور سمندر کی حفاظت کا سوال ہی نہیں

پیدا ہوتا۔ دیکھو تمہیں صرف دس منٹ دیے جاتے ہیں۔ ان دس منٹ کے اندر یہ بتادو کہ اسٹیشن براگوڈا کی بلڈنگیں سمندر کے کون سے حصے میں ہیں؟"

وہ دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے فیضان کو دیکھ رہے تھے۔ فیضان نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کا رخ ان میں سے ایک کی طرف کر دیا۔ پھر اس کی نگاہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر جم گئی۔ وہ خاموشی سے ان لوگوں کو گھور رہا تھا۔ جس شخص کی طرف پستول کا رخ کیا گیا تھا اس کے بدن میں اب ہلکی سی کپکپاہٹ شروع ہو گئی تھی۔

"ہم... ہم... کسی اسٹیشن براگوڈا کو نہیں جانتے۔" وہ لرزاں لہجے میں بولا۔

"تم لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟" فیضان نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ خونی آدمی تھا۔ اس کے انداز میں بڑی سفاکی جھلک رہی تھی۔ میں اور فائق خاموش تھے۔ فیضان انہیں دیکھتا رہا اور پھر تقریباً چار منٹ گزر گئے۔ فیضان کی نگاہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر تھی اور کیبن میں ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بڈ، میکو اور ایک اور افراد کیبن کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ فائق شاید اپنے سیکنڈ آفیسر کو ہدایات دے کر آیا تھا اور اسی طرح یقیناً فیضان بھی۔

دفعتاً وہ شخص دہشت زدہ لہجے میں بولا۔ "کچھ بھی کرو، جو دل چاہے کرو۔ میں، میں..." ابھی اس کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ فیضان کا ہاتھ اٹھا لیکن اس نے جس شخص کی پیشانی کا نشانہ لیا ہوا تھا اور جو دہشت زدہ انداز میں چیخا تھا، فیضان نے اسے گولی کا نشانہ بنانے کے بجائے اس کے دوسرے ساتھی کی طرف رخ کر کے فائر کر دیا اور گولی اس شخص کی پیشانی میں داخل ہو گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ پہلا آدمی وحشت زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا اور پھر وہ فیضان کے پستول کا خیال کیے بغیر بے تحاشا دروازے کی طرف بھاگا لیکن جس تیزی سے اس نے حرکت کی تھی اسی تیز رفتاری سے میری ٹانگ بھی چلی تھی اور وہ قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا گرا تھا۔

"صرف ساڑھے چار منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ جواب دو۔"

"آبدوزیں... آبدوزیں، پوائنٹ زیرو تھری پر ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ جگہ جو پہلے سے متعین کی ہے۔"

"کتنی تعداد ہے ان کی؟"

"تین، صرف تین۔"

"یہاں سے پوائنٹ زیرو تھری کا کتنا فاصلہ ہے؟"

"زیادہ نہیں، زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ میل۔" اس شخص نے جواب دیا اور اسی وقت فیضان کے لباس کے کسی حصے سے ہلکی ہلکی سیٹی کی سی آوازیں ابھرنے لگیں۔

فیضان نے اپنی ہپ پاکٹ سے ایک چھوٹا سا چوکور سا آلہ نکالا اور اسے منہ کے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "کیا بات ہے؟"

"مسٹر، سب میرینز دیکھ لی گئی ہیں۔ ان کی تعداد تین ہے۔ ان کے سگنل موصول ہو چکے ہیں۔ فائیو زیرو ایٹ، زیرو ایٹ، فائیو نور، زیرو ٹو، یہ ان کی پوزیشن ہے۔"

فیضان نے آلہ بند کر کے جیب میں رکھا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ "اب یہ آپ کے حوالے۔ ممکن ہے، آپ کے کام آ سکے۔"

پھر شہاب فائق نے بھی مجھ سے اجازت طلب کر لی۔ "مسٹر علی، میں بھی اب جا کر اپنی ذمہ داریاں سنبھالتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور پھر میکو کو طلب کر کے وہ لاش وہاں سے اٹھانے کے لیے کہا جس کی پیشانی سے ابلتا ہوا خون کیبن کے قالین کو داغدار کر رہا تھا۔

میکو نے بڈ کی مدد سے لاش کو ہاتھ اور پاؤں کی طرف سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کے بعد عرشے پر لے گیا۔ وہ شخص سکتے کے عالم میں نظر آ رہا تھا جو زندہ بچ گیا تھا۔ فائق بھی چلا گیا تھا اور فیضان بھی۔

میں نے پلٹ کر اس شخص کو دیکھا جو اب میرے رحم و کرم پر رہ گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دہشت زدہ لہجے میں کہا۔ "نہیں۔ مجھے ہلاک کرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تمام صورت حال میں نے بتا دی ہے۔ اس سے زیادہ میرے علم میں کچھ نہیں ہے۔"

"یہ اسٹیمر تم نے کہاں سے حاصل کیا تھا؟"

"یہ ہماری ہی ملکیت ہے۔ میرا مطلب ہے ہمارے ہی تصرف میں رہتا ہے۔ ہماری ذمہ داریاں یہ ہیں کہ بیس سے تیس میل کے دائرے میں گردش کرتے رہیں اور اس طرف آنے والوں پر نظر رکھیں۔"

"یہ احکامات تمہیں اسٹیشن براگوڈا سے ملے ہیں؟"

"اب یہ نام چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔" اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا رابطہ اسٹیشن براگوڈا سے کس طرح قائم رہتا ہے؟"

"براہ راست چیف سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس ہم سمندر کے سینے پر زندگی گزارتے ہیں۔ ایک ایک ماہ ہماری ڈیوٹی رہتی ہے اور اس کے بعد ہمیں خشکی پر پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"خشکی پر کس جگہ؟"

"جنگل میں ہم نے اپنے ٹھکانے بنا رکھے ہیں۔"

"ان ٹھکانوں کی نشاندہی کرو۔" میں نے کہا اور وہ شخص اپنے ٹھکانوں کے بارے میں بتانے لگا لیکن زیادہ موقع نہیں ملا۔ دفعتاً ایک گرج سنائی دی تھی اور اس کے ساتھ ہی جہاز ہلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

میں چونک پڑا۔ اسی لمحے بڈ اور میکو آ گئے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تو بڈ نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے نہیں معلوم چیف۔"

"اسے کس کر باندھ دو اور اس کے بعد اس کی نگرانی کرو۔" میں نے کہا اور پھر میں اٹھا اور تیزی سے کیبن سے باہر نکل آیا۔

یہ دھماکے شاید جہاز سے استعمال کیے جانے والے اسلحے کے تھے لیکن ان کی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ جہاز ہر دھماکے پر بری طرح لہراتا تھا۔ بہت سی چیزیں ادھر سے ادھر گرنے لگیں۔ میں نے اپنے آپ کو ہلتے ہوئے جہاز میں سنبھالے رکھا اور اس کے بعد برق رفتاری سے کیپٹن فائق کے کیبن کی جانب دوڑنے لگا۔ بلندی پر واقع ایک کیبن میں کیپٹن فائق جہاز کا کنٹرول سنبھالے ہوئے تھا۔ سیکنڈ آفیسر، تھرڈ آفیسر اور دوسرے چند افراد پوری طرح مستعد تھے۔

فائق نے میری طرف دیکھتے ہی کہا۔ "اٹیک کر دیا گیا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ ٹرانسمیٹر مشین کھلی ہوئی تھی جس پر پیچھے سے رابطہ قائم رہتا تھا اور شاید دوسری طرف سے اسے آن ہی رکھا گیا تھا تاکہ کیپٹن فائق سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ پیچھے سے آوازیں ابھر رہی تھیں۔ فیضان نشتر اپنے ساتھیوں کو مختلف ہدایتیں دے رہا تھا۔ اس کی آواز پرجوش تھی۔

میری نگاہیں دور دور تک بھٹکنے لگیں تو کیپٹن فائق نے ایک دوربین اٹھا کر مجھے دے دی۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "خود کو سنبھالے رکھیے مسٹر علی۔"

میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کر چاروں طرف دیکھا۔ سطح سمندر پرسکون تھی لیکن نیچے ہی نیچے جو ہنگامے ہو رہے تھے وہ انتہائی خوفناک تھے اور جہاز بار بار ہل رہا تھا۔ ابھی تک شاید دوسری طرف سے مقابلہ شروع نہیں کیا گیا تھا بلکہ جہاز ہی سے حملے ہو رہے تھے لیکن یہ تصور بھی غلط تھا کہ دوسری طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔ پھر چند ہی لمحے کے بعد دو برق رفتار لکیریں پانی کی سطح پر نمودار ہوئیں اور کوئی چیز پانی کو چیرتی ہوئی فضا میں نکل گئی۔

کیپٹن فائق نے فوراً ہی مائیک پر انجن روم کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ وہ چیخ رہا تھا۔ "میں رخ تبدیل کر رہا ہوں۔ تارپیڈو ہم سے کچھ فاصلے پر پانی سے اوپر نکل گئے ہیں۔ وہ جہاز کو صحیح طور پر نشانہ نہیں بنا سکے۔"

اس وقت دو اور لکیریں جہاز سے تقریباً سو گز دور فضا میں پرواز کر گئیں۔ اس بار پھر نشانہ چوک گیا تھا لیکن آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اسی لیے کیپٹن فائق جہاز کا رخ بار بار تبدیل کر رہا تھا اور اس کی یہ حکمت عملی کامیاب بھی ثابت ہو رہی تھی۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کا جہازراں تھا اور بڑی مہارت سے جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا جبکہ فیضان نشتر اپنی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کی کوششوں کا نتیجہ ظاہر ہونے لگا۔ سمندر میں تھوڑے فاصلے پر میں نے ایک آبدوز کو سطح آب پر ابھرتے ہوئے دیکھا۔ اس کی حالت کافی تباہ معلوم ہو رہی تھی۔ وہ سطح پر ابھری اور بہت سے افراد اس کے خاص دروازے سے تیزی سے باہر نکلنے لگے۔ ان کے ہاتھ میں سفید جھنڈا تھا جسے وہ لہرا رہے تھے لیکن دفعتاً آبدوز میں ایک خوفناک دھماکا ہوا اور آگ اور دھوئیں کا بادل فضا میں بلند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگ اچھل اچھل کر پانی میں جا پڑے۔ آبدوز پھٹ گئی اور پھر سمندر میں انسانی لاشیں پھیل گئیں۔

جہاز سے مسلسل حملے کیے جا رہے تھے۔ کئی بار ہم نے پانی کے مختلف حصوں سے تارپیڈو باہر نکلتے ہوئے دیکھے۔ وہ ایک بار بھی جہاز کا صحیح نشانہ نہیں لے سکے تھے۔ اس کی غالباً وجہ یہ تھی کہ آبدوزوں میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ عملہ بدحواس ہو گیا تھا اور صورت حال ان کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ بدحواسی کے عالم میں ان کے تمام نشانے غلط ہو رہے تھے جبکہ فیضان نشتر ایک تجربہ کار انسان تھا اور اس نے کم از کم ایک آبدوز کو مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا۔

دفعتاً میں نے کافی فاصلے پر ایک بار پھر پانی کا ایک فوارہ سا بلند ہوتے دیکھا۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ اس فوارے کے ساتھ ہی انسانی بدن بھی اچھل رہے تھے اور پھر ویسا ہی دوسرا دھماکا سنائی دیا۔ پتا نہیں کیا ہو رہا تھا۔ آبدوزیں سطح آب پر آ کر تباہ ہو رہی تھیں۔ یہ دو ہی آبدوزیں تھیں اور جب کہ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ یہاں پر اسٹیشن براگوڈا کی طرف سے تین آبدوزیں موجود تھیں جن میں سے دو تباہ ہو گئیں اور ایک باقی رہ گئی تھی۔ پھر اچانک فیضان کی آواز ابھری۔ "مسٹر فائق، میں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے۔ تینوں آبدوزیں تباہ ہو چکی ہیں۔" فائق نے خوشی کا ایک نعرہ مارا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت رقصاں تھی۔ میں بھی مسرور تھا۔

ہم دونوں دیر تک چیختے رہے۔ جہاز سے ہونے والے حملے بند ہو گئے تھے اور ایک عجیب سا سکوت پھیل گیا تھا۔ فائق نے مجھے چھوڑا اور پھر اس نے سمندر پر نگاہ دوڑائی۔ دور دور تک نہ جانے کیا کیا بکھرا ہوا تھا۔ وہ چیزیں جو پانی میں نہیں ڈوب سکتی تھیں پانی پر ابھر آئی تھیں اور یہی کیفیت تینوں آبدوزوں کی تباہی کی نشاندہی کرتی تھی۔ کم از کم دو آبدوزیں سطح آب پر آ کر ہمارے سامنے تباہ ہوئی تھیں۔ ایک کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا لیکن فیضان کا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ اسکرین پر میں جو کچھ دیکھ چکا تھا اس کی بنا پر مجھے یقین تھا کہ فیضان نے تیسری آبدوز کی تباہی کی اطلاع بھی بلاوجہ ہی نہیں دی ہوگی۔ یقیناً وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا ہوگا۔

ذرا سی دیر گزری تھی کہ فیضان نشتر پائلٹ کیبن میں پہنچ گیا اور اس نے ہم دونوں کو مبارک باد دی لیکن اس کے ہونٹوں پر اس وقت بھی مسکراہٹ نہیں تھی۔ وہی سپاٹ چہرہ، وہی پتھرائی ہوئی

"یہاں دراصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بونیکا قبیلے تک پہنچنے کے لیے ہمیں کتنا سفر طے کرنا پڑے گا۔"

"اگر آپ کہیں تو میں خود مزید لوگوں سے معلوم کر لوں۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو بچپن کی حد گزرنے کے بعد سالان بین سے نکلے تھے۔"

"اگر اس کشتی میں موجود لوگوں میں سے کسی کو یہ بات معلوم ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ ہم کنارے پر تو پہنچ ہی رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

کشتی میں کوئی ایسا نہیں نکلا تھا جو یہ تفصیلات بتا سکتا۔ البتہ ہمیں وہ کھاڑی نظر آ گئی تھی جس کے بارے میں لڑکی نے ہمیں تفصیلات بتائی تھیں چنانچہ ہم کھاڑی میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد ہمارا یہ سفر زیادہ طویل نہ رہا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد کشتیاں کناروں سے جا لگیں ہم انہیں گھسیٹ کر اوپر لے آئے۔ یہاں سے اوتوکان اور اس کے ساتھیوں کا کام شروع ہو جاتا تھا۔ درختوں کے کھوکھلے تنوں کو ڈھولوں کی شکل دے دی گئی تھی اور ان پر جنگلی جانوروں کی کھالیں منڈھی ہوئی تھیں اسی جگہ سے اوتوکان اور اس کے ساتھیوں نے ڈھول بجانا شروع کر دیے اور ان میں سے اکثر بے ہنگم انداز میں اچھلنے کودنے لگے۔

اوتوکان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چیف! اگر آپ لوگ اس اچھل کود سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمارے درمیان رہیں، تاکہ کوئی یہ محسوس نہ کر سکے کہ آپ رقص میں حصہ لینے والوں میں سے نہیں ہیں۔"

"نہیں اوتوکان! ابھی چلتے رہو، جب اس کی ضرورت پیش آئی تو ہم اچھل کود بھی کر لیں گے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اوتوکان نے گردن ہلا دی۔

بے ہنگم سا رقص تھا لیکن یہ تمام تربیت یافتہ لوگ سالان بین کے بسنے والوں کی طرح رقص کرتے اور ڈھول بجاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ کسی جشن میں شامل ہونے کے طریقے ہوتے تھے اور اسی سے ان کے قبیلوں کی پہچان ہوتی تھی۔ عجیب و غریب شکلوں میں تمام مضحکہ خیز انداز میں اچھلتے کودتے آگے بڑھ رہے تھے۔

گھنے جنگلوں میں تقریباً ایک میل کا سفر طے کرنے کے بعد جب ہم ایک کھلے چٹیل علاقے میں آ نکلے تو مجھے احساس ہوا کہ بونیکا قبیلہ تو ان گھنے جنگلوں میں ڈھکا ہوا تھا ورنہ اس کا فاصلہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ چٹیل میدانوں کے اختتامی سرے پر چھوٹے چھوٹے ٹیلے نظر آ رہے تھے جو بھورے رنگ کے پتھر کے معلوم ہوتے تھے لیکن درحقیقت وہ بونیکا قبیلوں کے جھونپڑے تھے جو مخصوص ٹیلوں کی شکل کے تھے۔ غالباً فضائی جائزے سے محفوظ رہنے کے لیے انہیں ٹیلوں کی شکل دی گئی تھی۔ پتا نہیں یہ کام اشیفن براگوڈا نے کیا تھا یا پہلے ہی سے یہاں کے بسنے والے اس قسم کے جھونپڑے بنا کر رہنے کے عادی تھے۔ بہرطور آبادی شروع ہو چکی تھی اور ہم لوگ ڈھول بجاتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دوسری جانب سے ہمیں اسی رنگت کے لوگ اپنی جانب آتے ہوئے نظر آئے جو بونیکا کے بسنے والے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں لمبی لمبی چھڑیاں تھیں جن پر جانوروں کے پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ ان چھڑیوں کو عجیب سے انداز سے لہراتے ہوئے ہماری طرف آ رہے تھے اور اُن کی تعداد تقریباً بیس تیس تھی۔ اوتوکان نے مجھے بتایا کہ یہ ان کا استقبالیہ انداز ہے۔ گویا ان میں سے کسی کو ہمارے اوپر شبہ نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اوتوکان سے کہا کہ وہ آگے رہے۔ تاکہ اُن سے اُن کے لہجے اور اُن کی زبان میں بات کر سکے۔ اوتوکان نے اپنے ساتھ چند افراد کو اور بھی شامل کر لیا تاکہ کسی قسم کا کوئی شبہ ہی باقی نہ رہے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ ہم اب اس منزل کے قریب پہنچتے جا رہے تھے جو اشیفن براگوڈا کے سلسلے میں ہماری مہم کا پہلا مرحلہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام لوگ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ اوتوکان اور اس کے ساتھی بے ہنگم اچھل کود کے ساتھ ساتھ سالان بین کی زبان میں کچھ گانے بھی لگے تھے۔ سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کے چہروں پر استقبالیہ تاثرات تھے۔ پھر اُن میں سے دو افراد آگے بڑھے اور انہوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی چھڑیاں اوتوکان کے ساتھیوں کے سروں پر آہستہ آہستہ ماریں اور جس شخص کے چھڑی لگی وہ خاموش ہو جاتا۔ ہم لوگ بھی چھڑیوں کی اس ضرب سے محفوظ نہیں رہے تھے۔ اوتوکان دلچسپ اور ذہین آدمی تھا۔ اچھل کود کے درمیان وہ بولتا بھی جا رہا تھا۔

"حالات پُرسکون ہیں، سب کچھ معمول کے مطابق ہے، یہ لوگ ہمارا استقبال کر رہے ہیں۔"

تمام لوگ خاموش ہو گئے تو میزبان واپس پلٹ پڑے اور ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کرنے لگے، ہم اُن کے ساتھ چل پڑے تھے۔ ٹیلا نما جھونپڑیوں کے درمیان سے ایک پگڈنڈی بلندی کی طرف جاتی تھی پہلے ہم جھونپڑیوں کے پاس پہنچے اور میرے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی یقیناً حیرت ہوئی ہوگی کیونکہ یہ جھونپڑیاں غیر آباد تھیں۔ نہ جانے کیوں۔ پھر جب ہم نے بلندی عبور کر کے دوسری طرف دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ دوسری طرف صحرائے اعظم کا سب سے انوکھا شہر آباد تھا۔ اس کی ترتیب گول دائرے کی شکل میں تھی اور اس وسیع دائرے کے وسط میں ایک عظیم الشان بت نصب تھا۔ ایک بھیانک شکل کا بت جس کی ایک انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ وہ کسی مٹیالے رنگ کے پتھر سے تراشا گیا تھا یا پتھر جوڑ کر بنایا گیا تھا لیکن یقیناً اس کی تعمیر حیرت انگیز تھی۔

بت کے اور جھونپڑوں کے درمیان وسیع و عریض میدان تھا جس میں ہزاروں افراد سما سکتے تھے۔ یہی وہ بت تھا جو صحرائے اعظم میں مشہور ہو رہا تھا۔ اس آبادی سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر وسیع جھیل چمک رہی تھی جس کے اطراف ہزاروں افراد آباد تھے۔ یہ وہ قبائل تھے جو صحرائے اعظم کے مختلف گوشوں سے آئے تھے۔

ہمارے میزبان ہمیں بھی اسی طرف لے گئے۔ اوتوکان اور اس کے ساتھیوں نے بڑی آسانی سے صورت حال سنبھال لی تھی اور مقامی لوگوں

آنکھیں کیپٹن فاتح جو جوش مسرت سے دیوانہ ہو رہا تھا آگے بڑھ کر فیضان سے لپٹ گیا اور فیضان نے بھی اسی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ پھر اس نے مجھ سے دونوں ہاتھ ملائے لیکن اس کے چہرے کو کیا کہا جائے۔ جو مسکرانا ہی نہیں جانتا تھا۔ نہ ہی اس کی آنکھوں سے کسی خاص تاثر کا اظہار ہوتا تھا۔ بہرطور، ہم اس کی فطرت سے واقف ہو چکے تھے چنانچہ ہمیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی اور پھر جشن مسرت شروع ہو گیا۔ یہ جاننے کے بعد کہ ہم اپنے دشمنوں کو فنا کر چکے ہیں، جہاز کے عملے کے تمام ہی لوگ خوشی سے اچھل رہے تھے۔ بیٹا اور میکو بھی اس خوشی میں شریک تھے۔

وہ شخص کیبن ہی میں بندھا ہوا پڑا تھا جس کو ہم نے گرفتار کیا تھا اور یہ شاید اس سلسلے میں کام کرنے والوں میں سے واحد شخص تھا جو زندہ بچ گیا تھا۔ نیز اب اگر کوئی بچ گیا ہو اور کسی طرح نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہو تو کیا کیا جا سکتا تھا۔ اب سطح سمندر پر جگہ جگہ انسانی لاشیں تیرتی نظر آ رہی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم نے شارک مچھلیوں کے ایک غول کو ان لاشوں پر جھپٹتے دیکھا۔ یہ ہولناک منظر دیر تک ہمارے دلوں کو لرزاتا رہا۔ شارک مچھلیاں انسانی اعضا کو اطمینان سے کاٹ کاٹ کر اپنا حصہ وصول کر کے جا رہی تھیں۔

ہمیں اپنے اس ابتدائی کام میں خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی تھی اور ہم نے اشیفن براگوڈا کی وہ قوت ختم کر دی تھی جس کے ذریعے وہ بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ اس کامیابی پر جتنی بھی خوشی کا اظہار کیا جاتا کم تھا لیکن ہمارے پاس وقت بہت کم تھا۔ اس لیے مسرتوں کے اظہار کو ملتوی کر دیا گیا اور فوراً ہی مختصر طور پر یہ طے پایا کہ دوسرے مرحلے کے لیے کام شروع ہو جائے۔ اس کے لیے جہاز کو یہاں سے ہٹا کر ایک اور جگہ پہنچنا تھا جہاں سے ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ چنانچہ شہاب فاتح نے مجھ سے کہا کہ میں اپنا کام مکمل کر لوں۔ وہ جہاز آگے بڑھا رہا ہے۔

میں پائلٹ کیبن سے باہر نکل کر نیچے آ گیا اور میں نے بیٹا سے کہا کہ اوتوکان کو بلا لائے۔ اوتوکان ذہین آدمی تھا۔ ہرچند کہ اس کا تعلق افریقہ کے ایک وحشی قبیلے سے تھا لیکن یہ بہت پہلے کی بات تھی اب تو صورت حال ہی تبدیل ہو چکی تھی۔ بیٹا اس کو لے کر آیا تو اس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات تھے۔

"فرمائیے چیف، کیسے طلب کیا مجھے؟"

"اوتوکان! اب ہمارے کام کا آغاز ہوتا ہے۔ اس لیے اب میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے آدمیوں کو تیار کر لو۔"

"چیف، ہمارے سارے آدمی فوراً ہی اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ان کا جائزہ لے سکتے ہیں!"

"گڈ، یہ مستعدی مجھے پسند آئی اوتوکان، آؤ ذرا دیکھیں!" میں نے کہا اور ہم جہاز کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں وہ تمام سیاہ فام افراد موجود تھے جنہیں میرے ساتھ اس مہم پر جانا تھا۔

تمام لوگ مصروف تھے۔ وہ کشتیاں جو عجیب و غریب شکل کی تھیں آراستہ کی جا رہی تھیں۔ کھانے پینے کا سامان مختصر مقدار میں ان پر بار کر لیا گیا تھا۔ تمام کشتیاں تقریباً تیار تھیں اور بس انہیں نیچے اتارنا باقی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ لوگ اپنے مخصوص ہتھیاروں اور لباس سے لیس ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے زیریں لباس میں جو انتہائی بے ہنگم اور عجیب سا تھا، کارتوسوں کی کافی تعداد اس طرح چھپائی تھی کہ دیکھنے میں وہ محسوس نہ ہو لیکن استعمال کے وقت بھی کوئی دقت پیش نہ آئے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر بیٹا اور میکو کی طرف دیکھا۔ "اب ہم لوگوں کو بھی اپنا حلیہ تبدیل کر لینا چاہیے۔" میں نے کہا۔

اس کے لیے بھی انتظامات تھے۔ چنانچہ چند افراد ہم چاروں پر مصروف ہو گئے۔ میکو ہرچند کہ افریقی نژاد تھا لیکن چونکہ اس کا تعلق صحارا سے نہیں تھا اور اس میں کچھ ایسی نشانیاں تھیں جن کی وجہ سے اسے پہچانا جا سکتا تھا چنانچہ اس کی صورت بھی تبدیل کرنا تھی۔ سالان بین قبیلے کے رنگ میں ایک عجیب سی بات تھی۔ گہرے سیاہ رنگ میں اگر سلور ملا دیا جائے تو اس سے جو رنگ بن سکتا ہے، وہ سالان بین قبیلے کے لوگوں کا تھا۔ چنانچہ ہمارے میک اپ میں خاص طور سے اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ خدوخال موٹے اور افریقی طرز کے بنائے جائیں۔ آنکھوں کی بناوٹ کو البتہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ہم میں سے کسی کی آنکھیں ایسی نہیں تھیں جو بہت زیادہ مختلف ہوتیں۔ چنانچہ اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کی کاوشوں کے بعد ہمارا میک اپ کرنے والوں نے ہمیں فارغ کر دیا۔ اب میرے بدن پر بھی ویسا ہی بے ڈھنگا لباس تھا جسے پہن کر شرم آ رہی تھی لیکن اپنے مشن کی تکمیل کے لیے سب کچھ گوارا تھا۔

پروفیسر ہوتاتھی بیٹا کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور بیٹا عجیب سی شکل بنائے بیٹھا تھا۔ پروفیسر کو مسکراتے دیکھ کر بگڑ گیا اور بولا۔ "آپ جب بھی مسکراتے ہیں تو مجھے نہ جانے کیا یاد آ جاتا ہے۔"

پروفیسر نے ایک قہقہہ لگایا پھر بولے۔ "اور تمہیں دیکھ کر مجھے خود نہ جانے کیا یاد آ رہا ہے۔" پروفیسر کے اس انداز پر میں بھی ہنسی نہ روک سکا۔

"اب فضول باتوں سے گریز کیا جائے۔ تیاریاں مکمل کر لو۔" میں نے کہا۔

"او چیف! اس کے علاوہ بھی کچھ تیاریاں کرنا باقی ہیں۔ وہ سب ہو گیا تو کبھی نہ ہو پائے گا۔" بیٹا نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور ہم سب لوگ ہنسنے لگے۔

باقی تمام لوگ پہلے ہی تیار ہو چکے تھے۔ اب صرف اس بات کا انتظار تھا کہ ہمارا یہ سفر ختم ہو جائے لیکن اتنا مختصر سفر بھی نہیں تھا۔ جہاز کو خاصا لمبا چکر کاٹ کر اس جگہ پہنچنا تھا جہاں سے ہمیں اپنی کارروائی

سے گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ ہمیں ان کی آبادی قبائل کے نزدیک ایک جگہ بتادی گئی اور اولوکان نے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر اس نے سالن بین کی زبان میں اپنے ساتھیوں سے زور زور سے کچھ کہا اور وہ دونوں ہاتھ بلند کر کے اچھلنے لگے۔

پروفیسر جوناتھن نے کہا۔ "اس وقت سالن بین کے لوگ ہمارے لیے نعمت ہیں۔"

"آپ ان کی زبان سمجھ رہے ہیں پروفیسر؟"

"یہاں میری زبان دانی کی اصل آزمائش ہو گئی ہے۔" پروفیسر جوناتھن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس زبان میں عام افریقی زبانوں کے کچھ الفاظ ضرور ہیں لیکن نہ ہونے کے برابر۔ باقی زبان اجنبی ہے اور ان الفاظ سے کوئی نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا۔"

"وہی مہذب دنیا کی کیفیت ہے۔ کسی ایک ملک میں ایک ہی زبان مختلف انداز میں بولی جاتی ہے اور بعض علاقوں کی زبان سے دوسرے علاقے کے لوگ بھی صحیح طور سے واقف نہیں ہوتے۔"

"سو فیصدی۔ دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان انگریزی بھی مختلف لہجوں میں بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ کہ زبان کے ساتھ صحیح جسمانی حرکات بھی۔"

"بالکل درست پروفیسر، یہ سیکھنا ممکن ہے۔"

"سیکھنے والی چیز ہی یہی ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

ہمیں لانے والے میزبان واپس چلے گئے تو اولوکان اور پولان نامی ایک شخص میرے پاس پہنچ گئے۔ اولوکان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تک سب ٹھیک ہے چیف، ہماری آمد ان لوگوں کے لیے کسی شک کا باعث نہیں ہے، لیکن چیف آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔"

"وہ کیا؟"

"جس طرح ہم لوگ کچھ کہہ رہے ہیں اسی طرح ان میں بھی تھامی زبان سے ناواقف لوگ شامل ہیں، لیکن شکل و صورت میں وہ بھی ان جیسے ہی ہیں۔"

اولوکان کے اس انکشاف نے ہمیں حیران کر دیا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا مطلب اولوکان؟"

"دو افراد ان میں ایسے تھے چیف جو تھامی زبان نہیں سمجھتے تھے اور چونکہ ان لوگوں کو ہم پر کوئی شبہ نہیں تھا اس لیے ان میں سے ایک شخص ہماری گفتگو کا ترجمہ کرتا جا رہا تھا۔ مجھے حیرانی تو ہوئی تھی لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا، جو شخص ترجمہ کر رہا تھا وہ بھی مجھے مختلف ہی محسوس ہوا تھا اور میرے اندازے کے مطابق یہ شخص بھی بونیکا کا باشندہ نہیں تھا، بلکہ بونیکا والوں کا اس نے روپ دھار رکھا تھا اور وہ افریقی زبان سے بخوبی واقف معلوم ہوتا تھا۔ یعنی اس زبان سے جو یہاں بولی جاتی ہے۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہوگی، اس سے کم از کم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے بونیکا کے باشندوں کا روپ دھار رکھا ہے۔ ہمیں سخت محتاط رہنا ہوگا۔"

"یقیناً چیف۔"

"کیا گفتگو ہوئی اُن کے اور تمہارے درمیان؟"

"میں اس کا ترجمہ کیے دیتا ہوں چیف، وہاں ساحل سے لگے انھوں نے ہمارا استقبال جسمانی حرکات سے کیا جو مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کی علامت تھی، ہماری زبان میں کو بھی جسم کی زبان تھی اور اس عمل کو کرنے کے ذریعے ہم نے انھیں بتایا کہ ہم خیر سگالی کے لیے آنے والوں میں سے ہیں اور بونیکا کی تقدیر پر رشک کرتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کی سرزمین کہلاتی اور وہ عظیم دیوتا جو ہمارے تمام قبیلوں کو آفتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے آسمان سے زمین پر اترا ہے، بونیکا میں قیام پذیر ہے۔ ہم نے بونیکا کے لوگوں کو بولی مبارک باد دی اور ان سے کہا کہ ہم ان کے مہمان ہیں اور برکتیں حاصل کرنے آئے ہیں۔ اور چیف یہی انداز ہوتا ہے آنے والوں کا اور اسی انداز میں گفتگو کی جاتی ہے بونیکا کے لوگوں سے جو اپنی تقدیر پر نازاں ہیں۔ یہ سب کہنے کے بعد انھوں نے ہمیں بطور میزبان دل سے خوش آمدید کہا اور پھر یہ بھی بتایا کہ ہم ان کے مہمان ہیں اور برکتیں حاصل کر کے اپنے قبیلوں میں جا سکتے ہیں اور یہ بہت اونچی ہستی افریقی قبیلوں کی ضمانت ہے اور حفاظت دینے کے لیے دیوتا نے آسمان سے زمین کا رخ کیا ہے چنانچہ ہمارے لیے قیام کی جگہ موجود ہے جہاں ہمیں ضروریات زندگی کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اس کے بعد چیف یہ جگہ ہمارے لیے منتخب کر دی گئی ہے۔ چیف، یہاں ہم اپنے جھونپڑے نہیں بنا سکتے۔ قبیلے آتے ہیں اور پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ ہم بھی اس وقت تک یہاں مقیم رہیں گے جب تک دیوتا کی طرف سے ہدایات نہیں مل جاتیں۔"

اولوکان خاموش ہو گیا۔ میں، پروفیسر جوناتھن، ٹیڈ وغیرہ گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ اس کے بعد ہم نے اپنی قیام گاہ کا انتخاب شروع کر دیا۔ چھوٹے بڑے پتھروں کی یہاں بہتات تھی اور دوسرے قبائل جو آس پاس یہاں آباد تھے اور جن سے ہمارا سامنا رکھا گیا تھا اور سامنے قبیلوں کے فاصلے ایک دوسرے سے اتنے ہی تھے، اُنھی کے مانند ہم نے بھی پتھروں کے ڈھیر لگا کر اپنے لیے پناہ گاہیں بنا لیں۔

ہمارے میزبانوں نے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنے دیا اور بہت سے لوگ ہمیں دور سے آتے ہوئے نظر آئے جن کے کاندھوں پر عجیب قسم کی چیز تھی، یعنی ایک لکڑی جس میں ترازو جیسے دو پلڑے لٹکے ہوئے تھے اور ان پلڑوں میں عجیب و غریب قسم کے پھل پتے اور نہ جانے کیا کیا چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ ایسے بہت سے لوگ ہر طرف رفتار سے ہماری جانب بڑھ رہے تھے اور ان کی رہنمائی انھی میں سے چند افراد کر رہے تھے جو پہلے ہمارے استقبال کے لیے آئے تھے۔

اولوکان نے آہستہ سے کہا۔ "پولان، تم اور سالون چلے جاؤ اور ان لوگوں کا استقبال کرو۔ ایک ہی آدمی کا بار بار سامنے جانا ٹھیک نہیں ہے، کہیں انھیں شبہ نہ ہو جائے۔"

آنے والوں نے وہ سامان ہمارے سامنے انبار کر دیا اور وصول کرنے والوں سے کچھ کہتے رہے۔ اس سامان میں پانی کے برتن بھی شامل تھے جو لکڑی کے تختے جوڑ کر بنائے گئے تھے، اور پھر اُن کے منہ چھوٹے چھوٹے تھے اور ان میں پانی بھرا ہوا تھا۔ گویا ہمارے طعام و قیام کا معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔ شکریہ ادا کرنے کے بعد اُن لوگوں کو روانہ کر دیا گیا اور ہم ان تحائف کو دیکھنے لگے جو ہمارے لیے لائے گئے تھے۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی تھے، پھل اور سبزیاں بھی تھیں۔ اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی جاتی تھی کیونکہ ان لوگوں کے لیے یہی خوراک انتہائی عمدہ غذا تصور کی جاتی تھی۔ اس خوراک کو احتیاط سے محفوظ کر دیا گیا۔ پانی کے برتن جگہ جگہ رکھ دیے گئے۔ پولان اور دوسرے آدمی نے بتایا کہ ان لوگوں نے کہا ہے، مزید جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ مانگ لی جائے۔

"یہ بات معلوم ہونی چاہیے اولوکان کہ ہمیں ان کی بستی میں داخل ہونے کی آزادی ہے یا کچھ پابندیاں ہیں؟"

"میرے خیال میں یہ بات ہمیں ان لوگوں سے نہیں معلوم کرنا چاہیے چیف بلکہ تم مجھے اجازت دو کہ میں یہاں موجود دوسرے قبیلے کے لوگوں سے رابطہ قائم کروں۔ یقیناً ہمیں ان سے بہتر معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے اولوکان، لیکن فوراً ہی کسی دوسرے قبیلے کے لوگوں سے جا ملنا قرین مناسب نہیں ہوگا۔ کچھ وقت یہاں گزار لو۔ ممکن ہے اس کے بعد وہی لوگ تمہیں دیوتا کی زیارت کے آداب بتائیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے چیف۔" اولوکان نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

ہم کھانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اولوکان نے دوسرے لوگوں کو دور سے دیکھ کر یہ اندازہ لگا لیا کہ یہاں کی زندگی میں کسی طرح کی پابندیاں نہیں ہیں۔ کچھ لوگ وحشی طرز کی ترکاریاں، کچا گوشت کھانے کے عادی تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے جگہ جگہ آگ روشن کر رکھی تھی۔ چنانچہ ہم نے بھی مٹی کے ڈھیلے اور پتھروں کو جمع کر کے ان کے درمیان جھاڑ جھنکار سے آگ روشن کر لی۔ اس گوشت کو ترکیب ہی سے بھوننا چاہتا تھا جو لایا گیا تھا اور جس کے بارے میں یہ تصدیق نہیں ہو سکی تھی کہ کون سے جانور کا ہے لیکن سبزیاں اور پھل کھا کر پیٹ کا جہنم بھرا جا سکتا تھا۔

تمام تیاریاں جاری رہیں، بالکل اسی طرح زندگی کا آغاز کر دیا گیا جیسے دوسرے جنگلی لوگ کر رہے تھے۔ ہم نے انھیں ذرا بھی شبے کا موقع نہیں دیا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹکتی رہیں۔ یہاں سے بھی اس عظیم الشان بت کے درشن کیے جا سکتے تھے جو ان جھونپڑوں کے درمیان بلند و بالا حیثیت رکھتا تھا اور دستِ آسمان کی جانب انگلی اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ بت روشن کب ہوتا ہے۔ آیا ہر رات ایسا ہوتا ہے یا پھر کسی خاص موقع پر۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر میں نے اپنی نظریں بت کی طرف مرکوز کر لیں اور اس کا بغور جائزہ لینے لگا۔ پھر میرا ذہن بھٹک کر شیفن براکوڈا کی جانب چلا گیا۔ یہاں اس کی رہائش گاہ کہاں ہو سکتی ہے؟ ایک بات تو ثابت ہو چکی تھی کہ براکوڈا انتہائی عیار و مکار شخص تھا۔ اس نے یہاں جس عمدگی سے اپنا جال پھیلایا تھا وہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

میں بہت دیر تک اس پتھر پر بیٹھا براکوڈا کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسی دوران میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش بھی کر رہا تھا کہ قبیلے کے لوگوں کا بستی میں آنا جانا ہے یا نہیں اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے دقت نہیں ہوئی کہ قبیلوں میں آباد لوگ یہاں بستی کی جانب آ جا رہے ہیں۔ ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے اور یہ بات باعث اطمینان بھی اور شاید شیفن براکوڈا کی سب سے بڑی حماقت کیونکہ اگر اپنی بستی کے اس حصے کو جہاں وہ خود آباد تھا اسے اجنبی لوگوں سے پاک رکھنا چاہیے تھا لیکن ہر برائی کا خاتمہ کسی نہ کسی کمزوری یا غلطی کی بنا پر ہوتا ہے۔ شیفن براکوڈا اس بات سے مطمئن ہوگا کہ آنے والوں میں کوئی بھی اس حیثیت کا حامل نہیں ہو سکتا جو اسے نقصان پہنچا سکے۔ وہ ان کی طرف سے مطمئن تھا اور اس نے انھیں اعتماد میں لینے کے لیے ہر طرح کی آزادی فراہم کر رکھی تھی لیکن یہی آزادی اس کے لیے مصیبت کا باعث ہو سکتی تھی۔

اولوکان اپنا مشن پورا کرنے کے لیے چلا گیا۔ وہ گھومتا ہوا ایک قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ ہم اسے دیکھتے رہے لیکن کوئی خاص بات نہیں ہوئی اور اولوکان تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ اس وقت شام کا جھٹپٹا فضا پر مسلط ہو چکا تھا اور جگہ جگہ روشنی ہونے لگی تھی جو مشعلوں کی تھی۔ مشعلوں کی بو سے فضا میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی اور ہوا اس ناخوشگوار بو کو ادھر سے اُدھر اڑائے لیے پھر رہی تھی۔

اولوکان سیدھا میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "چیف، میں نے ان لوگوں سے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں جو یقیناً آپ کے لیے کارآمد ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں اولوکان، مجھے اس بارے میں بتاؤ۔"

"جس قبیلے کے لوگوں سے میں نے ملاقات کی وہ بہت دور دراز سے آیا ہے اور اس کا نام کاتا ہے۔ کاتا قبیلے کے لوگوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا تعلق ایک خاص شخص سے تھا۔ انھوں نے کاتا کے لوگوں کو پیغام دیا کہ بونیکا میں دیوتا کا نزول ہوا ہے اور یہ دیوتا برکتیں نازل کرنے والا ہے اور اگر اس کے حضور حاضری دی جائے تو اس کے امکانات

کی پیروی کی جاتی ہے تو قبیلوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ کچھ لوگوں نے مخالفت کی اور کچھ لوگوں نے کہا کہ دیوتاؤں کی توہین ہمیشہ قبیلوں پر تباہی کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ دیوتا سے برکت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی قبیلے کے تقریباً ساٹھ افراد یہاں آئے ہیں۔ ان لوگوں کو کھلی اجازت ہے کہ دیوتا کی زیارت کریں اور جب تک دل چاہے کرتے رہیں۔ بونیکا کی طرف آنے والے مہمانوں کی ہر طرح خاطر مدارات کی جاتی ہے اور وہ جتنے دن بھی یہاں قیام کرنا چاہیں، قیام کر سکتے ہیں۔ دیوتا کی طرف سے انہیں پیغامات ملتے ہیں اور کارانا قبیلے کو بھی دیوتا کا پیغام مل چکا ہے۔"

"خوب! وہ پیغام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"پیغام یہ ہے چیف کہ صحرائے اعظم میں بسنے والے قبیلوں کو ایک بہت بڑا خطرہ لاحق ہے۔ باہر سے آنے والے ان کا دشمن ان کی بستیوں کا وجود مٹانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے زبردست جنگ کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ باہر سے آنے والوں نے افریقہ کے مختلف حصوں کو اپنی کارروائیوں کے لیے منتخب کر لیا ہے اور وہاں ان کا قیام ہے۔ قبیلوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ وہ جنگی تیاریاں کریں اور ایسے جوانوں کو تیار کر لیں جو ان لوگوں سے جنگ کر سکیں کیونکہ قربانی کے بغیر قوموں کی بقا بہت مشکل ہوتی ہے۔ دیوتا نے ان سے کہا ہے کہ ایک موزوں وقت کا انتظار کیا جا رہا ہے پھر اس موزوں وقت پر لاتعداد قبیلے جمع ہو کر باہر سے آنے والوں کی سمت یلغار کریں گے اور انہیں مٹا دیں گے۔ یہی پیغام ہر قبیلے کے لوگوں کو دیا جاتا ہے اور کارانا والوں کو بھی یہ پیغام مل چکا ہے۔ وہ اب واپسی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"کیا انہیں بونیکا کی خاص بستی میں آنے جانے کی آزادی ہے؟"

"وہ ہرگز آسانی سے گھوم پھر سکتے ہیں۔ بونیکا میں بازاروں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ وہاں سے انہیں مفت اشیاء ملتی ہیں اور اگر وہ ان کے عوض کچھ دینا چاہیں تو وہ بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اوڈوکان، تمہاری معلومات ہمارے لیے انتہائی قیمتی ہیں۔"

"اور کوئی حکم چیف؟" اوڈوکان نے فرمانبرداری سے کہا۔

"نہیں۔۔۔ میرا خیال ہے فی الحال اتنی ہی معلومات کافی ہیں اور یہ اچھی بات ہے کہ کم از کم ان لوگوں کے وہاں آنے جانے کی پابندی نہیں ہے اور کوئی ایسی خاص بات تو نہیں اوڈوکان جس سے تمہیں مطلع کرنا ہو؟"

"نہیں چیف، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا، لیکن ہم اپنا رکھ رکھاؤ ابھی میں دوسرے قبیلوں کے لوگوں سے بھی ملوں گا۔"

"ہاں، یہاں بہت سے قبیلے موجود ہیں۔" میں نے کہا اور اوڈوکان خاموش ہو گیا۔ پروفیسر ہوناتھن اور بڈ بھی میرے نزدیک موجود تھے۔ پروفیسر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

رات گہری ہو گئی اور دفعتاً ہم نے فضا میں ایک تیز روشنی محسوس کی۔ اس وقت ہماری آنکھیں حیرت اور دلچسپی سے پھیل گئیں جب ہم نے اس بھورے پتھر کے بُت کو کسی سونے کے مجسمے کے مانند چمکتے دیکھا۔ یقیناً چاند نہیں نکلا تھا۔ یہ روشنی اس بُت کے اندر ہی سے منعکس ہو رہی تھی۔ جیکر دور سے دیکھنے پر وہ شیشے کا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ بُت کی اس کیفیت پر ہم سب ہی لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے اور ایک بلند جگہ سے اس کا نظارہ کر رہے تھے تب ہم نے عجیب و غریب مناظر دیکھے۔ وہ ہاتھ جو آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا آہستہ آہستہ نیچے گرا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر سیدھا ہو گیا اور ہم نے اس ہاتھ سے سرخ رنگ کے پھولوں کی بوچھار ہوتے دیکھی۔ یہ آتشیں پھول تھے جو بُت کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں منتشر ہو رہے تھے اور پرواز کرتے ہوئے دور تک جا رہے تھے۔ پروفیسر ہوناتھن جلدی سے اپنے کچھ آلات نکال کر مصروف ہو گیا۔ اس نے اپنے لیے ایک تنہا گوشہ منتخب کر لیا تھا اور یہاں وہ اپنے آلات کی مدد سے اس بُت کے بارے میں کچھ تجزیہ کر رہا تھا۔ ہم نے یا کسی اور نے اسے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی اور ہم اپنے طور پر اس کا جائزہ لیتے رہے۔ بُت کا ہاتھ مسلسل آتشیں پھول برساتا رہا اور وہ سونے کی طرح چمکتا رہا۔ پھر ہم نے ایک آواز بھی سنی جس کا مفہوم دوری کے سبب ہماری سمجھ میں نہیں آ سکا لیکن یہ اندازہ ضرور ہو گیا کہ وہ یقیناً کوئی انسانی آواز تھی اور اسی بُت سے نشر ہو رہی تھی۔

افریقہ کے رہنے والے سادہ لوح انسانوں کو متاثر کرنے کے لیے یہ جادوئی اعجاز بہت کافی تھا اور یقیناً پتھر کے اس روشن اور بولتے بُت کو دیکھ کر کون تھا جو اپنے ذہن پر قابو پا سکتا جبکہ افریقہ کے سادہ دل وحشی صرف توہمات پر ہی یقین کر لینے کے عادی تھے۔ انہیں متاثر کرنے کے لیے اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

آتشیں پھول نکلنا بند ہو گئے اور بُت کا ہاتھ پھر اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ اب اس کی انگلی اسی انداز میں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ اس کی روشنیاں مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ فضا میں پھیلا ہوا سنہرا اُجالا ختم ہو گیا اور پھر عجیب و غریب قسم کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جن میں ڈھول بجنے اور درختوں کے تنے پیٹنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ غالباً کوئی قبیلہ زیارت کے لیے گیا تھا اور اب وہ فیض یاب ہو کر واپس آ رہا تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور پروفیسر ہوناتھن کی طرف دیکھنے لگا۔ بڈ کے چہرے پر بھی گہری سنجیدگی کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر ہوناتھن اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنے پاس موجود آلات سنبھال کر رکھ لیے تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا: "وہی سب کچھ جس کی توقع تھی۔"

"کیا پروفیسر؟" میں نے وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ بُت یقینی طور پر کسی ایسے مادے سے بنایا گیا ہے جو روشنی کو جذب کرتا ہے۔ اس روشنی کو پورے بُت میں پھیلانے کے لیے شاید کسی جنریٹر وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے جو یقینی طور پر زیر زمین ہوگا کیونکہ اس کی ہلکی سی بھی آواز فضا میں منتشر نہیں ہوتی۔ وہ آواز جو بُت کے منہ سے نکل رہی تھی، ٹیپ ریکارڈ یا مائیکروفون کا کمال تھا جس کی پشت پر یقیناً کوئی انسان رہا ہوگا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے مسٹر جو قابل حیرت ہو۔ یہ سب کچھ کرنا نہایت آسان ہے لیکن ان توہم پرست افریقیوں کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔"

"سو فیصدی پروفیسر، سو فیصدی۔"

"یہاں آ کر ہمیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ اشیفن براکوڈا کس طریقے سے کام کر رہا ہے۔ اب اس میں ہمارے لیے گنجائش نکالنی ہے۔"

"اوڈوکان کے بیان کے مطابق ابھی قبیلے تیاریوں کی منزل میں ہیں۔ ان کو پیغامات بھیجے گئے ہیں اور یہ بات ہمارے لیے قابل اطمینان ہے کہ فوری طور پر یہ قبائل لائن آف کروزل کی جانب حملے کی غرض سے نہیں بڑھیں گے۔ بلکہ جب انہیں ہدایت ملے گی تب وہ اپنے لشکر بونیکا کی طرف روانہ کریں گے۔ بونیکا ہی سے ان لشکروں کو لائن آف کروزل کی جانب روانہ کیا جائے گا۔ گویا کم از کم اس بات کا تو اطمینان ہو گیا کہ فوری طور پر لائن آف کروزل کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہم بونیکا میں ان کا پورا منصوبہ پلٹ کر دیتے ہیں تو میرے خیال میں یہ خطرہ ٹل سکتا ہے۔"

"ہاں، لیکن مسٹر۔۔۔ قبائلیوں کے ذہن میں جو بات بیٹھ گئی ہے اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"ہاں! یہ سوچنے کا مسئلہ ہے لیکن اگر ہم یہ چکر بہلا دیں تو ان لوگوں سے کہ کر افریقہ میں قیام کرنے والے ان کے دشمن نہیں ہیں بلکہ ان کے لیے دوستی اور امن کا پیغام رکھتے ہیں تو قبیلوں کا جوش ٹھنڈا پڑ سکتا ہے۔"

پروفیسر ہوناتھن پُرخیال انداز میں سر ہلانے لگا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا: "لیکن سب سے پہلے تو ہمیں اشیفن براکوڈا کی قوت توڑنا پڑے گی۔"

"یقیناً۔ ہمارا پہلا کام یہی ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

بڈ کہنے لگا: "چیف جب ہمیں بونیکا کی بستی میں جانے کی اجازت ہے تو پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم یہیں قیام کریں؟"

"یقیناً بونیکا والے اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ ہم ان کے درمیان رہیں اور پھر ہمارے وہاں رہنے کا کوئی جواز بھی تو نہیں ہے۔"

"لیکن ان سے دوستی تو بڑھائی جا سکتی ہے۔"

"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا۔ تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں بستی میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں چیف۔"

"بڈ! تم یہاں کی زبان صحیح طور پر نہیں جانتے اس لیے تمہیں دقت تو نہیں پیش آئے گی؟"

"اشاروں کی زبان ساری دنیا میں سمجھی جاتی ہے چیف اور ساری دنیا میں گونگے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میں ایک گونگا ہوں اور اپنے دوستوں سے اشاروں کی زبان ہی میں گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"اگر تم اپنے طور پر اسے مناسب سمجھتے ہو تو جیسا تم پسند کرو بڈ لیکن اگر اشیفن براکوڈا کے کسی بھی آدمی کو تم پر شبہ ہو گیا تو یوں سمجھو سارے لوگوں پر آفت آ جائے گی۔"

"میں کوشش کروں گا کہ ایسا نہ ہو سکے۔"

"میں اجازت میں بھی تم سے چاہتا ہوں مسٹر۔" پروفیسر ہوناتھن نے کہا۔

"گویا آپ بھی وہاں دوستی کرنے جا رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، کیا حرج ہے۔"

پروفیسر ہوناتھن ذہین اور سنجیدہ آدمی تھا۔ اس کی اس خواہش کو میں رد نہیں کر سکتا تھا۔ یقیناً اس نے کچھ سوچا ہی ہوگا۔ چنانچہ میں نے

شانے بالآخر کہا: "ٹھیک ہے پروفیسر! اگر آپ لوگ یہ مناسب سمجھتے ہیں تو میں تو پہلے بھی اسے ٹیم ورک قرار دیتا رہا ہوں۔ میں کسی پر اپنی رائے مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ اس سلسلے میں جو کوئی جو کچھ کرنا چاہتا ہے، پورے اعتماد اور ہوشیاری کے ساتھ کر سکتا ہے۔"

"شکریہ علی!" جوناتھن نے کہا۔

"ویسے میں ایک اہم ذمے داری اولوکان یا اس کے کسی اور ساتھی کے سپرد بھی کرنا چاہتا ہوں جو انتہائی ضروری ہے۔"

"وہ کیا؟" اولوکان کے کان کھڑے ہو گئے۔

"اولوکان، ہم لوگ سان مین سے تعلق رکھتے ہیں اور یقیناً سان مین والے ابھی اس طرف نہیں آئے، ورنہ ہماری آمد کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ساحلی علاقے پر ان راستوں پر نگاہ رکھو جو لوبیا کی سمت آتے ہیں تاکہ اگر سان مین کے لوگ آ رہے ہوں تو ہم اپنے طور پر محتاط ہو جائیں۔"

"درست کہتے ہو چیف۔ اس ممکنہ خطرے کا سدباب کرنے کے لیے یہ احتیاط ضروری ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، میں چند آدمیوں کی ڈیوٹیاں لگائے دیتا ہوں۔"

اولوکان سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے اپنے لیے ایک جگہ منتخب کی اور پتھروں سے بچتے ہوئے ایک ڈھیر کے قریب زمین صاف کر کے میں لیٹ گیا۔ ذہن مسلسل مصروف عمل تھا اور مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میں صورت حال کا ہر پہلو سے جائزہ لے رہا تھا اور کسی امکان کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسٹیفن برگو وائے سے جنگ اب انتہائی اہم مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ ہماری کوئی بھول یا غلطی ہماری شکست کا سبب بن سکتی تھی۔

رات کے کسی حصے میں مجھے نیند آ گئی اور صبح تک سوتا رہا۔ جاگا تو تمام لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ کھانے پینے کی جو اشیاء موجود تھیں ان سے ناشتے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنے لیے چند چیزوں کا انتخاب کیا۔ اس کے علاوہ بھلا یہاں اور کیا مل سکتا تھا۔ پروفیسر بھی میرے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گئے۔ میں نے بڈی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن بڈی مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

"بڈی کہاں گیا پروفیسر؟" میں نے پوچھا۔

"بڈی؟" پروفیسر نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر چونک کر بولا۔ "ارے وہ تو مجھے صبح سے نظر نہیں آیا۔ حالانکہ میں بہت پہلے کا جاگا ہوا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے بڈی یہاں موجود نہیں ہے۔"

میں کھڑا ہو گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن بڈی موجود نہیں تھا۔

بڈی کو ہر ممکن جگہ تلاش کر لیا گیا لیکن وہ کہیں نہیں نظر آیا۔ سب لوگوں نے پریشانی کا اظہار کیا لیکن میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "نہیں پروفیسر! اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ضرور وہ اپنے پروگرام کے تحت گیا ہے۔"

"مجھے بھی اتفاق ہے لیکن آپ یہاں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیے کیونکہ کسی کی ذرا سی بھی غلطی سے حالات ہمارے خلاف ہو سکتے ہیں۔"

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے مسٹر جوناتھن لیکن ایک بات بارہا میرے تجربے میں آئی ہے، بعض اوقات جتنی زیادہ احتیاط برتی جائے اتنا ہی نقصان دہ ہو جاتی ہے اور پھر ہمیں تیز رفتاری سے اپنا کام کرنے کے لیے اس قسم کے خطرات مول لینا ہی پڑیں گے۔"

جوناتھن نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، یہ بات میں جانتا ہوں۔ اگر آپ مطمئن ہیں مسٹر علی تو پھر مجھے کوئی تشویش نہیں۔ میرے خیال میں بڈی خود بھی سمجھدار آدمی ہے۔ میرے ساتھ مہمات میں شریک ہو چکا ہے۔ اس کی حرکتیں بعض اوقات بچکانہ ضرور ہوتی ہیں لیکن اس نے ہمارے لیے کبھی کوئی بڑا خطرہ پیدا نہیں کیا۔" جوناتھن خاموش ہو گیا۔

سارا دن بڈی کا کوئی پتا نہیں چل سکا تھا۔ اولوکان اور دیگر لوگوں نے اس پروگرام کے تحت بھیج دیا تھا جو ہم پہلے ترتیب دے چکے تھے یعنی یہ کہ اگر اتفاق سے سان مین کے باشندے بھی اسی دوران ادھر کا رخ کریں تو ان پر نگاہ رکھی جا سکے۔

یہ رات بھی اسی انداز میں گزر گئی۔ بڈی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ اس کی اس طویل گمشدگی نے اب کسی قدر مجھے بھی تشویش کا شکار کر دیا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن کے لیے میں نے کچھ منصوبے ترتیب دے لیے۔ پروفیسر جوناتھن سے میں نے دوسری صبح کو ارادہ کر لیا کہ خود بھی اب بستی میں چہل قدمی کروں گا۔

جوناتھن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ان کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پھر انھوں نے کہا۔ "میں رات کو بھی اپنے کام میں مصروف رہا ہوں۔ یہاں انتہائی منظم پیمانے پر لاسلکی پیغامات کے ذریعے طویل گفتگو رائج ہے۔ جگہ جگہ ایک دوسرے کو پیغامات نشر کیے جاتے ہیں۔"

"خوب پروفیسر! آپ کی مشین تو کام کر رہی ہوگی؟"

"ہاں لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہو سکی جو کارآمد ثابت ہو۔ ایک بات میں بھی آپ کو بتا دوں مسٹر علی کہ جب آپ واپس آئیں تو ممکن ہے میں بھی آپ کو نہ مل سکوں۔ لیکن میرے بارے میں کسی تشویش کا شکار نہ ہوں۔"

"ہم سب کو ان حالات میں اپنی فہم و فراست کے مطابق

کام کرتا ہے۔ پروفیسر جوناتھن اس لیے میری طرف سے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور پروفیسر نے سر خم کرکے میرا شکریہ ادا کیا۔

میں اپنے لیے جو لائحہ عمل منتخب کر چکا تھا اس کے تحت کام کرنے نکل گیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ بستی کے اندرونی حصوں میں داخل ہو کر ان لوگوں کے معمولات کا جائزہ لوں۔ لہٰذا اس پروگرام کے تحت میں بستی کی جانب چل پڑا۔ یوشیکا پوری طرح آباد تھا اور وہاں کی زندگی میں ایک سلیقہ پیدا ہو چکا تھا۔ یقیناً اسٹیفن برا کوٹا نے ان لوگوں پر دسترس حاصل کرنے کے بعد انھیں تہذیب سے آشنا کرنے کی کوشش کی ہوگی جس کے سبب ان کی بودوباش میں کچھ بہتری پیدا ہوئی ہوگی لیکن مکمل طور پر تو بہرحال یہ ممکن نہیں تھا کہ انھیں مہذب بنایا جاسکتا اور پھر یہ براکوٹا کے مفاد میں بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا افریقہ کی وحشی زندگی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ یوشیکا کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بستی کے اطراف میں کھیتی باڑی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ زمین سے پانی نکالنے کے لیے ایک باقاعدہ نظام قائم کر دیا گیا تھا جس سے یہ افریقہ کے غیر مہذب وحشی پورا پورا فائدہ اٹھا رہے تھے، اور انھیں اس کے استعمال کا طریقہ بھی سکھا دیا گیا تھا۔ میں ان تمام چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اور ایک بار پھر بستی کی آبادی میں داخل ہو گیا۔ اب میرا رخ اس آتشیں بت کی جانب تھا جو دن میں سرخ سے چمکتے پتھر کا ایک مجسمہ نظر آتا تھا لیکن رات میں روشن ہو جاتا تھا۔ مجسمہ طویل و عریض تھا۔ اس کے قدموں میں ایک سیاہ رنگ کا چبوترہ بنا ہوا تھا، جس کے سامنے کے حصے میں قربان گاہ نظر آ رہی تھی۔ اس قربان گاہ کے سامنے ایک بڑا سا پیالہ زمین پر بنا ہوا تھا جس میں گاڑھا گاڑھا سیاہ خون جما ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہاں انسانوں کی قربانی بھی دی جاتی تھی۔ اسٹیفن براکوٹا نے یہاں کی وحشیانہ رسموں کو زندہ رکھا ہوا تھا اور ان وحشیوں کو مطمئن رکھنے کے لیے نہایت سائنٹیفک طریقے سے کام لیا گیا تھا۔ تاکہ وہ بالکل ہی اس سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ میں اس قربان گاہ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا یہاں کے مناظر دیکھتا رہا۔ کسی نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔ میری نگاہیں اس دوران ایسے لوگوں کو بھی تلاش کرتی رہی تھیں، جو میرے اندازے کے مطابق افریقہ کے باشندے نہ ہوں بلکہ ان کی شکل اپنا کر ان میں گھل مل گئے ہوں لیکن میں ایک بھی ایسا شخص تلاش نہ کر سکا تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میں ایک ایسے حصے کی جانب جا نکلا جسے بازار کہا جا سکتا تھا۔ باقاعدہ دکانیں نہیں تھیں چیزوں کے انبار جگہ جگہ لگے ہوئے تھے اور ان کے عقب میں انھیں فروخت کرنے والے موجود تھے۔ پتا نہیں

خرید و فروخت کا یہ طریقہ کس بنیاد پر تھا۔ میں جائزہ لیتا رہا۔ لوگ آتے اور اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کر لیتے۔ کوئی کسی کو کچھ دیتا اور کوئی کچھ نہ دیتا اور وہ آگے بڑھ جاتے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا نظام قائم کیا گیا ہے۔ پھر میری نگاہ ایک شخص پر پڑی۔ یہ ایک دراز قامت بوڑھا تھا جس کی گردن میں کپڑا لپٹا ہوا تھا اور لوگوں کا ہجوم اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ بوڑھا کچھ خبطی الحواس معلوم ہوتا تھا۔ مقامی ہی تھا۔ پتا نہیں لوگ اس سے کیا کہہ رہے تھے۔ وہ بار بار انھیں جھڑک دیا کرتا تھا۔ پھر اچانک ایک عورت اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ موجود تھا جو غالباً سو رہا تھا۔ عورت بوڑھے کے سامنے رک گئی۔ اور روتے ہوئے اس نے بچے کو بوڑھے کے قدموں میں ڈال دیا۔ بوڑھا ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ وہ عورت کو گھورتا رہا اور عورت روتی رہی۔ پھر اس نے بچے کو دیکھا اور اس کے بعد اس نے اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی اور انتہائی بے دردی سے بچے کے منہ میں ٹھونس دی۔ اس کے بعد وہ بچے کو اپنے پاؤں سے ایک طرف ہٹاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کیا تھا۔ عورت کے انداز سے بڑی عقیدت جھلک رہی تھی۔ وہ بچے کو گود میں اٹھا کر خوشی خوشی ایک طرف چلی گئی۔ بوڑھا کچھ قدم آگے بڑھ گیا تھا۔ دفعتاً کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں ایک دم چونک پڑا۔ پلٹ کر دیکھا تو ساقی کو پہچاننے میں دقت نہیں ہوئی۔ میرے چہرے پر ایک لمحے کے لیے مسرت و حیرت کے آثار نمودار ہوئے تھے۔

"چلتے رہو، چلتے رہو چیف۔ تماشے دیکھ رہے ہو نا۔ اس پوری بستی میں کھیل تماشے بکھرے ہوئے ہیں۔"

"تم نے اس شخص کو دیکھا؟"

"ہاں۔ یہ وچ ڈاکٹر ہے اور یہاں لوگوں کا علاج کرتا ہے بہت بڑا عالم ہے اس علاقے کا۔"

"ہوں اور لوگ اس سے عقیدت رکھتے ہیں؟"

"بہت زیادہ۔ اگر یقین نہ ہو تو ساقی سے پوچھو۔" بڈ نے کہا اور اپنے ساتھ کچھ فاصلے سے آنے والی لڑکی کی طرف اشارہ کر دیا۔

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا۔ لڑکی تقریباً اٹھارہ انیس سال کی تھی۔ بہت ہی خوب صورت جسم کی مالک اور خدوخال بھی افریقی ہونے کے باوجود دلکش تھے۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں محبت بھری مسکراہٹ تھی۔ وہ بڈ کے قریب پہنچ گئی اور بڈ افریقی زبان میں اُس سے میرے بارے میں بتانے لگا۔ لڑکی شاید بڈ

کی ٹوٹی پھوٹی زبان سمجھ رہی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے گردن ہلائی اور پھر کچھ کہا۔

"ساقی کا کہنا ہے کہ یہ وچ ڈاکٹر یہاں بہت مقبول ہے۔ لیکن اپنی مرضی سے علاج کرتا ہے۔ کسی کو قابل علاج سمجھتا ہے تو علاج کرتا ہے۔ ورنہ اژدہا اس پر چھوڑ دیتا ہے تاکہ اس کی زندگی کے تکلیف دہ لمحات مختصر ہو جائیں۔"

"اور یہ اژدہا؟"

"یہ اژدہا نہیں ہے۔ بڑی نسل کا سانپ ہے جو انتہائی زہریلا ہے۔ وہ لوگوں کو وچ ڈاکٹر کے اشارے پر کاٹ لیتا ہے اور ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔"

"تب تو وہ بڑا خطرناک آدمی ہے۔"

"صورت سے نہیں معلوم ہوتا۔ تم نے شاید اس پر غور نہیں کیا چیف۔" بڈ نے کہا۔

"میں تو تم پر غور کر رہا ہوں۔ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"ساقی سے میں نے زندگی بھر کے عہد و پیمان کر لیے ہیں۔ اس سے وعدہ کیا ہے کہ اب کبھی واپس سسلین نہیں جاؤں گا۔"

"ہوں۔ تو تم اپنی آوارگی میں مصروف ہو گئے ہو۔"

"تم کچھ بھی سمجھو چیف۔ میرا خیال ہے ہمیں بہت زیادہ دیر تک گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔"

"تم واپس کب آؤ گے؟"

"ذرا ساقی پر اپنی محبت کا مکمل اعتماد قائم کر لوں پھر واپس پہنچ جاؤں گا اور تمھارے لیے بہت سی معلومات بھی لے کر آؤں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔" بڈ نے کہا۔ اور میں نے بے پروائی سے شانے اچکا دیے۔

بڈ ساقی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڈ جہاں ہوتا، اپنے لیے تفریحات ڈھونڈ نکالتا تھا۔ اب اس لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے نہ جانے کیا کچھ کرتا رہا ہو گا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا تھا۔ اگر میں بھی یہاں پر کسی سے شناسائی پیدا کر لوں تو یہ میرے لیے مفید ثابت ہو سکتا تھا۔

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ وچ ڈاکٹر اب نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ لیکن بستی کا چکر لگاتے ہوئے ایک بار پھر وہ میری نظروں میں آ گیا۔ اور میں اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر کے وہیں کھڑا ہو گیا۔ اس کی حرکات و سکنات عجیب تھیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بستی کے مختلف گوشوں کا گشت کر رہا ہے۔ میں بھی کچھ فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے اس کی نگرانی کرنے لگا۔

تقریباً تین گھنٹے اس وچ ڈاکٹر نے بستی میں گزارے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں بڑی احتیاط سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ نہ جانے کیوں یہ وچ ڈاکٹر مجھے بے حد پُراسرار محسوس ہوا تھا۔ وچ ڈاکٹر بستی کی جھونپڑیوں کے درمیان سے نکل آیا اور اب اس کا رخ ان چٹانوں کی طرف تھا جو بستی سے کچھ فاصلے پر نظر آ رہی تھیں۔ راستے میں جگہ جگہ جھاڑیاں اور درخت موجود تھے اور ان کی آڑ میں اس شخص کا تعاقب کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں ان کی آڑ لیتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ پہاڑی ٹیلوں کا وسیع و عریض سلسلہ قریب آ گیا تو میں نے دیکھا کہ اکثر ٹیلوں کے دامن میں غاروں کے دہانے موجود تھے۔ میں اس کی نگاہوں سے بچنے کے لیے اب ٹیلوں کی آڑ لے رہا تھا۔ بعض اوقات مجھے چند لمحات کے لیے روپوش بھی رہنا پڑتا تھا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب میں ٹیلے کی آڑ سے نکلا، تو وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ میں نے پریشانی سے ادھر اُدھر دیکھا، پھر ایک ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن وچ ڈاکٹر کا کہیں پتا نہیں تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹیلوں میں موجود کسی غار میں داخل ہو گیا ہے۔ اس سے زیادہ جستجو کرنا میرے لیے مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر تک میں ان ٹیلوں کے اطراف میں چکر لگاتا رہا اور پھر واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے

سے اسے بستی سے ہی گزرنا پڑا تھا۔ لیکن جب ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر میں نے بستی کی طرف دیکھا تو مجھے اپنی داہنی سمت ایک پگڈنڈی سی نظر آئی جو خاصی دور تک چلی گئی تھی اور یہ راستہ ایک دوسرے جنگل جیسے کے درمیان سے ہوتا ہوا ہمارے پڑاؤ تک پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی طرف سے سفر کا آغاز کر دیا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد ہی مجھے احساس ہوا کہ میں نے پہلے لوگوں کے پاس پہنچنے کا جو پروگرام بنایا تھا، وہ غلط تھا۔ یہ راستہ سیدھا نہیں جاتا تھا بلکہ کافی ٹیڑھا میڑھا ہو کر گزر رہا تھا۔ اطراف میں درخت پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان درختوں کے درمیان سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے پیچھے پلٹ جانا چاہیے۔ اور سیدھے راستے سے اپنے پڑاؤ کا رخ کرنا چاہیے۔ ابھی میں واپس پلٹا ہی تھا کہ بائیں سمت مجھے ایک چھوٹی سی جھیل نظر آئی جو گھاس کے درمیان گھری ہوئی تھی۔ بے اختیار ہی میرے قدم اس جھیل کی جانب بڑھ گئے تھے اور پھر انتہائی تعجب سے میں نے اس لڑکی کو دیکھا جو جھیل کے پانی سے باہر نکل رہی تھی۔ اس کے بدن پر مقامی لوگوں کی طرح پورا لباس نہیں تھا اور اس کا چہرہ بھی یہاں کے باشندوں سے مختلف تھا۔ خدوخال میں ایک نمایاں تبدیلی پائی جاتی تھی۔ انتہائی تیکھے نقوش تھے۔ آنکھوں میں بھی بھوری بھوری چمک نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ لیا تھا اور حیران سی نگاہوں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ میں بے اختیار اس کی جانب چل پڑا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ تب لڑکی نے نامانوس زبان میں کچھ الفاظ کہے اور میں احمقوں کی طرح اس کی شکل دیکھتا رہا۔ لڑکی بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ پھر اس نے ایک جملہ کہا جس نے مجھے شدید حیرت کا شکار کر دیا۔

"کیا بے وقوفوں کی طرح دیکھ رہا ہے، احمق کہیں کا۔"

حیرت مجھے اس لیے ہوئی تھی کہ یہ جملہ انگریزی زبان میں ادا کیا گیا تھا اور انگریزی بھی نہایت عمدہ تھی۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکی کا تعلق کسی نہ کسی طرح اسٹیفن براکوڈا سے ہو سکتا ہے اور اس کے انگریزی بولنے کی یہی وجہ ہے۔ چنانچہ میں نے لمحہ بھر میں ایک فیصلہ کر لیا اور انگریزی ہی میں اسے مخاطب کیا۔ "تم نے پہلے جو زبان استعمال کی تھی، وہ میرے لیے نامانوس تھی۔"

لڑکی کا چہرہ مجھ سے زیادہ حیرت زدہ ہو گیا۔ "اوہ! تم... لیکن تم... میں تو تمہیں نہیں جانتی..."

"لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہو میرے بارے میں؟" اس نے سوال کیا۔

"یہی کہ تم انتہائی حسین لڑکی ہو۔" میں نے انگریزی میں جواب دیا۔

اس کا انگریزی بولنے کا انداز انتہائی نفیس تھا۔ مجھے بہت پسند آیا تھا۔ میرے اس جواب پر وہ ہنس پڑی۔ "یہ تو کوئی جواب نہیں ہوا، حیرت کی بات تو یہ ہے کہ تم اس علاقے میں نظر آنے کے باوجود اتنی عمدہ انگریزی بول رہے ہو۔"

"یہی حیرت مجھے بھی تمہیں دیکھ کر ہوئی ہے۔"

"میری بات مختلف ہے۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"علی۔" میں نے جواب دیا۔

"اے لی... کیا تم موزیل کے آدمی ہو؟ موزیل کے لوگوں میں تو تمہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا؟"

"اب اس میں میرا کیا قصور ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا تم موزیل ہی کے آدمی ہو؟" لڑکی کی مسکراہٹ اچانک رخصت ہو گئی۔

"اور اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں تو؟"

"تو میں تمہاری بات کا یقین نہیں کروں گی۔"

"اور اگر تمہیں یہ یقین آ جائے کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں تب تو؟"

"پتا نہیں تم کیسی گفتگو کر رہے ہو۔" اس نے کہا اور پلٹ کر واپس چل دی۔

"سنو! یہ غلط بات ہے۔ تم نے مجھ سے میرا نام پوچھ لیا لیکن اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ میں کسی سے زیادہ دوستی نہیں رکھتی، یہ میرے باپ کا حکم بھی ہے۔"

"پھر بھی کم از کم اپنا نام تو تمہیں بتانا ہی چاہیے... جبکہ تم نے مجھ سے میرا نام پوچھا ہے۔"

"عجیب آدمی ہو۔ میرا نام اینا ہے۔"

"اور تمہارے باپ کا نام؟"

"اس کا نام، اس کا نام ہونڈو ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"اینا ہونڈو۔" میں نے کہا۔ "اینا! اگر میں تمہیں واقعی یقین دلا دوں کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں، تو تمہارا رویہ میرے ساتھ کیا ہو گا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"لیکن میں جاننا چاہتا ہوں۔"

لڑکی چند لمحے مجھے گھورتی رہی۔ پھر یکبارگی ہنس پڑی۔ "بس اب جاؤ، میرا وقت مت برباد کرو۔"

"کمال ہے، کم از کم زبان کے رشتے سے تو ہم دونوں کو دوست ہو جانا چاہیے تھا۔"

"لیکن میں موزیل کے کسی آدمی سے گفتگو نہیں کر سکتی۔"

"میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں، اس بات پر یقین کر لو۔" میں نے جواب دیا۔

وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی۔ "موزیل کے آدمی نہیں ہو تو اس علاقے میں یہاں کیوں ہو؟"

"اس کا جواب ذرا تفصیل ہی سے دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تم میرے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا پسند کرو... اب دیکھو نا، تم اتنی عمدہ انگریزی بول رہی ہو لیکن تمہارا لباس یہاں کے لوگوں کا سا ہے۔ مگر تمہارا چہرہ یہاں کے لوگوں کا سا نہیں ہے۔ یہاں کوئی بھی تمہارا مدمقابل نہیں ہو سکتا۔ کیا تم اس علاقے کی سب سے حسین لڑکی نہیں ہو؟"

"اوہ... نہیں، موزیل کی دوسری لڑکیاں بھی ہیں۔ وہ سب یہاں کی نہیں ہیں، یہاں کے باشندوں کے خدوخال واقعی خراب ہوتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں نے کہا نا اینا... اور بس اس سے زیادہ میں تم سے گفتگو نہیں کر سکتی۔" لڑکی نے جواب دیا اور تیز قدموں سے واپس چلی گئی۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا لیکن بہت سے سوالات میرے ذہن میں چکرانے لگے تھے۔ لڑکی جب نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ موزیل، موزیل۔ میرے ذہن میں یہی لفظ گونج رہا تھا۔ پھر میں واپس اس جگہ پہنچا جہاں سے سیدھا راستہ اختیار کیا جا سکتا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے درمیان پہنچ گیا۔

پروفیسر جوناتھن بھی اس وقت موجود نہیں تھا۔ باقی لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی، چنانچہ میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے سوالات چکرا رہے تھے۔ لڑکی کی طرف میں جس ارادے کے تحت بڑھا تھا، وہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن میں نے یہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے دوبارہ تلاش کروں گا۔ ممکن ہے لڑکی میرے لیے کارآمد ثابت ہو۔ اس کے انداز سے کسی قدر معصومیت کا اظہار ہوتا تھا لیکن ہونڈو کی بیٹی اینا آخر ہے کون؟ اور یہ موزیل... موزیل کون ہے؟

موزیل کا مسئلہ بڈھے کی آمد پر حل ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے عقب سے مجھے مخاطب کیا تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بڈھے... تو تمہیں اپنی مجبوری سے چھٹکارا مل گیا؟"

"ہاں چیف، اجازت لے کر آیا ہوں۔ رات کو پھر اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"جلدی بازی سے جاؤ گے۔"

"اگر مارا بھی جاؤں چیف، تو تمہارے لیے کچھ نہ کچھ کر کے ہی جاؤں گا، اطمینان رکھو... میں کچھ معلومات حاصل کر کے آیا ہوں۔"

"کیسی معلومات؟ اس طرف آ جاؤ۔" میں نے کہا اور بڈھا قریب آ کر میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ "ہاں... اب بتاؤ کیا معلوم ہوا ہے؟"

"بہت کچھ معلوم ہوا ہے چیف، یہاں قربانی کی رسم بھی ادا کی جاتی ہے لیکن قربان صرف وہ لوگ کیے جاتے ہیں جو کسی بھی طرح اسٹیفن براکوڈا کے مخالف ہوتے ہیں اور یہ بات شاید تمہیں معلوم کر کے حیرت ہو کہ اسٹیفن براکوڈا کو یہاں موزیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"اوہ..." میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ "تو مقامی باشندے اسے موزیل کہتے ہیں؟"

"ہاں... احترام سے، پیار سے، محبت سے اسے موزیل ہی کہا جاتا ہے۔"

"وہ یہاں کس حیثیت سے رہتا ہے؟"

"ایک عظیم دیوتا کی حیثیت سے جس کی زیارت مرتبہ اس وقت ہوتی ہے جب کوئی قربانی دی جاتی ہو یا کوئی خاص مسئلہ سامنے آئے۔" بڈھے نے جواب دیا۔

"اور یہ تمام معلومات تمہیں سانی سے حاصل ہوئی ہیں؟"

"واہ چیف، تم نے اس کا نام خوب یاد رکھا۔"

"ہاں، آخر وہ تمہاری محبوبہ تھی، کیوں نہ یاد رکھتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن... موزیل رہتا کہاں ہے؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ پہاڑوں ہی میں کہیں رہتا ہے لیکن کہیں بھی، کسی بھی جگہ نمودار ہو جاتا ہے۔ بس یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین نے منہ کھولا ہو اور موزیل اس میں سے برآمد ہو گیا ہو۔"

"گویا اس کی کوئی رہائش گاہ نہیں ہے؟" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں ہو گی چیف، لیکن آہستہ آہستہ ہی معلوم ہو گا، بشرطیکہ تم مجھے سانی کے ساتھ وقت گزارنے کی اجازت دے دو۔"

"وقت گزارنے کی اجازت دے سکتا ہوں بڈھے، لیکن زندگی گزارنے کی نہیں۔"

"کمال کرتے ہو چیف، یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں یہاں زندگی گزار دوں گا۔" بڈھے نے ہنستے ہوئے کہا اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ بڈھے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں چیف۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ میں رفتہ رفتہ بہت کچھ معلوم کر لوں گا۔"

"میں تمہاری اس رفتہ رفتہ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر جاری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں پروفیسر

جوناتھن کے بارے میں سوچنے لگا تھا جو بھوت کی طرح غائب ہو گیا تھا۔

پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے سر ابھارا تو بڈ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ اُسے اپنی محبوبہ کے پاس پہنچنا تھا۔ پروفیسر جوناتھن کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا چنانچہ میں بھی آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اور نہ معلوم کب مجھے نیند آ گئی۔

دوسری صبح ان میں سے کسی کا انتظار کیے بغیر میں اس چھوٹی سی جھیل کی جانب چل پڑا جو پچھلے دن دیکھ چکا تھا۔ جب میں جھیل کے نزدیک پہنچا تو تقریباً نو بجے تھے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ لڑکی جھیل میں پیراکی کر رہی تھی۔ غالباً یہ کام بھی اس کے روزانہ کے معمولات میں سے ایک تھا۔ اس نے جو لباس اس وقت پہنا ہوا تھا وہ پیراکی کے لیے موزوں تھا۔ اس کا لباس بھی میرے لیے حیرت کا سبب تھا۔

میں جھیل کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ وہ پانی میں کسی مچھلی کی مانند تیر رہی تھی اور بے حد حسین لگ رہی تھی۔ بھیگے ہوئے بال شانوں سے چپٹے ہوئے تھے۔ یکبارگی اس نے سر ابھار کر مجھے دیکھا تو اس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی اور پھر وہ تیرنا بھول کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں خاموشی سے ہاتھ باندھے کھڑا مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

دفعتاً وہ تیر کی طرح کنارے کی طرف آئی اور غصیلے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تم سے ملاقات کرنے۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر میں... تم سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"کیوں۔ کوئی غلطی ہو گئی ہے مجھ سے؟"

"نہیں۔ میں اجنبیوں سے بے تکلفی کی قائل نہیں ہوں۔"

"لیکن میں ساری رات تمہیں خواب میں دیکھتا رہا ہوں۔" میں نے نہایت معصومیت سے افسردہ لہجے میں کہا۔

"کیوں دیکھتے رہے ہو۔ پاگل ہو تم۔"

"ہاں شاید... تمہارا عاشق ہو گیا ہوں۔"

"اوہ! حماقت کی باتیں مت کرو۔ کیوں مصیبت کا شکار ہونا چاہتے ہو۔ میں کہتی ہوں موزیل کو اگر یہ بات معلوم ہو گئی تو جانتے ہو تمہارا کیا حشر ہو گا؟"

"جو بھی ہو... مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے موزیل کے آدمیوں سے نفرت ہے۔ میرا باپ بھی ان سے نفرت کرتا ہے۔ مجھے اب تم اس کے بدلے میں ہم دونوں کو چاہے موت کے گھاٹ اتار دو لیکن میں تو حقیقت کہتی ہے حالانکہ میرا باپ کہتا ہے کہ مجھے سب سے گریز کرنا چاہیے لیکن تم خود سوچو میں سب سے گریز کیسے کر سکتی ہوں۔"

"کیا تمہارا باپ موزیل کے آدمیوں کو پہچانتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ وہ وچ ڈاکٹر ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے اس کے پاس لے چلو۔ اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں موزیل کا آدمی ہوں تو پھر تم لوگ میرے ساتھ جو سلوک چاہے کر سکتے ہو۔"

لڑکی میری اس پیشکش پر تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "اگر تم موزیل کے آدمی نہیں ہو تو پھر انگریزی کیسے بول لیتے ہو؟"

"یہ بات میں تمہارے باباجی کو بتاؤں گا۔"

"تو پھر چلو۔ مگر ٹھہرو کیا تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"نہیں... تم چاہو تو میری تلاشی لے سکتی ہو۔"

"نہیں... میں تمہارے بدن کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔"

لڑکی مجھے ایک راستے پر لے چلی جو درختوں کے درمیان سے ہو کر گزرتا تھا۔ دور سے دیکھنے پر یہ درخت بالکل آپس میں جڑے ہوئے محسوس ہوتے تھے اور یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے درمیان سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں ہو گا لیکن پیچھے ہی پیچھے کافی جگہ تھی۔ اوپر درختوں کی شاخوں نے آپس میں گتھ کر چھت کی سی شکل اختیار کر لی تھی۔ ہم اس درختوں کی سرنگ سے گزرتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔

اس سفر کا اختتام ایک ایسے جھونپڑے پر ہوا تھا جو زمین سے صرف چار فٹ اونچا تھا لیکن جب ہم اس کے چھوٹے سے دروازے سے گزر کر اندر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اندر سے گہرا تھا اور اس طرح اس کی چھت کافی بلند ہو جاتی تھی۔ اس حیرت انگیز جگہ پہنچ کر میں نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا اور لڑکی نے ایک اندھیرے سوراخ کی طرف اشارہ کیا جو یقیناً کسی پتھریلے غار کا دہانہ تھا گویا یہ جھونپڑا تو درحقیقت تھا۔ میں اس سے اندر داخل ہوا اور ایک بڑے وسیع و عریض ہال نما غار میں پہنچ گیا جہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اور اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں حالانکہ لڑکی نے کہا تھا کہ اس کا باپ وچ ڈاکٹر ہے لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں دوبارہ اس شخص کو دیکھوں گا جسے میں بستی میں دیکھ چکا تھا یعنی وہ جو گلے میں سانپ ڈالے ہوئے تھا اور جس نے ایک بوڑھی عورت کے بیٹے کو دوبارہ زندگی بخش دی تھی۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات چھٹے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

چھٹا حصہ
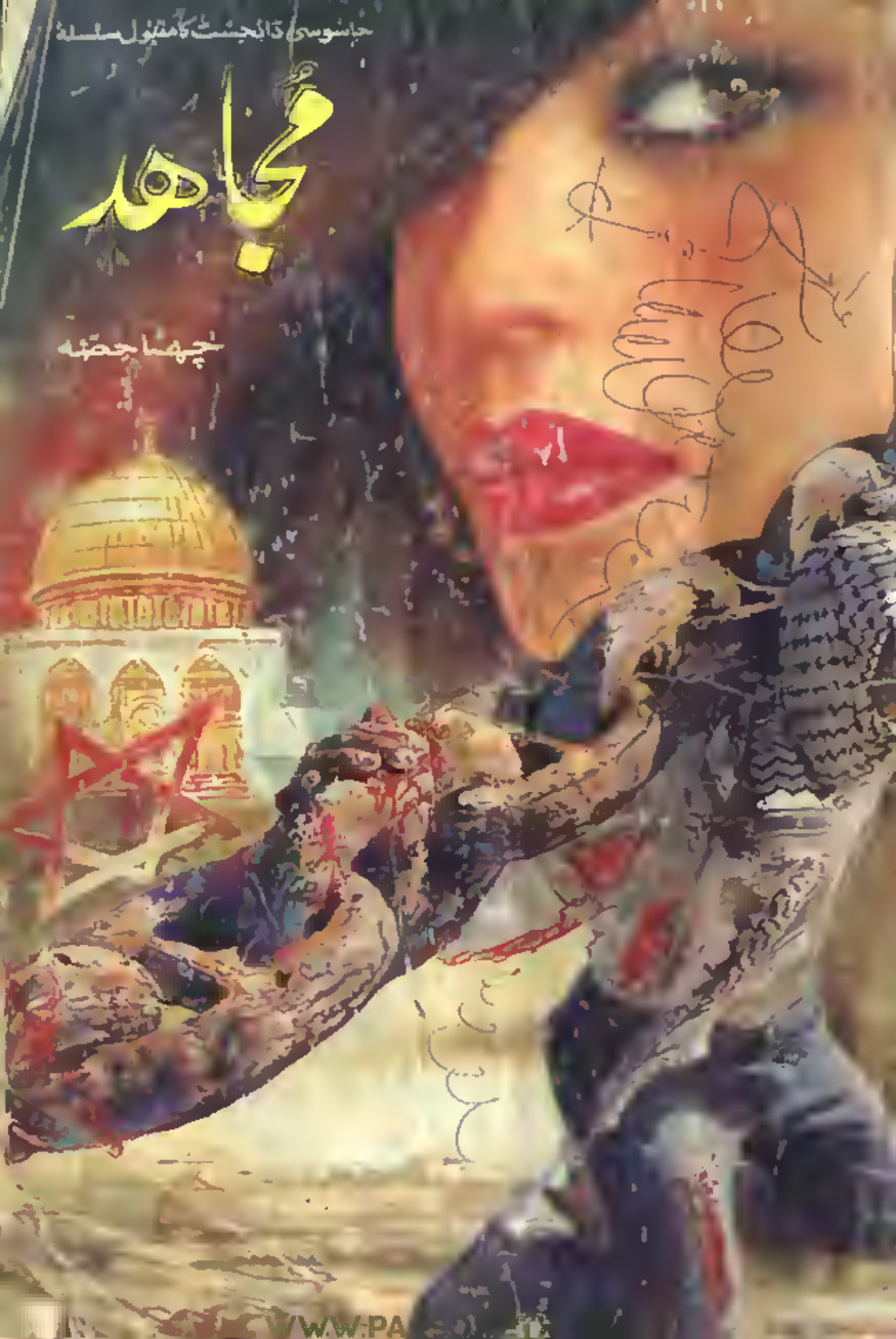
ایک راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ

ایک ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا خوں رنگ فسانہ

وچ ڈاکٹر نے غور سے مجھے دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے انگریزی زبان میں پوچھا: "کیا بات ہے اینا! تم اسے یہاں کیوں لائی ہو؟"

"تم اس کے سامنے انگریزی بول رہے ہو بابا، جبکہ یہ خود بھی انگریزی زبان سے اچھی طرح واقف ہے۔"

بوڑھا چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے میرے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹولا اور چند لمحات اس طرح مجھے ٹٹولتا رہا جیسے اندھا ہو۔ اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ گیا اور متحیرانہ انداز میں بولا۔ "کون ہو تم؟"

"اجنبی ہوں، اپنا نام بتا چکا ہوں، میرا نام بالی ہے۔"

"لیکن اس سے پہلے تو تمہیں بونیکا میں نہیں دیکھا گیا؟"

"ہاں... اس سے پہلے مجھے بونیکا میں نہیں دیکھا گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"کون ہو...؟ اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ ورنہ مصیبت کا شکار ہو جاؤ گے۔"

"اینا نے مجھ سے کہا ہے مسٹر جونڈو کہ تم موزیل سے نفرت کرتے ہو۔" میں نے کہا اور اینا خوف زدہ ہو کر دیوار سے جا لگی۔

بوڑھا اینا کو گھورنے لگا تھا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بے وقوف ہے، اپنے جذبات کا اظہار سرعام کرتی ہے، لیکن نوجوان دوست، ہم سب موزیل کے غلام ہیں۔ اگر یہ لڑکی اپنی معصومیت میں ایسی احمقانہ بات کرتی ہے تو بھلا اس کی کیا حیثیت، کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟"

"کاش اس بات میں حقیقت ہوتی۔"

"کیا مطلب...؟"

"کاش تم موزیل کے دشمن ہوتے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا؟"

"میرے اور تمہارے درمیان اشتراک ہو جاتا اور ہم دونوں مل کر وہ کرتے جو بونیکا کے باشندوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔ اگر تم موزیل کے آدمی نہیں ہو تو مجھے اپنی اصلیت بتاؤ، تم کون ہو اور کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟"

"اور اس کے بعد تم مجھے قتل کر دو... کیوں؟"

"نہیں... ایسا نہیں ہوگا۔" بوڑھے کے لہجے میں ایک عجیب سی سختی تھی۔

میں دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "پہلے میرے سوالات کا جواب دو مسٹر جونڈو۔ اس کے بعد میں تمہارے ہر سوال کا جواب تمہیں دوں گا۔"

"دیکھو! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ دھوکے سے مجھ سے گفتگو کر کے یہاں سے زندہ نکل جاؤ گے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ

یہاں تم تنہا ہو اور موزیل کو کبھی پتا نہیں چل سکے گا کہ اس جھونپڑے میں کسی کا قتل ہوا اور اسے دفن کر دیا گیا۔ یہ صاحب دیکھ رہے ہو؟" بوڑھے نے کہا۔ اور خنجر صاحب کو اپنے بدن سے کھول کر نیچے پھینک دیا۔

میں چونک پڑا تھا۔ میں نے جلدی سے صاحب کی زد سے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی لیکن صاحب میری طرف آنے کے بجائے دروازے کی جانب چل پڑا تھا اور پھر دروازے پہ پہنچ کر اس طرح پھنکار کر کھڑا ہو گیا کہ جیسے اب کسی کو دروازے سے گزرنے نہیں دے گا۔

بوڑھے کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہ تمہیں یہاں سے جانے سے روکے گا اور تمہاری کسی بھی غلط حرکت پہ میری مدد کرے گا۔"

"مسٹر ہوندو آپ یقین کر لیں کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو؟"

"اگر میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میں اس کے دشمنوں میں سے ہوں تو؟" میں نے سوال کیا۔

"موزیل کے آدمیوں میں سے کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ تم جانتے ہو یہ کہنے والے کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لیے کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔" میں نے کہا۔

بوڑھا خاموشی سے میری آنکھوں میں دیکھتا رہا اور تقریباً دو یا تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔ اس نے ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکائی تھیں اور میری آنکھیں بھی نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں سے جا ملی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے سنجیدہ انداز میں کہا۔ "اگر تم موزیل کے آدمی نہیں ہو تو پھر کون ہو؟ بیٹھو... آؤ ذرا مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ۔ یہ صاحب تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اور یہ بات بھی سن لو کہ تم جو کوئی بھی ہو میں تمہیں زندگی کی ضمانت دیتا ہوں اور میں جھوٹا انسان نہیں ہوں۔"

"اپنے بارے میں بتانے سے پہلے میں تم سے چند سوالات ضرور کروں گا ہوندو۔"

"چلو پوچھو ہندی آدمی کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"وچ ڈاکٹر ہوں... جونیکا کا۔"

"وہ تو ہو... لیکن اینا مقامی لڑکی نہیں ہے۔"

"ہاں... یہ اپنی ماں کی بیٹی ہے۔"

"کیا مطلب ہوا تمہاری اس بات کا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سنو تو ہیں الا اگر سننا ہی چاہتے ہو تو تفصیل سے سنو۔ میرا نام ہوندو ہی ہے۔ بچپن میں افریقہ کے کسی قبیلے میں رہتا تھا۔ کہاں؟ مجھے یاد نہیں۔ اغوا کر لیا گیا اور غلاموں کے سفید فام سوداگر مجھے یہاں سے لے گئے۔ اس کے بعد میں مختلف ہاتھوں میں پرورش پاتا رہا۔ جوان ہوا تو ایک نیک اور مہربان آدمی کے گھر میں تھا جس نے مرتے ہوئے مجھے اس گھر کی تمام ذمے داری سونپ دی تھی۔ میں یہ کام خوبی اپنی تمام ذمے داریاں پوری کرتا رہا لیکن اینا کی ماں کیتھرائن مجھ سے محبت کرنے لگی تھی۔ وہ ایک حسین لڑکی تھی جبکہ میں افریقہ کی روایتی شکل و صورت کا مالک تھا لیکن وہ مجھ سے اس طرح متاثر ہوئی تھی کہ خود ہی میرے سامنے اظہارِ محبت کر بیٹھی۔ اس نے رو رو کر مجھ سے کہا کہ اگر میں نے اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کیا تو وہ خودکشی کر لے گی۔ مجبوراً اس شخص کے بڑے احسانات تھے اور پھر کیتھرائن بہت اچھی لڑکی تھی چنانچہ میں نے اس سے شادی کر لی اور عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ ہماری زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی پھر اینا پیدا ہو گئی۔ اس کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد میں ایک ایسے شخص کے جال میں پھنس گیا جو بے حد خطرناک تھا۔ اس شخص کا نام اسٹیفن براکوڈا تھا۔ ایک جرائم پیشہ جو آہستہ آہستہ بہت بڑا جرائم پیشہ بن گیا۔ اس نے اس طرح میرے ساتھ چالیں کی تھیں کہ میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو کر رہ گیا۔ براکوڈا نے مجھے ایک مخصوص شعبے سے متعارف کرایا۔ وہ خود ایک بہت بڑا ڈاکٹر اور کیمیا داں ہے۔ جڑی بوٹیوں سے طرح طرح کے علاج کرتا ہے۔ اس نے یہ شعبہ میرے سپرد کر دیا اور میں اس کے ساتھ کام کرنے لگا۔ وہ تو عجیب و غریب انسان تھا۔ جڑی بوٹیوں کی مدد سے وہ منشیات کشید کیا کرتا تھا اور منشیات کا یہ کاروبار عظیم پیمانے پر پھیلا ہوا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی قتل و غارت گری اور دہشت گردی بھی اس کا پیشہ تھا۔ میں بطور اس کے ساتھ منسلک رہا اور گردن تک جرائم کی اس دلدل میں غرق ہو گیا۔ اسی دوران کیتھرائن مجھ سے جدا ہو گئی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ مجھ پہ اینا کی پرورش کی ذمے داری بھی آ پڑی تھی۔ پھر اسٹیفن براکوڈا کے ساتھ مجھے بھی افریقہ کے اس حصے میں آنا پڑا۔ میں اس کے لیے ہر وہ کام کرتا تھا جس کا وہ خواہش مند ہوتا تھا۔ چنانچہ یہاں آ کر اس نے مجھے وچ ڈاکٹر بنا دیا۔ افریقی زبان میں اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ میں ان لوگوں میں گھل مل گیا اور اب طویل عرصے سے میں یہاں وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے رہ رہا ہوں۔ لیکن میں دل سے تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں قیدی ہوں۔ ایک بے بس قیدی جسے براکوڈا کی مرضی پر چلنا ہوتا ہے اور اگر میں اس کی مرضی پہ چلنے سے انکار کر دوں تو یہ بچی اینا کو مجھ سے جدا کر دیا جائے۔ اس کی دھمکیاں اسٹیفن براکوڈا کئی بار مجھے دے چکا ہے۔ یہ ہے میری مختصر سی داستان اور اسی لیے اینا بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔ جسے موزیل کہا جاتا ہے مقامی لوگ اسے موزیل کے نام سے پکارتے ہیں۔ میری کہانی تم نے سن لی نوجوان! لیکن میرے دل کے اضطراب کا شاید تمہیں اندازہ نہ ہو۔ اگر تم نے اپنے بارے میں نہیں بتایا تو یقین کرو میں انسان سے جانور بن جاؤں گا۔"

"نہیں بڑے ہوندو! تمہیں جانور بننے کی ضرورت نہیں۔ میں نے تمہاری کہانی پہ پوری طرح یقین کر لیا ہے اور میں تمہیں اپنے بارے میں وہ سب کچھ بتا دوں گا جو شاید کوئی مجھ سے کبھی نہیں پوچھ سکتا تھا، خواہ وہ میرے بدن کی پوری کھال اتار دیتا۔"

ہوندو حیرت سے مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔ "تم یہ بتاؤ آخر ہو کون؟"

"اسٹیفن براکوڈا کا بدترین دشمن اور اس کی ہلاکت کے لیے یہاں آنے والا۔" میں نے کہا۔

ہوندو کے چہرے پہ عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ دفعتاً اس نے زمین کو انگلی سے دو تین بار کھٹکھٹایا۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن پھر فوراً ہی میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ دروازے پہ چوکیدار کی طرح مستعد سانپ اچھل کر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا آیا اور ہوندو کے قریب پہنچ گیا۔ ہوندو نے اسے حسبِ سابق اپنے بدن سے لپیٹ لیا۔

"جو کچھ تم نے کہا ہے وہ انتہائی حیرت انگیز اور خوفناک ہے۔ نہ صرف تمہارے بلکہ میرے لیے بھی انتہائی خوفناک۔" چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد ہوندو نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔ "میں نے جو کچھ کہا ہے خوب سوچ سمجھ کر کہا ہے۔"

"ہوں۔ کیا نام بتایا تم نے اپنا ڈیئر؟"

"علی۔" میں نے مختصراً کہا۔

"تو ڈیئر علی احمد اسٹیفن براکوڈا کے دشمن کیوں ہو؟"

"تفصیل ہی بتانا مقصود ہے تو پھر تم سے کوئی بات کیوں چھپائی جائے۔ لارڈ آف کروزل کا نام سنا ہے؟"

"تو تمہارا تعلق لارڈ آف کروزل سے ہے؟"

"ہاں۔ میں عربوں کے مفاد میں لارڈ آف کروزل ہی کے لیے کام کر رہا ہوں اور یہ بات ہمارے علم میں آ چکی ہے کہ اسٹیفن براکوڈا لارڈ آف کروزل پر حملے کے لیے قبیلوں کو جمع کر رہا ہے۔ ہمیں اس کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔"

"ہمیں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"ہمیں سے میری مراد تقریباً نو سو افراد سے ہے جو یہاں مسلح موجود ہیں۔"

"اوہ! وہ کس طرح؟" ہوندو نے سوال کیا۔ اور میں ہوندو کو تفصیلات بتانے لگا۔

ہوندو اگر یہ سمجھتا تھا کہ میں یہاں تنہا ہوں اور وہ مجھے ہلاک کر دے گا تو مجھے بھی اپنے خدا پہ اعتماد تھا کہ اگر ہوندو میرے لیے خطرناک نکلا تو میں اسے اس سانپ سمیت ہلاک کر سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت اندر سے یہ آواز آ رہی تھی کہ ہوندو غلط انسان نہیں ہے اور اسے اپنے ساتھ شامل کرنا میرے لیے نیک فال ثابت ہو گا۔

مجھ سے تفصیل سننے کے بعد ہوندو دیر تک گردن جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پہ کشمکش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے خود ہی اس سے سوال کیا۔ "کس سوچ میں ڈوب گئے ہوندو؟"

"بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے تم نے مجھے مسٹر علی! سوچ رہا ہوں کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آیا اسٹیفن براکوڈا کو تمہارے بارے میں اطلاع دے کر اس کی نگاہوں میں عزت اور اعتماد حاصل کروں یا زندگی کے اس بھیانک راستے کی جانب تمہارے ساتھ قدم بڑھاؤں جو موت کا راستہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ یقین کرو نوجوان دوست! مجھے اپنی زندگی کی بالکل پروا نہیں ہے لیکن کیتھرائن جاتے وقت جو ذمے داری میرے سپرد کر گئی ہے، میں اسے پوری حسن و خوبی پورا کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی بچی کو بہتر مستقبل کی جانب گامزن دیکھنا چاہتا ہوں۔ اینا میری زندگی کا اوّل و آخر ہے اور اگر میں اسے ایک حسین زندگی دینے میں کامیاب ہو گیا تو سمجھوں گا کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔"

"لیکن ہوندو! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اسٹیفن براکوڈا کے چکر میں پھنسنے کے بعد تمہارے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا۔ تمہیں اور تمہاری بچی کو جس جہنم میں ڈال دیا گیا ہے اس جہنم سے نکلنا آسان کام نہیں ہو گا۔ اسٹیفن براکوڈا جب تک زندہ ہے تمہیں اپنے جال میں پھانسے رکھے گا۔ اس قسم کے مجرموں کے بارے میں کم از کم تمہیں اس بات کا اندازہ بھی ہو گا کہ جب یہ کسی کو اپنا مکمل رازدار بنا لیتے ہیں تو پھر اس کی زندگی میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا ہوندو کہ تم... تم اسٹیفن براکوڈا سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرو؟"

"میں...؟" ہوندو بے بسی کے انداز میں ہنسا۔ "کیا یہ میرے لیے ممکن ہے کہ میں اسٹیفن براکوڈا سے نجات حاصل کر سکوں؟"

"ہاں! ممکن ہے۔ مقصد کے حصول کے لیے محنت اور

جہت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کے کسی بھی انسان کو تم نے اس وقت تک کامیابی کی طرف سفر کرتے دیکھا ہے جب تک وہ اس کے لیے زندگی کی بازی نہ لگا دے؟"

ہوندو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا: "میں خود بھی اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میں جرم کی دنیا کا انسان نہیں ہوں۔ جڑی بوٹیوں کی تحقیق میں مجھے کافی مہارت حاصل ہو چکی ہے اور نوجوان تم یقین کرو کہ جڑی بوٹیاں اپنے اندر حیرت انگیز اثرات رکھتی ہیں۔ ان کا علم بڑا دلچسپ اور انوکھا ہے۔ میں اس سلسلے میں اسٹیفن براکوڈا کو بہت بڑا آدمی سمجھتا ہوں کہ جڑی بوٹیوں کی تحقیق میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا اور اسی کی بنیاد پر اس نے بہت سے کام کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ایسے لوگوں کو اپنے جال میں پھانسا ہوا ہے جو بہترین قسم کے سائنسدان ہیں۔ وہ اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ تم خود سوچو کہ افریقہ کے یہ نیم وحشی قبائل بلکہ وحشی قبائل جن میں بیشتر ایسے ہیں جنھوں نے زندگی میں جنگلوں اور پہاڑوں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، جنگلی جانوروں کا شکار کرنا اور خود ان کا شکار ہونا ہی ان کی زندگی کا معمول رہا ہے، اگر ان کے سامنے ایسے عجوبے پیش کر دیے جائیں جو تم شاید لونیکا میں دیکھ چکے ہو تو کیا وہ ان عجوبوں کے زیر اثر نہیں آ جائیں گے۔ ہاں... وہ ان عجوبوں کے تحت دنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں۔ قربانی کی رسم ان لوگوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اور ہمارا ہوا تو ان کی زندگی میں بڑی نمایاں قدریں رکھتا ہے۔ چنانچہ اسٹیفن براکوڈا نے یہاں قربانی کی رسم بھی رائج کر رکھی ہے اور ان لوگوں کو وہ بت کے سامنے چڑھا دیتا ہے جو کسی بھی طرح اس کی مرضی کے خلاف چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قربانی کے لیے بہترین تصور کیے جاتے ہیں۔ بہر طور اگر تم اپنے طور پر یہ کارروائی کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی اپنا شریک سمجھو۔ میں تمھاری اس جدوجہد میں شامل ہونے کے لیے تیار ہوں۔ ایک بے بس اور تنہا انسان کبھی کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر تم اپنے ساتھ ایک معقول تعداد جاں نثاروں کی رکھتے ہو اور منظم طریقے سے یہ کام کرنا چاہتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تم ہوندو کو اپنا ساتھی سمجھو۔ اور سنو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ اس پر شک نہ کرنا ورنہ مجھے دکھ ہو گا۔"

"نہیں ہوندو... میں نے بھی تمھیں اپنی زندگی کے سب سے اہم راز سے صرف اس لیے آگاہ کیا ہے کہ میرا دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ تم میرے لیے ایک اچھے انسان ثابت ہو گے۔"

"چھوڑو اب ان تمام باتوں کو۔ ہمارے درمیان ابتدائی گفتگو مکمل ہو چکی ہے۔ یہ بتاؤ یہاں آنے کے بعد اب تک تم نے جو جائزہ لیا، اس میں سے اپنے لیے راستہ بنانے کی کیا گنجائش نکالی ہے؟"

"ابھی تک تو کچھ نہیں ہوندو! میں صرف جائزہ ہی لے رہا ہوں اور جائزہ لیتے ہوئے ہی تم تک پہنچا ہوں۔"

"تمھارے پاس تقریباً کتنے افراد ہیں اور تم کتنے ہو؟ یہ مسلح ہیں۔ حالانکہ مسلح لوگوں کی آمد پر یہاں خاص طور سے نگاہ رکھی جاتی ہے۔ افریقی قبائل اپنے روایتی ہتھیار لے کر تو یہاں آ سکتے ہیں لیکن اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی جبکہ اسٹیفن براکوڈا کے پاس بہترین آتشیں ہتھیاروں کے ذخائر موجود ہیں۔"

میں نے ہوندو کو بتایا کہ ہم ہتھیاروں کو کس طرح نئی شکل دے کر یہاں تک لائے ہیں۔

ہوندو نے دلچسپی سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا: "واہ! میں تو ان ہتھیاروں کو دیکھنے کا اشتیاق اپنے دل میں پا رہا ہوں۔"

"ابھی ان باتوں کو چھوڑو ہوندو! مجھے یہ بتاؤ کہ اسٹیفن براکوڈا نے جو سونے کا بت تیار کیا ہے، وہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟"

"وہ سونے کا بت نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص قسم کی دھات سے بنایا گیا ہے جس کا اوپری حصہ جیسے پتھر کا بنا ہوا محسوس ہوتا ہے لیکن اس دھات کے نیچے اسٹیفن براکوڈا نے انتہائی مہارت سے یہ انتظامات کر رکھے ہیں کہ وہ اندر سے روشن ہو جائے۔ بہت سے جنریٹر یہاں زیرِ زمین نصب کیے گئے ہیں جن سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آتش بازی کے ذریعے رنگین پھولوں کا انتظام کیا گیا ہے جو بت کے ہاتھ بکھیرتے ہیں اور وہ اگر کسی برہمی اور غصے کا اظہار کرتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے شعاعیں نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس کے لیے اس کی انگلیوں کے خلا میں مارچیں نصب ہیں جو آن ہونے کے بعد مختلف رنگوں کی روشنی خارج کرتی ہیں۔ مہذب دنیا کے لیے تو یہ شعبدہ بازی کوئی حقیقت نہیں رکھتی لیکن افریقہ کے وحشی اور توہم پرست قبائل اسے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔"

"اچھا، اب ایک اہم سوال مسٹر ہوندو۔"

"ہاں، پوچھو پوچھو۔ اب کسی بھی سلسلے میں کوئی تردد نہ کرو۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے میں تمھیں بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"اسٹیفن براکوڈا کہاں رہتا ہے؟"

"پہاڑوں میں۔ تم نے مشرقی حصے میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ دیکھا ہو گا۔ وہ اسٹیفن براکوڈا کا مسکن ہے اور اسی کے نیچے اس کا تمام کارخانۂ حیات ہے۔ وہیں پر اس نے مشینیں نصب کر رکھی ہیں اور میں تمھیں سب سے اہم بات جو بتانے والا ہوں وہ یہ ہے کہ اسٹیفن براکوڈا نے زیرِ زمین سرنگوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ سرنگوں کے یہ جال میرے دیکھے ہوئے ہیں اور ان کے ان پوائنٹس کے بارے میں بھی تمھیں بتا سکتا ہوں جہاں سے داخلی راستے ہیں۔"

"وہ پوائنٹ کہاں کہاں ہیں؟"

"ٹھہرو... میں تمھیں زمین پر نقشہ بنا کر بتاتا ہوں۔"

پھر وہ ایک چھوٹی سی لکڑی سے زمین پر لکیریں کھینچ کھینچ کر مجھے لونیکا کے گرد و نواح کے بارے میں تفصیل بتانے لگا اور اس نے مجھے وہ جگہیں بھی اچھی طرح ذہن نشین کرا دیں جہاں سرنگوں کے راستے نکلتے تھے۔

"اسٹیفن براکوڈا کی اپنی رہائش گاہ کے عقب میں ایک بڑا سا چٹیل میدان ہے۔" ہوندو نے کہا۔ "اوپر سے دیکھنے پر وہ بالکل خالی کا میدان معلوم ہوتا ہے۔ اس حصے میں جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ اسٹیفن براکوڈا کی مستقل رہائش گاہ ہے۔ سرنگوں کے اس جال میں داخل ہونے کے بعد تم بہت سے ایسے مقامات پر پہنچ جاؤ گے جو اسٹیفن براکوڈا کے نزدیک بہت اہم ہیں۔ ایک سرنگ اس بت کے نچلے حصے تک چلی جاتی ہے اور اس کے قدموں میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ بت کے اندر سے گزر کر اوپر جانے کا راستہ ہے اور اس کے آخری سرے تک پہنچ کر بت کی آنکھوں تک جا سکتے ہو اور ان آنکھوں سے تم لونیکا کے اطراف میں پھیلے ہوئے دور دور تک کے مناظر دیکھ سکتے ہو۔ بت کے قدموں کے نیچے جو چھوٹا سا غار ہے اور جہاں سے اندر جانے کا راستہ ہے، وہیں وہ جنریٹر نصب ہیں جو بت کو روشن کرتے ہیں اور وہیں سے وہ آوازیں بھی نشر کی جاتی ہیں جو لونیکا والوں کے لیے دیوتا کی آواز ہیں۔ یہاں تک پہنچنے کا راستہ ایک غار سے گزرتا ہے اور اس غار کے آس پاس بہت زیادہ پہرا نہیں ہوتا۔ دراصل اسٹیفن براکوڈا کو اپنی زیرِ زمین دنیا پر بڑا ناز ہے اور اس کا خیال ہے کہ وہاں تک کسی انسان کی رسائی ناممکن ہے۔"

"خوب۔ اچھا اب ایک سوال اور۔ ان سرنگوں میں اگر کسی اجنبی شخص کو دیکھ لیا جائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟"

"اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے کیونکہ اجنبیوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"سرنگوں کے جو پوائنٹس ہیں، وہاں پہرا رہتا ہے؟"

"بعض جگہ رہتا ہے، بعض جگہ نہیں بھی رہتا۔ میں نے کہا نا، کہ وہ سرنگوں کے اس نظام سے بے حد مطمئن ہے اور اندرونی راستوں پر اسے کسی بیرونی آدمی کے آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ اپنی دانست میں وہ یہاں انتہائی محفوظ ہے اور اس نے بڑے غور و خوض کے بعد اس علاقے کا انتخاب کیا ہے۔ مقامی قبیلے کا سردار ایک بے ضرر سا آدمی ہے اور وہ اسٹیفن براکوڈا کا ممنون ہے جس کی بنا پر وہ کبھی اس کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا۔ پھر ہر کسی کے یہاں آنے جانے پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اسی طرح بیرونی راستوں پر بھی پوری نگرانی کا بندوبست ہے۔"

"تم یہاں اکیلے ویچ ڈاکٹر ہو ہوندو؟"

"نہیں نہیں۔ بے شمار افراد میری ہی شکل اور میرے ہی حلیے کے قبیلے میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرتے ہیں۔"

"ان کی تعداد کتنی ہو گی؟"

"میرے خیال میں تقریباً ستائیس۔"

"اچھا کیا ویچ ڈاکٹر اگر سرنگوں میں داخل ہو جائے تو اس پر کوئی پابندی ہوتی ہے؟"

"نہیں ہوتی۔ یہ وہ بات تھی جو میں تمھیں بتانے ہی والا تھا اور میرے خیال میں اگر تم ویچ ڈاکٹر کی حیثیت سے آوارہ گردی کرتے ہوئے کسی سرنگ کی جانب نکل جاؤ اور اس میں داخل ہو جاؤ تو تمھیں بہت زیادہ خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ دراصل ویچ ڈاکٹر کو بہت غور و خوض اور چھان بین کے بعد منتخب کیا جاتا ہے اور انھیں نہایت قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے۔"

"ہوں۔ ویچ ڈاکٹروں کا حلیہ یہی ہوتا ہے جو تمھارا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ان کے لیے یہ حلیہ ضروری ہے لیکن تم اس کے لیے فکرمند نہ ہو۔ اگر تم ویچ ڈاکٹر کا بھیس بھرنا چاہتے ہو تو میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"مردہ سانپ میرے پاس موجود ہے۔ ایک ایسا سانپ جو دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہو لیکن درحقیقت اس کی کھال کے اندر بھس کی پتیاں بھر دی گئی ہیں اور وہ اصلی سانپ محسوس ہوتا ہے۔ تم چاہو تو ذرا سی کوشش سے اسے جنبش بھی دے سکتے ہو کہ دوسرے کو اس کے بارے میں شبہ نہ ہو۔"

"کیا یہ کارروائی تم نے کسی خاص خیال کے تحت کی تھی؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بس یہ میرا شوق تھا جو اس وقت میرے لیے کارآمد ثابت ہو گا۔ میں تمھیں مکمل طور پر ویچ ڈاکٹر بنا دوں گا لیکن احتیاطاً ویچ ڈاکٹر کی موجودگی ذرا تشویش ناک ہو سکتی ہے۔"

"اس کے لیے تم فکر مت کرو ہوندو! اگر تم میرا یہ کام کر سکتے ہو تو میں تم سے درخواست کروں گا کہ اولین فرصت میں یہ کام کرو۔"

"میں حاضر ہوں۔" ہوندو نے جواب دیا۔

میرے ذہن میں بہت سے خدشات سر ابھارنے لگے تھے۔ پوری طرح غور کرنے کے بعد میں نے ہوندو سے کہا کہ اگر وہ مجھے ایک دن کی اجازت دے دے تو میں اپنے ساتھیوں میں واپس جا کر انھیں اپنی طرف سے ہوشیار کر دوں۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ واپس تمھیں اسی جگہ آنا ہے۔ ذرا خیال رکھنا کہ یہاں آتے ہوئے کسی کی نظر میں نہ آؤ۔" ہوندو نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہونڈو، میں تمہاری اس مہربانی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اب میں چلتا ہوں۔"

"اینا تمہیں تمہارے قبیلے تک چھوڑ آئے گی۔" ہونڈو نے کہا اور اینا کو اشارہ کر دیا۔

واپسی میں اینا مسکرا رہی تھی۔ اس نے دلچسپ انداز میں کہا۔ "تم تو بہت تیز نکلے مسٹر علی اعظم۔ تم نے تو میرے باپ ہی کو قبضے میں لے لیا۔"

"اینا! تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔"

"میں اس کی کوئی خاص ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی۔" اینا نے مجھے دیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں کہا۔

تھوڑی دیر کے سفر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے میرا پڑاؤ قریب تھا۔ باقی راستہ ہم نے خاموشی سے ہی طے کیا تھا۔

"وہ سامنے تمہارا قبیلہ ہے۔" اینا نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب میں واپس چلتی ہوں۔"

اینا واپس چلی گئی اور میں اس کے اس انداز پر ہنستا ہوا اپنے قبیلے کی جانب چل پڑا۔

قبیلے میں واپس آیا تو مدبو سے ملاقات ہوئی نہ پولانیر جو ابھی سے بیکٹو اور میرے تمام دوسرے ساتھی اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ میں نے مدبو اور جوناتھن کے بارے میں معلوم کیا لیکن جب یہ پتا چلا کہ جوناتھن تو شروع ہی سے غائب ہے بلکہ ایک بار آیا تھا اور پھر چلا گیا تو میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا کہ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد میں تمام افراد کو بٹھا کر اپنے مشن کی تفصیلات بتانے لگا لیکن صرف اس حد تک جس حد تک انہیں بتانا ضروری تھا۔ میں نے انہیں ہدایت کی کہ اگر میں کچھ عرصے کے لیے غائب ہو جاؤں تو وہ اپنے طور پر نظم و ضبط برقرار رکھیں اور کسی قسم کی بدنظمی و ابتری کا مظاہرہ نہ کریں۔

پلوزان اور دوسرے لوگوں کو یہ تمام ہدایات دینے کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ جس کام کی تکمیل کا میں نے بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے اب زیادہ دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ خود ہونڈو کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں رات کے اس حصے میں اس کے پاس واپس پہنچ جاؤں گا۔

جب میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بے چینی بتاتی ہے کہ تم اپنے مقصد کی تکمیل ضرور کر لو گے۔ میں بھی اب اس زندگی سے اکتا گیا ہوں اور تمہاری بھرپور مدد کرنے کو تیار ہوں۔ آؤ پھر آج ہی کی رات میں تمہیں لومینا کا وچ ڈاکٹر بنا دوں۔"

میں نے ہونڈو کا شکریہ ادا کیا۔ اینا اس وقت کہیں اور تھی۔ دوبارہ اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔

ہونڈو نے عجیب قسم کی جڑی بوٹیوں کے عرق سے میرے بدن کی رنگت تبدیل کرنا شروع کر دی اور کافی دیر تک وہ اپنی کاوشوں میں مصروف رہا۔ اس نے میرے چہرے پر ایک محلول آزمایا اور میرے چہرے کے خدوخال تبدیل ہونے لگے۔ یہ محلول چہرے کو متورم کر دیتا تھا اور اس کے استعمال سے دفعتاً مجھے ایک اور شخصیت یاد آگئی۔ میرے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ یہ شخصیت میرے عظیم دوست جوشو کی تھی۔ سالیہ! یہی محلول اس حبشی رہنما نے استعمال کیا تھا اور دوسری بار جب مجھے ہونڈو کے پاس ملا تھا۔ میں نے خاص طور سے اس کے بارے میں سوال کیا۔

"ہاں۔ یہ خاص قسم کی بوٹی کا محلول ہے جو چہرے کو متورم کر دیتا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب چہرہ ٹھنڈے پانی سے دھو لو تو معمول پر آجاتا ہے۔ ٹھنڈے پانی کے علاوہ اور کوئی چیز اس پر کارآمد نہیں ہوتی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی اور ہونڈو مجھ پر کام کرنے میں مصروف رہا۔ میں اس سے وچ ڈاکٹروں کے اختیارات کے بارے میں دریافت کر رہا تھا اور ان معلومات کا لب لباب یہ تھا کہ وچ ڈاکٹر دن اور رات کے کسی بھی حصے میں کہیں بھی جا سکتے ہیں۔ ایک طرح سے وہ مذہب کے نمائندے ہوتے تھے۔ ہونڈو یہی حیثیت رکھتا اور اشیفن براکوڈا بعض اوقات ان لوگوں سے براہ راست بھی رابطہ قائم کر لیا کرتا تھا۔

ہونڈو نے مجھے بتایا "وہ ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے یہاں متعارف ہے لیکن اس کی شخصیت بڑی حیرت انگیز ہے۔ کہیں تمہیں معمولی آدمی کی حیثیت سے عام راستوں پر مل جائے گا اور کہیں اس کی شخصیت بہت ہی محترم ہو جاتی ہے۔ وہ درحقیقت اعلیٰ کردار کی صفات کا شخص ہے۔ یہ ذات خود بے حد خطرناک بھی ہے۔ اس لیے تم اس سے ہر جگہ ہوشیار رہو گے۔ یہ بات صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم حتی الامکان خود کو چھپائے رکھو اور یہ سوچ کر مطمئن نہ ہو جاؤ کہ وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے اب تمہیں کوئی خطرہ ہی نہیں۔"

میں نے تمام ہدایات لینے کے بعد گردن ہلا دی اور اس کے بعد ہونڈو نے وہ مردہ سانپ میرے بدن پر لاد دیا جو اگر اپنی اصل حالت میں ہوتا تو کم از کم من ڈیڑھ من سے کم نہیں ہوتا لیکن چونکہ سوکھا ہوا خشک سانپ تھا جس میں کھال اور ہڈیوں کے علاوہ کسی چیز کا وزن نہیں تھا اس لیے مجھے اپنے بدن پر زیادہ بار محسوس بھی نہ ہوا لیکن اس قدر شاندار اور جاندار چیز تھی وہ کہ میں خود حیران ہو گیا۔

میں نے ہونڈو سے کہا "یہ تو زندہ معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ دراصل اس کی کھال ایک خاص طریقے سے حنوط کی گئی ہے۔ تمہیں مصری طریقۂ حنوط معلوم ہوگا۔ اس کھال کو اسی طریقے سے محفوظ رکھا گیا ہے اور یہ لچک جو اس سانپ میں پائی جاتی ہے وہ اس محلول کی وجہ سے ہے جو اس کے جسم میں محفوظ ہے۔ یہ کھال اس ربڑ کی طرح ہی لچکدار ہے۔ تمہیں یقیناً اس بات کا علم بھی ہوگا کہ ربڑ بھی

جھولوں ہی سے پیدا ہوتی ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر ہونڈو۔" میں نے معترف انداز میں گردن ہلائی۔

"تم اب مکمل ہو۔ اگر میرے پاس آئینہ ہوتا تو میں تمہارے سامنے پیش کر دیتا۔ اس وقت کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم وچ ڈاکٹر نہیں ہو۔ سانپ کی اس لچک سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو اور اس کو ذرا مہارت سے جنبش دے سکتے ہو۔"

"یہ تمام کام میں خود کر لوں گا۔"

"تو بس اب جاؤ اور مزید کسی شے کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔" ہونڈو نے کہا۔

"نہیں شکریہ۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ درکار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

اس وقت شاید رات کا تیسرا پہر تھا جب میں ہونڈو کے ٹھکانے سے باہر نکل آیا۔ اب میری شخصیت بالکل بدل چکی تھی۔ میں ننگے پاؤں بستی کی جانب چل پڑا جہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں اکا دکا افراد کسی مصروفیت میں الجھے ہوئے نظر آجاتے تھے لیکن میں نے ان میں سے کسی کی جانب توجہ نہیں دی اور بستی کے مختلف گوشوں میں چکراتا پھرا۔ یہاں تک کہ میرا رخ اس بت کی جانب ہو گیا جو یہاں فساد کی جڑ بنا ہوا تھا اور جس کی وجہ سے افریقہ کے یہ نیم وحشی قبائل اشیفن براکوڈا کے قبضے میں آ گئے تھے۔ بت کے اطراف میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ قربان گاہ کے چبوترے پر خون بکھرا ہوا تھا جو جم کر سوکھ گیا تھا۔ اسے غالباً صاف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی تھی۔

میں وہاں سے ہٹا اور اب میرا رخ ان پہاڑیوں کی جانب تھا جن کے بارے میں ہونڈو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اشیفن براکوڈا کا مسکن ہیں۔ جرائم کی دنیا کے اس خطرناک آدمی نے اپنے تحفظ کے لیے کچھ بندوبست نہ کیا ہوگا، اس بات کا احساس میرے دل میں موجود تھا لیکن میں ان راستوں کا اجنبی راہی نہیں تھا۔ میں اس قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اگر ان سے غلطی نہ ہو تو ان کو فنا کر پانا ممکن نہ ہو لیکن غلطیاں ہوتی ہی ہیں اور یہ بات میرے ذہن میں پوری طرح پختہ تھی کہ اشیفن براکوڈا نے اپنی تباہی کے لیے کچھ نہ کچھ راستے ضرور چھوڑے ہوں گے۔ مجھے انہی راستوں کی تلاش تھی۔

پہاڑیوں تک کا راستہ بہت زیادہ دشوار نہیں ثابت ہوا۔ میں ان تک پہنچ گیا۔ وہاں گھنے درخت موجود تھے۔ ایک جگہ ایک درخت کی جڑ میں میں نے ایک وچ ڈاکٹر کو سوتے ہوئے دیکھا۔ اس کا سانپ اس کے سینے پر موجود تھا اور پھنکار رہا تھا۔ میں اس سے بچتا ہوا آگے بڑھ گیا اور پھر ان پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

ایک عظیم الشان غار کا دہانہ میری نگاہوں کے سامنے تھا لیکن اس غار میں داخل ہونے کے بجائے میں اس کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔ عقبی حصے میں میں نے تقریباً ایک فرلانگ کا سفر طے کرنے کے بعد ایک عجیب و غریب جگہ دیکھی۔ یہ جگہ ایک پیالہ نما وادی کی شکل میں تھی لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے اوپر چوڑے پتوں والے درخت اس طرح جھکے ہوئے تھے کہ وادی تقریباً چھپ جاتی تھی۔ مجھے اس کا سراغ بھی بڑے عجیب انداز میں ملا تھا۔ میں جب اس پیالہ نما وادی کے قریب پہنچا تو مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ پتوں سے ڈھکے ہوئے اس میدان کے نیچے ایک گہری وادی موجود ہے البتہ ہموار زمین کے ساتھ ساتھ ان پتوں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی اور میں نے وہاں قدم رکھ دیا تھا لیکن میرا یہ قدم تحت الثریٰ کی جانب سفر کرتا ہوا محسوس ہوا۔ میرے پیروں کے نیچے سے ایکدم زمین نکل گئی تھی۔ بے اختیارانہ انداز میں میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کوئی غیر مرئی شے پکڑنے کی کوشش کی تو ایک چوڑے پتوں والی شاخ میرے ہاتھ میں آگئی اور اس شاخ میں اتنی لچک تھی کہ وہ میرا وزن سنبھال نہ پائی اور نیچے جھک گئی۔ البتہ اگر اس شاخ میں ایسی لچک نہ ہوتی اور وہ کمزور ہوتی تو یقیناً میں نقصان اٹھاتا۔ میں اس طرح نیچے جھٹکا چلا گیا جیسے کسی پیراشوٹ کے ذریعے خلا سے زمین کی طرف سفر کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ اس میں میرے کسی ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔ شاخ پکڑنے سے لے کر نیچے زمین تک پہنچنے کا عمل قطعی غیر اختیاری تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں کسی خودکار نظام کے تحت خود بخود حرکت کرتے چلے گئے تھے اور جب میرے پاؤں زمین سے لگے تو میں نے فوراً ہی شاخ چھوڑ دی۔ خاصی زوردار آواز کے ساتھ وہ شاخ تڑخ کر اپنی جگہ واپس پہنچ گئی۔

میں تقریباً پندرہ فٹ کی گہرائی میں اتر گیا تھا اور یہاں میں نے ان درختوں کے تنے دیکھے جو بالکل پتلے پتلے رسیوں کی شکل میں تھے لیکن اتنے مضبوط اور اتنے لچکدار کہ حیرت ہوتی تھی۔ یہاں سے مجھے وہ دیواریں صاف نظر آرہی تھیں جو قدرتی پہاڑوں ہی کی تھیں لیکن سپاٹ اور پیالہ نما ڈھلان کی مانند۔ میرا دل سینے میں بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اگر درخت کی یہ شاخ اس قدر لچکدار نہ ہوتی اور میرے ہاتھ نہ آتی تو یقیناً پندرہ فٹ کی بلندی سے بے اختیار ہو کر گرتے ہوئے یہ پتا نہیں میرے بدن کے کون کون سے حصے ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ بہرطور یہ بھی تائید غیبی تھی۔ خدا نے یہاں بھی میری مدد کی تھی اور میں اس ہولناک جگہ پہنچنے کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ یہ برا ہوا یا بہتر ہوا۔ یقیناً خدائے قدوس نے مجھے یہاں تک پہنچانے میں کوئی مصلحت ہی رکھی ہوگی اور یہ مصلحت تھوڑی ہی دیر کے بعد میری نگاہوں میں آگئی۔

پیالہ نما وادی کے عین درمیان میں ایک شاندار قسم کا ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ یہ ہیلی کاپٹر گھنے پتوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن مکمل طور پر نہیں چھپا۔ اس کا پچھلا حصہ نمایاں تھا جس کی وجہ سے مجھے اس کے بارے میں اندازہ

ہوا ورنہ کینوس سے ڈھکی ہوئی شے کو میں بخوبی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

میرے قدم ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھ گئے اور پھر میں اس کے قریب تھا۔ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ یقیناً ہیلی کاپٹر کی حفاظت کے لیے کچھ افراد یہاں ضرور ہوں گے لیکن چند لمحے آہٹیں لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ کسی ذی روح کا وجود وہاں نہیں تھا۔

ہیلی کاپٹر کا کینوس ہٹا کر میں اس کے اندر داخل ہو گیا اور اس کی مشینری کا جائزہ لیتا رہا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اسٹیفن براکوڈا نے یہ ہیلی کاپٹر بلاوجہ یہاں نہ رکھ چھوڑا ہو گا۔ ویسے بڑی شاندار بات تھی۔ درختوں میں ڈھکے ہوئے اس پیالہ نما ہیلی پیڈ کے بارے میں شاید ہی کسی کو اندازہ ہو سکتا۔

ہیلی کاپٹر میں داخل ہونے کے بعد میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر ہیلی کاپٹر کی مشین کو چھیڑنے لگا۔ تھوڑی دیر تک میں اسے ادھر ادھر کرتا رہا پھر میں نے اس کے انجن والے حصے میں ہاتھ ڈال کر اس کے تار تلاش کرنا شروع کر دیے اور تھوڑی دیر کے بعد تاروں کے ایک گچھے کو میں اس کی جگہ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بلکہ جو تار جہاں سے اکھڑ سکتے تھے وہ میں نے اکھاڑ لیے اور انہیں مٹھی میں دباتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے باہر نکل آیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اب ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اپنی دانست میں میں نے ہیلی کاپٹر کو ناکارہ کر دیا تھا اور اسے میں اپنی ایک بڑی کامیابی سمجھتا تھا۔ تاروں کو لیے ہوئے میں آگے بڑھتا رہا۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ درختوں سے ڈھکی ہوئی اس وادی سے باہر نکلنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے میں بالآخر اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جو اس پیالہ نما وادی کی مشرقی دیوار تھی اور اس مشرقی دیوار میں مجھے ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا۔ سوراخ اتنا تھا کہ ایک آدمی بیٹھ کر بہ آسانی اس میں داخل ہو سکتا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ سوراخ یقیناً اسٹیفن براکوڈا کی رہائش گاہ کی جانب جاتا تھا۔

ایک لمحے تک میں دل میں سوچتا رہا اور پھر خدا کا نام لے کر سوراخ میں داخل ہو گیا۔

بیٹھ بیٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے مجھے کم از کم بیس منٹ تک سفر کرنا پڑا۔ بیس منٹ کا یہ سفر تقریباً سو ڈیڑھ سو گز کے قریب تھا اور اس کے بعد میں ایک کشادہ غار کے دہانے پر کھڑا ہوا تھا جو بالکل سنسان اور ویران تھا۔ غار کی دیوار میں روشنی کے لیے ایک بلب لگا ہوا تھا، جس سے روشنی بکھر رہی تھی گویا یہاں الیکٹرک کا باقاعدہ نظام قائم کر دیا گیا تھا۔ غار کے تین حصوں میں تین بڑے سوراخ نظر آ رہے تھے۔ اب ان میں سے کون سا سوراخ اسٹیفن براکوڈا کی رہائش گاہ کی جانب جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا تھا۔ بالآخر میں نے مغربی سمت کا ایک سوراخ اپنے لیے منتخب کیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ اس میں کافی کشادہ جگہ تھی۔ صرف ایک آدمی یہاں سے گزر سکتا تھا لیکن یہ کم از کم پچاس گز لمبی سرنگ تھی جو ڈھلان میں چلی جاتی تھی۔ میں سرنگ میں اترتا رہا۔ روشنی کا یہاں مکمل بندوبست کیا گیا تھا چنانچہ کسی بھی جگہ تاریکی نہیں پھیلی ہوئی تھی۔ اس سرنگ کو عبور کرنے کے بعد میں ایک اور غار کے دہانے میں داخل ہو گیا جس سے سیڑھیاں اوپر کی جانب جاتی تھیں اور اب جب کہ یہاں تک آ گیا تھا تو یہ سوچنا بیکار تھا کہ مجھے آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں۔

میں سیڑھیاں عبور کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک سمت کی کشادہ سرنگ تھی جو نہ جانے کہاں پہنچتی تھی۔ میں آگے بڑھتا رہا اور بالآخر ایک ایسے حصے میں پہنچ گیا جہاں مجھے اپنے سر پر کھلا ہوا آسمان نظر آ رہا تھا اور میرے سامنے ایک کشادہ میدان نما جگہ تھی۔ اس میدان نما جگہ میں مجھے بہت سی حیرت انگیز قسم کی مشینیں نظر آئیں۔ یہ تعجب ہوا کہ ان مشینوں کو اس کھلی جگہ میں کیوں چھوڑ دیا گیا تھا۔ مشینوں کے پاس کوئی پہرے دار بھی موجود نہیں تھا۔ میں آگے بڑھتا رہا اور ابھی میں نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ دفعتاً عقب سے کوئی چیز میرے شانوں کے درمیان پڑی اور میں بلبلا کر پلٹ پڑا۔ ایک شخص جس نے اپنا چہرہ خاص قسم کے نقاب میں ڈھکا ہوا تھا اور جسم کا باقی حصہ کھلا ہوا تھا، مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اپنی دانست میں اس نے وہ موٹی ڈنڈے نما شے پوری قوت سے میری گردن کی پشت پر مارنے کی کوشش کی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرا سر بچ گیا تھا اور وہ میرے شانوں کے درمیان پڑی تھی۔ درد کی ایک لہر میرے بدن میں اٹھی تھی لیکن اب جبکہ میرا مدمقابل میرے سامنے آ گیا تھا تو اس سے نبرد آزما ہونا ضروری تھا۔ میں نے اس کی دوسری ضرب سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو سنبھالا۔ حملہ آور انتہائی پھرتیلا تھا۔ وہ پیچ دار کر رہا تھا۔ دفعتاً میں زمین پر لیٹ گیا اور میں نے دونوں پاؤں اوپر اٹھا کر اس کے پیٹ پر مارے۔ میری یہ کوشش کارگر رہی تھی۔ حملہ آور کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر دور جا گرا لیکن طاقتور آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نیچے گرتے ہی وہ پلٹا اور کروٹ کے بل اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میرے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔ چنانچہ میں نے سانپ اپنے بدن سے اتار دیا اور اب میں اس سے فیصلہ کن مقابلے کے لیے تیار تھا۔ وہ اپنا ہتھیار تولتے ہوئے پینترے بدل رہا تھا۔

"تمہاری موت اب تم سے دور نہیں ہے۔ زندگی کی آرزو ہے تو مجھ سے گفتگو کرو۔ ممکن ہے اپنے مقصد کے حصول کے لیے تم سے کچھ معلومات حاصل کر کے میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

میرے ان الفاظ کا حملہ آور پر خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب وہ میرے چہرے پر نقاب کے پیچھے سے گھور رہا تھا۔

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ ہتھیار میرے قدموں میں ڈال کر مجھ سے زندگی کی بھیک مانگو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"اب تو واقعی کمال ہو گیا۔ بڑے تیور ہیں بلال علی یار خان صاحب۔" نقاب پوش نے کہا اور اب میرے چونکنے کی باری تھی کیونکہ یہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ یہ پروفیسر جوناتھن کی آواز تھی۔

"پروفیسر!" میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میرے خیال میں بال بال بچ گیا ہوں میں۔"

"تو آپ یہاں پہنچ گئے۔"

"بڑی مشکل سے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن تم نے جو روپ دھارا ہے وہ بھی کمال کا ہے اور میرے خیال میں خطرناک بھی۔"

"اس جگہ کے بارے میں کیا رائے ہے پروفیسر؟"

"ہاں! میری توقع کے برعکس نہیں ہے لیکن عقل یہ تسلیم کرتی بات ہے کہ مجرم اپنے تعاقب کے لیے نشان چھوڑ دیتا ہے۔ براکوڈا اپنی اس دنیا سے حد سے زیادہ مطمئن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی اس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔"

"اس نے اپنی تمام توجہ بیرونی راستوں پر رکھی ہے۔ اندرونی طور پر اس نے سخت انتظامات نہیں کیے۔"

"یہی میں کہہ رہا تھا۔"

"پھر اب کیا پوزیشن ہے پروفیسر؟ آپ نے یہاں کا مشاہدہ کیا؟"

"آؤ میں تمہیں اس شعبدے کی حقیقت بتاؤں۔" پروفیسر مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑا۔

تھوڑی دیر تک ہم سرنگوں میں سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک جگہ پہنچ گئے۔

"اب ہم اس آسمانی دیوتا کے پیٹ میں ہیں۔ آؤ۔" پروفیسر نے کہا۔

ہم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔

"یہ بت کی آنکھیں ہیں۔" پروفیسر نے بتایا۔

میں نے ایک سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ یوں لگا گہری نیند سو رہا تھا۔ بہت دور قیام پذیر قبیلوں میں آگ روشن تھی۔ قربانی کا چبوترہ صاف نظر آ رہا تھا۔

"عمدہ جگہ ہے۔" میں نے تبصرہ کیا۔

"دیواروں میں اسپیکر لگے ہوئے ہیں۔" پروفیسر بولا۔

"میں اس کے نظام کے بارے میں کچھ باتیں معلوم کر چکا ہوں تم یقیناً کر چکے ہو گے۔ اس جگہ سے اس بت کے ذریعے حالات کنٹرول کیے جاتے ہیں۔ یہاں مختلف طریقوں سے کام کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی براہ راست بھی نشریات کی جاتی ہیں اور اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو پھر ریکارڈ کیا ہوا کیسٹ اس جگہ سے کام کرتا ہے۔"

"ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے پروفیسر کہ آپ نے کافی کام کر لیا ہے۔"

"ہاں علی! میں تو تمہارے پاس آ کر اپنے اس کارنامے کی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن کیسی دلچسپ بات ہے کہ تم خود یہاں موجود ہو اور وہ بھی ایسی شکل میں جو سب سے زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے۔ ویچ ڈاکٹر پر یہاں کبھی کوئی شبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اسے ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تم نے ان لوگوں کی سب سے کمزور رگ دبائی ہے۔"

"یہ بتائیے کہ اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟ میرے خیال میں تو اب ہمیں واپسی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"ہاں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ اس کے لیے میں نے ایک مختصر راستہ دریافت کیا ہے۔ چلو اگر یہاں اور کوئی منصوبہ نہیں ہے تو پھر واپس چلتے ہیں۔"

"میں یقیناً وہ مختصر راستہ دیکھنا پسند کروں گا۔"

پروفیسر جوناتھن مجھے جس راستے سے باہر لایا وہ واقعی انتہائی مختصر تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس راستے سے گزرتے ہوئے ہمارے بدن پسینے میں شرابور ہو گئے تھے اور کسی سانپ ہی کی طرح ہمیں رینگ رینگ کر بلندی کی طرف چڑھنا پڑا تھا کیونکہ اس عمودی سرنگ کا قطر ڈھائی یا پونے تین فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ بڑی گھٹن اس سفر کی ابتدا میں محسوس ہوئی تھی لیکن ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ہمیں تھوڑی ہی دیر کے بعد محسوس ہونے لگے اور اس کے بعد ہم ایک چٹان کے اوپری حصے پر باہر نکل آئے جو کسی مکان پر بنی ہوئی چمنی کی مانند تھی۔ دور سے دیکھنے پر سوراخ نظر نہیں آ سکتا تھا۔ غالباً اس قدرتی کارروائی ہوا کے لیے کی گئی تھی۔ انھوں نے شاید یہ سوچا بھی نہیں ہو گا کہ اس کے ذریعے کوئی انسان بھی اندر آ سکتا ہے۔

باہر آ کر ہم گہری گہری سانسیں لینے لگے اور پھر میں نے اطراف کا ماحول دیکھا۔ بائیں سمت ایک ڈھلان نیچے اتر کر لمبی گھاس میں روپوش ہو جاتی تھی اور اس کے ذریعے پروفیسر جوناتھن یہاں تک پہنچا تھا۔ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد اور کوئی گفتگو کیے بغیر ہم اپنے قبیلے کے نزدیک پہنچ گئے اور اب قبیلے کے لوگ ہمارے سامنے تھے لیکن ان لوگوں کے درمیان جانے کے بجائے ہم نے ایک چٹان کی آڑ منتخب کی اور وہاں بیٹھ گئے۔

"ویسے یہ سب کچھ بہت عجیب محسوس ہوتا ہے پروفیسر۔ اسٹیفن براکوڈا شیطانی ذہن رکھتا ہے لیکن کیا اُسے کسی اندرونی سازش کا خدشہ نہیں ہے؟"

"بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں جتنے لوگوں کے ساتھ موجود ہے ان سے پوری طرح مطمئن ہے۔"

"میں اسے اس کی بہت بڑی حماقت قرار دیتا ہوں پروفیسر! اس کا یہ خیال غلط ہے کہ اس کے درمیان غدار یا اس کے دشمن موجود

استیفن بڑاکوڈا اس تخت سے نیچے اُترا، یا جو اُن سولہ افراد کے
کاندھوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ بلاشبہ دیوہیکل آدمی تھا اور اسے ایک
اچھا خاصا ریسلر کہا جا سکتا تھا۔ بدن کی بناوٹ بھی اس بات کی مظہر تھی
کہ اس نے اپنی صحت کا خصوصی طور پر خیال رکھا ہے۔ چوڑا سینہ، بھرے
بھرے بازو، اسی انداز کی رانیں، پنڈلیاں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے
جسم کو سخت مشقت کا عادی بنا چکا ہو۔ وہ کسی دیوہیکل پہلوان کی مانند
کھڑا ہو گیا۔ اس کے نزدیک پتھر کے ایک پیالے میں ایک چھوٹا سا مٹکا
رکھا ہوا تھا۔ قیدی اسے دیکھ دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے تھے۔ استیفن بڑاکوڈا
گہری نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور پھر چند لمحات کے بعد
اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے تو مجمع کی بھنبھناہٹ ختم ہو گئی۔
گویا قربانی کا وقت قریب آ گیا تھا۔ استیفن بڑاکوڈا نے چند لمحوں تک
ہاتھ اٹھائے رکھے اور پھر اس کی گرجدار آواز اُبھری۔

"کالی وادی کے رہنے والو! عظیم دیوتا کے لیے قربانیاں دینے
والو! دیوتاؤں کی رحمت جو تم پر ہو جاتی ہے، ہو کہ تمہارا موزیل ہمیشہ تمہارے
لیے پریشان رہتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ کس طرح تم پر برکتوں کا نزول
ہو۔ وہ لہو سرخ خون کی قربانی چاہتے ہیں۔ سو ہم کالی وادی میں سرخی
بکھیرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ سنو! باہر سے آنے والو!
مختلف قبیلوں کے باشندو! اور یونیکا کے سرفروشو! آج تین آدمیوں کی
قربانی طلب کی جا رہی ہے جو ہم سے دیوتا نے مانگی ہے اور یہ عظیم
سنہرے دیوتا کے قدموں میں نذرانہ کی قربانی دے کر اپنے لیے
جو برکتیں حاصل کریں گے ان کی انتہا نہ ہو گی۔ تمہاری خوش حالی قریب
سے قریب تر آتی جا رہی ہے اور وہ سب کچھ تمہیں ملے گا جس کا تم
صدیوں سے تصور کرتے آئے ہو۔ سنو! قربانی کی رسم پوری کرنے کا
وقت آ گیا ہے۔ ان تینوں جوانوں کی قربانی ہمارے لیے رحمتوں
کی بارش برسائے گی۔"

اسی وقت ایک تیز روشنی فضا میں پھیلنے لگی اور لوگوں کی
حیرت زدہ نگاہیں مجسمے کی جانب اُٹھ گئیں لیکن سب سے زیادہ حیرت زدہ
چہرہ خود استیفن بڑاکوڈا، موزیل یا ان لوگوں کے دیوتا کے نمائندے کا تھا۔
وہ تعجب سے بُت کے اندر سے جھلکنے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا اور
میری طرح یہ بات سب نہیں جانتا تھا کہ یہ روشنی استیفن
بڑاکوڈا کے ایما پر نہیں کی گئی بلکہ اس کے پس پردہ جو ہاتھ کام کر رہا ہے۔
تب ہی ایک بھاری اور گرجدار آواز اُبھری۔

"یونیکا کے لوگو! تمہارا دیوتا براہ راست تم سے اسی طرح سے
مخاطب ہے جس طرح اس سے پہلے ہوتا رہا ہے۔ میرے نام پر
دی جانے والی قربانیاں میں نے قبول کیں لیکن وہ جھوٹے لوگ
جو میرے نام پر یونیکا کے معصوم لوگوں کو دھوکا دیں، میرے نزدیک
کبھی معتبر نہیں ہو سکتے۔ یہ قربانی نہیں لی جائے گی کیونکہ قربانی دینے
والا جو شخص سامنے کھڑا ہے، وہ موزیل نہیں ہے بلکہ موزیل کا قاتل
ہے۔ ہاں! اسی شخص نے موزیل کو قتل کر کے اس کا روپ دھار لیا ہے۔
تم اگر اس کا چہرہ دھو کر دیکھو تو تمہیں ایک اور شکل نظر آئے گی۔
یہ تمہارا موزیل نہیں بلکہ موزیل کا قاتل ہے۔ اس نے تمہارے موزیل
کو قتل کر کے خفیہ طور پر اس کی جگہ لے لی ہے اور اس کے بعد
تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے اور سنو یونیکا والو اور باہر سے آنے
والو! تم لوگ اس شخص کے دھوکے میں آ گئے۔ اس شخص نے جو تمہارا
موزیل نہیں ہے اور میرا نمائندہ نہیں ہے یہ جھوٹ بولا ہے کہ کالا
کرلاش آف کرونل کے باغی تمہارے دشمن ہیں۔ وہ تو معصوم لوگ ہیں
تو خاموشی سے اپنا کام کر رہے ہیں اور اس کے بعد چلے جائیں گے۔
تمہارا موزیل تم سے ہمیشہ پیار کرتا تھا لیکن یہ شخص جو موزیل نہیں ہے اس
نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے اور دھوکا دینے والوں کی سزا یہی ہوتی
ہے کہ تم اسے موت کی سزا دو۔ موزیل کے روپ میں جو شخص موجود ہے
اس کو اور اس کے ایک ایک ساتھی کو چن چن کر ختم کر دو۔ میں تمہارا
دیوتا تمہیں اصل موزیل دوں گا۔ ہاں میں اس موزیل کو زندہ کر دوں گا
جسے اس شخص نے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دیا ہے۔ قوت یہ دوا
تمام لوگوں پر سکون ٹھہرو۔ اگر تم اپنی تسلی چاہتے ہو تو اپنے قریب کھڑے
کسی وچ ڈاکٹر سے درخواست کرو کہ وہ اس شخص کا چہرہ دھو کر تمہیں دکھا دے
پھر ساری اصلیت تمہارے سامنے آ جائے گی!"

فوراً ہی چند افراد کھڑے ہو گئے اور انھوں نے مطالبہ شروع
کر دیا کہ موزیل اپنا چہرہ دکھائے۔

استیفن بڑاکوڈا ساکت و جامد کھڑا رہ گیا تھا۔ وہ اس وقت
کچھ نہیں بولا جب ہونمد اور ایک وچ ڈاکٹر اس کی طرف بڑھے اور
اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ہونمد نے پھرتی سے اپنے
لباس میں ہاتھ ڈال کر چمڑے کی ایک بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن
کھول کر بوتل میں موجود جڑی بوٹیوں کا محلول بڑاکوڈا کے چہرے پر پھینک
دیا۔ اس اچانک افتاد سے وہ بوکھلا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ فوراً ہی
چہرے پر گئے پھر وہ اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ غالباً محلول اس کی آنکھوں
میں چلا گیا تھا لیکن اس نے سنبھلنے میں بھی دیر نہیں لگائی اور تیزی سے
ہونمد اور وچ ڈاکٹر کی گردنیں دبوچ لیں۔ جڑی بوٹیوں کے محلول نے
اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا اور اس کے چہرے سے میک اپ صاف
ہو گیا تھا۔ اب استیفن بڑاکوڈا اپنی اصل شکل میں سب کے سامنے موجود تھا۔

میں یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی اس نے ہونمد اور
دوسرے وچ ڈاکٹر کی گردنیں دبوچیں، میں نے پستول نکال لیا تھا اور
میں نے ایک لمحے کے لیے اپنے اطراف میں دیکھا۔ بڑاکوڈا کی اصلیت کھل گئی تو
وہاں موجود لوگوں میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ دفعتاً موزیل نے ان دو
کے سر آپس میں ٹکرائے اور بجلی کی سی تیزی سے اپنے عقب میں
چھلانگ لگا دی۔ مجھے ایک لمحے کی تاخیر ہو گئی تھی۔ میں نے جو نشانہ
تاکا وہ بُت کے گھٹنے میں جا کر لگا۔ استیفن بڑاکوڈا اچھل کر

مجسمے کے پیچھے غائب ہو گیا۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔
دوسری جانب شدید ہنگامہ شروع ہو گیا تھا جس میں گولیاں
چلنے کی آوازیں شامل تھیں۔ ایک طوفان، ایک قیامت برپا تھی لیکن میں
نے موزیل کو فرار ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بہت لمبی لمبی چھلانگیں لگا
رہا تھا۔ مجھے بھی اس وقت اپنے بدن کی تمام قوت استعمال کرنا پڑی کیونکہ میں
اس کمبخت کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ استیفن بڑاکوڈا کا نکل جانا میرے
لیے قیامت ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ اسی شخص کا تو سارا معاملہ تھا لیکن وہ
دوڑنے میں بھی بہت تیز معلوم ہوتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری
نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد جب میں پتھر کی ایک
چٹان سے نیچے اُترا تو میں نے اسے دوبارہ دیکھ لیا۔ وہ اسی
وادی کی جانب جا رہا تھا جہاں ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ استیفن بڑاکوڈا کو اگر ہیلی کاپٹر
اُڑانے میں ناکامی ہو تو اس کے بعد وہ کیا کرے گا۔ اس کے لیے ذہن
اپنے آپ کو تیار کرنا ہی تھا۔ ظاہر ہے اس وادی میں اُترنے کی مجھے
ضرورت نہیں تھی کیونکہ استیفن بڑاکوڈا یا تو اسی راستے سے باہر نکلنے کی
کوشش کرے گا یا پھر کہیں سرنگوں میں روپوش ہو جائے گا۔ اس بات
کے امکانات بھی تھے کہ اس کے پاس فرار کا اور کوئی ذریعہ ہو۔ چنانچہ
میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ غاروں ہی میں کہیں پوشیدہ رہے گا
یا یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے قربانی کے چبوترے
سے بھاگ جانے کا مجھے شدید رنج تھا۔

میں نے تیزی سے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں اور کوئی ایسی
جگہ تلاش کرنے لگا جو بلند ہو اور جہاں سے میں دور دور تک نگاہ
دوڑا سکوں۔ میں جانتا تھا کہ ہیلی کاپٹر اب ناقابل استعمال ہے اور استیفن بڑاکوڈا
اب اس کے ذریعے فرار نہیں ہو سکے گا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل
تو گیا تھا لیکن اب میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

میری نگاہ ایک بلند پہاڑی ٹیلے پر پڑی اور میں نے اس
تک پہنچنے کے لیے دوڑ لگا دی پھر میں اس بلند ٹیلے پر چڑھ گیا۔
میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میرے اندازے کے
مطابق استیفن بڑاکوڈا ابھی ہیلی کاپٹر ہی میں مصروف تھا۔ ظاہر ہے اسے
اس بات کا گمان بھی نہیں ہو گا کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی کارروائی کر دی گئی
ہے۔ اسی طرح کچھ وقت گزر گیا۔ دفعتاً میں نے درختوں کے جھنڈ سے
ڈھکا ہوا ایک پیالے نما وادی میں کچھ ہلچل محسوس کی اور پھر غالباً کسی
درخت کے ذریعے استیفن بڑاکوڈا اکھڑ کر باہر نکل آیا۔ گویا اس نے سرنگوں
میں گم ہونے کی کوشش نہیں کی تھی اور وادی سے باہر نکل آنے میں ہی
عافیت سمجھی تھی۔

استیفن بڑاکوڈا کو میں نے چند لمحے ساکت دیکھا۔ وہ غالباً
صورت حال کا جائزہ لے کر فرار کے لیے راہ منتخب کرنا چاہتا تھا۔ میرے
اور اس کے درمیان کافی فاصلہ ہو گیا تھا۔ اگر میں اس کی طرف دوڑ لگاتا
تو یقیناً وہ مجھ سے باخبر ہو جاتا اور پھر وہ الٹی راہ تلاش کر سکتا تھا جہاں
تک میری رسائی نہ ہوتی، اس طرح میں اسے کھو سکتا تھا۔

حالات بے شک میرے حق میں ہو گئے تھے اور مجھے یقین تھا
کہ اب صورت حال بدل گئی ہے۔ سپر ولیمر جوناتھن نے پوری طرح
حالات پر کنٹرول کر لیا تھا اور اس کی وضاحت یہ تھی کہ سارے کام ہمارے
حق میں ہو گئے تھے۔ چند مناظر میں نے بھی دیکھے تھے لیکن استیفن
بڑاکوڈا کے تعاقب کی وجہ سے میں اور کچھ نہیں دیکھ سکا تھا۔ چنانچہ
اس بات کے تو امکانات نہیں تھے کہ بڑاکوڈا اب یہاں رُکے گا۔ البتہ
وہ اپنی جان بچانے کی کوشش ضرور کرے گا۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ بڑاکوڈا ایک سمت چل پڑا۔ اس کا
تعاقب کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کے
پیچھے چل پڑا۔ بڑاکوڈا کا رخ یونیکا کے شرقی جنگلات کی سمت تھا۔

جلد بازی خطرناک ہو سکتی تھی۔ وہ بھی غیر مسلح نہیں ہو گا اور جوابی
کارروائی کرے گا لیکن اس کی موت یا گرفتاری ضروری تھی ورنہ وہ
نہ جانے کہاں تک خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے ایک فاصلے کا تعین کیا اور اس
کے پیچھے چل پڑا۔

بڑاکوڈا کی رفتار بہت تیز تھی اور مجھے اسے نگاہ میں رکھنے کے
لیے دوڑ لگانی پڑتی تھی لیکن دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد جب ہم دونوں
جنگلوں کے پاس پہنچے تو میں نے بڑاکوڈا کو جنگل میں داخل ہونے کے
بجائے جنگل کے کنارے کنارے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ جنگل میں
داخل ہونے سے گریز کر رہا تھا۔ اب میں نے فاصلہ کم کرنا شروع کر
دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے محتاط ہونا پڑا تھا۔ مزید ایک گھنٹے
تک یہ تعاقب جاری رہا اور پھر دفعتاً میں نے سمندر کا شور سنا۔ صورت حال
کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اسے ابھی اپنے جزیرے کی تباہی کے بارے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔

بالآخر وہ ساحل پر پہنچ گیا۔ میں نے ایک ریت کے ٹیلے کی آڑ لے لی تھی۔ براکوڈا اس وقت مجھ سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر تھا اور میں نے سانس روکی ہوئی تھی۔

دفعتاً میں نے ایک آواز سنی "اینگل اینگل اینگل نائن تھو۔ ہیلو۔ اینگل نائن تھو سیون اور فور۔ ہیلو۔ براکوڈا کالنگ۔ اینگل نائن۔ ہیلو ہیلو۔ ہیلو۔ اینگل نائن تھو سیون۔ ہیلو" وہ خاموش ہو گیا مگر یہ خاموشی زیادہ طویل نہ ہوئی چند لمحات کے بعد اس کی آواز دوبارہ سنائی دی "اینگل فائیو نائن ایٹ۔ ہیلو اینگل کہاں مر گئے تم لوگ۔ ہیلو براکوڈا کالنگ۔"

دس منٹ تک وہ یہ کوشش کرتا رہا۔ آسمان سے چاند ابھرنے لگا تھا اور فضا منور ہوتی جا رہی تھی۔ آگے ریتیلا علاقہ پھیلا ہوا تھا۔ صاف شفاف ریت جس کے ساتھ ساتھ ساحل نظر آ رہا تھا۔ براکوڈا تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے جھنجھلاتے ہوئے انداز میں کوئی شے ریت پر دے ماری۔ یہ غالباً ٹرانسمیٹر تھا۔ اس وقت اس کے لیے آبدوزیں ہی آخری سہارا تھیں جنھیں ہم نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا کہ انھیں تباہ کر دیا تھا۔

میں اس موقع کا منتظر تھا۔ اس کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک مسلح ہے۔ وہ جھک کر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر کسی خیال کے تحت اس نے دوبارہ ٹرانسمیٹر اٹھا لیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے پستول نکال لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی جگہ تبدیل کر لی اور اس کا نشانہ لینے لگا۔ فی الحال میں اس کے پاؤں زخمی کرنا چاہتا تھا۔ پوزیشن لینے کے بعد میں نے فائر کر دیا لیکن اگر یہ میری آنکھوں کا دھوکا نہیں تھا تو براکوڈا حیرت انگیز انسان تھا۔ وہ یکدم اچھل گیا اور گولی اس کے پیروں کے نیچے سے نکل گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر مسلسل کئی فائر جھونک مارے۔ میں پہلے سے اس کے لیے تیار تھا۔ فائر کرنے کے بعد براکوڈا نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پانی کی طرف دوڑنے لگا۔ یہ خطرناک بات تھی اگر وہ ماہر تیراک ہوا تو دور نکل جائے گا اور میں اسے پانی میں نہیں تلاش کر سکوں گا۔ میں نے برق رفتاری سے کئی فائر کیے۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا لیکن براکوڈا خود کو بچا کر پانی میں کود پڑا۔ میں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا اور خود پانی کی طرف نہیں دوڑا۔ بلکہ میں نے ایک بلند ٹیلے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ نرم ریت کے ٹیلے پر چڑھنے میں دقت ہوئی تھی بہر طور میں کامیاب ہو گیا اور اوپر پہنچ کر میں نے اس طرف نگاہ دوڑائی جدھر براکوڈا گیا تھا۔ اگر چاندنی نہ ہوتی تو وہ مجھے نظر نہ آتا لیکن چاندنی میں میں نے اسے پانی میں بہت دور دیکھا۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ البتہ اس نے ایک سمت اختیار کی تھی۔ میں ٹیلے سے نیچے اتر کر اسی سمت دوڑنے لگا اور ٹیلے میرے درمیان حائل ہوتے رہے۔

براکوڈا نے زیادہ گہرے پانی میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ مسلسل اسی سمت تیر رہا تھا۔ میں کوشش کر رہا تھا کہ وہ مجھے نہ دیکھنے پائے۔ اس کے لیے میں ٹیلوں کی آڑ لے کر دوڑ رہا تھا۔

مزہ آ رہا تھا اس بار مقابلہ ایک خطرناک اور جاندار آدمی سے تھا۔ میں اسے بہت قریب سے دیکھ چکا تھا اور اس کے تن و توش سے مرعوب بھی تھا لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں دوڑتے دوڑتے تھک گیا لیکن براکوڈا برابر تیر رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اسے میرے تعاقب کا اندازہ نہیں ہو سکا ہے۔ پھر ساحل مغربی جانب گھوم گیا اور میں نے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کر کے اس فاصلے کو عبور کر لیا لیکن مجھے ٹھٹکنا پڑا تھا۔ وہ پانی سے باہر آ رہا تھا اور اس کی چال سے ذرا بھی تھکن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ پانی سے نکل کر وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ میں اب احتیاط کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ دوبارہ پانی میں نہ کود جائے۔ عجیب جگہ تھی۔ دور دور تک سنسان ریت ہی ریت نظر آتی تھی یا کہیں کہیں اکا دکا کھجور کے درخت دکھائی دے رہے تھے۔ چاندنی پھیل رہی تھی اور صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ براکوڈا نے اب ساحل کے مخالف سفر شروع کر دیا تھا۔ شدید تھکن کے باوجود میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس مرحلے پر کسی سستی کا مظاہرہ میرے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔

تعاقب جاری رہا۔ تاریکیاں چھٹ کر روشنی ہو گئی۔ سورج نکل آیا۔ پاؤں جواب دے رہے تھے اور پھر میں نے براکوڈا کو بھی لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا۔ ریت پر سفر جتنا مشقت طلب ہوتا ہے وہی لوگ جانتے ہیں جنھیں کبھی ریت پر سفر کا اتفاق ہوا ہو۔ براکوڈا ایک جگہ بیٹھ گیا۔ میرا اور اس کا فاصلہ اس وقت نصف فرلانگ سے کم نہیں تھا۔ درمیان میں سپاٹ میدان تھا۔ میں ایک کھجور کے درخت کی آڑ میں رک گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اسے میری موجودگی کا شبہ نہیں ہوا ہے اور وہ صرف سستانے کے لیے وہاں رک گیا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی تھوڑی دیر آرام کرنے کا ارادہ کر لیا اور درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ چلتے چلتے ٹانگیں درد کرنے لگی تھیں۔ دماغ نیند سے بوجھل تھا۔

پھر نہ جانے کیا ہوا۔ کب پلکیں جھپکیں؟ احساس ہی نہیں ہو سکا کہ کب نیند آ گئی اور سوتے ہوئے کتنی دیر گزر گئی۔ آنکھ کھلی تو حلق خشک تھا۔ بدن بری طرح گرم ہو رہا تھا۔ گرم ہوا کے تھپیڑے بدن کے کھلے حصوں کو جھلسا رہے تھے اور سورج کا آتشیں گولا عین سر پر چمک رہا تھا۔ دھوپ کی حرارت بہت بڑھ چکی تھی۔ میں بدحواس ہو گیا۔ دل خون ہو کر رہ گیا تھا۔ اپنی کیفیت بھول کر اس طرف نگاہ دوڑائی جہاں براکوڈا موجود تھا۔ وہ جگہ خالی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ تمام محنت اکارت ہو گئی تھی۔ اب براکوڈا کو پانا کہاں ممکن تھا۔ مایوسی اور بےبسی کے احساس نے ذہن پر پژمردگی مسلط کر دی۔ ایک عجیب سی محرومی کا احساس جاگ اٹھا تھا۔

کیا مجھ سے غلطی ہوئی؟ میں نے خود سے سوال کیا۔ لیکن انسانی قوت برداشت بھی ایک حد رکھتی ہے۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد یہ سب کچھ فطری ہے۔ قصور میرا نہیں تھا۔ براکوڈا مجھ سے زیادہ قوت برداشت رکھتا تھا۔ اس میں آگے بڑھنے کی سکت تھی۔ سوال یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ واپس ریونیکا کی آبادی میں پہنچنے کی کوشش۔

میں نے سمندر کی طرف جانے کے بجائے دوسری سمت کا رخ کیا۔ اس میں قوت ارادی کا زیادہ دخل نہیں تھا۔ بس پاؤں ہی اس طرف لے چلے تھے۔ سورج کی تپش بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ ریت بری طرح گرم ہو گئی تھی۔ پیاس سے زبان خشک ہو گئی... اس کا تو ذکر ہی کیا تھا۔ آہستہ آہستہ ذہنی قوتیں ساتھ چھوڑتی جا رہی تھیں۔ میں دماغ پر زور بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ اب دماغ کا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ فضا کی ناقابل برداشت تمازت جیسے شعلے اگل رہی تھی۔ آنکھیں جلی جا رہی تھیں۔ کسی سائے کی تلاش میں بازو کی اوٹ سے دیکھنے کی کوشش کرتا تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ پاؤں نہ جانے کون سی قوت کے تحت ساتھ دے رہے تھے۔ چلتا رہا۔ بار بار لڑکھڑاتا رہا لیکن تحریک کا احساس تھا یا اندازہ تھا کہ پاؤں چل رہے ہیں۔

انسانی آلام و مصائب کی انتہا کیا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ خود انسان نہیں کر سکتا۔ ہاں بعض اوقات اسے اپنے اندر مخفی قوتوں کا احساس اتفاقیہ طور پر ہو جاتا ہے اور زندگی برقرار رہتی ہے۔ یہی کیفیت میری تھی۔

سورج کب ڈھلا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ پاؤں کب رک گئے یہ بھی پتا نہ چل سکا۔ ہاں حواس بحال ہوئے تو دن ڈھل چکا تھا۔ فضا کی حدت میں کمی آ گئی تھی لیکن دن بھر مجھ پر جو کچھ گزر گئی تھی اس کے بعد مزید آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی۔ جہاں نڈھال ہو کر گر پڑا تھا وہیں پڑا رہا۔ ہوش اور بےہوشی کے اس وقفے میں پتا بھی نہیں چلا کہ کب شام ہوئی اور کب رات گہری ہو گئی لیکن بیدار ہونے کا احساس ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش میں بھی قوت ارادی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ دور تک تاریکی نظر آ رہی تھی۔ بہرحال اٹھا اور آگے بڑھنے لگا۔ کیوں آگے بڑھ رہا تھا؟ کہاں جا رہا تھا؟ کوئی احساس نہیں تھا۔

آج آسمان کچھ مہربان نظر آیا۔ بادلوں کے سائبان نے سورج کو چھپا لیا تھا۔ ہوا ابھی ناخوشگوار نہیں تھی پچھلے دن کی سی کیفیت نہیں تھی لیکن بھوک پیاس سے حالت خراب تھی۔ کیا کروں... کیا کرنا چاہیے؟ اور پھر دھندلائی ہوئی آنکھوں نے ایک خواب دیکھا۔ اسے خواب ہی کہا جا سکتا تھا۔ کچھ لمبی لمبی لکیریں آسمان کی جانب اشارہ کر رہی تھیں کہ کہہ رہی تھیں کہ خدا کو بھول رہے ہو جو بار بار تمہاری مدد کرتا رہا ہے۔ اس احساس نے شرمندہ کر دیا۔ دل و دماغ مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ میں نے دھندلائی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور نہ جانے کس طرح منہ سے یہ الفاظ نکل پڑے۔

"قصور وار ہوں معبود! معاف کر دے۔"

لکیریں واضح ہوتی جا رہی تھیں۔ جوں جوں قدم آگے بڑھتے جا رہے تھے ریت کم ہوتی جا رہی تھی۔ سیاہ اور چھوٹے پتھر ریت سے سر ابھارے جھانک رہے تھے۔ مزید آگے بڑھا تو ناک نے پانی کے بارے میں اندازہ لگا لیا۔ پانی کہیں قریب موجود تھا اور وہ لکیریں ناریل اور کھجور کے درخت ہی تھے۔ یہ سراب یا خواب نہیں تھا بلکہ کوئی نخلستان تھا۔

سفر ختم ہو گیا۔ قدرت کی طرف سے ضیافت تیار تھی۔ درختوں سے گرے ہوئے ناریل نیچے پڑے تھے۔ زبان پر حمد و ثنا تھی۔ پیاس بجھ گئی بھوک ختم ہو گئی۔ آنکھوں میں روشنی واپس آ گئی۔ جس جگہ موجود تھا وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ جانے اس وقت ہوش آیا جب کوئی بدن ٹٹول رہا تھا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو دل کی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہوئیں۔ وہ اشیلن براکوڈا تھا۔ اس کا چہرہ مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر موجود تھا۔ گہری سرخ خونی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت موجود تھی۔

میں نے سانپ کی طرح اپنے بدن کو پیچھے سرکایا اور اشیلن براکوڈا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"گویا میرا اندازہ درست تھا۔" اس نے کہا۔ میرے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل سکا تھا۔ "کون ہو تم؟" اس نے پُرسکون لہجے میں کہا اور میں ہاتھ پیچھے ٹکا کر اٹھ بیٹھا۔

"ایک گم کردہ راہ مسافر ہوں۔"

"تم نے مجھ پر گولیاں نہیں چلائی تھیں؟"

"میں نے... آپ پر گولیاں...؟"

"ہاں۔ تین گولیاں چلائی گئی تھیں مجھ پر۔" یہ کہہ کر اس نے میرا پستول نکال لیا اور اسے انگلیوں میں گھمانے لگا۔ "اس پستول کے تین چیمبر خالی ہیں۔"

"اگر آپ کسی ایسے حادثے کا شکار ہوئے ہیں تو اپنے ذہن کو غلط فہمی سے پاک کر لیں۔ یہ گولیاں میں نے ایک خرگوش پر چلائی تھیں۔"

"اوہ! کیا واقعی؟" براکوڈا نے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے کوئی بڑا انکشاف ہوا ہو۔

"بالکل جناب۔ بالکل۔ آپ تو میری مدد کریں۔ اگر آپ کسی بستی کے بارے میں جانتے ہیں تو میری رہنمائی کریں۔ اس کے عوض میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"غور کرنا پڑے گا۔ غور کرنا پڑے گا۔" براکوڈا نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا اور پستول کو انگلیوں میں نچاتا رہا۔ اس نے میری جیبیں خالی کر دی تھیں۔

"آپ ضرور غور کریں اور جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔"

"ہاں۔ میں غور کروں گا۔ ابھی تم محفوظ ہو۔"

"یہ بہت عمدہ تجویز ہے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

براکوڈا پلٹا اور پھر ایک طرف چل پڑا۔ میں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شرمیلی نے جیبوں میں ہاتھ ڈالا۔ پتا نہیں دوسری چیزیں بھی اس کے قبضے میں چلی گئی ہیں یا میرے پاس موجود ہیں۔ تھوڑی دیر تک میں بیٹھا رہا اور پھر اسی جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں لیکن یہ احساس بھی دل میں تھا کہ کہیں وہ کمبخت نکل ہی نہ جائے۔

تمام حسیں پوری طرح جاگ گئی تھیں اور بدن میں کسی حد تک توانائی بھی آ گئی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ اگر دوسری چیزیں بھی اس کے قبضے میں چلی گئی ہیں تو وہ ان کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے گا یا نہیں۔ کروٹ بدلی اور بالکل احتیاط سے ان اشیاء کو ٹٹولا۔ یہ دیکھ کر دل دھک سے ہو گیا کہ اب کچھ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ کمبخت گہری نیند نے کھیل خراب کر دیا تھا۔

پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی تلاش میں چل پڑا۔ کوئی تین گز کے فاصلے پر میں نے ریت کے ٹیلوں کے درمیان وہ چشمہ دیکھ لیا جو متوقع تھا۔ تین گز مربع میں ایک جھیل سی بن گئی تھی اور براکوڈا اس جھیل میں موجود تھا۔ اس کا پورا لباس اس جھیل کے کنارے رکھا ہوا تھا اور اس لباس میں پستول بھی موجود تھا جس انداز میں رکھا ہوا تھا کہ اگر میں اس وقت جست کر جاتا تو اسے اٹھا سکتا تھا۔ میں بے پروائی کے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

براکوڈا نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا: "آؤ۔ پانی بہت عمدہ ہے۔ آ جاؤ۔"

میں جھجکنے کے انداز میں مسکرا دیا اور چند قدم آگے بڑھ کر لباس کے قریب پہنچ گیا۔ اب مجھے اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ پستول خالی ہوگا۔ براکوڈا احمق نہیں تھا لیکن اگر اس نے دوسری چیزیں ضائع نہیں کی ہیں تو... اور اگر ضائع بھی کر دی ہیں تو بھی اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ کم از کم اتنا فیصلہ تو ہو جاتا کہ اب براکوڈا بھی میرے خلاف ہتھیار نہیں استعمال کر سکتا تھا۔ میں اس سے دو بدو جنگ کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ اپنی جسمانی قوتوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا اور آگے بڑھ کر پستول اٹھا لیا۔

جھیل سے براکوڈا کا قہقہہ ابھرا تھا: "تمہارے خیال میں میں احمق ہوں؟" اس نے کہا۔

"نہیں جناب من۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے پستول خالی کر دیا ہوگا۔ تاہم اسے چیک کر لینا فرض ہے۔" میں نے پستول کے چیمبر دیکھے خالی تھے۔ اس دوران میری نظریں اس پر گڑی ہوئی تھیں۔ پھر میں نے اس کا پورا لباس اٹھا لیا لیکن میری گمشدہ اشیاء اس لباس میں موجود نہیں تھیں۔ البتہ ایک لمبا چاقو مجھے مل گیا تھا جو براکوڈا کی ملکیت تھا۔

"جب تم نے مجھ پر فائر کیے تھے تو میں نے پانی میں دوڑ لگا دی تھی۔ وہ میری پہلی اور آخری حماقت تھی جب اپنے ہتھیار ضائع ہو گئے۔" اس نے پانی کے چھینٹے ٹکڑوں پر مارتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر براکوڈا۔ میرے خیال میں تم بے شمار حماقتیں کرتے رہے ہو۔"

"مثلاً؟"

"تمہاری سب سے بڑی حماقت حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ہے۔ بونیکا کی سرنگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے تم نے بہتر انتظامات نہیں کیے۔ ورنہ ہم لوگ تمہارے اس تخت میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔"

"درست کہتے ہو۔" اس نے انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یہ خیال رکھنا چاہیے تھا۔"

"دوسری حماقت۔ تم نے لائن آف کرونزل کے خلاف قبائل آمادہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال نہیں رکھا تھا کہ آنے والوں پر نگاہ رکھو۔ تمہارے اس پروگرام سے واقف ہو کر تمہارے دشمن بھی بیدار ہو سکتے تھے۔"

"غالباً ایسا ہی ہوا ہے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے اطمینان پر میں تشویش کا شکار ہو رہا تھا۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی یہاں بھی کارفرما تھی۔ اسے خود پر ناز تھا۔ "لیکن سب سے زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ تم لوگوں کے پاس ہتھیار کہاں سے آ گئے؟ اس پر کڑی نگاہ رکھی جاتی تھی۔"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔"

"کتنے افراد آئے تھے؟"

"سو کے قریب۔"

"ایک بات کا جواب اور دے دو۔"

"ضرور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سمندر میں میری آبدوزوں سے جواب کیوں نہیں ملا؟"

"اس لیے کہ سب سے پہلے انھی کو تباہ کیا گیا تھا۔"

"نہیں۔ یہ بکواس ہے۔ جھوٹ بول رہے ہو تم۔" وہ اچانک بھڑک اٹھا تھا۔

"ایک کمزوری پر غور کرو براکوڈا۔ تم بہت بڑے مجرم ہو۔ تم نے لائن آف کرونزل کو تباہ کرنے کا سودا کیا۔ میں نے لفظ سودا غلط تو نہیں استعمال کیا؟"

"نہیں۔ ظاہر ہے میں صرف کاروباری آدمی ہوں۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے یہ بھی میرے علم میں آیا ہے۔ یہ سودا کرنے کے بعد تم یہاں آ پہنچے لیکن تم نے اپنے مخالفوں کو بہت معمولی سمجھا۔"

"اعتراف کرنا پڑے گا لیکن آئندہ خیال رکھوں گا۔ اس کام میں دوسری بار نہیں ہوا ہوں۔"

"کیا آئندہ بھی کچھ ارادے ہیں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور اس چاقو پر ناز کر رہے ہو۔ صرف اس چاقو پر؟" براکوڈا نے کہا۔

"نہیں میرے دوست یہ چاقو... واقعی یہ تمہاری توہین ہے۔" میں نے کہا اور پھر چاقو کو ایک پتھر پر رکھ کر موڑ دیا۔ دوسری ضرب سے چاقو ٹوٹ گیا تھا۔ پہلی بار براکوڈا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ وہ خاموشی سے سوچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"علی [illegible]۔" میں نے جواب دیا اور براکوڈا اچھل پڑا۔

"اوہ، اوہ!" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "پھر چوٹ ہو گئی۔"

"کیوں؟"

"اس کمبخت مادام نے تمہارا نام بتایا تھا... اس نے خاص طور سے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔"

"کس نے؟"

"تمہارے ہاتھوں چوٹ کھائے ہوئے اولمپیا اور ڈنیے نے۔ وہ تم سے نفرت کرتے ہیں۔ ویسے تم شاندار آدمی ہو علی۔ تمہیں ہلاک کرتے ہوئے مجھے افسوس ہوگا۔" اس نے کنارے کا رخ کیا اور میں نے جھک کر اس کا لباس اٹھا لیا۔ "بہت اچھے۔ لیکن یقین کرو اس لباس میں اب کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ تمہارے پاس بھی جو کچھ تھا وہ اب اس چشمے کی تہہ میں ہے۔"

وہ پانی سے باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھوں میں ذرا بھی جھجک نہیں تھی۔ بے لباس تھا لیکن جیسے اسے اس کا احساس بھی نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا لباس ایک طرف اچھال دیا اور اس کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔

براکوڈا اپنے لمبی شاخوں جیسے بازو پھیلائے بڑھ رہا تھا اور پھر اس نے اچھل کر مجھ پر لاتیں چلائیں۔ میں نے پلٹ کر اس کا وار خالی دیا لیکن وہ زمین پر پیروں کے بل ہی آیا۔ زمین پر پاؤں ٹکاتے ہی وہ اچھلا اور اس بار وہ اونچی چھلانگ لگا کر سیدھا شانوں پر آیا تھا۔ میں اس کی ٹانگوں کی گرفت میں آ گیا۔ اس نے میرے کندھوں پر سوار ہو کر میری گردن میں قینچی ڈال دی لیکن میں نے حاضر دماغی سے کام لیا تھا۔ گو وہ بہت وزنی تھا لیکن میں اسے لیے ہوئے پانی کی طرف دوڑ گیا اور پھر پیچھے گر پڑا۔ اس کا آدھا بدن پانی میں ڈوب گیا تھا۔ اس نے بوکھلا کر میری گردن چھوڑ دی اور میں برق رفتاری سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے پانی میں دو تین غوطے کھائے اور پھر کنارے پر آ گیا۔ میں پھر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"اگر تم مجھے زمین پر پٹختے تو میں اس کے لیے تیار تھا۔ زمین پکڑ کر میں ٹانگوں کو بل دیتا اور تم نیچے آ جاتے لیکن تم نے مجھے پانی میں پٹخا۔ بہرصورت ذہین ہو۔ اچھا لڑتے ہو، سنبھلو!" اس نے کہا اور مجھ پر تیسری چھلانگ لگا دی۔ اس بار اس نے دھوکا دیا تھا۔ اپنی چھلانگ کو راستے ہی میں روک کر وہ پلٹ گیا اور دوسری بار ترچھا ہو کر اٹھتا ہوا میری طرف آیا اور میں اس کی زد میں آ گیا لیکن نیچے گرتے ہوئے میں نے بدن کی پوری قوت صرف کر کے خود کو اس کے اوپر کر لیا اور وہ پشت کے بل نیچے گرا لیکن نیچے گرتے ہی اس نے مجھے دونوں پاؤں اٹھا کر پیچھے دھکیل دیا۔ پھر خود بھی الٹی قلابازی کھا کر اٹھ گیا۔

"ایک منٹ۔ ایک منٹ۔" اس نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "بات ایک لڑکی کی شرافت ہے لیکن مجھے بہرحال زندگی ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ میں نے تم پر بھرپور وار کیے اور تم نے انھیں بڑی ذہانت... نہ صرف ذہانت بلکہ جسمانی قوت کے ذریعے ناکام بنا دیا۔ جس وقت میں نے مارشل آرٹس کی تربیت مکمل کی تھی تو اپنے استاد کے سامنے ایک قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی میرے تین حملوں سے بچ گیا تو میں اس سے شکست مان لوں گا اور اسے اپنا دوست تصور کروں گا۔ یہ قسم میری ہے، اٹل ہے، تمہاری نہیں۔ لہٰذا میں نے تمہیں دل سے اپنا دوست مان لیا ہے لیکن تمہیں دوستی کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ اب میں تم پر کوئی وار نہیں کروں گا بلکہ یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ اگر تم مجھے پکڑ لو گے تو ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر بیٹھ جاؤں گا۔ اگر تم گرفتار کرنا چاہو گے تو خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں گا لیکن اسی وقت جب تم مجھے پکڑ لو گے یا دوڑ کر میرے بدن کو چھو لو گے۔ علی میری جان تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ میں کسی بھی تیز رفتار گھوڑے کو دوڑ میں پیچھے چھوڑ سکتا ہوں۔ میرے دوڑنے کی رفتار ساٹھ میل فی گھنٹا بلکہ خاص حالات میں اس سے بھی کچھ زیادہ ہو سکتی ہے۔ ایک منٹ میری جان، ایک منٹ۔ یہ مردوں کے کھیل ہیں اور مرد فراخ دل ہوتے ہیں۔ جلد بازی نہ کرو۔ پوری بات سن لو۔ آج سے لائن آف کرونزل کی مخالفت ختم کر رہا ہوں۔ کم از کم میں اس کے لیے کچھ نہیں کروں گا۔ افریقہ سے واپس چلا جاؤں گا اور ہاں تحفے کے طور پر تمہیں ان لوگوں کے بارے میں تفصیل بھی فراہم کر دوں گا جو لوساما کے ایجنٹ ہیں اور لائن آف کرونزل کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ بولو سودا کرو گے؟"

بڑا ہی عجیب انسان تھا۔ شیطان براکوڈا اور بڑے حیرت انگیز انداز میں سامنے آیا تھا۔ اس کی پیشکش نے مجھے چند لمحوں کے لیے مبہوت کر دیا تھا۔ یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے کوئی نئی چال چل رہا ہو۔ اس نے مجھے مخمصے میں پھنسا دیا تھا۔ کمبخت چہرہ پڑھنے کا ماہر بھی معلوم ہوتا تھا۔

"ٹھیک سوچ رہے ہو۔" وہ اچانک بولا۔ "ایسا ناممکن نہیں ہے۔ بول کہتے ہیں۔ دیکھو وہ تین ٹیلے ہیں۔ اس طرف دو ٹیلے ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ کوئی دو فرلانگ ہے۔ میں اسے دائرہ منتخب کرتا ہوں۔ تم مجھے پکڑ لو... پکڑ سکے تو شرط ختم اور نہ پکڑ سکو تو میری بات مان لینا۔ دیکھو! میں سیدھا دوڑ کر بھی تمہاری رینج سے نکل سکتا ہوں مثال کے طور پر..." اس نے کہا اور دفعتاً دوڑ لگا دی۔

میں دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ وہ چھلاوہ تھا۔ پلک جھپکتے ہی اتنا دور نکل گیا کہ میں دیکھتا رہ گیا۔ میری حیرت دور بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ ایک دھبے کی مانند نظر آنے لگا۔ میں اسے چھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک ٹیلے سے دوسرے ٹیلے تک اور پھر وہاں سے واپس آنے میں اس نے ایک منٹ بھی نہ لگنے دیا تھا۔ حیرتناک

بات یہ تھی کہ اس کا تعاقب بھی تیز نہیں ہوا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اس کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بلاشبہ وہ اگر چاہتا تو نکل سکتا تھا اب کیا آخر تھی اور پھر یہ بھی ایک عجیب پسند تھا۔ پوری زندگی ہی ان دلچسپیوں میں گزری تھی نفع نقصان کی کسے پروا تھی۔ میں نے ہاتھ پھیلا دیا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا پھر اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"زندگی میں بہت کم لوگوں کو پسند کیا ہے۔ ایک تم ہو علی۔"

"شکریہ براکوڈا۔ میں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ میں تمھیں گرفتار نہیں کر سکتا۔ میں خود بھی کھلے دل سے اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ خیال میرے ذہن میں موجود ہے کہ ممکن ہے تم ابھی کوئی چال چل رہے ہو لیکن۔۔۔"

"ٹھیک ہے علی۔ خطرات ذہانت کو جلا بخشتے ہیں۔ محتاط رہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" براکوڈا نے کہا اور پھر ہنس دیا۔ "لباس پہن لوں؟"

"ضرور۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور براکوڈا اپنے لباس کی طرف بڑھ گیا۔ جانے اس شخص کے دل میں کیا ہے۔ میں نے سوچا لیکن اگر وہ تنہا ہے تو پھر یہ شخص میری زندگی میں عجیب اور دلچسپ نوعیت کا ہے۔

براکوڈا لباس پہن کر میرے پاس آ گیا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمہارے ساتھی تمھیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آ سکتے ہیں۔"

"اس جگہ کا کوئی تعین کر سکتے ہو؟"

"ہم بونیکا سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ واپسی کے لیے پیدل سفر بہت مشکل ہوگا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے ہم بونیکا کے جنوب مشرق میں تلکانو کے ریگستان میں ہیں۔ سمندر کا راستہ بے کار ہے۔ ویسے کیا واقعی میری آبدوز تباہ ہو چکی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"تب مجھے یہ سودا بہت مہنگا پڑا۔ خیر یہ کوئی خاص بات نہیں، ہوتا ہے۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے علی؟"

"بونیکا ہی جانا چاہتا ہوں۔"

"تب میری رائے ہے کہ ہم آگے کا سفر جاری رکھیں تلکانو کا یہ ریگزار عبور کر کے ہم بیری کو پہنچ سکتے ہیں جہاں سے تم سفر کر کے بونیکا جا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے واپسی کا سفر میرے لیے بھی بہت خوفناک ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ تیاریاں کریں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

یہ تیاریاں بھی خوب تھیں۔ اسٹیفن براکوڈا نے ناریل اور کھجوروں کے پتے کافی تعداد میں توڑے اور تقریباً پانچ فٹ کے قطر کی دو چھتریاں بنائیں جن کے نچلے حصوں میں لمبی ڈنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ بہت سے پتے توڑ کر اس نے کرکٹ کے کھلاڑیوں کی مانند پیڈ بنائے اور انھیں شاخوں اور رسیوں سے باندھ لیا۔ پھر اس نے کافی تعداد میں ناریل اور کھجوروں کا ذخیرہ کیا اور انھیں ایک مخصوص انداز میں ایک دوسرے سے منسلک کر کے لٹکانے کی زنبیلیں بنائیں۔ میں اس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ یوں ہم نے خود کو خوراک کے ذخیرے سے لیس کر لیا۔ ریت پر سفر کرنے کے لیے ناریل کے پتوں سے جو جوتے بنائے گئے وہ زیادہ مضبوط نہیں تھے۔ چشمے کا پانی لے جانے کے لیے ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لیے جب ہم وہاں سے آگے بڑھے تو خوب پانی پی لیا اور غسل بھی کیا۔

میں اس پراسرار شخص کے ساتھ ریت کے ٹیلوں کا سفر کر رہا تھا جس کی تلاش میں ہم نے ہمارو، ٹومبرو، والا اور لائن آف کروزلی کی دور آبادیوں میں بہت سا وقت ضائع کیا تھا۔ رات ہونے تک ہم سفر کرتے رہے اور پھر تا حدِ نگاہ پھیلے ہوئے ریت کے ٹیلوں کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ دن بھر کی شدید دھوپ ان انوکھی چھتریوں نے روک دی تھی اور یہ کافی کارآمد ثابت ہوئی تھیں۔ پتوں کے لباس نے بھی ہمیں جھلسا دینے والی ریت سے محفوظ رکھنے میں کافی مدد کی تھی۔ کھجوریں کھائیں، ناریل کا پانی پیا اور ٹھنڈی ریت پر چھتریاں گاڑ کر ان کے نیچے لیٹ گئے۔

براکوڈا نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ "تمہاری یادداشت کیسی ہے علی؟"

"کیوں؟"

"جو نام میں تمھیں بتاؤں انھیں ذہن نشین کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"اصل میں ہمارے پاس لکھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے تمھیں اپنے حافظے ہی سے کام چلانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے لیے تیار ہوں" میں نے کہا۔

"ایکوٹن میں ڈاکٹر فرزین، اسرائیلی ہے اور ایکوٹن کے اسپتال کا انچارج ہے۔ اسپتال کے نیچے اس نے بہت بڑا ٹرانسمیشن اسٹیشن قائم کر رکھا ہے اور مصر کے تمام ایجنٹ اسی کے ذریعے اپنے پیغامات اسرائیل پہنچاتے ہیں۔ ڈگریا فیکٹری کا سپروائزر میگن فوری، مصر کا ایجنٹ ہے اور اس فیکٹری کو تباہ کرنے کے مشن کا انچارج۔ ایلوتیا میں مشرقی جہر پولیمہ جو اس اسلحہ خانہ ہے اور تمام تباہ کن ہتھیار وہیں سے سپلائی ہوتے ہیں اور۔۔۔" اسٹیفن براکوڈا بولتا رہا اور میں حیرت سے اس کے انکشافات سنتا رہا۔ اس نے کہا۔ "تم یہ نام یاد رکھ سکو گے؟"

"کوشش کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یہی معلومات مجھے حاصل ہیں باقی کام تم کر ہی چکے ہو!"

"تب تو تمہارا شکریہ ادا کرنا ہی پڑے گا براکوڈا۔ ویسے تمھیں کام کے لیے کس نے مخصوص کیا تھا؟"

"ابولیموا الفاد جیب سی آئی اے کا آدمی تھا تو مجھ سے کام لیتا تھا۔ بہت چالاک اور کینہ پرور آدمی ہے۔ ان کے ذریعے مجھے اسرائیلی پیغامات ملتے تھے اور ان کے ذریعے سودا طے ہوا تھا لیکن۔۔۔"

"میرا تذکرہ باورڈ نے کس انداز میں کیا تھا؟"

"وہ بہت متاثر ہے تمہارے بارے میں۔ اس نے کہا تھا کہ تم ایک خطرناک آدمی ہو اور اس بات کے امکانات ہیں کہ لائن آف کروزلی کے سلسلے میں تم سے مڈبھیڑ ہو جائے اور یہی ہوا۔ تاہم اس نے مجھے تمہارا تذکرہ بار بار کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر کبھی تمہاری بھنک بھی میرے کانوں میں پڑے تو اسے فوراً اطلاع بھجوائی جائے۔"

"ہاں میری اس کی پرانی دوستی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

ریگستان میں سفر جاری رہا۔ چار دن اور چار راتیں گزر گئیں۔ پانچواں دن تھا۔ ریگستان میں سفر بہت سست رفتار ہو رہا تھا۔ اس دوران براکوڈا نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جو شبہے کا باعث ہوتی۔ وہ نسلاً یہودی نہیں تھا اس لیے میں ذاتی طور پر اس کا دشمن بھی نہیں تھا اور اس کے انکشافات نے مجھے مزید متاثر کر دیا تھا اگر اس کی تمام اطلاعات درست تھیں تو پھر اس کا مطلب تھا کہ لائن آف کروزلی طویل عرصے کے لیے اسرائیلی سازشوں سے پاک ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا کام تھا۔

رات کو گہری نیند سویا اور جلدی سو گیا تھا اس لیے صبح جلدی آنکھ کھل گئی۔ ابھی اجالا نہیں پھوٹا تھا۔ میں نے دو گز کے فاصلے پر آگ روشن دیکھی اور چونک پڑا۔ یہ آگ کس نے جلائی؟ کیا براکوڈا نے؟ میں نے اس کی تلاش میں نگاہ دوڑائی لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ دور دور تک اس کا نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب میں نے جلتی ہوئی چیز کو دیکھا، وہ ابھی پوری طرح نہیں جلی تھی اور مجھے فوراً پتا چل گیا کہ یہ براکوڈا کا لباس تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ آٹھ آدمیوں پر مشتمل اونٹوں کا ایک قافلہ اس طرف آ رہا تھا اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ آگ اس قافلے کو اس طرف متوجہ کرنے کے لیے جلائی گئی تھی۔ قریب ہی ریت پر لکھا تھا "گڈ بائی علی۔"

آنے والوں کا تعلق لائن آف کروزلی کے محافظوں سے ہی تھا۔ یقیناً اسٹیفن براکوڈا نے پہلے ان کے بارے میں اندازہ کر لیا ہوگا۔ اس کے بعد ہی اس نے انھیں میری طرف متوجہ کرنے کے لیے اپنا لباس جلا دیا تھا۔ ایک عجیب سا تاثر چھوڑا تھا اس نے میرے ذہن پر۔ مجرم تھا اور مجرم بھی اعلیٰ درجے کا لیکن بات کا دھنی تھا۔

میں نے ان محافظوں کو اپنی شناخت کرائی اور ان سے درخواست کی کہ اونٹوں سے سفر کے ذریعے پڑاؤ کے سفر کے بعد میں ولا سارنگ اور وہاں سے ایکوٹن پہنچ سکتا ہوں۔

"میرے پاس اہم اطلاعات ہیں اس لیے میرا جلد از جلد ایکوٹن پہنچنا بہت ضروری ہے۔" دستے کے سالار نے وعدہ کیا کہ وہ مجھے حفاظت ولا سارنگ پہنچا دے گا اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے اونٹ پر سوار ہو گیا۔

میری نگاہیں دور دور تک جھلک رہی تھیں۔ تا حدِ نگاہ ریت شفاف تھی اور کہیں کوئی دھبا نہیں نظر آ رہا تھا۔ میں نے خلا میں ہاتھ ہلا کر نادیدہ براکوڈا کو الوداع کہا اور ایک عجیب سے تاثر کے ساتھ اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ شاید زندگی میں پھر کسی نئے موڑ پر اس عجیب انسان سے ملاقات ہو۔

صحرائے اعظم میں اونٹ کی پشت پر سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ قافلے کا سالار ایک تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ میری شخصیت سے واقف ہے اور اسے ہدایت کی گئی تھی کہ اگر کبھی لائن آف کروزلی کے لیے کام کرنے والوں کو اس کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو وہ تعاون کریں۔

راستے میں اس نے میری آسائشوں کا بہت خیال رکھا۔ میں اپنی سوچوں میں گم مسلسل سفر کرتا رہا۔ کوئی اہم کام نہ ہو کوئی خاص مہم درپیش نہ ہو تو انسانی ذہن نہ معلوم کہاں کہاں بھٹکتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت اس سفر کے دوران میری تھی۔ کبھی تہذیب سسکتی ہوئی میرے تصور میں آ کھڑی ہوتی اور میں اس سے باتیں کرنے لگتا۔ اس کے شکوے سنتا اور اپنی مجبوریاں اس کے سامنے بیان کرتا۔ پھر اسے تسلی دلا کے رخصت کر دیتا۔ ایک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں۔ جانِ من! ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں۔ کبھی میری نگاہوں کے سامنے مظلوم و بے سہارا فلسطینیوں کے کیمپ آ جاتے اور میں دانت پیس کر رہ جاتا۔ مٹھیاں بھنچ جاتیں، جبڑوں کی ہڈیاں ابھر آتیں۔ اسی پیچ و تاب میں سفر تیزی سے طے ہوتا رہا اور ہم اپنی منزل کی جانب بڑھتے رہے۔

اونٹوں کی رفتار چونکہ بہت زیادہ تیز نہیں ہو سکتی تھی اس لیے اس سفر کی رفتار کسی قدر سست تھی تاہم سفر کے دوران کوئی دقت پیش نہیں آئی اور بالآخر میں لائن آف کروزلی کی ایک چھوٹی سی آبادی میں داخل ہو گیا جو معمول کے مطابق افریقی روایات کی حامل تھی۔ میں نے یہاں بھی اپنے آپ کو اجنبی نہیں پایا۔ جن لوگوں سے میری ملاقات ہوئی انھیں جب میرے بارے میں علم ہوا تو وہ میری راہ میں بچھ گئے اور انھوں نے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔ یہ نسلاً عرب تھے۔ ولا سارنگ کے بارے میں اسٹیفن براکوڈا نے کوئی خاص بات نہیں کی تھی لیکن مجھے شبہ تھا کہ یہاں بھی موساد کے ایجنٹ موجود ہوں گے چنانچہ میں محتاط رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے فرمائش کی کہ فوری طور پر مجھے ایکوٹن کے سفر کے لیے ضروری سہولتیں فراہم کر دی جائیں۔ میری اس خواہش کی تکمیل کر دی گئی۔ بہترین ساخت کی ایک لینڈ روور مہیا کی گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک ڈرائیور بھی۔ سفر کے خطرات کے پیش نظر لینڈ روور میں مشین گن نصب کر دی گئی تھی اور اس میں ضرورت کا وہ تمام اسلحہ مہیا کر دیا گیا تھا جو کسی بھی موقع پر کام

آ سکتا تھا۔ ان تیاریوں کے بعد میں دلاسانگ سے ایکوٹن کی جانب روانہ ہو گیا۔

اس راستے میں بھی مختلف خیالات نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ مسعود ظلو اور عائشہ ذہن میں آ رہے تھے۔ پتا نہیں بونیکا سے ان لوگوں کو کیا رپورٹ موصول ہوئی۔ ظاہر ہے میری گمشدگی پروفیسر وغیرہ کے لیے تشویش ناک ہو گی اور انھوں نے اس کی اطلاع یہاں کر دی ہو گی۔ بہر حال بونیکا کا معاملہ ختم ہو گیا تھا اور میرے پاس ایسی معلومات تھیں جو لائٹن آف کرونل کے لیے بے حد کارآمد تھیں۔

ایکوٹن تک جاتے ہوئے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ راستے میں بھی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی اور پھر میں ایکوٹن میں داخل ہو گیا۔

لینڈ روور جس وقت ایکوٹن پہنچی، رات کے گیارہ بجے تھے۔ چیک پوسٹ پر ہماری شناخت کی گئی اور فوراً ہی ہمیں اندر داخل ہونے دیا گیا۔ میں نے لینڈ روور کے ڈرائیور سے مسعود ظلو کی رہائش گاہ کی طرف چلنے کے لیے کہا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں تاریکی میں ڈوبی ہوئی اس عمارت تک پہنچ گیا جہاں مسعود ظلو اور عائشہ رہائش پذیر تھے۔

دروازے پر ہی معلوم ہو گیا کہ عائشہ اور مسعود ظلو ایکوٹن میں موجود ہیں۔ وہ اپنی خواب گاہ میں جا چکے تھے لیکن میں یہاں اجنبی نہیں تھا چنانچہ فوراً ہی انھیں اطلاع دی گئی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مسعود ظلو شب خوابی کے لباس میں آنکھیں ملتا ہوا، دوڑتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں موجود تھا۔ وہ فوراً ہی مجھ سے لپٹ گیا تھا۔

"علی... علی! یہ تم ہی ہو، یقین دلا دو کہ یہ تم ہی ہو، مجھے یقین نہیں آ رہا۔" اس نے کہا۔ میں مسکرانے لگا۔

"ٹٹول کر دیکھ لو مجھے، میرا خیال ہے تمھیں یقین کر لینا چاہیے۔"

"وہ! علی تم بھی انوکھے انسان ہو، خوب جانتے ہو کیا کیا شعبدے دکھاتے ہو۔ درحقیقت اب تو تمھاری شخصیت ہمارے لیے اتنی پُراسرار ہو گئی ہے کہ بعض اوقات ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ تمھیں روحانی قوتیں حاصل ہیں۔"

اسی وقت عائشہ بھی اندر داخل ہو گئی۔ اس کی چال میں اب ذرا بھی لڑکھڑاہٹ باقی نہیں رہ گئی تھی اور اس نے لکڑی کی ٹانگ سے چلنے کی پوری پوری مشق کر ڈالی تھی۔ اس کے الفاظ بھی مسعود ظلو سے مختلف نہیں تھے۔ دونوں نے مجھے دیکھ کر بے پناہ مسرتوں کا اظہار کیا تھا۔ ان کی نیند اڑ چکی تھی۔

مسعود ظلو نے مجھ سے کہا۔ "کیا تمھیں بونیکا کے حالات معلوم ہیں؟ یہ علم ہے کہ تمھاری گمشدگی کے بعد وہاں کیا ہوا؟"

"نہیں، کوئی خاص بات؟" میں نے بے اختیار سوال کیا۔

"نہیں انھیں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے کہ تشویش ناک ہو۔ قبائل منتشر ہو گئے۔ انھیں یہ یقین دلا دیا گیا کہ لائٹن آف کرونل ان کے لیے خطرناک نہیں ہے۔ پروفیسر جونا تھن اور وڈ نے مکمل رپورٹ بھجوا دی ہے اور وہ ابھی تک وہیں موجود ہیں۔ تمھاری تلاش زور و شور سے جاری ہے لیکن اس کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"تم نے تو مجھے خوف زدہ کر دیا تھا مسعود۔ بہر طور دیکھ لو میں واپس آ گیا ہوں۔"

"علی! اول تو نیند سے اٹھ کے آیا ہوں، دوم تمھاری اچانک آمد نے بوکھلا دیا ہے۔"

"عائشہ! میرا خیال ہے عمدہ قسم کی کافی مسعود ظلو کو پرسکون کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ابھی لائی۔" عائشہ نے کہا اور واپس کمرے سے باہر نکل گئی۔ مسعود ظلو مسلسل حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "گویا ان لوگوں کو یہ اطلاع نہیں ہو سکی ہے کہ علی تم خیریت سے ہو اور ایکوٹن واپس آ گئے ہو؟"

"کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں، کافی آ جانے دو۔ اس کے بعد تمھارا ذہن خود بخود تمھیں ان تمام سوالات کے جواب دے دے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"علی تم ناقابل تسخیر ہو، یقیناً تم ناقابل تسخیر ہو۔ اسٹیفن براکوڈا کا کیا ہوا اور کیا یہ اطلاع بھی ہے کہ دوسرے لوگوں کو بچانے کا کام بخیریت واپس آ گئے ہیں یا اوروں کو بھی اطلاع مل چکی ہے؟"

"نہیں، یہ ذمے داری بھی تمھارے ہی سپرد ہے اور اس کے علاوہ کچھ مزید ذمے داریاں بھی۔"

"خوش نصیبی سمجھوں گا میں اسے اپنی۔ لیکن اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں تم نے نہیں بتایا علی کہ اس کا کیا رہا؟"

"یہ بات تمھیں معلوم ہو چکی ہے کہ میں اسٹیفن براکوڈا کے پیچھے گیا تھا۔"

"ہاں۔ پروفیسر جونا تھن کی رپورٹ موصول ہو چکی ہے اور انھوں نے ہر بات تفصیل سے لکھی ہے۔ وہ خود بھی تمھارے لیے بے حد پریشان ہیں۔ لیکن چند بار یہاں سے رابطہ قائم کر کے یہ پوچھ چکے ہیں کہ تمھارے بارے میں کوئی اطلاع ملی یا نہیں۔ ویسے پروفیسر جونا تھن کی آخری رپورٹ یہی ہے کہ وہاں کے معاملات مکمل ہو چکے ہیں۔ قبائلیوں کو پوری طرح اطمینان دلا دیا گیا ہے کہ لائٹن آف کرونل سے ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور انھیں اس بات پر یقین آ گیا ہے کیونکہ ان سے ان کے دیوتا نے کہا ہے۔ وہ محبت سے اسی طرح رہتے رہیں گے۔ لیکن پروفیسر جونا تھن کا خیال ہے کہ وہ بونیکا کے لوگوں کو آخری بار دے کر بستی کو تباہ کر دیں گے تاکہ کوئی اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ہمارے جہاز وہاں موجود ہیں اور وہ ان لوگوں کو واپس لے کر آئیں گے۔ اب ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن وہ تمھارے لیے سرگرداں ہیں۔"

"ان تک اطلاع پہنچانے کا ذریعہ کیا ہے مسعود؟" میں نے سوال کیا۔

"مختلف ذرائع سے پیغامات بھجوائے جاتے ہیں۔ اس کا انتظام بھی پروفیسر جونا تھن نے کیا ہے۔"

"تو پھر سب سے پہلے تم پروفیسر جونا تھن اور وڈ کو یہ اطلاع بھجوا دو کہ میں واپس پہنچ چکا ہوں تاکہ میرے سلسلے میں ان کی پریشانی ختم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے، یہ انتظام فوراً کر لیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ؟" مسعود نے پوچھا۔

"ہاں! میری واپسی کی اطلاع ان لوگوں کو بھی پہنچا دو جن سے ان معاملات کا تعلق ہے اور بہتر یہ ہے کہ وہ سب لوگ فوری طور پر ایکوٹن پہنچ جائیں۔ اب میں مزید کہاں تک سفر کرتا پھروں گا۔"

"اور یقیناً ان کے سامنے تم اہم انکشافات کرو گے علی!" مسعود نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"بھائی! سانس تو لینے دو۔ میں اپنی تمام رپورٹ تمھارے ذریعے ہی لکھواؤں گا چنانچہ سب سے پہلے تم ہی اس سے واقف ہو گے۔" میں نے اس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔

عائشہ واپس آ گئی۔ وہ اپنے ساتھ کافی لے کر آئی تھی۔ اس نے کافی کی پیالیاں سب کے سامنے سرو کر دیں۔

کافی پینے کے دوران رسمی نوعیت کی گفتگو ہوتی رہی۔ کافی ختم ہوئی تو مسعود تھوڑی دیر کے لیے اجازت لے کر چلا گیا تاکہ وہ پروفیسر جونا تھن کو میری واپسی کی اطلاع کر سکے۔ اس کے لیے مسعود کے پاس کیا ذرائع تھے، مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں عائشہ کی طرف دیکھنے لگا جس کی آنکھوں میں میرے لیے عقیدت و خلوص کے آثار تھے۔

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کہو عائشہ! کیسی زندگی گزر رہی ہے؟"

"مسعود جیسے اچھے انسان ایسے ہیں کہ کوئی بھی آنکھیں بند کر کے ان کے بارے میں جان سکتا ہے۔ میں مسعود کے ساتھ زندگی سے بہت مطمئن ہوں۔ اس کے علاوہ جو دین مجھے ملا ہے، یقین کرو علی میرے لیے انتہائی خوش نصیبی کا باعث ہے کیونکہ اسلام کے راستوں پر چل کر میں اپنی روح کے اندر بے پناہ سکون محسوس کرتی ہوں۔"

مسعود ظلو تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا۔ اس نے کہا۔ "علی میں تو مصروف رہوں گا۔ اس سے زیادہ حسین مصروفیت میرے لیے اور کیا ہو سکتی ہے۔ اب گویا نیند کے عالم میں رہنا اپنی خوش بختی کو ٹھکرانا ہے لیکن تم تھکے ہوئے ہو، سو جاؤ۔ کل اسی وقت ملاقات ہو گی جب تم اپنی نیند پوری کر کے ہشاش بشاش ہو چکے ہو گے۔ مجھے اندازہ ہے کہ ان دنوں تم نے کس طرح محنت کی ہو گی۔"

"شکریہ مسعود! میں واقعی سونا چاہتا ہوں۔"

"عائشہ! تم علی کے آرام کے لیے بندوبست کر دو۔"

"آپ اپنے کام میں مصروف ہو جائیں مسٹر مسعود! علی کے لیے مجھے آپ کی ہدایات کی ضرورت نہیں ہے۔" عائشہ نے کہا اور مسعود مسکراتا ہوا چلا گیا۔

اس کے بعد مجھے ایک پُرسکون خواب گاہ فراہم کر دی گئی اور میں مسہری پر لیٹ کر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ سوچنے کو تو بہت کچھ تھا لیکن ذہن کو سکون دینا بھی ضروری تھا۔

دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے آنکھ کھلی تو عائشہ ناشتا لیے انتظار میں تھی۔ مسعود حسب معمول مصروف تھا۔ ناشتے کی میز پر عائشہ نے بتایا کہ مسعود کئی کام نمٹا چکا ہے لیکن ابھی کچھ مصروفیات باقی ہیں۔ شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے مسعود ظلو تھکا ہارا واپس آیا اور مسکراتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں نے تہلکہ مچا دیا ہے۔" وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔ "اسٹیفن براکوڈا کے سلسلے میں چاروں طرف سے سوالات کیے گئے تھے اور مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ اس کا کیا رہا لیکن میں نے اس طرح بات کو گول کر دیا جیسے حقیقت مجھے معلوم ہے لیکن میں جان بوجھ کر اسے چھپا رہا ہوں۔"

"اوہ! مختصراً اتنا تو بتا ہی دیتے کہ اسٹیفن براکوڈا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"واہ! کیسے بتا دیتا، مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔" مسعود نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خیر وہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنی تمام ذمے داریاں پوری کر چکا ہوں۔ ہارڈ وڈ اور تمام جگہوں پر میں نے اطلاعات بھیج دی ہیں۔ خاص طور سے پروفیسر جونا تھن اور وڈ وغیرہ لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ اپنا کام مکمل کر کے واپس آ جائیں۔ تمھاری یہ ہدایت بھی تمام لوگوں تک پہنچا دی ہے کہ تم انھیں فوراً ایکوٹن میں طلب کر رہے ہو۔"

"ٹھیک ہے مسعود! آج ہم لوگ بیٹھ کر رپورٹ تیار کر لیتے ہیں۔"

"او کے۔ لیکن کیا واقعی اسٹیفن براکوڈا تمھارے ہاتھوں مارا گیا؟"

"میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس دنیا سے میری مراد صحرائے اعظم ہے۔ ممکن ہے وہ ابھی جیتا ہو لیکن لائٹن آف کرونل کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں سے وہ بالکل الگ ہو چکا ہے۔"

"نہایت پُراسرار اور بڑی سنسنی خیز بات ہے۔" مسعود نے کہا۔

"اب تم تیاریاں کرو تاکہ ہم اپنی رپورٹ تیار کر لیں۔"

مسعود کے ساتھ میں نے عائشہ کو بھی شریک کر لیا تھا۔ وہ بہترین معاون تھی۔ چنانچہ میں نے مسعود اور عائشہ کے ساتھ مل کر اسٹیفن براکوڈا کی دی ہوئی تفصیلات کے مطابق ان تمام جگہوں کی نشان دہی تحریری شکل میں کر دی جہاں مسعد کے ایجنٹ اور براکوڈا کے آدمی کام کر رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کے بارے میں مکمل تفصیلات بھی تحریری شکل میں درج کرا دیں اور وہ تمام اہم پوائنٹ نوٹ کر دیے جو اس سلسلے میں بڑی حیثیت رکھتے تھے۔ مسعود ظلو نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "اور یہ تمام معلومات

"... میرا مطلب ہے اتنی تفصیل سے تمہیں کیسے معلوم ہوئیں چیف؟"

"تم اسے ہی اسٹیفن برکوڈا کی موت کہہ سکتے ہو۔ مسعود ظفر! اسٹیفن برکوڈا کو شاید میں نے اس کے مقصد سمیت قتل کر دیا ہے اور یہ تمام معلومات مجھے فراہم کر کے اب وہ اس دنیا سے چلا گیا ہے اور شاید کبھی اسرائیلی حکام کے ایما پر یا امریکی یہودیوں کے مقصد کی تکمیل کے لیے عربوں کے مدمقابل نہ آسکے گا۔"

"گویا تمہارے ہاتھوں وہ ایک خوفناک موت مارا گیا ہے۔" مسعود نے ستائشی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

رپورٹوں کی تیاری میں رات کے کھانے کا وقت بھی نکل گیا تھا اور اس وقت جب ہم نے گردن اٹھائی تو ایک بج چکا تھا۔ عائشہ بول اٹھی۔

"ارے، رات کا کھانا؟"

"کوئی ہلکی پھلکی چیز کھا کر ہم لوگ زیادہ سکون سے رات گزار سکتے ہیں۔ باقی تکلفات کل سہی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دراصل واقعات اتنے سنسنی خیز تھے چیف کہ میں سب کچھ بھول گئی۔" عائشہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے چیف! تم لوگ اپنائیت کے باوجود ابھی پُرتکلف گفتگو کرنے سے نہیں چوکتے۔ میں اگر ضرورت محسوس کرتا تو خود بھی کھانے کے لیے کہہ سکتا تھا۔ بہرحال اب کافی کے ساتھ کچھ بسکٹ یا سینڈوچز وغیرہ ہو جائیں۔ باقی کل کا دن کھانے پینے میں گزرے گا۔"

دوسرا دن ہماری توقعات کے مطابق نہیں تھا۔ جن لوگوں کو ایکوڈر میں طلب کیا گیا تھا وہ شاید بہت مضطرب تھے کیونکہ صبح سات بجے سے ہی ان کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ جو نزدیکی آبادیوں میں تھے، وہ گاڑیوں کے ذریعے پہنچے تھے اور جو زیادہ فاصلے پر تھے، وہ ہیلی کاپٹروں سے آئے تھے۔ مسعود ظفر کو بھی ان کے اس قدر جلد آنے کی امید نہیں تھی۔ ایکوڈر کے انچارج کی حیثیت سے اسے فوری طور پر مصروف ہو جانا پڑا اور صبح کا ناشتہ بھی وہ ہمارے ساتھ نہیں کر سکا۔

گیارہ بجے مجھ سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہو گیا اور تمام ہی لوگوں نے یکے بعد دیگرے مجھ سے رسمی ملاقاتیں کیں۔ وہ سب ہی سنسنی کا شکار تھے۔ بولیویا میں ہونے والی کارروائی کی مفصل رپورٹ انہیں دستیاب ہو چکی تھی اور میرے لیے مبارکباد کے انبار لگے ہوئے تھے۔ میری محنت و جذبے کو سراہا جا رہا تھا۔ تعلقات اور یگانگت سے کام لے کر قبل از وقت اسٹیفن برکوڈا کے بارے میں سوالات کیے جا رہے تھے اور بہرطور ان لوگوں کو مطمئن کرنا بھی ضروری تھا جو میں کر رہا تھا۔

لنچ کے بعد باقاعدہ میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں لائن آف کروزل کے چیف کنٹرولر نے خصوصی طور پر شمولیت کی تھی جو لنچ سے ذرا پہلے ہی پہنچے تھے۔ مسعود ظفر نے میرے معاون کی حیثیت سے پہلے اس کارروائی کی رپورٹ مختصر الفاظ میں سنائی جو اسٹیفن برکوڈا کے لیے کی گئی تھی۔ اس کے بعد میرے الفاظ میں اس نے بتایا کہ اسٹیفن برکوڈا زندہ ہے لیکن لائن آف کروزل کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں سے تائب ہو کر اسرائیل چھوڑ چکا ہے۔

ہر طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ مزید سنسنی ان انکشافات سے پھیل گئی جو اس رپورٹ کے ذریعے کیے گئے تھے۔ ان لوگوں کے ناموں کی نشاندہی ان سب کے لیے بہت ہی سنسنی کا باعث تھی جو یہاں لائن آف کروزل کے خلاف عزائم میں شامل ہو کر کام کر رہے تھے۔ یہ میٹنگ رات کے ساڑھے نو بجے تک جاری رہی اور اس میں تمام تفصیلات یہاں طے کر لی گئیں جن کے تحت فوری عمل کر کے لائن آف کروزل میں اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنانا تھا۔ ایک باقاعدہ کمیشن قائم کر دیا گیا جس کی سربراہی کے لیے مجھے منتخب کیا گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے یہ اجازت بھی دی گئی تھی کہ میں ایکوڈر ہی میں رہ کر تمام معاملات کو کنٹرول کرتا رہوں اور یہاں مجھے ہر اطلاع فراہم کرنے کے انتظامات بھی کر دیے جائیں گے۔ میں نے خوشی سے اس ذمے داری کو قبول کر لیا تھا۔ درحقیقت یہ ذمے داری میرے لیے زیادہ پریشانی کا باعث نہیں تھی کیونکہ عملی طور پر مجھے خود کچھ نہیں کرنا تھا بلکہ ان لوگوں کے کام کی نگرانی کرنا تھی جو اب مقصد کے ایجنٹوں سے لائن آف کروزل کو پاک کرنے کے لیے حرکت میں آتے۔ ان کی رہنمائی کرنا تھی تاکہ کسی موقع پر غلطی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

پروفیسر جوناتھن اور بڈ کمال چند دن بعد ایکوڈر پہنچ گئے اور مجھ سے ملاقات کی۔ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر انہوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ پروفیسر جوناتھن مجھ سے ان حالات کے بارے میں پوچھنے لگا جو اسٹیفن برکوڈا کے فرار کے بعد پیش آئے تھے اور میں نے پروفیسر جوناتھن کو مختصراً تفصیل بتا دی۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنے اقدامات کی تفصیل بتا دی۔ بلاشبہ بولیویا میں کامیابی دلانے کا سہرا پروفیسر جوناتھن کے سر تھا۔ اس نے اپنی سائنسی صلاحیتوں سے کام لے کر میرے لیے جو آسانیاں پیدا کر دی تھیں، اس سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ پروفیسر جوناتھن کو بھی میں نے اپنے ساتھ ہی روک لیا۔ وہ ایک بہترین مددگار اور ایک بہترین ساتھی تھا۔

لائن آف کروزل کی آبادیوں میں تیزی سے بے شمار ایجنٹوں کو گرفتار کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان تمام لوگوں کو بھی جو لائن آف کروزل کی اسٹو فیکٹریوں میں ان کے آلۂ کار تھے۔ یوں کافی دن مجھے ایکوڈر میں اس کارروائی کے انچارج کی حیثیت سے گزارنے پڑے۔ میں مطمئن اور مسرور تھا کہ میں اپنا وہ مقصد پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا جس کے لیے میں نے اس طرف قدم بڑھائے تھے۔ باقی معاملات کے بارے میں گفتگو ہونا باقی تھی۔ یہاں تک کہ یہ تمام کام ختم ہو گیا۔ پھر مبارڈو شہر میں مجھے طلب کر کے میرے لیے ایک میٹنگ کی گئی جس میں مجھے خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

اس کام کا اختتام ہونے کے بعد بھلا اس کے علاوہ میری اور کیا خواہش ہو سکتی تھی کہ میں اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں۔ تہذیب ماہم ایگن سے ملے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ ان دوران اس کے بارے میں کچھ بھی تو پتا نہیں چل سکا تھا حالانکہ امریکا میں میں نے اسے ایسے حالات میں چھوڑ دیا تھا جن کو اگر ذہن میں لاتا تو تشویش ہو جاتی تھی۔ وہ دشمنوں کے درمیان گھری ہوئی تھی لیکن تہذیب ماہم ایگن کی شخصیت کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ گرین پول کی نمبر ٹو جس کے سپرد بڑی بڑی ذمے داریاں کی جاتی تھیں۔ مجھ سے منسلک ہونے کے بعد وہ اپنے آپ کو بے حد تبدیل کر چکی تھی لیکن اتنا میں بھی جانتا تھا کہ اگر خطرناک حالات ہو جائیں تو پھر تہذیب اپنی پرانی زندگی میں واپس آ جاتی تھی۔

میں مبارڈو سے تیروڈا واپس آ گیا۔ میرے لیے ہر جگہ آسائشیں فراہم کی گئی تھیں۔ تیروڈا میں ایک خوبصورت عمارت میں مجھے ٹھہرایا گیا تھا اور پھر ذمے دار حضرات نے مجھ سے میرے آئندہ پروگرام کے بارے میں دریافت کیا۔ بڈ میرے ساتھ تھا۔ پروفیسر جوناتھن، میلکو اور دوسرے وہ تمام لوگ جو ان مہمات میں میرے ساتھ رہے تھے، اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ پروفیسر جوناتھن سے میں مبارڈو ہی میں جدا ہو گیا تھا اور مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے پروفیسر جوناتھن نے کہا تھا کہ زندگی رہی تو میں تم سے دوبارہ ملنے کا خواہشمند رہوں گا۔ فلسطینی مقاصد کے لیے کام کرتے ہوئے یقیناً وہ مواقع ضرور آئیں گے جب ہم کہیں بھی یکجا ہو سکتے ہیں۔ میں نے بھی پروفیسر جوناتھن سے ان کی اس رفاقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک حیرت انگیز انسان کی حیثیت سے میں انہیں یاد رکھوں گا۔

البتہ بڈ جان کو ڈنک لگ گیا تھا۔ اس کی شخصیت ذرا الگ ہی تھی۔ وہ بے حد آزردہ ہو گیا اور کہنے لگا۔ "مسٹر طغل! یہ سمجھ لیجیے کہ آپ نے اگر مجھے چھوڑ دیا تو پھر میں فلسطینی مفادات کے لیے کام نہیں کروں گا۔ میں سرپھرا آدمی ہوں۔ دنیا کی کوئی بھی قوت مجھے میری مرضی کے خلاف کام پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ اپنی مرضی سے جیتا رہا ہوں۔ آپ کو اپنے بارے میں تمام ہی تفصیل بتا دی ہے۔ آئندہ بھی اپنی خوشی ہی سے جینا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنی زندگی فلسطینیوں کے لیے وقف کر دی ہے۔ اگر بڈ کے بارے میں تمہاری کوئی چاہت ہے کہ وہ فلسطین کے لیے بروئے کار رہے تو پھر مجھے آپ کا ساتھ درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے بڈ! جیسی تمہاری مرضی لیکن اگر کسی وقت تم اپنے اس فیصلے پر شرمندگی یا الجھن محسوس کرو تو ایک اچھے دوست کے مانند مجھے بتا دینا۔ میں خوشی سے تمہیں اپنا ساتھ چھوڑنے کی اجازت دے دوں گا۔"

"تم صرف خوشی سے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دو چیف! باقی ذمے داری میری اپنی ہے۔" بڈ نے کہا اور پھر وہ میرے ساتھ مبارڈو سے تیروڈا آ گیا تھا۔

تیروڈا میں میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کر دیا کہ میں امریکا واپس جانا چاہتا ہوں۔ مجھ سے چند دن کی مہلت لے لی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ فوری طور پر میری واپسی کے لیے کسی طیارے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میں جانتا تھا کہ امریکا کے لیے خصوصی فلائٹس ہو کر آتی تھیں اور عام طور سے جہازوں کا آنا جانا نہیں تھا۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔

مسعود ظفر اور عائشہ چند روز کے بعد تیروڈا آ گئے۔ مسعود ظفر نے کہا۔ "یہ آپ کی سائیکا ماٹو جو ہے نا! اس کا دل اب ایکوڈر میں نہیں لگ رہا۔ اس کی خواہش ہے کہ یہ بھی کچھ عرصے کے لیے بیرونی دنیا کی سیر کرے۔ تو کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا مسٹر طغل کہ میں اور سائیکا آپ کے ساتھ ہی چلیں؟"

"مجھے تمہیں اپنا مہمان بنا کر خوشی ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک بات کا آپ یقین کریں کہ ہم لوگ آپ کے اور تہذیب ماہم ایگن کے لیے کسی پریشانی کا سبب نہیں بنیں گے۔"

"نہیں... نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

تقریباً بیس دن یہاں قیام کرنا پڑا اور پھر مجھے اطلاع دی گئی کہ ایک طیارہ خصوصی طور پر میرے لیے چارٹرڈ کیا گیا ہے جو مجھے نیویارک لے جائے گا۔ میں نے اپنی تیاریاں مکمل کیں۔ آخری رات میرے اعزاز میں ایک پارٹی دی گئی جس میں ایک بار پھر مجھے خراج عقیدت پیش کیا گیا اور اس بات کا اعتراف کیا گیا کہ لائن آف کروزل کے لیے میری خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

طیارہ بوئنگ تھا اور اس میں چند دیگر افراد بھی میرے ساتھ سفر کرنے والے تھے۔ سائیکا ماٹو یعنی عائشہ اور مسعود ظفر بھی میرے ساتھ تھے۔ بڈ بھی تھا۔ باقی لوگ اجنبی تھے لیکن بہرطور انہیں بھی میرے ساتھ سفر کرنا تھا۔ طیارے نے رن وے چھوڑ دیا اور فضا میں بلند ہو گیا۔ میں ذہنی سکون چاہتا تھا لیکن ذہن کو سکون کہاں ملتا ہے۔ تنہائی خیالات کے لیے ذہن کے دروازے کھول دیتی ہے۔ تہذیب ماہم ایگن کا حسین چہرہ میری نگاہوں میں گردش کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ میری اس کامیاب واپسی پر تہذیب کا ردعمل کیا ہوگا۔ کبھی کبھی دل میں کچھ ایسے خیالات بھی آ جاتے تھے جو پریشان کرتے تھے۔ میں سوچنے لگتا تھا کہ پتا نہیں وہاں تہذیب کس حال میں ہے۔ اسے کسی پریشانی یا الجھن کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔

اس وقت تقریباً رات کے پونے بارہ بجے تھے جب طیارے نے رن وے پر اترنے کے لیے چکر لگانے شروع کر دیے۔ میں چونک پڑا۔ میرے حساب سے ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ ہم منزل مقصود تک پہنچ گئے ہوں۔ ہمارا یہ سفر تو خاصا طویل اور وقت طلب تھا۔ میں نے مسعود ظفر سے پوچھا۔ "یہ طیارہ تو شاید لینڈنگ کر رہا ہے؟"

"ہاں چیف!" مسعود ظفر نے سادگی سے جواب دیا۔

"ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم، میرا خیال ہے ایندھن وغیرہ کے لیے بیچ میں اترنا پڑ رہا ہے۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد طیارے نے رن وے کو چھو لیا۔ میں کھڑکی سے باہر کا جائزہ لینے لگا اور دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بیروت ایئرپورٹ کو میں نے اچھی طرح پہچان لیا تھا اور یہاں طیارے کا اترنا میرے لیے حیرت کی بات تھی۔ تیرہ وڈا سے امریکا جاتے ہوئے بیروت تو راستے میں بھی نہیں آتا تھا، لہٰذا طیارے کا بیروت ایئرپورٹ پر اترنا مجھے کچھ عجیب سا اور پُراسرار معلوم ہوا لیکن ایک خیال یہ بھی ذہن میں آیا کہ ممکن ہے طویل سفر کے پیش نظر طیارے کے ایندھن کے لیے بیروت کو اس وجہ سے مناسب سمجھا گیا ہو کہ وہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا مرکز تھا اور یہاں ہمارے طیارے کو ایندھن کے لیے رکنا کسی اور ملک کی بہ نسبت زیادہ محفوظ اقدام تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم لوگ طیارے سے نکل کر ویٹنگ ہال میں آ گئے۔ طیارے میں سوار دیگر افراد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ویٹنگ ہال میں ایک ایئر ہوسٹس نے میرا استقبال کیا۔ اس نے میرے نزدیک پہنچ کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا: "میں بیروت واپسی پر آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں علی!"

یہ آواز جانی پہچانی تھی لیکن ایئر ہوسٹس کی شکل میرے لیے بالکل اجنبی تھی۔

"شکریہ خاتون! لیکن یہاں طیارہ کتنی دیر قیام کرے گا؟"

"میرا خیال ہے یہ قیام تو کافی طویل ہوگا۔ بہرحال آپ کو اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ چلیے! باہر گاڑی تیار ہے۔"

"لیکن آپ... آپ... آپ کی آواز نہ جانے کیوں مجھے جانی پہچانی لگ رہی ہے۔"

"شکریہ کہ آپ نے اس آواز سے شناسائی کا اظہار تو کیا۔"

ایئر ہوسٹس نے اپنی گردن کے قریب کوئی چیز ٹٹولی اور پھر اس کے چہرے سے پلاسٹک ماسک علیحدہ ہو گیا۔ پلاسٹک ماسک کے پیچھے سے نائمہ برقی کا چہرہ برآمد ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ نائمہ!" میرے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں۔ یہ تمام افراد جو آپ کو گرفتار کر کے بیروت لائے ہیں، آپ کے جانے پہچانے ہیں۔ ابھی ان سے آپ کا تعارف کرا دیا جاتا ہے۔" نائمہ نے کہا۔

ویٹنگ ہال میں ایک عجیب سا تماشا شروع ہو گیا تھا۔ ایک اور شخص نے اپنے چہرے سے ماسک اتاری تو وہ فواد نکلا۔ تمام ہی لوگ میرے جانے پہچانے تھے لیکن یہ انداز، یہ طریقہ کار مجھے حیرت میں ڈال دینے والا تھا۔ میں عجیب سے انداز میں ان سب کو دیکھ رہا تھا اور نہ جانے میرے ذہن میں کیسے کیسے خیالات آ رہے تھے۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ لوگوں نے واقعی ایک دلچسپ ڈراما کیا ہے لیکن اس کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔"

"مقصد سمجھنے کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"ظاہر ہے اب میں انکار نہیں کر سکتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ مجھے تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ہیڈ کوارٹر میں جانا پڑا تھا جہاں پہلے سے میرے استقبال کا باقاعدہ بندوبست تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ سب کچھ پہلے سے ہو رہا ہے اور وہ باقاعدہ ایک پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔ اس پر غور کرنے سے صورت حال کا کافی حد تک اندازہ ہو جاتا تھا۔ مجھے تیرہ وڈا میں تقریباً بیس دن قیام کرایا گیا تھا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میرے لیے طیارہ منگوایا جا رہا ہے اور یہ طیارہ جب پہنچا تو اس کا پورا عملہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے افراد پر مشتمل تھا۔ یہ تمام لوگ چہرے بدل کر وہاں پہنچے تھے۔ مقصد شاید یہ تھا کہ مجھے خاص طور سے بیروت لایا جائے۔ ان کی اس کوشش پر مجھے ہنسی بھی آنے لگی۔ بہرطور کچھ غلط فہمیاں ہمارے درمیان ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود میرے دل میں نفرت نہیں ابھری تھی بلکہ بار بار ان لوگوں نے مجھ سے معذرت کرنے کی کوشش کی تھی۔ خاص طور سے نائمہ برقی نے میرا دل صاف کرنے کے لیے انتہائی خلوص سے کوشش کی تھی لیکن میں نے کہہ دیا تھا کہ فلسطینی آج بھی میرے لیے باعث احترام و عزت ہیں اور میں اپنی ذات کو ان کے لیے وقف کر چکا ہوں۔ اگر ان کے لیے مجھے زندگی کے کسی بھی حصے میں کچھ کرنا پڑا تو میں اس سے گریز نہیں کروں گا اور اس بات کا ثبوت میں نے بار بار دیا تھا۔ لائن آف کنٹرول کے سلسلے میں کام کرنے کے لیے مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی اور جگہ میں نے کسی کے مجبور کرنے سے کام کیا تھا۔ مسئلہ چونکہ عالم اسلام کے مفاد کا تھا، اس لیے میں اپنا کام کرتا رہا تھا۔

تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ہیڈ کوارٹر میں جن شخصیتوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی وہ بہت ہی عظیم اور قابل احترام تھیں اور میرے دل میں ان کی عزت بھی تھی۔ مجھے انتہائی خلوص کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ وہ تمام لوگ میرے گرد بیٹھے تھے جن سے میرا تعلق رہ چکا تھا۔ تب سربراہ نے کہا: "علی! تم سے اب کچھ کہتے ہوئے ایک شرمندگی کا سا احساس ہوتا ہے اور میں اس وقت کے لیے شاید اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر سکوں جب تم پر شبہے کا اظہار کیا گیا تھا لیکن میرے دوست! ہم جس راہِ پُرخطر کے راہی ہیں اس میں ہر قدم نہایت احتیاط اور ہوش مندی کا تقاضا کرتا ہے۔ اولیور اور ڈیوڈ نے ایک جال بچھایا تھا تمہارے خلاف اور بدقسمتی سے ہمارے چند ساتھی اس جال میں پھنس گئے۔ تم پر شک کیا گیا اور اس کے بعد تم ہم سے بددل ہو گئے لیکن درحقیقت یہ ہمارے لیے ایک بڑا نقصان تھا جو تمہاری جدائی کی شکل میں ہمیں برداشت کرنا پڑا۔ تم نے قدم قدم پر ہمیں ہماری غلطی کا احساس دلایا اور ہم تڑپتے رہ گئے لیکن اب لائن آف کنٹرول میں تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے بعد ہم [illegible] برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ اگر تمہیں باقاعدہ [illegible] تو تم کبھی یہاں نہیں آؤ گے۔ چنانچہ تمہیں اس طرح یہاں لایا گیا۔ ممکن ہے تمہیں یہ بات بھی ناگوار گزری ہو لیکن ہم تمہیں تمام ناگوار باتوں کی معذرت کے لیے ہی یہاں لائے ہیں۔"

میں خاموشی سے یہ سب سن رہا تھا۔ پھر میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا: "یہ حقیقت ہے جناب کہ مجھے اپنی ذات پر کیے گئے شک سے بے پناہ صدمہ پہنچا تھا اور میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دوبارہ کبھی بیروت کا رخ نہیں کروں گا۔ جہاں تک لائن آف کنٹرول کے لیے یا فلسطینی مفادات کے لیے کام کرنے کا تعلق ہے تو یہ میرے اپنے روحانی سکون کا معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے کبھی کوئی دباؤ قبول کیا اور نہ ہی میرے پیش نظر کبھی کوئی مالی مفاد رہا ہے۔ میں اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق کام کرتا رہتا ہوں۔ اس بات سے بے نیاز ہو کر کہ میرے بارے میں لوگوں کی کیا رائے ہے۔ بہرطور آپ نے مجھے یہاں بلایا، میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔ جہاں تک معافی تلافی کا مسئلہ ہے تو آپ مجھے اس کے لیے شرمندہ نہ کریں۔ میں خلوص دل سے کہتا ہوں کہ میرا دل ان لوگوں کی جانب سے صاف ہو چکا ہے جنہوں نے مجھے [illegible] کرنے کی کوشش کی تھی۔ البتہ ایک مؤدبانہ گزارش یہ ضرور کروں گا کہ اب مجھے اس کے لیے مجبور نہ کیا جائے کہ میں کسی مخصوص ڈیپارٹمنٹ کی ہدایات کے تحت کام کروں۔ میں نے بغیر کسی لالچ کے اپنے آپ کو فلسطینیوں کے لیے وقف کیا ہے اور زندگی میں جب تک حالات نے مجھے موقع دیا، اپنے اس مشن کو آگے بڑھاتا رہوں گا۔ اس کے لیے میں خود کو کسی خاص تنظیم یا ادارے سے وابستہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں کہیں بھی ہوں، جب بھی یہ محسوس کروں گا کہ فلسطینیوں کو میری ضرورت ہے، فوری طور پر سرگرم عمل ہو جاؤں گا۔"

"نہیں علی! اب تمہیں باقاعدہ ہمارے ساتھ شامل ہو کر کام کرنا ہوگا۔ یہ میری دلی خواہش ہے۔" ان کے لہجے میں تحکم کے ساتھ محبت و اپنائیت تھی جیسے کوئی باپ اپنے سرکش بیٹے سے مخاطب ہو۔ چنانچہ اب میرے لیے مزید انکار کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

چند لمحے سر جھکائے میں خاموش رہا، پھر میں نے نرم لہجے میں کہا: "آپ کی خواہش کا احترام مجھ پر فرض ہے اور آپ کے حکم سے انحراف کی میں جرأت نہیں کر سکتا۔"

وہ آگے بڑھے اور مجھے سینے سے لگا لیا، پھر بولے: "آفرین ہے تم پر علی! میں تم سے خوش ہوں۔ فی الحال تمہارا قیام بھی بیروت ہی میں رہے گا۔"

"مگر... اس کے لیے مجھے مجبور نہ کیا جائے تو..."

"ہاں! اس موضوع پر تم سے بعد میں گفتگو ہو جائے گی۔" وہ میری پیٹھ تھپکتے ہوئے بولے۔

میری قیام گاہ کے لیے ایک خوبصورت عمارت منتخب کی گئی تھی۔ نائمہ برقی مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "مسٹر علی! تمہیں احساس ہو رہا ہوگا کہ ہم سب نے تمہارے خلاف سازش کی ہے لیکن یہ تو بتاؤ! آخر تم کب تک ہم سے جدا رہ سکتے تھے۔ تمہارے سینے میں ہمدردی، محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اس کا ثبوت تم ہمیشہ دیتے رہے ہو۔ تو کیا تمہارے خیال میں ہم اتنے ہی بے حس تھے کہ اپنی حماقتوں کا ازالہ کرنے کی کوشش بھی نہ کرتے؟"

"ٹھیک ہے نائمہ! جو کچھ ہوا اس پر تبصرہ کرنا بے کار ہے۔ لیکن محترمہ! میں زیادہ عرصے یہاں قیام نہیں کروں گا۔ مجھے امریکا جانے کی اجازت ضرور دی جائے۔"

"تمہیں بھلا کون روک سکتا ہے؟" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

نائمہ مجھے ایک شاندار عمارت میں لے آئی۔ یہاں ایک خوبصورت خوابگاہ میرے لیے آراستہ تھی۔ [illegible] کو ایک دوسری عمارت میں بھیج دیا گیا تھا اور مجھے اس بارے میں کوئی تفصیل بھی نہیں بتائی گئی تھی۔ مسز مسعود ظلمہ اور عائشہ کی رہائش گاہ ہی میرے علم میں تھی۔

رات کا وقت تھا اور اب میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا لہٰذا نائمہ مجھ سے اجازت لے کر رخصت ہو گئی اور میں اپنی خوابگاہ میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں سوچ رہا تھا، ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کچھ مجھ سے کہا گیا تھا اس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور انہی سوچوں میں میرا ذہن الجھا ہوا تھا کہ دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔

"کون ہے؟ آجاؤ!" میں نے بلند آواز سے کہا۔

دروازہ کھلا اور کوئی دبے قدموں سر جھکائے اندر داخل ہوا، ساتھ ہی ایک مانوس سی خوشبو کمرے میں پھیل گئی جس نے مجھے چونکا دیا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آنے والے کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے جیسے میرا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟ لیکن وہ خواب نہیں تھا، ایک زندہ حقیقت تھی۔

تہذیب مالکم ایکس میرے سامنے موجود تھی۔ اپنی اس وقت کی کیفیت کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا تھا وہ فوری طور پر میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ میں آنکھوں کو ملنے لگا۔ وہ دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد چند قدم آگے بڑھ آئی تھی اور یقیناً تہذیب ہی تھی۔ میری بصارت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھی۔ میں مسہری سے نیچے اتر آیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ ایک خیال ذہن میں یہ بھی آیا تھا کہ ممکن ہے اس کے چہرے

پر کوئی ٹماٹک وغیرہ ہو۔

" اگر یہ کوئی مذاق ہے تو میرا خیال ہے، میرے ساتھ اس سے زیادہ سخت مذاق اور نہیں کیا جا سکتا۔"

" اگر اسے مذاق سمجھتے ہو علی! تو پھر تمھاری مرضی۔" آواز تہذیب مالکم ایکین ہی کی تھی۔

" اور اگر یہ حقیقت ہو تو۔۔۔ تو شاید ان لوگوں نے اپنے پچھلے تمام گناہ دھو ڈالے۔"

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اپنی پیشانی میرے سینے سے لگا دی۔" علی! کیا بدن سے اٹھنے والی لہریں ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتیں۔ چہروں پر تو ماسک لگائے جا سکتے ہیں لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔؟"

" آہ تہذیب! خدا کی قسم۔۔۔ خدا کی قسم۔" میرے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا تھا۔

تہذیب کے اس طرح مل جانے کی توقع نہیں تھی۔ اس وقت میرے دل کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ میں امریکا پہنچ جاؤں، تہذیب سے ملاقات کروں لیکن ان لوگوں نے میرے حلیے میں اچھا خاصا ڈراما کیا تھا۔ بہت دیر تک ہم سانسوں کا سنگیت اور دھڑکنوں کی سرگوشیاں سنتے رہے پھر میں تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر مسہری تک لے آیا اور اسے مسہری پر بٹھا دیا۔

" آپ کی صحت کافی اچھی ہو رہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

" تم بھی مجھے مطمئن نظر آتی ہو تہذیب۔"

" ہاں کیوں نہیں۔ ظاہر ہے آپ کے مل جانے کی خوشی جو ہے۔" تہذیب نے کہا۔

" تہذیب! یقین کرو، میں تمھیں اپنے اس وقت کے جذبات کے بارے میں الفاظ میں نہیں بتا سکتا۔"

" الفاظ میں بتانے کی ضرورت ہی نہیں جو دیکھ رہی ہوں، اس پر پورا پورا یقین ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

میں کرسی پر جا بیٹھا۔ درحقیقت میں اسے دیر تک دیکھنا چاہتا تھا۔ اور پھر میں اسے دیر تک دیکھتا رہا۔ وہ بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے احساسات کی دنیا اس وقت عجیب تھی پھر میں اچانک ہنس پڑا۔ ان لوگوں نے واقعی میرے ساتھ ایک دلچسپ شرارت کی ہے۔ ایک ایسی شرارت جو ان کا احسان بن کر ہمیشہ مجھے یاد رہے گی۔

" بہت جذباتی ہو رہے ہو علی۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تم میری کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں تہذیب۔ میں تم سے ملنے کے لیے سخت بے چین تھا۔ میں جلد از جلد ان لوگوں سے نجات حاصل کر کے تمھارے پاس پہنچنا چاہتا تھا لیکن انھوں نے میرے اور تمھارے درمیان فاصلے کم کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔"

" چلو ان کا شکریہ ادا کر دینا۔" تہذیب ہنس دی۔ پھر کہنے لگی۔" لاش اپنے کفر تک پہنچنے کے سلسلے میں عظیم الشان کامیابی پر مبارک باد قبول کرو علی۔"

" شکریہ تہذیب۔ یہ بڑی ہنگامہ خیز مہم رہی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

" مجھے تفصیلات معلوم ہوتی رہی ہیں۔ یہ لوگ واقعی تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

" اب مجھے یقین آ گیا ہے۔" میں نے کہا۔

اس کے بعد دیر تک میں خاموشی سے تہذیب کو دیکھتا رہا۔ وہ شرما رہی تھی۔ یہ خاموشی کافی طویل ہو گئی تو تہذیب نے کہا " اب سو جاؤ علی! تھکے ہوئے ہو۔"

" سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

" کیوں؟" تہذیب مسکرا کر بولی۔

" اب تم یہ بتاؤ کہ امریکا میں تم پر کیا گزری؟"

" سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا۔ تم نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ خاموشی سے وقت گزاروں اور میرے لیے یہ ضروری تھا کہ میں اس ہدایت پر عمل کروں۔"

" کسی قسم کی کوئی الجھن تو نہیں پیش آئی؟"

" نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو بالکل محدود کر لیا تھا۔ چنانچہ کوئی بھی میری گرد کو نہ پا سکا۔ ہاں! اخبارات مسلسل چیختے رہے تھے اس دوران۔"

" یہاں کب پہنچیں؟"

" آج گیارھواں دن ہے۔"

" تمھیں یہاں تک لانے والا کون تھا؟"

" ناصر عزیزی۔ بہت ہی نیک طبع انسان ہیں۔"

" کس بنیاد پر تمھیں یہاں لایا گیا تھا؟"

" تمام حقیقت مجھے بتا دی گئی تھی اور پھر ناصر عزیزی صاحب کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی کہ میں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ وہ ایک انتہائی نیک نفس بزرگ ہیں۔ ان کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لینے کو جی چاہتا ہے۔ تمھارے بارے میں جو کچھ گفتگو ناصر صاحب نے کی تھی اس کی تقریباً ننانوے فیصد تفصیل مجھے معلوم تھی۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ رہ گئے ہوئے علی یار خان کو منانے کے لیے میں ان کی مدد کروں۔ تمام منصوبہ انھوں نے مجھے بتا دیا تھا۔ چنانچہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور پھر یہ بات بھی میرے لیے بہت دلکش تھی کہ میں وقت سے بہت پہلے بیروت میں تم سے ملاقات کر لوں۔ ایک ایک لمحہ شاق تھا مجھ پر۔ چنانچہ میں تیار ہو گئی۔"

" اس میں کوئی دھوکا بھی ہو سکتا تھا تہذیب۔"

" نہیں علی! تہذیب پر اتنا بھی بھروسا نہیں تمھیں؟" تہذیب

نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں نے تمھیں پوری طرح اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ ان کے ذہن میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

" میں نے یقین کر لیا تھا۔" تہذیب نے جواب دیا۔ " بہر طور میں ان سب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے تمھاری صورت دکھائی۔"

وہ رات اس طرح گزر گئی کہ ہمیں وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ کبھی میں کہتا اور تہذیب سنتی رہتی پھر وہ بولتی اور میں ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ بیتے ہوئے لمحوں کو زبان مل رہی تھی۔ جدائی کے طویل عرصے میں ہم دونوں پر جو کچھ گزری تھی، وہ ایک دوسرے کو سنا کر دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔

سورج کی روشنی نے ہمیں چونکایا تو یہ احساس ہوا کہ اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔ ہم دونوں بے حد مسرور تھے۔ صبح ملازمین نے اطلاع دی کہ کچھ لوگ ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ چنانچہ جلدی جلدی ہم لوگوں نے غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور پھر ملازمین ہی کی رہنمائی میں ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں مسعود ظفر اور سائیکا مالکم یعنی عائشہ کے ساتھ ایک بارعب بزرگ موجود تھے جن کی صحت اس عمر میں بھی قابل رشک تھی۔ تمام بال سفید لیکن چہرے سے صحت کی رعنائی جھلک رہی تھی۔ بڑی ہی دلکش شخصیت تھی۔ مسعود ظفر نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور جب میں ان بزرگ کی جانب متوجہ ہوا تو انھوں نے معانقے کے لیے دونوں بازو پھیلا دیے۔

ان سے معانقہ کر کے میں نے ان سے تعارف چاہا تو مسعود ظفر کہنے لگا۔" یہ ناصر عزیزی ہیں۔"

" اوہ!" میں مسکرا دیا۔

ناصر عزیزی کہنے لگے۔" کہنے کو تو بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں تمھارے بارے میں علی لیکن ڈرتا ہوں کہ میرے الفاظ میرے جذبات کا ساتھ نہیں دے سکیں گے لہٰذا اس نامکمل اظہار سے میں خاموشی کو ہی بہتر سمجھتا ہوں۔"

" شکریہ ناصر عزیزی صاحب! تشریف رکھیے۔ میں تو یہاں آتے ہی آپ کے احسان تلے دب گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس نے سر جھکا لیا تھا۔

" میں تو ابھی تم پر بہت سے احسانات کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں علی لیکن ان کی تفصیل بعد میں۔" ناصر عزیزی نے کہا۔ میں ان کے الفاظ کا مفہوم نہیں سمجھ سکا تھا۔

پرتکلف ناشتا شروع ہو گیا جس کا انتظام نہ جانے کس نے کیا تھا۔ اس بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں تھا۔ مسعود ظفر مسکرا رہا تھا اور عائشہ، تہذیب مالکم ایکین سے چپکی جا رہی تھی۔ نہ معلوم وہ سرگوشیوں میں کیا باتیں کر رہی تھیں۔

ناشتے کے کمرے سے اٹھ کر ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے اور اس کے بعد ہی گفتگو شروع ہو گئی۔ مسعود ظفر نے ہنستے ہوئے بتایا کہ اس منصوبے میں وہ بھی برابر کا شریک ہے اور یہ منصوبہ درحقیقت عائشہ کے ذہن کی اختراع ہے۔

" کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" عائشہ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ کیوں نہ تہذیب مالکم ایکین کو بیروت میں بلوا لیا جائے اور علی سے اس کی وہیں ملاقات کرائی جائے۔ عائشہ کی یہ تجویز مجھے اس قدر پسند آئی کہ میں نے فوراً ہی ناصر عزیزی سے رجوع کیا اور ناصر عزیزی میرے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد انھیں تمام صورت حال بتائی گئی کہ علی تنظیم سے برگشتہ ہیں اور اس کی بنیاد کیا ہے۔ تمھاری برگشتگی بے شک درست اور جائز تھی لیکن علی! اس کے بعد تم نے جو کچھ کیا، اسے کون نظر انداز کر سکتا ہے اور تہذیب سے دوری کیسے برداشت کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ یہ پروگرام عزیزی صاحب کے ہاتھوں تکمیل پا گیا۔"

" ہوں! بہر طور میں تم سب کا شکر گزار ہوں، خاص طور سے بزرگ عزیزی صاحب کا جنھوں نے مجھے تہذیب کی صورت دکھائی۔"

ناصر عزیزی صاحب کہنے لگے۔" مگر میاں! یہ تمھاری تہذیب جو ہے نا، یہ میری بیٹی ہے اور میرے پاس رہتی ہے۔ اس وقت تو میں نے اسے تم سے ملنے کی اجازت دے دی تھی مگر اب اگر تم اس سے ملنا چاہو تو غریب خانے تک آنے کی زحمت کرنا پڑے گی۔ میں اسے یہاں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

ناصر عزیزی صاحب کی شفقت و محبت کا یہ انداز مجھے بہت بھلا لگا۔ ان کی بات سن کر میں ہنسنے لگا۔

عزیزی صاحب بولے۔" یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے علی! بیٹیاں شادی سے پہلے باپ کے گھر ہی رہیں تو بہتر ہے۔ میں اس سلسلے میں کسی رعایت کا قائل نہیں ہوں۔"

" میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں اور آپ کے اختیارات کو چیلنج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" میں نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

" ہاں! یہ ہوئی نا بات۔ چنانچہ عزیزم اب یہ مناسب ہو گا کہ تم رات کے کھانے پر میرے یہاں آؤ اپنے دوستوں کے ساتھ۔ وہاں تہذیب تمھاری میزبانی کرے گی۔"

میں نے تہذیب کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ خاصی دیر تک ناصر عزیزی صاحب، مسعود ظفر اور عائشہ میرے ساتھ رہے۔ عائشہ کہنے لگی۔" اگر تہذیب یہاں سے جا رہی ہے تو میں بھی عزیزی صاحب ہی کے ساتھ قیام کروں گی۔ بلاشبہ علی تمھارا انتخاب ایسا ہی ہے کہ اس پر رشک کیا جائے۔"

" اچھا۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے بھائی۔ اب میری حیثیت کچھ نہیں

رہی۔ تہذیب ہی سب کا مقصود بن گئی ہے تو پھر یہی سہی۔“

”تو پھر اجازت دو۔ شام کو تمہارا انتظار کیا جائے گا۔“

”مسعود! کیا تم بھی جا رہے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”اگر چاہو تو رک جاؤں۔“

”ہاں میرا خیال ہے مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنی ہوگی۔“

”ٹھیک ہے لیکن ایک بات کا وعدہ تم عزیزی صاحب کے سامنے کرو کہ ان لوگوں کے جانے کے بعد میری شامت نہیں آئے گی۔“

”شامت؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں بھئی! بس کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔“ مسعود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میاں اب یہ تمہارا کام ہے کہ اپنے دوست سے کس طرح نمٹتے ہو۔ ہم اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔“ ناصر عزیزی صاحب نے کہا۔

اس کے بعد وہ تہذیب اور عائشہ کو لے کر چلے گئے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے مسعود کو دیکھا وہ اداکاری کر رہا تھا۔

”یقین کرو میرا صرف اتنا ہی قصور تھا کہ میں نے عائشہ کی بات پر عمل درآمد کر ڈالا۔“

”ٹھیک ہے یار ویسے یہ بہت اچھا ہوا کہ تہذیب یہاں آ گئی۔“

”اور کیا یہ اچھا نہیں ہوا کہ تنظیم کے لوگوں سے اختلاف ختم ہو گیا؟“

”نہیں مسعود تنظیم کے لوگوں سے میرا کوئی اختلاف نہیں تھا سوئے تمہارے علم میں آ گئی ہوگی میری نیت پر شک کیا گیا تھا میں نے سوچا اب ان کے درمیان کام کرنے کا مزہ نہیں رہا۔ چنانچہ اپنے خود پر کچھ کیا جائے اس لیے میں باہر نکل گیا لیکن میرا نکل جانا بھی میرے لیے بہتر ہی ہوا۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے مجھے علم ہوا ہے کہ گوشے بل میں تہذیب سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔“

”بہت کچھ معلوم کر چکے ہو تم لوگ میرے بارے میں۔“ میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اپنے ہیرو کے بارے میں تفصیلات کیوں نہ معلوم کی جائیں؟“ اس نے فوراً ہی کہا اور میں مسکرا دیا۔

”مگر یہ بزرگ جو تہذیب پر قبضہ جما چکے ہیں ان سے ختم کرانے کی کیا ترکیب ہوگی۔ یار ابھی تو میں اس سے پوری طرح مل بھی نہیں سکا ہوں۔“

”یہ بات ذرا قابل غور ہے۔ ناصر عزیزی صاحب واقعی سخت آدمی ہیں۔ تہذیب کو اپنی بیٹی بنا کر لائے ہیں تو باپ ہی کی طرح سرپرست بھی بننے کے خواہاں ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے لیکن اب کیا پروگرام ہے؟ یہ بتاؤ؟“

”میرا تو فی الحال کوئی پروگرام نہیں۔ ہاں اگر ایجنسی نے وہاں میں کچھ ہے تو میں حکم کا منتظر ہوں۔“ وہ شوخ لہجے میں بولا۔

”یار میرا مطلب ہے کہ تمہیں یہاں سے روانگی کی اجازت کب ملے گی؟“

”یہاں؟ یعنی تمہیں اور تہذیب کو؟“

”ہاں بھئی! ظاہر ہے بیروت میں مستقل قیام تو ممکن نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”ویسے جو تمہارا دل چاہے کرنا۔ ظاہر ہے اس سے تمہیں کون روک سکتا ہے لیکن اب امریکا وغیرہ جا کر کیا کرو گے۔ بیروت میں قیام کرو اور اگر دل میں تنظیم کے لیے کام کرتے رہنے کی خواہش موجود ہے تو پھر ہمیں سے کام جاری رکھو۔ اس میں کیا ہرج ہے؟“

”کوئی ہرج نہیں ہے بس ایسے ہی سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔“

”یہ سوچنے کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے مجھے تم پر رشک آتا ہے۔ تم لوگ بیروت میں قیام کرو گے اور مجھے واپس افریقہ جانا پڑے گا۔“

”کب جاؤ گے؟“

”خیر ابھی تو جلدی نہیں ہے لیکن بہرحال جانا ہے وہاں اور پھر تحفظ تم نے لائٹ آف کرونل کو دیا ہے اسے برقرار رکھنے کی ذمہ داری ہم پر بھی تو عائد ہوتی ہے اور میں اپنے فرائض سے غفلت نہیں برتنا چاہتا۔ اس وقت تک جب تک خود مجھے وہاں سے ہٹنے کی اجازت نہ دے دی جائے لیکن یقین کرو تم سے الگ رہ کر دل نہیں لگتا کچھ ایسی ہی انسیت ہو گئی ہے تم سے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا یار کہ تم مجھے اپنے ساتھ ہی گھسیٹ لو؟“

”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”تمہارے شانہ بہ شانہ رہنا چاہتا ہوں... ارے ہاں! خوب یاد آیا یہ تو بتاؤ کہ لائٹ آف کرونل کے لیے کام کرنے کے سلسلے میں کیا تم نے کوئی معاہدہ کیا تھا؟“

”ہاں! میں خود اس موضوع کو چھیڑنا چاہتا تھا۔“

”میرا خیال ہے علی! جو معاوضہ تم نے اس سلسلے میں طلب کیا تھا وہ تمہارا حق ہے۔ ظاہری صاحب! میرا مطلب محمود ظاہری سے ہے۔ جانتے ہو نا انھیں؟“

”افسوس! تعارف نہیں ہو سکا۔“

”بہرطور وہ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے طور پر اس معاوضے کی ادائیگی کے لیے کاغذات بھی داخل کر دیے ہیں جو تم نے مقرر کیا تھا۔“

میں مسکرانے لگا پھر میں نے کہا۔ ”واقعی مسعود مجھے وہ معاوضہ ملنا چاہیے۔“

”یقیناً ملے گا۔ میرا خیال ہے اس میں دیر نہیں کی جائے گی۔“

”ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو اپنے مالی مفاد کے لیے بھی مجھے بیروت میں قیام کرنا ہوگا۔“

مسعود ظلو مسکرانے لگا تھا۔

”کیوں اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟“ میں نے کہا۔

”تم نے تو ہائیل جوشیو کے سلسلے میں بھی ایک گراں قدر معاوضہ حاصل کیا تھا۔“

”تو پھر؟“

”کچھ نہیں دیکھو نہیں بھئی! جانے دو اس بات کو۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں... نہیں، جو کہنا چاہتے ہو کہو۔“

”وہ گراں قدر رقم تم نے شیلا کیپ بھجوا دی تھی۔“

”ٹھیک ہے میں جن لوگوں کے لیے کماتا ہوں ان تک اپنی کمائی پہنچا دیتا ہوں۔ اس میں کسی کو کیا اعتراض ہے؟“

”کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض کر بھی کون سکتا ہے؟“

مسعود ظلو کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے جانے کے لیے اجازت مانگی۔

”کیوں؟ کہاں جاؤ گے؟“

”بھئی کچھ دفتری ذمہ داریاں ہیں جو نبھانی ہیں۔ ویسے رات کو میری بھی دعوت ہے۔ چونکہ میری بیوی چالاکی سے کام لے کر تہذیب مالکم ایکس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے اس لیے ہم لوگوں کو بھی لفٹ ملتی رہے گی۔“ میں ہنسنے لگا۔

مسعود ظلو چلا گیا تو میرے پاس سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کو ناصر عزیزی لے گئے تھے۔ ان سے میں کوئی اختلاف نہیں کر سکتا تھا۔ بالآخر تہذیب میری تھی اور ناصر صاحب اسے کب تک اپنے قبضے میں رکھ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ شام کو اس سلسلے میں بات چیت ہو جائے گی۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ آنکھیں بوجھل تھیں۔ آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اور گہری نیند سو گیا۔

سات بجے کے قریب مجھے ایک ملازم نے جگایا تھا۔ جاگا تو وقت پوچھا۔ سات بجے کا سن کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ تیاری بھی کرنی تھی۔ اس کے بعد ناصر عزیزی کے یہاں پہنچنا تھا۔ فی الحال اپنے ذہن کو دوسرے تمام معاملات سے آزاد رکھنا چاہتا تھا اس لیے کسی اور بارے میں نہیں سوچا تھا۔ یوں بھی لائٹ آف کرونل میں کامیابی کے بعد فی الحال کوئی ہدف میرے سامنے نہیں تھا سوائے اس کے کہ تہذیب کے ساتھ وقت گزاروں۔ بیروت میں قیام سے بھی مجھے کوئی عار نہیں تھی۔

تیار ہونے کے بعد میں بال سنوار رہا تھا کہ مسعود ظلو میرے پاس آ گیا۔ ”مجھے بھی دعوت نامہ مل گیا ہے۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اور بھی لوگ ہوں گے وہاں؟“

”ہاں۔ خاصے بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا ہے۔“ مسعود ظلو نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں مسعود ظلو کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر جا رہا تھا۔

ایک مختصر سے سفر کے بعد ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم لوگ رک گئے۔

ناصر عزیزی، تہذیب مالکم ایکس اور کچھ دوسری خواتین نے جن میں ناصر عزیزی کی بیگم بھی تھیں ہمارا استقبال کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ ہمیں لے کر اندر داخل ہو گئے۔ وسیع و عریض ہال نما کمرے میں طعام کا انتظام کیا گیا تھا جہاں تقریباً ستر افراد موجود تھے۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں شخصیت ناصر عزیزی کی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں۔ عائشہ، تہذیب مالکم ایکس سے بے تکلف ہو چکی تھی اور بھی کچھ خواتین تھیں جو تہذیب کو اپنے نرغے میں لیے ہوئے تھیں۔ رسمی اور دلچسپ گفتگو شروع ہو گئی۔ مختلف ٹولیوں کی صورت میں لوگ ہال میں گردش کرنے لگے۔ تہذیب بہت مطمئن اور مسرور تھی اور اس کے اس سکون کا احساس مجھے بھی اپنے سینے میں ہو رہا تھا۔ بہرطور یہ مسرتوں کا دن تھا، مسرتوں کی شام اور میں ان مسرتوں میں برابر کا شریک تھا۔

پرتکلف ڈنر کے بعد ایک نشست اور ہوئی۔ اس نشست میں بھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور پھر مہمان رخصت ہونے لگے۔ آخر میں چند خواتین ہی رہ گئی تھیں جن میں ناصر عزیزی صاحب کی بیگم بھی تھیں۔ یہ خاتون بھی بہت بارعب اور پُروقار شخصیت کی مالک تھیں۔ مجھ سے کافی دیر تک گفتگو کرتی رہی تھیں۔ پاکستان میں میرے اپنے عزیز و اقارب کے بارے میں انھوں نے مجھ سے متعدد سوالات کیے تھے اور میں انھیں [illegible] کی باتیں بتا رہا تھا۔

جب کافی رات ہو گئی تو مسعود ظلو نے میرے کان میں کہا۔

”برادرم! یہ بات تو میں جانتا ہوں کہ تم یہاں سے جانے کا نام بھی نہیں لو گے لیکن میرے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”نہیں مسعود! بس اب چلتے ہیں۔ البتہ تہذیب سے تنہائی میں ملنے کا موقع نہیں مل سکا۔“

”اس سلسلے میں اب میں آپ کو صبر کرنے کا مشورہ ہی دے

سکتا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں ٹھیک ہے علی!" میں نے آہستہ سے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

ناصر صاحب سے اجازت طلب کی تو وہ مسکرانے لگے پھر بولے۔ "ٹھیک ہے علی! لیکن اب کب ملاقات ہوگی؟"

"جب آپ حکم دیں۔"

"تو پھر کل دوپہر کو میرے ساتھ کھانا رہے گا۔"

"نہیں اگر آپ لوگ پسند کریں تو ایک تجویز میں بھی پیش کرتا ہوں۔" مسعود ظفر کہنے لگا۔

"کیا؟"

"کل لنچ میری طرف سے کیوں نہ ہو جائے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے لیکن تم تو خود غریب الوطن ہو۔"

"اب اتنا غریب بھی نہیں ہوں۔ کوئی نہ کوئی بندوبست کر ہی لوں گا۔ کل دوپہر کا کھانا آپ حضرات میرے ساتھ کھائیں گے۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب مجھے برآمدے میں رخصت کر رہے تھے۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر میں سخت بوریت محسوس کر رہا تھا۔ ناصر عزیزی صاحب میرے اور تہذیب کے درمیان دیوار بن گئے تھے۔ وہ رات بھی سخت بے چینی کے عالم میں گزری۔ دوسرے دن مسعود ظفر نے ایک ہوٹل میں لنچ کا اہتمام کیا تھا۔ تمام لوگ اس دعوت میں شریک ہوئے۔ میں نے نائمہ برق سے عدم الفرصتی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ کسی کام کے سلسلے میں بیروت سے باہر کہیں گئی ہوئی ہے۔ لنچ سے واپسی پر ایک بار پھر بوریت شروع ہو گئی۔ کبھی کبھی سخت جھنجلاہٹ کا شکار ہو کر سوچتا کہ ناصر عزیزی کے گھر جاؤں اور تہذیب کو اپنے ساتھ لے آؤں مگر پھر ناصر صاحب کی محبت و شفقت کا خیال آتا۔ میں ان کا دل بھی توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ تہذیب پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ وہ اگر چاہتی تو موقع نکال کر مجھ سے ملنے آ سکتی تھی۔ لیکن نہ معلوم کیوں اس نے بھی اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

دوسرے دن نائمہ برق، عائشہ اور مسعود ظفر میرے پاس آئے۔ تہذیب ان کے ساتھ بھی نہیں آئی تھی۔ نائمہ برق کے ہونٹوں پر ایک سنجیدہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے چند لمحوں کے بعد گلا صاف کر کے کہا: "علی! میں آپ سے ایک بہت ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنے آئی ہوں۔ کیا آپ اس کے لیے مجھے وقت دے سکیں گے علی؟"

"کیا تنہائی ضروری ہے نائمہ؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، مسعود اور عائشہ کی موجودگی میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر کہیے کیا بات ہے؟" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"میں نے اس گفتگو کے لیے اہم کا لفظ استعمال کیا ہے علی، اور مجھے یقین ہے کہ آپ اسے پوری سنجیدگی سے سنیں گے اور اس پر غور کریں گے۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ کہیے؟"

"ناصر عزیزی صاحب چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی تہذیب [illegible] کی شادی کر دیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے تہذیب سے بالکل ایمانداری سے گفتگو بھی کی ہے اور اس کے خیالات معلوم کیے ہیں۔ تہذیب شادی کے لیے آمادہ ہے۔ اب ناصر صاحب کی یہ خواہش ہے کہ آپ دونوں کو بلا تاخیر رشتۂ ازدواج میں باندھ دیا جائے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے خیالات معلوم کروں اور آپ سے اس کی اجازت لے لی جائے۔"

میں تعجب سے نائمہ برق کو دیکھنے لگا پھر میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں مسعود ظفر اور عائشہ کی طرف دیکھا۔

"یہ حقیقت ہے۔" مسعود نے کہا۔ "ناصر عزیزی صاحب سے یہ گفتگو میرے سامنے ہی ہوئی تھی۔"

"پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو تم لوگ!" میں نے حیرت سے کہا۔

"مسٹر علی! آپ یقین کریں کہ آپ نے جو کچھ سنا ہے ابھی نے وہی کہا ہے۔ ناصر صاحب تہذیب کے سرپرست اور متولی ہونے کی حیثیت سے آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ بھی اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیں۔"

"لیکن... لیکن... میں...؟" میں اچانک بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ بات ہی کچھ ایسی تھی۔

"کیوں؟ اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" نائمہ برق نے سوال کیا۔

"نہیں نائمہ! لیکن میرا مشن ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا ہے اور پھر تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو کہ تہذیب بھی اس کے لیے تیار ہے! تہذیب سے میری اس موضوع پر جب بھی گفتگو ہوئی ہے اس میں ہم نے یہی طے کیا ہے کہ جب تک فلسطین آزاد نہیں ہو جاتا جب تک بے گھر اور کیمپوں میں آباد لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھاؤں میں نہیں پہنچ جاتے ہم بھی اپنا گھر بسانے کے بارے میں نہیں سوچیں گے۔"

"ناصر عزیزی صاحب نے تہذیب سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور وہ اس بات کی قائل ہو گئی ہے کہ یہ مشن اس فریضے کی ادائیگی کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے علی۔ یہ بات ہم لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" میں ایک عجیب کیفیت محسوس کرنے لگا تھا۔ تہذیب سے آج تک میری جتنی گفتگو ہوئی تھی اس میں یہ بات بہت کم زیر بحث آئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے تھے اور ذہنی طور پر ایک دوسرے کو ہمیشہ کے لیے قبول کر چکے تھے لیکن اپنے مقصد کے لیے میں نے خود کو جس طرح وقف کیا تھا، تہذیب نے کبھی اس کی مخالفت نہیں کی تھی تو پھر وہ کون

سے عوامل تھے جن کی وجہ سے تہذیب ناصر عزیزی کی اس تجویز سے متفق ہو گئی تھی؟ میں ابھی ہونقوں سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔

مجھے خاموش دیکھ کر نائمہ نے پھر کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ آپ مجھ سے اس موضوع پر جس طرح چاہیں بحث کر سکتے ہیں۔ تہذیب سے آپ کی شادی کے بعد کوئی ایسی الجھن سامنے نہیں آ سکے گی جو آپ کو آپ کے مقصد سے روک دے۔"

"اس کے لیے صرف ایک ہی بات میں تم سے کہوں گا نائمہ!" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں... فرمائیے؟"

"تہذیب کو میرے پاس بھیج دو۔ اس سے گفتگو کیے بغیر میں کسی فیصلے کا اظہار نہیں کروں گا۔"

"تو کیا آپ ہمیں احمق سمجھتے ہیں؟ تہذیب ابھی چند منٹ کے بعد یہاں پہنچنے والی ہے اور آپ کو اس کی آمد سے پہلے ہمیں یہ بات بتانی ہے کہ ہم آپ کا جواب کس وقت تک وصول کر سکتے ہیں؟"

"ہوں... تو گویا آپ لوگ پوری طرح تیار ہو کر آئے ہیں۔ بہرطور چند گھنٹے کی مہلت تو مجھے لازمی چاہیے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ شام کی چائے کا بندوبست ہمارے لیے کر لیجیے گا۔ ہم ٹھیک پانچ بجے پہنچ جائیں گے۔" نائمہ برق نے کہا اور پھر وہ تینوں مجھ سے رخصت ہو کر چلے گئے لیکن جو کچھ وہ کہہ کر گئے تھے وہ ایک ناقابل یقین سی بات تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اور اب میں بے چینی سے تہذیب کا منتظر تھا۔ ایک ایک لمحہ گزارنا دشوار ہو رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تہذیب ان لوگوں کے کہنے سے اس بات پر کیسے تیار ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے غور کیا اور تہذیب کو اپنی زندگی میں اپنی بیوی کی حیثیت سے محسوس کیا تو دل کو ایک انوکھی سی فرحت کا احساس ہوا۔ ہاں یہ حقیقت تھی۔ اگر ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں اس انداز میں شامل ہو بھی جائیں تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ ہم اپنا مشن تو جاری رکھ سکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں اپنے لیے کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں گی لیکن یہ تبدیلیاں ناخوشگوار تو نہ ہوں گی۔ میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ یہ کام میں جب چاہتا کر سکتا تھا۔ تہذیب سے اگر میں براہ راست اس خواہش کا اظہار کرتا تو وہ بھلا کہاں انکار کرتی لیکن ہم دونوں نے اپنی اپنی زبان کو قفل لگا رکھے تھے اور اپنے مشن کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا محور بنا لیا تھا۔

دفعتاً ایک ملازم نے مجھے تہذیب کی آمد کی اطلاع دی اور میں بے اختیارانہ انداز میں برآمدے کی طرف دوڑا چلا گیا۔

تہذیب کار سے نیچے اتر رہی تھی۔ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھی۔

وہ سنجیدہ چہرہ لیے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں اسے بڑی متعجب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تہذیب کی سنجیدگی نے مجھے بھی سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت جذباتیت سے کام نہیں لینا تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے اندر آ گئے اور میں نے تہذیب کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ البتہ ایک بات میں نے محسوس کی تھی کہ وہ مجھ سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ چند لمحے میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے کہا: "تہذیب! تم سے اس انداز میں گفتگو کرتے ہوئے بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا ہے مجھے۔ درحقیقت یہ لوگ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے لیے نیک جذبات رکھتے ہیں لیکن جو کچھ فیصلہ کرنا ہے ہمیں خود ہی کرنا ہے۔ میں زیادہ تمہید نہیں باندھوں گا۔ مسعود ظفر، نائمہ برق اور عائشہ میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے ناصر عزیزی کا ایک پیغام دیا۔ میں اس بات کو بہت ہی سرسری انداز میں لیتا لیکن نائمہ برق نے کہا کہ ناصر عزیزی نے تم سے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور تم نے آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔"

"ہاں۔" تہذیب نے انتہائی ٹھوس لہجے میں کہا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

"تو یہ سب کچھ کیا مجھ سے نہیں کہا جا سکتا تھا؟"

"نہیں۔" تہذیب پھر اسی انداز میں بولی۔ وہ مسکرائی تک نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے، مجھے اس جواب سے خوشی ہوئی کیونکہ تم نے جو کچھ کہا ہے، صاف گوئی سے کہا ہے لیکن پھر بھی میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ آخر اب اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"بس! اس لیے کہ پہلے یہ خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔" تہذیب بولی۔

"اچانک کیوں پیدا ہوا؟" میں نے زور دے کر کہا۔

"ناصر عزیزی نے اور نائمہ برق نے مجھ سے یہ بات کی تھی، عائشہ بھی اس میں شریک تھی۔"

"کیا کہا تھا انہوں نے؟"

"یہی کہا تھا کہ اگر ہم دونوں یکجا ہو جائیں تو اس میں کیا حرج ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے انہیں بتایا کہ میں علی کے مشن میں رخنہ اندازی نہیں چاہتی۔ میں نہیں چاہتی کہ علی اپنے معمولات تبدیل کریں اور میری وجہ سے انہیں کسی الجھن کا سامنا کرنا پڑے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ازدواجی زندگی کے مسائل کچھ اور ہوتے ہیں اور علی کے پاس ان مسائل سے نمٹنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ علی کا مشن اس

کی اجازت نہیں دیتا۔"

"ہوں، تو پھر انھوں نے کیا جواب دیا؟"

"انھوں نے کہا کہ اس سے کوئی بہت بڑا فرق نہیں پڑے گا بلکہ وہ ذہنی زیادہ یکسو ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ کافی بحث کے بعد انھوں نے مجھے اس کے لیے قائل کر دیا۔ میں نے جب ان سے گفتگو کے بعد اپنے آپ کو ٹٹولا تو یہ محسوس کیا کہ یہ خواہش تو میرے پورے وجود میں جاگزیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ کبھی زبان تک نہیں آسکی یا ذہن نے اس انداز میں نہیں سوچا۔ اب جب کچھ سوچنے والے اس انداز میں سوچ رہے ہیں اور انھوں نے یہ بات میرے کانوں میں ڈالی ہے تو میرے اندر سے یہ آواز ابھر رہی ہے کہ یہ سب کچھ تو یقیناً ہونا چاہیے تھا بلکہ بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔"

تہذیب اس وقت انتہائی خلوص اور صاف لہجے میں بول رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا بلکہ جو الفاظ وہ اپنے منہ سے ادا کر رہی تھی، وہ اس کے دلی جذبات کے آئینہ دار تھے۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور غور کرنے لگا۔ تہذیب کو میں نے مختلف رنگوں میں اپنے ساتھ دیکھا اور میرا رُواں رُواں مسرت سے کانپنے لگا۔ واقعی۔۔۔ تہذیب تو میری زندگی کا ایک حصہ ہی تھی اور اس حصے کو اپنے آپ سے دور رکھ کر میں نے خود پر بھی اور اس پر بھی ظلم کیا تھا۔ اس سے زیادہ واضح الفاظ میں وہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔

تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے آنکھیں کھولیں اور پھر آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے تہذیب! میں بھی اپنے آپ کو ان جذبوں سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ اگر یہاں پر یہی سب کچھ ہونا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ خداوند عالم نے یہی کچھ ہمارے مقدر میں دینا چاہا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ تہذیب سے گفتگو کیے بغیر میں ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دے سکتا لیکن اب میں انھیں جواب دے دوں گا کہ مجھے یہ تجویز منظور ہے۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے۔ میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیے تو تہذیب نے آنکھیں کھول دیں۔

"علی! یہ مت سوچنا کہ میں نے اپنے جذبات کے ہاتھوں میں کھیل کر تمھارے راستے روک دیے ہیں۔ تمھیں خدا کا واسطہ علی! یہ مت محسوس کرنا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور بولا۔ "نہیں تہذیب! میں بھی اپنے آپ کو اس خواہش سے باز رکھنے کے لیے نہ معلوم کیا کیا جتن کرتا رہا ہوں۔ یہ تم نہیں جان سکتیں۔"

کافی دیر تک ہم دونوں جذبات میں ڈوبے رہے۔ پھر تہذیب دو قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔ "اب اِن الفاظ کی ہماری ملاقات نہیں ہوگی۔ تمام معاملات آپ کو ناصر عزیزی سے طے کرنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے بیگم! وہ اچانک ہی ہمارے سسر بن گئے ہیں۔ سسر کو بھی ہونا ہی!"

"کیوں نہیں؟" تہذیب نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

"تو پھر اب ہم ان کی خدمت میں حاضری دیں گے اور اب جبکہ یہ پروگرام سامنے آگیا ہے تو مزید انتظار بھی ممکن نہیں رہا ہے چنانچہ میں یہی چاہوں گا کہ جس قدر جلد از جلد یہ سب کچھ ہو جائے بہتر ہے۔"

تہذیب مسکرانے لگی پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر واپس مڑ گئی۔ میں اُسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی، میری طرف ہاتھ ہلایا اور کار ریزورٹ سے باہر نکل گئی۔ میں اس کی جاتی ہوئی کار کو عقب سے دیکھتا رہا۔ میرے دل میں مسرتوں کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ واقعی وہ سب کچھ اچانک ہو گیا تھا جس کی مجھے امید نہیں تھی اور جسے میں صرف ایک آرزو کی حیثیت دیتا تھا۔ اس کی تکمیل بظاہر مجھے ممکن نظر نہیں آتی تھی لیکن حالات نے اچانک ہی یہ رُخ اختیار کر لیا تھا تو میری مسرتوں کا ٹھکانا نہیں رہا تھا۔

واقعی۔۔۔ واقعی تہذیب کو میری زندگی میں شامل ہو جانا چاہیے، کم از کم یہ حسرت لے کر تو اس دنیا سے رخصت نہیں ہوں گا کہ میں اپنا محبوب بھی نہیں پا سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ تہذیب ہر طرح سے میری معاون تھی اور اس شادی کے بعد بھی اگر میں اپنے مشن کو جاری رکھتا تو کم از کم تہذیب اس میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی۔ آنے والے خوش گوار مستقبل کو آنکھوں میں سجائے میں اسی آرام گاہ کے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک ملازم نے پھر میری خاموشی میں مداخلت کی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

"معاف کیجیے گا مسٹر بُڈ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ بُڈ!" میں نے کہا۔ بُڈ بھی میرے ساتھ ہی آیا تھا لیکن چونکہ وہ تنہا عرب نہیں تھا اور اس کے معاملے میں ذرا کچھ الجھنیں تھیں، اس لیے اسے میری خواہش پر ایک الگ جگہ دے دی گئی تھی اور مجھے اس بات کا تھوڑا سا افسوس بھی ہوا کہ اس دوران میں بُڈ بالکل لاتعلق رہا تھا۔

بُڈ میرے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس سے پُرجوش مصافحہ کیا۔

"سوری چیف! حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کے معاملات میں اس وقت تک مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک آپ خود میری ضرورت محسوس نہ کریں۔ ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکا جانے کے بجائے بیروت میں اترتے ہوئے مجھے عجیب سا لگا تھا لیکن میں کیا کہتا میں تو چیف کا سایہ ہوں اور بس۔ ویسے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن آپ سے ملاقات کیے ہوئے چونکہ کافی دن گزر گئے تھے اس لیے حاضری دینے آگیا ہوں۔"

"سوری بُڈ۔ واقعی یہاں بے پناہ مصروفیات رہیں اور ان مصروفیتوں کے درمیان میں تم سے ملاقات نہیں کر سکا۔ مجھے اپنی اس کوتاہی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ بُڈ واقعی معزز حیثیت کا مالک تھا لیکن یہاں کچھ ایسا اُلجھا تھا کہ میں اُسے تقریباً بھول ہی گیا تھا۔

"اس میں سوری کی کیا بات ہے چیف اور پھر بیروت ایسی جگہ تو نہیں جہاں بُڈ جیسے آدمی کو تنہائی کا احساس ہو اور پھر یہاں تو میری بہت سی شناسائیں نکل آئیں۔" بُڈ نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"شناسائیں!" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہاں چیف، بُڈ کی شناسائیں کہاں نہیں ہیں۔"

"گویا عیش ہی عیش ہیں۔"

"تمھارے راج میں ہیں چیف، تمھارے راج میں۔"

"اچھا ہوا بُڈ تم آگئے ورنہ مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کی مدد حاصل کرنا پڑتی۔ یہاں جو واقعات پیش آئے ہیں اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں کہ تم سنو گے تو ہنسو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں چیف، نہیں ہنسوں گا۔"

"میں شادی کر رہا ہوں۔"

"تو تمھارا کیا خیال ہے چیف! کیا تم سے دور رہ کر میں تم سے اس قدر لاعلم رہوں گا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مطلب یہ کہ یہ اطلاع اب سے تھوڑی دیر قبل میرے کانوں تک پہنچی ہے۔"

"بختیوں ویری گڈ۔ تو اس کا مطلب ہے کہ تمھارا جاسوسی کا نظام خاصا بہتر ہے۔"

"ہاں چیف اسے بہتر ہونا ہی چاہیے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو اور بُڈ کو اس کی خدمات کے بارے میں تفصیلات بتا دو۔"

"ابھی نہیں بُڈ، تمھارا قیام کہاں ہے؟"

"ہوٹل گیلارڈ میں۔ بڑا عمدہ ہوٹل ہے چیف، بڑے اچھے لوگوں کی قیام گاہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی فی الحال تم گیلارڈ میں ہی قیام کرو۔ میں جلد ہی تمام صورت حال سے تمھیں آگاہ کر دوں گا۔"

"او کے چیف۔ بُڈ ہر خدمت کے لیے حاضر ہے۔"

"بس ذرا اپنی شناساؤں سے ہوشیار رہنا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں ہمیشہ ہی رہتا ہوں چیف۔"

بُڈ تھوڑی دیر تک مزید بیٹھا اور اس کے بعد اجازت لے کر چلا گیا اور میں ایک بار پھر اپنے تصورات میں ڈوب گیا۔ میں نے پہلی بار سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میرا مشن میری زندگی کی ہر شے سے زیادہ قیمتی تھا لیکن تہذیب بالکل ایسی اگر میری زندگی میں شامل ہو رہی تھی تو اس کے بعد مجھ پر کچھ اور فرائض اور ذمہ داریاں بھی عائد ہو جاتی تھیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک، کسی بھی خطے میں، میں جا کر رہ سکتا تھا۔ تہذیب کے ساتھ پُرسکون لمحات میں وقت گزار سکتا تھا اور پھر موجودہ صورت حال تو میرے لیے بہت ہی زیادہ دلکش تھی۔ دنیا کے کئی ملکوں نے مجھے شہریت پیش کی تھی، جہاں بھی جاتا میری پذیرائی ہی ہوتی لیکن اگر بیروت ہی کو مستقل ٹھکانا بنا لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ میں نے سوچا۔ یہاں میرے دوستوں کی کمی بھی نہیں تھی اور پھر اس معاوضے کی بات جو چلہ ہی تھی، جو لاکھوں ڈالر کی شکل میں مجھے دیا جانے والا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں کیے جانے والے اقدام کو منسوخ کر دیا۔ یہ ضروری تھا۔ اس طرح وہ رقم میرے ہاتھ آجاتی جسے میں اپنی مرضی سے استعمال کر سکتا تھا۔

ناصر عزیزی نے ایک بار پھر مجھے ڈنر پر مدعو کیا اور اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی تو میں نے انھیں اپنا مقصد صاف صاف بتا دیا۔

میں نے انھیں بتایا کہ اس سلسلے میں مجھے کچھ وقت بھی درکار ہوگا تاکہ میں اپنے چند ضروری کام نمٹا لوں۔

میری کاوشوں اور میرے ساتھیوں کی مدد سے بالآخر مجھے وہ خطیر رقم دوبارہ جرانٹن آف کروزل کے بیٹے سے معاوضے کے طور پر ملنے ہوئی تھی۔ اس عظیم الشان رقم کو حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنے دوست فواد اور چند دوسرے ساتھیوں کی مدد سے بیروت کے ایک خوبصورت علاقے میں ایک حسین رہائش گاہ خریدی جس کا انتظام آناً فاناً کر دیا گیا تھا۔

میں کو اس کے ہوٹل سے طلب کر کے میں نے اس رہائش گاہ کی تمام تر ذمہ داریاں سونپ دی تھیں اور مجھے یہ ذمے داریاں بڑی خوشی سے قبول کر لی تھیں لیکن جو رقم مجھے اس سلسلے میں حاصل ہوئی تھی اس کا ایک فیصد بھی اس منصوبے پر خرچ نہیں ہوا تھا بلکہ میرے لیے وہ تمام چیزیں مہیا ہو گئی تھیں جن کی مجھے شادی کے بعد ضرورت پیش آ سکتی تھی۔

وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ بیروت آئے ہوئے تقریباً ایک ماہ اور سترہ دن گزر گئے تھے۔ معروف ترین لوگ بھی میرے معمولات میں دلچسپی لے رہے تھے اور وقت نکال کر مجھ سے ملتے رہتے تھے۔ نامر برق اور دوسری کچھ خواتین تو بالکل گھریلو عورتیں ہو کر رہ گئی تھیں اور اکثر اب وہ میری رہائش گاہ پر آ کر شادی کی تیاریاں کرتی رہتی تھیں۔ ان ہنگاموں میں کئی بار گھر یاد آیا۔ اپنے یاد آئے۔ وہ لوگ جو ان ذمے داریوں کو سنبھالنے کا حق رکھتے تھے لیکن ان کے ساتھ بہت سی تلخ یادیں ابھر آئی تھیں۔ زندگی نے وفا کی اور حالات نے کبھی اجازت دی تو ایک بار ضرور اپنے وطن جا کر ان سے ملوں گا اور تہذیب کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ اس دوران تہذیب سے ملاقاتیں بند ہو گئی تھیں۔ وہ نامر عزیزی کے پاس ہی تھی اور بس ٹیلی فون پر دو تین بار اس سے مختصر گفتگو ہوئی تھی۔ محتاط گفتگو۔ ہم اپنے جذبات کو عامیانہ شکل دینے کے روادار نہیں تھے۔

پھر ایک دن شام کو نامر عزیزی کے مکان پر ایک نشست ہوئی اور اس نشست میں وہ دن طے ہو گیا جب تہذیب کو میرے منسوب کیا جانے والا تھا۔ یہ کام پانچویں دن ہونا طے پایا تھا۔ شادی کے لیے بیروت کے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل کا انتخاب کیا گیا تھا۔ احساسات اب عجیب سی شکل اختیار کر گئے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے ان تمام باتوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ نکاح کی تقریب میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ اس شام میں ناصر اور تہذیب کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا کہ ایک کوچ آ کر رکی اور اس میں سے ابو حاتم، فاخرہ لعقوبی اور وہ دوسرے تمام لوگ جرانٹن آف کروزل میں میرے ہمراہ تھے برآمد ہوئے۔ میں انہیں دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ میں نے مسرور انداز میں ان کا استقبال کیا۔

فاخرہ کہنے لگی۔ "تم سے اس زیادتی کی امید نہیں تھی علی!"

"اب تم لوگ مجھے شرمندہ کرو گے۔ حالانکہ کئی بار میرے ذہن میں تمہارا خیال آیا لیکن میں جانتا تھا کہ تمہارے پاس ایسی تقریبوں میں ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"یہ عذر بھی خوب ہے۔ آخر مسعود ظفر کی شادی میں ہمیں بھی تو شریک کیا گیا تھا!"

"چلو میں شرمندہ ہوا جاتا ہوں۔" میں نے ڈھٹائی سے کہا۔

"ہم لوگ اس شادی میں شرکت کے بعد سب واپس چلے جائیں گے اور ہم نے اچھے دوستوں کے مانند تم پر بار بننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ ہمارا قیام مختلف ہوٹلوں میں ہے۔" فاخرہ نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میری رہائش گاہ میں تم سب لوگ سما سکتے ہو۔"

میں نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور بالآخر انہیں ہوٹلوں سے اپنے گھر منتقل کر دیا۔ ان سب کے آجانے سے عمارت بھر گئی تھی۔ وقت کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ دن اور رات کی تمیز ختم ہو گئی تھی۔ جنگ و جدل اور ہنگامہ خیزیوں کے رسیا یہ لوگ بھی ایک بار زندگی کی ان نفیس دلچسپیوں میں لوٹ آئے تھے جو ازل سے انسان کے لیے باعث دلکشی ہیں۔ وہ تمام ہنگامے ہو رہے تھے جو ہو سکتے تھے۔ ہر شخص اپنا کردار ادا کر رہا تھا اور کسی نے مجھ پر کوئی بار نہ پڑنے دیا تھا۔

بالآخر وہ دن آگیا جس کے عجیب تاثرات ذہن پر چھائے ہوئے تھے۔ میں ایک باہوش انسان ہونے کے باوجود سحرزدہ سا ہو کر رہ گیا تھا۔ بہت عجیب لگ رہا تھا مجھے۔ ہوٹل ڈی ویلو کے ایک وسیع و عریض لاؤنج پر اس تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اپنے لاتعداد دوستوں کے ساتھ میں ڈی ویلو میں داخل ہو گیا۔ لاؤنج پر دو نشستیں بنائی گئی تھیں، ایک دولہا کے لیے اور دوسری دلہن کے لیے۔ قاضی صاحب آ چکے تھے اور تقریب انتہائی رنگین تھی۔ اسلامی اصولوں کے مطابق ایجاب و قبول کی رسم ادا ہونے کا وقت آگیا تھا۔ قاضی صاحب نے قرآنی آیات پڑھیں اور نکاح کے کاغذات تہذیب کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ دلہن بنی ہوئی تھی۔ گرین پول کی ایک خطرناک رکن جو زندگی میں سنگین ترین واقعات میں الجھی رہی تھی، اس وقت عورت کے حقیقی روپ میں نظر آ رہی تھی۔ اس پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی۔ کاغذات اس کے سامنے رکھ دیئے گئے اور تہذیب نے ان پر دستخط کیے۔ دوسروں کی طرح میری نگاہ بھی اس پر جمی ہوئی تھی۔ تہذیب کے بدن میں ہلکی ہلکی کپکپاہٹ تھی۔ دفعتاً وہ زور سے اچھل پڑی۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا قلم اچھل کر قریب بیٹھی ہوئی نامر برق کے منہ پر پڑا۔ پھر وہ دوبارہ اچھلی اور پھر تیسری بار۔ اس بار اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی اور بے شمار چیخیں سنائی دیں۔ تہذیب کے بدن میں چھپنے والے جوانوں سے خون کے فوارے بلند ہو گئے۔ قرب و جوار میں بیٹھی خواتین خون سے سرخ ہو گئیں۔ میرا بدن سن ہو گیا تھا اور کوشش کے باوجود میں اپنے ہاتھ پاؤں کو جنبش نہیں دے پا رہا تھا۔

بھگدڑ مچ گئی تھی لوگ پاگلوں کی طرح بھاگ رہے تھے۔ مجھے سب کچھ نظر آ رہا تھا لیکن میری حیثیت ایک خاموش تماشائی کی سی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی فلم میری نگاہوں کے سامنے چل رہا ہو اور میں اس کے تاثر میں کھویا ہوا ہوں۔ خود میں اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔ وہی لوگ بھاگتے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ مجھے کچھ لوگوں نے اٹھایا، میں کھڑا ہو گیا۔ تہذیب مالکم ایکس کے گرد مجمع جمع تھا۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ مجھے بہت زور سے چکر آیا اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

نہ جانے بے ہوشی کس قدر طویل تھی۔ بالآخر ہوش آگیا۔ میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ کسی اسپتال کا کمرا تھا۔ میری ناک میں نلکی لگی ہوئی تھی۔ میں حالات پر غور کرنے لگا۔ سب کچھ یاد آگیا تھا۔ سب کچھ۔ وہ جیا ایک المیہ جو رونما ہو چکا تھا۔ تہذیب کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔ اس وقت جب وہ ساری زندگی کے لیے میری ہونے والی تھی، ساری زندگی کے لیے۔ اس نے غلط اقرار تو نہیں کیا تھا۔ اس کی زندگی ہی اتنی تھی۔

اس شادی کے سلسلے میں جو کچھ ہو رہا تھا اس پر مجھے بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ واقعی بڑی عجیب بات تھی۔ میں نے تو عمر لنگا میں ہی فیصلہ کیا تھا کہ اب میری زندگی میری نہیں ہے، ایک مشن کے لیے وقف ہے اور جب تک میں زندہ ہوں، ایک مشن زندہ ہے۔ پھر یہ سب کچھ... واقعی یہ انحراف تھا، وعدہ خلافی تھی۔ یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی۔ بے چاری تہذیب۔ میری وعدہ خلافی کا شکار ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ میں نے نلکی ناک سے نوچ کر پھینک دی۔ مشن زندہ ہے۔ بس غلطی ہو گئی تھی لیکن اب اس کا ازالہ ہو گا۔ کوئی بات نہیں ہے اگر وہ نہیں ہو سکا جو اپنی خوشی کے لیے تھا۔ آہ! اب کوئی آس نہیں ہو گی۔ کوئی امید نہیں ہو گی۔ بس ایک مشن، صرف ایک مشن۔

"کوئی ہے؟" میں نے زور سے آواز لگائی اور دوسرے ہی لمحے ایک نرس اندر آ گئی۔ اس کے پیچھے فاخرہ لعقوبی اور چند لوگ اندر آ گئے۔

نرس نے چیخ کر کہا۔ "اوہ! نلکی... پلیز مسٹر..."

"پلیز نرس! یہ کیا تماشا ہے؟" میں نے کہا۔

"آپ لیٹ جائیے۔" نرس بولی۔

"نہیں شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔" میں نے خلیمی سے کہا اور نرس فاخرہ لعقوبی کی طرف دیکھنے لگی۔

"آپ ڈاکٹر کو بلا لیں۔" فاخرہ نے کہا اور نرس برق رفتاری سے باہر نکل گئی۔ فاخرہ کی آنکھیں متورم تھیں، چہرہ اترا ہوا تھا۔

"کیا تدفین ہو گئی فاخرہ؟" میں نے سوال کیا اور فاخرہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"فاخرہ! مجھے ان تمام باتوں سے الجھن ہو گی۔ رنج و الم کے اس اظہار سے اب کیا فائدہ ہو گا۔ بتاؤ کیا اس کی تدفین ہو گئی؟"

"ہاں۔" فاخرہ نے ایک سسکی لے کر کہا۔ اسی وقت ڈاکٹر اندر داخل ہو گیا۔

"مسٹر علی! ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر! میں ٹھیک ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں۔"

"آپ کو خطرہ نہیں مول لینا چاہیے۔"

"میں زخمی تو نہیں ہوں ڈاکٹر۔ بس ایک شاک تھا۔ اب ٹھیک ہوں۔"

"پھر بھی..."

"سوری۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی درست ہے۔ فاخرہ میرا لباس منگواؤ۔"

"اگر مسٹر علی یہی پسند کرتے ہیں تو یہی ان کی مرضی۔" ڈاکٹر نے کہا۔

نرس نے میرا لباس مجھے لا دیا لیکن یہ وہ سوٹ نہیں تھا جو میں نے شادی کے وقت پہنا ہوا تھا۔ لباس پہن کر میں باہر نکل آیا۔ فاخرہ مسلسل سسکیاں لے رہی تھی۔

"ہم لوگوں کو یہ سب کچھ زیب نہیں دیتا فاخرہ۔ بے شمار لوگ ہمارے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہیں۔ ہمیں خود بھی ہر نقصان کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ آؤ یہاں سے چلیں۔ ورنہ دوسروں کے لیے تماشا بن جائیں گے۔"

"میں نے نامر عزیزی کو فون کر دیا ہے، وہ آ رہے ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔ جس وقت میں لباس تبدیل کر رہا تھا فاخرہ نے اسی وقت فون کیا ہو گا۔

"آؤ، باہر انتظار کر لیں گے۔" میں نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا اور فاخرہ میرے ساتھ باہر آ گئی۔

نامر عزیزی تنہا نہیں آئے تھے، بہت سے لوگ تھے ان کے ساتھ۔ سب کا حلیہ عجیب ہو رہا تھا۔ نامر عزیزی کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ کسی نے مجھ سے ایک لفظ بھی تعزیت کے لیے نہ کہا۔

"ڈاکٹر نے اجازت دے دی؟" نامر عزیزی نے پوچھا۔

"نہیں عزیزی صاحب! میں اب ٹھیک ہوں۔ آپ لوگ فکر نہ کریں۔"

"بیٹے کے پاس کون ہے فاخرہ؟" نامر صاحب نے پوچھا۔

"وہ... دوسرے لوگ ہیں۔" فاخرہ نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"بیٹا!" میں چونک پڑا۔
"ہاں، وہ زخمی ہو گیا ہے۔" فاخرہ نے کہا۔
"اسے کیا ہو گیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔
"وہ زخمی ہے۔"
"اوہ! کیسے زخمی ہوا؟ کہاں ہے وہ فاخرہ مجھے نہیں بتایا۔ آؤ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کیسے زخمی ہو گیا؟" میں نے کہا اور پھر ان لوگوں کے ساتھ میں اسپتال کے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں بدر ایک بستر پر پڑا تھا۔ اس کے سر اور دونوں شانوں پر پٹیاں بندھی تھیں اور وہ بے ہوش تھا۔ بدن میں خون کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں۔
"کیا اس کی حالت تشویشناک ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"ہاں۔ سر کا آپریشن کر کے گولی نکال لی گئی ہے۔ دونوں بازوؤں کی ہڈیاں جوڑ دی گئی ہیں لیکن ڈاکٹر ابھی اس کی طرف سے تشویش کا شکار ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔
"یہ کیسے زخمی ہو گیا؟"
"آؤ علی! یہاں سے چلیں۔ تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔" عزیزی صاحب نے کہا اور میں بدر کے کمرے سے نکل آیا۔ اس کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ سب کچھ یاد تھا، سب کچھ دیکھا اور سمجھ رہا تھا لیکن دل کو نہ جانے کیسے قرار آ گیا تھا۔ نہ جانے یہ بے پناہ قوت برداشت کس کا عطیہ تھی۔
ناصر صاحب مجھے اپنی قیام گاہ پر لائے تھے۔ تمام لوگ موجود تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھ سے کیا کہے۔ "ناصر صاحب! مجھے کافی پلوا دیجیے۔ فاخرہ! میری بے ہوشی شاید طویل رہی ہے؟"
"ہاں علی! تم ساٹھ گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے ہو۔" فاخرہ نے کہا۔
"اوہ! تب تو تہذیب کی تدفین واقعی ضروری ہو گئی ہو گی۔ بہرحال یہ ہونا تھا۔" میں نے کہا اور سب لوگ سسک پڑے۔
"نہیں دوستو! خود کو سنبھالو۔ شاید آپ لوگوں کو میری بات پر یقین نہ آئے۔ جو کچھ ہو رہا تھا مجھے شروع ہی سے معنوی مفہوم میں سا لگ رہا تھا۔ آپ لوگ یقین کریں میں نے بارہا سوچا کہ یہ سب کچھ میرے بس میں ہے یہ کیسے ممکن تھا۔ لاتعداد فلسطینی باشندے اپنی زندگی کی بقا کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اسرائیلی وحشی ان کے کیمپوں پر بمباری کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خوشبودار تمنائیں بکھری پڑی ہیں۔ الفتح سے منسوبوں کی فتح کی جانب قدم بڑھا رہا ہوں۔ میرا ضمیر مجھے اس جرم کا احساس دلا رہا تھا لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ میں خود بھی کچھ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ یہ سب کچھ تو ہونا تھا کیونکہ وہ جو کچھ ہو رہا تھا کسی طرح مناسب نہیں تھا۔"
"علی! سب سے بڑا مجرم میں ہوں بیٹے... سب سے بڑا مجرم میں ہوں۔" عزیزی صاحب پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔
"کوئی مجرم نہیں ہے۔ یہ سب کچھ خلاف عقل نہیں تھا۔ بہتر ہے آپ لوگ مجھے حوصلہ دیں۔ میں اندر سے بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ تہذیب میرے لیے ان تاریک لمحات میں روشنی کی حیثیت رکھتی تھی جب میں دشمنوں کے نرغے میں گھر جاتا تھا اور میری راہیں مسدود ہو جاتی تھیں۔ اس وقت بہت دور بیٹھی وہ محبت کرنے والی لڑکی مجھے یاد آتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ میری زندگی اس کی امانت ہے۔ مجھے اس کے لیے جینا ہے۔ اس سے ملنا ہے اور میرے بدن میں ہزاروں گنا قوت پیدا ہو جاتی تھی۔ میرا وجود اب اس قوت سے خالی ہو گیا ہے۔ مجھے حوصلہ دیں آپ لوگ۔"
رقت آمیز مناظر جاری رہے۔ ڈاکٹر سے فون پر میرے لیے کافی کی اجازت لے لی گئی تھی۔ ساٹھ گھنٹے میں مجھے کوئی خوراک نہیں دی گئی تھی، صرف نلکیوں کے ذریعے گلوکوز وغیرہ دیا جاتا رہا تھا۔
کافی پینے کے بعد بدن میں سنسناہٹ ہونے لگی اور میں نے آرام کی اجازت مانگی۔ ایک کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا اور میں بستر پر لیٹ کر چھت کو تکنے لگا۔
تہذیب اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میری اپنی حماقت تھی کسی سے کیا شکایت۔ کیا ضرورت تھی شادی کو ملتوی کرنے کی۔ یہ سب کچھ خاموشی اور سادگی سے بھی ہو سکتا تھا۔ اب ایک کسک زندگی بھر بے چین رکھے گی۔ کوئی چلا جاتا ہے تو اس کی یادیں بے چین کرتی ہیں۔ جانے والے کو کون روک سکتا ہے لیکن وہ... وہ بہت اچھی تھی، بہت چاہتی تھی مجھے۔ میرے لیے اس نے خود کو کتنا بدل لیا تھا۔ سوچتے سوچتے اچانک دل بیٹھنے لگا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بوجھ سا دل پر آ پڑا ہو۔ میرے ہاتھ سے ضبط کا دامن چھوٹنے لگا اور پھر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔
جانے کب تک روتا رہا۔ پھر فیصلہ کیا کہ اب کبھی نہیں روؤں گا۔ دعا مانگی۔ معبود! شاید یہی وقت ہے جب مجھے سب سے زیادہ... پوری زندگی میں سب سے زیادہ تیری مدد کی ضرورت ہے۔ اس وقت میرے حال پر کرم فرما۔ مجھے وہ سکون دے جو صرف تو ہی دے سکتا ہے۔ یہ بھٹک جانے کا وقت ہے۔ مجھے بھٹکنے سے بچا۔
پتا نہیں کب مجھے نیند آ گئی۔ گہری نیند۔ جاگا تو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ میرے کمرے میں اندھیرا تھا۔ میں نے اٹھ کر دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور روشنی کر دی۔ پھر ملحقہ غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ غسل کر کے باہر نکلا تو فاخرہ موجود تھی۔
"کیا وقت ہوا ہے فاخرہ؟" میں نے پوچھا۔
"بارہ بجے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔
"کیا تم باہر بیٹھی ہوئی تھیں؟"
"ہاں، دوسرے لوگ بھی ہیں۔"
"کہاں؟ مجھے تو ان کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی؟"
"باہر لان پر ہیں۔"
"بھوک میں سخت نقاہت محسوس کر رہا ہوں، مجھے کچھ کھانے کو دو۔"
"یخنی بنالی ہے، ابھی لاتی ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔
"فاخرہ مجھے ٹھوس غذا درکار ہے۔ میں بیمار نہیں ہوں پلیز فاخرہ۔" میں نے کہا۔
"بیٹھو، میں لاتی ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔ پھر وہ کچھ دیر میں لے آئی۔ ڈبل روٹی، انڈوں کا آملیٹ اور یخنی۔
"آؤ، میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔" میں نے اسے دعوت دی۔
"علی...!" فاخرہ نے آنسو بھری آواز میں کہا۔
"کم آن فاخرہ! کم آن۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ شریک ہو گئی۔
"بدر کیسے زخمی ہوا؟" میں نے سوال کیا۔
"اس نے حملہ آور کو دیکھ لیا تھا۔"
"اوہ! پھر؟"
"وہ اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ حملہ آور نے اس پر گولی چلائی جو اس کے ایک شانے پر لگی۔" فاخرہ مجھے بتانے لگی۔ "اس نے حملہ آور کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ دوسری گولی اس کے دوسرے شانے میں پیوست ہو گئی۔ پھر وہ اس پر جا پڑا۔ کافی خون نکل گیا تھا۔ دوسرے لوگ اس کی فوری مدد کو نہ پہنچ سکے۔ اس نے اپنے بازوؤں میں حملہ آور کو جکڑ لیا اور حملہ آور نے اس کے سر میں گولی مار دی لیکن وہ خود کو بدر کی گرفت سے آزاد نہ کرا سکا۔"
"حملہ آور پکڑا گیا؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں، اس اثنا میں دوسرے لوگ پہنچ گئے تھے۔" فاخرہ نے کہا۔
"فاخرہ! بدر بے چارہ مر جائے گا... وہ ضرور مر جائے گا۔" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔
"ایسا کیوں کہہ رہے ہو علی؟" فاخرہ نے حیرت سے دیکھتے کہا۔
"اس لیے کہ وہ ایک اچھا انسان ہے اور اچھے لوگ مر جاتے ہیں وقت سے پہلے مر جاتے ہیں۔" فاخرہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "نہیں فاخرہ پلیز خود کو سنبھالو۔ مجھے تم سے ابھی کچھ پوچھنا ہے۔"
"میں کچھ نہیں بتا سکوں گی علی... میں کچھ بھی نہیں بتا سکوں گی۔" فاخرہ روتی ہوئی بولی۔ میں خاموشی سے سامنے رکھی ہوئی چیزیں کھاتا رہا اور پھر فارغ ہو گیا۔
"آؤ باہر چلیں۔" میں نے فاخرہ کا ہاتھ پکڑا اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ لان پر واقعی بہت سے لوگ موجود تھے۔ عمارت کی فضا پر سوگ طاری تھا۔ ناصر صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے۔ میں ان کے درمیان جا بیٹھا۔
"علی!" کسی کی آواز ابھری۔
"میں آپ تمام دوستوں کے خلوص کو پوری طرح محسوس کر رہا ہوں۔ یقین جانیے زندگی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ میں اسے بہت چاہتا تھا۔ بے پناہ چاہت تھی میرے دل میں اس کے لیے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یوں ہوگا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یوں بھی ہو جاتا ہے اور ہو گیا ہے اور اس طرح جو ہو جاتا ہے اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ لوگ میرے لیے صبر کی دعا کریں اور بس۔ اس سے زیادہ کچھ کہا آپ نے تو مجھے دکھ ہوگا۔ میں کوئی تعزیت نہیں چاہتا۔ اس حوالے سے اب کوئی تذکرہ نہیں چاہتا۔ یہ سب کچھ میرے لیے بہت اذیت ناک ہوگا۔ اس لیے اب اس سے آگے کی بات کریں۔"
"علی حوصلہ مند ہے، وہ درست کہتا ہے۔" کسی نے تبصرہ کیا۔
"کچھ لوگ ایک تعزیتی جلسہ کرنا چاہتے ہیں علی۔" ناصر صاحب نے کہا۔
"مجھے اس کارروائی کی اطلاع بھی نہ دی جائے، شریک ہونا تو دور کی بات ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔
"میں علی سے متفق ہوں۔ اس رنگ ڈھنگ سے حادثے کو اب بھول جانا ہی بہتر ہے۔" کسی اور نے کہا۔
کافی دیر تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا اور پھر اٹھ گیا۔
"فاخرہ! کیا مجھے میری رہائش گاہ پہنچا دو گی؟"
"ابھی نہیں علی، تم مسلسل ساٹھ گھنٹے بے ہوش رہے ہو۔ میرے خیال میں تم یہیں آرام کرو۔" عزیزی صاحب بولے۔
"نہیں، میں جانا چاہتا ہوں۔" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا۔
"وہاں تنہائی میں..." ناصر عزیزی نے کہا۔
"ہاں۔ میں ٹھیک رہوں گا۔ فاخرہ پلیز اگر تمہیں کوئی زحمت نہ ہو تو..."
"نہیں علی چلو۔" فاخرہ نے کہا اور ان لوگوں کے منع کرنے کے باوجود میں فاخرہ کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ "علی میں وہاں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم مجھے واپسی کے لیے نہیں کہو گے۔"
"مجھے کچھ دیر کی تنہائی نہیں دو گی فاخرہ؟"
"نہیں علی۔"
"میرا نام علی یار خان ہے اور میں وہ ہوں جس سے اس لڑکی کی شادی ہونی تھی جسے تم نے قتل کیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" نوجوان نے کہا۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نے تہذیب ناظم الیکس کو کیوں قتل کیا؟"

"کیا تم میری زبان کھلوانے کی قدرت رکھتے ہو؟ اگر میں اس بارے میں نہ بتانا پسند کروں تو تم میرا کیا کر لو گے؟" نوجوان بولا۔

"نوجوان! تم نے یقیناً زندگی کو داؤ پر لگا کر یہ کام کیا ہے اور یہ سوچ کر ہی کیا ہوگا کہ اگر تم اس کوشش میں مارے گئے تو تمھیں زیادہ افسوس نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود میں تمھاری زبان کھلوانے کی قدرت رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم تم اس بات پر افسوس کرو گے کہ تم نے میرے سامنے زبان کیوں نہ کھول دی تھی۔ ایک بار کہو کہ تم مجھے اس قتل کی وجہ نہیں بتاؤ گے، اس کے بعد میرا عمل شروع ہوگا۔" نہ جانے میری آواز میں کیا اثر تھا کہ وہ بوکھلا گیا۔ "ایک بار کہہ کر تو دیکھو صرف ایک بار۔" میں نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر کہا۔

"نہیں۔ میں تمھیں خود بتانا چاہتا ہوں۔ موت سے پہلے میں اپنا دل کھولنا چاہتا ہوں۔ میں تمھیں سب کچھ بتاؤں گا۔۔۔ ضرور بتاؤں گا۔" اس نے کہا اور دوسرے لوگ حیران رہ گئے۔

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"احتشام اصغری۔"

"کہاں سے تعلق ہے؟"

"شتیلا کیمپ سے۔"

"تہذیب کو کیوں قتل کیا؟" میں نے سوال کیا اور نوجوان کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں چھوٹنے لگیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اس لیے کہ منیبہ جواب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ منیبہ جسے میں اس کائنات میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ وہ منیبہ جس سے میں بچپن سے منسوب تھا اور جس کے خواب دیکھتے ہوئے میں جوانی کی سرحدوں میں داخل ہوا تھا۔ اس منیبہ کو قتل کر دیا گیا مسٹر علی! وہ بے کسی کی موت مر گئی اور میرے دل میں جہنم سلگ اٹھا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ دنیا میں کسی کو ان خوشیوں سے ہمکنار نہ ہونے دوں۔ جو مجھے اور منیبہ کو نہ مل سکیں۔ تم مجاہد ہو علی! یا رضاں تمھاری حیات گیت گائے جاتے ہیں۔ لوگ تم پر فخر کرتے ہیں۔ کیا تمھیں یہ بات زیب دیتی تھی کہ بے شمار انسانوں کو موت اور زندگی کی کشمکش میں گرفتار رہنے دو اور اپنی خوشیوں کی دنیا آباد کر لو۔ تمھیں اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا مسٹر علی! لیکن جب تم نے ہمارے اس حق کو تسلیم نہیں کیا تو میں نے آگے بڑھ کر تم سے تمھاری خوشیاں چھین لیں۔ ہاں میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے پوری پلاننگ کے ساتھ تمھاری ہونے والی بیوی کو قتل کر دیا۔ اس لیے کہ تہذیب میری زندگی میں شامل ہوگئی تھی۔ تم بتاؤ! تمھیں اس کا کیا حق پہنچتا تھا؟ تمھیں اپنی قوم کے درمیان بیٹھ کر جھولنے کا کیا حق پہنچتا تھا۔ جبکہ تمھارا دعویٰ ہے کہ تم ہمارے محسن ہو۔ جواب دو علی! میں تم سے جواب طلب کرتا ہوں۔"

"ذلیل انسان۔۔۔ ذلیل انسان! تیرا تعلق فلسطینیوں سے ہے تو تم میں سے ہو گا۔ اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" ناصر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن میں نے ہاتھ بلند کر کے اسے روک دیا۔

"منیبہ کیسے ہلاک ہوئی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"اسے بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ اسرائیلی درندوں نے اسے مجھ سے چھین لیا تھا اور اس کے بعد سے میں تنظیم میں شامل ہو کر درندوں کو بے دریغ قتل کرتا رہا۔ میرے یہ ہاتھ بے شمار اسرائیلی وحشیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ انھیں ہلاک کرنا تو میرا مشن تھا لیکن میں کسی اور کی خوشیاں بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا علی۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے لیکن میں اپنی اس موت پر قطعی شرمندہ نہیں ہوں گا کسی کو حق نہیں ہے کہ اگر منیبہ مر گئی ہے تو وہ اپنی محبت کو آباد کرے۔ میں اس کائنات میں کسی بھی محبت کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرا عہد ہے۔"

"تو جانا صاحب گئے۔۔۔ تو جانتا ہے کہ علی فلسطینی نہیں ہے وہ صرف انسانیت کے نام پر ہم سے تعاون کر رہا ہے۔ لہٰذا اسے کیا حق پہنچتا ہے بے غیرت کہ ہم اس کی خوشیاں چھین لیں۔ تو نے انتہائی ناسپاسی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم لوگ اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتے۔ ابھی تک تو ذہن میں صرف یہ خیال تھا کہ یہ علی کے خلاف کوئی اسرائیلی سازش ہے لیکن یہ جان کر کہ یہ ساری کارروائی ہم میں سے کسی ایک نے کی ہے۔ ہماری پوری قوم کے سر جھک گئے ہیں۔ احتشام تو نے ہمیں ہمیشہ کے لیے اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل کر دیا ہے۔" ناصر عزیزی کی آواز بھرا گئی۔

"میں کچھ نہیں جانتا علی! میں اس شخص کو سنگساروں سے بچکار ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا اور میں نے وہی کیا جو میرے دل نے کہا۔"

"اس کتے کو سنگسار کیا جائے گا علی۔ اس کے بدن کے اتنے ٹکڑے کیے جائیں گے کہ کوئی ان ٹکڑوں کو گن بھی نہ سکے۔ میں اس کے پورے خاندان کو فنا کر دوں گا۔ میں انھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" ناصر عزیزی کے لہجے میں بے پناہ غیظ و غضب تھا۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں ناصر صاحب نہیں۔ اسے چھوڑ دیجیے اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ جذباتی ہے، پاگل ہے۔ اس احمق نے بلاوجہ تہذیب کی زندگی لے لی۔ ارے پاگل! ہم تو خود نہیں چاہتے تھے۔ چلو کوئی حرج نہیں ہے۔ اب فاخرہ یہ مسعود اور فاطمہ شب نہیں نظر آتے تھے۔"

"وہ چلے گئے۔" فاخرہ نے کہا۔

"کہاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ایکویٹ۔ عاتکہ کی حالت بے حد خراب ہو گئی تھی۔ اس پر شدید دورہ پڑا تھا۔ مسعود مجبوراً اسے لے گیا۔ اس کا خیال تھا کہ تمھارے ہوش میں آنے کے بعد اور تمھاری کیفیت دیکھ کر اس کی حالت اور خراب ہو جائے گی۔ اس لیے وہ اسے لے گیا۔"

میں فاخرہ کے ساتھ کوٹھی پہنچ گیا۔ یہ عمارت میں نے تہذیب کے لیے خریدی تھی لیکن۔۔۔

فاخرہ کے ساتھ میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

"بات یہ ہے فاخرہ کہ میں عمل دنیا کا انسان ہوں۔ فلسطینیوں کے لیے کام کرتے ہوئے میں نے موت کو بارہا بہت قریب سے دیکھا ہے۔ جو لوگ خود میرے ہاتھوں فنا ہوئے ہیں مجھے ان کی تعداد بھی نہیں معلوم۔ انھیں قتل کرتے ہوئے میرے دل میں کبھی رحم کے جذبات نہیں ابھرے کیونکہ وہ میرے مشن کے دشمن تھے۔ تہذیب کو بھی کسی ایسے ہی شخص نے قتل کیا ہوگا جسے اس قتل سے فائدے حاصل ہوں گے۔ میرے دشمن مجھے بھی تو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ انھیں اس کا حق حاصل ہے۔ انھوں نے مجھے چوٹ دے دی۔ اب یہ تو بتاؤ وہ کون ہے؟"

"ایک نیم شیطانی نوجوان ہے۔"

"پولیس کی تحویل میں ہوگا؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ اسے تنظیم نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔"

"پولیس کے حوالے نہیں کیا؟"

"نہیں۔ اسے خفیہ طور پر غائب کر دیا گیا ہے۔ پولیس اسے تلاش کر رہی ہے۔ شاید تم سے بھی پوچھ گچھ ہو۔"

"مگر ایسا کیوں کیا گیا ہے؟"

"تنظیم اس کی زبان کھلوانا چاہتی ہے۔ پولیس اس سے کوئی بیان لے سکتی تھی اور اس کا تحفظ کر سکتی تھی۔"

"تو کیا اس نے زبان کھول دی؟"

"وہ بے ہوش ہے۔" فاخرہ نے کہا۔

"اس پر تشدد کیا گیا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"بس اسی وقت جب اسے گرفتار کیا گیا تھا وہ وہیں لوگوں کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا۔"

"سنو جانِ من! کیا خیال ہے فاخرہ، وہاں کے پاس چلیں؟"

"اس وقت نہیں علی۔ دیکھو تو رات کے دو بج رہے ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔

"ہاں۔ صبح چلیں گے۔ تم لوٹ آف کرو، کب جا رہی ہو؟"

"میں نے ایک ماہ کی چھٹی لے لی ہے۔"

"دراصل فاخرہ میری ذہنی کیفیت کافی خراب ہے۔ اگر بار بار مجھے تہذیب یاد دلائی جاتی رہی تو میں اسے نہ بھول سکوں گا۔ اس لیے میں تنہائی چاہتا ہوں۔ تم بلاوجہ میرے لیے وقت ضائع کرو گی۔ تم واپس چلی جاؤ۔"

"اتنی جلدی نہیں ہے علی اور تم اطمینان رکھو میں تمھیں زیادہ پریشان نہیں کروں گی۔"

"یہ بات نہیں فاخرہ۔ دراصل میں اس ماحول سے خوفزدہ ہوں۔ میں شاید اسے برداشت نہ کر پاؤں گا۔ میں ایک عملی انسان ہوں۔ عمل کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں اور یہاں سب سوگوار ہو گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں یہ لوگ ابھی ایک عرصے تک نارمل نہیں ہو سکیں گے۔ مجھے ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ مجھے بہت عجیب محسوس ہوگا بے حد عجیب۔"

"میں کوشش کروں گی کہ یہ سب نہ ہو۔"

"پلیز۔ یہ ضرور کرو۔" میں نے کہا اور فاخرہ خاموش ہو گئی۔ رات بہت زیادہ بیت چکی تھی۔ فاخرہ کو میں نے سونے کے لیے مجبور کر دیا اور پھر خود باہر نکل آیا۔ درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ تہذیب کو یاد کرتا رہا۔ پھر جب نیند آئی تو وہیں گھاس پر لیٹ کر سو گیا۔ جاگا تو سورج سر پر چمک رہا تھا۔ فاخرہ مجھ سے کچھ فاصلے پر گھاس پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہیلو علی!"

"ہیلو۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"اٹھو آؤ غسل کر لو۔"

ناشتے پر فاخرہ نے مجھے بتایا کہ قاتل ہوش میں آ گیا ہے اور بڈھی "ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اب بڈھی کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"کم از کم ایک اچھی خبر سنائی ہے تم نے۔"

"قاتل سے ملو گے علی؟"

"ہاں۔ اس نے زبان کھولی؟"

"ابھی اس سے گفتگو نہیں کی گئی۔" فاخرہ نے بتایا۔

"تم فون پر ان لوگوں کو اطلاع دے دو جن کی تحویل میں قاتل ہے کہ ابھی اس سے گفتگو نہ کریں۔ میں خود اس سے بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اطلاع دے دوں گی۔" فاخرہ نے کہا اور پھر اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ واپس آ کر اس نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ میرا انتظار کریں گے۔

"تب پھر چلو فاخرہ۔" میں نے کہا۔

"تم لباس وغیرہ تبدیل کر لو علی۔"

"ہاں۔ بس چند منٹ لگیں گے۔"

ٹ کے پھیل جانے کے اثرات اس کے بقیہ بدن پر تھے۔ تاہم اب ان کو کاٹنا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹروں نے بوڑھی عورت کے پاؤں کاٹ دیئے۔ میں نے اسے اپنی ماں قرار دیا تھا۔

شتیلہ کیمپ میں امدادی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ تنظیم کے ارکان تندہی سے کام کر رہے تھے۔ بہت سے شناساؤں کو میں نے دیکھا لیکن میں ان کی نگاہوں سے بچتا رہا تھا۔ میں نے بوڑھی کے جھونپڑے میں پناہ لی تھی، جو بمباری سے بچ گیا تھا۔

مجھے وہاں پانچ دن گزر گئے۔ ایک صبح ڈاکٹر نے بوڑھی کی مرہم پٹی کرتے ہوئے کہا: "تمہارے بیٹے نے بروقت تمہارا علاج کرا کے تمہاری زندگی بچائی ہے، بہت اچھا ہے تمہارا بیٹا۔"

بوڑھی نے ڈاکٹر کا گریبان پکڑ لیا۔ اس پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی تھی: "مت بکواس کرو ڈاکٹر! وہ میرا بیٹا نہیں ہے، وہ صرف میرا محسن ہے۔ اسے مت کہو ڈاکٹر، خدا کے لیے میرا بیٹا مت کہو، وہ مر جائے گا۔" بمشکل تمام ڈاکٹر نے اس سے گریبان چھڑایا تھا۔

"کیا میں تمہارے بیٹے کی مانند نہیں ہوں ماں۔ تم اتنی سنگدل ہو کہ مجھے بیٹا بھی نہیں کہہ سکتیں؟"

بوڑھی بلک بلک کر رو پڑی: "ایسا مت کہو بیٹے، ایسا مت کہو، تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ میرے آٹھ بیٹے تھے، ایک سے ایک کڑیل جوان، لیکن میری بدنصیبی انہیں کھا گئی۔ میں ایک بدنصیب ماں ہوں۔ ایک تو بچ جاتا، ایک ہی بچ جاتا، مجھے ماں کہنے والا کوئی نہیں ہے... کوئی نہیں ہے۔ میں خوفزدہ ہوں اپنی بدنصیبی سے۔ جانتی ہوں کہ کوئی مجھے ماں کہے گا تو مر جائے گا، اس لیے تو مجھے ماں نہ کہہ بیٹے۔ خدا کرے تو زندہ رہے... خدا کرے..."

میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بوڑھی مسلسل رو رہی تھی۔ پھر دوسرے دن وہ مر گئی۔ اس نے میری زندگی کے لیے اپنی جان دے دی۔ اس کے خیال میں شاید یہی میری زندگی کے لیے ضروری تھا۔

زخم بھرنے لگے۔ زندگی رواں دواں ہوگئی۔ اپنے بارے میں میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ ابھی کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن کوئی مشغلہ تو ہونا چاہیے، کچھ تو کروں۔ میں نے بینکوں سے اپنا سرمایہ نکالنا شروع کر دیا۔ لاکھوں ڈالر کا چیک عطیہ میں نے شتیلا کیمپ کی انتظامیہ کو دیا۔ مجھ سے میرا نام پوچھا گیا تو میں نے بتانے سے انکار کر دیا۔

"نہیں، میں نام کی تشہیر نہیں چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں انہیں جانتا ہوں صابری صاحب۔" ایک نوجوان نے کہا جو اس کیمپ میں کام کرتا تھا۔
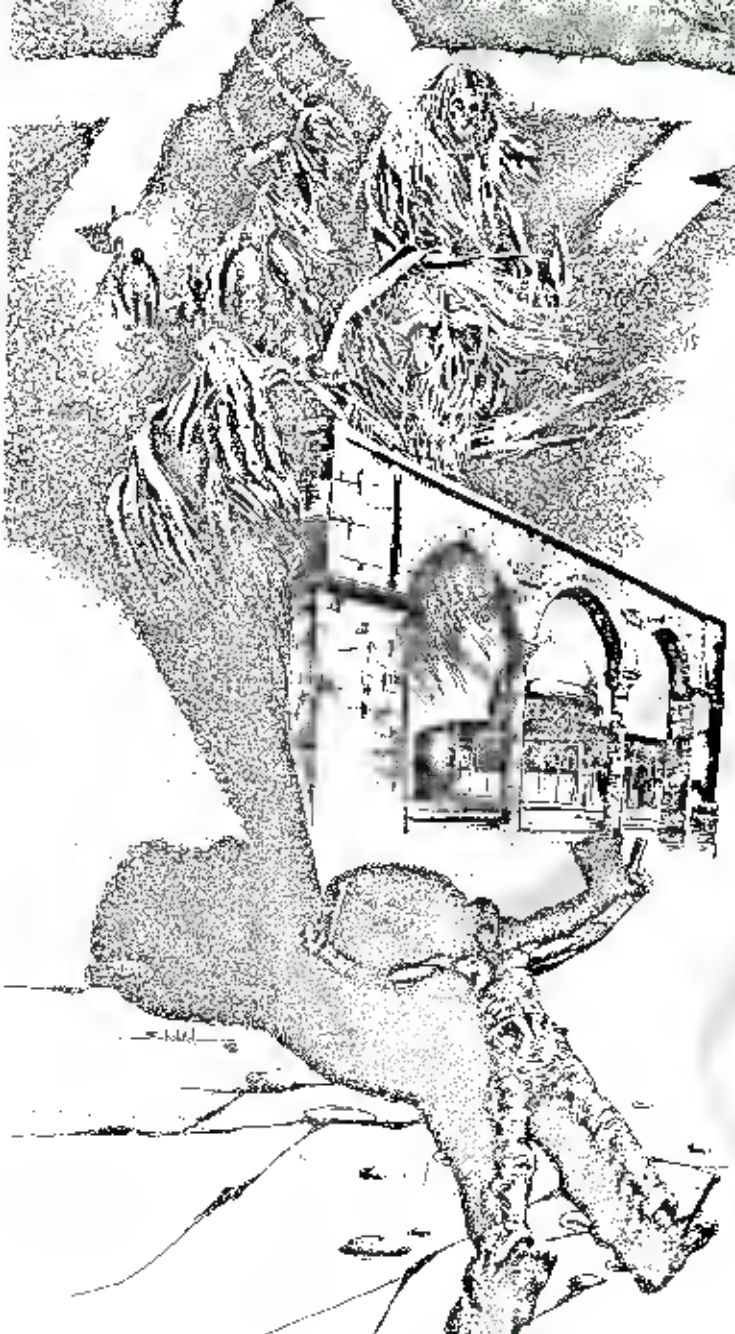
"کون ہیں یہ؟"

"علی یار خان!"

"میرے نام کی تشہیر نہ کی جائے۔ ان سب کو آباد کرو۔ میں اور رقم دوں گا۔ میں نے انہیں کے لیے تو کمایا ہے۔"

دوسرے دن میں نے پھر کئی لاکھ ڈالر انتظامی کیمپ کو دیے اور ابھی وہیں موجود تھا کہ فواد آ گیا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"میں صرف تمہارا دوست ہوں علی۔" اس نے کہا۔

"معاف کرنا فواد، میں دوستوں کو بھول جانا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں میرے لیے کوئی بھی جگہ ہے تو میری طرف سے مجھے پریشان نہ کرو۔"

"تم ہم لوگوں کو نہیں بھول سکتے علی۔ بھول گئے جو تم نے کر لیے، اتنے بڑے عطیات ان بے گھروں کو کیوں دے رہے ہو۔ یہ بے پناہ دولت ان پر کیوں لٹا رہے ہو؟"

"کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس۔ میں کوئی جواب نہ دوں گا۔" میں تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل واپس چل پڑا۔

کمرا پہلے سے تو میرے نام بک تھا۔ اپنے کمرے میں آ کر مسہری پر لیٹ گیا۔ فواد کے ساتھ میں نے ناروا سلوک کیا تھا۔ طبیعت ہی ایسی ہو رہی تھی۔ بس خود کو آزاد رکھنا چاہتا تھا۔ کوئی پابندی مجھے قبول نہیں تھی۔ کسی سے کچھ نہیں سننا چاہتا تھا۔ رات ہو گئی تھی۔ ہوٹل کے فلور پر موسیقی لہرا رہی تھی۔ دل حسب معمول اچاٹ ہو رہا تھا۔ کوئی فیصلہ مشکل ہو رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔ دفعتاً ہند کا خیال آیا اور میں اچھل پڑا۔ ہند ابھی تنظیم سے نہیں ہٹا تھا، جو ایک بے لوث مخلص دوست تھا۔ جس نے حبیب کے قاتل کو گرفتار کیا تھا۔ میں اپنی ذہنی الجھنوں میں ... کر بیٹھا تھا۔ وہ بھول جانے کی چیز نہیں تھا۔ غلطی ہو گئی، واقعی غلطی ہو گئی۔

میں اٹھ گیا۔ گو خاصی رات ہو گئی تھی اور آدھی رات گزر گئی۔ اس سے جانے کی کوئی تک نہیں تھی لیکن میں خود کو باز نہ رکھ سکا۔ ٹیکسی نے مجھے اس اسپتال پر اتار دیا۔

"اس وقت! میرا خیال ہے مریض سو چکا ہوگا۔" ایک نرس نے مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"معافی چاہتی ہوں جناب..."

"نہیں، معافی مت مانگو۔ یہ دیکھو۔" میں نے جیب سے بسٹ سے نوٹ نکال لیے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ نوٹ اس

رکھ دیے۔

"رہنے دیں، اگر مریض جاگ رہا ہے تو پھر آپ..." نرس نے "رہنے دیں" نہ جانے کیوں کہا تھا کیونکہ نوٹ تو میں نے مٹھی میں دبا لیے تھے۔ بہرحال اس نے مجھے بڈ کے پاس پہنچا دیا۔

"ہیلو بڈ!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو چیف!" بڈ ہلکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

"مجھ سے اظہارِ تعزیت نہ کرنا بڈ، مسکرا کر بات کرو۔"

"بڈ شاید چیف کو سب سے زیادہ جانتا ہے!" بڈ نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ! اب یہ بتاؤ کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں چیف! سر کا زخم کافی حد تک بھر چکا ہے، بازو بھی ٹھیک ہیں۔ اب تو بس ڈاکٹروں کے چونچلے رہ گئے ہیں۔"

"نہیں بڈ۔ جب تک ڈاکٹر مطمئن نہ ہوں، اسپتال مت چھوڑنا۔"

"اوکے چیف! تم کہاں ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"سب لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں، تمھارے بارے میں پوری تفصیل مجھے معلوم ہے۔"

"ایک ہوٹل میں ہوں، انھیں کچھ نہ بتانا۔" میں نے کہا۔

"اوکے چیف!" بڈ نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"کیا کہتے ہیں وہ لوگ؟" میں نے پوچھا۔

"ہر شخص شرمندہ ہے۔ میں نے بھی ان سے یہی کہا کہ چیف کی حیثیت کے مطابق احتیاطات نہیں کیے گئے۔ سب جانتے تھے کہ چیف کے دشمن اس وقت فعال رہے ہیں، وہ ہر وہ قدم اٹھائیں گے جس سے چیف کو نقصان پہنچے۔ انھیں یہ سب کچھ کر کے بیروت میں نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"مطلب یہی چیف کہ دشمن نے تم پر کاری وار کر دیا۔"

"دشمن نے؟" میں چونک پڑا۔

"تو اور کیا دوست نے؟"

"کیا ان لوگوں نے تمھیں احتشام اصغری کے بارے میں نہیں بتایا؟"

"بتایا ہے چیف۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے لیکن تمھارا کیا خیال ہے، کیا میں اس کے بیان سے متفق ہوں؟"

"میں بھی نہیں بڈ، تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"کیا تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا ہے چیف؟ میں جانتا ہوں تمھاری سوچ اتنی کچی نہیں ہے۔" بڈ نے کہا۔ میرا دماغ چکرا گیا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے بڈ کو دیکھتا رہا۔

"قتل کی بات کر رہے ہو بڈ؟"

"احتشام اصغری نے جو کہانی سنائی ہے مجھے وہ ٹھیک نہیں لگتی۔ مانتا ہوں کہ وہ فلسطینی ہے۔ مانتا ہوں کہ وہ کیمپ میں رہتا ہے لیکن چیف اس کی کہانی جھوٹ ہو سکتی ہے۔ کیا تم کیمپوں میں شادیاں نہیں ہوتیں؟ کیا فلسطینی باشندے صرف یہیں سے کنارہ کشی اختیار کر چکے ہیں؟ نہیں چیف! سب کچھ جاری ہے، سب کچھ ہو رہا ہے۔ شادیاں بھی ہوتی ہیں، کلب اور کیفے بھی ہوتے ہیں، بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ صرف تم رہ گئے تھے، تمھاری ہی شادی اسے ناگوار گزری۔ مجھے اس کی کہانی فراڈ لگتی ہے، سو فیصدی فراڈ۔"

"لیکن بڈ......"

"تہذیب مالکم ایکس ان لوگوں کی وحشت، انتقام اور حماقت کا شکار ہو گئی چیف لیکن تم جیسا شخص حقیقت کا کھوج لگا سکتا ہے۔ اس فلسطینی باشندے کی منیبہ کا کھوج لگاؤ تو تم حقیقت کی تہ تک پہنچ جاؤ گے۔"

"لیکن وہ فلسطینی ہے بڈ!"

"وہ انسان بھی ہے چیف اور ایک معقول رقم اچھے اچھے کو جھکا سکتی ہے۔ میں اگر ٹھیک ہوتا چیف تو اپنا کام شروع کر چکا ہوتا۔ میں نے شروع سے اس کی کہانی تسلیم نہیں کی ہے۔ میرے ذہن میں وہ منظر ہے چیف جب وہ چلا کر بھاگ رہا تھا۔ اگر وہ ایک محبت کرنے والا ہوتا تو خود ہی ہو کر فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ وہیں مجمعِ عام میں کہتا کہ مجھے ہوتے بیروت کے بے حد خاندان یہ عیاشیاں برداشت نہیں کر سکتے، وہ احتجاجاً یہ اقدام کر کے جان دے رہا ہے اور اس کی محبت ہو جاتی۔ اپنی محبوبہ کی موت کے بعد احتجاجاً کسی دوسرے کی بیوی کو قتل کر کے اسے اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ کمال کا عاشق تھا وہ۔ نہیں چیف! میری چھٹی حس کہتی ہے کہ یہ سب ڈھونگ ہے۔ کسی اور نے اسے اس کام کے لیے مجبور کیا ہے اور پھر چیف! یہ بات معلوم کرنا کون سا مشکل ہے۔ ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ تم چاہو تو میں ڈاکٹر سے بات کر کے چھٹی لے لوں۔" بڈ بولتا رہا، میرا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔ واقعی بڈ کے الفاظ ایک نئی سوچ بیدار کر رہے تھے۔ کیا وہ سچ کہہ رہا ہے؟ کیا تہذیب کے قتل کے پس پردہ کچھ اور ہاتھ ہیں؟

بڈ نے واقعی دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں۔ میں اب کچھ سوچ رہا تھا۔ کیا واقعی یہ کوئی اور سازش ہو سکتی ہے؟ کیا سب کچھ صرف اس لیے نہیں ہوا کہ فلسطینی نوجوان کی محبوبہ اس سے چھن گئی تھی؟ اس میں کسی اور کا ہاتھ ہے۔ اگر یہی بات ہے تو مجھے حقیقت معلوم ہونی چاہیے۔ احتشام اصغری سے ملاقات کیے بغیر میں کچھ نہیں... لیکن احتشام اصغری...

"بڈ، تمھیں اس نوجوان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔"

"میں خود بھی یہی ارادہ رکھتا تھا چیف!" بڈ نے فوراً جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"بڈ کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ میں نے تمھاری ماتحتی صرف اس لیے تو نہیں قبول کی کہ تم ایک نرم دل انسان ہو اور ماتحتوں کو ماتحت سمجھتے ہی نہیں ہو۔ میرا مطلب کچھ سمجھ گئے چیف؟"

"ہاں بڈ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں اس کا کھوج نکال لوں گا چیف۔ اس کی پوری کہانی معلوم کر لوں گا لیکن اس دوران مجھے تمھاری طرف سے اطمینان ہونا چاہیے۔"

"کیسا اطمینان؟" میں نے پوچھا اور بڈ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "کیسا اطمینان بڈ؟" میں نے دوبارہ پوچھا۔

"تم خود کو سنبھالے رکھو گے چیف!"

"ہاں بڈ! یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ میں اب ٹھیک ہوں۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے اور ظاہر ہے میں خودکشی تو نہیں کروں گا۔ آج بھی میرے دل میں ان لوگوں کے لیے پیار ہے۔ جو قصور کرتا ہے سزاوار بھی وہی ہوتا ہے۔ یہی قانونِ قدرت ہے، دوسرے لوگوں کا تو اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔"

"بس چیف! بڈ کی یہی خواہش ہے۔" چنانچہ بڈ کی طرف سے اسپتال کی چھٹی۔

میں اسپتال سے نکل آیا اور آئندہ ملاقات کے بارے میں سوچنے لگا۔ بڈ نے میرے ذہن کو ایک نئی روشنی دی تھی۔ فطرتِ جگہ پلٹے جاتے ہیں، ضرورت انسان کو گری سے گری حرکت پر مجبور کر دیتی ہے۔ ممکن ہے اس سازش کے پس پردہ کوئی گہرائی ہو۔ مجھے ان لوگوں سے بدظن کرنے کی کوئی اور کوشش کی گئی ہو۔ ماضی میں بھی ایسا ہو چکا تھا۔ اف صاحب... بھلا کوئی کیوں چاہے گا کہ میں ایک بار پھر ان لوگوں سے منحرف ہو جاؤں لیکن اس بار... دفعتاً میرے ذہن میں چنگاری سی بھڑکی۔ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے میرے دشمنوں نے اگر یہ چال چلی ہے تو خدا کی قسم... اس بار... اس بار میرے انتقام کی شکل بدلی ہوئی ہوگی۔ میری آنکھیں خون اگلنے لگیں۔ احتشام اصغری نے تہذیب کو قتل کر دیا۔ وہ سب اس کی جان کے دشمن تھے لیکن میں نے ہی ان کو منع کر دیا ۔۔۔ صرف اس خیال کے تحت کہ وہ دل جلا تھا، غم رسیدہ تھا لیکن اگر وہ سازشی ہے تو... تو......؟

وقت گزرتا رہا۔ بڈ سے دوسرے دن ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اسپتال سے نکل آیا تھا۔ اس نے کہا "چیف! میں نے احتشام اصغری کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"کیا رپورٹ ہے بڈ؟"

"وہ شتیلا کیمپ ہی کا باسی ہے لیکن چیف منیبہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس کے بہت قریبی دوست بھی منیبہ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکے بلکہ اس کے بارے میں کچھ اور بھی معلوم ہوا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اوباش فطرت کا مالک ہے۔ چوری کا الزام بھی لگ چکا ہے اس پر۔ اکثر ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں دیکھا جاتا ہے۔ خاص بات یہ ہے چیف کہ چند روز قبل اس نے اپنے دوستوں کی ایک شاندار دعوت کی تھی جس میں اس نے ایک لمبی رقم خرچ کی جو بہرحال ایک مشکوک بات ہے۔"

"ہوں!" میں نے خشک ہونٹوں کو زبان سے تر کرتے ہوئے بڈ کو دیکھا۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے چیف کہ منیبہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ وہ صرف ایک خیالی کردار ہے۔"

"گویا تم اس کی طرف سے مشکوک ہو؟"

"ہاں چیف، سو فیصد۔"

"تو کوئی مشورہ دو، کیا کرنا چاہیے؟"

"بڈ مشورہ دے چیف؟" بڈ نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں کیوں نہیں بڈ، تم نے کہا تھا کہ میں تمھارا دوست ہوں چیف اور کسی آزمائش کے موقع پر مجھے آزمانا۔ میں تمھارے لیے بے حد کارآمد نکلوں گا۔"

"بالکل کہا تھا چیف، بالکل کہا تھا۔"

"تو پھر اس وقت میں تمھارے مشوروں پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ نئی روشنی تم نے ہی مجھے دکھائی ہے اور اب تم خود ہی اس حماقت کو سنبھالو گے۔ میرا ذہن ان دنوں ماؤف ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے آپ کو سنبھال لوں تو ایک بار پھر وہی شیطان بن جاؤں۔"

"اگر بڈ پر اتنا ہی بھروسا کر لیا ہے چیف تو بڈ اپنی زندگی کی قیمت پر تمھارے اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنے دے گا۔ مجھے کچھ گھنٹوں کی مہلت دو چیف۔"

میں نے بڈ کو مہلت دے دی تھی۔ بڈ کے اس انکشاف نے ایک بار پھر میرے دل و دماغ کو مجروح کر دیا تھا اور میں بڈ کی معلومات کی روشنی میں سوچنے لگا تھا۔

دوسری ملاقات اس نے مجھ سے اسی شام کی اور میرے نزدیک آ بیٹھا۔ "چیف! میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے لیکن بہرحال

میں خاموشی سے اسے یہ کوششیں کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ذہنی حالت کافی خراب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دیواروں سے ٹکرا رہا تھا۔ اپنے آپ کو پیٹ رہا تھا۔ جس جس جگہ لوہے کی سلاخ لگی تھی وہاں سے گوشت باہر نکل آیا تھا اور اس کے پورے بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے انگیٹھی کی جانب چھلانگ لگائی اور اس پر رکھی ہوئی دونوں سلاخیں ہاتھوں میں اٹھا لیں۔

"میں تم دونوں کو قتل کر دوں گا... میں تم دونوں کو مار دوں گا" اس نے پوری قوت سے ایک سلاخ بڈ پر کھینچ ماری لیکن بڈ احتیاطاً ایک سمت ہٹ گیا اور سلاخ دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑی۔ دوسری سلاخ کو تھامے ہوئے وہ خونی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا اور میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے کوشش کرو تو واقعی دل جلا ہے احتشام! کیونکہ... کیونکہ تیری محبوبہ مر گئی تھی۔ اس کا انتقام تو نے مجھ سے لیا۔ تو نے تہذیب کو ہلاک کر دیا۔ سن احتشام! تو دو سے تین بے کار ہی تیرا مقتل بنے گا۔ تو یہاں سے زندہ واپس جا نہیں سکتا... سنتے ہو! بہتر یہ ہوگا کہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتا دے تاکہ میں تجھے کوئی اذیت ناک موت نہ دوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا... تم لوگ مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔" وہ پاگلوں کی طرح چیخا اور پھر اس نے پھرتی سے میری طرف چھلانگ لگائی۔ میں نے اسے اپنے نزدیک آتے ہوئے دیکھا اور جب اس نے سلاخ جھٹکے سے پکڑ کر میرے پیٹ میں بھونکنے کی کوشش کی تو میں ہٹ گیا۔ وہ پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا۔ سلاخ واپس پلٹی اور اس کے پیٹ سے جا لگی لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ اپنی دیوانگی میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ سلاخ اس کے پیٹ میں اتر کر پشت سے باہر نکل گئی تھی اور وہ اس طرح زمین سے اونچا اچھل رہا تھا جیسے موت اسے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کر رہی ہو۔ ظاہر ہے جلتی ہوئی سلاخ اس کے پیٹ میں پیوست تھی۔ دو سیکنڈ لگے وہ زمین پر گرا اور اس کا منہ اور آنکھیں کھلی رہ گئیں۔

"او... چیف... یہ اس بدبخت نے کیا کیا... اسے مرنا تو تھا لیکن جلدی مر گیا... جلدی مر گیا۔"

میں خاموشی سے احتشام اصغری کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں کرب ناک انداز میں پھٹی ہوئی تھیں۔ منہ دہشت سے کھلا ہوا تھا اور چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے۔ میں نے اس کے چہرے پر تھوک دیا۔

"اس کی موت کتے کی موت سے بدتر ہونی چاہیے تھی... یہ ثابت ہو گیا ہے بڈ کہ تمہاری سوچ غلط نہیں تھی میرے ... کار تھا تہذیب کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس نے صرف ... کے لیے میری تہذیب کو قتل کیا تھا۔ صرف اور صرف ... کے لیے۔"

"ہاں چیف... حیرت انگیز طور پر ہمارے اس تجزیے کے نتائج اچھے نکلے۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا ہے لیکن کاش یہ اپنے ساتھیوں کے نام بتا دیتا۔"

"کیا ضروری ہے بڈ کہ کیا تم ان لوگوں کا نام نہیں جانتے... کیا میں انھیں نہیں جانتا... وہ ہماری نگاہوں میں ہیں بڈ... بخوبی جانتے ہیں۔ تمہیں خود اندازہ ہوگا کہ وہ کون ہو سکتے ہیں۔"

بڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اسے جلتا ہوا دیکھ کر ... مجھے روحانی سکون ہو رہا ہے... آؤ باہر آؤ۔"

"ایک منٹ چیف! میں ذرا انگیٹھی وغیرہ بند کر دوں۔" بڈ نے کہا اور میں گردن ہلا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

احتشام اصغری مر چکا تھا لیکن میرے دل کی آگ اب تک جل رہی تھی۔ یہ آگ سرد نہیں ہوئی تھی۔ میں ایک خواب میں آ کر مسہری پر دراز ہو گیا۔ تہذیب کی یاد میرے دل میں جل رہی تھی اور میری آنکھیں بھیگ جانے کے لیے بے چین تھیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد بڈ واپس آ گیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر وہ بھی خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر جب یہ خاموشی طویل ہوئی تو اس نے کہا "چیف یہ بات ثابت ہو گئی کہ تہذیب کا قتل کسی سازش کا نتیجہ ہے بلکہ وہ لوگ اس سلسلے میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے اور تنظیم کے درمیان دیواریں کھڑی رکھنا چاہتے ہیں۔ انھیں بھلا یہ بات کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ تنظیم سے آپ کی مفاہمت ہو جائے اور آپ پھر اس طرح سے سرگرم عمل ہو جائیں۔"

"ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کچھ بھی کروں گا بڈ اس سے تہذیب تو واپس نہیں آ سکتی۔ دل کو سکون ملے گا۔ اس لوگوں کا خون بہانا چاہتا ہوں کہ ان کا کا شمار نہ کیا جا سکے۔ ان لوگوں کا خون ہی اب میرے دل کو بجھا سکتا ہے۔ خدا کی قسم... میں انھیں تہذیب کے قتل کے سلسلے میں اتنی اذیتیں دوں گا کہ وہ اپنے کیے پر پچھتائیں۔ زندگی ان پر تنگ ہو جائے۔" میں گرجتا رہا اور بڈ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا باہر نکل کر ایک گلاس لے کر آیا۔

"پانی پیو چیف... پانی پیو۔"

مجھے واقعی شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں پی گیا "... مجھے ... نے یہ ... پر رکھ دیا۔

"نہیں اس اختلاف سے ... کچھ ملا ہے چیف! کم از کم اب یہ احساس دل سے نکال دو کہ فلسطینیوں نے تم سے تمہاری محبت کو چھینا ہے۔"

"ہاں بڈ! اس احساس کا نکل جانا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کم از کم یہ تو ہے کہ میں اپنے دوستوں سے بدظن نہیں ہوں۔ وہ لوگ بلا وجہ اس مصیبت کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ پہلے بھی ایسا ہی کیا گیا اور اب بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ناصر عزیزی، مسعود طلو اور دوسرے لوگ اپنی کوششوں میں مخلص تھے۔ بلاشبہ انھوں نے مجھے وہ انعام دیا تھا جس کے بعد کسی انعام کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن میرے دشمن بھی اپنی کوششوں میں مصروف تھے۔ وہ اپنے ان زخموں کی جلن نہیں بھول سکے جو انھیں میرے ہاتھوں لگے ہیں لیکن تہذیب کو قتل کرا کے انھوں نے انسانیت کے تمام رشتے میرے ذہن سے مٹا دیے ہیں۔ میں شاید درندوں سے بھی اتنی نفرت نہ کر سکتا جتنی اب ان سے کرتا ہوں۔ اور اب وہ میری درندگی کا شکار ہوتے رہیں گے۔"

"بڈ تمہارے ساتھ ہے چیف! بڈ ہر لمحے تمہارے ساتھ ہے۔" بڈ نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ بڈ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا پھر وہ بولا "پچھلی بار تنظیم آزادیٔ فلسطین سے تمہارے تعلقات خراب کرانے میں کس کا ہاتھ تھا چیف! کیا تم ان لوگوں کو تلاش کر سکتے ہو؟"

"ہاں... امریکی یہودیوں کے ساتھ میری جنگ چلتی رہی ہے۔ میں ان کے بڑے بڑے لوگوں کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ اور انھیں شدید ترین نقصانات پہنچا چکا ہوں۔ انھی میں اولیو باورڈ کا نام سرفہرست ہے۔ اولیو باورڈ میری وجہ سے جتنے شدید نقصانات اٹھا چکا ہے ان کا شمار ممکن نہیں ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ سی آئی اے سے اسی بنیاد پر نکال دیا گیا کہ اپنی دشمنی میں وہ امریکی تنظیم کے مفادات کو نقصان پہنچانے سے نہیں چوکتا تھا۔ بڈ! اسے اولیو باورڈ کی احمقانہ کارروائی بھی سمجھ سکتا ہوں۔"

بڈ پر خیال نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ "باورڈ کافی ذہین آدمی ہے چیف... میں بھی اس سے ناواقف نہیں ہوں بظاہر جس کا تعلق بھی انھی تمام لوگوں سے رہا ہے... لیکن باورڈ... باورڈ کو تلاش کرنا آسان کام تو نہیں ہوگا۔ وہ ایک زخمی سانپ ہے اور اس وقت اس سے زیادہ خوشی کسی اور کو نصیب ہوگی۔"

میں خاموشی سے بڈ کی باتیں سنتا رہا پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بڈ آرام کرو۔ ذہنیں کام کرنا ہے اور اس کے لیے اپنے آپ کو پرسکون رکھنا ضروری ہوگا۔"

"چیف! ابھی تو صرف تمہیں پرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں اس طرح مضطرب دیکھ کر مجھے وحشت ہوتی ہے... میں تمہیں ایسے خوفناک حالات میں مسکراتے دیکھتا رہا ہوں جہاں انسانوں کے چہرے خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر مسکراہٹ کی رمق تک نہیں آتی لیکن چیف! یہ صدمہ بلاشبہ تمہارے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ تم جیسے مضبوط اعصاب کے انسان کو اس صدمے کو برداشت کرنے کے لیے اپنی خصوصی قوتوں سے کام لینا ہوگا۔"

"میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں بڈ! تم دیکھو میں نے کوئی سوگ نہیں منایا۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہ کبھی واپس نہیں آ سکتا لیکن آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جاؤ تم آرام کرو۔"

بڈ مجھے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ اس عمارت میں دوبارہ واپس آنے کا تصور بھی ذہن میں نہیں تھا۔ میں نے یہ تہذیب کے لیے خریدی تھی لیکن جب تہذیب یہاں نہیں آ سکی تو میں یہاں کیسے رہ سکتا تھا لیکن اس وقت احتشام اصغری کی زبان کھلوانے کے لیے اس سے زیادہ محفوظ جگہ بھی تو نہیں تھی۔ کچھ وقت یہاں گزاروں گا، اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا کہ میری تو اب کوئی منزل نہیں تھی۔ بہت دیر تک بستر پر پڑا اپنی تنہائیوں کو محسوس کرتا رہا پھر نیند نے ایک مہربان ماں کی طرح اپنی آغوش میں لے لیا اور پھر نہ جانے کتنی دیر تک سوتا رہا ہوں گا۔ خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ دفعتاً

کسی نے میرے پیروں کو پکڑ کر زور سے ہلایا اور میں جاگ گیا۔ میں نے بے اختیار نیم غنودگی کے عالم میں لیٹے لیٹے اپنے پاؤں ہلانے والے کو دیکھا تو وہ ہڈ تھا۔ ایک دم میرے حواس جاگ گئے اور میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے چیف، لیکن تمھیں جگانا بے حد ضروری تھا۔ اٹھ جاؤ چیف، غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھو لو۔"

"وجہ تو بتاؤ ہڈ؟"

"بس تم اسے ہڈ کی دیوانگی سمجھ لو اور اس دیوانگی کے لیے چیف، ہڈ تم سے پیشگی معافی مانگتا ہے۔ اٹھو منہ ہاتھ دھو لو اپنے آپ کو تازہ دم کر لو۔" ہڈ نے کہا اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ یہ بے وقوف آدمی کیا چاہتا ہے۔ کچی نیند سے جاگ جانے کی وجہ سے سر میں ہلکا ہلکا سا درد ہو رہا تھا۔ میں نے کافی دیر تک منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ سر پر پانی ڈالا اور پھر بال سنوار کر باہر نکل آیا۔

"چلیں باہر چلنا ہے چیف۔"

"اس وقت کیا بجا ہے ہڈ؟"

"پونے چار بج رہے ہیں... معافی چاہتا ہوں۔"

"کہاں چلو گے؟"

"بس یوں سمجھو کہ چلنا بے حد ضروری ہے۔ تیار ہو جاؤ۔" میں نے ہڈ کے کہنے پر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور ہڈ میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ میری تیوریوں پر شکنیں تھیں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن ہڈ پاگل نہیں تھا۔ یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی جس کی وجہ سے وہ آدھی رات کو مجھے اس عمارت سے نکال کر باہر لے جا رہا تھا۔

باہر وہی سیاہ رنگ کی وین کھڑی ہوئی تھی جس میں ہم اعتشام صغری کو اغوا کر کے لائے تھے۔ ہڈ نے وین کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ "مجھے بتاؤ گے نہیں ہڈ کہ کہاں چل رہے ہو؟"

"چیف، تم تو سو گئے تھے؟" ہڈ نے کہا۔ وین عمارت سے باہر نکل آئی تھی اور ایک سڑک پر دوڑنے لگی تھی۔

"ہاں، مجھے بہت مشکل سے نیند آئی تھی۔"

"تم یقین کرو چیف! میری آنکھ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں لگی۔"

"مگر اب چل کہاں رہے ہو ہڈ؟ کیا یہ وقت سفر کے لیے مناسب ہے؟"

"ضروری ہے چیف، یہی وقت مناسب ہے۔" ہڈ نے کہا اور میں سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔

وین رات کی تاریکیوں کو چیرتی ہوئی کسی نامعلوم منزل کی جانب جا رہی تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ ہڈ مجھے کچھ نہیں بتانا چاہتا تو مجھے بھی اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ پھر ایک پراسرار سے علاقے میں داخل ہو کر وین ایک بہت بڑے احاطے کے اندر داخل ہو گئی۔ میں تعجب سے اچھل پڑا۔ قبرستان تھا۔ رات کی ہولناک تاریکی تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ دور کہیں روشنی ٹمٹما رہی تھی۔ قبریں خاموش اور سنسان تھیں۔ ان کے درمیان ہلکی سی آواز بہت پراسرار معلوم ہوتی تھی۔

ہڈ وین کا انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔ اس نے مجھے نیچے اترنے کے لیے کہا اور پھر وین کے پچھلے حصے میں پہنچ کر پچھلا دروازہ کھول کر اس نے اندر سے کچھ سامان نکالا۔ یہ بیلچہ اور کدال تھا۔ تیز روشنی والی ایک ٹارچ اس نے میرے ہاتھ میں تھما دی اور دونوں چیزیں لے کر قبرستان کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔

"ہڈ کچھ منہ سے تو پھوٹو، کیا کرنا چاہتے ہو؟" اب الجھن سی ہونے لگی تھی۔

"چیف... بس چلتے آؤ میرے ساتھ۔" ہڈ نے کہا۔ چند لمحوں کے بعد وہ تہذیب مالکم ایکس کی قبر پر پہنچ گیا۔ اس نے ٹارچ مجھے دی اور کہا کہ میں اسے روشن نہ رکھوں۔ بس جب ضرورت محسوس ہو تو ایک لمحے کے لیے اسے جلا لوں۔

"لیکن تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"تابوت کو قبر سے نکالنا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بیزاری کے لہجے میں سوال کیا۔

"بس چیف، تم چاہو تو اس بات پر میرے سر پر جوتے لگا لینا لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ کرو۔"

میں پریشان نگاہوں سے ہڈ کو دیکھتا رہا اور ہڈ نے کھودنا شروع کر دی۔ کافی دیر تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے قبر کا اوپری حصہ پوری طرح کھول لیا۔

"اس تابوت کو قبر سے نکالنے میں میری مدد کرو چیف۔" وہ بولا۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ تہذیب مالکم ایکس کے تابوت کو قبر سے نکالا اور ایک طرف رکھ دیا۔ ہڈ نے رکھی ہوئی پتھر کی سلیں دوبارہ قبر پر جمائیں اور دوبارہ مٹی ڈال دی۔ اس کام میں کافی دیر صرف ہوئی تھی لیکن ہڈ نے تھوڑی دیر کے بعد قبر کو اسی طرح کر دیا جیسی وہ تھی تاکہ کسی کو یہ شک نہ ہو سکے کہ قبر کھودی گئی ہے۔ ہڈ کا یہ خوفناک کام میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میرے دل میں ہلکی ہلکی سی الجھن ہونے لگی تھی۔ اس تابوت میں میری زندگی سو رہی ہے۔ تہذیب مالکم ایکس جسے میں شاید ساری دنیا میں سب سے زیادہ چاہنے لگا تھا لیکن جو مجھ سے چھن گئی تھی۔

میں دکھ بھرے انداز میں سوچتا رہا اور ہڈ نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ پھر اس نے لجاجت بھرے لہجے میں مجھ سے کہا۔ "اس تابوت کو وین تک لے جانا ہے چیف۔"

"ہڈ کیا تم بالکل ہی احمق ہو گئے ہو؟ کہاں لے جاؤ گے اسے؟"

"اٹھاؤ چیف، اٹھاؤ... یہاں موقع نہیں ہے... اس لیے میں یہ کام صرف کوٹھی ہی میں جا کر انجام دے سکوں گا۔"

"لیکن کیا کام؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"کمال ہے چیف، کیا تم ہڈ کی اتنی سی بات بھی نہیں مان سکتے؟ چلو ایک طرف سے اس تابوت کو سہارا دو۔"

میں نے تابوت کو سرہانے سے پکڑا اور ہڈ کے ساتھ وین تک پہنچا اور تابوت وین کے پچھلے حصے میں رکھ دیا گیا۔ ہڈ نے تمام اوزار بھی اندر رکھے۔ اس کے بعد ہم پھر گاڑی میں جا بیٹھے۔ ہڈ نے وین اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ راستے میں، میں بالکل خاموش رہا۔ عجیب سے احساسات نے گھیر لیا تھا اس وقت، ویسے بھی میری عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی۔ یہ احساس ہی بہت اذیت ناک تھا کہ میں تہذیب کی لاش کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔

بالآخر ہم کوٹھی واپس پہنچ گئے اور ہڈ نے پہلے ہی کی مانند تابوت میرے ذریعے پکڑوا کر اندر پہنچایا۔

"اگر تم اب بھی مجھے نہیں بتاؤ گے ہڈ کہ یہ سب کچھ تم نے کیوں کیا ہے تو شاید میں اپنے ذہن پر قابو نہ پا سکوں۔"

"اب تم چاہو تو آرام سے اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ چیف! مجھے کچھ کام کرنا ہے۔"

"کیا تم بالکل ہی پاگل ہو گئے ہو ہڈ؟ یہ کیسے ممکن ہے؟" میں پھٹ پڑا۔

"تو بس ایک منٹ۔" ہڈ بولا اور پھر وہاں سے باہر نکل گیا۔

میں دکھ بھرے انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے تابوت کی جانب دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے بعد ہڈ واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں جو چیز دبی ہوئی تھی اسے دیکھ کر واقعی تعجب ہوا۔ یہ وہ کیا چیز تھی جس کا پیمانہ لگا ہوا تھا۔ ہڈ نے تابوت کے ڈھکن کو کھولا، میں دھڑکتے دل سے اندر دیکھ رہا تھا۔ تہذیب کی لاش تابوت کے اندر موجود تھی، ابھی تک اس میں بگڑنے کے آثار پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس پر ایک خاص قسم کا محلول چھڑک دیا گیا تھا جو لاش کو کیڑوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہلکی ہلکی سی خوشبو کمرے میں پھیل رہی تھی۔ تہذیب کا چہرہ میرے سامنے تھا۔ وہ جو ہمیشہ کے لیے گم ہو گئی تھی لیکن اس کمبخت ہڈ نے اسے کیوں نکالا ہے؟ اس کی اس آخری نیند کو کیوں خراب کر رہا ہے وہ۔ میں نے غضب ناک انداز میں ہڈ کی طرف دیکھا لیکن ہڈ میری پروا کیے بغیر تہذیب کے مردہ چہرے پر پانی کی پھواریں مارنے لگا۔ اس نے کمرے میں انتہائی تیز روشنی کر دی تھی اور اس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند چمک رہی تھیں۔ وہ تہذیب کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ دوبارہ اس نے سائیفن کی پھوار اس کے چہرے پر ماری اور پھر انگلی سے چہرے کی جلد کو ٹٹولنے لگا۔ میں نے اب اس سے کچھ پوچھنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا تھا۔ دفعتاً ہڈ کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی جس میں خوشی کا عنصر شامل تھا۔ اس نے پھرتی سے تہذیب کے چہرے پر ایک جگہ نوچا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ پلاسٹک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں آ گیا اور اب میرے ذہن کے بند دروازے بھی کھلنے لگے تھے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور دوسرے ہی لمحے تہذیب کے بال پکڑ کر زور سے کھینچے۔ میرے ہاتھوں میں ایک وگ آ گئی تھی اور اس کے نیچے جو بال نظر آئے تھے ان کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ ہڈ نے لاش کی پیشانی صاف کرنا شروع کر دی۔ اس کے بعد رخسار، ٹھوڑی اور گردن اور چند ہی لمحات کے بعد میں اپنا دل پکڑ کر کھڑا ہوا تھا۔ جو چہرہ پلاسٹک کے ان ٹکڑوں کے نیچے سے برآمد ہوا تھا وہ تہذیب کا نہیں تھا۔ ہڈ نے اسے غور سے دیکھا اور پھر ایک چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اس نے مجھے اپنے سینے سے بھینچ لیا تھا۔

"چیف... مبارک ہو... مبارک ہو چیف، تہذیب مالکم ایکس نہیں مری، وہ زندہ ہے چیف... وہ زندہ ہے... مبارک ہو تمھیں چیف۔" ہڈ نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔ "میری تعریف کرو چیف، مجھے بھی اپنے آپ سے لپٹا لو... میں تمھاری اس خوشی میں تم سے زیادہ شریک ہوں... تمھاری تہذیب زندہ ہے... یہ... یہ تہذیب نہیں ہے... دیکھ لو... دیکھ لو اسے چیف... بغور دیکھ لو..." ہڈ پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ وہ خوشی سے ناچ رہا تھا، مجھے جھنجھوڑ رہا تھا۔ خود میری بھی عجیب حالت تھی۔ میں نے ہڈ کو بھینچ لیا تھا۔

"ہم... ہم... مگر ہڈ... ہڈ..." میں نے بھی مسرت بھرے لہجے میں کچھ کہنا چاہا، مگر کچھ نہ کہہ سکا۔ ایک دم سے میرے پورے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ ذہن ماؤف سا ہوا جا رہا تھا۔ میری آنکھیں میرا ساتھ نہیں دے پا رہی تھیں۔ ہاں، یہ تہذیب نہیں تھی۔ ہم نے اسے تہذیب ہی کی قبر سے نکالا تھا اور تھوڑی دیر پہلے یہ تہذیب ہی کا چہرہ تھا۔ سو فیصدی تہذیب کا لیکن... اب تک

ملنے کے بعد،" جمّے نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں دیر تک اُس کی اِس شرارت کے بارے میں سوچتا رہا۔ دل مسرور ہو گیا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتا دوں کہ میں جس کرب کا شکار رہا تھا، وہ صرف میری غلط فہمی ہی تھی۔ میری تہذیب زندہ ہے۔ یقیناً میری تہذیب زندہ ہے۔ اور اس کا زندہ ہونا ہی میرے لیے کافی ہے۔ اگر وہ میرے دشمنوں کے قبضے میں ہے تو بہر طور اتنی معذور نہیں کہ نکل نہ سکے اور پھر میرے بازو ابھی شل ہو نہیں گئے۔ میں اس کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ کچھ اور سوچیں بھی میرے ذہن پر حاوی ہونے لگی تھیں۔ تہذیب الکم ایکس پر موت آئی بھی تھی یا نہیں؟ وہ لڑکی جو تہذیب مالکم ایکس کی جگہ قتل کر دی گئی، کیا شروع ہی سے تہذیب مالکم ایکس بنی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں تہذیب مالکم ایکس سے کی ہوئی ملاقاتیں تازہ کیں اور میرے دل کے آنتھائی گوشوں سے آواز نکلی کہ جو لڑکی ناصر عزیزی کے گھر سے مجھ تک پہنچی تھی، وہ تہذیب مالکم ایکس ہی تھی۔ اس کی ایک ایک جنبش، ایک ایک ادا میری جانی پہچانی تھی۔ یقیناً تہذیب مجھ سے اس وقت تک ملتی رہی ہے جب تک ہماری شادی کا آخری دن نہیں آ گیا۔۔۔ وہ تہذیب ہی تھی۔ اگر یہ منصوبہ اولیو یا ورڈی نے بنایا تھا تو پھر یقیناً حیرت کی کوئی بات نہیں تھی۔ اولیو یا ورڈ جیسا شخص یہ سارا کھیل کھیل سکتا تھا۔ ناصر عزیزی، مسعود علی، تہذیب کو امریکا سے لے کر آئے تھے۔ ناصر عزیزی نے اسے اپنے یہاں رکھا اور اس کے بعد جتنی بھی ملاقاتیں تہذیب سے ہوئیں، وہ اصل تہذیب ہی سے ہوئی تھیں۔ شادی سے کچھ وقت پہلے اولیو یا ورڈ نے اصل تہذیب کو کسی بھی طرح اپنی تحویل میں لے لیا اور پہلے سے تیار کی ہوئی اس کی نقل شادی کے لیے پیش کر دی۔ یقیناً اس بدنصیب لڑکی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں ہوگی کہ اُس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جانے والا ہے۔ اسے کوئی ایسا ہی بڑا لالچ دیا گیا ہوگا جس کی بنیاد پر وہ تہذیب کا روپ دھار کر مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گئی ہوگی۔ بات صرف اتنی تھی۔ ظاہر ہے اتنے میری طوالت میں نہیں جچتا تھا۔ ورنہ اولیو یا ورڈ اتنا بڑا احمق بھی نہیں۔ غور کیا تو اولیو یا ورڈ کی اسکیم انتہائی شاندار اور جامع نظر آئی۔ بلاشبہ اُس جیسا شاطر شخص ہی اتنا بڑا کھیل کھیل سکتا تھا۔ اُس نے اپنی دانست میں میرے ذہن سے تہذیب مالکم ایکس کو ختم کر دیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ حالات نے اس بار بھی اسے شکست دی اور یہ بات میرے علم میں آ گئی۔

اس ذہنی کیفیت سے نکلنے کے بعد اگر میں خود اس بارے میں سوچتا تو وہی فیصلہ کرتا جو پہلے کیا تھا اور اب بھی مجھے

وہی سب کچھ کرنا تھا۔ تہذیب مکمل بے بسی سے نکل ہوئی لیکن بس اس کی زندگی مجھے عزیز تھی۔ یہ پتا چل چکا تھا زندہ ہے، اتنا ہی کافی تھا۔ ایک بار وہ پھر گم ہو گئی تھی لیکن پہلی بار تو نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تہذیب ان لوگوں پر آسانی سے قابو پانے والی نہیں ثابت ہوگی۔ کسی نہ کسی طور وہ اپنی حفاظت کا بندوبست کر ہی لے گی۔ چنانچہ اب کافی اطمینان تھا لیکن اور ادا کاری میں کوئی کمی واقع ہو گئی تو پھر اولیو یا ورڈ ہوشیار ہو جائے گا اور اس سے اور تہذیب کے لیے اصل خطرہ شروع ہو جائے گا۔ تہذیب کی زندگی کے لیے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اولیو یا ورڈ کی شکست کے لیے مجھے اپنے آپ کو ایک غم زدہ بنا کر پیش کرنا تھا۔ تنظیم سے میری وابستگی بھی برابر جاری رہنی چاہیے۔ ممکن ہے اس کے لیے مجھے کوئی نیا کھیل کھیلنا پڑے۔ میں نے اپنے ذہن کو پوری طرح اس کھیل کے لیے تیار کیا۔ یہ بات بھی مجھے یاد تھی کہ اولیو یا ورڈ ہزار آنکھوں سے میری نگرانی کر رہا ہوگا لیکن اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اسے میرے اب تک کے حالات بھی معلوم ہوں۔ بظاہر ایسی کوئی بات منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ چنانچہ میرے لیے ضروری تھا کہ میں اس کو بھی کوشش نہ چھوڑوں۔ اپنی دانست میں اپنی موجودگی کے بہانے تمام تر شاید ثابت کرے۔ کوٹھی کے ٹیلیفون کو ناصر عزیزی سے گفتگو کرنے کے لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے عقبی حصے سے باہر نکل کر اب پیدل چلا گیا۔ پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پبلک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر ناصر عزیزی کے نمبر ڈائل کیے۔ بوتھ کے آس پاس کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ناصر عزیزی نے کچھ سیکنڈ کے بعد ریسیور اُٹھایا تھا۔ غالباً وہ ابھی تک سو رہے تھے۔

"ہیلو، ناصر صاحب سے بات کرنی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ہی بول رہا ہوں۔۔۔ کون صاحب ہیں؟" ان کی آواز اُبھری۔

"میں علی یار خان بول رہا ہوں۔"

"اوہ علی! کہو خیریت، کیا کام ہو گیا؟"

"ہاں ناصر صاحب، مختصر الفاظ میں میری ایک بات سن لیجیے۔ احتشام اصغری کے معاملے کو بالکل گول رکھا جائے۔ اس کی کسی بھی قسم کی جستجو نہیں ہونی چاہیے۔ ایک بار آپ لوگ اسے بھول ہی جائیں اور اگر کسی طرف سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کی جائیں تو آپ بہتر جانتے ہیں کہ آپ کس طرح لوگوں کو ٹالیں گے۔ نتیجے بھی ثابت کر سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ بہر طور یہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ

احتشام اصغری سے کوئی رابطہ قائم کیا تھا۔"

"بہتر ہے۔ ایسا ہی ہوگا لیکن کچھ صورت حالات تو مجھے بتاؤ۔"

"بس یوں سمجھ لیجیے ٹھیک ٹھاک ہی ہیں۔"

"تمھاری ذہنی کیفیت کیسی ہے؟ میں تمھیں صرف مبارک باد ہی دے سکتا ہوں علی، خود کو سنبھالو۔"

"کوشش کروں گا۔ جو غم میرے سینے کو لگا ہے اُسے بھولنا اتنا آسان نہیں ہے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ لڑکی نے۔۔۔ میں نے۔۔۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ میں جانتا ہوں، بہر طور ہماری تقدیر میں یہ لکھا تھا۔ ہم نے تمھیں ٹال سکتے تھے۔" ناصر عزیزی صاحب نے کہا۔

"خدا حافظ۔ بس یہی عرض کرنا تھا مجھے۔" میں نے کہا اور ٹیلیفون بند کر دیا۔ اس سے زیادہ ناصر عزیزی سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر میں نے اپنے ہوٹل ہی کا رُخ کیا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا۔ خود بھی تقریباً ساری رات ہی جاگتے گزر گئی تھی اس لیے سونا چاہتا تھا۔ میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نیند آ گئی اور اس وقت دوپہر کے غالباً ڈھائی بجے کا وقت تھا، جب آنکھ کھلی۔ مجھے کمرے میں کچھ آہٹیں محسوس ہوئی تھیں۔ چونک کر دیکھا تو ہوٹل کا ایک ویٹر صفائی میں مصروف تھا۔ وہ ایک گلدان کو اپنے کپڑے سے صاف کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور پھر دوسری چیزوں کی جھاڑ پونچھ کرنے لگا۔

"کیا وقت ہوا ہے ویٹر؟" میں نے سوال کیا۔

"ڈھائی بجے ہیں سر۔" وہ بولا۔

"میرے لیے کھانے پینے کی کچھ ہلکی پھلکی چیزیں لے آؤ۔ صبح کا ناشتا بھی نہیں کیا اور دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"بہت بہتر سر۔" ویٹر نے جواب دیا اور گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میں غسل خانے میں داخل ہو گیا تھا۔ ٹھنڈے پانی کے پھوار بہت سے کہیں زیادہ خوشگوار تھیں۔ اب ہر چیز میں ایک شگفتگی نظر آ رہی تھی اور اس کی وجہ میں جانتا تھا۔

لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ ویٹر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ میں کرسی پر بیٹھا ہوا دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کھٹک ہوئی۔ وہ ویٹر اس وقت دروازہ کھول کر میرے کمرے کے اندر آیا تھا جب میں سو رہا تھا اور اس نے صفائی شروع کر دی تھی۔ کیا اس میں بھی کوئی راز ہے؟ یہ کام وہ اس وقت بھی کر سکتا تھا جب میں جاگ جاتا۔ میرے

سونے کے دوران اُس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ ذہن میں گرہ سی پیدا ہو گئی تھی۔ ویٹر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ میری گہری نگاہوں کو دیکھ کر وہ کسی قدر گھبرا سا گیا تھا۔ میں نے فوراً اُس پر سے اپنی نگاہیں ہٹا لیں۔ ویٹر نے اپنی لائی ہوئی اشیا میز پر لگا دیں اور میں اُن کے قریب جا بیٹھا۔ ویٹر گردن جھکا کر واپس چلا گیا تھا۔ میں خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں یونہی بے خیالی کے سے انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگا اور ٹہلتے ٹہلتے دروازے تک آیا۔ پھر دفعتاً میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ ویٹر دروازے کے سامنے ہی موجود تھا۔

"برتن لے جاؤں سر؟" اس نے کہا۔

"ہاں ضرور۔" میں نے جواب دیا لیکن ویٹر کی اس طرح دروازے کے سامنے موجودگی مجھے بُری طرح کھٹکی تھی۔ اب یہ بات میرے دل میں جڑ پکڑتی جا رہی تھی کہ ہوٹل میں میرے لیے کوئی جال بُنا جا رہا ہے۔ میں تو خود اس کا منتظر تھا۔ کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر ان لوگوں نے اس کا آغاز کر دیا تھا تو وہ ایک طرح سے میری مشکل آسان کر رہے تھے۔

ویٹر چلا گیا۔ میں نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔ چند منٹ کے بعد میں نے باہر جھانکا تو اب راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ واپس آ کر میں کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا اور پورے کمرے میں میں نے اس انداز سے نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں جیسے کوئی چیز تلاش کر رہا ہوں۔ کوئی خفیہ کیمرا یا ڈکٹا فون وغیرہ۔ مگر یہاں چھپایا گیا ہے تو وہ کہاں چھپایا جا سکتا ہے؟ دفعتاً مجھے وہ گلدان یاد آ گیا جسے میرے جاگتے وقت ویٹر اچھا کر صاف کر رہا تھا اور میں برق رفتاری سے گلدان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے گلدان کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس میں سے پھول نکالے۔ گلدان میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ پھول بھی صاف ستھرے تھے۔ اس کا نچلا حصہ بھی ٹھیک ٹھاک تھا لیکن دفعتاً ہی مجھے وہ تین سوراخ نظر آئے جو گلدان کے عین درمیان میں تھے۔ دھات کے بنے ہوئے اس گلدان میں ان تین سوراخوں کی موجودگی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں نے اسے بغور دیکھنا شروع کر دیا اور پھر اسے رکھ کر دوبارہ دروازے پر پہنچا۔ راہداری ابھی تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ واپس آ کر میں نے گلدان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ ایک بار پھر میں نے گلدان سے پھول نکالے اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اخبار جو میز پر پڑا ہوا تھا، اُٹھا کر میں گلدان کے قریب آ گیا اور گلدان میں بھری ہوئی مٹی کو جو خشک تھی، اخبار پر اُلٹ دیا۔ میرا خیال غلط نہیں تھا۔ گلدان کے نصف حصے میں اگر پوری طرح مٹی بھری

ہوئی ہوتی تو اس کا وزن اتنا کم نہیں ہوتا۔ مٹی گلدان کے آدھے حصے میں بھری ہوئی تھی اور باقی آدھے حصے میں سیاہ رنگ کی ایک پلیٹ سی لگی ہوئی تھی جو کسی ڈھکن کی مانند تھی اور اسے اٹھانے کے لیے ایک چھوٹا سا کنڈا بھی لگا ہوا تھا۔ میں نے گلدان کے اس کنڈے کو اٹھایا اور اس کے بعد ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔

گلدان کے نچلے حصے میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور دو ننھی منی سرخ بتیاں روشن تھیں۔ یقیناً یہ طاقتور ٹرانسمیٹر یہاں کی تمام آہٹیں کہیں اور منتقل کر رہا تھا۔ یہ تین ننھے ننھے سوراخ باہر سے آنے والی آوازوں کو اندر تک پہنچانے کا ذریعہ تھے۔ میں نے فوراً ہی پلیٹ واپس اس کی جگہ رکھ دی اور پھر تمام مٹی اس گلدان میں پلٹ دی۔ پھول بھی اسی طرح لگا دیے اور گلدان کو واپس اسی جگہ رکھ کر اخبار کو غسل خانے کے بیسن میں لے جا کر صاف کر دیا تاکہ شبہ نہ ہو سکے۔ میں جانتا تھا کہ مرزا جی کی آہٹیں سنی جا رہی ہوں گی لیکن تھوڑی ہی دیر قبل ویٹر بھی تو گلدان کی صفائی کر رہا تھا۔

میرے شبے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھے میرے سلسلے میں پوری طرح سرگرم تھے اور میری اس نئی رہائش گاہ کا پتا چلا چکے تھے۔

فی الحال تنظیم کی طرف سے بھی مجھے کوئی ذمے داری نہیں سونپی جا سکتی تھی اور ایسا کوئی اہم مسئلہ میرے سامنے بھی نہیں تھا جس کے لیے کام نہ کر کے میں ضمیر کی ملامت کا شکار ہوتا۔ اس لیے یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے مقصد کی تکمیل کروں اور تہذیب کو تحفظ دوں۔ میں خاموشی سے تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

موسم خوشگوار ہی تھا۔ میں ہوٹل سے باہر نکل آیا اور بیروت کی سڑک پیما آوارہ گردی کرنے لگا۔ ماضی کے اس حسین شہر کی رونقیں اب پہلے کی مانند نہیں رہی تھیں۔ پہلے در پہلے ہنگاموں نے اس کے حسن کو اجاڑ دیا تھا لیکن پھر بھی بہت کچھ تھا۔ دنیا کے بیشتر ممالک کے لوگ نظر آ رہے تھے۔

شام تک میں ایک ایسے انسان کی مانند آوارہ گردی کرتا رہا جو اکتایا ہوا ہو۔ ہوٹل سے کچھ دور نکلنے کے بعد ہی میں نے ایک تعاقب کار کو دیکھ لیا تھا جو تمام وقت مسلسل میرے پیچھے لگی رہی تھی لیکن میں نے اس کے لیے تجسس نہیں کیا اور اپنے معمولات جاری رکھے۔ رات کو ایک نائٹ کلب میں داخل ہو گیا۔ ایسی تفریحات سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن حالات کے تحت یہ ضروری تھا۔ اپنی نگرانی کرنے والوں کو یہ تاثر دینا ضروری تھا کہ میں آہستہ آہستہ بدل رہا ہوں۔ کلب میں رقاصاؤں کے تھرکتے ہوئے جسموں کو دیکھتا رہا جو اخلاق اور انسانی قدروں کی قاتل تھیں اور چند لمحوں کے لیے کائنات کی دلکشی کو پامال کر رہی تھیں۔ یہ بے حیائی کے نمونے یہاں کے کلبوں میں عام تھے۔

کافی رات گئے وہاں سے اٹھا اور شرابیوں کے سے انداز میں چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی مجھے لے کر میرے ہوٹل پہنچی۔ باقی رات کسی قابل ذکر واقعے سے خالی تھی۔ دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہوا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے آجاؤ۔" میں نے کہا۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والا بڈ تھا۔

"ہیلو چیف!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے جلدی سے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر گلدان کی طرف اشارہ کر دیا۔ بڈ چونک کر گلدان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"ہیلو بڈ..." میں نے افسردگی سے کہا۔ لیکن میں مسلسل گلدان کی طرف انگلی اٹھائے اشاروں میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور بڈ جیسے ذہین انسان کے لیے صورت حال کو سمجھنا مشکل نہیں تھا۔ وہ میرے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔

"خود کو سنبھالو چیف... یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟" چالاک بڈ حقیقت کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی اور پھر افسردہ لہجے میں بولا: "ٹھیک حالت ہے میری بڈ... اور کیا کروں؟"

"زندگی اتنی محدود تو نہیں ہے۔ بعض اوقات ہم بہت بڑے خساروں سے دوچار ہوتے ہیں لیکن بہرحال وقت بہت کچھ بھلا دیتا ہے۔ جو گم ہو چکا ہے وہ واپس نہیں مل سکتا۔ خود کو تباہ کرنے سے کیا فائدہ؟"

"مشکل ہے بڈ... وقت لگے گا اس میں... کافی وقت لگے گا... مجھے اپنی حماقتوں کا ماتم کرنے دو۔"

"کون سی حماقتیں چیف؟"

"یہ سوال ضروری ہے بڈ؟ یہ کیسے لوگ ہیں یا میں نے ان کے لیے کیا نہیں کیا بڈ... کیا یہ سب کچھ مجھ پر فرض تھا لیکن اس کا یہ صلہ دیا انھوں نے کہ مجھ سے میری زندگی چھین لی۔"

"ابھی تم صدمے کا شکار ہو چیف... کچھ وقت گزر جانے دو تب میں تم سے بات کروں گا۔"

"کیا بات کرو گے بڈ... اب کوئی بات کرنے سے فائدہ نہیں۔"

"بیروت سے نکل چلو چیف... کچھ وقت کہیں اور گزارو تو سکون ملے گا۔"

"کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں بڈ... میں تنہائی چاہتا ہوں مکمل تنہائی۔"

"ایک بات تم اچھی طرح جانتے ہو چیف، بڈ تمہارا وفادار ہے۔ اگر تم تنظیم کے لیے کام نہیں کرو گے تو تمہارا کیا خیال ہے، تنظیم تمہیں چھوڑ دے گی؟ ہرگز نہیں چیف۔ بڈ کی ہر سوچ تم سے ہے۔ اگر تم تنظیم کے خلاف بھی کام شروع کرو گے تو بڈ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس بات کو کبھی آزما لینا چیف۔ بڈ صرف تمہارا وفادار ہے، صرف تمہارا۔"

"میں جانتا ہوں بڈ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اٹھو چیف، میرے کمرے میں چلو... میرا کمرا تمہارے نیچے والی منزل میں ہے... آؤ، اس طرح کمرے میں گھٹے رہو گے تو مر جاؤ گے۔ کب سے باہر نہیں نکلے ہو؟"

"نہیں بڈ... میں صرف کمرے میں نہیں گھسا رہا۔"

"کہاں گئے تھے؟"

"کل رات تک آوارہ گردی کرتا رہا تھا۔"

"تنہا؟"

"ہاں بڈ... اب تو میں ساری کائنات میں تنہا ہوں۔"

"اٹھو چیف، میرے کمرے میں چلو... آؤ پلیز... آؤ نا۔" بڈ ضد کرنے لگا اور میں اٹھ گیا۔

کمرے کے دروازے کو تالا لگا کر میں اور بڈ نیچے جانے والی سیڑھیوں کی طرف چل پڑے۔

بڈ نے بے صبری سے پوچھا: "کیا چکر ہے چیف؟"

"ٹرانسمیٹر۔"

"گلدان میں؟"

"ہاں۔"

"گڈ... اس کا مطلب ہے کہ کھیل شروع ہو گیا ہے۔ ہمارے دوست ہم سے غافل نہیں ہیں۔"

"بالکل نہیں۔ کل جب میں ہوٹل سے نکلا تو میرا تعاقب کیا گیا اور رات کو ہوٹل واپسی تک وہ لوگ میرے پیچھے لگے رہے۔ اب تو مجھے ایک اور خطرہ بھی محسوس ہو رہا ہے۔"

"کیا چیف؟" بڈ نے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھا۔

"کہیں وہ لوگ ہماری اس کارروائی سے بھی واقف نہ ہو گئے ہوں۔" میں نے تشویش سے کہا اور بڈ کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"نہیں چیف... میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"اس کی وجہ؟"

"بس میرا اندازہ ہے۔ انتقام اصغری کے معاملے کے بارے میں تنظیم اس وقت سے نہیں کہہ سکتا لیکن دوسرا معاملہ کسی طور ان کے علم میں نہیں ہو سکتا۔ وہ جو کچھ ہوا ایسے وقت ہوا جب کسی کارروائی کی امید کسی کو نہیں ہو سکتی تھی۔"

"ہاں، منطقی طور پر تم درست کہہ رہے ہو۔"

"اس کے علاوہ اگر وہ کسی بات سے واقف ہو بھی گئے ہیں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے... چھوڑو اس تشویش کو، آئندہ کے بارے میں سوچو اور اپنا کھیل جاری رکھو۔"

بڈ اپنے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے تالا کھولا اور ہم دونوں کمرے میں داخل ہو گئے۔ حالانکہ اس کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن احتیاطاً میرے اشارے پر بڈ نے اپنے کمرے میں رکھے ہوئے ویسے ہی گلدان کا جائزہ لیا جیسا میرے کمرے میں موجود تھا... دوسری چیزوں کو بھی دیکھ لیا گیا تھا۔

"میرے کمرے میں بھی کارروائی ضرور ہوگی چیف لیکن اس وقت کے بعد ابھی کسی کو میرے بارے میں علم نہیں ہو سکتا۔"

"کب آئے ہو تم اس کمرے میں؟"

"رات کو چیف، وہ بھی تقریباً بارہ بجے۔"

"ڈینس کا کیا حال ہے؟"

"رقابت کا شکار ہے، آگ لگائے جا رہی ہے... ساڑھے گیارہ بجے اسے چھوڑ کر بھاگا ہوں۔" بڈ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ساڑھے گیارہ بجے تک مجھے جلی کٹی سناتی رہی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں ایک تھرڈ کلاس آدمی ہوں اور اس سے فلرٹ کر رہا ہوں۔"

"اس خیال کی وجہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سو فیصدی سوزیل۔" بڈ نے جواب دیا۔

"کون سوزیل؟"

"وہ نیل کی بیٹی ہے۔ اب تم خود بتاؤ چیف، اگر قلوپطرہ صرف میرے لیے اس دنیا میں دوسرا جنم لے کر آ جائے تو میں اسے کیسے ٹھکرا سکتا ہوں۔ سوزیل قلوپطرہ کا دوسرا روپ ہے۔ ڈینس تو اس کی کنیز لگتی ہے۔ کہاں سوزیل اور کہاں ڈینس۔ لیکن یہ لڑکیاں ایسی چپٹ جاتی ہیں تو چھوڑنے کا نام نہیں لیتیں۔ تم خود بتاؤ چیف، کیا مرد ان کی ملکیت ہوتے ہیں؟"

"بہت شریر ہو تم بڈ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف۔ اس کائنات کی رنگینیوں کو جاننے میں کوشاں ہوں اور بس... چنانچہ ڈینس سے ایک معمولی سی لڑائی لڑ کر نکل بھاگا ہوں۔ ویسے بھی اس ہوٹل میں آنا تھا تاکہ تم سے قریب رہ سکوں۔" پھر اچانک بڈ نے سنجیدہ ہو کر کہا: "مجھے یقین ہے چیف کہ وہ اس کمرے میں بھی انتظام کریں گے بلکہ ہو سکتا ہے انھیں موقع بھی مل گیا ہو۔ اس لیے اب ان دونوں کمروں میں ہونے والی گفتگو صرف دو دوستوں کے بیچ ہوگی یعنی الیال اور کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"نہیں بھئی! آپ کے ایک ہی سوال نے مجھے جکڑ دیا۔ میرے الفاظ شاید آپ بھول گئے ہیں۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں نفسیات کی طالبہ رہ چکی ہوں۔ لفظ گھورنا یقیناً غلط استعمال کیا ہے میں نے۔ ہاں آپ مجھے دیکھ ضرور رہے تھے۔"

"میں نے اعتراف کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ جاذب نگاہ ہیں۔"

"اوہ... میرا خیال ہے کہ جیسے میری ساری نفسیات خاک میں ملا دی گئی۔ مجھ چاہتی تھی کہ کچھ کہی اور آپ نے میرے الفاظ کو گرفت میں لے لیا۔" وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"آپ کا خیال درست ہے۔ میری نظریں صرف آپ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں اور یہ کہ آپ کو دیکھتے ہوئے میرا ذہن ہر آلائش سے پاک تھا۔"

"میں بھی تو یہی کہنا چاہتی تھی۔" اس نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"چلیے ٹھیک ہے۔ آپ نے میرے اس طرح دیکھنے کا برا تو نہیں مانا؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اب میں کیا کروں... اصولاً تو بات ختم ہو گئی ہے اور مجھے یہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔"

"نہیں، آپ اگر ناپسند نہ کریں تو بیٹھیے۔"

"اب آپ کا بھی شکریہ۔ بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ آئی تھی آپ پر نفسیات کا رعب ڈالنے اور خود مرعوب ہو کر رہ گئی۔"

"کچھ پیئیں گی آپ؟"

"کافی... میں زیادہ سے زیادہ کافی پیتی ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے بلایا پھر کافی کے لیے کہہ دیا۔ "اس ویٹر کا بل بھی ادھر ہی لے آنا۔" وہ بولی۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "اب کم از کم میرا نام تو پوچھ لیں۔" وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" میں نے مسکراتے ہوئے ڈرامائی لہجے میں کہا۔

"جیولٹ... مینسی جیولٹ۔"

"میرا نام بنی یار خان ہے... آپ مجھے بنی کہہ سکتی ہیں۔"

"میں آوارہ گرد ہوں، بہت سے ملک دیکھتی ہوئی لبنان پہنچی ہوں۔ تم مقامی باشندے ہو؟" اس نے پہلی بار مجھے آپ کے بجائے تم کہہ کر مخاطب کیا۔

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم یقین کرو علی... انسانی نفسیات سے مجھے دلچسپی ہے۔ [illegible] تمہاری طرف متوجہ کیا تھا۔ تمہاری آنکھوں میں کچھ عجیب سے تاثرات تھے۔"

"شاید۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

اسی وقت ویٹر نے کافی لا کر رکھ دی۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو وہ جلدی سے بولی۔ "میں دوستوں کا احترام کرتی ہوں۔ [illegible] خود کافی کے برتن اپنی طرف سرکا لیے۔ کافی پیتے ہوئے اس نے کہا۔ "تم نے میرے بارے میں کوئی رائے قائم کی میں کیسی لگی تمہیں؟"

"ابھی ہو... نہ جانے کیوں..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ "میں ہوٹل ڈاخوسر میں ٹھہری ہوں۔ ابھی کافی دن بیروت میں رہوں گی۔ مجھ سے ملتے رہو گے؟"

"کب سے قیام ہے وہاں؟" میں نے پوچھا۔ یہ بیروت کے ایک ہوٹل کا نام تھا۔

"آج ہی پہنچی ہوں۔ روم نمبر چار سو ایک۔"

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی۔ اسی منزل پر بڈا بھی تھا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"ہوٹل ڈاخوسر میں... بلکہ تمہارے برابر۔"

"او مائی گاڈ! سچ کہہ رہے ہو؟" وہ پُر مسرت انداز میں بولی۔ "ہاں۔"

"لیکن تم تو مقامی ہو۔"

"مقامی آوارہ گرد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مسکراہٹ میں ایک آزردگی ہے، ایک دُکھ سا محسوس ہوتا ہے۔ تمہارا انداز بھی ایسا ہے یا کسی غم کا شکار رہو؟"

"اتنی جلدی سب کچھ جان لینا مناسب ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ اسوری۔ واقعی میں بہت جلد باز ہوں۔" اس نے کافی کا آخری گھونٹ بھی حلق سے اتار لیا۔ اور پھر وہ گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ میں اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اور غور کر رہا تھا کہ اس کے میک اپ میں کیا کیا خامی رہ گئی ہے... "کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے اچانک پوچھا۔ انداز میں شرارت تھی۔

"نہیں بتاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں کب تک بیٹھو گے؟ چلیں؟"

"ہاں۔" میں نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور ویٹر نے دونوں بل لا کر رکھ دیے۔ اس نے جلدی سے بل جھپٹ لیے تھے۔

"یہ کیا؟" میں نے کہا۔

"بل میں دوں گی۔" وہ بولی۔

"مناسب نہیں ہو گا، تم مہمان ہو۔"

"اگر اس کے لیے ضد کی تو اسی وقت دوستی ختم ہو جائے گی۔ میری پوزیشن پر غور کرو۔ میں خود اٹھ کر تمہاری میز تک آئی ہوں۔ ادھر میں... یہ تو بتا دو وہ دونوں بل ساتھ بنا کر لائے ہیں۔ اب اگر تم بل ادا کرتے ہو تو میری پوزیشن خاصی مشکوک ہو جائے گی۔ پلیز مجھے اتنا زیر بار نہ کرو۔" وہ لجاجت سے بولی۔

اور میں خاموش ہو گیا۔

بل ادا کر کے ہم دونوں وہاں سے نکل گئے۔ باہر آ کر ٹیکسی روکی اور میں نے ڈرائیور کو ہوٹل کا پتا بتا دیا۔ واپسی کا سفر مکمل خاموشی طاری رہی تھی۔

"آؤ... میرے کمرے میں چلو۔" اس نے دعوت دی۔

"یہاں میری پوزیشن خراب ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" وہ بھویں چڑھا کر بولی۔

"تم سوچ سکتی ہو کہ میں نے تمہارے ہوٹل کے بارے میں جاننے کے بعد یہاں کمرا حاصل کیا ہے... آؤ تھوڑی دیر میرے ساتھ گزار لو۔"

"اوہ!" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "چلو۔"

میں اسے اپنے کمرے میں لے آیا۔

"کمال ہے۔" اس نے میرے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ایک دلچسپ اتفاق نہیں ہے؟"

"یہی اتفاقات زندگی ہیں جیولٹ۔" میں نے کہا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا مشغلہ ہیں تمہارے؟"

"ہم عام لوگوں کے انداز سے ہٹ کر باتیں نہ کریں؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی کوئی کوشش نہ کی جائے کیونکہ سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ صرف آنے والے وقت کے بارے میں گفتگو کریں۔ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"بیروت کی زندگی دیکھنا چاہتی ہوں... خاص طور سے فلسطینی کیمپ جہاں اسرائیلی وحشت کے شکار بستے ہیں۔" اس نے کہا۔

"تم نسلاً انگریز ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں... پوری دنیا میں انسانیت پر ہونے والے مظالم کی دل سے مخالف... مجھے فلسطینیوں سے ہمدردی ہے اور میں نے کئی رسالوں میں اس سلسلے میں مضمون بھی لکھے ہیں۔"

"تم واقعی اچھی انسان ہو جیولٹ۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ مسٹر علی۔ تم نے بھی یقین کرو مجھے متاثر کیا ہے۔ یوں تو زندگی میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کرتی رہتی ہوں۔ ظاہر ہے، زندگی میں ہر طرح کے انسانوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے لیکن ایسے بہت کم ہوتے ہیں جو صرف اپنی شخصیت سے متاثر کرتے ہیں۔ تمہاری شخصیت میں ایک وقار ہے، چہرے پر ایک تمکنت ہے۔ میں واقعی تم سے متاثر ہوئی ہوں اور جب تک میرا بیروت میں قیام ہے اگر تمہیں ناگوار نہ گزرے تو میں تم سے ملتے رہنا چاہتی ہوں۔ میں توہم پرست نہیں ہوں لیکن اتفاقات کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ریستوران میں تم سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد یہ بات بھی کافی دلچسپ رہی کہ ہم دونوں کا قیام ایک ہی ہوٹل میں نکلا۔ اس کا مطلب ہے کہ تقدیر ہمیں قریب لانا چاہتی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ تم میری طرف کیوں متوجہ ہوئے تھے۔"

ابھی میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور دوسرے لمحے بڈا ایک لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ بڈا کا اس طرح اندر آ جانا شاید لڑکی کے لیے تعجب خیز تھا لیکن میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا اور پھر میں نے اس کے ساتھ آنے والی لڑکی کو دیکھا۔ دراز قامت اور خوبصورت چہرے والی سانولے سے رنگ کی لڑکی یقیناً مصری نژاد ہو سکتی تھی۔

"ہیلو بڈا۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

"ہیلو چیف... میڈم، میرا مطلب ہے..."

ملنے کے لیے رکا۔ اس نے جیولٹ کا چہرہ دیکھا اور دوسرے لمحے وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے کشادہ ہو گئی تھیں پھر اس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔ "نن... نہیں... نہیں! او میرے خدا! ... میرے خدا... یہ کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، وہ حقیقت ہے؟ کیا یہ سب حقیقت ہے؟ او چیف! یہ کیسے ممکن ہوا؟ کیسے ممکن ہوا؟" وہ ایک بار پھر آگے بڑھا۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔

میں اس بات کا اندازہ لگا چکا تھا کہ بڈا کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ بھی جیولٹ کو بہ غور دیکھ رہا تھا۔ جیولٹ بھی بڈا کو عجیب سے انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

بڈا نے پُر مسرت انداز میں میری طرف دیکھا اور بولا۔ "مگر چیف..." میں نے بڈا کو آنکھیں دکھائیں۔ مقصد یہ تھا کہ کمرے میں پوشیدہ ٹرانسمیٹر کا خیال رکھا جائے۔ بڈا فوراً سنبھل گیا لیکن دوامی حیرت پر تو قابو نہیں پا سکا تھا اور اپنے آپ کو روک نہیں سکا تھا۔ چنانچہ پھر بولا۔ "مگر چیف! کیا مرنے زندہ ہو جاتے ہیں... مجھے بتاؤ چیف، ورنہ میری کھوپڑی پھٹ جائے گی اور دماغ کا گودا باہر نکل آئے گا۔ پلیز چیف! مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جیولٹ کو دیکھا اور بولا۔ "یہ مذاق ہے کہ بڈا اس طرح اندر آ گیا اور اب یہی شخص تمہیں اس بات

"تو بس ٹھیک ہے، ہم بھی تو ان کے قریب ہونا چاہتے تھے، انھوں نے خود ہی یہ کوشش کر ڈالی ہے تو ان کی مہربانی ہے۔ ویسے تمہارا یہ اندازہ درست ہے کہ ہم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ کچھ باتیں واقعی دلچسپ ہیں یعنی اس کا اسی ہوٹل میں قیام اور تہذیب کا ہم شکل ہونا۔ یہ باتیں اہمیت تو رکھتی ہیں مگر جیف تم ان راستوں پر ان کی مرضی کے مطابق ہی آگے بڑھو۔"

"یقیناً بڑا ایسا ہی ہو گا۔ اب مجھے فرصت ہے اور جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے ہمیں ایک طویل جدوجہد کرنا ہو گی۔"

"کمال کی زندگی ہے تمہاری بھی جیف۔ یہ بتاؤ کبھی اس جدوجہد سے نجات بھی ملے گی تمھیں؟"

"دوستوں کو مت کریدو بڈ، تکلیف بڑھ جائے گی، جاؤ وہ بیچاری لڑکی تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔"

"میں جا رہا ہوں جیف، چلتا ہوں لیکن کل تم سے ملاقات...."

"تم مصروف رہو۔ ہماری ملاقات یہیں مناسب رہے گی۔ کل دن میں اسے ذرا اور ٹٹول کر یہ اطمینان کر لوں گا کہ وہ واقعی سے تعلق رکھتی ہے یا پھر یہ سب کچھ اتفاق ہے۔"

"تم جاگ اٹھے ہو جیف۔ جو نیند تم پر طاری ہو گئی تھی میرا خیال ہے اب ٹوٹ گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنا کام کر لو گے لیکن میرے لیے کوئی خدمت ہو تو ضرور بتانا۔ تمہی جیسی لڑکیاں تو مزاج پر مل جاتی ہیں۔ مجھے اپنا کام زیادہ عزیز ہے۔"

"اس کی تو تم مت کرو بڈ، وہ تمہاری دوست ہے۔"

"ارے نہیں جیف، چھوڑو ان باتوں کو، میں تو صبح شام اس قسم کی دوستوں کو بدلنے کا عادی ہوں، کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"اچھا اچھا، فی الحال جاؤ۔ میں بھی چلتا ہوں۔" میں نے بڈ کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا اور اس کے بعد ہم دونوں واپسی کے لیے چل پڑے۔

بڈ اپنی منزل پر اتر گیا اور میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں نے پلنگ کے اس گلدان کی طرف دیکھا جو کمرے میں ہونے والی ہر آہٹ کو کسی اور جگہ منتقل کر دیتا تھا چنانچہ آہٹوں کا بھی حساب رکھنا پڑ رہا تھا۔ کمرے میں چوروں کی طرح داخل ہوا تھا اور بے آواز مسہری تک پہنچ گیا تھا۔ پُرسکون ہو کر لیٹا تو دماغ پر خیالات کی یلغار ہو گئی۔ میں فیصلہ کرنے لگا کہ اگر یہ لڑکی ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہے تو اس کی زبان کھلوانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔

بہت دیر تک اس سلسلے میں پروگرام ترتیب دیتا رہا پھر کھڑکی سے آنے والی ہواؤں کے ساتھ تہذیب مالکم ایکس کی یاد بھی سرسراتی ہوئی دل کے پوشیدہ گوشوں تک پہنچ گئی اور دل میں ایک کسک سی ہونے لگی۔ یہ احساس بہرحال زندگی بخش تھا کہ جس میں اس کائنات سے دور تصور کر بیٹھا تھا، ابھی اس کے جیسے لوگ زمین پر چلنے والی ہواؤں میں موجود ہے۔

دوسری صبح جیولٹ کی دستک نے جگایا تھا، وہ نکھری نکھری خوشگوار صبح کی مانند نظر آ رہی تھی۔

"اتنی دیر میں جاگتے ہو؟" وہ بھویں چڑھاتے ہوئے بولی۔ "جاؤ غسل کر لو۔ میں ناشتا منگواتی ہوں۔"

"او کے بے بی۔" میں نے بے تکلفی سے کہا اور باتھ روم کی جانب چل دیا۔

غسل وغیرہ کر کے ایک سادہ لباس پہنا اور جیولٹ کے سامنے آ بیٹھا۔ وہ غالباً چیونگم چبا رہی تھی۔ اس نے مجھے چیونگم پیش کی تو میں نے شکریے کے ساتھ منع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر ناشتا لے آیا۔ جیولٹ کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ ناشتے کے دوران بار بار میری صورت دیکھنے لگتی تھی لیکن میں نے اس سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ بالآخر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"سگریٹ نہیں پیتے؟" اس نے پوچھا۔

"سگریٹ، شراب جیسی چیزیں میری زندگی میں کبھی نہیں آئیں۔"

"گڈ، آئیڈیل نوجوان ہو علی اور یقین کرو، میرا خیال ہے آدھی رات تک میں تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"بس یہی کہ بعض اوقات کیسے اچھے اچھے لوگ کس آسانی سے مل جاتے ہیں۔ میں نے تفریحاً ہی تمہیں نروس کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ یہ سوچا تھا کہ جب میں تم پر اپنی نفسیات والی معلومات ظاہر کروں گی تو تم بوکھلا جاؤ گے۔ اگر زیادہ ہی ذہین ہوئے تو نہیں نہیں چلاتے لگو گے یا بچ بچا جانے کی کوشش کرو گے۔ لیکن میں خود ہی تم سے مرعوب ہو گئی۔ اب تمہارے بارے میں سوچتی ہوں...."

لیکن شاید جیولٹ نے کوئی موقع نہیں دیا اور بول پڑی۔ "کیسے احمق آدمی سے دوستی کر لی۔"

"نہیں، نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "تمہارے اس دوست نے جو تفصیل رات کو بتائی تھی، یقین کرو اس نے مجھے بہت متاثر کیا اور میرا دل چاہتا ہے کہ تم سے اس لڑکی کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کروں حالانکہ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک دوسرے کے ذاتی معاملات کو نہیں کریدیں گے۔"

"جیولٹ، شاید کچھ عرصے کے بعد تم اس بات پر یقین کر لو کہ میں بہت ہی مختلف فطرت کا انسان ہوں۔ لڑکیوں سے دوستی میری فطرت نہیں رہی ہے۔ میری زندگی بہت عجیب حالات میں گزری ہے۔ میرے لیے یورسٹی آف کیلیفورنیا میں قانون کا طالب علم تھا۔ ایک جذباتی حادثے کا شکار ہو کر ساری زندگی داؤ پر لگا دی۔ یہ دنیا کے لین کون سے حصوں میں بھٹکتا پھرا۔ دل میں یہی تصور تھا کہ اس کائنات میں محبت نام کی کوئی شے کم از کم میرے مقدر میں نہیں ہے۔ جس لڑکی کا تم سے بڈ نے تذکرہ کیا، وہ آندھی کی طرح میری زندگی میں آ گئی اور کچھ اس طرح مجھ پر چھائی کہ اس کے بعد میں نے اپنی زندگی کے دو مقصد بنا لیے۔ لیکن پہلے مقصد سے میں غافل تھا۔ تفصیل کیا بتاؤں تمہیں، تم خود دیکھ ہو گی کہ لیں اوپر جیسی لوگ جن لوگوں کے چکر میں تم نے اپنی زندگی کے سنہرے سال برباد کر دیئے انھی سے کیا تعلق؟ تھوڑی سے مجھے وہ صدمہ پہنچا جو ناقابلِ بیان ہے لیکن ہوا یہ کہ انھوں نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔"

"بڑے ناسپاس لوگ تھے وہ، کون تھے؟"

"مس جیولٹ پلیز! اس سلسلے میں زیادہ تفصیلات مت پوچھو۔ تہذیب مالکم ایکس.... تھا اس لڑکی کا نام۔ میری ہم مذہب تھی۔ میری ہم مزاج تھی لیکن وہ انھی لوگوں کے ہاتھوں فنا ہو گئی جنھیں میں نے اپنا دوست سمجھا تھا۔ جیولٹ دل تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کا نام و نشان مٹا دوں۔ اتنا نقصان پہنچاؤں انھیں جتنا انھیں فائدہ نہ پہنچایا ہو گا لیکن میری بدقسمتی ہے کہ تم صرف چند لوگ ہیں، اور سے زیادہ بے گناہوں کو ختم کر دوں۔ مجھے اب بھی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس یہی احساس مجھے درندگی سے باز رکھتا ہے لیکن ایک انسان ہونے کے ناتے مجھ میں انسانی کمزوریاں بھی ہیں چنانچہ اب میرے لیے کم از کم یہ ممکن نہیں کہ ان کے لیے کام کروں۔ تم خود بتاؤ جیولٹ، کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے؟"

"میں تو حیران ہوں، کیسے لوگ ہیں وہ۔ اس قدر احسان فراموش!" جیولٹ نے کہا۔

بظاہر میرے چہرے پر غم کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں ایک ڈھول کی کیفیت کا اظہار کر رہا تھا لیکن میری تیز نگاہیں جیولٹ کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس دوران میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش بھی کر رہا تھا کہ آیا وہ میک اپ میں ہے یا پھر اوپر والے نے اسے بے پناہ وسائل اور بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر تہذیب مالکم ایکس کی ایسی ہم شکل کو تلاش کیا ہے جو واقعی مجھے دھوکا دے سکتی ہے یا جو تہذیب کی شخصیت اپنا سکتی ہے اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس کے چہرے پر میک اپ نہیں تھا۔ ایک ہی صورت میں چہرے کے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

جیولٹ گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے علی؟"

"کچھ نہیں جیولٹ۔ بے کار سا آدمی ہوں، وقت گزار رہا ہوں تاکہ کسی منزل میں پہلا کچھ سمجھ جاؤں گا، کوئی فیصلہ کر لوں گا تو اپنے لیے کوئی بھی راستہ منتخب کر لوں گا۔ فی الحال میں ایسی کٹی ہوئی پتنگ کی مانند ہوں جو فضا میں ہوا کے دوش پر ناچ رہی ہے، کبھی کہیں اور کسی بھی جگہ گر سکتی ہے۔"

"میں بہت بڑی باتیں نہیں کرتی علی۔ شاید تمہیں بھی مجھ پر یقین کرنے میں کچھ وقت لگے کہ میں بے کردار لڑکی نہیں ہوں۔ زندگی میں مرد دوست کبھی نہیں بنائے۔ ہاں ان سے گریز بھی نہیں کیا لیکن وہ تمام حدود برقرار رکھی ہیں جو بہرطور اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں لیکن تمہارے دکھے ہوئے دل کو اگر میری ذات سے کوئی سہارا مل سکا تو مجھے مسرت ہو گی۔ میں اس لڑکی کا نعم البدل تو نہیں بننا چاہتی جو تمہیں بے انتہا عزیز تھی لیکن ایک اچھی دوست کی مانند تمہیں سہارا دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ جیولٹ، تمہارے یہ الفاظ میرے لیے بے حد قیمتی ہیں کیونکہ تمہاری شکل ہی نہیں، تمہارے کردار میں بھی تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ تم بلاشبہ ایک مہربان لڑکی ہو، ایک اچھی دوست اور اگر تم یہ پیشکش کرتی ہو تو میں خلوصِ دل سے اسے قبول کرتا ہوں۔ جیولٹ تمہیں دیکھ کر کم از کم میں اپنے دل میں تہذیب کی یاد کو تازہ رکھ سکوں گا۔ بس اس سے زیادہ مجھے کسی سے کچھ درکار بھی نہیں ہے۔"

"نہیں علی، میں تمہیں زندگی کی طرف واپس لاؤں گی، میں تمہارے وجود میں وہی علی بیدار کروں گی جو آج سے کچھ عرصے پہلے تھا۔ یقیناً میں تمہیں سمجھ رہی ہوں۔ میں تمہیں پہچان رہی ہوں۔ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو علی اور اس کے بعد سب کچھ بھول جاؤ، سب کچھ۔" جیولٹ کا لہجہ پُرجوش تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ لڑکی نے نہ صرف یہ کہ تہذیب کا کردار ادا کرنے کے لیے خود کو تیار کیا ہے بلکہ وہ اولیویا ووڈ کی تربیت یافتہ بھی ہے اور گفتگو کرنے کا فن بھی جانتی ہے۔

پھر ہم دوسرے پروگرام ترتیب دینے لگے۔ میں نے اپنے رویے میں کافی نرمی اور محبت پیدا کر لی تھی۔ اس کی فرمائش پر میں نے ایک لباس پہنا اور پھر ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ بڈ کی خبر گیری کرنا سب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے ملاقات کی کوشش نہیں کی۔ بیروت کی سڑکوں اور مختلف تفریح گاہوں کی آوارہ گردی ہوتی رہی۔ وہ اس شہر سے اجنبیت کا اظہار کر رہی تھی اور یہ ہو بھی سکتا تھا کہ وہ پہلی بار یہاں آئی ہو۔ میں نے اس ڈرامے کے حوالے سے اولیویا ووڈ کا صرف تصور کر لیا تھا اور حالات بھی یہی نشاندہی کرتے تھے کہ اولیویا ووڈ اس کارروائی کی پشت پر ہے۔ چنانچہ اب جب بھی میں

اس بارے میں سوچتا، اُسے ایک اپنا مدِ مقابل تصور کرتا تھا۔

تقریباً شام کے سات بجے تک ہم لوگ بیروت کے مختلف علاقوں میں آوارہ گردی کرتے رہے۔ میں نے اس دوران اپنے طرزِ عمل سے جیولٹ کو یقین دلا دیا تھا کہ میں نے اُسے تہذیب کا نمونہ تصور کر لیا ہے۔

سات بجے جب ہم ہوٹل واپس پہنچے تو بڈ ہمیں پیچھے ہی مل گیا، وہ تنہا تھا۔ جیولٹ نے اُسے دیکھا اور اس کی جانب ہاتھ ہلایا تو بڈ ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ "ہیلو چیف! ہیلو میڈم!" اُس نے ہم دونوں کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

"تم تنہا ہو بڈ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف، وہ آج نہیں آسکے گی، کچھ مصروف ہے۔ ویسے تم لوگ اگر مناسب سمجھو تو ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں میری طرف سے کسی مشروب کی دعوت قبول کرو؟"

"کیا خیال ہے جیولٹ؟" میں نے جیولٹ سے پوچھا اور اُس نے شانے ہلا کر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

بڈ ہمارا میزبان بن گیا، ایک خوش رنگ مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے ہم اس سے گفتگو کرتے رہے۔ وہ کافی دلچسپ باتیں کر رہا تھا، جیولٹ ہنسنے لگی، اُس نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارا یہ دوست بہت دلچسپ انسان ہے علی؟"

"ہاں، یہ میرا بہت قریبی ساتھی ہے۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔"

"تم لوگ کہاں کہاں گھوم آئے ہو؟" بڈ نے سوال کیا۔

"بڈ! میرے لیے تو بیروت اجنبی نہیں ہے، لیکن مس جیولٹ یہاں پہلی مرتبہ آئی ہیں، انہیں بیروت بہت پسند آیا ہے۔"

"کوئی جواب نہیں اس کا۔" جیولٹ بولی۔ "ویسے پلیز اگر آپ لوگ مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دیں تو میں اپنے کمرے میں جانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور جیولٹ، ہم لوگ ابھی یہیں ہیں، تم اگر جلدی آ جاؤ تو یہاں آ جانا ورنہ پھر جیسا پروگرام ہو۔"

"نہیں، میرا خیال ہے ساڑھے نو بجے ہم ڈائننگ ہال میں ملاقات کریں گے، ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔"

"او کے جیولٹ، او کے۔" میں نے کہا اور جیولٹ اُٹھ کر چلی گئی۔

بڈ اُسے دیر تک دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اس نے جان چھوڑ دی ورنہ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب شاید تم سے ملاقات ہی ممکن نہ ہو چیف۔"

"کوئی خاص بات ہے بڈ؟"

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں چیف، بس ایسے ہی صبح سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ کیسی جا رہی ہے یہ لڑکی، کچھ سراغ لگایا اس کے بارے میں؟"

"مجھے اس بات کا کامل یقین ہے بڈ کہ یہ خاص طور سے مسلط کی گئی ہے اور ساتھی لوگوں کی طرف سے یہ کارروائی ہوئی ہے۔"

"پھر تو چیف اس کارڈ کو ہاتھ سے مت نکلنے دو، یہی ہمیں اصل لوگوں تک پہنچا سکے گی۔"

"ٹھیک ہے بڈ، ٹھیک ہے۔ میں نے آج کا دن بلاوجہ نہیں ضائع کیا، بہت جلد میں اسے کارآمد بنا لوں گا، پھر خود اس کے لیے کارآمد بن جاؤں گا۔"

"یقیناً چیف، اگر کوئی موقع ہاتھ آئے تو ہمیں سکے ہے اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں، جتنا ہم لوگ کر چکے ہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"بالکل، میں تم سے متفق ہوں۔ تمہارے ساتھ تو اور کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا؟"

"نہیں، خاص واقعہ آج ذرا مصروف ہے اور کل مجھے اس کا انتظار کرنا ہے۔ اس دوران میں کسی دوسرے خاص واقعے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" بڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اُٹھ گئے۔ کوئی اور قابلِ ذکر بات نہیں ہوئی تھی۔

رات کو بڈ کے ساتھ کھانا کھایا، کافی دیر تک ہال میں بیٹھے رہے اور جب بہت رات گزر گئی تو ہم اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ بڈ پہلے ہی جا چکا تھا۔ جیولٹ میرے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئی اور میری صورت دیکھتی ہوئی بولی۔ "اُف علی! اگر نیند نہ آ رہی ہو تو میرے ساتھ میرے کمرے میں آ جاؤ، تم سے الگ ہونے کو دل ہی نہیں چاہتا۔"

میں مسکرا کر جیولٹ کے ساتھ اُس کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ میری موجودگی میں اُس نے غسل خانے میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"تم تو کسی کی محبت میں گرفتار ہو اور میں تمہارے لیے بلکہ شکل و صورت کی وجہ سے قابلِ قبول ہوں لیکن تم میرے دل کا ایک کیوں انتہائی جا رہے ہو علی، میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم بہت ہی ساحرانہ قوتوں کے مالک ہو۔ جانے کیوں میں تمہاری شخصیت کے سحر میں گرفتار ہوتی جا رہی ہوں۔"

"خود کو بہت زیادہ نہ اُلجھاؤ جیولٹ، بعض اوقات انسان کو وہ سب کچھ نہیں ملتا جس کا وہ خواہشمند ہوتا ہے۔" جیولٹ خاموش ہو گئی تھی، اُس نے مزید گفتگو نہیں کی تھی، پھر میں نے اس سے اجازت مانگی تو وہ بے بسی کے انداز میں گردن ہلانے لگی اور میں کمرے سے باہر نکل آیا۔

دوسرا دن بھی اسی طرح گزرا اور تیسرا دن بھی لیکن چوتھے دن بڈ نے مجھ سے رات کو اسی وقت ملاقات کی جب جیولٹ اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ وہ ہمیشہ کی مانند مجھے باہر لے آیا۔ پھر ایک اور کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میں نے تعجب سے بڈ کو دیکھا تھا۔

"چیف! ہم نے اس ہوٹل کو اپنا مستقل اڈا بنا لیا ہے۔ دو کمرے تو ہمارے پاس ایسے ہیں جو ان کی نگاہ میں ہیں، لیکن یہ تیسرا کمرا میں نے خاص طور سے اپنے لیے حاصل کیا ہے۔ کم از کم کوئی جگہ تو ایسی ہونی چاہیے جہاں ہم لوگ بھی گفتگو کر سکیں۔"

"گڈ، اور کوئی خاص بات؟"

"ہاں چیف، کچھ سنانا چاہتا ہوں تمہیں۔"

"کہو۔" میں نے کہا اور بڈ نے اپنے لباس سے دو چھوٹے چھوٹے بکس نکال کر میز پر رکھ دیے۔

"یہ کیا ہے؟"

"دیکھتے رہو چیف۔" بڈ نے ان کے ڈھکن کھولے اور اندر سے بہت ہی نفیس قسم کے اسپول والے ٹیپ ریکارڈ برآمد ہوئے۔ ان میں ایک ٹرانسمیٹر تھا اور دوسرا اس کا ریسیور۔ دونوں پر اسپول لگے ہوئے تھے۔ بڈ نے کچھ کارروائی کی اور چند لمحات کے بعد کمرے میں ایک آواز اُبھری۔

"ہیلو جیولٹ۔"

"ہیلو چیف، جیولٹ بول رہی ہے۔"

"کیا ہو رہا ہے؟" دوسری آواز نے سوال کیا۔

"چیف اس سے ناواقف نہیں ہوں گے۔" یہ آواز جیولٹ کی تھی۔

"ہوں، میں نے محسوس کیا ہے کہ تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ اس نے کبھی تمہارے چہرے کے نقوش کی جانچ پڑتال تو نہیں کی؟"

"نہیں چیف۔"

"کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس نے یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ تمہارے نقوش اصلی ہیں؟"

"چیف آپ اسے میری محنت سمجھ سکتے ہیں۔"

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ تم اپنا کردار بہترین طریقے سے انجام دے رہی ہو لیکن اب ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہیے۔ تم اُسے آہستہ آہستہ اپنے خاص پروگرام کی جانب لے آؤ اور اس سلسلے میں بہتر یہی ہو گا کہ تم اُسے بیروت سے لندن لے جاؤ۔ کیونکہ تم اس پر اپنا اتنا تسلط سمجھتی ہو کہ وہ تمہارے ساتھ لندن جانے کے لیے تیار ہو جائے گا۔"

"میں دعوے سے تو نہیں کہتی چیف، لیکن اس سلسلے میں کوشش کر سکتی ہوں۔"

"تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں جیولٹ کہ یہ شخص معمولی صلاحیتوں کا انسان نہیں ہے۔ ایک بار پھر ہوشیار کرتا ہوں کہ جو کچھ کرو پورے اعتماد کے ساتھ کرنا، اگر اُسے کسی قسم کا شک ہو گیا تو پھر سارا پروگرام خراب ہو جائے گا۔"

"میں سمجھتی ہوں چیف اور آپ کو اطمینان دلانا چاہتی ہوں کہ جیولٹ پر آپ نے جو اعتماد کیا ہے، وہ بے مقصد نہیں ہے اور اس کا نتیجہ آپ کی توقع کے مطابق ہی ہو گا۔ ویسے چیف یہ حقیقت ہے کہ یہ شخص بے حد ذہین ہے، لیکن جو چوٹ اس نے کھائی ہے، اس کے تحت بُری طرح تلملا رہا ہے، بصورتِ حال ذرا کچھ عجیب ہے، علاوہ ازیں شاید وہ ان لوگوں سے انتقام لینے پر بھی آمادہ ہو جاتا۔ اس کی سوچ کا انداز یہی ہے کہ جرم کرنے والے کچھ اور لوگ ہیں اور اس کی کسی کوشش کے نتیجے میں متاثر ہونے والے دوسرے ہوں گے۔"

"چھوڑو ان باتوں کو جیولٹ، ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کر بھی کیا سکتا ہے ان لوگوں کے خلاف، لیکن اگر ہم اُسے اس کے اصل راستوں سے ہٹا دیں تو یہ کام بھی کم نہیں ہو گا۔"

"جیولٹ کے ذمے جو خدمات آپ نے مقرر کر دی ہیں چیف، وہ انہیں مکمل طور سے پورا کرے گی۔"

"او کے جیولٹ، اب میں تمہاری اطلاع کا منتظر رہوں گا، اُسے لندن جانے کے لیے آمادہ کر لو، باقی سارے کام بعد میں ہوں گے۔"

"بہت بہتر چیف۔" اور اس کے بعد جلی ہوئی سی آواز سنائی دی جیسے کہیں سے سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔

میں دلچسپی سے بڈ کو دیکھ رہا تھا اور میری آنکھیں عجیب سے انداز میں پھیل گئی تھیں۔ بڈ نے یہ عجیب و غریب قسم کا ٹیپ ریکارڈر بند کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "میں ایک بات بتا دوں چیف! یہ دوسری آواز کس کی تھی؟"

"ایک ہزار فیصد ولیم ہارڈی کی، میرا یہ دوست میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ بارہا میرا اس سے واسطہ رہ چکا ہے۔"

بڈ نے پُرمسرت انداز میں چٹکی بجائی اور کہنے لگا۔ "چیف، ویسے تو مجھے پہلے ہی یقین ہو گیا تھا لیکن تمہاری تصدیق ضروری تھی۔ میڈم اسکن ماسک میں ہیں اور سو فیصدی اس شخص کے قبضے میں ہیں۔ اس نے بڑا ہی لمبا جال پھیلایا ہے اور تمہیں اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے۔ اب بڈ کی رائے ہے چیف کہ تم اس کی گرفت میں آ جاؤ۔"

"میں غور کر رہا ہوں بڈ۔" میں نے پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"بس یوں سمجھو چیف! اس سلسلے میں بڈ کی ڈائرکشن میں کام ہوگا۔ دیکھو چیف! اگر یہ لڑکی تم سے لندن جانے کے لیے کہتی ہے تو تمہیں تیار ہو جانا چاہیے۔ ویسے بھی تمہاری بیزاری عروج کو پہنچی ہوئی ہے اور اب دنیا کے کسی کام میں تمہارا دل نہیں لگتا۔ تو کیوں نہ پھر لندن ہی کی سیر ہو جائے۔"

"ہاں ٹھیک ہے بڈ۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا۔" میں نے کہا اور بڈ مسکرانے لگا۔

"چیف۔ بس کچھ دیکھو تو کرنا ہی تھا نا مجھے آخر تم نے مجھے اپنا دست راست کہا ہے۔ میں اس لڑکی کی حقیقت کھوجنا چاہتا تھا اور مجھے اس بات پر یقین تھا کہ اس کا رابطہ یقیناً ان شخصیتوں سے ہوگا جو بس یہ وہ کام کر رہی ہیں۔ ان لوگوں نے اگر ہمارے کمروں میں ڈکٹا فون لگا رکھے ہیں تو کیا میں یہ کوشش نہیں کر سکتا تھا لیکن ذرا اس نایاب آلہ جو بہت کے حصول میں دقت پیش آئی تھی تاہم میں نے اسے حاصل کر لیا اور اس کے بعد میں نے اسے لڑکی کے کمرے میں پوشیدہ کر دیا۔ ریسیور میرے کمرے میں تھا اور یہ چوبیس گھنٹے کام کر رہا تھا۔ اس نے رابطہ قائم کیا اور اس کی گفتگو ریکارڈ ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے ریسیور اس کے کمرے سے ہٹا لیا۔ دراصل میں محتاط رہنا چاہتا تھا چیف! لیکن یہ دوبارہ اس کے کمرے میں پہنچ سکتا ہے۔ اس کے لیے میں نے ایک بہت ہی مناسب جگہ منتخب کر لی ہے۔"

"ہوں۔ میرے خیال میں اس ریسیور کو اس کے کمرے میں رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ جب تم جاؤ گے نا تو یہ دوبارہ اس کے کمرے میں پہنچ جائے گا۔ میں نے اسے اس کی مسہری کے نچلے حصے میں ایک بہت ہی مناسب جگہ تیار کر کے لگایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے وہیں دوبارہ لگا دو اور اپنا یہ کام جاری رکھو۔"

"اوکے چیف۔ یہ اپنی جگہ پہنچ جائے گا۔ ویسے تم نے کیا فیصلہ کیا؟ میں ذرا سا پریشان ہوں۔"

"نہیں بڈ۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں ابھی اس کی یہ بات مان لوں گا۔ ویسے بھی یہاں اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہ صاحب بے چارے پھر الجھنوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ صرف ناصر عزیزی ہیں جنہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں کسی طور تنظیم سے برگشتہ نہیں ہوں اور پھر بڈ میں نے شیلا کیمپ میں جو کچھ کیا ہے اس کی اطلاع بھی اتفاق سے ان لوگوں کو ہو گئی ہے۔ حالانکہ میں یہ سب کچھ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب یہ بتاؤ کہ تم کس طرح راز ہو گئے بڈ؟"

"بالکل اسی طرح جیسے انسان کے ساتھ سایہ رہتا ہے۔ میں تمہیں کہیں بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا۔ ان لوگوں کو بھی پتا نہیں چل سکے گا کم از کم اس سلسلے میں یاد رکھو۔ میں ظاہر یہی کروں گا کہ میرا تعلق تنظیم سے ہے اور تم خلاف مجھ سے جو بھی گفتگو کرو گے میں اس سے اختلاف [illegible]"

"نہیں، تم ایسا ہرگز نہیں کرو گے۔ یہ بات ان کو شک میں ڈال سکتی ہے۔ وہ لوگ یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ دھوکا دیا جا رہا ہے۔"

"دو کھوپڑیاں مل کر ہی صحیح کام انجام دے سکتی ہیں۔ تم درست کہتے ہو۔ البتہ تم یوں کرنا کہ مجھے اپنے [illegible] سے آگاہ کرتا رہنا۔ یہ میری بات ظاہر ہے [illegible] تمام باتیں ہمارے کمرے میں سنتے ہیں۔ جب [illegible] اندازہ جانے کا فیصلہ کر لو تو کچھ ایسی باتیں ہم آپس میں کر لیں کہ [illegible] سے یہ اندازہ ہو جائے کہ تم مجھے اپنے راز میں شریک کرنا چاہتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسا کر لیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اب خاموشی سے باہر نکل جاؤ۔ لیکن پہلے [illegible] تمہاری ضرورت محسوس کر لیں۔" بڈ بولا اور میں نے گردن ہلائی۔

میں نے دروازے سے جھانک کر باہر دیکھا اور [illegible] پا کر میں باہر نکل آیا اور پھر ٹہلتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ بلاشبہ ایک بڑا کام کیا تھا۔ اور اس طرح کم از کم یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ڈاکٹر وہ براہ راست میرے مقابل ہے۔ ویسے بھی بڑا عجیب تھا جس طرح میں اس کی موت نہیں چاہتا تھا اسی طرح وہ بھی مجھ سے مقابلے کا خواہش مند تھا۔ اسی طرح وہ بھی میرے مقابل ڈٹا ہوا تھا ورنہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسے بہت سے مواقع ایسے ملے تھے جب وہ میری زندگی ختم کر سکتا تھا لیکن میرے اور اس کے درمیان ایک بہت ہی دلچسپ جنگ جاری تھی۔

توقع کے مطابق ہی دوسرے دن جیولٹ نے اک گھنٹہ کر دیا۔ صبح کو وہ حسب معمول میرے کمرے میں آ گئی تھی۔ میرے ناشتا وغیرہ بنانا، میرے لباس وغیرہ کی دیکھ بھال کرنا۔ اب اس نے اپنا معمول بنا لیا تھا اور میں اس بات سے بہت زیادہ متاثر ہونے کا اظہار کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے میرے رات کے کپڑے درست کر کے رکھے، باقی کپڑوں کی دیکھ بھال کی پھر [illegible] واپس آنے کے بعد لباس بھی مجھے اسی کے ہاتھوں [illegible] ہی تھا کہ ناشتا آ گیا۔ اس نے میرے لیے ناشتا تیار کر کے میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا "شروع ہو جاؤ ڈیئر۔"

"تم بھی لو جیولٹ۔" میں نے کہا۔

"نہیں، تم لو۔ میں ناشتا کر چکی ہوں اور دیکھو یہ اتنا مختصر سا ناشتا مجھے ناپسند ہے۔ تم اپنی خوراک کا خیال رکھو علی۔"

"تم میرے ذہن کو عجیب سے احساسات میں مبتلا کر دیتی ہو جیولٹ۔ بہت پریشان ہوں میں آج کل۔" میں نے ٹوسٹ کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

میں چند لمحے خاموش رہا تھا۔ پھر میں نے آزردہ لہجے میں کہا۔ "بس ایک ساتھ دے سکو گی جیولٹ؟"

"مطلب کیا ہے تمہاری اس بات کا؟"

"جیولٹ! انسان کو حقیقت سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہت ہی اچھی لڑکی ہو۔ درد مند اور دوسروں کا دکھ سمجھنے والی لیکن تمہاری اپنی ایک زندگی ہے۔ تمہارے اپنے بھی کچھ مسائل ہوں گے۔ وقتی دلچسپیاں ہوں گی جن کی طرف بہرحال تمہیں رجوع کرنا پڑے گا۔ اس طرح کب تک تم میرا خیال رکھو گی۔ میں اس کا عادی ہو گیا اور پھر تم چلی گئیں تو کیا یہ زندگی میرے لیے ایک عذاب نہیں بن جائے گی؟"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ کھانا پینا تقریباً موقوف ہو گیا تھا۔ پھر وہ چونکی اور بولی "کیا حماقت ہے۔ ناشتا کرتے ہوئے [illegible]"

"بس سوچ اور جذباتی ہو گیا تھا۔" میں نے کہا اور مسکرانے لگا۔

"کم از کم پچیس سال کا ٹھیکا مجھے دے دو علی۔ اس کے بعد کا میں نہیں کہہ سکتی کہ میرے اندر کیا تبدیلی پیدا ہو گی۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"بھئی سیدھی سی بات کہہ رہی ہوں کہ تمہاری اس دیکھ بھال کے لیے پچیس سال قبول کر رہی ہوں بشرطیکہ اتنے عرصے زندہ رہی۔"

"جیولٹ!" میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں علی! اعتبار نہیں کر سکتے مجھ پر؟" اس نے بہت ہی معصومانہ انداز میں کہا۔

"جیولٹ... میں... میں اس بات کا کیا جواب دوں؟"

"کوئی جواب ضروری نہیں۔ ایک ہی بات کہو گے نا کہ تم مجھ سے شادی نہیں کر سکتے۔ مجھے اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتے۔ یقین کرو میں تم خود کو کسی بھی طرح مجبور نہیں کروں گی۔ بلکہ اگر کبھی تم نے اس کے لیے مجبور بھی کیا تو میں انکار کر دوں گی۔ تہذیب ماکم ایکس تو میں نہیں ہوں لیکن جیسے وہ ایک لڑکی تھی ویسے ہی میں بھی ایک لڑکی ہوں جیسے وہ تمہیں چاہتی تھی ویسے ہی میں بھی تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔ مجھے اس بات کا جواب دو علی کہ کیا ایک ہی جذبہ دو دلوں میں نہیں پیدا ہو سکتا؟"

"ٹھیک ہے جیولٹ لیکن میں... میں کیا تمہارے اس جذبے کا جواب اسی جذبے سے دے سکتا ہوں؟"

"قطعی نہیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں چھوڑ دوں گی اور یہ سمجھ لوں گی کہ تہذیب سے تمہاری محبت محض [illegible] تھی۔ میں ایک مثال قائم کرنا چاہتی ہوں۔ صرف ایک دوست کی حیثیت سے میں تمہاری دیکھ بھال کروں گی۔ صرف ایک دوست کی حیثیت سے۔"

میں نے اس محبت کی باتوں پر غور کیا۔ بظاہر کتنی پاکیزگی اور بلندی تھی اس کے الفاظ میں لیکن اس کے باطن کا حال میں خوب جانتا تھا۔ ہمارے درمیان فریب کا کھیل ہو رہا تھا تو میں اس کھیل میں خود کو پیچھے کیسے رہنے دیتا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو جیولٹ تو میں... کیا میں تمہارا احترام نہ کروں؟ کیا میں تمہیں وہ محبت نہ دوں جو ایک اچھے اور سچے دوست کو دی جا سکتی ہے؟"

"بس علی۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اپنے ٹوٹے ہوئے وجود کو مجھے سونپ دو علی۔ میں اسے سنوارنا چاہتی ہوں۔ میں اسے بنانا چاہتی ہوں۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ میں تہذیب ماکم ایکس کی ہم شکل ہوں۔ اگر یہ نہ ہوتی تب بھی میں تم سے یہی درخواست کرتی کہ مجھے اپنے نزدیک رہنے کا موقع دو۔ میں ایک بہت اچھے انسان کو فنا ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

میں نے شکر گزاری کے انداز میں گردن جھکا لی اور پھر میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "تمہارا شکریہ جیولٹ۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"شکریہ سے کام نہیں چلے گا۔ بس اب جو کچھ میں کہوں گی، تمہیں وہی کچھ کرنا پڑے گا لیکن یہ وعدہ کرنے کے بعد کہ تم مجھے اپنی سچی دوست تسلیم کرتے ہو۔"

"ہاں جیولٹ۔ اب مجھے یہ کہنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ تم میری بہت ہی اچھی دوست ہو۔ ایک مخلص ساتھی۔"

"بے حد شکریہ علی۔ میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم زیادہ وقت بیروت میں نہیں گزار سکیں گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"میں نے تمہارے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کر لی ہیں۔ سارے واقعات مجھے معلوم ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف کرنا، یہ تمہارے سلسلے میں کوئی سراغ رسانی نہیں تھی۔ بلکہ تمہارے وجود میں مجھے ایک

جیولٹ سے گفتگو کر کے ایک کہانی تیار کر لی تھی۔

پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا تو اسی ہمدرد اور مہربان پولیس آفیسر سے ملاقات ہو گئی۔ جیولٹ کو وہ میرے ساتھ دیکھ کر چونک پڑا اور اس نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "مس جیولٹ آپ کے ساتھ نظر آ رہی ہیں مسٹر علی! بیٹھیے... بیٹھیے یہ تو بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ میں ابھی اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں سے بازپرس کر رہا تھا۔"

"جیولٹ رات کو واپس آ گئیں۔" میں نے کہا۔

"کچھ بتایا انھوں نے کہاں گئی تھیں؟"

"انہیں اغوا کرنے والوں کو غلط فہمی ہو گئی تھی، وہ انھیں میڈم سارڈینا کہہ کر مخاطب کر رہے تھے۔ جب جیولٹ نے انھیں یقین دلایا کہ وہ میڈم سارڈینا نہیں ہیں تو بہ مشکل تمام انھیں یقین آیا لیکن وہ اس بات پر حیران تھے کہ جیولٹ میڈم سارڈینا کی ہم شکل کیوں ہیں پھر انھوں نے انھیں معذرت کے ساتھ ایک جگہ چھوڑ دیا۔"

"میڈم سارڈینا؟" اس نے زیر لب دہرایا پھر اپنی نوٹ بک میں یہ نام نوٹ کرتے ہوئے بولا "اس کا مطلب ہے کہ اس نام کی کسی خاتون کو خطرات لاحق ہیں۔"

"یقیناً! آپ کی ہمدردی اور محبت کا شکریہ براہ کرم جیولٹ کا پاسپورٹ واپس کر دیجیے۔"

آفیسر نے فوراً ہی تمام کارروائی مکمل کی تھی۔ جیولٹ کا پاسپورٹ اسے دے دیا گیا اور اس کے بعد ہم وہاں سے بھی نکل آئے۔ راستے میں جیولٹ نے کہا کہ اب یہاں قیام مناسب نہیں ہے کیوں نہ کسی ہوٹل میں قیام کیا جائے۔ وہ خوفزدہ ہو گئی ہے۔

"لیکن جیولٹ! کیا وہ لوگ تم سے ہوٹل میں رابطہ قائم کریں گے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے علی؟ انھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی مجھے نگاہوں سے اوجھل کیا ہوگا، وہ شیطان ہیں۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو پھر ہم کسی ہوٹل ہی میں قیام کریں گے۔ اس کے علاوہ اب ہمیں سرام سنگھ اور رما سنگھ سے بھی بچنا ہے۔ تمہارے اغوا کے بعد رما خوفزدہ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے سرام سنگھ کو ایک ہوٹل میں منتقل ہونا پڑا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری اس مصروفیت میں کوئی خفیہ اندازی ہو۔"

جیولٹ نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ ایک چھوٹے سے کلینک میں جا کر میں نے جیولٹ کے زخم دکھائے اور ڈاکٹر نے ہمیں کچھ دوائیں دے دیں۔ جیولٹ کے زخموں پر بھی بینڈیج کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے پھر کسی ہوٹل کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا۔ میں جانتا تھا کہ سرام سنگھ اور رما کون سے ہوٹل میں ہیں چنانچہ میں اس ہوٹل سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ بالآخر ایک … ہوٹل میں ہم نے اپنے لیے ایک کمرا حاصل کر لیا اور پھر … واپس ولی ڈے اپارٹمنٹ پہنچ گئے۔ … سے اپنا سامان … اور کرایہ وغیرہ کے سلسلے میں ادائیگی بھی کر دی تھی … تمام … کی انجام دہی کے دوران میری نگاہیں بڈ کو بھی تلاش کرتی رہیں اور پھر میں بڈ کو دیکھ لینے میں کامیاب ہو گیا۔

وہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور تنہا تھا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اسے سمجھایا کہ ولی ڈے اپارٹمنٹ چھوڑ رہا ہوں اور بڈ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی جیسے کہہ رہا ہو کہ اسے تمام معلومات حاصل ہیں۔ بڈ کے مل جانے سے … مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد ہم اپنے سامان کے ساتھ … میں منتقل ہو گئے۔ ہوٹل میں بھی ہم نے ایک ہی کمرا حاصل کیا تھا اور اب جیولٹ کے ساتھ تنہا رہتے ہوئے مجھے کوئی الجھن نہیں ہوتی تھی۔ وہ رات گزر گئی۔ ہم نے ہوٹل سے باہر قدم بھی نہیں نکالا تھا۔ دوسرے دن بھی ہم ہوٹل ہی میں مقیم رہے۔

تیسرے دن صبح تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوٹل میں ایک ٹیلی فون موصول ہوا جسے میں نے ریسیو کیا تھا۔ دوسری طرف سے ابھرنے والی آواز میرے لیے قطعی اجنبی تھی۔ اس نے کہا "مسٹر علی بول رہے ہیں؟"

"ہاں! آپ کون صاحب ہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا جولی موجود ہے؟ میری مراد جیولٹ سے ہے۔"

"جی ہاں! موجود ہیں۔"

"ٹیلی فون اسے دے دو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے جیولٹ کو اشارہ کر دیا۔ جیولٹ جلدی سے ٹیلی فون کے پاس پہنچ گئی تھی اور اس کے بعد وہ صرف ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو سنتی رہی۔ ایک بار کے علاوہ اس نے دوبارہ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر جیولٹ نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"وہی لوگ تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تمہیں بہت خوبصورت نام سے پکارتے ہیں۔"

"ہاں آرگنائزیشن میں مجھے جولی کہا جاتا ہے۔"

"مجھے یہ نام پسند آیا ہے چنانچہ آئندہ میں بھی تمہیں جولی ہی کہوں گا۔ ویسے کیا کہہ رہے تھے وہ؟"

"ہمیں رات کو ایسٹ افریکن ایئرلائن سے روانہ ہونا ہے۔"

"کس وقت؟"

"ساڑھے نو بجے۔" جیولٹ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کہاں جانا ہے؟"

"… ابھی کچھ نہیں بتایا گیا۔"

"اس سلسلے میں ابھی … معلوم ہو سکتا ہے۔ ایسٹ افریکن ایئرلائن کا جو طیارہ … روانہ ہوگا اس کی پرواز کے بارے میں معلومات … حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"اس کی ضرورت بھی کیا ہے علی! بہرطور ہمیں جانا تو ہے۔"

"میں اپنے طور پر کرنا چاہتا تھا کیونکہ ان لوگوں نے مجھے … میرے نام سے پکارا ہے۔"

"میں نے انھیں تمہارے بارے میں مختصراً بتا دیا تھا۔" جیولٹ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

اس کے بعد میں نے بھی مزید کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں ذہنی طور پر یہ سوچ رہا تھا کہ ایسٹ افریکن ایئرلائن سے سفر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے افریقہ ہی کے کسی حصے میں جانا ہوگا۔ کیا … میں نے دل میں سوچا کہ اگر ایسا ہوا تو … پہنچ کر میں اپنے بہت سے دوستوں کی مدد حاصل کر سکتا تھا۔

تقریباً پونے نو بجے ہم لوگ مکمل تیاریوں کے بعد باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئرپورٹ چل پڑے۔ … ایئرپورٹ پہنچے تھے۔ ابھی فلائٹ کی روانگی میں کچھ وقت تھا۔ میں جیولٹ کے ساتھ ویٹنگ روم میں آ بیٹھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک معمر اور مدقوق عورت سفید اسکرٹ میں ملبوس، چہرے پر بے شمار جھریاں اور آنکھوں میں … لیے جیولٹ کے پاس پہنچ گئی۔

جیولٹ اسے دیکھ کر بے اختیار کھڑی ہو گئی تھی۔ معمر عورت نے آگے بڑھ کر جیولٹ سے لپٹ جانے کی کوشش کی لیکن پیچھے کھڑے ہوئے … نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سخت اور کھردرے لہجے میں کہا "نہیں! یہاں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہے … جو کچھ کہا گیا ہے اس سے زیادہ نہ کیجیے۔" معمر عورت … اس کی آنکھوں میں بے بسی نمایاں تھی۔ جیولٹ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے … سرزنش کی گئی۔

معمر عورت نے کہا "تمہاری کامیابی پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے جولی۔"

"ممی…" جولی کے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ … آنسوؤں … میں خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا … عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ … پتا نہیں اس کو ہماری … اطلاع تھی یا نہیں۔ بہ صورت دیگر وہ لندن کی خاک ہی چھانتا پھرے گا۔ میرے لیے تو یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ بڈ میرے ساتھ ہے یا نہیں کیونکہ میں تو ویسے بھی تنہا کام کرنے کا عادی تھا۔

انہی میں سے ایک شخص نے ہمیں کاغذات اور ٹکٹ وغیرہ دیے … لیکن میری جو منزل تھی اسے دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ مجھے گوسٹے بل جانا تھا۔ گوسٹے بل جو میرے لیے کوئی دلکش جگہ تھی، میرے ماضی کا ایک اہم باب اس علاقے سے وابستہ تھا۔ ہمیں کالموکیمپو پہنچنا تھا اور کالموکیمپو میں پہلے بھی جا چکا تھا۔ وہاں سے گوسٹے بل کا سفر دوسرے ذرائع سے کیا جاتا تھا۔ نہ جانے کیوں ذہن میں ایک خلش سی بیدار ہو گئی اور راستے بھر میں اور جیولٹ تقریباً خاموش ہی رہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر ہمیں گوسٹے بل کیوں بھیجا جا رہا ہے، وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ ادلیو اور ڈو کو گوسٹے بل میں میرے ہاتھوں زک اٹھانا پڑی تھی۔ میرا ذہن اسی سلسلے میں سوچ رہا تھا۔

جیولٹ بدستور اداسی کا مظاہرہ کر رہی تھی لیکن نصف سفر کے بعد اس نے خود کو نارمل کر لیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "تم بالکل خاموش ہو علی! کوئی گفتگو نہیں کرو گے؟"

"میں تمہارے لیے افسردہ ہوں جیولٹ! کیا گفتگو کروں۔"

"افسردگی ہمارے مسائل کا حل نہیں ہے علی! ہمیں اپنے آپ کو سنبھالنا ہوگا۔ تم نے میری ممی کو دیکھا، وہ بدبخت مجھ پر دباؤ ڈالنے کے لیے میری ماں کو اپنے ساتھ ایئرپورٹ لے آئے تھے تاکہ میں اپنا کام یقینی طور پر انجام دوں اور کہیں بھٹکنے کی کوشش نہ کروں۔"

"لیکن ہمیں گوسٹے بل جانا پڑ رہا ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اس علاقے کے بارے میں کچھ معلومات رکھتی ہو جیولٹ؟"

"نہیں علی! بلکہ نام بھی میں نے پہلی بار سنا ہے اس افریقی ریاست کا۔"

"ہوں لیکن میں پہلے بھی وہاں جا چکا ہوں۔"

"اوہ! کس سلسلے میں؟ کس قسم کی جگہ ہے وہ؟" جیولٹ چونک کر تجسس سے بولی۔

"میں بڑے مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں جیولٹ! مجھے یہ بتاؤ کہ کیا انھوں نے پہلے بھی تم سے گوسٹے بل کا تذکرہ کیا تھا؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا علی کہ مجھے اس مہم کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں بس مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مجھے افریقہ جانا ہوگا۔ دیگر تفصیلات مجھے اب بھی نہیں معلوم۔ یہ تو مطلوبہ جگہ پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ ہمیں وہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔" جیولٹ نے

تھا اور اتفاق سے وہ ہمارے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ اسے قتل کر دیا گیا اور وہ نمونے حاصل کر لیے گئے۔ ان نمونوں سے اندازہ ہوا کہ ان پہاڑوں میں پائی جانے والی قیمتی دھات کتنی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں مادام جیولٹ کہ پاسٹی ان دنوں شدید مالی بحران کا شکار ہے۔ انتظامیہ نے بہت سے ملکوں سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا لیکن انہیں حقیقت نہیں بتائی گئی۔ اس دھات کو ان پہاڑیوں سے نکالنے کے لیے جو فنی ماہرین درکار ہیں وہ … انتہائی مشکل کام ہے لیکن خوش قسمتی یہ ہے کہ ان پہاڑیوں میں مختلف قسم کی اشیاء تلاش کرنے کے ٹھیکے غیر ملکی کمپنیوں کو دیے جاتے ہیں اور ہم اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ اس علاقے کا ٹھیکہ حاصل کر لیں لیکن وہ شخص جسے ہم نے قتل کر دیا تھا شاید تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھی بھی موجود تھے اور اس کی رپورٹ پارٹی کو اس حقیقت کا علم ہو گیا تھا کہ ساروان کی پہاڑیوں میں موجود دھات کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اس وقت ایک شدید بحران آیا ہوا ہے۔ وزیر قدرتی وسائل مسٹر الڈن کو بہت سی پیشکشیں موصول ہوئی ہیں۔ پھر چونکہ یہ پیشکشیں کسی بااثر ملک کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ معدنیات تلاش کرنے والی کمپنیاں ہی ان پیشکشوں کی حامل ہیں۔ اب انہیں فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ یہ ٹھیکہ وہ کس کو دیں۔ ہم نے اس کے لیے سب سے بڑا ٹینڈر بھرا تھا لیکن سنا گیا ہے کہ جنرل کیرالو ایک اور کمپنی کے حق میں ہے۔ حالانکہ جنرل کیرالو کا قدرتی وسائل اور معدنیات کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن وہ جنرل … کی ناک کا بال ہے اور اس بات کا خطرہ ہے کہ ٹھیکہ اسی کمپنی کو نہ مل جائے جو جنرل کیرالو کی منظور نظر ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ جنرل کیرالو کو ایک بہت بڑی رشوت پیش کی گئی ہے جس کی ادائیگی سوئس بینکوں کی معرفت ہو گی۔ ہم خود بھی بڑی سے بڑی رشوت پیش کرنے کے لیے تیار تھے لیکن ہمارے ذرائع ہمارا ساتھ نہ دے سکے۔ مسٹر الڈن کو بھی خفیہ طور پر رشوت کی پیشکش کی گئی ہے لیکن مسٹر الڈن اس سلسلے میں جنرل کیرالو کے سامنے بے بس ہیں اور انہوں نے ہماری مدد کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔"

جیولٹ خاموشی سے یہ گفتگو سنتی رہی تھی۔ جب وہ شخص خاموش ہو گیا تو جیولٹ نے کہا "لیکن جناب! میں ایک ناچیز ہستی بھلا اتنے بڑے کام کے سلسلے میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"جنرل کیرالو کے بارے میں جو معلومات اکٹھی کی گئی ہیں ان کی روشنی میں … تم یہ کام کر سکتی ہو۔ وہ شراب کا رسیا ہے۔ اس کے علاوہ سفید چمڑی والی خوبصورت لڑکیاں اس کی بہت بڑی کمزوری ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ اسے ایک مخصوص طرز کی لڑکیاں پسند ہیں اور تم اس کے معیار پر پوری اترتی ہو میڈم جیولٹ! اسی لیے تمہارا انتخاب بلاوجہ نہیں کیا گیا تھا۔ اگر تم درمیان میں نہ ہو تو ہم کوشش کر کے … کر لیتے لیکن اس میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں ورنہ ہم اب تک اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوتے۔ بہرحال! اب تمہیں ہر صورت میں جنرل کیرالو کو اپنے جال میں پھانسنا ہے۔ اس کے لیے ایک شاندار منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ تمہیں بہت جلد ہی جنرل کیرالو کے سامنے لایا جائے گا۔ وہ شراب اور شباب کے سامنے سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تم صرف اس کے دستخط … اس کے بعد کا سارا کام ہم لوگ خود کر لیں گے۔"

میں نے جیولٹ کے چہرے پر بدحواسی کے آثار دیکھے تھے۔ وہ چند لمحے سکتے کی سی کیفیت میں بیٹھی رہی تھی۔ اس کے منہ سے دیر تک کوئی آواز نہیں نکلی۔ پھر اس نے … کہا "میں سمجھتی ہوں جناب کہ یہ کام میری اہلیت سے بہت زیادہ ہے۔ جنرل کیرالو معمولی پائے کا انسان نہیں ہو گا۔ کیا میں اس عظیم شخص کو اپنے جال میں پھانس سکتی ہوں؟"

"اگر جنرل کیرالو حسن پرست نہ ہوتا میڈم جیولٹ تو تم کو اس کام کے لیے منتخب نہ کیا جاتا لیکن اس کے بارے میں ہر طرح تحقیقات کر لی گئی ہے۔ ہم اس کے لیے ایک منصوبہ پیش کر رہے ہیں جس کے تحت آپ اس کی منظور نظر بن کر کامیابی حاصل کر لیں گی۔ کسی کو یہ شک بھی نہ ہو سکے گا کہ آپ آرگنائزیشن کے لیے کام کر رہی ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی سمجھیں گے کہ ایک شکاری لڑکی ہیں اور جنرل کیرالو کو پھانس کر دولت سمیٹنا چاہتی ہیں۔"

"اگر آرگنائزیشن کا یہی فیصلہ ہے تو میں اس سے انحراف کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میری طرف سے اس بات کو منظور سمجھیں۔ میں جس حد تک بھی ممکن ہو سکا اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"آپ کی ذہانت سے ہمیں بڑی امیدیں ہیں میڈم جیولٹ! اپنے ساتھی کو جس طرح چاہیں استعمال کر سکتی ہیں یا اگر آپ ہم سے اس بات کی خواہش مند ہوں کہ مسٹر علی کا خیال رکھا جائے تو ہم اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اس کام کی تکمیل کے بعد آپ کو مسٹر علی کے ساتھ واپس لندن یا کسی بھی ملک بھیج دیا جائے گا۔ وہاں آپ اپنے معاوضے کے علاوہ اپنے اہل خاندان سے ملیں گی۔ اس کے بعد آپ کو تقریباً چھ ماہ کی چھٹی دے دی جائے گی۔ آرگنائزیشن کی طرف سے وعدہ ہے۔"

جیولٹ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "اس وقت میرے لیے کیا حکم ہے۔ کیا یہاں سے مجھے آپ کے ساتھ چلے جانا ہو گا یا اس کے بعد مجھے کچھ وقت دیا جائے گا؟"

"آپ کی منظوری کی اطلاع آرگنائزیشن کے دوسرے ارکان کو دی جائے گی۔ اس دوران آپ ہوٹل سیزانو ہی میں قیام کریں۔ جس وقت بھی ضرورت ہوئی آپ سے رابطہ قائم کر لیا جائے گا۔"

"بہت بہتر۔" جیولٹ نے جواب دیا۔ اس کے بعد یہ چھوٹی سی میٹنگ برخاست ہو گئی۔ میں اس دوران ایک خاموش تماشائی بنا رہا تھا اور میں نے ان لوگوں کی گفتگو میں کوئی دخل دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہمیں واپس ہوٹل سیزانو پہنچا دیا گیا۔ جیولٹ نڈھال نظر آ رہی تھی۔ واپس آنے کے بعد وہ اپنی مسہری پر گر پڑی اور لیٹ گئی۔ میں بہت عجیب سے انداز میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ ویٹر نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کے برتن تھے۔

"جناب کافی!" اس نے کہا۔

"اس وقت؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہوٹل کی طرف سے مہمانوں کو یہ کافی سرو کی جاتی ہے۔" ویٹر نے گردن خم کرتے ہوئے کہا اور کافی کی ٹرے ایک میز پر رکھ کر دو پیالیاں بنائیں۔ پھر ایک مجھے پیش کی اور دوسری جیولٹ کے نزدیک لے گیا۔ "میڈم پلیز!" اس نے کافی کی پیالی جیولٹ کے نزدیک رکھی اور پھر گردن خم کر کے واپس چلا گیا۔

میں نے کافی کے چھوٹے چھوٹے دو گھونٹ لیے اور پھر جیولٹ سے کہا "جیولٹ! خود کو سنبھالو۔ کیا حماقت ہے۔ سر پیٹنے کا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا ہے۔ ہم اس کا بھی کوئی حل نکال لیں گے۔ چلو کافی پیو۔ میرا خیال ہے کافی تمہیں سکون دے گی۔"

جیولٹ نے گردن اٹھائی۔ سرخ آنکھوں کو رومال سے صاف کیا اور پھر کافی کی پیالی اٹھا کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ … میں پڑ گیا۔ کیا اس معیار کی اداکاری آسانی سے کی جا سکتی ہے؟ اس لڑکی کے انداز میں ابھی تک کوئی جھول نظر نہیں آیا تھا۔ بعض اوقات تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ کہیں میں نے خود ہی کوئی غلط تصور تو قائم نہیں کر لیا ہے۔ بڑا عجیب سا … میں نے جیولٹ کے ہاتھ سے … اور میں جلدی سے اپنی پیالی رکھ کر … کافی … پیالی گرنے کی آواز سنتے ہی ویٹر جلدی سے سامنے آ گیا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے … سے گری ہوئی کافی پھرتی سے صاف کرنے لگا۔ جیولٹ اونگھ سی گئی تھی اور پھر وہ ایک سمت لڑھک گئی۔ ویٹر نے کافی کی گری ہوئی پیالی اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر جیولٹ کو اطمینان سے مسہری پر لٹا دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا "فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جناب! اس وقت اسے بے ہوش کرنا ضروری تھا۔" میں نے ویٹر کی آواز سنی تو میرا منہ تعجب سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

ویٹر سیاہ فام اور مقامی آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی آواز صرف اور صرف بڈ کی آواز تھی۔ یقینی طور پر یہ بڈ ہی تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

بڈ مسکرا کر بولا "میں نے اس کمرے کا اچھی طرح جائزہ لے لیا ہے چیف! اس میں کوئی ڈکٹافون وغیرہ نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے احتیاط کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"بڈ! کیا یہ تم ہی ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"بہت معمولی سی بات ہے چیف! آپ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری جگہ جس ویٹر کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا وہ یہاں سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک بہت ہی مناسب جگہ بے ہوش اور بندھا ہوا پڑا ہے۔ فی الحال چند گھنٹے کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھے تو صرف تم سے ملاقات کر کے اس بات کا اظہار کرنا تھا کہ میں اب تک تمہاری طرف سے غافل نہیں رہا ہوں بلکہ شاید یہ سن کے تمہیں مزید حیرت ہو کہ جس میٹنگ میں تم نے شرکت کی تھی، میں وہاں بھی خفیہ طور سے موجود تھا اور میں نے میٹنگ میں ہونے والی تمام گفتگو ریکارڈ کر لی ہے۔"

یہ انکشاف میرے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا کہ بڈ نے وہ گفتگو بھی ریکارڈ کر لی ہے۔ بڈ کی صلاحیتوں کا تو مجھے پہلے ہی اعتراف تھا لیکن یہ شخص اس قدر آگے نکل جائے گا اس کی مجھے امید نہیں تھی۔ میں متحیرانہ انداز میں بڈ کو دیکھتا رہا۔

بڈ نے دروازے کے پاس جا کر باہر جھانکا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر واپس آ گیا۔ "میں تم سے اس موضوع پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں چیف!" اس نے میرے سامنے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے اس بات کا یقین …"

… ۱۹/ روپے

بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو چیف! وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بڈ تمہارے سامنے موجود ہے اور تمہیں اس بات پر یقین کر لینا چاہیے۔ پیٹر گوسٹے بل کے بارے میں مجھے اس وقت معلوم ہوا تھا جب میں ایئرپورٹ پہنچ چکا تھا اور اس کے بعد میں گوسٹے بل آ گیا۔ آخر تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ ہم لوگ گوسٹے بل

"کہیں وہ اس بات پر ناراض نہ ہو جائیں؟" اس نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"اگر ایسا ہوا تو پھر جو تمھارا دل چاہے کرنا لیکن میری یہ خواہش اُن تک پہنچا تو دو۔"

"ٹھیک ہے، میں اس سلسلے میں اُن سے بات کیے لیتی ہوں۔" جیولٹ نے کہا۔

اُس کے بعد وہ ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئی۔ ٹیلی فون پر اس نے وہی سب کچھ کہا جو میں نے اُس سے کہا تھا۔ اور چند ہی لمحات کے بعد وہ ٹیلی فون رکھ کر میری طرف مڑی۔

"ٹھیک ہے علی، تھوڑی دیر کے بعد وہی سرخ گاڑی دوبارہ یہاں پہنچ جائے گی، انھوں نے ہمیں طلب کیا ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوگ اس بات کے منتظر ہی ہوں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ تیار ہو کر نیچے آ گئے۔ سرخ مرسڈیز ہمارا انتظار کر رہی تھی اور پھر دوسری بار ہم اُس عمارت میں داخل ہو گئے جہاں پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔ وہی تینوں افراد میٹنگ ہال میں موجود تھے۔ انھوں نے حسبِ معمول سپاٹ چہروں سے ہمارا استقبال کیا۔ بقیہ دو کرسیاں مسلسل خالی پڑی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ہم اُن پر بیٹھ گئے۔

"کہو میڈم جیولٹ، کوئی اور منصوبہ تمھارے ذہن میں آیا ہے یا اس سلسلے میں کچھ معلومات درکار ہیں؟"

"میرے دوست مسٹر علی آپ سے اس موضوع پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" جیولٹ نے کہا۔

"اس موضوع پر؟" اس شخص نے کہا، جو اس سے پہلے جیولٹ سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

"ہاں۔ میں اس موضوع پر آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"فرمایئے۔"

"آپ لوگ سارڈوان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا لینا چاہتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"تمام گفتگو آپ کے سامنے ہی ہوئی تھی مسٹر علی، آپ نے یقیناً سب کچھ ہی سنا ہوگا۔ لہٰذا دہرانے سے فائدہ؟"

"فرض کیجیے جیولٹ اس سلسلے میں کامیاب نہ ہو سکی تو آپ لوگ کیا کریں گے؟"

"امکان نہیں ہے اس بات کا۔ تاہم اگر ایسا ہو گیا تو پھر دوسری کوئی کوشش کی جائے گی۔ ہم نے کئی کارڈ اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"میں آپ کو ایک پیش کش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میں یہ ٹھیکا آپ کو دلوا دوں گا۔ جیولٹ کو جنرل کیرانو کے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ!" اس شخص نے پہلے چونک کر میرے دونوں ساتھیوں کی طرف، پھر جیولٹ کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "مسٹر علی! آپ شاید ہم لوگوں کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں آپ کو یہ مشورہ ضرور کر لینا چاہیے تھا، ہم لوگ اس سنجیدہ … مذاق نہیں پسند کرتے۔"

"ایک منٹ" میں نے انگلی اُٹھا کر کہا۔ "آپ کو اس بات سے غرض ہے کہ سارڈوان کی اُن پہاڑیوں میں کان کنی آپ کو ملنا چاہیے یا اس کے علاوہ بھی آپ اس سلسلے میں اور کچھ چاہتے ہیں؟"

"نہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان پہاڑیوں سے جو برآمد ہو جائے وہ ہماری ملکیت ہو۔"

"تو پھر یہ کام میں کر دوں گا۔"

"لیکن کس طرح؟ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، اس بات کا خطرہ قطعی مول نہیں لے سکتے کہ تجربات … یہ کام کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ آپ کی شخصیت کے بارے میں ہمیں بہت زیادہ معلوم نہیں ہے لیکن کم از کم کچھ تو پتا چلے کہ آپ کس بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں؟"

"اس بنیاد پر مسٹر کہ جنرل ٹیری میرا دوست ہے۔"

"کون جنرل ٹیری؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"گوٹے ہل کا موجودہ سربراہ۔" میں نے جواب دیا۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیفیت سامنے کے تینوں کے انداز سے معلوم ہوتی تھی۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر اُس شخص نے کہا۔ "کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں مسٹر علی؟"

"میں طویل گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے جو منصوبہ … ہے اُسے آپ بالکل کینسل کر دیں۔ میں جنرل ٹیری سے بات کروں گا اور اس کے بعد بہت مختصر وقت میں آپ کو ٹھیکے کے کاغذات مل جائیں گے۔ اس سے زیادہ میں … اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"اگر کسی طرح آپ کی پہنچ جنرل ٹیری تک ہے تو کتنا اچھا ہے کہ ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ یہ کچھ ایسی عجیب ہے کہ آسانی سے ذہن اسے قبول نہیں … بہرحال، آپ جنرل ٹیری سے کب ملاقات کریں گے یہ فیصلہ کتنے دن میں ہو جائے گا؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکا۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک سوال کیا میں کر سکتا ہوں؟" دوسرے آدمی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے۔" میں نے کہا۔

"کل کی میٹنگ میں آپ نے یہ پیش کش نہیں کی تھی؟"

"کیا یہ ضروری تھا؟ ایک بات آپ لوگ بھی سُن لیجیے کہ یہ سب کچھ میں جیولٹ کے لیے کر رہا ہوں۔ نہ مجھے اس سلسلے میں آپ سے کوئی سروکار ہے اور نہ میں آپ پر احسان کر رہا ہوں۔ جیولٹ سے میرا گہرا تعلق ہے اور میں کسی قیمت پر یہ نہیں پسند کروں گا کہ جیولٹ کی زندگی جنرل کیرانو کے ہاتھوں تباہ ہو جائے۔ آپ لوگ مجھ سے معاہدہ کریں گے کہ جیولٹ کے ساتھ آپ نے جو کچھ کیا ہے، کان کنی کا ٹھیکا ملنے کے ساتھ ہی آپ اس کا ازالہ کر دیں گے۔ اس کے اہل خاندان کو اسی جگہ گوٹے ہل میں اس کے حوالے کرنا ہوگا آپ کو اور اس کے بعد آپ اسے اس آرگنائزیشن سے آزاد کر دیں گے۔ میں جیولٹ کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا اور جہاں مجھے مناسب سمجھوں گا زندگی بسر کروں گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں نے بدعہدی کی اور اس معاہدے کی تکمیل نہیں کی تو اس بات کو ذہن میں رکھیے کہ کان کنی کا وہ ٹھیکا نہ صرف کینسل ہو سکتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی گوٹے ہل میں آپ کے لیے مصیبتوں کا طوفان آ جائے گا۔"

"جیولٹ کے سپرد جو کام کیا گیا تھا، وہ بس اتنا ہی تھا اور چونکہ آپ اس کے لیے کام کر رہے ہیں اس لیے ہم اس معاہدے کے پابند رہیں گے جو جیولٹ سے کیا گیا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ لوگ بالکل مطمئن رہیں۔ میں کل تک جنرل ٹیری سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ اس دوران جیولٹ آپ کے پاس میری امانت کے طور پر رہے گی اور میں جب بھی چاہوں گا، اسے طلب کر سکوں گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے مسٹر علی لیکن کیا آپ خود جا کر جنرل ٹیری سے ملیں گے؟"

"ہاں۔"

"بہت بہتر، ہمارا ایک نمائندہ وہاں موجود ہے آپ کے بارے میں اسے مکمل اطلاعات دے دی جائیں گی۔ وہ آپ سے ملاقات کرے گا اور تمام صورت حال سے ہمیں آگاہ کرتا رہے گا۔ آپ جب بھی اس سے مل سکتے ہیں۔ لیکن پلیز! ہمارے آدمی کی حیثیت کا خاص طور سے خیال رکھیے۔ اگر آپ نے جیولٹ کو اپنی امانت کے طور پر ہمارے سپرد کیا ہے تو پھر ہمارا راز بھی آپ کی امانت ہے آپ کے پاس۔ مسٹر جیمس موسے وہاں ہمارے نمائندے ہیں اور جنرل ٹیری کے ایک خصوصی مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس کے محل میں وہ آپ سے ملاقات کریں گے آپ اُنھیں تمام صورت حال سے آگاہ رکھیے گا۔"

"ٹھیک ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے مسٹر علی، اگر آپ نے ہمارا یہ کام کر دیا تو آرگنائزیشن ذاتی طور پر بھی آپ کی شکر گزار ہوگی۔ ہمارے لیے یہ کام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔"

"بس اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہیں کہنا تھا۔" میں نے جواب دیا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اُسی سرخ مرسڈیز سے ہمیں واپس ہوٹل بھیج دیا گیا۔

جیولٹ کے چہرے پر بے پناہ مسرتیں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "علی! یہ سب کچھ میری توقع کے خلاف ہے۔"

"تم یہ بتاؤ، میری غیر موجودگی میں ان لوگوں کے ساتھ مطمئن رہو گی؟"

"ہاں، بالکل۔ تم نے میرا مان بڑھا دیا ہے۔ بہت بڑی حیثیت دے دی ہے مجھے۔ اب یہ لوگ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے پھر اس موضوع پر جیولٹ سے زیادہ گفتگو نہیں کی تھی۔ جیولٹ ہی کے ذریعے میں نے اُن لوگوں کو ایک بار پھر پیغام بھجوایا کہ مجھے گوٹے ہل کے دارالحکومت پہنچانے کا بندوبست کر دیا جائے۔ وہی سرخ مرسڈیز میرے لیے بھیج دی گئی تھی۔ میں نے ہوٹل میں جیولٹ کو خدا حافظ کہا اور اُس کے بعد مرسڈیز میں بیٹھ کر چل دیا۔

ڈرائیور خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کافی طویل سفر تھا اور اب میں اپنے مشن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پہلے کسی سلسلے میں کام کرتے ہوئے میرے دل میں یہ تصور رہتا تھا کہ یہ کام میں تنظیم کے مفادات کے لیے کر رہا ہوں۔ بڑا عزم، بڑا حوصلہ ہوتا تھا لیکن اس بار یہ سب کچھ میں تنظیم کے لیے نہیں کر رہا تھا بلکہ میرے ذہن میں تہذیب تھی۔ پتا نہیں بے چاری کس حال میں ہوگی۔

گوٹے ہل کے خوبصورت مناظر میری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہے۔ سفر کافی طویل تھا، میں جنرل ٹیری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُس کی شخصیت کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ مجھے علم تھا کہ مجھے اچانک دیکھ کر وہ کتنا مسرور ہوگا۔ ایک طویل سفر کے بعد مرسڈیز گوٹے ہل کے دارالحکومت میں داخل ہو گئی اور میں نے ڈرائیور سے شاہی محل کی طرف چلنے کے لیے کہا۔

محل کی آن بان حسب سابق تھی۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی مجھے محل کے دروازے پر اتار دیا گیا۔ ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا کہ اُس کے لیے کیا حکم ہے؟ میں نے اُسے جواب دیا کہ اب وہ واپس جا سکتا ہے۔ باقی معاملات میں خود ہی دیکھ لوں گا۔ ایک بہت خوبصورت ہال نما کمرے میں شاہی محل سے متعلق امور کی انجام دہی کی جاتی تھی۔ اسے ریسپشن بھی کہا جا سکتا تھا۔ کئی سیاہ فام مرد اور چند لڑکیاں وہاں اپنے اپنے کاموں میں منہمک تھے۔ میں ملاقاتوں کی گیلری میں جا بیٹھا اور میں نے اپنا نام لکھ کر اندر بھجوا دیا۔

تقریباً پانچ منٹ کے بعد مجھے طلب کر لیا گیا۔ جس شخصیت کے سامنے میں پہنچایا گیا تھا وہ ایک پُر وقار قسم کی تقریباً تیس پینتیس سالہ عورت تھی۔ سیاہ فام ہونے کے باوجود اُس کا چہرہ دلکش تھا۔ اُس نے ایک خلیق مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"جی فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"میں جنرل ٹیریز سے ملاقات کرنے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے جواب دیا اور سیاہ فام عورت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ شاید کوئی بھی براہ راست ٹیریز سے اس طرح ملاقات نہ کرتا تھا۔

پھر اُس نے نرم لہجے میں کہا: "شاید آپ غیر ملکی ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ جنرل ٹیریز اس وقت دورے پر ہیں اور ایک نزدیکی ریاست گئے ہوئے ہیں۔ تین دن سے قبل اُن کی واپسی ممکن نہیں ہے۔ آپ کا پیغام . . ."

"ایک منٹ میڈم! ایک منٹ!" میں نے کہا اور وہ رک گئی۔

"جی فرمائیے؟"

"کیا میڈم براؤن بھی موجود نہیں ہیں؟ میری مراد کیتھی براؤن سے ہے؟"

"جی ہاں . . . وہ تو موجود ہیں، لیکن کیا . . ." وہ کچھ کہتے کہتے ہچکچا کر رک گئی۔

"اگر آپ کسی ذریعے سے میڈم کیتھی براؤن سے رابطہ قائم کر سکیں تو میں ان سے بات کرنا چاہوں گا!"

"ایک سوال کرنے کی جسارت کر سکتی ہوں؟" وہ بولی۔

"ضرور، کیوں نہیں!" میں نے فراخ دلی سے کہا۔

"کیا آپ کا جنرل سے براہ راست کوئی تعلق ہے؟"

"جنرل مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرتے ہیں!" میں نے جواب دیا۔

"ہوں، تب میں میڈم سے ابھی رابطہ قائم کر کے آپ کے لیے ہدایت لے لیتی ہوں!" اُس نے کہا اور پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر دوسری میز پر پہنچ گئی جہاں انٹرکام رکھا ہوا تھا۔

اُس نے چند لمحے انٹرکام پر مختلف جگہوں سے رابطہ کیا اور پھر شاید اس کا رابطہ کیتھی براؤن کے کمرے سے ہو گیا۔ میں کہ اس کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور انتظار کرتی رہی۔ غالباً کیتھی براؤن فوراً ہی ریسیور تک نہیں آئی تھیں۔

"معافی چاہتی ہوں میڈم!" اچانک وہ چونک کر بولی۔ "ایک صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے پہلے جنرل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اور جب میں نے انھیں بتایا کہ جنرل باہر گئے ہیں تو انھوں نے آپ کا نام لیا۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے کچھ معلوم کیا گیا۔ جواب میں وہ پھر بولی: "وہ میرے پاس موجود ہیں۔ اگر پسند فرمائیں تو آپ ان سے گفتگو کر لیں!"

ایک لمحے بعد انٹرکام کا ریسیور میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا:

"ہیلو میڈم کیتھی براؤن!"

"ہیلو، میں آپ کو پہچان نہیں سکی جناب!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میرا نام علی یار خان ہے، شاید آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں محفوظ ہو!"

"کیا؟" کیتھی براؤن کی آواز چونکی ہوئی تھی۔

"جی ہاں، علی یار خان، بیروت سے آیا ہوں!"

"علی . . . علی . . . کیا . . . کیا؟" شاید حیرت کی زیادتی نے اسے ہکلانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"جی ہاں، میں علی ہوں، علی یار خان!" میں نے بدستور دھیمے لہجے میں کہا۔

"میرے خدا! میرے خدا!" ایک لمحے کے لیے لائن خاموش ہو گئی، پھر اس نے کہا: "ریسیور اس عورت کو دے دو۔"

"یس میڈم . . . جی بہتر . . . بالکل، بالکل . . . آپ فکر نہ کریں!" پھر اس نے بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں ریسیور دوبارہ میرے حوالے کر دیا۔

"ہیلو علی، ہیلو!"

"جی میڈم کیتھی براؤن!"

"فوراً آجاؤ پلیز، فوراً آجاؤ۔ اس تصور نے مجھے پاگل کر دیا کہ تم آئے ہو۔ میں اب کوئی بات نہیں کروں گی علی، فوراً آجاؤ، فوراً آجاؤ۔" کیتھی براؤن کے لہجے میں بڑا جوش تھا جسے ریسیپشن والی نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ بہر طور اُسے ہدایات بھی مل چکی تھیں۔ فوراً ہی انٹرکام بند کر کے دوڑ گئی۔

ایک خوبصورت گاڑی مجھے لے کر چل پڑی۔ حالانکہ چند قدم کا فاصلہ تھا لیکن مجھے کار میں بٹھا کر کیتھی براؤن کی رہائش گاہ تک پہنچایا گیا تھا۔ کیتھی براؤن ایک خوبصورت لباس میں ملبوس اپنی آرام گاہ کے بیرونی دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ قدرے موٹی ہو گئی تھی، اس پر کشش لگ رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ جنرل ٹیریز کی بیوی ہو چکی تھی۔ آس پاس کی طرف تھوڑے فاصلے پر مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ کیتھی براؤن نے آگے بڑھ کر بڑے پُرخلوص انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر واپسی کے لیے مڑتی ہوئی بولی: "تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا علی کہ تم اتنی خاموشی سے گمنام ملک میں داخل ہو گے اور یوں مجھ سے رابطہ قائم کرو گے، میں تو بڑی شرمندگی سی محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیسی ہیں آپ میڈم کیتھی براؤن؟" میں اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

"بس ہوں، تمھیں نظر آ رہی ہوں، سمجھو بالکل ٹھیک ہوں!"

"کیا میں آپ کو مسز ٹیریز کہہ سکتا ہوں؟"

"یقیناً کہہ سکتے ہو، اس کا مطلب ہے کہ تم ہم لوگوں سے اس دوران بالکل بے خبر نہیں رہے!"

"ہاں، اس اعتراف سے گریز نہیں کروں گا۔"

کیتھی براؤن مجھے اندرونی گوشے میں لے گئی اور پھر ایک خوبصورت سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے بولی: "یقین کرو علی، تب سے ہمیشہ تمھاری الفت رہی اور اکثر تمھیں مختلف مواقع پر یاد کیا گیا!"

"میں شکر گزار ہوں میڈم، بہر طور مجھے آپ نے کافی اعزاز دیا ہے!"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی، تم نے ہمیں حکومت دی ہے۔" کیتھی براؤن نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ کیتھی براؤن میری آمد سے بے حد خوش تھی۔ جنرل ٹیریز کے بارے میں اُس نے بتایا کہ وہ ایک ملک کے دورے پر گیا ہوا ہے۔ تقریباً تین دن اُسے واپس میں لگ جائیں گے۔ پھر اُس نے کہا: "میں جنرل کو فوراً ہی تمھارے بارے میں اطلاع دوں گی۔ ممکن ہے، وہ جلد واپس آ جائے!"

"اب اتنی جلدی بھی نہیں ہے مجھے!"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن جنرل مجھ سے شکایت کریں گے۔ تم ہمارے لیے ایک بڑی پُراسرار شخصیت ہو علی!" کیتھی براؤن نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میری رہائش کے لیے محل کے ایک شاندار گوشے میں بندوبست کر دیا گیا اور یہاں بے شمار ملازمین کو میری خدمت پر مامور کر دیا گیا تھا۔ جنرل ٹیریز نے واقعی اپنی دوستی کا حق نبھایا تھا اور پھر مجھے جس بات کی امید بھی نہیں تھی، وہ بھی ہو گئی، یعنی اُسی رات ساڑھے چار بجے جنرل ٹیریز واپس آگیا اور صبح کو جب میں ناشتے کی میز پر پہنچا تو جنرل میرا منتظر تھا۔ اُس نے بڑے پُرجوش انداز میں مجھے گلے لگایا تھا۔ خوشی کے کلمات اور دیگر گفتگو جاری رہی، اس دوران ہم نے ناشتا کیا۔ جنرل مجھ سے میری خیریت معلوم کرتا رہا۔ میں نے اُس سے اُس کے ملک کے حالات پوچھے۔

"ملک کے معاملات میں تو اونچ نیچ چلتی ہی رہتی ہے۔ ویسے تھوڑی سی الجھنیں ہیں ابھی میرے لیے، لیکن اس قدر نہیں کہ مجھے پریشان کر دیں۔ میں نے تقریباً تمام نظام سنبھال لیا ہے اور سرکاری کاروبار جاری ہے۔ تم سناؤ علی، تمھاری مصروفیات حسب معمول جاری ہیں یا کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ان میں؟"

"میں مستقل مزاج آدمی ہوں، وہی سب کچھ کر رہا ہوں جو کرتا آیا ہوں!"

"گڈ ویری گڈ، ویسے تم نے واقعی ہم پر بڑا احسان کیا تھا علی، اور ہم ہمیشہ اس سلسلے میں تمھارے ممنون رہیں گے!"

"نہیں جنرل صاحب، تم نے مجھے اپنوں میں شامل کر لیا ہے تو پھر ان باتوں کی کیا گنجائش ہے؟"

دوپہر کو کھانے پر بہت سے افراد تھے۔ انھی میں میری ملاقات جنرل کیرانو سے کرائی گئی۔ جنرل کیرانو ایک دراز قامت معمر آدمی تھا لیکن اُس کے چہرے سے کینہ توزی جھلکتی تھی۔ ویسے بھی شاطر شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ وہیں پر میری ملاقات ایک چند روز پہلے شکل والے سیاہ فام سے کرائی گئی جس کا نام جیمس ہورے تھا۔ جیمس ہورے نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو دیر تک دبائے رہا۔ میں جانتا تھا کہ اُسے میری شخصیت کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی ہوں گی۔ وہ چہرے سے بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ جنرل کیرانو کے انداز سے بھی کوئی خاص بات نہیں جھلک رہی تھی۔

شام کو چائے کی میز پر البتہ یہ افراد موجود نہیں تھے، صرف کیتھی براؤن اور جنرل ٹیریز تھے۔ ٹیریز نے کہا: "اصولاً مجھے اُس وقت تک تمام مصروفیات ترک کر دینی چاہئیں جب تک تم یہاں موجود ہو لیکن اب جبکہ تم یہاں آگئے ہو تو میں آسانی سے تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ تمھارا نام سنتے ہی میں اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے دوڑا چلا آیا ہوں تاہم کچھ ایسی اہم ذمے داریاں باقی ہیں جنھیں پورا کرنا ضروری ہے، چنانچہ اُس کے لیے میں تم سے صرف دو دن کی مہلت مانگتا چاہتا ہوں!"

"ٹھیک ہے جنرل، آپ اپنا کام تمام کریں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے سپرد کتنی ذمے داریاں ہیں۔ ویسے میری خواہش ہے کہ میری یہاں آمد کی تشہیر نہ کی جائے۔ میں ایک کام سے آپ کے پاس آیا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا تذکرہ بھی آپ سے فوری طور

پر کر دوں۔"

"ہاں، یہ میری خوش قسمتی ہوگی، اگر میں تمہارے لیے کچھ کر سکا۔ کوئی کام ہے؟"

"کچھ لوگوں نے مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا ہے جنرل کہ میں اُن کی سفارش تم سے کر دوں۔ وہ یہاں سارڈان کے علاقے میں کسی مخصوص علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا لینا چاہتے ہیں۔ سارڈان کے علاقے میں آپ بہتر جانتے ہوں گے جنرل کہ کیا صورت حال ہے۔ غالباً اس ٹھیکے کے بارے میں کچھ اور لوگ بھی کوشش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر کوئی بڑی الجھن نہ پیش آئے تو ٹھیکا اُس کمپنی کو دے دیا جائے جس کے افراد نے مجھ سے اس کی درخواست کی ہے۔"

"واہ واہ علی، یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔ بے شک ہم اپنے ملک کے مختلف حصوں میں کان کنی وغیرہ کے لیے مختلف کمپنیوں کو ٹھیکے دے رہے ہیں۔ ان میں ہر قسم کی معدنیات اور دوسری اشیا کے لیے وہ لوگ کھدائی کر رہے ہیں اور ہمیں اُس کی آمدنی دی جاتی ہے۔ ملک کو میری ان کاوشوں سے کافی مالی فائدہ ہوا ہے۔ کمپنی اگر تمہارے اعتماد کی ہے تو بس یوں سمجھو کہ ٹھیکا اُس کے نام ہی رہے گا۔ رات کو میں مسٹر آلڈس کو ڈنر پر بلا لوں گا اور انھیں تمہارے سامنے ہدایت دے دوں گا۔ میں سمجھا شاید کوئی بہت بڑی بات ہے۔ ان لوگوں نے تمہیں تکلیف دی۔ ویسے تو تمہارا یہاں آنا ہمارے لیے جس قدر دلی خوشی کی بات ہے اس کا شاید تم صحیح طور پر اندازہ نہ کر سکو۔ اس کام کے لیے اگر وہ صرف تمہارا نام بھی لے دیتے تو پھر ٹھیکا اُن کے علاوہ کسی اور کو کیسے مل سکتا تھا۔"

"بہرطور میں جس اعتماد کے ساتھ یہاں پہنچا تھا، آپ نے اُس کی لاج رکھ لی جنرل۔ اس کے لیے شکریہ۔"

"علی، شرمندہ نہ کرو۔ تم نے مجھے یہ ملک دیا ہے اور میں تمہیں ایک چھوٹے سے علاقے کا ٹھیکا بھی نہیں دے سکتا۔ بہت معمولی بات کی ہے تم نے۔" جنرل ٹیریسا نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ میں مطمئن ہو گیا تھا۔

رات کو ڈنر پر جنرل نے آلڈس کو بھی دعوت دے ڈالی تھی۔ ویسے بھی کافی افراد موجود تھے۔ ان میں کچھ وہ بھی تھے جنھوں نے گوریلوں کی بغاوت میں براہ راست حصہ لیا تھا اور جن کا تھوڑا بہت تعلق مجھ سے بھی رہ چکا تھا۔ سب ہی نے میری آمد پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جنرل کیراتو بھی تھا اور ریمنڈ جیسی عورت... لازمو بھی، جیسی عورت، جنرل ٹیریسا کے خصوصی مشیروں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ بات کس قدر تشویش ناک تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کا تعلق کس طرح اولیور ہارڈ سے بھی ہے اور اولیور ہارڈ

اُن لوگوں میں سے ہے جو مالتو موباسٹے کے خلاف تھے۔ جنرل ٹیریسا جیسے مخلص شخص کو اس بات سے آگاہ کرنا بہت ضروری تھا لیکن اس کے لیے یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ پہلے میں ابتدائی کام کر لوں، اس کے بعد اگر موقع ملا تو جنرل ٹیریسا کو اس حقیقت سے آگاہ کر دوں گا یا پھر کیتھی براؤن تو موجود ہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ جنرل ٹیریسا کی بیوی ہی نہیں اُس کی دست راست بھی ہے۔ وہ سیاسی امور میں براہ راست حصہ لیتی ہے۔ چنانچہ کیتھی براؤن بھی اس سلسلے میں بہت مناسب ہو سکتی تھی مگر پہلے ایک کام نمٹا لیا جائے۔

کھانے کے بعد جنرل ٹیریسا نے غیر متعلق افراد کو رخصت کر دیا اور پھر آلڈس سے کہنے لگا۔ "مسٹر آلڈس! میری مصروفیات کا آپ لوگوں کو علم ہے۔ علی یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن ابھی کچھ دو دن تک ان سے جدا رہنا پڑے گا۔ علی نے میرے سپرد ایک ذمے داری کی ہے اور میں وہ ذمے داری آپ کو منتقل کر رہا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں جنرل۔" آلڈس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"سارڈان کے کسی مخصوص علاقے میں پہاڑیوں میں کان کنی کا کوئی ٹھیکا دیا جا رہا ہے جس کی اطلاع یقیناً آپ کے پاس موجود ہو گی۔ سنا ہے کہ مختلف کمپنیاں اس ٹھیکے کے حصول میں دلچسپی رکھتی ہیں لیکن کوئی ایک کمپنی ان میں ایسی بھی ہے جس کی سفارش علی کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر آلڈس، علی سے معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ وہ ٹھیکا اس کمپنی کو دے دیجیے، جس کے لیے علی کہتے ہیں۔"

جنرل کیراتو بُری طرح چونکا تھا پھر اُس نے دبی زبان سے کہا۔ "آپ کون سی کمپنی کی سفارش کر رہے ہیں مسٹر علی؟"

"جنرل! اس سلسلے میں، میں بھی تمام معاملات صیغۂ راز میں رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیراتو، مسٹر علی جس کمپنی کا نام لے دیں، بس آپ یوں سمجھ لیجیے کہ کمپنی کا ٹھیکا اُس کے نام کر دیا جائے گا۔"

"سوری، جنرل ٹیریسا۔ درحقیقت اس سلسلے میں ایک کمپنی سے بات ہو چکی ہے اور میں سو فیصدی کالر بورسٹ کے حق میں ہوں۔ مسٹر علی، کیا آپ کالر بورسٹ کی سفارش کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی نہیں، وہ کمپنی دوسری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب جنرل، یہ بات ذرا مشکل ہو جائے گی۔ کالر بورسٹ ہمارے بہت سے علاقوں میں کام کر رہی ہے اور یہ اُس کا حق بنتا ہے۔ اسی بات کی بنیاد پر میں نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ یہ ٹھیکا بھی انھی کو دیا جائے گا۔۔۔"

"آپ نے اگر وعدہ کر لیا ہے جنرل، تو یقیناً اُس کی ایک
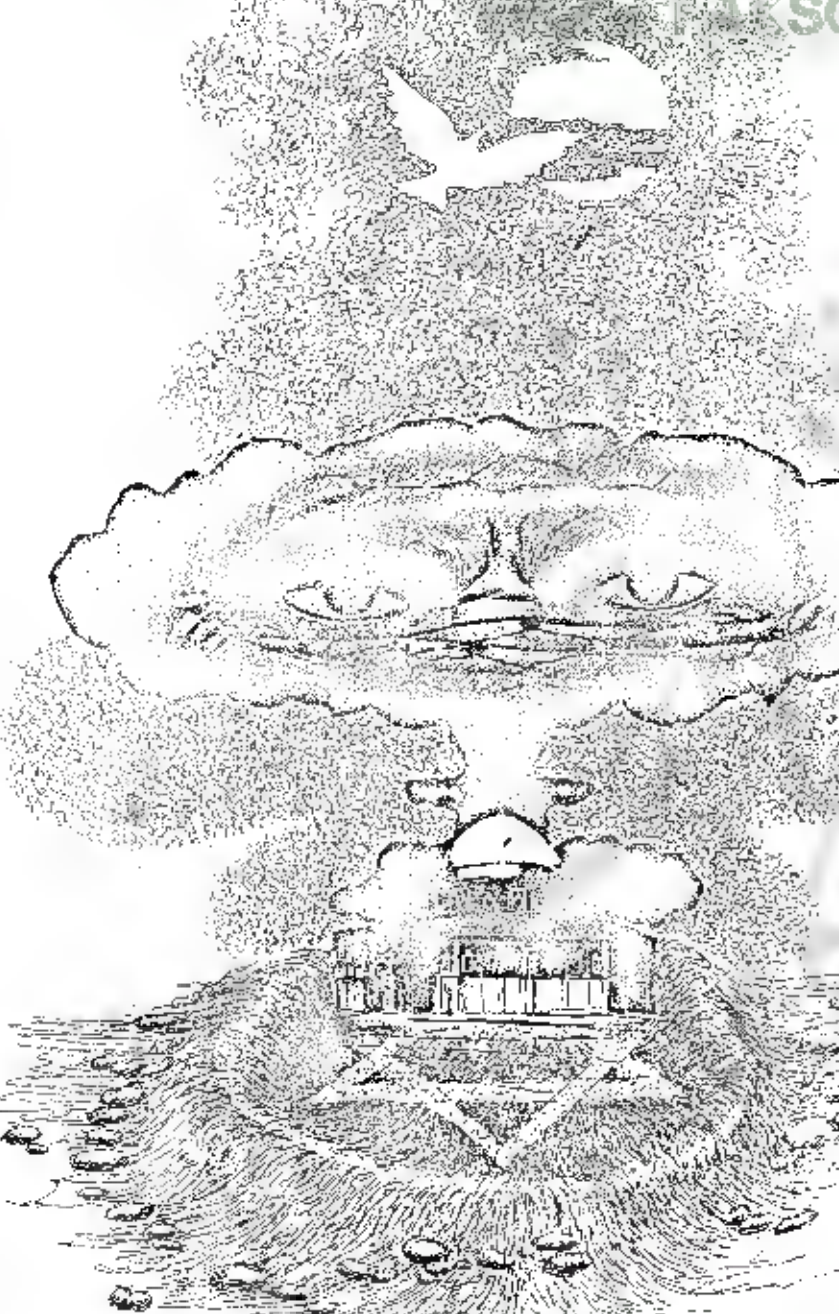
کر دوں گی، جہاں دل چاہے جانا۔ یہ تو اور اچھی بات ہے کہ تم اپنے آپ کو گوٹے پل میں اجنبی نہ سمجھو۔ ویسے یہ سب کچھ کہتے ہوئے مجھے شدت سے احساس ہے کہ ہم تمہیں وہ کمپنی نہیں دے سکے جو ہمیں دینی چاہیے تھی۔"

"اوہ میڈم، آپ یہ بات کہہ کر مجھے احساس دلا رہی ہیں کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔"

"نہیں، پلیز نہیں، ایسی بات نہیں، بس ایک احساس دلا رہی تھی۔"

"تو پھر اسے نکال دیجیے۔ درحقیقت میں جب گوٹے پل میں پہلی بار آیا تھا تو اس کے اطراف کا جائزہ نہیں لیا تھا، نہ مجھے یہاں کی ثقافت اور روایات کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے نواحی علاقے کی سیر کر لوں۔"

"تب پھر میں موبے کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گی۔ موبے نہ صرف ایک بہترین ڈرائیور ہے بلکہ نواحی علاقے کا باشندہ ہے۔ وہ تمہیں گوٹے پل کے اطراف سے روشناس کرائے گا۔ اور وہ تمام تفریحات مہیا کر دے گا جو یقیناً تمہیں پسند آئیں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ دوسری صبح ناشتے پر کیتھی براؤن نے میری ملاقات موبے سے کرائی۔ وہ ایک سیاہ فام اور دیوہیکل آدمی تھا۔ چہرے ہی سے خوش اخلاق معلوم ہوتا تھا۔ کیتھی براؤن اسے میرے بارے میں ہدایات دینے لگی۔

"علی کی فرمائش کے مطابق عمل کرنا۔ انہیں کوئی شکایات نہ ہونے پائے۔"

"یس میڈم، آپ اطمینان رکھیے۔" موبے نے جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ سیاحت کے لیے بندوبست کرے اور موبے باہر نکل گیا۔ ذہنی طور پر اب تک میں بہت زیادہ پُرسکون نہیں تھا۔ لاتعداد خیالات ذہن میں چکراتے رہتے تھے۔ تہذیب مالکم ایکس کا خیال آتا تو دل کی عجیب سی حالت ہو جاتی۔ نہ جانے کیوں یہ محسوس ہوتا تھا کہ اب کے وہ بچھڑی ہے تو شاید کبھی نہ ملے۔ دشمن تو اسے میرے لیے مردہ قرار دے چکے ہیں لیکن بس یہی کافی ہے کہ وہ زندہ ہے۔ بڈھے کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس نے کالو کیمپ میں مجھ سے ایک عجیب و غریب ملاقات کی تھی اور اس کے بعد سے اب تک غائب تھا۔ کئی بار نگاہوں نے غیر اختیاری طور پر بڈھے کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ بھی انسان ہی ہے۔ ممکن ہے یہاں تک نہ پہنچ سکا ہو اور پھر جنرل ٹیرس کا محل کوئی ہوٹل تو نہیں تھا کہ کوئی اجنبی آسانی سے یہاں داخل ہو جائے۔ ممکن ہے گوٹے پل

کی سیر و سیاحت کے دوران بڈھے سے ملاقات بھی ہو جائے۔ ابھی میں تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ جیمس موبرے وہاں پہنچ گیا۔ میں نے اس کی آنکھ کو کسی قدر پریشانی کی نظر سے دیکھا تھا۔

جیمس موبرے خوش اخلاقی سے بولا۔ "کہیں جا رہے ہیں مسٹر علی؟"

"ہاں، آپ نے کہا تھا کہ ابھی کچھ دن تک آپ کا کام نہیں ہو گا۔ میں نے سوچا کہ اس دوران اطراف کی سیر کر لوں۔" جیمس موبرے اس جواب پر گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا، اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے ہی اسے مخاطب کر دیا۔ "کیا بات ہے مسٹر موبرے، کیا میرے باہر جانے میں کچھ خدشات لاحق ہیں؟"

"ہاں، آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ بہت سے لوگوں کو ناپسند ہے اور وہ مختلف انداز میں اپنی برہمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ آپ کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں، تاہم آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی لیکن بس آپ ہی درخواست ہے کہ اپنا خیال رکھیں اور اپنے اطراف سے باخبر رہیں۔ ویسے ہم ابھی اپنے کام مکمل نہیں کر سکے۔ کچھ ایسے معاملات ہیں جو اس سلسلے کے ضابطے کے طور پر طے پانے ہیں۔ مجھے امید ہے جلد طے ہو جائیں گے۔ دشمن افراد کی قوت جمع کر رہا ہے۔ سارڈان کے علاقے کا رخ کیا جا سکتا ہے اور اس میں ابھی کچھ دن لگیں گے۔ تاہم اگر آپ پسند کریں تو میں کمپنی کو ہدایات دے دوں کہ وہ آپ کے تحفظ کے لیے چند افراد مہیا کر دیں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کرے۔ میں اپنا تحفظ کرنا جانتا ہوں۔

"بہت بہتر، تاہم کم از کم اتنا تو بتا دیجیے کہ آپ کا کام کب تک ہو جائے گا؟"

"اس سلسلے میں بھی تفصیل بتانا میرے لیے مشکل ہے۔ لاابالی آدمی ہوں، جدھر بھی منہ اٹھ گیا، چلا جاؤں گا۔ تو درحقیقت اس کام کی تکمیل کا انتظار ہے تاکہ اس کے بعد میں گوٹے پل ہی سے چلا جاؤں۔"

"یقیناً۔ لیکن اس کے لیے کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ خدا حافظ۔"

موبے تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس واپس آ گیا۔ اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ "چیف تیاریاں مکمل ہیں اگر آپ چلنا پسند کریں۔"

میں نے اپنا چھوٹا سا بریف کیس موبے کے حوالے کیا۔ اس میں چند جوڑے کپڑے اور شیونگ وغیرہ کا سامان ساتھ تھا۔ ابھی ہی موبے نے احترام سے اسے ریسیو کیا اور میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ موبے نے بتایا تھا کہ کیتھی براؤن سے اس دوران ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ موبے چلا پڑا۔ میں ان لوگوں پر بار نہیں بننا چاہتا تھا۔ ان کی محبتیں یقیناً قابل قدر تھیں لیکن میں ان کی مصروفیات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ احترام بجا، بات یہ ہے کہ میں ان دونوں سے زیادہ الجھا ہوا تھا جو کچھ ہو رہا تھا اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ یہ بات مجھے تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے بھی کہنا صرف وقت کا زیاں ہے۔ ان تمام کارروائیوں کے پیچھے میری خواہش صرف اتنی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح ادلیو اور ڈک جاوی تک پہنچوں اور اس کا اعتماد حاصل کر لوں۔ اس کے لیے میں نے طویل سفر کیا تھا۔

موبے مجھے جس لینڈ روور کے نزدیک لے گیا وہ انتہائی شاندار تھی اور ساخت میں ذرا مختلف تھی۔ اس کا پچھلا حصہ عام لینڈ روور سے زیادہ لمبا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ کے اور اس کے درمیان کوئی پارٹیشن نہیں تھا بلکہ دونوں حصے ملے ہوئے تھے لیکن اس میں بہترین بستر کا بندوبست کیا گیا تھا۔ موبے مجھے اس گاڑی سے متعلق تعارف کرانے لگا۔

"چیف! کھانے پینے کی اشیاء کا اتنا ذخیرہ کر لیا ہے میں نے کہ ہمیں پندرہ دن کے لیے کافی ہو۔ اس کے علاوہ دو مزید رائفلیں، چار ریوالور، پستول بھی ہیں اور ان کا فالتو ایمونیشن بھی۔ اس کے علاوہ اگر کسی شے کی ضرورت ہو تو آپ نشاندہی کر دیں، راستے میں مہیا ہو جائے گی۔"

"تم نے تو بہترین انتظامات کیے ہیں موبے۔ ابھی میں یہ نہیں بتا سکتا کہ ہم کہاں تک جائیں گے۔"

"بہتر ہو گا چیف کہ آپ مشرقی علاقے پوتامانیہ کی طرف چلیں۔ وہاں آپ کو قدیم افریقی ثقافت کے مشاہدے کا موقع ملے گا۔"

میں نے اس علاقے کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا، چنانچہ آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد موبے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ ہم خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور گوٹے پل کے بازاروں کی رونق بڑھی ہوئی تھی لیکن زیادہ دیر تک اس رونق کا جائزہ لینے کا موقع نہیں ملا، کیونکہ تیز رفتار لینڈ روور نے تھوڑی دیر کے بعد شہری آبادی کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ بائیں سمت ایک اونچا پہاڑی سلسلہ ہمارے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا۔ کمبخت نے لینڈ روور کی رفتار کو ابھی تک کم نہیں کیا

تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھا اطراف میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ تب موبے نے کہا۔ "میں آپ کو پوتامانیہ کے نزدیک لے چلوں گا تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارا یہ علاقہ کتنا خوبصورت ہے۔ وہاں آج تک قبائلی حکومتیں قائم ہیں۔ ان سب قبیلوں کے سربراہ جنرل ٹیرس کے ہمنوا ہیں اور اپنے خاص مسائل کے لیے ہم سے ہی رجوع کرتے ہیں۔ پوتامانیہ کی سربراہ ایک عورت ہے اور بڑی ذہانت اور عمدگی سے وہاں کا نظام چلا رہی ہے۔ شاید تمہیں اس بات پر حیرت ہو کہ یہ عورت آکسفورڈ یونیورسٹی کی تعلیم یافتہ ہے لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر تمہیں خود ہی لطف آ جائے گا۔"

موبے کی باتوں نے میری دلچسپی میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے اس عورت کے بارے میں دیر تک موبے سے گفتگو کی۔ مناظر بدلتے جا رہے تھے۔ ایک پُراسرار دنیا سامنے تھی۔ اس وقت ہم جس علاقے سے گزر رہے تھے وہ خشک سالی کے سبب ویران اور سنسان پڑا تھا۔

لینڈ روور اس علاقے کو پیچھے چھوڑ گئی اور پھر ایک چھوٹے سے سرحدی نالے کو عبور کر کے وہ پوتامانیہ کی سرحد میں داخل ہو گئی۔ سفر کے بہت سے گھنٹے بیت چکے تھے اور اس دوران ہم اردگرد کے مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے تھے۔ موبے بہت اچھا ساتھی تھا۔ بہت اچھا گائیڈ تھا۔ وہ ہر چیز کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتاتا جا رہا تھا۔ اس دوران کئی بار مجھے بڈھا بھی یاد آیا تھا۔ جو فطرتاً موبے سے بہت ملتا جلتا تھا۔ پھر ہمیں ایک ترائی میں ایک عظیم الشان بستی نظر آئی اور ہم اس بستی کے قریب پہنچ گئے۔ موبے نے لینڈ روور روک دی۔ شاید یہی پوتامانیہ بستی تھی۔

چاروں طرف زمین پر جانوروں کی ہڈیاں پڑی تھیں۔ تاحدِ نگاہ جھونپڑے تھے۔ سرداروں کے جھونپڑے الگ بنے ہوئے تھے اور عام باشندوں کے الگ۔ آس پاس فصلوں کا نشان نہیں تھا۔ حالانکہ ہم ایک پہاڑی نالے سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے جو خاصا تیز رفتار تھا۔ لیکن یہاں سے نالے کا فاصلہ کافی تھا۔

میں نے موبے سے اس خشک سالی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ "ان علاقوں میں بارش قطعی نہیں ہوتی۔ بس دور دراز کے پہاڑی علاقوں سے آنے والے کچھ نالے ان لوگوں کو پانی مہیا کر دیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ یہاں کی سردار ایک تعلیم یافتہ عورت ہے۔ کیا اس نے اپنے قبیلے کی بہتری کے لیے کچھ نہیں کیا؟"

وہ جس علاقے میں مجھے لایا تھا وہ واقعی بے حد خوب صورت تھا۔

"یہ ہاتھیوں کا علاقہ کہلاتا ہے۔" اس نے بتایا "یہاں ہاتھی بہت زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ کیا تمہیں ہاتھیوں کا شکار پسند ہے؟"

"نہیں موبے! میں تو صرف اُن لوگوں کا شکار کرتا ہوں جو میرے مشن کے خلاف ہوں۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

موبے چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہرطور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ شکاری آپ بھی ہیں۔"

"ہاں موبے! ہر شخص کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مشن ضرور ہوتا ہے اور وہ اپنے مشن کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔"

ہم نے ایک حسین آبشار کے کنارے لینڈ روور روک دی اور یہاں کچھ وقت گزارنے کا فیصلہ کیا گیا۔ میں بھی بس دل بہلا رہا تھا ورنہ اس سیر و سیاحت کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ آبشار کے پانی سے بننے والی ندی اس قدر شفاف تھی کہ اس کی تہہ میں پڑی ایک ایک شے نظر آ رہی تھی۔ میں اس پانی میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ موبے لینڈ روور میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس نے رائفل تیار کر کے باہر نکال لی۔ اسے لینڈ روور کے بونٹ پر رکھا۔ اور پھر خود بھی زمین پر بیٹھ کر جوتے کھولنے لگا۔ پھر اس نے کپڑے اتارے اور پانی میں چھلانگ لگا دی۔

"بے حد خوشگوار پانی ہے... کیا تم نہانا پسند نہیں کرو گے؟" وہ بولا۔

"ہاں موبے کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور میں بھی لباس اتارنے لگا۔

ٹھنڈے اور بے حد شفاف پانی میں غسل کرتے ہوئے میں نے موبے سے اس علاقے کے بارے میں پوچھا، اور وہ مجھے یہاں کے حالات سے آگاہ کرنے لگا۔

"اطراف میں کوئی آبادی نہیں ہے موبے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں کوئی قبائلی آبادی نہیں ہے۔ لیکن بائیں سمت چند میل کے فاصلے پر یوٹوبونڈ کا علاقہ ہے۔ یوٹوبونڈ میں کارلو ریسرچ کمپنی کچھ کام کر رہی ہے۔ پتا نہیں کیا۔ اس بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کمپنی کے لیے کام کرنے والوں نے تو اپنی آبادی الگ ہی بنا رکھی ہوگی؟"

"ہاں یہ لوگ ہر طرح کے وسائل رکھتے ہیں۔ آمد و رفت کے لیے ان کے پاس جدید سہولیات بھی ہیں۔ چنانچہ انھیں ان ویرانوں میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ یوں سمجھ لیجیے ایک محفوظ حصار بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ علاقہ ہاتھیوں کا علاقہ کہلاتا ہے۔ اور بعض اوقات ہاتھی یہاں خوفناک تباہی مچاتے ہیں۔ لیکن اس کمپنی کے کام کرنے والے ایسی چیزوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ان کے پاس بہترین شکاری موجود ہیں۔ جو ہاتھیوں کو بھگانے کا فن جانتے ہیں۔"

"بھگانے کا فن؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاتھیوں کے شکار کی اجازت نہیں ہے۔ اس علاقے میں بغیر لائسنس کے ہاتھی کا شکار نہیں کیا جا سکتا۔ بھگانے کے لیے جو عمل چاہے کیا جائے۔ یا پھر کوئی ہاتھی بدمست ہو جائے اور انسانوں کے درپے ہو... تو شکار کر کے اسے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں پانی سے نکل آیا۔ لیکن موبے کا دل نہانے سے نہیں بھرا تھا۔ وہ مسلسل پانی میں ڈبکیاں لگا رہا تھا۔ میں لباس تبدیل کر کے لینڈ روور کے بونٹ پر ... وقت گزرتا جا رہا تھا۔ ٹھنڈی اور خوشگوار ہوائیں ... گزرتیں تو یوں محسوس ہوتا جیسے آہستہ آہستہ مالش کی جا رہی ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن پر غنودگی کا کوئی غلبہ نہیں تھا بس آنکھیں بند کرنے سے سکون حاصل ہو رہا تھا۔ لیکن دفعتاً موبے کی آواز گونجی اور میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ ... چیخنے کے سے انداز میں تھی۔

میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اور میری نگاہیں موبے کی طرف اٹھ گئیں۔ تب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ ایک سیاہ فام قوی ہیکل آدمی موبے سے لپٹا ہوا تھا۔ اور وہ دونوں ... کشمکش ہو رہی تھی۔ پانی اچھل رہا تھا۔ موبے چونکہ خود ... تھا اس لیے حملہ آور کی گرفت ڈھیلی پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ دونوں پانی میں غوطے کھا رہے تھے۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بے اختیار انداز میں میں نے بونٹ پر رکھی ہوئی رائفل ... لیکن سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ کوئی چیز سنسناتی ہوئی قریب ... اور لینڈ روور کا شیشہ ایک چھناکے سے چور چور ہو گیا... مجھے شیشے کے ذرات سے آنکھوں کو بچانے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور لینڈ روور سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ ... میں بہتر ہی ہوا کیونکہ دوسرا تیر ٹھیک اس جگہ لگا تھا جہاں ... صرف ایک لمحے قبل میں موجود تھا۔ میں مستعد ہو گیا۔ ... سے پیچھے ہٹ کر لینڈ روور کے عقب میں پہنچ گیا۔ مجھے ... نظر نہیں آئے تھے جو مجھ پر تیر چلا رہے تھے۔ یہاں سے ... نظر آ رہا تھا جو اپنے مدمقابل سے الجھا ہوا تھا۔ میں نے رائفل کا گھوڑا چڑھایا اور چوکنی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ... بعد مجھ پر کوئی تیر نہیں چلایا گیا تھا۔ لیکن موبے بدستور ...

تھا ... اپنے قریب آنے والوں سے تو نمٹا جا سکتا تھا۔ لیکن اگر موبے اس حملہ آور کا شکار بن جاتا تو ایک لمحے ... بہت بڑا نقصان ہو جاتا۔ اور پھر میں نے اپنی زندگی کا بہترین کارنامہ انجام دیا۔ حالانکہ ایسا نشانہ لینا دیوانگی ہی کہی جا سکتی تھی۔ لیکن یہ معجزہ ہو گیا تھا۔ اس بار جب وہ دونوں پانی سے ابھرے تو میں نے حملہ آور کی پشت کا نشانہ لے کر رائفل کا گھوڑا دبا دیا۔

میں اپنی اس کوشش میں کامیاب رہا تھا۔ دفعتاً ہی حملہ آور کا جسم پانی میں اچھلا۔ اور شفاف پانی میں خون کے دھبے پھیلنے لگے۔ لیکن حملہ آور بھی کافی طاقتور تھا۔ زخمی ہوتے ہی اس نے موبے کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے شدید زخم کے باوجود بہت تیز رفتاری سے ساحل کی جانب دوڑا۔ اور ساحل پر پہنچ گیا۔ لیکن میں نے اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔ میری دوسری چلائی ہوئی گولی اس کی ٹانگ میں لگی اور وہ اچھل کر نیچے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کئی اور تیر سنسناتے ہوئے میری اور موبے کی طرف آئے۔ موبے نے تو پانی میں چھلانگ لگا دی تھی۔ لیکن مجھے بچنے کے لیے تیزی سے جگہ بدلنا پڑی۔ اب مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اچھلا اور اس بار میں نے تیروں کی سمت کا اندازہ کر کے گولی چلائی۔ میرا نشانہ بالکل سچا تھا۔ ایک بلند درخت سے میں نے ایک سیاہ بدن کو نیچے گرتے ہوئے دیکھا وہ چند لمحے تڑپا اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔

موبے اب پانی میں تیرتے ہوئے کنارے کی طرف آ رہا تھا۔ چند ہی لمحے بعد وہ ندی سے نکل آیا۔ اور پھر کسی مگرمچھ کی مانند چاروں ہاتھ پاؤں سے تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا لینڈ روور کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے جسم کے بہت سے حصوں سے خون رس رہا تھا۔ لیکن لینڈ روور کے نزدیک آ کر اس نے مجھ سے مخاطب ہونے کے بجائے پھرتی سے اندر داخل ہو کر دوسری رائفل نکال لی۔ اور پھر لینڈ روور کی چھت پر چڑھ گیا۔ اس نے وحشیانہ انداز میں چاروں طرف فائرنگ شروع کر دی تھی۔ لیکن اس فائرنگ کا کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ اندازہ یہ ہوتا تھا کہ ہم پر حملہ کرنے والے صرف دو افراد ہی تھے اور دونوں ہی ہلاک ہو چکے تھے۔

کافی دیر تک ہم دور دور تک نگاہیں جمائے رہے۔ لیکن اس کے بعد کسی قسم کی کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ رائفل دوبارہ لوڈ کر لی گئی۔ اور ہم دونوں آگے بڑھ کر درخت سے گرنے والے سیاہ فام کے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے جھک کر اسے دیکھا۔ اس کے نزدیک ہی ایک جدید ساخت کی خشتی کمان پڑی ہوئی تھی۔ اس کمان کو دیکھ کر موبے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ کمان ان جنگلیوں کے پاس تو نہیں ہو سکتی۔" موبے نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ "تمہارے زخموں کی کیا کیفیت ہے؟"

"خنجر کی ہلکی ہلکی خراشیں ہیں۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکا لیکن کمبخت بے حد طاقتور تھا کسی جنگلی بھینسے کی طرح۔ تاہم میں ٹھیک ہوں۔"

ہم دونوں دوسری لاش کے قریب پہنچ گئے۔ جو اس حملہ آور کی تھی جس نے موبے پر پانی میں حملہ کیا تھا۔ ہم جھک کر اس لاش کو دیکھنے لگے۔ دفعتاً میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے اس سیاہ فام کے نتھنے کے پاس دو سفید دھبے دیکھے تھے۔ مجھے یہ دھبے کچھ عجیب سے محسوس ہوئے۔ میں نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے جیب سے رومال نکالا اور ان دھبوں کے کناروں کو رگڑ رگڑ کر رومال سے صاف کرنے لگا۔ موبے نے میری یہ عجیب و غریب حرکت حیرت سے دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت وہ مزید حیرت زدہ ہو گیا جب اس نے اس سفیدی کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ رومال پر ایک عجیب سی براؤن رنگ کی سیاہی لگ گئی تھی۔ میں نے زور سے اس کی پوری پیشانی پر ایک رگڑ لگائی تو پوری پیشانی سفید ہو گئی۔ اب موبے بھی حیران ہو کر نیچے بیٹھ گیا تھا۔ پھر میں نے لاش کے چہرے پر رومال رگڑا اور چہرہ بھی سفید ہونے لگا۔

موبے کے منہ سے متحیرانہ انداز میں نکلا۔ "او مائی گاڈ! یہ سیاہ فام نہیں ہے۔ بلکہ شاید اس نے میک اپ کیا ہے اپنے چہرے پر۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں اس کے چہرے پر میک اپ کا جائزہ لے رہا تھا کیونکہ اس کے قد و خال مقامی لوگوں جیسے ہی تھے۔ میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ ربر کا ایک بڑا سا پیڈ ناک سے اکھاڑا گیا تو ناک کا ڈیزائن تبدیل ہو گیا۔ پیشانی اور رخساروں پر بھی ربر کے ٹکڑے لگائے گئے تھے۔ اور جب ہم نے وہ چہرہ مکمل طور پر صاف کیا تو وہ ایک نیلی آنکھوں والے سفید فام کا چہرہ تھا۔

موبے کی آنکھیں اور منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ اس نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کوئی خاص بات نہیں موبے! کیا خیال ہے یہاں رکنا ہے یا چلا جائے؟"

"جیسا مناسب سمجھیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"دراصل میں یہاں کسی نئی الجھن میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکل لیا جائے۔"

موبے نے شانے ہلائے۔ اور ہم رائفلیں سنبھال کر چل پڑے۔ لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ ابھی کچھ اور بھی مصیبتیں ہمارا

آسمان کو رہی ہیں۔

ہم ابھی لینڈ روور کے دروازے بھی نہیں کھول پائے تھے کہ وفعتاً ہم پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اور اگر میں پھرتی سے موبیے کو زمین پر دھکا نہ دے دیتا۔ اور خود بھی زمین پر نہ گر پڑتا تو یقیناً ہم دونوں اس بار ان کا شکار ہو جاتے۔ لینڈ روور البتہ تباہ ہو گئی تھی۔ اس کے ایک سمت کے دونوں ٹائر بھی بیکار ہو گئے تھے۔ گولیاں اب اتنی شدت سے برسائی جا رہی تھیں کہ جیسے بہت سے افراد فائرنگ کر رہے ہوں۔ ان بہت سے لوگوں سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے موبیے کو اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں برق رفتاری سے لینڈ روور کی دوسری سمت پہنچ کر جھکے جھکے ندی کی سمت بھاگنے لگے۔ گولیوں کی سمت سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دوسری سمت سے آ رہی ہیں۔ برق رفتاری سے ندی عبور کرتے ہوئے ہم اس کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ اس طرف درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ ہم بھاگتے ہوئے درختوں میں گھس گئے لیکن گولیاں مسلسل ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔ جس درخت کے تنے کے پیچھے ہم نے پناہ لی، بے شمار گولیاں اس کے تنے میں پیوست ہو گئی تھیں۔ یہاں رکنا بھی مناسب نہیں تھا۔ ان لوگوں سے بچنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ ہم گھنے جنگل میں زیادہ دور تک نکل جائیں چنانچہ ہم دوڑتے رہے۔ اور چند منٹ کے اندر اندر انتہائی گھنے جنگل میں پہنچ گئے۔ ہماری بائیں سمت ایک دلدلی میدان میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ہم اس طرف سے بچتے ہوئے دائیں سمت دوڑتے رہے۔ اب ہمیں فضا میں عجیب عجیب آوازیں سنائی دے رہی تھیں سیٹیوں کی آوازیں۔ باتیں کرنے کی آوازیں۔ وہ لوگ ہم سے بہت زیادہ دور نہیں تھے اور ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ ان کی پہنچ سے بہت دور نکل جایا جائے۔

سورج غروب ہوتا جا رہا تھا۔ درختوں کے درمیان جگہ جگہ دلدلی گڑھے تھے اور کئی بار ہم ان گڑھوں میں دھنستے دھنستے بچے تھے۔ اب چاروں طرف گہری تاریکی پھیل گئی تھی۔ اندازے کے مطابق ہم نے اس طرح دوڑتے ہوئے کئی میل کا سفر طے کر لیا تھا۔ بدن پسینے سے تر تھے۔ ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم رکے تو وہ لوگ ہمارے نزدیک پہنچ جائیں گے کیونکہ جنگل میں ان کی موجودگی کا اندازہ وقتاً فوقتاً آنے والی آوازوں سے بخوبی ہو رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں ہم محفوظ تھے۔ لیکن صبح کی روشنی میں ان سے چھپنے کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑتی۔ اگر صبح ہونے سے قبل ہم اپنے لیے کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کر لیتے تو پھر شاید بچت کا کوئی راستہ نکل آتا۔

موبیے کا سانس مجھ سے زیادہ تیز رفتاری سے چل رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے رک کر اسے دیکھا اور آہستہ سے پوچھا۔ "دوڑنے میں تکلیف محسوس کر رہے ہو موبیے؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن اب [...] خون کا اخراج زیادہ ہو گیا ہے جو اس کمبخت کے پاؤں [...] جلد پر لگی تھیں۔ میں اپنے بدن کو کئی جگہ سے بھیگا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔"

"یہ تو خطرناک صورت حال ہے، میرا خیال ہے [...] درخت کی بلندی پر پناہ لیں۔ اس وقت یہ بھاگنے سے [...]"

"بالکل درست کہا۔ ویسے بھی ہم رات کی تاریکی میں [...] دوڑ سکتے۔ کسی بھی جگہ کوئی بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے کیونکہ [...] تو زمین بھی نظر نہیں آ رہی۔" موبیے نے میری بات کی تائید کی۔

"ٹھیک ہے موبیے آؤ۔ دیکھو وہ درخت کیسا ہے۔" میں نے ایک سمت اشارہ کیا اور موبیے نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے گردن ہلا دی۔

میں نے سہارا دے کر موبیے کو درخت پر چڑھا دیا۔ وہ [...] کی موٹی شاخیں بہت زیادہ وسعت میں پھیلی ہوئی تھیں۔ [...] وہ کافی گھنا تھا اور اوپر پہنچنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ [...] تو ہم خصوصی طور پر اس درخت کی جانب متوجہ ہوں [...] کی روشنی میں بھی ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

موبیے درخت کی ایک موٹی شاخ پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ میں نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا۔ دونوں ٹانگیں ایک [...] جہاں سے ان کے گرنے کا خدشہ نہیں تھا۔ اور پھر [...] ٹٹولنے لگا۔

موبیے آہستہ سے بولا۔ "نہیں، اب ایسی بھی کوئی [...] بات نہیں ہے۔ البتہ خون بہہ رہا ہے۔ بس اس سے [...]"

"لباس اتارو موبیے! میں تمہارے زخموں کو دیکھتا ہوں۔"

"سوری، ویری سوری! میں تمہارے لیے بھی مصیبت بن گیا۔" موبیے نے کہا۔

میں نے اس کے اوپری لباس کو اتروا کر اس کو [...] اور پھر اپنی دونوں آستینیں بازو کے پاس سے پھاڑ دیں [...] پٹی کے طور پر موبیے کے ان زخموں پر کس دیا، جن سے [...] کی مقدار زیادہ تھی۔ خون رک گیا تھا۔

موبیے نے شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور [...] "ہوں اب بالکل ٹھیک ہوں، میرے لیے فکر مند مت ہو [...]" درخت کی شاخ پر رات کس طرح گزر گئی [...] اندازہ نہ ہو سکا۔ جاگ کر پتہ بھی گزر سکتا تھا لیکن [...]

[...] صبح کی روشنی جب پتوں سے چھن کر آنکھوں کو لگی [...] حفاظت کی تھی۔ موبیے کی گہری گہری سانسیں بتا رہی تھیں کہ وہ گہری [...] میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر موبیے کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے ہلایا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ سخت بخار میں تپ رہا ہے۔ میں پریشان سا ہو گیا۔ موبیے نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ پھر وہ اٹھ کر شاخ پر بیٹھ گیا۔

"کیسی طبیعت ہے موبیے؟ تمہیں بخار ہے۔"

"ہاں۔" وہ ایک گہری سانس لینے کے بعد بولا۔ "حالانکہ مجھ پر زہر کے اثرات زائل ہو چکے ہیں۔ تاہم فکر نہیں ہے۔ اب تو جو ہونا ہے وہ ہو جائے گا۔ کیا تم نے اردگرد کوئی آہٹ محسوس کی؟ میں تو رات میں بے ہوشی کی کیفیت کا شکار رہا ہوں۔"

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں موبیے۔ یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کون سی سمت اختیار کرنا ہوگی۔ کیا تم اس علاقے سے واقفیت رکھتے ہو؟"

"پوری طرح تو نہیں، لیکن اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ان جنگلوں کو عبور کرنے کے بعد ہم دریائے ساتو پہنچ جائیں گے۔ دریائے ساتو گوٹے پل ہی کی جانب بہتا ہے۔ اگر ہم اس کے کنارے کنارے سفر کرتے رہیں... یا پھر کسی طرح کوئی کشتی وغیرہ حاصل کر لیں تو ہم گوٹے پل کے مغربی گوشے کی طرف نکل سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں شہر تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوگی۔"

"تو گویا ہمیں سامنے ہی کی سمت چلنا ہے؟"

"ہاں بالکل یہی مناسب رہے گا۔"

"چلو، میرا خیال ہے کہ وہ لوگ مایوس ہو کر واپس جا چکے ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے زیادہ تیاریوں کے ساتھ دوبارہ ہماری طرف رخ کیا تو پھر ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ہم دونوں درخت سے نیچے اتر آئے اور سمت کا تعین کر کے آگے بڑھ گئے۔

راستہ دشوار گزار تھا۔ ابھی ہم ایک میل کا فاصلہ بھی نہیں طے کر پائے تھے کہ ہم نے گھنگھروں کے بجنے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنیں اور میں ٹھٹک گیا۔ موبیے شاید ان آوازوں کو نہیں سن سکا تھا۔ اس نے مجھے حیرت سے دیکھا۔

"وہ لوگ گھنگھرو بجاتے آ رہے ہیں موبیے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ موبیے کو بھی ان آوازوں کا احساس ہونے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے چند لمحے پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھا اور پھر بولا۔ "واپس بھاگنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ غالباً وہ لوگ جنگل کاٹ کر دریائے ساتو کے کنارے اس سمت پہنچے ہیں۔ یقیناً انھوں نے یہاں تک آنے کے لیے کوئی موٹر بوٹ وغیرہ استعمال کی ہوگی۔ وہ یقیناً ہمیں گھیر میں لینے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں اب ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں ان کے گھیرے نہ آ سکیں۔ ورنہ وہ ہماری بوٹیاں اڑا دیں گے۔"

مجھے بھی یہی اندازہ ہو رہا تھا چنانچہ ہم دیوانہ وار واپسی کی راہ پر دوڑنے لگے جدھر سے یہاں تک پہنچے تھے۔

گھنگھروں کے بجنے کی آوازیں آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھیں اور ہماری رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ہم رائفلوں کو سنبھالے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ بہت دور پہنچ کر ہم ایک لمحے کے لیے رکے اور سماعت کی پوری قوت سے آوازوں کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔ علاقہ بہت ہی خطرناک تھا۔ دلدلی گڑھے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ جن کے اوپر گھاس پھونس اگی ہوئی تھی۔ اگر ان گڑھوں سے محتاط نہ رہا جاتا تو یقیناً یہ آسانی سے ہمیں نگل جاتے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے بچنے کے لیے ہم کیا کریں...؟ ایک بار میں نے موبیے کی طرف دیکھا تو وہ بڑی حالت میں نظر آیا۔ شدید بخار کی وجہ سے اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ بھی لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ یہ مزید پریشانی کی بات تھی۔

"ایک درخواست کروں، مان لو گے؟" موبیے نے کہا۔

"کہو۔"

"میں یہاں رکتا ہوں، تم آگے نکل جاؤ۔ ہمیں اب ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا چاہیے تاکہ انھیں دھوکا دینے میں آسانی ہو۔"

"ایثار کرنا چاہتے ہو موبیے، یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"پلیز، سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں انھیں روکتا ہوں۔ اس دوران آپ دور نکل جائیں گے۔ اور پھر صورت حال کو بہتر پاتے ہی میں بھی آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" میں نے خفگی سے کہا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کیجیے۔ میں کسی بھی طور آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ہمیں دو مختلف سمتیں اختیار کرنا ہی ہوں گی۔" موبیے کے لہجے میں درشتگی پیدا ہو گئی۔ مجھے اس کی آنکھوں میں وحشت کی ایک چمک سی نظر آئی تھی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو موبیے، تمہاری حالت ایسی نہیں ہے کہ تمہیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، اگر آپ میری بات نہیں مانتے تو پھر میں مجبور ہوں۔" اس نے کہا اور واپس اسی سمت چلنے لگا جدھر سے ہم بھاگ کر آئے تھے اور جس طرف سے گھنگھروں کے بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں موبیے کو آواز بھی نہ دے سکا۔ آن کی آن میں وہ میری

نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ غالباً اُن پر دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی لیکن میں تو دیوانہ نہیں تھا۔ میں اگر اُس کے پیچھے جاتا تو یہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ اور ان جنگلوں میں موت کو اتنی آسانی سے قبول کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ چند لمحے افسوس کرنے کے بعد میں واپس دوڑنے لگا۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اپنی جان کس طرح بچاؤں۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی کبھی سنائی دیتیں اور کبھی بند ہو جاتیں۔ وہ لوگ سرگرمی سے ہماری تلاش میں مصروف تھے، اور اپنی دانست میں ہمارے گرد ایک سا گھیرا ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھیں کم از کم یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم لوگ دریائے ساتو تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں [illegible] اونچی ناہموار جھاڑیاں اور گنجان درخت بکھرے ہوئے تھے۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ کتے نہ ہوتے تو یہ جگہ چھپنے کے لیے انتہائی موزوں تھی کہ وہ کسی قیمت پر مجھے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ میں دیر تک اسی فکر میں کھویا رہا کہ کیا کروں۔ دفعتاً مجھے بائیں جانب آہٹ سی سنائی دی۔ اور میں فوراً پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ میری نگاہیں اسی سمت جمی ہوئی تھیں لیکن غالباً وہ کوئی جنگلی جانور تھا جو [illegible] قدموں کی آہٹ سے گزر رہا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ میں نے فائرنگ کی آواز سنی۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں موسیٰ کا خیال آیا۔ اور میں ڈر کر [illegible] انداز میں ہونٹ سکیڑ کر رہ گیا۔ اس فائرنگ کا ہدف موسیٰ بھی ہو سکتا تھا۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک پے در پے دھماکوں کی آواز سے جنگل دوبارہ گونج اٹھا اور میں نے اپنا سانس تک روک لیا۔ گولیوں کی آوازیں بہت زیادہ دور سے نہیں سنائی دی تھیں۔ لیکن اس کے بعد یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ مجھے صحیح طور پر کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ کافی دیر تک میں انھی گھنی جھاڑیوں میں لیٹا رہا۔ اس وقت یہ مناسب نہیں تھا کہ باہر نکل کر حالات کا جائزہ لیا جائے۔ خاموشی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ موسیٰ اگر ان لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا تو یہ واقعی ایک دردناک بات تھی لیکن میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ صورتِ حال ہی ایسی تھی کہ اس وقت اسے روکنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

وقت گزرتا رہا اور شاید ڈیڑھ یا دو گھنٹے گزر گئے۔ اب کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی معدوم ہو گئی تھیں۔ اس کا ایک ہی مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ یہاں سے چلے گئے تھے لیکن میں تنہا رہ گیا تھا۔

موسیٰ کی لاش کو تلاش کرنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ اُس کی لاش مجھے مل بھی جاتی تو میں کیا کر سکتا تھا۔ جو کچھ تقدیر میں لکھا تھا، وہ ہو گیا تھا لیکن ان بدبختوں نے موقع سے مجھے گھیر لیا تھا۔ میں نے ان گھنی جھاڑیوں سے کہیں اور جانے کی کوشش نہیں کی۔ رات ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ اور رات ہو گئی۔ چاروں طرف سے اندھیرا امڈ آیا اور گہری ہوتی گئی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ [illegible] میں حشرات الارض اور درندوں کی کمی نہیں ہو گی۔ اور باہر نکلوں تو کسی بھی حادثے کا شکار ہو سکتا ہوں لیکن یہیں تو زندگی نہیں گزاری جا سکتی تھی۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا [illegible] چنانچہ خدا کا نام لے کر نکل کھڑا ہوا۔ گھنی جھاڑیوں [illegible] سے نکلتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ سمت کا اندازہ ضرور کر رہا [illegible] دریائے ساتوبی کی طرف چلنا تھا۔ رات کی تاریکی میں [illegible] کہیں بھٹکتا رہا۔ پھر شاید آسمان پر چاند نکل آیا۔ چاند [illegible] سے جھانک کر مجھے پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی [illegible] مدھم روشنی کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ لیکن رات ہونے کے باوجود یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ کس طرف اور کتنی [illegible] بھول جا[illegible]

اور پھر میں نے ہوا کے جھونکے محسوس کیے [illegible] اور جسم میں تازگی اور بشاشت کی لہریں دوڑنے لگیں مجھے ہونے لگا تھا کہ میں دریا کے قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ [illegible] زور سے دھڑکنے لگا اور میں نے رفتار تیز کر دی۔ اب [illegible] دوڑ رہا تھا۔ اور چاندنی میری رہنمائی کر رہی تھی۔ تھوڑی [illegible] بعد درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے کانوں نے پانی [illegible] سن لی تھی۔ تیز رفتار دریا میرے سامنے تھا۔ یہاں پہنچ [illegible] کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ [illegible] اور رستا ناچتا ہوا تھا۔ سوائے پانی کے شور کے اور کوئی [illegible] تھی اور میرے علاوہ کسی اور جاندار کا وجود نہیں تھا۔

میری زندگی بار ہا ایسے خطرناک مراحل سے دوچار ہوئی [illegible] اس لیے خوف اور دہشت کا تو کوئی تصور میرے ذہن کے گوشے میں موجود نہیں تھا۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے [illegible] کرنا چاہیے۔ موسیٰ کے الفاظ رہنمائی کر رہے تھے۔ موسیٰ [illegible] تھا کہ یہ دریا گوٹے پل کی جانب بہتا ہے۔ میں اس میں تیر کر [illegible] تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت [illegible] کہ اپنے آپ کو دریا کے حوالے کر دوں۔

میں نے حقارت سے [illegible] پانی میں پھینک [illegible] بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگا۔ پاس میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں [illegible] جس کے بھیگنے یا ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو۔ البتہ وہ خنجر میرے قبضے میں [illegible] جو میں اس شخص کے پاس سے اٹھا لایا تھا۔ [illegible] پاس موجود تھا جو موسیٰ [illegible] جب اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی میں نے خنجر کو احتیاط سے اپنے لباس میں باندھ لیا۔ جوتے اتار کر ان میں دریا کی ریت بھری اور انھیں دریا میں پھینک دیا تاکہ وہ بھی ڈوب جائیں۔ پتہ [illegible] بھی ڈوبتے تو زیادہ سے زیادہ وہ اسی سمت بہتے جدھر دریا بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے خدا کا نام لے کر دریا میں چھلانگ [illegible] بپھری ہوئی موجوں نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ برف کی مانند ٹھنڈے پانی نے بدن کو ایک لمحے میں سُن کر دیا تھا۔ اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے میں نے پھرتی سے ہاتھ پاؤں چلانا شروع کر دیے اور اس طرح خون کی روانی برقرار رکھی۔

پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ [illegible] نیلے آسمان کے نیچے [illegible] پُرشور دریا میں بہتا چلا جا رہا تھا۔ آنے والے خطرات سے بے نیاز [illegible] چاند [illegible] خنجر اللہ ہی نے محفوظ رکھا تھا۔

تھوڑی دور پہنچنے کے بعد مچھلیوں کا ایک غول میرے [illegible] مجھے لگ گیا لیکن وہ خطرناک قسم کی مچھلیاں نہیں تھیں۔ یہ چھوٹی [illegible] کی غالباً مردہ خور مچھلیاں تھیں جن سے خاصی دور تک پیراکی تب کیا لیکن یہ محسوس کر کے کہ مجھ میں زندگی موجود ہے وہ میرے قریب نہیں آئیں۔

کافی دور نکل آنے کے بعد دریا کا پاٹ اتنا وسیع ہو گیا کہ اس کے دونوں کناروں پر پھیلا ہوا جنگل اور اونچے اونچے درخت جھاڑیوں کی مانند دکھائی دینے لگے۔ یہاں دریا کا بہاؤ کم ہو گیا تھا۔ سورج نکل آیا تھا اور ہر شے منور ہو گئی تھی۔ سورج کی شعاعوں نے ٹھنڈے پانی میں کچھ حرارت پیدا کر دی۔ جس کی وجہ سے مجھے بھی اپنے بدن میں حرارت سی محسوس ہوئی۔ تیز رفتار دریا کا یہ سفر میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کتنے میل فی گھنٹے کی رفتار سے طے ہو رہا تھا لیکن بہرطور میں اس میں کئی گھنٹے گزار چکا تھا۔

دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے مجھے دریا کا پاٹ پھر کچھ تنگ ہوتا ہوا محسوس ہوا اور پھر بہت دور مجھے کچھ انسانی [illegible] بھی دکھائی دیں [illegible] کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دوں۔ [illegible] کسی آبادی کا نام و نشان نہیں تھا۔ جب تک کہ کوئی آبادی باقاعدہ نظر آ جاتی میرا کنارے کی طرف رُخ کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا اور [illegible] تقریباً دوپہر کو بارہ بجے وہ مجھے مل گیا۔ میں نے بہت سے کچے پکے اور مخصوص قسم کے جھونپڑے اور مکانات دیکھے۔ اب پانی میں بہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے [illegible] اور پھر رُخ تبدیل کر کے کنارے کی سمت تیرنے لگا۔ یہ انتہائی جسمانی قوت کا کام تھا لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور بالآخر کنارے پر پہنچ گیا۔

کنارے سے چند ہی گز کے فاصلے پر کچھ افریقی عورتیں کسی کام میں مصروف تھیں۔ مجھے دیکھ کر ان کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکلیں اور وہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ گئیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد چند مرد بھی آ گئے تھے۔ وہ سب تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں اُن سے اُن کی زبان میں تو صحیح طور سے گفتگو نہیں کر سکتا تھا لیکن جو تھوڑی بہت افریقی زبان میں نے سیکھ لی تھی، اُسی کو استعمال کرنے کی کوشش کی اور تقدیر نے مجھے اس میں کامیابی دلائی۔ میں انھیں یہ بتانے میں کامیاب ہو گیا کہ میں حادثے کا شکار ہوا ہوں اور گوٹے پل جانا چاہتا ہوں۔ اُن لوگوں نے گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور ایک جھونپڑے میں مجھے بٹھا کر میرے لیے خوراک کا بندوبست کیا گیا۔

خوب سیر ہو کر کھانا کھانے کے بعد میری پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ غذا کا نشہ اپنا کام دکھا رہا تھا۔ میں اُسی جھونپڑے کے فرش پر لیٹ گیا اور بے ہوشی کی کیفیت کا شکار ہو گیا اور پھر معلوم کب گہری نیند میرے اعصاب پر طاری ہو گئی۔

جاگا تو رات ہو چکی تھی۔ میں اُٹھا اور جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ باہر کچھ افریقی بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے مجھے دیکھ کر درمیانی عمر کا ایک شخص اُٹھا اور میرے قریب آ پہنچا۔

"گوٹے پل؟ گوٹے پل؟" اس نے تعجب سے گردن ہلاتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں، گوٹے پل۔" میں نے اثبات میں جواب دیا اور وہ تسلی دینے والے انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتانے لگا کہ صبح کو وہ مجھے گوٹے پل پہنچانے کا بندوبست کرے گا۔ میں رات کو جھونپڑے ہی میں آرام کروں۔

رات میں مجھے پھر کھانے کے لیے کچھ دیا گیا اور میں نے شکریے کے ساتھ اُسے قبول کر لیا۔ یہ رات جھونپڑے میں ہی مہربان افریقیوں کے ساتھ گزاری اور دوسری صبح مجھے ایک گھوڑا مہیا کر دیا گیا۔ دوسرے گھوڑے پر میرا رہبر سوار تھا جو مجھے گوٹے پل تک لے جانے کے لیے تیار ہوا تھا۔

میں نے خلوصِ دل سے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد اپنے رہبر کی رہنمائی میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ لباس کا مسئلہ یہاں سے حل نہیں ہو سکتا تھا حالانکہ لباس کی جو حالت تھی اُسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دریا کے پانی سے بھیگ کر وہ اور بھی عجیب و غریب شکل اختیار کر گیا تھا۔ میرا اپنا حلیہ کیا تھا،

بہت زیادہ خود اعتمادی بھی انسان کو غفلت کا شکار کر دیتی ہے۔ لیکن میرا قصور اتنا زیادہ بھی نہ تھا۔ اُن لوگوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا اور فوراً ہی مجھے وہاں سے اغوا کر لیا تھا۔ ظاہر ہے جب جیمس مورلے جیسی شخصیت جنرل فیرس کے محل میں موجود تھی تو پھر دوسرے لوگوں کی موجودگی بھی تعجب خیز تو نہیں ہو سکتی۔ اور بھی کچھ افراد تھے جن میں وہ کیفٹ ورازنٹ بھی شامل تھا جس نے مجھے جنرل فیرس کا پیغام دیا تھا۔ ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں اُبھرا۔ یہ عمارت گولٹ ہاؤس ہے بھی یا نہیں۔ میں خود گولٹ ہاؤس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن اب خیال آ رہا تھا کہ یہ عمارت گولٹ ہاؤس نہیں ہو سکتی کیونکہ جیمس مورلے نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ گولٹ ہاؤس، جنرل فیرس کا خصوصی دفتر ہے۔ دیکھنا یہ تھا کہ یہاں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر ڈیو بارڈ سے یہاں ملاقات ہو جائے تو سارا کھیل ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد مجھے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

کافی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازے پر زور آزمائی کی لیکن پہلے سے خود ہی واقف تھا۔ ظاہر ہے میرا قید خانہ معمولی تو نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں تھی کہ مسہری پر آ بیٹھوں۔

وقت گزرتا رہا۔ سخت جد و جہد کے بعد یہ سوچا تھا کہ کچھ وقت آرام کر لوں گا لیکن انھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی موقع نہیں دیا تھا۔ وقت کا بھی یہاں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مسہری پر لیٹا رہا۔ پھر نہ جانے کیا وقت تھا کہ بھوک نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ تہ خانے میں مدھم سی روشنی بدستور تھی۔ اگر یہ نہ ہوتی تو پھر تاریکی کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ خواہ دن ہی کا وقت کیوں نہ ہو۔ دفعتاً مجھے ریفریجریٹر کا خیال آیا۔ یہاں اس کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ بے اختیار قدم اُٹھے اور میں نے ریفریجریٹر کھول کر دیکھا۔ پھر کم از کم دل ہی دل میں، میں نے ان لوگوں کی اس انسانیت کا اعتراف کیا تھا کہ انھوں نے یہاں میرے کھانے پینے کا معقول بندوبست کر دیا تھا۔ ریفریجریٹر میں بہت سی چیزیں موجود تھیں۔ عمدہ قسم کے سینڈوچز کافی تعداد میں تھے۔ مکھن، سادہ ڈبل روٹی، اُبلے ہوئے انڈے، پنیر، آئس کریم اور پانی وغیرہ۔ اس سامان کی موجودگی سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ شاید کئی دن تک مجھے یہاں قید رکھنا چاہتے ہیں۔

کھانے پینے کے بعد میں نے تھوڑی سی چہل قدمی کی اور مسہری پر جا لیٹا۔ نیند آئی تو سو گیا۔ بھوک لگی تو کھا پی لیا۔ اس کے بعد تہ خانے ہی میں قلابازیاں کھاتا رہا۔ طبیعت بیزار ہو گئی تھی۔ شاید دو دن اور دو راتیں گزر چکی تھیں اور دیواروں سے سر پھوڑنے کے علاوہ کسی اور بات پر غور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں یہ کام بھی کر بیٹھتا اگر اس طرح مجھے اس سے رہائی کی کوئی امید ہوتی۔ طبیعت کی بیزاری بڑھتی جا رہی تھی۔ خود پر بھی غصہ آنے لگا تھا کہ اس طرح یہاں دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ دراز قد شخص کے پیغام پر کچھ تو غور کرنا چاہیے تھا۔ پھر ان لوگوں پر غصہ آنے لگا جو مجھے اس تنہائی میں ڈال کر تقریباً بھول ہی گئے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ اگر باہر نکلنے کا موقع مل جائے تو سامنے آنے والے ہر شخص کی گردن توڑ دوں۔ دروازے کو مختلف طریقے سے آزما چکا تھا۔ اس میں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش بھی کی تھی جہاں سے نکلنے کے مواقع فراہم ہو جائیں لیکن پتھر کی مضبوط سلوں سے بنی ہوئی عمارت کسی بھی طور کمزور نہیں تھی۔

اس وقت میں سو رہا تھا کہ دفعتاً ایک اتنا خوفناک دھماکا سنائی دیا کہ کمرے میں رکھی ہوئی ہر چیز لرز گئی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے پوری عمارت بم سے اُڑا دی گئی ہو۔ ابھی میں اپنے اعصاب کو دھماکے کے اثرات سے آزاد بھی نہیں کرا پایا تھا کہ ویسا ہی دوسرا دھماکا ہوا اور پھر اس سے کسی قدر ہلکے دھماکے مسلسل ہوتے گئے۔ عمارت میں گویا بھونچال آ گیا تھا۔ کوئی غیر معمولی ہی بات ہو گئی تھی۔ اس کے بعد دھماکوں کا یہ سلسلہ رک گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔ دھماکے اب بالکل نہیں ہو رہے تھے لیکن اوپر سے قدموں کی دھمک سنائی دینے لگی تھی۔ شاید کچھ بھگدڑ ہو رہی تھی۔ میں دروازے کے پاس کھڑا ہوا اور اس سے کان لگا دیئے۔ دروازہ کسی دھات کا بنا ہوا تھا لیکن ہلکی ہلکی آوازیں اب مجھے آسانی سے سنائی دینے لگیں پھر دفعتاً کچھ آوازیں مجھے دروازے کے قریب ہی سنائی دیں اور میں ایکدم پیچھے ہٹ گیا۔ کوئی یقیناً اس طرف آ رہا تھا۔ دروازہ ایکدم کھلا اور عجیب سے لباس میں ملبوس ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا پائپ دبا ہوا تھا، جسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخص فائرمین ہے۔ شاید عمارت میں آگ لگ گئی تھی۔ اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ پورے بدن پر فائر پروف لباس تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پائپ سے پانی نہیں نکل رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے پائپ چھوڑ دیا اور اپنے لباس سے ہلکی اسٹین گن نکال کر اس کا رُخ میری طرف کر دیا۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں، میں نے صورت حال کا اندازہ لگا لیا۔ چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اس کی مخالف سمت چھلانگ لگائی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتا... دوسری جست میں، میں اُڑتا ہوا اس کی طرف گیا اور میری فلائنگ کک نے اسے اپنی جگہ سے اُکھاڑ دیا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے بعد میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت نہیں دی۔

چند ہی لمحات کے بعد اس کا بدن ساکت ہو گیا۔ میں نے وقت ضائع نہیں کیا اور فوراً ہی اس کے فائر پروف لباس کی زپ کھول کر اس کا لباس اتار لیا۔ پھر اس لباس کو اپنے بدن پر پہننے میں مجھے ایک منٹ سے بھی کم وقت لگا تھا۔ اس کا فائر پروف ماسک اتار کر میں نے اپنا چہرہ اس میں چھپا لیا۔ اسٹین گن بھی اسی انداز میں لباس میں چھپائی جس طرح وہ چھپائے ہوئے تھا اور پھر اس کی لاش کو مسہری کے نیچے دھکیل کر میں تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ وہ خالی پائپ اٹھایا جو فائرمین کے پاس ہوتا ہے اور جھکے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔ جوں ہی میں باہر نکلا سامنے سے آتے ہوئے دو آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"کیا رہا؟" ایک آدمی نے سوال کیا۔ اس سوال کا جواب بہت خطرناک تھا لیکن اب میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، وہ موجود تھا۔" میں نے دبی آواز میں جواب دیا۔

"کام ہو گیا؟" سوال کیا گیا۔

"ہاں۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"اس کی لاش مسہری کے نیچے پڑی ہوئی ہے۔" میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نکل جاؤ۔" ان دونوں نے کہا اور خود بھی پلٹ کر باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

میں پائپ ہاتھوں میں پکڑے باہر نکل آیا تھا لیکن باہر کا منظر بے حد ہولناک تھا۔ جگہ جگہ سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور فائرمین ان کے درمیان آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اس وقت یہ اندازہ لگانے کی فرصت نہیں تھی کہ یہ فائرمین بھی انھی لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں... جنھوں نے تہ خانے میں مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی یا پھر یہ وہ لوگ نہیں تھے۔ وہ دونوں میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے جو اپنے ساتھی کے کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ چنانچہ اب میرے لیے بھی اس عمارت میں رکنا مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں کیا سوچ کر فائرمین آئے تھے۔ چنانچہ میں فائرمین کا لباس پہنے ہوئے عمارت سے باہر نکل آیا اور کافی دور تک پہنچنے کے بعد دم لیا۔ بہت سی فوجی گاڑیاں عمارت کے نزدیک کھڑی ہوئی تھیں۔ اگر میں فائرمین کے لباس میں نہ ہوتا تو یقیناً مجھے روک لیا جاتا لیکن فائرمین کا عملہ آگ بجھانے میں مصروف تھا اور میری ہی طرح کے بہت سے فائرمین باہر آ اور جا رہے تھے۔ چنانچہ مجھ سے تعرض نہیں کیا گیا۔ یہ صورت حال میری سمجھ میں تو برابر نہیں آ رہی تھی کہ عمارت پر دھماکے کس نے کیے؟ فوجی گاڑیاں یہاں کیوں کھڑی ہوئی ہیں؟ یہ سب سلسلہ کیا ہے؟ کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا کر کوئی ایسی جگہ تلاش کی جہاں میں فائرمین کے لباس سے چھٹکارا حاصل کر سکتا لیکن آس پاس مجھے ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ اس کے لیے کافی دور جانا پڑا تھا۔ خوش بختی سے کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ایک محفوظ گوشے میں پہنچ کر میں نے جلدی سے لباس کی زپ کھولی اور اسے اتار کر پھینک دیا... البتہ وہ اسٹین گن میں نے اپنے ساتھ رکھ لی تھی جو کسی بھی لمحے میرا ساتھ دے سکتی تھی۔ اس کے بعد وہاں رکنا بے معنی تھا۔

مجھے اس شہر سے خاصی شناسائی ہو گئی تھی لیکن یہ عمارت شاید شہر سے باہر کسی حصے میں واقع تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دوسری عمارتیں نظر آ رہی تھیں، لیکن ان سے راستوں کی شناخت نہ ہو سکی۔ تاہم میں سفر کرتا رہا۔ پھر ایک عمارت کے سامنے مجھے ایک موٹر سائیکل نظر آئی اور میں ٹہلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ موٹر سائیکل کا مالک عمارت کے صدر دروازے پر کھڑا کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے موٹر سائیکل کی چابی نکالی نہیں تھی۔ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر برق رفتاری سے اسے اسٹارٹ کیا اور دروازے پر گفتگو کرتا ہوا شخص چونک پڑا لیکن اتنی دیر میں، میں موٹر سائیکل آگے بڑھا چکا تھا۔ اور پھر جو بھی راستہ سامنے نظر آیا میں اسی پر چل پڑا۔ پھر مجھے اس سمت کا اندازہ ہو گیا جدھر میرا قید خانہ واقع تھا اور اس کے بعد ظاہر ہے جنرل فیرس کے محل کی جانب ہی رُخ کر سکتا تھا۔ موٹر سائیکل کی رفتار کافی تیز تھی۔ شہر کے معمولات پر ان دھماکوں کا کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ غالباً ان کی آوازیں وہاں تک نہیں سنی گئی تھیں۔ میں کئی پُررونق سڑکوں سے گزرتا ہوا بالآخر جنرل فیرس کے محل پہنچ گیا اور پھر اندر داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

محل میں پہلی ملاقات جیمس مورلے ہی سے ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ گردن جھٹکتا رہا۔ پھر آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر علی! سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا چیز ہیں..." میں نے

درحقیقت اتنا خوش نصیب اور اتنی اعلیٰ کارکردگی کا مالک دوسرا کوئی شخص کبھی نہیں دیکھا... کیا ہوا؟ کس طرح آپ کو ان لوگوں کے چنگل سے رہائی ملی؟"

"مسٹر جیمس ہوئے! میں ابھی اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ امید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے۔ مجھے کچھ دیر بالکل پُرسکون رہنے کا موقع دیجیے۔"

"ہاں ہاں، سوری، معافی چاہتا ہوں، لیکن جو حالات پیش آئے ہیں، ان کے تحت آپ خود غور کیجیے کہ ہم جیسے آدمی کی ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے۔ بکنگھم کی طرف سے غیر متوقع طور پر ہم سے ہر گھنٹے کے بعد رابطہ قائم کیا جا رہا ہے اور میرے لیے آپ کے بارے میں وضاحت کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ تاہم میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ ٹھیک ہے، آپ آرام کیجیے... تفصیلی ملاقات رات کو بارہ بجے کے بعد ہو گی۔ تاکہ ہم آئندہ پروگرام منتخب کر لیں۔"

میں جیمس ہوئے سے رخصت ہو کر اندر آ گیا۔ اور اس کے بعد اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر میں نے غسل خانے کا رخ کیا تھا۔ دماغی کیفیت نیم دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گئی تھی حالانکہ جسم سرد تھا لیکن ٹھنڈے پانی کے شاور کے نیچے میں تقریباً آدھے گھنٹے بیٹھا اپنے اوپر پانی بہاتا رہا تھا۔ پھر میں سونے کے لیے لیٹ گیا۔ ذہن کو تمام الجھنوں سے آزاد کر کے پُرسکون کرنا چاہتا تھا۔ الجھنوں نے دو تین دن اور برباد کر دیے تھے اور اس سے میری ذہنی کیفیت بے حد خراب ہو گئی تھی۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے تک سوتا رہا۔ کسی نے مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے ہی جاگا۔ لباس تبدیل کیا، منہ ہاتھ دھویا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر میرا خصوصی ملازم موجود تھا۔ جو ایک سیاہ فام تھا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں مجھے سلام کیا اور کہا کہ "میڈم کیتھی براؤن کی ہدایت ہے کہ جب بھی آپ جاگیں... انہیں اطلاع دے دی جائے اور آپ کو ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"کہاں ہیں وہ اس وقت؟" میں نے سوال کیا۔

"راؤنڈ پیلس میں موجود ہیں۔"

راؤنڈ پیلس کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ یہ محل کے ایک حصے میں بنا ہوا ایک ہال ہے جس کی چھت گھومتی ہے اور وہاں بیٹھ کر گوٹے ہل کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں ایک لفٹ کے ذریعے راؤنڈ پیلس پہنچ گیا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن وہاں بیٹھے کسی مشروب سے شغل کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے۔ جنرل ٹیرس نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگا لیا تھا۔ اور پھر اس نے ملازم سے کہا "کسی کو بھی مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ تم باہر رکو اور ٹیلیفون وغیرہ مجھ تک نہ پہنچنے دو۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو پیغام وغیرہ لے کر رکھ لینا۔"

"بہتر۔" ملازم نے گردن خم کر کے کہا اور باہر نکل گیا۔ راؤنڈ پیلس کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ کیتھی نے فوراً میرے لیے ایک گلاس منگوایا اور اس میں ایک مشروب کر میرے سامنے پیش کر دیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم بالکل خیریت سے تو ہو نا علی؟" وہ بولی اور میں نے ہاں میڈم! میں خیریت سے ہوں۔" میری اس بات پر کیتھی مسکرا دی تھی۔ کیتھی براؤن بھی تھکے تھکے انداز میں ہنسنے لگی۔

"گوٹے ہل کی حکومت سنبھالنے کے بعد جس وقت اب تک لاتعداد الجھنوں سے سابقہ ہے۔ اور ہم بہت سے مسائل حل کرنے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں لیکن یہ معاملہ ایک حکومت کا ہے کم از کم ان مسائل کے سلسلے میں ہمیں حکومت پر علی ہے لیکن تم یہاں ایک چھوٹے سے جلسے کے لیے آئے تھے اور اس قدر ہنگاموں سے دوچار ہو گئے۔ تمہاری زندگی اگر یہ ہے علی! تو مجھے وہ لمحات بتاؤ جو تم نے سکون سے گزارے ہوں؟"

"اگر یقین کریں میڈم براؤن! تو یہ حقیقت ہے کہ سکون کے لمحات کا تصور ہی میری زندگی سے نکل چکا ہے۔ یہ ہنگامے تو اب روزمرہ کا معمول ہو گئے ہیں۔"

"تمہیں دشمن بنانے کی عادت ہے علی! کیا تم دشمنوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے؟"

"یہی سمجھ لیں لیکن آپ یقین کیجیے میں نہیں جانتا کہ لوگ مجھ سے دشمنی پر کیوں آمادہ ہو جاتے ہیں۔ بس ہر جگہ مجھ میں میرے دشمن زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور میرے خلاف سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔"

"شاید وہ تمہاری ذہنی اور جسمانی تربیت کر رہے ہیں۔" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور مشروب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ میں جنرل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ کب آئے جنرل؟"

"بھئی تم سے ضرور کہوں گا خوش نہیں ہوں۔ جو کام جتنوں سے نمٹائے جا سکتے ہیں، وہ میں نے دنوں اور گھنٹوں میں نمٹائے اور فراغت حاصل کر لی۔ لیکن یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ تم نے یہاں میری مصروفیت کا بندوبست کر رکھا ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"کیا کروں جنرل! میں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں... اب دیکھیے نا گوٹے ہل کا سکون میں نے کس طرح درہم برہم کر دیا۔ نہیں، گوٹے ہل اتنا پُرسکون بھی نہیں ہے۔ میں نے بہت سے ایسے مسائل پر قابو پانے کے لیے اب تک شدید جدوجہد کی ہے لیکن ابھی بہت سا کام باقی ہے، بہت کام باقی ہے علی! میرے ذہن میں لاتعداد سوالات مچل رہے ہیں۔ کیا تم اس موڈ میں ہو کہ مجھے میرے سوالات کا جواب دے سکو؟ بات یہ ہے علی! کہ میں تو گوٹے ہل کے مسائل سلجھانے کے سلسلے میں بے شمار افراد کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ لیکن تمہاری حکومت کے مسائل غالباً تم تک ہی محدود رہیں گے۔"

"حکومت؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے تو یہی محسوس ہوتا ہے جیسے تم اپنی ایک باقاعدہ حکومت رکھتے ہو اور اس حکومت میں تم صرف دشمن پالتے ہو۔"

"دوست بھی ہیں میرے جنرل ٹیرس... آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیوں میڈم براؤن! آپ بتائیے۔" کیتھی براؤن میرا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اس نے پُرخلوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں تمہارے دوست بھی ہیں اور تمہارے دوست تمہارے دشمنوں سے زیادہ جاں نثار ہیں۔"

میں نے تشکر آمیز نگاہوں سے کیتھی براؤن کو دیکھا اور کہا "میں جانتا ہوں، مجھے یقین ہے۔ اگر انسان کو اس بات کا یقین نہ ہو تو اس کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔"

جنرل ٹیرس نے اپنا گلاس کیتھی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایک گلاس اور دو کیتھی، درحقیقت میں اس جذباتی گفتگو کو برداشت نہیں کر پا رہا۔ میری خواہش ہے کہ علی سے ساری باتیں پوچھ لوں!" کیتھی نے جنرل ٹیرس کا گلاس دوبارہ مشروب سے بھر دیا اور جنرل ٹیرس اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "علی... پوچھنے کے لیے بہت سی باتیں ہیں... لیکن تم اگر ترتیب وار میرے سوالات کا جواب دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"میں تیار ہوں جنرل۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"پہلا سوال میں تم سے یہ کرنا چاہتا ہوں علی کہ سارڈوان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکہ تم نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے لیا ہے یا کسی اور کے لیے اور جس کے لیے تم نے یہ ٹھیکہ لیا ہے اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"جنرل! یہ حقیقت ہے کہ سارڈوان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکہ جو میں نے حاصل کیا ہے، مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا کہ سارڈوان کی چٹانوں میں کیا چیز پوشیدہ ہے اور لوگ اس کے لیے اتنے مضطرب کیوں ہیں۔ وہ سہری بابا! یہ سب کچھ گورے اسٹون کے لیے کر رہا ہوں۔ گورے اسٹون سے میرا کوئی بھی جذباتی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس کے مفادات کا حامی ہوں۔ لیکن گورے اسٹون کا ہاتھ میری محسن ڈوگھتی رنگ پر آ گیا ہے۔ اس سے میرا رشتہ جان وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان کے راستے پر چل رہا ہوں اور ان کی خواہشات کی تکمیل کر رہا ہوں۔ میڈم براؤن نے ایک بار مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا میری زندگی میں کوئی جذباتی رشتہ بھی ہے؟ تو میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا تھا۔ میری عزیز ترین ہستی کو میڈم براؤن اچھی طرح جانتی ہیں۔ لیکن براہ کرم اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ تفصیلات نہ پوچھیں۔"

"ادھو! کون ہے وہ؟" کیتھی براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو گرین ہول کی تہذیب عالم یقیناً یاد ہو گی جسے صرف میری درخواست پر گوٹے ہل سے باہر نکال دیا گیا تھا۔"

"ہاں!" کیتھی براؤن تعجب سے بولی۔

"وہی تہذیب عالم اب میری زندگی میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ وہ میری روح ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ! اس انکشاف پر مجھے حیرت ہے۔ مجھے تو اب اس لڑکی کی صورت بھی اچھی طرح یاد نہیں رہی۔ بہر حال میری طرف سے مبارکباد، لیکن وہ ہے کہاں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اسے عجیب و غریب انداز میں اغوا کیا

"لیکن اس سلسلے میں میرا کام کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔
"تم گرسے اسٹون پہ اپنی گرفت مضبوط کر لو علی... اُن کے مفادات کے لیے اور بھی جو کچھ کرنا چاہتے ہو، سوچو اور کر دو... ہمیں گیت اسٹون سے بھی کام لینا ہے۔ یہ لوگ اپنے کچھ بھی مقاصد رکھتے ہوں۔ لیکن اس وقت ان کی ضرورت ہمیں پیش آ گئی ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں میں جس قدر جلد ممکن ہو سکے کام شروع کرا دو... وہاں گرسے اسٹون کے لوگ پہنچ جانے چاہئیں اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ میں تمہیں سارڈان کے جغرافیائی حالات سے کلی طور پر آگاہ کر دوں گا۔ مختصراً اتنا سمجھ لو کہ گوتھے پل سے کافی فاصلے پر یہ جگہ دشوار گزار سمجھی جاتی ہے لیکن جس علاقے میں کان کنی کے ٹھیکے لیے جا رہے ہیں، وہاں دُور دُور تک پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ان پہاڑیوں میں عظیم الشان غار موجود ہیں۔ جس علاقے میں کان کنی کی جائے گی، اس کے گرد حصار بندی کر لی جائے۔ اور گرسے اسٹون کے لیے کام کرنے والوں کو اس بات کی ہدایت کر دی جائے کہ وہ صرف اسی حصار ہی میں رہ کر اپنا کام انجام دیں۔ گرسے اسٹون کی گاڑیاں تھوڑے تھوڑے وقفے سے سامان لینے کے لیے گوتھے پل آتی رہیں تو ان کی آمد و رفت کا تجزیہ ہم خود برداشت کریں گے۔ لیکن جب یہ گاڑیاں واپس جائیں گی تو گوتھے پل کے فوجی ان میں پوشیدہ ہوں گے۔ اور ان فوجیوں کو انتہائی خفیہ انداز میں اُن غاروں میں منتقل کر دیا جائے گا۔ وہاں وہ تمام تیاریاں مکمل کریں گے اور ہم لیماٹو کے خلاف ان پہاڑیوں میں رہ کر جنگی منصوبہ بندی مکمل کر لیں گے۔ نقشوں کی مدد سے تمہیں یہ معلومات فراہم ہو سکیں گی کہ باقی قبائل کہاں کہاں آباد ہیں۔ اور ان پر حملہ کرنے کے لیے کون کون سے راستے اختیار کرنا ہوں گے۔ ہم اتنی فوجی قوت وہاں جمع کر دیں گے کہ لیماٹو کے باقی قبائل سے اتحاق سے نمٹا جا سکے اور صحیح وقت مقررہ پر ہم لیماٹو پر حملہ کریں گے اور پوری قوت سے اُسے نیست و نابود کر دیں گے۔ یہ منصوبہ میں نے اور کیتھی نے بڑے غور و فکر کے بعد بنایا ہے۔ اور اب اس میں صرف تمہارا کردار رہ جاتا ہے۔ گرسے اسٹون کو تم یہ لالچ دے سکتے ہو کہ کاربوریشن کے چھوٹے سے چھوٹے تمام ٹھیکے اس کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ بہت بڑا کام ہے یہ۔ وہ تمام ٹھیکے جو میں نے اپنے قبضے میں لی ہے گرسے اسٹون کے حوالے کر دی جائے گی۔ اور اس طرح گرسے اسٹون کو گوتھے پل سے بہت کچھ مل سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لالچ اُن لوگوں کو سب کچھ کرنے پر آمادہ کر دے گا۔ اور وہ تم سے تعاون کریں گے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے علی؟"

"ہاں مسٹر ٹیرس! میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ پھر کہا "بہتر طور پر میں جنرل ٹیرس کو مایوس نہیں کر سکتا تھا۔"

اس کے بعد اس سلسلے میں عملی اقدامات شروع ہو گئے۔ ہوٹلے میرے ساتھ تھا۔ ایلی تک میں نے جنرل ٹیرس کو یہ نہیں بتائی تھی کہ جیسی ہوٹلے صرف اس کا قانونی مشیر ہی نہیں بلکہ درپردہ کچھ اور بھی ہے۔ اس دوران میں محل کے حالات کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا اور گہری نگاہ سے دیکھتے ہوئے میرا اندازہ ہوا کہ جنرل ٹیرس ابھی بہت سے مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ حالانکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ لیکن جنرل ٹیرس نے ابھی تک پوری طرح حالات اپنے قابو میں نہیں کیے تھے۔ یہاں اس کے دوستوں کی بھی بہت سے افراد ایسے تھے جو جنرل ٹیرس کے ساتھ تھے اور اس کے لیے ہر طرح کا کام کر سکتے تھے۔ لیکن سازشیوں کی بھی کمی نہ تھی۔ جنرل سے عموماً ان معاملات پر گفتگو ہوتی رہتی تھی اور یوتا مانیہ کی اس تعلیم یافتہ سرواو کے بارے میں بھی گفتگو کی تھی۔ جنرل ٹیرس کو بتایا تھا کہ اُس کے کیا خیالات ہیں۔ اس کے جواب میں جنرل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"یقین کرو علی، مجھے ان لوگوں سے بے پناہ ہمدردی اور محبت ہے۔ میں ان سب کو زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن حالات کا جائزہ تم بھی لے چکے ہو۔ ابھی مجھے کا موقع نہیں مل سکا ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر کے ان علاقوں میں اصلاحات کرنے کا خواہشمند ہوں۔ کاش میں ان لوگوں کو اپنا دل چیر کر دکھا سکتا۔ میں ان کی تمام بدحالیاں دور کرنے کا خواہشمند ہوں۔ لیکن اس کے لیے ابھی مجھے وقت درکار ہے۔ کسی علاقے کو بنانا آسان کام نہیں ہوتا۔ مجھے اگر زندگی ملی تو میں تمہیں ایک نیا گوتھے پل دکھاؤں گا، بلکہ یہ الفاظ کہتے ہوئے مجھے تم سے بھی محسوس ہوتی ہے کیونکہ ابھی اپنے معاملات میں، میں بیرونی امداد کا سہارا لینے پر مجبور ہوں۔"

"اگر اشارہ میری طرف ہے جنرل ٹیرس... تو تم نے مجھے بہت فروکر کر میری توہین کی ہے۔"

"نہیں علی! میرا اشارہ تمہاری طرف نہیں ہے۔" جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تمام ہی لوگ تعاون کر رہے تھے۔ عمارت کا افتتاح ہو چکا تھا جس میں گیت اسٹون کے دفاتر قائم کیے گئے تھے۔ چند اجنبی لوگوں نے بھی مجھ سے ملاقات کی تھی اور ان کا رویہ میرے ساتھ نیاز مندانہ تھا۔ مجھے ہر معاملے میں نمایاں حیثیت دی گئی تھی۔ وہ نئے جیسی ہوٹلے کے ذریعے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا تھا کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں اس وقت تک اُن لوگوں کے ساتھ رہوں گا جب تک وہاں وہ اپنے قدم جما لینے میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔ ان لوگوں کے اپنے خیال میں میری شمولیت اُن کے لیے باعثِ تقویت تھی کہ انھیں جنرل ٹیرس کی افواج کا سہارا حاصل رہے گا اور جنرل ٹیرس بھی یہی چاہتا تھا کہ ان غاروں میں خفیہ طور پر فوجی پہنچا دیے جائیں۔ چنانچہ یہ کام دونوں سمت سے ہی رہا تھا۔ میں نے ان تمام لوگوں کے ساتھ آخری میٹنگ کی جو سارڈان کی کھدائی کے لیے نگرانِ اعلیٰ مقرر کیے گئے تھے۔ ان میں انجینئر بھی تھے، ماہر تجارت بھی تھے اور ماہر معدنیات بھی۔ ان تمام لوگوں نے مجھ سے اپنی اپنی ضرورتیں بیان کیں۔

"سارڈان تک سامان کی ترسیل کا تھوڑا سا کام آپ کو بھی کرنا ہوگا مسٹر علی! جنرل سے گفتگو کر کے آپ ہمیں تھوڑی سی افرادی قوت بھی فراہم کریں اور ان لوگوں کی نگرانی میں یہ مشینیں سارڈان تک پہنچائی جائیں۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہمیں جنرل سے مدد دلوا سکتے ہیں؟"

"ہاں یہ ذمہ داری آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ان مشینوں کو پورے تحفظ کے ساتھ پہاڑوں تک پہنچایا جائے گا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اس علاقے میں، میں جنرل کے فوجی دستے بھی متعین طور پر کیفیات کرا دوں گا۔ تاکہ کسی بھی قسم کی سازش کا احتمال نہ رہے۔"

اس بات پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا گیا تھا اور حسبِ عادت ان لوگوں نے میری برتری کے گیت گائے تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس طرح میرا اپنا کام بھی ہو رہا ہے یعنی جنرل ٹیرس کے سلسلے میں۔ چنانچہ ابتدائی تیاریاں مکمل ہو گئیں اور پھر آٹھ ٹرکوں اور چھ جیپوں پر مشتمل ایک قافلہ سارڈان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے بہترین دعاؤں کے ساتھ ہمیں رخصت کیا تھا۔ اس سے قبل انھوں نے گرسے اسٹون کے ان اعلیٰ عہدیداروں کو محل میں ایک دعوت بھی دی تھی۔ جس میں جنرل ٹیرس نے انھیں اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا تھا۔ اور اس کی وجہ مجھے ہی قرار دیا گیا تھا۔

قافلہ گوتھے پل سے نکل کر پہاڑی راستوں پر پہنچ گیا... فوجی سادہ لباس میں تھے۔ اور ہتھیاروں کی بہترین کھیپ بھی ہی گاڑی کے ساتھ روانہ کی جا رہی تھی۔ ٹرکوں میں تھوڑی سی مشینیں وغیرہ بھی تھیں۔ تعمیرات کا سامان تھا۔ تاکہ اس جگہ کو احاطے میں لے لیا جائے، جہاں کھدائی کرنی تھی۔ ہمارا یہ قافلہ تقریباً دس گھنٹے تک سفر کرتا رہا۔ اور گیارھویں گھنٹے میں ہم سارڈان کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔

ماحذ لگاہ یہ علاقہ بےحد عجیب اور پُراسرار تھا۔ اونچی نیچی پہاڑیاں اور گھنے جنگلوں سے ڈھکا ہوا۔ اس کے بارے میں ہمیں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی تھیں۔ گورنر جنرل کے اسٹون کے انجینئروں کے پاس بھی اس علاقے کے بارے میں تفصیلی رپورٹ موجود تھی۔ راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابلِ ذکر ہوتا۔

سارڈان کے اس مخصوص حصے میں پہنچ کر جو ہماری منزل تھا، ہم لوگ رک گئے۔ بڑے بڑے پول نصب کیے گئے۔ جن پر چند گھنٹوں کے اندر اندر سرچ لائٹس لگا دی گئیں۔ دن رات کام کر کے وہ سب سے پہلے اس علاقے کے گرد ایک حصار قائم کر لینا چاہتے تھے جہاں انھیں کھدائی کرنی تھی۔ فوری طور پر انھوں نے مزدوروں کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک دائرے کی شکل میں کھڑا کر دیا۔ جیسے ہی ان کے درمیان آ گئیں اور اس طرح ایک چھوٹا سا کیمپ قائم کر لیا گیا جس میں خیمے نصب کیے جانے لگے۔

ایک خیمہ میرے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا، جو اس علاقے کے عین درمیان ایک پہاڑی ٹیلے کے دامن میں تھا۔ میں خود بھی اس کام کا ساری رات جائزہ لیتا رہا۔ خاردار تاروں کی باڑھ بھی لگا دی گئی اور اس کا ایک بڑا دروازہ قائم کر دیا گیا۔ ان تاروں کے ساتھ ساتھ ہی وہ پول لگائے گئے تھے جن کے اوپر سرچ لائٹس نصب تھیں۔ ان میں سے کچھ لائٹوں کے رخ بیرونی سمت تھے اور کچھ کے اندرونی حصے کی طرف۔ بڑے بڑے جنریٹر ان سرچ لائٹوں کو بجلی فراہم کر رہے تھے۔ صبح ہوتے ہی انھوں نے انتہائی برق رفتاری سے کام کر کے اپنا یہ کیمپ مکمل طور پر قائم کر لیا۔ تمام خیمے نصب ہو گئے۔ اور اس کے بعد شام تک آرام کرنے کی آزادی تھی۔ جگہ جگہ ایسے مچان بنائے گئے تھے جن پر گھومنے والی سرچ لائٹس نصب تھیں۔ اور یہاں پہرے داروں کو ہتھیاروں کے ساتھ تعینات کر دیا گیا تھا تاکہ وہ باہر کی سمت نگاہ رکھیں۔ دروازے کو خاص طور سے روشنی کی زد میں لے لیا گیا تھا۔

میں بھی چونکہ ساری رات جاگتا رہا تھا اور بُری طرح تھک گیا تھا اس لیے اپنے خیمے میں آ کر لیٹ گیا جس میں جنریٹر کی مدد سے ایک پنکھے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ لیٹنے کے بعد تھوڑی دیر تک میں مختلف قسم کے خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر گہری نیند سو گیا۔

شام کو پانچ بجے میری آنکھ کھلی تھی۔ میرے لیے یہاں بھی ایک ملازم کو مخصوص کر دیا گیا تھا، جو میرے کھانے پینے اور دوسری آسائشوں کا خیال رکھتا تھا۔

انجینئر وغیرہ تھے جو اپنے کام میں مصروف تھے۔ افسر بہت تھوڑی دیر آرام کیا تھا۔ میری ذمے داریاں محدود تک ہی تھیں۔ جو لوگ میرے ساتھ آئے تھے یعنی جنرل ٹیرس کے آدمی تھے، انھیں الگ خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ستر افراد کی اس چھوٹی سی کمپنی کا سربراہ میجر لولو تھا۔ جس سے پہلے ہی تعارف کرا دیا گیا تھا۔ شام کی چائے پر لولو میرے ساتھ شریک تھا۔ ہم دونوں ایک چھوٹی سی ٹیبل کے گرد پڑی کرسیوں پر بیٹھ کر چائے پینے لگے اور اس دوران ہم گفتگو بھی کرتے رہے۔

"آپ نے اس علاقے کے تمام نقشے دیکھ لیے مسٹر ..." اس نے کہا۔

"ہاں، مجھے تھوڑی بہت واقفیت اس علاقے سے حاصل ہو گئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ دراصل مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ مجھے صرف آپ سے احکامات لینے ہیں۔"

"چونکہ آپ لوگ گریٹ اسٹون کے تمام افراد کی نگاہ میں ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کیمپ میں ہی قیام کریں۔ ہماری دوسری کمپنی جب یہاں پہنچے گی تو ہم اس وقت تک ان کے لیے غاروں کا بندوبست کر چکے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، ایسا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن کیا آج شام ان غاروں کا جائزہ لینے کے لیے نکلیں گے؟"

"نہیں، میرا خیال ہے آج اور آرام کر لو۔ کل صبح جائزہ مہم کا آغاز کریں گے۔ دن کی روشنی اس کام کے لیے موزوں رہے گی۔"

لولو نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ بہت دیر تک ہم لوگ بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ اور اس کے بعد انجینئروں نے آ کر ان کے کام کا جائزہ لینے لگے۔ میں نے پہرے داروں کے گوشے میں کے فوجیوں کی پیش کش بھی کر دی تھی جسے خوشی کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ دوسری کمپنی تقریباً تین دن کے بعد یہاں پہنچے گی اور اس کے لیے رابطہ قائم کر لیا گیا ہے۔ بہرطور یہ رات بھی پُرسکون گزری تھی، کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر لولو کے ساتھ ٹہلتا ہوا کیمپ کے گیٹ سے باہر نکل آیا۔ کام جاری تھا۔ مشینیں نصب کی جا رہی تھیں۔ کیمپ کے باہر یہ کام ہو رہا تھا۔ مجھے ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس علاقے میں وہ لوگ کون سی چیز تلاش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی واضحات کا کوئی قیمتی ذخیرہ۔ اس بات کو ابھی تک مجھ سے پوشیدہ رکھا گیا تھا اور میرے پوچھنے پر بھی اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا بلکہ اسے ایک راز کہہ کر معذرت کر لی گئی تھی۔

میں لولو کے ساتھ کافی دور نکل آیا۔ ہم ٹہلتے ہوئے ان بلند و بالا پہاڑوں کے دامن میں پہنچ گئے۔ جہاں غار تھے۔ میں نے لولو کو ساتھ لے کر ایک غار کے دہانے کا رخ کیا۔ لولو بھی اس غار میں داخل ہو گیا۔ بہت ہی وسیع غار تھے۔ آدھی آدھی پہاڑیاں اندر سے کھوکھلی تھیں۔

لولو نے اس غار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے مسٹر ... ملنی جانے، تقریباً دو سو فوجی اسی ایک غار میں قیام کر سکتے ہیں اور یہ چڑھائی جو سرنگ کی شکل میں اوپر کی سمت جا رہی ہے۔ اگر اسے مزید آگے بڑھایا جائے تو ہم پہاڑی کی چوٹی پر اندر ہی اندر چلتے ہوئے پہنچ سکتے ہیں اور پھر وہاں اپنے لیے عمدہ مورچہ بندی کر سکتے ہیں۔"

"یقیناً لولو! تمہارا خیال بالکل درست ہے۔" میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

ہم اس غار سے باہر نکل آئے اور پھر اس سے تقریباً آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ہم نے ویسا ہی ایک دوسرا غار دیکھا۔ یہاں غاروں کی بھرمار تھی اور ان غاروں میں بے شمار افراد سما سکتے تھے۔ مزید کچھ دیر تک ہم ان غاروں کا معائنہ کرتے رہے اور آئندہ کے لیے منصوبے بناتے رہے پھر واپس کیمپ کی طرف پلٹ آئے جہاں بدستور کام جاری تھا۔

میجر لولو کی خوبیاں مجھ پر عیاں ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اچھی سوجھ بوجھ کا مالک تھا اور میرے سامنے مستعد رہتا تھا۔ جنرل ٹیرس نے بھی اس کی اس خوبی کی نشاندہی کی تھی۔ لولو نے دوسری شام میری رہائش گاہ پر مجھ سے ملاقات کی، اور میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کہو لولو! معاملات ٹھیک ٹھاک چل رہے ہیں نا؟"

"جی ہاں، یہ لوگ بڑی مستعدی سے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے بہت جلد یہ کھدائی کا آغاز کر دیں گے۔ آخر یہاں سارڈان کی ان چٹانوں میں ایسی کیا چیز موجود ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اتنی مستعدی سے کام کر رہے ہیں؟"

لولو کے اس سوال پر مجھے ہنسی آ گئی۔ لولو کو کم از کم یہ بات ضرور معلوم ہو گی کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکہ ظاہر کے ذریعے لیا ہے۔ اور وہی گریٹ اسٹون نامی کمپنی کے ذریعے کھدائی کرا رہا ہے۔ اب اگر میں اس سے یہ کہوں کہ میں خود بھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تو یقیناً وہ اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"دراصل کان کنی کا یہ ٹھیکا گریٹ اسٹون کمپنی کو ہی ملا ہے۔ لیکن میری سفارش پر ... میں نہیں جانتا کہ گریٹ اسٹون یہاں کیا کھدائی کر رہی ہے۔ درحقیقت میں اس کے لیے نہیں بلکہ جنرل ٹیرس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ کان کنی کا یہ ٹھیکا میرے نام سے ضرور دیا گیا ہے لیکن اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں بھی اس بات سے لاعلم ہوں لولو! کہ یہ لوگ یہاں کر رہے ہیں۔"

"اوہ! اب سمجھا۔ دیسے آج میری ان لوگوں سے گفتگو ہوئی تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ اس بات پر حیران ہیں کہ کان کنی کے کام کی حفاظت کے لیے حکومت تو اتنی مستعد کیوں ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا بھی تھا کہ ان اطراف میں اتنے زیادہ فوجیوں کی کیا ضرورت ہے... چونکہ صورتِ حال تھوڑی بہت میرے علم میں تھی اس لیے میں نے اس کی روشنی میں اُن سے بات کی۔ میں نے انھیں بتایا کہ یہ علاقہ باغی قبائلیوں کا علاقہ کہلاتا ہے اور ایسا تو خیال ہے جنرل ٹیرس کے ہر منصوبے کو فیل کرنے کے خواہاں رہتے ہیں۔ چنانچہ جب حکومت نے سارڈان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا دیا ہے تو اس کے تحفظ کی تمام ذمے داریاں بھی قبول کی ہیں۔ میں نے اُن لوگوں کو کافی حد تک مطمئن کر دیا ہے۔ ایک اور بات بھی میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں جس نے مجھے چونکا دیا ہے۔ کان کنی سے متعلق تھوڑی بہت معلومات میں بھی رکھتا ہوں لیکن یہاں میں نے ایک نئی بات دیکھی ہے۔ ان لوگوں نے آج کچھ چٹانوں پر اسپرے کیا ہے، کالے رنگ کی کسی سیّال شے کا اسپرے جس نے ان چٹانوں کا رنگ تبدیل کر دیا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ان چٹانوں کا رنگ بدلنے کی کوشش کیوں کی گئی ہے۔ اگر یہ کوئی کھدائی کے سلسلے کی کڑی ہے تو اس سے پہلے میں نے یہ انداز نہیں دیکھا۔ دوسری صورت میں مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہم سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اب جبکہ میرے علم میں یہ بات آ گئی ہے کہ آپ ان کے لیے نہیں بلکہ جنرل ٹیرس کے لیے کام کر رہے ہیں تو میں نے اس بات کا انکشاف آپ کے سامنے کر دینا ضروری سمجھا۔"

میں خاموشی سے لولو کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ بھی وہ یہاں سے برآمد کریں گے، وہ ہمارے علم میں آ ہی جائے گا اور اگر وہ اسے چھپانے کی کوشش کریں گے تو ظاہر ہے ہم انھیں کامیاب

نہیں ہو سکیں گے۔ اب اگر کوئی قیمتی شے یہاں سے نکلتی ہے تو وہ اس کی اہمیت کے حساب سے ہی ہمیں اس کی رائلٹی دیں گے اور اگر اس میں کوئی فریب کیا گیا تو تمہارا کیا خیال ہے، انہیں معاف کر دیا جائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں چنانچہ یہ بات ہمارے لیے اتنی باعث تشویش نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں کرنے دو... فی الحال صرف ہمیں اس سلسلے میں سوچنا ہے کہ لٹیروں کے خلاف ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ، بے حد شکریہ! آپ سے گفتگو کر کے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔" لو بوسے نے کہا۔

تھوڑی دیر تک مزید گفتگو کرنے کے بعد وہ چلا گیا۔

☆☆☆

سب کچھ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔ جنرل ہیرمن کو پیغام بھیج دیا گیا تھا کہ ہم نے ضروری انتظامات کر لیے ہیں، فوجیوں کو بھیجا جائے۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ لیکن یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اس کام میں وقت تو صرف ہوتا ہی تھا۔ مشینیں وغیرہ کافی حد تک فٹ ہو گئی تھیں۔ پھر ایک دن بارش شروع ہو گئی۔ جب سے ہم لوگ یہاں آئے تھے آسمان ابر آلود ہی تھا۔ دن رات بادل چھائے رہتے تھے جس کی وجہ سے موسم بے حد خوشگوار تھا اور اس خوشگوار موسم میں ہمیں کم از کم شدید دھوپ یا گرمی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ شام کو تو اچھی خاصی خنکی ہو جاتی تھی۔ بادلوں کی چھاؤں میں کام کرنے والے مزدوروں اور انجینئروں کی ٹولیاں اکثر کیمپ سے نکل کر دور دور تک چلی جاتی تھیں۔ بعض اوقات کچھ لوگ باقاعدہ پکنک منانے لگتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی جب بارش شروع ہوئی تو کیمپ میں موجود لوگ چیختے چلاتے باہر نکل آئے۔ وہ بارش ہونے پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ بارش مسلسل جاری تھی اور ٹولیاں اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے دور دور تک نکل گئی تھیں۔

ہاگن نامی ایک انجینئر سے میری اچھی خاصی شناسائی ہو گئی تھی۔ اچھی طبیعت کا ہنس مکھ انسان تھا۔ سیر و سیاحت کا رسیا۔ اکثر مجھے اپنے عشق کی داستانیں سناتا رہتا تھا۔ لطیفے سنانے کا عادی بھی تھا اور عموماً وہ میرے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ لو بوسے ساتھیوں کے ساتھ تفریحی طور پر ان غاروں کی تعمیر میں مصروف ہو گیا تھا اور زیادہ تر وہیں لگا رہتا تھا۔ ہاگن نے اس شام مجھ سے کہا کہ بارش کا یہ موسم کیمپ میں گزارنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ کیوں نہ علاقے پر چل کر تھوڑی سی سیر و تفریح کی جائے۔ اس نے رائفل بھی دکھائی جو اس نے خصوصی طور پر یہاں آنے سے پہلے اپنے لیے خریدی تھی اور اس کا باقاعدہ لائسنس بنوایا تھا۔ کہنے لگا: "مسٹر علی! ہم بے شک ایک اہم کام کر رہے ہیں اور ہماری تمام توجہ اس طرف ہی ہونا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تھوڑی سی تفریح بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کچھ گھوڑے لے کر نکلیں۔ اس موسم میں کیمپ میں رہ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم قیدیوں کی زندگی گزار رہے ہوں۔"

میں تیار ہو گیا۔ ہاگن نے دو گھوڑے حاصل کیے، رائفل شانے سے لٹکائی اور ہم آگے چل پڑے۔

زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ہاگن نے کسی جنگلی بکرے کو دیکھا اور دوربین میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا: "مل گیا مسٹر علی! ذرا دیکھیے تو سہی کیا یہ پہاڑی بکرا نہیں ہے؟"

میں نے جلدی سے دوربین اس کے ہاتھوں سے لے لی اور اس کی بتائی ہوئی سمت دیکھنے لگا۔

وہ پہاڑی بکرا ہی تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ اس علاقے میں یہ شاندار سینگوں والے بکرے کہاں سے آ گئے۔

ہاگن اس بات پر مصر ہو گیا کہ بکرے کا شکار کرے گا۔ چنانچہ ہم نے گھوڑوں کا رخ اس سمت کر دیا جدھر بکرا نظر آیا تھا۔ رفتار کافی تیز تھی لیکن ابھی بہت زیادہ دور کا سفر نہیں کیا تھا کہ دفعتاً ہاگن کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور ہاگن قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر آ رہا۔ پھر ایک دم چیخا: "دلدل... دلدل۔"

میں نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں۔ جس جگہ ہاگن گرا تھا۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے اسے سہارا دیا اور اس کے بعد اس دلدل کو دیکھا جس کی جانب ہاگن نے اشارہ کیا تھا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ دراصل یہاں زمین نرم تھی۔ بارش کی وجہ سے جا بجا گڑھے پانی سے بھر گئے تھے اور اسی کے باعث وہ جگہ نرم ہو گئی تھی جسے ہاگن نے دلدل قرار دیا تھا۔ سامنے ایک پہاڑی نظر آ رہی تھی۔ بکرا اسی کی طرف گیا تھا۔

ہاگن برا سا منہ بنا کر بولا: "میرا خیال ہے، اب تو وہ نکل بھی گیا ہو گا۔ تاہم میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ تازہ گوشت کھائے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے۔"

ہم نے سنبھل کر پہاڑی کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ وہ دیکھنے میں بہت قریب نظر آ رہی تھی لیکن اس کے دامن تک پہنچنے کے لیے کافی لمبا سفر طے کرنا پڑا اور پھر ہم اس پہاڑی کے قریب پہنچ گئے۔ اطراف میں بھیانک سناٹا تھا۔ نرم زمین پر جنگلی بکرے کے کھروں کے نشانات تھے جن کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی... لیکن پھر میں کچھ نشانات دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ انسانی قدموں کے نشانات تھے۔ مجھے شدید حیرت ہوئی۔ کیونکہ کیمپ سے کوئی تفریحی پارٹی اس طرف نہیں آئی تھی۔ گھوڑوں پر ہم نے جتنا سفر کیا تھا وہ بھی اتنا طویل تھا کہ کم از کم کیمپ کے لوگ پیدل یہاں نہیں پہنچ پاتے۔ اس کے علاوہ فوجی اور مزدور تو ویسے بھی غاروں کو چھوڑ کر یہاں تک نہیں آ سکتے تھے۔ لیکن پھر یہ انسانی قدموں کے نشانات کیسے تھے؟ میں تشویش کا شکار ہو گیا۔

ہم گھوڑوں سے نیچے اتر آئے تھے۔ ہاگن جنگلی بکرے کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا لیکن میں زمین پر جھکا قدموں کے ان نشانات کو دیکھ رہا تھا۔ تب ہاگن میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر علی، خیریت؟ کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟"

"ہاگن، ذرا اس طرف آؤ۔" میں نے اسے اشارہ کیا اور ہاگن میرے قریب پہنچ گیا۔ "کیا یہ انسانی قدموں کے نشانات نہیں ہیں؟"

"سو فیصدی، سو فیصدی!" ہاگن کے چہرے پر بھی تعجب کے آثار نمودار ہو گئے۔ پھر وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا: "لیکن یہاں کون آ سکتا ہے؟ کم از کم ہمارے ساتھیوں میں سے تو کسی نے اس طرف کا رخ نہیں کیا ہو گا... لیکن ان اطراف میں... اوہ مسٹر علی! آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔"

"کیا؟"

"جو کوئی بھی یہاں سے گزرا ہے، ننگے پاؤں ہے اور کم از کم ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کئی ایک انسانی قدموں کے نشانات ہیں... دیکھیے! پاؤں کے نشانات تمام کے تمام یکساں نہیں ہیں۔" ہاگن نے کچھ اور کہنا چاہا لیکن میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ ایک سمت بڑھنے کا اشارہ کیا۔ گھوڑے ہم لوگوں نے اسی جگہ چھوڑ دیے۔ ہاگن نے احتیاطاً اپنی رائفل شانے سے اتار کر ہاتھ میں سنبھال لی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم جنگلی بکرے کا شکار بھول گئے تھے اور ان نشانات کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

قدموں کے نشانات ایک ہی جگہ محدود نہیں تھے بلکہ ایک وسیع حصے میں بکھرے ہوئے تھے۔ اور یقیناً کم از کم دس بارہ افراد یہاں موجود رہے تھے۔ لیکن وہ کون ہیں؟ کہاں سے آئے اور کہاں گئے؟ اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ نشانات چونکہ کسی ایک سمت تک تھے۔ اس لیے ہم زیادہ دور نہیں گئے۔ ایک طرف جاتے اور دوسری طرف نگاہ دوڑاتے تو ادھر بھی ویسے ہی نشانات نظر آتے۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اظہار کر رہی تھی۔

میں نے ہاگن سے کہا: "آؤ ہاگن! واپس چلیں۔"

"لیکن وہ جنگلی بکرے اور قدموں کے نشانات؟" ہاگن بولا۔ "جنگلی بکرے نہ ملیں، نہ سہی لیکن کم از کم ان نشانات کا سراغ تو لگانا ہی چاہیے۔"

میں چند لمحے سوچتا رہا اور پھر میں نے بھی ہاگن کی بات سے اتفاق کر لیا۔ واقعی ان قدموں کا سراغ ضرور لگانا چاہیے۔ چنانچہ ہم گھوڑوں کے قریب پہنچ کر ان کی پشت پر سوار ہو گئے اور پھر انہیں آہستہ آہستہ بڑھایا۔ ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

ابھی ہم زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ دفعتاً ہاگن نے رائفل سیدھی کر لی اور میں بھی سنبھل گیا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ ایک سمت اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "اس طرف... اس طرف کوئی حرکت ہوئی ہے۔ آپ یقین کریں مسٹر علی، میں نے محسوس کیا ہے کہ کوئی وہاں موجود ہے۔"

میں خاموشی سے ہاگن کی صورت دیکھنے لگا۔ میرے پاس اس وقت ایک لمبے شکاری چاقو کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ قدموں کے نشانات بتاتے تھے کہ اطراف میں کافی آدمی موجود ہیں اور ننگے پاؤں ہیں۔ وہ لمبا تو جنگل کے لوگ بھی ہو سکتے تھے لیکن اتنے قریب ان کی موجودگی کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ہاگن پُرجوش آدمی تھا، وہ میری طرف سے کسی اشارے کا انتظار کیے بغیر خود ہی آگے بڑھ کر وہاں پہنچ گیا جہاں بہت سے گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ میں نے بحالت مجبوری اس کا ساتھ دیا تھا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ ہاگن کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ ایک بلند و بالا درخت پر کوئی موجود تھا... درخت کی شاخیں اس طرح ہل رہی تھیں جیسے کوئی ان میں چھپنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میرے کچھ بولنے سے پہلے ہی ہاگن نے دفعتاً درخت کی جانب فائرنگ شروع کر دی اور گولیاں شاخوں اور پتوں میں پیوست ہو گئیں۔ لیکن پہلے کوئی چیخ

اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھیوں کے آنے سے قبل ہی ان لوگوں نے ہم پر سے ایک تیر چھوڑا گیا۔ جو میرے خشکل نہیں ہو جائے گی یا پھر جو گزر گیا تھا اور اب اس میں کوئی شبہ نہ رہ کہ کسی وقت کیمپ پر کوئی موجود ہے۔ فوری طور پر کیا بندوبست

لاگن نے جلدی سے رائفل دوبارہ لوڈ کر لی تھی
گھوڑے کو درخت کے چاروں طرف دوڑا رہا تھا۔ میں نے بے ساختہ اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں کہ مدافعت کے تیروں سے محفوظ رہ سکوں۔ پتا نہیں کیوں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی خطرناک بات ہونے والی ہے۔ رکھی جائے تاکہ
لاگن نے ایک بار پھر وہ تعطل نہ ہو اور تم بھی اپنے چند آدمیوں کو مستعد رہنے کی تاکید کر دو تاکہ کسی بھی خطرناک صورت حال سے آسانی سے نمٹا جا سکے۔"

"میں سب کچھ آپ کی ہدایات کے مطابق ہی کروں گا اور اس کے ساتھ ہی ہمیں دارالحکومت کو پیغام بھی دینا چاہیے کہ لیا لوٹ سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی ہے۔"

لولو نے میری ہدایات کے مطابق ہی عمل کیا۔ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر مشین گنیں فٹ کر لی گئیں۔ یہ ٹیلے کیمپ کے تینوں اطراف میں تھے لیکن ایسی جگہ تھے کہ کیمپ کے ہر حصے پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ خصوصی طور پر کاربائی کر کے تار بچھائے گئے اور ان ٹیلوں تک روشنی لے جائی گئی تاکہ رات کے وقت مخصوص اطراف پر نگاہ رکھی جائی جگہ ان ٹیلوں کے ذریعے سرچ لائٹیں گردش کرتی رہیں اور آس پاس بھی نگاہ رکھی جا سکے۔۔۔ یہی طریقۂ مقابلہ تھا لیا لوٹ سے مقابلہ کرنے کا ورنہ ہمارے ساتھیوں کی تعداد ابھی بہت کم تھی۔

تین دن گزر گئے۔ ابر آلود موسم بدستور تھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ لولو کے انکشاف کے بعد میں نے اُن چٹانوں کا جائزہ لیا تھا جہاں سیاہ رنگ کا کوئی سیال اسپرے کیا گیا تھا جنھیں چاروں طرف لگا دی گئی تھیں اور میں نے محسوس کیا تھا کہ جہاں سے کھدائی کا آغاز ہونے والا ہے اس جگہ کو انھوں نے عام نگاہوں سے پوشیدہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے یہ عام نگاہیں میری یا جنرل شیرمن کے ساتھیوں کی ہی ہو سکتی تھیں۔ یہ تجسس میرے ذہن میں جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ آخر وہ یہاں سے کیا چیز برآمد کرنا چاہتے ہیں؟

رات کو گشت کرنے والی ٹولیاں ایک مخصوص فاصلے پر گشت کرتی رہتی تھیں لیکن اس عرصے میں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب ان اطراف میں کوئی نہ ہو لیکن ایک صبح ہمارے اس خیال کی تردید ہو گئی نہ صرف تردید ہوئی بلکہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو انتہائی ہولناک تھا۔

موسم بدستور ابر آلود تھا۔ اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، ہوا بند ہو گئی تھی۔ فضا پر جیسے جمود طاری تھا۔ دفعتاً پہاڑی ٹیکری سے سیٹیوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ سیٹیاں مورچا بندوں کی تھیں جو ٹیلوں پر اطراف میں نگاہ رکھے بیٹھے تھے۔ سیٹیوں کی آواز پر دوسری طرف سے بھی سیٹیاں گونجیں اور میں فوراً ہی اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آیا۔ کیمپ کے اندر ہی میں نے ایک ایسی جگہ کا رُخ کیا جو ایک ٹیلے کی شکل میں تھی اور بلندی پر پہنچ گیا۔

وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہی تھا۔ پانچ گھڑ سوار تھے جن کے جسم سیاہ لوہے کی مانند تھے۔ وہ پانچوں تیز رفتاری سے کیمپ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ گھوڑوں پر وہ پتھر کے بتوں کی مانند ساکت تھے۔ اُن کے جسم انھی کی طرح برہنہ تھے جیسے ہم نے خود پہ حملہ آور ہوتے دیکھا تھا لیکن ان کی گردنوں میں ایک عجیب سی مالا پڑی تھی جو چھوٹے چھوٹے چوکور ڈبیوں کی شکل میں تھی۔ کمر پر بھی ڈبے بندھے ہوئے تھے اور بازوؤں پر بھی۔ ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ سیٹیوں کی آوازیں انھیں کی آمد کا اعلان کر رہی تھیں۔ وہ لوگ اس وقت کیمپ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھے اور ہمارے آدمیوں کے نشانے پر تھے۔ اگر وہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرتے تو اُن پر گولیاں داغی جا سکتی تھیں۔ ان کے پاس بھی تیر کمان بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ کیمپ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر آ کر وہ رک گئے اور چند لمحے اسی طرح خاموش کھڑے رہے۔ پھر دفعتاً ان کے حلق سے وحشت زدہ آوازیں نکلیں اور انھوں نے اپنے گھوڑے برق رفتاری سے ایک دوسرے سے الگ کر لیے۔ پھر وہ نصف دائرے کی صورت میں کیمپ کی طرف دوڑے۔ ان کا انداز اتنا وحشت ناک تھا کہ میں خود بھی متحیر رہ گیا لیکن اسی لمحے ایک ٹیکری پر سے ان پر فائرنگ ہوئی۔ یہ اندازہ تو لگا لیا گیا تھا کہ وہ کسی خیر سگالی کے مشن پر نہیں آئے تھے۔ ٹیکری پر سے چلی ہوئی گولیاں ایک گھڑ سوار کے بدن پر لگیں اور میری آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی۔ گولیوں نے جیسے ہی سوار کو چھوا، دفعتاً ہی فضا میں ایک ایسا ہولناک دھماکا سنائی دیا کہ چند لمحے کے لیے انسان سماعت سے محروم ہو گیا۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے کئی ہزار ٹن وزنی بم پھٹ گیا ہو۔ فضا میں اتنی تیز روشنی پیدا ہوئی تھی کہ آنکھیں بند ہو گئیں۔ گھوڑے اور اس شخص کے چیتھڑے کیا شاید خون کا دھبہ بھی نہ مل سکتیں۔ جس جگہ وہ تھا وہاں ایک گہرا گڑھا پڑ گیا تھا لیکن باقی چار گھڑ سوار محفوظ تھے۔ مجھے بھی صورت حال کا کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا اور میں ہکا بکا کھڑا تھا۔ دفعتاً ٹیکری پر سے گولیوں کی دوسری باڑھ ماری گئی اور پھر ویسا ہی ہولناک دھماکا سنائی دیا۔ بدن لرز گیا تھا۔

کیمپ میں اس طرح سکوت چھا گیا تھا جیسے وہاں کسی ذی روح کا وجود ہی نہ ہو۔ کسی کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہیں آ رہی تھی، اور دوسروں کو کیا کہتا، خود میری اپنی کیفیت بھی اُن سے مختلف نہیں تھی۔ آن کی آن میں گھوڑے سوار خاردار باڑوں کے قریب پہنچے اور چونکہ اس کا پھاٹک بہت زیادہ بلند نہیں تھا اس لیے دفعتاً ان کے گھوڑوں نے زقندیں بھریں اور پھاٹک کو عبور کرتے ہوئے احاطے میں داخل ہو گئے۔ مجھے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں یہ احساس ہو گیا تھا کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ کیمپ کے اندر بھی ان کی مزاحمت کی گئی تھی اور اس مزاحمت کے نتیجے میں ویسے ہی دھماکے پیدا ہوئے تھے۔ جس ٹیلے سے نیچے دھماکا آیا تھا اس پہ جسم کے کٹے ہوئے حصوں پر معمولی خراشیں بھی آئی تھیں۔ اعصاب اس حد تک کشیدہ ہو گئے تھے کہ گرنے کے بعد چند لمحے تک اٹھ بھی نہ سکا۔ پورے کیمپ میں شور بلند ہو رہا تھا اور کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔ پتا نہیں ان دھماکوں سے چھوٹے پہاڑی ٹیلوں پر چڑھے ہوئے گوسے پل کے فوجی جوانوں پر کیا بیتی تھی۔ میرے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ بہر حال سنبھل کر اٹھا اور دیوانوں کی طرح ہی چاروں طرف دوڑنے لگا۔ میجر لولو اس وقت کیمپ میں بھی موجود نہیں تھا۔ میں آگ اور دھوئیں کے ان بادلوں کو دیکھنے لگا جو چند خیموں سے بلند ہو رہا تھا۔۔ باقی خیمے محفوظ تھے البتہ بے شمار لوگ زخموں سے کراہ رہے تھے اور جو شدید زخمی نہیں تھے وہ ادھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ کچھ دیر تک تو خود پر معطل سا ہو گیا تھا۔ ایک بات بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیا کیا جائے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میجر لولو بہت سے فوجی جوانوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اور اس نے امدادی کارروائی شروع کرا دی۔ سولہ آدمی زخمی ہوئے تھے۔ اور ایک جگہ چٹانوں کے درمیان کافی تباہی پھیلی تھی۔ یہاں موجود مشینیں بری طرح تباہ و برباد ہو گئی تھیں۔ چٹانیں درمیان سے پھٹ گئی تھیں اور ان کی شکست کے بعد ٹکڑے جھکے ہوئے تھے۔ حیرت انگیز بات تھی کہ ان خوفناک دھماکوں سے مشینوں اور زمین کو تو شدید نقصان پہنچا تھا لیکن کیمپ میں موجود لوگوں میں سے کسی کی جان نہیں گئی تھی۔ البتہ چند افراد شدید زخمی ہو گئے تھے۔ ان تینوں گھڑ سواروں کا نام و نشان بھی مٹ گیا تھا جو کیمپ میں داخل ہوئے تھے۔ شدید افراتفری کا عالم تھا۔

میجر لولو صورت حال پر گفتگو کرنے کے بجائے زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا۔ آگ بجھا دی گئی۔ زخمیوں کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا اور جو شدید زخمی تھے اُن کے بارے میں فوری فیصلہ کیا گیا کہ انھیں ٹرکوں میں ڈال کر گوسے پل لے جایا جائے تاکہ ان کا علاج ہو سکے۔ باقیوں کے لیے کیمپ کے کچھ حصے سے رجوع کیا گیا تھا۔ گرے اسٹون نے یہاں میڈیکل سینٹر بھی قائم کیا تھا۔ شدید زخمیوں کو بھی فوری طبی امداد دی گئی اور پھر پانچ مسلح نوجوانوں کی سرکردگی میں ان زخمیوں کو ٹرکوں میں لٹا کر روانہ کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جنرل شیرمن کو ایک خصوصی پیغام بھی بھجوایا تھا جس میں اس سے درخواست کی تھی کہ لیا لوٹ کی طرف سے کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ فوری طور پر جس قدر مسلح فوجی بھجوائے جا سکیں بھجوا دیے جائیں۔

یہ ہنگامہ شام تک جاری رہا تھا۔ کیمپ کی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ لولو بے چارہ اپنے فرائض پورے کر رہا تھا۔ دوسری طرف گرے اسٹون کے کارکن اور اعلیٰ عہدے دار اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔

یہ حقیقت تھی کہ یہاں کھدائی کے لیے ٹھیکا دیا گیا تھا۔ کاروبار کے ساتھ کبھی ایسا کوئی واقعہ پیش آیا تھا؟ یہ کان کنی کرنے والوں کی اپنی ذمے داری تھی کہ وہ جس علاقے میں کام کریں وہاں اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کریں۔ اصولاً گوسے پل کا ایک بھی فوجی ان لوگوں کی حفاظت کا ذمے دار نہیں تھا۔ یہ تو مسئلہ ہی دوسرا تھا۔ اگر گرے اسٹون اس حادثے سے متاثر ہو کر یہاں اپنا کام بند کرنا چاہے تو یہ اس کا مسئلہ تھا۔ لیکن اس کی آڑ میں جنرل شیرمن جو کچھ کرنا چاہتا تھا، میں صرف اس سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اس سے قبل گرے اسٹون کے ذمے داروں سے میری بات چیت بھی ہو چکی تھی۔ چنانچہ مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ کہا گیا۔ جو مشینیں تباہ ہو گئی تھیں، وہ اب اس قابل نہیں رہی تھیں کہ ان کے لیے کارآمد ہو سکیں۔ ان کی جگہ نئی مشینیں ہی منگوائی جا سکتی تھیں۔

ان زخمیوں کے ساتھ گرے اسٹون کے دو نمائندے بھی گئے تھے جنھیں کمپنی سے رابطہ قائم کر کے صورت حال کی اطلاع دینی تھی۔ شام کو سات بجے کے قریب گرے اسٹون کے چند اعلیٰ عہدے دار مجھ سے ملاقات کے لیے آئے۔ میجر

لوبو کو بھی میں نے بلا لیا تھا۔ ان سب کے چہروں پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

ان میں سے ایک نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی! ہم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ سارژوان کے علاقے میں ایسے وحشی بھی بستے ہیں جو یہاں ہماری موجودگی ناپسند کریں گے۔ ورنہ ہم اس کے لیے بھی مناسب بندوبست کرتے۔ جنرل نے ہمارے تحفظ کے لیے جو بندوبست کیا ہے، وہ ناکافی ہوگا۔ اس کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ہم شدید نقصانات سے دوچار ہوئے ہیں اور غالباً ہمارا کام مہینوں پیچھے چلا گیا ہے۔ جو مشینیں تباہ ہوئی ہیں اور جن لوگوں کو شدید زخم آئے ہیں ان کی کمی پورا کرنا آسان کام نہیں ہوگا۔ اس صورت حال میں آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں؟"

"اس کا فیصلہ آپ خود ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بتایا تھا کہ آپ کے تحفظ کی ذمے داری گوجیل کی حکومت پر نہیں ہے۔ اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ ان حالات میں آپ کام نہیں کر سکیں گے تو بہتر یہ ہے کہ ارادہ ترک کر دیں اور ان لوگوں سے مشورہ طلب کریں جو اس سلسلے میں آپ کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔"

وہ لوگ میرے اس جواب پر پریشانی کا شکار ہو گئے تھے۔ میرے دوست آتوی نے کہا۔ "لیکن مسٹر علی! کم از کم اس وقت تک کے لیے تو آپ ہمارے تحفظ کا انتظام کر دیں جب تک ہمیں اپنے سربراہان سے ہدایت موصول نہ ہو جائے۔"

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جتنے افراد ہمارے ساتھ آئے تھے، وہ سب کے سب اپنی جگہ مستعد تھے لیکن ایک طوفانی برق رفتار کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ آپ کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟"

"نہیں مسٹر علی۔ آپ یقین کیجیے کہ آپ پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جا رہی۔ دراصل غلطی ہمارے ہی سربراہوں کی ہے جو اس علاقے میں وحشیوں کے وجود سے بالکل ہی غافل ہو گئے یا انھیں نظر انداز کر کے پروگرام بنا لیا گیا۔ حالانکہ اس سلسلے میں بھی معلومات کر کے اس کے انتظامات کرنے چاہئیں تھے کہ اگر یہاں ایسی کوئی صورت حال ہو تو اس سے نمٹا جا سکے۔ ہم تو اس نامعلوم لائحہ کے بارے میں آپ سے مشورہ چاہتے ہیں۔ اگر دوبارہ زیادہ افراد کے ساتھ بھی عمل دہرایا گیا تو کیا ہم میں سے کوئی شخص زندہ رہ سکے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ اس کی اطلاع تفصیل کے ساتھ اپنے سربراہ کو دے دیجیے۔ اس صورت حال کے مکمل ذمے دار وہی رہیں۔" میجر لوبو کہنے لگا۔

"یہ بات تو آپ کو پہلے بھی شاید بتا دی گئی ہو کہ اطراف میں لیناٹو کے وحشی قبائل آباد ہیں جو شورش پسند ہیں اور ان کے خلاف حکومت کوئی اقدام کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر تک مزید بحث و مباحثہ ہوا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور وہ سب پریشان واپس چلے گئے۔ جو کام وہ کئی دن سے کر رہے تھے، وہ سب کا سب ملیامیٹ ہو گیا تھا اور اب از سر نو نئے سازوسامان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ گریس اسٹون کا منصوبہ تعطل کا شکار تھا۔ میں نے تو اب حالات سے بیزار ہو کر جنرل گیریس کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کے خیالات ذہن سے نکال دیے تھے۔ گریس اسٹون کی ناکامی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں لیناٹو کے خلاف مؤثر کارروائی کرنے کا خواہشمند تھا مگر ابھی حالات اس کے لیے سازگار نہیں ہو سکے تھے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آئے۔ لوبو بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔"

"کیا لوبو؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ان بگولوں کی ساخت بہت عجیب تھی۔ اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ لیناٹو قبائل کو مسلح کیا گیا ہے۔ ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ انھیں اسلحہ بنا سکیں یا خود پر استعمال کر سکیں۔ پانچ افراد نے جس طرح اپنی قربانی دی اس سے آپ یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں مسٹر علی کہ ان میں بغاوت کو ایمان کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ ورنہ خودکشی آسان نہیں ہوتی۔ انھیں بتا دیا گیا ہو گا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہے ہیں اس کے نتیجے میں انھیں صرف موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے باوجود انھوں نے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آنے والے وقت میں ہمیں پیچیدہ حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لوبو اور میں تمہاری بات سے بھی متفق ہوں کہ انھوں نے آتشیں اسلحہ خود نہیں بنایا ہوگا۔ کوئی انھیں جدید ہتھیار فراہم کر رہا ہے۔ کون؟ اس سوال کا جواب ابھی نہیں دے سکتا۔"

میری بات سن کر لوبو خاموش ہو گیا تھا۔

آسمان پر چھایا ہوا ابر چھٹ گیا تھا۔ اور کالی رات میں شفاف آسمان نظر آیا تھا۔ پھر رات کی سیاہی اس پر مسلط ہوئی۔ کیمپ کے مختلف حصے ہولناک منظر پیش کر رہے تھے۔ تباہ ہونے والے افراد، مشینوں وغیرہ کو ہٹایا جا رہا تھا۔ انجینئر اور باقی بچے ہوئے سب کے سب مشغول تھے اور ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار جھلک رہے تھے۔ میں کیمپ کے دورافتادہ حصے سے باہر نکل کر ان ٹیکریوں کا جائزہ لینے کے لیے چل پڑا جہاں پہرہ لگانے کے لیے تمام لوگوں کو پھیلا دیا گیا تھا اور انھیں پہلے سے زیادہ مستعد کر دیا گیا تھا۔ وہ سب کے سب چوکنا ہو گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد لوبو بھی مجھے مل گیا۔ ہم نے رات کا کھانا ایک ٹیکری پر ہی کھایا۔ میں تو ابھی آدھی رات تک جاگنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

شفاف آسمان پر تارے جگمگانے لگے۔ چاند ذرا دیر سے نکلنے والا تھا۔ پھر اس وقت رات کے تقریباً سوا بارہ بجے ہوں گے جب چاند نے سر ابھارا اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی علاقے کے ماحول کو منور کرنے لگی۔ ٹیکری ہی سے میں نے کیمپ میں کچھ افراتفری دیکھی۔ نہ جانے وہ لوگ کس الجھن کا شکار تھے۔ میں نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور ان لوگوں کی بھاگ دوڑ دیکھنے لگا۔ پھر دفعتاً میں چونک پڑا۔ کیمپ کے اندرونی حصے میں چٹانوں میں پڑی ہوئی دراڑیں روشنی اگل رہی تھیں۔ یہ وہی علاقہ تھا جہاں کھدائی شروع ہونے والی تھی اور یہ وہی چٹانیں تھیں جن پر سیاہ رنگ کا پینٹ کر دیا گیا تھا لیکن آج دن کے واقعے نے ان میں سے چند چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا اور اطراف کی بے شمار چٹانیں ایسی تھیں جن میں گہری دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ لوبو اور ٹرالوں پر بیٹھے ہوئے تمام ہی افراد ہڑبڑا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس انوکھی روشنی کا راز ان کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ روشنی انتہائی عجیب تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ٹوٹی ہوئی چٹانوں کے رخنے سفید اور ٹھنڈی آگ اگل رہے ہوں۔ ان رخنوں میں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ تب مجھے کیمپ کی افراتفری کے سبب کا اندازہ ہوا۔ وہ لوگ برق رفتاری سے سیاہ رنگ کا سیال ان چٹانوں پر چھڑکتے پھر رہے تھے تاکہ یہ راز راز ہی رہے۔

تب لوبو نے مجھ سے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر علی کچھ سمجھے آپ؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں..."

"یہ پلاٹینم ہے... سو فیصد پلاٹینم۔ دنیا کی سب سے قیمتی دھات۔"

"پلاٹینم!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا... ساری حقیقت میرے علم میں آ گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ساری کارروائی کس لیے کی گئی ہے اور اب تک میرے ساتھ جو ڈراما کھیلا گیا ہے، اس کا اصل مقصد کیا ہے؟

کیمپ میں وہاں موجود تمام افراد اس روشنی کو چھپانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ وہ سب کے سب ہر اس جگہ سیاہ رنگ کا وہ سیال اسپرے کر رہے تھے جہاں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ سیال بھی یقیناً کوئی خاص اہمیت رکھتا تھا کیونکہ جہاں بھی سیال کا اسپرے ہو جاتا، وہاں چمک معدوم ہو جاتی۔

بالآخر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور روشنی معدوم ہو گئی۔ لیکن اب ان کا یہ راز، راز نہیں رہا تھا۔ میرے نزدیک پلاٹینم کے یہ ذخائر بڑی اہمیت کے حامل تھے اور ان پر اصل حق گوجیل کے عوام کا تھا۔ جنرل گیریس کو اب اس کی اطلاع دینا ضروری ہو گیا تھا تاکہ کان کنی سے حاصل ہونے والی دھات کے سلسلے میں رائلٹی کا مسئلہ پلاٹینم کی قیمت کو مدنظر رکھ کر طے کیا جائے۔ ورنہ جنرل گیریس جیسا دوست کسی بھی وقت یہ سوچ سکتا تھا کہ مجھے صرف دوستی کی بنیاد پر اس عظیم خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔ گریس اسٹون کا تعلق کسی بھی شخصیت سے ہو، اصولوں اور بین الاقوامی قانون کے مطابق جو چیز بھی حاصل کی جائے، اس کی قیمت کا تعین کرنے کے بعد ہی رائلٹی کا تعین ہوتا ہے اور گریس اسٹون کو جنرل گیریس کو وہی رائلٹی ادا کرنی چاہیے لیکن یہ بعد کا مسئلہ تھا۔ پتا نہیں ان لوگوں نے کیا انتظامات کیے تھے اور اس کھدائی سے برآمد ہونے والی چیز کو کیا نام دینا چاہتے تھے۔ ابھی اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب تھا کیونکہ دوسرے بہت سے مسائل سامنے تھے۔

دو تین دن پرسکون گزر گئے اور ایسا کوئی اور واقعہ نہیں ہوا جو قابل ذکر ہوتا۔ انجینئر ان مشینوں کی مرمت میں مصروف ہو گئے جو کسی طور بھی ٹھیک ہو سکتی تھیں۔ ان تمام آلات کو ختم کر دیا گیا جو اس خوفناک واقعے کی وجہ سے بیکار ہو گئے تھے۔ زخمیوں کا علاج کیا جا رہا تھا۔

چوتھے دن ٹیکری پر چڑھے ہوئے فوجیوں نے سیٹیاں بجانا شروع کر دیں اور سب ہی خوف زدہ ہو کر باہر نکل آئے۔ لیکن ٹیکری سے چند فوجی جوان دوڑتے ہوئے کیمپ میں پہنچ گئے تھے۔ غالباً انھیں بھی احساس ہو گیا تھا

کریں تو آج رات ہم مشرقی پہاڑیوں کی دوسری طرف کا جائزہ لیں۔ وہاں سے مجھے کچھ ایسی اطلاعات مل رہی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ لیاقو نے مشرقی پہاڑیوں کے عقبی وقت سے کوئی کارروائی کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ جاسوسوں نے اطلاع دی ہے کہ کچھ مشتبہ افراد دیکھے گئے ہیں، جو ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تھے اور یہ افراد ہمارے ساتھیوں میں سے نہیں تھے۔ میرا خیال ہے ہم آج پہاڑیوں پر چڑھ کر دوسری سمت کا جائزہ لیں۔"

"ٹھیک ہے جنرل! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے ہلکے پھلکے کھانے سے فارغ ہو کر میں اور جنرل مشرقی پہاڑیوں کی سمت چل پڑے۔ یہ مشرقی پہاڑیاں وہی تھیں جہاں میں نے کل دن میں بھی چکر لگایا تھا اور اس سے پہلے یہاں میرا ٹکراؤ سیاہ فام باشندوں سے ہو چکا تھا۔ پہاڑیوں کے دامن تک ہم جیپ ہی میں پہنچے۔ اور پھر جیپ کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا گیا۔ میں جنرل کے ساتھ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اور خاصا مشکل راستہ طے کر کے ہم بلاآخر بلندی پر پہنچ گئے۔ یہاں سے دوسری سمت دیکھا جا سکتا تھا۔ تاحدِ نگاہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور جنگل تھے لیکن یہ جنگل گھنے نہیں تھے بس چھدرے چھدرے درختوں کے جھنڈ جگہ جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے بیچ میں پہاڑی ٹیلے تھے۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا پہاڑی نالا بھی نظر آ رہا تھا۔ ان پہاڑیوں کے دوسری طرف ایک تنگ درّہ تھا... جو بل کھاتا ہوا ایک طرف گھوم جاتا تھا۔ جنرل آنکھوں سے دوربین لگائے بیٹھا رہا اور تقریباً ایک گھنٹا اسی طرح گزر گیا۔ تب جنرل نے گہری سانس لے کر دوربین گلے میں لٹکائی اور اپنا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا بٹن آن کر دیا۔ لیکن ابھی وہ کچھ بولنے بھی نہ پایا تھا کہ دفعتہً بہت دور پہاڑیوں میں ایک سرخ روشنی چمکی اور ہم لوگ چونک پڑے۔

جنرل نے مجھے اس سمت متوجہ کیا۔ ٹرانسمیٹر جیب میں رکھا اور دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ پھر اس نے دوربین میری طرف بڑھائی اور میں بھی اس سرخ روشنی کی سمت دیکھنے لگا۔ روشنی بہت باریک سی تھی اور کسی جگنو کی طرح آہستہ آہستہ چمک رہی تھی۔ غالباً یہ کسی قسم کا اشارہ تھا۔ میں نے دوربین واپس جنرل کو دی اور خود چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ اگر یہ اشارہ کسی کے لیے تھا تو اس اشارے کا جواب بھی ملنا چاہیے تھا۔ اور میرا اندازہ غلط نہ نکلا۔ میں نے درّے کے آخری سرے سے پیلے رنگ کی ایک روشنی دیکھی۔ سرخ رنگ... اور پھر سبز رنگ۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ سگنل دیا جا رہا ہے۔ جنرل کو بھی میں نے اس جانب متوجہ کیا! اور وہ بغور اس روشنی کو دیکھتا رہا... پھر اس نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر دوبارہ نکالا اور اس کا بٹن دبا کر مجھے یوں کہنے لگا۔

"لیفٹیننٹ تھری، لیفٹیننٹ فور، فائیو، سکس... الرٹ۔ مشرقی پہاڑیوں کی طرف دوڑ پڑو۔ لیکن ساتھ یاد رکھو کہ پہاڑیوں پر چڑھ کر تمہیں اوپر پہنچنا ہے۔ نقشے کے مطابق تمہیں دس گیارہ اور بارہ کی طرف جانا ہے۔ باقی افراد دو تین اور پانچ کی سمت جائیں۔ ہوشیار! اگر کوئی سگنل ملے تو عمل کرنا۔" وہ بار بار یہی دہراتا رہا اور اسے جوابات ملتے رہے۔ میں بغور جنرل کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ لیفٹیننٹ تھری، فور، فائیو وغیرہ کیا ہیں؟"

"عارضی طور پر اس علاقے کا ایک نقشہ ترتیب دیا ہے، مسٹر علی! اور اپنے فوجیوں کو سمجھا دیا ہے۔"

"لیکن تمہارا کیا خیال ہے جنرل... یہ روشنی کس کی غمازی کرتی ہے؟"

"ابھی جو کچھ ہے سامنے آ جائے گا مسٹر علی! اگر مجھے غلط فہمی ہوئی ہو لیکن ان سگنلز کا کوئی نہ کوئی مقصد..." ایک بار پھر ہمیں خاموش ہونا پڑا۔ کیونکہ بہت نیچے مدھم مدھم روشنیاں چمک رہی تھیں۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ روشنیاں کیسی ہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد روشنیاں جلتی اور پھر بجھ جاتیں۔ جنرل دیر تک تاریکی میں آنکھیں گاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر چاند نکل آیا۔ اور اس چاند نے ان لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کر دیں جو خفیہ طور پر اس درّے تک آنا چاہتے تھے۔ اب تو ہم نے بھی دیکھ لیا تھا کہ درّے کے آخری سرے پر اس جگہ جہاں سرخ روشنی نظر آئی تھی، کچھ افراد نظر آ رہے تھے۔ کچھ جانور بھی تھے جو آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ ان کا رُخ اسی سمت تھا جہاں ہم لوگ تھے اور نہیں سے گزر کر انہیں اس درّے کے اس سرے تک پہنچنا تھا جہاں سے سبز روشنی کے سگنل مل رہے تھے۔ پہلے وہ تاریکی میں غالباً پنسل ٹارچ جلا کر راستہ طے کر رہے تھے لیکن چاند نے ان کی یہ مشکل بھی حل کر دی تھی کیونکہ اب سب کچھ نظر آ گیا تھا اور ہماری مشکل بھی حل کر دی تھی کیونکہ وہ قریب آ گئے تھے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتے آ رہے تھے صورت حال واضح ہوتی جا رہی تھی۔ تنگ و تاریک درّے میں دشمنوں کا ایک غول تھا جن کے ساتھ لدے ہوئے خچر تھے جنہیں وہ گھسیٹتے ہوئے درّے کے دوسری جانب لا رہے تھے۔ ان خچروں کی پشت پر کوئی شے لدی ہوئی تھی۔ وہ بڑے بڑے تھیلے سے تھے جو زیادہ وزنی نہیں لگتے تھے۔ اور خچروں کی پشت پر لدے ہوئے تھے۔ جنرل نے کئی بار اس دوران ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اور ان سے ان کی پوزیشن پوچھتا رہا تھا۔ اس نے ان سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا وہ درّے میں آنے والوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ہر طرف سے یہی جواب ملا کہ درّے میں آنے والے ان کی نگاہوں میں ہیں۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ جنرل نے ان لوگوں کو پوری طرح گھیر لیا ہے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ لوگ مدافعتی کارروائی کے طور پر کیا کرتے ہیں۔

رفتہ رفتہ وہ قریب آتے جا رہے تھے۔ جنرل نے اچھی جگہ چھوڑنے کی کوشش نہیں کی تھی اور دوربین سے کام کر رہا تھا۔ پھر وہ لوگ بالکل قریب آ گئے۔ جنرل اب پوری طرح مستعد تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنی کیڈیوں سے رابطہ قائم کیا اور اس کے بعد اس نے حملے کا حکم دے دیا۔ پہلا حملہ آتشیں گنوں سے کیا گیا تھا اور اس کے بعد دستی بموں کا استعمال شروع ہو گیا۔ آنے والوں کی تعداد سو کے لگ بھگ تھی۔ اور ان کے ساتھ چلنے والے خچر پچاس کے قریب تھے... جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ پہلے ہی حملے کے بعد ان میں ابتری پھیل گئی تھی۔ انہیں صحیح طور پر کمان کرنے والا کوئی نہیں تھا اور ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے۔ اکا دکا فائر ہوئے جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ دستی بموں نے انہیں ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ بہت سے ہتھیار پھینک پھینک کر بھاگ رہے تھے۔ لیکن اوپر موجود لوگوں نے ان پر ذرا بھی رحم نہیں کھایا۔ جو بھی ان کی زد میں آیا اسے ہلاک کر دیا گیا اور مشکل تمام چند ہی افراد ایسے ہوں گے جو درّہ عبور کر کے ادھر اُدھر بھاگ گئے ہوں گے۔ پورے درّے میں اب زخمیوں کے چیخنے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ خچر بھی چیخ رہے تھے۔ اور وحشت زدہ خچر ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ لیکن انہیں بھی بھاگنے کا موقع نہیں دیا گیا اور خچروں کو نشانہ بنا دیا گیا۔

یہ قتل و غارت گری کے بدترین مناظر دیکھتا رہا۔ میں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ لیاقو کے آدمی تھے لیکن خچر کیا چیز لائے تھے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اور یہ اندازہ لگانے کے لیے اس وقت درّے میں اترا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ حالانکہ اب ادھر کوئی تحریک نظر نہیں آتی تھی۔ بس کچھ زخمی خچر جو ابھی بھی کراہ رہے تھے۔ فوجی اپنا کام کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ اوپر سے ٹارچوں کی روشنی نیچے درّے میں ڈالی جا رہی تھی۔ اور یہ جائزہ لیا جا رہا تھا کہ کوئی زندہ تو نہیں بچ سکا ہے۔ اس جگہ جہاں سے سبز اور سرخ روشنی کے سگنل دیے گئے تھے، کیا ہو رہا ہے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن فوجیوں نے دونوں طرف پوزیشن سنبھال رکھی تھی... اور سامنے بھی اسٹین گنوں اور مشین گنوں کا رُخ کیے ہوئے تھے تاکہ اُدھر سے کوئی کارروائی ہو تو اس کا جواب دیا جا سکے۔ لیکن کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

البتہ جنرل ڈیوڈ نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ "ہمیں صبح ہونے کا انتظار کرنا ہو گا مسٹر علی! اس وقت درّے میں اترنا ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ کہاں کہاں چھپے ہیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

میں نے جنرل ڈیوڈ کی بات سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ رات طویل ہو گئی تھی۔ اور صبح کسی طور نہیں ہو رہی تھی۔ یقیناً رات کے سناٹے میں اس ہنگامے اور دھماکوں کی آوازیں کیمپ تک پہنچ گئی ہوں گی۔ اور کیمپ والے بھی متوجہ ہوئے ہوں گے۔ لیکن کسی نے اس طرف آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یقیناً وہ لوگ اتنی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔

خدا خدا کر کے صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور درّے کے ہولناک مناظر نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ بلا مبالغہ تقریباً اسّی پچاسی لاشیں تھیں، جو درّے میں بکھری ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ خچروں کی لاشیں الگ تھیں۔ ایک بھی خچر کو زندہ نہیں نکلنے دیا گیا تھا۔ ان بے زبان جانوروں کی موت بھی بڑی دردناک تھی۔ وہ زخمی جو رات کو بُری حالت میں تھے اور کراہ رہے تھے، صبح ہوتے ہوتے سرد ہو گئے تھے۔ ٹانگیں، ہاتھ اور سر جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ اس دہشت ناک منظر نے بدن پر لرزہ طاری کر دیا۔ جنرل نے ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو ہدایت کی اور اس کے بعد مجھے اشارہ کر کے خود بھی نیچے اترنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم درّے میں پہنچ گئے۔ اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ خچروں پر لاد کر لائی جانے والی چیز اسلحہ تھی۔ انتہائی جدید قسم کی رائفلیں، اسٹین گنیں اور کارتوس۔ جنرل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"آپ یقین کیجیے مسٹر علی! میرا یہی اندازہ تھا۔ جنرل لیاقو باشعور آدمی ہے۔ اس نے لیاقو کے آدمیوں کو آتشیں ہتھیاروں کا

ساخت کا اسلحہ موجود تھا۔ اور آنکھیں تو خواہ مخواہ ہی ہم پہ جمی ہوئی تھیں۔

افریقہ کی دلکش زندگی کے رسیا اور ایڈونچر فلموں کے شائق ہاگن کا چہرہ اتر گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُن لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ... یہ تو وہی لوگ ہیں۔"

"ہاں... ساکت ہو جاؤ۔ ان کے پاس ہتھیار ہیں۔ اگر انھیں ذرا بھی شبہ ہو گیا کہ ہم کوئی جوابی کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ اسی جگہ ہمیں بھون ڈالیں گے۔"

ہاگن ساکت و جامد کھڑا رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سامنے کر لیے کہ ان لوگوں کو اس کے خالی ہاتھوں کا اندازہ ہو جائے۔ وہ بے شمار افراد تھے اور پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے۔ پھر ایک قوی ہیکل شخص آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ بے حد خونخوار اور بدن بے حد مضبوط تھا۔ ہم سے کوئی پچاس فٹ کے قریب آ کر وہ رُکا، پھر اس نے اشارے سے ہمیں اپنے قریب آنے کے لیے کہا۔

ہم دونوں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے بڑھتے ہوئے ہم نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے۔ حالت بُری طرح خراب ہو رہی تھی۔ ٹھنڈے پانی نے بدن میں جو سستی پیدا کی تھی، وہ ایک دم دور ہو گئی تھی اور اب بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ رہی تھیں۔ قوی ہیکل آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور دس پندرہ افراد دوڑتے ہوئے ہماری طرف آ گئے۔ انھوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ان کے اندر ایک تنظیم پائی جاتی تھی جبکہ افریقہ کے وحشی قبیلوں میں یہ تنظیم ممکن نہیں تھی۔ ان کی رائفلوں کا رُخ ہمارے سینوں ہی کی جانب تھا۔

قوی ہیکل شخص کے اشارے پر آگے بڑھ کر ان لوگوں نے ہمارے بھیگے ہوئے لباسوں کی تلاشی لی۔ اور سب کچھ ہمارے لباس سے نکال لیا۔ قوی ہیکل آدمی میرے نزدیک پہنچا۔ اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کوشش میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا اور ناکامی سے جھنجلا کر اس نے مجھے زور سے دھکا دیا۔ میں گر پڑا۔ تمام رائفلوں کا رُخ میری ہی جانب تھا اور ان کی انگلیاں ٹریگر پر تھیں۔

قوی ہیکل آدمی مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے اپنی گردن پر انگلی پھیر کر مجھے سمجھایا کہ مجھے گولی مارنے کے بجائے ذبح کیا جائے گا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت ہاگن کی کیفیت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن یقیناً وہ مجھ سے زیادہ خراب ہو گی۔ ان لوگوں کا انداز ایسا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد انھوں نے ہمیں رسیوں سے جکڑ دیا۔ غالباً وہ ہمیں حیوان سمجھ رہے تھے یا ایسا دشمن جسے زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچا کر ہی تسکین حاصل کی جا سکتی تھی۔ اس کے بعد وہ ہمیں آگے کی طرف دھکیل کر آگے بڑھنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ دو قدم چلنا دشوار تھا اس حالت میں، لیکن اب ان کے حکم کی تعمیل کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ وہ ہمیں گھسیٹتے ہوئے آگے لے چلے۔ اور پسلیوں میں نشتر سے چبھو رہے تھے۔ ہاتھوں اور پاؤں کو جکڑنے کے علاوہ انھوں نے ہماری گردنوں میں بھی پھندے ڈال دیے تھے تاکہ ہمارے بھاگنے کا کوئی امکان نہ رہے۔ پیچھے قدم سست پڑتے تو وہ بُری طرح لاتیں اور گھونسے مارتے۔ قوی ہیکل آدمی چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہدایت دے رہا تھا۔ ہاگن مجھ سے زیادہ بُری حالت میں تھا۔ ایڈونچر پسندی نے نہ صرف اُسے بلکہ مجھے بھی عذاب میں ڈال دیا تھا۔ میں بار بار اُسے دیکھتا۔ اس کا چہرہ داب گیا تھا۔ لاتوں اور گھونسوں نے اس کی حالت تباہ کر دی تھی۔ بار بار گرتا تو وہ لوگ اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھاتے اور پھر دھکے دے کر آگے بڑھانے لگتے۔

بالآخر یہ طویل سفر ایک دریا کے کنارے ختم ہوا۔ ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکوں اور درختوں نے سامنے سے ہمارا استقبال کیا تو کچھ جان میں جان آئی۔

دریا کے پار دوسرے کنارے پر ایک بستی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ٹوٹے پھوٹے چھپر اور کچی مٹی سے بنے ہوئے مکانات بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ لیمالو کے قبائل ہی کی کوئی بستی تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ ہم جیپ کے ذریعے بہت طویل سفر طے کر کے یہاں پہنچے تھے اور ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔ وہ تو ہمیں بتایا گیا تھا کہ جہاں گمسلائی نے فوجی چوکیاں قائم کی تھیں، وہاں سے لیمالو کا علاقہ صرف دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ ہم نے دس بارہ میل کا فاصلہ بھی عبور کر لیا تھا۔

وہ لوگ ہمیں ہانکتے اس بستی کی طرف لے جانے لگے۔ بستی کے مکانوں کے آس پاس دوسرے لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ کوئی ویران بستی ہو اور یہاں آبادی نہ ہو۔

ہم بستی میں داخل ہو گئے اور مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ اس بستی میں عام آبادی نہیں ہے۔ بلکہ اگر کبھی آباد تھی تو اب اسے یہاں سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا تھا۔ ہمیں

ایک مکان کے احاطے میں لے جایا گیا جو کچی مٹی کے گارے سے بنا ہوا تھا۔ لیکن کافی مضبوط تھا۔ احاطے کے اندر داخل ہونے کے بعد ہمیں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جس کا فرش ناہموار تھا۔ اس کمرے میں تاریکی تھی... اور سیلن کی وجہ سے ایک ناگوار سی بو نتھنوں میں گھس کر پریشان کر رہی تھی۔ ایک گوشے میں گھاس کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ہمیں اندر لانے والے اس گھاس پر بیٹھ گئے۔ ہمیں بھی وہیں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ اس سفر نے بدن توڑ دیا تھا۔ رسے جو ہمارے جسم سے بندھے ہوئے تھے ہماری پسلیوں، کہنیوں اور کمر میں چبھ رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے جو ہمیں یہاں تک لائے تھے فریاد کی کہ کم از کم بندشیں ہی ڈھیلی کر دی جائیں۔ لیکن وہ لوگ ہماری بات سن کر صرف ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے تھے۔

اب ہماری آنکھیں اس نیم تاریکی سے مانوس ہو گئی تھیں... کمرے میں ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ بھی اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے یہاں سے جائیں گے نہیں۔ رات بیتنے لگی۔ تھکن اور رسّوں کی چبھن جسموں کا جوڑ جوڑ توڑے دے رہی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ اور اس کے بعد غالباً ہمارے بدن اس تکلیف کے بھی عادی ہو گئے۔ ہم زمین پر لیٹ گئے تھے۔ رسّے جسم میں گھسے جا رہے تھے لیکن پلکیں بوجھل ہونے لگی تھیں۔ نہ جانے کب تک ہمیں اس دکھ کا احساس رہا۔ پھر ہم اس سے بے نیاز ہو گئے۔

رات گزر گئی اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو قابلِ ذکر ہو۔ صبح کو انھوں نے ہمیں لکڑی کے پیالوں میں کچے پکے اُبلے ہوئے چاول جن پر نمک چھڑک دیا گیا تھا ناشتے کے لیے دیے۔ لیکن ابھی بدن میں جان باقی تھی اور بھوک نے اتنا بے حال نہیں کیا تھا کہ ہم یہ چاول معدے سے اتار سکتے۔ ویسے اس وقت کی بات ہوئی ہے جب انسان گھاس پھوس بھی کھانا پسند کر لیتا ہے۔ یہ چاول اس گھاس پھوس سے مختلف نہیں تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہم ان کا دیا ہوا کھانا قبول نہیں کر رہے تو وہ پیالے اٹھا کر لے گئے اور ان کے جانے کے بعد کسی نے ہم سے دوبارہ ناشتے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

شام کے چار بجے تھے جب ہمارے نگرانوں نے رسیاں سنبھال لیں اور ہمیں گھوڑوں کی بجائے گدھوں کی طرح ہانکتے ہوئے مکان کے احاطے سے باہر نکال لائے اور ہمیں ایک جگہ بیٹھنے کے لیے کہا۔

ہاگن کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کاش یہ کمبخت ہمارے بدن کی بندشیں ہی ڈھیلی کر دیں۔ میرا خیال ہے رسّے گوشت پھاڑ کر اندر گھس گئے ہیں۔ اس طرح تو ہم مر جائیں گے۔"

"نہیں ڈیئر ہاگن... چلتے رہو۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے جسم پسینوں سے بھیگ کر خود ہی گنجائش پیدا کر لیں گے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"لعنت ہے مجھ پر، خواہ مخواہ سیاحت کی سوجھی تھی۔ مجھے اعتراف ہے مسٹر علی کرمانی میں نے ہی آپ کو اس مصیبت میں پھنسایا ہے... لیکن خدا کے لیے اب یہ تو بتائیے کہ یہ لوگ ہمارا اب کیا کریں گے؟"

"حوصلہ رکھو ہاگن! تم خود سوچ سکتے ہو کہ میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" میں نے ہاگن کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے بعد زندہ بچنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ پہلے سے اپنی جان ہلکان کرنا بے معنی ہے۔" میں نے کہا اور ہاگن خاموش ہو گیا۔ میں خود بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آنے والا وقت ہمارے لیے کیا فیصلہ کرے گا۔

اس بار بھی سفر کافی طویل تھا۔ وہ خالی بستی اب اتنی پیچھے رہ گئی تھی کہ نگاہوں سے معدوم ہو گئی تھی۔ ہمیں بستی سے نکال کر گھنے جنگلوں میں لایا گیا اور پھر جڑی ہوئی شاخوں والے گھنے درختوں کے نیچے سے گزار کر ایک اور بستی میں لایا گیا جو آباد تھی۔ اس آباد بستی میں شاید ہماری تقدیر کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ نیم برہنہ لباسوں میں ملبوس مرد اور عورتیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان لوگوں کو دور سے کچھ دُور منڈلاتے ہوئے خطرے کا کوئی خدشہ نہ ہو۔ وہ سب کے سب پُرسکون نظر آتے تھے۔

اس بار ہمیں جس نئے قید خانے میں پہنچایا گیا تھا، وہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ یہاں لا کر ہمیں رسّوں کی قید سے آزاد کر دیا گیا تھا اور اس تکلیف دہ بندش سے نجات پانے کے بعد گویا نئی زندگی ملی تھی۔ ہاگن تو بے چارہ لمبا لمبا زمین پر لیٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں شدید کرب کا اظہار کر رہی تھیں۔ لکڑی کے اس مکان میں ہمیں تقریباً دو گھنٹے تک اسی طرح رکھا گیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ٹھیک دو گھنٹے کے بعد لکڑی کے مکان کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر چند وحشی نظر آئے، جو اندر گھس آئے تھے۔ انھوں نے ہم سے اُٹھنے کے لیے کہا۔ ہاگن کو اُٹھنے میں دیر ہوئی تو وحشیوں

میں سے ایک کی ٹھوکر اس کی کمر پر پڑی اور اس طرح پڑی کہ وہ اچھل کر دروازے سے باہر آ گرا اور غالباً بے ہوش ہو گیا۔

میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا لیکن برداشت کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ تو نہیں تھا۔ میں لکڑی کے اس مکان سے باہر نکل آیا اور جھک کر اس کو دیکھنے لگا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے سیدھے ہو کر تو خوار نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا لیکن اس وقت ایک شخص آگے بڑھا اور تعجب خیز لہجے میں بولا۔ "اوہ! مسٹر علی آپ!"

میں نے اس شخص کو ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ یہ جنرل کیرالو تھا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ آپ ہوں گے۔۔۔ واقعی میرے ذہن میں یہ گمان نہیں تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ دو آدمی پکڑے گئے ہیں لیکن آپ۔۔۔ یہ کون ہے؟"

میں نے جنرل کیرالو کو کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

تب وہ اپنے ساتھیوں کی طرف منہ کر کے بولا۔ "انہیں میری رہائش گاہ پہنچا دو اور اس بے ہوش شخص کو واپس اسی بیرک میں پہنچا دو۔ اس کی نگہداشت ضروری ہے۔"

جنرل کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ وہ واپس پلٹ گیا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ ایک دیو قامت شخص کو دیکھا جو تیندوے کی کھال میں ملبوس بلاشبہ کوئی دیو ہی نظر آتا تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہی شخص لیمالو ہو سکتا ہے گویا جنرل ٹیرس کو موصول شدہ اطلاعات بالکل درست تھیں۔ کیرالو سیدھا لیمالو کے پاس پہنچ گیا تھا۔ بہر حال میں جانتا تھا کہ کیرالو بھی میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گا۔

چند سیاہ فام وحشیوں نے مجھے ہتھیاروں کی زد پر لے کر ایک اور لکڑی کے بنے ہوئے مکان میں پہنچا دیا جو خاصا کشادہ تھا۔ مکان کے احاطے میں پھولوں کی بہتات تھی۔ سامنے ہی چند سیڑھیاں چڑھ کر ایک برآمدہ نظر آ رہا تھا جس میں ایک کرسی پر جنرل کیرالو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چند کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ لانے والوں نے مجھے اس کی طرف دھکیل دیا۔ جنرل کیرالو نے مقامی زبان میں ان لوگوں کو کچھ ہدایات دیں۔ وہ سب احاطے کے آخری حصے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ غالباً میری نگرانی کر رہے تھے۔

جنرل کیرالو نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا۔ "بیٹھ جاؤ مسٹر علی! بیٹھ جاؤ۔۔۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے کبھی اس کا موقع نہیں مل سکا۔ یہ اچھی بات ہے کہ اس وقت میں تمہارے موقف سے واقف ہو جاؤں گا۔"

خاموشی سے کیرالو کو دیکھتا رہا۔ تب اس نے دوبارہ کہا۔ "بیٹھ جاؤ مسٹر علی! بیٹھ جاؤ۔"

جنرل کیرالو عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم نے سارڈوان میں کان کنی کا ٹھیکہ دلا کر ہمیں جو زک پہنچائی ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا اور یہی نہیں بلکہ تمہاری وجہ سے کارلوریٹ کو جو نقصان پہنچا ہے وہ بھی ایسا نہیں ہے جو قابل معافی ہو۔ سنا ہے کہ تمہاری اس کوشش کے بعد کارلوریٹ کے خاندان نے تم سے نفرت کے اظہار کے طور پر تم کو قتل کرنا چاہا۔ لیکن تم خوش نصیب ہو کر بچ گئے۔ میں تمہارے بارے میں اس دوران کافی چھان بین کرتا رہا ہوں اور مجھے یقین ہو چکا ہے کہ جنرل ٹیرس کو برسر اقتدار لانے والوں میں تم سر فہرست تھے۔ والٹو موبانے نے تمہارے ہاتھوں شکست کھائی اور یقیناً جنرل ٹیرس کی تم سے بہت زیادہ محبت، تمہاری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر لینا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ تم نے اس کے ساتھ کوئی بڑا نیکی کا سلوک کیا تھا۔ لیکن مسٹر علی ان ساری باتوں کو نظر انداز کر کے اگر تم سے صرف تمہارے بارے میں پوچھوں تو کیا تم مجھے جواب دینا پسند کرو گے؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو جنرل؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے بارے میں تجسس ایک فطری چیز تھی اور اسی تجسس کا شکار ہو کر میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں تو تمہاری تمام ہسٹری میرے سامنے آ گئی۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے مسٹر علی کہ تم نے اپنی آدھی زندگی عربوں کے مفادات کے لیے گزار دی اور ہمیشہ اسرائیل کے خلاف کام کرتے رہے۔ امریکی یہودیوں میں خصوصی طور پر تمہارا نام ایک خوف کی علامت ہے اور تم نے کبھی عربوں کے مفادات کے لیے جانبازی نہیں کی، بلکہ اپنی خدمات سے ان کے لیے ایسے کارنامے انجام دیے جن پر یقین نہیں آتا۔۔۔ یہ بھی سنا گیا ہے مسٹر علی کہ جنرل ٹیرس کے خلاف والٹو موبانے نے تمہارا اعتماد حاصل کیا تھا لیکن جب تمہیں یہ معلوم ہوا کہ والٹو موبانے اسرائیلی مفادات کا حامی ہے تو تم والٹو موبانے کے خلاف ہو گئے اور بالآخر جنرل ٹیرس کو اقتدار دلوا دیا۔۔۔ کیا یہ سب کچھ صحیح نہیں ہے؟"

"ان باتوں کا اس سلسلے سے کیا تعلق ہے جنرل؟"

میں نے بہت ہی سنجیدگی سے کہا۔

"بہت گہرا تعلق ہے۔۔۔ اگر تم ایکٹنگ کر رہے ہو اور تمہارے بارے میں مجھے موصول شدہ معلومات ناقص ہیں یا تم نے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ دونوں ہی میں سے کوئی بات یقینی ہے۔ ہر شخص زندگی میں اپنے مفادات کے لیے بھی سوچتا ہے۔ تم نے اگر سوچ لیا تو کچھ زیادہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ گریٹ اسٹون کمپنی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ موشے ہربوس کی ملکیت ہے۔ کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ہربوس کٹر یہودی ہے۔ ایک اسرائیلی باشندہ جو امریکا میں آباد ہے اور اسرائیل کے مفادات کے لیے امریکی حکومت پر ہمیشہ دباؤ ڈالنے کا باعث ہے۔ میں صرف یہ بات جاننا چاہتا ہوں مسٹر علی کہ تم نے گریٹ اسٹون سے کاروبار کر کے کیا عربوں کے مفادات کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا؟ کیا تم نے اسرائیلیوں کے لیے بہت بڑی خدمات انجام نہیں دیں؟ اگر ایسی بات ہے مسٹر علی تو مجھے بتاؤ کہ اس کا محرک کیا تھا؟ دولت؟ کوئی بہت بڑا لالچ یا عربوں سے کوئی اختلاف؟"

میں نے جنرل کیرالو کی صورت دیکھی۔ اس کے الفاظ پر غور کیا اور دفعتاً میرے دل میں سوالات ابھرنے لگے۔ یہ انکشاف میرے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔ وہ ناقابل یقین تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے جنرل کیرالو کو دیکھتا رہا۔ کیرالو بھی بغور میرے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اور شاید اپنے طور پر کچھ اندازے قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے مسٹر علی کہ آپ خود بھی اس بات سے واقف نہیں رہے کہ گریٹ اسٹون موشے ہربوس کی کمپنی ہے لیکن کیا یہ بات عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ کسی ایسی کمپنی کے لیے آپ اپنے اختیارات کو استعمال کریں گے جس کے سربراہ تک کے بارے میں آپ کو معلومات حاصل نہ ہوں۔۔۔ وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے آپ نے گریٹ اسٹون کو یہ ٹھیکا دلوایا۔ کیا آپ یہ بھی نہیں جانتے مسٹر علی کہ سارڈوان کی پہاڑیوں میں جس چیز کی کھدائی کی جا رہی ہے وہ کیا ہے؟ کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ اربوں ڈالر کا پلاٹینم دنیا کی بہت بڑی دولت۔۔۔ موشے ہربوس کو ملنے والی ہے اور ظاہر ہے اس کے تمام فوائد اسرائیل کو حاصل ہوں گے۔ موشے ہربوس نے ایرن ہال آف کیلیفورنیا میں اس بات کا اعلان کیا تھا کہ وہ اپنے تمام اثاثے اسرائیلی مفادات کے لیے وقف کرتا ہے اور اس کے بعد سے آج تک وہ اس سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ کیا آپ یہ بات بھی نہیں جانتے کہ پندرہ بلین ڈالر اس نے اپنی ذاتی رقم سے خرید کر اسرائیل کو دیے ہیں اور ایک بہت بڑا بحری جہاز فرانس میں اسرائیلی بحریہ کے لیے تیار کرا رہا ہے۔ کیا آپ ان تمام باتوں سے لاعلم ہیں مسٹر علی؟ کیا آپ یہ بات بھی نہیں جانتے کہ سارڈوان کی پہاڑیوں میں پلاٹینم کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے دنیا کے کسی اور حصے میں پلاٹینم کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں پایا گیا۔ اگر آپ یہ تمام باتیں جانتے ہیں تو پھر مجھے صرف اتنا بتا دیجیے کہ یہ ٹھیکا موشے ہربوس کو دلوانے کے لیے آپ کو کیا پیش کیا گیا۔ وہ کون سی ایسی پیشکش تھی جس نے آپ کو عربوں کے خلاف کر دیا۔"

میں اب اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا واقعی مجھے اس کا علم نہیں تھا لیکن جس انداز میں ہوا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ میں سرد نگاہوں سے جنرل کیرالو کو دیکھنے لگا۔ یہ جنرل کی کوئی چال بھی ہو سکتی تھی اور میں اس سلسلے میں کوئی تحقیق کیے بغیر کیرالو پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "کیا آپ یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ گریٹ اسٹون کسی اسرائیلی کی کمپنی ہے؟"

"میں اس بات پر پھر حیرت کا اظہار کروں گا کہ آپ کو اس بارے میں معلوم نہیں!"

"لیکن کچھ ایسے سوالات میرے ذہن میں ہیں جنرل جو مجھے حیران کر رہے ہیں۔"

"آپ پوچھ سکتے ہیں مسٹر علی۔"

"یہ لیمالو کا علاقہ ہے؟"

"ہاں۔۔۔"

"لیکن لیمالو تو والٹو موبانے کا حامی تھا۔"

"بالکل درست۔"

"اور والٹو موبانے اسرائیلی مفادات کا حامی تھا۔"

"خوب! تو تم اس طرح کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔۔ سنو ڈیئر علی۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لیمالو والٹو موبانے کا حامی ہے۔۔۔ اور اس نے ایک دن کے لیے بھی جنرل ٹیرس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ والٹو موبانے کی موت کے بعد سے آج تک وہ جنرل ٹیرس کے خلاف صف آرا رہا ہے لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اسرائیل یا امریکا کا حاشیہ بردار ہے۔ وہ صرف والٹو موبانے کا دوست ہے اور اپنے دوست کی موت کے بعد وہ اس کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ دیگر معاملات سے اس کا تعلق نہیں ہے۔"

"لیکن جنرل! تمہارا تعلق تو ... کیا رابطہ ہے اور تم کارپوریٹ کے حق میں کیوں کام کرنا چاہتے تھے؟"

"سنو ڈیئر مسٹر علی... سارڈان کی پہاڑیوں میں پلاٹینم کے عظیم الشان ذخیرے سے اگر دس فیصد حصہ دنیا کے کسی بھی شخص کو مل جائے تو وہ اپنی ساری زندگی اس حصے کے حصول کے لیے وقف کر سکتا ہے۔ میں کارپوریٹ سے اپنے لیے بات کر چکا تھا اور اس کے بعد میری کئی نسلوں کے لیے اتنا بندوبست ہو جاتا کہ وہ خود بھی کسی شہنشاہ کی مانند زندگی گزار سکتی تھیں۔ مجھے موتی ہیروں سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ کارپوریٹ سے، میں صرف اپنا مفاد دیکھتا ہوں۔"

"کارپوریٹ کا تعلق کون سے ملک سے ہے؟"

"اتفاق سے میری تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ کارپوریٹ کمپنی جن تین ممالک سے تعلق رکھتی ہے، ان میں سے ایک وہ بھی ہے جو تمہارے ملک کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اس کی ہر ممکن مدد کے لیے کمربستہ رہتے ہیں۔"

کیراٹو کا یہ انکشاف میرے لیے اور خوفناک تھا۔ دماغ چکرا کر رہ گیا۔ میں اس ہولناک سازش کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میرے ذریعے کی گئی تھی۔ بلاشبہ اگر اس کے پیچھے... اسرائیل کا ذہن کام کر رہا تھا تو اس شخص کو میں دنیا کا عیار ترین شخص تسلیم کر سکتا تھا۔

میں نے جنرل کیراٹو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب جبکہ میں تمہارے قبضے میں آگیا ہوں جنرل کیراٹو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنے کے خواہشمند ہو؟"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ گرفتار ہونے والے تم ہو... یہ دوسرا آدمی کیا گریٹ اسٹون سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں... یہ اسی کا نمائندہ ہے۔"

"جہاں تک مسٹر علی! جہاں تک تمہارے ساتھ کیے جانے والے سلوک کا تعلق ہے تو کیا تو میری مرضی کے بغیر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا... تم خود کیا چاہتے ہو؟"

"شاید تم اسے جھوٹ سمجھو کیراٹو! لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے واقعی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ گریٹ اسٹون کسی اسرائیلی کی ملکیت ہے۔ میرے کچھ مفادات ضرور ان لوگوں سے وابستہ تھے جن کی تفصیلات میں تمہیں نہیں بتاؤں گا لیکن اگر تم میری ہسٹری معلوم کر چکے ہو تو تمہیں یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ میں نے اپنے بڑے سے بڑے مفادات کو فلسطینیوں پر قربان کر دیا ہے اور یہ چھوٹا سا فائدہ جو اس کمپنی کو ٹھیکا دلانے کے بعد مجھے حاصل ہونے والا تھا، وہ میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اطلاع ہو تو کہو۔ گریٹ اسٹون تباہ کر دی جائے گی۔ وہ سارڈان کے علاقے سے کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے لیکن میں یہ ... گا کہ اس کے بعد سارڈان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکہ کس کو دلا دیا جائے گا۔"

"علی! کیا میں تمہاری بات پر اعتبار کر لوں؟" وہ ... سے لہجے میں بولا۔

"ہاں جنرل کیراٹو! بالکل۔" میں نے ٹھوس لہجے میں ...

"تو ٹھیک ہے... میں بھی تمہیں بتا چکا ہوں کہ ... سے میرا اشتراک صرف اس لیے ہوا ہے کہ میں سارڈان سے حاصل شدہ دولت کا دس فیصد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ ٹھیکا تمہارے حق میں ہو گیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ بھی اس میں سے ایک بڑا سرمایہ دیا جائے گا۔ گریٹ اور موتی ہیروں کے بارے میں تحقیق کرنے کے بعد ... ہے کہ تم کارپوریٹ کے حق میں فیصلہ دو گے اور میری ... کی حمایت کرو گے۔ اس وقت تک کے لیے تم آرام ... حفاظت کے ساتھ واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے جنرل! میں اسرائیل کے علاوہ دنیا کے کسی بھی ملک کے لیے کام کر سکتا ہوں اور سنو! میری ہسٹری ... کرتے ہوئے تمہیں یہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ میں نے ... ملین کی دولت ٹھکرا دی ہے؟ مجھے دولت سے ... دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف اپنے مشن کی تکمیل چاہتا ہوں۔"

کیراٹو نے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو اشارہ کیا۔ وہ قریب آگئے۔ تب وہ انھیں افریقی زبان میں کچھ ہدایات دینے لگا اور ان لوگوں نے گردنیں جھکا دیں۔ ان کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔

جب میں واپس لکڑی کے اس مکان میں پہنچا ... ہاگن کو بے ہوش چھوڑ آیا تھا تو ہاگن ہوش میں آچکا تھا۔ ... دیکھ کر اس نے خوشی سے ہونٹوں پر زبان پھیری اور میں نے اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "ڈیئر ہاگن! اب ان لوگوں سے ایک چال چلی ہے۔ ممکن ہے یہ لوگ ہماری طرف سے مطمئن ہو جائیں اور ہمیں واپس پہنچا دیں۔"

"کیا واقعی؟" ہاگن نے بے اعتمادی سے کہا۔

"میرا خیال ہے بہت جلد میری اس چال کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔" میں نے کہا اور ہاگن نے گردن جھکا لی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ چند افراد دو گھوڑے

... قریب پہنچ گئے اور انھوں نے ہمیں اشارہ کیا ... ہاگن کی باچھیں خوشی سے کھل گئی تھیں۔ اُسے شاید یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ گھوڑے ہمارے ہی لیے بھیجے گئے ہیں لیکن ان لوگوں کے ایما پر میں نے اسے گھوڑے پر سوار کیا اور پھر خود بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ایک وحشی ہماری رہنمائی کے لیے ہمارے ساتھ چل پڑا تھا۔ یہ ہمیں کیمپ تک جانے کا صحیح راستہ بتانے آیا تھا اور پھر ہم اس بستی سے باہر نکل آئے۔

ہاگن کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ وہ چونک چونک کر اس وحشی کو دیکھنے لگتا تھا، شاید اس بات کا منتظر تھا کہ اب اس کی جانب سے کوئی کارروائی ہو لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وحشی نے اپنے علاقے کی سرحد پر پہنچ کر ہمیں راستہ بتایا اور اس کے بعد اپنے گھوڑے کو واپس موڑ دیا۔ ہاگن اور میں رک کر اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے تھے۔ وہاں سے ہم کیمپ کی راہ اختیار کر سکتے تھے، حالانکہ فاصلہ اتنا تھا کہ ابھی کیمپ کا نام و نشان بھی دور دور تک نہیں تھا۔

ہم وہاں رک کر چند لمحے اطراف کا جائزہ لیتے رہے۔ دفعتاً ہی ہاگن کے منہ سے نکلا۔ "اوہ... مسٹر علی! ادھر اس طرف..." اس کی انگلی جس سمت سے ہم آئے تھے اس کے عقبی حصے کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ فضا میں ہلکی ہلکی گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب میں نے اس طرف دیکھا تو دفعتاً میری آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

تقریباً بیس یا بائیس ہیلی کاپٹر تھے جو برق رفتاری سے فضا میں پرواز کرتے ہوئے اسی علاقے کی طرف سفر کر رہے تھے جہاں سے ہم آئے تھے۔ ہم دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا اور ہم احمقوں کی طرح کھڑے ادھر دیکھتے رہے تھے لیکن زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہماری سمجھ میں سب کچھ آگیا۔ ہیلی کاپٹر دفعتاً ہی فضا میں منتشر ہو گئے تھے۔ اور پھر خوفناک دھماکے سنائی دینے لگے۔ کیراٹو کی بستی پر ہیلی کاپٹروں سے حملہ کیا گیا تھا اور اچھا خاصا فاصلہ ہونے کے باوجود ہولناک دھماکوں کی آوازیں بخوبی سن رہے تھے۔ ان آوازوں میں مشین گنوں کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ وہاں سے ہیلی کاپٹروں کی کارروائی کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔

میں نے ہاگن سے کہا۔ "چلو ہاگن! جتنی تیز رفتاری سے کیمپ کی طرف دوڑ سکتے ہو، دوڑو۔ ورنہ ہم خود بھی اس جنگ کی زد میں آجائیں گے۔"

ہم نے گھوڑوں کا رخ تبدیل کر کے ایڑ لگا دی تھی۔ پھر ہم نے کیمپ کی سمت سے بھی چند ہیلی کاپٹر اس طرف آتے ہوئے دیکھے لیکن انھوں نے شاید ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ اسی سمت جا رہے تھے۔ میرا اندازہ اگر غلط نہیں تھا تو یہ صرف جنرل ٹیرس ہی کی کارروائی ہو سکتی تھی۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم نے کیمپ کی طرف سے فوجی ٹرکوں کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا لیکن ان حالات میں ہمارے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم ان کے سامنے آئیں۔ ظاہر ہے کیراٹو گورنمنٹ کا باغی تھا اور اگر جنرل ٹیرس نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی تھی تو یہ اس کے منصوبے کا ایک حصہ تھی۔ میں خود اس سلسلے میں اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم نے گھوڑوں کا رخ تبدیل کر دیا۔ ہاگن نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میں نے یہ تبدیلی کس لیے کی ہے۔ بس وہ میری پیروی کر رہا تھا۔ اس کی اپنی زندگی بچ گئی تھی اور اس نے اسی کو بہت کچھ سمجھ لیا ہوگا۔

ٹرک ہم سے آگے نکل گئے۔ میرے بدن میں شدید سنسنی ہو رہی تھی۔ کیراٹو، جنرل کیراٹو اور باغی قبائل کا جو کچھ بھی حشر ہو، مجھے اب اس سے غرض نہیں رہی تھی۔ تازہ انکشاف نے درحقیقت مجھے بے حد نڈھال کر دیا تھا۔ ...

سب کچھ ایک سازش کا نتیجہ تھا لیکن انتہائی دُکھ کی بات تھی کہ میں اس سازش کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ میرے ذہن پر شدید جھنجھلاہٹ طاری تھی۔ یہ سب تہذیب مالکم ایکس کی وجہ سے ہوا تھا۔ نہ میں اس سے محبت کرتا اور نہ اپنے لیے ایسی مصیبتیں خریدتا۔ تنہائی کی زندگی کتنی خوب صورت تھی۔ کوئی غم، کوئی فکر نہیں۔ کسی بھی لمحے مرنے کے لیے تیار۔ کسی بھی الجھن میں خوف نہیں محسوس ہوتا تھا لیکن اب میں نہ جانے کیسی کیسی مصیبتوں کا شکار ہو گیا تھا۔

بہت دُور سے کیمپ نظر آ رہا تھا اور اب چند منٹ کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ ہم دونوں بالآخر کیمپ تک پہنچ گئے۔ ہمیں دُور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا۔ میجر لوبو اور کیمپ کے کچھ انجینئر ایک بلند جگہ کھڑے دوڑتے ہوئے گھوڑوں کو دیکھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے نیچے اتر کر ہمارا استقبال کیا۔ میجر لوبو دوڑتا ہوا میرے قریب پہنچا اور میرے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔

"مسٹر علی! آپ خیریت سے تو ہیں؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں لوبو کیا لیماٹو پر حملہ کیا گیا ہے؟"

"ہاں مسٹر علی۔۔۔ آپ کی گمشدگی کی اطلاع جنرل ٹیرس کو دی گئی تھی۔ ہمیں اس قسم کے ثبوت مل گئے تھے کہ آپ لیماٹو کے قبضے میں ہیں تو جنرل یہ برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے آن کی آن میں انتظامات مکمل کر کے ہیلی کاپٹروں سے لیماٹو کے علاقے پر حملہ کر دیا ہے۔ جنرل ڈیبو بھی یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ دائیں اور بائیں سمت سے بھی فوجی دستے ان کی بستیاں تباہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ لیماٹو کی بغاوت ہمیشہ کے لیے کچل دی جائے۔ جنرل بہت زیادہ پریشان ہیں آپ کے لیے۔"

"ہوں" میں نے گہری سانس لی اور پھر باگن سے بولا۔ "باگن، تم کیمپ میں جا کر آرام کرو۔ میں میجر لوبو کے ساتھ غاروں میں جا رہا ہوں۔"

باگن گھوڑے سے اتر کر کیمپ کی جانب چل پڑا تھا اور میں غاروں کی طرف۔

میجر لوبو سے اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو اب بیکار ہی تھی۔ میں نے مختصراً اسے بتایا کہ کس طرح ہم غلط علاقے میں چلے گئے تھے اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں جا پڑے، لیکن بہرحال ہمیں ان کے چنگل سے رہائی نصیب ہو گئی۔

"جنرل ٹیرس نے تو قسم کھائی ہے کہ اگر تم کو لیماٹو میں نقصان پہنچ گیا تو وہ اتنا خون بہائیں گے کہ لیماٹو [illegible] شروع ہو جائے گی۔"

"کاش! جنرل کو اطلاع دی جا سکتی کہ میں خیریت سے واپس پہنچ چکا ہوں۔ بغاوت ضرور کچل دی جائے لیکن انسانوں کا خون بہانا اور وہ بھی صرف میرے لیے زیادہ مناسب نہیں ہے۔ کیا جنرل ٹیرس سے رابطہ کا کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے؟"

"ابھی ممکن نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو جنرل ڈیبو کو ٹرانسمیٹر پر اس سلسلے میں اطلاع دے دوں؟"

"ہاں، فوراً ہی جنرل ڈیبو کو یہ بتا دو کہ ہم خیریت سے واپس پہنچ گئے ہیں۔ اور یہ اطلاع جنرل ٹیرس کو بھی دے دی جائے۔"

میجر لوبو چلا گیا۔ جو غار ہم نے دریافت کیے تھے ان میں اتنی سہولتیں فراہم کر لی گئی تھیں کہ وہ لوگ آرام کے ساتھ رہ سکیں۔ میں ایک بستر پر لیٹ گیا اور اپنے منتشر ہوتے ذہن کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرنے لگا۔ بدقسمتی سے ایک بار پھر مجھے ایک بدترین جال میں پھانس لیا گیا تھا اور یہ جال ایسا تھا کہ میری پوزیشن پہلے سے زیادہ خراب ہو سکتی تھی۔ تنظیم کی نظروں میں ایک بار پھر مجروح ہو سکتا تھا۔ میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں کی نظر میں مجرم بن سکتا تھا۔ چنانچہ اب میرے لیے یہ بہت ضروری ہو گیا تھا کہ اولیو بارڈوڈ کی اس سازش کو ناکام بناؤں۔ جنرل ٹیرس کو میں نے یہ بات بتا دی تھی کہ گریے اسٹون سارڈوڈ کی کھدائی کا کنٹریکٹ ہے، اس سے میرا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہے بلکہ میں کسی اور ہی وجہ سے ان لوگوں کے چکر میں پھنسا ہوں۔ اب اگر میں چاہتا تو جنرل ٹیرس سے کہہ کر گریے اسٹون کا بھی وہی حشر کرا سکتا تھا جو [illegible] کارپوریشن کا ہوا تھا۔ اس طرح کم از کم فوری طور پر اولیو کا یہ۔۔۔ منصوبہ تو ناکام ہو جاتا اور ممکن ہے ہر موسس کو بھی زبردست مالی نقصان سے دو چار ہونا پڑتا۔ لیکن یہ کوئی مناسب حل نہیں تھا۔ اس طرح اولیو بارڈوڈ کو اس کی سازش کا جواب بھرپور انداز میں نہیں مل سکتا تھا اور تہذیب مالکم ایکس بھی مزید خطرے میں پڑ جاتی۔ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیے تھی جس سے اولیو بارڈوڈ کو اس کی اس سازش کا مزہ چکھنے ملے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اب خاموشی سے جنرل ٹیرس کے فارغ ہونے کا انتظار کیا جائے۔ کم از کم لیماٹو سے فارغ ہونے کے بعد جنرل ٹیرس کو بھی کچھ سکون حاصل ہوگا اور

سوچیے گا کہ میں نے یہاں بھی اس کی کچھ نہ کچھ مدد کی تھی۔ علاوہ ازیں اس کارروائی میں میرا کیا ہاتھ تھا۔ جنرل اگر چاہتا تو یہ کارروائی پہلے بھی کر سکتا تھا۔ میرے خیال میں اس نے شاید میری گمشدگی کو [illegible] لے کر لیماٹو پر حملہ کرنے کا یہ منصوبہ یہاں کے عالم میں بنایا تھا ورنہ اگر یہ سب کچھ اتنا ہی آسان ہوتا تو اس سے پہلے بھی وہ یہ کام کر سکتا تھا۔

لوبو نے آ کر مجھے اطلاع دی کہ اس نے جنرل ڈیبو کو میری واپسی کے بارے میں بتا دیا ہے اور اب یہ اطلاع جنرل ٹیرس تک پہنچ جائے گی۔ پتا نہیں جنرل ٹیرس کو لیماٹو کے خلاف مہم میں کیا کامیابی نصیب ہوئی۔ اسے کوئی خطرہ بھی پیش آ سکتا تھا۔ تاہم یہاں کے حالات یہی لوگ بہتر طور سے جان سکتے تھے۔ میں تو اب صرف غاروں میں فروکش تھا۔ میجر لوبو براہ راست محاذِ جنگ سے رابطہ قائم رکھے ہوا تھا۔ ذرائع نے واسطے اس نے مجھے اطلاع دی کہ جنگ بدستور جاری ہے۔ ہیلی کاپٹر اڑا لیے گئے ہیں اور لیماٹو قبائل متحد ہو کر جنرل کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔ ہیلی کاپٹر بمباری کر رہے ہیں۔۔۔ دراصل ان علاقوں میں جہاں لیماٹو قبائل آباد ہیں ہوائی جہاز کام نہیں دے سکتے کیونکہ ان کے اطراف میں اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں۔ اسی لیے ہیلی کاپٹر منتخب کیے گئے تھے۔ جنگ کا نتیجہ جنرل ٹیرس کے خلاف بھی نکل سکتا تھا۔ اس سلسلے میں ظاہر ہے میں کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ انتظار کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ البتہ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔ کیمپ میں بھی کام بند ہو گیا تھا۔ وہ سب لوگ اس جنگ کے نتائج کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے لیماٹو قبائل کو جس قدر بے خوف دیکھا تھا اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے جگری سے مقابلہ کر رہے ہوں گے اور جنرل ٹیرس کے لیے انھیں زیر کرنا آسان نہیں ہوگا۔

پہلا دن، دوسرا دن اور تیسرا دن بھی گزر گیا۔۔۔ لوبو کی زبانی صرف یہی اطلاعات مل رہی تھیں کہ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے اور دارالحکومت سے بھی مزید فوج بھیج دی گئی ہے۔ کیمپ کا کام مسلسل بند تھا اور انجینئرز اپنے طور پر اس کے لیے تیار تھے کہ اگر جنرل ٹیرس کو لیماٹو کے مقابلے میں شکست ہو جائے تو وہ اپنے فرار کا بندوبست کر سکیں کیونکہ اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ لیماٹو قبائل ان لوگوں کو چھوڑ دیتے۔ کیمپ میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہ سب کے سب افراتفری کا شکار تھے۔

پانچویں شام میجر لوبو خوشی سے مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ جنرل ٹیرس کی طرف سے فتح کی مبارکباد دی گئی ہے۔ لیماٹو مارا جا چکا ہے۔ جنرل کیراٹو کا خاندان بھی ہلاک ہو گیا ہے لیکن جنرل کیراٹو کی لاش نہیں مل سکی۔ لیماٹو قبائل منتشر ہو کر اندرونی جنگلوں میں جا گھسے ہیں۔ وہاں سے ابھی وہ گوریلا کارروائیاں کر رہے ہیں لیکن یہ کارروائیاں اب زیادہ مؤثر نہیں رہیں۔ جنرل ٹیرس ان علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے میں مصروف ہے اور ابھی اُسے کچھ دن وہیں رہنا ہوگا۔ کیمپ میں خوشیوں کے نعرے لگائے گئے تھے اور رات کو اچھی خاصی رونق رہی تھی۔ یہ لوگ اسی طرح خوشیاں منا رہے تھے جیسے یہ فتح انھیں حاصل ہوئی ہو۔ مجھے بھی اس جشنِ مسرت میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن میں نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے ان لوگوں کو خوش اسلوبی سے ٹال دیا۔ میرے دل میں تو ان کے خلاف نفرت کا جہنم سلگ رہا تھا۔ ابھی تو ان لوگوں کو بدترین حالات سے دوچار ہونا ہوگا۔ اتنے دن کی سوچ بچار کے بعد میں نے ابتدائی طور پر کچھ فیصلے کر لیے تھے اور طے کیا تھا کہ جلد بازی سے کام نہیں لوں گا۔ بلکہ ہوشیاری سے جنرل کو اس بات سے آگاہ کروں گا کہ مجھے خود بھی اس سلسلے میں دھوکا کھانا پڑا ہے۔ ہرچند کہ اولیو بارڈوڈ کے پاس اس وقت میرے خلاف بہت سے کارڈ تھے لیکن میں اس سے شکست ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مزید کئی دن صرف ہو گئے اور پھر ایک دوپہر جنرل ڈیبو واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ بے شمار فوجی ٹرک تھے۔ جنرل ڈیبو نے مجھ سے ملاقات کی۔ ٹیرس اس کے ساتھ اس طرف نہیں آیا تھا لیکن اس کا پیغام مجھے ملا۔ جنرل ٹیرس نے مجھے دارالحکومت طلب کیا تھا اور ایک ہیلی کاپٹر مجھے لینے کے لیے آنے والا تھا۔ میں نے اس بات پر کسی ردّعمل کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ کیمپ کے انجینئروں کو اس بات کی اطلاع ضرور دے دی گئی تھی کہ میں کچھ عرصے کے لیے واپس جا رہا ہوں۔ جنرل ڈیبو نے میرے ساتھ ان سے ملاقات میں شرکت کی تھی۔ اس نے کہا کہ کیمپ کے اطراف کو لیماٹو کے خطرے سے پاک کر دیا گیا ہے اور اب گریے اسٹون اپنا کام پُرسکون طریقے سے انجام دے سکتی ہے۔ فوجیں فی الحال یہاں تعینات رہیں گی اور اس کے بعد ان لوگوں کو خود ہی اپنے لیے انتظامات کرنے ہوں گے۔ اس اطلاع پر انجینئروں نے جنرل ڈیبو کا شکریہ ادا کیا تھا۔

اسی شام سات بجے وہ ہیلی کاپٹر پہنچ گیا جو صرف مجھے لینے آیا تھا۔ میں چند افراد کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر

کی طرف چل پڑا۔ اور اب آخر میں یہ سفر جنرل ٹیریس کے محل پر ختم ہو گیا۔

جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن نے میرا استقبال کیا تھا۔ جنرل بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اپنی خصوصی رہائش گاہ میں بیٹھ کر اس نے کہا۔ "علی! تم جب بھی یہاں آتے ہو، میرے لیے خوش بختی کے راستے کھل جاتے ہیں۔"

"مجھے انسان ہی رہنے دو جنرل! میں نہیں سمجھتا کہ اس سلسلے میں، میں نے تمہاری کوئی مدد کی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم عجیب واقعات پر یقین رکھتے ہو تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے سچ سمجھو۔ بہت عرصے سے بیاڑو میرے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا لیکن اس کی قوت کے افسانے میں نے سن رکھے تھے اور اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے مجھے بہت کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اب تک آزاد تھا۔ حالانکہ گوٹے بل میں اس وقت وہ میرا دشمن نمبر ایک تصور ہوتا تھا... میں نے براہ راست اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ سارڈان کے علاقے میں جب تم نے کیمپ قائم کیا تو میری کچھ ہمت بندھی اور بالآخر میں نے اس مہم کو سر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ تم ان لوگوں کے جنگل میں جا پہنچے ہو تو میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور میں نے ایک اندھا قدم اٹھایا۔ عام حالات میں شاید میں یہ قدم آئندہ دس سال تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بالآخر مجھے کامیابی نصیب ہو گئی اور یہ اتنی صرف تمہاری وجہ سے ممکن ہو سکی۔ ورنہ ابھی اس میں بہت وقت صرف ہو جاتا اور پتا نہیں بیاڑو کو اس سلسلے میں کتنی کامیابیاں حاصل ہو جاتیں۔"

"جنرل! اپنے طور پر اگر تم یہ بات کہتے ہو تو میں صرف خاموش ہو جاؤں گا ورنہ میں اس میں اپنا کوئی حصہ نہیں سمجھتا۔"

"تم نہ سمجھو، میں نے تو تمہیں صرف اپنے تاثرات سے آگاہ کیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ کیمپ کے معاملات اب پریشان کن نہیں رہے ہیں۔ تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

میں چند لمحے خاموش رہا پھر میں نے کہا۔ "اس بار میں بہت سی الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں جنرل! میں نے سوچا تھا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے خود ہی نمٹوں اور تمہیں الجھنوں کا شکار نہ بناؤں لیکن ابھی صرف ایک لمحے میں، میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔ تمہاری محبت سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ سارڈان میں کان کنی کے لیے گرے اسٹون کی سفارش کسی مالی مفاد کے لیے نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے مجھے بلیک میل کیا گیا ہے اور میرے تعلقات کا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ یہ ٹھیکا سرمائل کو دیا جانا تھا لیکن مسٹر گورڈن سمیں کارپوریٹ پالیسی اور کمپنی کو گرے اسٹون ہی کو یہ کام … ہے تو جو ہو چکا ہے اس میں کوئی رد و بدل ضروری نہیں ہے۔ لیکن اس بات پر مجھے حیرت ہے۔ گرے اسٹون سے یا مجھ سے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ ان چٹانوں سے کیا برآمد کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں ہے جنرل؟"

"بالکل ضروری ہے، کاغذات پر کرتے ہوئے شاید تم نے اس کام پر غور نہیں کیا علی۔ کوئی کمپنی اس کی مجاز نہیں ہوتی کہ وہ مقررہ پر اپنا تسلط قائم کر لے۔ اس چیز کی قسم، کوالٹی وغیرہ کے نمونے لیے جاتے ہیں۔ ان کا تجزیہ کر کے ان کی مالیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس پر اصل منظوری جاتی ہے لیکن آلڈس نے صرف تمہاری وجہ سے اس کام کو خالی چھوڑ دیا ہے۔ وہ میری ہدایت کا پابند تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے اپنے بنائے ہوئے اہم قوانین میں ترمیم کرنا پڑی۔ بہرحال میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زمین کی دولت تمہارے بجائے دوسروں کے کام آئے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ وہاں تمہاری فوجیں تعینات ہیں۔ کسی مناسب وقت پر چند ماہرین کو وہاں اور بھیج دو اور فوجیوں کی ایک ایسی ٹکڑی کو وہاں متعین رہنا چاہیے جو کمپنی کے کیمپ پر نگرانی رکھے اور وہاں جو کچھ بھی ہو ان فوجیوں کی اطلاع کے بغیر نہ ہو۔ کوئی چیز اس وقت تک وہاں سے نہ لے جائی جائے جب تک اس کی صحیح حقیقت ماہرین کے علم میں نہ آ جائے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے علی؟" جنرل ٹیریس نے پوچھا۔

"ہاں۔ ان پہاڑیوں میں پلاٹینم ہے جنرل۔ دنیا کی سب سے قیمتی دھات اور میرا اندازہ ہے کہ وہ اسے کسی اور شکل میں پیش کر کے یہاں سے باہر لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس کا فائدہ اسرائیل کو ہی ہوگا کیونکہ گرے اسٹون ایک یہودی کی ملکیت ہے۔"

میرے اس انکشاف پر جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن ششدر رہ گئے تھے۔

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کیتھی براؤن نے کہا۔ "یقیناً تمہیں پہلے سے اس کا علم نہ ہوگا علی!"

"ہاں پہلے نہیں تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "حال ہی میں مجھے معلوم ہوا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے کہ گوٹے بل سے کوئی چیز اس طرح نکل جائے۔ ہر طرح کی چشم پوشی صرف تمہاری وجہ سے کی جا سکتی تھی لیکن اب صورت حال واضح ہو گئی ہے۔" جنرل ٹیریس بولا۔

"میں چاہتا ہوں جنرل کہ ابھی اس سلسلے میں کوئی خاص قدم نہ اٹھایا جائے لیکن کڑی نگرانی رکھی جائے۔ تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ گرے اسٹون کی پشت پر سی آئی اے کا معتبر ایجنٹ اولیور وڈ ہے جو نسلاً یہودی ہے اور اب اسرائیل کے لیے کام کرتا ہے۔"

"ہاں، میں اس شخص سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"اس سلسلے میں اس کی وجہ سے میں دھوکا کھا گیا ہوں۔ اگر اس طرح کا خطرہ نہ ہوتا تو..."

"میں سمجھ رہا ہوں علی۔ اطمینان رکھو اب میں اس کیس پر پوری توجہ دوں گا۔ وہ گوٹے بل کی دولت اس طرح نہیں لے جا سکیں گے۔ جنرل ڈیو میرا وفادار ہے اور مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔ بس اسے صورت حال سے آگاہ کرنا ہوگا۔ ہم وہاں فوج تعینات رکھیں گے اور اس بات کی پبلسٹی کریں گے کہ ابھی بیاڑو قبائل کا خطرہ باقی ہے لیکن وہاں موجود فوج کا اصل کام ان لوگوں پر نگاہ رکھنا ہوگا۔ اس کے علاوہ … لیکن جب وہ کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے اور اسے لے جانے کی کوشش کریں گے تو ساری اصلیت کھل جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں مانگوں گا وہ اتنا ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں نکل پڑیں گی۔ اگر اس سلسلے میں معاہدے کے مطابق تم سے بات کرنی پڑی تو علی تمہاری اجازت سے میں تم سے بھی سودے بازی کروں گا اور وہاں تم مجبوری کا اظہار کر دینا۔"

"بہت مناسب ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے صورت حال کو سمجھ لیا ہے۔" میں نے مسرور انداز میں کہا۔

"ان لوگوں کے سلسلے میں اگر کوئی کام میرے لائق ہو تو مجھے بھی خدمت کا موقع دو۔"

"کاش میرا مسئلہ تمہاری مدد سے حل ہو سکتا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا پھر چونک کر بولا۔ "ہاں جنرل، ایک بات اور سن لو۔ تم ابھی اپنے گرد موجود خطرناک لوگوں سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکے ہو۔ تمہیں اس معاملے پر بھی توجہ دینی ہے۔ تمہارے محل میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو دوسروں کے آلۂ کار ہوں۔ ان لوگوں کو تمہارے اقتدار میں نہیں ہونا چاہیے جیسے جنرل کیرالو۔"

"ہاں، جنرل کیرالو کے سلسلے میں مجھے سخت حیرت اور افسوس ہے۔ بہت پرانا ساتھی تھا وہ میرا۔"

"ایک اور شخصیت کی نشاندہی بھی کرتا ہوں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ابھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرو گے اور نہ اپنا انداز تبدیل کرو گے۔"

"کون ہے وہ؟" کیتھی براؤن نے پرجوش لہجے میں پوچھا۔

"میری شرط یاد رکھی جائے گی؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"سو فیصدی۔ کون ہے وہ؟" کیتھی نے کہا۔

"جیمس مورے۔ وہ اولیور وڈ کا ایجنٹ ہے۔" میں نے کہا اور وہ دونوں سکتے میں رہ گئے۔ ان کی آنکھیں کچھ پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں جیمس مورے کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی۔ کیتھی سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم نے تو واقعی خوفزدہ کر دیا علی!" جنرل ٹیریس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ پھر وہ گردن ہلا کر بولا۔ "کچھ نہیں، ابھی اس وقت تک کچھ نہیں کیا جا سکتا جب تک تمہارا طریقے سے وضاحت نہ مل جائے۔ لیکن اس کے بعد... اس کے بعد علی، گوٹے بل میں ایک اور انقلاب آئے گا، ایک خونی انقلاب۔ میں اس کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن اس بات کا تم یقین کر لو کہ..." جنرل ٹیریس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ میں نے بھی اور کچھ نہیں کہا تھا۔

اپنی آرام گاہ میں داخل ہو کر میں نے بہت سکون محسوس کیا تھا۔ دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ جنرل ٹیریس کے سامنے میری پوزیشن خراب ہو سکتی تھی اور پھر میں کسی قیمت پر یہ نہیں برداشت کر سکتا تھا کہ کسی یہودی کو میرے نام پر اتنا بڑا فائدہ حاصل ہو۔ حالانکہ پہلے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جنرل کو ابھی صورت حال سے آگاہ نہیں کروں گا اور اپنے طور پر ہی کچھ کروں گا لیکن اچانک ہی میری زبان جنرل کے سامنے کھل گئی تھی اور اب احساس ہو رہا تھا کہ یہ دوسرا فیصلہ ہی درست ہے۔ اپنے بارے میں کیا کہہ سکتا تھا کہ کب کیسے حالات کا شکار ہو جاؤں۔ ممکن ہے گوٹے بل سے کہیں جانا ہی پڑ جائے اور بے چارہ جنرل ٹیریس حالات سے بے خبر ہی رہے۔ اب کم از کم جنرل یہ سب سنبھال لے گا اور وہ لوگ کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکیں گے اور...

دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ میں نے دروازہ کھولا تو جیمس مورے کھڑا تھا۔

"ہیلو علی!" وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔

"آؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور جیمس مورے اندر داخل ہو گیا۔

"دلی مبارک باد علی۔ وہ سب کچھ ہو گیا جو کمپنی چاہتی تھی اور اس کا سہرا تمہارے سر ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے وہ کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ تمہارے لیے ایک پیغام ہے۔"

"کیا؟" میں نے سرد مہری سے کہا۔

"کالو کیمپو چلے جاؤ، سر ہیرالڈ تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" میں چند لمحات جیمس مورے کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔ "سارڈان میں اب میری ضرورت تو نہیں ہے؟"

"میرے خیال میں نہیں۔ لیکن اس کا صحیح جواب تمہیں کالو کیمپو میں ملے گا۔" جیمس مورے نے جواب دیا۔

"اس کے لیے رنگ ماسٹر کا بلڈ ضروری ہے۔ رنگ ماسٹر کو بلالو بے بی۔" موشے ہیروس نے کہا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ڈیڈی، کچھ باتیں کریں اس سے۔ تو تمہارا نام علی یار خان ہے؟" وہ مجھ سے بولی اور میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ "بڑی کہانیاں وابستہ ہیں تمہارے نام سے۔"

"ہاں، تمہاری قوم رات کے وقت میرا نام نہیں لیتی کیونکہ اس کے بعد اسے نیند نہیں آتی۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! مجھ سے دوستی کرلو کیونکہ میری ماں یہودی نہیں تھی وہ نسلاً آئرش تھی اور پکی کرسچین تھی۔ ماں نے مرتے وقت تک یہودی مذہب قبول نہیں کیا تھا۔" وہ آگے بڑھ کر ہاتھ میری طرف بڑھا کر بولی۔

"تمہاری بلڈ رپورٹ دیکھے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بلڈ رپورٹ!" اس نے حیرانی سے پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھے دیکھا۔

"اگر اس میں یہودیت کے جراثیم ہوئے تو میرا ہاتھ گندا ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ بے بی! ہر وقت کی فضولیات اچھی نہیں ہوتیں۔ رنگ ماسٹر کو بلاؤ۔" کوتاہ قامت نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور پھر خود ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی چال بڑی مضحکہ خیز تھی۔ ہر قدم چلنے کے بعد وہ ٹھٹکتا ضرور تھا۔ پھر اس نے ایک دیوار کے قریب لگے بٹن پر انگلی رکھی لیکن اسی وقت دروازے سے آواز سنائی دی۔

"میں آ گیا ہوں موشے ہیروس! فکر مت کرو۔"

"او رنگ ماسٹر! اس جنگلی بلے کو سمجھاؤ، غراتا جا رہا ہے۔" موشے ہیروس نے کہا۔ میری گردن بھی گھوم گئی تھی۔

دروازے میں میرا قدیم دشمن اولیو ہارڈ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ کا انداز فاتحانہ تھا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"تو یہ ہے تمہارا رنگ ماسٹر موشے ہیروس!" میرے لہجے میں طنز تھا۔

"یہ شخص بہت زیادہ دلیری کا مظاہرہ کر رہا ہے ہارڈ اور مسلسل میری توہین کیے جا رہا ہے حالانکہ میں نے اس کا استقبال برے انداز میں نہیں کیا تھا۔"

"دلیر تو یہ ہے مسٹر ہیروس! اور جہاں تک اس کی باتوں کا تعلق ہے تو جو شخص زمانۂ طالب علمی میں ایران ہال جیسی جگہ کھڑے ہو کر بھی نعرہ لگا سکتا ہے وہ بھلا تمہارے سامنے کیسے خاموش رہے گا۔ نہیں موشے ہیروس! اس کی یہ باتیں تو تمہیں برداشت کرنا ہوں گی۔ کیوں بے بی، تمہارا کیا خیال ہے؟" اولیو ہارڈ نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے انکل ہارڈ! آپ نے مجھے ایک ایسی شخصیت سے روشناس کرایا ہے جس نے چند ہی لمحوں میں میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ مسٹر علی نے مجھ سے اس لیے ہاتھ نہیں ملایا کہ میرے خون میں یہودیت کے اثرات موجود ہیں۔ دو بڑے آدمیوں کے سامنے اتنی بڑی بات معمولی آدمی کا کام نہیں ہے اور مجھے غیر معمولی آدمیوں سے عشق ہے۔"

"ہارڈ! اس شخص سے کہو کہ دوستوں کی طرح گفتگو کرے، میں زیادہ سخت باتیں برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تب پھر تم کیسے اسرائیلی ہو موشے ہیروس! تم جانتے ہو دودھ دینے والی گائے اگر سینگ مارے تو انسان کو خوشی سے یہ چوٹ برداشت کر لینی چاہیے۔ ارے تم بیٹھو علی! کھڑے کیوں ہو۔ تمہاری جیسی شخصیت کا احترام کرنا بہت ضروری ہے اور میں بہرحال ہر پہلو کا اعتراف کرتا ہوں۔ تم یقین کرو میرے دوست، اب تو تمہارے لیے پریشان ہونا پڑتا ہے کہ کہیں اپنے جذباتی پن میں تم کسی حادثے کا شکار نہ ہو جاؤ۔ تم جیسے دشمن ملتے کہاں ہیں۔ تمہارے دم سے تو دشمنی کا لطف ہے۔ علی پلیز بیٹھ جاؤ۔"

اولیو ہارڈ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اولیو ہارڈ نے موشے ہیروس کو بھی بٹھا دیا اور پھر خود اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"بہت دن کے بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔ درحقیقت موشے ہیروس! تم سے پوری طرح واقف نہیں ہو علی حالانکہ میں نے تمہارے بارے میں ہمیشہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور میری تمنا رہی ہے لیکن یہ کمزوری ہے ان کی بلکہ شاید عمر کا تقاضا ہے کہ عقلی چیزیں باتوں پر مشتمل ہو جاتی ہیں۔ نہیں موشے ہیروس! علی کی شخصیت کا ذکر کرنا ایک بدمذاقی ہو گی۔ آپ اگر مجھ سے یہ پوچھیں کہ میرے لیے اس وقت دنیا میں کیا کیا پریشانیاں ہیں تو میں سب سے پہلے یہی کہوں گا کہ میں اپنے دشمن کی زندگی کا خواہاں ہوں کیونکہ اس نے مجھے جینے کا لطف دیا ہے۔ دوست دوستی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں، سہارا دیتے ہیں، امداد کرتے ہیں، دشمن دشمنی کرتا ہے اور ہمیشہ زندگی کے خوف کا شکار رکھتا ہے۔ اس طرح انسان کے اندر حوصلہ، ہمت اور بیدار مغزی اور دشمن سے محفوظ رہنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ موشے ہیروس! شاید تم نے کسی سے دشمنی کی ہی نہیں۔ اس دشمنی میں جو مزہ ہے، وہ دوستی میں نہیں۔ علی میرا بہترین دشمن ہے اور مجھے یقین ہے کہ علی بھی ایسا ہی تصور میرے لیے ذہن میں رکھتا ہو گا۔ شاید تم یقین نہ کرو اس بات پر موشے کہ ہم دونوں کو بارہا موقع ملا کہ ایک دوسرے کو ختم کر دیں۔ اس وقت شدت جوش میں ہماری جذباتی کیفیت ایسی ہی تھی کہ اگر ہم میں سے کوئی دوسرے کے شکنجے میں آ جائے تو دانتوں سے اس کی بوٹیاں چبا ڈالی جائیں۔ لیکن ہم جب بھی ایک دوسرے کے مدمقابل آئے تو ہمارا ہاتھ ایک دوسرے پر نہیں اٹھا کیونکہ ہم ذہنی اور جسمانی طور پر ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ بہت بار تم نے بھی سوچا کہ اگر علی میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تو علی جیسا شخص دوسرا نہیں ملے گا۔ ممکن ہے علی نے بھی میرے بارے میں یہی سوچا ہو۔۔۔"

"تمہاری تقریر کچھ زیادہ ہی طویل ہوتی جا رہی ہے ہارڈ!" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہو گا کہ ہم صرف اپنے مطلب کی بات کریں۔"

"گڈ!" اولیو ہارڈ کے منہ سے نکلا۔ "میں چاہتا تھا کہ اپنے اور تمہارے تعلقات خصوصی سے مسٹر موشے ہیروس کو پوری طرح باخبر کر دوں۔"

"لیکن میرے پاس ان فضولیات کے لیے وقت بالکل نہیں ہے۔" میں نے روکھے لہجے میں کہا۔

اولیو ہارڈ چند لمحے میرے چہرے پر نظر جمائے مجھے دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ اس کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی بہت بااختیار انسان ایک حقیر کیڑے کے سامنے موجود ہو۔

"علی!" وہ بولا۔ "اب جبکہ میرے پاس تمہارے خلاف کچھ ایسے کارڈ ہیں جنہیں سامنے لا کر میں تمہیں ذہنی طور پر پریشان کر سکتا ہوں تو ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ میری بات سننے کے دوران یہ نہ بھولنا کہ اس عمارت میں ہمارے علاوہ اور بھی لوگ موجود ہیں جو میرے ایک اشارے پر تمہارے خلاف حرکت میں آ سکتے ہیں۔ چنانچہ کسی ہنگامہ آرائی کا تصور بھی ذہن سے نکال دینا۔ ایک اچھے اور دلیر دشمن کی مانند میرے اور تمہارے درمیان کچھ گفتگو ہو گی، اس پر غور کرنا، سوچنا اور فیصلہ کر لینا۔ میں جانتا ہوں کہ شاید تم زندگی کے کسی بھی حصے میں اپنے مشن سے غداری نہیں کرو گے لیکن اگر میں تمہیں مجبور کر کے تم سے کچھ کرانا چاہوں تو یہ میرا حق ہے۔ جب بھی تمہیں موقع ملے، میرے شکنجے سے نجات پا لینا لیکن فی الحال تمہارے لیے میری بات مان لینے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں ہارڈ کہ تم ذہنی طور پر بھٹکے ہوئے ہو۔ تمہیں خود بھی اندازہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور کس سے مخاطب ہو۔"

"ابھی تم یہ کہہ سکتے ہو علی، کیونکہ تمہیں خود بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ جال تمہارے گرد کس حد تک پھیل چکا ہے۔ بہتر ہو گا کہ پہلے پوری تفصیل سے میری بات سن لو، اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنے میں تمہیں بھی آسانی ہو گی اور میں بھی مزید دردسری سے بچ جاؤں گا۔" اولیو ہارڈ جس انداز میں مجھ سے گفتگو کر رہا تھا، اس نے اب مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا پُراعتماد انداز گفتگو میرے لیے تشویش کا باعث تھا۔ اس خبیث یہودی کے شاطر ذہن نے میرے ارد گرد ایسے پھندے بُنے ہوں گے جن کی بنیاد پر وہ اس وقت میرے سامنے بیٹھا بڑے اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔ تاہم میں محتاط ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہاری بات سن رہا ہوں ہارڈ، بہتر ہو گا اگر تم مختصر الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر دو۔"

"تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے مجھے بڑی عجیب و غریب کیفیات کا احساس ہوتا ہے۔" وہ بولا۔ "میں سوچتا ہوں کہ جن لوگوں کے لیے تم نے اتنا کچھ کیا وہ تم سے سب کچھ چھینتے رہے۔ میرا خیال تھا علی کہ تہذیب مالکم ایکس کی موت کے بعد تمہارے نظریات تبدیل ہو جائیں گے کیونکہ اپنا سب کچھ کھونے کے بعد تم نے ایک حقیقی زندگی کو پایا تھا۔ میں نے خود بھی اکثر ان لاشوں پر سوچا تھا کہ تم سے تہذیب چھین لی جائے لیکن فلسطینیوں نے اس سلسلے میں عمل بھی کر ڈالا اور بالآخر تمہاری محبوبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ علی! اس کے بعد بھی اگر تم ان کے لیے دل میں نیک جذبات رکھتے ہو تو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم کس مٹی کے بنے ہوئے ہو؟"

میں خاموشی سے اولیو ہارڈ کو دیکھتا رہا۔ ذہن میں بہت سے خیالات امڈ رہے تھے۔ وہ شاطر انسان تہذیب مالکم ایکس کے معاملے کو الجھن میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں تو یہی تھا کہ اگر اولیو ہارڈ کی مرضی کے مطابق کچھ کام ہو جائے تو شاید وہ تہذیب کی زندگی کا اقرار کر لے اور مجھے بتائے کہ تہذیب اس کے قبضے میں موجود ہے۔ اس کے بل پر مجھے بلیک میل کرے لیکن وہ شیطان زادہ تھا، انتہائی عیار و مکار۔ اس سے ہر بات کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ غالباً اس سلسلے میں اس کے ذہن میں کوئی اور ہی خوفناک منصوبہ تھا۔ میں بھی اس معاملے میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مناسب موقع کا انتظار میرے لیے ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا۔ "تہذیب کے معاملے کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے اور تم جانتے ہو کہ میں اپنے مشن کی خاطر اپنا ہر ذاتی مفاد قربان کر چکا ہوں۔ اگر مجھے اپنی ذاتی خواہشات کی اتنی ہی پروا ہوتی تو پھر مجھے ان تمام مختلف جھمیلوں کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لہٰذا اس معاملے کو نظر انداز کرتے ہوئے تم صرف وہی کچھ کہو جو کہنا چاہتے ہو۔"

"موشے ہیروس سے میں تمہارا تعارف کرا چکا تھا علی، لیکن یہ باتیں تمہارے سامنے کہنی بھی ضروری تھیں تاکہ موشے ہیروس کو علم ہو جائے کہ میں نے کسی بھی سلسلے میں غلط بیانی نہیں کی۔۔۔ کیوں موشے ہیروس! میں نے جو کچھ علی کی غیر موجودگی میں تم سے کہا تھا کیا یہی سب نہیں تھا؟"

"بے شک تھا، لیکن اس شخص کے دل سے تم اسرائیل کے خلاف نفرت کیسے نکال سکو گے؟" موشے ہیروس نے بدستور ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کبھی نہیں نکال سکوں گا۔ ویسے علی! اگر نے اسٹون کے لیے یہ سب کچھ کرنے کا شکریہ! اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے بھی مجھے

کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ تمہاری مدد کے بغیر ہم یہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔" یہ کہتے ہوئے اس خبیث کے لبوں پر بڑی ہی طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "گریٹ اسٹون، موشے ہربوس کی ملکیت ہے اور موشے ہربوس نے اپنی تمام تر آمدنی کا پچاس فیصد اسرائیل کے لیے وقف کر دیا ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں سے جو کچھ برآمد ہوگا اس کا پچاس فیصد منافع حکومت اسرائیل کو دیا جائے گا۔ اسرائیلی حکومت تمہاری اس کاوش کے صلے میں تمام پرانی رنجشیں بھلانے کے لیے تیار ہے اور موشے ہربوس بھی اس عظیم الشان کامیابی پر بے حد خوش ہیں اور تمہاری سفارش کرتے ہیں۔"

"حقیقت یہ ہے ادلیو ہاورڈ کہ میں ابھی تک تمہاری اس بکواس کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا لیکن ادلیو ہاورڈ پر میرے الفاظ کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔

"اس بار میرے اور تمہارے درمیان ایک دلچسپ کھیل ہوا ہے علی۔" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ "کاربوریٹ ایک امریکی کمپنی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ حکومت امریکا کی منظور نظر ہے جبکہ گریٹ اسٹون سے امریکی حکومت کو کئی جگہ شدید نقصانات پہنچ چکے ہیں۔ گریٹ اسٹون ایک تنازع ہے، امریکی حکومت اور اسرائیلی حکومت کے درمیان۔ چونکہ اس میں زیادہ تر روسی حکومت کے شیئرز ہیں اور خاص طور سے کیوبا کے مفادات گریٹ اسٹون سے سب سے زیادہ وابستہ ہیں اس لیے امریکی حکومت گریٹ اسٹون کو بہت کڑی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ موشے ہربوس کا تعلق بھی امریکا ہی سے ہے لیکن وہ گریٹ اسٹون کو نہایت ہوشیاری سے چلا رہے ہیں۔ اگر کاربوریٹ سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکا حاصل کرنے میں ناکام رہتی اور اس کی جگہ کوئی اور کمپنی کامیاب ہو جاتی تو شاید حکومت امریکا کے لیے یہ بات اتنی اہم نہ ہوتی جتنی یہ کامیابی گریٹ اسٹون کے حصے میں آنے کی وجہ سے ہوگی۔ اور صرف یہی ایک بات اسے مشتعل کرنے کا سبب نہیں بنے گی بلکہ اس معاملے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تمہاری ہی وجہ سے گزشتہ دنوں کاربوریٹ کمپنی کے تمام اثاثے ضبط کر کے اس پر مکمل پابندی لگا دی گئی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں صورت حال کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا ہوگا۔ اس سلسلے کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے علی کہ گریٹ اسٹون کے لیے سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکا تمہارے نام سے دیا گیا ہے گویا اگر اس سلسلے میں تم اپنے ذاتی اثر و رسوخ استعمال نہ کرتے تو شاید فیصلہ کاربوریٹ کے حق میں ہو جاتا۔ تمہاری کوششوں نے امریکی حکومت کو زبردست شکست سے دوچار کیا ہے لہٰذا اس معاملے کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ تم پہلے بھی امریکی حکومت کے لیے درد سر بنے ہوئے ہو اور ان کی بلیک لسٹ میں تمہارا نام سرفہرست رہا ہے۔"

میرے بدن میں سنسنی سی ہونے لگی تھی۔ ادلیو ہاورڈ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ فوراً ہی میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ جو حماقت مجھ سے ہوئی تھی اس کا احساس اب مجھے ہو رہا تھا۔ ادلیو ہاورڈ کی ابتدا ہی سے یہ خواہش تھی کہ مجھے میرے ملک کے خلاف استعمال کرے اور کوئی ایسا پوائنٹ ہاتھ لگ سکے جس کے ذریعے میری ذات سے میرے وطن کو نقصان پہنچے۔ فلسطینی مسلمان تھے اور جذبۂ اخوت اسلامی میرے دل میں شدید تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وطن کی مٹی اور اہل وطن مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھے۔ میں نے تو خود کو جب بھی کہیں کسی سے متعارف کرایا تو اپنے وطن کا حوالہ دیا۔ میری اصل شناخت تو میرا پیارا وطن پاکستان ہی تھا۔ میں نے اس بات پر ہمیشہ فخر کیا اور اگر میرے وطن کو میرے نام پر مورد الزام ٹھہرایا جائے اور اسے میرے حوالے سے کسی کا مدوان کا ہدف بنایا جائے تو یہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔

دفعتاً ادلیو ہاورڈ کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ "وطن سے دور رہ کر فلسطینیوں کے مفاد کے لیے سرگرم رہنا بے شک ایک اچھا عمل ہے علی یارخان اور اس سے تمہارے ملی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے لیکن کیا تمہیں صرف فلسطینی مسلمانوں سے دلچسپی ہے؟ کیا اپنے ہم وطنوں کا تمہارے ذہن و دل میں کوئی خیال نہیں ہے۔ کبھی اس طرف بھی دیکھا ہے علی! کیا کچھ ہو رہا ہے وہاں۔ تمہارے ملک کے دشمن کس طرح اسے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کی دن رات یہی کوششیں ہیں کہ کسی طرح وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اسے ایک مضبوط قوت کے طور پر ابھرنے نہ دیں۔ تمہارا ملک بے شمار بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے اور تمہارے حکمران امریکا سے بہتر تعلقات کی بنیاد پر بہت سی مراعات حاصل کر رہے ہیں۔ اواکس طیاروں کا نظام، ایف سولہ اور بے شمار ایسی دفاعی ضرورتیں امریکا کے ذریعے پوری ہو رہی ہیں جو ملک کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ ان حالات میں تمہاری اپنی شخصیت اگر اس انداز سے سامنے آئے کہ ایک پاکستانی باشندے نے امریکا کو [illegible] سطح پر شدید نقصانات پہنچائے اور اسرائیلی مفادات کے لیے کام کیا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا امریکی سینیٹ میں تمہارے بارے میں چہ میگوئیاں نہیں ہوں گی؟ کیا یہ سوال نہیں اٹھایا جائے گا کہ کاربوریٹ کو ایک عظیم خسارے سے دوچار کرنے والا علی یارخان ایک پاکستانی ہے اور حکومت پاکستان اس سلسلے میں کسی نہ کسی طور ذمہ دار ہے۔ تمہارے مخالف ملک کی امریکی لابی اس معاملے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے گی اور پاکستان کو دی جانے والی امریکی امداد کو رکوانے کی کوشش کرے گی۔ میرا خیال ہے میرے دوست، اس سے زیادہ اب تمہیں سمجھانا ضروری نہیں ہے۔"

میں سکتے کے سے عالم میں ادلیو ہاورڈ کی صورت دیکھ رہا تھا۔ بالآخر میں نے خود کو سنبھالا اور آہستہ سے بولا۔ "ادلیو ہاورڈ! بلاشبہ میرے اور تمہارے درمیان بدترین دشمنی کا رشتہ قائم ہے اور قائم رہے گا۔ تم نے اس بار جو داؤ کھیلا ہے اس نے مجھے چت کر دیا ہے۔ جہاں تک فلسطینیوں کے مفادات کے لیے کام کرنے کا معاملہ ہے تم اس کا پس منظر جانتے ہو۔ میں نے جس لیے یہ کام شروع کیا تھا اس سلسلے میں اپنی ذمے داریاں پوری کر دی ہیں لیکن بہرحال میں اپنے وطن کے لیے کوئی دشواری پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ یہ بتاؤ کہ میری اس حماقت کا ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"بہت نفیس اور سلجھا ہوا سوال ہے۔ جو کچھ تم کر چکے ہو اسرائیل کے خلاف اس کا کفارہ ادا کرو علی۔" ادلیو ہاورڈ نے کہا۔

"کس طرح؟" میں نے کچھ جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"اسرائیلی مفادات کے لیے اسی انداز میں کام کرو جس طرح تم فلسطینی مفادات کے لیے کام کرتے رہے ہو۔ بے شک میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے لیکن اگر تم چاہو تو اس آگ کو سرد کر سکتے ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے ادلیو ہاورڈ؟" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یہی ضروری ہے۔ میں صرف تلافی چاہتا ہوں اور اس کا ذریعہ یہی ہے علی کہ اب تم اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل کے لیے کام کرو۔"

"حیثیت سے فائدہ اٹھا کر؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں جانتا ہوں کہ اگر تمہارے ہاتھوں کچھ کام بگڑ بھی جائیں تو فلسطینی وہ لوگ یہ نہیں سوچ سکتے کہ تم نے جان بوجھ کر یہ کام بگاڑے ہیں یا تمہاری اس میں مرضی رہی ہے۔ بعد میں اگر انہیں اندازہ ہو بھی جائے کہ تم نے اپنے راستے بدل دیے ہیں تو تمہیں ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے بلکہ تم اسرائیلی مفادات کے لیے اپنے فرائض انجام دیتے رہو گے۔"

"گویا تمہارا مطلب ہے کہ میں ان لوگوں کو دھوکا دوں۔ ان سے اہم معلومات حاصل کر کے اسرائیلیوں کے حوالے کر دوں اور بعد میں جب انہیں معلوم ہو جائے کہ میں ان سے غداری کر چکا ہوں تو پھر کھل کر تمہارے لیے کام کروں۔"

"بالکل سیدھی اور صاف سی بات ہے۔ اس میں میں نے کسی فریب سے کام نہیں لیا۔"

"مگر ادلیو ہاورڈ یہ کام میرے لیے بہت مشکل ہے۔ کیا اس کا تمہیں اندازہ ہے؟" میں نے بے چارگی سے کہا۔

"مجھے اندازہ ہے لیکن اس مشکل کام کے لیے تمہیں تیار کرنے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا تم خود بھی اندازہ لگا سکتے ہو علی۔ مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ تم سے ملاقات کر کے تمہیں چھوڑ دیا جائے بلکہ ہر قیمت پر تمہیں اس کام کے لیے تیار کرنا تھا۔"

"تب مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دو ادلیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"ہونا تو یہی چاہیے کہ میں تمہیں اس سلسلے میں ایک لمحے کا وقت بھی نہ دوں لیکن میں نے کہا نا کہ تم میرے چہیتے دشمن ہو۔ سوچ لو لیکن بہرحال فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہونا چاہیے کیونکہ یہ تمہاری بقا کے لیے بھی ضروری ہے۔ میں تمہیں اس درخواست پر مایوس نہیں کروں گا۔ کالوکیمو میں رہو۔ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا۔ اپنا دائرہ محدود رکھو۔ زیادہ لوگوں سے ملاقات اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک کہ تم ہمارے لیے کام کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤ اور ہم اپنا اطمینان نہ کر لیں کہ تم خلوص دل سے اس آمادگی کا اظہار کر رہے ہو۔ امید ہے تم پابندی کا برا نہیں مانو گے۔ کالوکیمو کی بہترین رہائش گاہیں اور سب سے بڑھ کر تمہاری پسندیدہ شخصیت جیولٹ تمہاری منتظر ہے۔ سوچنے کے دوران یہ تمام چیزیں تمہیں ذہنی شگفتگی فراہم کریں گی اور تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ کیوں موشے ہربوس! اس سلسلے میں آپ کی طرف سے تو کوئی اور تجویز نہیں ہے؟"

"نہیں ڈیئر ہاورڈ! میرا خیال ہے شیر کو تم نے قابو میں کر لیا ہے۔" موشے ہربوس نے مسکراتے ہوئے کہا اور ادلیو ہاورڈ ہنسنے لگا۔

مجھے شدید توہین کا احساس ہو رہا تھا لیکن فوری طور پر سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ جو حماقت نادانستگی میں کر بیٹھا تھا اس کی کچھ نہ کچھ سزا تو ہونی ہی چاہیے تھی۔ چنانچہ میں نے مفاہمانہ رویہ اختیار کیا تھا۔

"اب تم جا سکتے ہو علی۔ یہاں تمہارے لیے گوشۂ سکون

"لیکن تمہاری کسی محبوبہ کے بارے میں تو انکل باورڈ نے کہا تھا کہ فلسطینیوں نے تم سے چھین لیا۔"

"ہاں، یہ مجبوری ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔

"میں تم سے متفق ہوں، انسان کو زندگی میں کسی کو بھی اس قدر اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہیے کہ بعد میں وہ اس کی جان کا عذاب بن جائے۔ میری زندگی میں بھی بے شمار دوست آچکے ہیں اور اپنے دوستوں کے لیے میں اپنا دل ہمیشہ کشادہ رکھتی ہوں۔ میں انہیں کبھی مایوس نہیں کرتی۔"

کافی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ سوٹ میں ملبوس ملازم اندر داخل ہوا اور ہم دونوں کو دیکھ کر چونک پڑا۔ "ارے ایمل! مسٹر علی ابھی تک یہیں موجود ہیں؟"

"ہاں ڈیڈی، جس کام کا خیال آپ کو نہیں آیا، میں نے اس کی تکمیل کر دی ہے۔ مسٹر علی کم از کم آپ کے مہمان تو تھے، کیا آپ انہیں ایک کپ کافی نہیں پلا سکتے تھے؟"

"اوہ نہیں، دراصل ہمارے درمیان کچھ ایسی گفتگو کا آغاز ہو گیا اور مسٹر علی نے ابتدا ہی میں اتنی نفرت کا اظہار کیا کہ مہمان نوازی کے تمام جذبے ختم ہو گئے۔ بہرحال کافی کے بعد تم انہیں جہاں یہ کہیں چھوڑ آؤ۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی، آپ اطمینان رکھیے۔" ایمل کا جواب سن کر سوٹ میں ملبوس باہر نکل گیا۔ تب وہ مسکراتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "تم نے محسوس کیا ہوگا، ڈیڈی نے میری اس مہمان نوازی کو پسند نہیں کیا ہے۔"

"کیا تمہارے ڈیڈی، تمہاری طرف سے محتاط نہیں رہتے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ وہ شخص جو ان کی قوم کا بدترین دشمن ہے، تمہارے ساتھ دوستوں کی طرح بیٹھ کر کافی کیوں پی رہا ہے؟"

"ڈیڈی میرے کسی اقدام کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے کیونکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اب تم چلو، جیولٹ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔"

باہر نکلنے کے بعد اس نے مجھے ایک خوبصورت کار میں بٹھایا اور پھر مجھ سے میری منزل کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اس جگہ کا پتا بتا دیا تھا جہاں جیولٹ کو چھوڑا تھا۔

راستے میں ایمل نے کہا۔ "اگر میری بات تم پر اثر انداز ہوئی ہو اور میں نے بھی تمہیں متاثر کیا ہو تو میری پیشکش پر غور کرنا۔ میرا خیال ہے ابھی میں طویل عرصے تک یہاں قیام کروں گی لیکن ایک بات اور ذہن میں رکھنا، میں زندگی بھر کے لیے کسی مصیبت کو اپنے سر پر مسلط کرنے کی عادی نہیں ہوں۔ دل چاہے تو مجھ سے مل لینا، میں تمہاری پذیرائی کروں گی۔"

میں نے تلخی سے گردن ہلا دی، منہ کا مزہ خراب ہو گیا تھا۔ اس دعوت پر، اس حسین اور پرکشش لڑکی کے لیے جو نرم گوشہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا وہ اس کے ان بیہودہ الفاظ نے ختم کر دیا تھا۔ اس کی کچھ باتیں ایسی بھی تھیں جن کی بنیاد پر مجھے اس کے بارے میں سوچنا پڑا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے کوئی تلخ جواب نہیں دیا۔

بالآخر میں وہاں پہنچ گیا جہاں جیولٹ موجود تھی۔ ایمل نے ہاتھ ہلا کر مجھے الوداع کہا اور زن سے اپنی کار کو آگے بڑھا لے گئی۔

میں چند لمحات کھڑا اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا اور پھر میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ سوچنے کے لیے میرے پاس اور بہت کچھ تھا کہ اب کسی فضول بات کے سوچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کمبخت اولیو باورڈ نے اس بار جس طرح مجھے اپنے جال میں پھنسایا تھا، اس کی مثال ممکن نہیں تھی۔ کتنا جامع اور کتنا موثر منصوبہ بنایا تھا اس نے، موقع سے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ لائن آف کنٹرول کے معاملات کی تکمیل کے بعد پتا نہیں اسے کس طرح یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ مجھے یہاں لایا جائے گا۔ ممکن ہے تہذیب مالکم ایکس کے بیروت پہنچنے کی اسے اطلاع ملی ہو اور اس نے وہاں سے اپنی کارروائی کا آغاز کیا ہو۔ بہرطور اس نے مجھے تہذیب سے ملنے کا آزادانہ موقع دیا اور حالات میرے حق میں بنتے چلے گئے یعنی میرے کرم فرماؤں نے تہذیب کو میری زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا اور میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ اولیو باورڈ نے عظیم منصوبہ بندی کر کے عین وقت پر تہذیب کو اغوا کیا اور اس کی جگہ ایک اور لڑکی کو دے دی جسے ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح اس نے میرے ذہن میں تنظیم آزادی فلسطین سے بغاوت کا جذبہ ابھارا اور پھر میرے سامنے تہذیب کی ہم شکل ایک لڑکی کو پیش کر دیا گیا۔ مجھ جیسا ذہنی طور پر جھنجھلایا ہوا شخص لازمی طور پر اس کی طرف متوجہ ہو سکتا تھا اور ایسا ہی ہوا بھی تھا۔ پھر اس عظیم منصوبے کا رخ میرے سامنے آیا۔ یہ اور بات ہے کہ تقدیر نے مجھے حقیقتوں سے روشناس کرا دیا تھا۔ بہرطور جیولٹ کے ذریعے مجھے گھیرا گیا کیونکہ اولیو باورڈ جانتا تھا کہ جنرل شیرین مجھ سے انحراف نہیں کرے گا۔ معاہدہ میرے نام سے بنایا گیا اور اس کی بھی وجہ تلاش کر لی گئی۔ بالآخر انہوں نے وہ سب کچھ کر لیا جس کے وہ خواہش مند تھے۔ تو اب تک اس لیے اولیو باورڈ کی بتائی ہوئی لائنوں پر قدم آگے بڑھا رہا تھا کہ اس سے ملاقات ہونے کے بعد تہذیب کی زندگی کا مسئلہ سامنے آئے گا اور ممکن ہے کوئی ایسا موقع مل جائے کہ اولیو باورڈ خود پھنس جائے لیکن اس کمبخت نے اپنا کام بھی نکال لیا تھا اور تہذیب کے سلسلے میں زبان بھی بند رکھی تھی۔ اب میرے سامنے دو مشکلیں کھڑی ہو گئی تھیں۔ نمبر ایک تو یہ کہ کس طرح تہذیب کی زندگی کے سلسلے میں اولیو باورڈ کی زبان کھلواؤں اور نمبر دو یہ کہ معاہدے کے وہ کاغذات کیسے حاصل کر کے ضائع کر دوں۔ مجھے اس سلسلے میں کامیابی کی توقع

اپنے بس میں تھی اور ایسی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی جس سے میں اپنے مقصد کی تکمیل کر سکوں۔

کمبخت جیولٹ کی شکل دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا لیکن ابھی میں جلد بازی سے کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میری گردن ان کے شکنجے میں پھنسی ہوئی تھی۔ مجبوراً مجھے جیولٹ کے سامنے پہنچنا پڑا اور چالاک لڑکی نے اس قسم کی بے صبری اور والہانہ پن کا اظہار کیا کہ اچھے سے اچھا لڑکی بے وقوف بن جائے۔ وہ دیوانوں کی طرح میری طرف دوڑی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ اس طرح تڑپ رہی تھی جیسے ایک بچھڑی ہوئی محبوبہ طویل عرصے کے بعد اپنے محبوب سے مل کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکی ہو۔ وہ میرے سینے سے سر رگڑتی رہی اور میں نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ میں نے تہذیب کے علاوہ کبھی اس کے لیے دل میں محبت نہیں پائی تھی بلکہ یہ صرف میری مجبوریاں تھیں جو مجھے جیولٹ کو برداشت کرنے پر آمادہ کر رہی تھیں۔ محبت کا کوئی تصور میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا لیکن مجھے اپنا یہ کھیل جاری رکھنا تھا کیونکہ میں اس کے لیے مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ مجبوراً ہی مجھے اس کی اس چاہت کا جواب دینا پڑا اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ایسا منصوبہ آیا جس نے ایک لمحے کے لیے خود مجھے بھی حیران کر کے رکھ دیا۔ یہ جیولٹ سے نفرت اور اولیو باورڈ سے دشمنی کا ایک بلا جواز عمل تھا جو اس منصوبے کی شکل میں میرے ذہن تک پہنچا تھا۔ میں عجیب سی نگاہوں سے جیولٹ کو دیکھنے لگا۔ یہ لڑکی کس حد تک تہذیب کی ہم شکل تھی لیکن اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اولیو باورڈ کے لیے کیا تھا۔

میں آہستہ آہستہ اپنے حواس پر قابو پاتا چلا گیا۔ ایک بار دروازے سے باہر نکل کر باہر کا منظر دیکھا۔ علاقہ سنسان پڑا تھا۔ آس پاس کوئی موجود نہ تھا۔ جیولٹ سراپا انتظار بنی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد میں اپنی محبت کا اظہار کروں گا۔ جو کچھ وہ کر چکی تھی اس کے بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کے ذہن میں ابھی تک میرے لیے کوئی ایسی بات نہیں پیدا ہوئی ہے جو اس کے لیے شبہے کا باعث ہو۔ میں جیولٹ کو دیکھنے لگا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہے ہو علی؟"

"عورت کا ایک عجیب و غریب روپ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں۔"

"جیولٹ! تم تہذیب کا وہ مقام پا سکتی ہو جو میرے سینے میں کبھی تھا لیکن اس کے لیے تمہیں ہر اس چیز کا احترام کرنا پڑے گا جو تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میری مجبوریاں ہیں لیکن کم از کم ہمارے درمیان سے محبت کا وجود ختم ہو جائے گا جو ہم دونوں نے بچا رکھا ہے۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی علی!" وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"جیولٹ! تمہارے کہنے پر میں نے وہ سب کچھ کیا ہے جو شاید میں کسی اور کی وجہ سے نہیں کر سکتا تھا۔ جنرل شیرین میرا دوست تھا اور تمہیں اس بات کا علم ہو گیا ہوگا کہ میری خواہش پر اس نے اپنے تمام مفادات ترک کر کے صرف وہ کیا جو میں چاہتا تھا اور جیولٹ! یقیناً تم اس کا علم بھی نہیں ہو کہ تمہیں ان تمام چیزوں کی وجہ نہ معلوم ہو۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گی کہ وقت سے پہلے مجھے یہ سب کچھ معلوم تھا۔ لیکن تہذیب کی ہم شکل ہونے کی حیثیت سے میرے دل میں تمہارے لیے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی اور وہی ہمدردی مجھے اس کے لیے مجبور کر رہی تھی کہ میں تمہیں پامال نہ ہونے دوں۔"

"میں جانتی ہوں اور اس بات پر فخر بھی کرتی ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ میرے لیے کیا۔"

"نہیں جیولٹ! دکھ تو یہی ہے کہ اس بات کا احساس کرنے کے باوجود کہ تمہاری ذات کو کس قدر عزیز رکھتا ہوں، تم آج تک مجھ سے سچ بولنے پر آمادہ نہیں ہوئی ہو۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی؟" جیولٹ کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔

"انسانی فطرت میں انسانی زندگی پر حاوی ہوتی ہیں جیولٹ! لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر بہرصورت ترک کی جا سکتی ہے۔ میں نے تم سے اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا۔ یہ بھی بتا دیا تمہیں کہ میرے سینے میں تہذیب مالکم ایکس کی یاد آج تک زندہ ہے اور میں تمہیں اسی کے روپ میں دیکھتا ہوں۔ لیکن جیولٹ! تمہارا کیا خیال ہے، کیا تم مجھ سے اب تک سچ بولتی رہی ہو؟"

"م... میں... میں...؟"

"نہیں جیولٹ! تمہاری ہکلاہٹ بتاتی ہے کہ تمہارے دل میں بہرطور تھوڑی سی انسانیت موجود ہے۔ کم از کم جھوٹ اس انداز میں نہیں بول سکتیں کہ تمہارا ضمیر تمہیں ٹوکے نہ دے۔"

"نہ جانے کیا کہہ رہے ہو تم! نہ جانے کیا کہہ رہے ہو؟"

"جیولٹ! یوں سمجھ لو کہ میں تمہاری زندگی کے ایک ایک لمحے سے آگاہ ہوں۔ اس وقت سے جب سے تم نے مجھ سے ملاقات کی۔ کیا تم اس بات سے انکار کرتی ہو کہ تم اولیو باورڈ کی آلۂ کار نہیں ہو؟ کیا تم اس بات سے انکار کرتی ہو کہ تم جان بوجھ کر جب تک نہیں پہنچی تھیں؟ کیا تم اس بات سے انکار کرتی ہو کہ اولیو باورڈ ہی کے ایما پر تم مجھے بیروت سے یہاں تک لائی تھیں۔ بولو جیولٹ! کیا میں نے یہ سب کچھ غلط کہا ہے؟ کیا تم اس حقیقت کو تسلیم کرو گی کہ میں ابتدا ہی سے یہ بات جانتا تھا لیکن میرے دل میں تمہارے لیے ہمدردی کا ایک ایسا عنصر پیدا ہو گیا تھا جس نے مجھے یہ سب نظرانداز کرنے پر مجبور کر دیا۔ آج تک میں

وہی کرتا رہا ہوں جو تم مجھ سے کرواتی رہی ہو۔ یہ سوچ کر کہ میں حقیقت سے واقف نہیں ہوں۔ لیکن آج اس حقیقت کو بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میں روزِ اول ہی سے اس تمام صورت حال سے پوری طرح واقف تھا لیکن اس کے باوجود میں نے وہی سب کچھ کیا جو تم چاہتی تھیں۔ میرا دل بار بار مجھے مجبور کرتا تھا کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں اور تم سے کہہ دوں کہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تمہارے سینے میں موجود ہے لیکن میں نے یہ سوچا تھا کہ ایک دن ایسا ضرور آجائے گا کہ میری محبت تمہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دے گی۔"

"علی۔۔۔"

"ہاں جیولیٹ! بالکل سچ کہہ رہا ہوں میں۔ ایک ایک لفظ سچ۔ اور اس سچ کا احساس تمہارے سینے میں موجود ہوگا۔ تمہیں کہیں نہیں بھیجا جانا تھا۔ یہ صرف میری محبت کو آزمانے کا ایک طریقہ تھا اور میں نے اپنی محبت کا ثبوت دے دیا جیولیٹ! میں نے وہ سب کچھ کر دیا جو وہ لوگ چاہتے تھے۔ لیکن تم۔۔۔ تم اس کے باوجود مجھ سے اجنبیت کا اظہار کر رہی ہو لیکن اس جذبے کے تحت تمہیں جو جذبہ خود تمہارے سینے میں موجود ہے۔ کیا یہ بات مجھے یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کرتی کہ تہذیب مالکم ایکس صرف تہذیب تھی اور تم جیولیٹ ہو۔ وہ مجھے چاہتی تھی اور تم صرف مجھ سے محبت کا اظہار کر رہی ہو جیولیٹ! کم از کم آج اتنا اقرار تو کر لو کہ یہ سب کچھ۔۔۔ یہ سب کچھ ڈھونگ ہے اور یہ بھی بتا دو کہ یہ ڈھونگ کب تک جاری رکھو گی۔ میں اب بھی وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں، جو تم چاہتی ہو۔ تم یقین کرو یہ گفتگو کرنے کے بعد میں خاموش ہو جاؤں گا اور اس کے بعد وہی سب کچھ کروں گا جو اس کے بعد کا منصوبہ ہوگا۔"

جیولیٹ کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ اس نے چکراتے ہوئے ذہن کو قابو میں کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ اولیو باورڈ کسی ناشائستہ لڑکی کے ساتھ میں کوئی رعایت نہیں کر سکتا تھا اور پھر جیولیٹ! اس نے تو میری تہذیب کا مذاق اڑایا تھا۔ آج تک مذاق اڑاتی رہی تھی۔ یہ سمجھتی رہی تھی کہ اس کی بیوقوفی نقل ہونے کے باوجود میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں، میں نے اپنا پیار منتقل کر دیا ہے۔ لیکن یہ صرف اس کی خام خیالی تھی۔ میرے سینے میں جیولیٹ کے لیے جو کچھ موجود تھا وہ میں ہی جانتا تھا۔ بھلا وہ تہذیب کی جگہ کس طرح لے سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور مسکراتے لہجے میں بولی۔ "میں جانتی تھی علی! میں جانتی تھی۔ حماقت تھی ان لوگوں کی کہ انہوں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا کہ تم کبھی کچھ نہیں جان سکو گے۔ لیکن تم یقین کرو میرے دل میں بار بار یہ تصور ابھرا کہ جب تمہیں حقیقت معلوم ہوگی تو میرے لیے تمہاری کیا رائے ہوگی۔"

"بہت بکھلا ہوا محسوس کر رہا ہوں اپنے آپ کو جیولیٹ! بہت افسردہ ہو رہا ہوں میں، اس خیال سے کہ میں تمہارے دل کی گہرائیوں تک وہ مقام نہیں حاصل کر سکتا جو ایک محبت کرنے والے کو دوسرے محبت کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔ نہیں جیولیٹ! ایسے فریب کی اس دنیا میں اب زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"نہیں علی! بلاشبہ تم نے جو کچھ کہا، وہ بالکل سچ ہے۔"

"غلط، میں اس بات کو نہیں مانتا۔ اس سچ کو اس وقت تم زبان سے ادا کر رہی ہو، لیکن آنے والے وقت میں تم لوگوں سے کہو گی کہ تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ میں اس حقیقت کو نہیں مانتا۔"

"ہاں علی! اس وقت میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ جو کچھ کہنا چاہتی ہوں یا جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"نہیں۔ اگر اس کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو مجھے تحریری طور پر دو۔" میں نے کہا۔

"میں ویسا ہی تم کہو ویسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔" وہ بولی۔

"تو لاؤ پیڈ اور قلم۔ اور لکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔" میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

جیولیٹ جوش میں آ گئی۔ اس نے ایک ڈریسنگ ٹیبل سے پیڈ اور ایک خوبصورت بال پوائنٹ نکالا اور آ کے میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"لکھو جیولیٹ! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، لکھو۔"

"ہاں کہو۔ بولو۔"

"لکھو! علی! میں جیولیٹ پورے ہوش و حواس کے ساتھ تم سے ایک حقیقت کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ میرے دل کی گہرائیوں میں تمہارا پیار بیدار ہو چکا ہے حالانکہ میں کچھ لوگوں کی آلۂ کار ہوں۔ لیکن اب جب اپنے دل کو ٹٹولتی ہوں تو اس میں مجھے تمہاری محبت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہاں، میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ لکھا جیولیٹ؟"

"ہاں، میں لکھ رہی ہوں، بتاتے جاؤ جو کچھ کہنا ہے۔" جیولیٹ نے مدھم لہجے میں کہا۔

"لکھو" میں نے اس سے کہا اور اس نے لکھنا شروع کر دیا۔ "یہ اعتراف یقیناً تمہارے لیے تکلیف دہ ہوگا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ دل کا بوجھ اسی طرح ہلکا ہو سکتا ہے۔ علی! سب سے پہلے تو میں تم پر اس حقیقت کا انکشاف کروں کہ دراصل تہذیب مالکم ایکس قتل نہیں ہوئی بلکہ وہ زندہ ہے۔ تہذیب مالکم ایکس کی جگہ ایک اور لڑکی کو قتل کیا گیا تھا اور اس کے چہرے پر تہذیب مالکم ایکس کا میک اپ کر دیا گیا تھا تاکہ تم فلسطین کی تنظیم سے یہ سوچ کر برگشتہ ہو جاؤ کہ انہوں نے تمہاری تہذیب کو قتل کر دیا۔ یہ سارا منصوبہ وقت کے ایک با اختیار شخص اولیو کا ہے اور میں بھی اولیو باورڈ ہی کی آلۂ کار ہوں۔ میری یہ مشکل ہے

ہے۔ اور میں تہذیب مالکم ایکس سے مطلق جلتی ہوں لیکن ظاہر ہے میں تہذیب مالکم ایکس نہیں ہوں اور مجھے یہی ہدایت کی گئی ہے کہ میں اپنے آپ کو تہذیب مالکم ایکس بنا کر ہی پیش کروں لیکن تمہارا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ مقصد یہی تھا کہ گوئٹے ملی میں سادہ لوح ان کی سازشوں میں کامیابی کا ٹھیکا حاصل کیا جائے اور علی! وہ سب کچھ بھی تھا کہ مجھے رشوت کے طور پر جنرل کیرانو کی خدمت میں پیش کیا جا رہا تھا، وہ صرف ایک ڈھونگ تھا۔ صرف تمہیں اس بات پر آمادہ کرنے کے لیے کہ تم ان کے مقصد کے لیے کام کرو۔ جو کچھ میں لکھ رہی ہوں پورے ہوش و حواس کے ساتھ لکھ رہی ہوں۔ میرے دل میں تمہاری محبت اور پشیمانی کا احساس جاگ اٹھا ہے اور یہی احساس مجھے اس بات کے لیے مجبور کر رہا ہے کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں اور خودکشی کر لوں۔ علی! میں اب ان حالات میں جینا نہیں چاہتی۔ میں خودکشی کر رہی ہوں۔ خودکشی لیکن میری اس محبت کو اب اپنے دل میں ایک حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کر لینا۔ تمہاری مہربانی ہوگی۔"

جیولیٹ کا ہاتھ رکا نہیں تھا حالانکہ جو کچھ میں نے اس سے لکھوایا تھا، وہ اس کے لیے چونکا دینے والی چیز ہو سکتی تھی لیکن میں نے کچھ اس طرح اسے تحریر میں پھانسا تھا کہ وہ وہی سب کچھ لکھ گئی جو میں چاہتا تھا۔ اس نے نیچے اپنے دستخط بھی کر دیے اور پھر کاغذ پھاڑ کر میری جانب بڑھا دیا۔

"لو اب بولو۔ اب کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا اب بھی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرو گے کہ میں۔۔۔ میں۔۔۔"

"نہیں جیولیٹ! یہ تحریر پڑھنے کے بعد میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہو گیا ہے۔"

میں نے جیب سے رومال نکالا اور اسے اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر جیولیٹ کے قریب پہنچ گیا۔ جیولیٹ نے کسی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ تب میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔ "کتیا! تو تہذیب مالکم ایکس کی جگہ لینا چاہتی تھی۔ تو نے ایک بدترین فریب دے کر مجھے اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ میرا وطن میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہو گیا ہے اور اس کے بعد تو چاہتی ہے کہ میں تجھ سے محبت کروں۔ تجھ سے پیار کروں۔ کمینی۔" میں نے پھرتی سے اس کے بالوں کو اپنے الٹے ہاتھ کی گرفت میں پکڑ لیا اور سیدھا ہاتھ اس کی گردن کے نرخرے پر رکھ دیا۔ جیولیٹ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ کچھ بھی نہیں سمجھ پائی لیکن میرے چہرے پر نفرت مرقوم تھی۔ میری انگلیوں کا شکنجہ اس کے حلقوم کے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ جیولیٹ کی آنکھیں باہر نکلنے لگیں اور اب اس نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے لیکن بے حد جنون تھا میں نے اس کی گردن کو پوری قوت سے دبانا شروع کیا اور اس کی زبان باہر نکل آئی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ دم توڑ چکی تھی۔ میری نفرت عروج پر تھی۔ احمق لڑکی مجھے بے وقوف بنا رہی تھی۔ جھوٹی سچی کہانیاں سنا کر۔ اس کے بعد میں نے اپنی دوسری کارروائی شروع کر دی۔ رسّی کا ایک پھندا جیولیٹ کی گردن میں فٹ ہو گیا اور اس کے بعد اس رسّی کو اوپر لگے ہوئے پنکھے کی راڈ سے باندھ دیا گیا۔ میں نے جیولیٹ کے وزن کو کھینچ کر اوپر اٹھا دیا۔ ایک کرسی اس کے پیروں کے نیچے رکھی۔ اس طرح وہ اس کے سہارے لٹک گئی تھی۔ پھر میں نے پنکھے کی راڈ سے رسّی کھینچ کر مڑی اور کرسی کو دھکا دے دیا۔ بالکل وہی رنگ دے دیا تھا میں نے اس منظر کو جو خودکشی کے بعد کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ پرچا میں نے احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور پھر تیزی سے باہر نکل آیا۔ میں نے جیولیٹ سے اپنی آج تک کی توہین کے تمام بدلے لے لیے تھے اور اس کے علاوہ ایک ایسی چیز حاصل کر لی تھی جس کی بنیاد پر بالآخر اولیو باورڈ کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ تہذیب مالکم ایکس زندہ ہے۔ اب اس سے میری گفتگو کا موضوع یہی ہوگا اور میں اس وقت تک کوئی کام کرنے پر آمادگی کا اظہار نہیں کروں گا۔ جب تک اولیو باورڈ تہذیب مالکم ایکس کو میرے حوالے کرنے کا فیصلہ نہ کرے۔ کمبخت نہایت صفائی سے اپنا تمام کام نکالنے کے باوجود تہذیب کا تذکرہ گول کر گیا تھا اور اس نے یہی ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ تہذیب کو تنظیم کے لوگوں ہی نے قتل کیا ہے۔ لیکن جیولیٹ کا یہ اعتراف اولیو باورڈ کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دینے والا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد میں نے ایک گاڑی لی اور موشے ہیروس کی جانب چل پڑا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اولیو باورڈ وہاں موجود ہوگا یا نہیں لیکن اتنا ضرور معلوم تھا کہ موشے ہیروس سے اس کا رابطہ قائم ہوگا اور یہ کام موشے ہیروس ہی کر سکتا تھا۔

میں آندھی اور طوفان کی طرح موشے ہیروس کی رہائش گاہ میں داخل ہوا تھا۔ دو تین ملازموں سے معلومات کیں اور موشے ہیروس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس وقت ایک ہیروس بیگم موشے ہیروس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں مجھے دیکھ کر چونک پڑے۔ باپ بیٹی کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔

موشے ہیروس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے تمہاری اس قدر جلد واپسی کی توقع نہیں تھی علی! خیریت! کیا بات ہے؟"

میں کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر موشے ہیروس کو گھورنے لگا اور پھر میں نے سرد لہجے میں اس سے کہا۔ "اولیو باورڈ کہاں ہے؟"

"کیوں! کیا بات ہے؟ مجھے بتاؤ۔ اولیو باورڈ اس وقت کالونی میں نہیں ہے؟"

"وہ جہنم میں بھی ہے اس سے کہو جس قدر جلد ممکن ہو سکے

یہاں پہنچ جائے۔"

"لیکن ڈیئر علی! بات کیا ہے؟" موشے ہیروس نے نرم لہجے میں کہا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور وہ پرچا نکال کر نفرت بھرے انداز میں موشے ہیروس کی جانب پھینک دیا۔

موشے ہیروس نے حیرت سے پرچے کو دیکھا۔ ایمل نے آگے بڑھ کر اُسے اٹھایا اور پھر پڑھنے لگی۔ وہ پرچے کی پوری تحریر زور زور سے پڑھتی رہی اور موشے ہیروس کے چہرے پر زردی پھیلنے لگی۔ چند لمحے کے بعد جب پرچے کی تحریر ختم ہوگئی تو اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خوفزدہ سے لہجے میں پوچھا۔

"تو کیا۔ تو کیا جیولٹ نے خودکشی کرلی؟"

"ہاں! اُس کی لاش کمرے سے بندھے ہوئے پنکھے سے لٹکی ہوئی ہے۔"

"نہیں، ہرگز نہیں! ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"موشے ہیروس! ان حالات کے باوجود تم مجھ سے کسی اچھی بات کے خواہاں ہو؟ مجھے جواب دو۔ اولیو باورڈ سے رابطہ قائم کرو۔ اُس سے پوچھو کہ اُس کے پاس ان تمام باتوں کا کیا جواب ہے؟"

"دیکھو موشے ہیروس! طویل عرصہ ہوگیا مجھے اپنے وطن سے جدا ہوئے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اپنوں میں وہاں کون زندہ ہے اور کون مر چکا ہے۔ بلاشبہ اپنے وطن کا پیار، اپنے لوگوں سے محبت میرے دل میں آج بھی موجود ہے لیکن بعض اوقات انسان ایسے کسی مرحلے میں داخل ہوجاتا ہے جہاں اُسے صرف اپنی ذات سے پیار ہوتا ہے۔ تہذیب عالکم الیکس کی زندگی کا انکشاف میرے لیے انتہائی مسرت انگیز ہے۔ اگر اولیو باورڈ شرافت کے ساتھ اُسے میرے حوالے کر دیتا ہے تو ممکن ہے میں اُس کی اب تک کی سازشوں کو بھول جاؤں اور اس کام کو اسی طرح جاری رہنے دوں جس طرح یہ چل رہا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور مسلسل مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی رہی تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں اپنے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا؟ میں ہر قیمت پر تہذیب عالکم الیکس کی بازیابی چاہتا ہوں اور اگر چند گھنٹوں کے اندر اندر ایسا نہ ہوا تو اس کے بعد جو کچھ ہوگا، اس کے ذمے دار تم خود ہوگے۔"

"ارے نہیں نہیں! اتنی جلد بازی مت کرو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اولیو باورڈ یہاں موجود نہیں ہے۔ میں اس سارے مسئلے پر اُس سے بات چیت کرتا ہوں۔ لیکن پہلے اس بات کی تصدیق تو ہو جانے کہ جیولٹ نے خودکشی کی ہے یا نہیں۔"

"جیولٹ کی تحریر تمہارے پاس موجود ہے۔ تم جس طرح چاہو ان تمام باتوں کی تصدیق کرلو۔ لیکن میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ فوراً ابھی اسی وقت اس سلسلے میں کارروائی کرو۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔" موشے ہیروس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو پھر جو ممکن ہوگا، میں وہ کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب کالو کیمپ میں رکنا میرے لیے بالکل مناسب نہیں ہے۔ مجھے گوٹے بل پہنچنا چاہیے اور وہاں کے بعد جنرل شیرس کو تمام امور سے آگاہ کر دینا چاہیے۔ اُسے بتا دینا چاہیے کہ مجھے مجبور کرکے کارروائی کروائی گئی تھی اور گوٹے اسٹون سے میرا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے۔ سارڈوان کی جھاڑیوں میں کان کنی کا تمام پروگرام ختم کر دیا جائے اور گوٹے اسٹون کے تمام آدمیوں کو گرفتار کرلیا جائے۔ میں یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہوں موشے ہیروس! اور اس بات کا یقین کرلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہی کروں گا۔"

"لیکن اگر تم مجھے وقت نہیں دو گے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"میرے پاس وقت ہے ہی نہیں۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔"

"عجیب ذہن کے آدمی ہو تم! میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے ہو۔ جاؤ ٹھیک ہے تم جو کچھ کرسکتے ہو کرلو اور مجھ سے جو کچھ کیا جاسکتا ہے وہ میں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے موشے ہیروس! ٹھیک ہے۔"

"ایمل! اس احمق آدمی کو سمجھاؤ۔ یہ بنا بنایا کھیل بگاڑ رہا ہے۔" وہ چلایا۔

"مسٹر علی! درحقیقت مسٹر اولیو باورڈ موجود نہیں ہیں۔ وہ کالونی سے کہیں گئے ہوئے ہیں۔ کم از کم اُس وقت تک تو انتظار کرو جب تک مسٹر اولیو باورڈ واپس نہ آجائیں۔ آؤ، پلیز میرے ساتھ آؤ۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے ایمل کی طرف دیکھا تو اُس نے غیر محسوس طور پر اپنی آنکھ دبائی، گویا مجھے کچھ اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے ایمل! اگرچہ تم موشے ہیروس کی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی ہو تو ذرا غور کرو، کسی ایسے شخص کے بارے میں جسے ان اذیتوں سے دوچار کیا گیا ہو، میں نے حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود سب کچھ کیا ہے لیکن اس کے صلے میں اگر تہذیب عالکم مجھے نہ ملی تو پھر اس کے نتائج بہت برے ہوں گے۔"

"تم آؤ تو سہی، میرے ساتھ آؤ۔" ایمل نے کہا۔ وہ مجھے لیے ہوئے اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تہذیب عالکم الیکس کو تم بہت زیادہ چاہتے ہو؟"

"سوری ایمل! یہ حقیقت ہے کہ میں اُسے اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

"پتا نہیں لوگ کسی کو اتنا کیوں چاہتے ہیں؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ چاہت کا تصور اُس وقت تک ہونا چاہیے جب تک انسان کے لیے ایک دوسرے میں کشش رہے۔ کیا اس کے بعد ایک دوسرے کو بھول جانا بہتر نہیں ہوتا؟"

"یہ میرے نظریے کے خلاف ہے ایمل! ایسا ممکن نہیں ہے۔"

"خیر، میں ایسے کسی نظریے پر بحث نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن کیا فوراً ہی انتہائی اقدام پر آمادہ ہو؟"

"ہاں ایمل! میں اس کے لیے مجبور ہوں۔"

"تو پھر میری بات غور سے سنو! ابھی تمہیں ہوشیاری سے کام لینا چاہیے۔ دشمن ہے اولیو باورڈ۔ اس سلسلے میں اپنے اندر لچک پیدا کرو اور کم از کم تہذیب کو تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ ایک بات تو ہے میں کہنا … علی! میں تمہارے ساتھ…"

ابھی ایمل نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً دروازہ بہت زور سے کھلا اور چار پانچ آدمی دندناتے ہوئے اندر گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستولیں دبی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اپنے ہاتھ بلند کرو اور کسی قسم کی جنبش کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ ہمیں ہدایت ملی ہے کہ تمہارے پورے بدن کو چھلنی کر دیا جائے۔"

ایمل غصیلے انداز میں کھڑی ہوگئی۔ "یہ ہدایت تمہیں کس نے دی ہے؟"

"مس، آپ کے پاپا نے۔" آنے والے شخص نے کہا۔

"یہ بے ایمانی ہے، غداری ہے۔ پاپا کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے علی سے بات کی ہے؟"

عقب سے موشے ہیروس کی آواز سنائی دی۔ "بیٹے الیکس، بعض اوقات کبھی کسی سے ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیے جو اُسے پورا کرنا مشکل ہو۔ تم اپنے پاپا کی ہدایات بار بار بھول جاتی ہو۔" ایمل نے مڑ کر باپ کو دیکھا۔ ایمل دیکھتی رہی اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوری پاپا! میں جذباتی ہوگئی تھی۔ لیکن آپ نے ہی تو مجھ سے کہا تھا کہ میں علی کو سمجھاؤں۔"

"میں نے تمہیں دیر کے لیے کہا تھا، اتنی دیر ہو چکی ہے۔ چلو اسے لے چلو۔" موشے ہیروس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ سب مجھے دھکیلتے ہوئے … میرے لباس کی تلاشی لے کر ہر چیز نکال لی گئی اور اس کے بعد مجھے رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔

میرا قید خانہ ایک تہ خانہ تھا۔ جو اس عمارت کے نچلے حصے میں بنا ہوا تھا۔ جب وہ لوگ مجھے تہ خانے میں چھوڑ کر چلے گئے تو میں نے صورتحال کا جائزہ لیا۔ کچھ غلطیاں مجھ سے بھی ہوئی تھیں لیکن ایمل کا … سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔ بہرطور کم از کم اتنا تو میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے فوراً قتل نہیں کریں گے اور پھر ابھی تو سارڈوان کا معاملہ تھا۔ چنانچہ انہیں صرف وقت گزارنا تھا۔

میں اپنے اس قید خانے میں تقریباً چار گھنٹے بیٹھا رہا۔ اس کے بعد کچھ لوگ آئے اور مجھے چائے وغیرہ دے گئے۔ میرے ہاتھ رسیوں سے آزاد کر دیے گئے تھے۔ البتہ پاؤں بدستور کسے ہوئے تھے لیکن جب ہاتھ آزاد ہو جائیں تو پیروں کو باندھے رکھنا حماقت ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ چائے پینے سے پہلے میں نے اپنے پاؤں کھول لیے تھے اور پھر اطمینان سے چائے بنا کر پینے لگا۔ تہ خانے کے بارے میں، میں نے ایک لمحے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ اسے اندر سے کھولنا یا یہاں سے فرار ہونا کسی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ موشے ہیروس جیسے شاطر نے معمولی انتظامات نہیں کیے ہوں گے چنانچہ یہ حماقت کم از کم مجھ جیسا آدمی نہیں کر سکتا تھا۔ میں صرف وقت کا انتظار کرتا رہا۔ اگر ان حالات میں اولیو باورڈ سے رابطہ قائم ہوتا ہے تو میں کم از کم اس سے بات تو کر سکتا ہوں۔ جو کچھ ہوگا، بعد میں دیکھا جائے گا۔ چنانچہ قید خانے میں گزرنے والا وقت میرے لیے پریشان کن نہیں تھا۔

اس وقت غالباً رات ہوچکی تھی اور شاید دو یا تین بجے تھے۔ میں قید خانے کے فرش پر اطمینان سے لیٹا ہوا چھت کو گھور رہا تھا کہ دفعتاً قید خانے کے دروازے پر کچھ آہٹ محسوس ہوئی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ دروازہ کھلا، اندر آنے والی ایمل ہی تھی۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ تھا جو اس نے شانے سے لٹکا رکھا تھا۔ ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ میں اُسے اس انداز میں دیکھ کر چونک پڑا۔ میں نے تعجب زدہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو اُس نے آنکھیں بند کرکے زور سے گردن جھٹکی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم رسیوں سے بندھے ہوئے نہیں ہو۔ چلو اٹھو جلدی کرو۔"

میں نے ایمل کی صورت دیکھی اور دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کوئی سوال کیے بغیر اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تہ خانے سے اوپر پہنچنے کے بعد ایمل نے ایک راہداری کا انتخاب کیا لیکن وہ اس راہداری میں سیدھی نہیں گئی تھی بلکہ راہداری کے تقریباً پچاس گز طے کرنے کے بعد وہ ایک کھلے ہوئے حصے سے نیچے کود گئی تھی۔ دوسری طرف تقریباً سات فٹ گہرائی تھی لیکن ایمل کو ادھر کودنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ ایک لمحے بعد میں بھی اس کے نزدیک تھا۔ یہ عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا لان کا ٹکڑا تھا۔ پھر باہر نکلنے والی دیوار۔ ایمل نے پورا انتظام کر رکھا تھا۔ ہم دیوار کود کر دوسری طرف آئے تو باہر ایک چھوٹی سی جیپ کھڑی ہوئی تھی جس کے اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔

"چلو تم ڈرائیو کرو۔ میں ادھر ادھر نگاہ رکھتی ہوں۔"

میں نے ایمل کی اس بات پر بھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا جیسا

اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔ چاروں طرف ہُوکا عالم طاری تھا۔ کوئی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا۔ ظاہر ہے رات کا یہ وقت لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے۔

ہم عمارت سے بہت دور نکل آئے۔ ایمل مجھے راستہ بتاتی جا رہی تھی۔ کالمونیمبو سے مجھے تھوڑی بہت واقفیت تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں اس کے ہر گلی کوچے سے واقف ہوتا۔ کئی موڑ کاٹنے کے بعد ایک چوراہے سے ہم بائیں سمت گھوم گئے۔ اس طرف ایک بورڈ لگا ہوا تھا لیکن رات کی تاریکی میں مجھے وہ بورڈ صاف نظر نہیں آسکا تھا لیکن ایمل کے اشارے پر ہم اس طرف چلتے چلے گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد میں نے آبادی ختم ہوتی محسوس کی اور جیپ کی رفتار کسی قدر سست کرتے ہوئے ایمل کی جانب دیکھا۔

"بالکل فکر مت کرو۔ جیپ میں کھانے پینے کی کافی اشیاء موجود ہیں۔ اور اس کے علاوہ پستول وغیرہ بھی۔ تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"لیکن ایمل!"

"مجھ پر بھروسا نہیں ہے تمہیں علی! چلتے رہو۔ میں کہہ رہی ہوں چلتے رہو۔"

میں نے شانے ہلائے۔ جیپ کا فیول میٹر دیکھا۔ ٹنکی فل تھی گویا ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی تھی۔ چنانچہ میں نے ہر سوچ بچار سے بے نیاز ہو کر جیپ کی رفتار مزید بڑھادی۔ پکی سڑک صاف و شفاف تھی اور نہ جانے کہاں سے کہاں تک چلی جاتی تھی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں ایک دوراہا ملا اور یہاں مجھے سڑک کے بارے میں اندازہ ہوا۔ اس میں سے ایک سڑک گھوم کر چلی جاتی تھی اور دوسری نہ جانے کہاں۔ لیکن یہ دوسری سڑک تقریباً تین چار میل آگے جانے کے بعد ختم ہوگئی تھی۔ اور اس کے بعد کچا راستہ تھا جو تھوڑے سے ڈھلان میں اتر کر جنگلوں میں جا کر گم ہو جاتا تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ ایمل کی طرف دیکھا تو ایمل نے آگے بڑھتے رہنے کا اشارہ کر دیا۔ بڑی پُراسرار، بڑی عجیب، بڑی حیرت انگیز اور بے حد دلکش لڑکی تھی۔ رات کی اس تاریکی میں بھی اس کا چہرہ روشن تھا۔ میں اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جیپ جنگلوں میں داخل ہوگئی۔ مجھے ان جنگلوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں نے ایمل سے اس سلسلے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگی۔

"ہاں، یہ جنگلات خطرات سے پُر ہیں۔ ظاہر ہے یہ افریقہ کا علاقہ ہے۔ تم یہاں کسی بہتری کی توقع مت رکھو۔ بس مستعدی ہی تمہیں زندہ رکھ سکتی ہے۔"

"لیکن ایمل! تم نے میرے لیے اپنے آپ کو خطرے میں کیوں ڈال دیا ہے؟"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں ایڈونچر پسند ہوں اور اکتا چکی ہوں۔ میں تم سے کہ میں نارمل نہیں ہوں۔ یقیناً میرے ذہن میں کہیں نہ کہیں کوئی خرابی موجود ہے اور یہی خرابی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں ایسے اقدامات کروں جو کسی بھی طرح میرے لیے نہ ہوں۔ تم میری طرف تو دیکھو ہی نہیں۔ بس جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرتے رہو۔"

میں محتاط انداز میں جیپ چلاتا رہا۔ درختوں کے درمیان جیپ گزارنا خاصا مشکل کام تھا۔ کسی بھی لمحے کسی خونخوار درندے سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ ایمل پستول سنبھالے بیٹھی ہوئی تھی۔

ہم تقریباً ڈھائی گھنٹے تک جنگلوں میں سفر کرتے رہے لیکن خدا کے فضل سے کوئی ایسا خطرناک واقعہ پیش نہیں آیا جو ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوتا۔ جنگل کا یہ ٹکڑا بہت زیادہ وسیع نہیں تھا۔ ہم ایک وسیع و عریض میدان میں نکل آئے۔ جہاں چاروں طرف پتھر بکھرے ہوئے تھے۔

ایمل نے کہا۔ "ان پہاڑیوں کی دوسری طرف جب ہم بڑے پہاڑی سلسلے کے دامن میں پہنچیں گے تو وہاں ہمیں ایسے غار مل جائیں گے جہاں جیپ کو بھی چھپایا جاسکتا ہے اور ہم خود بھی رہ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے یہ پہاڑی ٹکڑا ہم ایک ڈیڑھ گھنٹے میں طے کرلیں گے اور صبح ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر اس وقت رات کی گہری تاریکیاں صبح کی سفیدی میں تبدیل ہونے لگیں جب ہمیں وہ پہاڑی سلسلہ نظر آگیا جو کافی بلند تھا اور تاحدِ نگاہ دونوں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ایمل نے یہاں بھی مجھے گائیڈ کیا۔ ہم نے بائیں سمت کا رخ اختیار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پہاڑی کے بالکل پاس پہنچ گئے۔ اب صبح کی روشنی نمودار ہوگئی تھی۔

ایمل نے کہا۔ "باقی تو اور کوئی خطرہ نہیں ہے صرف میدان میں جیپ کے ٹائروں کے نشانات تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے مگر نہیں۔ فکر مت کرو۔ ہوائیں چلتی رہتی ہیں اور خاص طور سے اس کھلے میدان میں ہوائیں تیز ہوتی ہیں۔ وہ یقیناً ٹائروں کے نشانات کو مٹا ڈالیں گی اور اگر نہ بھی مٹائیں تو فوراً ہی کسی کی توجہ اس طرف تو نہیں جاسکتی۔ وہ دیکھو، وہ غار کا دہانہ نظر آرہا ہے۔ لیکن ذرا ہوشیاری سے۔ اس میں کوئی بھی چھپا ہوسکتا ہے۔"

میں نے جیپ کا رخ اس غار کی جانب کر دیا۔ دہانہ تقریباً دس فٹ کے قطر کا تھا اور اس میں تھوڑا سا جھک کر اندر داخل ہونا تھا۔ ایمل نے اپنے بائیں سمت کچھ ٹٹولا اور پھر ایک بڑی سی ٹارچ نکال کر میرے ہاتھ میں تھمادی اور اس کے ساتھ ہی کہا۔

"ذرا غار کی تلاشی لے لیتے ہیں۔ لیکن ذرا احتیاط کے ساتھ۔"

پھر ہم دونوں جیپ سے اتر کر غار میں داخل ہوئے۔ اندر پہنچ کر دیکھا۔ بڑا عجیب و غریب غار تھا۔ اندر سے بالکل کشادہ اور بالکل صاف۔ اوپر بلندی پر ایک سوراخ سا نظر آرہا تھا جس سے روشنی کی ہلکی ہلکی کرنیں اندر داخل ہورہی تھیں اور ان شعاعوں نے غار کو اچھا خاصا روشن کر دیا تھا لیکن یہاں کوئی جانور وغیرہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کے نشانات تھے جس سے یہ احساس ہو کہ کسی جانور نے کبھی اس طرف کا رخ کیا ہوگا۔

ایمل نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا بہت اچھی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے یہ غار ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یہیں ڈیرا ڈال دیا جائے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ ایمل مجھے چھوڑ کر باہر نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنا بیگ اٹھائے ہوئے اندر آگئی اور اس نے بیگ ایک طرف ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ باہر چلی گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ جیپ کی سیٹوں کے نیچے طرح طرح کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ باسکٹیں، جن میں پھل اور خشک چیزیں موجود تھیں۔ ایک کیروسین آئل اسٹوو، کچھ کمبل اور نیچے بچھانے کے لیے کچھ چیزیں۔ غرض وہ تمام انتظامات تھے جو کافی دن تک ہمارا ساتھ دے سکتے تھے۔ پانی کے کنستر بھی رکھے ہوئے تھے تو بہرحال ایمل نے بڑے انتظامات کیے تھے۔ میں نے انہیں اٹھا کر اندر لا کر رکھ دیا تھا۔

میں نے عجیب خیز نگاہوں سے ایمل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیسے یہاں کب تک قیام کرنا پڑے گا؟"

"بتانا، ابھی دوں گی۔ سب کچھ بتا دوں گی۔ اب جب ابھی تک تم نے کچھ نہیں پوچھا تو تھوڑی دیر تک اور انتظار کرلو۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس لڑکی نے واقعی مجھے حیران کر دیا تھا۔ ایمل نے زمین پر بستر بچھایا اور اس کے بعد اطمینان سے اس پر لیٹ گئی۔

"یہ سکون بخش جگہ ہے۔ اوہ، لیکن ایک بات تو میں بھول گئی۔ جیپ کو باہر چھوڑ دینا مناسب نہیں۔" اس نے کہا اور باہر نکل کر وہ غار کے ساتھ والی جگہ کو دیکھنے لگی۔ "اب ہمیں ایسی جگہ تلاش کرنی ہے، جہاں ہم جیپ کو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکیں۔"

ہم ایک ساتھ باہر نکلے اور آس پاس کا جائزہ لینے لگے۔ ایک پہاڑی راستے کی دوسری جانب تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھوڑا سا گھوم کر ایسی جگہ آگئی تھی جہاں اگر جیپ کو پوشیدہ کر دیا جائے تو کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑ سکتی تھی اور کہیں سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ ایمل نے پسند کیا اور ہم نے جیپ کو وہاں کھڑا کر دیا۔ اس کے

بعد ہم سو گز کا فاصلہ واپس طے کرکے اس غار میں داخل ہوگئے۔

ایمل اندر آئی اور پھر اپنے بچھائے ہوئے بستر پر بیٹھ گئی۔

"بیٹھو، یہ بتاؤ ناشتا تیار کرلوں؟ ویسے بھی صبح ہو چکی ہے۔"

"ایمل! میں نہیں سمجھا کہ تمہارے یہ احسانات..."

"بے کار باتیں مت کرو۔ تم یوں سمجھو کہ پاگل خانے سے ایک پاگل چھوٹا اور تم تک پہنچ گیا اور اب وہ اپنے پاگل پن میں یہ حرکتیں کر رہا ہے۔ اس دیوانگی کا تم پر کوئی احسان تو نہیں ہے۔" ایمل نے کہا اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

ایمل نے اٹھ کر کیروسین اسٹوو جلایا۔ وہ تمام انتظامات کرکے لائی تھی۔ کیروسین اسٹوو پر اس نے کافی کے لیے پانی چڑھادیا اور پھر کافی کے دوسرے لوازمات کے ڈبے کھولنے لگی۔ کافی مقدار میں وہ یہ تمام چیزیں اپنے ساتھ لائی تھی۔ میں آہستہ آہستہ کافی بناتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کچھ ڈبل روٹیاں نکالیں اور ان میں مکھن وغیرہ لگانے لگی۔ توس تیار کیے۔ ہنستے ہوئے انہیں نکال کر سامنے رکھا اور پھر کافی کی پیالیاں لے کر میرے پاس آبیٹھی۔

"چلو ناشتا شروع کرو۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ اس کے بنائے ہوئے سینڈوچ کھانے لگا۔ ایمل خود بھی میرے ساتھ مصروف تھی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہی تھی اور میں عقیدت کی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ خوبصورت بڑی پیاری لڑکی تھی۔ اس لڑکی نے میرا دل جیت لیا تھا اور میں اس کا بے حد شکر گزار تھا۔ عجیب سی لڑکی تھی۔ میری کیفیت سے اسے بے نیاز۔ بس بے مقصد کسی پر احسان کرنے کی عادی اور جب تک اس احسان کا احساس دلایا جاتا تو وہ بُرا مان جاتی تھی۔

بہترین ناشتا کرنے کے بعد وہ پتھر کی جگہ جا بیٹھی اور مجھے بھی بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا تھا اور مسلسل اس کی صورت دیکھے جا رہا تھا۔ وہ مسکرادی۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں ایمل! کچھ نہیں۔"

"میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں علی! تمہارے کردار میں بڑی خوبیاں ہیں۔ درحقیقت میری یہ ایک کمزوری ہے۔ مجھے ایسے لوگ بے حد پسند ہیں جو اپنی زندگی میں کچھ ایسے کارنامے انجام دے چکے ہوتے ہیں جو دوسروں کے لیے باعث حیرت ہوں۔ بالکل یوں تمہارے بارے میں جو کہانیاں سنیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ تم تو بہت ایڈونچر پسند انسان ہو اور بس یوں سمجھو کہ اس چیز نے مجھے تمہاری طرف متوجہ کیا ہے۔ مجھے معاف کرنا۔ ظاہر ہے میں ایک عورت ہوں۔ کسی تہذیب عالم کی سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ میری دلچسپی تو صرف تم سے وابستہ ہے۔ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں اور اس پسند

اولیو ہاورڈ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا خیال ہے علی، یہ ملاقات کیسی رہی؟"

"اپنی آمد کا مقصد بیان کرو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں تم سے اس گیم کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو لائن آف کنٹرول سے واپسی کے بعد میرے اور تمہارے درمیان ہوا۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ اگر تم اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہو تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"کچھ سوالات بھی کروں گا میں۔ ان میں سے جن سوالات کے جواب مناسب سمجھو، دے دینا۔ جن کے جواب نہیں دو گے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ظاہر ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کو کہیں بھی مجبور نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔

"پہلا: تم آف کنٹرول کی جانب کیوں متوجہ ہوئے تھے اور اس کی طرف توجہ کس نے دلائی تھی؟"

"ہاتھی، دوسرے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے... وہاں عربلسا کے مفادات کے لیے کام ہو رہا تھا اور دیا... منٹ کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"اتیقن براکوڑا کیا تمہارے ہاتھوں مارا گیا؟"

"ہاں۔" میں نے فوراً کہا۔

"بہت بڑی شخصیت تھی وہ۔ بہت ہی عظیم، لیکن بہر حال وہ تمہارے ہاتھوں مارا گیا اس لیے مجھے کوئی تعجب نہیں ہے۔ ہائیل ہڑشیو جیسی بڑی قوت کو تم نے فنا کر دیا تو اتیقن براکوڑا کیا حیثیت رکھتا تھا۔"

"شکریہ۔ غالباً یہ الفاظ تم نے میری تعریف میں کہے ہیں۔"

"شاید۔" ہاورڈ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی اور اس کے بعد اس کا چہرہ پھر سپاٹ ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "تہذیب مالکم ایکس کو تمہارے دوست ہی لے کر آئے تھے لیکن میں اس وقت یروشلم میں موجود تھا اور صورت حال سے ناواقف نہیں تھا۔ یہ سچ ہے کہ تہذیب کو ہلاک نہیں کیا گیا بلکہ اس کی جگہ ایک اور لڑکی ہلاک ہو گئی تھی لیکن علی، کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم شروع ہی میں اس بات سے واقف ہو گئے تھے؟"

"اس سوال کا جواب ذرا سوچ سمجھ کر دینا پڑے گا۔"

"نہیں، تم جواب دو یا نہ دو لیکن میں حقیقت سے آگاہ ہو گیا۔ جب تم نے چال چلی وہ بے حد شاندار تھی۔ تم جانتے تھے کہ تہذیب مالکم ایکس میرے قبضے میں ہے۔ ایسے حالات میں تم نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ تم اس حقیقت سے واقف ہو بلکہ تم صرف یہ بات جاننے میں مصروف ہو گئے کہ اس کے پس پردہ میرا مقصد کیا ہے۔ تم نے جیولیٹ کو جس طرح اپنایا اس سے میں کافی دن تک اس غلط فہمی کا شکار رہا کہ میں نے جو جال اس کے ذریعے تمہیں دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں لیکن علی، خیر چھوڑو اس ذکر کو۔ اب کیا اس بات کا اعتراف نہیں کرو گے کہ تہذیب نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے تم نے ہلاک کیا تھا اور وہ تحریر کیا... تم نے ہی اس سے لکھوایا ہے تاکہ مجھ سے تہذیب کے بارے میں بات کر سکو کیونکہ اس روز میں نے تمام گفتگو کے دوران تہذیب کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس طرح تم نے کم از کم مجھ سے تہذیب پر بات کرنے کا جواز پیدا کر لیا۔"

"ہاورڈ! چھوڑو ان باتوں کو۔ اب اس ذکر سے کیا فائدہ۔ میں نے کیا کیا اور تم کیا کرتے رہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے علی، کیا میں تم سے اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ تہذیب کو یا ان کاغذات کو واپس لوٹا دوں گا۔ ہوش... تعجب کہ تمہارے جال میں پھنس گیا تھا اور مجھ پر دباؤ ڈال رہا تھا، جبکہ تمہاری شرائط مان لوں۔ چنانچہ مجھے اسے ختم کرنا پڑا۔ تم... نہیں کر سکتے کہ نوشے ہرتوس کی موت سے اسرائیلی مفادات کو کس قدر دھچکا پہنچا ہے اور میں کبھی اس کے قتل کا اعتراف نہیں کر سکتا۔ تمام یہودی لابی میرے خلاف ہو جائے گی اور یہ سب کچھ تمہارا... ہے... صرف علی یار خان کی وجہ سے ہوا ہے۔" اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔ اس کی کیفیت اس وقت کسی زخمی سانپ کی سی تھی۔

"میں ایک بار پھر اپنے پیارے دشمن سے درخواست کروں گا کہ وہ اس وقت اپنی آمد کا مقصد بیان کرے۔" میں نے اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"جنرل ٹیریس کے قتل سے تمہیں... ناشب ہے علی؟" مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "اور میں جانتا ہوں کہ وہ کیوں غائب ہے؟ یہ بھی جانتا ہوں کہ جنرل ٹیریس تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے علی کہ جسمی موریے کی نشاندہی تم نے کر دی تھی۔ سارڈان کی فوجی مہم میں درحقیقت لیبیا کی بغاوت مسئلہ نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کیمپ کی نگرانی مقصود تھی جو سارڈان کے علاقے میں قائم کیا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں علی کہ جنرل ٹیریس کو تم نے اس بات کے لیے تیار کر لیا تھا کہ وہ... طور پر وہ اس معاہدے کو منظور کرے لیکن جب سارڈان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم برآمد ہونے لگے تو جنرل ٹیریس اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے... کے کان کنی کے اس ٹھیکے کو منسوخ کر دے اور فوری طور پر ان کانوں پر قبضہ کر لے اور ایسا ہی ہوا۔ گیسٹ یل کے ماہرین جو... ملکوں کی زیر نگرانی سارڈان کے علاقے میں پہنچے ہیں۔ اب انہوں نے تجزیہ کر لیا ہے کہ ان چٹانوں سے کیا شے برآمد ہونے والی ہے۔ نئے قوانین ترتیب پائے... معاہدے کے تحت برآمد ہونے والا...

... حیثیت کا تعین کیا جائے۔ اور اس کے بعد باقاعدہ عملی مقررہ کی... صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کسی بھی لمحے معاہدہ منسوخ ہو سکتا ہے۔ ماہرین نے کام بند کر دیا ہے۔ تقریباً یہ معاہدہ منسوخی کے قریب پہنچ چکا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تو تم بہت اچھی خبریں دے رہے ہو۔" میری بات سن کے وہ کچھ بولا نہیں، خاموشی سے میرے چہرے پر نظر جما کے بیٹھا رہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اولیو ہاورڈ کے اندر طوفان اٹھ رہے ہیں۔ تیز و تند ہواؤں کے جھکڑ چل رہے ہیں، لیکن اوپر سے وہ اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ میرے دل میں عجیب سا ایک احساس ابھرا اور ذہن کے بعد میں مسرور ہو گیا یعنی جنرل ٹیریس نے اپنا کام انجام دے لیا ہے اور معاہدہ تقریباً منسوخ ہو گیا ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں میں اب گیسٹ اسٹون کی برتری نہیں ہے بلکہ گوسٹ ٹیل کی فوجوں نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ یقیناً جنرل ٹیریس نے ایک کامیاب تحسین عمل کیا ہے۔ اس طرح کم از کم اب معاہدے کے کاغذات میرے خلاف استعمال نہیں ہو سکتے تھے۔ میرے دل میں دفعتاً ہی مسرت کا طوفان امڈ آیا۔ اولیو ہاورڈ کو اس محاذ پر بھی بدترین شکست ہو گئی تھی۔ سوائے اس کے کہ تہذیب مالکم ایکس اس کے قبضے میں تھی۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "لیکن میں ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں تمہیں ایسی خوفناک سزا دوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"شاید ہمیشہ کی طرح اس بار پھر تمہاری ذہنی کیفیت خراب ہو گئی ہے۔ تم نے اپنی دانست میں ایک بہترین منصوبہ ترتیب دیا تھا اور مجھے گھیر لیا تھا۔ تم نے سوچا تھا کہ میرے ذریعے میرے وطن کو نقصان پہنچاؤ گے اور اس کے لیے بلاشبہ تم نے یہ جال چلی کے... کے لیے مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا لیکن میری جان! اب معاہدہ تو اب ختم ہو گیا۔ جنرل ٹیریس گیسٹ اسٹون کے لوگوں کو تو پاؤں باندھ کے وہاں سے روانہ کر دے گا بلکہ شاید گوسٹ ٹیل سے بھی نکال دے گا۔ اس کے بعد کون سا منصوبہ؟ کون سا معاہدہ؟ کیسی کان کنی؟ پھر وہ یہ ٹھیکا کسی کو بھی دے۔ کار لورینٹ کو دے، اسے پاکستان اور کسی کو۔ کم از کم میرا تو اس سے تعلق نہیں رہ جاتا۔ کیا جان! تمہیں ناکامی نہیں ہوئی؟"

"بکواس مت کرو۔ تم... تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ... کر..."

"اگر تم پاگل ہو گئے ہو۔" میں نے قہقہہ لگا کر کہا اور اولیو ہاورڈ غصے میں... کھڑا ہوا۔ اس نے کرسی کو ٹھوکر ماری اور دروازے... بڑھا۔

"معاہدہ ختم ہو گیا ہے، کاغذات بے کار ہو گئے ہیں لیکن تہذیب مالکم ایکس کو کیوں بھول جاتے ہو؟" وہ بولا۔

"ارے مسٹر اولیو ہاورڈ! دل کے سودے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تہذیب کے اور میرے درمیان تو ہمیشہ فاصلے رہے ہیں۔ یہ فاصلے اگر آخری حدود تک پہنچ جائیں تو ظاہر ہے میں انہیں کم نہیں کر سکتا۔ میں نے تو اپنا مستقبل، اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دی ہے۔ اور سنو میرے دوست! یہ کام جاری رہے گا۔ اس وقت تک جب تک کہ سینے میں ایک بھی سانس باقی ہے۔ تم چاہے تہذیب کو قتل کر دو یا قتل کر چکے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ میں تمہارے ہر منصوبے کو ناکام بناؤں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تم سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ ٹھیک ہے، اپنی تقدیر پر تاریکیوں کی مہر لگانے کے لیے بے چین ہو تو یونہی سہی۔" وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ میں مسکراتا رہا۔ اگرچہ تہذیب مجھے نہیں مل سکی تھی لیکن اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ زندہ ہے اور اولیو ہاورڈ کے قبضے میں ہے اور وہ خدشہ بھی جو میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا کہ معاہدے کے کاغذات کے ذریعے وہ میرے ملک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، مٹ گیا تھا۔

تہذیب کے لیے تو میرے دل میں اب حسرت کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا تھا اور اس معاملے کو میں نے اب تقدیر پر چھوڑ دیا تھا۔ بے شک اسے تلاش کروں گا لیکن اس کی تلاش زندگی کا مقصد نہیں ہوگی۔ زندگی کا مقصد وہی رہے گا جس کے لیے میں نے خود کو وقف کیا ہے۔ ابھی اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ دفعتاً نہ جانے کیا ہوا، ایک عجیب سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکا ہوا اور ہوٹل کے در و دیوار لرزنے لگے۔ میرے کمرے کی چھت اچانک اڑ گئی اور پھر شاید کمرے کا فرش بھی نیچے کی جانب دھنسنے لگا تھا۔ فوراً ہی ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ کوئی چیز میری کمر سے ٹکرائی اور پھر میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

دوبارہ ہوش آیا تو میری آنکھوں نے سب سے پہلے روشنی دیکھی تھی۔ یہ روشنی ایک گول سوراخ سے اندر آ رہی تھی۔ میں بے خیالی کے انداز میں اس گول سوراخ پر نگاہیں جمائے رہا۔ میری آنکھوں میں دھندلاہٹیں رقصاں رہیں اور جب میں نے وہاں سے نگاہیں ہٹائیں تو تھوڑی دیر تک میری آنکھیں مزید کچھ دیکھنے کے قابل نہ رہیں لیکن آہستہ آہستہ منظر واضح ہوتا گیا۔

سفید دیواریں تھیں۔ بالکل سفید سفید ماحول تھا۔ دروازوں پر سفید پردے پڑے ہوئے تھے اور میرے بدن کے نیچے ایک آرام دہ مسہری تھی۔ جسم کے مختلف حصوں سے درد کی ٹیسیں ابھر رہی تھیں۔ میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ تب کسی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایک منٹ میں انجکشن دیتی ہوں۔" ایک مترنم آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

چند لمحات کے بعد مجھے اپنے بازو پر سوئی کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس چبھن کے ساتھ ساتھ ہی بدن کا درد فنا ہو گیا تھا۔ میں ایک بار پھر پُرسکون ہو گیا۔ میں نے دو تین بار آنکھیں بند کیں اور اپنے سامنے نظر آنے والے چہرے کو دیکھا۔ وہ ایک سیاہ فام لڑکی تھی۔ لیکن اچھے خدوخال کی مالک۔ نمکین نمکین سا چہرہ۔ اس کی آنکھوں میں قندیلیں روشن تھیں اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ۔

"یقیناً اب آپ خود کو بہتر محسوس کر رہے ہوں گے۔"

میں نے بولنے کی کوشش کی اور اپنی آواز پر مجھے خود ہی حیرت ہوئی۔ بڑا نقاہت بھرا لہجہ تھا۔ "آپ۔۔۔ آپ کون ہیں؟"

"نرس ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"میں کہاں ہوں؟"

"جنرل ٹیری کے کلینک میں۔" اس نے جواب دیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سر گھوم رہا تھا۔ واقعات یاد آ رہے تھے۔ خوفناک دھماکہ، چیخیں، آہیں، کراہیں اور اس کے بعد بدن کا درد۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا۔۔۔ کیا میں بہت زخمی ہوں؟"

"ہاں! آپ بم کے دھماکے میں زخمی ہو گئے تھے۔"

"مجھے یہاں کون لایا؟"

"پولیس کے افسران۔"

"کیا جنرل ٹیری یہاں موجود ہیں؟"

"ہاں! میڈم براؤن اور جنرل ٹیری دن رات آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"مجھے زخمی ہوئے کتنے دن گزر گئے؟"

"آج چوتھا دن ہے۔"

"کیا ہوٹل میں اور بھی بہت سے لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے؟"

"جی ہاں! ستر افراد ہلاک ہوئے اور غالباً تیس افراد شدید زخمی، سب اسپتالوں میں موجود ہیں۔ جنرل ٹیری نے صرف آپ کو یہاں بلوا لیا ہے۔"

"جنرل ٹیری کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس ہوٹل میں مقیم تھا؟"

"یہ بات میں نہیں جانتی۔"

"اب میری کیا کیفیت ہے؟"

"آپ بہت بہتر حالت میں ہیں۔ ابتدا میں بھی آپ [illegible] حالت میں نہیں تھے۔ خدا نے آپ پر رحم کیا۔ دراصل ایک بڑا تختہ آپ کی پشت پر آ گرا جس نے آپ کو شدید زخمی ہونے سے بچا لیا۔ بہت چھوٹے چھوٹے زخم ہیں آپ کے بدن پر، ان میں سے کوئی بھی زخم خطرناک نہیں۔ ہاں اگر وہ تختہ آپ کے بدن پر نہ گرتا تو یقیناً پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آپ کو ہلاک کر دیتے۔۔۔۔۔۔۔ آپ کو اس تختے کے نیچے سے زندہ سلامت نکال لیا گیا اور اس کے بعد آپ کو [illegible] دیا گیا۔"

میں نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ خدا کی طرف سے جب تک زندگی لکھ دی گئی ہے مجھے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ واقعات آہستہ آہستہ میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ نرس شاید میرے پاس سے اٹھ کر چلی گئی لیکن مجھے اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں سوچتا رہا۔ واقعات ذہن کے پردے پر رقصاں تھے۔ اولیو باورڈ مجھے یاد آیا تھا۔ بلاشبہ اسے شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ایک بدترین شکست سے۔ ایک ایسی شکست سے جس کا کوئی بدل نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے دیوانگی کے عالم میں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ نہ صرف مجھے بلکہ میرے ساتھ بے شمار افراد کو۔ اولیو باورڈ کی ذہنی حالت کا پتا چلتا تھا اور اس کی یہ ذہنی کیفیت غیر فطری نہیں تھی۔ بیری ڈچ سے اسے کیسے کیسے عظیم نقصانات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کے بارے میں وہ جانتا تھا یا میں۔ اب کیا صورت حال ہو گی؟ کیا اب اولیو باورڈ یہ جاننے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اس کی کوششیں بار آور ہوئیں یا نہیں؟ کیا وہ نہیں جاننا چاہے گا کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا؟ بہت سے واقعات میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہاں کالو کیمپ میں جنرل ٹیری کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ میں بم کے دھماکے سے زخمی ہونے والوں میں شامل ہوں۔ یہ بات تو براہ راست ملاقات کر کے معلوم ہو سکتی تھی۔ حواس پوری طرح بحال ہو گئے تھے۔ میں نے اپنا جائزہ لیا۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ میں کس قدر زخمی ہوا ہوں۔ بازوؤں، پنڈلیوں اور جسم کے مختلف حصوں میں تکلیف تھی۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جنبش دی۔ پیروں کو جنبش دے کر دیکھا۔ چہرے کو ٹٹولا لیکن چہرے پر کوئی پٹی وغیرہ نہیں تھی۔ البتہ سر پر ایک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اندازہ ہو گیا کہ میں شدید زخمی نہیں ہوا ہوں۔ بہرطور خدا کی ذات سے یہی امید تھی۔ میں نے اپنے بدن کو جنبش دے کر کروٹ بدلی

[illegible] کروٹ۔ اور اس کے بعد میں اپنے آپ سے مطمئن ہو گیا کہ ایسی شدید چوٹ نہیں ہے جو مجھے کسی طور معذور کر دے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور کیتھی براؤن، جنرل ٹیری کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ پیچھے پیچھے نرس بھی موجود تھی اور ایک ڈاکٹر بھی، کیونکہ ان تینوں کے ساتھ آنے والے کے بدن پر ڈاکٹروں کا کوٹ نظر آ رہا تھا اور گلے میں اسٹیتھو اسکوپ بھی پڑا ہوا تھا۔

جنرل ٹیری میرے قریب پہنچ کر محبت بھرے انداز میں جھکا۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔ "اب کیسے ہو علی؟"

"ٹھیک ہوں جنرل! تم سے بے حد شرمندہ ہوں۔"

"ارے! کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر ایسے الفاظ ادا کرو گے تو مجھے افسوس ہو گا۔" جنرل نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"کتنی تکلیف دوں گا آخر میں تمہیں؟"

"بالکل تکلیف نہیں دی تم نے مجھے۔ تم تو اپنے آپ پہ ظلم کرتے چلے آئے ہو، کبھی کسی کو اپنے معاملات میں شریک نہیں کرتے۔ خود ساری مصیبتیں سہتے، نبرد آزما ہوتے رہتے ہو۔"

"ہمارے بارے میں کبھی اس انداز میں مت سوچا کرو علی! ہمیں دکھ ہوتا ہے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"مجھے تم لوگوں کی دوستی پر ناز ہے۔" میں نے کہا۔

"اور ہمیں تم پر۔ ڈاکٹر! پلیز ذرا علی کو دیکھئے۔"

ڈاکٹر نے مختلف انداز سے میرا معائنہ کیا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "علی تو ناقابل تسخیر ہیں۔ یہ خوفناک دھماکا بھی انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔"

"لیکن افسوس! میری بدقسمتی نے بہت سی زندگیاں چھین لیں۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے علی کہ بے گناہ لوگ موت کا شکار ہوئے اور بہت سے شدید زخمی ہیں۔ ویسے ڈاکٹر! کیا علی کو اٹھا کر بٹھایا جا سکتا ہے؟"

"ہاں! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کوئی بھی چوٹ ایسی نہیں ہے جو خطرناک ہو۔ جسم کی کسی بھی ہڈی پر کوئی ضرب شدید نہیں آئی اور یہ واقعی اس خوفناک تباہی کے بعد معجزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ علی کا بچ جانا انتہائی حیرت انگیز ہے۔ جبکہ اس ہوٹل اور اس کے پاس موجود افراد میں سے ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو شدید زخمی نہ ہوا ہو۔"

"میں ان سب کے لیے افسردہ ہوں ڈاکٹر!" میں نے کہا۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر! آپ جا سکتے ہیں۔" جنرل ٹیری نے کہا۔ ڈاکٹر نرس کو کچھ ہدایات دینے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔

جنرل ٹیری نے نرس سے کہا۔ "پلیز! میں علی سے کچھ باتیں کروں گا۔"

"روشنی کر دوں سر؟" نرس نے پوچھا۔

"ہاں۔" جنرل ٹیری نے جواب دیا۔

اس کے بعد کیتھی براؤن کرسیاں گھسیٹ کر بیڈ کے قریب لے آئی اور وہ دونوں بیٹھ گئے تھے۔ نرس کے جانے کے بعد کیتھی براؤن نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

"میں واقعات جاننے کے لیے بے چین ہوں علی!"

"پہلے یہ بتائیں جنرل! کہ آپ کو میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا تھا؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ بم کے دھماکے میں جب ملبے کو ہٹایا جا رہا تھا تو کچھ پولیس افسران کو تم ملے۔ تم ایک تختے کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ خوش قسمتی تھی تمہاری کہ وہ پولیس افسر تمہیں پہچانتا تھا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر تمہیں کوٹھی میں منتقل کر دیا۔"

"کمال ہے! واقعات بعض اوقات اس طرح پیش آتے ہیں کہ ان پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب کیا ضروری تھا کہ میں بچ جاتا۔ کیا ضروری تھا کہ وہ پولیس افسر مجھے دیکھتا۔"

"یہ سب بے حد ضروری تھا علی! اس لیے کہ تمہارا زندہ رہنا ہم سب کے لیے بھی ضروری ہے علی! تم چھوٹی چھوٹی سی باتوں کا تذکرہ کرتے ہو لیکن ان احسانات کو بھول جاتے ہو جو تم نے ہم پر کیے ہیں۔"

"یہ تمہاری محبت ہے جنرل! کہ تم ہر اس اچھے کام کو جو تمہیں فائدہ پہنچاتا ہے، میرے نام سے منسوب کر دیتے ہو۔"

"میں اس سلسلے میں قطعی بے ایمانی سے کام نہیں لے رہا۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔ بہرطور بات وہیں آ جاتی ہے۔ تم بتاؤ وہاں کیا ہوا تھا؟"

"تمہیں علم ہے جنرل کہ اولیو باورڈ سے میری پرانی دشمنی چل رہی ہے۔ وہ میری تاک میں رہتا ہے اور میں اس کی تاک میں۔" میں نے مختصراً موٹے ہیروس سے ملاقات، موٹے ہیروس کا قتل، اولیو باورڈ کی آمد اور اس کے بعد اس کی بربادی کے بارے میں جنرل ٹیری کو تفصیلات بتا دیں۔

جنرل ٹیری پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تمہاری نشاندہی پر میں نے جیس موسے کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے پاس سے بہت سے ایسے کاغذات برآمد ہوئے جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت وہ اسرائیلی ایجنٹ ہے اور یہاں وہ اسرائیل کے لیے کام کر رہا ہے لیکن میں نے جیس موسے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ ابھی تک میری قید میں ہے۔ اس کے بعد میں نے سلدوان کے پہاڑی علاقوں میں فوجوں کی تعداد بڑھا دی

اور کیپ کو گھیرے میں لے لیا۔ میں نے وہاں ماہرین کی ایک جماعت بھیجی جنھوں نے یہ انکشاف کیا کہ سارڈان کی چٹانوں سے پلاٹینم نکالا جا رہا ہے اور ظاہر ہے اس کے بعد گوشے کے قوانین میں کچھ ترمیم لازمی حیثیت رکھتی تھی۔ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ وہ اس وقت تک کھدائی کا کام نہیں شروع کر سکتے جب تک کہ معاہدے کی تکمیل نہ ہو جائے اور یہ بات طے پا جائے کہ ہمیں اس پلاٹینم کے حصے شمار کیا جائے گا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس معاملے کی شرح اتنی رکھوں گا کہ وہ لوگ پاگل ہو جائیں اور ان کے کھدائی کے اخراجات تک وہاں سے نہ نکل سکیں۔ اس طرح میں نے تمھاری ہدایت کے مطابق اس منصوبے کی تکمیل کر دی تھی۔"

"اور یہی چیز اولیو ہاورڈ کو پاگل کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ مایوس ہو گیا تھا۔ اس عظیم الشان دولت کی طرف سے جسے وہ اسرائیل کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ کیسے ممکن تھا علی! بھلا میں یہ کیسے ممکن ہونے دے سکتا تھا۔ لیکن علی! تہذیب سالکم اکس تو اب بھی ان کے قبضے میں ہے۔"

"وہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ تقدیر میں اس سے ملنا ہے تو مل جائے گی اور اگر نہیں تو پھر صورت حال مختلف ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

جنرل ٹیریس پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا، پھر اس نے کہا: "تمھاری یہاں موجودگی کو بالکل خفیہ رکھا گیا ہے۔ میرا خیال ہے اولیو ہاورڈ کو قطعی یہ بات نہیں معلوم ہو سکے گی کہ تم یہاں پہنچ چکے ہو۔ ویسے بھی میں نے تمھارے تحفظ کے لیے معقول بندوبست کیا ہوا ہے۔"

میں جنرل ٹیریس کی شکل دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا: "جیسے جنرل! اولیو ہاورڈ کے بارے میں تم یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آسانی سے دھوکا کھا جائے گا۔ درحقیقت اگر وہ چاہتا تو پستول کی ایک گولی سے بھی مجھے ہلاک کر سکتا تھا کیونکہ اس وقت صورت حال اس کے کنٹرول میں تھی جب وہ مجھ سے ملنے کے لیے ہوٹل آیا تھا لیکن تم اسے خوش فہمی نہ سمجھنا۔ یہ حقیقت ہے کہ اولیو ہاورڈ میں اتنی جرأت نہیں کہ مجھ پر گولی چلا سکے۔ وہ جانتا ہے کہ صورت حال کسی بھی طرح الٹ سکتی ہے، چنانچہ اس نے اس کے لیے دوسرے انداز میں کام کیا تاکہ اس کی اپنی ذات کے لیے کوئی خطرہ نہ ہو لیکن کمبخت نے بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر انتہائی ظالمانہ اقدام کیا ہے۔"

"یقیناً علی! تم پر وار کرنا آسان کام تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب اس سلسلے میں تمھارا آئندہ کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں جنرل! فی الحال تو کوئی پروگرام ذہن میں نہیں۔ کاوش میں یہ الفاظ تم سے کہہ سکتا ہوں کہ گوشے میں کی زندگی کے لیے اپنا لو۔ جب تک جنرل ٹیریس کی جان میں جان ہے، تمھیں گوشے پال میں ایک ایسا مقام دے کر رکھے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر تمھیں دل چاہے تو میری یہ بات مان لو، یہ پیش کش میں تمھیں پہلے بھی کر چکا ہوں۔"

میری آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات ابھر آئے۔ جنرل اور کیتھی براؤن محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا: "جب تم مجھے دوست اس دنیا میں موجود ہیں جنرل! تو یقین کرو کہ میں کسی بھی قسم کی کمی اپنے لیے محسوس نہیں کر سکتا۔ کرو، اگر مجھے کبھی زندگی میں سکون سے وقت گزارنے کا موقع ملا تو تمھارے پاس ضرور آؤں گا۔"

"ہم اس وقت کا انتظار کریں گے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ کافی دیر تک وہ لوگ میرے پاس بیٹھے رہے اور پھر چلے گئے۔ میں صورت حال پر غور کرنے لگا تھا۔ نہ جانے کیوں میرا جی بھی مجھے احساس دلا رہی تھی کہ اولیو ہاورڈ میری طرف سے لاعلم نہیں ہوگا۔ یقیناً کچھ نہ کچھ حالات کا اسے علم ضرور ہوگا۔

میں غور کرتا رہا۔ ایک دن گزر گیا۔ پھر دوسرا دن۔ دوسرے دن میری کیفیت بالکل نارمل تھی۔ ڈاکٹر نے میرا معائنہ کرنے کے بعد مجھے چلنے پھرنے کی اجازت دے دی تھی۔ جو نرسیں تھے وہ جا چکے تھے اور میری پوری طرح دیکھ بھال ہو رہی تھی۔ میں غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ جو نرس میری تیمارداری پر مامور تھی، انتہائی نفیس طبیعت کی مالک تھی۔ دوست اور نرس تک میں فرصت کے اوقات میں اس سے گفتگو کرتا رہتا تھا۔ جنرل اور کیتھی براؤن دن میں ایک بار باقاعدہ مجھ سے ملنے کے لیے آتے تھے۔ میری نگہداشت اور آسائش کا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔

بالآخر میں نے چند فیصلے کیے اور اس رات جب جنرل کیتھی براؤن مجھ سے ملنے آئے تو میں نے انھیں اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا۔

"جنرل! میرے سلسلے میں تمھیں کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔"

"ہاں ہاں، کہو۔"

"میری موت کا ایک خوبصورت جشن ہو جائے۔" میں نے کہا اور جنرل تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"بھئی ظاہر ہے اگر میرا انتقال ہو جائے تو ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں اس کا شدید دکھ ہوگا۔"

"کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو علی!" جنرل ٹیریس نے کہا۔

"ہاں جنرل! یہ بھی میرے منصوبے کا ایک حصہ ہے جس میں تمھیں شریک کیے بغیر کام کیا جانا ممکن نہیں ہے۔"

"ذرا تفصیل سے بتاؤ۔" وہ کچھ الجھتے ہوئے بولا۔

"مجھے خدشہ ہے جنرل! کہ اولیو ہاورڈ میری طرف سے لاعلم نہیں ہوگا۔ ممکن ہے یہ بات اسے معلوم ہو چکی ہو کہ میں اس وقت تمھارے محل میں ہوں۔ میری حالت کا ممکن ہے اسے کوئی اندازہ نہ ہو لیکن جن لوگوں کو تم نے میرے گرد رکھا ہے، وہ یقیناً تمھارے بھروسے کے لوگ ہوں گے؟"

"ہاں! محل کے ملازمین میں، میں نے کافی رد و بدل کی ہے۔ اب تو میں کسی بھی شخص کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنے ذاتی عملے میں لایا ہوں جن سے میں تقریباً پندرہ سے زیادہ سالوں سے واقف ہوں۔ سابق ملازمین میں سے ایک ایک کو میں نے نکال باہر کیا ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ! میرے خیال میں یہ تم نے اچھا کیا۔"

"تو پھر تمھارا منصوبہ کیا ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ کچھ عرصے اولیو ہاورڈ کی نگاہوں سے اوجھل رہ کر تہذیب سالکم اکس کو تلاش کر لوں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس سلسلے میں میرے لیے کیا احکامات ہوں گے؟"

"تم میری موت کا اعلان کر دو۔ اس سلسلے میں باقاعدہ ایک ڈراما تیار کرو۔ اگر ڈاکٹر اور نرس مکمل طور پر تمھارے اعتماد کے ہیں تو ان کے ذریعے یہ کام بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ سرکاری طور پر تم اعلان کرو گے کہ تمھارا دوست علی یارقان بم کے حادثے میں زخمی ہو کر تمھارے پاس پہنچا۔ یہاں اس کا علاج ہوا لیکن وہ جانبر نہیں ہو سکا۔ اس کے لیے جنرل ٹیریس! تمھیں ایک ایسی لاش حاصل کرنی پڑے گی جو اسی بم کے حادثے کا شکار ہوئی ہو اور اس کا چہرہ زخموں سے بگڑ گیا ہو۔ جسمانی طور پر ہلاک ہونے والا مجھ سے مطابقت رکھتا ہو۔"

"یہ کام بالکل آسان ہے۔ وہ ہو جائے گا کیونکہ جو شدید زخمی اسپتال میں داخل کیے گئے تھے ان میں سے اکثر دم توڑ چکے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو قریب المرگ ہیں۔ ان میں بیشتر افراد ایسے بھی ہیں جن کے چہرے جل کر مسخ ہو گئے ہیں اور انھیں پہچانا نہیں جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔ ان بدنصیبوں کے بارے میں بتا کر غمزدہ نہ کرو جنرل! لیکن ان میں سے ایک لاش اپنے مطلوبہ معیار کی حاصل کرو۔ اس کو یہاں محل میں لے آؤ، پھر اس کی باقاعدہ تدفین کرا دو۔"

سطح پر اس بات کا اظہار کرتے ہوئے کہ علی سے تمہیں واقعی عقیدت تھی۔

"اوہ علی! یہ کام میرے لیے کتنا مشکل ہوگا، میں جانتا ہوں لیکن اگر یہ تمہاری ضرورت ہے تو ایسا ہی کیا جائے گا اور صرف یہی نہیں، بلکہ گوٹے بل میں تین دن تک تمہاری موت کا سوگ بھی منایا جائے گا۔"

"تین دن کے کاروبار کا نقصان مزید میرے شانوں پر بوجھ ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی! اگر اس ڈرامے کو انتہا تک ہی پہنچانا ہے تو پھر یہی سب کچھ مناسب ہوگا۔"

"ٹھیک ہے جنرل! میں تو تمہیں پریشان کرتا ہی آیا ہوں۔"

جنرل اور کیپٹن براؤن نے میری بات مان لی اور اس کے بعد ڈراما شروع ہوگیا۔ مجھے اس کمرے سے دوسری جگہ منتقل کردیا۔ ویسے بھی اب میں نہایت بہتر حالت میں تھا۔ میرے لیے میک اپ کا سامان منگوا دیا گیا اور میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کرلیں۔ میری صورت بالکل مختلف ہوگئی۔ اب میں زخمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ محل کے ایک فرد کی حیثیت سے محل کے ایک گوشے میں منتقل ہوگیا تھا۔

اس کے بعد جنرل ٹیریس اور کیپٹن براؤن نے وہ ڈراما شروع کردیا جس کی ہدایت میں نے انہیں کی تھی اور جو میری ڈائریکشن میں ہو رہا تھا۔

ایک لاش حاصل کرلی گئی۔ مجھے اس کے چہرے کا معائنہ کرایا گیا۔ لاش بہت بھیانک صورت ہوگئی تھی اس کی لیکن وہ شخص جسامت میں میرے جیسا ہی تھا۔ جنرل ٹیریس نے بتایا کہ اس شخص کا نام لیوڈ گونٹ ہے اور یہ پرتگال کا باشندہ ہے۔ یہاں سیاحت کے لیے آیا تھا۔

تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد گوٹے بل کے اخبارات میں علی یار خان کی موت کی خبریں چھپیں۔ تین دن کے سوگ کا اعلان کیا گیا۔ جنرل ٹیریس نے اخبارات کو ایک خصوصی مضمون لکھ کر دیا جس میں میری خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا اور مجھ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا گیا تھا۔ سرکاری پیمانے پر میری تدفین کا بندوبست کیا گیا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ جنرل نے خود مجھے بھی اس تدفین میں شریک رکھا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک شاندار تابوت میں دفن ہوتے ہوئے دیکھا۔ جنرل ٹیریس اور کیپٹن براؤن بھی اس تدفین میں شریک تھے۔ میری متجسس نگاہیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ گوٹے بل کے بے شمار افراد اس جنازے میں شریک تھے اور سب کے سب سوگوار تھے۔ کیونکہ میں جنرل ٹیریس کا مقرب خاص تھا۔

تدفین کے بعد میں محل میں واپس آگیا۔ اس رات کیپٹن اور جنرل ٹیریس کافی دیر تک میرے پاس بیٹھے پُرمذاق گفتگو کرتے رہے تھے۔

"اس کام کی تکمیل تو اب ہوگئی۔ ویسے بھی اگر اب کوئی تمہاری لاش کو قبر سے نکال کر دیکھے گا تو اسے الجھن سے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ اس کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ تم نہیں ہو۔"

"ہوں! یہ پہلا مرحلہ تو تکمیل تک پہنچ گیا یعنی علی یار خان مرگیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں تنظیم آزادیٔ فلسطین بھی تم سے رابطہ قائم کرے گی۔ لیکن کسی بھی طور اس بات کا انکشاف مت کرنا کہ یہ کوئی ڈراما تھا۔"

"یقیناً! میں جانتا ہوں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ اس لیے نہیں کیا گیا۔" جنرل ٹیریس نے جواب دیا۔

"اور اب جنرل ٹیریس! یہ بتاؤ گریٹ اسٹون کی سارڈوان کی کیا پوزیشن ہے؟"

"وہاں پر تعیب ختم کردیا گیا ہے اور گریٹ اسٹون کے تمام افراد کو نظربند کردیا گیا ہے۔"

"ہوں! کیا گریٹ اسٹون میں شامل افراد کی تو میتوں کے بارے میں بھی کچھ اطلاعات ہیں تمہارے پاس؟"

"نہیں! معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ البتہ گریٹ اسٹون کی حمایت میں کچھ کارروائیاں بیرونی ممالک سے بھی کی جارہی ہیں، جن میں خاص طور سے بلجیم سرفہرست ہے۔"

"جنرل! میں گریٹ اسٹون کے اسٹاف میں سے کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں جو میرے قد و قامت کا ہو تاکہ میں اس کی جگہ لے سکوں۔"

"اوہ!" کیپٹن براؤن نے ہونٹ سکیڑے۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہوگئی تھی۔ "گویا تم۔۔۔"

"ہاں! میں گریٹ اسٹون کے اسٹاف میں شامل ہونا چاہتا ہوں تاکہ راولیو ہارڈ اور موسٹے ہرموس کی خباثتوں سے آگاہ ہوسکوں۔ ممکن ہے اس طرح میری پہنچ تل ابیب تک ہوجائے اور میں وہاں پہنچ کر راولیو ہارڈ کے اطراف اپنا دائرہ تنگ کرسکوں۔ تمہیں شاید اس بات کا علم ہو کہ سی آئی اے سے نکلنے کے بعد وہ مستقلاً اسرائیل پہنچ گیا ہے اور وہیں قیام پذیر ہے۔"

جنرل ٹیریس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھرے تھے۔ اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ "علی! میں تمہاری ذہانت کا قائل رہا ہوں۔ تمہاری ترکیب لاجواب ہے۔ ان لوگوں کی تو میتوں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے، یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے

کہ ان میں سے کون کس ملک سے تعلق رکھتا ہے اور کہاں جانا چاہتا ہے۔ آخر ان لوگوں کے پاس ان کے شناختی کاغذات تو ہوں گے ہی۔"

"یقیناً! اور ہم ان سے فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں بھی ہیں۔ تم خود ان میں سے کسی شخص کا انتخاب کروگے اور اس کے بعد اسے اغوا کرکے یہاں لے آؤ گے۔ اس کے بعد تمہیں اس کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔ کیا سمجھے؟ اس طرح سے میرے تل ابیب پہنچنے کے امکانات روشن ہوجائیں گے۔"

جنرل اور کیپٹن براؤن اس موضوع پر مجھ سے کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے اور پھر جنرل نے کہا کہ وہ بذات خود اس کام میں دلچسپی لے کر میرے اس مقصد کی تکمیل کرے گا۔ میں نے جنرل کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے اور کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں اطمینان سے محل میں آرام کرتا رہا۔ زخم تقریباً ٹھیک ہوچکے تھے۔

پانچویں یا چھٹے دن جنرل نے ایک رات کو مجھے اطلاع دی کہ اس نے اس شخص کا انتخاب کرلیا ہے جس کی جگہ مجھے لینی ہے۔

دوسرے دن دوپہر میں اس شخص کو میرے سامنے پیش کردیا گیا۔ وہ ایک جوان آدمی تھا۔ شکل و صورت کا اچھا خاصا، چہرے سے الجھا ہوا نظر آتا تھا اور اس کی وجہ بہرحال میں جانتا تھا۔ گریٹ اسٹون اس وقت مصیبتوں کا شکار تھی۔ اس کے تمام افراد کو نظربند کردیا گیا تھا اور وہ سب پریشان تھے۔ ایسی حالت میں کسی ایک شخص کا گوٹے بل کے محل میں آنا اس کے لیے واقعی حیرت انگیز ہوسکتا تھا۔ کیپٹن براؤن اور جنرل ٹیریس نے اس سے میرا تعارف کرایا۔

"یہ مسٹر ڈینس پال گولڈ ہیں۔ گریٹ اسٹون میں انجینئر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ آپ کو ان سے مل کر یقیناً خوشی ہوگی مسٹر علی!"

میں نے ڈینس پال گولڈ کو بغور دیکھا۔ جنرل کا انتخاب قابل داد تھا۔ اس کے خدوخال مجھ سے ملتے جلتے تو نہیں تھے لیکن میں آسانی سے اس کے ان خدوخال کو اپنا سکتا تھا۔ جسامت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ میں نے پُرتپاک انداز میں اس کا خیر مقدم کیا۔ اس سے ہاتھ ملایا اور اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"میں آپ کا ممنون ہوں۔" وہ بولا۔ "لیکن مجھے کس لیے یہاں بلایا گیا ہے؟"

"در حقیقت ہمیں آپ کی ضرورت تھی مسٹر ڈینس!"

"کس سلسلے میں جناب؟"

"دراصل گریٹ اسٹون میں ہمیں ایسے کچھ صاحب حیثیت لوگوں کی تلاش ہے جو ہمارے ایک خاص مقصد کی تکمیل کرسکیں۔"

"میں اگر کسی کام آسکتا ہوں تو حاضر ہوں۔"

"لیکن اس سے پہلے آپ کا مکمل تعارف ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا نام آپ لوگوں کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔ انجینئر ہوں اور کان کنی کے کام میں تقریباً پندرہ سال کا تجربہ رکھتا ہوں۔ نوعمری ہی سے میں نے اس لائن کو اپنایا تھا اور گریٹ اسٹون میں مجھے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہوگی مسٹر ڈینس! آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"اس سے پہلے میں یوگوسلاویہ میں تھا۔ نسلاً میں وہاں کا باشندہ نہیں ہوں۔ لیکن طویل عرصے سے میرے والدین وہیں مقیم تھے اور اس کے بعد ہم لوگ اسرائیل پہنچ گئے۔ نسلاً ہم لوگ جیوش ہیں۔"

"بہت خوب! اب قیام کہاں ہے آپ کا؟ میرا مطلب ہے اب آپ کا خاندان کہاں ہے؟"

"میرے خاندان میں چند ہی افراد ہیں۔ میری بیوی بیلی گولڈ اور میری دو بیٹیاں۔ بس اب یہی ہمارا کل خاندان ہے۔ میں زیادہ تر باہر رہتا ہوں اور ان لوگوں سے ملاقات کم ہی ہوتی ہے۔"

"خوب! تل ابیب میں آپ کی قیام گاہ کس جگہ ہے؟" یہ میں نے سوال کیا اور ڈینس نے اس سلسلے میں مجھے تفصیلات بتا دیں۔ "اگر آپ زیادہ تر اپنے وطن سے باہر رہتے ہیں تو پھر تل ابیب میں آپ کے شناساؤں کی کمی ہوگی؟"

"ہاں! اتفاق ہے کہ میں ذرا تنہائی پسند ہوں اور زیادہ دوستیاں وغیرہ نہیں کرتا۔ میرے تعلقات بہت کم لوگوں سے ہیں۔"

"گریٹ اسٹون میں آپ نے کب شمولیت اختیار کی؟"

"دس سال گزر چکے ہیں اور میں گریٹ اسٹون کے لیے دنیا کے مختلف ملکوں میں کام کرچکا ہوں۔"

"کتنے عرصے سے آپ تل ابیب نہیں گئے؟"

"اس بار تقریباً سات ماہ ہوچکے ہیں۔ سات ماہ سے میں تل ابیب نہیں جاسکا۔ لیکن اب میرا ارادہ ہے کہ یہاں سے تل ابیب جاؤں گا اور کچھ وقت وہاں گزاروں گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے مسٹر پال گولڈ۔ آپ کو یقیناً تل ابیب تک جانا چاہیے۔ کیا اس سلسلے میں آپ نے اپنے انتظ

دفتر سے بات کرلی ہے؟"

"جی ہاں! دراصل اگر ہم سارڈوان میں کام کرتے رہتے تو ممکن ہے اس وقت تک مجھے یہاں سے جانے کی اجازت نہ ملتی جب تک کہ یہ کام مکمل نہ ہو جاتا لیکن اس بات کا فیصلہ بہت پہلے کر لیا گیا تھا کہ سارڈوان کے کام کی تکمیل کے بعد اس پروجیکٹ پر کام کرنے والوں کو تین تین ماہ کی چھٹیاں دی جائیں گی اور میں نے اپنے اہل خاندان کو یہی لکھا تھا کہ وقت کا تعین تو نہیں کر سکتا لیکن اس کے بعد میں کم از کم تین ماہ کے لیے تل ابیب پہنچوں گا۔"

"بہت خوب! اب آپ یہ بتائیں گے مسٹر ڈینس پال گولڈ اسٹین کے سربراہوں نے سارڈوان میں کام ختم ہونے کے بعد اپنے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"درحقیقت ہم تو اس بات پر پریشان ہیں کہ پروجیکٹ ختم کر کے ہمیں نظربند کیوں کیا گیا ہے۔ ہم کوئی جرم تو نہیں کر رہے تھے ہمیں باقاعدہ یہاں کام کا ٹھیکا دیا گیا تھا اور اس کے بعد اگر یہ ٹھیکا منسوخ بھی کر دیا گیا تو ہماری نظربندی کا کیا جواز ہے؟"

"کیا گریٹ اسٹون کے معزز اراکین اس سلسلے میں کسی سرکاری سطح کی کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"اس کے بارے میں تو نہیں جانتا کیونکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ سوشے ہمارا جو گریٹ اسٹون کے مالک ہیں، انتقال کر چکے ہیں اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گریٹ اسٹون قائم رہے گی یا نہیں اور اگر قائم رہے گی تو اسے کون سنبھالے گا۔ اس سلسلے میں کوئی بات ابھی نہیں معلوم۔"

"کیا آپ لوگوں کو یقین ہے کہ آپ کی نظربندی ختم ہو جائے گی؟"

"ہاں یقیناً! ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اور اگر کوئی بات جرم کی حیثیت رکھتی بھی ہے تو ہم انکم ٹیکس کار کنوں سے اس کا تعلق نہیں ہے اور اس کے لیے صرف مالکان ہی ذمے دار قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں یقین ہے کہ ہمیں آزادی مل جائے گی۔"

"بہت خوب! اور یہ آزادی ملنے کے بعد مسٹر ڈینس کیا آپ سیدھے تل ابیب کا رخ کریں گے؟"

"میری درخواست میرے افسران کے پاس موجود ہے۔ اگر مجھے فوراً ہی کوئی ایسا کام نہیں سونپا گیا جو انتہائی ضروری ہو تو پھر تو میں یہی درخواست کروں گا کہ مجھے تین ماہ کی طویل چھٹی منظور کی جائے۔"

"آپ کو یقین ہے کہ آپ کی یہ درخواست منظور ہو جائے گی؟"

"ہاں امکانات تو یہی ہیں کیونکہ سات ماہ سے میں تل ابیب واپس نہیں گیا ہوں۔ محترم! کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ ان سوالات کا مقصد کیا ہے؟"

"ابھی کچھ اور سوالات باقی ہیں۔ اس کے بعد آپ کو تفصیل بھی بتا دی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

"گویا آپ کے اہل خاندان میں صرف تین افراد ہیں یا آپ بیٹوں کی عمر کیا ہے؟"

"اندازے کے مطابق ایک اٹھارہ سال کی ہے اور ایک بیس سال کی۔"

"اور آپ کی بیوی؟"

"ظاہر ہے۔ اس کی عمر میری عمر سے مطابقت رکھتی ہے۔"

"اس کے علاوہ آپ کے دوست اور مزید اہل خاندان؟"

"چند افراد ہیں جن سے میرا زیادہ رابطہ نہیں ہے۔"

"آپ کی بیوی کے اہل خاندان؟ کیا وہ بھی تل ابیب ہی سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"وہ ایک حادثے میں ہلاک ہو چکے ہیں اور اب اس کی تنہا بے غم زدہ بیٹیاں ہیں جو ان کے لیے، لیکن ظاہر ہے میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہوں! بہت بہت شکریہ آپ کا مسٹر ڈینس! درحقیقت ہوا یہ ہے کہ میں آپ کی حیثیت سے تل ابیب جانا چاہتا ہوں اور وہاں آپ کے گھر میں رہ کر اس کا روائی کرنے کا خواہش مند ہوں جو میرے مفاد میں ہے۔"

"کک... کیا مطلب؟" اس نے تحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"مطلب وہی ہے جو آپ سے کہا گیا ہے۔" ڈینس پال احمقوں کی طرح ہم تینوں کی صورتیں دیکھتا رہا اور پھر اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے۔

"لل... لیکن تم... میں...؟"

"مسٹر ڈینس پال گولڈ اسٹین آپ کے بارے میں یہی فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپ کو ہلاک کر دیا جائے تاکہ کسی قسم کا کوئی خدشہ نہ رہے۔" جنرل شیرکس نے بے رحمی سے کہا۔

ڈینس پال کے بدن میں تھرتھری پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو گیا تھا۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "نن... نہیں! پلیز نہیں! میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔ کیا قصور کیا ہے میں نے، دیکھیے۔ دراصل دراصل..."

"اس میں کچھ ترمیم کی جا سکتی ہے مسٹر ڈینس پال! وہ یہ کہ کم از کم تین ماہ تک آپ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ہمارے قیدی رہیں گے۔ یہ تین ماہ گزارنے کے بعد آپ کو یہاں سے بھیج دیا جائے گا لیکن آپ گولی کے نشانے پر رہیں گے۔ جس جگہ آپ کو قید کیا جائے گا وہاں آپ کو تمام آسائشیں بھی فراہم کی جا سکتی ہیں لیکن اگر آپ نے فرار ہونے کی کوشش کی یا کوئی اور حرکت کی، تو پھر وہی سب کچھ ہوگا جو اس وقت آپ کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں نہیں! آپ لوگ اگر مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں تو کر لیجیے کہ اپنی زندگی بچانے کے لیے وہ سب کچھ کروں گا جو آپ چاہیں گے۔ آپ اطمینان رکھیے... آپ بالکل اطمینان رکھیے۔ میں کچھ نہیں کروں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔" وہ خوف سے نڈھال ہو گیا تھا، موت کے خوف نے اسے زرد کر دیا تھا۔

جنرل شیرکس نے میری صورت دیکھی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ گویا میں جنرل شیرکس کے سامنے یہ پروگرام پیش کیا تھا۔ ڈینس پال گولڈ اسٹین کو وہاں سے لے جا کر ایک تہ خانے میں بند کر دیا گیا اور اس کے بعد جنرل شیرکس نے مجھ سے ملاقات کی۔

"تم مطمئن ہو علی؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میرے خیال میں تمہیں اپنے کام کی تکمیل کر لینی چاہیے۔ کیونکہ یہ بہت زیادہ عرصہ غائب رہنا مناسب نہیں ہے کہ میں نے جہاں خفیہ طور پر اس کا انتخاب کیا اور پھر کسی سے اغوا کر لیا۔ اب اسے اس جگہ چھوڑا جا سکتا ہے جہاں دوسرے لوگ نظربند ہیں۔"

"مجھے ٹیک اپ کا سامان درکار ہے۔"

"وہ موجود ہے۔" جنرل شیرکس نے کہا۔

کیسی پراسرار صورت حال ہے کہ میں نے سوچا کیا تم تمام زندگی اسی طرح گزارو گے؟

"ہاں شاید!" میں نے مختصراً کہا اور پھر میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ڈینس پال کا میک اپ کرنے میں مجھے کمال حاصل تھا۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے تک میں اپنے چہرے اور جسم کی مرمت کرتا رہا۔ اس دوران انتہائی ذہانت سے کام لیا گیا تھا۔ میں نے اپنے سامنے ڈینس پال گولڈ اسٹین کو رکھا تھا اور پوری طرح اس کے بدن و چہرے کا جائزہ لیا تھا تاکہ میرے کام میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ میں نے وہ تمام نشانات بھی چیک کیے جو ڈینس پال گولڈ اسٹین کے بدن پر تھے۔ میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ یہ تمام نشانات اب میرے بدن پر بھی موجود تھے اور میں سو فیصدی ڈینس پال گولڈ اسٹین بن گیا تھا۔ میں نے ڈینس پال گولڈ اسٹین کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار دیکھے تھے۔ غالباً وہ خود بھی اپنی اس دوسری شکل پر حیران تھا۔ تب میں نے مطمئن ہو کر میک اپ کا یہ کام ختم کر دیا۔ اس کے بعد میں جنرل شیرکس کے سامنے آیا تو وہ بھی مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔

"میرے خدا! تم علی ہو یا ڈینس پال؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ ہاں، میں علی ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاہا... ہاں، آواز بھی وہی ہے۔" کیپٹن نے کہا اور پھر آنکھیں بند کیے کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر کیپٹن وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"دیکھو! یہ کون ہے؟" جنرل شیرکس نے کہا اور کیپٹن مجھے تعجب سے دیکھنے لگی۔

"اگر یہ علی ہے تو مجھے تعجب نہیں ہے۔ یہ انسان ہی انوکھی شخصیت ہے جنرل! میرا اس سے واسطہ تم سے مدت پہلے سے رہ چکا ہے۔"

"ہوں! کمال کا میک اپ ہے کمال کا۔ لیکن اس بات کا اہتمام تو کرنا ہے علی کہ اب تم یہاں سے جدا ہو رہے ہو۔"

"ہاں جنرل! تمہاری مہربانیوں سے میں اپنا مقصد پانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ طور یہاں میں تھا بہت بڑا مقصد ہوگا۔ اب مجھے اس جگہ پہنچا دو جہاں سے اس شخص کو اغوا کیا گیا تھا۔"

"میرا خود جانا مناسب نہیں ہے ورنہ میں خود تمہیں وہاں چھوڑ کر آتا۔ دراصل ہم لوگوں نے انہیں مختلف جگہوں پر رکھا ہے۔ میں تمہیں وہیں پہنچائے دیتا ہوں جہاں سے اس شخص کو اٹھایا گیا تھا۔"

"یہ بات کہنا تم سے بالکل مناسب نہیں ہے جنرل! کیونکہ اس شخص کی بہترین نگرانی ہی میری زندگی کا دارومدار ہوگی۔"

"تم زندہ رہو گے علی! اطمینان رکھو۔" جنرل شیرکس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد میں محل سے باہر نکل آیا۔ مجھے ایک بند گاڑی میں لے جا کر ایک عمارت کے قریب چھوڑ دیا گیا... یہاں سے عمارت کے ساتھ پیچھے سے مجھے خود ہی اندر داخل ہونا تھا۔ جنرل وغیرہ سے میں محل ہی سے رخصت ہو آیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ڈینس پال کی حیثیت سے اندر پہنچ گیا۔ یہاں تقریباً نو افراد مقیم تھے۔ عمارت خاصی بڑی اور پرانی طرز کی تھی۔ مجھے تمام تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ اپنی رہائش گاہ تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور دوسروں کی نگاہ سے بچا کر میں وہاں داخل ہو گیا۔

کافی دیر تک میں اپنے کمرے میں قید رہا۔ میں نے اس کی ایک ایک شے کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ ایک سوٹ کیس تھا جس میں کافی سامان موجود تھا۔ کرسی پر کچھ تصویریں تھیں جنہیں میں نے اٹھا لیا اور بغور ان کا جائزہ لینے لگا۔ دو لڑکیاں ایک تصویر میں تھیں جبکہ دوسری تصویر الگ تھی۔ میں نے ان لڑکیوں کے چہرے میں اپنے خدوخال تلاش کر لیے۔ یعنی ڈینس پال کے۔ یقیناً یہ اس کی بیٹیاں تھیں جبکہ دوسری اس کی بیوی ہو سکتی تھی۔ بیل گولڈ اسٹین۔ ان سے اچھی طرح روشناس ہونے کے بعد میں نے تصویروں کو احتیاط سے رکھ دیا اور اس کے بعد ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کافی کی دو پیالیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اندر داخل ہوا اور اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہاں چلے گئے تھے تم ڈینس! میں دو بار تمہارے کمرے میں آ چکا ہوں۔"

"مر جانے کی حد تک محسوس کر رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب ہمارا کیا ہوگا؟ آخر یہ کیا بے تکی بات ہے۔ ہم نے کوئی جرم تو نہیں کیا اور اگر جرم کیا ہے تو اس کے ذمے دار تو دوسرے لوگ ہیں۔ ہم آخر یہاں کب تک نظر بند رکھے جائیں گے۔ میں تو ذہنی طور پر بالکل پریشان ہو چکا ہوں۔"

"تم ہی کیا ڈینیل! ہر شخص بری طرح پریشان ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہماری نظر بندی کا کیا جواز ہے لیکن ان سیاہ فاموں کو کیا کہا جائے جو عقل سے ہمیشہ ہی پیدل ہوتے ہیں۔"

"آخر کوئی کچھ کرتا کیوں نہیں؟ کیا ہوگا؟ سوچتے سوچتے سر ہوگیا ہے۔ اب اس دنیا میں ہمیں ایک جگہ بند کر کے بیٹھا دیا۔ ہماری یہ نظر بندی کب تک برقرار رہے گی اور اس کا کیا جواز ہے؟"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں کوشش ہو رہی ہے۔ ہمیں بہت جلد یہاں سے نکال لیا جائے گا۔"

"میں سیدھا تل ابیب جانا چاہتا ہوں۔"

"اور میں اپنے گھر۔ تم یقین کرو مجھے اپنے گھر سے جدا ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ ویسے مسٹر کورنیل آج رات جنرل ٹیمبا سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً کوئی کام کی بات ہو جائے گی۔ کچھ پتا نہیں کہ اب ہمارا کیا ہوگا۔ گرے اسٹون تو ختم ہو گئی یا ختم ہو جائے گی۔ — مسٹر ہیری کی موت نے سارا کام بگاڑ دیا ہے۔ سنا ہے انہیں قتل کیا گیا ہے۔"

"کچھ معلوم نہیں کہ کیا حقیقت ہے، ہم لوگوں تک کہانی پہنچی ہے۔"

"ویسے یہ تمام کارروائی تھی بڑی غلط۔ میں تو ابتدا ہی سے اس کا مخالف تھا۔"

"ہمیں جو کچھ کرنا ہوتا ہے وہ دوسروں کی مرضی کرنا ہوتا ہے۔"

"لیکن اس کے خطرات تو ہمیں ہی بھگتنا پڑتے ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔"

وہ شخص کافی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا۔ ڈینیل کے بے تکلف دوستوں میں معلوم ہوتا تھا۔ میں اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ مسٹر کورنیل کے بارے میں اس نے کہا تھا لیکن میں انہیں بھی نہیں جانتا تھا۔ حالانکہ ڈینیل کی حیثیت سے سب میں مجھے تعارف حاصل ہو چکا تھا لیکن مسٹر کورنیل ان میں شامل نہیں تھے۔

یہ رات سکون سے گزر گئی۔ کوئی الجھن پیش نہیں آئی تھی۔ ان لوگوں میں میں نے خود کو ایڈجسٹ کر لیا تھا۔ دوسرے دن صبح اسی شخص نے مجھے جگا کر خوشخبری سنائی۔

"ہماری نظر بندی ختم کر دی گئی ہے اور ہمیں گرے اسٹون سے باہر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ!" میں نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔

"مسٹر کورنیل نے رات کو جنرل ٹیمبا سے ملاقات کی تھی اور جنرل ٹیمبا نے مشروط طور پر انہیں اجازت دے دی کہ وہ اپنے آدمیوں کو وہاں سے نکال لے جائیں۔ اب اس کے لیے ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے ہم یہاں سے کسی قریبی ملک جائیں گے اور پھر وہاں سے ہمارے اپنے اپنے ٹھکانوں تک پہنچنے کا بندوبست ہو جائے گا۔"

اس شخص کا کہنا درست تھا۔ بہت سارے ٹرکوں اور جیپوں کا ایک قافلہ گرے اسٹون سے چل پڑا۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ ہم لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور میں بھی ان کی خوشیوں میں برابر کا شریک تھا۔

میں نے مسٹر کورنیل کو دیکھا۔ ان کے بارے میں مجھے معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ یہ گرے اسٹون کے مینجنگ ڈائریکٹر تھے۔ اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ … یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ بہرحال اب میری ذمے داری ان لوگوں سے پوری ہو رہی تھی۔ ہم ایک طویل سفر کے بعد … سرحد عبور کر کے ایک اور چھوٹے سے افریقی ملک میں داخل ہو گئے۔ … جو ہمارے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوا۔ … کی طرف سے ہمیں مختلف ہوٹلوں میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا گیا۔ ہمیں تقریباً سات آٹھ دن گزارنے پڑے۔ میں نے ایک شخص … مسٹر کورنیل سے درخواست کی کہ میں تل ابیب جانے کا خواہش مند ہوں اور وہ … گرے اسٹون کے پروجیکٹ کی تکمیل کے بعد میرے … منظور کر لی گئی تھی۔ اسی سے شروع کر دی جائے گی۔

مسٹر کورنیل نے ہونٹ سکیڑ کر کہا: "تمام ہی لوگوں کو ان کے گھروں کو جانے کی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ فی الحال ہمارے سامنے کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے۔ اب تم بھی تل ابیب جا کر اپنے پروگرام کی اطلاع دے دو … کا وقت … بیٹھے گا۔ چنانچہ آپ تیار ہو جائیے۔ ہم آپ کے لیے تل ابیب جانے کا بندوبست کر دیں گے۔"

تقریباً چھ افراد میرے ساتھ اور شریک ہو گئے اور ان کی تعداد سات ہو گئی۔ یہ سب تل ابیب ہی کے باشندے تھے۔ میں نے انتہائی چالاکی سے ان سب سے تعارف حاصل کر لیا تاکہ تل ابیب ایئرپورٹ پر اترتے وقت میں کسی کے لیے اجنبی نہ رہوں۔ اپنے طور پر میں پوری طرح مطمئن تھا اور اب اس سلسلے میں میں نے ذہن کو چھوڑ دیا تھا۔ ڈینیل پال گولڈے کی حیثیت سے پہلے میں تل ابیب پہنچ جاؤں۔ وہاں کچھ عرصے پرسکون رہ کر قیام کروں اور اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کروں، یہی فیصلہ کیا تھا میں نے۔

* * *

آٹھویں دن میں اپنے ساتھیوں سمیت تل ابیب کی جانب محو پرواز تھا۔ میرے ساتھی بے حد خوش تھے۔ یقیناً خوش ہونا بھی چاہیے تھا اس لیے کہ وہ سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ سب لوگ چہک رہے تھے اور تفصیلات گنوا رہے تھے … ان کے بارے میں … ڈینیل پال گولڈے تھا۔ گرے اسٹون کمپنی میں ان کے ساتھ طویل عرصے کام کرنے والا ایک انجینئر۔ ان کی دانست میں تو میں بھی انہی کی طرح طویل عرصے بعد اپنے گھر واپس لوٹ رہا تھا۔ وہ مجھ سے یہ توقع کرنے میں حق بجانب تھے کہ میں ان کا پورا پورا ساتھ دوں گا۔

میں نے انہیں مایوس نہیں کیا۔ میں انہیں مایوس کر بھی نہیں سکتا تھا۔ مایوس کرنا تو بہت دور کی بات ہے، میں انہیں اپنے کسی بھی طرز عمل سے مشکوک کرنے تک کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میری ذرا سی بے احتیاطی سارے کیے دھرے پر پانی پھیر سکتی تھی۔ مجھے ہر حال میں ڈینیل پال گولڈے کی حیثیت سے اسرائیل میں داخل ہونا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کسی کو بھی اپنی موجودہ شخصیت پر ذرا بھی شک ہونے کا موقع فراہم نہ کروں۔ چنانچہ خاموش رہنا چاہتے ہوئے بھی ان لوگوں سے بار بار گفتگو کرتا رہا۔ اگرچہ میری ذہنی کیفیات ان کی کیفیات سے بالکل برعکس تھیں تاہم میں نے اپنے کسی بھی انداز سے ان پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں اور یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔

مجھے ایک نئی مہم درپیش تھی اور میں ابتدا ہی سے اس کی تفصیلات پر غور کرنا چاہتا تھا مگر ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈینیل پال گولڈے کی حیثیت سے تل ابیب میں داخل ہونے کے بعد مجھے کیا مواقع میسر ہوں گے۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ اولیور واڈنگ تک پہنچنے کے لیے مجھے ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی۔ تہذیب … کا سراغ لگانے کے لیے اولیور واڈنگ ہی سب سے اہم کڑی تھی۔

آخر کار فضائی سفر اختتام کو پہنچا۔ ہمارا طیارہ تل ابیب ایئرپورٹ پر اتر چکا تھا۔ تل ابیب ایئرپورٹ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ڈینیل پال گولڈے کے بارے میں کافی تفصیلات میرے علم میں آ چکی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ان معلومات کی روشنی میں اس کے گھر تک پہنچنے میں مجھے ذرا بھی دشواری نہیں ہوگی۔

ہم میں سے کسی نے بھی اپنے متعلقین کو اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی تھی۔ اس لیے ایئرپورٹ پر کسی کو بھی ریسیو کرنے کے لیے کوئی موجود نہیں تھا۔ میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ایئرپورٹ سے صحیح سلامت نکل جانا اس وقت میرے مشن کی بنیاد بن گیا تھا۔ میرا میک اپ بہت شاندار تھا۔ میرے کاغذات ہر طرح سے مکمل تھے لیکن اس کے باوجود نامعلوم خدشات کے سانپ میرے ذہن میں سرسرا رہے تھے مگر میں اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں اندیشوں کے دروازے میں گھرا ہوا ہوں مگر میں ذہن میں خود کو … والے خیالات سے نہیں لڑ سکتا تھا۔

امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے اپنا پاسپورٹ امیگریشن کاؤنٹر کے عقب میں موجود افسر کی طرف بڑھا دیا۔ یہ ایئرپورٹ سے باہر نکلنے کے لیے آخری مرحلہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی نمٹ جائے گا اور اس کے بعد میں آزاد فضا میں اپنی مرضی سے کام کر سکوں گا۔

امیگریشن افسر نے پاسپورٹ مجھ سے لیا اور اس کے صفحات پلٹنے لگا۔ اس کی تیز نظریں پاسپورٹ کے مندرجات پر تیزی سے دوڑ رہی تھیں۔ میری نگاہ اس مہر کی طرف رینگ گئی جو اس افسر کے پاس رکھی تھی۔ وہ تل ابیب میں داخلے کی مہر تھی جو میرے پاسپورٹ پر لگنا تھی۔ گویا ایک طرح سے وہ مہر میرے لیے کلیدی حیثیت رکھتی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ چند ہی لمحوں بعد وہ افسر میرے پاسپورٹ پر مہر لگائے گا۔ میں پرسکون انداز میں کھڑا اسے پاسپورٹ کے صفحات پلٹتے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً وہ رک گیا۔ پاسپورٹ کے ایک صفحے پر وہ کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں یہ دیکھنے سے قاصر تھا کہ وہ کس صفحے پر رکا ہے۔ پھر اس نے پاسپورٹ اپنے ساتھی افسر کی طرف بڑھایا اور اس سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ میرا دل اچانک ہی بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ معلوم نہیں انہیں پاسپورٹ میں کون سی ایسی چیز نظر آئی تھی جس کی وجہ سے وہ میرے پاسپورٹ پر مہر لگانے میں تردد کر رہے تھے۔ پھر دوسرے افسر کی نگاہ میرے چہرے پر جم گئی۔ وہ پاسپورٹ پر لگی ہوئی تصویر اور میرے چہرے کا موازنہ کر رہا تھا۔ میں نے حتی الامکان پرسکون نظر آنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

"مسٹر ڈینیل پال گولڈے؟" امیگریشن افسر نے چند لمحے بعد سوالیہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔" میں نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "یہ میرا مکمل نام ہے۔"

"آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" اس نے میرا پاسپورٹ کاؤنٹر کی ایک دراز میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "آپ تشریف رکھیے۔" اس نے ہال کی دیوار کے ساتھ نصب صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا کہ مجھے اس طرح روکے جانے کی وجہ کیا ہے، مگر میرے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ میں … انداز میں صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ میں پہلا مسافر تھا جس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا تھا ورنہ ابھی تک انھوں نے ہر مسافر کے پاسپورٹ پر بلا تردد مہر لگائی تھی۔ میں اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ گرے اسٹون کمپنی کا کوئی بھی ملازم میری طرف سے مشکوک نہیں ہوا تھا حالانکہ وہ سب لوگ ڈینیل پال گولڈے کے ساتھ برسوں سے کام کر رہے تھے۔ جب اتنے قریبی لوگ میری شخصیت پر شبہ نہ کر سکے تو آخر اسرائیلی امیگریشن کے حکام کو کیوں کر مجھ پر شبہ ہو گیا؟

وہ تو ڈینیس پال گولڈ سے واقف بھی نہیں تھے۔ پاسپورٹ بھی جعلی نہیں تھا کسی گڑبڑی کا امکان بھی نہیں تھا اس لیے کرپوریٹ معاملے میں بے حد رازداری برتی گئی تھی۔

میں سوچتا رہا اور الجھتا رہا۔ اسرائیلی امیگریشن کے حکام کو غبی والا تو نہیں مانا جاسکتا تھا۔ الہ دین کا چراغ بھی صرف قصے کہانیوں کی چیز ہے وہ یہ کہا جاسکتا تھا کہ چراغ کے جن نے انھیں کوئی خبر فراہم کر دی ہوگی۔ ڈینیس پال گولڈ سے اسی پاسپورٹ پر اسرائیل سے روانہ ہوا تھا لہٰذا پاسپورٹ میں کسی نقص کے امکان کو بھی زیرغور نہیں لایا جاسکتا تھا۔

امیگریشن کی قطار میں اب صرف چند مسافر رہ گئے تھے میں جانتا تھا کہ ان سے فراغت پاتے ہی وہ دونوں افسران منکر نکیر کی طرح میرے سر پر سوار ہوں گے۔ میں اس بات سے قطعاً لاعلم تھا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جانے والا ہے لیکن اتنا اندازہ ضرور تھا کہ وہ ابھی صرف مشکوک ہی ہیں لہٰذا کوئی حتمی قدم اٹھانے سے قبل پوچھ گچھ کریں گے۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ پوچھ گچھ کس سلسلے میں ہوگی تو میں خود کو اس کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کی کوشش کرتا مگر یہاں تو ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

ذرا دیر بعد امیگریشن کاؤنٹر مسافروں سے خالی ہو گیا میری نگاہ ان دونوں افسران پر جمی تھی۔ کاؤنٹر خالی ہوتے ہی انھوں نے دراز سے پاسپورٹ نکالا اور اسے کھول کر اس پر جھک گئے۔ وہ آپس میں کچھ گفتگو بھی کرتے جارہے تھے۔ میں نے خود کو کسی بھی ہنگامے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ اس کا امکان بہت کم تھا مگر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر انھیں میری شخصیت پر شبہ ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ مجھے گرفتار کرنے لگے تو میں ان سے ٹکرا جاؤں گا۔ اس فیصلے پر میں مطمئن ہو گیا۔

کچھ دیر بحث و تمحیص کے بعد دونوں میں سے ایک آفیسر اٹھ کر ہال میں ایک جانب بنے ہوئے کمروں میں سے ایک کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں میرا پاسپورٹ دبا ہوا تھا جب کہ دوسرا آفیسر اپنی جگہ پر ہی موجود تھا۔ بظاہر وہ میری طرف سے غافل دکھائی دے رہا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ اس وقت اس کی تمام تر توجہ کا مرکز میں ہی تھا۔ پہلے آفیسر کو میں نے ایک کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کمرے کے دروازے پر چیف امیگریشن آفیسر کی تختی آویزاں تھی۔ چند ہی لمحوں بعد وہ کمرے سے دوبارہ باہر آ کر دکھائی دیا۔ اس نے دور ہی سے مجھے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ میں صوفے سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"تمہیں چیف کے سامنے پیش ہونا ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

میں کوئی جواب دیے بغیر چیف کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی میرے عقب میں کمرے میں داخل ہوا تھا۔ یہ ایک اوسط درجے کا آفس تھا جس میں ٹیبل کی میز کے عقب میں بیٹھا ہوا ایک باوردی شخص چیف

امیگریشن آفیسر بیٹھا نظر آیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا ایک بارعب آدمی تھا۔ اس کی آنکھوں سے سخت گیری عیاں تھی۔ میرا پاسپورٹ اس کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظروں مجھ پر جم گئیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے آر پار دیکھ رہا ہو لیکن میں نے اپنے اعصاب قابو میں رکھے اور باوقار انداز میں آگے بڑھا۔ اس کی میز کے نزدیک رک گیا۔ میں اس امتیازی سلوک کی وجہ جاننے سے قاصر تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی بے خوفی سے کھڑا رہا۔ یہ بے حد نازک گھڑی تھی اور میری ذرا سی بے احتیاطی یا کمزوری مجھے مصیبت میں پھنسا سکتی تھی۔

"مسٹر ڈینیس پال گولڈ سے!" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔ "تشریف رکھیے!" اس نے مقابل والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ میں کچھ کہے بغیر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اسے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں ایک امن پسند شہری ہوں جو اس بلاوجہ کی پوچھ گچھ پر جھنجھلا گیا ہے۔ میں نے نوٹ کیا کہ امیگریشن آفیسر دروازے کے نزدیک ہی کھڑا تھا۔ یوں جیسے اسے شبہ ہو کہ میں موقع ملتے ہی فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔

"آپ تل ابیب ایئرپورٹ سے کس تاریخ کو روانہ ہوئے تھے مسٹر گولڈ سے؟" چیف نے سوال کیا۔

"میں اس سوال کا مقصد نہیں سمجھا۔ میں نے کہا۔ "پاسپورٹ آپ کے پاس ہے اور..."

"آپ کے حق میں بہتر یہی ہوگا مسٹر گولڈ سے کہ جو کچھ آپ سے پوچھا جائے صرف اس کا جواب دیں۔"

میں نے ڈینیس سے متعلق ہر بات ازبر کر رکھی تھی لہٰذا مجھے اس سوال کا جواب دینے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں نے بڑے اطمینان سے وہ تاریخ اسے بتادی جس تاریخ کو ڈینیس پچھلی بار تل ابیب سے روانہ ہوا تھا۔ چیف نے میری بتائی ہوئی تاریخ ایک کاغذ پر نوٹ کی۔

"یہ سراسر زیادتی ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔ "مجھے یہ جاننے کا حق ہے کہ میرے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کیا جارہا ہے؟"

چیف نے میری بات نظرانداز کر دی اور امیگریشن آفیسر کو کاغذ کا ٹکڑا بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ایئرلائن ریکارڈ سے معلوم کرو کہ اس تاریخ کو مسٹر ڈینیس پال گولڈ سے تل ابیب ایئرپورٹ سے روانہ ہوئے تھے؟"

امیگریشن آفیسر کاغذ کا ٹکڑا لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد چیف دوبارہ میری طرف متوجہ ہوا۔ "بات دراصل یہ ہے مسٹر گولڈ سے۔" اس نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "کہ آپ کے پاسپورٹ پر تل ابیب ایئرپورٹ سے خروج کی مہر غیر واضح ہے اور یہ چیز شبے میں ڈالنے والی ہے۔ ہمارے لیے یہ تحقیق کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ اس معاملے میں کوئی جعل سازی تو نہیں ہوئی ہے۔"

مجھے نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ کوئی سنگین نوعیت کی بات نہیں تھی ورنہ میرا پورا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا مگر بظاہر میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں اس سے کہا۔ "مگر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ مجھے کس بات کی سزا دی جارہی ہے؟"

"یقیناً آپ کا کوئی قصور نہیں ہے مسٹر گولڈ سے۔ مگر یہ بھی تو دیکھیے کہ ہم اس سلسلے میں خاص اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی مہر غیر واضح نہ ہونے پائے۔ ایسے میں اگر کسی پاسپورٹ پر کوئی مبہم مہر لگی پائی جائے تو اس کے ذمے دار کا تعین بھی ضروری ہے۔ اسے پڑھنے میں آسانی ہو اور نہ ہی ایئرپورٹ کا نام پڑھے جانے کے قابل ہو تو فوراً کیا عمل کیا ہوگا؟"

"تم اپنی بات پر اصرار کرو گے؟" میں جھنجھلاہٹ کے سے انداز میں بولا۔ "اگر مہر غیر واضح ہے تو یہ ایئرپورٹ کے عملے کا قصور ہے۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کریں مسٹر گولڈ سے۔ ممکن ہے آپ کی بات درست ہو لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ مہر جعلی ہو اور اس جعلی مہر کی آڑ میں کوئی غلط شخص اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ جعلی کام کرنے والا آخر خود کو ہر قسم کے شک و شبے سے بالاتر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص جعل سازی بھی کر رہا ہو اور اپنے لیے مشکوک فضا بھی پیدا کر رہا ہو۔"

چیف کی آنکھوں میں بے بسی کے تاثرات دکھائی دیے۔ وہ لاجواب ہو گیا تھا اور میرے لیے یہ احساس بہت دل خوش کن تھا کہ میں نے ایک یہودی کو شکست دے دی ہے۔

"میں یہاں بحث کرنے کے لیے نہیں بیٹھا ہوں۔" اس نے کہا۔ "میری اپنی کچھ ذمے داریاں ہیں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے ان ذمے داریوں سے کس طرح عہدہ برآ ہونا ہے۔"

"لیکن مجھے جس ذہنی کرب سے گزرنا پڑ رہا ہے اس کا ذمے دار کون ہوگا؟" میں نے کہا۔

"اگر یہ ہمارے محکمے کی غلطی ہے تو جو بھی شخص اس غیر ذمے داری کا مرتکب ہوا ہے اسے سزا دی جائے گی۔"

"اور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس غلطی کا ذمے دار کون شخص ہے؟" حقیقت یہ ہے کہ دراصل میں اسے زچ کر رہا تھا۔ مجھے کچھ وقت تو اس کے ساتھ گزارنا ہی تھا۔ میں زیادہ وقت کیوں برباد کرتا۔ اگر اس تھوڑی سی مہلت سے لطف اندوز کرتے ہوئے میں کسی یہودی کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر سکتا تھا تو میں کیوں چوکتا۔ یہودیوں نے میری قوم پر زندگی تنگ کر دی تھی تو اب پوری زندگی کا مشن بن کر رہ گیا تھا۔

میری توقع کے عین مطابق وہ چڑچڑے پن کی حدود میں داخل ہو چکا تھا گو کہ وہ اپنی اس کیفیت کو چھپانا چاہ رہا تھا مگر اس کی آنکھیں اس کی اندرونی کیفیت کی بھرپور عکاسی کر رہی تھیں۔ "ایئرلائن کے ریکارڈ سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ تم کون سی تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اگر تمہاری بتائی ہوئی تاریخ درست ثابت ہوئی تو ہم اپنے ریکارڈ سے یہ معلوم کر لیں گے کہ اس روز کون کون سے لوگ ڈیوٹی پر تھے اور ان کے بعد ان میں سے کس بے پروائی کے مرتکب شخص کو ڈھونڈ نکالنا کوئی مشکل نہیں ہوگا۔"

"پھر غالباً اس شخص کو سزا بھی دی جائے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سخت سزا دی جائے گی تاکہ آئندہ کوئی دوسرا شخص ایسی غلطی کا مرتکب نہ ہونے پائے۔"

"ایک معمولی سی کوتاہی پر کوئی سخت سزا دینا کیا زیادتی نہ ہوگی؟"

"ہرگز نہیں۔" چیف بولا۔ "اسرائیل کی بقا سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی چیز اہم نہیں ہے اور اس کے لیے اسرائیل میں بسنے والے ہر یہودی کو ہر وقت چوکس رہنا پڑے گا۔ بعض اوقات کسی معمولی سی کوتاہی کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑ جاتی ہے۔ ایسی کسی کوتاہی کا تدارک کرنے کے لیے سخت سزائیں بہت ضروری ہیں تاکہ دوسرے لوگ محتاط رہیں اور آئندہ کے لیے ایسی کوتاہیوں کا تدارک کیا جاسکے جو ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کا باعث ہوں۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ یہ بھی قسمت کی عجیب ستم ظریفی تھی کہ وہ اسرائیل کے سب سے بڑے دشمن سے یہ باتیں کر رہا تھا۔ دل میں تو میں بے حد خوش تھا مگر اس سے تشویش ناک لہجے میں بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اسرائیل کا کوئی دشمن ایجنٹ جعلی پاسپورٹ پر سفر کرتا ہوا ملک میں داخل ہو جائے؟"

"یقیناً ناممکن ہے مسٹر گولڈ سے۔" اس نے بڑے تیقن بھرے انداز میں کہا۔

مجھے اس کے جواب سے کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی مگر میرے ذہن میں یہ معلوم کرنے کا تجسس ضرور پیدا ہو گیا کہ انھوں نے اس سلسلے میں کیا احتیاطی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں۔ "ناممکن تو خیر دنیا میں کچھ نہیں ہوتا۔" میں نے اسے کسایا۔

"ہوتا ہوگا۔ مگر ہم نے اس کی آہنی روک تھام کر رکھی ہے کہ اسرائیل کے کسی بھی ایئرپورٹ سے کوئی شخص جعلی پاسپورٹ پر اسرائیل کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتا۔" اس نے کہا۔ "میں تفصیل تو نہیں بتا سکتا لیکن اتنا ضرور بتا دوں کہ اسرائیلی امیگریشن کے ملازمین جعلی پاسپورٹ کو صرف ایک نگاہ دیکھ کر ہی پرکھ لیتے ہیں۔"

میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے اس پر زور نہیں دیا۔ میرے لیے یہ ایک بات ہی کافی تھی۔

کچھ دیر وہاں خاموشی طاری رہی۔ پھر یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب امیگریشن آفیسر کمرے میں واپس آیا۔ ایئرلائن کے ریکارڈ سے میری بات کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اب چیف کے انداز سے شرمندگی ظاہر ہونے

لگی تھی۔ اس نے امیگریشن آفیسر کو میرے پاسپورٹ پر دخول کی مہر لگانے کی ہدایت کی اور مجھ سے بولا۔ "آپ کو جو زحمت ہوئی اس کے لیے ہم آپ سے معذرت..."

"کوئی بات نہیں۔" میں نے شاہانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا اور اس کے کمرے سے نکل آیا۔

کچھ دیر بعد میں فاتحانہ جذبے سے سرشار ایئرپورٹ سے باہر نکل رہا تھا۔ تل ابیب ایئرپورٹ سے بخیر و خوبی اسرائیل میں داخل ہو جانا میرے منصوبے کا بنیادی جزو تھا اور میری آئندہ کامیابی یا ناکامی کا دار و مدار اسی میں پوشیدہ تھا کہ کسی پر میری شخصیت ظاہر نہ ہونے پائے۔ اس مرحلے سے کامیابی سے گزر جانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے پچاس فیصد بازی جیت لی ہو۔

ایئرپورٹ کے باہر ٹیکسیاں موجود تھیں۔ قبل اس کے کہ میں کسی ٹیکسی والے سے بات کرتا ایک ٹیکسی تیزی سے میرے قریب آ کر رک گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے نیچے اتر کر مؤدبانہ انداز میں میرے لیے ٹیکسی کا دروازہ کھول دیا۔ میں اسے ڈینیل پال کے گھر کا پتا بتا کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

ٹیکسی تل ابیب کی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی اور میرا ذہن تیزی سے پرواز کر رہا تھا۔ میں اپنے لیے آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دینے میں مصروف تھا۔ مستقبل قریب میں مجھے بڑے کٹھن وقت کا سامنا تھا۔ ڈینیل پال گولڈ کے بارے میں اگرچہ مجھے کافی معلومات ہو گئی تھیں لیکن اس کے باوجود میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ خود کو اس کے گھر میں ڈینیل پال گولڈ کی حیثیت سے منوانے کے لیے مجھے کڑے امتحان سے گزرنا ہوگا۔ ذرا سی بھی بے احتیاطی یا غیر محتاط لغزش میری اب تک کی محنت پر پانی پھیر سکتی تھی۔ اس کے بعد مجھے [illegible] کو تلاش کرنا تھا جس کے ذریعے [illegible] تک پہنچا جا سکتا تھا۔

میں اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر میں اس وقت چونکا جب ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ میں نے ٹیکسی سے باہر نگاہ ڈالی۔ ٹیکسی ایک بنگلے کے سامنے رکی تھی۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ آس پاس کوئی اور مکان نہیں تھا۔ دور کے فاصلے پر کچھ اور بنگلے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ گویا یہ کوئی ایسا علاقہ تھا جو ابھی پوری طرح آباد نہیں ہوا تھا۔ کہیں کہیں زیر تعمیر مکانات بھی نظر آ رہے تھے۔ میں متحیرانہ انداز میں ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوا جو ٹیکسی سے اتر کر عقبی دروازہ کھول چکا تھا۔ "یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔ میں نے ابھی تک ڈینیل پال گولڈ کی رہائش گاہ نہیں دیکھی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ اس کی رہائش گاہ نہیں ہے۔ اس لیے وہ تو فلیٹ میں رہتا تھا اور یہ ایک بنگلہ تھا۔

"نیچے اتر آؤ۔" ٹیکسی ڈرائیور نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ والا خوفناک ریوالور تھا جو میری جانب اٹھا ہوا تھا۔

میرے پاس اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں خاموشی سے اتر گیا۔

"اب چپ چاپ مڑ کر دیکھے بغیر بنگلے میں داخل ہو جاؤ۔" اس نے اگلا حکم صادر کیا۔

میں نے بے چون و چرا تعمیل کی۔ اس کے تیور بہت خراب تھے۔ مجھے یقین تھا کہ میری معمولی سی حرکت پر وہ گولی چلانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ وہ میرے عقب میں مجھ سے کچھ فاصلے پر چل رہا تھا۔ دو راہداریاں گزر کر ہم ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے۔ اپنی وسعت کے اعتبار سے یہ کمرا ایک ہال معلوم ہو رہا تھا۔ اس کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا۔ چند سنگی بنچیں تھیں جو دیواروں کے ساتھ بنی ہوئی تھیں۔ ہال کے وسط میں پہنچنے کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے رکنے کا حکم دیا۔ میں رک گیا۔

"اب میری طرف پلٹو۔" اس نے کہا۔

میں اس کی طرف پلٹا۔ ریوالور بدستور اس کے ہاتھ میں موجود تھا جس کا رخ میری ہی جانب تھا۔ میں نے پہلی بار غور سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے کچھ نکلتا ہی تھا۔ جسم کسرتی تھا اور اس کی شکل سے بے پناہ توانائی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی عمر اٹھائیس سال کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" میں نے سخت لہجے میں اس سے پوچھا۔

"تمہارا نام معلوم کرنے۔" اس نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا۔

"ٹیکسی ڈرائیور کے بھیس میں تم شاید کوئی لٹیرے ہو لیکن یاد رکھو تم مجھے آسانی سے نہیں لوٹ سکو گے۔" میں نے کہا۔ اس عجیب و غریب صورت حال نے مجھے شدید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ وہ کون ہے اور مجھے اس طرح یہاں لانے سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ واحد امکان یہی تھا کہ وہ کوئی لٹیرا ہے جو باہر سے آنے والے مسافروں کو اس طرح لوٹ لیتا ہے۔

"بس یا اور کچھ؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اور یہ کہ اگر تم نے مجھے لوٹا تو میں پولیس میں رپورٹ درج کرا دوں گا۔"

"واہ یہ [illegible] جسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔" پھر وہ سخت لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا۔"

میرے ہوش اڑ گئے۔ میرا اندازہ غلط تھا۔ وہ کوئی لٹیرا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ لٹیرے یوں نام نہیں پوچھا کرتے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ وہ کون ہے اور اس سے بھی بڑھ کر تشویش ناک بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے میرا نام پوچھ رہا تھا یعنی وہ کسی وجہ سے میری طرف سے مشکوک ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ پر بدستور موجود تھا کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور کو کسی بھی شخص سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ "تم ایک شریف شہری کو بلاوجہ یہاں رکھنے کے مرتکب ہو رہے ہو۔" میں نے چڑچڑے پن سے کہا۔

"اگر اب تم نے کوئی فضول بات کی تو میں تمہارا بھیجا اڑا دوں گا [illegible] بعد بے شک تم پولیس میں میرے خلاف رپورٹ درج کرا دینا۔" اس نے ٹریگر پر اپنی انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"میرا نام ڈینیل پال گولڈ ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ گولی چلا ہی دیتا اور مجھے یوں بے بسی کی موت مرنا ہرگز پسند نہیں تھا۔

"اپنا اصل نام بتاؤ۔" وہ غرا کر بولا۔

"یہ میرا اصل نام ہے۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔ "تم چاہو تو میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو۔" میں نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہاتھ جیبوں سے دور رکھو۔" اس نے مجھے وارننگ دی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم غیر مسلح ہو لیکن اس کے باوجود بھی تمہیں جیبوں میں ہاتھ ڈالنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ پاسپورٹ پر تمہارا وہی نام درج ہے جو تم نے مجھے بتایا ہے لیکن میں تمہارا اصل نام جاننا چاہتا ہوں۔"

"اصل نام اور کیا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جو اس کے والدین رکھتے ہیں۔ یا پھر وہ جس سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔"

"میں لاس اینجلس میں پیدا ہوا اور میرے والدین نے میرا نام..."

"فضول بکواس مت کرو۔" وہ دھاڑا۔ "سیدھی طرح بتا دو تم کون ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

وہ مجھے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔ "مجھے پہچانتے ہو؟" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"اوہ! تو یہ بات تھی۔" میں نے طویل سانس لے کر سوچا۔ وہ یقیناً ڈینیل پال گولڈ کا کوئی واقف کار تھا اور جب میں نے اسے نہیں پہچانا تو وہ میری طرف سے مشکوک ہو گیا۔ یہاں تک تو کوئی خاص بات نہیں تھی مگر اس کا طریقہ کار مجھے خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔ کوئی عام آدمی ان حرکتوں پر نہیں اتر آتا۔ وہ تو موقع پر ہی اپنے جذبات کا اظہار کر دیتا۔ مجھے اس کا رویہ یاد آ گیا۔ وہ ایئرپورٹ پر اپنی ٹیکسی سمیت بڑی تیزی سے میری طرف آیا تھا۔ پھر وہ ٹیکسی سے اتر کر میری طرف بڑھا تھا جب میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تو اس نے میرے لیے ٹیکسی کا دروازہ کھول دیا۔ حالانکہ اسے اظہار حیرت کرنا چاہیے تھا مگر اس نے میری طرف سے مشکوک ہوتے ہی فوری طور پر نہ صرف ذہن میں کوئی منصوبہ ترتیب دے لیا بلکہ اس پر عمل بھی کر ڈالا اور ایسا وہی شخص کر سکتا تھا جو باقاعدہ تربیت یافتہ ہو۔ اب مجھے خطرے کا شدت سے احساس ہوا۔ میری ڈینیل پال گولڈ والی حیثیت ختم ہونے کا مطلب تھا کہ میرا منصوبہ تباہ ہو جاتا اور یہ مجھے کسی قیمت پر بھی منظور نہیں تھا۔ اپنی اس شخصیت کو برقرار رکھنے کے لیے اب اسے راستے سے ہٹانا ضروری ہو گیا تھا لیکن اس کے لیے مجھے موقع ملنا ضروری تھا۔ وہ بہت چوکس نظر آ رہا تھا اور فی الحال اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ مجھے کوئی موقع مل سکے گا لہٰذا یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اسے کسی صورت سے باتوں میں الجھا کر موقع تلاش کیا جائے۔

"نہیں، میں تمہیں نہیں پہچانتا۔" میں نے چہرے پر الجھن کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اسی برتے پر ڈینیل پال گولڈ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو۔" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "چلو خیر میں تمہیں اپنا نام بتائے دیتا ہوں۔ شاید میرا نام سن کر تمہیں کچھ یاد آ جائے۔ میرا نام لافس ہے۔"

میں نے بڑی تیزی سے اپنی یادداشت کھنگال ڈالی مگر میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں تھا۔ ڈینیل پال گولڈ نے اس نام کے کسی آدمی کا ذکر نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کے کاغذات میں ایسا کوئی تذکرہ ملا تھا۔

"نہیں یاد آیا۔" لافس قہقہہ لگا کر بولا۔ "تمہیں اپنی بیوی کے کزن کا نام تک یاد نہیں رہا اور کزن بھی کون جو تمہاری شادی سے قبل تمہاری بیوی کا منگیتر رہ چکا ہو۔"

میں دم بخود رہ گیا۔ واقعی بڑی ناقابل یقین بات ہوتی اگر ڈینیل پال گولڈ اپنی بیوی کے ایسے کزن کو بھول جاتا۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑا اس صورت حال سے نکلنے کی کوئی تدبیر سوچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن چپ رہنے سے کام نہیں چل سکتا تھا کچھ نہ کچھ بولتے رہنا ضروری تھا چنانچہ میں نے اس سے پوچھا۔ "تم یہیں رہتے ہو؟"

"ہاں میں یہیں رہتا ہوں اور ڈینیل کئی بار یہاں آ بھی چکا ہے۔"

"تب تو تم کوئی بڑا نام چیز آدمی معلوم ہوتے ہو۔ کوئی ٹیکسی ڈرائیور تو اتنی بڑی کوٹھی میں رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"ٹیکسی چلاتے ہوئے تو مجھے صرف چند روز ہوئے ہیں۔ ایئرپورٹ سے آنے والے لوگوں کی نگرانی کے لیے مجھے یہ کام سونپا گیا ہے۔"

"نگرانی!" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "میں اسرائیلی انٹیلی جنس [illegible] کا ایک ایجنٹ ہوں اور آج کل میرے سپرد یہی کام ہے کہ اگر کوئی [illegible] ملک میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس پر نگاہ رکھوں۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ہال کی چھت میرے سر پر آ پڑی ہو۔ قسمت نے مجھے اسرائیلی انٹیلی جنس کے ایک ایجنٹ کے چنگل میں پھنسا دیا تھا۔ صورت حال تو میرے اندازے سے بھی کہیں زیادہ سنگین تھی۔ "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تاکہ تمہیں اپنے محکمے کے حوالے کرنے سے قبل تمہاری اصلیت سے آگاہ ہو جاؤں۔"

اس کے ایک ہی جملے نے مجھ پر یہ حقیقت عیاں کر دی کہ وہ مجھے جان سے نہیں مارنے گا۔ اس خیال نے مجھے پوری طرح پرسکون کر دیا اب میں اس پر قابو پانے کے لیے کوئی ترکیب سوچ سکتا تھا۔ "تم یہاں کے کون ہو۔ کیا وہ تمہاری سرکاری حیثیت سے واقف ہے؟"

"نہیں، میری سرکاری حیثیت سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہے لیکن اب تم جلدی سے بتا دو کہ تم یہاں کیا عزائم لے کر آئے ہو؟"

"تم یوں کرو کہ مجھے گولی مار دو اس کے بعد میری لاش سے پوچھ گچھ کرتے رہنا۔" میں بے خوفی سے بولا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم یوں نہیں مانو گے۔" اس نے ریوالور میری طرف اچھال دیا جسے میں نے کیچ کر لیا۔ "اسرائیل کے دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسرائیلی ایجنٹ ان کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے۔"

میں ریوالور کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نقلی ریوالور تھا۔ صرف دھماکے کرنے والا۔ مجھے غصہ آ گیا "کیا تمہاری حکومت اتنی کنگال ہو گئی ہے کہ اپنے ایجنٹوں کو اصلی ریوالور بھی فراہم نہیں کر سکتی؟"

"اسلحے پر وہ لوگ بھروسا کرتے ہیں جنھیں اپنی قوت بازو پر یقین نہیں ہوتا۔" لافس نخوت بھرے انداز میں بولا۔

"اگر تم لوگوں کو اپنی قوت بازو پر اتنا ہی ناز ہے تو اس نقلی ریوالور کی بھی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ تو ہم صرف مصلحتاً رکھ لیتے ہیں تاکہ کسی پر ہجوم مقام پر کسی شخص کو خوف زدہ کر کے قابو میں کیا جا سکے ورنہ اسرائیل کے مخالفین تو سالے کے بزدل ہیں۔"

"اگر وہ ایسے ہی بزدل ہیں تو تم اپوسٹل کی نگرانی کیوں کر رہے تھے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"بعض بزدل لوگوں کے سر میں خود کشی کرنے کا سودا بھی تو سما جاتا ہے اور خود کشی کرنے اسرائیل چلے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سرکوبی کرنا بھی تو ضروری ہے۔"

"تو تمہارے خیال میں میں بزدل ہوں اور خود کشی کے ارادے سے یہاں آیا ہوں؟" میں نے کہا اور ہونٹ بھینچ لیے۔

"ہاں، اور ایسے لوگوں کو میں احمق سمجھتا ہوں۔"

"دشمن کو کمزور سمجھنا بجائے خود ایک حماقت ہے۔" میں نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"میں ایسی فرسودہ باتیں نہیں مانتا۔ میری دانست میں تو کمزور کو طاقت ور سمجھنا حماقت ہے۔"

"تم ایک کند ذہن اور بڑبولے شخص ہو جس شخص نے تمہیں اس اہم محکمے میں بھرتی کیا ہے میرے خیال میں وہ اس صدی کا سب سے بڑا احمق ہے۔" میں نے اسے غصہ دلانے کی کوشش کی۔

میری توقع کے عین مطابق اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "تم مجھ سے واقف نہیں ہو۔ میں نے پانچ سال تک مارشل آرٹس کی تربیت لی ہے۔"

"کمال ہے!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "مجھے تو بتایا گیا تھا کہ اسرائیل میں تک زبان چلانے کے فن کو مارشل آرٹس کہا جاتا ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو ہمارے طرف کی عورتیں تو پیدائشی طور پر مارشل آرٹس کی ماہر ہوتی ہیں۔"

"ابھی جب میں تمہارا قیمہ بناؤں گا تو تمہیں پتا چلے گا۔" وہ آپے سے باہر ہو کر بولا۔

"قصائی بھی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا مجھے معلوم تھا کہ وہ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر بیٹھے گا اور میرا خدشہ درست ثابت ہوا۔ میرا جملہ ختم ہوتے ہی اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی تھی۔ میں بجلی کی سی تیزی سے بائیں جانب ہٹا۔ ساتھ ہی میری دائیں ٹانگ نے حرکت کی۔ میں نے پوری قوت سے اس کے پیٹ پر لات ماری تھی۔ اس کے منہ سے کرب ناک آواز نکلی اور وہ پیٹ پکڑے ہوئے منہ کے بل زمین پر ڈھیر ہو گیا لیکن اس کے بعد جتنی تیزی سے اٹھ کر وہ مجھ پر جھپٹا تھا وہ میرے لیے بھی حیران کن تھا۔ اس کے پیٹ پر پڑنے والی لات معمولی قوت کی نہیں تھی۔ میں اس کی جسمانی قوت کا معترف ہو گیا۔ اس کا دوسرا حملہ بڑا شدید تھا۔ اگر مجھ سے ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو اس نے مجھے رگید کر رکھ دیا ہوتا لیکن میں بروقت اسے جھکائی دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے نہ صرف اسے جھکائی دی تھی بلکہ اسے ایک زوردار لات بھی رسید کر دی تھی۔ اس بار ہدف اس کی کمر تھی۔ لات کھا کر وہ اپنے ہی زور میں آگے بڑھتے ہوئے لڑکھڑایا اور ایک بار پھر منہ کے بل زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ پھر اٹھ کر مجھ پر حملہ آور ہو گا.... مگر میں اسے مزید کوئی موقع دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اس کی گدی میں قینچی ڈال دی۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ میں اس کی پشت پر سوار تھا اور اس کی گردن میرے قابو میں تھی۔ اس کے لیے ہلنا جلنا تک ممکن نہیں تھا۔ اگر وہ زور لگا کر گردن چھڑانے کی کوشش کرتا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ سکتی تھی۔ وہ بھی اس بات سے بخوبی واقف تھا اور اسی لیے اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ میں نے زور لگا کر اس کا سر زمین سے ذرا سا بلند کیا اور پھر اسے فرش پر دے مارا۔ اس کا منہ فرش کے پختہ فرش سے ٹکرایا تھا۔ کی زوردار آواز کے ساتھ اس کی ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ میں نے اپنا یہی عمل کئی بار دہرایا۔ اس کے منہ سے چیخیں اور کراہیں نکل رہی تھیں۔ اس کا پورا چہرہ خون سے لت پت ہو گیا تھا۔ شاید اس کے کئی دانت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس کی قوت مزاحمت دم توڑ چکی ہے تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ ایک طرف ہٹ کر میں نے اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ خون اس کی ٹھوڑی پر سے ہو کر اس کی قمیص پر گر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر سے ہو کر اس کی کہنیوں سے پھلو ڈوں میں ٹپک رہا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ دشمن کو کمزور سمجھنا نادانی ہوتی ہے۔" میں نے اس سے کہا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ شاید اس نے میری بات سنی ہی نہیں تھی۔ اگر سن لی تھی تو اس میں بولنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ اس کی حالت بہت دگرگوں نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ میں اب کسی بھی لمحے زمین بوس ہو جائے گا مگر مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ نہ صرف یہودی تھا بلکہ ایک غاصب مملکت کا ایجنٹ بھی تھا۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے پانچ سال تک مارشل آرٹس کی تربیت لی ہے۔" میں نے جتانے والے انداز میں کہا۔

اس بار اس پر میرے جملے کا ردعمل ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر سے ہٹا دیے اور اپنی جگہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا خون آلود چہرہ بہت بھیانک ہو رہا تھا۔ اس کی ناک اور منہ سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔ مگر اب وہ خون قدرے گاڑھا ہو چلا تھا۔

"تم میرا اصل نام جاننا چاہتے تھے نا۔" میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہیں اپنا نام ضرور بتاؤں گا۔ ہمارے ہاں مرنے والے کی آخری خواہش کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ تم کیونکہ اپنی زندگی سے محروم ہونے کا تہیہ کر لیا ہے چنانچہ اب تمہاری اس خواہش کو پورا کرنا مجھ پر لازم ہو گیا ہے۔ میرا اصل نام علی بابا خان ہے۔"

اس کا جسم یوں لرزا جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ وہ یقیناً مجھ سے اور میرے کارناموں سے واقف ہو گا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر وہ یک بارگی مجھ پر جھپٹ پڑا مگر اب اس کے حملے میں پہلے کی سی شدت نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا اور ایک بار پھر اسے خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں نے بجائے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے کے کچھ اور مناسب سمجھا۔ اس دوران اس کے گھر کی تلاشی لے لی جائے۔

حسب توقع مجھے اس کے گھر سے کوئی کار آمد چیز نہیں مل سکی۔ دستانوں کی ایک جوڑی البتہ ایک ایسی چیز تھی جو وقتی طور پر میرے کام آ سکتی تھی اور میں نے دستانے پہننے میں تاخیر بھی نہیں کی تھی۔ دستانوں کی جوڑی ہاتھوں میں پہنتے ہی میں نے رومال سے ہر وہ جگہ صاف کر دی جہاں جہاں میرے ہاتھ لگے تھے۔

ڈرائنگ روم میں واپس پہنچ کر میں نے دیکھا کہ لافس کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ اسے ہوش آ رہا تھا۔ میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے زندہ چھوڑ کر میرا واپس چلا جانا ناممکن تھا۔ میں اسے مارنے کے طریقوں پر غور کرنے لگا اور پھر ایک نتیجے پر پہنچ کر میں مطمئن ہو گیا۔

چند لمحوں تک کراہنے کے بعد جیسے ہی اسے ہوش آیا، وہ بڑبڑاتے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ہوا میں اچھلا اور میری بھرپور قوت والی فلائنگ کک اس کے سینے پر بائیں جانب پڑی۔ اس کے حلق سے ایک کرب ناک چیخ نکلی اور وہ دو قدم لڑکھڑا کر پیچھے جا گرا۔ یہ انتہائی خطرناک کک تھی۔ اس کی متعدد پسلیاں ٹوٹ کر اس کے دل میں گھس گئی تھیں اور اب اس کا زندہ بچنا ناممکن ہو گیا تھا۔ میں نے احتیاطاً قریب جا کر اس کا معائنہ کیا۔ اس پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ میں مزید وقت ضائع کیے بغیر پلٹا اور اس کے گھر سے باہر نکل آیا۔ پھاٹک کے باہر ٹیکسی موجود تھی۔ میں ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اب میرے سامنے ایک نیا مسئلہ کھڑا ہوا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں ہوں اور کن راستوں سے گزر کر ڈونیس کے گھر پہنچ سکوں گا۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔

دفعتاً میں چونک پڑا۔ کافی فاصلے پر مجھے ایک لڑکی دوڑتی نظر آئی تھی۔ وہ لڑکی مدد کے لیے چیخ رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک موٹر سائیکل تھی جس پر دو افراد سوار تھے۔ یہاں اس ویرانے میں جہاں صرف چند مکانات تھے اور وہ بھی ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر تھے اس کی چیخیں سننے والا کوئی نہیں تھا۔ میں نے فوری طور پر اس لڑکی کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور طوفانی انداز میں ان کے سروں پر جا پہنچا۔ موٹر سائیکل پر سوار دونوں افراد نوجوان لڑکے تھے جن کی عمریں بمشکل بیس بائیس برس رہی ہوں گی۔ وہ صورت سے ہی لفنگے معلوم ہوتے تھے۔ ایک ٹیکسی کو یوں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ بری طرح بوکھلا گئے تھے لیکن جب میں نے بریک لگا کر گاڑی روک دی اور انھوں نے دیکھا کہ گاڑی میں صرف ایک ہی آدمی ہے تو وہ پھر شیر ہو گئے۔ لڑکی تیزی سے گاڑی کی طرف آئی اور تھوڑ دروازہ کھول کر میرے برابر والی نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔

"مم... مجھے بچاؤ۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی "جلدی سے بھاگ چلو یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔"

مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے گاڑی کا انجن بند کر دیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" وہ بوکھلا کر بولی "ان کے ہاتھ چاقو ہیں۔"

"آپ تو خاموش رہیے۔" میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ وہ دونوں ابھی تک موٹر سائیکل پر بیٹھے ہوئے تھے۔ موٹر سائیکل کا انجن اسٹارٹ تھا مگر موٹر سائیکل چل نہیں رہی تھی۔

میرے نیچے اترتے ہی موٹر سائیکل حرکت میں آئی مگر اس کا رخ میری جانب نہیں تھا۔ میں بڑی دلچسپی سے موٹر سائیکل کو خود سے دور جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر میں نے جھک کر لڑکی سے کہا "تم تو کہہ رہی تھیں وہ بڑے خطرناک لوگ ہیں پھر وہ بھاگ کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟"

"وہ سنبھلو!" لڑکی چیخی "وہ واپس آ رہے ہیں۔"

میں نے دیکھا کہ موٹر سائیکل ایک چکر کاٹ کر واپس آ رہی تھی اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ میں سمجھ گیا کہ موٹر سائیکل دوڑانے کا مقصد یہ تھا کہ لڑکے تیز رفتاری سے لا کر مجھ پر چڑھا دینا چاہتے ہیں۔ میں سنبھل گیا۔ موٹر سائیکل بڑی تیز رفتاری سے سیدھی میری جانب آئی مگر میں نے اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے ایک جانب چھلانگ لگا دی تھی ورنہ خطرناک تصادم مجھے بہت مہنگا پڑ سکتا تھا۔ موٹر سائیکل سیدھی نکلی چلی گئی تھی۔ میں مخالف سمت میں دوڑ پڑا۔ میں ٹیکسی سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ کچھ فاصلے پر پہنچ کر میں رک گیا۔ موٹر سائیکل واپس آ رہی تھی مگر اس بار موٹر سائیکل مجھ پر چڑھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ موٹر سائیکل مجھ سے کترا کر نکل گئی تھی۔ پھر وہ مجھ سے کچھ فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے میرے گرد چکر لگانے لگی۔ اس پر سوار دونوں لڑکے وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہے تھے۔ میں پوری طرح چوکنا تھا اور موٹر سائیکل کے ساتھ ساتھ میں بھی چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ ان لڑکوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ میں ان کے لیے تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔ اسی لیے اب وہ میرے گرد چکر لگا کر صرف مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اب ان کی کوشش تھی کہ پیچھے سے مجھ پر حملہ کر سکیں۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے لڑکے کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو دبا ہوا تھا۔ یہ وہی چاقو تھا جس کا حوالہ لڑکی نے دیا تھا۔ غالباً اسی چاقو سے وہ لڑکی کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہوں گے۔

کچھ دیر میرے گرد چکر لگانے کے بعد موٹر سائیکل کا رخ ایک بار پھر تبدیل ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ پیچھے سے مجھ پر حملہ آور ہونے کا موقع نہ مل سکنے پر وہ دوبارہ مجھ پر موٹر سائیکل چڑھانے کی کوشش کریں گے۔ کافی دور جا کر موٹر سائیکل پھر پلٹی۔ اس بار اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ میں پوری طرح تیار ہو گیا۔ ابھی موٹر سائیکل مجھ سے دس بارہ فٹ دور تھی کہ میں نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ ہمارے درمیان فضا میں ہونے والے اس تصادم کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ تھی۔ ان کے نیچے سے موٹر سائیکل نکل گئی اور ہم تینوں افراد اوپر تلے زمین پر جا گرے۔ میں نے تو تیزی سے قلابازی کھائی اور اچھل کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں صدمے کی حالت میں مجھ سے کچھ فاصلے پر بے سدھ پڑے تھے۔ کھلا ہوا چاقو ان سے کافی دور پڑا تھا۔

میں ان کے اٹھنے کا منتظر رہا مگر ان کے جسموں میں جنبش بھی نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں وہ واقعی بے ہوش ہو گئے تھے یا صرف اپنی جان بچانے کے لیے بے ہوش بن گئے تھے۔ ان کی طرف سے مایوس ہو کر میں ٹیکسی کی طرف پلٹ پڑا۔ ان لڑکوں سے مجھے ویسے بھی کوئی سروکار نہ تھا۔ ان سے بھڑنے کا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ ان سے محفوظ رہ سکوں۔ اگر میں انھیں نظر انداز کر دیتا تو وہ میرے پیچھے ہی لگ جاتے۔ اب اگر انھیں ہوش آ بھی جاتا تو وہ صرف اپنی جان بچانے کی فکر کرتے۔

ٹیکسی کے قریب پہنچ کر میں نے اس شعلہ جوالہ کو نظر بھر کر دیکھا۔ جوان العمر تھی اور مریموں لڑکی کی طرح وہ بھی بے پناہ حسین تھی۔ ہلکے رنگ کے اسکرٹ میں اس کا حسن قیامت خیز لگ رہا تھا۔ وہ ٹیکسی سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی اور مجھے متحیرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے تو کمال ہی کر دیا۔" وہ ستائشی لہجے میں بولی۔

"یہ لوگ تو بالکل ہی بودے ثابت ہوئے۔ مجھے ذرا بھی مزہ نہیں آیا۔ کچھ مقابلہ تو ہوتا۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"ایسا نہ کہو۔ وہ واقعی خطرناک لوگ ہیں مگر تمھاری مہارت نے انھیں بے بس کر دیا۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دونوں ابھی تک بے حس و حرکت تھے اور ان سے کچھ ہی فاصلے پر ان کی موٹر سائیکل پڑی تھی جس کا پہیہ اب بھی گھومے جا رہا تھا۔ "تم یہیں رہتی ہو؟" میں نے لڑکی کی طرف مڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔ اپنی ایک دوست سے ملنے آئی تھی۔ وہ لوگ چند روز قبل یہاں منتقل ہوئے ہیں۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ سارے گھر والے کہیں گئے ہیں۔ ان کا گھر مقفل تھا۔ میں مایوس ہو کر واپسی کے لیے راستے سے پلٹی تو یہ دونوں لفنگے کہیں سے آ نکلے اور میرے پیچھے لگ گئے۔ اگر تم بروقت نہ پہنچ گئے ہوتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔"

"اب تم کہاں جاؤ گی؟"

"گھر واپس جاؤں گی۔" اس نے کہا۔ "تم تو میرے لیے فرشتہ رحمت بن کر نازل ہوئے ہو۔ پہلے تم نے مجھے ان بھیڑیوں سے بچایا اور اب تمھاری ہی ٹیکسی میں واپس بھی جاؤں گی ورنہ یہاں اس ویرانے میں کوئی ٹیکسی کہاں ملتی۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ فرشتہ رحمت بے چارہ پہلے ہی الجھنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ہے کس علاقے میں اور شہر جانے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ میں یہ بات اسے بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو مجھے ایک ٹیکسی ڈرائیور سمجھ رہی تھی۔ اس الجھن کا ایک حل میری سمجھ میں آ گیا۔ "میں تمھیں لے تو جاتا مگر مجھے چکر آ رہے ہیں۔ اس کیفیت میں ڈرائیونگ نہیں کر سکوں گا۔"

"تو کیا ہوا۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "مجھے ڈرائیونگ آتی ہے۔ میں تمھیں لے چلوں گی۔"

میں نے سکون کا ایک طویل سانس لیا۔ میرے سر سے ایک بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ اب میں کم از کم شہر تو پہنچ ہی سکتا تھا۔ اس کے بعد میرے لیے کوئی مسئلہ نہ رہ جاتا۔ ہم دونوں گاڑی میں آ بیٹھے۔ اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے سڑک کی طرف موڑ دی۔

"میرا نام للی ہے۔" وہ بولی۔ "للی آنند۔"

"معاف کرنا، میں تم سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا کہ تمھارا نام کیا ہے۔" میں نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے ڈینس کہتے ہیں۔"

"تم جیسے بہادر آدمی سے دوستی کرنے کو جی چاہتا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"میں دوستی کرنے کا قائل نہیں۔ اگر دو افراد میں ذہنی مناسبت ہو تو دوستی خود بخود ہو جاتی ہے۔"

"واہ، کیا فلسفہ ہے۔ مجھے تمھاری بات بہت پسند آئی۔" اس نے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سامنے دیکھو۔" میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ "ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھنا۔"

وہ سڑک کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اب ہم آبادی والے علاقے میں پہنچ رہے تھے۔ میں راستے ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ممکن ہے کبھی ملنے کو جی چاہے......"

"میرا خیال ہے ہمارے درمیان اتنی جان پہچان تو نہیں ہوئی کہ میں اپنا پتا بھی بتا دوں۔" میں نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"ارے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ میں تمھیں اپنا گھر دکھا دوں۔ جب جی چاہے بلا تکلف چلے آنا۔" اس نے ٹیکسی ایک جگہ روک دی۔ "وہ سامنے والی بلڈنگ کی پہلی منزل پر میرا فلیٹ ہے۔" اس نے اشارے سے مجھے فلیٹ دکھایا۔ "اور یہ میرا فون نمبر ہے۔" اس نے کاغذ کے ایک پرزے پر فون نمبر لکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ۔" میں نے کاغذ کا پرزہ اس سے لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"آؤ، میرے فلیٹ پر کچھ دیر بیٹھو گے نہیں؟" وہ بڑی مایوسی سے بولی۔

"مجھے جلدی ہے۔ موقع ملا تو پھر کبھی دیکھا جائے گا۔" میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ!" اس نے بڑے دل برداشتہ انداز میں کہا۔ "فون کرنا ضرور۔"

میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں اس وقت شدید خطرے میں تھا۔ ٹیکسی سے جلد از جلد پیچھا چھڑانا ضروری تھا۔ اگر میں اس ٹیکسی سمیت کسی کی نظروں میں آ جاتا تو اسرائیلی انٹیلی جنس کا ہر کارکن میری گرفتاری کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا سکتا تھا۔

چند بلاک کے فاصلے پر ایک کار پارکنگ پر میں نے ٹیکسی پارک کر دی اور ٹیکسی کی چابی اسی میں چھوڑ کر اتر آیا۔ میں نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا۔ کوئی بھی خصوصیت سے میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں دوبارہ تیزی سے ایک طرف چل دیا۔ جلد یا بدیر لاش کے قتل کا راز افشا ہو جاتا۔ مجھے جلد از جلد کسی محفوظ پناہ گاہ تک پہنچنا تھا جہاں میں اسرائیلی انٹیلی جنس کی دست برد سے محفوظ رہ سکوں۔ کسی کے پاس مجھ پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ٹیکسی روکی تھی۔ میں دودھ کا جلا ہوا تھا، چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پینا چاہتا تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بڑے غور سے دیکھا۔ مبادا کہیں وہ بھی میرا کوئی شناسا نکلے مگر اس کی نگاہوں میں اجنبیت تھی۔ میں نے اسے ڈینس کے گھر کا پتا بتایا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ پہلے کی طرح اس بار میں اپنے خیالات میں بھی نہیں کھویا تھا۔ ایک دن میں دو بار اغوا ہو جانا مجھے کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں تھا۔

ٹیکسی نے مجھے ایک خوب صورت بلڈنگ کے سامنے اتار دیا۔ اسی فلک بوس عمارت کی تیسری منزل پر ڈینس پال گولڈ کا فلیٹ نمبر تین سو ساٹھ تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے میں بلڈنگ کے اندر پہنچ گیا۔ بلڈنگ میں گو کہ لفٹ موجود تھی مگر میں نے لفٹ استعمال کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس بات کا خدشہ موجود تھا کہ لفٹ آپریٹر ڈینس کو جانتا ہو یا اس کے علاوہ بلڈنگ کے کسی اور فلیٹ کا مکین جو ڈینس پال کا واقف کار ہو، ٹکرا جائے لہٰذا زینوں کا استعمال نسبتاً محفوظ تھا۔

فلیٹ نمبر تین سو ساٹھ کے دروازے پر پہنچ کر میں رک گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی اور میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اب میں ڈینس پال گولڈ کے اہل خانہ کے درمیان پہنچنے والا تھا اور یہاں مجھے بے حد محتاط رہنا تھا۔ اس فلیٹ میں تین مکین تھے اور وہ تینوں خواتین تھیں۔ ان میں سے ایک تو ڈینس پال کی بیوی تھی اور دوسری اور تیسری ڈینس کی بہنیں تھیں۔ ظاہر ہے وہ تینوں ہی ڈینس کی عادات و اطوار سے پوری طرح واقف ہوں گی۔ اس بات کا امکان تھا کہ وہ کسی معمولی سی بات سے میری طرف سے مشکوک ہو جاتیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میری کسی بڑی سے بڑی غلطی کو بھی نظر انداز کر جاتیں۔

میں نے حوصلہ کر کے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

دروازہ ایک خوب رو لڑکی نے کھولا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ڈینس کی بہن تھی۔ اپنے بھائی کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر وہ بھونچکی رہ گئی۔ پھر اس نے بھیا کا نعرہ بلند کیا اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ہم دروازے میں کھڑے رہیں گے؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "چھوڑو۔"

"آپ نے اپنی آمد کی اطلاع کیوں نہیں دی؟" وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولی۔ "جائیے میں آپ سے نہیں بولتی۔"

"اوہو، میری بہن تو بہت ناراض ہے مجھ سے۔" میں نے اس کے ساتھ فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "بھئی، واپسی کا پروگرام اتنا اچانک بنا کہ اطلاع دینے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ذرا دم لے لوں تو تمھیں تفصیل سے ساری باتیں بتاتا ہوں۔" میں متجسس انداز میں فلیٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بہترین سامان آرائش سے آراستہ و پیراستہ ایک خوب صورت اور کشادہ فلیٹ تھا۔

تھا اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی تھی مجھے اس سلسلے میں ذرا بھی تجسس نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد جیلی خود ہی ٹینس کے کمرے میں چلی آئی۔

"تم یہاں بیٹھے ہو؟" اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔

"میں نے سوچا ممکن ہے میرے سامنے تمہیں گفتگو کرنے میں دقت ہو۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بہنوں نے میری طرف سے تمہارے کان خوب بھر دیے ہیں۔"

"ہاں! انھوں نے مجھے تمہاری خیریت بتائی۔ میں نے تمہارے مشاغل کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ تم آج کل بہت زیادہ مصروف ہو۔ اب ظاہر ہے کہ شوہر ہونے کی حیثیت سے میں تمہاری مصروفیات میں دخل اندازی کرنے سے تو رہا۔"

"انھوں نے اور بھی بہت کچھ کہا ہوگا۔ تمہارا رویہ بتا رہا ہے۔"

"شاید۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میرا منصب نہیں ہے ڈینس۔ تمہاری بہنیں میرے ساتھ مسلسل زیادتیاں کرتی رہتی ہیں مگر میں صرف تمہاری وجہ سے خاموش رہتی ہوں۔"

"میری وجہ سے تمہیں ہمیشہ ہی خاموش رہنا ہوگا جیلی۔" میں نے سختی سے کہا۔

وہ جواب میں کچھ نہ بولی لیکن اس کے چہرے سے بدستور الجھن عیاں تھی۔

الغرض میں دیکھ رہا تھا، رات کو خواب گاہ میں وہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ میری سرد مہری اس کے لیے اعصاب شکن ثابت ہو رہی تھی اور جمود توڑنے کے لیے اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا لیکن یہاں مجھے سختی سے کام لینا تھا اور میرے پاس اس کا جواز موجود تھا۔ میں نے اسے زور سے مسہری پر دھکیل دیا۔

"میں نے تمہاری حرکتوں پر کوئی باز پرس نہیں کی جیلی۔ تمہاری نظروں میں بلاشبہ اہمیت رکھتی ہیں لیکن تم نے ان خوبصورت لمحوں کو برباد کرنے کے لیے قابل اعتراض راہیں منتخب کی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے معاملات پر تمہیں نہیں ٹوکوں گا اور نہ پہلے جیسی سکون کی راہیں تلاش کروں گا۔ میرے خیال میں ہمارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ اپنا اختلاف دوسروں کے علم میں لانے کی بجائے خاموشی سے اپنی منتخب کردہ راہوں پر چلتے رہیں۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم اپنی راتیں لائس کے ساتھ بسر کرتی ہو یا کسی اور کے ساتھ لیکن میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ میرے نزدیک آنے کی کوشش کرو۔ میں مختصر عرصے کے لیے آیا ہوں۔ میری واپسی کے بعد تمہیں ایک بار پھر کھل کھیلنے کی آزادی مل جائے گی۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو یہ بات ذہن سے ہی نکال دو کہ میں واپس آیا ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو ڈیئر؟" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "میرا کردار مضبوط ہے۔ لائس میرے بچپن کا دوست ہے۔ تمہاری عدم موجودگی میں ہم دونوں کے درمیان تفریحی پروگرام تو بنتے ہی رہتے ہیں لیکن ..."

"میں نے تم سے ان کی تفصیلات نہیں پوچھیں۔" ... سے بولا۔ "اگر میں اس صوفے پر سونا چاہتا ہوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"لیکن..."

"اگر تم نے بحث کرنے کی کوشش کی تو میرے غصے میں اضافہ ہو جائے گا!"

جیلی بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے مسہری پر دراز ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئی۔ میں نے خراٹے سن کر سکون کی سانس لی ... دوسرے دن مجھے کام کا آغاز کرنا تھا جس کے لیے پُرسکون نیند بہت ضروری تھی۔ میں نے ہر الجھن ذہن سے ... لمبی تان کے سو گیا۔

اگلی صبح بھی میں نے پوری توجہ سے اخبار پڑھا۔ اس روز اخبار میں لائس سے متعلق کوئی خبر نہیں چھپی تھی جس کا مطلب تھا کہ انٹیلی جنس کے حکام نے اپنے ایجنٹ کی موت کی خبر چھپا لی ... یہ بات تو بعید از قیاس تھی کہ ابھی تک اس کی لاش دریافت نہیں ہوئی ... میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ خبر چھپانے کے پس پردہ کیا مصلحتیں کارفرما تھیں لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اگر وہ خبر اخبارات کی زینت بن گئی ہوتی تو میرے لیے مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔ ... افراد نے مجھے اس وقت اس علاقے میں دیکھا تھا۔ ان میں سے ... تو ملازمہ تھی اور دیگر دو افراد وہ لفنگے تھے جو لڑکی کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ انھیں میرے ہاتھوں زک اٹھانا پڑی تھی۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ ان میں سے کوئی احمقانہ طور پر اعلیٰ حکام کو بتا دیتا۔ اس طرح میرے لیے کچھ پریشانیاں تو بہرحال پیدا ہو ہی جاتیں۔

میں دل ہی دل میں امریکی انٹیلی جنس کے حکام کی ... کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فلیٹ سے نکل آیا۔ گیراج سے ڈینس کی ... سی کار نکالی اور اسے اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ تل ابیب کے ... میرے دیکھے بھالے تھے۔ میں پہلے بھی وہاں جا چکا تھا اور ... لیے کوئی اجنبی علاقہ نہیں تھا۔

میں تل ابیب کی سڑکوں پر ٹریفک کے سیلاب میں ... آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے مگر بارش کا امکان نہیں تھا۔ ... کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔

دوپہر کا کھانا ایک ریستوران میں کھا کر میں تل ابیب کے ... حصے کی طرف جا نکلا جہاں سرکاری افسروں کی رہائش گاہیں تھیں ... بات کا امکان تھا کہ ادلیو ہاورڈ وہیں کہیں رہتا ہو۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کس سے رابطہ قائم کروں۔ دفعتاً ایک ایسا خیال ذہن میں آیا جس سے مجھے اپنا مسئلہ حل ہوتا ...

... تل ابیب کے ایک معزز شہری کی حیثیت رکھتا تھا ... اس کے گھر پر ٹیلی فون ضرور ہوگا۔ یقیناً ٹیلی فون ڈائریکٹری میں ... نمبر کے ساتھ اس کی رہائش گاہ کا پتا بھی درج ہوگا۔ مجھے ... حیرت تھی کہ یہ خیال اس سے پہلے میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا۔ اب مجھے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی تلاش تھی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری ... کے فلیٹ پر بھی تھی مگر میں اس وقت وہاں واپس جانے سے ... گریز کرنا چاہتا تھا۔

میں نے ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روک دی۔ جنرل اسٹور ... داخل ہو کے بہانے اسٹور کے مالک سے ٹیلی فون ڈائریکٹری طلب کی جو اس نے فراہم کر دی۔ چند ہی لمحوں بعد میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ ... ہاورڈ کا فون نمبر ڈائریکٹری میں موجود تھا۔ میں نے اس کا فون ... نوٹ کیا اور اسٹور کے مالک کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل ... بظاہر یہ کام مجھے جتنا مشکل نظر آ رہا تھا اتنا ہی آسان نکلا۔

اب میری کار کا رخ اس علاقے کی طرف تھا جہاں ادلیو ہاورڈ کی رہائش گاہ تھی اور اب فوری طور پر میرے پیش نظر یہ کام تھا کہ اس ... کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں۔

... خوب صورت سادہ مکان ادلیو ہاورڈ کی ملکیت تھا۔ ... ایک پہاڑی نما ٹیلے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس علاقے کو آباد ہوئے ... زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اس لیے کہ وہاں کے سلسلے میں مکانات ... نظر آ رہے تھے۔ پورا علاقہ ناہموار لیکن سبزے سے معمور تھا۔ ... پہاڑی ٹیلے بکھرے نظر آ رہے تھے جن میں سے ان ٹیلوں کو ہموار ... بنایا گیا تھا جن پر تعمیر ممکن ہو سکتی تھی۔ اس طرح اس علاقے میں ... انفرادیت پیدا ہو گئی تھی۔

ادلیو ہاورڈ کا مکان ایک ایسے ہی پہاڑی ٹیلے پر تھا۔ ڈھلان ... اور پختہ روش موجود تھی اور اس روش کے اختتام پر مکان ... اطراف میں بھی مکانات موجود تھے مگر ایسی کوئی جگہ موجود نہیں تھی ... جہاں بیٹھ کر میں اس کے مکان کی نگرانی کر سکتا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ادلیو ہاورڈ تل ابیب میں موجود بھی ہے یا نہیں۔ ہے تو اس کے ... وقت نہیں تھا بلکہ مجھے تو یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس ... میں کچھ لوگ ہیں بھی یا وہ تنہا رہتا ہے۔ ماضی میں اس سے ... سے معرکے ہوئے تھے لیکن کبھی اس کے اہل خانہ کے ... معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ مگر آج میں ... رہائش گاہ کے سامنے موجود تھا جس کی اہمیت ... زندہ جاوید رہتا تھا۔

... بغیر واپس آ گیا۔ ایک روز کے لیے اتنا ہی کافی ... کے خلاف اس بار میں ... اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پیر ... کام کرنا ضروری تھا۔

فلیٹ میں جیلی موجود تھی۔ شاید اس نے گھر سے باہر قدم نکالنے کا عزم کر لیا تھا۔ میں یہ نہیں مان سکتا تھا کہ وہ شرمندہ ہوگی اس لیے کہ وہ بہت ڈھیٹ عورت تھی مگر وہ ظاہر یوں کر رہی تھی جیسے اسے اپنے رویے پر بہت افسوس ہو۔ اس رات اس نے اپنی شرمندگی کا زبانی اظہار بھی کر دیا مگر مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"اپنے کام سے کام رکھو جیلی۔" میں نے اس سے تلخ لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں کوئی سرزنش نہیں کی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم جھوٹی محبت جتا کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرو۔"

"تم غلط فہمی کا شکار ہو ڈینس! یا تو اب مجھے معاف کر دو ورنہ ہماری زندگی تلخ ہو جائے گی۔"

"وہ تو پہلے ہی تلخ ہو چکی ہے۔ اب میں ایسا کوئی قدم اٹھانے سے گریز کرنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے بعد میں ہم دونوں کو پچھتانا پڑے۔"

"بات فیصلہ کن ہونی چاہیے ڈینس۔ یا تو تمہیں میرے کردار کے بارے میں یہ الفاظ کہنا ہوں گے کہ میں ایک عورت کی حیثیت سے بری نہیں ہوں یا پھر..."

"یا پھر... کیا؟"

"یا پھر تمہیں مجھے طلاق دینا ہوگی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ شاید مجھے یہی کرنا پڑے مگر ابھی یہ فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت نہیں آیا۔ میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم اپنے مشاغل یہ سمجھ کر جاری رکھ سکتی ہو کہ میں یہاں آیا ہی نہیں ہوں۔ اگر تم اپنے مشاغل ترک کر سکو تو کر دو مگر فیصلہ میں اسی وقت کروں گا جب دوبارہ یہاں واپس آؤں گا۔"

"گویا اس وقت تک میں سولی پر لٹکی رہوں گی؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر تم خود کو سولی پر لٹکا ہوا محسوس کرتی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے تو تم سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ ہر طرح سے تعاون ہی کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخری تعاون یہ کر سکتا ہوں کہ اگر اس فلیٹ میں میری موجودگی تمہیں گراں گزر رہی ہو تو کسی ہوٹل میں منتقل ہو جاؤں۔"

وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ عورت کے اس روپ کے بارے میں میں نے کتابوں میں تو بہت پڑھا تھا لیکن عملاً عورت کا یہ روپ پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔ وہ جیسی بھی تھی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میری طرف سے تو وہ اور اس کا شوہر دونوں جہنم میں جائیں۔ میں تو اسے طلاق دینے کا بھی مجاز نہیں تھا۔ چند روز کا وقفہ البتہ میں نے اسے دے دیا تھا تاکہ جب ڈینس واپس آئے تو اپنا فیصلہ خود کر سکے۔ اس مسئلے کو ٹالتے رہنا بہرحال میری ذمے داری تھی۔

دوسرے روز میں نے پھر اپنے مشن کا آغاز کر دیا۔ میری تمام تر توجہ اولیو ہاورڈ کے مکان پر مرکوز تھی۔ میں نے وہاں آنے جانے والوں کو چیک کیا۔ ان کی کاروں کے نمبر تلاش کیے۔ میں بڑے محتاط انداز میں کام کر رہا تھا۔ تل ابیب میں رہ کر زیادہ سرگرمیاں میرے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھیں۔ لاش کے بارے میں ابھی کوئی خبر اخبارات میں نہیں چھپی تھی البتہ فلسطینیوں کی گوریلا کارروائیوں کی خبریں برابر چھپ رہی تھیں۔ ممکن تھا کہ لاش کے قتل کو بھی فلسطینیوں کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہو۔

تیسرے روز مجھے کامیابی کی جھلک نظر آئی۔ وہ لڑکی مجھے اس دوران دو بار اولیو ہاورڈ کے گھر سے کار میں نکلتی نظر آئی تھی۔ میں یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ وہ کون ہو سکتی ہے مگر جب میں نے تیسری بار اسے گھر سے نکلتے دیکھا تو میں نے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میری کار اس کی چھوٹی سی نیلی کار کے تعاقب میں چل پڑی۔

لڑکی نے بازار کا رخ کیا تھا۔ اس نے ایک جنرل اسٹور سے کچھ خریداری کی اور اس کے بعد خریدا ہوا سامان کار کی ڈکی میں رکھ کر وہاں سے چل پڑی۔ اس کی اگلی منزل ایک بلڈنگ تھی۔ بلڈنگ کے سامنے کار روک کر وہ بلڈنگ میں داخل ہو گئی۔ میں نے بھی کچھ فاصلے پر کار روک دی اور وہیں ٹھہر کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ جلد ہی واپس آ گئی مگر وہ تنہا واپس نہیں آئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی۔ دونوں لڑکیاں بڑی دیر تک کار میں گھومتی رہیں۔ ان کی کوئی منزل نہیں تھی۔ وہ بے مقصد سڑک نوردی کر رہی تھیں۔ میں نے تعاقب جاری رکھا۔ دوپہر کا کھانا انھوں نے ایک ریستوران میں کھایا۔ اس کے بعد کار والی لڑکی نے دوسری لڑکی کو بلڈنگ کے سامنے اتار دیا اور وہاں سے واپس اولیو ہاورڈ کے گھر چلی گئی۔ یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں تھا کہ اس لڑکی کا اولیو ہاورڈ سے کوئی قریبی تعلق ہے۔

چوتھے روز میں کچھ کر گزرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا۔ میری کار اولیو ہاورڈ کے گھر کے اطراف طواف کر رہی تھی۔ کافی دیر بعد نیلی کار نکلتی دکھائی دی۔ حسب معمول لڑکی کار میں تنہا تھی۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ آج کہیں نہ کہیں اسے ضرور ٹکرا جاؤں گا۔ اس سے تعارف حاصل کرنا بہت ضروری تھا لیکن اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لڑکی نے رائل کلب جا کر رات کے پروگرام کے لیے دو ٹکٹ خریدے تھے۔ ٹکٹ لے کر جیسے ہی وہ پلٹی میں ونڈو پر پہنچ گیا۔ سیریل کا اگلا ٹکٹ میں نے خرید لیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کا پیچھا نہیں کیا۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ اس کے بجائے میں نے رائل کلب کی تقریبات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو ترجیح دی۔ سنڈے نائٹ ہونے کی وجہ سے اس رات وہاں رقص و سرود کے خصوصی پروگرام ترتیب دیے گئے تھے اس لیے وہ رائل کلب آنا چاہتی تھی۔ مگر اس نے دو ٹکٹ خریدے تھے۔ دوسرا ٹکٹ یقیناً اس نے کسی دوست کے لیے خریدا ہو گا۔

اس شام رائل کلب جانے کے لیے میں نے نفیس ترین لباس پہنا۔ تیار ہونے کے بعد میں نے آئینے کے سامنے تنقیدی نگاہ سے اپنا جائزہ لیا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی بھی لڑکی کی نگاہ مجھ پر رکے بغیر نہیں گزر سکے گی۔

رائل کلب کے باہر بڑی تعداد میں گاڑیاں پارک دیکھ کر اندازہ ہو گیا کہ وہاں بہت رش ہے۔ نیلی کار وہاں موجود تھی۔ ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ نیلی کار والی لڑکی اپنی اسی سہیلی کے ساتھ ایک میز پر موجود تھی۔ میں نے ان کی ایک قریبی میز سنبھال لی۔ بظاہر دونوں ہنس مکھ معلوم ہو رہی تھیں۔

پروگرام کا وقت ہوا تو ہم ڈانسنگ فلور پر پہنچ گئے۔ مجھے دونوں کے ساتھ ہی بیٹھنے کا موقع ملا۔ میں نے نہایت شائستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے انھیں بیٹھنے کی پیش کش کی۔ وہ میرا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ اس کی نگاہیں بار بار میری طرف اٹھ رہی تھیں۔

پروگرام کا آغاز ہو چکا تھا۔ مختلف رقاصائیں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ فن کے وہ مظاہرے میری نظر میں بے ہودگی کے مترادف تھے۔ میں خود پر جبر کر کے بیٹھا رہا۔

خدا خدا کر کے پروگرام کا اختتام ہوا اور آرکسٹرا نے رقص کی موسیقی نشر کرنا شروع کر دی۔ بہت سے جوڑے رقص کرنے کے لیے اٹھے تھے۔ میں نے مہذب انداز میں لڑکی سے رقص کی درخواست کی جو اس نے بلا جھجک منظور کر لی اور ہم چوبی فرش پر پہنچ کر تھرکنے لگے۔ اس کے ساتھ رقص کرتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ وہ بے حد پرکشش ہے بلکہ رقص بھی بہت عمدہ کرتی ہے۔ میں بھی اپنی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ مجھ سے متاثر نہ ہوتی۔

"آپ رقص بہت اچھا کرتے ہیں مسٹر؟"

"میرا نام ڈینس ہے۔"

"میں لگی ہوں، لگی ہاورڈ۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس کی عمر کے پیش نظر یقینی تھی کہ وہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہوگی۔ "آپ بہت پرکشش خاتون ہیں" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "میں نے زندگی میں آپ جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔ شاید میری خوش قسمتی مجھے رائل کلب کھینچ لائی۔"

"اوہ نہیں۔ اب ایسا بھی کیا ہے۔"

"آپ یقین کریں مس ہاورڈ میں آپ سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔"

"پلیز مسٹر ڈینس۔ آپ بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔" وہ میرے کانوں میں گنگنائی۔

"یہ تو آپ کا حسن نظر ہے مس ہاورڈ ورنہ میں کیا میری بساط۔"

وہ ہنس پڑی "آپ کی گفتگو بھی آپ کی طرح خوب صورت ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ آپ کی کسی بات کی تردید کر سکوں۔" میں نے اسے خود سے مزید قریب کرتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میری شخصیت کے سحر کے جال نے اسے چند لمحوں میں تسخیر کر لیا تھا۔

رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہوا تو ہم ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اپنی میز پر آ گئے۔ لگی کی دوست ہمیں بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"یہ جوڈی ہے، میری بہت اچھی دوست اور جوڈی یہ مسٹر ڈینس ہیں۔" لگی نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

جوڈی نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور مسکرانے لگی۔ "آپ بڑے خوش نصیب ہیں مسٹر ڈینس۔"

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کا اشارہ کس خوش قسمتی کی طرف ہے۔" میں نے کہا۔ حالاں کہ میں اس کا مطلب خوب سمجھ رہا تھا۔

"لگی آسانی سے کسی پر مہربان نہیں ہوتی۔" جوڈی نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "آپ پوچھیے۔ یہ تو میں ان سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔"

رقص کا دوسرا راؤنڈ شروع ہوا تو لگی نے خود مجھ سے رقص کرنے کی فرمائش کی۔

دوسرے راؤنڈ کے دوران میں نے مزید پیش رفت کی۔ "تم مجھے بہت یاد آیا کرو گی۔" میں نے کہا۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو، جیسے دوبارہ ہماری ملاقات نہیں ہوگی۔"

"ضروری تو نہیں ایسا حسین اتفاق دوبارہ بھی ہو۔" میں نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اتفاق کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے سر اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکا۔ "پھر ملنے سے ڈر گئے ہو؟"

"مگر کیسے؟" میں نے ناسمجھی کے سے انداز میں کہا۔ "مجھے تمھارا اتاپتا تک تو معلوم نہیں ہے۔"

"تو میں تمھیں بتاؤں گی۔ کل شام تم میرے گھر آنا۔"

"لیکن... گھر میں..." میں جھجک کر رہ گیا۔

"لیکن کیا گھر؟" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہاں تمھارے ڈیڈی ہوں گے۔" میں نے خوف زدہ ہونے کی اداکاری کی۔

"وہ آج کل باہر گئے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر وہ ہوتے تو بھی کیا ہو جاتا۔"

"پتا نہیں کیوں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ بڑے خوف ناک آدمی ہوں گے؟"

"ارے نہیں... وہ تو بڑے خوش اخلاق آدمی ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو تم سے مل کر بہت خوش ہوتے۔"

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔" میں نے یوں کہا جیسے بادل ناخواستہ اس کی بات مانی ہو۔

"پتا نہیں تم کیسے آدمی ہو۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"تت... تم سمجھ نہیں رہی ہو۔" میں نے بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے ڈیڈی کے بارے میں سوچتا ہوں تو پتا نہیں کیوں دل بیٹھنے لگتا ہے۔"

"تم بڑے دقیانوسی آدمی معلوم ہوتے ہو۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"بس... سمجھنے کی کوشش کرو ڈیئر! ممکن ہے تمھارے ڈیڈی بہت اچھے آدمی ہوں مگر میرے ڈیڈی بہت خوف ناک آدمی ہیں۔ جب بھی کسی اور کے ڈیڈی کے بارے میں سوچتا ہوں مجھے اپنے ڈیڈی یاد آ جاتے ہیں۔"

"اچھا!" لگی نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔" میں گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ بہت سخت گیر ہیں۔ غصہ آ جائے تو میری پٹائی شروع کر بیٹھتے ہیں۔"

"تمھاری پٹائی!" اس نے مجھے بے یقینی سے سر سے پیر تک دیکھا۔ "کیا عمر ہوگی انکل کی؟"

"عمر سے کیا ہوتا ہے۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "وہ چیمپئن باکسر رہ چکے ہیں۔"

"لیکن میرے ڈیڈی کبھی باکسر نہیں رہے۔" لگی نے بے ساختہ کہا۔ "وہ تو کسی سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔ اپنی سرکاری مصروفیات کے باعث وہ اکثر ملک سے باہر رہتے ہیں۔ کاش وہ اس وقت ملک سے باہر نہ ہوتے تو میں تمھیں ان سے ملواتی۔ مجھے یقین ہے ان سے مل کر تمھارا سارا خوف دور ہو جاتا۔"

"تم نے تو میرے دل میں آتش شوق بھڑکا دی ہے۔ اب میرا جی چاہ رہا ہے کہ تمھارے ڈیڈی سے جلد از جلد ملاقات کر لوں۔"

"تو کل شام ہمارے گھر آ رہے ہو؟" اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میں نے بے پناہ خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ لگی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس سے ملاقات کے تصور سے خوش ہو رہا ہوں لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اس کی نادانی سے مجھے سب سے بڑے دشمن کے خلاف کام کرنے کا کتنا سنہری موقع مل رہا ہے۔

دوسرے راؤنڈ کے اختتام پر ہم اپنی میزوں کی طرف پلٹ آئے۔ جوڈی بڑے موڈ میں تھی۔ اس نے لگی سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ لگی بڑی بے باکی سے اسے جوابات دے رہی تھی۔ پھر رقص کا تیسرا راؤنڈ شروع ہوا تو کسی شخص نے جوڈی سے رقص کی درخواست

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور وہاں پر قائم حکومت امریکی حکومت کے زیرِ اثر تھی۔
پانچ گھنٹے کی اعصاب شکن جدوجہد کے بعد مجھے کام کی صرف ایک بات معلوم ہو سکی تھی اور وہ کارآمد بات یہ تھی کہ اولیو پاورڈ دولت شفٹ کروانے میں مصروف کار تھا۔

میں نے ڈائری واپس رکھی اور اس کے بعد خواب گاہ کی ہر چیز کو پہلی ترتیب کے مطابق سیٹ کر کے باہر نکل آیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے تہذیب عالم ایکس کی تلاش میں اولیو پاورڈ کے تعاقب میں شی گورائے جانا ہو گا لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں یہ تجسس بھی انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگا تھا کہ آخر اولیو پاورڈ شی گورائے میں کیا کر رہا ہے۔ تل ابیب میں رہ کر میں اس کے بارے میں معلومات بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا اور مجھے اس حقیقت کا نہ صرف بخوبی اندازہ تھا بلکہ میں نے اپنا آئندہ کا لائحہ عمل بھی ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔

مکی کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو صبح کے چھ بج رہے تھے۔ مکی بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے کمرے کی کھڑکیاں بند کیں اور پھر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد مکی کو جھنجوڑ کر اٹھانے کی کوشش کی۔
"ہوں، کیا بات ہے؟" وہ خوابیدہ انداز میں بڑبڑائی۔
"میں جا رہا ہوں مکی! صبح ہو گئی۔"
وہ اچانک ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی پہلے تو وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ شاید خواب اور الکحل کا اثر اس کے سسٹم پر ابھی تک موجود تھا۔ مجھے پہچاننے میں اسے دشواری ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن تھی پھر شاید اسے پچھلی رات کے واقعات یاد آ گئے۔ "ہاں، ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔" اس نے بمشکل کہا اور دوبارہ لیٹ کر سو گئی۔

میں نیچے اتر آیا۔ ملازمین جاگ گئے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ انھیں میری کار دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں یہیں موجود ہوں۔ ملازموں نے میرے لیے گیٹ کھولا اور میں کار میں لیو پاورڈ کے گھر سے نکل آیا۔

صبح کے وقت تل ابیب کی سڑکوں پر اکا دکا ہی گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میں جلد ہی گھر پہنچ گیا۔ فلیٹ کا دروازہ ڈینس کی چھوٹی بہن بیکی نے کھولا تھا۔ ڈینس اور ہیلی ابھی تک سو رہی تھیں۔
"رات بھر کہاں رہے بھیا؟" اس نے افسردگی سے پوچھا۔
میں نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ مرجھائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ وہ گھریلو قسم کی لڑکی تھی اور اپنے بھائی کی طرف سے کچھ زیادہ ہی فکر مند تھی۔ اس کے علاوہ آج کل ہیلی بھی گھر سے نہیں نکل رہی تھی لہٰذا وہ بھی بیکی کے ہی کان کھاتی رہتی ہو گی۔
"ایک کام سے رکنا پڑ گیا تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن تم اتنی پریشان کیوں ہو بھئی؟"

"میں تنہا تو پریشان نہیں ہوں بھیا۔ ہم سب ہی پریشان ہیں۔ اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ آپ رات بھر گھر سے غائب رہے ہوں۔"
"حالات کے ساتھ ساتھ آدمی میں بعض تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔"
"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں بھیا!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن ان حالات کی ذمے دار میں ہوں۔ ہیلی کے کہنے پر میں نے ہی آپ کو اطلاع دی تھی۔"
"تم نری احمق ہو۔" میں برا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں ایک کام کے سلسلے میں تل ابیب آیا تھا اور کچھ عرصے اسی کام کے سلسلے میں مجھے باہر رکنا پڑ گیا۔ اب بس وہ کام ختم ہونے والا ہے اور چند روز کے اندر اندر میں واپس چلا جاؤں گا۔"
"اگر ایسی کوئی بات تھی تو آپ فون کر کے اطلاع کر سکتے تھے کہ آپ رات میں نہیں آئیں گے۔"
"اوہ، یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ کام میں الجھنے کے بعد خیال ہی نہیں رہا۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔"
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "چلیے میں آپ کے لیے ناشتا تیار کر دوں۔" اس نے کہا۔
"نہیں، ابھی تو میں سوؤں گا۔ اٹھنے کے بعد ناشتا اور کھانا ایک ساتھ ہی ہو گا۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں جا کر صوفے پر دراز ہو گیا۔ مجھے فوراً ہی نیند آ گئی تھی اور اس کے بعد ہیلی کے جگانے پر ہی میں اٹھا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ دن کا ایک بج رہا تھا۔
"کھانا نہیں کھاؤ گے ڈینس؟" ہیلی نے بڑی میٹھی آواز میں کہا۔

میں اس کی ڈھٹائی کا معترف ہو گیا۔ وہ اب بھی مجھے یہ باور کرانے سے باز نہیں آ رہی تھی کہ وہ صرف مجھی سے محبت کرتی ہے۔ "تم چلو میں آ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔
دوپہر کے کھانے پر بیکی موجود نہیں تھی۔ وہ مارکیٹ گئی ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد تنہائی میسر آتے ہی ہیلی نے مجھ سے میری مصروفیات کے بارے میں پوچھا۔
"فکر نہ کرو ہیلی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے بھی تل ابیب میں زیادہ عرصہ تو رہتا نہیں ہوں لیکن اس بار محض تمہاری خاطر جلد از جلد واپس چلا جاؤں گا۔ مجھے احساس ہے کہ محض میری وجہ سے تمہاری مصروفیات میں خلل پڑ رہا ہے۔"
"میں بہت پریشان ہوں ڈینس!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "میری طرف سے تمہارے خیالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ اب کچھ بھی کر لوں تمہارا ذہن میری طرف سے صاف نہیں ہو سکتا۔"
"حقیقت سے ہیلی۔ تم نے اس کی گنجائش بھی تو نہیں چھوڑی۔" میں نے جواب دیا۔
"یہ نوبت آ ہی گئی ہے تو تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"
"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ابھی مجھے تھوڑا سا وقت چاہیے۔" میں نے خشک لہجے میں کہہ کر گفتگو ختم کر دی۔
اسی روز شام کو میں نے فون کر کے مکی کو ملاقات کے لیے ریستوران میں بلا لیا۔ اس کے گھر جانے سے مجھے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔
"تم صبح ہی صبح کہاں فرار ہو گئے تھے؟" مکی آتے ہی برس پڑی۔ "کم از کم میرے اٹھنے کا ہی انتظار کر لیا ہوتا۔"
"ارے، تم کیوں مجھے مروا دینے کے درپے ہو رہی ہو؟" میں نے ہنس کر کہا۔ "اگر ڈیڈی کو پتا چل جاتا کہ میں نے تمہارے ساتھ رات گزاری ہے تو جانے کیا ہو گیا ہوتا؟"
"وہ ہاں، تمہارے ڈیڈی!" وہ فکر مند ہو گئی۔ "انھوں نے کچھ کہا نہیں؟"
"بس قسمت تھی کہ بچ گیا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "رات کو ان کی طبیعت خراب تھی اس لیے جلدی سو گئے تھے۔ صبح ان کے اٹھنے سے پہلے ہی میں گھر پہنچ گیا تھا۔ ممی نے خود دروازہ کھولا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ رات بھر کی غیر حاضری سے ڈیڈی کو بے خبر رکھیں گی۔"
"شکر ہے۔" اس نے ایک طویل سانس لی۔ "ورنہ مجھے تو ڈر تھا کہ تم سے ملنے کسی اسپتال ہی نہ جانا پڑے۔"
"ارے جاؤ، بڑی آئیں میری فکر کرنے والی۔" میں نے بڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ "اگر میری ایسی ہی فکر ہوتی تو مجھے [illegible] کہتیں۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے اس وقت واقعی تمہارا خیال نہیں رہا تھا۔" اس کے لہجے میں گہری شرمندگی تھی۔
"چلو کوئی بات نہیں۔" میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "آئندہ خیال رکھنا۔"
"لیکن ڈارلنگ! ایک بات نے مجھے صبح سے پریشان کر رکھا ہے۔" وہ الجھن آمیز لہجے میں بولی۔
"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔
"کل رات مجھے جس طرح نیند آئی وہ میرے لیے عجیب ہے۔"
"بھلا نیند آنے میں کیا عجیب بات ہو سکتی ہے؟"
"میں دیر سے سونے کی عادی ہوں اور پھر مجھے بستر پر لیٹنے کے بعد جلد نیند بھی نہیں آتی۔"
"میں بالکل نہیں سمجھا، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"
"خیر چھوڑو، میں شاید تمہیں یہ بات سمجھا بھی نہیں سکتی لیکن کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔ میری ایک قیمتی رات ہی تو ضائع ہو گئی ہے۔ ابھی بہت زندگی پڑی ہے اور بھی بہت سی راتیں آئیں گی۔"
اس کے لہجے نے مجھے چونکا دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میری سرد مہری نے اس کی آتش شوق بھڑکا دی تھی۔ یہ بات اگرچہ باعث تشویش تھی مگر ساتھ ہی اس کی یہ اشتیاقی کیفیت میرے لیے فائدہ مند بھی ثابت ہو سکتی تھی۔
"میں نے اس وقت تمہیں ایک خاص بات بتانے کے لیے یہاں بلایا ہے۔" میں نے کہا۔
"بتاؤ۔" وہ سراپا اشتیاق بن گئی۔
"شاید میں نے تمہیں بتایا ہو کہ میں نے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی ہے۔"
"ہاں، تم نے بتایا تھا، پھر؟"
"آج میں ایک کمپنی میں ملازمت کے لیے انٹرویو دینے گیا تھا۔"
"پھر کیا ہوا؟ ملازمت مل گئی؟" اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔
"ہاں مجھے ملازمت مل گئی ہے۔"
"مبارک ہو!" وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ "اس خوشی میں میں تمہیں پارٹی دوں گی۔"
"پوری بات تو سن لو۔ ملازمت تو مجھے مل گئی ہے مگر اس کے لیے مجھے اسرائیل سے باہر کام کرنا ہو گا۔"
"اوہ!" وہ اچانک ہی مرجھا گئی۔ "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔
"میں نے ملازمت قبول کر لی ہے۔ میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے ظالم باپ سے دور ہی چلا جاؤں۔"
"تم نے میرے بارے میں نہیں سوچا ڈینس!" وہ پژمردگی سے بولی۔ "تمہارے بغیر تل ابیب میں میرا دل کیسے لگے گا؟"
"میں نے دل پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے ورنہ جی تو اب بھی یہی چاہ رہا ہے کہ ان لوگوں سے معذرت کر لوں۔"
"لیکن میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تمہیں جانا کہاں ہے؟"
"مجھے افریقہ کے ملک شی گورائے جانا ہو گا۔"
"شی گورائے!" مکی حیرت سے اچھل پڑی۔
"ہاں!" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔ "مگر تمہیں کیوں حیرت ہو رہی ہے؟"
"میرا خیال ہے کہ ڈیڈی بھی شی گورائے ہی میں مصروف کار ہیں۔"
"مگر اس سے پہلے تو تم نے یہ بات مجھے نہیں بتائی تھی؟"
"ڈیڈی نے بھی مجھے نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں لیکن کسی نے کسی وقت اسی علاقے کا نام لیا تھا جو بعد میں میرے

ذہن سے نکل گیا تھا۔ اب تمہارے منہ سے یہ نام سن کر مجھے یاد آ گیا کہ ڈیڈی بھی وہیں ہیں۔ میرا خیال ہے میں ممی سے شی گورا نے جانے کی اجازت لے لوں۔ شی گورا نے میں تم مجھ سے ملو گے نا؟"

"نن... نہیں" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم کو اگر چلنا ہے تو میرے ساتھ چلو۔ تم وہاں اپنے ڈیڈ... ڈیڈی سے نہیں ملو گی؟"

"بہت ڈرپوک ہو" نکی نے ہنس کر کہا۔ "چلو اگر تم نہیں چاہتے تو میں ممی کو یہ بھی نہیں بتاؤں گی کہ میں شی گورا نے جا رہی ہوں۔ میں ان سے کوئی اور بہانہ کر دوں گی۔ لیکن شی گورا نے جانے کے لیے تمہیں انتظامات بھی تو کرنے ہوں گے؟"

"بالکل کرنے ہوں گے" میں نے کہا۔ "اور تم ابھی سوچ لو کیا تم یہ انتظامات کر سکو گی؟"

"تم میری مدد نہیں کرو گے ڈینس؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں اس سلسلے میں سامنے نہیں آ سکتا۔ کمپنی ہرگز یہ پسند نہیں کرے گی کہ میں اپنی ذمے داریوں میں کسی لڑکی کو بھی شریک کروں۔"

"میں سمجھ گئی! تم مطمئن رہو۔ میں خود ہی سب کچھ کر لوں گی۔ میرے لیے یہ زیادہ مشکل بھی نہیں ہوگا۔ تم ڈیڈی کو نہیں جانتے وہ تل ابیب کی بہت بڑی شخصیت ہیں۔ اگرچہ انھیں ڈیفنس کالونی میں سرکاری رہائش گاہ مل رہی تھی مگر انھوں نے عام لوگوں کے درمیان رہنے کو ترجیح دی۔ انھوں نے سرکاری محافظت کی پیشکش بھی رد کر دی۔ ڈیڈی کا مقولہ ہے کہ جو لوگ خود کو ضرورت سے زیادہ حفاظتی خول میں لپیٹ کر رکھتے ہیں وہی حقیقت میں بھی گرفتار ہوتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہارے ڈیڈی اتنے گریٹ آدمی ہوں گے۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "لیکن نہیں" میں بڑبڑایا "غلطی میری ہے۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تم جیسی گریٹ لڑکی کے ڈیڈی بھی کوئی گریٹ آدمی ہی ہوں گے۔"

اس کی آنکھوں میں اپنی تعریف سن کر چمک پیدا ہو گئی۔ "ہاں۔ وہ واقعی گریٹ ہیں اور ان کے تعلقات بھی بے حد وسیع ہیں۔ میں بآسانی سارے انتظامات کر لوں گی۔"

"اس سے اچھی اور کیا بات ہوگی۔ تم اپنی روانگی کے انتظامات کر لو پھر ہم شی گورا نے چلیں گے۔"

نکی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ خوش تو میں بھی تھا مگر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ میرا تل ابیب آنا بالکل ہی رائیگاں نہیں گیا تھا۔ اس حد تک کامیابی کوئی کم تو نہیں تھی کہ اولیور ہارڈ کی بیٹی اب پوری طرح میرے قابو میں تھی۔ اولیور ہارڈ کے بارے میں زیادہ معلومات اگرچہ

نہیں حاصل ہو سکی تھیں تاہم جتنا کچھ معلوم ہو گیا تھا آگے بڑھنے کے لیے وہی کافی تھا۔ ورنہ گاڑی بالکل ٹھپ ہو کر رہ جاتی۔

اس روز نکی سے رخصت ہونے کے بعد میں نے شہر سے چند کتابیں اور نقشے خریدے۔ میں شی گورا نے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ نقشوں سے پتا چلا کہ شی گورا نے اگرچہ مالاکی سرحد پر ایک پہاڑی علاقہ ہے مگر ایک تو نہ سکون محسوس ہوا میں شی گورا نے سے بآسانی گزر کر جا سکتا تھا۔ وہاں جنرل ٹیری موجود تھا اور کسی بھی مشکل وقت میں میرے لیے مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ جنرل ٹیری کو بتانا اچھا نہیں لگتا تھا لیکن ایک بار اس سے ملنا بے حد ضروری تھا۔ ڈینس کی رہائی کی اور کوئی صورت بھی تو نہیں تھی۔

اگلے روز شام کے وقت میں پھر نکی سے ملا۔ اس نے بتایا کہ اس نے اپنی ممی سے شی گورا نے جانے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ "ڈیڈی وہاں کسی سرکاری کام کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں اور وہاں جنرل کے مہمان ہیں۔ جنرل بھی شی گورا نے میں ہے۔ میں بہت خوش ہوں ڈینس! بہت عرصے کے بعد مجھے باہر نکلنے کا موقع مل رہا ہے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کتنا مزہ آئے گا۔"

"تم نے اپنی ممی سے یہ نہیں پوچھا کہ تمہارے ڈیڈی شی گورا نے میں کب تک رہیں گے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ انھیں بس یہی معلوم ہے کہ وہ کسی کام سے وہاں گئے ہیں اور ابھی کافی عرصے وہیں رہیں گے۔ مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ اگر میں چاہوں تو وہ ڈیڈی کو میری آمد سے مطلع کر دیں مگر میں نے انھیں منع کر دیا۔ میں نے کہا کہ اچانک ان سے مل کر انھیں متحیر کر دینا چاہتی ہوں۔ ان سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں نے دو تین فون کر کے معلومات حاصل کیں۔ میرے کاغذات بآسانی مکمل ہو جائیں گے۔"

"اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے روانہ ہونے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں اپنی تیاریاں مکمل کر لوں تاکہ تم جب بھی کہو میں تمہارے ساتھ روانہ ہو سکوں۔"

میں سر کو جنبش دے کر مسکرا دیا۔ میرے لیے ایک مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ مجھے شی گورا نے جانے کے لیے جواز بھی پیدا کرنا تھا اور سرکاری محکموں سے اجازت بھی لینی تھی۔ اگرچہ سیاح کی حیثیت سے میرے کاغذات مکمل تھے لیکن شی گورا نے جانے کا جواز پیدا کرنے کے لیے مغز ماری تو کرنی ہی پڑتی۔

آخر ایک ترکیب میری سمجھ میں آ گئی۔ اگلے روز میں نے گریے اسٹون کمپنی کا پتا معلوم کیا اور وہاں جا پہنچا۔ وہاں میں

مسٹر ٹوبیس سے ہوئی۔ میں نے ان سے معلوم کیا کہ آئندہ اسٹون کمپنی میں میری ملازمت برقرار رہنے کا کوئی امکان ہے یا نہیں۔

"دراصل مجھے اسٹون کے مالک موشے ہیرو ہیں اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کا کاروبار سنبھالنے کے لیے صرف ان کی بیٹی ہیں جو ذہنی طور پر معطل ہو کر رہ گئی ہیں چنانچہ ابھی حالات غیر یقینی ہیں۔ ممکن ہے حکومت اسرائیل کمپنی کو اپنی تحویل میں لے لے۔ بہرحال غیر یقینی صورت حال ختم ہونے کے بعد آپ کی بات کا کوئی حتمی جواب دیا جا سکے گا۔"

"گویا میں اپنے طور پر کہیں آنے جانے کے لیے آزاد ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اور یہ اطلاع فوراً تمام ملازمین کو دے دی گئی ہے۔ فی الحال تمام لوگ چھٹی پر ہیں۔ چھٹی کے دوران کا معاوضہ بعد میں ادا کیا جائے گا۔"

"چھٹی گزارنے کے لیے اگر میں کسی اور ملک جانا چاہوں تو کیا کمپنی کے ذریعے اس کے انتظامات ہو سکیں گے؟"

"کمپنی کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا" مسٹر ٹوبیس نے خوش دلانہ انداز میں کہا۔ "آپ صرف یہ بتا دیں کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے مسٹر ٹوبیس کو شی گورا نے کا نام بتا دیا۔ مسٹر ٹوبیس نے بغیر کسی حجت کے قبول کر لیا تھا۔ اس طرح میرا یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

گریے اسٹون کمپنی کے دفتر سے باہر نکل کر میں اس جانب بڑھا جہاں میں نے اپنی کار پارک کی تھی۔ پارکنگ کی جگہ نہ ملنے کے باعث مجھے کار خاصے فاصلے پر پارک کرنا پڑی تھی۔ کار سے کچھ دور تھا کہ عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "ارے یہ تم ہو گولڈ... مجھے نظر انداز کر کے کہاں نکلے چلے جا رہے ہو؟"

میں اپنے خیالوں میں گم تھا۔ آواز سن کر میں چونک کے مڑا۔ پہلی نظر میں، میں اسے نہیں پہچان سکا تھا مگر میں اسے دیکھ کر بھی فوری طور پر شناخت نہیں کر سکا۔

"ارے کیا اب پہچانو گے بھی نہیں؟" وہ بڑی بے تکلفی سے بولی۔ "میں... نکی آئنسٹائن۔"

میں اس کے اس طرح ملنے پر جھنجلا گیا۔ مجھے اس وقت اس کا ملنا بالکل اچھا نہیں لگا تھا لیکن میں نے اس پر اپنی جھنجلاہٹ ظاہر نہیں ہونے دی۔ "معاف کرنا میں ایک خیال میں کھویا ہوا تھا اس لیے تمہیں فوری طور پر نہیں پہچان سکا۔"

"تمہاری ٹیکسی کہاں ہے؟" اس نے میرا خیر مقدم کیا۔

"فروخت کر دی" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"اتنی اچھی ٹیکسی کیوں فروخت کر دی؟" وہ حیران ہو کر بولی۔

"میرا جی چاہا۔ اس سے کہہ دوں کہ مجھے پاگل کتے نے کاٹا تھا اس لیے فروخت کر دی مگر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ "ہنگامی طور پر رقم کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ اس لیے فروخت کر دی۔"

"پھر اب کیا کر رہے ہو؟"

"ملازمت تلاش کر رہا ہوں۔ ابھی گریے اسٹون کمپنی میں انٹرویو دے کر آ رہا ہوں۔"

"تم نے مجھ سے تذکرہ تو کیا ہوتا" وہ مشفقانہ انداز میں بولی۔ "میں نے تمہیں فون نمبر بھی دیا تھا۔ میرا فلیٹ بھی تم دیکھ چکے ہو۔ لیکن شاید تم نے مجھے کسی قابل ہی نہیں سمجھا۔"

"تم کیا کرتیں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہارے لیے رقم کا بندوبست بھی کر سکتی تھی اور ملازمت کا بھی۔ تمہیں اپنی ٹیکسی تو نہ بیچنی پڑتی۔"

"تم؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "تم بھلا اتنی بڑی رقم کا بندوبست کیسے کرتیں؟"

"حیران کن بات تو ہے مگر اب ہم مزید گفتگو کسی ریستوران میں بیٹھ کر کریں گے۔ دوپہر کے کھانے کا وقت بھی ہو گیا ہے۔"

میں بھی یہ سوچ کر اس کے ساتھ چل پڑا کہ میرے پاس وقت کی کمی تو ہے نہیں۔ کیوں نہ تھوڑا سا وقت تفریحاً اس کی نذر بھی کر دیا جائے۔

ایک ریستوران میں پہنچ کر ہم آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ نکی آئنسٹائن نے کھانے کا آرڈر دے دیا تھا۔ "تم اس بات پر حیران ہو رہے ہوگے کہ اگر میرے پاس اتنی بڑی رقم ہے تو میں کار کیوں نہیں خرید لیتی۔ کیوں۔ یہی بات ہے نا؟" اس نے پوچھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے اعتراف کیا۔ "میں واقعی یہی سوچ رہا تھا۔"

"تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟" وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی۔

"ہرگز نہیں" میں جلدی سے بولا۔ اس کے باوجود میری حیرت اپنی جگہ موجود ہے۔"

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ تم نے مجھے جھوٹا نہیں سمجھا۔ کار کی میرے لیے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میرے ڈیڈی بہت امیر آدمی ہیں لیکن ان سے کچھ اختلافات کے باعث میں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتی ہوں۔ ڈیڈی مجھے بہت چاہتے ہیں۔ علیحدگی کے بعد بھی انھوں نے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کی مگر میں نے انکار کر دیا۔ آج بھی اگر انھیں صرف یہ علم ہو جائے کہ ان کی بیٹی کو کسی مدد کی ضرورت ہے تو مجھے کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

پڑنے گی۔"

"تم تو چھپی رستم نکلیں۔" میں نے کہا۔

"نہ تو میں رستم ہوں اور نہ ہی خود کو کسی سے چھپانے کی کوشش کرتی ہوں۔" اس نے بڑی سادگی سے کہا۔ "میں نے پہلے بھی تو ان سے کبھی مدد طلب نہیں کی لیکن اگر میرے کسی محسن کو ضرورت ہو تو میں ڈیڈی سے کسی قسم کی سفارش کرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاؤں گی۔ میری انا میرے کسی محسن پر مقدم نہیں ہو سکتی۔"

"کیا بے پر کی اڑا رہی ہو؟" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "کہاں کا محسن اور کیسا محسن!"

"تم نے ان درندوں کے چنگل سے بچا کر مجھ پر جو احسان کیا ہے..."

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ میری عادت ہے۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا میں اس کی مدد ضرور کرتا۔"

"ہاں، تم بہت فیاض ہو۔ مدد کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ کس کی مدد کر رہے ہو۔ مگر تمہیں یہ یقین ہونا چاہیے کہ جس کی تم مدد کر رہے ہو وہ واقعی مدد کا مستحق ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"میں کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"تمہاری گفتگو کے انداز سے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم میری مدد قبول کرنے سے گریز کر رہے ہو؟"

"جو کام میں اپنی مرضی سے کرتا ہوں اس کا معاوضہ لینا پسند نہیں کرتا۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔" وہ اداسی سے بولی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی عمل سے تمہارے کسی احسان کا بدلہ چکا سکوں گی۔"

"تو اب تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" میں نے اکتاتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"میں تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔"

"اسی حوالے سے کہ میں نے تمہاری مدد کی تھی۔"

"وہ تو محض ہماری شناسائی کا ایک بہانہ تھا اور اب اگر میں تمہارے کسی کام آسکی تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔"

"تمہارے ڈیڈی کیا کاروبار کرتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہت طویل فہرست ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "اگر تم رضامندی ظاہر کر دو تو تمہیں اپنی مرضی کی ملازمت مل سکے گی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے ملازمت کی تلاش ہے اور اب اس سے پیچھا چھڑانے کی سب سے عمدہ ترکیب یہی تھی کہ میں ملازمت کرنے کی حامی بھر لوں۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ وہ یونہی مجھ سے بحث کیے جاتی۔ "ملازمت کی نوعیت معلوم کیے بغیر بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"گویا تم تیار ہو۔" وہ خوش ہو گئی۔ "آج شام میں ڈیڈی سے تمہاری ملاقات کرا دوں گی۔ فکر نہ کرو۔ ان کے پاس ملازمتوں کی کمی نہیں ہے۔ جیسی ملازمت تم چاہو گے، ویسی ہی مل جائے گی۔"

"اس ملازمت کے لیے مجھے کیا تیاریاں کرنا ہوں گی؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس یہاں سے کھانا کھا کر تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گی اور شام کو ہم اکٹھے ہی ڈیڈی سے ملنے چلیں گے۔"

کھانے کے بعد وہ مجھے اپنے فلیٹ پر لے گئی۔ فلیٹ چھوٹا سا تھا مگر اس کی سج دھج دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"تمہاری ماہانہ آمدنی کیا ہے؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

وہ ہنس پڑی۔ "یہ فلیٹ جو تم دیکھ رہے ہو، یہ میرے ڈیڈی کا ہے اور یہ وہ واحد سہولت ہے جو میں نے قبول کی ہے مگر اس کا باقاعدہ کرایہ ادا کرتی ہوں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ وہ واقعی باکردار لڑکی تھی۔

"تمہارے ڈیڈی سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بتانا بہت مشکل ہے۔ ان کی مصروفیات اس قدر ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ پتا ہی نہیں چلتا کہ کب کہاں ہوں گے۔"

"پھر ان سے ملاقات کیسے ہو گی؟"

"دیکھو، شام کو ان کی تلاش میں نکلیں گے۔ قسمت نے یاوری کی تو کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔"

وہ چند گھنٹے میں نے للی آندرے کے فلیٹ میں گزارے۔ وہ بہت سلجھی ہوئی لڑکی ثابت ہوئی۔ مجھے اس بات کا قلق ہونے لگا کہ میں نے اسے بھی ابتدا میں عام لڑکیوں کی طرح کیوں تصور کیا تھا۔

شام کو سورج غروب ہونے کے بعد ہم فلیٹ سے نکلے۔

"تمہیں جلدی تو نہیں ہے؟" للی نے مجھ سے پوچھا۔ "ارادہ یہ ہے کہ پہلے کہیں کھانا کھا لیا جائے پھر ڈیڈی کی طرف چلیں گے۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

ہم نے ایک عمدہ سے ریستوران میں کھانا کھایا۔ وہ بل ادا کرنے پر مصر تھی۔ بڑی مشکل سے میں اسے اس بات پر راضی کرنے میں کامیاب ہوا کہ بل میں ہی ادا کروں گا۔ اس کے لیے میں نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے بل مجھے نہ ادا کرنے دیا تو میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

کھانے کے بعد ہم پھر روانہ ہوئے۔ اس بار ہماری منزل ایک عالیشان کلب ثابت ہوا۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کلب کو دیکھا۔ "یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو؟"

"یہ ایک کلب ہے... یہ کلب..." وہ مسکرا کر بولی۔

"میرے ڈیڈی کی ملکیت ہے۔"

"اوہ!" میں واقعی حیران رہ گیا۔ میرے لیے یہ اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ اس ایک ذریعے سے ہونے والی آمدنی ہزاروں ڈالر یومیہ ہوتی ہو گی۔ "ہم یہاں بھی تو کھانا کھا سکتے تھے؟" میں نے کہا۔

"میری محدود آمدنی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں اتنی مہنگی عیاشی کی متحمل ہو سکوں۔"

"اوہ معاف کرنا! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" میں نے خیالت سے کہا۔ "اگر ہم یہاں کھانا کھاتے تو تم سے بل نہ لیا جاتا۔"

"یہی بات ہے۔" اس نے کہا اور کلب کے دربان کی طرف متوجہ ہو گئی جو لپکتا ہوا ہماری طرف آیا تھا۔ للی نے اس سے بڑے بے پروا انداز میں بات کی۔ دربان یقیناً اسے پہچانتا تھا۔

"یہاں داخلے کے لیے کچھ شرائط نہیں ہیں؟" کلب کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے للی سے پوچھا۔

"بہت سخت شرائط ہیں۔ یہاں پر کوئی بھی ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا جو ممبر نہ ہو۔"

"مگر میں تو ممبر نہیں ہوں۔"

"کس کی مجال ہے جو تمہیں روکے۔" وہ ہنس دی۔ "یہاں کے مستقل ممبر کے ساتھ بھی کوئی غیر ممبر اندر نہیں آ سکتا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کلب کے مالک کی بیٹی یا اس کے کسی مہمان کو اندر داخل ہونے سے روکا جا سکے گا۔"

وہ مجھے ڈائننگ ہال میں لے گئی۔ "کھانا تو ہم کھا کر آئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہم یہاں ایک کام سے آئے ہیں۔ کلب کے قواعد و ضوابط کا احترام کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہیں بھی بیٹھ سکتے ہیں۔"

ایک بیرا بھاگم بھاگ میز کی طرف آیا اور اس نے مؤدبانہ انداز میں مینو ہمارے سامنے رکھ دیئے۔

"منیجر کو بھیج دو۔" للی نے مینو ایک طرف سرکاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

"جی!" بیرے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں نے تم سے کہا ہے منیجر کو بھیج دو۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟" للی نے سرد لہجے میں کہا۔

بیرا بوکھلائے ہوئے انداز میں رخصت ہو گیا۔

"یہاں کا ممبر بننے کی کیا شرائط ہیں؟" بیرے کے جانے کے بعد میں نے پوچھا۔

"بہت مہنگا کلب ہے۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "تم اپنی پورے مہینے کی تنخواہ سے یہاں ایک شام بھی نہیں گزار سکتے۔"

"اطلاع کا شکریہ!" میں نے کہا۔ "یہ اندازہ تو مجھے پہلے ہی ... مگر تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اس لیے نہیں پوچھ رہا ہوں کہ میں یہاں کا ممبر بننا چاہتا ہوں بلکہ میں تو صرف معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔"

"یوں سمجھو کہ ہر اسرائیل کا ہر دولت مند شخص اس کلب کا ممبر بننے کا آرزومند ہے لیکن دولت مندی کی حیثیت ثانوی ہے۔ اصل میں تو ممبر بننے کے لیے کوئی بڑا سرکاری افسر ہونا ضروری ہے..."

میرے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ اب مجھ پر للی کی اہمیت پوری طرح آشکارا ہوئی۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں نے اسے پہلے اتنی بری طرح نظر انداز کیوں کر دیا تھا۔ اگر اس کے بارے میں اتنی قیمتی اور تفصیلی معلومات مجھے پہلے روز ہی حاصل ہو گئی ہوتیں تو آج حالات کچھ اور ہوتے۔ میں نے پچھلے دنوں جو وقت برباد کیا تھا اس میں بہت سے کارآمد کام کر سکتا تھا لیکن جو وقت گزر چکا تھا اس پر پچھتانا اور افسوس کرنا فضول تھا۔ اب تو مجھے مستقبل کے بارے میں سوچنا تھا۔ مجھے ملازمت کی ضرورت تو تھی نہیں لہٰذا میں نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اس کے ڈیڈی سے نہیں ملوں گا۔ شن کو ... کا پروگرام التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا اور اس اسٹیج پر للی کے ڈیڈی سے بھی کوئی فائدہ اٹھانا ممکن نہیں تھا بلکہ ان سے ملاقات کی صورت میں فی الحال نقصان ہی کا امکان تھا۔ خواہ مخواہ میری پوزیشن خراب ہو جاتی۔

"کیا سوچنے لگے؟" للی نے ٹہوکا دیا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "میں سوچ رہا تھا پتا نہیں تمہارے ڈیڈی یہاں موجود بھی ہوں گے یا نہیں؟"

"کل اگر میں موجود ہوں تو وہ یہاں ضرور آتے ہیں اور آج کل وہ یہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ لہٰذا اگر وہ ابھی تک کلب نہیں آئے ہیں تو آ ہی جائیں گے ضرور۔"

"او، یہ کلب کب تک کھلا رہتا ہے؟"

"رات کے دو بجے تک۔"

"کیا یہاں جوا بھی ہوتا ہے؟"

اس کے انداز میں ہچکچاہٹ نظر آئی پھر اس نے کہا۔ "ہاں، یہاں جوا بھی ہوتا ہے۔ ڈیڈی سے میرے اختلاف کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ میں جوئے کے کاروبار کی سخت مخالف ہوں لیکن ان کا کہنا ہے کہ صرف وہ جوا برا ہے جو غیر قانونی طور پر کھیلا جائے۔ دراصل ڈیڈی بھی..." وہ ایک لمحے کے لیے رکی پھر بولی۔ "معاف کرنا میں خوامخواہ گھریلو گفتگو کر رہی ہوں۔ دیگر یہودیوں کی طرح ڈیڈی بھی صرف دولت کو اہمیت دیتے ہیں۔ میں اس چیز کی سخت مخالف ہوں۔ پیسہ کمانے میں، دولت بنانے میں کوئی عار نہیں ہے لیکن ایسا بھی کیا کہ آدمی اچھے اور

پیسے کی تیز اس کھو بیٹھے۔"

"کیا تمہاری ممی بھی یہودی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، ممی بھی یہودی تھیں اور میں بھی یہودی ہوں۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم نے یہ کیوں پوچھا؟ کیا اس لیے کہ میرے نظریات یہودیوں سے مختلف ہیں؟"

"نن... نہیں۔" میں گڑبڑا گیا۔ "دراصل میں نے سوچا تھا یہ... خیر چھوڑو۔"

"نہیں بتاؤ، تم نے ممی کے بارے میں سوال کیوں کیا تھا؟"

"ویسے ہی پوچھ لیا تھا بابا... تم تو پیچھے ہی پڑ گئیں۔ یہودیوں کے نظریات سے ہٹ کر بولو گی تو کوئی کیا سوچے گا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔ "مجھے واقعی اس انداز میں نہیں سوچنا چاہیے مگر میں بھی کیا کروں، جو چیز میرا ذہن قبول نہیں کرتا میں اسے کیسے تسلیم کرلوں؟"

"تمہاری بات میں وزن ہے۔" میں نے گفتگو کے اس موڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اور اسی لیے میں سوچ رہا ہوں کہ فی الحال تمہارے ڈیڈی سے نہ ملوں۔"

"کیوں؟" وہ چونک پڑی۔ "تمہاری صحت پر کیا اثر پڑ رہا ہے؟"

"تم نے اپنے ڈیڈی کے بارے میں پہلے کچھ نہیں بتایا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان کے کاروبار میں ایسے کلب وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اس وقت میری جو ذہنی کیفیت ہو رہی ہے اس میں تمہارے ڈیڈی کا سامنا کرنا مناسب نہیں رہے گا۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ایک بار پھر میری مدد قبول کرنے سے فرار ہو رہے ہو؟" اس نے مشکوک نظروں سے مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں! بلکہ یہ محض وقتی گریز ہے۔ ایک آدھ روز میں ذہنی طور پر خود کو تیار کرلوں تو پھر ضرور تمہارے ڈیڈی سے ملوں گا۔"

"اوہ، منیجر آرہا ہے۔" للی نے کہا۔

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ ایک خوش شکل اور وجیہ آدمی تھا۔ ہماری میز کے نزدیک آکر وہ احتراماً جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ "خوش آمدید مس آئنڈے! بڑے عرصے بعد ہمارے کلب کی قسمت جاگی۔" اس نے کہا۔ انداز بڑا فدویانہ تھا۔

"ڈیڈی موجود ہیں؟" للی نے بڑے باوقار انداز میں سوال کیا۔ اس وقت وہ ایک بالکل مختلف لڑکی نظر آرہی تھی۔

"جی ہاں مس آئنڈے، کیا میں انھیں آپ کی آمد کی اطلاع پہنچا دوں؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" للی نے خشک لہجے میں کہا۔ "اور ہمارے لیے چائے بھجوا دو۔"

"ہم... مگر یہ ڈائننگ ہال ہے مس آئنڈے" منیجر پریشان ہوتے انداز میں بولا۔ "اور ڈائننگ ہال میں..."

"چائے سرو نہیں کی جاتی۔ یہی کہنا چاہتے ہو نا تم؟" للی نے اُسے گھورا۔

"جج... جی ہاں۔" منیجر اور زیادہ بوکھلا گیا۔

"تم ایسا کرو کہ چائے کے بجائے کلب کے قواعد و ضوابط کی ایک کاپی مجھے بھجوا دو تاکہ میں اپنی یادداشت تازہ کرسکوں۔" للی طنزیہ لہجے میں بولی۔

منیجر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں ابھر آئی تھیں۔

"جاؤ جاکر چائے بھجواؤ۔" للی غرائی۔ "ہم ابھی میز پر چائے پئیں گے۔"

منیجر سرپٹ دوڑا چلا گیا۔ یقیناً وہ دل ہی دل میں سستا چھوٹ جانے پر خدا کا شکر ادا کر رہا ہوگا۔ "تم نے اس بے چارے کے ساتھ زیادتی کر دی۔" میں نے للی سے کہا۔

"وہ بے چارہ ہے؟" للی نے آنکھیں نکالیں۔ "دیگر یہودیوں کی طرح وہ بھی لالچی ہے۔ مجھے نفرت ہے لالچی لوگوں سے۔"

میں اُسے حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔ وہ کتنے دھڑلے سے یہودیوں کی ذہنیت کو برا بھلا کہے جا رہی تھی...... جبکہ وہ خود بھی یہودی تھی اور ایک میں تھا جو دراصل یہودی نہیں تھا مگر میری زبان پر مصلحتوں نے تالے ڈال رکھے تھے۔ یہودیوں کا بہت بڑا دشمن ہونے کے باوجود میں مارے خوف کے زبان سے ایک لفظ نہیں نکال پا رہا تھا کہ کہیں کوئی میری طرف سے مشکوک نہ ہوجائے۔ یہ اندر کا خوف تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے، خوف کہیں باہر سے نہیں آتا، وہ تو آدمی کے اندر ہوتا ہے۔ آدمی باہر سے کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو لیکن اگر اندر سے کمزور ہے تو ہر لحظہ لرزتا رہتا ہے۔ ان دیکھے اندیشے اور وسوسے اسے ہر آن اپنی گرفت میں لیے رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص باہر سے کمزور مگر اندر سے مضبوط ہو تو اسے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اس کی زندہ مثال میرے سامنے موجود تھی۔ للی کی جرأت کی وجہ سے مجھے اس پر رشک آنے لگا۔

"لیکن ہر جگہ کے کچھ ضابطے ہیں اور ہمیں اخلاقاً ان ضابطوں کا احترام کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے اس جگہ سے ہی اختلاف ہے۔ یہاں جوا کھیلا جاتا ہے۔ جوا کھیلنا بھی اخلاقی جرم ہے۔ میں اس کلب کے اصولوں کی خلاف ورزی کرکے گویا ایک قسم کا احتجاج کر رہی ہوں۔"

منیجر چائے لے آیا تھا۔ اس بار وہ کچھ خوفزدہ سا نظر آرہا تھا۔

شاید منیجر نے اُسے للی کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا مجھے کسی بھی وقت تل ابیب سے شن گویا کے لیے روانہ ہو جانا ہوگا جس کے لیے مجھے رقم کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ اس کی دو تین صورتیں میرے ذہن میں تھیں۔ ایک صورت تو یہ تھی کہ میں ٹرین اسٹیشن کیبن سے رقم لے لیتا جو مجھے بہ آسانی مل جاتی لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ڈینیل کو کوئی مالی نقصان پہنچاؤں۔ اس کے ذریعے میں نے بہت فائدے اٹھا لیے تھے۔ اس کے عوض میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ نکی باورڈ سے کہوں کہ وہ اپنے ہمراہ کچھ رقم لے لے مگر یہ بھی میرے لیے قابل قبول نہیں تھا۔ نکی باورڈ تو خود مجھ پر انحصار کر رہی تھی۔ یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں اس پر اپنی کوئی کمزوری ظاہر کروں۔ تیسری اور آخری صورت یہ تھی کہ میں اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر رقم حاصل کروں اور یہی ایک صورت میرے لیے قابل قبول تھی۔ میرے لیے رقم کا حصول کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن میں تل ابیب میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جس سے میری راہ میں بلاوجہ کے مسائل پیدا ہوں۔ لہٰذا رقم کے حصول کے لیے کوئی ایسا ذریعہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہ رہا تھا جس کے لیے مجھے قانون شکنی کا مرتکب ہونا پڑتا۔ میں ذرہ برابر رسک لینے کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس کے لیے سب سے بہترین طریقہ جوا تھا جسے اس کلب میں سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ میں جوا کھیل کر جو بھی رقم جیتتا وہ میرا قانونی حق ہوتی۔

"تم نے جوئے کے بارے میں سوال کیوں کیا تھا؟" للی نے یوں پوچھا جیسے اس نے میرے خیالات پڑھ لیے ہوں۔ "کیا تم بھی جوا کھیلتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "تمہاری طرح میں بھی جوا کھیلنے کو برا سمجھتا ہوں لیکن اگر مجھے ضرورت پڑ جائے تو میں اپنی ضرورت کی حد تک کھیلنے میں کوئی عار بھی محسوس نہیں کروں گا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ ہنسی۔ "اگر تمہاری بات درست مان لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے ٹیکسی کیوں فروخت کر دی تھی؟ تم اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے جوا بھی کھیل سکتے تھے۔"

ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی ہوا۔ میں نے اس سے ایک جھوٹ بولا تھا اور اب تک اس ضمن میں کئی جھوٹ بول چکا تھا اور اب ایک اور جھوٹ بولنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ "پہلے میں نے یہی کیا تھا۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "جب میں جوئے میں ہار گیا تو مجھے ضرورت پوری کرنے کے لیے ٹیکسی بیچنا پڑی۔"

"تم مذاق کر رہے ہو۔" اس نے یوں کہا جیسے اسے میرے جوا کھیلنے کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا ہو۔

"ابھی مجھے مزید رقم کی ضرورت ہے۔" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "لہٰذا مجھے بتاؤ کہ کیا میں یہاں جوا کھیل سکوں گا؟"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" للی نے تیکھا ہو کر کہا۔

"میں تم سے مشورہ نہیں مانگ رہا۔ صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکو گی؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں تو تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہی تھی... تم نہیں جانتے کہ یہاں..."

"مجھے ہاں یا نہیں میں جواب چاہیے۔" میں نے حتمی انداز میں کہا۔ "میں تشریحات اور وضاحتوں میں الجھنا نہیں چاہتا۔"

"بالکل کھیل سکتے ہو۔" وہ جھنجھلائے لہجے میں بولی۔ "میں بہت ذلیل ہوں، پتا نہیں کب سدھروں گی۔ ہر ایک سے ہمدردی جتا بیٹھتی ہوں۔"

"اب جلدی سے یہ بھی بتا دو کہ یہاں جوا کھیلنے کے لیے کیا شرائط پوری کرنا پڑتی ہیں؟"

"جوا کھیلنے کے لیے ٹوکن حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ ٹوکن صرف امریکن ڈالرز کے عوض حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ٹوکن واپس کرنے پر بھی امریکی ڈالر ہی میں ادائیگی کی جاتی ہے۔"

"کمال ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ جوا ہوتا کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔" للی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ مجھے مختلف راہداریوں سے گزارتی ہوئی ایک وسیع و عریض ہال میں لے گئی۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہاں ہر قسم کے جوئے کا جدید ترین سامان موجود تھا۔ کئی اقسام کی رولیٹ مشینوں کے علاوہ وہاں بے شمار میزیں بھی تھیں جو سب کی سب بھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ ان سب پر تاش کھیلی جا رہی تھی۔ ہر میز پر لڑکیوں کے علاوہ شرابوں کے جام بھی رکھے تھے۔ جوا زور و شور سے ہو رہا تھا اور وہاں کی فضا دھوئیں کی وجہ سے کثیف ہو رہی تھی۔ میں نے پورے ہال پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پہلی ہی نگاہ میں اندازہ کر لیا کہ وہاں کھیلنے والے افراد میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو واقعی صاحب ثروت معلوم ہو رہے تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے لباس تو بہت اعلیٰ زیب تن کر رکھے تھے مگر اپنے انداز و اطوار سے ان کا تعلق اعلیٰ طبقے سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ دیگر کلبوں کی طرح یہاں بھی کلب کی انتظامیہ نے ایسے کرائے کے لوگوں کا بندوبست کر رکھا ہے جو سیدھے سادے لوگوں سے بے ایمانی کے ذریعے روپیہ بٹور

یہاں اب مجھے صحیح طور پر اندازہ ہو رہا تھا کلب کی یہ سیر آمدنی بلا شبہ لاکھوں میں پہنچتی ہو گی۔

"یہاں جوا کھیلنے کے لیے کلب کا ممبر ہونا لازمی نہیں ہے" للی نے کہا۔

"لیکن پہلے تو تم کہہ رہی تھیں کہ کلب میں داخل ہونے کے لیے ممبر ہونا لازمی ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی تھی لیکن اس مخصوص حصے کے لیے یہ رعایت ہے کہ ایک ممبر اپنے ہمراہ ایک آدمی لا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، آؤ واپس چلیں۔"

"کیوں، تم کھیلو گے نہیں؟"

"آج نہیں۔" میں نے کہا۔ پھر کلب سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور للی کو اس کے فلیٹ پر چھوڑ کر میں گرے اسٹون کے دفتر کے پاس اتر گیا۔ میری کار وہیں موجود تھی جہاں میں نے پارک کی تھی۔ کار میں بیٹھ کر میں گھر واپس پہنچ گیا۔

اگلے روز سب سے پہلے میں نے گرے اسٹون کمپنی کے دفتر کا رخ کیا۔ اپنا پاسپورٹ اور دیگر متعلقہ کاغذات میں نے مسٹر ٹومیس کے حوالے کیے اور ان سے پوچھا کہ میرے کاغذات کب تک تیار ہو جائیں گے۔

"میرا خیال ہے تین گھنٹے کے اندر اندر سارا کام مکمل ہو جائے گا۔" مسٹر ٹومیس نے کہا۔

"تین گھنٹے یا تین دن!" میں نے تحیرانہ لہجے میں کہا۔

"گرے اسٹون کمپنی کی ساکھ بھی بہت عمدہ ہے اور سرکاری محکموں میں ہمارا اثر و رسوخ بھی بہت ہے۔" مسٹر ٹومیس نے فخریہ انداز میں بتایا۔ "ہمارے کسی کام میں کبھی تاخیر نہیں ہوتی۔"

"تو میں ایک بجے آجاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"دو بجے۔" مسٹر ٹومیس نے کہا۔ "ایک بجے تو لنچ ٹائم ہو گا۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور دفتر سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس کافی وقت تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ یہ وقت کیوں نہ لی ووڈ کے ساتھ گزارا جائے۔ کل اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہی ہو گی۔ مغربی ماحول کی پروردہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی بے تابی کا علی الاعلان اظہار کیا کرتی تھی۔ اس کی جگہ کوئی مشرقی لڑکی ہوتی تو اپنی بے تابی کو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتی۔

میں لی ووڈ کے گھر پہنچ گیا۔ لکی موجود تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف دوڑ پڑی۔ "کل کہاں غائب رہے؟" اس نے شاکی لہجے میں کہا۔ "میں رات تک انتظار کرتی رہی۔"

"یہاں سے روانگی کے انتظامات میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوفت اٹھانا پڑی۔"

"پتا چا نہیں بتاتے تو کم از کم فون نمبر ہی دے دو تاکہ میں کم از کم فون ہی کر لیا کروں۔"

"تک... کیوں میری جان کے درپے ہو رہی ہو۔" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "ڈیڈی کو پتا چل گیا کہ کوئی لڑکی مجھے فون کرتی ہے تو میری کھال کھینچ کر اس میں بھوسا بھر دیں گے۔"

لکی نے برا سا منہ بنایا۔ "خیر تم یہ بتاؤ کہ تمہاری تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟"

"دو ڈھائی بجے تک کاغذات مل جائیں گے اس کے بعد صرف ٹکٹ کا مرحلہ رہ جائے گا۔"

"گویا ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہو سکیں گے۔" لکی خوشی سے اچھل پڑی۔ "کل صبح یہاں سے سٹی گورباتے کے لیے ایک فلائٹ روانہ ہو گی۔ میں معلومات حاصل کر چکی ہوں۔ میرے کاغذات تو پہلے ہی مکمل ہیں۔ صرف ٹکٹ خریدنا باقی رہ گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں سے واپسی میں، میں تمہارا پاسپورٹ لیتا جاؤں گا اور اپنے ٹکٹ کے ساتھ ہی تمہارا ٹکٹ بھی خرید لوں گا۔"

دوپہر کا کھانا لکی کے گھر پر کھانے کے بعد جب میں گرے اسٹون کمپنی کے دفتر پہنچا تو تین بج رہے تھے۔ مسٹر ٹومیس نے مجھے دیکھتے ہی کاغذات میرے حوالے کر دیے۔ "وش یو گڈ لک مسٹر فرینک۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

کاغذات ہر اعتبار سے مکمل تھے۔ میں ان کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے نکلا اور سیدھا ائیر لائن کے دفتر جا پہنچا۔ اگلے روز صبح پانچ بجے والی فلائٹ کے دو ٹکٹ بہ آسانی مل گئے۔ ہر کام بڑی سہولت سے ہو رہا تھا۔ میں نے لی ووڈ کے گھر جا کر لکی کا ٹکٹ اس کے حوالے کیا۔ "اب میں گھر جا کر روانگی کی تیاریاں کروں گا۔" میں نے اس سے کہا۔ "تم صبح تین بجے ائیرپورٹ پہنچ جانا۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

"تم یہیں آجانا ڈیئر۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔ "ڈرائیور ہم دونوں کو ائیرپورٹ چھوڑ دے گا۔"

"نن... نہیں، ممکن ہے ڈیڈی مجھے چھوڑنے ائیرپورٹ تک جانے کو تیار ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر کیا ہو گا؟"

اس نے بادل نخواستہ ہامی بھر لی۔ اس سے رخصت ہو کر میں گھر واپس آ گیا۔ ٹومیس کی کار اس کی مخصوص جگہ کھڑی کر کے میں نے اس پر الوداعی نگاہ ڈالی اور فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مختصر سے سوٹ کیس میں، میں نے ضروری سامان پیک کیا اور ٹومیس کی بیوی اور ٹومیس کی دونوں بہنوں کو چند سطروں کے لیے خدا حافظ کہہ کر فلیٹ سے نکل آیا۔

اب میں کار استعمال نہیں کر سکتا تھا لہٰذا میں نے صبح کے جانے تک کے لیے ٹومیس سے معافی مانگ کر ایک ٹیکسی انگیج کر لی۔ میرے پاس موجود رقم تیزی سے جواب دیتی جا رہی تھی تاہم ٹیکسی ڈرائیور کو ادائیگی کرنے کے بعد جو رقم میرے پاس بچتی اس سے میں للی کے ساتھ کسی ریستوران میں رات کا کھانا بھی کھایا جا سکتا تھا۔

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے ائیرپورٹ چلنے کو کہا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ راستے میں ایک جگہ سے میں نے للی کو فون کیا۔ وہ فلیٹ پر موجود تھی۔ "تم کہیں جانا مت۔" میں نے اسے اپنا نام بتا کر کہا۔ "میں ایک گھنٹے بعد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

ائیرپورٹ پر میں نے صبح والی فلائٹ کے لیے سوٹ کیس ائیر لائن کے عملے کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے میرے سوٹ کیس پر ٹیگ لگا کر ایک ٹیگ میرے حوالے کر دیا۔ اب مجھے سوٹ کیس کی طرف سے بھی بے فکری ہو گئی تھی۔ میں آزادانہ طور پر للی کے ساتھ کلب جا کر رقم بنا سکتا تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں اور للی کلب پہنچے تو رات کے نو بج چکے تھے۔ "میرے پاس کھیلنے کے لیے رقم نہیں ہے۔ کیا تم ٹوکن حاصل کر سکو گی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"جتنے تم چاہو۔" اس نے کہا۔

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم اس ہال میں داخل ہو گئے جہاں سرکاری سرپرستی میں دوسرے ممالک سے آنے والے جوا کھیلا جاتا تھا۔ کل کی طرح آج بھی وہاں خاصا رش تھا مگر آج چند میزیں خالی بھی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے تیزی سے ہال کا جائزہ لیا۔

ایک میز پر تین افراد بیٹھے فلیش کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک کوئی معزز آدمی معلوم ہوتا تھا جبکہ بقیہ دو کلب کے کرگے تھے۔ بظاہر وہ بھی معزز ہی دکھائی دیتے تھے مگر وہ میری تجربہ کار نگاہوں سے بچ نہیں سکے تھے۔

للی نے میری دلچسپی بھانپ لی۔ "کس اور ٹیبل پر کھیلنا۔" اس نے دبی زبان سے کہا۔ "یہ لوگ چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں۔"

"کوئی بھی ہوا کرے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور اس ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ للی کو بھی میرا ساتھ دینا پڑا تھا۔

"تم ٹوکن منگوا لو۔" میں نے للی سے کہا۔

"ایک منٹ ٹھہرو، میں خود منیجر سے کہہ کر آتی ہوں۔" اس نے کہا اور وہاں سے باہر نکل گئی۔

میں نے نوٹ کیا کہ وہاں میزوں پر جو بیٹھے ہوئے تھے، ہمارا میز کی طرف میں بڑھنا تھا اس کا نمبر تو تھا۔ تو میز پر بیٹھے ہوئے ان دو افراد نے جو کلب کے کرگے تھے میری دلچسپی محسوس کر لی تھی اور وہ مجھے کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔ شاید یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ شکار کتنا موٹا ہے۔ میں للی کی واپسی تک ان سے دور رہنا چاہتا تھا اس لیے میں دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ للی جلد ہی واپس آ گئی۔

"میں نے منیجر سے کہہ دیا ہے۔ وہ دس ہزار ڈالر کے ٹوکن میز نمبر تین پر بھجوا رہا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں، ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہم تین نمبر میز کی طرف بڑھ گئے۔ وہ دونوں افراد کرسیوں سے کھڑے ہو گئے۔ تیسرا شخص بے تعلقی سے بیٹھا رہا۔ "خوش آمدید جناب۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ "تشریف رکھیے۔"

میں نے اور للی نے برابر برابر کرسیاں سنبھال لیں۔ "آپ لوگ شاید پہلی بار یہاں آئے ہیں؟" دوسرے شخص نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میرا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"اگر ہمارا خیال غلط نہیں ہے تو آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ یہاں اونچا کھیل ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"اگر تمہیں یہ شبہ بھی ہو جائے کہ یہاں اونچا کھیل نہیں ہوتا تو ہم فوراً واپس چلے جائیں۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "ذرا ایک بار ہمارے ٹوکن آ جائیں پھر تم دیکھنا یہ سلسلہ رکے گا نہیں۔"

ان دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اسی وقت بیرا ایک ٹرے میں ٹوکن لے کر آیا اور اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی۔

"کھیل تین گڈی سے شروع ہو گا۔" میں نے کہا۔

"بیٹھیے آپ کی مرضی۔" انھوں نے کہا اور بیرے کو اشارہ کیا جس نے کئی گڈیاں لا کر میرے سامنے رکھ دیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان پیک گڈیوں کے اندر بھی نشان زدہ تاش ہوں گے لیکن نئی گڈی کے استعمال کا ایک فائدہ یہ ہوتا کہ ان کی حرکتیں میری نظر میں رہتیں۔ میں نے ایک گڈی منتخب کی اور اپنے ہاتھ سے اسے کھول ڈالا۔ پتے اسی ترتیب میں تھے جس میں کمپنی سے پیک ہو کر آتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھے بغیر پتے پھینٹے اور گڈی کٹوا کر چار افراد کے درمیان پتے بانٹ دیے۔ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ مجھے ایک ایک کارڈ کا علم تھا۔ سب سے بڑے پتے اس تیسرے شخص کے پاس گئے تھے۔

پہلا ہینڈ وہ تیسرا شخص جیتا تھا۔ یقیناً دوسری بار پتے اس نے بانٹے۔ میری تمام تر توجہ پتوں پر مرکوز تھی۔ کھیل ہوتا رہا۔ میں بے پروائی سے کھیل رہا تھا۔ میرے سامنے موجود ٹوکنوں کی ڈھیری تیزی سے گھٹتی جا رہی تھی۔ وہ دونوں ہی شاطر تھے اور مستقل پتے لگا رہے تھے مگر ان کی ایک ایک حرکت پر میری نظر تھی۔ میں نے انھیں ٹوکا نہیں اور نہ ہی میں نے ان پر یہ ظاہر ہونے دیا کہ میں کچھ دیکھ رہا ہوں۔ کبھی کبھی وہ دکھاوے کے لیے ہار بھی جاتے تھے۔ للی پر اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی مگر زبان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب میرے شخص کے سارے ٹوکن ختم ہو گئے اور وہ معذرت کر کے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد کھیل میں تین ہی افراد رہ گئے تھے۔ میرے سامنے بہت تھوڑے سے ٹوکن بچے تھے۔ اور وہ بھی آدھے گھنٹے تک میرا ساتھ دے سکتے۔ میری نگاہ اپنی رسٹ واچ کی طرف اٹھ گئی۔ ایک بج رہا تھا۔ کلب بند ہونے میں صرف ایک گھنٹا باقی رہ گیا تھا اور میں دس ہزار کے خسارے میں تھا۔ میں نے للی کی طرف دیکھا۔ وہ ملتجی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بس... یا اور کھیلو گے؟" ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ اس کا انداز چڑانے والا تھا۔

"ٹوکن اور منگوا دو۔" میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے للی سے کہا۔

للی اٹھ کے بیرے کے پاس گئی اور اس سے کچھ کہہ کے واپس آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میرے سامنے پھر اتنے ہی ٹوکن موجود تھے۔ کھیل دوبارہ شروع ہوا۔ آدھے گھنٹے تک کئی ہینڈ ہارنے کے بعد تو ڈیڑھ بجے کہیں جا کے میں ایک ہینڈ جیتا اور گڈی میرے ہاتھ میں آئی۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے یہ ہینڈ مس کر دیا تو مجھے پھر کوئی موقع نہیں ملے گا۔ اسی ایک ہینڈ میں نہ صرف مجھے اپنے ڈوبے ہوئے تقریباً بارہ ہزار ڈالر ان سے واپس نکلوانے تھے بلکہ مجھے اپنے لیے بھی کم از کم اتنی رقم جیتنی تھی کہ میں شی گو بلنے میں کچھ دن سکون سے گزار سکوں۔ اگر یہ ممکن نہ رہتا تو کیا ہوتا؟ اس کا تصور بھی میرے لیے لرزہ خیز تھا۔ صرف ڈیڑھ گھنٹے بعد ٹکی بادر ڈ ائیر پورٹ پر میری منتظر ہو گی۔ باہر ٹیکسی والا میرا منتظر ہو گا جسے اچھی خاصی رقم ادا کرنی تھی اور جیب میں اتنی رقم بھی نہیں بچی تھی کہ اسے ادائیگی کر سکوں۔ کلب کے بارہ ہزار ڈالر کی خطیر رقم کی ادائیگی کا مسئلہ الگ تھا۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پتے پھینٹے اور انھیں پھینٹ کر گڈی کو کاٹنے کے لیے میز پر رکھ دیا۔ گڈی کاٹی گئی اور پہلی بار یہ اتفاق ہوا کہ میری نگاہ چوک گئی۔ اب مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کس کے پاس کون سے پتے جا رہے ہیں۔

پتے بٹنے کے بعد چالیں چلنے کا مرحلہ شروع ہوا۔ شروع کی چند چالیں حسب معمول بلائنڈ چلی گئیں۔ میں ہر بار چال ڈبل کر دیتا تھا۔ چار چالوں کے بعد ان میں سے ایک نے پتے اٹھائے۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے میں نے اندازہ لگایا اس کے پاس یقیناً بہت بڑے پتے آئے تھے۔ میرے دل کی دھڑکنیں مزید بے ترتیب ہو گئیں۔ اس شخص نے چال ڈبل کر دی تھی۔

اگلی چال کے بعد دوسرے شخص نے بھی پتے اٹھا لیے۔ اس نے بھی اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اندازہ کر لیا کہ اس کے پاس بھی بڑے پتے ہیں۔ میری بے چینی کچھ اور بڑھ گئی۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ ان میں سے کسی کے پاس وہ پتے پہنچ گئے ہوں جو میں نے اپنے لیے لگائے تھے۔

وہ دونوں ہر چال ڈبل کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ میں مسلسل کٹ ہوئے جا رہا تھا اور میں خود بھی ہر بار چال ڈبل کر رہا تھا۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں رہا تھا۔ میں آیا بار کر دینے پر اتر آیا تھا۔ کھیل انتہائی سنسنی خیز حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ ٹوکنوں کی ڈھیریاں تیزی سے میز کے وسط میں منتقل ہو رہی تھیں۔ میں اپنے پتے اٹھا کر دیکھنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں تھا۔ لیکن اپنے پتے دیکھنے سے کب تک گریز کرتا۔ جب میرے سامنے موجود آخری ٹوکن بھی میز کے وسط میں آ گئے تو میں نے دھڑکتے دل سے ہاتھ پتوں کی طرف بڑھایا۔ میں بمشکل اپنے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پانے میں کامیاب ہو پا رہا تھا۔ اس بازی پر بیس ہزار ڈالر کے علاوہ میری عزت بھی داؤ پر لگی ہوئی تھی۔ للی کا حال الگ تباہ تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا؟ بیس ہزار ڈالر کا اصل بوجھ تو اسی کے سر پر تھا۔

میں نے پتے اٹھا کر دیکھے اور دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکل جائے گا۔

تین اکے تھے۔ میرے جسم کا رواں رواں مسرت سے سرشار ہو گیا۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی تھی اور میں نے جو پتے لگائے تھے وہی میرے ہاتھ آئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے دونوں حریفوں میں سے ایک کے پاس تین بادشاہ اور دوسرے کے پاس تین بیگمیں تھیں۔ ایک ہی لمحے میں میں نے اپنے پتوں کا جائزہ لیا اور انھیں الٹی میز پر رکھ دیا۔ مجھ پر تینوں افراد کی نگاہیں مرکوز تھیں۔ ان میں سے دو تو میرے حریف تھے اور تیسری للی۔ تیسری للی آمادہ تھی جس کی مرضی سے میں اس وقت نہ صرف وہاں موجود تھا بلکہ مجھے کھیلنے کا موقع بھی ملا تھا۔ میرے دونوں حریفوں کی نظریں میرے چہرے پر یوں جمی ہوئی تھیں جیسے میرے تاثرات سے میرے پتوں کے بارے میں جان لینا چاہتے ہوں جبکہ للی کی نظروں میں میرے لیے کئی پیغام پوشیدہ تھے۔

پتے میز پر رکھ کے میں نے جان بوجھ کر اپنے دونوں حریفوں کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے للی کو دیکھا۔ میں نے اپنا چہرہ جذبات سے بالکل عاری کر رکھا تھا۔ میرے چہرے سے کسی بات کا اندازہ کرنا ناممکن تھا مگر میں... للی کی آنکھوں میں تحریر پیغام بخوبی پڑھ سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں التجا تھی کہ جتنی رقم اب جیت چکے ہو اس پر فاتحہ پڑھ لوں اور اب کھیل ختم کر دوں۔ میں اس کو وہاں کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ نہ میں بتا سکتا تھا کہ میرے پاس وہ پتے موجود ہیں جن کا توڑ فلیش کی دنیا میں آج تک دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ ان پتوں کی بنیاد پر تو کوئی بینک بھی قرض دینے سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس کے پاس یہ پتے ہوں اسے کہیں خود سے شو کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ تو بس چالیں چلتا رہتا ہے۔ داؤ پر لگی ہوئی رقم میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ داؤ پر جتنی زیادہ رقم ہو گی اتنا ہی ان پتوں کا فائدہ ہو گا۔ میں بھلا للی کو یہ سب باتیں کیسے بتا سکتا تھا۔ میں تو اسے کوئی اشارہ بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ چار آنکھیں میری نگراں تھیں۔

مجھے للی پر ترس آنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے دل میں میرے لیے ہمدردی کا ایک طوفان موجزن ہے۔ وہ تو مجھے ریس میں دوڑنے والا ایک ایسا گھوڑا سمجھ رہی تھی جس کے مقدر میں ہمیشہ ہارنا لکھا ہوتا ہے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میں تو وہ اصل گھوڑا ہوں جو پوری ریس میں سب سے پیچھے دوڑتا ہے اور آخری مراحل میں اچانک سب کو پیچھے چھوڑتا ہوا فاتح آ جاتا ہے۔

"ٹوکن منگواؤ۔" میں نے للی سے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں اب کھیل ختم کر دو۔" للی نے کہا۔ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔ "کلب بند ہونے کا وقت بھی قریب ہے۔"

"تو کیا یہ بازی درمیان میں ہی چھوڑ دوں؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔ پہلے بھی تم بہت ہار چکے ہو۔"

دونوں حریف بڑے غور سے ہماری گفتگو سن رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی۔ "ان کے پاس اپنی آج کی شکست کو جیت میں بدلنے کا یہ آخری موقع ہے اور آپ انھیں اس موقعے سے محروم کر دینا چاہتی ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ میں نے اس کے لہجے میں پوشیدہ طنز کو بخوبی محسوس کر لیا مگر اپنے انداز سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"میرے لیے ہار جیت کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے۔" میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "کھیل کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانا زیادہ اہم ہے۔"

میرے جواب سے ان دونوں کے چہرے کھل اٹھے۔ وہ ایک ہی داؤ میں بہت بڑی رقم جیتنے کے خواب دیکھ رہے تھے جبکہ للی کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں کھیل ختم کیے بغیر نہیں اٹھوں گا۔ وہ شکست خوردہ سے انداز میں اٹھی اور ایک ویٹر کے نزدیک جا کر اس سے کچھ کہنے لگی۔ میں نے اس دوران ہال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ ہال کی رونقیں دم توڑتی جا رہی تھیں اور اب وہاں بہت کم میزیں آباد رہ گئی تھیں۔ ویٹر سے بات کرنے کے بعد للی میز کی طرف پلٹ آئی۔

"میں نے مزید ٹوکنوں کے لیے کہہ دیا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور داخلی دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد دروازے سے جو شخص ہال میں داخل ہوا وہ کلب کا منیجر تھا۔ منیجر سیدھا ہماری میز کی طرف آیا تھا۔

"یہاں تو بہت لمبا کھیل ہو رہا ہے۔" اس نے میز کے وسط میں ٹوکنوں کی ڈھیری کی طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں کہا۔

"میں نے ٹوکن منگوائے تھے۔" للی جارحانہ لہجے میں بولی۔ وہ اچانک ہی ایک بدلی ہوئی لڑکی نظر آنے لگی تھی۔

منیجر گڑبڑا گیا۔ "ہم... میں دراصل یہ بتانے آیا تھا کہ ایک بجے کے بعد مزید ٹوکن نہیں دیے جاتے۔ اس لیے آپ کو جتنی مالیت کے ٹوکن درکار ہوں ابھی بتا دیں۔"

"آج جب تک اس میز پر کھیل ہو رہا ہے یہ اصول معطل رہے گا۔" للی نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر ہمیں مزید ضرورت پڑی تو ہم تمھیں پھر زحمت دیں گے۔"

مینیجر کے چہرے پر زلزلے کے سے تاثرات نظر آئے۔

"م... مسٹر آندرے..."

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔" لی غرائی۔ "دفع ہو جاؤ۔"

مینیجر کی بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر اس کے منہ سے آواز نہیں نکلی۔ اس کے بعد اس نے میرے دونوں حریفوں پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور مڑ کر تیزی سے چلا گیا۔ اب میرے دونوں حریفوں کے چہروں پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ لی نے جس انداز میں مینیجر سے گفتگو کی تھی اس نے انھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"آپ لوگ کون ہیں؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"کیا اس سوال کا ہمارے کھیل سے کوئی تعلق ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ مینیجر انھیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی پیغام دے گیا تھا جس کے نتیجے میں اب وہ مزید کھیلنے سے گریز کر رہے تھے۔

"نن... نہیں۔" وہ بوکھلا گیا۔ "کھیل سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

"یہ بازی ختم ہو جائے تو پھر تعارف بھی ہو جائے گا۔ فی الحال تو کھیل پر توجہ مرکوز رکھو۔"

مزید ٹوکن لگ گئے اور میں نے چال چل دی۔ میں چال دگنی کرنا نہیں بھولا تھا اس لیے کہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ اب وہ لوگ بھاگنے کے چکر میں ہیں۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ پہلے حریف نے دوسرے سے مشورہ لیا تھا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو اپنے پتے دکھائے اور میں نے ان دونوں ہی کے چہروں پر بے پناہ حیرت کے تاثرات دیکھے۔ تین بادشاہ اور میرے بلف نے انھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔ پھر اس حریف نے پتے پھینک دیے جس کے پاس تین بادشاہ تھے۔ اب پھر میری باری تھی۔ میں نے اس بار پھر چال دگنی کر دی۔ میرا حریف متذبذب نظر آنے لگا۔ اس کے پاس کھیل جاری رکھنے کا کوئی جواز بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اب اس کے پاس دو ہی صورتیں رہ گئی تھیں۔ یا تو وہ بھی پتے پھینک دے یا پھر چال سے دگنی رقم کے ٹوکن میز کے وسط میں ڈال کر شو کرا لے۔ آخر اس نے دوسری صورت پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ تین بادشاہ پھینک دینے کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے مطلوبہ رقم کے ٹوکن میز کے وسط میں ڈال دیے۔

"پتے شو کرو۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اسے اپنی شکست کا یقین ہو چکا ہے۔

میں نے بڑی بے پروائی سے پتے الٹ دیے۔ میرے پتے دیکھ کر ان دونوں کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔ چند لمحے وہ بے یقینی سے پتوں کو دیکھتے رہے پھر انھوں نے مجھ پر ایک قہر آلود نظر ڈالی۔

"تم نے بے ایمانی کی ہے۔" مجھ سے شو کرانے والا غرایا۔

میں ٹوکن سمیٹتے سمیٹتے رک گیا۔ "ثابت کرو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے پتے لگائے تھے۔"

"بغیر ثبوت کے منہ سے کوئی بات نکالنے سے گریز کرو۔" میں نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلایا اور اس سے کہا کہ وہ سامنے ٹوکن کیش کرا لائے۔

"یہ بے ایمانی سے جیتی ہوئی رقم تم آسانی سے ہضم نہیں کر سکو گے۔" مجھ سے ہارنے والے حریف نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"تم حد سے گزر رہے ہو۔" میں نے تحمل سے کہا۔ "اگر برداشت نہیں ہوتی تو کھیلتے کیوں ہو؟"

"تم کن لوگوں کے منہ لگ رہے ہو۔" لی نے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

میں نے ان دونوں کی قہر آلود نگاہوں کو نظر انداز کیا اور لی کے ساتھ میز سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مجھے مینیجر کے پاس لے جا رہی تھی۔

"تم نے تو کمال ہی کر دیا۔" کوریڈور میں اس نے مجھ سے کہا۔ اس کی آواز خوشی کی شدت سے کپکپا رہی تھی۔ "جانتے ہو وہ دونوں شارپر ہیں۔"

"میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ اتنے اعلیٰ کلب میں ایسے تھرڈ کلاس لوگوں کا کام کیا ہے۔ وہ تو شارپنگ بھی ڈھنگ سے نہیں کر سکتے۔"

ہم ایک دروازے پر رک گئے۔ وہ مینیجر کے کمرے کا دروازہ تھا۔ لی نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ مینیجر انٹرکام کا ریسیور واپس رکھ رہا تھا۔ شاید اس نے ابھی ابھی کسی سے بات کی تھی۔ لی کو دیکھ کر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"مسٹر آندرے آپ کے ساتھی سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔" مینیجر نے لی سے کہا۔

"کیوں؟" لی کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"م... میں کیا بتا سکتا ہوں۔" مینیجر ہکلایا۔ "میں نے تو ان کی خواہش آپ تک پہنچا دی ہے۔"

"لیکن فی الوقت ڈیڈی سے ملاقات ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔"

"اگر یہ ان کی خواہش ہے تو میں ان سے مل لینے میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

لی نے میری طرف دیکھا پھر مینیجر سے بولی۔ "پہلے مسٹر ڈینس کو ان کی جیتی ہوئی رقم ملنی چاہیے۔"

"ابھی یہیں منگوائے دیتا ہوں۔" مینیجر نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"لی نے جتنی رقم کے ٹوکن لیے تھے وہ رقم کاٹ لیجیے گا۔" میں نے کہا۔

مینیجر نے سر کو اثباتی جنبش دی اور انٹرکام پر کسی کو ہدایات دینے لگا۔ میں اور لی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"ڈیڈی ڈینس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟" لی نے مینیجر سے پوچھا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"

"انھیں یہاں میری موجودگی کے بارے میں کس نے بتایا؟" لی نے پوچھا۔

"شاید دربان نے بتایا ہوگا۔ انھوں نے خود ہی مجھ سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔"

"کیا پوچھا تھا؟"

"آپ کے بارے ہی پوچھ رہے تھے۔ میں نے کہا آپ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ کلب میں ہی تشریف رکھتی ہیں۔ انھوں نے کلب میں آپ کے مشاغل سے متعلق بھی پوچھا۔ میں نے وہ بھی بتا دیا۔"

"پھر انھوں نے کیا کہا؟" لی نے بے تابی سے پوچھا۔

"آپ کے ساتھی کے بارے میں جاننا چاہ رہے تھے۔ ظاہر ہے میں ان سے واقف نہیں تھا لہٰذا میں نے لاعلمی ظاہر کر دی۔"

"تو انھوں نے ڈینس سے ملنے کی خواہش کب ظاہر کی؟"

"ابھی جس وقت آپ میرے کمرے میں داخل ہوئیں اسی وقت میں نے ان سے انٹرکام پر یہ ہدایت وصول کی تھی۔"

کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور ایک باوردی بیرے نے اندر داخل ہو کر مؤدبانہ انداز میں ایک نقرئی طشتری مینیجر کے سامنے رکھ دی۔ طشتری میں امریکی ڈالروں کے بڑے نوٹ رکھے تھے۔ مینیجر نے طشتری میری جانب کھسکا دی۔ میں نے بڑی لاپروائی سے نوٹ اٹھا کر کوٹ کی جیبوں میں ٹھونس لیے۔ میرے اندازے کے مطابق وہ بیس ہزار ڈالر سے زائد رقم تھی۔

"اب اگر آپ پسند کریں تو مسٹر آندرے سے ملاقات کر لیں۔ وہ آپ کے منتظر ہوں گے۔" مینیجر نے پہلی بار مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا ان سے بینڈ باجوں کی گونج میں ملاقات ہوگی؟" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیا مطلب؟" مینیجر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میرا مطلب ہے وہ ہیں کہاں اور ان سے ملاقات کے لیے مجھے کہاں جانا ہوگا؟"

"میرے ساتھ آئیے۔" مینیجر اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ میں اور لی اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلے۔ کئی طویل راہداریوں سے گزرنے کے بعد ہم جس دروازے کے سامنے رکے وہ اپنی لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے کسی ہال کا گیٹ معلوم ہو رہا تھا۔

"مس لی کے ساتھ مسٹر ڈینس ملاقات کے لیے حاضر ہیں۔" مینیجر نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔" یہ آواز دروازے سے آئی۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ دروازے کے اوپر اسپیکر نصب تھا اور یہ آواز اسی اسپیکر سے ابھری تھی۔ "صرف مسٹر ڈینس اندر آ جائیں۔"

میں نے لی کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے الجھن صریح تھی۔ شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ میرے ساتھ اندر جائے یا نہ جائے۔ "تم مینیجر کے آفس میں میرا انتظار کرو۔" میں نے مڑ کر اس سے کہا۔

اس نے متذبذب انداز میں میری طرف دیکھا پھر آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا اور مینیجر کے ساتھ واپسی کے لیے پلٹ پڑی۔ ان کے واپس ہوتے ہی دروازہ کھل گیا۔ "اندر آ جائیے مسٹر ڈینس۔" اسپیکر سے آواز آئی۔

میں اندر داخل ہو گیا۔ وہ ایک وسیع و عریض کمرا تھا۔ فرش پر نفیس قالین بچھا تھا اور چھت پر قیمتی فانوس روشن نظر آ رہے تھے۔ ایک جانب ولایتی میز کے عقب میں کریم کلر کے سوٹ میں ملبوس ایک مختصر سا شخص نظر آیا۔ میں نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس شخص سے بولا۔ "معاف کیجیے گا، مجھے مسٹر آندرے سے ملنا ہے۔"

"میں ہی آندرے ہوں، اس کلب کا مالک۔" اس نے کہا۔ "بیٹھو۔" اس نے میز کے سامنے موجود کرسیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ آندرے ایک دبلا سا شخص ثابت ہوا تھا۔ وہ شخصیت کے اعتبار سے صفر تھا۔ اس کا قد بمشکل ساڑھے پانچ فٹ رہا ہوگا۔ اس کی جسامت بھی ایسی

نہیں تھی جو اُسے نمایاں کرنے کا سبب ہوتی۔ میں اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ یہ منحنی سا شخص کس قدر دولت کا مالک ہوگا کہ اس نے نہ صرف بے پناہ دولت کمائی بلکہ تل ابیب کے سب سے بڑے کلب کا مالک بھی ہے جہاں ملک کے وی آئی پی لوگ تفریح کرنے آتے ہیں۔

"تم حیران ہو رہے ہو گے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟" آندرے نے کہا۔

"للی نے آپ سے اپنے اختلافات کا تذکرہ کیا تھا۔ ممکن ہے آپ میرے ذریعے وہ اختلافات دور کرنا چاہتے ہوں۔"

"ذہین بھی ہو۔" آندرے نے ستائشی انداز میں کہا۔ "میں ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہوں جو گومگو کے عالم میں رہنے کے بجائے اپنا ذہن استعمال کرنے کے عادی ہوں۔ تم نے اپنی معلومات کی روشنی میں جو جواز تلاش کیا ہے وہ مضبوط تو ضرور ہے مگر میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا۔ اصل وجہ کچھ اور ہے۔"

"آپ کے اس جواب نے تو مجھے واقعی حیران کر دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، میں لوگوں کو حیران کر کے بہت خوش ہوتا ہوں۔ اسے میرا کمپلیکس کہہ لو۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے مجھے اپنے کمپلیکس پر گفتگو کرنے کے لیے ہرگز نہیں طلب کیا ہوگا۔"

آندرے کی آنکھوں میں شدید ناگواری نظر آئی۔ غالباً وہ ایسا لہجہ سننے کا عادی نہیں رہا ہوگا۔ لیکن ناگواری کا وہ تاثر لمحاتی تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آنے لگی۔ "میں تمہارا بہت زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بے بی کو گھر بھیج دو۔ پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس کی کلب میں موجودگی کے احساس سے ہی میرا ذہن منتشر ہونے لگتا ہے۔ میں یکسوئی سے گفتگو نہیں کر سکوں گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" میں نے کہا اور اٹھ کر اس کے کمرے سے نکل آیا۔ منیجر کے کمرے تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ للی وہاں موجود تھی۔

"کیا ہوا؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"وہ مجھ سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ تم فی الحال گھر چلی جاؤ۔ میں بعد میں تمہیں تفصیلات بتا دوں گا۔"

"نہیں، تم میری فکر مت کرو۔ خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے میں یہیں رہوں گی۔" للی نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"خدمت کرو گی۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تمہیں فون پر سب کچھ بتا دوں گا۔"

"لیکن اتنی رات کو میں اکیلی کیسے جاؤں گی؟" اس نے پوچھا۔

"باہر ٹیکسی موجود ہے۔ میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں، وہ تمہیں چھوڑ آئے گا۔"

وہ بادل ناخواستہ واپس جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ میں اسے لیے ہوئے باہر ٹیکسی تک آیا۔ ٹیکسی کا ڈرائیور پچھلی نشست پر پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ فضا میں ہلکی سی خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو اٹھایا اور اسے ہدایت کی کہ للی کو اس کے فلیٹ پر چھوڑ کر واپس یہیں آجائے۔ احتیاطاً میں نے اسے طے شدہ رقم بھی ادا کردی تھی۔

"فون کرنا مت بھولنا۔" للی نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو۔ میں فوراً تمہیں مطلع کردوں گا۔"

چند منٹ بعد میں دوبارہ آندرے کے مقابل آرام دہ کرسی پر براجمان تھا۔ "للی چلی گئی ہے۔ میرا خیال ہے اب آپ یکسوئی سے گفتگو کرسکیں گے۔"

"میں دراصل یہ جاننا چاہتا تھا کہ للی سے تمہارے تعلقات کب سے ہیں؟"

"للی سے میرے تعلقات تین چار ملاقاتوں کی حد تک محدود ہیں۔" میں نے کہا۔

"ناممکن!" اس کی آنکھوں سے حیرت جھلک رہی تھی۔ "یہ نہیں ہوسکتا۔"

"میں آپ کی حیرت کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں مسٹر آندرے۔"

"تین چار ملاقاتوں میں وہ کسی سے بھی اس قدر بے تکلف نہیں ہوسکتی۔"

"میں تو ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ ہم میں کوئی زیادہ بے تکلفی ہے۔"

"اس کے باوجود وہ تمہارے ساتھ یہاں چلی آئی۔" آندرے نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "نہ صرف چلی آئی بلکہ تمہیں یہاں جوا بھی کھلایا۔"

"میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ تاہم میں آپ کو اپنے اور للی کے تعلقات کی تفصیل سے آگاہ کیے دیتا ہوں۔" میں نے مختصراً آندرے کو ساری روداد سنادی۔

"تو وہ تمہارا احسان اتارنے کی خاطر تمہیں میرے ذریعے کوئی ملازمت دلوانا چاہتی ہے۔" آندرے نے کہا۔

"جی ہاں، بالکل یہی بات ہے۔ اور جب میں نے اسے منع کیا تو..."

"مسٹر ڈینس، میں بہت اصول پسند آدمی ہوں اور یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی میرے اصول توڑے۔ میری یہی اصول پسندی میرے اور للی کے اختلافات کا باعث ہے۔ اب اس نے تمہاری خاطر میرے کئی اصول پامال کیے ہیں۔"

"آپ یہ کیوں نہیں کہتے مسٹر آندرے کہ آپ کی صاحبزادی بھی آپ ہی کی طرح اصول پسند ہیں بلکہ اس معاملے میں وہ آپ سے کچھ آگے ہی ہیں ورنہ انھوں نے آسائشوں بھری زندگی ٹھکرانے پر آپ سے مصالحت کو ترجیح دی ہوتی۔"

"میں نے تمہیں بحث کرنے کے لیے نہیں بلایا۔" آندرے نے فیصلے انداز میں میز پر ہاتھ مارا۔ "اسے سمجھاؤ کہ آئندہ کلب کا رخ نہ کرے۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر آندرے، میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔ للی اپنی مرضی کی مالک ہے۔ میں اسے کسی چیز سے روک نہیں سکتا۔"

"اس کے عوض میں تمہیں ملازمت دینے کو تیار ہوں۔" آندرے نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

میں اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ للی آندرے کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس اعتبار سے آندرے کی پیشکش کوئی غیر متوقع بات نہیں تھی۔ اپنی اکلوتی بیٹی کے محسن کو ملازمت دے دینا اس کے لیے بڑی بات نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ میری چھٹی حس کسی ان جانے خطرے کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"ملازمت کی نوعیت کیا ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"میرا کاروبار کئی ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ تین چوتھائی دنیا میں میری کمپنیوں کی مصنوعات فروخت ہوتی ہیں۔ تم مجھے کیا سمجھے ہو؟ اس کلب پر مت جاؤ، اس کی تو حیثیت ہی کچھ نہیں ہے۔ یہ تو میرے شوق کی چیز ہے ورنہ میں اربوں پتی ہوں۔"

مجھے معلوم تھا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہودی اسی طرح عالمی منڈیوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں بھی ان کی مصنوعات اسی طرح مقبول ہیں جیسے دیگر ملکوں میں مقبول ہیں۔ اگر صرف مسلمان ہی ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کردیں تو ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو خاصا دھچکا پہنچ سکتا ہے۔

"اگر آپ کا کاروبار پوری دنیا پر محیط ہو تب بھی میں یہ جاننا چاہوں گا کہ مجھے کس نوعیت کی ملازمت ملے گی؟"

"جب مجھے کسی شخص کو ملازم رکھنا ہوتا ہے تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ میں اسے کس نوعیت کی ملازمت دوں گا۔"

"اور جب مجھے کسی کے پاس ملازمت کرنا ہوتی ہے تو مجھے سب سے زیادہ غرض اسی بات سے ہوتی ہے کہ کام کی نوعیت کیا ہوگی۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میرے ملازمین مجھ سے بحث و تمحیص کریں۔"

"اور میں ہر قیمت پر اپنی عزت نفس برقرار رکھنا پسند کرتا ہوں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں ایک اچھے ملازم کی کوئی بھی عادت نہیں ہے۔" آندرے نے رعونت سے کہا۔

"اور یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ آپ میں ایک بھی ایسی خوبی نہیں جو کسی اچھے مالک میں ہونا ضروری ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے میں آپ کے پاس ملازمت نہیں کرسکوں گا۔"

آندرے نے بڑے غور سے مجھے دیکھا۔ "آج تک میں سمجھتا تھا کہ للی بہت سمجھدار لڑکی ہے لیکن اگر اس نے واقعی تمہیں ملازمت دلوانے کی ٹھانی... تو میرے خیال میں اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔"

"میں بھی یہی کچھ سوچ رہا ہوں۔" میں نے نہایت اطمینان سے کہا۔ "میں اس غلط فہمی میں تھا کہ آپ بھی للی کی طرح سمجھدار ہوں گے مگر آپ سے مل کر پتا چلا کہ معاملہ قطعی برعکس ہے۔"

"تم انتہائی احمق، بدتمیز اور نابکار شخص ہو۔ تمہیں گفتگو تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔" آندرے کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہوگیا۔

"للی کے ڈیڈی ہونے کے حوالے سے آپ بہرحال میرے لیے محترم ہیں ورنہ میں آپ کو جوابی کلمات سے ضرور نوازتا۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"تم حد سے زیادہ مغرور آدمی ہو۔ تم جیسے دو ٹکے کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں میرے ملازم ہیں۔ تمہاری اوقات ہی کیا ہے کہ تم مجھ پر طرح طرح کے الزامات عائد کر رہے ہو!"

"ابھی تک میں نے آپ پر ایک بھی الزام عائد نہیں کیا جو کچھ بھی میں نے کہا ہے اس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔" وہ آپے سے باہر ہوگیا۔ "کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ مجھ میں ایسی کوئی خوبی نہیں جو کسی اچھے مالک میں ہونا ضروری ہوتی ہے؟"

"بالکل کہا ہے اور مجھے اس کا یقین بھی ہے۔"

"میں تمہیں اس کی دلیل بھی دے سکتا ہوں کہ تمہاری بات غلط ہے اور اس کا ثبوت بھی پیش کرسکتا ہوں۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ نہ تو میں تمہاری دلیل سن سکوں گا اور نہ ہی کوئی ثبوت دیکھ سکوں گا۔ اول تو میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ اگر وقت ہوتا تو میں تب بھی تمہارے پاس مزید نہ رکتا۔ اس لیے کہ جب مجھے ایک ملازمت کرنی ہی نہیں ہے تو میں بلاوجہ اپنا

وقت فضولیات میں کیوں ضائع کروں۔"

"اب تم یہ جتانا چاہ رہے ہو کہ تم مجھ سے بھی زیادہ مصروف آدمی ہو۔"

"میں تو صرف یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اب میں یہاں سے جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس کمرے میں نہ تو کوئی شخص اپنی مرضی سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے باہر نکل سکتا ہے۔ یہاں صرف میری حکمرانی ہے۔"

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے سو فیصد حقیقت ہے مگر میں کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "کیا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"چیلنج کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں تو چھوٹے آدمی کو منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔ اگر مجھے تم کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں دھکے دلوا کر سڑک پر پھنکوا دیتا۔"

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"کیا کہا تم نے؟" آندرے بھڑک اٹھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو اور پھر مجھے اجازت دو۔ مجھے بہت سے کام ہیں۔"

"مسٹر ڈینس! میں بہت باخبر آدمی کہلاتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے کھیل کے دوران شارپنگ کیوں کی تھی؟"

اب مجھے اندازہ ہوا کہ اس کی مجھ میں دلچسپی کی کیا وجہ تھی لیکن بظاہر میں نے غصے سے کہا۔ "یہ الزام مجھ پر میرے حریف کھلاڑی نے بھی عائد کیا تھا۔"

"یہ الزام نہیں ہے مسٹر ڈینس، یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

"مجھے بتاؤ، میری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"تم نے خود تین اکے رکھے تھے اور ان دونوں کو تین بادشاہ اور تین بیگمیں دی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے زیادہ سے زیادہ رقم بٹور سکو۔"

"میں نے وہ پتے انہیں خاص طور پر گڈی میں سے نکال کر نہیں دیے تھے بلکہ اتفاق ایسا ہوا کہ پتے اسی ترتیب سے بٹے۔"

"میں ایسے کسی اتفاق پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" اس نے اپنا سر بڑی شدومد سے نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے جادوگر تسلیم کر لو۔" میں مسکرایا۔ "اس لیے کہ اس اعلیٰ شارپنگ کا مظاہرہ کرنا ناممکنات میں سے ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ ایسی شارپنگ ناممکن ہے مگر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ممکن ہے۔"

"مجھے وہ طریقہ معلوم نہیں ہے جس کے ذریعے تمہیں یقین دلا سکوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"ہٹ دھرمی چھوڑ دو۔ تمہارے ہاتھوں میں واقعی جادو ہے۔ میرے پاس ملازمت کر لو۔ بہت جلد تم مالا مال ہو جاؤ گے۔"

"اگر میرے ہاتھوں میں ایسا ہی جادو ہوتا تو ملازمت کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔ میں خود ہی مالا مال ہو گیا ہوتا۔"

"اچھا اور برا وقت ہر ایک پر آتا ہے۔ تنہا ایسے کام کرنے میں بڑے خطرات ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ رہ کر کام کرو گے تو بہت فائدے میں رہو گے۔ تنخواہ کے علاوہ میں تمہیں پچاس فیصد کمیشن بھی دوں گا۔ بولو منظور ہے؟"

"میرے خدا! میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔" میں نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔ اب میں واقعی یہ سوچ رہا تھا کہ کس مشکل میں پڑ گیا ہوں۔ میرے سامنے ایک اہم مشن تھا جس کی تکمیل کے لیے جلد از جلد میرا اسٹیشن پہنچنا بہت ضروری تھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر ... میرا انتظار کر رہی ہوگی اور یہاں یہ مردود میری جان کو آ گیا تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس قسم کا کلب چلانے والے لوگ پیشہ ور غنڈوں کی خدمات ضرور حاصل کرتے ہیں جو در اصل ان کے ملازم ہوتے ہیں اور آندرے تو بہت بڑا آدمی تھا۔ اس کے پاس بے پناہ دولت تھی۔ یقیناً اس نے کلب کی حفاظت کے لیے بہت خاص قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں گے جنہیں دیکھنا میری نگاہ میں ناممکن ہوگا۔ اس نے جو دعویٰ کیا تھا اس کے پیچھے بھی ایسی ہی کوئی مضبوطی کارفرما تھی۔ میں کوئی ہنگامہ برپا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کلب سے مجھے پوری طرح واقفیت نہیں تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ وہاں سیکڑوں کی تعداد میں ملازم رہتے ہوں گے۔ اگر بفرض محال میں وہاں سے بچ کر نکل جاتا تب بھی یہ امکان نہیں تھا کہ اس وقت تل ابیب سے بحفاظت باہر نکل سکوں گا۔ یہ بات یقینی تھی کہ ان لوگوں کی مرضی کے خلاف یہاں سے باہر نکلتے ہی وہ پولیس کو فون کر کے مطلع کر دیں گے اور سڑکوں پر چیکنگ شروع ہو جائے گی۔ صورت حال سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"تم کس مصیبت میں نہیں پھنسے!" آندرے نے نرم لہجے میں کہا۔ "بس یہ اعتراف کر لو کہ تم نے شارپنگ کی تھی اور میری آفر قبول کر لو۔"

مجھے اس فرانسیسی یہودی پر بڑی شدت سے غصہ آ رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس کا ٹینٹوا دبا دوں لیکن میں نے خود پر قابو رکھا۔ تل ابیب سے باہر نکلنے کے اس آخری مرحلے پر میں حالات بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ "اگر مجھے شارپنگ آتی ہوتی تو مجھے تمہاری پیشکش قبول کرنے میں کیا عار ہو سکتا تھا؟"

اس نے ایک طویل سانس لی۔ "تو تم یوں نہیں مانو گے۔" اس نے کہا۔ "اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں کتنا باخبر آدمی ہوں۔" اس نے اپنے سامنے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"فلم تیار ہو گئی؟" اس نے ریسیور میں کہا پھر دوسری طرف سے جواب سننے کے بعد بولا۔ "ٹھیک ہے، فلم چلاؤ۔" وہ ریسیور واپس رکھ کر مسکرایا۔ "اب تمہیں میرے بارے میں اندازہ ہوگا۔"

میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے چپکی ہوئی مسکراہٹ بڑی پراسرار تھی۔ دفعتاً کمرے کی ساری روشنیاں بجھ گئیں۔ آندرے کی عقبی دیوار میں ایک چھوٹا سا خلا پیدا ہوا تھا جس سے رنگ برنگی روشنیوں کی لہریں خارج ہو رہی تھیں۔

"اپنی عقبی دیوار کی طرف دیکھو۔" اندھیرے میں آندرے کی آواز ابھری۔

میں نے اپنی کرسی کا رخ تبدیل کر لیا۔ رنگ برنگی روشنیوں کی لہریں عقبی دیوار پر موجود ایک بڑے سے اسکرین پر پڑ رہی تھیں۔ اسکرین پر نظر آنے والے منظر نے میرے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑا دیں۔ اسکرین پر پوکر ٹیبل کا منظر دکھائی دے رہا تھا جہاں میرے اور ٹلی کے علاوہ وہ افراد بھی نظر آ رہے تھے جن کے ساتھ میں کھیلا تھا۔ میں سکتے کے عالم میں اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اب کہیں جا کر آندرے کی صلاحیتیں مجھ پر واضح ہونا شروع ہوئی تھیں۔ وہ میرے اندازوں سے کہیں بڑھ کر شاطر آدمی تھا۔ فلم سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی تیاری میں کئی کیمرے استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ فلم کی باقاعدہ ایڈیٹنگ بھی کی گئی تھی۔ اسکرین پر مختلف مناظر تیزی سے گزر رہے تھے پھر چند ہی منٹ بعد وہ مرحلہ آ گیا جب میں نے آخری بازی کے لیے پتے بانٹے تھے۔ اس مرحلے پر فلم اچانک سلو موشن ہو گئی تھی۔ پورے اسکرین پر صرف میرا ہاتھ اور میز کی سطح تھی جس پر پتے بکھرے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ میں نے کیا تھا، اس پھرتی اور صفائی سے کیا تھا کہ عام آدمی کی نگاہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن یہاں تو مناظر سلو موشن میں چل رہے تھے۔ پتوں کو یکجا کرتے وقت میں نے کچھ پتے ادھر ادھر کیے تھے۔ کھیل کے دوران اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی مگر اس وقت یہ چیز بہت اہم ہو گئی تھی۔ اسکرین پر یہ دیکھنا ذرا مشکل نہیں تھا کہ میں نے کچھ پتے گڈی میں ایک مخصوص جگہ پر رکھے تھے جو پھینٹنے کے دوران وہ پتے گڈی میں سب سے اوپر آ گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے گڈی آگے بڑھا دی۔ گڈی درمیان سے کاٹی گئی تھی۔ میں نے دوبارہ سارے پتے سمیٹ لیے۔ اس عمل کے دوران میں نے کٹے ہوئے پتے جنہیں گڈی میں اوپر آنا چاہیے تھا دوبارہ نیچے رکھ دیے تھے۔ یہ کام میں نے اتنی صفائی سے کیا تھا کہ انسانی نگاہ تو اسے دیکھ ہی نہیں سکتی تھی مگر اس کمبخت سلو موشن نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فلم ختم ہوئی اور روشنیاں دوبارہ جل گئیں۔ میں نے اپنا رخ آندرے کی طرف موڑ لیا۔

"اب کیا کہتے ہو؟" آندرے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"فلم بڑی محنت سے بنائی گئی ہے۔ خاص طور پر ایڈیٹنگ تو لاجواب ہے۔"

"تو تم لاجواب ہو گئے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے پتے لگائے تھے؟"

"میرے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سب کچھ تو ثابت ہو چکا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تو تم ملازمت قبول کرنے پر آمادہ ہو؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ اور کتنے شارپر تمہارے ملازم ہیں؟"

"تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم تو اپنے کام سے کام رکھو۔"

"مطلب کیوں نہیں ہے۔ تم نے میرے خلاف باقاعدہ فلم بنوائی حالانکہ میرے حریف فرشتے نہیں تھے۔ وہ دونوں تو پیشہ ور شارپر ہیں۔"

"اگر انہیں شارپر تسلیم کر لیا جائے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ تم ان سے ہارے تو نہیں؟"

"کیا تم وہ رقم واپس لینا چاہتے ہو جو میں نے جیتی ہے؟"

"اصولاً تو اس رقم پر تمہارا حق نہیں ہے۔"

"اس لیے کہ میں نے بے ایمانی کے ذریعے وہ رقم جیتی ہے اور دوسری طرف تم اسی بے ایمانی کے لیے مجھے معقول تنخواہ کے علاوہ پچاس فیصد کمیشن کی پیشکش بھی کر رہے ہو!"

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم انکار کر رہے ہو؟"

"فرض کرو میں انکار کر دیتا ہوں تو تم کیا کرو گے؟ زیادہ سے زیادہ تم یہی کرو گے کہ مجھ سے وہ رقم واپس لے لو گے جو میں نے یہاں جیتی ہے؟"

"نہیں، میں تمہیں اپنے پاس ملازمت کرنے کے لیے مجبور کر دوں گا۔"

"آج تک تو کوئی مجھے میری مرضی کے خلاف کسی کام کے لیے مجبور نہیں کر سکا۔ اب یہ تجربہ بھی سہی۔" میں نے کہا۔

آندرے کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ نظر آئی۔ "بعد میں مت کہنا کہ میں نے تمہیں موقع نہیں دیا تھا۔" اس نے کہا اور ہاتھ سے کمرے کے دائیں جانب والی دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ میں

نے اس دیوار کی جانب دیکھا۔ دیوار درمیان سے شق ہو گئی تھی اور اُس کے دونوں حصے یوں علیحدہ ہو گئے تھے جیسے سلائیڈنگ ڈور ایک طرف سے دوسری طرف کھسک جاتا ہے۔ دیوار درمیان سے شق ہو کر اس کے دونوں حصے سرک کر غائب ہو گئے تھے۔ دیوار کے دوسری جانب مخروطی شکل کا ایک ہال تھا جو تیز روشنی سے منور ہو رہا تھا۔ ہال کے وسط میں ایک دیوقامت سیاہ فام کھڑا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس سیاہ فام کا قد ساڑھے چھ فٹ سے کم تو ہرگز نہیں تھا۔ اس کا اوپری دھڑ برہنہ تھا اور اس کے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ ہال کے اوپری حصے میں گیلری بنی تھی۔ وہاں بھی چند افراد بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ میں نے آندرے کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے۔" آندرے نے کہا۔ "تم اپنے فیصلے پر نظرثانی کر سکتے ہو۔"

"میں نظرثانی کرنے کے لیے فیصلے نہیں کیا کرتا۔" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر جاؤ اور ثابت کرو۔" آندرے نے ہال کی طرف اشارہ کیا۔

"اور اگر میں خود سے جانے سے انکار کر دوں تو؟"

"اس کمرے میں موجود ایک خودکار میکنیزم تمہیں ہال میں اُچھال پھینکے گا۔ اس صورت میں تمہاری ہڈیوں کی ضمانت بھی نہیں دی جا سکے گی۔"

"پھر تو مجبوری ہے۔" میں نے کاندھے اُچکا کر کہا اور ہال کی طرف چل دیا۔ "ایک بات کا خیال رہے۔" میں نے دفعتاً پلٹ کر آندرے سے کہا۔ "میں تمہارے آدمی کی کسی ٹوٹ پھوٹ کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود تمہارے لیے ہر قسم کی اوور ہالنگ کا انتظام موجود ہے۔"

"وقت بتلائے گا کہ اوور ہالنگ کی ضرورت کسے پڑے گی۔ مجھے یا تمہارے اس کرائے کے ٹٹو کو۔" میں نے کہا اور پھر آندرے کے تاثرات دیکھے بغیر پلٹ کر ہال میں داخل ہو گیا۔ ہال کا فرش چوبی تھا۔ یہ فرش دیکھ کر مجھے وانسٹنگ کلو یاد آ گئے جو عام طور پر چوبی ہوا کرتے ہیں۔ وانسٹنگ کلو کی طرح شاید وہاں بھی کوئی بورڈ ایڈ چھڑکا گیا تھا مگر اب اس کا برائے نام اثر رہ گیا تھا۔

میں سیاہ فام سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ وہ بے حد طاقتور آدمی معلوم ہو رہا تھا اور اس کے جسم میں مچھلیاں سی کوندتی معلوم ہو رہی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں ایک بار اس کی گرفت میں آ گیا تو پھر فرشتہ اجل ہی اس کی گرفت سے میری رہائی کا پروانہ لے کر آئے تو آئے ورنہ اس کی ظاہری طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنا تو ناممکن ہی معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے دور ہی دور رہ کر مقابلہ کروں گا۔ اس کے بارے میں میرا ایک اور اندازہ یہ تھا کہ اس میں طاقت تو بے حد ہے مگر اس میں پھرتی کی کمی ہے۔

مجھے خود سے چند قدم کے فاصلے پر رکتے دیکھ کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ وہ روایتی انداز میں مقابلہ شروع کرنے سے قبل مجھ سے ہاتھ ملانا چاہتا تھا مگر میں کوئی حماقت کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں مزید دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے میرے یوں پیچھے ہٹنے کو میری خوفزدگی پر محمول کیا اور اس کے ہونٹ مسکرانے کے سے انداز میں پھیل گئے۔

"آگے بڑھ کر مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔" ہال میں آندرے کی آواز گونجی۔ وہاں بھی دیواروں پر اسپیکر نصب تھے۔

"مجھے تو یہ دیو آدمی کے بجائے کوئی مشین معلوم ہو رہا ہے۔" میں نے سیاہ فام پر نگاہیں جمائے جمائے بلند آواز میں کہا۔

"یہ ہڈیوں کا چورا بنانے والی مشین ہے۔ ذرا خیال رکھنا اس کے منہ میں زبان نہیں ہے، یہ گونگا ہے۔"

"بے زبان جانوروں کو میں ہمیشہ ترس کھا کر چھوڑ دیا کرتا ہوں بہتر ہے مقابلے میں تو کوئی زبان دراز لاؤ۔"

"تھوڑا صبر کرو، ساری زبان درازیاں دھری رہ جائیں گی مسٹر ڈینس۔ یقیناً چیک مکو چیک لو۔"

"یہ بے زبان جانور آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ اس سے کہو کہ مجھ پر حملہ کرے۔"

"تم اگر اس سے ہاتھ ملا لیتے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ مقابلے کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ تم اس مقابلے سے بھاگنا چاہ رہے ہو اور یہ صرف مردوں سے مقابلہ کرنا پسند کرتا ہے۔ پیٹھ دکھانے والوں پر ہاتھ اٹھانے سے گریز کرتا ہے۔ یہ تمہارے لیے آخری موقع ہے۔ اب بھی مان جاؤ۔"

اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں دفعتاً دو قدم آگے بڑھا اور ہوا میں اچھل کر سیاہ فام کے سینے پر فلائنگ کک ماری۔ میری بھرپور فلائنگ کک کا اس پر صرف اتنا اثر ہوا کہ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں نے کسی ستون کے فلائنگ کک رسید کر دی ہو۔ میں دونوں ہاتھ کے بل فرش پر آیا اور بجلی کی سی سرعت سے دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ میں اس کی جسمانی مضبوطی پر ششدر رہ گیا تھا۔

میری ناکامی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"شاباش ڈینس!" اسپیکر سے آندرے کی آواز ابھری۔ "تم نے باتیں بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ بس اب یہ سیاہ فام تمہاری چٹنی بنا کر رکھ دے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں جواب دینے کی پوزیشن میں تھا بھی نہیں۔ سیاہ فام دیوقامت میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور…… آنکھیں وحشیانہ انداز میں چمک رہی تھیں۔ میری تمام تر توجہ سیاہ فام پر مرکوز تھی۔ ابھی تک میں اس سے مقابلہ کرنے کا کوئی واضح لائحہ عمل مرتب نہیں کر پایا تھا لیکن یہ بات تو میں نے طے کر لی تھی کہ اس سے دور ہی دور رہ کر مقابلہ کرنا ہو گا۔ میں اس کے سامنے ایک بونا معلوم ہو رہا تھا اور ہمارے درمیان طاقت کے تناسب کی کیفیت بھی یہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں بھی اسی رفتار سے پیچھے ہٹ رہا تھا اور ہمارے درمیان فاصلہ برقرار تھا۔ پھر پیچھے ہٹتے ہٹتے میں دیوار سے جا لگا۔ مزید پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی تاہم میں دائیں یا بائیں جانب ہٹ سکتا تھا مگر میں نے اس کے برعکس فیصلہ کیا اور اپنی جگہ رک کر خوفزدہ انداز میں اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ مجھ سے دو قدم کے فاصلے پر رک کر اس نے گھونسا بنایا اور اپنا ہاتھ سر سے بلند کر لیا۔ پھر اس کے گھونسے کا سفر میرے چہرے کی سمت شروع ہوا۔ وہ یا قیمہ کرنے کا بھرسا کر دینے والا گھونسا تھا لیکن اس کے لیے اس کے تخمینے اور میرے تخمینے کی ملاقات ضروری تھی۔ اپنے چہرے کا مستقبل مجھے بے حد عزیز تھا لہٰذا میں اس لمحے جب اس کا مکا میرے چہرے سے ٹکرانے والا تھا میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا گھونسا پوری طاقت سے پختہ دیوار سے ٹکرایا۔ ہڈیاں چٹخنے کی آواز میں نے صاف سنی تھی۔ ساتھ ہی سیاہ فام کے حلق سے کربناک چیخ برآمد ہوئی۔ اس موقعے پر اسے کوئی موقع دینا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے اس سے دور ہٹتے ہٹتے اپنے بوٹ کی بھرپور ٹھوکر اس کے پہلو پر رسید کر دی۔ ٹھوکر ٹھیک گردے کے مقام پر پڑی تھی۔ اس کے منہ سے ایک اور دردناک چیخ نکلی۔ میں اس سے دور ہٹتا چلا گیا۔

وہ غضب ناک انداز میں میری طرف گھوما۔ اس کا دایاں ہاتھ پہلو میں جھول رہا تھا اور بائیں ہاتھ سے اس نے اپنا بایاں پہلو پکڑ رکھا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کافور ہو چکی تھی اور اب اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ شاید اس پر میں کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ اب بعد وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گیا ہے۔ اس پر مزید کاری ضربات لگانا بہت ضروری تھا۔

اس نے سر جھٹکا اور اس بار نسبتاً تیزی سے میری طرف جھپٹا۔ اب بایاں ہاتھ اس نے اپنے گردے پر سے ہٹا لیا تھا۔ میں اپنی جگہ رکا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے میں پوری قوت سے فضا میں اچھلا۔ اس بار میری فلائنگ کک کا ہدف اس کا چہرہ تھا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ وہ پھرتیلا آدمی نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ مجھے جھکائی دے جاتا۔ میری فلائنگ کک نے اس کے چہرے کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ الٹ کر فرش پر گرا تھا۔ اس کے منہ اور ناک سے خون جاری تھا جو چوبی فرش میں جذب ہو رہا تھا۔

میں نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ تین بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے گویا کمک [illegible] پہنچنے والی ہو گی۔ ممکن ہے پہنچ بھی گئی ہو۔ وہ وہاں کتنی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے، یہ میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں خود بھی کم مضطرب نہیں تھا مگر سوال یہ تھا کہ صرف مضطرب ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر مضطرب ہونے سے مسائل حل ہو جایا کرتے تو دنیا میں کوئی مسئلہ لاینحل نہ رہ جاتا لیکن دوسری طرف یہ مسئلہ تھا کہ میں کرتا تو کیا کرتا۔

"میں کرائے کے آدمیوں پر ہاتھ اٹھانا اپنی توہین سمجھتا ہوں مسٹر آندرے۔" میں نے با آواز بلند کہا۔ "تم نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اب یا تو اسے یہاں سے اٹھوا لو ورنہ یہ میرے پیروں سے ضائع ہو جائے گا۔"

"میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مسٹر ڈینس!" آندرے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "تمہارے بارے میں مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی۔ اب میں تمہیں دیکھوں گا۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔" میں نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "میں شکست کھا جاتا تو مجھے تمہاری بات تسلیم کرنا پڑتی لیکن تمہارا آدمی شکست کھا گیا ہے تو تم مجھے یہاں سے جانے کیوں نہیں دیتے؟"

"تمہیں یہاں سے پوری دھوم دھام کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔" آندرے کی طنز بھری آواز آئی۔ "ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو۔ اگر تم نے خود کو میری نظروں میں ناقابل شکست ثابت کر دیا تب تو تم یہاں سے نکل سکو گے ورنہ نہیں۔"

میں اس وقت کو کوسنے لگا جب میں نے اس منحوس کلب میں قدم رکھا تھا۔ اگر میں نے قسم کی فراہمی کا کوئی متبادل بندوبست کر لیا ہوتا تو اس مصیبت میں نہ پھنستا۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ کلب کے ملازمین مسلح محافظ بھی ہوں گے اور میں نہتا آدمی گولیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

"ماسٹر!" دفعتاً ہال کے اسپیکر سے آندرے کی آواز گونجی۔ "مسٹر ڈینس کے لیے کسی قد مقابل کا نام تجویز کرو۔"

گیلری میں بیٹھے ہوئے افراد میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اُس کے جسم پر زرد رنگ کا لبادہ تھا۔ اوسط قد و قامت کے اس شخص کے خدوخال اُسے مشرقِ بعید کے کسی ملک کا باشندہ ظاہر کر رہے تھے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث میں اس کی عمر کے بارے میں اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔

"چلو فائٹ یک طرفہ ہوئی ہے آندرے!" اس شخص نے جسے ماسٹر چو کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا بآوازِ بلند جواب دیا۔ "اس لیے یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ یہ شخص کس قدر صلاحیتوں کا حامل ہے تاہم اس کے انداز و اطوار کے پیشِ نظر میں یہ پیشین گوئی کر سکتا ہوں کہ یہ ناقابلِ شکست ثابت ہوگا۔ اس کے لڑنے کے انداز میں اگرچہ بہت زیادہ پختگی نظر نہیں آتی مگر اس میں وہ وقار موجود ہے جو صرف ماسٹروں کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔"

"میں نے تمہیں اس کی مدح سرائی کرنے کو نہیں کہا تھا ماسٹر!" آندرے کی تھیلی آواز آئی۔ "تم سے اس کا مدِمقابل تجویز کرنے کو کہا گیا تھا۔"

"اپنے لہجے پر توجہ دو آندرے!" ماسٹر نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "میں تمہارا ملازم نہیں ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے لیکن میں اس شخص کو ہر قیمت پر تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے مشاہدے کے مطابق یہ شخص طاقت سے تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں نے اسے ہر قیمت پر تسخیر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

"بعد میں نہ کہنا کہ پو آن نے تنبیہ نہیں کیا تھا۔" ماسٹر نے کہا اور بیٹھ گیا۔

سیاہ فام کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں اور وہ اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پورے ہال میں اُس کے کراہنے کی آوازوں کے سوا کوئی اور آواز نہ تھی۔

چند لمحوں کے بعد دوبارہ آندرے کی آواز سنائی دی۔ "اگر تم ڈینس کے لیے مدِمقابل کا نام تجویز کرنے سے گریز کر رہے ہو تو پھر یہ کام میں خود کروں گا۔ ڈیوڈ! تم ڈینس کا مقابلہ کرو گے۔"

گیلری میں ایک اور شخص کھڑا ہوا۔ اُس کے جسم پر سُرخ رنگ کا لبادہ تھا۔ اُس نے مؤدبانہ انداز میں خم کیا اور پلٹ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ذرا ہی دیر بعد ہال کا ایک دروازہ کھلا اور اس کھلے ہوئے دروازے میں سے سُرخ لبادے میں ملبوس ڈیوڈ نامی وہ شخص اندر داخل ہوا۔ وہ امریکہ کا باشندہ معلوم ہو رہا تھا۔ ہال میں داخل ہوتے ہی اس نے کراٹے ماسٹروں کے مخصوص انداز میں حلق سے لایعنی آوازیں نکالیں اور فضا میں آڑے ترچھے ہاتھ پیر چلا کر گویا مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔

میں نے بظاہر اس کی آمد کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا مگر درحقیقت میں نے خود کو ایک سخت مقابلے کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ دشمن کو کمزور یا حقیر سمجھنا میری روایت کے خلاف تھا۔ میں نے ڈیوڈ کی حرکات و سکنات پر گہری نگاہ رکھی تھی۔ کراٹے کے فن پر اسے بہت زیادہ عبور تھا لیکن میں اس بات سے بہت اچھی طرح واقف تھا کہ مقابلے صرف طاقت اور مہارت سے ہی نہیں جیتے جاتے بلکہ سب سے زیادہ اہم چیز حاضر دماغی ہوتی ہے۔ بعض اوقات بڑے طاقت ور اور ماہر حریف لمحاتی چوک سے شکست کھا جاتے ہیں۔

سیاہ فام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آندرے نے اُسے ہال سے باہر جانے کی ہدایت کی۔ سیاہ فام شخص بڑی تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہال سے باہر نکل گیا۔

ڈیوڈ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میں اُس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے مجھ پر حملہ کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔ اُس نے پہلے دائیں اور پھر بائیں ٹانگ میری طرف اُچھالی۔ میں نے اس کے دونوں وار خالی دیے۔ اپنے دونوں وار خالی جانے پر وہ رُک گیا۔ اُس کے [illegible] ہوئی تھیں۔ اُس نے پہلے دونوں وار درحقیقت میری پھرتی کو پرکھنے کے لیے کیے تھے اور اب غالباً مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کے لیے کوئی مناسب زاویہ تلاش کر رہا تھا۔

دفعتاً اس نے نیم دائرے میں میرے گرد گھومنا شروع کر دیا۔ اُس کے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی پوزیشن تبدیل کرتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے مجھ پر دوسرا حملہ بھی کر دیا۔ اُس کا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھا۔ اُس کی کھڑی ہتھیلی کا نشانہ میری ہنسلی کی ہڈی تھی۔ اُس کا ہاتھ اوپر سے نیچے کی جانب گر رہا تھا۔ اس وار سے بچنے کے لیے مجھے ہر قیمت پر پیچھے ہٹنا تھا۔ دائیں یا بائیں ہٹ کر وار خالی دینے کی کوشش مجھے خاصی مہنگی پڑ سکتی تھی۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ دائیں یا بائیں جھکائی دینے کی صورت میں، میں اُس کی ہتھیلی کے وار سے تو بچ جاؤں گا مگر اس کے ساتھ ہی وہ مجھ پر دوسرا حملہ کرے گا جو وہ اُسی جانب والی ٹانگ سے کرے گا جس جانب میں جھکوں گا اور اس دوسرے حملے سے بچنا میرے لیے ناممکن ہو جائے گا۔

میں نے پھرتی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اُس کا یہ وار خالی دیا۔ اُس کی آنکھوں میں لمحاتی حیرت کا تاثر نظر آیا پھر اس نے مجھ پر تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیے۔ میں انتہائی پھرتی کا

مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے ہر وار سے بچ رہا تھا۔ وہ مجھے چھونے تک میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔ ہال میں اس کے منہ سے نکلنے والی لایعنی آوازیں اور قدموں کی دھمک گونج رہی تھی۔ میں نے اس پر جوابی حملے سے گریز کیا تھا۔ میں اس پر کوئی اوچھا وار کرنے سے بچنا چاہتا تھا۔ مجھے اس پر وار کرنے کے کئی مواقع ملے تھے مگر میں نے وہ مواقع جان بوجھ کر ضائع کر دیئے تھے۔

ڈیوڈ مجھ پر جھپٹ جھپٹ کے حملے کر رہا تھا۔ غالباً یہ اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ نہ تو اس کے حریف نے اس پر حملہ کیا تھا اور نہ وہ خود تابڑ توڑ حملوں کے باوجود حریف کو کوئی نقصان پہنچا پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ رفتہ رفتہ اس کے انداز میں جھلاہٹ پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کراٹے کے بنیادی اصول نظر انداز کرنا شروع کر دیئے تھے اور اب اس پر بس یہی دھن سوار تھی کہ جیسے بھی ہو مجھے کوئی ایک ہی ضرب لگا دے۔

بالآخر وہ موقع آ گیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ اس نے دائیں ہاتھ کی کھلی ہتھیلی اور انگلیوں سے میرے چہرے پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کا ہدف میری آنکھیں تھیں۔ اس کے انداز سے میں نے محسوس کر لیا کہ یہ اس کی آخری کوشش ہے اور اس کے بعد ممکن ہے وہ کراٹے کو ایک طرف رکھ کر مجھ سے براہ راست لپٹ جھپٹنے کی کوشش کرے۔

اس کے دائیں ہاتھ کی اکڑی ہوئی انگلیاں میرے چہرے کی سمت بڑھ رہی تھیں مگر اس نے اپنے دفاع کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس وقت اس کا پورا جسم میرے لیے ایک آسان ہدف تھا۔ میں جہاں چاہتا وار کرتا۔ وہ اپنے بچاؤ کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ مجھے بس یہ کرنا تھا کہ اس کے وار سے خود کو بچاتے ہوئے فوری طور پر اس پر جوابی حملہ کر بیٹھوں۔

ابھی اس کا ہاتھ میرے چہرے سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا کہ میں نے دو قدم پیچھے ہٹ کر جسم کو متوازن کیا اور اس پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے خود کو تیار کر لیا۔ یہ ضرب مجھے اپنی دائیں ٹانگ سے لگانا تھی۔ میں نے دائیں پیر کو حرکت دی۔ میری ٹانگ سامنے کی جانب بالکل سیدھ میں اس کے جسم کی جانب بلند ہو رہی تھی۔ ڈیوڈ کے ہاتھ تو اپنا ہدف نہ پا سکے مگر میری ٹانگ نے اپنا ہدف تلاش کر لیا تھا۔ بھرپور قوت والی کک ڈیوڈ کی ٹھوڑی کے نیچے پڑی تھی۔ ٹھوڑی سے تقریباً ڈھائی انچ نیچے لگنے والی یہ کک انتہائی مہلک ثابت ہوئی۔ میرے بوٹ کی ٹو نے اس کی سانس کی نالی پھاڑ دی تھی۔ ضرب مکمل ہوتے ہی میں نے خود کو دائیں جانب چوبی فرش پر گرایا اور پھسلتا ہوا اس سے دور ہو گیا۔ ورنہ اس کے حلق سے نکلنے والی خون کی پھواریں مجھے تر بتر کر دیتیں۔

ڈیوڈ کی آنکھوں میں ناقابل یقین حیرت کے تاثرات تھے۔ اس کے حلق سے غرغراہٹ کے ساتھ دھاروں کی صورت میں خون ابل رہا تھا۔ اس نے اپنا حلق پکڑا ہوا ہونے کے باوجود گردن گھما کر بڑی بے یقینی سے مجھے فرش پر پھسل کر دور جاتے دیکھا۔ مجھ سے مقابلے کے دوران جو کچھ ہوا وہ اس کے لیے صد درجہ ناقابل یقین تھا۔ پھر ڈیوڈ کے چہرے پر کرب کے تاثرات نمودار ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ حلق پر پہنچ گئے۔ یہ زندہ رہنے کی ایک ناکام سی کوشش تھی۔ سانس کی ٹوٹی ہوئی نالی کا رابطہ اب جوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ خون بہنے کی رفتار بہت تیز تھی اور یہ سلسلہ رکنے والا نہیں تھا۔ ڈیوڈ اپنے پیروں پر کھڑا تھا مگر چند لمحوں میں اس کی ساری توانائیاں زائل ہو گئیں۔ سب سے پہلے اس کے گھٹنے خم ہوئے اور آہستہ آہستہ زمین پر ٹکتے گئے۔ اسی حالت پر چند سیکنڈ رکنے کے بعد اس کے ہاتھ حلق پر سے بے جان سے انداز میں پہلوؤں میں جھول گئے اور پھر اس کا جسم فرش پر ڈھلک گیا۔

میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ ڈیوڈ کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑا تھا۔

"تم نے اپنی ضد کا انجام دیکھ لیا آندرے!" گیلری سے ماسٹر یوآن کی آواز سنائی دی۔ "میں نے تمہیں منع کیا تھا مگر تم نہیں مانے۔" ماسٹر یوآن کی آواز ہال میں گونج کر رہ گئی۔ میں دم سادھے آندرے کے جواب کا انتظار کر رہا تھا مگر کوئی آواز نہ سنائی دی۔ سوا تین بج رہے تھے اور میں ایئرپورٹ پہنچنے کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا تاہم میں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ ماسٹر یوآن میری طرف داری کر رہا تھا اور وہ میرے لیے ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے مانند تھا۔

"بولتے کیوں نہیں آندرے، تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟" ماسٹر یوآن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اسپیکر سے آندرے کے کھنکھارنے کی آواز آئی۔ "یہ مقابلہ حرف آخر تو نہیں تھا ماسٹر۔" آندرے کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"ہمارے پاس آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں کسی اور کو بھی تو لا سکتے ہیں!"

"اب کس سے مقابلہ کراؤ گے؟" یوآن نے خشک لہجے میں کہا۔ "ڈیوڈ پر میں نے سب سے زیادہ محنت کی تھی۔ میرے شاگردوں میں وہ سب سے اچھا لڑاکا تھا!"

"تم خود بھی تو ہو ماسٹر....."

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو آندرے؟" یوآن جھنجلائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اگر تم اس کے مقابلے پر آ جاؤ تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اسے چھوڑ دو مگر تم نے میری بات نہیں سنی۔ میں تو کسی بھی مقابلے کے خلاف تھا۔"

"میں تمہارے گریز کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں ماسٹر۔ کیا میں یہ لوں کہ تم اس سے خوفزدہ ہو؟"

"نہیں آندرے۔" ماسٹر یوآن نے سرد لہجے میں کہا۔ "ماسٹرز کسی سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی بلاسبب کسی کے مقابلے پر آتے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں، اس شخص ڈینس میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ڈینس بھی کوئی ماسٹر ہے؟"

"میں نے صرف یہ کہا ہے کہ اس میں ماسٹروں والی خوبیاں موجود ہیں۔"

"لیکن میں اسے ہر قیمت پر تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری آن کا مسئلہ بن گیا ہے۔"

"جو تم چاہے کرو لیکن اب میرا کوئی شاگرد اس کے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔"

میں سکتے کے عالم میں تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ حالات کا بہاؤ کس کروٹ بیٹھے گا۔ مجھے ان لوگوں سے مقابلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں تھا۔ میں ان سب سے بیک وقت لڑنے کو بھی تیار تھا مگر اس وقت میرے لیے سب سے زیادہ اہمیت وقت کی تھی۔ اگر میرے پاس مہلت ہوتی تو میں خود آندرے سے فرمائش کرتا کہ ایک کے بعد دیگرے اپنے آدمیوں کو میرے مقابلے میں لاتا رہے۔ میں تھکان سے بے نیاز رہ سکتا تھا۔ جو شخص سر سے کفن باندھ کر نکلا ہو اسے کسی چیز کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ میں بھی ایک ایسا دیوانہ پروانہ تھا جس نے اپنی آنکھوں میں بہت سے خواب سجا لیے تھے۔ جو آزادی فلسطین کی شمع پر اپنی جان نچھاور کر دینا چاہتا تھا۔ میرے بازوؤں میں اتنی جان تھی کہ دس یہودی مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ میں جب بھی اپنے ہاتھوں سے کسی یہودی کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرتا تھا میرے اعتماد میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا تھا۔

لیکن اس وقت میں بے یقینی کی صلیب پر لٹکا ہوا تھا۔ اس تذبذب میں لٹکنے کے باوجود میں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نہایت صبر و سکون سے انتظار کر رہا تھا۔ امید کی کرن ابھی معدوم نہیں ہوئی تھی۔ آج میں سب کچھ بھول کے ان سب سے نمٹ سکتا تھا۔ ابھی وقت تھا۔ صرف تین بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ کولمبو جانے والی پرواز کو پانچ بجے روانہ ہونا تھا۔ کئی بار میرا دل چاہا کہ میں ہار مان لوں مگر اب بھی وقت تھا اگر یہاں سے جان چھوٹ جاتی تو میں کوشش کر کے ایئرپورٹ پہنچ سکتا تھا۔

اسپیکر سے آنے والی آندرے کی آواز مجھے خیالوں کی دنیا سے باہر لے آئی۔ "ٹھیک ہے ماسٹر میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔"

"عقلمندی کا تقاضا بھی یہی ہے آندرے۔" یوآن نے پرسکون انداز میں کہا۔ "تمہارا ایک بہترین آدمی ناکارہ ہو گیا، ایک ضائع ہو گیا۔"

"تم میرے پاس آؤ ڈینس۔" آندرے کی آواز آئی۔

میں نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا دوبارہ آندرے کے آفس میں داخل ہو گیا۔ وہ بہت بجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ "تم جا سکتے ہو ڈینس۔"

"شکریہ مسیو آندرے۔" میں نے کہا۔ "آپ کی مہمان نوازی مجھے عرصے تک یاد رہے گی۔"

"مجھ پر طنز مت کرو ڈینس، تمہارے انکار کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی ورنہ مجھے تم سے کوئی عناد نہیں تھا۔"

"بغیر کسی عناد کے یہ سلوک تھا۔ خدانخواستہ کوئی عناد ہوتا تو پتا نہیں میرا کیا حشر ہوتا؟"

"تم زندہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔ میرے آفس میں موجود کسی بھی شخص کی زندگی فقط میری انگلی کی ایک جنبش کی محتاج ہوتی ہے۔"

"شکریہ۔" میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو۔" عقب سے آندرے کی غصیلی آواز آئی۔

"اب کیا ہے؟" میں اس کی طرف پلٹ پڑا۔

"تمہارے لہجے میں بے یقینی تھی۔ شاید تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "تم جس جگہ کھڑے ہو وہاں سے ایک قدم بائیں جانب ہٹ جاؤ۔"

میں نے کچھ کہے بغیر اس کے کہنے پر عمل کر ڈالا۔

"یہ دیکھو۔" اس نے کہا اور اس کے ایک ہاتھ نے میز کے نیچے حرکت کی۔ شاید اس نے وہاں پر نصب کوئی بٹن دبایا تھا۔ میں نے میز کی سامنے والی سطح میں ایک سوراخ نمودار ہوتے دیکھا۔ اس سوراخ سے ہلکی سی آواز کے ساتھ ایک فائر ہوا اور پھر فوراً ہی میز کی سطح برابر ہو گئی۔ گولی عین اس جگہ سے گزر کر عقبی دیوار میں پیوست ہو گئی تھی جہاں چند لمحے پہلے میں خود کھڑا ہوا تھا۔ اگر میں وہیں موجود ہوتا تو وہ گولی میرے جسم میں دل کے مقام پر پیوست ہو گئی ہوتی۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی۔

"تم نے دیکھا!" اس نے کہا۔ "اگلا فائر اس مقام پر بھی ہو سکتا

ہے جہاں تم اس وقت موجود ہو۔"

"تمہارا فلسفہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اس میں فلسفہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ تو کاروباری باتیں ہیں۔ میں نے تمہیں ایک پیش کش کی تھی۔ تم نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس پر میں نے جھنجلا کر تمہیں زیر کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا۔ مجھے تم سے اب بھی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ جب بھی تمہیں میری پیش کش قابل قبول معلوم ہو مجھ تک کسی بھی طرح اپنا پیغام بھجوا دینا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ کلب میرے لیے بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ یہاں اسرائیل کے اعلیٰ سرکاری حکام باقاعدہ آتے تھے۔ میں اس کلب کو اپنی پناہ گاہ کے طور پر بھی استعمال کر سکتا تھا۔ یہ درست تھا کہ فی الحال میں اسرائیل سے باہر جا رہا تھا لیکن کچھ عجب نہیں تھا کہ مستقبل قریب میں مجھے یہاں دوبارہ آنے کا موقع مل جائے۔ اس وقت مجھے اس کلب کی ضرورت محسوس ہوگی لہٰذا تدبیر کا تقاضا یہ تھا کہ میں موسیو آندرے سے بنا کر رکھتا۔ نرمی سے انکار کرنے میں میرا ہی فائدہ تھا۔

"مجھے افسوس ہے موسیو آندرے۔" میں نے فیصلے پر پہنچ کر کہا۔ "لیکن سردست تو بعض مجبوریوں کی بنا پر میں تمہاری ملازمت قبول نہیں کر سکوں گا تاہم مستقبل میں جب بھی کہیں مجھے موقع ملا یا ضرورت محسوس ہوئی تو میں تم سے ضرور رابطہ قائم کروں گا۔"

آندرے کھل اٹھا۔ "میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔"

میں آندرے سے رخصت ہو کر کلب سے باہر نکل آیا۔ مجھے کسی نے نہیں روکا۔ غالباً آندرے نے اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے متعلقہ افراد کو ہدایت کر دی ہوگی کہ مجھے کچھ نہ کہا جائے۔ آندرے نے جدید ترین سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کلب کو بے حد ترقی یافتہ ساز و سامان سے لیس کر رکھا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ کلب کا کوئی بھی گوشہ خفیہ طور پر نصب ٹیلی وژن کیمروں کی آنکھ سے محفوظ نہیں تھا۔ آندرے اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے صرف بٹن دبا کر کلب کے مطلوبہ حصے میں ہونے والی نقل و حرکت بھی دیکھ سکتا تھا اور آوازیں بھی سن سکتا تھا۔

چونکہ کلب کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لیے ٹیکسی کلب کے کمپاؤنڈ سے باہر سڑک پر پارک تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گیا۔ "اب کہاں چلنا ہے صاحب؟" اس نے آنکھیں ملتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"ایئرپورٹ چلو۔" میں نے اس سے کہا اور گھڑی پر نگاہ ڈالی جو ساڑھے تین بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔ ایئرپورٹ شہر سے باہر اور اس کلب سے بیس میل کے فاصلے پر تھا مگر رات کے اس پہر جب سڑکیں سنسان پڑی ہوں، وہاں تک پہنچنے میں بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگ سکتا تھا۔ گویا میں لیٹ ہو جاتا مگر اتنا لیٹ نہیں ہوا تھا کہ جہاز نہ پکڑ سکتا۔ میں نے اپنی مخصوص کیفیت کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتے ہوئے آنکھیں موند لیں اور ٹیکسی کی نشست گاہ کی پشت پر سر ٹکا لیا۔

لیکن آنکھیں بند کر لینے سے خیالات کب پیچھا چھوڑتے ہیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی میرے پردۂ ذہن پر یکے بعد دیگرے مختلف لوگوں کی تصویریں ابھرنا شروع ہو گئیں۔ ٹیکسی تل ابیب کی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی اور ادھر میرے ذہن کی اسکرین پر اس سے بھی کہیں زیادہ تیز رفتاری سے ایک فلم سی چل رہی تھی۔ اس فلم میں سرفہرست نگی ہاورڈ تھی جو اس وقت ایئرپورٹ پر نہایت بے تابی سے میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ میرے وقت پر نہ پہنچنے کے باعث اس کے ذہن میں پتا نہیں کیسے کیسے اندیشے سر ابھار رہے ہوں گے۔ اسے میرے منصوبے میں بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ تہذیب ایسی تھی جس کے بغیر زندگی عجیب سی معلوم ہوتی تھی۔ میرے بدترین دشمن اولیو ہاورڈ کے قبضے میں تھی۔ تہذیب کو اولیو ہاورڈ کے چنگل سے چھڑانے کے لیے میں نے اس کی بیٹی نگی ہاورڈ پر جال پھینکا تھا اور اب بس مجھے اس تک پہنچنے کی دیر تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ اس پر یہ خبر کس طرح اثرانداز ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی میرے پاس یرغمال ہے اور یہ کہ وہ اپنی بیٹی کے عوض تہذیب کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے تیار نہ ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔

ذہن کی اسکرین پر چلنے والی اس فلم کا دوسرا کردار الزا تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ کلب سے نکلتے ہی فون کر کے اسے مطلع کروں گا کہ اس کے ڈیڈی سے میری کیا بات چیت ہوئی ہے۔ یقیناً اس وقت تک بھی میرے فون کے انتظار میں جاگ رہی ہوگی۔ ملنی جو آتا تھا مجھے شکرانی تھی اور شروع میں میں نے اسے نظر انداز بھی کیا مگر بعد میں ثابت یہ ہوا کہ اسے نظر انداز کرنا میری زبردست غلطی تھی۔ وہ تو بے حد کام کی لڑکی تھی۔ اس کے ذریعے تل ابیب کے اہم ترین کلب تک میری رسائی ہو سکی تھی۔ گو کہ وہ یہودی تھی مگر اپنے اعلیٰ خیالات کے باعث مجھ جیسے اسرائیل اور یہودی لابی کے دشمن کے دل میں بھی گھر کر گئی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس افراتفری میں مجھے اسے فون کرنے کا موقع مل بھی سکے گا یا نہیں۔ میں نے نہ تو اسے اور نہ ہی نگی ہاورڈ کو نہ صرف اپنا پتا نہیں بتایا تھا بلکہ میں نے انہیں اپنا فون نمبر تک نہیں دیا تھا۔ اگر مجھے فون کرنے کا موقع

نہ ملا تو الزا کو شاید کبھی یہ پتا نہیں چل پائے گا کہ میرے اور اس کے ڈیڈی کے درمیان کیا بات چیت ہوئی۔ خدا جانے وہ کب تک میرے فون کا انتظار کرتی رہے گی اور فون نہ کر سکنے پر میرے بارے میں کیا کیا سوچے گی۔ میرا دل اس کے لیے ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ ایسی بے غرض لڑکی کو نظر انداز کر دینا میرے بس سے باہر تھا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اگر تل ابیب سے موقع نہ مل سکا تو بٹی گورا سے ٹرنک کال کر کے اسے مطلع کر دوں گا۔

اس فلم کا تیسرا اہم کردار ڈینس پال گولڈ سمتھ تھا جس کے [illegible] میں رہ کر میں نے اولیو ہاورڈ کے خلاف تل ابیب میں [illegible] پایا تھا۔ وہ ڈینس پال گولڈ سمتھ جو اس وقت گوٹے ہل کے سرداروں لیا تیر بہا کی قید میں منتظر ہوگا کہ میں کب وہاں واپس پہنچوں گا اور کب اسے قید سے رہائی ملے گی۔

دفعتاً ٹیکسی کی رفتار سست ہو گئی۔ شاید ایئرپورٹ آ گیا تھا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنی نگاہوں کے سامنے ایئرپورٹ بلڈنگ کی توقع کر رہا تھا مگر وہاں تو چاروں طرف گہری تاریکی مسلط تھی۔

"مجھے جلدی پہنچنا ہے۔ تم نے گاڑی کی رفتار سست کر دی؟" میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"آگے والی گاڑی کی رفتار سست ہو گئی ہے جناب!" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"تو اسے اوورٹیک کر لو۔"

"وہ راستہ دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے جناب!" ڈرائیور نے جھنجلائی ہوئی آواز میں بتایا۔

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ میں نے سامنے سڑک پر نگاہ ڈالی۔ ٹیکسی کی ہیڈ لائٹس میں سرخ رنگ کی ایک کار نظر آ رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر پچھلے شیشے سے باہر دیکھا۔ عقب میں خاصے فاصلے پر نزدیک آتی ہوئی کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمک رہی تھیں۔ اگلی کار کی رفتار بتدریج سست سے سست تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ میں نے سامنے دیکھا۔ اگلی کار مسلسل ٹیکسی پر دباؤ ڈال رہی تھی جس کے باعث ٹیکسی کو بھی سست روی پر مجبور ہونا پڑ گیا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی سرخ کار کلب کے باہر ٹیکسی کے نزدیک ہی کھڑی تھی مگر اس وقت میں نے اس کار کی وہاں موجودگی کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مجھے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ عقبی کار میں اگلی کار والوں کے ساتھی ہوں گے۔

میں ٹیکسی کی سیٹ پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی تھیں۔ تل ابیب میں آ کر میں ڈینس پال گولڈ سمتھ تھا۔ اگر علی یار خان کی حیثیت میں ہوتا تو یہ اندازہ لگانے میں دشواری ہوتی کہ مجھے گھیرنے کی کوشش کرنے والے کون لوگ ہیں۔ علی یار خان کے ان گنت دشمن تھے لیکن سوال یہ تھا کہ... ڈینس پال گولڈ سمتھ کا کون دشمن نکل آیا؟ اس سوال کا ایک ہی امکانی جواب میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ یقیناً وہ لوگ تھے جنہیں میں نے جوئے کی میز پر ہرایا تھا۔ وہ بدمعاش صفت لوگ تھے اور شاید اب اپنے دیگر ساتھیوں سمیت مجھے گھیر کر مجھ سے وہ رقم حاصل کرنا چاہتے تھے جو میں نے ان سے جیتی تھی۔ وہ لوگ یقیناً اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے مالک سے میری ملاقات ہو چکی ہے ورنہ وہ کبھی میرے منہ آنے کی جرأت نہ کرتے۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ صورت حال میرے لیے بڑی غیر متوقع تھی اور مجھے اس سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر سوچنا تھی۔ ایئرپورٹ ابھی میلوں دور تھا اور ہم آبادی سے بھی بہت باہر نکل آئے تھے۔ سڑک کے دونوں جانب گنجان درخت اور بے ترتیب جھاڑ جھنکار تھے۔ میں غیر مسلح تھا اور وہ لوگ مسلح ہوں گے۔ ایک غیر مسلح شخص مسلح لوگوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتا تھا۔ میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔

عقبی کار بڑی تیزی سے ٹیکسی کے قریب آتی جا رہی تھی۔ دوسری طرف اگلی کار کی رفتار بھی بہت کم ہو گئی تھی اور پھر اگلی کار رک گئی۔ اس کے ساتھ ہی ٹیکسی بھی رک گئی تھی۔ اگلی کار سے دو افراد اترے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ ٹیکسی عقبی کار کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔ میں دم سادھے ان لوگوں کے اگلے اقدام کا منتظر تھا۔ دونوں ریوالور بدست افراد ٹیکسی کے نزدیک آئے اور انہوں نے مجھے ٹیکسی سے اترنے کا حکم دیا۔ میں نے بے چون و چرا تعمیل کی۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" ان میں سے ایک نے ڈپٹ کر کہا۔

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بکواس مت کرو اور جو کچھ کہا جائے اس پر خاموشی سے عمل کرو۔"

میں نے ہاتھ اٹھا دیے۔ پچھلی کار سے تین افراد اترے تھے اور وہ تینوں بھی مسلح تھے جبکہ اگلی کار میں ابھی مزید دو افراد اور بھی تھے۔ دونوں کاروں کے ڈرائیور الگ تھے۔ گویا میں بری طرح پھنس گیا تھا۔

"رقم کہاں ہے؟" پچھلی کار سے اتر کر آنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔ میں نے انہیں پہچان لیا۔ ان میں سے دو تو وہی تھے جو مجھ سے ہارے تھے اور تیسرے کو بھی میں نے ہال میں ایک دوسری میز پر کھیلتے دیکھا تھا۔

"تم کون سی رقم کی بات کر رہے ہو؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

اُن دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر مجھے تراں نظر انداز میں دیکھنے لگے۔ "وہی جو تم نے ہم سے چھینی ہے۔"

"وہ رقم تو میری ہے۔ تم مجھ سے وہ رقم کیوں مانگ رہے ہو؟" میں الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"تم نے بے ایمانی سے وہ رقم چھینی ہے۔ ہم سے بے ایمانی کر کے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ سیدھی طرح رقم نکال دو۔"

"اگر میرے پاس رقم موجود ہوتی تو ضرور تمہارے حوالے کر دیتا لیکن یقین کرو، رقم میرے پاس نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ تم کلب سے نکل کر آ رہے ہو۔ یقیناً تم جھوٹ بول رہے ہو۔ رقم تمہارے ہی پاس ہے۔"

میری جانب پانچ ریوالور اُٹھے ہوئے تھے لیکن میرے ذہن میں خوف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ "نہیں یقین کرتے تو مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے۔

"اگر رقم تمہارے پاس نہیں ہے تو پھر کہاں گئی؟" تیسرے شخص نے مجھے گھورا۔

"میرے ساتھ جو لڑکی تھی اُسے دے دی۔" میں نے کہا۔

"اُس کے بارے میں تو معلوم ہوا ہے کہ وہ باس کی بیٹی ہے۔"

"اور میرے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں ہوا؟ تم لوگ مجھے نہیں جانتے؟"

"تمہارے بارے میں بھی معلوم ہے۔ تمہارا کلب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج تم پہلی بار کلب میں نظر آئے ہو۔"

"تم لوگوں کی معلومات بہت پرانی اور فرسودہ ہیں۔ تازہ ترین بات یہ ہے کہ مسٹر موسیو آندرے نے کلب کے لیے میری خدمات حاصل کر لی ہیں۔ اب میں کلب کا باقاعدہ ملازم ہوں۔" میں نے نہایت اطمینان سے کہا۔

ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے اُن سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ میرا جھوٹ اُن کے اعصاب پر بم کے دھماکے کی طرح اثر انداز ہوا تھا۔ مگر یہ صورت حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکی۔ اُن میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ "اس کی باتوں میں مت آنا۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ایک اور نے اس کی تائید کی۔ "اس کی تلاشی لو۔ ابھی اس کا پول کھل جائے گا۔ اگر رقم اس کے پاس سے برآمد ہوئی تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ابھی ابھی اس نے کہا تھا کہ رقم اس کے پاس نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں تو اسے ٹھکانے ہی لگا دو۔ تلاشی بعد میں ہوتی رہے گی۔" ان میں سے ایک اور نے تجویز پیش کی۔

"نہیں، پہلے اس کی تلاشی لینا ضروری ہے تاکہ سچ اور جھوٹ کا اندازہ ہو سکے۔ ممکن ہے یہ سچ ہی بول رہا ہو۔" چوتھا شخص بولا۔

ذرا سی تکرار کے بعد اُن کے درمیان طے پایا کہ پہلے میری تلاشی لی جائے۔ بعد کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔

اُن میں سے ایک میری تلاشی لینے کے لیے میری طرف بڑھا۔ میں نے خود کو حرکت میں آنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا۔ رقم میرے پاس موجود تھی اور تلاشی کے نتیجے میں رقم برآمد ہو جاتی۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ رقم برآمد ہونے کے بعد وہ لوگ میرے ساتھ ذرا بھی رعایت نہ برتتے اور یقینی طور پر مجھے مار ڈالنے کا فیصلہ کرتے۔

میں اس شخص کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ سڑک ویران اور سنسان پڑی تھی۔ اتنی دیر میں وہاں سے ایک بھی گاڑی نہیں گزری تھی ورنہ میری گلو خلاصی کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آتی۔ لہٰذا اب جو کچھ بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا۔ اور کچھ کر گزرنے کا میرے پاس آخری موقع تھا۔

تلاشی کے لیے میرے نزدیک آنے والا اگرچہ خاصا تنومند تھا لیکن چونکہ اُسے میری خطرناکی کا پوری طرح اندازہ نہیں تھا لہٰذا محتاط رہنے کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اُس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے تن تنہا پوری حکومتِ اسرائیل سے ٹکر لینے کا عزم کر رکھا ہے۔ جو یہودیوں کے خلاف ہر محاذ پر صف آرا ہے اور جس نے پوری دنیا میں یہودیوں کو بے شمار ناقابلِ تلافی نقصانات سے دوچار کیا ہے۔ اس کی یہی لاعلمی اُسے لے ڈوبی۔ اُس نے غلطی یہ کی تھی کہ عقب سے میری تلاشی لینے کے بجائے سامنے سے آ کر میری تلاشی لینے کی کوشش کی۔

جیسے ہی وہ میرے نزدیک پہنچا میں نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اُسے پوری قوت سے اُس کے ساتھیوں پر دھکیل دیا۔ وہ سب بوکھلا گئے۔ انھیں بوکھلانا ہی چاہیے تھا اس لیے کہ میرا ردعمل اُن کی توقع کے بالکل برعکس تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ چار ریوالوروں کی زد میں کوئی شخص ایسی حرکت بھی کر سکتا ہے۔ پھر اُن کے سنبھلنے سے قبل ہی میں نے نشیب میں چھلانگ لگا دی۔ عقب سے کئی فائر ہوئے مگر اُن لوگوں نے بہت دیر کر دی تھی۔ ساری گولیاں مجھ سے کئی فٹ اوپر سے ہی گزر گئی تھیں۔

ڈھلوان زمین پر میں دور تک لڑھکتا چلا گیا پھر میں ایک پتھر سے ٹکرا کر رکا۔۔۔۔ رکتے ہی میں نے زمین پر رینگنا شروع کر دیا اور رینگتا ہوا جھاڑیوں میں گھس گیا۔ اندھیرے کی گہری چادر مجھے پہلے ہی اپنی آغوش میں لے چکی تھی اور جھاڑیوں کے اندر تو اتنی تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

جھاڑیوں کے درمیان کچھ دور جا کر میں رُک گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سڑک کا وہ محدود حصہ کاروں کی ہیڈ لائٹس سے روشن تھا جہاں دونوں گاڑیاں کھڑی تھیں اس کے علاوہ بقیہ سڑک بھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے نزدیک وہ لوگ اب بھی موجود تھے۔ شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ اُن کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ وہ لوگ مجھے ہیولوں کے مانند نظر آ رہے تھے۔ گو میرے اور ان کے درمیان میں خاصا فاصلہ ہونے کے باوجود اُن کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی مجھ تک پہنچ رہی تھیں مگر الفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اُن کے درمیان بحث ہو رہی تھی۔ اگلی کار میں بیٹھے ہوئے افراد بھی اپنے ساتھیوں سے آ ملے تھے۔ اس طرح سڑک پر سات افراد موجود تھے۔ دونوں کاروں کے ڈرائیور پیچھے نہیں رہے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ کسی نتیجے پر پہنچ گئے۔ اُن میں سے ایک شخص نے ٹیکسی کے قریب جا کر ڈرائیور سے کچھ کہا جس کے بعد میں نے ٹیکسی کو اسٹارٹ ہوتے اور یو ٹرن لے کر شہر کی سمت روانہ ہوتے دیکھا۔ میں دوہری(؟) کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔ صبح کے چار بج رہے تھے اور یہاں سے فوری طور پر نکلنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ اب تو ٹیکسی کا امکان اتنا کم رہ گیا تھا کہ اگر میں فوری طور پر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا تب بھی شاید شہر کو جانے والی کوئی ٹیکسی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اور اب تو ٹیکسی بھی واپس جا چکی تھی۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ میں نے ٹیکسی چار بجے تک کے لیے انگیج کی تھی اور ان لوگوں نے بھی ٹیکسی کو ٹھیک چار بجے رخصت کیا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ میں نے ڈرائیور کو مطلوبہ کرایہ پہلے ہی ادا کر دیا تھا۔

میں اُن لوگوں کی نقل و حرکت پر نگاہ جمائے جھاڑیوں میں دبکا رہا۔ ساتھ ہی مجھے اس بات کا شدید اندیشہ تھا کہ سانپ، بچھو یا کوئی اور زہریلا جانور کسی بھی وقت مجھے کاٹ سکتا تھا مگر یہ وہ مشکل تھی جس کا میرے پاس کوئی حل نہیں تھا۔ میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے مجبور تھا۔

ٹیکسی واپس بھیجنے کے بعد اُن میں سے دو افراد سڑک پر کاروں کے پاس رک گئے تھے جبکہ بقیہ پانچ افراد سڑک سے نیچے اترنے لگے تھے۔ انھوں نے کاروں میں سے ٹارچیں نکال لی تھیں۔ اتفاق سے انھیں دو ہی ٹارچیں مل سکی تھیں۔ انھوں نے مجھے تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُن کا یہ فیصلہ میرے لیے حیران کن تھا۔ شاید جس رقم کے لیے وہ لوگ اتنی دوڑ دھوپ(؟) کر رہے تھے وہ بہت زیادہ نہیں تھی۔ ایسے میں اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ شکاری اندازے کی طرح اُن لوگوں نے بھی اسے اپنی آن کا مسئلہ سمجھ لیا تھا۔

میں یہ دیکھ کر مطمئن تھا کہ اُن لوگوں کے پاس صرف دو ٹارچیں ہیں۔ دو ٹارچوں کے ساتھ وہ مجھے زیادہ وسیع قطعے میں تلاش نہیں کر سکتے تھے لیکن دفعتاً میرا اطمینان تشویش میں تبدیل ہو گیا۔ کاروں کی پوزیشن تبدیل کر دی گئی تھی اور اب اُن کی روشن ہیڈ لائٹس کی روشنی اس سمت کی جھاڑیوں پر پڑ رہی تھی جہاں میں نے چھلانگ لگائی تھی۔ گویا اب وہ زیادہ وسیع علاقے میں مجھے تلاش کر سکیں گے۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں کاروں کی ہیڈ لائٹس کی زد میں نہیں تھا۔ جھاڑیوں میں رینگنے کے دوران ذرا سی ترچھی سمت اختیار کرنے کی وجہ سے میں ان روشنیوں کی زد سے باہر تھا۔

وہ لوگ بھوکے بھیڑیوں کی طرح جھاڑیوں میں گھس پڑے۔ انھیں میرے غیر مسلح ہونے کا تو یقین آ ہی چکا تھا تبھی وہ اتنی بے خوفی سے جھاڑیوں میں گھس پڑے تھے۔ یہ حقیقت تھی کہ اگر میرے پاس ایک ریوالور بھی رہا ہوتا تو صورت حال اس وقت بہت مختلف ہوتی۔

میں انھیں جھاڑیوں میں بکھر کر خود کو تلاش کرتے دیکھتا رہا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک دوسرے سے دور نکلتے جا رہے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک مجھے تلاش کرتا ہوا اُس طرف نکل آیا جہاں میں چھپا ہوا تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں روشن ٹارچ تھی اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے چلتا ہوا آ رہا تھا اور ٹارچ کی روشنی ہر جھاڑی پر ڈال کر نہایت توجہ سے ہر جھاڑی کا جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ میں نے سانس روک لی اور اُس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر وہ مجھے ڈھونڈتا ہوا میرے اتنا قریب آ گیا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اس کی ٹانگ پکڑ سکتا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں ٹارچ کی روشنی کے محدود دائرے سے محفوظ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا اور اُس کی ٹانگ پکڑ کر پوری قوت سے کھینچ لی۔ اُس کے حلق سے ایک طویل چیخ نکلی۔ اس اچانک افتاد پر وہ بوکھلا گیا تھا۔ ٹانگ یوں کھینچے جانے کے باعث وہ بے ڈھنگے طریقے سے گرا اور جھاڑیوں میں اُلجھ کر رہ گیا۔ میں نے پھرتی سے اُسے جا دبوچا۔ ٹارچ اُس کے ہاتھ سے پہلے ہی چھوٹ کر گر چکی تھی مگر ریوالور بدستور اُس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا اور بات یہ ہے کہ اُسے ریوالور چلانے کا ہوش ہی نہ رہا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کا ریوالور والا ہاتھ قابو میں کیا اور دوسرا ہاتھ اُس کے گلے پر جما دیا۔ میرے ہاتھ کی مضبوط گرفت پر وہ بری طرح مچلا اور پھر یہ جان کر کہ وہ یوں آسانی سے مجھ سے اپنا گلا نہیں چھڑا سکے گا اُس نے ریوالور چھوڑ دیا۔ اُس کے ریوالور چھوڑتے ہی میں نے بھی اُس کا ہاتھ چھوڑا اور دوسرا ہاتھ بھی اُس کے گلے پر جما دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا چھڑانے کی جدوجہد کر رہا تھا مگر وہ [illegible]۔۔۔۔ کی آہنی گرفت تھی کوئی مذاق نہیں تھا۔ اُس کے گلے پر میرے ہاتھوں کا دباؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اُس کے حلق سے خرخراہٹ کی

میں جو ویرانہ پڑتا ہے وہاں کچھ غنڈوں نے گھیر لیا۔ وہ مجھے لوٹنا چاہتے تھے۔"

"پھر کیا ہوا؟" کٹی باورڈ نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ "انھوں نے ساری رقم لوٹ لی ہو گی؟"

"نہیں!" میں ہنس پڑا۔ "میں ان سے بھڑ گیا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ایک ڈیڑھ گھنٹے مقابلہ ہوا اور میں نے ان میں سے تین افراد کو مار ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بقیہ فرار ہو گئے۔"

"وہ کل کتنے افراد تھے؟" کٹی نے تحیر آمیز انداز میں پوچھا۔

"آٹھ دس تھے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "وہ کاروں میں سوار ہو کر آئے تھے اور سب کے سب مسلح تھے۔"

"تو کیا تم بھی مسلح تھے؟"

"نہیں، میرے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔"

"تو تم نے ان سے مقابلہ کیسے کیا؟" کٹی سخت حیران تھی۔

"میں سڑک کے کنارے والی جھاڑیوں میں گھس گیا تھا۔ تاریکی میں ان میں سے ایک میرے ہاتھ لگ گیا۔ اس سے ریوالور چھینا اور پھر اسی ریوالور سے ان کا مقابلہ کیا۔"

"پھر اب کیا ہو گا؟"

"معلوم کرو کہ اگلی فلائٹ کب تک ٹیک آف کرنے کے لیے جا رہا ہے۔ اسی فلائٹ سے چلیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں۔" وہ جھنجلا گئی۔

"پھر کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم عجیب آدمی ہو۔ تمہارے ہاتھ سے تین افراد مارے گئے اور تم اتنے اطمینان سے بیٹھے ہو۔"

"کوئی شریف آدمی مارا گیا ہوتا تو فکر بھی کرتا۔ وہ سب کے سب بدمعاش لوگ تھے۔ مجھے تو اس بات کا غم ہے کہ بقیہ لوگ بھی کیوں بچ گئے۔"

"تمھیں چاہیے تھا کہ فوراً پولیس کو مطلع کرتے۔ ایسے بدمعاشوں کو کیفر کردار تک ضرور پہنچنا چاہیے۔"

"اس کام کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے ان بدمعاشوں کے پکڑے جانے تک پولیس میرے باہر جانے پر پابندی عائد کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میرا بہت نقصان ہو جائے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو، لیکن اگر پولیس ویسے ہی تم تک پہنچ گئی تو کیا ہو گا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک ان کے پاس کوئی کلیو نہیں ہو گا وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"اگر کیس کسی ذہین افسر کے پاس پہنچا تو ممکن ہے اسے کوئی کلیو مل ہی جائے۔"

"کلیو ملے گا تو ملے گا۔ وہاں تو پولیس کو لاشوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں مل سکے گا۔"

"میرے خیال میں اتنا مطمئن ہونا تمہارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اگر پولیس اچانک تم تک پہنچ گئی تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ بہتر ہو گا کہ خود کو پہلے سے تیار رکھو۔"

"تم خوامخواہ بے بنیاد اندیشوں میں گھر کر اپنے ذہن کو منتشر نہ کرو۔"

"میرے اندیشے بے بنیاد نہیں ہیں۔ ایک بات ایسی بھی ہو کہ اگر پولیس والوں کا ذہن ادھر منتقل ہو گیا تو وہ بآسانی تم تک پہنچ جائیں گے۔"

"اچھا ذرا میں بھی تو سنوں!" میں نے کہا۔

"فرض کرو پولیس کو لاشیں ملتی ہیں۔ ظاہر سی بات ہے لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہو گا۔ پوسٹ مارٹم کے ذریعے انھیں ان لوگوں کی اموات کے وقت کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ اب یہ دیکھو کہ لاشیں ائیرپورٹ روڈ سے ملی ہیں۔ قدرتی طور پر پولیس اس وقت ائیرپورٹ استعمال کرنے والے مسافروں کو چیک کرے گی۔ سب سے پہلے تو ان کے علم میں یہ بات آئے گی کہ اس دوران کوئی فلائٹ نہیں آئی البتہ باہر جانے والی ایک فلائٹ ضرور تھی جو ٹیک آف کرنے جا رہی تھی۔ اب پولیس جہاز کے مسافروں کی فہرست چیک کرے گی جس سے انھیں پتا چلے گا کہ دو مسافر ایسے بھی ہیں جنھوں نے نہ تو اپنے ٹکٹ استعمال کیے اور نہ ہی منسوخ کرائے یعنی کوئی ایسی بات ہو گئی جس کی وجہ سے وہ ٹکٹ بھی منسوخ نہیں کرا سکے اور ملک سے باہر بھی نہیں جا سکے۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا ان حالات میں پولیس ان مسافروں تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرے گی؟"

میں حیرت سے کٹی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑی جاندار تھیوری پیش کی تھی اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ پولیس انھی لاشوں پر چلتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائے گی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" کٹی شوخی سے مسکرائی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ جب پولیس والے مجھ سے پوچھیں گے کہ اگر میں ملک سے باہر نہیں گیا تو میں نے رات کہاں گزاری تو میں ان سے کہہ دوں گا کہ میں تمہارے گھر پر تھا۔ رات کا کھانا کھا کر میں اپنے گھر سے روانہ ہوا۔ چونکہ ہم دونوں کو اکٹھے روانہ ہونا تھا اس لیے ہم نے پروگرام بنایا تھا کہ یہاں سے ایک ساتھ ہی ائیرپورٹ چلے جائیں گے۔ رات دس بجے کے قریب میں تمہارے گھر پہنچا۔ اس کے بعد ہم یہ سوچ کر سو گئے کہ دو بجے تک اٹھ جائیں گے لیکن ہماری آنکھ نہیں کھل سکی۔ جب ہم اٹھے تو صبح ہو چکی تھی۔"

"بہت عمدہ!" کٹی اچھل پڑی۔

"لیکن اس منصوبے میں ایک خرابی ہے۔ پولیس تمہارے ملازمین سے بھی پوچھ گچھ کر سکتی ہے۔"

"تم اس کی فکر مت کرو۔ ملازمین کو جو کچھ بتا دیا جائے گا وہ اس سے ہٹ کر ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔"

"چلو یہ مسئلہ تو حل ہوا۔" میں نے سکون کی طویل سانس لی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" کٹی باورڈ نے پوچھا۔

"صبح تو ہو چکی ہے۔ بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "تم [illegible] نہ جا سکنے کی کیا وجہ بتاؤ گی؟"

"وہی بیان جو تم پولیس کو دو گے۔ یعنی میری آنکھ نہیں کھلی۔ ملازمین کو بھی سمجھا دوں گی۔ اگر انھوں نے ملازمین سے پوچھا تو وہ بھی انھیں یہی بتائیں گے کہ میں رات میں کہیں گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔"

"بغیر ناشتا کیے نہیں۔" اس نے کہا۔ "میں ابھی باورچی سے کہہ دوں، بس پندرہ منٹ میں ناشتا آ جائے گا۔"

ناشتا کرنے کے بعد میں اپنے دیرینہ دشمن ادلیو باورڈ کے گھر سے نکلا تو کٹی باورڈ کی کار چلا رہا تھا۔ میں نے اس سے کار مانگی تو اس نے بخوشی کار مجھے لے جانے کی اجازت دے دی۔ یہ تو خیر اس کی اوقات ہی کیا تھی، وہ تو مجھ پر اس طرح مرمٹی تھی کہ اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے پر آمادہ تھی۔

اس وقت میرے ذہن سے کٹی کا تصور بالکل ہی محو ہو چکا تھا۔ میرے ذہن پر تو وہ ریوالور سوار تھا جو میں وہیں جھاڑیوں میں پھینک آیا تھا۔ اگرچہ وہ ریوالور میں نے مخالف سمت کی جھاڑیوں میں پھینکا تھا لیکن اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس پر فنگر پرنٹس میرے ہی تھے۔ میں بڑی مشکل میں پڑ جاتا، لہٰذا یہ ضروری تھا کہ جلد از جلد ریوالور وہاں سے غائب کر دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کٹی باورڈ کے گھر سے نکل کر سب کچھ بھول کر میں نے ائیرپورٹ کا رخ کیا۔

ائیرپورٹ روڈ پر گاڑیوں کی آمدورفت خاصی تعداد میں جاری تھی۔ میرے ذہن میں وہ تمام اچھی طرح محفوظ تھا جہاں رات ان بدمعاشوں سے میرا خونیں معرکہ ہوا تھا۔ میں اس تک پہنچا تو بہت محتاط تھا۔ میں وہاں پولیس کی گاڑیوں کی توقع کر رہا تھا مگر وہاں پولیس کی کوئی گاڑی نظر نہ آئی۔

میں نے گاڑی ٹھیک اسی مقام پر روکی جہاں ان لوگوں نے ٹیکسی روکوائی تھی۔ سڑک کے کنارے کار پارک کرنے میں کار نیچے اتارا۔ سڑک پر کاریں بہت تیز رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔

کار سے اتر کر میں ٹہلتا ہوا جھاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ ان جھاڑیوں

میں میرا ان لوگوں سے مقابلہ ہوا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھ کر پہلے اچھی طرح سے اطمینان کر لیا کہ کہیں کوئی میری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ اس طرف سے مطمئن ہوتے ہی میں جھاڑیوں کے اندر گھس گیا۔ اور پھر چند ہی منٹ بعد میں اس جگہ موجود تھا جہاں میرے خیال میں ان تینوں افراد کی لاشیں موجود ہونا چاہیے تھیں جو میرے ہاتھوں مارے گئے تھے لیکن یہ دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے کہ وہاں ایک آدمی کی بھی لاش نہیں تھی۔

میں بوکھلا گیا۔ سب سے پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ شاید میں غلط مقام پر آ نکلا ہوں۔ ممکن ہے وہ کوئی اور جگہ رہی ہو جہاں ہمارے درمیان معرکہ ہوا تھا لیکن وہاں پر جگہ جگہ سے کچلی ہوئی جھاڑیاں میرے اس خیال کی نفی کر رہی تھیں۔ بلاشبہ یہ وہی جگہ تھی۔ میں غلط جگہ پر نہیں پہنچا تھا۔

تو سوال یہ تھا کہ لاشیں کہاں گئیں؟ کیا پولیس مجھ سے پہلے ہی لاشیں لے جا چکی ہے؟ میں نے اس نکتے پر غور کیا تو مجھے اپنا یہ خیال رد کر دینا پڑا۔ اول تو پولیس کے اتنی جلدی یہاں پہنچنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ کسی صورت سے پولیس کو اطلاع مل گئی ہو گی اور پولیس یہاں پہنچ گئی ہو گی تب بھی یہ ممکن نہیں تھا کہ تفتیشی ٹیم یہاں اپنی آمد کا کوئی نشان چھوڑے بغیر واپس چلی جاتی۔ پولیس والے تو سب سے پہلے اس مقام کے گرد نشان لگاتے ہیں جہاں سے کوئی لاش برآمد ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہی وہاں سے لاش اٹھائی جاتی ہے۔ اور وہاں اس قسم کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ پولیس اس معاملے میں ملوث نہیں ہوئی۔

ایک بار پھر یہ سوال اپنی تمام تر سنگینیوں سمیت میرے سامنے آ موجود ہوا کہ پھر لاشیں کہاں گئیں؟ ظاہر ہے کہ لاشیں چلنے پھرنے پر تو قادر ہوتی نہیں ورنہ یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ لاشیں خود ہی چل کر کہیں چلی گئی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ لاشیں غائب کی گئی ہیں۔ جوں جوں میں سوچتا گیا مجھے یقین ہوتا گیا کہ لاشیں انھی لوگوں نے غائب کی ہوں گی جن سے میرا مقابلہ ہوا تھا۔ میرے جانے کے بعد وہ واپس آئے ہوں گے اور لاشیں اٹھا لے گئے ہوں گے۔ میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ان لوگوں نے یہ حرکت اپنے طور پر کی ہو گی یا ایسا موسیو آمدے کی ہدایت پر کیا گیا ہو گا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ ان لوگوں نے موسیو آمدے کو بے خبر رکھا ہو گا اور لاشیں اپنے طور پر ہی غائب کی ہوں گی۔ وجہ صاف ظاہر تھی۔ اگر یہ لاشیں پولیس کے ہتھے چڑھ جاتیں تو پولیس کو یہ معلوم کرنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوتی کہ ان کا تعلق آمدے کے کلب سے تھا اور یوں تفتیش کے دائرہ کار میں آمدے کا کلب اور اس کے سارے ملازمین

چلی آ جاتے۔

میں مطمئن ہو کر وہاں سے واپس روانہ ہو گیا۔ ریا لوبو کی اب کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔ لاشیں تو وہ لوگ اٹھا لے گئے تھے اور وہ ان لاشوں کا کیا کریں گے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

واپسی کے سفر میں کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ میرا رخ للی آندے کے فلیٹ کی طرف تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ پہلی فرصت میں اسے صورت حال سے مطلع کروں گا۔

للی کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے گھڑی دیکھی۔ آٹھ بجنے والے تھے۔ للی اپنے دفتر جانے کے لیے تیار ہو چکی ہو گی۔ گھنٹی کے جواب میں دروازہ کھلنے میں ذرا سی تاخیر ہوئی۔ دروازہ خود للی نے کھولا تھا اور اس کی آنکھوں میں گلابی ڈورے تیر رہے تھے۔ وہ سوتے سے اٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھرے۔

"ڈیشن تم!" اس نے حیرت سے کہا۔ "آؤ! اندر آ جاؤ۔"

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"بیٹھو۔" اس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی میرے برابر میں آ کر بیٹھ گئی۔ "میں مسلسل جاگ کر تمہارے فون کا انتظار کر رہی تھی۔ ابھی ایک گھنٹے قبل ہی آنکھ لگی تھی۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ تم بہت بے چینی سے میری کال کی منتظر ہو گی اسی لیے میں فرصت ملتے ہی خود تمہاری طرف آ گیا۔"

"ڈیڈی تم سے کیوں ملے تھے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔ "ان سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"وہ تمہارے کلب آنے پر برہم تھے۔ انہیں اطلاع مل گئی تھی کہ تم میرے ساتھ جوئے کی میز پر موجود تھیں۔ انہیں یہ بات بہت ناگوار گزری ہے۔"

"میں بالغ ہوں اور اپنی مرضی کی مالک ہوں۔" وہ نخوت سے بولی۔ "ڈیڈی مجھ پر کوئی پابندی عائد نہیں کر سکتے۔ وہ خود جس کاروبار کو چلا رہے ہیں اور اسے برا بھی نہیں سمجھتے تو وہاں میری موجودگی کو کیوں برا سمجھ رہے ہیں جبکہ میں نے تو جوا کھیلا بھی نہیں۔" وہ ایک لمحے کو رکی پھر اس نے پوچھا۔ "اور کیا کہہ رہے تھے؟"

میں نے اس سے وعدہ لیا کہ جو کچھ میں اسے بتاؤں گا وہ اسے اپنے تک ہی رکھے گی۔ اس نے وعدہ کر لیا۔ مجھے اس کے وعدے پر یقین تھا۔ وہ بڑے اوصاف کی مالک تھی۔ اس میں ایک خرابی یہ تھی کہ وہ یہودی تھی لیکن اس کی خوبیاں ایسی تھیں کہ میں اس کے یہودی ہونے کو نظر انداز کرنے پر مجبور تھا۔

میں نے اسے تفصیل سے ان سارے واقعات سے آگاہ کر دیا جو اس کے جانے کے بعد کلب میں پیش آئے تھے۔ وہ حیرت سے منہ چھپائے میری باتیں سنتی رہی۔ میری داستان ختم ہونے کے بعد بھی کچھ دیر تک وہ سناٹے کے عالم میں خاموش بیٹھی رہی۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ سب باتیں بتائی ہوتیں تو میں کبھی یقین نہ کرتی۔ یہ تو الف لیلوی داستان معلوم ہوتی ہے۔ میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہاں ایسے خفیہ کیمرے نصب ہو سکتے ہیں جو آتش دان کے شعلوں سے کسی شخص کی حرکات و سکنات کی فلم بنا سکتے ہوں گے!"

"میرے دل سے پوچھو اس وقت مجھ پر کیا گزری تھی جب مجھے وہ فلم دکھائی جا رہی تھی۔"

"یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ تم نے ڈیوڈ اور جیکب جیسے ماہر اور طاقتور لوگوں کو شکست دے دی۔"

"جیکب کون؟" میں نے پوچھا۔

"اس سیاہ فام نیگرو کا نام جیکب ہے۔ وہ کئی برس سے کلب کا ملازم ہے۔ اسے طاقت کا سمندر کہا جاتا تھا اور ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا۔"

"بس یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ میرے ہاتھوں شکست کھا گیا ورنہ مجھے تو اپنا آخری وقت قریب نظر آنے لگا تھا۔"

"تم بڑے چھپے رستم ہو۔ اس کی شکست کو اتفاق قرار دے رہے ہو۔ ارے اس دیو کو شکست دینے کے لیے تو دو جن بھی ناکافی ہوتے۔" اس نے خاموش ہو کر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا پھر بڑے زور سے ہنس پڑی۔ "اگر وہ دیو تھا تو کیا ہوا تم بھی تو کسی جن سے کم نہیں ہو۔ جن کہیں کے۔" وہ بہت زور سے ہنسی۔

"مجھے آدمی ہی رہنے دو۔ جن بننے سے مجھے ذرا سی بھی دلچسپی نہیں ہے۔"

"حالانکہ تمہیں دیکھتے ہی ذہن میں کسی جن کا تصور ابھرتا ہے۔" اس نے شوخی سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آج تمہیں آفس نہیں جانا۔ اسی لیے بیٹھی باتیں بنا رہی ہو۔"

"ظاہر ہے۔ رات بھر جاگنے کے بعد آفس جا کر کیا کروں گی۔ کام تو کیا نہیں جائے گا۔"

"تو مجھے اجازت دو۔ میرے پاس خرافات کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"برا مان گئے۔" اس نے ہنس کر میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ "تم بیٹھو میں تمہارے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

"پھر کبھی سہی۔ اس وقت مجھے جلدی ہے۔" میں نے اس کی بانہوں کے حلقے سے اپنی گردن چھڑاتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی برا مان گئے۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ناراض ہو جاؤ گے۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔ "آئندہ تم سے مذاق نہیں کروں گی۔"

"ارے نہیں للی، میں بالکل برا نہیں مانا۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم تو میری بہت ہی مخلص اور بے غرض دوست ہو۔ تمہاری بات کا برا کیسے مان سکتا ہوں۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟" وہ یک بہ یک کھل اٹھی۔

"بالکل سچ، یقین کرو۔" میں نے کہا۔

وہ مجھ سے چپک گئی۔ "تو پھر کیوں جا رہے ہو؟ کافی پی کر جانا۔"

اس کے اس طرح خود سے چپک جانے پر میرے پسینے چھوٹنے لگے۔ ایک للی ہاورڈ ہی میری جان کو کیا کم تھی کہ اب للی آندے نے بھی اس تعلق کا مظاہرہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ میں ساکت و صامت بیٹھا تھا۔ میری نظریں سامنے والی دیوار پر جمی تھیں اور میرے دل و دماغ میں ایک ہیجان سا برپا تھا۔ میں نے للی ہاورڈ سے کسی طرح پیچھا چھڑا لیا تھا مگر اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ للی آندے کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ ہر یہودی لڑکی کی طرح وہ بھی مجھے جسمانی کثافت کی طرف کھینچے لیے جا رہی تھی۔ مجھ سے اپنے نفس کا خراج وصول کرنے کے درپے تھی۔ اگر اسے علم ہوتا کہ خدا کے فضل سے میں مسلمان ہوں اور میرا تعلق مشرقی تہذیب سے ہے تو شاید اس کا رویہ کسی قدر مختلف ہوتا۔ لیکن وہ تو مجھے بھی اس یہودی تہذیب کا پروردہ سمجھ رہی تھی جہاں شرم و حیا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

میں بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لیے ابھی اور کتنا آگے بڑھتی ہے۔ میں اسے عام یہودی لڑکیوں سے کسی قدر مختلف سمجھتا تھا اور یہی میری غلطی تھی۔ میں یقین کر لینا چاہتا تھا کہ اس میں اور ایک عام یہودی لڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے تاکہ میں ہر یہودی لڑکی کی طرح اس سے بھی نفرت کر سکوں۔ مجھے ہر اس لڑکی سے شدید نفرت ہے جو خود کو کسی بھی مرد کی آغوش میں کسی پکے ہوئے پھل کی طرح گرا دیتی ہے۔

للی کا جسم ہولے ہولے لرزنے لگا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ میری سرد مہری کے باوجود اس پر جذبات غالب آ چکے ہیں۔ سفلی جذبات۔ میں خود پر جبر کیے بیٹھا رہا ورنہ جی تو یہی چاہ رہا تھا کہ اسے زور سے دھکیل دوں اور بغیر کچھ کہے اٹھ کر چلا جاؤں لیکن اس کے لیے اس کے بے لگام ہونے کا انتظار کرنا ضروری تھا تاکہ میں اپنے اس خیال کو یقین کی سرحدوں تک پہنچا سکوں کہ وہ مجھ سے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کی خواہاں ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے قبل از وقت ٹھکرا کر بعد میں کسی نتیجے پر... اپنے ضمیر پر کسی بھی قسم کا بوجھ محسوس کروں۔

للی کے جسم کی لرزش میں اضافہ ہو گیا۔ پھر دفعتاً مجھے اپنے سینے پر نمی محسوس ہوئی۔ حرارت آلود نمی۔

میں نے چونک کر اسے شانوں سے پکڑا اور... ایک جھٹکے سے خود سے علیحدہ کر دیا اور پھر اگلا لمحہ میرے لیے حیرتوں کا طوفان لے کر آیا۔ وہ رو رہی تھی۔ اس کا حسین چہرہ آنسوؤں سے تر بتر تھا۔ اس کے جسم کی لرزش جسے میں جذبات کی شدت کی علامت سمجھا تھا درحقیقت اس کے رونے کے سبب تھی۔ زندگی میں شاید ہی کبھی میں نے خود کو اتنا نادم محسوس کیا ہو جتنا اس وقت کیا تھا۔ میں کافی دیر تک اس کی طرف سے بدگمانی کا شکار رہا تھا اور یہ جاننے کے باوجود میں نے اس کی طرف سے بدگمانی کی تھی کہ وہ عام یہودی لڑکیوں کی بہ نسبت بے حد مختلف ہے۔ اپنی اس حرکت پر میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔

"تت... تم رو کیوں رہی ہو؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں ڈیشن۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے دوست کہا تھا نا، اس لیے رونا آ گیا۔"

"اس میں رونے کی بھلا کیا بات ہے؟" میں حیران ہو کر بولا۔

"تم نہیں سمجھو گے۔ تمہاری دوستی میرے لیے ایک اعزاز ہے۔ یہ میرا خواب تھا کہ مجھے کوئی ایسا دوست مل جائے جو جنس زدہ نہ ہو جو میرے جسم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے بجائے میرے باطن پر نگاہ رکھے لیکن یہاں تو کسی کی نگاہ میرے جسم سے آگے بڑھنے ہی نہیں پاتی۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں فقط ایک جسم ہوں۔ جس روز تم سے ملاقات ہوئی مجھے اسی روز یقین ہو گیا تھا کہ تم وہی شخص ہو جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی۔"

"کبھی کبھی نگاہیں دھوکا بھی کھا جاتی ہیں۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر چمکدار چیز سونا ہی ثابت ہو۔"

"ایک عورت سے زیادہ مرد کی نگاہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ میں ہزاروں افراد سے مل چکی ہوں... ان میں ہر عمر کے لوگ ہیں مگر ہر ایک کی نگاہوں نے پہلی ہی ملاقات میں میرے جسم کا طواف ضرور کیا ہے۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے میرے جسم پر حریصانہ نگاہ نہیں ڈالی۔ نہیں ڈیشن، اس معاملے میں، میں کوئی دھوکا نہیں کھا سکتی۔"

"تم شاید دوستی کے مفہوم سے واقف نہیں ہو۔ دوستی نبھانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ تو ایک خار دار راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے ہر آن پیر زخمی ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔"

"میں خود اس چیز سے بہت خوفزدہ رہتی ہوں۔ کسی پر بھروسہ

وجہ سے شی گورانے کی معاشی حالت بہت بہتر ہو گئی تھی۔ شی گورانے میں اولیو باورڈو جنرل بی بی کا مہمان تھا۔ اگر وہاں ہماری شخصیت چھپی رہتی تو شدید دشواریاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ ڈینس کے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے مجھے تو زیادہ خطرہ نہیں تھا لیکن نکی فوراً پہچان لی جاتی۔ میں براہ راست نکی سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اولیو باورڈو سے پوشیدہ رہے۔ اور مجھے اس مسئلے کا حل دریافت کرنا تھا۔

کافی سوچ بچار کرنے کے بعد میرے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔

"نکی ڈیئر! ایک مسئلہ مجھے بہت پریشان کر رہا ہے۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"شی گورانے میں تمہارے والد کی اطلاع اگر تمہارے ڈیڈی کرنل گش کو دو تو تمہیں اپنے پاس بلوا لیں گے اور ہمارے درمیان ایک بار پھر جدائی ہو جائے گی۔"

"کیوں؟" اس کی جبیں شکن آلود ہو گئی۔ "تم بھی میرے ساتھ ہی چلنا۔"

"اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے مگر سوچ لو ہماری آزادی سلب ہو جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ آزادی سلب ہونے والی دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ "لیکن اس کا توڑ بھی تو نہیں ہے۔"

"اگر کسی طرح ہم خود کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ کر لیں تو سیر و تفریح کرنے کے بعد تمہارے ڈیڈی سے بآسانی مل سکیں گے۔"

"ممکن ہے اس دوران ممی انہیں مطلع کر دیں کہ میں شی گورانے آئی ہوئی ہوں۔" اس نے سوال کیا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہو تو تم اپنے ڈیڈی کو یہ کہہ کر مطمئن کر سکو گی کہ تم اپنے شوہر پر اسرار افریقہ کی سیر کرنا چاہتی تھیں۔"

"یہ تو بعد کی بات ہے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم وہاں خود کو پوشیدہ کیسے کریں گے؟"

"میرے پاس میک اپ کا ایسا سامان موجود ہے جس کے ذریعے عارضی طور پر شکل تبدیل کی جا سکتی ہے۔"

"کمال ہے!" نکی حیران ہو کر بولی۔ "ایسا تو فلموں میں ہوتا ہے۔ تم بھی یہ کام کر سکتے ہو؟"

"مجھے اس میں زیادہ مہارت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی چہروں میں اتنی تبدیلی تو ہو ہی جائے گی کہ کوئی ہمیں آسانی سے نہیں پہچان سکے گا۔"

"بہت اچھے۔ تب تو بڑا مزہ آئے گا۔ ہم کھلے عام آزادانہ طور پر خوب سیر و تفریح کریں گے۔"

شی گورانے ائیرپورٹ کی بلڈنگ بڑی شاندار تھی اور وہاں امریکی کمپنیوں کے ساتھ بورڈز کی بہتات سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس ریاست پر امریکی اثرات بہت گہرے ہیں۔ مجھے وہاں سے پاسپورٹ کیں حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

ہم رات کے وقت شی گورانے پہنچے تھے مگر اس وقت بھی وہاں سخت گرمی تھی۔ ائیرپورٹ سے باہر نکل کر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ وہ ہمیں کسی نچلے درجے کے ہوٹل میں لے چلے۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نے ہمیں ایک نچلے درجے کے ہوٹل کے سامنے اتار دیا۔ یہ کچھ زیادہ ہی نچلے درجے کا ہوٹل ثابت ہوا جو قیام کے لیے کسی طرح بھی موزوں نہیں تھا مگر میں وہاں مستقل قیام کی نیت سے تو آیا نہیں تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ وہاں کچھ دیر رک کر میک اپ کرنے کے بعد ہم وہاں سے نکل جائیں گے۔

میں نے پیشگی کرایہ ادا کر کے وہاں ایک کمرا حاصل کر لیا۔ اس ہوٹل کا سب سے اچھا کمرا تھا مگر اسے کسی بھی طرح کمرا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ممکن ہے جانور باندھنے کے لیے وہ کوئی مناسب کوٹھری کہی جا سکتی ہو مگر آدمیوں کے قیام کے لیے وہ ہر لحاظ سے نامناسب تھی۔

کمرے میں پہنچتے ہی میں نے میک اپ کا سامان نکال لیا۔ ایک مخصوص لوشن کے ذریعے نکی کی ناک، ہونٹ اور پلکیں موٹی ہو کر بھاری معلوم ہونے لگی تھیں۔ دوسرے لوشن نے اس کی دودھیا رنگت کو سیاہ کر دیا اور پھر مصنوعی رنگت کے ذریعے اس کے بال گھنے سیاہ کرنے کے بعد کونٹیکٹ لینس کے ذریعے اس کی آنکھیں بھی سیاہ ہو گئیں۔ ایک گھنٹے کی محنت شاقہ کے بعد میں نے نکی کو آئینہ دکھایا۔

"اوہ میرے خدا!" آئینہ دیکھ کر وہ مارے خوف کے چیخ پڑی۔ "یہ تم نے میرا کیا حلیہ بنا دیا۔ مجھے تو خود سے بھی خوف آنے لگا ہے۔"

"بات ضرورت کی ہے نکی۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "اس معاشرے میں دوسروں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے مگر اس خوفناک صورت کو برداشت نہیں ہو گی۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ اس روپ میں تم مجھے دنیا کی سب سے حسین لڑکی لگ رہی ہو تو تم کیا کرو گی؟"

اس نے عجیب نظروں سے مجھے دیکھا۔ "اگر مجھے اس بات کا یقین آ جائے تو مستقل طور پر یہ روپ اختیار کر لوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "تم بتاؤ کہ تمہیں کسی قسم کی الجھن تو نہیں ہو رہی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" نکی نے کہا۔ "میرے ہونٹ اگرچہ موٹے ہو گئے ہیں لیکن مجھے ان میں وزن محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ سب کچھ پہلے ہی کی مانند ہے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ تم ذرا دیکھتی رہو، میں بھی تمہاری طرح سیاہ فام بننے جا رہا ہوں۔"

میں نے ڈینس کا میک اپ اتار دیا اور اپنے چہرے پر نیا میک اپ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں بھی سیاہ فام نظر آ رہا تھا۔ نکی اور میرے جسم کے سارے کھلے ہوئے حصے سیاہ ہو چکے تھے۔

"ویسے کتنے ہی حسین دیہاتی لگ رہے ہیں۔" نکی نے ہنس کر کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"اب یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ کسی اور ہوٹل میں مسٹر اور مسز زراوکی حیثیت سے قیام کریں گے۔ اب ہمیں یہ خطرہ نہیں رہے گا کہ کوئی خصوصیت سے ہماری طرف متوجہ ہو گا۔"

بدلی ہوئی شکل کی وجہ سے باہر نکلنے میں ہمیں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔

ہماری اگلی منزل ایک فائیو اسٹار ہوٹل تھی۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈبل بیڈ کمرا مسٹر مائیکل زراو اور مسز نکلی زراو کے نام سے حاصل کیا گیا تھا۔ مجھے سب سے بڑا خطرہ نکی ہی کی طرف سے تھا۔ ایک بیڈ پر اس کے ساتھ رات گزارنا خود کو بہت بڑے امتحان میں ڈالنے کے مترادف تھا مگر خواب آور دوا کی شیشی میرے ہمراہ تھی اور اس کے خلاف میرا سب سے مؤثر ہتھیار تھی۔

شی گورانے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ دیگر بہت سے پسماندہ ممالک کی مانند یہاں بھی صرف دو ہی طبقے پائے جاتے ہیں۔ ایک بہت زیادہ متمول طبقہ اور دوسرا انتہائی غریب طبقہ۔ وہ علاقہ جس میں وہ ہوٹل تھا جہاں ہم ٹھہرے تھے، اس دوسرے طبقے کے لوگوں کا علاقہ تھا جہاں کے لوگوں کی عمریں دو وقت کی روٹی کی جدوجہد کرتے گزر جاتی ہیں جبکہ شہر کا علاقہ آنکھوں کو چکاچوند کر دیتا تھا۔ بلند و بالا شاندار عمارتیں، کاروں کے شو روم اور چمکتی ہوئی سڑکوں پر رنگ برنگے جلتے بجھتے نیون سائن دیکھ کر کسی اجنبی کو یہ گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ یہاں اسامت کی طرح غربت بھی پائی جاتی ہو گی۔

فائیو اسٹار ہوٹل کا کمرا حسب توقع بہت آرام دہ ثابت ہوا۔ نکی باورڈو نے جلدی جلدی سوٹ کیس کھول کر سامان ترتیب سے رکھ دیا۔

"اب کیا ارادہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اس وقت تو نیند آ رہی ہے۔" میں نے جمائی لی۔ "فی الحال آرام کرتے ہیں۔ صبح اٹھ کر سوچیں گے۔"

"دن بھر تو سوتے ہو۔" وہ جھنجلا کر بولی۔ "اب پھر نیند آ رہی ہے۔ تمہیں نیند نہیں آ رہی تو تم جاگو۔ میں تو اب سو ہی جاؤں گا۔" میں نے کہا اور کپڑے تبدیل کرنے کے لیے باتھ روم میں گھس گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے واپس نکلا تو نکی۔۔۔۔ اپنے ہاتھ میں شب خوابی کا لباس لیے کھڑی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

میں جانتا تھا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آنے والی نہیں ہے۔ مجھے سکون سے سونے نہیں دے گی چنانچہ میں بیڈ پر جا کر لیٹ گیا اور جیب سے خواب آور دوا کی شیشی نکال لی۔ اس سے پہلے کہ وہ باتھ روم سے واپس آتی میں نے خواب آور دوا کے چند قطرے اس کے تکیے پر گرا دیے اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

"تم اس قدر شرمیلے کیوں ہو؟" چند لمحوں کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ مہین لباس پہنے کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔

"لائٹ آف کر کے نائٹ بلب جلا دو اور اگر سونا ہے تو سو جاؤ۔" میں نے پرسکون انداز میں کہا۔

اس نے بہت خوش ہو کر میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر بیڈ پر آتے ہی مجھ سے چپکنے کی کوشش کی۔

"تم آخر اتنی جلد باز کیوں ہو؟" میں نے کہا۔ ۔۔۔۔۔

رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم پہلے آدمی ہو جسے مجھ سے یہ شکایت پیدا ہوئی ہے ورنہ آج تک تو ہر ایک مجھے سرد مہر اور کاہل الوجود ہی کہتا چلا آیا ہے۔"

"پھر بھی اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے؟" میں مسکرایا۔ "پوری رات پڑی ہے اور میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہوں۔"

"تمہاری سرد مہری دیکھتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے جیسے میں لڑکی نہیں گھاس پھونس کا کوئی ڈھیر ہوں۔ کیا مجھ میں اتنی کشش بھی نہیں ہے کہ تم مجھے نگاہ بھر کے ہی دیکھ لو؟"

"تم نے تو پہلے خود ہی ہوش و حواس پر بجلیاں گرا دی ہیں ورنہ مجھے پاگل کتے نے تو کاٹا نہیں تھا کہ تمہیں اپنے ساتھ لے آتا۔"

"تم بہت جھوٹے فراڈ ہو۔ دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے۔ تم مجھے بہلا رہے ہو۔"

اُس نے تکیے پر سر رکھ دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب اُسے ہوش و خرد سے بیگانہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

"تم بہت کٹھور ہو، سنگدل ہو، تمہیں دوسروں کے جذبات کا ذرا اندازہ نہیں۔" اُس کی آواز بتدریج ڈوبتی چلی جا رہی تھی اور پھر ذرا دیر بعد وہ سو گئی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔

خدا خدا کر کے رات گزر گئی۔ صبح اُس کے بیدار ہونے سے قبل ہی میں اُٹھ گیا اور میں نے تیار ہو کر کمرے سے نکل بھاگنے میں دیر نہیں کی۔ یہ اندازہ کرنا زیادہ دشوار نہیں تھا کہ اُٹھنے کے بعد وہ کس قدر شدید ردِعمل کا اظہار کرے گی۔ ایسے میں اُس سے دور رہنا ہی مناسب تھا۔

میں بڑے اطمینان سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں جا پہنچا اور سکون سے ناشتا کرنے لگا۔ ناشتا ختم ہونے سے قبل ہی مجھے ڈائننگ ہال کے دروازے پر مجھے نکی نظر آئی۔ اُس نے صرف لباس تبدیل کیا تھا اور اُٹھتے ہی مجھے تلاش کرتی ہوئی یہاں تک آ پہنچی تھی۔ وہ شدید غصے میں نظر آ رہی تھی۔

ڈائننگ ہال میں چند ہی میزیں آباد تھیں۔ نکی کی نظر جیسے ہی مجھ پر پڑی وہ تیر کی طرح میری طرف لپکی۔ "تم سخت بے ہودہ آدمی ہو۔" اُس نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہو گئی؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ مجھے گھورتے ہوئے ایک کرسی کھسکا کر اس پر بیٹھ گئی۔ "میں تمہارے ساتھ اس لیے تو نہیں آئی تھی۔ تم نے میری ایک اور رات برباد کر دی۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔" میں خشک لہجے میں بولا۔ "اپنی نیند پر تو تمہیں قابو ہے نہیں۔ مجھے بے وجہ ہی برا بھلا کہہ رہی ہو۔"

وہ تشویش آمیز سوچ میں پڑ گئی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایسا دوسری بار ہوا ہے اور دونوں بار تم ہی میرے ساتھ تھے ورنہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"ناشتا کرو گی؟" میں نے بات ان سنی کر کے کہا۔

"اور تم نے مجھے اُٹھایا کیوں نہیں؟ اکیلے ہی ناشتا کرنے چلے آئے۔"

"میں نے تمہیں کئی آوازیں دیں مگر تم تو گھوڑے بیچ کر سو رہی تھیں۔ مجبوراً میں اکیلا ہی ناشتا کرنے چلا آیا۔ بڑے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ تمہیں بھی دیکھ لوں گی۔" اُس نے مجھے گھورا۔ "منگواؤ ناشتا۔"

میں نے اُس کے لیے بھی ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ ناشتے کے دوران وہ مسلسل میرے کان کھاتی رہی اور میں تبسم سے جوابات دیتے کر ٹالتا رہا۔ میرا ذہن تو اولیو باورڈ میں اُلجھا ہوا تھا اور میں اُس تک پہنچنے کے لیے اپنے اگلے اقدام پر غور کر رہا تھا۔

ناشتے کے بعد میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ "تم ہوٹل میں ہی رکو۔" میں نے نکی سے کہا۔ "میں ذرا امیگریشن کے آفس کو اپنی آمد سے مطلع کر آؤں۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔" نکی نے کہا۔

"میں کہیں تفریح کرنے نہیں جا رہا ہوں جو تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں۔ یہ میری ملازمت کا معاملہ ہے اور تمہارا میرے ساتھ جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا۔"

"تمہاری واپسی کب تک ہو گی؟" نکی نے پوچھا۔

"زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" میں نے کہا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ شن گورا نے کی سڑکوں پر ٹریفک سیلاب کی صورت بہہ رہا تھا۔ فٹ پاتھ پر کافی تعداد میں لوگ پیدل چلتے ہوئے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں بھی پیدل ہی چل پڑا۔ میرا ارادہ تھا کہ جنرل بل کے ذاتی نمبر پر فون کر کے اولیو باورڈ کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ اولیو ڈونڈو یہاں ہے بھی یا نہیں۔ اس جیسے سیماب صفت آدمی سے کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے کی توقع کرنا عبث تھا۔ جنرل بل کا ذاتی نمبر جو نکی نے مجھے بتایا تھا میری یادداشت میں محفوظ تھا۔ معاملہ چونکہ بہت بڑی شخصیت کے فون کا تھا اس لیے میں نے ہوٹل سے فون کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ محتاط رہنا بہرحال ضروری تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد مجھے ایک کیسٹ کی دکان نظر آئی۔ میں دکان میں داخل ہو گیا اور مالک سے اجازت لے کر جنرل بل کا فون نمبر ڈائل کر دیا۔ دوسری طرف سے ایک شیریں نسوانی آواز سنائی دی۔ غالباً وہ جنرل بل کی پرسنل سیکریٹری تھی۔

"مجھے مسٹر اولیو باورڈ سے بات کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو تشریف نہیں رکھتے سر، آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں؟"

"ان سے کب بات ہو سکے گی؟"

"پرسوں سے قبل شاید بات نہ ہو سکے۔ آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں؟ اگر کوئی میسج ہو تو دے دیں ان تک پہنچ جائے گا۔"

میں نے کوئی جواب دیے بغیر فون بند کر دیا اور کال کے پیسے ادا کر کے دکان سے باہر نکل آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اولیو باورڈ شن گورانے میں موجود نہیں ہے نیز اُس کی واپسی پرسوں سے قبل نہیں ہو گی۔ یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہو گا لہٰذا اُس کی واپسی تک مجھے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا ہو گا۔ میں چاہتا تو فون پر اُس کے لیے پیغام چھوڑ سکتا تھا کہ میں علی یار خان بول رہا ہوں اور اُس کی بیٹی نکی باورڈ میرے قبضے میں ہے۔ اگر وہ اپنی بیٹی کی خیریت چاہتا ہے تو تہذیب ناگم اکیس کو میرے حوالے کر دے ورنہ اُس کی بیٹی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن میں نے اُس کے لیے کوئی پیغام چھوڑنے سے گریز کیا تھا۔ اولیو باورڈ کے خیال میں تو میں بم کے دھماکے میں مر چکا تھا۔ وہ میری طرف سے بے فکر تھا اور میں اُسے قبل از وقت ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ہوٹل واپس پہنچا تو نکی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد بھی جب وہ واپس نہیں آئی تو میں تشویش کا شکار ہو کر اُسے تلاش کرنے نکلا۔ وہ مجھے ہوٹل کے لاؤنج میں مل گئی۔ مگر وہ تنہا نہیں تھی۔ اُس کے ساتھ ایک طویل القامت سرخ و سفید رنگت والا شخص بھی تھا جو غالباً امریکا کا باشندہ تھا۔ دونوں بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔ نکی کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر میں نے واپس پلٹ جانا چاہا مگر نکی کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُس نے دور ہی سے ہاتھ اُٹھا کر مجھے اشارہ کیا۔ اب میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ میں چار و ناچار اُس کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ میرے شوہر ہیں مائیکل ڈولو اور ان سے ملو مائیکل، یہ مسٹر ایلس براڈو ہے ہیں۔ یہ ٹیم جو ہیں اور برِاعظم افریقہ کے اندرونی علاقوں کی سیاحت کے لیے آئے ہیں۔"

ایلس براڈو نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ مجھے بھی مجبوراً گرم جوشی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ مجھے نکی پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ میں نے اُسے اجنبیوں سے بے تکلف ہونے کے لیے منع کیا تھا لیکن اُس نے میری ہدایت کی کوئی پروا نہیں کی تھی۔

مجھے خدشہ محسوس ہونے لگا کہ اپنے ساتھ وہ مجھے بھی مشکل میں پھنسا دے گی۔

"آپ کی بیوی بتا رہی تھیں کہ آپ لوگ تفریح کرنے آئے ہیں۔" ایلس براڈو نے مجھ سے کہا۔ "شن گورانے کا جنگل گھومنے کے لیے میں نے ایک مختصر سا پروگرام بنایا ہے۔ یہاں سے تیس میل کے فاصلے پر ایک بستی میں میرا دوست ڈاک جون رہتا ہے۔ یہ پروگرام اسی کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ کیوں نہ آپ لوگ بھی اس پروگرام میں شریک ہو جائیں۔"

میں انکار کرنا چاہتا تھا مگر نکی کم بخت مجھ سے پہلے ہی بول پڑی۔ "کیوں نہیں مسٹر براڈو، یہ موقع تو ہمیں قدرت نے فراہم کیا ہے کہ آپ جیسے مہم جو سے ملاقات ہو گئی۔ ہم آپ کے ساتھ ضرور چلیں گے۔"

شدید غصے کی وجہ سے میرا خون کھول کر رہ گیا۔ نکی عقل سے بالکل ہی کوری ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ذرا سی واقفیت جان پہچان میں کسی اجنبی کے ساتھ جنگلوں میں جانے کے لیے تیار ہو جانا بدترین حماقت تھی مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مجھے دل پر جبر کر کے اظہارِ رضامندی کے طور پر مسکرانا پڑا۔

"آپ مسٹر ڈاک جون کے پاس کب جائیں گے؟" نکی نے

ایلس براڈوے سے پوچھا۔

"بس تقریباً آدھے گھنٹے میں روانہ ہو جاؤں گا۔" براڈوے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اتنی دیر میں ہم بھی تیاری کر لیں گے۔" نکی نے اس سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔ "آؤ ڈیئر، ہم لوگ بھی تیاری کر لیں۔"

میں اٹھ کر نکی کے ساتھ چل دیا اور کمرے میں پہنچتے ہی اس پر بری طرح برس پڑا۔ "سمجھ میں نہیں آتا تم کس بلا کی احمق ہو۔ آخر اس طرح ہامی بھرنے کی کیا تک تھی؟"

"تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟" نکی نے حیرت سے کہا۔ "کیا تمہارے خیال میں جنگل کی سیر کرنا حماقت ہے؟"

"وہ ہمارے لیے قطعی اجنبی ہے۔ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پتا نہیں وہ کون ہے اور جنگل میں لے جا کر ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے؟"

"تم تو خواہ مخواہ خدشات کا شکار ہو رہے ہو۔" نکی نے ہنس کر کہا۔ "ارے وہ تو بہت عمدہ آدمی ہے۔"

میں اس کی عقل پر ماتم کر کے رہ گیا۔ اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

"اور ہاں تمہاری ملازمت کا معاملہ بھی تو ہے۔" نکی نے دفعتاً چونک کر پوچھا۔ "تم نے کمپنی والوں کو اپنی آمد کی اطلاع دے دی؟"

"اب خیال آیا ہے تمہیں؟" میں جھنجلا کر بولا۔ "حالانکہ یہ بات تمہیں سب سے پہلے معلوم کرنا چاہیے تھی۔"

"سوری، مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" نکی نے دھیمی آواز میں کہا۔ میں چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر میں نے شانے جھٹک کر بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔ "مجھے ایک ہفتے بعد ملازمت پر جانا ہوگا۔"

"تب تو مسٹر براڈوے کے ساتھ چلنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ان کا پروگرام تو صرف دو دن کا ہے۔"

مختصر سا سامان لے کر ہم ایلس براڈوے کے ساتھ اس کی لینڈ روور جیپ میں روانہ ہو گئے۔ ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں ہم شہر گزرانے سے تیس میل کے فاصلے پر واقع افریقی بستی میں پہنچ گئے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں سے جنگل کا آغاز ہوتا تھا۔ شہر سے نزدیک ہونے کی وجہ سے اس بستی کے وحشی باشندے بڑی حد تک مہذب ہو گئے تھے مگر انھوں نے اپنا روایتی رہن سہن ترک نہیں کیا تھا۔ بستی کے مکانات سرکنڈوں، بانسوں اور چٹائیوں کے امتزاج سے بنائے گئے تھے۔ سیاہ فام بچے ننگ دھڑنگ گھوم رہے تھے۔ عورتیں اور مرد مختصر لباس میں تھے اور انھوں نے اپنے چہروں پر سفید رنگ سے نقش و نگار بنا رکھے تھے۔

اس جنگلی بستی میں ہماری جیپ پہنچی تو جیپ کے پیچھے ایک جم غفیر لگ گیا۔ بات یہ نہیں تھی کہ انھوں نے اس سے قبل کوئی جیپ نہیں دیکھی تھی بلکہ ان کی دلچسپی کا مرکز تو ہم اجنبی لوگ تھے۔ نکی بڑی دلچسپی اور حیرت سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"فلموں میں تو میں نے بارہا ایسے مناظر دیکھے ہیں لیکن ان لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں زمانہ قبل از تاریخ کی کسی بستی میں پہنچ گئی ہوں۔" نکی نے مسحور ہو کر کہا۔

"یہ تو وحشی قبائل کے مہذب ترین لوگ ہیں مسز ٹوبو۔" ایلس براڈوے بولا۔ "ورنہ ان کی آدم خوری کی داستانیں تو آپ نے بھی سنی ہوں گی؟"

"مجھے بڑا شوق ہے آدم خوروں کو دیکھنے کا۔" نکی نے کہا۔

"انھیں دیکھ کر زندہ بچ رہنے والوں کا تناسب بہت کم ہے مسز ٹوبو۔" براڈوے نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

جیپ ایک ایسی جھونپڑی کے سامنے رکی جو اپنی ساخت کے اعتبار سے وہاں موجود تمام جھونپڑیوں سے الگ تھلگ تھی۔ اس جھونپڑی کے سامنے پہلے سے ایک لینڈ روور موجود تھی۔

"یہ راک جون کی قیام گاہ ہے۔" ایلس براڈوے نے بتایا۔

راک جون نے ایلس براڈوے کا بڑے تپاک انداز میں استقبال کیا۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ وہاں پر ایک معزز شکاری کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے اور نکی سے بھی بڑی خندہ پیشانی سے ملا۔ براڈوے نے اسے ہمارے بارے میں بتایا تھا کہ ہم سیر و سیاحت کے شوقین ہیں۔

"میں ابھی شکار کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔" راک جون نے کہا۔ "اچھا ہوا آپ لوگ آ گئے۔ اگر آپ تھوڑی دیر بعد آتے تو شاید میں آپ کو نہ مل پاتا۔"

نکی اور براڈوے نے اس خبر پر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ مجھے ان خرافات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن فی الحال تو میں اس کے لیے مجبور تھا۔ اگر اولیو ہارڈ شہر میں موجود ہوتا تو میں نکی کو تاریکی میں رکھنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیتا مگر جب اولیو ہارڈ ہی نظروں سے اوجھل تھا تو میں نے بھی سوچا کہ وقت گزاری کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔

راک جون کی جھونپڑی میں ہمیں زیادہ دیر نہیں رکنا پڑا۔ اس کے آدمی تیاریاں کر رہے تھے۔ دوسری لینڈ روور بھی تھوڑی سامان بار کیا جا رہا تھا۔

"اس جانب جنگل بے حد گھنا ہے۔" راک جون بتا رہا تھا۔ "اس جانب سے چونکہ جیپوں کے ذریعے جنگل کے اندر زیادہ دور نہیں جایا جا سکتا اس لیے ہم جنگل کا چکر کاٹ کر چلیں گے۔ اس طرح ہمیں پچاس ساٹھ میل کا چکر تو پڑ جائے گا مگر شکار کا لطف بھی آ جائے گا۔"

دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں دو جیپوں اور آٹھ افراد پر مشتمل اس چھوٹے سے قافلے کا سفر شروع ہوا۔ جیپیں کچے اور ناہموار راستے پر چل رہی تھیں جس کے ایک جانب گھنا جنگل تھا اور دوسری طرف دور تک بے ترتیب جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ راستے ناہموار ہونے کے باعث سفر کی رفتار بے حد سست تھی۔ مسلسل لگنے والے جھٹکوں نے نکی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ ایڈونچر کی شوقین تو بہت تھی مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایڈونچر کن مشکلات کا نام ہے۔ ستم یہ تھا کہ وہ کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتی تھی اس لیے کہ وہ خود اس سفر پر مصر تھی۔

شام ہوتے ہوتے ہم ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں جنگل قدرے چھدرا ہو گیا تھا اور اب زمین کی ہیئت بھی تبدیل ہونے لگی تھی۔ جگہ جگہ پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ اس مقام پر پہنچ کر مجھے ہوا میں کچھ زیادہ ہی نمی محسوس ہونے لگی۔ گویا یہاں نزدیک ہی یا تو کوئی آبشار تھا یا کوئی ندی وغیرہ تھی۔ میں نے راک جون سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"یہاں نہ تو کوئی ندی ہے اور نہ ہی کوئی آبشار ہے بلکہ سامنے دور جو پہاڑی دیوار نظر آ رہی ہے اس کے عقب میں سمندر ہے۔"

"اوہ! گویا ہم کسی ساحلی علاقے میں ہیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں، یہ بہت طویل ساحلی علاقہ ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ ساتھ دائیں سمت میں سفر جاری رکھیں تو تقریباً ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ طے کر کے کیرول نامی افریقی ریاست میں پہنچ جائیں گے۔ اس ریاست کی سرحد بھی اس سمندر سے آ ملتی ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک سمندری کھاڑی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ہم اس کھاڑی کے کنارے شب بسری کر لیں۔ میں نے جنگل کے جس حصے کا تذکرہ کیا تھا وہاں تک پہنچنے کے لیے صبح بہرحال ہمیں اس کھاڑی کے نزدیک سے گزرنا پڑے گا۔"

نکی نے اپنی روایتی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑی۔ "سمندر کے کنارے شب بسری میں بڑا مزہ آئے گا مسٹر راک جون!"

راک جون کے اشارے پر گاڑیوں کا رخ کھاڑی کی جانب موڑ دیا گیا۔

ہم کھاڑی کے کنارے پہنچے تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ نکی سحر زدہ انداز میں سورج کے نارنجی رنگ کے گولے کو سمندر کے نیلگوں پانی میں غروب ہوتے دیکھ رہی تھی۔

"کتنا حسین منظر ہے!" اس نے میری جانب مڑ کر کہا۔

"ہاں مگر تم سے زیادہ نہیں۔" میں برجستہ بولا۔

"میرا موڈ خراب نہ کرو۔ تم ایک چرب زبان اور بے عمل آدمی ہو۔"

راک جون نے حفظ ما تقدم کے طور پر اپنے لوگوں میں رائفلیں تقسیم کر دی تھیں۔ ایک رائفل میرے حصے میں بھی آئی تھی۔ جنگل اگرچہ وہاں سے بہت فاصلے پر تھا تاہم یہ امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی جنگلی درندہ بھٹک کر اس طرف آ نکلے۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور ان لوگوں نے الاؤ روشن کر دیے تھے۔ رات کے کھانے کے لیے خشک گوشت بھوننے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

کھانا تیار ہونے کے بعد جب ہم کھانا کھانے بیٹھے تو سورج کو غروب ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی اور مشرقی افق سے چاند سر ابھار رہا تھا۔ پورا چاند تھا جس کے بلند ہوتے ہی تا حد نگاہ نرم ٹھنڈی روشنی پھیل گئی۔

"کتنا دلکش منظر ہے۔ کیسی پُراسرار رات ہے۔" کھانے کے بعد نکی نے مجھ سے کہا۔ "آؤ کچھ دور ٹہل کر آتے ہیں۔"

کم بخت نے ان سب کے سامنے یہ بات کہی تھی میں انکار بھی نہ کر سکا۔

"زیادہ دور نہ جانا۔" راک جون نے مجھے اٹھتے دیکھ کر تنبیہ کی۔ "اور رائفل کو خود سے جدا نہ کرنا۔"

میں رائفل ہاتھ میں لے کر نکی کے ساتھ چل پڑا۔ کافی دور ایک اونچے ٹیلے کے عقب میں پہنچ کر اس نے کہا۔ "آؤ یہاں بیٹھیں گے۔"

"نہیں، اب واپس چلو۔ ہمیں ان لوگوں سے دور نہیں رہنا چاہیے۔"

"اگر تم میرا ساتھ دو تو براعظم افریقہ کی اس دلکش چاندنی رات کو میں عمر بھر کے لیے یادگار بنا دوں۔" اس نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میرے بدترین دشمن اولیو ہارڈ کی بیٹی مجھ سے کیا فرمائش کر رہی تھی! اسے کیا معلوم تھا کہ میری زندگی تو کسی اور کے نام ہے۔ اگر نہ ہوتی تب بھی میں اسے کبھی گوارا نہ کرتا۔ مجھے بڑی شدت سے تہذیب مالکم رکھیں یاد آئی۔ اگر اس وقت وہ میرے ساتھ ہوتی تو واقعی یہ سہانی چاندنی رات میری زندگی میں امر ہو جاتی مگر یہ قسمت کے کھیل تھے اور قسمت سے بھلا کون لڑ سکتا ہے۔

"کیا سوچ رہے ہو ڈیئر؟" نکی ہارڈ خمار آلود آواز میں بولی۔ "یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

ابھی میں نے اسے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ ایک

فائرنگ کی آواز نے فضا پر مسلط سناٹے کا سینہ چھلنی کر دیا۔ نکی بری طرح اچھل پڑی تھی اور میں نے رائفل سنبھال لی تھی۔ میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ آواز کس سمت سے آئی ہے۔

پھر پے در پے گولیاں چلنے لگیں۔ میں بڑی پھرتی سے ٹیلے کی طرف لپکا اور کسی تیز رفتار سانپ کی طرح اس پر چڑھتا چلا گیا۔ بلندی پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ فائرنگ کا مرکز لینڈ روور ہے۔ فائرنگ چونکہ دو طرفہ ہو رہی تھی لہٰذا میں صورت حال کو سمجھنے سے پھر بھی قاصر ہی رہا۔

اچانک میری نگاہ کھاڑی کی سمت اٹھ گئی۔ کھاڑی میں ایک سفید رنگ کا اسٹیمر موجود تھا جس پر سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ یقیناً ایلس براڈوے اور راک جون ان سے مقابلے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اسٹیمر کس کا ہے اور اس پر موجود لوگ کیوں حملہ آور ہوتے ہیں۔

"یہ... یہ کون لوگ ہیں؟" میں نے نکی باوڈو کی لرزتی ہوئی آواز سنی۔ وہ بھی ٹیلے پر چڑھ آئی تھی۔

"معلوم نہیں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ اسٹیمر سے برابر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ پھر میں نے کھاڑی میں ایک اور اسٹیمر کو متحرک دیکھا۔ دوسرا اسٹیمر کافی فاصلے پر تھا اور وہ بھی کنارے کی طرف آ رہا تھا لیکن اس کا رخ دوسری طرف تھا۔ وہ اسٹیمر کھاڑی کے دوسرے کنارے پر رکتا۔ وہ کنارہ لینڈ روور کی جانب سے چلائی جانے والی گولیوں کی زد سے باہر تھا لیکن جس جگہ ہم تھے وہاں سے یہ کنارہ نسبتاً قریب تھا۔

میری تمام تر توجہ اب اس دوسرے اسٹیمر پر مرکوز تھی۔ میں نے اس اسٹیمر سے چند سایوں کو اتر کر ٹیلوں میں غائب ہوتے دیکھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ وہ پہلے اسٹیمر والوں کے ہی ساتھی ہوں اور عقب سے حملہ آور ہونے کی کوشش کریں۔ میں ادھیڑ بن میں پھنس گیا تھا۔ اگر دوڑ کر لینڈ روور تک پہنچنے کی کوشش کرتا تو گولیوں کی زد میں آنے کا خطرہ تھا۔ اور اگر اپنی جگہ موجود رہتا تو عقب سے آنے والوں کی زد میں آنے کا خطرہ تھا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اسٹیمر والوں سے زیادہ دیر مقابلہ جاری نہیں رکھا جا سکے گا۔ ان کی افرادی قوت بھی بہت زیادہ تھی اور ان کے پاس اسلحے کی کمی بھی نہیں تھی۔ مسلسل برسائی جانے والی گولیاں اس بات کا واضح ثبوت تھیں۔

دفعتاً میں نے جیپوں کو اسٹارٹ ہو کر روانہ ہوتے دیکھا اور میرے اوسان خطا ہو گئے۔ براڈوے اور راک جون اپنے ساتھیوں سمیت جنگل کی سمت فرار ہو رہے تھے۔ میں دہل کر رہ گیا۔ اگر وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا! ایک جانب خوں خوار درندوں سے بھرا ہوا جنگل تھا اور دوسری طرف نامعلوم حملہ آور تھے۔ میرے لیے کوئی راہ فرار نہیں رہ گئی تھی۔

لیکن وہ لوگ فرار ہونے میں ناکام رہے۔ جیپیں بہت تیز رفتاری سے جنگل کی سمت دوڑ رہی تھیں۔ اسٹیمر سے مسلسل گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ دفعتاً ایک گولی نے اگلی لینڈ روور کا اگلا ٹائر برسٹ کر دیا۔ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی جیپ بے قابو ہو کر الٹ گئی۔ عقب سے آنے والی لینڈ روور واش ہوئی جیپ سے ٹکرائی اور ایک زوردار دھماکا ہوا۔ کچھ لوگوں نے جیپوں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ گولیوں کی زد میں آ گئے۔

پہلا اسٹیمر اب کنارے سے آ لگا تھا اور جیپوں پر سے کچھ لوگ کود کر جیپوں کی طرف بھاگنے لگے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک بھی زندہ بچا ہو گا۔

دفعتاً نکی باوڈو کی چیخ ابھری اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ جیپوں کا انجام دیکھنے کے دوران میں عقب کی طرف سے بے خبر ہو گیا تھا۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ بھورے لباس میں ملبوس کچھ افراد ٹیلے سے محض چند گز کے فاصلے پر موجود تھے۔ انھوں نے ہمیں اپنی بندوقوں کی زد میں لے رکھا تھا۔

"رائفل پھینک کر اپنے ہاتھ بلند کر لو۔" ان میں سے ایک نے خوں خوار لہجے میں کہا۔

میرے پاس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے رائفل پھینک کر ہاتھ بلند کر دیے۔ میں نے نکی کو بھی ہاتھ بلند کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اور اس کے بعد ان کی اگلی ہدایت پر ہم دونوں ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔

ہمارے نیچے اترتے ہی ان میں سے دو افراد ہمارے نزدیک آئے اور انھوں نے بڑی بے رحمی سے ہمارے ہاتھ پشت پر کس کے باندھ دیے۔ قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کا تعلق سفید فام نسل سے ہی تھا۔ ہاتھ باندھنے کے بعد ان میں سے ایک طویل القامت شخص نے غراتی ہوئی آواز میں مجھ سے سوال کیا۔

"لینڈ روور پر سوار لوگوں کے علاوہ تمھارے اور کتنے ساتھی ان ٹیلوں کے عقب میں موجود ہیں؟"

اس کی آواز سے مجھے پتا چلا کہ مجھے رائفل پھینکنے کا حکم بھی اسی شخص نے دیا تھا۔ "اور کوئی بھی نہیں ہے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم یہاں ہوئی چاندنی رات سے لطف اندوز ہونے اس طرف نکل آئے تھے ورنہ باقی لوگ وہیں لینڈ روور کے قریب موجود تھے۔"

"بس، چلو آگے بڑھو۔" اس نے مجھے دھکا دیتے کہا۔

میں اور نکی اس کی ہدایت کے بموجب آگے بڑھتے رہے۔ ہمارا رخ اسی اسٹیمر کی طرف تھا جس سے وہ لوگ اترے تھے۔ میں براڈوے اور راک جون کے انجام سے بے خبر تھا۔ ان لوگوں سے بھی کوئی سوال کرنا مناسب نہیں تھا چنانچہ ہم خاموشی سے چلتے رہے۔

دو ٹیلوں کے درمیان کافی فاصلہ طے کر کے ہم اسٹیمر کے نزدیک پہنچ گئے۔ نکی بہت سہمی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی چاندنی رات جو خاک میں مل گئی تھی۔

اسٹیمر میرے اندازے سے کہیں زیادہ بڑا اور جدید ترین ساخت کا تھا۔ اس کے اوپری حصے پر اینٹی ایئرکرافٹ گنیں لگی ہوئی تھیں اور پچھلے حصوں پر مشین گنیں فٹ تھیں۔ اگر دوسرا اسٹیمر بھی ایسا ہی تھا تو براڈوے اور اس کے ساتھی خوش قسمت تھے کہ ان پر مشین گنوں سے فائرنگ نہیں کی گئی ورنہ وہ جیپوں ہی میں بھسم ہو کر رہ جاتے۔

اسٹیمر تک پہنچنے کے لیے ہمیں پانی میں اتارا گیا لیکن وہاں کمر سے زیادہ پانی نہیں تھا۔ اسٹیمر پر کچھ لوگ ہمارے منتظر تھے۔ جیسے ہی ہم قریب پہنچے انھوں نے ہماری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر ہمیں اوپر کھینچا اور بے دردی سے اسٹیمر پر دھکیل دیا۔ نکی باوڈو میرے اوپر آ کر گری تھی اس لیے اسے زیادہ چوٹ نہیں آئی مگر پھر بھی اس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔

اس کے بعد ایک ایک کر کے ان کے تمام ساتھی اسٹیمر پر آ گئے اور پھر دراز قامت شخص کے اشارے پر ہمیں اسٹیمر کے ایک دوسرے گوشے میں منتقل کر دیا گیا۔ دراز قامت شخص نے خود ہماری تلاشی لی اور جو کچھ بھی برآمد ہوا اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر ہمیں رسیوں کے ایک ڈھیر کے قریب بٹھا دیا گیا۔ دو اسٹین گن بردار افراد ہمارے دائیں بائیں آ کر کھڑے ہو گئے تھے اور دراز قامت شخص کسی اور طرف چلا گیا تھا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد اسٹیمر اسٹارٹ ہو کے چل پڑا۔ اسٹیمر کھاڑی کے آخری حصے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اسٹیمر کھلے سمندر میں پہنچ گیا۔ کھلے سمندر میں پہنچنے کے بعد اسٹیمر کی سمت تبدیل کی گئی اور سفر جاری رہا۔ پھر اسٹیمر ایک بحری جہاز کے نیچے رکا۔ جہاز پر گہرے سیاہ رنگ کا پینٹ کیا گیا تھا۔ اگر رات چاندنی نہ ہوتی اور جہاز کی روشنیاں بجھی ہوئی ہوتیں تو اس بحری جہاز کو اس کے رنگ کی وجہ سے قریب سے دیکھنا بھی ممکن نہ ہوتا۔

جہاز پر سے ایک لفٹ نما چیز آئی۔ مجھے اور نکی کو سب سے پہلے اس لفٹ پر سوار کیا گیا اور لفٹ نے ہمیں لے کر اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ عرشے پر چند افراد نے ہمیں لفٹ سے اتارا اور لفٹ دوبارہ نیچے چلی گئی۔ عرشے پر موجود افراد کے لباس بھی گہرے بھورے رنگ کے تھے اور انھوں نے پنڈلیوں تک لمبے جوتے پہن رکھے تھے۔ ہمیں اسٹین گنوں کی زد پر لے کر عرشے پر ہی ایک جانب بٹھا دیا گیا تھا۔

لفٹ کے ذریعے عرشے پر لوگوں کی آمد جاری تھی۔ کافی دیر بعد ایلس براڈوے، راک جون اور ان کے دو ساتھی بھی عرشے پر آتے نظر آئے۔ بقیہ افراد کا کوئی پتا نہیں تھا۔ میں نے دھڑکتے دل سے سوچا کہ یقیناً بقیہ لوگ کام آ گئے ہوں گے۔ ان لوگوں کا زندہ بچ جانا بھی حیران کن تھا۔

ایلس براڈوے اور راک جون نے مجھے اور نکی باوڈو کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ ان کے چہروں پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ راک جون کو اٹھا کر کھڑا کیا گیا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس کا ایک گھٹنا گولی لگنے سے ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے کراہتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے زخم کے بارے میں بتایا تو ان میں سے ایک نے ایک رومال راک جون کے گھٹنے پر کس دیا اور پھر دوسرے شخص سے بولا۔

"اسے اٹھا کر کیبن تک پہنچاؤ اور ان سب کو بھی کیبنوں میں پہنچا دو!"

دو افراد نے راک جون کو اٹھا لیا اور ہمیں بھی چلنے کا اشارہ کیا۔

ہمیں جہاز کی نچلی منزل پر لایا گیا جہاں ہم سب کو ایک بڑے سے کیبن میں دھکیل دیا گیا۔ راک جون کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی۔ ہم سب کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے لہٰذا اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ راک جون نے خود ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور کروٹ بدل کر اس طرح لیٹ گیا کہ اس کی زخمی ٹانگ اوپر رہے۔

ایلس براڈوے بہت افسردہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس سے اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے غمگین لہجے میں بتایا کہ وہ سب مارے گئے۔ میں خاموش ہو گیا۔ ان کے بارے میں یہ اندازہ تو میں پہلے ہی لگا چکا تھا کہ وہ سب مارے جا چکے ہوں گے۔

کچھ دیر کے بعد کیبن کا دروازہ کھلا اور چند افراد دراز قامت کے ہمراہ کیبن میں داخل ہوئے۔ وہ راک جون کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ راک جون کو آدھے گھنٹے بعد واپس لایا گیا۔ اس کے گھٹنے کی ڈریسنگ کر دی گئی تھی۔ شاید اسے سن کرنے والا کوئی انجکشن بھی لگایا گیا تھا کیونکہ اب اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں تھے۔

"میں اس انسانیت کے لیے ان کا شکرگزار ہوں۔" راک جون نے کہا۔ "گولی نے گھٹنے کی ہڈی توڑ دی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ صبح پلاسٹر کر دیا جائے گا۔ اس وقت ڈاکٹر موجود نہیں ہے۔"

"لیکن یہ کم بخت ہیں کون اور انھوں نے ہمارے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیوں کیا ہے؟" براڈوے نے راک جون سے سوال کیا۔

"میں خود بھی حیران ہوں۔ میں کافی عرصے سے یہاں رہ رہا ہوں۔ مجھے آس پاس کے علاقوں کی خبریں بھی ملتی ہیں لیکن یہ خبر کبھی نہیں ملی کہ اس سمندر میں کوئی جنگی جہاز بھی موجود ہے۔"

ایلس براڈوے اور راک جون کی گفتگو سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ جو کچھ ہوا وہ ان کے لیے بھی اتنا ہی غیر متوقع تھا جتنا غیر متوقع میرے لیے تھا۔

رات یونہی سوتے جاگتے گزر گئی۔ صبح کے وقت چند نئے افراد ہمارے کیبن میں داخل ہوئے۔ ان میں ایک قوی الجثہ شخص بھی تھا جس کے چہرے سے سختی جھلک رہی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہم سب کو دیوار کے سہارے بٹھا دیا جائے چنانچہ ہمیں جانوروں کی طرح گھسیٹ گھسیٹ کر دیوار کے سہارے بٹھا دیا گیا۔ قوی الجثہ شخص نے گھور گھور کر باری باری ہم سب کے چہرے بغور دیکھنا شروع کیے۔ اس کی آنکھوں میں بھیڑیوں کی جیسی چمک تھی۔ سب لوگوں کے چہرے بغور دیکھنے کے بعد اس نے ایلس براڈوے سے کہا۔ "اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"میرا نام ایلس براڈوے ہے۔ میں اس علاقے میں اپنے دوست راک جون اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ شکار کھیلنے آیا تھا۔" ایلس براڈوے اپنے بارے میں تفصیل سے بتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "آپ میرے بیان کی تصدیق میرے کاغذات سے کر سکتے ہیں۔"

"اور تم؟" وہ راک جون کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں طویل عرصے سے اسی علاقے میں مقیم ہوں۔ میرا نام راک جون ہے۔ میرے پاس مقامی حکومت کا اجازت نامہ موجود ہے۔ جنگلی درندوں کا شکار میرا شوق ہے۔ مقامی بستیوں کے لوگ کبھی کسی درندے کا شکار ہوتے ہیں تو مجھ سے مدد لیتے ہیں۔ یہی میرا مشغلہ ہے۔"

اس کے بعد میرا نمبر آیا۔ "میں نہ تو شکاری ہوں اور نہ ہی مجھے جنگلوں سے بہت زیادہ دلچسپی ہے۔" میں نے کہا۔ "میں تو اپنی بیوی کے ساتھ چھٹی گزارنے آیا تھا اور اتفاق سے ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔"

باری باری سب سے سوال جواب کیے گئے۔ نکی نے وہی جواب دہرا دیا تھا جو میں نے ان لوگوں کو دیا تھا۔

"لیکن تم لوگوں نے ہم پر گولیاں چلائی تھیں اور مقابلے پر آمادہ ہو گئے تھے۔" قوی الجثہ شخص نے کہا۔

"وہ تو ایک اضطراری فعل تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہم پر کون حملہ آور ہو گیا ہے۔" راک جون نے جواب دیا۔

"یہ ممنوعہ علاقہ ہے۔ حکومت کیروولا کی طرف سے احکامات جاری کیے گئے ہیں کہ کوئی اس طرف نہ آئے۔ ہم اس علاقے کے محافظ ہیں اور ہماری ذمے داری ہے کہ ہم غیر متعلق لوگوں کو اس علاقے سے دور رکھیں۔ ہم نے فائرنگ کر کے تمہیں ہوشیار کیا تھا مگر تم مقابلے پر اتر آئے جس کی وجہ سے ہم تمہیں گرفتار کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ تم لوگوں کو جو نقصانات پہنچے ہیں وہ تمہاری اپنی حماقت کی وجہ سے پہنچے ہیں اور ان کے ذمے دار تم خود ہو۔"

"اگر ہمیں علم ہوتا کہ آپ لوگوں کا تعلق حکومت سے ہے تو ہم ہرگز مقابلہ کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ جو کچھ ہوا لاعلمی کی وجہ سے ہوا۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمہارے کچھ ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہم کسی صورت میں بھی ان کی ہلاکت کی ذمے داری قبول نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ تمہاری گاڑیاں بھی تباہ ہو گئی ہیں لہٰذا تم واپس نہیں جا سکتے اس لیے فی الحال تمہیں یہیں رکنا ہوگا۔ چیف آئے گا تو وہی تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے گا۔ میں تم لوگوں کی بندشیں کھلوا رہا ہوں لیکن یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی نے بھی کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو کیبن کے باہر مسلح محافظ موجود ہیں۔ تمہاری لاشیں سمندر کی مچھلیوں کے لیے عمدہ غذا ثابت ہوں گی۔"

اس کے بعد ہم سب کے ہاتھ کھول دیے گئے اور وہ سب باہر چلے گئے۔ ایلس براڈوے اور راک جون خاموشی سے دیوار کو گھور رہے تھے۔

"تم نے ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ لگایا؟" نکی ہاورڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"فی الحال تو کچھ کہنا مشکل ہے۔" میں نے کہا۔

"معلوم نہیں کب تک ان لوگوں کی قید میں رہنا پڑے گا۔" نکی بولی۔ "لیکن ان کا رویہ زیادہ برا نہیں ہے۔ ظاہر ہے ان کا مقابلہ کیا گیا تھا اس لیے ان کا طیش میں آنا فطری بات تھی مگر دونوں گاڑیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ کیا یہ لوگ ہمیں کسی مناسب جگہ تک پہنچانے کا بندوبست کر دیں گے؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ میری جھنجھلاہٹ فطری تھی۔ میں خود ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ اس معاملے میں اولیو ہاورڈ

ملوث ہے۔ حالانکہ دنیا میں ایک اولیو ہاورڈ ہی مجرمانہ کاموں کے لیے معروف نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس بار بار مجھے احساس دلا رہی تھی کہ اس معاملے میں اولیو ہاورڈ کا ہاتھ ضرور ہے۔

دوپہر کے وقت ہمیں کھانا کھلایا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر کیبن میں وارد ہو گئے۔

"تمہاری ٹانگ کا کیا حال ہے؟" قوی الجثہ شخص نے راک جون سے پوچھا۔ "تم خود سے چل سکتے ہو یا تمہارے لیے اسٹریچر منگوایا جائے؟"

"نہیں۔" راک جون نے جواباً کہا۔ "میں سہارا لے کر چل سکتا ہوں۔"

"تو پھر چلو، چیف آ گیا ہے اور وہی تم لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔"

ہم سب کھڑے ہو گئے۔ راک جون کو سہارا دے کر چلایا جا رہا تھا۔ چند اسٹین گن بردار افراد ہمارے عقب میں چل رہے تھے۔ نکی ہاورڈ میرے ساتھ چل رہی تھی اور حسب عادت میرے کان کھا رہی تھی۔

"پتا نہیں اب کیا ہوگا۔ خدا جانے ان لوگوں کا چیف کس قسم کا آدمی ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے ڈیئر ڈینس۔۔۔"

میں نے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ ہمیں اوپر عرشے پر لے جایا جا رہا تھا۔ راک جون اپنے ساتھیوں کے سہارے تقریباً گھسٹ رہا تھا۔ اس کے حلق سے مسلسل کراہیں نکل رہی تھیں۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تو اس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ عرشے پر ایک جگہ کئی مسلح افراد موجود تھے جن کے درمیان ایک شخص کھڑا تھا۔ اس شخص کے عقب میں ایک ہیلی کاپٹر بھی موجود تھا جو اس سے قبل وہاں نہیں تھا۔ یقیناً ان کا چیف اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچا ہوگا۔ نیچے کیبن میں بہرحال ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔

میں اس شخص کو گھورتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ فاصلہ کچھ کم ہوا تو اچانک ہی میرے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے برف کے ٹھنڈے پانی میں غوطہ دے دیا گیا ہو۔ میں نے اس شخص کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی جو مسلح افراد کے درمیان کھڑا ہماری جانب نگراں تھا۔

اسے پہچان کر میں ایک لمحے کو ٹھٹکا مگر پھر فوراً ہی سنبھل کر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرا سب سے بڑا حریف اولیو ہاورڈ تھا جس کی تلاش میں میں بحر کیریبین تک ہو آیا تھا اور اب یہاں افریقہ میں بھٹک رہا تھا۔

سچویشن بڑی ہولناک تھی۔ میں جو اولیو ہاورڈ پر جال پھینکنے کے چکر میں تھا خوش قسمتی سے خود ہی اس کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ اولیو ہاورڈ خود اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے لوگوں نے انجانے میں کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔

میں بہت برا پھنس گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی نکی ہاورڈ اپنے باپ کو پہچان لے گی اور بے قابو ہو جائے گی۔ دوسری طرف اولیو ہاورڈ کی باریک بین نگاہیں مجھے بھی شناخت کر سکتی تھیں۔ میں اس کے شیطانی ذہن سے بخوبی واقف تھا۔ وہ بدلے ہوئے بھیسوں سے آدمی کو شناخت کر سکتا تھا۔ مجھے خود کو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا دنیا کا سب سے مشکل کام معلوم ہو رہا تھا لیکن مجھے اپنی سی کوشش تو کرنا ہی تھی۔ سب سے زیادہ تشویش مجھے نکی ہاورڈ کی طرف سے تھی۔ اس نے شاید ابھی تک اپنے باپ کو نہیں پہچانا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ قریب سے وہ اپنے باپ کو ضرور پہچان لے گی اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا وہ میری اب تک کی محنت پر پانی پھیر دیتا۔ تہذیب مالکم ایکس کو اولیو ہاورڈ کے چنگل سے نکالنے کے لیے نکی ہاورڈ میرے لیے ٹرمپ کارڈ کی حیثیت رکھتی تھی اور میں یہ ٹرمپ کارڈ اپنے ہاتھ سے کسی قیمت پر بھی نکلنے نہیں دے سکتا تھا۔

میرا ذہن بڑی برق رفتاری سے اس صورت حال سے نمٹنے کی تدبیر سوچ رہا تھا۔

مجھے تیزی سے کسی فیصلے پر پہنچنا تھا اور پھر اس سے بھی زیادہ تیزی سے اس فیصلے پر عمل پیرا ہو جانا تھا۔ وقت بالکل بھی نہیں تھا اور صورت حال اتنی نازک تھی کہ میں ہاتھ پیر ہلانے کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ عرشے پر اسٹین گن بردار مسلح افراد کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی کہ اگر میں ان کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانے کی کوشش کرتا تو وہ مجھے بھون کر رکھ دیتے۔

اس نازک موقع پر میرے پاس واحد صورت یہ رہ گئی تھی کہ میں کسی طرح نکی ہاورڈ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کروں۔ وہ میرے شانہ بشانہ چل رہی تھی۔ میں نے سرگوشی میں اسے مخاطب کیا۔

"نکی، ادھر دیکھو میری طرف۔"

لیکن نکی کی نگاہیں تو اولیو ہاورڈ پر مرکوز تھیں۔ "میں اس شخص کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔" نکی کی آواز اگرچہ دھیمی تھی مگر اس میں ہیجانی تاثر تھا۔ "وہ ڈیڈی سے مشابہ ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں میری طرف دیکھو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

نکی نے ایک جھٹکے سے چہرہ گھما کر میری طرف دیکھا اور بولی "وہ شاید ڈیڈی ہی ہیں۔ اور اگر وہ واقعی ڈیڈی ہی ہیں تو ہم اس قید سے نجات پا جائیں گے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو نکی۔ اگر وہ تمہارے ڈیڈی ہیں تو خود کو ان سے چھپانے کی کوشش کرو۔ یہ نہ بھولو کہ تم ایک اپ سیٹ ہو۔"

"لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا؟" وہ الجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"اس بات کا امکان ہے کہ اگر انھوں نے تمہیں پہچان لیا تو تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ کیا تم میری جدائی گوارا کر لو گی؟"

"نہیں ڈیفی، تمہاری جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہو گی۔" نکی نے کہا۔ "مگر میں ان سے کیسے بچوں؟ ممکن ہے وہ مجھے پہچان لیں۔"

"تم ان کی طرف دیکھو ہی مت۔ صرف مجھے دیکھو اور مجھ سے ہی باتیں کرتی رہو مگر وہ بھی دھیمی آواز میں۔ اور اگر ممکن ہو تو زیادہ سے زیادہ خاموش رہنے کی کوشش کرو۔"

نکی خاموش ہو گئی کیونکہ ہم لوگ اولیو ہاورڈ کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ تمام لوگ رک گئے تھے۔ اولیو ہاورڈ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔ اس کی نظریں یکے بعد دیگرے ہم سب کے چہروں پر سے پھسل رہی تھیں۔ ہم سب کا جائزہ لینے کے بعد اس نے ایلس براڈوے سے سوال کیا۔ ایلس براڈوے سب سے آگے ہونے کی وجہ سے اولیو ہاورڈ کے سب سے زیادہ نزدیک تھا۔ میری توقع کے برعکس اولیو ہاورڈ کا لہجہ بہت نرم تھا۔

میں بڑی توجہ سے ایلس براڈوے کا جواب سن رہا تھا۔ ایلس براڈوے نے ہم سب کے بارے میں تفصیل سے بتا کر کہا۔ "اگر ہم آپ کے کسی کام میں حارج ہوئے ہیں تو ایسا صرف نادانستگی میں ہوا ہے۔ ہمیں اس بار معاف کر دیا جائے تو آئندہ ہم ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔"

"ہمیں بھی آپ لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن قانون، قانون ہے۔ یہ ممنوعہ علاقہ ہے اور۔ ۔ ۔ ۔"

ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا اولیو ہاورڈ کی طرف آیا۔ اولیو ہاورڈ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ شخص اولیو ہاورڈ کے قریب پہنچ کر رکا اور اس سے آہستہ آواز میں کچھ کہنے لگا۔ اس کی بات سن کر اولیو ہاورڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ایک اور شخص کو اپنے نزدیک بلا کر جلدی جلدی اس سے کچھ کہا اور پلٹ کر ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ جو شخص دوڑتا ہوا آیا تھا وہ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہوئی اور پھر چند ہی لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر ایک جانب پرواز کر گیا۔

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی۔ اولیو ہاورڈ کے چلے جانے کے باعث مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے سر سے کوئی بھاری بوجھ ہٹ گیا ہو۔ میں اکیلا ہوتا تو مجھے اس کی کوئی خاص پروا نہ ہوتی مگر میں نکی ہاورڈ کی طرف سے متفکر تھا۔ وہ کسی وقت بھی پہچانی جا سکتی تھی۔

ہم سب کی نظریں ہیلی کاپٹر پر جمی ہوئی تھیں جو تیزی سے دور ہوتا ہوا ایک نقطے کی مانند نظر آنے لگا تھا اور پھر وہ نقطہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

سورج مغرب کی جانب جھکنے لگا تھا۔ دور دور تک سمندر کا نیلا پانی پھیلا ہوا تھا۔ صاف شفاف بادلوں سے بے نیاز نیلگوں آسمان پر سمندری پرندوں کا ایک غول آوازیں نکالتا ہوا عرشے کے اوپر سے گزر گیا۔

وہ شخص جس سے اولیو ہاورڈ نے جاتے وقت کچھ کہا تھا، آگے آیا اور بولا۔ "چیف کو اچانک ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا ہے۔ ان کی واپسی چند گھنٹے میں بھی ہو سکتی ہے اور اس میں چند دن بھی لگ سکتے ہیں۔ چونکہ چیف کو کوئی فیصلہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا لہٰذا آپ لوگوں کو جہاز پر ہی رہنا ہو گا۔"

"ہمیں ایک ناکردہ گناہ کی سزا مل رہی ہے۔" ایلس براڈوے نے جھنجلا کر کہا۔

"ہمیں اس بات کا احساس ہے لیکن فی الوقت ہم مجبور ہیں۔" اس شخص نے کاندھے اچکائے۔

"جب یہ بات طے ہو گئی کہ ہم بے قصور ہیں تو پھر ہمارے بارے میں فیصلہ کیوں نہیں ہو رہا؟"

"مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس مشن میں مصروف ہیں وہ خفیہ نوعیت کا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ غیر متعلقہ لوگ یہاں ہماری موجودگی سے بھی واقف ہوں۔ اسی لیے یہ پورا علاقہ ممنوعہ قرار دیا گیا تھا۔ اب اگر تم لوگوں کو رہا کر دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ ہماری یہاں موجودگی راز نہیں رہ سکے گی۔ امکان یہی ہے کہ موجودہ مشن کی تکمیل تک تم لوگوں کو ہمارے ساتھ ہی رہنا ہو گا۔ تاہم حتمی فیصلہ تو چیف ہی کریں گے۔ اگر انھوں نے تمہاری رہائی کا حکم دے دیا تو ہم باعزت طور پر تمہیں واپس بھجوا دیں گے۔"

"مگر یہ تو ہمارے ساتھ سخت زیادتی ہے۔" راک ہڈسن نے کراہتے ہوئے کہا۔ گھٹنے کی ٹوٹی ہوئی ہڈی پر زور پڑنے کے باعث اسے دوبارہ تکلیف شروع ہو گئی تھی۔

"ہمیں اس زیادتی کا احساس ہے۔ اور اس کا ازالہ کرنے کے لیے ہم صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔ ہماری اب تک یہی کوشش رہی ہے کہ تم لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ ہونے تک ہم تمہاری آسائش کا ہر ممکن خیال رکھیں گے۔"

اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ ہمیں خالی کیبن فراہم کر دیے گئے۔ میرے اور نکی کے حصے میں بھی ایک کیبن آیا تھا۔ کیبن میں پہنچتے ہی نکی نے مجھ سے کہا۔

"اگر میں ڈیڈی کو اپنی شناخت کرا دیتی تو یقین کرو اس وقت صورت حال بالکل ہی مختلف ہوتی۔"

"یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے پہلے ہی اس کا یقین ہے۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ اس وقت مجھے روک دیا اور اب کہہ رہے ہو کہ تمہیں یقین ہے کہ حالات بڑے مختلف ہوتے۔"

"میں نے اس وقت بھی تم سے یہی کہا تھا۔ تمہارے ڈیڈی تمہیں پہچان لیتے تو تمہیں بھی ہیلی کاپٹر میں اپنے ساتھ لے جاتے اور میں یہاں جہاز پر ہی رہ جاتا۔"

"پتا نہیں کیوں یہ بات بار بار میرے ذہن سے نکل جاتی ہے۔" نکی ہاورڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔

"لیکن نکی ڈیئر ایک بات تو بتاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے تم بار بار ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے میرا خیال پوچھ رہی تھیں۔ اب تمہارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ لوگ میرے ڈیڈی کو چیف کہہ کر پکار رہے تھے۔ ظاہر ہے ڈیڈی کی طرح یہ لوگ بھی یہاں کوئی سرکاری کام ہی انجام دے رہے ہوں گے۔ لیکن تم نے یہ بات کیوں پوچھی؟"

"ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں کوئی اور بات ہے۔ تم کچھ چھپا رہے ہو۔" نکی مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ان لوگوں کا لباس میری الجھن کا باعث ہے۔ ایسی سرکاری وردی کبھی میری نظروں سے نہیں گزری۔"

"یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔" نکی نے ہنس کر کہا۔ "دنیا میں بے شمار ممالک ہیں۔ تمہاری معلومات تو اس بارے میں بہت محدود ہوں گی۔"

"تم نے شاید غور نہیں کیا۔ نہ تو ان لوگوں کی وردیوں پر اور نہ ہی جہاز پر کسی قسم کا کوئی نشان ہے جبکہ سرکاری جہازوں اور وردیوں پر مخصوص نشانات ضرور ہوتے ہیں۔"

"اب تم نے کہا ہے تو مجھے بھی خیال آ رہا ہے۔ واقعی کہیں کسی قسم کا کوئی نشان نہیں ہے۔" نکی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"بس یہی چیز مجھے الجھن میں ڈالے رہی ہے۔"

"ممکن ہے یہ لوگ کوئی بہت ہی خفیہ قسم کا مشن انجام دے رہے ہوں۔ اسی لیے ان کی وردیوں اور جہاز کو بے نشان رکھا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتا تھا۔ اس جنگی جہاز سے اس کا تعلق کسی بڑے ہنگامے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا تھا۔

کیبن سے باہر نکلنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی لہٰذا میں اور نکی کیبن سے نکل کر جہاز پر گھومنے لگے۔ یہ موٹیفک ایک جنگی جہاز تھا۔ جہاز پر موجود مختلف نوعیت کی بھاری بھرکم گنیں دیکھ کر نکی کی آنکھیں بھی فرط حیرت سے پھیل گئیں۔

دفعتاً دو افراد ہمارے نزدیک آ گئے۔ "آپ لوگوں کو اپنے کیبن تک محدود رہنا چاہیے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

نکی نے تفصیلی نگاہوں سے اس شخص کو گھورا۔ اگر میں نے اس کا شانہ تھپک کر اسے پرسکون رہنے کی تلقین کی اور اس شخص سے کہا۔ "معاف کیجیے گا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہمیں یہاں ہر طرح کی آزادی ہے۔ کیبن میں دل گھبرایا تو باہر نکل آئے۔"

"پابندی تو بے شک کوئی نہیں ہے لیکن چونکہ جہاز پر آپ کو قیام طویل نہیں ہے اس لیے آپ کو خود ہی محتاط رہنا چاہیے۔ ویسے آپ چاہیں تو عقبی عرشے پر جا سکتے ہیں۔ ادھر جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شکریہ!" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی ہو۔" میں نکی کے ساتھ کیبن میں واپس آ گیا۔

نکی شدید غصے میں تھی۔ "اگر میں ان لوگوں کو بتا دوں کہ میں کون ہوں تو یہ سب میرے آگے پیچھے دُم ہلاتے پھریں گے۔"

"خود پر قابو رکھو نکی۔" میں نے کہا۔ "اگر تم نے ایسی کسی حماقت کا مظاہرہ کیا تو اس کا نتیجہ ہمارے حق میں بہت بُرا نکلے گا۔"

"اسی لیے تو خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئی ہوں۔" نکی نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔

میرے لیے اُن لوگوں کی خوش اخلاقی حیرت کا باعث تھی۔ اولیو ہارڈی جیسے شیطان صفت شخص کے زیرِ اثر رہنے کے باوجود اُن لوگوں میں اتنی انسانیت کہاں سے آ گئی؟ یہ بات سوچنے کی تھی کہ نظر تو وہ سب لوگ سفاک اور بے رحم آتے تھے لیکن کسی نامعلوم وجہ کے تحت ہمارے ساتھ اُن کا سلوک بہت بہتر تھا۔ میں نے اس وجہ پر غور کر کے اپنا دماغ تھکانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس جہاز پر رہتے ہوئے چونکہ کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں تھا لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ کسی بھی بات میں اپنا سر نہیں کھپاؤں گا۔

چوبیس گھنٹے ایسے ہی گزر گئے۔ اس دوران ایک آدھ بار ایلس براؤن سے اور ایک جوان سے بھی ملاقات ہوئی۔ زخمی جوان کے گھٹنے پر پلاستر کر دیا گیا تھا۔ چوبیس گھنٹے بعد وہی شخص ہمارے پاس آیا جسے اولیو ہارڈی جاتے وقت ہدایات دے کر گیا تھا۔

"چیف ایک اہم کام میں مصروف ہے۔ شاید کچھ دنوں تک اسے فرصت نہ مل پائے اور ہم تم لوگوں کو زیادہ عرصے تک جہاز پر رکھنے کے متحمل نہیں ہو سکتے لہٰذا تم لوگوں کو جہاز سے منتقل کیا جا رہا ہے۔"

اُن لوگوں سے کچھ کہنا سُننا فضول تھا۔ ہم ہر حال میں اُن کے رحم و کرم پر تھے۔ میں نے بھی خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

"پتا نہیں یہ لوگ جہاز سے ہمیں کس جگہ منتقل کریں گے؟" اُس شخص کے جانے کے بعد نکی نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے ہمیں جہاں بھی لے جایا جائے گا وہ جگہ اس جہاز سے تو بہرحال بہتر ہی ہو گی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہمیں جہاز سے ایک چھوٹے اسٹیمر پر منتقل کر دیا گیا۔ اسٹیمر پر مسلح محافظ موجود تھے اور پوری طرح چوکنا تھے۔ اسٹیمر کا سفر تقریباً ایک رات جاری رہا۔ اس کے بعد ہمیں دور سے خشکی نمودار ہوتی نظر آئی۔ وہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس پر ایک چھوٹی سی جیٹی بھی تعمیر کی گئی تھی۔ اسٹیمر ہمیں اُس جزیرے پر اُتار کر واپس چلا گیا۔ جزیرے پر ہر طرف ہریالی بکھری ہوئی تھی۔

ہمیں جزیرے پر ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں بہت سے کیبن بنے ہوئے تھے۔ ان چوبی کیبنوں کی چھتوں تک پر سبزہ بچھا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ اس جگہ کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ چھتوں پر سبزہ اُگانے سے اُن کا مقصد یہی تھا کہ اگر اوپر سے کوئی ہوائی جہاز گزرے تو اُسے وہاں کسی قسم کی تعمیرات کا اندازہ نہ ہونے پائے۔

اس جزیرے پر بھی مجھے اور نکی کو ایک علیحدہ کیبن فراہم کیا گیا تھا۔ میں تمام دن انتظار کرتا رہا کہ کوئی نئی بات سامنے آئے مگر کوئی نئی بات سامنے نہیں آئی۔ اس کے بعد رات بھی یونہی گزر گئی۔ اگلے روز صبح ناشتے کے بعد میں نکی کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ یہاں لوگوں کی تعداد کم تھی۔ ہمیں راستے میں چند لوگ ملے بھی مگر کسی نے ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

کافی دیر تک ہم جزیرے میں بھٹکتے رہے اور پھر ایک ایسے حصے میں جا نکلے جسے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ اُس جگہ خاردار تاروں کی باڑھ لگی نظر آ رہی تھی۔ میں اور نکی اُس باڑھ کے نزدیک پہنچ گئے۔ باڑھ کے دوسری جانب درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے جو ایک گول دائرے میں تھے۔ اُن سب کے تنے قدرے خمیدہ تھے اور اوپر جا کر سارے درخت ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔ تنوں کی درمیانی جگہ پر بیلیں اُگی تھیں۔ گویا اس طرح اس خلا کو پاٹ کر وہاں جو کچھ بھی تھا اُسے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت اگر نکی میرے ساتھ نہ ہوتی تو یقیناً میں خاردار باڑھ کے دوسری طرف جا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ نکی بھی بے حد متجسس دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ درخت کتنے عجیب ہیں۔" اُس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے بہت سے افراد سر جھکائے آپس میں مشورہ کرنے میں مصروف ہوں۔"

"ہاں، اور ان کے درمیان کوئی راستہ بھی ہونا چاہیے جس سے گزر کر دوسری طرف پہنچا جا سکے۔"

"لیکن وہاں ہے کیا؟" نکی متجسسانہ انداز میں بولی۔

"آؤ دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاردار باڑھ کے درمیان سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گئے۔ وہاں نزدیک اور دور کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ درختوں کا جھنڈ کچھ فاصلے پر تھا۔ اس کے نزدیک پہنچنے تک میں بہت محتاط رہا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہاں واقعی کوئی نگران نہیں ہے۔

جھنڈ کے نزدیک پہنچ کر ہم... اندر داخل ہونے کا کوئی امکانی راستہ تلاش کرنے لگے۔ ابھی ہمیں راستہ تلاش کرتے زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً عقب سے چند افراد نمودار ہوئے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔

"تم لوگ ممنوعہ علاقے میں کیوں آئے ہو؟" ان میں سے ایک نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ممنوعہ علاقہ؟" میرے منہ سے حیرت کے عالم میں نکلا۔

"کیا تم نے وہ بورڈ نہیں دیکھا؟" اس شخص نے ایک جانب اشارہ کیا۔ "اُدھر ایک سفید تختی لگی ہوئی ہے۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے۔ اس پر ہماری نگاہ نہیں پڑ سکی۔"

"تو پھر زیادہ بھی تم ہی بھگتو گے۔" اس شخص نے کہا اور آگے بڑھ کر مجھے دھکا دیا۔ "چلو آگے بڑھو۔"

انھوں نے نکی کے ساتھ بھی ایسا ہی رویہ روا رکھا تھا۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ نکی کے ساتھ انھوں نے کیا سلوک کیا۔ مجھے ایک مختصر سے کیبن میں لے جا کر قید کر دیا گیا۔

"اگر تم نے اپنا ہاتھ بھی اس کیبن سے باہر نکالنے کی کوشش کی تو واپس صحیح و سالم اندر نہیں لے جا سکو گے۔ سمجھے؟" مجھے اس شخص نے دھمکی دی۔

"پتا نہیں تم لوگوں کا رویہ اچانک کیوں بدل گیا؟" میں نے معصومیت سے کہا۔ "ہم تو لاعلمی کی وجہ سے اس طرف آ نکلے تھے۔ اتنی سی بات کی یہ سزا...؟"

"بکواس مت کرو۔" اس شخص نے ڈپٹ کر کہا۔ "ممنوعہ علاقے میں قدم رکھنے کی سزا موت ہے۔ تمہارے لیے اگر ہدایات نہ لینا ہوتیں تو اب تک تم اپنے انجام کو پہنچ چکے ہوتے۔" اس شخص نے کہا اور کیبن کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔

میں اس تبدیل شدہ صورتِ حال پر غور کرنے لگا۔ اس بار نکی کو مجھ سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس کیبن سے نکلنا میرے لیے دشوار نہیں تھا مگر مسئلہ وہی تھا کہ محض یہاں سے نکلنے سے کوئی بات نہیں بنتی۔ جزیرے سے نکلنا بہت مشکل ہوتا اور پھر نکی والا معاملہ الگ تھا۔ میں اُسے چھوڑ کر نکل جاتا تو گویا اب تک کی ساری محنت پر پانی پھر جاتا۔

اس کیبن میں مجھے بمشکل ایک گھنٹا قید رہنا پڑا۔ دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور پھر دروازہ کھلا۔ دو افراد اندر داخل ہوئے اور انھوں نے مجھ سے چلنے کو کہا۔ میں اُن سے کوئی سوال کیے بغیر اُن کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

ہماری اگلی منزل بھی ایک کیبن تھا۔ دیگر کیبنوں کی نسبت یہ کیبن زیادہ وسیع اور آرام دہ تھا۔ وہاں نکی پاور ڈ بھی تھی اور بڑی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔

"یقیناً ان لوگوں نے تمھیں کوئی اذیت نہیں دی ہو گی؟" نکی نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ رہی ہو؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے تم ناراض ہو جاؤ گے مگر جو کچھ بھی میں نے کیا بڑی مجبوری کے عالم میں کیا ہے۔"

اس کا مطلب سمجھ کر میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ "مجھے تفصیل سے ساری بات بتاؤ۔" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"وہ لوگ تمھیں دھکے دیتے ہوئے کیبن تک لے گئے تھے۔ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے غصہ تو بہت آیا مگر میں نے خود پر قابو رکھا۔ میرے ساتھ بھی ان لوگوں نے اچھا سلوک نہیں کیا لیکن میں پھر بھی کچھ نہیں بولی مگر جب وہ میرے ساتھ دست درازی کرنے پر اُتر آئے تو میں مجبور ہو گئی۔ میرے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں بچا تھا۔" نکی خاموش ہو گئی۔

"خاموش مت ہو۔ مجھے جلدی جلدی ساری باتیں بتا ڈالو۔"

"ان کی حرکتیں میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئیں تو میں نے انھیں اپنی اصلیت سے آگاہ کر دیا۔ پہلے تو انھیں یقین ہی نہیں آیا کہ میں اولیو ہارڈی کی بیٹی ہو سکتی ہوں مگر جب میں نے انھیں اپنے طور پر اس بات کی تصدیق کرنے کی دعوت دی تو وہ قدرے خوفزدہ ہو گئے اور انھوں نے ٹرانسمیٹر پر ڈیڈی کو یہ اطلاع پہنچا دی۔"

"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔ میں بہت سخت بے چین تھا۔ "انھوں نے تم سے بھی بات کی ہو گی؟"

"ہاں، میری اُن سے بات ہوئی۔ میں نے انھیں بتایا کہ میں نے انھیں جہاز پر بھی دیکھا تھا۔ انھوں نے تفصیلات سُن کر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی کوشش کی مگر میں نے انھیں منا لیا۔ اب ایک ہیلی کاپٹر ہم دونوں کو لینے کے لیے آ رہا ہے۔"

"میرے بارے میں تم نے انھیں کیا بتایا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"یہی کہ تمھارا نام ڈینس ہے اور ہم دونوں افریقہ کے میک اپ میں ہیں۔"

"تم نے انھیں یہ تو نہیں بتایا کہ میک اپ میں نے کیا تھا؟"

"بالکل بتا دیا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیوں؟ کیا اس میں کوئی

حرج تھا؟"

میں نے جسم بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ہونے والی بات ہو چکی تھی۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اب اس بارے میں فکرمند ہونا بے سود تھا۔ نکی کی حماقت نے میرے لیے بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دی تھی۔ "نہیں، کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے بے فکری سے کہا۔

"میں تو سمجھ رہی تھی اس بات پر تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گے۔"

"اب تم نے اپنے ڈیڈی کو سب کچھ بتا ہی دیا ہے تو ناراض ہونے سے فائدہ؟" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ یقیناً اس شخص کی طرف سے بہت فکرمند ہوگا جس نے اس کی بیٹی پر اتنا عمدہ میک اپ کیا کہ اس جیسا شاطر آدمی بھی اپنی بیٹی کو نہ پہچان سکا۔

کچھ ہی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر ہمیں لینے آ پہنچا۔ مجھے اور نکی کو نہایت عزت و احترام سے ہیلی کاپٹر میں پہنچا دیا گیا۔ ہیلی کاپٹر ہمیں لے کر فضا میں بلند ہو گیا تو میں نے پائلٹ سے پوچھا۔ "تم ہمیں جہاز پہلے کر جا رہے ہو یا شن گور اٹے؟"

"ہم سیدھے شن گوراٹے جائیں گے جناب!" پائلٹ نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔ "وہاں مسٹر ہاورڈ آپ دونوں کے منتظر ہیں۔"

میں نے مسکرا کر نکی کی گردن میں بازو حمائل کر دیا۔ نکی نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا۔ میں نے اس سے قبل از خود آئی پیش رفت کبھی نہیں کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں صرف ایک لمحے کو حیرت کے تاثرات نظر آئے تھے پھر اس نے بھی مسکرا کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میرا ہاتھ اس کے بازو پر رینگ رہا تھا۔ پھر میں اس کی گردن ہولے ہولے سہلانے لگا۔ نکی مجھ سے بری طرح چمٹ گئی تھی اور مجھ میں پیوست ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی گردن سہلاتے سہلاتے میں نے وہ مخصوص رگ تلاش کر لی تھی جو مجھے مطلوب تھی۔ رگ ملتے ہی اس کی گردن پر میری گرفت اچانک ہی سخت ہو گئی۔ نکی نے ہاتھ پیر چلانے کی کوشش کی مگر اس سے قبل ہی میری انگلیاں اپنا کام کر چکی تھیں۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔

میں نے نکی کو ایک طرف ہٹا کر پائلٹ کو مخاطب کیا۔ "ڈیئر مسٹر پائلٹ! گوٹے بل بھی تو یہاں سے کہیں قریب ہی ہے۔ اندازاً کتنے فاصلے پر ہوگا؟"

"ہم اس وقت درمیان میں ہیں۔" پائلٹ نے کہا۔ "شن گوراٹے یہاں سے تقریباً اتنے ہی فاصلے پر ہے جتنے فاصلے پر گوٹے بل ہے۔ بس سمتوں کا فرق ہے۔ شن گوراٹے جانے کے لیے ہمیں سیدھے سفر کرنا پڑے گا جبکہ گوٹے بل کے لیے بائیں سمت مڑنا ہوگا۔"

میں نے پائلٹ کی کمر سے لٹکتے ہوئے پستول کو دیکھا۔ بظاہر اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ میں تیزی سے اس کے پستول پر جھپٹا اور پستول اس کے ہولسٹر سے کھینچ لیا۔ پائلٹ نے چونک کر سر میری طرف گھمایا مگر اس سے پہلے ہی میں نے پستول کی نال اس کی گدی سے لگا دی۔

"بات صرف اتنی سی ہے ڈیئر پائلٹ کہ اب ہمیں شن گوراٹے کے بجائے گوٹے بل کی سمت سفر کرنا ہوگا۔"

پائلٹ ساکت رہ گیا اور ہیلی کاپٹر نے بے قابو ہو کر غوطہ لگایا۔ میں نے اس کی گردن پر پستول کی نال کا دباؤ بڑھا دیا۔

"میں بہ آسانی ہیلی کاپٹر اڑا کر گوٹے بل لے جا سکتا ہوں لیکن اس صورت میں پہلے میں تمہیں گولی مار کر تمہاری لاش ہیلی کاپٹر سے نیچے پھینک دوں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

پائلٹ کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر سکتا ہوں۔ اس نے ایک جھرجھری لی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔ "لیکن جناب! دوسری صورت میں بھی میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"یہ فیصلہ تو تمہیں خود کرنا ہوگا کہ تمہارے لیے کون سی صورت موزوں رہے گی۔"

"ل... لیکن گوٹے بل..."

"تم ہیلی کاپٹر کا رخ تبدیل کر رہے ہو یا نہیں؟" میرا لہجہ سرد ہو گیا۔ "میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔ اگر تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں تمہاری گدی میں سوراخ بنا کر تمہیں باہر لڑھکا دوں گا۔ ایک..."

گنتی شروع ہوتے ہی پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کا رخ تبدیل کر دیا۔ وہ چونکہ گوٹے بل کی سمت سے مجھے پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا لہٰذا کسی دھوکے کا امکان نہیں تھا۔

"شکریہ مسٹر پائلٹ!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "دراصل گوٹے بل پہنچنا واقعی بہت ضروری ہے۔"

"آپ کیا کہتی ہیں مس ہاورڈ؟" پائلٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں نکی ہاورڈ کو مخاطب کیا۔

"فضولیات سے گریز کرو۔" میں نے وارننگ دی۔ "تمہیں سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

پائلٹ نے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ اعصابی دباؤ کا شکار ہو گیا تھا اور اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھا دی تھی۔ میں مستعد بیٹھا تھا۔ اس کی کسی معمولی سی حرکت پر بھی میں اس کے جسم میں گھیلا

ہوا سیسہ اتار سکتا تھا مگر اس نے کوئی حرکت نہیں کی۔ وہ عقلمند آدمی معلوم ہوتا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اگر اس نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو خود اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

اس کے بعد کافی دیر تک پائلٹ کچھ نہیں بولا۔ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔ "سیدھا گوٹے بل چلوں یا کسی نواحی علاقے میں...؟"

"سیدھے گوٹے بل چلو۔" میں نے کہا۔

"اور اگر نیچے مجھ سے باز پرس کی گئی تو؟"

"اس کا جواب میں خود دوں گا۔" میں نے کہا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے مسرت کا احساس ہوا۔ ہیلی کاپٹر گوٹے بل کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔

"ہیلو ہیلو مسٹر پائلٹ!" ٹرانسیٹر پر آواز آ رہی تھی۔ "تم اجنبی ہو اور بلا اجازت گوٹے بل کی حدود میں داخل ہوئے ہو۔ اپنی شناخت کراؤ ورنہ تمہیں مار گرایا جائے گا۔ تمہیں ایک منٹ کی مہلت دی جا رہی ہے۔"

میں ٹرانسیٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ پستول کی نال کا رخ اب بھی پائلٹ کی طرف تھا تاکہ وہ کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔ "ہیلو زمینی کنٹرول!" میں نے ٹرانسیٹر میں کہا۔ "میں جنرل ٹیریس کا دوست ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں نیچے اتر کر اپنی شناخت کرا سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہیلی کاپٹر نیچے اتار لو۔ تمہیں نیچے اترنے کا راستہ دکھایا جا رہا ہے۔ خیال رہے کہ تمہارا ہیلی کاپٹر گنوں کی زد میں ہے۔"

"نیچے سے دی جانے والی ہدایات کے تحت ہیلی کاپٹر اتار لو۔" میں نے پائلٹ سے کہا۔

پائلٹ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور تھوڑی دیر بعد ہم زمین پر تھے۔ میں اور پائلٹ نیچے اتر آئے... جبکہ نکی بے ہوش ہونے کی وجہ سے ہیلی کاپٹر میں ہی تھی۔ پائلٹ کا پستول میں نے زمین پر پھینک دیا تھا اور ہم دونوں نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ مسلح فوجی جوانوں کے ایک غول نے ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ سب سے پہلا سوال میرے ہم سفر کے بارے میں کیا گیا۔

"وہ ایک لڑکی ہے اور بے ہوش ہے۔" میں نے انہیں بتایا۔ "تم میں سے چند افراد آگے جا کر باہر نکال لیں؟"

پائلٹ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ وہ ابھی تک اس بات سے لاعلم تھا کہ نکی ہاورڈ بے ہوش ہے۔

چند فوجی جوانوں نے بے ہوش نکی کو ہیلی کاپٹر سے نکال لیا اور پھر گنوں کی زد پر ہمیں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر لے جا کر ایک اعلیٰ افسر کے روبرو پیش کیا گیا۔ خوش قسمتی سے وہ کرنل میرا جانا پہچانا تھا۔ سالدوان کی پہاڑیوں والی مہم کے دوران میری اس سے واقفیت ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ مجھے نہیں پہچان سکتا تھا اس لیے کہ میں تو ایک افریقی کے میک اپ میں تھا۔

کرنل نے ہم دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "اپنی شناخت کراؤ۔"

میں اپنی جگہ سے دو قدم آگے بڑھا اور بولا۔ "میرا نام علی یار خان ہے..."

"علی یار خان!" کرنل اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پستول نکال کر اس کا رخ میری طرف کر دیا... جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم پہلے ہی کئی گنوں کی زد پر تھے۔

"ہاں کرنل!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں وہی علی یار خان ہوں..."

"بکواس مت کرو۔" کرنل غرایا اور پھر فوجیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ان لوگوں کی تلاشی لے لی گئی ہے؟"

"یس سر!" ایک فوجی نے اٹینشن ہو کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ انہیں بارک نمبر چھ میں بند کر دو۔" کرنل نے حکم دیا۔ "اور ان کی سخت نگرانی کرو۔ یہ بڑے خطرناک مجرم معلوم ہوتے ہیں۔"

"اور اس لڑکی کا کیا کیا جائے سر؟" ایک فوجی نے پوچھا۔

"اسے بھی وہیں بند کر دو۔ ممکن ہے یہ ان لوگوں کی کوئی چال ہو اور یہ لڑکی درحقیقت بے ہوش نہ ہو۔ اس کی بھی سخت نگرانی کرنا اور بہت محتاط رہنا۔"

"میری بات تو سنو..." میں نے کہنا چاہا مگر ایک فوجی نے مجھے دھکا دیا۔

"چلو۔" اس نے غرا کر کہا۔

"چلو۔" میں نے بے بسی سے کہا اور دروازے کی طرف پلٹ پڑا۔ "جنرل ٹیریس سے بات کر لینا آفیسر!" میں نے دروازے سے نکلتے وقت بلند آواز سے کہا۔ مجھے یقین تھا کہ کرنل نے میری بات ضرور سن لی ہوگی اور وہ جلد یا بدیر جنرل ٹیریس سے رابطہ ضرور قائم کرے گا۔ میرا نام سن کر اس کا یوں بھڑک اٹھنا غلط نہیں تھا۔ دنیا کی نظروں میں، میں مر چکا تھا۔ گوٹے بل میں سرکاری طور پر میری تدفین کی گئی تھی۔ ممکن ہے کرنل خود بھی میری تدفین میں شریک رہا ہو۔ ایسے میں اگر کوئی افریقی اس کے سامنے آ کر یہ دعویٰ کرے کہ وہ علی یار خان ہے تو اس کا ردعمل اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہ اطمینان تھا کہ موجودہ صورت حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکے گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

کئی فوجی بیرکیں عبور کرنے کے بعد ہمیں ایک بیرک کے سامنے رُکنے کو کہا گیا۔ نکی ابھی تک بے ہوش تھی اور ان لوگوں نے اُسے اسٹریچر پر ڈال کر اُٹھا رکھا تھا۔ ہمیں ایک کوٹھری میں داخل ہونے کو کہا گیا۔ اس کوٹھری میں کوئی کھڑکی نہیں تھی، صرف ایک دروازہ تھا جس میں آہنی سلاخیں نصب تھیں۔ نکی کو پہلے ہی کوٹھری کے فرش پر لٹا دیا گیا تھا۔

ہم کوٹھری میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا گیا۔ دروازے کے باہر دو مسلح فوجی تعینات تھے۔

"پتا نہیں تم کون ہو؟" پائلٹ نے مجھے گھور کر کہا۔ "اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبت میں پھنسا دیا۔"

"ایسی مصیبتیں تو آتی جاتی رہتی ہیں دوست۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اور یہ کوئی مصیبت تو ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو ایک وقتی سی بات ہے اور ایک بڑی معمولی سی غلط فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ یہ لوگ میرے دوست ہیں۔ مصیبت میں تو میں اب سے تھوڑی دیر قبل تک تھا جب میں تمہارے موذی باس اولیو ہاورڈ کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا۔ دیکھ لو میں کتنی صفائی سے وہاں سے نکل آیا۔"

"تم مجھے کوئی سرپھرے معلوم ہوتے ہو۔" پائلٹ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "باس نے ہدایت کی تھی کہ تمہیں عزت و احترام سے لایا جائے۔ اُسے تم موذی قرار دے رہے ہو اور یہ لوگ جنہوں نے تمہیں اس کال کوٹھری میں قید کر دیا ہے انہیں تم اپنا دوست سمجھ رہے ہو۔"

"میں واقعی بہت سرپھرا آدمی ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "تمہارا باس مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ میں دراصل کون ہوں ورنہ وہ میرے استقبال کے لیے خود آتا، تم جیسے گاؤدی کو ہرگز نہ بھیجتا۔"

"میں بھی کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں۔" پائلٹ کے تیور خراب ہو گئے۔ "اب اگر تم نے میرے لیے کوئی غلط لفظ استعمال کیا تو میں تمہارا دماغ درست کر دوں گا۔"

"او ہو تم تو بُرا مان گئے۔ خیر اب تم چند باتیں غور سے سُن لو۔ یہاں سے رہا ہونے کے بعد جب تم اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچو گے تو ظاہر ہے ساری روداد تم خود ہی اُسے سُنا دو گے۔ بس اُس میں میرے ایک پیغام کا اضافہ اور کر لینا۔ اُس سے کہنا کہ تمہاری بیٹی علی یار خان کے قبضے میں ہے۔"

"تمہاری گفتگو سے دیوانگی جھلکتی ہے۔ تم کوئی ذہنی مریض تو نہیں ہو؟"

"تم سے جو کچھ میں نے کہا ہے اُسے ذہن نشین کر لو میرا پیغام اپنے باس تک ضرور پہنچا دینا ورنہ جب اُسے یہ معلوم ہو گا کہ تم نے اُسے پیغام نہیں پہنچایا تھا تو تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ تمہاری کیا درگت بنائے گا۔"

پائلٹ کی آنکھوں سے اُلجھن جھلکنے لگی۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ فوجیوں کی قید میں بیٹھ کر یوں گفتگو کر رہے ہو جیسے وہ تمہیں ابھی رہا کر دیں گے۔"

"اس چکر میں مت پڑو۔ بس اتنا یاد رکھو کہ میرا نام علی یار ہے... اور اولیو ہاورڈ کی بیٹی نکی ہاورڈ میرے قبضے میں ہے گو کہ ابھی میں جنرل ٹیرس کا مہمان ہوں۔ تین روز تک میں انتظار کروں گا کہ اولیو ہاورڈ مجھ سے رابطہ قائم کر لے۔ اگر اُس نے تین روز تک رابطہ قائم نہ کیا تو نکی ہاورڈ کو قتل کر دیا جائے گا۔"

پائلٹ مستقل اُلجھن آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرا اطمینان اُس کے لیے شدید حیرت کا باعث تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں نے تمہارا پیغام ذہن نشین کر لیا ہے لیکن یہ مت سمجھنا کہ مجھے تمہاری باتوں پر یقین آ گیا ہے۔"

"آ جائے گا، آ جائے گا۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "جب تمہیں یہاں سے رہائی ملے گی تو ہر بات تمہاری سمجھ میں خود بخود آ جائے گی۔"

نکی ہاورڈ نے کسمسا کر کروٹ لی۔ میں لپک کر اُس کے نزدیک پہنچا اور اُس کی کنپٹیاں سہلانے لگا۔ نکی کے پپوٹوں میں جنبش ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں چھت کو تکتی رہی پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ اس نے بڑی حیرت سے اس اجنبی ماحول کو دیکھا جس میں وہ اس وقت موجود تھی۔ "ہم... میں کہاں ہوں؟"

"گھبراؤ نہیں، تم محفوظ ہو۔" میں نے اُسے تسلی دی۔

"لیکن ہم تو ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے اور ڈیڈی کے پاس جا رہے تھے!"

"دماغ پر زیادہ زور مت دو بلکہ صرف یہ سوچو کہ تمہیں میرے ساتھ ہی رکھا گیا ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تمہیں مجھ سے جدا کر دیا جاتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ڈینس... اور یہ شخص کون ہے؟" اس نے پائلٹ کو دیکھ کر کہا۔ "یہ تو شاید ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہے۔"

"جی مس ہاورڈ۔" پائلٹ نے کہا۔ "ہم شمالی گریلے کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک..."

"زبان سے کچھ نکالنے سے قبل اپنی نازک پوزیشن پر غور کر لو۔" میں نے پائلٹ کی بات کاٹ کر تحکمانہ انداز میں کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو۔ ممکن ہے تمہارے منہ سے نکلا ہوا کوئی غلط لفظ بعد میں نکی ہاورڈ کے لیے خطرناک ثابت ہو اور تمہیں اس کے لیے جواب دہی کرنا پڑ جائے۔"

پائلٹ کی سمجھ میں میری بات آ گئی اور وہ گڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

"تم لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں!" نکی نے اُلجھ کر کہا۔

"کچھ نہیں، یہ پائلٹ ذرا بے وقوف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں اسے سمجھا رہا تھا کہ گفتگو کرتے ہوئے ادب ملحوظ رکھے۔ آخر یہ تمہارے ڈیڈی کا ملازم ہے۔"

"لیکن ہم کن لوگوں کی قید میں ہیں اور یہاں کیسے پہنچے؟" نکی نے کہا۔

"ہیلی کاپٹر کی مشین میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ہم غلط سمت میں سفر کرتے ہوئے شاید کسی اور ملک کی سرحد میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہمیں یہاں اُتار لیا گیا ہے لیکن یہ وقتی قید ہے۔ ابھی جب ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی تو ہمیں رہا کر دیا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"مگر میں بے ہوش کیسے ہو گئی تھی؟"

"ممکن ہے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے سے تمہارے اعصاب پر کسی قسم کا دباؤ پڑا ہو جس کی وجہ سے تم بے ہوش ہو گئی ہو۔"

نکی کچھ اور بھی کہتی لیکن اسی وقت کرنل ہمیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ میں سلاخوں دار دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

کوٹھری کے قریب پہنچ کر اس نے ایک فوجی کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور مجھ سے بولا۔ "جنرل ٹیرس آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں مسٹر علی..."

"میرا نام ڈینس ہے۔" میں نے کرنل کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"جی... جی مسٹر ڈینس۔" کرنل نے گڑبڑا کر کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کسی وجہ سے میں اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہ رہا۔

"پائلٹ ہمارے ساتھ چلے گا اور لڑکی یہیں رُکے گی۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔

کرنل نے میری سرگوشی سُن لی تھی جبکہ پائلٹ اور نکی ہاورڈ چہرے سے متعجب سے تھے۔ ان تک میری آواز نہیں پہنچ سکی ہو گی۔

دروازہ کھلنے کے بعد کرنل نے مجھے اور پائلٹ کو کوٹھری سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔" نکی چلّا اُٹھی۔

"تم یہیں رُکو گی۔" میں نے کہا۔ "ہم ابھی واپس آ جائیں گے۔"

فوجیوں نے ہمارے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر دیا تھا۔ میں پائلٹ کو اس کے ساتھ چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ میری عدم موجودگی میں وہ نکی کو تفصیلات بتانے بیٹھ جائے گا اور میری اصل شخصیت کا نکی کے علم میں آنا فی الحال مناسب نہیں تھا۔

کرنل ہمیں ساتھ لیے ہوئے اُس فوجی چھاؤنی کے آپریشن روم میں پہنچا اور مجھے ایک ٹرانسمیٹر کے سامنے بٹھا دیا گیا۔ کرنل نے ایک آپریٹر کو جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

"پائلٹ کا خیال رکھنا۔" میں نے کرنل سے کہا۔

"بالکل فکر نہ کرو۔" کرنل بولا۔ "ہم فوجی لوگ ہیں جب تک کسی کی طرف سے بالکل مطمئن نہ ہو جائیں اُس کی طرف سے بے فکر نہیں ہوتے۔"

آپریٹر نے جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ کرنل نے مجھے ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کا اشارہ کیا۔

"ہیلو جنرل ٹیرس۔ آپ کا خادم علی یار خان آپ سے مخاطب ہے مگر اس کی حیثیت ایک قیدی کی سی ہے۔" میں نے کہا۔

"او ہو تم کہاں ہو علی؟" جنرل ٹیرس کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔ "میری مملکت کی حدود میں تم ایک بااختیار آدمی ہو۔ جو کچھ ہوا وہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔"

"پھر اب میرے لیے کیا حکم ہے جنرل؟" میں نے کہا۔

"دوستوں کو حکم نہیں دیا جاتا علی۔" جنرل کے ہنسنے کی آواز آئی۔ "تم فوراً میرے پاس آ جاؤ۔ تم سے ملے بہت عرصہ ہو گیا ہے۔"

"فوراً کیسے آ جاؤں جنرل! تم تو جانتے ہی ہو میں تنہا کبھی نہیں رہتا۔ میری جان کو ہمیشہ کچھ جھنجھٹ لگے رہتے ہیں۔"

"کچھ دیر کے لیے ہر جھنجھٹ سے پیچھا چھڑا کر میرے پاس چلے آؤ۔"

"جھنجھٹ پیچھا کہاں چھوڑتے ہیں جنرل! اگر چھوڑ دوں تو جھنجھٹ ہی کہلاؤں۔" میں نے کہا۔ "پھر مجھے یہاں سے کچھ انتظامات کر کے چلنا ہو گا۔"

"او ہو بھئی تمہیں جو انتظامات بھی کرنا ہوں کر لو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے مجھ سے مل لو۔"

"تو ذرا اپنے کرنل صاحب کو ہدایات دے دو، یہ تو میرا نام سنتے ہی بھڑک اُٹھے تھے۔"

"اس میں اس بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ آخر وہ خود تمہاری تدفین میں شریک ہوا تھا۔ بس اب دیر نہ کرو میں

انتظار کر رہا ہوں۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے مسکرا کر کرنل کی طرف دیکھا۔

"اب تو تمہیں کوئی شبہ نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر علی!" کرنل نے کہا۔ "اب آپ فرمائیے میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"پائلٹ واپس جائے گا — اگر ایندھن وغیرہ کی ضرورت ہو تو اسے فراہم کر دو۔"

"ہو جائے گا!" کرنل نے سر ہلا کر کہا۔ "اور کوئی بات؟"

"لڑکی میرے ساتھ جنرل ٹیریس کے پاس جائے گی مگر اسے بے ہوشی کی حالت میں لے جانا ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری اصل شخصیت اس کے علم میں آ سکے۔"

پائلٹ کا برا حال تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ "تت... تم کون ہو؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک ایسا دیوانہ ہوں جو اسرائیل کی غاصب حکومت کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میں اپنا نام تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اب تم میرے کام سے بھی آگاہ ہو گئے ہو۔"

کرنل مجھے اور پائلٹ کو ہمراہ لے کر اپنے آفس میں آ گیا۔

"آپ یہاں بیٹھیں مسٹر علی، میں ذرا انتظامات مکمل کر لوں۔" اس نے مجھ سے کہا اور پھر پائلٹ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "چلو۔"

"اسے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے کرنل سے پوچھا۔

"جب تک ہیلی کاپٹر میں ایندھن بھرا جائے گا اسے بند رکھا جائے گا۔"

"ارے نہیں کرنل، یہ بے چارہ تو بہت شریف اور بے ضرر آدمی ہے۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔"

"تو میں اس کی نگرانی کے لیے دو مسلح فوجی چھوڑے جاتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے بھئی!" میں نے کہا۔ "اسے یہاں سے واپسی کا موقع مل رہا ہے۔ یہ بھلا اس موقع کو گنوانا کیوں پسند کرے گا۔ ظاہر ہے اس نے ذرا بھی گڑبڑ کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی!" کرنل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ آپ کے ساتھ تنہا..."

"میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں کرنل!" میں نے قہقہہ لگایا۔ "ہاں اگر تم اس کی حفاظت کے خیال سے یہ بات کہہ رہے ہو تو اور بات ہے۔"

کرنل جھینپے ہوئے انداز میں کمرے سے چلا گیا۔

"جانتے ہو میں نے تمہیں یہاں کس لیے روکا ہے؟" میں نے پائلٹ سے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"میں تمہیں نکی ہاورڈ سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے اپنا ہمدرد سمجھتی ہے۔ تمہاری کسی حماقت سے میرا کھیل بگڑ سکتا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اگر تمہیں موقع مل جاتا تو تم ساری تفصیلات اس کے کانوں میں انڈیلنے سے ہرگز باز نہ رہتے۔"

"لیکن میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ تم کیا کھیل کھیل رہے ہو؟" پائلٹ بولا۔

"یہ بچوں کے سمجھنے کی باتیں نہیں ہیں۔ میرے اور تمہارے باس اولیور ہاورڈ کے درمیان جو کھیل ہو رہا ہے اسے سمجھنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔"

پائلٹ خاموش ہو گیا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد کرنل واپس آیا۔ "سارے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔" اس نے آتے ہی کہا۔

ہم کرنل کے ساتھ روانہ ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں ہم اور کرنل ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھ رہے تھے۔

"چلو ایک کام تو ہوا!" میں نے کرنل سے کہا۔

"باقی کام بھی ہو چکے ہیں جناب!" کرنل بولا۔ "لڑکی کو بے ہوشی کا انجکشن دیا جا چکا ہے اور ایک ہیلی کاپٹر آپ دونوں کو لے کر روانہ ہونے کے لیے تیار کھڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے کرنل! اسے ہیلی کاپٹر میں پہنچوا دو۔" میں نے کرنل سے کہا اور خود اپنا میک اپ اتارنے میں مصروف ہو گیا۔

ذرا ہی دیر بعد ہیلی کاپٹر مجھے اور بے ہوش نکی ہاورڈ کو لے کر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ جنرل ٹیریس کے محل میں ہیلی کاپٹر تک مکمل خاموشی چھائی رہی۔

جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن میرے استقبال کے لیے تھے۔ میرے نیچے آتے ہی جنرل ٹیریس دونوں ہاتھ پھیلائے میری طرف لپکا اور محبت سے بغل گیر ہو گیا۔

"ایک طویل عرصے بعد تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے میرے دوست!" جنرل ٹیریس نے کہا۔

"طویل عرصہ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ گوئٹے بل سے رخصت ہوئے آج صرف چودھواں دن ہے۔ چودہ دنوں کو طویل عرصہ تو نہیں کہا جا سکتا!"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ایک ایک دن گن کر گزارا ہے۔" کیتھی براؤن ہنس کر بولی۔

"کرنل ٹرانسفیرید بتا رہا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی لڑکی ہے جسے تم بے ہوش کر کے لائے ہو؟" جنرل ٹیریس نے پوچھا۔

"ہاں جنرل، اس نے تمہیں بالکل صحیح اطلاع دی ہے۔ تم نے کہا تھا نا کہ میری جان کو ہمیشہ کچھ جھنجھٹ ضرور لگے رہتے ہیں۔"

"اس لڑکی کا کچھ جغرافیہ تو بتاؤ۔" کیتھی براؤن نے پوچھا۔

"اس لڑکی کا نام نکی ہاورڈ ہے اور یہ اولیور ہاورڈ کی بیٹی ہے۔"

جنرل ٹیریس اچھل پڑا۔ "اوہو، گویا تہذیب عالم ایکس کے بدلے..."

"اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا جنرل!" میں نے کہا۔

"تم نے تو کمال کر دیا علی!" جنرل ٹیریس نے مجھ سے کہا پھر اپنے آدمیوں کو بے ہوش نکی کو تہ خانے میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔

"تہ خانے میں ڈینس پال گولڈ سے بھی تو قید ہے۔" میں نے کہا۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" جنرل ٹیریس نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نکی ہاورڈ سے میں ڈینس کے میک اپ میں ملا تھا۔ ابھی تک وہ میری اصلیت سے واقف نہیں ہے۔ اگر ان دونوں کی ملاقات ہو گئی تو..."

"بے فکر رہو میری ہدایت کے بغیر انہیں ایک ساتھ نہیں رکھا جائے گا۔ وہ ایک دوسرے سے فاصلے پر رہیں گے۔"

"تل ابیب میں میرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اب ڈینس کو قید میں رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اسے رہا کر دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔ اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسرائیل واپس بھجوانے کا بندوبست کر دیا جائے گا۔"

"ارے ہاں جنرل! وہ سارڈان والی پہاڑی کانوں کا ٹھیکہ کسی اور کمپنی کو دیا گیا یا نہیں؟"

"ہاں وہ ٹھیکہ ایک اور کمپنی کو دیا جا چکا ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ گزشتہ اسٹون کی طرح یہ کمپنی بھی یہودی مفادات کے لیے کام کر رہی ہو؟" میں نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"نہیں، اس بار میں نے پوری طرح چھان بین کرنے کے بعد یہ ٹھیکہ دیا ہے۔ تم چاہو تو اپنے طور پر مزید اطمینان کر لینا۔"

ہم باتیں کرتے کرتے جنرل ٹیریس کی خصوصی نشست گاہ میں داخل ہو گئے۔

"تکلیف دہ بات یہ تھی جنرل کہ یہودی کمپنی وہاں سے یورینیم نکال رہی تھی اور رائلٹی کے نام پر برائے نام رقم ادا کر رہی تھی۔"

"اس بار تو یورینیم کی رائلٹی ادا کی جا رہی ہے۔ اور یوں ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ یوں سمجھو کہ راتوں رات گوئٹے بل کا شمار افریقہ کی امیر ترین ریاستوں میں ہونے لگا ہے۔"

"تم نے صرف دو ہفتے کے مختصر سے عرصے میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے علی!" کیتھی براؤن بولی۔ "تل ابیب سے کسی کو اغوا کر کے لے آنا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میں نے اسے اغوا نہیں کیا۔ وہ اپنی مرضی سے میرے ساتھ آئی ہے۔"

"ناممکن!" جنرل ٹیریس نے کہا۔ "کوئی لڑکی اپنے باپ کے بدترین دشمن کے ساتھ اپنی مرضی سے کہیں نہیں جا سکتی۔"

"وہ اپنی مرضی سے تو نہیں آئی!" میں نے معصومیت سے کہا۔ "وہ اپنی ماں سے اجازت لے کر میرے ساتھ آئی ہے۔"

"ماں سے اجازت لے کر!" کیتھی براؤن بھی دنگ رہ گئی۔ "کیا تم کوئی جادوگر ہو علی یار خان؟"

"اگر دھوکا دہی کو جادوگری کہا جاتا ہے تو میرا جواب اثبات میں ہے ورنہ یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ میں اس وقت اپنی اصل شکل میں نہیں تھا۔ میں تو ایک یہودی ڈینس پال گولڈ کے میک اپ میں تھا۔"

"تب بھی یہ کوئی آسان کام تو نہیں ہے!" کیتھی براؤن بولی۔ "انتہائی مختصر مدت میں تم نے وہ کچھ کر دکھایا ہے جو کوئی دوسرا شخص کئی مہینوں کے دوران بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"تہذیب عالم ایکس کا بھی کوئی سراغ ملا یا نہیں؟" جنرل ٹیریس نے پوچھا۔

"ابھی تک تو اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا لیکن اب اولیور ہاورڈ خود اس کے بارے میں ساری تفصیلات مہیا کرے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی!" جنرل ٹیریس بولا۔ "اس نے تم پر تابڑ توڑ وار کیا تھا اس کے جواب میں وہ ایسے ہی سلوک کا مستحق تھا۔"

"یہ قدم بھی میں نے بہت مجبوری میں اٹھایا ہے جنرل!" میں نے کہا۔ "اگر اولیور ہاورڈ مجھے مل گیا ہوتا تو میں تل ابیب میں ہی اس کی بوٹی بوٹی کر کے اس سے سارے حقائق معلوم کر لیتا لیکن معلوم نہیں یہ اس کی خوش قسمتی تھی یا بدقسمتی کہ وہ تل ابیب میں موجود ہی نہیں تھا۔ مجبوراً میں نے مالِ غنیمت پر اکتفا کرنے کا فیصلہ کیا۔"

"میں اکثر سوچتا ہوں کہ ایک طرف تم ہو اور ایک طرف اولیور ہاورڈ ہے۔ پہلی بار جب تمہارا اس سے تصادم ہوا اس وقت وہ بدنام زمانہ امریکی سی آئی اے کا ایک بااختیار افسر تھا۔ اس کے بارے میں یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں بڑے سے بڑا کام کرنے کی اہلیت رکھتا

ہے۔ اُس وقت تم یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے طالب علم تھے۔ ایک ایسے طالب علم جس کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوتا لیکن اس پہلے ہی معرکے میں اُسے تمہارے ہاتھوں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد سے تمہارے اور اس کے درمیان باقاعدہ کھیل کا آغاز ہو گیا لیکن اُسے ہر محاذ پر تمہارے ہاتھوں زک اُٹھانا پڑی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ امریکی سی آئی اے سے اُسے نکال باہر کیا گیا اور اب یہ موساد کے ایجنٹ کی حیثیت سے بھی وہ تمہارے خلاف کوئی کامیابی حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ اسرائیلی حکام کی بلیک لسٹ میں تمہارا نام سرفہرست ہو گا۔ میں سوچتا ہوں کہ کیا کوئی شخص تن تنہا اتنے کارنامے انجام دے سکتا ہے؟"

"میری تعریفیں مت کیا کرو جنرل۔" میں نے جھینپ کر کہا۔ "جو کارنامے مجھ سے سرزد ہوتے ہیں ان میں میرا کوئی کمال نہیں ہوتا۔ یہ تو خدا کی مہربانی ہے کہ میں ہر معرکے سے سرخرو ہو کر نکلتا ہوں۔"

"تمہاری بات درست ہے۔" جنرل ٹیرس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے بتایا تھا کہ اولیو باورڈ تل ابیب میں نہیں تھا۔ اس کے بارے میں کچھ علم ہے کہ اب وہ کہاں ہے؟"

جواب میں، میں نے شی گورانے میں پیش آنے والے واقعات سے جنرل ٹیرس کو آگاہ کر دیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل گئے۔

"شی گورانے کا سربراہ جنرل بلی اسرائیلی مفادات کا زبردست حامی ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "ماضی میں بھی جنرل بلی کے ذریعے بہت سے اسرائیلی منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچتے رہے ہیں اور اس بار بھی اولیو باورڈ کی وہاں موجودگی سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہاں کوئی سازش پروان چڑھ رہی ہے۔ خصوصاً جنگی بحری جہاز کی موجودگی تو بے حد تشویش ناک ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو جنرل ٹیرس اور یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ اولیو باورڈ کس کارروائی میں مصروف ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد تم سے رابطہ قائم کرے گا۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ اس کی پیشکش کے ذریعے اس سے کس طرح کام لے سکتے ہیں۔"

"بہتر ہو گا کہ اب تم آرام کرو علی۔" کیتھی براؤن بولی۔ "رات کے کھانے پر ملاقات ہو گی۔"

کھانے کی میز پر جنرل ٹیرس نے کہا۔ "ابھی تک اولیو باورڈ نے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"ابھی ایسی کوئی جلدی کی تو بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "جلدی تو اولیو باورڈ کو ہونا چاہیے۔"

"میں نے اس جنگی جہاز کے بارے میں بعض معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہو سکی۔" جنرل ٹیرس بولا۔

"فی الحال اس جہاز کے چکر میں پڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔" میں نے جنرل ٹیرس کو مشورہ دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اولیو باورڈ بہت جلد رابطہ قائم کرے گا۔ اسی سے اگلوانے کی کوشش کریں گے کہ اس جنگی جہاز کا کیا مصرف ہے۔"

کھانے کے بعد کافی دیر تک جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن سے خوش گپیوں میں مصروف رہنے کے بعد کوئی بارہ بجے کے قریب میں سونے کے لیے چلا گیا۔

صبح ناشتے کی میز پر جنرل ٹیرس بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے پوچھا۔ "تم بہت خوش دکھائی دے رہے ہو۔"

"بات ہی ایسی ہے۔" جنرل ٹیرس نے مسکرا کر کہا۔ "رات ایک بجے کے قریب تمہارے اولیو باورڈ کا فون آیا تھا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟" ناشتا کرتے کرتے میرا ہاتھ رک گیا۔

"تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا ہاں، علی یہاں موجود ہے۔ پھر اس نے تم سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔"

"لیکن تم نے تو اس سے میری بات نہیں کرائی۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"تم اس وقت سو رہے تھے۔"

"تو کیا ہوا، تم مجھے اٹھا دیتے۔ یہ معاملہ نیند سے زیادہ اہم ہے۔"

"نہیں پیارے علی یار خان! اولیو باورڈ کے لیے یہ معاملہ تم سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ بے تابی کا مظاہرہ تمہاری طرف سے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔"

"پھر تم نے اس سے کہا کیا؟" میں جھنجلا گیا۔

"میں نے کہا کہ علی یار خان سے تو صبح ہی گفتگو ہو سکے گی۔ اس وقت وہ سو رہے ہیں اور تاکید کر کے سوئے ہیں کہ انہیں سوتے سے نہ اٹھایا جائے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ وہ خود یہاں آ کر تم سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ جب چاہے آ سکتا ہے۔"

"پھر وہ کب آ رہا ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ آ چکا ہے۔" جنرل ٹیرس نے دھماکا کیا۔

"کیا؟" میں بوکھلا کے کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو، بیٹھو۔" جنرل ٹیرس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "وہ تمہارے بیدار ہونے سے ایک گھنٹا قبل ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ میں اولیو باورڈ سے تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔

"اُسے انتظار گاہ میں بٹھایا گیا ہے۔ وہ تم سے فوراً ملاقات کرنے پر مصر تھا لیکن میں نے سختی سے کہہ دیا کہ جب تک تم

ناشتہ نہ کر لو گے ملاقات ناممکن ہے۔"

"میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔" میں نے کرسی ایک طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"بچوں کی باتیں مت کرو۔" جنرل ٹیرس کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری تھی۔ "اس وقت تمہاری طرف سے ذرا سی بھی بے قراری کا مظاہرہ خاصا نامناسب ہو گا۔"

"جنرل ٹھیک کہہ رہے ہیں علی۔" کیتھی براؤن نے نرمی سے کہا۔ "تمہیں اولیو باورڈ سے باوقار انداز میں ملنا ہو گا۔"

میں رک گیا۔ وہ دونوں ایک بات پر متفق تھے۔ اور کچھ نہیں تو میں احتراماً ان کی بات ماننے پر مجبور تھا۔ آخر وہ دونوں میرے محسن تھے۔ یہ بات تو سوچنا بھی محال تھا کہ وہ میرے مفاد کے خلاف کوئی مشورہ دیں گے۔ میری جذباتی کیفیت بہت خراب تھی۔ ایسے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ میرے پاس ابھی اس جذباتی کیفیت کا کوئی علاج بھی تو نہیں تھا۔ جیسے صحرا میں سفر کرتے مسافر کو نخلستان کے آثار دکھائی دے جائیں تو وہ خود پر کیسے قابو رکھ سکتا ہے۔ پانی سے محروم پیاسے شخص کو کنویں کے کنارے لے جا کر صبر کی تلقین کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ وہ تو ایک دیوانے کو عقل کی تعلیم دے رہے تھے۔ اُسے خود پر قابو رکھنے کا درس دے رہے تھے۔ تہذیب مالکم ایکس کے لیے میں نے کہاں کہاں کی خاک نہیں چھانی تھی۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے کون سے پاپڑ نہیں بیلے تھے۔ میں تو فراق کی آگ میں جل رہا تھا۔ مجھے ان آداب کی کیا پروا ہو سکتی تھی جو مجھ پر مسلط کیے جا رہے تھے۔ میں تو ایک ہی جست میں ساری رکاوٹیں عبور کر کے اپنی پیاری تہذیب مالکم ایکس تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اپنے راستے میں حائل ہر دیوار گرا دینا چاہتا تھا۔ کوئی طوفان بھی میرا راستہ نہیں روک سکتا تھا۔ میرے کان کب سے تہذیب کی کوئی خبر سننے کو بے چین تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سینے میں کوئی بھٹی دہک رہی ہو۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔ بدن کی رگوں میں خون کے بجائے ایک لاوا سا دوڑتا معلوم ہو رہا تھا۔ فراق کی آگ مجھے جلائے ڈال رہی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی کسر رہ گئی تھی۔ میں کندن نہیں بن سکا تھا۔ شاید کندن بننے کے لیے ابھی مجھے اس آگ میں مزید جلنے کی ضرورت تھی۔ جب کندن بن گیا ہوتا تو ان لوگوں کے روکنے پر یہاں ہرگز نہ رک جاتا۔ اپنے پیروں میں مصلحتوں کی بیڑیاں پہننے سے انکار کر دیتا۔ کسی بات کی پروا کیے بغیر جا کر اولیو باورڈ کا گریبان پکڑ لیتا اور اگر وہ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں بتانے سے انکار کرتا تو اس کے جسم پر موجود گوشت کو چھوٹی چھوٹی بوٹیوں کی صورت میں علیحدہ کر دیتا۔ اس کی ہڈیوں کا سرمہ بنا کر ہوا میں اڑا دیتا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے کان کاٹ کر پھینک دیتا۔ اس کی ناک اس کے جسم سے جدا کر دیتا۔ وہ پھر بھی نہ مانتا تو ایک ایک کر کے اس کے سارے دانت توڑ دیتا۔ اس کی آنکھیں نکال کر پھینک دیتا۔ اُسے زندہ درگور کر دیتا۔ اس کے جسم کو جلا کر اس کی راکھ پانیوں میں بہا دیتا۔ اُسے اذیتیں دے دے کر سسکا سسکا کر مارتا۔ وہ میرا مجرم تھا۔ میری تہذیب کا مجرم تھا۔ معلوم نہیں اس نے تہذیب کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا۔ اس معصوم سی لڑکی کا کیا قصور تھا۔ اولیو باورڈ درندہ تھا اور ایک درندے کو جینے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ درندے کا تو کام ہی چیر پھاڑ کرنا ہوتا ہے۔ میں اس درندے کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا مگر نہیں کر سکا۔ میرے جذبوں کی کہانی کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میں سمجھ سکتا تھا اور یہی میری خامی تھی۔ محبت کرنے والے سوچنے سمجھنے کی زحمتوں میں کہاں پڑتے ہیں۔ انہیں اچھے برے کی تمیز کب ہوتی ہے۔ محبت کی تو اپنی ایک الگ زبان ہوتی ہے۔ اس کے قوانین سب سے جدا ہوتے ہیں جو دنیا کی کسی کتاب میں تحریر نہیں ہوتے۔ یہ تو ایک ایسا سودا ہے جو سر میں سما جاتا ہے تو آدمی خود بخود اس کے قوانین سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ سودائی کو اس سے کب غرض ہوتی ہے کہ کوئی اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا۔ یہ سودا میرے سر میں پوری طرح نہیں سما سکا تھا۔ مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی ——— میں تہذیب سے شرمندہ تھا۔ میں اس کے لیے اپنے جذبوں کو مکمل دیکھنا چاہتا تھا لیکن یہ کوئی اختیاری چیز تو ہوتی نہیں۔ یہ جذبے تو قسمت والوں کو ودیعت ہوا کرتے ہیں اور صرف عالی ظرفوں کے حصے میں آتے ہیں۔ آدمی کو ان پر اختیار ہوتا تو ہر کم ظرف محبت کا مدعی بن جایا کرتا۔

میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کرسی تک واپس آیا اور بے جان سے انداز میں کرسی میں گر کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"شکر ہے تم واپس آ گئے۔" میں نے کیتھی براؤن کی تشویش زدہ آواز سنی۔ "ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ تم سیدھے اولیو باورڈ کے پاس جا کر ہی دم لو گے۔"

"علی کے چہرے کے تاثرات سے تو میں بھی ڈر گیا تھا۔ شاید اسے اس طرح روکا جانا گراں گزرا ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"نہیں جنرل ٹیرس نہیں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے تو خود سے گلہ ہے۔ میں اپنے ہوش و حواس میں کیوں ہوں۔ اب تک تو مجھے اولیو باورڈ کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دینا چاہیے تھا۔"

"خود کو سنبھالو علی۔" جنرل ٹیرس نے ہمدردانہ انداز میں میرا

شانہ تھپتھپایا۔ "کیا تم اس کیفیت میں اولیوباورڈ سے ملو گے۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے تمہیں بہت گہرا زخم لگایا ہے لیکن اس پر اپنی یہ کیفیت ظاہر کر کے تم اس کے لیے تسکین فراہم کرو گے کیا تم یہ گوارا کرو گے کہ تمہارا بدترین دشمن تمہاری حالت سے لطف اندوز ہو؟"

میں نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کی بات میرے دل میں بہت گہرائی تک اتر گئی تھی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ دشمن کو تسکین فراہم کرنا کہاں کی دانش مندی ہے!

"پھر یہ بھی تو سوچو کہ اس کی بیٹی تمہارے قبضے میں ہے۔" کیتھی براؤن کہہ رہی تھی۔ "اس کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے اپنے سامنے موجود پا کر خود پر کیسے قابو رکھ سکوں گا۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں کوشش ضرور کروں گا۔"

"تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے علی!" جنرل شیرین نے حیرت سے کہا۔ "تم تو بہت باحوصلہ آدمی ہو۔ تہذیب ماکم ایکس کے اغوا کے بعد یہ اولیوباورڈ سے تمہاری پہلی ملاقات تو نہیں ہو گی؟"

"ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے جنرل!" میں نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں نے بھی بڑی قوت برداشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری قوت برداشت جواب دے گئی ہے۔"

"یوں سمجھ لو کہ یہ تمہارے لیے ایک امتحان ہے جس سے تمہیں سرخرو ہو کر نکلنا ہے۔" کیتھی براؤن بولی۔

"میرا تو شیرازہ بکھر چکا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں اپنی شناخت کھو بیٹھا ہوں۔" مجھ پر رقت طاری ہونے لگی۔

"جذباتی باتیں مت کرو۔" جنرل بڑے زور سے دہاڑا۔ "میں تمہارے تھپڑ بھی رسید کر سکتا ہوں۔"

جنرل کی دہاڑ مجھے ہوش میں لے آئی۔ میں نے آنکھیں پٹ پٹا کر اسے دیکھا۔ "بے شک تم مجھے تھپڑ بھی مار سکتے ہو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ وہ تھپڑ بھی میرے مفاد میں ہو گا۔" میں سر جھکا کر دوبارہ ناشتا کرنے لگا۔ جنرل شیرین اور کیتھی براؤن مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔

"مجھے افسوس ہے میری وجہ سے فضا تھوڑی دیر کے لیے مکدر ہو گئی تھی۔" دفعتاً میں نے سر اٹھا کر کہا۔ "فکر نہ کرو اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"شکر ہے۔" جنرل شیرین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ "میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تمہاری یہ کیفیت طول نہ پکڑ جائے۔"

"پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا جنرل!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔۔۔"

"انسان کی شخصیت بڑی پیچیدہ ہوتی ہے علی!" کیتھی براؤن بولی۔ "پوری زندگی خود کو دریافت کرتے گزر جاتی ہے۔"

میں نے حیرت سے کیتھی براؤن کو دیکھا۔ اس نے بہت بڑا فلسفہ بڑی آسانی سے بیان کر دیا تھا۔

"ناشتے کے بعد ہم اولیوباورڈ سے ملیں گے۔" جنرل شیرین نے کہا۔ "تمہیں اس کے سامنے خود پر پوری طرح قابو رکھنا ہو گا۔"

"اب مجھے کچھ نہیں ہو گا جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "معلوم نہیں وہ کیسی جذباتی رو تھی جو مجھے بہا کر لے گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ اگر تم کہو تو اسے یہیں بلوا لیا جائے؟"

"بلوا لو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

جنرل شیرین نے ایک ملازم سے اولیوباورڈ کو بلانے کو کہا اور چند ہی لمحوں بعد اولیوباورڈ ڈائننگ ہال کے دروازے پر کھڑا نظر آیا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اسے صرف دو روز قبل دیکھا تھا۔ اس وقت وہ بہت تازہ دم معلوم ہو رہا تھا۔ اس سے قبل میں نے کسی شخص کی حالت میں اتنے قلیل عرصے میں اتنا بڑا تغیر رونما ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے جسم سے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

"اندر آ جاؤ اولیوباورڈ!" میں نے بلند آواز سے کہا۔

وہ تھکے تھکے انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ناشتے کی میز تک پہنچ گیا۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے چہرے پر ناقابل یقین حیرت کے تاثرات تھے۔

"بیٹھ جاؤ اولیوباورڈ!" جنرل شیرین نے کہا۔

اولیوباورڈ ایک کرسی کھسکا کر اس پر بیٹھ گیا مگر اس کی نگاہیں ایک پل کے لیے بھی میرے چہرے سے نہیں ہٹی تھیں۔

"خوب جی بھر کے مجھے دیکھ لو اولیوباورڈ! شاید دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔" اولیوباورڈ بڑبڑایا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے میری بات سنی ہی نہ ہو۔ "شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"ظاہر ہے تمہیں آسانی سے یقین آ بھی نہیں سکتا۔ تم نے تو اپنی طرف سے مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی؟"

اولیوباورڈ نے کرسی میں پہلو بدلا۔ "مجھے اپنے اس اقدام پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اگر تمہیں موقع مل جاتا تو کیا تم مجھے مارنے کی کوشش نہیں کرو گے؟"

"میں نے تو تمہیں شرمندہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن تم نے خود جو حرکت کی ہے تمہیں اس پر شرمندگی نہیں ہے؟" اولیوباورڈ نے میز پر گھونسا مار کر کہا۔ "دشمنی میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس معصوم بچی کا کیا قصور تھا جو تم نے اسے اغوا کر لیا؟"

جنرل شیرین اور کیتھی براؤن خاموش تماشائی کی حیثیت سے ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"ناشتا کر لو اولیوباورڈ!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی؟"

"میں نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا ہے مگر مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم تو بس میری بیٹی کو میرے حوالے کر دو۔"

"تم مجھے کم ظرف قرار دے چکے ہو اولیوباورڈ اور جوش جذبات میں تم تہذیب ماکم ایکس کو بھول گئے۔ پہل تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔"

"وہ میری غلطی تھی علی!" اولیوباورڈ گھگھیانے لگا۔ "لیکن تم میری بچی کو میرے حوالے کر دو۔"

"بھیک مانگنے کا انداز اختیار کر کے اپنے وقار کو مجروح مت کرو اولیوباورڈ۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "تمہیں اپنا وقار ملحوظ رکھنا چاہیے۔"

اولیوباورڈ کے چہرے پر کرب کے تاثرات نظر آئے۔ اس کی انا بری طرح مجروح ہو رہی تھی۔ وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا اور چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ حیرت انگیز طور پر پرسکون دکھائی دینے لگا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی عمران۔ مجھے واقعی باوقار انداز میں بات کرنا چاہیے۔ ہاں تو تم مجھے اپنے مطالبات سے آگاہ کر دو۔"

"میرے کوئی مطالبات نہیں ہیں۔ صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ تہذیب ماکم ایکس کی رہائی۔"

اولیوباورڈ کا چہرہ پھر تاریک ہو گیا۔ "تم شاید یقین نہیں کرو گے لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

میرے لہو کی گردش تیز ہو گئی اور دل بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں خود کو کوئی بری خبر سننے کے لیے تیار کرنے لگا۔ میں اسے کہنا چاہتا تھا کہ جلد از جلد اپنی بات مکمل کر دے مگر حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ جنرل شیرین اور کیتھی براؤن کے چہروں سے بھی اضطراب جھلکنے لگا تھا۔

"وہ اب میرے قبضے میں نہیں ہے۔" چند لمحے ہچکچانے کے بعد اولیوباورڈ نے اپنی بات مکمل کر دی۔

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ تو بہت اچھی خبر تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ یہ خبر اولیوباورڈ جیسے مکار شخص کے ذریعے سننے کو ملی تھی۔ "اگر وہ تمہارے قبضے میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اولیوباورڈ نے کہا۔ "دو ماہ قبل وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سے مجھے اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا!"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت بھی ہے؟" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ میری بات پر یقین کر لو۔"

"مجھے افسوس ہے اولیوباورڈ۔ بغیر ثبوت کے میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"میری بیٹی تمہارے قبضے میں ہے۔ ایسے میں بھلا میں تم سے جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں؟"

"تم سے کچھ بعید نہیں ہے اولیوباورڈ! تم کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتے ہو۔"

"ہاں! میں کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن میں اپنی بیٹی کی زندگی کا جوا تو نہیں کھیل سکتا۔ کاش تہذیب میرے قبضے میں ہوتی تو میں یہاں ضمانتاً آتا۔"

"میں کوئی دلیل سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "نکی باورڈ کی رہائی تہذیب ماکم ایکس کی واپسی کے ساتھ مشروط ہے۔"

"اگر تم صاحب اولاد ہوتے تو تمہیں پتا چلتا کہ اولاد کا درد کیا ہوتا ہے۔" اولیوباورڈ نے کہا۔

"میں فلسفہ سننے کے موڈ میں بھی نہیں ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "نکی باورڈ کی واپسی چاہتے ہو تو تہذیب ماکم ایکس کو میرے حوالے کرو۔"

اولیوباورڈ مجھے بے بسی سے دیکھنے لگا۔ "میں نے اسے بڑے ناز و نعم میں پالا ہے۔ تم نے اسے کوئی اذیت تو نہیں پہنچائی؟"

"اگر یہی سوال میں تم سے کروں کہ تم نے تہذیب ماکم ایکس کو کوئی اذیت تو نہیں پہنچائی تھی تو تمہارا جواب کیا ہو گا؟"

"نہیں۔ یقین کرو میں نے اسے کوئی اذیت نہیں پہنچائی۔ تم بھی نکی کو کوئی اذیت نہ دینا۔ میں تہذیب کو تلاش کرنے کے لیے اپنے سارے وسائل استعمال کروں گا۔"

"تم کتنے سنگدل اور جھوٹے آدمی ہو اولیوباورڈ!" میں نے

زہریلے لہجے میں کہا۔ "تہذیب کو تم نے اس موقع پر اغوا کیا جب اُس کی شادی ہونے والی تھی۔ ایک لڑکی کو شادی سے محروم کر کے تم یہ کہتے ہو کہ تم نے اُسے کوئی اذیت نہیں پہنچائی؟ تم درندے ہو اولیو ہاورڈ اور کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔"

اولیو ہاورڈ کا سر جھک گیا۔ "جو کچھ ہو گیا میں اس کا ازالہ تو نہیں کر سکتا مگر میں جلد از جلد تہذیب کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گا۔ تم کئی کو کوئی اذیت نہ دینا۔"

"مجھے اس بیان پر شبہ ہے کہ تہذیب ماکم ایکس فرار ہو گئی ہو گی۔" جنرل ٹیرس نے پہلی بار گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ وہ میرے لیے کسی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔"

"اگر وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے تب بھی تل ابیب سے باہر تو نہیں نکل سکی ہو گی۔" جنرل ٹیرس نے جرح کی۔

"وہ تل ابیب میں قید نہیں تھی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں اس انکشاف پر چونک پڑا۔ اب تک میں یہی سمجھ رہا تھا کہ تہذیب تل ابیب سے فرار ہوئی ہو گی۔ جنرل ٹیرس کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ تھی اور بیگم ہاڈن حیران نظر آ رہی تھی۔

"اُسے امریکا میں رکھا گیا تھا۔ وہ وہیں سے فرار ہوئی ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"جھوٹ مت بولو اولیو ہاورڈ۔" میں دانت پیس کر بولا۔ "اُسے قید رکھنے کے لیے تل ابیب سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔ کیا تم اُسے امریکا میں قید رکھنے کا کوئی جواز پیش کر سکتے ہو؟"

"اسرائیلی حکام اُس کے جانی دشمن ہیں۔ اگر انہیں اس بات کی بھنک بھی مل جاتی کہ تہذیب ماکم ایکس تل ابیب میں میری قید میں ہے تو اُسے سرکاری تحویل میں لے کر سزائے موت دے دی جاتی۔"

"تمہیں اُس کی زندگی سے کیا دلچسپی تھی اولیو ہاورڈ کہ اُس کی جان بچانے کے خیال سے تم نے اُسے امریکا بھجوا دیا؟"

"اس کی وجہ تم تھے علی یار خان۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میں نے سوچا تھا کہ تہذیب ماکم ایکس کے بل پر تم سے اپنی باتیں منواتا رہوں گا۔ اس لیے مجھے اُس کی زندگی سے دلچسپی ہو گئی تھی۔"

"کتنی شرمناک بات ہے اولیو ہاورڈ کہ تم میرے مقابلے میں اپنی شکست کا اعتراف کر رہے ہو۔"

"ہاں علی یار خان۔" اولیو ہاورڈ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "ماضی میں یہی ہوتا رہا ہے۔ مجھے تمہارے ہاتھوں ہمیشہ ہزیمت اُٹھانا پڑی ہے لیکن میں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ کسے خبر کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔"

"فی الحال تو تم اپنی خیر مناؤ اولیو ہاورڈ۔ تمہاری بیٹی میرے قبضے میں ہے۔"

"ہاں اس وقت تو میں تمہارے سامنے بے بس ہوں لیکن تم اُسے صرف تہذیب ماکم ایکس کا سراغ ملنے تک اپنے قبضے میں رکھو گے۔"

"تم اپنی شرائط پیش کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"میں تم سے صرف ایک درخواست کر رہا ہوں علی یار خان۔"

"تمہیں ایسی کوئی درخواست کرنے کا حق بھی نہیں ہے جس کی نفی ماضی میں تم اپنے رویے سے کر چکے ہو۔"

"تم دشمن ضرور ہو علی یار خان مگر میں تجزیہ کر سکتا ہوں کہ تم ایک عالی ظرف دشمن ہو۔ میں تمہاری طرف سے کسی زیادتی کی توقع نہیں رکھ سکتا۔"

"جنگ اور محبت میں ہر بات جائز ہے اولیو ہاورڈ۔" میں بے رحمی سے مسکرایا۔

دفعتاً اولیو ہاورڈ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ "میں گورنے بل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔"

"ضرور بجا دینا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اور پھر زندگی بھر انہیں ہی بجاتے رہنا۔ شاید تم اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ کئی ہاورڈ کو گورنے بل میں رکھا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔ "وہ گورنے بل میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟"

"نہیں اولیو ہاورڈ۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ تمہیں اس بات سے آگاہ کر دوں۔ تم ساری زندگی سر مارتے رہو تب بھی یہ معلوم نہیں کر سکو گے کہ اُسے کہاں رکھا گیا ہے۔ ویسے بے فکر رہو۔ وہ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔ میرے جو دوست اُس کی نگرانی پر مامور ہیں انہیں ہدایت دے دی گئی ہے کہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو اس کا انتقام کئی ہاورڈ سے لیا جائے۔ وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ انہیں جو ہدایت بھی دی جاتی ہے اُس پر بعینہٖ عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ تم مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کر کے دیکھو، اگلے ہی روز تمہیں کئی ہاورڈ کی چھنگلیا موصول ہو گی۔ پہلے بائیں ہاتھ کی اور پھر دائیں ہاتھ کی اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک تم انسانیت کے جامے میں واپس نہیں آ جاؤ گے۔"

اولیو ہاورڈ بے بسی سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ اُس کی بے بسی پر میں نے اپنے جسم میں کیف و سرور کی عجیب سی لہر سی دوڑتی محسوس کی۔

"اور اب جبکہ تم نے گورنے بل کے خلاف کارروائی کر

نے کا اظہار کیا ہے۔" میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تو میں اپنے اُن دوستوں کو یہ نئی ہدایات بھی بھجوا دوں گا کہ اگر گورنے بل کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا جائے تو اس صورت میں بھی کئی کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو میں نے تمہیں ابھی ابھی بتایا ہے۔"

"بس کرو علی یار خان، بس کرو۔" اولیو ہاورڈ چیخ پڑا۔ "میرے ضبط کا مزید امتحان مت لو۔"

"جو کچھ ہو رہا ہے تم اسے برداشت کرنے کے لیے مجبور ہو۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "اس لیے کہ تہذیب کو اغوا کر کے پہل تم نے کی تھی۔ اب میری باری ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ علی یار خان کا انتقام کتنا بھیانک ہوتا ہے۔ آئندہ تم اس قسم کی کوئی بات سوچنے کی جرأت بھی نہیں کر سکو گے۔"

"میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں۔ تمہارے خلاف کچھ نہیں ہو گا۔ گورنے بل کے خلاف بھی میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ بس تم کئی کو کوئی اذیت نہ پہنچانا۔"

"اس کا انحصار تمہارے رویے پر ہو گا۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرتے رہو گے تو کئی ہاورڈ بھی محفوظ رہے گی ورنہ نہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔ "میں پہلے ہی تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تہذیب کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گا۔"

"سب سے پہلے تو تم مجھے تہذیب کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں نے اُس کی زندگی کو درپیش خطرات کے پیش نظر اُسے اسرائیل میں نہیں رکھا تھا بلکہ اُسے امریکا کے ایک قصبے میں بھجوا دیا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں خود بھی تفصیلات کا علم نہیں ہے لیکن اب سے تقریباً دو ماہ قبل وہ وہاں سات افراد کو قتل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ دیکھو میں تمہارے لیے وہ اخبار لایا ہوں جس میں اس سانحے کی تفصیلات چھپی تھیں۔"

میں نے اولیو ہاورڈ سے وہ اخبار لے لیا۔ وہ دو ماہ قبل کا ایک امریکی اخبار تھا۔ اس میں اولیو ہاورڈ کے بیان کردہ واقعے کی تفصیلات موجود تھیں مگر اس میں تہذیب ماکم ایکس کا نام کہیں استعمال نہیں ہوا تھا۔ میں نے یہ بات اولیو ہاورڈ سے کہہ دی۔

"مجھے معلوم تھا تم اس خبر پر بھی یقین نہیں کرو گے لیکن میرے پاس اپنی بات کا یہ زیادہ سے زیادہ ثبوت ہے اور یہ اخبار میں نے بڑی مشکل سے تلاش کیا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ کیا تہذیب کے فرار کے بعد تم نے اُسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"میں نے اُس کی تلاش کے لیے امریکا میں اپنے وسائل استعمال کیے تھے لیکن مشکل یہ ہے کہ اب امریکا میں میرے اثرات اتنے زیادہ نہیں رہے جتنے پہلے تھے اور خود میں اس سے زیادہ اہم کاموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے اس طرف ذاتی توجہ نہیں دے سکا لیکن اب میں خود اس معاملے کو دیکھوں گا۔"

میں خاموشی سے اخبار پر نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ مجھے اس بات پر سخت تشویش تھی کہ اگر تہذیب کو فرار ہوئے دو ماہ ہو چکے ہیں تو اُس نے اب تک مجھ سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔ میرا ذہن پریشان خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کہیں وہ کسی اور مصیبت میں نہ گرفتار ہو گئی ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے تلاش کرنے میں ناکام ہو گئی ہو۔ اس لیے کہ پچھلے دو ماہ کے دوران میں خود بھی بہت مصروف رہا تھا۔ کافی دیر تک ڈرائنگ ہال میں گھمبیر سناٹا مسلط رہا۔ بالآخر میں نے ہی مہرِ سکوت توڑی۔

"اس بحری جہاز پر جب ایس ہاؤ اور ایک جوزف سمیت ہم سب کو تمہارے سامنے پیش کیا گیا تھا تو میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تمہاری حیثیت ایک سربراہ کی سی تھی۔ کیا تم اس بات سے بھی انکار کرو گے؟"

"انکار کا کیا سوال ہے۔ میں اُس جہاز کا سربراہ ہوں۔"

"اور اس جزیرے پر بھی تمہاری نگرانی میں کام ہو رہا ہے جہاں ہمیں قید رکھا گیا تھا؟" میں نے کہا۔ جنرل ٹیرس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک بڑھ گئی تھی۔

"ہاں، وہ لوگ بھی میری ماتحتی میں کام کر رہے ہیں۔ لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہ رہا ہوں کہ اس بار تم کس چکر میں ہو؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

اولیو ہاورڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ سارڈوان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم کے حصول کے لیے ہم نے جو اسکیم بنائی تھی وہ ناکام ہو چکی تھی۔ اصولی طور پر ہمیں اس سے دست بردار ہو جانا چاہیے تھا لیکن اسرائیلی حکومت کے لیے پلاٹینم کے اُن ذخائر میں اتنی کشش ہے کہ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ میرے سپرد یہ ذمے داری کی گئی ہے کہ سارڈوان کی پہاڑیوں سے ہر قیمت پر پلاٹینم کے ذخائر حاصل کروں۔ تم نے جو کچھ دیکھا وہ اسی منصوبے کی ایک کڑی ہے۔"

"کیا تم نے ہمیں بالکل ہی بے وقوف سمجھ لیا ہے اولیو ہاورڈ؟" میں نے ناگواری سے کہا۔ "عقل کی باتیں کرو۔ کہاں سارڈوان کی پہاڑیاں اور کہاں وہ سمندر۔ دونوں کے درمیان سیکڑوں میل کا فاصلہ تو ضرور ہو گا۔"

"پروگرام یہ تھا کہ سمندری راستے سے شی گورانٹے اور گوشے ہی کے درمیان خفیہ سفر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شی گورانٹے والی سمت سے سارڈوان کی پہاڑیوں تک خفیہ زیر زمین سرنگیں کھودی جائیں اور سارڈوان کی چٹانوں تک پہنچ کر ان ذخائر میں سے پلاٹینم کا جتنا حصہ بھی ممکن ہو سکے حاصل کر لیا جائے۔ اسرائیل کے لیے پلاٹینم کا حصول بے حد اہمیت رکھتا ہے۔"

جنرل ٹیریں کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا مگر میں اولیو ہارڈ کو ننگا ہوں نگاہوں میں تولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا جنرل بل بھی اس سازش میں تمہارا شریک کار ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اس سے تو میں نے صرف دوستانہ مراعات حاصل کی ہیں۔"

"سرنگوں کی کھدائی کا کام شروع ہو چکا ہے؟"

"ابھی تک تو نہیں مگر کچھ عرصے میں ہم وہ انتظامات کرنے میں کامیاب ہو جاتے جن کے ذریعے سرنگوں کی کھدائی کی جا سکتی تھی۔"

"اور اس کے لیے تم نے کون سے سمندری راستوں کا انتخاب کیا تھا؟" اس بار جنرل ٹیریں نے سوال کیا۔

"کالموکیپو سے ساٹھ میل جنوب مشرق میں ایک سمندری کھاڑی ہے۔" اولیو ہارڈ نے کہا۔ "وہاں تک ہماری پہنچ بہ آسانی ہو سکتی تھی اور وہیں سے ہم سارڈوان کے لیے سرنگ کی کھدائی کا آغاز کر سکتے تھے۔"

"ناممکن۔" جنرل ٹیریں بولا۔ "اس علاقے میں بادونہ قبیلے آباد ہیں اور وہ سب کے سب میری حکومت کے حامی ہیں۔ کیا تم وہاں آسانی سے سرنگیں کھود سکتے تھے؟ اور پھر وہ سرنگیں کتنی طویل ہوتیں؟"

"یہ تمام باتیں ہمارے پیش نظر تھیں جنرل اور ہم نے اس سلسلے میں ایک جامع منصوبہ بھی ترتیب دے لیا تھا۔ ہم بادونہ قبیلے کی حیثیت سے داخل ہو کر وہاں اپنا اثر و رسوخ قائم کرتے جس کے نتیجے میں ہم ان لوگوں سے مراعات حاصل کر سکتے تھے۔"

"کیا یہ ایک طویل منصوبہ نہیں تھا مسٹر اولیو ہارڈ؟ کیا آپ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس دوران سارڈوان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم کے ذخائر نکالے بھی جا سکتے ہیں؟"

"منصوبہ طویل ضرور تھا لیکن یہ ناممکن تھا کہ اس کی تکمیل سے قبل سارڈوان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم کے سارے ذخائر حاصل کر لیے جاتے۔"

جنرل ٹیریں خاموش ہو گیا۔ اولیو ہارڈ سے جو معلومات حاصل ہو سکتی تھیں وہ حاصل کر چکا تھا اور اب غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ان معلومات کی روشنی میں اس کا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے۔

"میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اولیو ہارڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔" میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "اگر تم میری اکلوتی بیٹی کو میرے حوالے کر دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارڈوان کے خلاف ہونے والے منصوبے پر عمل درآمد رک کر دوں گا۔"

"بکی کی واپسی کے لیے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور سارڈوان والا منصوبہ اب چونکہ جنرل ٹیریں کے علم میں آ چکا ہے لہٰذا تم لوگ اس پر ویسے بھی عمل نہیں کر سکو گے۔" میں نے کہا۔ "بکی کو واپس حاصل کرنا ہے تو تہذیب مالکم ایکس کو تلاش کرو۔"

"میں تہذیب کو ضرور تلاش کروں گا۔ میں اسے تلاش کرنے کے لیے مجبور ہوں لیکن فرض کرو وہ مجھے ساری زندگی نہ مل سکی تو۔۔۔"

"بے فکر رہو اولیو ہارڈ، اگر تم ساری زندگی تہذیب کو تلاش نہ کر سکے تو بکی ہارڈ بھی ساری زندگی تمہیں واپس نہیں مل سکے گی۔"

اولیو ہارڈ کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ "یہ فرض کرو تہذیب مالکم ایکس خود ہی تمہارے پاس پہنچ گئی تو۔۔۔؟"

"اگر ایسا ہوا تو میں بکی ہارڈ کو رہا کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیا تم میری اس سے ملاقات کرا سکتے ہو بکی؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ گوٹے بل میں نہیں ہے اگر ہوتی تب بھی میں اس سے تمہاری ملاقات نہ کراتا۔"

"ٹھیک ہے علی۔" اولیو ہارڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے آئندہ کہاں رابطہ قائم کروں گا؟"

"جنرل ٹیریں کے ذریعے تم مجھ سے رابطہ قائم کر سکو گے اگر میں یہاں نہ ہوا تب بھی جنرل ٹیریں کو اپنی نقل و حرکت سے باخبر رکھوں گا۔"

اولیو ہارڈ جلد رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی علی۔" جنرل ٹیریں نے کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اولیو ہارڈ نے جھوٹ بولا ہے۔ سارڈوان کی پہاڑیوں تک اس نے جس سرنگ کی کھدائی کا ذکر کیا ہے وہ عملاً ناممکن ہے۔"

"میں خود بھی اس کی طرف سے مشکوک ہوں جنرل۔" میں نے کہا۔ "وہ انتہائی چالاک اور مکار آدمی ہے۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی کسی بات پر بھی آسانی سے یقین نہیں کیا جا سکتا۔"

"مجھے تو اس بات سے خوشی ہوئی کہ تم نے اولیو ہارڈ کے ساتھ گفتگو کے دوران بڑی غیر جذباتیت کا مظاہرہ کیا۔" کیتھی براؤن بولی۔

"تم کیا سمجھ رہی تھیں؟" جنرل ٹیریں نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "میرے اس دوست کو اپنی کیفیات چھپانے میں کمال حاصل ہے۔"

دفعتاً ایک ملازم اندر آیا اور جنرل ٹیریں کے نزدیک پہنچ کر مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ جنرل ٹیریں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ایک خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہیں جنرل۔" ملازم نے بتایا۔ "انہوں نے خصوصی کوڈ دیا ہے تاکہ آپ فوراً ان سے ملاقات کر لیں۔"

"وہ خاتون کہاں ہیں؟" جنرل ٹیریں نے چونک کر پوچھا۔

"انہیں استقبالیہ کمرے میں بٹھایا گیا ہے۔"

میں مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ خصوصی کوڈ تہذیب مالکم ایکس کے علم میں تھا۔ یہ کوڈ میں نے ہی اسے بتایا تھا اور اسے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کوڈ کے ذریعے جنرل سے فوری ملاقات کی جا سکتی ہے۔

"بیٹھو علی، بیٹھ جاؤ۔" جنرل نے کہا۔ "اسے یہیں بلوا لیتے ہیں۔"

جنرل نے ملازم سے کہا کہ اس خاتون کو ناشتے کی میز پر ہی بھیج دیا جائے۔ ملازم چلا گیا مگر میرا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ زیادہ دیر قبل ہی تو اولیو ہارڈ کے ذریعے مجھے تہذیب کے فرار کی خبر ملی تھی اور اب وہ خود بھی پہنچ گئی تھی۔ میری بے تاب نظریں دروازے پر جمی تھیں۔ مجھے ایک ایک لمحہ گزارنا محال ہو رہا تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں تہذیب کو دیکھنے والا تھا۔ پتا نہیں وہ کیسی لگ رہی ہو گی۔ مسلسل صعوبتیں برداشت کرتے کرتے اس کا کیا حال ہو گیا ہو گا۔ میں اس سے کس انداز میں ملوں گا؟

میرے دل و دماغ میں عجیب ہیجانی کیفیت برپا تھی لیکن میں بہ ہزار دقت خود پر جبر کیے بیٹھا تھا ورنہ جی چاہتا تھا کہ خود دوڑ کر تہذیب تک پہنچ جاؤں۔ لیکن جنرل ٹیریں اور کیتھی براؤن کی موجودگی میرے ارادے کی راہ میں حائل تھی۔ ان کے خیال میں تو میں ایک آہنی انسان تھا۔ میرے سینے میں دھڑکتا ہوا دل نہیں تھا۔ مجھے کسی چیز سے متاثر بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

پھر دروازے میں جو نسوانی ہیولا نظر آیا اسے دیکھ کر میری آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ تارینا ہارڈو تھی۔

جنرل ٹیریں اور کیتھی براؤن اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے مگر میں نے اسے پہچان لیا تھا اور حیرت کے تاثر سے نکل کر اس کی طرف بڑھا۔ تارینا دوڑتی ہوئی مجھ سے آ کر لپٹ گئی۔ جنرل ٹیریں اور کیتھی براؤن ہم دونوں کو عجیب سے انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"نہیں جنرل! یہ تہذیب مالکم ایکس نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ میری بہت اچھی دوست اور ہمدرد تارینا ہارڈو ہے۔ گوٹے بل کیسے آئیں۔۔۔"

"تمہارا نام لینا ہی کافی ہے۔ میں نے تارینا ہارڈو کو پہچان لیا ہے۔" جنرل ٹیریں نے کہا۔

تارینا نے ان دونوں سے باری باری ہاتھ ملایا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ "گزشتہ بائیس گھنٹے سے میں مسلسل سفر کر رہی ہوں۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔ "لیکن میرا یہ سفر رائیگاں نہیں ثابت ہوا۔ میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچی ہوں۔ اگر مجھے تھوڑی سی بھی تاخیر ہو جاتی تو تمہیں میرے لیے دوبارہ ناشتے کی میز سجوانا پڑتی۔"

"کیا تم نے صرف ناشتا کرنے کے لیے بائیس گھنٹے کا سفر کیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" تارینا ہنس پڑی۔ "میں تو یہ سوچ کر آئی تھی کہ شاید جنرل ٹیریں سے تمہارے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم سے ہی ملاقات ہو جائے گی۔ لیکن عجیب بات ہے! تمہیں دیکھتے ہی جو اطمینان حاصل ہوا ہے اس کے بعد سارے تفکرات ڈھل گئے اور بھوک چمک اٹھی۔ کیا خیال ہے، شروع کروں ناشتا؟"

"ضرور شروع کرو لیکن ایک سوال کا جواب دے دو۔" میں نے کہا۔ "تہذیب کے بارے میں بھی تمہیں کچھ علم ہے؟"

"صرف اتنا کہ وہ زندہ ہے اور آزاد ہے۔" تارینا ہارڈو نے بتایا۔

میں نے سکون کی گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سر سے کوئی بھاری بوجھ ہٹ گیا ہو۔ بڑے عرصے کے بعد میں نے خود کو اس قدر ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔ مسرت کی لہریں میرے پورے جسم میں گردش کر رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ بالآخر تقدیر مجھ پر مہربان ہونا شروع ہو گئی۔ مجھے اپنی جدوجہد کا پھل ملنے کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ پہلے اولیو ہارڈ نے تہذیب کے فرار کی نیک خبر سنائی تھی اور اب تارینا ہارڈو نے اس خبر کی تصدیق کر دی تھی ورنہ اولیو ہارڈ کی بات مشکوک لگ رہی تھی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں تارینا ہارڈو کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ تارینا پہلے ہی کی طرح پرکشش اور شگفتہ نظر آ رہی تھی۔

"بیٹھو تارینا!" خواب گاہ میں پہنچ کر میں نے تارینا سے کہا۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ "یہاں کب سے ہو علی؟" اس نے پوچھا۔

"میں کل ہی یہاں پہنچا ہوں لیکن کچھ روز قبل میں نے یہاں طویل قیام کیا تھا۔"

"او ہو! یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"معلوم نہیں تارینا تمہیں دیگر حالات کا بھی علم ہے یا نہیں لیکن میں اس دوران بڑی الجھنوں میں گرفتار رہا ہوں اور بڑے نامساعد حالات سے گزرا ہوں۔ تہذیب سالگم ایکس میرے لیے ایک بھولی بسری داستان بن گئی ہے۔ اگر تم یہ بتا سکو کہ وہ اس وقت کہاں ہے تو یہ تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا علی! مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے یہ ضرور معلوم ہے کہ وہ آزاد ہے اور اس نے تمہارے لیے ایک پیغام بھیجا ہے۔"

"پیغام تمہیں کہاں سے موصول ہوا؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں اس بات سے لاعلم ہوں۔" تارینا نے کہا۔ "مسٹر آئن شلاٹر کے دفتر میں ایک بند لفافہ موصول ہوا جس پر میرا اور آئن شلاٹر کا نام تحریر تھا۔ لفافے پر نہ تو ڈاک کا کوئی ٹکٹ تھا اور نہ ہی بھیجنے والے نے اپنا نام لکھا تھا لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں کچھ اندازہ نہ ہو سکا۔ لفافہ کھولا گیا تو اس میں سے دو پرچے برآمد ہوئے۔ ایک میرے اور مسٹر آئن شلاٹر کے نام تھا اور دوسرا تمہارے نام تھا۔ ان خطوط کو پڑھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ لفافہ تہذیب سالگم ایکس نے بھجوایا تھا۔" تارینا بارڈو نے خاکی رنگ کا ایک مضبوط لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

میں نے بے صبری سے لفافہ اٹھایا اور اس میں رکھے ہوئے کاغذات نکال لیے۔ پہلے میں نے وہ خط پڑھا جو تارینا بارڈو اور آئن شلاٹر کے نام لکھا تھا۔

"عزیزہ تارینا بارڈو اور محترم مسٹر آئن شلاٹر!

علی یارخان نے جن افراد پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے اس میں آپ دونوں سرفہرست ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے ذریعے علی یارخان کو خط بھجوا رہی ہوں۔ میری کہانی بہت طویل ہے جسے تحریر کر کے میں آپ لوگوں کو بور نہیں کرنا چاہتی۔ مختصر یوں سمجھ لیں کہ علی یارخان کے علم میں شاید یہ بات نہ ہو کہ میں زندہ ہوں مگر میں خدا کے فضل و کرم سے نہ صرف زندہ ہوں بلکہ ان موذیوں کے چنگل سے بھی نکل آئی ہوں جنھوں نے مجھے زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میں نے علی یارخان کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر محدود وسائل کے باعث مجھے کامیابی نہیں ہو سکی۔ میں ان کی تلاش جاری رکھتی لیکن اتفاقاً ایک ایسی بات میرے علم میں آگئی جس کے باعث مجھے ان کی تلاش ترک کر دینا پڑی۔ سب جانتے ہیں کہ علی یارخان نے اپنی زندگی کی تمام دلچسپیاں ترک کر کے خود کو ایک مشن کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ اگر ان کے مشن سے متعلق کوئی بات میرے علم میں آئے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کروں۔ میں ان کے دشمنوں کی راہ پر ہوں اور دوسرے خط میں جو علی یارخان کے نام ہے میں نے اس سازش کا انکشاف کیا ہے جو اتفاقاً میرے علم میں آگئی ہے۔ آپ چاہیں تو اس خط کو بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ خط جلد از جلد علی یارخان تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ اپنے وسائل سے انھیں تلاش کر کے یہ خط ان تک پہنچا دیں گے۔ شکریہ۔

مخلص تہذیب سالگم ایکس"

ایک عرصے بعد تہذیب کی خبر ملنے اور اس کی خیریت کا علم ہونے پر میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔ تارینا بارڈو مجھے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"کیا تم واقعی تہذیب کو مردہ سمجھتے تھے علی؟" تارینا نے پوچھا۔

"ابھی میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا تارینا!" میں نے کہا۔ "لیکن یہ بات سن لو کہ تم نے آج تک مجھ پر جتنے احسانات کیے ہیں ان میں یہ سب سے بڑا احسان ہے۔"

تارینا کے ہونٹوں سے یکلخت مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ چند لمحے وہ خالی الذہن کے سے انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے سر جھکا لیا۔

میں نے دوسرا خط نکال لیا جو کئی صفحات پر مشتمل خاصا طویل خط تھا۔ تہذیب نے بڑے جذباتی انداز میں مجھے مخاطب کیا تھا۔

"زندگی سے زیادہ عزیز علی یارخان! شاید اب تک تمہیں میری موت کا یقین آچکا ہو لیکن ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ میں تمہیں اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ تمہیں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ ہمارے خلاف یہ سازش اولیو بارڈ کی تیار کردہ تھی۔ اس نے ایک عرصے تک مجھے

کرنے کی ٹھانی تھی۔ وہ تمہیں ذہنی صدمہ پہنچا کر نہ صرف ماضی کی ناکامیوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا بلکہ تمہیں فلسطینیوں سے بدظن بھی کرنا چاہتا تھا۔ بعد میں میرے ذریعے تمہیں بلیک میل کرنا بھی اس کے پلان میں شامل تھا۔ مجھے بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا تھا اور اس کے بعد میں نے ایک طویل بحری سفر کیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اولیو بارڈ کے آدمی مجھے کہاں کہاں گھماتے پھرے۔ اس قید کے دوران اس کے کئی منصوبے میرے علم میں آئے لیکن ظاہر ہے میں کوئی فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ ایک بار میں نے ان کی قید سے فرار ہونے کی کوشش بھی کی مگر ناکام رہی۔ آخر کار مجھے امریکا پہنچا دیا گیا۔ امریکا میں مجھے جس جگہ رکھا گیا وہاں ایک پورا خاندان میرا نگراں تھا۔ ان میں ایک بوڑھی خاتون، دو نوجوان لڑکیاں، تین جوان العمر افراد اور ایک معمر شخص شامل تھا۔ ان لوگوں میں آپس میں کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن وہ وہاں ایک خاندان کی حیثیت سے رہ رہے تھے اور وہ سب کے سب اولیو بارڈ کی طرح موساد کے ایجنٹ تھے۔ انھیں سختی سے میری نگرانی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور وہ اپنا یہ فرض بخوبی ادا کر رہے تھے۔ میں کوشش کرتی رہی کہ کسی طرح ان کے چنگل سے نکل جاؤں لیکن وہ سب مسلح اور مستعد رہتے تھے۔ میری نگرانی کرنے کے لیے انھوں نے باریاں مقرر کر رکھی تھیں اور عام طور پر وہ یکجا نہیں ہوتے تھے اور منتشر رہتے تھے اس لیے وہاں سے فرار ہونا بہت مشکل تھا۔ اگر میں ان میں سے کسی ایک کو ہلاک کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتی تو دوسرے لوگ مل کر میری تکا بوٹی کر ڈالتے۔ وہ صرف کھانے کی میز پر یکجا ہوتے تھے۔ اس چیز کو ذہن میں رکھ کر میں نے منصوبہ بندی شروع کی اور آخر کار ایک روز مجھے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا موقع مل ہی گیا۔ گرین پول کی ایک ایسی رکن کو جس پر ایک زمانے میں گرین پول مکمل اعتماد کرتی تھی، اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ اس منصوبے کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گی بس یہ سمجھ لو کہ ایک روز میں نے ان سب کو اس وقت ہلاک کر دیا جب وہ کھانے کا پہلا نوالہ بھی منہ میں نہیں رکھ پائے تھے۔ اس کے بعد میں نے ان کی لاشیں نذر آتش کر دیں۔ وہاں سے فرار ہونے کے بعد امریکا سے نکلنا میرے لیے بڑا کٹھن مرحلہ ثابت ہوا لیکن آخر کار میں اس میں بھی کامیاب ہو گئی۔ امریکا سے نکلنے کے بعد میں نے تمہیں تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اولیو بارڈ کے خوف سے میں نے کسی پر اپنی شخصیت ظاہر نہیں کی۔ تمہاری تلاش میں ناکام ہونے کے بعد مجبوراً میں یہ خط تحریر کر رہی ہوں جو میں مسٹر آئن شلاٹر اور تارینا بارڈو کے توسط سے تم تک پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ میں خود تمہاری تلاش جاری رکھتی لیکن اب میں اپنی توجہ اس سازش پر مرکوز کر رہی ہوں جو اولیو بارڈ کر رہا ہے اور جو ایک اتفاق کے تحت میرے علم میں آئی ہے۔ ممکن ہے میرا خط بروقت تم تک پہنچ جائے اور تم بروقت اس منصوبے سے آگاہ ہو جاؤ جو اولیو بارڈ نے تیار کیا ہے۔ اس منصوبے کی تفصیلات یہ ہیں کہ افریقہ میں شن گورائے نامی ایک ریاست ہے جو سو فیصدی اسرائیلی مفادات کی حامی ہے۔ شن گورائے کا سربراہ جنرل بابی درحقیقت اسرائیلی حکومت کا چہیتا ہے اور اسرائیلی حکومت ہی اسے برسراقتدار لائی ہے لہٰذا وہاں سے اسرائیل کے لیے کوئی بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ گزشتہ دنوں والٹر مرہاٹے کی حکومت ختم ہونے کے بعد چونکہ اسرائیل کے ہاتھوں سے ایک اہم علاقہ نکل گیا ہے لہٰذا شن گورائے کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ شن گورائے کے مشرق میں جو سمندر ہے وہاں اسرائیلی حکومت کا تیار کردہ ایک جنگی جہاز لنگر انداز ہے۔ یہ جنگی جہاز مکمل طور پر اولیو بارڈ کے کنٹرول میں ہے۔ لائن آف کروزل میں تمہارے ہاتھوں ناکامی اٹھانے کے بعد اور لائن آف کروزل کی فیکٹری میں اسلحے کی تیاری روکنے کی ناکام کوششوں کے بعد اولیو بارڈ اس سازش میں مصروف ہو گیا کہ وہاں تیار ہونے والا اسلحہ عرب ممالک کو نہ پہنچ پائے۔ لائن آف کروزل میں اسلحے کی پہلی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو کسی بھی وقت جہازوں پر بار کر کے ایک مسلم ملک کے لیے روانہ کر دی جائے گی۔ اسرائیلی حکومت

اس پہلے ہی مرحلے پر خبریوں کو ناکامی سے ہمکنار کر دینا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ خوفناک جہاز جو خاص طور پر اسی مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے، اسلحہ لے جانے والے جہازوں کو روکے گا اور انھیں تباہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ کوشش کی جائے گی کہ اسلحہ اسرائیل پہنچا دیا جائے۔ اگر وہ اس کوشش میں ناکام ہو گیا تو ان جہازوں کو غرقاب کر دیا جائے گا۔ اس جہاز کا کنٹرول مکمل طور پر اولیو بارڈو کے ہاتھ میں ہے۔ شاید اپنی ساکھ بحال کرنے کے لیے یہ اس کی آخری کوشش ہے۔ اسلحے کی فراہمی کو سبوتاژ کرنے کے لیے ایک اور اہم کڑی جزیرہ نکورو ہے۔ یہ جزیرہ شن گوراٹے کے مغرب میں ہے جہاں سے ان جہازوں کی آمد کے بارے میں اطلاعات فراہم کی جاتی ہیں۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ لا شن آف کروونل سے چند اہم افراد اغوا کر کے ان کے ڈبل کیسٹ وہاں بھیج دیے گئے ہیں اور ان اغوا شدہ افراد کو جزیرہ انکوبو میں قید کر دیا گیا ہے۔ اگر تم تک یہ معلومات بروقت پہنچ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں تو اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے اپنی سی کوشش کروں گی ہی۔ اپنے بارے میں فی الوقت یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی کہ میں کہاں ہوں گی اور کیا کروں گی لیکن ممکن ہے کہ اس کارروائی کے دوران ہی کہیں تم سے ملاقات ہو جائے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔ صرف تمہاری، تہذیب مالکم ایکس۔"

تہذیب مالکم ایکس کا خط پڑھ کر میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ تہذیب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔ مجھے اس منصوبے کی اطلاع بہت بروقت مل گئی تھی۔ اگرچہ بہت سی باتیں میرے علم میں بھی تھیں مگر میں ان کے اصل مقصد سے بے خبر تھا۔ اولیو بارڈو نے نہایت چالاکی سے اصل معاملہ گول کر کے ہمیں سارڈان کی پہاڑیوں کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ جنرل ٹیریس مرگوں کے معاملے میں اولیو بارڈو کی بکواس سے مطمئن نہیں تھا۔ میں بھی شکوک و شبہات کا شکار تھا لیکن تہذیب مالکم ایکس نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا تھا۔ خدا جانے اس نے کس طرح سے یہ معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اس کی زندگی کتنی بار خطرے میں پڑی ہوگی۔ اتنی خوفناک معلومات آسانی سے تو حاصل نہیں ہو سکتیں۔ یہ کسی معمولی اعصاب والے شخص کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ ایسی معلومات حاصل کرنے کے لیے ہر قدم پر اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے۔ مجھے یہ سب کچھ سوچتے ہوئے فخر کا احساس ہوا۔ میں نے تہذیب مالکم ایکس کو اپنی شریک حیات کے طور پر منتخب کیا تھا اور بلاشبہ اس میں وہ ساری خوبیاں موجود تھیں جو مجھ جیسے شخص کی شریک حیات میں ہونا ضروری تھیں۔

میں نے سامنے بیٹھی تارنیا بارڈو کو دیکھا۔ اس کا چہرہ تشکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

مجھے مسکراتے دیکھ کر وہ بھی مسکرانے لگی۔ "اس خط نے تم پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے علی! میں بہت خوش ہوں۔"

"اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے احسانات کا بدلہ کیسے ادا کروں گا۔" میں نے کہا۔

تارنیا ہنس پڑی۔ "دنیا میں کوئی شخص بھی بے غرض نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کچھ کرتا ہے تو اس کے پس پردہ اس کی اپنی غرض ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ تمہارے لیے میں نے اگر کچھ کیا ہے تو تم اسے ہرگز میرا احسان مت سمجھو۔"

"میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی تارنیا!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "جو کچھ تم نے کیا ہے بے غرض ہو کر ہی تو کیا ہے؟"

"یہ تو تمہارا نکتہ نظر ہے اور کوئی شخص بھی یہی بات کہے گا لیکن میں ایسا نہیں سمجھتی۔"

میں الجھن زدہ انداز میں تارنیا بارڈو کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ کتنی بے باکی سے اپنے بے غرض ہونے سے انکار کر رہی تھی۔ یہ جرأت اور بے باکی اسی کا حصہ تھی ورنہ میں ایسے بے شمار لوگوں کو جانتا تھا جو دوسروں سے اپنی غرض کے تحت تعلقات رکھتے ہیں مگر اس کا اعتراف کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اپنی بے غرضی کا اعلان تو بانگ دہل کرتے ہیں لیکن در اصل اندر سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اپنی بے غرضی کا بہت زور سے اعلان کرنے والا در اصل اندر سے خوفزدہ ہوتا ہے تو کیا اس نظریے کے تحت یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اپنے بے غرض نہ ہونے کا بہت زور سے اعلان کرنے والی تارنیا بارڈو اندر سے بالکل بے غرض تھی۔ میں نے یہ سب کچھ سوچا ضرور مگر اس سے نہیں کہا بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

مجھے خاموش دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "تم چاہے مجھ سے جتنا بھی اجتناب کرو لیکن میں تم سے تمہاری توجہ تو نہیں مانگتی۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اسی لیے تمہارا کام کرنے کی خاطر اتنی تگ و دو کی ہے۔ اتنی ہی کاوش اگر میں نے کسی ایسے شخص کے لیے کی ہوتی جس کے لیے میرے دل میں یا تو سرے سے کوئی جذبہ ہی نہ ہوتا یا اگر کوئی جذبہ ہوتا بھی تو وہ منفی جذبہ ہوتا اور میں اس کے باوجود بھی اس کا کوئی کام کر دیتی تو بے شک میں خود کو بے غرض سمجھتی ہیں اور یہ بھی تسلیم کر لیتی کہ میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے لیکن جب یہ سب کچھ میں نے اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے کیا ہے تو پھر اس کا احسان تمہارے سر تھوپنے کی کوشش کیوں کروں؟ نہیں علی! بار خدا! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اگر خود کو نہیں تو کم از کم دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ میں نہ تو خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتی ہوں اور نہ ہی دوسروں کو دھوکے میں رکھنا مجھے پسند ہے۔"

"دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اور میں اس وقت ان کی اقسام پر گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اچھا میں معافی چاہتی ہوں علی!" تارنیا گڑبڑا کر بولی۔ "میں تمہیں بتانا تو بھول ہی گئی کہ موجودہ مہم کے لیے مسٹر آرتھر شلاٹر نے تمہیں ہر قسم کے تعاون کی پیشکش کی ہے۔"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی تارنیا! مجھے جب بھی ضرورت ہوئی میں انھیں ضرور زحمت دوں گا لیکن اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیو بارڈو کی بیٹی نکی بارڈو میرے قبضے میں ہے۔" میں نے کہا اور پھر ابتدا سے روانہ ہونے سے لے کر اب تک کے سارے حالات مختصراً اسے بتا دیے۔

"اوہو! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اولیو بارڈو اس وقت تمہارے سامنے دم بھی نہیں مار سکتا۔" تارنیا نے چہکتے انداز میں کہا۔

"ہاں، لیکن وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ اتنی ڈھیلی ہوئی پوزیشن میں بھی اس نے اپنے اصل مقصد کی طرف سے ہماری توجہ ہٹانے کی کوشش کی اور اگر تم بروقت مجھ تک نہ پہنچ گئی ہوتیں تو اس نے تو ہمیں اپنے جال میں پھنسانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہمیں دھوکے میں رکھ کر اپنا کام کر جاتا۔ لیکن اب صورت حال تبدیل ہو گئی ہے۔ جنرل ٹیریس میرے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اولیو بارڈو کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

"ان میں سے ایک ابوحاتم اور دوسرا مسعود طلحہ کی حیثیت میں۔"
میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا لیکن میں نے اپنی حالت کو تغیرات سے سنبھال لیا۔ "یہ دونوں افراد کب سے لاپتا ہو رہے ہیں؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
"تقریباً ایک ماہ سے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔
"اور اصل لوگ کہاں ہیں؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس سے پوچھا۔
"انھیں انخور کے جزیرہ انگورو پر قید رکھا گیا ہے۔"
ابوحاتم اور مسعود طلحہ کی زندگی کی خبر سن کر زندگی میں جان آئی ورنہ میرے تو چھکے ہی اڑ گئے تھے۔ "اور کتنے افراد اغوا کیے گئے ہیں؟" میں نے رک کے بغیر سوال کیا۔
"کل چودہ افراد کو اغوا کیا گیا ہے۔" اولیو باورڈ نے بتایا۔
"ان کی تفصیل بھی بتاؤ۔" میں نے کہا۔
"ان لوگوں کا تعلق اس بحری جہاز کے عملے سے ہے جو اسلحہ لے کر روانہ ہو گا۔"
"اب پورا پروگرام بتا دو ڈیڑ اولیو باورڈ۔"
"اسلحہ جہاز پر بار ہو چکا ہے۔ شروع میں امور طے ہو رہے ہیں۔ ابوحاتم اور مسعود طلحہ کی سرکردگی میں جہاز ایک عرب ملک کے لیے اسلحہ لے کر روانہ ہو گا لیکن راستے میں جہاز کا رخ تبدیل کر دیا جائے گا اور جہاز انگورو پہنچ جائے گا جہاں اس کا اسلحہ اسرائیلی جہاز پر منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ اسرائیلی جہاز اسلحہ لے کر اسرائیل روانہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد اغوا شدگان کو اصل جہاز پر منتقل کر دیا جائے گا اور بیچ سمندر میں اسرائیلی طیارے اس جہاز پر بمباری کر کے اسے غرق کر دیں گے۔"
جنرل ٹیبرس کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن میں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا۔ "عمدہ منصوبہ تھا اولیو باورڈ۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "لیکن افسوس کہ یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا جائے؟"
"میں کیا بتاؤں؟" اولیو باورڈ نے حیران ہو کر کہا۔ "میں نے تو اپنی ساری معلومات تمھیں منتقل کر دی ہیں۔ اب جو تم کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔"
"تم اس منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ایک منصوبہ تیار کرو گے۔" میں نے کہا۔ "تم باقاعدہ طور پر اس کام کو کرو گے۔ مجھے یقین ہے یہ تجربہ تمھارے لیے بہت دلچسپ ثابت ہو گا۔"
"یہ سراسر زیادتی ہے۔" اس نے احتجاجی انداز میں کہا۔
"کیا تمھیں اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟" میں نے سرد لہجے میں اس سے کہا۔
"اتنی سخت گیری کا مظاہرہ مت کرو مسٹر۔ مجھ کو میری جگہ رکھ کر سوچو کہ ایسی خراب ذہنی کیفیت میں کوئی منصوبہ بنایا جا سکتا ہے؟"
میں نے جنرل ٹیبرس کی طرف دیکھا۔ "تمھارا کیا خیال ہے جنرل؟"
میں نے پوچھا۔ "اس کی بات مان لی جائے؟"
"جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں اولیو باورڈ تم سے تعاون کرنے کو تیار ہے مگر اس وقت کوئی منصوبہ بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔" جنرل ٹیبرس نے کہا۔
"کیوں جی؟" میں نے اولیو باورڈ کی طرف دیکھا۔
"میں ہر طرح تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں مگر کوئی منصوبہ بنانے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔"
"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "کل صبح تک میں خود ہی کوئی منصوبہ تیار کر لوں گا لیکن یاد رکھو تمھیں ہر مرحلے پر ہمارا ساتھ دینا ہو گا۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔
اولیو باورڈ کل صبح آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔
"تم نے حیرت انگیز طور پر اس شخص کو اپنے قابو میں کیا ہے۔" ٹیبرس نے کہا۔
"وہ انتہائی عیار آدمی ہے اور میں کسی حال میں بھی اس پر مکمل اعتماد نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔
"وہ احمق بھی نہیں ہے۔" جنرل ٹیبرس بولا۔ "جب تک اس کی بچی تمھارے قبضے میں ہے وہ تمھارے سامنے چوں بھی نہیں کرے گا۔"
"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور پھر ان دونوں سے اجازت لے کر خواب گاہ میں آ گیا۔
رات کا بیشتر حصہ میں نے جاگ کر گزارا اور جب میں سویا تو میرے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب پا چکا تھا۔
"تم کوئی منصوبہ بنانے میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟" صبح ناشتے کی میز پر جنرل ٹیبرس نے مجھ سے پوچھا۔
"ہاں جنرل۔" میں نے کہا۔ "میں نے منصوبہ تو بنا لیا ہے لیکن یہ منصوبہ کئی مرحلوں میں مکمل ہو گا۔"
"تم مجھے پہلے مرحلے کی تفصیلات بتاؤ۔" جنرل ٹیبرس بولا۔
"پہلے مرحلے میں ہمیں جزیرہ انگورو پر قبضہ کرنا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ انگورو ہمارے مکمل تسلط میں آ جائے کیونکہ ان لوگوں کی پلاننگ میں انگورو کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔"
"بہت عمدہ خیال ہے لیکن انگورو پر قبضہ کیونکر ممکن ہو گا؟" جنرل ٹیبرس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"اس کے لیے مجھے پچاس ایسے فوجیوں کی ضرورت ہو گی جو ہر کام کر سکیں۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تمھیں ایسے پچاس فوجی مہیا کر دوں گا۔ پھر؟"
"اولیو باورڈ ان فوجیوں کو مزدوروں کی حیثیت سے خود انگورو تک پہنچائے گا تاکہ جب اغوا شدہ جہاز وہاں پہنچے تو اس پر سے اسلحہ تیز رفتاری سے اتار کر دوسرے جہاز پر لوڈ کیا جا سکے۔ یہ فوجی مزدوروں کے بھیس میں ہوں گے مگر اصل میں بے شمار ہوں گے اور یہ اسلحہ انھیں چھپا کر لے جانا ہو گا۔ اولیو باورڈ ان کے لیے سارے انتظامات کرے گا۔"
"بشرطیکہ اولیو باورڈ اس انداز میں کام کرنے پر رضامند ہو جائے۔" جنرل نے کہا۔
"اُسے رضامند ہونا پڑے گا۔"
"ٹھیک ہے میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اس کے بعد؟"
"اس کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہو گا جس کے بارے میں تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔"
"تم نے پچاس فوجیوں کا بندوبست کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں یوں کرتا ہوں کہ پچاس فوجی اور انھیں کمانڈ کرنے کے لیے چار افسروں کا انتخاب بھی کر دیتا ہوں۔ وہ سب تمھاری ہدایات کے تحت کام کریں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔" میں نے کہا اور جنرل ٹیبرس انتظامات کرنے چلا گیا۔
دن کے دو بجے جنرل ٹیبرس نے اطلاع دی کہ اس نے تمام انتظامات کر لیے ہیں۔
"اب اولیو باورڈ کو بلوانے کا کام باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے کہا۔
"وہ شام کے سات بجے یہاں آئے گا۔" جنرل ٹیبرس نے بتایا۔
"بس تو اب اسی سے بات کرنے کے بعد مزید تفصیلات طے ہوں گی۔"
شام سات بجے اولیو باورڈ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ میں نے آنے والی نظروں سے دیکھا۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔
"معلوم ہوتا ہے تم سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گئے ہو۔" میں نے کہا۔
"جب صورت حال قابو سے باہر ہو جائے تو حالات سے سمجھوتا کر لینا چاہیے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "میں نے بہت سوچا مگر ایسی کوئی تدبیر نظر نہیں آئی جس پر عمل کر کے میں بچی کو تمھارے چنگل سے چھڑا سکوں۔ واحد صورت یہی ہے کہ میں تم سے تعاون کروں اور میں نے اسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"تم نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے اولیو باورڈ۔ اسی میں ہم سب کی بہتری ہے۔"
"تم نے اگر کوئی منصوبہ بنا لیا ہے تو مجھے اس سے آگاہ کر دو تاکہ اس کے قابل عمل ہونے کا جائزہ لیا جا سکے یا اگر اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہو تو اس پر بھی غور کر لیں۔"
"پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اسلحے کا جہاز انگورو کب تک کتنے دن میں پہنچے گا؟"
"جہاز کی آمد میں پانچ روز باقی رہ گئے ہیں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔
"گویا پانچ روز بعد جہاز انگورو پہنچ جائے گا؟"
"ہاں آج سے پانچویں روز جہاز انگورو پہنچ جائے گا۔"
"یہ حتمی پروگرام ہے یا اس میں کسی تبدیلی کا بھی امکان ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں یہ حتمی پروگرام ہے اور اس میں کسی رد و بدل کی توقع نہیں ہے۔"
"اس وقت جزیرہ انگورو پر کل کتنے افراد موجود ہیں؟"
"اس وقت تو وہاں کل تیس افراد ہیں۔ پانچ افراد مختلف کاموں کے سلسلے میں موجود نہیں ہیں۔ پرسوں تک وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے تو کل افراد پینتیس ہو جائیں گے۔"
"انگورو میں کچھ لوگ قید بھی تو ہیں۔ ان کی تعداد کتنی ہے؟"
"جزیرے پر سولہ افراد قید ہیں۔" اولیو باورڈ نے جواب دیا۔
"گویا اسلحہ بردار جہاز سے سولہ افراد بھی آ رہے ہیں یا اس تعداد میں اضافے کا بھی امکان ہے؟"
"آخری وقت میں اگر کوئی تبدیلی ہو جائے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ورنہ مقررہ سولہ افراد ہی جہاز کے ذریعے سفر کریں گے۔"
"اور اگر آخری وقت میں اس تعداد میں اضافہ کر دیا گیا تو تم کیا کرو گے؟"
"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "اگر عملے میں کچھ افراد کا اضافہ کیا گیا تو راستے میں ہمارے آدمی انھیں اپنے قابو میں کر لیں گے۔ جہاز پر ایک بھی فاضل آدمی برداشت نہیں کیا جا سکتا ورنہ ہمارا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔"
"کیا ڈینیل اور اوکیو نے تمھارا رابطہ رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری بات کو غلط رنگ مت دو علی! تم تو اور بھی بوڑھے ہوتے جا رہے ہو۔ برسرِپیکار رہتے ہو۔ میں ہر محاذ پر تم جیسے لوگوں کی ضرورت سمجھتا ہوں۔"

"وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب کچھ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایک سے حالات تو نہیں رہتے۔"

"یہ سوچ سوچ کر میرا دل گھبراتا ہے علی کہ اتفاق آت کو زلزلے جیسا اہم جگہ پر اشتافی اہم عہدوں پر دو ملک سے دشمن کے ایجنٹ کام کر رہے ہیں۔ تم اب سے پہلے ہماری کارکردگی کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہو کہ اتنے طویل عرصے میں کسی کو ان پر شک تک نہیں ہوا۔"

"تمہاری نظر صرف اس بات پر ہے طلحہ کہ انھوں نے اس طرح ایک چھوٹی سی کامیابی حاصل کرلی۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ لوگ جانتے ہیں کے درمیان خود کو شک و شبہے سے بالاتر رکھ کر اپنے مقاصد کے لیے کام کرنا ایک کارنامہ ہے لیکن ان لوگوں نے جس مقصد کے حصول کے لیے اتنی طویل جدوجہد کی ہے وہ تو ناکام ہونے جا رہا ہے۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ اس ممکن ناکامی پر سادات کے گروہ اعتبار اپنے سر پیٹ لیں گے۔ اسرائیل کے ارباب اقتدار میں صف ماتم بچھ جائے گی اور اس کارنامے کا کریڈٹ کسی فرد واحد کو نہیں بلکہ پوری عرب قوم کو جائے گا۔ تم یہ بات کیوں نظر انداز کر رہے ہو کہ یہ کارنامہ علی بابر خان سے اس لیے سرزد ہو رہا ہے کہ اس میں خدا کی مدد شامل حال رہی ہے۔ خدا کی مرضی یہی تھی کہ یہ منصوبہ ناکام ہو جائے۔ میں نہ ہوتا تو کسی کا کام کسی اور کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا لیکن ہونا یہی تھا جو ہو رہا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی!" ابوحاتم نے کہا۔ "بے شک خدا کی مرضی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"جذباتی گفتگو سے کچھ حاصل نہیں ہوگا طلحہ!" میں نے کہا۔ "یہ سوچو کہ ہمیں مل کر اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔"

"تمہیں کتنے افراد کا تعاون حاصل ہے علی؟" طلحہ نے پوچھا۔

"گوشے لی کے سپاہی اور فوجیوں کا۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے تمہیں ذہنی تعاون کی ضرورت بھی تو ہوگی۔ گوشے لی کے فوجی تو صرف احکام بجا لانے کے لیے ہیں۔"

"میں تو روز اول سے طلحہ! سب کچھ سوچ سمجھ کر یہاں تک آ گیا ہوں۔ مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"ہمیں شرمندہ مت کرو علی! ہم تو بس یہ بتاؤ کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں نے تم لوگوں کو اپنے منصوبے کی تفصیلات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ بقیہ کام تم لوگ آپس میں تقسیم کر کے اس کی تکمیل کرو۔"

"ہمارے اختیارات کیا ہوں گے علی؟ اس سلسلے میں اگر ہم اپنے طور پر کچھ کرنا چاہیں تو کیا ہمیں اس کا اختیار ہوگا؟"

"تمہارے پاس مکمل اختیارات ہوں گے۔ گوشے لی کے چار بڑے افسروں سے میں تمہارا تعارف کرا دوں گا اور انھیں ہدایات دے دوں گا کہ تمہارے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ اب صرف کل کا دن باقی رہ گیا ہے۔ میں یہ ایک دن اس طرح گزارنا چاہتا ہوں کہ ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو۔"

"بے شک تم آرام کرو علی! ہم ساری ذمے داریاں سنبھال لیں گے۔ آرام کرنا تمہارا حق ہے۔"

"یہی مناسب ہے۔" ابوحاتم نے ہنس کر کہا اور اس کے بعد ان دونوں کا تعارف گوشے لی کے فوجی افسران سے کرانے کے بعد میں بالکل مطمئن ہو گیا۔ مسعود طلحہ اور ابوحاتم قابل اعتماد لوگ تھے۔ ان میں اتنی صلاحیت تھی کہ ہر قسم کی صورت حال سے نمٹ سکتے۔ گوشے لی کے فوجیوں کے علاوہ ان کے اپنے ساتھی بھی تھے۔

اس رات میں بالکل بے فکر ہو کر سویا۔ علی الصباح میری آنکھ کھل گئی۔ میں ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے سے باہر نکلا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں پہلے ابوحاتم اور مسعود طلحہ سے ملوں گا لیکن نہ جانے کیوں میں خلاف معمول اس طرف جا نکلا جہاں فوجیوں کے قبضے میں پوشیدہ قید خانہ تھا۔ میں صبح کی تازہ ہوا سے لطف اندوز ہوتا ہوا ٹہلتا ہوا ادھر جا نکلا تو دفعتاً میری آنکھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ میرے ہوش اڑ گئے۔

قید خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور دروازے کے باہر کوئی سنتری محافظ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے زمین نے میرے قدم جکڑ لیے ہوں۔ اس نازک موقع پر ان لوگوں کا فرار بے انتہا مسائل پیدا کر سکتا تھا بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ ہمارا منصوبہ ہی ناکام ہو جاتا۔

ایک موہوم سی امید پر میں تیزی سے دوڑتا ہوا قید خانے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ شاید وہ لوگ فرار نہ ہوئے ہوں! ممکن ہے کسی فوجی کی غلطی سے دروازہ کھلا رہ گیا ہو لیکن میری وہ موہوم سی امید بھی دم توڑ گئی۔ خالی قید خانہ میرا منہ چڑا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ فوجیوں کی ذرا سی لغزش نے میرے پورے منصوبے کا ستیاناس کر دیا تھا۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات ساتویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

کر دیا جان ہو جسم کا کام ہے۔ کیا خبر کون کب ساتھ چھوڑ جائے!"

"میری بات چھوڑو، صرف اپنی بات کرو۔ ممکن ہے کل تمہیں یہ معلوم ہو کہ جس شخص سے تم نے دوستی کی تھی وہ ڈینی نہیں کوئی اور ہے تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟"

اس کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو حیرت کا تاثر ابھرا اور پھر اسی تیزی سے معدوم ہو گیا۔ "پتا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "ممکن ہے تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے اپنی اصل شخصیت مجھ سے چھپائی ہے۔ مجھ سے اپنے بارے میں جھوٹ بولا ہے...؟"

"فرض کرو یہی بات ہے؟"

"نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "کوئی کسی سے اپنی اصل شخصیت نہیں چھپا سکتا۔ انسان کی شخصیت تو اس کی آنکھوں سے جھانکتی ہے۔ نام تو فقط شناخت کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ ستر پوشی کے لیے ہر آدمی اپنی بساط کے مطابق پوشاک زیب تن کرتا ہے۔ صورت شکل خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں دکھاوے کی ہوتی ہیں۔ انسان کی شخصیت کا ان میں سے کسی ایک سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

میں اس کی باتیں سن کر متحیر رہ گیا۔ اس کا انداز فلسفیانہ تھا۔ کم از کم میں کسی یہودی لڑکی سے تو یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایسے اعلیٰ خیالات کی حامل ہوگی۔ میں نے اسے مزید کریدنے کے لیے کہا۔ "فرض کرو میں تم سے یہ کہوں کہ میں یہودی نہیں ہوں تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟"

"مجھے افسوس ہوگا۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "غلط نہ سمجھنا، افسوس مجھے صرف اس لیے ہوگا کہ اتنے اعلیٰ اوصاف کا حامل شخص یہودی کیوں نہیں ہے!"

میں خاموش ہو گیا۔ اس کو اس حد تک ٹٹول لینا کافی تھا۔ وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی تھی لیکن فی الوقت تو مجھے صرف شی گورانے پہنچنے کی فکر لاحق تھی اور میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ دوبارہ تل ابیب کب آنا ہوگا اور اگر آیا تو اس وقت کس حیثیت میں آؤں گا۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ یہ لڑکی میرے لیے ضرورت پڑنے پر بہت کارآمد ثابت ہوگی۔

مجھے سوچ میں گم دیکھ کر لڑکی کمرے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہاتھ میں ایک ٹرے لیے کمرے میں دوبارہ داخل ہوئی۔ ٹرے میں بھاپ اڑاتی ہوئی کافی کی دو پیالیوں کے علاوہ سینڈوچ بھی تھے۔ وہ میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی۔ ٹرے اس نے سامنے میز پر رکھ دی تھی۔

"سینڈوچ کیوں بنا لائیں؟" میں نے کہا۔

"تم نے ناشتا نہیں کیا ہوگا نا۔ میں نے بھی نہیں کیا ہے۔ اچھا ہے تمہارے ساتھ میں بھی ناشتا کر لوں گی۔"

"نہیں، میں ناشتا کر چکا ہوں، صرف کافی پیوں گا۔"

"میرا ساتھ بھی نہیں دو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ کھانے کی ذرا بھی خواہش نہیں ہے۔"

"میرے ہاتھ سے بھی نہیں کھاؤ گے؟" اس نے ایک پیس اٹھا کر میرے ہونٹوں کی طرف بڑھایا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہاں معصومیت ہی معصومیت تھی۔ میں نے سینڈوچ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "لاؤ، میں خود کھا لوں گا۔"

"نہیں!" وہ مچل گئی۔ "اب تو تمہیں اپنے ہاتھ سے کھلاؤں گی۔"

"اچھا بابا کھلاؤ۔" میں زچ ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے سینڈوچ کھلایا۔ یہ بھی میرے لیے ایک عجیب تجربہ تھا۔

"میری صاف گوئی تمہیں بری تو نہیں لگی ڈینی؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"دوستوں کی باتوں کا برا نہیں مانا جاتا۔ اگر ان میں کوئی برائی ہو تو اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"

کافی ختم کر کے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں چلوں گا لیزا۔" میں نے کہا۔

"پھر کب ملاقات ہوگی؟" اس نے پوچھا۔ "میرے پاس تو تمہارا کوئی پتا یا فون نمبر بھی نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے کچھ دنوں تک میں تم سے نہ مل سکوں لیکن مجھے اس موقع ملا تم سے ملوں گا ضرور۔"

تل ابیب سے رخصت ہونے کے بعد میں ایک ٹریول ایجنسی کے دفتر جا پہنچا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ شی گورانے کے لیے براہ راست فلائٹ دو روز سے قبل نہیں مل سکے گی البتہ کنکٹیڈ فلائٹ کے ذریعے ہم اسی روز شی گورانے کے لیے روانہ ہو سکتے تھے۔ مجھ میں انتظار کی تاب نہیں تھی۔ میں نے اسی فلائٹ کے دو ٹکٹ حاصل کر لیے۔ تل ابیب سے وہ فلائٹ شام چھ بجے روانہ ہونا تھی۔

ٹریول ایجنسی سے نکل کر میں سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں۔ ڈینی کے فلیٹ واپس جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے مجھ پر غنودگی کا بھی غلبہ ہو رہا تھا لہٰذا میں نے سوچا کہ پہلے نکی ہاورڈ کو اس کی کار واپس کر دوں اور ٹکٹ بھی اس کے حوالے کر دوں پھر دیکھی جائے گی۔

نکی ہاورڈ کے گھر پہنچا تو ملازم نے بتایا کہ نکی آرام گاہ میں ہے۔ "بی بی صاحبہ نے کہا تھا کہ آپ جیسے ہی آئیں آپ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے۔"

"میں تو کار واپس کرنے آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آپ ان سے ملے بغیر نہ جائیں۔ انھوں نے خاص طور پر اس بات کی تاکید کی تھی۔"

"مسٹر ہاورڈ کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تو اپنے کمرے میں ہیں۔ آپ سیدھے بی بی صاحب کے کمرے میں چلے جائیں۔"

میں چار و ناچار اوپر کی منزل کی طرف چل پڑا۔ نکی کی آرام گاہ بالائی منزل پر تھی۔ کمرے کا دروازہ مقفل نہیں تھا۔ میں نے بند دروازے پر دو بار دستک دی۔ اندر سے نکی کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔"

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کھڑکیوں کے پردے گرے ہونے کی وجہ سے اندر خاصی تاریکی تھی۔ میں چونکہ باہر تیز روشنی سے آ رہا تھا اس لیے مجھے فوری طور پر کچھ نظر نہ آ سکا البتہ نکی نے مجھے فوراً ہی پہچان لیا۔

"ارے ڈینی تم!" اس بار اس کی آواز میں نیند کا اثر نہیں تھا۔ "لائٹ جلا دو۔"

میں نے سوئچ آن کیا اور کمرا روشن ہو گیا۔ نکی بیڈ پر نیم دراز تھی۔ اس کی آنکھوں میں ڈورے سے تیر رہے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا کمرے میں میری آمد کے وقت اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی مگر مجھے دیکھتے ہی اس نے دانستہ اپنے اوپر سے چادر ہٹا دی تھی تاکہ شب خوابی کے مہین لباس سے اپنے چھلکتے ہوئے جسم کی بجلیاں میرے خرمن ہوش و حواس پر گرا سکے۔ میری نظریں ٹھٹک گئیں اور میں کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں آج شام کی فلائٹ سے شی گورانے روانہ ہو رہا ہوں۔ تمہارے لیے بھی میں نے ٹکٹ خرید لیا ہے۔" میں نے ٹکٹ اس کی سمت اچھال دیا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل پڑا تھا۔ "لیکن کیا ہم یہاں سے اکٹھے نکلیں گے؟" اس نے کہا۔

"اکٹھے کیسے چل سکتے ہیں؟ مجھے سخت نیند آ رہی ہے اور میں تھکا ہوا ہوں۔"

"تو سو جاؤ نا، تمہیں روکا کس نے ہے۔ میں تمہیں تھپک تھپک کر سلا دوں گی۔"

"یہاں سونا تو مجھے ممکن نظر نہیں آتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "تمہاری حرکتیں مجھے سونے نہیں دیں گی۔"

"گھبراؤ مت۔" وہ جھنجلا گئی۔ "میں کیا تمہیں کاٹنے کو دوڑ رہی ہوں؟"

"لیکن میں سوؤں گا کہاں؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"بیڈ پر آ جاؤ۔ میں صوفے پر لیٹ جاؤں گی۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں، میں صوفے پر سو جاؤں گا۔ تم بیڈ پر ہی لیٹی رہو۔"

"مگر ہو گا ایک بار۔" اس نے آنکھیں نکالیں اور میں نے اسی میں عافیت جانی کہ اس کی بات مان لوں۔

میں نے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ کمرے کی روشنی بجھا کر نکی ہاورڈ صوفے پر جا لیٹی تھی۔

مجھے فوراً ہی نیند آ گئی اور جب آنکھ کھلی تو نکی کا چہرہ میرے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے کہا۔ "تمہیں نیند بہت آتی ہے۔ تین بج رہے ہیں۔ اب اٹھ بھی جاؤ، کب تک سوتے رہو گے؟"

اس کی مخروطی انگلیاں میرے بالوں سے کھیلنے میں مصروف تھیں۔ وہ مجھے خاصے جذباتی موڈ میں نظر آئی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے نکی!" میں نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم چاہتی ہو کہ میں تنہا ہی شی گورانے چلا جاؤں؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ چونک کر ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ میرے سرد لہجے نے اس کے جذبات کو سرد کر دیا تھا۔ وہ جھنجلاتے ہوئے انداز میں بیڈ سے اتری اور پیر پٹختی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔

**

ایک گھنٹے بعد میں اور نکی ایئرپورٹ پر تھے۔ مجھے اپنے سوٹ کیس کی فکر لاحق تھی۔ میں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ ... کیس تو شی گورانے پہنچ کر ہی ملے گا اور وہاں چیک بھی کیا جائے گا۔

طیارہ تل ابیب ایئرپورٹ سے فضا میں بلند ہوا تو میں خاصا مطمئن نہیں تھا۔ تل ابیب میں اگرچہ میں کوئی ایسا کام نہیں کر سکا تھا جسے فلسطینیوں کے مقاصد کے لیے بہت زیادہ کارآمد کہا جا سکتا لیکن یہ بھی کچھ کم تو نہیں تھا کہ مستقبل میں کوئی موثر کارروائی کرنے کے لیے تل ابیب میں میں نے چند شناسائیاں پیدا کر لی تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرے برابر والی سیٹ پر لیو ہاورڈ کا بہت بڑا سرمایہ براجمان تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ نکی ہاورڈ کو یرغمال بنا کر لیو ہاورڈ کے چنگل سے تہذیب عالم کیس کو چھڑا کر ہی دم لوں گا۔

اب میرے سامنے فوری نوعیت کا مسئلہ یہ تھا کہ کیا شی گورانے میں ہم اپنی آمد کو پوشیدہ رکھ سکیں گے؟ اس افریقی ریاست کے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئی تھیں ان کے مطابق شی گورانے کی قومی آمدنی کا انحصار کانوں سے برآمد ہونے والے تانبے پر تھا لیکن حال ہی میں وہاں تیل کے ذخائر بھی دریافت ہوئے تھے جن کی

یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج، شوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دہکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اس کے ہر مسام جاں سے شرارے چھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اُس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں۔ اس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچۂ دہر میں فتنہ یہود سے برسرپیکار رہنا ہی اس کا مقصدِ حیات ٹھہرا!

مجاہد

میں نے اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کی۔ معاملہ خاصا پُراسرار تھا۔ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ تو جیوں سے ہی فرار ممکن ہوئی ہو۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ قید خانے کا کوئی ایسا خفیہ راستہ رہا ہو جس کے ذریعے وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ قید خانے میں خفیہ راستے والی بات اگرچہ بہت دور از امکان تھی لیکن واسطہ چونکہ اولیو بارڈ جیسے شاطر حریف سے تھا اس لیے کوئی امکان بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا ورنہ قید خانوں میں خفیہ راستوں کا کیا کام؟

میرے پاس سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا اور میں صحیح صورتِ حال سے بھی لاعلم تھا۔ سوال یہ تھا کہ صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ واحد صورت یہ تھی کہ میں جزیرے پر کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کروں۔ یہ شاید اتفاق ہی تھا کہ قید خانے تک آنے کے دوران مجھے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا یا شاید اولیو بارڈ کے فرار ہونے والے آدمیوں نے جزیرے پر فوجیوں پر قابو پا لیا ہو لیکن اس صورت میں بھی سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پھر وہ قیدی کہاں گئے؟

میں تیزی سے پلٹا اور دوڑتا ہوا اولیو بارڈ کے کیبن کی طرف بڑھا۔ اپنے گرد و پیش سے میں پوری طرح محتاط تھا لیکن کہیں کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں نے

اولیو بارڈ کو اس تہہ خانے میں کیوں رکھا تھا۔ دیگر قیدیوں کی طرح اس کی بھی سخت نگرانی ہونا چاہیے تھی۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اس نے کوئی چال چل کر قیدیوں کو فرار کرا دیا ہو۔

اولیو بارڈ کے کیبن کے سامنے پہنچ کر میں ٹھٹک گیا۔ بے دھڑک اندر گھسنے کی کوشش کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چند لمحے ساکت و صامت رہ کر میں نے آہٹ لینے کی کوشش کی لیکن اندر سناٹا تھا۔ کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ کیبن کا دروازہ بھی باہر سے بند تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ یا تو... اولیو بارڈ اندر ہی موجود ہے یا اگر باہر کہیں گیا ہے تو دروازے کی کنڈی باہر سے نہیں بند کی ہے۔ میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ گویا اولیو بارڈ اندر ہی موجود تھا اور غالباً سو رہا تھا۔ اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو اندر سے کوئی نہ کوئی آہٹ ضرور سنائی دیتی۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا نام لے کر دروازے پر دستک دے ڈالی۔ چند ہی لمحے بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ خود اولیو بارڈ نے کھولا تھا اور اس کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی سو کر اٹھا ہے۔

"خیریت تو ہے علی بارخان؟" اس نے مجھے دیکھ کر حیرت سے پوچھا: "اتنی صبح...؟"

میں نے اُسے غور سے دیکھا مگر اُس کے تاثرات میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کی بنیاد پر میں اُس کی حیرت کو مصنوعی قرار دے سکتا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ یا تو وہ جزیرے پر آنے والی تبدیلی سے بے خبر ہے یا پھر بہت اچھی اداکاری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اندر آ جاؤ۔ تھوڑی دیر بیٹھو۔ میں ذرا لباس تبدیل کر لوں تو۔"

"اتنا وقت نہیں ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لباس بعد میں تبدیل کر لینا۔"

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر اُلجھن کے تاثرات نمودار ہوئے لیکن وہ فوراً ہی حرکت میں آ گیا۔ شاید اس نے صورتِ حال کی سنگینی محسوس کر لی تھی۔ اُس نے فوراً ہی کیبن کا دروازہ بھیڑا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ "کیا کوئی بہت ہی خاص بات ہو گئی ہے؟" اُس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

"بہت زیادہ خاص بات ہو گئی ہے اولیو ہاورڈ! ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔"

اس کے بعد اولیو ہاورڈ نے کچھ نہیں کہا۔ ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے قید خانے کے نزدیک پہنچے تو قید خانے کا کھلا ہوا دروازہ دیکھ کر اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ اُس کے انداز میں تصنع نہیں تھا۔

"کیا تم نے میرے آدمیوں کو کہیں اور منتقل کرا دیا ہے؟" اُس نے تیزی سے پوچھا۔

"اُن کا غائب ہو جانا میرے لیے بھی حیران کن ہے اولیو ہاورڈ! میں سمجھ رہا تھا کہ اُن کے فرار کی سازش میں تم بھی شریک ہو گے۔"

"فرار!" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے کوئی فرار نہیں ہو سکتا۔ پھر تمہارے آدمی یہاں کی نگرانی بھی تو کر رہے تھے؟"

"ذہن پر زور دو اولیو ہاورڈ! کہیں اس قید خانے سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "کوئی احمق ہی اس قسم کا رسک لے گا۔ اگر قید خانے میں کوئی خفیہ راستہ ہو تو کوئی بھی قیدی اُسے تلاش کر سکتا ہے۔ نہیں علی یار خان! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ قید خانوں میں خفیہ راستے رکھوں۔"

اس کی بات میں وزن تھا اور میں اس کی تردید نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ میرا اپنا خیال بھی یہی تھا۔ میرا ذہن ہی تفکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس گتھی کو کس طرح سلجھایا جائے۔ دفعتاً میری سماعت سے وزنی بوٹوں کی دھمک ٹکرائی۔ میں چونک پڑا اور خود کو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ اولیو ہاورڈ بھی پوری طرح چوکنا ہو گیا تھا۔ بوٹوں کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کئی افراد ہیں۔ ابھی میں اپنی حفاظت کے لیے کوئی قدم بھی نہیں اُٹھانے پایا تھا کہ وہ لوگ سامنے آ گئے۔ میں انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ جنرل ہیریب کے فوجی تھے جو مسعود طلحہ اور ابو حاتم کی سرکردگی میں چلے آ رہے تھے۔ اُن کی حالت دیکھ کر مجھے شدید تعجب ہوا۔ وہ سب کے سب گرد میں اَٹے ہوئے تھے۔

"تم لوگ کہاں غائب ہو گئے تھے؟" اُن کے قریب آنے پر میں نے طلحہ سے پوچھا۔ "اور قیدی کہاں چلے گئے؟"

"انہیں یہاں سے منتقل کر دیا گیا ہے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"انہیں کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنا ضروری تھا تاکہ اُن میں سے کسی کے فرار کا امکان نہ رہے۔" ابو حاتم نے کہا۔

"اور پھر کیا تمہارے خیال میں اُن کے یہاں سے فرار ہو جانے کا خدشہ تھا؟" میں نے کہا۔

"خدشہ تو نہیں کہہ سکتے البتہ یہ امکان نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔" ابو حاتم بولا۔

"لیکن اس جزیرے پر اس قید خانے سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ حیران دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ صرف تمہارا خیال ہے اولیو ہاورڈ!" طلحہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "ہم نے انہیں جس مقام پر منتقل کیا ہے تم آ کے دیکھو گے تو خود بھی ہم سے متفق ہو جاؤ گے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے شدت سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اس جزیرے کے چپے چپے سے واقف ہوں اور یہ قید خانہ تو خاص طور پر اسی مقصد کے تحت بنوایا گیا تھا۔ اس کا صرف ایک دروازہ ہے جو بے حد مضبوط ہے۔ اس کے علاوہ اسے قریب سے دیکھنے پر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں کسی قسم کی تعمیر کی گئی ہو گی۔ فضا سے بھی اس کا دیکھا جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ قید خانہ ہر طرح سے محفوظ ہے۔"

"تم نے اُن لوگوں کو کہاں منتقل کیا ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"آؤ خود دیکھ لو۔" ابو حاتم نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ تم بھی آ جاؤ تاکہ تمہیں پتا چل جائے کہ اس جزیرے پر کچھ ایسی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں جو تمہارے علم سے باہر ہیں۔"

مسعود طلحہ اور ابو حاتم نے فوجیوں کو اُن کی ڈیوٹیوں پر روانہ کیا اور مجھے اور اولیو ہاورڈ کو لیے ہوئے درختوں کے جھنڈ کے عقب کی طرف چل دیے۔ کئی طویل چکر کاٹ کر ہم قید خانے کے عقب میں پہنچ گئے۔

"تمہارے آدمیوں کو یہاں منتقل کیا گیا ہے اولیو ہاورڈ!" طلحہ نے میدان کی طرف اشارہ کیا۔ "اب ہم ان کی طرف سے پوری طرح بے فکر ہو سکتے ہیں۔"

میں نے میدان پر نگاہ دوڑائی اور میرے پورے جسم میں ایک پھریری سی دوڑ گئی۔ میدان میں زمین پر تیئس قبریں اُبھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر زردی دوڑ گئی۔ "تم نے... تم نے..." وہ ہکلایا۔

"ہاں اولیو ہاورڈ! ہم نے اُن سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ تمہارے ساتھیوں کی ہی قبریں ہیں۔" ابو حاتم نے سفاکی سے کہا۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔" اولیو ہاورڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بھی تم لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کر سکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔"

"جھوٹ مت بولو اولیو ہاورڈ!" مسعود طلحہ برہم ہو گیا۔ "تم نے اگر ہمیں زندہ رکھا تو اس میں تمہارا اپنا مفاد تھا۔ ہم پر احسان جتلانے کی کوشش مت کرو۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہارے آدمیوں کو ہلاک کر کے زیادتی کی ہے تو ہم اس کی تلافی کرنے کو تیار ہیں۔" ابو حاتم نے کہا۔ "ہم تمہیں اسی قید خانے میں بند کر دیتے ہیں اور وہاں تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو تمہارے آدمیوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ بولو منظور ہے؟"

اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے اُن دونوں کی طرف دیکھا۔ "علی یار خان نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میرے آدمیوں نے کوئی گڑبڑ نہ کی تو انہیں ہلاک نہیں کیا جائے گا؟"

"پرانی بات ہوئی۔" طلحہ نے بے پروائی سے کاندھے اُچکائے۔ "اب تو اس مشن کے انچارج ہم ہیں۔ یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔"

اولیو ہاورڈ خاموش ہو گیا۔ شاید طلحہ اور ابو حاتم کا سفاکانہ رویہ اس کے اعصاب پر اثر انداز ہوا تھا۔ اس کے ذہن سے سکل ہاورڈ نکل گئی تھی اور اب اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔

"لاش آف کروڈل سے اسلحہ بردار جہاز کب روانہ ہو رہا ہے ہاورڈ؟" ابو حاتم نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر پر میرا لاش آف کروڈل سے رابطہ برقرار ہے۔ اسلحہ بردار جہاز روانہ ہو چکا ہے اور وہ کل کسی وقت یہاں پہنچ جائے گا۔"

"اس جہاز پر کل کتنے افراد سفر کر رہے ہیں؟"

"پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس جہاز پر پہلے سے طے شدہ چودہ ہی افراد سفر کر رہے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" ابو حاتم نے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "علی! اب ہمیں اپنا آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنا ہے۔"

"ضرور کرو۔" میں مسکرایا۔ "میں نے تو تم لوگوں کو اس مہم کا انچارج بنا دیا ہے۔"

"کیا ہم تمہارے مشوروں سے بھی محروم رہیں گے؟" طلحہ نے حیرت سے کہا۔

"نہیں، لیکن میں اس وقت کوئی مشورہ دوں گا جب ضرورت محسوس کروں گا ورنہ میری حیثیت خاموش تماشائی کی سی ہو گی۔" میں نے کہا۔ ابو حاتم اور طلحہ جس اعتماد سے کام کر رہے تھے اور میں اُن کے کام میں دخل اندازی کر کے اُن کے اعتماد کو مجروح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے میرے مشورے کے بغیر جس طرح قیدیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا وہ اُن کے بے پناہ اعتماد کا مظہر تھا — میں نے اولیو ہاورڈ سے وعدہ کیا تھا کہ اُن لوگوں کو بلا وجہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن طلحہ اور ابو حاتم نے میری لاعلمی میں اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اُن کا یہ اقدام مجھے چند لمحوں کے لیے بہت کھلا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ چونکہ طلحہ اور ابو حاتم خاصے عرصے تک اُن کی قید میں رہ چکے تھے اس لیے اُن کے بارے میں وہی لوگ زیادہ بہتر فیصلہ کر سکتے تھے۔ یقیناً وہ لوگ اسی سلوک کے مستحق رہے ہوں گے جبھی تو طلحہ اور ابو حاتم نے اُن کے لیے سزائے موت تجویز کی تھی۔

"تو پھر چلو اپنے منصوبے کو حتمی شکل دے لیں۔" ابو حاتم نے کہا۔

ہم کیبن میں آ گئے۔ اولیو ہاورڈ اپنے کیبن میں چلا گیا تھا۔ میرے کیبن میں پہنچ کر اُن دونوں نے میرے سامنے اپنا منصوبہ رکھ دیا۔

"ہم نے عبوری طور پر یہ منصوبہ بنایا ہے اگر اس میں تمہارے مشورے بھی شامل ہو جائیں تو اس کی نوک پلک سنور جائے گی۔" ابو حاتم نے کہا۔

مجھے اُس کی یہ بات سُن کر خاصی حیرت ہوئی کہ انہوں نے کوئی منصوبہ بھی ترتیب دے لیا ہے۔ "لیکن تم لوگوں نے یہ منصوبہ کب بنایا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے پاس صرف کل کی رات ہی تو تھی۔ ظاہر ہے یہ منصوبہ ہم نے رات ہی بنایا ہے۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں مگر تم نے قیدیوں کو بھی رات ہی میں ٹھکانے لگایا ہو گا۔ تمہارے پاس اتنا وقت تو نہیں تھا۔ کیا تم لوگ

رات میں سوئے نہیں؟"

"پورا عرب سو رہا ہے علی۔" ابو حاتم نے بڑے کرب سے کہا۔ "اور تم ہمارے لیے جاگ رہے ہو، اگر ہم ایک رات نہیں سوئے تو کون سا فرق پڑ گیا؟"

"لیکن کام کرنے کے لیے آرام بھی تو ضروری ہے۔" میں نے کہا۔ "کام ضرور کرو مگر اعتدال کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے، ہم آرام بھی کر لیں گے لیکن اس وقت کام کی اہمیت زیادہ ہے۔" ابو حاتم بولا۔ "میں نے اور طلحہ نے کافی غور و خوض کے بعد جو منصوبہ بنایا ہے وہ یہ ہے کہ جب لائٹ آف کروزل سے اسلحہ بردار جہاز لنگر انداز ہوگا تو اولیو پاورڈ جہاز کے عملے کا استقبال کرے گا..."

"اولیو پاورڈ کا ان لوگوں کے استقبال کے لیے جانا پہلے سے طے شدہ پروگرام ہے یا یہ بات تمہارے کہنے پر طے کی گئی ہے؟" میں نے ابو حاتم سے سوال کیا۔

"یہ ان کا پہلے سے طے شدہ پروگرام ہے۔ اگر نہ ہوتا تو بھی ہم یہی پروگرام ترتیب دیتے۔ اس لیے کہ یہ ضروری ہے۔ اولیو پاورڈ کے سارے آدمی مارے جا چکے ہیں۔ جیٹی پر اولیو پاورڈ کی موجودگی سے جہاز کے عملے کو کسی قسم کے شبے کا موقع نہیں ملے گا۔ اگر عملے کے افراد کو جیٹی پر ایک بھی شناسا چہرہ نظر نہ آیا تو وہ قبل از وقت مشکوک ہو جائیں گے جس سے صورت حال بگڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا اور ہماری راہ میں بے شمار رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

میں ابو حاتم کی بات بخوبی سمجھ گیا تھا لیکن میں نے اسے مزید کریدا۔ "تم نے ان لوگوں کے سارے آدمی تو مار دیے اب تم جیٹی پر مسلح پہرے داروں کے لیے کیا کرو گے؟"

"جیٹی پر جنرل شیریں کے فوجی اولیو پاورڈ کے آدمیوں کے لباس میں پہرے پر موجود ہوں گے۔" طلحہ نے کہا۔

"جہاز کے عملے کے لوگ اجنبی لوگوں کو پہرے پر دیکھ کر مشکوک نہیں ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جیٹی پر پہرے داروں کو کافی فاصلے پر رکھا جائے گا۔ جہاز اور پہرے داروں کے درمیان فاصلے کی وجہ سے انھیں شناخت نہیں کیا جا سکے گا پھر اولیو پاورڈ کی جیٹی پر موجودگی کی وجہ سے جہاز کے عملے کے لوگ نفسیاتی طور پر مطمئن ہوں گے۔ شبہ تو صرف اس وقت کیا جاتا ہے جب صورت حال میں کسی تبدیلی کا احساس ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ اس نکتے پر میں تم سے متفق ہوں۔ اب آگے چلو۔"

"اولیو پاورڈ جہاز کے عملے کے تمام افراد کو جہاز سے نیچے اتارے گا اور انھیں جزیرے پر آنے کی دعوت دے گا۔ جب وہ لوگ اس کے ساتھ جیٹی پر تعمیر شدہ سرنگ نما راستے کے وسط میں پہنچیں گے تو انھیں دونوں طرف سے گھیر لیا جائے گا اور پھر ان پر قابو پانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

"منصوبہ تو اچھا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اولیو پاورڈ جہاز کے عملے کے افراد کو جزیرے پر کس بہانے سے لے جائے گا؟" میں نے کہا۔

"یہ سوچنا اولیو پاورڈ کا درد سر ہے۔ ہمیں اس معاملے میں دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" طلحہ بولا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس معاملے میں اولیو پاورڈ سے گفتگو کر لینا مناسب ہوگا۔" میں نے کہا اور اولیو پاورڈ کو اپنے پاس بلوا لیا۔ اولیو پاورڈ آگیا تو میں نے طلحہ اور ابو حاتم کا منصوبہ اسے بتا دیا۔ منصوبے کی تفصیلات سن کر اولیو پاورڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جہاز کے عملے کو جزیرے پر لے جانا پروگرام میں شامل نہیں ہے۔" اولیو پاورڈ نے ہکلا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" ابو حاتم نے کہا۔ "نئے پروگرام کے مطابق جہاز کا عملہ پہلے جزیرے پر آئے گا، بعد میں کچھ اور ہوگا۔"

"لیکن اس کا کوئی جواز بھی تو ہو؟" اولیو پاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"جواز پیدا کرنا تمہارا کام ہے، ہمارا نہیں۔" ابو حاتم نے خاصی بے رخی سے کہا۔

"تم مجھ سے بڑے ناممکن قسم کے کام کے لیے کہہ رہے ہو، اگر ان میں سے کوئی ایک شخص بھی مشکوک ہو گیا تو تم لوگوں کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

"ہم تو خیر مشکلات سے نمٹنے کے فن سے واقف ہیں۔" طلحہ بے رحمی سے مسکرایا۔ "لیکن تم اپنے بارے میں سوچ لینا۔"

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" اولیو پاورڈ نے بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ ہمیں جس قسم کا بھی نقصان پہنچے گا اس کا بدلہ تم سے لیا جائے گا۔"

"تم ظلم کر رہے ہو علی یار خاں۔" اولیو پاورڈ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "اس معصوم بچی سے بدلہ لینا کتنی کم ظرفی کی بات ہے۔"

"میں تم سے بھی یہ کہہ رہا ہوں اولیو پاورڈ اور سب کچھ سمجھ بھی رہا ہوں۔ بات ظرف کی نہیں ضرورت کی ہے اور اس وقت ہم سب ہی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔"

اولیو پاورڈ کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں مگر اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔

"اسلحہ بردار جہاز یہاں پہنچنے کے کتنی دیر بعد تمہارا جنگی

جہاز یہاں آ جائے گا؟" میں نے اولیو پاورڈ سے پوچھا۔

"پروگرام کے مطابق لائٹ آف کروزل کے اسلحہ بردار جہاز کے یہاں لنگر انداز ہوتے ہی میں جنگی جہاز کو ٹرانسمیٹر پر مطلع کروں گا اور وہ یہاں کے لیے چل پڑے گا۔ اسے یہاں پہنچنے میں چار گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

"گویا جس وقت جنگی جہاز یہاں پہنچے گا، اسلحہ بردار جہاز سے اسلحہ اتارا جا رہا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں اس جہاز کے عملے سے بھی نمٹنا ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اگر اس جہاز سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں ذمے دار نہیں ہوں گا، اس لیے کہ ذرا سے شبے پر بھی وہ لوگ جہاز پر سے ہی کارروائی کر بیٹھیں گے۔"

"مجھے یہ بات بہت اچھی طرح معلوم ہے اولیو پاورڈ، اسی لیے میں نے تم سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ جیٹی پر اسلحے کے کریٹوں کے انبار دیکھنے کے بعد کون کیا شبہ کر سکے گا؟"

"اس کے باوجود یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اس جہاز کے عملے کا کوئی شخص کسی وقت بھی مشکوک ہو سکتا ہے۔" اولیو پاورڈ نے کہا۔

"بالکل مشکوک ہو سکتا ہے۔" مسعود طلحہ نے بڑی تیزی سے کہا۔ میں اور ابو حاتم اسے حیرت سے دیکھنے لگے لیکن وہ ہم دونوں کے تاثرات سے بے پروا ہو کر کہے جا رہا تھا۔ "دراصل مشکوک ہونے کی اپنی ایک فلاسفی ہے۔ علی یار خاں چونکہ نہایت غیر فلسفی آدمی ہیں اس لیے ان کی سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئے گی۔ ابو حاتم کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اب صرف میں بچا جس کی سمجھ میں تمہاری بات آ سکتی ہے۔"

اولیو پاورڈ کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ "میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"حیرت ہے اولیو پاورڈ، حالانکہ میں تمہاری بات کی تائید کر رہا ہوں۔ دیکھو نا ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہے۔ اگر کوئی شخص بلاوجہ مشکوک ہونے پر تل ہی گیا ہو تو ظاہر سی بات ہے ہم اسے روک تو نہیں سکتے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو۔" اولیو پاورڈ بپھر گیا۔

"مضحکہ تو تم ہمارا اڑانے کی کوشش کر رہے ہو اولیو پاورڈ۔" طلحہ نے ترکی بہ ترکی کہا۔ "بغیر کسی وجہ کے کوئی کیسے مشکوک ہو سکتا ہے؟ اگر تمہاری یہ بیہودہ بات مان لی جائے تب بھی یہ تمہاری ذمے داری ہے کہ کوئی ہماری جانب سے مشکوک نہ ہونے پائے۔ پتا نہیں کیوں بار بار یہ بات تمہارے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ ہمارے مشن میں کسی بھی خرابی کا نتیجہ تمہاری بیٹی کٹی پاورڈ کو بھگتنا پڑے گا۔"

"تم غلط سمجھے۔" اولیو پاورڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں تو کہہ رہا تھا..."

"جب وہ جنگی جہاز یہاں پہنچ جائے گا تو سب سے پہلے تم خود جہاز پر جاؤ گے۔" ابو طلحہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اور جہاز کے ہر فرد کو نیچے اترنے کے لیے کہو گے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمہاری ہدایات پر بے چوں و چرا عمل کیا جائے گا لیکن ممکن ہے کہ جہاز کا کپتان کسی قسم کے شک و شبے کا شکار ہو کر تمہاری بات ماننے سے انکار کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہو تو تم اسے ریوالور یا پستول کے زور پر نیچے اتار لاؤ گے۔"

اولیو پاورڈ کی بے چارگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ "جس طرح سے مجھے اپنے ضمیر کے خلاف کام کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے، وہ میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میں اپنی صلاحیتیں اپنے ہی ملک کے خلاف بروئے کار لاؤں گا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا علی یار خاں کہ میرا وقت بھی آئے گا اور اب میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

طلحہ غصے میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔ "یہ سب بعد کی باتیں ہیں اولیو پاورڈ۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "بے شک تمہارا وقت بھی آئے گا۔ تمہاری یہ بے بسی عارضی ہے لیکن فی الحال خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرو اور ہمارے ساتھ جیٹی پر چلو تاکہ سب مل کر کل کے لیے ریہرسل کر لیں۔"

اس روز ہم نے جنرل شیریں کے فوجیوں کے ساتھ مل کر ریہرسل کی اور منصوبے کی جزئیات تک کو حتمی شکل دے دی گئی۔ اس کے بعد طلحہ اور ابو حاتم سونے چلے گئے اور میں دیگر انتظامات کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گیا۔

اگلے روز ہم سب مستعد تھے مگر اولیو پاورڈ کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

"خود کو سنبھالو اولیو پاورڈ۔" میں نے کہا۔ "تمہارے انداز سے کسی کو شبہ نہ ہونے پائے۔"

"بے فکر رہو۔" اولیو پاورڈ نے خشک انداز میں جواب دیا۔ "وقت آنے پر تم خود دیکھ لو گے۔"

اور وقت آنے پر واقعی میں نے دیکھ لیا کہ اولیو پاورڈ نے بالکمال طریقے سے اپنے تاثرات چھپا لیے تھے۔ دوپہر کے وقت

وہ جہاز جیٹی سے آ کر لگا، میں تصویری سی بنی ہوئی شکل میں اولیو ہاورڈ سے نزدیک ہی موجود تھا جبکہ طلحہ اور ابو حاتم جیٹی کی گزرگاہ کے دوسری سمت جنرل ٹیرس کے فوجیوں سمیت موجود تھے۔

جہاز جیٹی پر لنگا تو اولیو ہاورڈ نے عرشے پر کھڑے ہوئے اسے اور ڈینیل اور جنرل اوکیو نو کو ہاتھ ہلا کر خوش آمدید کہا۔ اولیو ہاورڈ کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص کچھ ہی دیر قبل کس قدر طول اور افسردہ نظر آ رہا تھا۔ جہاز سے اسے اور ڈینیل اور جنرل اوکیو نو نیچے اترتے تھے۔ وہ مسعود طلحہ اور ابو حاتم کے میک اپ میں تھے اور ان کے میک اپ اتنے مکمل تھے کہ میں بھی انھیں اتنی آسانی سے پہچان نہیں پا رہا تھا۔ جیٹی پر جنرل ٹیرس کے فوجی، اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے لباس میں پہلے سے موجود تھے مگر وہ اتنی دور تھے کہ انھیں شناخت کرنا ممکن نہیں تھا۔

اولیو ہاورڈ نے ڈینیل اور جنرل اوکیو نو سے پرجوش طریقے سے مصافحہ کیا اور مشن کی کامیابی پر مبارک باد کے کلمات ادا کیے۔ میں پوری طرح چوکنا تھا اور اولیو ہاورڈ کی حرکات و سکنات پر میری گہری نظر تھی۔ میں اولیو ہاورڈ سے ذرا ہی فاصلے پر تھا۔ میں نے دیکھا کہ اولیو ہاورڈ نے ڈینیل سے کہا کہ وہ عملے کے تمام افراد کو جہاز سے نیچے بلا لے۔ ڈینیل نے جواب میں شاید کوئی اعتراض کیا تھا مگر اولیو ہاورڈ نے اسے مطمئن کر دیا اور ڈینیل جہاز پر واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈینیل عملے کے تمام افراد سمیت جہاز سے نیچے اتر رہا تھا۔ اس کے ساتھ جہاز کا کپتان بھی تھا۔ نیچے آنے کے بعد ان سب نے اولیو ہاورڈ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہاورڈ ان سب کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ جہاز بالکل خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

جیٹی سے جزیرہ انگورو پر تعمیر شدہ رہائش گاہوں کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ ان لوگوں سے گفتگو کرتا ہوا چل رہا تھا۔ عملے کے سارے افراد اس کے ساتھ تھے۔ میں دانستہ سب سے پیچھے تھا۔

وہ لوگ سرنگ نما راستے میں داخل ہوئے تو میرے ساتھ وہ چار افراد بھی آ ملے جو ان لوگوں کو عقب سے گھیرنے پر مامور تھے۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ نے ان لوگوں کو ذرا بھی مشکوک ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔ وہ سب بڑے مطمئن انداز میں باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے۔

وہ لوگ راستے کے وسط میں پہنچے تو سامنے سے اچانک کئی مسلح فوجی نمودار ہوئے اور تمام لوگوں سے ہاتھ بلند کر لینے کو کہا۔ ڈینیل، اوکیو نو اور ان کے ساتھی اس اچانک افتاد پر دم بخود رہ گئے تھے۔ ان کے سنبھلنے تک وہ لوگ ہر طرف سے

فوجیوں کے نرغے میں آ چکے تھے۔

پھر ڈینیل اور اوکیو نو دونوں ہی سنبھل کر اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹے اور اس سے کچھ کہا مگر اولیو ہاورڈ کا تو سر شرمندگی کے مارے جھکا ہوا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جنرل اوکیو نو نے غصیلے انداز میں اولیو ہاورڈ کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ اسے جھنجھوڑ رہا تھا لیکن اولیو ہاورڈ جیسے غصہ ور شخص نے کسی جوابی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے چہرے پر غم آلود بے بسی طاری تھی۔

ذرا ہی دیر کے اندر اندر فوجیوں نے ان سب کو جکڑ لیا اور ان سب کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے۔ پھر مسعود طلحہ اور ابو حاتم برآمد ہوئے اور جنرل اوکیو نو اور اے اور ڈینیل انھیں دیکھ کر سکتے کی سی حالت میں رہ گئے۔ مسعود طلحہ نے مسکراتے ہوئے اسے اور ڈینیل کو دیکھا اور بولا۔

"تم دوسروں کو بالکل ہی بے وقوف سمجھتے ہو۔ دیکھو تمھاری خوش فہمی نے تمھیں کس جال کو چھپا دیا ہے۔" اس نے ڈینیل کی گدی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ "چلو آگے بڑھو۔"

طلحہ جذباتی نوجوان تھا اس لیے اس نے ایسی حرکت کی ورنہ ابو حاتم بڑے تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ان سب کو قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔ قید کرنے سے قبل سب کی جامہ تلاشی لے لی گئی تھی اور ان کے پاس کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی گئی تھی۔

ان لوگوں کو قید خانے میں دھکیلنے کے بعد میں اولیو ہاورڈ کی طرف متوجہ ہوا۔ "اب تمھیں فوراً جنگی جہاز سے رابطہ قائم کرنا ہے اولیو ہاورڈ! میں نہیں چاہتا کہ تاخیر کی وجہ سے وہ کسی شک و شبے کا شکار ہو جائیں۔"

اولیو ہاورڈ نے ہماری موجودگی میں ہی جنگی جہاز سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے انھیں روانہ ہو جانے کو کہا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی چل پڑنے کی اطلاع دی گئی۔ اولیو ہاورڈ نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

"مجھی ورڈ مجھے کب تک مل جائے گی؟" دفعتاً اس نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"اس کی واپسی تو مشن کی کامیابی کے بعد ہی ممکن ہو سکے گی۔" میں نے کہا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو گے اور مجھے گرفتار نہیں کرو گے؟"

"اس بات کی تو کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی اولیو ہاورڈ! تمھیں میری زبان پر بھروسا کرنا پڑے گا۔"

"لیکن یہ تو... یہ تو..."

"تمھارے شبہات افسوس ناک ہیں۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کیا ماضی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے جو کہا ہو اسے پورا نہ کیا ہو؟"

"تم میرے ان ساتھیوں کو بھول رہے ہو علی یار خان جنھیں تمھاری یقین دہانی کے باوجود مار ڈالا گیا۔"

"اگر تم ان کی موت کو میرے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو تو تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

"نہیں نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بوکھلا کر کہا۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" شاید اسے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں میں اس کی بے اعتباری سے چڑ کر کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھوں۔

"اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اسلحہ وہیں پہنچے جہاں اسے بھیجا جا رہا ہے۔ باقی چیزوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"فرض کرو مجھ سے نادانستگی میں کوئی چوک ہو گئی تو تم اس کا ذمے دار مجھے قرار دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ تمھاری کوئی نادانستہ بھول ہمارے علم میں رہے گی۔ مجھ سے بے خبر مت سمجھو اولیو ہاورڈ۔"

وہ خاموش ہو گیا اور اس کے بعد میں اسے ساتھ لے کر نکل آیا۔

جیٹی پر بڑی بڑی کرینوں کی مدد سے جہاز سے اسلحہ اتارا جا رہا تھا۔ جہاز کے عملے کے لوگ مصروف تھے اور جیٹی پر اسلحے کے بڑے بڑے کارٹنوں کے ڈھیر میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

جنگی جہاز کو انگورو تک پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ ہم نے ان سے نمٹنے کے لیے بھی تیاری کر لی تھی اور ہمارا منصوبہ ہر طرح سے مکمل تھا۔ جہاز کو جیٹی سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز کرا دیا گیا تھا اس لیے کہ جیٹی پر دوسرے جہاز کی گنجائش نہیں تھی۔

جہاز لنگر انداز ہونے کے بعد ایک اسٹیمر پر نو افراد جیٹی پر آئے۔ ان میں سے ایک جہاز کا کپتان تھا۔ اس کے علاوہ وہ چھ افراد وہ تھے جو انگورو کے تمام آدمیوں سے واقف تھے اور وہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ انھیں جزیرے پر رونما ہونے والی تبدیلی کا پتا فوراً ہی چل جاتا لیکن اس مسئلے کا حل یوں نکالا کہ جہاز کا کپتان تو دو افراد کے ساتھ اولیو ہاورڈ کی طرف آیا اور وہ خطرناک چھ افراد خود ہی انگورو کی طرف بڑھ گئے جہاں فوجیوں نے انھیں اس طرح جا لیا کہ ان میں سے کسی کی آواز تک بلند نہیں ہونے پائی۔ کپتان اور اس کے دونوں ساتھی اس تبدیلی سے بے خبر ہو کر انھوں نے اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچ کر اسے کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ اولیو ہاورڈ نے کپتان سے کہا کہ وہ جہاز کے سارے عملے

کو جیٹی پر بلا لے۔ اولیو ہاورڈ کے حکم کے مطابق کپتان نے ٹرانسمیٹر پر حکم جاری کر دیا۔

ذرا ہی دیر بعد جہاز کے عملے کے سارے افراد اسٹیمروں کے ذریعے جیٹی پر پہنچ گئے اور ایک بار پھر پہلے والا ڈراما دہرایا گیا۔ اولیو ہاورڈ ان لوگوں کو سرنگ نما راستے میں لے گیا جہاں انھیں قابو میں کر لیا گیا۔

"تمھیں کچھ اندازہ ہے کہ تم نے میری پوزیشن کتنی خراب کر دی ہے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"نہیں، مجھے نہیں معلوم کہ تمھاری پوزیشن پر بھی کوئی اثر پڑا ہے۔" میں نے سادگی سے کہا۔

"کیا تم نے ان لوگوں کی چہ میگوئیاں نہیں سنیں؟ ان کے خیال میں، میں بک گیا ہوں اور کوئی یہ سمجھ رہا ہے کہ میں مہرے سے اولیو ہاورڈ ہی نہیں ہوں۔"

"ہاں میرا خیال ہے ایسی کچھ باتیں میرے کان میں پڑی تو تھیں۔" میں نے تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"اب تو مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں رہی کہ ان لوگوں کا سامنا کر سکوں جو کل تک میرے ماتحت تھے۔"

"دل چھوٹا نہ کرو اولیو ہاورڈ! ابھی تو ہمیں تمھارے ذریعے ان لوگوں سے بہت کام لینا ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے زیادہ مجبور کرو۔" اولیو ہاورڈ نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "میری جتنی بے عزتی ہو چکی ہے کیا اس سے تمھیں تسکین نہیں ملی؟"

"کیسی بے عزتی اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔ "کیا غداروں کے خلاف کام کرنے سے بے عزتی ہوتی ہے؟" میرا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

"میرا مذاق مت اڑاؤ علی یار خان، میرے ماتحت مجھے غدار کہہ رہے ہیں۔"

"تو کیا تم واقعی غدار ہو؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نہیں، میرا اندازہ تو یہ ہے کہ میں نے اسرائیل سے کوئی غداری نہیں کی ہے۔"

"تم اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے تو تم اتنے فکرمند کیوں ہو؟"

"بات ضمیر کی نہیں ہے۔ آخر میں کس کس کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرتا پھروں گا؟"

"مرضی کے مالک ہو اولیو ہاورڈ! جس کے سامنے چاہو صفائی پیش کرنا جس کے سامنے نہ چاہو نہ پیش کرنا۔ یہ تمھارا مسئلہ ہے جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" ہاورڈ نے بے بسی سے پوچھا۔

"صبح تم ہماری رہنمائی کرو گے اور جہاز کے عملے کے افراد کو اس بات پر تیار کرو گے کہ وہ اسلحہ جنگی جہاز پر بار کرنے میں ہماری

مدد کریں۔"

اولیور ہارڈ کے پاس ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ رات سکون سے گزر گئی۔ اسرائیل کے جنگی جہاز پر گوٹے بل کے فوجی قبضہ کر چکے تھے۔ جزیرے پر بھی ہمارا راج تھا اور صورتحال پوری طرح ہمارے قابو میں تھی۔

صبح کے وقت میں، طلحہ اور ابوحاتم، اولیور ہارڈ کو ساتھ لے کر قید خانے پہنچے۔ ہم قید خانے کے اندر داخل ہوئے تو سارے قیدی اولیور ہارڈ کو دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ وہ اُس کے خلاف نہ صرف نعرے لگا رہے تھے بلکہ اُن میں سے کچھ نے تو اُس پر جھپٹ پڑنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن فوجیوں نے اُن پر اسٹین گنیں تان لیں اور وہ جہاں تھے وہیں رک گئے مگر اُن کی زبانیں نہیں رکی تھیں۔ وہ مسلسل اولیور ہارڈ کو برا بھلا کہے جا رہے تھے۔ جہاز کا کپتان جنرل اولیکو نیرا دراصل اوڈینیل کے ساتھ کھڑا اولیور ہارڈ کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

میں نے مسکرا کر اولیور ہارڈ کی طرف دیکھا اور اُس سے نرم لہجے میں بولا۔ "ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرو اولیور ہارڈ! ورنہ ان میں سے کچھ قبل از وقت اپنی زندگیوں سے محروم ہو جائیں گے۔"

"یہ میرے ساتھ حد سے بڑھی ہوئی زیادتی ہے۔" اولیور ہارڈ نے مارے غصے کے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب میں ان لوگوں کو کیا جواب دوں، انھیں کس طرح مطمئن کروں؟"

"غصہ کرنے کے بجائے وہ وقت یاد کرنے کی کوشش کرو ہارڈ جب تم نے میرے اکاؤنٹ میں کچھ رقم جمع کرا کے مجھے تنظیم کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش کی تھی۔ تمہاری وہ سازش اتنی سنگین تھی کہ میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے بھی کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ تم مجھ سے کس بات کا شکوہ کر رہے ہو اولیور ہارڈ! تمہاری تو ساری زندگی سازشیں کرتے گزری ہے۔ مجھ سے کون واقف نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندگی تنظیم آزادیٔ فلسطین کے مقاصد کے لیے وقف کر دی ہے مگر تمہاری سازش نے مجھے اُن کی نگاہوں میں ایک مجرم بنا دیا اور اس کے نتیجے میں مجھے بیروت چھوڑنا پڑا اور کافی عرصہ میں نے دربدری میں گزارا۔ دراصل ہمارے درمیان حساب کتاب کا توازن بگڑ گیا ہے۔ مجھے تمہارے بہت سے حسابات چکانے ہیں۔ کل تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا، یہ اس کا جواب ہے اور اب یہ تمہارا مسئلہ ہے کہ ان لوگوں کو کیسے مطمئن کرتے ہو۔"

اولیور ہارڈ کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی اور وہ خوفزدہ انداز میں اُن لوگوں کو دیکھ رہا تھا جنھیں اگر اسٹین گنوں کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ اس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔ دفعتاً جنرل اولیکو نے ہاتھ اُٹھا کر سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور وہاں اچانک ہی سناٹا چھا گیا۔

"ہم تینوں افراد کو آگے آنے کی اجازت دی جائے۔" جنرل اولیکو نے مجھ سے کہا۔

میں نے سر کی جنبش سے انھیں اجازت دے دی اور اوڈینیل، جنرل اولیکو اور جنگی جہاز کا کپتان رولینڈ ہمارے نزدیک آ گئے۔ اُن تینوں کی نظریں اولیور ہارڈ پر مرکوز تھیں۔ وہ تینوں ہی اُسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اسے اوڈینیل نے بولنے میں پہل کی۔

"ہمیں وہ وجہ بتاؤ اولیور ہارڈ جس کے تحت تم دشمنوں سے جا ملے۔ اس پلان کے چار بڑوں میں تو تم خود بھی شامل تھے اور تم پر اس سارے مشن کی ذمے داری بھی تھی پھر یک بیک یہ تم کو کیا ہو گیا! سارے کام تمہارے ہی پروگرام کے مطابق ہوئے۔ ہم تھلی پر جان رکھ کر ایک مہینے سے زیادہ عرصہ لانچ آف کروزن جیسی خطرناک جگہ پر گزارا۔ تمہیں کیا اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے یہ عرصہ کس طرح گزارا ہوگا؟ ہماری جانیں ہر وقت سولی پر لٹکی رہتی تھیں۔ ہماری ایک معمولی سی لغزش ہمیں اپنی زندگیوں سے محروم کر سکتی تھی۔ اور جب ڈیڑھ ماہ کے اس جان گسل عرصے کے بعد کامیابی نے ہمارے قدم چومے تو پتا چلا کہ تم دشمنوں سے مل چکے ہو۔ ہمیں بتاؤ اولیور ہارڈ کہ تمہیں کیا تکلیف پہنچی تھی جس کی وجہ سے تم دشمنوں سے جا ملے۔"

"میں دشمنوں کی سازش کا شکار ہوا ہوں۔" اولیور ہارڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔" جنرل اولیکو نے گرج کر کہا۔ "اگر تم کسی سازش کا شکار ہوئے تھے تو کم از کم ہمیں اشارتاً ہی مطلع کر دیتے۔ جنگی جہاز کی توپیں اس جزیرے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتیں۔ ہم چوہوں کی طرح تو ان کے چنگل میں نہ پھنستے لیکن تم نے ہمیں کوئی اشارہ نہیں دیا اور ان لوگوں کے درمیان تمہاری آزادی دیکھ کر یہ اندازہ کرنا بہت آسان ہے کہ تم نامعلوم وجوہات کے تحت دشمن کے آلۂ کار بن گئے ہو۔ فلسطینیوں نے ہمارے خلاف جو سازش کی ہے تم اس میں برابر کے شریک ہو۔ خود کو اس الزام سے بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش مت کرو بلکہ وہ وجہ بتاؤ جس کے تحت تم نے یہ بدترین حرکت کی ہے؟"

"میں کیا بتاؤں اور کیسے بتاؤں۔" اولیور ہارڈ مضطربانہ لہجے میں بولا۔

"مجھے بھی بتاؤ لیکن تمہیں بتانا پڑے گا۔" کیپٹن رولینڈ نے اولیور ہارڈ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر اس کا زوردار گھونسا اولیور ہارڈ کے منہ پر پڑا۔

گوٹے بل کے فوجیوں نے میری طرف دیکھا مگر میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اولیور ہارڈ کا گریبان بدستور رولینڈ نے پکڑ رکھا تھا۔ اولیور ہارڈ نے مدد طلب انداز میں میری طرف دیکھا تو میں نے ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر اولیور ہارڈ کا گریبان کیپٹن رولینڈ کی گرفت سے چھڑوا دیا۔

"یہودی قوم کا سر تم جیسے ننگِ وطن شخص کی وجہ سے ہمیشہ شرمندگی سے جھکا رہے گا۔" لے اوڈینیل نے متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "اور یقین کر لو کہ اگر ہم میں سے کسی ایک فرد کو بھی زندہ یہاں سے بچ نکلنے کا موقع مل گیا تو ہم یہ ساری کہانی اعلیٰ حکام کو ضرور سنائیں گے اور انھیں بتائیں گے کہ سی آئی اے کا یہ معزول شدہ افسر اب فلسطینیوں کے ہاتھوں بک چکا ہے۔ یہ یہودی قوم پر بدنما داغ ہے اور اس کے پورے خاندان کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ کوئی بھی فرد جس کی رگوں میں اس کا گندہ خون دوڑ رہا ہو آئندہ کبھی اسرائیلی مفادات کو نقصان نہ پہنچا سکے۔"

"بس بہت ہو گیا۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اب تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

اُن تینوں نے مجھ سے بھی اُلجھنے کی کوشش کی مگر فوجیوں نے اُن تینوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

"اب اُن لوگوں کا انتخاب کرو اولیور ہارڈ جو کرینیں آپریٹ کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم حالات دیکھ رہے ہو۔" ہارڈ نے جھلائے ہوئے انداز میں مجھ سے کہا۔ "ان حالات میں کوئی میری بات نہیں سنے گا۔"

"سوچ لو اولیور ہارڈ۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ مجھے وہ طریقہ بتاؤ جسے اختیار کر کے میں ان لوگوں کو کام پر آمادہ کر سکوں۔"

"ہوں! ٹھیک ہے اولیور ہارڈ، تم پیچھے ہٹ جاؤ، میں خود انھیں دیکھتا ہوں۔"

اولیور ہارڈ ہٹ گیا۔ میں نے کیپٹن رولینڈ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا لیکن وہ اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھا۔

"میں تمہیں بلا رہا ہوں کیپٹن رولینڈ!" میں نے سخت لہجے میں اُسے پکارا۔

کیپٹن رولینڈ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"جہاز پر کتنے کرین آپریٹر تھے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" رولینڈ چونک پڑا۔

"تمہارے عملے میں ایسے کتنے افراد موجود ہیں جو کرین آپریٹ کر سکتے ہوں؟"

"میں مطلب جاننا چاہتا ہوں؟" کیپٹن نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"مطلب!" میں نے ہونٹ بھینچ لیے اور پھر اگلے ہی لمحے میرا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے اُس کے منہ پر پڑا۔ اُس کا ہونٹ پھٹ گیا اور خون کی ایک پتلی سی لکیر بہتی ہوئی اُس کی ٹھوڑی تک آنے لگی۔ قیدیوں کے انداز میں میرے لیے غیظ و غضب پیدا ہوا لیکن گوٹے بل کے فوجی مستعد تھے اور اُن کی اسٹین گنیں کسی بھی لمحے گولیاں اُگلنے کے لیے تیار تھیں۔ میں نے کیپٹن رولینڈ کا گریبان پکڑ لیا۔

"اگر تم نے ایک منٹ کے اندر اندر میری بات کا جواب نہ دیا تو میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔" میں نے اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر کہا۔

کیپٹن رولینڈ کی آنکھوں میں خوفزدگی کے تاثرات دکھائی دیے پھر اُس نے فوراً ہی چھ افراد کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ لوگ کرینیں آپریٹ کرتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"ان سب کو میرے پاس بھیج دو۔" میں نے کہا۔

"لیکن تم ان کا کیا کرو گے؟" کیپٹن رولینڈ نے اُلجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ کام کروں گا جسے اولیور ہارڈ نے غداری کر کے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کیا مطلب؟" رولینڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ لوگ اسلحے کو جنگی جہاز پر بار کریں گے۔"

"لیکن تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"تاکہ پروگرام کے مطابق یہ جنگی جہاز اسلحہ اسرائیل پہنچا سکے۔" میں مسکرایا۔

"اس سے تمہارا کیا مفاد وابستہ ہے؟" کیپٹن رولینڈ نے پوچھا۔ وہ مارے حیرت کے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"اس مرحلے پر تمہیں مزید تفصیلات نہیں بتائی جا سکتیں۔ وقت آنے پر سب کچھ تمہارے علم میں آ جائے گا۔"

کیپٹن رولینڈ کے انداز میں کچھ جھجک نظر آئی لیکن پھر اُس نے اُن چھ افراد کو حکم دیا کہ وہ میری ہدایت کے تحت کام کریں۔

چھ افراد قیدیوں کی صف سے آگے نکل آئے۔ میں نے انھیں ابوحاتم کے حوالے کر دیا۔

"کیا بقیہ افراد سے کام نہیں لیا جائے گا؟" ابوحاتم نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"یہ لوگ ہماری ضرورت ہیں ابوحاتم۔" میں نے کہا۔ "بقیہ افراد کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔"

"اور وہ دستی اسرائیلی لے جانے والی بات؟" ابوحاتم نے پوچھا۔

"اس سے ان لوگوں کو الجھانا مقصود ہے تاکہ یہ اسی الجھن میں گرفتار رہیں اور ہم ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرا لیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ابوحاتم نے کہا اور چار مسلح فوجیوں کی نگرانی میں کرینوں آپریٹروں کو قید خانے سے لے گیا۔ اولیو باورڈ کو بھی میں نے ابوحاتم کے ساتھ جیٹی پر بھیج دیا تاکہ ان کی نگرانی میں اسرائیلی جہاز پر اسلحہ بار کیا جا سکے۔

اُن لوگوں کے جانے کے بعد میں نے گھٹے بل کے فوجیوں کو قیدیوں کی نگرانی مزید سخت کرنے کا حکم دیا اور خود بھی وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میرا رخ کیبن کی طرف تھا۔ کیبن میں پہنچ کر میں نے ٹرانسمیٹر پر جنرل فیریس سے رابطہ قائم کیا۔

"علی یار خان بات کر رہا ہوں جنرل فیریس۔" رابطہ قائم ہو جانے پر میں نے جنرل فیریس سے کہا۔

"میں تمہاری آواز پہچانتا ہوں علی یار خان۔" جنرل فیریس کی آواز آئی۔ "خیریت تو ہے؟"

"ہاں جنرل فیریس سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"تمہارے مشن کا کیا ہوا؟"

"مشن کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جنرل۔" میں نے کہا۔

"کامیابی مبارک ہو علی۔ مجھے اور کیپٹن براؤن دونوں کو تمہاری کامیابی کا یقین تھا۔"

"لیکن میری کامیابی میں تمہارے فوجیوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے جنرل۔"

"لیڈر اگر بہادر اور حوصلہ مند ہو تو اس کے ماتحت اس کے لیے جان بھی لڑا دیتے ہیں علی۔"

"بے حد شکریہ جنرل۔ لیکن تمہارے آدمیوں نے جس طرح میرا ساتھ دیا میں اسے بھول نہیں سکوں گا۔"

"اب کیا ارادہ ہے علی؟"

"اب تم فوری طور پر اپنے آدمیوں کو واپس بلوانے کا بندوبست کر لو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان لوگوں کے لیے ایک جہاز بھجوا دوں گا۔" جنرل فیریس نے کہا۔

"لیکن خیال رہے کہ یہ کام جلدی کرنا ہے۔ اس میں تاخیر مناسب نہیں رہے گی۔"

"بے فکر رہو۔ جہاز تمہاری توقع سے بھی بہت پہلے انگورو پہنچ جائے گا۔"

"او ہو وہ کیسے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میرا ایک جہاز انگورو سے نزدیک ہی سمندر میں گشت کر رہا ہے۔"

"انگورو کے نزدیک؟" میں حیران رہ گیا۔ "لیکن تمہارا کوئی جہاز یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"اس جہاز کے عملے کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انگورو پہنچنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ یہ جہاز بہترین جنگی ساز و سامان سے لیس ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے مزید حیران ہو کر پوچھا۔

"میں نے سوچا ممکن ہے تمہیں کسی موقع پر مدد کی ضرورت پڑ جائے اس لیے میں نے اپنے طور پر یہ انتظام کرنا ضروری سمجھا۔"

"اس کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن خیر یہ انتظام برا بھی نہیں تھا۔ احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ یہ بتاؤ کہ کیپٹن براؤن تو خیریت سے ہے نا؟"

"ہاں! وہ بالکل خیریت سے ہے اور تمہاری کامیابی کی خبر سن کر بہت خوش ہو گی۔"

"اور نکی باورڈ کا کیا حال ہے؟"

"وہ وہیں ہے جہاں تم اسے چھوڑ کر گئے تھے۔ اس کی طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"او کے جنرل! اس کے سلسلے میں تفصیل سے بعد میں بات کروں گا۔ اب تم اپنے جہاز کو انگورو کی جیٹی پر پہنچنے کی ہدایت کر دو۔"

"ٹھیک ہے علی یار خان۔ جلد ہی جہاز وہاں پہنچ جائے گا۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

جنرل فیریس سے بات کرنے کے بعد میں جیٹی پر جا پہنچا جہاں برق رفتاری سے جہاز پر اسلحہ بار کرنے کا کام ہو رہا تھا۔

چند ہی گھنٹوں میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ اسی دوران وہاں گھٹے بل کا جہاز بھی پہنچ چکا تھا۔ کام مکمل ہوتے ہی کرین آپریٹروں کو واپس قید خانے بھجوا دیا گیا اور گھٹے بل کے پچاس فوجیوں کو گھٹے بل کے جہاز پر بھیج دیا گیا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد گھٹے بل کا جہاز فوجیوں کو لے کر روانہ ہو گیا۔

"اب ہمیں آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنا ہے۔" جہاز کی روانگی کے بعد میں نے طلحہ اور ابوحاتم سے کہا۔ اولیو باورڈ بھی وہیں موجود تھا۔

"میرے خیال میں تم نے اُن فوجیوں کو بھجوانے میں جلدی کی ہے۔" طلحہ بولا۔

"اب یہاں اُن کی ضرورت نہیں رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"قیدیوں کو ہم میں سے پچاس افراد کی اچانک کمی کا علم ہو گا تو وہ شیر ہو جائیں گے۔" طلحہ بولا۔

"کیا خیال ہے؟" میں نے اولیو باورڈ کی طرف دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اولیو باورڈ گڑبڑا گیا۔

"ہم قیدیوں کو جتائیں گے تبھی تو انہیں علم ہو گا کہ ہم میں سے کچھ لوگ کم بھی ہو گئے ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے ابوحاتم سے کہا۔ "یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے۔ ہم انہیں بہ آسانی قابو میں رکھ سکتے ہیں۔"

"مگر قیدیوں پر دیوانگی طاری ہو رہی ہے۔ انہیں قابو میں رکھنا آسان نہیں ہو گا۔" مسعود طلحہ نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو کیوں نہ انہیں بھی پچھلے قیدیوں کی طرح ٹھکانے لگا دیا جائے۔" ابوحاتم نے تجویز پیش کی۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اتنے بہت سے لوگوں کی لاشیں ٹھکانے لگانا بھی ایک بڑی دردسری ہو گی۔"

"پھر یقیناً تمہارے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی متبادل حل بھی ہو گا؟" طلحہ نے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے آہستگی سے کہا پھر اولیو باورڈ سے پوچھا۔ "کیا اس جنگی جہاز کے اسلحہ لے کر روانہ ہونے کا کوئی وقت متعین ہے؟"

"نہیں، جہاز کی روانگی کا پہلے سے کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا ہے۔" اولیو باورڈ نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں کوئی پروگرام تو ترتیب دیا گیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "جہاز کی روانگی کا وقت مجھے طے کرنا ہے اور میں ایک مخصوص وقت پر متعلقہ لوگوں کو جہاز کی روانگی کے وقت سے مطلع کروں گا۔"

"تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا ہے؟ جہاز کی روانگی کب مناسب رہے گی؟" میں نے اولیو باورڈ سے پوچھا۔

"میرا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔" اولیو باورڈ نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ "تمہاری وجہ سے مجھے جس اذیت ناک کیفیت سے گزرنا پڑا ہے اس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں اپنے ساتھیوں اور اپنے ماتحتوں کی نظروں میں رسوا ہو کر رہ گیا ہوں۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے قیدیوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"انہیں لاشیں آف کرونڈل والے جہاز پر سوار کر کے یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق تم اپنے طیاروں کو اس جہاز پر بمباری کرنے کا حکم دو گے۔ ان لوگوں کے

لیے اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی زندگیاں ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں اس لیے مجھے افسوس ہے کہ انھیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

اولیو ہارڈ نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ "میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔" اس نے بھاری آواز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "تم نے یہ فیصلہ کر کے مجھے ایک اذیت سے بچا لیا ہے ورنہ ان میں سے اگر ایک آدمی بھی زندہ بچ کر اسرائیل پہنچ جاتا تو میں کہیں کا نہ رہتا۔ مجھ پر شاید کوئی بھی یقین نہ کرتا اور خود کو غدار کہلوانے سے بہتر میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے موت آ جائے۔"

"میں تمھاری کیفیت سمجھ رہا ہوں اولیو ہارڈ۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "لیکن صرف ان لوگوں کے مر جانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا۔ تم تنہا آدمی ہو گے جو زندہ بچ گئے۔ کیا تم سے اس بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا؟ تم اپنی پوزیشن کیسے صاف کرو گے؟"

"یہ میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس پر غور نہیں کیا ہو گا؟"

"ایسا لگتا ہے کہ تمھارے پاس اس کا کوئی حل موجود ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" وہ مسکرایا۔ "میں کہہ دوں گا کہ میں جنرل بل کی قید میں تھا اور مجھے کچھ معلوم ہی نہیں کہ کیا ہوا۔"

"واہ۔" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہو گی۔"

"کیوں؟ تمھیں کیوں خوشی ہو گی؟" اولیو ہارڈ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"شن گورائے کا حکمران جنرل بل اسرائیلی مفادات کا حامی ہے۔ اس کی پوزیشن خراب ہونے سے مجھے لازماً خوشی ہو گی۔"

"ہاں، میری اس بات سے وہ اسرائیلی حکومت کی نگاہوں میں مشکوک ہو جائے گا۔ ۔ ۔"

"مشکوک ہو جائے گا؟" طلحہ نے حیرت سے کہا۔ "وہ تو یقینی طور پر اسرائیلی حکومت کا مخالف گردانا جائے گا۔"

"ایسا اس وقت ہو گا جب میری بات پر یقین کر لیا جائے گا۔" اولیو ہارڈ بولا۔ "جب تک معاملہ صاف نہیں ہو جاتا، ہم دونوں ہی اسرائیلی حکومت کی نظروں میں مشکوک رہیں گے۔"

"بہرحال صورت کوئی بھی ہو، نقصان اسرائیل کے کسی حامی کو ہی پہنچے گا۔" ابو حاتم نے کہا۔

"یہ بات میں بھی بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں ہے اور میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ جب انسان خود دلدل میں دھنسنے لگے تو کسی کا بھی سہارا لے سکتا ہے خواہ اس کے ساتھ دوسرا شخص بھی دلدل میں دھنس جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک بھی شخص زندہ بچ کر میری کہانی کو عام کرے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میری حیثیت ختم ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے اولیو ہارڈ۔ تمھیں اس کا حق ہے مگر اس کے لیے شرط یہی ہے کہ تم ہمارے پروگرام کے مطابق عمل کرتے رہو۔" میں نے کہا۔

"اب اور کون سی شرائط سنواؤ گے؟ میں نے ہر طرح تمھارا ساتھ دیا ہے۔"

"تو پھر قیدیوں کو لائن آف کروزل والے جہاز پر منتقل کرنے میں ہماری مدد کرو۔"

اولیو ہارڈ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "یہ تم مجھ پر چھوڑ دو لیکن یہ بتاؤ کہ جہاز پر یہ لوگ آزاد ہوں گے یا قید ہوں گے؟"

"قیدی اس بات سے تو بخوبی واقف ہوں گے کہ جہاز کا انجام کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"کم از کم ڈینیل اور اوکینو کو تو جہاز کے ہونے والے انجام کا بہت اچھی طرح علم ہے۔" ہارڈ نے کہا۔

"تو پھر یہ لوگ اپنی خوشی سے تو جہاز پر جانا ہرگز پسند نہیں کریں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اولیو ہارڈ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "اس کا بھی بندوبست کر لوں گا۔"

"لیکن جو بات میں پوچھ رہا تھا وہ تو رہ ہی گئی۔" اولیو ہارڈ نے کہا۔ "جہاز کا کپتان کون ہو گا؟"

"اس کے لیے میرے پاس پروگرام موجود ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی بتاؤ۔" اس نے پوچھا۔

"جنگی جہاز پر تم ہمارے ساتھ ہی سفر کرو گے اور وہیں ان طیاروں کو بمباری کا حکم دو گے۔ ہم اتنا وقفہ رکھیں گے کہ جہاز چلانے والے لوگ اسٹیمر کے ذریعے ہمارے جہاز تک آ جائیں۔ اس طرح صرف قیدی مارے جائیں گے اور ہمارے آدمی بچ جائیں گے۔"

"نہایت مناسب تجویز ہے۔" اولیو ہارڈ فوراً ہی متفق ہو گیا۔

بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اولیو ہارڈ اپنی بقا کے لیے ہمارے ساتھ مکمل تعاون کرنے پر مجبور ہو گیا ہے اور اس پر کسی بھی قسم کا شبہ کرنا بے معنی ہے۔

اگلے روز صبح ناشتے کے بعد قیدیوں میں سے پانچ افراد الگ کر لیے گئے۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"تم سب کو دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔" طلحہ نے درشت لہجے میں کہا۔

ان پانچ افراد کو جب لائن آف کروزل والے جہاز پر سوار کرایا جانے لگا تو انھوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن ہم میں سے کسی نے بھی ان کے کسی سوال کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی اور انھیں باندھ کر جہاز کے ایک کیبن میں ڈال دیا۔

تمام قیدیوں کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ کے گروپوں میں اس جہاز پر پہنچا دیا گیا۔ آخری گروپ میں ڈینیل، اوکینو اور جہاز کا کپتان بھی تھا۔ جب ہم ان لوگوں کو لے کر جہاز کے نزدیک پہنچے تو جنرل اوکینو اور ڈینیل شاید صورت حال سمجھ گئے۔

"ہمارے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔" ڈینیل نے کہا اور ہاتھ پاؤں چلانے کی کوشش کی۔ طلحہ نے بڑی بے دردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے زخمی کر دیا۔

تمام قیدیوں کی جہاز پر منتقلی کے بعد میں نے مسعود طلحہ کو چھ افراد کے ساتھ جہاز پر بھیج دیا۔ ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ جہاز کو کھلے سمندر میں لے جائیں۔ وہ سب اسی جہاز کے عملے کے لوگ تھے جنھیں اولیو ہارڈ نے اغوا کر کے قید کر لیا تھا۔

سارے انتظامات مکمل ہونے کے بعد جہاز نے انگوبو کا ساحل چھوڑ دیا۔ اس کے فوراً بعد ہمیں اسرائیل کا جنگی جہاز لے کر روانہ ہو جانا تھا۔

اسرائیلی جنگی جہاز کے روانہ ہوتے وقت اولیو ہارڈ نے حسرت بھری نگاہوں سے جزیرۂ انگوبو کی طرف دیکھا جہاں اب ایک بھی متنفس موجود نہیں تھا۔

"تم نے سب کچھ خاک میں ملوا دیا علی یار خان۔" اولیو ہارڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے یہاں سے کن حالات میں روانہ ہونا تھا لیکن ۔ ۔ ۔ لیکن ۔ ۔ ۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "حسرتوں میں گھرے رہنے کے بجائے جا کر اپنی ذمے داریاں سنبھالو۔" میں نے نرمی سے کہا۔

اولیو ہارڈ نے زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر خاموشی سے چلا گیا۔

جہاز سمندر کے سینے پر رواں تھا۔ لائن آف کروزل والا جہاز ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔

[illegible] جہاز اس مقام پر پہنچ گئے جہاں اس جہاز پر بمباری کی جانا تھی۔ میرے کہنے پر اولیو ہارڈ نے اسرائیلی طیاروں کو ایکشن لینے کا سگنل دیا۔ اس دوران ہم نے اپنے جہاز کو اس جہاز سے نہ صرف دور ہٹا لیا تھا بلکہ اس جہاز کو چلانے والے لوگ بھی ہمارے جہاز پر واپس آ چکے تھے۔

پھر جس وقت فضا میں اسرائیلی طیارے نمودار ہوئے اس وقت دونوں جہازوں کا درمیانی فاصلہ خاصا بڑھ چکا تھا۔ اسرائیل کے جدید ترین بمبار طیارے لائن آف کروزل کے جہاز پر منڈلا رہے تھے۔ یہ طیارے دہشت اور موت کے پیامبر تھے۔ یہ اس جارحیت کے علمبردار تھے جو عرب دنیا کے درمیان یہودی آبادی کے قیام کا باعث بنی۔ آج وہ طیارے جنھوں نے ہمیشہ یہودیت کے فروغ کے لیے جارحیت کی تھی، ایک بار عربوں کے حق میں کام کرتے جا رہے تھے لیکن ان بدقسمت طیاروں کے ہوا باز اس سلسلے سے لاعلم تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے ہی ساتھیوں کو ہلاک کرتے جا رہے ہیں۔

طیاروں نے ایک ساتھ فضا میں غوطہ لگایا اور لائن آف کروزل والے جہاز پر جھپٹتے چلے گئے۔ ہم میں سے بیشتر افراد اسرائیلی جہاز کے عرشے پر کھڑے یہ دل خوش کن منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اولیو ہارڈ بھی ہمارے ساتھ موجود تھا مگر اس کے لیے یہ منظر بڑا دل خراش تھا۔ اس کے چہرے پر کرب کے سے تاثرات تھے۔ وہ بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا ورنہ اپنی آنکھوں سے اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا منظر دیکھنا آسان کام نہیں تھا۔

چاروں طیاروں نے ایک ساتھ جہاز پر بم گرائے اور فضا میں اوپر کی طرف اٹھتے چلے گئے۔ زور دار دھماکوں کے ساتھ جہاز پر شعلے بھڑک اٹھے اور گاڑھا دھواں اٹھنے لگا۔

"واہ۔" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "صحیح نشانوں کا بڑا عمدہ مظاہرہ ہے۔"

اولیو ہارڈ نے زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔

چاروں طیارے دیر تک لائن آف کروزل والے جہاز پر بمباری کرتے رہے اور لائن آف کروزل کو مکمل تباہی سے دوچار کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ جانے سے قبل انھوں نے پیغام دیا تھا کہ اب اسرائیلی جہاز کی حفاظت کے لیے دوسری کھیپ بھیجی جائے گی کیونکہ ان کے پاس ایندھن زیادہ مقدار میں موجود نہیں ہے۔

طیاروں کے واپس جانے پر میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اس حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔

"مبارک ہو علی!" ابو حاتم نے کہا۔ "تم نے ایک اور بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔"

"اس وقتی کامیابی پر خوش ہونے کے بجائے ہمیں مستقبل کی فکر کرنی چاہیے۔" میں نے کہا۔

"اسے وقتی کامیابی تو نہ کہو۔" مسعود طلحہ بولا۔ "تم نے دشمن کا منصوبہ اُلٹ پلٹ دیا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

"جانتے ہو کچھ دیر بعد اسرائیلی طیارے اس جہاز کی حفاظت کے لیے ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات تو ہم سب کے ہی علم میں ہے۔" ابو حاتم نے کہا۔

"تمہیں یہ اندازہ بھی ہوگا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" طلحہ اُلجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"ابھی تو جہاز اُس راستے پر سفر کر رہا ہے جو اس کا مقررہ راستہ ہے لیکن اگر ہم نے مسلسل اسی راستے پر سفر جاری رکھا تو کیا ہوگا؟"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔" طلحہ اچھل پڑا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اسرائیلی طیاروں کی وجہ سے ہم جہاز کا راستہ تبدیل نہیں کر سکیں گے۔"

"درست سمجھے، بالکل ٹھیک سمجھے۔" میں مسکرایا۔

"بات تو واقعی تشویشناک ہے۔" ابو حاتم نے کہا۔

"اب اتنی زیادہ تشویشناک بھی نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"گویا تمہارے ذہن میں اس صورتِ حال کا کوئی توڑ موجود ہے؟" طلحہ نے پوچھا۔

"ہم ایک جنگی بحری جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔ یہ کوئی عام جہاز نہیں ہے۔"

"اوہو!" طلحہ کی باچھیں کھل اٹھیں۔ "گویا معرکہ ہوگا۔"

"اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تو گویا اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کا جائزہ لے لیا جائے۔" ابو حاتم نے کہا۔

"ظاہر ہے، یہی تو ہمارے کام کا ہتھیار ہیں۔" میں نے کہا۔

طلحہ اور ابو حاتم چند افراد کے ساتھ طیارہ شکن توپوں کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گئے اور میں نے اولیو باورڈ کو جا گھیرا۔

"اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا تو تمہیں بہت دکھ ہوگا۔" میں نے اس سے کہا۔

"کیا تم میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئے ہو؟"

"نہیں، میں تمہیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کے لیے جو گڑھا کھودتا ہے اُس میں خود ہی گر جاتا ہے!"

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں علی! مجھے اور پریشان مت کرو۔"

"مجھے معلوم ہے تم کبھی نہیں مانو گے۔ تمہیں کوئی اچھی بات بتائی جائے تو وہ تمہیں ناگوار گزرتی ہے۔"

"تم جان بوجھ کر اس وقت ایسی باتیں کر رہے ہو جب میں ایک بہت بڑے صدمے سے دوچار ہوا ہوں۔"

"اوہو! بھلا میں بھی تو سنوں تمہیں کیا صدمہ پہنچا ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرے تمام ساتھی میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو گئے اور میں اُن کے لیے کچھ بھی نہ کر سکا۔"

"حیرت ہے اولیو باورڈ! حالانکہ جب تمہارے سامنے اُن کی ہلاکت کا منصوبہ رکھا گیا تھا تو تم نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔"

"وہ اور بات تھی، اُن کا مر جانا بہرحال میرے حق میں ہے لیکن میں نے طویل عرصے تک اُن کے ساتھ کام کیا ہے۔ میری اُن سے جذباتی وابستگی بھی تھی۔"

"خیر اب انھیں بھول جاؤ اور یہ بتاؤ کہ اسرائیلی طیارے کب تک پہنچ جائیں گے؟"

"میرا اندازہ ہے کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر طیارے جہاز پر ہوں گے۔"

"اور ان کی تعداد کیا ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"ایک وقت میں چار طیارے جہاز کی حفاظت کے لیے آئیں گے۔"

"اس مقصد کے لیے طیاروں کی کل تعداد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بارہ۔" اولیو باورڈ نے بتایا۔ "طیارے باری باری چار چار کی ٹکڑیوں میں جہاز پر پرواز کریں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت میں تمام طیاروں کو ٹھکانے لگانا ممکن نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" اولیو باورڈ چونک پڑا۔ "تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"تم اتنے معصوم تو نہیں ہو اولیو باورڈ! نہ ہی میں نے کوئی بہت پیچیدہ بات کہی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ ہم اُن طیاروں کو مار گرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔" اولیو باورڈ نے تیزی سے کہا۔

"ہم ایک جنگی جہاز پر سفر کر رہے ہیں اولیو باورڈ! ہمیں بھلا ایسا کرنے سے کون روک سکے گا؟"

"اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو بے پناہ خطرات کو دعوت دو گے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو، خطرات سے کھیلنا میری زندگی ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"یہ مت بھولو کہ تم اس وقت جس جہاز پر سفر کر رہے ہو اس پر گولہ بارود کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اگر انھوں نے جوابی کارروائی کر دی تو کیا ہوگا؟ گولہ بارود کے ڈھیر میں جو آگ لگے گی اُسے کوئی بھی نہیں بجھا سکے گا۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر ہم اس کا موقع ہی نہیں آنے دیں گے۔ اسرائیلی طیاروں کو پہلے ہی مار گرایا جائے گا۔"

"اینٹی ایئر کرافٹ گن سے طیارہ مار گرانا آسان کام نہیں ہے اور تمہیں تو بارہ طیارے گرانا ہوں گے۔"

"میں بھی جانتا ہوں کہ یہ کام کتنا مشکل ہے مگر ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو علی! محض اپنی انا کی خاطر تم دوسروں کی زندگیوں سے بھی کھیل رہے ہو۔"

"میں نہیں جانتا انا کس چڑیا کا نام ہے۔ میں تو ہر کام ضرورتاً کرنے کا عادی ہوں۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ کہ آخر اُن طیاروں کو مار گرانے کی ایسی کون سی ضرورت پیش آ گئی ہے؟"

"یہ اسرائیلی جہاز ضرور ہے اولیو باورڈ مگر یہ اسرائیل نہیں جا رہا ہے۔ ہمیں اس کا راستہ تبدیل کرنا ہوگا جو طیاروں کی موجودگی میں ممکن نہیں ہوگا۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن جو طریقہ تم اختیار کرنے جا رہے ہو وہ کوئی یقینی طریقہ تو نہیں ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"اگر تم کوئی یقینی طریقہ بتا سکو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

اولیو باورڈ بغلیں جھانکنے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ہم لوگ جس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں اُن میں زندگیوں کی ضمانت تو کبھی بھی نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لے کر گھومنا پڑتا ہے لیکن تمہارے ارادے سن کر اس وقت میں اپنی زندگی کی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی طیارہ اس جہاز پر ایک بم بھی گرانے میں کامیاب ہو گیا تو بقیہ کام جہاز میں موجود گولہ بارود کی وجہ سے خود ہی ہو جائے گا۔"

اولیو باورڈ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا مگر میں خوفزدہ نہیں تھا۔ آزادیٔ فلسطین کے لیے کام کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنے کا تصور اتنا خوش کن تھا کہ کسی خطرے کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی تھی۔ صرف میں ہی نہیں میرے تمام ساتھیوں کا یہی حال تھا۔ ہم سب کے حوصلے بلند تھے۔ ہم میں اور اولیو باورڈ میں یہی بنیادی فرق تھا۔ اُسے موت کا خوف تھا جبکہ ہمیں موت کی تمنا تھی۔

دفعتاً ابو حاتم اور مسعود طلحہ مجھے اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

"کیا رہا؟" اُن کے قریب آنے پر میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"چاروں اینٹی ایئر کرافٹ گنیں بہترین حالت میں ہیں۔" ابو حاتم نے کہا۔

"بہت اچھے۔" میں مسکرایا۔ "اس کا مطلب ہے کہ قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔"

"ہم نے چاروں گنوں پر بہترین نشانے باز متعین کر دیے ہیں اور وہ حرکت میں آنے کے لیے بے چین ہیں۔" طلحہ بولا۔

"علی یار خان کو سمجھاؤ۔" اولیو باورڈ نے اچانک کہا۔ "اس کا یہ قدم ہم سب کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اطلاع کا شکریہ اولیو باورڈ۔" طلحہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تجربہ بتاتا ہے کہ علی یار خان کے ہر اقدام سے ہمیشہ صرف یہودیوں اور یہودی نواز قوتوں کو ہی نقصان پہنچا ہے۔"

"وہ جدید ترین ساخت کے لڑاکا بمبار طیارے ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک بھی بچ گیا اور جہاز پر ایک بم بھی گرانے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھو کہ اس جہاز میں موجود گولہ بارود کے ذخیرے کی وجہ سے ہمارے جسموں کو چیتھڑوں میں تبدیل ہونے سے روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

"یہ بات تم علی کو خود کیوں نہیں سمجھاتے؟" ابو حاتم نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے بہت کوشش کی مگر علی کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔" اولیو باورڈ نے بے بسی سے کہا۔

"تو تم ہمیں اس بات پر کیوں مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" طلحہ نے کہا۔

"اس لیے کہ اس میں ہم سب کی بھلائی ہے۔ جہاز پر کوئی تباہی آئی تو ہم میں سے ایک شخص بھی نہیں بچ سکے گا۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"علی ہمارا لیڈر ہے اولیو باورڈ! ہم تو فقط کارندے ہیں۔ ہمارا کام تو حکم بجا لانا ہے۔" ابو حاتم نے کہا۔ "اگر علی یار خان کہے کہ جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا دو تو میں یہ ہرگز نہیں سوچوں گا کہ اس سے کیا فائدہ یا کیا نقصان ہوگا۔ میں تو بس سمندر میں کود پڑوں گا۔ اس یقین کے ساتھ کہ چونکہ لیڈر نے یہ حکم دیا ہے لہٰذا اس سے میری ذات کو تو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن جس مقصد کے لیے ہم کام کر رہے ہیں اُسے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پہنچے گا اور کسی مقصد کے لیے کام کرنے والے ذاتی نفع اور نقصان سے بالاتر ہوا کرتے ہیں اولیو باورڈ! ہمیں متاثر کرنے کی کوشش فضول ہے — ہمیں تو لیڈر کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔"

اولیبو ہاورڈ کا چہرہ اتر گیا۔ اُسے اپنی جان کی بے حد فکر تھی۔ مگر جان بچتی نظر نہیں آتی تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" طلحہ نے مجھ سے پوچھا۔

"فی الحال اپنے آدمیوں کو طیارہ شکن توپوں سے ہٹا دو۔" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے؟" ابوحاتم نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "طیاروں کی کل تعداد چونکہ بارہ ہے اور وہ چار چار کی ٹکڑیوں میں باری باری جہاز پر پرواز کریں گے لہٰذا کوئی قدم اٹھانے سے قبل یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ اُن کا طریقۂ کار کیا ہوگا تاکہ ہم ٹھیک کارروائی کر سکیں۔"

"تب تو اُن کو مار گرانا بہت مشکل ہوگا۔" طلحہ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ "ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔"

طلحہ اور ابوحاتم نے طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں کو ہٹا دیا اور اس کے فوراً بعد ہی فضا میں طیارے نمودار ہو گئے۔

"چلو اولیبو ہاورڈ! طیارے ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔ تم اُن سے بات کرو گے اور انہیں یہ احساس نہیں ہونے دو گے کہ جہاز کسی غیر معمولی صورتحال سے دوچار ہے۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں جہاز کے ریڈیو روم میں پہنچ گئے۔ ریڈیو آپریٹر نے بتایا کہ طیاروں کی طرف سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں نے اولیبو ہاورڈ کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ گیا۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آ رہی تھی: "ہیلو ایٹ از سیگل، ہیلو ایٹ از سیگل۔"

"سی گل ایٹ از سی وولف۔" اولیبو ہاورڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔ "تم کون ہو؟"

"میں اسکواڈرن لیڈر لارسن ہوں جناب۔"

"اور میں اولیبو ہاورڈ بات کر رہا ہوں۔ اس مشن کا انچارج۔"

"کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے جناب؟" اسکواڈرن لیڈر لارسن کی آواز آئی۔

"نہیں، ہمارا مشن کامیابی سے ہمکنار رہا۔" اولیبو ہاورڈ نے کہا۔

"میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے جناب! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"ہم سب اسرائیل کے خادم ہیں۔ اس میں اعزاز کی کوئی بات نہیں ہے۔" اولیبو ہاورڈ نے کہا۔

"پھر بھی میری معلومات کے مطابق آپ موساد کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ آپ کے ساتھ کام کرنا بہرحال اعزاز ہے۔"

"اس سے معلوم کرو کہ طیارے جہاز پر کس ترتیب سے پرواز کریں گے۔" میں نے سرگوشی میں اولیبو ہاورڈ سے کہا۔

اولیبو ہاورڈ نے میرا سوال دہرا دیا۔

"تین طیارے جہاز پر رہیں گے جبکہ چوتھا طیارہ دور دور تک پرواز کر کے یہ دیکھتا رہے گا کہ کہیں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔" اسکواڈرن لیڈر نے بتایا۔ "ڈیڑھ گھنٹے بعد دوسرے طیارے ہماری جگہ لے لیں گے اور ہم واپس چلے جائیں گے۔ اسی طرح ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کے وقفے کے لیے طیاروں کا ہر گروپ جہاز کی حفاظت کے لیے فضا میں موجود رہے گا۔"

"تم اگلے طیاروں کے آنے کے بعد جاؤ گے یا اس درمیان کوئی وقفہ بھی ہوگا؟" اولیبو ہاورڈ نے میرے کہنے پر پوچھا۔

"نہیں جناب، ہم ایک لمحے کے لیے بھی جہاز کو غیر محفوظ نہیں ہونے دیں گے۔ جب اگلے طیارے ہماری جگہ سنبھال لیں گے تبھی ہم واپس جائیں گے۔"

اولیبو ہاورڈ نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا مگر میں نے سر کو نفی میں جنبش دے کر اُسے بتایا کہ اب مجھے کچھ اور نہیں پوچھنا۔

"ٹھیک ہے۔" اولیبو ہاورڈ نے کہا۔ "مشن بہت اہم ہے۔ تم لوگ ہر وقت مستعد رہنا۔ ایک لمحے کی غفلت بھی تباہی لا سکتی ہے۔"

"ہم سمجھتے ہیں جناب! آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

اولیبو ہاورڈ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ "تم میری گفتگو سے مطمئن ہو؟" اولیبو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب عرشے پر چل کر ذرا طیاروں کی کارکردگی دیکھیں۔"

ہم عرشے پر آئے۔ تین طیارے جہاز کے اوپر تین مختلف سمتوں میں تھے۔ اُن کی بلندی اور رفتار بہت زیادہ نہیں تھی۔ وہ جہاز سے آگے نکل جاتے تھے اور پھر پلٹ کر عقب میں آ جاتے تھے۔ چوتھا طیارہ نسبتاً بلندی پر تھا۔ اس کی رفتار بھی کافی تھی اور وہ جہاز سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ بہت دور فضا میں جہاز کی عقبی سمت میں نمودار ہوا۔ یہ وہی طیارہ تھا جسے فضا میں دور دور کا جائزہ لینا تھا۔

میں کافی دیر تک فضا میں طیاروں کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ پہلے مرحلے میں ہم آٹھ طیاروں کو نشانہ بنائیں گے۔ اس نتیجے پر پہنچ کر میں نے طلحہ اور ابوحاتم کو بلا لیا۔

"تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوسرے چار طیارے ان طیاروں کی جگہ لینے آ جائیں گے۔" میں نے اُن سے کہا۔ "اس وقت چند منٹ کے لیے آٹھ طیارے ہماری زد میں ہوں گے۔ ہمیں اس موقعے سے فائدہ اٹھانا ہے اور ان پر حملہ کرنا ہوگا لیکن مشکل یہ ہے کہ چار طیارہ شکن توپوں کی موجودگی میں ایک وقت میں صرف چار ہی طیارے ہمارے نشانے پر ہوں گے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ پہلے کون سے چار طیاروں کو نشانہ بنائیں گے۔ نئے آنے والوں کو یا پہلے سے موجود طیاروں کو؟"

"پہلے ہم اُن طیاروں کو نشانہ بنائیں گے جو پہلے سے یہاں موجود ہیں۔" طلحہ نے کہا۔ "نئے آنے والوں سے بعد میں نمٹ لیں گے۔"

"ہمیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ "لہٰذا تم اس فیصلے کی کوئی وجہ بھی بتاؤ۔"

"ایک وجہ تو یہ ہے کہ پہلے سے جہاز کے نزدیک موجود ہونے کی وجہ سے یہ طیارے بہتر طور پر ہمارے نشانے پر ہوں گے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نئے آنے والے اُن طیاروں کو اچانک تباہ ہوتے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے اور بوکھلائے ہوئے ہوا بازوں کے سنبھلنے سے قبل ہی ہم انہیں بھی نشانہ بنا دیں گے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے ابوحاتم کی طرف دیکھا۔

"طلحہ کی بات دل کو لگتی ہے۔" ابوحاتم نے مختصراً کہا۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" میں نے کہا۔ "میرے خیال میں نئے آنے والے طیاروں کو پہلے گرانا ہوگا۔"

"اگر تمہارا یہ خیال ہے تو یونہی سہی۔" طلحہ نے بڑی فراخدلی سے جواب دیا۔

"یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔" میں نے طلحہ کو گھورا۔ "ہمیں ایک اہم فیصلہ کرنا ہے۔ آنکھ بند کر کے کام کرنے سے پورا مشن تباہ ہو سکتا ہے۔ تمہیں مجھ سے وجہ معلوم کیے بغیر مجھ سے متفق نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"ظاہر ہے کہ تم نے فیصلہ کیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔" طلحہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"نہیں۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "فیصلہ مجھے تنہا نہیں کرنا۔ ہم سب مل کر بحث و تمحیص کے بعد اس فیصلے پر عمل کریں گے جو زیادہ بہتر ہوگا۔ ہر تجویز کی موافقت اور مخالفت میں جو دلیلیں دی جائیں اُن پر ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ابوحاتم بولا۔ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ بہتر صورت ہے۔ لہٰذا اب تم بتاؤ کہ تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے؟"

"پہلے میں طلحہ کی دلیلوں پر تنقید کروں گا۔" میں نے کہا۔ "طلحہ کے کہنے کے مطابق نئے آنے والے طیارے پہلے سے موجود طیاروں کو تباہ ہوتے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پہلے سے موجود طیارے نئے آنے والوں پر حملہ ہوتے اور انہیں تباہ ہوتے دیکھیں گے تو کیا وہ نہیں بوکھلا جائیں گے؟"

"ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "لیکن..."

"نہیں طلحہ! اس کا امکان نہیں ہے بلکہ یہ بات زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ ڈیڑھ گھنٹے سے یہاں موجود ہوں گے۔ ان کا لیڈر ہم سے بات کر چکا ہے اور ہم سے پوری طرح مطمئن ہے۔ یہ لوگ نئے آنے والوں پر حملہ ہوتے دیکھنے کے باوجود فوری طور پر ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ پہلے ہم سے رابطہ قائم کر کے ہمارے اس اقدام کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بغیر وہ ہرگز ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"بات معقول ہے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کے برعکس نئے آنے والے چونکہ نئے ہوں گے انہیں کسی بات کا علم بھی نہیں ہوگا۔ جہاز پر کسی سے اُن کی بات بھی نہیں ہوئی ہوگی لہٰذا اُن کا بوکھلا جانا تو اپنی جگہ مسلّم مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ بوکھلاہٹ میں ہم پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کر بیٹھیں گے؟"

"کوئی ضمانت نہیں ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "بلکہ میرے خیال میں تو وہ اضطراری طور پر جہاز پر حملہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"اور ہم یہ خطرہ مول لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ کسی ایک بھی طیارے کو جہاز پر حملہ کرنے کا موقع دیں۔ وجہ وہی ہے کہ اگر جہاز پر ایک بھی بم گر گیا تو پھر اس جہاز کو تباہ ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔"

"لہٰذا یہ بات طے ہو گئی کہ نئے آنے والوں پر پہلے حملہ کیا جائے گا۔" طلحہ نے کہا۔

"ابھی کوئی بات بھی طے نہیں ہوئی۔ ابھی تو ہم مختلف امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "یہ مت بھولو کہ مختلف حالات میں مختلف لوگوں کا ردِعمل مختلف ہوتا ہے۔ ہم کسی کے ردِعمل کی گارنٹی تو نہیں دے سکتے۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔" طلحہ نے بوکھلا کر کہا۔ وہ میرے لہجے کی خشکی سے گھبرا گیا تھا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ "یہ بھی تو ممکن ہے کہ جہاز پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرنے والے مسلسل کوششوں کے باوجود ناکام ہو جائیں۔" میں نے کہا۔ "اور جہاز کو کوئی بھی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ممکن ہے اُن میں سے ایک آدھ تباہ بھی ہو جائے مگر سب تباہ نہ ہو سکیں۔ ایسی صورت میں بچ جانے والے ایک یا ایک سے زائد طیاروں کے ہوا بازوں کا کیا ردِعمل ہوگا؟"

"دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔ "یا تو وہ اپنی کوششیں جاری رکھیں گے یا فرار ہو جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے کہا۔ "لیکن سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر کسی نے فرار ہونے کی کوشش کی تو کیا ہوگا؟"

"میں سمجھا نہیں تم کیا واضح کرنا چاہتے ہو؟" طلحہ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کی دو صورتیں ہیں۔ یہ تو طے ہے کہ پہلے ہلے میں ہم چار طیاروں کو تو بہ آسانی گرا لیں گے۔ اب اگر ہم نے نئے آنے والوں کو پہلے نشانہ بنا دیا تو فرار ہونے والوں کا تعلق پہلے سے موجود طیاروں میں سے ہوگا بصورت دیگر وہ نئے آنے والوں میں سے کوئی ہوگا۔"

"یہ تو ظاہر سی بات ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "مگر یہ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی کیا اہمیت ہے؟"

"اینڈرسن۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" طلحہ چونک پڑا۔

"تم لوگوں نے بنیادی چیز تو نظر انداز ہی کر دی۔ اور بنیادی چیز یہ ہے کہ فرار ہونے والے کے طیارے میں اینڈرسن کی پوزیشن کیا ہوگی؟"

"میں سمجھ گیا۔" ابوحاتم اُچھل پڑا۔ "تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ اگر ہم نئے آنے والے طیاروں کو پہلے تباہ کر دیں تو بالفرض پہلے سے موجود طیاروں میں سے کسی نے فرار ہونے کی کوشش کی بھی تو کچھ دیر گزر جانے کے بعد ہی کرے گا اور یہ امکان موجود رہے گا کہ اینڈرسن کی کمی کے باعث وہ اپنے مستقر تک نہ پہنچ پائے جبکہ اگر پوزیشن برعکس ہوئی تو فرار ہونے والے کا تعلق نئے آنے والے طیاروں سے ہوگا اور اس کے پاس اینڈرسن کی فراوانی ہوگی۔"

"واہ بھئی۔" طلحہ نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔ "ہم نے کتنی اہم بات نظر انداز کر دی تھی۔"

"سوچنے کی عادت ڈالو طلحہ۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "کوئی بھی قدم اُٹھانے سے قبل اس کے ہر پہلو کا جائزہ لے لو۔ سرسری طور پر کوئی فیصلہ کبھی مت کرو۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس طرح تم ہمیشہ ہی کامیاب ہوتے رہو گے لیکن یہ ضرور ہے کہ کامیابی کے امکانات بہت بڑھ جائیں گے۔"

"کاش تم ہمارے ساتھ مل کر کام کرتے۔" اولیو باورڈ نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھے کچھ فرمایا؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"پہلی بار میں نے تمہیں کوئی عملی قدم اٹھانے کے لیے منصوبہ بندی کرتے قریب سے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے یہ اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ شاید تمہاری کامیابیاں اتفاقات کی مرہون منت ہوتی ہیں لیکن آج میری رائے تبدیل ہو گئی۔" اولیو کہہ رہا تھا۔ "جو شخص اتنی زبردست قوت تجزیہ کا مالک ہو اور کوئی عملی قدم اٹھانے سے قبل اتنی باریک بینی سے کسی منصوبے کے ایک ایک پہلو کا جائزہ لیتا ہو اُسے مات دینا ناممکنات میں سے ہے۔"

"اس تعریف پر میں تمہارا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا باورڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے رسماً تمہاری تعریف نہیں کی ہے علی بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہوا ہوں ورنہ ہرگز تعریف نہ کرتا۔"

"میرے الفاظ بھی رسمی نہیں تھے۔ میں تو شرمندہ ہو رہا ہوں کیونکہ ابھی اس منصوبے کے کئی پہلو تشنہ رہ گئے ہیں۔ میں نے اُن پر بحث نہیں کی۔"

"نہیں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ اس کی حیرت دیدنی تھی۔ "میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم ہر پہلو کا جائزہ لے چکے ہو۔"

"بے شک میں نے ہر پہلو کا جائزہ لیا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اُن میں سے چند ایسے ہیں جو زیر بحث نہیں آئے۔"

"اب اس منصوبے کا کون سا پہلو رہ گیا ہے؟" ابوحاتم نے پوچھا۔

"مجھے خوشی ہوتی اگر تم دونوں میں سے کوئی مزید امکانات زیر بحث لاتا۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "لیکن خیر فی الحال تو ہمیں اپنی تیاریاں مکمل کرنی ہیں۔ پہلے ان آٹھ طیاروں سے نمٹ لیں پھر اس کے بعد بات کریں گے۔"

"ہمیں بے حد شرمندگی ہے کہ ہم تمہاری توقعات پر پورے نہیں اُترے۔" طلحہ نے کہا۔

"شرمندہ ہونے سے کام نہیں چلے گا دوستو! غور کرنے کی عادت ڈالو۔ یقین کرو تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ تم بھی میری طرح ہر معاملے پر حاوی ہونے لگو گے۔"

"ہم کوشش کریں گے۔" طلحہ اور ابوحاتم نے یک آواز کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب ہم اپنا لائحہ عمل طے کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ "طیاروں کی آمد کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو تیار رہنے کا حکم دے دو۔ جیسے ہی طیارے فضا میں نمودار ہوں گے تمہارے آدمی طیارہ شکن توپوں پر پوزیشن سنبھال لیں گے۔ ہر طیارہ شکن توپ کے نشانے پر نئے آنے والے طیاروں میں سے ایک طیارہ ہوگا۔ تم لوگ اس بات کو یقینی بناؤ گے کہ کہیں دو مختلف توپوں کی زد پر ایک ہی طیارہ نہ ہو۔ ہر توپ الگ الگ طیاروں کو زد میں رکھے گی اور چاروں توپیں ایک ہی وقت میں گولے اُگلنا شروع کریں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی توپ کے پہلے چل جانے کے باعث دوسرے طیاروں کو ہوشیار ہونے کا

موقع مل جائے۔"

"کہیں ان طیاروں کے ہوا باز ہمارے آدمیوں کو طیارہ شکن توپوں پر جاتے دیکھ کر کھٹک نہ جائیں؟" ابوحاتم نے کہا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ جب طیاروں کی نئی کھیپ فضا میں نمودار ہو جائے اس وقت یہ لوگ اپنی پوزیشنیں سنبھالیں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب چاروں طیاروں کے ہوا بازوں کی توجہ نئے آنے والے طیاروں کی طرف ہوگی۔ اس وقت وہ عرشے پر ہونے والی غیر معمولی نقل و حرکت کو نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ چاروں طیارہ شکن توپیں ایک وقت میں کیسے حرکت میں آئیں گی؟"

"اس کا تعین میں خود کروں گا۔" میں نے کہا۔ "میں یہاں عرشے پر موجود رہوں گا اور طیاروں پر نظر رکھوں گا۔ اس دوران ہر توپچی اپنے حصے میں آنے والے طیارے کو مسلسل نشانے پر رکھے گا جیسے ہی میں دیکھوں گا کہ طیارے مناسب مقام پر آ گئے ہیں میں پستول سے فائر کروں گا۔ فائر کی آواز سنتے ہی بیک وقت چاروں توپیں گولے اُگلنا شروع کر دیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ پہلے چار طیارے تو آن واحد میں شکار ہو جائیں گے لیکن توپچیوں کو بجلی کی سرعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر طیاروں پر بھی حملہ آور ہو جانا ہوگا۔ پہلے مرحلے کی طرح اس دوسرے مرحلے میں بھی یہ بات یقینی بنانا تم لوگوں کی ذمے داری ہوگی کہ ہر طیارہ شکن توپ کی زد پر ایک علیحدہ طیارہ رہے۔ یاد رکھو تم کسی ایک طیارے کو بھی بچ نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم ابھی جا کر سارے انتظامات کر لیتے ہیں۔" طلحہ اور ابوحاتم چلے گئے۔

"اس منصوبے میں اگر تم شریک نہ ہوتے تو سارا معرکہ گڑبڑ ہو جاتا۔" میں نے اولیو باورڈ سے کہا۔

"اس پورے مشن میں بندوق چلانے کے لیے تم نے میرے ہی کندھے تو استعمال کیے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" میں مسکرایا۔ "اب جبکہ ہم آخری مراحل میں داخل ہو رہے ہیں تم اپنے کندھے بچانا چاہتے ہو۔"

"نہیں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "میں چاہوں بھی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بولو، مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تم ریڈیو روم میں موجود رہو گے۔ اگر کوئی ہوا باز جہاز سے رابطہ قائم کرے تو تم اسے باتوں میں اُلجھاؤ گے۔ سمجھ گئے؟"

"خوب اچھی طرح سمجھ گیا۔" اولیو باورڈ نے طویل سانس لی۔

"بس تو تم ریڈیو روم میں بیٹھو۔ طیاروں کی آمد کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔"

اولیو باورڈ مُردہ سے انداز میں چلتا ہوا عرشے سے رخصت ہو گیا اور میں نے دور اُفق پر نظریں جما دیں جہاں سے نئے آنے والے طیاروں کو نمودار ہونا تھا۔ جہاز کے اوپر موجود تینوں طیارے جہاز سے نزدیک تر موجود تھے جبکہ چوتھا طیارہ دور فضاؤں میں گشت کر رہا تھا۔

دفعتاً دور اُفق پر چار چمکدار نقطے نمودار ہوئے جو تیزی سے جہاز کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ مجھے یقین تھا کہ چاروں طیارہ شکن توپوں پر متعین افراد بھی اپنے کام میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔

چاروں طیارے تیزی سے قریب آ رہے تھے۔ اس دوران پہلے سے موجود طیاروں میں سے چوتھا طیارہ بھی جہاز سے نزدیک آ گیا تھا۔ میں پستول ہاتھ میں لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ وقت آ گیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب آٹھوں طیارے یکجا ہو گئے تھے۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پستول فضا میں بلند کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ پستول چلنے کی آواز سنتے ہی بیک وقت چاروں طیارہ شکن توپوں کے دہانوں سے درجنوں گولے نکل کر فضا میں منتشر ہو گئے۔ طیارہ شکن توپوں کی دھمک سے جہاز میں شدید ارتعاش پیدا ہوا تھا لیکن اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اہمیت تو اس بات کی تھی کہ پہلے ہی ہلے میں شکار ہونے والے طیاروں کی تعداد چار نہیں بلکہ آٹھ تھی۔ آٹھوں طیارے قلابازیاں کھاتے ہوئے سمندر کی طرف گر رہے تھے۔ سارے ہی طیاروں سے آگ کی لپٹیں اُٹھتی دکھائی دے رہی تھیں۔ بدنصیب طیارے بہت آسان ہدف ثابت ہوئے تھے۔ اُن کے ہوا بازوں کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت تک نہیں مل سکی ہوگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آٹھوں طیارے سمندر کی سطح سے جا ٹکرائے۔

میرا دل خوشی سے بلیوں اُچھلنے لگا۔ اتنی آسانی سے کامیابی حاصل ہونے کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ جہاز کے عملے کے افراد نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ اکبر کی بلند آواز سے جہاز دہل کر رہ گیا۔

مسعود طلحہ دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ "کامیابی مبارک ہو علی۔" اس نے جذباتی آواز میں کہا۔ "یہ سب تمہارا کمال ہے۔"

"ہرگز نہیں طلحہ۔ یہ تو خدائے بزرگ و برتر کی رحمت خاص ہے جس کی وجہ سے ہم اتنی آسانی سے کامیاب ہو گئے۔" میں نے کہا۔

"بے شک۔" ابوحاتم کی بلند آواز سنائی دی۔ "اگر اُس کا کرم شامل حال نہ ہوتا تو ہم لاچار بندے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔"

اولیو باورڈ عرشے پر نمودار ہوا۔ اس کی حالت کسی ہارے

ہوتے ہوائی کیا سی تھی: مبارک ہو علی!" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "اچھا ہوا تم جہازوں کے گرنے کا ہولناک منظر دیکھنے کے لیے یہاں موجود نہیں تھا۔"

"مجھے افسوس ہے ہاورڈ! تمہیں شاید اپنا کردار ادا کرنے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، کسی ہوا باز نے جہاز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"انہیں اتنا موقع ہی نہیں ملا ہاورڈ! سب کچھ آناً فاناً ہو گیا۔"

"مجھے یقین تھا کہ یہی ہوگا۔ اگر ان لوگوں کو تم پر شبہ ہوتا تو صورت حال بالکل برعکس ہوتی۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے اولیور ہاورڈ! میرے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میں اولیور ہاورڈ سے اتفاق کرتا ہوں۔" طلحہ نے کہا۔ "علی نے جو کارنامے سرانجام دیے ہیں ان کے باعث اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔"

"اس کی چھوٹی سی مثال تو یہی ہے کہ اسرائیل کے آٹھ جہاز کتنی کامیابی سے مار گرائے گئے۔" ابو حاتم بولا۔

"اس میں تو طیارہ شکن توپچیوں کے نشانوں کا کمال ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" ابو حاتم بولا۔ "اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اتنے صحیح وقت پر نہ اشارہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری جگہ جو بھی ہوتا وہ جلد بازی کا مظاہرہ ضرور کرتا مگر تم نے کمال کر دیا۔ کتنے سکون سے آخری لمحے تک انتظار کیا۔ حالانکہ چار جہاز بہت پہلے سے ہماری زد پر تھے۔"

"اب اگلے مرحلے کی فکر کرو۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب کیا بچا ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "ڈیڑھ گھنٹے بعد جب باقی ماندہ چار طیارے آئیں گے تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔"

"یہ تم سے کس نے کہا کہ بقیہ چار طیارے ڈیڑھ گھنٹے بعد آئیں گے؟" میں نے طلحہ کو گھورا۔

"کمال ہے!" طلحہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ ہر ڈیڑھ گھنٹے بعد طیاروں کے گروپ تبدیل ہوا کریں گے۔"

"میں نہیں کہہ رہا تھا بلکہ ان لوگوں کا پروگرام یہی تھا۔"

"جب ان کا پروگرام یہی ہے تو کس بات کی فکر ہے؟"

طلحہ حیران تھا۔

"شاید خوشی کی وجہ سے تمہاری عقل خبط ہو گئی ہے۔" ابو حاتم نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "طیاروں کو پروگرام کے مطابق ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی آنا تھا مگر جب طیاروں کا پہلا گروپ واپس نہیں پہنچے گا تو لامحالہ انہیں تشویش لاحق ہوگی اور وہ تفتیش کی غرض سے قبل از وقت ہی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

طلحہ بے حد شرمندہ نظر آنے لگا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اتنی سامنے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ دل چھوٹا نہ کرو اور ان چار طیاروں سے نمٹنے کی تدبیر سوچو جو یہاں قبل از وقت ہی پہنچنے والے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"توپچیوں کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ان میں سے ایک بھی طیارہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔" طلحہ بولا۔

"بعض آنے والے طیاروں سے نمٹنے کے لیے صرف توپچیوں کے بلند حوصلے ہی کافی نہ رہیں گے۔" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" طلحہ گڑبڑا گیا۔ "جنگ میں حوصلے کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ پھر طیارہ شکن توپیں بہترین حالت میں ہیں، ہمارے پاس گولوں کی کمی بھی نہیں ہے۔ میں اپنے توپچیوں کو ہدایت دے دیتا ہوں کہ وہ کسی بھی لمحے طیاروں کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہیں۔"

"بس؟" میں نے مایوسی سے کہا۔

"اور کیا چاہیے؟" طلحہ نے بوکھلا کر کہا۔

"تمہارے خیال میں آنے والے طیاروں کے ہوا باز پہلے ہوا بازوں کی طرح غافل ہوں گے؟"

"ہاں... ہم... میرا مطلب ہے نہیں، وہ تو تفتیش کے لیے آئیں گے نا!"

"لہٰذا ہوشیار ہوں گے اور ہمارے لیے آسان ہدف ثابت نہیں ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"بے شک ہوشیار ہوں گے مگر ہم انہیں بچ کر نہیں جانے دیں گے۔ آخر ہمارے پاس ہر طیارے کے لیے ایک طیارہ شکن توپ موجود ہے۔"

"میں شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم اس انداز میں سوچتے رہے تو چاروں طیارے بچ کر نکل جائیں گے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"پتا نہیں تمہارے ذہن میں کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔" طلحہ بولا۔

"وہ لوگ ہوشیار ہوں گے اور شاید میلوں دور سے دیکھ لیں گے کہ جہاز کی طیارہ شکن توپیں ان کا شکار کرنے کے لیے پوری طرح مستعد ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے اس کے باوجود بھی وہ تمہاری رینج میں آنے کی حماقت کے مرتکب ہوں گے؟"

"ہرگز نہیں!" طلحہ نے آہستگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ واپس جا کر اعلیٰ حکام کو مطلع کر دیں گے۔"

"بالکل درست۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اب اس کا کوئی توڑ بھی سوچو۔"

"توڑ؟" طلحہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا پھر اچانک اچھل پڑا۔ "جہاز پر ترپالیں موجود ہیں۔ ہم طیارہ شکن توپوں پر متعین افراد پر ترپالیں ڈال دیں گے۔ اس طرح وہ لوگ فضا سے نظر نہیں آئیں گے۔ پھر جیسے ہی طیارے نزدیک پہنچیں گے وہ لوگ ترپالیں ہٹا کر ان پر گولوں کی بارش کر دیں گے۔"

"ترپال والا آئیڈیا بہت شاندار ہے۔ اس طرف تو میرا ذہن بھی نہیں گیا تھا مگر ابھی اس منصوبے میں تشنگی ہے۔" میں نے کہا۔

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ لوگ پھر بھی جہاز کے قریب نہیں آئیں گے۔" ابو حاتم بولا۔

"سیدھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "ان کے آٹھ طیارے لاپتا ہیں، ظاہر ہے وہ حد سے زیادہ محتاط ہوں گے۔"

"تب تو ہمیں اس طرف سے مایوس ہو جانا چاہیے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انہیں جہاز کے قریب بلا کر شکار کریں گے۔"

"وہ کیسے؟" مسعود، طلحہ اور ابو حاتم نے حیران ہو کر بیک آواز پوچھا۔

"اولیور ہاورڈ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" انھوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دور سے ہی رابطہ قائم کریں گے۔ اولیور ہاورڈ کی ذمے داری یہ ہوگی کہ انہیں مطمئن کرے۔"

"میں انہیں کیسے مطمئن کر سکوں گا؟" اولیور ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"بہت آسانی سے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم ان سے ان کے کوڈ نمبر پوچھو گے اور انہیں ان کی بے پروائی پر سرزنش کرو گے۔"

"لیکن وہ تو خود مجھ سے اپنے گم شدہ طیاروں کے بارے میں استفسار کریں گے۔" اولیور ہاورڈ نے کہا۔

"کیا یہاں کوئی طیارہ بھی آیا تھا؟" میں نے طلحہ اور ابو حاتم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہم نے تو نہیں دیکھا۔" دونوں کا مشترکہ جواب تھا۔

"سمجھ گئے اولیور ہاورڈ! تم بھی ان سے یہی کہو گے کہ یہاں ایک بھی طیارہ نہیں پہنچا۔ تم انہیں دھمکی دو گے کہ ان کی رپورٹ اسرائیل کے اعلیٰ حکام سے کر دو گے۔ ظاہر ہے اسرائیل کے لیے اس مشن کی بہت اہمیت ہے۔ اگر دشمن کے طیارے جہاز پر حملہ کر دیں تو تمام لوگ اور سارا اسلحہ جہاز سمیت تباہ ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیور ہاورڈ نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "میں یہ کام کر لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ اس جال میں پھنس جائیں گے لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تم نے مجھے بڑے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی ہوا باز بچ نکلا تو میں کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔ میری غداری کی کہانی عام ہو جائے گی اور جس قدر نقصان اب تک میری وجہ سے اسرائیل کو پہنچ چکا ہے اس کے بعد میری کوئی بات بھی نہیں سنی جائے گی۔ بہت ممکن ہے مجھے دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری کر دیا جائے۔"

"یہ مت بھولو اولیور ہاورڈ کہ ان چار طیاروں کی تباہی پر ہم سب کی ہی زندگیوں کا دارومدار ہے۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" اولیور ہاورڈ بولا۔ "لیکن میری ذلت تو شاید ہر صورت میں مقدر ہو چکی ہے۔"

"اگر چاروں طیارے تباہ ہو گئے تو تم پر کوئی آنچ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہ کہانی تمہاری یا تمہارے کسی ساتھی کی زبانی بھی تو عام ہو سکتی ہے۔" ہاورڈ نے کہا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اولیور ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کہ اس پورے قصے میں تمہارا نام نہیں آنے پائے گا۔"

"کبھی نہ کبھی تم کسی نہ کسی کو ضرور بتاؤ گے کہ تم نے اولیور ہاورڈ کو پہلے سی آئی اے سے نکلوایا اور اس کے بعد موساد کے سربراہ کی حیثیت سے شکست دی۔"

"اپنے ذہن سے یہ خیال بالکل باہر نکال پھینکو۔" میں نے کہا۔ "میں یا میرا کوئی ساتھی کبھی اس سلسلے میں تمہارا نام نہیں لے گا۔"

"کیا تمہاری یہ خواہش نہیں ہوگی کہ سی آئی اے کے بعد اب مجھے موساد سے بھی نکلوا دو؟"

"میری خواہش اس کے برعکس ہے۔ میں تمہیں موساد میں ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے مجھے بھی کچھ فائدے ہیں۔"

"کیا فائدے ہیں؟" اولیور ہاورڈ نے پوچھا۔

"یہ نہیں بتاؤں گا۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ذہن سے یہ بوجھ اتار پھینکو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے وعدے پر یقین کیے لیتا ہوں۔" اولیور ہاورڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم ان طیاروں کے ہوا بازوں

کر۔ توپوں میں الجھا کر غافل کر دیے گئے اور جب وہ جہاز کے قریب آ جائیں گے تب اچانک ترپالوں پوش طیارہ شکن توپیں اپنی ترپالیں ہٹا دیں گے اور طیاروں کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"اس بار شاید انہیں مشکل سے کامیابی ہو۔" ابو حاتم بولا۔ "ہوا باز پھر محتاط ہوں گے اس لیے چاروں طیارے ایک ساتھ شکار نہیں ہو سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں ابو حاتم۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن پہلے حملے میں اگر ایک طیارہ بھی گرا لیا گیا تو ہمارا کام خود بخود آسان ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" طلحہ نے پوچھا۔

"اس طرح کہ ہر طیارہ شکن توپ کے حصے میں ایک طیارہ ہوگا۔ جب ایک طیارہ گر جائے گا تو تین طیاروں میں سے کسی ایک کے لیے توپوں کی تعداد دو ہو جائے گی۔ دو توپیں اگر کسی ایک طیارے کے پیچھے پڑ جائیں تو اس کا بچنا محال ہو جاتا ہے۔ جب دو طیارے گر جائیں گے تو باقی دو میں سے ہر ایک کے پیچھے دو توپیں لگی ہوئی ہوں گی اور وہ بہت آسانی سے مارے جائیں گے۔ بس خیال یہ رکھنا ہوگا کہ دو طیارے گرنے کے بعد کہیں ساری توپیں ایک ہی طیارے کے پیچھے نہ پڑ جائیں۔ ان کے پاس یہی ہدایات ہونی چاہئیں جن کے تحت ہر توپچی کو یہ معلوم ہو کہ اسے ابتدا میں کس طیارے کو نشانہ بنانا ہوگا۔"

"اس طرف سے بے فکر رہو۔" ابو حاتم نے کہا۔ "ہم طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں کو مکمل ہدایات دے دیں گے۔"

"اس کے علاوہ طیاروں کے ہوابازوں کی توجہ منتشر کرانے کے لیے عملے کے زیادہ تر لوگ عرشے پر موجود ہوں گے۔ طیارے جہاز کے قریب آنے لگیں گے تو وہ سب مل کر طیاروں کی طرف دیکھتے ہوئے خیر مقدمی انداز میں ہاتھ ہلائیں گے۔ انداز ایسا ہوگا جیسے سب لوگ طیاروں کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہواباز ایک تو جہاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ انہیں طیارہ شکن توپوں کی طرف دیکھنے کی مہلت نہیں ملے گی۔ اس دوران طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگ ترپالوں سے باہر آ جائیں گے اور تیزی سے طیاروں کو نشانے میں لے لیں گے۔ پہلے کی طرح اس بار بھی چاروں توپیں ایک ساتھ حرکت میں آئیں گی اور اس بار بھی پہلے ہی کی طرح وہ میری طرف سے پستول کے فائر کا انتظار کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ عمدہ منصوبہ ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "تمام لوگوں تک تمہاری ہدایات پہنچا دی جائیں گی۔"

"میرے ذہن میں ایک خلش ہے۔" ابو حاتم بولا۔ "جب بارہ طیارے اپنے مستقر تک واپس نہیں پہنچیں گے تو کیا وہ لوگ تشویش میں مبتلا ہو کر کوئی اور کارروائی نہیں کریں گے؟"

"شکر ہے تمہیں اس چیز کا خیال تو آیا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ بات شروع سے ہی میرے ذہن میں موجود ہے لیکن میں اس طرف سے زیادہ فکر مند اس لیے نہیں ہوں کہ ان لوگوں کی طرف سے فوراً ہی کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی۔ اس میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگے گا اور اب تھوڑی دیر بعد رات ہونے والی ہے۔ باقی ماندہ چار طیاروں سے نمٹنے کے فوراً بعد جہاز کا راستہ تبدیل کر دیا جائے گا۔ اسرائیلی حکام زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ جہاز کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے جو رات کے اندھیرے میں ان کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ ہمارا سفر زیادہ طویل تو ہے نہیں۔ صبح ہونے سے قبل ہی ہم اپنی منزل تک پہنچ چکے ہوں گے اور وہ لوگ جھک مارتے رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ابو حاتم نے کہا۔ "اب میں مطمئن ہو گیا۔"

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم لوگ جاؤ اور تمام انتظامات مکمل کر لو۔"

مسعود، طلحہ اور ابو حاتم چلے گئے۔ اولیور ہاورڈ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو اولیور ہاورڈ؟" میں نے کہا۔

اولیور ہاورڈ چونک پڑا۔ "تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔" اس نے کہا۔ "ماضی میں تمہارے ساتھ رعایت برت کے میں نے بھیانک غلطی کی ہے۔ اگر صرف تمہیں ختم کر دیا جائے تو عربوں کی قوت آدھی رہ جائے گی۔"

"تو اب کیا ارادہ ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا عمل باز خان۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر تم نے مجھے آزاد کر دیا اور بگی ہاورڈ کو بھی رہا کر دیا تو آئندہ میں تمہیں کوئی رعایت نہیں دوں گا۔ پہلا موقع ملتے ہی میں تمہارا خاتمہ کر دوں گا۔ تم جیسے خطرناک شخص کو کوئی رعایت دینا اسرائیلی مفادات سے غداری کے مترادف ہے۔"

"میں تمہاری صاف گوئی سے بہت خوش ہوا ہوں ۔۔۔ ہاورڈ۔ یقین کرو کہ اس صاف گوئی کے باوجود میں اپنے ہر وعدے کا پاس کروں گا۔ یہ مشن مکمل ہو لینے دو۔ وعدے کے مطابق تمہیں کوئی بھی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے گا۔ بگی کو بھی میں رہا کر دوں گا۔ یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور یہ دشمنی کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہم دونوں اپنی اقوام کے مفادات کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے یہ توقع رکھنی بھی نہیں چاہیے کہ ہم

میں سے کوئی بھی دوسرے فریق کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھے گا۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر تم مجھے زندہ کیوں چھوڑ دو گے؟ اس لحاظ سے تو تمہیں چاہیے کہ تم مجھے ہلاک کر دو۔"

"یہ میرے ذاتی اصول کی بات ہے۔ چونکہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا لہٰذا میں خود کو وعدہ نبھانے کا پابند تصور کرتا ہوں۔"

"کاش کوئی ایسی صورت ممکن ہوتی کہ تم میرے ساتھ مل کر کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔" اولیور ہاورڈ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اولیور ہاورڈ۔ اور اب میرے ساتھ ریڈیو روم میں چلو۔ طیارے کسی وقت بھی یہاں آ پہنچ سکتے ہیں۔"

"لیکن تمہیں تو اس دوران عرشے پر موجود رہنا ہوگا۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

"طیارے آسانی سے جہاز کے قریب نہیں آئیں گے۔" میں نے کہا۔ "میں وہ گفتگو سننا چاہتا ہوں جو تمہارے اور ہوابازوں کے درمیان ہوگی۔ رہی عرشے پر میری موجودگی کی بات تو تم اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں عین وقت تک عرشے پر پہنچ جاؤں گا۔"

میں اولیور ہاورڈ کو لے کر ریڈیو روم میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے میں نے متعلقہ لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ طیاروں کے فضا میں نمودار ہونے کے بعد ہر لمحے مجھے ان کی پوزیشنوں سے آگاہ رکھا جائے۔

ہمیں ریڈیو روم میں پہنچے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہونا شروع ہو گئے۔

"ہیلو ریٹ ازرس کال، ہیلو ریٹ ازرس کال ۔۔۔" ٹرانسمیٹر سے مسلسل آواز آ رہی تھی۔

"لو تمہارے سمندری پرندے آ گئے۔" میں نے اولیور ہاورڈ سے کہا۔ "اب ان سے گفتگو کرو۔"

اولیور ہاورڈ بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ "ہیلو سی گل ریٹ ازرس ود لوٹ؟" اس نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "تم لوگ کہاں رہ گئے تھے؟"

"پہلے اپنا کوڈ نمبر دہراؤ پھر کسی سوال کا جواب ملے گا۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔

"کروزل ریڈون۔" اولیور ہاورڈ غرایا۔ "اب میں تم سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہوں۔"

"وی آر اسکواڈرن تھری سر۔" اس بار آواز حیرت انگیز طور پر نرم تھی۔ "آپریشن آرمس کلونیپ؟"

"ٹھیک ہے۔ میں مطمئن ہو گیا لیکن ہم ڈھائی گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ جہاز کے عملے میں بے چینی پھیل رہی ہے۔ میں اعلیٰ حکام سے تمہاری رپورٹ کروں گا اور تم سب کو ملازمتوں سے برطرف کر دینے کی سفارش کروں گا۔" اولیور ہاورڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہماری کوئی غلطی نہیں ہے سر۔" بوکھلائی ہوئی آواز آئی۔ "کیا یہاں کوئی طیارہ نہیں پہنچا؟"

"میں تم سے اور کیا کہہ رہا ہوں۔" ہاورڈ غرایا۔ "پچھلے ڈھائی گھنٹے سے ہم تمہارے انتظار میں سولی پر لٹکے ہوئے ہیں۔"

"لیکن سر وہاں سے تو طیاروں کے دو گروپ روانہ ہو چکے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر طیارے روانہ ہوتے تو یہاں ضرور پہنچے ہوتے۔"

"ہم انہی طیاروں کی تلاش میں یہاں آئے تھے جناب لیکن آپ یہ حیرت انگیز خبر سنا رہے ہیں۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تب تو یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔" اولیور ہاورڈ نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں جناب! اور دوسرے گروپ کی روانگی کے بعد جب پہلا گروپ واپس نہیں پہنچا تو ہمیں تشویش ہوئی اور ہم دریافت حال کی غرض سے قبل از وقت ہی ادھر چلے آئے۔ اب سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے؟"

"تم اپنے گروپ کے ساتھ جہاز پر پرواز کرو۔" اولیور ہاورڈ نے کہا۔ "یہ بہت اہم ہے۔ اس دوران میں وائرلیس پر اسرائیلی حکام کو صورت حال سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

اس مرحلے پر مجھے اطلاع مل گئی کہ طیارے جہاز کی طرف آ رہے ہیں۔ میں نے فوری طور پر اولیور ہاورڈ کو چھوڑا اور ریڈیو روم سے نکل کر عرشے کی طرف دوڑ پڑا۔

عرشے پر میری ہدایت کے مطابق عملے کے بہت سے افراد جمع تھے اور قریب آتے ہوئے طیاروں کی جانب دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ چاروں طیارے نیچی پرواز کر رہے تھے۔ میں نے طیارہ شکن توپوں کی طرف دیکھا۔ ان پر متعین لوگ ترپالوں میں پوشیدہ تھے۔

چاروں طیارے پرواز کرتے ہوئے جہاز کے اوپر سے گزر گئے۔ ان کے جہاز سے آگے نکلتے ہی طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں نے اپنے اوپر سے ترپالیں اتار پھینکیں اور طیارہ

شکن توپوں کو حرکت دینے میں مصروف ہو گئے۔ وہ طیاروں کے نشانے سے بچتے تھے۔ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور طیاروں کی طرف متوجہ ہو گیا جو ایک طویل چکر کاٹنے کے بعد دوبارہ جہاز کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

ابھی طیارے جہاز سے خاصے فاصلے پر تھے کہ دفعتاً انھوں نے اوپر کی جانب اٹھنا شروع کر دیا۔ ان کی بلندی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ میں یہ تو نہیں سمجھ سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے لیکن یہ بات واضح تھی کہ طیاروں کی بلندی جتنی زیادہ ہوتی طیارہ شکن توپوں کے لیے انھیں گرانا اتنا ہی دشوار ہوتا چلا جاتا۔

میں نے سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کیے بغیر پستول سے فائر کر دیا اور اس کے ساتھ ہی چاروں طیارہ شکن توپیں گرجنے لگیں۔ فضا میں سرخ چمکدار گولوں کی دھواں اڑاتی لکیریں کھنچ گئیں۔ میری نگاہیں چاروں طیاروں پر جمی تھیں جو بڑی تیزی سے دائیں بائیں ہٹ رہے تھے۔ پھر فوراً ہی میں نے ان میں سے ایک طیارے سے دھواں اٹھتے دیکھا اور طیارہ فضا میں قلابازیاں کھانے لگا۔ عرشے پر موجود لوگوں نے نعرے لگا کر خوشی کا اظہار کیا۔

تینوں طیارے مختلف سمتوں میں فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے مگر ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ ان پر مسلسل طیارہ شکن توپوں کے گولوں کی بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ ہموار پرواز نہیں کر پا رہے تھے۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر دوسرے طیارے کو بھی مار گرایا گیا۔

اب فضا میں فقط دو طیارے رہ گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ان طیاروں کے ہوا باز حد درجہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ اب تک جہاز سے دور نہیں نکل پائے تھے۔ وہ کسی ایک سمت میں پرواز نہیں کر رہے تھے۔ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ ہر طرف تو ان کی راہ میں طیارہ شکن توپیں حائل تھیں اور اب تو ایک طیارے پر دو دو توپیں گولے برسا رہی تھیں۔ میں واضح طور پر دیکھ رہا تھا کہ ایک توپ طیارے کے آگے گولے برسا کر اسے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی اور دوسری طیارہ شکن توپ طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

چند ہی منٹ کے اندر اندر یہ فیصلہ کن مرحلہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ دونوں طیاروں کو کامیابی سے ہٹ کر لیا گیا اور اس جھنجھٹ سے ہماری جان چھوٹ گئی۔

مسعود طلحہ اور ابوحاتم طیارے تباہ ہونے کے فوراً بعد عرشے پر نمودار ہو گئے۔

"اب تو ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی؟" طلحہ نے آتے ہی کہا۔

"ہاں!" میں نے کہا۔ "جہاز کے کپتان سے کہو کہ فوراً جہاز کا راستہ تبدیل کر دے۔"

"ہم نے پہلے ہی اسے ہدایت کر دی تھی کہ طیارے تباہ ہوتے ہی جہاز کا رخ بدل دے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "اس وقت وہ اسی کام میں مصروف ہوگا۔"

"تو اولیو ہاورڈ بھی آ گیا!" میں نے کہا۔ "اس بار اس کے ساتھ جتنی زیادتی ہوئی ہے اس کے پیش نظر مجھے اس سے ہمدردی ہو چلی ہے۔"

"دشمن کسی حال میں بھی ہمدردی کے مستحق نہیں ہوتے۔" ابوحاتم نے کہا۔

میں ابوحاتم کو کوئی جواب نہ دے سکا کیونکہ اولیو ہاورڈ نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"مجھے بقیہ چار طیاروں کی تباہی کی خبر بھی مل چکی ہے۔" اس نے آتے ہی کہا۔

"ہماری یہ کامیابی تمہارے تعاون کی رہین منت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے تعاون کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

"اس بات پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ کچوکے لگاتا رہے گا۔" اولیو ہاورڈ نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "جاؤ، اپنے کیبن میں جا کر آرام کرو۔"

"اب میرے مقدر میں آرام کہاں، اسرائیل کے اتنے بے گناہ لوگوں کا خون میری گردن پر ہے کہ شاید اب میں کبھی سکون کی نیند نہیں سو سکوں گا۔"

"میرے ساتھ چلو اولیو ہاورڈ۔" میں نے نرمی سے اسے بازو سے پکڑ کر کہا۔ "میں تمہیں نیند کی گولی دوں گا۔ تمہیں پرسکون نیند کی ضرورت ہے۔"

میں اولیو ہاورڈ کو اس کے لیے مخصوص کیبن تک لایا اور اسے اپنے سامنے نیند کی گولی کھلوائی اور اس وقت تک اس کے پاس ہی بیٹھا رہا جب تک کہ وہ گہری نیند نہیں سو گیا۔ وہ بہت بجھا بجھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس وقت ہمدردی کا مستحق بھی تھا۔ میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور تھا کہ وہ آہنی اعصاب کا مالک ہے۔ اس کی جگہ کسی اور کو اپنی مرضی کے خلاف اتنے بڑے بڑے کام کرنے پڑتے تو یقیناً وہ پاگل ہو گیا ہوتا۔

اولیو ہاورڈ کے کیبن سے نکل کر میں طلحہ اور ابوحاتم کے

پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں اب بھی ایک کیبن میں بیٹھے تھے۔ میں ان کے مقابل والی دیوار گیر نشست پر بیٹھ گیا۔ "کیا مذاکرات ہو رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ جب ایک اجنبی جنگی جہاز اس عرب ملک کی سمندری سرحد میں داخل ہوگا تو کیا ہوگا؟" طلحہ نے کہا۔

"تم ہی لوگ انھیں مطمئن کرو گے۔" میں نے کہا۔ "کیا خیال ہے ہم کب تک وہاں پہنچ جائیں گے؟"

"صبح پانچ بجے کے قریب ہم اس ملک کی سمندری حدود میں داخل ہو چکے ہوں گے۔" ابوحاتم نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ امید تو نہیں ہے کہ اب ہمیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن احتیاط ضروری ہے۔ ہم رات بھر جاگتے رہیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا۔" ابوحاتم بولا۔ "کچھ لوگ رات بھر باری باری جاگتے رہیں گے تاکہ کسی بھی ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کیا جا سکے۔"

لیکن ہمیں کسی ہنگامی صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور پوری رات سکون سے گزر گئی۔

صبح پانچ بجے کے قریب جب ہمارا جہاز اس ملک کی سمندری حدود میں داخل ہوا تو ہمارے جہاز کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

"ہیلو، تم کون ہو اور بلا اجازت ہمارے ملک کی حدود میں کیوں داخل ہوئے ہو؟ تم اجنبی ہو اور اگر تم نے اپنی شناخت نہ کرائی تو تمہارا جہاز تباہ کر دیا جائے گا۔ ہیلو، تم کون ہو؟ تمہیں وارننگ دی جاتی ہے کہ فوراً اپنی شناخت کراؤ ورنہ تمہیں تباہ کر دیا جائے گا۔"

اس موقع پر مسعود طلحہ نے ان لوگوں سے بات کی اور انھیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ ہم ان کے اعلیٰ حکام کو اپنی شناخت کرا دیں گے۔

ملگجی روشنی میں ہم اپنے جہاز کے اطراف میں ان کے چار فریگیٹ دیکھ سکتے تھے جنھوں نے پوری طرح ہمیں گھیرے میں لے رکھا تھا۔ میں اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ لوگ پوری طرح مستعد تھے۔ جہاز کے آلات ایک آبدوز کی بھی نشاندہی کر رہے تھے۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس ملک کی بحری قوت خاصی مستحکم معلوم ہو رہی تھی۔

ہمارے سفر کا اختتام ایک ایسی بندرگاہ پر ہوا جو خالصتاً فوجی مقاصد کے استعمال کے لیے مخصوص تھی۔ بندرگاہ پر اعلیٰ فوجی اور سول حکام کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ طلحہ اور ابوحاتم کے لیے انھیں مطمئن کرنا بہت آسان کام ثابت ہوا لیکن ان سب کے چہرے پر ناقابل بیان حیرت کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"یہ علی یار خان ہیں۔" طلحہ نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "تنظیم آزادی فلسطین کے لیے انھوں نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو یہ سارا اسلحہ اسرائیل پہنچ گیا ہوتا۔ اس کے علاوہ ہم میں سے ایک بھی فرد زندہ نہ بچ پاتا۔"

ان لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے میرا خیر مقدم کیا اور پھر ہمیں بڑے احترام سے ایک رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اولیو ہاورڈ کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا اور اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

اسی روز شام کو ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں حکومت کے اہم عہدے دار موجود تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ لائن آف کرنل کو اسلحے کی وصولیابی کا پیغام بھیج دیا گیا ہے۔ جہاز کی تبدیلی کے بارے میں انھیں کچھ نہیں بتایا گیا۔ اسی میٹنگ میں طلحہ اور ابوحاتم سے کہا گیا کہ وہ اس مہم کی تفصیلات سے تمام لوگوں کو آگاہ کریں۔

طلحہ اور ابوحاتم نے اپنے اغوا سے لے کر طیاروں کی تباہی اور پھر جہاز کی یہاں آمد تک کی تمام باتیں بڑی تفصیل سے بیان کیں۔ تمام لوگوں کے چہروں پر بے یقینی کے تاثرات تھے اور سب کی نگاہیں بار بار میری جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میری ہدایت کے مطابق اولیو ہاورڈ کے تذکرے سے گریز کیا گیا تھا۔

میٹنگ کے اختتام پر مجھے اس ملک کی شہریت پیش کی گئی اور اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔

ان ہنگاموں سے ذرا فرصت ملی تو میرے دل میں پھر وہی میٹھی سی کسک جاگ اٹھی جس میں ایک عجیب سی لذت ہوتی تھی۔ جب تک میں مصروف رہا... تہذیب ناگم ایکس ...... کا خیال تک نہیں آیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تہذیب کے بغیر میری دنیا ہی تاریک ہو گئی ہو۔ مجھے تشویش تھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہوگی؟

اب پہلی فرصت میں مجھے کوئٹے بل پہنچنا تھا اور وعدے کے مطابق نکی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرنا تھا۔ وہیں میری ملاقات تارینا ہاورڈ سے ہو سکتی تھی جس کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ اس نے میری خاطر تہذیب ناگم ایکس کی تلاش میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہوگی۔ ہر چند کہ مجھے اپنا مشن

تہذیب سائکم ایکس سے کہیں زیادہ عزیز تھا لیکن اس کے باوجود جی چاہتا تھا کہ عرصے سے بچھڑی ہوئی تہذیب کے ساتھ بھی کچھ وقت گزاروں اور اس دوران کسی اور جھنجٹ میں نہ الجھوں اور کچھ نہیں تو اس کی نشاندہی تو ہو۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ ہے کہاں؟

کچھ دیر بعد طلحہ اور ابو حاتم میرے کمرے میں پہنچ گئے۔ طلحہ مسکرا رہا تھا۔ "اب کیا ارادے ہیں علی؟" اس نے کہا۔ "یہاں کی ہی شہریت اختیار کرو گے یا کہیں اور جاؤ گے؟"

"کسی ایک جگہ مستقل رہائش کا تو میری زندگی سے تصور تک خارج ہو چکا ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب یہاں سے گیٹے جانے کا ارادہ ہے تاکہ کی پاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کر کے اپنا وعدہ پورا کر دوں۔"

"اولیو ہاورڈ تمہارا بدترین دشمن ہے۔" مسعود طلحہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ہے۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "لیکن اس بات سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"

"اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔" طلحہ کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہو گئی۔ "اسے ٹھکانے لگا کر ہمیشہ کے لیے اس سے جان چھڑا لو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو طلحہ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا۔"

"میں تو صرف پوچھ رہا ہوں۔" طلحہ نے جلدی سے کہا۔ "دراصل میں نے کسی سے شرط لگائی ہے۔"

"اس بات پر شرط لگائی ہے کہ میں اولیو ہاورڈ کو چھوڑوں گا یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اسی بات پر شرط لگائی ہے۔" طلحہ بولا۔

"تم نے اس شرط میں کیا دعویٰ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر یہ بات میں نے تمہیں پہلے بتا دی تو یہ فاؤل ہوگا۔"

"مجھے حیرت ہے طلحہ کہ تم مجھ سے اس قدر واقف ہونے کے باوجود مجھ پر کوئی ایسی شرط بھی لگا سکتے ہو جس میں تمہارے ہارنے کا خدشہ ہو۔"

"مجھے دو ٹوک الفاظ میں بتاؤ، پھر بعد میں پتا چلے گا کہ میں نے کیا شرط لگائی ہے۔"

"وعدہ پورا کرنا میرا ایمان ہے طلحہ! میں نے اولیو ہاورڈ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں گا۔"

"تو اب عرض کرتا ہوں جناب ابو حاتم!" طلحہ نے [illegible] ہو کر کہا۔ "آپ شرط ہار گئے۔ ایک ہزار ریال کی رقم میرے حوالے کر دیجیے۔"

"میں اس کا پابند ہوں طلحہ!" ابو حاتم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بے فکر رہو، ایک ہزار ریال کی رقم تمہاری ہو گئی۔"

"اوہ! تو تم دونوں آپس میں ہی شرط لگائے بیٹھے تھے۔"

"ہاں، ابو حاتم اس بات پر مُصر تھے کہ علی یار خان اولیو ہاورڈ کو کبھی رہا نہیں کریں گے۔" طلحہ نے کہا۔

مجھے ہنسی آ گئی لیکن میں نے ان سے مزید کچھ نہیں کہا۔

"تو تمہیں اب یہاں سے گیٹے جل روانگی کے انتظامات کرنا ہوں گے؟" ابو حاتم نے پوچھا۔

"میں تو فی الحال گیٹے ہی جاؤں گا اور تم لوگ بظاہر بیٹے لائن آف کروزل کا رخ کرو گے۔ مجھے تو ابھی حسب کر تہذیب یا کم ایکس کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔"

"کیا اس سلسلے میں اولیو ہاورڈ تمہاری مدد نہیں کر سکتا؟" طلحہ نے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اب تہذیب اس کے قبضے میں نہیں ہے اور وہ خود بھی نہیں جانتا کہ تہذیب بلکہ ایکس اب کہاں ہوں گی؟"

ابھی ہم لوگ باتیں کر ہی رہے تھے کہ کمرے کے باہر راہداری میں وزنی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں اور کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی۔ ہم چونک کر صورت حال معلوم کرنے کے لیے کمرے سے باہر نکلے۔ راہداری میں کچھ فوجی نظر آئے۔ ابھی ہم کچھ سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ اس کمرے کا دروازہ کھلا جس میں اولیو ہاورڈ مقیم تھا۔ کمرے سے ایک کرنل باہر نکلتا نظر آیا۔ اس کے عقب میں اولیو ہاورڈ تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئی تھیں۔ کرنل نے ہمیں دیکھا تو لپکتا ہوا ہماری طرف آیا۔

"میں معذرت خواہ ہوں حضرات!" اس نے کہا۔ "اصولاً تو مجھے پہلے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا لیکن حفظ ما تقدم کے طور پر میں نے پہلے یہ کارروائی مکمل کر لی۔ اب آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا نام اولیو ہاورڈ ہے۔ سی آئی اے کا ایک سابق عہدے دار اور موجودہ موساد کا ایک خطرناک کارکن۔ یہ شخص یہودی ہے اور تل ابیب میں رہتا ہے۔"

میرے جبڑے بھینچ گئے۔ "آپ کی تعریف؟" میں نے بھنچتے ہوئے لہجے میں کرنل سے کہا۔

"میں کرنل وحدت ہوں۔" اس نے کہا۔ "جب آپ لوگ اعلیٰ حکام کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے اس وقت میں نے اسے دیکھا تھا اور اپنی کمان سے اس کی گرفتاری کی

اجازت لینے چلا گیا تھا۔"

"تو آپ اجازت نامہ حاصل کر چکے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اگر میں آپ سے کہوں کہ اس شخص کو فوراً چھوڑ دیں تو کیا آپ میری بات مان لیں گے؟"

"جی!" کرنل کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں اس شخص سے بہت اچھی طرح واقف ہوں کرنل لیکن اس وقت یہ میرا ساتھی ہے اور میں اس کی رہائی کا خواہاں ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر علی!" کرنل نے کہا۔ "یہ شخص ہمارا بدترین دشمن ہے۔ تل ابیب کے ایک کیمپ میں میں اور میرے چند ساتھی اس کے قیدی رہ چکے ہیں۔ وہاں اس نے ہم پر جو مظالم کیے تھے وہ بھلائے نہیں جا سکتے۔ جو لوگ میرے ساتھ قید تھے آپ ان سے بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ شخص عربوں کا کتنا بڑا دشمن ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ اس انکشاف پر حیران رہ جائیں گے لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کا ساتھی ہے؟"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔" میں نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے سر!" کرنل نے جواب دیا۔

"آپ اسے کہاں لے جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر۔" کرنل نے کہا۔ "اسے اعلیٰ فوجی حکام کے سامنے پیش کیا جائے گا۔" کرنل ایڑیوں کے بل گھوما اور واپس چل دیا۔ اولیو ہاورڈ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

مسعود طلحہ اور ابو حاتم سناٹے میں رہ گئے تھے۔ جب تمام فوجی چلے گئے تو میں نے کہا۔ "اس انکشاف کے بعد کوئی کارروائی کرنے سے قبل ان لوگوں کو ہم سے رابطہ تو قائم کرنا چاہیے تھا۔ وہ ہم سے مشورہ تو کر سکتے تھے۔"

"ہاں، یہ ضروری تھا۔" طلحہ نے کہا۔ "لیکن تم پریشان نہ ہو۔ میں اس سلسلے میں بات کرنے جا رہا ہوں۔"

"اولیو ہاورڈ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے طلحہ!" میں نے کہا۔ "کسی قیمت پر بھی میں یہ بات برداشت نہیں کروں گا۔"

"میں سمجھتا ہوں علی!" طلحہ نے کہا اور پھر ابو حاتم کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ ان لوگوں کی یہ حرکت مجھے بہت ناگوار گزری تھی۔ یہ صرف زیادتی ہی نہیں غیر اخلاقی حرکت بھی تھی۔

طلحہ اور ابو حاتم کئی گھنٹوں بعد واپس آئے۔ ان کے چہروں سے ناکامی جھلک رہی تھی۔ "وزیر داخلہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔" طلحہ نے آتے ہی کہا۔

"تمہاری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"حکام کے دلوں میں ہاورڈ کے خلاف بے حد نفرت ہے۔ ان کے کچھ لوگوں کو اس سے براہ راست نقصانات پہنچے ہیں۔ وزیر موصوف تو تمہاری یہ خواہش سن کر بھی حیران رہ گئے کہ تم اس کی رہائی چاہتے ہو۔"

"گویا وہ اسے رہا کرنے پر تیار نہیں ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں بیروت سے رابطہ قائم کروں گا۔ ویسے ہم نے کوششیں ترک نہیں کی ہیں تاہم بہتر یہی ہوگا کہ تم وزیر داخلہ سے مل لو۔" مسعود طلحہ کے لہجے میں شکست خوردگی تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔

وزیر داخلہ نے مجھ سے دوسرے روز صبح ملاقات کی۔ مجھے وزارت داخلہ کے دفتر میں طلب کیا گیا تھا۔

"کیا یہ حقیقت ہے علی یار خان کہ آپ اپنے بدترین دشمن کی رہائی چاہتے ہیں؟" وزیر داخلہ نے مجھ سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ وہ میرا سب سے سخت حریف ہے لیکن چند وجوہات کے تحت میں اسے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے علی! یہ تو اتفاق ہے کہ وہ ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو ایسا موقع دوبارہ نہیں ملے گا۔ ہمارے لیے وہ اس اسلحے سے کم قیمتی نہیں ہے جو تم [illegible] کروزل سے یہاں پہنچا ہے۔ اسے کسی قیمت پر رہا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اگر مجھے اس سے کچھ معلومات درکار نہ ہوتیں تو کبھی اصرار نہ کرتا۔ لیکن وہ معلومات فلسطینی مقاصد کے لیے بے حد ضروری ہیں۔"

"ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ جب تک تم اس سے مطلوبہ معلومات نہ حاصل کر لو ہم اسے سزا نہ دیں۔" وزیر داخلہ نے کہا۔ "تمہیں اس سے ملاقات کی اجازت دی جا سکتی ہے اور جب تک تم نہیں کہو گے اس پر کوئی تشدد بھی نہیں کیا جائے گا۔"

"اس نوازش کے لیے بے حد مشکور ہوں۔" میں نے نیازمندی سے کہا۔ وزیر داخلہ نے مجھے اولیو ہاورڈ سے کسی بھی وقت بلا روک ٹوک ملاقات کرنے کا اجازت نامہ جاری کر دیا تھا۔

واپس رہائش گاہ پہنچا تو طلحہ اور ابو حاتم میرے منتظر تھے۔ میں نے انہیں اپنی اور وزیر داخلہ کی گفتگو کا ماحصل بتا دیا۔

"تم نے یہ پیشکش کیوں قبول کر لی تھی؟" ابو حاتم بولا۔ "میں اور طلحہ یہاں سے سیدھے بیروت جا رہے ہیں۔ ہم ان لوگوں پر اولیو ہاورڈ کی رہائی کے لیے دباؤ ڈلوائیں گے۔"

"تم لوگ یہاں سے سیدھے لائن آف کروزل جاؤ گے۔" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کام میرے ہاتھوں بگڑا ہے اُسے سنوارنا میں اپنی ذمے داری تصور کرتا ہوں۔"

طلحہ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے الفاظ کی تہہ میں بہت سے طوفان پوشیدہ ہیں۔

"آدمی کو بہت سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔" اُس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "تم بہت جذباتی ہو۔ اپنے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر لینا۔"

"ہاں طلحہ، میں بہت جذباتی ہوں۔ وہ بھی صرف ایک جذبہ ہی تو تھا جس نے میری زندگی کا رُخ بدل ڈالا۔ ایبرن ہال میں فضول گزاری کرنے والے بیہودہ رجحانات بھی کہتے ہیں۔ اگر میں وہاں صرف خاموش تماشائی بنا رہتا تو آج اپنے ملک میں وکیل ہوتا اور دولت کے انبار لگا رہا ہوتا۔ اور اب میں نے اولیو ہاورڈ سے ایک وعدہ کر لیا ہے۔ چونکہ میں جذباتی ہوں اس لیے اپنی جان پر کھیل کر بھی وعدہ پورا کروں گا۔ ممکن ہے غیر جذباتی لوگ اپنے وعدے بھول جاتے ہوں۔ کسی کو صرف جذباتی کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ کہنے والا خود بھی جذباتی ہوتا ہے کہ زندگی تو عبارت ہی جذبات سے ہے۔ آدمی میں اگر جذبات ہی نہ رہیں تو وہ مُردہ کہلائے گا۔"

طلحہ اور ابو حاتم بہت دیر تک مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر تھک ہار کر وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں اولیو ہاورڈ سے ملنے جا پہنچا۔ مقصد صرف یہ دیکھنا تھا کہ اُسے اذیت تو نہیں دی جا رہی۔ میں اولیو ہاورڈ سے تنہائی میں نہیں ملا حالانکہ مجھ پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی مگر میں نے کرنل وحدت کی موجودگی میں اُس سے ملاقات کو زیادہ بہتر سمجھا۔ ایسا کرنے میں میری ایک خاص مصلحت تھی۔ میں نے اولیو ہاورڈ سے چند اُلٹے سیدھے سوالات کیے۔ اُس نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے مجھے گھورتا رہا۔ اس کے انداز میں تحقیر تھی۔ اُس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا۔

"آپ کا رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔" کرنل وحدت نے مجھ سے کہا۔ "اگر آپ کو اس سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں تو اُن کے لیے یہ طریقہ تو مناسب نہیں ہے۔"

"آپ کو اس سلسلے میں اوپر سے کچھ ہدایات ضرور ملی ہوں گی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، وہ تو ملی ہیں لیکن اولیو ہاورڈ جیسے لوگ اس طرح راہ راست پر نہیں آتے۔ ان کے ساتھ سختی برتنا پڑتی ہے۔"

"پہلے آپ مجھے کوشش کر لینے دیجیے۔ میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر آپ کو ضرور زحمت دوں گا۔"

کرنل وحدت خاموش ہو گیا اور میں اُس سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔

اگلے روز طلحہ اور ابو حاتم لائن آف کروزل روانہ ہو گئے۔ میں انھیں الوداع کہنے گیا۔

"ہمیں اجازت دو علی تو ہم اولیو ہاورڈ کی رہائی کے لیے ان لوگوں پر دباؤ ڈلوائیں۔" طلحہ نے کہا۔

"میں تمھیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن شاید تم مجھے کچھ بھی نہیں سمجھتے ورنہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر اس قدر اصرار نہیں کرتے۔ میں نے ایک بار کہہ دیا کہ جو کام میرے ہاتھوں بگڑا ہے اُسے میں خود سنواروں گا۔ یہ بات آخر تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

"ٹھیک ہے علی، تمھیں اس بات سے تکلیف پہنچی میں معافی چاہتا ہوں لیکن جب تک تمھاری کامیابی کی خبر نہیں سن لوں گا شاید ٹھیک سے سو بھی نہ سکوں۔"

"آج تک میں ہمیشہ دشمنوں کے چنگل میں پھنستا رہا مگر مجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ کامیابی نے ہمیشہ میرے قدم چومے۔ یہ لوگ تو پھر بھی دوست ہیں، کچھ نہ کچھ رعایت تو ضرور ہی کریں گے۔ تم دیکھ لینا، میں اولیو ہاورڈ کو ان کی قید سے صاف نکال لے جاؤں گا۔"

"میری دعائیں تمھارے ساتھ رہیں گی علی۔" طلحہ نے کہا۔ پھر وہ دونوں رخصت ہو گئے۔

میں جلد از جلد یہاں سے گوٹے بل کے لیے روانہ ہو جانا چاہتا تھا مگر اولیو ہاورڈ کی وجہ سے مجبور تھا۔ اُسے چھوڑ کر چلے جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اُسے اُن کی قید سے رہا کرانے کے لیے میرے ذہن میں کوئی قابلِ عمل منصوبہ بھی نہیں تھا۔

اسی عالم میں چند روز گزر گئے۔ میں روزانہ کرنل وحدت کی موجودگی میں اولیو ہاورڈ سے ملاقات کرتا، اُس سے بے ربط سوالات کرتا اور واپس چلا آتا۔

اُس ملک کے لوگوں سے مجھے اس کے علاوہ اور کوئی شکایت نہیں ہوئی کہ انھوں نے اولیو ہاورڈ کو قید کر رکھا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ فوجی اور سول حکام سے میرے روابط ہو گئے تھے۔ وہ سب میری بہت عزت کرتے تھے۔ میں اُن سب سے تعلقات بڑھانے میں مصروف رہا۔

انھی لوگوں میں ایک نوجوان ابراہیم وسعت بھی تھا۔ اُس کا تعلق ایئر فورس سے تھا۔ ابراہیم بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج نوجوان تھا اور میرا کچھ زیادہ ہی گرویدہ تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ میرے بہت کام آ سکتا ہے۔

"جب تک آپ کا قیام یہاں ہے مسٹر علی، میں آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہوں گا۔" ابراہیم نے ایک روز مجھ سے کہا۔

"ضرور رہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "لیکن معلوم نہیں کب تمھیں کسی مہم پر روانہ کر دیا جائے۔"

"نہیں جناب! ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں ابھی تربیتی مراحل میں ہوں چنانچہ کسی مہم پر بھیجے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"او ہو ابراہیم! کیا تم اپنی تربیت میں بھی نامکمل ہو؟"

"یہ بات نہیں مسٹر علی! میں نے سب سے اپنی صلاحیتیں تو تسلیم کرا لی ہیں لیکن مجھے کسی مہم پر اس وقت تک نہیں بھیجا جا سکتا جب تک کہ میں تربیت کی ایک خاص مدت مکمل نہ کر لوں اور اُس میں ابھی پورا ایک ماہ باقی ہے۔"

"کیا تمھارے سپرد کوئی طیارہ نہیں کیا جاتا؟"

"کیوں نہیں، روزانہ ہی میں کسی نہ کسی طیارے پر تربیتی پرواز کرتا ہوں اور اُسے کر دور دور تک نکل جاتا ہوں۔"

"تم نے کوئی ایسا کارنامہ بھی سرانجام دیا ہے جس کے باعث تمھاری مہارت تسلیم کی گئی ہو؟"

"میں خود کیا بتاؤں مسٹر علی۔" ابراہیم جھینپتے ہوئے انداز میں بولا۔ "اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہو جائے گی۔"

"نہیں تم بتاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہمارے ملک میں سرحد کے قریب ایک علاقہ ہے جسے فوجی اصطلاح میں وائٹ ٹیمپل ایسٹ کہا جاتا ہے۔ وہاں چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ایک مستطیل میدان ہے۔ میں نے اُس میدان میں طیارہ اُتار دیا تھا اور پھر اُسے وہاں سے واپس بھی لے آیا تھا جبکہ دوسرے ہوا باز یہ خطرہ مول نہیں لیتے۔"

"واقعی یہ تو کمال کی صلاحیت ہے۔" میں نے معترفانہ انداز میں کہا۔ "لیکن کیا سرحدی محافظوں نے اس پر اعتراض نہیں کیا؟ اُس ملک کا کیا نام ہے جس کی سرحد میں تم نے طیارہ اُتارا تھا؟"

جواب میں ابراہیم نے اُس ملک کا نام بتایا۔ "اس ملک سے ہمارے برادرانہ تعلقات ہیں جناب! اس لیے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے ابراہیم۔" میں نے کہا۔ "کسی روز تمھارا یہ کمال بھی دیکھیں گے۔"

"ضرور جناب، مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

"لیکن کیا تم مجھے اپنے ساتھ جہاز پر لے جا سکو گے؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں مسٹر علی، میں بہ آسانی آپ کے لیے اجازت حاصل کر لوں گا۔"

"کمال ہے! کیا ایسا ممکن ہے؟ میرا مطلب ہے ایئر فورس کے جہاز پر۔۔۔"

"وہ ایئر فورس کے لباس ضرور ہیں جناب لیکن تربیتی طیارے ہیں۔ اُن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔"

"پھر کب چل رہے ہو؟"

"جب بھی آپ کا پروگرام ہو، صرف ایک روز قبل مجھے مطلع کر دیں۔ میں اجازت نامہ حاصل کر لوں گا۔"

اُس روز میں حسبِ معمول اولیو ہاورڈ سے ملنے گیا۔ کرنل وحدت اُس روز بھی میرے ساتھ تھا۔ اولیو ہاورڈ سے وہی بے تکے سوالات کر کے جب میں باہر نکلا تو معمول کے مطابق کرنل وحدت نے پھر اپنے مکالمے دہرائے۔

"گھی کبھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلتا مسٹر علی! اس کے لیے انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑتی ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔ "پھر کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ مجھے اجازت دیں۔ میں اُسے الف کی طرح سیدھا کر دوں گا اور وہ فرفر بولنے لگے گا۔"

"میرا خیال ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر اس نیک کام کی ابتدا کب کر دی جائے؟"

"نیک کام میں دیر کس بات کی؟" کرنل وحدت نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "ابھی لے چلتے ہیں اُسے۔"

"ابھی نہیں کرنل۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کل میں آخری کوشش کروں گا۔ اس کے بعد آپ کو اجازت ہو گی۔ اس کے ساتھ جو بھی سلوک چاہیں کیجیے گا۔"

کرنل وحدت کے پاس سے اپنی رہائش گاہ پر واپس آنے کے بجائے میں ابراہیم کے گھر چلا گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اُس کے گھر بھی آ سکتا ہوں۔ وہ مجھے سیدھا اپنے کمرے میں لے گیا۔ "آپ

نے کیوں زحمت کی۔ مجھے بُلوا لیا ہوتا۔" اُس نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں ہنس پڑا۔ "میں اِدھر سے گزر رہا تھا، سوچا تم سے بھی ملتا چلوں۔"

"میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے۔"

"کل مجھے کوئی کام نہیں ہے ابراہیم! میں نے سوچا تمہیں بتا دوں کہ کل میں تمہارے ساتھ پرواز پر چلوں گا۔"

"ٹھیک ہے جناب! کل شام چار بجے فوجی ائیر پورٹ پہنچ جائیے گا یا اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ساتھ ہی لیتا چلوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے ابراہیم! میں کل شام چار بجے فوجی ائیر پورٹ پہنچ جاؤں گا۔"

ابراہیم کے پاس سے میں جلد ہی اُٹھ گیا۔ جو پروگرام میرے ذہن میں تھا اُس پر عمل درآمد کے لیے بہت سے کام کرنا تھے۔ میں نے بازار کا رُخ کیا۔ مجھے چند مخصوص اشیاء درکار تھیں جو وہاں کی دکانوں پر بڑی مشکل سے دستیاب ہو سکیں۔ یہ ساری چیزیں میک اپ کے کام میں استعمال ہوتی تھیں لیکن اُس ملک میں چونکہ میک اپ کا کوئی تصور نہیں تھا اس لیے کسی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ میں نے جو سامان خریدا ہے وہ میک اپ کے کام میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

بازار سے واپسی میں مجھے کافی دیر ہو چکی تھی مگر میرے لیے وقت سے زیادہ اس بات کی اہمیت تھی کہ مجھے تمام مطلوبہ سامان مل گیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچتے ہی میں کام میں مصروف ہو گیا۔ کام بہت مشکل تھا مگر میں بھی نا تجربے کار نہیں تھا۔ اس کے باوجود مجھے اپنا کام مکمل کرنے میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ اور جب میں سونے کے لیے لیٹا تو تین بج چکے تھے۔

اگلے روز حسبِ معمول میں دوپہر کے وقت اولیو باورڈ کے پاس جا پہنچا۔ میں کرنل وحدت کو ساتھ لینا نہیں بھولا تھا۔ میں نے اولیو باورڈ کے پاس پہنچ کر اپنا معمول دُہرایا یعنی اُس سے کچھ سوالات کیے اور اُس نے حسبِ عادت خاموشی اختیار کیے رکھی۔ میں نے کرنل وحدت کو کوٹھری سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

"دیکھ لیا آپ نے؟" کرنل وحدت نے باہر نکلتے ہی کہا۔ "یہ شخص کتنی ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہا ہے!"

"میں اسی لیے آپ کو باہر لایا ہوں۔ میری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ اب یہ بغیر تشدد کے زبان نہیں کھولے گا۔۔۔"

"تو پھر اسے اذیت خانے میں لے چلیں!" کرنل وحدت بجلی اُٹھا۔

"دراصل میں خود اس پر تشدد کر کے اس کی زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ضرور ضرور! مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ ٹھہریئے میں ابھی اسے اذیت خانے لے چلنے کا انتظام کرتا ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا اور چلا گیا۔ میں وہیں ٹھہر کر اُس کا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کرنل وحدت واپس آ گیا۔ اُس کے ساتھ دو فوجی بھی تھے۔ اُن دونوں فوجیوں نے کوٹھری کا دروازہ کھول کر۔۔۔ اولیو باورڈ کو باہر نکال لیا۔

اُس کے بعد ہمیں ایک جیپ میں سفر کرنا پڑا۔ سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ جیپ سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی ایک عمارت کے سامنے رُکی تھی۔ دونوں فوجیوں نے اولیو باورڈ کو جیپ سے اُتارا۔ ہم سب عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ عمارت کے دروازے پر فوجی تعینات تھے جنھوں نے کرنل وحدت کو سیلوٹ کیا تھا۔

کئی راہداریوں سے گزر کر ہم جس وسیع و عریض کمرے میں داخل ہوئے اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہاں اذیت رسانی سے متعلق ہر قسم کا جدید ترین ساز و سامان موجود تھا۔ کرنل وحدت کے بارے میں میرا اندازہ تو یہی تھا کہ وہ ایذا رساں فطرت کا مالک ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس نے اُس قدر جدید عقوبت خانہ بنا رکھا ہے۔

فوجیوں نے اولیو باورڈ کی ہتھکڑیاں کھولیں اور اُسے ایک شکنجے سے جکڑ کر واپس چلے گئے۔ اولیو باورڈ کے چہرے پر حقارت پھیلی ہوئی تھی اور ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ بکھری نظر آ رہی تھی۔

"ہر آدمی کبھی نہ کبھی اپنی سطح سے گرتا ضرور ہے۔" اولیو باورڈ نے تنفر آمیز انداز میں کہا۔ "میں نے کئی بار تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی اور ہمیشہ یہی سمجھتا رہا کہ تمہارے مقابلے میں میں نے کمینگی کا ثبوت دیا ہے لیکن آج تم بھی اپنی سطح سے گر گئے اور میرا ضمیر مطمئن ہو گیا!"

"کیا تم بھی ایسی جذباتی حماقتیں کرتے رہتے ہو علی؟" کرنل وحدت نے حیرت سے کہا۔ "یہ باتیں قصے کہانیوں میں تو اچھی لگتی ہیں لیکن عملی زندگی میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ شاید یہ تمہاری نا تجربے کاری ہے۔ لیکن خیر! عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ تم میں پختگی آ جائے گی!"

"آپ جیسے تجربے کار لوگوں کی صحبت حاصل رہی تو یقیناً میری خامیاں دور ہو سکتی ہیں!" میں نے انکساری سے کہا۔ "اب میں اپنا کام شروع کر دوں؟"

"بالکل، دیر کس بات کی ہے؟" کرنل نے کہا۔

"کوئی آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کرے گا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی میری مرضی کے خلاف یہاں قدم بھی رکھ سکے!"

"ٹھیک ہے!" میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔ "ذرا ایک بات تو سُنیں کرنل!" میں نے اس انداز میں کہا جیسے جو بات میں کرنا چاہتا ہوں اُسے اولیو باورڈ سے چھپانا مقصود ہے۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟" کرنل وحدت نے میرے قریب آ کر پوچھا۔

میں نے کچھ کہے بغیر اچانک ہی کرنل وحدت کی گردن دونوں ہاتھوں سے جکڑ لی۔ اُس کے ہوش اُڑ گئے اور اُس نے جدوجہد کرنا شروع کر دی مگر میں اُس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ہاتھ پیر ڈال دیے اور بے ہوش ہو کر میرے بازوؤں میں جھول گیا۔ میں نے اُسے کمرے کے فرش پر لٹا دیا۔

اولیو باورڈ کے چہرے پر حیرت ہی حیرت بکھری ہوئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر جیب سے ایک سرنج نکالی جس میں پہلے سے دوا بھری ہوئی تھی۔ میں نے نہایت اطمینان سے اُس کے بازو میں انجکشن لگایا اور خالی سرنج واپس جیب میں ڈال لی۔ مجھے یقین تھا کہ اس دوا کے باعث جو میں نے اُس کے بازو میں انجیکٹ کی ہے وہ دو تین گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آ سکے گا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں اولیو باورڈ کی طرف بڑھا اور جلدی جلدی اُس کی بندشیں کھول دیں۔ "کرنل وحدت کے لباس سے اپنا لباس تبدیل کر لو باورڈ!" میں نے اُس سے کہا۔

اولیو باورڈ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے کرنل وحدت کا لباس پہن لیا۔ اپنے کپڑے اس نے کرنل وحدت کو پہنا دیے تھے۔

میں نے اپنے لباس میں سے وہ ماسک نکالا جو میں نے بڑی محنت سے تیار کیا تھا۔ یہ کرنل وحدت کے چہرے کا مکمل ماسک تھا جو میں نے کئی گھنٹوں کی محنت سے تیار کیا تھا۔ ماسک کے آخری حصے اولیو باورڈ کی گردن پر چپکانے کے بعد میں نے تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ اب اُسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کرنل وحدت نہیں ہے۔ اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں کرنل وحدت کے پاس جا بیٹھا اور اُس کے چہرے پر اولیو باورڈ کا میک اپ کرنے لگا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں تھی اس لیے میں سکون سے اپنا کام کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔

"کرنل وحدت کے لباس کی جیبوں میں اُس کے سامنے کاغذات ہوں گے!" میں نے اولیو باورڈ سے کہا۔ "انھیں چیک کر لو!"

اولیو باورڈ نے لباس کی جیبیں چیک کیں۔ "سارے کاغذات موجود ہیں!" اُس نے بتایا۔

"اب تمہیں کرنل وحدت کی حیثیت میں میرے ساتھ باہر نکلنا ہے اور تمہیں کرنل وحدت کی جیپ ڈرائیو کرنی ہے۔ مختصر سا فاصلہ طے کر کے ہمیں فوجی ائیر پورٹ پہنچنا ہے۔ وہاں ایک طیارہ ہمارا منتظر ہوگا۔ طیارے کے ہوا باز کا نام ابراہیم وسعت ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو کرنل وحدت کی آواز کی نقل اتار لینا ورنہ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر فوجی علاقے میں داخل ہونے کے لیے کسی قسم کی پوچھ گچھ ہو تو اس شخص کے کاغذات دکھا دینا جس کے میک اپ میں تم ہو۔ اس کا نام کرنل وحدت ہے اور چونکہ یہ ایک بارعب آدمی ہے اس لیے تمہیں۔۔۔"

"میرے لیے اتنی معلومات بہت ہیں!" اولیو باورڈ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "وقت آنے پر میں سب کچھ کر لوں گا!"

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بجنے ہی والے تھے۔ میں نے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور اولیو باورڈ کو چلنے کا اشارہ کیا۔ کمرے سے باہر نکل کر ہم نے دروازہ باہر سے بند کیا اور عمارت سے باہر نکل آئے۔ عمارت میں جو لوگ ملے انھوں نے اولیو باورڈ کو کرنل وحدت سمجھ کر سیلوٹ کیا تھا اور اُس نے سر کی جنبش سے سب کا جواب دیا تھا۔

اولیو باورڈ بڑے بااعتماد انداز میں کام کر رہا تھا۔ وہ سیدھا کرنل وحدت کی جیپ میں بیٹھا اور اُسے ڈرائیو کرتا ہوا سڑک پر نکال لایا۔ میں اُس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

"میں راستوں سے واقف نہیں ہوں!" اولیو باورڈ نے کہا۔ "مجھے راستے بتاتے رہنا!"

ٹھیک چار بجے ہم ایئر فورس ایئر پورٹ کے داخلی گیٹ پر پہنچ گئے جہاں ابراہیم وسعت میرا منتظر تھا۔

"یہ دیکھیے!" اُس نے میری آنکھوں کے سامنے ایک کاغذ لہراتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کے لیے اجازت نامہ حاصل کر لیا ہے!"

"شکریہ!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ان سے ملو! یہ کرنل وحدت ہیں اور یہ بھی ہمارے ساتھ ہی چلنا چاہتے ہیں!"

"ان کے تذکرے تو بہت سُنے ہیں لیکن ملاقات آج پہلی بار ہوئی ہے!" ابراہیم نے بڑی گرم جوشی سے اولیو باورڈ

ہے مصافحہ کیا۔ "طرطری، ذلیل جنس سے متعلق ہونے کی وجہ سے ان کو ساتھ لے جانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

کرنل وحدت کی ہی جیپ میں ہم رن وے تک پہنچے۔ ابراہیم نے کرنل وحدت کو ساتھ لے جانے کے بارے میں متعلقہ لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

ہم نہایت اطمینان سے ابراہیم وسعت کے ساتھ تربیتی طیارے میں جا بیٹھے اور اپنے جسموں کے گرد سیٹ بیلٹس کس لیے۔ وہ ایک نائو سیٹر طیارہ تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ ابراہیم وسعت نے ٹرانسمیٹر پر کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کیا اور اُن سے اپنی پرواز کے سلسلے میں ہدایات حاصل کیں۔

میں نے ابراہیم سے اُس میدان کی طرف چلنے کی فرمائش کی تھی جس کا اُس نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا اور طیارہ اسی جانب رواں تھا۔

ہمیں پرواز کرتے ہوئے کوئی آدھا گھنٹا گزرا ہوگا کہ جہاز کے ٹرانسمیٹر کا بلب اسپارک کرنے لگا۔ ابراہیم نے مائیک آن کیا اور ٹرانسمیٹر پر بات کرنے لگا۔ میری پوری توجہ اُسی جانب تھی اسی لیے میں آواز یں سننے میں کامیاب ہو گیا ورنہ جہاز کے شور میں یہ ممکن نہ ہوتا۔

"کوڈ زیرو زیرو ون ناٹی، کوڈ زیرو زیرو ون ناٹی۔" اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔

"یس، ابراہیم وسعت۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

"ہم ایک سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔ تمہارے ساتھ جو شخص کرنل وحدت کی حیثیت سے سفر کر رہا ہے وہ موساد کا یہودی ایجنٹ اولیو ہارڈ ہے اور علی یار خان بھی اس وقت اس کے ساتھ مل گیا ہے۔ ان دونوں کو بے خبر رکھ کر چالاکی سے رن وے پر واپس لے آؤ۔ تین طیارے تمہارے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں جو ذرا دیر میں تم تک پہنچ جائیں گے۔ ضرورت پڑنے پر تم اُن سے مدد لے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟" ابراہیم وسعت نے پوچھا۔

"جو کچھ کہا گیا ہے اُسے دہرانا ضروری نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی تمہارے لیے مہلک ہو سکتی ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ ابراہیم نے پلٹ کر ہماری طرف دیکھا لیکن میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ اپنی جانب دیکھ کر وہ بری طرح بوکھلا گیا۔

"طیارہ اسی جگہ لینڈ کرے گا ابراہیم وسعت جہاں کے لیے ہم روانہ ہوئے ہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم... مگر مسٹر علی...!" ابراہیم ہکلا کر رہ گیا۔ اُس کے انداز میں بڑی بے بسی تھی۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا مگر میں بھی تو مجبور تھا۔

"میرے ساتھ تعاون کرو ابراہیم۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "جو کچھ میں کر رہا ہوں عربوں کے مفاد میں ہی کر رہا ہوں۔ تم تو مجھے جانتے ہی ہو۔ میں نے کبھی عرب مفادات کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ میری مجبوری ہے لیکن مجھ سے تعاون کر کے تم کسی غداری کے مرتکب نہیں ہو گے۔ یقین کرو!"

ابراہیم اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس کی اُلجھن اتنی شدید تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے وہ خود کو بھی فراموش کر بیٹھا۔ وہ تو جب طیارے نے غوطہ کھایا تو وہ اچانک سنبھلا اور ہینڈل کھینچ کر اُس نے طیارہ اوپر اُٹھا لیا۔ شاید وہ یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میری بات مانے یا نہ مانے۔

پھر شاید اُس پر فرض غالب آ گیا۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا۔ "میں مجبور ہوں مسٹر علی! اگر کوئی ذاتی مسئلہ ہوتا تو میں جان دے کر بھی آپ کی ہدایات پر عمل کرتا لیکن یہ قومی مسئلہ ہے اس لیے میں آپ کی بات ماننے سے قاصر ہوں اور طیارہ واپس موڑ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دوں گا ابراہیم وسعت! اور یہ میرے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا اس لیے کہ میرا مشن تمہاری زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ میری بات مان لو دوست! میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔"

"تو پھر آپ مجھے گولی ہی مار دیجیے مسٹر علی! میں سمجھوں گا دوستی کا حق ادا ہو گیا۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ آپ کے کسی کام آؤں لیکن میں اپنے فرض کے ہاتھوں مجبور ہوں اور یہ صرف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب میں زندہ نہ رہوں۔ میں نے طیارے کا رخ بدل دیا ہے۔ اب آپ لوگ فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

ابراہیم وسعت کی باتوں میں وزن بھی تھا اور اس کی باتیں متاثر کن بھی تھیں۔ میں چاہتا بھی تو اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔ ایک طرف میری اپنی ساکھ اور آزادی داؤ پر لگی ہوئی تھی اور دوسری طرف ابراہیم ہٹ دھرمی پر آمادہ تھا۔ مجھے فوراً ہی کسی فیصلے پر پہنچنا تھا اس لیے کہ کچھ ہی دیر بعد وہ تینوں طیارے بھی وہاں پہنچنے والے تھے۔

دفعتاً میری نگاہ اُن پیراشوٹس پر پڑی جو طیارے میں

موجود تھے۔ میں نے فوراً ہی اولیو ہارڈ کی توجہ اُن کی طرف مبذول کرائی اور اُسے پیراشوٹ باندھنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہارڈ نے نہایت برق رفتاری سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے بھی جلدی جلدی ایک پیراشوٹ اپنے جسم پر کس لیا۔ معاً ابراہیم نے پلٹ کر دیکھا۔ ہمارے جسموں پر پیراشوٹ دیکھ کر پلک جھپکتے میں سب کچھ اُس کی سمجھ میں آ گیا۔ اُس نے ہمیں روکنے کے لیے طیارے کو فضا میں غوطے دینا شروع کر دیے۔ ناہموار اُڑان کے باعث ہمارے جسموں کو زبردست جھٹکے لگ رہے تھے اور ہمارے لیے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا تھا لیکن ہم دونوں ہی بہت منجھے ہوئے لوگ تھے ہم نے سیٹوں کا سہارا لے کر نہایت چابک دستی سے خود کو گرنے سے محفوظ رکھا۔

ابراہیم وسعت مسلسل طیارے کو فضا میں دائیں بائیں اور اوپر نیچے جھٹکے دے رہا تھا۔ اُس نے اپنی تمام تر توجہ اس بات پر مرکوز رکھی تھی کہ ہم کچھ کرنے نہ پائیں۔ وہ خود بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نہ تو اُس کے پاس اور نہ ہی طیارے میں کوئی ہتھیار تھا جس سے وہ ہم پر قابو پا سکتا۔

میرے لیے اپنا توازن برقرار رکھنا ناممکن ہو رہا تھا لیکن اپنی تمام تر مہارت کو استعمال میں لاتے ہوئے میں جدوجہد میں مصروف تھا۔ میرا رخ ایمرجنسی ڈور کی طرف تھا۔ شدید جدوجہد کے بعد میں ایمرجنسی ڈور تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب مجھے ایمرجنسی ڈور کھولنا تھا۔

ابراہیم نے اندازہ کر لیا تھا کہ میرے ارادے کیا ہیں۔ اُس نے اور بھی تندی سے طیارے کو جھٹکے دینا شروع کر دیے۔ وہ ہر قیمت پر مجھے ایمرجنسی ڈور کھولنے سے روکنا چاہتا تھا اور مجھے ہر قیمت پر یہ کام کرنا تھا اس لیے کہ اب اس سے ہی میرا سب کچھ وابستہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اگر میں فوری طور پر فرار ہونے میں ناکام ہو جاتا تو نہ صرف وہ لوگ مجھے گرفتار کر لیتے بلکہ اولیو ہارڈ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی جو مجھے ہرگز منظور نہیں تھا۔

میں بہ ہزار دقت ایمرجنسی ڈور کھولنے میں کامیاب ہوا۔ اولیو ہارڈ پہلے ہی میرے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ میں نے اُسے طیارے کے دروازے سے باہر دھکیل کر خود بھی پھرتی سے چھلانگ لگا دی۔ طیارہ آگے نکل چلا گیا۔

ہزاروں فٹ کی بلندی سے میں اور اولیو ہارڈ وزنی بوریوں کی طرح زمین کی طرف گر رہے تھے۔ ہم دونوں نے تقریباً ایک ہی وقت میں اپنے پیراشوٹس کھولے۔ میرے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور ہوا سے بھرے ہوئے پیراشوٹ نے میرے جسم کو تیزی سے گرنے سے روک لیا۔ اب میں اور اولیو ہارڈ دونوں تیز ہوا کے رخ پر گویا تیر رہے تھے۔ اولیو ہارڈ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ابراہیم وسعت کا طیارہ ہم سے بہت بلندی پر تھا اور کافی دور نکل گیا تھا۔

دفعتاً میں نے طیارے کو واپس پلٹتے دیکھا۔ طیارہ نہ صرف واپس پلٹا تھا بلکہ اُس کی بلندی بھی کم ہو رہی تھی۔ پہلے تو میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا اور جب ابراہیم کے ارادے مجھ پر آشکارا ہوئے تو کچھ کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ میں زمین سے ہزاروں فٹ اوپر فضا میں معلق تھا اور ابراہیم اپنا طیارہ مجھ سے ٹکرانے کے لیے آ رہا تھا۔ خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ زندگی میں پہلی بار میں اتنی بُری طرح پھنسا تھا اور افسوس یہ تھا کہ ایک دوست کے ہاتھوں مرنے جا رہا تھا۔

طیارے کی صورت میں موت میری طرف جھپٹ رہی تھی۔ درمیانی فاصلہ بڑی تیزی سے گھٹتا جا رہا تھا۔ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔ میں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

جنگی

تربیتی طیارہ عجیب آواز کے ساتھ گرجتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی گڑگڑاہٹ قریب آتی جا رہی تھی۔ میری آنکھیں بند تھیں مگر مجھے معلوم تھا کہ اولیو راڈ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر میری ہی طرح پیراشوٹ کے سہارے فضا میں معلق ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی بے بس تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی کیا کیفیات ہیں۔ موت کو اتنا قریب دیکھ کر بڑے بڑے حوصلہ مند لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے اس وقت اولیو راڈ بھی حواس باختہ ہو گیا ہو۔ میں تو صرف اپنی کیفیات کے بارے میں جانتا ہوں۔ اس وقت میں ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھا مگر میرا دل رو رہا تھا۔ [illegible] سے مقابلے پر بڑے بڑے اصلاحیت لوگ آئے اور وہ سب میرے دشمن تھے۔ ان میں بڑے تجربہ کار ذہین اور [illegible] لوگ بھی تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو میرے [illegible] کے پیاسے تھے۔ مجھے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے مگر میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی اور [illegible] سب کے مقابلے میں سرخرو ہوا لیکن آج میری زندگی [illegible] ایک دوست کے رحم و کرم پر تھی اور کمال یہ تھا کہ [illegible] دوست دشمنوں کے برعکس کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے پاس نہ تجربہ تھا اور نہ ہی وہ ذہانت میں اپنے دشمنوں کو پہنچ سکتا تھا۔ وہ تو ایک زیر تربیت پائلٹ تھا جس نے ابھی اپنی تربیت بھی مکمل نہیں کی تھی۔

میں بڑے کرب سے گزر رہا تھا۔ پھر وہ یاد آ [illegible] تھا جس کی خوشحالی کی خاطر میں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ ابراہیم وسعت عرب تھا اور میں عربوں کے مفادات [illegible] کے خلاف ڈٹا ہوا تھا۔ یہ بات میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھی کہ میں کبھی اس طرح کسی دوست کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔

لیکن میں ابراہیم کو مورد الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا جو کچھ [illegible] وہ کر رہا تھا ایک غلط فہمی کی وجہ سے کر رہا تھا [illegible] اس کے خیال نے اس پر دیوانگی طاری [illegible] نہیں رہا تھا کہ اگر اس نے [illegible] کی کوشش کی تو ہمارے ساتھ اس کا طیارہ بھی [illegible] جائے گا۔

[illegible] ایک خیال کوندے کی طرح [illegible] آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں [illegible] خیال کی تردید ہو گئی۔

طیارہ ہمارے بے انتہا نزدیک آ چکا تھا اور اس کی گرج دار آواز کانوں کے پردے پھاڑے ڈال رہی تھی۔ طیارے کا رخ ایسا تھا کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اس کی زد میں آ سکتا تھا بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ بیک وقت ہم دونوں ہی اس کی زد میں آ جائیں۔ میں نے بڑی بے بسی سے طیارے کی طرف دیکھا۔ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر اس وقت میں اور اولیو راڈ دونوں ہی مکمل طور پر بے بس تھے۔ ہم اپنے دفاع میں ہاتھ پیر بھی نہیں چلا سکتے تھے۔ مجھے کچھ دیر پہلے کا وہ وقت یاد آیا جب ابراہیم مکمل طور پر میرے رحم و کرم پر تھا مگر میں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ میں اسے نقصان پہنچا بھی نہیں سکتا تھا آخر وہ میرا دوست تھا۔

لیکن اب معاملہ بالکل الٹ چکا تھا۔ ابراہیم کے پاس طیارہ بھی تھا اور اسے اڑانے کی مہارت بھی تھی۔ ہم اس کے مقابلے میں نہ صرف نہتے تھے بلکہ ہم نہ زمین پر تھے نہ آسمان پر۔ ہم فضائے بسیط میں پیراشوٹوں میں ٹنگے ہوئے تھے۔ ہم اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اولیو راڈ تو خیر بالکل ہی نہتا تھا البتہ میرے پاس ایک پستول ضرور موجود تھا لیکن اب اسے استعمال کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اگر مجھے پستول استعمال کرنا ہی ہوتا تو میں جہاز میں ہی استعمال کر چکا ہوتا۔

زندگی میں پہلی بار میں اس قدر بے بس ہوا تھا۔ پہلی بار یوں ہوا تھا کہ میری زندگی کسی دوسرے کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ میں مکمل طور پر ابراہیم وسعت کے رحم و کرم پر تھا۔ ایک نوجوان زیر تربیت پائلٹ اپنی مہارت اپنے ہم مذہبوں کے مفادات کے خلاف استعمال کرنے جا رہا تھا۔ ادائیگی فرض کے جنون نے اسے ہوش و حواس سے بالکل بے گانہ کر دیا تھا۔ وہ غلط صحیح کی تمیز تک کھو بیٹھا تھا۔ ایک ذرا دیر کے لیے وہ اپنے ذہن پر زور دے لیتا تو اپنے اس بھیانک ارادے پر عمل پیرا ہونے کے خیال سے تائب ہو جاتا لیکن وہ تو پہلے ہی اپنی حدود سے تجاوز کر چکا تھا۔ اسے ہرگز میری جان لینے کی ہدایات نہیں ملی تھیں۔ اس سے تو یہ کہا گیا تھا کہ ہمیں ہماری لاعلمی میں ایئرپورٹ پر واپس لانے کی کوشش کرے۔ اس کا صاف اور واضح مطلب یہی تھا کہ ہمیں زندہ رکھنا مقصود ہے ورنہ اسے احتیاط کی ہدایات کیوں کی جاتیں لیکن وہ نوجوان تھا۔ زیر تربیت تھا اور اس پر یہ جنون بھی سوار تھا کہ کوئی بڑا کارنامہ سر کر کے دکھائے تاکہ خود کو دوسروں سے برتر ثابت کر سکے۔ برتری ثابت کرنے کے اس بے جا جنون کے باعث وہ دنیائے اسلام کو شاید ایک عظیم نقصان سے دوچار کرنے جا رہا تھا۔ اگر اس کی تربیت مکمل ہو چکی ہوتی تو وہ [illegible]

کے باعث وہ ہمارے لیے بن چکا تھا کوئی بھی ایسا شخص کار جو اپنی تربیت مکمل کر چکا ہوتا اس موقع پر زمینی کنٹرول سے مزید ہدایات لیے بغیر ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی حماقت ہرگز نہ کرتا۔ ابراہیم وسعت کو جو ہدایت ملی تھی وہ اسے پورا کرنے میں ناکام ہو گیا تھا تو اسے چاہیے تھا کہ زمینی ......

کنٹرول کو اپنی ناکامی سے مطلع کرتے ہوئے ہمارے بارے میں تازہ ہدایات حاصل کرتا اور پھر ان ہدایات پر عمل کرتا.... ابراہیم وسعت کی ناتجربہ کاری میرے لیے ہلاکت خیز ثابت ہونے والی تھی۔ اس کی یہی ناتجربہ کاری تھی جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اسے اپنا آلۂ کار بنانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس کی جگہ اگر کوئی تجربہ کار افسر ہوتا تو شاید میں اسے اتنی آسانی سے اپنا آلۂ کار نہ بنا پاتا لیکن وہ کچھ دیر قبل کی بات تھی۔ اب تو پوری بساط ہی الٹ کر رہ گئی تھی۔ میرے ساتھ اولیو راڈ کی زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی تھی۔

دو بدترین دشمن ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ میری اور اولیو راڈ دونوں کی زندگیوں کا انحصار اب صرف خدا کی ذات پر رہ گیا تھا۔ زندگی کا انحصار تو خیر ہوتا ہی خدا کی ذات پر ہے۔ ہر شخص کو ایک معین وقت پر موت آتی ہے۔ جب تک اس کی مرضی نہ ہو کسی کو مارنا تو کیا کوئی کسی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا لیکن وہ وقت اس قدر کٹھن تھا کہ امید کی ہر کرن دم توڑ گئی تھی۔ گرجتے چنگھاڑتے ہوائی جہاز کی شکل میں موت ہم سے فقط چند گز کے فاصلے پر تھی اور یہ مختصر سا فاصلہ بھی فقط چند لمحوں میں طے ہو جانا تھا۔

دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے جھکولا دیا ہو۔ شاید ہوا کے شدید دباؤ سے پیراشوٹ کی سمت تبدیل ہو گئی تھی۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میرا جسم ہوا میں بے ہنگم طریقے سے جھکولے کھا رہا تھا اور میں نے خود کو مرنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا تھا۔

کان پھاڑ دینے والی گرج دار آواز کے ساتھ ہوائی جہاز میرے برابر سے گزر گیا اور میرے جسم کو لگنے والے جھکولے بے حد شدید ہو گئے۔ ساتھ ہی میرے نیچے گرنے کی رفتار بھی بہت تیز ہو گئی۔ میں نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔

سب کچھ جوں کا توں تھا۔ میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔ لمحاتی طور پر میں حیران رہ گیا۔ میرے زندہ بچ جانے کا معجزہ کیسے رونما ہو گیا تھا، چند لمحوں تک میری سمجھ میں کچھ نہیں آ سکا پھر دفعتاً ایک خیال بجلی کی طرح میرے ذہن میں کوندا۔ یہ ممکن تھا کہ اس بار اولیو راڈ کو نشانہ بنایا گیا ہو!

اس خیال کے ساتھ ہی میں نے سر گھما کر اولیو راڈ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہ مجھے نظر آ گیا۔ اب ہم دونوں کے درمیان فاصلہ کافی بڑھ گیا تھا لیکن میں اسے صاف دیکھ سکتا تھا۔ میری طرح وہ بھی صحیح و سالم تھا اور میری ہی طرح وہ بھی پیراشوٹ سے لٹکا بے ہنگم طریقے سے بری طرح جھول رہا تھا۔ خود کو متوازن رکھنے کے لیے وہ چاروں ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔ مجھے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ اسے بھی کوئی گزند نہیں پہنچی تھی۔

میں اور بھی الجھ گیا۔ ہم دونوں میں سے ایک کو تو ضرور نقصان پہنچنا چاہیے تھا۔ میں اپنے تجزیے پر یہ سمجھا تھا کہ شاید جہاز سے اولیو راڈ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہو مگر وہ بھی زندہ تھا۔ آخر کیوں؟

میں فضا میں جھولتا اور ذہن پر زور دیتا رہا۔ میں نے جہاز کی آخری پوزیشن جو دیکھی تھی اس سے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ جہاز سے کسے نشانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ درحقیقت جہاز کا رخ ہم دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں تھا وہ تو ہم دونوں کے درمیان سے گزر جانا چاہ رہا تھا۔ مقصد یقیناً یہ تھا کہ ہمارے درمیان سے گزرتے وقت جہاز سے ہمارے پیراشوٹوں کی ڈوریاں ٹکرائیں اور ڈوریاں کٹ جائیں لیکن ہوا یہ تھا کہ جہاز کے قریب آنے سے ہوا کے زبردست دباؤ نے ہم دونوں کو جہاز سے دور کر دیا تھا اور یوں وقتی طور پر ہم دونوں کی جانیں بچ گئی تھیں ورنہ اگر پیراشوٹ کی ایک بھی ڈوری کٹ گئی ہوتی تو ہم خود کو متوازن نہیں رکھ سکتے تھے۔ ہمارے نیچے گرنے کی رفتار بھی تیز ہو جاتی اور پھر اتنی تیزی سے اگر ہم نیچے زمین پر گرتے تو ہم دونوں کی ہڈیاں تو ضرور ٹوٹ جاتیں۔

میں نے پلٹ کر جہاز کی سمت دیکھا جو ہم سے بہت دور چلا گیا تھا اور اب چکر کاٹ رہا تھا۔ مجھے یہ اندازہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ جہاز کا نوجوان پائلٹ جو ابھی زیر تربیت ہے ہمیں ہلاک کرنے کی ایک اور کوشش ضرور کرے گا۔ اس پر جنون سوار تھا۔ میں تن بہ تقدیر ہو گیا۔ اولیو راڈ نے بھی یہی کیا ہوگا۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

جہاز نے فضا میں ایک طویل چکر کاٹا اور اس کا رخ ایک بار پھر ہماری جانب ہو گیا لیکن اس بار وہ مختلف زاویے سے ہماری جانب بڑھ رہا تھا۔ نوجوان پائلٹ نے پہلی بار کی ناکامی سے فوری سبق حاصل کیا تھا اور دوسری کوشش میں شاید یقینی طور پر کامیابی حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ہماری سمت بڑھنے کا بدلا ہوا انداز اس بات کا گواہ تھا۔ پچھلی بار وہ جس زاویے سے حملہ آور ہوا تھا اس میں ایک وقت میں ایک ہی فرد

کو نشانہ بنایا جا سکتا تھا جب کہ اس مرتبہ میں اور اولیو یاورڈ دونوں ہی جہاز کی لائن میں تھے۔ اگر جہاز سیدھا پرواز کرتا چلا آتا تو پہلے میرے چیتھڑے اڑتے اور اس کے بعد اولیو یاورڈ کا قیمہ بن جاتا۔ بعد میں جہاز کا جو بھی حشر ہوتا یہ تو ناممکن تھا کہ دو افراد سے ٹکرانے کے بعد جہاز صحیح و سالم واپس ایئرپورٹ تک پہنچ سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر اس جنونی پائلٹ نے جہاز ہم سے ٹکرا دیا تو پھر ہماری طرح اُسے بھی اپنی جان بچانے کے لیے جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگانا پڑے گی۔

تربیتی طیارے کا رُخ ہماری جانب تھا اور میں دل ہی دل میں خدا سے دعا کر رہا تھا کہ جو کچھ بھی ہونا ہے جلد ہو جائے۔ جہاز طوفانی رفتار سے میری طرف آ رہا تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت رک گیا ہو۔ میرے اعصاب پر بے انتہا دباؤ پڑ رہا تھا۔ بے یقینی کی اس صلیب پر زیادہ دیر لٹکنا مجھ جیسے آہنی اعصاب کے مالک کے لیے بھی ناممکن ہو رہا تھا۔ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک دوست کے رحم و کرم پر بے یار و مددگار رہنے کا وہ اعصاب شکن تجربہ میری زندگی کا یادگار ترین تجربہ تھا۔ مجھے ایسا کوئی دوسرا موقع یاد نہیں آتا جب موت اتنے یقینی انداز میں میرے سامنے آئی ہو۔

طیارہ ابھی مجھ سے خاصے فاصلے پر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ اسے مجھ تک پہنچنے میں محض چند سیکنڈ ہی لگیں گے۔ ممکن ہے وقت کے بارے میں میں نے غلط اندازہ لگایا ہو اور جہاز کو مجھ تک پہنچنے میں ایک منٹ یا اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس پائلٹ سے اندازے کی غلطی ہو جائے اور جہاز مجھ سے ٹکرانے کے بجائے میرے اوپر سے نکل جائے لیکن اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ اگر بفرض محال جہاز مجھ سے کچھ اوپر سے بھی گزرتا تو کتنے اوپر سے گزرتا؟ چند فٹ سے زیادہ فرق پڑنا ممکن نہیں تھا اور اس صورت میں پیراشوٹ کی ڈوریوں کا جہاز میں اُلجھ جانا لازمی امر تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو یہ میرے جہاز سے براہ راست تصادم سے بھی زیادہ ہولناک صورت حال ہوتی۔ موت تو آتی مگر سسک سسک کر... پیراشوٹ کی ڈوریاں یکے بعد دیگرے کٹ جاتیں اور پھر میں ہزاروں فٹ کی بلندی سے زمین پر گرتا تو میری ہڈیوں تک کا سرمہ بن جاتا۔ آزادیٔ فلسطین کے ایک پاکستانی علم بردار کا یہ انجام بڑا عبرت ناک ہوتا۔ میں براہ راست جہاز کی زد میں آ کر مرتا یا زمین پر گر کر مرتا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ میں اپنے دوستوں کے ہاتھوں اس لرزہ خیز انجام کو پہنچنے جا رہا تھا۔ جو کام بڑے بڑے سورما نہیں کر سکے تھے، دشمنوں کے بڑے بڑے ماہر اور تجربہ کار لوگ جس کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے وہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہونے والا تھا جو نہ صرف میرا دشمن نہیں تھا بلکہ ابھی تو اس کی تربیت بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ فلسطین کی آزادی کے لیے میں نے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے۔ میرے دل میں کیسی کیسی آرزوئیں تھیں۔ میں نے کیا کیا منصوبے بنائے تھے۔ فلسطین کو اسرائیل کے تسلط سے نجات دلانا اور یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کرنا میرا مقصد تھا۔ یہ میرا مقصد حیات، میرا نصب العین تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے، اپنے اس سنہرے خواب کو تعبیر دینے کے لیے میں نے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے تھے۔ کون سی ایسی قربانی تھی جو میں نے نہیں دی تھی۔ میں نے اپنا گھر بار، عزیز و اقارب، اپنی ساری اُمنگیں، آرزوئیں، ہر چیز اس مقصد کے لیے قربان کر دی تھی۔ میں تو خود سے بھی بے گانہ ہو گیا تھا۔ میرا گھر فلسطین میں نہیں پاکستان میں تھا۔ عرب میرے ہم وطن نہیں تھے۔ فلسطین پر یہودیوں کے قبضے سے میرے ملک کی آزادی پر تو کوئی آنچ نہیں آئی تھی نہ ہی یہ میرا کوئی ذاتی معاملہ تھا۔ یہ تو خالص مذہبی معاملہ تھا۔ مذہب کے رشتے سے یہودی میرے دشمن تھے اور عرب میرے بھائی تھے۔ ایک بھائی کبھی دوسرے بھائی پر آنچ آتے نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری طرف وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اسے خود اپنے ہی بھائی سے کوئی نقصان پہنچے۔ اخوت کا یہی رشتہ تھا جس نے مجھے سرگرداں کر رکھا تھا۔ اپنے بھائیوں کے دفاع کے لیے، ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے میں زندگی کے ہر شعبے میں ہر محاذ پر یہودیوں کے خلاف برسرِپیکار ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی زندگی ایک ہی مقصد کے لیے وقف کر دی تھی لیکن کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس جدوجہد کا اختتام یوں ہو گا کہ میں اپنے ہی ایک بھائی کے ہاتھوں زندگی سے محروم ہو جاؤں گا تو شاید میرا طرز عمل مختلف رہا ہوتا۔ میں اپنی کوششوں میں اس حد تک آگے نہ بڑھا ہوتا۔ میں نے کچھ حدود ملحوظ رکھی ہوتیں جن سے کبھی تجاوز نہ کرتا۔ اپنا احساس ہر قدم پر مد نظر رکھا ہوتا۔

لیکن نہیں... اگر مجھے پہلے سے سب معلوم ہوتا!

مجھے بتا دیا جاتا کہ تمہارا انجام اس قدر عبرت ناک ہو گا تب بھی میں خود کو یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل ہونے سے نہ روک پاتا۔ شاید میں اپنے بارے میں بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا تھا۔ میں خود کو بے حد عقل مند اور بے انتہا غیر جذباتی سمجھتا تھا جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ میں تو بے حد جذباتی تھا اور جذباتی لوگ ویسے پتا ہے کتنے بھی غیر عقلی ہوں کم از کم اپنے جذبات کی حد تک تو بہت عقلی ثابت ہوتے ہیں۔ یہی معاملہ میرے ساتھ بھی تھا۔ میں چونکہ جذباتی طور پر یہودیوں اور اسرائیل کے خلاف تھا لہٰذا اپنی پوری قوت سے اُن کے خلاف عمل پیرا ہو گیا تھا۔ میں نے کچھ سوچنے سمجھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی ورنہ کہاں میں اور کہاں وہ ملک جسے دنیا کی طاقت ور ترین حکومتوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ میرے پیشِ نظر تو صرف یہ مقصد تھا کہ کسی نہ کسی طرح فلسطینیوں کو اُن کے حقوق دلا دوں۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں تھا جو کسی بات سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں اس وقت اپنے مشن سے دست بردار ہو گیا ہوتا جب اولیو یاورڈ کی سازش کے نتیجے میں مجھے غدار سمجھ لیا گیا تھا۔

تربیتی طیارہ بھیانک آوازیں نکالتا ہوا میری جان لینے کے لیے میری طرف جھپٹ رہا تھا۔

زندگی کے فقط چند ہی لمحے باقی رہ گئے تھے اور ان چند لمحات میں میرے سوچنے کی رفتار بے انتہا تیز ہو گئی تھی۔ اس قدر تیز کہ اس کے سامنے تیز رفتار جہاز کوئی سست رفتار چیونٹی معلوم ہونے لگا تھا۔

مجھے تہذیب ہاکم ایکس یاد آئی جس کے فراق میں میں نے ایک طویل عرصہ گزار دیا تھا۔ کون سی ایسی جدوجہد تھی جو میں نے اسے تلاش کرنے کے لیے نہیں کی تھی لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔ شاید ہم دونوں نے ایک دوسرے کی رفاقت کے دن پورے کر لیے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری موت کی خبر تہذیب تک پہنچ سکے گی یا نہیں؟ ممکن ہے وہ مجھے تلاش ہی کرتی رہ جائے اور اسے میرے بارے میں کہیں سے کوئی خبر نہ مل سکے۔ شاید گم نامی کی موت میرا مقدر ہو چکی تھی۔

مجھے کبیٰ یاورڈ بھی یاد آئی جو جنرل ٹیرن کے قید خانے میں قید تھی۔ اس کی رہائی اس وقت تک ناممکن تھی جب تک میں خود جنرل ٹیرن سے اسے رہا کرنے کو نہ کہتا۔ دوسری صورت میں اس کی رہائی اسی وقت ممکن ہو سکتی تھی کہ جنرل ٹیرن کو میرے مرنے کی خبر مل جاتی جس کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے مرنے کی خبر چھپا لی جائے گی۔ کوئی بھی عرب ملک میری موت کی ذمے داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ عربوں کے لیے میں نے اتنے کارنامے انجام دیے تھے کہ میری وجہ سے ان میں آپس میں بھی خوں ریزی ہو سکتی تھی۔

قریب آتے ہوئے جہاز کا فاصلہ خاصا کم ہو چکا تھا اور اب وہ کسی بھی لمحے مجھ سے ٹکرا کر میرے پرخچے اڑا دینے والا تھا۔

دفعتاً جہاز نے غوطہ لگایا اور میں حیران رہ گیا۔ جہاز میرے نیچے سے گزر گیا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئیں۔ محض چند لمحوں کے فرق سے میں ایک بار پھر موت کے منہ سے نکل آیا تھا لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ عین وقت پر جہاز کا رُخ کیوں تبدیل کر دیا گیا؟

جہاز تیزی سے مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ایک طویل چکر لیا اور واپس چلا گیا۔ میں اُلجھن زدہ انداز میں جہاز کو واپس جاتے دیکھتا رہا۔ جو کچھ ہوا وہ میرے لیے قطعی ناقابل فہم تھا... ابراہیم وسعت کا واپس چلے جانا خاصا معمہ بن گیا تھا۔

جلد ہی طیارہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اپنے ذہن سے ہر خیال جھٹکا اور اولیو یاورڈ پر نظریں جما دیں جو میری ہی طرح پیراشوٹ کے سہارے ہوا کے دوش پر تیرتا ہوا زمین کی جانب جا رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان پہلے کی نسبت فاصلہ کچھ بڑھ گیا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اسے کوئی گزند نہیں پہنچا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں وہ میری طرف سے بدگمانی کا شکار ہو۔

زمین کی جانب ہمارا سفر جاری رہا اور پھر آخر کار میرے پیروں نے زمین چھو لی۔ زمین کیا اُسے تو ریت کہنا چاہیے جو تاحدِ نگاہ بکھری ہوئی تھی۔ اولیو یاورڈ بھی زمین پر پہنچ گیا تھا

اُس نے جلدی جلدی پیراشوٹ کی ڈوریاں کھولیں۔ اس دوران پیراشوٹ زمین پر بکھر گیا تھا۔ ڈوریاں کھولتے ہی اولیو باورڈ بے جان سے انداز میں پیراشوٹ پر لیٹ گیا۔ اُس نے تپتی ہوئی ریت کی بھی پروا نہیں کی تھی۔ وہ چت لیٹا گہری سانسیں لے رہا تھا اور اُس کی نگاہیں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے خود کو پیراشوٹ کی ڈوریوں کی بندشوں سے آزاد کرایا اور پیراشوٹ کو سلیقے سے لپیٹ کر اُس کا ایک بنڈل سا بنا لیا۔ ہم اس ملک کی حدود میں ہی تھے اور جس علاقے میں ہم پیراشوٹ سے کودے تھے وہ سارا کا سارا ریگستان تھا۔ دور تک ریت اور ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سورج اچھا خاصا مغرب کی جانب جھک چکا تھا مگر ریت ابھی تک تپ رہی تھی اور جھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی۔

میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ قرب و جوار میں کوئی آبادی ہونے کا امکان نہیں تھا اور میں صحرائی سفر کی ہولناکیوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ بعض اوقات ساز و سامان سے لیس قافلے بھی ریگستان کی ہلاکت خیزی کا شکار ہو جاتے ہیں جب کہ ہمارے پاس ساز و سامان ہونا تو بہت دور کی بات تھی۔

ہمیں تو سمت تک کا اندازہ نہیں تھا۔ سامان کے نام پر میرے پاس ایک پستول، تھوڑی سی کرنسی اور پیراشوٹ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر تفکرات سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی اور اولیو باورڈ کی طرف چل پڑا۔ اولیو باورڈ کی نگاہیں ابھی تک آسمان پر جمی تھیں۔ میرے قریب پہنچنے پر اُس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے علی۔" اولیو باورڈ نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کس بات پر؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا زندہ بچ جانے پر؟"

"نہیں۔ میں تمہاری طرف سے بدگمانی کا شکار ہو گیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ تم نے مجھے اُن لوگوں کے حوالے کر دیا ہے لیکن تم نے جس طرح اپنی جان پر کھیل کر مجھے اُن لوگوں کے چنگل سے نکالا ہے اُس کے پیشِ نظر مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ تم ایک اعلیٰ ظرف انسان ہو۔" اولیو باورڈ یہ کہہ کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا پھر دوبارہ بولا۔ "تم واحد پاکستانی ہو جس سے میرا سابقہ پڑا ہے۔ اگر سارے پاکستانی تم جیسے ہی ہوتے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اسرائیل کو کبھی پاکستان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر کبھی ایسا ہو گیا تو اسرائیل کو بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے اس کا وجود ہی ختم ہو جائے۔"

"حالات جتنی تیزی سے تبدیل ہوئے اور جتنی تیزی سے واقعات پیش آئے اُس کے پیشِ نظر میں تمہیں بے قصور ٹھہراؤں گا اولیو باورڈ۔ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی اس بدگمانی سے نہیں بچ سکتا تھا۔"

"تم اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجھے نکال تو لائے لیکن اب ہم اس ریگستان میں کدھر جائیں گے؟"

"زندگی کے پُرخطر تجربات میں ایک تجربے کا اضافہ اور ہو جائے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بشرطیکہ یہ اضافی تجربہ زندگی کا آخری تجربہ ثابت نہ ہو۔" اولیو باورڈ بولا۔

"اگر تم نے ہمت نہ ہاری تو مجھے یقین ہے کہ ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟" اولیو باورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"تم اسے میری چھٹی حس کہہ سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

اولیو باورڈ مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "نہیں، یہ صرف چھٹی حس کی بات نہیں ہے۔" اُس نے کہا۔ "کوئی خاص وجہ ضرور ہے جس کے تحت تم نے یہ بات کہی ہے۔ اگر کسی مصلحت کے تحت تم مجھے بتانا نہیں چاہتے تو الگ بات ہے۔"

"زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے اولیو باورڈ اور اس بات پر میرا یقین بہت پختہ ہے۔ ابھی ہم جس صورتِ حال سے بچ کر نکلے ہیں اُس میں ہمیں یقینی موت کا سامنا تھا لیکن شاید ابھی ہماری زندگیوں کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں ورنہ اس وقت ہم زندہ نہ ہوتے۔ فضا میں ہم بالکل بے بس تھے جبکہ یہاں ہم اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ جب ہم بے بس تھے تو قدرت نے ہمیں بچا لیا لیکن اب چونکہ ہم بے بس نہیں ہیں لہٰذا ہمیں اپنے لیے خود کچھ کرنا ہوگا۔ اگر ہم خود ہی اپنے لیے کچھ نہیں کریں گے تو قدرت کو کیا پڑی ہے کہ وہ ہماری مدد کرے۔ بس یہی میں نے تم سے یہ بات کہی۔ یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔ صحرا سے نکلنے کے لیے خدا جانے ہمیں کتنے سخت حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ میں تو خیر تا حد طویل عرصے تک سخت حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن مجھے تمہاری طرف سے فکر ہے۔ شاید تم جسمانی طور پر اتنے توانا نہیں ہو۔"

اولیو باورڈ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے علی۔ میں تم سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں رہوں گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے کہا۔ "اب ہماری زندگیوں کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ہم کتنی جدوجہد کر سکتے ہیں۔"

"جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے علی، اور جان بچانے کے لیے ہر شخص آخری حد تک کوشش کرتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو باورڈ۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ابراہیم دستے واپس کیوں چلا گیا؟"

"کیا واقعی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی؟" اولیو باورڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"میں بالکل نہیں سمجھ سکا۔" میں نے کہا۔ "میں تو صرف اتنا سمجھ سکا ہوں کہ پہلی مرتبہ ہم صرف ابراہیم کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ اُس نے ہم دونوں کے درمیان سے جہاز گزار کر یہ کوشش کی تھی کہ جہاز کے پروں سے ہم دونوں کے پیراشوٹوں کی ڈوریاں کٹ جائیں اور ہم عدم توازن ہو کر تیز رفتاری سے زمین پر گر کر ختم ہو جائیں۔"

"تمہارا یہ خیال بالکل درست ہے۔ اُس نے یہ خیال نہیں رکھا تھا کہ جہاز قریب آنے سے تیز ہوا کا وجود باقی رہے گا وہ ہمیں جہاز سے دور کر دے گا اور ہم اُس کی زد سے بچ جائیں گے۔"

"لیکن دوسری بار وہ جس زاویے سے ہماری طرف آ رہا تھا اس میں ہمارے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ پھر وہ واپس کیوں چلا گیا؟"

"بڑی سیدھی سی بات ہے علی!" اولیو باورڈ نے کہا۔ "تم دونوں کے لیے تم نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ تمہارے خلاف اس حد تک کبھی نہیں جا سکتے کہ تمہاری جان لینے کے درپے ہو جائیں۔ یقینی طور پر ابراہیم کو ہیڈ کوارٹر سے واپس چلے آنے کی ہدایت ملی ہوگی۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو اولیو باورڈ۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "حالانکہ اس سے قبل تمہاری ایک سازش کے نتیجے میں پہلے بھی یہ لوگ مجھ سے بدظن ہو چکے ہیں۔"

"وہ اور بات تھی۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اس بار معاملہ بہت مختلف ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب تم اُن کے خلاف کتنا ہی بڑا قدم کیوں نہ اٹھاؤ وہ تمہاری زندگی سے کھیلنے کی حماقت ہرگز نہیں کریں گے۔"

"کیوں، اب کیا فرق پڑ گیا ہے؟"

"تمہارے کارناموں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ اس کے علاوہ تمہارا تازہ ترین کارنامہ اُن کے سامنے ہے۔ اسلحے کی کھیپ تمہارے ہی توسط سے اُن تک پہنچی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسی کھیپ کی قیمت پر اسرائیل کا جدید ترین جنگی جہاز ابن لانا کے ہاتھ لگا ہے اور یہ بات وہ کبھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"اگر تمہاری بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب وہ ہمیں تلاش کر کے گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"سامنے کی بات ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کہ اب تک اطراف کی ساری آبادیوں کو ہمارے بارے میں مطلع کیا جا چکا ہوگا۔ ممکن ہے کہ ہماری تلاش میں کچھ لوگ اس جانب روانہ بھی ہو چکے ہوں۔"

"تم اس علاقے سے کچھ واقفیت رکھتے ہو؟" میں نے اولیو باورڈ سے پوچھا۔

"نہیں۔ اس ملک میں آنے کا یہ میرا پہلا اتفاق ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "کیوں؟ تم نے یہ بات کیوں پوچھی؟"

"جب تک ہمیں یہ علم نہ ہو کہ ہم کس شہری آبادی سے کتنی دور ہیں ہم یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہماری تلاش میں کوئی ٹیم روانہ ہوئی ہوگی یا نہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" اولیو باورڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر یہ کوئی شہر ہوتا تو یہ بات یقین سے کہی جا سکتی تھی کہ ہماری تلاش میں کوئی ٹیم روانہ ہو چکی ہوگی لیکن چونکہ یہ ایک ریگستان ہے لہٰذا یہاں کسی کو تلاش کرنے کی مہم کا دارومدار اس بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچ جائے کہ جس کو تلاش کیا جا رہا ہے، وہ ریگستان میں کتنے فاصلے پر ہے۔ فرض کرو اس وقت ہم ریگستان کے وسط میں ہیں تو کوئی پارٹی ہمیں کیسے تلاش کرے گی۔ کیا ہم دو افراد کی خاطر کئی آدمیوں کی جانوں کا خطرہ مول لیا جائے گا؟"

"میں مانتا ہوں کہ تمہاری بات میں وزن ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جس مقام پر اس وقت ہم موجود ہیں اس کا فاصلہ کسی شہر سے بہت زیادہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں تلاش کرنے کے لیے کوششیں ضرور کی جائیں گی۔"

"ہاں، اس امکان کو بہر حال رد تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو پھر تم سوچ کیا رہے ہو؟ ہمیں وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"دراصل میں شدید الجھن کا شکار ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ لوگ کس جگہ میں ہیں۔"

"ابھی تم نے خود اعتراف کیا تھا کہ وہ لوگ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔" اولیو باورڈ نے حیرت سے کہا۔

"میں نے یہ کہا تھا کہ یہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان لوگوں نے سیدھا راستہ کیوں اختیار نہیں کیا؟"

"ریگستان میں کسی کو تلاش کرنے کے لیے اور کیا صورت اختیار کی جا سکتی ہے؟"

"سب سے آسان طریقہ تو یہ تھا کہ ہمیں روکنے یا گرفتار کرنے کے لیے فضائی ذرائع استعمال کیے جاتے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ہماری نگرانی ہوائی جہازوں سے کی جاتی؟"

"ہوائی جہازوں سے نگرانی کرنا تو بہت مشکل ہوتا لیکن ہمیں گرفتار کرنے کے لیے چھاتہ بردار فوجی اتارے جا سکتے تھے۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ہمیں گھیرا جا سکتا تھا۔"

"ممکن ہے وہ اسی قسم کی کسی اسکیم پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔"

"نہیں، وہ لوگ کسی اور ہی چکر میں ہیں۔ ہوائی جہازوں والا معاملہ اس لیے خارج از امکان ہے کہ انھوں نے ابراہیم کو واپس بلا لیا۔ اس کی مدد کے لیے مزید طیارے روانہ کیے گئے تھے مگر ان میں سے ایک بھی طیارہ یہاں تک نہیں پہنچا۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے ان طیاروں کو بھی واپس بلا لیا ہوگا۔"

"ان سب باتوں سے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"میں کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو صرف یہ بتانا چاہ

رہا ہوں کہ اس وقت ہم ان دیکھے خطرے کی زد میں ہیں۔"

"میں بھی تو تم سے یہی کہہ رہا تھا۔" اولیو باورڈ نے قدرے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"دونوں باتوں میں فرق ہے اولیو باورڈ!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم نے ایک امکان کا جائزہ لیا تھا اور میں نے تمہیں ایک سامنے کی بات بتائی ہے یعنی اگر وہ لوگ فضائی ذرائع اختیار کرتے تو ہمیں بڑی آسانی سے گرفتار کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ کیا انھیں احمق سمجھ لیا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ لوگ احمق ضرور ہو سکتے ہیں لیکن اتنی بڑی حماقت نہیں کر سکتے۔"

"گویا انھوں نے جان بوجھ کر سامنے کا راستہ اختیار کرنے سے گریز کیا ہے۔"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"اب یہ سوچو کہ جو لوگ سامنے کا راستہ چھوڑ سکتے ہیں وہ کوئی امکانی راستہ کیوں اختیار کریں گے؟"

"تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو علی! میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"مت مانو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یقین رکھو کہ ہماری تلاش میں کوئی پارٹی نہیں روانہ کی جائے گی۔"

"تم اتنے پُر یقین کیوں ہو؟" باورڈ نے پوچھا۔

"جو لوگ ایک یقینی طریقے کو نظر انداز کر دیں ان سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ کوئی بھی امکانی راستہ اختیار کریں گے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ اس امکانی راستے کو اختیار کرنے کی صورت میں کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوں۔"

"تو کیا انھوں نے ہم پر صبر کر لیا ہوگا؟"

"یہ بھی ناممکن ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "وہ ہمیں اتنی آسانی سے تو فرار نہیں ہونے دیں گے۔"

"وہ ہمیں گرفتار بھی نہیں کریں گے اور تلاش بھی نہیں کریں گے اور فرار بھی نہیں ہونے دیں گے۔" اولیو باورڈ بُری طرح جھنجلا گیا۔ "تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو علی! کیا یہ سمجھ لوں کہ تمہارے دماغ میں خلل واقع ہو گیا ہے؟"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میرے دماغ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔" میں نے کہا۔ "میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے ایسے ذرائع اختیار کریں گے جن کی طرف ہمارا ذہن منتقل نہ ہونے پائے گا۔"

"اور وہ ذرائع کیا ہوں گے؟" باورڈ نے پوچھا۔

کاش میں ان لوگوں کے وسائل سے پوری طرح آگاہ ہوتا۔" میں نے کہا۔ "جبھی میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہماری گرفتاری کے لیے کون سے ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ اتنا گھما پھرا کر کیوں اختیار کریں گے؟" اولیو باورڈ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیں سیدھے سادے طریقے سے کیوں گرفتار نہیں کر لیتے؟"

"انھیں معلوم ہے کہ میں آسانی سے ان کے ہاتھ نہیں لگوں گا۔ اگر انھوں نے یہاں چھاتہ بردار لوگ اتارنے کی کوشش کی تو ظاہری بات ہے وہ ہماری نظروں میں آ جائیں گے اس صورت میں مقابلہ ضرور ہوگا اور مقابلے میں کسی بھی فریق کا جانی نقصان ہو سکتا ہے جس سے وہ گریز کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انھوں نے ہماری تلاش میں کوئی پارٹی روانہ کی تب بھی یہی صورت پیدا ہونے کا امکان ہے لہٰذا لامحالہ وہ کوئی تیسرا ایسا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں جس کی طرف ہمارا ذہن ہی نہ جا سکتا ہو اور ہم بے خبری میں گرفتار ہو جائیں۔"

"تمہاری باتیں تو دل کو لگتی ہیں لیکن یہاں بیٹھ کر مفکرانہ انداز میں سوچتے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"میں چاہ رہا تھا کوئی عملی قدم اٹھانے سے قبل خوب غور و خوض کر لیا جائے تاکہ ہم نادانستگی میں کسی گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہ سکیں۔"

"جب تم کسی تیسری امکانی صورت کا اندازہ نہیں لگا سکتے تو ہم اپنا بچاؤ کیسے کر سکیں گے؟"

"ہاں، فی الحال تو ہمیں ہر قدم تاریکی میں ہی اٹھانا پڑے گا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"تو پھر اب کچھ کرنے کا بھی ارادہ ہے یا ہم یہیں بیٹھے سوچتے رہیں گے؟"

"ظاہر ہے کہ ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔ ہم جلد از جلد اس مقام سے جتنا دور نکل جائیں اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"لیکن ہم سفر کس سمت میں کریں گے؟"

"ہاں، یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اسی سمت سفر کرنا چاہیے جس رخ پر طیارہ پرواز کر رہا تھا۔"

"اور وہ سمت تو بے حد مخدوش ہوگی۔ ہمیں اسی سمت میں زیادہ تلاش کیا جائے گا۔"

"بے شک وہ سمت مخدوش ہے لیکن اس سمت میں سفر کرنے سے ہمیں صرف اپنی گرفتاری کا خطرہ ہوگا۔ ہم کسی ایسے خطرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں جب کہ کسی اور سمت سفر کرنے

کی صورت میں ہمیں دیگر بے شمار خطرات کا سامنا ہوگا۔ ایسے خطرات جن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے پاس ساز و سامان تک نہیں ہے، جن کے سامنے ہم بالکل بے بس ہوں گے۔ ہمارے پاس نہ تو کھانے کے لیے کچھ ہے اور نہ ہی پینے کے لیے پانی ہے۔ تم تو مجھ سے بہتر جانتے ہو گے اولیو باورڈ کہ پانی کے بغیر ریگستان میں آدمی کا ایک دن بھی زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں علی!" اولیو باورڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بس تو پھر چلنے کی تیاری کرو۔ شکر کرو کہ یہ شام کا وقت ہے اور صحرا کی تمازت دم توڑ چکی ہے ورنہ پہلے ہی مرحلے پر ہماری توانائیوں کا امتحان شروع ہو جاتا۔ اب کم از کم اتنا تو ہے کہ ہم پیدل سفر کر سکیں گے۔"

"اس ریت پر ہم کتنی دیر پیدل چل سکیں گے؟"

"اگر یہ دن کا وقت ہوتا تو سرے سے چلنا ہی ناممکن ہوتا لیکن خوش قسمتی سے یہ شام کا وقت ہے، ہم آسانی کے ساتھ تمام رات پیدل سفر کر سکیں گے۔"

"اور اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"یہ اسی وقت سوچیں گے اولیو باورڈ! اس وقت تو چلنے کی تیاری کرو۔"

"تیاری کیا کرنی ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "بس میں ذرا پیراشوٹ کا بنڈل بنائے لیتا ہوں۔"

"میرا اندازہ ہے کہ ریت پر ہماری رفتار دو میل فی گھنٹا سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اگر ہم نے تمام رات رکے بغیر سفر کیا تو تقریباً چوبیس میل کا سفر طے کر لیں گے۔"

"چوبیس میل تو کچھ بھی نہیں ہوتے۔" اولیو باورڈ نے پیراشوٹ کا بنڈل بناتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوتے اور بہت کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر ہم اپنے جوتے اتار دیں تو ہماری رفتار میں کم از کم آدھا میل فی گھنٹا کا اضافہ ضرور ہو جائے گا اور ہم بارہ گھنٹوں کے دوران کم از کم تیس میل کا سفر طے کر سکیں گے۔"

"تو میں جوتے اتار دیتا ہوں۔" اولیو باورڈ نے پیراشوٹ کا بنڈل بنا کر فارغ ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی ایسی حماقت بھی مت کرنا۔ ریت ابھی بہت گرم ہے۔ غروب آفتاب کے کچھ دیر بعد جب ریت ٹھنڈی ہونا شروع ہو جائے گی اس وقت سے ہم ننگے پیر چلنا شروع کریں گے۔ فی الحال تو جوتے پہنے ہی رکھو۔"

ہم دونوں نے اپنے اپنے پیراشوٹوں کے بنڈل کم

واقف نہیں ہو۔"

"یہ کہہ کر تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں اولیو باورڈ! میں بھلا تمھاری توہین کیوں کرنے لگا۔ میں تو اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں۔ اگر تمھیں بُرا لگا ہے تو چلو یہ بتا دو کہ سراب کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟"

"سراب کی قسمیں؟" اولیو باورڈ نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔ "اس کی کوئی قسم نہیں ہوتی۔ وہ تو ایک ہی قسم کا ہوتا ہے جس سے سب واقف ہیں۔"

"اس کے علاوہ ایک اور بھی سراب ہوتا ہے اولیو باورڈ! اور یہ وہ سراب ہے جو آدمی کے خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اُسے یہ نہیں معلوم ہونے پاتا کہ جو کچھ وہ سوچ رہا ہے، آیا وہی سوچنا چاہتا ہے یا اس کے عزائم کچھ اور ہیں۔ سراب کی اس قسم کا تعلق ریگستانوں کے رات کے ماحول سے ہوتا ہے۔ غالباً کسی بھی مصنف نے اپنے ایسے تجربات کا خصوصاً ذکر نہیں کیا۔ اسی لیے لوگ اس سے ناواقف ہیں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں تمھاری بات نہیں مان سکتا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو کسی نہ کسی نے تو ضرور اس کا ذکر کیا ہوتا۔"

"تم نہیں مانتے تو مت مانو لیکن میری بات یاد رکھنا۔ اگر ریگستان سے صحیح و سالم واپسی کے بعد تم اپنی ریٹائرمنٹ والے فیصلے سے دست بردار ہو گئے تو پھر تم میری بات تسلیم کرو گے یا پھر بھی مجھے غلط سمجھتے رہو گے؟"

"اگر ایسا ہوا تو میں تمھاری بات مان لوں گا۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "لیکن مجھے حیرت ہے کہ یہ بات تمھارے تجربے میں کیسے آ گئی؟"

"پاکستان میں ایک صوبہ ہے جسے سندھ کہتے ہیں۔۔۔"

"میں نے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔" اولیو باورڈ نے میری بات کاٹ دی۔

"سندھ کے دارالحکومت کا نام کراچی ہے۔۔۔"

"او ہو۔ ہاں کراچی سے تو میں واقف ہوں۔ ایک بار وہاں جا بھی چکا ہوں۔ خوب صورت شہر ہے۔ میں وہاں انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔"

"میں تمھیں بتا رہا تھا کہ سندھ ایک صحرائی علاقہ ہے اور صحرا سے متعلق جو بات میں نے تمھیں بتائی ہے وہ وہاں کے مقامی لوگوں کی ایک روایت ہے۔ چونکہ یہ بات سننے سے میرے مزاج تھی لہٰذا میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسے سو فی صد درست پایا۔ ریگستان رات میں بھی اتنے ہی خطرناک ہوتے ہیں جتنے دن میں۔۔۔ بلکہ رات میں تو میرے خیال میں ان کی خوفناکی زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ رات میں غیر محسوس طور پر وہ ہمارے اعصاب اور خیالات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ خود کو سنبھالو اور زیادتی سے گریز کرو۔"

"حیرت ہے!" اولیو باورڈ بڑبڑا کر چپ ہو گیا۔

اس کے بعد بڑی دیر تک ہم خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ ریگستان پر تاریکی کا راج تھا اور ہم تاروں کی چھاؤں میں ... کی سیدھ میں آگے بڑھ رہے تھے۔

"کیا وقت ہو گیا ہے علی؟" بہت دیر بعد اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"دس بجنے والے ہیں۔" میں نے کہا۔

"گویا ہمیں چلتے ہوئے چار گھنٹے ہو چکے ہیں؟"

"ہاں۔ اور اس دوران ہم نے نو میل کا فاصلہ تو ضرور طے کر لیا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"فضا میں خنکی کتنی بڑھ گئی ہے۔ اگر ہم مسلسل چل نہیں رہے ہوتے تو شاید ٹھنڈ لگنے لگتی۔"

"ابھی تو خنکی اور بڑھے گی اولیو باورڈ! ممکن ہے ... رات کے بعد ہمیں ٹھنڈ لگنے لگے۔"

"تمھیں بھوک نہیں لگ رہی علی؟" اولیو باورڈ نے ... معصومیت سے پوچھا۔

"بالکل لگ رہی ہے اولیو باورڈ۔" میں نے کہا۔ "مجھے تم سے زیادہ ہی بھوک لگ رہی ہو گی۔"

"ہاں یقیناً تمھیں مجھ سے زیادہ بھوک لگ رہی ہو گی ... مگر تمھاری قوتِ برداشت بھی تو مجھ سے بہت زیادہ ...۔"

"اس وقت ہم جس مجبوری سے دوچار ہیں اس ... مجھے شکوے کی گنجائش تو نہیں نکلتی۔"

"میں کوئی شکوہ نہیں کر رہا۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ ... آواز سے مجھے اندازہ ہوا کہ تھکن اس پر بُری طرح اثر انداز ہو گئی ہے۔ "پتا نہیں یہ لوگ ابھی کس تماشے کے ہیں ... اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔"

"ضرور رینگ رہی ہو گی۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "ہماری نظروں سے اوجھل ہیں ورنہ ہمیں جوں ضرور نظر آتی۔"

"انھوں نے شاید ہمارے فرار کو کوئی خاص اہمیت ... وہی ورنہ ہمارا تعاقب ضرور کرتے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا تمھیں اپنی آزادی بُری لگ رہی ہے؟"

"جس آزادی سے تو قید بھی بہتر تھی، کم از کم لوگوں کے ... تو تھے۔ ذرا دیکھو تو یہاں کیسا خوف ناک سناٹا ... چھا رہا ہے!"

"کچھ ہی دیر قبل تم کہہ رہے تھے کہ بقیہ زندگی یہیں گزارنا چاہتے ہو اور اب تم اس ماحول سے نکل کر دشمن کی قید میں جانا چاہ رہے ہو۔"

"تم ہر بات میں بحث کیوں کرنے لگتے ہو؟" اولیو باورڈ چلتے چلتے رک گیا۔ اس کے انداز سے شدید جھنجلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"چلتے رہو اولیو باورڈ۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔ "مشکل یہ ہو گئی ہے کہ اب تم خود سے گرفتار ہونا چاہو بھی تو نہیں ہو سکتے۔"

"مجھے اس حال کو پہنچانے کی ذمے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔" اولیو باورڈ غرایا۔

"یہ الزامات عائد کرنے کا وقت نہیں ہے اولیو باورڈ۔" میں نے مصالحانہ لہجے سے کام لیتے ہوئے کہا۔ اولیو باورڈ کی حالت خاصی خراب تھی۔ وہ جسمانی محنت کا قطعی عادی نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ریگستان میں صرف دس میل پیدل چلنے کے بعد اس کا دماغ اس کے قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ "خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو ورنہ ہم اس صحرا سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔"

"ریت پر پیدل چلنا آسان کام نہیں ہے۔" اولیو باورڈ نے اپنے ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "شہر کے بہترین راستوں پر بھی دس میل چل کر آدمی ہانپ جاتا ہے اور اس ریت پر دس میل کم از کم سو میل کے برابر تو ہوں گے۔ یہاں تو اگر کسی پہلوان کو بھی اتنا چلنا پڑے تو وہ بھی ہانپ جائے گا۔"

"تم عام آدمی کی بات کر رہے ہو اولیو باورڈ! جب کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک بھی عام آدمی نہیں ہے۔ ہم تو بہت خاص قسم کے لوگ ہیں جو صرف خاص قسم کے کام انجام دیتے ہیں۔ چونکہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں لہٰذا ہمیں حالات بھی خاص قسم کے ہی درپیش آتے ہیں۔ عام آدمی کو اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا ہی نہیں پڑتا۔ ہم تو اتنے خاص قسم کے لوگ ہیں اولیو باورڈ کہ دنیا کے بڑے سے بڑا پہلوان بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم نے کسی پہلوان کی مثال دے کر نہ صرف اپنی بلکہ میری بھی توہین کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم جیسا خاص آدمی اس انداز میں بھی سوچ سکتا ہو گا۔"

"میں بہت خاص آدمی ہوں۔" اولیو باورڈ پر اثر ہو گیا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جس قسم کے حالات ہمیں پیش آتے ہیں ایسے حالات سے کسی بڑے سے بڑے پہلوان کا بھی سابقہ پڑے تو اس کے اعصاب جواب دے جائیں گے۔"

"اعصاب جواب نہیں دے جائیں گے بلکہ چٹخ جائیں گے۔" میں نے اولیو باورڈ کو قابو میں رکھنے کے لیے اُسے مکھن لگایا۔ "بلکہ اگر یہ بات بالکل درست انداز میں بیان کرنی ہو تو یوں کہا جائے گا کہ بڑے سے بڑے پہلوان کو بھی ویسے حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے جیسے ہم لوگوں کو اکثر درپیش ہوتے ہیں تو اس پہلوان کے اعصاب ایک زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹ جائیں گے۔"

اولیو باورڈ خوش ہو گیا۔ اس کی خوشی کا اندازہ مجھے اس کی آواز سے ہوا جو زندگی سے بھرپور تھی۔ "حالانکہ جسمانی طور پر پہلوان ہم سے بہت زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"جسمانی طاقت اور مضبوطی اور چیز ہوتی ہے اولیو باورڈ اور مختلف قسم کے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور چیز ہوتی ہے۔ اس کے لیے آہنی اعصاب درکار ہوتے ہیں۔ تم بھی آہنی اعصاب کے مالک ہو مگر تم نے خود پر جو احساس طاری کر لیا ہے وہ تمھاری اعصابی قوتوں میں دراڑیں ڈال رہا ہے۔"

"کون سا احساس؟" اولیو باورڈ نے چونک کر کہا۔

"تم نے خود پر یہ احساس مسلط کر رکھا ہے کہ تمھاری عمر ڈھل رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی تمھارے قویٰ جواب دیتے جا رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو تم کبھی ریت پر دس میل کا سفر اتنی آسانی سے طے نہیں کر سکتے تھے۔"

"میں نے تو خود پر کوئی احساس مسلط نہیں کیا۔ ڈھلتی ہوئی عمر تو ایک حقیقت ہے اور میں نے تو صرف۔۔۔"

"نہیں اولیو باورڈ، یہ سوچ ہی غلط ہے کہ تمھاری عمر ڈھل رہی ہے۔ توانائیوں کا منبع تو قوتِ ارادی ہوا کرتی ہے۔ عمر، جسم اور طاقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تمھاری باتوں سے میرے اندر توانائیوں کی نئی لہریں دوڑ رہی ہوں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"اس میں بھی تمھاری شخصیت کا ہی کمال ہے اولیو باورڈ! یہی باتیں اگر میں کسی اور شخص سے کرتا تو ہرگز اس پر اثر انداز

"مگر تمہارا سامان کہاں ہے؟" اُس نے کہا۔ وہ عربی بول رہی تھی مگر اُس کی عربی عام طور پہ بولی جانے والی عربی سے بہت مختلف تھی۔

"ہماری بدقسمتی کی داستان بہت طویل ہے خاتون اور اسے سنانے کے لیے بڑا وقت درکار ہوگا۔" میں نے کہا۔ "تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو اور یہاں اس ویرانے میں کیا کر رہی ہو؟"

"میرا نام مرجانہ ہے اور میرا تعلق جراعت قبیلے سے ہے۔"

"جراعت قبیلے کا نام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔" میں نے ذہن پہ زور دینے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا قبیلہ کوئی مشہور قبیلہ نہیں ہے۔" مرجانہ نے کہا۔ "یہ ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اور ہم نخلستان میں رہتے ہیں۔"

"نخلستان میں؟" میں چونک پڑا۔ "نخلستان کہاں ہے؟"

"اُدھر۔" اُس نے ہاتھ اُٹھا کر شمال مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ "یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

میں نے اُس کی بتائی ہوئی سمت میں دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہیں آسکا۔ درمیان میں ریت کے ٹیلے حائل تھے لیکن اگر اُس کا کہنا درست تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس وقت اتفاق سے مرجانہ ہمیں نہ دیکھ لیتی تو ہم اُٹھنے کے بعد مخالف سمت میں چل دیتے اور اُس کے بعد خدا جانے ہمارا کیا انجام ہوتا۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ "اُدھر تو کچھ نظر نہیں آرہا۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم تو کہہ رہی ہو اُدھر نخلستان ہے۔"

"ابھی تمھیں کیا نظر آئے گا۔" مرجانہ نے حیرت سے کہا۔ "دیکھ نہیں رہے سامنے ریت کے ٹیلے ہیں اور پھر وہ نخلستان اتنا قریب بھی نہیں ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ امکان رد نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یہ ان لوگوں کی کوئی چال ہو مگر اس ریگستان میں پیاس سے بلک بلک کر مر جانے سے تو یہی بہتر تھا کہ خود کو ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بے سرو سامانی کے عالم میں اس ریگستان سے زندہ بچ کر نکلنا ناممکنات میں سے تھا جب کہ ان لوگوں کی قید سے فرار ہونا بہت آسان تھا۔

"کیا تم ہمیں اُس نخلستان تک لے چلو گی؟" میں نے مرجانہ سے کہا۔

"تو اور تمھارے خیال میں میں یہاں کیوں رُکی ہوئی ہوں؟" مرجانہ نے تعجب سے کہا۔ "اس بے سرو سامانی کے عالم میں تم کہیں جا بھی نہیں سکتے۔ تمھارے پاس تو پانی بھی نظر نہیں آرہا۔ پانی کے بغیر صحرا میں دن کے وقت چند گھنٹوں کے اندر اندر آدمی مر جاتا ہے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں جانتے؟"

"بالکل جانتا ہوں محترم خاتون!" میں نے کہا۔ "مگر ہم بہت مجبور ہیں۔ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ اگر آپ ہمیں نخلستان تک لے چلیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو اجنبی؟" مرجانہ نے کہا۔ "میرا باپ قبیلے کا سردار ہے اور تم ہمارے مہمان ہوگے۔ کیا تم عرب روایات سے واقف نہیں ہو؟"

"بہت اچھی طرح واقف ہوں سیدہ مرجانہ۔" میں بوکھلا کر کہا۔ "لیکن میں نے سوچا شاید آپ کے قبیلے کی روایات کچھ مختلف ہوں۔"

"ہرگز نہیں اجنبی مسافر۔" مرجانہ بڑی تمکنت سے بولی۔ "مہمان نوازی کی عرب روایات کہیں کسی جگہ تبدیل نہیں ہوئیں۔ اب اپنے ساتھی کو اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ تمھارا دوست بہت گہری نیند سو رہا ہے۔ کیا یہ بے ہوش ہے؟"

"نہیں سیدہ مرجانہ! یہ بے حد تھک گیا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم نے تمام رات پیدل سفر کیا ہے۔"

"اور پھر اب تو تم بھی بے حد تھکے ہوئے ہوگے۔ تھکن تمھارے چہرے سے بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ کیا تمھیں تھکن محسوس نہیں ہو رہی؟"

"معمولی سی تھکن ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے جھوٹ بولا۔ ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ریگستان میں پچیس میل کے قریب پیدل چلنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا جوڑ جوڑ ہل کر رہ گیا ہو۔

میں نے اولیو باورڈ کو جھنجوڑ کر اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا اجنبی مسافر!" مرجانہ نے پوچھا۔

"مجھے علی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سیدہ۔" میں نے کہا۔

"اور تمھارا یہ ساتھی کون ہے؟ اس کے بارے میں بتاؤ گے؟"

"یہ میرا دوست ہے سیدہ۔ ترکی کا باشندہ ہے اور اس کا نام زکریا پاشا ہے۔"

"یہ اٹھ کیوں نہیں رہا ہے علی؟ کیا یہ بہت زیادہ تھک گیا ہے؟"

"یہ زیادہ مشقت کا عادی نہیں ہے سیدہ مرجانہ! اس کی عمر بھی زیادہ ہے ورنہ یہ اتنی گہری نیند نہیں سوتا۔" میں نے اولیو باورڈ کو جھنجوڑ ڈالا۔ "اُٹھو زکریا! تم تو گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔"

"اسے اٹھاؤ علی! ورنہ اگر دیر ہوگئی تو سورج آگ برسانے لگے گا اور تمھارے دوست کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ زیادہ سفر کرسکے۔"

اولیو باورڈ نے کسمسا کر کروٹ بدلی اور پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ میں اسے زکریا پاشا کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اور اٹھتے ہی اُس نے اپنے سامنے مرجانہ کو موجود پایا۔ اجنبیت کے شدید احساس نے اُسے بھونچکا کر رکھ دیا۔

"ہم کہاں ہیں؟ یہ کون ہے؟ یہ سب کیا چکر ہے؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمھارا نام زکریا پاشا ہے، میں علی ہوں اور تم میرے دوست اور ترکی کے باشندے ہو۔" میں نے جلدی جلدی اولیو باورڈ سے کہا۔

"یہ تم کون سی زبان میں باتیں کر رہے ہو علی؟" مرجانہ نے کہا۔ ہم انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ "کیا تمھارے دوست کو عربی نہیں آتی؟"

"نہیں سیدہ مرجانہ! اسے عربی نہیں آتی۔ جتنی عربی اسے آتی ہے وہ نہ آنے کے ہی برابر ہے۔"

"یہ تو بڑی افسوس ناک بات ہے۔ خیر تم اس سے کہو کہ یہ جلدی سے چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔ زیادہ دیر انتظار نہیں کیا جاسکتا۔"

"یہ کون ہے علی؟ اور تم اس سے کیا باتیں کر رہے ہو؟" اولیو باورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"اس کے بیان کے مطابق یہ قریبی نخلستان کے ساتھ رہنے والے قبیلے جراعت کے سردار کی بیٹی ہے اور اس کا نام مرجانہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کا قبیلہ یہاں سے کتنی دور آباد ہے؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ نخلستان دس سے بیس میل کے فاصلے پر تو ضرور ہوگا۔"

"صحرا میں اتنا فاصلہ بہت ہوتا ہے علی۔" اولیو باورڈ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"تم کرنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے اولیو باورڈ کو گھورا۔

"یہ اس ویران جگہ پر اتنی دور کیا کرنے آئی ہے؟"

"ابھی مجھے اس سے اتنی باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کہا۔

"تمھیں اس سے یہ بات ضرور معلوم کرلینی چاہیے تھی علی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"دیکھو! یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا تعلق انھی لوگوں سے ہو اور ہم دوبارہ گرفتار ہو جائیں۔"

"یہ بات تو ہے۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اسے واپس کر دیتے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" اولیو باورڈ بوکھلا گیا۔ "اگر یہ واپس چلی گئی تو ہمارا کیا بنے گا؟"

"تم عجیب آدمی ہو اولیو باورڈ! خود ہی گرفتار ہونے کا خدشہ بھی ظاہر کرتے ہو اور خود ہی اس طرف سے بھی تشویش کا شکار ہو کہ اگر یہ واپس چلی گئی تو ہم کہاں جائیں گے؟ جلدی سے کسی فیصلے پر پہنچ کر مجھے مطلع کرو۔ ظاہر ہے یہ تمام دن تو ہمارا انتظار نہیں کرسکتی۔"

"تم لوگ کیا باتیں کرنے لگے؟" مرجانہ نے کہا۔ "کیا تمھیں یہ احساس نہیں کہ سورج کی تمازت بڑھتی جا رہی ہے؟"

"دراصل میرا ساتھی بڑی نقاہت محسوس کر رہا ہے سیدہ مرجانہ۔ کہہ رہا ہے کہ اسے چکر آرہے ہیں۔ شاید اپنے پیروں پہ نہ چل سکے۔"

"اس سے کہو کہ ہمت کر کے چلنے کی کوشش کرے ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ کہیں اسے لو تو نہیں لگ گئی؟"

"میں اسے یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں سیدہ۔" میں نے کہا اور پھر اولیو باورڈ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "تم نے کیا فیصلہ کیا اولیو باورڈ؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" اس نے جواب دینے کے بجائے اُلٹا مجھ سے ہی سوال کر ڈالا۔

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ چلے چلیں ورنہ ہمارے لیے صحرا کا ہر راستہ ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" اولیو باورڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ہمیں اس کے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔ ہم اس کے لیے مجبور ہیں۔"

"میرا اوورکوٹ کا بنڈل بنالو اور جوتے پہن کر جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

اولیو باورڈ کے جسم میں جیسے بجلی سی بھر گئی۔ اس نے تیاری کرنے میں بہت تیزی دکھائی۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ تمھارا دوست نقاہت محسوس کر رہا ہے۔ جب کہ اسے کام کرتے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس سے زیادہ پھرتیلا آدمی کوئی ہوگا ہی نہیں۔" مرجانہ

"… نے دھمکی دے رکھی تھی" سیدہ مرجانہ نے … اگر
… کے … چلنے کے لیے تیار نہ ہو گئی تو ہم اسے
… چلے جائیں گے" میں نے کہا۔

"… بڑی بڑی تو آپ صورت ہستی تھی مجھے یوں
… جیسے … اٹھتے ہوں اور صحرا میں ہمارا آ گئی
… بہت جیالے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اسے دھمکی دینے
… ضرورت تھی۔ وہ تو پہلے ہی لب دم معلوم ہو رہا ہے۔"

"اس کی زندگی بچانے کے لیے یہ دھمکی بے حد ضروری
… ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔"

مرجانہ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور مسکرا کر رہ گئی۔
… بادل چلنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ میں نے بھی
… کر کے ہاتھ لیا۔ "چلیں سیدہ مرجانہ؟"

"ہاں چلو" مرجانہ نے کہا اور ہم اس کے ساتھ روانہ ہو
… پیاس … رہی تھی اور حلق میں کانٹے پڑ رہے
تھے لیکن میں اپنے کسی انداز سے کوئی غیر معمولی
… نہیں ہونے دے رہا تھا۔ … بار بار اپنی
… پر پھیر کر اپنے ہونٹ تر کرنے کی ناکام
… کر رہا تھا۔

"اگر آپ … تو آپ سے ایک ذاتی سا سوال کر لوں"
… مرجانہ … سے کہا۔

"اجازت ہے علی! میں برا نہیں مانوں گی" مرجانہ نے
… انداز میں کہا۔

"آپ … قبیلے سے … دور یہاں کیا کرنے آئی تھیں؟"

"کیا اس سوال کا جواب ضروری ہے علی؟" مرجانہ نے
… میں نے محسوس کیا کہ اس کے لہجے میں ہلکی سی اداسی تھی۔

"اگر کوئی بہت ہی ذاتی بات ہے سیدہ تو میں جواب پر
اصرار نہیں کروں گا۔"

"تم ہمارے مہمان ہو علی! اور ہم لوگ مہمانوں کو اپنے
… سے دور نہیں رکھتے ہیں۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں جواب پر اصرار کروں گا"
سیدہ مرجانہ … سے کہا۔

"تم مصر ہو تو میں تمھیں بتائے دیتی ہوں۔ دراصل کچھ
دنوں سے ہماری بستی ایک مشکل کا شکار ہے۔ صحرائی قزاقوں نے
ہمارا سکون درہم برہم کر دیا ہے۔"

"کیا انھوں نے آپ کی بستی پر حملہ کیا ہے سیدہ مرجانہ؟"
… نے پوچھا۔

"نہیں، لیکن ہمیں ان کی جانب سے … دھمکی
… میں انھوں نے ہم سے … بہت خطیر رقم کا مطالبہ
… اس کا بندوبست کرنا ہمارے … ممکن نہیں تھا۔ انھوں
رقم کی فراہمی کے لیے … مہلت دی مگر ہم ان کا
رقم کا بندوبست نہیں کر سکے۔ انھوں نے ہمیں آخری …
روز کی مہلت دی تھی جو آج شام کو ختم ہو رہی ہے۔ اگر …
قزاقوں کو مطلوبہ رقم فراہم نہ کر دی گئی تو وہ ہماری بستی کو
تاراج کر ڈالیں گے۔"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی سیدہ مرجانہ کہ … اس
آپ کی یہاں آمد میں کیا نسبت ہے۔ کیا آپ یہاں …
کرنے آئی تھیں؟"

"نہیں سمجھو گے" مرجانہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ "…
ہماری بستی کے … نے ایک عمل بتایا تھا جو …
کے لیے بہت مجرب ہے مگر اس عمل کے لیے دو …
ہیں۔ ایک تو یہ کہ عمل کوئی ایسی دوشیزہ کرے جو باکردار …
دوم یہ کہ عمل ایسے مقام پر کیا جائے جہاں ویرانہ ہو اور آدمی
کم از کم اتنی دور ہو کہ وہاں تک کوئی آواز نہ پہنچ سکتی ہو۔
میں نے عمل کرنے کے لیے یہ مقام منتخب کیا تھا۔"

میں نے حیرت سے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ …
یقین باتیں کر رہی تھی۔ اس قسم کی … باتوں سے تو …
کو بھی مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ مرجانہ کو جھوٹ بولنے کا …
سلیقہ نہیں تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ … لوگوں کی …
لیکن مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوئی۔ انھیں چاہیے تھا کہ …
پھانسنے کے لیے کسی ذہین ایجنٹ کو بھیجتے۔ مرجانہ تو …
کی بے وقوف تھی لیکن پھر میں نے سوچا کہ وہ …
میں موجودگی کا اس کے علاوہ یا اس سے ملتے جلتے …
علاوہ کوئی جواز پیش ہی نہیں کر سکتی تھی۔

"مجھے اس طرح مت دیکھو" مرجانہ نے …
جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں ضعیف الاعتقاد نہیں ہوں
راسخ العقیدہ ضرور ہوں۔ میں نے کبھی کوئی وظیفہ یا …
کیا۔ لیکن اس بار معاملہ ایسا آ پڑا کہ میں مجبور ہو گئی۔ …
لیے باکردار دوشیزہ ہونے کی شرط ایسی تھی کہ سردار کی …
کے ناتے میں نے اس عمل کو کرنے کی ذمے داری اپنے …
محسوس کی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "بڑے عجیب …
ہیں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "انھیں تو لوٹ مار کر کے …
جاننا چاہیے تھا۔ قزاق دھمکیاں تو نہیں دیا کرتے۔"

"شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہم بستی والوں کے پاس زیادہ
مال و متاع نہیں ہے۔ یہاں اس ریگستان میں ہمارے ذرائع
بے حد محدود ہیں۔ وہ ہمیں اسی لیے دھمکیاں دے رہے ہیں
کہ ہم اپنے سارے ذرائع استعمال کر کے کہیں نہ کہیں سے اس
مطلوبہ رقم کا بندوبست کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ مطلوبہ رقم
ملنے کے بعد بھی وہ بستی میں لوٹ مار ضرور کریں گے۔"

"جب بستی والوں کے ذرائع ہی محدود ہیں تو وہ رقم کا
بندوبست کیسے کر سکیں گے؟" میں نے کہا۔

"ہماری بستی کے تمام نوجوان شہروں میں کام کرتے ہیں۔ سال
میں ایک آدھ بار جب وہ یہاں آتے ہیں تو اپنے ساتھ ضروریات
کی چیزیں لے آتے ہیں۔ ظاہر ہے اس ریگستان میں رقم تو
ہمارے کسی کام نہیں آ سکتی۔ بستی والوں کا خیال ہے کہ قزاق اس
بات سے واقف ہیں کہ ہمارے نوجوان شہروں میں کام کرتے
ہیں۔ اسی لیے انھوں نے ہمیں لوٹنے کے بجائے دھمکیاں
دینے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے کہ ہم لوگ شہروں میں موجود اپنے
نوجوانوں کے ذریعے رقم کا بندوبست کر دیں۔ اگر قزاق ویسے
یہاں لوٹ مار کریں گے تو انھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

میں حیران رہ گیا۔ مرجانہ نے اچانک ہی منطقی انداز میں
مدلل گفتگو کرنا شروع کر دی تھی۔ اس کی باتوں میں وزن تھا
اور انھیں رد کرنا آسان نہیں … میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا
تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا سچ بول رہی ہے۔ اس کے
انداز میں اتنی معصومیت اور بے ساختگی تھی کہ اس پر یقین
کر لینے کو جی چاہتا تھا لیکن اس کے جھوٹ یا سچ ہونے
کی بہت زیادہ اہمیت تھی بھی نہیں۔ وہ جو کچھ بھی تھی، ہمارے
لیے تو وہ … رحمت ہی بن کر نازل ہوئی تھی۔ وہ ہماری گرفتاری
کے خواہاں لوگوں کی ایجنٹ ثابت ہوتی یا سچ مچ کسی قبیلے کے
سردار کی بیٹی نکلتی مجھے اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ … یہ
تھی کہ … دیر بعد حقیقت سامنے آنے والی تھی اور اس ذرا
سی دیر کے لیے اس لایعنی مسئلے میں دماغ سوزی کرنا عبث
تھا۔ میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیے۔

"صبح جب عمل پورا کر کے میں واپس ہو رہی تھی تو …
میری نگاہ تم دونوں پر پڑی" مرجانہ کہہ رہی تھی۔ "جذبہ تجسس
کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں تمھارے نزدیک آئی۔ تمھاری نیند
… ہے۔ جیسے ہی میں تمھارے نزدیک پہنچی تم
… اٹھ گئے۔"

"میں بہت کچی نیند سونے کا عادی ہوں سیدہ مرجانہ!"
میں نے کہا۔

"اب ایسی بھی کیا کچی نیند کہ آدمی ہوا کے جھونکے سے
بھی اٹھ جائے" مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "جب تم میری آہٹ
پا کر اٹھ گئے تو میں ڈر گئی۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں تم لوگوں کا تعلق
انھی قزاقوں سے نہ ہو۔"

"پھر یہ شبہ دور کیسے ہوا سیدہ مرجانہ؟"

"تمھارے حلیوں سے" مرجانہ نے کہا۔ "قزاق تو ایک
… سے پہچانے جاتے ہیں۔"

"آپ کو قزاقوں کی بڑی پہچان ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے
چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں صحرائی بستیوں میں ان کے حلیے مشہور ہیں۔ وہ
بڑے … اور … قسم کے لوگ ہیں۔ ان کی
داڑھیاں گھنی اور بے ترتیب ہیں۔ رنگ کالے ہیں اور ان کی
آنکھوں سے سرخی اور … سے درندگی جھلکتی ہے۔ اس کے
علاوہ تمھارے پاس کوئی ساز و سامان بھی نہیں ہے۔ اگر تمھارا
تعلق ان قزاقوں سے ہوتا تو کم از کم تمھارے پاس سواری کے
لیے اونٹ تو ضرور ہوتے۔"

میں جھنجلا گیا۔ وہ ہر بات کا معقول جواب دے رہی
تھی جب کہ میں اسے گھیرنے کے درپے تھا۔ شاید لاشعوری
طور پر میں اس بات کا خواہاں تھا کہ آخر میں جب وہ مجھے گرفتار
کرائے تو مجھے یہ احساس نہ ہو کہ میں ایک لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف
بن گیا۔ بے وقوف بننے کا احساس تو ویسے ہی بہت تکلیف دہ ہوتا
ہے۔ مجھ جیسے شخص کے لیے تو یہ احساس اور بھی زیادہ سوہان روح
ہوتا کہ ایک لڑکی مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی۔

"ریگستان میں پیدل سفر کرنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے
سیدہ مرجانہ! آپ نے سواری کے لیے اونٹ کیوں استعمال
نہیں کیا؟"

"اس سے عمل میں خلل پڑنے کا امکان تھا۔ اونٹ
بلبلانا شروع کر دیتا تو میں اسے سنبھالتی یا وظیفہ جاری رکھتی؟"
مرجانہ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

میری جھنجلاہٹ میں اضافہ ہو گیا۔ کم بخت کسی صورت
گرفت میں نہیں آ رہی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہر سوال کا
جواب اس کی نوک زبان پر رکھا ہوا ہو۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ
وہ ایک ذہین ایجنٹ ہے۔ اس نے یقیناً کم وقت میں یہ
سارے جھوٹ در جھوٹ گھڑے ہوں گے۔

"ان قزاقوں کے بارے میں آپ کو کچھ اور بھی معلوم ہے
سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ کچھ

جارحانہ ہو گیا تھا۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ زیادہ تو نہیں معلوم لیکن یہ قزاق پچھلے چھ ماہ سے اس ریگستان میں لوٹ مار کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی قزاق ہوا کرتے تھے مگر وہ اتنے منظم نہیں تھے اور کبھی کبھار کسی چھوٹے موٹے قافلے کو لوٹ لیتے تھے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ قزاق کہاں سے آئے ہیں۔ اُن کی سرگرمیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں اور اب یہ عالم ہو گیا ہے کہ صحرا سے گزرنے والا کوئی قافلہ بھی اُن کی زد سے محفوظ نہیں ہے۔ اب کوئی چھوٹا قافلہ صحرا سے نہیں گزرتا مگر یہ قزاق اتنے منظم اور جدید اسلحے سے لیس ہیں کہ بڑے قافلے بھی ان سے نہیں بچ پاتے۔ ان قزاقوں نے صحرائی بستیوں کو بھی نہیں بخشا۔ قبیلہ جبال عتہ کی آبادی شاید وہ واحد آبادی ہے جو ابھی تک اُن کی دست برد سے محفوظ رہی تھی مگر اب اس کے دن بھی پورے ہو گئے۔ آج شام اس کی قسمت کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔"

میں ایک بار پھر تشویش در پیچ میں پڑ گیا۔ جتنی روانی سے اس نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی تھیں اُن سے مجھ میں گمان گزرتا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

"تو آپ کے قبیلے کے لوگ دفاع کا بندوبست نہیں کر سکتے سیدہ مرجانہ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں،" مرجانہ نے اداسی سے کہا۔ "ہم نے دفاع کا بندوبست کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

"کیوں؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "کیا آپ لوگوں کو اپنی جانوں اور مال و متاع سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"وہ نخلستان کب آئے گا؟" اولیو ہارڈ نے نحیف آواز میں پوچھا۔ "مجھ سے اب بالکل نہیں چلا جا رہا۔"

میں نے اولیو ہارڈ کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور چہرے پر سیاہی دوڑ گئی تھی۔ اس کی حالت واقعی بے حد خراب تھی مگر اس وقت اس سے اظہار ہمدردی کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا لہٰذا میں نے بے رخی سے اس سے کہا۔ "اگر تم سے چلا نہیں جا رہا تو بیٹھ جاؤ۔ میں تو جلد از جلد نخلستان پہنچ کر خوب جی بھر کر پانی پینا چاہتا ہوں لہٰذا میں تمہارے ساتھ نہیں رکوں گا۔ جب تھکن اتر جائے تو تم بھی چلے آنا۔"

"اتنی بے مروتی نہ برتو علی! میری حالت نہیں دیکھ رہے میں گرنے ہی والا ہوں۔"

"مجھے ڈسٹرب مت کرو۔ میں بہت ضروری گفتگو کر رہا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں اس سے کہا پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "اس تو پھر مرجانہ، میں نے پوچھا تھا آپ لوگوں نے بندوبست کیوں نہیں کیا؟"

"جب قزاقوں کی طرف سے پہلی دھمکی موصول ہوئی تو قبیلے کے سارے لوگوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اُن کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ اس بات پر سبھی متفق تھے کہ مطالبہ پورا ہونے کے بعد بھی قزاق لوٹ مار ضرور کریں گے۔"

سورج کی تمازت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ اور درجہ حرارت بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ ابھی سے لو چلنا شروع ہو گئی تھی جو ہماری جلدوں کو جھلسائے دے رہی تھی۔ میں شاید اس موسم میں بھی چند گھنٹے گزار لیتا لیکن اولیو ہارڈ شاید ایک گھنٹہ بھی نہ گزار پاتا۔

"وہ نخلستان۔" اولیو ہارڈ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "کتنا دور رہ گیا ہے۔"

میں نے اُس کی بات مرجانہ کے سامنے دہرا دی۔

"وہ سامنے جو ٹیلہ نظر آ رہا ہے اُس کے دوسری طرف نخلستان ہے جس میں ہماری بستی ہے۔" مرجانہ نے کہا۔

"وہ کہہ رہی ہے اس ٹیلے کے دوسری طرف نخلستان ہے۔" میں نے اولیو ہارڈ کو انگریزی میں بتایا۔

"دیکھو وہاں تک پہنچ بھی پاتا ہوں یا نہیں۔" اولیو ہارڈ نے نحیف آواز میں کہا۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہے اُن قزاقوں کی کل تعداد کیا ہو گی؟" میں نے اولیو ہارڈ کی تسلی اَن سنی کرتے ہوئے مرجانہ سے پوچھا۔

"اُن کی زیادہ سے زیادہ جو تعداد سننے میں آئی ہے وہ پچیس ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔" مرجانہ نے کہا۔

"صرف پچیس!" میں نے حیرت سے کہا۔ "صرف پچیس آدمی تو پورے ریگستان میں تہلکہ نہیں مچا سکتے۔"

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن شاید یہ بھی غلط ہے کہ اُن کا سردار ایک ایسا شخص ہے جو اپنا چہرہ سیاہ نقاب سے چھپائے رہتا ہے۔"

"لیکن یہ کوئی اتنی بڑی تعداد تو نہیں کہ جس پر قابو نہ پایا جا سکے۔ کوئی بھی قافلہ اُن کا مقابلہ کر سکتا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ قافلے میں عام لوگ ہوتے ہیں، عورتیں اور بچے ہوتے ہیں۔ لوگ تربیت یافتہ نہیں ہوتے، نہ ہی سارے قافلے والے مسلح ہوتے ہیں۔ ایک آدھ قافلے والوں نے اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو انہیں نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ اب تو یہ حال ہے کہ کوئی اُن قزاقوں سے مقابلہ کرنے کے بارے میں سوچتا تک نہیں ہے۔ اُن کے پاس بڑے خطرناک ہتھیار ہوتے ہیں اور اُن کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔"

"حکومت نے اُن کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا؟"

"جہاں تک مجھے علوم ہے پولیس نے کچھ کوششیں کیں مگر صحرا میں قزاقوں کو تلاش کرنا ان کے لیے ممکن نہ ہو سکا لہٰذا انہوں نے بھی اپنی کوششیں ترک کر دیں۔"

"اور تم جو عمل کر رہی تھیں اس کے نتیجے میں قزاقوں کو کوئی نقصان پہنچا یا نہیں؟"

"میرا مذاق مت اڑاؤ۔" مرجانہ نے اداسی سے کہا۔ "اگر بستی کے تمام لوگوں کا معاملہ نہ ہوتا تو میں ہرگز اس چکر میں نہ پڑتی۔"

"ارے نہیں۔" میں نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں تمہارا مذاق تو نہیں اڑا رہا، میں تو صرف معلوم کر رہا تھا۔"

"عملیات پر میرا بھی یقین نہیں رہا۔ میں تو سیدھی سی بات جانتی ہوں جو کچھ بھی ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے پھر ہم عملیات کیوں کریں؟"

میں نے مرجانہ کو غور سے دیکھا۔ یا تو وہ بے حد معصوم تھی یا پھر بے حد چالاک تھی۔ اس کی سنائی ہوئی داستان میرے حلق سے نہیں اتر رہی تھی اور دوسری طرف اس کے انداز میں کچھ ایسی سادگی تھی کہ اُسے کسی بھی طرح بناوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

ہم ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اولیو ہارڈ کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بس وہ خود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹ ہوا وہاں تک پہنچا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے زور پر ٹیلے کے اوپر نہیں چڑھ سکے گا۔ میں نے خاموشی سے اولیو ہارڈ کا بازو پکڑا اور اسے اوپر چڑھنے میں مدد دینے لگا۔ میں بہ ہزار دقت اُسے ٹیلے کے اوپر تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکا۔ ٹیلے پر سے نخلستان صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ہم سے بمشکل آدھ میل کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ کھجوروں کے لہلہاتے درخت دیکھ کر اولیو ہارڈ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"نخلستان... نخلستان!" وہ دیوانگی کے انداز میں دونوں ہاتھ اٹھا کر چلایا۔

"کیا کر رہے ہو؟" میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ذہن کو قابو سے باہر نہ ہونے دو۔"

"پانی... پانی!" اولیو ہارڈ نے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے جانے دو، مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ میں پانی پیوں گا۔ مجھے مت روکو، چھوڑ دو مجھے۔ میں کہتا ہوں چھوڑ دو مجھے۔"

اولیو ہارڈ پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ میں اُسے قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر اُس کی دیوانگی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی ہی جا رہی تھی پھر اچانک وہ دفعتاً کر جیسے لپٹ پڑا اور میرے بازو میں دانت گاڑنے کی کوشش کی۔ میں اُس کی اس حرکت کے لیے تیار نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں اسے چھوڑ کر بوکھلاہٹ میں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے پیچھے ہٹتے ہی اولیو ہارڈ پلٹا اور اس نے نخلستان کی جانب دوڑ لگانے کی کوشش کی۔ ڈھلان پر وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر پڑا۔ گرنے کے بعد وہ لڑھکتا چلا گیا اور ٹیلے کے نیچے جا کر ہی اُس کا جسم ساکت ہوا۔

"اسے سنبھالو علی!" مرجانہ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "ریگستان میں دماغ الٹتے دیر نہیں لگتی۔"

"مجھے معلوم ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "اور میں نے اُسے قابو میں رکھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ اب شاید وہ بے ہوش ہو گیا ہے اور اسے اٹھا کر ہی لے جانا پڑے گا۔"

ہم دونوں سنبھل سنبھل کر ٹیلے سے اترے۔ اولیو ہارڈ بے سدھ پڑا تھا۔ میں نے اسے ہلایا جلایا مگر اس کے جسم میں کوئی جنبش نہیں پیدا ہوئی۔

"کیا یہ مر گیا؟" مرجانہ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں سیدہ مرجانہ، یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر یہ نخلستان تک کیسے پہنچے گا؟ کیا میں سواری کے لیے کوئی اونٹ لے کر آؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "میں اسے اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لے چلوں گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" مرجانہ نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ خاصا وزنی آدمی ہے اور پھر تمہاری حالت بھی زیادہ اچھی نہیں ہے۔"

"چھوٹی موٹی باتوں سے مجھے کچھ نہیں ہوتا سیدہ مرجانہ! میں محنت و مشقت کا عادی ہوں۔ بہ آسانی اسے اٹھا کر نخلستان تک لے جا سکوں گا۔"

"تم خطرہ مول نہ لو تو بہتر ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں میں سے کم از کم ایک فرد تو صحیح و سالم بستی تک پہنچ جائے۔"

"آپ گھبرائیں نہیں، میں بھی اسی کیفیت کا شکار ہو جاؤں گا؟" میں نے ہنس کر کہا۔ "بے فکر رہیے سیدہ مرجانہ! میں بہت سخت جان آدمی ہوں۔ اس بے چارے صحرا کا موسم بھی آسانی سے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" میں نے جھک کر اولیو ہارڈ کو

دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور اسے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ "چلیے سیدہ مرجانہ!" میں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"تمھاری آواز سے تکلف کا اظہار نہیں ہوتا کہ تم نے کوئی وزنی چیز اٹھا رکھی ہے۔" مرجانہ نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اس کے وزن کا غلط اندازہ لگایا ہے سیدہ مرجانہ! یہ اتنا زیادہ وزنی نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں علی! یہ اچھا خاصا وزنی آدمی ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تمھاری رفتار پر بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑا ہے!"

"میں نے آپ سے کہا تھا ناسیدہ مرجانہ! کہ میں محنت کا عادی ہوں۔ اتنا وزن اٹھا کر چلنے سے مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم ایک غیر معمولی آدمی ہو علی! اس شدید موسم میں ریت پر اتنا وزن لے کر چلنا اچھے خاصے طاقت ور آدمی کے لیے بھی بہت دشوار ہوتا ہے۔"

"ارے نہیں سیدہ۔" میں ہنس پڑا۔ "میں تو بہت معمولی سا آدمی ہوں۔ میرے خیال میں وقت پڑنے پر آدمی کو تھوڑی بہت مشقت کرنے کے قابل تو ہونا ہی چاہیے۔"

مرجانہ نے کچھ نہیں کہا مگر اس کے بعد اس کی نظریں مستقل مجھ پر جمی رہیں۔ اس کی آنکھوں تک میرے لیے جو پسندیدگی اور ستائش تھی۔ میں اولیو یاورڈ کو کاندھوں پر اٹھائے ہموار قدموں سے ریت پر چل رہا تھا۔ میرے قدموں میں ذرا سی بھی لڑکھڑاہٹ یا لغزش نہیں تھی۔

تقریباً چند منٹ میں ہم نخلستان کے پاس پہنچ گئے۔ کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھے۔ نخلستان کے باہر ایک مضبوط ہاتھ پیروں والا شخص مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی نظریں ہم پر بھی پڑ گئی تھیں۔ اس کی عمر پچاس سے زیادہ ہی رہی ہوگی مگر اس کے سر اور داڑھی کے سارے بال سیاہ تھے۔

"یہ میرے والد ہیں۔" مرجانہ نے مجھے بتایا۔ "ان کا نام ابوالحسن ہے اور یہ قبیلہ جراعت کے سردار ہیں۔"

"تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی مرجانہ!" اس شخص نے بلند آواز میں کہا۔ جس کا نام مرجانہ نے ابوالحسن بتایا تھا۔ "اور یہ تمھارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

مرجانہ دوڑتی ہوئی ابوالحسن کے نزدیک پہنچ گئی۔ "یہ مسافر ہیں ابو المحترم! اپنے قافلے سے بچھڑ گئے تھے۔ ریگستان میں بغیر ساز و سامان کے تھے۔ میں انھیں اپنے ساتھ لے آئی ہوں۔"

"الحمدللہ۔ مہمان آئے ہیں گویا اللہ کی رحمت آئی ہے۔" ابوالحسن نے پاٹ دار آواز میں کہا۔ "کتنے عرصے بعد ہمارے قبیلے کی قسمت جاگی ہے۔ یہاں کوئی مہمان آیا ہے۔ لگتا ہے مسافر مشکلات کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ دوسرا آدمی کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کچھ تو تھکن ہے اور کچھ اسے لو بھی لگ گئی ہے۔ شاید اس کا دماغ بھی متاثر ہوا ہے۔ یہ ہذیان بکنے لگا تھا۔" مرجانہ نے کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ اس کا علاج ہو جائے گا۔" ابوالحسن نے کہا۔ "تم اسے اندر لے آؤ۔"

میں اولیو یاورڈ کو کاندھوں پر اٹھائے نخلستان کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر کی دنیا ہی نرالی تھی۔ کھجور کے درختوں کی گھنی چھاؤں میں اندر کا موسم باہر کے موسم کے بالکل برعکس تھا۔ ہمیں وہاں چند اونٹ بندھے دکھائی دے رہے تھے اور ان سے کچھ آگے جھونپڑی نما مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان کی تعمیر کھجور کے تنے، پتے اور چھال استعمال کی گئی تھی۔ میں نے انھیں شمار کیا۔ کل بیس جھونپڑیاں تھیں۔ نخلستان کے وسط میں بہتا ہوا پانی کا چشمہ دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔

"اسے اندر لے آؤ۔" سردار ابوالحسن نے سب سے بڑی جھونپڑی کے دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔

میں اولیو یاورڈ کو لیے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر کھجور کی چھال کا ایک بستر فرش پر رکھا نظر آیا۔

"اسے اس پر لٹا دو۔" سردار نے کہا۔

میں نے اولیو یاورڈ کو احتیاط سے بستر پر لٹا دیا اور اس کی کمر سے بندھا ہوا پیراشوٹ کا بنڈل کھول کر علیحدہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی کمر سے بندھا ہوا بنڈل بھی اتار کر فرش پر ایک طرف ڈال دیا۔

"مرجانہ! تم اس کی دیکھ بھال کرو۔" سردار نے کہا پھر میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "اور تم میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اولیو یاورڈ پر نظر ڈالی تو سردار نے مجھ سے کہا۔ "تمھیں اس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مرجانہ جانتی ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اللہ نے چاہا تو وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ میں کس جگہ پہنچ گیا ہوں۔ ان لوگوں کا تعلق حکومت سے ہے یا واقعی یہ اتفاق ہے کہ ہم ان کے ہاتھ لگ گئے۔ بات جو بھی ہو زیادہ دیر چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا۔

سردار جھونپڑی سے نکل کر ایک طرف چلا۔ یا تھا۔ میں اس کے پیچھے چل دیا۔ سردار مجھے لے کر سیدھا پانی کے چشمے پر پہنچا۔ "ریگستان کے مسافروں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں ہو سکتی۔" اس نے پانی کے چشمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم ایک عقل مند، ذہین اور باحوصلہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ یقیناً ریگستانوں کے مزاج سے بھی آشنا ہو گے۔ میں تمھیں یہ بچکانہ نصیحت نہیں کرنا چاہتا کہ پانی ذرا احتیاط سے پینا۔ تاہم کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔ تمھارے لیے لباس وغیرہ کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سردار محترم! البتہ میں نہا دھو کر تازہ دم ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"جی بھر کے نہاؤ اور جب تازہ دم ہو جاؤ تو وہیں چلے آنا۔" سردار نے اپنے جھونپڑے کی طرف اشارہ کیا اور واپس چلا گیا۔

میں آہستگی سے چشمے پر جھکا اور دونوں ہاتھ پانی میں ڈال دیے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پانی کی ٹھنڈک میری روح تک میں سرایت کر گئی ہو۔ میں نے چند لمحے اپنے ہاتھ پانی میں رکھنے کے بعد دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر اپنے چہرے پر پانی کا چھپکا مارا۔ میرے چہرے سے پانی کے ساتھ گرد کی ایک تہہ اتری اور جسم سے تھکن کی کئی تہیں اتر گئیں۔ منہ خوب اچھی طرح دھونے کے بعد میں نے ایک گھونٹ پانی پیا۔ پانی کا وہ گھونٹ مجھے دنیا کی سب سے بڑی نعمت معلوم ہوا۔ اس ایک گھونٹ پانی کے ذائقے کے سامنے اس وقت مجھے دنیا کا لذیذ ترین شربت بھی ہیچ معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیا۔ یہ بڑا صبر آزما سا کام تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ پانی پینے کے معاملے میں ذرا سی بے صبری بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

خوب سیر ہو کر پانی پینے کے بعد میں کپڑوں سمیت چشمے کے پانی میں اتر گیا۔ میرے جسم پر گرد کی تہیں کم تھیں اور تھکن کی تہیں بہت زیادہ تھیں مگر چشمے کے تازہ پانی میں ایسا اعجاز تھا کہ ساری تھکن کافور ہو گئی۔

کافی دیر بعد میں پانی سے باہر نکلا تو میں بالکل تازہ دم ہو چکا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ نزدیک و دور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بستی کے مکین یا تو ابھی تک آئے ہی نہیں تھے یا پھر گھروں میں ہی ناشتے وغیرہ میں مصروف تھے۔ میں نے کپڑے اتارے اور انھیں نچوڑ کر دوبارہ پہن لیا۔ خشک ہوا انھیں بہت جلدی سکھا دیتی۔

اب مجھے بھوک ستانے لگی تھی۔ میں آہستہ قدموں سے چلتا ہوا سردار کی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔

"میں اندر آ سکتا ہوں؟" جھونپڑی کے دروازے پر رک کر میں نے آواز دی۔

"مہمانوں کے لیے اس بستی کے مکینوں کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔" مرجانہ کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "اندر آ جاؤ۔"

"اس کے جسم میں پانی کی مناسب مقدار پہنچ چکی ہے۔" مرجانہ نے کہا۔ "اب یہ بے ہوش نہیں ہے بلکہ سو رہا ہے۔ آؤ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔" مرجانہ نے مجھے اپنے نزدیک بلایا۔ وہ فرش پر بچھی ایک چادر پر بیٹھی ہوئی تھی جس پر کھانے کی کچھ چیزیں بھی رکھی نظر آ رہی تھیں۔

"میرے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ چادر گیلی ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"تم نے کپڑے تبدیل کیوں نہیں کر لیے۔ دوسرے کپڑے لا دوں؟" مرجانہ نے اپنائیت بھرے انداز میں پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم صحرائی لوگ بڑے بے تکلف ہوتے ہیں۔ جو بات جیسی ہوتی ہے ویسے ہی بیان کرتے ہیں اور جو بات جس طرح کہی جائے اس کا وہی مطلب لیتے ہیں۔ سنا ہے شہروں میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر تمھیں دوسرے لباس کی ضرورت نہیں ہے تو ایسے ہی بیٹھ جاؤ۔ چادر گیلی ہونے کی پروا مت کرو۔ تمھیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ اطمینان سے بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔"

"سردار محترم کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اندر ہیں۔" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ابھی آ تے ہیں۔ جب تک تم کھانا کھاؤ۔"

میں آگے بڑھ کر چادر پر بیٹھ گیا۔ کھانے میں تازہ کھجوریں، ابلے ہوئے چاول اور اونٹنی کا دودھ تھا۔ میں نے ہاتھ روک روک کر کھانا شروع کر دیا۔ اتنے گھنٹے بعد کھانا کھاتے ہوئے احتیاط برتنا ضروری تھا۔

ابھی میں ناشتا کر ہی رہا تھا کہ اندرونی حصے سے سردار ابوالحسن برآمد ہوا۔ میں نے اسے دیکھ کر اٹھنا چاہا مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھے رہنے کو کہا۔

"تم ناشتا کرو۔ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔" سردار نے کہا۔

"میں ناشتا کر چکا ہوں سردار محترم!" میں نے کہا۔ "میرے [illegible]

کل دوپہر کو کھانا کھایا تھا۔ اتنے طویل وقفے کے بعد کم کھانا ہی مناسب ہے۔"

"تم عقلمند آدمی ہو، تمہاری روشن آنکھیں تمہاری ذہانت کی غماز ہیں، تمہاری گھنی بھنوؤں سے پتا چلتا ہے کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ جبڑوں کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ تم سخت گیر ہو جبکہ ہونٹ تمہارے رحم دل ہونے کو ظاہر کرتے ہیں اور تمہاری کشادہ پیشانی تمہارے بلند اقبال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تم یقیناً کوئی بہت بڑے آدمی ہو۔ کیا تم اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

ابوالحسن کے تجزیے نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا۔ یہ تو ظاہر تھا اس نے مجھے ساری باتیں نہیں بتائیں۔ میں نے ان صحرائی باشندوں کے بارے میں سنا تو تھا کہ ان میں بعض حیرت انگیز علوم سینہ بہ سینہ چلتے ہیں لیکن مجھے اس کا تجربہ نہیں ہوا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کسی نے اس طرح صرف چہرہ دیکھ کر میرا تجزیہ کر کے رکھ دیا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس شخص کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکوں گا اور اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی تو وہ میرا جھوٹ ضرور پکڑ لے گا۔ میں نے اس کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا۔

"تمہاری صلاحیت حیرت انگیز ہے سردار محترم! اس طرح صرف چہرہ دیکھ کر کسی کے بارے میں بتا دینا بڑی مشکل بات ہے۔"

"یہ ہمارا خاندانی علم ہے اور سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔" ابوالحسن نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمہارے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں۔ میں نے اتنی متضاد خصوصیات کا حامل چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے مجھے میرے دوست کے بارے میں کچھ بتاؤ۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا امتحان لے رہے ہو۔" سردار میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ "تم نے مرجانہ کو جو اپنے بارے میں باتیں بتائی ہیں، ان سے وہ مجھے آگاہ کر چکی ہے۔ تم میرا امتحان ضرور لینا مگر ابھی نہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا افتاد پڑی ہے۔ اگر مرجانہ اتفاق سے تمہیں نہ دیکھ لیتی تو تمہارا اس صحرا سے بچ کر نکلنا کسی معجزے کے تحت ہی ممکن ہو سکتا تھا۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ بات قرین قیاس تھی کہ اس شخص کا حکومت سے کوئی رابطہ ہو اور اسے ہمارے فرار سے مطلع کر دیا گیا ہو۔ اس کے پاس ٹرانسمیٹر کی موجودگی خارج از امکان نہیں تھی۔ ممکن ہے اسے ہمارے بارے میں کچھ بتایا گیا

بھی بتائی گئی ہوں جن کی روشنی میں اس نے مجھے میرے بارے میں بتا کر مجھ پر رعب ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اسے حقائق سے آگاہ نہیں کروں گا۔ "میں ایک تاجر ہوں سردار محترم! میرا دوست وکر پاپاشا جس کا تعلق ترکی سے ہے، ریگستان کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش پوری کرنے کی خاطر میں نے ایک قافلے میں شمولیت اختیار کر لی جو ریگستان میں سفر کرنے والا تھا۔ کل شام اس قافلے پر قزاقوں نے حملہ کر دیا۔ قافلے والوں نے ان قزاقوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ ایسی افراتفری پھیلی کہ ہم اپنی جانیں بچانے کی کوشش میں قافلے سے بچھڑ گئے۔ ہم تمام رات پیدل سفر کرتے رہے اور صبح ملازی کے وقت تھک کر سو گئے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ تمہاری بیٹی نے ہمیں دیکھ لیا ورنہ ہم اس نخلستان تک نہ پہنچ پاتے اس لیے کہ ہم مخالف سمت میں سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

ابوالحسن کی آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔ مرجانہ بھی مجھے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی مگر اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ "تو تم بھی قزاقوں کے ستائے ہوئے ہو۔" مرجانہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔" ابوالحسن نے اٹھتے ہوئے مرجانہ سے کہا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

میں سردار کے ساتھ جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ نخلستان میں اب چہل پہل نظر آنے لگی تھی۔ عورتیں اور مرد مختلف کاموں میں مصروف تھے اور بچے کھیل رہے تھے۔ مجھے ان لوگوں میں کوئی جوان آدمی نظر نہیں آیا اور مجھے اس پر حیرت بھی نہیں ہوئی کیونکہ مرجانہ مجھے بتا چکی تھی کہ اس بستی کے نوجوان شہروں میں ملازمتیں کرتے ہیں۔

ابوالحسن مجھے نخلستان کے ایک دور افتادہ گوشے میں لے گیا اور کھجور کے ایک کٹے ہوئے درخت کے خشک تنے پر بیٹھ کر مجھے بھی اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم نے جو داستان مجھے سنائی ہے اُسے جھوٹا قرار دینے کے میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔" میرے بیٹھنے کے بعد سردار نے کہا۔ "لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میں چہرے پڑھنے کا ماہر ہوں اور اسی لیے تمہاری بات کو اتنے یقین سے غلط قرار دے رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کس مصلحت کے تحت جھوٹ بولا ہے اس لیے کہ تم نہ صرف جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہو بلکہ جھوٹ سے نفرت کرنے والے لوگوں میں سے ہو۔"

"اس کا اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے سردار کی بات کاٹ

کر کہا۔ "کیا میری باتوں میں کہیں کوئی جھول تھا؟"

"تمہاری داستان ایسی ہے کہ ہر شخص اس پر یقین کر لے گا۔ میں بھی اگر چہرے پڑھنے کا ماہر نہ ہوتا تو تمہاری بات کو غلط قرار نہیں دے سکتا تھا۔" سردار نے کہا۔ "میں لوگوں کے چہرے دیکھ کر ان کے کردار کے بارے میں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ لہٰذا تمہارے بارے میں یہ کہنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے کہ تم جھوٹ سے نفرت کرتے ہو۔ اس کے باوجود تم نے دروغ گوئی کی ہے تو اس کی کوئی بہت بڑی وجہ ضرور ہو گی۔ میں نے مرجانہ کے سامنے یہ بات اس لیے نہیں کہی کہ اگر تم اپنی اس بات پر اصرار کرو تو دوسروں کو یہ علم نہ ہو سکے کہ تم نے تم نے غلط بیانی کی ہے۔"

"اگر میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں ناقابل اعتبار آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" سردار نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "تم انتہائی قابل اعتبار آدمی ہو۔ اس حد تک کہ میں اپنا مال و متاع گھر بار سب کچھ تم پر چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ تمہارا کردار بہت اعلیٰ ہے اور تم میں کوئی اخلاقی برائی نہیں ہے۔"

"اچھا! تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں علی!" اس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا جو اسے یقیناً مرجانہ نے بتایا ہو گا۔ "میں اور میری بستی دنیا سے کٹی ہوئی ہے۔ ہمارے علم میں اگر تم سے متعلق کوئی بات آ بھی جائے تو باہر کی دنیا تک نہیں پہنچے گی۔ اس کے باوجود میں تم سے اصرار نہیں کروں گا کہ اپنے متعلق ہمیں ضرور کچھ بتاؤ لیکن یہ درخواست ضرور کروں گا کہ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتاؤ۔ جس حد تک بھی ممکن ہوا میں تمہارے کام آنے کی کوشش کروں گا۔"

"ممکن ہے میں کوئی ایسا شخص ہوں جو حکومت کی نظروں میں مجرم ہے۔" میں نے کہا۔

"میرے پاس حکومت کی نہیں اپنی نظر ہے۔ میں آنکھ سے دیکھتا ہوں اور اپنی عقل سے فیصلہ کرتا ہوں۔ کسی بھی شخص کے بارے میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور پھر اس سے نہیں ہٹتا۔ میرے علم نے آج تک دھوکا نہیں دیا۔ اگر حکومت تمہیں مجرم سمجھتی ہے تو حکومت غلط ہے۔ تم نہ خود کوئی جرم کر سکتے ہو اور نہ کسی مجرم کا ساتھ دے سکتے ہو۔"

"اور میرے ساتھی کے بارے میں تمہارا علم کیا کہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سننا چاہتے ہو؟" سردار نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

سردار کا انداز بڑا عجیب تھا۔ میری چھٹی حس نے کسی خطرے کا اعلان کیا مگر میں نے اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی کوشش کی۔ "ظاہر ہے سننا ہی چاہتا ہوں ورنہ تم سے پوچھتا ہی کیوں؟" میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

"اس کا چہرہ۔" سردار کا لہجہ پراسرار ہو گیا۔ "اصل نہیں ہے۔ اس پر ایک مصنوعی خول چڑھا ہوا ہے۔"

مجھے محسوس ہوا جیسے مجھے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ، کرنل وحدت کے میک اپ میں تھا لیکن یہ بات سردار کے علم میں کیسے آئی؟ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ حکومت کا ایجنٹ ہے اور اسے ٹرانسمیٹر پر ہمارے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بڑی پھرتی سے پستول جیب سے نکال کر سردار پر تان لیا۔ "اپنے ہاتھ اٹھا لو ابوالحسن!" میں نے اپنی آواز زیادہ بلند نہیں ہونے دی۔ "یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تم حکومت کے ایجنٹ ہو۔"

سردار بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا۔ "پستول جیب میں رکھ لو۔" اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔ جلد بازی سے کھیل بگڑ جاتا ہے، بنتا نہیں۔"

"اپنے ہاتھ اٹھا لو ورنہ میں گولی مار دوں گا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"نہیں مارو گے!" سردار نے بڑے یقین سے کہا۔ اُس کے سکون میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ "مار ہی نہیں سکتے۔ یہ تمہاری فطرت کے خلاف ہے۔ تمہارے ہاتھوں سے اُس وقت تک کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ایسا کرنا ضروری نہ ہو جائے۔"

"جو لوگ میری حکم عدولی کرتے ہیں، میں اُن کے ساتھ بہت خراب سلوک کرتا ہوں۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "ہاتھ اُٹھا لو ورنہ میں بلا تامل گولی چلا دوں گا۔"

"کیوں اپنی توانائی ضائع کر رہے ہو؟" سردار نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ "جب تک تمہیں میرے بارے میں یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ مجھ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے، تم میرے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکو گے اور تم میرے بارے میں یقین سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"مجھے کامل یقین ہے کہ تم حکومت کے ایجنٹ ہو۔"

"تمہارا چہرہ چغلی کھا رہا ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ تمہیں اس بات کا کامل یقین نہیں ہے۔ تم ابھی شک کے مراحل میں ہو۔ یقین کی منزل تک نہیں پہنچے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں واقعی اس بارے میں ابھی تک یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اُسے تو میں شاید ویسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ پتا نہیں کیوں۔

"تم شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو۔" ابوالحسن نے کہا۔ "تم پر کشمکش بھی مسلط ہے اور تم ٹھیک سے سوچ بھی نہیں سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری قوتِ فیصلہ متاثر ہوئی ہے ورنہ علمِ قیافہ کی رُو سے میں یہ بات کہتا ہوں کہ تم بہترین قوتِ تجزیہ کے مالک ہو۔ اگر اس وقت تمہاری ذہنی قوتیں متاثر نہ ہوتیں تو تم بڑی آسانی سے کسی فیصلے پر پہنچ سکتے تھے۔ تمہیں اسی بات سے حیرت ہوئی ہے نا کہ مجھے تمہارے ساتھی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہاں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "حکومت کے اہل کاروں کے سوا اُس کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں ہے۔"

"میں نے پہلی ہی نظر میں تمہارے ساتھی کے بارے میں اندازہ کر لیا تھا کہ اُس کے چہرے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ وہ اتنی تکلیف میں تھا مگر اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا پھر جب تم پٹیاں کر رہے تھے، اُسی وقت اُس کا منہ گیلی روئی سے صاف کرنے کے دوران میں نے دیکھ لیا کہ اُس کی گردن پر مصنوعی جلد چپکی ہوئی ہے۔ یہ بات مرجانہ کے علم میں بھی نہیں ہے اور میں نے اُسے اُس سے دور رہنے کی تاکید کر دی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی صورت میں میرا علمِ قیافہ اُس کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟"

میرا پستول والا ہاتھ جھک گیا۔ "مجھے افسوس ہے سردار!" میں نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"حالاں کہ تم ابھی تک میری طرف سے مشکوک ہو۔" ابوالحسن نے مسکرا کر کہا۔

میں جھینپ کر رہ گیا۔ وہ بہت خوف ناک آدمی تھا۔ اُس کے سامنے جھوٹ بولنا ناممکن تھا۔ "مجھے تم سے خوف آنے لگا ہے ابوالحسن!" میں نے کہا۔

"میں بہت بے ضرر آدمی ہوں علی! جس سے کسی کو بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے اور تم جیسے آدمی کو تو بالکل ہی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم تو ہتھیار بھی شاید تکلفاً ہی رکھ لیتے ہو۔"

"غضب خدا کا ابوالحسن!" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

"میں ایک عام آدمی ہوں اور دوسروں پر میری برتری اس حد تک ہے کہ مجھے علمِ قیافہ میں کمال حاصل ہے۔ علمِ قیافہ کی رُو سے یہ تو بتا سکتا ہوں کہ تم کوئی بہت بڑے آدمی ہو لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ کون ہو۔"

"میرا نام علی یار خان ہے اور میں ایک محبِ وطن ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا تو مجھے ویسے ہی یقین ہے۔" ابوالحسن بولا۔

"میرے ساتھ جو شخص ہے اُس کا نام اولیویا اوڈے ہے اور وہ ایک یہودی ہے۔"

"تمہارے ساتھ کسی یہودی کا کیا کام؟" ابوالحسن نے چونک کر پوچھا۔ "کیا وہ عربوں کا دوست ہے؟"

"عربوں کا بدترین دشمن ہے مگر میں نے اُس سے ایک وعدہ کر لیا تھا اور اُس وعدے کے پورا ہونے تک وہ دشمن نہیں ہے۔"

"اگر تم نے اُس سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اُسے پورا کرنا تم پر لازم ہے۔"

"یہی تو سارا چکر ہے۔ تمہاری حکومت اُسے گرفتار کرنے پر مصر ہے اور میں اپنی زندگی میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

میں نے ایک طویل سانس لی اور ابوالحسن کو مختصراً اپنے بارے میں بتانے لگا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ میں اُسے اپنے بارے میں بتا چکا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنی عظیم شخصیت کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔" ابوالحسن نے وارفتگی سے کہا۔ "مجھ سے یا مرجانہ سے تمہاری شان میں کوئی گستاخی ہو گئی ہو تو معاف کر دینا۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میں بہت چھوٹا آدمی ہوں ابوالحسن! مجھے میرے مقام پر ہی رہنے دو۔" میں نے کہا۔

"نہیں، تم بہت عظیم ہو کہ پاکستانی ہونے کے باوجود یہودیوں کے خلاف ڈٹے ہوئے ہو۔ ہماری حکومت بدقسمت ہے کہ وہ تم جیسے شخص کے خلاف کام کر رہی ہے ورنہ تمہارے ایک اشارے پر تو ایک ہزار اولیویا اوڈے چھوڑے جا سکتے ہیں۔"

"جو کچھ بھی میں کر رہا ہوں، اپنا فرض سمجھ کر کر رہا ہوں۔ یہ کسی پر احسان نہیں ہے لیکن میں دوسروں سے یہی توقع رکھتا ہوں اور حق بجانب ہوں کہ اگر وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے تو کم سے کم میری راہ میں رکاوٹ بن کر تو نہ کھڑے ہوں۔"

"تم اپنا ذہن صاف کر لو علی! ہمارے وسائل بہت محدود ہیں لیکن اس کے باوجود جس حد تک ہمارے بس میں ہوگا، ہم تمہاری مدد کریں گے۔"

"میں کسی طرح اس ریگستان سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تو میں اپنے راستے خود بنا لوں گا۔"

"یقیناً تم اپنے راستے خود بنا سکتے ہو۔ تم میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔ میں تمہارے سفر کا انتظام کرا دوں گا۔"

"مرجانہ ڈاکوؤں کا کچھ ذکر کر رہی تھی۔" میں نے گفتگو کا رُخ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ "اُن کا کیا سلسلہ ہے؟"

"ہاں، کچھ عرصے سے قزاقوں نے ریگستان پر اپنا تسلط قائم کر لیا ہے۔"

"کیا قزاقوں کی سرکوبی کرنا حکومت کے فرائض میں شامل نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ریگستان میں پولیس بے کار ہو کر رہ جاتی ہے۔ انھوں نے بہت کوششیں کیں مگر قزاقوں کے ٹھکانے کا سراغ نہیں لگا سکے۔"

"حالاں کہ میں نے عرب کے کھوجیوں کی بہت تعریفیں سنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز ختم ہو رہی ہے۔" ابوالحسن نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ بھی ایک ایسا فن تھا جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آ رہا تھا لیکن اب شاذ و نادر ہی اس فن کے جاننے والے لوگ بچے ہیں۔ اگر پولیس کو اُن کی خدمات حاصل ہو جائیں تو قزاق بچ نہیں سکتے تھے۔"

"تمہارے قبیلے کو بھی تو قزاقوں کی طرف سے کچھ خطرہ لاحق ہے؟"

"تو مرجانہ نے تمہیں یہ بات بھی بتا دی۔" سردار چونک پڑا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم لوگ مہمانوں کو اپنی پریشانیوں میں شریک نہیں کرتے۔"

"اب تو میں شریک ہو ہی گیا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے قزاقوں کے سلسلے میں کیا طے کیا ہے۔ اُن کا مطالبہ تو تم پورا کرو گے نہیں۔"

"ہم نے کچھ بھی طے نہیں کیا۔ ابھی تک [illegible] ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے۔ ہماری تعداد بھی کم [illegible] پاس اسلحے کے نام پر چند بندوقوں کے سوا کچھ نہیں [illegible] ہم اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"اب وہ قزاق تم سے کب رابطہ [illegible]"

"آج شام پانچ بجے تک کی مہلت [illegible] ختم ہو جائے گی جس کے بعد مطالبہ پورا نہ ہونے [illegible] کے مطابق قزاق ہم پر حملہ کر دیں گے۔"

"وہ بستی کے لوگوں [illegible]"

"کبھی نہیں کرو گے۔" میں نے [illegible] سردار [illegible]

وقت داری تم پر ہے۔"

"...آپ ٹھیک ہیں تو ان کا مقابلہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے..." ابو الحسن نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ "ان قزاقوں کی یہ روایت ہے کہ اگر ان کا مقابلہ نہ کیا جائے تو وہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچاتے، صرف لوٹ مار پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ کرنے کے اہل نہیں ہیں لہٰذا مجھ پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے لیے وہ فیصلہ کروں جو ان کے لیے زیادہ بہتر ہو۔ مقابلہ نہ کرنے سے کم از کم لوگوں کی جانیں تو محفوظ رہیں گی۔ مال و اسباب تو بعد میں کسی اور ذریعے سے دوبارہ بھی مہیا ہو جائے گا۔ جانیں اگر ضائع ہو گئیں تو دوبارہ کہاں سے آئیں گی؟"

"دیگر سامان کے ساتھ قزاق تمھارے اونٹ بھی لے جائیں گے۔" میں نے کہا۔ "پھر تم ہمارے سفر کا بندوبست کیسے کرو گے؟"

"اسی لیے میں نے تمھارے لیے فیصلہ کیا ہے کہ تم شام سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ بعد میں پتا نہیں کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

"لوئی تو ابو لیو اور نو شام تک سفر کرنے کے قابل نہیں ہو سکے گا لیکن اگر اس کی حالت ٹھیک ہوتی تب بھی میں آج یہاں سے نہ جاتا۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" سردار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میزبانوں کو مصیبت میں چھوڑ کر چلے جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

"ہرگز نہیں۔" ابو الحسن نے سختی سے کہا۔ "یہ ہمارا معاملہ ہے اور اس سے ہم خود ہی نمٹیں گے۔ اپنے ساتھ ہم تمھیں ہرگز خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔"

"مجھے ان قزاقوں سے دلچسپی پیدا ہو چلی ہے۔" میں مسکرایا۔ "اور جس چیز سے مجھے دلچسپی ہو جائے اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑتا۔ اگر تم نے مجھے موقع نہ دیا تو میں نخلستان سے باہر جا کر تنہا ہی انھیں دیکھوں گا۔"

"ضد نہ کرو علی۔" ابو الحسن نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ "تم انھیں نہیں جانتے۔ وہ خونی قسم کے لوگ ہیں اور ان کے پاس جدید اسلحہ ہوتا ہے اور وہ اس کے استعمال میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ تم تنہا ہو۔ ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ پھر تمھاری زندگی بہت قیمتی ہے۔ تمھاری زندگی کا ایک بڑا مقصد ہے۔ تمھیں ایسے چھوٹے موٹے معاملات میں پھنس کر اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالنی چاہیے۔"

"موت صرف ایک بار آتی ہے سردار! اور اس کا وقت بھی مقرر ہے۔ اس مقررہ وقت سے قبل زندگی کوئی نہیں چھین سکتا لہٰذا ایسی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ رہا سوال اس بات کا کہ مجھے چھوٹے موٹے معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے تو اس سلسلے میں میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ابو لیو اور نو کے لیے آج سفر کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ اس کی حالت اس قابل نہیں ہے کہ وہ سفر کر سکے۔ کم از کم ایک دن کا آرام اس کے لیے بہت ضروری ہے جب کہ آج شام یہاں موجود ہوں گا تو محض اپنی زندگی کے خوف سے دبک کر بیٹھ جانا میرے لیے ناممکن ہو گا۔"

"تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو؟" سردار نے زچ ہو کر کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ قزاقوں کا مقابلہ کیا جائے۔" میں نے سردار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بستی کے لوگ اس پر تیار نہیں ہوں گے۔"

"انھیں تیار کرنا میرا کام ہے۔" میں نے کہا۔ "مجھے تو صرف تمھاری اجازت درکار ہے۔ باقی کام میں خود کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں ہر طرح سے تمھارے ساتھ ہوں۔ علم قیافہ کی رو سے تم میں اتنی صلاحیت ہے کہ تم ناممکن کام بھی کر دکھانے کی اہلیت رکھتے ہو۔"

"تو تم بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر لو۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" سردار نے کہا۔ "لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ میں کسی کو بھی تمھاری اصلیت سے آگاہ نہیں کروں گا۔ جو فرضی داستان تم نے مجھے پہلے سنائی تھی سب کے سامنے تم اسی پر قائم رہو گے۔"

تھوڑی دیر بعد سردار نے ایک ذرا کھلے مقام پر بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر لیا۔ وہ جگہ شاید اسی مقصد کے لیے مخصوص تھی کہ وہاں پر جمع ہو کر وہ لوگ اپنے اہم فیصلے کرتے ہوں گے۔ میں نے ان لوگوں کو شمار کیا۔ ان کی کل تعداد بتیس تھی۔ انیس افراد کی عمریں پچاس سے ساٹھ کے درمیان تھیں جبکہ بقیہ تیرہ افراد بہت ضعیف تھے۔ ان کی عمروں کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اسی سے کم کا نہیں تھا۔ ان سب کے جمع ہو جانے کے بعد سردار نے ان سے مختصر خطاب کیا۔

"آپ سب لوگوں کو اس نوجوان کی خواہش پر یہاں جمع کیا گیا ہے۔" سردار نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس نوجوان کا نام علی یار خان ہے۔ اس کی کہانی آپ سب کے علم میں آ چکی ہو گی لیکن اس کے بارے میں آپ سے صرف اتنا کہوں گا کہ میرے تجربے کے مطابق یہ بہترین قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہے اور اگر یہ ہمارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے تو میں اسے محض قبیلہ جبراعتہ کی خوش نصیبی قرار دوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ پر اور اپنے کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔ بقیہ باتیں آپ لوگوں سے یہ نوجوان خود کرے گا۔"

مجمع پر مکمل سکوت طاری تھا اور سب کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "قبیلہ جبراعتہ کے جرات مند اور جری لوگوں سے خطاب کرنا میرے لیے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔" میں نے اپنی بات کا آغاز انہی جوشیلے الفاظ سے کیا۔ "میں آپ لوگوں کا مہمان ضرور ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ مجھے مہمان کے بجائے قبیلے کا ایک فرد سمجھ کر میری بات سنی جائے کیونکہ جب مجھے یہ علم ہوا کہ اس قبیلے کو صحرائی قزاقوں کی طرف سے خطرہ درپیش ہے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اپنے قبیلے پر کوئی آنچ آنے والی ہے اور میں اسی وقت ان صحرائی لٹیروں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ان کے پاس جدید اسلحہ بھی ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ جنگیں کبھی ساز و سامان اور عددی برتری کی بنیاد پر نہیں جیتی گئیں۔ جنگوں کے لیے تو پہلے ضمیر پھر حکمت عملی اور پھر عزم و حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے فضا میں زور دار مکا لہرایا۔ "اور میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ قبیلہ جبراعتہ کے جی دار لوگ لٹیروں سے بھی کم حوصلہ مند ہیں۔" میں نے خاموش ہو کر لوگوں کا جائزہ لیا۔ وہ سب مبہوت بیٹھے تھے۔ "آپ لوگوں میں سے جن کے پاس بندوقیں ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔" میں نے کہا۔

مجمع میں سے چھ افراد کھڑے ہو گئے۔ "آپ لوگ میرے ساتھ مل کر لٹیروں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس بات کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ اکثریت کیا فیصلہ کرتی ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے۔ اس وقت میں آپ لوگوں سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ میرا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں؟"

یکے بعد دیگرے ان سب نے میرا ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔

"یہ چھ افراد میرے ساتھ مل کر لٹیروں کا مقابلہ کریں گے۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "اب میں آپ سب کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے نخلستان کی حدود میں جنگ کی اجازت دینے سے انکار کیا تو ہم کھلے ریگستان میں ان کا مقابلہ کریں گے اور وہاں لٹیروں کا مقابلہ کرنے کی صورت میں ہماری ہلاکت یقینی ہو جائے گی۔ بتائیے مقابلہ کہاں کیا جائے، نخلستان کی حدود میں یا کھلے میں جا کر؟"

مجمع میں بھنبھناہٹ گونجی پھر ایک معمر بزرگ کھڑے ہو گئے۔ "تم دیکھ رہے ہو کہ ہم میں ایک بھی جوان شخص موجود نہیں ہے۔ ہم ان وحشی قزاقوں کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے۔ وہ ہمیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"یہ تلواروں کی جنگ نہیں ہے میرے بزرگ!" میں نے کہا۔ "جس میں قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جنگ تو گولیوں سے لڑی جائے گی اور بندوق چلانے میں زیادہ قوت صرف نہیں ہوتی۔"

"اگر جنگ ہوئی تو اس کے تین نتیجے نکل سکتے ہیں۔" ایک اور معمر شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ "پہلا نتیجہ یہ ممکن ہے کہ سارے قزاق مارے جائیں۔ دوسرا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے قبیلے والے مارے جائیں اور تیسرا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ قزاق مارے جائیں اور کچھ فرار ہو جائیں۔ یہ تیسری صورت ہمارے لیے بہت خطرناک ہو گی اس لیے کہ تم ہمیشہ تو یہاں موجود نہیں رہو گے اور دوسری طرف قزاق اپنی قوت مجتمع کر کے دوبارہ ہم پر آ دھمکیں گے۔ اس وقت کیا ہو گا؟"

"مجھے آپ سے اختلاف ہے بزرگو!" میں نے شائستگی

سے کہا۔ "بنیادی بات یہ ہے کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اگر انھیں ایک بار فرار ہونا پڑ گیا تو کبھی ادھر کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔ انھیں علم ہو جائے گا کہ یہ جیالوں کی بستی ہے۔ انھیں وہ سبق ملے گا کہ اس کے بعد وہ قافلوں پر حملہ کرنے سے قبل کئی بار سوچا ضرور کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو نوجوان۔ میں نہ صرف تم سے متفق ہوں بلکہ مجھے فخر ہے کہ تم قبیلہ مراعتہ کے مہمان ہو۔" انھوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔

اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا۔ "اس لڑائی میں ہم سب مارے گئے تو کیا حاصل ہوگا؟" اس نے کہا۔

"عزت کی موت۔" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ "ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ آپ سب میرے بزرگ ہیں اور میں آپ سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر آج آپ لوگ خاموشی سے اپنا مال و اسباب لٹتے دیکھتے رہے تو کل ان کی جرأتیں اور بھی بڑھ جائیں گی۔ ممکن ہے اس وقت آپ کی غیرت جوش میں آ جائے لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ لہٰذا اگر کچھ کرنا ہے تو ابھی سے کیجیے ورنہ آئندہ کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار رکھیے۔"

وہ لوگ میرا مطلب سمجھ گئے تھے۔ اس لیے انھیں سانپ سونگھ گیا تھا۔ چند لمحے یہی کیفیت رہی پھر ایک شخص اٹھا۔ "تم ... سوچ رہے ہو؟" وہ چلایا۔ "اس نوجوان کا ساتھ دینے ... کیوں نہیں کرتے۔ یہ ہم میں سے نہیں ہے مگر اس نے ... وہ باتیں سوچی ہیں جو ہمارے سوچنے کی تھیں مگر ہم ... ہو چکے ہیں۔"

"ہم تیار ہیں۔ ہم لڑیں گے۔" مجمع میں سے مختلف آوازیں سنائی دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان لوگوں کی کایا پلٹ گئی تھی۔ وہ لوگ جنھوں نے چند مصلحتوں کے پیش نظر قزاقوں سے ... نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اب وہ انھی چند مصلحتوں کے تحت مرنے ... کے درپے ہو گئے تھے۔

"مجھے خوشی ہے کہ بالآخر آپ لوگ درست فیصلے پر پہنچ گئے۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب ہم جنگی حکمت عملی ترتیب دیں گے۔ اس وقت یہاں مجھے اور سردار کو ملا کر کل چھتیس افراد موجود ہیں۔ ان میں سے تیرہ افراد وہ ہیں جو ضعیف العمر ہیں۔ یہ تیرہ افراد گھروں میں رہیں گے۔ یہ لوگ اگر واپس جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ ان کا کام ختم ہو چکا ہے۔"

تیرہ کے تیرہ ضعیف العمر لوگ مجھے دعائیں دیتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

"ہمارے پاس اسلحے کے نام پر کل کتنی بندوقیں ہیں؟" میں نے کہا۔

"تین بندوقیں میرے پاس بھی ہیں۔" سردار نے کہا۔

"گویا ہمارے پاس چھ نہیں بلکہ نو بندوقیں ہو گئیں۔ نو بندوقیں بہت ہوتی ہیں۔ اور کارتوسوں کی کیا صورت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"فاضل کارتوسوں کی میرے خیال میں کمی نہیں ہے۔" سردار نے جواب دیا۔

"اتنے اسلحے سے تو ایک پوری بٹالین کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ خیر تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قزاق کس راستے سے نخلستان میں داخل ہو سکتے ہیں؟"

"وہ اونٹوں پر آئیں گے اور اونٹوں کے لیے نخلستان میں داخل ہونے کا واحد راستہ وہی ہے جہاں سے تم اندر آئے تھے۔ باقی کسی اور راستے سے اونٹ اندر داخل نہیں ہو سکتے۔"

"اب آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ آپ لوگوں میں سے کتنے لوگ بندوقیں چلانا جانتے ہیں؟"

"ہر شخص اسلحے کے استعمال سے واقف ہے۔" سردار نے بتایا۔

"تب تو معاملہ بہت آسان ہو گیا۔" میں نے کہا۔ "تم ان لوگوں میں سے نو ایسے افراد منتخب کر لو جنھیں بندوقیں دے کر نخلستان کے کنارے داخلی جگہ کے ساتھ ذرا ذرا سے فاصلے پر چھپایا جا سکے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ ایسے لباس پہن کر وہاں لیٹ جائیں گے جو بادی النظر میں دکھائی نہ دیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ یہاں کتنے قزاق آئیں گے لیکن یہ بات طے ہے کہ جتنے بھی قزاق آئیں گے ان میں سے کچھ نخلستان کے باہر رکیں گے اور ایک یا چند اندر آئیں گے۔ وہ تم سے پوچھیں گے کہ رقم کا بندوبست ہو گیا۔ تم کہو گے کہ ہاں رقم کا بندوبست ہو [illegible] ... تمہارے پاس ہے تو تم جواب میں ... تھیلا لے آتے ..."

"... کون ہے؟" سردار نے حیرت سے پوچھا۔

"... بھی نہیں ہے۔ یہ میرا فرضی نام ہوگا۔ تم باہر ... اور میں جھونپڑی کے اندر ہوں گا۔ جب تم باہر سے رقم کا تقاضا کرو گے تو میں ایک تھیلا لیے ہوئے باہر نکلوں گا ... بھرے ہوئے ہوں گے۔ قزاق یہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ رقم ان کے ہاتھ آنے والی ہے۔ اس کے بعد میں ... دیکھ کر چلا دوں گا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے ... چھپے ہوئے مسلح لوگ نخلستان کے باہر موجود قزاقوں پر ...

کھول دیں گے۔ اگر نخلستان کے اندر آنے والوں کی تعداد ایک یا دو ہوئی تو میں تنہا ہی ان سے نمٹ لوں گا لیکن اگر یہ تعداد زیادہ ہوئی تو تمہارے آدمیوں کو پہلے اندر والوں کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اس کے بعد وہ باہر والوں پر توجہ دیں گے۔ انھیں ایک بات کا اور خیال رکھنا ہوگا کہ ان کے سرغنہ پر جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ نقاب پہنے رہتا ہے کوئی فائر نہیں کرے گا۔ اس کے اونٹ کو نشانہ بنانا ہوگا۔ میں اسے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم لوگوں نے علی کی باتیں سمجھ لی ہیں؟" ابوالحسن نے ان سے پوچھا۔

"ہم سمجھ گئے۔" سب نے یک آواز کہا۔

"اب آپ لوگ میرے ساتھ آئیے۔ میں تفصیل سے آپ کو سب کچھ سمجھا دوں۔" میں نے کہا۔

میں ان لوگوں کو ساتھ لے کر نخلستان کے سرے پر گیا جہاں میں نے انھیں ایسے مقامات دکھائے جہاں پر انھیں پوزیشنیں لینی تھیں۔ کافی دیر تک میں انھیں تفصیل سے ہر بات سمجھاتا رہا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ وہ جا کر کھانا وغیرہ کھائیں اور شام سے پہلے پہلے یکجا ہو جائیں۔

"تم نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے علی۔" ان لوگوں کے جانے کے بعد ابوالحسن نے مجھ سے کہا۔

"ابھی میں ایک اور کارنامہ کرنے والا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مجھے زبردست بھوک لگ رہی ہے۔ میں کھانا کھاؤں گا۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے۔" سردار نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ "تمہیں واقعی سخت بھوک لگ رہی ہوگی۔ آؤ کھانا کھا لیں۔"

"تم چلو سردار! میں ذرا چشمے پر سے ہاتھ منہ دھو آؤں۔"

ان سب چکروں میں دن کا ایک بج گیا تھا۔ میں چشمے پر پہنچا تو وہاں مرجانہ موجود تھی۔ اس نے مجھے بڑی تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو علی! سنا ہے تم نے بستی کے مردہ لوگوں میں روح پھونک دی ہے۔"

"میں نے تو انھیں چند حقائق سے آگاہ کیا تھا سیدہ مرجانہ! بس اس کے بعد وہ خود ہی لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔"

"تم بہت چالاک آدمی ہو علی۔" مرجانہ نے ہنس کر کہا۔ "لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔ کاش میں بھی اس جنگ میں حصہ لے سکتی۔"

"جب تک میں زندہ ہوں سیدہ مرجانہ! یہ ناممکن ہے۔ لڑائی جھگڑا عورتوں کا کام نہیں ہے۔"

"مرد اپنی ذمے داریوں سے منہ موڑنے لگیں تو پھر عورتیں ہی انھیں سرانجام دینے کے لیے آگے آیا کرتی ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں سیدہ مرجانہ! مگر اس وقت مردوں کو یاد آ گیا ہے کہ ان پر کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں لہٰذا آپ کو ہتھیار اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور ہاں" میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "میرے دوست کا کیا حال ہے؟ اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

"وہ ٹھیک ہے۔ کافی دیر پہلے اٹھا تھا۔ کھا پی کر پھر سو گیا۔ تمھیں پوچھ رہا تھا۔ میں نے اسے اطمینان دلایا کہ تم خیریت سے ہو۔"

"تمھاری اس سے گفتگو ہوئی تھی؟" میں چونک پڑا۔

"اشاروں میں۔" مرجانہ مسکرا کر بولی۔

چشمے کے پانی سے ہاتھ منہ دھو کر میں مرجانہ کے ساتھ جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ مرجانہ نے جلدی سے دسترخوان بچھا کر کھانا لگایا اور ہم تینوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔

"کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کر لینا علی!" سردار نے کہا۔ "تم پہلے ہی بہت تھکے ہوئے تھے۔ اب تو تمہاری تھکن اور بھی بڑھ گئی ہوگی۔"

"جب کوئی کام درپیش ہوتا ہے تو آرام کرنا میرے لیے ناممکن ہو جاتا ہے سردار محترم۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے سردار محترم مت کہا کرو۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ کاش میں تمہارا ادنیٰ خادم ہوتا تو مجھے اس پر زیادہ فخر ہوتا۔"

"پہلے مجھے بھی سیدہ مرجانہ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں بابا جان۔" مرجانہ معصومیت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔ "کیا مجھے بھی

معلوم ہوا۔ اب تو بس ان کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہ غم انگیز ذکر چھیڑا۔"

"ماں کا تذکرہ کبھی غم انگیز ہو سکتا ہے سیدی علی! ایک تم سے اپنی ماں کے بارے میں بہت سی باتیں کروں گی، لیکن تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ ہم لوگ تو قیلولہ کرنے کے عادی ہیں۔ میں اندر جا رہی ہوں تم آرام کرو۔ تمہارے آرام میں کوئی مخل اندازی نہیں کرے گا۔"

مرجانہ کھانے کے برتن لے کر چلی گئی۔ مجھ پہ تھکن غالب آ رہی تھی، اس لیے میں نے سوچا کہ کچھ دیر لیٹ جاتے ہیں کوئی ہرج بھی نہیں ہے۔ میں نے جوتے اتارے اور پیال کے بستر پہ ڈھیر ہو گیا۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی طرف سے فکر مند ہوتا۔ ایک پستول تھا جس کی طرف سے مجھے فکر لاحق ہو سکتی تھی۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ریگ زار عرب کے بیچوں بیچ واقع اس نخلستانی بستی کے باشندوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا، لیکن اسی بستی میں اس وقت اولیو بارنڈ نامی یہودی بھی موجود تھا۔ اولیو بارنڈ گزشتہ کئی دنوں سے میرے ساتھ تھا۔ اس کی طرف سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی تھی جو میرے خلاف ہوتی۔ اس کے برعکس اس نے ہر طرح سے مجھ سے تعاون کیا تھا جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ کلی آرنڈ کی واپسی تک وہ بھیڑیا میرے سامنے بھیڑ کی بکری بنا رہے گا۔

پستول ہاتھوں میں لیے میں اولیو بارنڈ کے بارے میں مختلف زاویوں سے غور کرتا رہا اور آخر چند منٹ بعد ہی ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔

کوئی چار پانچ منٹ بعد جب میں نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا، میں نے جھونپڑے میں کسی کے داخل ہونے کی آہٹ سنی۔ اس وقت میں کروٹ کے بل لیٹا تھا، اور جھونپڑے کے داخلی دروازے کی طرف میری پشت تھی۔ میری غنودگی کافور ہو گئی مگر میں ویسے ہی لیٹا رہا۔ میں نے جوتوں کی آواز سے پہچان لیا تھا کہ اندر آنے والا اولیو بارنڈ ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد وہ رکا۔ شاید اس نے ادھر ادھر دیکھا ہوگا مگر وہاں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ سردار اور اس کی بیٹی اندرونی حصے میں تھے۔ چند لمحے رکنے کے بعد اولیو بارنڈ نے مدھم آواز میں مجھے پکارا مگر میں نے جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔ اور دم سادھے لیٹا رہا۔ میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اولیو بارنڈ نے دوبارہ چلنا شروع کر دیا۔ اس کا رخ میری ہی طرف تھا۔ مگر اس کے چلنے کا انداز بڑا مشکوک تھا۔ وہ دبے قدموں چل رہا تھا کہ کم سے کم آہٹ پیدا ہو۔ میں ساکت و صامت لیٹا رہا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اگلا قدم کیا اٹھاتا ہے اور اس کے عزائم کیا ہیں۔ بستر کے نزدیک آ کر وہ رک گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ جھکتا ہے۔ پستول میں نے سرہانے کی طرف رکھ دیا تھا۔ اولیو بارنڈ نے اچانک ہی پستول پہ جھپٹا مارا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں نے تیزی سے کروٹ بدلی اور بستر سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"چپ چاپ پڑے رہو علی یار خان!" اولیو بارنڈ نے پستول مجھ پہ تانتے ہوئے کہا۔ "ورنہ کبھی اٹھنا نصیب نہیں ہوگا۔"

اولیو بارنڈ مجھ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پہ تھا اور اس کے ہاتھ میں موجود پستول کا رخ میری جانب تھا۔ اولیو بارنڈ کی انگلی پستول کے ٹریگر پہ تھی۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو علی!" اولیو بارنڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "دیکھ لو تمہاری تمام تر چالاکیوں کے باوجود اس وقت تمہاری زندگی میری ایک انگلی کے اشارے کی محتاج ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو اولیو بارنڈ! میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم واقعی میری جان کے درپے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد تم پستول مجھے واپس کر دو گے۔"

"اگر میں مذاق کر رہا ہوں تو ذرا بستر سے اٹھنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ میں کس موڈ میں مذاق کے موڈ میں ہوں۔"

"لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تمہیں بیٹھے بٹھائے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ جب تم یہاں سے نکلے گئے تھے تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ تم نہا کر آئے ہو اور ابھی تمہارے بال بھی نہیں سوکھے کہ۔۔۔"

"میرا خون کھول رہا ہے علی! تمہارے ہاتھوں میں جس ذلت سے گزر رہا ہوں، اس کا تم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن میں مجبور تھا۔ میری معصوم بیٹی تمہارے قبضے میں تھی جس کے خیال سے۔۔۔"

"وہ تو اب بھی میرے قبضے میں ہے۔ اس کی رہائی اس بات سے مشروط تھی کہ تم مجھ سے تعاون کرو گے۔ اب اس وقت تم نے یہ حرکت کر کے خود کو نااہل ثابت کر دیا ہے اور میں بھی اس بات کا پابند نہیں رہا کہ کلی بارنڈ کو۔۔۔"

"بکواس مت کرو۔ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ مجھے اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو مگر معاملہ میری بیٹی کا تھا اس لیے میں نے خطرہ مول لینے سے گریز کیا تھا لیکن اب وہ صورت نہیں رہی۔"

"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا اولیو بارنڈ! اس لیے میں سمجھ نہیں سکا کہ تمہارا اشارہ کون سی بات کی طرف ہے۔"

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ کلی بارنڈ کو تم نے پہلے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔ تمہارے اسی جھوٹ کی وجہ سے میں تمہارے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا تھا مگر اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔"

"اگر تمہیں یقین ہو ہی گیا ہے تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے دھوکا دینے کی کوشش مت کرو علی! کلی پہلے بھی جبرالٹیر ہی کی قید میں تھی اور اب بھی وہیں ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کیونکہ تم میرے ساتھ کمشی کے لیے روانہ ہوئے تھے۔"

"تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ تمہاری بات درست ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر یہ تو بتاؤ کہ اس سے تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ میرے تعاون کے بغیر تو کلی رہا ہو نہیں سکتی۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے علی!" اولیو بارنڈ نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تمہیں راستے سے ہٹا دینا ہی اسرائیل کے مفاد میں ہے۔"

"بے شک میرا وجود اسرائیل اور اسرائیل نوازوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میری موت ان کے لیے زندگی کا پیام لائے گی، مگر تمہاری بیٹی تمہیں واپس نہیں مل سکے گی۔"

"میرے جبرالٹیر میں کی قید سے رہائی میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ فوجی اعتبار سے کمشی اب زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسرائیل کی فوجی قوت کے سامنے وہ چند ہی گھنٹوں میں گھٹنے ٹیک دے گا۔"

"تم یہ بھی بھول رہے ہو کہ میری مدد کے بغیر تم اس بستی سے بھی نہیں نکل سکو گے۔ بستی والوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ تم نے مجھے جان سے مار دیا ہے تو وہ تمہیں بخشیں گے نہیں اور پھر تم ان کی زبان بھی تو نہیں سمجھتے۔"

"تم اولیو بارنڈ کو کیا سمجھتے ہو؟" اولیو بارنڈ نے مجھے تحقیر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے ہر چیز کا تعین کر لیا ہے۔ میرے پاس پستول موجود ہے جس کے زور پہ یہاں سردار کو یرغمال بنا لوں گا۔ بستی کے لوگ میری ہر بات ماننے کے لیے مجبور ہوں گے۔ اور اشاروں کی زبان تو دنیا میں ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ بس ایک بار اس ریگستان سے نکل جاؤں تو سارے مسائل چٹکی بجاتے ہی حل ہو جائیں گے۔"

"تو تم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے جان سے مار کر ہی دم لو گے۔"

"ہاں! اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔"

"تم نے میری غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے اولیو بارنڈ! اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"تم میرے حریف ہو علی! اور اچھی طرح جانتے ہو کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔"

"ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اولیو بارنڈ! کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کے باوجود مجھ سے پستول کی طرف سے غافل ہونے کی حماقت کیوں کر سرزد ہو گئی؟"

"یہ کوئی اتنی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ تم ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی بیٹی کی خاطر اپنے ملک کے خلاف جو کچھ کیا ہے، اس پہ میرا ضمیر مجھے ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا لیکن تمہیں جان سے مار کر میں جو کارنامہ سر انجام دوں گا، وہ میرے دامن کا ہر داغ دھو ڈالے گا۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ علی! میں اپنی کرتا ہوں کا فرض ادا کرنے جا رہا ہوں۔" پستول کے ٹریگر پہ اولیو بارنڈ کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔

"ایک منٹ ٹھہرو اولیو بارنڈ!" میں نے تیزی سے کہا۔ "آج صبح کا وہ وقت یاد کرو جب تم بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ میں اور مسیل تمہیں صحرا کی تپتی دھوپ میں اٹھا کر لائے تھے اور یہاں لا کر ڈالا تھا۔ اگر میں نے یہ نہ کیا ہوتا تو تم اس وقت تک مر چکے ہوتے۔ کیا تم مجھے اس احسان کا یہی صلہ دو گے؟ احسان فراموشی تو مت کرو اولیو بارنڈ!"

"اس احسان کے بدلے میں یہی تمہیں کوئی تکلیف دیے بغیر مار دوں گا۔ میرا ارادہ تھا کہ تمہیں سسکا سسکا کے ختم کروں گا۔ لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پہلی گولی تمہاری کھوپڑی میں اور دوسری دل میں اتاروں گا۔ تمہیں زیادہ تکلیف نہیں ہوگی زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں تمہاری روح تمہارے جسم کا ساتھ چھوڑ دے گی۔"

اولیو بارنڈ کے سرد لہجے سے میرے جسم میں خوف کی ایک پھریری سی دوڑ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے ارادے پر ضرور عمل کرے گا۔ "میری بات سنو اولیو بارنڈ!" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جس کے بعد تم مجھ پہ گولی چلانے کے ارادے سے باز آ جاؤ گے۔"

میری بات سن کر اولیو بارنڈ کے ہونٹوں پہ ایک خوف ناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے منہ سے کوئی لفظ ادا کیے بغیر پستول کا ٹریگر دبا دیا جس کی سیاہ نال کا رخ میرے سر کی جانب تھا۔

اولیو ہاورڈ

کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ پستول کا ٹرائیگر دبنے کے باوجود نہ تو پستول سے کوئی گولی نکلی تھی اور نہ ہی کوئی دھماکا ہوا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے بوکھلاہٹ میں کئی بار ٹرائیگر دبایا مگر ہر بار ایک ہی نتیجہ برآمد ہوا۔ پستول کسی صورت گولی اگلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"تمہیں چلانا" میں نے پیال کے بستر میں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ "تم نے میری بات سنی ہی نہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جسے سننے کے بعد تم مجھ پر گولی چلانے کے ارادے سے باز آ جاؤ گے اور پستول مجھے واپس کر دو گے۔"

"میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ایسی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی جو مجھے پستول چلانے سے باز رکھ سکے۔"

"ایک بات تھی اولیو ہاورڈ، اور وہ بات اب تمہارے علم میں آ چکی ہے۔ سنو گے؟" میں مسکرایا۔ "اور وہ بات یہی کہ پستول خالی ہے۔"

"کیا مطلب...؟" اولیو ہاورڈ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے پستول خالی کر کے...؟"

"ہاں اولیو ہاورڈ! میں نے جان بوجھ کر پستول کو نمایاں جگہ پر رکھا تھا اور پستول میں سے میگزین نکال لیا تھا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح واقف ہیں، پھر مجھ سے یہ حماقت کیوں سرزد ہوئی۔ اس سوال سے دراصل میں تمہیں ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ تمہیں مجھ جیسے محتاط آدمی سے کسی حماقت کی توقع نہیں رکھنی چاہیے مگر تم نشے کے احساس میں اس قدر چور تھے کہ تم نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جانتے ہو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں تو تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں مگر تم اب بھی مجھے پوری طرح سمجھنے میں ناکام رہے ہو۔ میں سمجھ گیا تھا کہ تم موقع ملتے ہی میرا پتا صاف کرنے کی کوشش کرو گے۔ اپنے اس خیال کو یقین کی سرحدوں تک پہنچانے کے لیے میں نے خالی پستول کا چارہ ڈالا اور تم بالکل کسی بے سمجھ مچھلی کی طرح چارے پر منہ مار کر کانٹے میں پھنس گئے۔"

"تو اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟" اولیو ہاورڈ نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"جو احسان میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے اولیو ہاورڈ! اگر وہ کسی کتے کے ساتھ کر دیتا تو وہ تمام زندگی کے لیے میرا غلام بن کر رہ جاتا۔ تم نے اپنے آپ کو ایک کتے سے بھی بدتر ثابت کر دیا ہے۔ تم مستقل طور پر میرے ہی چنگل میں رہتے ہو۔ میں جب چاہتا تمہاری زندگی لے سکتا تھا مگر میں نے محض اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر ہزار جتن کیے حالانکہ میں اس کے لیے مجبور نہیں تھا اور تم نے اس کے عوض میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تم نے چند لمحے بھی ضائع نہیں کیے۔ پستول کا ٹرائیگر دبا کے اپنی جانب سے تو تم نے میرا صفایا ہی کر دیا تھا۔ اگر خدانخواستہ مجھ سے چوک ہو گئی ہوتی اور میں نے پستول سے میگزین نہ نکال لیا ہوتا تو اس وقت عالم بالا میں ہوتا۔ اب ہونا تو یہ چاہیے کہ میں تمہیں ٹھکانے لگا کر اپنا راستہ لوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ اسے یوں برباد کرتا پھروں۔ مجھے اپنے بہت سے معاملات دیکھنے ہیں۔ تہذیب کا اکم ایکس کو تلاش کرنا ہے جس کی موت سے جدائی کے ذمے دار تم ہو۔ تمہارے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے اولیو ہاورڈ! لیکن میں پہلے اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ کلی باورڈ کو تمہارے حوالے کر کے تمہیں نکل جانے کا موقع دوں گا۔ اس کے بعد جب کبھی تم میرے سامنے آؤ گے تب دیکھوں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے نادم لہجے میں کہا۔ "میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔"

"تم انتہائی چھوٹے آدمی ہو اولیو ہاورڈ! چھوٹے اور مکار۔ اخلاقی اقدار کی تمہارے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ ہر یہودی کی طرح تمہارا مطمح نظر بھی یہی ہے کہ جیسے بھی ہو اپنا الو سیدھا کر لیا جائے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں تمہاری کسی چال میں آ جاؤں گا تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ اس وقت روئے زمین پر تمہیں مجھ سے زیادہ اچھی طرح سمجھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہو گا۔"

"مجھ پر یقین کرو علی! میں اپنی غلطی پر سخت نادم ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم واقعی اپنی غلطی پر نادم ہو گے لیکن یہ ندامت اس بات کی ہو گی کہ مجھ پر پستول اٹھانے سے قبل تم نے یہ یقین کیوں نہ کر لیا کہ پستول بھرا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ تمہیں اپنی جلد بازی پر افسوس ہو رہا ہو گا۔ اس بات کا دکھ ہو گا کہ علی زندہ کیوں بچ گیا لیکن یاد رہے کہ ہم مسلمانوں کا اپنے خدا پر بڑا پختہ یقین ہوتا ہے۔ ہم موت سے اسی لیے خوف زدہ نہیں ہوتے کہ ہمیں معلوم ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے اور موت کا ایک وقت معین کر دیا گیا ہے۔ اس مقررہ وقت سے پہلے کوئی کسی کو زندگی سے محروم نہیں کر سکتا۔ میرے معاملے میں تمہیں کئی بار اس بات کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ اپنی طرف سے تم نے کئی بار مجھے ٹھکانے لگانے کی کوشش کی مگر میرا آج بھی زندہ ہونا اس بات کا اعلان ہے کہ ابھی میری زندگی کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں اور جس روز پورے ہو گئے اس روز کسی کو کوئی زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔ لیکن اس بات کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں جان بوجھ کر کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں۔ محتاط رہنا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد جو بھی ہو گا، خدا کی طرف سے ہو گا۔ میں تمہیں اپنے ساتھ صحرا سے چلوں گا مگر نہ مجھے پہلے تم پر اعتماد تھا اور اب تو خیر تم نے ثابت کر ہی دیا کہ تم ایک سانپ ہو، آستین کے سانپ۔"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ مجھے منہ توڑ جواب ضرور دیتا مگر اس وقت وہ بالکل بے بس تھا اور میرے ہاتھوں میں کسی کھلونے کے مانند تھا۔ ایسا کھلونا جسے میں جب بھی چاہتا توڑ کر پھینک دیتا۔

"پستول رکھ لو علی۔" اولیو ہاورڈ نے جھجکتے ہوئے انداز میں کہا۔ "شاید تمہیں اس کی ضرورت پڑ جائے۔"

"شکریہ۔" میں نے اس سے پستول لیتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "قزاقوں سے مقابلے کے دوران مجھے یقیناً اس کی ضرورت پڑے گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ تم قزاقوں سے ضرور ہی الجھو؟" اولیو ہاورڈ نے دبی زبان سے کہا۔

"میں اپنے فیصلے تبدیل کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔"

"صحرائی قزاقوں کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ وہ بہت بے رحم ہوتے ہیں اس لیے میں تمہیں ان سے نہ الجھنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"قزاق چاہے صحرائی ہوں یا بحری، ہر حال میں بے رحم ہوتے ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "بے رحم، سفاک، سنگ دل اور خون خوار۔"

"یہ علم ہونے کے باوجود تم اپنے فیصلے پر نظرثانی کرنے کے لیے تیار نہیں ہو؟"

"میں قزاقوں سے خوف زدہ نہیں ہوں اولیو ہاورڈ! اس لیے کہ میری زندگی کا بڑا حصہ قزاقوں کا مقابلہ کرتے ہی گزر رہا ہے۔"

"اوہ، ہو! اس بات سے تو میں بالکل ہی لاعلم ہوں۔ قزاقوں سے تمہارا مقابلہ کب ہوا؟"

"تم بہت اچھی طرح جانتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مگر خود کو قزاق تصور کرنا تمہیں گراں گزر رہا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔

"موجودہ صدی کے سب سے بڑے قزاق یہودی ہیں۔ یہودی قوم کا ہر فرد قزاق ہے۔ ان قزاقوں نے پورے فلسطین کو جہنم بنا دیا ہے۔ انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کے قبلۂ اول پر ناجائز قبضہ جمایا بلکہ فلسطینیوں کو ان کے ہر بنیادی حق سے بھی محروم کر دیا۔ یہودی غاصب ہیں اور اسرائیل ان قزاقوں کا اڈا ہے۔ جب تک میں قزاقوں کے اڈے کی مکمل بیخ کنی نہیں کر لوں گا سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا۔ یہ صحرائی قزاق بے چارے کیا بیچتے ہیں اور میں ان سے کیوں کر خوف زدہ ہو سکتا ہوں؟"

"تم اختلافی بحث میں پڑ گئے۔ اس وقت میں تم سے الجھنا نہیں چاہتا ورنہ میں تمہیں بتاتا کہ..."

"میں نے کوئی اختلافی بات نہیں کی اور نہ تم مجھے کسی بات پر قائل کر سکتے ہو۔ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں جو تمہارے اس پروپیگنڈے کا شکار ہو جاؤں گا کہ یہودیوں نے فلسطینیوں سے زمین خرید کر اپنی حکومت قائم کی ہے۔ کوئی ناواقف شخص ہی تمہارے ان جھانسوں میں آ سکتا ہے۔ میں تمہاری پوری تاریخ سے واقف ہوں۔ جس طرح سے یہودیوں نے حکومت برطانیہ کے اشتراک سے فلسطینیوں کو ان کی زمین سے بے دخل کر کے اپنی حکومت قائم کی ہے وہ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہے مگر تم کبھی اس مسئلے پر مجھ سے گفتگو کرنے کی حماقت کی تو منہ کی کھاؤ گے۔ فلسطین میں یہودیوں کے اصل چہرے استبداد کی کہانی مجھے ازبر ہے اولیو ہاورڈ! کہو تو اسی وقت شروع کر دوں؟"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ یہودیوں کی چال بازیوں سے اس سے زیادہ کون واقف ہو سکتا تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"سردار نظر نہیں آ رہا اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "جانتے ہو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"قزاقوں سے مقابلہ کرنے کے لیے انتظامات کر رہا ہو گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"وہ جھونپڑے کے اندرونی حصے میں ہے اور قیلولہ کر رہا ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بے یقینی سے کہا۔ "اس بستی کی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے، سردار کیسے آرام کر سکتا ہے؟"

"جس روز یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی، پارس ہو جاؤ گے۔ یہ بے فکری خدا کا انعام ہے۔ اسے یقین ہے کہ زندگی اور موت

خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وقت سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ بے فکری سے سو رہا ہے۔ بستی کے تمام لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ جب یہ لوگ اُن قزاقوں سے خوف زدہ نہیں ہیں تو میں بھلا اُن سے کیسے خوف زدہ ہو سکتا ہوں۔"

"تمہیں سمجھانا میرا فرض تھا۔ تم بہرحال اپنی مرضی کے مالک ہو۔ نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔"

میں اولیو اور ڈ کو کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ اندرونی حصے سے سردار برآمد ہوا۔ "تم سوئے نہیں علی؟" سردار نے کہا۔ "تمہارے باتیں کرنے کی آوازیں مستقل آ رہی ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے سردار محترم! ہماری آوازیں آپ کی نیند میں مخل ہوئیں۔" میں نے شرمندگی سے کہا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" سردار نے زمین پر بچھی ہوئی چادر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لیے تھوڑا بہت آرام کرنا ضروری تھا مگر تم باتیں کرتے رہے۔ کیا کوئی اہم مسئلہ درپیش تھا؟"

"بڑی عجیب سی بات ہے سردار محترم! کہ میرا ساتھی مجھے قزاقوں کے مقابلے سے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔"

"مجھے تو یہ آدمی انتہائی ناقابلِ اعتبار معلوم ہوتا ہے۔" سردار ابوالحسن نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اگر اس کے چہرے پر مصنوعی غلاف نہ ہوتا تو میں اس کے بارے میں کوئی یقینی اندازہ لگا سکتا تھا۔ تم اس سے اچھی طرح واقف تو ہو نا؟ مجھے تو یہ شبہ ہونے لگا ہے کہ کہیں اس کا اور قزاقوں کا درپردہ کوئی گٹھ جوڑ تو نہیں ہے؟"

مجھے سردار کی بات سن کر ہنسی آ گئی۔ "ارے نہیں سردار محترم! یہ تو بہت اونچا آدمی ہے۔ اِن چھوٹے موٹے قزاقوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔"

"یہ تمہارا ساتھی ہے۔ اس کے بارے میں تم ہی بہتر جانتے ہو گے لیکن پتا نہیں کیوں، میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دلا رہی ہے کہ اس کا قزاقوں سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں سردار محترم کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل اس کی بیٹی میرے قبضے میں ہے اور میرے ایک دوست کی تحویل میں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا تو اس کی بیٹی اسے نہیں مل سکے گی۔ اس لیے یہ مجھے قزاقوں سے مقابلہ کرنے سے روکنا چاہتا ہے۔"

"تم زیرک اور معاملہ فہم آدمی ہو سیدی علی! چاہتا تو میں بھی یہی ہوں کہ تم قزاقوں سے اُلجھے بغیر یہاں سے نکل جاؤ مگر تمہاری خواہش پر میں اپنے فیصلے کو مقدم نہیں رکھ سکتا۔ تم نے یہ عزم کر ہی لیا ہے تو یقین کر لو کہ قبیلۂ جراقت کے لوگ تمہیں مایوس نہیں کریں گے مگر میری بات مانو، تم اپنے ساتھی کا کوئی معقول بندوبست کر لو۔"

"ساتھی کا معقول بندوبست کر لوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا سردار محترم!"

"اس کا آزاد رہنا خطرناک ہے۔ میں ایسے شخص پر کسی قسم کا بھروسا نہیں کر سکتا۔ اس کی آنکھوں سے خود غرضی، عیاری اور سفاکی جھلکتی ہے۔"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں سردار کہ اس کی بیٹی میرے قبضے میں ہے۔ یہ ہمارے ساتھ کسی شرارت کا خیال بھی ذہن میں نہیں لا سکے گا۔"

"میں اپنی بات پر اصرار کروں گا۔ یہ شخص کسی حالت میں قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔"

میں سردار کی مردم شناسی کا قائل ہو گیا۔ "تو آپ کے خیال میں اس کے لیے کیا کرنا چاہیے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تو خیر نہیں لیکن جب تم قزاقوں سے مقابلے کے انتظامات کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گے اُس وقت اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کے اس کی نگرانی پر چند افراد متعین کر دیے جائیں۔" سردار نے کہا۔

"اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے دل ہی دل میں ابوالحسن کی فراست مندی کو داد دیتے ہوئے کہا۔

"بات میری مرضی اور خواہش کی نہیں ہے علی! میں اجتماعی مفاد پیشِ نظر رکھتا ہوں گا جس کے لیے مجھے یہ شخص خطرہ محسوس ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں سردار محترم!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا جا کر لوگوں کو جمع کر لوں۔" سردار نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں آپ کے آدمیوں کو آخری ہدایات دینا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ پہلے میں لوگوں کو جمع کر لوں اُس کے بعد تم اپنا کام شروع کرنا۔ اگر تم بھی میرے ساتھ چلے گئے تو یہ شخص تنہا رہ جائے گا اور اس کا کسی جگہ بھی تنہا آزاد رہنا ٹھیک نہیں۔"

سردار جھونپڑے سے باہر چلا گیا۔ اُس کے باہر جاتے ہی مرجانہ آ گئی۔ "تمہارا ساتھی کون ہے سیدی؟" اس نے آتے ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں اس کے بارے میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔

"تم نے مجھے صحیح بات نہیں بتائی تھی۔" مرجانہ نے مجھے گھورا۔

"حیرت ہے! آپ کو یہ خیال کیوں کر پیدا ہوا؟"

"سنو سیدی علی! میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوئی تھی۔ تمہارے اور ابا کے درمیان جو گفتگو ہوئی میں نے اس کا ایک ایک لفظ سنا ہے۔ تم دونوں اس بات پر متفق ہو کہ اس شخص کو تنہا ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔ اگر یہ تمہارا دوست ہے تو تم اس کے بارے میں اس انداز سے کیوں گفتگو کر رہے تھے؟ سچ بتاؤ! یہ کوئی قاتل تو نہیں ہے؟"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "قاتل تو بہت چھوٹا لفظ ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "یہ شخص تو پوری ایک قوم کا قاتل ہے۔ بین الاقوامی دہشت گرد ہے اور تخریب کاری اس کی سرشت میں شامل ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو سیدی علی!" مرجانہ نے خوف زدہ سے انداز میں ہنس کر کہا۔ "یہ اتنا خطرناک تو نہیں ہو سکتا ورنہ تم اسے بچانے کے لیے اپنے کاندھوں پر اٹھا کر یہاں تک نہ لاتے۔"

"یہ ایک طویل داستان ہے سیدہ مرجانہ! میں پھر کسی وقت تفصیل سے آپ کو سناؤں گا۔ فی الحال آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اگر یہ اتنا ہی خطرناک آدمی ہے تو تم نے اسے جان سے کیوں نہ مار دیا؟" مرجانہ نے خوف زدہ نظروں سے اولیو اور ڈ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ شخص تو ہماری بستی کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے۔"

"اس میں ایک خوبی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جب میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو یہ بکری بنا رہتا ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہیں اس کے چہرے سے کیسی مسکینی ٹپک رہی ہے۔"

مرجانہ نے غور سے اولیو اور ڈ کو دیکھا۔ "پھر بھی مجھے نہیں لگتا کہ تم مذاق کر رہے ہو یا سنجیدہ ہو۔" مرجانہ اُلجھ گئی۔

میں اسے کوئی جواب دینے کو سوچ ہی رہا تھا کہ سردار نے آ کر مجھے اس زحمت سے بچا لیا۔ سردار تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے اور ان دونوں کے پاس رسیاں نظر آ رہی تھیں۔

"باہر لوگ تمہارے منتظر ہیں۔" سردار نے مجھ سے کہا۔ "تم چلو میں ابھی آتا ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ کیوں نہیں چل رہے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔ "اور آپ کے ساتھ یہ افراد کون ہیں؟"

"پہلے اس کا انتظام کرنا ضروری ہے۔" سردار نے اولیو اور ڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ دونوں میرے آدمی ہیں جو اسے باندھیں گے۔"

اولیو اور ڈ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ گفتگو اسی سے متعلق ہو رہی ہے۔ وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ "تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟" اس نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"سردار کہہ رہا ہے کہ تمہیں آزاد چھوڑنا خطرناک ہوگا لہٰذا وہ تمہیں باندھنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اولیو اور ڈ نے جارحانہ لہجے میں کہا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں حرکت میں آؤں؟" میں نے اولیو اور ڈ کو گھورا۔

"تم اس معاملے سے الگ رہو علی!" اولیو اور ڈ نے کہا۔ "یہ میرا اور ان لوگوں کا معاملہ ہے۔"

"میرے خیال میں سردار کا اقدام نہایت مناسب ہے۔ میں اس شخص کی عقل مندی اور معاملہ فہمی کا قائل ہو چکا ہوں۔"

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی علی! لیکن اگر تم نے ان لوگوں کے ساتھ ملنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یوں ہی سہی۔ میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا کہ مجھے قیدیوں کی طرح باندھ دیا جائے۔"

"کیا تم ان لوگوں کو اپنی بے بسی کا تماشا دکھانا چاہتے ہو؟" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔

"تم اس سے کیا باتیں کیے چلے جا رہے ہو؟" سردار بولا۔ "ہم اسے دو منٹ میں سیدھا کر دیں گے۔"

"میرا کھیل مت بگاڑیے سردار! خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ یہ ابھی خود کو بندھوانے کے لیے پیش کر دے گا۔" میں نے سردار سے کہا۔ پھر اولیو اور ڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمہیں آزاد تو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا اولیو اور ڈ! لہٰذا تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ خود کو رضاکارانہ طور پر بندھوا لو۔ اس طرح تمہاری کچھ نہ کچھ عزت رہ جائے گی ورنہ دوسری صورت میں بڑی بے عزتی ہوگی۔"

اولیو اور ڈ مجھے یوں گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔ "تمہاری یہ زیادتی میں کبھی نہیں بھولوں گا علی!" اس نے دانت پیس کر کہا۔

"تمہیں جو فیصلہ کرنا ہو جلدی سے کر لو۔ سردار زیادہ دیر

انتظار نہیں کرے گا۔"

اولیو باہرڈ کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور سردار کے ساتھیوں کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا دیے۔ انھوں نے اولیو باہرڈ کے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دیے۔

"اس سے کہو کر بستر پر لیٹ جائے تاکہ اس کے پیر بھی باندھ دیے جائیں۔" سردار نے مجھ سے کہا۔

میں نے سردار کی بات اولیو باہرڈ کے سامنے دہرائی اور وہ چپ چاپ جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ سردار کے ساتھیوں نے اس کے پیر بھی کس کر باندھ دیے۔

"اب کم از کم ہم ایک طرف سے تو مطمئن ہو ہی گئے۔" سردار نے کہا اور پھر ان دونوں میں سے ایک کو وہیں رک کر اولیو باہرڈ کی نگرانی کرنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد میں سردار اور اس کے ساتھی کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ جھونپڑے سے باہر آ گیا۔ وہاں بارہ افراد موجود تھے جن میں سے چھ کے پاس بندوقیں تھیں۔ میں نے فوراً ہر ایک کی بندوق چیک کی۔ ساری بندوقیں اچھی حالت میں تھیں، نہ صرف یہ بلکہ ان کے پاس فالتو میگزین بھی تھے۔

"آپ کی بندوقیں کہاں ہیں؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"ابھی منگواتا ہوں۔" سردار نے کہا اور ایک شخص کو جھونپڑے سے بندوقیں لانے کی ہدایت کی۔ وہ شخص سردار کے جھونپڑے میں گیا اور ذرا ہی دیر بعد تین بندوقیں اٹھائے باہر نکلا۔ سردار کے اشارے پر اس نے بندوقیں میرے حوالے کر دیں۔ میں نے انھیں چیک کیا۔ وہ بھی اچھی حالت میں تھیں۔

"چھ افراد تو پہلے ہی مسلح ہیں۔" میں نے سردار سے کہا۔ "اب ان بندوقوں کے بارے میں آپ فیصلہ کریں گے کہ یہ کن لوگوں کے حوالے کی جائیں؟"

"کیا تمہیں بندوقوں کی ضرورت نہیں پڑے گی؟" سردار نے پوچھا۔

"میرے پاس تو پستول موجود ہے۔ میں اس سے کام چلا لوں گا۔" میں نے کہا۔ "ویسے آپ تو آپ کو اسلحے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ آپ تو یہاں موجود رہ کر قزاقوں کو باتوں میں الجھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردار نے کہا اور تین افراد کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے بندوقیں ان تینوں کے حوالے کر دیں۔

"میں آپ لوگوں کو ساری باتوں سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں۔ ایک بار پھر میں سب کو بتائے دیتا ہوں کہ کون کس مقام پر ہوگا۔" میں ان لوگوں کو لے کر نخلستان کے وسط میں آیا اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی پوزیشن سمجھائی۔ "آپ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ کون کہاں ہوگا۔ ہم سب سردار کے ساتھ نخلستان کے وسط میں موجود رہیں گے۔ قزاقوں کی آمد کا ہمیں آج شام پتا چل جائے گا۔ جیسے ہی ریگستان میں دھول کے بادل اٹھتے نظر آئیں تو تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد ہر شخص کو خاموشی سے انتظار کرنا ہوگا۔ میرے گولی چلانے سے قبل کوئی شخص فائر نہیں کرے گا۔ میرے خیال میں آپ نے میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔"

میں نے خاموش ہو کر ان کا جائزہ لیا۔ ان سب نے اپنے سروں کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔

ہم سب نخلستان کے وسط میں واپس آ گئے۔

چار بجے کے قریب میں نے تین افراد کو نخلستان کے کنارے سمتوں میں کھجور کے درختوں پر پہنچ جانے کی ہدایت دی۔ تینوں افراد وہ تھے جو غیر مسلح تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ بلندی پر بیٹھ کر ریگستان کا جائزہ لیتے رہیں اور جیسے ہی کسی جانب قزاق آتے دکھائی دیں، وہ وہیں سے چیخ کر ہمیں مطلع کریں اور اس کے بعد خود بھی تیزی سے نیچے اتر آئیں۔ اس سے ہمیں فائدہ ہوتا کہ ہم بروقت پوزیشنیں سنبھال سکتے تھے۔ جن لوگوں کو پوزیشنیں سنبھالنا تھیں، ان کے اعصاب پر بے چینی طاری تھی۔

"فرض کریں کوئی شخص زخمی ہو جائے تو اس کی دیکھ بھال کا آپ کے پاس کیا انتظام ہے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"بے فکر رہو۔ ایک گھر ایسا موجود ہے جہاں کوئی طبیب ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی نوبت آئی تو ہم اس سے بہت اچھی طرح نمٹ سکیں گے۔" سردار نے جواب دیا۔

میں مطمئن ہو گیا۔ تمام ضروری انتظامات کیے جا چکے تھے۔ اونٹ محفوظ مقام پر پہنچا دیے گئے تھے تاکہ گولیوں کے تبادلے کے دوران انھیں نقصان پہنچنے کا کم سے کم احتمال رہے۔ بستی کے سارے لوگوں کو یہ ہدایت دی جا چکی تھی کہ پہلی گولی چلتے ہی ہر شخص زمین پر لیٹ جائے اور اس وقت تک لیٹا رہے جب تک فائرنگ بند نہ ہو جائے۔

سارے انتظامات مکمل تھے اور اب صرف قزاقوں کی آمد کا انتظار تھا۔ ہم سب بے چینی سے قزاقوں کی آمد کے منتظر تھے۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ قزاق مقررہ وقت پر آنے کے بجائے کسی اور وقت آئیں؟" میں نے سردار سے پوچھا۔ "یعنی آج کے بجائے وہ کل یا کسی اور دن آئیں؟"

"ویسے تو سبھی کچھ ممکن ہے مگر یہ امکان کم ہی ہے کہ وہ آج شام نہ آئیں۔" سردار بولا۔ "وہ آئیں گے اور اس ارادے سے آئیں گے کہ اگر ان کا مطالبہ پورا نہ ہوا تو ہمیں تہس نہس کر ڈالیں گے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اندھیرا پھیلنے کے بعد آئیں۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو ہمارے لیے خاصی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"یہ امکان بھی نہیں ہے۔" سردار نے جواب دیا۔ "وہ دن ہی میں آئیں گے۔ ان کے سان و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ہم ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے وہ دھڑلے سے آئیں گے۔"

"مرجانہ کہہ رہی تھی کہ وہ ریگستان میں قزاقوں کے لیے کوئی عمل کرنے جاتی تھی؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"ہاں، بستی کے مشکل وقت میں ایک عمل بتایا تھا اور مرجانہ نے عمل پر آمادگی کا اظہار کر کے سردار کی بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔"

"کیا آپ عملیات پر یقین رکھتے ہیں سردار محترم؟" میں نے پوچھا۔

"میں عملیات کا ماہر تو ہوں نہیں کہ اس سلسلے میں کوئی رائے پیش کر سکوں لیکن میں ایسے تمام عملیات پر کامل یقین رکھتا ہوں جن میں خدا کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کر کے اس سے مدد طلب کرتے ہیں۔"

"قزاقوں کے لیے مرجانہ نے جو عمل کیا، اس کا کوئی نتیجہ سامنے آیا؟"

"ممکن ہے میں یہ بات قبل از وقت کہہ رہا ہوں مگر میرے خیال میں خدا نے اس عمل کے نتیجے میں تمھیں ہمارے لیے فرشتۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ تمھارے ہی قدموں کا اعجاز ہے کہ اس وقت ساری بستی قزاقوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی ہے ورنہ یہ بات چند گھنٹے قبل تک ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ ہم جیسے بے سرو سامان لوگ ان مسلح درندوں کے مقابل آ جائیں گے۔"

"آپ کی بات اس لحاظ سے قبل از وقت ہے کہ ہم اس مقابلے کے انجام کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"میں کہہ سکتا ہوں۔" سردار نے بڑے جوش سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تمھاری سرکردگی میں ہم اس معرکے سے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔"

"ابھی تو آپ اپنی بے سرو سامانی کا شکوہ کر رہے تھے۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "اور پھر اتنے اعتماد سے اپنی فتح کی پیشین گوئی بھی کرنے لگے۔"

"جنگیں سامان حرب کی یا عددی برتری کی بنیاد پر کبھی نہیں جیتی جاتیں۔" سردار مدبرانہ انداز میں بولا۔ "مقابلے جیتنے کے لیے جذبے کی ضرورت ہوتی ہے جو تم نے ان لوگوں میں پھونک دیا ہے۔ اسی لیے میں اتنا پُراعتماد ہو گیا ہوں۔ ان لوگوں کا جوش اور ولولہ دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ہم قزاقوں کو شکست فاش سے دوچار کر دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے خلوص دل سے کہا۔

دفعتاً ہمیں ان تینوں افراد میں سے ایک کی آواز سنائی دی جنھیں قزاقوں کی آمد کی اطلاع دینے پر متعین کیا گیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ اس نے صحرا میں ریت کے بادل اٹھتے دیکھے ہیں۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے چار بجے چکے تھے گویا قزاقوں کی آمد کے وقت کا جو اندازہ ہم نے لگایا تھا، وہ یہی وقت تھا۔

"تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ جائیں۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ میرا جملہ مکمل ہوتے ہی نو مسلح افراد دوڑتے ہوئے اپنے اپنے مورچوں کی طرف بڑھ گئے۔ چند ہی لمحوں بعد وہ تینوں افراد جو قزاقوں کی آمد کی اطلاع دینے پر مامور تھے دوڑتے ہوئے ہماری طرف آئے۔

"میں نے آنکھیں دیکھا ہے۔" ان میں سے ایک ہیجانی انداز میں کہہ رہا تھا۔ "وہ اس طرف سے آ رہے ہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر نخلستان کے سامنے والے حصے کی طرف اشارہ کیا۔

"پہلے خود کو معمول پر لے آؤ۔" میں نے اس سے کہا۔ "اس کے بعد ہمیں کچھ بتانا۔"

میری بات سننے کے بعد وہ چند لمحوں کے لیے کھڑا گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر سنبھل سنبھل کر بولا۔ "میں نے صحرا میں اس جانب گرد کے بادل اٹھتے دیکھے ہیں۔" اس نے کہا۔

"گویا تم نے قزاقوں کو نہیں دیکھا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔ "ریگستان میں اونٹوں کے دوڑنے سے ریت کے جو بادل اٹھتے ہیں ان میں کچھ بھی نظر نہیں آ سکتا۔"

"کیا تم اندازے سے یہ بات بتا سکتے ہو کہ اس طرف آنے والوں کی تعداد کیا ہوگی؟"

"میں یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جس حساب سے ریت اڑ رہی تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے اونٹ سفر کر رہے ہیں۔"

"تم نے تصدیق کیے بغیر قزاقوں کی آمد کا اعلان کر دیا تھا؟

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے وہ قزاق نہ ہوں، کوئی قافلہ اس طرف آ رہا ہو۔" سردار نے اس شخص سے کہا۔

"اگر وہ قزاق نہ ہوئے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" میں نے سردار سے کہا۔ "احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ہم پہلے سے خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رکھیں۔ اگر وہ قزاق ہوئے تو ہماری حکمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" پھر میں اس شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ "کچھ اندازہ ہے کہ وہ لوگ کتنی دیر میں یہاں تک پہنچ جائیں گے؟"

"میرے اندازے کے مطابق انھیں یہاں تک پہنچنے میں پندرہ منٹ تو ضرور لگ جائیں گے۔"

"بس تو ہمیں تیزی سے اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔" میں نے سردار سے کہا۔ "بستی کے تمام لوگ اس طرح اپنے معمولات سرانجام دینے میں مصروف ہو جائیں کہ قزاقوں کو پہلی نظر میں بستی کے اندر کسی غیر معمولی صورت حال کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی جاری کر دیں کہ نخلستان میں قزاقوں کے داخل ہوتے ہی بستی کے لوگوں میں دہشت کی کھلبلی

سروان بہرحال سامان قسم آدمی ثابت ہوا۔ اولیو یاوردی کے منہ میں کپڑا ٹھونسنے کے بعد وہ خاموشی سے ایک جانب جا بیٹھا۔ اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

دفعتاً نخلستان پر چھایا ہوا سناٹا گولیوں کی آوازوں سے چکنا چور ہو گیا۔ فائرنگ کی آوازیں بڑے تواتر سے آ رہی تھیں۔ میں بوکھلا کر جھونپڑے کے دروازے کی طرف لپکا، اور جھانک کر باہر دیکھا۔ باہر نخلستانی بستی کا ایک بھی مکین نظر نہیں آ رہا تھا۔ جھونپڑے سے کچھ فاصلے پر صرف سردار کھڑا تھا اور اس کا رخ نخلستان میں داخلے والے راستے کی طرف تھا۔ میں نے اس سمت دیکھا۔ پانچ اونٹ نخلستان میں داخل ہو رہے تھے۔ ان اونٹوں پر سوار قزاق خود کار ہتھیاروں سے فائرنگ کر رہے تھے مگر وہ صرف ہوائی فائرنگ تھی۔ قزاق بستی میں خوف و ہراس پھیلا دینا چاہتے تھے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی رہے تھے۔ کچھ دیر قبل بستی میں نظر آنے والی مصنوعی رونق اور چہل پہل دم توڑ گئی تھی اور اب وہاں سردار کے علاوہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرا ہاتھ پستول کے دستے پر جم گیا۔

پانچوں اونٹ نخلستان میں داخل ہو چکے تھے اور ان پر سوار قزاقوں نے فائرنگ کرنا موقوف کر دی تھی۔ سروان اور مرجانہ بوکھلا کر میرے پاس آ گئے تھے اور میرے ساتھ ہی باہر جھانکنے لگے تھے۔ ”خیریت تو ہے علی!“ میں نے مرجانہ کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔ ”فائرنگ کون کر رہا تھا؟“

”سب خیریت ہے۔“ میں نے سرگوشی میں کہا۔ ”قزاق آ پہنچے ہیں اور انہوں نے ہوائی فائرنگ کر کے اپنی آمد کا اعلان کیا ہے۔ تم لوگ اپنی جگہوں پر واپس جاؤ۔“

وہ دونوں ایک لفظ کہے بغیر میرے پاس سے ہٹ گئے۔ میں باہر کے منظر کی طرف متوجہ تھا۔ اونٹ اب خاصے نزدیک آ گئے تھے اور ان کی رفتار سست ہو گئی تھی... درمیان والا اونٹ قدرے آگے تھا جب کہ اس کے دونوں اطراف چلنے والے چار اونٹ اس سے قدرے پیچھے تھے۔ پانچوں اونٹ آراستہ و پیراستہ تھے اور سواروں کے ہاتھوں میں موجود بندوقوں کے علاوہ اونٹوں پر بھی جدید ساخت کی آٹومیٹک بندوقیں سجی ہوئی تھیں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس اسلحے کی نمائش کرنے نکلے ہوں۔

سردار سے کچھ فاصلے پر آ کر پانچوں اونٹ رک گئے۔ ختم سوار بلاشبہ قزاق تھے۔ ان کے ہیبت ناک حلیے ان کے قزاق ہونے کی غمازی کر رہے تھے۔

”تم نے ہمارے لیے مطلوبہ رقم کا انتظام کر لیا ہے یا نہیں؟“ درمیان والے ختم سوار نے گرج دار آواز میں سردار سے کہا۔

”تم نے جتنی رقم کا مطالبہ کیا تھا، وہ ہماری بساط سے بڑھ کر تھی لیکن ہم نے کسی نہ کسی طرح رقم کا انتظام کر لیا۔“ سردار نے جواب دیا۔

ختم سوار نے بھیانک انداز میں قہقہہ لگایا۔ ”تم نے عقل مندی کا کام کیا۔“ قزاق بولا۔ ”ورنہ آج ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس بستی کا صفایا ہی کر ڈالیں گے۔“

”قبیلہ جرأت کے لوگ تعداد میں کم سہی مگر بے وقوف نہیں ہیں۔“ سردار نے کہا۔

”بکواس مت کرو۔“ قزاق دھاڑا۔ ”اپنی تعریف کی ضرورت نہیں ورنہ یاد رکھو نخلستان کے باہر ہمارے ساتھی بھی موجود ہیں، ہم تم جیسے بے وقوفوں سے اس نخلستان کو منٹوں میں پاک کر دیں گے۔“

میں نے غضب ناک ہوتے ہوئے شدید احساس سے سردار کا چہرہ سرخ ہوتے دیکھا مگر اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا اور خاموش ہی رہا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا ورنہ خدشہ تھا کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی کوئی غلط بات پوری بساط کو الٹ کر رکھ دیتی۔

”رقم کہاں ہے؟“ اس قزاق نے کڑک کر پوچھا۔ اس کے چاروں ساتھی بھی سردار کو گھور رہے تھے۔

”اندر رکھی ہے۔“ سردار نے جھونپڑے کی طرف اشارہ کر کے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پانچوں قزاقوں کی نظریں جھونپڑے کی طرف اٹھیں اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ ویسے تو میں ان کی نظروں میں نہیں آ سکتا تھا پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔

”رقم اندر کیا کر رہی ہے؟ اسے یہاں منگواؤ۔“ اس قزاق کی کرخت آواز سنائی دی۔

”ناصر!“ سردار کی آواز سنائی دی۔ ”رقم کا تھیلا لے آؤ۔“

”ابھی لایا سردار!“ میں نے قبیلہ جرأت کے لہجے میں بہ آواز بلند جواب دیا اور پستول کو ہاتھ میں لے لیا۔ مرجانہ اور سروان مجھے پریشانی سے متفکرانہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔ ان کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو مگر اس کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔ میں نے ان کی طرف دیکھا اور پُرسکون انداز میں تھیلے کی طرف بڑھا۔ ”میرے لیے دعا کرتی رہنا سیدہ مرجانہ!“ میں نے کہا۔ ”اس وقت مجھے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔“

”میں تو سراپا دعا بنی ہوئی ہوں سید علی!“ مرجانہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”خدا تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اس وقت تو ہماری بقا بھی تمہاری کامیابی سے مشروط ہو گئی ہے۔“

میں نے دونوں ہاتھوں میں تھیلا اٹھا لیا۔ تھیلا زیادہ وزنی نہیں تھا مگر مجھے ظاہر یہی کرنا تھا جیسے وہ بہت وزنی ہو۔ میں تھیلا لیے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں رکا اور مرجانہ کی طرف پلٹا۔ ”خدا حافظ سیدہ مرجانہ!“ میں نے کہا۔ ”زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔“

مرجانہ کے لب ہلے مگر کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے میرے لیے دعائیہ کلمات ادا کیے ہوں گے۔ میں پشت کے بل باہر نکل آیا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا مگر تھیلے کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور میں کسی بھی لمحے فائر کرنے کے لیے تیار تھا۔

جھونپڑے سے باہر نکلتے ہی سردار اور پانچوں قزاق میری نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ قزاقوں کے اونٹ اب بیٹھ چکے تھے اور خود پانچوں قزاق بھی اونٹوں سے اتر کر سردار سے زیادہ دور کھڑے ہوئے تھے۔ پانچوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ میں رقم کا تھیلا دونوں ہاتھوں میں اٹھائے سردار کی طرف بڑھنے لگا۔

”ادھر آؤ مردود!“ درمیان والے قزاق نے کہا۔

”تھیلا ادھر کہاں لے جا رہے ہو؟“

”لل... لیکن تھیلا تو سردار نے منگوایا تھا۔“ میں نے ہکلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

”ہم کہہ رہے ہیں تھیلا ادھر لے آؤ۔“ قزاق نے دھاڑ کر کہا اور اسٹین گن کا رخ میری طرف کر دیا۔

میں نے بے بسی سے سردار کی طرف دیکھا۔ ”ان کے کہنے پر عمل کرو۔“ سردار نے عجلت سے کہا۔

میں نے فرماں بردارانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ اب میں قزاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پانچوں کی حریص نظریں تھیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کے قریب پہنچ کر میں رک گیا اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”تھیلا یہاں رکھو اور دفع ہو جاؤ۔“ درمیان والے قزاق نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

میں نے بڑی فرماں برداری سے تھیلا زمین پر لڑھکا دیا۔ میرے ہاتھ میں چھپا ہوا پستول ظاہر ہو گیا۔ میری انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی اور نگاہ ان پانچوں پر جمی ہوئی تھی۔ نگران میں سے ایک نے بھی نگاہ اٹھا کر پستول کی طرف نہیں دیکھا۔ ان کی بے تابی اور حریص نگاہیں تھیلے پر جمی تھیں تو انہیں پستول دکھائی دیتا مگر وہ تو مفت ہاتھ آ جانے والی دولت کے تصور میں گم تھے۔ اس دولت کے تصور میں مگن تھے جس کا کہیں وجود ہی نہیں تھا۔ نخلستان پر قبرستان کا سا سناٹا مسلط تھا۔

پھر درمیان والا قزاق تھیلے کی طرف جھکا۔ اس نے اپنی گن ایک طرف پھینک دی تھی۔ اس کے ساتھی بھی تھیلے کی طرف بڑھنے لگے۔ جیسے ہی درمیان والے نے تھیلے پر ہاتھ ڈالا، اسے یہ احساس ہو گیا کہ تھیلے میں کاغذ یا کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اس نے بڑے غصیلے انداز میں سر اٹھا کر میری طرف دیکھا مگر وہاں دوسری حیرت اس کے لیے منتظر تھی۔ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول نے اس کے چہرے پر ناقابل یقین حیرت کے تاثرات بکھیر دیے تھے۔ پھر قبل اس کے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتا میں نے اس کی کھوپڑی پر فائر کر دیا۔ اس کے منہ سے کرب میں ڈوبی ہوئی چند لایعنی آوازیں نکلیں اور اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف اور کرب کے تاثرات بھی منجمد ہو کر رہ گئے اور وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔

اس کے ساتھیوں نے بڑی بے یقینی سے یہ منظر دیکھا اور انہوں نے اپنی اسٹین گنیں سیدھی کرنے کی کوشش کی مگر میری برق رفتاری نے انہیں مات کر دیا۔ یکے بعد دیگرے میں نے چار فائر کیے اور ان چاروں کا حشر بھی اپنے ساتھی سے مختلف نہیں ہوا۔ چاروں کی کھوپڑیوں میں ایک ایک سوراخ نمودار ہو گیا تھا۔ وہ ایک بھی فائر کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

”واہ! کیا سچا نشانہ ہے۔“ میں نے سردار کی آواز سنی جو جھپٹ کر میرے قریب آ گیا تھا۔

نخلستان کے سرے پر مورچوں میں موجود افراد نے میرے پستول سے ہونے والے فائروں کی آوازیں سن لی تھیں اور انہوں نے اپنا فرض انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے کہ اس جانب سے بندوقوں کے فائر کی آوازیں... سنائی دینے لگی تھیں۔ ان لوگوں نے نخلستان سے باہر

صحرا میں موجود قزاقوں پر فائر کھول دیا تھا۔ پہلے بتے میں صحرا کی جانب سے متعدد چیخیں سنائی دیں یقیناً کچھ قزاق گولیوں کا نشانہ بنے تھے لیکن اس کے بعد اس جانب سے جوابی فائرنگ شروع ہو گئی۔ گولیوں کا اس قدر شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

قزاقوں کے اونٹ فائرنگ کی آوازوں کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ ان پر ان آوازوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور وہ بڑے سکون سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ قبیلہ جراعتہ کے کچھ لوگ جھونپڑیوں سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے آخر قزاقوں کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان پر سے ہتھیار اتار رہے تھے۔

"ٹھہر جاؤ۔" میں نے ان لوگوں کی تیزی دیکھ کر... بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس ایک اونٹ پر موجود سارے ہتھیار یوں ہی چھوڑ دیا۔" میں نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کیا جس پر درمیان والا قزاق سوار تھا۔

"کیوں؟" سردار نے حیرت سے پوچھا۔ "اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"جس قزاق کا یہ اونٹ ہے وہ قزاقوں میں کسی نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو تھا لیکن کیا تم اس کی حیثیت کی وجہ سے اس کے اونٹ پر ہتھیار رہنے دینا چاہتے ہو؟" سردار نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "آپ ٹھیک سمجھے، میرا یہی مطلب ہے۔"

سردار مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے خیال میں میرا ذہنی توازن اچانک ہی خراب ہو گیا ہے۔ بستی کے لوگوں نے اس اونٹ کو چھوڑ کر بقیہ چاروں اونٹوں کو ہتھیاروں سے خالی کر دیا تھا۔

"نہیں سردار!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ کے لوگوں نے قزاقوں کو جانی نقصان ضرور پہنچایا ہے مگر فائرنگ کی آوازوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قزاقوں نے اب پیچھے ہٹ کر پوزیشن لے لی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب اگر ہم انھیں ٹھکانے لگانا چاہیں تو ہمیں نخلستان سے باہر نکلنا پڑے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ قزاق پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ درمیانی فاصلہ بڑھ جانے کی وجہ سے اب ہم انھیں مزید جانی نقصان سے دوچار نہیں کر سکیں گے مگر ہمارا بھی کوئی جانی نقصان نہیں ہوگا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس جنگ کو جلد ہی ختم ہو جانا چاہیے ورنہ اندھیرا پھیلنے کے بعد قزاق ہمیں بھون ڈالیں گے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی توڑ بھی تو نہیں ہے۔ علاوہ اس کے قزاقوں سے ہاتھ آئے ہوئے اسلحے کو مزید لوگوں میں تقسیم کر کے انھیں بھی قزاقوں کے مقابلے میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب کوئی کمی نہیں رہی۔ ہم ساری رات قزاقوں کا مقابلہ جاری رکھ سکیں گے۔"

"اس سے مسئلہ تو حل نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ "تو جلد از جلد قزاقوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

"تمہارے انداز سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی حل موجود ہے؟" سردار نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک منصوبہ تو ہے مگر پہلے یہ بتائیں کہ جو لوگ قزاقوں سے مقابلہ کر رہے ہیں ان کے نشانے کیسے ہیں؟" میں نے کہا۔

"وہ سب کے سب بہترین نشانے باز ہیں۔" سردار نے بتایا۔

"آپ ان کے نشانوں پر کس حد تک اعتماد کرتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں ان کے نشانوں پر آخری حد تک اعتماد کرتا ہوں سیدی علی لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"ان قزاقوں کے لباس دیکھ رہے ہیں آپ؟ یہ مخصوص رنگ اور خاص قسم کے لباس ہیں اور دور سے بھی ان لباسوں کو بخوبی شناخت کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے یہ بات پہلے سے معلوم ہے لیکن ان کا تمہارے منصوبے سے کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے سردار محترم!" میں نے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ یہ لباس پہن کر اور اس اونٹ پر بیٹھ کر میں نخلستان سے باہر نکلوں گا..."

"نہیں!" سردار نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ خودکشی ہوگی اور میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"میری پوری بات تو سنیں۔" اس کے بعد تبصرہ کریں۔ جیسے ہی میں قزاق کے لباس میں اس کے اونٹ پر سوار ہو کر نخلستان سے باہر نکلوں گا مورچوں میں لوگ مجھ پر فائرنگ شروع کر دیں گے مگر وہ جان بوجھ کر غلط نشانے لیں گے تاکہ مجھے یا اونٹ کو کوئی گولی نقصان نہ پہنچا سکے۔ قزاق تو یہ لباس اور اونٹ کی وجہ سے یہی سمجھیں گے کہ میں ان کا ساتھی ہوں لہٰذا مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ دوسری طرف بستی کے لوگ بھی صرف دکھانے کے لیے مجھ پر فائرنگ کریں گے لہٰذا میں دونوں طرف سے محفوظ رہوں گا۔"

"میں تمہارا مقصد سمجھ گیا لیکن قزاقوں کے نزدیک پہنچنے کے بعد تو تمہاری اصلیت ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکے گی۔" سردار نے کہا۔

"ایک بار میں ان کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"نہیں، اس میں تمہاری جان کو شدید خطرہ لاحق ہوگا اور میں ایسی کسی تجویز کے حق میں نہیں ہوں۔" سردار نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

"کیا میری تجویز ٹھوس نہیں ہے؟ ناقابل عمل ہے یا اس میں کوئی جھول ہے؟ آخر آپ کیوں میری مخالفت کر رہے ہیں؟"

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ تمہارا منصوبہ کمزور ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہوگا۔ وقتی طور پر تو قزاق دھوکا کھا جائیں گے مگر جب تم ان کے پاس پہنچ جاؤ گے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا! میں کوئی چوڑیاں پہن کر تو نہیں جاؤں گا۔ میں پوری طرح مسلح ہوں گا۔ اگر انھوں نے مجھے پہچان لیا تو بھی کیا ہوگا۔ میں انھیں بھون کر رکھ دوں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو سیدی؟ تم کتنے قزاقوں کو ٹھکانے لگا سکو گے؟ نہیں، یہ خطرہ مول لینا حماقت ہوگا۔"

"خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا سردار!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"اگر تم اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے اس قدر بضد ہو تو ٹھیک ہے۔" سردار نے طویل سانس لی۔ "منصوبے پر عمل ہوگا مگر اس ترمیم کے ساتھ کہ تمہارے بجائے بستی کا کوئی آدمی قزاقوں کے بھیس میں جائے گا۔"

"کیا؟" میں حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا۔ "تمہیں بستی کا کوئی آدمی یہ کام ٹھیک طور پر نہیں کر سکے گا۔"

"کیوں نہیں کر سکے گا؟" سردار نے جرح کی۔ "اس میں کرنے کو رکھا ہی کیا ہے؟ قزاقوں کے نزدیک پہنچ کر انھیں ٹھکانے ہی تو لگانا ہے۔ یہ کام تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔"

"بحث مت کریں ابوالحسن!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "ہم اس وقت حالت جنگ میں ہیں اور جنگ میری کمان میں لڑی جا رہی ہے۔ جب تک یہ جنگ جاری ہے بستی کے سردار آپ نہیں، میں ہوں اور آپ میرے نائب ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ کب کیا کرنا ہے اور کون سا کام کسے سرانجام دینا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم ہمارے مہمان بھی ہو۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو..."

"میں آپ کو حکم دیتا ہوں۔" میں نے باوقار انداز میں کہا۔ "مورچوں میں متعین افراد کو یہ پیغام بھجوا دیں کہ جب میں قزاق کے بھیس میں نخلستان سے باہر نکلوں تو مجھ پر فائرنگ کی جائے مگر اس طرح کی جائے کہ مجھے یا میرے اونٹ کو کوئی معمولی سی گزند بھی نہ پہنچنے پائے۔"

ابوالحسن کے چہرے پر شدید بے بسی کے تاثرات تھے۔ "بہت بہتر۔" اس نے مردہ انداز میں کہا اور سر جھکا لیا۔

میں آگے بڑھا اور اس مردہ قزاق کے جسم سے لباس اتارنے لگا جو سردار سے باتیں کرتا رہا تھا اور جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ اپنے گروہ میں کسی نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہوگا۔ سردار نے چار افراد کو میرا پیغام دے کر مورچوں میں متعین لوگوں کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

"آپ کی ہدایت کے مطابق پیغام روانہ کر دیا گیا ہے سردار محترم!" سردار ابوالحسن نے مجھ سے کہا۔

"مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کریں سردار!" میں نے کہا۔ "سردار آپ تھے اور آپ ہی رہیں گے لیکن جہاں سختی کی ضرورت ہوگی وہاں میں اپنی بات پر اسی طرح اصرار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے سیدی علی! تم میرے مقابلے میں بہت بہتر قوت فیصلہ کے مالک ہو۔ تم نے فیصلہ کیا ہے تو یقیناً کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔"

"ہاں سردار محترم! بالکل یہی بات ہے۔ میرے ذہن میں بہت کچھ ہے لیکن میں یہاں بیٹھ کر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ قزاقوں کے پاس پہنچنے کے بعد پتا نہیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ اس وقت تو فوری فیصلہ کرنا ہوگا اور ان کے مقابلے میں یقینی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش

کرتا ہوں گی کیا آپ کی نظر میں بستی کا کوئی ایسا آدمی ہے جو بدلتے ہوئے حالات میں تیزی سے فیصلے تبدیل کر سکے؟"

"نہیں، بستی میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے لیکن میں صرف اس لیے تمہیں روکنے کی کوشش کر رہا تھا کہ تم نے اپنی زندگی ایک بہت بڑے مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ تمہاری حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز اتنی شدت سے تمہاری مخالفت نہ کرتا۔"

"یہ صرف نقطۂ نظر کا فرق ہے سردارِ محترم! کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل کے پردے میں کیا لکھا ہوا ہے۔ ہر شخص اپنی طرف سے بہتری ہی کی سوچتا ہے مگر اسے نہیں معلوم ہوتا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ میں آپ کو یہی بات ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ فرما دیجیے آج صبح بھی آپ نے مجھ سے یہی بات کہی تھی کہ چونکہ میری زندگی کا ایک بڑا مقصد ہے، لہٰذا میں قزاقوں کے چکر میں نہ پڑوں اور ان کی آمد سے قبل ہی یہاں سے نکل جاؤں؟"

"ہاں، میں نے یہ بات کہی تھی۔ مجھے یاد ہے۔" سردار نے کہا۔ "اور میرے خیال میں میری بات کچھ ایسی زیادہ غلط بھی نہیں تھی۔"

"میں آپ کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں سردارِ محترم!" میں نے نرمی سے کہا۔ "فرض کریں کہ میں آپ کی بات مان کر یہاں سے نکل جاتا اور ریگستان میں پندرہ بیس میل سفر کرنے کے بعد ہی قزاق مجھ سے وہاں ٹکرا جاتے اور مجھ سے ہمارے اونٹ چھین کر ہمیں صحرا کے وسط میں پیدل سفر کرنے کے لیے چھوڑ جاتے تو کیا ہوتا؟"

"لیکن یہ تو صرف ایک مفروضہ ہے علی!" سردار نے اٹک اٹک کر کہا۔ "ممکن ہے کہ ایسا نہ ہوتا۔"

"یہ مفروضہ نہیں ہے سردارِ محترم! یہ تو ایک امکانی بات ہے۔ ہم چونکہ مستقبل سے لاعلم ہوتے ہیں اس لیے یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہم نے جو کچھ کیا اگر اس کے برعکس کرتے تو کیا ہوتا۔ لہٰذا میں صرف یہ جانتا ہوں کہ ہمیں ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے ہمارا ضمیر مطمئن ہو۔ پھر نتیجہ جو بھی نکلے مگر آدمی اپنی حد تک بے اطمینانی کا شکار نہیں ہوگا۔"

"مگر تمہارے اپنے جھنجھٹ بھی کچھ کم تو نہیں تھے کہ اب تم نے قزاقوں کے چکر میں بھی اپنی ٹانگ پھنسا دی۔" سردار نے کہا۔

"میں خاص طور پر تو ان قزاقوں سے نمٹنا ہی چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔ "بیٹھنا میری فطرت کے خلاف ہے۔ آپ کا میرا مشورہ نہیں تھا اس لیے میں نے سوچا کہ لگے ہاتھوں ان قزاقوں سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیجیے کہ میں نے خاص طور پر آپ لوگوں کی خاطر قزاقوں سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو علی!" سردار نے کہا۔ "ہماری خاطر تم اپنی زندگی داؤ پر لگائے بیٹھے ہو۔"

"یقین کریں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر میں یہاں رکنے کے لیے مجبور نہ ہوتا تو اپنی مہم پر روانہ ہو جاتا۔ میں اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے بھی غفلت نہیں برت سکتا۔"

سردار سے باتوں کے دوران میں نے اپنا کام جاری رکھا تھا اور میں نے نہ صرف قزاق کے کپڑے اتار لیے بلکہ انھیں پہن بھی لیا تھا۔

"سچ بتاؤ، کیا میں اس لباس میں بالکل ایک قزاق نہیں لگ رہا ہوں؟" میں نے سیاہ ڈھاٹے سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے سردار سے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ جب تم قزاق کے اونٹ پر یہاں سے نکلو گے تو قزاق خود بھی دھوکا کھا جائیں گے۔"

"فائرنگ میں کچھ ٹھہراؤ آگیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق اب صرف گولیاں چلانے کے لیے … کر رہے ہیں۔ انھیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ ان کی … سے حریف کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔"

"ہاں، اب فائرنگ صرف اس بات کے … لیے ہو رہی ہے کہ ابھی ہمارے پاس اسلحہ موجود ہے۔"

ان چار آدمیوں میں سے ایک واپس آگیا … سردار نے میرا پیغام دے کر مورچوں میں متعین افراد … بھیجا تھا۔

"پیغام پہنچا دیا گیا ہے سردار!" اس نے …

"لڑائی کی کیا صورتِ حال ہے؟" سردار نے … سے پوچھا۔

"پہلے تو میں قزاقوں کے پانچ آدمی مارے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ تیزی سے پیچھے … ہمارے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا۔"

"اس وقت قزاق کہاں ہیں؟" سردار نے …

"وہ ہماری گولیوں کی زد سے باہر ہیں اور … ریت کے ایک ٹیلے کے عقب میں محاذ بنا لیا ہے۔"

ویسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"تم نے ان سے یہ بھی معلوم کیا کہ قزاقوں کی کل تعداد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں، ان کی کل تعداد پچیس تھی۔ پانچ افراد تو نخلستان کے اندر آگئے تھے اور بقیہ بیس قزاق باہر ہی کچھ فاصلے پر رک گئے تھے۔ ان بیس میں سے بھی پانچ مارے گئے۔ یعنی اب وہ صرف پندرہ ہیں۔"

"پندرہ افراد بہت ہوتے ہیں علی!" سردار نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "اب بھی اپنے ارادے پر نظرِ ثانی کر لو۔ قزاقوں سے نمٹنے کی ہم کوئی اور تدبیر ڈھونڈ لیں گے۔"

"کیا قزاقوں کا سرغنہ بھی موجود ہے؟" میں نے سردار کی تشویش ان سنی کرتے ہوئے اس شخص سے پوچھا۔

"جی ہاں، وہ بھی ابھی تک موجود ہے اور آپ کی ہدایت کے بموجب اسے گولی مارنے سے گریز کیا گیا ہے۔"

"پندرہ افراد بہت زیادہ نہیں ہوتے سردار!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ مجھ سے متعلق اس دھوکے میں رہیں گے کہ میں انھی کا ساتھی ہوں۔"

"تو پھر یوں کرو کہ اپنے ساتھ چار اور افراد لے کے جاؤ۔ آخر یہاں پانچ قزاق آئے تھے۔"

"آپ میری طرف سے بالکل فکر نہ کریں سردار— میں تنہا ہی ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

ذرا دیر بعد بقیہ تین افراد بھی واپس آگئے۔ انھوں نے مورچوں میں متعین دیگر لوگوں تک بھی میری ہدایات پہنچا دی تھیں۔ میں نے ان سے بھی پوچھ گچھ کی اور ان کے بیانات بھی پہلے شخص سے مختلف ثابت نہ ہوئے۔ گویا اب مجھے تنہا پندرہ قزاقوں کا مقابلہ کرنا تھا۔

"قزاقوں کی لاشیں ٹھکانے لگوا دیں اور ان کے اونٹ بھی کسی محفوظ مقام پر بھجوا دیں۔" میں نے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے سردار سے کہا۔ "قزاقوں سے جنگ اب آپ کی نہیں، میری جنگ ہے۔ اب آپ کے پاس اسلحے کی کمی تو نہیں رہی، لہٰذا آپ کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میری واپسی تک سارے معاملات آپ کی صوابدید پر ہوں گے۔"

"تم میرے کاندھوں پر بھاری ذمے داری ڈال کر اور مجھے بڑی مشکل صورتِ حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو علی! مجھے یہ تو بتا دو کہ تمہاری واپسی کا انتظار کب تک کیا جائے؟"

"میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ میری واپسی کب تک ممکن ہو سکے گی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قزاقوں کے درمیان مجھے کس صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے۔ بس جب تک آپ کو واپسی کی امید رہے، میرا انتظار کریں اور جب آپ میری واپسی کی طرف سے مایوس ہو جائیں تو میرا انتظار کرنا ترک کر دیں— میں اپنی واپسی کے لیے وقت کا کوئی پیمانہ مقرر کرنے سے قاصر ہوں۔"

"بقیہ معاملات تو خیر میں سنبھال لوں گا۔" سردار نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "لیکن سب سے زیادہ فکر مجھے تمہارے ساتھی کی ہے۔ تم واپس نہ آئے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"جب میں واپس نہیں آؤں گا تو مجھے اس بات کی کیا پروا ہو سکتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ آپ اس معاملے میں آزاد ہوں گے۔ اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کریں۔"

"خدا تمہارا حامی و ناصر ہو سیدی علی!" سردار نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ہمارے لیے بہت بڑی قربانی دیتے جا رہے ہو۔ پورا قبیلہ جراعنہ تمہاری کامیابی کے لیے دعا گو رہے گا۔"

"جس شخص کے لیے اتنے بہت سے لوگ دعائیں کر رہے ہوں اس کا کام کیسے ہو سکتا ہے سردارِ محترم!" میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ نخلستان کے سرے تک میں اونٹ کو سست رفتاری سے چلاتا رہا مگر جیسے ہی اونٹ نخلستان سے باہر نکلا میں نے اسے پوری رفتار سے دوڑانا شروع کر دیا۔ قبیلہ جراعنہ کے لوگوں اور قزاقوں کے درمیان معرکہ جاری تھا۔ وقفے وقفے سے دونوں جانب سے اِکّا دُکّا فائر اب بھی ہو رہے تھے۔ دھوپ میں زردی آچلی تھی مگر ریگستان اب بھی جہنم کی بھٹی بنا ہوا تھا۔

مجھے نخلستان سے نکلے چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ اچانک فائرنگ میں تیزی آگئی۔ یہ فائرنگ نخلستان کی طرف سے ہو رہی تھی اور مجھ پر کی جا رہی تھی۔ گولیاں میرے کان کے آس پاس سے، میرے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں۔ بعض گولیاں اونٹ کے پیروں کے پاس ریت میں آکر دھنس جاتیں۔ یہ سب کچھ ایک دکھاوا تھا جو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔ مجھے اس فائرنگ سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود میں اس اندیشے میں گھرا ہوا تھا کہ کہیں کسی کا ہاتھ بہک نہ جائے اور کوئی بھولی بھٹکی گولی مجھے یا اونٹ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ لوگ واقعی اچھے نشانے باز تھے۔ گولیاں میرے خاصے قریب سے گزر رہی تھیں۔ قزاقوں نے شاید

پیچھے دیکھ لیا تھا اور اپنے ساتھی کی حیثیت سے شناخت بھی کر لیا تھا، اسی لیے ان کی جانب سے بھی فائرنگ میں شدت پیدا ہو گئی۔ وہ نخلستان کی طرف فائرنگ کر کے مجھے کور دینے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ قبیلہ جراعتہ والوں کی توجہ میری جانب سے ہٹ جائے اور میں بحفاظت قزاقوں تک پہنچ جاؤں۔

بالآخر گولیوں کا یہ طوفان گزر گیا۔ میں گولیوں کی زد میں سے صحیح و سالم نکل آیا تھا۔ میں بھی اور میرا اونٹ بھی۔ میرے منہ پر سیاہ ڈھاٹا بندھا ہوا تھا جس کی وجہ سے قزاقوں کے لیے مجھے پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا۔ دور سے تو انھیں دھوکا دینے کے لیے اونٹ اور میرا لباس ہی کافی تھا لیکن قریب پہنچنے کے بعد اس ڈھاٹے کے میری بہت مدد کی۔

قزاقوں تک پہنچنے کے لیے مجھے اس ریتیلے ٹیلے کا چکر کاٹنا پڑا جس کے عقب میں وہ موجود تھے۔ ان میں سے کچھ تو ٹیلے کے اوپر اوندھے لیٹے بدستور فائرنگ کرنے میں مصروف تھے اور کچھ ٹیلے سے نیچے اتر کر مضطربانہ انداز میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے اونٹ ٹیلے سے کچھ ہی دور بیٹھے تھے۔ قزاقوں کا سرغنہ بھی ان کے درمیان موجود تھا جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ سیاہ نقاب میں رہتا ہے۔ اپنے سیاہ نقاب میں وہ دور ہی سے پہچانا جا رہا تھا۔ اس کا لباس بھی دوسرے قزاقوں سے مختلف تھا اور اس کے ہاتھوں تک پر دستانے موجود تھے۔ قزاقوں کے نزدیک پہنچنے تک میں ان کے اونٹ شمار کر چکا تھا۔ وہ تعداد میں پندرہ تھے۔ گویا مجھ تک پہنچنے والی ہر اطلاع درست تھی۔ قزاقوں کے پاس پہنچنے تک ہر صورت میں نے انھیں شمار کر لیا تھا بلکہ اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں بھی فیصلہ کر چکا تھا۔

"بھاگو یہاں سے۔" میں گھبرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ "ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے۔ نخلستان میں پولیس موجود ہے۔"

میں نے اس قزاق کی آواز کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی جس کا لباس اس وقت میں نے پہن رکھا تھا۔ میں اپنی اس کوشش میں زیادہ کامیاب تو نہیں رہا تھا مگر پولیس کے نام نے قزاقوں پر ایسی بوکھلاہٹ طاری کر دی تھی کہ اگر وہاں انھیں اپنی اصل آواز میں بھی یہ بری خبر سنائی ہوتی تب بھی وہ آواز کا فرق شناخت نہیں کر سکتے تھے۔

میری بات سن کر ان میں شدید افراتفری پھیل گئی۔ فائرنگ کا سلسلہ یک لخت ہی موقوف ہو گیا اور قزاق "پولیس، پولیس" چیختے ہوئے اپنے اپنے اونٹوں کی طرف دوڑ پڑے۔ ان کی بوکھلاہٹ دیکھ کر مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ میرا بہت قابو پانا دشوار ہو رہا تھا مگر موقع کی نزاکت کا تقاضا یہ تھا کہ میں ایسی کوئی بھی حرکت کرنے سے گریز کرتا جس سے وہ میری طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی پر قابو پایا اور قزاقوں کو بڑی عجلت میں سوار ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ان میں سے کچھ اپنی گنیں تک وہیں ریت پر چھوڑ دی تھیں۔

قزاقوں کا سرغنہ بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ افراتفری میں اونٹوں پر سوار ہونے میں وہ بھی شامل تھا لیکن اس نے بہت جلد خود پر قابو پا لیا تھا اس لیے کہ جب قزاق وہاں سے فرار ہونے لگے تو میں نے ان سب سے پیچھے رہنے کی کوشش کی۔ قزاقوں کے سرغنہ کی توجہ میری جانب بھی تھی چنانچہ اس نے اپنے اونٹ کی رفتار سست کی اور اپنا اونٹ میرے اونٹ کے برابر لے آیا۔

"تمہارے ساتھیوں کا کیا بنا صمصام؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔ "اور تم وہاں سے کیسے بچ کر نکل آئے؟"

"وہ چاروں مارے گئے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "یہ میری قسمت ہی اچھی تھی کہ میں بچ نکلا ورنہ اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔"

"وہاں پولیس کی موجودگی کا مطلب ہے کہ قبیلے کے لوگوں نے ہی پولیس کو مطلع کیا ہوگا۔" اس نے غصیلی آواز میں کہا۔ "اب میں انھیں دیکھ لوں گا۔ کب تک انھیں تحفظ فراہم کرے گی۔"

"پولیس زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکے گی۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ہمیں ریگستان میں تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" سرغنہ نے کہا۔

"جب انھیں ہمارے فرار کا علم ہوگا تو وہ نخلستان سے نکل کر ہمارا تعاقب کریں گے۔ کیا یہ ہمارے لیے خطرناک نہیں ہوگا؟"

"ہماری دہشت اتنی ہے کہ وہ ہمارے پیچھے آنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔" سرغنہ نے پراعتماد انداز میں جواب دیا۔

میری نگاہیں مستقل اپنے سے آگے سفر کرتے قزاقوں پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے ان کی منزل کے متعلق کچھ علم نہیں تھا اور خود میں ریگستان کے راستوں سے لاعلم تھا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا جلدی کرنا تھا ورنہ اگر ہم صحرا میں زیادہ دور نکل جاتے تو میں راستوں کی پہچان کھو بیٹھتا۔

"وہاں کتنے پولیس والے تھے؟" دفعتاً سرغنہ نے مجھ سے پوچھا۔

"بہت تھے۔" میں نے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا۔ سرغنہ سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا اس لیے وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ میں نے اسٹین گن سنبھال لی ہے۔ "بس یوں سمجھو کہ وہ نخلستان میں ہر طرف بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔"

"خیال ہے وہ اتنے بہت سے پولیس والے ریگستان سے گزر کر وہاں تک پہنچ گئے اور ہمیں معلوم بھی نہ ہو سکا! کچھ اندازہ ہے وہ کن راستوں پر سفر کر کے نخلستان تک پہنچے ہوں گے؟"

"میرا خیال ہے وہ یا تو ہوائی جہازوں سے یا ہیلی کاپٹروں کے ذریعے یہاں آئے ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو ورنہ اتنی بڑی تعداد ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔"

میں نے اسٹین گن سیدھی کی۔ دل ہی دل میں خدا کا نام لیا اور آگے سفر کرنے والے قزاقوں پر برسٹ مار دیا۔ ان چودہ قزاقوں کو ایک ہی برسٹ میں ختم کر دینا آسان نہیں تھا مگر اس سلسلے میں میری مشاقی کام آئی۔ میں ان سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قزاقوں کے ساتھ کچھ اونٹ بھی مارے گئے تھے۔

اسٹین گن کے برسٹ کے ساتھ ہی ریگستان میں جیسے ایک بھونچال سا آ گیا۔ مرنے والوں کی چیخیں، کراہیں اور اونٹوں کے بلبلانے کی آوازوں نے مل کر ایسا شور پیدا کر دیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میرے برابر سفر کرنے والے قزاقوں کے سرغنہ پر اس اچانک افتاد سے گویا بجلی سی گر پڑی مگر اس کے کچھ سمجھنے سے قبل ہی میں اسٹین گن کا رخ اس کی جانب کر چکا تھا۔ اس نے اضطراری طور پر اپنا اونٹ روک دیا تھا۔ میں نے بھی اپنے اونٹ کو ٹھہرا لیا۔

"اس حرکت کا کیا مطلب ہے صمصام؟" سرغنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ریگستان سے قزاقوں کا نام ختم ہو گیا۔ اب قافلے سکون سے سفر کیا کریں گے۔"

"تم صمصام تو ہرگز نہیں ہو۔ میں اس کی آواز اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں تمہاری موت ہوں۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ اپنا اونٹ بٹھا لو اور یاد رکھو کہ ذرا سی بھی چالاکی دکھانے پر میں تمہارا وہی حشر کروں گا جو تمہارے ساتھیوں کا کیا ہے۔"

سرغنہ نے بے چون و چرا میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ سخت خوفزدہ تھا اور اس نے کسی ہتھیار کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش تک نہیں کی تھی۔

"اب اونٹ سے تیس قدم دور ہٹ جاؤ۔" میں نے اگلا حکم صادر کیا۔ اس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ اس کے دور ہٹنے کے بعد میں نے اس پر نگاہ رکھتے ہوئے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا۔ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس تھا اسی لیے وہ کوئی بھی حرکت کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی زندگی میری انگلی کی ایک جنبش کی محتاج ہے۔

نیچے۔۔۔ اتر کر میں اس کے اونٹ کی طرف بڑھا اور اس پر موجود اسلحہ اتار کر اپنے اونٹ پر منتقل کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں سرغنہ کی طرف بڑھا۔ "تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟" اس کے قریب پہنچ کر میں نے اس سے پوچھا۔ "اگر ہے تو میرے حوالے کر دو۔"

"میں غیر مسلح ہوں۔" اس نے کہا۔ "میرے سارے ہتھیار اونٹ پر ہی تھے۔"

مجھے یقین تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ قزاقوں کے پاس پستول یا ریوالور کا ویسے بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔ انھیں تو بڑے اور دور مار اسلحے سے غرض ہوتی ہے۔

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" سرغنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمہیں لے کر نخلستان جاؤں گا۔ تم قبیلہ جراعتہ کے مجرم ہو۔ وہی لوگ تمہاری قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

"تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔" اس نے مجھے لالچ دیا۔

"میرا تم سے یا تمہارا مجھ سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "تم نے ان لوگوں سے جو رقم طلب کی تھی ممکن ہے وہ تم سے اتنی ہی رقم لے کر تمہیں چھوڑ دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"میں انھیں اس سے دگنی رقم دینے کو تیار ہوں۔"

لوگوں میں سے ایک سے پوچھا۔

"تمہارے لیے بڑی خبر ہے سیدی!" اس معمر شخص نے کہا۔ "تمہارے ساتھی نے سردار کو یرغمال بنا لیا ہے۔"

میں بُری طرح چونکا۔ میرا ساتھی اولیو ہارورڈ کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ "لیکن وہ تو خود قیدی تھا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، وہ بندھا ہوا تھا اور اس پر ایک نگراں بھی مسلط تھا مگر تمہارے جانے کے کچھ ہی دیر بعد جب سردار کسی کام سے اپنے جھونپڑے میں گیا تو تمہارا ساتھی آزاد ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا نگراں سردوان رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ سردار کے جھونپڑے میں داخل ہوتے ہی تمہارے ساتھی نے سردار پر حملہ کر کے اسے بھی قیدی کر لیا ہے۔"

"تم لوگوں نے سردار کو اس سے رہا کیوں نہیں کرا لیا؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم اتنے بہت سے لوگ اور وہ اکیلا ہے۔ تم کس بات کا انتظار کرتے رہے؟"

"ہم سردار کو اس سے رہا کرا چکے ہوتے مگر ہمیں سردار کی جان کا خطرہ ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"جان کا خطرہ!" میں حیران رہ گیا۔ "مگر میرا ساتھی مسلح تو نہیں تھا۔"

"ہاں، وہ مسلح نہیں تھا۔ مگر اب وہ مسلح ہے۔ اس کے پاس ایک بندوق ہے۔"

"اس کے پاس بندوق کیسے پہنچی؟"

"سردار جھونپڑے میں گیا تھا تو اس کے پاس قزاقوں سے ہاتھ آئی ہوئی ایک بندوق تھی۔ تمہارے ساتھی نے سردار سے بندوق چھین کر اپنے قبضے میں کر لی۔"

میرا دماغ گھوم گیا۔ اولیو ہارورڈ میرے لیے مسئلہ بنتا جا رہا تھا۔ "کیا بستی کا کوئی آدمی جھونپڑے میں گیا تھا؟" میں نے خود پر ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس شخص نے کہا۔ "سردار کی جان کے خوف سے ہم نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔"

"پھر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہاں کیا اور کیسے ہوا؟"

"جو باتیں تمہارے علم میں آئی ہیں وہ سردار ہی کے ذریعے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس نے بستی والوں کو مختصراً صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"سردار تو اس کی قید میں ہے۔" میں چونک کر بولا۔

"پھر سردار نے تمہیں صورت حال سے کیسے آگاہ کیا؟"

"اس نے جھونپڑے کے اندر سے بآواز بلند اپنے یرغمال بنا لیے جانے کا اعلان کیا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ ہماری

واپسی تک کوئی جھونپڑے کے نزدیک نہ آئے۔"

"تمہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میرا ساتھی چاہتا کیا ہے؟"

"اگر وہ ہماری زبان جانتا تو یقیناً کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتا مگر وہ ہماری اور ہم اس کی زبان سے نابلد ہیں لہٰذا ہمیں یہ پتا ہی نہیں سکتا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مرجانہ کہاں ہے؟ کیا اس نے اسے بھی قیدی بنا رکھا ہے؟"

"ہاں، وہ بھی اندر ہی مقید ہے۔"

"اس نے مرجانہ کے ساتھ کوئی ناروا سلوک تو نہیں کیا؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے اس نے مرجانہ سے کوئی زیادتی نہیں کی۔ اگر ایسا ہوتا تو سردار نے ہم سے کہہ دیا ہوتا اور ہم ساری مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ اولیو نے خود کو بندشوں سے کیسے آزاد کر لیا ہوگا لیکن یہ حقیقت تھی کہ جتنی بلند سطح کا وہ ایجنٹ تھا اس کے پیش نظر اس سے کسی بھی غیر متوقع کارنامے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ مجھے دھوکا دیتا رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اسے باندھا گیا تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ مجھے اسی وقت اس کی دھمکیوں کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے تھا کہ خود اسے باندھتا۔ وہ کسی اوسط درجے کی نالائق و نااہل والی شے نہیں تھا مگر اس وقت میرا ذہن الجھا ہوا تھا۔ میں تو اس سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی ترتیب دینے میں مصروف تھا اور اسی ذہنی مصروفیت کے باعث میں اس کی دھمکیوں پر توجہ نہیں دے سکا جو مجھے درحقیقت دینا چاہیے تھی۔ غلطی میری تھی۔ اولیو ہارورڈ کی رگ رگ سے واقف ہونے کے باوجود میں نے اس کی طرف سے غفلت برتی تھی۔ اسے مستقل ساتھ رکھنا اور ہر وقت قابو میں رکھنا بجائے خود دنیا کا دشوار کام تھا جس کے لیے میں محض اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر مجبور تھا۔

"سردار نے کہا تھا کہ جب تم واپس آ جاؤ تو تم سے رجوع کیا جائے اور تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے۔ ہم تمہارے مشورے کے منتظر ہیں سیاہ فام! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟" ایک اور شخص نے کہا۔

"میں خود الجھن میں پڑ گیا ہوں بزرگو۔ معاملہ نازک ہے۔ تین افراد اس کے قبضے میں ہیں۔ اگر کچھ کرنے کی کوشش کی گئی تو تینوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔

"ہم تو اس سے ناواقف ہیں مگر تم تو اس سے واقف ہو گے۔ وہ تمہارا ساتھی ہے۔ تمہی اس سے نمٹنے کا کوئی طریقہ بتا سکتے ہو۔" ایک شخص بولا۔

"اگر وہ تمہارا ساتھی ہے تو تم اس سے خوفزدہ کیوں ہو؟ اور اسے رسیوں سے کیوں جکڑ دیا گیا تھا؟" ایک اور شخص نے کہا۔

"تم نے ہمارے لیے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہوتا تو ہم جواب میں تمہیں یرغمال بنا لیتے۔" مجمع میں سے ایک تیسری آواز آئی۔

"آپ لوگ جذباتی ہو رہے ہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اور جذباتیت ہمیشہ غلط فیصلے کراتی ہے۔ دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کیجیے۔"

"ہمیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شخص ہے کون جس نے ہمارے سردار کو یرغمال بنانے کی جرأت کی؟"

"وہ ایک انتہائی خطرناک آدمی ہے جس کے ساتھ مجھے ایک مجبوری میں سفر کرنا پڑ رہا ہے۔" میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "سردار ابوالحسن تمام تفصیلات سے واقف ہے اور اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ میں فرداً فرداً ہر شخص کو تمام باتوں سے آگاہ کروں۔ آپ لوگ اگر میری طرف سے کسی شک و شبہے کا شکار ہیں تو میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔"

چند بزرگ افراد نے دخل اندازی کی اور لوگوں سے خاموش رہنے کو کہا۔

"میرے پاس الٰہ دین کا چراغ تو ہے نہیں کہ میں چٹکی بجاتے ہی اس مسئلے کو حل کر دوں گا۔ میرے لیے بھی یہ صورت حال اتنی ہی پریشان کن ہے جتنی آپ لوگوں کے لیے ہے۔ اگر آپ لوگ یوں ہی مجھ سے سوال و جواب کرتے رہے تو میں کچھ بھی نہیں سوچ سکوں گا۔ آپ مجھے سوچنے دیں گے تو میں اس صورت حال کا توڑ تلاش کر سکوں گا۔"

"تم ضرور سوچو بہادر نوجوان!" ایک بزرگ نے کہا۔ "اب کوئی شخص دخل اندازی نہیں کرے گا۔"

میں نے اپنا ذہن دوبارہ اولیو ہارورڈ پر مرکوز کر دیا۔ اولیو ہارورڈ، مرجانہ، سردار ابوالحسن اور سردوان۔ یہ کل چار افراد تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ عمالقہ سے تھا اور وہ تینوں اسی بستی کے مکین تھے جب کہ چوتھا فرد باہر سے آیا تھا جو انتہائی خبیث صفت اور سفاک آدمی تھا۔ اس نے یہ خیال بھی نہیں کیا کہ ان لوگوں نے اسے مہمان بنایا تھا، پناہ دی تھی۔ اس کی جان بچائی تھی۔ اسے

اس وقت پناہ دی تھی جب اس کے لیے کہیں کوئی جائے پناہ نہیں بچی تھی۔ کھلے آسمان تلے ریگ زار کے وسط میں چلچلاتی ہوئی دھوپ اسے چند گھنٹوں سے زیادہ اس دنیا میں نہ رہنے دیتی۔ قبیلہ جراعت کے لوگ اس کے محسن تھے مگر اس احسان فراموش یہودی نے اپنے محسنوں کو ان کے احسان کا یہ صلہ دیا تھا کہ ان کی زندگیوں کے ہی درپے ہو گیا تھا۔

میں غور و فکر میں غلطاں رہا۔ سب لوگ دم سادھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہ توقع کر رہے تھے کہ میں کوئی جادوگری دکھاؤں گا اور یرغمالیوں کو... اولیو باورڈ کے چنگل سے چھڑا لوں گا۔ انھیں اگر علم ہو جاتا کہ ان کا سردار اس وقت روئے زمین کے سب سے شاطر آدمی کے قبضے میں ہے تو ان کی ساری امیدیں دم توڑ جاتیں۔ وہ مایوسی سے واپس چلے جاتے اور اس سلسلے میں پلٹ کر میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے مگر میں ناامید نہیں تھا۔

یرغمالیوں کو اولیو باورڈ سے چھڑانے کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ مسلح ایکشن کیا جائے مگر یہ طریقہ ہر اعتبار سے غیر محفوظ تھا۔ مسلح ایکشن کے نتیجے میں جانوں کا تلف ہونا لازمی تھا اور میں قبیلہ جراعت کے کسی فرد کی تو کجا اولیو باورڈ تک کی زندگی کا رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا لہٰذا میں نے مسلح ایکشن کے خیال کو مسترد کر دیا۔

اب سوال یہ تھا کہ اس سے ہٹ کر کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟ میں غور کرتا رہا اور آخر مجھے ایک طریقہ سوجھ ہی گیا۔

"ٹھیک ہے دوستو!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میرا خیال ہے پہلے میں اس سے بات کر کے دیکھوں کہ اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

"ہاں، کوئی حتمی قدم اٹھانے سے پہلے یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے۔" ایک معمر شخص نے کہا۔ "ممکن ہے وہ کوئی ایسا مطالبہ کرے جسے پورا کر کے ہم اپنے لوگ اس سے چھڑا سکیں۔"

"اور اگر اس نے کوئی ایسا مطالبہ کر دیا جسے پورا کرنا ہمارے بس سے باہر ہوا تو کیا ہوگا؟" ایک شخص نے اعتراض اٹھایا۔

"جب وہ کوئی ایسا مطالبہ کرے گا تب سوچیں گے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اپنے طور پر مفروضے قائم کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اس سے بات کر لیں تاکہ کوئی حتمی فیصلہ کر سکیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم قزاقوں سے معرکے میں سرخ رو ہو کر نکلے ورنہ تمہارے ساتھی کی بات کون سمجھتا؟ ہم تو اندھیرے میں ہی رہ جاتے۔"

میں ان لوگوں کے ساتھ نخلستان میں داخل ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں سردار کے جھونپڑے سے ذرا دور کھجور کے چند درختوں کے تنوں کے عقب میں موجود تھا۔ اپنے ساتھ موجود لوگوں کو میں نے پیچھے ہی رکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

"اولیو باورڈ؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں تم سے مخاطب ہوں اولیو باورڈ! کیا تم تک میری آواز پہنچ رہی ہے؟"

"تم واپس آ گئے علی!" اولیو باورڈ کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے قزاقوں پر فتح حاصل کر لی ہے؟"

"کیا یہ درست ہے اولیو باورڈ کہ تم نے سردار کو قید کر رکھا ہے؟"

"صرف سردار کو ہی نہیں علی! اس کے ساتھ اس کی بیٹی اور اس کے قبیلے کا وہ آدمی بھی میرا قیدی ہے جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی ہے اولیو باورڈ! بستی کے لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟"

"معرکہ تو میرا اور تمہارا ہے علی! بستی کے لوگوں کو درمیان میں مت لاؤ۔"

"سردار کو قید کر کے اس حماقت کا آغاز تم نے کیا ہے باورڈ!"

"تمہیں یاد ہے علی! میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میرے منہ میں کیڑا اٹھ گیا تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"میری یادداشت اتنی خراب نہیں ہے اولیو باورڈ! تم صرف یہ بتاؤ کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ اولیو باورڈ کیا ہے اور تم نے مجھے بے بس سمجھ کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔"

"یہ بات تو میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا اولیو باورڈ! اور کچھ؟"

"تم نے میرے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی، اب اس کا خمیازہ بھگتنے کا وقت آ گیا ہے۔ تیار ہو جاؤ۔"

"میں ہر قسم کے حالات کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہوں اولیو باورڈ!" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ "لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ مجھے کیا خمیازہ بھگتنا ہوگا؟"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم مجھے باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھنا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو سردار کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں پوری طرح ہوشیار رہوں گا۔"

"بدگمانی تمہاری سرشت میں شامل ہے اولیو باورڈ! گفتگو کو طول تم خود دے رہے ہو اور شکوک میری طرف سے ہو رہے ہو۔ سیدھی طرح بتاتے کیوں نہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"بستی کے لوگوں سے کہو کہ میرے سفر کا بندوبست کریں۔ میں واپس جاؤں گا۔"

"کیا تنہا ہی جاؤ گے اولیو باورڈ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"نہیں، ایک گائیڈ میرے ساتھ جائے گا اور سردار کی بیٹی کو یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اور اگر میں تمہاری بات بستی والوں تک پہنچانے سے انکار کر دوں تو تم کیا کرو گے؟"

"تم اس کے لیے مجبور ہو علی یار خان! یہاں تین افراد میرے رحم و کرم پر ہیں۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو باورڈ! وہ تینوں میرے لیے اتنے ہی اجنبی ہیں جتنے تمہارے لیے۔ تمہیں ان کی زندگیوں سے دلچسپی نہیں تو مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"تمہیں دلچسپی لینی پڑے گی علی! ورنہ یاد رکھو کہ چوتھا نمبر تمہارا ہی ہوگا۔"

"تمہاری خوش فہمیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اولیو باورڈ! حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی تم میرے محتاج ہو۔ اگر میں ترجمانی کے فرائض انجام دینے سے انکار کر دوں تو تم بستی والوں کو اپنے مدعا سے بھی آگاہ نہیں کر سکو گے۔"

"اس بھول میں مت رہنا علی! اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میں تمہارے ساتھ کچھ رعایت کرنے پر غور کروں گا بصورت دیگر میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔"

"وقتی فتح کی خوشی میں شاید تم یہ بھول گئے کہ تمہاری پیاری بیٹی ٹینی باورڈ میرے قبضے میں ہے۔"

"یہ بات میں کیسے بھول سکتا ہوں علی! مجھے تم سے اس کا بھی انتقام لینا ہے۔ ٹینی کو میں خود رہا کرا لوں گا۔"

"میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہیں سمجھا بجھا کر اس حماقت سے باز رکھنے کی کوشش کروں لیکن تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ٹینی کو خود رہا کرا لو گے تو اس وقت سے میں اپنے وعدے کا پابند نہیں رہا۔"

"گویا تم اعلان جنگ کر رہے ہو علی!" اولیو باورڈ کی آواز شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔

"میں تو صرف تمہارا چیلنج قبول کر رہا ہوں اولیو باورڈ! یہاں سے ہم دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہوتا جا رہا ہے۔ تم اپنے طور پر ٹینی کو رہا کرانے کی کوشش کرنا۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو تمہیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے تمہیں اچھا خاصا وقت برباد کرنا پڑے گا۔ پہلے تم ان لوگوں کو اپنا مدعا سمجھاؤ گے۔ معلوم نہیں اس میں تمہیں کتنا وقت صرف کرنا پڑے۔ پھر تم یہاں سے نکلو گے۔ تمہاری زندگی ہر وقت داؤ پر لگی رہے گی۔ تم نے سردار اور اس کی بیٹی کو یرغمال بنا کر پورے قبیلے کو اپنا دشمن تو ویسے ہی بنا لیا ہے۔ ممکن ہے کسی کا داؤ لگ جائے اور وہ تمہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔"

"بکواس مت کرو علی!" اولیو باورڈ کی دہاڑ سنائی دی۔ "میرا نام اولیو باورڈ ہے۔ یہ دو ٹکے کے لوگ مجھے کیا قتل کریں گے؟"

"فرض کرو تم یہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہو بلکہ اس صحرا سے بھی نکل جاتے ہو تب بھی تمہارے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ تم ٹینی باورڈ تک بھی پہنچ سکو گے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ گوٹے بل میں جنرل شیرن کی قید میں ہے۔ میں اسے بآسانی چھڑا لوں گا۔"

"یہ تمہارا مفروضہ ہے اولیو باورڈ! فرض کرو یہ مفروضہ غلط ثابت ہو گیا تو تم کیا کرو گے؟"

"یہ مفروضہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہے۔ ٹینی گوٹے بل کے علاوہ کہیں اور نہیں ہو سکتی۔"

"تم یہ بھول رہے ہو اولیو باورڈ کہ میں تم سے کافی پہلے یہاں سے نکل جاؤں گا اور ٹینی کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں مجھ سے پہلے اس تک پہنچنا ہوگا۔"

"میرے لیے یہ کھیل بہت دلچسپ ہوگا اور اس دوڑ میں تمہیں شکست دے کر مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

"مجھے کہنے دو اولیو باورڈ کہ تم انتہائی گاؤدی اور پرلے درجے کے احمق ہو اور تمہاری کھوپڑی میں بھوسہ بھرا ہوا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں میرے پاس اس قدر فالتو وقت ہے کہ میں اسے یوں برباد کرتا پھروں گا۔ مجھے ٹینی باورڈ تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو کسی بھی شہر سے ایک فون

کردوں گا۔ اپنے ان دوستوں سے جن کی تحویل میں گئی ہے، کہوں گا کہ اسے فوراً ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس کے بعد میں اپنے کام دھندوں میں مصروف ہو جاؤں گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے علی!" اولیو ہاورڈ چلایا۔

"تم سب کچھ کر سکتے ہو اولیو ہاورڈ! اور میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تم نے اپنے ان محسنوں کو یرغمال بنا رکھا ہے جنہوں نے اس وقت تمہاری زندگی بچائی جب تم موت کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ اگر میں تمہاری بربریت کی داستان لکھنے بیٹھوں تو ہزاروں صفحات سیاہ ہو جائیں گے۔ نہیں اولیو ہاورڈ! میں سوچتا ہوں کہ تمہیں سزا دینے کے لیے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانا بہت ضروری ہے۔ میں جا رہا ہوں اولیو ہاورڈ!"

"ٹھہر جاؤ علی!" اولیو ہاورڈ کی چیخ سنائی دی۔ "میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ جو تم کہو گے میں وہی کروں گا۔"

"اب مجھے تم سے کچھ نہیں کہنا ہاورڈ! تم سے کوئی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ تم تو ایک بچھو ہو جس کی فطرت ہی ڈنک مارنا ہے، یہ دیکھے بغیر کہ ڈنک کس کے لگے گا۔"

"مت جاؤ علی! میں باہر آ رہا ہوں۔" اولیو ہاورڈ کی بے تابانہ آواز سنائی دی۔

"خبردار اولیو ہاورڈ!" میں چیخا۔ "میرے ہاتھ میں اسٹین گن ہے۔ اگر تم نے جھونپڑے سے باہر قدم بھی رکھا تو میں تمہیں بھون کر رکھ دوں گا۔"

"میں ہتھیار پھینک رہا ہوں علی! تم سردار سے تصدیق کر سکتے ہو۔"

"اب تک سردار کی آواز کیوں نہیں سنائی دی؟" میں نے للکار کر پوچھا مگر میرے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی جسے دیکھنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

"میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں بندوق سردار کے حوالے کر رہا ہوں لیکن تم پہلے اس سے کہو کہ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ کہیں مجھ پر گولی ہی نہ چلا دے۔"

"سردار ابوالحسن!" میں نے عربی میں پکارا۔ "جھونپڑے کی صورت حال بتائیے۔"

"ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں سیدی علی! تمہارا ساتھی ہم پر بندوق تانے کھڑا ہے۔ پتا نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ خوفزدہ ہو رہے ہیں سردار محترم! وہ بے چارہ تو آپ کو آپ کی بندوق واپس کرنا چاہ رہا ہے۔"

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے سردار محترم! میں نے بڑی مشکل سے ہتھیار پھینکنے پر آمادہ کیا ہے مگر اب وہ ڈر رہا ہے۔ اسے خوف ہے کہ کہیں بندوق ہاتھ میں آتے ہی آپ اس پر گولی چلا نہ بیٹھیں۔"

"اگر مجھے موقع مل گیا تو میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ایسے شخص کو قتل کرنا تو بڑے ثواب کا کام ہوگا۔"

"ایسا نہ کرنا سردار محترم! اس کی زندگی میرے لیے بڑی قیمتی ہے۔"

"تم احمق ہو سیدی علی! تمہیں آدمی کی پہچان نہیں۔ احسان فراموش آدمی کو تو ایک لمحے کے لیے بھی زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں سردار محترم! لیکن اس وقت میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ آپ اس پر گولی نہیں چلائیں گے۔"

میری بات کے جواب میں چند لمحے سکوت چھایا رہا۔ پھر اچانک جھونپڑے سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ یہ ایسی آواز تھی جیسے کوئی وزنی چیز دھپ سے گری ہو۔

"کیا بات ہے؟ اندر کیا ہو رہا ہے؟" میں نے پہلے عربی اور پھر انگریزی میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی۔ "سردار نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے ذرا ایک چٹکی لگائی ہے۔"

"مگر اس نے تو وعدہ کیا تھا کہ تم پر گولی نہیں چلائے گا۔"

"وعدے کا پابند آدمی ہے۔ اس نے گولی چلانے کے بجائے بندوق کے بٹ سے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔"

میں جھنجھلا گیا۔ سردار نے سخت حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ "اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اولیو ہاورڈ تو تمہارے حق میں نہیں ہوگا۔"

"ایک چٹکی میں جتنا نقصان کسی کو پہنچ سکتا ہے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ اب مجھے بتاؤ کہ کیا کروں؟"

"بندوق ہاتھ میں لے کر باہر نکل آؤ لیکن یہ دھیان رکھنا کہ میں آڑ میں ہوں اور میرے ہاتھ میں اسٹین گن ہے جس کا رخ تمہاری ہی طرف ہوگا۔"

چند ہی لمحوں بعد جھونپڑے سے اولیو ہاورڈ برآمد ہوا۔ سورج ڈوبنے کے بعد ملگجی اندھیرا پھیل چکا تھا مگر ابھی روشنی موجود تھی کہ اولیو ہاورڈ مجھے صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ باہر نکلا اور چند قدم چل کر رک گیا۔ وہ میری جانب سے اگلی ہدایت کا منتظر تھا۔

"بندوق پھینک دو اور چند قدم مزید آگے آ جاؤ۔" میں نے حکم دیا۔

اولیو ہاورڈ نے میرے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی۔ بستی کے لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر فلک شگاف نعرے لگانے شروع کر دیے۔ میں کھجور کے تنوں کی اوٹ سے باہر نکل آیا۔ اسٹین گن میں نے اولیو ہاورڈ پر تان رکھی تھی۔ "ہاتھ اوپر اٹھاؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہاری جامہ تلاشی ہوگی۔"

اولیو ہاورڈ نے ہاتھ اٹھا دیے۔ میں نے بستی کے ایک شخص سے اولیو ہاورڈ کی جامہ تلاشی لینے کو کہا۔ اس کی جامہ تلاشی لی گئی مگر اس کے پاس سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔

"کیا اب میں اپنے ہاتھ گرا سکتا ہوں؟" اولیو ہاورڈ نے مضمحل آواز میں پوچھا۔

میں نے سر کے اشارے سے اسے ہاتھ گرا لینے کی اجازت دی اور آگے بڑھ کر زمین پر پڑی ہوئی بندوق اٹھا لی۔ "میرے ساتھ آؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جھونپڑے کے اندر مرجانہ نے مشعل روشن کر دی تھی جس کی روشنی میں میں نے اسے سردار پر جھکے دیکھا۔ سردار شیخ پر نجد کا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ پیال کے بستر پر مروان پڑا تھا جس کے ہاتھ اور پیر انہی رسیوں سے بندھے ہوئے تھے جن سے اولیو ہاورڈ کو باندھا گیا تھا۔ مروان کے منہ میں کپڑا ابھی تک ٹھنسا ہوا تھا جو اس نے میرے کہنے پر اولیو ہاورڈ کے منہ میں ٹھونسا تھا۔

"اسے کھولو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا اور سردار کی طرف بڑھ گیا۔

"بابا کو کیا ہو گیا سیدی علی؟" مرجانہ نے میرے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تشویش کی کوئی بات نہیں ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ سہلا کر اسے تسلی دی۔ "سردار بہت جلد ہوش میں آ جائیں گے۔"

"اس درندے کی وجہ سے بابا اس حال کو پہنچے ہیں۔" مرجانہ نے خونی نگاہ سے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا جو مروان کو بندشوں سے آزاد کر رہا تھا۔ "میں اس کا خون پی جاؤں گی۔"

مرجانہ نے اولیو ہاورڈ پر جھپٹنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ ایک جھٹکے سے میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ "آپ ایک باحوصلہ خاتون ہیں سیدہ مرجانہ!" میں نے اسے سرگوشی میں سرزنش کی۔ "آپ کو اپنے ہوش و حواس بحال رکھنے چاہئیں۔"

"یہ درندہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔" اس نے سر اٹھا کر اپنی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے بابا اس حال کو پہنچے ہیں؟"

"انہیں کچھ نہیں ہوا ہے سیدہ مرجانہ! یہ وقتی صدمہ ہے۔ جلد ہی ان کے حواس بحال ہو جائیں گے۔"

"اگر بابا کو خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" مرجانہ بھوکی شیرنی کی طرح غرائی۔

میں نے آہستہ سے مرجانہ کی پشت تھپکی۔ "آپ اس وقت جذبات کی رو میں بہہ رہی ہیں ورنہ آپ بھی جانتی ہیں کہ غلطی سردار کی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود انہوں نے اس پر حملہ کیا۔"

مرجانہ یوں مجھ سے دور ہٹ گئی جیسے میرے جسم سے اسے کرنٹ لگا ہو۔ "تم بابا کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہو علی! مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی۔"

"آپ اور آپ کے بابا دونوں ہی اس بات سے ناواقف ہیں کہ یہ شخص کس قدر خوفناک شخصیت کا مالک ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "اس کی شخصیت کے بارے میں تو میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ ایک جن ہے جسے وقتی طور پر میں بوتل میں بند کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہوں مگر یہ کسی بھی وقت بوتل سے آزاد ہو سکتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے مروان کو آزاد کر دیا تھا اور وہ بیٹھا اپنے ہاتھ سہلا رہا تھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟" مروان نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہیں اس شخص کی نگرانی کے لیے یہاں چھوڑا گیا تھا اور یہ شخص آزاد بھی نہیں تھا۔ رسیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ تم خود اس کے قیدی بن گئے؟" میں نے مروان سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ اس نے خود کو کیسے آزاد کرایا۔ جب باہر فائرنگ شروع ہوئی تو میں جھونپڑے کے دروازے پر جا کر باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ ذرا ہی دیر بعد اچانک اس نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا اور پھر اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ میں بے ہوش ہو گیا۔" مروان نے اپنی گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

"میری گردن میں تکلیف ہو رہی ہے۔ شاید اس نے میری گردن کے ساتھ کچھ کیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اس کی جھونپڑی کے بستر پر پڑا تھا۔ میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور میرے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ وہ شخص جھونپڑے کے وسط میں کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں بندوق تھی جس کی زد پر اس نے سردار اور سیدہ مرجانہ کو لے رکھا تھا۔ اس کے بعد باہر سے آپ کی آواز آئی اور اس نے بندوق سردار کے حوالے کر دی۔ سردار نے بندوق کے بٹ سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ سردار اچھل کر دور جا گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تم جا سکتے ہو۔" میں نے سروان سے کہا۔ "تمہارا کام ختم ہو گیا۔"

"تم حیران تو بہت ہو رہے ہو گے علی کہ میں نے خود کو رسیوں سے کیسے آزاد کرا لیا؟" اولیولا ورڈ بولا۔

"میں کوئی سادہ لوح بدو نہیں ہوں اولیولا ورڈ!" میں نے بے رخی سے کہا۔ "میں خود ایسے بہت سے کرتب جانتا ہوں اور اس وقت تو مجھ سے ذرا سی چوک ہو گئی تھی جس کی وجہ سے تم اس قدر اطمینان سے ہو۔ اگر میں نے خود تمہیں باندھا ہوتا تو تم ساری زندگی خود کو آزاد نہیں کرا سکتے تھے۔"

اولیولا ورڈ کا چہرہ اتر گیا۔ وہ شاید کوئی سخت بات کہنا چاہتا تھا مگر اس نے خود پر قابو پایا اور چپ ہی رہا۔

"جب اس نے سروان پر حملہ کیا اس وقت آپ کہاں تھیں سیدہ مرجانہ!" میں نے مرجانہ سے پوچھا۔

"میں اس وقت جھونپڑے کے اندرونی حصے میں تھی۔" مرجانہ نے جواب دیا۔

"آپ کو بالکل پتا نہیں چلا کہ یہاں کیا واقعہ رونما ہو گیا ہے؟"

"نہیں، میں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ دراصل فائرنگ اس قدر ہو رہی تھی کہ کسی اور آواز کا سنا جانا ممکن ہی نہیں تھا۔ پھر شاید اس نے اتنی مہارت سے کام کیا تھا کہ کوئی آواز پیدا ہی نہیں ہوئی۔"

"پھر آپ کو یہ کب معلوم ہوا کہ اس نے خود کو آزاد کرا لیا ہے اور سروان کو قیدی بنا لیا ہے؟"

"میں بابا کی آواز سن کر ادھر آئی تھی۔ انہوں نے کسی کام سے مجھے بلایا تھا لیکن جب میں یہاں پہنچی تو بساط الٹ چکی تھی۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اشارے سے مجھے بھی یہیں بلا لیا اور بابا کے ساتھ ہی مجھے بھی قیدی بنا لیا۔"

"آپ لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ کیسا تھا؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس نے ہمیں بندوق کی زد میں لیے رکھا۔"

دفعتاً ابوالحسن کی کراہ سنائی دی۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اس پر جھک گیا اور اس کی کنپٹیاں سہلانے لگا۔ مرجانہ قریب چلی آئی تھی جبکہ اولیولا ورڈ بڑی بے نیازی سے پیال کے بستر پر بیٹھا تھا۔ اس نے دو تین بار اٹھ کر قریب آنے کی کوشش کی تھی اور وہ جس انداز سے بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے ابوالحسن کے ہوش میں آنے کو کوئی اہمیت دی ہے۔

چند لمحے ہوئے ہوں گے کہ اس کے بعد سردار نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں۔ وہ شاید یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ پھر اچانک جیسے اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ "وہ بدمعاش کہاں گیا؟" سردار بڑی زور سے دہاڑا۔

"میں نے سردار کا شانہ مضبوطی سے جکڑ لیا۔" وہ بھاگ کر کہیں نہیں گیا۔ یہیں موجود ہے۔"

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" سردار نے فوراً میری گرفت سے چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ اس پر گولی مت چلانا مگر آپ پھر بھی باز نہیں آئے۔" میں نے سردار کو سرزنش کی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں نے اس پر گولی چلانے کی کوشش کی تھی؟" ابوالحسن نے حیرت سے کہا۔

"بچکانہ باتیں مت کیجیے۔" میں نے ذرا سا منہ بنا کر کہا۔ "خود سوچنا چاہیے تھا کہ میں نے آپ کو بلاوجہ تو نہیں روکا ہو گا۔"

"کاش میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا کہ اس پر گولی نہ چلاؤں گا تو اس وقت صورت حال بہت مختلف ہوتی۔" سردار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بے شک۔" میں سرد لہجے میں بولا۔ "آپ ابھی تک اسی کے قیدی ہوتے اور آپ کا پورا قبیلہ الگ پریشان ہوتا۔ ممکن ہے آپ کو گولی مار چکا ہوتا۔"

"وہ ہرگز ایسی حماقت نہ کرتا۔ اگر وہ مجھے مار دیتا تو خود بھی نہیں بچ سکتا تھا۔ قبیلے کے لوگ اس کی تکا بوٹی کر دیتے۔"

"میں آپ کو بہت عقل مند سمجھتا تھا مگر اس وقت آپ بچوں کی سی باتیں کیے جا رہے ہیں۔" میں نے بے لوث کہا۔

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی۔" سردار مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں، اس کے برعکس آپ بڑی عقل مندی کی باتیں کر رہے ہیں آپ کا خیال ہے کہ یہ شخص اس کے عزائم کیا تھے؟ وہ آپ کو یرغمال بنا کر یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اگر اس کی یہ کوشش کامیاب ہو جاتی تو قبیلے کے لوگ منہ دیکھتے رہ جاتے اور ممکن ہے صحرا سے نکلنے کے بعد وہ آپ کو ہلاک ہی کر دیتا۔ وہ پکا اسی قسم کا بدطینت آدمی ہے۔"

"تم مجھے چھوڑ دو۔ اس وقت تو میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ اب دیکھوں گا وہ کتنے پانی میں ہے۔" سردار چلایا۔

"آپ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی عزت بے حد عزیز ہے۔ اس لیے آپ کو نہیں چھوڑ رہا لیکن میں زیادہ دیر آپ کو جبراً نہیں روکوں گا۔ اس وقت آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے ارادے سے باز آ جائیے، یوں اپنی بے عزتی کرانے پر تلے ہوئے کیوں ہیں؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ ان دونوں کے آپس میں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔" مرجانہ اپنے باپ سے بولی۔ "یہی تو یہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

سردار نے چونک کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ابھی تک مرجانہ کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو۔ کچھ دیر وہ خالی خالی نظروں سے مرجانہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔ "تم غلط انداز میں سوچ رہی ہو مرجانہ!" سردار نے کہا۔ "علی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ ہم سے دشمنی نہیں کر سکتا۔"

میں نے ...... سکون کا سانس لیا اور سردار کے شانے پر میری گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ لا پرواہ سا ہو گیا تھا۔

"وہ کچھ بھی سہی بابا! لیکن سچ یہ ہے کہ علی کا ساتھی ہے۔ یہ دونوں ریگستان میں ایک ساتھ سفر کر رہے تھے۔ علی اس کی زندگی بچانے کے لیے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر یہاں تک لایا تھا۔ ممکن ہے کسی بات پر ان میں آپس میں اختلافات ہو گئے ہوں لیکن اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ علی اسے بچانے کے لیے آپ کو اس کے مقابل جانے سے نہیں روک رہا۔ آپ اس وقت بھی قبیلہ جراحتہ کے سب سے قوی آدمی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ شخص زیادہ دیر آپ کے مقابلے پر نہیں ٹک سکے گا۔"

"آپ کچھ بھی کہیں سیدہ مرجانہ! مگر سردار کو میں ہرگز یہ اجازت نہیں دوں گا کہ وہ میرے ساتھی کے مقابل آئیں۔" میں نے بڑے احترام سے کہا۔

"میں علی سے متفق ہوں مرجانہ!" سردار نے کہا۔ "کچھ دیر قبل میں غصے میں تھا لیکن یقین کرو علی جو کچھ کہہ رہا ہے مجھے اس پر خود بھی کامل یقین ہے۔ یہ شخص بلاشبہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میں نے اس پر دھوکے سے حملہ کیا تھا مگر اس نے جس پھرتی سے مجھے زیر کیا اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

"آپ بھی کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا!" مرجانہ بڑی مایوسی سے بولی۔ "میں تو اسے آپ کے ہاتھوں شکست کھاتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی۔"

سردار ہنس پڑا۔ "دنیا میں ہر کام ہر ایک کے کرنے کا نہیں ہوتا بیٹی!" اس نے بڑی شفقت سے کہا۔ "تم اپنے باپ کو ناقابل شکست سمجھتی ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ دنیا بہت بڑی ہے بیٹی! اور اس میں بڑے بڑے فنکار بکھرے پڑے ہیں۔ قدرت نے ہر سیر کے لیے سوا سیر ضرور پیدا کیا ہے۔ جو معاملہ علی کے اور اس کے درمیان ہے مجھے ویسے بھی اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ شخص علی کا دردِ سر ہے۔ علی کا جیسے جی چاہے اس سے نمٹے اور اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کرے۔"

"مجھے خوشی ہے سردار محترم کہ آپ نے دوبارہ پہلے جیسی دانشمندانہ گفتگو شروع کر دی۔" میں نے سردار کے شانے پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی انسان ہوں سیدی علی! تاہم مجھے افسوس ہے کہ میں جذبات کے دھارے میں بہہ گیا تھا اور تمہیں میری وجہ سے ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ میں وقتی طور پر اپنی ذمے داریوں کی طرف سے بھی غافل ہو گیا تھا۔ مجھے سب سے پہلے تم سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ قزاقوں کا کیا بنا؟"

"ہمیشہ کی طرح خدا نے مجھے اس معرکے میں بھی سرخرو کیے رکھا سردار محترم! سارے قزاق مارے گئے اور میں نے ان کے سرغنہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع تھی سیدی علی!" سردار نے وارفتگی سے کہا۔ "لیکن اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں ہمیشہ ایک ناکردہ جرم کے احساس تلے دبا رہتا۔"

"تم نے تمام قزاقوں کو مار ڈالا سیدی علی؟" مرجانہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"اس کا تذکرہ میں پورا قبیلۂ جراحتہ میرا شریک ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔

"بابا نے مجھے بتایا تھا کہ تم تنہا ان کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم ایسے ہی واپس آ گئے ہو گے۔"

"جو کام میں اپنے ذمے لے لیتا ہوں سیدہ مرجانہ! اسے پورا کیے بغیر مجھے سکون نہیں ملتا۔ میں بھلا قزاقوں کا صفایا کیے بغیر کیسے واپس آ سکتا تھا؟"

"ہمارے قبیلے پر یہ تمہارا بہت بڑا احسان ہے۔" مرجانہ بولی۔ "کچھ دیر قبل میں نے تمہاری شان میں کچھ نازیبا باتیں کہی تھیں۔ میں ان پر شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دینا سیدی۔"

"کوئی بات نہیں سیدہ مرجانہ!" میں نے ہنس کر کہا۔ "ایسی معمولی باتوں کا بُرا ماننا میری عادت کے خلاف ہے۔"

"سردار سے کہو کہ ہماری روانگی کا بندوبست کر دے۔" دفعتاً اولیوا وروڈ نے مجھ سے کہا۔ "میں لڑکی سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہا ہوں۔ زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

میں نے اولیوا وروڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "تم نے اپنی حرکتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ کر دیا ہے۔ میں نے سردار کو بڑی مشکل سے ٹھنڈا کیا ہے۔ وہ تمہاری جان لینے کے درپے ہو رہا تھا۔"

"تم نے ناحق اسے روکا۔" اولیوا وروڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "اسے ایک کوشش اور کر لینے دیتے۔"

"اپنی کہانی میں رہو اولیوا وروڈ! تم نے پہلے ہی میرے لیے مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ضبط کا پیمانہ چھلک جائے۔"

"تمہاری ساری اکڑ صرف اس بات پر ہے کہ تم نے میری بیٹی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔"

"اسے یرغمال بنائے زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہم تو اس سے کہیں زیادہ عرصے سے ایک دوسرے کے حریف ہیں۔"

"لڑکی کی بنا پر جس طرح تم نے مجھے بے بس کیا ہے اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔ پہلے میں تمہارے ہاتھوں اس طرح بے بس کبھی نہیں ہوا تھا۔"

"وہ وقت بھی آئے گا جب لڑکی یرغمال نہیں ہوگی۔ اس وقت میں دیکھوں گا کہ تم کونسا تیر چلاتے ہو۔"

"میں جا رہا ہوں علی!" سردار نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بستی کے لوگ میرے منتظر ہوں گے۔"

"یہ کہاں جا رہا ہے؟" اولیوا وروڈ نے سردار کو باہر جاتے دیکھ کر تیزی سے پوچھا۔ "تم نے اس سے کہہ دیا کہ ہماری واپسی کا بندوبست کر دے؟"

"یہ بات پہلے سے طے ہے کہ وہ ہماری روانگی کا بندوبست کر دے گا۔" میں نے کہا۔ "مگر آج نہیں، کل۔"

"کیوں، آج کیوں نہیں؟" اولیوا وروڈ نے زور دے کر کہا۔ "آخر تم آج یہاں رکنے پر کیوں مُصر ہو؟"

"پہلے یہ وجہ تھی کہ تمہاری حالت اس قابل نہیں تھی کہ سفر کر سکتے۔ اب تم ٹھیک ہو مگر میں کل صبح سے اب تک مسلسل مصروف رہا ہوں۔ آرام کرنے کے لیے مجھے ایک آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ملا اور میں اس حالت میں اونٹ پر مسلسل بارہ چودہ گھنٹے سفر نہیں کر سکوں گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو مجبوری ہے۔ لیکن کل شام تک ہمیں ہر حال میں روانہ ہو جانا ہے۔ مَرکَنا ہی پہنچے گا۔" اولیوا وروڈ نے سنجیدہ ہوتے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ "تم نے یہ نہیں بتایا کہ قزاقوں کا کیا بنا؟"

"سب مارے گئے اور سرغنہ گرفتار ہو گیا۔" میں نے کہا۔

"وہ کہاں ہے؟" اولیوا وروڈ نے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے اسے گھورا۔ "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نے کبھی کوئی قزاق نہیں دیکھا۔ آج قزاقوں کے ایک سرغنہ کو دیکھنے کا موقع ملنے والا ہے۔"

مجھے اولیوا وروڈ کے انداز میں کوئی عجیب سی بات محسوس ہوئی جسے میں کوئی معنی نہ پہنا سکا۔ "صبح دیکھ لینا۔ وہ میں قید ہے، کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہے۔"

"جب تم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہو تو مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے۔ تم کس زبان میں باتیں کرتے ہو؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"ہم لوگ ترکی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔" میں نے جھوٹ بولا۔ "ہمارا ساتھی کوئی اور زبان نہیں جانتا۔"

"تم بڑے باکمال آدمی ہو سیدی علی! تم باتوں کے جادوگر ہو اور لڑائی کے بھی۔ یہ شخص تم سے جس طرح باتیں کرتا ہے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ تمہارے خون کا پیاسا ہو۔ تم کہتے ہو یہ بہت خطرناک آدمی ہے لیکن کچھ دیر پہلے جب میں اور یہ اس کے قبضے میں تھے تو تم نے صرف باتوں کے ذریعے اسے ہتھیار پھینکنے پر کیسے مجبور کر دیا!"

"حالانکہ یہ اس وقت مسلح بھی تھا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اگر یہ اتنا ہی خطرناک ہوتا تو سیر القصر پاک کر سکتا تھا۔ یہی کہنا چاہ رہی ہیں نا آپ؟"

"ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتی ہوں اور یہ چیز مجھے الجھن میں ڈال رہی ہے۔ کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

"دراصل یہ شخص شیر ہے مگر میری موجودگی میں بکری بنا رہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

"حقیقی بات یہ ہے سیدہ مرجانہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ اسے اگر موقع مل جائے تو یہ بے دریغ مجھے ہلاک کر دے گا۔ یہ انتہائی خود غرض، کینہ پرور اور سازشی ہے لیکن آج کل اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اسی لیے الٹی سیدھی حرکتیں کر رہا ہے۔"

"یہ تو میں بھی سمجھ گئی ہوں کہ یہ غیر معمولی طور پر خطرناک آدمی ہے۔ معمولی آدمی نہ تو خود کو رسیوں کی بندش سے اس طرح آزاد کرا سکتا ہے اور نہ کئی میرے یا اکرا اس طرح شکست دے سکتا ہے مگر یہ تمہارے سامنے بھیگی بلی کیوں بن جاتا ہے، اور تمہاری آواز سن کر اس نے بندوق کیوں پھینک دی تھی؟"

"یہی تو میں آپ کو بتا رہا تھا۔ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے جلد بازی میں ایک غلط قدم اٹھا لیا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ اس طرح یہ اس ریگستان سے نہیں نکل سکے گا۔ یہ جانتا تھا کہ میں اس کے لیے ترجمانی کے فرائض انجام دوں گا مگر میرے انکار پر یہ ڈھیلا پڑ گیا۔ اب صحرا سے نکل کر مجھ سے نمٹنے کی کوشش کرے گا۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ تم دونوں ہی پُراسرار ہو مگر تمہارے سامنے یہ شخص طفلِ مکتب معلوم ہوتا ہے۔"

"میں باہر جا رہا ہوں سیدہ مرجانہ! آپ میرے ساتھ چلیں گی یا یہیں ٹھہریں گی؟"

"تمہارے ساتھ چلوں گی۔" مرجانہ نے بوکھلا کر کہا۔ "میں اس درندے کے ساتھ تنہا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"اس وقت یہ درندہ ایک بے ضرر کیچوے سے بھی بدتر ہے۔ آپ یہاں رکنا چاہیں تو بے خطر رک سکتی ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تم کہاں جا رہے ہو علی؟" اولیوا وروڈ نے مجھے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ رہا ہوں۔ میری واپسی تک تمہیں یہیں رہنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔" اولیوا وروڈ بولا۔

"سردار تمہیں کسی بھی قسم کی آزادی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر یہ شخص باہر دکھائی دیا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اولیوا وروڈ نے مجھے گھورا۔

"تمہیں مطلع کرنا میرا فرض تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔ میرے منع کرنے کے باوجود اگر تم یہاں سے باہر نکلو گے تو نتائج کے ذمے دار تم خود ہو گے۔" میں تو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ جھونپڑے کے باہر مسلح لوگ موجود ہوں گے جو دیکھتے ہی تمہیں گولی مار دیں گے۔ سردار نے انہیں یہی حکم دیا ہے۔ "آؤ چلیں۔" آخری فقرہ میں نے مرجانہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ وہ میرے ساتھ جھونپڑے سے باہر کی سمت چل پڑی۔ اولیوا وروڈ کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

دروازے پر پہنچ کر میں اچانک اولیوا وروڈ کی طرف مڑا۔ "میں تمہیں ایک بات تو بتانا ہی بھول گیا۔ سردار نے کہا تھا کہ جھونپڑے کے اندر روشن مشعل جلتی رہنی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ تم سردار کی اس ہدایت پر عمل کرو گے۔ اگر تم نے اب کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارے ساتھ مزید کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

میں تیزی سے پلٹ کر باہر نکل گیا۔ میری بات کے جواب میں اولیوا وروڈ نے کچھ کہا تھا۔ شاید گالیاں بک رہا تھا مگر میں نے کوئی بات سننے کی زحمت نہیں کی۔ میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا سب جھوٹ تھا۔ سردار نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ سب کچھ میں نے ایک فوری منصوبے کے تحت کیا تھا۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اعلان کر رہی تھی مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ خطرہ کیا ہے۔ بس اچانک ہی میری سمجھ میں جو کچھ آیا میں کر گزرا۔

جھونپڑے کے باہر نخلستان میں تاریکی کا راج تھا۔ بستی کے جھونپڑوں سے چھن کر آنے والی مشعلوں کی روشنیاں نخلستان میں پھیلی ہوئی تاریکی سے نبرد آزما تھیں .... نخلستان کے ایک دور افتادہ گوشے میں کچھ مشعلیں روشن تھیں اور وہاں کچھ لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔

میں نے اولیوا وروڈ سے جو کچھ کہا تھا سراسر جھوٹ پر مبنی تھا لیکن سردار کے جھونپڑے سے باہر نکلنے کے بعد چند قدم چل کر ہی مجھے ٹھٹک جانا پڑا۔ جھونپڑے سے چھن کر آنے والی روشنی میں میں نے وہاں کچھ لوگوں کی موجودگی محسوس کی تھی۔ وہ سب لوگ مسلح تھے اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر تھے۔ مرجانہ بھی میرے ساتھ رک گئی تھی۔

"آپ رک کیوں گئے سیدی علی؟" تاریک سایوں میں سے ایک نے پوچھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ قبیلہ جراعتہ ہی کے لوگ تھے اور سردار کے جھونپڑے کی نگرانی کر رہے تھے۔ "تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے جواباً سوال کیا۔

"ہم سردار کے حکم پر یہاں موجود ہیں۔ ہمارے سپرد یہ ذمے داری ہے کہ آپ کے ساتھی کو باہر نہ نکلنے دیں۔"

"ٹھیک ہے دوستو! اپنا کام کیے جاؤ۔" میں نے کہا اور مرجانہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ "تمہارے بابا کہاں ہوں گے؟" میں نے مرجانہ سے پوچھا۔

"ممکن ہے وہاں ہوں۔" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر اس طرف اشارہ کیا جہاں کئی مشعلیں جلتی نظر آرہی تھیں۔

"اُدھر کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس جگہ کو ہم لوگ اصطبل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہم اپنے اونٹ باندھتے ہیں۔"

میرے قدم اسی جانب اٹھنے لگے۔ قریب پہنچ کر پتا چلا کہ مرجانہ کا خیال درست تھا۔ سردار ابوالحسن وہاں موجود تھا۔ کئی جلتی ہوئی مشعلوں کی زرد روشنی نے نخلستان کا یہ حصہ روشن کر رکھا تھا۔ بہت سے اونٹ کھجور کے درختوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک جانب سردار کچھ لوگوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے سامنے اس اسلحے کا ڈھیر نظر آرہا تھا جو قزاقوں کے ان اونٹوں پہ موجود تھا جنہیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

"اچھا ہوا تم خود ہی آگئے سیدی علی!" سردار نے مجھے دیکھ کر کہا۔ "میں تمہیں بلوانے ہی والا تھا۔ تمہاری ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

"خیریت تو ہے سردار محترم! میری ایسی کون سی ضرورت پڑ گئی؟"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہوگی۔" سردار نے کہا۔ "اس اسلحے اور ان اونٹوں کی مالیت لاکھوں ریال تک پہنچتی ہے۔"

"یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "اس بات کا تو مجھے پہلے ہی اندازہ تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو سیدی علی!" سردار نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک خاص بات ابھی ہے، ادھر دیکھو۔"

میں نے سردار کی اشارہ کردہ سمت میں دیکھا۔ ایک کھجور کے تنے سے ایک شخص بندھا ہوا تھا۔ اسے سر سے پیر تک بری طرح کھجور کے تنے کے ساتھ جکڑ دیا گیا تھا۔ میں نے اسے اس کے لباس سے پہچانا۔ وہ قزاقوں کا سرغنہ تھا اور اس کے چہرے پر نقاب نہیں تھا۔

"ہاں، یہ ایک خاص بات ہے۔" میں نے سرغنہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں اسے بے نقاب دیکھنا چاہتا تھا۔"

سردار اور مرجانہ بھی میرے ساتھ آرہے تھے۔ سرغنہ کے قریب پہنچ کر میں رک گیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ جسم کسرتی تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے انتہا مشقت کا عادی رہا ہوگا۔ جھلسی ہوئی رنگت اس کے ریگستان سے گہرے رشتے کا اعلان کر رہی تھی۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"کتنا ڈراؤنا آدمی ہے یہ۔" مرجانہ نے اسے دیکھ کر جھرجھری لیتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں مجھ سے کہا۔ "اسے دیکھ کر ہی خوف آتا ہے۔"

میں مرجانہ کی بات سے متفق تھا۔ عام آدمی یقیناً اسے دیکھ کر سہم جایا کرتے ہوں گے لیکن میں اسے دیکھ کر بہت مایوس ہوا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ شاید اس کے نقاب پہننے کے پیچھے کوئی خاص وجہ سامنے آئے گی مگر ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے نرم دلی سے پوچھا۔

"اوہ! تو وہ تم ہو جس کی وجہ سے میرا گروہ تباہ ہوگیا!" اس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے اچانک ہی نفرت جھانکنے لگی تھی۔ اس نے پہلے میرا چہرہ نہیں دیکھا تھا، صرف آواز ہی سنی تھی اور اس وقت بھی اس نے مجھے میری آواز سے ہی پہچانا تھا۔ قزاق والا لباس بھی میں نے اتار پھینکا تھا۔

"ہاں، قدرت نے یہ کارنامہ میرے ہی ہاتھوں سر انجام دلوایا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "لیکن میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا؟"

"اگر میں آزاد ہوتا تو تمہیں اس طرح میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔" وہ غضب ناک انداز میں چلایا۔

"تم کیا کرتے؟" میں نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

"میں وہ آنکھیں نکال کر پھینک دیتا جن سے تم مجھے گھور رہے ہو۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں تمہاری حسرتیں نکالنے کا موقع ضرور دوں گا لیکن اگر تم شرافت سے میرے سوالوں کا جواب دے دیتے تو بہتر ہوتا۔ بعد میں کسی چیز کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔"

"محض ایک اتفاق کے تحت تم مجھ پہ حاوی آگئے ہو اور اب تم جس قدر بھی زبان چلا رہے ہو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ میں بندھا ہوا ہوں۔"

"اس کا زندہ رہنا ٹھیک نہیں ہے سیدی علی!" سردار نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "اسے مار ڈالو۔"

میں چند لمحے سرغنہ کو گھورتا رہا پھر میں سردار کی طرف مڑا۔ "اسے کھول دیا جائے۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔

"تم... میری بات سنو!" سردار نے ہکلا کر کہا۔ "تمہارا

آنے سے قبل میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"تو؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے سردار کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"اس نے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں۔" سردار جلدی سے بولا۔ "اس کا نام شقلان ہے اور...."

"میں نے آپ سے کہا ہے کہ اسے کھول دیا جائے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

"اس وقت یہ ہمارے قبضے میں ہے سیدی علی! تم کہاں اس کی باتوں میں آرہے ہو۔ ہم اس پر تشدد کر کے اس سے سب کچھ معلوم کر لیں گے۔" سردار نے کہا۔

"پہلے میں اسے شکست دے کر یہ بتاؤں گا کہ آدمی کو اپنے قد سے اونچی بات کبھی نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بعد اس سے پوچھ گچھ کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"بابا کی بات مانو سیدی علی! اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔" مرجانہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"میں اس فیصلے کو بدلنے کا قائل نہیں ہوں سردار! اگر آپ کو میری بات ماننے میں اتنا ہی تردد ہے تو پھر میں خود ہی زحمت کر کے اسے کھول دوں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کسی صورت نہیں مانو گے۔" سردار نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ سرغنہ کو آزاد کر دیا جائے۔

"تمہاری آزادی کے بعد ہمارے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوگی جو اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ایک فریق دوسرے پر واضح جسمانی برتری ثابت کر دے۔" میں نے سرغنہ سے کہا۔ قبیلہ جراعت کے دو افراد اس کے جسم کے گرد بندھی رسیاں کھولنے میں مصروف تھے۔ میں سردار کی طرف مڑا۔ "ہماری لڑائی کے دوران کسی بھی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی خواہ صورت حال کچھ بھی کیوں نہ ہو۔" میں نے کہا۔ "اور لڑائی کا نتیجہ اگر سرغنہ کی برتری کی صورت میں نکلے...."

"یہ کیا علی!" دفعتاً سردار بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخا۔

میں برق کی تیزی سے مڑا اور دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سرغنہ میرے سر پہ پہنچ چکا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ کا پنجہ شاندار مہلک انداز میں میرے چہرے کی سمت متحرک تھا۔ اس کے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیاں خطرناک انداز میں اکڑی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ اگر اس کے ہاتھ کا میرے جسم کے کسی بھی حصے سے تصادم ہوا تو میرے جسم کے اس حصے کی شکل ناقابل شناخت ہوجائے گی۔ وہ ڈریگن ٹو کا مہلک ترین وار تھا اور اس وقت میرا چہرہ اس وار کی زد میں تھا۔ اس نے بے خبری میں اچانک مجھ پہ حملہ کیا تھا لہٰذا میں ایسی خطرناک پوزیشن میں پھنس گیا تھا کہ حملے سے بچنے کے لیے مارشل آرٹس کی کوئی بھی تکنیک میرے کام نہیں آسکتی تھی اور اس وار سے بچنا میرے لیے لازمی بھی تھا۔ جسمانی مقابلوں میں پہلے وار کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے جو فریق پہلا وار کرنے میں کامیاب ہوجائے وہ آدھا مقابلہ تو پہلے ہی جیت جاتا ہے۔

اس نازک ترین لمحے میں بھی میں اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ قبیلہ جراعت کے جتنے بھی افراد وہاں موجود تھے ان سب نے اپنی سانسیں تھام لی ہیں۔ وہ دو طرفہ دباؤ میں تھے۔ ایک طرف وہ سرغنہ کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتے تھے اور دوسری طرف انہیں یہ خوف بھی تھا کہ کہیں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ میں جراعت کا مہمان تھا اور وہ محض میری ضد کی وجہ سے اس مقابلے کی اجازت دینے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ ان کے درمیان مجھے کوئی گزند پہنچ جاتی تو ان کی مہمان نوازی کی روایات چکنا چور ہو کر رہ جاتیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں ہی میں نے نہ صرف سب کچھ سوچا سمجھا بلکہ خود کو بچانے کے لیے ایک طریقے پہ عمل بھی کر گزرا۔ میں نے خود کو بڑی تیزی سے دائیں جانب زمین پہ گرا دیا۔ اس کی انگلیاں میرے بالوں کو چھو کر گزر گئی تھیں۔ میں زمین پہ گر کر بھی رکا نہیں بلکہ لگاتار کئی قلابازیاں کھاتا ہوا اس سے کئی گز کے فاصلے پر پہنچ گیا........

اور اس کے بعد اتنی ہی تیزی سے اچھل کر دوبارہ اپنے قدموں پہ کھڑا ہوگیا۔ جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیران کن تھا۔ میرا خیال تھا کہ رسیوں سے کافی دیر بندھے رہنے کے باعث اس کا جسم شل ہو رہا ہوگا اس لیے وہ آزاد ہونے کے بعد چند لمحے ضرور لے گا تاکہ اس کے جسم میں خون کی روانی اعتدال پہ آجائے اور وہ پوری مستعدی اور چابک دستی کے ساتھ مجھ سے مقابلہ کر سکے لیکن اس نے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مجھ پہ حملہ کر دیا تھا اور اس کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ دیر تک بندھے رہنے سے اس کا جسم کسی بھی طرح متاثر ہوا ہو۔ دوسری حیران کن بات اس کی مارشل آرٹس سے واقفیت تھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک صحرائی قزاق مارشل آرٹس میں ایسی مہارت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

لیکن وہ حیران ہونے کا وقت نہیں تھا۔ اس وقت تو مجھے اپنی تمام تر توانائیاں مقابلے پر صرف کرنا تھیں۔ میرے اور اس کے درمیان کئی گز کا فاصلہ تھا اور اسے مجھ پہ دوسرا حملہ

کرنے کے لیے چند سیکنڈ ضرور لگتے۔ میں اس کی طرف سے اس بار پوری طرح ہوشیار تھا لیکن میں نے ظاہر یہ کیا کہ جیسے میری نظروں میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو۔

"اگر اس مقابلے میں سرغنہ جیت جائے تو اسے ایک اونٹ اور زادِ راہ دے کر یہاں سے رخصت کر دینا۔" میں نے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی وہ ادھوری بات مکمل کی جو سرغنہ کے اچانک حملہ کرنے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھی۔ "میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر یہ مجھ پر غالب آ گیا تو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور صحیح و سالم یہاں سے نکل جانے دیا جائے گا۔"

"تمہارا وعدہ میرا وعدہ ہے۔" سردار نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہاری اس خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"

"تم نے سن لیا؟" میں نے سرغنہ کو مخاطب کیا۔ "اب بے خوف و خطر ہو کر مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی شکست کے لیے تم کسی لنگڑے لولے بہانے کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

قزاقوں کا سرغنہ جو مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کے لیے میری طرف بڑھ رہا تھا، اچانک رک گیا۔ اپنی دانست میں اس نے مجھ پر جو پہلا وار کیا تھا اس سے میرا بچ جانا ناممکن تھا مگر میں اس سے بچ گیا۔ اس کے لیے حیرت کا یہی دھچکا کچھ کم نہیں تھا کہ رہی سہی کسر میرے پرسکون رویے نے پوری کر دی۔ میرا حربہ کارگر رہا تھا۔ تحیر نے اس کے اعصاب میں پنجے گاڑ دیے تھے۔ پہلی بار اسے اس سنگین حقیقت کا ادراک ہوا کہ اس کا حریف کوئی غیر معمولی آدمی ہے۔ وہ ذہنی طور پر مجھ سے مات کھا چکا تھا۔

"رک کیوں گئے اے ابن الابل؟" میں نے اسے للکارا۔ "آگے بڑھ کر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم نے اپنی ماں کے بجائے کسی اونٹنی کا دودھ پیا ہے؟"

قبیلہ جراعنہ کے کئی افراد کے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اونٹ کے بچے والے استعارے نے انہیں بہت محظوظ کیا تھا۔

قزاقوں کے سرغنہ پر میری بات کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"قبیلہ جراعنہ کی مرغیاں بھی تم سے زیادہ بہادر ہیں۔" میں نے سرغنہ پر دوسری چوٹ کی۔ "جب ان کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے تو وہ صرف حملہ کرتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرتیں۔"

سرغنہ کے قدم آہستہ آہستہ حرکت میں آئے۔ وہ مجھ سے چیتے کے انداز میں میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں نے اسے غصہ دلانے کے لیے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی تھی مگر اس کا بالکل برعکس ردعمل ظاہر ہوا۔ غصے میں آنے کے بجائے وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اس کے بارے میں میرا ہر اندازہ غلط ثابت ہو رہا تھا۔

میرے قریب آ کر وہ رک گیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ وہ قدرے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ آگے کی جانب پھیلے ہوئے تھے۔ بالکل کراٹے فائٹر جیسا انداز تھا۔ میں اس کے کسی بھی حملے سے بچنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا۔

لیکن اس نے فوراً ہی مجھ پر حملہ نہیں کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے گرد گھوم کر حملہ کرنے کے لیے مناسب زاویہ تلاش کر رہا تھا۔ اسے زاویہ تو نہ مل سکا تاہم اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے پہلے کی طرح اس بار بھی ہاتھوں سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس کا مسلسل ہدف میرا چہرہ تھا۔ وہ مجھ پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ میں پیچھے ہٹ کر اور کبھی دائیں بائیں جھک کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔

ہاتھوں کا کوئی وار کارگر نہ ہوتے دیکھ کر اس نے دفعتاً مجھ پر اپنی لات کی آزمائی۔ میں ذرا سا دائیں جانب ہٹا۔ اس کا پیر میرے پہلو سے گزرتا ہوا میرے سر سے بھی زیادہ بلندی پر جا پہنچا۔ میں نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ بائیں جانب ہٹ کر اس کی ٹانگ کو اپنے دائیں ہاتھ سے فضا میں ہی تھام لیا۔ میں اس ایکشن میں قدرے جھکا، تھوڑا سا آگے بڑھا، بایاں ہاتھ اس کی کمر پر رکھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے دائیں ہاتھ کو جس میں اس کی ٹانگ تھی اوپر کی طرف اٹھایا۔ اس کا توازن بگڑا اور وہ پیچھے کی طرف جھکنے لگا۔ اسے گرنے سے روکنے کے لیے میرا دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر موجود تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اس کے ہوا میں معلق جسم کو متوازن کیا اور پوری قوت سے اسے پیچھے کی جانب اچھال دیا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا مجھ سے کئی فٹ کے فاصلے پر دھپ سے منہ کے بل جا کر گرا۔ یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں بجلی سی چمک کر رہ گئی تھی۔ اپنے دفاع میں جنبش تک کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

"واہ سیدی علی واہ!" مرجانہ کی جوشیلی آواز ابھری۔ "تم نے تو کمال کر دیا۔"

میں نے مرجانہ کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ سرغنہ پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔ "آؤ میرے بچے آؤ! میں تمہیں بتاؤں گا کہ اونٹ کس کی آنکھیں نکالتا ہے۔"

سرغنہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ ریت میں اٹ کر بہت بھیانک ہو گیا تھا اور وہ اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھورے جا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھا۔ "شاباش! جلدی اٹھ جاؤ۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ "گرے ہوؤں پر ہاتھ اٹھانا میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مجھ پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہو۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا کہ وہ تیر کی طرح مجھ پر حملہ آور ہو گا مگر اس کے بجائے وہ تیزی سے ایک سمت بھاگا تھا۔ اس کی یہ حرکت میرے لیے شدید حیرت کا باعث تھی مگر مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ اس کا مدعا کیا ہے۔

اس کا رخ کچھ فاصلے پر موجود ایک اسٹین گن بردار شخص کی جانب تھا۔ اس کے عزائم کا اندازہ ہوتے ہی میں بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر اسٹین گن بردار بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ ان لوگوں کو سختی کے ساتھ یہ ہدایت کی گئی تھی کہ سرغنہ پر گولی نہ چلائی جائے۔ اس بدلی ہوئی صورتِ حال میں اسٹین گن بردار کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا اور یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہوا۔ اس لیے کہ اس وقت میں نے عقب سے سرغنہ پر چھلانگ لگائی تھی اور اسے دبوچ کر رگیدتا چلا گیا تھا۔ اگر اسٹین گن بردار پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو وہ بھی زد میں آ جاتا۔

"تم نے یہ بزدلانہ حرکت کر کے عملی طور پر اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ہے۔" میں نے اپنی کلائی مضبوطی سے اس کی گردن پر جماتے ہوئے کہا۔ "اب زبان سے بھی اپنی شکست کا اقرار کر لو۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جدوجہد کر رہا تھا اور پشت کے بل سے پلٹ پڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس کا جسم فولاد کی طرح سخت تھا اور خود وہ کسی اڑیل بچھیرے کی طرح طاقتور تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں زیادہ دیر اس پر اپنی گرفت برقرار نہیں رکھ سکوں گا۔ یہ اندازہ ہوتے ہی میں نے اپنی کلائی اس کی...... گردن سے ہٹا لی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح موڑا کہ وہ اس کی پشت پر آ گیا۔ اسے اس طرح قابو میں رکھنے کے لیے مجھے کسی قوت صرف کرنا پڑ رہی تھی۔ میں نے ایک گھٹنا اس کی کمر پر رکھ کر اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال دیا۔

"اگر تم نے اب بھی جدوجہد ترک نہ کی تو تمہارا بازو کندھے سے اکھاڑ دوں گا۔" میں غرایا۔

اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بالکل بے دست و پا ہو کر رہ گیا ہے۔ اس نے میرے خلاف جدوجہد ترک کر دی۔

"بولو! شکست تسلیم کرتے ہو یا اکھاڑوں تمہارا بازو؟"

میں نے اس کے ہاتھ کو مزید موڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں!" وہ کراہا۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔"

قبیلہ جراعنہ کے لوگوں نے فتح کا نعرہ لگایا مگر میں نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ "تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟" میں نے غرا کر کہا۔ "اگر میں نے تمہیں چھوڑا تو تم پھر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرو گے۔ نہیں، پہلے تمہارے ہاتھ باندھے جائیں گے تب کہیں تمہیں چھوڑوں گا۔"

میری بات سن کر اس نے ایک بار پھر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ "اگر اب تم نے زور آزمائی کی تو میں کوئی رعایت نہیں کروں گا اور تمہیں باقی زندگی ایک ہاتھ کے بغیر بسر کرنا پڑے گی۔"

وہ ساکت ہو گیا۔ سردار نے میری بات سن کر دو قزاقوں کو اشارہ کیا کہ اسے دوبارہ باندھ دیں۔ وہ دونوں ہاتھوں میں رسیاں لیے میرے قریب آ گئے۔

"صرف اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو اور رسے میں پڑا رہنے دو۔" میں نے ان سے کہا اور ان دونوں کی مدد سے قزاقوں کے سرغنہ کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیے۔ اس کے ہاتھ بندھ جانے کے بعد میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں، اب بتاؤ تم کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"تمہاری یہاں آمد سے قبل میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اس نے اپنا نام شیقلان بتایا تھا۔ یہ ایک بدو ہے۔ حالات سے تنگ آ کر..."

"ٹھہر جائیے سردار!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ سب کچھ میں اس کی زبانی سننا پسند کروں گا۔"

میں نے شیقلان کو بازو سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ اس کی

آنکھیں بند تھیں اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور بٹھا دیا۔

"آنکھیں کھولو شیقلان!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہیں میرے سوالوں کے جواب دینا ہیں۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔ اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"تمہارے گروہ میں کل کتنے افراد تھے؟" میں نے پوچھا۔

"سب مارے گئے۔ صرف میں زندہ بچا ہوں۔" اس نے بڑے کرب سے یوں کہا جیسے مرنے والے اس کے عزیز رہے ہوں۔

"تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ہم سب الگ الگ رہتے تھے۔ جب کوئی واردات کرنا ہوتی تھی تو ہم سب یک جا ہو جاتے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں۔ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض بھی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف ایک بات جاننے سے دلچسپی ہے۔ تم ہمیشہ نقاب کیوں پہنے رہتے تھے؟"

وہ جواب دینے سے قبل جھجکا۔ پھر بولا۔ "یہ کوئی اتنا اہم سوال تو نہیں ہے۔"

"سوال کے اہم یا غیر اہم ہونے کا فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تمہارا کام تو صرف جواب دینا ہے۔"

"اور اگر میں اس سوال کا جواب دینے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو پھر خود کو تشدد کا سامنا کرنے کے لیے تیار کر لو۔" میں نے کہا۔

"تشدد تو تم لوگ ہر صورت میں کرو گے۔"

"میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اگر تم نے سیدھی طرح میرے سوالوں کے جواب نہ دیے تو تمہیں بدترین تشدد سے گزرنا پڑے گا۔"

"میں ہر قسم کے تشدد کے لیے تیار ہوں اور اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب بھی نہیں دوں گا۔"

"اس شخص کے بارے میں آپ کی قیافہ شناسی کیا کہتی ہے؟" میں نے سردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" سردار نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں کچھ بتانے کے لیے بے چین تھا۔"

میں نے حیرت سے سردار کو دیکھا۔ اس کا رویہ بے حد پُراسرار تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کیا بات بتانے جا رہا تھا۔ تاہم میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ تمام لوگوں سے دور پہنچ کر وہ رک گیا۔

"اس شخص کے بارے میں بھی میری قیافہ شناسی اسی طرح ناکام ہو گئی ہے جس طرح تمہارے ساتھی کے بارے میں ہوئی تھی۔" سردار نے سرگوشی میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں بری طرح چونک پڑا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ وہ میک اپ میں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ اسے کیا کہتے ہیں لیکن اس شخص کے چہرے پر بھی ویسا ہی مصنوعی غلاف موجود ہے جیسا تمہارے ساتھی کے چہرے پر ہے۔"

"کیا آپ یہ بات یقین سے کہہ رہے ہیں؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہاں۔" سردار بولا۔ "شاید عام لوگوں کی نگاہیں نہیں دیکھ پائیں کہ اس کا چہرہ کتنا سپاٹ اور بے تاثر ہے۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا سردار کہ یہ بات دوسروں پر ظاہر نہیں کی۔" میں نے کہا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"میں نے تمہاری وجہ سے ہی یہ بات دوسروں سے چھپائی تھی۔ میں نے سوچا تھا ممکن ہے تم کسی مصلحت کے تحت اس بات کو دوسروں کی نظر میں لانا پسند نہ کرو۔"

"اس ریگستان میں کسی شخص کا میک اپ میں پایا جانا دنیا کی سب سے حیران کن بات قرار دی جا سکتی ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کچھ اندازہ ہے سردار محترم! کہ یہ شخص میک اپ میں کیوں رہتا تھا؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس شخص اور تمہارے ساتھی میں چہرے کے مصنوعی خول تک تو مماثلت سامنے آ چکی ہے۔"

"مجھے یاد ہے سردار محترم! آپ نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ ان دونوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"ہاں۔ میں نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا اور میرا یہ شبہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ مل جائے۔"

"یہ شبہ اپنے دل سے نکال دیں۔ اس لیے کہ ایک صحرائی قزاق اور ایک سعودی ایجنٹ کے درمیان کوئی تعلق نا ممکن ہے۔"

"ہو گا۔" سردار نے بے پروائی سے کہا۔ "تم یہ بتاؤ اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں ہر قیمت پر اس شخص شیقلان کی شخصیت کا راز معلوم کر کے رہوں گا لیکن اس سے پہلے کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم کھانا کھا لیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کی نگرانی کے لیے کہہ دوں پھر ہم چل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

ہم دونوں اسی جگہ واپس آ گئے جہاں قزاقوں کا سرغنہ بندھا بیٹھا تھا۔ سردار نے اس کی نگرانی کے لیے ہدایات دیں اور اس کے بعد ہم سردار کے جھونپڑے کی طرف پلٹ پڑے۔

"آپ کے جھونپڑے کے باہر کچھ مسلح محافظ نظر آئے تھے۔" میں نے جھونپڑے کی طرف جاتے ہوئے سردار سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے انہیں خاص طور پر وہاں تمہارے ساتھی کی نگرانی کے لیے متعین کیا ہے۔"

"کیا تمام رات اس کی اسی طرح نگرانی ہوتی رہے گی؟"

"کھانے کے بعد قہوہ پیا جائے گا۔ مرجانہ تمہارے ساتھی کی پیالی میں بے ہوشی کی دوا ملا دے گی۔ اس کے بعد کسی نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔"

"ممکن ہے وہ دوا اس پر اثر نہ کرے؟" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"یہ نا ممکن ہے۔" مرجانہ بولی۔ "وہ ہماری آزمودہ دوا ہے۔ کوئی شخص کتنی ہی شدید اذیت میں کیوں نہ مبتلا ہو، یہ دوا پی کر پُرسکون نیند سو جاتا ہے۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ اولیو ہاورڈ کی طرف سے بے فکری ضروری تھی جو اب مجھے حاصل ہو گئی تھی۔

جھونپڑے میں پہنچتے ہی اولیو ہاورڈ نے بے تابانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔ "اس قزاق سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"ہاں۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کے کہا۔ "اس کا نام شیقلان ہے اور وہ ایک ہو سے ہے۔ منفرد ہے کے باعث اس نے قزاقوں کا ایک گروہ بنا لیا تھا۔"

جا کر کن انکھیوں سے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری بات سن کر اس کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔ "پھر تم نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"بستی کے لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کل صبح اسے پھانسی دے دی جائے۔ ایسے شخص کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

اولیو ہاورڈ کا اطمینان اور بھی گہرا ہو گیا۔ قزاقوں کے سرغنہ کے بارے میں گرفتار ہونے کی خبر اور پھر اسے پھانسی دیے جانے کی اطلاع پر اولیو ہاورڈ کا اطمینان ایسی مشکوک چیز تھی جس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے سردار کا شبہ درست رہا ہو۔ اولیو ہاورڈ اور شیقلان کے درمیان کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔ گو کہ یہ بات بہت بعید از امکان تھی لیکن اب میں کسی نتیجے پر سوچنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھ میں بے چینی پیدا ہونے لگی۔ میں جلد از جلد اس راز سے پردہ اٹھا دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے شیقلان سے پوچھ گچھ کرنا ضروری تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ سیدھی طرح کسی سوال کا جواب نہیں دے گا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے اس پر تشدد کرنا ناگزیر تھا۔

کھانے کے دوران میں اس پر تشدد کے طریقوں پر غور کرتا رہا۔ مجھے ایسا طریقہ سوچنا تھا جس پر عمل کر کے جلد از جلد اس سے سب کچھ اگلوا سکوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔

کھانے کے بعد قہوے کا دور چلا۔ قہوے کا پیالہ ختم ہوتے ہی اولیو ہاورڈ نے انگڑائی لی۔ "بڑا سکون بخش مشروب ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے تو نیند آ رہی ہے۔" وہ پیال کے بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ پانچ منٹ کے اندر جھونپڑے کی محدود فضا میں اس کے خراٹے گونج رہے تھے۔

"اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے سردار محترم!" میں نے

مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں اس کیڑے کی اصلیت جاننے کے لیے سخت بے تاب ہوں۔"

"میرا حال بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔" سردار مسکرایا۔ "آؤ چلیں۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"مرجانہ بھی ہمارے ساتھ چلے گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہیں رہے گی۔"

میں اور سردار جھونپڑے سے باہر آگئے۔ سردار نے پہرے پر متعین افراد کو رخصت کر دیا لیکن اس نے احتیاطاً دو مسلح افراد کو اب بھی وہاں رہنے دیا تھا۔

ہم واپس اس جگہ پہنچے جہاں شیقلان کو چھوڑ گئے تھے۔ اس نے اسے دوبارہ کھجور کے ایک تنے سے بندھا ہوا پایا۔ شعلوں کی زرد روشنی میں اس سے کچھ فاصلے پر چار مسلح افراد ٹہل رہے تھے۔ میں نے اشارے سے ان چاروں کو اپنے قریب بلایا۔ "تم میں سے کسی کو درخت پر چڑھنا آتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں درخت پر چڑھنے میں بہت ماہر ہوں۔" ایک شخص نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں اس درخت پر چڑھنا ہوگا۔" میں نے کھجور کے ایک ایسے پیڑ کی طرف اشارہ کیا جس کا تنا اوپر جا کر خاصا خمیدہ ہو گیا تھا۔ "اور تم لوگ۔" میں نے بقیہ تینوں افراد سے کہا۔ "جلتے ہوئے انگاروں کا بندوبست کرو گے مگر انگارے میسر نہ ہو سکیں تو سلگتی ہوئی لکڑیوں سے بھی کام چل جائے گا۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ میں شیقلان کے قریب گیا اور ایک رسی سے اس کے پیر باندھ دیے۔ پھر میں نے وہ رسی کھول ڈالی جس کے ذریعے اسے کھجور کے تنے کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ وہ خاصی طویل اور مضبوط رسی تھی۔ اس رسی کے کھل جانے سے شیقلان آزاد ہو گیا تھا مگر اس کے ہاتھ اور پیر اب بھی رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

سردار بڑی محویت سے میری کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ میں شیقلان کو پکڑ کر کھینچتا ہوا خمیدہ تنے والے درخت کے نیچے لے گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہاتھ میں موجود طویل رسی کا ایک سرا اس کے پیروں میں باندھ دیا اور دوسرا وہاں پر موجود قبیلہ جراحتہ کے آدمی کی طرف بڑھایا۔ "تمہیں یہ رسی لے کر درخت پر چڑھنا ہے۔" میں نے اس سے کہا۔ "رسی کا یہ سرا میرے کہنے پر تم درخت پر باندھ دو گے۔"

وہ شخص رسی لے کر بڑی پھرتی سے درخت پر چڑھ گیا۔

شیقلان کے چہرے پر الجھن اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔ خوف زدہ وہ اس لیے تھا کہ میں نے واپس آنے کے بعد سے اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

"کیا اسے الٹا لٹکانے کا ارادہ ہے؟" سردار نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟" شیقلان نے خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

"تمہاری زبان کھلوانے کے لیے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ پھر سردار سے مخاطب ہوا۔ "سردار عزیز ذرا اسے الٹا لٹکوانے میں میری مدد کریں۔"

"لیکن میں تو پہلے ہی سردار کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔" شیقلان نے احتجاج کیا مگر میں نے اس کے احتجاج پر کوئی توجہ نہیں دی اور تھوڑی ہی دیر بعد ہم اسے درخت سے الٹا لٹکانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کا سر زمین سے چار فٹ بلند تھا اور وہ درخت سے الٹا لٹکا ہوا تھا۔

"تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔" شیقلان الٹے لٹکے چیخا۔ "میں سب کچھ بتا چکا ہوں پھر بھی تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔"

"عبرت کا مقام ہے سردار!" میں نے شیقلان کو تمسخر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کل تک پورے ریگستان میں اس شخص کا راج تھا۔ اس کی وجہ سے بڑے بڑے قافلے اس سفر کرتے ہوئے خوف زدہ رہا کرتے تھے اور آج یہ کتنی بے بسی سے اس درخت سے الٹا لٹکا ہوا ہے۔ اس کا لوٹ کا مال آج اس کے کس کام آ رہا ہے؟ آدمی یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ برائی بھی پنپ سکتی ہے مگر برے کام کا انجام بالآخر برا ہوتا ہے۔"

"مجھے کھول دو۔" شیقلان چیخا۔ "جو کچھ میں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گا۔"

"دیکھو کس طرح فریاد کر رہا ہے۔" میں سنتا گیا۔ "قافلوں کو لوٹنے کے دوران معلوم نہیں کتنے لوگوں نے بے بس عورتوں اور معصوم بچوں نے اس سے فریادیں کی ہوں گی۔ اس نے کسی کی فریاد سنی ہوگی، کسی پر ترس کھایا ہوگا۔ کسی کو لوٹا ہوا مال واپس کیا ہوگا لیکن مجھے یہ اس بات کی توقع ہے کہ تم اس پر رحم کھا کر اسے چھوڑ دو گے۔ اسے بچا لو سردار! اس کا وقت پورا ہو چکا ہے اور اس کے حساب کا وقت آ گیا ہے۔ یہ ہم سے کسی ایسے عمل کی توقع نہ رکھے جو اس نے کبھی نہ کیا ہو۔"

سردار اور اس کے ساتھ موجود قبیلہ جراحتہ کا وہ فرد، جس نے درخت پر چڑھ کر رسی باندھی تھی، کچھ کچھ کھڑے تھے۔ میرے لہجے کی سفاکی ان پر بھی اثر انداز ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں وہ تینوں افراد واپس آ گئے جنہیں میں نے انگارے لینے بھیجا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں لکڑیوں کے گٹھر تھے۔ ساری لکڑیاں ایک جگہ ڈھیر کر کے انہیں آگ لگا دی گئی اور جب لکڑیوں نے اچھی طرح آگ پکڑ لی تو آگ بجھا دی گئی۔ اب وہ لکڑیاں انگاروں کا کام کر سکتی تھیں۔

"اب کیا کرنا ہے؟" سردار نے دھیرے سے مجھ سے پوچھا۔

"تمام سلگتی ہوئی لکڑیاں اس کے سر کے نیچے رکھ دو۔" میں نے بے رحمی سے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" شیقلان حلق پھاڑ کر چیخا۔ الٹا لٹکے رہنے کی وجہ سے اس کے جسم کا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا تھا جس سے وہ اور بھی بھیانک لگنے لگا تھا۔

"تمہیں روسٹ کرنے کے انتظامات کر رہا ہوں۔" میں بھیانک انداز میں ہنسا۔

سلگتی ہوئی لکڑیاں تیزی سے اس کے نیچے منتقل ہو رہی تھیں۔ "بس کرو۔" میں نے للکار کر کہا۔ "کیا ساری لکڑیاں وہیں منتقل کر دو گے۔ اسے جلانا میرا مقصد نہیں ہے۔ یہ تو بلکی اور مدھم آنچ پر سینکی جانے والی چیز ہے۔ جل گیا تو تباہ ہو جائے گا۔"

"ابے مردود! کھول دے مجھے۔" شیقلان بلبلا کر چیخا۔ لکڑیوں کی آنچ اس کے سر تک پہنچنے لگی تھی۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "تمہیں ہلکی آنچ پر ہی سینکا جائے گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے ساری رات ہی کیوں نہ برباد کرنا پڑ جائے۔"

"ابے میں جل رہا ہوں۔ ہائے میرے بال، میرا سر۔" شیقلان کرب ناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

"اسے اس کے سر کے نیچے سے لکڑیاں کم کر دو۔" میں نے بڑبڑا کر کہا۔ "کہیں واقعی جل ہی نہ جائے۔"

قبیلہ جراحتہ کے چاروں افراد تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے کچھ لکڑیاں کم کر دیں۔ آنچ کم ہو گئی مگر حدت بدستور قائم تھی۔

"اب تو نہیں جل رہے ہو؟" میں نے ہمدردانہ انداز میں اس سے پوچھا۔ جواب میں اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان ابل پڑا۔ میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "ہر شخص اپنی مادری زبان بڑی روانی سے بولتا ہے۔ اگر تم بھی بول رہے ہو تو اس میں کوئی کمال نہیں ہے اور میں کسی کو اس کی مادری زبان بولنے سے روکنا ظلم سمجھتا ہوں۔"

شیقلان اول فول بکتا رہا۔ اس کے سر کے بال چرچرانے لگے تھے اور بال جلنے کی تیز بو پھیل رہی تھی۔

"شکر ہے ابھی تمہیں ٹھیک سے حرارت نہیں مل رہی ہو۔" میں نے اس سے یوں کہا جیسے اپنی کسی کوتاہی کا اعتراف کر رہا ہوں۔ "لیکن چند لمحوں بعد جب تمہارے سر کے سارے بالوں کا صفایا ہو جائے گا تو تمہیں یہ شکایت نہیں رہے گی۔ تمہاری کھوپڑی کو براہ راست حرارت ملنے لگے گی۔"

"ارے میں جل رہا ہوں۔ خدا کے غضب سے ڈرو تم ایک آدمی کو زندہ جلائے دے رہے ہو۔"

"جھوٹے الزامات مت لگاؤ۔ میں تمہیں کہاں جلا رہا ہوں۔ دیکھ نہیں رہے میں نے کتنے اہتمام سے آنچ ہلکی رکھنے کا انتظام کرایا ہے۔ میں تو تمہارا کباب بنانے کے چکر میں ہوں۔"

"مجھے یہ تو بتا دو کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اس نے کرب ناک آواز میں پوچھا۔

"میں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے کھول دو۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ ہائے"

میرا دماغ کھول رہا ہے۔"

"جب تمہاری قوتِ برداشت جواب دے جائے تو خود ہی بولنا شروع کر دینا۔ جب تک تم اپنے بارے میں سب کچھ نہیں اگل دو گے تمہاری گلوخلاصی نہیں ہوگی۔"

وہ ایک بار پھر اول فول بکنے لگا۔ میں بے پروائی سے سردار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "میں معذرت خواہ ہوں سردار محترم کہ میں نے آپ سے مشورہ لیے بغیر یہ سب کچھ کیا۔ کیا آپ میرے اس اقدام سے متفق ہیں یا آپ کے خیال میں میں نے کوئی زیادتی کی ہے؟"

"اس قسم کی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کرو بیٹی کے بیٹا!" سردار نے کہا۔ "تم ہمارے محسن ہو اور اعلیٰ فہم و فراست کے حامل ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو میں اس سے سو فیصد متفق ہوں۔ اس درندے کے ساتھ کوئی رعایت کرنا انسانیت کے ساتھ ظلم کرنے کے مترادف ہوگا۔"

"اپنے بارے میں ان نیک خیالات کے لیے میں آپ کا بے حد مشکور ہوں سردار محترم!" میں نے کہا اور زدتسکی پر نظر ڈالی۔ اس کے سر کے سارے بال جل چکے تھے اور اب اس کی کھوپڑی پر براہ راست حرارت کی تیز پڑ رہی تھی۔ مجھے اس کی سخت جانی پر حیرت ہونے لگی۔ اس کا اتنی دیر تک زبان بند رکھنا حیران کن تھا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ زبان کھولے بغیر ہی نہ چل بسے لیکن اسی لمحے اس نے زبان کھول دی اور جو کچھ اس نے کہا اسے سن کر میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی۔

"میرا نام زدتسکی ہے۔ میرے باپ کا تعلق پولینڈ سے تھا اور میں ایک اسرائیلی ایجنٹ ہوں۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر مجھے اس عذاب سے نجات دلا دو۔"

"ساری لکڑیاں ہٹا دو۔" میں نے اپنے ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کے انکشاف نے مجھے سر سے پیر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ قزاقوں کا سرغنہ اسرائیلی ایجنٹ ثابت ہوگا۔

اس کے سر کے نیچے سے ساری لکڑیاں ہٹا دی گئیں تھیں لیکن اس کے گنج سے اب بھی گرم بھاپ خارج ہو رہی تھیں۔ اس کے سر کی جلد کئی جگہ سے چڑمڑا کر جھلس گئی تھی اور اس سے پانی بہہ رہا تھا۔

"اگر اس کے سر پر لگانے کے لیے کوئی دوا مل سکے تو جلدی سے منگوا لو۔" میں نے سردار سے کہا۔

سردار نے سر کو اثباتی جنبش دے کر اپنے برابر کھڑے ہوئے شخص سے آہستہ سے کچھ کہا اور وہ شخص دوڑتا ہوا بستی کی طرف چلا گیا۔ میں نے سردار کی مدد سے زدتسکی کے پیروں میں بندھی رسی کھول کر اسے احتیاط سے زمین پر اتار لیا۔ اسے ایک کھجور کے تنے کے سہارے بٹھا کر میں نے اس کے پیر بھی آزاد کر دیے۔ اب صرف اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات بکھرے ہوئے تھے اور اس کے حلق سے مسلسل کراہیں نکل رہی تھیں۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ شخص ہاتھوں میں ایک پیالہ لیے واپس آ گیا اور پھر میرے ایما پر پیالے میں موجود لیپ زدتسکی کے سر پر لگا دیا گیا۔

"یہ بڑا جادو اثر لیپ ہے۔" سردار مجھ سے کہہ رہا تھا۔ "جلی ہوئی جلد میں ٹھنڈک دوڑا دیتا ہے۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ میری نظریں زدتسکی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے سر پر لیپ ہونے کے ایک منٹ کے اندر اندر میں نے اس کے چہرے پر سکون بکھرتے دیکھ لیا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دی تھیں۔

"اب تم بہتر انداز میں گفتگو کر سکو گے۔" میں نے کہا۔ "مجھے جلد از جلد مختصراً سب کچھ بتا دو۔"

وہ متذبذب نظر آنے لگا۔ اذیت سے نجات ملتے ہی اس کی نیت میں فتور آنے لگا تھا۔

"میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" میں نے اسے ٹوکا۔ "تمہارے ساتھ یہی سلوک دوبارہ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"میرے ہاتھ تو کھول دو۔ مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ میں پوری طرح تمہاری گرفت میں ہوں۔ کہیں بھاگ بھی نہیں سکتا۔"

میرے اشارے پر اس کے ہاتھ بھی کھول دیے گئے۔

"اب جلدی سے شروع ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میری پیدائش پولینڈ میں ہوئی تھی مگر میرے پیدا ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد میرا خاندان اسرائیل منتقل ہو گیا۔ میں نے نوجوانی میں ہی اپنی خدمات اسرائیل کے لیے وقف کر دی تھیں۔ اسرائیل کے خفیہ محکموں کے ماہرین کی نگرانی میں مجھے طویل تربیت دی گئی جس میں عربی زبان اور اسلامی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا گیا۔ یوں تو میں نے اس کے لیے کافی خدمات انجام دی ہیں لیکن موجودہ مشن سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس میں دیگر بہت سے ایجنٹس کے علاوہ میں بھی شامل ہوں۔"

"تمہارا مشن کیا ہے؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں یہ سب کچھ تمہیں کیوں بتا رہا ہوں؟" وہ بڑبڑایا۔ "نہیں، اب میں تمہیں مزید کچھ نہیں بتاؤں گا۔ یہ مشن سے غداری کے مترادف ہے۔"

"اگر تم کل دوپہر تک تمام رات اپنی برداشت کر سکتے ہو تو ضرور اپنی زبان بند کر لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"نہیں نہیں۔" وہ بوکھلا کر بولا۔ "میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ میرا وقت تو پورا ہو ہی چکا ہے۔ پھر میں اذیتیں اٹھا کر کیوں مروں۔"

"تم نے بہت درست فیصلہ کیا ہے۔ آدمی کو اگر مرنا ہی ہو تو آسان موت کا انتخاب کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہاں تو تم اپنے موجودہ مشن کے بارے میں کچھ بتانے جا رہے تھے۔"

"عربوں نے اسرائیل کے وجود کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ اپنی کمزوریوں کے باوجود عرب ممالک اسرائیل کے خلاف ایک آواز ہیں۔ یہ منصوبہ انہیں اندرونی طور پر کمزور کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔ تم لوگ دہشت گردی کے ذریعے عالم عرب میں بے چینی پیدا کر کے حکومتوں کو کمزور کرنا چاہتے ہو تاکہ وہ اندرونی مسائل میں الجھ جائیں اور ان کی توجہ اسرائیل کی طرف سے ہٹ جائے۔"

"ہاں، بالکل یہی منصوبہ ہے۔ تم بہت ذہین آدمی ہو۔" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پتا نہیں اس چاپلوسی کے پیچھے وہ کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"یہ منصوبہ کس نے تیار کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اولیور اور ولفرڈ نے۔" اس نے کہا۔ "تم اسے نہیں جانتے۔ پہلے وہ ہی اس کا ماسٹر مائنڈ تھا اور اب اس کی ہدایات اسرائیل کو حاصل ہیں۔"

شکار کی طرح چوکنا پڑا۔ سردار نے معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو میں نہ کہتا تھا۔

"تمہارا دائرہ کار کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سارے عرب ممالک۔" اس نے کہا۔ "لیکن پہلے مرحلے میں ریگستانوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"تمہارے ساتھی قزاق بھی یہودی تھے؟"

"نہیں، وہ سب کے سب مقامی لوگ تھے اور میرے مقصد سے بے خبر تھے۔ میری شخصیت کے بارے میں انہیں کوئی علم نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ میں کوئی قزاق ہوں۔ میں نے بڑی محنت سے اپنے کام کے لوگ اکٹھا کیے تھے۔ افسوس! وہ سب کے سب مارے گئے۔"

"اس علاقے میں تمہاری پوزیشن کیا ہے اور تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ریگستان کے سرے پر واقع سرائے میرا ٹھکانا ہے۔ یہ سرائے جس شخص کی ملکیت تھی وہ تنہا تھا۔ اسے قتل کر کے میں نے اس کی جگہ لے لی اور اس ریگستان میں میں ہی اس مہم کا انچارج ہوں۔"

"تمہارے کچھ اور ساتھی بھی تو ہوں گے؟" میں نے کہا۔ "ان کے نام اور ٹھکانوں سے بھی آگاہ کرتے چلو۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے بڑی سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ساتھیوں کو مصیبت میں نہیں ڈالوں گا چاہے تم میرا کباب ہی کیوں نہ بنا ڈالو۔"

مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب اس پر مزید وقت ضائع کرنا بے کار ہوگا۔ میں سردار کی طرف متوجہ ہوا۔ "اگر میں فوری طور پر روانہ ہونا چاہوں تو کیا یہ ناممکن ہوگا؟"

سردار حیران رہ گیا۔ "تمہیں یک بیک واپسی کی کیوں سوجھ گئی؟"

"اس شخص نے جو انکشافات کیے ہیں اس کے بعد میری فوراً روانگی اشد ضروری ہو گئی ہے۔ اس سے تو اب مزید کچھ اگلوانا ممکن نہیں ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھیوں کا سراغ لگا کر اس سازش کا سر کچل ڈالوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں فوراً حرکت میں آ جاؤں ورنہ اس کے واپس نہ پہنچنے پر اس کے ساتھی ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر ان کا سراغ ملنا ناممکن ہو جائے گا۔"

"تم اس وجہ سے تیار ہو کہ میں تمہیں روکنے کے لیے اصرار بھی نہیں کر سکتا۔" سردار نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں تمہاری روانگی کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ نزدیک ترین شہر تک پہنچنے میں تقریباً دس گھنٹے لگتے ہیں۔ تم صبح تک شہر میں ہو گے۔ لیکن اولیور اور ولفرڈ کا کیا بنے گا۔ وہ تو بے ہوش ہے!"

میں نے پریشانی سے کہا۔

"اس کی فکر مت کرو۔" سردار مسکرایا۔ "تریاق کے چند قطرے اسے ہوش میں لے آئیں گے اور وہ تمہارے ساتھ روانہ ہو سکے گا۔"

میرے منہ سے اولیو ہارڈ کا نام سن کر زد تسکی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "تم نے ابھی کس کا نام لیا تھا؟"

میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔ "اولیو ہارڈ کا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "وہی اولیو ہارڈ جس نے بڑا پاک منصوبہ بنایا ہے۔ وہ اس وقت میرا قیدی ہے۔"

"تم کون ہو؟" زد تسکی نے تیزی سے پوچھا۔

"میں تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کروں گا۔" میں نے کہا۔ "میرا نام علی یار خان ہے۔"

زد تسکی ایک کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "نہیں!" اس کے منہ سے نکلنے والی آواز تیز قسم کی سرگوشی سے مشابہ تھی۔

"ہاں پیارے دوست۔ تم نے جو معلومات فراہم کیں اُن کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" میں نے اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ اس کے سوختہ سر میں سوراخ ہو گیا اور وہ زمین پر گر پڑا، پھر کبھی نہ اُٹھنے کے لیے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر وہ پہلے میری شخصیت سے واقف ہو جاتا تو مجھے ایک لفظ بھی نہ بتاتا۔ اس نے ساری باتیں یہ سوچ کر بتائی ہوں گی کہ اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور وہ اذیت سے گزرنے سے بھی محفوظ رہے گا۔

ایک گھنٹے کے بعد میں اور اولیو ہارڈ قبیلہ مجراعت کے ایک فرد کی رہنمائی میں نخلستان سے روانہ ہو رہے تھے۔ اولیو ہارڈ کی بے ہوشی کا فی دیر ہوگئی تھی اور وہ پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ اس نے اس طرح اچانک روانہ ہونے پر حیرت ظاہر کی تھی مگر میں نے یہ کہہ کر اسے مطمئن کر دیا تھا کہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اب صبح شہر پہنچ کر وہاں کے کسی ہوٹل میں آرام کروں گا۔

وہاں سے میری اس طرح روانگی پر سب سے زیادہ سردار افسردہ تھا۔ اس نے مجھ سے دوبارہ آنے کا وعدہ لینے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ایسا کوئی وعدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

پورا قبیلہ مجراعت ہمیں رخصت کرنے نخلستان کے باہر تک آیا۔ مشعلوں کی زرد روشنی میں میں نے ہاتھ ہلا کر انھیں خدا حافظ کہا۔ مرجانہ کے صورت مسلسل چلتے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر اس نے میری جانب پھونکا۔ شاید اس نے کوئی دعا پڑھ کر مجھ پر دم کیا تھا۔ اس کی وارفتگی نے مجھے افسردہ کر دیا مگر میں ایسی کے لیے مجبور تھا۔

تین اونٹوں کا مختصر سا قافلہ تمام رات ریگستان پر تیز رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ اونٹ پر لگنے والے ہچکولوں کے باعث نیند مجھ سے دور ہی رہی ورنہ شاید میں خود کو اس سے نہیں روک سکتا تھا۔

طلوع آفتاب کے ذرا دیر بعد ہی شہر کی عمارتوں نظر آنے لگیں۔ وہ خاصا بڑا اور اہم شہر تھا جہاں بندرگاہ اور بین الاقوامی پروازیں بھی وہاں سے گزرتی تھیں۔ اس کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا مگر وہاں آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔

آبادی کے آغاز سے قبل ہی میں اور اولیو ہارڈ اونٹ سے اُتر گئے اور ہم نے قبیلہ مجراعت کے آدمی کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد ہمیں کافی دور پیدل چلنا پڑا تب کہیں جا کر ہم آبادی میں داخل ہوئے جہاں صبح کے وقت کاروبار زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔

آبادی میں داخل ہونے کے بعد نظر آنے والی ٹیکسی میں نے روک لی۔ "کسی عمدہ سے ہوٹل لے چلو۔" ٹیکسی میں اولیو ہارڈ کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئے میں نے ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میرے پاس متعلق کرنسی کی کمی نہیں تھی، اس لیے اس طرف سے تو بے فکری تھی اور وقتی طور پر پولیس کی طرف سے بھی بے فکری ہو گئی تھی۔ ہم ریگستان سے سلامت نکل آئے تھے۔ اب اس بڑے شہر میں ہمیں تلاش کرنا آسان نہیں ڈھونڈ سکتی تھی۔

شہر کی کشادہ سڑکوں پر ٹیکسی بہت تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی ایک تین منزلہ عمارت کے گیٹ کے اندر داخل ہو گئی اور رک گئی۔ میں نے حیرت سے عمارت کی طرف دیکھا۔ اس شہر کے متعلق جو کچھ سنا تھا اس کے مطابق یہ کسی عمدہ ہوٹل کی عمارت تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کوئی سوال کرنا چاہا مگر اس سے قبل ہی اس نے انگلی سے ایک جانب اشارہ کیا۔ میں نے اس طرف دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ چھ افراد ہاتھوں میں اسلحہ لیے مستعد کھڑے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے دوسری طرف اشارہ کیا۔ وہاں بھی چھ مسلح افراد موجود تھے اور ان کی گنوں کا رخ ہماری ہی جانب تھا۔

اولیو ہارڈ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔

ٹیکسی

ایک ہلکے سے دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ ٹیکسی کے دائیں جانب بھی پانچ اسٹین گن بردار تھے اور بائیں جانب بھی پانچ اسٹین گن بردار مستعد کھڑے تھے۔ ان کے جسموں پر موجود لباس اور ان کے چہروں سے اُن کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ ہمیں جس طرح اچانک اس ناگہانی کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے پیش نظر بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس طرح پکڑے جانے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" اولیو ہارڈ نے مُردہ سی آواز میں پوچھا۔ "یہ کون لوگ ہیں؟"

"میرا خیال ہے ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی سفر کیا ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "حالات سے میں بھی اتنا ہی واقف ہوں جتنے تم واقف ہو۔ میں ان کے بارے میں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے خاموشی سے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔

"تم ان کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتے؟" اولیو ہارڈ نے پوچھا۔

"صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں میں جو اسلحہ نظر آ رہا ہے یہ اس کے استعمال میں پوری طرح ماہر ہیں۔"

"میں نے تم سے ان کی مہارت کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔" اولیو ہارڈ جھنجھلا گیا۔ "میرا مطلب تھا کہ ہمیں اس طرح گھیر لینے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"ظاہر ہے یہ لوگ جو بھی ہیں ہمارے دشمن ہی ہوں گے۔ مشکل یہ ہے کہ میرے اور تمہارے دشمن الگ الگ ہیں۔ جو لوگ میرے دشمن ہیں وہ تمہارے دوست ہیں اور جو تمہارے دشمن ہیں وہ میرے دوست ہیں۔ اس وقت چونکہ ہم دونوں ایک ساتھ ہیں اس لیے اندازہ کرنا ناممکن ہے کہ ہم کس پارٹی کے نرغے میں پھنسے ہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہم کسی غلط فہمی کے تحت پکڑ لیے گئے ہوں۔" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"یہ کوئی عام قسم کے لٹیرے یا ڈاکو بھی تو ہو سکتے ہیں جو اجنبی لوگوں کو اس طرح لوٹ لیتے ہوں۔" اولیو ہارڈ نے خیال ظاہر کیا۔

"بے سروپا باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ خاموش بیٹھے رہو اور انتظار کرو۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "میں نے آج تک اتنے تربیت یافتہ ڈاکو نہیں دیکھے۔ اور کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ اس وسیع و عریض احاطے میں منزلہ عالی شان عمارت کا تعلق کسی قسم کے ڈاکوؤں سے بھی ہو سکتا ہے؟"

"میری ذہنی کیفیت شاید ٹھیک نہیں ہے۔" اولیو ہارڈ نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں بالکل نارمل ہوں اور ڈاکوؤں کے ایک ایسے گروپ سے واقف ہوں جو اس سے بھی زیادہ عالی شان عمارتوں پر قابض ہیں۔"

"اور وہ کون سا گروپ ہے؟" اولیو ہارڈ نے چونک کر پوچھا۔

"یہودی۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"تم کسی موقع پر بھی یہودیوں کے خلاف زہر اُگلنے سے باز نہیں آتے۔"

"لیکن ان لوگوں کا یہودیوں سے متعلق ہونا بھی بعید از قیاس ہے۔" میں نے اولیو ہارڈ کی بات اَن سنی کرتے ہوئے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ پہلے ایک بات کہتے ہو پھر خود ہی اسے رد بھی کر دیتے ہو۔"

"یہ لوگ یہودی اس لیے نہیں ہو سکتے کہ اس وقت ان کے پاس ہمارا کوئی سُراغ نہیں ہے۔"

"وہ تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔" اولیو ہارڈ نے بے ساختہ کہا۔

"یہی تو وہ اُلجھا دینے والا نکتہ ہے جو ہمیں کسی نتیجے پر نہیں پہنچنے دے رہا۔"

"تو پھر اب ہم کیا کریں۔ کیا یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟"

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ہم پوری طرح ان کے رحم و کرم پر ہیں۔"

"میں انتظار نہیں کر سکتا۔" اولیو ہارڈ نے چیختے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں تو ٹیکسی سے اُتر رہا ہوں۔"

"ضرور اُتر جاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کافی عرصہ ہو گیا کسی شخص کے جسم میں گولیوں کے بے شمار سوراخ دیکھے ہوئے۔"

اولیو ہارڈ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر اس نے ٹیکسی سے اُترنے کی کوشش نہیں کی۔ "آخر یہ لوگ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟" اس نے جھلاہٹ آمیز لہجے میں پوچھا۔

میں نے انگلی سے ڈرائیور کی طرف اشارہ کیا۔ "خود ہی پوچھ لو۔"

اولیو باورڈ نے طویل سانس لے کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ متضاد کیفیات کا شکار تھا اور جھنجلاہٹ اور بے بسی کی انتہا میں اس نے یہ حرکت کی تھی۔

اولیو باورڈ کی آنکھیں بند تھیں مگر میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔ دسوں اسٹین گن بردار پتھر کے مجسموں کی طرح ساکت و جامد کھڑے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے انھیں جادو کے زور سے پتھر کے مجسموں میں تبدیل کردیا ہو مگر میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میری یا اولیو باورڈ کی ذرا سی حرکت بھی پتھر کے مجسموں میں جان ڈالنے کا باعث بن جاتی۔ اس صورت حال میں فرار کے بارے میں سوچنا بھی اول درجے کی حماقت تھی۔

میں عجیب بے بسی کا شکار ہو کر رہ گیا۔ سوچا تو یہ تھا کہ ریگستان سے نکلنے کے بعد ہم خطرات سے دور نکل جائیں گے مگر ہم پر تو سر منڈاتے ہی اولے پڑنے والی مثل صادق آرہی تھی۔ تہذیب تک پہنچنے کے لیے جس قدر میں بے تاب تھا اتنی ہی زیادہ رکاوٹیں میری راہ میں حائل ہو رہی تھیں اور تہذیب کو تلاش کرنے کا مرحلہ تو بہت دور تھا۔ یہ کوشش تو ٹی باورڈ کو اولیو باورڈ کے حوالے کرنے کے بعد شروع ہونا تھا۔ سب سے پہلی فکر تو میرے سر پر یہی سوار تھی کہ کسی صورت اولیو باورڈ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دوں تاکہ پوری یکسوئی سے تہذیب کو تلاش کرسکوں لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس بڑے مقصد کے حصول کے لیے ابھی مجھے بہت سے خراج ادا کرنا ہوں گے۔

دفعتاً عمارت کا صدر دروازہ کھلا اور اس میں سے جو شخص برآمد ہوا اسے دیکھ کر میں سناٹے میں آگیا۔ میں نے جلدی سے اولیو باورڈ کو جھنجوڑا۔ "آنکھیں کھول کر دیکھو... اولیو! شاید تمھیں بہت سے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔"

اولیو باورڈ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور اس کی نظریں میری نگاہوں کے تعاقب میں اٹھ گئیں۔ "نہیں!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

عمارت سے برآمد ہو کر ٹیکسی کی طرف بڑھنے والا شخص کرنل وحدت تھا۔ بات واقعی بڑی ناقابل یقین تھی مگر جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے تھے سو فیصد حقیقت تھی۔ کرنل وحدت فوجی وردی میں ملبوس تھا اور تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ چند اور افراد بھی موجود تھے مگر وہ تنہا ہی ٹیکسی کی طرف آرہا تھا۔ بے ساختہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ساتھ ہی ٹیکسی کی عقبی نشست پر بیٹھا ہوا اولیو باورڈ ابھی تک کرنل وحدت کے میک اپ میں تھا۔

"اپنے ہم زاد کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہو اولیو باورڈ؟" میں نے کہا۔

"اوہ! مجھے دھیان ہی نہیں تھا کہ میں اس کے روپ میں ہوں۔"

کرنل وحدت آہستگی سے چلتا ہوا ٹیکسی کے قریب آگیا۔ "دونوں حضرات نیچے تشریف لے آئیں۔" اس نے بارعب لہجے میں کہا۔

میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا جبکہ اولیو باورڈ کے لیے کرنل وحدت نے خود ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اسے بازو سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔

"تمھیں کم از کم تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔" اولیو باورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

جواب میں کرنل وحدت نے اولیو باورڈ کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ "تم مجھے اخلاقیات کا درس دو گے؟" وحدت غرایا۔ "یاد رکھنا میں عقل یا دشمن نہیں ہوں۔ تم میری قید میں ہو اور میں تمھارے ساتھ جو سلوک بھی کروں تمھیں برداشت کرنا ہوگا ورنہ میں تمھاری ہڈی پسلی ایک کر کے رکھ دوں گا۔"

اولیو باورڈ کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہتی نظر آرہی تھی۔ کرنل وحدت نے اس کے ساتھ مناسب سلوک کیا تھا۔ اولیو باورڈ ایسے ہی سلوک کا مستحق تھا۔ اس نے خود کبھی اپنے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا پھر وہ اس بات کا متمنی کیوں تھا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

"ان دونوں کی تلاشی لو۔" کرنل وحدت نے اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا اور دو آدمیوں نے بڑھ کر ہم دونوں کی تلاشی لی۔ میرے پاس سے پستول اور ایک فلم برآمد ہوا جبکہ اولیو باورڈ کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں ہوا تھا۔ میرے پاس سے برآمد ہونے والی دونوں چیزیں وحدت کے حوالے کر دی گئیں۔

"ان دونوں کو اندر لے آؤ۔" کرنل وحدت نے ساتھیوں سے کہا اور مڑ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور اولیو باورڈ اس کے ساتھیوں کے گھیرے میں عمارت میں لے جائے گئے۔

"انھیں ناشتے کے لیے تیار کر کے ناشتے کی ٹیبل پر لے آؤ۔" کرنل وحدت نے ایک شخص سے کہا۔ "میں ان کا منتظر رہوں گا۔"

اس شخص نے سر کو اثبات میں جنبش دی اور ہمیں ایک کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ اولیو باورڈ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا مگر میں بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا۔ کرنل وحدت نے گھور کر مجھے دیکھا مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔ اس نے ابھی تک مجھے مخاطب کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں کرنل وحدت۔" میں نے کہا۔

"مجھے بھی تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن پہلے تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔" کرنل وحدت نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جو بات میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں وہ انتہائی اہم ہے۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔" میں نے کہا۔

"کہو، کیا بات ہے؟" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔

اولیو باورڈ کمرے کے دروازے تک پہنچ کر رک گیا تھا۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کرنل وحدت سے کہا۔ "وہ گفتگو سب کے سامنے نہیں کی جاسکتی۔"

"کیا پھر کوئی چال چلنے کا ارادہ ہے؟" کرنل وحدت کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میں تمھارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم جس طرح چاہو اپنی حفاظت کا بندوبست کرسکتے ہو۔"

کرنل وحدت چند لمحے کسی سوچ میں ڈوبا رہا پھر طویل سانس لے کر بولا۔ "ٹھیک ہے تمھاری بات سن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اس نے اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات دیں اور پھر مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرا شاید ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا اس لیے کہ وہاں صوفوں اور کرسیوں کے علاوہ کمرے کے وسط میں ایک سینٹر ٹیبل اور چند سائڈ ٹیبلوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کرنل وحدت نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"یہ تو تم جانتے ہی ہو گے کہ میں طویل عرصے سے فلسطین پر اسرائیل کا ناجائز تسلط ختم کرنے کے لیے کوشاں ہوں اور یہودیوں کے خلاف برسر پیکار ہوں..."

"یہ نام نہاد یہودی ایجنٹ کا تمھارے ساتھ ہونا ہی تمھاری بات کا کھلا ثبوت ہے۔" کرنل وحدت نے میری بات کاٹ دی۔

"میرے پاس بحث کرنے کے لیے بالکل وقت نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "ریگستان میں مجھ پر یہودیوں کی ایک ناپاک سازش کا انکشاف ہوا ہے۔ میں یہ بات اولیو باورڈ سے چھپانا چاہتا ہوں کہ وہ سازش میرے علم میں آچکی ہے اور وہ سازش یہ ہے کہ عرب ممالک کے عوام کو یہ احساس دلایا جائے کہ عرب حکومتیں ان کی جان و مال کا تحفظ نہیں کرسکتیں۔ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف دہشت گرد ٹیمیں ترتیب دی گئی ہیں۔ عوام میں بے چینی پھیل جائے گی تو وہ حکومتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس طرح عرب حکومتوں کی توجہ فلسطین اور اسرائیل کے جھگڑے کی طرف سے ہٹ کر اپنے اندرونی مسائل کی طرف مبذول ہو جائے گی۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو تمھارے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ اس لیے کہ ابھی تک ایسی کسی کارروائی کی کوئی خبر نہیں ملی۔"

جواب میں میں نے کرنل وحدت کو ریگستان میں پیش آنے والے واقعات سے مختصراً آگاہ کردیا۔ "میرا ارادہ تھا کہ اس معاملے کو خود دیکھوں گا لیکن اب میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ تم خود اس معاملے کو دیکھ لو۔ میں نے اپنی ساری معلومات تم تک منتقل کردی ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کی منظم کارروائی زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔"

"کیا میں تمھاری بات پر یقین کرلوں؟" کرنل وحدت نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، بلکہ تم سوال جواب کر کے وقت ضائع کرتے رہو تاکہ زروتسکی کے وقت پر واپس نہ پہنچنے کے باعث یہودی ایجنٹ ہوشیار ہو جائیں اور ان کی گرفت اور مشکل ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے کے احکامات جاری کردیتا ہوں لیکن اگر تمھاری بات غلط ثابت ہوئی تو...؟"

"تو تم مجھے پھانسی پر چڑھا دینا۔" میں جھنجلا گیا۔ "سمجھ

میں نہیں آتا کہ تم وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟“
کرنل وحدت اُٹھ کھڑا ہوا۔ ”تم تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچو، میں انجکشن کے لیے حکم جاری کر دوں۔“
”خیال رہے کہ اولیو باورڈ کے علم میں کوئی بات نہ آنے پائے۔“
مجھے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جس میں اولیو باورڈ تھا۔ اولیو باورڈ مجھے باتھ روم سے نکلتا دکھائی دیا۔ اُس نے نہ صرف نہا کر لباس تبدیل کر لیا تھا بلکہ اُس نے اپنا میک اپ بھی ختم کر دیا تھا۔
”کرنل وحدت سے کیا بات ہوئی؟“ اولیو باورڈ نے پوچھا۔
”میں نے اُسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی تھی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔“
”تم نے بے کار کوشش کی۔ وہ ایک بار پہلے بھی چوٹ کھا چکا ہے۔ اب اُسے دھوکا دینا ممکن نہیں ہو گا۔“
”تو کیا ہم فرار ہونے کی کوشش بھی نہ کریں؟“ میں نے حیرت سے کہا۔
”فرار ہونے کا خیال ذہن سے نکال دو علی۔“ اولیو باورڈ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”یہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔“
”یہ بات تم کہہ رہے ہو اولیو باورڈ!“ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔
”ہاں، یہ بات میں ہی کہہ رہا ہوں۔ شاید میں بہت تھک گیا ہوں۔ ایسی مہمات کے قابل نہیں رہا۔“
”فرار ہونا ممکن ہو یا نہ ہو، میں تو بہرحال اوّلین موقع کی تاک میں ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ موقع ضرور آئے گا اور میں اُس سے فائدہ بھی ضرور اٹھاؤں گا۔“
”اگر تمھیں ایسا کوئی موقع مل جائے۔“ اولیو باورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تو تم فرار ہو جانا میری فکر مت کرنا۔“
میں نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی مگر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اُس نے یہ بات دراصل کس جذبے کے تحت کہی ہے۔ یہ بات عین ممکن تھی کہ وہ مکاری سے کام لے رہا ہو۔ اُس یہودی سے کچھ بعید نہیں تھا۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی کہ اُس نے مجھ پر پستول سے فائر کر کے میری جان لینے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں پہلے سے ہوشیار نہ ہوتا اور پستول بھرا ہوا ہوتا تو یقیناً اس وقت میری روح میرے جسم کے بجائے عالم ارواح میں ہوتی۔

”میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اولیو باورڈ، اُسے پورا کرنا ہر حال میں میری ذمے داری ہے۔ خاطر جمع رکھو۔ تمھیں چھوڑ کر ہرگز فرار نہیں ہوں گا۔“
”یہ تمھاری حالت قدرتی ہے علی۔“ اولیو باورڈ نے کہا۔ ”ہو گا کہ اب جلدی سے نہا لو۔ کرنل وحدت کا آدمی تمھیں لینے ہی والا ہو گا۔“
میں نے باتھ روم کا رُخ کیا۔ ٹھنڈے پانی کی پھوار نے تھکن اور کسل مندی کو تو زائل کیا مگر دواؤں کی ادھوری کر دیا۔ شاور کے نیچے ہی میری پلکیں نیند سے بوجھل ہو گئی تھیں لیکن ابھی سونے کا وقت نہیں تھا۔ کرنل وحدت سے ملاقات اور گفتگو بھی ضروری تھی۔
پندرہ منٹ بعد میں اور اولیو باورڈ تیار ہو کر کرنل وحدت کے ایک آدمی کی معیت میں ناشتے کی میز پر پہنچ گئے۔ وہ ہمارا منتظر تھا اور ناشتے کی میز پر پُرتکلف لوازمات تھے۔ کرنل نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں نے ایک ایک کرسی سنبھال لی۔
”اولیو باورڈ پر میرا میک اپ تم نے ہی کیا تھا علی یار خان؟“ کرنل وحدت نے گفتگو کی ابتدا کی۔
”ہاں، وہ اسی خاکسار کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔“ میں نے کمال انکساری سے کہا۔
”تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے علی۔ تم سے کمال کا میک اپ کیا تھا۔ تمھارے اس کمال کا ذکر نا زیادتی ہو گی۔“
”بات اعتراف ہی کی ٹھہری ہے تو تمھیں مجھے داد دینی ہو گی کہ تم نے ہمیں اتنی آسانی سے دوبارہ گرفتار کر لیا ہے۔“
کرنل وحدت فخریہ انداز میں مسکرایا۔ ”اور اب انتظامات بھی کر لیے ہیں کہ تم دوبارہ فرار نہیں ہو سکو گے۔“
”یہ تو خیر آنے والا وقت بتائے گا۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ ”لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے ہمیں اتنی آسانی سے گرفتار کیسے کر لیا؟“
”کیا تم کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے؟“ کرنل وحدت مسکرایا۔
”اس ملک کا جغرافیہ اور تمھارے وسائل۔“
جواباً میں مسکرایا۔ ”یہ دونوں چیزیں اگر میرے علم میں ہوتیں تو ہرگز مجھے گرفتار نہ کر پاتے۔“
کرنل وحدت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

جس اعتماد سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، اُس نے تم پر کیا تھا اور تم فرار ہی نہ ہو پاتے۔“
”یہ نہ ہوتا تو کچھ اور ہوتا۔ فرار تو مجھے ہر حال میں ہونا تھا لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ ہمارے فرار کا راز قبل از وقت کیسے کھل گیا تھا؟“
”جو لوگ خواب آور دوائیں استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں اُن پر بے ہوشی کے انجکشن پوری طرح اثر انداز نہیں ہو سکتے۔“ کرنل وحدت نے کہا۔ ”اور جو یقیناً تم زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہے تھے اور پھر ہوش آنے کے بعد یہ معلوم کرنا تمھارے لیے زیادہ مشکل نہیں رہا ہو گا کہ میں نے کدھر کا رُخ کیا ہے۔“
”ہاں، ہم نے فوراً ہی معلوم کر لیا تھا کہ تم ابراہیم وسعت کے ساتھ تربیتی طیارے میں اولیو باورڈ سمیت کوریوا گئے ہو۔ چنانچہ میں نے متعلقہ لوگوں کو فون پر ہی یہ ہدایات جاری کر دیں کہ اگر ممکن ہو تو طیارے کو جیالا کی سے واپس لانے کی کوشش کی جائے۔ اُس پر بیٹھے خطرناک لوگ سوار ہیں۔ یہ پیغام دینے کے بعد میں خود فضائیہ کے ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ کنٹرول ٹاور سے معلوم ہوا کہ طیارے کا ہوا باز تمھیں واپس لانے میں ناکام ہو گیا ہے اور تم دونوں نے پیراشوٹ باندھ کر طیارے سے چھلانگ لگا دی ہے۔ ابراہیم وسعت سے میں نے خود وائرلیس پر بات کی۔ اُس نے بتایا کہ وہ تم دونوں سے خیارہ تھا، اگر تمھیں ہلاک کرنے جا رہا ہے۔ اگر میں فوراً ہی اُسے ملک نہ ملتا تو وہ اپنے طیارے کو غنی جامہ پہنا دیتا۔“
”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس طرح تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟“ میں نے کرنل وحدت سے کہا۔
”نہیں، بلکہ اس طرح ہم نے آپ کے احسانات کا بدلہ ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ابراہیم کو وہ پیغام نہ دیا جاتا تو یا تو وہ خود فنا ہو جاتا یا تمھیں فنا کر دیتا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ سب ہی فنا ہو جاتے۔ بہرحال اس کے بعد میں نے نقشے طلب کیے اور اُن کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر تم بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تو اسی شہر تک پہنچو گے۔ چنانچہ میں نے اپنی تمام توجہ اسی شہر پر مرکوز کر دی جس کے نتیجے میں اس وقت تم میرے روبرو موجود ہو۔“
”تم ہمیں صحرا میں بھی تو گرفتار کر سکتے تھے؟“ میں نے کہا۔
”اس امکان پر بھی غور کیا گیا تھا مگر کئی وجوہات کی بنا پر اسے مسترد کر دیا گیا۔ تمھیں صحرا میں گرفتار کرنے کے

لیے ہمیں کئی دشواریوں سے گزرنا پڑتا۔ اس کے علاوہ ہم اس بات سے بھی لاعلم تھے کہ تمھارے پاس کتنا اور کس قسم کا اسلحہ ہے۔ ممکن تھا کہ جلد بازی سے کام لے کر ہم اپنے کئی آدمیوں کی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ اسی لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ محفوظ طریقہ اختیار کیا جائے اور تمھیں بے خبری میں اُس وقت چھاپ لیا جائے جب تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم ہمیں جُل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔“
”میں بھی تو تم سے یہی کہہ رہا تھا اولیو باورڈ! مگر اُس وقت میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ امید ہے اب تم سمجھ گئے ہو گے؟“
اولیو باورڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بلاشبہ تم بے مثل قوتِ تجزیہ کے حامل ہو۔“ اُس نے کہا۔
”تم اولیو باورڈ سے کیا کہہ رہے تھے؟“ کرنل وحدت نے متجسس لہجے میں پوچھا۔
”جب ہم پیراشوٹوں کے ذریعے صحرا میں اُترے تھے اُس وقت ہمارے درمیان اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے تم لوگ کیا طریقہ اختیار کرو گے۔ اولیو باورڈ نے کرنل وحدت کو بتایا۔ ”میرا کہنا تھا کہ ہمارے تعاقب میں کوئی پارٹی روانہ کی جائے گی جب کہ علی کا خیال تھا کہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہ سکتے ہوں۔ اُس وقت میں نے علی سے شدید اختلاف کیا تھا لیکن اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ علی کا خیال ہی درست تھا۔ ہمیں اس وقت گرفتار کیا گیا جب ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمیں گرفتار کرنے والے تم ہو گے۔“
”حیرت ہے!“ کرنل وحدت بڑبڑایا۔ ”لیکن زیادہ حیرت اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ یہ تجزیہ علی یار خان نے کیا تھا۔ علی یار خان جو ایک غیر معمولی آدمی کی حیثیت سے مشہور رہے ہے۔“
”میرا خیال ہے ہمارے اس طرح گرفتار ہو جانے میں کافی ہاتھ اس میک اپ کا بھی ہے جو اولیو باورڈ کے چہرے پر تھا۔ تمھارے آدمیوں نے اسے تھارے میک اپ میں فوراً ہی پہچان لیا ہو گا؟“
”تمھارا خیال کافی حد تک درست ہے۔“ کرنل وحدت نے کہا۔ ”لیکن اگر اولیو باورڈ کا میک اپ ختم کیا جا چکا ہوتا تب بھی تم لوگ بچ کر نہیں نکل سکتے تھے۔“

"یہ کیسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے آدمیوں کے پاس تم دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ تم کہیں بھی نظر آتے تمھیں فوراً پہچان لیا جاتا۔"

"ہماری تصویریں تمھارے پاس کہاں سے آ گئیں؟" میں نے پوچھا۔ اُس کی بات نے میری حیرانی میں اضافہ کر دیا تھا۔

"میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے اور ملٹری انٹیلی جنس میں کوئی شخص یونہی نہیں آ جایا کرتا۔ ہم چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ تمھاری لاعلمی میں تمھاری تصاویر کھینچ لی گئی تھیں۔"

"تصویریں کیوں کھینچی گئی تھیں؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا میں کوئی مشکوک آدمی تھا؟"

"ہرگز نہیں۔" کرنل وحدت نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو ہمارا معمول ہے۔ ہم احتیاطاً ایسا کرتے رہتے ہیں۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک عرب ملک کے ملٹری انٹیلی جنس کی یہ کارکردگی دیکھ کر میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا۔"

"ہمارے اعلیٰ حکام کا خیال ہے کہ چونکہ عربوں پر تمھارے کافی احسانات ہیں اور تم نے اسلحے کی کھیپ ہمارے ملک تک پہنچانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں اُن کے صلے کے طور پر تمھیں زیادہ سے زیادہ ڈھیل دی جائے اور یہ کہ تمھاری ذات کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قطع نظر اس کے کہ یہ بات مجھ سے متعلق ہے، میں اس بات سے اصولی طور پر متفق ہوں۔"

"لیکن مجھے اس سے سخت اختلاف ہے۔ اگر کوئی شخص ہم پر کوئی احسان کرتا ہے تو ہم اس کا صلہ ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر اس شخص کے نظریات تبدیل ہونے لگیں یا اُس کا کوئی عمل ہمارے مفادات کے خلاف جا رہا ہو تو اس شخص سے ہرگز کوئی رعایت نہیں برتنا چاہیے۔"

"تمھاری اس بات سے کسی حد تک اتفاق کیا جا سکتا ہے کرنل وحدت لیکن اس سے کلی طور پر متفق ہونا کم از کم میرے لیے تو مشکل ہے۔"

"میں نے اعلیٰ حکام سے تمھارے سلسلے میں اجازت طلب کی تھی کہ اگر تم اولیو اور ڈگ کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہ ہو تو تمھارے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کر سکوں۔ اولیو اور ڈگ کا ساتھی تصور کیا جائے مگر مجھے افسوس ہے میرا نکتۂ نظر حکام کی سمجھ میں نہیں آ سکا۔۔۔"

"ظاہر ہے کہ وہ لوگ زیادہ عقل مند ہیں۔" میں نے کہا۔

"اُن کا کہنا ہے کہ میں تمھیں صرف نظر بند کر سکتا ہوں۔" کرنل وحدت نے یوں کہا جیسے اُس نے میری سنی ہی نہ ہو۔ "اور ایسی کوئی بھی کارروائی نہیں کر سکتا جس سے تمھیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تاہم اولیو اور ڈگ کے لیے کچھ بھی کرنے کے لیے میں پوری طرح آزاد ہوں۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے یہ باتیں مجھے کس مقصد کے پیشِ نظر بتائی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا ہی۔" کرنل وحدت سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ "دراصل بعض باتیں میرے لیے شدید الجھن کا باعث ہیں اور میں تم سے اُن کا جواب چاہتا ہوں۔"

"اگر تم مجھ سے متعلق کسی الجھن کا شکار ہو کرنل! تو میں تمھاری الجھن دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم اور اولیو ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہو، کیا یہ بات درست ہے؟"

"یہ بات بالکل درست ہے کرنل وحدت۔ ہم متضاد مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں، لہٰذا ہمارے درمیان دشمنی ہونا ایسی کوئی تعجب خیز بات تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن میں ان باتوں پر یقین نہیں کیا کرتا۔ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اُن تمام باتوں کی نفی کرتا ہے جو میں نے سنی ہیں۔ میرے سامنے تو تم دونوں بہترین دوستوں کی طرح آئے۔"

"بہت سے لوگ سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں کرنل وحدت لیکن ضروری نہیں کہ ہر سنی سنائی بات سچی ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جھوٹی ہی ہو۔ اسی طرح جو کچھ آنکھوں سے دیکھتے ہیں یہ قطعی ضروری نہیں کہ وہ اُسی طرح ہو جس طرح ہم اُسے دیکھ رہے ہیں۔ ہم اصل بات کو دھوکا بھی کھا سکتے ہیں۔"

"مجھے فلسفے میں الجھانے کی کوشش مت کرو۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "تم اپنی چرب زبانی سے بھی حقیقت نہیں بدل سکتے۔ ایک یہودی ایجنٹ کے لیے تم اپنے ملک کے خلاف ہو گئے ہو اور اس مخالفت میں تم کسی حد تک بھی جا سکتے ہو۔"

"میں پہلے بھی تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں نے اولیو اور ڈگ سے ایک وعدہ کیا ہے اور میں وہ وعدہ ہر حال میں پورا کروں گا۔"

"تم عملی آدمی ہو، عقل کی باتیں کرو، افسانوی باتیں مت کرو۔ دور بے حد تبدیل ہو گیا ہے۔ ایسی باتیں اب قصے کہانیوں کی حد تک ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمھارا مطلب یہی ہے کہ آج اگر ہم کسی سے کوئی وعدہ کرتے ہیں اور کل حالات تبدیل ہو جاتے ہیں تو ہم وعدہ پورا کرنے کے پابند نہیں رہ جاتے۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔ میں یہی کہنا چاہ رہا تھا۔ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ آدمی کو خود بھی تبدیل ہو جانا چاہیے ورنہ وہ بڑے نقصان میں رہتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کرنل وحدت کہ میں تم سے متفق نہیں ہو سکتا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "سود و زیاں کے فضول سلسلے میں نے دوسروں کے لیے چھوڑ دیے ہیں۔ وعدہ پورا کرنے کے دعوے دار تمھیں بہت سے ملیں گے لیکن جب وعدہ پورا کرنے کے لیے کسی کی اپنی شخصیت یا ذات پر کوئی حرف آنے لگتا ہے تو اُس کے سارے دعوے دھرے رہ جاتے ہیں۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں کرنل وحدت۔ دعوے کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔ میں تو بس جو وعدہ کر لیتا ہوں اُسے ہر حال میں پورا کرتا ہوں۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ بعد میں حالات کتنے تبدیل ہو گئے ہیں یا کوئی میرے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ جب تک میرے اختیار میں ہے مجھے وعدہ پورا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں بے اختیار ہو جاؤں تو علیحدہ بات ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم اولیو اور ڈگ کو ہمارے حوالے نہیں کرو گے؟" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں کرنل وحدت! یہ خیال بھی اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"گویا تم اس یہودی کی خاطر ہم سے دشمنی پر آمادہ ہو رہے ہو؟"

"تم لوگوں سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ اولیو اور ڈگ کے سلسلے میں مجھ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔"

"اگر ہم تمھاری اس خواہش کا احترام نہ کریں تو؟" کرنل وحدت نے کہا۔

"تو پھر مجبوراً میں اپنی سی کوشش کروں گا۔"

"یعنی فرار ہونے کی کوشش کرو گے؟"

"ہاں، مگر اکیلے نہیں، اولیو اور ڈگ سمیت۔" میں نے جواب دیا۔

"اپنے خلاف الزامات کی فہرست طویل مت کرو کمال!" کرنل وحدت نے کہا۔ "میں نے اگر تمھارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں مجبور ہوں۔ میرا یہ حق تو بہرحال محفوظ ہے کہ میں تمھیں دھوکا دہی کے الزام میں حراست میں لے لوں۔ تم نے ملٹری انٹیلی جنس کے ایک کرنل کو دھوکا دے کر بے ہوش کیا۔ ایک یہودی ایجنٹ پر اُس کرنل کا میک اپ کر کے اسے ملک سے باہر نکال لے جانے کی کوشش کی۔ ائیر فورس کے ایک زیر تربیت پائلٹ کو دھوکا دے کر اپنے اور اس یہودی ایجنٹ کے فرار کے لیے تربیتی طیارہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔ یہ جرائم انتہائی سنگین نوعیت کے حامل ہیں اور ان کے تحت تمھیں فوجی عدالت کے ذریعے سزا بھی دی جا سکتی ہے اور اس سزا کے خلاف کہیں اپیل بھی نہیں کی جا سکتی۔ یہودی ایجنٹ کا ساتھ دینے کے جرم میں تم پر ملک سے غداری کے الزام میں مقدمہ چلے گا اور تمھیں یہ بھی اندازہ ہو گا کہ اس جرم میں تمھیں کیا سزا مل سکتی ہے۔ میں تم سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں کہ اپنے ارادوں سے باز آ جاؤ اور ہم تمھارے ساتھ جو رعایت برت رہے ہیں اُسے ہماری کمزوری پر محمول مت کرو۔"

"میں بھی تمھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کرنل وحدت۔" میں نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ "کہ میں نے اولیو اور ڈگ کو اس ملک سے صحیح سلامت نکال لے جانے کی زبان دی تھی۔ میں عربوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں اور مجھے یہ مان تھا کہ میرے دوست میری راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ میری آرزو تو اب بھی یہی ہے کہ فلسطین کی آزادی کے لیے عربوں کے شانہ بشانہ کام کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دوں لیکن میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ میری زبان جھوٹی ہو۔ میرے وعدے کی تکمیل کی راہ میں جو بھی رکاوٹ آئے گی میں اسے گرا دوں گا چاہے وہ میرے دوست ہوں یا دشمن۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"تم براہِ راست مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" کرنل

وحدت غصے سے سرخ ہو گیا۔

"اگر تم میری اس عاجزانہ گفتگو کو دھمکی ہی سمجھنے پر مصر ہو تو یوں ہی سہی۔" میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"بکواس بند کرو۔" کرنل وحدت آگ بگولا ہو گیا۔ "ایک تو تم دھمکیاں دے رہے ہو اور پر سے اُسے انکساری بھی قرار دے رہے ہو۔"

"میں بہت چھوٹا آدمی ہوں کرنل وحدت! لیکن اگر اپنے وعدے کی تکمیل کی خاطر مجھے تمہارے پورے ملک سے بھی ٹکرانا پڑا تو یقین کرو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ مجھے اس بات کی بھی پروا نہیں ہوگی کہ میرا اپنا کیا حشر ہوگا۔"

کرنل وحدت کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نظر آئی۔

میں حیرت سے اُسے دیکھنے لگا اس لیے کہ چند ہی لمحے قبل وہ غیظ و غضب کی جیتی جاگتی تصویر بنا ہوا تھا۔ اُس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر برآمد کیا اور اُس میں موجود کیسٹ کو ری وائنڈ کرنے لگا۔

"اسے پہچانتے ہو علی؟" کرنل وحدت نے پوچھا۔ اُس کے لہجے سے مکاری جھلک رہی تھی۔

میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نہیں سمجھے؟" وہ مسکرایا۔ "خیر ابھی سب سمجھ میں آ جائے گا۔" اُس نے ری وائنڈ ہوتے ہوئے کیسٹ کو اسٹاپ کیا اور ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر سے اُبھرنے والی آوازیں میری اور کرنل وحدت کے درمیان ہونے والی گفتگو کی آوازیں تھیں۔

"میں اس کا مقصد نہیں سمجھا!" میں نے کرنل وحدت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اعلیٰ حکام نہیں چاہتے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی اور مجھے تمہارے خلاف کچھ کرنا پڑ گیا تو یہ ٹیپ ریکارڈر تمہارے خلاف اور میرے حق میں استعمال ہوگا۔ اس کیسٹ میں محفوظ تمہاری باغیانہ گفتگو سنا کر میں حکام کو قائل کر سکوں گا کہ جو کچھ میں نے تمہارے خلاف کیا تم اس کے مستحق تھے۔"

"تم... تم... ناحق اتنی زحمت کی کرنل وحدت۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہی تمہارے اعلیٰ حکام سے بھی کہہ سکتا ہوں اور اگر تم نے مجھ سے کہا ہوتا تو میں یہی سب کچھ تمہیں لکھ کر بھی دے دیتا۔ بلکہ اب بھی لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔ تم فرمائش تو کر کے دیکھو۔"

کرنل وحدت کا چہرہ بجھ کر رہ گیا۔ "تم بڑی خوش فہمیوں کا شکار ہو علی۔" اس نے جھنجھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "بعض اتفاقی واقعات تمہاری کامیابیوں کا باعث بنے اور تم خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے ہو۔"

"میں نے کوئی دعویٰ کیا ہوتا تو تم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوتے لیکن میں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے تو فقط ایک عزم ظاہر کیا ہے اور اس سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ میں کسی خوش فہمی کا شکار ہوں۔ میں کسی خوش فہمی کا شکار ہوں بھی نہیں، ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ میرے خیال میں میں نے کبھی کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ میں ایک نیک مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں اور نیک مقاصد کے لیے نیک نیتی سے کام کرنے والوں کو تائیدِ غیبی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لیے فرد کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا اگر وہ کسی نیک مقصد کے لیے کام کرتا تو قدرت ضرور اس کی مدد کرتی۔"

"تو تمہارے خیال میں میں کسی بڑے مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں!" کرنل وحدت غرّایا۔

"میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی، میری بات سے تم جو مطلب چاہو اخذ کر لو۔"

"ٹھیک ہے علی یار خان!" کرنل وحدت کرسی کھسکا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اس وقت کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ تم نے ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے لہٰذا تم خود کو زیرِ حراست تصور کرو۔ فی الحال مجھے کچھ دوسرے معاملات دیکھنے ہیں۔ اُن سے نمٹ کر تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔ اس وقت تم اُسی کمرے میں رہو جس میں تمہیں بھیجا گیا تھا۔ بتانے کی غالباً ضرورت نہیں ہے کہ فرار ہونے کی کوشش تمہارے حق میں مضر ثابت ہوگی۔"

"مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کرنل وحدت۔" میں بھی کرسی سے اُٹھ گیا۔ "مجھے ان معاملات کا خاصا تجربہ ہے۔"

میں اور اولیو باورڈ وہاں سے نکل کر واپس اُسی کمرے میں آ گئے۔ راستے میں ہمیں چند فوجی نظر آئے تھے مگر انہوں نے خصوصیت سے ہماری جانب توجہ نہیں دی تھی۔

"ہم یہاں سے بڑی آسانی سے فرار ہو سکتے ہیں۔" اولیو باورڈ نے کمرے میں موجود بیڈ پہ دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے دیکھا نہیں، ہماری جانب کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ کمرے کے باہر بھی کوئی نہیں ہے۔ یہ کیسی قید ہے؟"

"یہی تو تشویش ناک بات ہے اولیو باورڈ! کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ اب ہماری جانب سے غفلت برتی جائے گی؟"

"میں بھی اسی اُلجھن کا شکار ہوں لیکن ملتا ہوا موقع چھوڑا بھی تو نہیں جا سکتا۔"

"اگر تم اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہ رہے ہو تو میں تمہیں ہرگز نہیں روکوں گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ابھی ہوئی اور طنزیہ گفتگو کرنے کے بجائے اگر تم سیدھی طرح بات بتا دو تو کوئی حرج ہے؟" اولیو باورڈ جھنجھلا کر بولا۔

"سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ میں کسی اندھے کنویں میں گرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"اس میں اندھے کنویں کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں اوّل فرار ہونا ہے آخر فرار ہونا ہے پھر دیکھیں کیا کریں۔"

"یہ موقع نہیں ہے اولیو باورڈ! یہ تو چارا ہے۔ اِدھر منہ مارا اور اُدھر کانٹے میں پھنسے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خفیہ طور پر ہماری نگرانی کی جا رہی ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس عمارت سے فرار مجھے ناممکن محسوس ہوتا ہے۔"

"تم اپنے محسوسات پر چلتے رہے تو ہم کبھی فرار نہیں ہو سکیں گے۔" اولیو باورڈ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"جس عمارت میں اس وقت ہم موجود ہیں اس کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ یہ کوئی عام قید خانہ نہیں ہے اولیو باورڈ! نہ ہی ہم کوئی عام قیدی ہیں۔ ان لوگوں نے ایک بار ہمارے ہاتھوں جس نوعیت کی زک اٹھائی ہے اس کے بعد ان سے کسی قسم کی غفلت کی توقع رکھنا بدترین قسم کی حماقت ہوگی۔ سمجھے تم؟"

اولیو باورڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا جس کا اندازہ اس کے ماتھے پر پڑی ہوئی شکنوں سے بآسانی کیا جا سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں علی!" اُس نے کہا۔

اُس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہی رہی ہوگی ورنہ اُس نے بلا تمہید کے ہی اپنی بات کہہ دی ہوتی۔ "میں سن رہا ہوں اولیو باورڈ!" میں نے کہا۔

"جو کچھ میں تم سے کہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تمہیں گمراہ کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"تمہاری نیک نیتی سے تو میں بخوبی واقف ہوں۔" میں نے طنز کیا۔

اُس نے شاید میرے طنزیہ لہجے پر غور نہیں کیا، اگر کیا تھا تو نظرانداز کر گیا۔ کہنے لگا۔ "کرنل وحدت نے تم سے جو سلوک کیا ہے اور جس قسم کی گفتگو کی ہے اس کی وجہ سے تم دل برداشتہ ہو رہے ہو گے۔ تمہاری جذباتی کیفیت بھی ٹھیک نہیں ہوگی لہٰذا ممکن ہے تم میری بات کو غلط رنگ دے دو۔"

"میری رنگ آمیزی کی فکر مت کرو اور اپنا مدعا کھل کر بیان کرو۔ تمہیدی گفتگو سن کر مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے۔"

"عربوں کے لیے تم نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ تم نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے مگر اس کے عوض تمہیں ان لوگوں سے کیا ملا؟ ماضی میں ایک بار خواہ میری کوششوں سے ہی سہی لیکن تنظیم آزادیٔ فلسطین تم سے برگشتہ ہو گئی تھی اور تمہیں دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا حالانکہ اُس وقت بھی اُن لوگوں کے لیے تمہاری خدمات کم نہیں تھیں۔ آج تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اُس نے ایک بار پھر ماضی کی وہی یادیں تازہ کر دی ہیں۔"

"حالانکہ اُس بار تو تم نے کوئی کوشش بھی نہیں کی!"

"بالکل نہیں۔" اولیو باورڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔ "اور یہ سب کچھ اس پر ہے کہ تم نے ان کے لیے بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔ لانچ آف کروزنل سے آنے والا اسلحہ بردار جہاز تا قیامت ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ ناممکن کام تمہاری ذات کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ اسلحہ بردار جہاز کی تباہی پر عرب سالہا سال افسوس کرتے رہتے۔ تم نے ان کے لیے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کا صلہ یہ ہے کہ تم یہاں قید ہو۔"

"حالات کی ستم ظریفی اسی کو تو کہتے ہیں اولیو باورڈ!" میں نے ایک سرد آہ بھری۔

"میں تمہیں کھلے دل سے دعوت دیتا ہوں علی!" اولیو باورڈ پُرجوش لہجے میں بولا۔ "ابھی تو ہم دونوں ہی ان کے قیدی ہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں ان کے چنگل سے نکلنا نصیب بھی ہوگا یا نہیں لیکن اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں اسرائیل کے لیے کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"جو سلوک میرے ساتھ ہوا اس کا مجھے بھی بے حد قلق ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن اس

طرح سے وفاداریاں تبدیل کرنا.....؟

"یہ سب مت سوچو علی! جتنا تم سوچو گے اتنا ہی تمہارے دماغ پر بوجھ پڑے گا۔ بس تم ہاں کر دو، باقی کام میرا ہے۔"

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے اولیو باورڈ!" میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"میں تمہیں ایک تابناک مستقبل کی ضمانت دیتا ہوں۔ ماضی میں اسرائیل کو تمہاری وجہ سے جو نقصانات پہنچے ہیں ان کے سلسلے میں تم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔"

"لیکن یہ بات اولیو باورڈ! کہ میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم نے خود کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ تمہاری کسی بات پر اعتبار کیا جا سکے۔"

"وہ اور بات تھی علی! ہم ایک دوسرے کے حریف تھے۔ تم ہم میں شامل ہو جاؤ گے تو تمہیں کوئی شکایت نہیں رہے گی۔ تمہارے ساتھ کوئی وعدہ خلافی نہیں کی جائے گی۔"

"تم میرے سب سے بڑے دشمن ہو اولیو باورڈ! میں کیسے مان لوں کہ تم میرے لیے کوئی نیا جال نہیں بچھا رہے ہو۔"

"یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ماضی میں بھی کئی بار میں نے تمہیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ مگر ہر بار تم جذباتی ہو جاتے ہو۔"

"لیکن اس بار میں ذرا بھی جذباتی نہیں ہوا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ تمہاری اس دعوت کا تجزیہ کرنے میں مصروف ہوں۔"

"تجزیے وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے علی! میں نے جو کچھ کہا ہے پورے خلوص سے کہا ہے۔"

"مصیبت یہ ہے کہ میرے پاس تمہارے خلوص کو پرکھنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ فرض کرو تم مجھے جھانسا دے کر اسرائیلی حکام کے حوالے کر دیتے ہو۔ تمہارے پاس ایسا کرنے کا معقول جواز بھی موجود ہے۔ اس طرح تم اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کر سکو گے۔"

"میرے لیے سب سے اہم چیز اسرائیل کا مفاد ہے۔ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ گے تو ہم میں ایک نئی طاقت پیدا ہو جائے گی اور میں دل و جان سے اسرائیل کو ناقابل شکست دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے لیے سب سے زیادہ اہم تمہاری اپنی ذات تمہارا اپنا وقار ہے۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو ذاتی مفاد پر ملکی مفاد کو قربان کر دیتے ہیں۔"

"یہ مجھ پر بہت بڑا الزام ہے۔" اولیو باورڈ نے احتجاج کیا۔ "تمہاری طرح میں نے بھی اپنے ملک کے لیے اپنا بہت کچھ وقت گزار کر دیا ہے۔"

"اگر میں مثال کے طور پر کی باورڈ کا تذکرہ کروں تو اپنی صفائی کیسے پیش کرو گے؟"

اولیو باورڈ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس وقت مجبور تھا علی! ورنہ پورا گھرانا تباہ ہو جاتا۔ میری اپنی بیوی....

"اس کے علاوہ۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تمہیں یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ میں ایک پاکستانی ہوں۔ عرب مفادات کی طرح مجھے اپنے ملک کے مفاد بھی عزیز ہیں۔"

"میں تمہیں اس بات کی ضمانت دلواؤں گا کہ اسرائیل کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جس سے پاکستان کے مفادات پر ضرب پڑتی ہو۔"

"اس بات کی ضمانت کیسے فراہم کی جائے گی؟" اولیو باورڈ کو گھورا۔

"ہر ممکن طریقے سے جس سے تم مطمئن ہو سکو۔" اولیو نے تیزی سے کہا۔

"چھوڑو یار کیوں اپنے ساتھ میرا وقت بھی برباد کر رہے ہو۔" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "بات اس حد تک اچھی لگتی ہے جس حد تک قابل یقین ہو۔"

"یہ زیادتی ہے علی!" اولیو باورڈ نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "عجب میں کہہ رہا ہوں کہ میں تمہیں ہر قسم کی ضمانت دینے کو تیار ہوں تو تم اس طرح بات کو اڑا کیوں رہے ہو؟"

"تم اپنے قد سے اونچی بات کر رہے ہو اولیو باورڈ! کیا حکومت اسرائیل سرزمین فلسطین پر اپنا ناجائز قبضہ ختم کرنے کو تیار ہو جائے گی؟"

"نہیں۔" اولیو باورڈ نے بے ساختہ کہا۔

"تو پھر مجھے کوئی ضمانت کیسے فراہم کی جائے گی۔ میرے لیے تو یہی ضمانت ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو میں تمہارے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"تم بڑی ناممکن قسم کی باتیں کرتے ہو علی! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسرائیل اپنے وجود سے ہی دست بردار ہو جائے۔"

"تم بھی تو ایسی ہی ناممکن باتیں کرتے ہو اولیو باورڈ! فلسطین کے لیے کام کرنا میری شناخت ہے۔ تم مجھ سے میری شناخت چھین لینے کے درپے ہو۔ بھلا یہ کیسے...."

اولیو باورڈ خاموش ہو گیا۔ اس کے پاس کہنے کے لیے مزید کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

"مجھ پر دو راتوں کی نیند سوار ہے اولیو باورڈ! میں تو سونے جا رہا ہوں۔ چاہو تو تم بھی سو جاؤ۔" میں نے کہا اور لیٹ کر سو گیا۔

میری آنکھ کوئی چار گھنٹے کے بعد کھلی۔ کمرے میں موجود دوسرے بیڈ پر اولیو باورڈ بدستور سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا اور باتھ روم گھس گیا۔

آدھے گھنٹے بعد میں نہا دھو کر تیار ہو چکا تھا۔ ابھی مجھے تیار ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور کرنل وحدت کمرے میں داخل ہوا۔

"اولیو باورڈ سو رہا ہے؟" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"ہاں، خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہے۔"

"تو تم میرے ساتھ آؤ۔ تم سے کچھ اہم باتیں کرنا ہیں۔" کرنل وحدت مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تمہاری فراہم کردہ اطلاع سو فیصد درست ثابت ہوئی۔" کرنل وحدت نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

"میں خود اس بارے میں جاننے کے لیے بے حد مضطرب تھا۔" میں نے کہا۔

"ہم نے ان پر کامیاب چھاپا مارا۔ تین یہودی ایجنٹ گرفتار ہوئے۔ اس کے علاوہ وسیع حیطۂ عمل والا ایک ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "ورنہ تم یہی سمجھتے کہ میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔"

"تمہیں جھوٹا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ ویسے بھی تم اتنے سر پھرے ہو کہ جھوٹ کیوں بولتے؟"

"ان یہودی ایجنٹوں سے کچھ معلومات بھی حاصل ہوئیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہم ان میں سے ایک کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے اور ہمیں اس سے بڑی قیمتی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"اوہ! اگر کوئی حرج نہ ہو تو کیا تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کرو گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" کرنل وحدت مسکرایا۔ "ریگستان کے اطراف میں کئی سرائے ہیں اور ہر سرائے میں یہودی ایجنٹ موجود ہیں۔ جب بھی کوئی قافلہ ریگستان کا رخ کرتا ہے کسی نہ کسی سرائے سے ضرور گزرتا ہے اور وہاں موجود یہودی ایجنٹ ان سے معلومات حاصل کر کے ٹرانسمیٹر پر زوسکی کو پہنچا دیتے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی زوسکی اپنے ساتھیوں سمیت قافلے والوں پر جا پڑتا تھا اور انھیں لوٹ لیتا تھا۔"

"پھر تم نے ان یہودی ایجنٹوں کے لیے کیا کیا؟"

"سارے ایجنٹ گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہیں بچ سکا۔"

"گویا ایک بہت بڑی سازش کا پہلے ہی مرحلے پر قلع قمع ہو گیا۔"

"ہاں اور یہ سب کچھ تمہاری بدولت ہوا ہے۔ ہم پر تمہارے احسانات میں ایک احسان کا اور اضافہ ہو گیا۔"

"میرا کسی پر کوئی احسان نہیں ہے۔ یہودیوں کو کسی بھی محاذ پر شکست سے ہمکنار کر کے مجھے روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری شخصیت میں یہ تضاد کیوں ہے؟"

"تضادات کے بغیر شخصیت کی تکمیل ناممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس وقت تم کون سے تضاد کی بات کر رہے ہو؟"

"ایک طرف تو تم عربوں کے مفاد کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرتے ہو اور دوسری طرف ایک یہودی ایجنٹ کے لیے اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہو کہ اپنوں سے ٹکرانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کرنل وحدت کہ میرا نکتۂ نظر دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟" میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "تمہارے پاس تو وہ کیسٹ موجود ہے جسے بروقت ضرورت تم میرے خلاف استعمال کر سکو گے۔ تمہیں کس بات کی فکر ہے؟"

"میں اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے مجبور ہوں۔" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔ "جو بھی میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے گا مارا جائے گا۔"

"تمہارا جذبہ میرے لیے قابل فخر ہے کرنل وحدت! کاش اسلامی دنیا کے ہر سپاہی کی رگوں میں یہی جذبہ سرایت کر جائے۔"

"اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میری تعریفیں کرنے سے تمہیں کسی قسم کی رعایت مل جائے گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "تمہاری اس بات سے بھی مجھے خوشی ہوئی کرنل وحدت۔ بلاشبہ تم ایک ذہین آدمی ہو۔"

"اب تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تمہاری ذہانت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں تمہاری قید میں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ زوسکی سے

مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، وہ میں نے مقامات سے گوش گزار کر دی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ تم ان یہودی ایجنٹوں سے نمٹ سکو گے۔ اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو میں حقیقیں ان کی ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔"

"تب تو وہ ایجنٹ فرار ہو سکتے تھے۔ انھیں فرار ہونے کے لیے بہت وقت مل جاتا۔"

"نہیں مل سکتا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہاں سے فرار ہو کے بذات خود ان کی سرکوبی کرنے نکل کھڑا ہوتا۔"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اس وہم میں مت رہنا۔ یہاں سے فرار ہونا ناممکنات میں سے ہے۔"

"اب تو خیر وقت ہی گزر گیا ورنہ تمھیں پتا چل جاتا کہ ناممکن کو ممکن بنانا علی یار خان کی ہابی ہے۔"

"اگر یہی بات ہے تو تم اب مجھے یہاں سے فرار ہو کے دکھا دو۔" کرنل وحدت نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔" میں بے پروائی سے بولا۔ "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم بے بس کی وجہ سے کہتے ہو۔"

"اس کا جواب تو وقت دے گا۔ جب تمھیں پتا چلے گا کہ میں اولیو یارڈ سمیت فرار ہو گیا ہوں تو تمھارے پاس سر پیٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔"

"تمھاری جگہ کوئی اور شخص مجھ سے اتنے توہین آمیز لہجے میں گفتگو کرتا تو میں اس کا دماغ درست کر چکا ہوتا۔"

"مجھے تمھاری توہین مقصود نہیں تھی۔ میں نے تو ایک حقیقت بتائی تھی تمھیں برا لگا ہے تو میں معذرت کیے لیتا ہوں۔"

"جاؤ اولیو یارڈ کو لے کر کھانے کے کمرے میں آ جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے اور اس کے فوراً بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ ہم کہاں کے لیے روانہ ہوں گے۔ ایک قیدی کی حیثیت سے مجھے ویسے بھی سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

کمرے میں واپس پہنچا تو اولیو یارڈ اٹھ چکا تھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"مجھے کرنل وحدت نے بلوایا تھا۔" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"ایک گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے اور اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"صرف یہ بتانے کے لیے بلایا تھا؟" اولیو یارڈ نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ بات تو کہلوائی بھی جا سکتی تھی۔"

"نہیں، وہ تمھارے سلسلے میں مجھ سے سودے بازی بھی کرنا چاہ رہا تھا۔" میں نے دانستہ جھوٹ بولا۔ میں یہ جھوٹ بولنے کے لیے مجبور تھا۔ ابھی مجھے اس کے ساتھ کچھ اور وقت بھی گزارنا تھا۔ اگر اسے یہ علم ہو جاتا کہ میری وجہ سے اس کا ترتیب دیا ہوا دہشت گردی کا مشن خراب ہو گیا ہے تو ممکن ہے وہ سب کچھ بھول کر ایک بار پھر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر ڈالتا۔ لہٰذا میں نے اسے کوسٹے پل پہنچنے تک بے خبر ہی رکھنا مناسب سمجھا۔

"کس قسم کی سودے بازی؟" اولیو یارڈ نے پوچھا۔

"اس نے مجھے کئی طرح کے لالچ دیے مگر میں اپنی بات پر اڑا رہا۔ اگر میں چاہتا تو اس وقت تمھیں بیچ دیتا۔"

"تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم تیار ہو جاؤ تو کھانا کھانے چلیں۔ اس کے علاوہ اور کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں کہاں منتقل کیا جائے گا؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔ "وہ جہاں بھی لے جائیں ہمیں جانا پڑے گا۔"

"میرا مطلب ہے اب ہمیں جہاں لے جایا جائے گا وہ یقیناً کوئی قید خانہ ہوگا۔"

"زیادہ امکان تو اسی بات کا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہاں سے فرار ہونا زیادہ مشکل نہیں ہو جائے گا؟"

"یہاں سے فرار ہونے کا خناس اپنے ذہن سے نکال دو۔" اولیو یارڈ! کرنل وحدت نے میرے لیے جو جال بچھایا ہے میں اس میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"تم کسی واہمے کا شکار ہو گئے ہو۔ مجھے تو کوئی جال نظر نہیں آتا۔"

"کرنل وحدت چاہتا ہے کہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں۔ اسی لیے اس نے ہم پر نگراں مسلط نہیں کیے لیکن مجھے یقین ہے کہ کچھ لیے مسلح نگراں ضرور ہوں گے جنھیں یہ ہدایات دی گئی ہوں گی کہ اگر میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو مجھے گولی مار دی جائے۔"

"تم اس کے قبضے میں ہو۔ وہ تمھیں ویسے بھی مار سکتا ہے۔ اسے اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ بہت سے لوگوں کو جواب دہ ہے اولیو یارڈ! اور اسے خاص طور پر ہدایات دی گئی ہیں کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے میری زبان سے کہی

ہوئی بعض باتیں ٹیپ کرلی ہیں تاکہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو اعلیٰ حکام کو ٹیپ سنوا کر اپنی پوزیشن صاف کرسکے۔ اس کی اس حرکت سے اس کی نیت کے فتور کا پتا چلتا ہے ورنہ اسے میری گفتگو ریکارڈ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یقیناً اس کے ذہن میں مجھے نقصان پہنچانے کا تصور موجود تھا، تبھی تو اس نے پیش بندی کے طور پر میرے خلاف ثبوت حاصل کیا۔“

”ممکن ہے اس نے محض احتیاطاً ہی ایسا کیا ہو۔ ورنہ وہ گفتگو ریکارڈ کرنے کے بعد سے کچھ کرتا ہوتا تو اب تک کر گزرا ہوتا۔“

”وہ بہت ذہین ہے اولیور ہاورڈ، وہ جانتا ہے کہ صرف میری گفتگو کو کیسٹ پیش کرکے وہ اپنی پوزیشن صاف نہیں کرسکے گا۔ میرے خلاف کارروائی کرنے کے لیے اسے اس گفتگو کے علاوہ بھی کسی مضبوط جواز کی ضرورت پڑے گی۔ نہ صرف مضبوط جواز بلکہ اسے گواہ بھی درکار ہوں گے۔ اس لیے اس نے ظاہری طور پر میری نگرانی کے لیے لوگ مسلط نہیں کیے۔ اگر میں نے فرار ہونے کی کوشش کی ہوتی تو نہ صرف میں مارا جاتا بلکہ اسے میرے خلاف بہت سے گواہ بھی میسر آجاتے۔ بے شک کرنل وحدت بہت ذہین ہے مگر میں بھی اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کے کسی جال میں اتنی آسانی سے پھنس جاؤں گا۔“

اولیور ہاورڈ مجھے متحیرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ”تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس جال میں پھنسنے سے بچ نہیں سکتا تھا۔“

”حالانکہ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔

”لیکن تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہمیں رہائی کیسے مل سکے گی؟“

”ایسی باتیں سوچی نہیں جاتیں، موقع کی تاک میں رہنا پڑتا ہے جیسے ہی ہمیں پہلا موقع ملے گا ہم فرار ہونے کی کوشش ضرور کریں گے۔“

اولیور ہاورڈ باتھ روم میں گھس گیا، اور میں خیالات کے تانے بانے میں الجھ گیا۔ ذرا سی فرصت ملتے ہی تہذیب کی یادیں میرے ذہن پر حملہ آور ہونے لگی تھیں۔ وہی یادیں تو متاعِ حیات تھیں۔ تہذیب مجھ سے دور تھی مگر اس کی یادیں رگِ جاں کے قریب تھیں۔ آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہوئے بھی اس کا حسین سراپا میری آنکھوں کے سامنے گردش کرتا رہتا تھا۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ بھی میری تلاش میں سرگرداں ہوگی۔ میرے مقابلے میں اس کے وسائل بہت محدود تھے مگر وہ بہت باہمت تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کی لگن سچی ہے۔ سچی، بے غرض اور بے لوث۔ اس جہانِ آب و گل میں کون کسی سے بے غرض ہوتا ہے، بے غرضیوں کی تہوں کے نیچے سے خود غرضیوں کے خوف ناک عفریت برآمد ہوتے ہیں۔ ذہنی ہم آہنگی تو میسر نہیں آتی، یا پھر بے اعتنائیوں کی نذر ہو جاتی ہے۔

میں خوش قسمت تھا کہ تہذیب کے ساتھ میری مکمل ذہنی ہم آہنگی تھی بلکہ ہمارے درمیان اعتبار کا جو رشتہ تھا وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہوگا۔ ہمیں ایک دوسرے کی محبت پر کامل یقین تھا، لیکن افسوس یہ تھا کہ تہذیب تک پہنچنے کی کوئی مثبت جدوجہد نہیں کر پا رہا تھا۔ میری جان کو اتنے بکھیڑے لگے ہوئے تھے کہ ایک لمحے کی فرصت ملنا بھی محال ہو رہا تھا۔ ان بکھیڑوں سے فرصت ملتی تو میں تہذیب کی تلاش پر توجہ مرکوز کرتا۔

ایک گھنٹے بعد میں اور اولیور ہاورڈ کھانے کی میز پر پہنچے تو کرنل وحدت وہاں موجود تھا۔ کھانے کے دوران اولیور ہاورڈ اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا اور کرنل وحدت سے وہی سوال کر ڈالا جو میں نے اس سے نہیں کیا تھا۔

”ہمیں یہاں سے کہاں لے جایا جائے گا؟“

کرنل وحدت کھانا کھاتے کھاتے رک گیا۔ [illegible] اس نے اولیور ہاورڈ کو کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کوئی خاص بات نہیں۔“ اولیور ہاورڈ گڑبڑا گیا۔ ”میں یونہی پوچھ رہا تھا۔“

”اپنی کھال میں رہو اولیور ہاورڈ۔“ کرنل وحدت غرایا۔ ”میرا نام کرنل وحدت ہے، علی بابا خان نہیں ہے۔ میں تمہیں دو منٹ میں سیدھا کرکے رکھ دوں گا۔“

اولیور ہاورڈ کا ہاتھ بھی رک گیا۔ اس نے کرنل وحدت کو گھور کے دیکھا۔ ”مجھے اس لہجے میں بات کرنے کی جرأت تمہیں صرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ میں اس وقت قیدی ہوں ورنہ تم جیسے بیسیوں کرنل مجھے سیلوٹ کرتے ہیں اور میں ان کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا۔“

”اولیور شٹ اپ۔“ کرنل وحدت دہاڑا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ ”تم میرے قیدی ہو اور میں تمہیں بتا دوں گا کہ ایک قیدی کو کس انداز میں گفتگو کرنا چاہیے۔“

میں دم بخود یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتِ حال سے کیسے نمٹوں!

”میں تمہارا قیدی ضرور ہوں کرنل وحدت۔“ اولیور ہاورڈ

نے کہا۔ وہ کسی صورت دبنے کے لیے تیار نظر نہیں آ رہا تھا۔ ”لیکن مجھے قیدی بنانے میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے۔ تم نے بزدلوں کی طرح مجھے گرفتار کیا ہے۔ میں تو علی بابا خان سمیت تمہاری حکومت کا مہمان تھا مگر تم نے تو آدابِ میزبانی تک کا خیال نہیں کیا۔“

کرنل وحدت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا ہو۔ اولیور ہاورڈ نے اس کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کرنل وحدت نے جس طرح اولیور ہاورڈ کو گرفتار کیا تھا وہ واقعی معیوب تھا اور شاید کرنل وحدت کو بھی اس بات کا احساس تھا۔

”اگر کوئی سانپ کسی کے گھر میں دھوکے سے داخل ہو جائے تو اس کی موجودگی کا علم ہوتے ہی اس کا سر کچلنا لازم ہو جاتا ہے۔“ کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔ ”خدا کی شان ہے کہ اب سانپ بھی مہمان ہونے کے دعوے دار ہونے لگے۔“

”اول تو میں سانپ نہیں انسان ہوں لیکن اگر تم ایک انسان کو سانپ سے تشبیہ دینے پر تل ہی گئے ہو تو یہ کیوں فراموش کر رہے ہو کہ وہ سانپ ایک سپیرے کے قبضے میں تھا اور سپیرا نہ صرف تمہارا مہمان تھا بلکہ وہ تمہارا بہت بڑا محسن بھی تھا۔“

اولیور ہاورڈ کے دل نشین پیرایۂ گفتگو نے مجھے شدید حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے اتنا خوبصورت اندازِ بیان بھی اپنا سکتا ہے۔ میں نے تو اسے ہمیشہ اکھڑ انسان کے روپ میں دیکھا تھا جو سیدھے سادے انداز میں اپنا مدعا بیان کر دیتا تھا۔

”میں تمہاری کھال کھنچوا کے اس میں بھس بھروا دوں گا۔“ کرنل وحدت نے کہا۔ اس کا غصہ دیوانگی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

”تم سے پہلے بھی ہزاروں لوگوں نے اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہوگا۔“ اولیور ہاورڈ نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔ ”اگر تم بھی یہی کرو گے تو کوئی کمال نہیں کرو گے۔“

کرنل وحدت نے کھانے کی میز پر نصب ایک بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ”میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ زبان چلانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔“ اس نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اولیور ہاورڈ پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پہلے کی طرح پرسکون انداز میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

ابھی کرنل وحدت کو بٹن پر انگلی رکھے آدھا منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ دروازہ کھلا اور دو مسلح فوجی کمرے میں گھس آئے۔

”اسے تیرہ نمبر میں لے چلو۔“ کرنل وحدت نے اولیور ہاورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان دونوں فوجیوں سے کہا۔

”ایک منٹ، ذرا میری بات بھی سن لو۔“ میں نے تیزی سے کہا۔

کرنل وحدت نے اولیور ہاورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے فوجیوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

”میں تم سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے اولیور ہاورڈ پر نظر ڈال کے کہا۔

”آؤ۔“ کرنل وحدت نے کہا اور کرسی سے اٹھ گیا۔ کمرے سے باہر راہداری میں آ کر وہ رک گیا۔ ”ہاں، کہو کیا بات ہے؟“

”میں تم سے اولیور ہاورڈ کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے، تم اس کی سفارش کرو گے۔“ کرنل وحدت نے برا سا منہ بنایا۔

”ہرگز نہیں۔“ میں جلدی سے بولا۔ ”بلکہ میں خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔ اور اس کی طرف سے تمہیں ہوشیار کرنا چاہتا ہوں۔“

”خطرے کی بو؟“ کرنل وحدت کے نتھنے پھولنے اور پچکنے لگے۔ ”وہ میری قید میں ہے اور یہ ملٹری انٹیلی جنس کی عمارت ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔“

”یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟“ کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔

”جیسے ہی اسے یہ علم ہوا کہ ہم یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اس نے تم سے ایسی گفتگو شروع کر دی جس کے نتیجے میں تم مشتعل ہو سکتے۔“

کرنل وحدت کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ ”لیکن ہماری روانگی کی تاخیر سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟“

”اگر یہ بات مجھے معلوم ہوتی تو پہلے ہی تمہیں بتا چکا ہوتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ اسے توقع ہے کہ یہاں اسے کسی قسم کی مدد مل جائے گی۔“

”مدد مل جائے گی؟“ کرنل وحدت نے الجھے ہوئے

انداز میں میرے الفاظ دہرائے۔

"یہ ممکن ہے کہ اس نے کسی ذریعے سے یہودی ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر لیا ہو اور وہ اس کی مدد کو پہنچنے والے ہوں۔"

"رابطہ قائم کرنا ناممکن ہے۔ وہ ہماری قید میں ہے اور اس کی ایک ایک حرکت پر ہماری نظر ہے۔"

"میں ان سب باتوں کا قطعے دار نہیں ہوں۔" میں نے جھنجلا کے کہا۔ "میں نے تمھیں اپنے خدشات سے آگاہ کر دیا ہے، اب تمھاری مرضی، جو چاہو کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری بات مانے لیتا ہوں لیکن اس کے باوجود ایک الجھن باقی رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم تو اس کے بہت بڑے ہمدرد ہو۔ اس کی رہائی کے خواہاں ہو، پھر تم اس کے خلاف کیوں بول رہے ہو؟"

"تم حد سے زیادہ غلط فہمیوں کا شکار ہو کرنل وحدت! میں اس کا ہمدرد ہرگز نہیں ہوں، البتہ اس کی رہائی کا خواہاں ضرور ہوں لیکن میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ وہ یہودی ایجنٹوں کے ذریعے رہائی پا لے۔ میں تو صرف اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر اسے رہا کرانا چاہتا ہوں۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اسے کس ذریعے سے رہائی ملتی ہے۔"

"فی الحال میں اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ یہودی ایجنٹ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو مجھے بڑا قلق ہوگا۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، یہودیوں کی ناکامیوں پر مجھے روحانی مسرت کا احساس ہوتا ہے۔"

"یہودی ایجنٹوں کا تصور بڑا بعید از امکان ہے لیکن خیر، فی الحال میں اسے چھوڑے دیتا ہوں۔ منزلِ مقصود پر پہنچ کر اس سے نمٹوں گا۔"

"یہ عقل مندی والی بات ہوئی۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں کمرے میں واپس آئے تو اولیو باورڈ بڑے سکون سے کھانے میں مصروف تھا۔ دو فوجی اس کے سر پر مسلط تھے مگر اسے ان کی ذرہ برابر بھی پروا معلوم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم لوگ جاؤ۔" کرنل وحدت نے فوجیوں سے کہا۔ "ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔"

دونوں فوجی سیلوٹ کر کے کمرے سے چلے گئے۔

کھانا ختم ہونے کے بعد کرنل وحدت نے ہمیں باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

عمارت کے احاطے میں ایک بند گاڑی ہماری منتظر تھی۔

کرنل وحدت کے اشارے پر ہم دونوں گاڑی کے عقبی حصے میں بیٹھ گئے۔ میرے اور اولیو باورڈ کے علاوہ وین کے عقبی حصے میں چار مسلح محافظ بھی موجود تھے۔

وین میں بیٹھنے کے تھوڑی ہی دیر بعد وین ہمیں لے کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

"تم انتہائی احمق آدمی ہو اولیو باورڈ!" میں نے غصیلے لہجے میں اولیو باورڈ کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہو گئی؟" اولیو باورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"کرنل وحدت کو غصہ دلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں کوئی غلط بات تو نہیں کر رہا تھا۔ اسے غصہ آ گیا تو میں کیا کروں۔"

"جواب میں اگر وہ تمھاری چٹنی بنا دیتا تو تم کیا کر لیتے؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"مجھ سے زیادہ تمھیں کون جانے گا۔" اولیو باورڈ نے ڈھٹائی سے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کر لو گے۔"

میں اولیو باورڈ کو گھور کر رہ گیا۔ اس سے کچھ کہنا سننا فضول تھا۔ چاروں محافظ بے تعلقانہ انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔

گاڑی کو روانہ ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گاڑی شہر سے باہر نکل چکی ہوگی۔ میں نے کن انکھیوں سے چاروں محافظوں کا جائزہ لیا۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن تھے اور ان کی توجہ ہماری طرف کم ہی تھی۔ شاید ان کے خیال میں اس گاڑی سے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہوگا۔ میں نے خود کو ایکشن کے لیے تیار کیا اور میرے جسم کے عضلات سخت ہونا شروع ہو گئے۔ میں موقع کا منتظر تھا۔

ذرا ہی دیر بعد مجھے مطلوبہ موقع بھی مل گیا۔ وین کو جھٹکا لگا تھا۔ شاید سڑک پر کوئی گڑھا تھا جس کی وجہ سے وین کو دھچکا لگا تھا۔ دھچکا لگنے سے چاروں محافظ اور اولیو باورڈ ادھر ادھر لڑکھڑا گئے مگر میں نے اپنا توازن برقرار رکھا۔ نہ صرف توازن برقرار رکھا بلکہ میرے دونوں بازو دائیں بائیں بیٹھے ہوئے محافظوں کی گردنوں میں حمائل ہوئے اور چشم زدن میں میں نے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی میں نے برق رفتاری سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دونوں محافظوں پر حملہ کر دیا۔ میرے دونوں ہاتھ ان دونوں کی گردنوں پر جم گئے تھے۔ وہ کسمسائے اور انھوں نے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر میری انگلیاں ان کی گردن کی خاص نسوں پر باقاعدہ دباؤ ڈال رہی تھیں، چند سیکنڈ کے بعد...

انداز میں ہوئی بات دہرائی یا نہیں بھی اپنے سر ڈال دیے۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اولیو باورڈ مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اٹھ کر وین کے دروازے تک گیا اور دروازہ کھول دیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ وین اس وقت شہر سے باہر کسی ویران سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے کھیت دکھائی دے رہے تھے۔

"میں چلتی وین سے چھلانگ لگا رہا ہوں۔" میں نے اولیو باورڈ کی طرف مڑ کر کہا۔

"چاہے کچھ ہو جائے گا۔ اگر اتنی رفتار پر چلتی ہوئی وین سے چھلانگ لگا دی۔" اولیو باورڈ نے بوکھلا کر کہا۔ "ہڈی پسلی ایک کا پتا نہیں چلے گا۔"

"ہم وین کی رفتار کم ہونے کا انتظار کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ "جیسے ہی رفتار کم ہوئی، میں چھلانگ لگا دوں گا۔ اس کے بعد تمھارا جی چاہے تو چھلانگ لگانا ورنہ نہیں۔ میں بہرحال یہ موقع ضائع نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے میرے بعد چھلانگ نہ لگائی تو میں اپنے راستے پر چل پڑوں گا۔"

اولیو باورڈ نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ وین سے چھلانگ لگانے کے لیے مجبور تھا۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وین سے چھلانگ لگانے میں وقتی خطرہ تو تھا لیکن اس کے بعد وہ مستقلاً محفوظ ہو جاتا جبکہ وہ لوگ اس سے ذرا بھی رعایت نہ برتتے۔

وین کی رفتار سست ہونے لگی تھی۔ شاید کوئی موڑ قریب آ رہا تھا۔ میں انتظار کرنے لگا۔ پھر جیسے ہی وین موڑ پر گھومنے لگی، میں نے وین سے باہر چھلانگ لگا دی۔ میں نے خاص انداز سے چھلانگ لگائی تھی، اس لیے مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ کئی قلابازیاں کھانے کے بعد میں اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر اس طرف دیکھنے لگا جدھر وین گئی تھی۔ مجھے اولیو باورڈ دکھائی دے گیا۔ اس نے بھی وین سے چھلانگ لگا دی تھی۔ میں دوڑتا ہوا اولیو باورڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔

"اٹھو اولیو باورڈ!" اس کے قریب پہنچ کر میں نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ وہ سڑک پر اوندھے منہ پڑا تھا۔

اولیو باورڈ نے سر اٹھا کر چھائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "مجھے شاید چوٹ آ گئی ہے۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"اٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں کسی بھی وقت کوئی گاڑی آ سکتی ہے۔ ہم مشکوک حالت میں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔"

اولیو باورڈ میرا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ میری نظر سڑک پر جھکی رہی تھیں مگر خیریت ہوئی کہ اس وقت کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزری۔ اولیو باورڈ نے چلنے کی کوشش کی تو مجھے اس کی چال میں خفیف سی لنگڑاہٹ محسوس ہوئی۔ "ٹخنے کی ہڈی میں چوٹ لگی ہے۔" اولیو باورڈ کراہا۔

"معمولی چوٹ ہے اولیو باورڈ!" میں نے کہا۔ "کچھ دور چلو گے تو تکلیف میں کمی ہو جائے گی۔"

میں اولیو باورڈ کو سڑک سے نیچے اتار کے گیہوں کے کھیتوں کے درمیان پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا۔ ہم وقتی طور پر تو نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ ان کھیتوں کے درمیان ہمیں ملٹری انٹیلی جنس کا باپ بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ اولیو باورڈ کی چال بھی معمول پر آ گئی تھی۔

"اب ہم کس طرف جائیں گے علی؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"ہماری سب سے پہلی کوشش تو یہ ہوگی کہ ہم سڑک سے جتنی دور ممکن ہو سکے نکل جائیں۔ اس کے بعد حالات دیکھ کر کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

کھیتوں کے درمیان پگڈنڈیوں پر ہم تقریباً ایک گھنٹے تک سڑک کی مخالف سمت میں چلتے رہے۔ اس دوران کئی کسان نظر آئے مگر انھوں نے ہماری جانب کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک قصبے کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔

"پتا نہیں اس قصبے کا نام کیا ہوگا؟" اولیو باورڈ حسبِ عادت بڑبڑایا۔

اس کی بات نے مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ "کیا تمھیں یہاں کسی سے خط و کتابت کرنا ہے؟"

"نن... نہیں لیکن معلومات اچھی چیز ہوتی ہے۔ اگر ہمیں یہ پتا چل جائے تو حرج ہی کیا ہے؟"

"تم عجیب آدمی ہو اولیو باورڈ! بجائے یہاں سے نکلنے کی فکر کرنے کے اس جگہ کا نام معلوم کرنے کے چکر میں ہو۔ جاؤ کسی سے پوچھ لو تاکہ ملٹری انٹیلی جنس والوں کے لیے کوئی سراغ تو رہے۔ انھیں معلوم ہو جائے کہ یہاں دو اجنبی آئے تھے جنھیں اس جگہ کا نام تک معلوم نہیں تھا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں یہ غلطی نہیں کرنا چاہیے۔"

میرا موڈ خراب ہو گیا تھا مگر میں نے اولیو باورڈ سے مزید کچھ نہیں کہا۔ ہم قصبے کی گلیوں سے گزرتے ہوئے قصبے کی مرکزی شاہراہ تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک ہوٹل کے علاوہ چند دکانیں بھی تھیں۔ اور خاصی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ سب

سے زیادہ خوشی مجھے اس بس کو دیکھ کر ہوئی جو ہوٹل کے سامنے کھڑی تھی۔ یہ ہائی وے پر چلنے والی بس تھی اور اس پر کئی شہروں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ یہاں سے کوئی بس بھی مل سکے گی۔ میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔

"کام بن گیا اولیو باورڈ!" میں نے اولیو باورڈ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "اس بس کے ذریعے ہم یہاں سے بہ آسانی نکل جائیں گے۔"

"ہاں لیکن کرایہ ادا کرنے کے لیے رقم تمہارے پاس ہے اور نہ ہی میرے پاس کچھ ہے پھر ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

"تم چل کر بس میں بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے اولیو باورڈ سے کہا اور ایک دکان کی طرف بڑھ گیا۔ رقم کا مسئلہ واقعی بہت سنگین تھا اور فوری طور پر رقم کا بندوبست کرنے کے لیے میں ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنے کے لیے مجبور تھا۔

بس سے اترتے ہوئے مسافر ہوٹل کے باہر چوبی سائبان تلے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے قہوے کی چسکیاں لگا کر تازہ دم ہو رہے تھے۔ ان سے میرا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔ میری نگاہیں کسی ایسے شخص کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں جو میرا مسئلہ حل کر سکتا۔

ذرا ہی دیر بعد مجھے اپنا مطلوبہ شخص نظر آ گیا۔ وہ ایک فربہ اندام شخص تھا جو پیلے رنگ کی ایک مرسڈیز سے اتر کر ایک دکان میں داخل ہو رہا تھا۔ میں نے اس پر نگاہ رکھی۔ دکان میں داخل ہو کر اس نے چند اشیا خریدیں اور ادائیگی کرنے کے لیے جیب سے پرس نکالا۔ اس کا بٹوا ڈالروں سے بھرا ہوا تھا۔ میں بظاہر دکان کے شوکیس میں رکھی اشیا دیکھ رہا تھا مگر میری تمام تر توجہ اس شخص کی طرف تھی۔ رقم ادا کرنے کے بعد اس نے بٹوا جیب میں رکھا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ میں ٹہلتا ہوا دکان کے دروازے کی طرف بڑھا اور عین اس وقت جب وہ دکان کے دروازے سے باہر نکل رہا تھا، میں دکان کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس کے برابر سے گزرتے ہوئے میں نے بڑی صفائی سے اس کی جیب سے اس کا بٹوا اڑا لیا۔۔۔ اس شخص کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ اس کے ساتھ کیا سانحہ گزر گیا ہے۔

دکان میں داخل ہونے کے بعد میں نے دکاندار سے چند ایسی اشیا کے بارے میں دریافت کیا جن کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ دکان میں موجود نہیں ہوں گی۔ دکاندار سے انکار سن کر میں مایوسی کا اظہار کرتا ہوا دکان سے باہر نکل گیا۔

مرسڈیز جا چکی تھی۔ میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا بس میں سوار ہو گیا۔

"تم کیا کرنے گئے تھے؟" اولیو باورڈ نے مجھے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"ایک شناسا چہرہ نظر آ گیا تھا۔" میں نے اولیو باورڈ کے برابر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس سے سلام دعا کرنے رک گیا تھا۔"

"شناسا چہرہ؟" اولیو باورڈ نے چونک کر مجھے گھورا۔ "یہاں تمہیں کون شناسا مل گیا تھا؟"

"ہے ایک پرانا واقف کار۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ "اس نے اس قصبے میں دکان کھول رکھی ہے۔"

"تب تو تمہیں اس سے نہیں ملنا چاہیے تھا۔" اولیو باورڈ نے تشویش سے کہا۔ "اگر یہاں پوچھ گچھ ہوئی تو انھیں پتا چل جائے گا۔"

"وہ مجھے کسی اور حیثیت سے جانتا ہے۔" میں نے اولیو باورڈ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم ٹکٹ کیسے لیں گے۔ رقم کا تو کوئی بندوبست نہیں ہوا ہوگا؟"

"دیکھتے جاؤ۔ ممکن ہے کنڈکٹر سے بھی کوئی جان پہچان نکل آئے۔"

اولیو باورڈ نے مجھے عجیب سی نظروں سے گھورا پھر کوئی سوال کیے بغیر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

چند ہی منٹ بعد سارے مسافر بس میں سوار ہو گئے اور بس روانہ ہو گئی۔ جیسے ہی بس آبادی سے باہر نکلی، میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بٹوے میں سے رقم نکالی اور بٹوا دوسروں کی نگاہ بچا کر بس کی کھڑکی سے باہر اچھال دیا۔ تھوڑی دیر بعد کنڈکٹر ٹکٹ لیے میرے پاس آیا تو میں نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کیا۔ آخری اسٹاپ کے دو ٹکٹ طلب کیے۔ کنڈکٹر نے ٹکٹ کے پیسے کاٹ کر باقی رقم مجھے واپس کر دی۔

"تمہارے پاس رقم کہاں سے آئی؟" کنڈکٹر کے چلے جانے کے بعد اولیو باورڈ نے دھیمی آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"اسی دکاندار سے قرض لی تھی۔" میں نے اس سے کہا۔ "لیکن اب رقم کی واپسی کی فکر دامن گیر ہونے لگی ہے۔"

اولیو باورڈ کی نگاہوں سے بے اعتباری جھلک رہی تھی۔ "تم بتانا نہیں چاہتے۔" اس نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" میں نے کاندھے اچکائے اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ بس سرسبز و شاداب کھیتوں کے درمیان دوڑ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے سلسلے تھے۔ مگر جلد ہی کھیتوں کے یہ سلسلے معدوم ہو گئے اور ان کی جگہ چٹیل میدانوں نے لے لی۔ کھیتوں کے سلسلے ختم ہوتے ہی گرمی اپنی پوری شدت سے حملہ آور ہوئی تھی۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد بس ایک قصبے میں رکی۔ مجھے یقین تھا کہ ہم کرنل وحدت کے آدمیوں کو جل دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

دس منٹ بعد بس دوبارہ روانہ ہو گئی۔ میرے کان مسافروں کی گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔ ان کی باتوں سے مجھے پتا چلا کہ دو گھنٹے بعد بس ایک چھوٹے سے شہر میں رکے گی۔ اس کے بعد تین گھنٹے کا مزید سفر ہوگا اور ہم اس بڑے شہر پہنچ جائیں گے جس کے لیے ہم روانہ ہوئے تھے۔

سفر پرسکون گزر رہا تھا۔ اگلے اسٹاپ پر بس پندرہ منٹ کے قریب رکی اور جب وہاں سے روانہ ہوئی تو سورج غروب ہونے ہی والا تھا۔ وہاں سے روانہ ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد بس مرکزی ہائی وے پر پہنچ گئی۔ ہائی وے پر ٹریفک اچھی خاصی تعداد میں رواں دواں تھا۔

ابھی سفر کے اس آخری مرحلے کو پورا ہونے میں پندرہ بیس منٹ باقی تھے کہ بس کی رفتار سست ہونا شروع ہو گئی۔ قبل از وقت بس کی رفتار سست ہونے پر سارے مسافروں میں بے چینی پھیل گئی۔ لوگ سیٹوں سے کھڑے ہو ہو کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

"شہر آ گیا کیا؟" اولیو باورڈ نے مجھ سے سرگوشی میں پوچھا۔

"باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں ویرانے کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"تو یہ بس کیوں رک رہی ہے؟"

"کسی سے معلوم کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا اور کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھنے لگا لیکن مجھے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آ سکا کہ دور تک گاڑیاں رکی کھڑی ہیں۔

تھوڑی دیر بعد بس رک گئی۔ بس کے دیگر مسافر تجسس اور الجھن کا شکار تھے جبکہ میں تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بس کا اس طرح رکنا خلاف معمول تھا جس کا اندازہ لوگوں کی گفتگو سے بہ آسانی لگایا جا سکتا تھا۔ بس کا ڈرائیور اور کنڈکٹر بھی حیران تھے کہ ٹریفک اس طرح جام کیوں ہو گیا ہے۔ سب سے پہلے کنڈکٹر بس سے اتر کر آگے گیا اور صورت حال کے بعد چند ہی منٹ میں واپس آ گیا۔

اس نے اطلاع دی تھی کہ آگے فوجیوں نے رکاوٹ کھڑی کر کے ہائی وے کو بلاک کر رکھا ہے اور کسی بھی گاڑی کو چیکنگ کے بغیر شہر میں داخل نہیں ہونے دے رہے۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔" میں بڑبڑایا۔

"اب کیا ہوگا؟" اولیو باورڈ نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ورنہ یہ بس تو ہمارے لیے موت کا جال بن جائے گی۔" میں نے آہستہ آواز میں کہا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ "آؤ ذرا نیچے چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ماجرا ہے؟"

بہت سے مسافر بس سے نیچے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے اس لیے کسی نے ہم پر توجہ نہیں دی۔ میں سخت تشویش میں مبتلا تھا۔ کرنل وحدت نے میری توقع سے کہیں بڑھ کر مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تاہم میرے لیے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ اس نے ہماری تلاش کا دائرہ کہاں تک کے کتنے شہروں تک وسیع کر رکھا ہے۔

بس سے اتر کر ہم ٹہلتے ہوئے ایک جانب بڑھے اور کچھ دور جا کر ہم نے سڑک پار کر لی۔ سڑک کے دونوں طرف ویرانہ پھیلا ہوا تھا جہاں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سڑک پر چلنے والی اور رکی ہوئی گاڑیوں کی روشن ہیڈ لائٹس کی وجہ سے سڑک کے قریب و جوار کا کچھ حصہ روشنیوں کی زد میں تھا لیکن اس کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

"تیز چلو اولیو باورڈ۔" میں نے کہا۔ "جس قدر جلد ممکن ہو سکے، سڑک سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا ہے۔"

ہم کوئی آدھے گھنٹے تک سڑک کے مخالف سمت چلتے رہے، تب کہیں جا کر سڑک پر نظر آنے والی ہیڈ لائٹس کی روشنیاں نظروں سے اوجھل ہوئیں۔ وہاں سے ہم شہر جانے والی سمت مڑ گئے۔

"کیا خیال ہے، اب فوجی تو ہم تک نہیں پہنچ سکتے؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے اولیو باورڈ! ممکن ہے شہر میں بھی ہماری

گلاش جاری ہو۔"

"ان لوگوں نے حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مجھے ان سے توقع نہیں تھی کہ یہ اب ہم تک پہنچ سکیں گے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، یہ صرف اور صرف کرنل وحدت کی ذہانت ہے۔ وہ غیر معمولی حد تک ذہین ہے۔"

اولیو ہارڈ کچھ نہیں بولا۔ تاریکی میں ہمارا سفر جاری رہا۔ ہمارے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے میدان میں اگی ہوئی جھاڑیاں نظر نہیں آرہی تھیں اور ان سے بچ کر چلنا بھی ضروری تھا ورنہ شہر میں پہنچتے پہنچتے ہماری آہٹ شروع ہو جاتی۔

ایک گھنٹے کے سست اور تھکا دینے والے سفر کے بعد آبادی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے۔ بہت دور کچھ ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں دکھائی دی تھیں۔

"روشنیاں نظر آرہی ہیں۔" اولیو ہارڈ نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔ "ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

"وہیں دیکھ رہا ہوں اولیو ہارڈ، لیکن آبادی میں پہنچ کر ہمیں بہت سے مزید مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے عقل! پہلے ہم ایک مصیبت سے تو نکلیں۔" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"اس مصیبت میں ہم نسبتاً محفوظ ہیں۔ خدا جانے آگے کتنی مشکلات ہماری منتظر ہوں۔"

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ آبادی تک پہنچنے سے قبل ہی اگلی مصیبت ہمارے سامنے آگئی۔ وہ آوارہ کتوں کا غول تھا جس نے ہمیں دیکھتے ہی بھونکنا شروع کر دیا تھا۔

اولیو ہارڈ نے انھیں بھگانے کے لیے زمین پر سے پتھر اٹھایا۔

"کیا حماقت کر رہے ہو اولیو ہارڈ!" میں نے اولیو ہارڈ کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے دور نکل چلو۔ اس طرف سے ہم آبادی میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ دیکھ نہیں رہے یہ کچی آبادی والا علاقہ ہے۔ کتوں کی آوازیں سن کر لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہمارے لیے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"میں ان کتوں کو تو بھگا دوں تاکہ ہم یہاں سے نکل سکیں ورنہ یہ ہمارا پیچھا کہاں چھوڑیں گے؟"

"اگر تم نے ان پر ایک پتھر بھی پھینکا تو پھر یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے اولیو ہارڈ کو دوسری طرف دھکیلا۔ کتوں نے بھونک بھونک کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ کچی آبادی کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ہمیں ان کے ہیولے بھی نظر آرہے تھے اور باتیں کرنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ہمیں درمیانی فاصلہ کافی تھا اور ہم بہت آہستہ تھے اس لیے وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکے۔ کچھ دیر تک بھونکتے ہوئے ہمارے پیچھے آنے کے بعد کتے ایک ایک کر کے واپس چلے گئے۔

"یہ تو بہت برا ہوا کہ ہم آبادی میں داخل نہیں ہو سکے۔" اولیو ہارڈ بڑبڑایا۔

"ہم غلط سمت میں نکل آئے تھے۔ کچی آبادی والے علاقوں میں عموماً کتوں کی بہتات ہوتی ہے۔ اب کسی مناسب مقام سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کر لیں گے۔"

کافی دیر چلنے کے بعد پکے مکانوں والا علاقہ شروع ہوا۔ ہم محتاط انداز میں چلتے ہوئے آبادی میں داخل ہو گئے۔ یہاں کتے نہیں تھے۔ سڑکوں پر بھی سناٹا تھا۔

"یہ شہر بھی ہمارے لیے اجنبی ہے۔ ہم کہاں جائیں گے؟" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"میں تو تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ آبادی میں پہنچ کر ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا اور اچانک اولیو ہارڈ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا۔

"کیا ہوا؟ کیا بات ہو گئی؟" اولیو ہارڈ گھبرا گیا۔

"شش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور جھانک کر دیکھنے لگا۔

"کچھ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟" اولیو ہارڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"سڑک پر دو افراد موجود ہیں۔" میں نے اولیو ہارڈ کو بتایا۔

"دو افراد ہیں تو کیا ہوا؟" اولیو ہارڈ بولا۔ "کیا فوجی ہیں؟"

"نہیں، وہ سادہ لباس میں ہیں۔"

"تو اس طرح چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ شہر ہے ویرانہ تو نہیں ہے۔ یہاں لوگ تو ہوں گے۔"

"ان لوگوں کا انداز کچھ پراسرار سا ہے۔" میں نے کہا۔ "یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ یہاں کی نگرانی کر رہے ہوں۔"

"اوہ... لیکن تم نے انھیں دیکھا کیسے؟ میری نظر تو ان پر نہیں پڑ سکی تھی۔"

"بس اضطراری طور پر مجھ سے یہ حرکت سرزد ہو گئی تھی۔ میری نگاہ اس وقت چوراہے کی طرف ہی تھی۔ چوراہے پر نصب کسی بلب کی روشنی کی وجہ سے مجھے ان کے سائے نظر آگئے اور میں اضطراری طور پر تمھیں اس گلی میں کھینچ لایا۔"

"تو کیا وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکے؟" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"اگر ان کی نگاہ ہم پر پڑ گئی ہوتی تو ہم یوں سکون سے بلاخطر کھڑے ہوتے۔"

"تو کیا وہ لوگ اب بھی چوراہے پر موجود ہیں؟"

"نہیں، وہ ٹہلتے ہوئے دوسری سمت نکل گئے ہیں۔"

"تو اب یہاں کھڑے رہنے کا کیا جواز ہے؟ آؤ نکل چلیں۔"

"ہم اس طرف سے نکلے تو لازمی طور پر دھر لیے جائیں گے۔ وہ لوگ ابھی یہیں کہیں ہوں گے۔"

"اسی طرف سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے ہم سے الجھنے کی کوشش کی تو وہ دو ہی تو ہیں۔ ہم ان سے بہ آسانی نمٹ سکیں گے۔"

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو وہ دونوں تنہا نہیں ہوں گے۔ اطراف میں ان کے بہت سے ساتھی بکھرے ہوئے ہوں گے۔"

"ممکن ہے یہ محض تمھارا وہم ہو۔ کیا ضروری ہے کہ وہ لوگ ہماری ہی تلاش میں ہوں!"

"انھیں ہماری ہی تلاش ہے اولیو ہارڈ۔ کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کرنل وحدت مجھے ان لوگوں میں سے محسوس ہوتا ہے جو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جانے والی فطرت کے مالک ہوتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ پھر اب ہم کیا کریں گے؟"

"ہر قدم بہت پھونک پھونک کر اٹھانا ہو گا۔ اس وقت ہم ایک تنگ سی گلی میں ہیں۔ اس گلی کے دوسرے سرے سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

تنگ سی گلی کی تاریکی میں میں اور اولیو ہارڈ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چلتے رہے۔ اس علاقے کے لوگ جلدی سو جانے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ مکانات میں اندھیرا تھا۔ کوئی اکا دکا کھڑکی البتہ روشن نظر آجاتی تھی۔

گلی کے اختتام پر رک کر میں نے ذرا سا سر باہر نکال کر جھانکا۔ سائیڈ اسٹریٹ سکوت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سڑک پر سے اکا دکا کاریں گزرتی نظر آئیں۔ اولیو ہارڈ بھی میرے برابر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے بھی جھانک کر چوراہے کی جانب دیکھا۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ محض تمھارا وہم تھا۔" اولیو ہارڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "دیکھو یہاں کوئی نہیں ہے۔"

ابھی میں اولیو بارڈ کو جواب دینے ہی والا تھا کہ میں نے سڑک پر ایک فوجی ٹرک رکتے ہوئے دیکھا۔ کسی طرف سے دو افراد تیزی سے ٹرک کے قریب آئے اور انھوں نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔۔۔ ٹرک کے اگلے حصے میں غالباً کوئی افسر سوار تھا۔ جو درمیانی فاصلے اور کم روشنی کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس آفیسر نے ان دونوں افراد سے کچھ پوچھا تھا جس کے جواب میں ان دونوں نے نفی میں سر ہلائے تھے۔ اس کے بعد فوجی ٹرک روانہ ہو گیا اور وہ دونوں افراد ٹہلتے ہوئے ایک بار پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے اولیو بارڈ!" میں نے اولیو بارڈ کی طرف پلٹتے ہوئے پوچھا۔

"یہ دونوں افراد سادہ لباس میں ضرور ہیں مگر ان کی چال سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ فوجی ہیں۔" اولیو بارڈ نے کہا۔

"پچھلے چوک پر مجھے نظر آنے والے دونوں افراد بھی سادہ لباس میں ملبوس تھے اور وہ بھی فوجی ہی تھے۔"

"تو کیا یہ وہ لوگ نہیں تھے؟" اولیو بارڈ نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں اولیو بارڈ صاحب!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس بار معاملہ بہت مختلف ہے۔ ہمیں بہت بُری طرح سے اور بڑے منظم طریقے سے گھیر لیا گیا ہے۔ خدا جانے کرنل وحدت نے ہمیں گھیرنے کے لیے کتنی نفری داؤ پر لگائی ہے لیکن میرے خیال میں یہ پورا علاقہ گھیرے میں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔" اولیو بارڈ بولا۔ "کسی غریب ملک کی انٹیلی جنس کی یہ کارکردگی ناقابل یقین ہے۔"

"بااصلاحیت لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اولیو بارڈ! جس کارکردگی کا مظاہرہ کرنل وحدت نے کیا ہے اس پر مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔"

"یہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی کچھ سوچو علی!" اولیو بارڈ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"اس کے لیے سوچنے سے زیادہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ تاہم گلیوں میں چھپتے ہوئے ممکن ہے ہم ان کے گھیرے سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

یکے بعد دیگرے میں اور اولیو بارڈ اس علاقے کی تنگ گلیوں میں بھٹکتے رہے۔ ہر چوک پر سادہ لباس میں فوجی موجود تھے۔ میری طبیعت صاف ہو گئی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان لوگوں کی تیز نگاہوں سے بچ کر نکلنا ناممکن ہے۔ اولیو بارڈ پر اس صورت حال سے مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔

آخر ایک مقام پر ہمیں امید کی تھوڑی سی کرن نظر آئی۔ وہ اس علاقے کا بازار تھا۔ رات کے وقت بازار تو بند تھا البتہ ایک ہوٹل اور اس کے باہر مشروبات کی چند دکانیں کھلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ابھی تک ہمیں ہر جگہ سنسان ملی تھی مگر وہاں خاصی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔

"بس ہم یہیں سے نکل چلتے ہیں۔" اولیو بارڈ نے کہا۔ "یہاں کوئی نگرانی کرنے والا بھی نظر نہیں آ رہا۔"

"نگرانی کرنے والے ضرور ہوں گے اولیو بارڈ! یہ اور بات ہے کہ یہاں انھیں شناخت کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ اس خیال میں مت رہنا کہ اس راستے سے ہم آسانی سے نکل سکیں گے۔"

"اگر ہم یہاں سے ٹہلتے ہوئے نکل چلیں تو کون ہماری طرف توجہ بھی نہیں دے گا۔"

"نہیں، ہر صورت میں نگرانی کرنے والوں کی نگاہوں سے بچ کر نکلنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اگر انھوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو پہچانیں گے کیسے؟"

"کرنل وحدت نے اس کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست تو ضرور کیا ہو گا۔ اس نے کسی توقع پہ ہی اتنی بڑی تعداد میں لوگ ہماری تلاش پر مامور کیے ہیں۔"

"تو کیا ہم انھی گلیوں میں قید ہو کر رہ جائیں گے؟" اولیو بارڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ ضروری نہیں کہ اس پر عمل کر کے ہم یہاں سے بخیریت نکل ہی جائیں، لیکن اس میں کامیابی کا کچھ امکان ضرور ہے۔" میں نے جھک کر زمین سے ایک پتھر اٹھا لیا۔ اس پتھر کا وزن ایک پاؤ کے قریب تو ضرور رہا ہو گا۔ "ہم اس اسٹریٹ کے کونے تک چلیں گے۔ وہاں سے میں کسی دکان کے شیشے کو پتھر کا نشانہ بناؤں گا۔ اچانک شیشہ ٹوٹنے پر جو افراتفری پھیلے گی اس کے دوران ہم سڑک پار کر کے دوسری طرف نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس طریقے میں کامیابی کا امکان سو فیصد تو نہیں ہے لیکن اسے آزمانے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

ہم اسٹریٹ کے کونے پر ایک گوشے میں جا کر ٹھہر گئے۔ اس جگہ نیم تاریکی تھی اور ہم پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہاں سے قریب ترین دکان بھی کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تو ضرور ہو گی۔

"میں پتھر پھینکنے جا رہا ہوں اولیو بارڈ!" میں نے پتھر تولتے ہوئے کہا۔ "ذرا ہوش و حواس برقرار رکھنا۔ ہمارا رد عمل لوگوں کے رد عمل کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے پتھر پھینکے جانے کی سمت کا اندازہ کر لیا اور ان کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی تو ہم واپس گلیوں میں گھس جائیں گے اور اگر انھیں سمت کا اندازہ نہ ہو سکا اور ان میں افراتفری پھیل گئی تو ہم بھی انھی میں جا ملیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" اولیو بارڈ نے بے صبری سے کہا۔ "تم جلدی سے پتھر پھینکو۔"

میں نے نشانہ لیا اور پوری قوت سے پتھر پھینک دیا۔ پچاس گز کے فاصلے پر واقع دکان کا شیشہ ایک زوردار چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز سن کر لوگ چونکے اور پھر دکان کی طرف دوڑ پڑے۔ خوش قسمتی سے کسی کو بھی فوری طور پر اندازہ نہیں ہو سکا کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ ہر ایک کی توجہ دکان کی طرف تھی اور سب لوگ دکان والے سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا؟ دکان کا شیشہ کیسے ٹوٹ گیا؟ دکان والے بےچارے کو کچھ علم ہوتا تو کسی کو کچھ بتاتا۔ وہ تو خود اس اچانک افتاد پر حیران و پریشان تھا۔

اس سے بہتر موقع ہمیں پھر نہیں مل سکتا تھا۔ میں نے اولیو بارڈ کا ہاتھ پکڑا اور ہم تیز تیز قدموں سے دکان کی طرف بڑھنے لگے۔ کسی نے نگاہ اٹھا کر ہماری طرف نہیں دیکھا۔ ابھی ہم دکان تک پہنچ بھی نہیں پائے تھے کہ میری توجہ ایک زوردار چرچراہٹ نے مبذول کرا لی۔ سڑک پر گزرتی ہوئی ایک کار رکی اور اس میں موجود آدمی کار سے اتر کر دکان کے سامنے جمع ہو جانے والے ہجوم کی طرف بڑھا۔ کار میں کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔ کار سے اترنے والے شخص نے نہ صرف چابیاں کار ہی میں چھوڑ دی تھیں بلکہ اس نے کار کا انجن تک بند کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے قدرت نے اس شخص کو خاص طور پر میری مدد کرنے کے لیے وہاں بھیجا ہے۔

"کار کی طرف اولیو بارڈ!" میں نے اولیو بارڈ کا ہاتھ دبا کر کہا۔

اولیو بارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاید اس نے بھی اس شخص کی بے پروایانہ حرکت دیکھ لی تھی۔

ہم دونوں بڑی تیزی سے کار تک پہنچے۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ اولیو بارڈ برابر والی نشست پر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر میں نے کار کو گیئر میں ڈال دیا۔ عین اسی وقت کار والے کی نگاہ کار پر پڑی۔ اس کی آنکھوں میں ناقابل بیان حیرت کے تاثرات ابھرے۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوئے ہونٹ وا ہوئے اور اس کے منہ سے بلند آہنگ چیخ کی آواز نکلی۔ وہ بلند آہنگ چیخ بے معنی نہیں بامعنی تھی۔ میں نے خود اپنے کانوں سے اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سنے۔ وہ چیخ رہا تھا: "میری کار... میری کار..."

کچھ لوگ اس کی آواز سن کر کار کی طرف مڑے۔ وہ شخص خود بھی کار کی طرف جھپٹا مگر ان سب کو بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نے کار آگے بڑھا دی تھی مگر اب بھی میری توجہ سڑک سے زیادہ عقب نما آئینے پر مرکوز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دور ہوتے ہوئے ہجوم میں بھی میں نے اس شخص کو دیکھ لیا جس نے اپنی جیب سے ایک سیاہ رنگ کی چیز برآمد کی تھی۔ عام حالات میں شاید اتنے فاصلے سے میں اس سیاہ رنگ کی چیز کو شناخت نہ کر پاتا لیکن اس وقت میں جن حالات سے دوچار تھا اس کے پیش نظر اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ وہ سیاہ رنگ کی چیز چھوٹا ٹرانسمیٹر تھا جس پر وہ شخص کسی کو ہمارے فرار کے متعلق اطلاع فراہم کر رہا تھا۔

"چلو یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔" اولیو بارڈ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"ہم نے اپنے طور پر مرحلہ طے کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب مرحلہ ہمیں طے کرنے کی کوشش کرے گا۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" اولیو بارڈ نے چونک کر پوچھا۔

"وہاں ہمارے نگراں موجود تھے اور اب تک ہمارے متعلق ہیڈ کوارٹر کو اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا تھا۔ ایک شخص نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔" اولیو بارڈ بولا۔

"نہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم پہلے سے زیادہ

خطرے میں پا کر میں نے کار کی رفتار مزید بڑھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کرنل وحدت تو ہمارے لیے مستقل مصیبت بن گیا ہے۔"

"سچی بات تو یہ ہے اولیو ہاورڈ کہ بڑے عرصے بعد مجھے کام کرنے کا لطف آ رہا ہے۔ کرنل وحدت جس عہدے پر ہے اس نے خود کو اس عہدے کا اہل ثابت کر کے دکھایا ہے۔"

"سنبھال کر علی!" دفعتاً اولیو ہاورڈ چیخا۔ "اس اسپیڈ پر اوورٹیک مت کرو۔"

"پرواہ مت کرو اولیو ہاورڈ!" میں نے سامنے سے آنے والی گاڑی سے کار کو بچاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تو گاڑی صرف ایک سو چالیس کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے چل رہی ہے۔ اگر یہ رفتار دو سو چالیس کلومیٹر ہو تب بھی مجھے اسٹیئرنگ پر پورا کنٹرول رہے گا۔"

اولیو ہاورڈ دم سادھ کے بیٹھ گیا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اسپیڈو میٹر کی طرف ہی دیکھ لیتا جہاں رفتار بتانے والی سوئی ایک سو چالیس کے ہندسے پر لرز رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر رکھ لیے تھے۔

"کچھ بولو اولیو ہاورڈ!" میں نے ہنس کے کہا۔ "تم تو بہت زندہ دل مشہور ہو۔"

"کاش میں فیول تو چیک کر لیا ہوتا۔ کہیں عین موقع پر دغا نہ دے جائے۔"

"بڑی دیر میں خیال آیا۔" میں نے بریک پیڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے ایک موڑ کاٹا۔ اتنی رفتار سے موڑنے جانے کے باعث کار کے پہیوں کے چرچرانے کی آوازیں ایک فرلانگ تک تو ضرور گئی ہوں گی۔ "میں نے پہلے ہی چیک کر لیا تھا۔ وہ ستم ظریف شاید ابھی ابھی پٹرول ڈلوا کر آیا تھا۔" میں نے کہا۔

"تم جا کہاں رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے دوبارہ کار موڑتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"جب کوئی منزل ہی نہیں ہے تو کہیں بھی چلے جائیں گے۔" میں نے کار کی رفتار کم کر دی تھی اور ہر نظر آنے والے موڑ پر کار بھی موڑ دیتا تھا۔

"ابھی تک ہماری تلاش شروع نہیں ہوئی؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔

"اب تک دو فوجی ٹرک اپنے تعاقب سے جھٹکا چکا ہوں" میں نے کہا۔

"نہیں؟" اولیو ہاورڈ حیران رہ گیا۔ "مجھے تو پتا بھی نہیں چلا۔"

"کیسے پتا چل سکتا تھا اولیو ہاورڈ! کہاں وہ میکینکل فوجی ٹرک اور کہاں یہ شیطان صفت رفتار کار۔" میں نے کہا۔ "دونوں ٹرک پورے ایک منٹ بھی تعاقب جاری نہیں رکھ سکے۔ اب وہ بے چارے میری تلاش میں ٹکریں مارتے پھر رہے ہوں گے۔"

"کیا انہوں نے دوسروں کو مطلع نہیں کر دیا ہوگا؟"

"بالکل کر دیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے اب ہمیں اس کار سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔"

"ابھی نہیں اولیو ہاورڈ! اتنے عرصے بعد تو ڈرائیونگ کرنے کو ملی ہے۔ ذرا دل تو بھر جانے دو۔"

"تم دل بھرنے کی بات کر رہے ہو اور مجھے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔"

"میں بھی سن رہا ہوں۔ پولیس کی سائرن کاریں بھی ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہیں۔"

"وہ دیکھو!" اولیو ہاورڈ نے بوکھلا کر سامنے اشارہ کیا۔ ایک پولیس کار سائرن بجاتی ہماری جانب آ رہی تھی۔ کار کے اوپر لگا ہوا لائٹ گردش کر رہا تھا جس سے تیز زرد روشنی خارج ہو رہی تھی۔

"میں دیکھ رہا ہوں اولیو ہاورڈ!" میں نے پرسکون انداز میں کہا اور کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ چند لمحے بعد دونوں کاریں زناٹے کے ساتھ ایک دوسرے کے برابر سے گزریں۔ سامنے سے آنے والی پولیس کار میں بیٹھے ہوئے پولیس والوں نے ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ہماری کار ہی ان کی مطلوبہ کار ہے۔ ہماری کار کی ہیڈ لائٹس کے باعث چہروں سے ان کے لیے ہماری کار کو پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ میں نے عقب نما میں پولیس کار کی سرخ بریک لائٹس روشن ہوتے ہوئے دیکھیں۔ وہ پلٹ کر ہمارے تعاقب میں آنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

"ہوشیار علی!" اولیو ہاورڈ چیخا۔ "وہ ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔" اولیو ہاورڈ پلٹ کر پولیس کار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے" میں نے بے نیازی سے کہا اور ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ مزید بڑھا دیا۔ رفتار پیما کی سوئی نے ایک سو اسّی کا ہندسہ کراس کر لیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اور سڑکیں سنسان پڑی تھیں ورنہ شاید اتنی تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ کار چکنی ہموار سڑک پر گویا پرواز کرنے کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اولیو ہاورڈ کی حالت دگرگوں تھی۔

"وہ لوگ دوسری پولیس کاروں کو مطلع کر چکے ہوں گے اور ذرا سی دیر بعد ہم ان کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔" اولیو ہاورڈ نے جھنجھلا کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس کار سے نجات کیوں حاصل نہیں کر لیتے۔"

"تم سمجھ بھی نہیں سکتے اولیو ہاورڈ!" میں نے جواب دیا۔ "جان ہوورڈ کی وجہ سے ہمیں کئی گھنٹے خواری کرنا پڑی ہے۔ انہیں سبق دیے بغیر مجھے سکون میسر نہیں آئے گا۔ کرنل وحدت کو بھی تو پتا چلنا چاہیے کہ اس کا پالا کس شخصیت سے پڑا ہے۔"

پولیس کار کی روشن ہیڈ لائٹس عقب نما میں کافی فاصلے پر نظر آ رہی تھیں مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ درمیانی فاصلہ بتدریج کم ہو رہا ہے۔

"اس وقت دو منظم قوتیں فوج اور پولیس ہمارے مقابل ہیں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "تم تنہا ان دونوں کا کب تک مقابلہ کر سکو گے۔ بالآخر کار تم ان کے نرغے میں پھنس جاؤ گے۔ لہٰذا جو موقع مل رہا ہے اسے غنیمت سمجھو اور کار سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کر لو۔"

"جب تک اس کار میں پٹرول ہے میں ان کے نرغے میں نہیں پھنسوں گا۔" میں نے کار اچانک دائیں جانب والی ایک سڑک پر موڑ دی۔ اتنی رفتار پر اچانک موڑنے جانے کے باعث کار دو پہیوں پر آ گئی۔ اولیو ہاورڈ کے منہ سے اضطراری طور پر چیخ نکل گئی مگر میں نے بھرپور مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کار کو الٹنے سے بچا لیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو علی!" اولیو ہاورڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔

اولیو ہاورڈ کی بات کا جواب دیے بغیر میں نے کار بائیں جانب نظر آنے والی سڑک پر موڑ دی۔ کار ایک بار پھر دو پہیوں پر آ گئی تھی مگر اس بار بھی میری مہارت کار کے الٹنے کی راہ میں حائل ہو گئی۔ جس سڑک پر ہم اس وقت سفر کر رہے تھے وہ شاہراہ نہیں تھی مگر میں نے کار کی رفتار کم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔

میں نے اگلے موڑ پر کار پھر بائیں جانب موڑ دی اور تھوڑی دیر بعد میں کار کو دوبارہ اسی شاہراہ پر اگلے کے لیے جا رہا تھا جس پہ تھوڑی دیر پہلے پولیس کار ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔

"وہ دیکھو!" دفعتاً اولیو ہاورڈ نے ہیجانی انداز میں سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھ رہا ہوں" میں نے کہا اور کار کی رفتار کم کر دی۔

"یہ کیا غضب کر رہے ہو!" اولیو ہاورڈ تلملا کر چیخا۔

"رفتار بڑھاؤ۔ تین پولیس کاریں ہماری طرف آ رہی ہیں۔"

"حواس میں رہو اولیو ہاورڈ!" میں نے ناگواری سے کہا۔ "وہ ہماری طرف نہیں آ رہے۔ مخالف ٹریک پر ہماری مخالف سمت میں سفر کر رہے ہیں۔"

"ہمارے قریب ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے وہ ہمیں دیکھ نہیں لیں گے؟"

"ہرگز نہیں دیکھیں گے۔" میں نے بڑے یقین سے کہا۔

"تم ضرور اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے۔" اولیو ہاورڈ بڑے دردناک انداز میں کراہا۔

مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے کار کی رفتار مزید کم کر دی۔

"رفتار بڑھاؤ یا کار کو کسی سڑک پر موڑ دو۔" اولیو ہاورڈ دانت پیس کر بولا۔

میں نے نہ تو اس کی بات کا جواب دیا اور نہ ہی اس کے دونوں مشوروں میں سے کسی پر عمل کیا۔ چند ہی لمحوں بعد تینوں پولیس کاریں سائرن بجاتی ہماری کار کے برابر سے گزرتی چلی گئیں۔ اولیو ہاورڈ نے شاید اپنی سانس تک روک لی تھی۔ کاریں ہمارے برابر سے گزر گئیں تو اولیو ہاورڈ پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔ "اگر تم ان کے رکنے کے منتظر ہو تو تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"لیکن انہیں پلٹ کر ہمارے تعاقب میں آنا چاہیے تھا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"ضرور آنا چاہیے تھا لیکن اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ ہماری کار کو دیکھ لیتے۔"

"وہ ہمارے برابر سے گزرے ہیں اور وہ ہماری کار کی تلاش میں گھوم رہے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے کار کو نہ دیکھا ہو؟"

"اس وقت صورت حال ذرا سی مختلف ہو گئی ہے اولیو ہاورڈ! پچھلی پولیس کار سے انہیں اطلاع ملی ہوگی کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس پولیس کار نے انہیں یہ بھی بتایا ہوگا کہ ہم کون سے علاقے میں داخل ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب یہ لوگ ہمیں اسی علاقے میں تلاش کریں گے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ہم واپس اسی سڑک پر آ چکے ہوں گے۔ لہٰذا اگر انہوں نے کار دیکھی بھی ہوگی تب بھی یہی سمجھا ہوگا کہ یہ کوئی اور کار ہے۔ آخر اس شہر میں یہ اپنی نوعیت کی اکلوتی کار تو نہیں ہوگی۔"

"او ہو! کیا اسی لیے تم نے پولیس کاریں دیکھ کر کار کی رفتار

سمت کر دی تھی؟"

"ہاں تیز رفتاری انھیں شش و پنج میں مبتلا کر سکتی تھی جبکہ عام رفتار سے سفر کرتی ہوئی کار پر وہ نظر بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"گویا اب ہم محفوظ ہو گئے؟"

"ہرگز نہیں، یہ صرف وقتی بات ہے۔ اب تک انھیں پتا چل چکا ہوگا کہ ہم انھیں ڈاج دے کر نکل گئے ہیں، لہٰذا اس وقت ہر پولیس کار دوبارہ ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہوگی۔" میں نے کہا اور پھر میں نے اچانک چونک کر بریک لگا دیے۔ پہیوں کی زوردار آواز کے ساتھ کار کے ٹائر سڑک پر بری طرح پھسلے تھے اور کار کا رخ تبدیل ہو گیا تھا۔ اولیو باوڈ اس طرح اچانک بریک لگائے جانے کے باعث اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کا سر بہت بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا۔

"کیا مصیبت آگئی؟" اولیو باوڈ نے جھنجھلا کر کہا۔

میں نے بریک لگانے کے فوراً بعد ایکسیلیٹر پر پیر رکھ دیا تھا۔ فل بریک لگنے کے باعث کار گھوم گئی تھی اور اس کا رخ اسی طرف ہو گیا تھا جدھر سے ہم آ رہے تھے۔

"ادھر سامنے راستے والوں نے سڑک پر ٹرک کھڑے کر کے سڑک بلاک کر دی تھی۔ تم ناراض ہوتے ہو تو واپس چلے جاتے ہیں؟"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" اولیو باوڈ حیرت سے بولا۔ "مگر میں نے تو انھیں نہیں دیکھا۔"

"میں نے انھیں بہت دور سے دیکھ لیا تھا۔ بس یہ سمجھو اس وقت ہم بال بال بچے ہیں۔"

"تم یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہو علی! میری مانو تو کار سے پیچھا چھڑا لو ورنہ ہم بے تکے طریقے سے بھی پھنس سکتے ہیں۔"

"یہی تو میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے کیسے گھیریں گے۔" میں نے کہا۔

"تو کم از کم کار کسی ذیلی سڑک پر ہی موڑ لو۔ اس سڑک پر تو ہمارے لیے خطرات ہی خطرات ہیں۔"

"میں جانتا ہوں اولیو باوڈ کہ ہمارے لیے کہاں کتنے خطرات ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس وقت اس شاہراہ پر ہم خطرے میں ہیں؟ اس وقت یہ شہر ہمارے لیے خطرات کا شہر بنا ہوا ہے۔ ہم کہیں بھی چلے جائیں ہمارے لیے شدید خطرات موجود ہوں گے۔" میں نے کہا۔ میرے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر جمے تھے اور نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں۔ میں مکمل توجہ کے ساتھ ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ کار اپنی رفتار پر سفر کر رہی تھی، اس رفتار پر ذرا سی بے پروائی بھی کسی خطرناک حادثے کا باعث بن سکتی تھی۔

وقتاً مجھے بہت دور سڑک پر دو پولیس کاروں کی زرد گھومتی ہوئی لال بتیاں دکھائی دیں۔ میں نے خود کو کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا۔ دونوں کاریں سڑک پر ترچھی کر کے اس طرح کھڑی کی گئی تھیں کہ انھوں نے سڑک کی پوری چوڑائی گھیر لی تھی۔ میرا پیر ایکسیلیٹر سے ہٹ کر بریک پیڈل پر پہنچ گیا۔ رات کے سناٹے میں ٹائروں کی صدائے احتجاج بہت دور تک گونج گئی تو کار سڑک پر سلپ ہوئی اور رکتے رکتے اس کا رخ پلٹ چکا تھا۔ پولیس کاریں اب ہماری عقبی جانب تھیں اور درمیان میں فاصلہ بھی بہت تھا۔ میں نے دوبارہ ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ میں عقب نما میں پولیس کاروں کو تیزی سے اپنی کار سے دور ہوتے دیکھ رہا تھا۔

"وہ ہمارے پیچھے ضرور آئیں گے۔" اولیو باوڈ نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"تو تم کسی اور سڑک پر کیوں نہیں نکل جاتے؟" اولیو باوڈ نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس سڑک سے کچھ محبت سی ہو گئی ہے۔ دیکھو تو یہ کیسی سنسان پڑی تھی اب اسے بارونق بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے عقب نما میں دیکھا۔ دونوں پولیس کاریں ہمارے تعاقب میں چل پڑی تھیں۔

"دیکھو آگے سڑک پھر بلاک ہے۔" اولیو باوڈ چیخا۔

"اوہ تو یہ لوگ اب ہمیں اس طرح گھیر رہے ہیں۔" میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ وہاں پولیس کاریں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی تھیں اور ان کے درمیان سڑک کے وسط میں تقریباً پانچ فٹ جگہ خالی پڑی تھی۔ اتنی جگہ ہرگز نہیں تھی کہ اس میں سے کوئی کار گزر سکے۔ کاروں کے پاس سڑک پر مسلح پولیس والے موجود تھے۔

"بریک لگاؤ۔" اولیو باوڈ چیخا۔ "ورنہ تصادم ہو جائے گا۔"

میں ہونٹ بھینچے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ سڑک تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگ رہی تھی اور درمیانی فاصلہ تیزی سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ سڑک پر موجود شرطوں کے ہاتھوں میں گنیں موجود تھیں اور انھوں نے اپنے پستول اس انداز میں سیدھے کر رکھے تھے جیسے اگر ہم نے کار نہ روکی تو وہ ہم پر فائر

کر دیں گے۔

کار کسی تیز رفتار راکٹ کی طرح ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شرطوں کے چہروں پر بے یقینی کے سائے لہراتے نظر آئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ اپنی دانست میں تو انھوں نے ہمیں روکنے کا یقینی انتظام کر رکھا تھا۔

انھیں بروقت ہوش آگیا اور شرطوں کار موت کے فرشتے کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گئی تھی۔ ہم پر فائر کرنے کے لیے تیار کھڑے شرطوں کو خود اپنی جانیں بچانے کے لیے بڑی بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر چھلانگیں لگانا پڑ گئیں۔ ان کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی مگر مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ میں ان کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو سکتا۔ اولیو باوڈ کی جان الٹی سانسوں پر اٹکی ہوئی تھی اور وہ دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر جمائے اپنی سلامتی کی خیر منانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

میں نے کار نہیں روکی اور پولیس کار سے میری کار کا تصادم اس وقت ہوا جب میری کار کی رفتار ایک سو پچاس کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ سڑک پر زوردار دھماکے کی گونج سنائی دی۔ دونوں پولیس کاریں اچھل کر سڑک سے نیچے جا گری تھیں۔ میں نے اپنی کار کو بڑی خوبصورتی سے بچا لیا تھا۔

"تم پر جنون سوار ہے علی۔" اولیو باوڈ خوف زدہ سے انداز میں بولا۔

"یقین کرو میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"دیوانگی سے بھرپور حرکتیں کر کے بھی تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بالکل ٹھیک ہو؟"

"اب تک میں نے ایک بھی غیر ضروری حرکت نہیں کی ہے۔" میں نے کار کو تیزی سے ایک ذیلی سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔

"تم پولیس کاروں کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔" اولیو باوڈ نے کہا۔

"یہ بہت عمدہ کار ہے۔ دو پولیس کاروں کو ناکارہ کرنے کے باوجود اس کی کارکردگی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ میں پولیس والوں کو کہاں ملوں گا۔"

"اگر تم چاہتے تو ہم بڑی خاموشی سے اس کار سے چھٹکارا حاصل کر کے شہر میں کہیں بھی روپوش ہو سکتے تھے۔ فوج اور پولیس والے ہمیں ڈھونڈتے ہی رہ جاتے۔"

"یہ تمھاری خام خیالی ہے اولیو باوڈ۔ اور مجھے حیرت ہے کہ اب بھی یہی بات کہہ رہے ہو۔ اب تو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہمیں کس پیمانے پر گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"تم نہیں ماننا چاہتے تو مت مانو۔" اولیو باوڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن اس حقیقت کو کیسے جھٹلاؤ گے کہ دو پولیس کاریں اب بھی ہمارے تعاقب میں ہیں۔"

میں ہر موڑ پر کار موڑ لیتا تھا مگر سائرن بجاتی ہوئی دونوں پولیس کاریں کسی صورت پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔ آخر میں نے کار ایک شاہراہ پر نکال لی۔

"کیا خیال ہے اولیو باوڈ، اس وقت تک آدھا شہر تو یقیناً جاگ چکا ہوگا؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اگر تمھاری یہی حرکات جاری رہیں تو کچھ دیر بعد پورا شہر جاگ چکا ہوگا یا ہم سیدھے جیل چلے گئے۔" اولیو باوڈ نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

"انگلینڈ مت جاؤ اولیو باوڈ! دراصل مجھے اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ کار سے نجات حاصل کر سکتا۔"

"شروع میں تمھارے پاس اتنا موقع تھا کہ تم کار سے بہ آسانی چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔" اولیو باوڈ نے ٹوک کر کہا۔

"تمھاری عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے اولیو باوڈ!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم دیکھ چکے ہو کہ پورے شہر کی ناکا بندی کس طرح کی گئی ہے۔ ہم جس علاقے میں بھی کار چھوڑتے وہ علاقہ فوراً گھیرے میں لے لیا جاتا۔ ہماری چھوڑی ہوئی کار زیادہ دیر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی تھی۔" میں نے عقب نما میں پیچھے آنے والی پولیس کاروں کو دیکھا۔ گو کہ درمیان میں فاصلہ تھا لیکن وہ فاصلہ خاصی تیزی سے گھٹ رہا تھا۔

"یہ مصیبت تو مستقل طور پر رہے گی۔ ہم جہاں بھی کار چھوڑیں گے وہ اس کا سراغ لگا کر ہمیں گھیرے میں لے لیں گے۔"

"نہیں، اب ایسا نہیں ہوگا۔ اب تک ان لوگوں کو یقین ہو چکا ہوگا کہ اب ہم اس شہر سے کار ہی میں فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا انھوں نے شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی کر دی ہوگی۔ کوئی مناسب مقام دیکھ کر ہم کار سے پیچھا چھڑا لیں گے اور وہ ہماری کار سڑکوں پر ہی ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔ آخر ہمیں کار سے اترنے کے بعد کوئی ٹھکانا ڈھونڈنے کے لیے کچھ وقت بھی تو درکار ہوگا۔"

"اور اگر انھوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی تو کیا ہوگا؟" اولیو باوڈ نے پلٹ کر خوف زدہ نظروں سے ان پولیس کاروں

کی طرف دیکھا جو سائرن بجاتی ہوئی تقریباً ہمارے سروں پہ آ پہنچی تھیں۔ ہماری کار ان کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔

"انھیں ہم پر فائرنگ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔"

میں نے بڑے اطمینان سے کہا اور کار کو سڑک پہ لہرانے لگا تاکہ پولیس کاریں ہماری کار سے آگے نہ نکلنے پائیں۔

اولیو باورڈ پلٹ کر پیچھے دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً وہ چیخا۔

"دیکھو وہ ہم پر فائر کرنے جا رہے ہیں۔"

میں نے بھی ایک پولیس کار کی کھڑکی سے باہر آتا ہوا پستول بردار ہاتھ دیکھ لیا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ہم پہ ہی فائر کرتے۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ ہمیں روکنے کے لیے انھیں کار کے ٹائروں پر فائر کرنے کی اجازت ملی ہوگی لیکن یہ بھی ہمارے لیے بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس بے پناہ رفتار سے چلتی ہوئی کار کا ٹائر اگر پھٹ جاتا تو ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں۔ میں نے فوری طور پر ایک خطرناک فیصلہ کر لیا۔

"سنبھلو اولیو باورڈ! میں بریک لگانے جا رہا ہوں۔"

اولیو باورڈ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے بریک پیڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ اتنا بہت کافی تھا۔ پچھلی کار میری کار سے اور اس سے پچھلی پولیس کار میرے پیچھے آنے والی پولیس کار سے ٹکرائی۔ پیچھے بعد دیگرے دو زوردار دھماکے ہوئے اور دونوں پولیس کاریں آپس میں بری طرح الجھ کر رہ گئیں۔ کاروں کے ٹکرانے کے دھماکوں کے علاوہ فضا میں بہت سی انسانی چیخیں بھی ابھری تھیں۔ وہ سب کاروں میں بیٹھے ہوئے شرطوں کی چیخیں تھیں۔ ان میں سے کچھ تو یقیناً زخمی بھی ہوئے ہوں گے لیکن میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں ان کی حالت زار دیکھنے کے لیے وہاں رکتا۔ میں نے تو صرف ایک لمحے کے لیے بریک پر دباؤ ڈالا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی کار پھر ہوا کر دی تھی۔

"یہ بڑی مضبوط کار ہے جو اس نوعیت کے دو صدمے جھیل گئی۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ یہ بہت مضبوط کار ہے ورنہ اسے ہرگز ایسے امتحان میں نہ ڈالتا۔" میں نے جواب دیا اور کار پھر ایک ذیلی سڑک پر موڑ دی۔ اب میں جلد از جلد اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دور نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کار زیادہ تر ذیلی سڑکوں پر ہی سفر کر رہی تھی۔ میں مرکزی شاہراہوں پر آنے سے گریز کر رہا تھا۔ اب ہمارے تعاقب میں کوئی کار نہیں تھی لیکن پولیس کاروں کے سائرنوں کی گونج اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورے شہر کی پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی سڑکوں پر دوڑ رہی ہوں۔ کہیں کہیں پولیس کاریں گزرتی ہوئی بھی نظر آجاتی تھیں مگر یہ اتفاق ہی تھا کہ ہم ان کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہے۔ کار کا انجن اب مسلسل احتجاج بلند کرنے لگا تھا۔ پیٹرول بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔ لہٰذا مجھے کار سے چھٹکارا پانے کی فکر سوار ہوئی۔

"اب کیا ارادے ہیں علی! اب تو کار میں پیٹرول بھی تقریباً ختم ہے۔" اولیو باورڈ بولا۔

"میں اب پہلی فرصت میں کوئی مناسب جگہ دیکھ کر کار سے اتر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اور اگر اس دوران پھر کوئی پیٹرول کار ہمارے پیچھے لگ گئی تو کیا ہوگا؟"

"اب ایسا ہونا مشکل ہے۔"

اولیو باورڈ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟"

"میں پہلے ہی ان سے بچ کر چل رہا ہوں۔ دیکھو نہیں کافی دیر سے ہمارا سامنا کسی پیٹرول کار سے نہیں ہوا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر تم ان سے کیسے بچ رہے ہو؟"

"وہ احمق سائرن بجاتے ہوئے سڑکوں پر دندناتے پھر رہے ہیں۔ میں ان کی اسی حماقت سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔"

"اوہ!" اولیو باورڈ ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جسے دیکھ کر میری آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ ایک تائیوا اسٹار ہوٹل تھا جس کی پیشانی پر جلی حروف سے لکھا اس کا روشن نام مجھے دور سے بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

"کام بن گیا اولیو باورڈ!" میں نے کہا۔ "ہم یہاں اب کوئی ایسی جگہ دیکھو جہاں ہم کار کھڑی کر کے بھاگ نکلیں۔"

وہاں سے پیچھے طبقے کی آبادی والا علاقہ تھا۔ کہیں کہیں کوئی خالی پلاٹ بھی نظر آجاتا تھا۔ ایسے ہی ایک خالی پلاٹ میں جھاڑیاں اگی دیکھ کر اولیو باورڈ نے میری توجہ اس پلاٹ کی طرف مبذول کرائی۔ "کار یہاں کھڑی کر دی جائے تو صبح سے پہلے دریافت نہیں ہوگی۔" اس نے کہا۔

میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور کار جھاڑیوں کے عقب میں چھپا دی۔

"یقین نہیں آتا کہ ہم بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔"

اولیو باورڈ نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں کہنا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس لیے کہ ہم بچ نکلنے میں ہوسکتا ہے کامیاب ہو ہی نہیں سکے ہوں۔ وحدت کے آدمی شکاری کتوں کی طرح ہماری تلاش میں لگے ہوئے ہوں گے۔" میں نے چابیاں کار میں ہی لگی رہنے دی تھیں اور میں اور اولیو باورڈ پیدل چل رہے تھے۔

"میرا مطلب تھا کہ کار سے اس خوفناک سفر سے ہم صحیح و سالم نکل آئے۔" اولیو باورڈ نے ایک جھرجھری لی۔ "سوچتا ہوں تو اب بھی خوف طاری ہونے لگتا ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو اولیو باورڈ۔" میں نے بے اعتباری سے کہا۔ "تم اور خوف، دو متضاد چیزیں ہیں۔"

"موت آنکھوں کے سامنے رقص کر رہی ہو تو آدمی خوف زدہ ہو ہی جاتا ہے۔ اس ڈرائیونگ کے دوران کتنی ہی بار تو کار الٹتے الٹتے بچی اور میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔" اولیو باورڈ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔ "بس زندگی ہی تھی کہ ہم بچ نکلے۔"

"زندگی نہ ہو تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا اولیو باورڈ!" میں نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "مجھے ہی دیکھ لو تم نے کتنی بار مجھے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں مگر آج بھی میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ پوری یہودی قوم کی آنکھوں میں پہلے ہی کی مانند کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہوں۔"

"تم بھی کیا باتیں لے بیٹھے۔ یہ بتاؤ کہ اب کدھر جا رہے ہو؟"

"قریب ہی ایک تائیوا اسٹار ہوٹل ہے۔" میں نے اسے ہوٹل کا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "فی الحال اسی طرف چلتے ہیں۔ بعد میں کہاں اور ہو چلے گے۔"

میں نے تائیوا اسٹار ہوٹل کے نام پر اولیو باورڈ کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ "تائیوا اسٹار ہوٹل کے لیے کرنسی بھی موجود ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالے اور اولیو باورڈ کو دکھائے۔

"یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔" اولیو باورڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "تمھارے پاس اتنی رقم کہاں سے آئی؟"

"عورتوں سے ان کی عمر اور مردوں سے آمدنی کے بارے میں پوچھنا بڑی معیوب بات سمجھی جاتی ہے اولیو باورڈ!"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔"

ہم ایک سڑک سے گزر کر ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ سڑک کے بالکل سامنے تائیوا اسٹار ہوٹل کی عمارت جگمگا رہی تھی۔ میری نظریں ان دکانوں پر جم گئیں جو ہوٹل کی بلڈنگ میں تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان دکانوں پر ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے اور وہ دکانیں چوبیس گھنٹے کھلی بھی رہتی ہیں۔

"سنو اولیو باورڈ! سب سے پہلے تو ہمیں اپنے لباس کی فکر کرنا چاہیے۔ تم یہیں ٹھہرو، میں جا کر ریڈی میڈ کپڑے خرید لاتا ہوں۔"

میں نے اولیو باورڈ کو وہیں چھوڑا اور جا کر اسٹور سے دو عمدہ لباس خریدے۔ اس کے بعد میں جنرل اسٹور اور پھر میڈیکل اسٹور میں گھس گیا۔ وہاں سے میں نے کئی ایسی چیزیں خریدیں جن کا استعمال تو کچھ اور تھا مگر میں ان سے میک اپ کرنے کا کام لیا کرتا تھا۔

سارا سامان خرید کر میں اولیو باورڈ کی طرف واپس پلٹ گیا۔ وہ اسی جگہ کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔

"بہت دیر لگا دی تم نے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "مجھے خوف محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں کوئی مجھے پہچان ہی نہ لے۔"

"اسی اندیشے کا تدارک کرنے کے چکر میں تو مجھے دیر ہو گئی۔" میں نے کہا۔ "آؤ کوئی مناسب سی جگہ دیکھیں۔"

ہم وہاں سے چل پڑے۔ کئی پولیس کاریں ہمارے قریب سے گزریں لیکن ظاہر ہے انھیں تو ایک کار کی تلاش تھی۔ ہماری طرف کسی نے نہیں دیکھا۔ خوش قسمتی سے ہمیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ مجھے اپنے مطلب کی ایک جگہ نظر آئی۔ وہ ایک پارک تھا جو اس وقت سنسان پڑا تھا۔

"آؤ اولیو باورڈ!" میں نے اولیو باورڈ کے ساتھ پارک میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "پہلے اپنے چہروں کی مرمت کر لیں۔"

پارک میں ہم ایک ایسی بینچ پر جا بیٹھے جہاں روشنی آ رہی تھی۔ میں نے میک اپ کا سامان تھیلوں سے نکال لیا۔

"تم اپنے چہرے کا میک اپ کرو، میں اپنے چہرے کا میک اپ کروں گا۔" میں نے ان دو آئینوں میں سے جو میں نے خریدے تھے، ایک اولیو باورڈ کی طرف بڑھا دیا۔

"اس وقت تم نے ایک لاکھ روپے کا کام کیا ہے۔" اولیو باورڈ وہ ساری چیزیں دیکھ کر خوش ہو گیا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموشی سے اپنے اپنے چہروں کی مرمت میں مصروف ہو گئے۔ ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ چند منٹ کے اندر اندر ہم دونوں کی ناقابل شناخت ہو کر رہ گئے تھے۔

"اب کسی گوشے میں جا کر لباس بھی تبدیل کر لو۔" میں نے اولیو باورڈ کی طرف لباس کا پیکٹ بڑھایا۔ اور خود بھی

خلوص ہیں بیچ سکتی۔ اگر لوگ واقعی اس کے منہ پر اس کی جھوٹی تعریفیں کرتے رہے ہیں۔ تو وہ اپنی بے اعتباری میں حق بجانب تھی لیکن میرا قصور کیا تھا؟ قصور تو ان لوگوں کا تھا جنہوں نے اسے بے اعتبار بنایا تھا اور سزا میں بھگت رہا تھا میں جو بالکل بے قصور تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہ یکساں بے بسی کا شکار ہیں۔ میں اسے یقین دلانے میں اور وہ مجھ پر اعتبار کرنے میں۔

"لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں خوب جانتی ہوں کہ میں کتنی حسین ہوں۔"

"لیکن میں نے تو آپ سے یہ نہیں کہا کہ آپ بہت حسین ہیں۔" میں نے احتجاج کیا۔

"تو اور کیا سمجھتے ہو؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپ بے حد پرکشش ہیں۔ جاذب شخصیت کی مالک۔"

وہ چند لمحے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ بہت چالاک ہیں۔ آپ نے جان بوجھ کر میری تعریف کے لیے ایسے الفاظ منتخب کیے ہیں جن کی تردید کرنا میرے لیے ممکن نہ ہو۔ ظاہر ہے اپنی کشش کے بارے میں، میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔"

"اتنی زیادہ بے اعتباری بھی اچھی نہیں ہوتی۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔ پھر وہ سر جھٹک کر بولی۔ "بہتر ہے اس تذکرے کو چھوڑیے۔ آئیے اپنی میز پر چلیں۔"

ہم رقاصوں کی بھیڑ سے نکل کر اپنی میز پر واپس آ گئے۔

"کیا پئیں گے آپ؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اپنا پسندیدہ مشروب منگوا لیجیے۔ شکریہ میں ادا کروں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ میرے مہمان ہیں اور آپ میری توہین ہرگز نہیں کریں گے۔"

میں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس سے اختلاف کرنے کا یارا جو نہیں تھا۔

اس نے ویٹر کو بلا کر کولڈ کافی لانے کا آرڈر دیا۔ پھر مجھ سے بولی۔ "کولڈ کافی پسند ہے آپ کو؟"

"بہت زیادہ!" میں نے کہا۔

"مجھے بھی بہت پسند ہے۔ خاص طور پر یہاں کی کولڈ کافی کا تو جواب ہی نہیں ہے۔ کبھی آپ نے یہاں کی کولڈ کافی پی ہے؟"

"کیسے پی سکتا تھا؟" میں نے کہا۔ "آپ کا مہمان بننے کا شرف بھی تو حاصل ہوا تھا۔"

وہ مسکرا گئی اور میری نگاہیں اولیور اوورڈ کی جانب اٹھ گئیں۔ وہ ابھی تک تنہا ہی تھا۔

یاسمین کی قربت نے مجھ پر ہلکا سا نشہ طاری کر دیا اور میں اس سے بہت ڈوب کر باتیں کر رہا تھا۔ ویٹر نے کافی کے گلاس لا کر میز پر رکھ دیے۔ میں نے گفتگو کرتے ہوئے کولڈ کافی کا گلاس اٹھایا اور کافی کی چسکی لیتے ہی میرا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ کولڈ کافی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وقت اتفاقاً میری نگاہ ہال کے دروازے کی طرف اٹھ گئی تھی۔ ہال کا دروازہ کھلا تھا اور اس سے داخل ہونے والے شخص کو دیکھ کے میرے ہوش اڑ گئے۔ وہ کرنل وحدت تھا۔

اولیور اوورڈ نے بھی کرنل وحدت کو دیکھ لیا تھا۔ اس پر اضطراب طاری ہو گیا تھا۔ کرنل وحدت پر نظر پڑتے ہی اولیور اوورڈ نے میری طرف دیکھا۔ میں نے نظروں ہی نظروں میں اسے سرزنش کی اور اولیور اوورڈ نے گھبرا کر کسی اور طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

میں نے دوبارہ ہال کے دروازے کی طرف دیکھا۔ کرنل وحدت دروازے کے پاس ہی رک گیا تھا۔ وہ وردی میں نہیں سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے اور اس کی نگاہیں ہال میں موجود ایک ایک فرد پر سے گزر رہی تھیں۔ اولیور اوورڈ پر پہنچ کر اس کی نگاہ ٹھٹھکی اور ایک لمحے کے لیے اس پر جم گئی۔ پھر اس نے دوبارہ لوگوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو میں نے اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھرتے دیکھی۔ ہم دونوں کی نگاہیں ملیں اور اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نظر آئی اور وہ ہال کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھا تھا۔ اس بات میں کلام نہیں تھا کہ اس نے مجھے اور اولیور اوورڈ دونوں کو پہچان لیا تھا۔ میں نے انتہائی احتیاط برتی تھی۔ ہم ایسے بھی نہیں تھے کہ کوئی ہمیں یوں شناخت کر لے۔ آخر کرنل وحدت نے ہمیں کیسے شناخت کر لیا؟ کیا اس کے قبضے میں کوئی جن ہے؟

میں بری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔

"وہ آپ کے کوئی شناسا تھے؟" یاسمین کی آواز مجھے خیالوں کی دنیا سے واپس لے آئی۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟" میں نے بے خیالی کے عالم میں پوچھا۔

"وہی جو ابھی ہال کے دروازے میں نظر آئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر مسکرا بھی رہے تھے۔"

"ہاں! وہ میرے ایک پرانے جاننے والے ہیں۔" میں نے بتاتے ہوئے کہا۔

"تو وہ یہاں کیوں نہیں آئے؟ کیا میری وجہ سے؟"

"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔

"انھوں نے آپ کے ساتھی کو بھی دیکھ لیا تھا مگر وہ ان کے پاس بھی نہیں گئے؟"

میں نے چونک کر دیکھا۔ "کون سے ساتھی کی بات کر رہی ہو؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ایک ہی تو ساتھی ہے آپ کے۔" وہ مسکرائی۔ "وہی جن کے ساتھ آپ یہاں آئے تھے۔ وہ جو اس میز پر اکیلے بیٹھے ہیں۔" اس نے اولیور اوورڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں، وہ میرا ساتھی ہے لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق ہے؟"

"ارے واہ!" وہ ہنس پڑی۔ "آپ دونوں ایک ساتھ ہی تو یہاں آئے تھے۔ پھر آپ دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں اور اس کے بعد وہ صاحب اس میز پر بیٹھ گئے اور آپ میری طرف آ گئے۔"

میں چکرا کر رہ گیا۔ میری دانست میں وہ میرے اور اولیور اوورڈ کے درمیان کسی تعلق سے قطعی بے خبر تھی۔ اس لیے جب میں نے اسے دیکھا تھا وہ اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ ایسے میں اتنی تفصیل سے ہمارے بارے میں بتا دینا حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا تھا لیکن اس سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ غیر معمولی ذہین تھی۔ ہم دونوں میک اپ میں تھے اس لیے اس کا شناسا ہونا تو ناممکنات میں سے تھا۔

"تمہارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا مشاہدے سے کیا تعلق ہے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"اس پورے ہال میں شاید چند ہی افراد کے علم میں یہ بات ہو گی کہ اس میز پر بیٹھا ہوا شخص میرا ساتھی ہے۔"

"وہ سب اپنی اپنی تفریحات میں گم ہیں۔ انہیں اتنی فرصت کہاں کہ ادھر توجہ دے سکیں۔ جب کہ میں تنہا تھی اور بور ہو رہی تھی۔"

"تو کیا تم اب بور نہیں ہو رہیں؟" میں نے پوچھا۔ میرے لہجے میں شرارت تھی۔

"نہیں!" اس نے خاصی بے باکی سے جواب دیا۔ "تم دلچسپ آدمی ہو۔"

"تبھی تم نے میرا نام تک پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی؟"

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا میرے نزدیک نام کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اور پھر تم سے میرا کوئی مستقل تعلق تو ہے نہیں کہ میں تمہارا نام معلوم کرنے کی زحمت میں پڑوں۔ کسی کا نام بہت اچھا ہو تو کیا اور اچھا نہ ہو تو کیا، اصل چیز تو شخصیت ہوتی ہے۔"

میں اس کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا مگر اولیور اوورڈ کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ وہ سخت اضطرابی کیفیت کا شکار تھا اور کسی بھی لمحے اٹھ کر میرے پاس آنے والا تھا لیکن اس وقت میں صرف باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔ میں نے کرنل وحدت کے وجود کو یکسر بھلا دیا تھا۔

"لیکن جو لوگ تمہیں پسند آتے ہیں، تم ان کا نام جاننا چاہتی ہو بلکہ ان کے بارے میں بہت سی باتیں جاننے کی خواہاں ہوتی ہو، کیا تم اس بات سے انکار کرو گی؟" میں نے کہا۔

"نہیں! اس بات سے انکار ناممکن ہے۔"

"تو کیا میں تمہاری اس بات کو غلط سمجھوں کہ میری شخصیت میں تمہیں کوئی دلچسپی محسوس ہوئی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے جیسے تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو گی اس لیے تم سے تمہارے بارے میں کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ جس کے بارے میں جتنا کم علم ہو اس کی یاد اتنی ہی کم ستاتی ہے۔"

"تمہاری چھٹی حس بہت تیز معلوم ہوتی ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "واقعی اس بات کا امکان ہے کہ دوبارہ ہماری ملاقات نہ ہو لیکن میں تمہیں اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گا۔"

"اس سے بہتر یہ ہو گا کہ مجھے اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ بتا دو۔ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے نا! اس لیے اس کے بارے میں جاننے سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"یہ شخص تمہاری توقع سے بھی خطرناک ہے۔ اس کے بارے میں جان کر تمہاری دلچسپی ختم ہو جائے گی۔"

"میں بہت ڈھیٹ قسم کی چیز ہوں۔ مجھ پر چھوٹی موٹی باتیں اثر انداز نہیں ہوا کرتیں۔"

"تو سنو! اس کا نام اولیور اوورڈ ہے اور وہ اسرائیل کا رسوائے زمانہ یہودی ایجنٹ ہے۔"

اس کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ "اور تم کون ہو؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"چونکا دینے والی لکھاوٹ" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا خیال ہے؟"
"ضروری نہیں ہے۔ چونکہ جعلی ڈاکو بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی بہت نیک انسان بھی۔ بتاؤ تم کون ہو؟"
"میرا نام علی یار خان ہے اور میری زندگی کا مقصد فلسطین کو اسرائیل کے ناجائز تسلط سے آزاد کرانا ہے۔"
"تم مذاق کر رہے ہو۔" وہ بے اعتباری سے بولی۔ "میری ایسی قسمت کہاں کہ آزادیِ فلسطین کے کسی مجاہد سے اچانک میری ملاقات ہو۔"
"میں تو بہت چھوٹا سا آدمی ہوں۔ مجھ سے ملاقات کسی کے لیے کیا اعزاز ہو سکتی ہے۔ کاش میں اپنی کوششوں سے فلسطین کا تھوڑا سا حصہ ہی یہودیوں کے تسلط سے آزاد کرا سکوں تو سمجھوں گا کہ میری زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔ ایسا تو خود بہت تہی دست ہوں۔ میرے اختیار میں کوشش کرنے کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔ سو میں کر رہا ہوں۔ منزل مل گئی تو ٹھیک ورنہ یہ زندگی کا سفر رائیگاں تو ہے۔"
"تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میری بڑی آرزو تھی کہ آزادیِ فلسطین کے کسی مجاہد سے ملاقات ہو جائے لیکن اپنے ساتھی کے بارے میں تم نے مذاق کیا ہے نا؟"
"نہیں! وہ واقعی یہودی ایجنٹ ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ میں نے اس سے ایک وعدہ کیا تھا جسے نبھانے کے لیے میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ جیسے ہی یہ وعدہ پورا ہوگا ہم پھر ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔"
"کیا میں اسرائیل کے خلاف جہاد میں شامل نہیں ہو سکتی؟"
"ضرور ہو سکتی ہو۔ اس کے لیے تمہیں تنظیم آزادیِ فلسطین کے کسی مرکز سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔"
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے ساتھ کام کروں؟"
"نہیں۔ میرا کام کرنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ پھر یہ کہ میں اپنی مرضی سے کام کرنے کا عادی ہوں۔"
"اگر تم چاہو تو مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر سکتے ہو۔ میں تمہارے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کروں گی۔"
"مجھے افسوس ہے۔ تمہارا دل توڑنا مجھے ذرا اچھا نہیں لگ رہا لیکن تمہاری فرمائش پوری کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔"
اس کے چہرے پر مایوسی کے دھندلکے پھیل گئے لیکن اس نے اپنے تاثرات چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔ "وہ صاحب جو تھوڑی دیر پہلے ہال کے دروازے پر نظر آئے تھے ان کا تعلق تنظیم آزادیِ فلسطین سے ہے؟"

"تمہارے ملک کی ملٹری انٹیلی جینس کا ایک [illegible] وحدت جو مجھے اور اولیو اورڈ کو گرفتار کرنے کے چکر میں [illegible]"
"تمہیں گرفتار کرنے کے چکر میں کیوں ہے؟"
"میرا مطالبہ ہے کہ اولیو اورڈ کو میرے ساتھ جانے دیا جائے لیکن وہ اسے گرفتار کرنے کے درپے ہے۔ میں چونکہ [illegible] کر رہا ہوں اس لیے میں بھی مجرم ٹھہرا۔ میں [illegible] اپنا وعدہ [illegible] کے لیے بیچو ہوں اور کرنل وحدت کا فرض ہے [illegible] ایجنٹ کو اس کے ملک سے کسی قیمت پر بچ کر نہ جانے دے۔"
"کیا کرنل وحدت ابھی تک تم لوگوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا؟"
"میں اولیو اورڈ کو دو بار اس کی قید سے چھڑا چکا ہوں۔ اب تیسری بار اس نے پھر اپنا گھیرا میرے گرد تنگ کر دیا ہے۔"
"تو یہ بات ہے۔" وہ مسکرائی۔
"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"تمہارے پیچھے ملٹری انٹیلی جینس لگی ہوئی ہے اور تم چھپتے پھر رہے ہو۔۔۔"
"تم غلط سمجھیں۔" میں نے مشتاب لہجے میں کہا۔ "میں وقت گزاری کے لیے تمہارے پاس آ بیٹھا تھا۔ اس سلسلے [illegible] استعمال کرنے یا تم سے مدد لینے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"
"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ جھینپ گئی۔ "میں نے [illegible] ہمیشہ کوشش کی تھی کہ اسرائیل کے خلاف جہاد میں [illegible] کر سکوں تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔"
"اس کا جواب میں تمہیں پہلے ہی دے چکا ہوں۔ [illegible] جھوٹ کہا تھا اور اب میں جا رہا ہوں۔"
"سنو!" وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ [illegible] "وہ باہر میری کار موجود ہے۔ ممکن ہے تمہیں ضرورت پڑے۔"
"شکریہ! اب کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ اب کرنل وحدت کا مہمان ہوں۔ وہی میرے لیے سواری کا بندوبست کرے گا۔" میں نے کہا اور جانے کے لیے مڑا۔
"ایک بات اور سنو۔" وہ جلدی سے بولی۔ "[illegible] یاسمین ہے۔ یہ نام میرے دل میں فلسطین کے ایک [illegible] ہمیشہ تازہ کرتا رہے گا۔"
"اس عزت افزائی کا شکریہ۔" میں نے سنجیدگی سے [illegible] "اجازت دو۔ اولیو اورڈ بہت بے چین ہے۔ خدا حافظ۔"
"اللہ حافظ!" اس نے ہاتھ ہلایا اور میں [illegible] دیکھے بغیر اولیو اورڈ کی میز پر جا پہنچا۔
"تم نے اسے کھو لیا تھا پھر بھی اتنے اطمینان سے؟"

[illegible] باتیں کیے جا رہے تھے۔ اولیو اورڈ میرے بیٹھنے کا انتظار کیے بغیر ہی شروع ہو گیا۔
"اب تو اطمینان ہی اطمینان ہے۔" میں نے اس کے مقابل والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"وہ یہاں تک پہنچا کیسے؟" اولیو اورڈ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔
"تم خود کو بہت ذہین سمجھتے ہو نا۔" میں طنزیہ لہجے میں بولا۔ "دوسروں کو بے حد حقیر گردانتے ہو۔ دیکھ لو ایک عرب نے کس ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے۔"
"میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا۔" اولیو اورڈ نے جھنجلائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ نہ صرف یہاں تک پہنچ گیا بلکہ اس نے ہمیں پہچان بھی لیا۔"
"یہ اس کا کارنامہ ہے اولیو اورڈ اور اس کارنامے کی روشنی میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک غیر معمولی آدمی ہے۔ اس [illegible] کی گرفت سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔"
"یہ بات تم کہہ رہے ہو علی؟" اولیو اورڈ نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں اور اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو۔ میں تنہا ہوتا تو کسی نہ کسی طرح نکل ہی جاتا۔"
"کیا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ تم نے خود کو کرنل وحدت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"
"حوالے کرنے کا فیصلہ!" میں تحقیر آمیز انداز میں ہنسا۔ "عقل کے دشمن اولیو اورڈ! اس مرحلے پر خود کو اس کے حوالے کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس نے بری طرح سے ہمیں گھیر لیا ہے اور ہر راہ مسدود کر دی ہے۔"
"یہاں بیٹھے بیٹھے تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟" اولیو اورڈ نے کہا۔ "یہاں تو اس کا کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔"
"تم شاید ابھی نہیں سمجھ سکے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "تم دیکھ چکے ہو کرنل وحدت کس پیمانے پر کام کرنے کا عادی ہے۔ اس کے باوجود یہ توقع کر رہے ہو کہ اس نے ہمارے فرار کا کوئی راستہ چھوڑ دیا ہوگا؟"
"تو مجھے کیا معلوم تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"
"اس وقت تو الجھنیں ہی الجھنیں ہیں اور یہ الجھن صرف کرنل وحدت ہی حل کر سکتا ہے۔ اس کا ہم تک پہنچ جانا اور ہمیں پہچان لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ تم خود بتاؤ اگر تم مجھے اس میک اپ میں دیکھتے تو کیا پہچان لیتے؟"
"نہیں۔" اولیو اورڈ نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں ہرگز نہیں پہچان سکتا۔"
"اور اس نے کتنی آسانی سے ہمیں پہچان لیا۔ یہ ایک بہت بڑی الجھن ہے۔ جتنا اس بات پر غور کرتا ہوں اتنا ہی الجھتا چلا جاتا ہوں۔"
"تو اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"
"اس وقت تو اگر میں تنہا ہوتا تب بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ یہ الجھن چونکہ کرنل وحدت ہی رفع کر سکتا ہے لہٰذا میں چپ چاپ اس کی قید میں چلا جاتا۔"
"وہ ہمیں پہچاننے کے باوجود خاموشی سے واپس کیوں چلا گیا؟" اولیو اورڈ نے پوچھا۔
"باہر وہ یا اس کے آدمی ہمارے منتظر ہوں گے۔ آؤ چلیں۔"
میں اور اولیو اورڈ اٹھ کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھے۔ میں نے یاسمین کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ رنگ و نور اور موسیقی کا طوفان پیچھے رہ گیا۔ ہم دروازہ کھول کر باہر کوریڈور میں نکل آئے۔ حسب توقع وہاں کرنل وحدت کے آدمی ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے لیکن وہ فوجی وردیوں میں نہیں بلکہ بہترین تراش خراش کے نفیس سوٹوں میں ملبوس تھے۔ وہ ہوٹل کی راہداری میں بکھرے ہوئے تھے اور ان کے انداز سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ وہاں کسی کی نگرانی کرنے کے لیے موجود ہیں۔ نہ صرف میں نے بلکہ اولیو اورڈ نے بھی ان سب کو ایک ہی نظر میں شناخت کر لیا تھا۔ ان کے سولجر کٹ بال انہیں اور نمایاں کر رہے تھے۔
"دیکھ رہے ہو اولیو اورڈ!" میں نے سرگوشی کی۔ "کیا ان لوگوں سے بچ نکلنا ممکن ہے؟"
"نہیں!" اولیو اورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "انہوں نے بری طرح ہمیں گھیر رکھا ہے۔"
ہم نے ہوٹل سے باہر جانے والے راستے کی طرف قدم بڑھائے لیکن ہم زیادہ دور نہیں جا سکے۔ سامنے سے آتے ہوئے دو افراد اچانک رک گئے۔
"اس طرف تشریف لے چلیے جناب!" انہوں نے بڑی شائستگی سے اوپر جانے والی زینوں کی طرف اشارہ کیا۔ ان دونوں کے ہاتھ کوٹوں کی جیبوں میں تھے۔
"شکریہ!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس وقت ہم جلدی میں ہیں۔ پھر کسی وقت آئیں گے۔"
"رات کے اس پہر اس اجنبی شہر میں کہاں بھٹکتے پھریں گے۔ ہم نے آپ کے لیے قیام و طعام کا بندوبست کیا ہے۔ کچھ دیر ہمیں بھی شرف میزبانی بخشیے۔"
"کیا خیال ہے اولیو اورڈ؟" میں نے اولیو اورڈ کی طرف

پلٹ کر کہا۔ "نشانے سے دل توڑنا اچھی بات نہیں ہوتی۔"

"ان کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا مگر اس کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"تمہیں زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" دوسرا شخص غرایا۔ "چلو۔"

"ناراض کیوں ہوتے ہو بھائی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہم چل رہے ہیں۔"

ہمیں سیڑھیوں کے ذریعے تیسری منزل پر واقع ایک کمرے کے سامنے لے جایا گیا۔ ایک شخص نے بڑھ کر کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے سنائی دینے والی آواز میں نے صاف پہچانی تھی۔ وہ کرنل وحدت کی آواز تھی۔

"تم دونوں اندر چلے جاؤ۔" ہمیں حکم دیا گیا۔

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں تیز روشنی پھیلی تھی۔ کرنل وحدت کی پشت میری طرف تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ سامنے والی دیوار کے دونوں کونوں کے ساتھ دو اسٹین گن بردار کھڑے تھے۔ دونوں اسٹین گنوں کا رخ دروازے کی طرف تھا۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں کرنل وحدت؟" میں نے بلند آواز میں کہا۔

میری آواز سن کر کرنل وحدت مڑا۔ اس نے مجھے بہت غور سے دیکھا۔ "اولیو ہاورڈ کہاں ہے؟"

"جاؤ، تمہیں بلا رہے ہیں۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹ کر کہا اور خود باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

"تم بھی آجاؤ علی یار خان۔" کرنل وحدت نے سخت لہجے میں کہا۔ "اس وقت میری مرضی کے بغیر اس ہوٹل سے ایک چڑیا بھی باہر نہیں نکل سکتی۔"

"مجھے اچھی طرح معلوم ہے کرنل وحدت۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ دونوں اسٹین گن بردار مجسموں کی طرح ساکت و صامت کھڑے تھے۔ میں آگے بڑھ کر کمرے میں موجود صوفہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ "تم بھی آجاؤ۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"تم نے اپنی قیمت بہت بڑھا لی ہے علی یار خان۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"اوہو! مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا نیلام ہو رہا ہے۔"

"تمہاری وجہ سے بہت نقصان ہوا ہے۔" کرنل وحدت غرایا۔ "ہماری پولیس کی کاریں ناکارہ ہو گئیں۔ کچھ پولیس والے زخمی بھی ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے بھی بھاگنے کے لیے مجھے یہاں بلوایا ہے؟" کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "انتہا ہو گئی۔ سوچ لو، اب تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔"

"فرار ہونے کے لیے صلاحیتوں کی نہیں، حالات کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"اسی لیے تم دوبارہ میری قید میں نظر آ رہے ہو۔" کرنل وحدت نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"میں دوسروں کی تعریف کرنے میں کبھی بخل نہیں برتتا کرنل وحدت۔ اچھا ہے وہ شخص میرا دشمن نہ ہو۔" میں نے کہا۔ "اور تمہیں تو میں دشمن بھی نہیں سمجھتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہارے اس کارنامے کی تعریف نہ کروں۔ میں حیران ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا ہو گا؟"

"تمہیں دوبارہ اپنی گرفت میں دیکھنے کے لیے جتنے پاپڑ بیلے ہیں، یہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ تمہیں اپنی قید میں دیکھ کر جس قدر خوشی مجھے ہو رہی ہے، وہ میری محنت کا ثمر ہے۔"

"میں تمہاری کیفیات سمجھ سکتا ہوں کرنل، لیکن تم نے ہمارا اتنا طویل تعاقب کیا کیسے؟"

"دراصل تمہارے فرار کا راز افشا ہونے میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ جن فوجیوں کو تم نے بے ہوش کیا تھا، انہیں کئی گھنٹے بعد ہوش آیا۔ جب ہم اس مقام تک واپس پہنچے تو تم وہاں سے کود کر فرار ہو چکے تھے ... اس طرح ہمارے چار قیمتی گھنٹے تو ابتدا ہی میں ضائع ہو گئے۔ وہاں سے نزدیکی قصبے میں تم دونوں کا سراغ مل گیا لیکن ظاہر ہے تمہاری منزل مقصود تو یہاں تک آ سکتی تھی چنانچہ میں نے فوری طور پر تمام شہروں کے راستوں کی نگرانی کا حکم دے دیا۔"

"کہنے اور سننے کے لیے بڑی سادہ اور آسان بات ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کتنا مشکل کام تھا۔ تمہاری جگہ اور کوئی ہوتا تو ہم بچ کر نکل جاتے۔"

"اور اگر تمہاری جگہ کسی اور کو میں نے اس طرح گرفتار کیا ہوتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی لیکن یہ کامیابی علی یار خان کے خلاف حاصل کی ہے۔ وہ علی یار خان جس نے اسرائیلی حکام کو ناکوں چنے چبوا رکھے ہیں۔"

"تم نے اس شہر میں اپنے آدمیوں کا جال بچھا رکھا تھا؟" اولیو ہاورڈ نے کرنل وحدت سے کہا۔ "یا بالکل اسی طرح اپنے آدمی بکھیر رکھے تھے؟"

"تمہیں اولیو ہاورڈ؟" میں نے کرنل وحدت کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر جلدی سے کہا۔ اسے اولیو ہاورڈ کا بولنا گراں گزر رہا تھا۔ "ہم جس بس سے اتر کر پیدل فرار ہوئے تھے، جب شہر کے داخلی راستے پر اس کی چیکنگ ہوئی ہو گی تو پوچھ گچھ کے دوران یہ بات علم میں آئی ہو گی کہ بس سے دو افراد اتر چکے ہیں۔ مزید پوچھ گچھ کے ذریعے حلیے بھی ان لوگوں کے علم میں آ گئے ہوں گے۔ اس بات کی رپورٹ کرنل وحدت کو دی گئی ہو گی اور کرنل وحدت کے لیے یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ اب ہم پیدل کسی راستے سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا کرنل وحدت نے فوری طور پر ہائی وے کے آس پاس واقع نواحی علاقوں میں اپنے آدمی پھیلا دیے ہوں گے تاکہ ہم شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے پکڑے جائیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "یہ نتیجہ تو ایک بچہ بھی نکال سکتا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی معمولی سی بات اولیو ہاورڈ جیسے ذہین ایجنٹ کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ تم نے اطمینان کر لیا ہے علی، اصل [illegible] اولیو ہاورڈ ہی ہے نا؟"

اہانت کے شدید احساس سے اولیو ہاورڈ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اس بات کی اطلاع تمہیں کہاں ملی تھی کہ ہم بس سے فرار ہو گئے ہیں؟" میں نے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"اس وقت میں ایک فوجی طیارے میں اس شہر کی طرف آ رہا تھا۔ یہ اطلاع موصول ہوتے ہی میں نے طیارے سے ہی مزید ہدایات جاری کر دی تھیں۔"

"تمہیں یہ اندازہ کیسے ہوا کہ ہم اسی شہر کی طرف آئیں گے؟" میں نے پوچھا۔

کرنل وحدت مسکرایا۔ "ملک سے باہر جانے کے لیے پروازیں اسی شہر سے مل سکتی ہیں۔ تم ملک سے باہر جانا چاہتے تھے اور تمہارا یہاں آنا لازمی تھا۔"

"یہ سب کچھ تو وہ تھا جو تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی کر سکتا تھا لیکن اب میں تمہاری کارکردگی کے اس پہلو کی طرف آتا ہوں جس نے مجھے شدید ذہنی الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم اس ہوٹل تک کیسے پہنچے حالانکہ ہم اپنے حلیے مکمل طور پر تبدیل کر چکے تھے؟"

کرنل وحدت کی آنکھوں میں تفاخر کا تاثر ابھرا۔ "یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔" اس نے کہا۔ "اس شہر میں پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اطلاع ملی کہ تم نے ایک کار اڑا لی ہے۔ چنانچہ فوری طور پر پولیس ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا گیا اور تمہارا تعاقب شروع ہو گیا۔ پولیس کاروں سے مدد لینے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ فوجی گاڑیاں نمایاں ہوتی ہیں اور شہر کی چھوٹی سڑکوں پر کاروں سے بہ آسانی مات کھا جاتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ تمہیں پولیس کاروں کے ذریعے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ تاہم میں نے شہر سے باہر جانے والی تمام سڑکوں کی ناکہ بندی کروا دی تھی تاکہ اگر تم شہر سے فرار ہونے کی کوشش کرو تو ناکام ہو جاؤ۔"

"لیکن میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" کرنل وحدت بھی جواباً مسکرایا۔ "یہ تمہاری خوش قسمتی تھی ورنہ شہر سے باہر جانے والی سڑکیں نہ صرف بند تھیں بلکہ وہاں ایسے انتظامات بھی تھے کہ تمہیں گھیر لیا جاتا اور تم وہاں سے بچ کر نہ نکل پاتے۔"

"بچ کر تو خیر تم نے مجھے اب بھی نہیں نکلنے دیا۔" میں نے کہا۔

"تم بہت مطمئن نظر آ رہے ہو۔" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔ "اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اب پھر فرار ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔"

"ارے نہیں کرنل وحدت۔" میں ہنس کر بولا۔ "مطمئن رہنا تو میری عادت ہے۔"

"تمہیں ہوشیار کرنا میرا فرض تھا۔ اس بار میں نے واضح ہدایات جاری کر دی ہیں۔ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو تمہیں گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔"

"اس مہربانی کا شکریہ کرنل وحدت۔" میں نے اس کی بات کا اثر لیے بغیر کہا۔ "ہاں تو تم کچھ بتا رہے تھے۔"

کرنل وحدت چند لمحے مجھے گھورتا رہا پھر شانے جھٹک کر بولا۔ "جس وقت پولیس کاریں تمہیں شہر کی سڑکوں پر گھیرنے کی کوششیں کر رہی تھیں، میرا ان سے رابطہ قائم تھا اور شہر کا نقشہ میرے سامنے موجود تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آیا تم کسی خاص روٹ پر سفر کر رہے ہو یا تمہارا مقصد کچھ اور ہے۔ یہ بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی کہ تمہاری کوئی خاص منزل نہیں تھی۔ اس نتیجے

تک پہنچتے ہی میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ پھر تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

میں متحیرانہ انداز میں کرنل وحدت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑے سائنٹیفک انداز میں کام کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل کی ہو۔ اولیو باورڈ بھی ہمہ تن گوش بنا ہوا تھا

مگر کرنل وحدت اچانک ہی خاموش ہو گیا تھا۔

"پھر تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟" چند لمحے بعد میں نے اس سے سوال کیا۔

اس نے چونک کر مجھے دیکھا "تم ہمیں یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ اگر تم فرار ہوئے تو کار سے ہی فرار ہو گے۔ کار کا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"

میں حیران رہ گیا۔ اس نے واقعی بہت صحیح نتیجہ اخذ کیا تھا۔ میرا مقصد یہی تھا کہ انھیں بھٹکا دوں مگر کیا ہوا؟ کرنل وحدت کی ذہانت کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا اتنی جلدی معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

"کیا میں نے غلط نتیجہ اخذ کیا تھا؟" کرنل وحدت نے پوچھا۔

"میں تردید نہیں کروں گا کرنل وحدت!" میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں واقعی تمھاری توجہ کار کی جانب مبذول رکھ کر خود فرار ہونا چاہتا تھا۔"

"بس یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کی وجہ سے میں نے اتنی تیزی سے تمھارا سراغ لگا لیا۔" کرنل وحدت بولا۔ "میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی کر دی گئی تھی۔ میں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ شہر کے اندر بھی بہت سی شاہراہوں کی ناکا بندی کرا دی تھی۔ اس کی ضرورت یوں پڑی کہ یہاں پولیس کے پاس اتنی کاریں نہیں ہیں کہ بیک وقت پورے شہر کا احاطہ کیا جا سکے۔ میں نے یہ فرض کیا کہ اگر تمھارے پاس موجود کار کی ٹنکی پیٹرول سے فل ہو تب بھی تم کتنی دیر تک سفر کر سکو گے۔ میں نے یہ انتظام بھی کر لیا تھا کہ اگر تم شہر کے کسی بھی پیٹرول پمپ سے پیٹرول لینے کی کوشش کرو تو پکڑے جاؤ لیکن میرے اندازے کے مطابق تم اتنا سفر کر چکے تھے کہ کار کی ٹنکی میں پیٹرول ختم ہو گیا ہو گا۔ میں نے تمام پولیس کاروں کو ہدایت کی کہ اب تمھاری کار کو ایسی جگہوں پر تلاش کیا جائے جہاں کار پارک کی جا سکتی ہو۔ خاص طور پر علاقے خاص طور پر نشان زد کیے۔ چنانچہ جلد ہی کار برآمد کر لی گئی۔"

"لیکن کار میں تو ایسا کوئی سراغ نہیں تھا جس کے ذریعے ہم تک پہنچا جا سکتا۔" اولیو باورڈ بولا۔

"اس کار کے ذریعے تم اس ہوٹل تک نہیں پہنچے۔" میں نے کرنل وحدت سے کہا۔ "یہاں تک تو سمجھ میں آ گئی مگر یہ بات ابھی تک ناقابل فہم ہے کہ ہمیں میک اپ میں ہونے کے باوجود پہچان کیسے لیا۔"

کرنل وحدت پُراسرار انداز میں مسکرایا۔ "اگر بتاؤں تو تمھیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں نے تمھیں کیسے پہچانا؟"

"ہاں۔ میرا خیال تو یہی ہے کہ یہ عقدہ میرے لیے لاینحل ہی رہے گا۔"

کرنل وحدت سنجیدہ ہو گیا۔ "میں نے غور سے جگہ رکھ کر سوچا اور میرے ذہن کے سارے دریچے کھلتے چلے گئے۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ جس جگہ کار چھوڑی تھی اس سے قریب ترین جگہ پر ہوٹل اور اسٹورز بات میں بھی کھلے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں میں رکھتے ہوئے کار دریافت ہونے کے بعد ہوٹل پر حملہ آور ہو گیا۔ مجھے یہ بات جان کر سخت مایوسی ہوئی کہ آج کسی نے ہوٹل میں کمرے بک نہیں کرائے مگر ہمت نہیں ہاری اور اسٹورز کو تفتیش کا ہدف بنایا۔ تب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک شخص نے لباس کے تحفے خریدے ہیں۔ لباس خریدنے والے کا حلیہ سوزی ٹیلر کا تھا۔۔۔" کرنل وحدت خاموش ہو گیا۔

"اس کے باوجود بھی تمھیں یہاں تک پہنچنا آسان نہیں ہوا ہو گا کیونکہ ہمارے میک اپ ناقابل شناخت تھے۔" اولیو باورڈ نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل وحدت کی ذہانت کی تعریف نہ کرنا ناانصافی ہو گی۔" میں نے کہا۔ "اس نے ہمیں ہمارے لباس سے شناخت کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اولیو باورڈ نے چونک کر کہا۔

"اسٹور سے کرنل وحدت کو اس لباس کی تفصیل مل گئی ہو گی جو میں نے وہاں سے خریدا تھا اور جو اس وقت ہمارے جسموں پر موجود ہے۔ کرنل وحدت کو اندازہ بھی تھا کہ ہم نے میک اپ بھی کر لیا ہو گا لہٰذا اس نے ہمارے لباس کو ہماری شناخت کا ذریعہ بنا لیا۔ کیوں کرنل وحدت؟"

"بلاشبہ یہی بات ہے۔" کرنل وحدت نے اثبات میں سر ہلایا۔ "رہا سا شبہ تم دونوں کے تاثرات سے دور کر دیا۔"

"اولیو باورڈ کی حد تک تو تمھاری بات درست ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں تو بالکل پُرسکون تھا۔ میرے تاثرات سے تمھیں کوئی مدد نہیں مل سکی ہو گی۔"

"جب میں ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو اولیو باورڈ مجھے دیکھ کر اضطراب کا شکار ہو گیا۔ تم البتہ پُرسکون رہے لیکن تمھاری توجہ بھی میری طرف تھی۔ تمھاری پہچان کے لیے یوں تو تمھارا لباس ہی بہت کافی تھا لیکن تمھاری توجہ اپنی طرف پا کر مجھے بالکل ہی یقین ہو گیا کہ تم ہی علی یار خان ہو۔"

"اگر مجھے شبہ بھی ہو جاتا کہ تم اتنے غیر معمولی حد تک ذہانت کے حامل ہو تو یقین کرو میں دوسرے انداز سے کام کرتا اور تم ہرگز مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"دوسروں کی برتری تسلیم کرنا سیکھو علی یار خان!" کرنل وحدت کا موڈ بگڑ گیا۔ "میں نے واضح طور پر تمھیں شکست دی ہے۔"

"تمھاری برتری سر آنکھوں پر کرنل وحدت لیکن جانتے ہو تمھیں مجھ پر سب سے بڑی کون سی برتری حاصل ہے؟"

کرنل وحدت مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میں نے تم لوگوں کو اپنا دشمن نہیں سمجھا اور مروتاً میں مارا گیا۔" میں نے کہا۔

"ایسی مروت تو کبھی نہ دیکھی تھی۔" کرنل وحدت طنزیہ لہجے میں بولا۔ "چار فوجیوں کو بے ہوش کر کے فرار ہوئے پھر یہاں تم نے پولیس کاروں کو نقصان پہنچایا۔ تمھاری وجہ سے پولیس والے زخمی ہوئے۔ کیا اسی کو مروت کہتے ہیں؟"

"یقین کرو یہ سب کچھ میں نے انتہائی مجبوری میں کیا کیونکہ اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے حتی الامکان یہی کوشش کی کہ میرے کسی عمل سے یہاں کی حکومت کو یا کسی باشندے کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے

اگر یہ بات نہ ہوتی کرنل وحدت تو تم جھک مارتے رہ جاتے اور میری گرد کو بھی نہ پا سکتے۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو علی یار خان! تم جس شہرت کے مالک ہو اس کے پیش نظر ایسی باتیں تمھیں زیب نہیں دیتیں۔ اپنی تمام تر ذہانت اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کے باوجود تم میرے چنگل میں پھنس گئے۔"

"اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا کرنل وحدت! کون برتر ہے لیکن میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ میرا کہا ہوا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"بالکل غلط! مروت تو ہم نے تمھارے ساتھ کی ہے اور ابھی تک کر رہے ہیں ورنہ شاید تم زندہ بھی نہ ہوتے۔"

"زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ ہے کرنل وحدت! جب تک میری زندگی لکھی ہے کوئی مجھے نہیں مار سکتا۔"

"لیکن ہم نے تمھیں مارنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ صرف گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی اور دیکھ لو ہم نے کتنی کامیابی سے تمھیں دوبارہ گرفتار کر لیا۔"

"تم سے بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اپنے آگے کسی کی سننے کے عادی نہیں ہو۔"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اب کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔ میں نے نرمی کی انتہا کر دی ہے۔"

"مجھے پہلے بھی تم سے کسی رعایت کی توقع نہیں تھی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"کل ہی میں تمھارے لیے اعلیٰ حکام سے اجازت حاصل کرتا ہوں۔" کرنل وحدت غرّایا۔ "تمھارا دماغ درست کرنا بہت ضروری ہے۔"

اس کے بعد کرنل وحدت کے حکم پر ہمیں مسلح افراد کی نگرانی میں ہوٹل سے ایک بنگلے پر پہنچا دیا گیا۔ وہ فوجی ریسٹ ہاؤس تھا۔ شاید کرنل وحدت بھی اسی عمارت میں قیام پذیر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا اس لیے وہ بھی اس بنگلے تک ہمارے ساتھ ہی آیا تھا۔ بنگلے کے گیٹ پر فوجی پہرا دے رہے تھے۔

"انھیں تہ خانے میں پہنچا دو۔" کرنل وحدت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "اور ان کی اچھی طرح تلاشی لے لو۔ ان کے پاس کوئی بھی چیز مت رہنے دینا۔ یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔"

تلاشی کے نتیجے میں مجھے رقم سے بھی محروم ہونا پڑا اور اس کے بعد ہمیں تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ تہ خانہ کافی کشادہ تھا مگر اس میں فرنیچر کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا بلکہ وہاں سرے سے کچھ تھا ہی نہیں۔ تہ خانہ بالکل ہی خالی پڑا تھا۔ از راہ مہربانی ہمیں دریاں فراہم کر دی گئیں۔

"شکر ہے کوئی ٹھکانا تو میسر آیا۔" میں نے ایک دری پہ لیٹتے ہوئے کہا۔

"دوبارہ قید ہونے پر تم شکر ادا کر رہے ہو؟" اولیو باورڈ حیران ہو کر بولا۔

"تھکن انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اولیو باورڈ اور اگر ہم پکڑے نہ جاتے تو معلوم نہیں کب تک سونا نصیب نہ ہوتا۔ بہتر یہی ہے کہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آرام کر لیں، بعد میں نہ جانے کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

لیٹتے ہی مجھ پر نیند کا حملہ ہوا اور مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ کب نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میری آنکھ جگائے جانے پر ہی کھلی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی مجھے اولیو باورڈ نظر آیا جو مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اور وہ شخص جو میرے پیروں سے کچھ فاصلے پر موجود تھا، غالباً وہ ہمارے لیے ناشتے کی ٹرے لایا تھا جو قریب ہی رکھی نظر آ رہی تھی۔ ناشتا لانے والے کی حفاظت کے لیے دو مسلح افراد بھی موجود تھے۔

"اس تہ خانے میں باتھ روم بھی موجود ہے۔" اس شخص نے اطلاع دی۔

"کرنل وحدت کہاں ہے؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" جواب ملا اور تینوں افراد تہ خانے سے چلے گئے۔

ناشتے کے دوران اولیو باورڈ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "کسی گہری سوچ میں ہو اولیو باورڈ؟" میں نے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس بار ہم بہت برے پھنسے ہیں۔"

"پھنسنا ہمیشہ ہی برا ہوتا ہے۔ شوق سے کون پھنستا ہے؟"

"میرا مطلب ہے ہمیں یہاں تو رکھا نہیں جائے گا، کسی اور شہر منتقل کر دیا جائے گا۔"

"قید تو قید ہوتی ہے اولیو باورڈ، خواہ کسی شہر میں ہمیں رکھا جائے، کیا فرق پڑتا ہے؟"

"اگر ہم پکڑے نہ جاتے تو بڑی آسانی سے ملک سے نکل سکتے تھے۔"

"میں بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا اس بات سے تمہارا کوئی خاص مقصد..."

"ہاں۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اگر اب بھی یہاں سے فرار کی کوئی صورت نکل آئے تو ہم ملک سے باہر نکل سکیں گے۔"

"اس کے لیے اس شہر کی کیا تخصیص ہے، ہم کہیں سے بھی ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"دراصل یہاں میرے کچھ خاص روابط ہیں۔" اولیو باورڈ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہودی لابی؟"

"ہاں۔" اولیو باورڈ نے طویل سانس لی۔ "لیکن یہ راز ہے جس میں اگر میں نے تمہیں شریک کیا تو مجبور کروں گا۔ کیا تم مجھ سے وعدہ کر سکتے ہو کہ یہ راز افشا نہیں ہوگا؟"

"راز کیا خاک ہوگا؟" میں نے برا سا منہ بنایا۔ "اسرائیلی ایجنٹ یہاں کی حکومت کے خلاف کام کر رہے ہوں گے۔"

"بے شک وہ اسرائیلی ایجنٹ ہیں لیکن ان کی اصلیت سے کوئی واقف نہیں ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"ایجنٹ ہمیشہ چھپ کر کام کرتے ہیں اور ان کی اصلیت سے بھی کوئی واقف نہیں ہوتا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی! جن لوگوں کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ دراصل اس ملک میں تجارت کر رہے ہیں، لیکن یہاں والے اسرائیلی ایجنٹوں کو تحفظ فراہم کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ یہ کام بھی وہ حتی الامکان خفیہ رہ کر کرتے ہیں، براہِ راست کسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوتے۔"

"اچھا چلو، میں وعدہ کر لیتا ہوں کہ اس ضمن میں جو معلومات حاصل ہوں گی انھیں راز ہی رکھوں گا۔"

"میں تو تمہیں کوئی معلومات فراہم نہیں کروں گا۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"تو اتنی دیر سے میرا دماغ کیوں چاٹ رہے ہو؟" میں جھنجھلا گیا۔

"میرا مقصد تھا کہ اگر ہم ان کی قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں ایک پناہ گاہ مل جائے گی۔"

"یہ بات تم پہلے بھی کر سکتے تھے۔ اب گرفتار ہونے کے بعد تمہیں یہ خیال آ رہا ہے۔"

"اگر مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ ہم اتنی آسانی سے گرفتار ہو جائیں گے تو میں پہلی فرصت میں اُن لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ حالات اتنے خراب ہو گئے تھے کہ اس ملک سے نکلنے کے لیے کسی سہارے کی سخت ضرورت تھی ورنہ وہاں سے نکلنے میں بہت وقت لگ جاتا۔ ادھر کرنل وحدت کی قید سے فرار ہونے میں بھی تیزی دکھانے کی ضرورت تھی۔ میرا بہت وقت ضائع ہو چکا تھا اور اب مجھ میں مزید برداشت کی تاب نہیں رہی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قسم کی مصلحت بالائے طاق رکھ کر وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" اولیو باورڈ نے مجھے ٹوکا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیا اب یہاں سے فرار ہونا ممکن ہوگا؟" میں نے کہا۔

"بہت مشکل ہے۔" اولیو باورڈ بولا۔ "یہ لوگ بہت محتاط ہو گئے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ میں باتھ روم کے دروازے پر ہی پہنچا تھا کہ تہ خانے کا دروازہ کھلا اور وہی تینوں افراد اندر داخل ہوئے جو ناشتا لے کر آئے تھے۔

"سنو! مجھے کرنل وحدت سے ملنا ہے۔" میں نے ان سے کہا۔ "کیا اُن سے ملاقات ہو سکے گی؟"

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" نہایت بے رخی سے جواب ملا۔ "وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔"

میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ یہ بڑی اچھی بات تھی کہ کرنل وحدت کہیں گیا ہوا تھا۔

"کچھ اندازہ ہے وہ کب تک واپس آ جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"دوپہر سے پہلے مشکل ہے لیکن تمہارے لیے بہتر ہے کہ خاموش رہو۔"

"اب کوئی بات نہیں کروں گا۔" میں نے نہایت سعادت مندی سے کہا اور بڑی پھرتی سے اُن پر چھلانگ لگا دی۔ اُن کے لیے میری یہ حرکت انتہائی غیر متوقع تھی تاہم انھوں نے اسٹین گنوں کو جنبش دینے کی کوشش کی تھی مگر ٹریگر دبانے کی حسرت اُن کے دلوں میں ہی رہ گئی تھی۔ میرے دونوں بازو بڑی مضبوطی سے اُن دونوں کی گردنوں کے گرد حائل تھے۔ گردنیں چھڑانے کی جدوجہد میں اسٹین گنیں اُن کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ تیسرے فرد کو اولیو باورڈ نے چھاپ لیا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد تینوں افراد تہ خانے کے فرش پر بے ہوش پڑے تھے اور اولیو باورڈ اسٹین گنوں کی طرف جھپٹ رہا تھا۔

"نہیں اولیو باورڈ!" میں نے سختی سے کہا۔ "اسٹین گنوں کو ہاتھ بھی مت لگانا۔"

"کیوں نہیں؟" اولیو باورڈ حیران رہ گیا۔ "ہمیں ان کی ضرورت پڑے گی۔"

"اسلحے کا سہارا لیے بغیر ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہے۔" میں نے کہا اور ایک بے ہوش شخص کی جیب میں موجود رقم اپنی جیب میں منتقل کر لی۔

"تم حماقت کر رہے ہو علی!"

"چلو۔" میں نے اولیو باورڈ کو کندھے سے پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف دھکیلا اور وہ ناچار سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اوپر پہنچ کر میں نے تہ خانے کا دروازہ ذرا سا کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری میں کوئی نہیں تھا۔ میں نے اولیو باورڈ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں راہداری میں نکل آئے۔ معلوم نہیں اس وقت عمارت میں لوگ موجود نہیں تھے یا اگر موجود تھے تو کمروں میں تھے لیکن ہمیں کوئی نظر نہیں آیا۔ میرا رخ عمارت کی عقبی سمت کی طرف تھا۔

عمارت کا عقبی دروازہ بہ آسانی مل گیا۔ قسمت یاوری کر رہی تھی کہ عقبی سمت میں پہرا بھی نہیں تھا۔ ہم کمپاؤنڈ وال پھاند کر عقبی گلی میں پہنچ گئے۔ میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ہمیں بہت بڑی کامیابی بڑی آسانی سے حاصل ہو گئی تھی۔

ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے سڑک تک پہنچ گئے۔ ہمیں ہر آن یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں کوئی ہمیں دیکھ نہ لے مگر قسمت اتنی اچھی تھی کہ کسی نے ہمیں نہیں دیکھا۔

سڑک پر اچھی خاصی چہل پہل تھی لیکن ہم رکے بغیر چلتے رہے۔ مختلف سڑکوں سے ہوتے ہوئے کوئی آدھے گھنٹے بعد اولیو باورڈ ایک ریستوران کے سامنے رک گیا۔

"آؤ اندر چلتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"یہاں کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے ہم یہاں محفوظ ہو جائیں گے اور میں یہاں سے اپنے ساتھیوں کو فون کر کے بلاؤں گا۔"

ہم ریستوران میں داخل ہو گئے۔ ریستوران کی کم ہی میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ ہم ایک گوشے میں جا بیٹھے۔

"تم ویٹر سے چائے منگواؤ، میں فون کر کے آتا ہوں۔" اولیو باورڈ نے کہا اور اُٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے ویٹر سے چائے لانے کو کہا اور اولیو باورڈ کو دیکھنے لگا جو فون پہ بات کر رہا تھا۔

"کیا رہا؟" اولیو باورڈ فون کر کے واپس آیا تو میں نے اُس سے پوچھا۔

"ہمیں پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔" اُس نے بتایا۔ "ایک کار ہمیں لینے آ رہی ہے۔"

ہم نے جلدی جلدی چائے ختم کی۔ اس دوران میری نظریں مستقل گرد و پیش کا جائزہ لینے میں مصروف رہی تھیں۔ ہمارے فرار کا راز کسی بھی وقت فاش ہو سکتا تھا اور کسی وقت بھی ہماری تلاش شروع ہو سکتی تھی لیکن کہیں کوئی مشکوک نقل و حرکت نہیں دکھائی دی۔

"جو شخص ہمیں لینے آ رہا ہے کیا تم اُس کے صورت آشنا ہو؟" دفعتاً میں نے اولیو باورڈ سے پوچھا۔

"نہیں، نہ میں اُس کا صورت آشنا ہوں اور نہ ہی وہ میرا صورت آشنا ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"پھر شناخت کا کیا ذریعہ ہو گا؟"

"کوڈ ورڈز۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"وہ تو بعد کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "تم اُس شخص کو پہچانو گے تبھی تو کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہو گا۔"

"طے یہ ہوا ہے کہ سیاہ رنگ کی ایک شیورلیٹ کار ریستوران کے سامنے رُک کر مخصوص انداز میں ہارن بجائے گی اور ہم اُس کے ڈرائیور کو کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائیں گے۔"

چائے ختم کر کے ہم نے بل ادا کر دیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ریستوران کے دروازے سے باہر سڑک پر سیاہ رنگ کی شیورلیٹ کار رکتی نظر آئی۔ مخصوص انداز میں ہارن بجایا گیا اور ہم اُٹھ کر کار کی طرف بڑھے۔ اولیو باورڈ تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تھا جبکہ میں میانہ روی سے چل رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اولیو باورڈ اپنے کوڈ ورڈز مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے، ورنہ اُس وقت مجھے اُن کوڈ ورڈز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اولیو باورڈ مجھ سے کافی پہلے کار تک پہنچ گیا اور اُس کے اور کار ڈرائیور کے درمیان کچھ جملوں کا تبادلہ ہوا جس سے مطمئن ہو کر ڈرائیور نے پچھلی جانب کا دروازہ کھول دیا۔ اس دوران میں بھی کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"بیٹھو۔" اولیو باورڈ نے مجھے پہلے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کار میں بیٹھنے سے قبل ایک بار پھر اطراف پر نگاہ دوڑائی۔ کہیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آ رہا تھا جس پر نگرانی کا شبہ کیا جا سکتا۔ میں مطمئن ہو کر کار میں بیٹھ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہی مجھے سکون کا احساس ہوا۔ خطرات کی طرف سے بھی اور گرمی کی طرف سے بھی۔ کار ایئر کنڈیشنڈ تھی۔

میرے بعد اولیو باورڈ بھی کار میں بیٹھ گیا اور کار گویا تیرنے لگی۔ میری نظریں کار کی کھڑکی کے باہر جمی رہی تھیں۔ راستے ذہن میں محفوظ کرنے کے علاوہ میری توجہ اس بات پر بھی تھی کہ کہیں ہمارا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

تمام راستے خاموشی سے سفر ہوا اور پھر کچھ دیر بعد کار ایک عمارت کے سامنے رُک گئی۔ اس عمارت میں کئی اداروں کے دفاتر تھے۔

اولیو باورڈ مجھے کار سے اُترنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُتر گیا۔ کار سے اُترنے کے بعد وہ ڈرائیور سے کچھ کہے بغیر ہی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ میں اُس کے ساتھ تھا۔

"میں اپنا ایک راز تمہارے حوالے کرنے جا رہا ہوں علی۔" لفٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے مجھ سے کہا۔ "حالات کے ہاتھوں میں اتنا بے بس ہو گیا ہوں کہ مجھ سے اسرائیل کے لیے صرف مشکلات ہی پیدا ہوں گی۔ تم نے مجھ سے وعدہ تو کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود میں خائف ہی ہوں۔ ظاہر ہے اگر تم نے بعد میں وعدہ خلافی کی تو میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"بے فکر رہو اولیو باورڈ۔" میں نے کہا۔ "یہاں سے نکلنے کے دوران تمہارے جتنے راز بھی میرے علم میں آئیں گے وہ سب کے سب راز ہی رہیں گے۔"

"میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں علی۔" اولیو باورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس ملک سے نکلنے کے لیے مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا، ضرور کروں گا۔"

ہم لفٹ میں سوار ہو کر عمارت کی آٹھویں منزل پر پہنچ گئے۔ اولیو باورڈ خاموشی سے راہداری میں چلتا ہوا ایک خوب صورت دفتر کے دروازے پر رک گیا۔ ڈی او کارپوریشن نامی اُس فرم کے دفاتر غالباً اُس منزل کے پورے فلور پر پھیلے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ ڈی او کارپوریشن کے جاذبِ نظر بورڈ آویزاں تھے۔

اولیو باورڈ کے ساتھ میں بھی ڈی او کارپوریشن کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ وہ استقبالیہ کمرا تھا اور سامنے ہی استقبالیہ کاؤنٹر پر ایک حسین و پرکشش نوجوان لڑکی موجود تھی۔

"مجھے مسٹر گیمن سے ملنا ہے۔" اولیو باورڈ نے ریسپشنسٹ لڑکی سے کہا۔

"تشریف رکھیے جناب۔" لڑکی نے بڑے احترام سے ہمیں صوفوں پہ بٹھایا۔ "کیا مینیجنگ ڈائریکٹر صاحب سے آپ کا اپائنٹمنٹ ہے سر؟"

"نہیں۔" اولیو باورڈ بولا۔ "لیکن گیمن سے کہو، اُس کا چچا زاد بھائی آیا ہے اور اُس سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔" لڑکی نے کہا۔ "میں آپ کا پیغام اُن تک پہنچا دیتی ہوں۔" اُس نے انٹرکام پر گیمن سے رابطہ قائم کیا اور وہی الفاظ دہرا دیے جو اولیو باورڈ نے ادا کیے تھے۔ دوسری جانب سے کچھ کہا گیا جسے سن کر لڑکی نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور پھر اُس کے لب ہلتے نظر آئے۔ وہ بہت آہستہ آواز میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں اُس کے الفاظ نہیں سن پایا۔ پھر اُس نے انٹرکام بند کر دیا اور اولیو باورڈ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔ "مسٹر گیمن آپ کو نہیں پہچان سکے جناب تاہم وہ آپ سے ملنے کے لیے تیار ہیں۔ تشریف لے جائیے۔" اُس نے مینیجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

اولیو باورڈ مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا مینیجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہریے مسٹر!" میں نے عقب سے لڑکی کی بوکھلائی ہوئی آواز سنی۔ "صرف یہ صاحب اندر جا سکتے ہیں۔ آپ یہیں بیٹھ جائیے پلیز۔"

"کیوں؟" اولیو باورڈ نے پلٹ کر خوشگوار لہجے میں کہا۔ "یہ کیوں اندر نہیں جا سکتے؟"

"مسٹر گیمن ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی سے ملتے ہیں جناب اور اس وقت تو ویسے بھی انھوں نے صرف آپ کو ہی اندر بلایا ہے۔"

"آج کل ہم دونوں نے ایک ساتھ جینے مرنے کا عہد کر رکھا ہے۔" میں تمسخرانہ انداز میں بولا۔ "اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں انھیں تنہا چھوڑ دوں۔"

"جی!" لڑکی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاں۔" میں نے نہایت سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "ہمیں ان دنوں آپس میں اتنی شدید محبت ہو گئی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے۔"

"میں سس... سمجھ نہیں پا رہی آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں جناب۔" لڑکی شپٹائی۔

اولیو باورڈ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ "کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "ہماری محبت ہر ایک کی سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"بعض اوقات اصول تبدیل بھی کرنا پڑ جاتے ہیں۔" اولیو باورڈ نے جلدی سے کہا۔ "یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی شخص سے ملے۔"

"اس کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری ہے جناب۔" لڑکی نے کہا۔

"فی الحال اتنا وقت نہیں ہے۔" اولیو باورڈ نے بے نیازی سے کہا پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "آؤ۔"

"کیوں میری ملازمت کے پیچھے پڑے ہیں جناب!" لڑکی جھپٹ کر میری راہ میں حائل ہو گئی۔

"تمہاری ملازمت برقرار رہے گی۔" اولیو باورڈ نے پلٹ کر نرم لہجے میں کہا۔

"مسٹر گیمن اصولوں کے بہت سخت ہیں جناب۔" لڑکی گھگھیائی۔ "وہ مجھے ہرگز نہیں بخشیں گے۔"

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ نہ صرف تمہاری ملازمت برقرار رہے گی بلکہ مسٹر گیمن تمھیں انعام سے بھی نوازیں گے۔"

اولیو باورڈ کی یقین دہانی کے باوجود لڑکی کسی صورت میری راہ سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ مجبوراً اُس کے خلاف طاقت استعمال کرنا پڑی۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑی نرمی سے اُس کے شانے پہ رکھا اور ایک مخصوص رگ پر انگلی کا معمولی سا دباؤ ڈالا۔ لڑکی کے منہ سے سسکاری نکلی اور میں بڑے اطمینان سے اُس کے برابر سے گزر گیا۔ وہ اپنا شانہ سہلا رہی تھی۔

گیمن کے کمرے کے دروازے پر موجود چپراسی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ کشادہ کمرے

پائن ووڈ ہیڈ ورلینڈ میز کے عقب میں بیٹھا ہوا پستہ قامت شخص خاصے مضحکہ خیز حلیے کا مالک تھا۔ اُس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور کمرے میں دو افراد کو داخل ہوتے دیکھ کر اُس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے۔

"تم دونوں کو بیک وقت اندر داخل ہونے کی اجازت کس نے دی؟" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں تمہارا چچا زاد بھائی ہوں۔" اولیو باورڈ نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "کیا مجھے اتنا حق بھی نہیں ہے کہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی لا سکوں؟"

"بکواس مت کرو۔ تم جو کوئی بھی ہو یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکو گے۔ اس روئے زمین پر میرے کسی چچا کا وجود کبھی بھی نہیں تھا۔"

"پھر تم نے مجھے اندر کیوں بلایا؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"تا کہ تمہاری اصلیت جان کر تمہارے ساتھ تمہارے شایانِ شان سلوک کر سکوں۔" گیمن غرّایا۔

"اس کام میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی اس لیے کہ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور میری اصلیت نہ جان سکے۔"

"کیا مطلب؟" گیمن نے حیرت سے کہا۔

"میرا نام اولیو باورڈ ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا اور اپنی کلائی گیمن کے سامنے کر دی۔ گیمن کے چہرے پر شدید ترین بوکھلاہٹ نظر آئی اور وہ کرسی سے یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کرسی میں کانٹے نکل آئے ہوں۔

"مم... مسٹر اولیو... اولیو۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔ اُس کے منہ سے الفاظ بھی ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔

اولیو باورڈ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں میں اولیو باورڈ ہوں سیکشن فور او۔ فور ایٹ نائن۔ ڈریم پوائنٹ۔ سی کے والٹ سی کے او ڈی آر۔" اولیو باورڈ نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

گیمن بدستور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اولیو باورڈ کو دیکھے جا رہا تھا۔ اولیو باورڈ نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ یوں بیٹھ گیا جیسے اُس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو۔

"میں نے تم سے اسٹیج بننے کو نہیں کہا ہے گیمن!" اولیو باورڈ درشت لہجے میں بولا۔ "اگر تمہاری حیرت اور بوکھلاہٹ رفع ہو گئی ہو تو میں اپنی آمد کا مقصد بیان کروں۔"

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! لیکن میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت..."

"قصیدہ خوانی نہیں چلے گی مسٹر گیمن! اپنے بندوں کو کہو کہ ہماری گفتگو کوئی اور نہ سن سکے اور پھر ہمارے لیے کافی منگوالو۔"

گیمن بوکھلائے ہوئے انداز میں پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے میز کے پہلو میں لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ وہ اس بٹن کو کرسی پر بیٹھے بیٹھے بھی دبا سکتا تھا لیکن اُس کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی۔ اولیو باورڈ معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ اپنے کارندوں میں سے کسی کے سامنے بھی وہ اچانک پہنچ جاتا تو اُس کا یوں بوکھلا جانا قدرتی امر تھی۔ اولیو باورڈ صرف اسرائیل میں ہی نہیں بلکہ امریکہ میں بھی نمایاں حیثیت کا مالک تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اُس کی بدنصیبی نے اُسے ایسا گھیرا تھا کہ وہ اُس سے کسی صورت چھٹکارا حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔

کافی آ گئی۔ گیمن نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی کہ کوئی اُس کے پاس کسی ملاقاتی کو بھیجا جائے اور نہ ہی اُسے کوئی ٹیلی فون ڈائریکٹ کیا جائے۔ وہ انتہائی اہم کام میں مصروف ہے۔

"سب سے پہلے مقامی رپورٹ مسٹر گیمن!" اولیو باورڈ نے کہا۔

"بڑی سنسنی خیز رپورٹیں ہیں جناب! لائن آف کرودل کا اسلحہ یہاں پہنچ چکا ہے اور ہمارے ہاں کھلبلی مچی ہوئی ہے اور انکور لیو تو مکمل تباہی کی زد میں آ گیا۔ وہاں موجود تمام افراد قتل کر دیے گئے۔ اُن میں سے ایک بھی زندہ شخص نہ بچ سکا۔ دوسری طرف لائن آف کرودل سے اسلحہ لانے والا عرب جہاز بھی تباہ کر دیا گیا اور ہمارے وہ تمام افراد لاپتا ہیں جو اس مشن پر کام کر رہے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ عرب جہاز کو تو خود اسرائیل کے طیاروں نے بمباری کر کے تباہ کیا تھا پھر اتنی بڑی گڑبڑ کیسے ہو گئی۔ یہاں اسلحہ لے کر آنے والا جہاز اسرائیل کا وہ بحری جہاز ہے جسے عربوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ فلسطینی ایجنٹوں نے اسی جہاز سے ہمارے طیارے تباہ کیے ہوں گے۔ آپ کو تلاش کرنے کے لیے ہدایات مل چکی ہیں جناب! اور ہمارے آدمی چپے چپے پر آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں لیکن جناب اس دوران ہم پر ایک اور تباہی بھی نازل ہوئی ہے..."

خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"اور کیا ہو گیا؟" اولیو باورڈ نے مضطربانہ انداز میں اُس سے پوچھا۔

"دروشکی اپنے پورے گروہ سمیت غائب ہے۔ اُس کے لیے تخریبی کام کرنے والے تمام ایجنٹ اس وقت ملٹری انٹیلی جنس کی تحویل میں ہیں۔"

"ملٹری انٹیلی جنس؟" اولیو باورڈ اچھل پڑا اور اُس نے شکوک نظروں سے میری طرف دیکھا مگر میں بڑی بے نیازی سے گیمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں انھیں ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ہمارا ایک ایجنٹ بھی نہیں بچ سکا۔ انٹیلی جنس نے بڑی منظم کارروائی کی تھی۔ اُن سب کو بیک وقت گرفتار کیا گیا۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"کل دوپہر کے قریب یہ کارروائی کی گئی تھی جناب!"

"ملٹری انٹیلی جنس کو اُن کے بارے میں اطلاع کہاں سے ملی؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"ہم خود بہت حیران ہیں جناب! سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ایک ان لوگوں کی کارکردگی کا گراف اتنا بلند کیسے ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جناب! جیسے... جیسے اسرائیل کے ستارے گردش میں آ گئے ہوں۔"

"ہمیں بڑی باریک بینی سے تجزیہ کرنا ہوگا کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئی ہیں۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"اور جناب کل رات تو اس شہر والوں کے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ شام سے ہی شہر آنے والے تمام راستوں پر فوج تعینات تھی۔ بغیر چیکنگ کے کسی کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا تھا اور اس کے بعد تو پورے شہر پر جیسے پولیس اور فوج کا قبضہ ہو گیا تھا۔ شہر کی تمام سڑکوں پر پولیس کی کاریں سائرن بجاتی ہوئی دندناتی پھر رہی تھیں۔ معلوم نہیں وہ لوگ کسے تلاش کر رہے تھے۔ آج کے اخبارات سے بھی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔"

"اوہ! وہ کچھ نہیں۔" اولیو باورڈ مسکرایا۔ "وہ لوگ میرے تعاقب میں تھے۔"

"آپ کے تعاقب میں؟" گیمن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "اور اس کے باوجود آپ یہاں بیٹھے ہیں؟"

"ہاں بس قسمت ہی اچھی تھی کہ میں انھیں چکمہ دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"آپ واقعی باکمال آدمی ہیں جناب!" گیمن نے عقیدت مندی سے کہا۔ "فوج اور پولیس کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود بچ نکلنا ہنسی کھیل تو نہیں ہے۔"

"خوشامدیوں سے کام نہیں چلے گا گیمن! لائن آف کرودل والے مشن میں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسلحے سے لدا ہوا پورا جہاز اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ فلسطینی ایجنٹ اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔ اس ملک میں ہمارے تربیت یافتہ لوگ ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیے۔ فی الوقت سب سے بڑا مسئلہ اُس اسلحے کا ہے جو اس ملک کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اب میں اس فکر میں ہوں کہ وہ اسلحہ ان لوگوں کے استعمال میں نہ آنے پائے۔"

"اوہ، جناب! آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے آگے کی بات نہ سوچتا۔" گیمن کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ "آپ نے یقیناً شکست تسلیم نہیں کی ہے۔"

"ہرگز نہیں گیمن! میں شکست تسلیم کروں گا بھی نہیں۔ ان لوگوں سے بدلہ لینے کے لیے ایک پلاننگ کر رہا ہوں۔"

"کیا آپ مجھے اس پلاننگ کی تفصیلات بتائیں گے جناب؟" گیمن نے پوچھا۔

"نہیں، میں تمھیں اس پلاننگ کی تفصیلات ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو تم کہہ سکتے ہو کہ چند عاقبت اندیش افراد کی وجہ سے سازش کامیاب ہو گئی اور ہمارا مشن بُری طرح فیل ہو گیا لیکن میں حالات کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف ہوں اور موقع ملتے ہی تل ابیب پہنچوں گا لیکن خیال رہے کہ یہ تفصیلات صرف اس صورت میں آگے جائیں جب ان کے بارے میں خاص طور پر تم سے پوچھا جائے ورنہ میں خود ہی اُنھیں تمام حالات سے مطلع کر دوں گا۔"

"بہت بہتر جناب!" گیمن نے کہا۔ "آپ کے حکم کی حرف بحرف تعمیل ہوگی۔"

"یہ تو تھیں ابتدائی باتیں۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اس وقت تمھیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"حکم کیجیے جناب!" گیمن نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔ "یہ تو میری دیرینہ خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ کام کروں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی ہے کہ آپ کے لیے براہِ راست کوئی خدمت انجام دوں۔"

"یہ تو تمھیں معلوم ہوگا کہ میں نے اپنا ہیڈ کوارٹر..."

شی گورائے میں بنایا تھا؟"

"جی ہاں، لائٹ آف کروڈل سے آنے والے اسلحہ بردار جہاز کے سلسلے میں آپ وہیں مصروف کار تھے جزیرہ انکوریو بھی اسی ضمن میں استعمال ہو رہا تھا۔"

"ہاں! اسی کیس پر کام کرتے ہوئے میں شی گورائے سے یہاں پہنچا تھا مگر اب یہاں آ کر پھنس گیا ہوں۔ حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ میں تم سے مدد لینے کے لیے مجبور ہوں۔ اگر خود سے نکلنے کی کوشش کروں تو بہت وقت برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں جناب! میں تو خادم ہوں آپ کا۔"

"میں خاموشی سے شی گورائے واپس پہنچ جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنی پلاننگ بروئے کار لانے کے لیے اقدامات کر سکوں۔ یہاں سے بحفاظت نکلنے کے لیے تم میرے لیے کاغذات پاسپورٹ اور دیگر ضروریات کا بندوبست کر دو گے۔"

"میں ہر چیز کا بندوبست کر دوں گا جناب، یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ سارے انتظامات کرنے میں تمہیں کتنا وقت درکار ہو گا؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"آپ کے لیے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تیار ہو جائیں گے، اگر آپ کو زیادہ جلدی ہو تو۔۔۔"

"نہیں۔" اولیو باورڈ نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کام ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیے اور شی گورائے کے لیے فلائٹ کب مل سکے گی؟"

"آپ اس کی بھی فکر نہ کریں۔ شی گورائے کے لیے یہاں سے روزانہ ایک فلائٹ جاتی ہے۔ میں آپ کے لیے سیٹ کا بندوبست بھی کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے جس قدر جلد ممکن ہو ساری تیاریاں کر ڈالو، لیکن میری یہاں آمد اور روانگی کو حتی الامکان خفیہ رکھنے کی کوشش کرو، حتیٰ کہ جنرل پل کو بھی پتا نہ چلنے پائے کہ میں واپس شی گورائے پہنچ رہا ہوں، کیا سمجھے؟"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں جناب۔" گیمن سر ہلا کر بولا۔ "جس پیمانے پر ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے اور جس طرح سے ہمارا پروگرام سبوتاژ کیا گیا ہے اس کے پیش نظر انتہائی رازداری بہت ضروری ہو گئی ہے۔ آپ مجھے ایک بات اور بتا دیجیے آپ کو کام کی بہت زیادہ جلدی تو نہیں ہے؟"

"جلدی تو بہت ہے گیمن! لیکن احتیاط بھی تو بہت ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ جلدی کے چکر میں تم سے کوئی لغزش ہو جائے اور الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں۔"

"ٹھیک ہے جناب! میں اس بات کو یقینی بناؤں گا کہ آپ کو کسی بھی مرحلے پر زحمت نہ اٹھانا پڑے۔"

"یہ بہت ضروری ہے۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اس لیے کہ ملٹری انٹیلی جنس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اور اس وقت کرنل وحدت کے آدمی شکاری کتوں کی طرح پورے شہر میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"کرنل وحدت کون ہے جناب؟" گیمن نے پوچھا۔

"یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک خطرناک اور ذہین افسر ہے جو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ ہر قیمت پر مجھے گرفتار کرنا اس کی کوشش ہے۔ اگر میرے فرار کا راز فاش ہو گیا ہوگا تو یقیناً اس نے شہر سے باہر جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کرا دی ہوگی۔"

"وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو، آپ کے لیے جو کاغذات تیار کیے جائیں گے ان میں کوئی سقم تلاش نہیں کر سکے گا، میرا مطلب ہے اگر وہ کاغذات خاص طور پر اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں تب بھی وہ کچھ نہیں کر سکے گا، مجھے یقین ہے کہ آپ پر کوئی شک و شبہ نہیں کیا جائے گا۔"

"میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اور میرا اسسٹنٹ غیر معمولی حالات میں ملک سے باہر جائیں گے۔ بس یہ بات ذہن میں رہے۔"

گیمن نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی جناب!" اس نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ خوش قسمت ہیں کہ اتنی عظیم شخصیت کے ساتھ کام کرنے کے مواقع آپ کو نصیب ہوئے ہیں۔"

"کیا بتاؤں مسٹر گیمن کہ ان کے ساتھ کام کر کے کس قدر لطف اندوز ہوتا ہوں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ابھی کل رات ہی کی بات ہے۔۔۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کل رات کیا ہوا تھا جناب؟" گیمن نے بے تابی سے پوچھا۔

"مسٹر باورڈ کار ڈرائیو کر رہے تھے اور پورے شہر کی پولیس ہمارے پیچھے تھی، پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی سڑکوں پر دندناتی پھر رہی تھیں۔ سچ پوچھو تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم پولیس کے گھیرے سے نکل سکیں گے۔"

اولیو باورڈ نے مضطربانہ انداز میں کرسی پر پہلو بدلا۔

"مسٹر باورڈ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں جناب!"

"ایسی ویسی صلاحیتیں!" میں نے کہا۔ "کاش! تم انھیں اپنی آنکھوں سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ سکتے۔ انھوں نے پولیس والوں کی چار کاریں بھی ناکارہ کر دیں، کچھ پولیس والے زخمی بھی ہوئے مگر وہ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے۔"

دفعتاً انٹرکام کا بزر بول اٹھا۔ گیمن نے انٹرکام کو گھور کر دیکھا، یوں جیسے اُس سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہو۔ پھر اس نے بڑے جھلائے ہوئے انداز میں انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا۔ "میں نے کہا تھا کہ مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن دوسری طرف سے کوئی ایسی بات کہی گئی جسے سن کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ "ایک منٹ ٹھہرو۔" اس نے ریسیور میں کہا اور پھر ایک ہاتھ سے کوئی بٹن دبایا اور دوبارہ ریسیور میں بولا۔ "اب اپنی بات کو دہراؤ۔"

"مجھے افسوس ہے سر۔" اس بار انٹرکام سے ابھرنے والی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ گیمن نے بٹن دبا کر وہ سسٹم آن کیا تھا جس سے انٹرکام پر ہونے والی گفتگو پورے کمرے میں سنی جا سکے۔ اس سے یقیناً اس کا مقصد یہی تھا کہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات اولیو باورڈ بھی سن سکے۔ "آپ نے کہا تھا کہ آپ کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" انٹرکام سے ابھرنے والی نسوانی آواز کہہ رہی تھی۔ "میں نے کرنل وحدت سے کہا تھا لیکن وہ فوری طور پر آپ سے ملنے کے لیے مُصر ہیں۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر کسی نے بم کا دھماکا کر دیا ہو۔ کرنل وحدت یہاں کیسے پہنچا؟ میری نظروں کے سامنے بہت بڑا سوالیہ نشان گھومنے لگا۔ کرنل وحدت جینئس۔ بہت ذہین تھا لیکن اس بار تو میں بہت محتاط رہا تھا۔ یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ اس بار اسے ہمارا کوئی سراغ مل گیا ہو گا۔ میں بری طرح چکرا کر رہ گیا۔ اولیو باورڈ کا حال تو بہت برا تھا۔ میں اس کے جسم میں لرزش صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"کون کرنل وحدت؟" گیمن نے ورنگ آواز میں کہا۔ "میں تو کسی کرنل وحدت سے واقف نہیں۔"

"ان کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے جناب! اور ان کا اصرار ہے کہ وہ اسی وقت آپ سے ملیں گے۔"

"تم نے انھیں یہ تو نہیں بتایا کہ اس وقت میرے پاس دو ملاقاتی موجود ہیں؟" گیمن نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں نے انھیں بتا دیا تھا جناب کہ آپ ایک اہم میٹنگ کی تیاری میں مصروف ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ قومی سلامتی کا مسئلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے، انھیں بٹھاؤ۔ میں پانچ منٹ کے اندر اندر ان سے ملتا ہوں۔" گیمن نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ بے حد خطرناک شخصیت ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا جناب!" گیمن نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کہیں آپ کا تعاقب تو نہیں کیا گیا؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو باورڈ کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "نہ تو ہمارا تعاقب کیا گیا اور نہ ہی کسی ایسے شخص نے ہمیں یہاں آتے ہوئے دیکھا جس پر حکومت کا ایجنٹ ہونے کا شبہ کیا جا سکے۔"

"تب تو یہ بڑی ناممکن بات ہے جناب۔" گیمن بڑبڑایا۔

"سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا؟" اولیو باورڈ بولا۔ "ہم تو یہاں پھنس کر رہ گئے۔ اس کی نظروں میں آئے بغیر باہر کیسے نکلیں گے؟"

"یہ درست ہے مسٹر باورڈ کہ آپ یہاں سے اس کی نظروں میں آئے بغیر باہر نہیں نکل سکیں گے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ یہاں پھنس گئے ہیں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو گیمن؟" اولیو باورڈ نے کہا۔ "کرنل وحدت ایسے نہیں ٹلے گا۔"

"یہاں ایک خفیہ کمرا موجود ہے مسٹر باورڈ۔" گیمن نے کہا اور اٹھ کر دیوار گیر الماری کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے الماری کا پٹ کھولا۔ اندر فائلوں کا انبار نظر آ رہا تھا۔ گیمن نے کسی میکنزم کو حرکت دی تو الماری دروازے کے پٹ کی طرح کھل گئی اور دیوار میں خلا نظر آنے لگا۔ "یہ دیکھ رہے ہیں جناب۔" گیمن نے کہا۔ "اس طرف دوسرا کمرا ہے۔ آپ اس کمرے میں چلے جائیں تاکہ میں کرنل وحدت کو بلا سکوں۔"

"اوہ!" اولیو باورڈ کے چہرے پر بشاشت نظر آئی۔ "ہم یہاں محفوظ رہ سکیں گے۔"

"بالکل جناب! اس طرف کرنل وحدت کا ذہن جا

بن نہیں سکے گا۔" گیمن نے کہا۔

میں اور اولیو باورڈ اُس خلاء سے گزر کر دوسری جانب والے خفیہ کمرے میں داخل ہو گئے۔ وہ دس بائی دس کا مختصر سا کمرا تھا جس میں دہ صرف قالین بچھا تھا بلکہ وہ کمرا ہلکے پھلکے فرنیچر سے بھی آراستہ تھا۔ کمرے میں اگرچہ کوئی کھڑکی نہیں تھی لیکن ایئر کنڈیشنڈ ہونے کی وجہ سے گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

"وہاں دیوار پہ کچھ بٹن نصب ہیں۔" گیمن نے کہا۔ "دائیں ہاتھ سے پہلا والا بٹن دبا دیجیے گا۔"

گیمن نے کوئی لیور دبایا اور کمرے کا خلا بند ہو گیا۔ الماری اپنی جگہ پہ واپس آ گئی تھی اور اب خفیہ کمرے میں میں اور اولیو باورڈ ہی رہ گئے تھے۔ میں نے سامنے والی دیوار کی طرف دیکھا وہاں لائن سے کچھ بٹن نصب تھے۔ اُن کے بٹنوں کے اوپر ایک اسکرین تھی جو دیوار میں ہی نصب تھی۔

"گیمن غالباً یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے اور کرنل وحدت کے درمیان ہونے والی گفتگو سے باخبر رہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟" اولیو باورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے اس بٹن کو دبانے سے اسکرین روشن ہو جائے گا اور اس پہ ہمیں گیمن کا آفس دکھائی دینے لگا۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔" اولیو باورڈ نے کہا اور آگے بڑھ کر بٹن دبا دیا۔ اسکرین روشن ہو گئی اور اس پہ میرے اندازے کے عین مطابق گیمن کا آفس نظر آنے لگا۔ اُس کی میز پہ اب فائلوں کا انبار نظر آ رہا تھا۔ میز پہ موجود کافی کی پیالیاں اب میز پہ سے غائب ہو چکی تھیں۔

گیمن نے انٹر کام کا ریسیور اٹھایا اور ملائمت سے بولا۔ "کرنل وحدت کو میرے کمرے میں بھیج دیجیے۔" اس کی آواز اسکرین کے عقب میں پوشیدہ اسپیکر سے ابھری تھی۔

"اس ملک میں یہودی لابی بڑے منظم طریقے سے کام کر رہی ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ یہ راز، راز ہی رہے گا۔" اولیو باورڈ نے چونک کر کہا۔ "اور تم اس حوالے سے ہمارے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"میں اپنے وعدے پہ قائم ہوں، بے فکر رہو۔"

"ایک بات بتاؤ علی!" اولیو باورڈ نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔ "تم زد تسکی کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے تھے نا؟"

"کون زد تسکی؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"بڑا عجیب نام ہے، میرا خیال ہے اس نام کے آدمی سے میں زندگی میں کبھی نہیں ملا۔ اوہ! دیکھو کرنل وحدت۔"

اسکرین پہ گیمن کے کمرے کا دروازہ کھلتا نظر آیا تھا جس سے کرنل وحدت اندر داخل ہوا تھا۔ وہ یونیفارم میں تھا اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ گیمن اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اُس کے استقبال کے لیے اُس کی طرف بڑھا۔

"تشریف لائیے جناب!" گیمن اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

کرنل وحدت پلکیں جھپکائے بغیر گیمن کو گھورے جا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گیمن اس طرح گھورے جانے پر کچھ مضطرب سا ہو گیا ہے۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

اُس کے الفاظ سن کر میرا دل بُری طرح دھڑکنے لگا۔ یقیناً کہیں کوئی لغزش ہو گئی تھی۔ اُس کا اس طرح یہاں پہنچ جانا ناقابلِ فہم تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا اس بات کا امکان تھا کہ کرنل وحدت نے جن یہودی ایجنٹوں کو میری اطلاع پہ گرفتار کیا تھا۔ اُن میں سے کسی کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گیا ہو اور اسی کی نشان دہی پہ یہاں تک پہنچا ہو۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ اگر یہی بات تھی تو اس کا مطلب تھا کہ میں خود اپنے لیے مصیبت بن گیا ہوں۔ بہرحال اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید اولیو باورڈ کے ساتھ میرے اپنے ستارے بھی گردش میں آ گئے تھے تبھی تو میں کرنل وحدت سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ وہ کسی عفریت کے مانند میری جان کو آ گیا تھا۔ میں چاہتا تو اُس سے اور اُس کے آدمیوں سے لڑ بھڑ کے نکل سکتا تھا مگر میں تصادم سے گریزاں تھا۔ محض اس لیے کہ وہ سب عرب ملک سے تعلق رکھتے تھے اور مسلمان تھے۔ میرے ہاتھوں کسی دوست کو نقصان پہنچ جاتا تو میں ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر سکتا تھا لیکن اپنی یہ اصول پسندی مجھے اپنے لیے بے حد مہنگی پڑ رہی تھی۔ کرنل وحدت میرے لیے بلائے بے درماں بن گیا تھا۔

گیمن نے فوراً ہی سنبھالا لیا۔ "آپ تشریف تو رکھیے جناب!" اُس نے بڑی نیاز مندی سے کہا۔

کرنل وحدت آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر اُس کی نگاہ ایک لمحے کے لیے بھی گیمن کے چہرے سے نہیں ہٹی تھی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے جناب؟" گیمن نے گھنٹی کے بٹن کو انگلی سے دباتے ہوئے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"میں بہت جلدی میں ہوں مسٹر گیمن۔" کرنل وحدت سرد لہجے میں بولا اور اُس نے ہاتھ اٹھا کر چپراسی کو کمرے سے باہر چلے جانے کا اشارہ کیا جو گھنٹی کی آواز پہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کرنل وحدت کی نگاہ بدستور گیمن کے چہرے پہ جمی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ گیمن ایک بار پھر نروس ہونے لگا ہے۔ کرنل وحدت جیسے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

چپراسی سوالیہ نظروں سے گیمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ۔" اُس نے چپراسی سے کہا پھر کرنل وحدت سے بولا۔ "اگر آپ مجھے شرفِ میزبانی بخش دیتے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی تاہم فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"وضاحت فرمائیے جناب! آپ کن دونوں کی بات کر رہے ہیں؟"

"تم خوب اچھی طرح سمجھ رہے ہو میرا اشارہ کن دونوں کی طرف ہے۔" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں بھلا کیسے سمجھ سکتا ہوں جناب!" گیمن نے جزبِ بسی سے کہا۔ "ہماری فرم میں تو بہت سے لوگ کام کرتے ہیں۔"

"تم ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہو۔" کرنل وحدت غرایا۔

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں جناب؟" گیمن نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تحیر تھا۔

"تم یہودی ہو اور اُن یہودیوں کی پشت پناہی کر رہے ہو جو ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں۔"

میرے ہوش اُڑ گئے۔ یقیناً کرنل وحدت نے کسی کی زبان کھلوالی تھی اور اب ہماری خیر نہیں تھی۔

"میں یہودی ضرور ہوں جناب! لیکن یہودی ہونا کوئی جرم تو نہیں ہے۔" گیمن نے احتجاج کیا۔

"ایسے یہودیوں سے تمہارے مراسم سامنے آئے ہیں جو اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔"

"میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا جناب لیکن کسی کے ماتھے پہ تو لکھا نہیں ہوتا کہ وہ کس کا ایجنٹ ہے؟"

"جیسے تمہارے ماتھے پہ نہیں لکھا ہوا۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں جناب! میں امریکا کا رہنے والا ہوں۔"

"لیکن ہو تو یہودی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "اور ہر یہودی خواہ کسی بھی ملک کا باشندہ ہو در پردہ اسرائیل کا وفادار ہوتا ہے اور اسی کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔"

"میں گزشتہ دس سال سے اس ملک میں، اسی شہر میں اسی فرم کے لیے خدمات انجام دے رہا ہوں میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں جناب!"

"ہاں بظاہر تو تمہارے ہاتھ صاف ہیں لیکن تمہاری اصلیت مجھ پہ کھل چکی ہے۔ در پردہ تم اسرائیلی ایجنٹوں کی مدد کر رہے ہو۔"

"بے عزتی کی بھی حد ہوتی ہے جناب! میں نے کبھی اس ملک کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور آج مجھے اس کا یہ صلہ مل رہا ہے؟"

"ممکن ہے تم خود ان سرگرمیوں میں ملوث نہ رہے ہو لیکن تم ایسے لوگوں کے ہاتھ ضرور مضبوط کرتے رہے ہو جو ہمارے ملک کے خلاف کام کرتے رہتے ہیں۔"

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

"وہی دونوں شخص جنہوں نے تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔" کرنل وحدت بولا۔

"آپ نے پہلے بھی دو افراد کا تذکرہ کیا تھا۔ جب تک آپ اُن کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائیں گے میں کیا جواب دے سکوں گا؟"

"اُن میں سے ایک کا نام..." کرنل وحدت نے گیمن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اولیو باورڈ ہے۔"

گیمن نے ذہن پہ زور ڈالنے کی اداکاری کی۔ "اس نام کے کسی آدمی سے تو میں واقف نہیں ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اچھی طرح سوچ لو مسٹر گیمن! بعد میں کہیں تمہیں اپنا بیان تبدیل نہ کرنا پڑ جائے۔"

"دیکھیے ممکن ہے اس نام کے کسی آدمی سے کبھی ملاقات ہوئی ہو لیکن اس وقت قطعی یاد نہیں آ رہا۔"

"یعنی اولیو ہاورڈ نامی شخص نے کچھ دیر قبل تم سے ملاقات نہیں کی؟"

"آج دراصل ایک اہم میٹنگ کے سلسلے میں، میں بہت مصروف تھا اس لیے میں نے منع کر دیا تھا کہ کسی ملاقاتی کو میرے پاس نہ بھیجا جائے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ دونوں اس فرم میں کسی اور سے ملنے آئے ہوں؟" کرنل وحدت بولا۔

"میں ابھی معلوم کیے لیتا ہوں۔ آپ مجھے اُن کے حلیے بتائیے۔" گیمن نے کہا اور جواب میں کرنل وحدت نے میرے اور اولیو ہاورڈ کے حلیے بڑی تفصیل کے ساتھ گیمن کے گوش گزار کر دیے۔ گیمن نے انٹرکام پر استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو ہمارے حلیے اتنی ہی تفصیل سے بتائے جتنی تفصیل سے کرنل وحدت نے بیان کیے تھے۔ "آج صبح سے اس حلیے کے افراد ہماری فرم میں کسی سے ملنے تو نہیں آئے؟" حلیے بتانے کے بعد گیمن نے پوچھا پھر خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ اس کے بعد بولا۔ "دیکھو اگر اس حلیے کے افراد نظر آئیں تو فوراً مجھے مطلع کرنا۔" اس نے کہا اور انٹرکام بند کر دیا۔ "مجھے افسوس ہے جناب!" وہ کرنل وحدت سے بولا۔ "ہماری فرم میں اس حلیے کے لوگ نہیں آئے لیکن جناب! آپ کو یہ غلط فہمی کیسے ہو گئی؟"

"غلط فہمی!" کرنل وحدت غرّایا۔ "انھیں اس عمارت میں داخل ہوتے دیکھا گیا ہے۔"

"عمارت تو بہت بڑی ہے جناب! ممکن ہے وہ کسی اور فلور پر گئے ہوں۔" گیمن بولا۔

"ممکن تو بہت کچھ ہے مسٹر گیمن! لیکن بدقسمتی سے اس عمارت میں کوئی اور یہودی فرم نہیں ہے۔"

"واقعی یہ میری بدقسمتی ہے جناب کہ میں یہودی ہوں۔" گیمن کھسیانے ہوئے انداز میں بولا۔

"تمھاری بدقسمتی یہ نہیں ہے کہ تم یہودی ہو بلکہ تمھارے کرتوت تمھاری بدنصیبی کا آغاز کرنے والے ہیں۔"

"میں ایک معزز آدمی ہوں جناب!" گیمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اور میں مسلسل الزام تراشیاں برداشت کر رہا ہوں۔ آپ بغیر ثبوت کے میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔"

کرنل وحدت کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "مجھے احساس ہے مسٹر گیمن کہ تم ایک غیر ملکی ہو اسی لیے میں تم پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ کاش تم یہاں کے باشندے ہوتے!"

"میں غیر ملکی ضرور ہوں کرنل، مگر میں جس ملک میں رہتا ہوں اُس سے نمک حرامی نہیں کرتا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر گیمن!" کرنل وحدت نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں لیکن وہ دونوں بچ نہیں سکیں گے۔ وہ اس بلڈنگ سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو آپ مجھے اُن دونوں کے بارے میں بتا دیں کیا وہ بہت بڑے مجرم ہیں؟"

"حرج تو کوئی نہیں ہے مسٹر گیمن!" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔ "مگر میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں!" کرنل وحدت پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے گیمن کے آفس سے باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا۔ گیمن بھی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا اور اُسے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھول کر کرنل وحدت وفعتاً گیمن کی طرف پلٹا۔ "تم جیسے لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولا۔ "تمھیں میز اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے تھی۔ میز کی سطح پر پیالیوں کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں۔" گیمن کی نگاہ بے اختیار میز کی طرف جھک گئی لیکن کرنل وحدت اُسے دیکھنے کے لیے رکا نہیں تھا۔ وہ گیمن پر اپنے جملے کا ردِعمل دیکھے بغیر چلا گیا تھا۔ اُس کے باہر نکلتے ہی گیمن کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ خشک کر رہا تھا۔

میں اور اولیو ہاورڈ سناٹے کے عالم میں بیٹھے تھے۔ کرنل وحدت کے گیمن کے کمرے سے باہر نکلتے ہی میں دیوار کی طرف جھپٹا اور میں نے دوسرا بٹن دبا دیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اسکرین پر منظر تبدیل ہو گیا تھا اور اب گیمن کے کمرے سے باہر استقبالیہ تک کا منظر نظر آ رہا تھا۔

کرنل وحدت تیز قدموں سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ استقبالیہ کاؤنٹر کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے کرنل وحدت کو رکتے دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجالی۔

"مجھے یقین ہے سر! مسٹر گیمن سے آپ کی ملاقات خوشگوار رہی ہوگی۔" لڑکی نے کہا۔

"کبھی کسی نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ تم کتنی خوبصورت ہو؟" کرنل وحدت نے متروک لہجے میں کہا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے لڑکی کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"بتایا ہے جناب!" لڑکی شرما کر بولی۔ اُس نے شاید کرنل وحدت کے لہجے پر توجہ نہیں دی تھی۔ "سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں بہت حسین ہوں۔"

"ہوں!" کرنل وحدت نے اپنا اوپری ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ "لیکن کسی نے تمھیں یہ نہیں بتایا ہوگا کہ حسن کتنی ناپائیدار شے ہے۔ محض چند لمحوں کے اندر تمھارا یہ حسین چہرہ اتنا بگڑ سکتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر خوف کھانے لگیں۔"

لڑکی کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھل گیا۔ شاید اُسے واقعی کبھی کسی نے یہ نہیں بتایا تھا۔ وہ حیرت سے منہ کھولے بیرونی دروازے کو تکتی رہی جس سے گزر کر کرنل وحدت باہر جا چکا تھا۔ وہ چند لمحے سکتے کے سے عالم میں بیٹھی رہی پھر چونک کر انٹرکام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

میں نے آگے بڑھ کر بٹن آف کیا اور اسکرین تاریک ہو گئی۔ "دیکھا اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

"اب یہ بلڈنگ ہمارے لیے چوہے دان بن کر رہ جائے گی۔"

"ایسا بھی نہیں ہے اولیو ہاورڈ! کالونی ظاہرات تیار ہونے تک ہم یہاں محفوظ رہیں گے۔"

"نہیں اس کے بعد تو یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ کیسے نکلیں گے؟"

"میرا خیال ہے کرنل وحدت صرف بلڈنگ کی نگرانی کرا رہا ہے اور وہ بہت سخت ہوگی۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں۔ پتا نہیں ہمیں کب تک یہاں بند رہنا پڑے۔"

"عقل سے کام لو اولیو ہاورڈ! اس بلڈنگ میں دن بھر میں ہزاروں افراد آتے جاتے ہوں گے۔ کرنل وحدت کے آدمی کس کس کو چیک کریں گے؟"

"وہ بہت چالاک ہے علی! مجھے یقین ہے کہ اُس نے اس حلیے میں بھی ہماری تصویریں ضرور کھینچ لی ہوں گی۔"

"اس سے اُسے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔ "نگرانی کرنے والوں کے پاس ہم دونوں کی تصویریں موجود ہوں گی۔ انھیں کسی کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔"

"اگر اُس کے پاس ہماری تصویریں ہوتیں تو وہ گیمن کو حلیے بتانے کی بجائے ہماری تصویریں دکھاتا۔" میں نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے اُس بار اُسے ہماری تصویریں کھینچنے کا موقع نہیں مل سکا یا پھر اُس نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہوگی۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ اُس نے یقیناً ہماری تصویریں کھینچی ہوں گی۔"

"تو پھر یہ احمق ہوا۔ تصویروں کے ذریعے وہ بہ آسانی ہمارے بارے میں تفتیش کر سکتا تھا۔"

"دراصل کسی بنا پر اُسے یقین ہے کہ ہم یہیں آئے ہیں اسی لیے اُس نے گیمن کو تصویریں دکھانے سے گریز کیا ہوگا تاکہ ہمیں اس غلط فہمی میں رکھ سکے کہ اُس کے پاس ہماری تصویریں نہیں ہیں۔"

"اوہ! اس طرف تو میرا ذہن گیا ہی نہیں تھا۔ ہاں، یہ امکان ہے!"

وفعتاً خفیہ دروازہ کھلا اور گیمن نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ "آپ نے سب کچھ دیکھا اور سُنا ہوگا جناب!"

"ہاں!" اولیو ہاورڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ اُس کے پاس کسی بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو تمھیں ہرگز نہ چھوڑتا!"

"لیکن جناب! وہ یہاں پہنچا کیسے؟" گیمن کے لہجے سے اُلجھن جھلک رہی تھی۔ "ممکن ہے آپ کا تعاقب کیا گیا ہو؟"

"ہرگز نہیں!" اولیو ہاورڈ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "ہم نے خاص طور پر اس بات کا خیال رکھا تھا۔"

"ہم خود بڑی احتیاط سے کام کرتے ہیں جناب! اس سال کے دوران ہم ہر قسم کے شک و شبے سے بالاتر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر وہ سیدھا یہیں کیسے آ پہنچا؟"

"تمھاری تشویش حق بجانب ہے مسٹر گیمن!" میں نے کہا۔ "لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔ اس بات کو محض اتفاق ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ اُس کے کسی آدمی کی نظر ہم پر اس وقت پڑ گئی ہو جب ہم بلڈنگ میں داخل ہو رہے تھے۔ ممکن ہے اس شخص نے ہمیں بلڈنگ کے اندر دیکھا ہو اور یہ امکان بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں لفٹ سے اس فلور پر آتے

وقت دیکھا گیا ہو۔ بہرحال صورت کوئی بھی رہی ہو، ہم اس کے بارے میں صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے۔"

"یہ بات تو یقین سے کہی جا سکتی ہے جناب کہ آپ لوگوں کو اس فلور پر آتے وقت دیکھا گیا ہے۔" گیمن نے کہا۔

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ کی اور اس کی آمد کے درمیان زیادہ وقفہ نہیں تھا یعنی وہ اطلاع ملتے ہی سیدھا یہاں پہنچا۔ اگر کہیں اور جاتا تو اتنی جلدی یہاں نہ پہنچ جاتا۔ دوسری وجہ اس کے گفتگو کرنے کا انداز ہے۔ وہ یوں بات کر رہا تھا جیسے اسے یقین ہو کہ آپ لوگ یہیں آئے تھے۔"

"تم ان ایجنٹس کو نظر انداز کر رہے ہو گیمن! جنھیں ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کیا ہے۔ ممکن ہے اس نے ان میں سے کسی کی زبان کھلوالی ہو۔" اولیو باورڈ بولا۔

"اگر ایسا ہوتا تو اس نے یہاں تہلکہ مچا دیا ہوتا۔" میں نے کہا۔ "نہیں مسٹر باورڈ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ صرف اس بنیاد پر اتنے یقین سے یہاں چلا آیا کہ یہ فرم یہودیوں کی ملکیت ہے اور معاملہ چونکہ اسرائیل کا ہے اس لیے اس معاملے میں کوئی بھی یہودی ملوث ہو سکتا ہے۔ اگر اس بلڈنگ میں ایسی کوئی دوسری فرم اور ہوتی تو یقیناً وہ الجھ جاتا لیکن وہ ہے بہت چالاک، سیدھا یہیں آیا اور اس طرح گفتگو کی جیسے اسے سب کچھ معلوم ہے۔"

"آپ کا تجزیہ قرینِ قیاس ہے جناب!" گیمن بولا۔ "وہ نہ صرف بے حد چالاک ہے بلکہ بے انتہا خطرناک بھی معلوم ہوتا ہے۔ میز پر کافی کی پیالیوں کے نشانات بھی اس کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ حالانکہ میں نے میز پر کپڑا پھیر دیا تھا۔"

"اس نے استقبالیہ والی لڑکی کو بھی تو دھمکی دی ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" گیمن چونک پڑا۔

"کرنل وحدت جیسے ہی تمھارے کمرے سے نکلا مسٹر باورڈ نے اسکرین کے نیچے دیوار پر نصب دوسرا بٹن دبانے کو کہا۔ میں نے تعمیل کی پتا چلا کہ اسکرین پر تمھارے کمرے کے باہر کا منظر نظر آ رہا ہے۔ ہم نے وہ گفتگو سنی جو کرنل وحدت نے اس لڑکی سے کی تھی۔"

گیمن نے کہا۔

"مسٹر باورڈ جینئس ہیں جناب!" گیمن بولا۔ "ہاں، مجھے دھمکی دینے کے علاوہ اس نے اس لڑکی کو دھمکی دی ہے۔"

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں گیمن۔" میں نے کہا۔ "بس ذرا محتاط ہو جاؤ بلکہ بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔" گیمن بولا۔

"اب شاید تمھیں ہمارے کاغذات بنوانے میں کچھ دیر ہوگی۔" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں جناب! میرے ذرائع ایسے ہیں کہ کرنل وحدت وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یعنی کل تک ہمارے کاغذات تیار ہو جائیں گے؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"امید تو یہی ہے۔" گیمن نے کہا۔

"کاغذات کے لیے تمھیں ہماری تصویروں کی ضرورت تو نہیں پڑے گی؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آپ تصویروں کے مطابق میک اپ کر سکیں گے۔"

"بالکل کر سکیں گے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "لیکن ہمارے پاس میک اپ کا سامان کہاں ہے؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔"

"اور ہماری رہائش کا کیا بنے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے سوچا تو کچھ اور تھا لیکن اب اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں رہی کہ آپ لوگ یہیں قیام کریں۔ وہ واش روم کا دروازہ ہے۔ کمرا مختصر ہونے کی وجہ سے آپ کو جو پریشانی ہوگی اس پر میں پیشگی معذرت چاہتا ہوں لیکن اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی تو نہیں۔"

"ارے نہیں مسٹر گیمن۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ کمرا تو بہت آرام دہ ہے ورنہ ہم فیلڈ میں کام کرنے والے تو بہت سخت حالات میں بھی گزارہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب! لیکن میری خواہش تھی کہ قسمت سے مجھے مسٹر باورڈ جیسے بلند پایہ آدمی کی میزبانی کا شرف حاصل ہو گیا ہے تو ان کے شایانِ شان انتظامات کروں۔ لیکن خیر! پھر کبھی سہی۔ شاید دوبارہ کبھی قسمت

مجھ پر مہربان ہو جائے۔"

"اس کمرے کا مصرف کیا ہے مسٹر گیمن؟" میں نے پوچھا۔ "اور اس سے کتنے لوگ واقف ہیں؟"

"ہم جس قسم کی ذمے داریاں سرانجام دے رہے ہیں جناب! اس کے تحت ہمیں ایسی خفیہ جگہوں کی ضرورت رہتی ہی ہے۔ عام طور پر یہ کمرا صرف میرے استعمال میں رہتا ہے۔ آپ سامنے اسکرین کے نیچے دیوار پر بٹنوں کی جو قطار دیکھ رہے ہیں ان کے ذریعے میں اس کمرے میں بیٹھ کر پورے آفس پر نظر رکھ سکتا ہوں۔ یہاں اس کمرے کے وجود سے بہت کم لوگ واقف ہیں اور وہ سب کے سب بہت قابلِ اعتماد لوگ ہیں لہٰذا آپ بالکل بے فکر ہو کر یہاں رہیں۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے گیمن۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اب تم جاؤ اور انتظامات کر ڈالو۔ ہو سکے تو کرنل وحدت کی مصروفیات کے بارے میں بھی معلوم کرنا۔"

"لیکن اس کی نگرانی کرانے کی حماقت مت کرنا۔" میں نے کہا۔ "اس موقع پر ہم کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اگر اسے اپنی نگرانی کا شبہ بھی ہو گیا تو وہ مزید شبے میں مبتلا ہو کر ممکن ہے کوئی بڑا قدم اٹھا بیٹھے لہٰذا خاص طور پر اس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "لیکن اس بلڈنگ میں اس کی سرگرمیوں کی تفصیلات تو ویسے ہی معلوم ہو جاتی ہیں گی۔"

"جی ہاں جناب! یہ معلومات تو اس پر نظر رکھے بغیر ہی فراہم ہو جائیں گی۔" گیمن نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

"اب تم بھی کھل جاؤ علی!" گیمن کے جاتے ہی اولیو باورڈ نے مجھ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔ "مجھ سے تم کیا چاہتے ہو؟"

"زدوتسکی کو تم نے گرفتار کیا تھا۔ یقیناً تم نے اس کی زبان کھلوالی تھی ورنہ اتنے بہت سے لوگ کیسے گرفتار ہو گئے؟"

"کون زدوتسکی؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں اولیو باورڈ کو گھورا۔ "تم نے پہلے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا مگر مجھے بالکل یاد نہیں آتا کہ میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف ہوں۔"

"تو سنو علی۔" اولیو باورڈ نے منہ بنایا۔ "کرنل وحدت کا اسرائیلی ایجنٹوں تک پہنچ جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مخبری ہوئی ہے اور اس کا ذریعہ تم بنے ہو۔"

"تو پھر میں نے ایسی مخبری کیسے کی ہوگی؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "جبھی تو کرنل وحدت یہاں تک پہنچ گیا!"

"میں نہیں مان سکتا۔ جانتے ہو زدوتسکی کس شخص کا نام ہے؟"

"بتا سکتے ہو تو بتاؤ ورنہ میں اصرار نہیں کروں گا۔"

"ریگستان میں قزاقوں کے جس گروہ کا تم نے قلع قمع کیا تھا اس کے سردار کا نام زدوتسکی ہے۔"

"نہیں!" میں اچھل پڑا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو کوئی مقامی باشندہ تھا۔"

اولیو باورڈ بے اعتباری سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "میں کبھی یقین نہیں کروں گا علی!"

"تم مذاق کر رہے ہو اولیو باورڈ!" میں نے ہنسنے کی کوشش کی۔

"یہ ایک سنگین حقیقت ہے۔" اولیو باورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "اور یہ بڑی ناممکن سی بات ہے کہ بغیر کسی مخبری کے ان سارے ایجنٹوں کو بیک وقت گرفتار کر لیا گیا ہو۔"

"کرنل وحدت شاید آدمی ہی ناممکنات کا ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کے تین ناممکن قسم کے کارنامے تو ہم دونوں کے علم میں ہیں۔ پہلے اس نے ہمیں صحرا سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد جب ہم ہوٹل میں اس کی گرفت میں پھنسے اور اب آخر میں وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

"وہ ہمارے پیچھے تھا اگر اسے کچھ سراغ مل گئے تو یہ ایسی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن وہ ایجنٹ تو خفیہ طور پر اپنا کام کر رہے تھے اور ان کی سرگرمیاں بھی ایسی نہیں تھیں کہ ان پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکتا۔ ایسے میں یہی سوچا جا سکتا ہے کہ ان کی مخبری کی گئی ہوگی۔"

"مجھے کیا معلوم تم کن ایجنٹس کا تذکرہ کر رہے ہو۔" میں نے جھنجلا کر کہا حالانکہ مجھے سب کچھ معلوم تھا۔

"اگر تمھیں نہیں معلوم تو تمھارا لاعلم رہنا ہی بہتر ہے۔ کرنل وحدت تو اس ملک میں ہمارے لیے خطرہ ہے مگر تم تو اسرائیل کے لیے مستقل اور ہر جگہ خطرہ ہو۔"

"بہتر یہ ہے کہ اب آرام کرو۔ تمھارا دماغ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔" میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ علی!" اولیو باورڈ بولا۔ "اس وقت تم

پوری طرح میرے قبضے میں ہو۔ میں تمہیں ٹھکانے لگا دوں تو تمہاری لاش کا بھی پتا نہیں چلے گا۔"

"یہاں تم مجھے انگلی بھی نہیں لگا سکو گے لہٰذا میں بالکل بے فکر ہوں۔"

"میرے ایک اشارے پر تمہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

"جانتے ہو میں کون ہوں؟" میں نے اولیو باورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا اسسٹنٹ ہوں اور اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو تمہیں جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گی۔ پہلے ہی تمہاری پوزیشن بہت خراب ہے۔ ان وضاحتوں کی فکر کرو اولیو باورڈ جو تمہیں ہائی کمان کے سامنے کرنا ہوں گی۔"

"میں نے تمہارے ہاتھوں بڑے نقصان اٹھائے ہیں علی! امریکن سی آئی اے سے تو میں نکالا ہی گیا تھا' اب اسرائیل میں بھی مجھے اپنی پوزیشن برقرار رکھنا ناممکن نظر آ رہا ہے۔ میری بیٹی تمہارے قبضے میں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں اس وقت تم سے تعاون کرنے پر مجبور ہوں۔"

"مجھے خود بھی یہ سوچ کر افسوس ہوتا ہے اولیو باورڈ! کہ باپ کے کرتوتوں کی سزا بیٹی کو بھگتنا پڑ رہی ہے۔ لکی باورڈ تو بے قصور ہے۔ اس کا قصور اگر کچھ ہے تو صرف یہی ہے کہ وہ تمہاری بیٹی ہے۔ کاش تم نے تہذیب مالکم ایکس پر ہاتھ نہ ڈالا ہوتا تو لکی باورڈ بھی میرے ہاتھوں محفوظ رہتی!"

"میں تمہیں تہذیب مالکم ایکس کے حوالے سے بلیک میل نہیں کر سکا لیکن تم نے لکی باورڈ کو یرغمال بنا کر مجھ سے اسرائیل کے خلاف جو جو کام لیے ہیں اس کے بعد بھی تمہارے دل میں کوئی خلش باقی رہ گئی ہے۔ اب تو تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"یہ تو میری شرافت ہے کہ میں لکی باورڈ کو تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہو گیا ہوں ورنہ سوچا تو یہی تھا کہ جب تک تہذیب مالکم ایکس مجھے نہیں مل جائے گی لکی کو اپنے قبضے میں ہی رکھوں گا لیکن بعض عربوں کے مفادات کے پیش نظر میں نے تم سے وعدہ کر لیا تھا کہ لکی کو واپس تمہارے حوالے کر دوں گا۔ دیکھ لو اس وعدے کی تکمیل مجھے کتنی بھاری پڑ رہی ہے۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ علی لیکن لکی کی واپسی کے بعد مجھ سے کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔"

"میں کسی سے بھی رعایت کی توقع نہیں رکھتا اولیو باورڈ! اور تم سے تو رعایت کی توقع رکھنا بدترین حماقت ہے۔"

اولیو باورڈ کمرے میں موجود مختصر سے بیڈ پر لیٹ گیا اور میں نے صوفہ سنبھال لیا۔ میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ واقعات بہت تیزی سے پیش آ رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حالات مجھے اپنے دھارے پر بہائے لیے چلے جا رہے ہوں۔ میں اور اولیو باورڈ ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ ہم دونوں کو صرف اس ملک سے کسی طرح نکل جانے کی فکر لاحق تھی۔ اولیو باورڈ سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کے لیے مجھے بہت سے پاپڑ بیلنا پڑے تھے اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ مستقبل کے پردے پر کیا تحریر ہے۔ میں اپنی راہ میں آنے والی مشکلات سے خوف زدہ نہیں تھا۔ مجھے تو وقت کی فکر لاحق تھی۔ میرے لیے تو سب سے اہم فیکٹر وقت ہی تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ تیزی سے گزرتا ہوا وقت کہیں میری تہذیب کو مجھ سے دور نہ لے جائے۔ ایک عرصے بعد وصل کے امکانات پیدا ہوئے تو پے در پے پیش آنے والے واقعات نے اسے پھر مجھ سے دور کر دیا تاہم اب مجھے یہ بے فکری ہو گئی تھی کہ تہذیب جہاں بھی ہو گی آزاد ہو گی اور مجھ سے ملاقات کے لیے کوشاں ہو گی۔

ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں صوفے پر لیٹے ہوئے مختلف خیالات میں غلطاں و پیچاں میں جانے کب نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور مجھے اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔ میری آنکھ کوئی دو گھنٹے بعد کھلی۔ اس وقت ایک بج چکا تھا۔ میں نے اولیو باورڈ کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں گیمن داخل ہوا۔ "میں اس سے پہلے بھی حاضر ہوا تھا جناب! لیکن آپ لوگوں کو سوتے دیکھ کر واپس چلا گیا۔"

"تھکن بہت تھی مسٹر گیمن! اس لیے آنکھ لگ گئی تھی۔" میں نے کہا۔ "تم سناؤ کیا خبریں ہیں؟"

ہماری آوازیں سن کر اولیو باورڈ بھی اٹھ گیا تھا۔

"کرنل وحدت ابھی تک اس بلڈنگ میں موجود ہے۔" گیمن نے کہا۔

"کیا؟" اولیو باورڈ نے حیرت سے کہا۔ "وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"آپ لوگوں کے بارے میں تفتیش کر رہا ہے جناب عالی!"

"اور بلڈنگ کے باہر کیا صورت حال ہے؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"بلڈنگ محاصرے میں ہے جناب! باوردی فوجی ہر شخص کو چیک کر رہے ہیں۔" گیمن نے بتایا۔

"تب تو یہاں سے ہمارا نکلنا بے حد دشوار ہو جائے گا۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"جی ہاں جناب! جب تک یہ صورت رہے گی بلڈنگ سے نکلنا ناممکن ہی ہو گا۔"

"کیوں مسٹر گیمن! کیا اس بلڈنگ میں کام کرنے والے لوگ شام کے وقت اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جو لوگ بلڈنگ میں موجود ہیں انہیں نہیں روکا جائے گا۔" گیمن نے بتایا۔ "یا جو لوگ باہر سے آ رہے ہیں اور انہیں چیک کر کے اندر آنے کی اجازت دی جا رہی ہے انہیں بھی واپس جانے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو شخص بھی باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اسے روک لیا جائے گا۔"

"انہیں یہ کیسے پتا چلے گا کہ بلڈنگ میں کون کون موجود ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ملٹری انٹیلی جنس کے لوگ اب تک ساری فہرستیں تیار کر چکے ہیں۔ باہر جاتے وقت ہر ایک کو چیک کیا جا رہا ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ تم ہمارے نام بھی یہاں کے ملازمین کی فہرست میں درج کرا دیتے؟" اولیو باورڈ نے کہا۔

"میں یہ خطرہ کیسے مول لے سکتا تھا جناب!" گیمن نے کہا۔ "انہیں ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو پھر آپ لوگ بچ نہیں سکتے تھے۔"

"گویا ہم یہاں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اب یہاں سے نکل نہیں سکیں گے؟"

"آج تو یہ ممکن نظر نہیں آتا جناب۔" گیمن بولا۔ "اب دیکھیے اگر رات تک یہ لوگ محاصرہ اٹھا دیں تو کل آپ یہاں سے نکل سکیں گے۔"

"فرض کرو انھوں نے محاصرہ ختم نہ کیا اور کل بھی یہی صورت رہی تو کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے جناب آپ یہاں سے نہیں نکل سکیں گے اس لیے کہ آپ یہاں موجود ہی نہیں ہیں۔"

"فرض کرو ہم کوئی اور میک اپ کر لیں تو کرنل وحدت کے لوگ ہمیں موجودہ حیثیتوں میں کیسے پہچانیں گے؟" اولیو باورڈ نے کہا۔

"موجودہ حیثیتوں میں نہ پہچانے جانے کے باوجود یہ سوال تو ضرور پیدا ہو گا کہ ہم بلڈنگ میں داخل کیسے ہوئے؟" میں نے کہا۔ "محض اس شبے کی بنیاد پر ہمیں روک لیا جائے گا اور اگر ہم پکڑے گئے تو مسٹر گیمن کی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تو کرنا ہی پڑے گی۔ ظاہر ہے ہم زیادہ وقت تو نہیں برباد کر سکتے۔ ہمیں اور بھی بہت سے کام کرنا ہیں۔ اسرائیل پہنچ کر مفصل رپورٹ پیش کرنا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں جناب۔" میں نے مؤدبانہ انداز میں اولیو باورڈ سے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہو گی مگر اس وقت ذہن میں نہیں آ رہی۔"

"اگر کوئی تدبیر ہوتی تو کیا میں اسے نظر انداز کر دیتا۔" گیمن بڑا مان کر بولا۔

"اوہ آپ غلط سمجھے۔" میں نے گیمن سے کہا۔ "میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپ اس تدبیر سے واقف بھی ہوں گے۔ یہ بات تو سوچی بھی نہیں جا سکتی کہ آپ ہماری آزادی کی کوششوں میں کسی بھی قسم کی دانستہ کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے پہلے لنچ کر لیا جائے۔" گیمن نے کہا۔ "اس دوران ممکن ہے کوئی تدبیر سوجھ ہی جائے۔"

"اس میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے مسٹر گیمن؟" میں نے کہا۔

"خطرہ؟" گیمن نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کھانا کھانے میں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"

"میرا مطلب ہے کرنل وحدت ہماری تاک میں ہے۔ اس سے کوئی معمولی سی چیز بھی نظر انداز نہیں کی ہو گی۔ اگر یہاں زیادہ کھانا آیا تو کیا وہ کھٹک نہیں جائے گا؟"

گیمن ہنس پڑا۔ "آپ بہت محتاط ہیں جناب!" اس نے کہا۔ "مگر بے فکر رہیے! کمپنی کی اپنی کینٹین ہے۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ کرنل وحدت استاد ضرور تھا مگر اب اس کے مقابلے میں معمولی سے معمولی بات

بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ ذہین تھا اور پھر قدرت بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔ تبھی تو اتفاقات اس کے حق میں پیش آ رہے تھے ورنہ کیا ضروری تھا کہ اس کا کوئی آدمی ہمیں اس بلڈنگ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتا۔

کیمین نے کھانا اسی کمرے میں منگوا لیا اور ہم کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران میں مستقل سوچتا رہا اور بالآخر میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔

"اس ملک میں اسرائیل کے بہت سے ایجنٹ کام کر رہے ہوں گے؟" کھانے کے بعد میں نے کیمین سے پوچھا۔

"جی ہاں، کافی لوگ کام کر رہے ہیں۔" کیمین نے کہا۔

"ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس وقت کوئی کام نہیں کر رہے ہوں گے؟"

"میں سمجھا نہیں جناب کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" کیمین نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی دو افراد ہماری جگہ آ جائیں تو ہم ان کی جگہ لے لیں گے۔"

"تمہارے ذہن نے خوب کام کیا۔" اولیو باورڈ اچھل پڑا۔ "واقعی اگر ایسے دو افراد مل جائیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"ایسے لوگ تو موجود ہیں جناب لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ ان سے کیا کام لیا جا سکتا ہے؟" کیمین بولا۔

"میں سمجھاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تمہارے پاس میک اپ کا سامان تو موجود ہوگا؟"

"جی ہاں ہے اور اگر آپ حکم کریں تو فوری طور پر مہیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"بس تو دو ایسے افراد کو بلاؤ جو ہمارے قد کاٹھ کے ہوں۔ ظاہر ہے ان کے پاس سارے کاغذات موجود ہوں گے اور بلڈنگ میں داخل ہوتے وقت فوجی انھیں چیک کریں گے۔ اس کے بعد ہی انھیں اندر داخل ہونے دیا جائے گا۔ جب وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں گے تو ہم ان کا میک اپ کر لیں گے اور انھی کے کاغذات کے سہارے نہ صرف اس بلڈنگ سے بلکہ اس ملک سے بھی نکل جائیں گے۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے جناب۔" کیمین نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "گویا آپ کے بجائے وہ دونوں یہاں رہیں گے۔"

"ہاں، تم نے ہمارے کاغذات تو چیک کے لیے دے دیے ہوں گے؟"

"جی ہاں، کل دوپہر کے بعد کسی وقت آپ کے کاغذات تیار ہو جائیں گے۔"

"بس تو وہ کاغذات ان لوگوں کے کام آ جائیں گے۔ ایسے لوگ اگر ہیں تو انھیں کب تک طلب کیا جا سکتا ہے؟"

"اتفاق سے دو ایسے افراد یہاں موجود ہیں جن کا کام ہو چکا ہے مگر وہ یہاں سے تین روز بعد واپس جائیں گے اور یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ وہ میرے گھر پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"وہ لوگ کون سے ملک کے پاسپورٹ پر سفر کر رہے ہیں؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ امریکن ہیں جناب اور ان کے پاس امریکا کے ہی پاسپورٹ ہیں۔"

"انھیں فوراً یہاں طلب کر کے ساری صورت حال سمجھا دو۔" میں نے کہا۔ "اگر تمہارے پاس یہاں آنجہانی ان کی تصویریں موجود ہوں تو ان کی تصویریں اور میک اپ کا سامان فراہم کر دو تاکہ ان کے یہاں پہنچنے تک ہم ان کا میک اپ کر لیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" کیمین نے کہا اور تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں میک اپ کا سامان اور ان ایجنٹوں کی تصویریں فراہم کر دیں۔

"اب ہم محفوظ ہو جائیں گے علی۔" میک اپ کے دوران اولیو باورڈ نے مجھ سے کہا۔ کیمین اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔

"یہ بہت ضروری تھا اولیو باورڈ! اس کے بغیر ہم اس ملک سے نہ نکل پاتے۔ جعلی کاغذات بہرحال جعلی ہوتے ہیں۔ اب ہمارے پاس کاغذات تو اصل ہوں گے مگر ہم خود جعلی ہوں گے۔"

"میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم یہاں سے شفٹ کروائے جائیں گے اور وہاں سے فوراً ہی کوٹے بل نکل جائیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ تم ان کو کوٹے بل میں ہی میرے حوالے کرو گے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "اگر تم اس پروگرام میں کسی تبدیلی کے خواہاں ہو تو مجھے ابھی بتا دو۔"

"نہیں اولیو باورڈ! فی الحال اس پروگرام میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ جب ضرورت ہوگی بتا دوں گا۔"

دونوں ایجنٹوں کے آنے تک میں اور اولیو باورڈ

اپنا میک اپ مکمل کر چکے تھے۔ کیمین انھیں خفیہ کمرے میں لے آیا اور وہ دونوں وہاں اپنے ہم شکلوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ "یہ کون لوگ ہیں؟" انھوں نے حیرت سے پوچھا۔

کیمین نے ان سے ہمارا تعارف کیا۔ اولیو باورڈ کا نام سن کر وہ دونوں مرعوب اور مؤدب نظر آنے لگے۔

کیمین نے ان سے ان کے پاسپورٹ لے کر ہمارے حوالے کر دیے۔ "نیچے کار پارکنگ میں میرون کلر کی مرسیڈیز کار موجود ہے۔" کیمین نے کار کا نمبر بتاتے ہوئے کار کی چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ "اور یہ میری رہائش کا نقشہ ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ میں ملازم کو فون کر دیتا ہوں اور وہ آپ کو آپ لوگوں کے کمرے دکھا دے گا۔"

"ان پاسپورٹس پر شفٹ کروانے کے ویزے بھی تو لگوانا ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"میرا آدمی کل صبح آپ لوگوں کے پاسپورٹ لے جائے گا اور آج ہی ویزا لگنے کے علاوہ کل صبح کی فلائٹ سے آپ کے لیے سیٹیں بھی بک کرا دی جائیں گی۔"

میں اور اولیو باورڈ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بلڈنگ کے دروازے پر ہمیں چیک تو کیا گیا مگر ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ بلڈنگ کے احاطے میں فوج کے کئی ٹرک اور جیپیں نظر آ رہی تھیں۔ فوجیوں کی کافی تعداد نے عمارت کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن ہمیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا، ہم نہ صرف میک اپ میں تھے بلکہ ہم نے ان ایجنٹوں سے اپنے لباس بھی تبدیل کر لیے تھے۔

کار تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور نقشے کی مدد سے ہم بہ آسانی کیمین کی جائے رہائش تک پہنچ گئے۔ اولیو باورڈ میرے برابر والی نشست پر خاموش بیٹھا تھا۔ کیمین کے ملازم نے ہمیں بنگلے کے گیٹ پر ریسیو کیا اور اوپری منزل کے دو کمروں تک پہنچا دیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک شخص آ کر ہمارے پاسپورٹ لے گیا۔

"اب تو تم اس ملک میں اسرائیل کی سرگرمیوں سے بڑی حد تک باخبر ہو گئے ہو۔" اولیو باورڈ نے کہا۔

"لیکن حسب وعدہ میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے جیسے جیسے اس ملک سے روانگی کا وقت قریب آ رہا ہے میرے ذہنی تفکرات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"عجیب بات ہے اولیو باورڈ! حالانکہ تمھیں خوش ہونا چاہیے کہ یہاں سے صحیح سلامت واپس نکل جاؤ گے۔"

"میں ایک مشن کی ناکامی کے بعد لوٹوں گا علی اور مجھے کیسے کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اس کا تجزیہ کرنا تم جیسے ذہین آدمی کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ تم نے تو ایک بار پھر نا ممکن قسم کی کامیابی حاصل کر کے فلسطینیوں کی نظر میں اپنا مقام کچھ اور بلند کر لیا ہے۔"

"میں نے کبھی اپنے مقام کی پروا نہیں کی تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"لیکن مجھے تو اپنے مقام کی پروا ہے۔ حالات جس طرح سے پیش آتے ہیں اگر تم نے ان کی اسی انداز میں پبلسٹی کر دی تو میرا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔"

"میں تمھیں تحریر دینے کو تیار ہوں کہ تم نے ہماری کامیابی میں جو کردار ادا کیا ہے وہ کبھی منظر عام پر نہیں آئے گا۔"

"تحریر کی کیا ضرورت ہے۔۔۔"

"تو اور میں کیا کروں۔" میں نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں نے کئی بار تم سے کہا کہ تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گا مگر تمھاری سمجھ میں بات آ کے ہی نہیں دیتی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے تمھاری بات پر یقین ہے لیکن۔۔۔"

"اگر یقین ہے تو آئندہ یہ تذکرہ مت کرنا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں کروں گا۔" اولیو باورڈ نے مردہ سے انداز میں کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایک گھنٹے بعد کیمین آ گیا اور اس نے ہم دونوں کو بتایا کہ ہمارے پاسپورٹ ویزے لگ کر ایک آدھ گھنٹے میں مل جائیں گے اور جہاز میں سیٹیں بھی بک ہو جائیں گی۔

"کرنل وحدت کی سرگرمیوں کے بارے میں بتاؤ۔" اولیو باورڈ نے کیمین سے پوچھا۔ "کیا بلڈنگ اب بھی محاصرے میں ہے؟"

"جی ہاں، بلڈنگ پر مسلح فوجی تعینات ہیں۔ کرنل وحدت کو معلوم نہیں آپ لوگوں کے بارے میں کتنے باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہوگی کہ وہ آپ کی اس عمارت میں موجودگی کے بارے میں بہت پر یقین ہے۔"

ورنہ اب تک تو اُسے مایوس ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اُس کا یقین غلط بھی تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ الگ بات کہ ہم وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"میں تو اس فیصلے پر حیرت کر رہا ہوں جس سے اُسے آپ کے بارے میں اطلاع ملی ہو گی۔" گیمن بولا۔

"اظہارِ حیرت میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہمیں مستقبل پر نظر رکھنا چاہیے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد نشست برخاست ہو گئی۔

رات کے کھانے پر ہم تینوں پھر یکجا ہوئے اور گیمن نے ویزا لگے پاسپورٹ ہمارے حوالے کر دیے۔ "صبح آٹھ بجے پرواز کرنے والے طیارے میں ہمارے لیے دو نشستیں بھی بک کرا دی گئی تھیں۔" "ٹکٹ اور ویزے چیک کر لیجیے۔" گیمن نے ہم سے کہا۔

میں نے اپنا پاسپورٹ چیک کیا جو ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ اولیو باورڈ نے بھی پاسپورٹ اور ٹکٹ چیک کرنے کے بعد مطمئن انداز میں سر ہلایا۔

"تم نے یقیناً اطمینان کر لیا ہو گا کہ کرنل وحدت تمہاری سرگرمیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔" اولیو باورڈ نے گیمن سے کہا۔

"جی ہاں جناب! میں نے ہر قدم دیکھ بھال کر اٹھایا ہے۔"

"آپ نے کام مکمل کرنے میں بڑی تیزی دکھائی مسٹر گیمن۔" میں نے کہا۔

گیمن ہنسنے لگا۔ "ہمیں اِنھی کاموں کی تو تنخواہ ملتی ہے جناب! اگر ہم یہ کام بھی نہ کر سکیں تو ہمارا فائدہ ہی کیا ہے۔"

اگلے روز گیمن خود ہمیں چھوڑنے ایئرپورٹ آیا۔ اُس نے جان بوجھ کر وہ راستہ اختیار کیا جو اُس کے آفس والی بلڈنگ کے سامنے سے ہو کر گزرتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ بلڈنگ کے گرد مسلح فوجی پہرا دے رہے تھے۔

"یہ کرنل وحدت بڑا مستقل مزاج آدمی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"احمق ہے جناب۔" گیمن بھی ہنس کر بولا۔ "ورنہ اب محاصرہ برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"وہ احمق نہیں ہے مسٹر گیمن! دوسروں کو احمق بنا دیتا ہے۔ تمہیں یہاں کام کرنا ہے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ اس سے بچ کر ہی کام کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔"

"جی . . . جی بہتر جناب۔" گیمن نے گڑبڑا کر کہا۔

"ویسے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، وہ بہت چالاک ہے۔ آفس میں پہیلیوں کے نشانات کتنے مدھم تھے۔ تاہم وہ تو شاید اُن نشانات کو دیکھ بھی نہ پاتا مگر وہ نشانات اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ محض دھمکی دے کر کیوں چلا گیا۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اصولی طور پر تو اُسے گیمن کے خلاف کوئی قدم اٹھا لینا چاہیے تھا۔"

"اُس نے کچھ سوچ کر ہی وہ حرکت کی ہو گی۔" میں نے کہا۔ "معاملہ چونکہ غیر ملکیوں کا ہے اس لیے وہ محتاط رہا۔ ممکن ہے کوئی اور وجہ رہی ہو تاہم مجھے خدشہ ہے کہ وہ دوبارہ کارپوریشن پر ریڈ کیے بغیر نہیں مانے گا۔"

"ہم نے اپنے گرد بہت مضبوط قسم کے حفاظتی حصار قائم کر رکھے ہیں جناب۔" گیمن بولا۔ "اگر اُس نے ایسی کوئی حرکت کی تو خود ہی پچھتائے گا۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے شانے اُچکا کر کہا اور کار سے باہر دیکھنے لگا۔

ائیرپورٹ پر کسی قسم کی غیر معمولی سرگرمیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ وجہ صاف ظاہر تھی کہ کرنل وحدت کی توجہ ڈیزو کارپوریشن والی بلڈنگ پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ اُسے انتہا درجے کا یقین تھا کہ ہم وہیں موجود ہیں ورنہ شہر سے باہر جانے والے ہر راستے کی نگرانی ہو رہی ہوتی۔ اس اعتبار سے اُس بلڈنگ میں ہمارا دیکھ لیا جانا فائدے مند ہی ثابت ہوا تھا۔ ہم بہ آسانی بغیر کسی خصوصی چیکنگ کے ائیرپورٹ سے گزر سکتے تھے۔

"کوئی ایسا فون نمبر مل سکے گا جس پر کرنل وحدت سے گفتگو ہو سکے۔" ائیرپورٹ پر میں نے گیمن سے کہا۔

"جی ...!" گیمن حیران رہ گیا۔ "آپ کرنل وحدت سے گفتگو کر کے کیا کریں گے؟"

"یہاں سے نہیں بلکہ کسی اور ملک سے اُسے فون کر کے بتاؤں گا کہ ہم دونوں اس ملک سے نکل گئے ہیں تاکہ وہ تم پر سے توجہ ہٹا لے اور تم اُس کی نظروں میں ہر قسم کے شبہات سے بالاتر ہو جاؤ۔ ورنہ وہ تمہارے پیچھے تو پڑا ہی رہے گا۔"

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔" گیمن نے کہا اور ایک ائیرلائن کے کاؤنٹر پر جا کر ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھنے لگا۔ اولیو باورڈ مجھے گھور رہا تھا۔
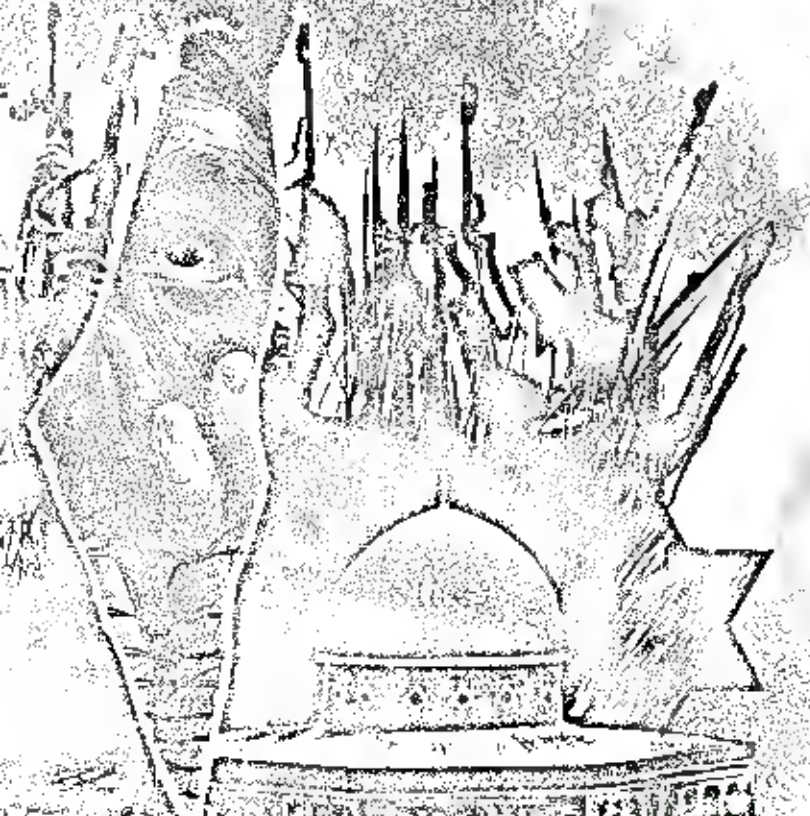
"تم کس چکر میں ہو علی؟" اولیو باورڈ نے کہا۔ "کرنل وحدت

کے قیمتی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"میرا خیال ہے میں گیمن کو وجہ بتا چکا ہوں۔"

"میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بے اختیاری سے کہا۔ "یقیناً کوئی اور وجہ ہے ورنہ تم کسی یہودی سے ہمدردی کی غلطی نہیں کر سکتے۔"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ میں تمہیں اصل وجہ سے بھی آگاہ کروں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم اسے ڈی او کارپوریشن کی اصلیت سے آگاہ کرو گے۔"

"بدگمانیوں سے بچنے کی کوشش کیا کرو اولیو ہاورڈ! ویسے جو تمہارا جی چاہے سمجھتے رہو میں تمہیں روکوں گا نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

چند ہی منٹ کے اندر گیمن واپس پلٹ آیا اور اس نے ایک فون نمبر میرے حوالے کر دیا۔ "یہ انٹیلی جنس کے مقامی ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر ہے۔" اس نے بتایا۔ "میرا اندازہ ہے کہ اگر آپ یہاں فون کریں گے تو کرنل وحدت سے بات تو آپ کی بات کرا دی جائے گی یا پھر آپ کو اس کا نمبر بتا دیا جائے گا۔"

"شکریہ گیمن!" میں نے سنجیدگی سے کہا اور اس سے فون نمبر والا پرچہ لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

گیمن سے رخصت ہو کر ہم اپنے مختصر سے سامان سمیت ایئرپورٹ بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔ میری اور اولیو ہاورڈ کی جیبوں میں وافر مقدار میں کرنسی موجود تھی۔ کسٹم اور امیگریشن کے مراحل سے بڑی آسانی سے گزرنے کے بعد ہم نے شمی گو جانے والے طیارے میں پہنچ کر اپنی نشستیں سنبھال لیں۔ طیارے کی روانگی کے لیے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

مخصوص بلندی پر پہنچ کر مسافروں کو حفاظتی پیٹیاں کھولنے کی اجازت دے دی گئی اور میں اور اولیو ہاورڈ دونوں ہی طیارے میں موجود مسافروں کا جائزہ لینے لگے۔ طیارے کے مسافروں میں ہر قسم کے ہی لوگ شامل تھے۔ یہاں تک کہ خواتین اور بچے بھی تھے۔

"اب کہیں جا کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کرنل وحدت کے چنگل سے نکل گئے ہیں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"یقین کرو علی! مجھے اب بھی یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ اچانک کہیں سے نمودار ہو گا اور کہے گا: مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

"حقیقتاً وہ ایسی ہی شخصیت کا مالک ہے۔ اس سے [illegible] چھپا جانے والا..." میرا جملہ مکمل ہوا ہی تھا کہ میں نے ایک پستہ قامت شخص کو اس کی نشست سے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھیں تو آہی تھیں اور اس نے سیاہ رنگ کے شیشوں والا [illegible] لگا رکھا تھا۔ میری تجربہ کار نگاہوں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ وہ شخص میک اپ میں ہے۔ اس نے سیٹ سے کھڑے ہونے کے بعد اپنی جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور اس کی بھاری بھر کم آواز [illegible] میں گونجی۔

"تمام لوگ اپنے ہاتھ بلند کر لیں۔" اس کے [illegible] کے ساتھ ہی مزید افراد مختلف نشستوں سے اٹھ کر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستولوں کے علاوہ ہینڈ گرینیڈ بھی موجود تھے۔ انہی میں سے ایک شخص تیزی سے [illegible] کے کیبن میں گھس گیا۔

ایک لمحے کے لیے تو میرے حواس بھی گم ہو گئے۔ مجھ پر آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی مثل صادق آ رہی تھی۔ یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں تھا کہ طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔ میں بار بار کی کوششوں کے بعد کرنل وحدت کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوا تو ہائی جیکروں کے شکنجے میں پھنس گیا۔ اولیو ہاورڈ نے بھی صورت حال کا اندازہ لگا لیا تھا جبکہ دیگر مسافر ابھی تک حیرت کے عالم میں تھے۔ پستہ قامت شخص ایک بار پھر گرجا۔

"ہر شخص اپنے ہاتھ بلند کر لے ورنہ [illegible] تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ ہاتھ بلند کر لیجیے۔" اس کے [illegible] اور الفاظ دونوں ہی میں کچھ ایسا خوف ناک تاثر تھا کہ مسافروں کے ہاتھ خود بخود اوپر اٹھنے لگے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئیں۔ میں نے بھی اولیو ہاورڈ کی طرح اپنے ہاتھ بلند کر لیے۔ پھر ہمیں دوسرا حکم ملا۔

"اپنے ہاتھ گردنوں کے پیچھے لے جائیے فوراً۔"

مسافروں نے اس حکم کی بھی بے چون و چرا تعمیل کی۔

طیارے میں ہولناک سکوت طاری ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بیک وقت سارے مسافر پتھر کی مورتیوں میں تبدیل ہو گئے ہوں۔ طیارے کے انجنوں کے شور کے سوا طیارے میں کوئی اور آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

ہائی جیکروں کے بارے میں فی الوقت یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ان کا تعلق کس گروپ سے ہے، ان کے عزائم کیا تھے اور وہ کس قومیت کے حامل ہیں؟

میں فرداً فرداً ہر ہائی جیکر کا جائزہ لے رہا تھا مگر ان کے ظاہری حلیے اور ان کے لب و لہجے سے ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ آواز بدل کر بول رہے ہوں گے اور حلیے تو انھوں نے پہلے ہی تبدیل کر رکھے تھے۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خوش آئند خیال بھی آیا کہ ممکن ہے ان لوگوں کا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہی ہو تاہم اس بارے میں حتمی رائے تاحال نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان لوگوں کا تعلق کسی یہودی تنظیم سے ہو اور یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ وہ فقط بلیک میلرز ہوں۔ تمام مسافر سمجھ چکے تھے کہ طیارہ ہائی جیک کیا جا چکا ہے اور تقریباً سب ہی اس انتظار میں تھے کہ ہائی جیکرز اپنا تعارف کرائیں تاکہ مسافروں کو اپنے مستقبل کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے۔

"آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ طیارہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔" ایک بار پھر طیارے میں پستہ قامت شخص کی آواز گونجی۔ "اب طیارہ ہماری مرضی کے مطابق سفر کر رہا ہے۔ ابھی آپ کو یہ بات نہیں بتائی جا سکتی کہ طیارے کی آئندہ منزل کون سی ہو گی اور اسے اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ باتیں آپ کے سوچنے کی ہیں بھی نہیں لیکن بتانا بہرحال ضروری ہے کہ ہمارا سفر آدھے گھنٹے سے زیادہ کا نہیں ہے۔ آپ لوگ اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ [illegible] آپ کو کس طرح گزارنا ہیں۔ زندگی عطیہ خداوندی ہے، اس کی حفاظت کرنا آپ کی ذمہ داری اور آپ کا فرض ہے۔ کسی ایک شخص کی ایک ذرا سی غلط حرکت پورے جہاز کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔"

اس حکم کے بعد پستہ قامت ہائی جیکر نے اپنے آدمیوں کو اشارے کیے جن کے جواب میں پہلے سے منظر عام پر آئے ہوئے ہائی جیکروں کے علاوہ اگلی سیٹوں سے دو اور افراد اٹھ کر آگے بڑھ آئے۔ وہ دونوں بھی پستول بردار تھے۔ وہ گشت کرتے ہوئے طیارے کے آخری حصے تک چلے گئے۔

"اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ نکال کر اپنے سامنے رکھ لیجیے۔" پستہ قامت شخص نے نیا حکم جاری کیا۔

اس نئے حکم کی تعمیل کے لیے کچھ چل پیدا ہوئی۔ مسافروں نے حکم کی تعمیل کے بعد اپنے اپنے ہاتھ دوبارہ گردنوں کے پیچھے رکھ لیے تھے۔ ہاتھوں کو اس طرح گدی پر رکھ کر بیٹھنا سخت تکلیف دہ عمل تھا، خصوصاً خواتین کے چہروں پر تو بہت زیادہ اذیت کے آثار تھے۔ بعض کے بازو شل ہوتے جا رہے تھے۔

ہائی جیکروں نے تمام مسافروں کے سامنے سے ان کے پاسپورٹ اور ٹکٹ اٹھا کر یکجا کیے اور لے جا کر پستہ قامت کے حوالے کر دیے اور وہ ایک سیٹ پر بیٹھ کر ان کا جائزہ لینے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس طرح وہ مسافروں کی شخصیتوں کا تعین کرنا چاہتے ہیں۔ مطالبات منوانے کے لیے مسافروں کی حیثیت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ کسی اغوا شدہ طیارے کے مسافر اگر بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں تو مطالبات بھی جلدی تسلیم کر لیے جاتے ہیں ورنہ نہیں۔

ذرا ہی دیر میں ہائی جیکروں کا ردعمل سامنے آ گیا۔ مختلف سیٹوں سے چار افراد کو اٹھا کر آگے والے حصے میں لے جایا گیا اور وہاں سے چار مسافر ان کی سیٹوں پر منتقل کر دیے گئے۔ چاروں مقامی باشندے تھے۔ عمر رسیدہ اور باوقار شخصیتوں کے حامل۔

ہائی جیکرز بڑے ماہرانہ انداز میں کام کر رہے تھے۔ ان کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ کام ان کے لیے نیا نہیں ہے۔ انھوں نے صحت مند اور طاقت ور قسم کے لوگوں کو کھڑکیوں کے ساتھ والی نشستوں پر بٹھا دیا تھا اور خواتین اور کمزور لوگوں کو کنارے والی نشستوں پر لے آئے تھے تاکہ ہائی جیکروں کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔

پرواز کے تیس منٹ تیس گھنٹوں کی طرح گزر رہے۔ اغوا شدہ بدقسمت طیارے کے مسافر خوف و دہشت کا شکار تھے لیکن ہائی جیکروں کو مسافروں کے جذبات و احساسات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

تیس منٹ بعد اعلان ہوا کہ جہاز رن وے پر اترنے والا ہے۔ ایک لمحے کے لیے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید ہمیں بتا دیا جائے کہ طیارہ کہاں اتر رہا ہے لیکن شاید ہائی جیکر طیارے کے مسافروں کو بے خبر ہی رکھنا چاہتے تھے۔

طیارہ بحفاظت رن وے پر اتر گیا اور اس کے انجن بند ہو گئے۔ انجن بند ہونے کے بعد طیارے کے ایئر کنڈیشننگ سسٹم نے بھی کام کرنا بند کر دیا جس کے باعث طیارے میں

حبس اور گھٹن پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ بتدریج بڑھتے ہوئے درجۂ حرارت کے باعث مسافروں کے جسم پسینے سے شرابور ہونے لگے۔ گرمی، حبس اور گھٹن میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ طیارے میں ہوا کا گزر برائے نام بھی نہیں تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" اولیو ہاورڈ نے سرگوشی کی۔ "یہ اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا کہ یہ کون ہیں۔ ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اور کچھ کرنے کی کوشش بھی۔" میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

"حیرت کا مقام ہے کہ آج تک جو کام ہماری نگرانی اور ہدایات کے تحت ہوتا رہا آج ہم خود اس کا شکار ہو گئے۔ تم نے بھی تو ایک طیارہ اغوا کیا تھا۔ کچھ یاد ہے؟"

میں صرف مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بے چینی اور اضطراب بڑھتا جا رہا تھا اور بالآخر ایک مسافر کا پیمانۂ صبر جواب دے گیا۔

"اس گرمی اور حبس میں ہم کتنی دیر زندہ رہ سکیں گے۔" اس نے اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر کہا۔ "اس سے بہتر تو یہ ہے کہ تم طیارہ تباہ کر دو۔"

اس شخص کے نزدیک موجود ہائی جیکر نے پوری قوت سے پستول کا دستہ اس شخص کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ وہ شخص چکرا کر گرنے لگا مگر اس کے برابر والی نشستوں کے مسافروں نے اسے سنبھال کر سیٹ پر بٹھا دیا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

کئی گھنٹے اسی عالم میں گزر گئے۔ ایک شخص کا حشر دیکھنے کے بعد کسی اور نے لب کشائی کی جرأت نہیں کی۔ میں اس صورت حال سے خوفزدہ تو نہیں تھا تاہم میرا ذہن تجسس کا شکار ضرور تھا۔ معلوم نہیں وہ لوگ کون تھے؟ ان کے مطالبات کیا تھے اور اس سلسلے میں متعلقہ حکام کا رویہ کیا تھا۔

پھر ہائی جیکرز نے اعلان کیا کہ جنریٹر کا انتظام ہو گیا ہے۔ لوگوں نے اس اطلاع پر سکون کا سانس لیا اور جنریٹر کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد جنریٹر کو طیارے سے منسلک کر دیا گیا اور لوگوں کی جان میں جان آئی لیکن لوگوں کی حالت اب بھی بری تھی۔ بے یقینی کی کیفیت نے ہر ایک کو مضطرب کر رکھا تھا اور اس پر مستقل سیٹوں پر بیٹھے رہنے کی تھکن مستزاد تھی۔

میں خود پر جبر کیے بیٹھا رہا۔ جی چاہتا تھا کہ ہائی جیکرز کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے مگر اس کے نتیجے میں دیگر کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں اور میں کسی قیمت پر معصوم مسافروں کی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

کچھ وقت اور گزر گیا اور پھر درمیانی عمر کی ایک عورت دونوں ہاتھ بلند کیے اپنی سیٹ سے کھڑی ہو گئی۔ ایک ہائی جیکر نے فوراً اس پر پستول تان لیا۔ اس کے چہرے پر سختی کے آثار نمودار ہوئے پھر اس کی بھاری بھرکم آواز ابھری۔ "کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

"تم چاہو تو مجھے ہلاک کر دو لیکن اس سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ میں ایک اخبار کی رپورٹر ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم لوگ کون ہو اور تمہارا مطالبہ کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ سارے مسافر بے قصور ہیں۔ تم انہیں پھر ہم سب کو یہ اذیت کیوں دی جا رہی ہے؟" عورت کا لہجہ بولتا ہوا تھا۔

ہائی جیکر نے پلٹ کر عقبی سمت میں دیکھا اور اس کے ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے مسافروں کی آخری ایک سیٹ سے متناسب جسم والی ایک خوبصورت لڑکی کو اٹھتے دیکھا۔ آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ اور لبوں پر مسکراہٹ لیے۔ اس کی چال سے پراعتماد، بلکہ ایک بلند حوصلگی سی عیاں ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک جگہ آ کر رک گئی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب تھا ہائی جیکروں کے کچھ ساتھی ابھی تک مسافروں میں شامل تھے۔

طیارے کے تمام مسافروں کی نگاہیں لڑکی کی سمت ہو گئی تھیں جبکہ ہائی جیکر قدرے مؤدب نظر آنے لگے تھے۔ یقینی طور پر یہی ہائی جیکر بھی لڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا پھر وہ لڑکی بڑے باوقار انداز میں گویا ہوئی۔

"خواتین و حضرات!" اس نے کہا اور چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ کسی ماہر مقرر کے سے انداز میں رک کر لوگوں کا جائزہ لینے لگی تھی۔ اس کی نظر بڑی تیزی سے لوگوں کے چہروں پر سے پھسل رہی تھی۔

اس کی آواز سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پر کسی طاقتور بم کا دھماکا ہو گیا ہو۔ میرے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جواب دے گئی۔ چند لمحوں کے لیے مجھے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہیں رہا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پورے جسم کا خون سمٹ کر میرے چہرے میں آ گیا ہو۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔

چند لمحے توقف کرنے کے بعد لڑکی نے اپنے الفاظ دہرائے۔ "خواتین و حضرات! تنظیم آزادیٔ فلسطین کے عمل گروپ کی جانب سے تہذیب مالم کی آپ لوگوں سے مخاطب ہے۔ آپ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ طیارہ کیوں اغوا کیا گیا ہے۔ بے شک آپ کے ذہنوں میں تجسس پیدا ہو رہا ہوگا اور یقیناً بجا بھی ہوں گے۔ وجہ بتانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اس ملک نے ہمارے گروپ کی ایک اہم شخصیت کو نظر بند کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے۔ ہم ان دونوں کو رہا کرانا چاہتے ہیں۔ اگر مقامی حکومت نے چوبیس گھنٹے کے اندر ان دونوں افراد کو اس جہاز تک نہ پہنچایا تو ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد مقامی حکومت کے ایک اہم عہدے دار مسٹر ہاوی فرحان کو ہلاک کر کے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اس کے آدھے گھنٹے بعد حکومت کے دوسرے ایک اہم عہدے پر فائز شخص کو ہلاک کیا جائے گا اور پھر ہر آدھے گھنٹے بعد یہی عمل دہرایا جاتا رہے گا تاآنکہ ہمارے مطالبات پورے نہ کر دیے جائیں۔ ہم نے کنٹرول ٹاور کو طیارے کے تمام مسافروں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کا تعلق جن ممالک سے ہے ان سفارت خانوں سے بھی رابطہ قائم کر کے ہم نے ان سے درخواست کی ہے کہ وہ آپ لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم یہ قدم اٹھانے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔ طیارے کے تمام مسافروں سے التماس ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں کو کچھ دیر کے لیے کچھ الجھن ہو لیکن عدم تعاون کرنے والوں کو کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔"

میں متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ خوشی اور حیرت کے جذبات غالب طور پر مجھ پر حاوی تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے پورے جسم میں پگھلا ہوا لاوا دوڑ رہا ہو۔ کتنا حسین اتفاق تھا۔ تہذیب مالم ایک بار پھر میرے سامنے موجود تھی۔ میں نے اس کی باز یابی کے لیے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا لیکن میری کوئی بھی کوشش بار آور ثابت نہیں ہو سکی تھی۔ اسے سامنے پا کر یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

سب سے زیادہ حیرت مجھے عمل گروپ پر تھی۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے اس گروپ سے میں ناواقف تھا جس کا نام عمل گروپ تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ یہ گروپ حال ہی میں قائم کیا گیا ہوگا ورنہ میں اس سے ناواقف نہ ہوتا اور یہ بات بھی صاف ظاہر تھی کہ اس گروپ کے قیام میں نمایاں کوششیں تہذیب مالم کی رہی ہوں گی۔ شاید اس نے خاص طور پر مجھے تلاش کرنے کے لیے یہ گروپ قائم کیا ہوگا۔ سرشاری کی لہروں نے میرے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں تہذیب مالم ایکس پر جتنا فخر کرتا کم ہوتا۔ اس مادی دور میں کون کسی کے لیے اتنی تگ و دو کرتا ہے۔ دوسرے کے لیے یوں سر دھڑ کی بازی لگا دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔

میرا ذہن مستقل تہذیب مالم ایکس اور عمل گروپ کی گردان کیے جا رہا تھا اور میں سحر زدہ سے انداز میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً تہذیب ہی تھی۔

اولیو ہاورڈ کی کیفیت بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ وہ منہ پھاڑے تہذیب مالم ایکس کو گھور رہا تھا پھر اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں تو سحر زدہ انداز میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اگرچہ میک اپ کر رکھا تھا اور اپنی اصل شکل میں نہیں تھی لیکن اس کے بولنے کا انداز اور... اور اس کے وجود کی مہک لیے کسی شبے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

"تم کب تک اس قید میں رہنا ہو گا؟" اخبار کی رپورٹر خاتون نے پوچھا۔

"بس اب آپ بیٹھ جائیں۔ اس کے بعد کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا۔" تہذیب نے کہا اور پلٹ کر پائلٹ کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسرے ہائی جیکروں کو گھورنے لگا۔ میں اس ادھیڑ بن میں تھا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا عمل گروپ کیا بلا ہے۔ عمل گروپ! جس کا نام خود علی یار خان کے لیے اجنبی تھا۔

"وہ میک اپ میں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور میں چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"ہاں تم نے یقیناً اسے پہچان لیا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "کیا تمہیں اس کی آواز پر کوئی شبہ ہے؟"

"نہیں لیکن ہم بہت خراب صورت حال سے دوچار ہیں۔ انہیں باز رکھنے کی کوشش کرو۔ اگر ان لوگوں نے ایک آدمی کو بھی ہلاک کر دیا تو ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہائی جیکروں پر قابو پانے کے لیے دوسری طرف سے بھی کوئی نہ کوئی منصوبہ یقیناً تیار کیا جا رہا ہوگا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تہذیب نے یہ سب کچھ میرے

سکتے ہیں لیکن خیال رہے کہ آپ کا دعویٰ اگر غلط ثابت ہوا تو...؟"

"بے فکر رہو۔" میں نے بے پروائی سے فون اپنی طرف کھینچا اور ٹیریس محل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے پر میں نے آپریٹر کو اپنا نام بتا کر جنرل ٹیریس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ کم از کم ٹیریس محل میں میرا نام اجنبی نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ آپریٹر نے فوراً ہی جنرل ٹیریس سے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو! جنرل ٹیریس بول رہا ہے۔" فون پر جنرل ٹیریس کی آواز سنائی دی۔

"اور اس طرف تمہارا دوست علی۔"

"اوہ علی! کیا حال ہے۔ کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور ایئرپورٹ سے بات کر رہا ہوں۔"

"اوہو! کیا تمہیں لینے کے لیے گاڑی بھجواؤں؟"

"شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ کیا تم مجھ سے ملے بغیر ہی چلے جاؤ گے؟"

"یہ بات نہیں ہے جنرل!" میں نے کہا۔ "دراصل میں ایک جہاز اغوا کر لایا ہوں۔"

"اوہ! ہاں! مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی تھی اور میں اسی سلسلے میں ہدایات جاری کر رہا تھا کہ تمہارا فون آ گیا۔"

"اپنی ہدایات روک دو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "جہاز کے اغواکنندگان ہم لوگ ہیں لہٰذا مزید ہدایات جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر ممکن ہو تو یہاں کے لیے خصوصی احکامات جاری کر دو۔ تفصیلی کسی بریفنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"فکر کیوں کرتے ہو دوست! میں خود ایئرپورٹ آ رہا ہوں۔ ہر کام تمہاری خواہش کے مطابق ہوگا۔ تم ایئرپورٹ پر کس جگہ ہو؟"

"میں سیکیورٹی والوں کی تحویل میں ہوں اور انہی کے آفس سے فون کر رہا ہوں۔"

"تم وہیں ٹھہرو۔ میں بس فوراً ہی روانہ ہو رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے وہیں ملاقات ہوگی۔"

"شکریہ جنرل!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ سیکیورٹی افسر کا رویہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔

"اگر کوئی گستاخی ہوئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں جناب! مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ..."

"ارے نہیں بھئی!" میں نے ہنس کر کہا۔ "گستاخی وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوئی۔"

"میں شکر گزار ہوں جناب! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔"

"جنرل ٹیریس خود یہاں آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ "تم ہمیں وی آئی پی لاؤنج میں پہنچا دو۔"

سیکیورٹی افسر نے بڑے احترام سے مجھے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچا دیا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جنرل ٹیریس نے ایئرپورٹ پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ وہ اپنے محافظ دستے کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ کیپٹن براؤن بھی تھی۔ جنرل مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی جنرل ٹیریس کے ساتھ ایک میٹنگ کی جس میں میں نے اسے مختصراً تمام باتوں سے آگاہ کر دیا۔ کیپٹن براؤن بھی اس میٹنگ میں موجود تھی اور بڑی محویت سے میری باتیں سن رہی تھی۔

"ٹھیک ہے علی! تفصیلات [illegible]" جنرل ٹیریس نے [illegible] "بارے میں جو باتیں ہیں وہ تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"میرے ذہن میں جو اسکیم ہے اس کے تحت تمہیں [illegible] کی گرفتاری کا ڈرامہ رچانا ہوگا۔ گویا [illegible] فورس کے جوان جہاز پر حملہ کر کے جہاز کو ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرا لیں گے۔ سب کچھ اس طرح ہوگا کہ اس پر حقیقت کا ہی گمان ہو۔ [illegible] بعد جہاز میں ایندھن بھروا کے یہاں سے رخصت کرا دو۔ تمہاری پوزیشن مستحکم ہے، اندرونی معاملات سے [illegible] مشکل نہیں ہوگی۔ کیا خیال ہے؟"

"بہت عمدہ خیال ہے علی!" جنرل ٹیریس نے کہا۔ "[illegible] ہمیں فوری طور پر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ تم اپنے ساتھیوں کو اس منصوبے سے آگاہ کر دو۔ میں اپنے لوگوں کو اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔"

مجھے تہذیب ناظم ایکس کو مطلع کرنے کے لیے [illegible] طیارے تک واپس جانا پڑا۔ میں نے تہذیب کو باہر بلایا۔ اس کے ساتھ گھنی داڑھی مونچھوں والا پستہ قامت ہائی جیکر بھی باہر آ گیا۔ میں اسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا مگر میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور تہذیب سے گفتگو کرنے لگا۔ منصوبے کی جزئیات طے کیں اور پھر میں نے واپس آ کر جنرل ٹیریس کو تفصیلات بتا دیں۔ اس نے اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کیں جس کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارے کو ہائی جیکروں سے چھڑانے کے ڈرامے کا آغاز ہو گیا۔

اس ڈرامے کا اختتام جلد ہی ہو گیا جس کے نتیجے میں ہائی جیکروں کو قابو میں کر لیا گیا تھا اور طیارے کے سارے مسافر رہا کر دیے گئے تھے۔ یہ ڈرامہ انتہائی خوبصورتی سے کھیلا گیا تھا۔

کسی کو بھی شک نہیں ہو سکا۔ تمام ہائی جیکروں کو حراست میں لے لیا گیا [illegible] بھی شامل تھی۔ ایک دن میں جیل [illegible] کر کے ٹیریس محل روانہ کر دیا گیا اور [illegible] کے تھے اور مسافروں کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔

طیارے میں ایندھن بھرنے کے فوراً بعد طیارے کو پرواز کی اجازت دے دی گئی اور طیارہ تمام مسافروں کو لے کر وہاں سے پرواز کر گیا۔

اولیو باورڈ کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ طیارہ روانہ ہونے کے بعد میں اور اولیو باورڈ، کیپٹن براؤن اور جنرل ٹیریس کے ساتھ محل روانہ ہو گئے۔ گرفتار شدگان پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ محل پہنچ کر ایک بڑے ہال میں ہماری ملاقات ناظم ایکس اور اس کے ساتھی گوریلوں سے ہوئی۔ تہذیب ناظم ایکس [illegible] کیپٹن براؤن اور جنرل ٹیریس سے ملاقات کی۔ اس کے بعد اس نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا۔

"ہم میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جسے اپنی صلاحیتوں پر ناز ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس نے بہترین پرفارمنس دی ہے۔ [illegible] تو وہ تمہاری آنکھوں میں بھی دھول جھونکنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ کیا تم اسے شناخت نہیں کرو گے؟"

"کون ہے وہ؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اسے نہیں پہچانتے؟" تہذیب نے پستہ قامت ہائی جیکر کی طرف اشارہ کیا جس کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھیں تھیں۔

"اسے میں نے قریب سے پہلے بھی دیکھا تھا مگر میں اس سے واقف تو نہیں ہوں۔"

"واقعی کمال ہو گیا۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایسے تم اسے نہیں پہچانتے! یہ جو ہے۔"

میرے ذہن میں گویا ایک دھماکا سا ہوا۔ میں حیرت آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو نے آگے بڑھ کر میرے سامنے سر خم کر دیا۔

"اوہ ڈیئر تم... تم کہاں مر گئے تھے؟" میں نے اس کے شانے پر گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔

جو شانہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ "میں جانتا تھا [illegible] میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے پہلا انعام ملنا چاہیے۔"

"تم واقعی جادوگر ہو جو!" تہذیب حیرت سے [illegible] بولی۔ "اس میں کوئی شک نہیں۔ علی! [illegible] نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ جب تم پر یہ انکشاف ہوگا تو تم اس کے شانے پر گھونسا رسید کرو گے۔"

[illegible] ملاقات کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوئی تھی۔

میرے ذہن میں بے شمار سوالات مچل رہے تھے مگر اس وقت اس سے سوال کرنے کا موقع نہیں تھا۔

جنرل ٹیریس نے ہمارے اعزاز میں ضیافت کا بندوبست کیا تھا۔ ایک طویل و عریض میز پر ہمارے کھانے کا انتظام تھا۔ کھانے کے دوران گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جنرل ٹیریس نے بڑے پُرخلوص انداز میں مجھے میری کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ اولیو باورڈ کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ ابھی تک میک اپ میں تھا جبکہ میں میک اپ سے نجات حاصل کر چکا تھا اور اب اپنی اصل صورت میں تھا۔ اولیو باورڈ بظاہر ہر طرح ہم لوگوں کے ساتھ شریک تھا مگر اس کے دل و دماغ میں جس طرح کے طوفان اٹھ رہے ہوں گے میں ان سے بہت اچھی طرح واقف تھا لیکن اس کے باوجود میں نے نہ تو اسے خود سے الگ کیا اور نہ ہی اس کے سامنے ایسی کوئی بات کی جس کا تعلق ہمارے مشن سے ہوتا۔ ضیافت کے دوران دیگر لوگوں نے بھی اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ اس کے سامنے مشن سے متعلق کوئی تذکرہ نہ کیا جائے۔

ضیافت کے بعد اولیو باورڈ کو ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا جو اس کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اولیو باورڈ نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ظاہر ہے وہ سمجھ دار آدمی تھا۔ اسے کمرے میں پہنچانے کے بعد ایک بار پھر ہم سب مل بیٹھے۔ اس نشست میں تہذیب ناظم ایکس، جو اور ان کے ساتھی ہائی جیکرز کے علاوہ جنرل ٹیریس بھی تھا۔ میں نے جنرل ٹیریس سے کہا۔

"ہائی جیکروں کے خلاف جو کچھ کیا گیا میرے خیال میں وہ بین الاقوامی قوانین کے عین مطابق ہے؟"

"ہاں!" جنرل ٹیریس بولا۔ "لیکن اگر اس سے ہٹ کر بھی تمہارے لیے کچھ اور کرنا پڑتا تو یقین کرو میں اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"میں جانتا ہوں جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اور نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے لیے مشکلات کھڑی ہوں۔"

"مشکلات تو آتی جاتی رہتی ہیں علی! تم جیسے دوست ذرا مشکل سے ہی ملتے ہیں۔"

"خیر اب یہ بتاؤ کہ ہائی جیکرز کے سلسلے میں آئندہ کے لیے تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تمہارے ہوتے ہوئے مجھے سوچنے سمجھنے کی زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا تم کہو گے ہو جائے گا۔"

"میرے خیال میں اگر اس سلسلے میں ایک چھوٹا سا ڈرامہ اور کر لیا جائے اور ملک کے اخبارات ہائی جیکرز کے فرار کی خبر

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھنسا سب دیں تو اس کے بعد کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہا تھا۔" جنرل مسکرایا۔ "تمہارے جیسے ہوتے مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر مزید کچھ ہدایات ہوں تو بتا دو۔"

"فی الحال تو اتنا ہی بہت ہے اور اگر تم مجھے اجازت دو تو میں کچھ وقت تہذیب کے ساتھ گزار لوں۔"

کیپٹن براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی مگر وہ کچھ بولی نہیں اور ان لوگوں سے میں اجازت لے کر میں تہذیب کے ساتھ باہر نکلا تو بڈ بھی ہمارے ساتھ ہو لیا۔

"مجھے احساس ہے چیف کہ آپ دونوں تنہائی کے طلب گار ہو رہے ہیں لیکن بڈ کو تھوڑی دیر کے لیے تو برداشت کرنا ہی ہوگا۔" بڈ نے ہمارے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ضرور، ضرور۔" میں نے کہا۔ "تمہیں منع کس نے کیا ہے۔"

جنرل ٹیرس کا محل تو گویا میرا گھر بن چکا تھا۔ وہ کمرا جو میرے لیے مخصوص تھا اور جس کے لیے کیپٹن براؤن نے مجھ سے کہا تھا کہ اس میں میرے علاوہ کوئی اور قدم نہیں رکھ سکے گا، اس طرح آراستہ تھا جیسے پہلی بار مجھے ملا تھا۔ تہذیب کے چہرے پر ہلکی ہلکی تھکن کے آثار تھے۔ اس نے خود کو ایک آرام کرسی پر گرا دیا۔

"میں بہت تھک گئی ہوں علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں نے تمہیں تلاش کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے اور اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ بات اگر میرے لیے کہی گئی ہے میڈم۔" بڈ بولا۔ "تو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں چیف کی مجبوری سہی مگر ان کا دوست ضرور ہوں۔ میری حیثیت گھٹانے کے لیے آپ مجھے ان کا غلام بھی کہہ سکتی ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کچھ وقت ضرور لوں گا اور اس کے بعد میرا وعدہ ہے کہ آپ دونوں کو تنہا چھوڑ دوں گا۔ اس وقت تک کے لیے جب تک کہ آپ دونوں ایک دوسرے سے۔۔۔"

"او و و فرم! اس سے گریز کرو اور بیٹھ جاؤ۔ تجھے منع کس نے کیا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تہذیب تک کیسے پہنچا اور کالوکیپو سے کہاں غائب ہو گیا تھا۔"

"چیف! میں نے میڈم کو یہ بات بالکل نہیں بتائی کہ میں جولیٹ... اوہ سوری سوری۔" بڈ نے بوکھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "اب دیکھو نا انسان خطا کا پتلا ہے۔ یہ نام بالکل بے خیالی میں میرے منہ سے نکل گیا۔ نہیں میڈم ہرگز نہیں۔ ایسی کسی لڑکی کا وجود نہیں جس کا نام جولیٹ ہو اور جو آپ کی ہم شکل بھی ہو اور جس نے... ہم... میرا مطلب ہے... بس... سوری... ویری سوری۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "تم بہت خوب ہو بڈ۔" میں نے کہا۔

"حالانکہ بڈ مجھے جولیٹ کے بارے میں پوری تفصیل بتا چکا ہے۔" تہذیب مسکراتے ہوئے بولی۔ "لیکن اس کی حرکتیں دیکھو۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اچھی طرح جانتا ہوں اس کمینے انسان کو۔"

"تمہیں کیا معلوم چیف! کالوکیپو میں تم تو جولیٹ کے... اوہ۔" بڈ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ "میرا مطلب ہے تم تو کالوکیپو میں عبادت کر رہے تھے کہ مجھے اتفاقاً میڈم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو گئیں۔ یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں، اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ میں نے سوچا تم تو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہو اور یقیناً ان سے نمٹ بھی لو گے لہٰذا میں نے سوچا کہ میڈم کی تلاش میں نکل جاؤں اور تم سے دوبارہ میڈم کے ساتھ ہی ملاقات کروں۔ تمہاری نظروں میں سرخرو ہونا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ بات سن کر تم بے انتہا خوش ہو جاؤ گے کہ میں نے میڈم کو تلاش کر لیا ہے اور پھر بڈ کو بہت سی دعائیں مل جائیں گی۔ بس مجھے اسی بات پر افسوس ہے کہ میں تمہیں اپنی روانگی کی اطلاع نہیں دے سکا لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس سے تم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میڈم کی تلاش کے لیے مجھے کیسی کیسی دشوار راہوں سے گزرنا پڑا، یہ ایک الگ اور طویل داستان ہے لیکن میں کسی نہ کسی طرح میڈم تک پہنچ ہی گیا۔ بعد کی کہانی تو میڈم تمہیں سنا ہی دیں گی۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں چلا جاؤں تاکہ تمہیں خلوت میسر آ جائے کیونکہ خود میں بھی اسی قسم کا آدمی ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسے مواقع پر کباب میں ہڈی کتنی بری لگتی ہے۔"

میں گھونسا تان کر بڈ کی طرف بڑھا اور وہ چھپاک سے باہر نکل گیا۔ تہذیب ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی پھر بولی۔

"یہ حقیقت ہے علی کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد شخص ہے۔ اسی کی وجہ سے مجھے جو آسانیاں حاصل ہوئیں اور اس نے جس طرح میری مدد کی، اسے آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

میں نے تہذیب کی بات نہیں سنی، سب سے پہلے دروازہ بند کیا اور پھر پلٹ کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ تہذیب بولتے بولتے رک گئی تھی اور اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ نگاہیں جھک گئیں۔ میں اپنی جگہ کھڑا خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد تہذیب نے دوبارہ نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محویت سے اپنی جانب دیکھتے پا کر ایک بار پھر اس کی حسین آنکھیں جھک گئیں۔

اس بار وہ حیا سے گلنار ہو کر میری طرف بڑھی۔ اس کی نگاہیں نیچی ہو رہی تھیں۔ میرے بالکل نزدیک آ کر وہ رک گئی۔ میں نے اسے اپنی باہوں کے حلقے میں لے لیا۔ اس کا سر میرے سینے سے لگا ہوا تھا۔

معلوم نہیں اس عالم میں کتنی دیر گزر گئی۔ وہاں وقت کا ہوش کسے تھا۔ وہ تو ایک عالم بے اختیاری تھا۔ ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک دوسرے میں گم تھے۔ کتنی طویل جدائی کے بعد یکجا ہو رہے تھے۔ ہم نے جو کرب ناک وقت گزارا تھا اب اس کی تلافی کا وقت آ گیا تھا۔ کتنی بار میں تہذیب کی طرف سے مایوس ہوا تھا۔ کتنی بار یوں لگتا تھا جیسے میں اب تہذیب سے کبھی نہ مل سکوں گا لیکن محبت کی طلب سچی ہو تو آدمی کڑے سے کڑے وقت سے بھی گزر جاتا ہے۔ منزلیں خود مسافروں کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔

ہم ایک دوسرے میں گم تھے۔ میں تھا اور تہذیب تھی۔ تہذیب تھی اور میں تھا۔ یہی کل کائنات تھی۔ اس کے علاوہ کائنات میں اور کچھ بھی نہیں تھا۔ وقت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا تھا۔ میں خود کو یقین دلا دینا چاہتا تھا کہ وہ واقعی مجھے مل گئی ہے۔

خدا جانے کتنا وقت یوں ہی گزر گیا۔ پھر جب میں اس کیفیت سے عالم ہوش و حواس کی طرف لوٹا تو میں نے دیکھا تہذیب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ میں نے محسوس کیا میری آنکھیں بھی نم ہیں۔ تہذیب کو اس نمی کا احساس ہوا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور میری آنکھیں چوم لیں۔

"نہیں علی نہیں!" اس نے بے ساختہ انداز میں کہا۔ "ان آنکھوں کی آگ ٹھنڈی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ آنکھیں تو شعلے برسانے کے لیے ہیں۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی۔ میں تمہیں رونے نہیں دوں گی۔"

"میں بھی آدمی ہوں تہذیب!" میں نے اسے سینے سے لگائے ہوئے کہا۔ "انسان ہوں کوئی بے جان پتھر نہیں ہوں۔"

تہذیب نے میری آنکھیں خشک کر دیں۔ "جانتی ہوں علی! لیکن اگر نہیں روکنا تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ ان میں تو یہ صلاحیت سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ تم ان سے بہت افضل ہو علی! میں تمہیں ناقابل شکست سمجھتی ہوں علی۔"

"میرا سینہ جل رہا ہے تہذیب! تمہارے فراق کے لمحوں نے میرے سینے میں کتنے شگاف ڈال دیے۔ تم انہیں دیکھ سکتی ہو؟"

"میں جانتی ہوں علی!" وہ میرے بالوں میں اپنی نازک انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ "لیکن اب تو میں تمہیں مل گئی ہوں نا۔ اب کس بات کا غم ہے؟"

ہم دونوں مسہری پر آ بیٹھے۔ "تمہیں علم ہو گیا ہوگا تہذیب کہ ہم کس سازش کا شکار ہوئے تھے؟"

"ہاں علی! بڈ کے ذریعے مجھے اس سازش کا علم ہو چکا ہے جو ادلیسیو اور ڈو نے ہمارے خلاف کی تھی۔"

"تم اندازہ کر سکتی ہو تہذیب کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے میں اس ذلیل یہودی کو رہا کرنے کے لیے مجبور ہوا جس نے ہم دونوں کو اس کرب میں مبتلا کیا۔" میں نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یقیناً وہ مصلحت فلسطینیوں کے مفاد سے متعلق ہوگی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں تہذیب! یہی تو زندگی کی سب سے بڑی مجبوری ہے جو میرے پیروں کی زنجیر بن گئی ہے۔"

"میں تمہیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہوں علی! فرض کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والا۔"

"بعض اوقات بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑ جاتی ہے تہذیب! ایسا ہی وقت آیا ہے۔"

"سچ بتاؤ علی! تمہارا کیا بگڑا؟ میرا کیا نقصان ہوا؟ ہم بھی وہی ہیں، تم بھی وہی ہو اور ہمارے جذبے بھی وہی ہیں۔"

"کیا تم وہ وقت بھول گئیں جب بیروت میں ہم دونوں کی شادی ہونے والی تھی اور ادلیسیو اور ڈو نے تمہیں موقع پر ہی اغوا کر لیا تھا۔"

"کیسے بھول سکتی ہوں علی! تمہارے دوستوں نے مجھے بچانے کے لیے مخلصانہ کوششیں کی تھیں۔ مجھے اس وقت بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا جب میں دلہن بن چکی تھی لیکن سچ بتاؤ علی! کیا ہمارے دل، ہماری روحیں بہت پہلے سے اس بندھن میں بندھی ہوئی نہیں تھیں جسے دنیا شادی کے بندھن کے نام سے پکارتی ہے۔ اس قدر منظم سازش کا انجام یہ ہے کہ آج ہم پھر ایک ہیں۔ ہمیں جدا کرنے کی ہر کوشش ناکام ہو چکی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، یہ سب کچھ دیکھ کر ادلیسیو اور ڈو پر کیا گزر رہی ہوگی؟"

"بلاشبہ وہ تلملا رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس کے لیے اس سے بھی بڑھ کر کوئی سزا ہونا چاہیے تھی۔"

"یہ اس کے لیے سب سے بڑی سزا ہے علی کہ وہ زندہ رہے اور اپنی بے بسی پر کڑھتا رہے۔"

"مجھے تمہارا خیال تھا تہذیب!" میں نے گفتگو کا رخ بدل کر کہا۔ "اس کے بعد تم پر کیا بیتی؟ میں اس سے لاعلم ہوں۔"

"تم نے یہاں بار ڈو کے ذریعے تمھیں خط بھجوانے کے بعد میں کچھ ایسے معاملات میں پھنس گئی جن کا تعلق تنظیم سے ہی تھا۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور مجھے اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ گرین پول سے الگ ہونے کے بعد تمہارے پیار کی آگ نے مجھے پگھلا دیا ہے۔ میں اپنی شخصیت اپنا تشخص کھو بیٹھی ہوں۔ میری صلاحیتیں زنگ آلود ہو چکی ہیں۔ شاید اس لیے کہ میں نے ہر معاملے میں تم پر انحصار کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ تمہارے شانوں پر تو پہلے ہی بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ تم تو پہلے ہی اپنے فرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے میں نے سوچا کہ زندگی کے ایک اچھے ساتھی کی حیثیت سے یہ مناسب نہیں ہے کہ...." تہذیب کے لہجے میں کچھ جھجک پیدا ہوئی پھر اس نے کہا۔ "کہ اپنی زندگی کے ساتھی کو اپنے بوجھ تلے دبا لیا جائے۔ اس خیال کے تحت میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ تم سے ملوں گی تو ضرور مگر فوراً نہیں۔ پہلے میں اس تہذیب کو زندہ کروں گی جو گرین پول کی سیکنڈ چیف تھی۔ ہاں علی! میں تمہارا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی۔ زندگی کے ہر شعبے میں تمہارے شانہ بشانہ چلنے کی شدید خواہش میرے ذہن میں پیدا ہوئی اور میں نے اپنی تمام صلاحیتوں کو بیدار کیا میں کچھ کر کے تم سے ملنا چاہتی تھی۔ خدا کی ذات سے مجھے اس بات کا تو یقین تھا کہ تم مجھے زندہ ہی ملو گے۔ اس یقین نے مجھ میں ایک ناقابل شکست اعتماد پیدا کر دیا اور اسی اعتماد کے سہارے میں نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں کوئی بڑا کارنامہ نہیں کر سکی لیکن میں کسی حد تک کامیاب ضرور رہی۔ اپنی جدوجہد کے آغاز میں ہی بڈ مجھے مل گیا جس کے ذریعے حالات میرے علم میں آئے اور میں نے بڈ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اگر میں چاہتی تو فوراً ہی تم تک پہنچ سکتی تھی لیکن بڈ کے تم تک پہنچنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ میں اس کے خلاف کچھ نہ کر سکی۔ پھر مجھے بعض ذرائع سے علم ہوا کہ تم نے ایکن آف گروز سے آنے والا اسلحہ اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیا ہے اور اسے خورد برد کرنے کی سازش کو ناکام بنا دیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتا چلا کہ اولیو باور ڈیکی تمہارے ساتھ ہے۔ یہ خبر باعث حیرت ضرور تھی لیکن جب میں مسعود طلوے سے ملی تو اس نے مجھے تمام صورت حال بتا دی اور اس کے بعد ہی میں نے یہ منصوبہ ترتیب دیا۔ درحقیقت مجھے یہ علم نہیں تھا کہ تم بھی اسی جہاز میں سفر کر رہے ہو لیکن مجھے یہ معلوم تھا کہ اس جہاز سے اس ملک کی دو اہم شخصیتیں ضرور سفر کر رہی ہیں جنھیں یرغمال بنا کر میں تمہاری اور اولیو باور ڈیکی رہائی کا مطالبہ کر سکتی ہوں لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اولیو نے خود کو ظاہر کر کے مجھے ایک مصیبت سے بچا لیا۔ اس کے علاوہ کسی بھی عرب ملک کے کسی مسلمان باشندے کو نقصان پہنچانے کا تصور بھی میرے لیے بہت محال ہے لیکن تم کو رہا کرانا بھی ازحد ضروری تھا اور اس کے لیے مجھے جو بھی کرنا پڑتا میں اس سے دریغ نہ کرتی۔"

"اس سے مجھے کم از کم اتنا تو پتا چل گیا کہ طیارے کیوں اغوا کیے جاتے ہیں۔" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"میں نے سخت غصے کے عالم میں وہ قدم اٹھایا تھا۔ میرا بس چلے تو ان لوگوں کی بوٹیاں اڑا دوں جو تمہاری قدر نہیں کرتے۔ مجھے ان لوگوں کی یہ احسان فراموشی ایک آنکھ نہ بھائی تھی اور میں اس کے خلاف عملی احتجاج کرنا چاہتی تھی۔"

مجھے تہذیب پر بے اختیار پیار آیا اور میں نے اسے خود سے لپٹا لیا اور ایک لامتناہی سکون میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

میں نے خود کو تہذیب کے ساتھ اپنے کیبن میں بند کر لیا تھا۔ بڈ کا کوئی پتا نہیں تھا۔ میں اس کے مشاغل سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ یقیناً کوئی سیاہ فام حسینہ اس کا کام کر چکی ہوگی اور بڈ نے اسے یقین دلایا ہوگا کہ وہ اس کی زندگی کی سب سے پہلی اور آخری محبت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی وہ آخری محبت چند روز سے زیادہ نہ جاری رہ سکی۔ نہ تو بڈ نے اور نہ ہی کسی اور نے ہماری خلوت میں مداخلت کی۔

میں اور تہذیب ایک دوسرے میں اس طرح گم ہو گئے کہ چار پانچ روز گزر گئے اور ہمیں پتا بھی نہیں چلا۔ اس دوران میں ہم نے کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ بس ہم ایک دوسرے میں کھوئے رہے تھے۔ چار پانچ روز بعد ہم جنون میں کسی قدر کمی ہوئی تو ہمیں یہ احساس ہوا کہ ہم نے یہ پانچ روز دنیا سے کٹ کر گزارے ہیں۔ مجھے سخت شرمندگی ہوئی۔ اتنی وارفتگی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ آخر دوسرے لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟

تہذیب اور میں اسی شرمندگی کے ساتھ کمرے سے نکل آئے۔ ہم جنرل ٹیریس اور کیپٹن براؤن سے ملے تو وہ اسی طرح ملے جیسے ہمیشہ ملتے تھے۔ ان کے انداز میں کوئی بات نہیں تھی لیکن شاید انھوں نے ہماری ندامت کو بھانپ لیا۔

"طویل فراق کے بعد محبت کرنے والوں پر یہی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔" کیپٹن نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ جنرل ٹیریس مسکرانے لگا تھا۔

"کوئی خاص واقعہ تو پیش نہیں آیا؟" ملک نے جھینپ کر ٹیریس سے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہائی جیکروں سے طیارہ چھڑانے پر شکریہ ادا کیا گیا ہے۔"

"اور ہائی جیکروں کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں انھوں نے کہا تھا کہ ہائی جیکرز ان کے حوالے کر دیے جائیں لیکن میں نے ان سے کہہ دیا کہ چونکہ ہائی جیکرز ان کے باشندے نہیں ہیں لہٰذا انھیں ان کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن انھوں نے اپنا ایک نمائندہ یہاں بھیجا ہے۔"

"اوہو!" میں نے مسکرا کر انداز میں کہا۔ "یہ تو خاص بات ہے۔ پھر اس نمائندے سے کیا گفتگو ہوئی؟"

"وہ کل ہی یہاں پہنچا ہے اور میں نے ابھی تک اس سے بات چیت نہیں کی ہے۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"محل میں ہی مقیم ہے اور اس سے ملاقات سے اس لیے گریز کیا کہ میں نے سوچا پہلے تم سے مشورہ کر لوں۔ بلکہ اگر تم مناسب سمجھو تو تم بھی میرے ساتھ ہی اس سے مل لو۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے کہا۔ "تم خود ہی یہ بات دیکھ لو۔"

"ممکن ہے گفتگو کے دوران کوئی ایسا موڑ آجائے جہاں میرے مقابلے میں بہتر بات کر سکو۔"

"دراصل میں اس ملک کا مجرم ہوں نا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس لیے میں نہیں چاہتا کہ انھیں یہاں میری موجودگی کا علم ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟" جنرل ٹیریس نے حیرت سے کہا۔

"اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمہاری دشواریوں میں اضافہ ہو جائے۔"

"ایسے فضول خیالات دماغ سے نکال دو۔ میں کسی کا پابند نہیں ہوں۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ انھیں تمہاری یہاں موجودگی کا علم ہے۔"

"انھیں کیسے علم ہوا؟" ملک نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ سوالات بعد کے لیے اٹھا رکھو اور پہلے آؤ۔ ہم سے ملاقات کا انتظار کرتے ہوئے انھیں تقریباً چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

ملک نے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور تھوڑی دیر بعد میں اور جنرل ٹیریس محل کے ایک پرتکلف ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ جنرل ٹیریس نے نمائندے کو بلانے کے لیے کہا۔ چند ہی منٹ میں وہ نمائندہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ کرنل وحدت تھا۔

کرنل وحدت کا انداز ایسا ہی تھا جیسا کہ ہونا چاہیے تھا مگر مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ اس نے مجھ سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

"کامیابی مبارک ہو علی!" کرنل وحدت نے مجھ سے کہا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے لہجے میں طنز نہیں تھا۔

"اس مبارک باد کو میں کیا سمجھوں کرنل وحدت؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ایک دوست کا دوسرے دوست کے لیے ہدیہ خلوص۔" کرنل وحدت نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یا قانون کے ایک محافظ کا ایک مجرم کو چیلنج؟" میں نے کرنل وحدت کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس بدگمانی پر میں آپ کو مورد الزام نہیں ٹھہراؤں گا۔ دراصل واقعات ہی کچھ اس انداز میں پیش آئے کہ آپ بھی اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں۔"

"شاید میری آواز ٹیپ کرنا تھا کہ اسے میرے خلاف استعمال کیا جا سکے؟"

"لیکن میں نے آپ کے خلاف کچھ نہیں کیا۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"تم نے چھاپا مار کر تو میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ دو بار مجھے گرفتار کیا اور میری بار گرفتاری کے لیے تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اس کے علاوہ تم میرے خلاف اور کر بھی کیا سکتے تھے؟"

"وہ صرف اصولوں کی جنگ تھی علی! ہم ایک دوسرے کے دشمن نہ تو پہلے تھے اور نہ ہی اب ہیں۔ آپ جنگ جیت چکے ہیں اور میں ایک اچھے اسپورٹس مین کی طرح آپ کو مبارک باد دے رہا ہوں۔"

"تم تو یہ کہہ کے بری الذمہ ہو گئے۔" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن تمھیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو سلوک ہوا اس سے میرے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچی ہے۔ میں نے غیر عرب ہوتے ہوئے بھی خود کو ہمیشہ عربوں کی جدوجہد میں برابر کا شریک رکھا ہے۔ مجھے یہ گمان تھا کہ اگر میں کبھی کوئی درخواست کروں گا تو میری درخواست یوں ہی نہیں ٹھکرا دی جائے گی لیکن اب مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے میری محنت رائیگاں چلی گئی ہو۔ جتنا کچھ میں نے عربوں کے لیے کیا ہے، اگر یہودیوں کے

لیے نہیں کرتا تو وہ تا زندگی میرے ممنونِ احسان رہتے۔ جانتے ہو تم لوگوں کے اس سلوک کے باعث مجھے کیا کچھ سننا پڑا ہے؟" میرا لہجہ مزید تلخ ہو گیا۔ "اولیہ باورڈ نے تمھارے رویے کے حوالے سے مجھے اسرائیل کے لیے کام کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ ہم کار آمد لوگوں کی قدر کرنا جانتے ہیں، ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کن لوگوں کے لیے جان کی بازی لگا رہے ہو۔"

میری آواز بھرا گئی اور میں خاموش ہو گیا۔

کرنل وحدت نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ جنرل ٹیری خاموش تماشائی کی حیثیت سے بڑی محویت سے ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

"مجھے اعتراف ہے کہ تمھارے ساتھ زیادتی ہوئی۔ یہ بات میں ذاتی طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ میں اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم کہو گے کہ ہمارے اس اعتراف سے تمھارے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ازالہ تو نہیں ہو سکتا۔ تو اس سلسلے میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ کسی غلطی کا اعتراف آئندہ کے لیے اس غلطی کے اعادے کے امکانات کو ختم کر دیتا ہے۔ دوسری بات میں ذاتی طور پر کہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ اسے سن کر تمھارے دل سے ہر کدورت دور ہو جائے گی۔" کرنل وحدت خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"کہتے رہو کرنل وحدت!" میں نے اسے ٹوکا۔ "میں بڑی توجہ سے تمھاری باتیں سن رہا ہوں۔"

"اب میں ابیرن ہال کے بڑبولے سے مخاطب ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "جس کی زندگی کایا پاشناڈے کے قتل سے پلٹ گئی تھی۔"

میں نے چونک کر کرنل وحدت کو دیکھا۔ "مجھ پر اپنی معلومات کا رعب ڈالنے کے بجائے صاف صاف مطلب کی بات کرو۔" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم نے اپنی زندگی یہودیوں کے خلاف وقف کر رکھی ہے اور اس کے لیے تم بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اپنی بات جاری رکھو۔"

"قدرت عجیب طرح سے تمھاری مدد کرتی ہے۔ میں ابھی تمھیں گرفتار کرنے کے خبط میں مبتلا ہوا تو ایک بڑی یہودی سازش بے نقاب ہو گئی۔ نہ صرف سازش بے نقاب ہوئی بلکہ اس سازش میں ملوث تمام یہودی ایجنٹ گرفتار بھی ہو گئے۔ اُن کی گرفتاری تمھاری اطلاع پر ہی عمل میں آئی لیکن یہ بھی تو سوچو کہ تمھارا ان سے ٹکراؤ کس وجہ سے ہوا۔ اگر میں نے اولیہ باورڈ کو پہچان کر گرفتار نہ کیا ہوتا تو نہ تم اُس سے ٹکرا ہوتے اور نہ تمھارا ٹکراؤ ان یہودی ایجنٹوں سے ہوتا، نہ ہوتا کہ یہودی کامیابی کے ساتھ اپنی کارروائیاں جاری رکھتے اور بالآخر مکمل طور پر ایک عرب ملک میں شدید انتشار پھیلا کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کر لیتے۔"

"تمھاری ہر بات درست ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا تم یہ سوچ کر بھی اپنا دل میری طرف سے صاف نہیں کر سکتے کہ میں نادانستگی میں ہی سہی یہودیوں کے خلاف تمھارا ثابت ہوا؟"

"میرے دل میں کسی بھی ایسے شخص کے لیے کوئی کدورت باقی نہیں رہتی کرنل وحدت جو سچے دل سے اپنی کسی غلطی پر شرمندہ ہو جائے۔ چاہے وہ میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ پھر عرب تو ویسے بھی میرے دوست ہیں۔ میرے ساتھ مذہب کے مقدس رشتے میں منسلک ہیں۔"

"میں تمھارا شکر گزار ہوں علی! اگر تم مجھے معاف نہ کرتے تو زندگی بھر میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا۔"

"شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں میرے دوست! میں یہ ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ اب تمھارے ملک میں میری پوزیشن کیا ہے؟"

"وہی جو پہلے تھی اور ہم پہلے ہی کی طرح تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اعلیٰ سطح پر یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ تم پر تھوپا گیا الزام غلط تھا اور تمھارا مطالبہ مان لیا جانا چاہیے تھا۔"

"یہ تو بڑی خوش آئند بات ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم جنرل ٹیری سے کس سلسلے میں ملنے آئے؟"

"جنرل ٹیری سے؟" کرنل وحدت حیرانی سے بولا۔ "جنرل ٹیری سے ملنے تو نہیں آیا تھا۔ میں تو تم سے ملنے آیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ تم مصروف ہو اس لیے میں تم سے ملاقات کا منتظر تھا۔"

میں نے جنرل ٹیری کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "میں نے سوچا تمھیں سرپرائز دیا جائے۔" اس نے کہا۔

"تمھاری آمد کی غرض و غایت کیا ہے؟" میں نے کرنل سے پوچھا۔

"میں اپنی حکومت کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں خود جا کر ذاتی طور پر بھی اور حکومت کی طرف سے بھی تم سے معافی مانگوں اور تمھیں سرکاری طور پر اپنے ملک کی دعوت دوں۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور جہاں تک تمھارے ملک آنے کی بات ہے تو میں ضرور آؤں گا۔ وقت کا تعین ابھی نہیں کر سکتا لیکن جب بھی مجھے وقت ملا میں وہاں آ جاؤں گا۔ مجھے گریز نہیں کروں گا۔ میں تو ہر عرب ملک کو اپنا ہی ملک تصور کرتا ہوں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تمھیں یہاں میری موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"دراصل جب جہاز اغوا ہوا اور ہم سے تمھارا اور اولیہ باورڈ کا مطالبہ کیا گیا تو صورتِ حال بہت گمبھیر ہو گئی۔ ظاہر ہے تم ہمارے قبضے میں تو تھے نہیں کہ ہم تمھیں ہائی جیکرز کے حوالے کر کے اپنا طیارہ اُن سے چھڑا لیتے۔ ہائی جیکرز اس بات کو انھوں نے تسلیم نہیں کیا کہ تم ہمارے قبضے میں نہیں ہو۔ چونکہ میں اس معاملے میں براہِ راست ملوث تھا لہٰذا مجھ سے کہا گیا کہ میں اس معاملے کا کوئی حل پیش کروں۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تم آسٹریلیا میں ہو جس میں کیتھین کی کمپنی کے دفاتر ہیں لیکن میں کیتھین پر ہاتھ اس لیے نہیں ڈال سکتا تھا کہ اگر میں تمھیں برآمد نہ کر پاتا تو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کمپنی کا تھا۔ چنانچہ جب مجھ سے تمھارے سلسلے میں کہا گیا تو میں نے متعلقہ حکام سے کیتھین کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت مانگی۔ اس گمبھیر صورتِ حال کے باوجود مجھے بڑی مشکل سے اجازت ملی اور وہ بھی صرف اس کمپنی کی تلاشی لینے کی۔ وقت خاصا برباد ہو چکا تھا مگر میں مایوس نہیں تھا۔ میں نے وہاں کی تلاشی لی مگر وہاں سے کچھ برآمد نہ ہو سکا لیکن مجھے یقین تھا کہ کیتھین اس معاملے میں بہرحال ملوث ہے۔ میرے آدمیوں نے پورے دفتر کو چھان مارا۔ میں خود اس کی نگرانی کر رہا تھا اور عین اس وقت جب میں مایوس ہونے والا تھا میرے ذہن میں اچانک کسی خفیہ کمرے کا خیال آیا۔ یہ خیال تو پہلے بھی ذہن میں موجود تھا لیکن سوال یہ تھا کہ وہ خفیہ کمرا کہاں ہے اور اُسے کیسے تلاش کیا جائے۔ کیتھین کے ہونٹوں پر موجود طنزیہ مسکراہٹ میرا خون کھولا رہی تھی۔ بالآخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ میں نے متعلقہ محکمے سے اس عمارت کا منظور شدہ نقشہ طلب کر لیا۔"

"واہ!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "واقعی تم ایک مکمل ایجنٹ ہو کرنل وحدت! تمھاری ذہانت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔" میں نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ "تقابل کرنے کے لیے تم نے اس عمارت کے کمروں کی پیمائش کرانا شروع کرائی ہو گی اور کیتھین کا کمرا مطلوبہ سائز کا نکلا ہو گا۔"

"جی ہاں! جب میں نے کمروں کی پیمائش کرانا شروع کی تو کیتھین کا رنگ فق ہو گیا لیکن وہ تھا بڑا ڈھیٹ۔ اس نے آخری وقت تک اعتراف کرنے نہیں دیا کہ وہاں کوئی خفیہ کمرا بھی ہے لیکن میں نے وہ خفیہ کمرا دریافت کیا بلکہ اس کا راستہ بھی معلوم کر لیا۔ وہاں سے وہ دونوں امریکی برآمد ہوئے جن کے بارے میں بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تم نے اور اولیہ باورڈ نے انھی کے میک اپ میں اس جہاز پر سفر کیا جو اغوا ہوا تھا۔ کیتھین نے تو خودکشی کر لی لیکن وہاں سے برآمد ہونے والے ریکارڈ سے بہت کچھ ثابت ہوا۔

کمپنی کا لائسنس منسوخ کر دیا گیا اور بہت سے اسرائیلی ایجنٹ گرفتار کر لیے گئے۔"

"مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم کیتھین پر ہاتھ ضرور ڈال دو گے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ بات تو بالکل یقینی تھی کہ میں اُسے ہرگز نہ چھوڑتا۔ اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں مجھے خواہ کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگ جاتا، میں اس کے پیچھے پڑا رہتا اور اُسے کیفرِ کردار تک پہنچا کر ہی دم لیتا لیکن یہ بھی اچھا ہوا کہ طیارہ اغوا ہونے کے باعث مجھے اپنے کام میں آسانی ہو گئی اور یہ معاملہ بہت جلد نمٹ گیا۔"

"تم اس عمارت تک کیسے پہنچ گئے تھے کرنل وحدت جہاں کیتھین کا دفتر واقع تھا اور جہاں میں نے اور اولیہ باورڈ نے پناہ لی تھی؟"

"محض اتفاق!" کرنل وحدت نے کہا۔ "فطری انٹیلی جنس کے ایک سادہ لباس والے نے آپ دونوں کو بلڈنگ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہ کسی کام سے وہاں سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر آپ دونوں پر پڑ گئی۔ وہ آپ کے پیچھے بلڈنگ میں داخل ہوا اور آپ کو آٹھویں منزل پر جاتے دیکھا اور فوری طور پر مجھے اطلاع کر دی۔ میں نے اسے تاکید کی کہ میرے وہاں پہنچنے تک نگاہ رکھے کہ آپ لوگ بلڈنگ سے باہر نکلنے نہ پائیں اور جب میں وہاں پہنچا تو مجھے یہی رپورٹ ملی کہ آپ اس وقت تک بلڈنگ میں ہی موجود تھے۔"

"اور جب تم پر یہ راز منکشف ہوا کہ ہم کس طرح تمھارے ملک سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے تو کیا تم نے ہائی جیکرز کو مطلع نہیں کیا؟"

"اس وقت تک طیارہ ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرایا جا چکا تھا۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن بے فکر رہو، یہ بات مجھ تک ہی محدود رہے گی۔"

"کون سی بات کرنل وحدت؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی کہ آپ کس طرح ملک سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ میں نے حکام کو بس یہ بتایا ہے کہ بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے

کہ آپ گوٹے بلٹ میں ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جنرل ٹیرس آپ کے دوست ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کے کسی دوست کی ذہنی پوزیشن خراب ہو۔"

"او ہو! جنرل ٹیرس کی پوزیشن کہاں سے درمیان میں آ گئی؟"

"اگر میں یہ بات ظاہر کر دوں کہ آپ کس طرح ملک سے نکلے تھے تو کوئی بھی شخص بڑی آسانی سے وہ نتائج اخذ کر سکتا ہے جو میں نے کیے ہیں۔ آپ کو علم نہیں تھا کہ طیارہ اغوا کیا جانے والا ہے۔ ہائی جیکرز بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ آپ اس طیارے میں سفر کر رہے ہیں جسے انھوں نے اغوا کیا ہے۔ طیارے کے تمام مسافر اس بات سے لاعلم تھے کہ طیارہ اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں اور طیارہ اغوا کرنے سے ان کا مقصد کیا ہے۔"

"تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ مسافر طیارہ اغوا کرنے والوں اور ان کے مقاصد سے بے خبر تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اغوا شدہ طیارے کے بعض مسافروں سے مل کر معلومات حاصل کی ہیں۔ ایک خاتون رپورٹر کے سوال کے جواب میں مسافروں کو طیارہ اغوا کرنے کے مقصد سے آگاہ کیا گیا۔ ظاہر ہے اس وقت تک آپ بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ طیارہ اغوا کرنے والے کون ہیں اور انھوں نے طیارہ کیوں اغوا کیا ہے لیکن یہ راز منکشف ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ رن وے پر رک گیا۔ مسافروں کو بتایا گیا کہ ان کی منزل قریب آ گئی ہے مگر طیارہ گوٹے بلٹ میں ہے۔ یہ بات ثابت ہو گئی یہاں سب سے پہلے رہا ہونے والے مسافروں میں آپ بھی شامل تھے اور اس کے کچھ ہی دیر بعد طیارہ ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرا لیا گیا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس سے جنرل ٹیرس کا کیا تعلق ہے؟"

"اغوا کنندگان آپ کے ساتھی تھے۔ ممکن ہے آپ کے باعث آپ انھیں پہچان نہیں پائے ہوں گے لیکن جیسے ہی انھوں نے اپنی شناخت کرائی آپ نے خود کو ان پر ظاہر کر دیا جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے بعد انھوں نے ہم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا اور نہ انھیں اپنے مطالبے کا اعادہ کرنا چاہیے تھا۔ اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانا چاہیے تھا مگر انھوں نے کچھ بھی نہیں کیا اور گوٹے بلٹ پہنچ کر چند مسافروں کے ساتھ آپ کو بھی رہا کر دیا تاکہ آپ جنرل ٹیرس سے مل کر ان کے تحفظ کا بندوبست کر سکیں جو آپ نے کیا۔"

"میں نے کیا کیا؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "اس کے برعکس تمام ہائی جیکرز کو گرفتار کر لیا گیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنرل ٹیرس ایک قانون پسند حکمران ہے۔"

کرنل وحدت مسکرایا۔ "یہی بہتر ہے۔" اس نے کہا۔ "دنیا والوں کو یہی سمجھنے دو جو وہ سمجھ رہے ہیں۔ اصل حقیقت پوشیدہ ہی رہنی چاہیے۔"

"اور تم کیا سمجھ رہے ہو؟"

"اپنی بیرونی پوزیشن مستحکم رکھنے کے لیے معاملے کو رنگ دینا انتہائی ضروری تھا ورنہ جنرل ٹیرس کی سخت بدنامی ہوتی۔"

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی اور وہ بڑے غور سے کرنل وحدت کو دیکھ رہا تھا۔

"تم واقعی اپنے ملک کا سرمایہ ہو۔" جنرل ٹیرس نے کرنل وحدت سے کہا۔ "علی نے تمھاری ذہانت کی تعریف کی ہے تو کچھ دیکھ کر ہی کی ہوگی۔ ایک نمونہ تو میں نے ابھی دیکھ لیا۔"

"یہ میرے لیے ایک اعزاز ہے سر کہ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ اس کے لہجے میں انکسار تھا۔

"رسمی باتوں کی ضرورت نہیں ہے جوان۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "بے تکلفی سے گفتگو کرو۔ علی کا دوست میرا بھی دوست ہے۔"

"شکریہ جناب۔" کرنل وحدت نے کہا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اولیو باورڈ کہاں ہے۔ واپس چلا گیا کیا؟"

کرنل وحدت کے سوال پر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اولیو باورڈ کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا اور ایک اولیو باورڈ پر کیا موقوف تہذیب کے ساتھ گزارے ہوئے وقت سے وہاں مجھے کسی بھی چیز کا ہوش نہیں رہا تھا۔ مجھے چاہیے تھا کہ میں جنرل ٹیرس کو اولیو باورڈ کے بارے میں ہدایت دے دیتا۔ اس سے کیا ہوا وعدہ پہلی فرصت میں نبھانا میرا فرض تھا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ جنرل ٹیرس سے مخاطب ہوا۔ "اولیو باورڈ کا کیا ہوا جنرل؟" میں نے پوچھا۔

"تم بتاؤ، تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا؟"

"او، جنرل! مجھ سے زبردست غفلت سرزد ہوئی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اتنا خود رفتہ بھی ہو سکتا ہوں کہ سب کچھ بھول جاؤں۔ مجھے چاہیے تھا کہ اس کی رہائی کے بارے میں تمھیں مطلع کر دیتا لیکن افسوس اب تو غلطی ہو چکی ہے۔"

"یہ بھی تو بتاؤ کہ اولیو باورڈ کو کن شرائط کے ساتھ رہا کرنا ہے؟"

"اس پر کوئی شرط عائد نہیں کی جا سکتی جنرل۔" میں نے کہا۔ "اس نے اس معاہدے کی تکمیل کر دی ہے جو ہمارے درمیان ہوا تھا۔ میری خواہش تھی کہ اس کے بعد ایک بھی لفظ کہے بغیر اس کی بیٹی اس کے حوالے کر دوں۔ اس سے آخری الوداعی ملاقات ہوتی تب بھی اس سے کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف اسے رخصت کر دوں گا لیکن شاید میں تو اب اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔ میری طرف سے وہ آزاد ہے۔ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر جہاں جی چاہے چلا جائے۔ گوٹے بلٹ سے واپس جانے کے بعد اگر وہ پھر میرے

خلاف کسی سازش میں ملوث ہو جائے تو یہ اس کا اپنا فعل ہے جس کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن اب یہ کام تم ہی سنبھالو۔ میں تو شرمندگی کی وجہ سے اس کا سامنا بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے یہ بھی تو بتا دو کہ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"یہی باورڈ کو خاموشی سے اس کے حوالے کر دو اور اسے حفاظت، عزت و احترام کے ساتھ جس ملک میں بھی وہ جانا چاہے بھجوا دو۔" میں نے سخت شرمندگی کے عالم میں کہا۔ "تم میرے لیے یہ کام کر دو گے تو میں اس ندامت سے بچ جاؤں گا جو اولیو باورڈ کا سامنا کرنے کی صورت میں مجھے اٹھانا پڑے گی۔"

جنرل ٹیرس ہنسنے لگا۔

"تم عجیب سے ہو ٹیرس! یہ میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تیری زندگی میں شاید ہی کبھی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہو؟"

"اولیو باورڈ اس لائق تو نہیں کہ آپ اس کے لیے اس قدر پریشان ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"بات اولیو باورڈ کی نہیں، میری اپنی ہے۔ میں نے اس سے جو وعدہ کیا تھا اسے اولین فرصت میں پورا ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ بہت حساس ہیں علی۔" کرنل وحدت بولا۔ "اور حساس ہونا نقصان دہ ہوتا ہے۔"

"آدمی آدمی کا فرق ہوتا ہے کرنل وحدت! ممکن ہے کسی وقت بھی اولیو باورڈ میرے ہاتھوں مارا جائے۔ اس وقت مجھے اس کی موت کا ذرہ برابر بھی افسوس نہیں ہوگا لیکن آج مجھے جس بات کا قلق ہے اس کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے۔ میں اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہوں۔"

"او کے علی!" جنرل ٹیرس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اولیو باورڈ کا کچھ بندوبست کر دیں۔"

ہم کرنل وحدت سے معذرت کر کے اٹھ گئے۔ جنرل ٹیرس اسے ایک دن اور رکنے کو کہہ رہا تھا مگر وہ فوراً واپسی پر مُصر تھا۔ ناچار جنرل ٹیرس نے اسے واپسی کی اجازت دے دی۔

جنرل ٹیرس مجھے اس کمرے میں لے گیا جہاں تہذیب اور لیتھی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہو گئیں۔

"کچھ سنا تم نے؟" جنرل ٹیرس نے لیتھی بردوں سے کہا۔ "علی کہہ رہے ہیں اولیو باورڈ کی بیٹی فوراً اس کے حوالے کر کے اسے جہاں وہ کہے روانہ کر دوں۔"

لیتھی نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "اولیو باورڈ جیسے شخص کو ملک بدر نہیں کیا جانا چاہیے۔ وہ ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ تم اس سے بہت سے فوائد حاصل کر سکتے ہو علی!"

جنرل ٹیرس نے قہقہہ لگایا اور میں جھنجلا گیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا اولیو باورڈ کو رہا کر دو۔ اس وقت بھی تم سے یہی کہتا ہوں لیکن تم

ہنس رہے ہو۔ کیا تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ اس وقت مذاق بھی مجھے گراں گزرے گا۔ تم میری جذباتی کیفیت نہیں سمجھ رہے۔"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں علی!" جنرل ٹیرس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "اسی لیے تو مجھے ہنسی آ رہی ہے۔"

میری جھنجلاہٹ بڑھ گئی اور میں نے مناسب یہی سمجھا کہ خاموشی اختیار کر لوں۔ چند لمحوں بعد جنرل ٹیرس سنجیدہ ہو گیا۔

"دوستوں کا بھی تو کچھ فرض ہوتا ہے علی!" اس نے کہا۔ "اور ایسے دوست جو تم پر اندھا اعتماد کرتے ہوں۔ جنھیں یقین ہو کہ اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی گئی تو تم اسے نظرانداز کر دو گے۔ جنرل ٹیرس تمھارے ایسے ہی دوستوں میں سے ہے علی۔ میں نے تمھیں شرمندہ نہیں ہونے دیا دوست۔ اولیو باورڈ کو صرف پندرہ گھنٹے بعد اس کی بیٹی کے ساتھ بیروت روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس نے بیروت جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"کیا!" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا؟"

"یہی تو بات ہے۔ میں بھی علی بارخان سے تھوڑی سی واقفیت کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ وہ کس وقت کیا کرنا چاہتا ہے۔ جس بہترین دشمن کو بچانے کے لیے اس نے اپنوں کی دشمنی مول لینے سے بھی گریز نہیں کیا تو وہ اس کی رہائی کے لیے کوئی شرط کیسے عائد کر سکتا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین تھا اور جب میں نے یہ بات لیتھی سے کہی تو وہ بے چین ہو گئی۔ وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھی کہ تم اولیو باورڈ کو یونہی رہا کر دو گے۔ جب میں نے لیتھی کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ کم از کم اولیو باورڈ کو رہا کرنے سے قبل علی سے تو مشورہ کر لوں مگر میں نے تمھیں مضطرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے لیتھی سے کہہ دیا تھا کہ علی، اولیو باورڈ کی بیٹی اس کے حوالے کر کے اسے دوستوں کی طرح رخصت کرے گا، دشمنوں کی طرح نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں دونوں پھر سے ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں لیکن علی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اولیو باورڈ سے اب مزید کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ میں نے اولیو باورڈ کو صرف پندرہ گھنٹے بعد اس کی خواہش کے مطابق بیروت کے لیے روانہ کر دیا۔ اس نے تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن میں نے اس سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تم اس وقت اس سے نہیں مل سکو گے۔ اس نے بھی مزید اصرار نہیں کیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ چلا گیا۔"

"مجھے تمھاری دوستی پر فخر ہے جنرل ٹیرس!" میں نے ممنونیت سے کہا۔ "تمھارے علاوہ شاید ہی کسی کو میں اپنا عظیم

دوست کہہ سکوں اور تمہارے احسانات کا بدلہ تو میں ادا کر ہی نہیں سکتی۔"

جنرل ٹیری نے میری بات سن کر برا سا منہ بنایا۔ "بہت بری بات ہے علی۔" اس نے کہا۔ "تمہیں ایسی فضول باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔"

"نہیں جنرل!" تہذیب بولی۔ "جس انداز سے آپ نے یہ اقدام کیا، وہ لائق تحسین ہے اور جس طرح آپ نے علی کو شرمندگی سے بچایا وہ بھی ایک احسان ہے۔"

"آپ علی کی زبان نہیں بولیں گی تو اور کون بولے گا۔" جنرل ٹیری نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اور سب ہنسنے لگے۔

میں واقعی جنرل ٹیری کا بے حد ممنون تھا۔ اس کے بڑا تعاون فیصلے نے مجھے خوش کر دیا تھا۔ جتنا اعتماد اس نے مجھ پر کیا تھا اتنا ہی اعتماد مجھے بھی اس پر تھا۔ دنیا میں کسی بھی شخص کو ایسے مخلص اور با اعتماد دوست مل جائیں تو اس کی خوش بختی پر شک کرنا گناہ ہے۔

جنرل ٹیری نے مجھ سے میرے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ ٹیری محل میں مجھے جو آسائشیں حاصل تھیں اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی... اگر میں اپنی بقیہ زندگی وہیں گزارنا چاہتا تو بھی شاید جنرل ٹیری مجھے کبھی نہ ٹوکتا۔

ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ فی الوقت میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ بڈ کے لیے میں نے جنرل ٹیری سے کہہ دیا تھا کہ اسے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ تہذیب کے جن ساتھیوں نے اس کے ساتھ مل کر طیارہ اغوا کیا تھا ان کا قیام بھی ٹیری محل میں ہی تھا۔ اس رات تہذیب سے کم از کم اس موضوع پر میری گفتگو ہوئی۔

"ابھی تک ہمارے درمیان ان لوگوں کے معاملے میں گفتگو نہیں ہوئی جنہوں نے تمہارے ساتھ مل کر طیارہ اغوا کیا تھا۔"

"ان لوگوں کا تعلق مختلف مسلم ممالک سے ہے اور یہ سب فلسطینی مفادات کے حامی ہیں۔ گو ان میں سے کسی کا تعلق باقاعدہ طور پر کسی تنظیم کے ساتھ نہیں رہا لیکن جب میں نے علی گروپ ترتیب دیا تو انہوں نے بصد خلوص اپنی خدمات پیش کر دیں۔ یہ لوگ اب تک انتہائی قابل اعتماد ثابت ہوئے ہیں۔ علی گروپ کے ارکان کی کل تعداد ستائیس ہے جن میں سے یہ چند افراد میں نے اس مہم کے لیے اپنے ساتھ لیے تھے۔ بڈ ان کا لیڈر ہے اور ان کے ساتھ ہر مہم میں شریک رہتا ہے۔"

"بقیہ افراد کہاں ہیں؟"

"میں نے بیروت میں انہیں چھوڑا ہے جہاں وہ خاموشی سے وقت گزار رہے ہیں اور مختلف کیمپوں پر تقسیم ہیں۔"

میں نے متحیرانہ انداز میں تہذیب کو دیکھا۔ "لیکن تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں کر آیا؟"

"اس کی وجہ میں تمہیں بتا چکی ہوں علی! میں نے محسوس کیا تھا کہ تم پر مکمل انحصار کرنے کی وجہ سے میں نہ صرف تم پر ایک اضافی بوجھ بن گئی ہوں بلکہ خود میری صلاحیتوں کو بھی زنگ لگ رہا ہے۔ اگر میں کوئی عام لڑکی ہوتی اور اس زندگی سے میرا کوئی تعلق نہ رہا ہوتا تو ظاہر ہے اس انداز میں سوچنا میرے لیے غلط ہی ہوتا لیکن ایسی صورت میں جب کہ میں نے اپنا کافی وقت اس قسم کی زندگی میں گزارا ہے تو پھر میں خود کو معطل کیوں کر لوں۔ بس تمہارا ہاتھ بٹانے کے لیے میں نے یہی سوچا کہ اب ہمیں اولیو بورڈ اور اپنے تمام دشمنوں کے خلاف ایسا محاذ تیار کر لینا چاہیے جس میں ہم مطلق العنان ہوں اور کسی کے دست نگر نہ رہیں۔ اس ضمن میں میں نے ایک منصوبہ بھی ترتیب دیا تھا جس کے بارے میں سوچا تھا کہ تمہیں اطمینان سے اس کی تفصیل بتاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے اس وقت ہمیں کوئی فکر دامن گیر نہیں ہے لہٰذا تم مجھے اپنا منصوبہ بتاؤ۔"

"بات ذرا تفصیلی ہے اور تمہیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ میں نے بڑی سوچ بچار کے بعد چند فیصلے کیے ہیں جنہیں میں تمہارے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا علی کہ تم میری زندگی کے اس شعبے کو نظر انداز نہیں کرو گے۔ میں تمہارے شانہ بشانہ کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے فکر رہو تہذیب! میں کسی بھی معاملے میں تمہیں تمہاری خواہش کے خلاف مجبور نہیں کروں گا۔"

"تمہاری پوری زندگی میرے سامنے ہے علی! تم نے جو کارنامے سر انجام دیے ہیں میں ان پر نازاں ہوں لیکن ہر معاملے میں میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے جیسے متعلقہ لوگوں نے خلوص سے تمہاری اہمیت کو تسلیم نہیں کیا۔ تمہیں وہ مقام نہیں ملا جو ملنا چاہیے تھا۔ تمہاری شخصیت تو عربوں کے لیے غیر متنازعہ ہونا چاہیے تھی لیکن دوسری طرف میں ان لوگوں سے بھی مل چکی ہوں جو تمہیں بے حد چاہتے ہیں..."

"اس طرح تو ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہو گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"سنجیدگی سے غور کرو علی! ماضی میں ہم نے جو کچھ بھی کیا اس میں فلسطینی مقاصد اور مفادات ہمارے پیش نظر رہے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری زیادہ تر کاوشیں سیاسی جوڑ توڑ اور اسرائیلی سازشوں کے خلاف سرگرم عمل رہنے تک محدود رہی ہیں۔ ان لاتعداد فلسطینی باشندوں کے لیے ہم کبھی کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھا سکے جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ بھی تو ہماری توجہ کے مستحق ہیں بلکہ سب سے زیادہ مستحق تو وہی لوگ ہیں۔ اسرائیلی وحشی اپنی ہر شکست کا بدلہ انہی مظلوموں سے لیتے ہیں اور انتقام کا نشانہ وہی لوگ بنتے ہیں۔ ان کے لیے کچھ اور نہ سہی اگر ان کی صرف مالی مدد ہی کی جاتی رہے تو ان کے آنسو کچھ خشک ہو سکتے ہیں۔ اس وقت تو وہ دہرے عذاب کا شکار ہیں۔ علی! میں نے فیصلہ کیا ہے علی گروپ کسی کے اشتراک سے کام نہیں کرے گا۔ ہم لوگ بالکل علیحدہ رہ کر آزادانہ طور پر کام کریں گے۔ چونکہ ہم اپنی ذمے داری پر کریں گے لہٰذا اپنی کامیابی یا ناکامی کے لیے کسی کو جواب دہ بھی نہیں ہوں گے۔ ہم یہودیوں کے خلاف کام کریں گے لیکن مالی مفادات کو اولیت حاصل رہے گی۔ اپنی مہمات کے ذریعے جو دولت ہم یہودیوں سے حاصل کریں گے اس کا بڑا حصہ بیروت کے کیمپوں میں موجود فلسطینیوں کی امداد میں صرف ہوگا۔"

تہذیب خاموش ہو گئی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ جب خاموشی کے یہ لمحات طویل ہونے لگے تو میں نے اسے ٹوکا۔ "بولتی رہو تہذیب! خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"کیا میرا کیا ہوا فیصلہ غلط ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"گویا تم مجھ سے متفق ہو؟"

"سو فیصد۔ بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ میں نے خود کیوں اس انداز میں نہیں سوچا؟"

"اب سوچ رہے ہو یہی بہت کافی ہے۔ ویری گڈ درست آئیڈیا۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے تہذیب! اب ہم اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے ایک فنڈ قائم کریں گے۔ کیمپوں میں زندگی بسر کرنے والوں کی ضروریات کا جائزہ لیں گے اور زندگی گزارنے کے لیے انہیں ضروری وسائل کے علاوہ اسلحہ بھی فراہم کریں گے تاکہ وہ خود اپنی حفاظت کر سکیں اور کسی بھی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔"

"بالکل یہی منصوبہ میرا بھی ہے۔" تہذیب نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "اس وقت ہمارے پاس ستائیس تربیت یافتہ نوجوان موجود ہیں جن میں سے چند کو تم دیکھ چکے ہو۔ ہم ان کی تعداد بڑھائیں گے۔ انہیں بہترین تربیت دیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی عرق ریزی سے کام کیا ہے اور میرے پاس ایک بہترین پروگرام بھی موجود ہے جس سے ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں گے۔"

"بہت خوب!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارے پاس کوئی پروگرام بھی موجود ہے؟"

"ہاں علی!" تہذیب نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"دو دولت مند یہودی جن میں سے ایک امریکی ہے اور دوسرا فرانسیسی — دونوں ایک دوسرے کا کاروبار تباہ کر دینا چاہتے ہیں اور اس کام کے لیے کسی بھی حد تک دولت خرچ کرنے کو تیار ہیں۔"

"میرے خدا!" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "تمہیں یہ ساری باتیں معلوم کیسے ہو گئیں؟"

"اس طرح کہ ان میں سے ایک میرا کلائنٹ بن چکا ہے۔" تہذیب نے فخریہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"بہت اچھی خبر ہے۔" میں نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "مگر مزید وضاحت کی طلب گار ہے۔"

"اوتھیل میکائیل!" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ "ایک فرانسیسی دولت مند ہے جس کے موٹر سازی کے کارخانے فرانس کے علاوہ پولینڈ اور بیلجیم میں بھی کام کر رہے ہیں۔ وہ عرب پتی نہیں بلکہ کھرب پتی ہے لیکن یہودی ہونے کی وجہ سے انتہائی لالچی فطرت کا مالک ہے اور اپنے کاروبار پر توجہ دینے کے بجائے اب اسلحہ سازی کے میدان میں بھی قدم رکھنا چاہتا ہے جو اس دور کا سب سے منافع بخش کاروبار ہے۔ اوتھیل میکائیل اسلحہ سازی پر سرمایہ کاری کی مد میں اب تک اربوں ڈالر لگا چکا ہے مگر اس میدان میں اس کے قدم جمنے نہیں پا رہے — اس کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ ہاروت رابیل ہے۔"

"یہ ہاروت رابیل صاحب کون ذات شریف ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایک امریکی نژاد یہودی جو اس وقت اسلحہ سازی کے میدان کا بے تاج بادشاہ ہے۔ ناجائز اسلحے کی دنیا پر ہاروت رابیل کی اجارہ داری ہے۔ اسے امریکی یہودیوں کی پشت پناہی حاصل ہے اور اسلحے کی بڑی بڑی منڈیوں پر اس کا قبضہ ہے۔ غیر سرکاری سطح پر تو اس کا کوئی حریف ہے اور نہ ہی کوئی اس کے مقابل آ سکتا ہے کیونکہ اس کی فیکٹریوں میں تیار ہونے والے اسلحے پر ساختہ امریکہ کی چھاپ ہوتی ہے اور اس وقت دنیا بھر میں امریکی اسلحہ بے حد مقبول ہے۔ دوسرا نمبر روس کا

ہے۔ فرانسیسی اسلحہ بھی بہترین ہوتا ہے مگر اس کی مانگ اتنی نہیں ہے۔ اوتھیلو چاہتا ہے کہ اسے حکومت امریکا کی پشت پناہی حاصل ہو جائے۔ ظاہر ہے یہ آسان کام نہیں ہے اس لیے کہ یہودی لابی کے دباؤ کے تحت امریکا میں بارودت کو جو آسانیاں حاصل ہیں وہ کسی اور کو نہیں مل سکتیں چنانچہ اسلحہ سازی کے میدان میں اوتھیلو اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ امریکی حکومت پر سے بارودت رائیل کے اثرات ختم نہیں ہو جاتے جس کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہے۔"

"دونوں کے درمیان خاصی دلچسپ چپقلش ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہم اس سے کیسے فائدہ اٹھا سکیں گے؟"

"سنتے رہو، بات خاصی طویل ہے۔" تہذیب بولی۔ "موٹر سازی کی صنعت جاپان کے قبضے میں چلی گئی ہے چنانچہ اوتھیلو کا کاروبار مستقل طور پر خسارے میں چل رہا ہے۔ اب اس کی نگاہ اسلحہ سازی کی صنعت پر لگی ہوئی ہے۔ ایک بار اس نے مارکیٹ میں اسلحہ پھیلانا چاہا تھا مگر فرانسیسی اسلحے کی ترسیل نہ ہونے کے برابر ہی اور اسے کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی جبکہ بارودت رائیل امریکی حکومت کے تعاون سے اپنا اسلحہ ایسے ... ملکوں کو فراہم کر رہا ہے جو جنگ پسند ہیں۔ حال ہی میں ایسے کئی واقعات منظر عام پر آ چکے ہیں۔ امریکی حکومت بہت سے ممالک کو اسلحہ براہ راست فراہم نہیں کرتی لیکن یہودی النسل رائیل اپنا اسلحہ اسمگل آؤٹ بھی کرتا ہے اور سرکاری سطح پر فروخت بھی کرتا ہے۔ اوتھیلو ہر قیمت پر اس منافع بخش کاروبار کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ بڑی خطیر رقم خرچ کرنے کو تیار ہے۔ اوتھیلو میکائیل سے میری ملاقات ہو چکی ہے اور اس کام کے لیے اس کے اور میرے درمیان ایک معاہدہ بھی طے پا چکا ہے۔ اسی معاہدے کے تحت اوتھیلو ہم سے جو کام لینا چاہتا ہے اس کی تکمیل پر وہ پچاس ملین ڈالر دینے پر آمادہ ہے۔ پچیس ملین ایڈوانس اور بقیہ پچیس ملین کام کی تکمیل پر۔"

"اتنی معقول رقم کے عوض وہ کام کیا لینا چاہتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بارودت رائیل کی ایک ایسی کمزوری اوتھیلو کے علم میں آ گئی ہے کہ اسے رائیل کے خلاف اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا ہے۔ اوتھیلو کے پاس مکمل منصوبہ موجود ہے جس پر عمل ہمیں کرنا ہوگا۔ میں تمہیں اس کی تفصیل بتاتی ہوں۔ ہتھیار سازی کے لیے بارودت رائیل نے جدید ترین اسلحے کے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں۔ سائنس ماہرین میں سے ایک جرمن سائنس داں اس کے قبضے میں تھا جس کا نام ڈی فوسٹر ہے۔ ڈی فوسٹر خاندانی اسلحہ ساز ہے۔ اس کا دادا ہٹلر کا مشیر خاص تھا اور اسلحہ سازی کے سلسلے میں ہٹلر کا مددگار بھی تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلحہ سازی فوسٹر کا آبائی و خاندانی پیشہ ہے اور وہ اس فیلڈ میں خاص مہارت کا حامل ہے۔ پچھلے دنوں اسرائیل نے امریکی حکومت سے چھوٹے جوہری ہتھیار طلب کیے تھے جس کی اسے سخت ضرورت ظاہر کی تھی لیکن امریکہ پہلے ہی ایسے جوہری اور کیمیاوی ہتھیار کسی بھی ملک کو سپلائی نہیں کرتی چنانچہ امریکا نے اسرائیل سے اس سلسلے میں معذرت کر لی اور نتیجے میں امریکی حکومت کو تمام یہودیوں کے غم و غصے کا شکار ہونا پڑا لیکن حکومت اپنے موقف پر سختی سے ڈٹی رہی اور بات آئی گئی ہو گئی۔ بارودت رائیل تمام باتوں سے واقف تھا چنانچہ اس نے جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے لیے ایک منصوبہ بنایا اور امریکی حکومت کے محکمۂ دفاع کے ریکارڈ روم سے چھوٹے جوہری ہتھیاروں کے فارمولے چوری کروا لیے۔ یہ سب کچھ اس نے کیسے کیا ہوگا۔ ممکن ہے اوتھیلو میکائیل واقف ہو مگر اس نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ بارودت رائیل نے خفیہ طور پر اسرائیلی حکومت سے رابطہ قائم کر کے اس سلسلے کا آرڈر حاصل کر لیا۔ اس سلسلے میں جو معاہدہ ہوا وہ اوتھیلو میکائیل کے علم میں آ گیا کیونکہ اس کے بھی اسرائیل میں خفیہ تعلقات ہیں۔ اوتھیلو میکائیل نے تفتیش کرائی تو پتا چلا کہ جرمن ڈی فوسٹر جو کیمیاوی ہتھیاروں کی تیاری میں کمال رکھتا ہے اور رائیل نے اس سے کام لینے کی غرض سے امریکی حکومت کے جوہری راز چوری کروا لیے تھے۔ یہ فارمولے چوری کرانے کے بعد اس نے ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیے تاکہ ڈی فوسٹر اپنے کام کا آغاز کر سکے لیکن جرمن سائنس داں ان فارمولوں کو لے کر فرار ہو گیا۔ اس وقت وہ مشرقی جرمنی میں ہے اور وہاں رہ کر جوہری ہتھیاروں کے ان فارمولوں کی سودے بازی کر رہا ہے۔ غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ان فارمولوں میں سب سے زیادہ دلچسپی کون سا ملک لے سکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ روس کے پاس ہر قسم کی ٹیکنالوجی موجود ہے، حکومت امریکا کے چھوٹے چھوٹے رازوں سے بھی اسے ہمیشہ دلچسپی رہتی ہے چنانچہ ڈی فوسٹر کے پروگرام میں روس سے سودے بازی بھی شامل ہے اور وہ مشرقی جرمنی میں بیٹھ کر سودے بازی کر رہا ہے۔ بارودت رائیل کو بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں لیکن وہ ڈی فوسٹر کے حصول میں ابھی تک ناکام ہے۔"

"اوتھیلو میکائیل ہمارے ذریعے ڈی فوسٹر کو شاید اغوا

کرانا چاہتا ہوگا تاکہ خود جوہری ہتھیار تیار کرا کے اسرائیل کو سپلائی کر سکے۔" میں نے کہا۔ "یا پھر وہ خود ان فارمولوں کی مختلف ممالک سے سودے بازی کرنا چاہتا ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ اوتھیلو میکائیل کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ چوری کیے ہوئے فارمولے وہ کسی اور ملک کے ہاتھ فروخت کر دے۔ وہ تو ڈی فوسٹر کو چوری کیے ہوئے فارمولوں سمیت حکومت امریکا کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح رائیل منظر عام پر آ جائے گا اور حکومت امریکا کا مجرم قرار پائے گا جس کا فائدہ ظاہر ہے اوتھیلو میکائیل کو ہی پہنچے گا۔ رائیل کے کاروبار پر تو پابندی عائد ہو جائے گی۔ رائیل نے جو اب تک حاصل شدہ مراعات، اوتھیلو میکائیل کے حصے میں آ جائیں گی۔ امریکا میں اس کے اثرات تو بہرحال ہیں کہ رائیل کے بعد میکائیل کو ہی سارے فوائد حاصل ہوں گے۔ میرا خیال ہے اب ساری صورت حال تمہاری سمجھ میں آ گئی ہوگی؟"

میں متحیرانہ انداز میں تہذیب سالم ایکس کو دیکھ رہا تھا۔ گرین پول کی اس سربراہ سے میری پہلی ملاقات بڑے عجیب حالات میں ہوئی تھی اور اس کے بعد گوٹے بل کے معاملات میں اس نے میری مدد کی تھی۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ وہ ایک ایسی تنظیم کی رکن رہی ہے جو دنیا میں بڑے بڑے کام کر چکی ہے لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی زیادہ ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہوگی۔ میں تہذیب کے پیش کردہ پروگرام پر غور کر رہا تھا اور دل ہی دل میں حیرت میں غوطہ زن تھا۔ جس زمانے سے اس نے کام کی ابتدا کی تھی اس سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ جس طرح اس نے علیارہ اغوا کیس میں میری تلاش کے میدان میں ایک کارنامہ سرانجام دیا تھا اسی طرح اس میدان میں بھی کارنامے ضرور دکھائے گی۔

"یہ سارے کام نہایت خطرناک ہیں تہذیب!" میں نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جو معلومات تم نے فراہم کی ہیں وہ تو بے شمار ملکوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ یہ معلومات منظر عام پر آ جائیں تو بین الاقوامی طور پر شدید قسم کی رسہ کشی شروع ہو جائے گی۔ اکثر ممالک کے ایجنٹ فارمولے کے حصول کے لیے میدان عمل میں کود پڑیں گے لیکن تم اوتھیلو میکائیل تک کیسے جا پہنچیں؟"

"اس سے میرا ٹکراؤ اتفاقاً ہی ہوا تھا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ مجھے گرین پول کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا تھا۔ بہت پہلے کی بات ہے جب میں گرین پول میں تھی تو ایک معاملے میں اوتھیلو نے گرین پول کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ معاملہ میرے سپرد کیا گیا تھا جس میں میں نے کامیابی حاصل کی تھی اور معاوضے کے طور پر اوتھیلو میکائیل سے دو ملین ڈالر وصول کیے تھے۔ اس بار وہ مجھ سے ملا تو میں نے اسے بتا دیا کہ اب گرین پول سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا اور میں نے اپنی تنظیم علیحدہ سے بنائی ہے۔ چونکہ گرین پول کے دوسرے ارکان سے اس کا واسطہ نہیں پڑا تھا اس لیے اپنے طور پر اس نے یہی سمجھا کہ میں ہی سب کچھ تھی۔ اسی لیے اس نے مجھ سے اس سلسلے میں مدد طلب کر لی۔"

"کیا تم اس سے وعدہ کر چکی ہو کہ اس کا کام کر دو گی؟"

"وعدہ تو نہیں کیا البتہ اس سے کچھ روز کی مہلت طلب کر لی تھی۔ جانتے ہو کیوں؟"

میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"دراصل فلسطین کی آزادی کے لیے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان سب کی کارکردگی کا تجزیہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ بلاشبہ ہر تنظیم کے مقاصد نیک ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تخریب کار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وطن کی بقا اور اس کی آزادی کے لیے کوشاں ہیں لیکن خرابی یہ ہے کہ ان سب کا طرز فکر الگ الگ ہے۔ ہم ان سے الگ رہ کر ایک آزاد تنظیم کی حیثیت سے ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر جیسا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ان بے گھر فلسطینیوں سے بہت زیادہ دلچسپی ہے جو بیروت کے کیمپوں میں بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ شعبہ اگر ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں تو میرا خیال ہے ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں خواہ کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلنا پڑیں ہم کام کرتے رہیں گے۔"

"میں تو پہلے ہی رضامندی ظاہر کر چکا ہوں اور میرے خیال میں اب اس پر مزید گفتگو کی گنجائش نہیں ہے۔ جہاں تک اوتھیلو میکائیل اور بارودت رائیل کے کیس کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں پچاس ملین ڈالر کی ہمارے لیے بہت اہمیت ہے اور ہم اس سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں گے۔ شتیلا کیمپ اور دوسرے کیمپوں میں اس رقم سے کافی امداد فراہم کی جا سکتی ہے۔ میں تمہاری اس تجویز سے متفق ہوں تہذیب!"

تہذیب سالم ایکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو کیوں نہ ہم اپنے کام کا آغاز فوراً ہی کر دیں۔ میرا خیال ہے ابتدائی کارروائیاں گوٹے بل میں ہی رہ کر مکمل کی جا سکتی ہیں۔ جب سارے مرحلے مکمل ہو جائیں گے تو ہم طے شدہ پروگرام

کے مطابق یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب!" میں نے اس سے مکمل اتفاق کیا اور اس کے بعد میں نے دانستہ طور پر گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ میرے ذہن میں تہذیب ماکم ایکس کا منصوبہ گردش کر رہا تھا اور میں ابھی دونوں یہودیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو یہودی ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے کاروباری حریف تھے۔

میرے ذہن میں بھی بہت سے پروگرام اور منصوبے تھے لیکن فوری طور پر میں تہذیب پر ان کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کام کے ساتھ ساتھ تفریح بھی ضروری ہوتی ہے لہٰذا اس کے بعد ہم صرف تفریحی گفتگو کرتے رہے۔

تہذیب ماکم ایکس سے ملاقات کا خمار ابھی تک ذہن کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا لیکن ہم نے ذہنی طور پر یہ بات قبول کر لی تھی کہ ایک ساتھ رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے کوئی پابندی بندھن اس وقت تک استوار نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارا مشن کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ جاتا۔ یہ معاہدہ کرنے کے بعد ہم دونوں ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

جنرل پٹیرس، کیپٹن براؤن اور علی گروپ کے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم دونوں منصوبہ بندی میں بھی مصروف تھے۔ چند روز بعد میں نے علیحدگی میں تہذیب سے ملاقات کی اور اپنا منصوبہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ ہم دونوں ہی کے لیے حیرت کا لمحہ تھا اس لیے کہ اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جو منصوبہ میں نے ترتیب دیا تھا ٹھیک وہی منصوبہ تہذیب نے بھی تیار کیا تھا۔ یہ ذہنی ہم آہنگی کی عمدہ مثال تھی جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے اپنے پروگرام پر عمل کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ اس روز رات کے کھانے کے بعد میں نے جنرل پٹیرس سے روانگی کی اجازت طلب کی۔

"ابھی سے کہاں جا رہے ہو علی؟" جنرل پٹیرس نے شاکی لہجے میں کہا۔ "ابھی تو تم سے ٹھیک طرح ملاقات بھی نہیں ہوئی۔"

"میں جا ہی کتنے دن کے لیے رہا ہوں؟" میں نے ہنس کر کہا۔ "پھر کوئی نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا اور میں پھر ہیڈ کوارٹر کا رُخ کروں گا۔ ہاں جنرل! اب تو گوٹے بل ہی میری سرگرمیوں کا مرکز بن گیا ہے اور ہر پھیرے میں بالآخر یہیں پہنچ جاتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں علی! تم یہاں مستقل رہ تو نہیں سکتے لیکن جو بات تم نے کہی وہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس پر غور کرو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی جس پر غور کرنے کی ضرورت پڑ گئی؟"

"یہی کہ تم گوٹے بل کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا ہی لو۔" جنرل نے کہا۔

"وہ تو ہے ہی۔" میں نے کہا۔ "آدمی کسی مشکل میں پھنستا ہے تو ہیڈ کوارٹر سے ہی مدد طلب کرتا ہے یا ہیڈ کوارٹر کا رُخ کرتا ہے۔"

"وہ تو ہے لیکن میڈم ماکم ایکس نے علی گروپ تشکیل دیا ہے تو تنظیم آزادیٔ فلسطین کا حصہ نہیں ہے۔ اپنے لوگوں کو یکجا رکھے بغیر تم کام نہیں کر سکو گے۔ کہیں نہ کہیں تو تمہیں ہیڈ کوارٹر بنانا ہی پڑے گا تو کیوں نہ گوٹے بل میں ہی ہیڈ کوارٹر بنا ڈالو؟"

تجویز بُری نہیں تھی۔ بلکہ بہت عمدہ تھی۔ گوٹے بل میں مجھے جو مراعات حاصل تھیں وہ شاید کسی اور ملک میں حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ جنرل پٹیرس کی حکومت خاصی مستحکم ہو چکی تھی اور فی الحال اس کے زوال کے امکانات نہیں تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے پوچھا۔

"میرے خیال میں تو یہ ایک عمدہ تجویز ہے اور اس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔"

اگلے روز جنرل پٹیرس نے ایک عمارت ہمارے حوالے کر دی۔ وہ پورا دن بہت مصروف گزرا۔ میں نے اور تہذیب نے مل کر علی گروپ کے نام سے تنظیم آزادیٔ فلسطین کی شاخ اس عمارت میں قائم کرنے کے انتظامات کو حتمی شکل دی اور یہ سارے انتظامات ان باقی جیکرز کے سپرد کر دیے جو گوٹے بل میں موجود تھے۔ بُڈ کو ان کا نگران بنا دیا گیا۔

یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اس طرح ہماری ایک الگ لیکن باقاعدہ حیثیت متعین ہو گئی تھی اور ہم دوسروں سے الگ تھلگ رہ کر گوٹے بل میں رہتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے تھے۔

اس سے اگلے روز میں اور تہذیب جنرل پٹیرس سے رخصت ہو کر پیرس کے لیے روانہ ہو گئے۔

پیرس میں ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ہم دونوں نے معمولی سا میک اپ کر لیا تھا تاکہ غیر ضروری طور پر کسی کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہیں۔ اس کے باوجود میں پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد تہذیب نے اوشیل میکاٹیل سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ اوشیل نے ہمیں اسی روز شام کو اپنے گھر پر بلا لیا۔

اسی روز شام کے وقت اوشیل میکاٹیل اپنی عالی شان کوٹھی کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں ہمارا استقبال کر رہا تھا۔ تہذیب نے اپنا ننھا سا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اسے دکھایا۔

"آپ غالباً میک اپ میں ہیں؟" اس نے ٹٹولنے والی نظروں سے تہذیب کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں!" تہذیب نے جواب دیا۔ "ہمیں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ویسے اگر آپ کہیں تو میں آپ کو میک اپ اتار کے دکھا دوں؟"

"میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔" اوشیل میکاٹیل نے کہا۔ وہ کاروباری آدمی تھا اور اطمینان کیے بغیر کسی کام میں ہاتھ ڈالنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔

تہذیب نے میک اپ اتار کے اپنا اصل چہرہ دکھایا اور اوشیل مطمئن ہو گیا۔ وہ ایسا میک اپ تھا کہ با آسانی دوبارہ ہو سکتا تھا۔ اوشیل نے میرے بارے میں استفسار نہیں کیا اور نہ ہی تہذیب نے میرا تعارف کرایا۔ غالباً اوشیل نے اپنے طور پر مجھے اس کا معاون یا نائب فرض کر لیا ہوگا۔

"ہر چند کہ میں بہت تھکا ہوا ہوں میڈم ایکس لیکن آپ کے ساتھ ہونے والا معاہدہ ایسا ہے کہ میں فوری طور پر ملاقات کیے بنا نہ رہ سکا اور باوجود اس کے کہ آپ کی طلب کی ہوئی مہلت ابھی باقی تھی، مجھے تو توقع تھی کہ آپ معاہدے سے پہلے ہی آ جائیں گی۔"

"جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا مسٹر اوشیل میکاٹیل کہ مجھے کچھ ایسی مصروفیات درپیش تھیں جن کی وجہ سے مجھے آپ سے مہلت طلب کرنا پڑی۔ اب میں ان مصروفیات سے فراغت پا چکی ہوں اور آپ کا کام کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔"

"میں شکرگزار ہوں مس ماکم ایکس! اس لیے کہ اس کام میں جتنی تاخیر ہوگی مجھے اتنا ہی زیادہ نقصان ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا کام جلد از جلد مکمل ہو جائے۔ اگر آپ میرے کام کی تکمیل کا فیصلہ کر چکی ہیں تو یہ بات میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔"

"آپ کے کام کے سلسلے میں میں نے اپنی تنظیم کے متعدد ماہرین سے مشورے کیے۔ مسٹر میکاٹیل اور ان سے گفتگو کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ اپنے معاونین کے ساتھ مل کر میں اس کام کو بہ خوبی سرانجام دے سکوں گی۔"

"میں نے جو تفصیلات آپ کے گوش گزار کی تھیں ان پر اپنی تنظیم کے ماہرین سے گفتگو کے بعد آپ نے یقینی تو یقیناً کر لیا ہوگا کہ آپ کام کا آغاز کہاں سے کریں گی؟"

"کام کے آغاز کے لیے مشرقی برلن جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" تہذیب ماکم ایکس نے کہا۔

"میرا اپنا بھی یہی خیال تھا مس ماکم ایکس! میں چاہتا تھا کہ بارورت رائیل کو وقت سے قبل اس سلسلے میں کوئی بھنک نہ پڑے۔ پہلے ڈی کوسٹر سرور قیدخانہ عورتوں سمیت ہمارے ہاتھ آ جائے اس کے بعد بارورت رائیل کو پھانسنا بھی زیادہ مشکل نہیں رہ جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک خیال ہے مسٹر میکاٹیل اور ہم خود بھی یہی کوشش کریں گے کہ ڈی کوسٹر ہمارے ہاتھ آ جائے اور بارورت رائیل کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے پائے۔ اب آپ یوں کیجیے کہ اس سلسلے میں جتنی معلومات ممکن ہوں ہمیں فراہم کر دیں۔ میں کام کا آغاز فوراً ہی کر دینا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ کو وہ تمام تفصیلات ابھی مہیا کرتا ہوں مس ایکس لیکن پہلے یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی؟"

"کچھ نہیں۔ بے حد شکریہ!" تہذیب ماکم ایکس نے جواب دیا۔ اوشیل میکاٹیل کے سامنے میری حیثیت ایک خاموش تماشائی کی سی تھی۔ یہ بات میں نے اور تہذیب نے پہلے ہی طے کر لی تھی کہ اس سے تمام گفتگو صرف تہذیب کرے گی۔ میں کسی مرحلے پر بھی دخل اندازی نہیں کروں گا۔

اوشیل نے ایک طرف لگی ہوئی بیل کا بٹن دبایا۔ اس نے کچھ پینے کے لیے اصرار نہیں کیا تھا۔ گھنٹی کا بٹن دبنے کے ردِعمل میں دُبلی پتلی جسامت والا ایک شخص ڈرائنگ روم میں نمودار ہوا۔ اس کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا مگر اس کے ہر انداز میں بے حد چستی تھی۔

"فائل نمبر ۳۲ اٹھا لاؤ!" اوشیل نے اسے حکم دیا اور وہ کسی روبوٹ کی مانند چلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد اوشیل پھر تہذیب سے مخاطب ہوا۔

"مس ایکس! یہ علی گروپ کیا چیز ہے؟ آپ تو گرین پول سے متعلق تھیں۔ کیا علی گروپ گرین پول کی ہی کوئی شاخ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"آپ تو بہت بڑے کاروباری آدمی ہیں مسٹر میکاٹیل!" تہذیب نے کہا۔ "آپ کی یادداشت اس قدر خراب تو نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں گرین پول کو خیرباد کہہ چکی ہوں اور علی گروپ غالباً میری اپنی قائم کردہ تنظیم ہے جو اب آپ کے لیے ڈی کوسٹر کو اغوا کرنے کا کام کرے گی۔"

"اچھا اچھا۔ ہاں آپ نے مجھے بتایا تھا۔ کاروبار کی

اُلجھنوں میں یہ بات ذہن سے نکل گئی تھی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب بولی۔ "آپ دیکھیں گے کہ گرین پول کے نمائندے کی حیثیت سے میں نے جس طرح آپ کے لیے خدمات انجام دی تھیں، علی گروپ آپ کے لیے اس سے کہیں زیادہ بہتر طور پر کام کرے گا۔ مجھے ہر شعبے میں ماہر ترین لوگوں کی خدمات حاصل ہیں۔"

"مجھے یقین ہے مس ایکس، ابھی تو میں نے اس سلسلے میں آپ پر انحصار کیا ہے۔" ادشیل نے کہا اور اس وقت آدمی نما روبوٹ یا روبوٹ نما آدمی فائل لے کر اندر آ گیا۔ فائل اس نے بڑے احترام سے ادشیل کے سامنے رکھ دی۔ فائل رکھ کر وہ کسی روبوٹ ہی کے مانند مڑا اور نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا واپس چلا گیا۔ ادشیل نے فائل کھولی۔ چند لمحے فائل کی ورق گردانی کرتا رہا پھر بولا۔

"ڈی نوسٹر کے بارے میں، میں تمہیں بتا چکا ہوں مس ایکس کہ وہ نسلاً جرمن ہے اور اس کا تعلق شمبرنج خاندان سے ہے۔ شمبرنج ہٹلر کے معاونین میں سے ایک تھا۔ اگرچہ اس کی داستانیں منظرِ عام پر نہیں آئیں لیکن یوں سمجھ لو کہ انسانیت دشمنی کے جو ہولناک طریقے ہٹلر سے منسوب ہیں ان کی ایجاد شمبرنج کے ہاتھوں ہی ہوتی تھی۔ یہ بات بہرحال تمہیں ذہن میں رکھنا ہوگی کہ مشرقی برلن میں شمبرنج خاندان کے بہت لوگ آباد ہیں جن سے ڈی نوسٹر ہر طرح کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مشرقی جرمنی کی حکومت ڈی نوسٹر کی پشت پناہی کر رہی ہوگی نہ ہی خود ڈی نوسٹر یہ بات گوارا کرے گا کہ اس وقت اسے کسی حکومت کا تعاون حاصل ہو۔ ایسے معاملات میں حکومتوں کا ملوث ہونا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ امکان یہ ہے کہ اس نے کے جی بی کے ذریعے روس کی حکومت سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور اگر روس کو اس فارمولے کی بھنک بھی مل چکی ہے تو وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ابھی تک حکومت امریکا کو ان فارمولوں کی چوری کا علم ہو سکا ہے یا نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ ابھی تک یہ راز راز ہی ہے ورنہ ہاروت لابیل دھڑلے سے اپنا کاروبار جاری نہ رکھ پاتا۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ صرف چار روز قبل ایک جنگ پسند ملک نے ہاروت لابیل سے کروڑوں ڈالر کا اسلحہ خریدا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی مس ایکس کہ ہاروت لابیل کو بے پناہ دولت کماتے دیکھ کر میرے دل پر چھریاں سی چلتی ہیں۔ میں کیسے گوارا کر لوں کہ اسلحے کی دنیا پر اس کی اجارہ داری یوں ہی برقرار رہے۔ میں ہر قیمت پر یہ بات حکومت امریکا کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اس کے سائنسدانوں اور جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے فارمولے ہاروت لابیل نے چوری کروا کے ایک ایسے شخص کے حوالے کر دیے ہیں جو انھیں کسی بھی ملک کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔ یہ بات میں کسی بھی وقت امریکا کی حکومت کے علم میں لا سکتا ہوں لیکن میں کچا کام نہیں کرنا چاہتا۔ اسی لیے میں نے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں تاکہ تم مجھے ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کر سکو جس کے بعد ہاروت لابیل کے لیے کوئی جائے فرار باقی نہ رہ جائے۔ میں نے اس کام کے عوض تمہیں جس معاوضے کی پیشکش کی ہے اس کی ادائیگی میری ذمے داری ہے۔ میں تمہیں ڈی نوسٹر کی تصویر بھی فراہم کر سکتا ہوں مگر یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ تمہیں کہاں ملے گا لیکن میں نے تمہیں جس خاندان کے بارے میں بتایا ہے اگر تم اس کے افراد کو ٹٹولو تو امکان یہی ہے کہ تمہیں ڈی نوسٹر کا سراغ مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تو فقط آپ کے کام کی خاطر اپنے معاملات جلد نمٹا کر فرانس پہنچی ہوں۔ یہ تفصیلات مجھے دے دیجیے اور ڈی نوسٹر کی تصویر بھی۔ نیز معاوضے کی آدھی رقم میرے حوالے کر دیجیے۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مس ایکس لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ کام کی تکمیل کر ہی لیں گی؟"

"کوئی ضمانت نہیں ہے مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ کو ہماری کوششوں پر انحصار کرنا ہوگا۔ ہم اپنی طرف سے بھرپور کوشش کریں گے لیکن اس دوران اگر ڈی نوسٹر مسروقہ فارمولوں کا سودا کر چکا ہے تو ظاہر ہے ہماری کوششیں بے نتیجہ ہی ثابت ہوں گی۔"

"یہ بات تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں مس ایکس کہ ڈی نوسٹر نے ابھی تک مسروقہ فارمولے کسی ملک کے ہاتھ فروخت نہیں کیے ہیں۔ یہ بات البتہ ضرور ممکن ہے کہ اس سلسلے میں اس نے مختلف ممالک سے مراسلت شروع کر رکھی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف ممالک کے ایجنٹوں سے وہ اس سلسلے میں گفت و شنید بھی کر رہا ہو لیکن اگر وہ چالاک ہے تو اس نے خود کو پوشیدہ ہی رکھا ہوگا کیونکہ اس قسم کے معاملات میں زندگی بڑی آسانی سے چلی جاتی ہے۔ رہا سوال معاوضے کی طے شدہ رقم میں سے نصف ایڈوانس کا تو وہ میں ابھی ادا کر سکتا ہوں لیکن اگر آپ کامیابی نہ حاصل کر سکیں تو کیا ہوگا؟"

"آپ کو اس آدھی رقم پر صبر کرنا ہوگا۔" تہذیب نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یعنی وہ رقم مجھے واپس نہیں ملے گی؟" ادشیل میکائیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں۔" تہذیب نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں مس ایکس، پچیس ملین ڈالر معمولی رقم نہیں ہوتی۔"

"میں جانتی ہوں مسٹر میکائیل، جو میرا اصول ہے۔ بقیہ رقم میں کام کی تکمیل کے بعد وصول کروں گی لیکن نصف رقم تو آپ کو پیشگی ہی ادا کرنا ہوگی۔"

"اوہ! کیا یہ رقم پچیس فیصد نہیں ہو سکتی؟" ادشیل نے مردہ سے انداز میں کہا اور مجھے اپنا ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ضبط کرنا پڑ گیا۔ یہودی قوم انتہائی کنجوس ہوتی ہے اور ادشیل نے جو بات کہی تھی وہ یہودی روایات کے عین مطابق تھی۔

"نہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے قدرے بے رُخی سے کہا۔ "یہ پرچون کی دکان نہیں ہے کہ ہم سودے بازی کریں۔ مہربانی کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے فوری طور پر کوئی فیصلہ کر لیں۔ آپ پچاس فیصد رقم پیشگی ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟"

"میں انکار کرنا چاہوں تو بھی نہیں کر سکتا۔" ادشیل ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اپنا منصوبہ تمہیں بتانے کے بعد ظاہر ہے میرے پاس انکار کی گنجائش نہیں ہے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے بڑے سکون سے کہا۔ "جتنی رقم کے عوض میں نے آپ کے لیے کام کرنے کی ہامی بھری ہے اتنی رقم تو ہاروت لابیل ہمیں صرف اپنی زبان بند رکھنے کے لیے ادا کر سکتا ہے۔" میں نے چونک کر تہذیب کو دیکھا۔ اس کے منہ سے اس قسم کی بات سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" ادشیل میکائیل نے گڑبڑا کر کہا۔ "ہمارے اور آپ کے درمیان کسی اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے معاوضے کی آدھی رقم پیشگی دینے سے انکار تو نہیں کیا۔ میں اس کی ادائیگی کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے کہا۔ "اس کے ساتھ ہی آپ ہمیں شمبرنج خاندان کا جغرافیہ اور وہ تمام تفصیلات بھی فراہم کر دیں جو ڈی نوسٹر کے سلسلے میں ہمارے کام آ سکیں۔"

"یہ فائل آپ اپنے ہی پاس رکھ لیں۔ اس میں ہر چیز موجود ہے اور اس کے بعد آپ کو مزید معلومات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"معاوضے کی رقم کب تک مل جائے گی؟" تہذیب نے ادشیل میکائیل سے فائل لیتے ہوئے پوچھا۔

"میں کل ہی رقم کی ادائیگی کر دوں گا لیکن اس کے فوراً بعد ہی آپ کام کا آغاز کر دیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ جب رقم مل جائے گی تو کام بھی شروع ہو جائے گا۔"

"لیکن مس ایکس، کیا آپ مجھے اس رقم کی رسید نہیں دیں گی؟"

"کیوں نہیں دوں گی مسٹر میکائیل! آپ رسید تیار کروا لیجیے گا جس پر میرے اور آپ کے درمیان ہونے والے معاہدے کی تفصیل درج ہو۔ میں اس پر دستخط کر دوں گی۔"

"کیا مطلب؟" ادشیل نے حیرت سے کہا۔

"مطلب یہ کہ رسید پر یہ بھی تو درج ہوگا کہ میں نے کون سا کام سرانجام دینے کے عوض اتنی خطیر رقم وصول کی ہے۔"

ادشیل تھوڑی دیر تک تہذیب کو تحیر آمیز انداز میں دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "گرین پول کی کسی نمائندہ کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے۔ میں تو آپ کا امتحان لے رہا تھا مس ایکس! بھلا کیسی رقم اور کہاں کا معاہدہ! آپ کل تک انتظار کر لیں۔ کل رقم کی ادائیگی ہو جائے گی لیکن مجھے آگاہ کر دیجیے گا کہ آپ مشرقی جرمنی کے لیے کب روانہ ہوں گی۔"

"بہت بہتر مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "اب ہمیں اجازت دیں۔"

ادشیل باہر تک ہم دونوں کو چھوڑنے آیا۔ واپسی میں تہذیب قہقہے لگا رہی تھی۔ میں بھی ہنس رہا تھا۔

"مجھے تعجب ہے تہذیب۔"

"کس بات پر؟"

"تم اتنی اچھی کاروباری کیسے ہو گئیں؟"

"میں اتنی ہی اچھی کاروباری تھی لیکن کسی نے میرے راستے بدل دیے۔" تہذیب نے مجھ پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈال کر کہا۔

"یہ کمبخت ادشیل بھی بے حد چالاک ہے۔ اس نے یقیناً اپنے طور پر بھی ڈی نوسٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے انتظامات ضرور کیے ہوں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے سر ہلا کر میری بات کی تائید کر دی۔

ادشیل میکائیل کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ علی گروپ کیا ہے تو یقیناً وہ یہ کیس کبھی تہذیب کے سپرد نہ کرتا خواہ کچھ بھی ہو جاتا۔ لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ تہذیب کی صرف گرین پول والی حیثیت سے آگاہ تھا اور اسی لیے اس جال میں پھنس گیا تھا۔

ہم اس سلسلے میں صرف کاروباری تھے۔ کاروبار کو فروغ دینے کے لیے ہم جو کچھ بھی کرتے جائز ہوتا۔ میں نے اور تہذیب

سے اس ’جو کچھ‘ کے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو کی تھی مگر وہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال تو ہمیں کام کی ابتدا کرنا تھی۔

”علی!“ دفعتاً تہذیب نے کہا۔ ”کیا برلن میں ہم دونوں کو یکجا رہنا چاہیے؟“

”کیا مطلب؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”میرا خیال ہے ہمیں وہاں علیحدہ علیحدہ رہنا ہوگا تاکہ ایک دوسرے پر نظر رکھ سکیں۔“

”پھر وہی علیحدگی۔“ میں نے بے چینی سے کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

”ہم اس کے عادی ہیں علی اور ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ تقدیر ہمیں ہر حال میں یکجا کر دے گی خواہ کچھ بھی ہو جائے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تہذیب تھوڑی دیر بعد دوبارہ بولی۔

”میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے کہ اس کیس پر صرف ہم دونوں ہی کام کریں گے۔ علی گروپ کے کسی ممبر کو استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر اس مہم کے دوران کسی مرحلے پر ہمیں ضرورت پڑی تو ان میں سے کسی کو بلوا لیں گے ورنہ نہیں۔ الگ الگ رہ کر کام کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ کسی مشکل میں ہم میں سے ایک دوسرے کی مدد کر سکے گا۔“

”ٹھیک ہے تہذیب۔“ میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”تمہاری کسی تجویز سے مجھے اختلاف نہیں ہو سکتا۔“

اگلے روز ڈینیل میکڈانلڈ نے رقم کی ادائیگی کر دی۔ ہم نے وہ رقم گوسٹے ہال میں ساشن ہاؤس کے اسٹری ڈیپارٹمنٹ کو بھجوا دی۔ ہماری ساری تیاریاں مکمل تھیں اور میرے اور تہذیب کے درمیان سارے معاملات طے ہو چکے تھے۔ ہم دونوں کو الگ الگ سفر کرنا تھا اور تہذیب سے میری ملاقات برلن کے گیلارڈ ہوٹل میں طے ہوئی تھی۔ مجھے ایک سیاح کی حیثیت سے پہلے فرینکفرٹ اور پھر وہاں سے برلن کا سفر کرنا تھا۔

میں اسی روز پیرس سے روانہ ہو گیا۔ فرینکفرٹ میں میری ملاقات ایک برطانوی سیاح سے ہو گئی جس کا نام ڈکسن فیرویل تھا۔ اگر اس سے میری ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو مجھے برلن جانے کے سلسلے میں معلومات کے حصول میں خاصی دشواریوں سے گزرنا پڑتا۔

”جرمنی آکر دوسری جنگ عظیم کی یادگاریں دیکھے بغیر چلے جانا بڑی بدذوقی کی علامت ہے۔“ ڈکسن نے مجھ سے کہا۔

”میں نے بھی اسی غرض سے جرمنی کا سفر کیا ہے۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر ساتھ ہی برلن کیوں نہ چلیں؟“

”کوئی حرج نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن ذریعہ سفر کیا ہوگا؟“

”ٹو بیان پر سفر کرنے والے بے حد فراخ دل ہوتے ہیں اور ہم جیسے غریب لوگوں کو لفٹ دے دیتے ہیں۔“

”اگر لفٹ نہ ملی تو؟“ میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ ڈکسن نے بڑے اعتماد سے کہا اور اس کا یہ اعتماد غلط ثابت نہیں ہوا۔ ایک معمر جوڑے نے جو تقریباً اپنی ہی عمر کی فاکس ویگن میں سفر کر رہا تھا اپنی فاکس ویگن میں ہمیں جگہ دے دی۔ مرد کا نام ایمر شوملر تھا اور اس کی بیوی آرکو بخ تھی۔ وہ ہمارا سفر انھوں نے ہمبرگ کے ساتھ کافی بنائی لیکن فوکس کی رفتار بہت سست تھی۔ میں تو خیر سکون سے بیٹھا تھا مگر ڈکسن بہت مضطرب نظر آ رہا تھا۔

”غلطی ہو گئی۔“ بالآخر اس سے رہا نہ گیا اور وہ بول پڑا۔ ”یہ بوڑھا جوڑا تو ہمیں اپنی عمر کے اختتام تک ہی برلن پہنچا سکے گا۔“

”کیا غضب کر رہے ہو ڈکسن۔“ میں نے بوکھلا کر کہا۔ ”ان لوگوں نے سن لیا تو برا مان جائیں گے۔ ان کا یہی احسان کیا کم ہے کہ انھوں نے ہمیں لفٹ دی ہے۔“

”ٹو بیان پر احسان لفٹ دینے والے کا نہیں بلکہ لفٹ لینے والے کا ہوتا ہے۔ ویسے بھی وہ انگریزی نہیں جانتے۔“

”تمہیں کیسے علم ہوا؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ بتا چکے ہیں کہ جرمن نژاد ہیں اور جرمن نژاد آج بھی انگریزی سے نفرت کرتے ہیں۔“

”یہ صرف تمہارا خیال ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے اس کی بات رد کرتے ہوئے کہا۔

”یہ میرا تجربہ ہے۔ ان کے دل آج بھی صاف نہیں ہیں اور یہ آج بھی نازی ازم کے پرستار ہیں۔“

”اس کی وجوہات ہیں ڈیئر۔“

”کیا؟“ ڈکسن نے پوچھا۔

”جرمنی کی شکست کے بعد اتحادیوں نے اس کے خلاف جو پروپیگنڈہ مہم شروع کی تھی وہ مبالغے کی انتہا سے بھی بڑھ گئی تھی اور اس کی واحد وجہ تھی کہ انھیں اس کے مواقع میسر تھے۔“

”یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے دوست جسے آج نہیں تو کل تسلیم کیا جائے گا۔“ اگلی سیٹ سے ایمر شوملر کی آواز آئی اور ڈکسن نے آنکھیں بند کر کے زبان دانتوں تلے دبا لی۔ مجھے ہنسی آگئی۔ ڈکسن کا یہ خیال غلط ثابت ہو گیا تھا کہ جرمن انگریزی سے نابلد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سفر کا زیادہ تر حصہ خاموشی سے گزرا۔ رات کے پچھلے پہر ہم مشرقی جرمنی کی سرحد میں داخل ہوئے۔ سرحدی محافظوں نے ہمارے پاسپورٹ چیک کر کے ہمیں ویزا آفس بھیج دیا جہاں ہمیں اپنے کام میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور اس کے بعد ہم نے آگے کا سفر شروع کیا۔

سرحدوں کے درمیان ہیبت ناک عمارتیں پھیلی ہوئی تھیں جو ہٹلر کے دور کی یادگار تھیں۔ لاتعداد حفاظتی مینار نظر آ رہے تھے جہاں مشین گن بردار مسلح محافظ پہرا دے رہے تھے۔ کئی مقامات پر ہمارے کاغذات چیک کیے گئے اور ہمارا سفر جاری رہا۔

برلن کے نواح میں پہنچتے پہنچتے صبح ہو گئی۔ معمر جوڑے نے ہمیں ایک جگہ اتارا اور رخصتی کلمات ادا کر کے چلے گئے۔

عارضی طور پر ڈکسن فیرویل کا ساتھ برا نہیں تھا اس لیے کہ تہذیب کی یہاں آمد میں چند روز باقی تھے۔ اس دوران میں مجھے یہ اندازہ لگانا تھا کہ میری نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔ چنانچہ جب ڈکسن نے اس سلسلے میں مجھ سے سوال کیا تو میں نے کہا۔

”تم اگر کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا چاہتے ہو تو جیسا تم پسند کرو ورنہ ہماری راہیں الگ الگ ہیں۔“

”کاش مجھے تمہاری مالی حیثیت کا علم ہوتا۔“ ڈکسن نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”ایک سیاح کی مالی حیثیت کے بارے میں اندازہ لگانا کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔“

”تم اپنے اخراجات آسانی سے برداشت کر سکو گے؟“ ڈکسن نے پوچھا۔

”ہاں۔ میرا خیال ہے مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ڈکسن کے اس سوال کا مطلب میں بخوبی سمجھ گیا تھا۔ دیار غیر میں اس قسم کے ڈلے عام ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں بامروت قسم کے سیاح بعض اوقات بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں سب کچھ اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ کسی کو مجھ پر شک نہ ہونے پائے۔

ڈکسن نے قیام کے لیے جس ہوٹل کا انتخاب کیا اس میں ایک کمرے کا کرایہ پچیس مارک یومیہ تھا۔ ہم دونوں ساڑھے بارہ مارک فی کس یومیہ کے حساب سے وہاں مقیم ہو گئے۔ مس تہذیب حاتم ایکس سے ہوٹل گیلارڈ میں ملاقات تک کا عرصہ کسی جھگڑے میں پڑے بغیر گزارنے کا خواہاں تھا۔ اس کے علاوہ اس دوران میں مشرقی برلن سے واقفیت بھی حاصل کر لینا چاہتا تھا تاکہ بعد میں کام کرنے میں آسانی ہو۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈی نوسٹر کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ شیمرخ خاندان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا تھیں۔ ڈکسن کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے یہ آسانی حاصل رہتی کہ وہ ایک سیاح تھا۔

ڈکسن خود بھی برلن کی سیر کا خواہش مند تھا لہٰذا ہم دونوں ساتھ ہی اپنے ہوٹل سے باہر نکلے تھے۔ سب سے پہلے ہم نے دیوار برلن دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

امریکی اس تاریخی دیوار کو جیل کی دیوار اور مشرقی جرمنی والے حفاظتی دیوار کا نام دیتے ہیں جو بقول ان کے ان کے وطن کو امریکی لٹیروں سے بچائے ہوئے ہے۔

جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے داغ گو کہ برلن سے کافی حد تک مٹ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہاں جابجا دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں دکھائی دیتی ہیں۔ اتحادیوں کی خوفناک بمباری نے جنگ سے پیشتر کے حسین برلن کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تھا۔ رہی سہی کسر روس نے پوری کر دی تھی۔ مارشل ژوکوف نے برلن پر بیس ہزار توپوں کی مدد سے حملہ کیا تھا جس کی ایک ہی باڑھ سے لاتعداد گاؤں اور گھنے جنگل ملیا میٹ ہو گئے تھے۔ قیصر ولیم میموریل چرچ کا جلا ہوا ڈھانچا آج بھی اسی طرح موجود تھا۔ کلیسا کے گھڑیال کی سوئیاں ساڑھے سات کے ہندسوں پر ساکت تھیں۔ برلن کی تاریخ میں نومبر ۱۹۴۳ کی ایک شام بہت خوفناک ہے جس میں برلن پر سیکڑوں من آگ برسی۔ ایک بم کلیسا کے گھڑیال پر گرا اور وقت کی رفتار تھم گئی۔ جرمنوں نے شہر کی تعمیر نو کر دی لیکن اس جلے ہوئے ڈھانچے کو بطور یادگار یوں ہی رہنے دیا۔ البتہ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا کلیسا تعمیر کر دیا گیا۔ یہ تاریخی یادگار دیکھنے کے بعد ہم نے برلن کے دیگر نوادرات دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

برٹش ہونے کی وجہ سے ڈکسن ان تمام چیزوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ برلن کی تباہ کاری دیکھ کر اس کے چہرے پر فخر کے آثار تھے۔ جیسے وہ سارے کھنڈرات اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہوں۔ ایک موقع پر اس نے مجھ سے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ اتحادیوں نے ہٹلر کی قوت توڑنے کے لیے بڑی جاں فشانی سے جنگ کی۔ شاید میں نے یہ بات تمہیں نہیں بتائی کہ میرے دادا فرانسیسی فوج میں شامل تھے اور جنگ عظیم کے خاتمے پر انھیں بڑے اعزازات و انعامات سے نوازا گیا تھا۔“

میں ہونٹ سکوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اس کے تبصروں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ٹرابلم سوزنیم جانے کے لیے زیر زمین سفر کرنا پڑا۔ ٹرابلم کے اسٹیشن پر اتر کر ہم عجائب گھر کی طرف چل پڑے جہاں ایک نہایت پرفضا اور خوبصورت سڑک پھیلی ہوئی تھی۔

یہ میوزیم دنیا بھر کے شاہکاروں کی وجہ سے بڑی شہرت کا حامل ہے چنانچہ یہاں پہنچ کر یہی محسوس ہوا جیسے میں واقعی اپنی آمد کا مقصد بھول گیا ہوں۔

دوپہر کے ایک بجے تک ہم سیر و سیاحت میں مشغول رہے پھر ایک ہوٹل میں کھانا کھا کر اپنی پناہ گاہ واپس آ گئے۔ مشرقی برلن میں پہلا دن بے مصرف ہی گزر گیا تھا۔

دوسرے روز بھی ہم برلن کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہاں کا چڑیا گھر آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے چڑیا گھر کے پھاٹک سے گزر کر میں اور ڈکسن اندر داخل ہوئے۔ یہاں بھی دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے آثار موجود تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اتحادی بمبار طیاروں نے اس چڑیا گھر کو تباہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کی تھیں۔ اس لیے نہیں کہ انھیں گینڈوں اور مگرمچھوں سے بیر تھا بلکہ اس کی وجہ سیمنٹ اور لوہے سے تیار کردہ وہ مینار تھا جسے جی ٹاور کہا جاتا تھا۔ یہ عمارت اتنی وسیع و عریض تھی کہ نقصانی حملے کے دوران پندرہ ہزار شہری اس میں پناہ لے سکتے تھے۔ یہ حفاظتی مینار ایک سو تیس فٹ بلند تھا اور اس کی دیواریں آٹھ فٹ موٹی تھیں۔ چھت پر مشین گنیں اور درجنوں طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ نچلی منزلوں میں ایک اسپتال اور گولہ بارود کا ذخیرہ وغیرہ موجود رہا کرتا تھا۔

اس رات میں متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ ڈکسن بلا شبہ بے ضرر آدمی تھا اور اس کا ساتھ کسی الجھن کا باعث نہیں بنتا تھا لیکن اس کے باوجود میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ دو دن بالکل ہی بے مصرف رہے ہیں اور اس دوران مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا لہٰذا اب سوچ رہا تھا کہ اب اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے مگر مشکل یہ تھی کہ اس مخلص آدمی کو یہ کیسے بتاؤں کہ میں اس سے الگ ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے کوئی ایسی حرکت بھی نہیں کی تھی جو میری مرضی کے خلاف ہوتی یا مجھے ناگوار گزرتی۔ وہ بے چارہ تو میرے ساتھ سیر و تفریح کے کئی پروگرام بنا چکا تھا۔ پہلے تو میرا ارادہ یہی تھا کہ تہذیب کے یہاں آنے تک کا وقت ڈکسن کے ساتھ گزار دوں مگر پھر مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ اس کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے طور پر کوئی کام کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میری حیثیت واقعتاً ایک سیاح کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ مشرق میں شیفرڈ خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ڈکسن کو بھلا چند لیے افراد سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی جو وہاں کے کسی مخصوص خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا پھر میری خواہش تھی کہ میں ایک بار گیلارڈ کا جائزہ لے لوں لیکن مشکل یہ تھی کہ ڈکسن اتنے مہنگے ہوٹل میں جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کے ساتھ مجھے بھی ایک گھٹیا زندگی گزارنا پڑ رہی تھی جس کا بظاہر کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔

رات کافی گزر چکی تھی۔ میں سوچتے سوچتے تھک گیا تو ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ گو وہ بڑی عامیانہ سی ترکیب تھی لیکن اس پر عمل کر کے میں ڈکسن سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا اور اسے کوئی شبہ بھی نہ ہوتا۔ میرا مقصد حاصل ہو جاتا تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ میں نے کوئی عامیانہ حرکت کر کے کامیابی حاصل کی ہے یا کسی سنجیدہ حرکت کے ذریعے۔

ڈکسن سو رہا تھا۔ کمرے میں اس کے خراٹے گونج رہے تھے کہ میں نے اپنے کھیل کا آغاز کر دیا۔ یہ آغاز چینی کی ایک بڑی آرائشی پلیٹ کے گرنے سے ہوا جو کمرے کے ایک گوشے میں آویزاں تھی۔ چینی کی وزنی پلیٹ کے فرش پر گرنے سے زوردار آواز پیدا ہوئی۔ رات کے سناٹے میں پیدا ہونے والی وہ آواز بہت پُراسرار تھی۔ ڈکسن کی آنکھ کھل گئی اور اس نے میری طرف دیکھا۔ میں اپنے دونوں بازو فضا میں پھیلائے مسہری کے ایک حصے پر ایک ٹانگ سے کھڑا تھا۔ میری کوشش تھی کہ میرا چہرہ انتہائی خوفناک نظر آئے۔

ڈکسن کچھ لمحوں کے لیے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند سے بیدار ہونے کی وجہ سے اس کا ذہن خمار آلود ہو رہا تھا۔ پہلے تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بے ساختہ کھل کر خوفزدہ سے انداز میں ہنس پڑا۔ "کیا ہو گیا بڑے بھائی۔ کیا تم عبادت کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دینے کی زحمت کیے بغیر مسہری سے چھلانگ لگائی۔ میرا رخ ڈکسن کی طرف تھا اور انداز ایسا تھا جیسے اسے دبوچ لینا چاہتا ہوں۔ چھلانگ لگاتے ہوئے میں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس طرح چھلانگ لگانے سے کہیں مسہری ہی نہ ٹوٹ جائے۔

ڈکسن پھرتی سے کروٹ لے کر مسہری سے نیچے اتر گیا۔ اس کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ کے تاثرات تھے۔

"بگ... کیا ہوا... کیا بات ہے! یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا پھر اس کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی اور اس کی گھگی بندھ گئی۔ میرے چہرے پر نظر آنے والے خوفناک تاثرات سے وہ بے حد خوفزدہ ہو گیا تھا۔ وہ کمرے کے دروازے کی طرف جھپٹا لیکن میں نے رخ تبدیل کر لیا اور اس کے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گیا۔ ڈکسن کے حلق سے ڈری ڈری سی چیخیں نکلیں اور وہ بے تحاشا پلٹ کر غسل خانے کی طرف دوڑا اور اندر گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس سے زیادہ حماقت کھیل بگاڑ دیتی۔ خدشہ تھا کہ کہیں ڈکسن چیخنا نہ شروع کر دے اور ہوٹل کے دوسرے مسافر میری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ میں خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بننے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے اپنا حلیہ درست کیا اور وہیں کمرے کے فرش پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اندر سے ڈکسن کی ڈری ڈری آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"اگر یہ مذاق ہے تو بہت گھٹیا مذاق ہے۔ تمہیں یہ مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ سوتے ہوئے آدمی کو جگا کر ڈرا دینا کہاں کا انصاف ہے۔ تم جیسے سنجیدہ آدمی کو ایسا مذاق زیب نہیں دیتا۔" پھر غالباً اس نے غسل خانے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکا تھا اور پھر دل کڑا کر کے باہر نکل آیا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا میرے قریب آ کر مجھے دیکھتا رہا مگر میں نے سر نہیں اٹھایا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے کافی قریب آ گیا ہے لیکن میں نے کوئی جنبش نہیں کی اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مجھے آوازیں دیں اور میں سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"پیارے بھائی! یہ کیا حرکت تھی آخر... میں کہتا ہوں تمہیں یک بیک یہ سوجھی کیا تھی؟" اس نے کہا۔ وہ ابھی تک سہما ہوا تھا اور کسی بھی لمحے دوبارہ بھاگنے کو پوری طرح تیار تھا۔

"اوہ ڈکسن ڈیئر! تم کہاں چلے گئے تھے؟" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

ڈکسن نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ "میں تو تھا باتھ روم میں۔ لیکن تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ کیا ہو گیا تھا تمہیں؟"

میں نے گہری گہری سانسیں لیں اور فرش سے اٹھ کر مضمحل انداز میں چلتا ہوا مسہری پر جا بیٹھا۔ ڈکسن تحیر آمیز انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے اثرات تھے۔ شاید وہ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ مذاق تھا یا کچھ اور۔

مسہری پر بیٹھ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ ڈکسن میرے نزدیک آنے کی جرأت تو نہیں کر سکا لیکن اس کی آنکھوں میں ہمدردی کے تاثرات نظر آنے لگے تھے۔ اس نے ایک بار پھر مجھے آواز دی اور میں سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے؟" ڈکسن نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کیا کر رہے تھے تم؟"

"تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی ڈیئر ڈکسن؟"

"تکلیف کی بات کیوں کر رہے ہو۔ کوئی وجہ تو بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں ڈکسن۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "اگر تمہیں مجھ سے نادانستگی میں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں... لیکن ڈاکٹروں نے تو مجھے یقین دلا دیا تھا کہ اب مجھ پر ایسا کوئی دورہ نہیں پڑے گا۔ اس بار کوئی ڈیڑھ سال بعد میری یہ حالت ہوئی ہے ورنہ ہر دوسرے تیسرے ماہ مجھ پر یہ دورہ پڑا کرتا تھا۔"

"دورہ؟" ڈکسن نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "تمہیں کس قسم کا دورہ پڑتا ہے؟"

"بس سوتے سوتے اچانک میرے پورے جسم میں تشنج کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آخری بار تو... آخری بار تو میں بال بال بچ گیا تھا ورنہ میرے ہاتھوں قتل ہو جاتا۔ وہ میرا گہرا دوست تھا۔ میرا بہت اچھا ساتھی تھا لیکن دورے کے عالم میں، میں نے اس کی گردن دبا دی۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑی تھیں۔ زبان ہونٹوں سے پیچھے لٹک گئی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ چند افراد نے میرے سر پر ضربات لگا کر مجھے بے ہوش کر دیا ورنہ مائیکل میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ مائیکل بچ تو گیا مگر سنا ہے اس کی آواز بند ہو گئی ہے۔ مجھے پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا لیکن ڈاکٹروں نے میرا دماغی معائنہ کرنے کے بعد مجھے ذہنی مریض قرار دے دیا۔ اس کے بعد تقریباً سات آٹھ ماہ میں نے دماغی امراض کے اسپتال میں گزارے۔ اس کے بعد مجھے صحت مند قرار دے کر رخصت کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں لیکن ڈیڑھ سال کے بعد..." میں نے ڈکسن کے چہرے کی طرف دیکھا تو ہنسی پر قابو پانا دوبھر ہو گیا۔ برطانوی سیاح کا چہرہ دہشت سے زرد پڑ گیا تھا۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں میرے چہرے پر جمی تھیں پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا دوست مائیکل زندہ بچ گیا؟"

"ہاں۔ اگر وہ زندہ نہ بچتا تو شاید پاگل ہونے کے باوجود مجھے عمر قید کی سزا بھگتنا پڑتی۔ اس نے زندہ رہ کر میری زندگی بچا لی۔ میں اس کا ممنون ہوں لیکن ڈیڑھ سال کے بعد یہ دورہ... سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"بہتر ہوگا کہ تم کل دن میں دماغی امراض کے کسی ڈاکٹر سے معائنہ کرا لو۔ یہ بے حد ضروری ہے۔"

"ہاں ڈکسن لیکن میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں اور اب سو جانا چاہتا ہوں۔ میرا سر بھاری ہو رہا ہے، دماغ دُکھ رہا ہے۔"

"سو جاؤ، فوراً سو جاؤ۔" ڈکسن نے بوکھلا کر کہا۔

میں نے مسہری پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں مگر سو یا نہیں۔ کچھ دیر بعد میں نے کمرے میں ڈکسن کے چلنے پھرنے کی آوازیں سنیں۔ یقیناً وہی ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا لیکن ذرا دیر بعد ڈکسن مسہری پر جا لیٹا پھر مجھے نیند آ گئی۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو ڈکسن کا بستر خالی پڑا تھا۔ خاکی رنگ کا وہ بیگ بھی غائب تھا جس میں ڈکسن کا مختصر سا سامان تھا اور جو ہر وقت سامنے ہی رکھا رہتا تھا۔ گویا ڈکسن سے میری جان چھوٹ گئی تھی۔ بعد میں اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ ڈکسن اپنے حصے کا بل ادا کر کے چلا گیا تھا۔

غسل خانے میں نہانے کے دوران میں بے چارے ڈکسن کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کا چند روزہ ساتھ بہت اچھا رہا تھا اور آخر میں اس نے غیر شعوری طور پر میری مرضی کے مطابق عمل کیا تھا لیکن اب اس کے بارے میں سوچنا بھی فضول تھا۔ وہ سمجھدار آدمی تھا۔ توقع نہیں تھی کہ دوبارہ ادھر کا رُخ کرے گا چنانچہ مجھے ہوٹل تبدیل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میں اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں۔ ہر چند کہ میرے اور تہذیب کے درمیان یہ بات طے ہو چکی تھی کہ تہذیب کے یہاں پہنچنے کے بعد ہی ہم کام کا آغاز کریں گے لیکن میرے لیے یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بہت مشکل تھا لہٰذا میں نے کام کا آغاز اسی ویٹر سے کر دیا جو میرے لیے ناشتا لے کر آیا تھا۔ وہ مقامی آدمی تھا مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتا تھا۔ میں نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے اور اس کے ہوٹل کی سروس بہت اچھی ہے۔

ویٹر چند لمحے میری کہی ہوئی بات پر غور کرتا رہا اور پھر میرا مطلب سمجھ کر وہ مسکرایا اور اس نے سر خم کر دیا۔ میں نے جیب سے دس مارک کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سامنے لہرایا۔

"اگر تم چاہو تو اس نوٹ کے مالک بن سکتے ہو۔" میں نے اس سے کہا۔

دس مارک کا نوٹ دیکھ کر ویٹر کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔ اس کا تعلق غریب طبقے سے تھا جس کے لیے دس مارک کا نوٹ بہت بڑی چیز ہوتا ہے۔

"کیا تمہیں شمبرنج خاندان کے بارے میں کچھ معلومات ہیں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ویٹر نے کہا۔ اس کی نظریں حریصانہ انداز میں دس مارک کے نوٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"او ہو! تب تو یہ نوٹ تمہارا ہوا۔" میں نے نوٹ اس کی طرف بڑھایا اور اس نے نوٹ مجھ سے لے کر اپنے لباس کی جیب میں بڑی احتیاط سے رکھ لیا۔

"لیکن میں اس خاندان کے صرف ایک ہی فرد سے واقف ہوں۔" ویٹر نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

"کوئی بات نہیں دوست، مجھے بھی اس خاندان کے ایک فرد سے کچھ کام ہے لیکن بدقسمتی سے یہاں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو شمبرنج خاندان کے کسی ایک بھی فرد سے واقف ہو۔ شمبرنج خاندان کا کوئی ایک فرد بھی مجھے مل جائے تو یقیناً معلومات اس سے حاصل ہو جائیں گی۔"

ویٹر کچھ دیر شاید اپنے ذہن میں میرے کہے ہوئے الفاظ کا ترجمہ کرتا رہا پھر غلط سلط انگریزی میں اس نے کہنا شروع کیا۔ "شمبرنج خاندان کوئی گمنام خاندان نہیں ہے جناب لیکن وہ لوگ معتبر نہیں ہیں اس لیے کہ ان کا ذریعہ معاش ملازمت ہے اور اس خاندان کے افراد اچھے عہدوں پر فائز نہیں ہیں۔ تاہم ایک شخص ہے جس کے بارے میں میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ اس کا نام ایلبرٹ فوبرے ہے اور وہ روہن اسٹریٹ پر واقع ایک ہوٹل کا مالک ہے۔ میں نے بھی کچھ عرصہ اس کے پاس کام کیا ہے لیکن وہ فطرتاً اچھا آدمی نہیں ہے۔ ملازمین کی اُجرتیں اور تنخواہیں بھی وقت پر ادا نہیں کرتا تاہم یہ بات مجھے معلوم ہے کہ اس کا تعلق شمبرنج خاندان سے ہی ہے۔ اس خاندان کے لوگ چونکہ جھگڑالو فطرت کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا لوگ شمبرنج خاندان کے افراد کے پاس ملازمت کرنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے لین دین کرنا پسند کرتے ہیں۔"

"مسٹر ایلبرٹ فوبرے کے ہوٹل کا نام کیا ہے؟" ویٹر کا مفہوم پوری طرح سمجھنے کے بعد میں نے اس سے سوال کیا۔

"ہوٹل یولن لیولن۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"اگر مجھے اس شخص کو تلاش کرنے کے لیے تمہاری ضرورت پڑی تو کیا تم یہ کام کر سکو گے؟" میں نے دس مارک کا ایک اور نوٹ ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔" ویٹر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ کے کام آ کر مجھے خوشی ہوگی۔"

ویٹر سراپا اخلاق بنا ہوا تھا۔ کیوں نہ بنتا، بیس مارک ایا دو سر پر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں نے اس سے چند باتیں مزید معلوم کیں اور پھر اسے جانے کی اجازت دے دی۔

ساڑھے گیارہ بجے کے قریب میں ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ ہوٹل یولن لیولن کا سرسری جائزہ لینا ضروری تھا۔ ہوٹل سے نکل کر میں مختلف علاقوں میں بے مقصد گھومتا رہا۔ ڈکسن کے ساتھ تاریخی مقامات دیکھنے کے دوران میں برلن کے بہت سے علاقوں سے واقف ہو گیا تھا لیکن اس علاقے کی طرف میرا جانا نہیں ہوا تھا جہاں کا پتا مجھے ویٹر نے دیا تھا۔ روہن اسٹریٹ پرانے برلن میں واقع تھی۔ وہاں نچلے طبقے کے لوگ آباد تھے۔ مکانات خستہ حالت میں تھے جن کے احاطوں، سڑکوں اور گلیوں میں میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بچے اپنی غربت سے بے خبر کھیل کود میں مصروف تھے۔ مکانات کی طرح اس علاقے کی دکانیں بھی اپنے مالکان کی بدحالی کی منہ بولتی تصویر نظر آ رہی تھیں۔

میں یولن لیولن ہوٹل کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ یولن لیولن ہوٹل دراصل ایک بہت بڑا بار ہے جہاں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں۔ دن کے وقت وہ بار بند رہا کرتا تھا۔ اس کے کھلنے کا وقت پانچ بجے شام تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ شام کو یہاں آ کر ایلبرٹ فوبرے سے ملاقات کروں گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد سوال یہ پیدا ہوا کہ شام پانچ بجے تک کا وقت کہاں گزارا جائے؟ میں نے مناسب یہی سمجھا کہ شام تک سڑک نوردی کرتا ہوں۔ اس طرح وقت گزاری کے لیے مجھے دہرا فائدہ حاصل ہوتا۔ شام تک کا وقت بھی گزر جاتا اور برلن سے مزید واقفیت بھی حاصل ہو جاتی۔

برلن کی سڑکوں پر مارے مارے پھرنے کے دوران میرے ذہن میں متعدد خیالات گردش کرتے رہے۔ ڈی نوسٹر خاندان نے قیمتی فارمولوں کا سودا کیوں نہیں کیا جو یوں تو ہر ملک کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے تھے مگر روس اور اسرائیل کے لیے وہ بے انتہا اہمیت کے حامل تھے۔ ہو سکتا ہے اسرائیل کی حکومت کو ان فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا ہو ورنہ انھوں نے فارمولوں کے حصول کے لیے دوڑ شروع کر دی ہوتی۔ باروت رائیل نے ظاہر ہے اسرائیل سے یہ ساری باتیں پوشیدہ رکھی ہوں گی ورنہ اس کی سبکی ہو جاتی۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ باروت رائیل نے ڈی نوسٹر کے یوں فرار ہو جانے پر اس کے خلاف کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اگر باروت رائیل نے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کر لی تھی تو یہ بڑی عجیب بات تھی۔ اس راز کے فاش ہونے سے باروت رائیل کی شخصیت اور اس کا کاروبار تباہ ہو جاتا۔ اور اگر اس نے ڈی نوسٹر کی بازیابی کے لیے کوئی قدم اُٹھایا ہے تو ہمارا مقابلہ باروت رائیل کے ایجنٹوں سے ہو سکتا تھا۔ روسیوں سے ٹکراؤ ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔ یہ امکان بھی کلی طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ باروت رائیل نے اس سارے ماجرے سے اسرائیلی حکومت کو مطلع کر دیا ہو اور موساد کے ایجنٹ بھی میدان میں کود پڑے ہوں۔ ان تمام امکانات کے پیش نظر محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔

تقریباً چار بجے تک میں برلن کی سڑکیں ناپتا رہا اور اس کے بعد پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ایک ہوٹل کا رُخ کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شمبرنج خاندان کے کسی فرد سے ڈی نوسٹر کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں تو کام بہت آسان ہو جائے گا۔ تہذیب مالکم ایکس نے اس سلسلے میں جو منصوبہ بنایا تھا میں اس کی طرف سے زیادہ پُرامید نہیں تھا۔ تہذیب کا لائحہ عمل ایسا نہیں تھا جس میں کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہوں لیکن میں چاہتا تھا کہ پہلے اس منصوبے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اگر بالفرض ہمیں کامیابی نہ ہوتی تب بھی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم دونوں مل کر از سر نو کوئی منصوبہ تیار کر سکتے تھے۔ تہذیب سے ملاقات سے قبل اگر میں ایلبرٹ فوبرے سے کچھ کارآمد معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ نہ صرف میری خوش قسمتی ہوتی بلکہ اس سے ہمارا کام بھی آسان ہو جاتا۔ تہذیب کی آمد سے قبل ہی میں کچھ نہ کچھ کر گزرنا چاہتا تھا۔

میں کوئی ساڑھے سات بجے کے قریب یولن لیولن بار پہنچا۔ اسٹریٹ لائٹس روشن ہو چکی تھیں اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ روہن اسٹریٹ پر اس وقت زیادہ چہل پہل نظر نہیں آ رہی تھی۔

بار کے سامنے پہنچ کر میں نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر بار کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بار کی سیڑھیاں سنگی تھیں اور سامنے شیشے کا ایک بڑا سا دروازہ تھا جس کا شیشہ درمیان سے چٹخا ہوا تھا اور اس پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ بار کے اندرونی ماحول کو رومینٹک بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مدھم رنگین روشنیاں اور ہلکی موسیقی نے مل کر ماحول کو بڑا مسحور کن بنا دیا تھا۔ ہال میں بہت رونق تھی۔ زیادہ تعداد غیر ملکیوں کی تھی۔ کچھ میزوں پر مقامی جوڑے بھی تھے جن

میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آگے بڑھ گیا۔ ہال کے دونوں کناروں پر کیبن بنے ہوئے تھے جن پر بھاری پردے پڑے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اُن کے اندر سے آنے والی آوازیں بھی سنیں۔

ہال کے سرے پر مجھے ایک خالی میز نظر آئی اور میں اسی طرف بڑھ گیا۔ جس کرسی پر میں بیٹھا اُس کا رُخ ایسا تھا کہ پورے ہال پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ ایک ویٹر آرڈر لینے میرے نزدیک آیا تو میں نے اُس سے ایک ہلکی شراب طلب کر لی۔ میں دیکھ چکا تھا کہ وہاں شراب کے علاوہ اور کسی چیز کا رواج نہیں ہے۔ شراب کا مصرف بھی میں دریافت کر چکا تھا۔ ہال کی دیوار کے ساتھ بڑے بڑے گملے رکھے تھے جن میں پودے اُگے ہوئے تھے۔ ایسا ہی ایک گملا میری کرسی کے عقب میں بھی موجود تھا لہٰذا میں اُس طرف سے بے فکر تھا ورنہ طلب کردہ شراب کی کھپت ایک الگ مسئلہ بن جاتی۔

ابھی ویٹر میری طلب کردہ شراب لایا بھی نہیں تھا کہ میں نے ایک ایسا حیران کن منظر دیکھا جس نے میرے ہوش اُڑا دیے۔ ہال کے دروازے سے داخل ہونے والی......

تہذیب! ہاں وہ تہذیب ہی تھی لیکن اُس کا لباس اور میک اپ مجھے حیرت سے پاگل ہو جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اُس کے کپڑوں کا رنگ انتہائی شوخ اور بھڑکیلا تھا۔ لباس اس قدر چست تھا کہ اُس کے جسم کے تمام جسمانی نشیب و فراز بُری طرح اُجاگر ہو رہے تھے۔ ہونٹوں پر گہری لپ اسٹک، گالوں اور آنکھوں پر کسی قدر نفرت انگیز میک اپ اور سر پر سیاہ گھونگریالے بالوں کی وگ تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُس نے سر پر وگ لگا رکھی ہے۔ چال میں لڑکھڑاہٹ بھی تھی اور آنکھیں بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ نشے میں ہے۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ تہذیب کی اس طرح وہاں آمد اور اُس کا حلیہ ناقابلِ یقین تھا لیکن وہ اس حلیے میں وہاں پہنچی تھی تو اُس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رہی ہوگی۔ مجھے یقین تھا۔ میں اُس کی طرف سے بدگمان نہیں ہوا ورنہ اس حد تک آنکھوں سے دیکھنے کے بعد تو کوئی بھی کسی کی طرف سے بھی بدگمان ہو سکتا ہے۔

تہذیب ایک میز پر جا بیٹھ گئی۔ اُس نے اپنے ہاتھ میں موجود پرس کو کھولا، پرس میں سے سگریٹ کا ایک پیکٹ برآمد کیا۔ پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر انگلیوں میں دبائی پھر پیکٹ پرس میں واپس رکھ کر ایک سگریٹ جوالائٹر نکالا، سگریٹ ہونٹوں میں لگائی اور جوالائٹر دانتوں میں دبا لیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے چکر سے آنے لگے۔ یہ یقین کرنا میرے لیے بہت دشوار تھا کہ تہذیب جیسی نفیس طبیعت کی مالک لڑکی خواہ کسی اشد ضرورت کے تحت ہی سہی ایسا حلیہ بھی اختیار کر سکتی ہے۔

ویٹر نے میری طلب کردہ شراب لا کر میرے سامنے رکھ دی لیکن میں نے جام کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میری نظریں تو تہذیب پر جمی تھیں مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں تھی بلکہ وہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہیں تھی۔ وہ تو بڑی بے نیازی سے سگریٹ کا دھواں اُڑا رہی تھی۔

پھر اچانک ہی تہذیب نے میری طرف دیکھا، مجھے دیکھ کر وہ بڑے بھونڈے انداز میں مسکرائی۔ میں اُس کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھ گیا اور جواب میں خود بھی مسکرا دیا۔ اُس کے بعد میں نے اُسے اشارے کرنا شروع کر دیے۔ ایسے اشارے جو اُس ماحول کے مطابق تھے۔ ویٹر نے مجھے تہذیب کو اشارے کرتے دیکھا تو تہذیب کی میز کی طرف بڑھا مگر تہذیب اُس سے قبل ہی کرسی سے اُٹھ چکی تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ اُس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ میرے نزدیک آ کر اُس نے میرے سامنے والی کرسی کھینچی اور اُس پر بیٹھ گئی۔

"ہیلو!" اُس نے بڑے بازاری انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو!" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اس حلیے کے لیے میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں۔" تہذیب نے قدرے دھیمی آواز میں کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے مجھے سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "لیکن مجبوری تھی۔ یہاں ہوٹل میں شریف لڑکیاں نہیں آ سکتیں۔"

"مجھے اندازہ ہے ڈیئر! لیکن تمہیں یہاں دیکھ کر میں حیران ہوا ہوں۔"

"یہی کیفیت میری بھی ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا تم بھی ایلینے فورے کی راہ پر لگ چکے ہو۔"

"کیا یہ صحیح راستہ ہے؟"

"ایلینے فورے کا تعلق شہر کے خاندان سے ہے جو جرائم پیشہ بھی ہے اور اس بات کے شواہد ملے ہیں کہ اس کا تعلق ڈوکی فوسٹر سے ہے۔ میں اس کے چکر میں تین بار یہاں آ چکی ہوں۔"

"ملاقات ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں! ابھی تک تو میں اُسے دیکھ بھی نہیں سکی ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "کیا تمہیں کوئی کامیابی ہوئی؟"

"میں تو آج یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ ویسے کیا تمہارا [illegible] میں ہی ہے؟"

"نہیں، گیلارڈ کو میں نے اپنے لیے محفوظ نہیں سمجھا۔ ایک پرائیویٹ جگہ رہ رہی ہوں۔ تم سے ملاقات ہو گئی علی، یہ بہت اچھا ہوا۔ میں گیلارڈ میں تمہارے لیے پیغام چھوڑ آئی ہوں۔ میں کچھ مشکوک لوگوں کے راستے پر لگ چکی ہوں۔ اس بات کی تمہیں تفصیل نہیں بتا سکتی۔ موقع نہیں ہے لیکن تمہارا یہاں مل جانا میرے لیے نیک فال ہے کیونکہ میں اس سلسلے میں ذرا پریشان تھی۔"

"کس سلسلے میں پریشان تھیں؟"

"میں جن لوگوں کے پیچھے ہوں اُن کو نہیں چھوڑنا چاہتی اور ایلینے فورے سے بھی صرفِ نظر نہیں کر سکتی۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے تو تم ایلینے فورے کو دیکھو اور میں ہوٹل کے ساتھ اُن لوگوں کو ٹٹولتی ہوں جن پر مجھے شبہ ہے۔"

"اس جگہ کا پتا نہیں بتاؤ گی تہذیب جہاں تمہارا قیام ہے؟"

"میری طرف سے بے فکر رہو علی! میں محفوظ جگہ پر مقیم ہوں۔ بس تم اپنا کام جاری رکھو، میں اپنا کام کر رہی ہوں۔ یہ ملاقات ہو گئی، بہت اچھا ہوا۔" تہذیب نے میز پر یوں سر رکھ دیا جیسے نشے کی زیادتی سے خود پر قابو رکھنا دوبھر ہو رہا ہو لیکن میز پر سر رکھے رکھے وہ مجھ سے مسلسل گفتگو کر رہی تھی۔ "اگر تم ایلینے فورے تک رسائی حاصل کر لو تو اُس سے یقیناً ڈوکی فوسٹر کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہو جائیں گی۔ میں اب چلتی ہوں۔ اور کوئی بات نہیں کرنی ہے؟"

"بس تہذیب! میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کہاں ہو۔ مجھے اندازہ تو تھا کہ گیلارڈ میں تم سے ملاقات کے بعد ہی کرنا تھا۔ یہ میری جلد بازی تھی کہ میں یہاں پہنچ گیا۔"

"ٹھیک ہے علی۔ باقی باتیں پھر ہوں گی۔ اب میں تمہیں گیلارڈ میں نہیں ملوں گی لیکن کسی نہ کسی جگہ تم سے ملاقات ضرور کر لوں گی۔" تہذیب نے میز سے سر اُٹھایا اور خونخوار انداز میں مجھے گھورنے لگی۔ پھر اُس نے غراتے ہوئے مجھ سے کہا "تم کیا سمجھتے ہو مجھے؟ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔" وہ اتنی بلند آواز میں بولی تھی اور اپنا پرس اُٹھا کر سیدھی دروازے کی جانب چلی گئی۔

میں غصیلے انداز میں اُسے جاتے دیکھ رہا تھا لیکن دماغ میں تیزی سے خیالات گردش کر رہے تھے اور میری متلاشی نظریں ہال کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں مگر میں نے کسی کو بھی تہذیب کی جانب متوجہ نہیں پایا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے اپنے سامنے رکھا ہوا جام اُٹھایا اور کسی کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر جام کی شراب عقب میں رکھے ہوئے گملے میں انڈیل دی اور جام اپنے منہ سے لگا لیا۔

میں سوچ رہا تھا کہ اب ایلینے فورے سے ملاقات کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے کہ دفعتاً برابر والی میز سے ایک بھرائی ہوئی سی آواز اُبھری۔ "پلیز مسٹر، پلیز۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک پستہ قامت اور کسی قدر فربہ اندام شخص میز پر کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے رکھا ہوا جام بھرا ہوا تھا لیکن اُس کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔ شاید وہ پہلے ہی بہت زیادہ پی چکا تھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اُس نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا۔ اُس کی اس حرکت پر مجھے سخت طیش آیا لیکن کچھ سوچ کر میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور اُس کی میز پر جا بیٹھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟" میں نے کرخت لہجے میں اُس سے پوچھا۔

اُس نے اپنی جھکی ہوئی بوجھل پلکیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں نشے کے بجائے تکلیف کے تاثرات تھے۔ پھر اُس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولا "شاید تم سمجھ رہے ہو کہ میں نشے میں ہوں۔"

"نہیں، تم سے بڑا ہوش مند میری نظروں سے کبھی نہیں گزرا۔ مجھے بلانے کا مقصد کیا تھا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں نے ایک قطرہ بھی نہیں پی۔ میں تو تم سے مدد کا خواہاں ہوں بھائی صاحب! مہربانی کر کے میری مدد کرو۔"

"بات کیا ہے؟" میں نے اس بار نرمی سے پوچھا۔

"میرے پیٹ کے نچلے حصے میں تین گولیاں لگی ہیں۔ اگر احتیاط سے جھک کر دیکھو تو تمہیں خون بہتا ہوا نظر آ جائے گا۔ میں اپنے دشمنوں کو دھوکا دے کر یہاں آ بیٹھا ہوں۔ میرے جسم کا زخمی حصہ میز کی سطح سے نیچے ہے۔ وہ عقبی دروازہ دیکھ رہے ہو جو میری پشت کی طرف ہے۔ تمہارا کام بس اتنا ہوگا کہ مجھے اس عقبی دروازے سے نکال کر میری کار تک پہنچا دو۔ میری کار اس عقبی دروازے سے زیادہ دور نہیں ہے اور عقبی دروازے سے کوئی بیس قدم کے فاصلے پر ہے۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔"

اُس کی باتیں سن کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے کرسی پیچھے کھسکائی اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا۔ درحقیقت اُس کی ٹانگوں پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے اور فرش پر بھی خون جمع ہو گیا تھا۔ میں نے مضطربانہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا۔

میرے گرد و پیش کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن تھا۔ کسی اور کی طرف دیکھنے کی فرصت کسی کو بھی نہیں تھی۔

"لیکن تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ سب کچھ تم بعد میں بھی پوچھ سکتے ہو۔ میرے جسم سے خون بہہ رہا ہے اور مجھ پر نقاہت طاری ہو رہی ہے۔ میری مدد کرو۔ مجھے گاڑی تک لے چلو بلکہ اگر میرے لیے ڈرائیو بھی کر سکو تو میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"لیکن تمہارے جسم سے رِستا ہوا خون دیکھا بھی جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بِل ادا کر چکا ہوں اور کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہے تاہم تم احتیاطاً اپنا کوٹ اُتار کر مجھے دے دو۔ میں اُسے اس طرح پکڑ لوں گا کہ سامنے کا حصّہ چھپ جائے اور تم مجھے سہارا دے کر باہر لے چلو گے۔ اگر کسی نے ہمیں دیکھا بھی تو یہی سمجھے گا کہ میں زیادہ پی گیا ہوں۔"

ایک لمحے کے لیے میں نے غور کیا۔ اُس کی داستان حلق سے نہیں اُتر رہی تھی اور اُس میں کئی جھول تھے لیکن ساتھ ہی وہ زخمی بھی تھا۔ اندازہ یہی تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا ہے کسی حد تک درست ہی ہو۔ تاہم اصل صورتِ حال تو بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی تھی۔ ممکن تھا میری کوشش سے اُس کی زندگی بچ جاتی۔ یہ سوچ کر میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُس کے سپرد کر دیا۔ اُس نے کوٹ ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر اپنا بل ادا کیا اور اُس شخص کا بازو پکڑ کر عقبی دروازے کی طرف چل دیا۔ دروازہ کھول کر ہم ایک راہداری میں نکل آئے۔ اس راہداری کا اختتام گلی کے دروازے میں ہوا۔ گلی سنسان پڑی تھی چنانچہ میں اُسے لیے ہوئے گلی میں آ گیا۔

ایلزبتھ وَن سے ملاقات کا پروگرام میں نے ملتوی کر دیا تھا کیونکہ اُس شخص کی مدد کرنا ضروری تھا۔ اگر وہ میری مدد سے زندہ بچنے میں کامیاب ہو جاتا تو ممکن تھا میرے کسی کام آ جاتا۔ ایک اجنبی ملک میں وہ میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ میں اُسے سہارا دیے چلتا رہا۔ کچھ ہی فاصلے پر اُس کی سیاہ وِنگ کی مرسیڈیز کار موجود تھی۔

"کار کی چابیاں میرے کوٹ کی جیب میں ہیں۔" اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔

میں نے اُس کے کوٹ کی جیب سے کار کی چابیاں نکال کر دروازہ کھولا اور اُس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ بمشکل تمام کار میں داخل ہو کر عقبی نشست پر ڈھیر ہو گیا۔ میرا کوٹ اُس نے اگلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ میں نے کار

اسٹارٹ کر کے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

"تمہیں کہاں پہنچا دوں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"ولیم اسکوائر۔ ٹمبر ہاؤس۔" اُس نے جواب دیا۔

"راستہ بتاتے جاؤ اور خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گا۔" اُس نے کراہ کر کہا اور مجھے گلی سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ میں اُس کی ہدایت کے مطابق کار چلاتا ہوا سڑک پر نکل آیا۔ وہ مجھے ہدایات دے رہا تھا مگر اُس کی آواز سے بہت زیادہ نقاہت ٹپک رہی تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ بے ہوش نہ ہو جائے لہٰذا میں اُس سے باتیں کرنے لگا۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے دشمن کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تم اجنبی ہو اس لیے میں یہ اعتراف کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں۔ شاید تم برلن میں نو وارد ہو۔ تمہارے راستہ پوچھنے سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔"

"ہاں، میں سیاحت کی غرض سے برلن آیا ہوں۔"

"مشرقی جرمنی میں سیاحوں کے لیے کوئی کشش نہیں ہے۔ یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں۔ معلوم نہیں سیاح مقصد کے بغیر یہاں کا رُخ کیوں کرتے ہیں!"

"تم بات ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مختصراً یوں سمجھو کہ میں ایک اسمگلر ہوں اور میرے کچھ حریف مجھے راستے سے ہٹانے کے خواہاں ہیں۔ انھوں نے کرائے کے کچھ غنڈوں سے مجھ پر حملہ کرا دیا۔ اُن غنڈوں نے مجھ پر فائرنگ کی۔ بس قسمت اچھی تھی کہ بچ نکلا اور میں نے یورپا لون میں پناہ لی۔ وہ کرائے کے غنڈے میری صورت آشنا نہیں تھے اس لیے کر وہ مجھے ڈھونڈتے ہوئے یورپا لون بھی آ گئے تھے۔ وہ کسی زخمی کو تلاش کر رہے ہوں گے جبکہ میرے بیٹھنے کے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں زخمی ہوں چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ یوں میں نے فی الحال اپنی جان بچا لی ہے۔ جو بھی ہو، لیکن اگر میں ٹھیک ہو گیا تو اُن سے بہ آسانی نمٹ سکوں گا۔ بائیں طرف، ہاں یہاں سے بائیں طرف مڑ جاؤ۔"

میں اُس کے کہنے کے مطابق کار موڑ کر چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ تک پہنچ گئے۔ اُس نے ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے کار رکوائی تھی۔ کار رکنے کے بعد اُس نے مجھ سے کہا۔

"اب آخری کام اور کر دو۔ مجھے سہارا دے کر اندر لے چلو۔

تم نے میری خاطر جو زحمت کی ہے میں اُس کے عوض تمہیں اپنے گھر لے جا کر تمہاری خاطر کروں گا۔"

میں اُسے سہارا دے کر مکان کے دروازے تک لے آیا۔ دروازے میں لاک کی ہوئی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ بڑی چابی دروازے کے تالے کی ہے۔ میں نے دروازے کا قفل اُس چابی سے کھول لیا۔

"کیا تم یہاں تنہا رہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے کہا۔

میں اُسے لیے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ اُس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے خود ہی اُس کمرے میں روشنی کی۔ ایک کشادہ ڈرائنگ روم تھا جس میں سادہ سا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ فرش پر البتہ عمدہ قسم کا قالین بچھا تھا۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ "کچھ پینا پسند کرو گے؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں، شکریہ۔ بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے کہا اور کوٹ اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اُس پر ایک آدھ جگہ خون کے دھبے لگ گئے تھے۔

"اُدھر باتھ روم ہے۔" اُس نے ہاتھ کے اشارے سے باتھ روم دکھایا۔ "خون کے دھبے دھو لو۔"

"تم زخمی ہو۔ تمہیں طبی امداد کی فوری ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔

"بے فکر رہو۔ اب میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوں۔ خود ہی سب کچھ کر لوں گا۔"

میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور کوٹ ہاتھوں میں لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے خون کے اُن دھبوں کو دھونے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ وہ خون کے دھبے تو نہیں تھے۔ وہ یقیناً خون جیسے رنگ کا کوئی سیال تھا۔ دھبے بہ آسانی صاف ہو گئے تھے۔ اگر وہ خون ہوتا تو وقت گزرنے کے ساتھ اُس کا رنگ گہرا ہوتا چلا جاتا۔ مجھے اچانک ہی دھوکے کا احساس ہوا۔ میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا تھا۔ مجھے اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ مجھے پھنسانے کے لیے بڑے منظم طریقے سے کام کیا گیا تھا۔ ڈوئی فورسٹر معاملہ تھا بھی اتنا ہی بڑا کہ اُس کے لیے کام کرنے والے کئی لوگ ہو سکتے تھے۔ دنیا کے بہت سے ایجنٹس کی نگاہیں مشرقی برلن پر لگی ہوئی ہوں گی۔ ڈوئی فورسٹر سے فارمولے کے حصول کے لیے بہت سے ایجنٹس یہاں پہنچ بھی چکے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں اُن میں سے کس کے ہتھے چڑھا ہوں۔

لیکن سوال یہ تھا کہ کسی کو میرے بارے میں معلوم کیسے ہوا۔ میں نے اور تھیوڈ نے ہر معاملے میں انتہائی رازداری برتی تھی اور یہ بات تو قرینِ قیاس تھی ہی نہیں کہ مجھ پر کسی غلط فہمی میں ہاتھ ڈال دیا گیا ہو۔ یوں یوں جیسے بھرے پرے بار سے کسی شخص کو یوں اغوا کر لینا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ مجھے اس جال میں پھنسانے والوں کو علم رہا ہوگا کہ میں کن صلاحیتوں کا مالک ہوں تبھی تو انھوں نے ایسی اسکیم بنائی جس میں میرا دھوکا کھا جانا لازمی تھا۔ میرے اس جال میں اتنی آسانی سے پھنس جانے کی ایک وجہ میری بے فکری بھی تھی۔ میں اس خیال کے تحت بے فکر تھا کہ میری مشرقی جرمنی آمد کے مقصد سے کوئی بھی واقف نہیں ہے لیکن اب مجھے اندازہ ہو رہا تھا میں خوش فہمی کا شکار تھا۔ ایٹمی اور کیمیاوی ہتھیاروں کے فارمولوں کے حصول کے سلسلے میں تو دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹوں سے ٹکراؤ کا اندیشہ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اب میں بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی مگر کہیں سے کوئی آہٹ نہیں سنائی دی۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ دبے قدموں باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھا۔

اندر آتے وقت میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر میں چند لمحے کے لیے رُکا اور سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کمرے سے کسی قسم کی کوئی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ کوئی نقل و حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔ مجھے اتنے منظم طریقے سے گھیر کر یہاں لایا گیا تھا تو یقیناً میرا کوئی نہ کوئی مصرف بھی ضرور رہا ہو گا۔ پھر اس خاموشی کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے وہ لوگ مجھے یہاں قید کر گئے ہوں۔ میں نے سوچا اور مزید انتظار کو فضول سمجھتے ہوئے میں نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔

کمرے کا منظر دیکھ کر میں متحیر رہ گیا۔ وہاں صوفے پر ایک سیاہ فام لڑکی بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی بھی شخص نہیں تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سُرخ رنگ کے لباس میں ملبوس وہ لڑکی کسمسائی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے تک وہ خالی خالی نظروں سے چھت کو تکتی رہی پھر دفعتاً اُچھل کر بیٹھ گئی۔ میں باتھ روم کے دروازے پر کھڑا آنکھیں جھپکتا رہا تھا۔ لڑکی نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اُس کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔ میرے علاوہ وہاں اور تھا ہی کون؟

"اوہ، تو تم ہو وہ خبیث۔" لڑکی صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور میری سمت جھپٹی۔

"ٹھہرو۔" میں نے گرج کر کہا۔ "تم کس خبیث کا ذکر کر رہی ہو؟"

"انجان بننے کی کوشش مت کرو۔ بتاؤ تم نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟" لڑکی چنگھاڑی۔

میں نے بغور اُسے دیکھا۔ اُس کی عمر پچیس برس کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ "میں نے تمہیں اغوا نہیں کرایا۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"تم جھوٹے مکار ہو۔" وہ چیخی۔ "میری عزت لوٹنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے اب تک تمہاری عزت کو تولا ہی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اُس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "میری مرضی کے خلاف کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

"یہ بڑا اچھا قانون ہے۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "بات ایک ہی ہے۔ مرضی سے ہو تو ٹھیک ورنہ جرم؟"

"میں جا رہی ہوں۔" وہ پیر پٹخ کر بولی۔ "روک سکتے ہو تو روک لو۔"

"مجھے کیا پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ تمہیں روکنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے کندھے جھٹک کر کہا۔ "ضرور جاؤ۔"

وہ طوفانی رفتار سے دروازے کی طرف بڑھی۔ مجھے یقین تھا کہ دروازہ مقفل ہو گا۔ اس کے علاوہ کمرے میں ایک دروازہ اور بھی تھا۔ میں اطمینان سے صوفے کی طرف بڑھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ لڑکی دروازے کے ہینڈل سے زور آزمائی کرتی رہی۔ ناکام ہو کر وہ دوسرے دروازے کی طرف بڑھی لیکن وہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"مجھے جانے دو۔" وہ میری طرف پلٹ کر ہذیانی انداز میں بولی۔

"میں نے تمہیں کب روکا ہے؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"دروازے کے قفل کی چابیاں میرے حوالے کرو۔" لڑکی غرّائی۔

"اگر چابیاں میرے پاس ہوتیں تو ضرور تمہارے حوالے کر دیتا۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟ جواب دو!" اُس نے چیخ کر کہا۔

"میں نے تمہیں اغوا نہیں کرایا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں یقین نہیں کر سکتی۔"

"مت یقین کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "زبردستی تو کر نہیں رہا۔"

وہ مجھے گھورتی رہی پھر بے بسی سے بولی۔ "دیکھو، تم مجھے صاف صاف بتا دو کہ تم نے مجھے کس مقصد کے تحت اغوا کیا ہے؟"

"اس سے کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر میرے بس میں ہوا تو میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گی۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "لیکن پلیز مجھے اس طرح پریشان مت کرو۔ اس سے تمہیں کیا فائدہ ہو رہا ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ میں نے تمہیں اغوا نہیں کرایا۔ خود اغوا کیا گیا ہے۔ میں تو تمہیں جانتا تک نہیں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟" وہ بے اعتباری سے بولی۔ "تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرے اغوا کے وقت وارثم ہی تھے۔ بے اعتبار لوگوں کے ساتھ میرا گزارہ نہیں ہو سکتا۔"

میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "اب مجھ سے کسی بات کی توقع مت رکھنا۔"

"اگر تم نے مجھے اغوا نہیں کرایا تو۔۔۔ تو پھر تم ہو کون؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے سوال کا جواب دوں۔" میں نے بے رخی سے کہا۔

"تمہیں ایک مجبور لڑکی پر رحم نہیں آتا؟" اس بار اُس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"مجبور لڑکی؟" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "لڑکی کبھی مجبور نہیں ہو سکتی اور پھر تمہارا تعلق تو اس قوم سے ہے جہاں لڑکیاں مردوں کی برابری کی دعوے دار ہیں۔"

"پتا نہیں تم کون ہو اور کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ اگر ان لوگوں سے متعلق نہیں ہو تو پھر میری مدد کرو۔"

"کچھ ہی دیر قبل تم نے میرے ساتھ جس قسم کا سلوک کیا اس کے بعد مجھ سے مدد کی توقع رکھنا بڑی حیران کن بات ہے۔"

"خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو۔" اُس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے اغوا کیا گیا اور جب ہوش آیا تو تمہیں اپنے سامنے پایا۔ میں اس کے علاوہ اور کیا سمجھ سکتی تھی کہ تم نے ہی یہ اغوا کرایا ہے تاہم مجھ سے جو بدسلوکی سرزد ہوئی ہے اُس کے لیے میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب ذرا اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ تاکہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔"

"میری شخصیت میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے جو کسی دلچسپی کا باعث ہو۔ میرا تعلق آسٹریلیا سے ہے اور میں ایک سیاح ہوں۔ شاید میری شامت مجھے مشرقی جرمنی کھینچ کر لے آئی ہے۔"

"مجھے سب سے زیادہ دلچسپی تمہارے اغوا کی داستان سے ہے۔" میں نے کہا۔

"میں آج ہی یہاں پہنچی ہوں۔ ہوٹل سے اس ارادے سے نکلی تھی کہ ذرا گھوم پھر کر یہاں کے راستوں کا جائزہ لے لوں۔ ہوٹل سے ملحقہ ایک بوتیک کا بورڈ دیکھ کر اندر داخل ہو گئی۔ وہاں ایک شخص ملا جو صورت سے خاصا معقول نظر آتا تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ پیشہ ور گائیڈ ہے اور مجھے برلن کے مشہور تاریخی مقامات دکھائے گا۔ اس نے معاوضہ اتنا معقول طلب کیا کہ میں نے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ وہ مجھے یہاں کا ایک کلب دکھانے کے لیے نکلا تھا۔ پھر اس کی کار ہی میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اُس نے مجھے بے ہوش کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہرحال میری آنکھ کھلی تو میں نے تمہیں اپنے سامنے موجود پایا۔ یہ تھے حالات جو تمہارے علم میں ہیں۔"

میں چند لمحے اُس کی بتائی ہوئی باتوں پر غور کرتا رہا جو کچھ اُس نے بتایا تھا وہ قرین قیاس بھی تھا اور بعید از قیاس بھی۔ دونوں ہی باتیں ممکن تھیں اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے میں اس کے بیان کی تصدیق کرتا۔ میں تو خود تاریکی میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کن لوگوں کی قید میں ہوں اور مجھے اغوا کرنے سے اُن کا مقصد کیا ہے۔ دوسری طرف میں جس کیس پر کام کر رہا تھا اُس میں اور بھی بہت سے لوگوں کو دلچسپی ہو سکتی تھی۔ مجھے اغوا کرنے والوں کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو سکتا تھا۔ اسی طرح وہ لڑکی جو مظلومیت کا لبادہ اوڑھے میرے سامنے بیٹھی تھی اس کا تعلق کسی پارٹی سے بھی ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے وہ انہی کی ایجنٹ ہو اور مظلوم بن کر مجھ سے کچھ اُگلوانا چاہتی ہو۔ بات خواہ کچھ بھی ہوتی مجھے ہر حال میں محتاط رہنا تھا۔

"کیا سوچنے لگے؟" لڑکی نے مجھے خاموش پا کر ٹوکا۔ "تم نے نہیں بتایا کہ تم کون ہو؟"

"تمہاری طرح میں بھی ایک سیاح ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور مجھے بھی اسی ہوٹل سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"اغوا کیا گیا ہے؟" لڑکی نے متحیرانہ انداز میں کہا اور پھر زور سے ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے اُسے گھورا۔

"اوہ معاف کرنا۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "بس یہ سوچ کر ہنسی آ گئی کہ تم جیسے آدمی کو کوئی کیوں اغوا کرنے لگا؟"

"مجھ جیسے آدمی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کسی لڑکی کو اغوا کیے جانے کا مقصد تو سمجھ میں آتا ہے لیکن۔۔۔" وہ بولتے بولتے رُکی پھر چونک پڑی۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں کسی عورت نے اغوا کرایا ہو؟"

"تم اتنی معصوم تو ہرگز نظر نہیں آتیں جتنا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"کیا اغوا کیے جانے کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے۔ کسی دوسرے مقصد کے لیے کوئی کسی کو اغوا نہیں کرتا؟"

"اوہ، تو کیا تم کوئی بہت دولت مند آدمی ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔ "بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو اغوا کر کے رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔"

میں اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس کا انداز بڑا بے ساختہ اور بہت معصومانہ تھا۔ قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی گروہ سے متعلق یا اُن کی آلۂ کار ہو سکتی ہے۔

"تمہیں بدقسمتی سے میں کوئی امیرزادی نہیں ہوں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تو پھر یقیناً کوئی قریبی عزیز بہت امیر ہو گا جو تمہاری رہائی کے عوض اس سے رقم کا مطالبہ کیا جائے گا۔" اس نے چونکا دینے والے انداز میں کہا۔

"تمہارا یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوا۔ میرے خاندان میں دور دور تک کوئی صاحبِ ثروت شخصیت موجود نہیں ہے۔"

"تو پھر آخر تمہیں کیوں اغوا کیا گیا ہے؟" لڑکی کے لہجے میں بے انتہا حیرت تھی۔ "کوئی کسی کو بے مقصد تو اغوا نہیں کر سکتا۔"

"میں خود بھی اسی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوں کہ آخر مجھے اغوا کیوں کیا گیا ہے۔"

"تمہیں کم از کم اتنا تو علم ہو گا ہی کہ تمہیں اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میں اس بات سے بھی لاعلم ہوں۔ میں تو ایک سیاح ہوں اور اس شہر تو کیا اس پورے ملک میں میرا ایک بھی واقف کار نہیں ہے۔"

"کمال ہے۔" لڑکی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ بھی ہے۔"

"گویا ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ارے تم کیسے آدمی ہو۔" لڑکی نے یک لخت چونک کر کہا۔ "اتنے سکون سے بیٹھے ہو۔ یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"تدبیر اس چیز کی کی جاتی ہے جس کا کوئی امکان نظر آ رہا ہو۔" میں نے کہا۔ "ویسے تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام ماریا ہے۔" لڑکی نے کہا۔ "لیکن یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔"

"تم دیکھ رہی ہو اس کمرے میں کوئی روشن دان تک نہیں ہے۔ دو دروازے ہیں جنھیں تم پہلے ہی آزما چکی ہو۔ دونوں دروازے باہر سے بند ہیں۔ اس کمرے میں تیسرا دروازہ باتھ روم کا ہے۔ میں باتھ روم سے ہو کر آ چکا ہوں۔ وہاں بھی کوئی روشن دان نہیں ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا ایگزاسٹ فین لگا ہوا ہے جسے اگر کسی طرح اکھاڑ بھی دیا جائے تو اس سے باہر نکلنا ناممکن ہو گا۔ لے دے کے یہی صورت رہ جاتی ہے کہ دونوں دروازوں میں سے کوئی ایک توڑ ڈالا جائے اور یہ کام بغیر اوزاروں کے ممکن نہیں۔"

"تمہارا اطمینان مجھے خوف زدہ کر رہا ہے۔ کہیں تم واقعی انھی لوگوں سے متعلق تو نہیں ہو؟"

"تم پھر [illegible] سے آ رہی ہو۔" میں نے تفہیمی لہجے میں کہا۔ "کیا تمہارے لیے اتنا ہی اطمینان کافی نہیں ہے کہ اگر میں ان لوگوں سے متعلق ہوں تب بھی تمہیں مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے؟"

ماریا خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے پر خوف کے سائے بدستور لہرا رہے تھے۔ "تمہیں کچھ اندازہ تو ہو گا کہ ہم کن لوگوں کے قبضے میں ہیں؟" تھوڑے سکوت کے بعد ماریا بولی۔

"اندازہ لگانے کے لیے بھی تو تھوڑی بہت بنیادی معلومات درکار ہوتی ہیں۔ جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہو وہاں اندازہ خاک لگایا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟" ماریا نے ہچکچاتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"پوچھو۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اس قدر پرسکون کیسے نظر آ رہے ہو جبکہ معلوم ہی نہیں کہ تم کس کی قید میں ہو؟"

"اگر تم کسی طرح مجھے یقین دلا دو کہ میرے بے سکون ہو جانے سے میری رہائی کی کوئی صورت نکل آئے گی تو یقین کرو میں فوری طور پر انتہائی غیر مطمئن نظر آنے لگوں گا۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" ماریا نے حیرانی سے پوچھا۔

"مطلب یہ ہوا کہ فکرمند ہونے سے میں رہا تو ہونے نہیں لگا۔ رہوں گا تو قیدی۔ تو پھر ایسا لایعنی کام کیوں کیا جائے؟"

"لیکن... لیکن یہ کوئی اختیاری چیز تو نہیں ہے۔ قید میں پھنس کر فکرمند ہونا تو فطری امر ہے۔"

"ہو گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن جب مجھے یقین ہو کہ اس حرکت کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تو کیوں نہ خود کو اس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں۔"

ماریا مجھے عجیب سی نظروں سے گھورنے لگی مگر مجھے اس کی نظروں کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ میں تو اس ادھیڑ بن میں تھا کہ معلوم نہیں کس پارٹی کے چنگل میں پھنس گیا ہوں اور اب مزید کیا ہونے والا ہے۔ یہ بات تو طے تھی کہ میرا اغوا ڈی نوسٹرا والے معاملے کی ایک کڑی ہے۔ اس سلسلے میں دو باتیں البتہ بہت پریشان کن تھیں۔ ایک تو یہ کہ مجھے پہچانا کیسے گیا اور دوسرے یہ کہ آخر میں ہوں کس کے قبضے میں۔ جو دشمن سے کم از کم ایک بات میرے علم میں آ جانا بہت ضروری تھا تاکہ میں اپنے لیے لائحہ عمل طے کر سکتا۔

"کیا تم شادی شدہ ہو؟" دفعتاً ماریا نے مجھ سے کہا اور میں چونک پڑا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کوئی خاص مقصد تو نہیں ہے۔" ماریا گڑبڑا کر بولی۔ "بس پوچھ لیا تھا۔ خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔"

"خواتین کو ہمیشہ ہوتی ہے۔ موقع محل دیکھنے کی انھیں فرصت ہی کب ہوتی ہے۔"

"اوہ تو تمہارا تعلق بھی مردوں کے اسی روایتی قبیل سے ہے؟" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"حالانکہ یہ خواتین کی روایت ہے جس کی پابندی وہ زندگی کی آخری سانسوں تک کرتی ہیں۔ اس کے بعد شاید فرشتوں کی شامت ہو گی۔"

"فی الحال تو اپنی خیر مناؤ۔" وہ چڑ کر بولی۔ "ابھی جب عذاب کے فرشتے نازل ہوں گے تو ساری زبان طرازیاں دھری رہ جائیں گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں کسی غلط فہمی کے تحت اغوا کیا گیا ہوں۔ انھیں جیسے ہی اس بات کا احساس ہو گا مجھے چھوڑ دیں گے اس لیے میں اتنا بے فکر ہوں۔"

"میرے ساتھ بھی یہی معاملہ معلوم ہوتا ہے۔" ماریا تیزی سے بولی۔ "ورنہ ایک اجنبی جگہ پر کوئی کسی کو کیوں اغوا کرنے لگا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔ "لیکن اس کے باوجود تمہیں یونہی نہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھورا۔

"وہی جو اس سے قبل تم خود بھی کہہ چکی ہو۔ تم جوان بھی ہو، حسین بھی۔ ہاتھ آئی نعمت کون ٹھکراتا ہے۔"

"تم بدتمیز ہونے کے ساتھ ساتھ اجڈ، جاہل اور گنوار بھی ہو۔" ماریا آپے سے باہر ہو گئی۔ "تمہیں خواتین سے بات کرنے کا ذرا سا بھی سلیقہ نہیں ہے۔"

"میرے شریفانہ رویے نے تمہیں یہ الفاظ منہ سے نکالنے کا حوصلہ دیا ہے۔ میری جگہ واقعی اگر کوئی اجڈ شخص ہوتا تو تم بھیگی بلی بنی کھڑی ہوتیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہ گئی۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے واقعی ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں تھے۔ میں معافی چاہتی ہوں۔"

"تم جیسی حساس لڑکیوں کو تو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ انتہا پسندانہ رویہ ہمیشہ زحمت کا باعث بنتا ہے۔ ہر کسی پر اعتماد کر لینا اور ہر ایک کے ساتھ ضرورت سے زیادہ خوش اخلاقی سے پیش آنا ایسے ہی حالات کو جنم دیتا ہے جن سے تم اس وقت دوچار ہو۔ دوسرا شخص تم سے جس طرح بھی پیش آتا ہے اس کا ردعمل تمہارا اپنا رویہ ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی بات پر دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کے بجائے اپنے رویے میں تبدیلی لانے کی کوشش کرو۔ سنجیدگی انسان کی شخصیت کو وقار عطا کرتی ہے۔ شائستگی بہت اچھی چیز ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ایک سے مسکرا کر اور ہنس ہنس کر ہی گفتگو کی جائے۔ شائستہ رویے کا مظاہرہ سنجیدہ رہ کر بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم تو اچانک مجھ سے اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے میں کوئی ننھی سی بچی ہوں۔ اپنا برا بھلا نہیں سمجھ سکتی۔"

"سمجھتی ہوتیں تو لڑکی تنہا سیاحت کرنے نہ نکل کھڑی ہوتیں۔ ایک اجنبی کے ساتھ محض اس کے کہنے پر یقین کر کے یوں منہ اٹھا کے نہ چل پڑتیں۔"

"میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن غلطیاں انسانوں ہی سے تو سرزد ہوتی ہیں۔"

"بے شک غلطیاں انسانوں سے ہی سرزد ہوتی ہیں لیکن ہر شخص ہر غلطی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی تلافی کرنا ممکن ہوتا ہے اور بعض غلطیاں ناقابلِ تلافی ہوتی ہیں۔ انسان کو ان حالات سے ہی دور رہنا چاہیے جہاں کسی ناقابلِ تلافی غلطی ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہو۔"

"میں ایک عاقل و بالغ لڑکی ہوں اور اپنا اچھا برا اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

"خود کو عقلِ کل سمجھنے والے ہمیشہ بہت بری طرح ٹھوکر کھاتے ہیں۔ بعض اوقات تو یوں ہوتا ہے کہ انھیں اس وقت ہوش آتا ہے جب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کسی شخص کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی صحیح بات کوئی بھی بتائے اسے مان لینا چاہیے۔ جو شخص تم سے زیادہ ذہین ہو گا ظاہر ہے تم سے بہتر سوچے گا۔ تمہاری بات کی بہ نسبت اس کی بات زیادہ درست ہو گی لیکن سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی اپنی بات پر مصر رہنا خودسری ہے اور خودسر لوگوں کا انجام بہرحال بہت برا ہوتا ہے۔"

"پتا نہیں تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔ ہمارے ہاں تو ہر شخص اپنی مرضی کا مختار ہوتا ہے۔"

"میری نظر میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ کس کا تعلق کس ملک سے ہے۔ اصل چیز تو کسی شخص کے نظریات اور اس کا کردار ہوتا ہے۔ مشرق میں شرم و حیا عورت کا زیور ہوتا ہے۔ مشرق کی بیٹی اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔ اگر کوئی خاتون جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے کسی مغربی ملک سے متعلق ہو مگر اس کے نزدیک عصمت بے حد اہم ہو تو ظاہر ہے نظریاتی اعتبار سے وہ مشرقی عورت کہلائے گی۔"

"تمہارے نظریات بہت اُلجھے ہوئے ہیں اور پھر تم انھیں مجھ پر مسلط کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟"

"میرے نظریات بے حد سادہ ہیں۔ اگر تمھیں ان میں کوئی اُلجھن نظر آ رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم انھیں قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو اور یہ خیال بھی ذہن سے نکال دو کہ میں اپنے نظریات تم پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم میں مجھے مشرقی عورت کی جھلکیاں نظر آتی تھیں اس لیے تمہارے کان میں کچھ باتیں ڈال دیں۔ اس وقت تو میں کوشش کروں گا کہ تم پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن آئندہ ایسی کسی صورتِ حال سے بچنے کا انحصار تمہارے اپنے رویے پر ہوگا۔"

"میں کوشش کروں گی کہ تمہارے نظریات پر عمل پیرا ہو سکوں۔" ماریا نے کہا۔

"یاد رکھو عورتوں پر ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی نہیں سجتی۔ عورت بہرحال صنفِ نازک ہے اور اُسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"تم نے بتایا تھا کہ تم شادی شدہ نہیں ہو؟" ماریا نے پوچھا۔

"ہاں ابھی تک میری مصروفیات نے مجھے اتنی مہلت نہیں دی کہ اس طرف توجہ دے سکوں۔"

"تمھیں شادی کر لینا چاہیے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی صنفِ نازک نہیں ہوگی جسے تمہارے سہارے کی ضرورت ہو؟"

"ہے، لیکن ہم نے ایک مخصوص وقت تک کے لیے اس کام کو التوا میں ڈال دیا ہے۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے جسے تم نے اپنی شریکِ حیات کے طور پر منتخب کیا ہے؟"

ابھی میں ماریا کو کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دروازے پر اس قسم کی آوازیں سنائی دیں جیسے اُسے باہر سے کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ماریا بھی اُٹھی، جھپٹ کر میرے نزدیک آئی اور میرے بازو سے چمٹ گئی۔

"وہ لوگ آ گئے۔" اس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔ میں اس کے پورے جسم میں لرزہ محسوس کر رہا تھا۔ "اب کیا ہوگا؟"

"مطمئن رہو۔" میں نے اس کے ہاتھ پر ہولے سے تھپکی دی۔ "جب تک میں زندہ ہوں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔"

"تم... تم بہت اچھے ہو۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں مرتے دم تک تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔"

"اچھے لوگوں کے ساتھ کوئی اچھائی کرنا احسان نہیں فرض ہوا کرتا ہے۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

دروازہ کھولنے والا بہت محتاط تھا۔ اُس نے دروازہ بہت آہستگی سے بتدریج کھولا تھا۔ دروازے میں مجھے وہ شخص نظر آیا جس نے اپنے زخمی ہونے کا ڈھونگ رچا کر مجھے اغوا کیا تھا۔ وہ دروازے میں تنہا کھڑا تھا اور تبدیل شدہ لباس میں نظر آ رہا تھا۔

"کیا یہی وہ شخص ہے جس نے تمھیں گاڑی میں اغوا کیا تھا؟" میں نے ماریا سے سرگوشی میں پوچھا۔

"نہیں، یہ وہ شخص نہیں ہے۔" ماریا نے کپکپاتی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس شخص نے ماریا کو اغوا نہیں کیا ہے اس لیے کہ وہ تو میرے ساتھ مصروف تھا۔ ماریا سے وہ سوال میں نے محض احتیاطاً ہی کیا تھا۔ اگر وہ ہاں میں جواب دیتی تو یہ بات یقینی ہو جاتی کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

وہ شخص محتاط طریقے سے چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ یقیناً کوٹ کی جیب میں پستول بھی موجود رہا ہوگا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔ اُس کی نظروں کا مرکز میں نہیں بلکہ ماریا تھی۔

"میرے آدمیوں نے ایک غلط فہمی کے تحت تمھیں اغوا کر لیا ہے۔" اُس نے ماریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب تمہارا کیا کیا جائے؟"

میں نے محسوس کیا کہ ماریا نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر الفاظ اُس کے منہ سے ادا نہیں ہو پائے۔ وہ بہت بُری طرح خوف زدہ تھی۔

"یہ فیصلہ تو تمھیں ہی کرنا چاہیے۔ اس سے کیا پوچھ رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"اس صورتِ حال سے نمٹنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسے رہا کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

"نہیں۔" ماریا کے منہ سے نکلنے والی ہذیانی آواز چیخ کی مانند تھی۔

"بہتر یہی ہے کہ اسے رہا کر دو۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "کسی بے گناہ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ؟"

"یہ صورت ہمارے لیے بے حد خطرناک ہوگی۔ اس نے پولیس کو مطلع کر دیا تو ہمارا پورا گروہ خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"مم... میں پولیس کو اطلاع نہیں دوں گی۔" ماریا نے زور زور سے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"یہ بات تو تم ابھی کہہ رہی ہو۔ ممکن ہے یہاں سے نکلنے کے بعد تمہاری نیت میں فتور آ جائے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنی بات پر قائم رہو گی؟"

ماریا نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔

"اگر یہ ایسی حماقت کرے تو تم اسے ٹھکانے لگوا دینا۔" میں نے کہا۔ "تمہارا گروہ تو بہت بڑا ہوگا۔ پولیس بیک وقت تمام لوگوں کو گرفتار نہیں کر سکے گی۔ تمہارا کوئی بھی آدمی اسے بڑی آسانی سے ٹھکانے لگا دے گا۔ کیا خیال ہے؟"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ شخص بولا۔ "کیوں لڑکی! سُن لیا۔ اگر تم نے یہاں سے نکلنے کے بعد کسی کو بھی ہمارے بارے میں کچھ بتایا تو اپنی جان سے جاؤ گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔" ماریا نے کہا۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، آؤ میرے ساتھ۔ میں تمھیں واپس بھجوانے کا بندوبست کر دوں۔" اس شخص نے کہا اور ماریا کو راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ گیا۔ ماریا نے میری طرف دیکھا۔

"جاؤ ماریا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "رہائی مبارک ہو!"

"لیکن تمہارا کیا ہوگا؟" ماریا نے وحشت زدہ انداز میں پوچھا۔

"میری فکر مت کرو۔ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے وہ ہوگا۔ تم صرف اپنی فکر کرو۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔" دفعتاً ماریا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "تمھیں یوں چھوڑ کر چلے جانا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"چلی جاؤ ماریا۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اپنے ساتھ میرے لیے بھی مشکلات مت پیدا کرو۔"

ماریا متذبذب نظر آئی۔ "اگر میرے چلے جانے سے تمہارے لیے آسانی پیدا ہو رہی ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔ خدا حافظ۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ میرا اغوا کنندہ بھی اس کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا لیکن وہ جاتے ہوئے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

اس کے جانے کے بعد میں دوبارہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ چند ہی لمحے بعد کمرے کا دروازہ پھر کھلا۔ ایک بار پھر وہ شخص دروازے میں نظر آیا۔

"تمھیں اندازہ ہو چکا ہوگا کہ وہ خوف نہیں ڈھونگ تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اور میں تمہاری چالاکی کا معترف بھی ہوں۔"

"تم یہ نہیں جاننا چاہو گے کہ تمھیں اغوا کیوں کیا گیا ہے؟"

"وہ تو معلوم ہو ہی جائے گا لیکن پہلے یہ تو بتا دو کہ تم آخر ہو کیا بلا؟"

"میں کوئی بلا نہیں ہوں۔ میرا نام ایلزبے فورسے ہے۔"

میں بڑی مشکل سے اپنے تاثرات اس سے چھپا سکا۔ وہ وہی ایلزبے فورسے تھا جس کی تلاش میں میں بون گیا تھا۔ لیکن خود اس کے جال میں پھنس گیا اور وہ بھی کتنی آسانی سے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اس قدر اچانک کیسے ہو گیا! ایلزبے فورسے کو آخر مجھ پر شبہ کیسے ہوا؟ میں تو پہلی بار بون گیا تھا اور وہاں بھی میں نے اس کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کی تھی لیکن وہ ایسی باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ مجھے تو یہ طے کرنا تھا کہ اس سے کیا گفتگو کی جائے۔

"تم نے یہ ڈراما کیوں کیا مسٹر ایلزبے فورسے؟" میں نے آہستگی سے پوچھا۔

"پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ ہمارے درمیان گفتگو دوستانہ فضا میں ہوگی یا نہیں۔" ایلزبے فورسے نے کہا۔ "اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اگر تمہارا جواب اس کے برعکس ہے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"میں انتہائی امن پسند آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان پُراسرار حالات نے میرا سکون درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔"

"میں تمہاری بے چینی دور کیے دیتا ہوں۔" ایلزبے فورسے نے پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ڈی فوسٹر اس وقت برلن میں نہیں ہے۔"

ایلزبے فورسے کے الفاظ میرے اعصاب پر بم بن کر گرے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس سے اپنی اصلیت چھپانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا لیکن اس نے جتنے اعتماد سے مجھ سے بات کی تھی اس سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اس کی معلومات محض سطحی نہیں ہیں۔ وہ بہت آگے تک کی باتیں جانتا ہے اور میرے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سے اپنی اصلیت چھپانے کی کوئی کوشش بے سود ہی ثابت ہوتی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

ایلزبے فورسے کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ اُبھری اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے وہ خود بھی میرے مقابل ایک صوفے پر آ بیٹھا۔

"میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ڈی فوسٹر ان دنوں برلن میں نہیں ہے۔" ایلزبے فورسے نے صوفے پر بیٹھنے کے بعد کہا۔ "ہم لوگوں نے اس کے تحفظ کا مکمل بندوبست کر دیا ہے۔ تم آسانی سے اس تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا پہلا خیال ہی درست تھا۔ میں نے جب ہوٹل بون میں تمہیں دیکھا تھا تو پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا تھا کہ تم نشے میں بہت زیادہ دھت ہو۔"

"تمہارا پہلا خیال بالکل غلط تھا۔ اس وجہ سے کہ تم نشے میں نہیں تھے۔ اگر تم اب بھی خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو تو یہ محض تمہاری حماقت ہے۔"

"مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈی فوسٹر کون ہے" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "کہیں یہ اس لڑکی کا اصلی نام تو نہیں ہے جو اپنا نام ماریا بتا رہی تھی؟"

ایلزے فورسے نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا۔ "بے فکر رہو، اُسے میں نے بحفاظت واپس بھجوا دیا ہے۔ وہ ایک دوسری لڑکی کے دھوکے میں اغوا کر لی گئی تھی۔"

میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے اُسے ...... تہذیب بیگم کے دھوکے میں اغوا کیا گیا ہو مگر میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ "دراصل تمہاری گفتگو اس قدر مبہم ہے کہ میں اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر پا رہا ہوں۔ جب تک تم کھل کر نہیں بتاؤ گے، میں کیسے سمجھ سکوں گا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم سیاح نہیں ہو اور ڈی فوسٹر کی تلاش میں یہاں آئے ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ڈی فوسٹر کی تلاش کا کام تمہارے سپرد اوشیل میکائیل نے کیا ہے لیکن اس بے وقوف یہودی کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ اس نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ ڈی فوسٹر کا تعلق جرمن قوم سے ہے اور جرمن قوم سے تعلق رکھنے والا ہر فرد خواہ وہ ہٹلر کا پیروکار ہو یا نہ ہو، یہودیوں سے نفرت ضرور کرتا ہے اور پھر ڈی فوسٹر تو ہٹلر کے پیروکاروں میں سے ہے جن کی یہودیوں سے نفرت ضرب المثل ہے۔ اوشیل میکائیل نے تمہیں شیرج خاندان کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہوں گی مگر اس نے یہ نہیں بتایا ہوگا کہ ہمارا خاندان برلن کا پس ماندہ ترین خاندان ہے۔ اتحادیوں نے ہمیں خاص طور پر اپنے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے کسی بھی مرحلے پر شیرج خاندان پنپ نہیں سکا۔ ہم مستقل کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ڈی فوسٹر کے دل میں اپنے خاندان کا درد ہے۔ وہ شیرج خاندان کو اس افلاس سے نکالنے کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے۔ شیرج خاندان کی روز بروز خراب ہوتی ہوئی معاشی حالت کو سنبھالنے کے لیے وہ اب تک بہت کچھ کر چکا ہے اور اب بھی وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ کسی طرح شیرج خاندان اس قعر مذلت سے نکل آئے جس میں وہ تقریباً ربع صدی سے پھنسا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ ساری باتیں سن کر بہت افسوس ہوا ہے۔" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ میں شیرج خاندان کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"جب ڈی فوسٹر نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے" ایلزے فورسے میری بات پر توجہ دیے بغیر اپنی ہی دھن میں کہتا رہا۔ "تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں بنتا کہ وہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہے تو ہم اس کی مدد کریں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم اس موقع پر اسے تنہا چھوڑ دیتے۔ نہیں میرے دوست یہ ممکن نہیں تھا اور نہ ہے۔ بہتر ہوگا کہ اوشیل میکائیل بھی ناکام رہے اور اسرائیل بھی کامیاب نہ ہو۔ ڈی فوسٹر کے حق میں آنا چاہیے۔ یہی وہ واحد صورت ہے جس سے شیرج خاندان کے سارے ایسے مسائل حل ہو جائیں گے جو بہت بڑی دولت کے ذریعے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب مل کر ڈی فوسٹر کے لیے کام کر رہے ہیں اور اگر تم اپنے ارادوں سے باز نہ آئے تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ پھر تمہارا زندہ واپس جانا ممکن نہیں رہے گا۔"

دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ میں نے پھرتی سے پلٹ کر دیکھا۔ میرے عقب میں ایک دراز قد آدمی کھڑا تھا۔ غالباً میرے عقب میں اس کی موجودگی کا مقصد تھا کہ میں ایلزے فورسے پر حملہ آور نہ ہو سکوں۔

مجھے اپنی جانب مڑتے دیکھ کر اس نے اضطراری طور پر میری گردن کی پشت پر گھونسا مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی کلائی پکڑ لی۔ نہ صرف کلائی پکڑ لی بلکہ اُسے پوری قوت سے جھٹکا بھی دیا۔ وہ میرے سر پر سے ہوتا ہوا میرے سامنے فرش پر آ گرا لیکن فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین کی وجہ سے اُسے زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ میں نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا اور صوفے پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنا پیر اس کی گردن اور ٹھوڑی کے درمیان رکھ دیا۔

مجھے اس طرح حاوی ہوتے دیکھ کر ایلزے فورسے ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا اور اس نے جیب سے پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کر دیا۔ "اسے چھوڑ دو۔" ایلزے فورسے نے تحکمانہ لہجے میں مجھ سے کہا۔ "اس کی یہاں موجودگی کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر تم کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرو تو تمہیں سنبھالا جا سکے۔"

میں نے اس شخص کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی۔ پیر سے اس کی ٹھوڑی کو جھٹکا دیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ اس کے منہ سے ایک کراہ نکلی اور وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند لمحوں کی کوشش کے بعد جیسے ہی وہ زمین سے اٹھا، میں بڑی پھرتی سے اُس پر جھپٹا اور اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پوری قوت سے ایلزے فورسے پر دھکیل

دیا۔ ایلزے فورسے میری اس اچانک حرکت کے لیے تیار نہیں تھا۔ پستول ہاتھ میں ہونے کے باوجود اگر وہ شخص میرے اور ایلزے فورسے کے درمیان نہ ہوتا تو ایلزے فورسے نے مجھ پر فائر کر دیا ہوتا۔

وہ شخص بہت زور سے ایلزے فورسے سے ٹکرایا.... ایلزے نے خود کو اس تصادم سے بچانے کی کوشش کی تھی مگر اس کی کوشش بہت بعد از وقت تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

ایلزے فورسے سے ملاقات میرے لیے ضروری تھی لیکن جس طرح سے اور جن حالات میں اس سے ملاقات ہوئی اُسے ایک جال ہی قرار دیا جا سکتا تھا اور اس وقت میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس کی گرفت سے نکل جاؤں۔ ابھی یہ بھی واضح نہیں ہو سکا تھا کہ ایلزے فورسے مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

جیسے ہی وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر گرے، میں برق رفتاری سے دروازے کی طرف چھلانگ لگا چکا تھا۔ میرے پیچھے کیا ہوا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا..... بنگلے کے مکان سے باہر نکل آیا۔ مکان میں کسی اور شخص سے میرا سامنا نہیں ہوا۔ شاید وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا۔ مکان کے باہر میری ہی کار کھڑی تھی لیکن اس کی چابیاں میں ایلزے فورسے کے حوالے کر چکا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت کار میرے بہت کام آ سکتی تھی تاہم مجھے وہاں سے فرار تو ہونا تھا چنانچہ میں نے سڑک پر اسی سمت میں دوڑ لگا دی جس سمت سے ایلزے فورسے مجھے کار میں یہاں لایا تھا۔ جلدی میں میں نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ ایلزے فورسے اور اس کے ساتھی یہاں کے مقامی باشندے ہونے کی وجہ سے یقیناً ایسے مختصر راستوں سے واقف ہوں گے جو انہیں مجھ سے پہلے سڑک کے نکڑ تک پہنچا سکیں۔ یہی ہوا۔ جب میں کچھ دیر تک دوڑتا ہوا ذیلی سڑک سے مرکزی سڑک پر مڑا تو ان دونوں کو اپنے سامنے موجود پا کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ انہوں نے راستہ روک رکھا تھا اور ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے دو دو ہاتھ کرنے کا آخری فیصلہ کر چکے ہیں۔

میں رک گیا۔ وہ دونوں ہی صورت سے کافی خونخوار نظر آ رہے تھے۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور فوراً ہی فیصلے پر پہنچ گیا ـــ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ مجھے مکان میں کسی اور کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا اور اگر وہاں کوئی ہوتا تو یقیناً اس وقت ایلزے فورسے کے ساتھ نظر آ رہا ہوتا۔ دوسرا شخص جو یہاں آنے کے بعد ہی پہنچا ہوگا، اس لیے کہ مکان کا دروازہ تو .... ایلزے فورسے نے مجھ سے ہی کھلوایا تھا جو مقفل تھا۔ اس تبدیل شدہ صورت حال کے تحت میں نے فرار ہونے کا فیصلہ تبدیل کر دیا تھا۔ ایلزے فورسے کو اس طرح چھوڑ کر چلے جانا مناسب نہیں تھا۔ میں تو ڈی فوسٹر کی تلاش میں تھا اور فی الحال ایلزے فورسے کے علاوہ ڈی فوسٹر کے بارے میں مجھے کوئی اور نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ خود اپنے منہ سے ڈی فوسٹر سے اپنی شناسائی کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ وہ دونوں اس طرح میرے سامنے آ گئے ورنہ فرار ہونے کی کوشش کر کے میں غلطی تو کر ہی چکا تھا۔

ایلزے فورسے اور اس کا ساتھی اب پوری طرح ہوشیار تھے اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہے تھے۔ پھر ایلزے فورسے نے ہی پہل کی اور چیتے کے انداز میں مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ ایلزے فورسے نے زبردست غلطی کی تھی۔ میں چاہتا تو جھکائی دے کر بچ سکتا تھا یا پھر اُسے دوسری طرف بھی اچھال سکتا تھا لیکن میں نے ایک تیسری صورت اختیار کی۔ میں جان بوجھ کر اس کی زد میں آ گیا اور اس سے الجھتا ہوا گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی منہ سے چیخا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

ایلزے فورسے مجھے بُری طرح رگڑ رہا تھا اور میں بہت کمزور مدافعت کر رہا تھا۔ ایلزے میرے سینے پر سوار تھا اور میرے سر پہ مکے برسا رہا تھا۔ تھوڑی سی مزاحمت کرنے کے بعد میں ساکت ہو گیا۔ ایلزے فورسے کو یہ احساس ہوا کہ میں بے ہوش ہو گیا ہوں تو وہ میرے سینے سے اتر گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟" اس کے ساتھی نے اس سے بے اختیار پوچھا۔

"بے ہوش ہو گیا ہے۔" ایلزے فورسے نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"گردن پر چھری پھیر دو۔" دوسرے شخص نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"گدھے ہو تم۔" ایلزے فورسے نے بگڑ کر کہا۔ "اسے زندہ رکھنا ہے۔ یہ ہمیں بتائے گا کہ اس کے ساتھ اور کون کون ہے؟ چلو اٹھاؤ اسے۔"

ان دونوں نے مل کر مجھے اٹھایا اور مجھے ایلزے فورسے کے ساتھی کے کندھے پر منتقل کر دیا گیا۔ وہ دونوں واپس مکان کی طرف چل پڑے۔

میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہوگا دوستو کہ کون کس سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ میں نے سوچا اور ایلزے فورسے کے ساتھی کے کندھے پر سفر کرتا رہا۔

مجھے واپس اُسی مکان میں لایا گیا مگر اس بار وہ مجھے دوسرے

کمرے میں الٹ گئے تھے۔ پہلے کمرے کی طرح یہ کمرا بھی کشادہ تھا البتہ
کے ساتھ ہی مجھے ایک صوفے پر جھٹکا اور دروازہ بند کرنے کے
لیے پلٹ پڑا۔ اب مزید وقت ضائع کرنا حماقت تھا چنانچہ میں نے
بے ہوشی کا ڈھونگ ختم کیا اور صوفے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس
طرح اُٹھتے دیکھ کر ایلزبے فورے بُری طرح چونک پڑا۔ مجھے معلوم
تھا کہ اُس کے پاس پستول موجود ہے جبکہ اس کا ساتھی غیر مسلح تھا۔
میں نے ایلزبے فورے کے سنبھلنے سے قبل ہی اُس پر حملہ کر دیا۔
میں طوفانی انداز میں اُس پر جھپٹا تھا اور اُس کے پیٹ پر
بھرپور ٹھوکر رسید کی تھی۔ ایلزبے فورے کے حلق سے دردناک
کراہ خارج ہوئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبا کر
جھک گیا۔ میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ میں نے پھرتی سے آگے
بڑھ کر اُس کی جیب سے اُس کا پستول نکال لیا لیکن ابھی میں پستول
نکال کر سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اُس کے ساتھی نے عقب سے مجھ
پر جوڈو کا ایک ہاتھ مارا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل کر صوفے کے
پیچھے جا گرا۔ اس نے برق رفتاری سے پستول پر جھپٹنے کی کوشش کی مگر
میں نے اُس سے بھی زیادہ تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس پر چھلانگ
لگا دی اور اُس کا سر قابو میں کر کے پوری قوت سے اُسے گھما
دیا۔ یہ ریسلنگ کا ایک داؤ تھا۔ وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ اس
اثنا میں ایلزبے فورے سنبھل چکا تھا۔ اُس نے مجھ پر چھلانگ
لگائی مگر میں غافل نہیں تھا۔ میں اُس کے ساتھی کو چھوڑ کر ہٹ
گیا اور ایلزبے فورے میرے بجائے اپنے ساتھی پر گرا۔ اُس کے
ساتھی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

ایلزبے نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور کھڑا ہو گیا اس کے
ساتھ ہی اُس کا ساتھی بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اب میں اُن دونوں
کے مقابل تھا۔ پستول جس صوفے کے پیچھے گرا تھا وہ میرے عقب
میں تھا۔ اور اگر میں پلٹ کر پستول نکالنے کی کوشش کرتا تو وہ دونوں
مجھ پر ٹوٹ پڑتے۔

وہ دونوں پینترے بدل رہے تھے اور مجھ پر حملہ کرنے
کے لیے مناسب زاویہ تلاش کر رہے تھے کہ دفعتاً میں نے فضا
میں اُچھل کر ایلزبے فورے کے سینے پر فلائنگ کک رسید کر
دی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا ٹکرایا لیکن اسی دوران
اُس کے ساتھی نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ وہ عقب سے مجھ پر حملہ آور
ہوا تھا اور اُس نے دونوں ہاتھ میری بغل میں ڈال کر میری گردن
میں قینچی لگا دی تھی۔ میں نے فوری طور پر اپنے دونوں پیر زمین
سے اُٹھا دیے اور اپنا پورا بوجھ اُس کے دونوں ہاتھوں پر ڈال
دیا۔ وہ اس اچانک وزن کو نہ سنبھال سکا اور مجھ پر سے اُس کی
گرفت ختم ہو گئی۔ میں بڑی پھرتی سے پلٹا اور اُس کے دونوں پیر

پکڑ کر گھسیٹ لیے۔ وہ پہلے ہی کی طرح ایک بار پھر گر پڑا۔ پھر
میں نے اُس کا ایک پیر نہ چھوڑا اور اُسے موڑنا شروع کیا۔ وہ اُلٹ
گیا۔ اُس کے اُلٹتے ہی میں اُس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھا۔ اُس کی ٹانگ
بدستور میرے قبضے میں تھی اور یہ ایک خطرناک داؤ تھا جسے ریسلنگ
میں بوسٹن کریب کہا جاتا ہے اور اس سے ریڑھ کی ہڈی بھی ٹوٹ
سکتی ہے لیکن مجھے بوسٹن کریب جاری رکھنے کا موقع نہیں ملا۔
ایلزبے فورے نے ایک بار پھر مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ میں نے
بوسٹن کریب چھوڑا اور برق رفتاری سے ایک طرف ہٹ گیا۔

ایلزبے فورے کی قسمت ہی خراب تھی کہ وہ بار بار کی کوشش
کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ پا رہا تھا۔ اس بار بھی یہی ہوا۔ میرے
اچانک ہٹ جانے سے وہ اپنے ہی ساتھی کی پشت پر گرا اور میں نے
اُن دونوں کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اُن کی گردنیں پکڑیں اور اُن
کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرا دیے۔ میں نے یہ عمل ایک بار
کر کے بس نہیں کیا بلکہ اسے بار بار دہراتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن
کے کس بل نکل گئے اور اُن دونوں کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑنے لگے۔
یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اُن دونوں میں لڑنے کی سکت نہ
رہ گئی ہو۔

"چھوڑ دو۔۔۔ آہ، چھوڑ دو۔۔۔" ایلزبے فورے کی درد
میں ڈوبی ہوئی کراہ اُبھری مگر وہ جملہ پورا نہ کر سکا۔ اُس کے ساتھی
کے منہ سے تو اتنی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ وہ بالکل ہی بے دم
محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اُن دونوں کی گردنیں چھوڑ دیں اور دونوں بے دم
ہو کر گر گئے۔ ایلزبے فورے اوندھا پڑا تھا جس سے وہ دکھائی
نہیں دے رہا تھا۔ اُن کے سر آپس میں ٹکرائے تھے اس کے بعد انہیں
بے ہوش تو ہو ہی جانا چاہیے تھا لیکن مجھ سے اندازے کی غلطی سرزد
ہو چکی تھی۔ ایلزبے فورے بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اپنی غلطی کا احساس
مجھے اس وقت ہوا جب ایلزبے فورے نے صوفے کے نیچے ہاتھ
ڈال کر پستول نکال لیا۔ میں نے اُسے صوفے کے نیچے ہاتھ ڈالتے
دیکھا تھا مگر میں یہی سمجھا تھا کہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں اُس کے ہاتھ
پیر پھیل گئے ہیں۔

اُس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ اُس
نے بڑی چالاکی سے مجھے دھوکا دیا تھا اور میں دھوکا کھا گیا۔
ایلزبے فورے نے بڑی تیزی سے میرا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔
اس کے بعد جو کچھ ہوا اس میں میری کسی کوشش کو دخل نہیں تھا
بس قسمت ہی تھی یا شاید قدرت میری مدد کرنے پر آمادہ تھی
کیونکہ جس دوران ایلزبے فورے میرا نشانہ لے رہا تھا اسی دوران
میں اُس کا ساتھی اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایلزبے فورے

سیدھا نہیں تھے اس لیے وہ دیکھ نہ سکا کہ اُس کا ساتھی اُٹھ چکا
ہے۔ اُدھر اُس نے پستول کا ٹریگر دبایا اور اُدھر اُس کا ساتھی
اُبھرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایلزبے کے پستول سے نکلی ہوئی گولی نے خود
اُس کے ساتھی کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا۔ اُس کی کربناک چیخ نے
ایلزبے فورے کے اعصاب کشیدہ کر دیے اور وہ حواس باختہ سے
ہو کر اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا جو فرش پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا
تھا۔

یہ میرے لیے سنہری موقع تھا۔ اس حادثے نے۔۔۔
ایلزبے کو بھونچکا کر دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ سنبھلتے ہی میرا
نشانہ لے گا اور اس کے دوسرے فائر سے بچنے کی کوئی صورت
نہ تھی۔ میں نے تڑپ کر چھلانگ لگائی اور ایلزبے کے ہاتھ پر
ٹھوکر مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ٹھوکر بہت شدید تھی اور چونکہ جان
بچانے کے لیے تھی اس لیے اس پر قوت بھی کچھ زیادہ ہی صرف
ہوئی تھی۔ ایلزبے کے ہاتھ سے نہ صرف پستول نکلا بلکہ اُس کی کلائی
کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔

ایلزبے چیختا ہوا اپنی کلائی پکڑ کر لوٹنے لگا اور میں نے اطمینان
سے پستول اُٹھا لیا۔ پھر میں نے ایلزبے کے ساتھی کو دیکھا۔ وہ مر
چکا تھا۔ اُس کا جائزہ لینے کے بعد میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے محض تمھاری وجہ سے ہوا ہے ایلزبے!
ورنہ میرے اور تمھارے درمیان معاملات دوسری طرح بھی
طے ہو سکتے تھے۔"

"ہائے میرا ہاتھ۔" ایلزبے کربناک آواز میں بولا۔ "شاید
میرے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"

"اور شاید اس موقع پر مجھے تمھاری مدد کرنی چاہیے کیوں؟"
میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"چپ ہو جا خبیث۔" وہ کرب سے چیخا۔ "تو نے میرے
ہاتھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"ابھی تو صرف ابتدا ہوئی ہے ایلزبے۔" میں نے سفاکانہ
لہجے میں کہا۔ "اور کان کھول کر سن لو کہ میں تمھارے ساتھ کوئی رعایت
نہیں کروں گا۔"

"مجھے جانے دو یہاں سے۔" ایلزبے چیخا۔ "جاؤ، نکلو یہاں سے
ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"اگر تمھیں اپنی جان پیاری ہے تو شرافت سے مجھے بتا دو کہ
ڈی نوسٹر کہاں ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ڈی نوسٹر جہنم میں گیا ہے۔" ایلزبے دھاڑا۔ "تم بھی وہیں
چلے جاؤ۔"

"چلا جاؤں گا ایلزبے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن

اس کے لیے مجھے اُس جہنم کا پتا درکار ہے جہاں ڈی نوسٹر پایا
جاتا ہے۔" میں نے آگے بڑھ کر ایلزبے فورے کی ٹوٹی ہوئی کلائی
پر ایک اور ٹھوکر رسید کر دی۔ ایلزبے کے منہ سے دردناک
چیخیں نکلیں اور وہ اپنے دوسرے ہاتھ کی مدد سے پیچھے کھسکنے لگا۔

"ڈی نوسٹر کا پتا ایلزبے۔" میں نے سفاکی سے کہا اور اس
کے ایک اور ٹھوکر رسید کر دی۔ اس بار ہدف اُس کی پسلیاں تھیں۔
ایلزبے کی چیخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں مگر اس چیز کا انتظام
تو وہ لوگ پہلے ہی کر چکے تھے کہ کسی بھی قسم کی آواز کمرے سے
باہر نہ جانے پائے۔

"خدا تمھیں غارت کرے۔" ایلزبے چلایا۔ "میں مر رہا ہوں مجھ
پر رحم کرو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

"میں تمھیں زندہ درگور کر دوں گا ایلزبے ورنہ تم مجھے
ڈی نوسٹر کا پتا بتا دو۔"

"تم یقین نہیں کرو گے۔" ایلزبے کراہا اور بولا۔ "مجھے خود بھی اُس
کا پتا نہیں معلوم۔"

"تم بکواس کر رہے ہو ایلزبے۔" میں دانت پیس کر غرایا۔
"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کہاں مل سکے گا۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری بات پر یقین نہیں کرو گے۔"
ایلزبے کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں ایلزبے۔ اگر تم نے
شرافت سے پتا بتا دیا تو میں تمھیں جان سے نہیں ماروں گا لیکن اگر
میں نے تشدد کے ذریعے تم سے پتا اُگلوایا تو تمھیں جان سے مار کر
ہی یہاں سے جاؤں گا۔"

"تم چاہے میری بوٹی بوٹی کیوں نہ الگ کر دو لیکن میں تمھیں
ڈی نوسٹر کا پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ! تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس کے پتے سے واقفیت
کا اعتراف کر رہے ہو۔" میں دانت بھینچ کر بولا۔

"ہاں میں اُس کے پتے سے واقف ہوں مگر میں بتاؤں گا نہیں۔"
ایلزبے فورے نے سرکشی سے کہا۔

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور اس کے منہ پر بھرپور
ٹھوکر ماری۔ ایلزبے نے کربناک چیخ ماری اور اس کے منہ سے
بے تحاشا خون بہنے لگا۔ اس کا سالم ہاتھ اُس کے منہ پر جم گیا تھا۔
اس کے بعد میں نے اُس کے جسم پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ وہ کسی
ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا، چیخ رہا تھا اور فریاد
کر رہا تھا مگر میں ہر چیز سے بے نیاز اُس پر ٹھوکریں برسانے میں
مصروف تھا۔ میں نے صرف ایک چیز کا خیال رکھا تھا کہ اس کے
جسم کے نازک حصے زد میں نہ آنے پائیں کیونکہ اگر وہ مر جاتا تو مجھے ڈی نوسٹر

کا پتا کون بتاتا؟

چیختے چیختے ایلزبے فوسے کی آواز بیٹھ گئی۔ اُس کا ساتھی اُس کے ہاتھوں پہلے ہی مارا جا چکا تھا اور اب وہ خود ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اُس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بہت پہلے ہتھیار ڈال چکا ہوتا لیکن وہ بڑی سخت جان کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"اب بولو کیا کہتے ہو؟" میں نے اُس پر ٹھوکریں برسانا بند کرتے ہوئے کہا۔ اُس کا چہرہ کرب کی زیادتی کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا۔ شاید اُس کے کانوں تک میری آواز نہیں پہنچی تھی۔ وہ درد و کرب سے بلبلاتا رہا۔

"تم نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں ایلزبے؟" میں نے اس بار بلند آواز میں کہا۔ "ڈی نوسٹر کا پتا بتا رہے ہو یا نہیں؟"

اُس نے مُندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اپنا سر اِدھر اُدھر پٹخنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ابھی تمہارا دماغ ٹھکانے پر نہیں آیا۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ایلزبے! اب میں یہاں سے جانے والا ہوں مگر میں یوں نہیں جانا چاہوں گا۔ میں تمہیں جان سے تو نہیں ماروں گا لیکن تمہارا دوسرا ہاتھ اور دونوں گھٹنے توڑ ڈالوں گا تاکہ بقیہ زندگی تم اپاہجوں کی طرح گزارو۔" میں نے اپنے ہاتھ میں موجود اُسی کے پستول سے اس کے گھٹنے کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر اب بھی تمہارا جواب نفی میں ہوا تو میں اپنا کام شروع کر دوں گا۔ بولو؟"

"ٹھ... ٹھہرو۔" ایلزبے فوسے نے بوکھلا کر کہا۔

"م... میں بتا رہا ہوں۔"

"جلدی کرو ایلزبے! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اُسے ضائع کر دوں۔"

"ایور گرین... ہٹ نمبر سترہ، ایور گرین۔" اُس نے بے اختیار کہا۔

میں اُس کے الفاظ پر غور کرنے لگا اور لمحاتی طور پر... ایلزبے فوسے کی طرف سے غافل ہو گیا۔ اُس نے میری غفلت سے فائدہ اٹھایا۔ اچانک میری پنڈلی میں دانت گاڑ دیے۔ اُس نے کچھ اس طرح دانت گاڑے تھے کہ درد کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی لیکن اُس کی یہ حرکت اُسے بہت مہنگی پڑی۔ میری انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی۔ اس اچانک تکلیف کے باعث ٹریگر پر میری انگلی کا دباؤ بے ساختہ بڑھ گیا اور گولی چل گئی۔ پستول کا رخ چونکہ ایلزبے کی طرف تھا اس لیے وہ گولی کی زد میں آ گیا۔ گولی دل کے مقام پر لگی تھی۔ وہ آخری بار اچھلا۔ میری پنڈلی اُس کے دانتوں کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔

"لعنت ہے!" میرے منہ سے غراہٹ نکلی اور پھر اُس کے خون کی پھوار سے بچنے کے لیے میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

ایلزبے کا جسم تشنجی کیفیت سے گزر رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساکت ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں تکلیف کی شدت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ کمرے میں دو عدد لاشیں موجود تھیں مگر اب اُن سے کچھ سروکار نہیں رہ گیا تھا۔ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اگر ایلزبے نے میرے ساتھ فراڈ نہیں کیا تھا تو مجھے ڈی نوسٹر کا پتا معلوم ہو چکا تھا اور اگر اُس نے غلط بیانی کی تھی تو مجھے ابھی ڈی نوسٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے مزید خاک چھاننا تھی۔

میں نے ڈی نوسٹر کا پتا اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ پستول ساتھ رکھنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے میں نے اُس پر سے انگلیوں کے نشانات صاف کیے اور اسے وہیں ایک طرف ڈال دیا۔ پستول پھینکنے کے بعد میں کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر میری سیڈان اسی طرح کھڑی تھی مگر میرے لیے بے مصرف تھی۔ اُسے استعمال کرنا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں وہاں سے پیدل ہی چل پڑا۔ کافی دور چلنے کے بعد ٹیکسی مل سکی اور میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی اور اطمینان سے پیر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ واقعات اتنی برق رفتاری سے پیش آئے تھے کہ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ایلزبے کا مارا جانا ہی بہتر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تہذیب اُس کی نظروں میں آ چکی تھی یا محض ایلزبے کے کسی آدمی کا نشانہ بننے سے بچ نکلی تھی اور اُس کی جگہ ایک بے گناہ لڑکی مار یا وحشی طور پر پھنس گئی تھی۔ اگر ایلزبے زندہ بچ گیا ہوتا تو جلد یا بدیر وہ دوبارہ مجھ تک ضرور پہنچ جاتا بلکہ تہذیب بھی مستقل خطرے میں رہتی۔

مجھے تہذیب کا وہ حلیہ یاد آیا جس میں وہ مجھے ہوٹل [illegible] میں ملی تھی۔ بلاشبہ وہ بے حد ذہین تھی اور اُسے کام کرنے کا تجربہ بھی تھا لیکن میں ہنوز اس بات سے ناواقف تھا کہ وہ کون سا کام کر رہی ہے یا ایلزبے فوسے تک۔ بہرحال وہ مجھ سے پہلے پہنچی تھی اور اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ کسی خفیہ کام کر رہی ہے۔

ان تمام باتوں سے بڑھ کر میرے لیے لمحۂ فکریہ یہ تھا کہ ایلزبے فوسے کو ہمارے بارے میں معلوم کیسے ہو گیا؟ یہ بات انتہائی تشویش ناک اور مستقل اُلجھن کا باعث تھی کہ آخر اسے ہمارے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی۔ اگر ایلزبے فوسے [illegible]

میں ہماری آمد کے مقصد سے واقف ہو سکتا ہے تو اور لوگوں کے علم میں بھی یہ بات آ سکتی ہے۔ میں اور تہذیب جس مشن پر نکلے تھے اُس میں رازداری بنیادی اہمیت رکھتی تھی جس سے ہم محروم ہو چکے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے مشن سے واقف ہو چکے تھے۔

میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تہذیب کی قیام گاہ کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں تھا ورنہ میں اس نئی صورت حال پر اس سے ضرور مشورہ طلب کرتا۔ مجھے یہ اطمینان ضرور تھا کہ تہذیب خراب حالات میں بھی اپنا دفاع کر سکتی ہے اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے طور پر آگے بڑھنے کی کوشش کروں۔

میرے ہونٹوں پر یہ سوچ کر مسکراہٹ اُبھر آئی کہ میں تہذیب کی طرف سے صرف اس لیے فکرمند ہوں کہ میرا تعلق ایک ایسے معاشرے سے ہے جس میں عورت کے تحفظ کا ذمے دار مرد ہوتا ہے ورنہ درحقیقت تہذیب کو کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی حفاظت خود کر سکتی تھی۔ ماضی میں ایسی مثالیں موجود تھیں جب اُس نے اپنے دشمنوں کو بدترین شکست سے دوچار کیا تھا۔

تہذیب سے ہٹ کر میرے خیالات کی رو پھر ڈی نوسٹر کی طرف پہنچ گئی۔ مجھے پتا تو معلوم ہو گیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ ایور گرین کیا چیز ہے اور کہاں واقع ہے۔ اب مجھے اس کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ اس کے بغیر میں ڈی نوسٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں پتا دُہرایا جو مجھے ایلزبے فوسے سے حاصل ہوا تھا۔ ایور گرین، ہٹ نمبر سترہ۔ سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ کیا ایلزبے فوسے نے مجھے صحیح پتا بتایا ہے؟ یہ امکان بہت کم تھا کہ اُس نے غلط بیانی کی ہو گی لیکن بہرحال غلط بیانی کے امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایلزبے فوسے جرائم پیشہ ذہنیت کا مالک شخص تھا اور ایسے لوگوں سے کسی بھی وقت کسی بھی قسم کی حرکت کی توقع کی جا سکتی ہے۔

ایور گرین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے پتا چلا کہ یہ [illegible] سے باہر شمالی سمت ایک نواحی علاقہ ہے جسے تفریحی مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ وسیع و عریض سرسبز میدانوں پر محیط اس علاقے میں کیمپنگ بھی ہوتی ہے۔ ایلپس کے پہاڑوں سے گرتے ہوئے آبشار ایک تیز رفتار ندی کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

مجھے اس علاقے کی جغرافیائی پوزیشن سے قطعاً دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو اپنے کام کی تکمیل کرنی تھی۔ تاہم چند باتیں ایسی تھیں جو میرے لیے اُلجھن کا باعث تھیں اور جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ڈی نوسٹر کو باورت رائیل کے پاس سے فرار ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ کیا وجہ تھی کہ اس نے ابھی تک اُس فارمولے کا سودا کسی ملک سے نہیں کیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ جلد از جلد اس کام کو تکمیل تک پہنچا کر اس منحوس فارمولے سے اپنی جان چھڑا لیتا جس کی موجودگی میں اُس کی جان کو ہر وقت خطرہ لاحق تھا۔ اس موضوع پر ابتدا میں تہذیب سے کچھ گفتگو ہوئی بھی تھی مگر وہ بھی اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے پائی تھی۔

میں نے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے بہت ذہنی ورزش کی لیکن کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ ظاہر ہے اصل وجہ سے تو خود ڈی نوسٹر ہی واقف تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ شیریج خاندان کی بہتری چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ فارمولا لے کر فرار ہوا تھا ورنہ محض اپنی ذات کے لیے اُسے اتنی خطرناک حرکت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ اُس نے ایک بہت بڑے خاندان کی مالی معاونت کے ارادے سے یہ حرکت کی تھی، اس لیے یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ اُسے بہت زیادہ رقم کی ضرورت رہی ہو گی۔ اُس کا محور صرف اُس کی اپنی ذات رہی ہوتی تو اُسے فارمولا فروخت کرنے کے لیے اتنا طویل عرصہ انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

لیکن اس کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ جرائم پیشہ شخص نہیں تھا لہٰذا یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ اس نے خود مختلف ممالک اور اُن کے ایجنٹوں سے سودے بازی کرنے کے لیے رابطہ قائم کیا ہو گا۔ اس کام کے لیے اُسے لامحالہ دوسرے افراد کی ضرورت پڑی ہو گی۔ ایسے لوگ جو اُس کی طرف سے یہ کام کر سکیں اور خود وہ سکون سے کسی جگہ روپوش رہے۔ ایسے لوگوں کو تلاش کرنا بھی ایک مشکل کام ہوتا ہے لیکن ڈی نوسٹر کو یہ سہولت حاصل تھی کہ اُسے ایلزبے فوسے جیسے لوگ میسر تھے۔ ایلزبے فوسے کی وجہ سے ڈی نوسٹر کا کام آسان ہو گیا تھا کیونکہ اُس کا تعلق بھی شیریج خاندان سے ہی تھا اور وہ ڈی نوسٹر کے برعکس مجرمانہ فطرت کا بھی مالک تھا۔ وہ مجھے جس چالاکی سے پھانس کر اپنی رہائش گاہ پر لے گیا تھا، وہ نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ بات البتہ مانی جا سکتی تھی کہ وہ اس پائے کا جرائم پیشہ ہو جو غیر ملکی ایجنٹوں سے سودے بازی کر سکے تاہم ڈی نوسٹر کی بہ نسبت وہ اس کام کو بہت آسانی سے کر سکتا تھا۔

میں نے خیالات کی یلغار سے چھٹکارا حاصل کیا اور سکون سے سو گیا۔ اتنی رات گئے ایور گرین کی تلاش میں نکلنا مناسب نہیں تھا۔

اگلے روز صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں دوبارہ

مشن پر نکل کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے میں نے اپنے ہوٹل کی معرفت ایک کرائے کی کار حاصل کی جو بڑی آسانی سے مل گئی۔ ایوگرین کے علاقے کا محلِ وقوع میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا اور یہ بات طے تھی کہ وہاں تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی۔ تذبذب کا خیال بار بار دل میں آ رہا تھا لیکن یہ بھی اچھا ہی تھا کہ ہم دونوں الگ الگ کام کر رہے تھے۔ اس طرح کامیابی کے امکانات بڑھ گئے تھے۔

ایوگرین کا علاقہ واقعی قابلِ دید تھا۔ تاحدِ نگاہ سرسبزی و شادابی نظر آ رہی تھی جسے شفاف پانی کی ایک ندی قطع کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔ ندی کے دونوں کناروں پر حسین مکانات بنے ہوئے تھے جو بلندی سے دیکھنے پر سبز قالین پر بکھرے ہوئے خوشنما کھلونے معلوم ہوتے تھے۔ اسی وسیع و عریض قطعے میں سرسبز گھاس ہوا کے دوش پر لہلہا رہی تھی۔ موسم بہت حسین تھا مگر مجھے اس حسین موسم سے صرفِ نظر کر کے ایک بہت مشکل کام سرانجام دینا تھا۔

ہٹ نمبر سترہ کو تلاش کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔ وہ گہرے سبز رنگ کا ہٹ تھا جس کے کناروں پر سرخ حاشیے دکھائی دے رہے تھے۔ سرخ ہی رنگ سے اس پر سترہ نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ اس علاقے میں زیادہ بھیڑ بھاڑ تو نہیں تھی مگر اکا دکا لوگ چلتے پھرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ہٹ البتہ سارے ہی آباد معلوم ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک سے گزرتے ہوئے ترنم ریز نسوانی قہقہے اور مسکاریاں سنائی دیتی رہیں۔ ایسی جذباتی مسکاریاں جنھیں سن کر دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے۔

بالآخر میں ہٹ نمبر سترہ کے قریب پہنچ گیا۔ شیمرج خاندان کے لوگوں کو یقین تھا کہ ڈی فوسٹر ان کے لیے ایک عظیم منصوبہ لے کر آیا ہے اور اسی بنا پر وہ ڈی فوسٹر کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس کا اندازہ اطلیزے فورسے سے ہی ہو جاتا تھا لہٰذا محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔

میں ہٹ کے سامنے سے گزرتا چلا گیا اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر ہٹ کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقبی سمت سے ہٹ میں کوئی داخلی دروازہ نہیں تھا۔ گویا ہٹ میں صرف سامنے سے ہی داخل ہوا جا سکتا تھا۔ عقب میں کھڑکی ضرور تھی مگر وہ ایسی نہیں تھی کہ اس سے کوئی گزر سکے۔

میں نے ہٹ سے دور ایک مناسب جگہ کار روک دی اور پیدل ہٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ راہگیروں میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا ممکن نہیں تھا کہ ان میں سے کسی کا تعلق ڈی فوسٹر یا ہٹ نمبر سترہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ ان کے علاوہ وہاں نوجوان جوڑے بھی نظر آ رہے تھے جو سب کے سب تفریحات میں مگن تھے۔ ایسا کوئی شخص نظر نہ آ سکا جو مشکوک حیثیت سے ہٹ کی طرف متوجہ رہا ہو۔

ہٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں رک گیا۔ ہٹ بہت حسین اور اسٹائلش تھا۔ میں نے اپنی جیب کو تھپتھپایا۔ جیب میں پستول موجود تھا جس کا اس مہم کے لیے میں نے خاص طور پر بندوبست کیا تھا۔ میں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور غالباً گھنٹی ابھی پوری طرح بجی بھی نہیں تھی کہ ہٹ کا دروازہ کھلا اور مجھے ایک دبلا پتلا شخص نظر آیا۔ اس کا چہرہ ستا ستا سا تھا اور بال الجھے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور پھر سر خم کرتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔ "جناب عالی؟"

"مجھے مسٹر ڈی فوسٹر سے ملنا ہے۔" میں نے فوراً جواب دیا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ ہٹ میں سے کوئی اس طرح سامنے آ جائے گا۔

اس نے ایک بار پھر تعظیمی انداز میں سر خم کیا اور اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تشریف لائیے جناب۔"

اس انداز کی پذیرائی بڑی غیر متوقع تھی۔ میں اندر داخل ہونے سے جھجک رہا تھا مگر اب اندر داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ شخص مؤدبانہ انداز میں میری راہنمائی کرتا ہوا مجھے ہٹ کے ایک بغلی حصے میں لے گیا جہاں ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

"آپ تشریف رکھیے جناب۔ میں انھیں مطلع کرتا ہوں۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

میں اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک مختصر سا ڈرائنگ روم تھا جس میں دو صوفے پڑے ہوئے تھے۔ یہی اس کمرے کی کل آرائش تھی۔ وہ شخص غالباً ڈی فوسٹر کو اطلاع کرنے کے لیے چلا گیا تھا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈی فوسٹر سے ملنا اتنا آسان ہو گا۔ اس شخص نے کسی رد و قدح کے بغیر مجھے ڈی فوسٹر سے ملانے کی ہامی بھر لی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان لوگوں کے خیال میں یہ ہٹ بہت محفوظ تھا اور یہاں صرف انھی لوگوں کی رسائی ممکن ہو گی جن کی یہاں آمد سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ ڈی فوسٹر کا غلام مجھے انھی لوگوں میں سے ایک سمجھا ہو گا۔

انتظار کرتے ہوئے دو منٹ، تین منٹ، پانچ منٹ اور پھر دس منٹ گزر گئے۔ کسی کو یوں بٹھا کر غائب ہو جانا سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ پھر اچانک ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپکا۔ میں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی ہی تھی کہ اس شخص نے دروازہ کھول دیا تھا۔ گویا وہ گھنٹی کی آواز سن کر دروازہ کھولنے نہیں آیا تھا بلکہ وہ پہلے ہی سے دروازے پر موجود تھا اور دروازہ کھول کر ہی باہر جا رہا ہو گا۔ مجھے دیکھ کر اس نے مؤدبانہ انداز اختیار کر لیا۔ یعنی وہ ملازم نہیں تھا بلکہ اس نے مجھے تاثر یہ دیا تھا جیسے وہ ملازم ہو۔

میں اچھل کر صوفے سے کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف لپکا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں دروازہ باہر سے نہ بند کر دیا گیا ہو مگر ایسی بات نہیں تھی۔ ہینڈل گھمانے پر دروازہ کھل گیا۔ میں ہٹ کے مختصر سے کوریڈور میں نکل آیا۔ اس دروازے کے علاوہ وہاں دو مزید دروازے نظر آ رہے تھے جو دونوں کے دونوں بند تھے۔ ہٹ میں داخل ہونے والا دروازہ بھی بند تھا اور اس ملازم کا کہیں پتا نہیں تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر پہلے دروازے کا ہینڈل گھما کر اسے کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ کھل گیا۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے سے کمرے کے اندر نگاہ دوڑائی۔ کھڑکیوں کے پردے کھنچے ہوئے ہونے کے باعث کمرے میں ملگجا اجالا تھا۔ ایک لمبی ڈائننگ ٹیبل کے گرد چار افراد بیٹھے تھے۔ انداز ایسا تھا جیسے کسی اہم گفتگو میں مصروف ہوں۔ ان میں سے کسی نے بھی کمرے کا دروازہ کھلنے کا نوٹس نہیں لیا۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی لیکن پھر مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ ان میں سے کسی کے بھی باتیں کرنے کی آواز نہیں آ رہی۔

میں کمرے کے اندر داخل ہو گیا اور دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کر کے کمرے میں تیز روشنی کر دی۔ پھر پہلی ہی نگاہ میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے۔ وہ کسی بت کی طرح ساکت و جامد بیٹھے رہ گئے تھے۔ غالباً موت ان پر اتنی تیزی سے حملہ آور ہوئی تھی کہ انھیں اپنی جگہ سے ہلنے تک کی مہلت نہ مل سکی۔

میں ان کے نزدیک چلا گیا۔ کمرے میں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ان چاروں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان سے کرب ناک وحشت ظاہر ہو رہی تھی۔

میرے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے۔ ماحول اچانک ہی بے حد پراسرار ہو گیا تھا۔ میں یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ انھیں مرے ہوئے کتنی دیر ہو چکی ہے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ ہٹ میرے لیے انتہائی غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ وہ شخص جو مجھے وہاں بٹھا کر غائب ہو گیا تھا اسے کافی وقت مل گیا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کون ہے۔ اگر اس نے کسی کو میرے بارے میں مطلع ہی کر دیا ہو تب بھی وہ ہٹ میرے لیے بے حد مخدوش ہو گیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آیا کہ وہاں سے بھاگ نکلوں لیکن میں نے سختی سے خود کو روک لیا۔ خطرے میں تو میں گھر ہی چکا تھا۔ وہاں سے ایسے ہی واپس چلا جاتا تو یہ اور بھی برا ہوتا۔ لیکن میں تو وہاں ڈی فوسٹر کی تلاش میں آیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں خیال ابھرا کہ جو شخص مجھے جل دے کر نکل گیا ہے کہیں وہ ڈی فوسٹر ہی تو نہیں تھا؟

میں نے چند لمحے اپنے ذہن میں ابھرنے والے اس امکان کا تجزیہ کیا اور پھر اسے رد کر دیا۔ وہ دبلا پتلا دراز قامت شخص ڈی فوسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ اوشیل میکائیل نے مجھے ڈی فوسٹر کی جو تصویر دکھائی تھی اور اس کے بارے میں جو معلومات فراہم کی تھیں وہ شخص ان پر کسی طرح بھی پورا نہیں اترتا تھا۔ میک اپ کا بھی امکان نہیں تھا۔ اس لیے کہ میک اپ سے کوئی اس حد تک تبدیل نہیں ہو سکتا۔

میرے سامنے میز کے گرد چاروں مردہ اشخاص میں سے بھی کوئی ڈی فوسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ ان چاروں کی قومیتیں ان کے چہروں سے عیاں تھیں۔ وہ چاروں ہی روسی تھے اور ڈی فوسٹر ظاہر ہے کہ روسی نہیں تھا اور نہ ہی اسے کسی روسی کا میک اپ کرنے کی ضرورت تھی۔

لیکن سوال یہ تھا کہ وہ چاروں روسی وہاں پہنچے کیسے تھے؟ اطلیزے فورسے نے تو بتایا تھا کہ ڈی فوسٹر کی جائے قیام پوشیدہ ہے۔ اس نے خود بھی بڑی مشکل سے یہاں کا پتا بتایا تھا اور پھر وہ مر کیسے گئے؟ ان کے جسموں پر تشدد کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ خون کا ایک قطرہ بھی ان کے جسم سے نہیں بہا تھا۔ پھر وہ کیسے مر گئے؟

میری نگاہ میز پر رکھے ہوئے شراب کے جاموں پر پڑی۔ میز پر شراب کے پانچ جام موجود تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے بھی ان جاموں سے شراب نہیں پی ہے لیکن جب آدمی چار تھے تو شراب کے پانچ جام کیوں رکھے تھے؟ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ وہ پانچواں جام اس شخص کے لیے تھا جو مجھے جل دے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

ان لوگوں کی پراسرار ہلاکت کے بارے میں میں اس کے سوا کوئی اندازہ نہ لگا سکا کہ انھیں زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہو گا۔ کسی انتہائی سریع الاثر زہر کے ذریعے۔ ممکن ہے ان کے سامنے موجود شراب کے گلاسوں میں...... دنیا کا سریع الاثر زہر پوٹاشیم سائینائڈ ملا ہوا ہو جس کا ایک ہی قطرہ کسی کو پلک جھپکنے میں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ میں صرف اندازہ ہی لگا سکتا تھا۔ اپنے اندازے کی تصدیق کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

میرے پاس وقت بہت محدود تھا اس لیے میں نے ان چاروں کو وہیں چھوڑا اور اس کمرے سے نکل آیا۔ اب میرا

تھی جو دوسرے کمرے کی طرف تھا۔ دوسرا کمرا خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور وہاں زیادہ سامان بھی نہیں تھا۔ مجھے اس سامان کی تلاشی لینے میں زیادہ وقت نہیں لگا مگر وہاں سے ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہو سکی جس سے ڈمی فوسٹر کے بارے میں کچھ پتا چلتا۔

اس کمرے سے مایوس ہو کر میں نے ہٹ کا چپہ چپہ چھان مارا مگر وہاں اور کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز بھی نہیں مل سکی جس سے کم از کم اتنا ہی ثابت ہو جاتا کہ ڈمی فوسٹر کا اس ہٹ سے کسی قسم کا تعلق بھی ہوگا۔

میں نے بڑی مایوسی کے عالم میں سوچا یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایلینے قوبسے نے مجھ سے غلط بیانی کی ہو اور اس ہٹ سے ڈمی فوسٹر کا کوئی تعلق ہی نہ ہو بلکہ وہاں روسی ہی رہ رہے ہوں۔

میں مزید وقت ضائع کیے بغیر واپس اسی کمرے میں آ گیا اور ان چاروں روسیوں کی جامہ تلاشی لے ڈالی۔ ان میں سے تین کے پاس سے ان کے شناختی کاغذات برآمد ہوئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا تعلق کے جی بی سے ہے۔ یہ بات باعث حیرت تھی کہ۔۔۔ انھیں ہلاک کرنے والے نے ان کے کاغذات غائب کر کے انھیں ناقابل شناخت بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ تاہم وہ کاغذات میرے لیے تو بے مصرف ہی تھے، چنانچہ میں نے انھیں واپس انھی کی جیبوں میں ٹھونس دیا اور وہاں سے واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔

ہٹ کا داخلی دروازہ کھول کر میں نے باہر کا جائزہ لیا۔ لوگ بدستور تفریحات میں مگن تھے۔ کسی نے ہٹ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں نے ہٹ سے باہر نکل کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

باہر نکل کر میں نے ایک بار پھر دور دور تک نگاہ دوڑائی لیکن کوئی مشکوک شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اچانک میری نگاہ ایک کار پر پڑی جو ابھی ابھی اس علاقے میں داخل ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کار ہٹ کی طرف ہی آ رہی ہو۔

میں بہت تیزی سے حرکت میں آیا اور وہاں سے ہٹ گیا لیکن ایک اور ہٹ کی آڑ میں رک کر جائزہ لینے لگا۔

کار اسی ہٹ کے پہلو میں آ کر رکی اور اس میں سے دو افراد اتر کر ہٹ میں داخل ہو گئے۔ بقیہ افراد کار میں ہی بیٹھے رہے۔ میں اندازہ نہ لگا سکا کہ ان لوگوں کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے۔ اب میرا وہاں رکنا بے کار تھا، چنانچہ میں واپس اسی جانب چل پڑا جہاں میں نے اپنی کار پارک کی تھی۔

کار اسٹارٹ کر کے میں ایلوگرین سے آگے چل پڑا۔ وہاں چاروں طرف کھیت بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان پکی سڑکیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے خوب صورت مکانات بنے تھے جو یقیناً کسانوں کے ہی ہوں گے۔

میں کھیتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس سڑک پر پہنچ گیا جو بل کھاتی ہوئی پہاڑی کے اوپر جا رہی تھی۔ میں احتیاط سے ڈرائیونگ کرتا رہا لیکن کچھ دیر بعد میں نے عقب نما آئینے میں اسی کار کو دیکھا جو کچھ دیر قبل ہٹ کے سامنے رکتی نظر آئی تھی۔ اس کار کو دیکھتے ہی خطرے کا احساس میرے ذہن میں کلبلانے لگا۔ یقیناً کوئی ایسی غلطی مجھ سے ضرور سرزد ہوئی تھی جس کی بنا پر وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے تھے۔

ابتدا میں تو کار کی رفتار سست تھی۔ وہ لوگ فاصلے سے میرا تعاقب کر رہے تھے لیکن کچھ آگے جا کر جب سڑک تنگ ہونا شروع ہوئی تو اس کی رفتار میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ کچھ کر گزرنا چاہتے ہیں۔

دفعتاً عقبی کار سے ایک فائر ہوا اور گولی کار کی چھت سے ٹکرائی۔ اس کے فوراً بعد دوسرا فائر ہوا۔ یہ گولی ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والے دروازے پر لگی تھی۔

میں نے کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا لیکن یہ اس مسئلے کا حل نہیں تھا کیونکہ پچھلی کار کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ درمیانی فاصلے میں اضافہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ فائرنگ وقتی طور پر رک گئی۔ سڑک اور بھی تنگ ہو گئی تھی اور آگے پر جلدی جلدی موڑ آ رہے تھے اس لیے پچھلی کار والوں کو فائر کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد موڑ ختم ہو گئے اور کافی دور تک سیدھی سڑک نظر آنے لگی۔ اسی وقت میں نے بہت تیزی سے ایک فیصلہ کیا۔ ان لوگوں کے ساتھ زیادہ دیر آنکھ مچولی نہیں کھیلی جا سکتی تھی۔ بہتر یہی تھا کہ ان سے کھل کر مقابلہ کر لیا جاتا۔ چنانچہ میں نے بریک لگا کر گاڑی روکی اور اسے کنارے لگا کر خود نیچے اتر آیا اور پستول نکال کے ہاتھ میں لے لیا۔

شاید آدھے منٹ کے اندر اندر پچھلی کار نے موڑ کاٹا اور جیسے ہی وہ سامنے آئی میں نے اس کے اگلے پہیوں میں سے ایک کو نشانہ بنایا۔ مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ وجہ کیا تھی لیکن میرا نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ میں نے تیزی سے دوسرا فائر کیا۔ اس بار میں نے ونڈ اسکرین کو نشانہ بنایا تھا۔ کار کا سامنے کا شیشہ چکنا چور ہو گیا لیکن اس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا اور اس کا رخ تو پہلے ہی میری طرف ہو گیا تھا۔ میرے پاس تیسرا فائر کرنے کا وقت نہیں تھا۔

کار میرے اوپر چڑھتی چلی آ رہی تھی۔ مجبوراً مجھے نشیب میں چھلانگ لگانا پڑی۔

پہاڑی ڈھلوان پر تھی تھی خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض خاردار بھی تھیں۔ میں ان سے الجھتا ہوا لڑھکتا چلا گیا۔ میں اپنا توازن کھو بیٹھا تھا۔ میرے ایک ہاتھ میں پستول تھا جسے میں کسی قیمت پر نہیں گنوانا چاہتا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے میں کسی جھاڑی کو پکڑنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔

مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اب میں سنبھل نہیں سکوں گا اور کسی گہری کھائی میں جا گروں گا لیکن پھر قدرت کو مجھ پر رحم آ گیا اور میری راہ میں ایک بڑی جھاڑی حائل ہو گئی۔ میرے جسم کو شدید جھٹکا لگا لیکن میں نے شدید جدوجہد کر کے اپنے حواس بحال رکھے۔

میرا تعاقب کرنے والی کار کے ڈرائیور نے مجھے اچانک چھلانگ لگاتے دیکھا تو عجلت میں اضطراری طور پر اس نے اسٹیئرنگ اسی سمت موڑ دیا جدھر میں نے چھلانگ لگائی تھی۔ پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے بریک لگا کر کار روکنے کی کوشش کی مگر اتنی تیز رفتاری پر بریک لگانا اور بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ کار بے قابو ہو کر نشیب میں لڑھکنے لگی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے پتھروں اور چٹانوں سے ٹکرا کر نشیب میں گرتے دیکھا۔ لوہے کی باڈی کے پتھریلی چٹانوں سے ٹکرانے کی وجہ سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ کار کے لڑھکنے کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے کار مجھ سے تقریباً پچاس فٹ کی گہرائی میں ایک نوکیلی چٹان پر جا گری۔ کار میں بیٹھے ہوئے افراد میں شاید اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش بھی کر پاتے۔ اگر وہ ہوش میں ہوتے تب بھی شاید وہ کار سے نہ نکل پاتے۔ اس لیے کہ کار میں آگ لگ گئی تھی۔ چند ہی لمحے بعد کار کا پٹرول ٹینک ایک زوردار دھماکے سے پھٹا اور کار دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

میں خاموشی سے کار کی تباہی کا منظر دیکھتا رہا۔ اس کے اندر موجود افراد روسٹ ہو چکے تھے۔ میں جس جھاڑی میں الجھا ہوا تھا، میں نے خاصی جدوجہد کے بعد خود کو اس جھاڑی سے نکالا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور جسم پر جا بجا خراشیں پڑ گئی تھیں۔ میں نے سنبھل سنبھل کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

سڑک تک پہنچتے پہنچتے خاصا وقت صرف ہو گیا لیکن میں اس بات پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس دوران وہاں سے کوئی نہیں گزرا تھا ورنہ میں مزید مصیبت میں بھی پڑ سکتا تھا۔

میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کار تک پہنچا اور ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ کار مجھے اس وقت بہت بڑی نعمت معلوم ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک میں سیٹ پر بیٹھا اپنے کپڑوں میں سے کانٹے چنتا رہا۔ پھر میں نے عقب نما آئینے کا رخ اپنی جانب کر کے اس میں اپنا چہرہ دیکھا۔ میرا چہرہ نہ صرف گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا بلکہ چہرے پر کئی خراشیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ٹشو پیپر نکال کر اپنے چہرے کی جھاڑ پونچھ کی، پھر لباس سے بھی گرد جھاڑی اور اسٹیئرنگ پر آ کر بیٹھ گیا۔

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایلوگرین میں ڈمی فوسٹر نہیں مل سکا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ صورت حال ایک نیا رخ اختیار کر گئی تھی۔ جس ہٹ میں ڈمی فوسٹر کو ہونا چاہیے تھا وہاں سے چار روسیوں کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ اس سے یہ بات تو قرین قیاس ہی لگتی تھی کہ اگرچہ ڈمی فوسٹر ہاتھ نہیں آ سکا لیکن اس ہٹ سے ڈمی فوسٹر کا تعلق تھا ضرور ورنہ وہاں روسیوں کا کیا کام تھا، اور روسی بھی وہ جن کا تعلق کے جی بی سے تھا۔

ہوٹل واپسی تک سارے راستے میرا ذہن انھی خیالات میں الجھا رہا۔ ڈمی فوسٹر کی تلاش کا کام اب مجھے نئے سرے سے شروع کرنا تھا اور فی الحال میرے ہاتھ میں ڈور کا کوئی سرا بھی موجود نہیں تھا۔

ہوٹل واپس پہنچ کر مجھے کاؤنٹر پر جانے کی ضرورت نہیں پڑی اس لیے کہ کمرے کی چابی میں اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا ورنہ جو بھی میرا حلیہ دیکھتا طرح طرح کے سوالات ضرور کرتا اور مجھے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ کا ہی سہارا لینا پڑتا۔ میں سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے چابی نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا مگر پھر اچانک مجھے احساس ہوا کہ کمرے کا دروازہ تو مقفل نہیں ہے۔ وہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ منجمد سا ہو کر رہ گیا۔ میرے کمرے میں کوئی موجود تھا۔

میں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور پھرتی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک نوجوان خوب رو لڑکی اور تقریباً چالیس برس کا ایک مرد موجود تھا۔ وہ دونوں جس طرح ایک دوسرے میں گم تھے اسے دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ لیکن انھوں نے بھی کمرے میں میری آمد کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور پھر میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھ کر وہ دونوں ہی دہشت زدہ ہو گئے۔ لڑکی کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں برآمد ہونے لگی تھیں۔

”خاموش رہو۔“ میں نے ڈپٹ کر کہا۔ مگر اس کی تو گھگی بندھ چکی

ہوئی تھی۔

"تم کون ہو؟" مرد نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے تم لوگوں سے کرنا چاہیے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "بتاؤ کون ہو تم لوگ؟"

لڑکی کے حلق سے چیخیں نکلنا بند ہو گئی تھیں اور اب وہ دونوں گم صم کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا دو قدم آگے بڑھا۔

لڑکی مجھے اس طرح آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ "نن... نہیں پلیز۔" اس نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا لیے اور صوفے پر گر پڑی۔

"میں نے پوچھا تھا تم لوگ کون ہو؟" میں نے سفاکی سے کہا۔ "اگر تم نے میرے سوال کا جواب نہ دیا تو تم خود ذمے دار ہو گے۔"

مرد کے چہرے پر بے بسی نظر آئی۔ "میں بتا تو دوں جناب۔" اس نے مردہ سے لہجے میں کہا۔ "لیکن اس سے مجھے نقصان پہنچ جائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم مجھے کچھ مت بتاؤ۔" میں نے پستول والا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

"ٹھ... ٹھہریے جناب۔ مم... میں محکمہ جنگلات میں ملازم ہوں۔"

"بہت خوب۔" میں نے اسے گھورا۔ "اور یہ لڑکی کون ہے؟"

مرد کے چہرے پر پسینے کے قطرے اُبھر آئے تھے۔ "ہم دونوں ایک ہی محکمے میں کام کرتے ہیں جناب۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میں مان لیتا ہوں کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم دونوں کی یہاں اس کمرے میں موجودگی کا کیا مقصد ہے؟"

"ہم... ہم... ہم۔" لڑکی کے منہ سے اس کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔

"جواب دو۔" میں نے ایک بار پھر پستول لہرایا۔

"ہم... ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں جناب۔" لڑکی نے ہانپتے ہوئے کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"محبت کرتے ہو تو میں کیا کروں۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "اس پورے شہر میں محبت کرنے کے لیے یہی کمرا رہ گیا تھا؟"

"میں تو آزاد فضاؤں کی دلدادہ ہوں جناب! حسین قدرتی مناظر میری کمزوری ہیں مگر مجبوری ہے جناب! وہاں ہم دوسروں کی نظروں میں آجاتے ہیں۔"

"دوسروں کی نظروں میں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "مجھے اُن دونوں پر غصہ آنے لگا تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کس قسم کی کہانی سنا رہے تھے۔ "وہاں تو کوئی آنکھ اٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتا ہو..."

"جی ہاں۔" مرد نے کہا۔ "پہلے ہم لوگ تفریحی مقامات کا انتخاب کیا کرتے تھے مگر وہ اطلاعات میری بیوی تک پہنچ گئیں۔"

"بیوی؟" میں احمقانہ انداز میں منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"وہ بہت حاسدانہ فطرت کی مالک ہے۔" لڑکی بولی۔ "اپنے شوہر کے نزدیک کسی لڑکی کا وجود برداشت ہی نہیں کر سکتی اسی لیے اب ہم ایسے مقامات پر ایک دوسرے سے مل لیتے ہیں۔"

"تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ ایک معصوم عورت کی زندگی سے کھیل رہے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں جناب۔" لڑکی نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "مجھے اتنا کم ظرف تو نہ سمجھیے۔ ہمارا آپس میں شادی کرنے کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر یہ سب کیا ہے؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے جناب۔" لڑکی شرماتے ہوئے بولی۔ "اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیشہ چھپ چھپ کر ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟" میں نے مرد سے پوچھا۔

"میں دونوں سے یکساں محبت کرتا ہوں جناب! ایک کو بھی نہیں چھوڑ سکتا اور اس کی سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ ہفتے میں ایک بار چھپ کر ایک دوسرے سے مل لیا کریں تاکہ دلوں کی تسکین بھی ہوتی رہے اور میری بیوی کو بھی کسی جذباتی صدمے سے دوچار نہ ہونا پڑے۔"

"تم دونوں جہنم میں جاؤ۔" میں نے دانت پیس کر کہا اور پھر دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ مجھے تو اُن سے یہ معلوم کرنا تھا کہ میرے کمرے میں کیسے آگئے اور میں اُن سے اس احمقانہ گفتگو میں اُلجھ گیا۔ مجھے خود پر سخت غصہ آیا اور میں نے جھنجلا کر کہا۔ "تمہیں معلوم ہے یہ کمرا میرے نام بک ہے؟"

میری بات سن کر مرد کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔ "مم... مگر ہم نے تو یہ کمرا کاؤنٹر سے حاصل کیا ہے جناب۔" اس نے کہا۔

"جھوٹ بولنے کی تمیز پیدا کرو۔" میں دہاڑا۔ "ایک کمرا دو لوگوں کو کیسے دیا جا سکتا ہے؟"

"ہم جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔" مرد نے بوکھلا کر کہا۔ "آپ چاہیں تو کاؤنٹر سے تصدیق کر لیں۔"

"تم نے یہ کمرا کب حاصل کیا تھا؟"

"ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہے جناب۔" لڑکی بولی۔

میں حیران رہ گیا۔ اُن کے انداز سے ہرگز معلوم نہیں ہوتا تھا کہ انھوں نے مجھ سے کوئی جھوٹ بولا ہے۔ پھر میری نگاہ نے کمرے کا طواف کیا۔ وہاں سے میرا سارا سامان غائب تھا اور اب صرف ایک زنانہ ہینڈ بیگ اور ایک بریف کیس کے علاوہ کمرے میں سامان کے نام پر کچھ اور نہیں تھا۔

میں بُری طرح چکرا کر رہ گیا۔ معلوم نہیں کیا ماجرا تھا۔ میری عدم موجودگی میں کمرا کسی اور کو دے دیا گیا۔ حیرت یہ کہ وہاں سے میرا سامان بھی غائب کر دیا گیا۔ اُن دونوں نے مجھے جو باتیں بتائیں وہ سب کی سب حقیقت پر مبنی معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کے بیان کی سب سے بڑی تائید تو اس بات سے ہوتی تھی کہ انھوں نے کمرے کا دروازہ تک بند کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"اگر تم دونوں نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے تو ابھی بتا دو ورنہ بعد میں تم دونوں کو موت کی نیند سلا دوں گا۔" میں نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

خوف سے اُن دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ لڑکی گھگیائے انداز میں بولی۔ "یقین کریں، آپ جو کچھ یہاں سے لے جانا چاہیں لے جائیں، ہم مزاحمت نہیں کریں گے لیکن یہ کمرا ہمیں ہوٹل کے کاؤنٹر سے ہی ملا ہے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ..."

میں جھنجلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹا۔ خیال تھا کہ ہوٹل کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ ہوٹل والوں نے غیر ذمے داری کی انتہا کر دی تھی۔ میں نے کمرے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک ویٹر نظر آگیا۔

"آپ اس کمرے میں کیسے داخل ہوئے تھے سر؟" ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

میں نے خونخوار انداز میں ویٹر کو دیکھا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ "تم لوگوں کو بہت بُرے وقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا کمرا میری اجازت کے بغیر کسی اور کو کیسے دیا گیا جبکہ اس کی چابی بھی میرے پاس ہے؟"

"چابی آپ کے پاس کیسے ہو سکتی ہے جناب۔" ویٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "آپ تو کمرے کی چابی کاؤنٹر پر واپس کر کے کمرا خالی کر گئے تھے۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی نکالی اور اسے ویٹر کے منہ پر رکھتے ہوئے بولا۔ "اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

ویٹر نے جواب میں جو حرکت کی وہ مضحکہ خیز بھی تھی اور حیرت انگیز بھی۔ اس نے منہ کھول کر چابی دانتوں سے پکڑ کر میرے ہاتھ سے چھین لی اور پھر اس نے بڑے اطمینان سے چابی اپنی جیب میں ڈال لی۔ "سر! اب آپ کے پاس چابی کہاں ہے؟" اس نے کہا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟" میں آپے سے باہر ہو گیا۔

"جی ہاں۔ میرے ساتھ آیئے۔" ویٹر نے پُرسکون انداز میں کہا اور واپسی کے لیے مُڑ گیا۔

میں غصیلے انداز میں اس کے ساتھ آگے بڑھا۔ میں شدید جھنجلاہٹ میں مبتلا تھا۔ ویٹر کا پُرسکون انداز میرے غصے کو اور بھی ہوا دے رہا تھا۔ ہم کوریڈور سے گزر کر سیڑھیوں تک پہنچ گئے اور وہ یوں نیچے اُترنے لگا جیسے میں اس کے ساتھ موجود ہی نہیں ہوں۔ غصے کی ایک شدید لہر مجھ پر حملہ آور ہوئی اور میں نے عقب سے اس کا کالر پکڑ لیا۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے اس کے کالر کو جھٹکا دے کر کہا۔ "پہلے مجھے چابی واپس کرو ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔"

"میرا کالر چھوڑیے جناب۔" ویٹر نے بوکھلا کر کہا۔ "میرا قصور کیا ہے۔ یہ سب کچھ تو میڈم ایکس کی ہدایات کے موجب ہوا ہے۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا اور ویٹر نے بڑی آسانی سے میرے ہاتھ سے اپنا کالر چھڑا لیا۔

"جی ہاں۔ اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو لے کر ان کے پاس پہنچ جاؤں۔"

"کون میڈم ایکس؟" میں نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"وہی جو آپ سے محبت کرتی ہیں۔ کیا میں آپ کو ان کا پورا نام بتاؤں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے۔" ویٹر نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔ ویٹر نے مسکراتے ہوئے سر خم کر دیا۔

"تم کون ہو؟" میں نے سخت لہجے میں اس سے پوچھا۔

"میڈم ایکس کا ایک ادنیٰ خادم۔" ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "انھوں نے جو ذمے داری میرے سپرد کی ہے اُسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔"

"وہ خود کہاں ہیں؟"

"باہر ایک کار موجود ہے۔ میں ہوٹل کی ملازمت چھوڑ کر آپ کی ڈرائیوری کروں گا۔ میرے ساتھ آجائیے۔"

میرا ذہن ایک بار پھر اُلجھنوں کا شکار ہو گیا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا؟ سچ بول رہا تھا یا کوئی چال چل رہا تھا؟ جو کچھ اس نے مجھے بتایا اُس کے پیشِ نظر بظاہر تو اس کا تعلق کسی مخالف گروپ سے نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ تہذیب کسی کے جال میں پھنس گئی ہو اور اس پر تشدد کر کے اس سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی ہوں۔

اس خیال نے مجھے مضطرب کر دیا۔ اگر ایسا ہے تو میرا اس

کے ساتھ جانا زیادہ ضروری تھا۔ تہذیب اگر کسی چکر میں پھنس گئی ہے تو اُسے میری مدد کی ضرورت ہوگی چنانچہ میں بڈھے کے ساتھ چل پڑا۔

ویٹر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر پی کیپ اپنے سر پر رکھ لی۔ سفید وردی میں تو پہلے ہی تھا سفید ٹوپی اوڑھ کر واقعی ڈرائیور لگنے لگا۔ میں نے عقبی سیٹ سنبھال لی۔ کار چل پڑی۔ مجھے حیرت تھی کہ کتنی آسانی سے میرا سامان غائب کر کے انھوں نے میرا کمرا واپس کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ڈرائیور سے سوال کیا۔

"کمرے کی چابی تو میرے پاس تھی پھر تم نے کمرا ہوٹل والوں کو کیسے واپس کر دیا؟"

"دوسری چابی بھی بنوائی جا سکتی ہے جناب! یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔ آپ جیسے آدمی کو ایسا سوال کرنا زیب نہیں دیتا۔"

"بکواس مت کرو۔" میں نے اسے جھڑک دیا۔ "میرا سامان کہاں ہے؟"

"گھر والی کے پاس ۔ ۔ ۔ مم ۔ ۔ ۔ میرا مطلب ہے اُن کے پاس جو آپ کے سامان کی حق دار ہیں۔"

میں چونک کر اُسے گھورنے لگا۔ غصے اور جھنجلاہٹ میں میں نے اُس کے قد و قامت پر غور نہیں کیا تھا۔ گو کہ وہ میرے لیے اجنبی تھا مگر شکل صورت سے وہ مقامی لگتا تھا لیکن کوئی بھی مقامی شخص میرے اور تہذیب کے رابطے میں اتنی بے تکلفی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اُس کی آواز پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ آواز بنا کر بولنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں کسی قدر مطمئن ہو گیا لیکن میں حیران بھی تھا تاہم میں نے ہر خیال ذہن سے جھٹک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ مجھے تفریح سوجھ رہی تھی۔ کار ایک سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میں کار کے کسی مناسب سی جگہ پہنچنے کا انتظار کرتا رہا۔

کافی دور چلنے کے بعد ایک چوراہے سے کار ایک مضافاتی سڑک پر مڑ گئی۔ یہ سڑک سنسان پڑی تھی۔ اس پر نشیب و فراز بہت زیادہ تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ڈرائیور کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ میں نے پستول کی نال اُس کی گدی سے لگا دی۔ پستول کی سرد نال نے ڈرائیور کو چونکا دیا اور کار کی رفتار میں اچانک ہی اضافہ ہو گیا۔

"یہ پستول ہے۔" میں نے غرا کر اس سے کہا۔

"کون سی ساخت کا ہے؟" ڈرائیور نے سوال کیا۔

"جس ساخت کا بھی ہے یہ آسانی گولیاں اگلتا ہے۔ کار روک کر سڑک کے کنارے لگا دو۔"

"کار روکنے میں دیر ہو جائے گی اور مس ایکس ۔ ۔ ۔"

"میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔" میرے لہجے کی سختی نے ڈرائیور کو مجبور کر دیا اور اُس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔

"سوئچ آف کر دو۔" میں نے اگلا حکم دیا اور اس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

"کار سے نیچے اُتر جاؤ۔" میں نے کہا۔

"دیر ہو رہی ہے سر! آپ کو پچھتانا پڑے گا۔"

"نیچے اُتر جاؤ ڈرائیور۔ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے اُس پر عمل کرو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ نیچے اُتر گیا۔ میں نے اُسے پستول کی زد پر لے رکھا تھا اور وہ کسی بھی طرح میرے نشانے سے نہیں بچ سکتا تھا۔

"اپنے کپڑے اُتار دو۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"جی؟" ڈرائیور نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"میں نے کہا ہے اپنے کپڑے اُتار دو۔" میں ڈپٹ کر بولا۔ "کیا میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟"

"لیکن سر پہلے تو آپ ایسی بُری عادتیں نہیں رکھتے تھے۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" میں نے کہا اور پستول کے ٹریگر پر اپنی انگلی کا دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔

"ٹھہریے جناب ٹھہریے۔" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "مم ۔ ۔ ۔ میں کپڑے اُتار رہا ہوں۔" اُس کے ہاتھ کوٹ کے بٹن پر پہنچے اور اس نے کوٹ اُتار کر میری طرف بڑھایا۔ وہ میرے اور اپنے درمیان کوٹ کی آڑ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ہاتھ بڑھا کر کوٹ اُس سے چھین لیا۔ وہ پلٹنے ہی والا تھا کہ میں نے ایک فائر کر دیا۔ گولی اُس کی پتلون کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ اُس نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا دیے۔ "یہ کیا کر رہے ہیں جناب۔" وہ چیخا۔ "آپ کو بیہودہ بوڑھے آدمی پر ترس نہیں آتا۔ آخر آپ مجھ پر کیوں ظلم کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "کمال ہے تم اسے ظلم کہہ رہے ہو۔ ابھی تو میں تمھارا لباس اُتروا دوں گا اور اس کے بعد تم اسی حالت میں کم از کم تین میل تک کار کے آگے آگے دوڑتے ہوئے چلو گے۔ تمھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ اس وقت ہم تفریح کے موڈ میں ہیں۔"

"یہ زیادتی ہے جناب۔" وہ احتجاجی لہجے میں بولا۔ "دوسرے کی بے عزتی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔"

"تمیز سے بات کرو بے لوب گستاخ شخص۔ تم میری تفریح کو زیادتی قرار دے رہے ہو۔ اب میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

وہ دھپ سے زمین پر بیٹھ گیا۔ "بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے دو چار گولیاں مار کر بے ہوش کر دیں۔ جی ہاں دو چار گولیوں سے تو میں صرف بے ہوش ہی ہو سکتا ہوں لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ میرے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہو رہی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "حد سے زیادہ چالاک بننے کے جرم میں۔" میں نے کہا۔

"لعنت ہے۔" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "میں کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ پہچان گئے نا چیف؟"

"اپنے اس پستہ قد کو کیا کرو گے جو ہر موقع پر تمھاری رسوائی کا سامان کر دیتا ہے؟"

"میں لمبے قد سے ہی مار کھا گیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کوٹ دیجیے۔" اس نے مطمئن ہو کر کہا۔

میں نے کوٹ اُس کی طرف اُچھال دیا۔ وہ کوٹ پہن کر میرا سامنے والی اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

"ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" اُس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "لو آپ نے کئی منٹ ضائع کرا دیے۔ میڈم انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"تم یہاں کیسے آ مرے؟" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارا تو یہاں آنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا؟"

"بس چیف میں نے آپ سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔" بڈھے نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ تو بار بار دھوکا دے جاتے ہیں اب میں علی گروپ کا ایک اہم رکن ہوں۔ آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے بھی کوئی بات ہوئی کہ میڈم کے ملتے ہی پرو دو کوڑی کا بھی نہیں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ میڈم کی خاطر کل کے سامنے بھی آپ نے مجھ کو نظر انداز کر دیا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے کس رویے سے اس حد تک تمھاری دل آزاری ہوئی ہے کہ تم مجھے چھوڑنے تک پر آمادہ ہو گئے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"آپ خود ہی بتائیے چیف! مجھے تنظیم آزادیٔ فلسطین یا علی گروپ سے کوئی دلچسپی تھی؟ میں تو صرف علی یار خان کا یار تھا اور اس تعلق کے صلے میں مجھے آپ سے بے رُخی کے سوا اور کیا ملا؟ کیا میں اتنا ہی گھٹیا آدمی ہوں کہ آپ نے مجھے کسی عام آدمی کی طرح نظر انداز کر دیا؟"

"مجھے افسوس ہے بڈھا! تمھیں چھوڑنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے تمھیں عام آدمی کی طرح سمجھ لیا ہو۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں چیف اور آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ آپ نے اگر آئندہ بڈھے کو اس طرح نظر انداز کیا تو آپ اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"اچھا اب زیادہ نخرے مت دکھاؤ اور یہ بتاؤ کہ تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تہذیب کا معاملہ ہے تو آپ خود کرتے رہتے ہیں چیف اور پوچھتے مجھ سے ہیں کہ تہذیب کہاں ہے۔ میرا کیا قصور ہے؟" بڈھے نے کہا اور کار کی رفتار بڑھا دی۔

مجھے اُس کے انداز پر ہنسی آ گئی پھر میں نے اُس سے پوچھا۔ "تم یہاں کب پہنچے بڈھے؟"

"میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اس وقت آپ کی ملازمت میں نہیں ہوں۔"

"او ہو۔ دماغ بہت زیادہ خراب ہو گیا ہے۔" میں نے اُسے گھورا۔

"میں اپنے رویے پر حق بجانب ہوں۔" بڈھے نے کہا اور کار ایک چوراہے سے بائیں سمت موڑ دی۔ اس سمت مضافاتی آبادی والا علاقہ نظر آ رہا تھا اور بڈھے کے اس سمت کار موڑنے کا مطلب یہ تھا کہ ہماری منزل قریب آ پہنچی ہے۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ چند سڑکیں مڑنے کے بعد اُس نے ایک مختصر سی عمارت کے سامنے کار روک دی۔ عمارت اتنی مختصر تھی کہ گاڑی اندر لے جانے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ وہ مکان شاید تین چار کمروں پر مشتمل رہا ہو گا جس کی بالائی منزل زیرِ تعمیر تھی۔

بڈھے نے کار سے اُتر کر گاڑی لاک کی۔ میں پہلے ہی گاڑی سے اُتر چکا تھا۔ وہ منہ پھلائے ہوئے مکان میں داخل ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ ہی چل پڑا تھا۔ داخلی دروازے کے بعد ایک مختصر سا برآمدہ تھا جس میں تین طرف دروازے کھلتے تھے۔ بڈھے نے سامنے والا دروازہ کھولا اور میں اُس کے ساتھ ہی اندر چلا گیا۔ وہ ڈرائنگ روم تھا اور اس میں اندرونی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بڈھے نے مجھ سے ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔

"تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کنیز حاضر ہے جہاں پناہ۔" اندرونی دروازے سے ایک حسین و جمیل نوخیز دوشیزہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ وہ تہذیب ہی تھی لیکن اُسے تہذیب کی حیثیت سے شناخت کرنا ناممکن تھا۔ تہذیب جس طرح سے کام کر رہی تھی وہ میرے لیے ناقابلِ یقین سا تھا۔ پہلے وہ مجھے ایک فاحشہ کے روپ میں ملی تھی اور اس وقت ایک ایسی لڑکی کے روپ میں تھی جسے دیکھ کر دل میں خود بخود گدگدی سی ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنی عمر سے دو سال چھوٹی نظر آ رہی تھی جو ظاہر ہے میک اپ کا کمال تھا۔ وہ ایک ایسی کم سن اور متناسب جسم کی مالک دوشیزہ نظر آ رہی تھی جو دیکھنے

والوں کو ایک ہی نگاہ میں اپنا اسیر کر لیتی ہے۔" میں نے ہوٹل کی طرف دیکھا اور مودبانہ سا منہ بنا کر بولا۔

"جانتا ہوں۔ اب مجھ سے رخصت ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ جانتا ہوں، چلا جاتا ہوں۔" وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے گزر کر باہر چلا گیا۔ میں ہنسنے لگا اور تہذیب میرے قریب آگئی۔

"اس منّو کو کیوں بلا لیا تہذیب؟" میں نے کہا۔

"میں نے نہیں بلایا بلکہ منّو خود ہی ہمارے پاس پہنچ گیا۔" تہذیب بولی۔ "لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہم نے اسے اپنے ساتھ ملا کر غلطی کی تھی۔ بیچارے غضب کی صلاحیتوں کا مالک ہے جس شخص کا کام کرنے پر آ جائے تو ایسے ایسے کارنامے سر انجام دے ڈالتا ہے جن پر مشکل سے ہی یقین آ سکے۔ کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ یہ خود ہی ہمیں تلاش کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ بہت ناراض تھا۔ کہتا تھا کہ ہم نے اُسے نظر انداز کر کے اچھا نہیں کیا اور وہ اپنی زندگی میں آخری بار اس مہم میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اس کے بعد ہماری اور اس کی راہیں جدا ہو جائیں گی۔"

"ہاں تہذیب! اس کے خلوص پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ "تم نے یہ میک اپ بڑی مہارت سے کیا ہے تہذیب۔"

"مجبوری ہے علی۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہاں آ کر جس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا ان میں میک اپ کیے بغیر گزارہ ہی نہیں تھا۔"

"میک اپ کے بغیر تمہارا گزارہ نہیں تھا اور اس میک اپ کو دیکھ کر میرا گزارہ نہیں ہو رہا، میں کیا کروں؟"

"میں سمجھی نہیں، تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"تمہیں دیکھ کر یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں کون ہوں اور کس مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔ بہت کچھ بھول جانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"تو بھول جاؤ نا علی۔" تہذیب نے شرماتے ہوئے کہا۔ "کون تمہیں یاد رکھنے کے لیے کہہ رہا ہے۔" وہ میرے برابر ہی آ بیٹھی۔ میں نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اس کے بعد کچھ دیر کے لیے ہم واقعی سب کچھ بھول گئے۔

"تم نے بہت جلدی مجھے اُس ہوٹل سے ہٹا لیا۔" خود فراموشی کے لمحات گزرنے کے بعد میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"تم یہ بتاؤ علی کہ اس سلسلے میں تم کہاں تک پہنچے؟" تہذیب نے مجھ سے جواباً سوال کیا۔

"یوں سمجھ لو کہ اب تک میں کچھ بھی نہیں کر سکا۔ دو قتل کیے اور چار مقتول دیکھے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے ایلزے فورے اور اس کے ساتھی کو قتل کر دیا اور یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لیے کہ ایلزے فورے بہت خطرناک آدمی تھا۔ اس کی حیثیت شیمرخ خاندان کے سربراہ کی سی تھی۔ تمہیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ شیمرخ خاندان یہاں کا پسماندہ ترین اور بدنام ترین خاندان ہے۔ اس میں اکثریت جرائم پیشہ افراد کی ہے مگر ان میں سے کوئی بھی صاحب حیثیت نہیں ہے۔ ڈی نوبر اپنے خاندان کو اس پسماندگی سے نکالنے کے ارادے سے یہاں آیا تھا اور ایلزے فورے اس کا بھرپور طریقے سے ساتھ دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ڈی فوسٹر کے ساتھ ہیں لیکن ایلزے سب سے زیادہ خطرناک تھا اور اسی لیے اس کا راستے سے ہٹ جانا ضروری تھا لیکن تم نے جن چار مقتولوں کی بات کی ہے علی، میں اُن سے ناواقف ہوں۔"

"ایلزے فورے نے مجھے ایور گرین کے ہٹ نمبر ستر کا پتا دیا تھا جہاں ڈی فوسٹر مقیم تھا مگر وہاں مجھے کے جی بی کے چار ایجنٹوں کی لاشیں ملیں جنھیں نہایت سائنٹیفک طریقے سے ہلاک کیا گیا تھا۔"

"اگر تم سمجھ رہے ہو کہ انھیں ڈی فوسٹر نے ہلاک کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ اس کے ذمے دار کچھ اور لوگ ہیں علی۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

تہذیب ہنسی۔ "یہی تو پُر لطف بات ہے علی! اس ہنگامے والوں کا براہ راست ٹکراؤ ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم تو مجھ سے اتنے فاصلے پر بیٹھی ہوئی ہو۔"

"شرارت نہیں علی۔" تہذیب جھینپ کر بولی۔ "یہ حقیقت ہے کہ اس بار میں تم سے مقابلہ کر رہی ہوں۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو تم بھی سن لو کہ میں تمہارے مقابلے میں شکست کا اعلان کر رہا ہوں۔"

"تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ ہمارے درمیان جھگڑا ہونے لگا۔" تہذیب نے منہ بنا کر کہا۔

"کیوں بھئی؟"

"میں تمہیں شکست تو نہیں دینا چاہتی۔"

"لیکن میں تم سے شکست کھانا چاہتا ہوں۔"

"اس طرح نہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "میدان میں آ کر فیصلہ ہو گا اور فیصلہ اسی صورت میں ہو گا جب بھرپور مقابلہ کیا جائے۔"

"یہ کام شاید میں کبھی نہ کر سکوں۔" میں نے کہا۔ "تم ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کے بارے میں تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ ان لوگوں کی ہلاکت کا ذمے دار نہیں ہے۔"

"یہ میری اپنی معلومات ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "کے جی بی کے ہلاک ہونے والے چاروں ایجنٹ بھی کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ وہاں کیسے پہنچ گئے۔ ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ چکر چل رہا ہے۔ امریکا سے فارمولا چرا کر فرار ہوتے وقت ڈی فوسٹر نے کوئی باقاعدہ پلاننگ تو کی نہیں تھی۔ شاید وہ جذباتی ہو گیا ہو گا اور اس نے سوچا ہو گا کہ وہ امریکا کے اس اہم راز کو کسی ملک کے ہاتھوں فروخت کر کے بہت بڑی دولت حاصل کر لے گا اور اپنے خاندان کی مدد کرے گا۔ اس بے وقوف کو اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ اس طرح دولت کمانا کتنا مشکل ہے تو شاید وہ کبھی یہ حرکت نہ کرتا۔"

"تمہارا تجزیہ درست ہے تہذیب لیکن مجھے ایک بات پر سخت حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"یہ بات ایلزے فورے کے علم میں کیسے آ گئی کہ ہم لوگ لوشیل میکائیل کے لیے کام کر رہے ہیں؟"

"واقعی یہ بات بڑی تعجب خیز ہے اور ایلزے فورے کی موت کے بعد تو شاید اس سوال کا جواب کبھی نہ ملتا لیکن میں تمہیں اس سوال کا جواب فراہم کر سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کہاں چلیں؟" میں نے اسے ٹوکا۔

"میں اکیلی نہیں جا رہی بلکہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ۔" وہ اندرونی دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ وہ مجھے مکان کے عقبی حصے میں لے گئی جہاں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اوپر کی زیر تعمیر منزل پر پہنچ کر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

میں حیران تھا کہ تہذیب مجھے آخر کیا دکھانا چاہتی ہے۔ جس کمرے میں وہ مجھے لے گئی تھی اس کی دیواریں پلاسٹر اور رنگ و روغن سے محروم تھیں۔ تہذیب نے کمرے کے ایک کونے میں موجود کسی چیز کے اوپر سے ڈھیر پڑا ہوا ترپال ہٹا دیا۔ اس ترپال کے نیچے سے برآمد ہونے والی چیز کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ ایک انسانی جسم تھا۔ مُردہ انسانی جسم۔

میں حیرت سے اس انسانی جسم کو دیکھ رہا تھا۔ تہذیب نے کمرے کی کھڑکی کھول دی جس کی وجہ سے کمرے میں زیادہ روشنی آنے لگی اور میں نے اسے فوراً ہی پہچان لیا۔ اسے پہچان کر میرے ذہن کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ وہ لوشیل میکائیل کا ملازم تھا جو روبوٹ کے انداز میں چلتا تھا اور اپنی مشینی چال کی وجہ سے ہی دوسروں کی توجہ کا مرکز بنتا تھا۔

"تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا علی کہ ایلزے فورے کو ہماری یہاں آمد اور ہمارے مقاصد کے بارے میں کیسے علم ہوا تھا؟" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے سخت حیرت ہو رہی ہے تہذیب! میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ شخص مجرم ثابت ہو گا۔"

"یہ صرف مجرم ہی نہیں ہے علی، اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کا تعلق شیمرخ خاندان سے ہے۔"

"لعنت ہے لوشیل میکائیل پر۔" میں جھنجلا کر بولا۔ "کم بخت ایسے شخص کو اپنا دست راست بنا رکھا تھا۔ اب تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ہارورڈ رابیل تک کو ہمارے بارے میں علم ہو۔"

تہذیب کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ اس نے کم از کم ہارورڈ رابیل سے تو ہرگز رابطہ قائم نہیں کیا ہو گا کیونکہ اس طرح حکومت امریکا کو اس سارے معاملے کی بھنک پڑ سکتی تھی اور پھر ظاہر ہے کہ ڈی فوسٹر کی ناکامی یقینی تھی۔"

"تو کیا یہ شخص بھی ڈی فوسٹر کی مدد کر رہا تھا؟"

"اس کے علاوہ ایلزے فورے کی معلومات کا اور کیا ذریعہ ہو سکتا تھا۔ وہاں سے پوری کہانی سننے کے بعد یہ یہاں پہنچ گیا اور ہم ایلزے فورے کی نگاہ میں آ گئے۔"

"مگر تہذیب! یہ تو مردہ ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کی ہلاکت کا ذمے دار کون ہے؟"

"میں نے خود اسے ہلاک کیا ہے علی۔ ابھی تو اس نے صرف ایلزے فورے کو ہمارے بارے میں مطلع کیا تھا لیکن جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ ایلزے فورے اب اس دنیا میں نہیں رہا، میں نے ضروری سمجھا کہ اسے بھی ہلاک کر دیا جائے ورنہ یہ کچھ اور لوگوں کو ہمارے بارے میں بتا دیتا اور یہاں ہمارا کام کرنا ناممکن ہو جاتا۔"

"بہرحال یہ بُرا ہوا کہ ایلزے فورے مارا گیا۔" میں نے کہا۔ "اب ڈی فوسٹر تنہا رہ گیا ہے۔ کہیں وہ کسی پارٹی کی بھینٹ نہ چڑھ جائے۔"

"نہیں علی! ہمارا یہ اندازہ غلط تھا کہ ڈی فوسٹر بے یار و مددگار اور بالکل ہی بے دست و پا ہے۔ درحقیقت اس نے خود بھی اپنی حفاظت کے کچھ انتظامات کر رکھے ہیں، تبھی تو برلن کے روسی، فرانسیسی اور امریکی حکومت کے ایجنٹوں کا اکھاڑا بنے ہونے کے باوجود وہ ابھی تک محفوظ ہے۔"

"امریکی ایجنٹ بھی میدان میں ہیں؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، لیکن یہ حکومت امریکا کے ایجنٹ نہیں ہیں بلکہ ہارورڈ

ہے۔ انھیں میں اپنے ذاتی اخراجات پر یہاں بھیجا ہے تاکہ ڈی فوسٹر کو تلاش کر کے اُس سے وہ مملکت فارموسے واپس حاصل کر لے جائیں۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو چکما دے کے یہاں سے نکل گیا ہے۔"

"کون؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ڈی فوسٹر۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بڑی صفائی سے اُن سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار ہو گیا ہے۔"

میں حیرت سے تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی حاصل کردہ معلومات قابل رشک تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اس نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہوگا ورنہ یہ معلومات حاصل کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"اب اصولاً مجھے تم سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ یہ معلومات تمھیں کس طرح حاصل ہوئیں؟" میں نے کہا۔

تہذیب ہنسنے لگی۔ "ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہے علی۔" اُس نے کہا۔ "اور میں نے اسی لیے تمھیں ہوٹل سے یہاں بلوایا ہے۔"

"کہاں چلنا ہے؟"

"یہ بھی بتا دوں گی۔ پہلے تم کچھ دیر آرام کر لو اس کے بعد تمھارے چہرے پر بھی تبدیلیاں کی جائیں گی۔"

"بہت خوب۔" میں نے کہا۔ "گویا اپنے بعد اب تم میرے چہرے پر اپنے ہاتھوں کے کمال کا مظاہرہ کرو گی؟"

اس کے بعد بڑی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر کچھ دیر آرام کے بعد تہذیب میرے چہرے پر میک اپ کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ میک اپ کے دوران مجھے آئینہ دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے خود کو تہذیب کے حوالے کر دیا۔ وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک میرے چہرے پر مصروف عمل رہی۔ مجھے قطعی اندازہ نہ ہو سکا کہ میرا چہرہ تبدیلیوں کے کن مراحل سے گزر رہا ہے۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد میک اپ اختتام کو پہنچا اور تہذیب نے مجھ پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کے بعد آئینہ میری طرف بڑھا دیا۔ آئینہ دیکھ کر میرے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ابل پڑا۔

"غالباً یہ میری اُس بات کا ردعمل ہے جو میں نے تم سے کہی تھی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تہذیب نے مجھے ایک پرکشش نوجوان بنا دیا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے علی۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ "بلکہ یہ ایک جانی پہچانی صورت ہے اور وقت کی ضرورت ہے۔"

"کس کے لیے؟" میں نے کہا۔

"یہ بات ابھی صیغۂ راز میں رہے گی۔" تہذیب بولی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس بار تم بے حد پُراسرار نظر آ رہی ہو اور تمھارے انداز میں زبردست خود اعتمادی ہے۔"

"تمھاری یہ بات میں تسلیم کرتی ہوں لیکن اس کی بھی ایک وجہ ہے۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔

"وجہ بتائی جائے گی یا وہ بھی صیغۂ راز میں رہے گی؟"

"وجہ ضرور بتائی جائے گی علی! اس کے بغیر تو بات ہی نہیں بنے گی۔ وجہ یہ ہے کہ تم نے ہمیشہ بڑے بڑے کام تنہا سرانجام دیے ہیں۔ کسی مہم میں اگر مجھے شریک کیا بھی تو صرف اس حد تک کہ ساتھ لے گئے اور ساتھ لے آئے۔ کام سارے تم نے خود ہی کیے۔ اگر کہیں میری ضرورت پڑ بھی گئی تو مجھ سے کام لے لیا ورنہ میری حیثیت... اس بار میں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں خود بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ اتفاق سے ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے اُس کے تحت یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم یکجا ہی رہ کر کام کریں بلکہ عام طور پر ہمیں الگ الگ رہ کر کام کرنا ہوگا۔ اس سے ہم کم وقت میں زیادہ کام مکمل کر سکیں گے اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خود میرے اندر کتنی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ تمھیں بھی اندازہ ہو جائے گا کہ تم ناحق میرے لیے پریشان رہتے ہو۔"

"جو حکم ملکۂ عالیہ۔" میں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اس کنیز کو ملکۂ عالیہ کہہ کر شرمندہ نہ کریں عالم پناہ۔" تہذیب نے ترکی بہ ترکی کہا اور ہم دونوں ہی ہنس پڑے۔

"ٹھیک ہے جیسی تمھاری مرضی۔ تم کہتی ہو تو میں مانے لیتا ہوں ویسے بھی میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس بار تمھاری ماتحتی میں ہی رہ کر کام کروں گا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے بعد ساری زندگی میں جو تمھاری ماتحتی میں رہنے کو تیار ہوں۔" تہذیب نے شرارتی انداز میں مسکرا کر کہا۔

ہم اسی روز وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ہماری اگلی منزل مغربی جرمنی ثابت ہوا۔ ڈنڈ بھی ہمارے ساتھ تھا مگر اس نے اپنا میک اپ برقرار رکھا تھا۔

میرا یہ اندازہ غلط نکلا کہ ہماری منزل مغربی برلن ہے۔ اس لیے کہ مغربی برلن سے بس کے ذریعے ہم ہمبرگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ شاید تہذیب بالکل ایکس ہمبرگ ہی جانا چاہتی تھی۔ ویسے تو پہلے ہی لاتعلقانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا اور اب میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تہذیب سے کسی قسم کا کوئی سوال نہ کیا تھا۔ بات تو ایک ہی تھی، کام وہ کرتی یا میں کرتا، میں تو اسے اپنے وجود کا ایک حصہ تسلیم کر ہی چکا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یقین تھا کہ وہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔

ہم یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ پہنچ گئے۔ تجارتی فوجی، بار بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں میلوں تک لنگر انداز دکھائی دے رہی تھیں۔ گودی میں بے شمار ملاح گھومتے نظر آ رہے تھے۔ بندرگاہ پر موجود حسین لڑکیاں اُن کی توجہ کا مرکز تھیں۔

وہاں سے گزرنے کے بعد ہم ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں پہنچے۔ تہذیب نے وہاں دو کمرے کرائے پر حاصل کیے۔ ایک ڈنڈ کو دے دیا گیا اور دوسرے میں ہم دونوں براجمان ہو گئے۔

"مجھ سے آئندہ پروگرام کے بارے میں تم نہیں پوچھو گے علی؟" کمرے میں سامان ترتیب سے رکھا جا چکا تو تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"پوچھنے کو جی تو چاہ رہا ہے چندا لیکن...." میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

تہذیب چند لمحے میرے بولنے کی منتظر رہی مگر جب میں نے چپ سادھے رکھی تو اس سے رہا نہیں گیا۔ "تم کیا کہہ رہے تھے علی؟"

"میں کہہ رہا تھا کہ جی تو چاہتا ہے معلوم کرنے کو مگر اس خیال سے رک جاتا ہوں کہ کہیں یہ بھی صیغۂ راز میں رکھنے کی بات نہ ہو۔"

"نہیں۔" تہذیب نے ہنس کر کہا پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ "دراصل ڈی فوسٹر کا ایک خفیہ منصوبہ میرے علم میں آیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ دوسرے اس سے لاعلم ہوں گے لیکن یہ ممکن ہے کہ انھیں ابھی پورے طور پر ڈی فوسٹر کے پروگرام کی تفصیل نہ معلوم ہو سکی ہو۔ یہاں کئی گروہ خلاف قانون سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور خفیہ طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ شیفرنج خاندان کا ایک فرد کنگ اٹلس جو یہاں رہتا ہے، اُس کا بھی ایک گروہ ہے جو کنگ کے نام سے مشہور ہے اور پہاڑی کیمپنگ میں سب سے بڑا اجارہ کیا جاتا ہے۔"

"پہاڑی کیمپنگ؟"

"ہاں یہاں کیمپنگ ٹھیکے پر ملتی ہے۔ ان کیمپوں میں منشیات اور دیگر ممنوعہ اشیاء کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہر کیمپ کی ٹھیکے داری کسی ایک شخص کے پاس ہوتی ہے جو اپنے علاقے میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمے دار ہوتا ہے اور اپنے علاقے میں اُس کی اجارہ داری ہوتی ہے۔ ڈی فوسٹر کو شاید یہ احساس ہو گیا تھا کہ مشرقی جرمنی میں سخت پابندیوں کے باعث وہ اپنے کام کی تکمیل نہیں کر سکے گا۔ کمیونسٹ بلاک کے کسی ملک میں بھی رہ کر اس قسم کا کام کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ یہ احساس ہوتے ہی اُس نے مشرقی جرمنی چھوڑا اور مغربی جرمنی آ گیا۔ یہاں آ کر وہ کنگ اٹلس سے ملا۔ اب مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ کنگ اٹلس اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے لیکن اندازہ یہی ہے کہ اب ڈی فوسٹر کنگ اٹلس کے سہارے اپنا کام آگے بڑھائے گا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ڈی فوسٹر کو ایلینور فورسے کی موت کا علم ہو گیا ہو اور اس نے اسی لیے راہِ فرار اختیار کی ہو۔" میں نے کہا۔

"بالکل، یہ بات ممکنات میں سے ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ایک امکان یہ بھی ہے کہ غیر ایلینور فورسے نے ڈی فوسٹر کو کنگ اٹلس سے کام لینے کی راہ سجھائی ہو۔ اس سلسلے میں ساری ہی باتیں قیاس کی حدود میں ہیں تاہم یہ بات یقینی ہے کہ ڈی فوسٹر وہاں نہیں، یہاں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سر ہلایا۔ "مجھے تو یہ بتاؤ کہ میرے لیے آئندہ حکم کیا ہے؟"

"اب ایسی باتیں بھی کرو گے علی۔" تہذیب افسردہ ہو گئی۔

"کمال ہے جیتی! جہاں تک تعاون کی بات ہے میں ہر ممکن تعاون کر رہا ہوں۔ اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"تمھارا انداز ایسا ہے علی، جیسے تم اس طرح کام کرنے میں اپنی ہتک محسوس کر رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو تہذیب! اس کے برعکس اس بار کسی کی ماتحتی میں کام کرنے میں جو لطف آ رہا ہے وہ تنہا کام کرنے میں کبھی نہیں آیا۔ ظاہر ہے میں کسی غیر کی ماتحتی میں تو کام کر نہیں رہا، جس کی ماتحتی میں کام کر رہا ہوں اُسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ ویسے بھی میں تمھاری کارکردگی کو قریب سے دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔"

"یہ سب باتیں دل سے کہہ رہے ہو علی؟"

"کہہ تو زبان سے رہا ہوں مگر نکل دل سے رہی ہیں۔"

"اچھا تو پھر ایک وعدہ کرو۔" تہذیب نے کہا۔

"میں وعدہ کرنے کو تیار ہوں۔" میں خلوص دل سے بولا۔

"اگر کہیں مجھے غلطی کرتے دیکھو تو ٹوک دینا تاکہ میری اصلاح ہو سکے۔"

"تمھیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی تہذیب! یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ میں تمھیں غلطی کرتے دیکھوں اور خاموش رہوں۔"

اس کے بعد میں کافی دیر تک تہذیب سے کیمپنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر میں نے اُس سے اُس میک اپ کے بارے میں پوچھا جو اُس نے میرے چہرے پر کیا تھا۔

"ہم یہاں آئے ہیں تو ہمیں کام کرنے کے لیے کنگ اٹلس

سے قریب ہونا پڑے گا اور جو میک اپ ہم دونوں کے چہروں پر ہے یہ اس سلسلے میں ہماری مدد کرے گا۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وجہ یہ ہے کہ ہم دونوں اس کے بہت ہی گہرے دوست مسٹر فیرکس کی اولاد ہیں۔ مسٹر فیرکس مر چکے ہیں اور ہم دونوں طویل عرصہ قبل ساؤتھ امریکا جا کر وہیں آباد ہو گئے تھے۔ اپنے آنجہانی دوست کی اولاد کو دیکھ کر کنگ اٹلس کتنا خوش ہوگا اس کا تم اندازہ کر سکتے ہو۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم بھی تھوڑا بہت ڈراما کر لیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

"سمجھ بھی رہا ہوں اور شدت حیرت سے پاگل بھی ہوا جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں یہ بات مانے لیتا ہوں کہ تمہیں ایلنے فورے یا ڈی فوسٹر کے کسی آدمی کے ذریعے کچھ ایسی باتیں معلوم ہو گئی ہوں گی جن سے تم نے یہ اندازہ لگا لیا ہو کہ ڈی فوسٹر یہاں آیا ہے اور اب کنگ اٹلس کا مہمان ہے لیکن کنگ اٹلس کی تاریخ، اس کے دوستوں اور رشتے داروں کے بارے میں تفصیلات حاصل کر لینا میرے لیے ناقابل یقین سی بات ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم مجھے دانتوں میں انگلیاں دبانے پر مجبور کر دو۔"

"یہ اتنی حیران کن بات تو نہیں ہے علی! میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ویسے بھی کوئی گھریلو لڑکی تو ہوں نہیں۔ طویل عرصے تک گریٹ ہوٹلوں میں کام کر چکی ہوں۔"

"تو میں نے تمہاری اس حقیقت سے کب انکار کیا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے باوجود بھی تمہاری کارکردگی حیران کن ہے۔"

"گویا جو کچھ میں کر رہی ہوں تم اس سے مطمئن ہو؟" تہذیب نے پوچھا۔

"مطمئن تو بہت ہلکا لفظ ہے کوئی بھاری بھرکم لفظ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

تہذیب کی فراہم کردہ اطلاعات میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لی تھیں۔ ڈی فوسٹر سے وہ فارمولا حاصل کرنے کے لیے تین پارٹیاں سرگرداں تھیں۔ باروت رابیل کا گروہ، روسی کے جی بی اور فرانسیسی سیکرٹ سروس۔ چوتھی پارٹی ہم دونوں تھے جو ڈوشیل یا کائل کے لیے کام کر رہے تھے۔ فرانسیسی سیکرٹ سروس کا کوئی فرد ابھی تک میری نگاہ میں نہیں آ سکا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ اپنے چار ایجنٹوں کے مارے جانے کے بعد کے جی بی والے خاصے چوکس ہو گئے ہوں گے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

"کیا ابھی تک ڈی فوسٹر والے معاملے میں اسرائیلی ایجنٹ میدان میں نہیں اترے؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"ممکن ہے انھوں نے اپنی کوششیں شروع کر دی ہوں لیکن مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"میں مان نہیں سکتا کہ موساد کے ایجنٹ اس معاملے سے الگ رہ سکیں گے۔ تاہم یہ تمہارا کیس ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر تم اجازت دو تو میں ذرا گھوم پھر کر ہمبرگ کی سیر کر لوں؟"

"فی الحال مجھے تم سے کوئی کام نہیں لینا لہٰذا تم جس طرح چاہو وقت گزار سکتے ہو۔"

میں تہذیب کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔ ہمبرگ کی سڑکوں پر سیاحوں کی افراط تھی۔ شبینہ کلبوں، ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر ننگیں پوسٹر اور تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک علاقے میں ایسے شوروم بھی نظر آئے جہاں شوکیسوں میں شیشے نہیں تھے اور ان میں اشیاء کے بجائے عورتیں سجی ہوئی تھیں۔ دعوت گناہ دیتی ہوئی عورتیں جن کی آنکھوں میں ہوس کے شعلے روشن تھے۔ انھیں دیکھنے والوں میں بڑی تعداد سیاحوں کی تھی جن کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے تھا۔ وہ ایک دوسرے کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہر شوروم میں جھانک کر اشیا کی قیمت کا اندازہ کرنے میں مگن تھے۔

میں زیادہ دیر ہمبرگ نہ دیکھ سکا اور ہوٹل واپس آ گیا۔ تہذیب موجود نہیں تھی۔ میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے ہوٹل واپس پہنچی اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کھانے کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ میں بھی کھا چکی ہوں۔ ویسے ہمارا پہلا دن خاصا کامیاب رہا۔ میں نے کافی معلومات حاصل کر لی ہیں اور کل کا دن ہم دریائے ایلبا کے کنارے گزاریں گے۔"

"کیا ہم ایک دن تفریح میں گزار کر ضائع کر دیں گے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" تہذیب مسکرا کر بولی۔ "دریائے ایلبا کے کنارے کنگ اٹلس کا کیمپ ہے۔"

"کنگ اٹلس؟" میں نے چونک کر کہا۔ "وہی تو نہیں جس کے بارے میں تم نے مجھے بتایا تھا؟"

"بالکل وہی کنگ اٹلس۔" تہذیب مسکرائی۔

"گویا تم کنگ اٹلس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے آئی ہو؟" میں نے کہا۔

"ہاں علی! اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو کنگ اٹلس ہماری تمام مشکلات کا حل ثابت ہوگا۔"

"میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تہذیب بھی مسکرانے لگی۔

"دریائے ایلبا تک سفر کرنے کے لیے میں نے ایک محفوظ ذریعہ بھی منتخب کر لیا ہے۔" تہذیب بولی۔

"میں پوچھنے ہی والا تھا۔" میں نے کہا۔

"ٹیوب ٹرین کے ذریعے ہم ایک قصبے تک سفر کریں گے اور وہاں سے آگے کا سفر پیدل ہی طے کرنا ہوگا۔ سفر کے لیے دوسرا کوئی آرام دہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح ہم دشمنوں کی نظروں میں۔۔۔"

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تو پھر میں بڈ کو بھی اسی وقت اطلاع دے دوں؟"

"اسے ساتھ لے جاؤ گی؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔" تہذیب نے کہا۔

اتفاق سے بڈ اپنے کمرے میں ہی مل گیا جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔

"بڈ تیار ہے چیف۔" بڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "کہاں جانا ہوگا؟"

"دریائے ایلبا۔" میں نے کہا اور بڈ اچھل پڑا۔

"مذاق کر رہے ہو چیف؟" اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا۔

"کیوں؟" میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں چیف۔" بڈ اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں اس وقت چلنے کو تیار ہوں۔"

"اس وقت نہیں، صبح۔" میں نے کہا اور بڈ نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔

اگلے روز دریائے ایلبا کی طرف روانہ ہوتے وقت بڈ نے ایک آنکھ دبا کر مجھ سے کہا۔

"چیف میرے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہے کبھی کبھی اس کی پابندی بھی کر لیا کرو۔ بڈ جیسا وفادار شخص تمہیں کہیں نہیں ملے گا لیکن وفاداروں کو زندہ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔"

"کیا قیامت ٹوٹی ہے تم پر؟" میں نے سوال کیا۔

"تم وہاں جاتے ہی تو کام شروع نہیں کر دو گے اس لیے مجھے دریائے ایلبا کے کنارے ایک دن گزارنے کی اجازت ضرور دے دینا۔"

"کیوں وہاں کیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں، بس ایک دن آزادی کے ساتھ گزار کر یہ احساس کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابھی زندہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تم زندہ رہو۔ مجھے اس پر بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

ہم لوگ زیر زمین ٹرین میں بیٹھ کر شہر سے دس میل کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹے سے مضافاتی اسٹیشن پر اتر گئے جو ٹیوب ٹرین کا آخری اسٹاپ بھی تھا۔ قصبے کی بڑی سڑک کے سرے سے بائیں جانب ایک کچی پگڈنڈی نیچے کھیتوں میں اتر گئی تھی۔ اس پگڈنڈی کا اختتام پر دریائے ایلبا تھا۔

ہم نے سیاحوں کی مانند اپنا سامان اٹھا رکھا تھا اور پیدل چل رہے تھے۔ پگڈنڈیاں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں اور ان پر رنگ برنگے لباسوں میں سیاح تیزی سے سفر کر رہے تھے جن میں بچے بوڑھے اور عورتیں بھی شامل تھے۔ سیاح بار بار کھیتوں میں اتر جاتے اور وہاں سے رنگ برنگے پھول توڑ لاتے۔

موسم خوشگوار تھا۔ حد نگاہ تک کھیتوں کے سلسلے دھوپ میں چمک رہے تھے۔ آبادی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے۔ تہذیب نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"علی! دریائے ایلبا۔"

میں نے اس کے اشارے کی سمت نگاہ دوڑائی۔ کافی فاصلے پر دریائے ایلبا کا پرسکون پانی میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ دریا کی گزرگاہ کے پہلو میں بے شمار بادبانی کشتیاں ساکت کھڑی نظر آئیں جن کے بلند مستول بادبانوں سے خالی تھے۔ بعض پر بادبان بھی نظر آ رہے تھے۔ دریا پر لکڑی کے تختوں کا ایک مضبوط پل بنا ہوا تھا۔ تمام کشتیاں اسی پل سے بندھی ہوئی تھیں۔ میں کافی دیر تک ادھر دیکھتا رہا پھر جیسے ہی دوسری طرف دیکھنا چاہا تو تہذیب نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے میری آنکھوں پر کیوں ہاتھ رکھ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"اس طرف دیکھنا منع ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟" میں نے اس کا ہاتھ آنکھوں سے ہٹا کر ہونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بس میں جو منع کر رہی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور شرمائے ہوئے سے انداز میں دوسری طرف مڑ گئی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے تہذیب کو حیرت سے دیکھا اور پھر اس طرف دیکھنے لگا جدھر دیکھنے کے لیے اس نے مجھے منع کیا تھا۔ وہ دریا کا دوسرا کنارہ تھا اور گو وہاں سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ذرا سا غور کرنے پر ساری صورت حال مجھ پر

واضح ہوگئی۔ اُس کنارے سے پیراکی کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ وہ بات جس کی وجہ سے تہذیب مجھے اُس طرف دیکھنے سے روک رہی تھی یہ تھی کہ وہ سب کے سب فطری لباس میں تھے۔ انھیں دیکھ کر ابتدائی دور کے وحشی انسان کی یاد تازہ ہوجاتی تھی جسے اپنی سترپوشی کا شعور تھا ہی نہیں۔

تہذیب کی طرح مجھے بھی یہ بدتہذیبی پسند نہیں تھی اس لیے میں اُس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیلے سے نیچے اُتر آیا۔ "کیا ہمیں بادبانی کشتی سے سفر کرنا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!" تہذیب نے جواب دیا۔ "ہمیں دریا عبور کرنا ہوگا۔ کیمپنگ اُس طرف ہے۔"

بادبانی کشتی میں دریا کا وسیع پاٹ عبور کرتے ہوئے وہ گھناؤنا منظر بہت قریب سے نظر آتے جن کی وجہ سے تہذیب نے مجھے اُدھر دیکھنے سے منع کیا تھا۔ تہذیب اس طرح بیٹھی تھی کہ اُس کی نگاہ اُن مناظر پر پڑنے نہ پائے۔ میں نے بھی تہذیب کا ساتھ دیا تھا لیکن بڈ کو روکنے کا ہمارے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔ وہ ہمارے برابر ہی بیٹھا آنکھیں پھاڑے اُسی سمت گھورے جا رہا تھا۔ بادبانی کشتی کا سفر جاری رہا اور بالآخر ہم دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی ہم نے بادبانی کشتی کو رکوایا اور وہیں اُتر گئے۔ ملاحوں نے ہمیں حیرت سے دیکھا۔ اس لیے کہ یہاں آنے والے پہلے اُن مناظر سے لطف اندوز ہوتے تھے جن سے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے اور جب اُن کے سفلی جذبات کی تسکین ہوجاتی تھی تب وہ کسی کیمپنگ کا رُخ کرتے تھے اور خود کو منشیات میں غرق کردیتے تھے۔

"ہم لوگ یہاں کیوں اُتر گئے چیف؟" بڈ نے حیرت سے سوال کیا۔ "ہمارے علاوہ تو کوئی بھی کشتی سے نہیں اُترا۔"

"میرے بجائے یہ سوال تم انچارج سے کرتے تو بہتر ہوتا۔" میں نے کہا۔ "ویسے بھی اب تم میری ملازمت میں نہیں ہو۔"

"کوئی بات نہیں چیف۔ میں میڈم سے پوچھ لیتا ہوں۔" بڈ نے بڑے سکون سے کہا۔ "کیوں میڈم؟"

"ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں، دوسرے لوگوں کا مقصد تفریح ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کام کے ساتھ ساتھ اگر تھوڑی بہت تفریح بھی ہوجاتی ہے تو کیا حرج ہے؟" بڈ بولا۔

"تفریح ہمیشہ کام کے بعد اچھی لگتی ہے۔" تہذیب نے کہا اور ہم اپنی منزل کی طرف چلنے لگے۔

یہ علاقہ بھی سرسبز تھا۔ حد تو یہ تھی کہ بھورے پتھروں کی ڈھلانیں اور اونچی اونچی چٹانیں بھی سبزے سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ ہمیں بہت دور تک پیدل چلنا پڑا۔ ہماری مطلوبہ کیمپنگ ایک چھوٹی سی وادی میں تھی جس کا تعلق کنگ اٹلس سے تھا۔ تہذیب نے اُس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی ہماری مطلوبہ جگہ معلوم ہوتی ہے۔"

"ایسا ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ یہ علاقہ کتنا خوب صورت ہے تہذیب! حسین قدرتی مناظر سے بھرپور۔"

"ہاں مگر تہذیب سے عاری ہے۔" تہذیب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"چلو ہم یہاں کسی اخلاقی مشن پر نہیں آئے ہیں۔ کیا خیال ہے براہِ راست کنگ اٹلس سے ملو گی؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں ٹینٹ بہ کثرت لگتے ہیں اور اطمینان قیام کے لیے موزوں جگہ بھی مل جاتی ہے۔"

"کیا یہاں قیام کرنے کے لیے کسی قسم کی پابندیاں ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"نہیں، یہاں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس کا جہاں جی چاہے پڑا رہے۔"

"تو میرے خیال میں زیادہ بہتر یہ رہے گا کہ ہم پہلے کسی جگہ پڑاؤ ڈال کر حالات کا جائزہ لے لیں۔" میں نے کہا۔

"میرا پروگرام بھی یہی ہے۔" تہذیب بولی۔ "پہلے ہم چوبیس گھنٹے یہاں رُک کر علاقے کا جائزہ لیں گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ کنگ اٹلس تک رسائی ہمارے لیے سود مند ثابت بھی ہوگی یا نہیں۔ اُس کے بعد ہی کنگ اٹلس سے ملنے یا نہ ملنے کا فیصلہ کرنا مناسب ہوگا۔"

بڈ نے ہماری بات اُچک لی۔ "اگر اجازت ہو میڈم تو میں اپنا ٹھکانا الگ بنا لوں؟"

"ہم یہاں ساتھ آئے ہیں اور ساتھ ہی رہیں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "الگ رہنے کی کیا تُک ہے؟"

"دراصل چیف کہتے ہیں کہ میں ہر وقت اُن پر مسلط رہنے کی کوشش کرتا ہوں جب کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ لوگوں کو قربت کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کروں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو تم!" تہذیب جھنجھلا کر بولی۔

"ایک اچھے دوست کی حیثیت سے بھی میرا یہ فرض بنتا ہے میڈم۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ آپ دونوں بہت کم ایک دوسرے سے قریب رہ پاتے ہیں۔"

تہذیب نے جھنجھلائے انداز میں بڈ کو دیکھا اور ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "تم جہاں چاہو جاکر مر سکتے ہو۔"

"شکریہ میڈم! بہت بہت شکریہ۔" بڈ نے احترام سے جھک کر کہا اور ایک جانب دوڑتا چلا گیا۔ تہذیب اُس پر بگڑی تھی۔

میں اور تہذیب آگے بڑھ گئے۔ کئی مقامات پر چھوٹے چھوٹے کیبن نظر آرہے تھے جہاں سے منشیات سپلائی کی جاتی تھیں۔ ایک جگہ کافی بڑی چوبی عمارت بھی نظر آئی۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے خیموں کا پورا شہر آباد تھا۔ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے کھلے آسمان تلے قیام کرنے کو ترجیح دی تھی۔ بڑھی ہوئی داڑھیوں، بکھرے ہوئے بالوں، بے رونق چہروں اور بوسیدہ لباس والے افراد گروہوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان تمیز کرنا مشکل تھا تاوقتیکہ انھیں بہت غور سے نہ دیکھا جائے۔ تہذیب اور میں اُن کے درمیان سے گزرتے ہوئے آخر اُس جگہ پہنچ گئے جہاں سے خیمے کرائے پر حاصل کیے جاسکتے تھے۔ ہم نے ایک چھوٹی سی چھولداری معمولی کرائے پر حاصل کرکے ایک خالی جگہ نصب کرلی۔ اطراف میں اور بھی بہت ساری چھولداریاں بکھری ہوئی تھیں۔ چھولداری نصب کرنے کے لیے جو مقام ہم نے منتخب کیا تھا وہ قدرے بلندی پر تھا اس لیے ہم وہاں سے خاصی دور تک کا نظارہ کرسکتے تھے۔

چھولداری نصب کرنے کے بعد ہم نے اُس میں اپنے پاس موجود سامان سیٹ کرلیا۔ اس سامان میں دو پتلے سفری بستر بھی تھے جن کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ وہ نہ ہوتے تو ہمیں کھردری زمین پر شب بسری کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔ میں تو خیر گزارا کرلیتا مگر تہذیب کے لیے کھردری پتھریلی زمین پر سونا ممکن نہیں تھا۔

"یہاں کتنی گھٹن ہے گل!" تہذیب نے کہا۔ "فضا میں طرح طرح کی بدبو پھیلی ہوئی محسوس ہورہی ہے۔"

"اس کے علاوہ یہاں اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ ہر وقت کوئی نہ کوئی نشہ کرتے رہتے ہیں۔ نشیات کی کشش ہی تو یہاں کھینچ کر لاتی ہے اور جہاں منشیات کا اتنا کثیر استعمال ہو وہاں خوشبویات کا کیا کام؟"

"اگر یہاں یہ نشے باز نہ ہوتے تو یہاں کی فضا بہت خوشگوار ہوتی۔ اُن کم بختوں نے آتے ہی پوری فضا کو کس قدر مسموم بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"یہاں جو رونق نظر آرہی ہے تہذیب وہ بھی انھی نشے بازوں کے دم سے ہے۔" میں نے کہا۔

"بھاڑ میں گئی ایسی رونق!" تہذیب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ایسی رونق سے تو بے رونقی اچھی۔"

"تم پریشان ہو رہی ہو تہذیب۔" میں نے اُسے ٹوکا۔ "ہم یہاں ایک کام سے آئے ہیں۔ لوگوں کی بُری عادتیں چھڑوانے نہیں آئے۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں گل لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کی آوارہ گردی کا راز کیا ہے؟"

"بیزاری!" میں نے کہا۔ "مسلسل بڑھتی ہوئی بیزاری کے باعث ان لوگوں نے یہ راہ اختیار کرلی ہے۔"

"بیزاری!" تہذیب حیرت سے بولی۔ "یہ لوگ کس چیز سے بیزار ہوگئے۔ دُنیا کی کون سی نعمت انھیں میسر نہیں ہے؟"

"پُرتعیش زندگی ہی تو انھیں اس راہ پر لے آئی ہے ورنہ انھیں دُنیا کی ہر آسائش میسر ہے۔"

"کیسی متضاد باتیں کررہے ہو گل! آسائشوں سے بھی کوئی بیزار ہوا کرتا ہے؟"

"آسائشوں ہی سے تو بیزار ہوتا ہے۔ آدمی اُس چیز کی طرف لپکتا ہے جس کی اُسے ضرورت ہوتی ہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی اُسی چیز کے پیچھے دوڑتا ہے جس چیز کی اُسے ضرورت ہوتی ہے لیکن ان لوگوں کو کس چیز کی بھی کمی نہیں تھی۔"

"ان لوگوں کو مصائب کی ضرورت تھی۔ بے سروسامانی کی زندگی میں ان کے لیے بے حد کشش تھی تبھی تو یہ سارے تعیشات پر لات مار کر اس بے سروسامانی کی زندگی کی طرف نکل آئے ہیں۔"

"پتا نہیں کیوں تمہاری بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آرہی۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"اس بات کو آسان زبان میں سمجھو۔ اگر کسی شخص کو دن رات ہر وقت کھانے کے لیے مرغن ملتی رہے تو کیا وہ اس سے اُکتا نہیں جائے گا۔ اسے کہیں دال کی جھلک بھی نظر آجائے گی تو وہ اس پر بھوکوں کی طرح گرے گا۔ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ وہ کوئی انتہائی محروم آدمی ہے۔ حقیقت تک تو کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"اوہ، اب میں سمجھ گئی۔" تہذیب نے کہا۔ "واقعی ایک ڈگر پر چلتے چلتے آدمی بیزار ہو ہی جاتا ہے۔"

"مغرب منشیات کے سیلاب کی لپیٹ میں ہے تہذیب! مغرب کے دانشور اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے میں ناکام ہوچکے ہیں اور ان کی پوری نسل تباہی کی طرف جارہی ہے۔"

"کیا یہ عبرت کا مقام نہیں ہے علی کہ اس قدر ترقی یافتہ قوموں کا یہ حشر ہورہا ہے۔"

"بالکل ہے۔" میں نے کہا۔ "اور غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تنزلی صرف ترقی یافتہ قوموں ہی کے حصے میں کیوں آئی؟"

"کیا اس کی وجہ بھی یہی نہیں ہے کہ یہ لوگ پُرتعیش زندگی سے بیزار ہوچکے ہیں؟"

"یہی تو تہذیب۔ پُرتعیش زندگی سے اس حد تک بیزاری ذرا سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"تم کیسی باتیں کررہے ہو علی!" تہذیب حیران ہوکر بولی۔ "کچھ ہی دیر قبل یہی بات ثابت کرنے کے لیے تم اپنا سارا زور صرف کیے دے رہے تھے اور اب جبکہ میں تمہاری بات سے متفق ہوچکی ہوں تم خود ہی اپنی بات کی تردید کررہے ہو۔"

"پہلے جو کچھ میں نے کہا وہ صرف ایک امکانی جائزہ تھا ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے۔"

"جسمانی و ذہنی تھکن کے بعد اب ذہن اس قابل نہیں رہا کہ کوئی پیچیدہ بات سمجھ سکوں لہٰذا جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔"

"ان لوگوں کا اصل مسئلہ توازن ہے تہذیب! جہاں توازن نہیں ہوگا وہاں خرابیاں ضرور جنم لیں گی۔ اسی لیے ہمارے مذہب نے توازن پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ترکِ دنیا کی بھی ممانعت ہے اور ترکِ دین تو ویسے ہی بہت بڑا گناہ ہے۔ مغرب پر جو تباہی نازل ہورہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی عدم توازن ہے۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ مادی ترقی پر صرف کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روحانی دیوالیہ پن کا شکار ہوتے چلے گئے۔ مادیت کے ساتھ یہی مصیبت ہے کہ اس سے ہر ظاہری چیز حاصل کی جاسکتی ہے مگر کوئی ایک بھی باطنی چیز حاصل نہیں کی جاسکتی... اور روحانیت کا کمال یہ ہے کہ اس میں باطن مضبوط ہوتا ہے اور انسان ظاہری چیزوں سے خود بخود بے نیاز ہوتا چلا جاتا ہے۔ مادہ پیٹ کو شکم سیر کرتا ہے اور روحانیت سکون و اطمینان فراہم کرتی ہے اور یہ بات مسلّمہ ہے کہ صرف عدم سکون اور بے اطمینانی کا شکار ہی بے راہ روی کا شکار ہوتا ہے۔ جس شخص کو سکون میسر ہوگا جو ہر طرح سے مطمئن ہوگا وہ کبھی بے راہ روی پر ہو نہیں سکتے۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے اور یہی سچ ہے کہ مادی ترقی کے نتیجے میں مغرب روحانی طور پر دیوالیہ ہوگیا۔ لوگ ایک حد تک تو اس کرب کا مقابلہ کرتے رہے پھر مادی دوڑ میں شامل ہونے کے نتیجے میں تھکن کا شکار ہوگئے لیکن وہ اس کا مقابلہ نہ کرسکے اور آج اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔"

تہذیب مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ سب باتیں محض تمہارا نظریہ ہوں؟" اس نے کہا۔

"کیا تم میرے تجربے سے متفق نہیں ہو تہذیب!" جو کچھ میں نے کہا ہے کیا اس میں اتنا وزن نہیں ہے کہ تم میری باتیں تسلیم کرلو۔"

"نظریاتی طور پر تمہاری ہر بات درست ہے علی! لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کے بھٹک جانے کی وجہ کچھ اور ہو۔" تہذیب ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"ماضی کو تاریخ کے آئینے میں دیکھو تہذیب! ان لوگوں کی ترقی اور روحانی زوال کا نکتۂ آغاز وہ دور ہے جسے یورپ صنعتی انقلاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل یورپ اور مشرق کی عورت میں بھی بہت زیادہ فرق نہیں تھا لیکن انقلاب کا دور شروع ہوتے ہی عورت باہر نکل آئی اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے لگی۔ انسان کی جگہ مشینوں نے لے لی۔ انسان خود انسانیت سے بھی دور ہوتا چلا گیا۔ آسائشوں سے زندگی اسے سکون فراہم نہ کرسکی تو اس نے خود کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کرنا شروع کردیا لیکن یہ بھی ایک غلط طریقہ تھا۔ ان لوگوں کو کچھ سجھائی نہیں دیتا اور یہ سکون کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔"

"اذیت پسندی کا یہ رجحان تو بہت خطرناک ہے علی! یہ لوگ قابلِ رحم نہیں ہیں؟"

"قابلِ رحم تو ہیں تہذیب لیکن یہ بھی تو سوچو کہ انھوں نے دوسروں کے لیے جو گڑھا کھودا تھا یہ لوگ خود اس میں گر پڑے۔ ایک زمانے میں جب حکومتِ برطانیہ میں سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا ان کی سلطنت کی حدود بے حد وسیع تھیں۔ ان پر یہ اخلاقی فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنے زیرِ حکومت مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کی ترقی کے لیے ٹھوس قدم اٹھاتے

لیکن اس کے برعکس انھوں نے ان لوگوں کو چائے اور سگریٹ پر لگانے کے لیے بے تحاشا دولت خرچ کی۔ بعد میں بین الاقوامی اداروں کے تحت مکار انگریز کو سارے علاقے خالی کرنا پڑ گئے مگر ان کا بویا ہوا بیج تناور درخت بن چکا تھا۔ چائے اور سگریٹ جیسی بری چیز کی عادت میں دنیا کی بہت بڑی آبادی مبتلا ہے۔ جو لوگ دوسروں کے خلاف سازش کرتی ہیں تہذیب! وہ اس کے برے اثرات سے خود بھی محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اسی معاملے کو دیکھ لو۔ انھوں نے دیگر اقوام کو چائے اور سگریٹ کے ذریعے برباد کرنے کی کوشش کی تھی آج ان کی اپنی نوجوان نسل کا کیا حشر ہورہا ہے۔"

"تم تو بے حد جذباتی ہوگئے ہو علی!" تہذیب نے کہا۔ "شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تمہاری قوم بھی انگریزوں کی ڈسی ہوئی ہے۔"

"یہ حقیقت ہے تہذیب کہ میں اس معاملے میں جذباتی ہوجاتا ہوں۔ ہم ڈیڑھ سو سالہ غلامی کے اثرات سے ابھی تک نہیں نکل سکے۔ ہمارے سیدھے سادے لوگوں نے انگریزی کی دی ہوئی طوق بڑی ہنسی خوشی اپنے گلوں میں ڈال رکھے ہیں۔ حکمران طبقہ الگ ذہنی ماحول کا پروردہ ہے۔ قوم کو غلامی کے اثرات سے نکالنا ان کی ذمے داری ہے مگر ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ عملاً اب بھی ہمارے ہاں انگریزی کی حکمرانی ہے۔"

"کچھ بھی ہو علی! مجھے ان لوگوں سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے انسانیت کے ناتے۔ جو کچھ بھی کیا اس میں بھی تو ان کا حکمران طبقہ ملوث تھا۔ عام آدمی تو اس میں شریک نہیں تھا۔"

"ہر جگہ یہی ہوتا ہے تہذیب! خواص کی غلطیوں کی سزا عوام کو بھگتنا پڑتی ہے۔" میرے لہجے میں تلخی اتر آئی۔ "ان کے ساتھ اگر کچھ ہورہا ہے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟"

"تم بہت آئیڈیلسٹ ہو علی! مجھے افسوس ہورہا ہے۔ ان لوگوں کے لیے تمہارا طرزِ فکر خاصا معاندانہ ہے۔"

"واقعی یہ قومیں ہمدردی کی مستحق ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ قومیں جنھوں نے ایٹم اور ہائیڈروجن بم جیسے مہلک ہتھیار ایجاد کرکے پوری دنیا کے معصوم و بے گناہ لوگوں پر انسانیت کے ساتھ مسلط کر رکھے ہیں۔"

"ان میں ان لوگوں کا کیا قصور ہے علی! اس کے ذمے دار تو مٹھی بھر افراد ہیں۔"

"ہر وہ شخص ذمے دار ہے جو ایسی مہلک ایجادات کو اچھا سمجھتا ہے۔ مجھے بتاؤ تہذیب! کرڈی تو سٹر نے جو فارمولے چرائے تھے ان کے پیچھے پاگلوں کی طرح دوڑنے والے کن ممالک کے ایجنٹ ہیں۔ کیا کوئی ترقی پذیر ملک بھی اس چکر میں پڑا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! لیکن اگر ڈی تو سٹر کے مسروقہ فارمولے کسی اور ملک کے ہاتھ لگ گئے تو کیا ہوگا؟"

"ویسے تو اس مشن کی انچارج تم ہو۔ تم اس سلسلے میں جو بھی قدم اٹھاؤ گی میں اس میں تمہارا ساتھ دوں گا لیکن اگر کسی موقع پر تم نے اس مشن سے ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی تو میں تم سے معذرت کرلوں گا۔ مسروقہ فارمولے کسی بھی قیمت پر حاصل کرنے کے بعد ہی میں کوئی اور کام کرسکوں گا۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اس مشن سے ہاتھ اٹھا سکتی ہوں؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم بھی پیچھے ہٹنے والی نہیں ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو صرف مفروضے کے طور پر یہ بات کہی تھی۔"

"میں تھوڑی تھکن محسوس کررہی ہوں علی!" تہذیب ایک بستر پر دراز ہوتے ہوئے بولی۔ "کیا خیال ہے کچھ دیر آرام نہ کرلیں؟"

"سفر میں تھکن تو ہو ہی جاتی ہے۔ میں بھی کسلمندی محسوس کررہا ہوں لیکن میری تھکن آرام کرنے سے نہیں کچھ دیر کھلی ہوا میں گھومنے سے دور ہوگی۔ تم آرام کرو میں ذرا باہر گھوم پھر آؤں۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کرلیں اور میں جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ سورج مغرب کی طرف جھک چلا تھا۔ شام اتر آئی تھی اور سرسبز میدانوں میں پانیوں کے تختے نظر آرہے تھے۔ چرس کے کثیف دھوئیں کے مرغولے فضا میں چکراتے پھر رہے تھے۔ ہر طرف سے طرح طرح کے نشوں کی بو آرہی تھی۔ اندر کی بہ نسبت باہر زیادہ گھٹن تھی۔

میں مدھم رفتار سے ان کے درمیان سے گزرنے لگا۔ ان میں سے بیشتر تو نشے میں مدہوش دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے ورنہ میرا ارادہ تھا کہ کنگ الفس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اب میں نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا تھا۔ یہ کام بعد میں کسی اور ذریعے سے بھی ہوسکتا تھا۔

میں چاروں طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ کوشش یہی تھی کہ ہر شخص پر کم از کم ایک سرسری نظر ضرور پڑ جائے۔ ایک امید تھی کہ شاید کہیں کوئی کام کا آدمی نظر آجائے۔ دفعتاً میرے پیروں سے کوئی چیز ٹکرائی اور میں سنبھلنے کی انتہائی کوشش کرنے کے باوجود لڑکھڑا گیا۔ چند قدم آگے جاکر میں منہ کے بل گرا تھا اور اگر میں نے ہاتھ ٹیک نہ دیے ہوتے تو لازماً میری نکسیر ضرور پھوٹ گئی ہوتی۔

"دیکھ کر نہیں چلتے، اندھے ہوگیا؟" میں نے اپنے عقب سے ایک جھلاہٹ زدہ آواز سنی اور پھرتی کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ چار افراد مجھے خونخوار نگاہوں

سے ہی غنڈے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ سب جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھے۔ جسمانی طور پر توانا تھے اور سب کے ہاتھوں میں بیئر کے ٹن تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کنگ ایلمس کے پاس تو لٹکتے تھے اور اُن میں سے ایک نے جان بوجھ کر مجھے گرایا تھا۔ میں اُن چاروں کو پہلے نہیں دیکھ سکا تھا اس لیے کہ اس وقت میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ میری اس بے خبری سے فائدہ اُٹھا کر اُن میں سے ایک نے مجھے اڑنگا لگا کر گرا دیا تھا۔

میں کھڑا ہو گیا۔ وہ سب مجھے ہی گھور رہے تھے۔ ”میں اندھا نہیں ہوں۔“ میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ”تم نے جان بوجھ کر مجھے گرایا ہے۔“ میں نے گھنی مونچھوں والے اس شخص کو گھورا جس پر مجھے شبہ تھا کہ مجھے گرانے کی حرکت اسی نے کی ہے۔

”بکواس کرتا ہے۔“ گھنی مونچھوں والا گرجا۔ ”الزام لگاتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو کس سے گفتگو کر رہا ہے۔“

”ہاں، مجھے بالکل نہیں معلوم کہ تم کون ہو۔ میں تو یہاں اجنبی ہوں۔ ایک سیاح۔“

”سیاح کے بچے، تجھے اپنی اس حرکت کی معافی مانگنی پڑے گی۔ ٹونی پر الزام لگانے والے اپاہج ہو جایا کرتے ہیں۔“

”میں نے کسی پر کوئی الزام نہیں لگایا۔“ میں نے کہا۔ ”اس کے برعکس تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔“

”بہت نڈر معلوم ہوتا ہے، کیسا چبا چبا کر باتیں کر رہا ہے۔“ ٹونی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”مارو سالے کو۔“ ان میں سے ایک نے جس کے بائیں گال پر چاقو کا گہرا زخم نظر آ رہا تھا، بیئر کے ٹن سے ایک طویل گھونٹ لے کر کہا اور خالی ٹن بے پروائی سے مجھ پر اچھال دیا۔ میں نے اپنا چہرہ تیزی سے ایک طرف نہ جھکا لیا ہوتا تو بیئر کا ٹن میرے منہ پر پڑا ہوتا۔

”میں تجھے ایک موقع اور دے رہا ہوں، معافی مانگ لے ورنہ اس خوبصورت چہرے کا بھرتا بنا دوں گا۔“ ٹونی غرایا۔

”غلطی میری ہوتی تو ضرور معافی مانگ لیتا۔ مگر غلطی میری نہیں ہے بلکہ زیادتی تم نے کی ہے۔“

”تو لاتوں کا بھوت معلوم ہوتا ہے، باتوں سے نہیں مانے گا۔“ اس نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے تینوں ساتھی اس طرح لاتعلق سے بیٹھے تھے جیسے ان کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اطراف میں بکھرے ہوئے ہپی تو پہلے ہی اپنی اپنی کھال میں مست تھے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ان کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔

”میں جا رہا ہوں۔“ دفعتاً میں نے بلند آواز سے کہا اور دوسری طرف جانے کے لیے مڑ گیا مگر میں چند قدم سے زیادہ نہ چل سکا۔ ٹونی نے عقب سے مجھ پر چھلانگ لگائی اور مجھے دبوچ لیا۔ میرے منہ سے کراہ نکلی اور میں خود کو چھڑانے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ ٹونی خاصا جسیم اور طاقتور آدمی تھا۔ اس نے مجھے پوری طرح جکڑ لیا تھا اور مجھے بری طرح رگڑنے لگا۔

”م... مجھے چھوڑ دو۔“ میں نے بمشکل کہا۔ ”تم مجھے مار رہے ہو۔“

”تو نے ٹونی کے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور تجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔“ اس نے میری گردن پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا اور میری آنکھوں کے سامنے ستارے ناچ کر رہ گئے۔

”مجھے چھوڑ دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں سے چلا جاؤں گا۔“ میں نے کمزور سی آواز میں کہا۔

”چلا جائے گا؟ ہاہاہا۔“ اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ ”ٹونی کے منہ پر تھوک کر چلا جائے گا تو دنیا کیا کہے گی۔ نہیں، تو مجھ سے معافی مانگے بغیر یہاں سے جا بھی نہیں سکتا۔“

میں نے پوری قوت صرف کر کے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ میں نے اس کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ اس کا جسم کسی چٹان کی طرح ٹھوس تھا اور وہ طاقت کا دیو معلوم ہو رہا تھا۔ میرے ساتھ مشکل یہ تھی کہ میں یہاں کوئی ہنگامہ برپا کر کے خود کو نمایاں کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا اس لیے میں نے سوچا تھا کہ اس سے تھوڑا بہت پٹ کے معافی مانگ لوں گا لیکن اب مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر میں نے اس سے فوراً معافی نہ مانگی تو وہ میرا کچومر بنا کر رکھ دے گا۔

”م... میں وعدہ کرتا ہوں، آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔“ میں نے اس سے معذرت کرنے ہی میں عافیت جانی۔

”معافی اس طرح مانگی جاتی ہے؟“ وہ میری پشت پر گھٹنا ٹیکتے ہوئے غرایا۔ ”ٹھیک سے معافی مانگو۔“

”اور کیا کہوں؟“ میں کراہا۔ ”وعدہ تو کر رہا ہوں کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔“

”یہ کہو کہ غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔“ وہ دانت پیس کر بولا۔

”مجھے معاف کر دو ٹونی۔“ میں نے انتہائی بے بسی کے عالم میں کہا۔ میرا رواں رواں غصے کے مارے سلگ رہا تھا۔ ”غلطی مجھ سے ہی ہوئی تھی۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔“

اس نے میرے سر کے بال مٹھی میں جکڑ کر میرا منہ زمین پر رگڑ دیا۔ ”جا، بچہ سمجھ کے تجھے معاف کر رہا ہوں ورنہ آج تو میں تیرے جسم کا ریشہ ریشہ ادھیڑ کر رکھ دوں۔“

وہ ایک جھٹکے سے مجھے چھوڑ کر ہٹ گیا اور میں سر جھٹک کر آنکھوں کے سامنے چھا جانے والی دھند سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

”مزہ نہیں آیا ٹونی۔“ اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا جو اٹھ کر وہیں آ گئے تھے۔ ”یہ تو بہت بودا ثابت ہوا۔“

”اس کی قسمت ہی اچھی تھی کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔“ ٹونی نے نفرت سے ایک طرف تھوکتے ہوئے کہا۔ ”ورنہ یہ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکتا تھا۔“

میں بدقت تمام اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں کامیاب ہوا۔ ٹونی نے بڑی بے دردی سے مجھ پر طبع آزمائی کی تھی۔ وہ چاروں کھڑے بے ہودہ ہرزہ سرائیاں کر رہے تھے اور میں سب کچھ سن کر خاموش رہنے پر مجبور تھا۔ میں کھڑا ہونے کے بعد ان کی طرف دیکھے بغیر ایک طرف چل پڑا۔ میری چال میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ تھی لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد اس لڑکھڑاہٹ میں بھی اضافہ ہو گیا۔ عقب سے میری پشت پر ایک بھرپور ٹھوکر پڑی تھی اور میں اپنا توازن کھو کر ایک بار پھر زمین چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔

ان چاروں نے بیک وقت وحشیانہ انداز میں قہقہے لگائے۔ میں نے اٹھنے میں بہت تیزی دکھائی۔ غصے کی ایک شدید لہر نے میرے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ ان چاروں کو پیٹ ڈالوں لیکن میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیریں پڑی تھیں۔ غصے کی لہر کو میں نے اپنے دماغ تک نہیں پہنچنے دیا تھا۔

”پھرتیلا تو بہت ہے۔“ ان میں سے ایک ہنس کر بولا۔ ”اٹھنے میں اتنی تیزی دکھائی ہے۔“

”معلوم ہوتا ہے ٹونی تم نے اس کی پٹائی ٹھیک سے نہیں کی ورنہ یہ اتنی تیزی کبھی نہ دکھا پاتا۔“ ایک اور غنڈے نے لقمہ دیا۔

ٹونی کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنی مار کھانے کے بعد یقیناً بے ہوش ہو گیا ہوتا جبکہ میں اپنے پیروں پر کھڑا تھا اور یہ چیز اسے حیران کر دینے کے لیے بہت کافی تھی۔

”جوان آدمی ہے، نا سمجھ ہے اس لیے اس وقت مار سہہ گیا۔ صبح جب اٹھے گا تو اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہوگا۔“ ٹونی نے کندھے اچکا کر کہا۔

”تم لوگ آخر کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟“ میں روہانسی آواز میں بولا۔ ”مجھے جانے کیوں نہیں دیتے۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟“

”جاؤ، تم چلے جاؤ۔“ ٹونی میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”اب کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔“

میں ایک بار پھر جانے کے لیے پلٹنے لگا۔ لیکن ابھی میں پوری طرح پلٹنے بھی نہیں پایا تھا کہ ٹونی کا بھرپور تھپڑ میرے گال پر پڑا اور میں کسی درخت کے کٹے ہوئے تنے کی طرح زمین پر گر پڑا۔ اس بار میری آنکھوں کے سامنے گہرا اندھیرا چھا گیا مگر میرے ہوش و حواس زائل نہیں ہوئے تھے۔ ان چاروں کے وحشیانہ قہقہے میری سماعت کو چھید رہے تھے۔

”یہ تھپڑ اس بات کی علامت ہے کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔“ ٹونی کی نفرت انگیز آواز سنائی دی مگر میں نے دم سادھے رکھنے میں ہی عافیت جانی۔ ان بدمعاشوں کی فطرت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ کسی کمزور شخص کی بے بسی سے لطف اندوز ہونے والے لوگ تھے، سفاک اور بے رحم۔

لیکن سوال یہ تھا کہ صرف میں ہی ان کا نشانہ کیوں بنا؟ وہاں میرے علاوہ ہزاروں لوگ اور بھی تھے۔ انہوں نے کسی اور کے ساتھ یہ حرکت کیوں نہیں کی۔ اگر یہ اتفاق تھا تو بڑا ناقابل یقین قسم کا اتفاق تھا اور اگر اس کے پیچھے کوئی محرک تھا تو یہ بے حد خطرناک بات تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میری اور تہمینہ کی یہاں آمد بھی راز نہیں رہی۔

مجھے بے حس و حرکت پڑے دیکھ کر وہ لوگ وہاں سے رخصت ہوئے تو میری جان میں جان آئی۔ کچھ دیر یونہی پڑے رہنے سے میری توانائیاں قدرے بحال ہو گئی تھیں۔ میں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے اور اپنا بگڑا ہوا حلیہ ممکنہ حد تک درست کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

ہپیوں کے غول پہلے ہی کی مانند نشے میں بدمست تھے۔ انہوں نے شاید آنکھ اٹھا کر دیکھنے تک کی زحمت نہ کی ہو گی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اگر دیکھا بھی ہوگا تو قطعی بے تعلقی کے ساتھ۔ انہیں اپنے اور اپنے نشے کے سوا دنیا کی کسی اور چیز سے کوئی غرض نہیں تھی۔

میں کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بوجھل قدموں سے چل رہا تھا۔ میں ادھر ادھر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ان نشے بازوں سے کسی قسم کی مدد کی توقع رکھنا بدترین حماقت ہوتی۔ میں کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ دفعتاً میری سماعت سے ایک حسین نسوانی آواز ٹکرائی۔

”تم کہاں جا رہے ہو نوجوان؟ یہاں آؤ۔ کچھ دیر میرے پاس بھی بیٹھو۔“

میں نے نگاہ اٹھا کر آواز کی سمت دیکھا، وہ اپنی آواز کی طرح خود بھی بے حد حسین تھی اور اس کا مخاطب میں ہی تھا۔ وہ ایک ٹیلے پر بیٹھی توقع بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چمکتے ہوئے شہد رنگ بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے جن پر اس کے عقب سے ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی کرنیں پڑنے سے ان کا رنگ اور بھی نکھرا نکھرا سا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی رنگت نیلی تھی اور اس کی جلد کی سفید رنگت سورج کی کرنوں کی وجہ سے گلابی رنگ کی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے خم دار لبوں پر استقبالیہ مسکراہٹ بھی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔

"تو کیا تم نے مجھے ہی آواز دی تھی؟" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔ "مگر ہم ایک دوسرے سے واقف تو نہیں ہیں شاید!"

"کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہمیشہ اجنبی ہی رہیں۔ کچھ دیر بعد یہ اجنبیت ختم بھی ہو سکتی ہے۔ آؤ بیٹھو۔" اس نے ذرا سا کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی۔

"تم کتنے دنوں سے یہاں تنہا ہی ہو؟" میں نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں تنہا ہی ہوں اور ایک ہی کر اپنے جسم سے زیادہ اپنی روح کی صفائی کی فکر ستاتی رہتی ہے۔"

"اوہ، میں نے شاید غلط سوال کر لیا۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "مجھے تمہاری ذات کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش ہرگز نہیں تھی۔ تم یہ بتاؤ تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"ویسے ہی بلا لیا تھا۔ اکیلے بور ہو رہی تھی۔ تم بھی اکیلے نظر آئے اس لیے آواز دے کر بلا لیا۔"

میں نے بے اختیاری سے دیکھا۔ "میرے علاوہ اور بھی تو بہت سے لوگ تنہا ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "پھر مجھے ہی کیوں بلایا؟"

"دراصل مجھے تم سے ہمدردی محسوس ہونے لگی تھی۔" وہ جھینپتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمہیں ٹونی کے ہاتھوں پٹتے دیکھا تھا۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے دل میں سوچا اور مجھے وقتی طور پر اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ "کیا تم ٹونی سے واقف ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ٹونی اور اس کے ساتھیوں سے کون واقف نہیں ہے۔ یہاں انہی لوگوں کی حکومت ہے۔"

"لیکن میں نے تو سنا تھا کہ یہاں کا کرتا دھرتا کنگ اٹلس نامی کوئی شخص ہے؟"

"تم نے ٹھیک سنا ہے۔ اصل آدمی کنگ اٹلس ہی ہے اور یہ لوگ اس کے پالتو غنڈے ہیں۔ ٹونی کو اس کا دست راست سمجھا جاتا ہے۔"

"تم یہاں کب سے مقیم ہو؟"

"ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا ہے شاید۔" اس نے کہا۔ "مگر یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں جاننا چاہ رہا تھا کہ انہوں نے میری ہی پٹائی کیوں کی۔ یہاں اور بھی تو بہت سے لوگ موجود ہیں۔ پھر میرا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔"

"روزانہ ہی کوئی نہ کوئی ان کا نشانہ بنتا ہے۔ عام طور پر کسی سے بدتمیزی کرنے کے لیے تو ٹونی کا ایک ہی ہاتھ کافی ہوتا ہے۔ مجھے تم پر حیرت ہو رہی ہے کہ آخر تم اپنے پیروں پر چل کیسے رہے ہو؟"

"جانتی ہو اس نے خود ٹانگ اڑا کر مجھے گرایا تھا اور اس کے بعد مجھ پر الزام لگانے لگا کہ میں نے اس کے ٹھوکر ماری ہے۔"

"ایسی حرکتیں کرنا ان کا معمول ہے۔ خود ہی وہ دوسروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اور اگر کوئی احتجاج کرے تو اس کی شامت آ جاتی ہے۔"

"وہ ایسی کوئی بات ہوئی؟" میں نے تفصیل پوچھی۔

"یہ تو کھلی ہوئی دھاندلی ہے۔ میں کنگ اٹلس سے شکایت کروں گا۔"

"کنگ اٹلس تک پہنچو گے کیسے؟" وہ میرے چہرے کے سامنے ہاتھ نچا کر بولی۔

"کیوں، کیا وہ کسی سے نہیں ملتا؟" میں نے کہا۔

"معلوم نہیں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "میں نے اسے کسی سے ملتے نہیں دیکھا۔ اور پھر وہ تنہا تو ہوتا نہیں۔ ان جیسے باڈی گارڈ ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں سر ہلا کر بولا۔ "بس وہ ایک بار نظر آ جائے۔ پھر تم دیکھنا کیسی شکایت کرتا ہوں اس ٹونی کے بچے کی۔"

"میرا مشورہ مانو تو جو کچھ ہوا اسے بھول جانے کی کوشش کرو۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔"

"تو کیا میں اپنے خلاف ہونے والے ظلم پر احتجاج بھی نہ کروں۔ ان لوگوں کا جو جی چاہے کرتے پھریں۔"

"ہاں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بڑے سفاک لوگ ہیں۔ اگر تم اس حماقت کے مرتکب ہوئے تو میرا اندازہ ہے کہ اس کے بعد وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اس بار میں نے ٹونی کا لحاظ کر لیا ہے لیکن اب اگر وہ مجھ سے الجھا تو میں اسے مزہ چکھا دوں گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "ہاں، تم ایسے ہی تو نظر آتے ہو۔"

"مذاق اڑا رہی ہو؟" میں نے چڑ کر کہا۔ "ابھی تو تم میرا مذاق اڑا رہی ہو لیکن تم خود دیکھنا میں اس کا کیا حشر کروں گا اگر وہ مجھ سے الجھا تو۔"

"مجھے افسوس ہو گا۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔

"کس بات کا افسوس ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"کتنا دلکش چہرہ ہے۔" وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "نہ جانے اتنی مار کھانے کے بعد پہچانے جانے کے قابل بھی رہ جائے یا نہیں۔"

"تو تمہیں کس بات کا افسوس ہو گا؟" میں نے جھنجھلانے کی اداکاری کی۔ "تم کون سی میری رشتے دار ہو؟"

"رشتے داری تو دور کی بات ہے میں تو تمہارے نام تک سے واقف نہیں ہوں۔ معلوم نہیں کون ہو۔ بچے تو ہرگز نہیں ہو۔ تم عادی بھی نہیں معلوم ہوتے ہو۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہے جو میں بتاؤں؟" میں نے چمکانے والے انداز میں کہا مگر اس کی بات پر میرے تن بدن میں ہوش اڑ گئے تھے۔ میں خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا تھا مگر میں نمایاں ہو چکا تھا۔ میں نے اس پہلو پر تو غور کیا ہی نہیں تھا کہ ان کیمپوں کا رخ کرنے والے سو فیصد نشے باز لوگ ہوتے ہیں۔ تفریح کے لیے وہاں کوئی نہیں آتا۔ ظاہر ہے اگر وہاں ایسا کوئی شخص دکھائی دے جو نشہ نہ کرتا ہو تو وہ خود بخود مشکوک ہو جائے گا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں ٹونی اور اس کے ساتھیوں سے نہیں الجھا تھا۔ میری خاموشی کی وجہ سے انہوں نے مجھے کوئی عام آدمی ہی سمجھا ہو گا لیکن اگر میں ان کا مقابلہ کرتا تو اس کے بعد اس کیمپ میں میرا رہنا ناممکن ہو جاتا۔

"ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" وہ ہنس کر بولی۔ "میرا نام روسیلا ہے۔"

"تمہاری طرح تمہارا نام بھی خوبصورت ہے۔"

"شکریہ۔" وہ ادا سے دلبری سے مسکرائی۔ "آؤ، تمہیں اپنی جھونپڑی میں لے چلوں۔"

"چلو۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا تم اکیلی ہو؟ تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"تھا ایک۔ آج صبح مجھے چھوڑ گیا۔ شاید زیادہ دنوں سے میرے اخراجات برداشت کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔"

مجھے اس بات سے دھچکا لگا لیکن یہ تو ان کا دستور تھا۔ ہپیوں کے لیے شادی کے بغیر ساتھ رہنا معیوب نہیں تھا۔

وہ مجھے اپنی جھونپڑی تک لے گئی۔ "آؤ، اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا۔

"نہیں، بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے اندر جانے سے پہلو تہی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔ "میں تمہیں کھا تھوڑی جاؤں گی۔" اس نے میرا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

میں ناچار اندر داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ مجھے بیٹھنا ہی پڑا۔

"کیا میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"میں تمہارے اس سوال کا مقصد نہیں سمجھا روسیلا۔" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"میرا مطلب ہے شکل و صورت اور جسم کے اعتبار سے کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی؟"

"تم غیر معمولی طور پر حسین ہو۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کیا تم میرا قرب نہیں حاصل کرنا چاہتے؟" اس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس کی ایسی کوئی خاص خواہش تو نہیں تھی تاہم اس وقت مجھے تمہارا قرب حاصل تو ہے۔"

"میں مکمل قرب کی بات کر رہی ہوں۔ تم اگر چاہو تو صرف دس مارک کے عوض مجھے حاصل کر سکتے ہو۔"

"بکاؤ مال سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی روسیلا!" میں نے تلخی سے کہا۔ "خواہ وہ کتنا ہی پرکشش کیوں نہ ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو تم کچھ بھی مت دینا۔ آؤ۔" اس نے دونوں ہاتھ میری طرف پھیلاتے ہوئے کہا۔

"پکے پھل کی طرح خود کو دوسروں کی آغوش میں گرا دینے والی لڑکیوں سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ مجھے ان سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔"

"مجھے غلط مت سمجھو۔" روسیلا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرا ساتھی مجھے دغا دے گیا اور اب میرے پاس ایک دھیلا بھی نہیں ہے۔ جانتے ہو صبح سے نشہ کرنا تو درکنار میں نے کچھ کھایا تک نہیں۔"

میں نے خود کو بروقت سنبھال لیا۔ اس سے ناصحانہ گفتگو کر کے میں خود کو اس کی نظروں میں مشکوک کر دیتا لہٰذا مجھے اس کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا چاہیے تھا کہ وہ مجھے بھی کوئی آوارہ گرد ہی سمجھتی۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ میں نے جو چند الٹی سیدھی باتیں کر دی تھیں ان کی تلافی کی جا سکتی تھی۔

"اوہو، تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" میں نے متاسفانہ انداز

میں کہا۔ "تمہارا تو نشہ اکھڑ رہا ہوگا۔"

"میں نے بمشکل خود کو سنبھال رکھا ہے لیکن اب میری قوتِ برداشت جواب دیتی جا رہی ہے۔ ہو سکے تو ویسے ہی میری کچھ مدد کر دو میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"احسان کی بات مت کرو روبیلا! ایک ہپی کی مدد کرنا دوسرے ہپی پر فرض ہوتا ہے۔"

"تم ہپی ہو؟" اس نے حیرت سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"میرے حلیے پر مت جاؤ۔ ضروری تو نہیں ہے کہ آدمی اپنا حلیہ بھی تبدیل کر لے۔"

"نہیں، حلیے سے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا لیکن اگر تم ہپی ہوتے تو میری آفر تمہیں نہ ٹھکراتے۔"

"سخت شرمندہ ہوں کہ میں ابھی تک پوری طرح ہپی نہیں ہو سکا۔ بہت سی بُری عادتیں اب بھی موجود ہیں مجھ میں۔" میں نے کہا اور جیب میں سے پرس نکال کر اس میں سے سو مارک کا نوٹ کھینچ کر روبیلا کی طرف بڑھا دیا۔ سو مارک کا نوٹ دیکھ کر روبیلا کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے جلدی سے نوٹ میرے ہاتھ سے اچک کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں اڑس لیا۔

"تم بہت اچھے آدمی ہو۔" روبیلا نے کہا۔ "جب بھی تمہارے نظریات تبدیل ہوں میرے پاس چلے آنا۔ تمہارے لیے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے روبیلا۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کی چھولداری سے نکل آیا۔ اس نے بھی مجھے نہیں روکا تھا۔ رقم ہاتھ آتے ہی یقیناً اسے اپنے نشے کی فکر پڑ گئی ہوگی۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ کیمپ کے خیموں میں کیروسین لیمپ روشن ہو گئے تھے اور کیمپ کے چوبی کیبنوں میں جنریٹر کے ذریعے بجلی مہیا کی جاتی تھی۔ میرا رُخ اپنی چھولداری کی طرف تھا۔

تہذیب مجھے چھولداری کے باہر ہی ٹہلتی ہوئی مل گئی۔

"کہاں چلے گئے تھے علی؟" مجھے دیکھتے ہی اس نے بے تابی سے کہا۔ "بہت دیر کر دی۔"

"ایسے ہی ذرا گھومتے ہوئے دیر ہو گئی۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ اگر اندھیرا نہ ہو گیا ہوتا تو مجھے تہذیب کو سب کچھ بتانا پڑ جاتا۔ میرا حلیہ دیکھ کر وہ مجھ پر سوالات کی بوچھار کر دیتی۔

"فضا میں کتنی خوشگوار خنکی آ گئی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "ساری تھکن جیسے تحلیل ہو کر رہ گئی ہو۔ کیا خیال ہے کچھ دور ٹہل لیں؟"

"بہت نیک خیال ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے ہوئے ایک طرف چل دیے۔

رات تاریک تھی، چاند ابھی تک نہیں نکلا تھا البتہ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ نیچے زمین پر کیمپ میں بے شمار کیمپ کے محدود روشنی والے لیمپ ٹمٹما رہے تھے۔ آوارہ گردوں نے بے ہنگم رقص، موسیقی اور گانے کی آوازوں نے ماحول پر ایک سحر انگیز سی کیفیت طاری کر دی تھی۔

میں اور تہذیب ٹہلتے ہوئے کیمپ سے دور چٹانی سلسلے کے نزدیک پہنچ گئے۔ رقص و سرود کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی وہاں تک آ رہی تھیں۔

"کیسا طلسماتی ماحول ہے تہذیب۔" میں نے کہا۔ "جی چاہتا ہے اپنی بقیہ زندگی ایسے ہی کسی مقام پر بسر کر دی جائے۔"

"جی تو پتا نہیں کیا کیا چاہتا ہے لیکن ہم اپنے مشن سے تو نہیں موڑ سکتے نا۔"

میں جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں چونک پڑا۔ کیمپ کی جانب سے اچانک ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے علی؟" تہذیب نے کہا۔

"ہمارا استقبال کیا جا رہا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ گولیوں کی آوازوں میں اب عورتوں اور مردوں کی چیخ و پکار کی آوازیں شامل ہو گئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ گولیاں کون چلا رہا ہے۔ فائرنگ کرنے والے کون تھے معلوم ہوتے ہیں، پھر کچھ خیموں میں آگ بھی لگ گئی۔

"کسی چٹان کی آڑ میں نکل چلو تہذیب۔" میں نے کہا۔ "یہاں رُکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

ایک اونچی چٹان کی آڑ میں رُک کر میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا چکر ہے علی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ۔۔۔" تہذیب اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ چٹان کے اوپر سے چست سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخص نے تہذیب پر چھلانگ لگا دی۔ تہذیب اس کی گرفت میں آ گئی تھی۔ وہ بُری طرح نیچے گری۔ اس سیاہ لباس والے کے پاس جدید ساخت کی ایک رائفل بھی نظر آ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ میں سنبھل کر تہذیب کی مدد کے لیے لپکتا ایک شخص میرے شانے پر بھی کود پڑا۔ پہلے شخص کی طرح وہ بھی چست لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے پاس بھی جدید ساخت کی رائفل موجود تھی۔ کیمپ کی جانب سے آنے والی چیخ و پکار میں اضافہ ہو چکا تھا اور ادھر کیمپ سے دور ویرانے میں، میں اور تہذیب اس ناگہانی مصیبت سے نبرد آزما تھے جو چٹانوں کی تاریکی سے ہم پر نازل ہوئی تھی۔

بچاؤ کی نہایت غیر متوقع تھا۔ میں اور تہذیب تو بے خبری میں چٹان کے پاس ٹہل رہے تھے اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان چٹانوں پر کچھ لوگ ہماری تاک میں بیٹھے رہے ہوں گے۔ اس اچانک افتاد سے بوکھلا کر میں نے پوری قوت سے اپنا سر جھٹکا اور ایک چٹان پر دے مارا۔ یہ سب کچھ ایک لمحے کے اندر اندر ہو گیا تھا۔ اضطراری طور پر شاید میں نے پوری قوت صرف کر دی تھی۔ حملہ آور کے منہ سے نکلنے والی دلخراش چیخ ایک لمحے کے لیے تو کیمپ کی جانب سے آنے والے شور پر بھی حاوی آ گئی۔ پتھریلی ٹھوس چٹان سے ٹکرانے کے باعث اس کی ریڑھ کی ہڈی چکنا چور ہو گئی تھی۔

اپنے ساتھی کی کربناک چیخ سن کر تہذیب پر حملہ کرنے والا شخص ٹھٹکا۔ ایک لمحے میں میں نے تہذیب کو چھوڑ کر اپنی جانب پلٹتے دیکھا اور بڑی پھرتی سے اس نے رائفل کا رُخ میری طرف کر دیا۔ اس کے پیش نظر میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں خود کو زمین پر گرا دیتا۔ اس پر حملہ کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔ اگر میں نے ایک لمحے کی بھی تاخیر کی ہوتی تو اس کی چلائی ہوئی گولی سے نہیں بچ سکتا تھا۔ لیکن اتنی دیر میں تہذیب نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ اس نے عقب سے حملہ آور کی پشت پر زوردار لات رسید کی۔ وہ مجھ پر دوسرا فائر کرنے کے لیے میرا نشانہ لے رہا تھا کہ تہذیب کی لات نے اس کا توازن بگاڑ دیا۔ اس نے خود کو زمین پر گرنے سے بچایا اور جھلا کر تہذیب کی طرف پلٹا۔ قبل اس کے کہ وہ تہذیب پر فائر کرتا میں بجلی کی سی تیزی سے زمین سے اٹھا اور اس پر چھلانگ لگا دی۔

مجھ پر جھنجلاہٹ سوار تھی کہ کچھ ہی دیر قبل لڑکی کے ہاتھوں پٹنے کی جھنجلاہٹ۔ لڑکی غیر معمولی طور پر طاقتور شخص تھا اور اس سے مار کھانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر میں نہ صرف اس سے پٹا تھا بلکہ عصلت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں اس پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکا تھا۔ اب اندھیرے کے دامن سے نمودار ہونے والا حملہ آور میری زد پر تھا۔ میرے لیے اپنی جھنجلاہٹ اتارنے کا نادر موقع تھا۔ اس پر چھلانگ لگا کر میں اُسے دور تک رگیدتا چلا گیا۔ پتھریلی زمین پر رگیدے جانے کے باعث اس کے جسم کے بیشتر حصے یقیناً بُری طرح چھل گئے ہوں گے۔ اس کے منہ سے برآمد ہونے والی کراہوں کو نظر انداز کر کے میں اُسے چھوڑ کر پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر میں نے بڑی بے دردی سے اس کے منہ پر ٹھوکر رسید کی۔ میری ٹھوکر پوری طرح اس کے منہ پر پڑی تھی اس لیے کہ اس نے میری ٹھوکر سے بچنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلائے تھے۔ اس نے اپنے منہ کو ڈھکنے کی کوشش کی مگر مجھے یقین تھا کہ اس کے ہاتھوں پر قیامت گزر گئی ہوگی۔

اسی اثنا میں تہذیب نے اس کی رائفل پر قبضہ کر لیا تھا جو پہلے ہی اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ اس نے رائفل کا رُخ اس شخص کی طرف کر کے گولی چلا دی جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور جسے میں نے چٹان پر دے مارا تھا۔ وہ پہلے ہی نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تڑپ رہا تھا۔ تہذیب کی چلائی ہوئی گولی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اس کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اُسے موت کی آغوش میں پہنچا کر تہذیب نے رائفل کا رُخ دوسرے حملہ آور کی طرف موڑ دیا جس کے میں کئی ٹھوکریں رسید کر چکا تھا۔

"اس سے دور ہٹ جاؤ علی۔" تہذیب نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "میں اس کا کام تمام کیے دیتی ہوں۔"

"نہیں تہذیب۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اسے گولی سے ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے تو میں ویسے ہی نمٹ لوں گا۔"

تہذیب نے مجھ سے بحث نہیں کی اور رائفل کی نال جھکا لی۔ میں نے آگے بڑھ کر حملہ آور کے ایک اور ٹھوکر رسید کی اور وہ ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح چیخنے لگا۔ میری یہ ٹھوکر اس کے گردے کے مقام پر پڑی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اب تک اس کے منہ سے ایک لفظ بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ بس وہ مار کھا کر چیختے جا رہا تھا۔ اس نے نہ تو بھاگنے کی کوشش کی تھی اور نہ مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اب تک اسے ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ میں نہایت بے رحمی سے اس پر ٹھوکریں برساتا رہا اور چیختے چیختے بالآخر وہ بے ہوش ہو گیا۔ ممکن ہے مر ہی گیا ہو مگر مجھے اس کے زندہ رہنے یا مر جانے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم پر حملہ کرنے والے کون تھے۔ مجھے یہ معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی اور نہ ہی یہاں اس کا موقع تھا۔ مجھے تو اس پر اپنی جھنجلاہٹ اتارنے کا موقع مل گیا تھا اور اب میں خود کو خاصا پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔

"کیا یہ مر گیا علی؟" تہذیب نے میرے نزدیک آ کر پُرتشویش انداز میں پوچھا۔

"معلوم نہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ممکن ہے زندہ ہو، ممکن ہے مر گیا ہو۔ لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس کی زندگی ہمارے لیے سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔ ہم اس سے معلوم کر سکتے تھے کہ اس کا تعلق کس گروپ سے ہے؟"

"بہت دیر میں خیال آیا۔ ایسی باتیں پہلے سوچنے کی ہوا کرتی ہیں، جبکہ ابھی تم اسے گولی مارنے جا رہی تھیں۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے علی۔" تہذیب کے لہجے سے پشیمانی

جھجک رہی تھی۔" مجھے خیال نہیں رہا تھا لیکن تمہیں تو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میرے خیال میں ایسی کوئی کوشش وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوتی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" تہذیب تیز لہجے میں بولی۔ "کیمپ میں بے گناہ لوگوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا کیا تمہارے خیال میں ضروری نہیں ہے؟"

"اوّل تو یہ کہ مارے جانے والے افراد یا تو دنیا کے لیے معروف لوگ ہوں گے کہ وہ لٹیرے باز ہوں گے یا پھر ان کا تعلق کیمپ کی انتظامیہ سے رہا ہوگا اور دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی مرا ہو اسے بے گناہ ہرگز نہیں کہلایا جا سکتا۔ دوم یہ کہ تم دیکھ رہی ہو کہ وہاں ابھی تک گولیاں چل رہی ہیں۔ حملہ آور تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور پوری طرح مسلح بھی ہیں۔ اگر ہم ان لوگوں سے کچھ معلومات حاصل کر بھی لیتے تو فوری طور پر ان معلومات سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہوتا اور ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ ہم اپنے مشن کی طرف سے توجہ ہٹا کر کسی اور طرف دیکھیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے علی کہ ان لوگوں کا تعلق ان پارٹیوں میں سے کسی ایک سے رہا ہو جو مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔" تہذیب نے مجھ پر جرح کی۔ "اگر ہم ان پر تشدد کرتے اور ہمیں ان کے ذریعے ان لوگوں کی اصلیت معلوم ہو جاتی تو کیا ہم ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے؟"

"نہیں۔" میں نے پُریقین انداز میں کہا۔ "حملہ آوروں کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے ہو اور ان کا مقصد کچھ بھی ہو، ہمیں اس سے اس لیے کوئی غرض نہیں ہے کہ اس سے ہمارا مشن براہِ راست متاثر نہیں ہو رہا۔ جس طرح یہ بات یقینی ہے کہ مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے کئی ٹیمیں میدان میں ہیں اسی طرح یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ابھی تک کوئی بھی پارٹی اس ضمن میں کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکی ہے۔ لہٰذا اگر ان حملہ آوروں کا تعلق کسی ملک کے ایجنٹوں سے ہے یا یہ خود ہی کسی ملک کے ایجنٹ ہیں تو ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟"

"کیسی عجیب باتیں کر رہے ہو علی؟ ہمیں اپنے مخالفین پر نظر رکھنی ہے، کہیں وہ ہم سے بازی نہ لے جائیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو تہذیب! ہم کسی کو ان فارمولوں کے حصول سے روکنے کی کوشش نہیں کر سکتے۔ کئی پارٹیاں سرگرمِ عمل ہیں۔ ہم کس کس سے الجھیں گے۔ اگر ہم نے کسی پارٹی سے الجھنے کی کوشش کی تو ممکن ہے کہ کوئی تیسری پارٹی کامیابی حاصل کر لے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں۔ مناسب یہی ہے کہ ان لوگوں سے دور رہ کر کام کرنے کی کوشش کریں۔ ہاں اگر کوئی ہماری راہ میں آ ہی جائے تو اس پر وقت ضائع کرنے کے بجائے اُسے کچلتے ہوئے گزر جائیں۔ اس طرح ہم کم سے کم وقت میں۔۔۔"

دفعتاً ہم پر کسی فاصلے سے ٹارچ کی روشنی پڑی۔ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اندھیرے میں ایک جانب چھلانگ لگا دی۔ تہذیب نے بھی خود کو زمین پر گرا دیا تھا۔ انتہائی عجلت کے باوجود میں نے اس جانب چھلانگ لگائی تھی جدھر مجھ پر حملہ آور ہونے والے کی ... گری تھی۔ ٹارچ کی روشنی پڑنے کے ساتھ ہی کئی فائر ہوئے۔ رات کی سنسناتی ہوئی گولیاں میرے اوپر سے گزریں اور ... سے ٹکرائیں۔ میں گولیوں سے تو محفوظ رہا مگر چٹانوں سے اُڑنے والے متعدد سنگریزے مجھ سے ٹکرائے تھے۔ میں زمین پر رینگ رہا تھا اور میرے ہاتھ رائفل کی تلاش میں تھے۔ اندھیرے میں رائفل کو ڈھونڈنا خاصا مشکل کام تھا۔ دوسری طرف میں تہذیب کی طرف سے بھی فکرمند تھا۔ معلوم نہیں اس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ٹارچ کی روشنی غائب ہو چکی تھی مگر فائرنگ تواتر سے ہو رہی تھی۔ کیمپ کی جانب سے آنے والے شور شرابے کی آوازیں دب کر رہ گئی تھیں۔ مجھ اور تہذیب پر ہونے والے فائروں کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔

صورتِ حال بہت خطرناک تھی۔ سخت زمین پر رینگتے ہوئے اگرچہ میں کسی حد تک محفوظ تھا مگر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ مجھے کوئی گولی نہیں لگے گی۔ تہذیب کی طرف سے آتی ہوئی ... تو بہرحال تھی کہ وہ ابھی تک محفوظ ہے۔ اُسے خدانخواستہ کوئی گولی لگی ہوتی تو اس کی چیخ ضرور سنائی دیتی۔

دفعتاً ٹارچ پھر روشن ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔ یہ فائر تہذیب نے کیا تھا۔ بارہ فٹ بلند چٹان سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ تہذیب نے ٹارچ والے کا نشانہ لے کر فائر کیا تھا اور گولی اُسے چاٹ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے جلتی ہوئی ٹارچ نیچے گری اور پھر وہ خود بھی منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ فائرنگ میں ایک بار پھر تیزی آ گئی۔ اس بار ساری گولیوں کا رخ اسی جانب تھا جدھر سے تہذیب نے فائر کیا تھا لیکن میں دیکھ چکا تھا کہ وہ ایک چٹان کے عقب میں ہے اور اسے فوری طور پر کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے مگر حملہ آوروں نے تہذیب کی پوزیشن کا اندازہ کر لیا تھا اور شاید وہ اپنا سارا ایمونیشن پھونک دینے پر تُلے ہوئے تھے۔ ان کی ساری توجہ تہذیب پر تھی لہٰذا مجھے موقع مل گیا۔ اندھیرے میں پہلے حملہ آور کی رائفل میں تلاش نہیں کر سکا مگر جو شخص تہذیب کی گولی کا شکار ہوا تھا وہ میری دسترس میں تھا۔ میں زمین سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا اور اس کی رائفل اٹھا لی۔ جلتی ہوئی ٹارچ اب بھی زمین پر پڑی تھی مگر اس کا رخ میری جانب نہیں تھا۔ میں رائفل پر قبضہ کرنے کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی اس جگہ نہیں رکا۔ تہذیب خطرے میں تھی اور اسے خطرے سے نکالنے کے لیے مجھے فوری طور پر کچھ کرنا تھا۔

میں اندھیرے کے دامن میں چٹان سے چپک کر چلتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔ حملہ آور اسی چٹان کے اوپر موجود تھے۔ ان کی رائفلوں سے نکلنے والے شعلوں نے مجھے ان کی پوزیشن سمجھنے میں مدد دی تھی۔ میں نے سنبھل سنبھل کر چٹان پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اوپر پہنچنے کے بعد مجھے چار سیاہ دھبے دکھائی دینا شروع ہو گئے۔ وہ حملہ آور تھے اور چٹان کے اوپر اوندھے لیٹے تہذیب پر فائرنگ کر رہے تھے۔ ان کی تعداد چار تھی اور ان چاروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ چٹان پر دوسری جانب بھی لوگ موجود ہیں لیکن ظاہر ہے میں ایک وقت میں تو ان سب سے نہیں نمٹ سکتا تھا۔ میں نے محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھا پھر ان پر فائر کر دیے۔ میرے ہاتھ میں موجود رائفل نے یکے بعد دیگرے چار گولیاں اگلیں اور ان چاروں کا کام تمام کر دیا۔ چار فائر کرتے ہی میں دوبارہ چٹان سے چپک گیا۔ اندیشہ تھا کہ کسی اور جگہ کوئی ساتھی موجود ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے بھون کر رکھ دیتا۔ کچھ نہیں ہوا۔ اس طرف ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس طرف کا اندھیرا تو چھا چکا تھا۔ میں جھک کر اوپر چڑھنے لگا۔ محض چند لمحوں میں، میں اس مخصوص جگہ پہنچ چکا تھا جہاں سے کچھ دیر قبل وہ لوگ فائرنگ کرتے رہے تھے۔ چٹان کے دوسری جانب والی بلندی سے اب بھی فائرنگ جاری تھی اور وہاں بھی کئی لوگ موجود تھے جس کا اندازہ ان کی رائفلوں کی نالوں سے نکلنے والے شعلوں سے بہ آسانی ہو رہا تھا۔ میں نے نشست لے کر فائر کر دیا۔ دوسری طرف سے ایک طویل چیخ ابھری۔ میری گولی نشانے پر بیٹھی تھی لیکن اس کے بعد گولیوں کا رخ میری طرف ہو گیا مگر میں تو ایک فائر کرکے پہلے ہی اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ اس جگہ رکنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ میں تیزی کے ساتھ چٹان سے نیچے اتر گیا مگر میں نے محسوس کر لیا کہ فائرنگ کی شدت میں کمی آ چکی ہے۔

پھر اچانک ہی فائرنگ رک گئی لیکن اب مجھے تہذیب کی فکر تھی چنانچہ میں اسی طرف پلٹ پڑا جہاں تہذیب نے پناہ لے رکھی تھی۔ میں چٹان سے چپک کر چل رہا تھا تاکہ ایک تو میری نقل و حرکت دیکھی نہ جا سکے اور دوسرے کسی اچانک فائر کی زد میں نہ آ جاؤں۔

ابھی میں اس مقام سے کچھ ہی دور تھا جہاں تہذیب چھپی تھی کہ دفعتاً اس جانب سے ایک فائر ہوا جدھر تہذیب کو ہونا چاہیے تھا۔ میں نے بوکھلا کر خود کو زمین پر گرا دیا مگر فائر کا رخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تو چٹان کی دوسری سمت کیا گیا تھا۔ چٹان کے اوپر سے ایک خوفناک دھماکا سنائی دیا یوں جیسے کوئی بم پھٹا ہو۔ اس دھماکے میں وہ انسانی چیخ بھی دب گئی جو مرنے والے کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔ اس کے بعد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اتنے طویل ہنگامے کے بعد اچانک ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ کیمپ کی جانب سے بھی گولیوں کی آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ لوگوں کی چیخ و پکار البتہ اب بھی جاری تھی۔

میں دم سادھے پڑا رہا۔ تہذیب کی طرف بڑھنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اندھیرے میں وہ مجھے دشمن کا آدمی سمجھ کر فائر کر سکتی تھی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ پھر بہت سی گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ غالباً حملہ آور فرار ہو رہے تھے۔

اب مزید انتظار کرنا مناسب نہیں تھا چنانچہ میں نے تیز سرگوشی میں تہذیب کو پکارا۔

"کون ہے؟" چٹان کے عقب سے تہذیب نے پوچھا۔ وہ میری سرگوشیانہ آواز پہچان نہیں پائی تھی۔

"میں ہوں جانم۔" میں نے اس بار نسبتاً بلند آواز میں کہا۔

"تمہارا علی۔"

تہذیب چٹان کے عقب سے نکل آئی۔ "اچھا ہوا علی، تم نے مجھے آواز دے لی ورنہ اندھیرے میں، میں تم پر فائر بھی کر سکتی تھی۔"

"تم ٹھیک تو ہو نا تہذیب؟" میں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ "میں تمہاری طرف سے بہت فکرمند تھا۔"

"مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تو خود تمہاری طرف سے بے حد پریشان تھی۔ مجھے تو خیر آڑ مل گئی تھی مگر تم تو کھلے میں تھے۔"

"تم نے ٹارچ روشن کرنے والے پر جو فائر کیا تھا اس کی وجہ سے ان کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی اور مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔"

"حملہ آور شاید فرار ہو گئے۔" تہذیب نے کہا۔

"شاید نہیں یقیناً۔" میں ہنس کر بولا۔

"ان کی تعداد تو بہت تھی۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "ان کا یوں فرار ہو جانا سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"کیمپ میں تو ان کی مزاحمت نہیں کی گئی لیکن یہاں انہیں خاصے نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کے نو افراد مارے گئے۔ فرار ہونے کے سوا ان کے پاس اور چارہ بھی کیا تھا۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ بس آخری وقت آ پہنچا ہے۔ شاید ان کی فائرنگ سے چٹان بھی چھلنی ہو کر رہ گئی ہو۔"

صبح دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر میری آنکھ کھلی۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا جو سونے سے قبل میں نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ دروازے پر وہی دونوں افراد کھڑے تھے جو ہمیں یہاں لے کر آئے تھے۔

”کنگ اٹلس آگیا ہے اور فوری طور پر تم دونوں سے ملنا چاہتا ہے۔“

میں نے پلٹ کر بیڈ کی طرف دیکھا۔ تہذیب اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ ”کیا بات ہے علی؟“ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

”کنگ اٹلس واپس آگیا ہے اور اس نے ہم دونوں کو بلوایا ہے۔“

تہذیب فوراً بستر سے اتر آئی اور ہم دونوں کو اس کمرے میں لے جایا گیا جہاں کنگ اٹلس کئی افراد کے ساتھ موجود تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی کنگ اٹلس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے پر تھکن کے ساتھ ساتھ افسردگی کے بھی آثار تھے۔ وہ دبلا پتلا اوسط قد کا آدمی تھا۔ میں اور تہذیب رک گئے۔ ہمارے اور کنگ اٹلس کے درمیان تقریباً دس فٹ کا فاصلہ تھا۔

کنگ اٹلس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اس نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے اور اس کی عقابی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

”تم دونوں کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہیں مشکوک حالت میں پکڑا گیا ہے۔“ اس نے کہا۔ اس کی آواز اس کے جسم کے برعکس خاصی بھاری تھی۔

”یہ غلط ہے کنگ۔“ میں نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔ ”ہمیں صرف اس بنیاد پر مشکوک سمجھ لیا گیا کہ ہمارے پاس رائفلیں موجود تھیں۔“

”تم پر شبہ ہے کہ تمہارا تعلق کلاؤ ڈوول سے ہے۔ تمہارے پاس سے برآمد ہونے والی رائفلیں روسی ساختہ ہیں جو یہاں دستیاب نہیں ہوتیں۔“

”ہم دونوں چہل قدمی کی غرض سے کیمپ سے ذرا دور نکل گئے تھے کہ اچانک کیمپ پر حملہ ہو گیا۔ ہم نے چٹانوں کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی کچھ سیاہ پوش موجود تھے جنھوں نے ہم پر بھی حملہ کر دیا۔ مجبوراً ہمیں ان سے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ رائفلیں ہم نے حملہ آوروں سے ہی چھینی تھیں۔“

”تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے لڑکے کہ تم کس قسم کا بیان دے رہے ہو۔“ کنگ نے درشت لہجے میں کہا۔ ”کنگ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سزا موت ہے۔ تم ذرا اپنی عمر دیکھو اور اپنے بیان پر غور کرو۔ تم بھلا ان منظم لوگوں سے کیا مقابلہ کر سکتے ہو کہ ان سے چھین لیں، اونہہ!“ اس کا انداز مضحکہ خیز ہو گیا۔ ”اور یہ لڑکی... اس نے بھی ان لوگوں کا مقابلہ کیا تھا؟“

”ہاں، اس نے بھی ان کا مقابلہ کیا تھا۔ تین افراد کو اس نے ٹھکانے لگایا اور پانچ میرے ہاتھوں لقمۂ اجل بنے۔ گویا اس مقابلے میں ان کے کم از کم آٹھ افراد مارے گئے۔ نویں آدمی کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس لیے کہ وہ میرے ہاتھوں بہت بری طرح پٹا تھا۔ معلوم نہیں وہ زندہ بچا ہو گا یا مر چکا ہو گا۔“

کنگ اٹلس نے مجھے سر سے پیر تک گھورا۔ ”تم اب بھی اپنے بیان پر اڑے ہوئے ہو؟“ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ”معلوم ہے میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ یاد رکھو تمہیں حقیقت میں اگلنا پڑے گی ورنہ تم پر ایسا تشدد کیا جائے گا جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”میں نے جو کچھ کہا اس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کی لاشیں اب بھی وہیں موجود ہوں گی۔ جا کر دیکھ کیوں نہیں لیتے۔“

کنگ مجھے گھورنے لگا۔ کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ ”فرض کرو وہاں لاشیں مل گئیں تو تم یہ کیسے ثابت کرو گے کہ ان کی موت کے ذمے دار تم ہی ہو؟“

”کیا لاشیں ملنے سے میرے بیان کی تصدیق نہیں ہو جائے گی؟ اس کے بعد بھی اگر تم میری بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے تو میرے بیان کو غلط ثابت کرنا تمہارا کام ہو گا۔“

”کیا مطلب؟“ کنگ کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔

”پورے کیمپ میں سے تمہیں کوئی ایسا شخص فراہم کرنا ہو گا جو ان لوگوں کو ہلاک کرنے کا دعوے دار ہو۔“

”ہوں!“ کنگ اٹلس غرایا۔ ”اگر تم نے کنگ کے دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے تو کنگ تمہیں سر آنکھوں پہ بٹھائے گا اور اگر تمہاری بات غلط ثابت ہوئی تو...“ اس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں کو چلنے کا حکم دیا۔

ہم پیدل ہی اس چٹانی سلسلے کی طرف چل کھڑے ہوئے جہاں رات میں نے اور تہذیب نے نامعلوم حملہ آوروں کا مقابلہ کیا تھا۔ باہر اتنا اجالا پھیل چکا تھا کہ بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ سورج طلوع ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی۔

”یہ لوگ اس چٹان کے قریب کھڑے پائے گئے تھے۔“ کنگ کے ایک ساتھی نے کنگ کو بتایا۔

کنگ ہماری طرف مڑا۔ ”بتاؤ، وہ لاشیں کہاں ہیں؟“

میں اس طرف بڑھا جہاں میں نے پہلے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ان لوگوں کو چٹان کے عقب میں لے گیا۔ چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی کنگ اٹلس ٹھٹک گیا۔ اس نے وہاں پڑی ہوئی تینوں لاشیں دیکھ لی تھیں۔ تینوں سیاہ پوش تھے۔ ان میں سے دو تہذیب کی گولیوں کا نشانہ بنے تھے اور تیسرا شخص جس کی میں نے پٹائی کی تھی وہ بھی مر چکا تھا۔

کنگ جھپٹ کر آگے بڑھا اور انھیں الٹ کر ان کے چہرے دیکھنے لگا۔ ”تینوں مقامی لوگ ہیں۔“ وہ بڑبڑایا پھر میری طرف مڑ کر بولا۔ ”تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہارے ہاتھوں نو افراد مارے گئے ہیں۔“

”اگر ان کے ساتھی ان کی لاشیں اٹھا کر نہیں لے گئے تو انھیں چٹان کے اوپر ہونا چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”جاؤ!“ کنگ نے اپنے دو آدمیوں سے کہا۔ ”چٹان کا جائزہ لے کر آؤ اور فوراً مجھے رپورٹ دو۔“

وہ دونوں افراد چلے گئے اور کنگ مجھے گھورنے لگا مگر میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا جو شروع سے اب تک کچھ نہیں بولی تھی۔ دونوں افراد جلد ہی واپس آگئے اور انھوں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ چٹان کے اوپر چھ افراد کی لاشیں موجود ہیں۔

”تم نے ان کے چہرے دیکھے؟“ کنگ نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ ”وہ مقامی ہی ہیں یا...؟“ اس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

”پانچ افراد تو مقامی ہیں۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔ ”چھٹے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

”کیوں؟“ کنگ کے لہجے میں بے تابی تھی۔

”اس کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس پر بم مارا گیا ہے۔“

کنگ تیزی سے میری طرف مڑا۔ ”تمہارے پاس بم کہاں سے آیا؟“ اس نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

”ہمارے پاس کوئی بم نہیں تھا کنگ۔“ میرے بجائے تہذیب نے جواب دیا۔ ”وہ ہم پر بم پھینکنے جا رہا تھا۔ بم کی پن کھینچ چکا تھا کہ اتفاقاً میری نظر پڑ گئی اور میں نے اس پر گولی چلا دی۔ اگر مجھے فائر کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو اس نے بم پھینک دیا ہوتا اور اس کے بجائے ہمارے پرخچے اڑ گئے ہوتے۔“

کنگ کی آنکھوں میں حیرت کا شدید تاثر ابھرا۔ ”تم لوگوں نے ان سے رائفلیں کیسے چھینی تھیں؟“

”دو افراد نے ہم پر چھلانگ لگائی تھی۔“ میں نے کہا۔ ”اگر انھوں نے خاموشی سے ہمیں گولی مار دی ہوتی تو ہم یہ کہانی سنانے کے لیے زندہ نہ رہتے مگر ان سے حماقت سرزد ہو گئی جس کا انھیں خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہم نے ان سے رائفلیں چھین لیں۔ اس وقت شاید ان کے ساتھی قریب موجود نہیں تھے۔ وہ بعد میں یہاں پہنچے ہوں گے۔ بہرحال اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟“

”جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ خاصا ناقابلِ یقین ہے تاہم اس سے انکار بھی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔“ کنگ نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ ”میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم دونوں نے یہ سب کچھ کیسے کیا ہو گا! میں زیادہ دیر یہاں رک بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ پولیس یہاں پہنچنے والی ہو گی اور مجھے خود سارے معاملات نمٹانے ہوں گے۔ تم میرے آدمیوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔“

”کیا ہم قیدیوں کی حیثیت میں ہی رہیں گے؟“ تہذیب نے کہا۔

”نہیں، تم کنگ کے معزز مہمانوں کی حیثیت سے رہو گے۔ میں تمہیں دکھاؤں گا کہ کنگ احسان فراموش نہیں ہے۔ وہ مہمانوں کی قدر کرنا جانتا ہے۔“

”کیا ہمارے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی ہو گی؟“ میں نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں، تم جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن میری خواہش ہے کہ تم ابھی کیمپ چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں تم سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”یہ ہمارے لیے اعزاز ہے کہ کنگ نے ہمیں کسی قابل سمجھا۔ ہم کیمپ سے باہر نہیں جائیں گے۔“ میں نے کہا۔

میں اور تہذیب کنگ کے ایک آدمی کے ساتھ چوبی مکان میں واپس آگئے۔

”آپ لوگ نہا دھو کر تیار ہو جائیں۔ میں ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔“ ہمارے ساتھ آنے والے نے کہا اور باتھ روم تک ہماری راہ نمائی کی۔

کچھ دیر بعد میں اور تہذیب انتہائی پرتکلف ناشتا کرنے میں مصروف تھے۔ ناشتے کی میز پر ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

”تم نے غور کیا تہذیب! وہ رائفلیں روسی ساخت کی تھیں۔ گویا حملہ آوروں کے عقب میں روسی ایجنٹ ہی تھے۔“

”ہاں علی!“ تہذیب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”معلوم نہیں ان لوگوں نے کیسے مقامی غنڈوں کی خدمات حاصل کر لی ہوں گی؟“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تہذیب! اب یہی دیکھو کہ کنگ اٹلس تک ہمارے علاوہ کسی کی رسائی بھی نہیں ہو سکی۔“

”لیکن اصل معاملہ تو جین کا ہے۔ ڈی فوسٹر کے بارے میں اس سے معلومات کیسے حاصل ہوں گی؟“

”اس کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام ہو ہی جائے گا۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”ابھی تو کنگ اٹلس ہمارا ممنونِ احسان ہے۔ لیکن اس سے براہِ راست پوچھ گچھ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔“

”میں سمجھتی ہوں علی!“ تہذیب نے کہا۔

وہ سارا دن ہم نے اپنی اپنی کیبن میں گزار دیا۔ کنگ اٹلس دوپہر کے وقت واپس آگیا تھا مگر وہ آتے ہی سو گیا تھا اس لیے اس سے ہماری کوئی بات نہیں ہو سکی۔

شام ساڑھے پانچ بجے کے قریب اس سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ خاصے خوشگوار موڈ میں نظر آ رہا تھا۔ ”تم لوگوں نے میری جو مدد کی اس کے لیے میں تم دونوں کا بے حد مشکور ہوں۔“ اس نے کہا۔

”جو کچھ ہم نے کیا اس کے لیے ہم مجبور تھے۔“ میں نے کہا۔ ”کاش ہم تمہاری کوئی مدد کر سکتے۔“

”مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ تم دونوں نے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہوگا۔ تم دونوں ہی نو عمر اور ناتجربے کار ہو جبکہ تمہارے مقابلے میں جو لوگ تھے وہ نہ صرف انتہائی تجربے کار اور مشاق لوگ تھے بلکہ وہ مسلح بھی تھے اور تم دونوں کے پاس تو شاید کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔“

”لڑائی میں سب سے زیادہ اہمیت حوصلے کی ہوتی ہے مسٹر کنگ۔“ میں نے کہا۔ ”اور میں یہ بات کبھی نہیں مان سکتا کہ جو شخص جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہو وہ حوصلہ مند بھی ہو سکتا ہے۔“

کنگ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ”بہرحال پچھلی رات اگر تم لوگ حملہ آوروں سے مقابلہ نہ کرتے تو وہ کبھی فرار نہ ہوتے اور شاید ہمارا پورا کیمپ تباہ کر کے ہی دم لیتے۔“

”یہ محض اتفاق تھا مسٹر کنگ کہ ہمارے یہاں پہنچنے کے چند گھنٹے بعد کیمپ پر حملہ ہو گیا تھا اور مزید اتفاق یہ کہ کچھ حملہ آور ہم سے بھی آ ٹکرائے۔“

”مجھے تو تم دونوں ہی لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق معلوم ہوتے ہو۔ معلوم نہیں تم لوگ کون ہو۔ کیا اپنا تعارف نہیں کراؤ گے؟“

جواب میں ہم نے اسے وہ گھڑی ہوئی کہانی سنا دی جو ہم نے اسے سنانے کے لیے ہی گھڑی تھی۔ جس شخص کا حوالہ ہم نے اپنے باپ کے طور پر دیا تھا اس کا نام سن کر کنگ اچھل پڑا۔

”اوہ مائی گاڈ! کیا تمہارے باپ نے تمہیں کنگ اٹلس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟“ اس نے کہا۔

”نہیں مسٹر کنگ! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے ان کے منہ سے کبھی آپ کا نام نہیں سنا!“

”وہ میرا بہت عزیز دوست تھا۔“ کنگ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ ہم دونوں طویل عرصے تک پارٹنر شپ میں کام کرتے رہے پھر بعض اختلافات کی بنا پر ہم میں علیحدگی ہو گئی تھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی اولاد سے کبھی ملاقات ہوگی اور وہ بھی ایسے حالات میں۔“

”ہم تو سیاحت کرتے ہوئے ادھر آ نکلے تھے اور ان لوگوں سے بھی ہم نے محض اپنے دفاع میں مقابلہ کیا تھا۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس سے ہمارا کتنا گہرا تعلق ہے تو ہم دور تک ان حملہ آوروں کا تعاقب کرتے۔ انہیں یوں فرار نہ ہونے دیتے۔“ تہذیب نے کہا۔

”یقیناً تم لوگوں کا اس سے براہ راست تعلق ہے۔ یہ جو کچھ ہے اسے اپنا ہی سمجھو۔ تم میرے بچوں کی طرح ہو۔“

”حملہ آوروں کے بارے میں کچھ علم ہوا مسٹر کنگ؟“ میں نے پوچھا۔ ”وہ کون لوگ تھے اور اس حملے سے ان کا مقصد کیا تھا؟“

”کچھ بدمعاش قسم کے لوگ تھے جو اس کیمپ کو تباہ کر دینا چاہتے تھے۔ بس پیشہ ورانہ رقابت سمجھ لو۔“ کنگ نے جواب دیا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تہذیب نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے نظریں چرا لیں۔

”گویا آپ ان لوگوں سے واقف ہیں؟“ تہذیب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”ہمیں ان کے بارے میں بتائیے۔ اپنے انکل کے دشمنوں کا صفایا کر کے ہمیں بہت خوشی ہوگی۔“

”اوہ نہیں، ان لوگوں سے تو میں اپنے طور پر ہی نمٹ لوں گا۔ تم لوگوں کا اس معاملے میں پڑنا مناسب نہیں ہے۔“ کنگ نے بوکھلا کر کہا۔

”ٹھیک ہے انکل۔“ تہذیب نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ”اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو یوں ہی سہی۔ لیکن آپ کے کسی کام آ کر ہمیں خوشی ہوتی۔“

تہذیب کے جواب سے کنگ اٹلس کے چہرے پر اطمینان بکھر گیا۔ ”تم لوگوں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ باپ کی چھوڑی ہوئی دولت پر عیش کر رہے ہو یا خود بھی کچھ کرتے ہو؟“

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ ”ہمارے باپ نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے!“

”لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟“ کنگ نے پوچھا۔

”دراصل ہم آزاد قسم کے لوگ ہیں۔“ میں نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ”کسی ایک پیشے سے مستقل وابستہ ہونا ہمارے لیے خاصا مشکل ہے اس لیے جب بھی ہمیں ضرورت ہوتی ہے ہم سہل وہ طریقہ اختیار کر لیتے ہیں جس میں محنت کم ہو اور دولت زیادہ حاصل ہو جائے۔“

”میں سمجھ گیا۔“ کنگ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ”تم دونوں کو اپنے باپ کی صلاحیتیں ورثے میں ملی ہیں اور تم کہتے ہو اس

نے تمہارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔“

میں جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔ ”آپ جہاندیدہ آدمی ہیں انکل! آپ سے کچھ چھپانا ہمارے لیے ممکن بھی نہیں ہے۔“

کنگ نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ ”تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ ”اب تمہیں ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ تمہارا انکل تم لوگوں کی صلاحیتوں کو نہ صرف جلا بخشے گا بلکہ تم لوگوں کو دولت کے حصول کے لیے ایسے ایسے گر بتائے گا کہ تم خود بھی حیران رہ جاؤ گے۔“

”اوہ۔۔۔ اندازاً کتنی دولت مل جائے گی انکل؟“ میں نے یوں پوچھا جیسے حصول دولت کی نوید سن کر پھولا نہ سما رہا ہوں۔

”اتنی دولت جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ کنگ نے کہا اور ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”کیمپ کی کیا صورت حال ہے انکل؟“ دفعتاً تہذیب نے پوچھا۔

”پولیس آ کر جا چکی ہے۔ ان لوگوں کی لاشیں پولیس نے اپنی تحویل میں لے لی ہیں جو تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ بقیہ تفصیلات میں تمہیں پھر بتاؤں گا۔ کیمپ میں جو افراتفری پھیلی ہے اس پر پوری طرح قابو پانے کے لیے ابھی کچھ وقت مزید درکار ہے۔ تم لوگ گھومنا پھرنا چاہو تو گھوم پھر سکتے ہو لیکن یہاں سے واپس مت جانا۔ اب تم یہاں مہمان نہیں رہے بلکہ اب تم میری فیملی کے ارکان کی حیثیت رکھتے ہو۔ میں اب جاؤں گا۔ شاید ساری رات مجھے کیمپ میں ہی گزارنا پڑے۔“

”میں بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا انکل۔“ میں نے کہا اور کنگ اٹلس ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

”مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمارا کام بن جائے گا۔“ تہذیب نے مجھ سے کہا۔

”میرا خیال بھی یہی ہے۔ وہ ہم سے ڈی نوسٹر کے سلسلے میں کوئی کام لینا چاہتا ہے۔“

”لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ یہ شخص آخر اتنا بڑا گروہ چلا رہا ہے۔ اس کے وسائل بھی کم معلوم نہیں ہوتے پھر یہ ابھی تک ڈی نوسٹر والا معاملہ کیوں طے نہیں کرا سکا!“

”میں خود بھی اس بات پر غور کرتا رہا ہوں لیکن اس کی کوئی ظاہری وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ معلوم نہیں اس معاملے میں اتنی تاخیر کیوں ہو گئی۔ یہ تو بہت تیزی سے طے ہونے والا معاملہ تھا۔“

”ڈی نوسٹر کی تلاش کا کام جلد از جلد مکمل ہو جانا چاہیے۔“ تہذیب نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ ”اس کام میں پہلے ہی بہت وقت صرف ہو چکا ہے۔“

”لائحہ عمل طے کرنا چیف کا کام ہے۔ ہم جیسے ماتحت تو صرف حکم کے غلام ہوتے ہیں۔“

”میں تو زبردستی انچارج بنی بیٹھی ہوں۔“ تہذیب مسکرائی۔ ”اور تمہیں بھی زبردستی ہی میری یہ حیثیت قبول کرنا پڑی ہے!“

”بات اس حد تک درست ہے کہ تم زبردستی انچارج بنی بیٹھی ہو۔ یہ غلط ہے کہ میں نے مجبوراً تمہاری ماتحتی میں کام کرنا قبول کیا ہے۔“

”اوہ! یہ تو میرے لیے انکشاف ہے۔“ تہذیب دلچسپی سے بولی۔ ”میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میں انچارج بن گئی تو تم نے بس اسے قبول کر لیا۔“

”گزشتہ دنوں کے تمہارے سابقہ تجربات کی روشنی میں میں نے یہ محسوس کیا کہ تم اس ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس کے علاوہ وہ علی گروپ قائم کر کے تم پہلے ہی ثابت کر چکی تھیں کہ ابھی تمہاری صلاحیتیں زنگ آلود نہیں ہوئی ہیں۔“

”گڈ ویری گڈ۔ سعادت مند ماتحت ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔“ تہذیب نے کہا۔

”میں اس قابل تو نہ تھا تاہم اس حوصلہ افزائی کے لیے میں چیف کا از حد مشکور ہوں۔“ میں نے نیاز مندانہ لہجے میں کہا۔

تہذیب ہنسنے لگی۔ ”اب آپ یوں کریں مسٹر علی کہ جا کر آرام کریں۔ میں ذرا کیمپ نوردی کرنے جا رہی ہوں۔“

”یہ تو زیادتی ہوگی چیف اگر کیمپ نوردی کی سعادت سے ماتحت کو محروم رکھا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چیف کے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔ تاہم مشن کی کامیابی کے لیے اگر اس ناکارہ ماتحت کا ساتھ لے جانا بھی مناسب ہے تو یہ ناچیز ماتحت۔۔۔“

”اوہ نہیں تم دل چھوٹا نہ کرو۔ ہم اپنے ماتحتوں کے دل نہیں توڑا کرتے۔“ تہذیب نے چہکارنے والے انداز میں کہا اور ہنس پڑی۔

ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے باہر نکل آئے۔ کل رات کے حملے سے متاثر ہونے والے سیاح واپس چلے گئے تھے لیکن اس کے باوجود نشے بازوں کی بہت بڑی تعداد رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھی۔ رات کو کیا ہوا تھا، اس سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی۔ ان کے لیے یہی بہت کافی تھا کہ وہ زندہ تھے۔

”انہیں دیکھ رہے ہو علی؟“ تہذیب نے متنفرانہ انداز میں کہا۔ ”یہ لوگ کس قدر خود غرض اور بے حس ہیں کل یہاں کتنا کشت و خون ہوا ہے مگر یہ اپنے نشے میں مگن ہیں!“

”یہ تو صاف ظاہر ہے تہذیب کہ نشے کی لت آدمی کو خود غرض اور بے حس بنا دیتی ہے۔ اس میں تعجب کی تو کوئی بات نہیں ہے!“

"افسوس تو ہوتا ہی ہے علی! ایک انسان ہونے کے ناتے دوسرے انسان کو پستیوں میں گرتے دیکھنا آسان تو نہیں ہوتا۔"

"یہ خود غرضی اور بے حسی کی انتہا ہے۔" تہذیب! سفید فام ہمیشہ سے اپنی خود غرضیوں کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔ جو قصے یاد نہیں ہیں انہی کا حال دیکھ لو۔ محض اپنی برتری قائم کرنے کے خیال خام کے تحت ان سفید فاموں نے جوہری توانائی دریافت کی اور اب اسلحے کی دوڑ میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ پوری دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔"

ہم کافی دیر تک کیمپ میں ٹہلتے رہے پھر تہذیب ایک مخصوص سمت میں بڑھنے لگی۔ میں نے یہ بات محسوس کر لی مگر میں کچھ بولا نہیں۔ ایک چھولداری کے نزدیک پہنچ کر تہذیب رک گئی۔ چھولداری کے سامنے والے حصے پر سرخ رنگ کا نشان بنا ہوا تھا۔ تہذیب نے چھولداری کا پردہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی۔ اندر کا منظر ناگفتہ بہ تھا۔ ایک تیز سی نسوانی چیخ ابھری اور اندر موجود لڑکی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ بہت سہمی ہوئی تھی اور خود کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس لڑکی کے ساتھ بد بھی موجود تھا۔

"تم ذرا باہر آؤ۔" تہذیب نے بھینچے ہوئے انداز میں کہا اور باہر نکل آئی۔ بد کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ایسے ہی واقعات کو جنم دیتی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ بہت کمینہ آدمی ہے۔" تہذیب نے بھینچے ہوئے انداز میں کہا۔ "پکا سور ہے۔"

اسی اثنا میں بد باہر نکل آیا تھا۔ "وہ دراصل ایک معصوم لڑکی ہے۔ معاشرے کی ستائی ہوئی اور بے سہارا لڑکی۔ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور بہن بھائی..."

"بکواس مت کرو۔" تہذیب نے ڈپٹ کر کہا۔ "اس کے علاوہ بھی کچھ کیا ہے تم نے یہاں؟"

"لگ... کیوں نہیں چیف۔ کیوں نہیں۔" بد نے ہکلا کر کہا۔ "کچھ نہیں، بہت کچھ کیا ہے۔"

"تم انتہائی گھٹیا اور ناکارہ آدمی ہو۔" تہذیب غصیلے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "ہم سے علیحدہ ہونے کا مقصد یہی تھا کہ تم آزادی سے اپنی مذموم حرکتیں جاری رکھ سکو۔"

"یہ غلط ہے چیف۔" بد نے احتجاج کیا۔ "میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ آپ لوگوں سے الگ رہ کر آپ کے دشمنوں پر نظر رکھ سکوں۔"

"اچھا۔" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تو پھر ہم سے دور رہ کر کیا تیر مارا جناب نے؟"

"رات کے واقعے میں کچھ مقامی لوگ بھی ملوث ہیں۔" بد نے کہا۔ "میرا مطلب ہے وہ اسی کیمپ میں مقیم ہیں۔ سوہ میں افراد ہیں جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم کو چیف اور دوسری کو نقصان پہنچانے سے قبل ہی جہنم واصل کر دیا جائے گا۔"

تہذیب نے مشکوک نظروں سے بد کو گھورا۔ "کہاں ہیں وہ لوگ؟ ان کا پتا بتاؤ۔"

"ادھر جہاں تین درختوں کے تنے آپس میں ملے ہوئے ہیں اُن کے دامن میں ان کی چھولداری نصب ہے۔ وہ لوگ یقیناً حملہ آوروں کے ساتھی ہیں۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"خاص بات تو کوئی نہیں ہے۔ کنگ نے اپنی حیثیت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اور اس نے پولیس کو مطمئن کر کے ہی واپس بھیجا ہے۔ ویسے چیف میں ہزار آنکھوں سے جاگ رہا ہوں۔ آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "جاؤ جہنم رسید ہو جاؤ۔"

بد نے مؤدبانہ انداز میں سر خم کیا اور پلٹ کر اس طرح چھولداری کے اندر واپس چلا گیا جیسے تہذیب کے حکم پر حرف بحرف عمل کرنا چاہتا ہو۔ میں تہذیب کے ساتھ ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"یہ سور! بعض اوقات اس پر سخت غصہ آتا ہے۔ بہت خراب عادتوں کا مالک ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اس بے چارے کے لیے ایسے الفاظ کیوں استعمال کر رہی ہو؟" میں نے معصومیت سے کہا اور تہذیب مجھے گھورنے لگی۔

"کیوں، تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ تم نے نہیں دیکھا تھا کہ وہ چھولداری کے اندر کس حالت میں پایا گیا تھا؟"

"نہیں۔" میں نے معصومیت سے کہا۔ "دراصل میں چھولداری کے اندر نگاہ نہیں ڈال سکا تھا۔"

"خبردار! شرارت مت کرو علی۔ وہ... وہ..." تہذیب نے کہا اور جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔ پھر دفعتاً سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا خیال ہے جن لوگوں کی نشان دہی بد نے کی ہے، انہیں ہاتھوں ہاتھ ہی دیکھتے چلیں؟"

"میرے خیال میں ابھی یہ مناسب نہیں ہوگا۔ پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ کنگ ہم سے کیا کام لینا چاہتا ہے، اس کے بعد ہی اس معاملے کو دیکھیں گے۔"

اس رات کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔ پوری رات سکون سے گزر گئی۔ صبح ناشتے کے بعد تہذیب نے باہر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

"کیا ارادے ہیں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم علی کہ میں کیا کروں گی لیکن اب کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ ہم زیادہ انتظار کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "لیکن کیا تم اکیلی جاؤ گی؟"

"ہاں علی! تم ساتھ ہوتے ہو تو میرے اعتماد میں فرق پڑتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "جیسے تمہاری مرضی۔ ویسے بھی اس مشن کی انچارج تم ہو۔"

تہذیب چلی گئی اور میں کنگ اٹلس کے کیمپ میں اکیلا رہ گیا۔ کنگ اٹلس کے آدمیوں کا رویہ ہمارے ساتھ کوئی بہتر تھا لیکن مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ ابھی تک ڈولی کہیں دکھائی نہیں دیا تھا جبکہ وہ کنگ اٹلس کا دست راست تصور کیا جاتا تھا۔ اس کی غیر موجودگی سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ کیمپ کے معاملات دیکھ رہا ہوگا۔ میں اس سے بدلہ لینے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن اس کے لیے اس کا سامنے آنا ضروری تھا۔ اب تو میری راہ میں کوئی مصلحت بھی حائل نہیں تھی بلکہ اس کی پٹائی کر کے میں اب اپنے مشن کے لیے مفید نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

تہذیب کو گئے ہوئے دیر ہو چکی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی۔ میں تہذیب کی جانب سے قطعی بے فکر ہو چکا تھا۔ اگر اس نے مجھ پر اور خود پر کنگ اٹلس کے ایک پرانے قریبی دوست کے بچوں کا میک اپ نہ کیا ہوتا تو ہم کبھی کنگ اٹلس کی ہمدردیاں اس حد تک حاصل نہیں کر سکتے تھے جس کے نتیجے میں ہم بھی دوسروں کی طرح تاریک ٹوئیاں مارتے رہ جاتے۔ جبکہ اب صورت حال یہ تھی کہ کنگ ہمارا گرویدہ ہو چکا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس کے ذریعے ڈی فوسٹر تک پہنچنا اب زیادہ مشکل نہیں رہ گیا ہے۔ مجھے یہ بخوبی اندازہ تھا کہ چونکہ کنگ اٹلس اور ڈی فوسٹر دونوں کا تعلق ایک ہی خاندان یعنی شیر خاندان سے ہے لہٰذا ڈی فوسٹر کے لیے کنگ اٹلس سر دھڑ کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

معلوم نہیں کتنی دیر تک میں خیالوں میں کھویا رہا۔ پھر میں اس وقت چونکا جب کنگ اٹلس کا ایک آدمی میرے پاس آیا۔

"کنگ کو آپ سے کوئی خاص بات کرنی ہے اور وہ آپ سے مشرقی پہاڑیوں میں ملنا چاہتا ہے۔" اس نے مجھے کنگ اٹلس کا پیغام دیتے ہوئے کہا۔ "میڈم کہاں ہیں؟"

"وہ تو ایک کام سے باہر گئی ہوئی ہیں۔ کیا کنگ نے انہیں بھی بلایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کنگ نے کہا تھا کہ دونوں میں سے جو بھی موجود ہو اسے کنگ کے پاس بھیج دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں وہاں تک کیسے پہنچوں گا۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

"نہیں، یہ سفر آپ اکیلے ہی کریں گے اور آپ کو پیدل ہی جانا ہوگا۔ مشرقی پہاڑیاں یہاں سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔ لیکن مشرقی پہاڑیاں کوئی چھوٹی موٹی جگہ تو ہے نہیں۔ میں کنگ کو وہاں ڈھونڈوں گا کیسے؟"

"یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ تو بس مشرقی پہاڑیوں تک پہنچ جائیں۔ کنگ آپ کو خود ہی تلاش کر لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور عمارت سے باہر نکل آیا۔ معاملہ خاصا پُراسرار تھا لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی تھی۔ مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا کہ ڈی فوسٹر کے سلسلے میں وہ مجھ سے اور تہذیب سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ معاملہ رازداری کا متقاضی تھا اور کنگ اٹلس رازداری برتنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کئی ممالک کے خطرناک ایجنٹوں سے اتنے عرصے تک ڈی فوسٹر کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

مشرقی پہاڑیوں کی سمت پیدل چلتے ہوئے مجھے تہذیب کا خیال آیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ خدا جانے وہ کہاں اور کس چکر میں ہوگی۔ کامیابی تو خود میری سمت چل کر آ گئی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ میرے پاس تہذیب کو اطلاع دینے تک کا وقت نہیں تھا۔

کیمپ کے آخری سرے تک پہنچنے کے بعد میں اس چٹانی راستے پر ہو لیا جو آگے جا کر مشرقی پہاڑیوں سے مل جاتا تھا۔ مشرقی پہاڑیوں تک پہنچنے کا یہی قریب ترین راستہ تھا۔ میں یہ معلوم کرنے کے لیے خاصا بے چین تھا کہ کنگ نے مجھے کیا بات کرنے کے لیے بلوایا ہے۔ غالب امکان تو یہی تھا کہ اس نے مجھے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں ہی بلوایا ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اور معاملہ ہوا تو...؟

اس سے آگے میں کچھ بھی نہ سوچ سکا۔ اس لیے کہ اسی وقت میرے سامنے والی چٹان سے بہت سے سنگ ریزے اڑ کر فضا میں بکھر گئے تھے۔ اس چٹان سے ایک گولی ٹکرائی تھی جسے یقیناً کسی سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے فائر کیا گیا تھا۔ میں بڑی تیزی سے زمین پر بیٹھ گیا۔ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ مجھے ان لوگوں نے گھیر لیا ہے جن کی نشان دہی بد نے کی تھی۔ قصوروار بھی خود تھا کیونکہ میں اپنے خیالوں میں کچھ اس طرح ڈوب گیا تھا کہ تعاقب کا خیال ہی نہ رکھ سکا۔ اور اب اس ویرانے میں ان مسلح لوگوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اس وقت تک میں آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکا تھا اس لیے یہ امکان بھی نہیں تھا کہ کوئی میری مدد کو ہی آ جائے گا۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں کہ ایک بار پھر سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں میرے سر پر سے گزریں اور اس بار بھی سامنے والی چٹان سے بہت سے سنگریزے اُڑتے دکھائی دیے لیکن اس بار میں نے فائرنگ کی سمت کا تعین کر لیا تھا۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ حملہ آور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔

اب میرے لیے یہ ممکن نہیں رہ گیا تھا کہ حملہ آور کو بخش دوں۔ ایک آدمی سے تو بہ آسانی نمٹا جا سکتا تھا۔ میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑی اور مختلف چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا بالآخر اس بڑی سی چٹان کے پیچھے پہنچ گیا جس کے عقب سے حملہ آور نے فائرنگ کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں جدید ساخت کی ایک لمبی سی رائفل دبی ہوئی تھی اور وہ بے چینی سے سامنے کی سمت نظریں دوڑا رہا تھا۔

میں دبے قدموں اس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اسے اپنے عقب میں میری موجودگی کا احساس ہو گیا۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پوری قوت سے رائفل گھمائی۔ اگر میں پھرتی سے ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو لٹھ کی طرح گھمائی گئی رائفل میرے سر پر پڑی ہوتی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ٹونی تھا۔

اسے دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔ اس کا وار خالی دیتے ہی میں نے بجلی کی سی تیزی سے جھک کر اس کی دونوں ٹانگیں کھینچ لیں۔ وہ پتھریلی ناہموار زمین پر چت گرا تھا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ خارج ہوئی اور رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میرا خیال تھا کہ اتنی شدید چوٹ آنے کے بعد وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا ہوگا لیکن وہ نہ صرف اٹھا بلکہ اس نے اپنی آستین سے چاقو بھی نکال لیا۔

میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ٹونی کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور اس کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں۔ وہ ذرا سا آگے کی طرف جھکا ہوا آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا چاقو والا ہاتھ آگے کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس کے ہر انداز سے مہارت ٹپک رہی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ چاقو بازی میں بے انتہا مہارت کا حامل ہے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں اس کی چاقو بازی کے سامنے نہیں ٹھہر سکوں گا۔ وہ پلک تک نہیں جھپکا رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔

میں الٹے قدموں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ہمارے درمیان فاصلہ برقرار تھا۔ اسے حملہ کرنے کی کوئی جلدی معلوم نہیں ہوتی تھی اور یہی چیز سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ وہ عجلت کا مظاہرہ کرتا تو میں اس کی کسی غلطی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کرتا مگر اس کے انداز سے تو یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک ہی وار میں میرا کام تمام کر دینا چاہتا ہو۔

وہ میری کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور میں اپنے اوسان بحال رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ اسے نمٹنا کرنا ضروری تھا۔ اس کے بغیر ہمارے درمیان برابر کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی مجھ سے بہت برتر تھا لہٰذا اگر میں کسی صورت سے اسے نہتا کرنے میں کامیاب ہو جاتا تب بھی برتری اسی کو حاصل رہتی۔

دفعتاً اس نے جھپٹ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ چاقو کا پھل فضا میں ایک طویل چمکدار قوس بناتا ہوا میرے دل کی طرف آیا تھا مگر دشمنی کے باوجود میں ٹونی کو اس کی مہارت کی داد دینے کے لیے مجبور تھا۔ اس نے بجلی کی سی سرعت سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس کا حملہ کسی نہ کسی حد تک کارگر بھی ہو گیا ہوتا اگر اسی وقت میرے پیر کسی چیز سے الجھنے کی وجہ سے میں پیچھے کی طرف گر گیا ہوتا لیکن اس کے باوجود اس کے چاقو کی نوک میری جیکٹ کو کاٹتی ہوئی گزر گئی تھی۔

مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ میرے پیروں سے ٹکرانے والی چیز وہی رائفل تھی جو ٹونی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اپنا وار خالی جانے کی وجہ سے ٹونی جھنجلا گیا اور اب اس نے چاقو سمیت مجھ پر چھلانگ لگائی مگر میں تیزی سے کروٹ لے کر اس کی زد سے نکل گیا۔ چاقو کی نوک پتھریلی زمین سے ٹکرائی تھی۔ کروٹ لے کر اس کی زد سے نکلتے ہی میں عقاب کی طرح رائفل پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ پھرتی کے مقابلے میں میں نے ٹونی کو بری طرح سے مات دے دی تھی۔ اس لیے کہ جب میں نے کئی قدم پیچھے ہٹ کر رائفل سے اس کا نشانہ لیا اس وقت تک وہ پوری طرح اٹھ بھی نہیں سکا تھا۔

"بس رک جاؤ ٹونی!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "ورنہ تمہاری کھوپڑی کے چیتھڑے اڑ جائیں گے!"

ٹونی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ چاقو اب بھی اس کی مٹھی میں دبا ہوا تھا مگر اب اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے تاثرات تھے۔

"یاد ہے ٹونی! پہلی بار کیمپ میں تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے میرا کیا حشر کیا تھا؟" میں غرایا۔ "اب بتاؤ میں تمہارا کیا حشر کروں؟"

جواب میں ٹونی صرف اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی خوفزدگی میں اضافہ ہو گیا۔

"سنا ہے تم بہت بہادر آدمی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمہاری بہادری اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے رائفل کی لبلبی پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"نن... نہیں!" ٹونی ہاتھ اٹھا کر ممیایا۔ "مجھے مت مارو۔ تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"پرسکل کا دن یاد کرو ٹونی جب کیمپ میں تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے مجھے بے دردی سے مارا تھا۔ اس وقت تمہیں مجھ پر رحم نہیں آیا تھا؟"

"لیکن ہم نے تمہیں جان سے تو نہیں مارا تھا۔" ٹونی نے بے بسی سے کہا۔ "پھر تم کیوں میری جان لینے کے درپے ہو رہے ہو؟"

"ابھی کچھ ہی دیر قبل تم نے دو بار میری جان لینے کی کوشش کی ہے ٹونی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا رائفل سے فائرنگ کر کے اور چاقو سے مجھ پر حملہ کر کے تم اپنے خیر سگالی کے جذبات کا اعلان کر رہے تھے؟"

ٹونی کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ پھر اس نے اچانک ہی وہ حرکت کر ڈالی جس کی میں اس سے کسی وقت بھی توقع کر رہا تھا۔ اس نے اپنی مٹھی میں دبا ہوا چاقو مجھ پر کھینچ مارا تھا۔ انتہائی عجلت کے باوجود اس نے کمال مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ چاقو سیدھا میرے دل کی طرف آیا تھا اور اگر میں نے ذرا سا بھی تساہل برتا ہوتا تو چاقو میرے دل میں پیوست ہو گیا ہوتا۔ چونکہ میں اس سے اس حرکت کی توقع کر رہا تھا اس لیے اس کے اس وار سے بچنا میرے لیے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ میں ذرا سا دائیں جانب کو ہٹا تھا اور چاقو میرے بائیں جانب سے گزرتا ہوا عقب میں کسی چٹان سے ٹکرا کر کھٹ کی آواز کے ساتھ کہیں زمین پر گر پڑا۔

"تم نے اپنی آخری حسرت بھی پوری کر لی ٹونی اور خود کو ملنے والی کسی ممکنہ رعایت کے امکان کو بھی خود اپنے ہی ہاتھوں سے ختم کر دیا۔"

"تم... تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کرتے ہو۔" ٹونی نے بمشکل تھوک نگل کر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے پھرتیلے بھی ہو سکتے ہو۔ پھر بار بار کیوں تم کیسے پٹ گئے تھے؟"

"تم شاید باتیں کر کے میری توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن یاد رکھو اب تم نے ذرا سی بھی جنبش کی تو اپنی موت کے ذمے دار تم خود ہو گے۔" میں نے اسے اٹھنے کے لیے پر تولتے دیکھ کر وارننگ دی۔ "ہاں تو تم پوچھ رہے تھے کہ میں پر سوں تم لوگوں سے کیوں پٹ گیا تھا۔ اس کا مختصر اور آسان جواب یہ ہے کہ میں اس کیمپ میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ تم جیسے بزدلوں سے نمٹنا کیا مشکل ہے۔"

"اس رائفل کے زور پر تم تو بھی کھوپڑی میں گھسنے کے لیے مجبور ہوں۔" ٹونی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "میں نے غلط نہیں کہا ٹونی! رائفل سے ایک نہتے آدمی پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ اسی طرح بہ ظاہر کمزور آدمی پر خواہ مخواہ ہاتھ اٹھانے والے کو بھی میں بزدل سمجھتا ہوں۔"

"تم بھی تو رائفل سے ایک نہتے آدمی پر حملہ کرنے جا رہے ہو۔"

میں نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ "یہ رائفل میں نے تم سے چھینی ہے ٹونی! اور وہ چاقو بھی جس سے تم مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور یہ بھی مت بھولو کہ تم کیسی فطرت کے مالک ہو۔ جس وقت تم لوگوں نے کیمپ میں مجھے مارا تھا میں نے اسی وقت تم سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور میں جس کام کا تہیہ کر لیتا ہوں اسے پورا ضرور کرتا ہوں۔"

"تو کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟" ٹونی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"میں چاہوں تو فائر کر کے تمہارے دونوں گھٹنے توڑ دوں اور تمہیں مرنے کے لیے یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں لیکن میں یہ نہیں کروں گا۔ میری نگاہ میں تم ایک خارش زدہ کتے سے بھی بدتر ہو لیکن مصیبت یہ ہے کہ تم خود کو شیر سمجھنے کے عادی ہو اور میں تم کو ان کی اوقات ضرور یاد دلایا کرتا ہوں۔"

ٹونی کی اس قدر توہین شاید زندگی بھر میں نہیں ہوئی ہوگی۔ اس کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔ لیکن میرا اگلا قدم ٹونی کے لیے ناقابل یقین تھا۔ میں نے رائفل ایک طرف اچھال دی۔ "میں اپنے ہاتھوں سے تیری ہڈیاں توڑوں گا۔ چل اٹھ۔" میں نے اشتعال انگیز انداز میں کہا۔

چند لمحوں تک تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ پھر دفعتاً ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ اٹھ کر پاگلوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اس نے اپنی دائیں ٹانگ سے مجھ پر حملہ کیا مگر میں ہر طرح کے حملے سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔ اگر میں پوری طرح تیار نہ ہوتا تو اس کے لگنے والے وار کی زد میں آ گیا ہوتا۔ اس کا پیر میری پسلیوں پر پڑا ہوتا۔ میں نہ صرف کراٹے کے اس وار سے بچنے پر واقف تھا بلکہ اس داؤ کا توڑ بھی جانتا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اس کے ٹخنے پر ماریں اور اس کے ساتھ ہی پلٹ کر اپنے پاؤں کی ایڑی اس کے جبڑے پر رسید کر دی۔ ایڑی رسید کرنے میں میں نے ذرہ برابر بھی رعایت نہیں برتی تھی۔ ٹونی کی باچھوں سے خون بہنے لگا۔ اس کا منہ پھٹ گیا تھا۔ ممکن ہے دو چار دانت بھی ہل گئے ہوں۔ میں نے بھی تو آخر پوری قوت صرف کر دی تھی۔

ٹونی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جبڑا دبا لیا۔ شاید تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ اس کے منہ سے بہنے والا خون اس کے ہاتھ سے ہوتا ہوا کہنی سے قطرہ قطرہ زمین پر ٹپکنے لگا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر اس پر چھلانگ لگا دی لیکن وہ

اپنے حواس میں تھا — ایک طرف ہٹ کر میری زد سے نکل گیا اور مجھے پتھریلی زمین چاٹنا پڑی۔ زمین پر گرتے ہی اپنی چوٹوں کی پروا کیے بغیر میں نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے کھڑے ہوتے ہی ٹونی نے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی مگر میں نے کروٹ بدلنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی ہوتی تو ٹونی مجھے چاپ چکا ہوتا۔ اب میری جگہ وہ زمین پر پڑا تھا۔

میری طرح اس نے بھی کروٹ بدل کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس سے پہلے ہی میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا اور میں نے نہایت تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بھرپور ٹھوکر اس کی کنپٹی پر ماری۔ میری ٹھوکر نے ٹونی کی کھوپڑی ہلا کر رکھ دی۔ اس کے حلق سے کربناک کراہ خارج ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اسے کوئی موقع دے دیا اور اس کی گرفت میں آ گیا تو وہ میرا کچومر نکال سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے اگلی ٹھوکر ماری لیکن اسی وقت اس نے میری طرف کروٹ بدل لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹھوکر اس کی کھوپڑی کے بجائے اس کی ناک پر پڑی۔ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اور ناک سے بل بل کر کے خون بہنے لگا۔ یہ گویا اس کا اختتام تھا۔ مگر میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور اسے مسلسل ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ میرا ہدف اس کی گردن سے اوپر کا حصہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی لمحوں کے اندر اس کا چہرہ ناقابل شناخت ہو گیا اور وہ چیختے چیختے بے ہوش ہو گیا۔ میں نے اسے بالوں سے پکڑ کر چند جھٹکے دیے مگر اتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد اسے ہوش رہ بھی کہاں سکتا تھا۔

میں اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ وقتی طور پر میں بھول ہی گیا تھا کہ میں کنگ اٹلس سے ملنے جا رہا تھا۔ ٹونی کے بے ہوش ہوتے ہی مجھے یاد آیا کہ کنگ اٹلس میرا انتظار کر رہا ہو گا لیکن رائفل وہاں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں تھا۔ یہ سوچ کر میں رائفل اٹھانے کے لیے آگے بڑھا لیکن اسی وقت تالیاں بجنے کی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک چٹان کے عقب سے مجھے کنگ اٹلس اور تہذیب ساحرا کیس نکلتے دکھائی دیے۔

"تم نے کمال کر دیا لڑکے!" کنگ اٹلس نے تعریفی انداز میں کہا۔ "اب میری سمجھ میں آیا کہ تم نے وہاں نو افراد کو کیسے ٹھکانے لگایا ہو گا۔"

میں نے حیرت سے کنگ اٹلس کو دیکھا۔ "میں سمجھا نہیں کنگ!" میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "اس ایک آدمی کی شکست اور نو افراد کی ہلاکت میں کیا نسبت ہے؟"

"اسے ایک آدمی مت کہو، یہ ڈان میں کینگ ہے۔ مجھے اس کی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے۔"

"کمال ہے کنگ! تمہارا یہ ڈان میں کینگ تو بڑی آسانی سے ٹھنڈا ہو گیا۔"

"آسانی تو کیا، اسے مشکل سے بھی ٹھنڈا کرنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ میرے خدا! تمہارے جسم میں تو جیسے بجلیاں بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے کنگ، یہ تمہارا ترتیب دیا ہوا ڈراما تھا تاکہ تم میری صلاحیتوں کا اندازہ کر سکو۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ اس وقت میں نے اسی لیے تمہیں بلایا تھا کہ بے خبری میں ٹونی سے تمہارا مقابلہ ہو اور میں اسے دیکھ سکوں۔"

"یہ بات غلط ہے نہیں آرتی کنگ! اس کے پاس رائفل بھی اور گولی کے سامنے تو کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ کس قسم کا مقابلہ تھا؟"

"اوہ، غلط مت سمجھو! اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ فائرنگ صرف تمہیں متوجہ کرنے کے لیے کرے۔"

"کیا تم اس بات سے بھی بے خبر تھے کہ اس کے پاس چاقو موجود ہے جس سے وہ کسی بھی وقت مجھ پر حملہ کر سکتا ہے؟"

"نہیں،" کنگ نے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ اس کے پاس چاقو موجود ہے لیکن ..." اس نے خاموش ہو کر تہذیب کی طرف دیکھا۔

"اس بات کی ضمانت میں نے دی تھی کہ وہ چاقو کی مدد سے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ سے تو میں بعد میں سمجھوں گا۔" میں نے تہذیب کو گھورا اور وہ جواب میں جس انداز سے مسکرائی اسے شریر ہی کہا جا سکتا ہے۔

"اب یہاں کب تک کھڑے رہو گے؟" کنگ نے کہا۔ "آؤ، بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

کنگ اٹلس کے ساتھ میں اور تہذیب ایک غار میں پہنچے۔ یہ تھا تو قدرتی غار ہی مگر اس میں انسانی ہاتھوں کی صناعی بھی شامل تھی۔ غار کا منہ اس طرح سے بند کر دیا گیا تھا کہ مصنوعی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے کھلنے اور بند ہونے کا دارومدار ایک میکنزم پر تھا۔ اس غار کو اندر سے بہترین فرنیچر سے آراستہ کیا گیا تھا۔ غالباً وہ کنگ اٹلس کے خفیہ ٹھکانوں میں سے ایک تھا۔

تہذیب صوفے پر بیٹھ گئی اور میں بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ کنگ پشت پر ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔ دفعتاً وہ میری طرف مڑا۔

"تمہارے اور ٹونی کے درمیان پرسوں ہونے والے کسی جھگڑے پر گفتگو ہو رہی تھی؟" کنگ نے کہا۔ "وہ کیا معاملہ تھا؟"

"کوئی خاص بات نہیں تھی کنگ۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم لوگ اس کیمپ میں پہنچے تھے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں ٹہلنے کی غرض سے باہر نکلا۔ راستے میں ایک جگہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دوسری طرف دیکھ کر چل

رہا تھا کہ ٹونی نے ٹانگ اڑا کر مجھے گرا دیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے اسے جان بوجھ کر ٹھوکر ماری ہے لہٰذا میں اس سے معافی مانگوں۔ میرے یہ کہنے پر کہ غلطی میری نہیں ہے، انھوں نے حسب توفیق خاصی بے دردی سے میری پٹائی کی۔"

"پھر کیا ہوا؟" کنگ نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں نے ان لوگوں سے معافی مانگ لی۔"

"تم نے؟" کنگ نے حیرت سے میری طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا۔ ... اگر تم چاہتے تو ان سب کے دانت نکال سکتے تھے۔"

"اس وقت میں مجبور تھا کنگ! میں نہیں چاہتا تھا کہ کیمپ میں کسی قسم کا ہنگامہ برپا ہو اور میں لوگوں کا مرکز نگاہ بنوں لیکن میں ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ ان سب کو سبق دینا ضروری ہے۔"

کنگ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میرے کیمپ میں تمہارے ساتھ اس قسم کا سلوک ہوا۔"

"کوئی بات نہیں انکل!" میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ سب کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"ٹونی اور اس کے ساتھیوں کو اس حرکت کی سزا ملے گی۔" کنگ غرایا۔ "اور انھیں معافی بھی مانگنی پڑے گی۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے انکل!" میں نے کہا۔ "ٹونی کو تو پہلے ہی خاصی سزا مل چکی ہے۔"

"وہ اور بات ہے۔" کنگ نے کہا۔ "ٹونی کا کام تو یہ ہے کہ کیمپ میں کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دے اور یہاں مقیم لوگوں کو تحفظ فراہم کرے۔ اس ذمے داری کی خلاف ورزی بجائے خود جرم ہے جس کی سزا اسے ملنا انتہائی ضروری ہے۔"

"تم نے یہ واقعہ مجھے بھی نہیں بتایا!" تہذیب شکایتی لہجے میں بولی۔ "اگر اس وقت میں موجود نہ ہوتی تو یہ بات اب بھی میرے علم میں نہ آتی۔"

"بتانے کا فائدہ کچھ نہ ہوتا۔" میں نے کہا۔ "تم بلاوجہ پریشان ہو جاتیں۔"

کنگ اٹلس پھر ٹہلنے لگا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں اور تہذیب خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"فیریکس میرا بہت اچھا دوست تھا۔" کنگ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "مگر میرے اور اس کے درمیان کاروباری اختلافات رہے۔ وہ میری سرگرمیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور مجھے اس کی شرافت سے چڑ تھی لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی اولاد اتنی باصلاحیت ہو گی۔ فیریکس کے بچے میرے بچے ہیں۔ میں ابھی اس لڑکی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے مجھے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم لوگوں کا ذریعہ معاش بھی ایسا ہی ہے۔ یعنی ضرورت پڑنے پر کام کیا جائے، دولت کمائی جائے اور اس کے بعد عیش کیا جائے۔ کیوں، میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"میں نے تو یہ بات آپ کو پہلے ہی بتا دی تھی انکل جو،" میں نے کہا۔

"ہاں، تم نے بتایا تھا لیکن تمہارے بتانے کا انداز ایسا تھا کہ اس سے کوئی واضح مطلب اخذ کرنا ممکن نہیں تھا۔"

"میں کھل کر آپ کو اپنے ذریعہ معاش کے بارے میں کیسے بتا سکتا تھا انکل!" میں نے قدرے جھجکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ڈیڈی کے دوست اور میرے بزرگ ہیں۔"

"مجھ سے تکلفات برتنے کی ضرورت نہیں ہے بیٹے!" کنگ نے بے تکلفی سے کہا۔ "مجھ سے ہر بات کھل کر اور صاف صاف کرو۔ تمہارا انکل تمہیں گرفتار نہ کروا دے گا۔"

"تو پھر انکل! مجھے یہ بتانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ ہم لوگ حصول دولت کے لیے قانون کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کرتے۔ ہمیں تو دولت چاہیے۔ اس کے لیے ہم ہر کام کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوئی میرے بچو! تم صحت مند سوچ کے مالک ہو۔ قانون کا خیال کرنے والے بزدل ہوتے ہیں۔ آدمی کو سب سے پہلے اپنی فکر کرنی چاہیے۔ باقی سب بعد کی باتیں ہوتی ہیں۔"

"بالکل یہی خیالات ہمارے بھی ہیں انکل!" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ آپ ہمارے ہم خیال ہیں تو میں پہلے ہی اپنے بارے میں آپ کو سب کچھ بتا دیتا۔"

"تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم لوگ میرے لیے کتنے قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتے ہو۔ اگر تم عام حالات میں مجھ سے ملے ہوتے تو میں صرف فیریکس کے یعنی ایک دیرینہ دوست کے بچوں کی حیثیت سے تمہیں خوش آمدید کہتا۔ لیکن جن غیر معمولی حالات سے گزر کر تم مجھ تک پہنچے ہو اس نے تمہاری قدر و قیمت کا تعین کر دیا ہے۔ تمہاری صلاحیتیں مجھ پر پوری طرح عیاں ہو گئی ہیں۔"

"آپ بھی ہماری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے انکل!" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہماری مالی حالت بہتر بنانے کے لیے آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور سوچا ہو گا۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں!" کنگ نے زور دے دے اثبات

ملک سر ہلایا۔ "مجھے ان دنوں ایک ایسا کام درپیش ہے جس کے لیے آدمی کا باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ قابل اعتماد ہونا بھی ضروری ہے۔"

"ہم ہر طرح سے آپ کے اعتماد پر پورے اتریں گے انکل! آخر آپ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے عزیز دوست ہیں۔ لیکن اس کام کے عوض ہمیں ملے گا کیا؟"

"میرے ذہن میں تمہارے لیے ایک تجویز ہے۔ جی چاہے تو قبول کر لینا ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو گے۔ اس کے لیے میں اپنے پاس سے تمہیں ایک بڑی رقم ادا کروں گا۔ اور اگر وہ کام ہو گیا جو ان دنوں مجھے درپیش ہے تو تمہیں تمہارے اندازے سے بھی بڑھ کر دولت ملے گی۔ اس کے بعد تمہیں چھوٹے موٹے جرائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہ جائے گی۔"

"آپ کام تو بتائیں انکل۔" میں نے بے تابی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے کسی کام سے انکار کر دیں۔"

"تمہیں انکار کرنے کے لیے آزاد ہو گے۔ لیکن چونکہ کام بہت پُرخطر ہے اس لیے تمہیں وعدہ کرنا ہو گا کہ اگر تم میرا کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تب بھی ساری باتیں جو تمہارے علم میں آئیں گی صیغۂ راز میں رکھو گے۔"

"آپ کی تو خواہش بھی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے انکل!" میں نے کہا۔ "آپ کا ہر راز ہمارا اپنا راز ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی کو کوئی بات بتا دیں۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"ہاں انکل!" تہذیب نے کہا۔ "آپ کے ہر راز کو ہم ایک مقدس امانت تصور کریں گے جس میں کبھی خیانت نہیں ہو گی۔"

"میں تمہاری سعادت مندی سے خوش ہوا ہوں بچو!" کنگ نے کہا۔ "بات ذرا تفصیل طلب ہے مگر میں مختصراً تمہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ کامیابی ہمارے بے حد قریب آ گئی تھی۔ میں خود کو پُرسکون رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت تہذیب کی حالت بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں رہی ہو گی۔ تاہم ہمارے انداز سے جتنا بھی جوش و خروش ظاہر ہو رہا تھا اسے کنگ دولت کے حصول کی خوشی سے تعبیر کر رہا ہو گا۔

"میرا تعلق شمیرخ خاندان سے ہے۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد کنگ نے کہنا شروع کیا۔ "ایک بہت بڑا سائنس دان جس کا نام ڈی فوسٹر ہے اور جو ہمارے ہی خاندان کا ایک فرد ہے، میرا کام اسی سے متعلق ہے۔ ڈی فوسٹر کا باپ بھی بہت بڑا سائنس دان تھا لیکن دوسری جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد سے شمیرخ خاندان تباہی کا شکار رہا ہے۔ ڈی فوسٹر ایک یہودی کے قبضے میں آ گیا تھا۔ وہ یہودی امریکا میں رہتا ہے اور ہتھیاروں کا کام کرتا ہے۔ حکومت امریکا کی نظروں میں اس کی ساکھ بہت اچھی ہے۔ وہ یہودی بے پناہ دولت مند بھی ہے۔ اس نے ڈی فوسٹر کو اپنا قیدی بنا رکھا تھا لیکن ڈی فوسٹر نے کبھی اسے اپنا آقا تسلیم نہیں کیا۔ پھر اس یہودی نے حکومت امریکا ہی سے کچھ فارمولے چوری کروا لیے۔ وہ فارمولے حکومت امریکا کے لیے بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اس یہودی نے جس کا نام ہاروت رانیل ہے، ہتھیار سازی کے سرقہ فارمولے ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیے۔ ہاروت رانیل کا منصوبہ یہ تھا کہ خفیہ طور پر وہ ہتھیار تیار کر کے ایسے جنگ باز ملکوں کو فروخت کرے گا جو اپنے حریف ممالک کو ہر قیمت پر نیچا دکھانے کے درپے رہتے ہیں۔ لیکن ڈی فوسٹر نے اس موقع پر چالاکی سے کام لیا اور ہاروت رانیل کے چنگل سے نکل بھاگا۔ فرار ہو کر وہ سیدھا برلن آیا تھا اور اس نے کوشش کی تھی کہ چوری کیے ہوئے فارمولے کسی بھی بڑے ملک کو فروخت کر کے اس سے دولت کما لے۔ یہ دولت وہ شمیرخ خاندان کی بہتری کے لیے صرف کرنا چاہتا تھا۔ شمیرخ خاندان کے تمام افراد اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔ مختلف ممالک کو مذاکرات کی دعوت بھی دی گئی مگر ہمارے پاس اتنے بہتر ذرائع نہیں تھے کہ ہم ملکوں کی سطح پر معاملات طے کر سکتے۔ جواب میں ہم سے مختلف ایجنٹوں نے رابطہ قائم کیا لیکن ہم سے غلطی ہو گئی تھی۔ برلن میں ہم نے بڑے بڑے ملکوں کے جاسوسوں کو جمع کر لیا تھا جن میں فارمولے خریدنے کے خواہش مند کم اور انھیں چوری کرنے کے درپے زیادہ تھے۔ نتیجے میں ہمارا ایک بہت ہی اہم کارکن ایلزبے نورسے مارا گیا۔ اس کی موت کے بعد ڈی فوسٹر خوف زدہ ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی چند ایسے واقعات ہو چکے تھے جن کی وجہ سے ڈی فوسٹر بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ برلن سے بھاگ کر ہمبرگ آ گیا!"

کنگ اٹلس ایک بار پھر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے بے چینی سے پہلو بدلا اور اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ منزل تھی چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔

"اب صورت حال یہ ہے کہ کئی ممالک کے ایجنٹ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد کنگ نے دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔ "شمیرخ خاندان کے افراد نے اس کی مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ان میں سے بہت سے تو ہاتھ کھینچ چکے ہیں مگر چند ایک افراد اب بھی اس کے ساتھ ہیں۔ میں خود بھی اس کی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں یہ کام آسانی سے نہیں کر سکوں گا۔ بلکہ شاید اس مشکل ترین کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا میرے لیے اب ممکن ہی نہیں رہا۔ ادھر ڈی فوسٹر ایک عذاب میں گرفتار ہو گیا ہے۔ چوری کیے ہوئے فارمولوں کو فروخت کر کے اربوں ڈالر کے حصول کا شوق تو پس پشت جا پڑا ہے۔ بلکہ اب تو ڈی فوسٹر کی جان کے ہی لالے پڑ گئے ہیں۔" کنگ پھر خاموش ہو گیا۔

"میں سمجھ نہیں سکا انکل کہ ہم اس سلسلے میں کس طرح آپ کے کام آ سکتے ہیں؟" میں نے کہا۔

"تم نہیں سمجھے؟" کنگ نے کہا۔ "دراصل میں ڈی فوسٹر کی مدد اس لیے نہیں کر پا رہا کہ میں ان لوگوں کی نظروں میں آ چکا ہوں۔ ہم دونوں کا تعلق شمیرخ خاندان سے ہی ہے نا!"

"بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "غالباً آپ کا مقصد یہ ہے کہ اب اس معاملے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایسے افراد سامنے لائے جائیں جن سے ڈی فوسٹر کا کوئی تعلق نہ ہو۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے میرے بچے! مجھے خوشی ہے کہ تم بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔" کنگ اٹلس خوش ہو کر بولا۔

"لیکن انکل یہ بھی تو بتایئے نا کہ آپ اس سلسلے میں ہم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

"چونکہ یہ کام کرنے کے لیے باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ آدمی کا غیر متعلق اور قابل اعتماد ہونا بھی ضروری ہے اور تم میں بیک وقت تینوں صلاحیتیں موجود ہیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب یہ کام تمہارے سپرد کر دوں گا۔ تم خود اپنے ساتھیوں کے طور پر مناسب لوگوں کو منتخب کر کے ایک ٹیم تشکیل دے لو اور پھر ان فارمولوں کے لیے غیر ملکی ایجنٹوں سے مذاکرات کرو۔ اگر تم یہ سودا کرا سکو تو جو رقم بھی حاصل ہو گی اس کا دس فیصد تمہارا ہو گا۔ اگر تمہیں منظور ہو تو ہامی بھر لو ورنہ کوئی زبردستی نہیں ہے!"

"ہمیں منظور ہے انکل!" میرے بجائے تہذیب بول اٹھی اور میں اسے گھورنے لگا۔

"تم دونوں آپس میں مشورہ کر لو۔ ضروری تو نہیں ہے کہ تم فوراً ہی ہامی بھر لو۔" کنگ نے مجھے تہذیب کو گھورتے دیکھ کر کہا۔

"یہ بات نہیں ہے انکل!" میں نے گڑبڑانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل یہ معاملہ میری سوچ سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے اور اس میں خطرات بھی حد سے زیادہ ہیں!"

"خطرات تو ہیں۔" کنگ نے کہا۔ "اب یہی دیکھو کہ کیمپ پر جو لوگ حملہ آور ہوئے تھے ان کے بارے میں میں نے تم سے غلط بیانی کی تھی کہ وہ کارروائی پیشہ ورانہ رقابت کا نتیجہ تھی جبکہ حقیقت میں اس حملے کی پشت پر ایسے ہی کچھ غیر ملکی ایجنٹ تھے جو فارمولے کو زبردستی چھین کر لے جانا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے انکل!" میں نے کہا۔ "اسی لیے میں چاہ رہا تھا کہ پہلے اس سلسلے میں ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جو قابل عمل ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابل شکست بھی ہو اور اس میں کامیابی کے سو فیصدی امکانات ہوں۔ بس اتنی سی بات تھی ورنہ مجھے اس معاملے کو ہاتھ میں لینے سے کوئی انکار نہیں ہے۔"

"میں نے تو تمہیں ساری معلومات بہم پہنچا دیں۔ اب لائحہ عمل ترتیب دینا تمہارا کام ہے۔ تم کس طرح کام کرتے ہو؟ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ بس کامیابی یقینی طور پر ہونی چاہیے!"

"ڈی فوسٹر کہاں ہے؟" میں نے اچانک ہی سوال کیا اور کنگ گہری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"ڈی فوسٹر سے ملاقات کیے بغیر تم یہ کام نہیں کر سکتے؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔ یہ معاملہ بہت گمبھیر ہے اور میں کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس لیے اگر آپ اس سے ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیں تو معاملات میرے ذہن میں صاف ہو جائیں گے اور ہم زیادہ بہتر طور پر کام کر سکیں گے۔"

کنگ اٹلس سر کھجانے لگا۔ چند لمحات تک وہ کسی بات پر غور کرتا رہا پھر بولا۔ "میں تمہیں اس سے ملوا تو سکتا ہوں لیکن اس طرح خطرات بڑھ جائیں گے۔"

"خطرات کی میں نے نہ تو ماضی میں کبھی پروا کی ہے اور نہ ہی مستقبل میں ایسا کوئی ارادہ ہے۔"

"اس کے لیے تمہیں خاصا طویل سفر کرنا پڑے گا!"

"پروا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ہمارا کمیشن ہی کروڑوں ڈالر تک جا پہنچے گا اور اتنی رقم حاصل کرنے کے لیے میں جہنم تک سفر کرنے کو بھی تیار ہوں۔"

کنگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہیں روڈالف کے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ وہ تمہیں ڈی فوسٹر سے ملوا دے گا۔ ڈی فوسٹر اسی کی حفاظت میں ہے۔"

"یہ روڈالف کون ذات شریف ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے خاندان کا ہی ایک فرد ہے۔ اس کا بھی ایک ایسا ہی کیمپ ہے جیسا میرا ہے۔ میں تمہیں اس کے پاس بھیجے دیتا ہوں لیکن جو کچھ بھی کرو بے حد محتاط ہو کر کرنا۔ دشمن چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں اور ہماری ہر نقل و حرکت پر ان کی نظر ہے۔"

"ہم اس کام کو کرنے کی ذمے داری قبول کر چکے ہیں اس لیے یہ ساری باتیں سوچنا ہمارا کام ہے۔ ہمیں آپ روڈالف کے پاس

بھیجنے کا بندوبست کر دیں۔ ڈی نوسٹر سے ملنے کے بعد ہم کام کا آغاز کر دیں گے۔ ویسے کیا ڈی نوسٹر کو علم ہے کہ کون کون سے ممالک کے ایجنٹ اس سے رابطہ قائم کر چکے ہیں؟"

"ہاں، اسے کیوں نہیں۔" کنگ اٹلس نے کہا۔ "دراصل یہ معاملات بہت پیچیدہ ہیں اور ہمارے لیے نئے بھی ہیں۔ ہم تو اسمگلر قسم کے لوگ ہیں۔ ملکی رازوں کی خرید و فروخت کا ہمیں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اسی بنا پر ڈی نوسٹر مایوس ہو چلا ہے۔ کیا میں پورے اعتماد سے تمہیں اس کے پاس بھیج سکتا ہوں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تو آپ کا کام ہے انکل۔" میں نے چالبازی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن فیصلہ تو آپ پہلے ہی کر چکے ہیں — آپ نے ہم پر اندھا اعتماد کیا ہے اور ہمیں اتنے اہم راز میں شریک کر لیا ہے۔ ورنہ ایسے معاملات کی تو کوئی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔"

"بس میں بھی تم سے یہی کہنا چاہتا تھا۔ تم تو خود بے حد معاملہ فہم آدمی ہو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ اس معاملے کو راز میں رکھنا ہی سب سے اہم بات ہے۔ تمہاری صلاحیتوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور مجھے جانے کیوں یقین ہے کہ تم اس معاملے کو کامیابی سے پایۂ تکمیل تک ضرور پہنچا دو گے۔"

"ہم آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کریں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ ہماری روانگی کا بندوبست کر دیجیے۔"

"تم دونوں تیار رہو۔" کنگ اٹلس بولا۔ "جیسے ہی کسی مناسب ذریعے کا بندوبست ہوا میں تمہیں روڈ ایلبو کے پاس بھجوا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے انکل۔" تہذیب مائکر ایکس نے کہا۔ "ہم تیار ہیں۔"

"تم دونوں اب یہیں مقیم رہو گے۔ تمہارا سامان یہیں پہنچ جائے گا۔" کنگ نے کہا اور ہمیں وہیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

ہمارا ٹھکانا تبدیل ہو گیا تھا لیکن چونکہ یہ جگہ بھی بہت آرام دہ تھی اس لیے اس تبدیلی سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

"یہ کیا حرکت تھی تہذیب؟" کنگ کے جانے کے بعد میں نے آنکھیں نکالیں۔ "تم تو کنگ کے ساتھ مل کر مجھے ٹونی کے ہاتھوں مروا دینے پر تلی ہوئی تھیں!"

تہذیب ہنسنے لگی۔ "مجھے تمہاری صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے علی! اسی لیے جب کنگ مجھے کیمپ میں ملا اور اس نے پہلے ہی کی طرح پھر اس بات پر شبے کا اظہار کیا کہ ہم دونوں نے کس طرح ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ہوگا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ ہماری صلاحیتوں کا امتحان کر لے۔ وہ فوراً ہی رضامند ہو گیا اور اس نے یہ تجویز پیش کر دی کہ کسی طرح تمہیں مشرقی پہاڑیوں تک بلوائے گا اور راستے میں اس کا ایک آدمی تمہیں متوجہ کر کے تمہارا مقابلہ کرے گا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر اس کا آدمی تم سے شکست کھا گیا تو اس کا تردد دور ہو جائے گا۔ بتاؤ ایسی صورت میں اس سے متفق ہونے کے سوا اور کیا چارہ تھا۔ وہ کمبخت اس تجویز کو فوراً ہی عملی جامہ پہنانے پر بھی مصر ہو گیا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ کسی طرح اس تجویز پر عمل درآمد ملتوی کرا دوں اور تمہیں اس کے عزائم سے آگاہ کر دوں مگر اسے بھی اس چیز کا اندازہ تھا۔ اگر میں اس سے زیادہ ضد کرتی تو کیا وہ ہماری طرف سے مشکوک نہ ہو جاتا؟"

"اور وہ چاقو والا کیا معاملہ تھا؟" میں نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔

"کنگ نے ٹونی سے کہا تھا کہ وہ فائر کر کے تمہیں اپنی طرف متوجہ کرے گا اور اس کے بعد دو بدو تم سے مقابلہ کرے گا۔ ٹونی نے بتایا کہ اس کے پاس ایک چاقو بھی ہے کیا وہ چاقو استعمال کر سکتا ہے۔ کنگ نے اسے سختی سے منع کر دیا بلکہ وہ تو اس سے چاقو واپس لے رہا تھا لیکن درمیان میں میں نے مداخلت کی اور ٹونی کو چاقو کے استعمال کی اجازت دے دی۔ کنگ نے مجھے بھی سمجھانا چاہا کہ ٹونی چاقو استعمال کرنے کا ماہر ہے اور اس سے تمہاری زندگی کو یقینی خطرہ لاحق ہو جائے گا لیکن میں نے تمہارے بارے میں کہا کہ تم چاقو کے استعمال میں تو ماہر نہیں ہو مگر اس کے علاوہ تم میں ایسی حیرت انگیز خصوصیات موجود ہیں جن کے سامنے چاقو بازی کے ماہر کی حیثیت بچوں کی سی ہوگی۔"

"کسی نے سچ کہا ہے، نادان دوست کے مقابلے میں دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ارے میں پوچھتا ہوں اس حماقت کی ضرورت کیا تھی۔ وہ چاقو میرے لگ بھی سکتا تھا۔ تم نے اس کی مہارت نہیں دیکھی۔" میں نے دانت پیسے۔

"جب اس نے تم پر چاقو نکالا تھا اور میں نے اس کے سامنے تمہاری حالت دیکھی تھی تو سچی بات ہے مجھے افسوس ہونے لگا تھا کہ میں نے اسے اس کی اجازت کیوں دی۔ اس دوران میرے جسم کا آدھا خون تو یقیناً خشک ہو گیا ہو گا لیکن اب سوچتی ہوں کہ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔"

"ہاں تہذیب۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کنگ پر گہرا اعتماد قائم کرنے کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔ اب وہ ہمارا بے دام کا غلام بن گیا ہے۔"

"لیکن تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ جب رائفل تمہارے قبضے میں آ گئی تھی تو تم نے اسے گولی نہیں ماری اور اس کا مقابلہ دو بدو کیا۔ اس طرح کنگ پر اور زیادہ رعب پڑ گیا۔"

"ارے تو کیا میں نے وہ سب کسی کو دکھانے کے لیے کیا تھا۔ میں تو ٹونی پر پہلے سے ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں نے اسے گولی مار کے اپنی راہ لی ہوتی۔"

"ان ساری باتوں کو ہم تائید ایزدی کے علاوہ کچھ اور نہیں کہہ سکتے۔ اب دیکھو خیریت سے ڈی نوسٹر تک پہنچ جائیں تو بات ہے۔"

"تم نے بلڈ کے بارے میں بھی کچھ سوچا؟" میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "ہمارا ٹھکانا تبدیل ہو گیا اور اسے علم تک نہیں ہے۔"

"ہمیں اتنا موقع ہی کب ملا کہ ہم اسے مطلع کر سکیں۔" تہذیب نے کہا۔ "اب یہ بھی معلوم نہیں کہ روڈ ایلبو سے ملاقات کے بعد حالات کس قسم کی کروٹ لیں گے۔"

"گویا بلڈ کو اس تبدیلی سے آگاہ کرنے کی کوئی صورت نکالی جائے؟" میں نے پوچھا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں بلڈ کی طرف سے زیادہ فکرمند نہیں ہوں۔ اس لیے کہ وہ شکاری کتوں کی طرح سونگھتا ہوا ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہ ہم تک پہنچنے میں ناکام ہو گیا تب بھی کم از کم وہ واپس تو جا ہی سکتا ہے اسی لیے میں اسے کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ ویسے بھی اس کا موقع نہیں ہے۔"

دوپہر تک ہمارا سامان ہمارے پاس پہنچ چکا تھا جسے اس سے قبل چھولداری سے چوبی مکان میں منتقل کیا گیا تھا۔

دوران ہم نے اسی مختصر سی عمارت میں قیام کیا۔ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی اور ہمارے کھانے پینے کا معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔

دن کے بعد رات بھی سکون سے بغیر کسی واقعے کے گزر گئی۔ اگلے روز صبح ساڑھے نو بجے کے قریب باہر کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ کنگ اٹلس ایک لینڈ روور سے اتر رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ اندر واپس آ گیا۔

"یہ گاڑی تمہارے استعمال کے لیے ہے۔" کنگ نے مجھ سے کہا۔ "میں نے خفیہ ذرائع سے روڈ ایلبو کو اطلاع بھجوا دی ہے۔ وہ تم سے مکمل تعاون کرے گا۔"

"لیکن اس نے ڈی نوسٹر کو کہاں رکھا ہے؟" میں نے کہا۔

"ہمارا مقصد تو ڈی نوسٹر سے ملنا ہے۔"

"یہ بات تو تمہیں روڈ ایلبو ہی بتا سکے گا کہ اس نے ڈی نوسٹر کو کہاں رکھا ہے۔"

"کیوں، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ڈی نوسٹر کس جگہ ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں، دراصل خطرات اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ہم اسے چھپائے چھپائے پھر رہے ہیں۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اور وہ خود بھی کچھ بددل سا ہو گیا ہے لیکن اب ہم اس سارے معاملے میں اس حد تک پھنس چکے ہیں کہ اگر خود ڈی نوسٹر اس سے دستبردار ہونا چاہے تب بھی ہم اسے اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"میں سمجھتا ہوں انکل۔" میں نے کہا۔ "کسی راستے پر کافی آگے

بڑھ جانے کے بعد واپسی آسان نہیں ہوتی۔"

"ہاں، اور پھر خود ہم بھی تو اس سے بہت سی توقعات وابستہ کر چکے ہیں۔"

"مجھے امید ہے کہ دوران سفر ہمیں جن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے آپ نے ان کا بندوبست بھی کر دیا ہوگا۔"

"میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کسی بھی موقع پر تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے پائے۔ میں نے تمہارے لیے ہتھیاروں کا انتظام بھی کر دیا ہے۔ اگرچہ اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی تاہم محض احتیاط کے پیش نظر میں نے ہتھیار فراہم کرنا بھی ضروری خیال کیا۔"

"ان لوگوں کے بارے میں کچھ پتا چلا؟ انکل جنھوں نے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔ وہ لوگ کون تھے اور ان کا مقصد کیا تھا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"میں نے ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ روسی تھے اور انھوں نے اس حملے کے لیے ایسے لوگوں کو استعمال کیا تھا جو میرے مفادات کے بدترین دشمن ہیں۔ ان کی خدمات خطیر رقم خرچ کر کے حاصل کی گئی تھیں۔ اس حملے سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مجھے خوفزدہ کر دیں تاکہ بعد میں وہ مجھے بلیک میل کر سکیں۔"

"لیکن ہماری مداخلت کی وجہ سے ان کی اسکیم دھری کی دھری رہ گئی۔" تہذیب نے کہا۔ "اب شاید وہ دوبارہ کیمپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کر سکیں۔"

"ہاں، ان لوگوں سے تمہارا ٹکراؤ میرے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ میرے کئی مخالفین مارے گئے اور اب کم از کم مقامی لوگوں میں سے تو کوئی اتنی ہمت نہیں کرے گا کہ میرے کیمپ پر حملہ کرے۔"

"لیکن انکل روسیوں کے علاوہ اور ملکوں کے ایجنٹ بھی تو ہوں گے؟" میں نے کہا۔

"ہیں۔" کنگ اٹلس بولا۔ "لیکن روسی اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ سرگرم ہیں۔ اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ اسرائیلی ایجنٹ بھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"گویا اس وقت جبرگ جاسوسوں کے اکھاڑے میں تبدیل ہو چکا ہے۔" تہذیب بولی۔

"بالکل، اور تمہیں جاسوسوں کے اس جمگھٹ میں رہ کر کام کرنا ہے۔ اور ہاں، مجھے چار روسیوں کی موت کی اطلاع بھی ملی ہے۔ وہ چاروں روسی ایجنٹ تھے جنھیں ڈی نوسٹر کی رہائش گاہ پر ڈائنامائیٹ کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا لیکن ان کی ہلاکت کا ذمے دار تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ کسی اور ہی کا کارنامہ ہے۔"

"ڈی نوسٹر کی رہائش گاہ؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پہلے وہ ایلڈر گرین کے ہٹ نمبر سترہ میں مقیم تھا۔ جب وہاں اسے خطرہ محسوس ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر میرے پاس آ گیا۔ یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ روسی اس ہٹ تک کس طرح پہنچے تھے اور انھیں ہلاک کس نے کیا تاہم اگر ڈی نوسٹر بروقت وہاں سے نکل نہ گیا ہوتا تو اس کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔"

میری نگاہ میں وہ شخص گھوم گیا جس سے میری ملاقات ہٹ نمبر سترہ میں ہوئی تھی۔ وہ بڑی چالاکی سے ملازم بن کر مجھے جل دے کر وہاں سے نکل گیا تھا لیکن اس کا چہرہ میرے ذہن پر نقش ہو گیا تھا اور اس وقت بھی اس کی تصویر میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔ پھر کنگ اٹلس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"اگر تم لوگ روانگی کے لیے تیار ہو تو میں تمہیں راستوں کی تفصیلات سمجھائے دیتا ہوں۔"

"جی ہاں!" میں نے چونک کر کہا۔ "ظاہر ہے راستہ سمجھے بغیر ہم وہاں کیسے پہنچ سکیں گے۔"

کنگ اٹلس نے ایک کاغذ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔ "میں نے تمہارے لیے نقشہ بنا دیا ہے تاکہ تم راستوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔" اس نے کہا اور مجھے راستے کی تفصیلات سمجھانے لگا۔ "سفر بہت زیادہ طویل نہیں ہے لیکن چونکہ راستے بہت زیادہ خراب ہیں اس لیے تم تیز رفتاری سے سفر نہیں کر سکو گے۔ سفر کا بیشتر حصہ پہاڑی راستوں پر مشتمل ہے۔"

"راستوں کی تو آپ فکر نہ کریں۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ ہمارا کام ہے اور ہم اسے بخوبی کر سکیں گے۔"

چند ہی منٹ میں ہم نے ساری تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔

"آؤ، اب تمہیں وہ ہتھیار دکھا دوں جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔" کنگ نے کہا اور ہم اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ کنگ نے ہمیں وہ ہتھیار دکھائے جو وہ ہمارے لیے لایا تھا۔

ہتھیار دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "میں تو ان کے استعمال تک سے ناواقف ہوں۔" میں نے کہا۔

"انھیں استعمال کرنے کا طریقہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔" کنگ نے کہا اور پھر اس نے بڑی تفصیل سے ہر بات سمجھائی۔

تھوڑی دیر بعد کنگ اٹلس کی موجودگی میں ہم وہاں سے رخصت ہو رہے تھے۔ لینڈ روور کی ڈرائیونگ کا کام تہذیب نے سنبھال لیا تھا اور میں اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ ناہموار پہاڑی راستوں پر لینڈ روور اچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی۔ تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"بہت خوش معلوم ہو رہی ہو تہذیب؟" میں نے کہا۔ [illegible]

تو ہے۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم پر حکم چلانے میں بڑا مزہ آ رہا ہے۔" اس نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"میں نے تو چاہا تھا کہ تمہاری حکمرانی میری زندگی کے ہر گوشے پر عمر بھر کے لیے محیط ہو جائے لیکن حالات تمہیں اس کا موقع نہیں دے رہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"بے وقوف مت بناؤ۔ اس وقت میں تم پر اس طرح حکم تھوڑی چلا سکوں گی جس طرح اب چلا رہی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم مطمئن ہو؟"

"نہیں تہذیب! میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"کیوں؟" تہذیب نے تعجب سے پوچھا۔ "کون سی چیز تمہاری بے اطمینانی کا سبب ہے؟"

"کنگ اٹلس نے جس طرح آنکھیں بند کر کے ہم دونوں پر اعتماد کر لیا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"میرے خیال میں تو اس کے ہم پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔" تہذیب نے کہا۔

"یہ تو ہے، جن حالات کے تحت اس نے ہم پر اعتماد کیا ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اس پر شبہ کیا جا سکے مگر میں پھر بھی مطمئن نہیں ہوں۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ کم از کم اس معاملے میں وہ ہمارے ساتھ کوئی فریب کر رہا ہے۔ اور فریب کرنے کی وجہ بھی کیا ہو سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہم پر بھی کسی ایسے ہی ایجنٹ ہونے کا شبہ کر سکتا ہے جو مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے سرگرداں ہیں لیکن جس حوالے سے ہم اس سے ملے ہیں، میرا مطلب ہے فیرکیس کے حوالے سے، تو اس کے بعد ایسا کوئی امکان باقی نہیں رہ جاتا۔ میری معلومات کے مطابق فیرکیس اس کا بہترین دوست تھا۔ کنگ اٹلس اس سے بہت مخلص تھا۔"

"میں نے کہا نا کہ میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کے پاس ہم پر اعتماد کرنے کے بہت کافی جواز موجود ہیں لیکن جس تیزی سے اس نے ہمیں اس معاملے میں شریک کیا ہے وہ مجھے کھٹک رہا ہے۔"

"تم تو اس کی پیشکش کو غنیمت سمجھو، ڈی نوسٹر والے معاملے میں ہم بری طرح پچھتا رہے تھے کہ ہم سے مل گئے۔ گویا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ میرا شبہ درست ہی ثابت ہوگا۔ ممکن ہے یہ محض میرا وہم ہی ہو۔"

"مجھے تو یقین ہے کہ تمہیں وہم ہو گیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"بعض برے لوگ بھی بڑی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔"

"تمہاری اس آخری بات سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا اور پھر اچانک ہی چونک پڑا۔ میں نے کسی قسم کی آوازیں سنی تھیں۔

میں نے پلٹ کر دیکھا اور میرے شبے کی تصدیق ہو گئی۔ دو مرسڈیز گاڑیاں ہمارے تعاقب میں آ رہی تھیں۔ وہ خاص قسم کی پہاڑی راستوں پر چلنے والی گاڑیاں تھیں۔ معلوم نہیں وہ کب اور کہاں سے ہمارے تعاقب میں تھیں۔

"دیکھ رہی ہو تہذیب؟" میں نے تہذیب کو ٹہوکا دیا۔ "ہمارے مہمان آ پہنچے ہیں۔"

"ممکن ہے ان گاڑیوں میں غیر متعلق لوگ سفر کر رہے ہوں۔" تہذیب نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہ اتفاق تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔"

"یہ بات ہے تو تم رائفل نکال لو۔ اسٹیئرنگ تو میں نے سنبھال ہی رکھا ہے۔"

تہذیب نے لینڈ روور کی رفتار بڑھا دی اور اسی مناسبت سے لینڈ روور کو لگنے والے جھٹکوں میں اضافہ ہو گیا۔ ہماری گاڑی کی رفتار بڑھتے ہی پچھلی گاڑیوں کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ ان گاڑیوں میں کل کتنے افراد ہیں۔ اس لیے کہ لینڈ روور کو لگنے والے جھٹکے بے حد بڑھ چکے تھے اور میرے لیے اپنا توازن ٹھیک برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایسے میں ان گاڑیوں پر نگاہ جمانے کا کیا سوال تھا۔ میں اپنے ہاتھ میں رائفل سنبھالے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

پھر چند سیکنڈ بعد میں نے دونوں گاڑیوں پر فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ میں نشانہ لینے کی کوشش ضرور کر رہا تھا مگر ایسے میں نشانہ لینا ناممکن ہی تھا۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میری چلائی ہوئی ایک گولی تعاقب میں آنے والی گاڑیوں میں سے ایک کے ونڈ اسکرین سے ٹکرا ہی گئی۔ اس گاڑی کے اسکرین پر مکڑی کا جالا سا بن گیا۔ جن حالات سے ہم دوچار تھے ان میں اتنی کامیابی بھی بہت تھی۔

متاثرہ گاڑی رک گئی جبکہ دوسری گاڑی نے ہمارا تعاقب جاری رکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس گاڑی کے ڈرائیور کو یقیناً کوئی نقصان پہنچا ہے ورنہ وہ بھی تعاقب جاری رکھتی۔

پھر اچانک ہی تعاقب میں آنے والی گاڑی سے ہم پر بھی فائرنگ شروع ہو گئی۔ کئی گولیاں لینڈ روور کی باڈی کے مختلف حصوں سے ٹکرائی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لینڈ روور پر

گولیوں کی بارش ہو گئی جو یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی کہ ہماری گاڑی کو ان گولیوں سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا اور خود میں اور تہذیب بھی محفوظ رہے۔

تہذیب اور گویا عقب سے بالکل ہی بے خبر ہو گئی تھی۔ اس کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ اس سے قبل کہ مرسڈیز سے دوسری باڑ ماری جاتی، سامنے ایک ڈھلان آ گئی اور لینڈ روور ڈھلان میں اُتر گئی۔ گولیاں ہمارے کافی اوپر سے گزری تھیں۔ یوں ہم پر کیا گیا دوسرا حملہ بھی ناکام ہو گیا۔

تیسری بار فائرنگ ہوئی تو چڑھائی شروع ہو گئی اور اس بار بھی لینڈ روور گولیوں کی زد میں آنے سے بچ گئی۔ پہاڑی راستے بے حد پیچیدہ تھے! اور بلاشبہ تہذیب اس وقت بہترین ڈرائیونگ کا مظاہرہ کر رہی تھی مگر اس سے ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو کوئی بھی پہاڑی موڑ موت کا پیغام ثابت ہو سکتا تھا۔

لیکن وہ پہاڑی راستے تھے جہاں ماہر ترین ڈرائیور بھی غلطی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ راستے بھی ہمارے لیے اجنبی تھے۔ ایک خطرناک موڑ کاٹتے ہوئے سامنے چٹان آ گئی اور تیز رفتار لینڈ روور اس چٹان سے ٹکرا گئی۔ زبردست دھچکے نے مجھے اُچھال کر اگلی سیٹ پر پھینک دیا۔ تہذیب اسٹیرنگ کی وجہ سے بچ گئی تھی ورنہ اس کا حشر تو بہت ہی برا ہوتا۔

"گاڑی سے کود جاؤ تہذیب!" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ایک ہی لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اس گاڑی سے نکل جانے میں ہی ہماری نجات ہے۔

میرے عقب میں تہذیب نے بھی گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ ہم کچھ دور تک لڑھکنے کے بعد رک گئے۔ اس مقام پر ڈھلان خطرناک نہیں تھی۔ ہمارے پاس اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ اپنی چوٹوں کا ہی جائزہ لے سکتے۔ عقب میں آنے والی مرسڈیز اب قریب آ چکی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ مرسڈیز جس رفتار سے چل رہی ہے اس کا تصادم لازمی ہے۔ وہ موڑ ویسے بھی بہت خطرناک تھا اور اب تو وہاں لینڈ روور بھی راستہ روکے کھڑی تھی۔

چند لمحوں کے اندر مرسڈیز نمودار ہوئی اور پوری قوت سے لینڈ روور سے جا ٹکرائی۔ مرسڈیز کے ڈرائیور نے آخری وقت میں اس تصادم سے بچنے کے لیے اسٹیرنگ کاٹنے کی کوشش کی تھی مگر یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس کی یہ کوشش منفی نتائج سامنے لائی۔ شدید تصادم اور اسٹیرنگ کاٹنے کے نتیجے میں مرسڈیز گاڑی لینڈ روور سمیت دوسری جانب والی گہری کھائی میں جا گری۔ کچھ دیر بعد دھماکے سنائی دیے۔ میں دوڑتا ہوا کنارے تک پہنچا۔ دور گہرائی میں دونوں گاڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

میں تہذیب کی طرف واپس آ گیا۔ ہم دونوں کے زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں۔ "گاڑیوں کا کیا انجام ہوا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"وہی جو ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "دونوں گاڑیاں جل کر تباہ ہو گئیں۔"

ہم بے کار ہو کر رہ گئے تھے۔ گویا اب آگے کا سفر ہمیں پیدل ہی طے کرنا تھا۔

"اب کیا ارادے ہیں چیف؟" میں نے تہذیب سے کہا۔ "سفر جاری رہے گا یا ہم واپس جائیں گے؟"

"واپسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "ہم آگے بڑھیں گے۔ آدھے سے زیادہ سفر تو ہم کر ہی چکے ہیں۔"

"ہم تو تابعدار ہیں چیف! سوچنا سمجھنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمیں تو جو حکم ملے گا اس پر عمل کریں گے۔"

"تو پھر آؤ، اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور ہم پیدل ہی چل پڑے۔ پہاڑی راستوں پر پیدل سفر کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے مگر ہم اس کے لیے مجبور تھے۔ ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں تھا۔ ہمارے پاس سامان نام کی کوئی چیز نہیں بچی تھی۔ جو کچھ تھا سب لینڈ روور کے ساتھ ہی تباہ ہو گیا تھا سوائے ایک رائفل تھی جسے میں نے آخر وقت تک نہیں چھوڑا تھا۔

تہذیب بے تکان چل رہی تھی حالانکہ بخوبی جانتی تھی کہ آگے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ اشیائے خورونوش کے بغیر یہ پیدل سفر کتنا خطرناک ہو سکتا تھا اس کا اندازہ مجھے بھی تھا اور تہذیب بھی اس بات سے بخوبی واقف تھی۔

"یہ تو ہم پر بلائے ناگہانی نازل ہوئی ہے۔" پیدل چلنے کے دوران میں نے تہذیب سے کہا۔

"کیا؟" تہذیب نے عالم بے خیالی میں پوچھا۔

"یہی کہ ہماری گاڑی تباہ ہو گئی، اسلحہ گیا، دیگر سارا سامان گیا اور ہم پیدل چلنے پر مجبور ہیں۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم بہت چالاک ہو علی! گھما پھرا کر بات کر رہے ہو۔ صاف کیوں نہیں پوچھتے کہ کہیں میں تھک تو نہیں گئی ہوں۔"

تہذیب نے اس وقت کمال کر دیا تھا۔ بہت تیزی سے بات کی تہہ تک پہنچ گئی تھی۔ "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تو برسبیل تذکرہ کہہ رہا تھا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے علی!" تہذیب سنجیدگی سے بولی۔ "گرین پول کی سالار ایجنٹ نے جب علی گروپ بنایا تھا تو وہ اس سے بھی بڑی مشقتیں جھیلنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی۔"

"میں جانتا ہوں کہ گرین پول کی اس سالار کے عزائم بہت بلند ہیں۔ لیکن اگر تھک جاؤ تو بتا دینا، ہم کچھ دیر سستا لیں گے۔"

"بے فکر رہو علی! میری قوت ارادی بہت مضبوط ہے۔"

ہم خاموشی سے سفر طے کر رہے تھے کہ دفعتاً میری سماعت سے ایک آواز ٹکرائی۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور پھر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ تہذیب نے وہ آواز نہیں سنی تھی۔

"وہ دیکھو تہذیب!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"کیا ہوا؟" تہذیب نے میرے اشارے کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ وہاں۔" میں نے جنوبی اُفق کی طرف اشارہ کیا۔ "کچھ نظر آ رہا ہے؟"

"ہاں کچھ دھبا سا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اوہ! وہ تو کوئی ہیلی کاپٹر ہے شاید۔"

"ہاں وہ ہیلی کاپٹر ہے اور اس کا رخ ہماری ہی طرف ہے۔"

"تو کیا وہ ہماری تلاش میں۔۔۔؟"

"ہاں، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری ہی تلاش میں اس طرف آ رہا ہے۔"

"ارے تو تم سوچ کیا رہے ہو؟" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔ "جلدی سے چھپنے کی کوئی جگہ تلاش کرو۔"

"میں پہلے ہی نظریں دوڑا چکا ہوں۔" میں مایوسانہ لہجے میں بولا۔ "یہاں ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی۔"

"تو دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر برق رفتاری سے ڈھلان پر دوڑنے لگے۔

ہمارا اندازہ درست نکلا۔ ہیلی کاپٹر سیدھا اس جانب گیا تھا جہاں مرسڈیز تباہ ہوئی تھی۔ اس جگہ کے اوپر ایک چکر لگانے کے بعد وہ ہماری طرف پلٹا۔ بلاشبہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر ذرا سا جھکا اور کسی مہیب پرندے کی طرح ہمارے اوپر سے نکل گیا۔ ہمارے اوپر سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے فائرنگ بھی کی گئی تھی۔ گولیاں ہمارے اردگرد سے گزر گئی تھیں۔

"رک جاؤ تہذیب!" میں نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں چکر کاٹتے دیکھ کر کہا۔ "اب اس طرح دوڑنا خطرناک ہے۔ وہ ہم پر پھر فائرنگ کریں گے۔"

"لیکن ہم اپنا بچاؤ کیسے کریں گے؟" تہذیب کی آواز سے گھبراہٹ عیاں تھی۔

"آؤ اس چٹان سے چپک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔" میں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک قدرتی چھجا سا نکلا ہوا تھا۔ میں تہذیب کو لے کر تیزی سے اس چٹان کی طرف بڑھ گیا۔

"ہم یہاں کب تک محفوظ رہ سکیں گے؟" تہذیب پریشانی سے بولی۔ "وہ ہم پر پھر فائرنگ کریں گے۔"

ٹھیک اسی وقت ہیلی کاپٹر سے پھر فائرنگ کی گئی مگر اب ہم محفوظ تھے۔ ہیلی کاپٹر آگے نکل گیا۔

"میری رائفل دیکھ رہی ہو۔ ابھی اس رائفل سے میں اس وحشی پرندے کا شکار کروں گا۔" میں نے رائفل پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا اس رائفل سے ہیلی کاپٹر گرایا جا سکتا ہے؟" تہذیب نے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔

"اگر رینج میں آ جائے تو اس سے ہوائی جہاز بھی نہیں بچ سکتا۔ ہیلی کاپٹر کی تو اوقات ہی کیا ہے۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہیلی کاپٹر رینج میں آ ہی جائے۔"

"بس دعا کرو کہ ہیلی کاپٹر سے ہم پر حملے کی ایک اور کوشش کر لی جائے۔ اس رائفل کی رینج اتنی زیادہ ہے کہ ہمارے اوپر سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹر خواہ کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ ہو بچ کے نہیں نکل سکتا۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز نزدیک آ رہی تھی۔ میں نے رائفل سنبھال لی۔ ایک بار پھر ہیلی کاپٹر سے گولیاں برسائی گئیں اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر ہمارے اوپر سے گزرا میں جھپٹ کر آگے بڑھا اور بڑی تیزی سے اڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ رائفل کی گولی ہیلی کاپٹر کی باڈی میں کسی جگہ دھنس گئی اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کے انجن سے نکلنے والی آوازیں تبدیل ہو گئیں اور ہیلی کاپٹر فضا میں ڈولنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پائلٹ کے قابو سے باہر ہو رہا ہے۔

"وہ مارا!" مجھے تہذیب کا نعرہ سنائی دیا جو میرے برابر ہی کھڑی ہوئی تھی۔ "اب وہ تباہی سے نہیں بچ سکتا۔"

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور ہیلی کاپٹر کو دیکھنے لگا جس کی بلندی بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اسے چٹانوں سے ٹکرا کر تباہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

"چلو ہیلی کاپٹر تو ختم ہوا۔" تہذیب بولی۔

"اس سے پہلے دو مرسڈیز گاڑیاں اور ایک لینڈ روور بھی تو جا چکی ہے۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب چونک پڑی۔

"مطلب یہ کہ بات ختم ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے علی کہ ایک دوسرے ملک میں ان ایجنٹوں نے اتنے وسائل کیسے حاصل کر لیے؟ ہیلی کاپٹر کا حصول

آسان تو نہیں ہوتا۔"

"ہاں یہ بات حیران کن ضرور ہے لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ اس میں سر کھپایا جائے۔ سیکرٹ ایجنٹ ہر جائز و ناجائز ذریعے سے اپنا کام نکال لیتے ہیں۔"

"کیا خیال ہے۔ ہمارا تعاقب کرنے والے کے جی بی کے ایجنٹ تو نہیں تھے؟"

"کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ کنگ اٹلس بتا چکا ہے کہ جرمنی اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے جاسوسوں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ ڈی گوسٹر کے مسودے قتل ہو رہے ہیں بھی بستے ہی پرکشش۔"

"تو چلو، قبل اس کے کہ ہم پر کوئی نئی آفت نازل ہو تھوڑا سا سفر اور طے کر لیں۔"

لیکن ہم پر مزید کوئی آفت نازل نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کی نفری ختم ہو گئی تھی یا ان کے حوصلے جواب دے چکے تھے۔ کئی گھنٹے کے سفر کے بعد چٹانی علاقہ ختم ہوا اور اس کی جگہ سبزہ زار نظر آنا شروع ہو گئے۔

"لگتا ہے ہماری منزل آ پہنچی ہے۔" تہذیب نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ہاں، روڈا ایلبو کا کیمپ اب نزدیک آ گیا ہے۔" میں نے تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی حالت خاصی خراب تھی۔ پہاڑی راستوں پر بغیر کھائے پیئے اس طرح مسلسل سفر کرنا آسان نہیں ہوتا اور وہ بھی ایک عورت کے لیے۔ تہذیب کے قدموں میں اگرچہ لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی تھی مگر اس کے حوصلے نے اب بھی شکست نہیں کھائی تھی۔

سبزہ زاروں میں سفر کرنا ایک نعمت معلوم ہو رہا تھا۔ اور پھر کچھ دیر بعد ہمیں کنگ اٹلس کے کیمپ جیسا ایک کیمپ نظر آنے لگا۔

"ہماری منزل آ گئی علی!" تہذیب نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔

"ہاں تہذیب! نقشے کے مطابق روڈا ایلبو کا کیمپ یہی ہونا چاہیے۔"

ہم کیمپ میں داخل ہو گئے۔ کنگ اٹلس کے کیمپ کی طرح یہاں بھی خیمے، چھولداریاں، چوبی کیبن اور نشہ آوروں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ اس لیے کہ اپنے حلیوں سے ہم بھی آوارہ گرد نظر آنے لگے تھے۔

ہم نے سب سے پہلے اپنی رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ کھانے کے بعد تہذیب لیٹ گئی۔ "میں تھوڑا دیر آرام کر لوں علی؟" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"ذرا دیر نہیں جان! تم تین گھنٹے آرام کر سکتی ہو۔ اس کے بعد ہم روڈا ایلبو کی تلاش میں نکلیں گے۔"

"کیوں، ابھی کیوں نہیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس لیے کہ ابھی سورج نظر آ رہا ہے۔ اس قسم کے لوگ عموماً سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا کرتے ہیں۔ ذرا اندھیرا پھیل جائے، پھر ان سے ملیں گے۔"

تین گھنٹے بعد ہم تازہ دم ہو کر اپنے خیمے سے باہر نکل آئے۔ نشہ آوروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم ایک چوبی کیبن تک پہنچے جہاں نشیات فروخت کی جا رہی تھیں۔

"ہمیں مسٹر روڈا ایلبو سے ملنا ہے۔" میں نے کیبن میں موجود شخص سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیوں ملنا ہے؟" اس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"اگر تم اس کے پرائیویٹ سیکرٹری ہوتے تو شاید بتا دیتا۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "مجھے بتاؤ روڈا ایلبو سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟"

"روڈا ایلبو سے ہر کس و ناکس نہیں مل سکتا۔ وہ صرف ان لوگوں سے ملتا ہے جن سے واقف ہو۔"

"کیا یہ سب کچھ مجھے بتانا تمہارے فرائض میں شامل ہے؟" میں نے اکھڑے انداز میں کہا۔

"نہیں، لیکن . . . "

"بکواس مت کرو۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔ "مجھے ان سے انتہائی ضروری کام ہے اور میں ان سے تمہاری شکایت ضرور کروں گا۔"

اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے لیکن روڈا ایلبو تک رہنمائی کے لیے اسے تیار ہونا ہی پڑا۔ "میں ایک آدمی ساتھ کیے دیتا ہوں، وہ تمہیں باس تک لے جائے گا مگر یاد رکھنا مسٹر اگر روڈا ایلبو تمہیں پہچان نہ سکا تو میں تمہارا حشر بہت برا کروں گا۔ میں بہت برا آدمی ہوں۔"

"برداشت کرو۔ میں تم سے بھی زیادہ برا آدمی ہوں۔" میں نے کہا اور اس پستہ قامت شخص کے ساتھ چلنے لگا جو مجھے روڈا ایلبو تک پہنچانے کے لیے ساتھ کیا گیا تھا۔

ہم کیمپ سے گزر کر شمالی رخ والی پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ ان پہاڑیوں میں قدرتی غار بکثرت تھے۔ ایسے ہی ایک غار کے دہانے پر پہنچ کر اس شخص نے ہم سے رکنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔ اندر مصنوعی روشنی کا بندوبست تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو دو افراد اس کے ہمراہ تھے۔ ان میں سے ایک نے ہم

سے ہماری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

"تم میں سے روڈا ایلبو کون ہے؟" میں نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم دونوں مسٹر روڈا ایلبو کے کارکن ہیں۔ ہمیں اپنی آمد کی وجہ بتاؤ۔"

میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ "یا تو یہ کیمپ پاگلوں کا اڈا ہے یا پھر میں خود پاگل ہو گیا ہوں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "جب میں نے کہہ دیا کہ میں صرف روڈا ایلبو سے ملنا چاہتا ہوں تو تم میرے ساتھ یہ سب فضول حرکتیں کیوں کر رہے ہو۔ مسٹر روڈا ایلبو کو میری آمد کی اطلاع دو اور اپنے کام سے کام رکھو۔"

وہ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے۔ شاید میرے لہجے کی جارحیت ان پر اثر انداز ہوئی تھی۔ "تلاشی تو بہرحال تمہیں دینا ہو گی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" میں نے چڑچڑے انداز میں کہا۔ "جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرو۔"

انھوں نے سرسری انداز میں ہماری تلاشی لی اور مطمئن ہو کر ہمیں غار کے اندر لے گئے۔

غار کے ایک گوشے میں ایک شخص اپنے تاش کے پتے پھیلائے بیٹھا پیشنس کھیل رہا تھا۔ وہ دونوں ہمیں اس کے پاس لے گئے۔ اس شخص نے چونک کر سر اٹھایا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے سختی سے پوچھا۔ دو اجنبیوں کو غار میں دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت نظر آنے لگی تھی۔

"یہ دونوں آپ سے ملنا چاہتے ہیں باس!"

"کیوں؟" وہ غرایا۔

"یہ بات کسی اور کے علم میں نہیں لائی جا سکتی۔" میں نے لفظوں پر زور دے کر کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

چند لمحے وہ ہم دونوں کو گھورتا رہا پھر جیسے اچانک ہی اسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم لوگ جاؤ۔" اس کے ساتھی غار سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس نے ہمیں گھورا۔ "اب بتاؤ، تم لوگ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"آپ کو کنگ اٹلس کا پیغام مل چکا ہو گا۔" تہذیب بول پڑی۔ "ہم اس کے نمائندے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" روڈا ایلبو کا لہجہ اچانک ہی دوستانہ ہو گیا۔ "آؤ، بیٹھو۔"

میں اور تہذیب بیٹھ گئے۔

"یہ تم دونوں نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟" روڈا ایلبو نے ہمیں اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کنگ کو بھی معلوم نہیں ہو گا کہ راستے میں ہم پر کیا بیتی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمارا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ جس لینڈ روور میں ہم سفر کر رہے تھے وہ تباہ ہو گئی اور ہم بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"میں نے تو کنگ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ راستے میں خطرات در پیش ہو سکتے ہیں لہٰذا تمہیں تنہا نہ بھیجے۔ بہرحال تمہیں زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سنا ہے تم فیرکیس کی اولاد ہو؟"

"ہاں، اور بس یہ اتفاق ہی تھا کہ کنگ اٹلس سے ملاقات ہو گئی اور انھوں نے ایک کام ہمارے سپرد کر دیا۔"

"فیرکیس سے میری بھی دوستی تھی۔ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ دوستوں کے کام آنے والا۔ لیکن ہمارا اس سے اختلاف اس کی شرافت کی وجہ سے تھا۔"

"ہمیں معلوم ہے جناب! یہی وجہ تھی کہ انھوں نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اب ہمیں اپنے لیے خود سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔"

"تم لوگوں کے بارے میں یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے اپنے باپ کے برعکس اپنے لیے صحیح راستہ منتخب کیا ہے۔ فیرکیس نے تو خیر جیسے تیسے گزار لی لیکن اب دور بہت بدل چکا ہے۔ آج کے دور میں شرافت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ شرافت کے چکر میں پڑ کر آدمی کو بھوکوں مرنا پڑتا ہے۔ اس کے بچے فاقے کرتے ہیں اور زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی ہے۔"

"اب تو اس راہ پر ہم اتنی دور نکل آئے ہیں کہ واپس جانا چاہیں تو بھی واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"واپسی غلط راستے سے ہوا کرتی ہے۔ صحیح راستے پر تو آگے بڑھا کرتے ہیں۔" روڈا ایلبو نے کہا۔ "کنگ نے تمہیں بتا دیا ہو گا کہ تم نے جس کام کو کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اس میں کتنے خطرات ہیں؟"

"جی ہاں، ہم نے بہت سوچ سمجھ کر یہ کام کرنے کی حامی بھری ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کنگ نے تم لوگوں کا انتخاب کیا ہے تو کچھ دیکھ کر ہی کیا ہو گا ورنہ یہ معاملہ تو ہم جیسے لوگوں کے بس سے بھی باہر ہے۔ میں نے سیکرٹ ایجنٹوں کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں۔ ان کے بارے میں بہت کچھ سنا بھی ہے۔ یہ بڑے خوفناک لوگ ہوتے ہیں۔ تم لوگ کیسے ان سے مقابلہ کر سکو گے؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے مسٹر روڈا ایلبو کہ ان سے مقابلہ کیا

جائے۔" میں نے کہا۔ "ہم ان سے پیار بھی کام کر سکتے ہیں۔"

"میں خود بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔" روڈ ایلبو نے خوش ہو کر کہا۔ "تمھاری ذہانت تو ثابت ہو گئی۔ اب یہ بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"کنگ انکل نے آپ کو بتا دیا ہو گا کہ کام شروع کرنے سے قبل ہم ڈی فوسٹر سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اس سے ملوا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "وہ یہیں ایک غار میں ہے۔ آؤ میں تمھیں اس کے پاس لے چلوں۔" روڈ ایلبو نے نزدیک رکھی ہوئی ٹارچ اٹھائی اور غار کے ایک تاریک گوشے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں اور تہذیب اس کے پیچھے تھے۔ روڈ ایلبو کے پیچھے ہم اس قدرتی سرنگ میں داخل ہو گئے جو اس غار سے نکل رہی تھی۔ کافی دیر پیچ در پیچ راستوں پر چلنے کے بعد روڈ ایلبو رک گیا۔

"ڈی فوسٹر اس غار میں موجود ہے۔" روڈ ایلبو نے ایک جانب اشارہ کیا جہاں دہانے سے روشنی پھوٹتی نظر آ رہی تھی۔ "آؤ میں اس سے تمھارا تعارف کرا دوں۔"

میں اور تہذیب اس کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ کشادہ غار میں ایک بستر پر ڈی فوسٹر موجود تھا۔ میں نے اسے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ تہذیب نے بھی پہچان لیا ہو گا۔ اس لیے کہ او شیل میکائیل نے ہمیں اس کی کئی تصویریں دکھائی تھیں جو ہمارے ذہنوں میں محفوظ تھیں۔

"ان لوگوں سے ملو ڈی فوسٹر۔" روڈ ایلبو نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ تمھارے مددگار ہیں۔"

"مددگار!" ڈی فوسٹر نے نحیف آواز میں کہا اور روحتی آواز میں ہنس پڑا مگر یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ ہنسا ہے یا کھنکارا ہے۔

"ہاں! انھیں کنگ اٹلس نے بڑے اعتماد سے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ یہ تمھاری مشکلات کا مداوا ثابت ہوں گے۔" روڈ ایلبو نے کہا۔

ڈی فوسٹر نے بڑے غور سے ہم لوگوں کو دیکھا اور میں نے اس کی آنکھوں میں مایوسی اترتے دیکھی مگر وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میرے پاس فرصت ہوتی تو تمھاری گفتگو میں ضرور شریک ہوتا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" روڈ ایلبو بولا۔ "اس سلسلے میں میرے شعور جو فرائض کی بھی تکمیل کی جائے گی میں اس سے منہ نہیں موڑوں گا۔ اب مجھے اجازت دیں۔" روڈ ایلبو پلٹ کر غار سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں اور تہذیب ڈی فوسٹر کے نزدیک جا بیٹھے۔

"ہیلو، تم لوگ کون ہو؟ میں تم سے متعارف ہونا چاہتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔

"ہمیں کنگ انکل نے آپ کی مدد کرنے کے لیے بھیجا ہے۔" تہذیب نے اپنا اور میرا تعارف کرا کے ڈی فوسٹر سے کہا۔

"تم میری کیا مدد کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے حقارت بھرے انداز میں کہا۔ "ابھی تو تم لوگوں کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ کسی کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے لیے عمر انتہائی ناقص پیمانہ ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "مجھے افسوس ہوا کہ یہ بات میں نے آپ جیسے پڑھے لکھے آدمی کے منہ سے سنی ہے۔"

ڈی فوسٹر بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگا۔ "میں اپنی زندگی کے بدترین وقت سے دوچار ہوں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں کیسی ذہنی اذیتوں سے گزر رہا ہوں۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "اور جس حد تک بھی میرے بس میں ہوا میں آپ کی مدد کروں گا۔"

"تمھارے انداز گفتگو میں بڑی اپنائیت ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم بھی میرے مددگار نہیں ہو سکتے۔"

"ہر قسم کے اندیشوں سے بالاتر ہو کر گفتگو کیجیے مسٹر ڈی فوسٹر۔"
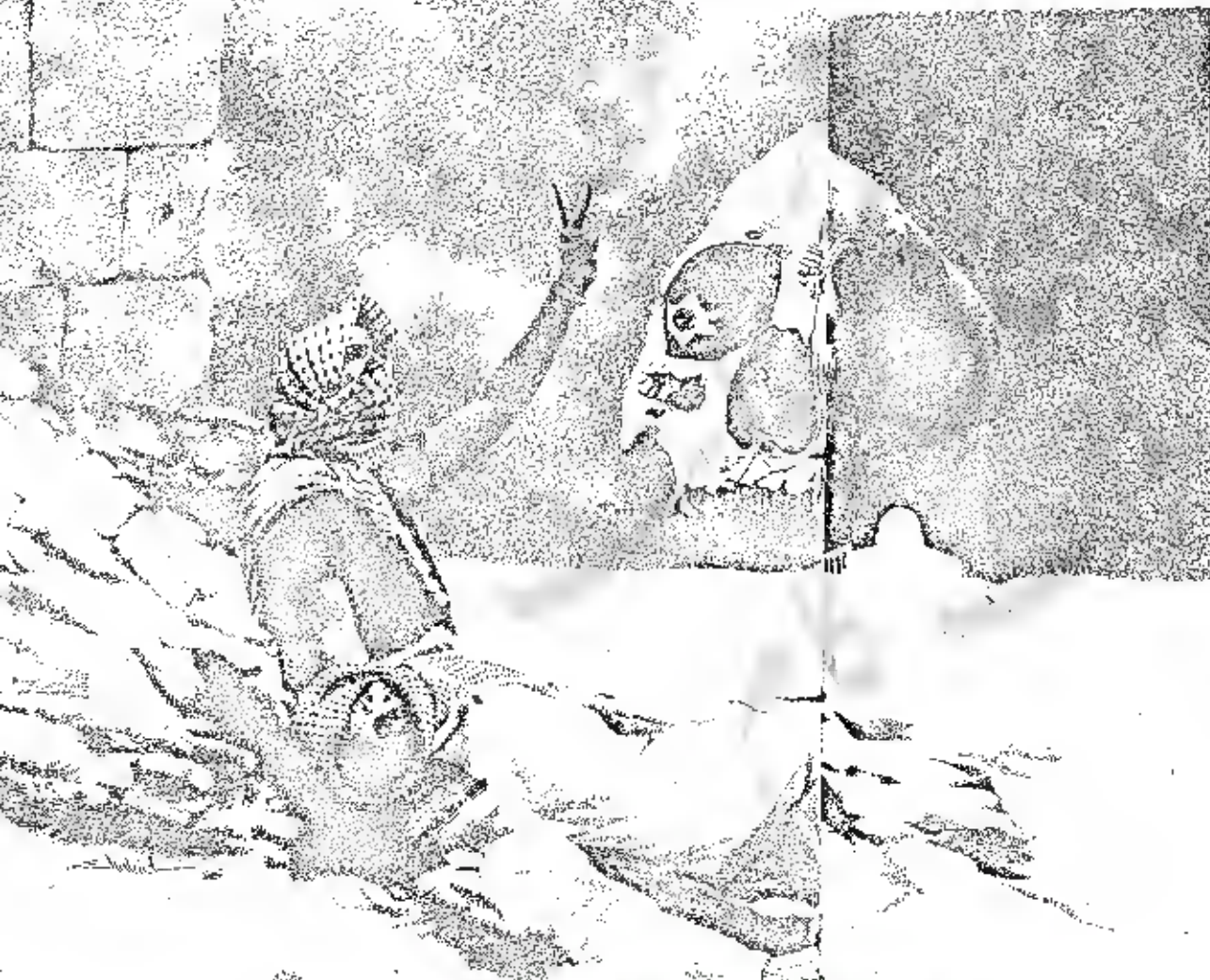
ہم اگر آپ کے ہمدرد نہیں ہو سکتے تو آپ کے دشمن بھی نہیں ہو سکتے۔"
"میں تھک چکا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے مضمحل انداز میں کہا۔
"اس صورت حال کو مزید برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"
"حوصلہ کیجیے مسٹر ڈی فوسٹر!" تہذیب بولی۔ "حوصلے جوان ہوں تو آدمی کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔"
"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں مگر نہیں رہ سکتا۔" ڈی فوسٹر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "یوں لگتا ہے جیسے میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔"

تہذیب جھٹ کر اٹھی اور نزدیکی برتن سے پانی نکال کر ڈی فوسٹر کو دیا۔ ڈی فوسٹر نے اس کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ جھپٹ کر منہ سے لگایا اور آتنی بے صبری سے پی گیا جیسے برسوں کا پیاسا رہا ہو۔

"اور پانی دوں انکل؟" تہذیب نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔
"شکریہ بیٹی!" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "نہیں میں اور پانی نہیں پیوں گا۔ اب زندگی ہی کتنی رہ گئی ہے!"
"آپ آرام کریں انکل۔" تہذیب نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہماری آمد سے آپ کو تکلیف پہنچی۔"
"بیٹھ جاؤ میری بچی بیٹھ جاؤ۔" ڈی فوسٹر نے بے صبری سے کہا۔ "تمہارے لہجے سے مجھے خلوص کی بو آرہی ہے۔ چاہے تمہارا یہ انداز تصنع پر ہی کیوں نہ مبنی ہو مگر میرے لیے بڑی نعمت ہے۔"
تہذیب بیٹھ گئی۔ "آپ بے جا شکوک کا شکار ہیں انکل۔" اس نے کہا۔ "ہم آپ کو کسی بات کے لیے مجبور تو نہیں کر رہے۔"
"مجھے نہیں معلوم تم لوگ کیا توقعات لے کر یہاں آئے ہو لیکن میں تم سے جو باتیں کروں گا وہ تمہاری توقع کے بالکل خلاف ہوں گی۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے کہا۔
"میں تمہیں سمجھائے دیتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "بہت غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب مجھے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ ایک آخری کام جو مجھے اس کرب مسلسل سے نجات دلا دے۔ اس عذاب سے چھٹکارا دلا دے جو میں نے خود اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔"
میں اور تہذیب عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے کہا۔ "جو کچھ بھی کہنا ہو بے تکان کہیں مسٹر ڈی فوسٹر! ہم صرف وعدہ ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔"
"تمہیں کنگ اٹلس نے میرے پاس کیوں بھیجا ہے؟" دفعتاً ڈی فوسٹر نے پوچھا اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔
"ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ کے پاس جوہری ہتھیاروں کے کچھ فارمولے ہیں جو ہاروت راہیل نے چوری کروائے تھے اور پھر آپ انہیں لے کر فرار ہو گئے تھے۔ ان فارمولوں کی سودے بازی ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ ہماری خدمات اس لیے حاصل کی گئی ہیں کہ ہم ان فارمولوں کا سودا کرا دیں۔"
"اس کے عوض کنگ اٹلس نے تم سے کیا معاوضہ طے کیا ہے؟" ڈی فوسٹر نے پوچھا۔
"وصول شدہ رقم کا دس فیصد۔" میں نے کہا۔
"اور یہ رقم کس ملک سے حاصل ہوگی؟"
"جس سے بھی سودا تکمیل پا جائے۔"
ڈی فوسٹر ہذیانی انداز میں ہنس پڑا پھر میری آنکھوں کے سامنے انگلی نچاتے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ تم سے بھی مخلص نہیں ہے۔ سنبھل سکتے ہو تو سنبھل جاؤ، غور کر سکتے ہو تو غور کر لو اور اگر نہیں کر سکتے تو جہنم میں جاؤ۔"
میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ڈی فوسٹر کی گفتگو غیر واضح تھی مگر مجھے اس میں دلائل محسوس ہو رہا تھا۔ کنگ اٹلس کی طرف سے میں مشکوک تو پہلے ہی تھا مگر میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اس کی نیت میں کس قسم کا فتور ہے۔ اب ڈی فوسٹر بھی میری بات کی تائید کر رہا تھا مگر مبہم انداز میں۔
"آپ ہمیں وضاحت سے تو بتائیں مسٹر ڈی فوسٹر! آخر ہم کیا سوچیں اور کس بات پر غور کریں؟" میں نے کہا۔
"جانتے ہو کنگ اٹلس کون ہے؟"
میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "جی ہاں مسٹر ڈی فوسٹر! وہ ہمارے انجہانی ڈیڈی کے دوست ہیں اور ہماری بھلائی کے خواہاں ہیں۔ اسی لیے تو انھوں نے ہمیں اتنی بڑی ذمے داری سونپی ہے۔"

"وہ اپنے علاوہ کسی کی بھلائی کا بھی خواہاں نہیں ہے۔ جانتے ہو وہ ہاروت راہیل سے مل گیا ہے۔ اس کے ایجنٹوں کے لیے کام کر رہا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو مجھ سے فارمولے حاصل کر کے ہاروت راہیل کے حوالے کر دے۔ یہ سارے جال اسی لیے بچھائے گئے ہیں۔ سمجھے! صرف اس لیے۔"
میں سکتے کے عالم میں ڈی فوسٹر کو دیکھتا رہ گیا۔ کنگ اٹلس اور ہاروت راہیل کا آدمی! اس کے ایجنٹوں کا آلۂ کار! بات بڑی ناقابل یقین سی تھی لیکن چونکہ ڈی فوسٹر کے منہ سے نکلی تھی اس لیے اس میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور تھا۔

تہذیب

کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ڈی فوسٹر کے انکشاف نے اس کے بھی ہوش اڑا دیے تھے۔ بلکہ مجھ سے زیادہ یہ انکشاف تہذیب کے لیے سنسنی خیز ثابت ہوا تھا۔ میں تو پہلے ہی کنگ اٹلس کی طرف سے مشکوک تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود بھی اس شبہے کی نوعیت سے واقف نہیں تھا۔ پس وہ میری نظروں میں قابل اعتماد شخص نہیں تھا۔
"آپ... آپ کو معلوم ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" تہذیب نے شوک لگ کر کہا۔ اس کی آواز واضح طور پر کانپ رہی تھی۔ "وہ ہمارے انجہانی ڈیڈی کے دوست ہیں۔"
ڈی فوسٹر ہنسا۔ "وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہے۔ اس کا نام کنگ اٹلس ہے اور معاف کرنا اگر تمہارے ڈیڈی اس کے دوست تھے تو وہ بھی اچھے آدمی نہیں رہے ہوں گے۔"
"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ برے آدمی میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔" تہذیب نے کہا۔ "بلکہ بعض اوقات تو برے آدمیوں میں بہت بڑی خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔"
"ہوتی ہوں گی۔" ڈی فوسٹر نے بے پروائی سے کہا۔ "ممکن ہے تمہارے انجہانی ڈیڈی میں بھی کچھ خوبیاں رہی ہوں لیکن یہ شخص کنگ اٹلس..." ڈی فوسٹر نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔
"کیوں نہیں آپ!" تہذیب اکھڑے ہوئے انداز میں بولی۔
"کنگ اٹلس جرمن ہے جو ویسے بھی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں پھر اس کا تعلق تو شیر خاندان سے ہے جو ہمیشہ یہودیوں کے ظلم و ستم کا شکار رہا ہے۔ اس خاندان کے لوگوں کو یہودیوں سے نفرت تو انتہا کو پہنچی ہوئی ہونی چاہیے۔ اس کا ایک یہودی کے لیے کام کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔"
"یہی چیز تو سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔" ڈی فوسٹر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سب سے زیادہ تعلق تو مجھے اسی بات کا ہے کہ جرمن ہونے کے باوجود وہ ایک یہودی کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"
"آپ سے تو اس کا گہرا تعلق ہے۔ جرمن ہونے کے علاوہ آپ دونوں کا تعلق ایک ہی خاندان سے بھی تو ہے۔" تہذیب نے کہا۔
"میں سمجھ رہا ہوں۔ تم اب بھی شکوک و شبہات کا شکار ہو لیکن میں دنیا کا بدقسمت ترین آدمی ہوں۔ میں نے اپنی آدھی سے زیادہ زندگی تو قید میں بسر کی۔ معلوم نہیں تم لوگ کس قید و بند کی مشکلات سے گزرے ہو یا نہیں۔ اگر تم پر بھی ایسا کڑا وقت پڑا ہو کہ تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف قید کر دیا گیا ہو تب تو میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی ورنہ شاید تم بھی میری بات نہ سمجھ سکو۔"
"آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہیں مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے کہا۔ "ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح آپ کی بات سمجھ ہی لیں گے۔"
"آدمی کو بے شمار نعمتیں میسر ہیں مگر اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا۔ کسی نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ نعمت چھن جاتی ہے۔ مجھے بھی دوسروں کی قید میں جانے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ آزادی کس قدر بیش قیمت نعمت ہے۔ میں اپنی مرضی کے خلاف اپنے دشمنوں کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کے لیے مجبور تھا۔ اس جبری زندگی میں مجھے اپنوں کی یاد ستاتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ اگر اپنوں کے درمیان ہوتا تو وہ کس طرح میری قدر کرتے اور میں اپنی تمام صلاحیتیں ان کے لیے استعمال کرتا۔"
"میں آپ کے جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں۔" ڈی فوسٹر ہی نے کہا۔ "آپ اپنائیت سے محروم رہے ہیں۔ غیروں کے بعد اب ان لوگوں کا طرز عمل بھی آپ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے جو آپ کے خاندان کے لوگ ہیں۔"
"تم کچھ نہیں سمجھ سکتے۔" ڈی فوسٹر نے حقارت سے کہا۔ "تم نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ تم صرف میری باتیں بڑی غور سے سنو اور مجھ سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکو۔"
میں دم بخود رہ گیا۔ اس نے غلط مطلب اخذ کیا تھا۔ میں کہاں سے معلومات ضرور حاصل کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کی باتیں بے تکی نہیں لگائی تھیں بلکہ میں اس کی بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن وہ غلط سمجھا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے رام کروں۔ اس کے خیال میں وہ مجھ سے بہت زیادہ تجربے کار تھا اور اس نے بہت اونچ نیچ دیکھی تھی۔
"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل۔" تہذیب نے بروقت عقل مندی کی۔ "ہم آپ کی کیفیات کا اندازہ ہی کر سکتے ہیں۔ صحیح طور پر سمجھنا تو ظاہر ہے ہمارے بس سے باہر ہے۔"
تہذیب کی بات سن کر ڈی فوسٹر خوش ہو گیا اور مجھے بھی۔ اس لیے کہ اگر تہذیب بروقت نہ بول پڑتی تو شاید ڈی فوسٹر اتنی آسانی سے راہ پر نہ آتا۔
"ہاں تم ناتجربے کار لوگ ہو۔ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میری عمر کو پہنچو گے تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔ ذہانت تم لوگوں کی آنکھوں سے عیاں ہے مگر محض عقل سے کسی کے جذبات کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ جذبات و کیفیات جب تک خود پر نہ گزریں ان کے بارے میں کچھ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس شخص کی حالت کا تصور کرو جس نے ایک بڑا جرم صرف اس لیے کیا کہ اس کے ذریعے اپنے لوگوں کی حالت سدھار سکتا۔"
"لیکن آپ نے کوئی جرم تو نہیں کیا مسٹر ڈی فوسٹر!" میں بول پڑا۔
"یہودیوں کو ترک دینا جرم ہو ہی نہیں سکتا۔"

اور جوابوں کی نفی کردی۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "اس کے بعد باقی ہی کیا بچتا ہے؟"

"دولت۔" ڈوئی فوسٹر نے فخریہ انداز میں کہا۔ یوں جیسے کوئی بہت اہم انکشاف کر رہا ہو۔ "اس وقت دولت کا حصول ہر شخص کے لیے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

اس سے بحث کرنا بے کار تھا۔ مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے نظریات کے خلاف کچھ نہیں سنے گا۔ اس سے بحث کرنے سے کچھ حاصل ہوتا اور نہ ہی اسے قائل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے برعکس اس کی باتوں میں یہ ضرور معلوم ہو رہا تھا کہ وہ چاہتا کیا ہے۔ ڈوئی فوسٹر کے سلسلے میں جو کچھ میں نے سوچا تھا شاید تہذیب بھی اسی نتیجے پر پہنچی تھی۔

"آپ کی باتیں تلخ ضرور ہیں لیکن حقیقت معلوم ہوتی ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "دولت سب کچھ تو نہیں ہوتی مگر لوگ اس کے حصول کے لیے کس حد تک بھی جانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔"

"میں تو یہی تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" ڈوئی فوسٹر نے خوش ہو کر کہا۔ "میں نے سوچا تھا کہ میری تو عمر جیسے تیسے گزر ہی چکی ہے لیکن اب اپنے خاندان والوں کے لیے کچھ کروں۔ لیکن جو کچھ مجھ پر گزری ہے اس کے بعد تو دل جیسے بجھ کر رہ گیا ہے۔ ہر شخص اپنے کھیل میں مصروف ہو گیا ہے۔ مجھے بتاؤ اگر فارمولوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم ان کے ہاتھ لگ جائے تو کون میری حفاظت کرے گا؟"

"فارمولے جب تک آپ کے پاس ہیں آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ ان کے سودے کے بعد تو آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں رہ جائے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"تم نے ہاروت رابیل کو نظر انداز کر دیا۔ اس وقت جو ایجنٹ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں فارمولوں کے سودے کے بعد ان سے تو جان چھوٹ جائے گی لیکن ہاروت رابیل اپنا انتقام لیے بغیر مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ اتنی بڑی چوٹ اس نے زندگی میں کبھی نہیں کھائی ہوگی۔ وہ اسے کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔"

"بات تو آپ کی درست ہے۔" تہذیب سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولی۔ "مگر اب آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"چونکہ وہی لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں جن پر میں نے تکیہ کیا تھا اس لیے میں دنیا میں کسی پر بھی بھروسا نہیں کر سکتا۔ میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا ہے کہ اب وہ فارمولے یا تو صرف میرے لیے منافع بخش ثابت ہوں گے یا پھر ان سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

"آپ کا فیصلہ سو فیصد درست ہے۔" میں نے کہا۔ "آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا ان حالات میں یہی فیصلہ کرتا لیکن ایک بات مجھے

نا سمجھ آ رہی ہے؟"

"کون سی بات؟" ڈوئی فوسٹر نے پوچھا۔

"آپ ان لوگوں کی قید میں رہے۔ وہ چاہتے تو فارمولوں کا پتا معلوم کرنے کے لیے آپ پر تشدد بھی کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟"

ڈوئی فوسٹر تلخی سے ہنسا۔ "ابھی وہ منزل نہیں آئی تھی جہاں انھیں مجھ پر تشدد کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ انھیں توقع ہے کہ وہ مجھے جھانسا دے کر بہت جلد فارمولوں کے بارے میں معلوم کر لیں گے۔ جب ان کی توقع دم توڑ جائے گی تو وہ مجھ پر تشدد بھی ضرور کریں گے۔ مجھے پورا یقین ہے۔"

"وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ اگر تشدد پر اتر آئے تو انھیں زبان کھلوانے کے بیسیوں طریقے آتے ہوں گے۔ اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟"

ڈوئی فوسٹر ٹھٹک کر رہ گیا۔ "میں تم سب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کوئی مجھ سے معلوم کر کے بتائے کہ میں نے فارمولے کہاں چھپائے ہیں۔ تشدد کر کے میری جان تو لی جا سکتی ہے مگر مجھ سے فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا ان فارمولوں کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ ان کی خاطر آپ اپنی جان تک دینے کو تیار ہیں؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" ڈوئی فوسٹر بولا۔ "میری نظر میں ان فارمولوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ تو میرا ایک خواب تھا کہ میں نے اپنے خاندان کی بہبود کے لیے انھیں چوری کر لیا لیکن اب میری زندگی ان فارمولوں سے مشروط ہو کر رہ گئی ہے۔ اگر میں نے انھیں فارمولوں کا پتا بتا دیا تو مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ اب بھی اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میری جان بچ جائے گی تو میں انھیں فارمولوں کے بارے میں بتا دیتا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ نوبت واقعی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ لوگ فارمولوں کے حصول کے بعد اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

"لیکن مسٹر ڈوئی فوسٹر! اگر کوئی شخص فارمولے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو؟" میں نے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ڈوئی فوسٹر نے بڑے یقین سے کہا۔ "میں بے وقوف نہیں ہوں۔ میں نے فارمولے ایسی جگہ چھپائے ہیں کہ کوئی شخص نہ تو وہاں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی انھیں تلاش کر سکتا ہے۔ میں نے انھیں بہت خاص طریقے سے چھپایا ہے۔"

ڈوئی فوسٹر کے لہجے میں جس بلا کا اعتماد تھا اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی اس کی رہنمائی کے بغیر فارمولوں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ بات اطمینان بخش بھی تھی اور تشویش ناک بھی۔

اطمینان بخش اس اعتبار سے کہ فارمولے محفوظ تھے اور تشویش ناک اس لیے کہ ان فارمولوں کے ہمارے ہاتھ آنے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔ تاہم یہ ساری باتیں بعد میں سوچنے کی تھیں۔ فی الوقت ڈوئی فوسٹر سے گفتگو کرنے کا مرحلہ درپیش تھا جو بجائے خود ایک معمہ تھا۔ ایک تو وہ سیدھی طرح کوئی بات نہیں کر رہا تھا، دوسرے بے اعتمادی کا شکار لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈوئی فوسٹر! یہاں تک تو بات طے ہو گئی کہ فارمولے بالکل محفوظ ہیں اور آپ انھیں کسی کے حوالے بھی نہیں کریں گے۔ آپ کو یہ علم بھی ہو گیا ہے کہ کنگ اٹلس، ہاروت رابیل کے لیے کام کر رہا ہے اور آپ نے ابھی تک کسی پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا ہے کہ آپ حقیقت سے باخبر ہیں لیکن آپ ہمارے سامنے یہ اعتراف کر چکے ہیں۔ یقیناً آپ کے ذہن میں کسی حد تک ہم پر اعتماد کیا ہی ہوگا جبھی تو ہم سے وہ بات کر دی جسے آپ نے ابھی تک سب سے پوشیدہ رکھا ہے۔"

"یہ غلط ہے کہ میں نے تم پر اعتماد کرنے کے نتیجے میں تم سے اتنی باتیں کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب میں جوا کھیلنا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر ڈوئی فوسٹر!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "جوا کھیلنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"تم تو وہ جانتے ہو، نایاب اور قیمتی فارمولے ہیں۔ تم ان کی قیمت اور اہمیت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ ایسے کیمیاوی اور جرثومی ہتھیاروں کے فارمولے ہیں جن پر امریکا نے اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ ان کا استعمال ایسی ہولناک تباہی برپا کر سکتا ہے جس کا اندازہ لگانا بھی فی الوقت ممکن نہیں ہے۔ امریکا کی حکومت کی تحویل سے انھیں چوری کر کے ڈوئی فوسٹر نے ایک ناممکن قسم کا کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ تمھیں شاید علم نہ ہو کہ جلد ہی عالمی طاقتیں ان فارمولوں کے عوض منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہو جائیں گی لیکن ان کی سودے بازی کرنے کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے ان سے میں خود محروم ہوں۔ ہاں کنگ اٹلس اور رونالڈ ایمبوشن میں وہ صلاحیتیں شامل ہیں۔"

"اسی لیے تو کنگ اٹلس نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں۔" تہذیب نے بے ساختہ کہا۔

"میں نے بھی تو اسی لیے تم سے اتنی باتیں کی ہیں۔" ڈوئی فوسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے تم لوگ یہ سودا کرانے میں کامیاب ہو ہی جاؤ۔"

"یعنی آپ ہم سے یہ کام لینے کے لیے تیار ہیں؟" تہذیب خوش ہو کر بولی۔

"ہاں۔" ڈوئی فوسٹر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کام

تم کنگ اٹلس کے لیے نہیں بلکہ براہ راست میرے لیے کرو گے۔"

"او ہو۔" میں نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ گفتگو بڑے نازک اور فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی تھی۔ "لیکن وہ ہمیں دس فیصد دینے کو تیار ہے۔"

"میں تمھیں پچاس فیصد دوں گا۔" ڈوئی فوسٹر نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "جو رقم بھی ملے گی آدھی تمھاری اور آدھی میری۔ بولو، منظور ہے؟"

"اتنی بڑی پیشکش کون ٹھکرا سکتا ہے مسٹر ڈوئی فوسٹر! لیکن آپ تو کسی پر اعتماد کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔" میں نے حتی الامکان پرسکون نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ بہت بڑی کامیابی بڑی آسانی سے حاصل ہو گئی تھی۔ اس لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ مارے جوش کے تہذیب کا تو چہرہ ہی سرخ ہو گیا تھا لیکن اس نے فوراً ہی منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا تاکہ ڈوئی فوسٹر سے اپنے جذبات چھپا سکے۔ ویسے بھی ڈوئی فوسٹر نے تہذیب کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ تو پوری طرح میری طرف متوجہ تھا۔

"میں نے تم پر کوئی اعتماد نہیں کیا ہے۔ میں نے تمھیں صرف ایک پیشکش کی ہے۔ اس آدھی رقم کے عوض تم فارمولوں کی فروخت

میں تمہاری مدد کرو گے۔ اس کے بعد کسی پُرسکون مقام تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ کوئی ایسی جگہ جہاں میں اپنی بقیہ زندگی سکون سے گزار سکوں۔"

"ایسے کاموں میں باہمی اعتماد بہت ضروری ہوتا ہے۔ شکوک و شبہات کی فضا میں اس قسم کے کام سرانجام دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میرا بیٹا یہ کام کرتا ہے تو ایسے ہی کرتا ہوگا، میں کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"آپ نے اس بات پر غور کیا ہے کہ ہم اس تمام گفتگو سے کنگ اٹلس یا رووڈا لیو کو بھی آگاہ کر سکتے ہیں۔"

"اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ تم نے جو اکیلے کام کا فیصلہ کر لیا ہے، تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔ کوئی نہ کوئی نتیجہ تو ہر حال میں نکلے گا۔ مجھے مثبت یا منفی سے زیادہ غرض نہیں ہے۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھا کر کہا۔

"ابھی تک تو ابتدائی گفتگو ہے اور ہمیں تفصیلات بھی طے کرنی ہیں۔ آپ کو بہت سے معاملات میں ہم پر یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں سائنس کی دنیا کا آدمی ہوں، جہاں یقین کی سرحد نظریات کے تجربات میں ڈھلنے کے بعد شروع ہوتی ہیں۔ میں ٹھوس چیزوں پر یقین کرنے کا قائل ہوں۔ وہ چیزیں جن کا کوئی وجود نہ ہو یا وہ باتیں جن پر مستقبل کے دھندلے پردے پڑے ہوئے ہوں، ان پر یقین کرنا میری فطرت سے بالاتر ہے۔"

میرا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں یا پھر ڈی نوسٹر کا سر پیٹ ڈالوں۔ اسے اپنی اہمیت کا پورا احساس تھا اسی لیے تو ہر بات میں ایک فلسفہ بیان کر رہا تھا۔ اسے یہ اندازہ بھی تھا کہ اس کی ضرورت کے مقابلے میں ہماری ضرورت زیادہ شدید ہے اور وہ جو بھی کہے گا ہم اسے سننے کے لیے مجبور ہوں گے۔ دفعتاً مجھے غصہ آ گیا۔

"سنو ڈی نوسٹر!" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "جس طرح تم ٹھوس چیزوں کے قائل ہو، اسی طرح میں بھی ٹھوس چیزوں کا قائل ہوں۔ جس طرح تمہیں ہم پر اعتماد نہیں ہے، اسی طرح مجھے بھی تم پر اعتماد نہیں ہے۔ جس طرح تم ہماری طرف سے مشکوک ہو، اسی طرح میں بھی تمہاری طرف سے مشکوک ہوں۔" تہذیب نے حیرت سے میری طرف دیکھا مگر میں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ "جس طرح ہم تمہیں دھوکا دے سکتے ہیں، اسی طرح تم بھی ہمارے ساتھ دھوکا کر سکتے ہو۔ بتاؤ ہم تم پر کیسے یقین کر لیں؟"

میرے لب و لہجے اور میرے انداز سے ڈی نوسٹر بری طرح بوکھلا گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اس سے اس انداز میں بھی گفتگو کر سکتا ہوں۔ وہ تو اپنے تئیں ماسٹر اسٹروک کھیل چکا تھا۔ وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہ گیا۔ چند لمحے کسی بت کی طرح ساکت و صامت رہنے کے بعد اس کے لب ہلے۔

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا دھوکا کر سکتا ہوں؟"

"پہلے بے اعتمادی کا اظہار تم نے کیا تھا اس لیے پہلے تم بتاؤ کہ تمہیں ہماری طرف سے کس قسم کے دھوکے کا خطرہ ہے؟" تہذیب نے زمین پر بیزاری سے ٹھوکر رسید کرتے ہوئے کہا۔

"تم کنگ اٹلس یا رووڈا لیو کو یہ ساری باتیں بتا کر میرے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہو۔"

"تم کس قسم کے آدمی ہو ڈی نوسٹر!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "ایک طرف تو عقل مندی کی باتیں کرتے ہو اور دوسری طرف بے وقوفی کی انتہا کر دیتے ہو۔ بھلا کنگ اٹلس یا رووڈا لیو کے علم میں ساری باتیں لا کر ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ ہمیں تو اس معاملے میں سوا نقصان کے امکانات تھا لیکن اتنی خطیر رقم اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنا کون پسند کرے گا؟"

"تم کنگ اٹلس کے نمائندے بن کر یہاں آئے تھے۔ میں نے تمہیں زیادہ بڑی رقم کی پیش کش کی تو تم نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں۔ کل تمہیں کسی ملک کے ایجنٹ نے اس سے بھی بڑی پیش کش کر دی تو تم میرے ساتھ بھی دھوکا کر سکتے ہو۔"

"اس کا جواب تو میں تمہیں بعد میں دوں گا۔ پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس بات پر کیسے یقین کر لوں کہ سروقد فارمولے تمہارے قبضے میں ہیں؟"

ڈی نوسٹر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی تک سروقد فارمولے میرے قبضے میں ہیں پھر اس بات پر یقین نہ کرنے کا کیا جواز ہے؟"

"کمال ہے ڈی نوسٹر! تم تو ایک سائنس دان ہو، خود ہی کہہ چکے ہو کہ جب تک نظریات کو تجربات کے سانچے میں نہ ڈھال دیا جائے یقین کی سرحدیں شروع نہیں ہو سکتیں پھر تم دوسرے شخص سے یہ توقع کیسے کر سکتے ہو کہ وہ شخص تمہاری کہی ہوئی بات پر یقین کر لے؟"

"پھر اس بات کا فیصلہ کیسے ہو سکے گا؟" ڈی نوسٹر نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"بہت آسان ہے۔ تم پہلے تو ہمیں اس مقام سے آگاہ کرو جہاں تم نے فارمولے چھپا رکھے ہیں یا پھر ہمیں وہ فارمولے دکھاؤ۔ ہمیں یقین آجائے گا۔"

"تم ایک ناممکن فرمائش کر رہے ہو۔ میں بڑی وضاحت سے بتا چکا ہوں کہ یہ بات میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تم اس سے بھی زیادہ ناممکن فرمائش کر رہے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "فارمولے دیکھے بغیر کوئی کیسے سودے بازی کر سکتا ہے؟"

"سب جانتے ہیں کہ فارمولے میرے پاس موجود ہیں۔ اسی لیے تو ان کے ایجنٹ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"انھیں تو یقین ہے کہ فارمولے تمہارے قبضے میں ہیں۔ اسی لیے وہ تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن یہ سب وہ لوگ ہیں جو تم سے ویسے ہی فارمولے حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ جب بھی سودے بازی کا مرحلہ آئے گا اور معاملہ ایک خطیر رقم ادا کرنے کا ہوگا، ان میں سے ہر ایک رقم کی ادائیگی سے قبل یہ یقین کرنا چاہے گا کہ جس پارٹی سے وہ سودے بازی کر رہا ہے، فارمولے واقعی اس کے قبضے میں ہیں بھی یا نہیں۔ محض زبان سے کہہ دینے سے تو کوئی بھی رقم ادا نہیں کر دے گا۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔" ڈی نوسٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو اور بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"اگر زبانی کلامی سودے بازی ممکن ہوتی تو میں یہ مشہور کرا دیتا کہ ڈی نوسٹر نے فارمولے میرے حوالے کر دیے ہیں۔ اس کے بعد خود ان لوگوں سے سودے بازی کرتا بلکہ کئی پارٹیوں سے سودے بازی کر کے رقم وصول کرتا اور اس کے بعد فرار ہو جاتا۔ کیسا آئیڈیا ہے؟"

"اس بات پر پہلے ہی میرا یقین بہت پختہ ہو چکا ہے کہ کوئی شخص بھی اعتبار کے لائق نہیں ہوتا۔" ڈی نوسٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم مجھے ڈبل کراس کرنے کے منصوبے بنا رہے ہو تو اس سے مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے تو اس سے بہت زیادہ کی توقع ہے۔"

"تم احمق ہو ڈی نوسٹر! میں نے تو ایک مفروضہ پیش کیا ہے۔ درحقیقت میرا ایسا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جس کا جو حق ہے وہ اسی کو ملے۔"

"تمہاری سخن طرازیاں مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ محض زیادہ رقم کے لالچ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر کے تم نے خود کو ناقابل اعتماد ثابت کر دیا ہے۔"

"معاملہ اگر صرف رقم کا ہوتا ڈی نوسٹر تو میں ہرگز آمادہ نہ ہوتا لیکن معاملہ صرف رقم کا نہیں تھا۔ میرے اور کنگ اٹلس کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ تم سے مل کر معلوم ہوا کہ اس نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی۔ اس کا اصل مقصد کچھ اور ہے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد ہم اس کے لیے کام کرنے کے پابند نہیں رہے۔ اس دوران تم نے ہمیں ایک پیش کش کر دی۔ ہم نے تمہاری پیش کش اس وجہ سے قبول کر لی کہ کنگ اٹلس نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یہ بات کبھی پسند نہیں رہی کہ کوئی شخص مجھے تاریکی میں رکھ کر اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے۔ بات سمجھ میں آگئی یا مزید وضاحت کروں؟"

"نہیں، میں بہت اچھی طرح سمجھ گیا لیکن میں وہ فارمولے تمہیں نہیں دکھاؤں گا۔"

"تم نے خود بھی تو اس سلسلے میں کچھ سوچا ہوگا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تم ہم سے کیا اور کس طرح کام لینا چاہتے ہو؟"

"سب سے پہلے تو تم مجھے یہاں سے فرار کرانے کا بندوبست کرو گے۔ مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دینے کے بعد فارمولوں کی سودے بازی کا مرحلہ شروع ہوگا۔ رقم کی وصولیابی کے لیے میں تمہیں پلان دوں گا۔ تمہارے حصے کی آدھی رقم تمہیں فوراً ہی نہیں مل جائے گی بلکہ پہلے تم مجھے کسی ایسی جگہ پہنچا دو گے جہاں میں سکون سے بقیہ زندگی بسر کر سکوں۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں تم سے ایک تحریری معاہدہ کروں گا اور اس کے ساتھ ہی تمہارے حصے کی رقم تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"تمہارے منصوبے میں کئی سقم ہیں۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ فارمولوں کی موجودگی کے بغیر ان کا سودا کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس سلسلے میں کوئی تحریری معاہدہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"فرض کرو کہ میں فارمولے تمہیں دکھا دوں اور تم ناقابل اعتبار بھی ثابت ہو یعنی انھیں لے کر دفعان ہو جاؤ۔ تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ جس پارٹی سے تم سودا کرو گے وہ تم سے فارمولے زبردستی چھیننے کی کوشش نہیں کرے گی؟"

"تم نے پہلی بار کوئی معقول بات کی ہے اور معقول باتوں کا جواب دے کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے ان فارمولوں کو بیچنے کی کوشش کی تھی؟"

"یقیناً کی تھی۔ ان فارمولوں کا تعلق میری فیلڈ سے ہے۔ مجھے ان سے دلچسپی بھی ہے۔ اگر میں نفی میں جواب دوں تو یہ بات تعجب خیز ہوگی۔"

"یہ بتاؤ کہ تم ان فارمولوں کو بیچنے میں کس حد تک کامیاب ہو سکے؟" میں نے پوچھا۔

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" ڈی نوسٹر ایک بار پھر بھڑک گیا۔

"اس سوال کے جواب پر میرے منصوبے کا دارومدار ہے جو میں تمہیں بتانے والا ہوں۔ مجھے محض یہ بتا دینے سے کہ تم نے ان

فارمولوں کو کچھ لیا ہے یا نہیں تمہاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"تم پہلے آدمی نہیں ہو جس نے مجھ سے اس قسم کا سوال کیا ہے" ڈی نوسٹر نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے اثبات میں جواب دیا تو وہ پہلا آدمی میں ہی ہوں گا جو فارمولوں کی سودے بازی کے لیے کوئی قابل عمل منصوبہ پیش کرے گا۔ ایک ایسا منصوبہ جو تمہیں یقینی کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔"

"ہاں وہ فارمولے پوری طرح میری سمجھ میں آگئے تھے لیکن وہ اتنے پیچیدہ اور طویل ہیں کہ انہیں یاد رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔"

"فارمولے یاد ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ میرے لیے تو اتنا ہی بہت کافی ہے کہ تم نے انہیں سمجھ لیا ہے"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے فارمولوں کی سودے بازی میں کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟" ڈی نوسٹر نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "ہمارے سامنے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ تمہیں یہاں سے کس طرح بحفاظت نکال کر لے جائیں۔"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ مجھے یہاں سے کیسے نکالو گے۔ مجھے تو یہ بتاؤ کہ فارمولوں کی سودے بازی کے لیے کیا کرو گے؟"

"کسی محفوظ جگہ پہنچنے کے بعد ہم اگلا قدم اٹھائیں گے۔ چونکہ تم نے فارمولوں کو سمجھ لیا ہے..." میں بولتے بولتے رکا پھر میں نے پوچھا۔ "کیا تم ان فارمولوں کو اس طرح تقسیم کر سکتے ہو کہ وہ بے کار ہو کر رہ جائیں اور کسی کی سمجھ میں نہ آ سکیں؟"

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" ڈی نوسٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ فارمولے کس شکل میں تمہارے پاس تھے لیکن سودے بازی کے لیے ہمیں اس کی نقل درکار ہو گی۔ کیا ان فارمولوں کی نقل تیار ہو سکتی ہے؟"

"نقل تو تیار ہو سکتی ہے لیکن..."

"بس تو ہم جس پارٹی سے بھی سودے بازی کریں گے ان فارمولوں کی ادھوری نقلیں فراہم کریں گے۔ ایسے ادھورے فارمولے جن سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکے۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" ڈی نوسٹر نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا۔"

"اس لیے کہ یہ تمہاری فیلڈ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ورنہ درحقیقت یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔"

"لیکن چکر وہی ہے۔ میں تم پر اعتبار کیسے کر لوں۔ اگر ان لوگوں کی طرح تم نے بھی مجھے دھوکا دیا تو؟"

"میں تمہیں اس بات کے لیے مجبور کر دوں گا کہ تم مجھ پر اعتبار کرو۔"

"مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔" ڈی نوسٹر بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔ "میں تمہیں فارمولوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔"

"بیٹھ جاؤ ڈی نوسٹر۔" میں نے ہاتھ ہلا کر بے پروائی سے کہا۔ "تم غلط سمجھے ہو۔ مجبور کر دینے سے میری یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ تمہارے ساتھ زبردستی کی جائے گی۔"

"تم جب سے بول رہے ہو تم مجھے ان لوگوں سے بھی بڑھ کر معلوم ہوتے ہو ضرور تم نے مجھ پر تشدد کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے لیکن یاد رکھو تمہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"میں تمہارے لیے ایسے حالات پیدا کر دوں گا کہ تم میرے کہنے پر خود بخود عمل کرنے لگو گے۔"

"میں کسی کے کہنے پر عمل نہیں کروں گا۔ کسی کے کہنے پر کیا عمل کروں۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ جو میرا دل چاہے گا وہی کروں گا۔"

"تمہارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ تم عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہو۔ میں تمہیں وہ تحفظ مہیا کر دوں گا جس کے بعد تم سارے اندیشوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ اس وقت اگر تم میری تجاویز سے متفق ہوتے تو ان پر عمل کرنا ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو گے۔"

"اگر تم واقعی مجھے اس قسم کا تحفظ فراہم کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کے بعد مجھے تمہاری طرف سے بھی خطرہ نہ رہ جائے تو میں وہ فارمولے ادھوری شکل میں تمہارے حوالے کر دوں گا۔" ڈی نوسٹر نے مطمئن ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو ڈی نوسٹر! ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو گا لیکن تم بدگمانیوں کو اپنے دل میں جگہ نہیں دو گے۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر تہذیب نے مہر سکوت توڑا۔ "جن ممالک سے سودے بازی کی جائے گی ظاہر ہے وہ ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بد دیانتی پر اتر آئیں ادھورے فارمولے لے کر بھاگ جائیں اور ان پر کام کرنے کے بعد انہیں مکمل کر لیں؟"

ڈی نوسٹر ہنسنے لگا۔ "تم اس فیلڈ سے ناواقف ہو اس لیے ایسی بات کر رہی ہو۔ نہیں یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ کسی ادھورے فارمولے کو مکمل کرنے سے آسان بات تو یہ ہے کہ نیا فارمولا بنا لیا جائے۔ اس بات سے سبھی واقف ہیں اور ایسی حماقت کا ارتکاب کوئی نہیں کرے گا۔"

"اس کے علاوہ۔" میں نے کہا۔ "ہم جس پارٹی سے بھی بات کر رہے ہوں گے اسے یہ تاثر دیں گے کہ ادھورے فارمولوں کی نقلیں ہم نے دیگر ممالک کے حوالے بھی کی ہیں اور جو ملک بھی بہتر قیمت ادا کرے گا اور پہلے ادائیگی کرے گا فارمولے اسی کے حوالے کیے جائیں گے۔"

"تم واقعی ذہین آدمی ہو۔" ڈی نوسٹر نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "اس طرح وہ دباؤ میں آ جائیں گے اور سودا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"کوئی بھی سودا اپنی مرضی کے مطابق طے کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ مدمقابل کو سودا کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ یہ تو کاروبار کا بنیادی اصول ہے۔" میں نے کہا۔

"تم کھلے عام سودے بازی کرو گے؟" ڈی نوسٹر نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "کیا اس سے تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق نہیں ہو گا؟"

"اتنی بڑی رقم کے لیے تو میں کئی بار اپنی زندگی خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تمہیں میری زندگی کی کیا فکر پڑ گئی؟"

"تم لوگ میری پہلی اور آخری امید ہو۔ تمہاری گفتگو سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم یہ کام کر سکو گے۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو پھر کیا بنے گا۔ میں تو کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔"

"بے فکر رہو ڈی نوسٹر! ہمیں ان لوگوں سے نمٹنے کے تمام گر آتے ہیں۔ ہم پر ان کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ پہلا مرحلہ ہی سب سے زیادہ مشکل ہے۔ کنگ الفس اور روڈ اٹیبو جیسے خبیث لوگوں کے چنگل سے تم مجھے کیسے نکالو گے؟"

"خبیثوں کے لیے میں ان سے بڑھ کر خبیث ثابت ہوتا ہوں ڈی نوسٹر۔ یہ لوگ تو بچے ہیں۔ تم دیکھتے جاؤ میں بڑی صفائی سے تمہیں ان کے درمیان سے نکال لے جاؤں گا۔"

مجھے اور تہذیب کو وہاں رکنا تھا اس لیے ڈی نوسٹر کے سامنے کوئی بات کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ تہذیب مجھ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے مگر ظاہر ہے اس کا موقع نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد ایک شخص رات کا کھانا لے کر آیا۔ میں نے اس کے ذریعے روڈ اٹیبو کو پیغام بھجوایا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص تھوڑی دیر بعد ہمیں لینے آ گیا۔

روڈ اٹیبو سے ملنے ہمیں اس کے کیمپ جانا پڑا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی بڑی بے چینی سے پوچھا۔ "کچھ کامیابی ہوئی؟"

"کنگ الفس سے کوئی رابطہ ہوا؟" میں نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اس کا پیغام موصول ہوا ہے۔ وہ تمہاری صلاحیتوں پر بے حد خوش ہے۔ تمہارے بارے میں کہہ رہا تھا کہ تم ایسی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہو کہ خراب ترین صورت حال میں بھی اپنا دفاع کر سکتے ہو۔"

"راستے میں جن لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا ان کے بارے میں کوئی اطلاع؟"

"تباہ شدہ جیپ کا پتا اور کاروں کا ملبہ ڈھونڈنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔" روڈ اٹیبو نے کہا۔ "ان لوگوں کی مسخ شدہ لاشیں بھی مل گئی ہیں جو تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے لیکن ہم نے ساری لاشیں اور ملبہ ٹھکانے لگا دیا ہے تاکہ حکومت کو اس سلسلے میں کوئی واضح سراغ نہ مل سکے اور ہم سکون سے اپنا کام جاری رکھ سکیں۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا لیکن خدشہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھی کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"یہ کنگ الفس کا کیمپ نہیں ہے۔ چپے چپے پر میرے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر انھوں نے اس طرف کا رخ کیا تو انھیں پچھتانا پڑے گا۔"

"خیر، تم یہ بتاؤ کہ کیا ڈی نوسٹر تم لوگوں کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہے؟"

روڈ اٹیبو سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "کیا اس نے ہم پر کسی قسم کے شبہے کا اظہار کیا ہے؟" اس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ ہم سے گفتگو کرتے وقت بے حد محتاط تھا۔ فارمولوں کے لیے اس نے شرط عائد کی ہے کہ وہ اسی وقت کسی کے حوالے کیے جا سکتے ہیں جب ان کا سودا اس کے سامنے طے پا جائے۔"

"اس بات پر تو وہ شروع سے ہی اڑا ہوا ہے حالانکہ اس کی یہ ضد مناسب نہیں۔ اسے چاہیے کہ اولین فرصت میں یا تو فارمولے ہمارے حوالے کر دے یا پھر ہمیں اس جگہ سے آگاہ کر دے جہاں اس نے فارمولے چھپا رکھے ہیں۔ دشمن کے ہاتھ کسی وقت بھی وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے؟"

"فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم لوگوں نے اسے شیشے میں اتار لیا ہے۔" میں نے کہا۔

"او ہو تو کیا تم اس سے فارمولوں کے بارے میں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو؟" روڈ اٹیبو نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی تو نہیں لیکن مجھے توقع ہے کہ بہت جلد ہم اسے

ایسی منزل تک پہنچا دیں گے جہاں ہم سے کچھ چھپانا اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔"

"میں اس بات پر صرف حیرت کا اظہار ہی کر سکتا ہوں۔" روڈالیبو بولا۔ ہم لوگ تھک ہار کر خاموش بیٹھے تھے۔

"اب میں اس سلسلے میں کنگ المس سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن اس کے لیے مجھے واپس جانا پڑے گا اور یہ انتہائی پریشان کن معاملہ ثابت ہو گا۔"

"آتنی سی بات کے لیے واپس جانے کی کیا ضرورت ہے۔" روڈالیبو نے کہا۔ "میں یہیں اس سے تمہاری بات کرائے دیتا ہوں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ کنگ المس بھی یہاں پہنچ چکے ہیں۔" میں نے چونک کر کہا۔

روڈالیبو ہنس پڑا۔ "وہ یہاں نہیں آیا۔ میں ٹرانسمیٹر پر اس سے تمہاری بات کراؤں گا۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہارے پاس ٹرانسمیٹر بھی موجود ہے۔ اس سے تو وقت کی بڑی بچت ہو جائے گی۔"

"فوری طور پر تو رابطہ کرنا ممکن نہیں ہو گا۔" روڈالیبو نے کہا۔ "اس کے لیے تمہیں کم از کم ایک گھنٹا انتظار کرنا ہو گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اتنی دیر انتظار کرنے میں تو کوئی حرج ہے ہی نہیں۔ ہم بڑی زحمتوں سے بچ جائیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میں اس کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ اور کوئی کام؟"

"نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب کنگ المس سے بات کرنے کے بعد ہی ڈی فوسٹر کے پاس واپس جاؤں۔ اور اس دوران ہم کیمپ میں بھی کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے یہ پورا کیمپ تمہارا ہے۔ جہاں چاہو گھومو پھرو۔ کون تمہیں روک رہا ہے۔"

"میں اس وقت کسی چکر میں نہیں الجھنا چاہتا۔ کیا اس طرح ہمارا گھومنا مناسب ہو گا؟"

"یہ روڈالیبو کا کیمپ ہے کنگ المس کا نہیں۔ کس کی مجال ہے کہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ تم بے خوف و خطر یہاں گھوم پھر سکتے ہو۔"

میں اور تہذیب باہر کیمپ میں نکل آئے۔ رات بھیگ چکی تھی اور نشے بازوں کے ہنگامے عروج پر تھے۔ خیموں اور جھونپڑیوں کے درمیان الاؤ روشن تھے جن کے گرد دھوئیں کے مرغولے اڑ رہے تھے۔ ایک مناسب سی جگہ دیکھ کر ہم بیٹھ گئے۔

"میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں علی!" تہذیب نے کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اسی لیے تو وہاں سے نکل کر یہاں آیا ہوں۔"

"تم نے ڈی فوسٹر سے بڑی عمدگی سے گفتگو کی علی! میں تو مایوس ہو چلی تھی۔"

"دراصل ہم دونوں ہی نے شروع میں کوشش کی تھی کہ نرمی سے کام نکل جائے مگر بعض اوقات جارحیت سے کام لینا ضروری ہو جاتا ہے۔"

"بہرحال اب ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے ان سے کس طرح نمٹیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"اصل مسائل تو اس وقت شروع ہوں گے جب ہم ڈی فوسٹر کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "پہلا مرحلہ ہی اتنا کٹھن معلوم ہو رہا ہے کہ سوچ سوچ کر میرا دماغ ماؤف ہوا جا رہا ہے۔"

"ڈی فوسٹر کو یہاں سے نکال لے جانا کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "بس ذرا سی ذہانت کی ضرورت ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو گئے ہو۔ جانتے ہو ڈی فوسٹر ان لوگوں کے لیے سونے کی چڑیا سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔"

"نہیں، میں ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار نہیں ہوں۔ ڈی فوسٹر ان لوگوں کے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ اسی لیے تو مجھے توقع ہے کہ میں ان دونوں کو بے وقوف بنا کر لے نکال لے جاؤں گا۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی واضح لائحہ عمل موجود ہے۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں نے ایک واضح لائحہ عمل ترتیب دے لیا ہے جس میں کامیابی کا امکان نوے فیصد سے بھی زائد ہے۔"

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمہارا منصوبہ کیا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بتانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے لیکن اگر میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"تمہاری یہ عادت بہت بری ہے علی۔" تہذیب چڑ گئی۔ "تم میرے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک کرتے آئے ہو۔ کبھی مجھے کچھ نہیں بتاتے۔"

میں ہنسنے لگا۔ "سب کچھ تو تمہارے سامنے ہو گا۔ پہلے سے معلوم کر کے کیا کرو گی۔ پھر اس بار تو عجیب بھی تم ہی ہو۔ میں بے چارہ تو ماتحت کے طور پر کام کر رہا ہوں۔"

"ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ اصل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں نے کوشش ضرور کی تھی کہ یہ مہم میری سرکردگی میں انجام پائے مگر معاملات اتنے الجھ گئے ہیں کہ شاید میں ان سے نمٹ پاؤں۔"

"یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو بات طے ہو گئی ہم اس پر قائم رہیں گے۔ اس مہم کے لیے تم ہی ہو گی چیف ہو۔"

"تمہاری یہی خواہش ہے تو یوں ہی سہی۔" تہذیب نے عجیب سے انداز میں کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کو یہاں سے نکال لے جانے کے بعد کیا کرو گے؟"

"اگر ڈی فوسٹر کو یقین دلایا جائے کہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں ہو گا تو اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لینا مشکل نہیں ہو گا۔"

"اسے یہ یقین دلانا ہی تو اصل مسئلہ ہے جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ وہ ہماری کسی بات پر یقین نہیں کرے گا۔"

"مجھے معلوم ہے وہ کسی زبانی بات پر ہرگز یقین نہیں کرے گا۔ اسے یقین دلانے کے لیے ہمیں عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے ان عملی اقدامات سے آگاہ کرو جو اس سلسلے میں تمہارے ذہن میں ہیں۔"

"سب سے پہلے تو ڈی فوسٹر کو لے کر کسی ایسی جگہ جانا ہو گا جہاں ہم کسی بھی دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔"

"جرمنی میں ہی یا جرمنی سے باہر؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ضرورت کے مطابق ہم اسے دنیا کے کسی حصے میں بھی لے جا سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اس کے اور ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔"

"اس کے لیے تو ایک بار پھر ہمیں میک اپ کا سہارا لینا پڑے گا۔"

"ہاں، نہ صرف ڈی فوسٹر پر میک اپ کرنا پڑے گا بلکہ ہمیں اپنے میک اپ بھی تبدیل کرنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ فرض کرو ہم کسی ایسی جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں ہم پوری طرح سے محفوظ ہوں۔ پھر اس کے بعد؟"

"اس کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہمیں یہ کوشش کرنا ہو گی کہ ڈی فوسٹر نے جس جگہ فارمولے چھپائے ہوئے ہیں انھیں وہاں سے نکال لے۔"

"یہ تو مشکل ترین مرحلہ ہو گا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ تو کسی کو فارمولوں کی ہوا تک نہیں لگنے دینا چاہتا۔"

"دراصل اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ ہم بالکل اندھیرے میں ہیں۔ ممکن ہے بعد میں کوئی صورت نکل آئے۔"

"فرض کرو کسی طرح ڈی فوسٹر اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ فارمولے اس جگہ سے نکال لے جہاں اس نے چھپا رکھے ہیں، پھر؟"

"مجھے ڈی فوسٹر کا اطمینان الجھن میں ڈال رہا ہے۔ میرا خیال ہے فارمولے اس کے پاس ہی ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب چونک پڑی۔ "فارمولے اس کے پاس ہوتے تو وہ لوگ اب تک انھیں برآمد کر چکے ہوتے۔ تمہیں یاد نہیں، ڈی فوسٹر نے بتایا تھا کہ اسے بے ہوش کر کے اس کی جامہ تلاشی لی گئی ہے۔"

"مجھے یاد ہے تہذیب! لیکن یہ بات ذہن میں رکھو کہ وہ ایک سائنس داں ہے اور سائنس داں بھی کوئی معمولی درجے کا نہیں ہے۔ اسے موقع ملتا تو اس وقت دنیا کے ذہین ترین سائنس دانوں میں اس کا شمار ہوتا لیکن اس کی تو زندگی ہی دوسروں کی قید میں گزر گئی۔ آزادانہ کام نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کی صلاحیتیں دب ضرور گئی ہوں گی مگر فنا نہیں ہوئی ہوں گی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے کسی سائنٹیفک طریقے سے وہ فارمولے اپنے ہی پاس اس طرح پوشیدہ کر لیے ہوں کہ عام آدمی انھیں ڈھونڈ نہ پائے؟"

"اس بات کا امکان تو ہے علی۔" تہذیب نے پرخیال انداز میں کہا۔ "لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ فارمولے اس کے پاس ہی ہوں۔ ممکن ہے اس نے انھیں کہیں اور چھپا رکھا ہو؟"

"اگر یہ بات ہوتی تو وہ اتنا مطمئن نہ ہوتا۔ جتنے یقین سے اس نے کہا تھا کہ فارمولوں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فارمولے اس کے پاس ہی ہیں، خواہ وہ کتنے ہی محفوظ مقام پر فارمولے کیوں نہ چھپا دیتا۔ اسے اس طرف سے تشویش ضرور ہونی چاہیے تھی کہ کوئی شخص کسی بھی وقت تلاش کرتا ہوا فارمولوں تک پہنچ سکتا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نفسیاتی اعتبار سے تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ جب ہم کوئی قیمتی چیز کہیں چھپاتے ہیں تو ہر وقت اس کی طرف سے فکر مند رہتے ہیں کہ کہیں وہ کسی کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"شکر ہے تم میری بات سمجھ گئیں۔ ہم اس چیز کو بنیاد بنا

کر آگے چلتے ہیں، جب ہم کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں گے تو ڈی فورسٹر کو موقع فراہم کریں گے کہ وہ ان فارمولوں کی نقلیں تیار کرلے جو نکوتی اکھاں ہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ فارمولے ہیں کس شکل میں لہٰذا یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ ان کی نقلیں کس طرح تیار ہوں گی لیکن جیسے بھی ہوں ہمیں ان فارمولوں کی نقلیں تو درکار ہوں گی ہی.....“

"کیا اسے یہ خطرہ لاحق نہیں ہوگا کہ ہم اس سے فارمولے چھین لیں گے؟“

"فرض کرو، ہم کسی کرائے کے مکان میں ہیں۔ ہم اس سے کہیں گے کہ ہمیں کسی ایسے کمرے میں بند کر جائے جہاں سے ہمارا فرار ہونا ممکن نہ ہو، ہمیں بند کرنے کے بعد وہ جائے جہاں اس نے فارمولے چھپائے ہیں وہاں سے انھیں نکالے، ان کی نقلیں تیار کرلے پھر ان نقلوں کو اس طرح ادھورا کردے کہ وہ کسی کام کی نہ رہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اصلی فارمولے چھپا کر واپس آئے اور ہمیں رہا کرکے اور فارمولوں کی ادھوری نقلیں ہمارے حوالے کردے۔ اس طرح کام بھی ہو جائے گا اور وہ محفوظ بھی رہے گا۔“

"واقعی تم جاسوسی ہوشیار ذہن کے مالک ہو علی،“ تہذیب نے ستائشی لہجے میں کہا، "یہی چیز تو تمہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے کہ تم مشکل سے مشکل الجھن کے بھی بڑے آسان حل ڈھونڈ نکالتے ہو۔“

"چیف کی عزت افزائی ہے ورنہ بندہ کس قابل ہے۔“ میں نے سر کو قدرے خم کرتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ مت کرو علی! میں اس قابل کہاں کہ تمہارے مقابلے پر آسکوں۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ میں نے تم سے ابھی ابھی میں کام کرنے کی فرمائش کی۔ مجھے یہ بات ہرگز نظرانداز نہیں کرنا چاہیے تھی کہ جو شخص کرے واکر جیسے ہولناک قیدخانوں سے فرار ہو جائے اور لیوبارڈ جیسے شیطان کو کان پکڑنے پر مجبور کردے، اس کے سامنے میں اپنی برتری کیسے قائم رکھ سکتی ہوں۔ مجھے یہ خیال بھی نہیں رہا تھا کہ کرین پول بھی اسی کے ہاتھوں تباہ ہوئی تھی۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اسی کے ایک ہی وار نے ایدوال نشانے چت کر دیا تھا۔ بھی تو محترمہ تہذیب ماتحت ایکس ایک چھوٹا سا گروہ بنا کر اپنی اوقات بھول گئی تھیں۔“

"اچھا بک بک ختم نہ کیا فضول باتیں شروع کر دیں۔“ میں نے خفگی سے کہا، "تم اور میں کوئی الگ الگ ہیں؟“

"مجھے افسوس ہے علی! میری گفتگو سے تمہاری دل آزاری ہوئی لیکن میں بھی کیا کروں۔ میں تو اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ آخر مجھے بھی تو اپنے ذہن سے خوش فہمیاں کھرچ کر نکالنی ہیں۔“

"بے کار باتیں مت سوچا کرو تہذیب! ہم دونوں ایک ہیں اور ہمیں مل جل کر ہر کام کرنا ہے۔ مجھے دیکھو جو کانا ہم آہنگی ہوتی ہے میں اسے اپنا آن کا مارنا سمجھتا ہوں۔“

تہذیب بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی، "معاف کر دو علی! مجھ سے واقعی غلطی ہوئی۔ مجھے تمہارا دل نہیں دکھانا چاہیے تھا۔“ وہ میرے بازو سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔

"معذرت کرکے تم ایک اور غلطی کر رہی ہو تہذیب!“ میں نے اس کی زلفیں سہلاتے ہوئے کہا، "ہم اس منزل سے تو گزر چکے جہاں کسی غلطی پر معذرت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔“

"ہاں علی! اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے تمہاری محبت میسر ہے۔“

چند لمحے یونہی گزر گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں کھو گئے تھے۔ پھر تہذیب نے اچانک ہی کہا، "غالباً ہم اپنے موجودہ مشن کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے؟“

"ہاں، میں تمہیں بتا رہا تھا کہ ڈی فورسٹر سے فارمولوں کی نامکمل نقلیں حاصل کرنے کے بعد ہم کسی بھی ملک کے ایجنٹ سے اس کی سودے بازی کر سکیں گے۔“

"لیکن علی! نامکمل فارمولوں کے عوض تو کوئی بھی رقم ادا نہیں کرے گا۔“

"ادائیگی دو قسطوں میں ہوگی۔ آدھی رقم نامکمل فارمولوں کے عوض اور بقیہ آدھی اس وقت جب ہم فارمولوں کے بقیہ حصے ان کے حوالے کر دیں گے۔“

"ڈی فورسٹر کو کیسے مطمئن کروگے؟“ تہذیب نے کہا، "وہ تو کسی بات پر بھی یقین نہیں کرتا۔“

"اس کے لیے ہم رقم کی پہلی قسط ڈی فورسٹر کے حوالے کر دیں گے۔ یہ اس کا حصہ ہوگا۔ اس کے بعد جو دوسری قسط ملے گی وہ ہماری ہوگی۔“

"ہم تو اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے ہمارا مشن ہی یہ ہو۔“ تہذیب نے چونک کر کہا۔

"تو کیا یہ ہمارا مشن نہیں ہے؟“ میں نے بھی چونک کر کہا، "کہ مسروقہ فارمولے ڈی فورسٹر سے حاصل کریں۔“

"لیکن تمہارے منصوبے پر عمل کرنے سے تو فارمولے کسی اور ملک کے قبضے میں چلے جائیں گے۔“

"فارمولوں کی ان ادھوری نقلوں کی جو ڈی فورسٹر ہمارے حوالے کرے گا، ہم ایک نقل اور بنوالیں گے۔ اس کے بعد جب ڈی فورسٹر فارمولے کے بقیہ حصے ہمارے حوالے کرے گا تو ہم ان کی بھی نقلیں کروالیں گے۔ اس طرح ہمارے پاس بھی مکمل فارمولا ہوگا اور ان لوگوں کے پاس بھی جن سے ہم سودا کریں گے۔“

"گویا اس طرح ہمیں دونوں پارٹیوں سے رقم مل جائے گی۔“ تہذیب نے خوش ہوکر کہا، "لیکن ارشیل میکائیل کو معلوم ہوگا تو کیا ہوگا؟“

"مجھے ارشیل میکائیل سے ایسی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔“

"اب کیا سوچنے لگے؟“ تہذیب نے پوچھا۔

"کچھ نہیں تہذیب!“ میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا، "یہ تو ایک منصوبہ تھا۔ میرے ذہن میں اور بھی بہت کچھ ہے لیکن وہ ابھی پوری طرح واضح نہیں ہے۔“

"کس سلسلے میں علی؟“

"انھی فارمولوں سے متعلق تہذیب! میں اس منصوبے سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔“

"تم جزئیات میں نہیں گئے علی! لیکن اس منصوبے کا خاکہ سن کر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ ایک بہترین اور مکمل منصوبہ ہے۔“

"یہ ایک ایسا منصوبہ ہے تہذیب جو کوئی بھی ایجنٹ بنا سکتا ہے لیکن کام کی ابتدا کرنے کے لیے یہ بڑا منصوبہ نہیں ہے۔“

"آخر کچھ پتا بھی تو چلے کہ تمہارا منشا کیا ہے؟ تم تو پہیلیاں بجھوانے پر اتر آئے۔“

"سب کچھ تو بتا چکا ہوں مگر وہ باتیں کیسے بتا دوں جو ابھی خود میرے ذہن میں بھی صاف نہیں ہیں۔“

اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے اور کیبن میں گھس گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص ہمارے نزدیک آ رکا۔

"چیف نے آپ دونوں کو یاد کیا ہے۔“ اس شخص نے مؤدبانہ انداز میں کہا، "انتظام ہو گیا ہے۔“

میں سمجھ گیا کہ ٹرانسمیٹر پر کنگ اٹلس سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں اور تہذیب روڈالیو کی طرف چل پڑے۔ وہ ایک بڑا سا چوکور بکس اپنے سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے اس نے کہا، "وہ دونوں آ گئے ہیں کنگ!“

"گڈ، ان سے بات کراؤ۔“ ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی آواز ابھری۔

میں اور تہذیب ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گئے جس پر سرخ رنگ کا جلتا ہوا بلب ظاہر کر رہا تھا کہ رابطہ بحال ہوا ہے۔

"ہیلو انکل!“ میں نے کہا، "ہم آپ سے بات کرنے کے لیے بہت بے چین تھے۔“

"ہیلو بچو! کہو کیسے ہو؟“

"ہم خیریت سے ہیں انکل! مسٹر روڈالیو سے آپ کو ہمارے بارے میں پتا چل ہی چکا ہوگا؟“

"ہاں، مجھے معلوم ہوا تھا۔ راستے میں تمھیں بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑا، اس پر مجھے بہت افسوس ہے۔“

"ارے نہیں انکل!“ میں نے ہنس کر کہا، "ہم نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس میں تو خطرات ہی خطرات ہیں۔“

"لیکن اس معاملے میں غلطی بہرحال میری ہے۔ تمہاری حفاظت کے لیے مجھے تمہارے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی کر دینا چاہیے تھا۔“

"اس محاذ پر تو ہمیں کامیابی نصیب ہوئی انکل! لیکن اب یہاں جو محاذ ہمیں درپیش ہے وہ خاصا مشکل ہے۔“

"اوہ، کیا تم مجھے کوئی بڑی خبر سنانا چاہتے ہو؟“ کنگ اٹلس کی آواز سے تشویش جھلک رہی تھی۔

"جی ہاں انکل! مجھے افسوس ہے لیکن میں وہ بری خبر آپ کو سنانے کے لیے مجبور بھی ہوں۔“

"کہو کہو۔“ کنگ اٹلس کی مضطربانہ آواز سنائی دی، "میں ہر بری خبر سننے کے لیے تیار ہوں۔“

"میرا خیال ہے انکل!“ میں نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا، "ڈی فورسٹر آپ لوگوں کی طرف سے بددل ہو گیا ہے۔“

"یعنی میری اور روڈالیو کی طرف سے!“ کنگ اٹلس کی آواز میں تحیر تھا۔

"جی ہاں انکل! مجھے اس کی بات سن کر افسوس تو بہت ہوا لیکن میں اس کے خیالات کو تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔“

"تفصیل کی بات کرو۔ اس نے ہمارے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟“

"اسے شبہ ہے کہ آپ بارون دانیال سے مل گئے ہیں۔“ میں نے کہا۔ میری نگاہیں روڈالیو کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے اس انکشاف پر اسے واضح طور پر چونکتے دیکھا۔ کنگ اٹلس پر یہ خبر کس طرح اثرانداز ہوئی ہوگی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لیے کہ وہ میرے سامنے موجود نہیں تھا۔ تہذیب بھی بہ ظاہر اس حرکت پر مضطرب سی نظر آنے لگی تھی۔ میں نے اسے اپنے لائحہ عمل سے آگاہ نہیں کیا تھا اس لیے وہ بھی روڈالیو سے کم حیران نہیں تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو؟“ دوسری طرف سے کنگ اٹلس کی تحیر میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

”اس کا خیال ہے کہ بارودی راڈیل کی کسی بڑی پیش کش پر آپ لوگ پھسل گئے ہیں اور نادانیوں کی سودے بازی میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تا کہ...“ دفعتاً ٹرانسمیٹر پر جلتا ہوا سرخ بلب بجھ گیا۔ ”ہیلو ہیلو۔“ میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا اور نظریں اٹھا کر روڈ ولیبو کی طرف دیکھا۔

روڈ ولیبو ٹرانسمیٹر کے قریب آ گیا۔ ”رابطہ منقطع ہو گیا۔“ اس نے ٹرانسمیٹر پر جھکتے ہوئے کہا۔

”کیا کوئی خرابی ہو گئی؟“ میں نے پوچھا۔

”معلوم نہیں، دیکھنا پڑے گا۔“ روڈ ولیبو ٹرانسمیٹر کے پینل سے الجھا ہوا تھا۔ چند لمحے بعد سر اٹھا کر بولا۔ ”شاید کوئی خرابی ہی ہو گئی۔“ اس نے کہا۔ ”مکینک کو بلانا پڑے گا۔“

”اس وقت مکینک کہاں سے آئے گا؟“ میں نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ ”وہ تو صبح کو ہی آئے گا۔“

”میرے آدمیوں میں ایک مکینک ہے۔ اسے بلوا لیتا ہوں۔“ روڈ ولیبو نے کہا اور ایک آدمی کو بھیج کر مکینک کو بلوا لیا۔ مکینک نے بتایا کہ خرابی دور کرنے میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت لگ جائے گا۔

”ہم لوگ چلتے ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”خرابی ٹھیک ہو جائے تو ہمیں بلوا لینا۔“

”چلو۔“ روڈ ولیبو نے کہا اور ہمارے ساتھ باہر نکل آیا۔ ”تم کنگ کو کیا بتا رہے تھے؟“ باہر آ کر اس نے مجھ سے پوچھا۔

”تم نے سن ہی لیا تھا۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ ”اصل بات تو میں اسے بتا ہی چکا ہوں۔“

”تم شاید تفصیل سے کچھ بتانے جا رہے تھے۔ میں وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”ٹرانسمیٹر کی خرابی دور ہونے کے بعد میں کنگ اٹلس سے دوبارہ بات کروں گا۔ اسی وقت سن لینا۔“

”آخر مجھے بتانے میں تمہیں کیا اعتراض ہے؟“ روڈ ولیبو نے اصرار کیا۔

”اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم اتنا اصرار کیوں کر رہے ہو۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی تو بات ہے۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں اس معاملے سے متعلق ہوں اور کنگ اٹلس کا ساتھی ہوں۔ تمہارے انداز سے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے میں کوئی ناقابل اعتبار آدمی ہوں۔“

”میرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ میں کنگ اٹلس کے لیے کام کر رہا ہوں اس لیے اس کے علاوہ کسی اور کو جواب دہ بھی نہیں ہوں۔“

میرے جواب اور انداز گفتگو سے شاید روڈ ولیبو کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی۔ ”تم مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔“ اس نے بچھا ہوا جوٹ دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔ ”ورنہ اس انداز میں مجھ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ کرتے۔“

”تم سے واقف ہونے کی مجھے کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے مسٹر روڈ ولیبو۔ میں ایک کام کے سلسلے میں یہاں آیا تھا اور اسے کر کے واپس چلا جاؤں گا۔“

”جو مجھے میری باتوں کا جواب دینے سے گریز کرتے ہیں وہ پچھتاتے ہیں۔“ روڈ ولیبو نے ایک قدم میری طرف بڑھایا۔

میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے روڈ ولیبو۔“ میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ ”تم میرے آنجہانی باپ کے دوست ہو، میرے دل میں تمہارا جو احترام ہے اسے ختم کرنے کی کوشش مت کرو۔“

”تیری یہ جرأت۔“ روڈ ولیبو بہت زور سے دہاڑا اور اس نے ہاتھ گھمایا لیکن میں نے تیزی سے جھک کر اس کا وار خالی دیا۔ اسی کی دہاڑ سن کر اس کے کئی آدمی وہاں آ گئے تھے۔

”ہوش میں آؤ روڈ ولیبو۔“ میں نے بلند آواز سے کہا۔

روڈ ولیبو کے آدمیوں نے ریوالور نکال لیے تھے۔

”میں کہتا ہوں تمہیں بتانا پڑے گا ورنہ یاد رکھو تم میرے آدمیوں کی زد پر ہو۔“

”بس انتہا ہو گئی روڈ ولیبو۔“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”تم ایک ایسے شخص کو دھمکیاں دے رہے ہو جو دنیا کے خوفناک ایجنٹوں سے ٹکرانے کا عزم لے کر نکلا ہے۔ تمہاری اور تمہارے ان آدمیوں کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں روڈ ولیبو! اگر تم نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا اس کے ذمے دار صرف تم ہو گے... آؤ۔“ روڈ ولیبو کے بعد میں نے تہذیب کو مخاطب کیا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ روڈ ولیبو مجھے گھورتا رہ گیا لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ مجھ سے ان کا ایک بڑا مالی مفاد جو وابستہ تھا۔ اگر وہ گرم دماغ کا مالک نہ ہوتا تو مجھ سے الجھنے کی حماقت بھی نہ کرتا۔

”یہ تو اچانک بہت خراب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔“ ان لوگوں سے کچھ دور نکلنے کے بعد تہذیب نے مجھ سے کہا۔

”احمق آدمی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ زیادہ آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے کنگ اٹلس کو جواب دہی کرنا مشکل ہو جاتا۔“

”لیکن علی یہ تم نے کیا حرکت کی؟ بڑی خوشی کی باتیں

کنگ اٹلس سے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے تہذیب بیگم! مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ٹرانسمیٹر میں خرابی کی وجہ سے اب مزید انتظار کرنا پڑے گا۔ ورنہ اب تک تمہیں معلوم ہو چکا ہوتا کہ میرے منصوبے کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔“

”میں تو اتنا جانتی ہوں کہ تمہاری اس حرکت نے میرے ہوش اڑا دیے ہیں۔ پتا نہیں تم نے کیا ٹھان رکھی ہے۔“

”ارے تو کیا اب مجھ پر اتنا اعتماد بھی نہیں رہا؟“ میں نے خفگی سے کہا۔

”اعتبار نہ ہوتا تو خدا جانے تمہارا کیا حشر کرتی۔“ تہذیب نے کہا۔ اس کی آواز سے تھکن ہویدا تھی۔ کیوں نہ ہوتی، ہم نے ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا تھا۔ خود مجھ پر بھی تھکن سوار ہونے لگی تھی اور تھکن کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ابھی فی الحال کوئی کام نہیں تھا۔ رات آدھی کے قریب گزر گئی تھی۔ فضا میں خنکی پیدا ہو چلی تھی مگر ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔ کیمپ میں چھولداریوں کے گرد ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے نشے بازوں پر بھی نشہ غالب آنے لگا تھا۔ جا بجا روشن الاؤ کی روشنیاں بھی مدھم ہو چلی تھیں لیکن اب بھی کہیں کہیں سے کبھی کسی ٹولی کی ہنگامہ آرائی کی آواز ابھر جاتی تھی۔

میں اور تہذیب ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے ہوئے چل رہے تھے۔ ”جی چاہتا ہے کہیں سکون سے لیٹ کر سو جائیں۔“ دفعتاً تہذیب نے کہا۔

”کوئی مناسب سی جگہ دیکھ کر کچھ دیر بیٹھیں گے۔“ میں نے جواب دیا۔ پھر کیمپ کے سرے پر ایک جگہ دو بڑے بڑے پتھر نظر آئے اور ہم نے اس طرف رخ کیا۔ یہاں نسبتاً زیادہ سکون تھا۔ نشے باز ٹولیاں ہم سے ذرا ہی فاصلے پر موجود تھیں مگر اب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکے تھے۔

ہم ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ تہذیب نے میرے شانے سے سر ٹکا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس طلسماتی ماحول کا اس پر کچھ زیادہ ہی اثر ہو رہا تھا۔ جب کہ میں ارد گرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ دفعتاً میں نے ایک ٹولی میں سے دو افراد کو اٹھتے دیکھا۔ وہ دونوں نشے میں بری طرح دھت تھے۔ ان کے سر اور داڑھیوں کے بال لمبے تھے اور شانوں تک بڑھے ہوئے تھے۔ کپڑے بھی میلے اور بوسیدہ تھے۔ ان میں سے ایک کے گلے میں لٹکا ہوا گٹار صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے ضرور مگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ انہیں جانا کس طرف ہے۔ انھوں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی جیسے

اپنی چھولداری کی تلاش کر رہے ہوں۔ پھر انھوں نے لڑکھڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

”ذرا انھیں دیکھو تہذیب۔“ میں نے کہا۔ ”نشے نے ان کی کیا حالت کر دی ہے۔ اپنی چھولداری تک بھول گئے ہیں۔“

تہذیب نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا مگر اس کا سر بدستور میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ ”میں تمہارے علاوہ کچھ دیکھنا نہیں چاہتی علی۔“ تہذیب نے سرگوشی میں کہا اور اپنے دونوں بازو میرے گرد حائل کر دیے۔ میری توجہ بھی ان دونوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

”میں کب تمہارے علاوہ کسی اور کو دیکھنا چاہتا ہوں جانم۔“ میں نے اسے خود سے مزید نزدیک کرتے ہوئے کہا۔

”تو مت دیکھو نا علی، آنکھیں بند کر لو۔“

”کیسے بند کر لوں جان! ان آنکھوں سے تو تمہیں دیکھ رہا ہوں۔“

”لیکن تمہیں دیکھنے کے لیے مجھے آنکھیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہارا چہرہ تو میرے تصور میں رچا بسا ہوا ہے۔“ تہذیب کی آواز سرگوشی سے آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔

یہ کیف آگیں لمحات خدا جانے کتنے طویل ہو جاتے لیکن ایک اور آواز نے سارا سحر توڑ دیا۔

”ادھر دیکھو، یہ ریوالور ہے۔ تم دونوں اس کی زد میں ہو۔ جس حالت میں ہو اسی میں بیٹھے رہو۔ ذرا بھی ہلنے جلنے کی کوشش کی تو ہم بے دریغ گولی چلا دیں گے۔“

تہذیب نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ میں بھی چونک پڑا مگر ہم دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے ہلنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ ہم جس حالت میں تھے اسی میں ساکت ہو کر رہ گئے۔ تہذیب مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا اور دونوں بازو میرے گرد تھے جب کہ میرا ایک ہاتھ اس کی کمر پر تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ نیم اجالے میں وہی دونوں آوارہ گرد ہمارے نزدیک موجود تھے۔ اب وہ بالکل الرٹ تھے۔ اور ان میں سے ایک بھی نشے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دبے تھے جب کہ ایک شخص کے گلے میں بدستور گٹار جھول رہا تھا۔

پھر مزید دو آدمی ہمیں اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

وہ بغیر کچھ کہے سنے ہماری پشت کی جانب آ گئے اور انھوں نے ہماری تلاشی لی لیکن ہمارے پاس اسلحے کے نام پر ایک چاقو تک نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔"

ہمیں حکم دیا گیا اور ہم کھڑے ہو گئے۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو اور اس طرف چلنا شروع کر دو۔ خیال رہے کہ تم چار ریوالوروں کی زد میں ہو۔"

ہم نے خاموشی سے چلنا شروع کر دیا۔ میرے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کی غفلت بھی مجھے راس نہیں آئی تھی۔ وہ لوگ ہمیں کیمپ کی مخالف سمت میں لیے جا رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ میری طرح تہذیب کے ذہن میں بھی یہی سوال چکرا رہا ہو گا کہ ہمیں اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ کیا روڈا لیبو کے آدمی!

ممکن ہے تہذیب کے ذہن میں یہی سوال جڑ پکڑ گیا ہو مگر مجھے یقین تھا کہ روڈا لیبو ہمارے ساتھ اس حد تک نہیں جا سکتا تھا۔ تو پھر وہ لوگ کون تھے؟ یقیناً ان کا تعلق کسی ایسی ہی پارٹی سے رہا ہو گا جو فارمولوں کے چکر میں تھے۔

ہم اندھیرے میں چلتے رہے مگر اس اندھیرے سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں تھا۔ عقب سے ہم پر ٹارچ کی روشنی مستقل پڑ رہی تھی۔

ہمارا سفر آدھے گھنٹے سے زیادہ جاری نہیں رہا۔ اختتام ایک فارم ہاؤس پر ہوا تھا جو بظاہر متروک معلوم ہوتا تھا۔ ایک شخص نے اندر داخل ہو کر مدھم سی روشنی کر دی جو غالباً پہلے سے وہاں موجود رہی ہو گی۔ اس کے بعد مجھے اور تہذیب کو بھی اندر لے جایا گیا۔

"تم دونوں یہاں بیٹھ جاؤ۔" ایک شخص نے بھوسے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں نے چپ چاپ اس کے حکم کی تعمیل کی۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟" اس شخص نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا ہمیں پوچھنے کے لیے یہاں لائے تھے؟" میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"اب اگر ایک بھی فاضل لفظ زبان سے نکلا تو سینے میں گولی مار دوں گا۔" اس نے سفاکی سے کہا۔ "جو پوچھا جائے صرف اس کا جواب دو۔"

میرا خون کھول کر رہ گیا مگر ہماری طرف وہ ریوالور اٹھے ہوئے تھے اور وہ دونوں ریوالور بردار مجھ سے فاصلے پر تھے بلکہ وہ مختلف سمتوں میں تھے۔ میں اگر ایک پر حملہ کرتا تو اتنی دیر میں دوسرا گولی چلا دیتا اور پھر یقینا دونوں افراد بھی مسلح تھے۔ یہ اور بات تھی کہ انھوں نے اپنے ریوالور جیبوں میں ڈال لیے تھے مگر کسی بھی وقت ریوالور ان کی جیبوں سے برآمد ہو سکتے تھے۔

میں نے خون کا گھونٹ پی کر ایک طویل سانس لی اور تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ میرا اشارہ سمجھ گئی اور اس نے آنجہانی فیریکس والی کہانی شروع کر دی۔ کنگ اٹلس کے کیمپ میں ہم پر ہونے والے حملے پر اس نے اپنی کہانی ختم کر دی۔

"پھر کیا ہوا؟" تہذیب کے خاموش ہونے پر اس شخص نے پوچھا۔ اس نے بڑی توجہ سے تہذیب کی باتیں سنی تھیں۔

"کنگ اٹلس کو پتا چلا کہ ہم اس کے آنجہانی دوست کی اولاد ہیں تو اس نے ہماری بہت پذیرائی کی۔" تہذیب نے کہا۔

"اور یہاں کس خوشی میں بھیج دیا؟" اس شخص نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ ہماری بہتری کا خواہاں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ادھر ادھر بھٹکنے سے بہتر ہے کہ ہم کوئی مستقل کام کر لیں اور یہ کہ اس مقصد کے لیے روڈا لیبو زیادہ بہتر رہے گا۔ یہاں ہمارے لیے زیادہ امکانات ہیں۔"

"ویسے تم لوگوں کا پیشہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"غلط بیانی کرنے سے کیا فائدہ۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہم کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں۔ حصولِ دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"یہاں آتے ہوئے پہاڑی راستے پر تمھارا کسی سے تصادم ہوا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میرے لہجے میں ستائش آمیز حیرت تھی۔

"وہ جدید ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔" اس نے کہا۔ "اس کے بعد تم پر ہیلی کاپٹر سے بھی حملہ ہوا۔"

"تمھاری معلومات حیرت انگیز اور قابل رشک ہیں۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا پھر دفعتاً چونکتے ہوئے کہا۔ "تمھارا تعلق خفیہ پولیس سے تو نہیں ہے؟"

"بچوں جیسی باتیں مت کرو۔" اس نے منہ بگاڑ کر کہا۔

"کیا پولیس والے ہماری طرح ہوتے ہیں؟"

"میں نے سنا ہے خفیہ پولیس والے کسی بھی حلیے میں ہو سکتے ہیں۔" میں نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"نہیں، ہمارا تعلق پولیس سے نہیں ہے لیکن تم لوگ اتنے بھولے تو نہیں ہو سکتے جتنا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں بہت خطرناک آدمی ہوں مسٹر!" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "یہ ریوالور ہٹاؤ پھر بتاؤں گا کہ میں کتنا بھولا ہوں۔ تم نے ہمیں دھوکے سے گھیرا ہے ورنہ تمھیں بھی مزہ آ جاتا۔"

"مجھے معلوم ہے تم دونوں نے جتنے افراد کو موت کے گھاٹ اتارا ہے وہ معمولی آدمیوں کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ بہترین تربیت یافتہ لوگ تھے۔"

"ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کون تھے۔ بس انھوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ وہ تو اچھا ہوا کنگ اٹلس نے ہمیں ہتھیار فراہم کر دیے تھے ورنہ ہم تو مارے ہی گئے ہوتے۔"

"کنگ نے کسی خاص وجہ سے ہی تمھیں یہاں بھیجا ہو گا؟"

"سب کچھ تو بتا دیا ہے۔" میں نے بے بسی ظاہر کرتے "یہ تو وہی باتیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ظاہر ہے وہ ہمارا ابا تو سوچ نہیں سکتے۔"

"تو روڈا لیبو سے تمھاری ملاقات ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔" تہذیب نے کہا۔

"اس نے تمھیں کیا کام سونپا؟"

"اس کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے لیے کچھ سوچے گا۔ اس وقت تک ہم اس کے مہمان رہیں گے۔" تہذیب نے کہا۔

اس شخص کی آنکھیں ہم پر مرکوز تھیں مگر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "میں تمھاری بات پر کس حد تک یقین کروں؟"

"ہم نے سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دیا ہے۔" میں نے کہا۔ "جھوٹ بولنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی نہ ہے۔ بس ایک خوف ہے کہ کہیں آپ کا تعلق پولیس سے نہ ہو۔"

"بس بہت ہو گیا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں تم لوگوں کو آخری موقع دے رہا ہوں۔ اپنی یہاں آمد کا مقصد بیان کر دو۔"

ہوئے کہا۔ "اب مسٹر روڈا البو کورتی کا سوچیں گے تبھی تو پتا چلے گا۔"

"ہمیں شبہ ہے کہ تم لوگ فارمولوں کے چکر میں ہو۔" وہ غرایا۔

"فارمولوں کے چکر میں؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"براہ کرم وضاحت سے گفتگو کرو تاکہ ہم بھی وضاحت سے جواب دے سکیں۔"

"میں زیادہ رعایت برتنے کا قائل نہیں ہوں۔" اس شخص نے سفاکی سے کہا۔ "اگر تم سے اس سلسلے میں کام لیا جا رہا ہے تو بتا دو۔"

"کچھ سمجھ میں آئے تو بتائیں بھی۔ معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"چونکہ ہمیں شبہ ہے کہ تم فارمولوں کے چکر میں کام کر رہے ہو اس لیے تمہیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ہمیں ایسے کسی بھی شخص کی زندگی منظور نہیں ہے جو فارمولوں کی تلاش میں ہو۔" اس نے کہا۔ "لیکن اگر تم یہ اعتراف کر لو کہ تم اسی سلسلے میں کام کر رہے ہو تو تمہاری جان بچنے کا امکان ہے۔"

"ایک لفظ بھی پلے نہیں پڑ رہا۔" میں نے اپنے لہجے میں بے چارگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں واپس چلا جانے دیں گے لیکن اس کے بعد تم بظاہر ان لوگوں کے ساتھ مگر درحقیقت ہمارے لیے کام کرو گے۔"

"جان بچانے کے لیے تو کسی بات کا بھی اعتراف کیا جا سکتا ہے۔" میں نے اس انداز میں کہا جیسے زندگی سے بالکل ہی مایوس ہو گیا ہوں۔

"نہیں۔" وہ درندگی سے ہنسا۔ "صرف اعتراف کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ تمہیں فارمولوں کے بارے میں تفصیل سے بتانا ہو گا۔"

"تب تو ہم مارے گئے۔ ہمیں جس چیز کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ہے اس کے بارے میں تفصیل کیا خاک بتائیں گے۔"

"اگر نہیں بتاؤ گے تو یقیناً مارے جاؤ گے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ میری طرف کر دیا۔ "میں صرف تین تک گنتی گنوں گا۔ اس دوران اگر تم زبان کھولنے کا فیصلہ کر لو گے تو تمہاری زندگی بچ جائے گی ورنہ نہیں۔"

"میری بات تو سنو۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بچنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی کا عرصہ اور مختصر کر لو گے۔" اس نے خوف ناک انداز میں کہا۔ "ایک... " اس نے گنتی شروع کر دی۔

تہذیب ساکت و صامت بیٹھی تھی۔ میرے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ اس شخص کا انداز بتا رہا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس پر عمل کر گزرے گا۔ یوں بے بسی سے مر جانا مجھے ہرگز گوارا نہیں تھا مگر مشکل یہ تھی کہ کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ دونوں ریوالور بردار پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے اور اب تو اس شخص کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا جو ہم سے گفتگو کر رہا تھا اور ان لوگوں کا لیڈر معلوم ہوتا تھا۔

"دو..." لیڈر نے گنتی آگے بڑھائی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور والا ہاتھ ذرا سا بلند ہوا۔

میری اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو گیا۔ وقت بالکل بھی نہیں تھا اور مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا فوراً کرنا تھا ورنہ میں اور تہذیب ہاتھ پیر ہلائے بغیر ہی مارے جاتے لیکن سوال یہ تھا کہ میں کیا کرتا؟ اگر تنہا ہوتا تو لیڈر پر ہی حملہ کر بیٹھتا۔ وہ میرے سامنے بھی تھا اور مجھ سے نزدیک ترین بھی وہی تھا۔ اگر میں پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے لپٹ جاتا تو ایک طرف تو اس کے اپنے ریوالور سے محفوظ رہ سکتا تھا دوسرے اس کے ساتھی بھی گولی نہ چلا پاتے۔ اس لیے کہ اس صورت میں گولی ان کے لیڈر کو بھی لگ سکتی تھی۔ لیکن خطرہ تھا کہ اگر میں لیڈر پر حملہ کرتا تو اس کے ساتھی تہذیب پر فائرنگ شروع کر دیتے۔

"تین..." لیڈر نے گنتی پوری کر دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور والا ہاتھ پوری طرح بلند ہو گیا۔ ریوالور کا رخ اب فارم ہاؤس کی چھت کی طرف تھا۔ ٹریگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات آٹھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

آٹھواں حصہ
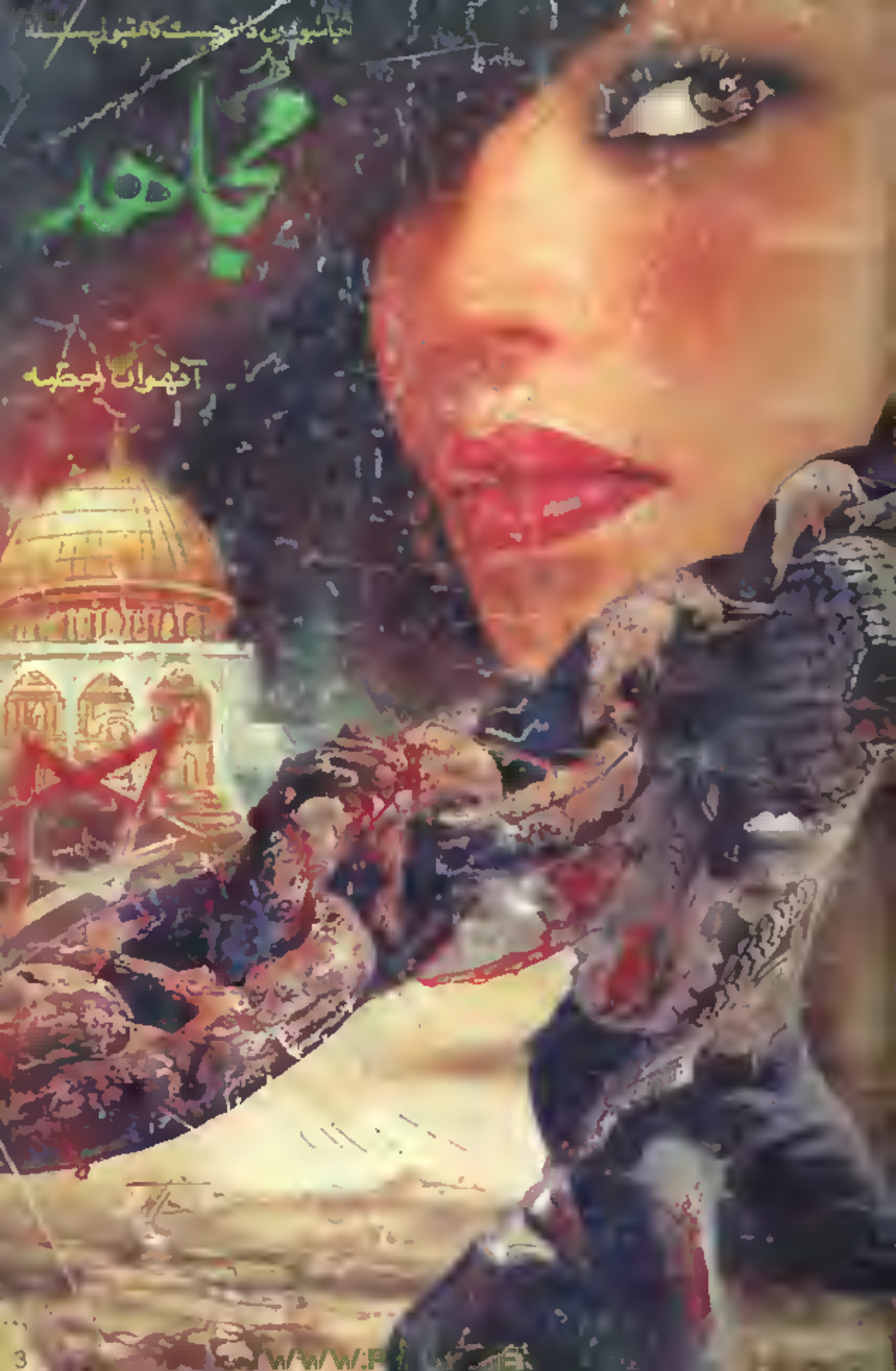
انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے، سوچ کے زاویے بدل دیتا ہے۔

میں پلک جھپکائے بغیر اسے گھور رہا تھا۔ میں نے اپنی سانسیں تک روک لی تھیں اور میرے جسم کے سارے عضلات تن گئے تھے۔ امکان یہی تھا کہ پہلے وہ مجھ پر فائر کرے گا اس کے بعد تہذیب کا نمبر آئے گا۔ زندگی بچانے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس طرح خاموشی سے ہاتھ پیر ہلائے بغیر مر جانا میں کیسے گوارا کر سکتا تھا۔

لیڈر کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور ریوالور والا ہاتھ بیچ کی طرف آ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جیسے ہی ریوالور کی نال کے نشانے پر میرا سر آئے گا وہ ٹریگر دبا دے گا مجھے اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس وقت مجھے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرنا تھا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی سے بچنا ایک ناممکن سا کام ہے مگر مجھے اس کی کوشش تو بہرحال کرنی تھی۔ یہ میری صلاحیتوں کے امتحان کا وقت تھا۔ مجھے بھوسے کے ڈھیر پہ میں اس وقت لوٹ لگانا تھی جب وہ ٹریگر پر دباؤ ڈال رہا ہو۔ بھوسے کا وہ ڈھیر جو میرے تیزی سے حرکت کرنے کی راہ میں مزاحم تھا۔ اگر ایک بار میں اس کی گولی سے بچ جاتا تو پھر میں رکنے والا نہیں تھا۔ ایک لوٹ لگانے کے بعد دوسری لوٹ مجھے اس ڈھیر سے باہر لے جاتی۔ اس کے بعد میں اپنی مکمل پھرتی کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ قسمت نے یاوری کی تو ان میں سے کسی ایک کو تو لے ہی بیٹھوں گا ورنہ اللہ مالک ہے۔ کوشش سے زیادہ میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

لیڈر کا ہاتھ سامنے آ گیا اور میں اس وقت جب ریوالور کا رخ میرے بالوں کی طرف رہا ہو گا، میں نے بھوسے کے ڈھیر پر لوٹ لگا دی۔ ایک فائر ہوا۔ گولی میرے نہیں لگی تھی۔ میں بالکل محفوظ رہا تھا۔ اس اثنا میں میں نے دوسری بار لوٹ لگائی۔ دوسرے فائر کی آواز آئی مگر میں اب بھی محفوظ تھا۔ نہ صرف محفوظ بلکہ بھوسے کے ڈھیر سے بھی نکل چکا تھا۔ اب میرے نیچے سخت زمین تھی۔

لگاتار تیسرا فائر ہوا مگر میں اپنی جگہ تھا ہی کب۔ میں تو قلابازی کھا کر وہ جگہ بھی چھوڑ چکا تھا۔ نہ صرف میں نے جگہ چھوڑی تھی بلکہ بڑی سرعت سے کھڑے ہو کر اس جگہ چھلانگ بھی لگا دی تھی جہاں لیڈر کھڑا ہوا تھا۔ میرے جسم میں بجلی سی کوند گئی تھی۔ اس وقت صرف میرا دماغ اور جسم متحرک تھا۔ جسمانی حرکات میرے دماغ سے پوری طرح ہم آہنگ تھیں لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ معاملہ آنکھوں کا تھا بھی نہیں۔ یہ تو اندازوں کا کھیل تھا۔ اندازے اور پھرتی کا۔ جو فریق اس میں سبقت لے جاتا اسی کی کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے۔

مجھے یقین تھا کہ مجھ سے اندازوں کی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ ہونی بھی نہیں چاہیے تھی۔ اس لیے کہ میری تو تربیت ہی اس انداز میں ہوئی تھی کہ کسی بھی آڑے ترچھے وقت میں بھی اندازے کی غلطی ممکن نہ ہو لیکن اس وقت مجھے شدید ترین دھچکا لگا جب میں اپنے ہدف سے نہیں ٹکرایا۔ میں فضا میں اڑتا ہوا زمین پر جا گرا۔ میرے ہوش اُڑ گئے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھ سے ایسی بھیانک غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ اس قسم کے مقابلوں میں ذرا سی غلطی کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایک غلطی کا مطلب یقینی شکست ہوتا ہے۔

زمین سے ٹکراتے ہی میں نے تیزی سے کروٹیں بدلیں تاکہ آسانی سے کسی فائر کی زد میں نہ آؤں لیکن میری سماعت سے کوئی دھماکا نہیں ٹکرایا۔ مجھ پر کوئی فائر نہیں کیا گیا۔ یہ ایک حیران کن بات تھی۔ کیا ان لوگوں نے اپنی پوزیشنیں تبدیل کر لی تھیں۔

لیکن دفعتاً میرا جسم کسی سے ٹکرایا اور میں نے اُسے جکڑ لیا۔ جو ہاتھ آ جائے وہی غنیمت ہے۔ مگر یہ کیا...؟ وہ تو ایک بے جان جسم تھا۔ اور پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ فارم ہاؤس میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں۔ میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس سارے عمل میں بمشکل تین سیکنڈ لگے ہوں گے۔

"واہ! تم نے تو کمال کر دیا۔" ان کچھ اور لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ "تم نے بے مثال پھرتی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

اُن کی تعداد چھ تھی اور وہ دروازے کے نزدیک ہی کھڑے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے مگر میری طرف کسی کے ریوالور کا رخ نہیں تھا۔ میں نے فارم ہاؤس پر نگاہ دوڑائی۔ وہ تینوں افراد جنھوں نے مجھے اور تہذیب کو ریوالور کی زد پہ رکھا تھا اب زمین پر مردہ پڑے تھے۔ تینوں کے سر سے خون بہہ رہا تھا جب کہ چوتھا شخص خوف زدہ انداز میں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ گویا مجھ پر ایک فائر بھی نہیں کیا گیا تھا۔ وہ تینوں فائر جن کی آوازیں میں نے سنی تھیں، ان نئے آنے والوں نے کیے تھے جس کا ثبوت وہ تینوں افراد تھے جو مر چکے تھے۔

تہذیب اپنی جگہ سے اٹھ کر میری طرف لپکی۔ "تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس نے مضطربانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"ہاں میرے تو خراش تک نہیں آئی۔" میں نے کہا۔ "لیکن یہ ہمارے ان دوستوں کی مہربانی کی وجہ سے ہوا۔ تم کون ہو۔"

"روڈالیبو کے آدمی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ "اس نے ہمیں تمھاری حفاظت پر مامور کیا تھا۔"

"اوہ! میں تو شروع میں یہ سمجھی تھی...!"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "تمہیں روڈالیبو ہمارے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

"ہمیں افسوس ہے کہ ہماری ذرا سی تاخیر سے تمھیں ذہنی کوفت اور جسمانی کرب اٹھانا پڑا لیکن یہ تاخیر بے سبب نہیں تھی۔ ہم اطراف کا ... جائزہ لینے لگے تھے کہ کہیں یہاں ان لوگوں کے اور ساتھی تو نہیں ہیں۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمھاری جان لینے پر ہی تل جائیں گے لیکن تمھاری جس پھرتی کا مظاہرہ ہم نے دیکھا ہے اُس کے پیش نظر ہمیں یقین ہے کہ کم از کم یہ لوگ تمھیں تو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے تھے۔"

"میں تمھارا شکر گزار ہوں دوستو۔ تمھاری آمد کی وجہ سے میں بڑی دشواریوں سے بچ گیا۔ کیا عجب کہ میں کسی گولی کی زد میں آ ہی جاتا۔"

"یہ ہماری ذمے داری تھی۔ اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو روڈالیبو ہماری کھالیں تک اُتروا لیتا۔ اب چلو، روڈالیبو تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوگا۔"

"چلو۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس کا کیا کرو گے؟" میں نے اُس چوتھے شخص کی طرف اشارہ کیا جو ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔

"اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔" روڈالیبو کے آدمی نے جواب دیا اور ریوالور کے ٹریگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔

"نہیں، اسے مارنا مت...!" میں نے بوکھلا کر کہا لیکن اس سے پہلے ہی وہ فائر کر چکا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ہمیں اغوا کرنے والوں کا آخری آدمی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

"ہم خواہ مخواہ اپنے لیے کوئی مصیبت مول نہیں لے سکتے۔ اسے مار دینا ہی بہتر تھا۔"

"اس کی زندگی ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی۔ ہم اس سے قیمتی معلومات حاصل کر سکتے تھے۔"

"ہمارے پاس ایسی کوئی ہدایت نہ تھی۔" اس شخص نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ تم محفوظ رہو اور تم محفوظ ہو۔"

میں اسے گھور کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

"چھوڑو بھی۔" تہذیب نے سرگوشی کی۔ "ان لوگوں سے اُلجھنا فضول ہے۔ یہ تو حکم کے غلام ہیں۔"

چند ہی لمحے بعد میں اور تہذیب روڈالیبو کے آدمیوں کے ساتھ واپس روانہ ہو رہے تھے۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ حملہ آوروں کا ایک آدمی قید میں آنے کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہم پر اس طرح حملہ کرنے والے کون لوگ تھے؟ روڈالیبو کے آدمیوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کر کے کام بگاڑ دیا تھا۔

ہماری واپسی پیدل ہی ہوئی تھی۔ اندھیرے راستوں پر بغیر کسی روشنی کے ہم نے ان کے ساتھ سفر کیا۔ اُن لوگوں کے پاس ٹارچیں موجود تھیں مگر انھوں نے روشن نہیں کیں۔ شاید احتیاط کے پیش نظر ایسا کیا گیا تھا۔

واپسی کا سفر شاید آدھے گھنٹے سے کچھ زیادہ عرصے پر محیط تھا۔ دوران سفر مکمل طور پر خاموشی چھائی رہی تھی۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر روڈالیبو کے کیمپ میں پہنچتے ہی ہمیں روڈالیبو کے روبرو لے جایا گیا۔ ہمیں دیکھتے ہی روڈالیبو مضطربانہ انداز میں ہماری طرف لپکا۔

"تم لوگ خیریت سے ہو نا؟" اس نے تشویش ناک لہجے میں پوچھا۔

"اب تک تو خیریت سے ہیں لیکن آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تم تو کہہ رہے تھے تمھارا کیمپ بالکل محفوظ ہے؟"

"اوہ! ہاں، میں نے کہا تھا، مگر دھوکا کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا۔ یہ تو ایک کیمپ ہے ہر قسم کا آدمی یہاں آ سکتا ہے لیکن میں نے حفاظت کا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ اس تلخ کلامی کے بعد شاید غصے میں تم نے ہمیں اغوا کرا لیا ہے۔" تہذیب بولی۔

روڈالیبو ہنسنے لگا۔ "مجھے یہ شبہ بھی تھا کہ کہیں تم میری طرف سے بدگمان نہ ہو جاؤ۔ دراصل کبھی کبھار مجھے بلاوجہ ہی غصہ آ جاتا ہے جو بہرحال زیادہ دیر برقرار نہیں رہتا۔"

"ٹرانسمیٹر ٹھیک ہوا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں ٹرانسمیٹر کی خرابی دور کر لی گئی ہے اور میں کنگ المس سے بات بھی کر چکا ہوں۔ وہ تم سے گفتگو کرنے کے لیے بہت مضطرب ہے۔"

"تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟ اس سے بات کراؤ نا۔" میں نے کہا۔

"ابھی لو۔" روڈالیبو نے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور چند ہی لمحوں کے اندر میں نے ٹرانسمیٹر سے کنگ المس کی آواز آتے سنی۔

"ہیلو کنگ المس۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "اس وقت رابطہ ٹوٹنے کے باعث ہماری گفتگو نامکمل رہ گئی ..."

"روڈالیبو نے بتایا تھا کہ چند نامعلوم لوگوں نے ... کو اغوا کر لیا ہے۔ میں بہت پریشان تھا۔"

"پرانی بات ہو گئی کنگ۔" ... "روڈالیبو کے آدمی الرٹ تھے۔ انھوں ... بازیاب کرا لیا ہے۔"

"بہت شکریہ ... ضروری ہے۔ اس مشن کی کامیابی کے لیے ہم نے تمام تر امیدیں تم سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ تمھیں اگر کوئی نقصان پہنچا تو اس سے بڑا نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تمھیں اس بات کا احساس ہے کنگ لیکن دشمن بہت چالاک ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم پر وار کاری نہیں ہو پایا۔"

"شاید تم ڈی کوسٹر کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟" کنگ کی آواز آئی۔

"ہاں اُسے شبہ ہے کہ تم ابروت رابیل کی کسی بڑی پیشکش پر تیار ہو کر ڈی کوسٹر کو اس کے حوالے کر دینے پر تیار ہو گئے ہو۔"

"کیا تمھیں اُس کی اس بات پر یقین آ گیا؟" کنگ المس نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم لیکن اس نے بڑے وثوق کے انداز میں یہ بات کہی ہے۔ بتایا کوئی شخص تم سے ملا تھا جو ابروت رابیل کا آدمی ہے۔ ڈی کوسٹر نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ تمھاری اور روڈالیبو کی گفتگو سننے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لیے اُسے یقین ہے کہ تم لوگ اسے تیار ہو کے فروخت نہیں کرنے دو گے۔"

"یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ حالاں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ابروت رابیل کے ایجنٹ ہمارے پاس پہنچے ضرور تھے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ فارمولے تو منہ مانگی قیمت پر ہی فروخت کیے جائیں گے۔ اگر ابروت رابیل مطلوبہ رقم ادا کر دیتا ہے تو فارمولے اُسی کو فروخت کر دینے میں کیا حرج ہے؟"

"بات اس حد تک ہو تو ٹھیک ہے لیکن اُسے خدشہ ہے کہ تم لوگ اسے بھی ابروت رابیل کے حوالے کر دو گے۔"

"ہرگز نہیں!" یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ لیکن اب ہو گا کیا؟ اگر وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو ہی گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تم لوگوں سے تعاون نہیں کرے گا۔"

"آپ نے اس کام کے لیے ہم پر اعتماد کیا ہے مسٹر کنگ! الفریڈ صرف آپ کی محبت ہی تھی کہ آپ نے ہمیں اس کے لیے ایک بڑے معاوضے کی پیش کش بھی کی۔ اب ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کہ معاوضہ ہمیں ملتا ہے یا نہیں لیکن ہماری نظر میں آپ کے اس خلوص کی جو قدر و قیمت ہے آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ہم نے ڈی نوسٹر پر اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا مسٹر کنگ!" میں نے کہا۔ "اسے معلوم تھا کہ آپ نے ہمیں اس کے پاس بھیجا ہے اس کے باوجود بھی اس نے ہمیں وہ باتیں بتا دیں جنہیں اب تک چھپایا گیا تھا۔"

"اوہ ہاں، واقعی یہ بات غور طلب ہے۔" کنگ کی آواز آئی۔ "مجھے بتاؤ کہ تم نے اس سے یہ ساری باتیں کیسے اگلوا لیں؟"

"یہی تو کمال ہے مسٹر کنگ!" ہم نے اسے نہ صرف خود پر اعتماد کرنے کے لیے مجبور کر دیا بلکہ فارمولوں کی فروخت کے سلسلے میں اس نے ہمیں ایک پیش کش بھی کی ہے۔"

"کیا پیش کش کی ہے؟" کنگ اٹلس کی آواز میں حیرتوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔

"اس نے ہماری خدمات اپنے لیے طلب کی ہیں۔ اگر ہم فارمولوں کی فروخت میں اس کی مدد کریں تو وہ ہمیں حاصل شدہ رقم کا پچاس فیصد دینے کو تیار ہے۔"

"اور تم یہ بات مجھے بتا رہے ہو؟" کنگ اٹلس کی آواز میں ناقابل یقین حیرت تھی۔

"ظاہر ہے مسٹر کنگ! ہم آپ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ڈی نوسٹر سے ملاقات کی روداد آپ کے گوش گزار کرنا ہم پر لازم ہے۔"

"لیکن اس کی پیش کش بڑی شاندار ہے۔ اسے قبول کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"آپ کی بات میرے لیے سخت تکلیف دہ ہے مسٹر کنگ! ہمارا آپ سے کاروباری تعلق بعد میں ہے۔ آپ ہمارے آنجہانی والد کے دوست ہیں۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ کبھی ہماری وجہ سے آپ کے کسی مفاد پر ضرب پڑے۔ آپ کے منہ سے ایسی بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا ہے مسٹر کنگ!"

"اوہ مجھے معاف کر دینا میرے بچے! مجھے واقعی ایسی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ تم لوگ ایک اصول پرست شخص کی اولاد ہو۔ تم لوگوں کو بھی اسی کی طرح اصول پرست ہونا چاہیے۔ در اصل میرا تعلق جس کاروبار سے ہے وہاں اخلاقی اصول بالکل بھی نہیں چلتے۔ دولت ہی سب سے بڑا اصول ہے۔"

"ہمارے بارے میں آپ اس انداز میں کبھی مت سوچیے گا مسٹر کنگ۔ بے شک ہم بھی پیسے کو اہمیت دیتے ہیں، دولت کی ہمارے لیے بھی بہت اہمیت ہے لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ اس کی خاطر ہم اپنوں کو کوئی نقصان پہنچا دیں۔ دولت تو قطعی ثانوی چیز ہے مسٹر کنگ! اور پھر ہمیں اس کی دولت کا کرنا بھی کیا ہے؟"

"میں پہلے ہی معذرت کر چکا ہوں۔" کنگ نے ہنس کر کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"آپ تجربے کار اور جہاں دیدہ آدمی ہیں مسٹر کنگ! اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے تو ہم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اگر آپ یہ معاملہ ہم دونوں پر چھوڑنا چاہتے ہیں تو ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم ہر قیمت پر ڈی نوسٹر سے فارمولے حاصل کر لیں گے۔"

"تمہارا جہاں دیدہ اور تجربے کار اٹلس اگر خود کچھ کر سکتا تو اس نے تمہاری خدمات ہرگز حاصل نہ کی ہوتیں۔ یہ بہت بڑا معاملہ ہے اور میرے بس سے باہر ہے۔ مجھے ایسے معاملات کا ذرا بھی تجربہ نہیں ہے۔ اسی لیے میں اس پیچیدہ صورت حال سے نمٹنے کی ساری ذمے داری تمہیں سونپتا ہوں۔"

"اس اعتماد کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں کنگ! لیکن پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کیا بارورت لابیل کے ایجنٹوں نے واقعی آپ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"بارورت لابیل کے ایجنٹوں سے ہماری ملاقات ضرور ہوئی ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ پہلے فارمولوں کی قیمت کا تعین ہو جائے تاکہ ہم بارورت لابیل سے اس سے بھی بڑی رقم کا مطالبہ کر سکیں۔ اگر وہ ہمیں فارمولوں کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے پر تیار ہو جائے تو ہم فارمولے اس کے حوالے کر دیں گے۔ بہ صورت دیگر جو پارٹی بھی زیادہ ادائیگی کرے گی فارمولے اسی کو دے دیے جائیں گے۔"

"آپ کی تجویز نہایت معقول ہے مسٹر کنگ لیکن اس کے لیے فارمولوں کا ہمارے قبضے میں ہونا بہت

ضروری ہے۔"

"بالکل! میرے کہنے کا مطلب بھی یہی تھا بغیر فارمولوں کے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"اس مقصد کے لیے ہم نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ جسے آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو فیصلہ بھی کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، یہ تمہاری فیلڈ ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم ڈی نوسٹر سے فارمولے کس طرح حاصل کرتے ہو مجھے تو بس وہ فارمولے چاہئیں۔"

"اس کے باوجود میں یہی چاہوں گا کہ آپ کو نہ صرف اپنے منصوبے سے آگاہ کر دوں بلکہ اس پر آپ سے منظوری بھی لے لوں۔"

"اگر تم اس پر مصر ہو تو یوں ہی سہی۔ بتاؤ میں سن رہا ہوں۔"

"مسٹر کنگ!" میں نے نپے تلے انداز میں کہا۔ "ہم ڈی نوسٹر کو لے کر یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہیں۔"

"کیا؟" ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی تیز آواز سنائی دی۔ مجھے یقین تھا کہ مارے حیرت کے اس کا منہ کھل گیا ہوگا۔

"جی ہاں۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے اس کے لیے یہ فرار بہت ضروری ہوگا۔"

"کیا تم مجھے اس منصوبے سے تفصیلی طور پر آگاہ کرنا پسند کرو گے؟" کنگ اٹلس کی آواز میں اضطراب تھا۔

"ہمارے فرار کا ڈراما اس طرح کھیلا جائے گا کہ اس پر مصنوعی ہونے کا گمان بھی نہ ہو، ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ مسٹر روڈالیو اس فرار کے انتظامات کریں گے۔ فرار ہوتے وقت ہمارا تعاقب بھی کیا جائے گا اور ہم پر فائرنگ بھی کی جائے گی۔ اس مصنوعی مقابلے کے بعد ہم ڈی نوسٹر کو لے کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

"اوہ! یعنی اس طرح تم اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتے ہو تاکہ اس سے فارمولے حاصل کر سکو۔"

"ہم اس کا اعتماد ضرور حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سے فارمولے حاصل کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ہم ڈی نوسٹر کو یہاں سے فرار کرا کے ہمبرگ لے جائیں گے اور وہاں کسی جگہ قیام کریں گے اس سے آپ کو مطلع کر دیں گے۔ اس کے بعد آپ کے ذریعے کچھ نقلی گاہک مہیا کیے جائیں گے یہ گاہک فارمولوں کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے پر تیار ہوں گے جونہی سودا ہو جائے گا فارمولے ہاتھ آ جائیں گے اور ادائیگی بھی ہو جائے گی لیکن آپ کو علم ہے کہ یہ لوگ کون ہوں گے اور رقم کہاں جائے گی؟"

روڈالیو حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ تہذیب اپنے تاثرات چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی اور ٹرانسمیٹر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"ہیلو کنگ اٹلس!" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "خاموش کیوں ہو گئے کیا آپ کو میری تجویز سے اتفاق نہیں ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" کنگ اٹلس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں تمہاری ذہانت پر حیران ہو رہا ہوں۔ آخر کم عمری میں تم نے اس قدر ذہانت کہاں سے حاصل کر لی؟"

"یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے کنگ!" میں نے کہا۔ "میں نے اپنے منصوبے کے بارے میں آپ سے رائے طلب کی تھی۔"

"تمہارا منصوبہ اس قدر مکمل ہے کہ اس سے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ڈی نوسٹر سے فارمولے حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ یقینی طریقہ ہے جس پر عمل کر کے فارمولے ہمارے قبضے میں آ جائیں گے اور اس کے بعد ہم جس طرح چاہیں گے ان کا سودا کر سکیں گے۔"

"گویا آپ کو میری تجویز منظور ہے؟"

"دل و جان سے منظور ہے میرے بچے! میں روڈ البیو کو ہدایت دے دیتا ہوں۔ وہ تم سے ہر طرح کا تعاون کرے گا۔ نادر مولوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں بھی وہ برابر کا حصے دار ہے اور اب وہی تمہیں بتائے گا کہ کب کیا کرنا ہے۔ اس دوران تم اپنا کام جاری رکھو۔ ڈی فوسٹر کو پوری طرح شیشے میں اتار لو۔"

"ڈی فوسٹر کو تو میں پہلے ہی شیشے میں اتار چکا ہوں۔ اب تو صرف اسے یقین دلانے کے لیے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔"

"میرا یہی مطلب ہے۔ روڈ البیو کے ساتھ مل کر فراڈ کے ڈرامے کی تفصیلات طے کر لو۔ فراڈ کا پورا پروگرام تمہاری مرضی کے مطابق طے ہو گا۔ اس ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے اگر تم چاہو تو دو چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار سکتے ہو۔ یہ آدمی تمہیں روڈ البیو مہیا کرے گا۔"

"ہرگز نہیں" میں نے کہا۔ "اپنے ساتھیوں میں سے میں کسی کو بھی قتل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ دو چار لوگوں کی موت کو بھی ڈرامے کا ایک حصہ بنا دیا جائے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ان کی موت حقیقی نہ ہو بلکہ وہ اپنے مرنے کا ناٹک رچائیں۔"

"جی ہاں انکل! فرار ہوتے وقت ظاہر ہے ہمیں روکنے کی کوشش کی جائے گی اور ہم ان لوگوں کا مقابلہ کریں گے اور یہ سب کچھ ڈی فوسٹر کو مطمئن کرنے کے لیے ہو گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈی فوسٹر اس ڈرامے کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔" کنگ اٹلس کی آواز سے تشویش عیاں تھی۔

"اسے اتنا ہوش کہاں ہو گا کہ ایسی باتوں پر غور کر سکے۔ یہ چیزیں تو صرف ایسے لوگ بھانپ سکتے ہیں جو لڑائی جھگڑے کی دنیا کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور ڈی فوسٹر کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے کسی حصے میں بھی جنگ و جدال سے نہیں گزرا ہو گا۔ وہ تو انکل! فقط ایک سائنس داں ہے۔ گولیوں کی آوازیں سنتے ہی اس کے ہوش و حواس جواب دے جائیں گے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منصوبہ بناتے وقت تم ہر قسم کی جزئیات پر نظر رکھتے ہو۔" کنگ اٹلس نے پُرتحسین انداز میں کہا۔

"منصوبہ اگر بے داغ اور مکمل نہ ہو انکل تو اس کی کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"میں تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں گا اور مجھے اب مکمل طور پر یقین ہو چلا ہے کہ تم اس معرکے سے سرخرو ہو کر نکلو گے لیکن اس کے بعد بھی تمہاری جان مجھ سے نہیں چھوٹ سکے گی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا انکل!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تم جیسے باصلاحیت آدمی سے ہاتھ دھونا کون پسند کرے گا اور پھر تمہیں اس کام کی تکمیل پر جو رقم ملے گی وہ تمہاری صلاحیتوں کے مقابلے میں بہت حقیر ہو گی۔"

"بات رقم کی نہیں ہے انکل! بات تو پُرخلوص لوگوں کی ہے۔ آپ جیسا ہمدرد ہمیں کہاں ملے گا۔ ہم تو خود آپ سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کریں گے۔"

"گویا میری لاٹری نکل آئی۔" کنگ اٹلس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لاٹری تو ہماری نکلی ہے انکل! ہماری بے مقصد زندگی کو ایک سمت مل گئی ہے۔"

"خیر خیر۔" کنگ اٹلس ہنسنے لگا۔ "یہ بات طے ہو گئی کہ اب تم دونوں میرے پاس رہو گے اور میرے لیے ہی کام کرو گے۔"

"انکل طے ہو گئی۔ بلکہ آپ ابھی سے ہمیں اپنی ملازمت میں لے لیں اور ہماری تنخواہ طے کر دیں۔"

"سب ہو جائے گا۔ فی الحال تو تم روڈ البیو کو ٹرانسمیٹر کے قریب بلاؤ۔ میں اسے ضروری ہدایات دے دوں۔"

کنگ اٹلس کی بات سن کر روڈ البیو خود ہی آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے قریب آ گیا۔ میں پیچھے ہٹ کر تہذیب کے پاس جا کھڑا ہوا۔ تہذیب کی آنکھوں میں حیرت بھی تھی اضطراب بھی تھا اور استفہام تھا۔ میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ مجھے معلوم تھا وہ میرے اقدام سے مطمئن نہیں ہے۔ حالاں کہ اسے مطمئن ہو جانا چاہیے تھا۔ یقیناً اس کے ذہن میں بہت سے سوالات گردش کر رہے ہوں گے۔ وہ موقع کی منتظر تھی تنہائی میسر آتے ہی وہ ایک بار پھر اپنے سوالات سمیت مجھ پر چڑھ دوڑے گی مگر اسے نہیں معلوم تھا کہ میں اس کے بیشتر سوالوں کے جواب نہیں دوں گا۔ مجھے تو یہ امید بھی نہیں تھی کہ اب ہمیں ایسی تنہائی مل سکے گی جس میں ہم کھل کر گفتگو کر سکیں۔

روڈ البیو ٹرانسمیٹر پر کنگ اٹلس سے ہدایات وصول کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر کے وہ ہماری طرف پلٹا۔

"میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں۔" اس نے مجھے

مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارے ساتھ واقعی زیادتی کی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو روڈ البیو؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "کون سا رویہ اور کیسی زیادتی؟"

"زیادتی تو یقیناً ہوئی تھی۔" روڈ البیو نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تم سے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ڈی فوسٹر نے تمہیں کیا بتایا ہے، میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا تھا۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں روڈ البیو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "حیرت تو اس بات پر ہے کہ تمہیں اتنی جلدی اپنی غلطی کا احساس کیسے ہو گیا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرا غصہ بہت جلدی اتر جاتا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد جب میرا غصہ اترا تو میں نے ٹھنڈے دل سے تمہاری باتوں پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

"بدقسمتی سے اس وقت مجھے یاد نہیں آ رہا کہ میں نے کیا کہا تھا۔" میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ویسے تو خیر میں اکثر ہی ٹھیک کہا کرتا ہوں... مگر اس وقت میں نے کیا کہا تھا؟"

"میں تم سے پوری بات معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر تم نے کہا کہ چونکہ تم کنگ اٹلس کے لیے کام کر رہے ہو اس لیے ہر بات سب سے پہلے اس کے علم میں لانا تم پر لازم ہے۔"

"اوہ ہاں، مجھے یاد آ گیا۔" میں نے بے حد سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "برا مت ماننا روڈ البیو لیکن یہ ہمارا اصول ہے جس پر ہم سختی سے قائم رہتے ہیں اور آئندہ بھی ہم اسی اصول پر قائم رہیں گے۔"

"میں پہلے ہی تمہاری بات تسلیم کر چکا ہوں۔" روڈ البیو نے بظاہر فراخ دلی سے کہا مگر اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میری بات ناگوار گزری ہے۔ وہ یقیناً یہ چاہ رہا تھا کہ ہم اپنے آئندہ منصوبوں میں اسے شریک کرتے رہیں تاکہ وہ تازہ ترین صورت حال سے باخبر رہے لیکن ظاہر ہے، میں ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میں تو پہلے ہی دہرا کھیل کھیل رہا تھا۔ میں نے اور تہذیب نے ایک انتہائی خطیر رقم کے عوض ادھیل میکاٹیل کے لیے کام کرنا قبول کیا تھا۔ اس کے بعد مطلب براری کے لیے ہمیں کنگ اٹلس کے لیے کام کرنے کی ہامی بھرنا پڑی اور اب درمیان میں ڈی فوسٹر کود آیا تھا۔ معاملات اتنے الجھ گئے تھے کہ میں خود اپنے آئندہ قدم کی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ کسی بھی قدم پر مجھ سے کوئی لغزش سرزد ہو سکتی تھی اور کام کی نزاکت کے پیش نظر ظاہر ہے میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ معاملہ اگر صرف ایک پارٹی کا ہوتا تو میں ہرگز روڈ البیو سے نہ الجھتا۔ مگر اب میں اس کے لیے مجبور تھا۔ میں اس پر رعب ڈالنے میں کامیاب ہو گیا تھا لہٰذا اب سکون سے اپنا کام جاری رکھ سکتا تھا۔

"کنگ اٹلس سے تمہاری بات ہو گئی؟" میں نے سرسری انداز میں روڈ البیو سے کہا۔ "اس نے تمہیں کیا ہدایات دی ہیں؟"

"اس کا اندازہ تو تمہیں ہو گا ہی۔" روڈ البیو نے کہا۔ "اس نے مجھے تلقین کی ہے کہ ڈی فوسٹر کو تمہارے ساتھ فرار کرانے میں ہر طرح سے تعاون کروں۔"

"ہاں مجھے یہ بات معلوم تھی لیکن ظاہر ہے کہ فوری طور پر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تمہیں بھی ہمارے مصنوعی فرار کے انتظامات کرنے کے لیے خاصا وقت درکار ہو گا!"

"میں کوشش کروں گا کہ یہ کام جلد از جلد مکمل کر لوں تاہم کل شام سے قبل سارے انتظامات مکمل کرنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"اور مسٹر روڈ البیو! ان انتظامات کو مکمل کرنے کے ضمن میں تمہیں ہماری ضرورت تو نہیں پڑے گی؟"

"نہیں، لیکن میں چاہوں گا کہ سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد انہیں تمہارے علم میں لے آؤں تاکہ اگر تم کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے خواہش مند ہو تو قبل از وقت کر سکو۔"

"میرے خیال میں تو کسی قسم کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم تو ایسے کاموں کے ماہر ہو گے۔"

"ویسے تو میرے سارے ہی آدمی بہترین ہیں لیکن اس کام کے لیے میں خاص قسم کے لوگوں کا انتخاب کروں گا جو انتہائی قابلِ اعتبار بھی ہیں۔"

"اس کے علاوہ ہمیں اور کیا چاہیے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"رات گزارنے کے لیے ٹھکانا۔" تہذیب بے ساختہ بولی۔

"اوہ! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" روڈ البیو نے شرمندگی سے کہا۔ "تم لوگ بہت تھکے ہوئے ہو گے۔ آؤ تمہیں تمہارے ٹھکانے تک پہنچا دوں۔"

ہمیں واپس اسی غار میں پہنچا دیا گیا جہاں ڈی فوسٹر قید تھا۔ ڈی فوسٹر لیٹا ہوا تھا مگر سو نہیں رہا تھا۔ ہمارے قدموں کی آہٹ سن کر اٹھ بیٹھا۔

"آگاہ کر دیا ساری باتوں سے اپنے آقاؤں کو۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آپ نے خود ہی تو کہا تھا مسٹر ڈی نوسٹر کہ اگر ہم چاہیں تو انھیں ساری باتیں بتا سکتے ہیں۔"

"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ تم نے میرے کہنے پر عمل کیا یا نہیں؟"

"نہیں مسٹر ڈی نوسٹر۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہم نے انھیں کچھ بھی نہیں بتایا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" ڈی نوسٹر نے بے اختیاری سے کہا۔

"آپ جس قسم کے حالات سے دوچار ہیں مسٹر ڈی نوسٹر اُن کے پیشِ نظر ہم آپ کی تلخ سے تلخ بات بھی نظر انداز کرنے کے لیے مجبور ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے حقیقت بہت تلخ ہوتی ہے۔" ڈی نوسٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اور میں چونکہ حقائق پر مشتمل گفتگو کرتا ہوں اس لیے دوسروں کو وہ گفتگو تلخ ہی معلوم ہوتی ہے۔"

"مجھے بالکل غصہ نہیں آئے گا مسٹر ڈی نوسٹر۔" میں مسکرایا۔ "عقل سے کام لیجیے۔ اگر ہمیں ساری باتیں اُن کے علم میں ہی لانا مقصود ہوتا تو ہم نے آپ سے معاملات کیوں طے کیے ہوتے؟"

ڈی نوسٹر کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ تہذیب حیران نظر آ رہی تھی۔ شاید وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ میں کس سے دھوکا کر رہا ہوں اور کس کے ساتھ مخلص ہوں۔ یہ تو جھوٹ در جھوٹ کا ایک ایسا سلسلہ تھا کہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنے والا خود اس کی بھول بھلیوں میں کھو کر رہ جاتا۔

"تو تم ان سے ملنے کیوں گئے تھے؟" کچھ دیر سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد ڈی نوسٹر نے کہا۔

"سادہ سی بات ہے ڈی نوسٹر! ہمیں ایک خاص مقصد کے لیے آپ سے ملنے کو بھیجا گیا تھا اور ہمیں واپس جا کر انھیں رپورٹ دینا تھی۔"

ڈی نوسٹر مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "اور تم نے انھیں رپورٹ دے دی۔" اس نے کہا۔

"آپ پھر بہکنے لگے۔" میں نے اُسے ٹوکا۔ "انھیں مطمئن کرنے کے لیے ہم نے کچھ فرضی باتیں بتائی ہیں۔"

"اور میں نے تمھیں جو پیش کش کی تھی اس کے لیے تم نے کیا سوچا؟"

"سوچنے کو کچھ نہیں ہوتا مسٹر ڈی نوسٹر۔" میں نے کہا۔ "ہم نے آپ کی پیش کش قبول کر لی تھی تو اس کے لیے کچھ عملی اقدامات بھی کرنا تھے۔"

"گویا تم نے کچھ عملی اقدامات بھی کیے ہیں!" ڈی نوسٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بدگمانی کی کوئی انتہا بھی ہوتی ہے مسٹر ڈی نوسٹر۔" میں غصیلے لہجے میں بولا۔ "سب سے پہلا عملی قدم ہم نے یہ اٹھایا ہے کہ یہاں سے فرار کے امکانات کا جائزہ لیا ہے۔"

"فرار!" ڈی نوسٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں مسٹر ڈی نوسٹر! آپ کا کیا خیال ہے، یہیں بیٹھے بیٹھے سب کچھ ہو جائے گا؟"

"نہیں۔" ڈی نوسٹر گڑبڑا کر بولا۔ "لیکن کیا اس کیمپ سے فرار ہونا ممکن ہے؟"

"ناممکن کوئی چیز نہیں ہوتی مسٹر ڈی نوسٹر! فرق صرف امکانات کا ہوتا ہے۔ کہیں امکانات کم ہوتے ہیں اور کہیں زیادہ۔"

"میرے خیال میں یہاں سے فرار ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔" ڈی نوسٹر بولا۔

"دوسرے الفاظ میں آپ یہاں سے فرار کو ناممکن قرار دے رہے ہیں لیکن خیال رہے کہ اگر ہم ناممکن کو ممکن بنا لیں گے تو ہم آپ سے پیسے وصول کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر نہ جانے کیوں دنیا والوں پر سے اب میرا اعتماد اٹھ گیا ہے۔"

"جناب والا! ہم تبت کے باشندے ہیں یا زہرہ سے تشریف لائے ہیں!" میں نے شدید ترین جھنجلاہٹ کے عالم میں کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

ڈی نوسٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے کہا۔ وہ میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تم بھی تو اسی دنیا کے ایک فرد ہو ڈی نوسٹر! تم ہم پر اعتماد نہیں کر سکتے تو ہم کیوں تم پر اعتماد کر لیں؟"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔" ڈی نوسٹر نے گڑبڑا کر کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ..."

"میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ ڈی نوسٹر۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "ہمیں تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کنگ آلمس اور روڈالیو خود تم سے نمٹ لیں گے۔ بار بار عدم اعتماد کا اظہار کر کے تم نے ہماری توہین کی حد کر دی۔ اب ہم اس سلسلے میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔"

"میری بات تو سنو۔" ڈی نوسٹر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "تمھیں غصہ آ گیا۔ حالاں کہ میں اپنے بارے میں تمھیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد مجھ میں آئی ہمت ہو سکتی ہے کہ کسی پر بھروسا کر لوں؟"

"پھر وضاحت کرو ڈی نوسٹر! تم ہم سے بےجا اصرار تو نہیں کر رہے لیکن جتنی کثرت سے تم اپنی بے اعتباری کا اظہار کر رہے ہو وہ تمھاری بیمار سوچ کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے بعد تم خود ناقابلِ اعتبار قرار پاتے ہو۔ تمھارے لیے ہم جو خطرہ مول لینے جا رہے ہیں وہ تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ بلکہ تمھاری خواہش کے مطابق ایک عملی قدم ہے جس پر ہم نے نہیں کام کیا کہ تمھاری اس بے اعتباری کے باوجود ہم تمھارے لیے کام کرنے کا فیصلہ برقرار رکھیں۔ نہیں میرا خیال ہے ہم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔"

"غلطی تم سے سرزد نہیں ہوئی۔ تم نے تو بہت اچھا فیصلہ کیا تھا۔ غلطی شاید میری ہی ہے لیکن میں سب کچھ تو تمھیں بتا چکا ہوں۔ بتاؤ میرا قصور بھی کیا ہے؟"

"ہم کیا کریں ڈی نوسٹر! ہمیں تو تم سے فارمولے حاصل کرنے ہیں۔ اگر ہم اس میں ناکام رہے تو بھی ہم قصوروار نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ ہم تو اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیں گے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی غرض نہیں ہوگی۔ جس کا کام ہے وہ خود ہی نمٹتا رہے گا۔ تم نے تو خود ہی ایک تجویز پیش کی تھی اور اب خود ہی ہم پر شبے کا اظہار کر رہے ہو۔ کیا تھا یا یہ طریقِ عمل جانتے ہیں نے تو تمھاری بے اعتمادی کے پیشِ نظر ایک سرسری لائحہ عمل بھی پیش کر دیا تھا اور تم اس سے مطمئن بھی تھے پھر اچانک تمھارا رویہ کیوں تبدیل ہو گیا؟"

ڈی نوسٹر کے چہرے پر الجھن کے آثار نمودار ہوئے۔ "میرا دماغ بالکل ماؤف ہو چکا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟"

"اگر تمھاری قوتِ فیصلہ جواب دے چکی ہے تو پھر وہی کرو جو ہم کہہ رہے ہیں۔ ہم تم سے تمھارے فارمولے چھین کر تو نہیں لے جائیں گے۔ تم ہمارے ہر قدم کا جائزہ لیتے رہو۔ اگر سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہو اور تم اس سے مطمئن بھی ہو تو ہمارے کہنے پر عمل کرتے رہنا۔ اگر کہیں غیر مطمئن ہو تو ہمیں ٹوک دینا لیکن یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ اس کام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے اور اگر اس کام کی تکمیل کے بعد تم نے کسی موقع پر ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو ہم جان کی بازی لگا کر بھی تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم سے جو معاہدہ میں کر چکا ہوں اس پر اٹل ہوں۔" ڈی نوسٹر نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "تم میرے لیے فارمولوں کا سودا کر دو۔ جو رقم بھی طے کی اس میں پچاس فیصد تمھارا حصہ ہوگا۔"

"وہ تو پہلے کی بات ہے ڈی نوسٹر! اب جو بات میں کہہ رہا ہوں اس کا جواب دو اور ہمارے خلاف کوئی سازش نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں بھلا کسی کے خلاف کیا سازش کر سکتا ہوں۔ میں ایک بے بس بوڑھا آدمی جو اپنی زندگی کی حفاظت کے لیے دوسروں کی مدد کا محتاج ہے۔"

"بلاشبہ تم بوڑھے ہو اور بظاہر بے بس اور کمزور بھی لیکن سازش کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت کہاں ہوتی ہے مسٹر ڈی نوسٹر! اب یہی دیکھو کہ ہم بظاہر تو کنگ آلمس کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن درحقیقت تمھارے لیے کام کریں گے۔ اگر تم نے کسی بھی اسٹیج پر کنگ آلمس کو یا روڈالیو کو اس بات سے آگاہ کر دیا تو ہماری کیا پوزیشن رہ جائے گی؟"

"میں بھلا ایسا کیوں کرنے لگا۔" ڈی نوسٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم! لیکن مجھے دنیا کے کسی آدمی پر اعتبار نہیں ہے۔" میں نے اس کے لہجے کی نقل اتاری۔

"دیکھو تم ابھی تک ناراض ہو۔ حالاں کہ میں پہلے ہی تم سے معذرت کر چکا ہوں۔"

"گویا یہ بات طے ہو گئی کہ نہ تم ہمارے خلاف کوئی سازش کرو گے اور نہ ہم تمھارے خلاف کچھ کریں گے۔ ہمارے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ پوری دیانت داری سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔"

"میری طرف سے تو یہ بات پکی سمجھو لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم طریقۂ کار کیا اختیار کرو گے؟"

"میں نے ایک بہت شاندار طریقۂ کار منتخب کیا ہے۔ سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"

"کیا؟" ڈی نوسٹر نے کہا۔

"کنگ آلمس سے بات ہوئی ہے۔ میں نے اُن کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ڈی نوسٹر کو ہمارے ساتھ یہاں سے فرار کرا دیا جائے۔"

"کیا؟" ڈی نوسٹر اچھل پڑا۔ تہذیب بھی چونک کر مجھے گھورنے لگی۔ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس کی توقع سے بہت بعید تھے اور اس کی حیرانی بجا تھی۔

"ہاں ڈی نوسٹر۔" میں نے کہا۔ "میں نے اُسے باور کرایا ہے کہ تم سے فارمولے حاصل کرنے کی یہ واحد صورت ہے..."

"تم آخر کیا کھیل کھیل رہے ہو؟" ڈی نوسٹر نے ہکلا کر کہا۔ "معلوم نہیں تم کس چکر میں ہو۔"

"تمہیں صرف اپنا الو سیدھا کرنے سے غرض ہونی چاہیے ڈی فوسٹر! میں کیا کر رہا ہوں، اسے بھول جاؤ۔"

"لیکن یہ تو بہت خطرناک حرکت ہے۔ تم نے انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اب وہ کسی بھی وقت اپنا فیصلہ تبدیل کر سکتے ہیں۔"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے ڈی فوسٹر! فارمولے ان لوگوں کے لیے بہت اہم ہیں اور ان کے حصول کے لیے وہ لوگ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ میں نے انھیں یقین دلایا ہے کہ تمھارا اعتماد حاصل کیے بغیر فارمولوں کا حصول ممکن نہیں ہے اور یہاں سے تمھیں فرار کرائے بغیر ہم تمھارا اعتماد حاصل نہیں کر سکتے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ تمھیں اعتماد میں لے کر ہم تم سے فارمولے حاصل کر کے ان کے حوالے کر دیں گے اور وہ اس کام کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں سے اس طرح فرار ہوں گے جیسے اپنی کوششوں سے فرار ہو رہے ہیں۔ جب کہ ہمیں ان لوگوں کا مکمل تعاون حاصل ہو گا۔"

"مگر وہ کسی بھی لمحے تمھاری طرف سے مشکوک ہو سکتے ہیں۔ تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے۔"

"وہ ہماری طرف سے کبھی مشکوک نہیں ہوں گے۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "میں نے ان پر پوری طرح اپنا رنگ جما دیا ہے۔"

"اور اب مجھ پر رنگ جمانے کی کوشش کر رہے ہو۔" ڈی فوسٹر نے چڑچڑائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم پر رنگ نہیں جما رہا ہوں ڈی فوسٹر! تمھاری وجہ سے تو ان لوگوں پر رنگ جمایا ہے۔ تمھارے لیے تو میں کام کروں گا۔"

ڈی فوسٹر عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کسی دلدل میں قدم رکھ دیا ہے۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب میرا خدا ہی حافظ ہے۔"

"دلدل میں تو تم اب تک پھنسے رہے ہو ڈی فوسٹر! تم دیکھنا میں تمھیں اس دلدل سے صاف نکال کر لے جاؤں گا۔"

تہذیب خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ ڈی فوسٹر سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کے بولا۔

"اور اس کے بعد... میرا مطلب ہے یہاں سے فرار ہونے کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"یہاں سے ہمارا رخ ہمبرگ کی طرف ہو گا۔ ہمبرگ کے کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے۔ وہاں قیام کے دوران ہم ان لوگوں پر یہ ظاہر کریں گے جیسے میں تم سے فارمولوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جبکہ درحقیقت میں وہاں رہ کر فارمولوں کا سودا کرنے کی کوششیں شروع کر دوں گا۔"

"فارمولوں کا سودا کرنے کے لیے تم کیا اقدامات کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے مرحلے میں تو میں کے جی بی اور امریکی سی آئی اے کے ایجنٹوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ فارمولوں کے لیے فرانسیسی سیکرٹ سروس کے سرگرم عمل ہونے کی اطلاعات بھی ہیں۔ میں ایسے معاملات سے نمٹنے کا تجربہ رکھتا ہوں بشرطیکہ تم مجھ پر اعتماد کرو۔"

"میں نے دنیا میں اتنے دھوکے کھائے ہیں کہ اب اگر کوئی مجھ سے انتہائی مخلص ہو جائے تب بھی میں اس پر یقین نہیں کر سکوں گا۔ ظاہر ہے میں اس کے دل میں اتر کر تو نہیں دیکھ سکتا۔ میں تو ایک فریب خوردہ شخص ہوں۔ اگر تم نے بھی میرے ساتھ دھوکا کیا تو یہ میرے لیے کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہو گی۔ ہاں اگر تم اپنے قول کے سچے نکلے تو میں حیران ہوتا رہوں گا۔"

میں نے ہولے سے ڈی فوسٹر کا شانہ تھپتھپایا۔

"دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ڈی فوسٹر! خود کو ہمارے حوالے کر دو اور تماشا دیکھتے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود کو تمھارے حوالے کرتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا مگر اس کے لہجے میں بڑی بے بسی تھی۔

"اب سونے کی کوشش کرو ڈی فوسٹر! ہم بھی بہت تھکے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کب دوبارہ حرکت میں آنا پڑے۔ اس وقت ہمیں پوری طرح تازہ دم ہونا چاہیے۔"

ڈی فوسٹر کے بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن میں لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ مجھے یقین ہے تہذیب بھی سو گئی ہو گی۔ مسلسل بھاگ دوڑ نے ہمارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

اگلے روز صبح میں خود ہی اٹھا۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب سو رہے تھے۔ غار میں اس وقت بھی مصنوعی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس پیچ در پیچ غار میں قدرتی روشنی آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ وقت کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کا سہارا لینا پڑا تھا۔

اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔ رات سوتے سوتے دو بج گئے تھے لیکن مجھ جیسے آدمی کے لیے آٹھ گھنٹے کی نیند

کافی تھی بلکہ بہت زیادہ تھی اس لیے میں بہت تازہ دم تھا۔ کچھ دیر بعد تہذیب بھی اٹھ گئی۔ ڈی فوسٹر بدستور سو رہا تھا اور اس کے خراٹے غار میں گونج رہے تھے۔ تہذیب میرے نزدیک سرک آئی اور دھیمی آواز میں مجھ سے بولی۔

"تم نے واقعی کمال کر دیا علی! دونوں پارٹیوں کو تم نے اس طرح دھوکے میں رکھا کہ..."

"تم زیادتی کر رہی ہو تہذیب! اب کم از کم ایک پارٹی تو ہرگز دھوکے میں نہیں رہی۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب نے پلکیں جھپکائیں۔

"تم نے ڈی فوسٹر کی گفتگو نہیں سنی۔ اس کی باتوں نے تمھیں متاثر نہیں کیا۔ وہ کس قدر مظلوم آدمی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ایک کچلے ہوئے آدمی کو مزید کچلیں؟"

"تو... نہیں۔ میں تو خود حیران ہو رہی تھی کہ آخر تم کر کیا رہے ہو۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔"

"جو کچھ میں نے کیا اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ تم دیکھ ہی رہی ہو، یہاں سے فرار ہونا کتنا مشکل کام ہے۔ ہم اکیلے ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن ڈی فوسٹر کو لے کر فرار ہونا..."

"میں سمجھ رہی ہوں علی! اور تمھارے منصوبے سے متفق بھی ہوں لیکن کیا ڈی فوسٹر کو ایسے ہی چھوڑ دو گے؟"

"پہلے ہم یہاں سے فرار تو ہو جائیں تہذیب! یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں۔ معلوم نہیں ہمیں کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ ڈی فوسٹر کے بارے میں تو حالات کے مطابق ہی کچھ سوچیں گے۔"

"یہاں سے فرار ہونے میں اب رکھا ہی کیا ہے۔ سب کچھ تو طے ہو چکا۔ روڈ البیو ہم سے مکمل تعاون کرے گا۔"

"ہاں لیکن ابھی اس سے مل کر جزئیات طے کرنا ہیں۔ وقت کا تعین کرنا ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں روڈ البیو سے مل کر ساری تفصیلات طے کر لوں؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں، یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ اس لیے میں خود ہی روڈ البیو سے سب کچھ طے کروں گا۔"

اس بات پر تہذیب شاید بحث کرتی لیکن اسی وقت دو افراد ہمارے لیے ناشتا لے آئے۔

"یہاں بہت دیر سے ناشتا کرنے کا رواج ہے۔" میں نے ناشتا لانے والوں سے کہا۔ "صبح کے ناشتے پر دوپہر کے کھانے کا گمان گزرنے لگا ہے۔"

"ہم اس سے پہلے بھی دو بار آ چکے ہیں لیکن تم لوگ سو رہے تھے۔" ان میں سے ایک نے مسکرا کر جواب دیا۔

باتوں کی آوازیں سن کر ڈی فوسٹر بھی اٹھ بیٹھا تھا۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گیا۔ میں نے بہت ہلکا ناشتا کیا۔ انڈے کے دو سینڈوچ کھا کر میں نے تھرماس سے پینے کے لیے گرما گرم چائے انڈیل لی۔

"ارے یہ کیا؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "اور ٹونا سینڈوچ آ رہے ہیں۔"

"دوپہر کا کھانا کھانے کے موڈ میں ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اگر پیٹ بھر کے ناشتا کر لیا تو اندیشہ ہے کہ دوپہر کا گول صاف ہو جائے گا۔"

ناشتے سے فارغ ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک شخص غار میں داخل ہوا۔ "تمھیں روڈ البیو نے یاد کیا ہے۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ ہی تہذیب بھی اٹھی تھی۔

"نہیں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے تہذیب کو منع کرتے ہوئے کہا۔ "تمھیں نہیں بلایا۔"

میں نے غور سے اس شخص کی طرف دیکھا۔ وہ ایک طویل القامت اور توانا شخص تھا۔ مجھے یاد پڑتا تھا کہ جب ہم پہلی بار روڈ البیو سے ملنے گئے تھے تو وہ مجھے روڈ البیو کے غار سے باہر نظر آیا تھا۔ وہ تہذیب کی طرف متوجہ تھا اور تہذیب سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں روڈ البیو سے بات کر کے آتا ہوں۔"

تہذیب واپس بیٹھ گئی۔ اور میں اس شخص کے ساتھ غار سے باہر نکل آیا۔ پیچ در پیچ قدرتی سرنگوں سے گزر کر ہم ایک غار تک پہنچے لیکن یہ وہ غار نہیں تھا جہاں پہلی بار روڈ البیو سے ملاقات ہوئی تھی۔

"روڈ البیو کہاں ہے؟" میں نے اس شخص کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہو گا کہیں۔" اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔ "میں تو تمھیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ تم سے چند باتیں معلوم کرنی ہیں۔"

"تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" میں نے بپھر کر کہا۔ "اگر کچھ معلوم کرنا تھا تو وہیں کر لیا ہوتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ عیارانہ انداز میں مسکرایا۔ "تمھیں

میرے سوالوں کے جوابات دینے ہیں۔ یہاں دو یا وہاں سے دینے' بات تو ایک ہی ہے۔"

"فرق تو بہت پڑتا ہے۔ تم مجھے دھمکا رہے کہ یہاں لائے ہو۔ روڈا ملیو کو معلوم ہو گیا تو تمہاری ہڈی ہڈی ادھیڑ کر رکھ دے گا۔"

"روڈا ملیو کے دن بھی قریب آ گئے ہیں۔ بہت جلد اس کیمپ پر میرا قبضہ ہو گا۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں۔"

"بکواس مت کرو اور میری باتوں کا جواب دو۔ وہ شخص کون ہے جسے اس غار میں قید کیا گیا ہے؟"

"روڈا ملیو نے تمہیں نہیں بتایا۔ یہ بات تو تمہیں اس سے پوچھنی چاہیے تھی۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "اور میں جس سے جو بات پوچھتا ہوں اس کا جواب حاصل کر کے ہی چھوڑتا ہوں۔"

"اور مجھے معلوم نہیں تھا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس بوڑھے کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

"جتنا معلوم ہے وہی بتاؤ۔" اس نے جھنجلا کر کہا۔

"بس اتنا جانتا ہوں کہ اس کا روڈا ملیو سے خاص تعلق ہے اور کچھ نامعلوم افراد اس کی جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ جن سے وہ چھپتا پھر رہا ہے۔"

"وہ نامعلوم افراد اس کی جان کے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟"

"میں نے کہا نا کہ مجھے اس بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

"تو تم لوگوں کی یہاں آمد کیا معنی رکھتی ہے؟"

"روڈا ملیو نے ہماری خدمات اس لیے حاصل کی ہیں کہ ہم اسے یہاں سے بحفاظت نکال لے جائیں۔"

"کیا ہم لوگ مر گئے تھے کہ اس کام کے لیے اس نے کسی اور کی خدمات حاصل کیں؟"

"مجھے نہیں معلوم لیکن روڈا ملیو کہہ رہا تھا کہ اس کے آدمی تھکے اور کام چور ہو گئے ہیں۔ کسی بڑے کام کے لیے ان پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور تم پر کیا جا سکتا ہے؟" اس نے حقارت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم جو صورت سے ہی احمق معلوم ہوتے ہو۔"

"صورتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل چیز تو صلاحیت ہوتی ہے اور اس کا شکل و صورت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم اس بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہو اور مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ تمہیں اس مریل شخص سے اتنی دلچسپی کیوں ہو گئی ہے؟"

"تمہیں اچھی طرح معلوم ہے اور مجھے بھی اس کی تھوڑی سی بھنک مل گئی ہے۔ اس کے قبضے میں کوئی ایسی چیز ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر تک پہنچتی ہے۔"

میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ پوزیشن بہت نازک معلوم ہوتی تھی۔ "تمہیں یہ بات روڈا ملیو نے بتائی ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اگر اس نے بتادی ہوتی تو مجھے کوئی غم نہ ہوتا لیکن وہ اتنی بڑی رقم اکیلے ہضم کرنے کے چکر میں ہے۔ اس کی نیت میں فتور آ گیا ہے۔ اب تک ہم سب یہاں سے ہونے والی آمدنی میں حصے دار ہوا کرتے تھے لیکن اس بار اس نے کسی کو اس بوڑھے کے بارے میں ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"تمہاری معلومات غلط بھی تو ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے روڈا ملیو کے کسی دشمن نے اس کے آدمیوں میں بغاوت پھیلانے کے لیے اس قسم کی ہوائی چھوڑی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے یہ کوئی ہوائی نہیں ہے۔ اس بوڑھے کی جس طرح نگرانی کی جا رہی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے بہت کشت و خون ہو چکا ہے۔ یہ بات تو مجھے پہلے سے ہی معلوم تھی کہ یہاں آتے ہوئے تم دونوں پر ہیلی کاپٹر تک سے حملہ کیا گیا۔ کسی معمولی آدمی کے لیے اتنے بڑے پیمانے پر کام نہیں ہو سکتا۔"

"تم نے اپنی ہلاکت کے سامان پورے کر لیے ہیں" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "اب تمہارا زندہ بچنا محال ہے۔"

وہ کھسیانے کتے کی طرح غرایا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہ دے کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی ہے۔" اس نے کمر سے لپٹی ہوئی چمڑے کی بیلٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ چاہو تو اب بھی زبان کھول کر اپنی کھال اترنے سے بچا سکتے ہو۔"

میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ وہ غار کے دہانے پر کھڑا بیلٹ کو ہوا میں گردش دے رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے۔ مجھے بتا دو کہ اس بوڑھے کی کیا اہمیت ہے ورنہ بعد میں تم کسی سے یہ کہنے کے قابل بھی نہیں رہو گے کہ جیک نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی۔"

میرے اور اس کے درمیان آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ میں نے اسے جواب دینے کے بجائے اپنے بچاؤ کی تدبیر پر غور کرنا شروع کر دیا۔ معلوم نہیں اس کے پاس پستول تھا یا نہیں لیکن یہ میرے لیے اچھا ہی ہوا تھا کہ اس نے مجھ پر پستول تاننے کے بجائے مجھ سے بیلٹ کے ذریعے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"گویا تم نے زبان نہ کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔" اس نے کہا اور پھر اچانک آگے بڑھ کر مجھ پر بیلٹ سے حملہ کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس حملے سے بچنے کی کوشش کروں گا مگر میں نے اسے حیران کر دیا۔ میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا تھا اور میں نے بیلٹ کو ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی یہ کوشش مجھے بے حد مہنگی پڑی۔ میں بیلٹ پکڑنے میں ناکام ہو گیا تھا اور چمڑے کی موٹی بیلٹ نے میرے الٹے ہاتھ میں انگارے بھر دیے۔ شدید تکلیف کی ایک لہر نے مجھے سر سے پیر تک اپنی گرفت میں لے لیا۔ لمحے بھر کو میرے حواس معطل سے ہو گئے اور لمحاتی تعطل میرے لیے قیامت کی نوید بن گیا۔ جیک کا بیلٹ بردار ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت کر رہا تھا اور ہر بار بیلٹ میرے جسم سے ٹکراتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے جسم کے اس حصے میں کسی نے انگارے بھر دیے ہوں۔ اگر میرے جسم پر کپڑے نہ ہوتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔

میں نے جھکائیاں دے کر بیلٹ کی زد سے نکلنے کی کوششیں کیں مگر میں کتنی بار بچ سکتا تھا۔ جیک کے دو وار خالی دینے کے بعد تیسری بار بیلٹ میرے جسم کے کسی نہ کسی حصے پر ضرور لہرائی تھی۔ میں نے جھلا کر جیک پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش بھی مجھے مہنگی پڑی۔ وہ نہ صرف پھرتی سے ایک جانب ہٹ گیا بلکہ اس نے مزید کئی بار بیلٹ میرے جسم پر رسید کر دی۔

بالآخر مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔ کوڑے کی طرح لہراتی ہوئی بیلٹ بار بار میرے جسم کو چاٹنے کے لیے میری طرف لپک رہی تھی اور میں اس سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا اور کبھی جھک کر جیک کے وار خالی دے رہا تھا۔ میرے جسم پر کئی مقامات ایسے تھے جہاں مجھے آگ لگنے کا گمان ہو رہا تھا لیکن میرے پاس اتنا وقت بھی تو نہیں تھا کہ میں اپنی چوٹوں کو سہلا ہی سکتا۔

پھر ایک بار بیلٹ میرے ہاتھ میں آ گئی اور میں نے پوری قوت سے اسے مٹھی میں جکڑ لیا۔ میری جھنجلاہٹ پہلے ہی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی چنانچہ میں نے پوری طاقت سے بیلٹ کو اپنی طرف کھینچا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ اچانک جھٹکا جیک کے قدم اکھاڑ دے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ وہ کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا ہے۔ اس کے فوراً بعد مجھے جوابی جھٹکا سہنا پڑا۔ طاقت کے اعتبار سے وہ یقیناً مجھ سے بہت زیادہ تھا۔ پھر بھی تو میں وہ جھٹکا سہہ نہ سکا اور میرے قدم اکھڑ گئے۔ پھر دوسرا جھٹکا لگا مجھے منہ کے بل زمین پر لے گیا۔ اگر میں نے بروقت بیلٹ نہ چھوڑ دی ہوتی تو منہ کے بل غار کے سنگی فرش پر گر کر اپنے منہ کا بھرتا بنا بیٹھتا۔ میں نے تیزی سے بیلٹ چھوڑ کر اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔ منہ تو بچ گیا مگر میرے دونوں ہاتھ اور گھٹنے چھل گئے تھے۔

جیک نے درندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔ "میں تیرے جسم کا ریشہ ریشہ ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔" اس نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے وقتی طور پر ہاتھ روک لیا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ میں خوف زدہ ہو کر زبان کھول دوں گا۔

"تم خوش فہمی کا شکار ہو گئے ہو جیک۔" میں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "تم کسی بھی طرح میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔"

جیک کی آنکھیں سکڑ گئیں اور اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "معلوم ہوتا ہے ابھی دماغ ٹھکانے نہیں آئے۔" وہ غرایا۔

"اور نہ آئیں گے۔" میں نے اپنی تکلیف ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے منہ سے ایک کام کی بات سننے کو ترس جاؤ گے۔"

میرے جواب پر جیک آپے سے باہر ہو گیا اور ایک بار پھر بیلٹ تان کر مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اس بار میں نے نہ تو بیلٹ سے بچنے کی کوشش کی اور نہ ہی بیلٹ پکڑنے کی کوشش کی بلکہ میں بھول گیا کہ اس کے ہاتھ میں بیلٹ بھی موجود ہے۔ جب پٹنا ہی ٹھہرا تو بہادری سے کیوں نہ پٹا جائے۔

ادھر جیک کا بیلٹ والا ہاتھ حرکت میں آیا اور ادھر میں اس پر جھپٹا۔ جیک کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہو گا کہ اس قدر پٹنے کے بعد میں اس پر یوں جھپٹ پڑوں گا اس لیے وہ اپنے دفاع کی طرف سے بالکل ہی بے فکر ہو گیا تھا اور یہی

وجہ تھی کہ میرے گھونسے کو اپنا ٹارگٹ تلاش کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ گو کہ اس چکر میں مجھے اپنے جسم پر بلیٹ کا ایک اور وار سہنا پڑا تھا لیکن دوسری طرف جیک کے بائیں جبڑے پر بھی قیامت گزر گئی تھی۔ میرا گھونسا پوری قوت سے اس کے بائیں جبڑے پر پڑا۔ جیک کے حلق سے کراہ خارج ہوئی اور اضطراری طور پر بلیٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جبڑا دبا لیا تھا۔ شاید اس کا کوئی دانت بھی ہل گیا تھا۔ کلا تو بہرحال پھٹ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے بہنے والا خون گواہی دے رہا تھا۔

آن واحد میں پانسا پلٹ گیا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر زمین پر پڑی ہوئی بلیٹ اٹھائی اور برق رفتاری سے اسے لے کر جیک پر پل پڑا۔ میرا پہلا نشانہ جیک کا چہرہ تھا جس پر اس کے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ بلیٹ کی پہلی ہی ضرب سے میں نے اس کے ایک ہاتھ کی پشت پر سرخ بدھی ابھرتے دیکھی۔ اس کے منہ سے سسکاری نکلی اور وہ تلملا کر رہ گیا۔

"اب میری باری ہے جیک۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

جیک اچھل اچھل کر بلیٹ کی ضربات سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر مجھ پر تو جنون سوار تھا۔ میں پاگلوں کی طرح اس پر بلیٹ برسا رہا تھا اور وہ خود کو بچانے کے لیے پورے غار میں دوڑتا پھر رہا تھا لیکن اسے کہیں بھی جائے پناہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر ایک بار وہ ٹھوکر کھا کر زمین پہ گر پڑا اور میرا کام مزید آسان ہو گیا۔

"اوہ بس کرو، خدا کے لیے بس کرو۔" وہ بری طرح چیخا۔

"اُف میرے خدا میں مر جاؤں گا۔"

"تمہارا مر جانا ہی بہتر ہے جیک۔" میں نے ہاتھ روکے بغیر سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "جب تک تم ہوش میں ہو میرا ہاتھ نہیں رکے گا۔"

وہ غار کے فرش پر ٹڈی کی طرح مچل رہا تھا اور چیخ چیخ کر رحم کی اپیلیں کر رہا تھا مگر میں بہرا ہو گیا تھا۔ مجھ پر اس کی کسی آواز کا کسی فریاد کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ میرے جسم کا ریشہ ریشہ ادھیڑ دینے کے درپے تھا اور اب خود میرے رحم و کرم پر تھا۔ میرے جسم کے بیشمار نشانات سے جہاں جہاں اس کی بلیٹ پڑی تھی ابھی تک ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اور اب میں اس سے اپنی ہر چوٹ کا پورا پورا بدلہ لے رہا تھا۔

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں در آیا اور میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ "سنو جیک!" میں نے اس سے کہا۔ "اگر تم مزید مار سے بچنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کے جواب دو ورنہ میں تمہارے جسم پر کھال کا ایک ذرہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

"پوچھو۔" اس نے کراہ کر کہا۔ وہ غار کے فرش پر پڑا ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ جبڑے کی بلیٹ کی مار سہنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔

"تمہیں ڈی فوسٹر کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ... وہ ایک نقاب پوش تھا... اُف میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔"

"میرے جسم میں بھی آگ لگی ہوئی ہے جیک۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ "لیکن دیکھو میں نے کس طرح ضبط کر رکھا ہے۔ تم بھی ضبط کرنے کی کوشش کرو ورنہ یہ آگ مزید پھیل جائے گی۔"

"نہیں نہیں۔" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "اب مجھے مت مارنا۔ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔"

"وہ نقاب پوش کون تھا اور اس نے تمہیں کیا بتایا؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں... اس بڈھے کو اس کے حوالے کر دوں... آہ... تو وہ مجھے مالا مال کر دے گا... ہائے۔" ضبط کے باوجود جیک کے منہ سے بار بار کراہیں نکل جاتی تھیں۔

"تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ کون ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ کہنے لگا کہ تمہیں اتنا جاننے سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔"

"کیا وہ کوئی مقامی آدمی تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، وہ انگریزی بول رہا تھا مگر اس کے لہجے میں اجنبیت تھی۔ وہ انگریز یا امریکی ہونے کے علاوہ جو کچھ بھی ہو ہرگز نہیں تھا۔"

"اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا شخص روڈ ایلبو کی قید میں ہے؟"

"اسے شبہ تھا۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے یقینی طور پر یہ بات معلوم نہیں ہے۔"

"کیا تم نے اعتراف کر لیا کہ ایسا کوئی شخص یہاں ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نن... نہیں۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر ایسا کوئی شخص یہاں موجود ہے تو میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس بوڑھے کے قبضے میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے؟"

"اس نقاب پوش نے مجھے ایک لاکھ ڈالر کی آفر کی تھی۔ میں نے اسی بات سے اندازہ لگایا تھا کہ اس بوڑھے کے پاس کوئی ایسی چیز ضرور موجود ہے جو کروڑوں ڈالر مالیت کی ہے ورنہ ایک لاکھ ڈالر کون کسی کے لیے خرچ کر سکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "اور مجھے تم کس چکر میں یہاں لائے تھے؟"

وہ جواب دیتے ہوئے ہچکچایا اور میں نے بلیٹ ہوا میں لہرائی۔

"اگر جواب دینے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو میں دوبارہ تم پر بلیٹ برسانا شروع کر دوں گا اور اس بار اس بات کی بھی ضمانت نہیں ہوگی کہ میرا ہاتھ رکے گا بھی یا نہیں۔"

"نہیں... نہیں..." وہ کربناک انداز میں چیخا۔ "مجھے مارنا مت۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ دراصل میں تم سے اس بوڑھے کی اصلیت معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔"

"کیا ضروری تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہی ہوتا؟"

"تم کوئی بہت اہم آدمی ہو اور سب کچھ جانتے ہو۔ تبھی تو آج رات تمہارے فرار کا ڈراما اسٹیج کیا جا رہا ہے۔"

"اس بوڑھے کی اصلیت اگر تمہیں معلوم ہو جاتی تو تم کیا کرتے؟"

"اگر اس کے قبضے میں کوئی بہت قیمتی چیز ہے تو اس سے خود فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا۔"

"یعنی روڈ ایلبو کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔" جیک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں تو پہلے ہی اس کیمپ پر قبضہ کرنے والا ہوں۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ سارا کام میں سنبھالوں اور آمدنی کا بڑا حصہ اس کی جیب میں چلا جائے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ مسئلہ یہ تھا کہ جیک کا کیا کیا جائے؟ لیکن مجھے زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ غار کے باہر سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ کچھ لوگ اسی طرف آ رہے تھے۔ پھر وہ آوازیں غار کے دہانے پر آ کر رک گئیں۔ "اندر کون ہے؟" کسی نے بلند آواز میں پوچھا۔

"چلے آؤ۔" میں نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ "یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

غار کے دہانے سے چار افراد اندر داخل ہوئے اور متحیرانہ انداز میں ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ وہ چاروں ہی روڈ ایلبو کے آدمی تھے۔

"کیا ہوا جیک؟" ان میں سے ایک نے زمین پر پڑے ہوئے جیک کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"اس شخص کو گرفتار کر لو۔" جیک کراہا۔ "اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔"

جواب میں مجھ پر بیک وقت چار ریوالور نکل آئے۔ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو۔" مجھ سے سرد لہجے میں کہا گیا اور میں نے بلیٹ پھینک کر اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔" میں نے پرسکون انداز میں کہا۔ "حملہ میں نے نہیں اس نے مجھ پر کیا تھا۔"

"اس کی کوئی بات مت سنو اور اسے فوری طور پر گولی مار دو۔" جیک چیخا۔ "یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اس کا فیصلہ تو باس خود کرے گا جیک۔" اس شخص نے کہا جو جیک کے قریب تھا۔ "ہمیں تو اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔"

"لاؤ مجھے ریوالور دو۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔" جیک نے اٹھنے کی کوشش کی۔

جیک کے قریب موجود شخص اس کی طرف ریوالور بڑھانے ہی والا تھا کہ غار کے دہانے کی طرف سے ایک پاٹ دار آواز سنائی دی۔ "ٹھہر جاؤ۔" جیک کی طرف بڑھتا ہوا اس شخص کا ہاتھ رک گیا اور سب لوگ غار کے دہانے کی طرف دیکھنے لگے جس سے روڈ ایلبو اندر داخل ہو رہا تھا۔

"تم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہو۔" اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اور اپنے ماتحتوں کو گھورنے لگا۔ وہ سب بوکھلا کر اس سے نظریں چرانے لگے۔ ان کے ریوالور والے ہاتھ خود بخود جھک گئے تھے۔

"تم لوگوں کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ اس پر ریوالور نکالو۔" روڈ ایلبو دہاڑا۔ "کیا میں نے تمہیں اس کی حفاظت پر مامور نہیں کیا تھا؟"

"باس... باس! ہم سے جیک نے اسے گرفتار کرنے کو کہا تھا۔" ان میں سے ایک نے ہکلا کر کہا۔

"کیوں؟" روڈ ایلبو جیک کی طرف مڑ کر کسی کٹکھنے کتے کی

طرح غرّایا۔

"اس نے... اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا باس!" جیک نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔ "دیکھو تو اس نے میرا کیا حشر کیا ہے!"

"یہ تمہیں یہاں کس لیے لایا تھا؟" روڈالبو میری طرف پلٹا۔

"اس بات کا جواب کسی اور کے سامنے نہیں دیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔

"اوہ!" روڈالبو مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "اس کا کیا کیا جائے؟" اس نے جیک کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا۔

"اس کی زندگی ہم سب کے لیے خطرناک ہے۔ میں اصرار کروں گا کہ اسے فی الفور ٹھکانے لگا دیا جائے۔"

"کمال ہے!" روڈالبو نے پلکیں جھپکائیں۔ "میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔" اس نے کہا پھر اپنے ایک آدمی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "ریوالور دو۔"

"لیکن میرا قصور کیا ہے؟" جیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ موت کے خوف نے اس کی چوٹوں کا احساس زائل کر دیا تھا۔ "تم اس لونڈے کے کہنے پر اپنے پرانے ساتھی کو مار دینے پر تل گئے ہو۔ بڑے نمک حرام، احسان فراموش نکلے۔" روڈالبو نے ریوالور لیتے ہوئے نفرت سے کہا۔ "تجھے مارنے سے پہلے میں تیری غداری تجھے ضرور سناؤں گا۔ تو مجھے احمق اور بے خبر سمجھتا ہے لیکن مجھے سب معلوم ہے۔ تو مجھے راستے سے ہٹا کر اس کیمپ پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔"

"تم مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے مجھ پر جھوٹا الزام عائد کر رہے ہو۔" جیک نے کہا مگر اس کے لہجے میں جان باقی نہیں رہ گئی تھی۔

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ تو میرے مہمان کو جھوٹ بول کر یہاں لایا تھا۔ اس کے بعد یہ پروا کیے بغیر کہ وہ میرا مہمان ہے تو نے اس کی موت کا حکم جاری کر دیا تھا۔ اگر میں بروقت یہاں نہ پہنچ گیا ہوتا تو تو نے تو اسے مروا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تجھے جان سے مار دینے کے لیے تو یہی ایک بات بہت کافی ہے۔"

جیک نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرنے کی ناکام کوشش کی۔ "تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔"

"اب صفائی پیش کرنے کا وقت گزر چکا ہے جیک۔" روڈالبو نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے آستین میں سانپ پالنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی روڈالبو کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور جیک ایک چیخ مار کر اپنا سر پکڑتے ہوئے زمین پر گر گیا۔ اس کے ماتھے سے خون کی دھار پھوٹ پڑی تھی۔

"یہ ان تمام لوگوں کے لیے ایک عبرت ہے جو غدارانہ عزائم رکھتے ہوں۔" روڈالبو نے کہا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے غار کے دہانے کی طرف پلٹ گیا۔

"ہاں، اب بتاؤ۔" روڈالبو نے اس غار میں پہنچ کر مجھ سے کہا جہاں میں پہلی بار اس سے ملا تھا۔ "جیک تمہیں جھوٹ بول کر وہاں کیوں لے گیا تھا؟"

"کل رات اسے ایک نقاب پوش غیر ملکی ملا تھا جس نے اسے آفر کی تھی کہ یہاں ایک بوڑھا شخص موجود ہے۔ اگر وہ اسے اس کے حوالے کر دے تو وہ جیک کو اس کے عوض ایک لاکھ ڈالر ادا کرے گا۔"

"اوہ!" روڈالبو اضطرابی انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"ظاہر ہے جیک اس بات سے تو واقف تھا کہ ڈی کوسٹر یہاں موجود ہے لیکن وہ اس کی اہمیت سے ناواقف تھا۔ ایک لاکھ ڈالر کی آفر نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اور اس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ڈی کوسٹر کے قبضے میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے۔ اپنے اس نتیجے کی تصدیق وہ کس سے کرتا؟ اس کی نگاہِ انتخاب اس خاکسار پر پڑی اور وہ مجھ پر چڑھ دوڑا۔"

"تب تو اس کا مارا جانا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ ویسے بھی اس کی سرگرمیاں اتنی زیادہ قابلِ اعتراض ہو گئی تھیں کہ وہ کسی بھی وقت میرے ہاتھوں مارا جاتا لیکن میرے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ تمہاری وجہ سے مجھے اس سے جان چھڑانے کا ایک سنہری موقع مل گیا ورنہ میرے آدمیوں میں بددلی پھیل جاتی۔"

"خیر یہ تو تمہارا اپنا دردِ سر ہے جس سے ظاہر ہے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول کر مجھے کہیں اور لے گیا ہے؟"

"میں اس کی طرف سے مشکوک تو پہلے ہی تھا اور اس کی نگرانی کرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی کہ وہ ڈی کوسٹر کی طرف گیا تھا اور وہاں سے تمہیں لے کر نکلا ہے۔ اس اطلاع پر میں نے فوری طور پر اسے تلاش کرنے کا حکم دیا اور خود ڈی کوسٹر کے پاس جا پہنچا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمہیں وہاں سے یہ کہہ کر لے گیا ہے کہ تمہیں میں نے بلایا تھا جب کہ میں نے ہرگز تمہیں نہیں بلوایا تھا۔ بس وہیں سے میں کھٹک گیا کہ وہ کسی لمبے ہی چکر میں ہے۔ میں نے اسی وقت اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد میں خود بھی تم دونوں کو تلاش کرتا ہوا اس غار تک پہنچ گیا۔"

"اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ڈی کوسٹر کی یہاں موجودگی راز نہیں رہی۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" روڈالبو نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ "تم ایسا کرو آج ہی رات ڈی کوسٹر کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اس سلسلے میں اب تک کیا انتظامات کیے ہیں؟"

"میں نے تمہارے فرار کے لیے سارے انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ تم یہیں سے مقابلہ کرتے ہوئے نکلو لیکن اب میں نے اپنا منصوبہ تبدیل کر لیا ہے۔ یہاں اگر گولیاں چلیں گی تو وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو سکتے ہیں جو ڈی کوسٹر کی تاک میں ہیں۔ اس لیے اب وقتِ مقررہ پر میں اپنے آدمی یہاں سے ہٹا لوں گا تاکہ تم سکون سے بلا کسی مزاحمت کے یہاں سے نکل سکو۔"

"لیکن اس میں یہ خطرہ ہے کہ ڈی کوسٹر مشکوک ہو جائے گا۔ یہاں سے اتنی آسانی سے تو فرار نہیں ہوا جا سکتا۔"

"میں نے اس کا حل بھی سوچ لیا ہے۔" روڈالبو نے کہا۔ "کیمپ کے مغربی سرے پر میرے آدمی فائرنگ کریں گے۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر یہاں متعین سارے محافظ کیمپ کے مغربی سرے کی طرف چلے جائیں گے۔ اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تم ڈی کوسٹر کو لے کر یہاں سے نکل سکو گے۔ کیمپ کے مشرقی سرے پر تمہیں ایک جیپ کھڑی ہوئی ملے گی جس کی چابیاں اگنیشن میں ہی موجود ہوں گی۔ تم اس جیپ میں بیٹھ کر فرار ہو جاؤ گے۔ جیپ میں ہی تمہیں ایک رائفل اور فالتو راؤنڈ بھی مل جائیں گے جو میرے آدمیوں سے مقابلہ کرنے کے کام آئیں گے۔"

"جب یہاں کوئی ہوگا ہی نہیں تو ہم مقابلہ کس سے کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"مقابلہ ضرور ہوگا۔" روڈالبو مسکرایا۔ "مگر یہاں نہیں بلکہ یہاں سے کچھ فاصلے پر۔ میں تمہیں وہ راستے بتاؤں گا جن پر تمہیں سفر کرنا ہے۔ راستے میں ایک جگہ میرے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے۔ وہ تم پر فائرنگ کریں گے لیکن اس طرح کہ تم میں سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ٹھہرو، میں تمہیں نقشوں کی مدد سے سمجھاتا ہوں۔" روڈالبو کچھ نقشے اٹھا لایا اور نقشوں کی مدد سے مجھے بتانے لگا کہ میں کن راستوں پر سفر کروں گا۔ مجھے پہاڑی راستوں پر سفر کرنا تھا اور پھر ڈھلانوں سے گزر کر اس علاقے میں پہنچنا تھا جہاں نمک سازی کے کارخانے پھیلے ہوئے تھے۔

میں روڈالبو کے منصوبے کی ساری جزئیات ذہن نشین کر کے ڈی کوسٹر کی طرف واپس آ گیا۔ تہذیب مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکی۔

"روڈالبو تمہیں ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا تھا۔" اس نے تشویش سے کہا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"وہ مجھے مل گیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہم فرار کے منصوبے کو حتمی شکل دے رہے تھے۔"

"کیا رہا؟" تہذیب نے بے صبری سے پوچھا۔ "ہمیں کب فرار ہونا ہے؟" ڈی کوسٹر خاموشی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"آج رات کسی وقت ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔" ڈی کوسٹر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور تہذیب کی نظریں میرے ہاتھوں پر جم گئیں۔ "تمہارے ہاتھوں پر یہ نشان کیسا ہے؟" اس نے پوچھا۔

جواب میں مجھے پوری داستان سنانا پڑ گئی ورنہ میرا ارادہ یہی تھا کہ اسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔

"اوہ! تب تو تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہوگی۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "روڈالبو سے کہہ کر کوئی مرہم وغیرہ لگوا لیجیے۔"

"ہمارا پیشہ ہمیں ان عیاشیوں کی اجازت نہیں دیتا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تمہارا پیشہ کیا ہے؟" ڈی کوسٹر نے چونک کر پوچھا۔

میں اس کے اس اچانک سوال پر سٹپٹا سا گیا لیکن میں نے جواب دینے میں دیر نہیں لگائی۔ "پیشے سے مراد کام ہے ڈی کوسٹر۔" میں نے کہا۔ "جس قسم کے کاموں سے ہمیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اس میں بنیادی عنصر مہم جوئی ہے۔ ہم جیسے لوگوں کو بڑے کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا انہیں خود دکھ جھیلنے کا عادی بنانا ہوتا ہے۔ ہم ان نزاکتوں کے متحمل نہیں ہو سکتے جن میں عام لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ ہم میں اور عام آدمی میں یہی فرق تو ہوتا ہے۔"

"پھر بھی ایک سہولت میسر ہو تو اس سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔" تہذیب نے کہا۔ "پھر ہم لوگوں کے لیے خود کو فٹ رکھنا بھی تو بہت ضروری ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کب کن حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" ڈی کوسٹر نے کہا۔ "جب علاج ہو سکتا ہے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔"

"اچھا بھئی!" میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "جیسا تم چاہو ویسا کر لو۔"

"میں ابھی روڈالبو سے جا کر کہتی ہوں۔ وہ کوئی نہ کوئی

بندوبست کر دے گا۔" تہذیب نے اُٹھتے ہوئے کہا اور باہر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ لوٹی تو تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ روڈالیبو بھی تھا۔ "میں بہت شرمندہ ہوں۔" روڈالیبو نے خجالت سے کہا۔ "باتوں کے دوران مجھے خیال نہیں رہا کہ تم زخمی ہو اور تمہیں تھوڑے سے معالجے کی بھی ضرورت ہے۔ بہرحال میں تمہارے لیے مرہم لے آیا ہوں۔ اسے لگا لو تو شام تک تم خود کو بہتر محسوس کرو گے۔"

"اس کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"لیکن اب تم مرہم لے ہی آئے ہو تو میں لگا لوں گا۔" میں نے اُس سے مرہم کی ٹیوب لیتے ہوئے کہا۔

"دراصل میری بھی کوئی غلطی نہیں ہے۔" روڈالیبو بولا۔ "تمہارے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ تم زخمی بھی ہو۔"

"لاؤ ٹیوب مجھے دو۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تمہارے مرہم لگا دوں گی۔" اس نے ٹیوب لینے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔

"رہنے دو، میں خود لگا لوں گا۔" میں نے کہا۔

"لاؤ۔" تہذیب نے آنکھیں نکالیں اور ٹیوب میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ میں بے بسی سے روڈالیبو کی طرف دیکھنے لگا۔

تہذیب میرے ہاتھوں پر مرہم لگا رہی تھی۔

"تم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ تمہارے کہاں کہاں چوٹیں آئی تھیں؟" روڈالیبو نے پوچھا۔

"بس کمر تک کا حصہ زد میں آیا ہے۔ باقی تو پورا جسم محفوظ ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"باقی جسم بیچارہ کہاں، صرف ٹانگیں ہی تو رہ گئی ہیں۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں نے بھی تو یہی کہا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا خاموش رہو اور قمیص اُتار دو۔"

"مروا دیا۔" میں کراہا۔ "اب قمیص بھی اُتارنا پڑے گی۔"

"اور تمہیں یقیناً خود سے قمیص اُتارنے میں تکلیف ہو گی۔" روڈالیبو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "لاؤ میں تمہاری مدد کر دوں۔"

"ارے یہ تم سب مل کر مجھے بیمار بنانے پہ کیوں تُل گئے ہو؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں، خود قمیص اُتار سکتا ہوں۔"

روڈالیبو ہنسنے لگا مگر میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور قمیص اُتار دی۔ میری پیٹھ دیکھ کر تہذیب نے دانتوں میں اُنگلی دبالی۔

"تمہاری تو پوری پیٹھ اُدھڑی ہوئی ہے۔" تہذیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "کیسے اتنی تکلیف برداشت کر رہے تھے تم؟"
روڈالیبو کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تمہاری پیٹھ پر نیل ہی نیل پڑے ہوئے ہیں اور تمہارے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ تمہیں کوئی غیر معمولی تکلیف ہے۔" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اگر واقعی کوئی غیر معمولی تکلیف ہوتی تو میں خود ہی تم سے کہہ دیتا۔" میں نے کہا۔ "معمولی چوٹیں ہیں، خود ہی ٹھیک ہو جاتیں لیکن تم لوگوں کے اصرار پر میں نے مرہم لگوانا قبول کر لیا ہے۔"

"تم ضرورت سے زیادہ باتیں کر رہے ہو۔ چلو ادھر بستر پر لیٹو، سالم میں تمہارے مرہم لگا دوں۔" تہذیب نے مجھے فرشی بستر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"مجبوری ہے۔" میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے بے بسی سے روڈالیبو کی طرف دیکھا۔ "مرہم تو لگوانا ہی پڑے گا۔"

روڈالیبو متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ "اب تو مجھے کنگ اٹلس سے حسد محسوس ہونے لگا ہے۔"

"اس سے تمہارا کیا بگڑ رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔ تہذیب کے نرم و نازک ہاتھ میری پیٹھ پر مسیحائی کرنے میں مصروف تھے۔ مرہم نے اس شدید تکلیف کو زائل کر دیا تھا جو میں اس وقت تک محسوس کرتا رہا تھا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ مرہم کی تاثیر تھی یا تہذیب کے ہاتھوں کی لطافت کا کرشمہ۔ بات کچھ بھی رہی ہو، میرے زخموں میں ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی۔

"اس سے تو کچھ بھی نہیں بگڑا۔" روڈالیبو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ تمہاری ملاقات پہلے اس سے کیوں ہوئی، مجھ سے کیوں نہیں ہوئی؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا؟" میں نے پوچھا۔

"آج تم اس کے بجائے میرے لیے کام کر رہے ہوتے۔ اب میں تمہاری خدمات سے استفادہ نہیں کر سکتا اور وہ کر سکتا ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا روڈالیبو؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "جب بھی تمہیں ہماری ضرورت پڑے گی، ہم تمہاری خدمات کے لیے حاضر ہوں گے۔ ہمارے لیے تم اور کنگ اٹلس کوئی الگ الگ تھوڑی ہو۔"

روڈالیبو خوش ہو گیا۔ "اپنا وعدہ یاد رکھنا۔" اس نے کہا۔

"یہ کوئی وعدہ تو نہیں ہے روڈالیبو، یہ تو ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ وقت آنے پر تم اس کی صداقت خود دیکھ لو گے۔"

"ٹھیک ہے اب میں جاؤں گا۔ کچھ اہم کام نمٹانے ہیں۔ اگر میری کوئی ضرورت ہو تو بلا تکلف بلوا لینا۔"

"ارے نہیں روڈالیبو! اگر کوئی ضرورت پڑی تو میں خود آ جاؤں گا۔"

روڈالیبو چلا گیا۔ تہذیب مرہم لگا چکی تھی اور مجھ سے خاصی خفا نظر آ رہی تھی۔

"تم بہت زخمی تھے۔ کم از کم مجھ سے تذکرہ تو کرنا چاہیے تھا۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"یہ کوئی اتنی اہم بات تو نہیں تھی۔ پھر یہ کہ تم خواہ مخواہ معمولی سی چوٹوں کو اتنی اہمیت دینے والی ہو۔"

"تمہاری قوت برداشت واقعی بہت زیادہ ہے۔" وہ تو سٹر بولی۔ "اسی لیے تمہاری نظروں میں ان چوٹوں کی اہمیت نہیں ہے۔"

میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ دن یونہی گزر گیا۔ شام کے وقت روڈالیبو میرے پاس آیا۔ "تمہاری چوٹوں کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"پہلے بھی ٹھیک ہی تھا اور اب تو مجھے محسوس ہی نہیں ہو رہا کہ کبھی میرے کوئی چوٹ لگی تھی۔"

"کیا تم کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ چل سکتے ہو؟"

"بالکل۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو۔"

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ "میں نے تمہارے فرار کے انتظامات کو آخری شکل دے دی ہے۔" روڈالیبو نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "تم نے نقشے سمجھ لیے؟"

"بہت اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔

"تم یہاں اجنبی ہو اس لیے تمام نقشے سمجھنے کے باوجود تمہیں دقت ہو گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر راستوں کی تلاش کی وجہ سے تمہیں دیر ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہو گا روڈالیبو۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "جتنی تفصیل سے تم نے ہر بات مجھے سمجھا دی ہے اس کے بعد کسی گڑبڑ کا امکان باقی نہیں رہ جاتا۔"

"سوچ لو۔" روڈالیبو نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔ "رات کے وقت اندھیرا ہو گا اور اندھیرے میں راستوں کی تلاش..."

"بے فکر رہو روڈالیبو! اگر اس بات کا ایک فیصد بھی امکان ہوتا تو میں تم سے فرمائش کرتا کہ رات کے ڈرامے کی مجھے ہلکی سی ریہرسل کرا دو۔"

"میں اسی لیے تمہیں لایا تھا لیکن..." روڈالیبو نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اس کے انداز سے فکرمندی ظاہر ہو رہی تھی۔

"تم اب بھی مطمئن نہیں ہو روڈالیبو؟" میں نے کہا۔ "کسی منصوبے پر عمل کرتے ہوئے مکمل یقین و اطمینان کی ضرورت

ہوتی ہے۔ چونکہ تم بھی اس ڈرامے کے ایک فریق ہو لہٰذا تمہارا مطمئن ہونا بھی ضروری ہے۔"

"تم ریہرسل کیوں نہیں کرتے کہ یہاں سے فرار ہونے کا پہلا [illegible] کر لو۔ آخر اس میں حرج بھی کیا ہے۔"

"حرج تو کوئی نہیں ہے روڈالیبو! بلکہ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن محض تمہارے اطمینان کے لیے میں تمہیں ریہرسل کر کے دکھاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "یہ ریہرسل میں اکیلے ہی کر سکتا ہوں یا..."

"نہیں، تمہارے ساتھی کے لیے ریہرسل کرنا ضروری نہیں۔ ایک آدمی کے لیے ریہرسل بہت کافی ہے۔"

"تو آؤ روڈالیبو! لیکن تم مجھ سے ایک قدم پیچھے رہو گے۔ اگر میں کوئی غلطی کر دوں تو ٹوک دینا۔ میں اس مقام کی طرف جا رہا ہوں جہاں ایک جیپ ہماری منتظر ہو گی۔"

روڈالیبو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے کیمپ کے مشرقی حصے کے راستے ٹھیک اس جگہ کے چکر لگا کر دکھا دیا جہاں پروگرام کے مطابق رات کے وقت جیپ کھڑی ہوئی ملتی۔

"غالباً اس جگہ تمہیں جیپ کھڑی ہوئی ملے گی۔" میں نے رکتے ہوئے روڈالیبو سے کہا۔ "میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی روڈالیبو؟"

روڈالیبو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے صحیح مقام پر آ گئے۔"

"اور مجھے تمہاری حیرت پر حیرت ہو رہی ہے۔ جو نقشے تم نے مجھے فراہم کیے ہیں ان پر تم نے بڑی وضاحت سے نشانات لگائے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو مجھے یہ کام چھوڑ کر کوئی اور دھندا دیکھنا چاہیے۔"

"تمہاری اس بات سے میں متفق ہوں۔" روڈالیبو نے کہا۔ "اب اگر تم کہو تو میں جیپ بھی منگوا لوں تاکہ تم وہ مقام بھی دیکھ لو جہاں میرے آدمی تمہیں روکنے کی کوشش کریں گے۔"

"ضرورت تو نہیں ہے لیکن حسب سابق محض تمہاری تسلی کے لیے میں یہ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

روڈالیبو نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور ذرا سی دیر بعد وہاں جیپ پہنچ گئی۔ میں نے کچھ کہے بغیر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور روڈالیبو میرے برابر میں بیٹھ گیا۔

"اب میں تمہیں دکھاؤں گا کہ تمہاری رہنمائی کے بغیر بھی میں اس مقام کی نشاندہی کر سکتا ہوں جہاں ہمیں ایک نام نہاد مقابلہ کرنا ہو گا۔"

روڈالیبو نے بڑے غور سے مجھے دیکھا۔ "ابھی سورج نہیں ڈوبا ہے اس لیے ممکن ہے تم سیدھے اس جگہ جا پہنچو لیکن رات کو جس وقت تمہیں سفر کرنا ہو گا اس وقت گہری تاریکی ہو گی اور آس پاس کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہو گی۔ اس وقت تمہارے لیے اس مقام کی صحیح نشاندہی ناممکن سی بات ہو گی۔"

"یقین کرو روڈالیبو! رات کی تاریکی میں بھی اس مقام تک پہنچنا میرے لیے اتنا ہی آسان ہو گا جتنا دن کی روشنی میں۔"

"میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"رات کی تاریکی میں کسی اجنبی جگہ پر پہلی ہی کوشش میں بغیر بھٹکے ہوئے کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟"

"تم نے نقشے میں اس جگہ نشان لگا دیا ہے جہاں تمہیں روکنے کی کوشش کرنے کے لیے تمہارے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے اور میں نے نقشے اچھی طرح ذہن نشین کر لیے ہیں۔ نقشوں سے مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ جگہ کیمپ سے کتنے فاصلے پر ہے۔ سمت کا اندازہ بھی ہے۔ اب مجھے جن چیزوں کا خیال رکھنا ہے وہ سمت اور فاصلے ہوں گے۔ فاصلے کا تعین جیپ کی رفتار اور وقت کو ذہن میں رکھ کر ہو جائے گا۔ پھر وہاں تک پہنچنا کیا مشکل ہے؟"

"تم ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔" روڈالیبو نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمہارا اعتماد قابلِ رشک ہے۔ میں نے اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو اتنے اعتماد سے کام کرتا ہو۔"

"کمال ہے روڈالیبو! میرے خیال میں تو آدمی کو صرف وہی کام کرنا چاہیے جس کے بارے میں وہ مکمل طور پر پُراعتماد ہو۔ اگر اسے خود میں اعتماد کی ذرا سی بھی کمی محسوس ہو رہی ہو تو پھر اس کام سے ہاتھ کھینچ لینا ہی بہتر ہے۔"

روڈالیبو مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے بریک لگا کر جیپ روک دی۔ روڈالیبو نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ "ارے ہم پہنچ گئے۔" اس نے کہا۔ "میں تو باتوں میں ایسا محو ہوا کہ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا۔"

"میں غلط جگہ تو نہیں رکا روڈالیبو؟"

"نہیں، تم بالکل صحیح جگہ رکے ہو۔ میرے آدمی اسی چٹان کے پیچھے تمہارے منتظر ہوں گے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب واپس چلتے ہیں۔" میں نے تنگ پہاڑی راستے پر جیپ موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ جیپ موڑنے میں مجھے خاصی دقت ہوئی اس لیے کہ وہ سفر کرنے کا کوئی باقاعدہ راستہ نہیں تھا اور روڈالیبو نے بھی شاید وہ

راستہ اس لیے منتخب کیا تھا کہ ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر یہاں سے دور نکل جائیں۔

"مجھے ایک بات کی طرف سے بہت تشویش ہے روڈالفیو" میں نے دفعتاً کہا۔

"کیا؟" روڈالفیو نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"جس طرح ان لوگوں نے جیک کو توڑنے کی کوشش کی تھی اسی طرح ممکن ہے تمھارے کسی اور آدمی پر بھی طبع آزمائی کی گئی ہو؟"

"نہیں اس بات کا امکان نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"اگر ایسا ہوتا تو وہ شخص اب تک ہماری نظروں میں آچکا ہوتا۔" روڈالفیو نے کہا۔

"تمھارا خیال درست نہیں ہے روڈالفیو! جیک تو محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہماری نظروں میں آگیا تھا۔ اگر وہ خاموشی سے ڈی فوسٹر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو جانے وقت گزرنے کے بعد ہمیں کچھ معلوم ہو پاتا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک آدمی ایک وقت دو افراد کو کیسے کی جا سکتی ہے۔ انھیں پہلے اس کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اگر انھوں نے کسی اور کو بھی آفر کر دی ہے تو اسے حماقت ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"ہمارا سابقہ جن لوگوں سے ہے روڈالفیو وہ سیکرٹ ایجنٹ کہلاتے ہیں۔ تم شاید نہ جانتے ہو لیکن میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ سیکرٹ ایجنٹس کبھی ایک ذریعے پر اکتفا نہیں کرتے۔ اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ دوسرے ملک میں کام کرنے کی وجہ سے ان کی زندگیوں کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے اس لیے وہ وقت ضائع کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کام کرنے کے جتنے ذرائع انھیں میسر آسکتے ہیں بیک وقت ان سب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت سفاک، بے رحم اور بدعہد قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، اگر جیک ڈی فوسٹر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو وہ اسے ایک لاکھ ڈالر ادا کر دیتے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیتے اور ڈی فوسٹر کو لے کر فرار ہو جاتے۔"

"لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اگر انھوں نے جیک کے علاوہ کسی اور کو بھی یہ آفر کرنے کی حماقت کی ہوتی تو کیا ڈی فوسٹر کو کیمپ سے نکال لے جانے کی کوشش میں ان دونوں افراد میں تصادم کا خطرہ نہ ہوتا!"

"تم نے بہت اچھا نکتہ اٹھایا ہے روڈالفیو" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ بات ہے اگر ایک سے زائد افراد ڈی فوسٹر کو نکالنے کے چکر میں پڑتے تو ان کی کوشش میں ان میں آپس میں تصادم کا خطرہ ہوتا اور تصادم کے نتیجے میں ڈی فوسٹر تو نکل پاتا، ان لوگوں کا راز افشا ہو جاتا۔ ان سیکرٹ ایجنٹوں نے اس نکتے کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔"

"پس تو ثابت ہوا کہ صرف جیک ہی وہ کالی بھیڑ تھا جسے ان لوگوں کی طرف سے کوئی آفر ہوئی تھی۔" روڈالفیو نے خوش ہو کر کہا۔

"اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے روڈالفیو! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ انھوں نے ہمارا پروگرام معلوم کرنے کے لیے تمھارے کچھ لوگوں کو توڑنے کی کوشش کی ہو؟"

"تم تو ہوش اڑا دینے والی باتیں کرتے ہو۔" روڈالفیو نے خوف زدہ سے انداز میں ہنس کر کہا۔

"قبل اس کے کہ کسی ناگہانی سے ہمارے ہوش اڑ جائیں ہمیں امکانات کا جائزہ لے لینا بہتر ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم آدمی کسی بھی ناگہانی کے لیے ذہنی طور پر تیار تو ہوتا ہے۔"

"تو پھر بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے۔" روڈالفیو نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا اپنے آدمیوں کو ٹٹولنے کی کوشش کروں؟"

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے روڈالفیو۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس لیے اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ضروری تو نہیں ہے کہ فرار کے پروگرام پر آج ہی عمل کیا جائے۔ ہم کوئی اور پروگرام بنا لیں گے اور اس پر کسی اور روز عمل کر لیں گے۔"

"اب تو کوئی خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا روڈالفیو! یہ بات ان لوگوں کے علم میں آچکی ہے کہ ڈی فوسٹر تمھارے کیمپ میں موجود ہے اور اس کے بعد یہاں گزرنے والا ہر لمحہ ڈی فوسٹر کے لیے خطرے کا پیغام لائے گا۔"

ہم کیمپ میں واپس پہنچ چکے تھے۔ میں نے جیپ روک دی اور ہم جیپ سے اتر گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور فضا میں تاریکی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

"یہاں رکنے میں بھی خطرہ ہے اور فرار ہونے میں بھی خطرہ ہے تو پھر کیا کریں؟" روڈالفیو نے کہا۔

"یہاں رکنے میں زیادہ خطرہ ہے لہٰذا طے شدہ پروگرام پر ہی عمل کیا جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہاں ان لوگوں کے مقابلے کے لیے ایک پورا گروپ موجود ہے جبکہ اگر انھوں نے تمھیں راستے میں کہیں گھیر لیا تو تم تنہا ہو گے۔"

پہلی بات تو یہ کہ تم نے ان کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہمارے مقابلے پر کئی ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹ ہیں یہ تو ابھی نہیں معلوم کہ ڈی فوسٹر کی یہاں موجودگی کی خبر کس ملک کے ایجنٹوں تک پہنچی ہے۔ اگر یہ خبر سارے ممالک کے ایجنٹوں تک پہنچ گئی تو تمھارے آدمی کس کس کا مقابلہ کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پروگرام کے راز کا افشا ہو جانا محض ایک قیاس ہے اور قیاس بھی ایسا جس کے صحیح اور غلط ہونے کے امکانات برابر کے ہیں۔ لہٰذا میری رائے میں تو قیاس پر فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ کیا خیال ہے؟"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" روڈالفیو نے کہا۔ "فرض کرو اگر ان سب نے مل کر کیمپ پر چڑھائی کر دی تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور کیمپ الگ تباہ ہو جائے گا۔ اس تباہی کے بعد بھی اگر ڈی فوسٹر کے بچ جانے کی ضمانت دی جا سکتی تو میں تمھیں فی الحال روکنے پر بڑی اصرار کرتا لیکن چونکہ یہ ضمانت میسر نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم جلد از جلد یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔"

"شکر ہے کہ بات تمھاری سمجھ میں آگئی۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ خود کو بالکل نارمل رکھو اور اپنے کسی آدمی پر کچھ بھی ظاہر مت کرو۔"

"بے فکر رہو۔ میں کسی سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کروں گا۔"

روڈالفیو سے رخصت ہو کر میں واپس پہنچا تو ڈی فوسٹر اور تہذیب انگلر ایکس بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔

"روڈالفیو سے کیا باتیں ہوئیں؟" تہذیب نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔

"وہ مجھے یہاں سے فرار ہونے کی ریہرسل کرا رہا تھا۔" میں نے چھیڑنے والے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"اور کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"نہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

رات تک کا وقت ہم نے زیادہ تر خاموش رہ کر ہی گزارا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ پر کچھ نہ کچھ سوچ رہے تھے۔ ڈی فوسٹر خاص طور پر بہت مضطرب تھا۔ اس کا اضطراب اس کی حرکات و سکنات سے عیاں تھا۔ اسے کسی کل چین نہیں آرہا تھا۔ کبھی لیٹ جاتا، کبھی بیٹھ جاتا اور کبھی ٹہلنے لگتا۔ میں نے اور تہذیب نے اسے کسی بات پر نہیں ٹوکا۔ اس دوران میں رات کا کھانا آیا اور بڑی خاموشی کے ساتھ کھا بھی لیا گیا۔

پھر وہ وقت بھی آگیا جب ہمیں یہاں سے فرار ہونا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب کیمپ میں بستی آوارہ گردی لوٹنے میں ڈوب کر

پیوست ہو جاتے ہیں اور اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ رات کے سناٹے میں کیمپ کے مغربی سرے پر ابھرنے والے فائروں کی پے در پے آوازوں نے سناٹے کا سینہ چھلنی کر دیا۔ مختلف اقسام کے آتشیں اسلحے سے تڑا تڑ فائرنگ ہو رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس فائرنگ نے کیمپ میں ہلچل مچا دی ہوگی لیکن ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سب طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے چنانچہ ہم فرار ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔

ہمیں راستہ بالکل صاف ملا تھا۔ جیپ تک پہنچنے کے دوران ہمیں روڈا لیو کا ایک آدمی بھی نہیں ملا۔ میں ڈی فوسٹر اور تہذیب کو لے کر سیدھا جیپ تک پہنچا تھا۔ جیپ پروگرام کے مطابق [illegible] تھی۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کسی توقف کے بغیر جیپ اسٹارٹ کر دی۔ تہذیب نے ڈی فوسٹر کے ساتھ عقبی حصہ سنبھال لیا تھا۔

"رائفل موجود ہے تہذیب؟" میں نے جیپ کو آگے بڑھاتے ہوئے تہذیب سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "خاصی تعداد میں فالتو راؤنڈ بھی موجود ہیں۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی اور جیپ کی رفتار بڑھانے لگا۔ فائرنگ کی آوازیں بتدریج ہم سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔ پہاڑی ڈھلانوں اور بلندیوں پر جیپ کا سفر جاری تھا۔ میں ممکنہ حد تک تیز رفتاری سے جیپ ڈرائیو کر رہا تھا لیکن پہاڑی راستوں پر زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے جیپ بہت زیادہ رفتار سے بھی سفر نہیں کر رہی تھی۔

عقب سے آنے والی فائرنگ کی آوازیں دم توڑ چکی تھیں اور اب چاروں طرف سناٹے اور ویرانی کا راج تھا۔ تاحد نگاہ جہاں تک جیپ کی ہیڈ لائٹس میں نظر کام کر رہی تھی ویرانے اور پہاڑی چٹانوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کچھ دور مزید سفر کرنے کے بعد ہم نے پہلے فائرنگ کی آواز سنی یہ تو تڑاتڑ سے کافی ہٹ کے ہوا تھا۔ اس کے بعد فائروں کی مسلسل آوازوں نے سناٹے کو مجروح کرنا شروع کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ ڈراما شروع ہو گیا تھا جو میرے مشورے پر روڈا لیو نے کنگ اٹلس کے کہنے سے ترتیب دیا تھا۔ میں بے خوفی سے جیپ ڈرائیو کرتا رہا۔ کسی قسم کے شک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میرے اور تہذیب کے علاوہ ڈی فوسٹر بھی اس ڈرامے سے واقف تھا اور وہ پہلے سے جس طرح سہما ہوا تھا اس کے پیش نظر اگر اس کی توقع کے خلاف اس قسم کا کوئی ہنگامہ شروع ہو جاتا تو خوف کے مارے اس کی گھگی ہی بندھ گئی ہو۔

ذرا آگے بڑھنے کے بعد دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ ابھی وہ جگہ تو آئی نہیں جہاں ہم پر حملہ کیا جانا تھا۔ ان لوگوں نے اتنی بے صبری کا مظاہرہ کیوں کیا۔ ہمارے وہاں پہنچنے میں چند ہی منٹ تو رہ گئے تھے۔ کیا وہ لوگ چند منٹ انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ انھوں نے اتنے فاصلے سے یہ اقدام کیوں کیا؟ انھیں جیپ کے راستے کا بھی علم تھا۔ اتنے فاصلے سے گولیاں برسانا تو نہایت بے معنی حرکت تھی۔ اتنی دیر میں تو اپنے بچاؤ کا انتظام بھی کیا جا سکتا تھا۔

کچھ دیر گولیاں چلنے کا سلسلہ جاری رہا اور پھر دفعتاً ہی دوبارہ پہلے کی طرح سناٹا چھا گیا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ میں الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا مگر میں نے جیپ نہیں روکی۔

"علی!" عقب سے تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "وہ جو سامنے چٹان نظر آ رہی ہے نا، میں نے اسی طرف سے شعلے لپکتے دیکھے تھے۔"

"ہاں۔ فائرنگ اسی چٹان پر سے ہو رہی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ہم اسی چٹان کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔"

تہذیب نے کوئی جواب نہیں دیا اور ڈی فوسٹر تو آواز نکالنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ میں دانتوں پر دانت جمائے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا مگر اس نئی صورت حال کے متعلق میں کوئی رائے قائم نہیں کر پا رہا تھا۔

ابھی ہماری جیپ ان چٹانوں کے سامنے پہنچ بھی نہیں پائی تھی کہ اچانک ہی ہم پر روشنی کی یلغار ہو گئی۔ دونوں اطراف بکھری ہوئی چٹانوں نے تیز روشنی اگلنا شروع کر دی تھی۔ وہ طاقت ور سرچ لائٹوں کی روشنیاں تھیں جنھوں نے ہمارے اردگرد کے علاقے کو منور کر کے رکھ دیا تھا۔ روشنیاں اتنی تیز تھیں کہ دن کا گمان ہونے لگا تھا۔ ان طاقت ور سرچ لائٹوں کے عقب میں دیکھنا تو ممکن نہیں تھا لیکن چٹانوں کے درمیان کئی جگہوں سے ابھری ہوئی رائفلوں کی نالیں ہمیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

"رک جاؤ!" ایک گرج دار آواز سنائی دی۔ "اگر فرار ہونے کی کوشش کی تو جیپ کے ساتھ ساتھ تم سب کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے۔"

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں اس ویرانے میں ان لوگوں نے ہماری ضیافت کے لیے اتنا اہتمام نہیں کیا ہوگا۔ اس لیے میں نے اس وارننگ سے قبل ہی جیپ روک دی تھی۔ جہاں تگ و دو کا منطقی نتیجہ نکلنے کی توقع ہو وہاں کسی قسم کی جدوجہد کرنے کو محض حماقت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس آواز نے میرے جسم میں سنسنی پیدا کر دی تھی۔

[illegible] آواز میں شناسائی کی جھلکیاں تھیں۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی لیکن فوری طور پر مجھے یاد نہ آ سکا کہ وہ آواز میں نے پہلے کہاں سنی تھی؟

"تمہارے پاس جو اسلحہ بھی ہے اسے جیپ سے باہر پھینک دو۔" گرج دار آواز میں دوبارہ کہا گیا۔

میرے پاس تو اسلحے کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی گئی تھی۔ پروگرام تو یہ تھا کہ اس مقام سے کچھ آگے ہم روڈا لیو کے آدمیوں سے مصنوعی مقابلہ کریں گے اور اسی وجہ سے میں نے اپنے پاس کوئی ہتھیار رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی تاہم اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے۔ یہ بات مجھے فراموش نہیں کرنا چاہیے تھی کہ ہمارا مقابلہ معمولی لوگوں سے نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے پر دنیا کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک کے ایجنٹ تھے جن سے ہر وقت ہوشیار رہنا ضروری تھا لیکن مجھ سے جو چوک ہو چکی تھی اب پچھتانے سے اس کا مداوا تو نہیں ہو سکتا تھا۔

میری طرح ڈی فوسٹر بھی نہتا تھا مگر وہ نہتا نہ ہوتا تو بھی کیا فرق پڑ جاتا۔ وہ ذہنی کام کرنے والا کمزور اعصاب کا آدمی تھا۔ ایک سائنس دان جو مہلک ہتھیار ایجاد تو کر سکتا ہے مگر انھیں استعمال نہیں کر سکتا۔ ڈی فوسٹر کے اعصاب پر تو گولیوں کی آوازیں بھی بم کے دھماکوں کی طرح اثر انداز ہو رہی تھیں۔ اس کی گھگی بندھی ہوئی تھی۔ اگر اس کے پاس ہتھیار ہوتا تو بھی وہ اسے استعمال نہ کر پاتا اور اگر استعمال کرتا بھی تو شاید اپنے ساتھیوں کے لیے ہی ہلاکت خیزی کا سامان کرتا۔

تہذیب کے پاس البتہ ایک رائفل تھی جو مصنوعی مقابلہ کرنے کے لیے روڈا لیو نے مہیا کی تھی۔ مقابلہ تو خیر کیا کرنا تھا، اب ہم مصیبت میں پھنس گئے تھے اور جس طرح میں نے جیپ روک دی تھی اسی طرح تہذیب کے پاس بھی رائفل پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اور اس نے کیا بھی یہی۔ سناٹے میں رائفل کے سنگلاخ زمین پر گرنے سے زور دار آواز پیدا ہوئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

میرے دونوں ہاتھ جیپ کے اسٹیئرنگ پر تھے۔ جیپ اور اس کے اردگرد کا پہاڑی علاقہ تیز روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بے حس و حرکت بیٹھا تھا مگر میری آنکھیں تیزی سے گردش کر رہی تھیں لیکن بے سود۔ گویا چٹانوں کے عقب سے جھانکتی ہوئی متعدد رائفلوں کی نالوں کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس صورت حال میں رائفل پھینک کر تہذیب نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا تھا۔

تہذیب کے رائفل پھینکنے کے چند لمحوں کے اندر اندر چٹانوں کے عقب سے کئی مسلح افراد برآمد ہوئے اور انھوں نے جیپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ان سب کے چہرے نقابوں میں پوشیدہ تھے۔ انھوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ ہم کسی قسم کی مزاحمت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اسی لیے وہ بلا جھجک جیپ کے بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ میں خاموشی سے اسٹیئرنگ پر بیٹھا ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ ان میں سے کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کسی نے مجھے کالر سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے جیپ سے نیچے کھینچ لیا۔ میں بڑے بے ڈھنگے انداز میں زمین پر گرا اور مجھے اپنے جسم پر چند ٹھوکریں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مزید پٹائی سے بچنے کے لیے مجھے تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو جانا پڑا۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب کے ساتھ بھی ایسا ہی بے رحمانہ سلوک کیا گیا تھا۔ پھر ان لوگوں نے ہم تینوں کے ہاتھ ہماری پشت پر مضبوطی سے باندھ دیے۔ ہماری جامہ تلاشی لے کر انھوں نے ہمارے پاس موجود ہر چیز اپنے قبضے میں لے لی تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں ان میں سے کس کی آواز میں نے پہلے بھی سنی تھی۔ میں ابھی تک یاد نہیں کر سکا تھا کہ مجھے اس آواز میں شناسائی کی جھلکیاں کیوں محسوس ہوئی تھیں۔ اگر وہ سب نقاب پوش نہ ہوتے تو شاید بولنے والے کا چہرہ دیکھ کر ہی مجھے کچھ یاد آ سکتا۔

ہمارے ہاتھ باندھنے کے بعد ان لوگوں نے ہمیں جارحانہ انداز میں دھکیلنا شروع کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ہمیں دھکیلتے ہوئے ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں ایک چٹان کے عقب میں ایک بڑی سی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اس وین کا عقبی دروازہ کھولا گیا اور ان لوگوں نے ہمیں وین کے اندر پھینک دیا اور اس کے بعد خود بھی وین کے پچھلے حصے میں گھس گئے۔ تین افراد البتہ وین کے اگلے حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہم نے ایک دھماکا سنا۔ غالباً بم مار کر ہماری جیپ کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ ہم بری طرح پھنس کر رہ گئے تھے لیکن ہمارے پاس خاموشی کے سوا کیا چارہ کار تھا۔ ہمیں جانوروں کی طرح وین میں ٹھونسا گیا تھا اور ہم اس سلوک کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند نہیں کر سکتے تھے۔ ان لوگوں کے تیور سے اس قدر درندگی ٹپک رہی تھی کہ ہم ذرا بھی چوں چرا کرنے کی کوشش کرتے تو کچھ عجب نہیں تھا کہ وہ ہمیں مار کر ہماری لاشیں وہیں پھینک کر آگے بڑھ جاتے۔ میری طرح تہذیب بھی صورت حال کی سنگینی بھانپ چکی تھی۔ اسی لیے اس نے بھی چپ سادھ رکھی تھی اور ڈی فوسٹر میں تو اتنی ہمت تھی ہی نہیں کہ ان لوگوں سے کسی قسم کے سوال جواب بھی کر سکتا۔ اس پر تو سکتہ طاری تھا۔

پہاڑی ناہموار راستوں پر وین اچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی۔ وین کے فرش پر پڑے رہنے کی وجہ سے ہر جھٹکا سہنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ لوگ تو بیٹھے ہوئے تھے لیکن ہم لوگ بہت برے حال میں تھے۔ وہ قیامت کا سفر ثابت ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ایک

کہیں ختم نہ ہونے والا سفر کر رہے ہیں۔ سفر کسی صورت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ پے در پے لگنے والے جھٹکے آخر ہم کہاں تک برداشت کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تہذیب اور اس کے بعد میں بھی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

پھر صبح کے وقت ہمارے سفر کا اختتام ہوا۔ گاڑی رکنے کے احساس سے مجھے کچھ ہوش آیا تھا۔ تہذیب [illegible] غنودہ سے انداز میں آنکھیں کھول کر دیکھا تھا مگر ان لوگوں [illegible] بوری کی طرح کھینچ کر ہمیں اٹھایا، جھنجھوڑا، اٹھایا گیا، بس گھسیٹے [illegible] نے ہمیں وین سے باہر پھینک دیا۔ ان کے اس سلوک [illegible] بعد غنودگی ہوا ہو گئی۔ اس کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر ہمیں [illegible] ہی سے دھکیلتے ہوئے ایک کمرے تک لے گئے۔

یہ اور ڈی فوسٹر کے بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن مجھے [illegible] حالانکہ میں نے دیکھ لیا۔ ہمارے سفر کا اختتام ایک عمارت پر ہوا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ میں اس عمارت کا تفصیلی جائزہ لے سکتا۔ ہمیں ایک کمرے میں دھکیل کر ان لوگوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کمرے میں فرنیچر نامی کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ بس فرش پر قالین بچھا تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ آتش دان تھی کر دیواروں پر سجاوٹ کے لیے بھی کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ ایک کھڑکی تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ چھت بھی خاصی بلند تھی اور دیواروں میں اگرچہ روشن دان موجود تھے مگر سپاٹ دیواروں پر چھپکلی کی طرح رینگ کر ہی ان تک رسائی ممکن تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔

تمام راستے کی تکلیف دہ سفر کے باعث میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ تہذیب کا چہرہ بھی اترا ہوا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی سخت تکلیف میں ہے اور ڈی فوسٹر کے چہرے پر تو مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ بے سدھ انداز میں قالین پر لیٹا ہوا تھا اور آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ہاتھ پشت پر بندھے ہونے کے باعث وہ ٹھیک سے لیٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی حال میرا اور تہذیب کا بھی تھا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر جب یہ خاموشی زیادہ ہی طویل ہونے لگی تو میں نے بولنے میں پہل کی۔

"کچھ اندازہ ہوا تہذیب؟" میں نے کہا۔

"کیا؟" تہذیب نے چونک کر کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے میری بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"شاید یہی کہ یہ لوگ کسی ملک کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہیں جن کے ہتھے ہم چڑھ گئے ہیں۔"

تہذیب مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میں کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے تہذیب؟" میں نے تیز قسم کی سرگوشی میں کہا۔ "خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔"

"میں... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ اس کی آواز میں بے پناہ نقاہت تھی۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا۔

"حالات بھی کا سفر بے حد تکلیف دہ تھا۔" میں نے کہا۔ "اور ممکن ہے آئندہ ہمیں اس سے بھی زیادہ خراب حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ اس وقت کیا ہو گا؟"

تہذیب مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میری بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "ہاں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"کیا تم بہت زیادہ تکلیف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے... جیسے میرے بازو اکھڑ جائیں گے۔ میرا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔" تہذیب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے تہذیب! اگر تم اپنی تکلیفوں کی طرف توجہ دو گی تو تمہیں اور بھی زیادہ تکلیف محسوس ہو گی۔ بھول جاؤ کہ تم کس حال میں ہو۔"

"اگر صرف میرے ہاتھ کھل جائیں تو میری تکلیف آدھی رہ جائے گی۔ ہاتھوں کی مدد سے کم از کم میں اپنے جسم کے دکھتے ہوئے حصوں کو دبا تو سکوں گی۔"

"میں چاہوں تو تمہاری بندشیں کھول سکتا ہوں۔ اور اس میں شاید پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہ لگے مگر میں ایسا کروں گا نہیں۔"

تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "تم مجھے کیسے کھولو گے؟ تمہارے ہاتھ تو خود بندھے ہوئے ہیں۔"

"انگلیاں تو آزاد ہیں نا۔ تمہاری طرف پشت کر کے میں اپنی انگلیوں کی مدد سے تمہارے ہاتھ آزاد کر سکتا ہوں۔ ذرا سی وقت ضرور ہو گی مگر یہ ناممکن نہیں ہے۔"

"تو تم دیر کیوں کر رہے ہو؟" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میرے ہاتھ کھل گئے تو میں بآسانی تمہاری اور ڈی فوسٹر کی بندشیں کھول سکوں گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یہ ہمارے حق میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"بے وقوفی مت کرو علی!" تہذیب کا لہجہ ملتجیانہ ہو گیا۔ "کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اس طرح ہم بے بسی کی حالت میں مارے جائیں گے۔ ہاتھ کھلے ہوں گے تو ہم کم از کم اپنا دفاع تو کر سکیں گے۔"

"ان لوگوں نے ہمارے ساتھ جس جارحیت کا مظاہرہ کیا ہے اسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفاکی اور بے رحمی ان لوگوں پر ختم ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ذرہ برابر رعایت کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیں اور انھیں زیادہ سے زیادہ غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں۔"

"تمہاری باتوں سے شکست خوردگی جھلک رہی ہے۔" تہذیب نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم ان لوگوں سے خوف زدہ ہو گئے ہو۔"

"میں ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوں تہذیب! لیکن کوئی ہلاکت خیز قدم اٹھانے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

"تمہاری منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" تہذیب بے بسی سے بولی۔ "کیا تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ میں شدید تکلیف میں مبتلا ہوں؟"

"میں خود بھی تو اتنی ہی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ لیکن نڈر ہی خود سے دشمنی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تم سے۔"

"الجھی ہوئی باتیں مت کرو علی! مجھے کم از کم سمجھاؤ تو کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ تمہاری ذہنی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں ضرور تمہیں سمجھا دیتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، میری ذہنی حالت ٹھیک ہے۔ تم کچھ بتاؤ تو سہی، میں سمجھنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں ہم کن لوگوں کی قید میں ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے ان لوگوں کا تعلق کسی ایسے ملک سے ہے جو ڈالروں کے حصول کے چکر میں ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئیں۔" میں نے کہا۔ "گویا تم تسلیم کرتی ہو کہ جن لوگوں کی قید میں ہم ہیں وہ کسی ملک کے سیکرٹ ایجنٹ ہیں؟"

"ہاں، جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ان میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچا جا سکتا۔"

"سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"علی!" تہذیب نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟"

"جو کچھ میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو تہذیب تاکہ میں بات آگے بڑھا سکوں۔"

تہذیب نے جواب دینے سے قبل ایک لمحے کے لیے مجھے گھورا۔ "سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں میں تمہیں کیا بتاؤں؟"

"ان کی استعداد، ان کا رویہ اور ان کے کردار کے معیار کے بارے میں بتاؤ۔"

"ہر ملک اپنے ذہین ترین افراد میں سے ان کا انتخاب کرتا ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ بے انتہا محبِ وطن ہوتے ہیں، نہ بکنے والے اور اپنا کام نکالنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں... بس یا کچھ اور؟" تہذیب نے مجھے گھورا۔

"بہت ہے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ وہ لوگ جو اپنے ملک کے ذہین ترین لوگ ہیں، کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کے ہاتھ کھول کر آزاد ہو سکتے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے بے خیالی میں انھوں نے اس بات پر غور ہی نہ کیا ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ سیکرٹ ایجنٹ اپنے ہر کام میں ماہر ہوتے ہیں۔ ان سے بے خیالی میں بھی اس قسم کی حرکت نہیں سرزد ہو سکتی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انھوں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے؟"

"یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے۔"

"تم کس طرح یہ ثابت نہیں کر سکو گے کہ اس حرکت سے انھیں کس قسم کا فائدہ ہو سکتا ہے؟"

"وہ ہمیں پرکھنا چاہتے ہیں کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔ اگر ہم نے اس طرح خود کو آزاد کرا لیا تو یقین کرو ہمارا مستقبل بہت مخدوش ہو جائے گا۔ وہ ہمیں کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے لیکن اگر ہم اسی طرح چپ چاپ بندھے پڑے رہے تو وہ ہمیں کسی خاص اہمیت کا حامل تصور نہیں کریں گے۔ پھر ممکن ہے ہم جھوٹ سچ بول کر ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر انھوں نے ہمیں آزاد نہیں بھی کیا تو بھی کم از کم وہ ہماری طرف سے کسی قدر غلط فہمی میں تو مبتلا ہو ہی چکے ہوں گے اور ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر ان کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کامیاب کوشش تو کر سکیں گے۔"

تہذیب چند لمحے میری باتوں پر غور کرتی رہی پھر بولی: "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! واقعی ہماری بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ہم یونہی بندھے پڑے رہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میری باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئیں۔"

"سوال یہ ہے کہ ہم آخر ہیں کس مقام پر؟ کیسے پہنچ گئے؟" تہذیب نے کہا۔

"غلطی ہماری ہے تہذیب! جب ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ ڈی فوسٹر کی بو سونگھتے ہوئے روڈولیو کے کیمپ تک آ پہنچے ہیں تو ہمیں بے حد محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اس سے زیادہ ہم اور کیا احتیاط برت سکتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں کتنی خاموشی سے تو ہم وہاں سے نکلے تھے۔"

"نہیں، ہمیں چاہیے تھا کہ آخری وقت میں اپنا پروگرام تبدیل کر دیتے، کسی اور راستے سے سفر کرتے۔ ان لوگوں نے روڈا ایلیو کے آدمیوں کو ذریعے یقیناً ہمارا پروگرام معلوم کر لیا ہوگا۔"

"خیر وہ تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ان لوگوں سے کیا جھوٹ بولو گے؟"

"ہم ان پر یہ ہرگز ظاہر نہیں کریں گے کہ ہم ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف ہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ ڈی فوسٹر کو ایک مخصوص مقام تک پہنچانے کے لیے ہماری خدمات کرائے پر حاصل کی گئی تھیں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زیادہ مناسب بیان اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا لیکن کیا وہ لوگ ہماری بات پر یقین کر لیں گے؟"

"نہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ ہماری بات پر یقین کرتے ہیں یا نہیں۔ ان کے پاس ہمارے بیان کی صحت کو پرکھنے کا کوئی ذریعہ تو ہوگا نہیں۔"

"لیکن ان لوگوں نے روڈا ایلیو کے آدمیوں سے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کی روشنی میں تو ہمارا جھوٹ پکڑا جائے گا۔" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"خوش قسمتی سے روڈا ایلیو کا کوئی بھی آدمی نہ تو ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف تھا اور نہ ہی ہماری اصلیت سے۔"

"تب تو واقعی اس بات کا امکان ہے کہ یہ لوگ ہمارا جھوٹ نہ پکڑ سکیں۔" تہذیب نے کہا۔

"امید تو یہی ہے۔ اور محض اس بات پر کہ یہ لوگ ہمارے بارے میں تاریکی میں ہیں ہم محفوظ بھی ہیں ورنہ زندگی کی کوئی امید نہ رہ جاتی۔"

"لیکن یہ لوگ سلسلے سفاک ہیں علی! انھوں نے روڈا ایلیو کے ان تمام آدمیوں کو ختم کر دیا جن سے ہمارا مختصر سا مقابلہ ہوتا تھا۔ ان سے یہ توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے کہ ہمیں چھوڑ دیں گے؟"

"ان سے کسی قسم کی توقع رکھنا محض حماقت ہے۔ لیکن روڈا ایلیو کے ان آدمیوں میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔"

"کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ وہ روڈا ایلیو کے ملازم تھے اور ہم کرائے کے لوگ ہیں ــ بات تو ایک ہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ مسلح تھے اور اگر یہ لوگ انھیں نہ مار دیتے تو وہ ان کے عزائم دیکھ کر ان سے مقابلہ شروع کر دیتے لہٰذا انھوں نے ان کو قبل از وقت ہی ٹھکانے لگا دیا تاکہ مقابلے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے اور وہ بہ آسانی ہمیں اغوا کر سکیں۔ انھیں ہلاک کر دینا تو ان کے لیے ناگزیر تھا۔"

"اور چونکہ ہم سے انھیں اتنا خطرہ نہیں ہوگا اسی لیے ہم توقع کر سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ ذرا مختلف قسم کا سلوک کریں گے۔" تہذیب پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ہاں امید پر دنیا قائم ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ روڈا ایلیو کے آدمی خواہ مخواہ ہی مارے گئے۔"

دفعتاً ہم نے ڈی فوسٹر کے کراہنے کی آوازیں سنیں۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اور تہذیب خاموش ہو گئے۔ ڈی فوسٹر نے آنکھیں کھول کر چند لمحے اس طرح آنکھیں پٹ پٹائیں جیسے کچھ سمجھ میں نہ آ رہا ہو پھر نحیف آواز میں بولا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"ہم دشمنوں کی قید میں ہیں۔" میں نے کہا۔ "یاد نہیں، انھوں نے ہمیں راستے میں گھیر لیا تھا۔"

"اُف وائے... ہاں، مجھے یاد آ گیا۔ انھوں نے ہمیں قید کر لیا تھا لیکن میرے ہاتھ تو کھولو۔ میں مرا جا رہا ہوں۔"

"کیسے کھولیں ڈی فوسٹر، ہم تو خود بندھے ہوئے ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"ہاں، تم لوگ بھی کیا کر سکتے ہو، میری طرح تم بھی بے بس ہو۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا، پہلے ہی سمجھ رہا تھا۔ سب بے بس ہیں۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

ڈی فوسٹر کا دماغ اس کے قابو میں نہیں تھا اسی لیے وہ بے ربط گفتگو کر رہا تھا۔ "حوصلہ رکھو ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میری قسمت ہی خراب ہے۔ میں جانتا ہوں، تقدیر کبھی میرا ساتھ نہیں دے گی۔ میں جو بھی کوشش کرتا ہوں الٹی میرے خلاف جاتی ہے۔"

"کامیابی جتنی بڑی ہو اتنی ہی مشکل سے ملتی ہے ڈی فوسٹر! مشکلات کا مقابلہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"میں کسی اور کو قصوروار نہیں ٹھہراؤں گا۔ غلطی میری اپنی ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ جن لوگوں کے لیے میں نے خود کو خطرے میں ڈالا انھوں نے ہی مجھے اس حال کو پہنچا دیا۔"

"مستقبل پر نظر رکھو ڈی فوسٹر! ماضی میں جو کچھ ہوا اسے یاد کرنے اور اس پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"مستقبل سے بھی کون سی امید وابستہ کی جا سکتی ہے؟" ڈی فوسٹر تلخی سے ہنسا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ "کیا ہم لوگ یہاں بیٹھ کر ایڑیاں چلائیں گے؟ آخر ان لوگوں نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟"

ڈی فوسٹر کے ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور دو افراد نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اور دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ ٹامی گن بردار دروازے پر ہی رک گیا جبکہ دوسرا شخص اندر آ گیا۔

"مسٹر ڈی فوسٹر؟" اس شخص نے اندر آ کر کہا۔ اس کا انداز سوالیہ تھا۔

ڈی فوسٹر نے سر گھما کر اس شخص کی طرف دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" اس نے تلخ لہجے میں پوچھا۔ شاید وہ اپنی زندگی سے عاجز آ چکا تھا۔

"تم ڈی فوسٹر ہو؟" اس شخص نے پوچھا۔

"ہاں، میں ہی ڈی فوسٹر ہوں۔" ڈی فوسٹر غرایا۔ "تم لوگوں نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟"

"ناراض کیوں ہو رہے ہو، ابھی کھولے دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر پہلے تہذیب کے اور پھر ڈی فوسٹر کے ہاتھ کھول دیے۔ مجھے اس نے یوں نظر انداز کر دیا تھا جیسے میں وہاں موجود ہی نہ رہا ہوں۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب اپنی کلائیاں مسل رہے تھے۔

"آؤ، میرے ساتھ چلو۔" اس شخص نے ڈی فوسٹر سے کہا۔

"تم... تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟" ڈی فوسٹر نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

اس شخص نے کوئی جواب دینے کے بجائے ڈی فوسٹر کو بازو سے پکڑا اور اسے گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف لے جانے لگا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں نے کیا قصور کیا ہے۔ مجھے بھی تو کھولتے جاؤ۔"

وہ شخص رک گیا۔ "زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ تمھیں یہ کھول دے گی۔" اس نے تہذیب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس دوران میں ڈی فوسٹر کھڑا ہو گیا تھا اور یہ بات بھی اس کی سمجھ میں آ چکی تھی کہ اگر اس نے ان لوگوں کے کہنے پر چون و چرا عمل نہ کیا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ لہٰذا وہ ان دونوں کے ساتھ لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ ایک بار پھر باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد تہذیب اٹھ کر میری طرف بڑھی اور اس نے میرے ہاتھوں کی بندشیں کھول کر مجھے بھی آزاد کر دیا۔ میں پھرتی سے اٹھ کر بیٹھنے کے چکر میں منہ کے بل قالین پر گرا۔ جسم کے متعدد جوڑ گھٹنوں بندھے رہنے کے باعث تیزی سے حرکت کے متحمل نہیں ہو سکے تھے۔ تہذیب لپک کر میری طرف بڑھی اور جیسے ہی ٹیک کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا علی؟" اس نے تشویش ناک لہجے میں مجھ سے پوچھا۔ "کیا بہت زیادہ نقاہت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں تہذیب! بس بعض اوقات حماقت سرزد ہو جاتی ہے۔ مجھے آہستگی سے حرکت کرنی چاہیے تھی۔ اتنی دیر سے بندھے ہوئے ہونے کے باعث جسم میں کچھ اکڑن سی پیدا ہو گئی ہے۔"

تہذیب میرا سر سہلانے لگی۔ "مجھے بتاؤ جسم کے کن حصوں میں تکلیف محسوس کر رہے ہو؟" تہذیب نے محبت سے کہا۔ "میں دبا دوں گی تو تکلیف کم ہو جائے گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں جان!" میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "تم تو میری مسیحا ہو۔ میری تکلیفوں کے علاج کے لیے تو تمھاری قربت ہی بہت کافی ہے۔"

"گفتگو کرتے وقت موقع محل تو دیکھ لیا کرو۔" تہذیب نے شرما کر کہا۔ "ہم اس وقت دشمن کی قید میں ہیں۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی چاہیے۔"

"ان باتوں کے لیے کوئی موقع محل دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "نہ ہی ان باتوں کے لیے کوئی وقت مقرر ہوتا ہے۔ بس جب بھی تمھاری شخصیت کا سحر غالب آ جائے..."

"او ہو... تو کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے جب جناب اس سحر سے آزاد ہوتے ہیں؟"

"ہاں!" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "جب میں فلسطین کے مظلوموں کے لیے سرگرم عمل ہوتا ہوں۔"

"اب اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرو علی!" تہذیب نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کوشش نہیں... یہ لو اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اب تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"نہیں،" میں نے کہا۔ "لیکن میں ذہنی خلش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔"

"کیا بندھے رہنے کی وجہ سے؟" تہذیب نے متحیر لہجے میں کہا۔

"تم نے وہ آواز سنی تھی جس نے ہمیں رکنے کا حکم دیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں سنی ہوگی۔" تہذیب نے کہا۔ "بڑی بھاری دار آواز تھی۔"

"تمھیں یہ احساس تو نہیں ہوا جیسے وہ آواز تم نے پہلے بھی کہیں سن رکھی ہو؟"

"نہیں تو۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "لیکن اس سوال پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے وہ آواز جانی پہچانی محسوس ہو رہی تھی۔ جب سے وہ آواز سنی ہے اسی الجھن میں ہوں لیکن یاد نہیں آ رہا کہ وہ آواز اس سے قبل میں نے کہاں سنی تھی۔"

"ممکن ہے وہ آواز تمھارے کسی واقف کار کی آواز سے ملتی جلتی ہو اور تمھیں یوں محسوس ہو رہا ہو جیسے تم نے وہی آواز کہیں سنی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی تو ہو جاتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قسم کی مشابہت ہی رہی ہو جس نے مجھے اس خلش میں مبتلا کر رکھا ہے لیکن اگر ایسا ہے تو بھی مجھے یاد آنا چاہیے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس شخص کی وہ آواز تھی وہ آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا ہو؟"

"جب تک مجھے کچھ یاد نہیں آجاتا اُس وقت تک تو میرا امکان قابلِ قبول ہی نظر آ رہا ہے گا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم کیوں ایک فضول بات میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ مت سوچو اس کے بارے میں۔ جو بھی ہوگا خود ہی سامنے آ جائے گا۔"

"یہ فضول بات ہے تہذیب!" میں نے حیرت سے کہا۔ "یہ تو بہت اہم بات ہے۔ اگر ہمیں قبل از وقت علم ہو جائے کہ ہمارا مدِمقابل کون ہے تو ہم بہتر لائحہ عمل طے کر سکیں گے۔"

"وہ تو تب ہے نا کہ جب یاد آئے۔ میں تو کہہ رہی ہوں اگر یاد نہیں آ رہا تو ذہن پر زور مت ڈالو۔ خود ہی یاد آ جائے گا۔"

میں خاموش رہا مگر میرا ذہن بدستور اُلجھا ہوا تھا۔ آخر وہ آواز مجھے شناسا سی کیوں محسوس ہوئی تھی؟

"ان لوگوں کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا علی! ان کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے؟"

"صرف اندازہ ہی کہہ سکتی ہوں کہ یہ فرانسیسی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔"

"اس نتیجے کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کرو۔ بظاہر جس شخص کی آواز ہم نے سنی تھی اس کا تعلق بھی فرانس سے ہی رہا ہوگا۔"

"میں پہلے ہی بہت غور کر چکا ہوں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "جتنے فرانسیسیوں سے میرے تعلقات رہ چکے ہیں ان سب کو اپنے ذہن میں دہرا چکا ہوں لیکن نتیجہ وہی صفر ہے۔"

"اوہ ہو۔" دفعتاً تہذیب اچھل پڑی۔ "کہیں وہ اولیو باورڈ کی آواز تو نہیں تھی؟"

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اولیو باورڈ کا فرانسیسی سیکرٹ سروس سے کیا تعلق؟"

"یہ تو صرف ہمارا اندازہ ہے نا کہ یہ لوگ فرانسیسی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ہمارا اندازہ درست ہو۔"

"تب بھی اولیو باورڈ کے ساتھ فرانسیسیوں کی موجودگی سمجھ میں نہیں آتی۔" میں نے کہا۔

"لیکن یہودی قوم تو رنگ و نسل کے جھگڑوں سے آزاد ہے۔" تہذیب بولی۔

میں نے بہت زور سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "واقعی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسرائیل سے ہو۔ اسرائیل ہی دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کے ایجنٹوں کا تعلق دنیا کے کسی بھی ملک سے ہو سکتا ہے۔ تاہم وہ شخص اولیو باورڈ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اگر وہ اولیو باورڈ ہوتا تو تم نے بھی اُس کی آواز میں شناسائی کی جھلک محسوس کی ہوتی۔"

"تمہاری بات میں وزن ضرور ہے علی لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ کسی وجہ سے آواز بدل کر بول رہا ہو اور تم نے کسی قسم کی مماثلت محسوس کر لی ہو جس پر میں توجہ نہ دے سکی ہوں۔ ویسے بھی میرا اُس سے بہت کم واسطہ رہا ہے جبکہ تم اُس کے ساتھ بہت رہے ہو۔ میرا مطلب ہے تمہارا اور اولیو باورڈ کا تو تقریباً چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔"

"اگر وہ اولیو باورڈ ہی تھا تو سمجھو کہ ہمارے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"ایسی بھی کیا مایوسی!" تہذیب ہنس کر بولی۔ "وہ ہمیں پہچانے گا کیسے؟ ہم دونوں ہی میک اپ میں ہیں۔"

"کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا۔ "اولیو باورڈ کے سامنے کسی میک اپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"اس کے بارے میں سنا تو بہت کچھ ہے۔" تہذیب [illegible] بنا کر بولی۔ "اب سامنا ہوگا تو پتا چل جائے گا کہ وہ ہے کتنے [illegible]"

"میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ [illegible]"

"ایک تم کیا میں نے جس سے بھی سنا ہے [illegible] ہے کہ وہ بے حد چالاک اور عیار آدمی ہے لیکن ہمارے میک [illegible] تے مشکل ہیں کہ . . ."

"اولیو باورڈ کے لیے کسی میک اپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جس طرح عام لوگ ایک دوسرے کو شکل، چہرے یا آواز سے شناخت کر لیتے ہیں اسی طرح اولیو باورڈ کسی شخص کو اس کی چال ڈھال اور جسم کی دیگر حرکات سے شناخت کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اُسے کسی کی صورت دیکھنے اور آواز سننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

تہذیب نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "تو کیا وہ تمہیں بھی شناخت کر لے گا؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"میری بات چھوڑو۔ مجھے اپنے جسم کی حرکات و سکنات پر اتنا اختیار ہے کہ جب چاہوں سب کچھ تبدیل کر لوں لیکن تمہاری وجہ سے میں بھی مارا جاؤں گا۔"

"تو اب یہ بھی تم ہی بتاؤ کہ اس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟"

"صرف کوشش کی جا سکتی ہے۔ کوشش کرنا کہ اپنی چال کے علاوہ اپنی دیگر حرکات پر بھی قابو رکھو۔ لائٹ آف کروزوے والے معاملے میں اُسے شکست دینے کے بعد میں نے اُسے بہت بُری طرح زخمی بھی کر دیا تھا۔ اُس نے عہد کیا تھا کہ اپنی اس ہار کا بدلہ ضرور لے گا۔ اگر اُسے شبہ بھی ہو گیا کہ یہ میں ہوں تو زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"تم تو اسے جانتے ہو [illegible] مجھے بھی خوفزدہ کیے دے رہے ہو۔" تہذیب نے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"میں خوفزدہ نہیں فکرمند ہوں اور تمہیں بھی خوفزدہ نہیں کر رہا بلکہ محتاط رہنے کی تلقین کر رہا ہوں اور محض احتیاطاً کر رہا ہوں ورنہ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ آواز اولیو باورڈ کی ہی تھی۔"

"اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ اولیو باورڈ کی آواز نہیں تھی تو پھر کس بات کا ڈر ہے؟"

"یقین سے اُس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک یاد نہ آ جائے کہ وہ آواز کس کی تھی اور جب تک یاد نہیں آ جاتا اُس وقت تک یہ سمجھنے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آواز اولیو باورڈ کی ہی تھی۔ اس سے فائدہ ہی ہوگا نقصان تو کوئی بھی نہیں۔ احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے۔"

"ہم نے ڈی فورسٹر کے لیے تو کچھ سوچا ہی نہیں۔" تہذیب بولی۔ "یہ لوگ اُسے پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

"ہاں، وہ اُسے لے گئے ہیں۔ اس سے پوچھ گچھ کریں گے۔ وہ اُنھیں کچھ بتائے گا نہیں تو اس پر تشدد بھی کیا جائے گا۔ ممکن ہے وہ اُنھیں بتا ہی دے کہ فارمولے اُس نے کہاں چھپائے ہیں۔"

"اگر اس نے اُنھیں بتا دیا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"ہونا کیا ہے؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہمیں اس مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"تم کتنے اطمینان سے اپنی ناکامی کا تذکرہ کر رہے ہو۔" تہذیب حیرت سے بولی۔

"اس موقع پر اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ ہم بالکل بے بس ہیں۔ کسی چیز پر بھی ہمارا اختیار نہیں ہے علاوہ اس کے کہ بے جا تفکرات سے خود کو دور رکھیں۔"

"مجھے تو اس بے چارے کے بارے میں سوچ سوچ کر افسوس ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ لوگ اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"جیسا بھی سلوک کر رہے ہوں گے اس کا تعلق کسی اچھی قسم سے نہیں ہو سکتا بلکہ بہت ہی بُری قسم کا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"اگر ان لوگوں نے فارمولے حاصل کر لیے تو ہم ایک بہت بڑی رقم کے حصول سے محروم ہو جائیں گے۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں، اگر فارمولے ان کے ہاتھ لگ گئے اور ساتھ ہی ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع بھی مل گیا تو ہم اُنھیں چھوڑیں گے نہیں۔ فارمولے اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے جا سکتے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو علی! آخر ہمیں او شیل ویکاٹیل سے فلسطینی بھائیوں کے لیے رقم بھی تو وصول کرنی ہے۔"

"یہ درست ہے کہ فلسطینی ہمارے بھائی ہیں اور ہم نے اپنی زندگیاں اُن کے لیے وقف کر رکھی ہیں لیکن اب رقم ایک ثانوی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی! اب جو رقم فلسطینیوں پر خرچ ہو سکتی ہے اس کی حیثیت ثانوی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کر سکتا تہذیب کہ اتنے مہلک ہتھیاروں کے فارمولے محض میری وجہ سے غلط ہاتھوں میں چلے جائیں۔ کل کلاں ان کا غلط استعمال ہو اور ان کی وجہ سے کسی ملک پر کوئی تباہی نازل ہو تو میں خود کو قصوروار سمجھوں گا۔ اب یہ فارمولے میری ذمے داری بن گئے ہیں۔ انھیں غلط ہاتھوں میں جانے سے بچانا میرا فرض ہے۔"

"اس مشن میں، میں بھی تمہارے شانہ بشانہ کام کروں گی۔" تہذیب نے دھیرے سے کہا۔

"ایک اسی مشن پر موقوف نہیں ہے تہذیب! اب تو تم تمام زندگی میرے شانہ بشانہ کام کرو گی۔"

"اب تو میں نے تمہارے لیے بہت سے ساتھی بھی مہیا کر دیے ہیں۔ علی گروپ بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔"

"تم نے کیا تذکرہ چھیڑ دیا۔ مجھے بدر یاد آ گیا۔ معلوم نہیں کہاں بھٹکتا پھر رہا ہوگا؟"

"جہاں بھی ہوگا تو ہمیں ڈھونڈتا ہوا ہم تک پہنچ جائے گا، ورنہ ہیڈ کوارٹر واپس چلا جائے گا۔"

"اب تو اُسے واپس ہی جانا پڑے گا۔ ہم تو اس قدر بھٹک چکے ہیں کہ خود ہمیں نہیں معلوم ہم کہاں ہیں۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر چند ہلکی پھلکی ورزشیں کیں جس سے میں خود کو بہت تازہ دم محسوس کرنے لگا۔

ڈی فورسٹر کے جانے کے کوئی ایک گھنٹے بعد ہی دونوں افراد واپس آئے جو ڈی فورسٹر کو لے گئے تھے۔ اس بار اُنھوں نے ہم سے چلنے کو کہا اور ہمیں لے کر ایک وسیع و عریض ہال میں پہنچ گئے۔ اس ہال کی چھت اونچی تھی اور اس میں بے گنت بلب جل رہے تھے۔ ہال کے دوسرے سرے پر واقع دیوار کے ساتھ ایک چبوترہ سا کاؤنٹر نظر آ رہا تھا جس کے عقب میں تین ہیولے نظر آ رہے تھے۔ وہ تین افراد تھے اور کاؤنٹر پر آویزاں رنگین شیشے کی وجہ سے اُنھیں ٹھیک سے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ وہ بس ہیولوں کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ اب ہماری قسمت کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ ہم دونوں جس جگہ کھڑے ہوئے تھے وہاں سے کاؤنٹر کافی دور تھا۔

"تم دونوں کون ہو اور یہاں اس ویرانے میں کیوں سفر کر رہے

تھے۔" ہال میں ایک آواز سنائی دی۔ لہجہ سپاٹ تھا اور بولنے والا اُن تینوں میں سے کوئی ایک تھا جو کاؤنٹر کے عقب میں موجود تھے۔

"ہم دونوں سیاح ہیں جناب۔" میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہنا شروع کیا۔ "بدقسمتی سے سفر کے دوران ہمارے پاس پیسے ختم ہو گئے۔ اس موقع پر کنگ نے ہماری مدد کی۔۔۔"

"کون سے ملک کے کنگ کی بات کر رہے ہو؟" سپاٹ آواز نے سوال کیا۔

"کنگ۔۔۔ کنگ اٹلس کی جناب۔" میں نے ہکلا کر کہا۔ "مسٹر کنگ اٹلس بہت بڑے آدمی ہیں جناب۔ انھوں نے ایک کام کے بدلے ہمیں پانچ ہزار امریکی ڈالر کی پیش کش کی۔ کام چونکہ آسان تھا اس لیے ہم راضی ہو گئے۔"

"اور وہ کام یہ ہوگا کہ ڈی فوسٹر نامی ایک شخص کو روڈابلیو کے پاس سے اغوا کر کے اس کے حوالے کر دو۔" وہی آواز ایک بار پھر اُبھری لیکن اس بار لہجہ سپاٹ نہیں بلکہ طنزیہ تھا۔

میں بُری طرح گڑبڑا گیا لیکن میں نے اپنے انداز سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا جناب؟" میں نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔" اس بار سرد لہجے میں کہا گیا۔

میں نے بڑی تیزی سے غور کیا اور ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

"ڈی فوسٹر نامی شخص کو اغوا نہیں کرنا تھا جناب بلکہ روڈابلیو کے پاس سے اُسے کنگ اٹلس کے پاس پہنچانا تھا۔ مسٹر روڈابلیو تو خود ہم سے تعاون کر رہے تھے۔"

"تمھیں پھر مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔ جب اُسے اغوا نہیں کرنا تھا تو پانچ ہزار ڈالر تمھیں کس خوشی میں ملنا تھے؟"

"ڈی فوسٹر مسٹر کنگ اٹلس کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا اس لیے ہمارا کام یہ تھا کہ اُسے دھوکے سے اُن کے پاس پہنچا دیتے۔ ہمیں اسی کام کا معاوضہ ملنا تھا۔"

"تم نے ڈی فوسٹر کو اپنے ساتھ چلنے پر کس طرح آمادہ کیا؟"

"وہ جرمن نژاد ہے اور خود ہی وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ ہم نے اُسے جھانسا دیا تھا کہ اُسے یہاں سے نکال لے جائیں گے لیکن دراصل ہم اُسے کنگ اٹلس کے حوالے کر دیتے۔"

"ڈی فوسٹر نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ وہ روڈابلیو کی قید میں کیوں تھا؟"

"نہیں جناب! ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ ہمیں تو اپنے پانچ ہزار ڈالر سے غرض تھی لیکن افسوس! اب وہ بھی ہاتھ سے گئے۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں! پانچ ہزار ڈالر ہاتھ سے کیوں چلے گئے؟"

"تب آپ لوگوں نے جو ہمیں قبضے میں کر لیا ہے۔" میں نے کہا مگر میرا دل دھڑکنے لگا تھا۔ منہ سے ایک غلط بات نکل گئی تھی۔

"تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ ہم تمھیں واپس نہیں کریں گے؟" اس بار لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"تو کیا آپ لوگ ڈی فوسٹر کو ہمارے حوالے کر دیں گے؟" میں نے بظاہر خوش ہو کر کہا مگر میرا جملہ کمزور پڑ چکا تھا اور اب گلوخلاصی ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تم نے ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ ہم لوگ کون ہیں اور ہم نے تمھیں کیوں پکڑا ہے؟"

"ہمیں ڈر لگ رہا تھا جناب کہ کہیں آپ لوگوں کو کوئی بات ناگوار گزرے اور ہماری چھٹی ہو جائے۔"

"تمھیں آخری بار مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو ورنہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"ہم نے سب کچھ سچ سچ بتایا ہے جناب۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "آپ چاہیں تو مسٹر کنگ اٹلس سے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں کسی سے کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسروں سے وہ لوگ تصدیق کرتے ہیں جنھیں سچ اور جھوٹ پرکھنے کی تمیز نہ ہو۔ تمھیں سچ بولنے کا جو موقع دیا گیا تھا تم نے اُسے ضائع کر دیا ہے لیکن ہم بے انصاف لوگ نہیں ہیں۔ ایک موقع تمھاری ساتھی کو بھی دیا جائے گا۔ اگر اس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تو اس کے طفیل تمھاری جان بخشی بھی کر دی جائے گی۔ لڑکی تم بتاؤ۔"

تہذیب نے کانپ جانے کی اداکاری کی۔ "ہم... میرے ساتھی نے جھوٹ نہیں بولا جناب۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تمھاری باتیں کچھ تو سچ ہیں مگر اُن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہے۔ تمھیں بار بار موقع دیا گیا مگر تم نہیں مانے۔"

"یہ زیادتی ہے جناب۔" میں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ "ہم نے کون سا جھوٹ بولا ہے؟"

"یہ کہ تم ڈی فوسٹر کی اہمیت سے ناواقف ہو۔ معلوم نہیں تم نے ہمیں کس حد تک بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔ جو شخص بھی ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف ہو، وہ سمجھ سکتا ہے کہ اُسے یونہی کسی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔"

"معلوم نہیں جناب! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" میں نے بے بسی سے کہا لیکن میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اس نے کیا کہا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ میں اس سے متفق تھا۔ ڈی فوسٹر جیسا اہمیت کا حامل شخص یونہی کسی کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"جب تم پر تشدد کیا جائے گا تو ہر بات خود بخود سمجھ میں آ جائے گی۔"

"میرے ساتھ جو چاہے سلوک کر لیجیے۔" میں نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔ "مگر اسے کچھ نہ کہیے گا۔"

"تم سے ہی تو اگلوانے میں لطف آئے گا۔ لڑکی کو واپس لے جا کر بند کر دو اور اسے عقوبت خانے میں لے چلو۔"

ایک شخص تہذیب کی طرف بڑھا۔ تہذیب نے میری طرف دیکھا اور میں نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن میرے اشارے پر مجبور ہو گئی۔

"تم اب بھی ہمیں حقیقت سے آگاہ کر کے خود کو تشدد سے بچا سکتے ہو۔" کاؤنٹر کے عقب سے آواز آئی۔

"اسلحے کے زور پر آپ لوگ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں، ظاہر ہے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم ہمیں طعنہ دے رہے ہو۔ ٹھیک ہے یہ بھی سہی۔ پہلے تمھیں بے بس کیا جائے گا پھر تم پر تشدد کیا جائے گا۔ پندرہ نمبر!" اس نے بلند آواز سے پکارا۔ "اندر آ جاؤ۔"

ہال کا... دروازہ کھلا اور ایک ساڑھے چھ فٹ کا پہلوان ہال میں داخل ہوا۔ اس کے جسم پر پتلون اور آدھی آستین کی سینڈو کٹ بنیان نظر آ رہی تھی۔ اسی کو پندرہ نمبر کہہ کر پکارا گیا تھا۔

"پندرہ نمبر! تمھیں اس شخص کو بے بس کرنا ہے۔ اس کے لیے تمھیں دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا۔"

"دو منٹ بھی بہت ہیں۔" پندرہ نمبر نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا۔

"ہال کے وسط میں آ کر پندرہ نمبر سے مقابلہ کرو۔" مجھ سے کہا گیا۔

"مقابلے کے دوران تمھارے یہ اسلحہ بردار..." میں نے کہنا چاہا مگر کاؤنٹر کے عقب سے میری بات کاٹ دی گئی۔

"مقابلے کے دوران کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔ ان کی یہاں موجودگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم کوئی غلط حرکت نہ کرنے پاؤ۔"

میں نے سر کو اثبات میں جنبش دی اور ہال کے وسط میں آ گیا۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا بہت بُرا ہو رہا تھا۔ لیکن ان سب باتوں پر میرا اختیار بھی تو نہیں تھا۔ ان لوگوں کے سامنے اپنی طاقت اور مہارت کا مظاہرہ کرنا اچھا نہیں تھا لیکن یہ اس سے تو بہتر تھا کہ میں ویسے ہی عقوبت خانے میں لے جایا جاتا۔

ہال کے سرے پر نیم بیضوی کاؤنٹر کے عقب میں موجود تین افراد میں سے ایک نے اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی میرا حریف مجھ پر جھپٹ پڑا۔ جھپٹا تو میں بھی تھا اس پر لیکن یہ صرف دھوکا تھا۔ اس سے جسمانی تصادم میرے حق میں مضر ثابت ہو سکتا تھا اس لیے میں اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کے نیچے سے غوطہ لگا کر اس کے عقب میں پہنچ گیا۔ اُس کے ہاتھ کے نیچے سے گزرتے وقت میں نے اُس کی پسلیوں پر زوردار کہنی رسید کی تھی جس کا اُس کی صحت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ تاہم اس کے منہ سے کراہٹ خارج ہوئی اور قدموں میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔

وہ سنبھل کر پلٹا اور دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔ اس بار میں نے ایک عجیب حرکت کی۔ میں زمین کی طرف جھکا اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر قلابازی کھا گیا۔ وہ مجھے زمین کی طرف جھکتے دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھٹکا تھا اور اسی لمحے میں قلابازی کھاتے ہوئے میرے دونوں پیر اُس کے منہ پر پڑے۔ میں اُچھل کر کھڑا ہوا اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پندرہ نمبر کے منہ پر زبردست چوٹ لگی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ میں اُس پر حملہ کرنے کی کوشش کروں تو وہ مجھے اپنی گرفت میں لے لے۔ اور میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک بار اس کی گرفت میں آنے کے بعد نجات ملنا مشکل ہی ہوگا۔

میں اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اُس پر حملہ کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے زیر کرنے کے لیے اسے دو منٹ دیے گئے تھے۔ اگر وہ دیے گئے دو منٹ میں مجھے زیر نہ کر پاتا تو شکست اس کی ہوتی میری نہیں۔

"ایک منٹ گزر چکا ہے پندرہ نمبر۔" ہال میں آواز اُبھری۔ "کیا تم نے شکست تسلیم کر لی ہے؟"

پندرہ نمبر ایک بار پھر مجھ پر جھپٹ پڑا اور میں نے ایک بار پھر اس کا وار خالی دیا۔ تیسری بار میں نے اس پر ریسلنگ ہی کا ایک داؤ آزمایا اور وہ اُچھل کر زمین پر جا پڑا۔ یہ اس مقابلے کا اختتام تھا اس لیے کہ دو منٹ پورے ہو گئے تھے اور وہ مجھے زیر کرنا تو کجا مجھے چھونے تک میں ناکام رہا تھا۔

"تم ہار چکے ہو پندرہ نمبر۔" آواز گونجی۔ "اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمھیں مزید تربیت کی ضرورت ہے۔"

پندرہ نمبر شکست خوردہ انداز میں سر جھکائے کھڑا تھا۔ سینڈو کٹ بنیان کی آستین سے اس کے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلیاں اب بھی پہلے ہی کی طرح پھڑک رہی تھیں۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے سر کو قدرے خم کرتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ تمھیں ایک اور مقابلہ کرنا ہوگا۔ پندرہ نمبر! تم باہر جاؤ اور دس نمبر! تم آ کر اس شخص سے مقابلہ کرو۔"

پندرہ نمبر باہر چلا گیا اور ایک اور شخص اندر داخل ہوا۔ یہ پندرہ نمبر کی طرح دیوقامت نہیں تھا۔ مجھ میں اور اس میں انیس بیس کا ہی فرق رہا ہوگا۔ گویا اس سے مقابلہ کرنے میں مجھے خود کو بچانے کی

کوشش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پندرہ نمبر کی طرح آٹھ بھی حرف
دوست دے گئے۔ وہ میرے لیے خاصا سخت حریف ثابت ہوا۔
طاقت کے اعتبار سے اگرچہ وہ برتر نہیں تھا لیکن جسمانی لڑائی کی تکنیک
سے واقف ہونے کی وجہ سے اس سے مقابلہ کرنا بہت مشکل رہا۔ میں محض
اپنی پھرتی کی وجہ سے اس کے سامنے ٹکنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

"حیرت ہے دس نمبر!" کاؤنٹر کے عقب سے اسی شخص نے کہا جو
شروع سے اب تک بول رہا تھا۔ "تم بھی ناکام ہو گئے!"

"مجھے وقت بہت کم دیا گیا تھا جناب!" دس نمبر نے خود بات مجھے
میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو!" تحیر زدہ آواز آئی۔ "تمھارا مد مقابل کوئی ماہر لڑاکا
تو نہیں ہے اور مجھے تم تو بیک وقت تین آدمیوں سے مقابلہ کر سکتے ہو۔"

"جو شخص میرے مقابلے پر دو منٹ گزار دے، وہ یقیناً لڑائی کے
فن میں مہارت رکھتا ہوگا جناب!"

"گویا اب اس کا مقابلہ ایک نمبر سے کرانا پڑے گا!"

"نہیں!" کاؤنٹر کے عقب سے اس بار ایک دوسری آواز ابھری۔
"ایک نمبر سے مقابلہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ پانچ نمبر ہی بہت کافی
رہے گا۔"

میں اس آواز کو سن کر چونک پڑا۔ یہ وہی آواز تھی جو پہلے بھی مجھے
شناسا محسوس ہوئی تھی اور اس عمارت میں پہلی بار سنائی دی تھی۔ میں نے
کاؤنٹر کے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن رنگین شیشے کی وجہ سے
عقب میں بیٹھے ہوئے تینوں افراد کو دیکھنا مشکل تھا۔ میں بری طرح
بے چین ہو گیا لیکن بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے مشکلات میں اضافہ
ہی ہوتا۔ اس لیے میں اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا۔

"پانچ نمبر اس وقت موجود نہیں ہے اس لیے ایک نمبر سے ہی مقابلہ
کرا دیتے ہیں۔ ہمیں اس سے ویسے بھی کوئی دلچسپی تو ہے نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" میری شناسا آواز نے کہا۔ "ایک نمبر کو مقابلے پر لانا
سخت حماقت ہے۔ پانچ نمبر کی واپسی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ ان لوگوں نے ایک
نمبر سے میرا مقابلہ نہیں کرایا۔ دس نمبر سے ہی نمٹنا میرے لیے دوبھر
ہو رہا تھا ایک نمبر سے کیا مقابلہ کرتا۔

"اسے واپس لے جاؤ۔ پانچ نمبر آ جائے تو پھر لے آنا۔"

میں ایک بار پھر اسی جگہ واپس آ گیا جہاں سے لے جایا گیا تھا۔
تہذیب قالین پر بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر میری طرف لپکی۔

"کیا ہوا علی! وہ لوگ تم پر تشدد کرنے کی باتیں کر رہے تھے!"

"میری زبان سے نکلنے والا جملہ وقتی طور پر تشدد سے محفوظ کر گیا
ہے۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آگے دیکھو کیا ہوتا ہے!"

تہذیب بھی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ "کون سا جملہ جو تم نے پڑھا؟"

"میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ لڑنے کے دوران بے بس کرنے کے بعد
ہی وہ مجھ پر تشدد کر سکتے ہیں۔"

"اوہ!" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے چکر میں پڑ گئے اور انھوں نے
ایک دیو قامت پہلوان کو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے بلا لیا۔ اس کا
نمبر پندرہ تھا۔"

"پندرہ نمبر کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب تو نہیں معلوم بس انھوں نے اسے پندرہ نمبر کہہ کر مخاطب
کیا تھا۔ وہ مجھ پر اپنی برتری ثابت نہیں کر سکا تو دس نمبر کو مقابلے پر
لایا گیا۔۔۔"

"اس کے بعد پانچ نمبر آیا ہوگا!" تہذیب نے شوخی سے کہا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ نمبر ان لوگوں کی مہارت کے اعتبار
سے دیے گئے ہیں۔ جس کا نمبر ایک ہوگا وہ سب سے زیادہ لڑاکا ہوگا۔
پندرہ نمبر والا جسمانی طور پر پہلوان تھا مگر اس میں کچا پن تھا۔ اس
لیے وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ دس نمبر والا جسمانی طاقت کے اعتبار سے
اگرچہ کمتر تھا مگر اس نے مجھے بہت پریشان کیا۔ پانچ نمبر اس وقت
موجود نہیں تھا اس لیے وقتی طور پر بلا ٹل گئی ہے۔ اب اس سے مقابلہ
ہوگا تو خدا جانے وہ میرا کیا حشر کرے گا!"

"علی یار خان کے مذہب میں مایوسی گناہ ہے!" تہذیب نے کہا۔
"پہلے تو میں نے کبھی تمھیں مایوس نہیں دیکھا۔"

"اسے مایوسی کہتے ہیں!" میں نے تہذیب پر آنکھیں نکالیں۔ "یہ
فکرمندی کہلاتی ہے۔"

"فکرمند ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ پانچ نمبر بھی تم پر حاوی
نہیں آ سکے گا۔"

"یہ تو بہت برا ہوگا۔ کیونکہ ان کے پاس ایک نمبر بھی موجود ہے
اور یقیناً وہ ماہر ترین شخص ہوگا۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تو ان لوگوں سے اس قسم کی بات کرنے
کی کیا ضرورت تھی جس کے جواب میں اب بیٹھے بسور رہے ہو۔"

"اگر یہ بات منہ سے نہ نکل گئی ہوتی تو اس وقت ٹکٹکی پر بندھا
ہوتا!" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو علی ورنہ بڑی مصیبت کھڑی
ہو جائے گی۔"

"اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی!" میں
نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ دو چار
افراد کا معاملہ ہوتا تو زور آزمائی کر کے نکل جاتے لیکن ان کی تو تعداد بھی بہت
ہے اور سب مسلح بھی ہیں۔"

"اس شخص کے بارے میں کچھ پتا چلا جس کی آواز تمھیں شناسا

محسوس ہو رہی تھی؟"

"ہاں، وہ وہیں کاؤنٹر کے عقب میں موجود تھا۔ لیکن میں اس کی
صورت نہیں دیکھ سکا۔ معلوم نہیں وہ کون ہے۔"

"تم نے غور سے اس کی آواز سنی۔ کیا وہ ادلیو بادرڈ۔۔۔"

"نہیں وہ ادلیو بادرڈ نہیں ہے!" میں نے کہا۔ "اسے تو میں ہر
حال میں شناخت کر لیتا۔ لیکن میں نے اس کی آواز کہاں سنی ہے؟" میں
اپنی پیشانی مسلنے لگا۔ "آخر مجھے یاد کیوں نہیں آتا؟"

"یاد آ جائے گا علی! ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی تو
ممکن ہے کہ اس شخص کی آواز تم نے بہت کم سنی ہو۔ ایک آدھ ہی بار
بصورت دیگر تمھیں یاد نہ آ جاتا کہ وہ کون ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ لیکن ٹھہرو۔۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں
نے اسی مہم کے دوران کہیں اس کی آواز سنی ہو؟"

"تب تو یاد کرنے کی کوشش کرو کہ اس دوران کس کس سے
تمھارا واسطہ پڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم مشرقی جرمنی میں داخلے کے وقت سے ابتدا
کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ایلفرے فریمے اور اس کا ساتھی ٹکرایا۔
اس کے بعد۔۔۔ اوہ!" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے یاد آ گیا تہذیب
یقیناً یہ وہی ہے!"

"سسپنس مت پھیلاؤ!" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔ "جلدی سے
بتاؤ وہ کون ہے؟"

"تمھیں یاد ہے میں ایلفرے فریمے کے بتلائے ہوئے پتے
پر ڈی فوسٹر کو تلاش کرتا ہوا ایک ہٹ تک پہنچا تھا!"

"ہاں ہاں، مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ
اس ہٹ میں ڈی فوسٹر تو نہیں مل سکا تھا البتہ وہاں روسیوں کی
لاشیں ضرور ملی تھیں۔"

"میں نے یہ بھی تو بتایا تھا کہ دروازہ ایک شخص نے کھولا تھا جو
مجھے ہٹ کے ایک کمرے میں بٹھا کر غائب ہو گیا تھا۔ اس وقت
میں اسے ڈی فوسٹر کا ملازم سمجھا تھا۔"

"تو کیا یہ آواز اسی شخص کی ہے؟"

"ہاں یہ شخص سو فیصد وہی ہے۔ یاد کرنے میں اتنی دقت
اس لیے ہوئی کہ اس سے ملاقات کے وقت میں نے اسے کوئی اہمیت
نہیں دی تھی اور اس کے بعد پھر یہ کہیں نظر نہیں آیا اور اب اچانک
نمودار ہوا تو نہایت پراسرار انداز میں کہ ابھی تک ہم صرف اس کی آواز ہی
سنتے رہے ہیں خود وہ نظر نہیں آیا۔"

"کھودا پہاڑ نکلا چوہا!" تہذیب نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "میں
سمجھی تھی وہ کوئی بہت اہم شخص ہوگا۔"

"تم اسے معمولی بات سمجھ رہی ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو
گئی کہ ہم فرانسیسی سیکرٹ سروس والوں کی قید میں ہیں اور یہی لوگ
ان روسیوں کی موت کے ذمے دار بھی ہیں۔"

"یہ لوگ یا وہ شخص؟" تہذیب نے کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان کسی نمایاں
حیثیت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اندازہ تو کرو کہ یہ شخص تمھارے ڈی فوسٹر
کے ہٹ سے برآمد ہوا تھا جہاں چار روسی مردہ حالت میں پائے گئے۔
ان کی ہلاکت کی ذمے داری اسی اکیلے شخص پر بھی عائد ہوتی ہے۔ اس
نے یقیناً ڈی فوسٹر بن کر ان روسیوں کی خاطر مدارات کی ہوگی جو ان
کے لیے فوری ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اور اس نے یہ حرکت محض اس
لیے کی کہ روسی ڈی فوسٹر تک نہ پہنچنے پائیں۔ میری خوش قسمتی تھی کہ
میں اس وقت وہاں پہنچا جب وہ وہاں سے جانے والا تھا ورنہ اس
کی نظر کرم مجھ پر بھی ضرور پڑتی۔"

"گویا وہ بہت خطرناک آدمی ہے اور اب تو اس کے ساتھ
بہت سے لوگ بھی ہیں۔"

"افرادی کمی بیشی سے کچھ نہیں ہوتا!" میں نے کہا۔ "اور میرے
ذہن میں ایک اور بات آ رہی ہے۔ کیوں نہ ہم ان لوگوں پر اپنی اصلیت
ظاہر کر دیں!"

تہذیب اچھل پڑی۔ "کیا کہہ رہے ہو علی! اگر ہم نے ایسا کیا تو
یہ لوگ فوراً ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔ ہم ان پر اپنی موجودہ اصلیت ظاہر
کریں گے۔ انھیں یہی بات الجھا رہی ہے کہ ناگ لنگ المیس نے ہم پر
اتنا اعتماد کیسے کر لیا۔ اسی وجہ سے انھوں نے ہم پر تشدد کرنے کا
فیصلہ کیا ہے۔ یہ ایک بات ان کی سمجھ میں آ جائے تو ہم فی الحال خود
کو تشدد سے تو محفوظ کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے علی! واقعی یہ بہت ضروری ہے۔" تہذیب نے
اثبات میں سر ہلایا۔ "حیرت ہے کہ پہلے یہ بات ذہن میں کیوں نہیں آئی؟"

"جسم کے ساتھ ساتھ دماغ کی چولیں بھی ہل کر رہ گئی ہیں!" میں
نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ایسے میں کوئی ڈھنگ کی بات کیسے
سوچی جا سکتی ہے۔"

کافی دیر بعد پھر میری طلبی ہوئی۔ مجھے اسی ہال میں لے جایا
گیا۔ ہال کا منظر وہی تھا لیکن اس بار ہال کے وسط میں پہلے سے ایک
شخص موجود تھا۔

"آؤ اور اپنی برتری ثابت کرو!" ہال میں آواز ابھری۔ "پانچ نمبر
تم سے مقابلہ کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

"اب اس مقابلے کی ضرورت نہیں رہی!" میں نے کہا۔ "میں نے
فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں سب کچھ بتا دیا جائے۔"

"پہلے پانچ نمبر سے مقابلہ کرو۔ اس کے بعد ہی کوئی بات ہو سکے گی۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میری خواہش تو یہی تھی کہ میرے ہاتھوں سے کسی کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"او ہو! تمہیں اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہے۔"

"خوش فہمی کا شکار کون ہے اس کا فیصلہ ابھی ہو جائے گا۔"

"پانچ نمبر!" کاؤنٹر کے عقب سے آواز آئی۔ "تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"مقابلے کا فیصلہ ہونے سے قبل کچھ کہنا حماقت ہے۔" پانچ نمبر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ میں اپنے حریف کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

میں حیرت سے پانچ نمبر کو دیکھنے لگا۔ وہ اوسط قد و قامت کا مالک تھا اور اس کی جسامت بھی اوسط درجے کی ہی تھی لیکن میں اس کی دانش مندی کا قائل ہو گیا۔ اگر یہ اس کے سوچنے کا مستقل انداز تھا تو بلاشبہ وہ دوسروں سے کہیں زیادہ ذہانت کا مالک تھا اور ذہین آدمی کچھ زیادہ ہی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔

"اس سے قبل اس کا مقابلہ پندرہ نمبر سے کرایا گیا تھا۔" کاؤنٹر کے عقب سے کہا گیا۔ "وہ اسے چھو بھی نہیں سکا۔ اس کے بعد دس نمبر سے اس کا مقابلہ ہوا اور خوب ہوا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر مقابلہ جاری رکھا جاتا تو ان دونوں میں سے کون فتح یاب ہوتا۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کسی بھی شخص کی سمجھ اور صلاحیتیں اس وقت تک سامنے نہیں آ سکتیں جب تک کہ اسے آسانی کڑے امتحان میں نہ ڈال دیا جائے۔ دس نمبر کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اسے زیر کرنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی لیکن اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے اس نے مقابلہ جیتنے کی کوشش ہی نہ کی ہو۔ جب تک اس کی مہارت میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔"

"تمہاری باتیں سن کر مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے پانچ نمبر!" میں نے کہا۔

اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر کچھ میں نے کہا۔ "وہ تو بہت سادہ سی حقیقت ہے۔ اس میں خوف زدہ ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"انکسار برتنے والوں سے میں ہمیشہ ڈرتا رہتا ہوں کیونکہ میں نے ہمیشہ دعوے کرنے والوں کو نقصان اٹھاتے دیکھا ہے۔"

"یہاں باتیں کرنے کا مقابلہ نہیں ہو رہا۔" غصیلی آواز اُبھری۔ "مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

تیار کیا ہونا تھا۔ ہم دونوں تو مقابلے کے لیے پہلے ہی تیار تھے۔

میرا حریف بظاہر خطرناک نظر آ رہا تھا لیکن اس کی حقیقت کیا تھی یہ تو مقابلے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

اسٹارٹ کی آواز کے ساتھ مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس بار بھی مجھے زیر کرنے کے لیے پانچ نمبر کو صرف دو منٹ دیے گئے تھے۔ اسٹارٹ کی آواز کے ساتھ ہی وہ کسی عقاب کی طرح مجھ پر جھپٹا۔ اس نے بڑے ماہرانہ انداز میں مجھ پر یکے بعد دیگرے تین وار کیے۔ پہلا وار دائیں ہاتھ سے، دوسرا بائیں ہاتھ سے اور تیسرا دائیں پیر سے۔ میں اس کے پہلے دو وار خالی دینے میں کامیاب ہو گیا مگر تیسرے کی زد میں آ گیا۔ اس کی ٹانگ میرے گھٹنے کے تقریباً عقبی حصے سے ٹکرائی اور میں اپنا توازن کھو کر فرش پر گر پڑا۔ آگے بڑھ کر مزید حملہ کرنے کے بجائے پانچ نمبر حیرت انگیز طور پر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا۔

میں نے اٹھنے میں بہت تیزی دکھائی۔ نہ صرف اٹھنے میں بلکہ اس پر حملہ کرنے میں بھی۔ اسے مجھ سے اتنی پھرتی کی توقع ہرگز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ میرے دائیں ہاتھ کے پنچ کا نشانہ بننے سے خود کو بچا گیا۔ میں نے اس پر انتہائی خطرناک اور مہلک قسم کا وار کیا تھا۔ میرا پنچ اگر اس کے منہ سے ٹکرا جاتا تو اس کی دونوں آنکھیں بھی ضائع ہو سکتی تھیں۔ میں نے تابڑتوڑ اس پر کئی حملے کیے۔ وہ کئی بار میری زد میں بھی آیا مگر ان میں سے کوئی وار بھی مہلک نہیں تھا۔ پھر ایک بار وہ خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے مجھ پر جوابی حملہ کر دیا۔ اس کے حملوں میں بے حد شدت تھی۔ مجھ پر بہت کڑا وقت آ پڑا تھا۔ مجھے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔

وہ مجھ پر چڑھتا چلا آ رہا تھا۔ مجھے اس کے حملوں سے بچنے کی بھی فرصت نہیں مل رہی تھی کہ اچانک میرا پیر پھسلا اور میرا توازن بگڑ گیا۔ اس کے لیے اتنا موقع بہت تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے میرا دوسرا پیر پکڑ کر کھینچ لیا۔ میں الٹ کر فرش پر گرا لیکن میری ٹانگ بدستور پانچ نمبر کی گرفت میں تھی اور وہ اسے بڑی طرح موڑ رہا تھا۔ میرے پورے جسم میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ ابھی میں اس داؤ کا توڑ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ہال میں ایک آواز گونجی۔

"دو منٹ پورے ہو گئے۔ مقابلہ روک دیا جائے۔"

اس آواز کے ساتھ ہی پانچ نمبر نے میری ٹانگ چھوڑ دی اور ہال کے وسط میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں بھی آہستگی سے اٹھا اور اس کے برابر جا کھڑا ہوا۔

"ہمیں افسوس ہے کہ یہ مقابلہ بھی برابر رہا۔" کاؤنٹر کے عقب سے آواز اُبھری۔ "پانچ نمبر! تم اپنی برتری ظاہر نہیں کر سکے۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

پانچ نمبر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مقابلہ تم نے جیت لیا ہے؟" کاؤنٹر کے عقب سے پوچھا گیا۔

"نہیں۔ اس کے بالکل برعکس۔" میں نے کہا۔ "پانچ نمبر نے مجھ پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔"

"اس مقابلے کے منصف ہم ہیں، تم نہیں۔" غصیلی آواز میں کہا گیا۔ "اور تمہیں ہمارے فیصلے سے اختلاف کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔"

"میں فیصلے سے اختلاف نہیں کر رہا ہوں۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔ "مقابلے کے نتیجے کے اعتبار سے یہ فیصلہ بالکل درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانچ نمبر نے میرے ساتھ رعایت برتی ہے۔ اسے مقابلے کے دوران کم از کم دو بار ایسے مواقع حاصل ہوئے تھے جب یہ مجھ پر فیصلہ کن ضرب بھی لگا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں اسے فاتح تسلیم کرتا ہوں اور اپنی شکست کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک عالی ظرف شخص سے شکست کھائی ہے۔"

چند لمحوں کے لیے ہال پر سناٹا مسلط ہو گیا۔ میں حالات کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

"تم اس الزام کے بارے میں کیا کہتے ہو پانچ نمبر؟" سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"یہ بات درست ہے جناب!" پانچ نمبر نے سر جھکا کر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟"

"میں جانتا ہوں جناب!" پانچ نمبر نے کہا۔ اس کا سر کچھ اور جھک گیا تھا۔

"پھر تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہو گے؟"

"میں اسے ایسی کوئی ضرب لگائے بغیر زیر کرنا چاہتا تھا جو اس کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارا مقابلہ کسی محاذ پر نہیں ہو رہا تھا۔ اگر یہ اس طرح مقابلے پر کسی مہم کے دوران آتا تو کوئی رعایت نہ برتتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مجھ سے مقابلے سے قبل کچھ بتانے کو کہہ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو ہم کہیں قیمتی معلومات سے محروم نہ رہ جائیں۔ تیسری وجہ شاید میری تربیت کی خرابی ہے۔"

"تربیت کی خرابی سے تمہارا کیا مطلب ہے پانچ نمبر؟" درشت لہجے میں پوچھا گیا۔

"مجھے اس بات کی تربیت دی گئی ہے جناب کہ صرف اپنے جانی دشمن کو ہی نقصان پہنچاؤ۔ میں اپنی اس خامی پر معذرت خواہ ہوں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ تمہارا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

پانچ نمبر سر جھکائے ہال سے باہر چلا گیا۔

"اب تم بتاؤ، تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" مجھ سے کہا گیا۔

"میں نے اور میری ساتھی نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کو ساری بات بتا دی جائے۔"

"جب تمہیں پہلے سچ بولنے کا مشورہ دیا گیا تھا تو تم نے اسی وقت یہ فیصلہ کیوں نہیں کر لیا تھا؟"

"ہماری عقلیں ماؤف ہو چکی تھیں جناب! ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا چکر ہے۔"

"اب سمجھ میں آ گیا؟" طنزیہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"نن... نہیں جناب!" میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "سمجھ میں تو اب بھی کچھ نہیں آیا۔"

"پھر اب تم نے فیصلہ کیوں کر لیا؟"

"تشدد سے بچنے کے لیے جناب!" میں نے کہا۔ "ایک بڑی رقم تو ہاتھ سے نکل ہی چکی، اب خود پر تشدد بھی کروائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ سچی کہانی بھی سنا دو۔"

"میں ایک ایک لفظ سچ بولوں گا جناب! انگس اٹلس ہمارے آنجہانی باپ کا دوست ہے۔ اس نے پانچ ہزار ڈالر کے علاوہ بھی ہمیں ایک بڑی رقم دینے کی پیشکش کی تھی لیکن وہ رقم ہمیں اس وقت ملتی جب ہم ڈی نوسٹرو کو اس کے پاس پہنچا دیتے۔ اب ظاہر ہے، ہم اس اضافی رقم سے محروم ہو گئے۔"

"ڈی نوسٹرو کو انگس تک پہنچانے کا کام تو کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اس کے پاس بھی آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے۔"

"اس نے بتایا تھا کہ ڈی نوسٹرو کے چکر میں کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اس کے آدمیوں کو پہچانتے ہیں، اس لیے وہ اپنے آدمیوں سے کام نہیں لینا چاہ رہا تھا۔ ہم لوگ اجنبی تھے اس لیے کسی کی نظروں میں آئے بغیر خاموشی سے یہ کام کر سکتے تھے۔"

"تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ ڈی نوسٹرو کی اتنی اہمیت کس وجہ سے ہے؟"

"پوچھا تھا جناب! لیکن اس نے نہیں بتایا۔ کہنے لگا، تمہیں صرف رقم سے غرض ہونی چاہیے۔"

"سوال یہ ہے کہ تمہاری ان باتوں پر کس طرح یقین کر لیا جائے؟ ممکن ہے تم نے پھر کوئی جھوٹ بولا ہو۔"

"ہم آپ کے قبضے میں ہیں جناب! آپ اپنے ذرائع سے ہمارے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک تمہارے بیان کی تصدیق نہیں ہو جاتی، اس وقت تک تم ہمارے قبضے میں رہو گے۔"

"کیا... کیا اس کے بعد ہمیں چھوڑ دیا جائے گا؟" میں نے بے چینی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، اگر تمھاری تمام باتیں سچ ثابت ہوئیں تو تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"میں ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں جناب! کوئی شخص کھانے پینے بغیر کتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے؟"

"تم جاؤ، کھانے پینے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔"

میں دونوں افراد کی معیت میں تہذیب کے پاس پہنچا دیا گیا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہمارے لیے ناشتا بھی پہنچا دیا گیا۔ تہذیب کو میں نے ساری باتیں بتا دی تھیں۔

"لیکن علی!" تہذیب نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "تم شکست کیسے کھا گئے؟"

"کیوں؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔ میں شکست نہیں کھا سکتا؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب گڑبڑا گئی۔ "دراصل میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ...."

"رہنے دو۔ مجھے خوب معلوم ہے تم کیا کہنا چاہ رہی تھیں۔ اگر تم نے اپنے طور پر مجھے ناقابلِ شکست سمجھ لیا ہے تو یہ تمھارا اپنا قصور ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں ایک سے ایک ماہر موجود ہے۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میں نے ایسی کوئی بات تو نہیں کی تھی جس پر تم اس قدر ناراض ہو گئے۔"

"یہ بھی تمھاری غلط فہمی ہے کہ میں ناراض ہو گیا لیکن بہتر ہے کہ تم اپنے نظریات درست کر لو۔ یاد رکھو کوئی بھی انسان ناقابلِ شکست نہیں ہو سکتا۔ انسان تو ویسے ہی خطا کا پتلا ہوتا ہے۔ میں تو یہی سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ پانچ نمبر کی مہارت کا یہ عالم تھا تو ایک نمبر کس قیامت کی چیز ہو گا۔"

"غور کرو تو میرا قصور بھی کچھ اتنا زیادہ نہیں۔ جو شخص بھی تمھارے کارنامے سنے گا وہ تمھیں ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے گا۔"

"مجھے دوسروں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تو بس تمھیں ٹھیک دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ٹھیک ہو گئی۔" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ "اب تمھیں ناقابلِ شکست نہیں سمجھوں گی۔"

ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ تہذیب کا بلاوا آ گیا۔ وہ لوگ تہذیب کو اپنے ساتھ لے گئے۔

تہذیب کی واپسی کوئی آدھے گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اس دوران میں کمرے میں ٹہلتا رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں تھی۔" میرے پوچھنے پر تہذیب نے بتایا۔ "وہ مجھ پر جرح کر رہے تھے۔"

"میرا تازہ بیان جرح کی وجہ بنا ہو گا۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا اندازہ تھا۔"

"اگر تمھیں پہلے سے اندازہ تھا تو کم از کم مجھے تو بتا دینا چاہیے تھا۔"

"کیا فائدہ ہوتا۔ سب کچھ تو تمھارے علم میں ہے اور ہمارے درمیان پہلے ہی طے ہو گیا تھا کہ ہمیں کیا کہنا ہے لہٰذا ان لوگوں کو جرح میں ناکامی ہی ہوئی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔ وہ میری زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلوا سکے جو تمھارے بیان کے خلاف ہوتی۔ انھوں نے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے اور میرا خیال ہے انھوں نے بڑی حد تک مطمئن ہونے کے بعد مجھے واپس بھیجا ہے۔"

"اب ہمیں سکون سے بیٹھ کر نتیجے کا انتظار کرنا ہو گا۔ ممکن ہے وہ اپنے ذرائع سے ہمارے بیانات کی تصدیق کرنے کی کوشش کریں۔"

"انھیں کوشش کرنے دو۔ نتیجہ ظاہر ہے ہمارے خلاف نکلنے سے رہا۔ لیکن علی! کیا یہ لوگ اس کے بعد ہمیں واقعی چھوڑ دیں گے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! زیادہ امکان تو یہی ہے کہ... بے ضرر سمجھ کر یہ لوگ ہمیں چھوڑ ہی دیں مگر ان کے بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہی ہے۔"

ہم دونوں تو بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔ ڈی فوسٹر کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ یقیناً اس پر تشدد کیا جا رہا ہو گا۔ مجھے یہ فکر بھی تھی کہ اگر ڈی فوسٹر نے اپنی زبان کھول دی تو ہمارا کیا بنے گا؟

لیکن پورا دن خیریت سے گزر گیا اور رات ہو گئی۔ میں نے اور تہذیب نے پلک تک نہیں جھپکائی تھی جبکہ پچھلی رات ہم نے مقبرے کے دوران بہت تکلیف کے عالم میں گزاری تھی لیکن جس بے یقینی سے ہم گزر رہے تھے اس میں نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہمیں ہر آن یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بھی وقت دروازہ کھلے گا اور ہماری طلبی ہو جائے گی اور پھر ہم پر فردِ جرم عائد کی جائے گی کہ ہم نے ان سے جھوٹ بولا تھا۔ صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ ڈی فوسٹر زبان کھول دیتا اور اس نے زبان نہیں کھولی ورنہ ہم محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔

جاگتے جاگتے ہمارے اعصاب شل ہو گئے تھے اور پھر ہم پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ اس وقت رات بھی آدھی کے قریب گزر چکی تھی کہ دفعتاً دو سماعت شکن دھماکے سنائی دیے اور اس کے بعد اسٹین گنوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں نے سناٹے کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ ہم لوگ چونکہ نیم غنودگی کی حالت میں تھے اس لیے بری طرح اچھل پڑے۔ تہذیب کھسک کر میرے قریب آ گئی۔

"یہ کس قسم کی آوازیں ہیں علی! کیا ہو رہا ہے؟" اس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔

"انتظار کرو، جو بھی ہے سامنے آ جائے گا۔" میں نے کہا اور تہذیب کو لے کر دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا تاکہ اگر دروازے پر کوئی برسٹ پڑے تو ہم لوگ گولیوں سے محفوظ رہیں۔

پوری عمارت میں گولیاں چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عمارت پر کوئی بہت ہی منظم قسم کا حملہ کیا گیا ہے۔ گولیوں کی آوازیں اتنی تواتر سے آ رہی تھیں کہ ان کی ہولناک آوازوں میں بات کرنا مشکل تھا۔ میں اور تہذیب ایک دیوار سے چپکے حالات کی نئی کروٹ کے منتظر تھے۔

پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جس کی وجہ سے میں دروازے کے سامنے سے ہٹا تھا۔ گولیوں کے ایک برسٹ نے دروازے کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ گولیاں دروازے کو توڑتی ہوئی کمرے کی دیواروں اور فرش پر بچھے ہوئے قالین سے ٹکرائی تھیں مگر ہم محفوظ رہے۔ اس لیے کہ ہم دروازے کے سامنے نہیں تھے۔ ایک گولی نے دروازے کا آہنی قفل بھی توڑ دیا تھا۔ ممکن ہے دروازے پر قفل توڑنے کے لیے ہی برسٹ مارا گیا ہو۔ اس لیے کہ قفل ٹوٹنے کے فوراً بعد کئی افراد دھڑ دھڑاتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ وہ سب کے سب خودکار اسلحے سے لیس تھے اور سب نقاب پوش تھے۔ ان میں سے ایک نے بڑے غور سے ہمیں دیکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

"بس یہاں یہی دونوں ہیں۔ انھیں بھی لے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

وہ ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہمیں جانوروں کی طرح کھینچ کر عمارت سے باہر لائے جہاں ایک لینڈ روور میں ہم دونوں کو ٹھونس دیا گیا۔ لینڈ روور کے عقبی حصے میں ہی ڈی فوسٹر بھی موجود تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر ہم دونوں کانپ اٹھے۔ وہ بے ہوش تھا اور بے ہوشی کے عالم میں بھی اس کے منہ سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ ان لوگوں نے اس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ گرم سلاخوں سے اس کا پورا جسم داغا گیا تھا۔ چہرے کی کھال تک جھلسی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی ایک ایک انگلی کٹی ہوئی تھی جس پر بڑی بے دردی سے پٹیاں کس دی گئی تھیں۔ وہ غالباً کسی دوا کے زیرِ اثر تھا ورنہ اس قدر تکلیف میں تو آدمی بے ہوش بھی نہیں ہو سکتا۔

میں اور تہذیب سناٹے کے عالم میں ڈی فوسٹر کو دیکھ رہے تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ کمزور، ناتواں اور ضعیف شخص اتنا تشدد کیوں کر سہہ گیا۔ میں تو اسے بہت کمزور سمجھ رہا تھا۔ اس کے بارے میں میری رائے یہی تھی کہ وہ تشدد کے خوف سے ہی سب کچھ اگل دے گا۔ تشدد سہنا تو بہت دور کی بات ہے، لیکن میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اس ناتواں شخص نے نہ صرف تشدد سہا بلکہ اس نے زبان بھی نہیں کھولی۔ اگر اس نے زبان کھول دی ہوتی تو میری اور تہذیب کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ گئی ہوتیں۔ اس نے وہ تشدد سہا تھا جس کے سامنے بڑے بڑے جوان مرد اور حوصلہ مند بھی بول جاتے ہیں۔ اس نے جو کچھ کیا تھا کر دکھایا۔ ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ میں دل ہی دل میں بے حد شرمندہ ہوا۔ میری اور تہذیب کی زندگیاں اس ناتواں بوڑھے کی رہینِ منت تھیں۔

ڈی فوسٹر کی حالت میں، میں کچھ اس طرح محو ہوا کہ کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہ گیا۔ ہوش اس وقت آیا جب لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ عقبی حصے میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے اور اگلی نشستوں پر بھی ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ مجھے اور تہذیب کو باندھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی گئی تھی۔ میں حیران رہ گیا۔

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ خود بھی حیران تھی۔ ماجرا ہماری سمجھ سے باہر تھا۔ ان لوگوں سے کوئی بھیانک غلطی ہو گئی تھی۔ جان بوجھ کر تو ایسی حرکت کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ عمارت سے ہمیں کس نے نکالا تھا اور اس وقت ہم کس کے قبضے میں تھے۔ جیپ چلانے والا شخص کون تھا اور وہ ہمیں کہاں لے جا رہا تھا؟

میرا ذہن بڑی تیزی سے صورتِ حال کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا۔ صرف دو امکانات تھے۔ یا تو ہمارے کسی دوست نے ہمیں رہا کرایا تھا کہ ہمیں اس طرح کھلا چھوڑ دیا یا پھر یہ کسی قسم کی غلط فہمی تھی۔ میں نے پہلا امکان فوری طور پر مسترد کر دیا اس لیے کہ وہاں نہ تو کوئی ہمارا دوست تھا اور نہ کوئی ہمدرد — کسی کو یہ معلوم تک نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں جبکہ دوسرا امکان بہت قوی تھا۔

لینڈ روور بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ میں نے لینڈ روور میں نگاہ دوڑائی تو ایک سیٹ کے نیچے لوہے کا ایک بڑا سا ٹکڑا پڑا نظر آیا۔ میں نے آہستہ سے نکال کر اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اب میں کسی بھی لمحے ڈرائیور پر حملہ کر سکتا تھا مگر اس کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ اتنی تیز رفتاری کے دوران ڈرائیور پر حملہ کرنے کا مطلب یہی تھا کہ خود کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا جائے۔

لوہے کا ٹکڑا ہاتھ میں تولتے ہوئے میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔ تہذیب نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ وہ پہلے ہی میرا ارادہ بھانپ چکی تھی اور اس نے خود کو ہر قسم کی ہنگامی صورتِ حال کے لیے تیار کر رکھا تھا۔

میں نے ڈرائیور پر نظریں جما دیں جو بڑے انہماک سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میں تاک میں تھا کہ کسی موڑ پر گاڑی کی رفتار کم ہو تو اس کے سر پر لوہے کا ٹکڑا رسید کر کے اسے بے ہوش کر دوں اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لوں۔ بظاہر لینڈ روور کا تعاقب بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ شاید وہ لوگ ہمیں ڈرائیور کے حوالے کر کے مطمئن ہو گئے تھے۔

پھر اتفاقاً ہی ڈرائیور کی نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اٹھی

اور اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اس نے ایک دم ہی گاڑی لہرائی اور مجھے خود کو سنبھالنے کے لیے سیٹ کا سہارا لینا پڑ گیا۔

"کیا غضب کر رہے ہو چیف!" فوراً ہی ٹونگ سیٹ سے ابھرنے والی آواز میرے اعصاب پر بم کے دھماکے کی طرح لگی۔ اس لیے کہ وہ بڈ کی آواز تھی۔ "میری کھوپڑی کا بیمہ نہیں ہوا ہے۔ اگر تم نے اسے تڑوا دیا تو دنیا بھر کی حسینائیں ایک زبردست قسم کے عاشق سے محروم ہو جائیں گی۔"

حیرت کے اس شدید جھٹکے سے نکلنے میں مجھے چند لمحے لگ گئے۔ پھر میں نے سنبھل کر غراتے ہوئے کہا۔ "یہ تم ہو مسٹر وونڈر بڈ؟"

"ہاں یہ مسٹر وونڈر بڈ ہی ہے چیف! ذرا صبر سے کام لو اور پیچھے کا جائزہ لے لو۔ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہی؟"

"نہیں، دور دور تک کوئی گاڑی نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"بس تو پھر مجھے خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے دو۔ کسی بات کی پروا مت کرو۔ تمھیں محفوظ جگہ لے جا رہا ہوں۔"

تہذیب تو اس قدر حیران تھی کہ اس کے منہ سے کوئی آواز ہی نہیں نکل سکی تھی۔

بڈ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ ہموار سڑکوں پر خاصا سفر طے کرنے کے بعد لینڈ روور ناہموار سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ یہاں آ کر جیپ کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ ناہموار راستوں پر بھی لینڈ روور کافی دیر تک چلتی رہی اور بالآخر ایک جگہ بڈ نے گاڑی روک دی۔

"یہ ایک متروک اور ویران فارم ہاؤس ہے۔" بڈ نے بتایا۔ "یہاں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔"

"گویا چھپنے کے لیے موزوں ترین جگہ ہے۔" میں نے کہا۔

بڈ نے عقبی حصے میں آ کر دروازہ کھولا اور پھر بڑے احترام سے بولا۔

"چیف اور میڈم! باہر تشریف لے آئیے۔"

"یہاں ہم دونوں کے علاوہ ایک شخص اور بھی ہے بڈ!" تہذیب نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے میڈم!" بڈ نے کہا۔ "یہ وہی شخص ہے جس کی وجہ سے اس قدر ہنگامے کھڑے ہو گئے ہیں۔"

"ہاں، اور اس کی حالت خطرے سے باہر معلوم نہیں ہوتی جبکہ اس کی زندگی ہمارے لیے بے حد قیمتی ہے۔"

"بس تو پھر جلدی کیجیے۔ ہم لوگ اسے اسٹریچر سمیت اٹھا کر لیے چلتے ہیں۔"

بڈ کے کہنے پر میں نے جھک کر غور سے دیکھا۔ ڈی فوسٹر واقعی ایک اسٹریچر پر دراز تھا جسے اندھیرے اور افراتفری کے باعث پہلے میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ میں نے بڈ کے ساتھ مل کر اسٹریچر اٹھا لیا اور ڈی فوسٹر کو فارم ہاؤس کی طرف لے چلے۔ تہذیب بھی ساتھ تھی۔ لینڈ روور کے وسط سے لاک کیے اور ہمارے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی۔

فارم ہاؤس کی چوبی عمارت تک پہنچنے کے لیے ہمیں کوئی بیس قدم کا فاصلہ طے کرنا پڑا۔ بڈ کے انداز میں جس قدر اطمینان و سکون تھا اس کے پیش نظر یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ وہ جگہ بالکل محفوظ ہے۔ فارم ہاؤس تک پہنچنے کا راستہ ایسا تھا کہ جس جگہ بڈ نے لینڈ روور پارک کی تھی اس سے آگے اسے لایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

بڈ نے پیر سے فارم ہاؤس کا دروازہ کھولا اور ہم نے اندر داخل ہو کر اسٹریچر زمین پر رکھ دیا۔ سخت اندھیرے کے باعث ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا۔ بڈ نے ایک لیمپ روشن کر دیا اور فارم ہاؤس کے اندر زرد رنگ کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی۔ میں نے فارم ہاؤس پر ایک اچٹتی ہوئی سی نگاہ ڈالی اور پھر میری نظریں ڈی فوسٹر پر جم گئیں جو گہری بے ہوشی بلکہ جاں کنی کے عالم میں تھا۔

"یہ فارم ہاؤس تم نے کیسے دریافت کر لیا بڈ؟" تہذیب نے پوچھا۔

"دریافت کر لیا!" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "ارے یہ میری ماں کا فارم ہے اور وہ صرف ہفتے کی رات کو یہاں آتی ہے۔"

تہذیب بڈ کو گھورنے لگی اور بڈ گڑبڑا گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا خیال ہے باس! کیوں نہ اس لینڈ روور کو فوری طور پر ٹھکانے لگا آؤں؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے ٹھکانے لگا دینا ہی مناسب ہے ورنہ خواہ مخواہ ہمارے لیے مشکلات بھی پیدا ہو سکتی ہیں لیکن بڈ! جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا۔"

"ممکن ہے کچھ دیر لگ جائے مگر تم یہاں بالکل محفوظ رہنا۔ اس لیے کہ فارم ہاؤس میری ماں کا ہے اور ماں مجھ سالی ہوتی ہے اب بھی ویسے تمھاری طرف ہوی کی بھی کیا کہنا ہے؟"

"اگر لینڈ روور کو ٹھکانے لگانا ہے تو جلدی کرو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "فضول بکواس کر کے وقت ضائع مت کرو۔"

"کتنا ہی بڑا کارنامہ کیوں نہ سر انجام دے لو مگر مالک کبھی خوش نہیں ہوتا۔" بڈ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا اور تہذیب سالم ایک عجیب صورت دیکھنے لگی۔

"یہ شخص ایسے کارنامے کر گزرتا ہے کہ اس پر جادوگر ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن فی الحال تو ڈی فوسٹر کے بارے میں سوچو۔ اس کے بچنے کی امید نظر نہیں آتی۔"

تہذیب سالم ایک بار ڈی فوسٹر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں آ کے بڑھ کر ڈی فوسٹر کا جائزہ لیا اور مجھ پر جھرجھری سی طاری ہو گئی۔ اس کا پورا جسم داغ دار ہو رہا تھا۔ پورے جسم پر ایک انچ حصہ بھی ایسا نہیں تھا جہاں کی کھال ادھڑی ہوئی نہ ہو۔

"ان لوگوں نے تو بربریت کی انتہا کر دی۔" تہذیب نے ڈی فوسٹر کی حالت دیکھ کر متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "انھوں نے تو ناز یوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! ایک کمزور اور ناتواں بوڑھے پر اس قدر تشدد کرنا واقعی سفاکی اور سنگدلی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔"

"اور یہ سب کچھ انھوں نے وہ مہلک فارمولے حاصل کرنے کے لیے کیا ہے جو نوع انسانی پر تباہی لانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔"

"اب اگر ڈی فوسٹر کو ہوش آ جائے تو یہ ایک حیران کن بات ہو گی۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ورنہ مجھے تو یہی خدشہ ہے کہ اس کی بے ہوشی کسی بھی وقت موت میں تبدیل ہو جائے گی۔"

"کیا خیال ہے علی! ڈی فوسٹر نے انھیں فارمولوں کے متعلق بتا دیا ہو گا؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! لیکن ڈی فوسٹر کی حالت دیکھ کر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے زبان نہیں کھولی ہو گی۔"

"یہ بہت بڑی بات ہے علی! ڈی فوسٹر کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص معمولی سا تشدد بھی جھیل سکے گا۔"

"بعض جذبے ایسے ہوتے ہیں تہذیب جو انسان سے ناممکن کام بھی کروا لیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے تو خیال ظاہر کیا تھا کہ فارمولے ڈی فوسٹر نے اپنے پاس ہی چھپا رکھے ہیں۔ تم نے اپنے اس خیال کے حق میں دلائل بھی دیے تھے۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔ اور اپنے انھی دلائل کی روشنی میں، میں اب بھی اپنے خیال پر قائم ہوں۔" میں نے کہا۔ "ڈی فوسٹر ایک سائنس دان ہے اور یہ کام اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"اس کے مقابلے پر سیکرٹ ایجنٹ تھے علی!" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر فارمولے ڈی فوسٹر کے پاس ہوتے تو ان لوگوں نے برآمد کر لیے ہوتے۔"

"ممکن ہے وہ لوگ فارمولے برآمد کر بھی چکے ہوں۔ ہمیں کیا معلوم؟"

"نہیں۔" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر فارمولے ان کے ہاتھ لگ جاتے تو وہ ڈی فوسٹر پر تشدد کر کے کبھی اپنا وقت ضائع نہ کرتے بلکہ ممکن ہے وہ اسے شوٹ ہی کر ڈالتے۔"

"بہت جاندار دلیل ہے!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "نہ تو میں اسے مسترد کر سکتا ہوں اور نہ ہی رد کر سکتا ہوں۔"

"اگر میری دلیل اتنی ہی جاندار ہے تو تم اسے قبول کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں انکار کب کر رہا ہوں لیکن اگر کسی صورت ڈی فوسٹر ہوش میں آ جائے تو۔۔۔"

ڈی فوسٹر کے کراہنے کی آواز سن کر میں خاموش ہو گیا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ شاید اسے ہوش آ رہا تھا۔ میں پھرتی سے اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔ تہذیب بھی قریب آ گئی تھی۔

چند لمحوں کے اندر اندر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے جسم کی بوٹی بوٹی لرز رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ "میں۔۔۔ میں کہاں ہوں؟" ڈی فوسٹر کی ڈوبتی ہوئی سی آواز ابھری۔

"تم محفوظ ہو ڈی فوسٹر!" میں نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔ "اب دشمن تمھاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

ڈی فوسٹر بڑبڑانے لگا۔ "انھوں نے فارمولوں کے لیے میری کھال ادھیڑ ڈالی۔" اس نے سسکیوں کے درمیان کہا۔ "وہ سمجھ رہے تھے کہ مائیکرو فلمیں میں نے اپنی کھال میں سی رکھی ہوں گی۔"

"او ہو! تو تم نے انھیں فارمولوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر کراہا۔ "میں نے انھیں فارمولوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"ڈی فوسٹر! بتاؤ ہم تمھارے لیے کیا کریں؟" تہذیب گلوگیر آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں۔ بس میری تدفین قدرے اہتمام سے کر دینا۔" ڈی فوسٹر اٹک اٹک کر بول رہا تھا اور اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ "سنو!" اس نے کہا اور میں اور تہذیب ہمہ تن گوش ہو گئے۔ "میں اب مرنے والا ہوں۔ انھوں نے مجھے بے پناہ اذیتیں دی ہیں۔ میں شاید بات بھی پوری نہ کر سکوں۔ میرے سامنے کے نیچے والے چند دانت نکال لینا۔ ان میں فارمولوں کی مائیکرو فلمیں پوشیدہ ہیں۔۔۔" ڈی فوسٹر نے ہچکی لی۔ موت کی ہچکی۔ اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

اس مظلوم شخص نے بالآخر موت کو گلے لگا لیا تھا۔ وہ ہر تکلیف سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ وہ سر پھرا شخص جس کے سر میں اپنوں کی مدد کرنے کا سودا سمایا تھا، اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ اس دور میں دوسروں کی مدد کرنے والوں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔ ہر خلوص کے جواب میں دھوکے ہی تو ملتے ہیں۔ جس دل میں گداز ہو اسی کو ان دیکھی آگ میں جلنا پڑتا ہے۔ ایسی بھٹی میں سلگنا پڑتا ہے جس کی تپش کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا۔ ڈی فوسٹر تو پھر خوش نصیب تھا جو جلد اپنے انجام کو پہنچ کر ہر اذیت سے محفوظ ہو گیا تھا۔

میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ تہذیب کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"بے چارہ ڈی فوسٹر!" اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔ "کرب

مرنے کے بعد بھی ہمارے کام آ گیا۔"

"عظیم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں تہذیب! کسی کے کام آ کے یقیناً مرتے بھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ڈی فوسٹر کے انجام پر میرا دل رو رہا ہے علی! اس نے تو کسی کے ساتھ کوئی برائی بھی نہیں کی تھی۔"

میں تلخ انداز میں ہنسا۔ "یہ برائی کے پنپنے کا دور ہے تہذیب! پُرخلوص لوگ ہی نقصان میں رہتے ہیں۔ آؤ اس شریف آدمی کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے دانتوں پر طبع آزمائی کریں۔"

"اس کی لاش کی بے حرمتی کرنے کی مجھ میں تو ہمت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی تہذیب! وہ میری ہی ہمت ہے۔" میں نے کہا اور مردہ ڈی فوسٹر کا منہ کھول کر اس کے دانتوں پر زور آزمائی کرنے لگا۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی پڑی لیکن آخر کار میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے صرف دو چھ دانت ہی مصنوعی تھے۔ باقی دانت اصلی تھے۔ میں نے ان مصنوعی دانتوں کو الٹ کر دیکھا۔ ان کے پیچھے سیاہ ڈھکنی لگے ہوئے تھے۔ باقی حصہ دانتوں کو مسوڑھوں میں فکس کرنے کے لیے تھا۔ میں نے وہ مصنوعی دانت تہذیب کی طرف بڑھا دیے اور تہذیب انہیں روشنی میں لے جا کر دیکھنے لگی۔

چند لمحے روشنی میں ان کا معائنہ کرنے کے بعد تہذیب نے اپنے سر سے ہیئر پن نکال کر دانتوں کے ڈھکن اٹھانے کی کوشش کی۔ ذرا سی کوشش کے بعد ڈھکن کھل گئے۔ ان کے پیچھے دانتوں کے خول میں ننھی فلموں کے رول رکھے ہوئے تھے جو تعداد میں چھ تھے اور انتہائی باریک تھے۔ تہذیب ہتھیلی پر پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تمہارا خیال درست ثابت ہو کر رہا۔" تہذیب نے کہا۔ "فارمولے واقعی اس نے اپنے پاس ہی رکھے تھے۔"

"اس کے سوا وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔" میں نے وہ فلمیں تہذیب سے لے کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اندازہ ہے علی کہ یہ فارمولے قبضے میں کرتے ہی خود ہم کس قدر غیر محفوظ ہو گئے ہیں؟"

"مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہے تہذیب لیکن فی الوقت تو ہم محفوظ ہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان ننھی منی فلموں کو حفاظت سے رکھنا بھی ایک مسئلہ ہے۔"

"میرے خیال میں تو فی الحال انہیں ان دانتوں میں ہی واپس رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح یہ زیادہ محفوظ رہیں گی۔"

"یہ بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔" میں خوش ہو کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ انہیں دانتوں ہی میں رکھ دو۔"

تہذیب نے فلموں کے رول واپس دانتوں میں رکھ کر احتیاط سے ان کے ڈھکن بند کر دیے اور میں نے وہ دانت حفاظت سے رکھ لیے۔

"اب ان کے گم ہونے کا امکان نہیں رہا۔" تہذیب نے کہا۔ "پھر ہم نے کیا سوچا تھا علی! اور کیا ہو گیا؟"

"ہاں۔ حالات ہی کچھ اس طرح پیش آئے کہ ہم کچھ بھی نہ کر سکے اور اگر اب بھی ڈی فوسٹر نے ہوش میں آ کر ہمیں فارمولوں کے بارے میں نہ بتا دیا ہوتا تو یہ ڈی فوسٹر کے ساتھ ہی دفن ہو جاتے۔"

باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"اس وقت یہاں کون آ گیا؟" تہذیب تشویش ناک لہجے میں بولی۔

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم تو کسی چیز سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ممکن ہے آنے والا بڈھ ہی ہو لیکن ہمیں چھپ جانا چاہیے تاکہ کسی خطرے کی صورت میں اپنا دفاع تو کر سکیں۔"

میں اور تہذیب ایک ایسے گوشے میں چھپ گئے جہاں سے نہ صرف آنے والے پر نظر رکھ سکتے تھے بلکہ ضرورت پڑنے پر آنے والے کے خلاف کارروائی بھی کر سکتے تھے۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں آئی۔ آنے والا بڈھ تھا۔

"ذرا خیال سے چیف!" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے ہانک لگائی۔ "میں بڈھ ہوں۔ کہیں اچانک ہی مجھ پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔"

میں اور تہذیب اپنی جگہ سے باہر نکل آئے اور بڈھ مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"یقیناً تمہیں دوسری گاڑی کی آواز سن کر حیرت ہوئی ہو گی لیکن یہ گاڑی بھی ایک کرم فرما کی ہے۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے کرم فرما ملتے ہی رہتے ہیں۔"

"کام کی بات کرو۔" تہذیب تیکھے لہجے میں بولی۔ "لینڈ روور کہاں گئی؟"

"اُسے تو میں نے ایک بلندی سے لڑھکا دیا۔"

"تمہارا مسخرہ پن تمہیں اتنی مہلت نہیں دے رہا کہ تم ڈی کی طرف دیکھ سکو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

بڈھ نے مردہ ڈی فوسٹر کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ "تو کیا یہ مر گیا؟"

"ہاں! یہ ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا۔" بڈھ نے جبراً اسا منہ بنا کر کہا۔ "اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔"

"اب فوری طور پر ہمیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اس کی لاش کا کیا کیا جائے؟"

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن وہ ڈی کی طرح اسے بھی کسی بلندی سے لڑھکا آتا ہوں۔"

"بیٹھے!" تہذیب نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد درشت تھا۔ "مسخرے پن میں بعض اوقات تم حد سے گزر جاتے ہو۔"

"مم... معافی چاہتا ہوں میڈم!" بڈھ ہکلا کر بولا۔ "اگر آپ کہیں گی تو اس کی تدفین بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکنے کی بات مت کرو بڈھ!" میں نے کہا۔ "ہمیں یہ کام ابھی اور اسی وقت کرنا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے چیف! یہاں اس کا خاصا معقول بندوبست ہو جائے گا۔"

میں اور تہذیب بڈھ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ فارم خاصا وسیع و عریض معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں بڈھ سے سوال کیا تو اس نے کہا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ یہ فارم کس کی ملکیت ہے۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ یہ ویران اور غیر آباد پڑا تھا۔ میں نے اسے آباد کر رکھا ہے۔"

تہذیب کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ "اور وہ تمہاری محبوبہ؟" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"کون سی والی محبوبہ کی بات کر رہی ہیں میڈم!" بڈھ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "محبوبہ کا نمبر بتائیے۔ نمبر یاد نہ ہو تو یہ بتائیے کہ آپ کس وقت کی بات کر رہی ہیں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟" تہذیب نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"میں کم از کم یاد تو کر سکوں گا کہ اس عرصے میں میری محبوبہ کون تھی۔ یہاں محبوباؤں کی تعداد اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اب صرف محبوبہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ معلوم نہیں آپ کا اشارہ کس محبوبہ کی طرف ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" تہذیب آپے سے باہر ہو گئی۔ "اور ڈی فوسٹر کی تدفین کا انتظام کرو۔"

"یہ کہاں کا انصاف ہے۔" بڈھ بڑبڑایا۔ "خود ہی سوال کرتی ہیں۔ جواب دو تو کہتی ہیں بکواس مت کرو۔ جواب نہ دو تو..."

"تم نے سنا نہیں میں نے تم سے کیا کہا ہے؟" تہذیب نے سرد لہجے میں کہا۔

"سن لیا ہے۔" بڈھ نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور کدال سنبھال کر ایک نرم گوشے کی کھدائی شروع کر دی۔ زمین نرم ہونے کی وجہ سے قبر تیار کرنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ میں نے اور بڈھ نے جلد ہی اتنی زمین کھود لی کہ ڈی فوسٹر کو اس میں بہ آسانی دفن کیا جا سکتا تھا۔

اس بدنصیب شخص کی وصیت بھی کہ اسے اہتمام سے دفن کیا جائے لیکن اس بے سروسامانی کے عالم میں ہم اس کی اس آخری خواہش کا احترام تو کر سکتے تھے مگر اس پر اس کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ہم نے بڑی سوگواری کے ساتھ اس کی لاش ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دی۔ بڈھ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈی فوسٹر کی موت پر میں اور تہذیب بہت افسردہ ہیں۔ اُسے کچھ معلوم بھی تو نہیں تھا۔ اور ہم اس بات سے لاعلم تھے کہ وہ اچانک کہاں سے آ کودا تھا۔

ڈی فوسٹر کی تدفین کے بعد میں نے بڈھ سے پوچھا۔ "تم اس بات سے کیسے واقف ہو گئے بڈھ کہ ہم لوگوں کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"یہ تو بزنس سیکرٹ ہے باس!" اس نے اترا کر کہا۔ "اگر یہی بتا دیا تو پھر باقی کیا بچے گا؟"

میں نے اس کی گدی پکڑ لی۔ "اگر مجھے بتاؤ گے نہیں تو کوئی ہڈی تڑوا بیٹھو گے۔"

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" بڈھ نے اپنی گدی میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بڑی نازک گدی ہے اور بہت سی محبوباؤں کی امانت بھی!"

میں نے اس کی گدی پر دباؤ بڑھا دیا۔ "مجھے معلوم ہے تم شرافت سے نہیں مانو گے۔"

"ہائے میں مرا!" بڈھ بکری کی طرح ممیایا۔ "اسے بتاتا ہوں۔ میری گدی تو چھوڑ دو۔"

میں نے اس کی گدی چھوڑ دی۔ تہذیب ہنس رہی تھی۔

"تم اسی طرح ٹھیک رہتے ہو۔" اس نے بڈھ سے کہا۔

بڈھ اپنی گدی سہلاتا ہوا بُرے بُرے منہ بنا رہا تھا۔

"ایک تو تم لوگ بڈھ کو لنگ ٹاملن کے کیمپ میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے اور اب تمہیں اتنی مشکل سے ڈھونڈا ہے تو یہ سلوک کر رہے ہو۔"

"ہمیں احساس ہے کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی تھی لیکن ہمیں اتنا موقع ہی نہیں مل سکا کہ تمہیں کچھ بتا پاتے۔" میں نے کہا۔

"اور مجھے تو یقین تھا کہ ہم چاہے جہاں بھی پہنچ جائیں تمہاری نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ تم ہمیں ڈھونڈتے ہوئے ہم تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔" تہذیب بولی۔

"اس بھری پری دنیا میں سختی لگانے کے لیے ایک بڈھ ہی تو رہ گیا ہے۔" بڈھ نے منہ بنا کر کہا۔

"تم پھر پٹری سے اتر رہے ہو۔" میں نے بڈھ کو گھورا۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم ہم تک کس طرح پہنچے ہو؟"

"اوہ ہاں!" بڈھ نے سنبھل کر کہا۔ "جب تم دونوں لنگ ٹاملن کے کیمپ سے اچانک غائب ہو گئے تو میں نے تمہاری تلاش شروع

وہ ہمیں فاصلوں کے بارے میں بتاتی رہتی تھی۔"
"یہ سب قسمت کے کھیل ہوتے ہیں علی! سارے کام معجزانہ طور پر ہی ہوتے ہیں اور تقریباً ناکامی کی انتہا پر پہنچنے کے بعد اچانک ہی ہمیں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔"
"اس پورے کھیل میں بڈ کا کردار کلیدی نوعیت کا حامل رہا ہے۔ اس نے عین وقت پر مداخلت کرکے ہاری ہوئی بازی ہمارے حق میں پلٹ دی۔"
"اس میں تو کوئی شبہ ہے ہی نہیں کہ اگر بڈ نہ ہوتا تو ہم تمام عمر اصل فارمولے حاصل نہیں کرسکتے تھے۔" تہذیب نے کہا۔ "اور اب جبکہ وہ فارمولے ہمارے قبضے میں ہیں، یہ سوچو کہ بڈ کا کیا کرنا ہے۔"
"سوچنے سمجھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جیسے بھی ہم نے منصوبہ بندی کی تھی وہ دھری کی دھری رہ گئی۔ فارمولے ہمیں ملے ضرور مگر اس طرح نہیں جس طرح ہم نے سوچا تھا۔"
"تب بھی یہ تو سوچنا ہی پڑے گا کہ کیا یہ فارم ہاؤس محفوظ ہے؟" تہذیب نے کہا۔
"بڈ ذہین آدمی ہے۔ اس نے خوب دیکھ بھال کر ہی کوئی قدم اٹھایا ہوگا۔"
"وہ ذہین سہی لیکن اس فارم کا کوئی نہ کوئی مالک تو ضرور ہوگا۔ وہ اتفاقاً ادھر نکل آیا تو کیا ہوگا؟"
"آدھی رات گئے اس ویرانے میں آئے گا تو پاگل ہی کہلائے گا۔" میں نے بیزاری سے کہا۔
"بڈ وہ گاڑی معلوم نہیں کس کی اٹھا لایا ہے۔ ممکن ہے پولیس گاڑی تلاش کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ جائے۔ کچھ سوچو علی! یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔"
"یہ رات تو بہرحال یہاں گزاری جاسکتی ہے تہذیب! کل دن میں اس پر غور کریں گے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اب ہم سو جائیں۔ تھکن نے جسم کے ساتھ دماغ کو بھی شل کرکے رکھ دیا ہے۔"
"واقعی علی! تم سو جاؤ۔ سوری مجھے خود خیال رکھنا چاہیے تھا کہ تمہیں سخت نیند آرہی ہوگی۔"
میں لیٹ گیا اور تہذیب میرے سرہانے آکر بیٹھ گئی۔ "تم بھی لیٹ جاؤ۔" میں نے تہذیب سے کہا۔
"تم سو جاؤ پھر میں بھی سو جاؤں گی۔" تہذیب نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "مجھے شرمندہ نہ کرو تہذیب! تم بھی تو بہت تھکی ہوئی ہو۔"
"کیسی باتیں کررہے ہو علی! تمہارے کام آکر مجھے خوشی ہوتی ہے۔" اس کی نرم و نازک انگلیاں میرے بالوں سے کھیل رہی تھیں۔

اُس کے ہاتھوں کا لمس مجھے ان دیکھے جہانوں کی سیر کرا رہا تھا۔ سکون کی لہریں میرے پورے جسم میں دوڑتی پھر رہی تھیں۔ شاید یہ لہریں تہذیب کی انگلیوں سے خارج ہوکر میرے جسم میں داخل ہورہی تھیں اور میرے جسم کے ایک ایک رونگٹے سے تھکن کو نچوڑ رہی تھیں۔ اس کی انگلیاں میرے بالوں سے الجھتی رہیں اور میرا ذہن بالکل ہلکا پھلکا ہوگیا۔ میری نظریں تہذیب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔
"آنکھیں بند کرلو علی!" تہذیب نے بڑی محبت سے کہا۔ "تمہیں نیند آجائے گی۔"
"تمہارا پھول سا چہرہ جو نظروں سے اوجھل ہوجائے گا۔" میں نے خمار آلود لہجے میں کہا۔
"نہیں ہوگا۔" تہذیب نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جس روز میرا چہرہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہوگیا میرا اس دنیا میں کوئی کام نہیں رہے گا۔"
"تو میں آنکھیں بند کرلوں؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔
"ہاں۔" تہذیب نے کہا اور اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ دیا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھے اور اسے سہلانے لگا۔ تہذیب کے ساتھ ساتھ نیند کی دیوی بھی مجھ پر مہربان ہورہی تھی اور پھر مجھے احساس بھی نہ ہوسکا کہ میں کس وقت نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔
دوسری صبح آنکھ کھلی تو بڈ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے ناشتے کا انتظام کردیا تھا۔ ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوگئے تو اس نے کہا۔
"بڈ کے لیے اب کیا حکم ہے؟ ویسے میں ڈر رہا تھا کہ صبح یہاں پہنچوں گا تو کمرا خالی ملے گا۔ آپ دونوں غائب ہوں گے پھر آپ لوگوں کی تلاش میں معلوم نہیں کتنا وقت ضائع کرنا پڑتا۔"
"تمہارا اندازہ غلط بھی ہے اور بے جا بھی۔" میں نے کہا۔ "اس لیے کہ جب بھی ایسا ہوا انتہائی مجبوری کے عالم میں ہوا۔ ہم نے جان بوجھ کر تمہیں نظرانداز نہیں کیا۔"
"اگر تم نے جان بوجھ کر بڈ کو نظرانداز کیا تب بھی بڈ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" بڈ نے کہا۔
"یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ "تم پیچھا نہیں چھوڑو گے؟"
"یہ اگر اس طرح پیچھا چھوٹ گیا تو پھر عشق ہی کیا ہوا۔ چیف! تم میڈم کو چاہتے ہو چیف اور بڈ تمہیں۔ جس طرح قسمت کے حالات سے نبرد آزما ہونے کے بعد پھر میڈم کے پاس جاتے ہو اسی طرح بڈ بھی تمہیں تلاش کرہی لیتا ہے۔ یہ تو دنیا ہی ہے چیف! کوئی کسی کے چکر میں اور کوئی کسی کے چکر میں۔"
"اوہو! اب تم ہمیں شرمندہ ہی کیے جاؤ گے۔" تہذیب نے کہا۔ "ہمیں بھی تمہاری صلاحیتوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اگر تمہیں کہیں چھوڑنا پڑ جائے تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ تم ضرور ہمیں ڈھونڈ نکالو گے۔"
"ایسی ہی باتیں کرکے خواتین عموماً مردوں کو بے وقوف بنایا کرتی ہیں لیکن بڈ آپ کو عام خواتین سے بہت مختلف تصور کرتا ہے۔ خیر یہ بتائیے کہ اب بڈ کے لیے کیا حکم ہے؟"
"جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے وہ پورا ہوچکا۔" میں نے کہا۔ "اور ہماری اس کامیابی کا سہرا تمہارے سر ہے۔ اگر تم روبیول کے ساتھ مل کر اس عمارت تک نہ پہنچ گئے ہوتے تو ہمیں یقیناً بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑتا اور ہمارا مشن ناکام ہوجاتا۔"
"کیا تمہیں وہ سب کچھ حاصل ہوچکا ہے چیف جس کے تم خواہش مند تھے؟" بڈ نے پوچھا۔
"میں نے بتایا تو ہے کہ محض تمہاری وجہ سے کامیابی نے ہمارے قدم چومے ہیں۔"
"اگر کام پورا ہوچکا ہے تو پھر ہیمبرگ میں رکنا کیا معنی رکھتا ہے؟"
"اب ہمیں یہاں مزید رکنے کی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے کہا۔ "جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"
"لیکن چیف! یہاں سے نکلنے کے لیے ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟"
"میرا خیال ہے ہیمبرگ کے ساتھ ساتھ ہمیں مغربی جرمنی سے بھی نکل جانا چاہیے تاکہ ان غیر ملکی جاسوسوں سے تو پیچھا چھوٹے جو شکاری کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"
"تب تو کام بہت آسان ہوجاتا ہے۔" بڈ نے اچھل کر کہا۔ "مغربی جرمنی کی سرحد عبور کرکے ہم ڈنمارک میں داخل ہوسکتے ہیں۔"
"ڈنمارک میں داخل ہونا اتنا آسان تو نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔
"جنت کے علاوہ اور جہاں بھی جانا چاہو بڈ اس کا انتظام کرسکتا ہے چیف!"
"اگر تم ڈنمارک میں داخلے کا بندوبست کرسکتے ہو تو فوری طور پر کام شروع کردو۔"
"مجھے صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دے دو چیف! زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے میں میں سارے انتظامات مکمل کرکے واپس آجاؤں گا۔"
"اور اگر اس دوران فارم ہاؤس کا مالک آگیا تو...؟" تہذیب نے کہا۔
"بظاہر تو یہ فارم ہاؤس کسی کی ملکیت نظر نہیں آتا لیکن اگر کوئی آ ہی جائے تو اسے سنبھال لینا چیف! چوبیس گھنٹے کے دوران میں کسی بھی وقت واپس آجاؤں گا۔"
"تم اطمینان رکھو بڈ!" میں نے کہا۔ "اگر کسی کی شامت اسے

یہاں پہنچ ہی لاؤ تو ہم ان اسٹیشن گوزلب سے اس کا استقبال کریں گے۔"

"اطمینان ہی تو نہیں ہوتا۔ ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اب واپس آؤں گا تو تم لوگ غائب ہو چکے ہو گے۔"

"بے فکر رہو۔" میں ہنس کر بولا۔ "اس بار جب تم واپس آؤ گے تو ہمیں یہیں موجود پاؤ گے۔"

"پھر بھی اگر یہاں سے فرار ہونا ہی پڑ جائے تو میرے لیے کوئی ایسی علامت چھوڑ جانا جس کے ذریعے میں تمہارا سراغ لگا سکوں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "تم تو ویسے ہی ہمیں ڈھونڈ لیتے ہو۔"

میڈ چلا گیا لیکن جانے سے قبل وہ ہمارے لیے کھانے کا انتظام کرنا نہیں بھولا تھا۔

اس کی واپسی اگلے روز صبح کوئی بیس گھنٹے بعد ہوئی۔ احتیاطاً ہم نے وہ سارا وقت اندر ہی رہ کر گزارا تھا اور باہر نکلنے سے گریز کیا تھا۔

"میں سارا انتظام کر آیا ہوں چیف۔" اس نے بتایا۔ "ویسے تم لوگوں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔"

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب تم روانگی کی فکر کرو۔" میں نے کہا۔

ہم اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بڑی سفر زیادہ طویل نہیں تھا اور ڈیکے تیار کرائے ہوئے کاغذات کی وجہ سے سرحد عبور کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ میں تمام راستے چوکنا رہا تھا اس لیے کہ کئی ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ یہاں عمل میں تھے اور ان سے مڈ بھیڑ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی لیکن خوش قسمتی سے ہم کسی خطرے کا سامنا کیے بغیر سرحد عبور کر گئے۔

پہلا دن ہم نے اوڈنسے میں گزارا۔ چونکہ اب جاسوسوں کا خطرہ نہیں رہا تھا اس لیے اعصاب پر کوئی دباؤ بھی نہیں تھا۔ ایک ہی دن کے آرام نے ہمارے اندر نئی روح پھونک دی اور دوسرے دن ہم کوپن ہیگن کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوپن ہیگن پہنچ کر ہم ایک عمدہ سے ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔

"یہاں رکنے کی کیا ضرورت تھی۔" تہذیب نے اعتراض کیا۔ "ہم براہ راست پیرس نکل چلتے۔"

"ہمارے پاس مہلک ترین ہتھیاروں کے فارمولے موجود ہیں۔ ہمیں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے۔" تہذیب حیرت سے بولی۔ "دنیا کے بہترین جاسوس اس وقت جرمنی میں جھک مار رہے ہوں گے۔ اب ہمیں کیا خطرہ ہے؟ کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے پاس اتنی قیمتی چیز موجود ہے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ابھی نہیں، پہلے کوپن ہیگن کی سیر کر لیں پھر بتاؤں گا۔ ایک یہ بھی تو ظاہر کرنا ہے کہ ہم سیاح ہیں۔ ذرہ برابر خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ ہمیں بے حد محتاط رہنا ہو گا۔"

تہذیب نے کوئی جرح نہیں کی اور ہم کوپن ہیگن کی سڑکوں پر نکل آئے۔

کوپن ہیگن کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ سن گیارہ سو سٹرسٹھ میں ایک پادری نے اس شہر کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ اس پادری کا مجسمہ اب ٹاؤن ہال کے سامنے استادہ ہے۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا تھا۔ اس وقت کی چھوٹی سی بندرگاہ جلد ہی ایک تجارتی شہر کی صورت اختیار کر گئی اور کوپن ہیگن یعنی تاجروں کی بندرگاہ کہلائی۔ سینٹرل اسٹیشن کے ساتھ ہی کوپن ہیگن کا صدیوں پرانا تفریحی پارک تولی ہے جو پیس ایکڑ سے زائد رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس پارک میں ہمیشہ میلے کا سا سماں رہتا ہے۔ رنگین پھولوں کے تختے، چھوٹی جھیلیں، اچھلتے ہوئے فوارے اور رنگ برنگی مصنوعی روشنیاں شہریوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

ہم بہت دیر تک کوپن ہیگن کے کوچہ و بازار کی سیر کرتے رہے اور پھر ایک ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا جہاں بہت آسانی کھانے میسر تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم ٹاؤن ہال کے پہلو سے گزرتی ہوئی سڑک اسٹروگیٹ پر آ گئے جو اس شہر میں خریداری کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ بڑی بڑی دکانیں اور ڈیپارٹمنٹل اسٹور انواع و اقسام کی اشیاء سے بھرے پڑے تھے جہاں ہر شے دستیاب تھی۔ ہمیں ان دکانوں سے خریداری کرنا تھی اور یہ میرے منصوبے کا دشوار ترین حصہ تھا کیونکہ جو چیزیں خریدنا تھیں وہ کسی کو ہماری طرف سے مشکوک بھی کر سکتی تھیں۔

ہم نے بہت احتیاط سے خریداری کی۔ اس خریداری میں دو گھنٹے سے زیادہ لگ گئے۔ اگرچہ ہم ایک ہی جگہ سے ساری اشیاء خرید سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اور ساری چیزیں الگ الگ دکانوں سے خریدیں تاکہ ہمارے بارے میں کوئی کسی قسم کی رائے قائم نہ کر سکے۔ تمام چیزیں خریدنے کے بعد ہم ہوٹل کی طرف واپس چل دیے۔ اب کوپن ہیگن کی رونقیں ہمارے لیے اپنی کشش کھو بیٹھی تھیں کیونکہ اب ہمیں کام کرنا تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں واپس پہنچ کر تہذیب نے مجھ سے کہا۔ "تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا لیکن اب میری سمجھ میں آنے لگا ہے کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم خود ہی اندازہ لگا لو گی اسی لیے میں نے کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"تم شاید یہ فارمولے اوڈیل میکائیل کے حوالے کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو۔"

"وہ یہودی ہے اور میں دنیا کے کسی یہودی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"گویا تمہارا مقصد یہ ہے کہ یہ فارمولے اوڈیل میکائیل کو نہ دیے جائیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں میں کوئی حتمی بات نہیں کہوں گا لیکن ہم اصل فارمولے بہرحال اس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"سوچ لو یہ معاملہ بہت خطیر رقم کا ہے۔ مطمئن ہوئے بغیر وہ ہمیں بقیہ رقم ادا نہیں کرے گا۔"

"رقم ادا کرنے کا پابند تو وہ صرف اسی صورت میں ہے جب ہم ڈی فوسٹر کو بھی اس کے حوالے کریں اور وہ مر چکا ہے۔"

"تمہارے لہجے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم اس سلسلے میں بہت فکرمند ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"میں فکرمند نہیں ہوں، تشویش میں مبتلا ہوں۔ اس یہودی سے بقیہ رقم نکلوانا بہت ضروری ہے۔"

"تشویش میں مبتلا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ایسا بندوبست کریں گے کہ اوڈیل میکائیل ہمیں بقیہ رقم ادا کرنے سے انکار نہیں کر سکے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"کیسا بندوبست؟" میں چونک پڑا۔ تہذیب اگر یہ بات کہہ رہی تھی تو یقیناً اس کے ذہن میں کوئی معقول طریقہ موجود رہا ہو گا۔

"ہمیں ایک نیا ڈی فوسٹر تیار کرنا پڑے گا۔ میرا مطلب ہے اوڈیل میکائیل کے پاس ہم ڈی فوسٹر کے میک اپ میں کسی اور شخص کو لے جائیں گے۔"

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن اس کے لیے ہم آدمی کہاں سے مہیا کریں گے؟"

"یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" تہذیب مسکرائی۔ "تم علی گروپ کے ان تمام ارکان کو بھول گئے جو ہمارے اشارے پر کوئی بھی کام کرنے کے منتظر بیٹھے ہوں گے؟"

"اوہ! مگر اس کے لیے ان سب کو یہاں طلب کرنا ہو گا اور ان میں سے کوئی ایسا شخص منتخب کرنا ہو گا جو ڈی فوسٹر جیسی جسامت اور قد و قامت کا مالک ہو۔ ہر کس و ناکس پر تو اس کا میک اپ کیا بھی نہیں جا سکے گا۔ اس لیے کہ اوڈیل میکائیل کے پاس ڈی فوسٹر سے متعلق ساری تفاصیل موجود ہیں۔"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" تہذیب نے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہ تجویز تمہارے نزدیک قابل عمل ہے؟"

"میں نے اس تجویز سے اختلاف تو نہیں کیا۔ یہ تجویز تو سو فیصد ہی قابل عمل ہے۔ میں تو صرف وہ رکاوٹیں بیان کر رہا تھا جو اس سلسلے میں در پیش ہو سکتی ہیں۔"

"بس تو یہ بات طے پا گئی۔ اب اس سلسلے میں باقی کام میں کر لوں گی۔ تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ اور یہ بتاؤ کہ تم نے مائیکرو پروجیکٹر اور مائیکرو کیمرا کس لیے خریدا ہے؟"

"ڈی فوسٹر کی طرح اوڈیل میکائیل کی خدمت میں فارمولے بھی نقلی ہی پیش کیے جائیں گے۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"اوہ ہو!" تہذیب اچھل پڑی۔ "لیکن یہ بہت مشکل کام ہو گا علی۔"

"ناممکن تو نہیں ہے نا؟"

"سوال یہ ہے کہ نقلی فارمولے ہم مہیا کہاں سے کریں گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ کام تم کرو گی اور میں تمہاری مدد کروں گا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"میں!" تہذیب حیران رہ گئی۔ "میں بھلا ایٹمی ہتھیاروں کے فارمولے کیسے تیار کر سکوں گی؟"

"بالکل کر لو گی۔" میں نے کہا۔ "بس جیسا میں کہوں ویسے ہی کرتی رہنا۔ تم دیکھو گی کہ تم نے نئے ایٹمی فارمولے وضع کر لیے ہیں۔"

تہذیب بے بسی سے ہنس پڑی۔ "تم مجھے نئے ایٹمی فارمولوں کا خالق بنا ہی دینے پر تل گئے ہو تو میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔ تم تو مجھے جو چاہو بنا دو لیکن مجھے بتاؤ تو سہی کہ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"سب سے پہلے تو ہم پروجیکٹر پر ان فلموں کو دیکھیں گے۔ ظاہر ہے فارمولے کسی نہ کسی زبان میں، ہندسوں میں یا اشکال کی صورت میں تحریر کیے گئے ہوں گے۔ ہم انہی جیسی تھوڑی سی مختلف شکلیں بنا کر انہیں مائیکرو کیمرے کے ذریعے سلائیڈ پر محفوظ کر لیں گے۔ یوں نئے ایٹمی فارمولے معرض وجود میں آئیں گے جو اوڈیل میکائیل کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔"

"یہ اتنا آسان کام نہیں ہے علی۔" تہذیب نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ "اوڈیل میکائیل پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی رقم ادا کرے گا۔"

"مجھے تو اس بات پر بھی شبہ ہے کہ وہ رقم ادا کر دے گا تاہم اس بات کو مفروضہ بناتے ہوئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اسے فارمولوں کے نقلی ہونے کا علم کیسے ہو گا؟"

"ایسے فارمولوں کی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے۔ اوڈیل میکائیل کے اپنے ذرائع بھی کم تو نہیں ہیں۔ وہ کسی بھی ماہر سے ان فلموں کو چیک کرا سکتا ہے اور اسے پتا چل جائے گا کہ وہ قطعی جعلی ہیں۔"

"ہمارا کام تو اس تک فارمولے پہنچانا ہے۔ ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ جعلی ہیں یا اصلی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کہاں کر رہے ہو علی! کیا وہ ایک مثل تحریر کے عوض ہمیں ایک خطیر رقم ادا کر دے گا؟"

"ممکن ہے امریکی حکومت نے کسی مخصوص کوڈ میں وہ فارمولے تحریر کر رکھے ہوں۔ کیا ہم وہ فارمولے ڈی کوڈ کر لینے کے ذمے دار بھی ہیں؟" "نہیں تہذیب ہرگز نہیں۔ ہمیں فارمولوں کی فراہمی کے عوض رقم ادا کی گئی ہے۔ انھیں ڈی کوڈ کرنا ہماری ذمے داری نہیں ہے۔ اور پھر ہم ڈی فوسٹر کو بھی تو اس کے حوالے کریں گے۔ اب یہ اسمگلر پر منحصر ہے کہ وہ ڈی فوسٹر سے کس طرح کام لیتا ہے۔"

تہذیب بُری طرح ہنس رہی تھی۔ "تم تو [illegible] کو پاگل کر دو گے۔ واقعی یہ امکان تو ہے۔ امریکی حکومت کے کوڈ سمجھنا آسان نہیں ہو سکتا۔"

"بس تو ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں۔ چلو پروجیکٹر لگا لو اور فلمیں دیکھو۔"

سنی پروجیکٹر کے ساتھ منسلک چھوٹے سے اسکرین پر ہندسے، نشانات اور ناقابل فہم سائنسی اصطلاحات دیکھ کر ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ہم ایسی ہی کسی چیز کی توقع کر رہے تھے۔ تہذیب کے سامنے ایک پیڈ موجود تھا جس پر وہ کچھ نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ اس وقت میری حیثیت ایک خاموش تماشائی سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ اس لیے کہ تہذیب ان معاملات میں مجھ سے بہت آگے تھی اور گرین لین میں رہ کر اس نے ایسے کاموں کے تمام تجربات بھی حاصل کر لیے تھے۔

تہذیب بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی اور میں اس سے بھی زیادہ انہماک سے اسے کام کرتے دیکھ رہا تھا۔ تہذیب نے ان فارمولوں کے فوٹو گراف تیار کیے، ان کا جائزہ لیا اور پھر انھیں تبدیل کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کہاں تو اس کا یہ حال تھا کہ نقلی فارمولوں کی تیاری کے سلسلے پر مجھ سے بحث کے لیے تیار ہی تھی اور کہاں اب یہ عالم تھا کہ آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھنے تک کی زحمت نہیں کر رہی تھی، مشورہ لینا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں اس کی خود اعتمادی دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

ہم دونوں ہی اس قدر منہمک تھے کہ ہمیں وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔ ہمیں پتا بھی نہیں چلا کہ کب سورج ڈوبا اور کب رات ہوئی۔ ہم شاید یونہی مصروف رہتے لیکن دروازے پر ہونے والی دستک نے ہمیں چونکا دیا۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

تہذیب نے جلدی جلدی تمام چیزیں سمیٹیں اور بولی۔ "شاید بڈھا آیا ہو گا۔"

"اس وقت اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کر دروازے کے قریب گیا۔ "کون ہے؟" میں نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔

"دروازہ کھولو چیف!" بڈھے کی آواز سنائی دی۔ "یہ میں ہوں نمبر ..."

میں نے بڈھے کی آواز پہچان کر دروازہ کھول دیا۔

"سوری چیف!" بڈھے نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "غالباً تم کسی اہم کام میں مصروف تھے۔"

"نہیں بڈھے!" میں نے کہا۔ "تم سے کام ہے۔"

"حاضر چیف حاضر!" بڈھے نے چہک کر کہا۔ "بندہ ہر خدمت کے لیے حاضر ہے۔" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ یہاں آتے ہی ہم سے کٹ کر اپنی تفریحات میں مگن ہو گیا تھا اور ہم نے بھی اس سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ خاصی چڑھائے ہوئے تھا لیکن میں نے اسے کچھ نہیں کہا اس لیے کہ وہ پی کر بھی اپنے حواس نہیں کھوتا تھا۔ بڈھا اندر آ گیا لیکن اس نے ہمارے کام کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ بھی اس کی بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ بلاوجہ تجسس کا شکار نہیں ہوتا تھا اور صرف اس کام میں دلچسپی لیتا تھا جس میں دلچسپی لینے کو اس سے کہا جائے۔

"بڈھے! تمھیں فوری طور پر علی گروپ کے ارکان کو ٹیلی گرام کرنا ہے۔ میں انھیں ڈنمارک میں طلب کرنا چاہتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"بہت بہتر میڈم! یہ کام کل صبح ہی ہو جائے گا۔" بڈھے نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "اور کوئی حکم؟"

"ہاں۔" تہذیب بولی۔ "تمام اراکین کو نہیں بلانا۔ جن لوگوں کے نام میں تمھیں دوں گی صرف انھیں ہی طلب کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جن لوگوں کو بلانا ہے ان کے نام لکھ کر مجھے دے دیجیے۔ انھیں کتنے دن میں یہاں پہنچنا ہو گا اور کب سے [illegible] کرنا ہو گا؟"

تہذیب اسے تفصیلات بتانے لگی اور بڈھے نے بڑی فرماں برداری سے سارے کام انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔

"میں نے ساری باتیں تمھیں زبانی بتا دی ہیں۔ تم انھیں بھول تو نہیں جاؤ گے؟"

"اوہو میڈم! کیا اس سے قبل کبھی آپ کو بڈھے سے ایسی کوئی شکایت ہوئی ہے؟"

"نہیں بڈھے!" تہذیب نے کہا۔ "لیکن اس وقت تم جتنے ٹن نظر آ رہے ہو اس سے یہ خدشہ پیدا ہوا تھا۔"

"بڈھا ٹن کیوں نہیں ہو گا میڈم! پورے سات عشق کرنے کی خوشی ملی ہے۔"

"او! تو یہ بات ہے۔" تہذیب سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دے کر بولی۔ "سات میں سے کتنے عشق کر ڈالے ہیں؟"

"موقع ہی کہاں ملا تھا میڈم!" بڈھے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "آج ہی تو فرصت نصیب ہوئی ہے۔"

"تو کیا ابھی تک کورے کے کورے ہی چل رہے ہو؟" میں نے تفریح کے لیے بڈھے کو چھیڑا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے چیف!" بڈھے نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "آج میں نے اپنا پہلا عشق شروع کر دیا ہے۔"

"آج ہی فرصت ملی اور آج ہی عشق بھی شروع کر دیا!" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایسے معاملات میں بڈھا دیر نہیں کیا کرتا چیف!" بڈھے نے اکڑ کر کہا۔ "عشق کرنا تو بڈھے کی ہابی ہے۔"

"دوسرا عشق کب تک شروع کرنے کا ارادہ ہے؟" تہذیب نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"ایک وقت میں ایک ہی عشق۔" بڈھے نے بڑے مدبرانہ انداز میں کہا۔ "اس معاملے میں، میں وحدت کا بڑی شدت سے قائل ہوں۔"

میرے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ابل پڑا۔

"کیوں کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟" بڈھے نے چونک کر پوچھا۔

"اپنی طرف کے صوفی اگر تمھارا فلسفہ وحدت سن لیں تو ان کی طبیعت صاف ہو جائے گی۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"صوفی کیا ہوتا ہے؟" بڈھے نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ تمھارا عشق کس مرحلے میں ہے؟"

"ابھی تو بے چارہ فرسٹ اسٹیج پر ہے۔ آئندہ چند دنوں میں اس پر شباب آنے لگے گا۔ اس کے بعد ......"

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔ "ہم یہاں عمر بھر نہیں رہیں گے۔ پرسوں تک روانہ ہو جائیں گے۔"

"دو دن بھی بہت ہوتے ہیں چیف! عشق کے مراحل فوراً بڑی تیزی سے طے کر لوں گا۔"

"تمھارا مرض لا علاج ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "بہتر یہی ہو گا کہ اب تم جا کر آرام کرو۔ کیا تمھیں نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"یاد دلانے کا شکریہ چیف! واقعی مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔ اب میں چلوں گا۔"

"جو کام میں نے تم سے کہا ہے پہلے وہ کرنا اس کے بعد سونا۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ مجھے پہلے ہی صبح تک کی اجازت دے چکی ہیں لہٰذا پہلے سوؤں گا اور کام بعد میں کروں گا۔" بڈھے نے کہا اور چلا گیا۔

"بہت [illegible] آدمی ہے۔" تہذیب نے اس کے جانے کے بعد کہا۔

"کھسکا ہوا ہے۔" میں نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس معاملے میں ذرا بھی صحیح الدماغ نہیں ہے۔"

"ارے علی! ابھی ہمیں کھانا بھی تو کھانا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا ورنہ میں تو بھول ہی چکا تھا۔"

کھانے کے بعد ہم دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور ساڑھے تین بجے تک مصروف رہے لیکن کام آدھا بھی نہیں ہوا تھا۔ ہم نے بقیہ کام اگلے دن پر ملتوی کیا اور سو گئے۔

اگلی صبح ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے پھر سے کام شروع کر دیا۔ تمام دن کام میں مصروف رہنے کے بعد رات آٹھ بجے کے قریب کہیں جا کر کام ختم ہوا۔ ہم ایسی چند عدد نقلی فلمیں تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جن میں جعلی فارمولے تھے۔

"مبارک ہو تہذیب!" میں نے فلمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم ہتھیاروں کے جعلی فارمولے تیار کرنے والی خاتون اول ہو گئی ہو۔"

"مذاق مت کرو علی! ان فلموں کے بارے میں اپنی صحیح رائے سے آگاہ کرو۔"

"تم خود بھی فیصلہ کر سکتی ہو کہ تم نے کتنی مہارت سے ان فارمولوں کو تبدیل کیا ہے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں علی لیکن تمھاری مدد کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"[illegible] زبردست بے وقوف ہو۔ کوئی کسی کو نہیں بنا سکتا۔ ارے میں نے کیا ہی کیا ہے؟ کسی چیز میں انگلی تک تو لگائی نہیں۔"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں علی! تم نے فرمائش کی تھی نا اس لیے میں یہ کام کر گزری ورنہ یہ پیچیدہ کام میرے بس کا نہیں تھا۔ تمھاری فرمائش ٹالنا بھی تو میرے بس میں نہیں ہے۔"

"ہم دونوں کا ایک دوسرے پر اتنا ہی حق ہے تہذیب! میں بھی تو تمھاری کوئی فرمائش نہیں ٹال سکتا۔"

ہم نے ہر زاویے سے اپنے تیار کردہ فارمولوں کا جائزہ لیا۔ وہ ہر طرح سے مکمل تھے۔ ان کی طرف سے مطمئن ہو کر ہم نے جعلی فارمولوں کی مائیکرو فلمیں ڈی فوسٹر کے مصنوعی دانتوں میں محفوظ کر دیں اور اصل فارمولوں کی فلمیں ایک چھوٹے سے پیکٹ میں محفوظ کر لیں۔

"اب ہمیں ان دونوں فارمولوں کی حفاظت کرنا پڑے گی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "گویا ہمارا کام دگنا ہو گیا۔"

"جعلی فارمولے تو ڈی فوسٹر کے مصنوعی دانتوں میں محفوظ ہیں لیکن اصلی فارمولوں کا کیا کرو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ پیکٹ میں اپنے جوتے کی ایڑی میں محفوظ کر لوں۔"

"خیال تو بہت عمدہ ہے لیکن اس کے لیے خاص طور پر جوتا تیار

ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ کوئی اس جوتے کی طرف متوجہ تو نہیں ہو جائے گا؟" میں نے جوتا اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" تہذیب نے میرے دائیں پیر کو بغور دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "اتنے فاصلے سے بغور دیکھنے پر بھی کوئی فرق نہیں ہوتا۔"

"بس، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے کامیابی سے اپنا کام کر لیا ہے۔ ہمارا مقصد تو صرف یہی ہے کہ فلم رولوں کی تھیلیں کسی کی نگاہوں میں آنے سے بچی رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اس حد تک تو ہمارا کام ہو گیا۔ اب ہمیں اپنے آدمیوں کی آمد کا انتظار ہے تاکہ اگلے مرحلے کی تیاریاں شروع کی جا سکیں۔"

"بڈ نے انھیں ٹیلی گرام تو کر دیا ہو گا؟" میں نے چونک کر تہذیب سے پوچھا۔ یاد ہی نہیں رہا تھا کہ ٹیلی گرام کا کیا بنا۔ خود بڈ دوبارہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

"جوابی ٹیلی گرام بھی موصول ہو گیا ہے۔ وہ لوگ کل پہنچ رہے ہیں۔"

اگلے روز اپنے ہوٹل کی لابی میں ہم نے ان چھ افراد سے ملاقات کی جنھیں تہذیب نے ہیڈ کوارٹر سے طلب کیا تھا۔ بڈ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ میں نے ان چھ افراد کا بغور جائزہ لیا اور ان میں سے ایک شخص کو منتخب کر لیا۔ اس شخص کا نام زاہد تھا اور اس کا [illegible] سے ملتا تھا۔ قد و قامت اور جثے کے اعتبار سے وہ بنا بنایا ڈی [illegible] تھا اور اس پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

"تم ہمارے ساتھ رکو گے زاہد۔" میں نے کہا۔ "بقیہ لوگ سے فرانس جائیں گے اور وہاں رک کر ہمارا انتظار کریں گے۔"

لوگوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

میں نے بڈ کو ضروری ہدایات دے دیں اور اس نے انتظامات کرنے کا ذمہ لے لیا۔

"تمہیں ایک بہت مشکل کام سر انجام دینا ہے زاہد۔" علی گروپ کے پانچوں افراد کے جانے کے بعد میں نے کہا۔

"میری خوش قسمتی ہے جناب کہ مجھے کسی کام کے قابل تو سمجھا گیا۔ ہم لوگ تو بے کار بیٹھے بور ہو رہے تھے۔"

"تو پھر آؤ۔ اوپر تمہارے کمرے میں چل کر گفتگو کریں۔"

میں، تہذیب اور زاہد اس کمرے میں پہنچ گئے جو زاہد کے لیے مخصوص کرا دیا گیا تھا۔

"تم پر ایک ایسے شخص کا میک اپ کیا جائے گا جو ایٹمی سائنس دان ہے اور جرمن نژاد ہے۔ اس کے میک اپ میں تمہیں اوشیل میکائیل نامی ایک شخص کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ تمہیں انجام دینا ہے وہ خاصا خطرناک ہے۔ تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اس لیے تمہیں آزادی ہے، اگر چاہو تو انکار بھی کر سکتے ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب! میری جان کے عوض اگر فلسطین کی آزادی کی جانب صرف ایک قدم بھی بڑھایا جا سکے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا۔"

"علی گروپ کے سارے ارکان ایسے ہی سرفروش ہیں علی۔" تہذیب نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں تہذیب۔" میں نے کہا۔ "میں نے تو صرف احتیاطاً زاہد سے پوچھا تھا۔"

میں نے زاہد پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کر دیا۔ اسے ڈی فوسٹر کے بارے میں تمام ضروری باتوں سے آگاہ کرنے کے علاوہ ہم نے دو دن تک اسے ہر چیز کی ریہرسل کرائی۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ اسے نیم بے ہوشی کی حالت میں اوشیل میکائیل کے پاس لے جائیں گے۔ ویسے بھی اسے ایک ایسے شکست خوردہ آدمی کی اداکاری کرنی تھی جو ہر طرف سے مایوس ہو کر تن بہ تقدیر ہو گیا ہو۔

دو روز بعد ہم زاہد کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ "تم بہت باصلاحیت آدمی ہو زاہد۔" میں نے کہا۔ "مجھے توقع نہیں تھی کہ صرف دو دن میں تم اتنی اچھی طرح اپنا کردار ادا کرنے لگو گے۔"

"آپ دونوں نے بھی دن رات ایک کر کے مجھے سب کچھ ازبر کرایا ہے۔ میرا کمال کچھ اتنا زیادہ تو نہیں ہے۔"

بڈ نے کاغذی کارروائیاں پہلے ہی مکمل کر لی تھیں چنانچہ اگلے ہی روز ہم کوپن ہیگن سے فرانس کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوپن ہیگن میں ہمارا چند روزہ قیام پر سکون مگر بہت مصروف رہا۔ اگر ان دو دنوں ہمیں سکون نہ ملتا تو وہی کام جو چند روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا، شاید ایک مہینے میں بھی نہ ہو پاتا۔

طیارے میں بڈ کو ہم سے علیحدہ سیٹ ملی تھی اور وہ سخت بیزار تھا اس لیے کہ اس کے برابر والی سیٹ پر ایک فربہ اندام خاتون براجمان تھی جو نوخیز لڑکیوں کے سے انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ بڈ اس سے بہت بے رخی برت رہا تھا مگر وہ خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

کوپن ہیگن میں قیام کی طرح پیرس تک کا فضائی سفر بھی بغیر کسی ہنگامے کے طے ہو گیا۔ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا کہ ہمارے پاس کیسے نادر [illegible] موجود ہیں تو شاید وہ فلائٹ اتنی آسانی سے پیرس تک نہ پہنچ پاتی۔ دنیا کے ہر ملک کے لیے ہمارے پاس موجود فلم رولوں میں اتنی کشش تھی کہ انھیں حاصل کرنے کے لیے کوئی ملک کچھ بھی کر سکتا تھا۔

پیرس میں ہم نے اسی ہوٹل میں قیام کیا جس میں بڈ نے پہلے ہی کمرے مخصوص کرا رکھے تھے۔ میں اور تہذیب ایک کمرے میں تھے جبکہ بڈ اور زاہد نے دوسرے کمرے میں قیام کیا تھا۔

"اب ہمیں اوشیل میکائیل کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔" ہوٹل پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "بڈ یہ کام تم کر لو گے یا...؟"

"ایسے کام بڈ کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔" بڈ نے اکڑ کر کہا۔ "ایک گھنٹہ انتظار کرو چیف! میں ساری معلومات حاصل کر کے آتا ہوں۔"

بڈ چلا گیا اور پورے ایک گھنٹے بعد واپس بھی آ گیا۔

"وہ کل شام ہی یہاں پہنچا ہے چیف!" بڈ نے بتایا۔ "کاروباری دورے پر سوئیڈن گیا ہوا تھا۔"

"میں فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی کیا صورت ہو گی؟"

"مجھے معلوم تھا۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "اسی لیے میں نے اس کے فون نمبر بھی حاصل کر لیے ہیں۔ اس وقت تم اس سے اس نمبر پر بات کر سکتے ہو۔" بڈ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے فوری طور پر فون کا ریسیور اٹھایا اور آپریٹر سے مطلوبہ نمبر ملانے کو کہا۔ ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں آپریٹر نے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے ایک سریلی نسوانی آواز آئی۔ "آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟"

"مسٹر اوشیل میکائیل سے بات کرنی ہے۔" میں نے کہا۔

"کون صاحب بات کریں گے؟" اوشیل کی سیکریٹری نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

"ایک ایک لمحہ قیمتی ہے مس۔" میں نے کہا۔ "مسٹر میکائیل

کے علاوہ کسی اور کو نہیں بتایا جاسکتا کہ میں کون ہوں۔ اگر تم اُن سے بات کرا سکو تو ٹھیک ہے ورنہ فون بند کردو۔"

"ذرا سا انتظار فرمایئے۔" آواز آئی اور اس کے چند لمحے بعد ریسیور سے اوشیل میکائیل کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔"

"آپ مسٹر اوشیل میکائیل بات کررہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کون صاحب بات کررہے ہیں۔ میں پہچان نہیں سکا۔"

"خادم ہیں آپ کے مسٹر میکائیل! آپ نے جنہیں کسی کام سونپا تھا۔ حوالے کے لیے گرین پول کا نام کافی رہے گا۔"

"اوہ مائی گاڈ تم! کیا تم کامیاب لوٹے ہو؟"

"جی ہاں اور اب آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔"

"میں اپنی تمام مصروفیات ترک کرکے ابھی تم سے ملاقات کرسکتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس ملاقات کے لیے میری رہائش گاہ مناسب رہے گی۔ تم وہیں آجاؤ۔"

"اس وقت نہیں مسٹر میکائیل! اس کام کے لیے شام سات بجے کا وقت مناسب رہے گا۔"

"شام تک انتظار کرنا میرے لیے خاصا صبر آزما ہوگا تاہم میں انتظار کرلوں گا۔ شام سات بجے میں اپنی رہائش گاہ پر تمہارا منتظر رہوں گا۔"

میں سلسلہ منقطع کرکے تہذیب کی طرف مڑا اور اُسے بتایا کہ اوشیل میکائیل کیا کہہ رہا تھا۔

"ہمیں بہت محتاط رہنا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "کیا ڈی فوسٹر کو بھی لے کر چلو گے؟"

"ہاں، ہم اُسے بھی ساتھ لے جائیں گے۔" میں نے کہا۔ "لیکن محتاط رہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ پہلے ہم اُس سے ملاقات کرلیں۔ میرا مطلب ہے بغیر زاہر کے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے اگر وہ ہمارے ساتھ کوئی دھوکا کرنا چاہے تو۔۔۔"

"دھوکا کرنا تو یہودی قوم کی فطرت ہے لیکن بغیر ڈی فوسٹر کے تو وہ رقم بھی ادا نہیں کرے گا لہٰذا زاہر کو ساتھ لے کر جانا بھی ضروری ہے۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اوشیل اور اس کی رہائش گاہ کے گرد اپنے آدمی پھیلا دیتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

"بہت مناسب خیال ہے میڈم!" میرے بجائے بڈھے نے جواب دیا۔

میں نے بڈھے کو گھور کر دیکھا۔ "میرے خیال میں تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اوشیل میکائیل ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن اگر تم چاہتی ہو تو اس کی نگرانی کرانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔" تہذیب نے کہا اور اوشیل میکائیل کی نگرانی کے لیے بڈھے کو ضروری ہدایات دینے لگی۔

شام کو ہم اوشیل میکائیل کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔ ہم نے ہوٹل سے ہی ایک کرائے کی کار حاصل کرلی تھی جسے میں ڈرائیو کررہا تھا۔ میں، تہذیب اور زاہر پچھلی نشست پر تھے۔ زاہر ڈی فوسٹر کے میک اپ میں ایک نیم مدہوش شخص کی اداکاری کررہا تھا۔ اوشیل میکائیل پر یہی ظاہر کرنا تھا جیسے ڈی فوسٹر کو اعصاب شل کردینے والی دواؤں کے زیراثر رکھا گیا ہے۔

اوشیل میکائیل نے اپنی محل نما رہائش گاہ کے بیرونی گیٹ پر ہمارا استقبال کیا۔ وہ بے حد مضطرب نظر آرہا تھا لیکن اس نے کچھ دیر اور انتظار کرنا تھا۔

میں نے زاہر کو سہارا دے کر کار سے اتارا۔ اوشیل میکائیل کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔ وہ بڑے اہتمام سے ہم تینوں کو لے کر اندر داخل ہوا۔ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک ڈرائنگ روم کے سامنے رک گئے۔

"معاملے کی نزاکت کے پیشِ نظر اس بار ہم تہ خانے میں بات کریں گے۔" اوشیل میکائیل نے کہا اور ہم نے تفہیمی انداز میں سروں کو جنبش دی۔

اوشیل میکائیل نے دروازہ کھولا اور ہم اس کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر اس آراستہ و پیراستہ وسیع و عریض تہ خانے میں داخل ہوئے جو اس سے قبل ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ ایک جانب الماری میں شراب کی بوتلیں بھی سجی نظر آرہی تھیں۔ اوشیل میکائیل کے اشارے پر ہم نفیس قسم کے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"تمہارے ساتھ ڈی فوسٹر کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ گرین پول کا زبردست نمائندہ کامیاب لوٹا ہے۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔

"ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا مسٹر میکائیل۔" تہذیب بولی۔ "اور ہم ہر حال میں اپنے وعدے پورے کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کے کاموں کے لیے مافوق الفطرت ہونا پڑتا ہے۔ بلاشبہ تم نے ایک ناقابلِ یقین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"آپ اندازہ نہیں کرسکتے مسٹر میکائیل کہ ہم نے کتنی مشکل سے کامیابی حاصل کی ہے۔" تہذیب بولی۔ "اس نے دنیا کے تقریباً سارے بڑے بڑے ممالک کو دعوت نامے بھیج دیے تھے۔ ہم وہاں پہنچے تو نہ صرف برلن بلکہ ہمبرگ بھی غیر ملکی ایجنٹوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ ہم ان سب کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو نکال کر بحفاظت نکال کر لائے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں مس ایلس!" اوشیل میکائیل نے کہا۔ "اور اسی وجہ سے میں نے کئی بار سوچا بھی کہ تمہارا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اُن غیر ملکی ایجنٹوں کے مقابلے میں تمہاری کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے لیکن آج میں بہت خوش ہوں۔ پہلے اس کامیابی کی خوشی میں ہم ایک ایک جام پئیں گے اس کے بعد باتیں ہوں گی۔" اس نے شراب کی چند بوتلیں نکال کر میز پر رکھیں اور ان میں سے تھوڑی تھوڑی سی شراب ایک جگ میں انڈیل کر کاک ٹیل بنائی اور پھر وہ کاک ٹیل تین جاموں میں انڈیلنے لگا۔

"سوری مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم لوگ شراب نہیں پیتے۔"

اوشیل میکائیل نے حیرت سے ہماری طرف دیکھا پھر ایک قہقہہ لگا کر بولا۔ "اوہ تب تو یہ تینوں جام میں ہی پیوں گا۔ تمہاری کامیابی کی خوشی میں۔ لیکن مسٹر ڈی فوسٹر کی کیا حالت ہورہی ہے۔ یہ کچھ نڈھال نڈھال سے نظر آرہے ہیں۔ ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"انہیں شروع سے ہی خواب آور انجکشنوں کے زیراثر رکھا گیا ہے اس لیے ان کی حالت ایسی ہوگئی ہے۔ ظاہر ہے یہ اپنی خوشی سے تو یہاں آئے نہیں ہیں۔"

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔ واقعی تمہیں اس سلسلے میں بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔" اوشیل میکائیل نے کہا پھر ذرا توقف کرکے بولا۔ "فارمولے کہاں ہیں؟"

"وہ بقیہ رقم کہاں ہے مسٹر میکائیل جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا؟" تہذیب نے کہا۔

"بقیہ رقم ادا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا ہر حال میں اس کا پابند ہوں۔"

"ہم بھی اپنا وعدہ پورا کرنے کے پابند ہیں مسٹر میکائیل۔ اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فارمولے آپ کے حوالے نہ کیے جائیں۔"

"تم نے میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری کی ہے۔" اوشیل میکائیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں بقیہ رقم کے علاوہ بھی تمہیں بہت بڑے انعام سے نوازوں گا۔ تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے علاوہ کوئی اور شاید یہ کام کر بھی نہیں سکتا تھا۔ ہاروت رابیل کو شکست سے ہمکنار کرنا میرا خواب تھا اور تم نے میرے خواب کو تعبیر بخشی ہے۔ میں چاہوں بھی تو تمہیں اس کا صلہ ادا نہیں کرسکتا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہاروت رابیل سخت بے چینی کا شکار ہے اور تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کررہا ہے کہ کسی طرح ڈی فوسٹر کو تمام فارمولوں سمیت واپس حاصل کرلے۔ اُس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔"

"اُس کے آدمی ہمبرگ میں موجود تھے اور ڈی فوسٹر کے چکر میں تھے۔ اُن سے ہمارا براہِ راست ٹکراؤ بھی ہوا تھا۔" تہذیب نے کہا۔

"او ہو۔ اس اعتبار سے تو تمہارا کارنامہ اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کرگیا۔ اب یہ بتاؤ کہ ادائیگی تمہیں کس شکل میں کی جائے۔ بینک ڈرافٹ، نقد یا جس شکل میں بھی تم پسند کرو۔ کل میں اس کا بندوبست کردوں گا۔"

"ہمیں کوئی جلدی بھی نہیں ہے مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے بے پروائی سے کہا۔ "فارمولوں کے بارے میں بھی کل ہی تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

"کیا تم لوگ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد مجھ جیسے معمولی شخص سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کررہے ہو؟" اوشیل میکائیل نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن معاملات اسی طرح انجام دیے جانے چاہئیں جس طرح کاروبار میں انجام دیے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں میری بے چینی کا اندازہ نہیں ہے۔ تم لوگ میرے

مہمان ہو، میں تمہیں اس وقت یہاں سے کہیں نہیں جانے دوں گا۔ کل صبح مطلوبہ رقم ادا کر کے میں ان فارمولوں کا مالک بن جاؤں گا۔"

"آپ کا پروگرام کیا ہے مسٹر میکائیل! کیا ان فارمولوں کو آپ اپنے طور پر فروخت کریں گے یا۔۔۔؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اوشیل میکائیل نے سختی سے کہا۔ "میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان فارمولوں کے عوض مجھے بہت بڑی رقم مل سکتی ہے لیکن یہ ایک ٹیڑھا کام ہے جو اول تو میرے بس کا نہیں ہے اور اگر بس کا ہو تب بھی اس میں بے شمار خطرات ہیں۔ دولت کے عوض زندگی جیسی قیمتی چیز کو خطرے میں ڈالنے سے بڑی حماقت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ میرا یہ مقصد تھا بھی نہیں کہ یہ فارمولے فروخت کروں۔ ان فارمولوں کے عوض جو کچھ میں کروں گا اسے دنیا یاد رکھے گی۔ حکومت امریکا اس غدار یاروت رابیل سے وہ ساری مراعات چھین سکے گی جن کی وجہ سے وہ اربوں ڈالر کما رہا ہے۔ یہ فارمولے میں صرف اس شرط پر حکومت امریکا کے حوالے کروں گا کہ یاروت رابیل کو جو مراعات دی گئی ہیں وہ مجھے منتقل کر دی جائیں۔ تم لوگ شاید یہودی ذہن سے ناواقف ہو۔ ہم لوگ خرچ کرتے ہیں تو کمانا بھی جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر میکائیل!" تہذیب نے طویل سانس لے کر کہا۔ "یہ آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ ان فارمولوں کا کیا کرتے ہیں۔ ہمیں تو جیسے ہی ہماری مطلوبہ رقم ملے گی ہم وہ فارمولے آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

"اب تک ہمارے درمیان مکمل اعتماد کی فضا رہی ہے۔" اوشیل میکائیل بولا۔ "کیا اس وقت میں وہ فارمولے دیکھ بھی نہیں سکتا؟"

"فارمولے آپ کو دکھائے جا سکتے ہیں مسٹر میکائیل!" میں نے تہذیب کے لب کھولنے سے قبل ہی کہا اور وہ نقلی فارمولے جو مائیکرو فلموں کی شکل میں تھے نکال کر اوشیل میکائیل کے سامنے رکھ دیے۔ اوشیل میکائیل نے ایک رول اٹھایا اور اسے روشنی کی طرف کر کے دیکھنے لگا۔

"کیا میں پروجیکٹر پر انھیں دیکھ سکتا ہوں؟" اس نے بڑے بیتابانہ انداز میں پوچھا۔

"اگر آپ کے پاس مائیکرو پروجیکٹر موجود ہے مسٹر میکائیل تو آپ انھیں ضرور دیکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں میرے پاس ایسا پروجیکٹر موجود ہے، منگواؤں؟"

"منگوا لیجیے مسٹر میکائیل!" میں نے کہا۔ "ہم بھی تو دیکھیں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اس قدر طوفان کھڑا ہو رہا ہے۔"

اوشیل میکائیل نے انٹرکام پر کسی سے رابطہ قائم کر کے پروجیکٹر لانے کو کہا اور اس کے بعد ہمیں تقریباً دس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ دس منٹ بعد ایک قوی ہیکل شخص پروجیکٹر لیے ہوئے تہ خانے میں آیا۔ اس کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک تھی لیکن اس نے نگاہ اٹھا کر کسی کی طرف بھی نہیں دیکھا۔ اوشیل میکائیل کے اشارے پر اس نے مائیکرو فلم پروجیکٹر پر لگایا اور پھر چھت سے اسکرین پر مسلسل فارمولے کی فلم دیکھی جانے لگی۔ میں اور تہذیب بھی اپنی اس کاوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پروجیکٹر لانے والا شخص واپس جا چکا تھا۔

فلم ختم ہونے کے بعد اوشیل میکائیل نے پروجیکٹر آف کر دیا۔ "میں یہ سب کچھ نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا۔ "لیکن ڈی کوسٹر انھیں سمجھنے کے لیے بہترین آدمی ہے۔ میں ان فارمولوں کی نقلیں ضرور تیار کراؤں گا اور یہ کام ڈی کوسٹر ہی کرے گا۔ تم دونوں میرے محسن ثابت ہوئے ہو۔ ایک ایسے مشکل کام کو تم نے میرے لیے آسان کر دیا جس کے لیے معلوم نہیں میں کب سے پریشان تھا!"

"لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے ہم ایک بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئے تھے۔" میں نے کہا۔

"میری وجہ سے؟" اوشیل میکائیل حیران ہو کر بولا۔ "میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا جو تمہارے خلاف ہو۔"

"ہماری پچھلی ملاقات کے وقت جو شخص تمہارا ملازم تھا کیا اب بھی وہ یہاں موجود ہے؟"

"نہیں، وہ تو موجود نہیں ہے لیکن تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس نے ہماری گفتگو سن لی تھی اور یہاں سے ساری تفصیلات حاصل کر کے وہ سیدھا برلن پہنچ گیا تھا جہاں اس نے ان لوگوں کو ہماری حقیقت سے آگاہ کر دیا جن کے پاس ڈی کوسٹر نے پناہ لی تھی۔ اس وجہ سے نہ صرف ہمارا کام مشکل ہو گیا بلکہ ہماری زندگیاں تک خطرے میں پڑ گئی تھیں۔"

"اوہ میرے خدا!" اوشیل میکائیل حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "تو اس کے اچانک غائب ہو جانے کی یہ وجہ تھی۔ تمہیں تو بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا ہو گا؟"

"ہاں، لیکن اس کی تفصیل بتانا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ لیکن ہم نے اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑا، ہلاک کر دیا۔"

"اس کے لیے تم علیحدہ سے انعام کے مستحق ہو۔" اوشیل میکائیل نے خوش ہو کر کہا۔ "اور یہ انعام میں ادھار نہیں رکھوں گا، فوراً ہی ادا کر دوں گا۔ کیا سمجھے؟" اوشیل میکائیل زور سے کھنکارا۔ تہ خانے میں اچانک ہی چاروں طرف تیز روشنیاں جل اٹھیں۔ ابھی ہم اس اچانک تبدیلی پر حیران ہو ہی رہے تھے کہ ایک اور تبدیلی بھی رونما ہو گئی۔ تہ خانے کی دیواروں میں کئی مقامات پر دروازے نمودار ہو گئے۔ ہر دروازے سے اسٹین گن کی ایک خوفناک نال جھانکتی نظر آ رہی تھی۔ میں اور تہذیب ششدر رہ گئے۔

"یہ سب کیا ہے مسٹر اوشیل میکائیل!" میں نے اسٹین گنوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اوشیل میکائیل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "یہ آتشیں ہتھیار ہیں۔" اس نے کہا۔ "اب تمہاری زندگیاں میرے ایک اشارے کی محتاج ہیں۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ وہ تو کسی کی طرف متوجہ بھی نہیں تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہمارے درمیان ہتھیاروں کا کیا کام؟"

"میں اس دوستی کو امر کر دینا چاہتا ہوں۔" اوشیل بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مس ایکس کچھ نہیں بول رہیں۔ شاید وہ کچھ ناراض ہیں؟"

"نہیں مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "میں بقیہ رقم وصول کرنے سے قبل تم سے کیسے ناراض ہو سکتی ہوں؟"

"میں پہلے ہی بہت بڑی رقم ادا کر چکا ہوں مس ایکس! اور مزید ادائیگی کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تم ایک کاروباری آدمی ہو اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "اس قسم کی بد معاملگی کرو گے تو تمہاری ساکھ خراب ہو جائے گی۔"

"کسی کو معلوم ہو گا تبھی تو ساکھ خراب ہو گی۔" اوشیل میکائیل عجیب سے لہجے میں بولا۔ "تمہیں شاید اتنی مہلت بھی نہ دی جائے کہ تم کسی کو کچھ بتاؤ۔"

"مہلت طلب نہیں ہے، حاصل کی جاتی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "جو کچھ تم کر رہے ہو شاید تم نے اس کے عواقب پر غور نہیں کیا؟"

"جو خوف کے بغیر قدم اٹھاتے ہیں وہ اوشیل میکائیل نہیں کہلاتے۔ اب میں دنیا کا امیر ترین آدمی بن جاؤں گا!"

"گویا تمہاری نیت میں پہلے سے ہی فتور تھا۔" تہذیب نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر تم لوگ اسے نیت کا فتور سمجھتے ہو تو یونہی سہی۔" اوشیل میکائیل نے کندھے اچکائے اور پھر اپنے ایک آدمی کو آواز دے کر ہماری تلاشی لینے کو کہا۔ ہماری تلاشی لی گئی اور ایک ایک چیز نکال لی گئی۔

"تم جو کچھ کر رہے ہو اس کے نتائج تمہارے حق میں اچھے نہیں نکلیں گے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کوئی شخص اپنے ہی خلاف کیسے کچھ کر سکتا ہے۔" اوشیل میکائیل متکبرانہ انداز میں بولا۔ "یہ سب کچھ میں اپنی بہتری کے لیے ہی تو کر رہا ہوں۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے مسٹر اوشیل ورنہ تم اپنی تباہی کو دعوت پہلے ہی دے چکے ہو۔"

"اگر یہ اطلاع ہے تو میں اسے غلط قرار دیتا ہوں اور یہ پیش گوئی ہے تو ہنسنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔"

میں تہذیب کی طرف مڑا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی یہودی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اب میری سمجھ میں آ رہا ہے۔" تہذیب بولی۔ "ورنہ اب تک میرا خیال یہی تھا کہ یہودی بہت اچھے کاروباری ہوتے ہیں۔"

"آپ کا خیال صحیح تھا میڈم ایکس۔" اوشیل نے کہا۔ "یہودی واقعی بڑے اچھے کاروباری ہوتے ہیں۔ کاروبار کو تیغ ہاتھ سے گنوانا پسند نہیں کرتے۔"

"تم بدعہدی کے مرتکب ہو گے اوشیل۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "کیا یہ اسٹین گنیں بھی ہمارے معاہدے میں شامل تھیں؟"

"ابھی یہ کچھ نہیں میڈم ایکس۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ تو میرے آدمیوں کی تفریح ہے۔"

"کیا تم ان لوگوں کو روک نہیں سکتے؟" تہذیب جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ظاہر ہے یہ لوگ تمہارے تنخواہ دار ملازم ہوں گے؟"

"میں ان لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہیں ادا کرتا ہوں اور یہ میرے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اگر کبھی ان کا تفریح کا موڈ ہو تو میں انھیں روکتا نہیں ہوں۔"

"اگر ہم بھی تفریح کے موڈ میں آ گئے تو کیا ہو گا مسٹر اوشیل؟" میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔

"تم عقل مند لگتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی حماقت نہیں کرو گے۔ یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔"

"اتنے خطرناک کہ گھر آئے مہمانوں کے ساتھ تفریح کرتے ہیں۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "ایسے جی داروں کی موجودگی میں تمہیں فارمولوں کی بازیابی کے لیے ہمارا سہارا لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

اوشیل میکائیل نے پہلو بدلا۔ "ان کا کام صرف مجھے تحفظ فراہم کرنا ہے۔" اس نے کہا۔

"اس وقت بھی غالباً یہ تمہیں تحفظ فراہم کر رہے ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" اوشیل نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "اگر یہ نہ ہوتے تو تم مجھ سے بقیہ رقم وصول کیے بغیر ہرگز نہ ٹلتے۔"

"بات اگر صرف اتنی ہی سی ہے مسٹر اوشیل تو ہم بقیہ رقم کی ادائیگی کے مطالبے سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب تمہیں بقیہ رقم کے ساتھ ساتھ اپنی زندگیوں سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔" اوشیل بولا۔

"کیا یہ اس بات کی سزا ہے اوشیل کہ ہم نے تمہارے لیے ایک ناممکن قسم کا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"تم نے اس کام کے لیے مجھ سے جو رقم طلب کی تھی وہ میرے تصور سے بھی بڑھ کر تھی۔"

"اگر تم نے فریب کر کے مطلوبہ رقم ادا نہیں کر سکتے...... تو تم نے اسی وقت انکار کر دیا ہوتا۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس وقت میں تمھارا مطالبہ ماننے کے لیے مجبور تھا۔ میری نظر میں کوئی اور اہل آدمی ہوتا تو میں یہ کام تم سے نہ کرواتا۔"

"لیکن وہ فارمولے بہت قیمتی ہیں۔ تم انھیں فروخت بھی کر دو تو اس رقم سے کئی گنا زیادہ رقم حاصل کر سکتے ہو جو تم نے ہمیں معاوضے کے طور پر ادا کی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے کہ میں ان فارمولوں کو فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔"

"ہاں، اور اس طرح تم زیادہ بڑا فائدہ حاصل کرو گے۔ پھر تم معاوضہ ادا کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہو؟"

"اس وقت رقم ادا کرنا میری مجبوری تھی لیکن اب تم میرے قبضے میں ہو جب میرا کام ہو چکا تو میں تمھیں خواہ مخواہ رقم کیوں دوں؟"

"میں پہلے ہی فکر کر چکا ہوں اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہم تم سے رقم طلب نہیں کریں گے بس تم ہمیں یہاں سے جانے دو۔"

"اگر میں نے تمھاری بات مان لی تو مجھ سے بڑا احمق کوئی نہیں ہوگا۔" اوشیل نے کہا۔

"اس میں حماقت کی کیا بات ہے مسٹر اوشیل! یہ تو تمھارے فائدے کی بات ہے۔"

"تم لوگ یہاں سے زندہ واپس چلے گئے تو ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی کہانی عام ہو جائے گی۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں تمھارے کسی وعدے پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"تم چاہو تو ہم تمھیں ایک ایسی تحریر دے سکتے ہیں جس کے بعد ہمارے ہاتھ پیر کٹ جائیں گے اور ہر بات ہمارے اپنے خلاف جائے گی۔"

"اس کے باوجود بھی میں تمھیں یہاں سے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔" اوشیل نے سفاکی سے کہا۔

"ہم تمھیں ہر طرح کی ضمانت فراہم کرنے کو تیار ہیں اوشیل! آخر تم ہماری زندگیوں کے درپے کیوں ہو رہے ہو؟"

"میں تم لوگوں پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔ تم یہاں سے نکلنے کے بعد میری زندگی کے لیے بھی خطرہ بن سکتے ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تمھیں ختم کر دیا جائے۔"

"اگر تم نے ہماری زندگیوں سے کھیلنے کا تہیہ ہی کر لیا ہے تو پھر مجبوری ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں! میں تہیہ کر چکا ہوں۔" اوشیل میکائیل بھاری آواز میں بولا۔ "تاہم تم لوگ اپنی زندگی کی آخری خواہش بیان کر سکتے ہو۔"

"کیا یہ کمینگی نہیں ہے مسٹر اوشیل؟" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں جارحیت تھی۔

اوشیل کے ہونٹوں پر ایک مکاری سے بھرپور مسکراہٹ ابھر آئی۔ "اگر تھوڑی سی کمینگی کے عوض بہت بڑا فائدہ ہو رہا ہو تو کمینگی ضرور کر لینی چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو اوشیل۔" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "یہودی قوم اپنی اسی کمینگی کے باعث پوری دنیا میں بدنام ہے۔"

"جسے تم کمینگی کہہ رہی ہو میڈم! یہی وہ کاروباری گر کہلاتا ہے۔ اسی لیے آج یہودی دنیا کی امیر ترین قوم ہے۔"

"ہم بھی اگر چاہتے تو تمھارے ساتھ دھوکا کر سکتے تھے لیکن ہم نے دیانت داری سے کام لیا۔"

"تم لوگ بزنس کرنا نہیں جانتے۔" اوشیل میکائیل برا سا منہ بنا کر بولا۔ "یہودی نہیں ہو نا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں بھی فریب کاری سے کام لینا چاہیے تھا؟" تہذیب تیکھے لہجے میں بولی۔

"کرنا تو چاہیے تھا لیکن تم لوگ میرے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتے تھے۔" اوشیل نے ہنس کر کہا۔

"بالکل کر سکتے تھے اوشیل۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہمارا اصول ہے کہ سودے کو دیانت داری کے ساتھ اختتام تک پہنچاؤ۔"

"کیا تم اس معاملے میں یہودی ذہن کی داد نہیں دو گے؟ میں کسی اور کا بھی انتخاب کر سکتا تھا لیکن میں نے خاص طور پر میڈم ایکس کو اسی لیے منتخب کیا کہ ان کی طرف سے مجھے دھوکے کا اندیشہ نہیں تھا۔"

"تمھارے دل میں کبھی یہ خدشہ پیدا نہیں ہوا کہ ہم لوگ بھی تمھارے ساتھ دھوکے بازی کر سکتے ہیں؟" تہذیب بولی۔

"خطرہ مول لیے بغیر کوئی بڑا کام نہیں کیا جا سکتا۔ جس حد تک احتیاط میں کر سکتا تھا، میں نے کی۔ اس کے بعد اگر میں ناکام ہو جاتا تو میری قسمت تھی۔"

"اس بات کو اگر بہت سادہ الفاظ میں ادا کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ تم بہت عقلمند ہو اور ہم انتہائی بے وقوف۔" میں نے کہا۔

"یہ بات کہنے یا سننے کی کیا ضرورت ہے۔" اوشیل میکائیل مسکرایا۔ "یہ تو ثابت شدہ حقیقت ہے۔"

"میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے مسٹر اوشیل میکائیل!" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "بظاہر یوں نظر آتا ہے جیسے ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ کر ناکام ہو گئے ہوں۔"

"میں تمھارے خیالات پر کوئی پابندی عائد نہیں کر سکتا۔" اوشیل خوش دلی سے مسکرایا۔ "تم جو چاہو سمجھو، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"کبھی تمھارے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے اوشیل کہ کامیابی کے بہت قریب پہنچ کر تمھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہو؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میرا نام اوشیل میکائیل ہے، سمجھے! میں نہیں جانتا کہ ناکامی کس چڑیا کا نام ہے۔"

"یعنی آج تک تم نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا ہے اس میں تمھیں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟"

"ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میں خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے والا آدمی ہوں۔"

"خیر ایسا تو نہ کہو اوشیل میکائیل! زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آتا ہے جب آدمی ناکام ہو جاتا ہے۔"

"ممکن ہے۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "مگر آج تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"فرض کرو مستقبل میں تمھارے ساتھ کبھی ایسا ہو جائے تو تمھارے کیا تاثرات ہوں گے؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اوشیل میکائیل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ وہ کچھ بے چین نظر آنے لگا تھا۔

"فرض کرو کسی معاملے میں تم کامیابی کے بالکل نزدیک پہنچ جاتے ہو اور اپنی دانست میں وہ تمام چیزیں حاصل کر لیتے ہو جو تمھارا مقصد ہیں لیکن اس کے بعد اچانک تمھیں پتا چلتا ہے کہ جو چیزیں تمھارے ہاتھ لگی ہیں وہ اصلی نہیں ہیں تو تم پر کیا گزرے گی؟"

"اول تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو بھی گیا تو میں اس کا توڑ سوچ لوں گا۔"

"میرا مطلب ہے غیر متوقع ناکامی کو برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ تم یقیناً جھنجلا جاؤ گے۔"

"جھنجلاتے وہ ہیں جو ذہنی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور انھیں اپنے اعصاب پر قابو نہیں ہوتا۔"

"گویا تم دماغی طور پر بھی بہت طاقتور ہو اور تمھیں اپنے اعصاب پر غیر معمولی کنٹرول ہے؟"

"جتنے بڑے بزنس کا مالک ہوں اسے چلانے کے لیے ان دونوں خصوصیات کا حامل ہونا بہت ضروری ہے۔"

"تب تو اوشیل میکائیل کو وہ خبر سنائی جا سکتی ہے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا۔" تہذیب بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "مجھے شبہ ہے کہ یہ اس ناگہانی صدمے کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔"

"انھوں نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ ان کے اعصاب بہت مضبوط ہیں۔ کیا تم نے سنا نہیں؟"

"سن لیا ہے۔" تہذیب بے پروائی سے بولی۔ "لیکن انھوں نے خود کو ناقابلِ اعتبار ثابت کر دیا ہے۔ ان کی کسی بات پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔" میں نے اپنے لہجے میں تشویش پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ پھر کیا کیا جائے؟"

"سوچنا پڑے گا۔" تہذیب متفکرانہ انداز میں بولی۔ "خبر تو بہرحال انھیں سنانی ہی ہے۔"

"یہ تم لوگوں نے کیا بکواس شروع کر دی۔" اوشیل جھنجلا گیا۔ "کیا تمھیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ موت تم سے کتنی قریب ہے؟"

"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "موت ہمیشہ ہم جیسے لوگوں کے آس پاس ہی قریب رہا کرتی ہے۔"

"اگر تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھے باتوں میں الجھا کر بچ جاؤ گے تو یہ تمھاری غلط فہمی ہے۔ تمھاری کسی بھی غلط حرکت یا میرے ایک اشارے پر یہ لوگ تمھیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"اطلاع فراہم کرنے کا شکریہ مسٹر اوشیل! ہمیں خوب اندازہ ہے کہ ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔"

"اب تم لوگ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اوشیل میکائیل نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ ہی دیر قبل تم نے اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم سے ہماری آخری خواہش پوچھی تھی۔" میں نے کہا۔

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ اگر تم نے کسی ناممکن قسم کی خواہش کا اظہار نہ کیا تو تمھاری خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔"

"بہت سیدھی سی خواہش ہے اوشیل! ہمیں تھوڑی سی مہلت درکار ہے۔"

"تمھیں کتنی مہلت درکار ہے اور اس سے تم کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟" اوشیل نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"میں اپنی ساتھی سے کچھ باتیں کر رہا تھا۔ اور چاہتا ہوں کہ مرنے سے قبل یہ گفتگو مکمل کر لوں۔ بس زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگیں گے، اس کے بعد بے شک ہمیں مروا دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہ بے سروپا گفتگو کرنا ہی تمھاری آخری خواہش ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ اوشیل! تم بہت رحم دل آدمی ہو۔" میں نے کہا اور تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میرے خیال میں اس شخص کے اعصاب بہت کمزور ہیں۔ اگر ہم نے اسے اتنی بڑی خبر اچانک سنا دی تو اندیشہ ہے کہ کہیں اس کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔"

"میں تم سے متفق ہوں، تو کیوں نہ ایسا کریں کہ پہلے اسے ذہنی طور پر اس بُری خبر کو سننے کے لیے تیار کر لیں۔"

"ہاں، یہ مناسب رہے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "اسے رفتہ رفتہ وہ خبر سناؤ تاکہ یہ محفوظ رہے ورنہ ہمیں یقین ہے، رقم کون ادا کرے گا۔"

"لگتا ہے موت کو قریب دیکھ کر تم لوگوں کے دماغ پر اثر پڑا ہے۔" اوشیل میکائیل بولا۔ "تم کیا اوٹ پٹانگ بک رہے ہو۔"

"اسے اوٹ پٹانگ مت کہو اوشیل! ہم بڑی سنگین نوعیت کی گفتگو کر رہے ہیں۔"

"تو کیا ہی حربہ کیوں نہ استعمال کر لو، موت سے تم نہیں بچ سکو گے۔" اوشیل نے کہا، لیکن صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ہماری باتوں سے اُس کے اعصاب شکستہ ہونے لگے ہیں۔

"ہماری باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئیں تو تم خود ہماری زندگیوں کی حفاظت کرتے نظر آؤ گے۔" میں نے کہا۔

اوشیل میکائیل نے زبردستی ایک قہقہہ لگایا۔ "میں نے تمہیں محض پندرہ منٹ کی مہلت دی ہے اور ابھی صرف پانچ منٹ ہی گزرے ہیں۔ بے فکر رہو، وقت پورا ہونے سے قبل تمہاری موت کے احکام جاری نہیں کروں گا۔"

"واقعی تم ہمارے ساتھ بے حد رعایت برت رہے ہو۔" میں نے سر ہلایا۔ "اب اگر اجازت ہو تو چند باتیں ہم سے بھی ہو جائیں۔"

"جتنی چاہو باتیں کر لو لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم مجھے کوئی چکما دے سکو گے۔ مجھ پر تمہارا کوئی نفسیاتی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

"ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ تم ہمارے لیے کیا عزائم دل میں لیے بیٹھے ہو لیکن تمہاری جنت کی راہ دیکھ رہی ہے۔ ہم دنیا کے خطرناک ترین جاسوسوں کو چکمہ دے کر ان کے درمیان سے ڈی نوسٹر کو مع قیمتی فارمولوں سمیت نکال کر لے آئے اور تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم اتنے بے وقوف نہیں ہو سکتے کہ اس آسانی سے تمہارے چنگل میں پھنس جائیں گے۔"

"دیکھو، اس کے باوجود تم لوگ کتنی آسانی سے میرے جال میں پھنس گئے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ذہانت کے معاملے میں کوئی قوم یہودیوں کی ہمسری نہیں کر سکتی۔"

"اوشیل میکائیل!" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ ہم نے بھی اپنے تحفظ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہوگا؟"

اوشیل میکائیل گڑبڑا گیا لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال بھی لیا۔ "دراصل تمہیں اندازہ نہیں تھا کہ مجھے کچھ خطرناک لوگوں کی خدمات بھی حاصل ہیں۔ تم تو مجھے ایک سیدھا سادا بزنس مین سمجھ رہے تھے۔ بعض اسی بنا پر تم اپنی حفاظت کا کوئی بندوبست کیے بغیر یہاں چلے آئے۔ اور میں نے اسی چیز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم پر قابو پا لیا۔"

"واقعی ہم بڑے گدھے ہیں۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہاں چلے آئے۔"

"تم نے وہ مثل نہیں سنی۔" تہذیب بولی۔ "دو پیسے کی ہانڈی جاتی ہے اور گدھے کی ذات پہچانی جاتی ہے۔"

"گدھے کی ذات تو پہچانی جا چکی۔ اب ہانڈی کی فکر کرو، وہ دو پیسے کی نہیں کروڑوں کی ہانڈی ہے۔"

"بہت ہو چکا۔" اوشیل میکائیل غصے سے دہاڑا۔ "میں اس سے زیادہ تو ہین برداشت نہیں کر سکتا۔"

"رقم تو ہر حال میں وصول کی جائے گی۔" تہذیب نے اوشیل کی طرف توجہ دیے بغیر کہا۔ "معاوضے سے دست بردار ہونا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔"

"سنا تم نے اوشیل؟" میں نے یوں کہا جیسے اوشیل بہرہ ہو۔ "دیکھو، تہذیب نے معاوضے کی رقم وصول کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔"

"تمہارے پاس مزید پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔" اوشیل نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری زندگی کی آخری خواہش سمجھ کر میں یہ سب کچھ برداشت کر رہا ہوں ورنہ۔۔۔"

"تم انتہائی درجے کے احمق اور جلد باز آدمی ہو اوشیل!" میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اور اپنی اسی جلد بازی کے باعث چوٹ کھا گئے۔"

"نہ تو میں جلد باز ہوں اور نہ ہی احمق۔۔۔۔ مجھ پر تمہارا کوئی نفسیاتی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

"اگر تم جلد باز نہ ہوتے تو ہم پر ہاتھ ڈالنے سے قبل اس بات کی تسلی ضرور کر لیتے کہ ڈی نوسٹر کے روپ میں جو شخص تمہارے حوالے کیا گیا ہے وہ واقعی ڈی نوسٹر ہے، کوئی اور تو نہیں ہے۔"

اوشیل میکائیل بُری طرح چونک پڑا۔ اُس کی نگاہ بے ساختہ زاہر کی طرف اٹھی جو ڈی نوسٹر کے میک اپ میں نیم مدہوشی کی اداکاری کر رہا تھا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔" اس نے کہا مگر اُس کے لہجے میں پہلے کی سی جان باقی نہیں رہ گئی تھی۔ "یہ ڈی نوسٹر ہی ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم اب بھی اتنے یقین سے یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"میرے پاس ڈی نوسٹر کی تصویر موجود ہے۔ میں اسے پہچاننے میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"یہ ہمارا آدمی ہے اوشیل! جس پر ڈی نوسٹر کا میک اپ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فارمولوں کی فلمیں بھی اصلی نہیں ہیں۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ "میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم موت سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہو۔"

"اور تم کتنے بڑے عقلمند ہو کہ ہماری بات کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھے بغیر ہی مسترد کر رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ موت کے خوف نے تمہیں جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ شخص ڈی نوسٹر ہے اور فارمولے بھی اصلی ہیں۔"

"ٹھیک ہے اوشیل!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اگر تمہیں اتنا ہی یقین ہے تو ہمیں مروا دو لیکن یاد رکھو اس کے بعد زندگی بھر تمہیں اصلی فارمولے نہیں مل سکیں گے۔"

اوشیل میکائیل متذبذب نظر آنے لگا۔ اُس کی حالت دیدنی تھی۔ بساط کچھ اس طرح اُلٹی تھی کہ اس کی عقل ہی ماؤف ہو کر رہ گئی تھی۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شخص اصلی ڈی نوسٹر نہیں ہے؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہمارے سوا سب کچھ نقلی ہے اوشیل! ڈی نوسٹر بھی اور فارمولے بھی۔ اصلی فارمولوں کی تو تمہیں ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی۔"

"تمہیں یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" اوشیل نے پُراعتماد لہجے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں سوچنا چاہیے تھا اوشیل کہ فارمولوں کے حصول کے لیے جن لوگوں پر تم نے اعتماد کیا ہے وہ اتنے احمق نہیں ہو سکتے کہ تم جیسے گدھوں کے فریب میں آ جائیں گے۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ تمہارا امتحان بھی تھا اور ہماری کاروباری چالاکی بھی۔ تم خود کو ذہین سمجھتے ہو اور اس سے بڑھ کر حماقت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔"

میری باتیں سن کر اوشیل میکائیل کی آنکھوں کی چمک ایک دم غائب ہو گئی۔ اس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور وہ احمقوں کی طرح میری شکل دیکھ رہا تھا۔

چند لمحوں تک اُس کی یہی حالت رہی پھر اس نے سنبھل کر ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا۔ "نہیں نہیں، تم بکواس کر رہے ہو۔ تمہیں بھلا یہ اندازہ کیسے ہو گیا کہ میں تمہارے ساتھ یہ فریب کروں گا۔"

"اس لیے اوشیل میکائیل کہ ہم جرم کی دنیا میں پہلی بار نہیں آئے ہیں۔ ہمیں مجرموں کی نفسیات کا بہت اچھی طرح علم ہے۔"

"لیکن میں کوئی مجرم تو نہیں ہوں۔ میں تو ایک کاروباری آدمی، ایک معزز شہری ہوں۔"

"اوشیل! تم بہت بڑے مجرم ہو، عام مجرموں سے مختلف۔ اسی لیے ہم نے تمہارے لیے انتظامات بھی ذرا اعلیٰ درجے کے کیے ہیں۔"

"ڈی نوسٹر کو تو چیک کیا جا سکتا ہے لیکن فارمولوں کے اصلی یا نقلی ہونے کا فیصلہ کیسے ہوگا؟"

"اس کی ترکیب بہت آسان ہے اوشیل! فارمولوں کی یہ فلمیں تمام تفصیلات کے ساتھ حکومت امریکا کو فراہم کر دینا۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" اوشیل کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "وہ لوگ تو میرے شکر گزار ہوں گے۔"

"میں بتاتا ہوں اوشیل! جب وہ دیکھیں گے کہ فارمولے نقلی ہیں تو اصل فارمولوں کی تلاش شروع کریں گے جو ظاہر ہے کہ موجود نہیں ہیں۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ پہلے تم نے فارمولے غائب کرائے، اس کے بعد نقلی فارمولے فراہم کر کے تم حکومت امریکا کو بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ امریکا کے لیے ان فارمولوں کی کیا اہمیت ہے اور وہ ان کی بازیابی کے لیے کیا نہیں کر سکتی۔ یقین کرو، ان فارمولوں کی بازیابی تک پوری امریکی سی آئی اے اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر کے تمہارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

اوشیل میکائیل بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو گئی تھیں اور وہ بوکھلایا دکھائی دینے لگا تھا۔ "میں۔۔۔ میں نہیں مانتا۔"

"تم نہیں مانتے تو مت مانو اوشیل میکائیل!" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ ضرور بتا دو کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟ پندرہ منٹ کی مہلت تو کب کی پوری ہو چکی۔"

"تم۔۔۔ تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔" اوشیل میکائیل نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "مجھ سے چال چل رہے ہو۔"

"تمہیں اس بات پر اتنا ہی یقین ہے تو اپنے آدمیوں کو گولی چلانے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پہلے تو مجھے حقیقت بتاؤ۔ کیا ڈی نوسٹر واقعی نقلی ہے؟" اوشیل میکائیل نے کسی ہارے ہوئے جواری کے سے انداز میں پوچھا۔

"اس کے چہرے کا میک اپ اموینا سے دُھل سکتا ہے۔ اموینا منگاؤ اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ نقلی ڈی نوسٹر ثابت ہوا تو تم فارمولوں کے نقلی ہونے پر بھی یقین کر لو گے۔"

اوشیل میکائیل سکتے کے سے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ کئی منٹ تک اس کی یہی حالت رہی پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں اپنے ایک آدمی سے اموینا لانے کو کہا۔ وہ شخص جس نے ہماری تلاشی لی تھی اپنی اسٹین گن دوسرے شخص کے حوالے کر کے تہہ خانے سے باہر چلا گیا۔

"بالآخر تم نے درست فیصلہ کر ہی لیا۔" میں نے کہا۔ "یہ کام تمہیں پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔"

اوشیل میکائیل بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا: "اگر میں تمہیں رقم کی ادائیگی کر دیتا تو کیا تم اصل فارمولے میرے حوالے کر دیتے؟"

"ہم نے وہ فارمولے اپنے لیے تو حاصل نہیں کیے تھے اوشیل! ظاہر ہے ہم انہیں تمہارے ہی حوالے کرتے۔"

"نہیں! تمہاری نیت میں فتور تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ تم... اُن فارمولوں کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

"وہ فارمولے ہمارے لیے بالکل بے کار ہیں اوشیل! اُن کی وجہ سے پہلے ہی بہت لوگ مارے جا چکے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ مرنے والوں کی فہرست میں ہمارا نام بھی شامل ہو۔"

"اگر تم لوگ موت سے ایسے ہی ڈرنے والے ہوتے تو ایسے کاموں میں بھی ہاتھ نہ ڈالا کرتے۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ ایسے کام کے دوران موت ہر قدم پر ہمارے تعاقب میں ہوتی ہے لیکن ہم تمہاری طرح لالچی نہیں ہیں اوشیل! ان فارمولوں کو حاصل کر کے تمہارے حوالے کرنے کا ہمیں جتنا معاوضہ ملا ہے، اس کے بعد ہم ان فارمولوں سے کوئی غرض رکھنا پسند بھی نہیں کریں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کا لالچ کسے نہیں ہوتا؟" اوشیل بے اعتباری سے بولا۔ "تم صرف زبانی باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے پاس اپنی باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔"

"حالانکہ تم گرین پول کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتے ہو۔ گرین پول کے لوگ ہر قسم کے معاملات میں دیانت داری میں مشہور ہیں۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اب تمہارا گرین پول سے کیا تعلق؟ میڈم ایلس تو گرین پول سے علیحدہ ہو چکی ہیں۔"

"ہاں انہوں نے علی گروپ کے نام سے اپنی ایک الگ تنظیم قائم کر لی ہے جس کا تمہیں پہلے سے علم ہے اور تم نے اس کے باوجود یہ کام ہمارے سپرد کیا تھا، کیوں؟"

"اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ میرے ساتھ اس طرح کا دھوکا بھی کر سکتے ہو۔"

"تم کسی حال میں سچ نہیں بول سکتے اوشیل! تم نے صرف اس وجہ سے یہ کام ہمارے سپرد کیا تھا کہ تمہیں گرین پول پر اعتماد تھا جس کا اعتراف تھوڑی دیر قبل تم خود اپنی زبان سے بھی کر چکے ہو۔"

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن اب ظاہر ہو رہا ہے کہ میں غلطی پر تھا۔ تم لوگوں کی بددیانتی ثابت ہو چکی ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ "واقعی اوشیل! تم سچ کہہ رہے ہو۔ جو کچھ ہوا ہے اس سے تم پر بات واضح ہو گئی ہے اور ہماری بددیانتی ثابت ہو گئی۔ بہت خوب!"

"وقتی طور پر میں بے بس ہوں۔" اوشیل اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولا۔ "اس لیے تم جتنا چاہو میرا مذاق اڑا سکتے ہو۔"

"ہم جیسے لوگ اگر ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو جائیں تو ختم ہو سکتے ہیں اوشیل! اسی لیے ہمیں حالات کے ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اگر تم ہمیں رقم کی ادائیگی کر دیتے تو اصل فارمولے بھی تمہارے حوالے کر دیے جاتے لیکن تم نے ہمیں احمق گردانا۔ ہم اپنے مقصد کی تکمیل سے قبل دوسرے کے مقصد کی تکمیل نہیں کرتے۔"

"فرض کرو میں ڈگی فوسٹر اور فارمولوں پر لعنت بھیج کر تمہیں ہلاک کرنے پر اتر آؤں تو تم کیا کرو گے؟"

"اس معاملے میں ہم قطعی بے بس ہیں۔ تم نے ہم پر چھ مسلح افراد مسلط کر دیے ہیں۔ ہم تو اپنے دفاع میں پوری طرح ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکیں گے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" اوشیل میکائیل نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اگر ڈگی فوسٹر اور فارمولے نقلی ثابت ہوئے تو تم دونوں کو جہنم واصل کر دیا جائے گا۔"

"تم ایسی حماقت نہیں کر سکتے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسا کرنے کی صورت میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فارمولوں سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔"

"اور جو رقم تم نے ہمیں بطور ایڈوانس ادا کی تھی وہ بھی ڈوب جائے گی۔" تہذیب نے ٹکڑا لگایا۔

"جب میں شکست کھاتا ہوں تو دوسرے کو بھی فاتح نہیں دیکھ سکتا خواہ اس کے لیے مجھے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔" اوشیل بولا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اوشیل! اور اسی لیے میں تمہیں نصیحت کروں گا کہ ایسی حماقت مت کرنا۔" میں نے کہا۔

"کیوں کیا اب کوئی نئی ہوائی چھوڑنے کا ارادہ ہے؟" اوشیل میکائیل نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"غالباً تم یہ سمجھ رہے ہو کہ جان بچانے کے لیے ہم اصل فارمولے تمہارے حوالے کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"اگر نہیں کرو گے تو ایک یقینی موت تمہارا مقدر ہو جائے گی۔" اوشیل نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"اور اگر ہم لوگ مارے گئے تو نہ صرف تم بلکہ تمہارا پورا خاندان نہایت ذلت آمیز موت سے دوچار ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"موت کو سامنے دیکھ کر ہر آدمی ہذیان بکنے لگتا ہے۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔"

"دفاع پر نہیں تھا لیکن اب ہو رہا ہے اوشیل! اگر یہ شخص نقلی ڈگی فوسٹر ثابت ہوا تو کیا تم یہ نہیں سوچو گے کہ اصلی ڈگی فوسٹر کہاں ہے؟"

"اور کیا تمہیں یہ خیال بھی نہیں آئے گا کہ اصل فارمولے کہاں ہیں؟" تہذیب نے کہا۔

اوشیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں باری باری مجھے اور تہذیب کو دیکھنے لگا۔

"بددیانت ہونا الگ بات ہے اوشیل میکائیل اور ذہین ہونا ایک بالکل مختلف چیز ہے۔ تم نے بددیانتی کی اور خود کو ذہین سمجھنے لگے۔ تمہیں اندازہ ہی نہیں ہوا کہ تم کتنی گھٹیا اور مخدوش قسم کی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہو۔ تم تو صرف یہ دیکھ رہے ہو کہ تم نے ہمیں ایک خطیر رقم ادا کی ہے۔ تم یہ نہیں سوچتے کہ ہم نے کن خطرات میں پڑ کر یہ کام کیا ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تمہاری ادا کی ہوئی رقم کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"اگر تم لوگ یہاں سے واپس نہ گئے تو کیا ہوگا؟" اوشیل میکائیل نے پوچھا۔ اس نے ایک بار پھر ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"اتنی دیر میں تم نے پہلا سوال ڈھنگ کا کیا ہے۔ علی گروپ کے سارے ارکان کو علم ہے کہ ہم اس وقت یہاں ہیں اور یہاں ہمیں کسی بھی قسم کا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ وہ ہماری واپسی کا انتظار کریں گے۔ ان کے پاس ہمارا انتظار کرنے کی ایک حد ہے۔ جب وہ حد پوری ہو جائے گی تو علی گروپ کے ارکان دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک گروپ کے لوگ ڈگی فوسٹر اور فارمولے لے کر خاموشی سے امریکا کی طرف روانہ ہو جائیں گے جہاں وہ حکومت امریکا سے سودے بازی کریں گے۔ علی گروپ کے بقیہ ارکان کا نشانہ تم ہو گے۔ وہ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک تمہارا اور تم سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دیں گے۔"

"تم... تم مذاق کر رہے ہو۔" اوشیل میکائیل نے خوفزدہ سے انداز میں کہا۔

"مذاق تو تم خود اپنے آپ سے کر رہے ہو اوشیل! اب بھی وقت ہے، عقل کے ناخن لو اور حالات کو مزید بگاڑنے سے گریز کرو۔"

اوشیل کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی وہ شخص واپس آ گیا جو نمونہ لینے گیا تھا۔ اوشیل میکائیل کی ہدایت پر نقلی ڈگی فوسٹر کے چہرے پر سانس کی بوتل سے امونیا کی پھوار ماری گئی اور اس کے بعد اوشیل میکائیل پھٹی پھٹی آنکھوں سے ذاہر کو دیکھنے لگا جس کے چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے اکھڑنے لگے تھے۔ ذرا سی دیر میں ذاہر اپنی اصلی شکل و صورت میں سب کے سامنے آ گیا۔

اوشیل میکائیل بے جان سے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹک گیا اور اس نے ہاتھ اٹھا کر سب کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں موجود سارے مسلح افراد انھی دروازوں سے واپس چلے گئے جن سے اندر داخل ہوئے تھے۔

"اب میں اصل فارمولے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" کچھ دیر بعد اوشیل میکائیل نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"بہت آسان طریقہ ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے پرسکون انداز میں کہا۔ "طے شدہ رقم سے دگنی رقم ادا کیجیے اور اصل فارمولے حاصل کر لیجیے۔"

اوشیل چونک پڑا۔ "کیا کہہ رہے ہو تم؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔ "اس کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں مسٹر اوشیل! ہمارے درمیان پچاس ملین ڈالر معاوضہ طے ہوا تھا۔ تمہاری اس بے ہودگی کی سزا کے طور پر ہم نے یہ رقم دگنی کر دی ہے۔ کل معاوضہ ایک سو ملین ڈالر ہو گیا ہے جس میں سے پچیس ملین ڈالر تم پہلے ہی ادا کر چکے ہو۔ مزید پچھتر ملین ڈالر ادا کرو اور فارمولے حاصل کر لو۔"

"نہیں نہیں ایسا مت کہو پلیز! ایسا مت کہو۔" اوشیل میکائیل گڑگڑانے لگا۔

"کیوں نہ کہیں مسٹر میکائیل!" تہذیب زہر ملے لہجے میں بولی۔ "تم نے جو کمینگی کی ہے اس کے عوض یہ بہت حقیر سی رقم ہے اور یہ تمہیں ہر حال میں ادا کرنا پڑے گی۔"

یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اوشیل میکائیل کے جسم سے پورا خون نچوڑ لیا ہو۔ "تم... میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے واقعی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں بددیانتی کا مرتکب ہوا ہوں۔ میں لالچ کا شکار ہو گیا تھا لیکن تم لوگوں نے جہاں مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں وہاں ایک یہ احسان اور کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

"ہرگز نہیں۔" تہذیب نے بڑی سختی سے کہا۔ "تم جیسا شخص سزا کا مستحق ہے تاکہ آئندہ تم کسی کے ساتھ بدعہدی نہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" اوشیل میکائیل گلوگیر آواز میں بولا۔ "آئندہ کسی کے ساتھ بھی بدعہدی نہیں کروں گا۔"

"اگر یہ نقلی ڈگی فوسٹر نہ ہوتا اور یہ فارمولے اصلی ہوتے تو کیا تم ہمیں زندہ چھوڑتے اوشیل؟" میں نے کہا۔ "اب جو کچھ تم نے کیا ہے اسے بھگتو گے بھی تم ہی۔"

"یہ میرے لیے بہت بڑی سزا ہے۔ میں تباہ ہو جاؤں گا، برباد ہو جاؤں گا۔"

"ہمیں تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں تو صرف رقم سے غرض ہے۔" تہذیب نے سنگدلی سے کہا۔ "اسے حرف آخر سمجھو۔"

"نہیں پلیز نہیں۔" اوشیل میکائیل گڑگڑایا۔ "یہ بہت بڑی رقم ہے، بہت بڑی دولت ہے۔ اسے ذہن سے نکال دو۔"

"تو پھر فارمولے کبھی ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا۔ "فارمولوں کا حصول صرف اس رقم کی ادائیگی کے ساتھ مشروط ہے۔"

"اتنے سنگدل نہ بنو۔ کیا اس رقم میں تھوڑی سی رعایت بھی نہیں ہو سکتی؟"

"تم خوش قسمت ہو اوشیل کہ سزا کے طور پر تمہیں صرف ایک حقیر سی رقم ادا کرنا پڑ رہی ہے ورنہ تمہاری جان کے لالے بھی پڑ سکتے تھے۔ جس رقم کو تم حقیر قرار دے رہے ہو وہ اتنی ہے کہ کئی پشتوں کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔"

"گویا تم رقم ادا کرنے کے موڈ میں نہیں ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اس کا مطلب ہوا کہ ہمیں فارمولے فروخت کرنے کے لیے جیسویا کسی اور سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا؟"

"تمہارا جو جی چاہے کرو لیکن میں اتنی بڑی رقم ہرگز ادا نہیں کروں گا۔" اوشیل نے بے جان سے لہجے میں کہا۔ وہ آخر وقت تک بھاؤ تاؤ کے موڈ میں تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ رقم تو اس کا باپ بھی ادا کرے گا۔ وہ فارمولے اس کے لیے اتنے ہی اہم تھے کہ انہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن یہودی تھا۔ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح تھوڑا بہت فائدہ ہی ہو جائے۔

"میرے خیال میں سودے بازی کے لیے معقول ترین پارٹی ماروشہ لابیل ہو گا۔" میں نے اوشیل میکائیل کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "وہ ہمیں اس سے دگنی رقم بھی ادا کر دے گا۔"

"نہیں۔" اوشیل میکائیل نے بڑے کرب سے کہا۔ "مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔ میں سوچنے کے لیے کچھ مہلت چاہتا ہوں۔"

"مہلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہیں کسی فیصلے پر پہنچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ بیس گھنٹے کی مہلت دی جا سکتی ہے۔"

"لیکن اس دوران تم یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔ میرے کسی فیصلے پر پہنچنے تک تمہیں یہیں رہنا ہوگا۔"

"ہمیں یہاں سے جانے کی کوئی جلدی بھی نہیں ہے اوشیل۔" میں نے کہا۔ "لیکن خیال رہے کہ بیس گھنٹے بعد حالات کی تمام تر ذمے داری تم پر ہوگی۔"

اوشیل میکائیل نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کر تہ خانے سے چلا گیا۔ جاتے وقت وہ مائیکرو فلمیں اپنے ساتھ لے جانا نہیں بھولا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے جناب۔" زاہد نے کہا۔ "میں تو آپ لوگوں کی زندگی کی طرف سے مایوس ہی ہو گیا تھا۔"

"مایوسی گناہ ہے زاہد۔" میں نے کہا۔ "تمہاری خدمات اسی لیے تو حاصل کی گئی تھیں کہ حالات پر اعلا کنٹرول رہے۔"

"اوشیل اپنے ساتھ مائیکرو فلمیں کیوں لے گیا ہے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"وہ کاروباری آدمی ہے تہذیب! کوئی فیصلہ کرنے سے قبل یہ اطمینان ضرور کرے گا کہ مائیکرو فلمیں کہیں اصل فارمولوں کی کاپی تو نہیں ہیں۔"

"یہاں تو اب کوئی بھی نہیں ہے جناب۔" زاہد نے کہا۔ "یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کریں؟"

"ضرور کرو زاہد۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا۔ اوشیل نے ہمارے فرار کی ساری راہیں مسدود کر رکھی ہوں گی۔"

"میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں جناب۔" زاہد نے کہا اور اٹھ کر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور تہذیب دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ آدھے گھنٹے تک زاہد کی کوششیں جاری رہیں اور اس کے بعد تھک ہار کر وہ واپس آ گیا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے تھے جناب۔" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "واقعی یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"مجھے بہت خوشی ہے زاہد کہ تم نے آنکھ بند کر کے میری بات پر یقین نہیں کر لیا۔ ایک ماتحت کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

زاہد نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات پوچھوں جناب؟"

"آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ تمہیں کوئی بات پوچھنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"شکریہ جناب۔" زاہد نے کہا۔ "میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ جب آپ نے مجھے آنکھ بند کر کے یقین نہ کرنے کی تلقین کی ہے تو خود آپ نے اپنے اندازے پر کیسے یقین کر لیا؟"

"اس کا جواب بہت آسان ہے زاہد! اگر مجھے یہاں سے نکلنا ہوتا تو میں کبھی یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھا رہتا۔"

"تو پھر آپ نے یہ بات مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتا دی؟" زاہد نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تاکہ اپنے اس اندازے کی تصدیق کر سکوں کہ فرار کی راہیں مسدود کی جا چکی ہیں۔"

"اوہ۔" زاہد نے کہا اور تفہیمی انداز میں سر ہلانے لگا۔ "لیکن جناب۔" اس نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "جو باہر موجود ہے، اس کا کیا ہوگا؟"

"اب تک وہ واپس جا چکا ہوگا۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر بیس گھنٹے تک ہم اس سے رابطہ قائم نہ کریں تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس عمارت پر چڑھائی کر دے۔"

"لیکن یہ بڑی بات ہے، ہمیں بعض اوقات ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔" میں نے کہا۔ "اب اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اس کی ضرورت پیش آئے۔"

"بیس گھنٹے اس تہ خانے میں گزارنا تو بہت مشکل ہوگا علی۔" تہذیب نے کہا۔

"ضروری تو نہیں ہے کہ بیس گھنٹے ہی لگیں۔ اوشیل کی واپسی اس سے قبل بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"وہ صرف فارمولوں کی فلمیں چیک کرانے گیا ہے۔ جیسے ہی اسے یقین ہو جائے گا کہ فارمولے اصلی ہیں، وہ اپنا فیصلہ سنانے دوڑا چلا آئے گا۔"

میرا خیال درست ثابت ہوا۔ کوئی چھ گھنٹے بعد اوشیل میکائیل تہ خانے میں داخل ہوتا نظر آیا۔ وہ بڑا بپھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مائیکرو فلمیں میرے سامنے میز پر پھینک دیں۔

"ان سب میں بوگس فارمولے بھرے ہوئے ہیں۔" اس نے بڑے غصے کے عالم میں کہا۔

"تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔" میں متحیرانہ لہجے میں بولا۔ "یہ بات تو ہم نے تمہیں پہلے ہی بتا دی تھی۔"

"مجھے تمہاری اس بات پر یقین نہیں تھا کہ ان فلموں میں اصلی فارمولے نہیں ہیں۔"

"یہ سراسر تمہاری اپنی غلطی تھی جس کے لیے تم ہمیں مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔" تہذیب نے کہا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اوشیل اور کام کی بات کرو۔" میں نے کہا۔ "رقم کی ادائیگی کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"رقم کل دن کے گیارہ بجے تک ادا کر دی جائے گی۔ ادائیگی کس شکل میں کی جائے؟"

"ادائیگی کی صورت وہی ہوگی جس میں ہم نے ایڈوانس وصول کیا تھا لیکن خیال رہے کہ یہ رقم ایڈوانس کی رقم سے تین گنا ہوگی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" اوشیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اصل فارمولے کہاں ہیں؟"

"جہاں بھی ہیں بڑی حفاظت سے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ان کی فکر میں تمہیں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں انہی کے عوض تو اتنی خطیر رقم ادا کر رہا ہوں۔ اصل فارمولے میرے حوالے کر دو۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو اوشیل۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "جو کچھ تم کر چکے ہو اس کے بعد بھی تم میں اتنی جرأت موجود ہے کہ ادائیگی سے قبل فارمولے طلب کر رہے ہو۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ کہ فارمولے مجھے کب ملیں گے؟"

"جب گوسٹے لی کے بینک سے رقم کی وصولیابی کی رسید ہمیں موصول ہو جائے گی۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اصل فارمولے تمہاری تحویل میں ہیں؟" اوشیل نے جرح کی۔

"کوئی ثبوت نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہیں ہماری زبان پر یقین کرنا ہوگا۔"

"جب تم کوئی ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہو تو میں تمہیں رقم کی ادائیگی کیوں کر دوں؟"

"مت کرو۔ ہم تمہیں کسی بات کے لیے مجبور تو نہیں کر رہے۔ ماروشہ لابیل ہمیں ہاتھوں ہاتھ لے گا۔"

"اس خبیث کا نام مت لو میرے سامنے۔" اوشیل میکائیل نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم تو کسی بھی خبیث یہودی کا نام لے کر اپنی زبان ناپاک نہیں کرنا چاہتے لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہے۔"

اوشیل میکائیل مجھے گھورنے لگا مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ چند لمحے بعد بولا۔ "رقم کی ترسیل کے کاغذات تمہارے حوالے کر کے میں تم سے اصل فارمولے لے لوں گا۔"

"تم نے خود کو ذرہ برابر رعایت کا مستحق بھی نہیں چھوڑا ہے اوشیل! پہلے یہ ممکن تھا لیکن اب یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک رقم کی وصولیابی کی رسید نہ مل جائے تمہیں اصل فارمولوں اور ڈی فوسٹر کی ہوا بھی نہیں لگنے دی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اوشیل نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جہاں میں نے اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا سا صبر اور کر لوں گا۔"

"اب آئے ہو نا راہ پر۔" میں نے کہا۔ "ویسے تم بے فکر رہو سارے معاملات طے ہونے تک ہم یہیں قیام کریں گے۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے پر میری بات سن کر قدرے بحالی کے آثار پیدا ہوئے۔ "لیکن تمہارے وہ ساتھی..." وہ تشویشناک لہجے میں کہنا چاہا لیکن میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ان کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں فون پر انہیں مناسب ہدایات جاری کر دوں گا۔"

"آؤ میں تمہیں تمہارے کمروں تک پہنچا دوں۔" اوشیل میکائیل نے کہا اور ہمیں تہ خانے سے باہر لے آیا۔

مجھے اور تہذیب کو ایک کمرا ملا تھا جبکہ زاہد کو ہمارے برابر والا کمرا دیا گیا تھا۔ کمرے میں فون موجود تھا۔ میں نے موقع ملتے ہی بدر کو فون کر دیا۔ وہ ہوٹل میں اپنے کمرے میں موجود ملا تھا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ حالات معمول پر ہیں۔ ممکن ہے مزید ایک آدھ روز تک

ہم واپس نہ آسکیں لہٰذا ہمارے اگلے پیغام کا انتظار کرے۔

اوشیل میکائیل نے ہمیں معزز مہمانوں کی طرح رکھا تھا۔ تمام ملازمین کو ہدایت کردی گئی تھی کہ ہر طریقے سے ہمارا خیال رکھیں۔ اس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بالکل سیدھا ہو گیا تھا لیکن پھر محتاط رہتا تھا۔ وہ اپنی فطری کمینگی تو ظاہر کر ہی چکا تھا اس لیے اس سے کسی بھی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ یہ اطمینان بہرحال تھا کہ جب تک اصل فارمولے اس کے ہاتھ نہیں لگ جاتے وہ ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکے گا اور ڈی تو سٹر کے بارے میں تو میرے، تہذیب اور ڈینگ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔

مجھے اوشیل میکائیل کی طرف سے اور کوئی خطرہ تو نہیں تھا لیکن یہ اندیشہ بہرحال تھا کہ اس نے اس کمرے میں ایسے آلات نہ چھپا رکھے ہوں جو اس تک اس کمرے میں ہونے والی گفتگو پہنچا سکیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہمارے حق میں سب سے زیادہ خطرناک بات ہو سکتی تھی۔ اس لیے کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر وہ ان حقائق سے واقف ہو سکتا تھا جو ہمارے علاوہ کسی کے علم میں بھی نہیں تھے اور جن کا اس کے علم میں آنا ہمارے لیے ہلاکت خیز ثابت ہو سکتا تھا۔ مثلاً یہ کہ ڈی تو سٹر مر چکا ہے اور یہ کہ اصل فارمولے میں نے اپنے جوتے کی ایڑی میں چھپا رکھے ہیں۔

یہ سب کچھ سوچ کر میں نے اشارے سے تہذیب کو اپنے قریب بلایا اور اس کے کان سے منہ لگا کر انتہائی دھیمی آواز میں کہا: "مجھے شبہ ہے جان کہ اس کمرے میں کی جانے والی گفتگو کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے۔ اس لیے ہم جو بھی گفتگو کریں گے وہ ہمارے مشن سے غیر متعلق ہو گی۔"

تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"بہت عرصے بعد ایسی شاہانہ میزبانی میسر آئی ہے۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "اور تم اتنی دور جا کر بیٹھ گئیں۔"

تہذیب نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "مت بھولو کہ ہم اس وقت کسی اور کی قید میں ہیں۔" اس نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم قید میں نہیں ہیں بلکہ معاہدہ تکمیل کو پہنچنے تک یہاں مہمان ہیں۔"

"مجھے اوشیل میکائیل سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی جو اس نے ہمارے ساتھ کی۔" تہذیب نے کہا۔

"میں خود حیران رہ گیا تھا۔ اسے کسی حال میں بھی بدعہدی کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"خاص طور پر اس صورت میں کہ اس کا واسطہ گرین پول سے تھا۔ اسے معلوم ہے کہ گرین پول کا اولین اصول دیانت داری ہے اور اس نے آج تک اپنے کسی بھی کلائنٹ کے ساتھ دھوکا نہیں کیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب مائکم ایکس۔ جو دھوکا دینے کے عادی نہیں ہوتے وہ دھوکا کھانے کے روادار بھی نہیں ہوتے۔"

"خیر اس نے جو کچھ کیا اس کا خمیازہ بھی تو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اگر اس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی اور شرافت سے بقیہ رقم ادا کر دی ہوتی تو اس وقت ڈی تو سٹر اصل فارمولوں سمیت اس کے شکنجے میں ہوتا۔"

"اب کیا ارادہ ہے تہذیب! رقم کی ادائیگی کے بعد فارمولے اس کے حوالے کرنے ہیں یا اسے مزید سزا دینی ہے؟"

"اسے اس کے کیے کی سزا مل چکی ہے لہٰذا جیسے ہی وہ ادائیگی کرے گا فارمولے اس کے حوالے کر دیے جائیں گے۔"

"لیکن میں تمہارے ذہن رسا کا قائل ہو گیا۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "اگر تم نے جعلی فارمولے تیار کر لیے ہوتے تو اس وقت ہم اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے ہوتے۔"

تہذیب مسکرائی۔ "یہ سب کچھ بہت ضروری تھا۔" اس نے بھی جواباً بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "اس وقت تو تم میرے اقدامات کی مخالفت کر رہے تھے۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اگر ہم کسی تابوت ہوتے تو میڈم ایکس کی جگہ پر نہ ہوتے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "واقعی تم نے اس وقت جو کچھ کیا تھا وہ بہت ضروری تھا۔"

"تم کئی بار میری جگہ لینے کی کوشش کر چکے ہو۔ اب تمہیں اندازہ ہوا کہ طاقت ذہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"بالکل اندازہ ہو گیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہاری ذہانت کو سلام کرتا ہوں۔"

"ایسے نہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "عہد کرو کہ آئندہ کبھی میری جگہ لینے کی کوشش نہیں کرو گے اور میرے نائب خصوصی کی حیثیت سے ہی کام کرتے رہو گے۔"

"میری توبہ جو آئندہ ایسا خیال بھی ذہن میں لاؤں۔" میں نے کان پکڑ کر کہا۔ "مجھے تو بس تم اپنے قدموں میں جگہ دے دو۔"

"قدموں میں جگہ دی جا سکتی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"میں اس اعزاز کے لیے مادام ایکس کا بے حد مشکور ہوں۔" میں نے کہا اور اٹھ کر تہذیب کے پیروں کے پاس جا بیٹھا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو۔" تہذیب مجھے واقعی اپنے قدموں میں بیٹھے دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"ماضی میں، میں نے کئی بار تمہاری جگہ لینے کی کوشش کر کے تمہیں جو کچھ تکلیف پہنچائی ہے اس کا ازالہ کر رہا ہوں۔" میں نے گلوگیر آواز میں کہا مگر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "مجھے اپنے قدموں میں پڑا رہنے دو تہذیب مائکم ایکس۔"

"تمہاری جگہ میرے قدموں میں نہیں میرے برابر ہے۔" تہذیب نے کہا اور میں ہنستا ہوا اٹھ کر اس کے برابر صوفے پر بیٹھ گیا۔

سائیڈ ٹیبل پر ایک رائٹنگ پیڈ رکھا تھا۔ میں نے اس پر لکھا۔ "بظاہر تو یہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی تہذیب جس سے شبہ ہو کہ اوشیل ہماری گفتگو سن سکے گا۔"

"اس کے باوجود ہم محتاط رہیں گے۔" تہذیب نے میرے ہاتھ سے بال پوائنٹ لے کر لکھا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اوشیل میکائیل کے ساتھ کیا سلوک کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

"اس کم بخت کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔" تہذیب نے لکھا۔

"ممکن ہے وہ کوئی نئی چال چلنے کی تیاریاں کر رہا ہو؟"

"فی الوقت تو اس کے امکانات معدوم ہی نظر آتے ہیں۔ فارمولے حاصل کیے بغیر وہ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"تو کیا خیال ہے؟ رقم کی وصولی کی رسید لے کر اسے یہیں قتل کر کے نکل چلیں؟"

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ کرنا قبل از وقت ہوگا۔ معلوم نہیں حالات کیا کروٹ اختیار کریں۔ جیسے حالات ہوں گے اس کے مطابق عمل کر لیں گے۔"

میں نے سر ہلا کر تہذیب سے متفق ہونے کا اظہار کیا اور جس کاغذ پر ہم نے لکھا تھا اسے جلا کر راکھ غسل خانے میں بہا دی۔ احتیاطاً پیڈ کے مزید دو تین کاغذ اور جلا دیے تاکہ سادہ صفحات پر تحریر کا کوئی نشان باقی نہ رہ جائے جسے پڑھا جا سکے۔

وہ رات اور اس سے اگلا دن اور رات ہم نے اوشیل میکائیل کے مہمان کے طور پر سکون سے گزارے۔ ملازمین ہماری ضروریات کا پوری طرح خیال رکھ رہے تھے جبکہ اوشیل میکائیل دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہم نے بھی اس کے بارے میں کسی سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ سوئٹزرلینڈ کے بینک سے رقم کی وصولیابی کی رسید آنے میں کچھ وقت تو لگنا ہی تھا۔

تیسرے روز صبح ہی صبح ہمیں طعام گاہ میں لے جایا گیا جہاں کھانے کی میز پر اوشیل میکائیل بھی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا اور اس نے ایک فائل نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ "یہ لو میں نے رقم جمع کرا دی ہے۔ کاغذات چیک کر لو۔" اس نے کہا۔

"رقم تو پوری جمع کرائی ہے نا اوشیل جی؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کاغذات دیکھ لو گے کہ میں نے پوری پچیس ملین ڈالر ہی جمع کرائے ہیں۔"

"دراصل تم سے ڈر ہی لگتا ہے۔ تم بزنس میں ہو نا اور تمہارے تجارتی نظریات ذرا مختلف قسم کے ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اوشیل میکائیل کا چہرہ مارے خفت کے سرخ ہو گیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس بات کا فیصلہ کیسے ہوگا اوشیل کہ یہ کاغذات جعلی نہیں ہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"تمہیں اختیار ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جا کر ان کاغذات کی تصدیق کرا آئے لیکن تصدیق ہونے تک بقیہ دو افراد کو یہیں رکنا ہوگا۔"

"لیکن اوشیل جی۔" میں نے کہا۔ "اس کام میں تو کئی دن لگ جاتے ہیں۔ تم نے ایک ہی دن میں یہ سارا کام کیسے کر لیا؟"

"مجھ پر بلاوجہ شبہ مت کرو۔" اوشیل نے ناگواری سے کہا۔ "میں نے رقم بہت ارجنٹ طریقے سے بھیجی ہے اور اتنی جلدی رسید منگوانے میں مجھے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ محض اس معاملے کی اہمیت کے پیش نظر میں نے اتنی جلدی کی ہے ورنہ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔"

"اسی لیے تو مجھے حیرت ہو رہی ہے مسٹر اوشیل جی۔" میں نے کہا اور فائل کھول کر اپنے سامنے رکھ لی۔ رسیدوں کی جانچ پڑتال میں نے بہت باریک بینی سے کی اس لیے کہ اس کم بخت سے کسی بھی دھوکے بازی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ کاغذات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرنے کے بعد میں نے فائل تہذیب کی طرف بڑھا دی۔ تہذیب کے بعد زاہرہ نے بھی کاغذات چیک کیے۔

اوشیل میکائیل خاصی بے چینی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ "کاغذات کے اصلی ہونے کی تصدیق کرنے کے لیے تم میں سے کون جائے گا؟" اس نے پوچھا۔

"بظاہر تو ان کاغذات میں کوئی گڑبڑ نہیں معلوم ہوتی۔" میں نے کہا۔ "تاہم اس ضمن میں حتمی فیصلہ میڈم ایکس ہی کریں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "کاغذات اصلی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر اوشیل سے یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ انھوں نے مزید کوئی حماقت کی ہوگی۔"

"یعنی آپ ان کاغذات سے پوری طرح مطمئن ہیں؟" اوشیل نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب بولی۔ "میں ان کاغذات سے پوری طرح مطمئن ہوں۔"

"گویا اب ہم مطلب کی بات کر سکتے ہیں۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اب ڈی تو سٹر اور فارمولے تمہارے حوالے کر دیے جائیں؟"

"ہاں۔" اوشیل نے کہا۔ "اب تو میں نے مجرمانہ کی رقم بھی ادا کر دی ہے۔"

"کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔" تہذیب کچھ سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ مال یہیں منگوا دیا جائے یا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"مناسب تو یہی رہے گا کہ وہ چیزیں آپ یہیں منگوا لیں۔" اوشیل میکائیل بولا۔

"بالکل منگوا دیتے اوشیل! لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کام کے لیے ہمیں خود جانا پڑے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"تو آپ تینوں میں سے کوئی ایک جا کر انھیں لے آئے، تب تک دو آدمی یہیں رک جائیں۔"

"ایسی بھی کیا بے اعتباری مسٹر اوشیل۔" تہذیب مسکرائی۔ "بے فکر رہیں آپ کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔"

"لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے؟" اوشیل میکائیل نے اصرار کیا۔ "مال ہوائی اور ڈی ٹو سٹر لانے کے لیے ایک آدمی بھی بہت کافی ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب طویل سانس لے کر بولی۔ "ڈی ٹو سٹر اور فارمولوں کے حصول کے لیے ہم تینوں کا جانا بہت ضروری ہے۔"

"میں... میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟" اوشیل نے ہکلا کر کہا۔

"ہم تینوں میں سے اگر ایک بھی فرد کم ہوا تو ڈی ٹو سٹر ملے گا اور نہ فارمولے۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم نے اس سلسلے میں بہت سخت ہدایات جاری کی تھیں۔"

"اگر تم تینوں کا ہی جانا ضروری ہے تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں بھی تمھارے ساتھ ہی چلوں؟"

تہذیب نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے تہذیب کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ مسٹر اوشیل میکائیل اگر صبر نہیں کر سکتے تو انھیں بھی اپنے ساتھ لے چلتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم آپ کو بھی ساتھ لے چلیں گے لیکن آپ کو تنہا چلنا ہوگا۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے پر بدحواسی کے آثار ابھرے۔ "لیکن میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی لے جانا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" تہذیب کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "اصولی طور پر تو ہمیں آپ کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہیے — ہم نے اس کی اجازت دے دی، یہی بہت کافی ہے۔"

اوشیل میکائیل کھلایا ہوا نظر آنے لگا۔ "جن لوگوں کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا وہ میرے اعتبار کے آدمی ہیں۔"

"لیکن ہم اسے پسند نہیں کریں گے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ "کیا آپ کو ہم پر اعتبار نہیں ہے؟"

"ہم... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اوشیل گڑبڑا گیا۔ "مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر آپ یہیں ہمارا انتظار کیوں نہیں کر لیتے؟" تہذیب نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ کی امانت آپ کو پہنچ جائے گی۔"

"تم تو جانتے ہو اوشیل کہ رقم کی وصولی کے بعد ہمیں نہ تو ڈی ٹو سٹر سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی فارمولوں سے۔" میں نے کہا۔ "لہٰذا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ٹ... ٹھیک ہے۔ میں تنہا ہی چلتا ہوں۔" اوشیل نے گھبرا کر کہا۔ "لیکن میں ڈی ٹو سٹر کو کیسے قابو میں کر لوں گا؟"

"اوہ! تو آپ اس وجہ سے پریشان ہو رہے تھے۔" تہذیب نے کہا۔ "بے فکر رہیے۔ ڈی ٹو سٹر بے ہوشی کی حالت میں آپ کے حوالے کیا جائے گا مگر شرط یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تنہا چلیں گے۔"

"اگر اسے بحالت بے ہوشی میرے حوالے کیا جائے گا اور لے جانے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوگی تو مجھے تمھارے ساتھ تنہا چلنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"دراصل ہمارے اپنے کچھ اصول ہیں جن پر ہم بہت سختی سے عمل پیرا رہتے ہیں اس لیے یہ تاکید بھی کرنا ضروری ہے کہ آپ کا کوئی آدمی ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "اگر آپ نے اس قسم کی کوئی بھی حماقت کرنے کی کوشش کی تو پہلے سوچ لیجیے گا کہ اس کے نتیجے میں آپ کو ڈی ٹو سٹر اور فارمولوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔"

اوشیل میکائیل کے حلق سے تھوک نگلنے کی آواز میں نے صاف سنی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے قہر دار سی آواز میں کہا۔ "مجھے یہ شرط بھی منظور ہے۔ میرا کوئی آدمی تعاقب بھی نہیں کرے گا۔"

"آپ سمجھدار ہیں مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے سر ہلا کر کہا۔ "آپ نے تعاون کیا تو بہت جلد فارمولوں کے مالک بن جائیں گے۔"

اوشیل میکائیل خاموشی سے اٹھ گیا۔ اس نے تیار ہو کر آنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

"ہم کس طرح چلیں گے؟" اس نے پوچھا۔ "میں اپنی کار نکلواؤں یا کسی اور طرح چلنا ہے؟"

"ہم آپ کی کار ہی میں چلیں گے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن آپ کار خود ڈرائیو کریں گے۔ ڈرائیور کو بھی ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اوشیل میکائیل کا چہرہ بجھ کر رہ گیا مگر اس نے ڈرائیور کو ساتھ لینے کے لیے اصرار بھی نہیں کیا۔ غالباً اس کا ارادہ یہ تھا کہ ڈرائیور کے روپ میں اپنے کسی خطرناک آدمی کو ساتھ لے لے گا۔

دس منٹ بعد ہم اوشیل میکائیل کی کار میں پیرس کی سڑکوں پر سفر کر رہے تھے۔ کار اوشیل میکائیل خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تہذیب اس کے برابر بیٹھی اسے راستے بتا رہی تھی جبکہ میں اور مہر پچھلی نشست پر تھے۔

اوشیل میکائیل کے بارے میں ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کی زندگی اب فضول ہے لیکن اسے ٹھکانے لگانے کے طریقۂ کار کے بارے میں میرے اور تہذیب کے درمیان کوئی حتمی طریقہ طے نہیں ہو سکا تھا۔ اب یہ کام تہذیب کے سر آ پڑا تھا۔ مجھے کچھ کچھ اندازہ تھا کہ اس کے ذہن میں کیا طریقہ ہے۔

کار تہذیب کی بتائی ہوئی سڑکوں پر دوڑتی ہوئی بتدریج شہر سے باہر کی طرف جا رہی تھی۔

"یہ... یہ تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" اوشیل میکائیل نے کہا۔ "اب تو شہر کی حدود بھی ختم ہو گئیں۔"

"ہم نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہماری منزل شہر کے اندر ہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کہیں تم تعاقب کا اندازہ کرنے کے لیے تو مجھے بے مقصد ہی مختلف سڑکوں پر نہیں گھما رہی ہو؟"

"اس کا اندازہ تو ہو چکا اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہمارے تعاقب میں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"آخر مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ اب ہمیں مزید کتنا سفر اور کرنا ہے؟" اوشیل نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا تم گھبرا رہے ہو اوشیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں، لیکن مجھے الجھن ہو رہی ہے۔" اوشیل بولا۔ "شہر کے بعد اب مضافاتی علاقہ بھی ختم ہونے کو ہے۔ معلوم ہے ہم پچاس میل سفر کر چکے ہیں؟"

"ابھی تقریباً تین میل مزید سفر کرنا ہوگا مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "واپسی میں پٹرول تو ختم نہیں ہو جائے گا؟"

"اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ ٹنکی فل ہے۔ اس کے علاوہ کار میں پٹرول کے فاضل ٹن ہر وقت موجود رہتے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے کار میں خاموشی چھا گئی پھر اوشیل میکائیل دوبارہ بولا۔ "آپ مجھے کہاں لے جا رہی ہیں مادام؟ اب تو مضافاتی علاقہ بھی پیچھے رہ گیا۔"

"بس مسٹر اوشیل! اس جگہ سے کار سڑک سے نیچے اتار لیجیے۔" تہذیب نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا!" اوشیل حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "لیکن اس طرف تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"حیرت ہے مسٹر اوشیل! آپ پیرس کے باشندے ہو کر بھی نہیں جانتے کہ اس طرف کیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"اس خزانے کو چھپانے کے لیے ایسی ہی جگہ درکار تھی اوشیل جس کی طرف کسی کا بھی ذہن نہ جا سکے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اوشیل نے کہا اور کار سڑک سے نیچے اتار دی۔ اب کار کچے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ میل تک تو زمین سخت تھی اس لیے کار آگے بڑھتی رہی لیکن اس کے بعد ریتلا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر کار کی رفتار سست ہوئی اور پھر بالآخر کار رک گئی۔

"کیا بات ہے مسٹر اوشیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "آپ نے کار روک کیوں دی؟ ابھی ہماری منزل تو نہیں آئی۔"

"اب کیا اسے ہوائی جہاز بنا دوں؟" اوشیل نے جھنجھلا کر کہا۔ "اس ریت پر کار کیا خاک چلے گی؟"

"ایسے مقامات پر کار چلانے کے لیے تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔" اوشیل میری طرف پلٹا۔ "ریت پر کار کسی طرح بھی نہیں چل سکتی۔"

"چل سکتی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "اگر آپ کہیں تو میں آپ کو عملی مظاہرہ کر کے دکھا سکتا ہوں۔"

"آؤ۔" اوشیل نے جھنجھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی کار سے باہر آ گیا لیکن میں اگلی نشست کی طرف بڑھنے کے بجائے خود اس کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا لیکن قبل اس کے کہ اس کے منہ سے کسی قسم کی کوئی آواز نکلتی میں نے اس کے کوٹ کی جیب سے پستول نکال لیا۔

"یہ... یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اوشیل میکائیل نے خوف اور غصے سے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"تم بتا سکتے ہو اوشیل کہ یہ پستول تمھاری جیب میں کیا کر رہا تھا؟" میں نے اس کی بات نظرانداز کر کے کہا۔

"تم میرے ساتھ یہ سلوک کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ میں اس پستول کا مالک ہوں۔ اسے جہاں چاہوں رکھوں۔"

"میں بتا سکتا ہوں اوشیل۔" میں نے بڑے مزے سے کہا۔ "دراصل تمھارے پاس ہمیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں تھا۔"

"نہیں نہیں۔" اوشیل نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا کر کہا۔ "مجھ سے مذاق مت کرو۔ مجھے خوفزدہ مت کرو۔"

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں تمہیں اتنا خوفزدہ کر سکتا ہوں کہ تم خوف کی زیادتی سے مر جاؤ گے تو یقین کرو میں تمہیں قتل کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہ استعمال کرتا۔"

"آپ ہی نے سمجھایا ہے میڈم ایکس۔" اوشیل نے طنزیہ انداز میں تہذیب سے کہا جو کار سے اتر آئی تھی۔

"بری بات ہے علی! کسی کو قتل کرنے سے قبل اسے خوفزدہ کرنا بری بات ہے۔" تہذیب نے ناصحانہ انداز میں مجھ سے کہا۔ "یاد رکھو! نیک کام میں کبھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم ایکس!" اوشیل خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"اپنی طرف سے تو تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اوشیل!" تہذیب نے نفرت سے کہا۔ "اگر ہم نے اپنے تحفظ کا بندوبست نہ کر رکھا ہوتا تو کیا تم ہمیں چھوڑ دیتے؟"

"میں... میں اپنے کیے کا خمیازہ بھگت چکا ہوں۔ جتنی بڑی رقم میں نے ادا کی ہے اتنا تاوان تو حکومتیں بھی ادا نہیں کرتیں۔"

"تم اس کے لیے مجبور ہو گئے تھے اوشیل! کاش یہ سب کچھ تم نے اپنی خوشی سے کر لیا ہوتا تو تمہیں یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا۔" میں نے کہا۔

"مجھے قتل کر کے تم لوگ بچ نہیں سکو گے۔" اوشیل میکائیل نے پینترا بدلا۔

"کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی اوشیل! اسی لیے تو ہم تمہیں تنہا یہاں لائے ہیں۔" تہذیب بولی۔

"پیرس کی پولیس مجرموں کو کھوج کر دار تک پہنچانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔" اس نے دھمکی دی۔

میں استہزائیہ انداز میں ہنس پڑا۔ "فرانس کے سیکرٹ ایجنٹوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تو ہم نے فارمولے اڑائے ہیں۔ اب پولیس سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں گے۔"

"تم لوگ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" اوشیل گڑگڑایا۔ "میری جان لے کر تمہیں کیا مل جائے گا؟"

"تم انتہائی احمق آدمی ہو اوشیل!" میں نے پستول لہرایا۔ "اپنا آلۂ قتل اپنی جیب میں لے کر گھوم رہے تھے۔ تم جیسے احمق سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔"

"اگر تمہیں مزید رقم درکار ہے تو میں تمہیں وہ بھی دے سکتا ہوں۔" اس نے ہمیں لالچ دینے کی کوشش کی۔

"ہم بہت بے وقوف لوگ ہیں اوشیل!" میں نے ہنس کر کہا۔ "قناعت پسند بھی ہیں اسی لیے جو تھوڑی بہت رقم ہاتھ لگ گئی ہے اسی پر اکتفا کر لیں گے۔"

"میں تمہیں مالا مال کر دوں گا لیکن میری زندگی بخش دو۔" اوشیل گھگیایا۔

"سنو مکار یہودی!" میں دانت پیس کر بولا۔ "موت تمہارا مقدر ہو چکی ہے۔ اب کسی بھی حربے سے تم موت سے نہیں بچ سکو گے۔ اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

"میڈم ایکس!" اوشیل رو دینے والے انداز میں بولا۔ "تم تو کہہ رہی تھیں کہ گرین پول اپنی دیانت داری کے لیے مشہور ہے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اسی کو دیانت داری کہتے ہیں؟"

"میڈم ٹھیک کہہ رہی تھیں اوشیل!" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "گرین پول واقعی اپنی دیانت داری کے لیے مشہور ہے لیکن اب میڈم ایکس گرین پول کی ممبر نہیں ہیں۔ اب وہ علی گروپ کی سربراہ ہیں۔"

"علی گروپ!" اوشیل نے علی گروپ کی ٹانگ توڑی۔ "یہ بھی تو گرین پول کی کوئی شاخ ہوگی۔"

"نہیں، یہ یہودیوں کی شامت اعمال ہے۔" میں نے کہا۔ "اور بدقسمتی سے تم بھی یہودی ہو۔"

"یہودیوں... یہودیوں کی شامت اعمال؟ میں اس بات کا مطلب نہیں سمجھا۔" اوشیل نے اٹک اٹک کر کہا۔

"اس بات کا مطلب میں تمہیں بہت اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ کبھی علی یار خان کا نام سنا ہے؟"

یوں محسوس ہوا جیسے اوشیل میکائیل کو کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ "وہی... وہی علی یار خان...؟"

"ہاں میں وہی علی یار خان ہوں جو اسرائیل کے وجود کے لیے اسی طرح خطرہ بن کر رہ گیا ہے جس طرح خود اسرائیل کا وجود فلسطینیوں کے لیے۔ جس گروپ کی خدمات تم نے حاصل کی تھیں وہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کی ایک شاخ ہے جسے تہذیب یا مسٹر ایکس نے میرے نام پر قائم کیا ہے۔ تم سے جو رقم وصول کی گئی ہے وہ تمہارے نام نہاد اسرائیل کے خلاف صرف کی جائے گی۔ بیروت کے کیمپوں میں بے یار و مددگار پڑے ہوئے فلسطینی تمہاری اس دولت کے زیادہ مستحق ہیں اوشیل میکائیل جس دولت پر تم سانپ بنے بیٹھے ہو۔ کبھی ان کیمپوں کی حالت زار جاننے کی ضرورت بھی محسوس کی ہے اوشیل؟ ان لوگوں کے پاس پہننے کو کپڑے اور کھانے کو ایک لقمہ نہیں ہے۔ انہیں بے گھر کر دیا گیا ہے۔ دودھ پیتے بچے بھوک کی وجہ سے بلک بلک کر مر جاتے ہیں۔ ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے اور یہ سب اسرائیلی فوج کے مظالم ہیں اور اس پر تم یہودی لابی کا یہ پروپیگنڈہ ہے کہ اسرائیل غاصب نہیں ہے بلکہ مظلوم ہے۔ مظلوم کو ظالم ثابت کیا جا رہا ہے اور ظالم مظلوم بنا ہوا ہے۔ بین الاقوامی پریس پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ عالمی معیشت پر یہودیوں کا کنٹرول ہے لیکن مظلوم فلسطینی بہترین اسلحے سے لیس اسرائیلی فوج کے سامنے اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھیج دیتے ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں ہیں لیکن ان کے حوصلے جوان ہیں۔ تم اندازہ کر سکتے ہو اوشیل کہ وہ صرف پتھروں کے سہارے اپنی جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ صرف ان کا جذبہ ہے ان کی جدوجہد ہے جس کے باعث انہوں نے آج تک ہتھیار نہیں پھینکے۔ تم لوگ اپنی تمام تر طاقت اور وسائل کے باوجود ان کی آواز نہیں دبا سکے اور نہ دبا سکو گے۔ آخری فتح حق کی ہو کر رہے گی۔ طاقت کے جس زعم میں تم لوگ مبتلا ہو وہ بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔ تم لوگوں کو فلسطین کی سرزمین چھوڑ کر نکلنا پڑے گا اور یاد رکھو کہ جب تک ایک فلسطینی بھی زندہ ہے اس وقت تک علی یار خان بھی ان کی جدوجہد میں شریک ہے۔ خواہ وہ کہیں بھی ہو ان کے مفادات کے لیے لڑتا رہے گا۔"

اوشیل میکائیل پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "لیکن میرا قصور کیا ہے؟" اس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "کیا میرا جرم صرف یہ ہے کہ میں یہودی ہوں۔ تم اس جرم کی بنا پر مجھے مار ڈالو گے۔ میں تو اسرائیل میں رہتا بھی نہیں ہوں۔"

"بکواس مت کرو اوشیل!" میں نے درشت لہجے میں کہا۔ "تم علی یار خان کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔ جتنے قریب سے میں نے یہودیوں کو دیکھا ہے تم لوگوں نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اگر تم اسرائیل میں نہیں رہتے تو کیا ہوا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم اسرائیل کے خلاف ہو۔ مجھے معلوم ہے اوشیل کہ دنیا بھر کے دولت مند یہودی اسرائیل کی بقا کے لیے اس کی مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔ تم لوگوں کی اس دولت پر اسرائیل سے زیادہ مظلوم فلسطینیوں کا حق ہے۔ میں نے یہودیوں کی ناجائز دولت کا صحیح مصرف تلاش کر لیا ہے۔ اب یہ دولت اسرائیل کے خلاف استعمال ہوگی۔"

"تم... تم میری ساری دولت لے لو۔ میں اپنی تمام دولت فلسطینیوں کے نام کر دوں گا۔ اسرائیل سے ناتا توڑ لوں گا۔ تم جو کہو گے وہی کروں گا۔ مجھے مت مارو پلیز۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔"

میرا لگایا ہوا اندازہ بہت غلط نہیں تھا۔ موت کو سامنے دیکھ کر اکڑے بڑے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ "تم کیا چیز ہو۔"

"علی... مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مت مارو۔ جو تم کہو گے میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔ تمہاری ہر بات مانوں گا۔"

"تم نے اپنی آخری خواہش بیان نہیں کی اوشیل!" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"کک... کون سی خواہش؟"

"تمہارے بعد بیروت مارشل کا نمبر آئے گا۔ تم یہی چاہتے تھے نا کہ امریکا میں اسلحے کی بڑی صنعت اس کی تحویل سے نکل جائے۔ اب تمہاری یہ خواہش بہت جلد پوری ہو جائے گی لیکن افسوس تم اسے دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔" میں نے پستول والا ہاتھ بلند کیا۔ اوشیل نے آخری لمحوں میں مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی تھی مگر گولی اس کے دل میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی اوندھے منہ ریت پر گر پڑا۔

"آؤ تہذیب!" میں نے پستول اوشیل کی لاش پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اب یہاں سے نکل چلیں۔"

"اس کار پر ہی کیوں نہ واپس چلے چلیں جناب!" زاہر نے ہمیں پیدل واپس ہوتے دیکھ کر کہا۔

"پیرس کے لوگوں کے لیے یہ جانی پہچانی کار ہوگی زاہر! اسے استعمال کرنا بے حد خطرناک ہوگا۔"

"تو کیا ہم شہر تک پیدل ہی جائیں گے؟" زاہر نے پوچھا۔

"نہیں زاہر! شہر تک پیدل جانا بہت مشکل ہوگا۔ یہاں سے شہر کا فاصلہ کم از کم پچیس میل تو ضرور ہوگا۔ اگر ہم نے پیدل ہی سفر کرنے کی کوشش کی تو شام ہو جائے گی اور ہم شہر تک پھر بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"لیکن سواری کا انتظام ہونا بھی تو ممکن نہیں ہے جناب! یہ تو بالکل ہی ویرانہ ہے۔"

"ہمیں سڑک تک تو پیدل ہی جانا ہوگا۔" تہذیب بولی۔ "وہاں سے کوئی نہ کوئی ہمیں لفٹ دے ہی دے گا۔"

"میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ ہم تینوں انفرادی طور پر علیحدہ علیحدہ سفر کریں۔" میں نے کہا۔ "اب ہمارا ایک ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں ہوگا۔"

میری اس تجویز پر عمل کیا گیا اور ہم تینوں مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ اوشیل میکائیل سے وصول کیے ہوئے کاغذات میرے پاس محفوظ تھے۔

کوئی ایک گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد میں سڑک تک پہنچ سکا جہاں سے مجھے ایک کھیتی کی گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ وہ گاڑی کسی دوسرے شہر سے آ رہی تھی اور اس نے مجھے پیرس کی ایک سڑک پر اتار دیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد ہوٹل تک پہنچنا کیا مشکل تھا۔ مجھے فوراً ہی ایک ٹیکسی مل گئی جس نے مجھے ہوٹل پہنچا دیا۔

تہذیب کمرے میں موجود تھی اور نہا دھو کر نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔" وہ گنگنائی۔

"دیر آید درست آید۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا اور اوشیل سے وصول شدہ کاغذات اسے دے دیے۔ "ان کاغذات کی حفاظت بے حد ضروری ہے تہذیب! یہی ہماری محنت کا ثمر ہیں۔"

"پہلے تم نہا لو۔" تہذیب نے کاغذات لیتے ہوئے کہا۔ "پھر ہم

کھانا کھائیں گے۔ طویل عرصہ ہو گیا سکون سے کھانا کھائے ہوئے بھی۔"
"پھر جا حاضر ہو سکتا ہے چیف؟" دروازے کی طرف سے بڈ کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازے سے کمرے میں جھانک رہا تھا۔
"آؤ آؤ بڈ" میں نے کہا۔ "بس میں ابھی تمہیں بلانے ہی والا تھا۔"
"درست ہے چیف؟" بڈ نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ "مجھے معلوم ہے یہ سب فرشتہ بیگم کی باتیں ہیں۔ میڈم کے سامنے بڈ بیچارے کی کیا اوقات ہے۔"
"مجھے احساس ہے بڈ کہ ہماری وجہ سے تمہیں خاصی ذہنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"
"تین دن سے راتوں کی نیند مجھ پر حرام ہو گئی ہے چیف! اگر اس وقت میڈم اور زاہر نہ گئے ہوتے تو میں اس کم بخت اوشیل میکائیل کے خلاف کوئی قدم اٹھانے ہی والا تھا۔"
"بری بات ہے بڈ! مرے ہوئے لوگوں کو برا بھلا نہیں کہا کرتے۔" میں نے کہا اور بڈ چونک کر تہذیب کو دیکھنے لگا۔
"اوہ! لیکن مجھے میڈم نے کچھ نہیں بتایا۔ بڈ بیچارہ اس قابل ہی کہاں ہے کہ اسے کسی بات میں شریک کیا جائے۔"
"اتنی مہلت ہی کہاں ملی بڈ" تہذیب نے کہا۔ "اور پھر تمہیں بھی تو چیف کے بارے میں پوچھنے سے فرصت نہیں مل رہی تھی۔"
بڈ جھینپ گیا۔ "بس کیا کروں ڈارلنگ کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ چیف کی شخصیت میں نہ معلوم کیا بات ہے کہ بڈ کو ان کے بغیر بے کلی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔"
"اچھا بس!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب میں بھی ذرا نہا دھو کر تازہ دم ہونا چاہتا ہوں۔ بقیہ باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔"
"کسے خبر اب کب ملاقات ہوگی" بڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میری تازہ ترین محبوبہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔"
"تین روز سے تو تم ہماری فکر میں گھلے جا رہے ہو" میں نے بڈ کو گھورا۔ "پھر یہ نئی محبوبہ کہاں سے آ گئی؟"
"ارے تو کیا اب میں عشق بھی نہ کروں۔" بڈ نے برا مان کر کہا۔ "عشق تو ایک ایسا کام ہے جو ہر حال میں کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی میرے عشق کرنے پر قدغن لگائے۔" وہ کچھ کہے بغیر پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔
کوئی ایک گھنٹے بعد میں تہذیب اور زاہر کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھا تھا۔ کھانے کے دوران گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔
"ہمارے پچھلے مشن کی تکمیل ہو چکی ہے علی" تہذیب نے کہا۔ "اور اس مشن میں ہم نے غیر متوقع کامیابی حاصل کی ہے۔"
"غیر متوقع غالباً تم اس لیے کہہ رہی ہو کہ ہم نے اوشیل میکائیل سے طے شدہ رقم سے دگنی رقم وصول کر لی ہے۔" زاہر نے مسکرا کر کہا۔
"ہماری کامیابی ہر لحاظ سے غیر متوقع ثابت ہوئی ہے علی" تہذیب بولی۔ "فارمولے بھی غیر متوقع طور پر ہی ہمارے ہاتھ لگے ورنہ ڈاکٹر جم کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئے ہوتے۔"
"اگر آدمی کوئی نیک مقصد لے کر اٹھے تو اسے ایسی ہی غیر متوقع کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں" زاہر نے کہا۔
"کسی حد تک تمہاری بات درست ہے زاہر" میں نے کہا۔ "لیکن ایک بنیادی چیز اور بھی ہے جسے ہم طرز عمل کا نام دے سکتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا ہی نیک مقصد لے کر کیوں نہ اٹھے ہوں اگر ہمارا طرز عمل درست نہیں ہے تو پھر کامیابی ذرا مشکل سے ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سرے سے کامیابی حاصل ہی نہ ہو۔"
"آپ کی بات وضاحت طلب ہے جناب" زاہر نے کہا۔ "بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آ سکی۔"
"مثال کے طور پر ڈی فوسٹر کا کیس ہی لے لو۔ فارمولوں کے حصول کے لیے کئی پارٹیاں کوشاں تھیں۔ ان سب کا طرز عمل جارحانہ تھا۔ انہوں نے تشدد کی پالیسی اپنائی تھی۔ اس کے برخلاف ہم نے مختلف راہ اپنائی۔ اگر ہم بھی انہی کے نقش قدم پر چلے ہوتے اور ہم نے بھی ڈاکٹر جم پر تشدد کیا ہوتا تو وہ اپنی جان دے دیتا مگر ہمیں فارمولوں کے بارے میں کچھ نہ بتاتا لیکن محض ہمارا ہمدردانہ رویہ دیکھ کر اس نے از خود ہی ہمیں سب کچھ بتا دیا۔"
"میں سمجھ گیا جناب" زاہر نے کہا۔ "لیکن کیا انسان کا طرز عمل اس کے بنیادی مقاصد کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا؟"
"عام طور پر تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔"
"خیر" تہذیب نے کہا۔ "یہ تو بحث طلب بات ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ مستقبل کا کیا پروگرام ہے؟"
"یہ تو طے ہو ہی چکا" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اب ہمارا ٹارگٹ بیہودی ہوگا۔"
"یعنی باروت رابیل" تہذیب نے خوش ہو کر کہا۔ "اسلحے کا امریکی تاجر؟"
"ہاں! اگر ہم نے اس سے صرف نظر کر دیا تو بڑی بے انصافی ہو جائے گی اور تمہیں معلوم ہے کہ میں بے انصافی کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔"
"معلوم نہیں اس کے کرتوت ابھی تک امریکا کی حکومت کے علم میں آئے یا نہیں؟" تہذیب بولی۔
"آئے ہوں یا نہ آئے ہوں ہمارے لیے دونوں صورتیں ہی فائدے مند ہیں۔"
"وہ کس طرح؟" تہذیب نے پوچھا۔
"اگر حکومت امریکا اس کی حرکتوں سے لاعلم ہے تو ہم اسے بلیک میل کر سکیں گے اور اگر اس کی حرکتیں طشت از بام ہو چکی ہیں تو بھی وہ ان فارمولوں کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔"
"یعنی یہ بات طے شدہ ہے کہ اب ہماری اگلی منزل امریکا اور آئندہ شکار باروت رابیل ہوگا؟"
"ہاں، ہم یہاں سے امریکا کے لیے روانہ ہوں گے۔ وہاں پہنچ کر باروت رابیل سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور فارمولے مع ڈی فوسٹر اس کے حوالے کرنے کی تجویز پیش کریں گے۔"
"اس کے عوض ہم اس سے کتنی رقم کا مطالبہ کریں گے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔
"کم از کم اتنی رقم تو ہونی چاہیے جتنی ہم نے اوشیل میکائیل سے وصول کی ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "لیکن کیا اس رقم کے عوض فارمولے بھی اس کے حوالے کر دو گے؟"
"یہ تو ہماری مرضی پر منحصر ہوگا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "فارمولے اس کے حوالے نہ بھی کیے تو کیا فرق پڑ جائے گا۔"
تہذیب ہنس پڑی۔ "بیچارے کو کیا علم ہوگا کہ ہم حکومت کی نگاہوں میں اسے ذلیل ہونے نہیں دیں گے۔"
"صرف ذلیل؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "اس کا پورا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ بجلی کی کرسی الگ اس کا مقدر بنے گی۔"
"ذلیل ہونے میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں علی۔"
"اوشیل میکائیل تو ہمارے لیے بہت تر نوالہ ثابت ہوا لیکن میرا اندازہ ہے کہ باروت رابیل بہت ٹیڑھی کھیر ثابت ہوگا" میں نے کہا۔
"تب تو اور بھی زیادہ مزہ آئے گا" تہذیب چٹخارہ لے کر بولی۔ "تو اس پروگرام پر کب سے عمل درآمد شروع کر رہے ہو؟"
"تھوڑی دیر پہلے" میں نے کہا۔ "ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے علی" تہذیب نے کہا۔ "میں بڈ کو بھی بلا لیتی ہوں تاکہ اسے ضروری ہدایات دے دی جائیں۔"
"تم نے تو سب کچھ سن ہی لیا ہے زاہر! اس مہم میں تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔"
"میں سمجھ رہا ہوں جناب! ضرورت پڑنے پر مجھے پھر ڈی فوسٹر کا رول کرنا ہوگا۔"
"ہاں، اب تم ہمارے لیے اتنے ہی اہم ہو گئے ہو جتنی کسی اندھے کے لیے اس کی لاٹھی اہم ہوتی ہے۔"
بڈ کو بلانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوتا نظر آ گیا تھا لیکن تنہا نہیں تھا، اس کے ہمراہ ایک فرانسیسی دوشیزہ بھی نظر آ رہی تھی۔ بڈ کسی مناسب سی میز کی تلاش میں نگاہ دوڑا رہا تھا کہ ہم اسے نظر آ گئے۔ بڈ نے ہمیں یوں نظر انداز کر دیا جیسے اس کے لیے ہماری کوئی اہمیت نہ ہو یا جیسے وہ ہمیں جانتا تک نہ ہو۔
"تم نے دیکھا" تہذیب نے جھنجھلائے لہجے میں مجھ سے کہا۔ "کتنی بے رخی سے دوسری میز پر جا کر بیٹھ گیا۔"
"میں دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت وہ مصروف ہے۔ ہمیں اس سے آشنائی کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔"
"تم اس کی طرف داری کر رہے ہو" تہذیب حیرت سے بولی۔ "میں یہ حرکتیں برداشت نہیں کر سکتی۔"
"بہت کارآمد آدمی ہے تہذیب! اگر فرصت کے اوقات میں بے ہودگیاں کرتا ہے تو ہماری صحت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔"
"ہمیں اس سے کام ہے اور وہ لاٹ صاحب مصروف ہیں۔ میں ابھی جا کر اس کا دماغ درست کرتی ہوں" تہذیب بڑے غصے کے عالم میں کرسی سے اٹھی۔
میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "بیٹھ جاؤ تہذیب! میں خود جا کر اس سے بات کرتا ہوں۔"
میں نے تہذیب کو بٹھا دیا اور خود اٹھ کر بڈ کی میز کے قریب پہنچ گیا۔ میری آمد پر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ اس کی ساتھی بھی چونکی تھی لیکن میں نے ان دونوں پر توجہ دیے بغیر بڑے اطمینان سے ایک کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔
"معاف کیجئے گا میں آپ کو پہچانا نہیں" بڈ نے فرانسیسی میں بڑی شائستگی سے کہا۔ "ویسے بغیر اجازت لیے کسی کی میز پر اس طرح بیٹھ جانا غیر اخلاقی حرکت ہے۔"
"میں تم سے اخلاقیات پر لیکچر لینے نہیں آیا ہوں" میں نے انگریزی میں کہا۔ "لیکن یاد رکھو اگر تم نے فرانسیسی بولنی شروع کر دی تو..." میرا لہجہ دھمکی آمیز ہو گیا۔
"اوہ! یہ شخص فرانسیسی نہیں جانتا۔ غالباً کوئی غیر ملکی ہے" بڈ نے اپنی ساتھی سے کہا۔ "اگر تم اجازت دو تو میں اس سے انگریزی میں دو چار باتیں کر لوں؟"
بڈ کی ساتھی نے سر کی جنبش سے اسے اجازت دے دی لیکن اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔
"یہ فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتی چیف" بڈ نے مجھ سے انگریزی میں کہا۔ "لیکن تم کیوں میرا بیڑہ غرق کر دینے پر تل گئے ہو؟"
"بیڑہ غرق کرنے پر تلا ہوتا تو اس وقت فرانسیسی بول رہا ہوتا" میں نے بے اعتنائی سے کہا۔ "مجھے اس وقت تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں اور غالباً تمہیں فرصت نہیں ہے۔"

وہ ایسے تمام لوگوں کو چیک کریں گے جو آج کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہوں گے۔ ایسے قیام کرنے والے خاص طور پر نظروں میں آئیں گے جو دو مرد اور ایک عورت ہوں گے یا تین مرد اور ایک عورت ہو گی۔"

"تمھارا مطلب ہے ایسے گروپ جن میں ایک عورت ہو اور مردوں کی تعداد دو یا تین ہو خاص طور پر چیک کیے جائیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں! اس لیے کہ اگر میرے اور زاہد کے ساتھ بڈھ کو بھی شامل کر لیا جائے تو ہم تین مرد ہو جاتے ہیں۔"

"اس کا حل تو بہت آسان ہے۔" بڈھے نے کہا۔ "ہم گروپ کی صورت میں قیام نہیں کریں گے بلکہ الگ الگ کمرے حاصل کریں گے۔ میک اپ میں تو ہوں گے ہی، کسی کو کیا پتا چلے گا کہ ہم ایک دوسرے سے واقف بھی ہیں۔"

"پولیس کو اتنا بے وقوف بھی مت سمجھو بڈھے! وہ کوئی نکتہ بھی نظرانداز نہیں کریں گے۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہم الگ الگ ہوٹلوں میں قیام کریں۔" میں نے کہا اور میک اپ کا سامان نکال لیا۔ "تم جلدی سے جا کر زاہد کو بلا لاؤ تا کہ اس کا حلیہ بھی تبدیل کیا جا سکے۔ یہ ہوٹل تو ہمارے لیے بارود کا ڈھیر بن گیا ہے۔" میں نے بڈھے سے کہا۔

بڈھا پانچ منٹ کے اندر اندر زاہد کو بلا لایا۔ اس نے مختصراً زاہد کو حالات سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا: "مجھے صورت حال کا علم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"پہلے ہم میک اپ کے ذریعے اپنے حلیے اس حد تک تبدیل کر لیں گے کہ ہمیں آسانی سے شناخت نہ کیا جا سکے۔ آؤ میں تمھارا میک اپ کر دوں۔"

زاہد میرے نزدیک آ کر بیٹھ گیا۔ تہذیب اور بڈھے نے اپنے میک اپ خود کرنے شروع کر دیے تھے۔ اس کام میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

"اب تم لوگ ڈائننگ ہال میں جا کر ناشتہ کرو۔" میں نے ان سے کہا۔ "یہاں سے ایک ایک کر کے جاؤ اور اکٹھے مت بیٹھنا۔ جو ضروری چیزیں ساتھ لینی ہوں، ابھی لے لو۔ بعد میں کوئی بھی کمرے کی طرف نہیں آئے گا۔"

سب سے پہلے زاہد اٹھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر محتاط انداز میں باہر جھانکا اور پھر جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے بعد بڈھا اور پھر تہذیب بھی کمرے سے چلی گئی۔ اس دوران میں میں بھی اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔ اس لیے تہذیب کے جانے کے چند منٹ بعد میں بھی کمرے پر الوداعی نظر ڈال کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں دل ہی دل میں بڈھ کو دعائیں دے رہا تھا کہ اس نے آتی صبح اخبارات دیکھ لیے ورنہ ہم بے خبری میں مارے جاتے۔ زینوں سے نیچے اترتے ہوئے میں نے پولیس کو ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ کافی تعداد میں پولیس والے ہوٹل میں داخل ہوئے تھے جن میں سے دو داخلی دروازے پر رک گئے تھے جبکہ بقیہ ہوٹل کے اندر پھیل گئے تھے۔

مجھے یقین تھا کہ انھوں نے باہر سے بھی ہوٹل کو گھیرے میں لے لیا ہوگا۔ چند پولیس والے ایک افسر کے ساتھ میرے برابر سے بھی گزرے۔ وہ مجھ پر ایک اچٹتی ہوئی سی نگاہ ڈال کر گزر گئے تھے۔ ڈائننگ ہال میں زیادہ میزیں آباد نہیں تھیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر تہذیب کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ زاہد اور بڈھا الگ الگ میزوں پر تھے۔

"پولیس یہاں پہنچ چکی ہے تہذیب!" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے ہوٹل کے اسٹاف میں سے کسی نے انھیں مطلع کر دیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں، اور پولیس والے اوپر کی طرف گئے ہیں۔ سب سے پہلے وہ ہمارے کمروں پر چھاپا مار رہے ہوں گے۔"

"اور وہاں ہم انھیں نہیں ملیں گے تو کیا وہ پورے ہوٹل کی تلاشی نہیں لیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"بالکل لیں گے لیکن ان کے پاس تصویریں موجود ہیں، ان چہروں پر تو وہ توجہ بھی نہیں دیں گے۔"

"جلدی سے یہاں سے نکل چلو علی!" تہذیب نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "کہیں یہ ہوٹل ہمارے لیے چوہے دان ثابت نہ ہو جائے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن بھلا ہو بڈھ کا کہ اس نے بروقت اخبار دیکھ لیا جس سے ہم نے اپنے حلیے تبدیل کر لیے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اس وقت ہوٹل گھیرے میں ہے اور تلاشی مکمل ہونے سے قبل وہ کسی کو ہوٹل سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے بیرے کو ناشتا لانے کا آرڈر دیا اور اس پولیس افسر کی طرف دیکھنے لگا جو ڈائننگ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے ہال میں موجود تمام لوگوں کو بغور دیکھا اور اس کے بعد کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر موجود شخص سے چند منٹ گفتگو کرنے کے بعد پولیس افسر واپس چلا گیا۔

"وہ یقیناً ہمارے بارے میں پوچھ رہا ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔

"ظاہر ہے اس نے یہی پوچھا ہوگا کہ ہم ڈائننگ ہال میں تو نہیں آئے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اسے نفی میں جواب ملا ہوگا۔ اب وہ لوگ ہوٹل کے دوسرے حصوں میں ہمیں تلاش کریں گے۔"

"انھوں نے ہمارے کمروں کی تلاشی بھی لی ہوگی لیکن ابھی انھیں کچھ حاصل نہیں ہوا ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہاں سامان کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے؟"

"وہاں سے انھیں بہت سی قیمتی چیزیں مل جائیں گی۔" میں نے کہا۔ "میں اپنے کاغذات وہیں چھوڑ آیا تھا۔"

"یہ تم نے کیا حماقت کی علی!" تہذیب حیران رہ گئی۔ "تم سے اتنی بڑی غلطی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

"یہ حماقت ہے؟" میں نے آنکھیں نکالیں۔ "کاغذات سے انھیں میری تصویر کے علاوہ اور کیا ملے گا؟"

"کمال ہے، تم اپنی یقینی شناخت چھوڑ آئے ہو اور مجھ پر آنکھیں بھی نکال رہے ہو۔ بھلا اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"ضرورت تھی تہذیب! اب وہ یقینی ہو کر مجھے تلاش کریں گے ورنہ وہ اس کشمکش میں پڑے رہتے کہ معلوم نہیں شائع شدہ تصویریں ہمارے اصل حلیوں سے کتنی مختلف ہیں۔"

"کیا دوسرے لوگ اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے کافی نہیں تھے؟" تہذیب نے کہا۔

"تصویر اور اسکیچ میں بہت فرق ہوتا ہے تہذیب! اخبارات میں ہماری اصل تصویریں نہیں چھپیں بلکہ ملتی جلتی تصویریں چھپی ہیں۔ ایسے اسکیچ جو کسی دوسرے کے بیان کردہ حلیے پر بنائے گئے ہوں، ان سے پولیس کی پوری طرح تسلی نہیں ہو سکتی۔ اب ان کے ہاتھ ایک ہماری اصلی تصویر بھی لگ جائے گی تو وہ کسی قدر مطمئن ہو جائیں گے۔ اب تم دیکھنا اخبارات میں میری اصل تصویر چھپے گی۔"

"تم نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہیں بتائی۔ ہم بھی اپنے کاغذات وہیں چھوڑ آتے۔"

"مجھے تو اس بات کا خیال ذرا دیر سے آیا۔ تم لوگ کمرے سے نکل چکے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہاں آ کر تم سے کہوں گا کہ اپنے کاغذات کمروں میں ہی چھوڑ آؤ لیکن مجھے اتنا موقع ہی نہ مل سکا۔ پولیس یہاں پہنچ چکی تھی۔"

"کیا پولیس والوں کا ذہن میک اپ کی طرف منتقل نہیں ہوگا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ ہمارے کمرے میں انھیں میک اپ کا سامان بھی نظر آئے گا۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "زیادہ تر سامان تو استعمال ہو گیا تھا۔ تھوڑا بہت سامان جو بچ رہا تھا اسے میں چلتے چلتے ضائع کر آیا تھا۔"

"اوہ!" تہذیب نے طویل سانس لی۔ "گویا فوری طور پر اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ وہ میک اپ کی طرف توجہ دیں۔"

"فی الحال تو ہم محفوظ ہیں۔ ہم انھیں ہوٹل میں نظر نہیں آئیں گے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم ہوٹل سے فرار ہو گئے ہیں۔"

"لیکن علی! ہم یہاں سے نکل کر جائیں گے کہاں؟ کسی اور ہوٹل میں ٹھہرنا بھی خطرناک ہوگا۔"

"[illegible] اس لیے کہ آج صبح کے بعد جو شخص بھی کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہوا ہوگا، اس سے اس کے کاغذات ضرور طلب کیے جائیں گے جو ظاہر ہے ہمارے پاس نہیں ہیں۔"

"تو کیا ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانا تک میسر نہیں آئے گا؟" تہذیب نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"فوری طور پر تو اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر کسی اور ریستوران میں جا بیٹھیں، اور اس کے بعد سر جوڑ کر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہوٹل میں قیام کرنے کا تو خیال ہی ذہن سے نکال دو۔ یہاں سے بھی ہم اس وقت نکلیں گے جب پولیس یہاں سے چلی جائے گی۔"

"اس کے بعد شہر سے نکلنے کا بھی مسئلہ درپیش ہوگا، پولیس نے ہر راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہوگی۔"

"او شیل میکائیل کی لاش ملنے کے بعد جس وقت اس کے آدمیوں کی مدد سے ہمارے اسکیچ بنائے گئے ہوں گے، اس کے فوراً بعد ہی پولیس نے یہ بندوبست کر لیا ہوگا کہ ہم شہر سے باہر نہ نکلنے پائیں۔ ہماری فرضی تصویروں کی کاپیاں ہر چیک پوسٹ پر پہنچا دی گئی ہوں گی۔ اب ہم آسانی سے فرانس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے ایک بار پھر میں نے ایک پولیس افسر کو اندر آتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں نہ صرف سرایا پوسٹر دبا ہوا تھا بلکہ اس کے ساتھ او شیل میکائیل کے چند آدمی بھی تھے۔ انھوں نے دروازے پر ہی رک کر ہال میں موجود لوگوں پر نظریں دوڑائیں، پھر ہم سب نے ان کے سر نفی میں ہلتے دیکھے اور اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

"اب پولیس نے ان لوگوں کو بھی بلوا لیا ہے جو ہمارے اصل حلیوں سے واقف ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "یعنی پولیس والے قطعی طور پر ان اسکیچز پر انحصار نہیں کر رہے جو اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔"

ہال میں موجود لوگوں میں سے زیادہ تر لوگ اسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ انھوں نے پولیس کی نقل و حرکت دیکھی تو ان میں بے چینی پیدا ہو گئی اور انھوں نے یہ معلوم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ پولیس وہاں کیوں آئی ہے۔ میں نے بھی ویٹر سے پوچھ لیا۔
"ہوٹل میں کوئی حادثہ تو نہیں ہوا جناب!" ویٹر نے کہا۔ "بلکہ یہاں کچھ ایسے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں جو پولیس کو ایک قتل کے سلسلے میں مطلوب ہیں۔ پولیس انھی کی تلاش میں یہاں آئی ہے۔"

"اوہ!" تہذیب نے اضطراب ظاہر کیا۔ "کیا پولیس نے

اُنھیں گرفتار کر لیا ہے؟"

"وہ لوگ اپنے کمروں سے غائب ہیں۔ اب پولیس انھیں ہوٹل کے دوسرے کمروں میں تلاش کر رہی ہے۔"

"یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔ اگر وہ لوگ ابھی تک ہوٹل میں موجود ہیں تب تو ہماری زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔" تہذیب نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ "اُن لڑکوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"میرے خیال میں پولیس والے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ وہ لوگ ہوٹل سے نکل بھاگے ہیں۔ شاید انھوں نے صبح کے اخبارات پڑھ لیے تھے۔"

"صبح کے اخبارات سے اُن کے فرار کا کیا تعلق ہے؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ لوگوں نے ابھی تک اخبار نہیں دیکھا۔ ان کی تصویریں اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ روم سروس والا بیرا بتا رہا تھا اُن کے کمرے سے آج کے اخبارات ملے ہیں۔"

"تب تو واقعی یہ لوگ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اخبارات میں اپنی تصویریں دیکھنے کے بعد کون رُکتا ہے؟"

بیرا چلا گیا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ "اب دیکھو کب تک یہاں بیٹھ کر پولیس کے جانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

ہمیں تقریباً ایک گھنٹا انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران ہم سب ہی اضطراب کا شکار رہے تھے۔ بظاہر تو ہم محفوظ تھے لیکن ہم کسی بھی وقت خطرے میں پڑ سکتے تھے۔ پولیس کے جانے کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے میرے اعصاب پر سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہو۔ میں خود کو بہت پُرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ غالباً اسی قسم کے احساسات دوسروں کے بھی تھے۔

"اب یہاں سے نکلنے کے بارے میں کیا ارادہ ہے جی؟" تہذیب نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"اب یہاں رُکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "بل ادا کر کے نکل چلتے ہیں۔"

میں نے بیرے کو بلا کر ناشتے کا بل ادا کیا اور ہم لوگ اُٹھ گئے۔ چلتے وقت میری نگاہیں بڈّا اور زاہر سے ملیں۔ میں نے غیر محسوس انداز میں انھیں وہاں سے اُٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اور تہذیب ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ ہم دونوں ٹہلتے ہوئے چل رہے تھے تاکہ بڈّا اور زاہر بھی ہم سے آملیں۔ ہم دونوں ہوٹل سے نکل کر چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ ہم نے بڈّا اور زاہر کو بھی ہوٹل سے باہر آتے دیکھا۔

سڑکوں پر ٹریفک کا اور فٹ پاتھ پر پیدل چلنے والوں کا ہجوم تھا۔ کسی کی توجہ ہماری طرف نہیں تھی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن تھا لیکن اس کے باوجود کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔ میں نے بڈّا اور زاہر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ہم ٹہلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہوٹل سے کوئی ایک ڈیڑھ میل دور نکل آنے کے بعد میں نے ایک ریستوران کا رُخ کیا۔ ریستوران میں داخل ہونے سے قبل میں نے ماحول کا جائزہ لے کر بڈّا اور زاہر کو بھی اپنے قریب ہی بلا لیا تھا۔

ہم چاروں ایک ساتھ ریستوران میں داخل ہوئے اور اپنے لیے ایک دور افتادہ میز منتخب کی جس کے آس پاس کی میزیں خالی پڑی تھیں۔

"ہم بہت سنگین مسئلے سے دوچار ہو گئے ہیں بڈّا۔" میں نے کہا۔ "اب ہم اتنی آسانی سے فرانس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

"میں تو سمجھ رہا تھا جناب کہ ہم اس مخمصے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔" زاہر بولا۔ "میرا اندازہ تھا کہ پولیس نے ہوٹل میں لوگوں کی آمدورفت پر پابندی عائد کر دی ہے۔"

"ویسے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "ہماری طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے گا لیکن اگر ہم نے کسی ہوٹل میں قیام کرنے کی کوشش کی تو ہمیں فوراً چیک کیا جائے گا اور ہم مارے جائیں گے۔"

"بڈّا کو حکم دو چیف! بڈّا تمھارے لیے کسی پرائیویٹ رہائش کا بندوبست کر دے گا۔" بڈّے نے اکڑ کر کہا۔

"ہاں، یہ طریقہ محفوظ رہے گا لیکن اب ہمیں یہاں کیا کرنا ہے۔ ہمارا مسئلہ تو یہ ہے کہ فرانس سے باہر کیسے نکلا جائے۔"

"بڈّا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہے چیف۔" بڈّے نے کہا۔ "حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ ابھی کسی کوشش میں ہم پھنس بھی سکتے ہیں۔"

"اسی لیے تو میں تشویش کا شکار ہوں بڈّا۔ عام حالات میں کاغذات بنوائے جا سکتے تھے لیکن موجودہ صورت میں یہ کام خطرناک ہو گیا ہے۔"

"مجھے تو بڈّا کا مشورہ ہی مناسب معلوم ہو رہا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "چند روز کسی پرائیویٹ جگہ پر ٹھہر جاتے ہیں۔ جب پولیس کی سرگرمیاں کم ہو جائیں گی تب یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"میرے ذہن میں ایک ایسا طریقہ کار موجود ہے جس کے ممکن ہے ہم فرانس سے باہر نکل جائیں۔" میں نے کہا۔

تہذیب مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ "اگر ایسا کوئی طریقہ ہے تو تم بتاتے کیوں نہیں؟" اس نے کہا۔

"ڈنکرک سے ڈوور تک سفر کرنے کے لیے سمندر کا راستہ بہت موزوں خیال کیا جاتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور تہذیب نے...

"حیرت ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟ ایک بار میں خود بھی اس راستے سے سفر کر چکی ہوں۔"

بڈّا پلکیں جھپکانے والے انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔ "بڈّا کو بھی تو سمجھاؤ چیف۔"

"ڈنکرک سے ڈوور کی بندرگاہ تک آنے جانے کے لیے سمندر کا راستہ بہت استعمال ہوتا ہے۔ لوگ بڑی تعداد میں پیرس سے لندن کا سفر کرنے کے لیے یہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر مزدور اور بیوپاری، تاجر پیشہ لوگ اس راستے سے سفر کرتے ہیں جنھیں آئے دن پیرس سے لندن آنا جانا ہوتا ہے۔ اُن کے پاس ایسے اجازت نامے ہوتے ہیں جن کے ذریعے یہ سفر کرنا ممکن ہوتا ہے۔"

بڈّا اب بھی کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ "لیکن چیف اگر وہ لوگ اس راستے سے سفر کرتے ہیں تو اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"اگر کسی طرح ہم لوگ چار اجازت نامے ہمیں حاصل ہو جائیں تو..." میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور بڈّا میری بات سمجھ کر اچھل پڑا۔

"تم کرامت کرو چیف۔" اس نے جوش بھرے انداز میں کہا۔ "بڈّے کے لیے چار کیا دو سو اجازت نامے حاصل کرنا بھی دشوار نہیں ہو گا۔"

"ویسے تو ذہانت میں، میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن جس برق رفتاری سے تم سوچتے ہو اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

بڈّا زور سے کھنکارا اور مسکرا کر بولا۔ "ایک بار میری ایک محبوبہ نے بھی مجھ سے اسی قسم کے الفاظ کہے تھے لیکن میرے ساتھ بدقسمتی یہ ہے کہ تمام تر عقل اور ذہانت کے باوجود کوئی محبوبہ بھی چند روز سے زیادہ نہیں ٹکتی ورنہ وہ بھی میرے بارے میں دوسروں کو اپنے تاثرات سے یوں ہی آگاہ کرتی جیسے....."

"فضول باتیں کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ تم اجازت نامے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔" تہذیب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "یہ کام جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی ہمارے حق میں مفید ہو گا۔"

"اس سے ثابت ہوا میڈم کہ آپ لوگ ذہین ضرور ہیں لیکن آپ کا جسم..." بڈّے نے احتجاجیہ انداز میں کہا۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ فضول باتیں مت کرو اور تم وہی کیے جا رہے ہو۔" تہذیب نے جھنجلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں میڈم لیکن میں زاہر کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"ضرور لے جاؤ۔" میں نے کہا۔ "لیکن کیا تمھیں اس بات کا یقین ہے کہ تم یہ کام کر لو گے؟"

"تو اب اس طرح سے بھی بڈّے کی بے عزتی کیا جائے گا۔" بڈّے نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"اس میں بے عزتی کی تو کوئی بات نہیں ہے بڈّا۔ میں نے تو تم سے محض ایک سوال کیا ہے۔"

"بڈّا خواہ کتنے ہی کارنامے کیوں نہ انجام دے لے لیکن تم لوگ اس کی قدر و قیمت کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ تم لوگ تو بس اسی چکر میں رہتے ہو کہ اُسے چھوڑ دو اور بھاگ جاؤ۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔" میں نے بڈّے کو پچکارا۔ "بڑی بات ہے، اچھے بچے بڑوں سے ناراض نہیں ہوا کرتے۔"

"مجھے بتاؤ کہ ایسا کون سا کام ہے چیف جو تم کر سکتے ہو اور بڈّا نہیں کر سکتا۔" بڈّا خفیف لہجے میں بولا۔

"اچھا اب غصہ تھوک دو اور یہاں سے اُٹھو۔" میں نے کہا اور ہم بل ادا کر کے ریستوران سے نکل آئے۔

"مجھے اس کام کے لیے صرف تین گھنٹے درکار ہیں چیف۔" بڈّے نے کہا۔ "اگر اس دوران میں یہ کام نہ کر سکا تو پھر تم یہ کام خود کر لینا یا کسی اور کے سپرد کر دینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک مقام پر رُکتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے ہمارے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ تم نے تین گھنٹے کی مہلت طلب کی ہے نا۔ اس دوران ہم فلم دیکھیں گے۔" میرے ان الفاظ کے ساتھ بڈّا اور زاہر کی نگاہ اس سینما گھر کی جانب اُٹھ گئی جس کے سامنے ہم کھڑے ہوئے تھے۔ "ٹھیک تین گھنٹے بعد ہم اسی جگہ تمھیں تلاش کریں گے۔ اگر تم ہمیں یہاں نہ ملے تو ہم اسی ریستوران میں چلے جائیں گے جہاں سے ہم ابھی اُٹھ کر آ رہے ہیں۔ تمھیں واپسی میں دیر ہو جائے تو اسی ریستوران میں آ جانا۔"

"اتنا بہت کافی ہے چیف! تم اطمینان رکھو، ہم تمھیں یہیں ملیں گے۔" بڈّا اور زاہر چلے گئے اور میں نے اور تہذیب نے سینما ہال کا رُخ کیا۔

ہم تین گھنٹے بعد سینما ہال سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بڈّا اور زاہر اسی جگہ موجود ہیں جہاں سے ہم اُن سے رخصت ہوئے تھے۔

"تم بہت سست اور کاہل آدمی ہو۔ تین گھنٹے گزر گئے اور تم ابھی تک یہیں کھڑے ہوئے ہو۔"

بڈّا حیرت سے مجھے دیکھنے لگا جبکہ تہذیب اور زاہر ہنس پڑے تھے۔

"اجازت نامے حاصل کر لیے ہیں جناب۔" زاہر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مسٹر بڈّا تو کمال کے آدمی ہیں۔ اتنی آسانی سے ہر کام کر لیتے ہیں۔"

"آسان کام اسی لیے ان کے حوالے کیے جاتے ہیں کہ یہ انھیں آسانی سے کر لیتے ہیں۔" تہذیب نے بڑے تفریحی لہجے میں کہا۔

"کیا... کیا تم لوگ یہ باتیں سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟" بڈّے نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

"نہایت سنجیدگی سے۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "جو کام صرف تین گھنٹے میں ہو جائے اسے مشکل کیسے کہا جا سکتا ہے۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں میڈم! آپ کو کیا معلوم کہ مجھے یہ اجازت نامے حاصل کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولنے پڑے ہیں اور ایک موٹی رقم الگ خرچ ہوئی ہے۔"

"تب تو یہ کام اور بھی آسان ہوا۔ جھوٹ بولنا تمہاری عادت ہے اور رہی رقم کی بات تو وہ کون سی تمہاری جیب سے گئی۔ ہماری رقم تھی نا اسی لیے اسے اتنی بے دردی سے خرچ کر دیا۔"

بڈ کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ "ٹھیک ہے میڈم۔" اس نے بالآخر تمام کہا۔ "بڈ کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔ وہ کتنا ہی بڑا کارنامہ کیوں نہ کر لے اسے کوئی نہیں سراہے گا۔"

"اچھا اور! میں نے زخمی انداز میں کہا۔ "کہیں چل کے کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد مزید گفتگو ہو گی۔"

ہم ایک ریستوران میں آ بیٹھے۔ بڈ کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ میں نے تو خیر اس سے مذاق کیا تھا لیکن تہذیب بڑی سنجیدگی سے اسے تنگ کرنے پر اتر آئی تھی۔ اس طرح شاید وہ اپنی جھنجلاہٹ اتار رہی تھی جو کہ بڈ کے گزشتہ روز والے رویے سے ہوئی تھی۔

ریستوران میں کھانے کے دوران میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"کاغذات ہر طرح سے مکمل ہیں نا بڈ؟"

"ہاں۔" بڈ نے بے رخی سے جواب دیا۔ "بڈ کبھی کچے کام نہیں کرتا۔"

"ہم پیرس سے کب تک روانہ ہو سکیں گے بڈ؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"آج شام کو ڈنکرک سے ایک اسٹیمر روانہ ہو گا۔ ہم اس سے روانہ ہو سکیں گے۔ میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔"

"تم نے دیکھا تہذیب! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ بڈ ہماری توقع سے بھی پہلے سارے کام مکمل کر دے گا۔"

"مجھے تو حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ بڈ نے اتنی جلدی یہ کام کیسے کیا؟" تہذیب نے کہا۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے مذاق سے بڈ بہت زیادہ دل گرفتہ ہو گیا ہے۔ "کیا تم ہمیں تفصیلات نہیں بتاؤ گے بڈ؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ اجازت نامے معمولی سی رقم کے عوض مل جاتے ہیں۔" بڈ نے نرم لہجے کے ساتھ کہا۔ "بہت سے لوگ اس راستے سے تعمیر شدہ بھی لندن کا سفر کرتے ہیں لہٰذا یہاں ایسی ایجنسیاں قائم ہیں جو معمولی رقم کے عوض ایسے اجازت نامے بنوا دیتی ہیں۔ چونکہ ہم لوگ جنگ کی حالات سے گزر رہے ہیں اور ہمارے پاس کاغذات بھی نہیں ہیں اس لیے میں نے ایک ایجنٹ کو منہ مانگی رقم دے کر اس سے چار اجازت نامے حاصل کر لیے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے آج شام روانہ ہونے والے اسٹیمر کے ٹکٹ بھی حاصل کر لیے تاکہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل سکیں۔"

"تم واقعی کمال کے آدمی ہو بڈ۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارے علاوہ کوئی اور یہ کام اتنی جلدی نہیں کر سکتا تھا۔"

"تھوڑی دیر پہلے تو تم کچھ اور کہہ رہے تھے چیف!" بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ارے وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔" میں نے کہا اور بڈ تو جیسے پھول گیا۔

"میری ایک محبوبہ بھی ایک بار مجھ سے اسی قسم کا مذاق کر کے" وہ ترنگ میں آ کر بولا۔ "بڈ کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ وہ مذاق اور ... میں تمیز نہیں کر سکتا۔"

زاہر کو بے اختیار ہنسی آ گئی اور بڈ اسے گھورنے لگا۔ "تم ہنس رہے ہو۔" وہ غرایا۔

"کچھ نہیں مسٹر بڈ! دراصل مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ گئی کہ آخر اس مذاق سے کیا گزری ہو گی۔"

"بڈ کی کوئی محبوبہ مذاق میں بھی اس کی برائی کر دے تو ... ہو جاتا ہے۔" بڈ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "ایسے شخص کی زندگی کا کیا فائدہ جس کی محبوبہ اس کی برائی کرتی ہو۔"

"معلوم نہیں مسٹر بڈ!" زاہر نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے محبوباؤں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" مسٹر بڈ چونک پڑا۔ "کیا تمہاری کوئی محبوبہ نہیں ہے؟"

"نہیں مسٹر بڈ! بدقسمتی سے میری کوئی محبوبہ نہیں ہے۔" زاہر نے جواب دیا۔

"مجھے بہت افسوس ہوا مسٹر زاہر! تم اس دنیا کی سب سے زیادہ قابل رحم ہستی ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "فرانس سے نکل لینے دو پھر تمہاری زندگی کی اس سب سے بڑی کمی کو میں پورا کر دوں گا۔"

"آپ مسٹر بڈ!" زاہر نے تحیر آمیز انداز میں کہا۔ "واقعی آپ عجیب آدمی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ میں محبوبہ ڈھونڈنے کی صلاحیت..." تہذیب کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بڈ بری طرح جھینپ...

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ دراصل مجھ پر محبوبائیں برستی ہیں۔ ان میں سے کسی کو تمہاری طرف ڈائریکٹ کر دوں گا۔"

"نہیں مسٹر بڈ!" زاہر نے معذرت خواہانہ انداز میں سر ہلایا۔ "محبوبہ کا بھلا میں کیا کروں گا۔"

"اچھا تو پھر بڈ تمہارے لیے کوئی نو عمر محبوبہ ڈھونڈ دے گا۔" بڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔

"آخر آپ پر محبوبائیں کیوں سوار ہیں مسٹر بڈ؟" زاہر اسے دیکھ کر کھلکھلا گیا۔

"تمہیں یہ لفظ اچھا نہیں لگا مسٹر زاہر! کتنی ... ہے۔ ایسا لگتا ہے پوری کائنات کی حلاوت اس ایک لفظ میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر بڈ لیکن عموماً محبوبائیں بے وفا ہوتی ہیں اس لیے مجھے تو معاف ہی رکھیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میرے بھائی! بڈ کو بھی بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں لیکن بڈ ابھی مایوس نہیں ہوا۔ اسے امید ہے کہ کسی روز کوئی بادشاہ قسم کی محبوبہ مل جائے گی۔ تم دیکھنا چیف..."

"بس بڈ!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بہت بے ہودگی ہو گئی۔ اب کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے چیف کہ اجازت ناموں کی رو سے میں اور زاہر تو کھلے سفر کر سکیں گے لیکن تہذیب اور میڈم کو اجنبیوں کی طرح سفر کرنا ہو گا۔"

"یہ تو ہو جائے گا لیکن اب صرف اس بات کی طرف سے تشویش باقی رہ گئی ہے کہ کہیں ڈنکرک سے ڈوور تک کے راستے میں بھی تو پولیس چیکنگ کی زد میں نہیں ہیں۔"

"یہ تو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو سکے گا چیف! مجھے اس بات کا خیال تو آیا تھا لیکن میں نے احتیاطاً کسی سے اس بارے میں پوچھ گچھ کرنے سے گریز ہی کیا۔" بڈ نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ ہمیں کوئی بھی ایسی بات کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس سے کوئی شخص ہماری طرف سے مشکوک ہو۔"

"ممکن ہے اس راستے پر بھی زبردست چیکنگ ہو رہی ہو۔" تہذیب بولی۔ "لیکن تھوڑی دیر قبل جو بات بالکل ہی ناممکن معلوم ہو رہی تھی اب وہ کم از کم ممکنات کی حدود میں تو داخل ہو گئی ہے۔"

"اب ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہم لوگ یہاں سے الگ الگ روانہ ہوں گے۔ پہلے بڈ اور زاہر اس کے بعد تہذیب اور سب سے آخر میں میں نکلوں گا۔ ہم سب کو بندرگاہ تک پہنچنا ہے۔ ہم الگ الگ ہوں گے لیکن ایک دوسرے پر نظر رکھیں گے تاکہ کسی مصیبت میں پڑنے کی صورت میں دوسرے لوگ مدد کر سکیں۔ اسٹیمر کی روانگی کے بعد ہم بے فکر ہو جائیں گے لیکن ڈوور کی بندرگاہ پر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔"

ہم نے جلدی جلدی اپنے کاغذات لیے اور پھر ہمارے سفر کا پہلا مرحلہ شروع ہو گیا۔ میں سب سے آخر میں بندرگاہ پہنچا تھا۔ بندرگاہ پر میں نے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی۔ معلوم نہیں کیوں پولیس نے اس ذریعے کو نظر انداز کر دیا تھا اور یہ ہمارے حق میں بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معمول کی کارروائیاں سر انجام دینے والے پولیس کے عملے کے پاس ہماری تصاویر موجود نہ ہوں اور پیرس کی پولیس نے صرف اسی بات پر انحصار کر رکھا ہو کہ ہم اپنی اصل صورتوں میں سفر کرنے کی کوشش کریں گے تو پھنس جائیں گے۔

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل ہی اسٹیمر نے ساحل چھوڑ دیا۔ میرے علاوہ تہذیب، زاہر اور بڈ بھی کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ اب بظاہر ہم لوگ خطرے کی حدود سے نکل آئے تھے۔ میں عرشے پر کھڑا ہو کر ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ کرنے لگا۔ میری طرح اور بھی بہت سے مسافر عرشے پر لگی ریلنگ کے سہارے کھڑے ہوئے اس حسین نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ عرشے پر خنکی بڑھ رہی تھی لیکن ابھی وہ خنکی ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔

میری نگاہ سمندر کی پرسکون لہروں پر جمی تھی لیکن ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اوٹیل میکائیل ایک سیدھا سادہ تاجر تھا اس لیے اس کے مقابلے میں ہم نے آسانی سے کامیابی حاصل کر لی تھی جبکہ ہاروت ابیل نہ صرف جوڑ توڑ والا آدمی تھا بلکہ عیار بھی تھا۔ اسے جرائم پیشہ لوگوں کی خدمات حاصل تھیں اور اوٹیل میکائیل کی نسبت اس سے نمٹنا ہمارے لیے بہت دشوار ثابت ہو سکتا تھا۔

مجھے جرمنی میں فادرولوں کے حصول والی مہم یاد آ گئی اور اس کے بارے میں سوچ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ فادرولوں کے حصول کے چکر میں کئی بار ہماری زندگیاں خطرے میں پڑیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہماری قسمت میں ابھی جینا لکھا تھا اس لیے ہم زندہ تھے ورنہ جس جس طرح ہم پھنستے گئے تھے اس کے بعد ہمارا زندہ بچ جانا کسی معجزے سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔ فادرولوں کا ہمارے ہاتھ چڑھ جانا بجائے خود کسی معجزے سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اگر ڈی توسٹر نے مرتے وقت ہمیں آگاہ نہ کر دیا ہوتا تو فادرولوں کا راز ہمیشہ کے لیے لاینحل ہی رہ جاتا۔ مجھے ڈی توسٹر سے عجیب سی انسیت محسوس ہوئی تھی۔ وہ ستم رسیدہ بوڑھا بہت مظلوم تھا اور اس نے اپنے خاندان کی بہبود کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا تھا لیکن ان بدقسمت لوگوں نے اس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور وہ بے چارہ اپنی زندگی تک سے محروم ہو گیا۔ ڈی توسٹر جس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہاروت ابیل کی قید میں گزارا اور بڑی مجبوری کے عالم میں اپنی خدمات سے یہودیوں کو فائدہ پہنچاتا رہا۔ یہودی جنہیں وہ عالم اسلام کے لیے ایک خطرہ تصور کرتا تھا۔ ہٹلر نے انہیں جرمنی کے لیے خطرہ سمجھا تھا اور بڑے پیمانے پر یہودیوں کا قتل عام کرایا تھا۔ ہٹلر جو ایک بے دین شخص تھا لیکن اس نے بھانپ لیا تھا کہ جرمنی کو یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کیے بغیر ایک مضبوط مملکت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اس نے جان لیا تھا کہ یہودیوں سے بڑھ کر غدار بدست قوم روئے زمین پر اور کوئی نہیں ہے۔ ذرا سے ذاتی فائدے کی

خاطر یہ لوگ بڑی سے بڑی چیز کا سودا کر سکتے ہیں۔ ہٹلر کے ان نظریات کی پوری جرمن قوم حامی ہے۔ اسی وجہ سے یہودی لابی جرمنوں کی دشمن ہے اور میں ہر جرمن کو اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ ڈی فوسٹر بھی یہودیوں سے نفرت کرتا تھا، نہ صرف نفرت کرتا تھا بلکہ اس نے یہودیوں کے ہاتھوں ناقابل برداشت اذیتیں بھی اٹھائی تھیں۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ ان کی قید میں بسر کیا تھا اور آخر میں انہی کی وجہ سے موت کو گلے لگانے پر بھی مجبور ہوا تھا۔ میں ڈی فوسٹر کی موت کو عمر کے کسی حصے میں بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جتنی اذیتیں سہی تھیں اور جس قدر بے بسی سے میری آنکھوں کے سامنے موت کی آغوش میں پہنچا تھا اس کا قرض دار سو فیصدی اسرائیل تھا جس سے انتقام لینے کے لیے میں بری طرح بے چین تھا۔ تہذیب کا مقصد صرف اسرائیل سے فلسطینیوں کے لیے دولت کا حصول تھا جبکہ میرے لیے اس سے ڈی فوسٹر کی موت کا انتقام لینا اولین مقصد تھا۔ باقی ہر چیز ثانوی حیثیت کی حامل ہو کر رہ گئی تھی۔

میں اپنے خیالات میں اس طرح ڈوبا کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ اسٹیمر کے عرشے پر تاریکی پھیل گئی تھی۔ سورج غروب ہوئے دیر ہو چکی تھی اور خنکی نے سردی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عرشے پر موجود مسافر سمندر کی تیز و تند سرد ہوا سے بچنے کی خاطر غالباً اسٹیمر کی نچلی منزل پر واقع قہوہ خانے میں جا چکے تھے۔ میں نے بھی سردی سے بچنے کے لیے وہیں جانے کا فیصلہ کیا۔

عرشے کے برعکس قہوہ خانے میں سمندر کی لہروں کا شور نہیں تھا لیکن یہاں انسانی آوازیں اس قدر تھیں کہ ان کے سامنے سمندری لہروں کا شور ماند پڑتا نظر آ رہا تھا۔ کثرت تمباکو نوشی کے باعث قہوہ خانے کی فضا میں دھوئیں کے مرغولے چکراتے پھر رہے تھے۔ ماحول میں سگریٹ اور شراب کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں کے ہاتھ میں کافی کے کپ دیکھ کر میری جان میں جان آئی ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں چائے یا کافی کا رواج ہی نہ ہوا تو میں اس یخ بستہ رات میں منجمد ہو جاؤں گا۔

قہوہ خانے میں لوگوں کی اکثریت میزوں اور کرسیوں پر ٹانگیں پھیلائے اونگھنے اور سونے کی کوشش میں مصروف تھی...... قہوہ خانے کے دروازے کے ساتھ ہی سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک معمر شخص ٹیک لگائے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں فرش پر جمی تھیں جہاں ایک بدمست نوجوان جوڑا مخرب اخلاق حرکتیں کرنے میں مصروف تھا۔ ایک طرف چند موسیقار اپنے سازوں سے ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ میں ان سب کو نظر انداز کر کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں سے شراب کی ناگوار بو کے ساتھ ساتھ گرما گرم کافی کی سوندھی خوشبو بھی اٹھ رہی تھی۔

میں نے کاؤنٹر کے عقب میں موجود شخص کو کافی کا آرڈر [illegible] تھا کہ عقب سے ایک ہاتھ میری کمر پر آ جما۔ میں چونک کر پلٹا۔ وہ فرانس کی بے حیا تہذیب کی شاہکار ایک نوجوان لڑکی تھی جس کی آنکھیں نشے کی شدت سے جھکی پڑ رہی تھیں۔ سرخ رنگ میں رنگے ہوئے بالوں کی لٹیں اس کے چہرے پر جھول رہی تھیں۔ میک اپ کے نام پر چہرے پر بھی مختلف رنگوں سے گل کاری کی گئی تھی۔ وہ یقیناً بے حد حسین نقش و نگار کی مالک رہی ہوگی۔ اس نے مصنوعی گل کاری کر کے اپنے آپ کو کراہت آمیز بنا لیا، کم از کم مجھے تو یہی محسوس ہوا۔

"تم نے کافی طلب کی ہے کیوں؟" اس نے خمار آلود لہجے میں کہا۔ "کیا یہ سرد رات صرف کافی کے لیے ہے؟"

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں خاتون؟" میں نے اس کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔" اس نے کہا۔ وہ بری طرح [illegible] تھی۔ "ویسے تم مجھے میگی کہہ سکتے ہو۔"

"محترمہ میگی! رات اگر اس سے بھی زیادہ سرد ہو میں تب بھی کافی کے علاوہ کچھ نہیں پیتا۔"

"تم شراب نہیں پیتے؟" لڑکی نے حیرت سے سوال کیا۔ "پاگل خانے میں تھے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک تضحیک آمیز مسکراہٹ ابھری۔ "میگی! میرا خیال ہے کہ......"

"تمہارا یہ خیال غلط ہے۔" میگی نے میری بات کاٹ دی اور کاؤنٹر مین سے مخاطب ہوئی۔ "انہیں کافی نہیں شراب دو۔"

کاؤنٹر پر موجود شخص پہلے ہی میرے لیے کافی نکال چکا تھا اس لیے اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا جبکہ میں نے کمال بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافی کے کپ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

"کیا کرتے ہو ڈارلنگ! شراب ہو شراب۔ اسٹیمر پر [illegible] شراب ملتی ہے۔ تمہیں صرف [illegible] پرمنٹ ادا کرنی پڑے گی۔"

"اور تم؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے میگی کی طرف دیکھا۔

وہ شرابیوں کے سے انداز میں ہنس پڑی۔

"میں بھی بالکل فری ہوں ڈارلنگ۔" اس نے [illegible] "تم مجھے ہر طرح سے استعمال کر سکتے ہو۔"

میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ "افسوس مجھے [illegible] چہروں میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی۔" میں نے کہا اور تیزی کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا۔

لوگوں کی باتیں سن کر مجھے معلوم ہو گیا کہ اسٹیمر رات بھر [illegible] ڈوور پہنچے گا۔ کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے میں وہاں موجود لوگوں کی خرمستیاں بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ اس راستے سے سفر کرنے والے کچھ لوگ واقعی ایسے ہوتے ہیں جو کسی ضروری کام سے ڈنکرک سے ڈوور تک کا سفر کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہوتی جو سفر کے ساتھ ساتھ اپنی ساتھی لڑکیوں سے مستقبل کے سارے معاملات بھی اسٹیمر پر ہی طے کر لیتے ہیں۔ اور اسٹیمر پر ٹیکس فری شراب اور اس کے علاوہ ٹیکس فری لڑکیاں!

مجھے کچھ ایسے لڑکے بھی نظر آئے جنہوں نے لڑکیوں جیسے منی اسکرٹ پہن رکھے تھے۔ یہ اسکرٹ چار خانے والے اونی کپڑوں کے بنے ہوئے تھے۔ یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے بہادر مردوں کا روایتی لباس تھا جو کلٹ کہلاتا تھا۔ لڑکیاں اس لباس پر مرتی ہیں اور یہ ان کا پسندیدہ ترین لباس ہے۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ یہ دیوانگی میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔

کافی ختم ہو گئی۔ اس سرد موسم میں گرما گرم کافی کا ایک کپ مزا دے گیا تھا۔ اسٹیمر کی روانگی کے بعد سے تہذیب، ہما اور زاہد کہیں نظر نہیں آئے تھے۔ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ اسٹیمر کے کس حصے میں پائے جاتے ہوں گے۔ ممکن ہے انہوں نے احتیاطاً لوگوں کے درمیان آنے سے گریز کیا ہو۔

قہوہ خانے کے مذموم ماحول میں زیادہ دیر رکنا میرے لیے ممکن نہیں تھا اس لیے میں عرشے کی طرف چل پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ عرشے پر مجھے سخت سردی کا سامنا کرنا ہوگا لیکن فی الحال اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ قہوہ خانے کی گھٹن برداشت کرنا بھی آسان نہیں تھا۔

عرشہ ویران پڑا ہوا تھا۔ اسٹیمر کے جنگلے کے اوپر لگے ہوئے بلب جل رہے تھے جن کی مدھم روشنی عرشے کے بھیگے تختوں پر چمک رہی تھی۔ کیبنوں کے ساتھ ساتھ آرام کرسیوں کی قطار رکھی تھی جن میں سے کچھ کرسیوں پر اونی کمبل اوڑھے مسافر کمبلوں میں سر دیے سو رہے تھے۔ رودبار انگلستان کی موجیں اسٹیمر سے ٹکراتیں اور ایک ہلکی سی پھوار فضا میں بلند ہو جاتی۔ میں نے جنگلے سے باہر جھکتے ہوئے [illegible] سے پرے دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہاں صرف لہروں کا شور اور مکمل تاریکی تھی۔ کبھی کبھی اسٹیمر کا ہارن زور سے بجنے لگتا اور اس کے بعد بے کراں خاموشی چھا جاتی تھی۔

میں نے بھی اپنے لیے ایک کرسی منتخب کی اور اس پر نیم دراز ہو کر اونگھنے لگا۔ ممکن تھا کہ اتنی بہت سی کرسیوں پر میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی موجود ہوتا لیکن فی الوقت میں اپنے خیال کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔

میں مکمل فضا میں بیٹھا ٹھٹھر رہا تھا۔ میرے پاس اوڑھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ پیرس سے کم از کم ایک کمبل ہی خرید لینا چاہیے تھا۔ یہ قیامت خیز رات تو سکون سے بسر ہو جاتی لیکن اب غلطی ہو ہی گئی تھی تو اسے نبھانا ہی تھا۔

وقت بہت سست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ سردی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر پڑی ہوئی گٹھڑی میں کبھی کبھی کلبلاہٹ پیدا ہو جاتی تھی اور میں دزدیدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگتا تھا کہ شاید اس طرح سردی کا اثر قدرے زائل ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد گٹھڑی میں قدرے زوردار کلبلاہٹ پیدا ہوئی اور گٹھڑی میں پوشیدہ شخصیت عیاں ہو گئی۔ مدھم روشنی میں نظر آنے والے خدوخال بہت حسین تھے۔ گہری نیلی آنکھیں، ناک قدرے اوپر کو اٹھی ہوئی، سرخ و سفید گول چہرہ اور لمبے لمبے بال بے حد بکھرے لگ رہے تھے۔ وہ نیند آلود آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتی رہی اور پھر اس کی نظر مجھ پر جم گئی۔ شاید اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ میں جاگ رہا ہوں۔ اس نے اپنے جسم کے گرد کمبل اچھی طرح لپیٹا اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی۔

"ایکس کیوز می! آپ کے پاس لائٹر یا ماچس ہے؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر کہا۔

میں بھونچکا رہ گیا۔ اس کی آواز بے حد بھاری اور مردانہ تھی۔ خدوخال سے قطعی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کوئی لڑکا ہے لیکن دنیا کی کسی بھی لڑکی کی آواز اس قدر بھاری نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے اپنے اندازے کی تصحیح کرنا پڑی۔ وہ لڑکی نہیں بلکہ کوئی... آوارہ گرد ہپی لڑکا تھا۔ میں نے سنبھل کر اس سے معذرت کی تو وہ دوسری گٹھڑیاں ٹٹولنے لگا اور پھر اس نے اپنی جیب سے چرس بھری سگریٹ نکالی۔ شاید کہیں سے اسے ماچس نصیب ہو گئی تھی۔ اس نے سگریٹ سلگائی تو فضا میں چرس کی بو پھیلنے لگی اور مجھے کرسی سے دستبردار ہونا پڑا۔

کرسی سے اٹھ کر میں ٹہلتا ہوا وہاں سے کافی دور ریلنگ کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔ سمندر سے چلنے والی ہوائیں رگوں میں خون جمائے دے رہی تھیں لیکن ان ہواؤں سے بچنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ماحول پر سکوت طاری تھا۔ معلوم نہیں تہذیب وغیرہ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ مجھے ان پر غصہ آنے لگا۔ اس نے کہا تھا کہ مجھے اور تہذیب کو الگ الگ سفر کرنا چاہیے۔ اس وقت اگر تہذیب موجود ہوتی تو میں اس سے باتیں کر کے ہی سردی کا احساس کم کرنے کی کوشش

کرتا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس طرح ایک دوسرے سے بالکل ہی اجنبی بن کر سفر کرنے کی کیا تک تھی۔

دفعتاً میں نے عرشے پر قدموں کی آوازیں سنیں۔ یہ زنانہ سینڈلوں کی آوازیں تھیں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور مدھم روشنی کے باوجود میگی کو پہچان لیا۔ وہ میری ہی طرف آرہی تھی۔

"اوہ یہ تم ہو نائٹ بوائے! جسے ٹیکس فری چیزیں پسند نہیں ہیں۔" اُس نے میرے قریب پہنچ کر جھکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو۔ تمہارے پاس کوئی کمبل وغیرہ نہیں ہے۔ جاؤ قہوہ خانے میں واپس جاؤ۔ تمہیں سردی لگ جائے گی۔"

میگی ہنس پڑی۔ "مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے پاس کیبن موجود ہے۔"

"کیا تم تنہا سفر کررہی ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ اگر وہ تنہا ہے تو اُس کے کیبن میں رات کیوں نہ بسر کی جائے۔

"ہاں میں بالکل تنہا بھی ہوں اور ٹیکس فری بھی ہوں۔ کیا تم مجھے میرے کیبن تک نہیں پہنچاؤ گے؟"

"ہاں تم نشے میں ہو۔ تمہیں تمہارے کیبن تک پہنچانا ضروری ہے۔ آؤ۔" میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا اور اُس نے اپنا سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا۔

"میں نشے میں ضرور ہوں لیکن مدہوش نہیں ہوں۔" میگی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم صرف میرے کیبن میں رات گزارنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تمہیں اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔"

میرے ہوش اُڑ گئے۔ اُس کی مطلوبہ قیمت ادا کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا لیکن میں نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیے۔ میگی واقعی مدہوش نہیں تھی۔ وہ غلطی کیے بغیر مجھے اپنے کیبن تک لے آئی۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نہایت مختصر سا کیبن تھا جس میں صرف ایک دیوار گیر نشست نظر آرہی تھی۔ عرشے کی خنکی سے نجات ملتے ہی مجھے خاصے سکون کا احساس ہوا۔ دیوار گیر نشست کے بعد کیبن میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی فرش پر لیٹ سکتا تھا اور موجودہ حالات میں اتنی جگہ میرے لیے بہت کافی تھی لیکن اس کے لیے مجھے پہلے میگی سے نمٹنا ہوگا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ نا ڈارلنگ۔" اُس نے دیوار گیر نشست پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

"وہاں اتنی جگہ نہیں ہے کہ دو آدمی لیٹ سکیں۔" میں نے اُس سے جان چھڑانے کی شریفانہ کوشش کی۔

"تو پھر مجھ کو خود تمہارے پاس آنا پڑے گا۔" میگی نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔" میں مسکرا دیا۔ "تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں آرہا ہوں۔"

میگی کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اُبھری۔ "ہر حال میں اپنی پسندیدہ چیز حاصل کر لینے کی عادی ہوں۔"

میں کوئی جواب دیے بغیر دیوار گیر نشست کی طرف بڑھا۔ نشست پر دو افراد کی گنجائش نہیں تھی لیکن میگی نے کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی۔ میں سیٹ کے ایک گوشے پر ٹک گیا اور میگی نے بے تابانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور اپنے ہاتھ اُس کے کندھوں پر رکھ دیے۔ اُس پر سرشاری کی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"اُس وقت جب تم نے کہا تھا کہ تمہیں ٹیکس فری چیزیں پسند نہیں ہیں تو مجھے بہت غصہ آیا تھا۔" وہ جذبات سے بوجھل آواز میں بولی۔

"کیوں؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ میرے ہاتھ اُس کے کندھوں کے بعد اُس کی نرم جلد والی حسین گردن سے گزر رہے تھے۔

"تم نے میری توہین جو کی تھی۔" اُس نے کہا۔ "لوگ مجھے حاصل کرنے کے لیے ترستے ہیں۔" اُس نے مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں اُسے خود سے دور رکھا۔ میرے ہاتھ اُس کے بالوں سے کھیل رہے تھے۔ میگی کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور اُس کے ہونٹوں سے لذت آمیز سسکاریاں خارج ہو رہی تھیں۔

"اب تم سو جاؤ۔" میں نے کہا۔ "تمہیں بہت نیند آرہی ہے۔"

"نہیں۔" میگی نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں۔ اُس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ نشے کی وجہ سے آنکھیں پہلے ہی سرخ تھیں اور اب تو ان میں جذبات کی سرخی بھی شامل ہو گئی تھی۔ "یہ حسین رات اور تنہا کیبن اور قربت کو ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے۔ تم ابھی تک بیٹھے کیوں ہو، لیٹ جاؤ۔"

"بس ایک منٹ صبر کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میری انگلیاں اُس کی گردن پر پہنچ گئیں۔

[illegible] وہ میگی کی [illegible] کرنے کے قابل ہو گیا۔ اُس نے سرگوشی لے کر کہا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اغوا کرتا نہیں ہوں، اغوا کراتا ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ میں نے اُس کی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ دبا دی۔ میگی نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔ اُس کے ہونٹ بھی کھلے ہوئے تھے۔ شاید کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اچانک طاری ہو جانے والی بے ہوشی نے اُسے کچھ کہنے تک کی مہلت نہیں دی اور اُس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔

میں ایک طویل سانس لے کر اُس کے پاس سے اُٹھ گیا۔ میگی کو صبح ہونے سے قبل ہوش نہیں آسکتا تھا۔ کیبن موسم کی چیرہ دستیوں سے محفوظ تھا۔ اس لیے میں نے میگی کے پیروں میں پڑا ہوا کمبل اُٹھایا اور اُسے فرش پر بچھا کر لیٹ گیا۔ چند گھنٹوں کی نیند بہت ضروری تھی جو عرشے پر ناممکن تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے قبل ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں جھٹ سے اٹھ بیٹھا۔ میگی بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے اُسے کمبل اُڑھایا اور کیبن سے باہر نکل آیا۔ باہر ابھی تک اندھیرا پھیلا ہوا تھا لیکن صبح ہونے کے آثار پیدا ہو چلے تھے گویا سفر کا اختتام اب قریب ہی تھا۔ ملگجے اُجالے میں ڈوور کی مشہور زمانہ چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے منور تھا۔ سمندری لہروں کے شور کے درمیان قلعے کے دھندلے وجود سے پھوٹتی روشنیاں اندھیرے سے جنگ کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

میں سحر زدہ سے انداز میں اُن روشنیوں کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے لیے تو میں موسم کی شدت سے بھی بے نیاز ہو گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ بس اب کچھ ہی دیر بعد ڈوور کی بندرگاہ آجائے گی اور پھر ہماری اُلجھنوں کا ایک دور ختم ہو جائے گا۔ انگلینڈ پہنچنے کے بعد فرانس کی پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ انھیں کبھی علم ہی نہ ہو پاتا کہ ہم فرانس سے نکل چکے ہیں۔ اچانک سوجھ جانے والی ترکیب پر عمل کر کے ہم ایک بڑے خطرے سے نکل آئے تھے۔ لندن پہنچنے کے بعد ہم ہر طرح سے محفوظ ہو جاتے۔

تھوڑی دیر بعد ڈوور کا ساحل دکھائی دینے لگا۔ اسٹیمر کے مسافر بیدار ہونے لگے تھے اور جو قہوہ خانے میں تھے اُن میں سے اکثر اوپر عرشے پر آ چکے تھے۔ میں اُن میں اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہا تھا۔ سب سے پہلے میری نظر ہمبر پر پڑی۔ وہ پہلے ہی مجھے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ غیر محسوس سے انداز میں مسکرا دیا۔ اس کے بعد زاہرا اور [illegible] بھی نظر آ گئے۔

بندرگاہ میں داخلے پر اسٹیمر نے زوردار ہارن بجایا اور ذرا ہی دیر میں اسٹیمر برتھ سے جا لگا۔ مسافر اپنا اپنا سامان سنبھال کر اُترنے کی تیاری کرنے لگے۔ میں بھی اُترنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا کہ کسی نے عقب سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میگی خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"رات تم نے کیا حرکت کی تھی؟" وہ غرائی۔ "اب منہ چھپا کے کہاں بھاگے جا رہے ہو؟"

میں اس ناگہانی اُفتاد سے بوکھلا گیا لیکن میں نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھالا اور متحیرانہ لہجے میں بولا۔ "معاف کیجیے گا محترم خاتون میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔"

"تمہیں یاد نہیں، تم نے کہا تھا کہ ٹیکس فری چیزیں تمہیں پسند نہیں ہیں۔" اُس نے زہریلے انداز میں کہا۔

میں نے یادداشت پر زور دینے کی اداکاری کی۔ "اوہ، ہاں، شاید قہوہ خانے میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"اور اس کے بعد رات تم نے میرے کیبن میں گزاری۔" میگی مشتعل لہجے میں بولی۔ "کیا تمہیں یہ یاد نہیں ہے؟"

"رات تو میں نے عرشے پر گزاری ہے۔" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں تمہیں اپنے کیبن میں لے گئی تھی لیکن تم نے میرے ساتھ معلوم نہیں کیا حرکت کی۔ مجھے بے ہوش کر کے وہاں سے نکل آئے؟"

"جب آپ مجھے قہوہ خانے میں ملی تھیں اُس وقت بھی نشے میں تھیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے بعد میں اور پی ہوگی۔ آپ کے حواس قابو میں نہیں تھے۔ معلوم نہیں نشے میں آپ کو کس قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے؟"

"میں نشے میں ضرور تھی مگر مجھے سب کچھ یاد ہے۔" میگی دانت پیس کر بولی۔ "تم مجھ سے بچ نہیں سکو گے۔"

"اگر آپ کو اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ کو کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرنا چاہیے۔ آپ کو علاج کی ضرورت ہے۔" میرا لہجہ ہمدردانہ ہو گیا۔

"تم اتنی آسانی سے مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔" میگی نے میرے بازو کو جھٹکا دیا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا اور اس سے بازو چھڑا کر آگے بڑھ گیا۔ ہمبر رک کر بڑی دلچسپی سے ہماری گفتگو سن رہا تھا جبکہ دوسرے مسافروں نے ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں نے ہمبر کی طرف بھی نہیں دیکھا اور تیزی سے اسٹیمر سے اُتر گیا۔

ڈوور کی بندرگاہ پر کسٹم اور امیگریشن سے بہ آسانی گزر کر ہم باہر نکل آئے۔ زاہد اور تہذیب باہر میرے منتظر تھے۔

"وہ عورت تم سے کیا کہہ رہی تھی؟" تہذیب نے کسی تمہید کے بغیر مجھ سے سوال کیا۔

"مجھ سے پوچھیے میڈم۔" بُڈ نے میرے عقب سے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔ "چیف نے رات اُس کے کیبن میں بسر کی تھی۔"

"پہلے سر چھپانے کی فکر کرو۔" میں نے کہا۔ "باتیں تو بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔"

بندرگاہ کے قریب ہی ہمیں ایک معمولی درجے کا ہوٹل مل گیا جہاں ہم رات بھر کی تھکن دور کر سکتے تھے۔ ٹنلو چونکہ مل چکا تھا اس لیے اب محتاط رہنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ ہم نے دو کمرے کرائے پر حاصل کیے۔ ایک میں میں اور تہذیب ٹھہرے اور دوسرا زاہد اور بُڈ کے حصے میں آ گیا۔

"میرے لیے جلدی سے ناشتا منگوا لو۔" تہذیب نے کہا۔ "میں ناشتا کر کے سو جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اُبلے ہوئے انڈوں اور پنیر کے سینڈوچ اور کافی پر مشتمل ناشتا مزہ دے گیا۔ ناشتے کے دوران ہی میں نے تہذیب کو مختصراً میگی کے بارے میں بھی بتا دیا۔ تہذیب بہت مضمحل نظر آ رہی تھی۔ گزری ہوئی رات کی تھکن نے اُسے نڈھال کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ جلدی جلدی ناشتا کر کے بستر میں گھس گئی اور لیٹتے ہی سو گئی۔ اُس کے سونے کے بعد دوسرا بستر میں نے سنبھال لیا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہد اور بُڈ بھی اس وقت خوابِ خرگوش کے مزے لوٹنے میں مگن ہوں گے لہٰذا میرے لیے بھی بہتر یہی تھا کہ سو کر اپنی نیند پوری کر لوں۔

دن کے ایک بجے میری آنکھ کھلی۔ نیند پوری ہو چکی تھی لیکن طبیعت پر کسلمندی طاری تھی۔ تہذیب بے خبر سو رہی تھی۔ اُسے جگانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں اُٹھ کر باتھ روم میں جا گھسا۔ آدھے گھنٹے بعد میں باتھ روم سے باہر آیا تو تہذیب بھی اُٹھ چکی تھی۔

"کیا حال ہے تہذیب؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "رات کی سردی کا تو کوئی اثر محسوس نہیں کر رہیں؟"

"نہیں، لیکن میں تمہارے لیے بہت پریشان رہی۔ اسٹیمر پر تمہیں بہت تلاش کیا مگر تم کہیں نظر نہیں آئے۔"

"اپنے بارے میں تو میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ پہلے تو وقفے میں تم لوگوں کو تلاش کیا پھر عرشے پر ڈھونڈا۔ اگر میگی نہ مل جاتی تو شاید اس وقت میں ڈبل نمونیے کا شکار ہو چکا ہوتا۔"

"میں تو ایک کیبن میں گھس گئی تھی جس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ بُڈ اور زاہد کے بارے میں مجھے نہیں معلوم لیکن میرا خیال ہے کہ وہ بھی کسی کیبن میں ہی گھس گئے ہوں گے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم لوگوں نے مجھ سے زیادہ عقل کا ثبوت دیا۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے علی کہ ہم فرانس سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ میرا خیال ہے کہ لندن میں ہمیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہاں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے علی! ہم محتاط رہیں گے۔ اب میرا خیال ہے کھانا منگوا لیا جائے۔ کھانے کے بعد ہم یہ ہوٹل چھوڑ دیں گے۔"

"یہ بے سروسامانی زیادہ عرصے تو نہیں چل سکے گی تہذیب۔ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل بہتر یہ ہوگا کہ ہم روزمرہ استعمال کے لیے کچھ سامان خرید لیں۔"

"وہ تو ظاہر ہے علی۔ دوسرے ہوٹل میں قیام سے قبل ہم بازار سے کافی خریداری کریں گے تاکہ کوئی ہم پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکے۔"

کھانے سے فارغ ہو کر ہم زاہد اور بُڈ کے کمرے میں آ گئے۔ وہ دونوں بڑے مزے سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے۔

"ہم نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" چیف۔" بُڈ بولا۔ "سفر کے دوران رات بڑی بھیانک گزری تھی اس لیے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں آرام کرنے دیا جائے اور جب تک تم ہمیں طلب نہ کرو۔۔۔"

"تم لوگوں نے کھانا کھا لیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف۔" بُڈ نے کہا۔ "وہ تو ایک بجے ہی کھا لیا تھا۔"

"رات تم نے کہاں گزاری تھی؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"کیپٹن کے کیبن میں۔" بُڈ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "میں نے ایک کمبل چرا لیا تھا اس میں سمٹ کر ایک گوشے میں لیٹ گیا تھا۔ بعد میں میں نے وہ کمبل وہیں چھوڑ دیا۔ آخر اُنہیں بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

بُڈ کے انداز پر میں اور تہذیب ہنس پڑے۔ زاہد نے بھی کہیں سے ایک کمبل حاصل کر کے ایک کرسی پر رات گزاری تھی لیکن اب وہ خوفناک رات گزر چکی تھی اور ہم مطمئن تھے۔

"تم لوگ اپنے لیے لباس وغیرہ خرید لو۔" میں نے زاہد کو ہدایت کی۔

"بات تو بہت مناسب ہے چیف۔" بُڈ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کے لیے کرنسی کی ضرورت پڑے گی اور کرنسی ہمارے پاس ہے نہیں۔"

میں نے ضروری خریداری کے لیے کرنسی کی خاصی مقدار اُن کے حوالے کی اور اس کے بعد میں اور تہذیب بھی بازار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہم اُسی میک اپ میں تھے جس میں ہم نے یہاں تک سفر کیا تھا لیکن اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم اپنے میک اپ تبدیل کر لیتے۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا کہ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل ہم میک اپ بھی تبدیل کر لیں گے۔

بازار سے ہم نے اشد ضروری اشیا کے علاوہ میک اپ کا سامان بھی خریدا اور ہوٹل واپس آ گئے۔ بُڈ اور زاہد بھی واپس آ چکے تھے۔ ہم نے اپنے میک اپ تبدیل کیے اور ہوٹل کا حساب بے باق کر کے نکل آئے۔ ہماری اگلی قیام گاہ لندن کا ایک مشہور ہوٹل تھا۔ ہمیں اس ہوٹل کی آٹھویں منزل پر دو کمرے مل گئے۔

رات کا کھانا ہم نے کمرے میں ہی طلب کر لیا تھا۔ بُڈ اور زاہد بھی کھانے پر ہمارے ساتھ ہی تھے۔

"پیرس میں علی گروپ کے چند افراد باقی رہ گئے ہیں۔" تہذیب نے کھانے کے دوران کہا۔ "اُن کے بارے میں کیا فیصلہ کرنا ہے؟"

"انھیں یہ پیغام بھجوا دو کہ وہ ہیڈ کوارٹر واپس چلے جائیں۔ فی الحال ہمیں اُن سے کوئی کام تو لینا نہیں ہے۔ وہ مشکوک لوگ بھی نہیں ہیں اس لیے انھیں پیرس کی پولیس کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"تم نے سُن لیا بُڈ۔" تہذیب نے بُڈ سے کہا۔ "تمہیں پہلی فرصت میں یہ کام کرنا ہے۔ پیغام کوڈ ورڈز میں دیا جائے گا۔"

"اس ہدایت کا شکریہ میڈم۔" بُڈ نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ "ورنہ مجھ بے چارے کو اتنی عقل کہاں کہ خود سے یہ پیغام کوڈ ورڈز میں بھیجنے کا فیصلہ کر لیتا۔"

تہذیب نے اُسے گھور کر دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ بُڈ بڑے اطمینان سے سر جھکائے کھانا کھانے میں مگن تھا۔

"جب ہمیں ان لوگوں کی روانگی کی اطلاع مل جائے گی اُس کے بعد ہم امریکا کے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔"

"تیاریاں تو ہم فوراً ہی شروع کر سکتے ہیں چیف۔" بُڈ بولا۔ "اُن لوگوں کی روانگی کی اطلاع ملنے تک ہماری تیاریاں مکمل ہو چکی ہوں گی اور ہم فوراً روانہ ہو سکیں گے۔"

"میرا مطلب یہی تھا۔ اُن لوگوں کو پیغام بھجوانے کے ساتھ ساتھ تم امریکا روانگی کے لیے ضروری تیاریاں ابھی کل سے ہی شروع کر دو۔"

کھانے کے بعد بُڈ اور زاہد چلے گئے۔ ہم نے ان کے سامنے ہاروت راہیل کے متعلق گفتگو نہیں کی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے اس مسئلے پر تہذیب سے گفتگو کی۔

"ہاروت راہیل کا صدر دفتر واشنگٹن میں ہے تہذیب! لہٰذا ہمیں یہاں سے سیدھا واشنگٹن ہی جانا ہوگا۔"

"ہاں علی۔" تہذیب نے کہا۔ "اُس کا صدر دفتر بھی وہاں ہے اور رہائش بھی واشنگٹن میں ہی ہے۔ اُسے تلاش کرنا ذرا مشکل نہیں ہوگا۔"

"تلاش کرنا تو مشکل نہیں ہوگا لیکن اس تک رسائی حاصل کرنا کتنا مشکل کام ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے علی! اور اس کے لیے ہمیں کوئی باقاعدہ قسم کا منصوبہ بنانا پڑے گا۔ تمہارے ذہن میں کچھ ہے؟"

"واشنگٹن پہنچنے کے بعد حالات کا جائزہ لے کر ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے تہذیب! اُس وقت تک کے لیے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ تمام تفکرات سے بے نیاز ہو جاؤ۔"

اگلے روز بُڈ نے اطلاع دی کہ اُس نے پیغام بھجوا دیا ہے اور ضروری کاغذات کی تیاری کے لیے بھی کام شروع کر دیا ہے۔ بُڈ

کے ٹیلی گرام کا جواب دو دن بعد ہی موصول ہو گیا جس کے مطابق علی گروپ کے پیرس میں متعین ارکان ہیڈ کوارٹر واپس روانہ ہو رہے تھے۔ زاہر کو واپس بھجوانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مستقبل قریب میں ہمیں اُس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ ممکن تھا بارونت رابیل کو منظر عام پر لانے کے لیے زاہر کو ایک بار پھر فلمی فوٹوگرافر کا روپ دھارنا پڑ جاتا۔ بڈ کو بھی ہم خود سے الگ نہیں کر سکتے تھے، ایک تو اُس کی کارکردگی بہت عمدہ تھی، دوسرے یہ کہ وہ ہمارا پیچھا کرتا ہوا ہم تک پہنچ جاتا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم اُسے لندن میں چھوڑ کر واشنگٹن روانہ ہو جائیں تو وہ واشنگٹن ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوگا۔ ماضی میں ایسی مثالیں پہلے بھی ہو چکی تھیں جب وہ ہم سے بچھڑ گیا تھا لیکن اُس نے ہمیں تلاش کرنے میں دیر نہیں لگائی اور ہم تک آ پہنچا۔

امریکا روانگی کی تیاریوں میں ایک ہفتہ صرف ہو گیا۔ یہ کام ہم نے بہت محتاط طریقے سے کیا تھا۔ امریکا خاص طور پر ہمارے لیے خطرناک جگہ ثابت ہو سکتی تھی، اس لیے کہ ماضی میں وہاں ہم نے بہت سی مہمات سرانجام دی تھیں، چنانچہ ہم نے اس ضمن میں خصوصی احتیاط کو مدنظر رکھا تھا۔ آخر آٹھویں روز ہم پان امریکن ایئر لائن کے ایک طیارے سے واشنگٹن روانہ ہو گئے۔

امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں اپنے قیام کے لیے ہم نے ایک عمدہ فائیو اسٹار ہوٹل کا انتخاب کیا۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ امریکا میں ہمیں کتنا عرصہ قیام کرنا پڑے گا، اس لیے ہم نے بڑی تعداد میں کرنسی منتقل کرالی تھی جس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور اب ہم اخراجات کی طرف سے قطعی بے فکر تھے۔

واشنگٹن پہنچنے کے چند ہی گھنٹے بعد ہم نے ایک میٹنگ کی، جس میں آئندہ لائحہ عمل طے کیا گیا۔ بڈ اور زاہر کو بارونت رابیل کے متعلق معلومات حاصل کرنے پر مامور کرنے کے بعد میں اور تہذیب واشنگٹن کی سیر کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ مقصد صرف تفریح نہیں تھا بلکہ ہم یہاں کے حالات کا جائزہ بھی لینا چاہتے تھے۔ اس کام کے لیے ہم نے اخبارات کا سہارا بھی لیا تھا۔

چوبیس گھنٹے بعد بڈ اور زاہر نے اپنی رپورٹ پیش کر دی جس کے مطابق بارونت رابیل کی رہائش واشنگٹن کے سب سے عمدہ رہائشی علاقے میں تھی۔ اس کا نام رابیل پیلس تھا اور بارونت رابیل اس وقت رابیل پیلس میں موجود نہیں تھا بلکہ وہ واشنگٹن میں ہی موجود نہیں تھا۔

"وہ کہاں گیا ہوا ہے اور کب تک واشنگٹن واپس آ جائے گا؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا چیف۔" بڈ نے کہا۔ "وہ اپنے پروگرام خفیہ رکھنے کا عادی ہے۔"

"یہ تو پھر اچھا نہیں ہے۔" تہذیب نے تشویش سے کہا۔ "یہ معلوم ہونا تو ضروری ہے کہ وہ کب واپس آئے گا۔"

"آج سے تیسرے روز چیمبر آف کامرس کی ایک میٹنگ ہو رہی ہے۔" بڈ نے کہا۔ "اس میٹنگ میں بارونت رابیل کی شرکت یقینی ہے۔"

"اتنا بہت کافی ہے۔" میں نے کہا۔ "زاہر تم پریس فوٹوگرافر کی حیثیت سے کام شروع کر دو۔ کوشش کرو کہ دو دن میں صحافتی حلقے کے کچھ لوگ تمہیں پریس فوٹوگرافر کی حیثیت سے جاننے لگیں۔ چیمبر آف کامرس کی اس میٹنگ میں تم خاص طور پر بارونت رابیل کی تصویریں بناؤ گے۔ ممکن ہے کسی موقع پر یہ تصاویر ہمارے کسی کام آ سکیں۔ فوری طور پر کام شروع کر دو۔"

زاہر سر ہلا کر چلا گیا اور میں بڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمہیں رابیل پیلس کے اطراف کا نقشہ تیار کرنا ہے۔ نقشے میں ایسے تمام راستے واضح ہونے چاہئیں جو کسی بھی اعتبار سے ہمارے کام آ سکتے ہوں۔"

"یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔" بڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے بڈ! اس کے علاوہ تم کوئی ایسی تدبیر سوچو جس کے ذریعے بارونت رابیل تک ہماری رسائی ہو سکے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں یہ کام بڈ کے شایانِ شان ہے۔" بڈ نے کہا۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا، فوراً ہی رخصت ہو گیا تھا۔

"یہ شخص ہمارے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر رہا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔

"اس میں شک نہیں کہ بے حد باصلاحیت آدمی ہے لیکن کسی پر ضرورت سے زیادہ انحصار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

کافی دیر بعد بڈ واپس آیا۔ "میں ایک اہم خبر لایا ہوں چیف!" اس نے چہکتے انداز میں کہا۔ "چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کرنے کے لیے فرانس سے مسٹر اینڈ مسز سوتراں بھی آ گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے سوتراں نامی کسی شخص کا نام ابھی میں نے نہیں سنا۔" میں نے کہا۔

"وہ فرانس کے بہت بڑے کاروباری ہیں۔ مسٹر سوتراں کی عمر پچپن اور مسز سوتراں کوئی چالیس سال کی ہوں گی۔"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تو تمہیں بارونت رابیل سے متعلق اطلاعات فراہم کرنے کو کہا تھا۔" تہذیب جھنجھلائے لہجے میں بولی۔

"اُن کے ساتھ اُن کی سیکریٹری مس بیٹی بھی ہے۔" بڈ نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے کہا۔ "میں اُسے دوست بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

"کہیں تمہارا یہ مقصد تو نہیں کہ ہم اُن کے میک اپ میں میٹنگ میں شرکت کریں؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڈ کا کام تو اطلاعات فراہم کرنا ہے چیف! ان اطلاعات سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یہ سوچنا بڈ کا دردِ سر نہیں ہے۔"

"بڈ ٹھیک کہہ رہا ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "اس جوڑے کے ذریعے ہم بارونت رابیل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں تہذیب لیکن کیا یہ طریقہ خطرناک نہیں ہوگا؟"

"خطرناک تو ہے علی لیکن یہ خطرہ مول لے کر اگر ہم وقت کی بچت کر سکتے ہیں تو اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں؟"

"ٹھیک ہے تہذیب! جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر رضامندی ظاہر کر دی۔

"دراصل چیف! تمہیں اُن لوگوں کے بارے میں بتانے کا مقصد بھی یہی تھا کیونکہ وہ براہِ راست اس میٹنگ میں شرکت کر رہے ہیں۔ اگر تم پسند کرو تو میٹنگ میں بہ آسانی مسٹر سوتراں کا میک اپ ہو جائے گا۔"

"مسئلہ یہ بھی تو ہے بڈ کہ مسٹر اینڈ مسز سوتراں کو اس میٹنگ میں شرکت سے باز کیسے رکھا جائے؟"

"اس کی فکر مت کرو چیف! بڈ سارا انتظام کر لے گا۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہ حیثیت برقرار رکھو گے یا صرف ایک عارضی ملاقات کے لیے انہیں منتخب کرو گے؟"

"عارضی ملاقات بھی تجربی نہیں رہے گی۔ اگر ہم کوشش کر کے پہلے ہی مرحلے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد ظاہر ہے ہمیں اُن کا روپ دھارے رکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"گویا اُن سے تمہاری ملاقات کا بندوبست کیا جائے؟" بڈ نے پوچھا۔

"ہمیں اُن کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اس کے لیے اُن سے کچھ ذاتی واقفیت تو بہت ضروری ہے لیکن تم اس ملاقات کا بندوبست کیسے کرو گے؟ کیا وہ ہم سے ملنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟"

"مس بیٹی زندہ باد! بھلا یہ ممکن ہے کہ بڈ کوئی درخواست کرے اور مس بیٹی اُسے رد کر دے۔"

بڈ کی یہ صلاحیت بھی حیران کن تھی۔ اُس نے سوتراں کی سیکریٹری مس بیٹی کو جس طرح اپنے دام میں پھنسا لیا تھا، مس بیٹی بے چاری کی تو حیثیت ہی کیا تھی، صحرائے اعظم افریقہ کے وحشی قبائل کی عورتیں تک بڈ میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکی تھیں۔ معلوم نہیں اُس کی شخصیت میں ایسی کیا خاص بات تھی جس سے لڑکیاں بچ نہیں سکتی تھیں۔

بڈ نے اُسی روز مسٹر اور مسز سوتراں سے ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیا۔ ہم نے خود کو اسپینی تاجر کی حیثیت سے اُن سے متعارف کرایا۔ امریکی دورے کے بارے میں ہم نے انہیں ایک فرضی کہانی سنا دی تھی۔ مسٹر سوتراں ایک خوش اخلاق انسان تھے۔ ذرا ہی دیر میں ہم آپس میں گھل مل گئے۔ میں نے انہیں اسپین میں اپنے کاروبار کی تفصیلات بتائیں جو زیادہ تر فرضی تھیں اور مسٹر سوتراں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ جواباً مسٹر سوتراں اپنے کاروبار کے بارے میں تفصیلات بتاتے رہے۔

"معاف کیجیے گا۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" ہاروت رابیل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "غالباً اس سے قبل ہماری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "میرا خیال اس کے برعکس ہے مسٹر ہاروت رابیل۔ میرا نام سوتراں ہے اور یہ مسز سوتراں ہیں۔"

"اوہ اچھا! آپ لوگ فرانس سے آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں مسٹر رابیل! لیکن آپ نے شاید ہمارے ناموں سے ہماری قومیت کا اندازہ لگایا ہے؟"

"ظاہر ہے۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ اس کے لہجے میں اب بھی الجھن تھی۔ "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری کبھی آپ لوگوں سے ملاقات ہوئی ہو۔"

"اتفاق کی بات ہے مسٹر رابیل!" میں نے کہا۔ "ویسے بھی ہماری ایک ہی ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی بہت مختصر تھی اس لیے اگر آپ کو یاد نہیں رہا تو یہ کوئی ایسی زیادہ تعجب خیز بات بھی نہیں ہے۔ ہم جنیوا میں آپ سے ملے تھے۔"

"ممکن ہے۔" ہاروت رابیل نے شانے اچکاتے ہوئے۔ "کیا حال ہیں آپ لوگوں کے؟" اس نے پوچھا لیکن یہ محض ایک رسمی سا سوال تھا۔ اس کے لہجے میں ذرا بھی گرمجوشی نہیں تھی۔

"آپ سے دوبارہ ملنے کا بڑا اشتیاق تھا مسٹر رابیل! ہم لوگ اکثر آپ کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے۔"

"اچھا۔" ہاروت رابیل نے یوں بے نیازی سے کہا جیسے یہ اس کا حق رہا ہو۔

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ سے دوبارہ مل کر ہم کتنی خوشی محسوس کر رہے ہیں۔" تہذیب بولی۔

"آپ دونوں کا حد سے بڑھا ہوا اشتیاق میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں کوئی اتنی اہم شخصیت تو نہیں ہوں۔"

"اکثر لوگ اپنے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "آپ کو اپنی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم ذومعنی گفتگو کر رہے ہو مسٹر سوتراں! اور ابھی ہوئی گفتگو سے مجھے [illegible]"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر رابیل!" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہم تو بہت واضح قسم کی گفتگو کر رہے ہیں جس کا کوئی [illegible]"

"کیا تمہارا مقصد صرف مجھ سے ملاقات ہی کرنا تھا؟" ہاروت رابیل نے خشک لہجے میں کہا۔

"بنیادی مقصد تو یہی تھا مسٹر رابیل! لیکن [illegible] آپ سے کچھ کام بھی تھا جو یقیناً آپ کے لیے فائدے مند ثابت ہوگا۔"

"اوہ!" ہاروت رابیل بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کا رویہ اچانک ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ "تب تو آپ لوگ میرے ساتھ کچھ وقت ضرور گزاریے گا۔"

"ضرور گزاریں گے مسٹر رابیل۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن آپ ہم سے ملنے کے لیے کب وقت نکال سکیں گے؟"

"فوری طور پر تو میں کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ مجھے اپنے سیکرٹری سے معلوم کرنا پڑے گا۔"

"ہم نے تو سنا تھا آپ بہت بڑے کاروباری ہیں لیکن آپ کا رویہ تو اس بات کی نفی کر رہا ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اچھا کاروباری کوئی موقع ہاتھ سے گنوانا پسند نہیں کرتا۔ آپ معلوم نہیں کیسے کاروباری ہیں کہ اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو سوتراں۔" ہاروت رابیل نے قدرے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا کاروبار اتنا پھیلا ہوا ہے کہ میں ہر کسی شخص سے [illegible]"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رابیل! لیکن آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس آپ کے لیے جو آفر ہے اس سے آپ کے بزنس کو چار چاند لگ جائیں گے۔"

"اوہ!" ہاروت رابیل نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میں اسلحے کی سپلائی کرتا ہوں۔"

"آپ کوئی بھی کاروبار کرتے ہوں مسٹر رابیل! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ منافع کروڑوں تک بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"کروڑوں ڈالر کا منافع!" ہاروت رابیل نے چونک کر کہا۔

"کروڑوں ڈالر تو ایک سرسری اندازہ ہے۔ ورنہ منافع کی رقم اربوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے۔"

[illegible] رابیل [illegible] سے مجھے دیکھا۔ "کیا تم میرے ساتھ مسخرہ پن کر رہے ہو سوتراں؟"

"ہرگز نہیں مسٹر رابیل! جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" ہاروت رابیل نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر اربوں ڈالر منافع کا معاملہ ہے تو میں ہی کیوں؟"

"اس لیے کہ معاملہ آپ ہی سے متعلق ہے۔ ہم [illegible] اسی لیے اس کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو شاید ہم اس کانفرنس میں شریک نہ ہوتے۔"

"مجھ سے متعلق کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟" ہاروت راحیل نے کہا۔ وہ بہت محتاط انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

"یہ معاملہ تفصیل طلب ہے مسٹر راحیل! اتنے مختصر وقت میں ہم آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھا سکیں گے۔ اسی لیے ہم آپ سے آپ کے قیمتی وقت کا کچھ حصہ مانگ رہے ہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے مسٹر سوتران کہ جو بات تمھارے نزدیک بہت اہم ہے مجھے اس میں دلچسپی محسوس نہ ہو۔ کیا اس صورت میں میرا وقت ضائع نہیں ہو گا؟"

"ہمارے وقت کی بھی کوئی قیمت ہے مسٹر راحیل!" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ فائدے سے اس طرح دامن چھڑاتے ہیں تو ہم آپ سے اتنی بات بھی نہ کرتے۔"

"او ہو، تم تو ناراض ہو گئے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میرا خیال ہے تمھاری بات سن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر تم نے مجھے متاثر کر دیا تو تم دیکھو گے کہ میں تم سے کس طرح تعاون کرتا ہوں۔"

"اصل بات کا فیصلہ تو ہوا ہی نہیں مسٹر راحیل۔" میں نے کہا۔ "آپ ہمیں کب وقت دے سکیں گے؟"

"اس وقت تو چونکہ کانفرنس ہو رہی ہے، اس لیے ابھی تو ممکن نہیں ہو گا۔" ہاروت راحیل نے کہا۔ "تم لوگ کیوں نہیں... پھر کل..."

"کانفرنس کے بعد ہمیں گفتگو کر لینے میں کیا حرج ہے مسٹر راحیل! ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے۔"

"میرے خیال میں یہ موزوں نہیں رہے گا۔ کاروباری گفتگو کے لیے پُرسکون ماحول درکار ہو گا۔"

"اس وقت ہماری گفتگو کاروباری نوعیت کی نہیں ہو گی۔ ہم تو آپ کو صرف اپنا آئیڈیا بتائیں گے۔ اگر آپ کو منظور ہوا تو ہم بعد کا کوئی وقت طے کر کے تفصیلی بات چیت کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سوتران۔" ہاروت راحیل نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھارا یہی اصرار ہے تو یوں ہی سہی۔ کانفرنس کے اختتام پر مجھ سے مل لینا۔"

وقفہ ختم ہو چکا تھا اور کانفرنس کے شرکا واپس کانفرنس ہال میں جانا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم بھی کانفرنس ہال میں آ کر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ پہلا مرحلہ کامیابی سے طے ہو گیا تھا۔ ہاروت راحیل تک رسائی ہو گئی تھی۔ اب مسئلہ صرف یہ رہ گیا تھا کہ جب ہم اس پر ڈی فوسٹر اور اینٹی ہتھیاروں سے متعلق دھماکا خیز انکشافات کریں گے تو اس کا ردعمل کیا ہو گا؟

کانفرنس جاری رہی لیکن میرا ذہن جیسے الجھا ہوا تھا، اس لیے میں کچھ نہ سن سکا۔ مجھے تو یہ اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کانفرنس کس وقت ختم ہوئی۔ شاید تہذیب بھی میری طرح ذہنی طور پر الجھی ہوئی تھی۔ پھر میں اس وقت چونکا تھا جب کانفرنس کے شرکا ہال سے باہر جانے لگے۔

"معلوم ہوتا ہے کانفرنس ختم ہو گئی۔" تہذیب نے چونک کر کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ ہم بھی اٹھ چلیں۔" ہم اٹھ کر ہاروت راحیل کی طرف بڑھے جو ابھی تک اپنی نشست پر ہی براجمان تھا۔ ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"وقت بہت ہو گیا ہے۔ اس لیے میں تمھیں آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔" ہاروت راحیل نے کہا۔

"ہمارے لیے آپ کا آدھا گھنٹا بھی بہت ہے مسٹر راحیل۔" میں نے کہا۔ "اس سے بہت کم وقت میں آپ ہم سے متفق ہو جائیں گے۔"

"کیا خیال ہے باہر لان میں چل کر بات چیت کر لیں؟" ہاروت راحیل نے ہال کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"لاؤنج کا وہ گوشہ کیسا رہے گا؟" میں نے ہاتھ سے لاؤنج کے ایک دور افتادہ گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ کے ساتھ کچھ اور افراد تو نہیں ہیں مسٹر راحیل؟"

"نہیں۔ بس میرا ڈرائیور اور سیکرٹری ہیں۔ وہ دونوں باہر گاڑی میں موجود ہیں۔"

"تب تو لاؤنج میں ہی گفتگو کرنا بہتر رہے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "کیا خیال ہے مسٹر راحیل؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ جگہ پُرسکون بھی ہے اور یہاں کرسیاں بھی موجود ہیں۔" ہاروت راحیل نے ہمارے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں لاؤنج کے اس گوشے میں کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ہاروت راحیل نے بیٹھتے ہی اپنی کلائی پر بندھی ہوئی قیمتی طلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

"آدھے گھنٹے کے اندر اندر آپ اگر مجھے متاثر نہ کر سکے مسٹر سوتران تو اس کے بعد مجھے معذور سمجھیے گا۔ اس لیے کہ اس سے زیادہ وقت میں آپ کو نہیں دے سکوں گا۔"

"اور اگر ہم آپ کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر آپ کا رویہ کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر ایسا ہو گیا۔" ہاروت راحیل نے مسکرا کر کہا۔ "تو پھر

کوئی اچھی بات نہیں رہ جائے گی۔"

"میں آپ سے پہلے عرض کر چکا ہوں مسٹر راحیل کہ میں اس سے بہت کم وقت میں آپ کو خود سے متفق کر لوں گا۔ دراصل جو آئیڈیا میں آپ کے سامنے پیش کرنے والا ہوں، وہ آپ کے عظیم الشان کاروبار سے ہی متعلق ہے۔ آپ اسلحے کی سپلائی کا کام بہت اعلیٰ پیمانے پر کرتے ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ بعض ملک لڑائی صرف اسی لیے رہتے ہیں کہ آپ کا اسلحہ فروخت ہوتا رہے۔"

ہاروت راحیل کا چہرہ بے تاثر ہو گیا اور اس نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "لوگوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق میرے بارے میں بہت سی کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "چونکہ لوگوں کا کام ہی چہ میگوئیاں کرنا ہوتا ہے اس لیے میں ایسی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتا۔ میں نے کبھی ایسی باتوں کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس قسم کی کہانیاں میرے لیے نئی نہیں ہیں مسٹر سوتران! اس لیے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ ان من گھڑت داستانوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اصل بات کی طرف آ جائیے۔"

"اتنے بڑے کاروبار کو سنبھالنا بھی مسئلہ ہی ہوتا ہو گا مسٹر راحیل! یہ آپ ہی کا حوصلہ ہے کہ آپ اتنے وسیع کاروبار کو نہایت کامیابی سے سنبھالے ہوئے ہیں۔"

"میں آپ کی اس بات سے بھی متاثر نہیں ہو سکا مسٹر سوتران! اس میں میرا اربوں ڈالر کا فائدہ کہاں ہے؟" ہاروت راحیل نے خالصتاً یہودیوں والے انداز میں کہا۔ اس کے الفاظ سے طمع ظاہر ہو رہی تھی لیکن اس کا لہجہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

"فائدہ بھی ظاہر ہو جائے گا مسٹر راحیل!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "فرض کیجیے میں آپ کو کوئی ایسی بات بتاؤں جس کے نتیجے میں آپ کسی متوقع نقصان سے بچ سکیں تو کیا یہ بات آپ کے لیے فائدہ مند نہیں ہو گی؟"

ہاروت راحیل کی آنکھوں میں پہلے سے جذباتی تغیر کے آثار نمودار ہوئے۔ "میں بالکل نہیں سمجھ سکا مسٹر سوتران۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "شاید معموں میں گفتگو کرنا تمھاری عادت ہے۔"

"میں نے تو بہت واضح بات کی ہے مسٹر راحیل! آپ بہت بڑے کاروبار کے مالک ہیں اور اربوں ڈالر منافع اسی کاروبار سے حاصل کر رہے ہیں۔ کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ کا یہ اربوں ڈالر کا منافع برقرار رہے؟"

ہاروت راحیل مجھے گھورنے لگا۔ "کیا یہ مناسب نہیں ہو گا مسٹر سوتران کہ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کھل کر کہہ ڈالو۔"

"حکومتِ امریکا نے آپ کو خصوصی مراعات دے رکھی ہیں مسٹر راحیل، ورنہ کسی شعبے میں اسلحہ ساز فیکٹریوں کے قیام کی کوئی دوسری مثال ملنا شاید ناممکن ہی ہو۔"

"تم درست کہہ رہے ہو مسٹر سوتران۔" ہاروت راحیل نے سرد مہری سے کہا۔ "اس کے علاوہ مجھے اور بھی بہت سی مراعات حاصل ہیں جن کے بارے میں تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"مجھے اندازہ تو تھا مسٹر راحیل لیکن آپ کی زبانی اپنے اندازے کی تصدیق سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ آپ کو علم ہے اس خبر کے بعد میرے آئیڈیے کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"تمھارے پاس آدھے گھنٹے کا وقت ہے سوتران! میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں، اس لیے چاہے تم کتنی ہی بے سروپا باتیں کیوں نہ کرو، میں انھیں سننے کے لیے مجبور ہوں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ آپ کا کاروبار حکومتِ امریکا سے حاصل شدہ مراعات کے ساتھ مشروط ہے۔ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ حکومتِ امریکا آپ سے تمام مراعات واپس لے لے۔ نہ صرف مراعات واپس لے بلکہ آپ کی تمام فیکٹریاں بھی سیل کر دے۔ آپ کو گرفتار کر کے آپ پر غداری اور شاطرانہ چالیں چلنے کے الزام میں مقدمہ چلائے۔ اگر یہ سب کچھ ہو جائے تو کیا آپ کو اربوں ڈالر کا نقصان نہیں ہو گا؟"

ہاروت راحیل کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے تیوریاں سکیڑ کر پہلے مجھے اور پھر تہذیب کو دیکھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔

"وقت تیزی سے گزر رہا ہے مسٹر سوتران۔" اس نے اپنے مخصوص سپاٹ اور بے تاثر لہجے میں کہا۔ "اور تم ابھی تک مجھے اپنی کسی ایک بھی بات سے متاثر نہیں کر سکے۔"

"تب تو مجبوری ہے۔" میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کا حوالہ دیے بغیر کام بنتا نظر نہیں آتا۔"

ڈی فوسٹر کا نام سن کر ہاروت راحیل اپنے چہرے کا مصنوعی نقاب برقرار نہیں رکھ سکا۔ اس نے یوں پہلو بدلا جیسے اس کے پہلو میں اچانک ہی کوئی نوک دار چیز چبھ گئی ہو۔ لیکن اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال بھی لیا اور قدرے متجسس انداز میں بولا۔ "یہ ڈی فوسٹر کیا چیز ہے مسٹر سوتران؟"

"بڑی زور دار چیز ہے مسٹر راحیل۔" میں اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "شاید آپ کو علم ہو کہ اس نادر الوجود شے کا تعلق جرمنی سے ہے۔"

"نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" ہاروت راحیل نے کہا۔ وہ اپنی

بے تیاری برقرار رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ کیا یہ کسی قسم کی مشین ہے؟

"مشین نہیں مسٹر رابیل، پوری فیکٹری ہے جس کے حصول کے لیے ایک دنیا سرگرداں ہے۔"

"کمال ہے!" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "میں کسی ایسی فیکٹری کے وجود سے لاعلم ہوں۔"

"مشکل یہ ہے مسٹر رابیل کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "کتنا وقت اور باقی رہ گیا ہے مسٹر رابیل؟"

"اوہ! وقت کو چھوڑو۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "مجھے اس فیکٹری کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔"

"نہیں مسٹر رابیل! آپ کی لاعلمی کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ شاید ہم آپ کی لاعلمی کا مداوا نہ کر سکیں۔"

"تم بتاؤ تو سہی۔ میں پوری توجہ سے تمھاری باتیں سنوں گا اور انھیں سمجھنے کی کوشش بھی کروں گا۔"

"جو شخص کسی آدمی کو فیکٹری کہنے پر مصر ہو، اسے کیا سمجھایا جا سکتا ہے مسٹر رابیل؟"

"تم کس قسم کی باتیں کرتے ہو سوتراں؟" ہاروت رابیل جھنجلا گیا۔ وہ جلد از جلد ڈی فوسٹر کے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتا تھا لیکن میں اس کے اعصاب کا امتحان لینے پر مصر تھا۔

"میں بڑی حقیقت پسندانہ گفتگو کرنے کا عادی ہوں مسٹر رابیل!" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ "پہلے آپ اعتراف کریں کہ ڈی فوسٹر کوئی چیز نہیں بلکہ ایک جیتا جاگتا آدمی ہے! بالکل میری اور آپ کی طرح۔"

"تم مجھ سے یہ اعتراف کیوں کرانا چاہتے ہو سوتراں؟ اس سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"ہم یہاں اپنے فائدے کے لیے نہیں بلکہ آپ کے فائدے کے لیے آئے ہیں مسٹر رابیل، لیکن ہمیں افسوس ہے کہ آپ ہم سے بالکل بھی تعاون نہیں کر رہے۔"

"میں تم سے ہر طرح کا تعاون کروں گا لیکن اس کے لیے تمھیں مجھ سے کھل کر گفتگو کرنا ہوگی۔"

"تم ڈی فوسٹر سے واقف ہو رابیل!" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "اور مسلسل اس سے ناواقفیت کا اظہار کر رہے ہو۔"

"اگر تم زبردستی کرو گے تو میں مجبوراً ڈی فوسٹر نامی کسی شخص سے اپنی واقفیت کا اعتراف کر لوں گا لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے مسٹر رابیل! میں تمھیں ڈی فوسٹر کے بارے میں چند باتیں بتاتا ہوں۔ شاید انھیں سن کر تمھاری یادداشت پر سے کچھ اچھا اثر پڑ جائے۔ سنو! ڈی فوسٹر ایک جرمن سائنس داں کا نام ہے جس کا تعلق جرمنی کے ایک پسماندہ خاندان فیمر نوف سے ہے۔ اب کیا کہتے ہو؟"

"ڈی فوسٹر نامی جرمنی کے کسی بھی سائنس داں سے واقف نہیں ہوں۔" ہاروت رابیل نے ڈھٹائی سے کہا۔ شاید اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کسی بات کا بھی اعتراف نہیں کرے گا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر رابیل! میرے پاس معلومات کا ایک ایسا خزانہ موجود ہے جسے اگر میں تمھارے کانوں میں انڈیل دوں تو تمھاری یادداشت میں زلزلہ آ جائے گا۔ ڈی فوسٹر نامی یہ جرمن سائنس داں تمھاری قید میں تھا۔ ایک طویل عرصے تمھاری قید میں رہا اور تم اس کی صلاحیتوں کا استعمال کرتے رہے۔ وہ تم سے تعاون کرنے پر مجبور تھا۔ اس کے بعد اسے موقع ملا اور وہ فرار ہو گیا۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ بے بنیاد الزامات کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔" ہاروت رابیل نے بڑے سکون سے کہا۔ "ایسے الزامات جنھیں تم ثابت نہیں کر سکو گے۔"

"تم نے حکومت امریکا کے بعض جوہری راز چرا کر ڈی فوسٹر کے حوالے کیے تھے۔ تمھارا منصوبہ یہ تھا کہ ڈی فوسٹر کی مدد سے جوہری ہتھیار تیار کر کے مختلف جنگ باز ممالک کو فروخت کرو۔ تم چونکہ صرف عام اسلحہ بنا سکتے ہو، جوہری ہتھیار بنانے کی اجازت ظاہر ہے تمھیں نہیں مل سکتی۔ دوسری طرف خود حکومت امریکا دیگر ممالک کو جوہری ہتھیار نہیں دیتی، اس لیے تمھارا خیال تھا کہ تم چوری چھپے یہ ہتھیار ضرورت مند ملکوں کو فروخت کرو گے۔ عام اسلحے کے مقابلے میں جوہری ہتھیاروں کی فروخت پر تمھیں سیکڑوں گنا زیادہ منافع حاصل ہونے کی توقع تھی۔" میں خاموش ہو کر ہاروت رابیل کو دیکھنے لگا۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر کس حد تک الزامات عائد کر سکتے ہو۔"

"تمھاری اس توقع پر اس وقت پانی پھر گیا جب ڈی فوسٹر تمھاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ نہ صرف فرار ہوا بلکہ اپنے ساتھ وہ مسروقہ جوہری فارمولے بھی لے گیا جو تم نے خدا جانے کس طرح چوری کروائے تھے اور ان سے تمھارا اربوں ڈالر کا منافع وابستہ تھا۔"

"کیا تم کوئی کہانی کار ہو سوتراں؟" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "تمھارا تخیل بہت زرخیز ہے۔"

"تمھارے اندازے سے کہیں زیادہ مسٹر رابیل!" میں نے

سے اکڑ کر کہا۔ "پھر تو ڈی فوسٹر کے فرار کے بعد تم نے اپنے ایجنٹ اس کے تعاقب میں روانہ کیے تاکہ ڈی فوسٹر کو مسروقہ فارمولوں سمیت بازیاب کیا جا سکے۔ ڈی فوسٹر یہاں سے فرار ہو کر جرمنی گیا تھا جہاں سے اس نے دنیا کے چند بڑے ممالک کو فارمولوں کی فروخت کے لیے دعوت نامے ارسال کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے برلن اور اس کے بعد جنیوا دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے ایجنٹوں کا گڑھ بن کر رہ گیا۔ ایجنٹوں کی اس بھیڑ میں تمھارے آدمیوں کے لیے کام کرنا مشکل ہو گیا۔ اس لیے کہ انھیں ہر حال میں ڈی فوسٹر کو فارمولوں سمیت حاصل کرنا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرے ممالک کے ایجنٹوں کو ڈی فوسٹر کی زندگی سے کوئی غرض نہیں تھی۔"

"تمھاری کہانی بہت دلچسپ ہے سوتراں، لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کہانی کس سے سنی ہے؟"

"سنتے جاؤ رابیل! بیچ میں مت بولو۔ میرے پاس معلومات کا بڑا ذخیرہ ہے۔" میں نے کہا۔ "تمھارے آدمیوں نے عقل مندی یہ کی کہ ان لوگوں کو توڑ لیا جنھوں نے ڈی فوسٹر کی حفاظت کی ذمے داری قبول کی تھی۔ ایسے افراد میں کنگ اٹلس اور روڈ ایلیو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔"

کنگ اٹلس اور روڈ ایلیو کے تذکرے پر میں نے ہاروت رابیل کو چونکتے دیکھا۔ اب تک غالباً وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں نے کہیں کسی سے ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ سن لیا ہے اور اپنی معلومات سے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اس لیے وہ میری باتوں کو اہمیت نہیں دے رہا تھا بلکہ محض اس خیال سے بیٹھا میری باتیں سن رہا تھا کہ ممکن ہے میرے ذریعے اسے ڈی فوسٹر کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہو جائے۔ میں نے جو حوالہ دیا اس سے یہ بات بہرحال ثابت ہو گئی تھی کہ میں محض سنی سنائی باتیں نہیں کر رہا ہوں۔

"لیکن بدقسمتی سے ڈی فوسٹر اچانک لاپتا ہو گیا۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمھارے ایجنٹ بھی اس بات سے لاعلم ہیں کہ ڈی فوسٹر کہاں غائب ہو گیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر رابیل؟"

"تم... تم یہ سب باتیں کیسے جانتے ہو؟" ہاروت رابیل نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے اعصاب جواب دے چکے تھے، چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور اس پر اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی تھی جسے چھپانا اس کے بس سے باہر تھا۔

"کیوں، کیا ہمارے ان باتوں کے جاننے پر پابندی ہے مسٹر رابیل؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نن... نہیں۔" ہاروت رابیل ہکلایا۔ "میرا مطلب ہے ان چیزوں سے تمھارا کیا تعلق ہے؟ تم تو محض ایک تاجر ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ رابیل کہ کیا ہم تمھیں متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں یا ابھی کوئی کسر باقی ہے؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمھاری معلومات کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔

"کچھ ہی دیر پہلے تم اس بات پر مصر تھے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ سراسر جھوٹ اور محض تخیل کی کارستانی ہے۔"

"اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم میرے معاملات سے اس حد تک آگاہ ہو۔ اب اگر میں انکار کر دوں تو اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔"

"گویا تم اس بات کا اعتراف کر رہے ہو کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ حرف بحرف درست ہے۔"

"ہاں... مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "تمھارے انکشافات حیرت انگیز ہیں۔"

میری جیب میں پڑا ہوا چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر اپنا کام کر رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس چھوٹے مگر نہایت حساس ٹیپ ریکارڈر نے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ محفوظ کر لیا ہوگا۔ میں نے ناصر کے قریب کھڑے فرہود کو دیکھا جو ہم سے کچھ فاصلے پر کھڑا بڑی بے نیازی سے سگار پی رہا تھا۔ تاہم کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح مستعد تھا۔ میں بھی اپنے طور پر پوری طرح تیار تھا لیکن ہاروت رابیل کی طرف سے ہمیں کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔

"اگر تمھارے پاس وقت ہے تو میری رہائش گاہ پر چلو۔ وہاں اطمینان سے باتیں کریں گے۔" ہاروت رابیل نے کرسی پر بے چینی سے پہلو بدل کر کہا۔

"ہم اطمینان سے ہی باتیں کرنا چاہتے ہیں مسٹر رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس لیے میرا خیال ہے کہ یہیں جو باتیں بھی کرنی ہیں یہیں کر لیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو سوتراں! میری رہائش گاہ پوری طرح محفوظ ہے۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے سر ہلایا۔ "تمھاری رہائش گاہ تمھارے لیے واقعی پوری طرح محفوظ ہوگی۔"

"وہ تمھارے لیے بھی اتنی ہی محفوظ ہوگی جتنی میرے لیے ہے۔" ہاروت رابیل زور دے کر بولا۔

"میں بہت بے وقوف آدمی ہوں مسٹر رابیل۔ اس لیے میری سمجھ میں تمھاری یہ بات کبھی نہیں آئے گی۔"

"لیکن یہ جگہ... " ہاروت رابیل نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔ "ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ تو موزوں نہیں ہے۔"

"انتہائی موزوں ہے مسٹر رابیل! یہاں گفتگو کرنے میں تمہیں آخر کیا قباحت ہے۔ یہاں سکون ہے، کوئی ہمیں ڈسٹرب کرنے والا نہیں ہے پھر تم ہمیں اپنے گھر لے جانے پر ہی کیوں مُصر ہو؟"

"نہیں مسٹر سوتران! میں تو ایک تجویز پیش کر رہا تھا۔ مُصر تو ہرگز نہیں ہوں۔ اگر تم میرے گھر نہیں چلتے تو نہ سہی۔" ہاروت رابیل نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"تب تو کوئی مسئلہ نہیں رہا۔" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "ابتدائی گفتگو ہم یہیں کریں گے اور جو معاملات اس نشست میں طے نہیں ہو سکیں گے ان پر بعد میں کسی وقت مزید گفتگو بھی ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سوتران، لیکن گفتگو شروع کرنے سے قبل میری ایک الجھن دور کر دو۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"ہم یہاں اسی لیے مل کر بیٹھے ہیں مسٹر رابیل کہ ایک دوسرے کی الجھنیں دور کریں۔ تم جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ اگر مناسب سمجھا تو ضرور تمہاری بات کا جواب دوں گا ورنہ مجبوری ہے۔"

"تم تو کاروباری آدمی ہو سوتران! تمہاری بیوی بھی کاروباری معاملات میں تمہاری معاونت کرتی ہے پھر یہ ڈی فوسٹر والے معاملے سے تمہارا تعلق کیسے نکل آیا؟"

"تم تو یوں کہہ رہے ہو مسٹر رابیل جیسے اس معاملے سے ہمارا کوئی سرسری تعلق ہو۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"اگر سرسری تعلق نہیں ہے تو کیا ذاتی تعلق ہے؟" ہاروت رابیل نے کہا — اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"بالکل ذاتی تعلق ہے مسٹر رابیل، لیکن تمہاری سمجھ میں یہ بات ذرا مشکل سے آئے گی۔"

"اگر تم یہ بات مجھے سمجھا دو تو میرا ذہن صاف ہو جائے گا اور پھر میں تم سے زیادہ بہتر انداز میں معاملات طے کر سکوں گا۔"

"میں ہر بات تمہیں بتا دوں گا رابیل، لیکن ذرا ترتیب کے ساتھ بتاؤں گا لیکن تم نے جو حرکت کی تھی وہ تمہارے لیے انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں سوتران! تم کون سی حرکت کی بات کر رہے ہو؟"

"فرض کرو ڈی فوسٹر تمہارے ہاتھ نہ لگ سکا اور اس نے مسروقہ فارمولے کسی اور کو فروخت کر دیئے تو کیا ہوگا؟"

"غلطی میری ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ڈی فوسٹر میری قید سے فرار بھی ہو سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ اگر اس نے امریکا کی حکومت سے رابطہ قائم کر کے تمہارا سارا کچا چٹھا کھول دیا تو...؟"

"یہی تو مشکل ہے مسٹر سوتران۔" ہاروت رابیل نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن تم... میرا مطلب ہے کہ کیا..."

"ہاں مسٹر رابیل! ہم ان معاملات سے غیر متعلق نہیں ہیں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کس طرح میری مدد کر سکتے ہو؟" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کہاں ہے؟"

"ڈی فوسٹر تمہارے لیے ہتھیار تیار کیا کرتا تھا؟" اور جوہری ہتھیاروں کے فارمولے تم نے مکمل خاموشی سے چرا کر اس کے حوالے کیے تھے تاکہ ضرورت مند ملکوں کو..."

"یہ میرا کاروبار ہے۔ اسے وسعت دینا میرا فرض ہے۔" ہاروت رابیل نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم مجھ سے بار بار یہ اعتراف کیوں کرا رہے ہو۔ اس سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا رابیل کہ اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔ فی الوقت اتنا سمجھ لو کہ میں تم سے کوئی کاروباری مفاد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم وہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت میرے حوالے کر دو یا اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو تو میں زندگی بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

"ایک طویل سفر کر کے امریکا آنے سے ہمارا مقصد بھی یہی تھا مسٹر رابیل۔" تہذیب نے گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ہاروت رابیل چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ دونوں چیزیں یعنی فارمولے اور ڈی فوسٹر ہماری تحویل میں ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں۔" ہاروت رابیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "نہیں! یہ ناممکن ہے۔ میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"کیا میں نے کوئی بہت زیادہ ناقابلِ یقین بات کہہ دی ہے مسٹر رابیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں یہ بات قطعی ناقابلِ یقین ہے۔ دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹ سخت کوششوں کے باوجود جن چیزوں تک نہیں پہنچ سکے وہ تمہاری تحویل میں کہاں سے آ گئیں؟"

"یہ ایک الگ مسئلہ ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "مجھے توقع ہے کہ اس بات سے آپ کو بھی بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی کہ ڈی فوسٹر ہمارے ہاتھ کس طرح لگا۔ آپ کو آم کھانے سے غرض ہے یا پیڑ گننے سے؟"

"نہیں! مجھے صرف ڈی فوسٹر اور ان فارمولوں سے دلچسپی ہے لیکن اس کے لیے پہلے مجھے یقین تو دلاؤ کہ وہ دونوں تمہارے ہی قبضے میں ہیں۔"

"اگر ممکن ہو مسٹر رابیل تو فی الحال اس مفروضے کے تحت ہی گفتگو آگے بڑھاؤ کہ تمہاری مطلوبہ چیزیں ہمارے پاس ہیں۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو مزید گفتگو وقت برباد کرنے کے مترادف ہوگی۔"

"میں... میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔ "لیکن مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں مسٹر رابیل کہ اگر ہم آپ کی مطلوبہ اشیا آپ کے حوالے کر دیں تو ہمیں کیا ملے گا؟" میں نے خالص کاروباری انداز میں کہا۔

"جو چاہو مانگ لو۔ میں تمہیں منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں اگر تمہارا دعویٰ سچ ہے تو مجھے یہ تو بتا دو کہ ڈی فوسٹر تمہارے ہاتھ کہاں سے لگا؟"

"جرمنی کے ایک کاروباری دورے کے دوران وہ اتفاقاً ہم سے ٹکرایا تھا۔ اس وقت برلن دنیا بھر کے خطرناک ترین ایجنٹوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ان میں سے اکثر ڈی فوسٹر کی جان کے دشمن ہو رہے تھے اور وہ فارمولوں سے زیادہ اپنی جان بچانے کے چکر میں ادھر اُدھر چھپتا پھر رہا تھا۔ ہم نے اسے پناہ دی اور اس نے اپنی ساری رام کہانی ہمیں سنا دی۔ اس کی زبانی ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تم نے بھی اپنے ایجنٹ اس کے پیچھے لگا رکھے ہیں لیکن کیا تمہیں یہ باتیں معلوم نہیں ہیں؟ تمہارے ایجنٹ تمہیں اطلاعات تو فراہم کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں! مجھے برابر اطلاعات مل رہی ہیں لیکن ڈی فوسٹر اس طرح غائب ہوا کہ اب اس کا سراغ مل کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ میں اس طرف سے سخت پریشان تھا۔" ہاروت رابیل نے کہا اور پھر میں نے اچانک اسے یوں چونکتے دیکھا جیسے کسی خواب سے بیدار ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں میں اچانک ہی وحشت ابھر آئی تھی۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ہے۔ کون ڈی فوسٹر؟ کیسے فارمولے؟ میں کسی کو نہیں جانتا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تمہیں اگر مجھ سے کوئی بات کرنی ہو تو میرے گھر پر آ کر کرو اور یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ۔ تم نے مجھے کوئی معمولی آدمی سمجھ رکھا ہے۔ نکلو یہاں سے ورنہ سیکورٹی گارڈز بلا کر تمہیں شوٹ کرا دوں گا۔"

"گویا تم نے خود کو سنبھال لیا ہاروت رابیل۔" میں نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "میں بہت دیر سے منتظر تھا کہ کب تم اس قسم کی گفتگو شروع کرو۔ اب میں تمہیں تمہارے گھر پر فون کروں گا۔ اس کے بعد باقی باتیں ہوں گی۔"

ہاروت رابیل کوئی جواب دیئے بغیر اٹھ کر چل دیا اور تہذیب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا۔

"کیا ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ٹیپ ہو گئی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہونی تو چاہیے۔" میں نے جیب تھپتھپا کر کہا۔ "اس پورے عرصے میں ٹیپ ریکارڈر آن رہا ہے۔"

"تب تو یقیناً گفتگو ٹیپ ہو گئی ہوگی۔ اب اس کے اعترافات اس کے خلاف اضافی ثبوت کے طور پر استعمال ہو سکیں گے۔"

"مجھے یقین نہیں تھا کہ اس جیسا شخص یوں آسانی سے ہمارے جال میں پھنس جائے گا۔"

"ہماری محنت کو رنگ تو لانا ہی تھا علی! ہم نے اس تک پہنچنے کے لیے کچھ کم محنت تو نہیں کی ہے۔"

"ہماری محنت اپنی جگہ اور اس کی غلطی اپنی جگہ۔ اگر وہ یہاں بات کرنے پر آمادہ نہ ہوتا اپنے گھر پر ہی بات کرنے پر مُصر رہتا یا اگر وہ یہاں بات تو کرتا مگر اعتراف نہ کرتا تو کیا ہماری محنت رائیگاں نہ جاتی؟"

"تم بھی بعض اوقات بہت دور کی باتیں سوچنے لگتے ہو۔ ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی بازیابی اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اسے اعتراف کرنا ہی تھا۔"

زاہر ٹہلتا ہوا ہمارے پاس آ گیا۔ "وہ بڑے غصے میں واپس گیا ہے چیف۔" اس نے کہا۔

"ہاں اپنی ناکامی پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے اور وہ تو پھر ایسا شخص ہے جس نے ناکامی کا منہ ذرا کم ہی دیکھا ہوگا۔"

"اس کی ناکامی کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں نے کامیابی حاصل کر لی۔" زاہر نے کہا۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔ ہمیں تھوڑی بہت کامیابی تو ضرور ہوئی ہے تاہم مشن بہت بڑا ہے۔ وقت تو لگے گا ہی۔"

ہاروت رابیل کے جانے کے چند منٹ بعد ہم بھی اٹھ گئے۔ رات کافی گزر چکی تھی اور واشنگٹن جیسے مشینی اور مصروف شہر کی سڑکوں پر بھی اس وقت زیادہ ٹریفک نظر نہیں آ رہی تھی۔ کار میں ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی اور زاہر نے پچھلی سیٹ سنبھال رکھی تھی۔

"تعاقب کا خیال رکھنا زاہر" چیف نے کہا۔ "ہاروت رابیل کے مقابلے پر بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"
"میں ہوشیار ہوں چیف" زاہر نے جواب دیا۔ "ابھی تک تو ایسے آثار نظر نہیں آئے جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"
"اس کے باوجود بھی محتاط رہو اور آخر وقت تک تعاقب میں نظر رکھو۔ جیسے ہی کوئی مشکوک گاڑی نظر آئے مجھے بتاؤ۔"
"او کے چیف" زاہر نے سعادت مندی سے کہا۔ "میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"
"اب کیا پروگرام ہے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔ "یہ کار تو سوتراں کی ہے۔"
"بڈ ہماری واپسی کا منتظر ہوگا۔ ہم سوتراں کے ہوٹل چل رہے ہیں۔ کار وہیں کھڑی کر دیں گے جہاں سے ہم اس میں سوار ہوئے تھے۔"
"یہیں اس میک اپ میں کب تک رہنا ہوگا علی؟" تہذیب نے پوچھا۔ "گاڑی ہوٹل میں کھڑی کرتے وقت ہمارا میک اپ میں ہونا ضروری تو نہیں ہوگا؟"
"بالکل نہیں" میں نے جواب دیا۔ "بلکہ ہم اس سے ابھی چھٹکارا حاصل کر لیں گے اور گاڑی کھڑی کرنے کے بعد بڈ کو لے کر نکل چلیں گے۔"
"میرا بھی یہی خیال تھا" تہذیب نے کہا اور پھر ہم نے کار میں ہی اپنے میک اپ اتار دیے۔ زاہر کے لیے میک اپ تبدیل کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس لیے وہ اسی میک اپ میں رہا۔
سوتراں کے ہوٹل میں بڈ مستعد تھا اور ہمارا منتظر تھا۔
"کیا رہا چیف؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔
"کام ہو گیا بڈ" تہذیب نے کہا۔ "ہم نے ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کر لی اور فی الحال یہی ہمارا مقصد تھا۔"
"یہاں کے حالات کیا ہیں؟" میں نے پوچھا۔ "مسٹر اور مسز سوتراں کو ہوش تو نہیں آیا؟"
"وہ دونوں اپنے کمرے میں محو خواب ہیں اور ان کی سیکرٹری اپنے کمرے میں" بڈ نے مسکرا کر کہا۔ "اب انھیں دن چڑھے ہی ہوش آئے گا۔ اس کے بعد اگر انھوں نے واویلا کیا بھی تو اس کا ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"
"ٹھیک ہے بڈ" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب یہاں رکنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔"
ہم چاروں اپنے ہوٹل واپس آ گئے۔ میں نے اور تہذیب نے اپنے کمرے کا رخ کیا اور ٹیپ ریکارڈر پر ہاروت رابیل سے ہونے والی گفتگو سننے بیٹھ گئے۔ ریکارڈنگ بہت صاف ہوئی تھی۔
"تمھارے انکشاف کے پہلے جھٹکے سے وہ بوکھلا گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ کے عالم میں اس نے اعترافات کر لیے۔ ورنہ یہ کام آسان نہیں تھا" تہذیب نے ٹیپ سننے کے بعد کہا۔
"ہاں، وہ بہت محتاط آدمی ہے لیکن اس پر جو انکشافات ہوئے وہ اس کے اعصاب کی مضبوطی سے زیادہ طاقت ور تھے!"
"اس کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ وہ محتاط ہونے کے ساتھ ساتھ سخت گیر، سنگ دل اور چالاک بھی ہے۔ ہمیں بہت احتیاط سے اپنے ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا ہوگا۔"
"کسی بھی شخص کو انتہائی حیران کن بات بتا دو تو اس کے اعصاب کی مضبوطی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔"
"پہلا مرحلہ تو بخوبی نمٹ گیا۔ اب دوسرے مرحلے کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"
"بس ایک بات ذہن میں رکھنی ہوگی تہذیب! وہ یہودی ہے اور اس سے کوئی بھی فیصلہ توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اب جب کہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ ڈی فوسٹر اور مسروقہ فارمولوں کی بازیابی ممکن ہو گئی ہے تو وہ اس معاملے میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ تمھیں یاد ہے میں نے کہا تھا کہ ہاروت رابیل ہمارے لیے اوڈنیل میکاتیل سے کہیں زیادہ مشکل شکار ثابت ہوگا!"
"گو کہ ابھی تک ایسا موقع نہیں آیا ہے جس سے تمھاری بات ثابت ہو سکے لیکن اس بارے میں میں تم سے متفق ہو گئی ہوں۔"
"اگلے مرحلے کے لیے ہمیں بس یہی بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ اب وہ ہوشیار ہو چکا ہے۔ اس پر کوئی نفسیاتی حربہ آسانی سے کارگر نہیں ہو سکے گا۔"
اپنے آئندہ مرحلے کے بارے میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچے بغیر ہم سو گئے اور اگلی صبح کافی دیر سے اٹھے۔ اس لیے کہ ہم بہت دیر سے سوئے تھے۔
ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے بڈ اور زاہر کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ بڈ موجود نہیں ہے۔ زاہر سے معلوم کیا کہ وہ کہاں گیا ہے تو پتا چلا کہ وہ کچھ بتا کر نہیں گیا۔
"کیا خیال ہے علی! ہاروت رابیل کو ابھی فون کرو گے یا آج کا دن انتظار کرنا ہے" تہذیب نے کہا۔
"میرے خیال میں ہاروت رابیل کو تھوڑا سا وقت دینا بہتر رہے گا۔ ممکن ہے وہ آج ہی ہمارے فون کی توقع کر رہا ہو۔"
"یعنی تم چاہتے ہو کہ اسے انتظار کی اذیت میں مبتلا رکھا جائے تاکہ جب ہم اس سے رابطہ قائم کریں تو وہ زیادہ رد و قدح نہ کرے؟"
"ہاں" میں نے کہا۔ "یہ بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے اسے فوراً فون کر لیا تو وہ سمجھے گا کہ ہم بہت زیادہ بے تاب ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے وہ سودے بازی کرنے پر اتر آئے۔"
لنچ کے قریب بڈ واپس آ گیا۔ جو خبر وہ لے کر آیا تھا وہ خاصی دھماکا خیز تھی اور اس خبر نے مجھے بہت ملول کر دیا تھا۔
"مسٹر اور مسز سوتراں اور ان کی سیکرٹری اپنے کمروں میں مردہ پائے گئے ہیں" بڈ نے بتایا۔ "انھیں بے ہوشی کے دوران ذبح کر دیا گیا ہے۔"
میں اور تہذیب یہ خبر سن کر پہلے تو ششدر رہ گئے پھر میں نے تہذیب کے چہرے پر افسردگی کے تاثرات نمودار ہوتے دیکھے۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولی۔
"یہ بہت برا ہوا علی! وہ دونوں بے گناہ تھے اور ان کے قتل کی ذمے داری ہم پر ہے۔"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! لیکن جو کچھ ہوا وہ بعید از عقل ہے۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ ہاروت رابیل اس قسم کا کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔"
"اس کے باوجود بھی ہم ان کے خون کی ذمے داری سے بری نہیں ہو سکتے۔ ہاروت رابیل محض اس وجہ سے اُن سے واقف ہو سکا تھا کہ ہم نے ان کے میک اپ میں اس سے ملاقات کی تھی۔"
"اس بات سے مجھے کب انکار ہے لیکن اس بات کو تو ان کے حق میں جانا چاہیے تھا۔"
"حق میں جانا چاہیے تھا!" تہذیب نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "تمھیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟"
"بہت اچھی طرح" میں نے کہا۔ "ہاروت رابیل زیادہ سے زیادہ انھیں اغوا کرا سکتا تھا۔ انھیں قید کر سکتا تھا۔ ان پر تشدد کر سکتا تھا لیکن یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ انھیں قتل کرا دے گا۔"
"او وہ! تمھارا مطلب ہے اُسے پہلے ان سے معلومات حاصل کرنا چاہیے تھیں۔ اس کے بعد قتل کرانا چاہیے تھا؟"
"ظاہر ہے۔ بالکل سامنے کی بات ہے۔ بغیر معلومات حاصل کیے انھیں قتل کرا دینا نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"
"ممکن ہے اس نے یہی کیا ہو" تہذیب نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔
"کیا کہہ رہی ہو تہذیب! وہ ان سے معلومات کیسے حاصل کر سکتا تھا؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔
"تشدد کے ذریعے" تہذیب نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "اگر تم یہ اعتراض کرو کہ وہ بے ہوش تھے تو اس کا بہت آسان جواب ہے۔ بہت سی ایسی دوائیں ہیں جن کے استعمال سے بے ہوش آدمی کو ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔"
"کمال کر رہی ہو! ان بے چاروں کو تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ پھر وہ بھلا ان سے کیا معلومات حاصل کر سکتا تھا؟"
"او ہو! معاف کرنا علی!" تہذیب اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے بولی۔ "شاید یہ خبر میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"
"صدمہ تو مجھے بھی بہت ہوا ہے لیکن میرا دماغ متاثر نہیں ہوا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پوری طرح بحال ہے۔ اس کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہاروت رابیل نے آخر انھیں کیوں قتل کرا دیا۔ اس میں ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ ان سے معلومات حاصل کیے بغیر انھیں ہرگز قتل نہ کراتا۔"
"واقعی بہت الجھا ہوا معاملہ ہے علی! اور اسے حل کرنا آسان نہیں ہے۔ آخر ہاروت رابیل نے بغیر معلومات حاصل کیے ان لوگوں کو قتل کیوں کرا دیا؟" تہذیب بڑبڑائی۔
"ایک ہی بات کا امکان ہے تہذیب! ہاروت رابیل نے شدید جذباتی کش مکش کے دوران ان کے قتل کا حکم صادر کیا ہوگا ورنہ ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی اہمیت کے پیش نظر اس سے اس قسم کی حماقت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ اپنے کرتوتوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ایک جذباتی لمحے میں وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکا اور اس نے اعتراف کر لیا کہ وہی فارمولوں کی چوری کا ذمے دار ہے۔ اب غور کرو تو ایک طرف تو اس کا ڈی فوسٹر اور مسروقہ فارمولوں کی بازیابی سے اربوں ڈالر کا مفاد وابستہ ہے، دوسری طرف اگر یہ راز طشت از بام ہو جائے کہ فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کرائے تھے تو نہ صرف اس کا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کا زندہ رہنا تک مشکوک ہو جائے گا۔ لازمی بات ہے حکومت امریکا ایسے شخص کو کبھی زندہ نہیں چھوڑے گی جو اس طرح کی حرکتوں میں ملوث ہوگا۔ غالباً ہاروت رابیل نے یہی سب کچھ سوچنے کے بعد ترجیح اس بات کو دی ہوگی کہ ایسے لوگوں کا زندہ نہ رہنا ہی بہتر ہے جو اس کے لیے کسی قسم کا خطرہ بن سکتے ہوں۔"
"یہ سوال تو اپنی جگہ برقرار ہے کہ اس نے فارمولے اور ڈی فوسٹر کو حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"
"اس نے خطرہ مول لینا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔ یہ بلاشبہ

ہے کہ وہ ایسی کوئی کوشش کر سکتا تھا لیکن اس کے بعد اگر ان دونوں میں سے کوئی بچ نکلتا اور یہ بات حکومت امریکا تک پہنچا دیتا تو ہاروت رابیل کے لیے وہی مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔ دراصل ہم لوگوں کی بے خوفی نے اسے دہلا دیا ہوگا۔ جس طرح ہم نے بھری کانفرنس میں اسے جا پکڑا تھا اس سے وہ یہی سمجھا ہوگا کہ ایسے لوگوں کا آسانی سے ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اگر دونوں میں سے ایک ہاتھ آیا اور ایک بچ نکلا تو کیا وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا؟"

"اس واقعے سے اس کی سفاکی کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور اس کی پہنچ کا بھی۔" تہذیب نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا لیکن اس کے آدمی راتوں رات سوتراں تک پہنچ گئے۔ انھوں نے ان کی سیکریٹری تک کو محض اس خدشے کے پیش نظر ہلاک کر دیا کہ کہیں اسے بھی ڈی فوسٹرا اور فاڈولوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات نہ ہوں۔"

"تم لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہمارے مقابلے پر جو شخص ہے وہ کس قماش کا ہے۔" میں نے بڈ اور زاہر سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا چیف کہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے ہی پتا چل گیا۔" بڈ نے کہا۔ "اب ہم بہت محتاط رہیں گے۔"

"ہاں، اب ہم نئی حکمت عملی ترتیب دیں گے تاکہ ہاروت رابیل سے بہتر طور پر مقابلہ کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"آپ حکم کریں چیف۔" زاہر بولا۔ "ہمارا کام تو آپ کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔"

"سب سے پہلے تو ہم اپنی قیام گاہ تبدیل کریں گے۔ ہمیں کسی اور ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب بولی۔ "ہاروت رابیل کو ہماری موجودہ قیام گاہ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"اگر ہم نے خاموشی اختیار کیے رکھی تو اسے معلوم ہو بھی نہیں سکے گا لیکن ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہمارے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بڈ کے تعلقات سوتراں کی سیکریٹری مس پیلی کے ساتھ خاصے بڑھ گئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان دونوں کو ساتھ دیکھا ہوگا۔ اگر ہم نے ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کیا تو اسے پتا چل جائے گا کہ سوتراں اور مسز سوتراں کے میک اپ میں کچھ اور لوگوں نے اس سے ملاقات کی تھی۔ اگر اس نے اسی بنیاد پر سوتراں کے ہوٹل میں پوچھ گچھ شروع کر دی تو بڈ کی نشاندہی ہوگی اور اس کے بعد اس کے آدمیوں کے لیے ہمارے ہوٹل تک پہنچنا کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا۔ خیال رہے کہ ہمیں اس ہوٹل کے سامنے لوگ بڈ کے ساتھیوں کی حیثیت سے جانتے ہیں لہٰذا ہم یہاں ایک طرح سے خطروں کی زد میں ہیں۔"

"تمھاری بات رد نہیں کی جا سکتی علی۔" تہذیب نے کہا۔ "اس ہوٹل کو چھوڑنے کے بعد ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"

"ہاں، کسی کو بھی علم نہیں ہوگا کہ ہوٹل چھوڑ کے ہم کہاں گئے۔ اس کے علاوہ اب ہم کسی اعلیٰ ہوٹل میں نہیں ٹھہریں گے۔"

"اس کی وجہ؟" زاہر نے پوچھا۔

"ہمارے اس ہوٹل میں قیام کا علم ہونے کے بعد ہاروت رابیل اور اس کے آدمیوں کو ہماری حیثیت کا علم ہو جائے گا اور وہ ہمیں فائیو اسٹار اور فور اسٹار ہوٹلوں میں ہی تلاش کرتے رہ جائیں گے جبکہ ہم کسی معمولی درجے کے ہوٹل میں ہوں گے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی اس نکتے تک پہنچ جائیں اور ہماری تلاش کا دائرہ چھوٹے ہوٹلوں تک بھی وسیع کر دیں؟" بڈ نے اعتراض کیا۔

"یہ امکان بھی ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان کا فوری طور پر نتیجہ اخذ کرنا ذرا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا طویل اور مشکل کام ہے کہ ہمیں اس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ واشنگٹن میں ایسے ہوٹل ہزاروں کی تعداد میں تو ضرور ہوں گے۔ وہ ہمیں کہاں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"ٹھیک ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "ہم کسی معمولی سے ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔ اور کچھ؟"

"اس بار ہم اجنبیوں کی طرح رہیں گے اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اس طرح کسی خطرے سے دوچار ہونے کی صورت میں ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔"

تہذیب کے علاوہ بڈ اور زاہر نے بھی میری تجاویز پسند کیں اور اس کے بعد ہم ہاروت رابیل سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل ہم نے ایسے ہتھیار خریدے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ مؤثر بھی ہوں اور جنھیں بہ آسانی اپنے ساتھ رکھا جا سکے۔ ہاروت رابیل کو بھی یہ علم ہو چکا تھا کہ اس نے غلط لوگوں کو قتل کروا دیا ہے اور اصل لوگ ابھی تک آزاد ہیں۔ وہ ہمارے خلاف پوری قوت سے سرگرم عمل ہو جاتا۔ ہم اسی وقت کے لیے پیش بندی کر رہے تھے۔

ہتھیاروں کے حصول کے سلسلے میں ہمیں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہم نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اسی وجہ سے ہمیں چند روز لگ گئے۔ وقت کا ضیاع گوارا تھا مگر کوئی جلد بازی کر کے کھیل بگاڑنے کا خطرہ نہیں مول لیا جا سکتا تھا۔

"امریکی پولیس کی طرف سے بھی تو محتاط رہنا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "یہاں کی پولیس بہت تیز طرار ہے۔"

"اس بات سے کسی کو کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔ واقعی امریکی پولیس اپنی اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اسی لیے ہمیں اتنی احتیاط برتنی پڑ رہی ہے۔"

"عجیب بات ہے جب ہمارا سابقہ ان لوگوں سے بار بار پڑ رہا ہے اب تو وہ بھی ہماری کارکردگی سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئے ہوں گے۔"

"اسی لیے تو میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس بار ہمارا نام ہی سامنے نہ آنے پائے۔ دو محاذوں پر لڑنا ناممکن ہوتا ہے۔"

بڈ اور زاہر کے علاوہ میں اور تہذیب بھی مصروف عمل ہو گئے تھے۔ چند دنوں کے اندر اندر ہم نے ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ قیام کے لیے ہم نے نچلے درجے کا ایک ہوٹل منتخب کیا تھا۔ ہم چاروں افراد مختلف ناموں اور مختلف حلیوں کے ساتھ ایک ہی ہوٹل میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ تہذیب نے درمیانی عمر کی ایک تھکی سی شکل کی عورت کا میک اپ کیا تھا تاکہ خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا مرکز نہ بننے پائے۔

"اب اس سے رابطے کے لیے کیا کرو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"میرے پاس اس کا فون نمبر موجود ہے۔ اس سے فون پر ہی رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر صرف میں منظر عام پر آؤں گا۔ باقی لوگ خفیہ رہ کر کام کریں گے۔ تم میری نگرانی کرو گی، بڈ تمھاری نگرانی کرے گا اور زاہر بڈ کی نگرانی کرے گا۔ اس طرح ہم سب محفوظ رہیں گے۔"

ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد میں واشنگٹن کی سڑکوں پر نکل آیا۔ آدھے گھنٹے کی راہ نوردی کے بعد میں نے ایک پبلک فون بوتھ منتخب کیا اور وہاں سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی مترنم آواز سنائی دی۔

"مجھے ہاروت رابیل سے بات کرنی ہے۔" میں نے ریسیور میں کہا۔

"کیا آپ کا ان سے اپائنٹمنٹ ہے سر؟"

"مجھے ان سے ملاقات نہیں کرنی۔" میں نے کھردرے لہجے میں کہا۔ "صرف فون پر بات کرنی ہے۔"

"وہ بہت مصروف آدمی ہیں سر! وقت لیے بغیر ان سے فون پر بات کرنا بھی مشکل ہے۔"

میں جھنجھلا گیا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ ان سے وقت لینے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"آپ مجھے اپنا نام اور کام بتائیے سر! میں ان سے آپ کے لیے وقت لینے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"تم میرا نام ایلن گراہم بتا سکتی ہو۔ مجھے ہاروت رابیل سے کاروباری نوعیت کی گفتگو کرنی ہے جو اس کے لیے ہی فائدہ مند ثابت ہوگی۔"

"بہت بہتر سر۔" آپریٹر نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "آپ ہولڈ کریں، میں ان سے معلوم کرتی ہوں۔"

مجھے چند لمحے انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد دوبارہ آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "آپ ایک گھنٹے بعد رنگ کریں گے جناب! ان سے بات ہو جائے گی۔"

میں نے آپریٹر کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ واشنگٹن ڈی سی میں ایک گھنٹا گزارنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ایک گھنٹے بعد میں نے ایک دوسرے بوتھ سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ آپریٹر نے مجھے پہچان کر فوراً ہی ہاروت رابیل سے رابطہ کرا دیا۔

"ہیلو، رابیل اسپیکنگ۔" مجھے ہاروت رابیل کی جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"میرا نام ایلن گراہم ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔

"مجھے تمھارا یہی نام بتایا گیا ہے۔" ہاروت رابیل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے آپریٹر کو یہ بھی بتایا تھا کہ جو گفتگو میں کرنا چاہتا ہوں وہ کاروباری طور پر آپ کے لیے سود مند ثابت ہوگی۔"

"ممکن ہے تمھارا کہنا درست ہو لیکن خیال رہے کہ میں فون پر بھی تمھیں بہت زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ میری اور بھی بہت مصروفیات ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رابیل۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "لیکن میں آپ کے لیے اجنبی نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے واقف ہیں۔"

"میرا خیال ہے ایلن گراہم نامی کوئی شخص میرا شناسا نہیں ہے۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "اگر تم کہتے ہو کہ میں تم سے واقف ہوں تو اپنی شناخت کراؤ۔"

"آپ نہ صرف مجھ سے واقف ہیں بلکہ ہماری ملاقات بھی ہو چکی ہے اور حال ہی میں ہوئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ہماری ملاقات ہوئی ہو لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس وقت تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟"

"لیکن مسٹر رابیل! آپ مجھے ایلن گراہم کے نام سے نہیں جانتے۔" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے سوتراں کی حیثیت سے واقف ہیں۔"

"سوتراں؟" ہاروت رابیل کی سپاٹ آواز آئی۔ "میں کسی سوتراں سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"کانفرنس والی بات یاد کرو رابیل! سوتراں اپنی بیوی کے

ساتھ تم سے ملا تھا۔"

"ہاں! شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میری مصروفیات اتنی ہیں کہ ہر بات یاد رکھنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔"

"تم اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ تم نے ان دونوں کو ان کی سیکرٹری سمیت قتل کرا دیا۔"

"معلوم نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"تم نے زبردست حماقت کی ہے راحیل! وہ دونوں تو تمہارے جرم کی پردہ پوشی کرنا چاہتے تھے اور تم نے انہیں قتل کرا دیا۔"

"تمہاری کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو تم کون ہو؟"

"وہ بے چارے تو استعمال ہوئے تھے۔ انہیں کسی بات کا علم نہیں تھا۔ میں نے مسٹر موتران کا میک اپ کیا تھا اور میری ساتھی اس کی بیوی کے میک اپ میں تھی۔ وہ تو صرف چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کی غرض سے یہاں آئے تھے اور ہم نے تم تک پہنچنے کے لیے انہیں استعمال کر ڈالا۔ تمہاری پوزیشن اب بھی اتنی ہی نازک ہے جتنی انہیں قتل کرانے سے پہلے تھی۔"

"تم مسلسل بے پر کی ہانکے چلے جا رہے ہو۔ اگر تم نے یہ گفتگو ترک نہ کی تو میں فون بند کر دوں گا۔"

"فون تو میں بند کروں گا مسٹر راحیل۔" میں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ سوچ لو کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"تم آخر کون ہو اور کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" ہارورت راحیل نے کہا۔ اس کی آواز سے خوفزدگی ظاہر ہونے لگی تھی۔

"تم سمجھ رہے تھے کہ انہیں قتل کرا کے تمہاری جان چھوٹ جائے گی لیکن یہ تمہاری غلطی ہے راحیل! ہم تو تم سے تعاون کی غرض سے امریکا آئے تھے لیکن تم نے جس رد عمل کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمہیں کوئی موقع نہ دیا جاتا لیکن میں نے اپنے ساتھیوں کے مشورے سے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ایک موقع اور دیا جائے۔ اگر تم اس سے فائدہ اٹھاؤ تو تمہاری مرضی ورنہ اس کے بعد ہم آزاد ہوں گے۔"

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو مجھ پر الزامات تو لگا سکتے ہو میرے خلاف کچھ ثابت نہیں کر سکتے۔ محض الزام لگا دینے سے کسی کو سزا نہیں ہو جاتی۔"

"میں اس وقت ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں راحیل! محض اس لیے کہ تم بہت برق رفتاری سے کام کرنے کے عادی ہو۔ ممکن ہے اس کال کے ختم ہونے تک تمہارے آدمی میرے سر پر مسلط ہو چکے ہوں لیکن یہ سمجھ لینا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔ اگر تم نے میرے خلاف کچھ کیا تو میرے ساتھی تمہیں نہیں بخشیں گے۔"

"میری طرف سے تم اپنے ساتھیوں سمیت جہنم میں جاؤ۔ ہارورت راحیل کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"میں تمہاری یہ خوش فہمی بھی دور کر دوں راحیل! تم ذرا ایک آخری بات اور سن لو۔" میں نے کہا اور جیب سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر آن کرنے کے بعد اسے ماؤتھ پیس کے نزدیک کر دیا۔ میں اسے ٹیپ کا وہ حصہ سنا رہا تھا جہاں اس کے اعترافات تھے۔

"کہو! کچھ یاد آیا راحیل۔" میں نے کہا۔ "کہو تو یہ بھی یاد دلا دوں کہ یہ گفتگو کانفرنس والی رات چیمبر آف کامرس کی لابی میں ہوئی تھی۔"

جواب میں دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ سلسلہ منقطع ہونے کی آواز بھی نہیں آئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ راحیل سکتے میں آ گیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے کہا۔ "تم سن رہے ہو ہارورت راحیل یا میں سلسلہ منقطع کر دوں؟"

"نن... نہیں۔" ہارورت راحیل کی آواز آئی جس سے گھبراہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ "میں سن رہا ہوں۔ فون بند مت کرنا۔"

"نہیں مسٹر راحیل! اب میں یہ جگہ چھوڑ رہا ہوں۔ امکان ہے کہ اب تک تم اپنے ہرکارے میری طرف روانہ کر چکے ہو گے۔ اب سے کچھ دیر بعد میں دوبارہ تمہیں رنگ کروں گا۔ میں تمہیں سوچنے کے لیے وقت دے رہا ہوں۔ اس دوران تم سوچ سمجھ کر کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہو گے۔ اس کے بعد جو گفتگو ہوگی وہ زیادہ بہتر انداز میں ہوگی۔" میں نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا اور فون بوتھ سے نکل آیا۔ ہم نے پہلے ہی کچھ طے کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہمیں ہارورت راحیل کے صحیح وسائل کا اندازہ نہیں تھا۔ کسی ذریعے سے یہ معلوم کرنا اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا کہ میں کس فون بوتھ سے کال کر رہا ہوں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد وہ اپنے آدمیوں کو فون بوتھ کی طرف روانہ کر سکتا تھا اور ایک نادیدہ خطرے سے بچنے کی یہی صورت تھی کہ احتیاط برتی جائے۔

فون بوتھ سے نکلتے وقت میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ گرد و پیش کا اچھی طرح جائزہ لے کر میں چل پڑا۔ بظاہر کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے یہ اطمینان بھی تھا کہ میرے ساتھی بھی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے تہذیب، بڈ اور زاہد میرے ساتھ ایک ریستوران میں یکجا ہو گئے۔

"پروگرام کے مطابق میں نے اسے کچھ دیر کی مہلت دے دی ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ اسے فون کروں گا۔" میں نے انہیں بتایا۔

"تم نے اسے ریکارڈ کی ہوئی گفتگو سنائی تھی؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں! اور یہ گفتگو سن کے اسے سکتہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ہی میں نے اسے سوچنے کی مہلت دے کر فون بند کر دیا۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "دوبارہ فون کرنے تک اس کے سارے کس بل نکل چکے ہوں گے۔"

"میں بہت بور ہو رہا ہوں چیف۔" بڈ نے ایک طویل جماہی لے کر کہا۔ "کرنے کو کوئی کام ہی نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں نے اسے گھورا۔ "کیا تم تہذیب کا تعاقب نہیں کر رہے؟"

"وہ تو کر رہا ہوں چیف۔" بڈ نے سر کھجایا۔ "لیکن تعاقب کرتے رہنا تو کوئی کام نہیں ہے۔"

"تمہاری غیر سنجیدگی بعض اوقات کھلنے لگتی ہے۔" تہذیب برا سا منہ بنا کر بولی۔ "کبھی سنجیدہ بھی ہو جایا کرو۔"

"ایک وقت میں ایک ہی کام ہو سکتا ہے میڈم۔" بڈ نے روٹھے انداز میں کہا۔ "بندہ یا تو سنجیدہ ہو سکتا ہے یا کام کر سکتا ہے۔ دونوں کام بیک وقت نہیں ہو سکتے۔"

"حالانکہ اس وقت دونوں کام ہو رہے ہیں۔" زاہد نے دخل اندازی کی۔

"کہاں ہو رہے ہیں؟" بڈ حیران ہو کر بولا۔ "نہ تو میں سنجیدہ ہوں اور نہ ہی کوئی کام کر رہا ہوں۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔" زاہد نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "آپ سنجیدہ رہ کر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اس وقت غیر سنجیدہ رہ کر بھی کوئی کام نہیں کر رہے۔ جب آپ کوئی کام نہیں کر رہے تو پھر سنجیدہ ہو جائیے... اپنے فارمولے کے مطابق۔"

بڈ زاہد کو گھورنے لگا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ "تم خود کو بہت تیز طرار سمجھتے ہو۔ اس وقت زاہد نے تمہیں کیا بروقت پکڑا ہے۔ اب جواب دو نا۔ یا لاجواب ہو گئے؟" تہذیب چڑانے والے انداز میں بولی۔

"میں احتجاج کرتا ہوں چیف۔" بڈ نے کہا۔ "زاہد مجھ سے جونیئر ہے اور میڈم اس کی طرف داری کر رہی ہیں۔"

"طرف داری؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم نے ایک غلط بات کہی تھی۔ زاہد نے تمہیں پکڑ لیا تو اب جھینپ کیوں رہے ہو؟"

"کوئی بات نہیں۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "بڈ سے جیتنا آسان کام نہیں ہے۔ اب تم مجھ سے بچ کر رہنا زاہد۔"

"ارے ارے آپ تو ناراض ہو گئے۔" زاہد نے گھبرا کر کہا۔ "میں تو مذاق کر رہا تھا مسٹر بڈ۔"

"ہرگز نہیں زاہد! تم مذاق نہیں کر رہے تھے۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "میں دیکھتی ہوں بڈ تمہارا کیا بگاڑتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم ٹھیک ہے۔" بڈ نے بے بسی سے کہا۔ "دیکھتا ہوں آپ کب تک اس کی طرف داری کریں گی۔"

"بس اب اپنی یہ چخ چخ بند کرو۔ بہت بکواس کر چکے۔" میں نے بڈ سے کہا۔ "کافی وقت گزر چکا ہے۔ اب ہم روانہ ہوں گے۔"

ہم طے شدہ ترتیب کے مطابق ریستوران سے نکلے۔ میں نے کافی فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ کا انتخاب کیا اور وہاں سے ہارورت راحیل کو فون کیا۔ وہ بے چینی سے میری کال کا منتظر تھا۔

"تم کون ہو بے غیرت ذلیل انسان! کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"عزت افزائی کا شکریہ راحیل۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "ہماری پچھلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنی ایک ساتھی کے ساتھ آپ سے مسٹر اور مسز موتران کے روپ میں ملاقات کی تھی۔ مسٹر تھامس اور ڈی کوسٹر سمیت جاسوس ہمارے قبضے میں ہیں اور ہم آپ سے ان کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔"

"گفتگو کرنے کا یہ انداز انتہائی احمقانہ ہے۔ کیا تم مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتے؟"

"ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں راحیل جو دوسروں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ کیا سمجھے؟"

"تو پھر تم مجھ سے مل کیوں نہیں لیتے؟ میرے گھر چلے آؤ۔ یہاں ہم اطمینان سے گفتگو کر سکیں گے۔"

"لیکن ہم احمق بھی نہیں ہیں راحیل کہ بلاوجہ اپنی بہادری کا مظاہرہ کرتے پھریں۔"

"تو میں تم سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے گھر نہیں آنا چاہتے تو جگہ کا انتخاب خود کر لو۔"

"اب تم کچھ کچھ راہ پر آتے جا رہے ہو لیکن تمہاری نیت کا کھوٹ اب بھی برقرار ہے۔"

"جگہ کا انتخاب میں نے تم پر چھوڑ دیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔"

"کسی یہودی سے یہ توقع کرنا کہ وہ دھوکا نہیں کرے گا محض خود فریبی کہلائے گی۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں تمہاری تسلی کے لیے سب کچھ تم پر چھوڑتا ہوں۔ تم خود ہی کوئی مناسب فیصلہ کر لو۔"

"ٹھیک ہے راحیل! آج رات ساڑھے نو بجے تمہیں بتا دوں گا کہ میں تم سے کس جگہ ملوں گا۔"

"رات ساڑھے نو بجے کیوں؟" ہارورت راحیل کی مضطربانہ آواز آئی۔ "ابھی کیوں نہیں؟ میں تم سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔"

"وقت یاد رکھنا راحیل۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "رات

ٹھیک ساڑھے نو بجے۔" میں نے فون بند کیا اور کمرے سے نکل آیا۔ میں ہاروت رابیل کو ذہنی طور پر مشتعل کر دینا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ بقیہ وقت اضطراب اور خوف و ہراس کے عالم میں گزارے گا اور اس کا یہ خوف و ہراس ہماری کامیابی کا ذریعہ بھی بن سکتا تھا۔

ہم کسی خطرے سے دوچار ہوئے بغیر واپس اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔ موقع دیکھ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو رات کے پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔

دن کا بقیہ حصہ ہوٹل میں گزارنے کے بعد رات ساڑھے نو بجے ہم ایک بار پھر سرگرم عمل ہو گئے۔ ہوٹل سے بہت فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ سے میں نے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ اس وقت پونے دس بج چکے تھے۔

"تم نے ساڑھے نو کا وقت دیا تھا۔ اس وقت پونے دس بج رہے ہیں۔ یہ وعدہ خلافی کیوں؟" اس نے رابطہ ملتے ہی اضطرابی لہجے میں کہا۔

"صرف پندرہ منٹ کا ہی تو فرق ہے رابیل۔ تمہارے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ یہ دیر محض احتیاطاً کی گئی ہے۔ ممکن ہے ساڑھے نو بجے کے لیے تم نے کوئی خاص قسم کا بندوبست کر رکھا ہو۔ اس تاخیر کو نظرانداز کر دو اور یہ بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"فیصلہ تو تمہیں کرنا تھا — میں تم سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت۔"

"جلد بازی ہمیشہ خراب نتائج مرتب کرتی ہے رابیل! پہلے خوب غور و خوض کر لو اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا۔"

"آج میں کوئی کام نہیں کر سکا۔ سارا دن اسی سلسلے میں سوچ بچار کرتا رہا ہوں۔"

"اور سوچ لو رابیل! اس لیے کہ ہم تفریحاً ملاقات نہیں کریں گے۔ اس ملاقات سے ہمارا ایک خاص مقصد وابستہ ہے۔"

"یہ بات میں تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم مجھے کیا پڑھا رہے ہو؟"

"گویا تم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہو کہ تم مجھے استعمال کیے بغیر اپنی مقصد براری نہیں کر سکتے؟"

"ہاں اور اسی لیے میں فوراً تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ بھی ہونا ہے فوراً ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"اتنی جلدی تو قطعی ناممکن ہے رابیل! مجھے خود بھی اس ملاقات کے لیے کچھ انتظامات کرنے ہوں گے۔ تم بھی یہ بات سمجھتے ہو گے۔"

"مجھے اس قدر پریشان مت کرو۔" ہاروت رابیل گڑگڑایا۔ "میں دل کا مریض ہوں۔ زیادہ انتظار کرنا میری موت کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔"

"یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ تم دل کے مریض ہو۔" میں نے کہا

مگر میرے لہجے میں ہمدردی کے بجائے سفاکی تھی۔ "تاہم اگر تمہیں اتنی ہی جلدی ہے تو کل دن کے گیارہ بجے میگراف کے سوئمنگ پول پر ملاقات کر لو۔ وقت اور جگہ یاد رکھنا۔ ہوٹل میگراف، سوئمنگ پول دن کے ساڑھے گیارہ بجے۔ میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"ابھی تو تم نے گیارہ بجے کہا تھا اور اب خود ہی ساڑھے گیارہ کہہ رہے ہو۔ اس سے میں کیا سمجھوں؟"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں بھول جانے کا مریض ہوں گا! گیارہ بجے کا وقت ہی ٹھیک ہے۔"

"میں اتنا انتظار بھی نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل کی مضطرب آواز ابھری۔ "اگر تم کوئی سودے بازی کرنا چاہتے ہو تو اسے طول کیوں دے رہے ہو۔ خالی مٹول سے کام کیوں لے رہے ہو۔ جب میں تم سے تعاون پر آمادہ ہوں تو پھر اس کا مقصد ہے کہ۔۔۔"

"کل صبح گیارہ بجے۔۔۔ ہوٹل میگراف کے سوئمنگ پول پر۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچ کر میں لمبی تان کر سو گیا۔ ہاروت رابیل کے مقابلے پر ہماری ابتدائی کامیابیاں ہمارے اندازوں سے کہیں بڑھ کر تھیں پھر پُرسکون نیند کیوں نہ آتی۔

اگلے روز صبح میں کوئی نو بجے کے قریب اپنے کمرے میں ناشتا کر رہا تھا۔ ناشتے کے دوران اخبار بھی پڑھتا جا رہا تھا کہ ایک خبر نے مجھے چونکا دیا۔ خبر بہت مختصر اور ایک کالمی تھی لیکن میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ خبر کے مطابق پولیس نے تین افراد کو گرفتار کر لیا تھا۔ ان تینوں کا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے تھا اور انہیں ایک یہودی کے خلاف کام کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔

اخبار نے ان تینوں کے نام بھی شائع کیے تھے جو ناصر برقی، فواد اور حسن ناصر تھے۔ تینوں ہی میرے شناسا تھے اور ان کی گرفتاری کو میں نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ خاص طور پر ناصر برقی اور فواد تو میرے بہترین رفیق رہ چکے تھے۔

خبر پڑھنے کے بعد میں نے جیسے تیسے ناشتا ختم کیا اور وہ لے کر تہذیب کے کمرے میں جا پہنچا۔ مجھے اپنے کمرے میں آتے دیکھ کر تہذیب چونک پڑی۔

"خیریت تو ہے علی! تم اس طرح میرے کمرے میں؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "پہلے تو یہ ہوا تھا کہ۔۔۔"

"میں چھپ کر یہاں آیا ہوں۔ کسی نے مجھے تمہارے کمرے میں داخل ہوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی یہاں سے باہر نکلتے دیکھے گا۔ تم ذرا یہ خبر پڑھ لو۔" میں نے اخبار اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

تہذیب نے اخبار میرے ہاتھ سے لے لیا اور میری بتائی ہوئی خبر پڑھنے لگی۔ بالآخر تینوں ہی۔۔۔"

"ہاں تہذیب! آج صبح ہی یہ بڑی خراب خبر ملی ہے۔ تینوں افراد پولیس کی تحویل میں ہیں۔ اس خبر نے مجھے پریشان کر دیا ہے اسی لیے میں تمہارے کمرے میں چلا آیا۔"

چند لمحے تک تہذیب پُرتفکر انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر جھٹکے کے بولی۔ "ان کے لیے کچھ کرنا ہماری ذمے داری تو نہیں ہے تاہم دوستی اور ہمدردی کے ناتے ہمیں ان کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

"ابھی ہاروت رابیل کا معاملہ بھی نہیں نمٹا تھا کہ ایک نیا مسئلہ ہمارے سامنے آ گیا۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"اور مسئلہ بھی معمولی نہیں بہت گمبھیر۔" تہذیب بولی۔ "ان تینوں پر جو سنگین جرم عائد کیا گیا ہے وہ بھی تو معمولی نہیں ہے۔"

"اس کے علاوہ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ انہیں کہاں قید رکھا گیا ہے۔ تینوں فلسطینی گوریلوں کو ظاہر ہے کسی خاص جگہ ہی قید کیا گیا ہوگا۔"

"ممکن ہے ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ انہیں چھڑانا آسان نہیں ہوگا۔"

"بیٹھے بٹھائے ایک اور الجھن پیش آ گئی تہذیب! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا سکون وقتی تھا۔"

تہذیب نے شاید میری آواز سنی ہی نہیں تھی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اچانک ہی وہ اچھل پڑی۔

"کیا ہوا؟" میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ حکومت امریکا کے سرمایہ دار جوہری فارمولوں کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں نے ابھی تک ان کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا لیکن یہ بات طے ہے کہ فارمولے بجائے خود ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں۔"

"اور فی الحال ہم ان کے ذریعے بیروت کے کیمپوں میں پناہ گزین فلسطینیوں کے لیے رقم جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔"

"اس بات میں اتنا اضافہ اور کر لو کہ ہمارا شکار یہودی دولت مند ارب پتی ہے۔" میں نے کہا۔

"یعنی مالی فائدہ حاصل کرنے کے سوا وہ ہمارے کسی اور کام نہیں آ رہے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے، نہ صرف ہم خود ان فارمولوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ وہ ہمارے کسی ساتھی کے کام بھی نہیں آ سکتے۔"

"بالکل ٹھیک سمجھے علی کہ وہ ہمارے کسی کام کے نہیں لیکن کیا واقعی وہ ہمارے کسی ساتھی کے کام بھی نہیں آ سکتے؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن اس کے جواب دینے سے قبل ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ "کہیں تمہارا یہ مطلب تو نہیں کہ۔۔۔"

"ان فارمولوں کے عوض ہم اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو رہا کرانے کی کوشش کریں۔" تہذیب نے میری بات مکمل کر دی۔

"خیال تو بہت عمدہ ہے تہذیب لیکن جس مقصد کے لیے ہم اس وقت ان فارمولوں کو استعمال کر رہے ہیں اس کا کیا بنے گا؟"

"یہ ٹھیک ہے علی کہ اگر ہم یہ فارمولے کسی بڑے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہیں تو ہمیں اچھی خاصی رقم مل سکتی ہے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ پہلے ہی ان کے عوض جتنی رقم ہم وصول کر چکے ہیں وہ بھی کچھ کم تو نہیں ہے۔"

"کم تو بے شک نہیں ہے تہذیب لیکن بے سوچے سمجھے اتنا بڑا فیصلہ کر لینا عقلمندی تو نہیں ہے۔"

"اس سلسلے میں سوچنے سمجھنے کو رکھا ہی کیا ہے۔ ہمیں صرف اتنا ہی تو کرنا ہے کہ ان فارمولوں کی قیمت پر امریکا سے اپنے ساتھیوں کو رہا کرا لیں۔"

"تم صرف ان تینوں کی بات کر رہی ہو اور میں ہاروت رابیل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں اسے بخشنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"تم یہ نہیں سوچ رہے علی کہ اپنے ساتھیوں کی گرفتاری اس وقت ہمارے علم میں آئی ہے جبکہ یہ معاملات ہمارے قابو میں ہیں۔ اگر فارمولے ہاروت رابیل کے حوالے کر دینے کے بعد یہ واقعہ ہوتا تو ہم کیا کر سکتے؟"

"مجھے تمہاری اس بات سے اختلاف نہیں ہے تہذیب! واقعی اگر بعد میں یہ بات ہمارے علم میں آتی تو ہم اتنی مضبوط پوزیشن میں نہ ہوتے جتنی مضبوط پوزیشن میں اب ہیں۔"

"جب تمہیں میری بات سے اختلاف نہیں ہے تو فیصلہ کرنے میں کیوں ہچکچا رہے ہو؟" تہذیب نے کہا۔

"جو کچھ تم کہہ رہی ہو اس سے میں پوری طرح متفق ہوں لیکن اس طرح نہیں جیسے تم چاہ رہی ہو۔"

"میں کیا چاہ رہی ہوں؟"

"تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان فارمولوں کے عوض اپنے ساتھیوں کو چھڑا لیں۔ ہاروت رابیل کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔"

"اور تم کیا چاہتے ہو؟" تہذیب نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ فارمولوں کے عوض اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ ضرور کیا جائے مگر پہلے ہم ہاروت رابیل سے نمٹ لیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمہاری بات مانے لیتی ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس بات پر عمل کرتے ہیں تمہیں کیا لیں و پیش ہے؟"

"مجھے پس و پیش کی کوئی تُک نہیں ہے تہذیب! بس ہمیں پورے پروگرام کا ڈھانچہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" ہارووت رابیل سے رقم اینٹھنے کے بعد ہم کوئی اگلا قدم اٹھانے لگے۔ تم میرا مطلب سمجھ ہی گئی ہوگی۔"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ تمہارا مطلب ہے کہ تم ہارووت رابیل سے رقم تو وصول کر لیں گے لیکن فارمولے اس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"ہاں اور یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ فارمولوں کا کسی اور کے ہاتھ لگنا تباہ کاری کو وسعت دینا ہوگا۔"

"میں خود بھی اسی خیال کی حامی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "فارمولے حکومت امریکا کی ملکیت ہیں اور اسی کو واپس ملنے چاہئیں۔"

"اب ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ ناصر برقی، فواد اور حسن ناصر کس سلسلے میں گرفتار ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے خبر پوری طرح نہیں پڑھی؟" تہذیب نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ان کی گرفتاری کی وجہ بھی تو چھپی ہے۔"

"ان پر جو فرد جرم عائد کی گئی ہے وہ بہت سرسری نوعیت کی ہے۔ خبر بہت مبہم اور غیر واضح ہے۔ اس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ انھیں ایک امریکی یہودی کے خلاف کام کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خبر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حقائق کے خلاف ہے؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ حقائق چھپا لیے گئے ہوں لیکن اگر ہم خبر کے مندرجات درست تسلیم کر لیں تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فلسطینی گوریلے یہاں کوئی معمولی نوعیت کا کام کر رہے ہوں گے؟"

"یقیناً وہ کوئی غیر معمولی کام کر رہے ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اس امریکی یہودی کا نام بھی ظاہر نہیں کیا گیا جس کے خلاف وہ لوگ کام کر رہے تھے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"بہت فرق پڑتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی ہارووت رابیل کے خلاف کام کر رہے ہوں۔"

تہذیب چونک پڑی۔ "ہاں!" اس نے کہا۔ "یہ ممکن ہے لیکن ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "فی الحال سب کچھ بھول کر ہارووت رابیل پر توجہ مرکوز کرو۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔"

میں تہذیب کے کمرے سے نکل آیا۔ اب ہمیں ہوٹل میگراف روانہ ہونا تھا۔ اس ضمن میں پروگرام طے تھا۔ پیٹا اور زاہر کو پہلے سے وہاں پہنچ کر پوزیشن سنبھالنی تھی اور مجھے بعد میں روانہ ہونا تھا جبکہ تہذیب میرا تعاقب کرتی ہوئی ہوٹل میگراف پہنچتی۔

وقت مقررہ سے کچھ دیر قبل ہی میں ہوٹل سے نکل آیا اور ٹیکسی میں بیٹھ کر سیدھا ہوٹل میگراف جا پہنچا۔ میگراف ایک فرسٹ کلاس ہوٹل تھا اور ہوٹل ہی کی طرح اس کا سوئمنگ پول بھی بہت خوب صورت تھا۔ سوئمنگ پول پر اچھا خاصا رش نظر آرہا تھا۔ بیشتر لوگ سوئمنگ ڈریس میں تھے جن میں اکثریت خواتین کی تھی۔ میں نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور ہارووت رابیل مجھے نظر آگیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ دوسروں کی طرح وہ بھی نہانے کے لباس میں تھا لیکن اس نے شاید پانی کو چھوا بھی نہیں تھا۔ اس کے نزدیک ایک خالی کرسی اور بھی رکھی تھی جو یقیناً میرے لیے تھی۔

کچھ دیر تک میں بے مقصد سوئمنگ پول کے گرد گھومتا رہا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی خطرہ ہو تو نگاہ میں آجائے لیکن کوئی بھی ایسا نظر نہیں آیا جس کی توجہ خصوصیت سے ہارووت رابیل کی جانب ہو۔ پیٹا اور زاہر بھی کہیں دکھائی نہیں دیے۔ ویسے میں ان کی طرف سے مطمئن تھا۔ دونوں بہت مستعد لوگ تھے اور یقیناً کسی ایسی جگہ چھپے ہوئے ہوں گے جہاں سے حالات پر نگاہ رکھی جا سکتی ہوگی۔

اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد میں ہارووت رابیل کی طرف بڑھا اور ٹہلتا ہوا اس کی پشت پر جا پہنچ گیا۔ پھر اطمینان سے اس کے نزدیک رکھی ہوئی خالی کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا۔ وہ یوں اچھلا تھا جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ خوف زدہ سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ڈیئر رابیل!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا وہی دوست ہوں جس کے تم منتظر ہو۔"

"نہیں!" ہارووت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم وہی ہو... لیکن تم مجھ سے سوتران کی حیثیت سے ملے تھے؟"

"ہاں پیارے رابیل! میں وہی ہوں۔ لیکن تم اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کوئی اور آدمی اتنی بے تکلفی کا مظاہرہ کہاں کر سکتا ہے۔"

"لیکن تمہارا چہرہ؟ سوتران کے اور تمہارے چہرے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"اسے میک اپ کا کمال کہتے ہیں۔" میں نے بات ختم کر کے کہا۔ "دوبارہ ملاقات ہوگی تو میں تمہیں کسی اور صورت میں ملوں گا۔"

"خدا کی پناہ!" ہارووت رابیل نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "آخر تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ساری باتیں تو میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اگر تم وہ باتیں دوبارہ سننا چاہو تو میں انھیں دہرانے کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"میں تمہیں پہچاننے سے قاصر ہوں اس لیے ضروری ہے کہ تم ساری باتیں دوبارہ دہراؤ تاکہ مجھے یقین آجائے کہ میں کسی غلط آدمی سے بات نہیں کر رہا ہوں۔"

"سوتران کی حیثیت سے میں نے تمہیں ڈی فوسٹر کی کہانی سنائی تھی جو جرمنی کے شیرخ خاندان کا ایک مایہ ناز سائنس داں تھا اور جسے تم نے ایک طویل عرصے تک اپنا قیدی بنائے رکھا تھا۔ اتنا حوالہ کافی نہیں ہے؟"

"نہیں!" ہارووت رابیل غرایا۔ "صرف اتنی سی بات سے مجھے مطمئن کرنے کے لیے قطعی ناکافی ہے۔"

"تم بہت شکی مزاج آدمی ہو ہارووت رابیل! حالانکہ جو کچھ میں نے بتایا اس کے بعد کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔"

"درست ہے۔" ہارووت رابیل نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن مکمل اطمینان کے بغیر کسی کام میں ہاتھ ڈالنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ اگر تم اپنی اصل صورت میں مجھ سے ملے ہوتے تو میں تم سے کچھ بھی نہ پوچھتا۔"

"تم ہتھیار بناتے ہو ہارووت رابیل اور انھیں مختلف ضرورت مند ممالک کو فروخت کر دیتے ہو۔ زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں تم نے ہلکے جوہری ہتھیاروں کے فارمولے حکومت امریکا کے خفیہ محکموں سے چوری کروائے۔ ڈی فوسٹر ان فارمولوں سمیت تمہاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور تمہارا منصوبہ دھرا رہ گیا۔"

"جب تم سوتران کی حیثیت سے مجھ سے ملے تھے اس وقت بھی میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم کون ہو۔ اس وقت بھی میں تم سے یہی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو اور ان معاملات سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"پچھلی بار میں نے تمہیں کچھ اور کہانی سنائی تھی ہارووت رابیل لیکن آج بات مختلف ہے۔ آج میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور اس کہانی سے میرا کیا تعلق ہے۔ اوڈیل میکائیل سے واقف ہو؟"

ہارووت رابیل بری طرح چونک پڑا۔ "ہاں، وہ فرانسیسی تاجر جو گزشتہ دنوں پراسرار طریقے سے قتل کر دیا گیا تھا۔"

"ہاں!" میں نے تلخی سے کہا۔ "وہی۔ اور تم اسے محض اس لیے جانتے ہو کہ تمہاری طرح وہ بھی یہودی تھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں خبر پڑھا تھا۔ جب وہ قتل ہوا میں پیرس میں موجود تھا لیکن تم نے اس کا حوالہ کیوں دیا؟"

"اس نے ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی بازیابی کے لیے ہماری خدمات حاصل کی تھیں۔" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" ہارووت رابیل حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "ان فارمولوں سے بڑے بڑے ملکوں کی دلچسپی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اوڈیل میکائیل کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میرے بتائے بغیر تمہاری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آئے گا رابیل! وہ دراصل امریکا میں تمہاری اجارہ داری توڑنا چاہتا تھا۔"

"تم بڑی حیران کن باتیں کر رہے ہو۔ اوڈیل میکائیل میری اجارہ داری کس طرح توڑ سکتا تھا؟"

"اسلحہ سازی کے کاروبار میں منافع بہت زیادہ ہے ہارووت رابیل اور یہودی قوم پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ بھی امریکا میں اسلحہ سازی کا کاروبار شروع کرے۔ مگر چونکہ یہاں اسلحہ سازی کا اجازت نامہ صرف تمہارے پاس تھا اور تمہاری موجودگی میں کسی اور کو یہ اجازت نامہ نہیں مل سکتا تھا اس لیے اوڈیل میکائیل نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا جو اسے اتفاقاً ہی میسر آگیا تھا۔ اس نے ہم سے رابطہ قائم کیا اور ایک خطیر رقم کے عوض ہمیں اس کام پر مامور کر دیا کہ ہم مسروقہ فارمولے اس کے لیے حاصل کریں۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ فارمولے امریکا کے حوالے کر کے اسے تمہارے کرتوتوں سے آگاہ کر دے گا تاکہ تمہاری ساکھ ختم ہو جائے، تم سے تمام مراعات واپس لے لی جائیں اور خود اسے امریکا میں اسلحہ سازی کی اجازت مل جائے۔"

"اوہ! اس نے بڑی بھیانک چال چلی تھی۔" ہارووت رابیل نے کہا۔ "لیکن وہ ناکام کیوں ہو گیا۔ کیا تم نے فارمولے اس کے حوالے نہیں کیے؟"

"ہم نے فارمولے اور ڈی فوسٹر اس کی خدمت میں پیش کر دیے تھے لیکن اس کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا۔ بجائے اس کے کہ وہ بقیہ رقم ہمارے حوالے کرتا اس نے ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ہر یہودی کی ذہنیت یہی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا۔"

"یعنی تم نے اسے محض رقم کے حصول کے لیے قتل کر دیا۔" ہارووت رابیل نے کہا۔

"نہیں رابیل! صرف رقم کے لیے نہیں بلکہ اس نے بدعہدی کی تھی۔ نہ صرف بدعہدی کی تھی بلکہ ہماری جانیں لینے کی کوشش بھی کی تھی۔ ہم نے اسے ہلاک کر کے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا۔"

"اس کے بعد تم فرانس سے ڈی فوسٹر اور فارمولوں سمیت فرار ہو کر امریکا آگئے۔"

"ہاں مسٹر رابیل! اب دونوں چیزیں ہمارے قبضے میں ہیں اور ہم نے صرف تمہاری خاطر طویل سفر کیا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے مجھ سے ہمدردی کی ہے؟" ہارووت رابیل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں! ہمیں تو وہ رقم چاہیے جو ہم اوشیل میکائیل سے وصول نہیں کر سکے۔ اگر تم نے ہمیں وہ رقم ادا کر دی تو ٹھیک ہے ورنہ فارمولے دیگر ثبوتوں سمیت امریکا کی حکومت کے حوالے کرنا ہماری مجبوری ہو گی۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت امریکا نہ صرف ہمیں مطلوبہ رقم ادا کرے گی بلکہ ہماری ممنون بھی ہو گی۔"

"تو پھر تم نے حکومت سے ہی رابطہ کیوں نہ قائم کر لیا؟" ہاروت رابیل نے خاصی سرد مہری سے کہا۔

"ایک مجرم کی ہمدردی ہمیشہ دوسرے مجرم کے ساتھ ہوتی ہے رابیل! لیکن کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اپنے تحفظ کے پورے انتظامات کرنے کے بعد ہی تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ تمہارے خلاف سارے ثبوت اور فارمولے میرے ساتھیوں کے پاس ہیں۔ وہ لوگ امریکی محکمہ خفیہ کے قریب ہیں کہ ضرورت پڑنے پر فوراً اس محکمے سے رابطہ قائم کر کے فارمولے اور تمام ثبوت اس کے حوالے کر دیں گے۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ اگر ایسا ہو گیا تو اس کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔"

"تو تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو؟" ہاروت رابیل نے آنکھیں بھینچ کر مجھے دیکھا اور پھر دفعتاً دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر یوں جھک گیا جیسے آنکھوں میں اچانک ہی شدید قسم کی تکلیف اٹھی ہو۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا، سوئمنگ پول سے کچھ فاصلے پر شدید فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور میں اچھل پڑا۔ جس جگہ سے فائر کی آوازیں سنائی دی تھیں وہاں سے اب چیخیں بلند ہونے لگی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ لوگوں میں افراتفری مچ گئی تھی۔ نسوانی چیخیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ بہت سے لوگ دریافت حال کے لیے دوڑ دوڑ کر سوئمنگ پول کے اسی حصے کی طرف جا رہے تھے۔

میں اپنی جگہ پر جما بیٹھا رہا جبکہ ہاروت رابیل کی تکلیف غائب ہو گئی تھی۔ اس پر اضطراری کیفیت طاری تھی اور وہ اچک اچک کر اس سمت دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا جہاں فائرنگ ہوئی تھی مگر لوگوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے کچھ نظر آنا ممکن نہیں تھا۔ میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا تھا۔ ہاروت رابیل کا اضطراب لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی۔ میں اور ہاروت رابیل دونوں ہی خاموش تھے پھر ایک شخص ٹہلتا ہوا ہمارے قریب پہنچا اور میری کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا۔

"مسٹر رابیل نے دو آدمیوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا تھا چیف!" اس شخص نے آہستہ سے کہا۔ وہ زاہر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ "لیکن اس سے پہلے کہ وہ آپ کا نشانہ لے کر آپ کو ہلاک کر سکتے، ہم نے ان دونوں کا ہی کام تمام کر دیا۔"

ہاروت رابیل نے خوف اور غصے کے ملے جلے عالم میں زاہر کو گھور کر دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھر آئی تھی لیکن میں نے ہاروت رابیل سے کچھ کہنے کے بجائے زاہر کو مخاطب کیا۔

"تم جاؤ اور مستعد رہو۔" میں نے کہا اور زاہر چلا گیا۔ سوئمنگ پول پر ابھی تک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ لوگ خوف زدہ نظر آ رہے تھے۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی رابیل۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم مجھ سے واقف ہوتے تو کبھی ایسی حماقت نہ کرتے۔"

"تم نے بتایا ہی نہیں کہ تم کون ہو؟" ہاروت رابیل نے [illegible] انداز میں کہا۔

"میں یہودیوں کی نفسیات پر اتھارٹی ہوں رابیل۔ مجھے علم ہے کہ تم لوگ کتنی کمینی فطرت کے مالک ہوتے ہو۔ کیا اتنا تعارف کافی نہیں ہے؟"

ہاروت رابیل بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ اس سے کچھ نہیں بولا گیا۔

"مکاری، عیاری اور بدعہدی تمہاری فطرت میں شامل ہے۔ پیسے کی خاطر تم لوگ کچھ بھی کر سکتے ہو۔ ابھی تم نے جو حرکت کی ہے اس کی مجھے توقع تھی۔ تم نے مجھے یہاں گفتگو کرنے کے لیے بلایا تھا اور مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لیے اپنے آدمی بھی چھپا رکھے تھے۔ اگر میں نے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کر رکھی ہوتیں یا میرے ساتھیوں نے ذرا سی بھی غفلت کا مظاہرہ کیا ہوتا تو اس وقت تم اپنی جیت کا جشن منا رہے ہوتے۔ یہ اور بات ہے کہ تمہارا جشن مکمل ہونے سے قبل ہی تمہارے سارے کرتوت حکومت کے علم میں آ چکے ہوتے۔ تمہیں اپنے کیے پر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا اور پچھتاوا بھی ایسا کہ جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت تمہارے لیے نہ ہوتی۔"

ہاروت رابیل کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ "مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" اس نے بے جان سی آواز میں کہا۔ "میں اس پر بے حد شرمندہ بھی ہوں۔"

میرے ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ "یہ پہلا موقع ہو گا کہ تم نے کسی سے معافی مانگی ہو گی۔"

ہاروت رابیل کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی۔ اسے شدید غصہ آیا تھا۔ وہ مجھے کوئی سخت جواب دینے ہی والا تھا کہ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس ہو گیا اور اس نے خود کو سنبھال لیا۔ "اگر آدمی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تم نے غلطی نہیں کی ہاروت رابیل! بدترین حماقت کی ہے اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا ہے۔ اس سے قبل تم کئی بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہوئے ہو جن کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا اور اب تم نے مجھ پر بھی حملہ کرانے کی ناکام کوشش کی۔ میں تو تمہیں بہت عقلمند آدمی سمجھتا تھا ہاروت رابیل! تم نے آخر کیا سوچ کر اس قسم کی حرکت کی ہے؟"

"میرے اعصاب پر بہت دباؤ تھا۔" ہاروت رابیل نے شکست خوردگی سے کہا۔ "میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔"

"تمہاری اس حرکت پر تمہیں معاف بھی کیا جا سکتا ہے ہاروت رابیل لیکن اس کے لیے تمہیں کچھ شرائط تسلیم کرنی ہوں گی۔"

"اس وقت میں بے بس ہوں۔ تم جو چاہو شرائط عائد کر دو، میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ بتاؤ تمہاری کیا شرائط ہیں؟"

"جو رقم ان فارمولوں کے عوض میں تم سے وصول کرنے والا تھا وہ اب دگنی کر دی گئی ہے ہاروت رابیل۔"

"دگنی!" ہاروت رابیل نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ "مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پہلے تم مجھ سے کیا وصول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟"

"معلوم ہو جائے گا ہاروت رابیل۔" میں نے عیاری سے کہا۔ "جو رقم تم سے طلب کی جائے گی اس کی ادائیگی کے لیے تمہیں دو روز کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس مہلت کے اندر تم ادائیگی کرنے میں ناکام رہے تو تیسرے روز تمہارے خلاف سارے ثبوت حکومت کے حوالے کر دیے جائیں گے۔"

"نن... نہیں۔ میں پہلے ہی اپنی غلطی تسلیم کر چکا ہوں۔ اگر آئندہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو جو چاہو سزا دے لینا لیکن اس بار درگزر کر دو۔"

"ہرگز نہیں ہاروت رابیل!" میں نے قطعیت سے کہا۔ "تمہارے جرائم نظر انداز کر دینا بجائے خود ایک جرم ہو گا۔ تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ میں صرف دھمکی نہیں دے رہا بلکہ اس پر عمل بھی کر سکتا ہوں۔"

"میں... میں خوفزدہ تھا۔ جو کچھ ہوا وہ میری حماقت تھی۔ خیر، تم یہ بتاؤ کہ وہ فارمولے..."

"میں اب بھی تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں ہاروت رابیل لیکن اب تم سے رقم دگنی وصول کروں گا۔"

"کک... کتنی رقم؟" ہاروت رابیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔

"تم سے دس کروڑ ڈالر وصول کرنے کا ارادہ تھا۔ تم نے اپنی حماقت سے اس رقم کو دگنا کر دیا ہے۔"

"بیس کروڑ ڈالر!" ہاروت رابیل کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔ "تمہیں اندازہ ہے کہ تم کتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر رہے ہو؟"

"مجھے ان گنت خطرات مول لے کر یہ فارمولے حاصل کیے ہیں ہاروت رابیل اور ہمیں ان کی قدر و قیمت کا خوب اندازہ ہے۔ تم تو صرف یہ بتاؤ کہ رقم ادا کرو گے یا نہیں؟"

"نن... نہیں۔ تم نے میری بساط سے بہت بڑھ کر مطالبہ کر دیا ہے۔ میں اتنی رقم ادا نہیں کر سکتا۔"

"گویا تم فارمولوں کا سودا کرنے کے موڈ میں نہیں ہو۔" میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "کیا یہ تمہارا حتمی جواب ہے؟"

"رقم بہت زیادہ ہے۔" رابیل گڑگڑایا۔ "اس پر نظرِ ثانی کرو تو میں فارمولے خریدنے کو تیار ہوں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو رابیل! اگر تمہیں فارمولے خریدنے سے اتنی ہی دلچسپی ہوتی تو مجھ پر قاتلانہ حملے نہ کراتے۔ نہیں، میں بے کار وقت برباد کر رہا ہوں۔ مجھے اب کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔"

"ٹھہرو۔" ہاروت رابیل نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میں اپنی غلطی کا اعتراف کر چکا ہوں۔ مجھ پر کچھ تو رحم کرو۔"

"کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میں اب بھی فارمولے تمہیں فروخت کرنے پر آمادہ ہوں؟"

"مجھ پر ترس کھاؤ۔ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔ یہ بہت بڑی رقم ہے۔"

"تو تم مر جاؤ رابیل!" میں نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "تمہاری موت کے بعد ہم یہ فارمولے روسی حکومت کے حوالے کر دیں گے۔ کچھ نہ کچھ معاوضہ تو ہمیں بھی مل ہی جائے گا۔"

"بیٹھ جاؤ، پلیز بیٹھ جاؤ۔" ہاروت رابیل نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی سازش نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بدترین شکست دی ہے۔"

"سازش کر کے دیکھ لو رابیل! ہم تمہیں ہر طرح تیار پاؤ گے لیکن رقم میں کمی کا خیال دل سے نکال ہی دو۔ تمہیں ہر حال میں بیس کروڑ ڈالر ادا کرنے ہیں۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کاغذ کا ایک پرزہ نکالا اور اسے رابیل کی طرف بڑھا دیا۔ "بیس کروڑ ڈالر کی رقم تمہیں بیروت کے اس بینک میں جمع کرانی ہے۔ اکاؤنٹ نمبر بھی اس پر موجود ہے۔"

"تم نے مجھے دو دن کا وقت دیا ہے۔ دو دن میں یہ کام کیسے ہو سکے گا؟ اس کے لیے زیادہ وقت چاہیے۔"

"تاکہ تم کوئی اور سازش کر سکو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "نہیں ہاروت رابیل! اس سے زیادہ وقت دینا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رقم بیروت کے بینک میں کس طرح منتقل کی جائے گی۔ یہ نہ تو کوئی مشکل کام ہے اور نہ ہی تمہارے لیے یہ کوئی نیا کام ہے۔ دو دن کی مہلت کم ضرور ہے لیکن تم جیسے آدمی کے لیے ناکافی ہرگز نہیں کہی جا سکتی۔ مجھے بینک

اسسٹنٹ تمام اسناد کے ساتھ درکار ہوگا۔ اس کام میں اگر تم نے کوئی گڑبڑ یا تاخیر کرنے کی کوشش کی تو اپنی تباہی کے ذمے دار تم خود ہوگے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"لیکن میری بات تو سنو۔۔" ہاروت رائیل نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جو کچھ تم کر چکے ہو رائیل! وہ میرے سامنے ہے۔ ہو سکتا ہے تم کسی اور چکر میں ہو۔ پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہوگی اب میں بالکل نہیں رکوں گا۔ ٹاٹا۔" میں نے کہا اور ہاتھ ہلا کر چل پڑا۔ میرے پاس اس کی کوئی بات سننے کے لیے رکنے کی فرصت نہیں تھی۔ لوگوں پر ابھی تک دہشت طاری تھی۔ لان پر دو لاشیں پڑی تھیں۔

میں ان لاشوں کو دیکھنے کے لیے رکتا تو مزید وقت ضائع ہونے کا احتمال تھا لہٰذا میں سیدھا ہوٹل سے باہر نکلا چلا گیا۔ میں ہوٹل کے بیرونی گیٹ سے نکل رہا تھا اور پولیس کی وین سائرن بجاتی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھی۔ میں بے فکری سے باہر نکل آیا۔ بڈ اور زاہر کی طرف سے بھی مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔ میرے بعد ان دونوں کے پیچھے وہاں رکنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آج انھوں نے جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا وہ میرے لیے باعث فخر تھی۔ وہ لوگ بچ کر نکل گئے ہوتے تو میری خیر نہیں تھی۔

واشنگٹن کی معروف شاہراہوں پر چلتے وقت میں اپنے گردوپیش سے پوری طرح باخبر تھا۔ ہاروت رائیل سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اس نے میرے لیے کچھ اور انتظام بھی کر رکھا ہو۔ میں نے کئی ٹیکسیاں تبدیل کیں اور جب میں پوری طرح مطمئن ہو گیا تب میں نے اپنے ہوٹل کا رخ کیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے پوری صورت حال پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ہماری کارکردگی مجموعی طور پر تسلی بخش ہے۔ بہت مختصر سے وقت میں ہم نے ہاروت رائیل جیسے گھاگ شخص کو دو بدترین شکستوں سے ہمکنار کیا تھا۔ اس بات کا امکان ذرا کم ہی تھا کہ وہ اب مزید کوئی حرکت کرے لیکن میرا تجربہ کہتا تھا کہ جس طرح بچھو اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ڈنک ضرور مارتا ہے اسی طرح یہودی بھی دھوکا دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہودی قوم وہی تو ہے جس نے خدا سے بھی دھوکا کیا اور ایک بار نہیں بار بار کیا۔ ان کی یہ فطرت نسل در نسل جینز میں منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی۔ ہر یہودی آج بھی اتنا ہی دھوکے باز تھا جتنا روز ازل میں تھا۔ اس وقت تھا جب سے اس قوم کی تاریخ شروع ہوئی ہے۔ جو قوم اپنے معبود سے، اپنے رب سے، اپنے پیدا کرنے والے سے دھوکا کر سکتی ہے وہ کسی اور سے کیا وفا کرے گی۔ اگر کوئی یہودیوں کو قابل اعتبار سمجھتا ہے تو وہ صریح گمراہی پر ہے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس قوم کے افراد نے خود پر کیسے کیسے خول چڑھا رکھے ہیں۔ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی نظریں بہت کوتاہ ہوتی ہیں، جو خود کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں۔ مذہب کی بھی ان کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ وہی اس قوم کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور جب ان پر ضرب پڑتی ہے تو سنبھلنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے اپنا اعتماد قائم کرتے ہیں پھر اس کے بعد موقع دیکھ کر تاک کر ایسا وار کرتے ہیں کہ آدمی کو سنبھلنے تک نہیں ملتا۔ سازشیں کرنے میں یہودی سب سے آگے ہیں۔ انگریز سے بھی زیادہ آگے جس نے تاجروں کا روپ دھار کر ہندوستان پر قبضہ کر لیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال غلام بنائے رکھا۔ یہودی قوم کی گندگی اور سازشی ذہنیت پر مجھے پورا یقین ہے لیکن اگر میرے پاس علم کا کوئی اور ذریعہ نہ ہوتا تو میرے ذاتی تجربات مجھے اس بات کا یقین دلانے کے لیے کافی تھے۔ جس یہودی سے بھی میرا واسطہ پڑا تھا اس نے اپنی فطرت کے مطابق مجھے دھوکا دینے کی کوشش ضرور کی تھی۔ اس سلسلے میں صرف لڑکیوں کو خارج کیا جا سکتا تھا۔ یہودی لڑکیوں نے کبھی کبھار میرا بھرپور ساتھ دیا تھا لیکن میں ان کی حقیقت سے بھی ناواقف نہیں تھا۔ ان کے پیش نظر میری بھلائی ہرگز نہیں تھی بلکہ وہ اپنی جسمانی اور جنسی تسکین کا ذریعہ بنانا چاہتی تھیں اور اگر انھوں نے اپنی یہ طلب پوری کرنے کی خاطر اپنی قوم سے غداری کی تو طلب پوری کر دیتا تو پھر وہ مجھ سے دھوکا کرتیں۔ یہی ان کی ذہنیت ہے۔

مجھے اپنے ساتھیوں کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا۔ ان کے آنے پر ہی مجھے علم ہو سکتا تھا کہ ہاروت رائیل کے دونوں گرگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا کارنامہ کس نے سرانجام دیا ہے۔ اب تک تو میں بے خبر ہی تھا۔ زیادہ بے چینی اس لیے تھی کہ ان میں سے کوئی پولیس کے چنگل میں نہ پھنس گیا ہو۔ اگرچہ اس کا امکان بہت کم تھا لیکن تھا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ میرے کمرے میں سب سے پہلے داخل ہونے والی تہذیب ہاشم ایلس تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں مسرت آمیز انداز میں اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ وہ بھی مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک دوسرے کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے۔ جذبات کے اظہار میں حد سے گزر جانا ہمارے کردار کے خلاف تھا۔ میں نے تہذیب کے دونوں ہاتھ تھام کر گرم جوشی سے دبائے۔

"بہت خوش ہو علی!" تہذیب نے کہا۔ "معلوم ہوا ہاروت رائیل سے معاملات طے ہو گئے ہیں؟"

"ہاں تہذیب!" میں نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ "میں نے بیس کروڑ ڈالر کا مطالبہ کیا ہے اور ادائیگی کے لیے اسے دو دن کا وقت دیا ہے۔"

"ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہوگا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "کیا وہی طریقہ جس کے تحت ہم نے اوشیل میکائیل سے رقم وصول کی تھی؟"

"ہاں۔ میں نے اسے بینک کا نام اور اکاؤنٹ نمبر دے دیا ہے۔ اگر دو دن کے اندر رقم منتقل نہ ہوئی تو اس کا ذمے دار وہ خود ہوگا۔"

"مبارک ہو علی! بالآخر تم نے ایک اور کامیابی حاصل کر لی۔ اس سے رقم نکلوانا آسان نہیں تھا۔"

"ابھی تو دیکھو، رقم کی وصولی تک معلوم نہیں کتنے مراحل سے گزرنا پڑے لیکن اگر یہ کامیابی ہے تو مجھ سے زیادہ میرے ساتھیوں کی کامیابی ہے۔"

"ہاں علی! خاص طور پر بڈ نے تو کمال ہی کر دیا۔ اسی نے ان دونوں کو دیکھا تھا جو تمھاری تاک میں تھے۔"

"اور میں یہی سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں یہ کارنامہ کس نے انجام دیا ہے؟"

"بڈ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ اسی نے نہ صرف ان دونوں کو دیکھا بلکہ بروقت فائرنگ کر کے انھیں ہلاک بھی کر دیا۔"

"معلوم نہیں بڈ نے کیا کرتب دکھایا ہوگا ورنہ اس بھرے ہوئے سوئمنگ پول کے کنارے سے فائرنگ کرتے ہوئے کوئی دیکھ بھی سکتا تھا۔"

"یہی تو اس کا کمال ہے علی! کوئی اسے فائر کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ میں اور زاہر بھی کوئی اندازہ نہیں کر پائے تھے۔ جب بڈ نے ہمیں اشارے سے بتایا تو ہمیں پتا چلا کہ وہ کیا کارنامہ سرانجام دے چکا ہے۔"

"اس کی صلاحیتوں سے انکار کرنا آسان نہیں ہے تہذیب! بعض اوقات تو یہ ایسا کمال دکھاتا ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا شخص حیران رہ جائے اور میں تمھیں کیا بتاؤں تہذیب! تمھیں وہ وقت یاد ہے جب بیروت میں مجھے اور تمھیں ہمیشہ کے لیے یکجا کرنے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔۔۔"

"وہ وقت میں کیسے بھول سکتی ہوں علی!" تہذیب نے افسردگی سے کہا۔ "اس وقت سے تو بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے کہ یہ تذکرہ نکل آیا جس سے تم اداس ہو گئیں۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں علی! تم کہو۔" تہذیب زبردستی ہنس کر بولی۔ "جو گزر گیا اسے تبدیل تو نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں تو تم کیا بتانے والے تھے؟"

"اس وقت اولیور اور بڈ نے ہمارے خلاف سازش کی تھی اور اس لڑکی کو مار دیا تھا جو تمھارے میک اپ میں میری بیوی بننے والی تھی۔ جانتی ہو اس وقت حملہ آور کو کس نے پکڑا تھا؟"

"نہیں! مجھے نہیں معلوم۔" تہذیب نے کہا۔

"اس بے گناہ لڑکی کے قاتل کو پکڑنے والا بڈ ہی تھا۔ اس کی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔"

"واقعی علی! مجھے یہ سن کر بہت حیرت ہوئی ہے حالانکہ نہیں ہونی چاہیے تھی۔ یہ شخص ہر موقع پر دوسروں سے بازی لے جاتا ہے۔"

"ہاروت رائیل کو بھی ہم بڈ کی وجہ سے شکست دے سکے ہیں۔ اگر بڈ نہ ہوتا تو ہمیں اس سے نمٹنے کے لیے خاصی محنت کرنی پڑتی۔"

"لیکن علی! یہ ہاروت رائیل کا تعلق انسانوں کی کس قسم سے ہے۔ سوزان اور اس کی بیوی کے بعد اس نے تم پر بھی تابڑ توڑ حملہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔"

"شاید وہ ہر اس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہے جو اس کے ان معاملات سے واقف ہے۔ ان دونوں کو بھی اس نے اسی لیے قتل کرایا تھا اور اب مجھ کو بھی اسی لیے ختم کرا دینا چاہتا تھا۔ اس نے جو سازش کی تھی وہ خود اس کے لیے ہی وبال بن کر رہ گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ جرائم پیشہ شخص نہیں ہے۔ ہم نے اس پر جو انکشافات کیے ان سے بوکھلا کر وہ یہ حرکتیں کرنے پر اتر آیا ہے ورنہ اصولی طور پر اسے فائلوں کو اپنے قبضے میں لینے سے پیشتر کوئی ایسا قدم اٹھانے سے گریز کرنا چاہیے تھا جو اس کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہو۔"

"تم نے اس سے اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر دیا ہے کہ اسے اپنے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد بڈ اور زاہر بھی آ گئے۔ میں نے اٹھ کر بڈ کو گلے لگا لیا۔ بڈ نے مسکرا کر زاہر کو آنکھ ماری۔

"تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے زاہر کہ مجھے کتنا بڑا انعام ملا ہے۔" اس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ انعام صرف میڈم کے لیے تھا اور اگر کسی کو میڈم کا حصے دار بنا لیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ شخص علی کی نگاہوں میں بڑی پوزیشن کا حامل ہے۔"

"تم اپنے کارناموں پر خود ہی پانی پھیر دیتے ہو بڈ!" تہذیب نے قدرے برہمی سے کہا۔ "تمھیں یہ تمیز بھی نہیں ہے کہ گفتگو کس طرح کرنی چاہیے۔"

"بس یہی تو ایک خامی ہے میڈم!" بڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بڈ بے چارہ اس قابل کہاں کہ اس کی ذرا سی خامی بھی برداشت کی جا سکے۔"

"تم بدتمیزی کی حد تک پہنچ جاتے ہو۔ یہ بات اگر صرف بکواس تک ہو تو بھی برداشت کیا جا سکتا ہے۔"

"معاف کیجیے گا میڈم! ہر شخص اپنے جذبات کا اظہار اپنے انداز میں ہی کر سکتا ہے۔" بڈ نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔

مجھے ہنسی آ گئی اور تہذیب نے منہ بنا کر کہا۔ "تم نے بھی اسے بہت سر چڑھا لیا ہے۔"

"یہ بات نہیں تہذیب! بڈ زبان کا بھی آشنا برا نہیں ہے۔ بس کبھی کبھی پٹری سے اتر جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اسے نظر انداز کر دینا ہی دانشمندی ہے۔" میں نے کہا۔

بڈ منہ اٹھا کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ "خدا کی شان ہے۔ آج تو وارے نیارے ہو گئے۔ میڈم کے مقابلے پر بڈ کی حمایت ہو رہی ہے۔"

"معذرت۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم سے کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہیں اس لیے طرف داری کر رہا ہوں۔ اس کے بعد پھر وہی شب و روز ہوں گے۔"

"میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے ورنہ بڈ کی ایسی قسمت کہاں کہ میڈم کے مقابلے پر۔۔۔"

"زبان بعد میں بھی چلائی جا سکتی ہے بڈ! پہلے یہ بتا دو کہ تم نے ان لوگوں کو کس طرح تاڑ لیا تھا؟"

"اوہ، ہاں۔" بڈ نے سنبھل کر کہا۔ "میرے سپرد جو کام کیا گیا تھا چیف اس کے لیے مستعد رہنا بہت ضروری تھا اور میں مستعد تھا۔ میں نے سوئمنگ پول کے اطراف واقع جگہوں کا کئی امکانات کے تحت جائزہ لیا۔ ممکن ہے مجھے بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی لیکن میں اس لیے بچ گیا کہ ان دونوں پر میری نظر پڑ گئی تھی۔ وہ ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے تھے کہ اس میں کسی قسم کا کچھ فاصلے تک مار کرنے والا اسلحہ با آسانی چھپایا جا سکتا تھا۔ میں سب کچھ چھوڑ کر ان دونوں کے پیچھے لگ گیا۔ ذرا سی کوشش سے میں یہ اندازہ کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ ان دونوں کے پاس ہلکی رائفلیں موجود ہیں۔ اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔ تمھیں بھی شاید اندازہ ہو کہ باروت رابیل تم سے بات کرتے کرتے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر یوں جھک گیا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں اچانک کوئی تکلیف ہو گئی ہو۔۔۔"

"ہاں مجھے یاد ہے بڈ! اس وقت بھی میں یہی سمجھا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف اچانک پیدا ہو گئی ہے لیکن جب دھماکوں کی آواز سنائی دی تو۔۔۔"

"تم ٹھیک سمجھے چیف! یہ دراصل ان دونوں کے لیے اشارہ تھا کہ اب وہ تمھیں شوٹ کر دیں۔ جوں ہی انھوں نے انھیں نکالیں میں نے ان کی کھوپڑیوں میں سوراخ کر دیے اور وہ تمھیں نشانہ بنانے کی حسرت دل میں لیے دنیا سے ہی کوچ کر گئے۔ مجھے ان کی موت پر بہت دکھ ہوا چیف۔"

"ہاں اب تم جتنی چاہو بکواس کر سکتے ہو۔ میں بھی جاننا چاہتا تھا کہ تم نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا۔"

"مجھے میری محنت کا صلہ مل گیا چیف! اب کم از کم یہ تو کہہ سکتی ہیں کہ کچھ چیزوں پر صرف انھی کا حق ہے۔"

"بکواس مت کرو بڈ! ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا بلکہ میں تو کام اب شروع ہوا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"تم مشورہ دو بڈ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" میں نے مناسب... "ہم نے رقم کی ادائیگی کے لیے باروت رابیل کو دو دن کی مہلت دی ہے۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "کہیں مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟"

"میں بڑی سنجیدگی سے تم سے مشورہ طلب کر رہا ہوں بڈ! اس میں مذاق کا کون سا پہلو ہو سکتا ہے؟"

"یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے چیف! ایسا لگا ہے میرے خاندان کے آٹھاؤں کو سمجھے یہ کہنے کا موقع تو مل جائے گا کہ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب علی یار خان جیسا شخص مجھ سے مشورے کا طالب ہوا تھا۔"

"میں کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہوں بڈ! تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ اس وقت مجھے تمھارے مشورے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا۔ "شاید اس طرح تم میرا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں بڈ!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم دیکھو گے تمھارے مشورے کو پوری اہمیت دی جائے گی۔"

"تب تو چیف پہلی فرصت میں اس ہوٹل کو چھوڑ دو اور اپنے لیے کوئی نیا ہوٹل دیکھو۔" بڈ نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" زاہر نے کہا۔ "ایسا تو اس صورت میں کیا جانا چاہیے جب ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہو۔"

"اپنی طرف سے تو ہم نے ہر ممکن احتیاط برتی ہے زاہر! لیکن مقابلے پر جو شخص ہے وہ مجھے بہت خطرناک محسوس ہوتا ہے۔ ممکن ہے کسی طرح وہ سراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے کہ ہم کس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں لہٰذا میرے خیال میں ہمیں ہوٹل تبدیل کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم ایک امکانی خطرے سے بچ جائیں گے۔"

"میں تمھاری رائے سے پوری طرح متفق ہوں بڈ!" میں نے کہا اور بڈ کھل اٹھا۔

"شکریہ چیف!" اس نے کہا۔ "ایک ذہین آدمی ہی دوسرے ذہین آدمی کی بات سمجھ سکتا ہے۔ ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"بس تو پھر ہوٹل کا انتخاب کر لو۔ ہم لوگ وقفے وقفے سے اس ہوٹل میں جا کر مقیم ہو جائیں گے۔"

"اس کے لیے ٹیلی فون ڈائریکٹری درکار ہو گی۔" زاہر نے کہا۔ "ہوٹلوں کے نام تلاش کرنے ہوں گے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" بڈ نے کہا۔ "یہاں سے آوارہ گردوں کی طرح نکل کھڑے ہوں گے۔ راستے میں جو بھی مناسب ہوٹل ملے گا اس میں رہ پڑیں گے۔"

بڈ کی اس بات سے بھی میں نے اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد پہلے میں اور تہذیب سامان سمیت ہوٹل چھوڑ کر باہر آ گئے۔۔۔ پروگرام کے مطابق آدھے گھنٹے بعد بڈ اور زاہر بھی ہم سے آ ملے اور ہم نئے ٹھکانے کی تلاش میں چل پڑے۔

ہمارا نیا ٹھکانا بھی ایک نچلے درجے کا ہوٹل ہی ثابت ہوا۔ وہ ہوٹل قدیم طرز کی ایک عمارت میں واقع تھا اور وہاں زیادہ تر کمرے خالی ہی تھے۔ چند کمرے جو آباد تھے ان کے مکین بھی غریب طبقے کے لوگ تھے۔ ہوٹل کی آبادی کم ہونے کے باعث ہم نے خود کو خاصی حد تک محفوظ تصور کیا تھا۔ کم سے کم لوگوں کی نظروں میں آنا بھی ہمارے لیے بہتر تھا۔

اس ہوٹل میں رہائش کے بعد ہم زیادہ تر آرام ہی کرتے رہے۔ کام کوئی نہیں تھا اس لیے آرام کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ ناظر قریشی، قرار داد حسن ناصری کی رہائی کے لیے بھی کوئی قدم اٹھانا تھا لیکن اس سے قبل باروت رابیل کا مسئلہ طے ہو جانا ضروری تھا۔ ایک ساتھ دونوں کام شروع کر دینے سے توجہ کسی ایک کام پر بھی مرکوز نہ رہ پاتی اور ممکن تھا کہ دونوں ہی کام ادھورے رہ جاتے۔

دو دن سکون سے گزر گئے۔ باروت رابیل کو دی گئی مہلت پوری ہو چکی تھی لہٰذا میں نے ایک پبلک فون بوتھ سے باروت رابیل کو فون کیا۔ حسب معمول فون اس کی سیکریٹری نے اٹھایا تھا۔ اس نے بتایا کہ باروت رابیل بیمار ہے اور اگر ان سے گفتگو کرنی ہو تو ان کے مخصوص نمبر پر کی جائے۔ اس نے میرے اصرار پر مجھے باروت رابیل کا مخصوص نمبر بتا دیا۔ اس فون پر باروت رابیل خود موجود تھا۔

"کون ہے؟" باروت رابیل کی نحیف آواز سنائی دی۔

"تمھارا ہی خیر خواہ باروت رابیل! کیا تمھیں میرے فون کی توقع

نہیں تھی؟"

"اوہ یہ تم ہو؟" اس نے کہا۔ "میں نے ہدایت کر دی تھی کہ تمہارا فون آئے تو تمہیں فوراً نمبر دے دیا جائے۔"

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا بارودت راہیل! دو دن گزرنے کے بعد ہی تمہیں فون کر رہا ہوں۔ میرے کام کا کیا ہوا؟"

"تم نے مجھے بہت کم مہلت دی تھی۔ اتنے کم وقت میں کام مکمل ہونا ممکن نہیں تھا۔"

"تمہیں خوب اندازہ ہوگا کہ کام نہ ہونے کی صورت میں تمہارا کیا حشر ہو سکتا ہے؟"

"میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دو۔ صرف چوبیس گھنٹے۔"

"نہیں! زیادہ جلدی ہے بارودت راہیل اس لیے تمہیں مزید مہلت نہیں دی جا سکتی۔ تم جان بوجھ کر تاخیر کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ رقم منتقل کی جا چکی ہے لیکن بیروت کے بینک سے کاغذات موصول نہیں ہو سکے ہیں۔"

"تمہیں اپنا کوئی آدمی بھیجنا چاہیے تھا بارودت راہیل!" از خود اتنی جلدی کاغذات کیسے آ سکتے ہیں؟"

"دو دن کی مہلت اتنی کم ہے کہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہو سکا۔ میرا نمائندہ خود بیروت گیا ہے لیکن تم نے تو اسے مذاق سمجھ رکھا ہے۔ دو دن تو صرف بیروت جا کر واپس آنے کے لیے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ جب تک میرا آدمی واپس نہیں آجاتا میں کاغذات تمہارے حوالے کیسے کر سکتا ہوں؟"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم کوئی سازش کرنے میں مصروف نہیں ہو؟" میں نے سنگدلی سے کہا۔

"چوبیس گھنٹے میں میں کون سی سازش کر لوں گا۔ میں بیمار ہو گیا ہوں اور اس کی وجہ صرف تم ہو میں۔۔۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔ میں نے بہت غور و خوض کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم بہت مضبوط پوزیشن میں ہو۔"

"بہت دیر میں عقل آئی بارودت راہیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں چوبیس گھنٹے کی مزید مہلت دے رہا ہوں۔ لیکن خیال رہے کہ اگر مقررہ مدت میں مجھے کاغذات نہ ملے تو ہمارے درمیان ہونے والا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا۔"

"مجھے منظور ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کہاں ہے؟ وہ فارمولے مجھے کس طرح ملیں گے؟"

"کاغذات کی وصولیابی کے دس منٹ کے اندر اندر ڈی فوسٹر کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا بارودت راہیل! اس کے فارمولے بھی ہوں گے جو اب تمہاری ملکیت ہیں۔"

"تمہارے پاس میرے بعض اعتراضات بھی تو ہیں جو تم نے چیمبر آف کامرس میں ٹیپ کیے تھے۔"

"بے فکر رہو بارودت راہیل! ہم ایسی کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھیں گے جو تمہارے خلاف استعمال ہو سکتی ہو۔"

"محض تمہارے کہنے پر تو میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے ٹھوس ثبوت درکار ہوں گے تاکہ میں مطمئن رہ سکوں۔"

"ہم تمہیں مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے بارودت! دیانت داری ہمارا اولین اصول ہے۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کیسے مطمئن کرو گے؟"

"یہ گفتگو تو اسی وقت ہوگی جب تم کاغذات ہمارے حوالے کرو گے۔" میں نے کہا۔ "اس وقت یہ گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔ میرے لیے ضروری ہے۔ اتنی بڑی رقم کے کاغذات تمہارے حوالے کرنے سے قبل میرا مطمئن ہونا ضروری ہے۔"

"فی الحال ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے تمہیں مطمئن کر سکیں۔ تم ڈی فوسٹر کو بچانے پر راضی ہو جاؤ۔"

"کسے کیسے نہیں بچاؤں گا۔ لیکن کیا وہ اپنی خوشی سے میرے پاس آنا پسند کرے گا؟"

"اپنی خوشی سے نہیں، ہماری خوشی سے۔" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بہت بڑی رقم کی منتقلی کا معاملہ ہے اور آسان نہیں ہے۔ دو دن کا وقت تو اسے صرف اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ پھر کسی سازش کی طرف توجہ دینے کے بجائے رقم کی منتقلی کے چکر میں پھنس جائے۔ اس جیسے سازشی شخص کو الجھائے رکھنا ضروری تھا۔ اس نے مزید چوبیس گھنٹے کی مہلت طلب کی تھی وہ اس میں حق بجانب تھا اور خود میں بھی جانتا تھا کہ دو دن کے قلیل عرصے میں یہ کام ممکن نہیں تھا اسی لیے میں نے اسے مزید مہلت دے دی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچنے کے بعد میں نے تہذیب، بُڈھا اور زاہد کو بارودت راہیل سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اور ان سے پوچھا کہ رقم کے کاغذات وصول کرنے کے بعد بارودت راہیل کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

"اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اس کی زندگی ہمارے لیے بے مصرف ہو جائے گی۔" زاہد نے کہا۔

"صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی تو پوری دنیا کے لیے خطرہ ہے۔" تہذیب نے ٹکڑا لگایا۔

"لہٰذا رقم کے کاغذات وصول کرنے کے فوراً بعد اسے موت کے گھاٹ اتار دینا ہی بہتر رہے گا۔" بُڈھے نے اضافہ کیا۔

"تم سب لوگ اس بات پر متفق ہو کہ اسے مار دیا جائے لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے۔"

"تمہارے پاس اپنے اس خیال کے حق میں معقول دلائل بھی ضرور ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ بُڈھا اور زاہد نے کچھ نہیں کہا تھا لیکن ان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی میری تجویز پر تہذیب کی طرح حیران ہو رہے ہیں۔

"یوں تو بہت سے دلائل دیے جا سکتے ہیں تہذیب لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر ہم نے اسے قتل کر دیا تو پھر کھیل میں وہ لطف نہیں آئے گا جو آنا چاہیے۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "میرا خیال ہے یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ ایک سنجیدہ نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم بیروت میں فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے فنڈ جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔"

"یہی تو کہو کہ یہ فنڈ جمع کرنے کے لیے یہودی خصوصیت سے ہمارا نشانہ ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن رقم وصول کرنے کے بعد بارودت راہیل کو زندہ رکھنے کا جواز سمجھ میں نہیں آتا۔"

"رقم تو ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ خراج کے طور پر وصول کی جا رہی ہے۔ اسے اس کے کرتوتوں کی سزا بھی تو دینی ہوگی۔"

"اس کے لیے تو اتنی قدر کافی ہوگی کہ فارمولے اس کے حوالے نہ کیے جائیں۔ وہ تمام عمر اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔"

"تمہاری یہی بات ظاہر کرتی ہے کہ لاشعوری طور پر تم خود بھی اسے زندہ رکھنے کے حق میں ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون سی بات؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ وہ تمام عمر اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔" میں نے کہا اور تہذیب شرمندہ ہو گئی۔

"دراصل اسے زندہ رکھنے میں خطرہ ہے۔" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہم اپنے لیے ایک مستقل دشمن کا اضافہ کر لیں گے۔"

"اس سے رقم وصول کرنے کے بعد ہم حکومت امریکا کو اس کے کرتوتوں سے آگاہ کر دیں گے۔ اس طرح بقیہ زندگی خود اس کے لیے ایک آزار بن جائے گی۔"

"آپ کا خیال درست ہے جناب!" زاہد بولا۔ "حکومت کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہودی لابی اپنے مفاد کے لیے حکومت کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔"

"امریکی حکام یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔" بُڈھے نے کہا۔ "لیکن یہاں کے اقتصادی معاملات اس حد تک یہودیوں کی گرفت میں ہیں کہ حکومت ان کے زیر نگیں ہے۔ یہودی سیاست میں حصہ نہیں لیتے اور اس ناتے حکومت پر ان کے زیادہ اثرات نہیں ہونے چاہئیں مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تمہیں چاہیے! یہ معاملہ حکومت کے علم میں لانے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔"

"دنیا کا ہر شخص اس بات سے واقف ہوگا کہ امریکی حکومت کے در پردہ یہودی لابی کی مرتب کردہ پالیسیاں ہوتی ہیں۔ بہت سے معاملات کا امریکی حکام کو اندازہ بھی ہوگا لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ ان کے پاس اس سلسلے میں ثبوت نہیں ہوں گے۔ بارودت راہیل کے خلاف ہم انھیں ثبوت فراہم کر دیں گے تو ایک معاملہ باقاعدہ ان کے علم میں آجائے گا اور اس سے وہ امریکا کے دیگر یہودیوں کے بارے میں اندازہ بھی کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "تمہارا فیصلہ مناسب ہی معلوم ہوتا ہے۔"

بُڈھا اور زاہد نے مجھ سے اتفاق نہیں کیا مگر انھوں نے اختلاف بھی نہیں کیا تھا۔ تہذیب ویسے بھی کسی معاملے میں مجھ سے شدید اختلاف نہیں کرتی تھی۔ ان تینوں کے اصرار نہ کرنے کی وجہ سے بارودت راہیل کی زندگی بچ گئی تھی۔ درحقیقت میں بھی اس کی موت کا خواہاں تھا مگر میں اسے خود نہیں مارنا چاہتا تھا بلکہ یہ کام امریکی حکام سے لینے کا خواہش مند تھا۔

بارودت راہیل کو دیے گئے چوبیس گھنٹوں کی مزید مہلت کے اختتام پر میں نے پہلے کی طرح تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرے فون کا انتظار کر رہا تھا۔

"ہاں! تمہارے کام کی تکمیل ہو گئی ہے۔" اس نے مردہ سی آواز میں مجھے بتایا۔

"وہ تو ہونی ہی تھی۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہ بتاؤ کہ رقم کے کاغذات تم سے کہاں وصول کروں؟"

"میں کوئی جگہ تجویز نہیں کروں گا۔ جگہ کا انتخاب تم خود ہی کرو گے لیکن اس سے قبل مجھے یہ یقین دہانی درکار ہے کہ میرے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا۔"

"یہ یقین دہانی تو میں تمہیں پہلے ہی کرا چکا ہوں بارودت راہیل! اب تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"تم نے صرف زبانی یقین دہانی کرائی تھی۔ تم رقم کے کاغذات لے کر فرار ہو گئے تو میں تمہارا کیا بگاڑ لوں گا!"

"بات واقعی غور طلب ہے بارودت راہیل! لیکن کس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق کوئی گڑبڑ نہیں کی لیکن

یاد رکھو اس کے بعد میں تمھارا کوئی مطالبہ پورا نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے بارووت رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ مطالبہ بھی تم نے جس طرح پورا کیا ہے اس سے بھی میں بخوبی واقف ہوں۔ گزری ہوئی باتیں دہرانے سے بہتر یہ ہے کہ ہم آئندہ کی فکر کریں۔ رقم کے کاغذات تم کہاں وصول کرنا پسند کرو گے؟"

"بددیانت لوگ دوسروں کو بھی اپنی طرح بددیانت سمجھتے ہیں بارووت رابیل! جہاں تم کہو گے میں کاغذات وصول کرنے وہیں آ جاؤں گا۔"

"لیکن جگہ کے انتخاب کا معاملہ تو میں پہلے ہی تم پر چھوڑ چکا ہوں پھر تمھیں اس میں کیا اعتراض ہے؟" بارووت رابیل نے تیز لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے رابیل لیکن تمھیں ہماری طرف سے جس دھوکے کا اندیشہ ہے اس کے پیش نظر میں تمھاری بتائی ہوئی جگہ پر آؤں گا تاکہ تمھیں کچھ تو اطمینان رہے۔"

"اگر میں رابیل پیلس کا نام تجویز کروں تو کیا تم وہاں آنا پسند کرو گے؟"

"نہیں بارووت رابیل! احمق سے احمق آدمی بھی جانتے بوجھتے سانپ کے بل میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔"

"تو پھر سوانا ونگ پہنچ جاؤ۔ وہاں میرا اسٹاف موجود ہے۔ سینز ونگ کا ہٹ۔ تم آسانی سے اسے ڈھونڈ لو گے۔"

"میں وہاں آ جاؤں گا رابیل لیکن خیال رہے کہ کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا ورنہ اس بار تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"میں شکست تسلیم کر چکا ہوں اور شکست تسلیم کرنے کے بعد میں کسی قسم کی جدوجہد کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"اگر تمھاری بات حقیقت پر مبنی ہے تو تم اپنے حق میں ہی بہتری کرو گے۔ میرے ساتھیوں کی کارکردگی تو تمھارے علم میں ہے ہی۔"

"ہاں لیکن میں ڈی فوسٹر کے سلسلے میں پریشان ہوں۔ اگر تم اسے لے آئے تو میں اسے کس طرح قابو میں کروں گا؟"

"ہم اس کا انتظام بھی کر دیں گے رابیل! بشرطیکہ تم نے کوئی گڑبڑ نہ کی۔" میں نے کہا۔

"اب میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں ہوں بھی نہیں۔ جن لوگوں پر میں نے لاکھوں ڈالر خرچ کیے تھے وہی ناکام ہو گئے اس لیے اب میں کسی پر انحصار نہیں کر سکتا۔"

"بہت اچھے رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یعنی اگر اب بھی تمھیں ایسے لوگ مل جائیں جن پر تم انحصار کر سکو تو تم اب بھی ہمارے خلاف کوئی سازش کرنے سے باز نہیں رہو گے؟"

"نن... نہیں، میرا یہ مطلب نہیں۔" بارووت رابیل نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں ویسے بھی تمھارے خلاف کچھ کر کے خود کو دوبارہ پریشان نہیں کروں گا۔ رقم تو میرے ہاتھ سے جا ہی چکی ہے اب وہ مجھے واپس تو نہیں مل سکتی۔ اگر اس رقم کے عوض مجھے میری مطلوبہ چیزیں مل رہی ہیں تو میں کسی معمولی حماقت سے ان چیزوں کو کیسے گنوا دوں گا؟"

"بڑی عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو رابیل! کہیں حیرت کی زیادتی سے میں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں۔"

"اب میں نے تمھارے خلاف کچھ نہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کاغذات لے کر میں تنہا ہی آؤں گا اور کاغذات تمھارے حوالے کرنے کے بعد تمھارے رحم و کرم پر ہوں گا۔ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا تو تمھاری بڑائی ہے ورنہ میرے ساتھ جو کچھ بھی پیش آئے میں تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لوں گا۔" بارووت رابیل کے لہجے میں شکستگی تھی۔

"جگہ کا تعین تو ہو گیا رابیل! اب یہ بھی بتا دو کہ ہم سوانا ونگ پر کس وقت پہنچ جائیں؟"

"میں تو چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ جلد از جلد نمٹ جائے۔ تم کتنی دیر بعد سوانا ونگ پہنچ سکو گے۔ تمھیں تو ڈی فوسٹر کو بھی ساتھ لے کر آنا ہو گا۔"

"ہم تین بجے تک سوانا ونگ پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا اور بارووت رابیل رضامند ہو گیا۔

ہوٹل واپس پہنچ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ میں نے بارووت رابیل کو تین بجے کا وقت دیا تھا جس میں چند گھنٹے باقی تھے۔ اس دوران میں ہمیں یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ سوانا ونگ ہے کہاں؟

"ہمیں بہت تیزی سے کام کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔ "سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ سوانا ونگ کا محل وقوع کیا ہے۔"

"آپ کو چاہیے تھا کہ بارووت رابیل سے ہی معلوم کر لیتے۔ یہ کچھ معلوم نہ ہوتے ہوئے بھی ہاں کیسے بھر لی؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔

"اگر میں بارووت رابیل سے سوانا ونگ کے بارے میں پوچھتا تو ظاہر ہے وہ مجھے بتا دیتا لیکن میں نے جان بوجھ کر اس بارے میں کچھ پوچھنے سے گریز کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہماری لاعلمی سے آگاہ ہو کر پھر کسی سازش میں مصروف ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ میرے اندازے کے مطابق سوانا ونگ کوئی تفریح گاہ ہے۔ ظاہر ہے کسی تفریح گاہ کو تلاش کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں سوانا ونگ سے ناواقف ہوں۔"

"ٹھیک ہے چیف، تم فکر مت کرو۔" بُل نے کہا۔ "میں سوانا ونگ کے بارے میں معلوم کر کے تمھیں بتاتا ہوں۔"

"زاہر کو بھی ساتھ لیے جاؤ۔ سوانا ونگ پہنچ کر تم لوگ مطلوبہ ہٹ تلاش کر لو گے۔ ہٹ ملنے کے بعد زاہر واپس آ جائے گا جبکہ تم وہیں رک کر ہٹ کی نگرانی کرتے رہو گے تاکہ بارووت رابیل کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے۔"

بُل اور زاہر چلے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد زاہر واپس آیا اور اس نے سوانا ونگ کے بارے میں ہمیں تفصیلات بتائیں جن کے مطابق سوانا ونگ آبادی سے کافی دور ایک تفریح گاہ تھی جہاں واشنگٹن کے رؤسا چھٹیاں گزارنے جاتے تھے۔ زاہر سے سوانا ونگ کا محل وقوع سمجھنے کے بعد میں نے اسے بُل کی مدد کرنے کے لیے واپس بھیج دیا۔

وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہی میں اور تہذیب سوانا ونگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ واشنگٹن شہر سے کوئی تیس میل کے فاصلے پر واقع سوانا ونگ کا علاقہ بہت پُرفضا تھا۔ ایک قدرتی جھیل کے کنارے جا بجا چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے تھے۔ بعض مقامات پر جھیل کے درمیان سڑک سے بھی گزرنا پڑتا تھا۔

سوانا ونگ پر سینز ونگ کا ہٹ تلاش کرنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔ ہمیں وہاں آتے دیکھ کر بُل اور زاہر ہمارے پاس آ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ ہٹ کا دروازہ باہر سے بند ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہٹ سنسان پڑا ہے۔

"صرف دروازہ باہر سے بند ہونے سے تو یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اندر کوئی نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہم نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے میڈم!" زاہر نے جواب دیا۔ "اندر کوئی نہیں ہے۔"

"آس پاس کوئی مشکوک آدمی یا کسی قسم کی مشکوک سرگرمی تو دیکھنے میں نہیں آئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اردگرد کے سارے ہٹ چیک کر لیے ہیں چیف!" بُل نے کہا۔ "سب کے سب غیر آباد ہیں۔ اس کے علاوہ جب سے ہم یہاں آئے ہیں ہم لوگوں کے علاوہ یہاں کوئی آدمی دکھائی نہیں دیا۔"

"تعجب ہے!" میں نے کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس بار بارووت رابیل ہمارے لیے کس قسم کا جال بچھا رہا ہے۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ وہ اس بار بھی کوئی حرکت کرے۔ ممکن ہے اسے عقل آ گئی ہو اور اس نے یہی بہتر سمجھا ہو کہ شرافت سے ڈالر لے کر ہم سے خرید لے۔"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن چونکہ وہ مجبوری ہے اس لیے میں آخر وقت تک اس کی بات پر یقین نہیں کروں گا۔"

"بے فکر ہو چیف!" بُل بولا۔ "ہم دونوں یہاں موجود ہیں۔ اس کی کوئی حرکت کارگر نہیں ہونے دیں گے۔"

"مجھے تم پر فخر ہے بُل! لیکن ہوشیار رہنا۔ ممکن ہے اس بار وہ کوئی ایسی چال چلے جس تک ہم نہ پہنچ سکیں۔ وہ تمھاری کارکردگی دیکھ چکا ہے اس لیے اب جو کچھ بھی کرے گا بہت محتاط ہو کر کرے گا۔"

"ممکن ہے وہ کاغذات ہمارے حوالے کرنے سے قبل ڈی فوسٹر کا مطالبہ کر بیٹھے۔" زاہر نے کہا۔ "میں نے اس کی تیاری کر لی ہے۔" اس نے جیب سے وہ ماسک نکال کر دکھایا جس کے ذریعے وہ اس سے قبل بھی ڈی فوسٹر بن چکا تھا۔

"مجھے خوشی ہے زاہر کہ تم نے اس پہلو پر نگاہ رکھی جس کے لیے تم سے کہا بھی نہیں گیا تھا لیکن بے فکر رہو۔ اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی۔ ہم بارووت رابیل سے ویسے ہی نمٹ لیں گے۔"

"تم لوگ خود بھی کہیں چھپ جاؤ چیف!" بُل نے کہا۔ "بارووت رابیل خود آ کر ہٹ کا دروازہ کھولے گا۔ اس وقت تک پوشیدہ رہنا ہی مناسب ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بُل!" میں نے کہا۔ "اس سے یہ بھی پتا چل جائے گا کہ وہ تنہا آتا ہے یا اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی لاتا ہے۔"

ہم نے کچھ فاصلے پر ایک ہٹ کی آڑ میں اپنی کار چھپا دی اور خود بھی ایک درخت کی آڑ میں چھپ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ہم نے ایک رولس رائس آتے دیکھی۔ رولس رائس سینز ونگ کے ہٹ کے سامنے آ کر رکی تھی اور اس کے اندر سے بارووت رابیل برآمد ہوا تھا۔ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا تھا۔

کار سے اترنے کے بعد وہ چند منٹ تک متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا لیکن ہم لوگ ایسی جگہ چھپے تھے جہاں وہ آسانی سے ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چند منٹ بعد وہ ہٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا خیال ہے چیف؟" بُل نے سرگوشی کی۔ "یہ تو تنہا ہی آیا ہے۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا۔"

"مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "تم ذرا جلدی سے رولس رائس کی تلاشی تو لے ڈالو۔"

بُل نے سر کو اثباتی جنبش دی اور مختلف ہٹوں کی آڑ لیتا ہوا رولس رائس کی طرف بڑھنے لگا۔ تہذیب اور زاہر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے ان کی نظروں کا احساس تھا لیکن میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے خیال کے مطابق میں وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ انھیں مطمئن کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی اس لیے میں بے پروائی سے بُل کی طرف دیکھتا رہا جو رولس رائس کے قریب پہنچ کر شیشوں کے اندر جھانک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ

کار کے اندر اُسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر ہیٹ نے کار کی ڈگی سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی اور اس کے بعد میں نے اسے کار کے نیچے گھستے ہوئے دیکھا۔

"تم دیکھ لینا کار میں کسی آدمی کی موجودگی ثابت نہیں ہو سکے گی۔" تہذیب نے کہا۔

"محض ایک خیال کی بنیاد پر احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب گڑبڑا گئی۔ "احتیاط ضرور برتنی چاہیے لیکن ہاروت راہیل اب اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ کوئی خطرہ مول لے سکے۔"

"خود میری خواہش بھی یہی ہے تہذیب کہ ہم کسی جھگڑے میں پڑے بغیر اس سے رقم کے کاغذات حاصل کر لیں۔ اگر کار سے کوئی برآمد نہ ہوا تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

چند منٹ کار کے نیچے گزارنے کے بعد ہیٹ کار کے نیچے سے نکل آیا اور چھپتا چھپاتا ہمارے پاس واپس آ گیا۔

"کار میں کوئی بھی نہیں ہے چیف۔" اس نے اطلاع دی۔ "ڈگی مقفل ہے۔ میں نے کار کے نیچے لیٹ کر آہٹیں لینے کی کوشش کی تھی مگر وہاں تو مکمل سناٹا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ اکیلا ہی آیا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ اور بات ہے کہ اس نے ہمارے لیے کچھ اور ہی قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں۔"

"تم نے اس کا انداز نہیں دیکھا تھا؟ کس قدر شکست خوردہ لگ رہا تھا۔ وہ اب بالکل سیدھا ہو گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ "آؤ اب ہاروت راہیل کی طرف چلیں۔ تین بجنے ہی والے ہیں۔"

میں نے کار اسٹارٹ کی اور ذرا سا چکر لگا کر کار رولس رائس کے پیچھے لے جا کر روک دی۔ تہذیب میرے ساتھ تھی۔ کار سے اُتر کر میں ہٹ کے دروازے کی طرف بڑھا اور کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ہٹ کا دروازہ چند لمحوں کے اندر اندر کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ہاروت راہیل تھا۔ اُسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے اس کے چہرے کی جھریوں میں بے حد اضافہ ہو گیا ہو۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے نظر آ رہے تھے۔

"اپنے وعدے کے مطابق ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں مسٹر ہاروت راہیل۔" میں نے کہا۔

ہاروت راہیل نے ہم دونوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ یوں جیسے ہمارے خدوخال ذہن نشین کر لینا چاہتا ہو۔ پھر ہمارے کندھوں کے اوپر سے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی۔

"کسے تلاش کر رہے ہو ہاروت راہیل! ہم تنہا ہی آئے ہیں۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاروت راہیل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ سر کو اثبات میں جنبش دی اور آہستگی سے بولا۔ "اندر آ جاؤ۔"

ہم اس کے ساتھ چلتے ہوئے آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ ہاروت راہیل نے ہمیں ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ہم سے تین فٹ کے فاصلے پر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم ڈی کوسٹر کو بھی ساتھ نہیں لائے۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جبکہ وعدے کے مطابق..."

"تم سے کیے گئے ہر وعدے کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمہاری سابقہ حرکتوں نے ہمیں محتاط رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ڈی کوسٹر کو ہمارے چند ساتھی لائیں گے۔ تمہارا ریکارڈ اگر بے داغ رہا ہوتا تو ہمیں اس جھنجھٹ میں پڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاروت راہیل نے بے بسی سے کہا۔ "لیکن ڈی کوسٹر کو تم میرے حوالے تو کر دو گے نا؟"

"ضرور کر دیں گے مگر اس وقت جب ہمیں یقین ہو جائے کہ تم نے اپنے وعدے کی تکمیل کر دی ہے اور اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہا۔ اس لیے کہ تمہاری سرگرمیوں کے خلاف ڈی کوسٹر ہی تو گواہ ہے۔"

"نہیں، میں پہلے ہی اعترافِ شکست کر چکا ہوں۔ اب کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔" ہاروت راہیل نے ایک مختصر سی فائل نکال کر میری طرف بڑھائی۔ "لو یہ کاغذات چیک کر لو۔ جس بینک کا حوالہ تم نے دیا تھا اس کے کاغذات تم خود بھی پہچانتے ہو گے۔ میں نے مطلوبہ رقم تمہارے بتائے ہوئے اکاؤنٹ میں جمع کرا دی ہے۔"

میں نے فائل اس کے ہاتھ سے لے لی۔ جس کی رسیدیں میرے سامنے موجود تھیں۔ کاغذات کے اصلی ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا اور میں نے فائل تہذیب کی طرف بڑھا دی۔ ہاروت راہیل کو شکست ہو چکی تھی لیکن میں اب بھی پوری طرح ہوشیار تھا۔ میری نگاہیں کمرے کے گوشے گوشے کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں... ہاروت راہیل کی ایک ایک حرکت پر میری نظر تھی مگر وہ حرکت کر ہی کب رہا تھا۔ وہ تو بے جان سے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹکا بیٹھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بھی لمحے اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

تہذیب بڑی باریک بینی سے کاغذات کا جائزہ لے رہی

تھی۔ آخر کار وہ مطمئن ہو گئی اور اس نے اپنی جیکٹ کی زپ کھول کر فائل اندر رکھنے کے بعد جیکٹ کی زپ بند کر لی۔

"کاغذات جعلی ہونے کا تو کوئی امکان نہیں ہے؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"نہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "کاغذات بالکل اصلی ہیں۔ رقم ہمارے اکاؤنٹ میں پہنچ چکی ہے اور اب ہم اس کے مالک ہیں۔"

"جس کی چیز ہو اس کے پاس پہنچ ہی جانی چاہیے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" ہاروت راہیل نے چونک کر کہا۔

"اس رقم پر ہمارا حق تھا راہیل۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "تم نے نادوہوں اور ڈی کوسٹر کی بازیابی کے لیے معلوم نہیں کتنی رقم خرچ کر دی ہو گی جو سب کی سب ضائع ہو گئی۔ اب تم نے جو رقم ادا کی ہے اس کے عوض تمہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔"

"لیکن میں نے تم لوگوں کو بہت بڑی رقم ادا کی ہے۔ اتنی رقم سے تو میں کئی نئے کاروبار شروع کر سکتا تھا۔"

"تمہیں نہیں معلوم کہ جو رقم ہم نے تم سے وصول کی ہے وہ کتنے عظیم کام میں صرف کی جائے گی۔" تہذیب نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" ہاروت راہیل نے حیرت سے کہا۔

"وقت آنے پر سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔" میں نے کہا۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ تمہیں ابھی سب کچھ بتا دیا جائے۔"

ہاروت راہیل اُلجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میں تم سے کچھ اور سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تمہیں سوال کرنے سے نہیں روک سکتے لیکن ہم ہر سوال کا جواب دینے کے پابند بھی نہیں ہیں۔"

"میں تم لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ پہلے تم سوتراں کے میک اپ میں مجھ سے ملے۔ اس کے بعد ایلن گراہم کے نام سے مجھے فون کیا۔ ظاہر ہے نہ تو تم سوتراں تھے اور نہ ہی ایلن گراہم ہو۔"

"ہمارے درمیان ایک سودا طے پایا تھا راہیل۔ کیا ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں بھی کچھ جانیں؟"

"تم نے بتایا تھا کہ اوشیل میکائیل نے تمہاری خدمات حاصل کی تھیں اور اس کے لیے ہی تم نے سر توڑ کوشش کر کے ڈی کوسٹر سمیت حاصل کیے تھے۔"

"ہاں مگر اس نے رقم کی ادائیگی سے منکر ہو کر وعدہ خلافی کی اور ہم نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔"

"تم... میں نے تو تمہیں رقم ادا کر دی ہے۔" ہاروت راہیل نے ہکلا کر کہا۔ "میری چیز بھی تو میرے حوالے کر دو۔"

"میں نے کہہ تو دیا ہے راہیل کہ ابھی ہمارے آدمی آئیں گے تب ہی یہ ممکن ہو سکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاروت راہیل نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن کیا تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤ گے؟"

"ضرور بتائیں گے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تاکہ اگر ابھی ہم پر تمہارا کوئی داؤ نہ چل سکے تو تم بعد میں ہم سے نمٹ سکو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ میں تمہاری صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ ڈی کوسٹر کا حصول کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے جسے نظر انداز کیا جا سکے۔ دنیا کے بہت سے ملکوں کے جاسوس ڈی کوسٹر کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ ان کے درمیان سے ڈی کوسٹر کو لے اڑنا معمولی کارنامہ نہیں ہے۔"

"یہ بات ہم بھی جانتے ہیں ہاروت راہیل! اب ذرا اس تعریف و توصیف کی غرض و غایت بھی بتا ڈالو۔"

"مجھے اپنے کاروباری حریفوں سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس لیے مجھے باصلاحیت لوگوں کی ضرورت رہتی ہے۔"

"تم تو اس میدان کے تنہا کھلاڑی ہو راہیل! جب کوئی اور اسلحہ نہیں بناتا تو کاروباری حریف کہاں سے آ گئے؟"

"اوشیل میکائیل کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اس کی طرح اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو میرے کاروبار پر دانت جمائے بیٹھے ہیں۔ کسی وقت کسی کا بھی وار چل سکتا ہے۔"

"یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے لیے تم اتنی شدت سے پریشان ہو۔ تمہارے پاس دولت ہے۔ تم کسی کی بھی خدمات حاصل کر سکتے ہو۔"

"میں منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کا قائل ہوں۔" ہاروت راہیل نے کہا۔ "اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔ صرف یہ بتا دو کہ اگر میں تم سے کوئی کام لینا چاہوں تو تم کتنا معاوضہ طلب کرو گے؟"

"ہم ہر کام میں ہاتھ نہیں ڈالتے مسٹر راہیل! پھر یہ کہ ہمارا معاوضہ بھی اتنا ہوتا ہے کہ کوئی عام آدمی اسے ادا کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" ہاروت راہیل نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں اپنی پسندیدہ چیز ہر قیمت پر حاصل کر لینے کا عادی ہوں۔"

"تمہارے ذہن میں شاید زر خرید غلاموں والا تصور ہے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے کہنے دو ہاروت راہیل کہ تمہیں آدمی کی ذرا بھی پرکھ نہیں ہے۔"

"تم غلط سمجھے۔" ہاروت راہیل نے سنبھل کر کہا۔ "میں تو صرف خدمات کے معاوضے کی بات کر رہا تھا۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا بات کر رہے تھے۔" میں نے

منہ بنا کر کہا۔ ”ایک تم کیا دُنیا کا ہر یہودی تم جیسی ہی ذہنیت کا مالک ہوتا ہے۔“

”اس سے قبل بھی تم نے یہودیوں کے خلاف ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔“ ہاروت رابیل نے نرمی سے کہا۔ ”میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم یہودیوں کے اتنے خلاف کیوں ہو؟“

”اُن کی ذہنیت کی وجہ سے۔“ میں نے سادگی سے کہا۔ ”یہودی قوم لالچی اور دھوکے باز ہوتی ہے۔“

”یہودیوں کے بارے میں تمہاری رائے بہت خراب ہے۔ بعض متعصب لوگوں نے یہودی قوم کے خلاف بہت زہر افشانیاں کی ہیں۔ تم اسی پروپیگنڈے سے متاثر معلوم ہوتے ہو۔“

”شکل تم۔“ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”تم بھی یہودی ہو اور تم بھی لالچی ہو اور یہی دھوکے باز ہو۔“

”دُنیا کا ہر شخص زیادہ سے زیادہ امیر بننا چاہتا ہے۔ پھر اگر یہودی قوم بھی یہی چاہتی ہے تو اُسے بُرا کیوں کہا جاتا ہے۔“

”اس لیے کہ یہودی حصول دولت کے لیے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ تمام اخلاقی ضابطوں کو پامال کر دیتے ہیں۔“

”کیا دُنیا کا ہر یہودی اتنا ہی بُرا ہے جتنا تم کہہ رہے ہو۔ دیگر اقوام کی طرح یہودیوں میں بھی اچھے لوگ تو ہوتے ہی ہوں گے۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ میں نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ ”دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے۔ کسی آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی چیز بہت کافی ہے کہ وہ یہودی ہے۔“

ہاروت رابیل کا چہرہ غصے اور خجالت سے سرخ ہو گیا۔ ”تم انتہا پسند نظریات کے حامل ہو اور صرف اپنے نظریات پر اصرار کر رہے ہو۔ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔“

”میرے ذاتی تجربات ہی میرے یقین کو پختگی بخشنے کے لیے بہت کافی ہیں۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ ”جس یہودی سے بھی میرا واسطہ پڑا وہ دھوکے باز نکلا۔“

”کیا تمہارا واسطہ دُنیا کے ہر یہودی سے پڑ چکا ہے۔“ ہاروت رابیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہر یہودی سے تو نہیں پڑا لیکن اس کے باوجود جتنے یہودیوں سے میرا واسطہ پڑا ہے ان کی تعداد ہزاروں میں نہیں تو سیکڑوں میں تو ضرور ہو گی۔“

”صرف چند سو افراد کو بنیاد بنا کر تم پوری یہودی قوم کو یوں بر ملا بُرا کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔“

”مجھے معلوم ہے ہاروت رابیل! تم لوگ اس معاملے میں بہت حساس ہوتے ہو۔ تم لوگ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہو۔ جہاں بھی موقع ملتا ہے تم خود کو معصوم اور مظلوم ثابت کرنے سے نہیں چوکتے۔ تم ہٹلر کو بُرا کہتے ہو۔ محض اس لیے کہ اس نے یہودیوں کا قتل عام کرایا تھا۔ ہر کم فہم آدمی تمہارے اسی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر تمھیں واقعی مظلوم سمجھنے لگتا ہے لیکن میں اُن کوتاہ بینوں میں سے نہیں ہوں۔ ہٹلر کی ساری بُرائیاں ایک طرف اور اس کی خوبی ایک طرف کہ وہ یہودیوں کا جانی دشمن تھا۔ یہودیوں کا قتل ایک ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دُنیا تک یاد کیا جائے گا۔ دُنیا اُس کے اس احسان تلے ہمیشہ دبی رہے گی۔ کاش! وہ کچھ عرصہ اور زندہ رہ جاتا۔“

”تم مجھے کوئی خبطی آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری اب تک کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔“

”کیا تم یہاں یہودیوں کی وکالت کرنے آئے ہو؟ مجھے مسٹر ابل!“ تہذیب مائکم ایکس بولی۔

”میں اپنی قوم پر ایسی بہتان تراشی برداشت نہیں کر سکتا۔“ ہاروت رابیل نے بپھر کر کہا۔

”نہیں کر سکتے تو مت کرو۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ ”تم کسی حقیقت کو جھٹلا کر اُسے تبدیل نہیں کر سکتے۔“

”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کون سے مذہب کے پیروکار ہو تو میں تمھیں جواب دیتا۔ مجھے سب معلوم ہے۔ دُنیا میں کوئی پارسا نہیں۔“

”میں نے یہ کب کہا ہے۔“ میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ ”میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہودی ازل سے دھوکے باز ہیں۔ اُن پر خدا کی لعنت ہے۔“

”پوری دُنیا کی معیشت یہودیوں کے قبضے میں ہے۔“ ہاروت رابیل فخریہ لہجے میں بولا۔ ”کیا خدا کی لعنت ایسی ہی ہوتی ہے؟“

”یہی تو لعنت ہے مسٹر رابیل! تم لوگ پیسے کے علاوہ کچھ نہیں سوچ سکتے۔ اسی ذہنیت کو تو میں آسی دریسے بُرا کہہ رہا ہوں۔“

ہاروت رابیل تلملا کر رہ گیا۔ وہ غصے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اُسے کچھ خیال آ گیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ ”تم بہت کٹر ہو۔ میں کسی طرح تمھیں قائل نہیں کر سکوں گا۔ تمہارے آدمی ابھی تک نہیں پہنچے؟“

”بس وہ آنے ہی والے ہوں گے۔ تھوڑی بہت دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اگر مجھے کبھی تمہاری خدمات درکار ہوں تو میں تم سے کس طرح رابطہ قائم کروں؟“

میں نے ایک طویل سانس لے کر تہذیب کی طرف دیکھا۔ ”خیال ہے ہمیں اپنا تعارف کرا ہی دینا چاہیے۔“

”میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔“ ہاروت رابیل بولا۔ ”تم ہی نے فیصلہ کیا لیکن بہت دیر سے فیصلہ کیا۔“

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“ تہذیب متفکرانہ لہجے میں بولی۔ ”یہ ایک مشکل فیصلہ ہے۔“

”یوں کرتے ہیں کہ پہلے میں تمہارا تعارف کرا دیتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے بارے میں بھی بتا دوں گا۔“

تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دے کر رضامندی ظاہر کر دی اور میں نے ہاروت رابیل سے کہا۔ ”یہ تہذیب مائکم ایکس ہیں۔ شاید تم ان سے واقف ہو؟“

”نہیں۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”یاد نہیں پڑتا کہ میں نے یہ نام پہلے بھی کہیں سنا ہو۔“

”یہ اس سے قبل گرین پول میں ہوا کرتی تھی۔ اب میں نے اپنا ایک الگ گروہ بنا لیا ہے جس کا نام تی گروپ ہے۔“

”گرین پول سے تو میں واقف ہوں۔ ایک زمانے میں اس تنظیم نے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں لیکن ابلی گروپ کا نام میں نے پہلی بار سنا ہے۔“

”تمہاری خوش قسمتی ہے کہ سن لیا ہے۔ نہ صرف سن لیا ہے بلکہ علی گروپ کے دو اہم ارکان بھی تمہارے سامنے موجود ہیں۔“ میں نے کہا۔

”بے شک بے شک۔“ ہاروت رابیل نے بڑی شدومد سے سر ہلایا۔ ”واقعی تم جیسے باصلاحیت لوگوں سے ملاقات بھی خوش قسمتی کے برابر ہے۔“

”ابھی میں تم سے اپنا باقاعدہ تعارف کرواؤں گا اور پھر شاید تم یہ سوچنے لگو کہ کاش! تم نے ہمیں یوں ہی نکل جانے دیا ہوتا بغیر تعارف کے۔“

”تم سسپنس پیدا کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو لیکن تمہاری صلاحیتوں کے پیش نظر اسے برداشت کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔“

”میں صرف سسپنس ہی پیدا نہیں کرتا دھماکے بھی کرتا ہوں ہاروت رابیل! میں تمھیں اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام تو تم خود لو گے اپنی زبان سے۔“

ہاروت رابیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے انداز بیان نے اُسے بہت اُلجھا دیا تھا تاہم اس نے کسی حد تک خود کو کسی بڑے انکشاف کے لیے تیار کر لیا تھا۔

”میری ساتھی سے تو تمہارا تعارف ہو چکا۔ ہم نے جو تنظیم بنائی ہے وہ میرے نام سے موسوم ہے اور ہم لوگ فلسطین کی آزادی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔“

میں نے ہاروت رابیل کو چونکتے دیکھا۔ ”تم... تم کہیں علی یار خان تو نہیں ہو؟“ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”علی یار خان پاکستانی۔“

”میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرا نام تم خود اپنی زبان سے لو گے۔ میں تمھیں بتاؤں گا۔“ میں چہکا۔

ہاروت رابیل کا چہرہ دھواں ہو گیا۔ اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی اور آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ ”میں کیسے یقین کروں؟“ اس کی آواز سرگوشی کے سے میں گر گئی۔

”مت یقین کرو لیکن تم سے حاصل کی ہوئی تحریری رقم ان بے یار و مددگار فلسطینیوں کے کام آئے گی جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کے عالم میں پڑے ہیں۔“

ہاروت رابیل بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ چند لمحے وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا پھر دفعتاً اس نے چونک کر کہا۔ ”تم نے وی فرسٹر کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا اب تک؟“

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور تہذیب کو اُٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

”اب جبکہ تمھیں معلوم ہو ہی گیا ہے کہ میں کون ہوں تو میرے خیال میں تمھیں بھی مجھ سے کسی قسم کی توقع نہیں رہی ہو گی۔“

”کچھ دیر قبل تم بڑی شدومد سے یہودیوں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اب خود دھوکے بازی کر رہے ہو۔“

”لوہے کو لوہا کاٹتا ہے رابیل! تم لوگ اسی قابل ہو۔ دوسروں کے ساتھ دھوکا کرتے وقت تمھیں کچھ خیال نہیں آتا اور خود تمہارے ساتھ ایک فریب ہو جائے تو چیخنے لگتے ہو۔“ میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

”یہ ظلم ہے، زیادتی ہے۔ تم آسانی سے میرے پیس کروڑ ڈالر ہضم نہیں کر سکو گے۔“ ہاروت رابیل نے ہذیانی انداز میں کہا اور صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں اس کی کسی جارحیت کے خلاف پوری طرح تیار ہو گیا لیکن میری طرف بڑھنے کے بجائے وہ پلٹا اور جس صوفے پر وہ بیٹھا ہوا تھا جھک کر اس کے عقب میں کچھ کرنے لگا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا مجھے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔

تہذیب بے اختیار چیخ پڑی لیکن میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ اس کے چیخنے پر توجہ دیتا۔ اس خوف ناک لمحے میں نہ تو مجھے اتنی فرصت تھی اور نہ ہی اتنا ہوش تھا۔ میری توجہ کا مرکز تو پہلے سے ہی ہاروت رابیل تھا۔ میں اسے صوفے کے عقب میں جھکتے دیکھ کر چونکا ضرور تھا مگر یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ اس کا ارادہ کیا ہے۔

جیسے ہی مجھے اپنے پیروں کے نیچے زمین ہلتی محسوس ہوئی میں نے ہاروت رابیل کی طرف پھرتی سے چھلانگ لگائی اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ دو چھوٹک میں مجھ پر آ پڑا لیکن میں خود بھی زمین پہ لپک گرا تھا۔ میں تو گڑھوں کی طرف جا رہا تھا۔ ہاروت رابیل سخت جدوجہد کر رہا تھا لیکن جب میں ہی خود کو نہیں سنبھال رہا تھا تو وہ اپنے آپ کو کیسے سنبھال سکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے اُلجھے ہوئے تھے۔

دفعتاً ایک زوردار چھپاکا ہوا اور میں پانی میں گر پڑا۔ ہاروت رابیل اب بھی میری گرفت میں تھا۔ اس نے تڑپ کر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ میں خود پر پڑنے والی ناگہانی آفت سے بُری طرح بوکھلایا ہوا تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ میں ہاروت رابیل کو چھوڑ دیتا۔ اُسی نے مجھے اس مصیبت میں پھنسایا تھا اور یہ قطعی ناممکن تھا کہ مجھے مصیبت میں پھنسا کر وہ خود چین کی بنسی بجاتا۔ میرے لیے جو گڑھا اُس نے کھودا تھا اس میں اُس کا گرنا بھی ضروری تھا۔

پانی میں ہاتھ پیر مار کر ڈوبنے سے خود کو بچانے کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ میں ہاروت رابیل کو بھی اپنی گرفت میں رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ ہاروت رابیل پر دیوانگی طاری تھی۔ پھر اچانک ہی اُس کا پیر بڑی زور سے میری پیشانی پر لگا۔ اُس کے جوتے کے نچلے حصے میں لوہے کا خول تھا یا جوتے کی ایڑی میری پیشانی سے ٹکرائی تھی کہ مجھے اپنی پیشانی کی کھال پھٹتی سی محسوس ہوئی۔ بہت زوردار ضرب تھی۔ میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے اور ہاروت رابیل میری گرفت سے آزاد ہو گیا۔

لیکن اگلے ہی لمحے میں خود کو سنبھال چکا تھا۔ میں نے غوطہ لگایا اور ہاروت رابیل کو دوبارہ دبوچ لیا۔ اُس وقت سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سلب ہو چکی تھیں۔ تہذیب تک کا خیال میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ میں تو بس جنون کے عالم میں ہاروت رابیل کو دبوچے ہوئے تھا۔ وہ بُری طرح مچل رہا تھا۔ اُس کے گھونسے میری پسلیوں پر پڑ رہے تھے۔ لاتیں بھی چلا رہا تھا لیکن اس بار میں نے اُسے گردن سے پکڑا ہوا تھا۔ اس لیے اُس کے گھونسے اور لاتیں بھی زیادہ خطرناک انداز میں نہیں پڑ رہی تھیں۔ پانی ہمارے سروں سے اوپر تھا جس کی وجہ سے ہم سانس نہیں لے پا رہے تھے۔ میں نے تو خیر سانس روک رکھا تھا لیکن ہاروت رابیل کے لیے جدوجہد کرتے رہنے کی وجہ سے سانس روکے رکھنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اُس نے سانس لی اور اس کے پیٹ میں پانی کی اچھی خاصی مقدار پہنچ گئی۔ اس نے میری گرفت سے نکلنے کی جدوجہد ترک کر کے پانی کی سطح تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔ خود میرے لیے بھی مزید سانس روکے رکھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ اس لیے میں نے اُسے پانی کی سطح کی طرف جانے سے نہیں روکا۔ سطح سے سر اُبھار کر میں نے دو تین گہرے گہرے سانس لیے اور ہاروت رابیل کی ناک پہ مکا جڑ دیا۔ اُس کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکلی۔ میں عجیب خود فراموشی کے عالم میں تھا کہ میں نے اِدھر اُدھر دیکھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ میں نے ہاروت رابیل کے چہرے پہ دوسرا گھونسا مارنے کی کوشش کی۔ اُس نے بدقت تمام خود کو میرے اس وار سے بچایا اور بڑی بدحواسی کے عالم میں بولا۔

"نکلو... نکلو یہاں سے۔ جھیل کے کنارے کی طرف چلو۔ اس جھیل میں مگرمچھ ہیں۔ اُن سے بچو۔"

"دیکھو اس مت کرو ہاروت رابیل۔" میں نے دانت پیس کر اور اُس کی گردن پہ اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کرتے ہوئے کہا۔ "اب میں تمہارے کسی فریب میں آنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"م م... میں کوئی فریب نہیں کر رہا۔" ہاروت رابیل چیخا۔ "دیکھو... دیکھو وہ مگرمچھ ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔"

میں نے سامنے نگاہ دوڑائی اور وہ دیوہیکل مگرمچھ مجھے نظر آ گیا جس کا رُخ ہماری جانب ہی تھا لیکن ہاروت رابیل جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اُس نے ہمیں اپنے ہٹ سے ہلاک کرنے کے لیے جھیل میں پھینکنے کی کوشش کی تھی کہ جھیل میں موجود مگرمچھ ہمیں اپنا نوالہ بنا لیں لیکن میری بروقت کارروائی کی وجہ سے ہاروت رابیل خود بھی جھیل میں آ گرا تھا۔ اگر اس وقت وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ میں بے خبری میں مارا جاتا لیکن چونکہ میں نے اُسے پکڑ رکھا تھا اس لیے وہ مجھے خبردار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر نہ کرتا تو میری گرفت میں ہونے کی وجہ سے خود بھی مگرمچھوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔

ایک لمحے کے اندر اندر سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا۔ ہاروت رابیل کو... چھوڑے رکھنے کی صورت میں مگرمچھ تک پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا اُسے چھوڑنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے چھوڑا اور تیزی سے غوطہ لگا کر اس جگہ سے دور نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی دوران میرے ذہن میں تہذیب کا خیال آیا اور میں بے چین ہو گیا۔ وہ بھی تو میرے ساتھ ہی جھیل میں گری تھی بلکہ اُس کے منہ سے تو جھیل میں گرتے وقت ایک بے ساختہ قسم کی چیخ بھی نکلی تھی یعنی وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔ وہ جھیل میں مگرمچھوں کی موجودگی سے بھی بے خبر تھی۔ اس اعتبار سے اس کی زندگی زیادہ خطرے میں تھی۔

میں نے جھیل کی سطح پہ سر اُبھار کر تہذیب کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں میں مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پہ تہذیب کا سر پانی پر اُبھرتا نظر آیا۔ وہ بدحواس دکھائی دے رہی تھی۔

"جھیل میں مگرمچھ ہیں تہذیب!" میں نے چیخ کر کہا۔ "تیزی سے کنارے پہ پہنچنے کی کوشش کرو۔"

تہذیب نے دوبارہ غوطہ لگا دیا اور مجھے بھی غوطہ لگانا پڑا۔ اگر ایک لمحے کی بھی تاخیر ہو جاتی تو میں اس مگرمچھ کی زد میں آ جاتا جو منہ پھاڑ کر مجھ پہ جھپٹا تھا۔ پھرتی سے غوطہ لگانے کے باوجود اس کا جسم میرے جسم کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں اسی سمت میں تیر رہا تھا جدھر تہذیب گئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ہماری مخالف سمت میں تقریباً دس گز کے فاصلے پہ ایک اور دیوہیکل مگرمچھ ہماری طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رُخ تبدیل کر دیا۔ ہاروت رابیل گم ہو چکا تھا اور اب میں اُس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کدھر گیا ہو گا۔ نہ ہی میں اس سلسلے میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ ہمیں اپنی جان بچانا دوبھر ہو رہا تھا۔ جھیل میں کافی تعداد میں مگرمچھ تھے۔ ہم ایک کی زد سے نکلتے تو دوسرا نمودار ہو جاتا۔

بالآخر ہم کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں بھی تقدیر نے یاوری کی تھی۔ ہم ایک دیوہیکل مگرمچھ کی زد میں آنے سے بال بال بچے اور جلدی سے کنارے پر چڑھ گئے۔ جس جگہ ہم کنارے پر چڑھے تھے وہاں ایک بورڈ نصب تھا جس پر جلی حروف میں تحریر تھا۔

"جھیل میں خطرناک مگرمچھ موجود ہیں۔ نہانے سے گریز کیجیے۔"

میں اور تہذیب کنارے سے کافی دور آ کر خشکی پر بیٹھ گئے۔ یہاں سے ہاروت رابیل کا سبز رنگ کا ہٹ خاصے فاصلے پہ تھا جس کا عقبی حصہ نظر آ رہا تھا۔ گیٹ اور دروازہ چونکہ سامنے کی سمت میں تھے اس لیے ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور تہذیب کو دیکھنے لگا جس کے کپڑے بھیگے ہوئے اس کے جسم سے چپک گئے تھے۔

"منحوس خدا کا عذاب!" تہذیب نے کانپ کر کہا۔ "اس کم بخت یہودی نے تو اپنی طرف سے ہمیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"مجھے اُن کاغذات کی زیادہ فکر ہے جو ہم نے ہاروت رابیل سے وصول کیے ہیں۔ اگر وہ ضائع ہو گئے تو..."

تہذیب چونک کر اپنی جیکٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اُس نے جیکٹ کی زپ کھولی اور یہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی کہ پانی جیکٹ کے اندر نہیں پہنچا تھا۔ تہذیب نے ہاروت رابیل سے وصول کی ہوئی فائل نکال کر میری طرف بڑھائی۔ فائل خشک تھی اور کاغذات بھی پوری طرح محفوظ تھے۔

"انہیں اپنے ہی پاس رکھو تہذیب! اگر اس وقت اتفاق سے تم نے یہ جیکٹ نہ پہن رکھی ہوتی تو ہم اس خطیر رقم سے محروم بھی ہو سکتے تھے۔"

"یہ واٹر پروف جیکٹ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں! اس کے اندر نفیس قسم کا پلاسٹک لگا ہوا ہے۔ ہاں یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے زپ پوری طرح بند کر لی تھی ورنہ پانی اندر پہنچ گیا ہوتا۔"

میں نے جھیل کی سطح پر نظریں دوڑائیں۔ پانی کی سطح دور تک ساکن دکھائی دے رہی تھی۔ کہیں کوئی ایسی تحریک نظر نہیں آئی جس سے ہاروت رابیل کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کیا جا سکتا۔

"ہاروت رابیل کا کیا بنا علی؟" تہذیب نے اپنے بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کچھ یہ احساس ہو رہا ہے جیسے تم اُس کم بخت یہودی کو بھی پانی میں لے گرے تھے؟"

"ہاں تہذیب! میں اس کی طرف سے کسی لمحے بھی مطمئن نہیں تھا۔ جیسے ہی میں نے اپنے پیروں تلے فرش میں حرکت محسوس کی تو اس پہ چھلانگ لگا دی اور اپنے ساتھ اُسے بھی گھسیٹ لیا۔"

"اوہ، تو اس کا مطلب ہے میرا احساس درست تھا لیکن اگر وہ بھی جھیل میں ہی گرا تھا تو اب کہاں ہے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ کہاں ہو گا۔ جھیل میں موجود مگرمچھوں کی وجہ سے میں اُسے چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

"اگر وہ ابھی تک جھیل سے برآمد نہیں ہوا ہے تو اس

"نہیں کار روک رہا ہوں چیف۔" بڈ نے کہا۔
"تم واقعی ذہین آدمی ہو بڈ! فوراً فیصلہ کر سکتے ہو۔" میں نے کہا۔ "کار رکنے کے بعد کیا کرو گے؟"
"موٹر سائیکل سوار ان کے پیچھے لگا دوں گا۔" بڈ نے اکڑ کر کہا اور کار کی رفتار مزید سست کرتے ہوئے بریک لگا دیے۔ کار رکنے کے ساتھ ہی تعاقب میں آنے والی موٹر سائیکلیں بھی رک گئی تھیں۔
"دیکھا چیف۔" بڈ نے فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ "مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ کار رکتے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو جائیں گے۔"
موٹر سائیکلیں رکی ضرور تھیں مگر انھوں نے اچانک ہی بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی تھی۔ ان کے اس عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک آدمی فنا ہونے کے بعد ان پر ہمارا خوف سوار ہو گیا ہے۔
"بے دھڑک ہو کر کار ان کی طرف موڑ دو بڈ۔" میں نے کہا۔ "ان کی چلائی ہوئی گولیاں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ ہم اب بھی ان کی رینج سے باہر ہیں۔"
بڈ نے کار کو یوٹرن کیا۔ اس دوران میں زاہد نے دو چار فائر بھی کیے تھے۔ ہمیں یوں مڑتے دیکھ کر وہ لوگ بری طرح بوکھلا گئے اور انھوں نے بھی موٹر سائیکلیں مخالف سمت میں موڑ دیں۔ بڈ نے کار کی رفتار بڑی تیزی سے بڑھائی تھی اور پھر جلد ہی وہ لوگ رینج میں آ گئے۔ انھیں احساس تھا کہ ہماری جانب سے فائرنگ ہو گی۔ اس لیے وہ موٹر سائیکلوں کو لہراتے ہوئے چلا رہے تھے۔ زاہد نے کئی فائر کیے تب کہیں جا کر اس کی گولی نشانے پر پہنچی۔ ایک موٹر سائیکل کے لہرانے کی رفتار اچانک ہی بہت تیز ہو گئی اور پھر وہ سڑک پر گر کر دور تک پھسلتی چلی گئی۔ بڈ نے کار کی رفتار میں مزید اضافہ کر دیا۔
"کار روک دو بڈ۔" میں نے کہا۔ "اب وہ لوگ پلٹ کر نہیں آئیں گے لہٰذا ان کا مزید تعاقب کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔"
"کیا کہہ رہے ہو چیف۔" بڈ نے کار کی رفتار سست کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت اچھا موقع ہے۔ ہم ان سب کا صفایا کر دیں گے۔"
"ان کا صفایا کرنا ہمارے مشن کا حصہ نہیں ہے بڈ! ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے اور اب ہمیں جلد از جلد واپسی کی فکر کرنی ہے۔"
کار کی رفتار مزید سست ہو گئی۔ لیکن کچھ دیر پہلے ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ [illegible] ایسے لوگوں . . . کو۔"
"تم نے سنا نہیں، میں نے تم سے کیا کہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "گاڑی شہر کی طرف موڑ دو۔"
بڈ نے بڑبڑاتے ہوئے میرے کہنے پر عمل کیا۔ موٹر سائیکل سوار پہلے ہی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں کریں گے۔
"تم دیکھ لینا چیف! ایک روز تمھارا رحم دلانہ رویہ تمھارے لیے کوئی بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دے گا۔" بڈ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔
"میں بھی اس بات کے حق میں ہوں جناب۔" زاہد نے دبی زبان میں کہا۔ "دشمن کا سر کچلنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔"
"تم بھی کس کی باتوں میں آ گئے زاہد۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ کرائے کے غنڈے تھے۔ ان سے الجھ کر ہمیں کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ہمارا وقت ہی ضائع ہوتا۔ ممکن تھا ہم کسی اور چکر میں پھنس جاتے جس کے ہم ان حالات میں ہرگز بھی متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔"
"اس معاملے میں تو میں متفق ہوں جناب لیکن بعض دوسرے معاملات میں بھی میں نے یہی کچھ سنا ہے۔"
"تمھارا اشارہ شاید اولیو باورڈ کی طرف ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہاں، اکثر لوگ اس معاملے میں میرے مخالف ہیں۔"
"معاف کیجیے گا جناب۔ گستاخی ضرور ہے لیکن آپ کا یہ رویہ ناقابل فہم ہے۔ جب ایک دشمن سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے تو اسے کیوں زندہ چھوڑا جائے۔"
"یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے زاہد! دشمن جتنا بڑا ہو اُسے اتنا ہی زیادہ سسکا سسکا کر مارنا چاہیے۔ اسے زخم لگاتے رہو تاکہ وہ اپنے زخم چاٹتا رہے۔"
"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے جناب لیکن دشمن کسی وقت کوئی کاری وار بھی تو کر سکتا ہے، کوئی ناقابل تلافی نقصان بھی تو پہنچا سکتا ہے۔"
"وہ تو کوئی بھی پہنچا سکتا ہے زاہد! دنیا میں ایک اولیو باورڈ ہی تو نہیں ہے اور بھی بہت سے سازشی دماغ موجود ہیں۔ اسرائیل کے حامیوں میں تو خاص طور پر ایک سے ایک سازشی بھرے پڑے ہیں۔"
زاہد خاموش ہو گیا لیکن اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا۔ ایک وہی کیا، اس معاملے میں تو تقریباً سبھی میرے خلاف تھے اور میں کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ اولیو باورڈ پر قابو پانے کے بعد اسے چھوڑ دینے میں میں کیا لذت محسوس کرتا تھا۔ ہر بار اسے شکست دے کر مجھے کتنا لطف آتا تھا۔ ہر بار وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے میدان میں اترتا تھا اور ہر بار اسے میرے ہاتھوں ایک نئی ہزیمت اٹھانا پڑتی تھی۔
میں خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر اس وقت چونکا جب میں نے بڈ کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں چیف! اب کیا کرنا ہے؟"
"اس گاڑی میں تو ہم شہر میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لیں گے بڈ۔" میں نے کہا۔ "اس لیے مناسب یہی ہے کہ کار کہیں کھڑی کر کے پیدل ہی چل نکلو۔"
بڈ نے ایک مقام پر کار روک دی اور ہم سب کار سے اتر گئے۔ میرے اور تہذیب کے کپڑے ابھی تک گیلے تھے۔ کپڑوں کے خشک ہونے تک ہم پیدل ہی چلتے رہے لیکن ہم سڑک سے ذرا ہی دور رہے تھے تاکہ کوئی ہمارے گیلے کپڑے دیکھ کر شکوک و شبہات کا شکار نہ ہونے پائے۔
تقریباً ایک گھنٹے بعد ہمارے کپڑے خشک ہوئے۔ حلیہ تو اب بھی ٹھیک نہیں تھا مگر اب خطرہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا۔ ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور ہوٹل پہنچ گئے۔ ہوٹل میں بھی جس نے ہمیں دیکھا عجیب سی نظروں سے دیکھا لیکن ہم کسی پر توجہ دیے بغیر اپنے کمروں میں چلے آئے۔ بڈ اور زاہد اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔
ہم نے لباس تبدیل کیے اور اپنے اپنے بستروں پر ڈھیر ہو گئے۔ کچھ دیر ہم دونوں ہی خاموش رہے اس کے بعد تہذیب نے یہ سکوت توڑا۔
"ہنگامے ہمارا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے علی! میرا خیال ہے اس بار تمھارے اعصاب بھی متاثر ہوئے ہیں۔"
"اب ہنگامے تو اتنا متاثر نہیں کرتے البتہ اسٹوارٹ راسل نے جس انوکھے انداز میں ہم سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اُس سے اعصاب کا متاثر ہونا لازم ٹھہرا۔"
"اس شیطان نے ہمیں قتل کرنے میں واقعی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کمرے کے فرش کے نیچے جھیل ہو گی۔"
"ہاں تہذیب! اور اسے یقین رہا ہو گا کہ ہم اس کے اس جال سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے اور واقعی ہم بچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن قسمت ہماری یاوری کر گئی۔"
"لیکن علی! اس نے پھر ایسی حماقت کرنے کی جرأت کی حالانکہ ہم نے فارمولے بھی اس کے حوالے نہیں کیے تھے۔ کیا وہ بالکل ہی احمق ہے؟"
"تم بھول رہی ہو تہذیب! جب اسے معلوم ہوا کہ میں علی یار خان ہوں تو اس کے بعد اس نے یہ حرکت کی تھی۔ میری حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ مرجینا کی طرف سے مایوس ہو گیا ہو گا۔"
"اوہ ہاں، مجھے واقعی خیال نہیں رہا تھا لیکن علی!" تہذیب نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرائی۔ "اگر ہم اسے یہ بات نہ بتاتے تب بھی وہ ہماری جان لینے کی کوشش ضرور کرتا۔"
"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "یہودی قوم کے کسی فرد سے کچھ بعید نہیں ہوتا مگر تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہی ہو؟ وہ تو ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"
"ان موٹر سائیکل سواروں کو کس خانے میں فٹ کرو گے جو واپسی پر ہمارا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ ظاہر ہے انھیں بعد میں تو وہاں تعینات نہیں کیا گیا ہو گا؟"
میں نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ "تمھارا تجزیہ سو فیصد درست ہے تہذیب! اس نے ہمیں ٹھکانے لگانے کے انتظامات پہلے سے ہی کر رکھے تھے۔ ہم اس کے ایک جال میں سے بچ نکلتے تو دوسرے کی زد میں ضرور آ جاتے۔"
تہذیب مسکرائی۔ "لیکن اس میں ایک الجھن ہے۔" اس نے کہا۔ "اگر اس کا ارادہ واقعی یہی تھا تو وہ ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کیوں کر رہا تھا؟"
"یہ کوئی اتنی بڑی الجھن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میں اس کا جواب بہت آسانی سے دے سکتا ہوں۔ وہ ہمیں نفسیاتی طور پر مطمئن کرنا چاہ رہا تھا تاکہ بے خبری میں ہم لازمی طور پر مارے جائیں۔"
"یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن تم مطمئن نہیں ہوئے اور اس بے چارے کی امیدوں پر پانی پھر گیا بلکہ وہ خود پانی میں گر گیا۔"
"میں کسی یہودی کی طرف سے کبھی مطمئن ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ تو ممکن تھا کہ وہ ہمیں مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث افراد سمجھتے ہوئے ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہمارا تعلق آزادیٔ فلسطین کے کسی گروپ سے ہے، یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ہمیں چھوڑ دیتا۔"
"فرض کرو، ہم واقعی کسی مجرم تنظیم سے وابستہ ہوتے اور

اُس کے بیٹے کام کرنے پر رضامند ہو جاتے تو کیا واپسی کے سفر میں اُن موٹر سائیکل سواروں کے ہاتھوں مارے نہ جاتے جو پہلے سے ہی اس مقصد کے لیے متعین تھے؟"

"اگر وہ ہم سے کام لینے کے معاملے میں سنجیدہ ہوتا اور ہم راضی بھی ہو جاتے تو وہ ہمیں اُن کی موجودگی سے مطلع کر دیتا۔ اس طرح ایک طرف تو ہم اُس کے ممنونِ احسان ہو جاتے اور دوسری طرف وہ بالواسطہ طور پر ہم پر رعب ڈالنے میں بھی کامیاب ہو جاتا کہ ہماری زندگیاں ہر وقت اُس کی طرف سے خطرے میں ہیں اور اگر ہم نے اس کے کسی حکم سے سرتابی کرنے کی کوشش کی تو بے خبری میں کسی نامعلوم آدمی کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔"

"جتنی تفتیش سے تم نے ہر بات کا تجزیہ کیا ہے کیا اُس نے بھی ہر بات اتنی ہی باریک بینی سے سوچی ہوگی؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"صیہونی دماغ اسی چیز کے لیے تو مشہور ہے۔ سازشیں، ریشہ دوانیاں اور تخریب کاریاں کرنے میں یہ لوگ ماہر ہوتے ہیں۔ اس وقت مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی ہوتی تو اس وقت حالات کس قدر مختلف ہوتے۔"

"واقعی صیہونی دماغ ان معاملات میں بہت آگے ہیں لیکن کیا وہ خود زندہ بچ سکا ہوگا؟"

"میں خود اسی اُلجھن میں مبتلا ہوں تہذیب! اُس کی زندگی کے بارے میں یقین سے کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"بہر حال یہ امکان نظر انداز مت کرنا کہ وہ زندہ بھی ہو سکتا ہے۔ خبیث لوگ آسانی سے نہیں مرتے۔"

"میں تم سے متفق ہوں تہذیب!" میں نے کہا۔ "میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اُس کی موت پر یقین نہیں کیا ہے۔"

"اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہوٹل کی معرفت ہم نے جو کار کرائے پر حاصل کی تھی، وہ تو اس قابل نہیں رہی کہ ہوٹل کو واپس کی جا سکے۔"

"کار واپس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہم چپکے سے ہوٹل سے نکل بھاگیں گے۔"

"واقعی بڑی مجبوری ہے۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اُٹھائی گیروں جیسی حرکتیں کرنا پڑ رہی ہیں لیکن جس قسم کے حالات سے ہم دوچار ہیں اُن میں اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"بس تو پھر یہ طے ہو گیا کہ ہم کار واپس کرنے کے بجائے چپکے سے اس ہوٹل سے نکل بھاگیں گے۔"

"لیکن اس بار ہم کسی بہتر ہوٹل میں قیام کریں گے گمنام ہوٹلوں میں قیام کرنے کی اب کیا ضرورت ہے؟"

"تمہاری یہ بات مجھے منظور ہے بلکہ میرا تو یہ بھی خیال ہے کہ کاغذات فی الحال کسی بینک کے لاکر میں محفوظ کر دینا مناسب رہے گا۔"

ہم دونوں متفق ہو گئے تھے اور اب اس سلسلے میں زاہر اور ٹیڈ کو ہدایات دینا تھیں چنانچہ میں اُن کے کمرے میں جا پہنچا۔

"تم دونوں تیار ہو جاؤ۔" میں نے اُن سے کہا۔ "یہ ہوٹل چھوڑ کر ہم کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو رہے ہیں۔"

"تیاری کیا کرنی ہے۔" ٹیڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم تو کسی ایسے حکم کا انتظار ہی کر رہے تھے۔"

"ہم علی الاعلان ہوٹل نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے کہا۔ "بلکہ ہمیں چپکے سے یہاں سے کھسک لینا ہے۔ ہوٹل والوں کو بالکل پتا نہ چلنے پائے کہ ہم ہوٹل چھوڑ رہے ہیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے جناب۔" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "کرایہ ادا کر کے سب کے سامنے رخصت ہونے میں کیا قباحت ہے؟"

"وہ گاڑی جو ہم نے ہوٹل کی معرفت کرائے پر حاصل کی تھی اور جس کی باڈی میں گولیوں کے سوراخ ہو چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"سمجھا جناب۔" زاہر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اس صورت میں تو واقعی ہمیں ہوٹل سے فرار ہی ہونا پڑے گا۔"

"یہ تو اور بھی آسان ہے چیف۔" ٹیڈ نے کہا۔ "ایک ایک ہینڈ بیگ میں ضروری سامان ڈال کر نکل چلتے ہیں۔ بقیہ سامان بازار سے خرید لیں گے۔"

"لیکن اس کے لیے ہمیں اپنے میک اپ بھی تو تبدیل کرنے پڑیں گے۔" زاہر بولا۔ "ہوٹل والوں کو ہمارے فرار کا علم ہوگا تو کیا وہ ہماری تلاش نہیں کریں گے۔ ممکن ہے پولیس کو بھی مطلع کر دیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر! میک اپ تو تبدیل کرنے ہی پڑیں گے اس لیے کہ اگر ہوٹل والوں نے از خود پولیس کو مطلع نہ کیا تب بھی جلد یا بدیر گاڑی تو دریافت ہوگی ہی، اس کے ذریعے پولیس کے لیے ہم تک پہنچنا کوئی مشکل نہیں ہوگا۔"

"تو اس میں کون سی مشکل بات ہے۔" ٹیڈ نے کہا۔ "ہم اپنے کمروں میں میک اپ کریں گے اور ہینڈ بیگ ہاتھ میں لے کر نکل جائیں گے۔ یہاں کون ہمیں چیک کرے گا۔ بس ذرا احتیاط کرنا پڑے گی۔"

"بس تو پھر تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم یہ ہوٹل چھوڑ دیں گے۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

ایک گھنٹے بعد ہم چاروں ایک ایک کر کے ہوٹل سے نکل گئے۔ ہمارے پاس سامان نہیں تھا اس لیے کسی نے بھی ہم پر خصوصیت سے توجہ نہیں دی۔

ہوٹل چھوڑنے کے بعد سب سے پہلے ہم نے سامان خریدا اور اس سامان کی مناسبت سے ایک بار پھر ہم مسافر نظر آنے لگے۔ اب ہمیں کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔

امریکا کے دارالحکومت واشنگٹن ڈی سی میں ہوٹلوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے ایک عمدہ ہوٹل بھی یہاں ہے اور نچلے درجے کے ہوٹلوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ ہم نے اپنی رہائش کے لیے جس ہوٹل کا انتخاب کیا وہ بہت اعلیٰ درجے کا تو نہیں تھا لیکن اُسے معمولی بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کی سروس بہت عمدہ اور نفاست قابلِ دید تھی۔ اس بنا پر اُس کا شمار عمدہ ہوٹلوں میں کیا جا سکتا تھا۔

"ہماری مہم اختتام کو پہنچی علی!" تہذیب نے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "اب ہم پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"ابھی اختتام کہاں ہوا ہے تہذیب۔" میں نے کہا۔ "ابھی تو فارمولے امریکا کی حکومت کے سپرد کرنے ہیں اور اُن سے تھوڑی سی سودے بازی بھی کرنی ہے۔"

"میرا مطلب تھا اونیل میکائیل کی طرف سے ہم نے ہاروت رابیل سے...... بھی رقم وصول کر لی ہے۔ اس حد تک تو ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"اب ہمیں حکومت امریکا کے محکمۂ دفاع کے کسی افسر تک پہنچنا ہے جو بہت مشکل مرحلہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اگر کوشش کی جائے تو یہ کوئی بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اور کچھ ممکن نہ ہو تو تم فون پر انھیں مطلع کر سکتے ہو۔"

"کہنے کو تو یہ واقعی بہت آسان ہے لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ امریکا کے اعلیٰ حکام سے فون پر بات کرنا بھی مشکل ہے۔"

"اُن سے وقت لینا مشکل نہیں ہوگا خاص طور پر اس صورت میں کہ تم انھیں اس مسئلے سے آگاہ کرو۔"

"میں اس پر غور کروں گا تہذیب! دراصل میں اس معاملے کو کم سے کم افراد تک محدود رکھنا چاہتا ہوں اور پھر ابھی ہاروت رابیل کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔"

اُس رات ہم جلدی سو گئے۔ اگلی صبح ناشتا اپنے کمرے میں کرنے کے بعد میں ٹیڈ اور زاہر کے کمرے میں گیا۔ وہاں صرف زاہر تھا، ٹیڈ نہیں تھا۔

"ٹیڈ کہاں ہے زاہر؟" میں نے پوچھا۔

"پتا کر نہیں گئے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "کل یہاں پہنچنے کے بعد ہی وہ غائب ہو گئے تھے۔"

"تو کیا جب سے اب تک وہ واپس ہی نہیں آیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں جناب! رات بہت دیر سے واپس آئے تھے اور پھر صبح مجھ سے پہلے ہی اُٹھ کر چلے گئے۔"

میں نے بُرا سا منہ بنایا۔ "اُسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اب ہم ہنگامی صورتِ حال سے نکل آئے ہیں لہٰذا اُس نے اپنی حرکتیں پھر شروع کر دی ہوں گی۔"

"میں تو یہ سوچ کر حیران ہوتا ہوں جناب کہ مسٹر ٹیڈ آخر اتنی تیزی سے لڑکیوں سے بے تکلف کس طرح ہو جاتے ہیں؟"

"اتنی معمولی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اس طرح صرف ایسی ہی لڑکیاں بے تکلف ہو سکتی ہیں جن کا چلن اچھا نہیں ہوتا اور یورپ اور امریکا میں ایسی لڑکیاں بے شمار ہیں۔"

"خیال تو میرا بھی یہی تھا جناب لیکن میں نے سوچا کہ شاید ٹیڈ صاحب میں کوئی ایسی غیر معمولی صلاحیت ہو جس کے باعث . . ."

"نہیں زاہر! ایسی صلاحیت کسی شخص میں بھی نہیں ہوتی۔"

"میں خود بعض ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جناب جن پر لڑکیاں پروانہ وار گرتی ہیں۔"

"اختلاف کر رہے ہو؟" میں مسکرایا۔

"اگر مجھے اس کا حق نہیں ہے تو میں بخوشی اپنے اختلاف سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جناب!"

میں ہنس پڑا۔ "جب کوئی مجھ سے اختلاف کرتا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے زاہر! بشرطیکہ اختلاف کرنے والا اختلاف برائے اختلاف نہ کر رہا ہو اور سچ مچ حق پر اُترا ہو۔"

"میں نے تو صرف وہ بات کہی ہے جو آپ کے نظریے کے خلاف میرے تجربے میں آئی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے زاہر اور اسی لیے مجھے خوشی ہوئی کہ تم

سے صرف ایک سوال کروں گا۔ اس کے جواب سے تمہاری سمجھ میں خود ہی سب کچھ آجائے گا۔ ایسے تمام لوگوں کو یاد کرنے کی کوشش کرو جن پر تمہارے کہنے کے مطابق لڑکیاں پروانہ وار گرتی ہیں یا گرتی تھیں اور مجھے یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے کردار کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

زاہد چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "عجیب بات ہے جناب! ان میں سے ایک کو بھی میں اچھے کردار کا مالک نہیں قرار دے سکتا۔"

"غالباً اب تم خود ہی سمجھ گئے ہو گے کہ وہ لڑکیاں جو اچھے کردار کی حامل نہیں ہوتیں خود بخود ایسے لوگوں کی طرف بڑھتی ہیں جن کا کردار انھی کی طرح خراب ہوتا ہے۔"

"بات کسی حد تک سمجھ میں آگئی ہے جناب لیکن بعض باتیں اب بھی اُلجھا رہی ہیں۔"

"بتاؤ زاہد! میں تمہاری اُلجھن دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"کیا ضروری ہے کہ ایسے ہی افراد ایک دوسرے کی طرف بڑھیں جن کے کردار خراب ہوتے ہیں۔ کیا اس کے برخلاف ہو ہی نہیں سکتا؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا زاہد! ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں معاملہ آگے نہیں بڑھتا اور بات ختم ہو جاتی ہے۔ آج تم بھی وہی راستہ اپنا لو جو بڈ کا ہے تو تم دیکھو گے کہ تمہارے لیے بھی لڑکیوں کی کمی نہیں رہے گی۔"

"مجھے تو معاف ہی رکھیے جناب!" زاہد نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ان چکروں کے لیے بڈ صاحب ہی بہت کافی ہیں لیکن جناب اُن کی اس کمزوری سے قطع نظر اُن کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"صلاحیتوں سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا زاہد لیکن آدمی کو چاہیے کہ اپنی کمزوریوں پہ قابو پانے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ اس قسم کی کمزوریاں بالآخر آدمی کی صلاحیتوں کو زنگ کی طرح چاٹ جاتی ہیں۔ خیر یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی، میں ذرا باہر جا رہا ہوں، بڈ آجائے تو اُسے روکنا۔"

میں نے فائل ایک بینک کے لاکر میں محفوظ کرائی اور واپس ہوٹل آگیا۔ بڈ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اُس کی واپسی کے متعلق یقین سے کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ہاروت رابیل کے متعلق بھی کوئی یقینی بات سامنے نہیں آسکی تھی۔ میں نے اور تہذیب نے مل کر سارے اخبار چھان مارے تھے لیکن ہاروت رابیل سے متعلق کوئی خبر کہیں نہیں چھپی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے وقت بڈ واپس آگیا۔ زاہد نے اسے میرے کمرے کی طرف بھیجا۔ میں اور تہذیب کھانا منگوانے ہی والے تھے کہ بڈ ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو بڈ؟" میں نے کہا۔ "میں نے زاہد سے پوچھا تو پتا چلا کہ تم یہاں آنے کے بعد سے زیادہ تر غائب ہی رہے ہو۔"

"یہ واشنگٹن ہے چیف۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "یہاں کی مشینی زندگی میں خود بھی مشین بننا پڑتا ہے ورنہ آدمی بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔"

"میں نے تم سے واشنگٹن کی مشینی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ تمہارے بارے میں پوچھا تھا۔"

"وہی بتا رہا تھا چیف! میں خود کو یہاں کی زندگی کے مطابق ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"ہم یہاں مستقل قیام کرنے نہیں آئے محض چند روز بعد لوٹ جائیں گے۔ تم تو جہاں بھی جاتے ہو یہ سمجھنے لگتے ہو جیسے بقیہ زندگی تمہیں وہیں گزارنی ہے۔"

"مشہور مقولہ ہے چیف! روم جاؤ تو وہی کرو جو رومن کرتے ہیں۔" بڈ نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔ نہ تم روم میں ہو اور نہ ہی یہاں رومن رہتے ہیں۔"

"میں بھی تو وہی کر رہا ہوں چیف! جو امریکن کرتے ہیں۔ تھوڑی سی ترمیم کر رہا ہوں جو رومن کرتے ہیں۔"

"تم مقولے بھی غلط سلط سنانے لگے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "امریکا میں بیٹھ کر روم کے مقولے سناتے ہوئے تمہیں اس کی سزا ملے گی۔"

بڈ نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ "کیا کہہ رہے ہو چیف!" اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ "مقولہ تو بالکل صحیح تھا۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا تم نے اپنا وقت کہاں گزارا اور تم مجھے مقولے سنا رہے ہو۔"

"میں ہاروت رابیل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے چکر میں تھا۔" بڈ نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"کون سا تیر مارا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تک تو کوئی سراغ نہیں مل سکا چیف! میں نے فون پر بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اُدھر سے جواب مل رہا ہے کہ فی الحال اُن سے بات نہیں کرائی جا سکتی۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ اُس کے چکر میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن تم صرف اسی چکر میں تو نہیں رہے ہو گے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو چیف!" بڈ نے سر جھکا کر کہا۔ "دوسروں کو نصیحتیں کرتے ہو اور خود دوسروں کی ذاتیات میں گھسنے کی کوشش کرتے ہو۔"

بڈ کے انداز پر تہذیب کو ہنسی آگئی۔ "آدمی کی ذاتیات ایسی نہیں ہوں کہ کسی کو بتائی نہ جا سکیں۔" اُس نے ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔

"آپ چیف کی طرف داری نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔

"فضول باتیں بند کرو اور زاہد کو بھی یہیں بلا لاؤ تاکہ کھانے کے دوران کچھ باتیں بھی ہو جائیں۔" میں نے کہا اور بڈ باہر زاہد کو بلا لایا۔

کھانے کے دوران میں نے بڈ اور زاہد کے سامنے خود کو درپیش مسئلہ پیش کیا۔

"اب ہمیں وہ فارمولے حکومت امریکا کو پہنچانے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور یہ کام متعلقہ محکمے کے توسط سے ہی ممکن ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملہ اس محکمے کے عام ملازمین کے علم میں بھی آئے اور کسی افسرِ اعلیٰ تک رسائی بجائے خود ایک مسئلہ ہے۔ اس وقت میں نے تم دونوں کو اسی لیے زحمت دی ہے تاکہ اگر تم میں سے کسی کے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی قابلِ عمل تجویز ہو تو اُس پر عمل کیا جائے۔"

"کیا ٹیلی فون کے ذریعے ہم کسی ایسے ذمے دار فرد کو مطلع نہیں کر سکتے جو۔۔۔" زاہد نے کہنا چاہا مگر میں نے بات کاٹ دی۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ یہاں حکومت کے کسی اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کرنا بھی کتنا مشکل کام ہے۔"

"لیکن مجھے معلوم ہے۔" بڈ نے کہا۔ "کہ محکمۂ خاص کے کسی عام ملازم سے بھی رابطہ کرنا بہت مشکل ہے۔"

"اس صورت میں تم ہی لوگ بتاؤ کہ اس مشکل مرحلے سے کس طرح گزرا جا سکتا ہے؟"

"سوچنا پڑے گا جناب!" زاہد نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ہاروت رابیل والے معاملے سے بھی زیادہ مشکل ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔" تہذیب بولی۔ "اگر کسی طرح محکمۂ خاص کے کسی ملازم تک رسائی ممکن ہو سکے۔۔۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس معاملے کو کم سے کم لوگوں تک محدود رکھنا ہے۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"پوری بات تو سن لو۔ اگر محکمے کے کسی ملازم سے رابطہ ہو جائے تو ایسی صورت نکلنے کا امکان ہے کہ اس کے علم میں لائے بغیر محکمے کے کسی اعلیٰ افسر تک رسائی حاصل ہو جائے اور اس افسرِ اعلیٰ سے معاملات طے کیے جا سکیں گے۔"

"عمدہ تجویز ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس پہ عمل کرنے کے لیے ہمیں بہت زیادہ وقت صرف کرنا ہوگا۔ نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا ہوگا۔ کوئی ایسا طریقہ جس کے ذریعے ہم کم وقت میں اپنا کام مکمل کر سکیں۔"

"ایک اور صورت بھی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "کسی افسر کا پتا معلوم کر کے اُس کی رہائش گاہ پہ دھاوا بول دیا جائے۔"

"محکمۂ خاص کے ملازمین کی رہائش گاہوں میں داخلہ ناممکن ہے۔" بڈ نے کہا۔ "وہاں سخت پہرا ہوتا ہے۔"

"آخر ہاروت رابیل نے بھی تو اسی محکمے کی تحویل سے فارمولے چوری کروائے تھے۔" تہذیب بولی۔ "اگر یہ سب کچھ اتنا ہی ناممکن ہے تو پھر اُس کے لیے فارمولے چوری کرانا کیسے ممکن ہو گیا؟"

"اُس کی پوزیشن بھی ذہن میں رکھو۔" میں نے کہا۔ "وہ یہاں کا ایک معروف اور بارسوخ آدمی ہے۔ حکومت کے سرکردہ لوگوں سے اُس کے مراسم ہیں۔ پھر یہ کہ وہ صیہونی لابی سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ یہودیوں کا حکومت میں براہِ راست کوئی حصہ نہیں ہے لیکن اُن کے اثرات حکومت پہ بہت گہرے ہیں۔ اتنے گہرے کہ خود صدرِ امریکا بھی کوئی ایسا اقدام کرتے ہوئے گھبراتا ہے جو یہودیوں کی مرضی کے خلاف ہو۔ چنانچہ ہمارا اور ہاروت رابیل کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ امریکا میں اس قسم کا کوئی کام کرنا ہماری بہ نسبت اُس کے لیے بے حد آسان ہے۔"

"محکمۂ خاص کے اعلیٰ افسران کے گھروں پہ بھی تو فون ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "اُن میں سے کسی کے گھر پر فون کر کے۔۔۔"

"اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ "امریکا میں جرائم کی شرح خطرناک حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ لوگ بہت سنگین جرائم کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ، یہاں کے حکومتی عہدے دار ان باتوں سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ اُن سے فون پر بات کی گئی تو یقیناً وہ ہماری پوری بات سننے تک کی زحمت نہیں کریں گے اس لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"تم تو ہر تجویز رد کرنے کے موڈ میں ہو۔" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ "ایک صورت یہ بھی ہے کہ سی آئی اے کے ذریعے۔۔۔"

"انتہائی فضول تجویز ہے۔" میں نے تہذیب کی بات کاٹ کر کہا۔ "سی آئی اے کے کرتوتوں سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔ وہ سب سے پہلے ہمارے خلاف تحقیقات شروع کر دیں گے اور اس وقت ہماری پوزیشن ہرگز ایسی نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی تحقیقات کا سامنا کر سکیں۔ سی آئی اے کو اگر اس معاملے

عمارت میں داخل نہ ہوتی ۔۔۔" بڈ جوشیلے لہجے میں بولا۔

"درست ہے۔ ہم ان خطوط پر کام شروع کر سکتے ہیں لیکن پہلے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچے کہ اس عمارت کا تعلق ہمارے موجودہ مشن سے بھی ہے؟"

"تو پھر کام کا آغاز کرنے کی فکر کرو چیف! مجھے یقین ہے کہ اس عمارت کا تعلق کسی نہ کسی طرح ہمارے موجودہ مشن سے ہی ہے۔" بڈ نے کہا۔

"کیا یہ بات تم اتنے یقین سے اس لیے کہہ رہے ہو کہ اس عمارت سے ہیلن کا تعلق ہے؟" تہذیب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بڈ اتنی غیر ذمے دارانہ حرکت نہیں کر سکتا میڈم۔" بڈ نے برا مانے بغیر کہا۔ "دراصل ہیلن اور اس کے ساتھی کے درمیان ہونے والی گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ عمارت ایٹمی ہتھیاروں سے متعلق ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی اس کے تعاقب کے چکر میں نہ پڑتا۔ وہاں لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں تھی میڈم! ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت لڑکی موجود تھی لیکن افسوس کہ ہر شخص بڈ کو غلط سمجھتا ہے۔ بڈ چاہے کتنا بڑا کارنامہ کیوں نہ سرانجام دے دے اس کی اوقات وہ نوکر کی ہی رہے گی۔"

ہم تینوں سکتے کے سے عالم میں بیٹھے تھے۔ بڈ نے معمولی خبر نہیں فراہم کی تھی۔ بلاشبہ وہ آنکھیں کھلی رکھنے کا عادی تھا۔

"تم ایک نادر شہ پارہ ہو بڈ۔" میں نے سنبھل کر کہا۔ "ہر شخص تمہاری اہمیت نہیں جان سکتا۔"

"ہم اس عمارت میں بآسانی داخل ہو سکتے ہیں چیف!" بڈ نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ "کیونکہ اس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔"

"اگر اس عمارت کی اتنی ہی اہمیت ہے بڈ جو تم نے بتائی تب تو یہ بات ناقابل فہم ہے کہ اس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہوگا۔"

"سامنے کی بات ہے چیف! حفاظتی انتظام تو دور کی بات ہے وہاں تو کوئی ذی روح بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔"

"وہ وارننگ محض تفریحاً ہی تحریر نہیں کی گئی ہوگی بڈ! امریکا کی حکومت نے جدید ترین سائنسی طریقوں سے اس عمارت کی حفاظت کا انتظام کیا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ وہ وارننگ حرف بحرف درست ہوگی۔"

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے ہیلن کو استعمال کرنے کی کوشش کی تو ہم اسے تلاش کہاں کریں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"وہ یہاں آئے گی میڈم!" بڈ نے کہا۔ "ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔"

"اس کے ساتھ جو شخص تھا اس کے بارے میں کچھ اندازہ ہے بڈ؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ادھیڑ عمر شخص تھا۔ اس کا نام گریے ہولڈنگ ہے۔ ہیلن نے ایک بار اس کا نام لیا تھا۔" بڈ نے بتایا۔

"ہیلن سے اس کا کیا رشتہ ہے؟"

"جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں وہ اس کی سیکرٹری ہے اور اس کی حال ہی میں تقرری ہوئی ہے۔"

"تم بڑے وثوق سے ان کے بارے میں اطلاعات فراہم کر رہے ہو۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"جو کچھ بھی میں کہہ رہا ہوں ان سے سنی ہوئی باتوں کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ کچھ چیزوں کے بارے میں محض اندازہ کہہ رہا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے اندازے بھی زیادہ غلط ثابت نہیں ہوں گے۔"

"تم کہہ رہے تھے کہ ہیلن دوبارہ یہاں آئے گی۔ اس نے ایسی کون سی بات کہی تھی جس کی بنا پر تم نے یہ اندازہ لگایا؟"

"کل وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ مسٹر گریے ہولڈنگ اسے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ہیلن کو یہاں کے کھانے بہت پسند آئے ۔۔۔ اس نے میس کے کھانوں کی تعریف بھی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ اب کھانا یہیں آ کر کھایا کرے گی۔ مسٹر گریے ہولڈنگ بھی کبھی کبھار یہاں آتے ہیں لیکن ایک زمانے میں وہ بھی باقاعدگی سے یہاں کھانا کھانے آتے تھے۔"

"بڈ کی فراہم کردہ معلومات تمہارے سامنے ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"چونکہ فی الحال ہمارے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہے اس لیے ہیلن کو ٹرائی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں لیکن اسے استعمال کرنے کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی جائے؟" میں نے پوچھا۔

"حکمت عملی سے تمہاری کیا مراد ہے؟" تہذیب نے کہا۔ "پھر کیوں نہ ہم یہ معاملہ بڈ پر چھوڑ دیں۔ وہی ہیلن سے تعارف حاصل کرے اور اس کے ذریعے آگے بڑھنے کی کوشش کرے؟"

"کیا حرج ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میرے خیال میں مسٹر بڈ اس کام کے لیے موزوں نہیں۔" زاہد نے بے ساختہ کہا۔

"کیوں موزوں نہیں ہوں؟" بڈ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا اور زاہد سہم گیا۔

"میرے خیال میں اس کام کے لیے ایسے شخص کا انتخاب ہونا چاہیے جو سنجیدہ مزاج ہو۔" زاہد نے کہا۔

"صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اس بہانے ہیلن کا قرب حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔" بڈ نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

"م ۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" زاہد نے گڑبڑا کر کہا۔ "میڈم خود بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔"

"تم نے بڑی نیک نیتی سے یہ بات کہی تھی۔" بڈ غرایا۔ "تم صرف میدان صاف کرنا چاہتے ہو۔"

"میرے خیال میں زاہد نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" تہذیب بولی۔ "ہیلن ایک لڑکی ہے۔ میں اس سے زیادہ آسانی سے قربت حاصل کر سکوں گی۔ وہ میری طرف سے مشکوک بھی نہیں ہوگی۔ میں زاہد کی تجویز سے متفق ہوں۔"

بڈ کا چہرہ بجھ کر رہ گیا اور اس نے خونخوار انداز میں زاہد کو گھورا۔ زاہد اس کی طرف دیکھنے سے کترا رہا تھا۔

"بڈ کے ساتھ ایک بار پھر زیادتی ہو رہی ہے چیف!" بڈ نے شکستہ لہجے میں کہا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم لوگوں کو بڈ کی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے۔ پہلے زاہد نے اور اس کے بعد میڈم نے خواہ مخواہ ٹانگ اڑائی ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں بڈ!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ان دونوں کو ہی اس کام کے لیے موزوں نہیں سمجھتا۔"

بڈ کا چہرہ کھل اٹھا۔ "دیکھا تم نے؟" اس نے فاتحانہ انداز میں زاہد کی طرف دیکھا۔ "ہر شخص قدر شناس نہیں ہوتا۔ بڈ بہت خوش ہے۔ اس کی صلاحیتوں کا کم از کم ایک تو قدر دان ہے جس کا نام علی یار خان ہے۔"

"بڈ صاحب سے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔" زاہد نے مجھ سے کہا۔ "اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے تو درست ہی کیا ہوگا۔"

"کون سا فیصلہ؟" میں نے زاہد کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہی کہ اس ہیلن کو میڈم کے بجائے بڈ صاحب ڈیل کریں گے۔" زاہد نے کہا۔

"میں نے تو یہ نہیں کہا۔ ہیلن سے میں خود ملوں گا۔ تم لوگوں نے میری بات سے غلط مطلب لیا ہے۔"

بڈ کا چہرہ ایک بار پھر بجھ گیا۔ چند لمحے وہ مجھے گھورتا رہا پھر اچانک سنبھل کر اس نے ایک قہقہہ لگایا۔

"سنبھالیے میڈم!" اس نے تہذیب سے کہا۔ "آپ کی قسمت کے ستارے ڈوبتے ہوئے۔ بصرف زبانی تعریف سن کر ہی ۔۔۔"

"بکواس مت کرو۔" تہذیب نے جھینپ کر کہا۔ "تمہاری طرح ہر ایک گھٹیا ذہنیت کا مالک نہیں ہوتا۔"

"میں نے آپ کو قبل از وقت خبردار کر دیا ہے۔ کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو شکایت مت کیجیے گا۔"

"میں ایسی فضول باتوں پر کان دھرنا بھی پسند نہیں کرتی۔" تہذیب نے منہ بنا کر کہا۔

"خواتین کے معاملے میں مرد قطعی ناقابل اعتبار ہوتے ہیں۔ خصوصاً اگر معاملہ کسی حسین خاتون کا ہو تو کسی بھی مرد پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، خواہ وہ مرد کتنا ہی پارسا کیوں نہ ہو۔" بڈ نے مفکرانہ شان سے کہا۔

"تمہاری بے ہودگی مزید برداشت نہیں کی جا سکتی۔" تہذیب نے بھڑکتے ہوئے کہا۔ "تم فوراً کمرے سے نکل جاؤ۔"

"ارے آپ تو ناراض ہو گئیں۔" بڈ نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں تو یہ سب کچھ محض آپ کی ہمدردی میں ۔۔۔"

"میں ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی۔ چلو اٹھو کمرے سے نکل جاؤ شاباش!"

"ٹھیک ہے میڈم! ٹھیک ہے۔" بڈ بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "بڈ آپ لوگوں کے ایک ملازم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔"

تہذیب بڈ کو کمرے سے باہر جاتے ہوئے گھورتی رہی۔ اس کے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد مجھے ہنسنا پڑا۔

"اس کی بے ہودگیوں پر ہنس رہے ہو؟" تہذیب نے ناراضگی سے کہا۔

"نہیں!" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کمبخت کی چالاکی پر ہنسی آ رہی ہے۔ ہیلن سے مل بیٹھنے کے لیے کس قدر بیتاب ہو رہا ہے کہ مجھے کاٹنے کے لیے اس نے تمہیں استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔"

"لیکن جناب وہ پھر غائب ہو جائیں گے اور پھر ہیلن کی شناخت کیسے ہوگی؟" زاہد نے کہا۔

"تم اسے نہیں جانتے زاہد! وہ کہیں نہیں جائے گا اور وقت مقررہ پر ہیلن کی شناخت بھی کرا دے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"کمال ہے۔" زاہد بڑبڑایا۔ "عجیب آدمی ہیں۔"

"اپنی انہی خصوصیات کے باعث تو وہ اس قدر منہ چڑھ گیا ہے کہ جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن علی! تم نے ہیلن کے سلسلے میں میرا نام کیوں مسترد کر دیا؟ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"نہیں تہذیب! کوئی خاص وجہ تو نہیں ہے لیکن میں

نے محسوس کیا کہ یہ معاملہ بہت زیادہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ ہیلن وہ واحد ذریعہ ہے جس کے سہارے ہم کچھ کر گزرنے کی امید کر سکتے ہیں۔ اسی لیے میں نے اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینا ہی بہتر تصور کیا۔"

"کیا تمہاری اس بات سے میں یہ نتیجہ اخذ کروں کہ میری صلاحیتوں پر تمہارا اعتماد کم ہو گیا ہے؟"

"یہ نتیجہ اخذ کرنا میرے ساتھ زیادتی ہے۔ صرف احتیاط کے پیش نظر میں نے ایسا کیا ہے۔ اگر اسے ذرا سا بھی شبہ ہو گیا کہ کوئی اس کے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم، ڈاہر یا بگٹی کام نہیں کر سکتے لیکن ہر ایک کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے اور میں اپنا طریقہ آزمانا چاہتا ہوں۔"

تہذیب نے مزید کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہماری نشست برخاست ہو گئی۔ وہ بہت کڑا وقت تھا۔ امریکی حکومت کے کسی افسر تک پہنچ جانا ہمارے لیے ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ ویسے تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا لیکن اس وقت میں جلد از جلد امریکا سے نکل جانا چاہتا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ذرا سی بھی بے خیالی کا نتیجہ جانے کیسی مشکلات کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ اسی لیے میں ہر ممکن احتیاط برت رہا تھا۔ فون پر کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے کی کوشش کے نتیجے میں سی آئی اے تک بات پہنچنا یقینی تھا۔ امریکی حکام ایسا ہی کرتے ہیں، جہاں ذرا بھی کوئی مشکوک بات نظر آئی اور انھوں نے سی آئی اے کو مطلع کیا۔ بہرحال اس ادارے پر خطیر رقم خرچ کرنے کا کوئی فائدہ تو ہونا چاہیے۔ پھر سی آئی اے کی تحقیقاتی رپورٹ آنے تک کوئی ہم سے ملنے کی زحمت نہ کرتا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ ہمارے خلاف تحقیقات کا کیا نتیجہ نکلتا۔ ہم بیک اپ اپنے تھے۔ ہمارے پاس پاسپورٹ ضرور تھے لیکن ان پر ہمارے نام کچھ اور درج تھے اور ظاہر ہے کہ ہمارے حلیے کسی تصویروں سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ اگر بد قسمتی سے اتفاقاً ہیلن نامی کسی لڑکی سے ٹکراؤ ہو گیا ہوتا تو ہمیں اپنے لیے راہ عمل تلاش کرنے میں معلوم نہیں کتنا وقت اور برباد کرنا پڑتا۔

لیکن ہیلن میئر نامی لڑکی کے بارے میں بھی فی الوقت یقین سے کچھ کہنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے جو کچھ سنا تھا اس کے مطابق تو اس کا تعلق کسی ایسے ادارے سے تھا جو جوہری ہتھیاروں سے متعلق تھا۔ تاہم اس بات کا حتمی فیصلہ تو ہیلن سے ملاقات کے بعد ہی ہو سکتا تھا۔ ممکن تھا وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوتی اور اس بات کا امکان بھی تھا کہ وہ بالکل ہی بے صرف ثابت ہوتی۔

میں اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ تہذیب کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"بہت گہری سوچ میں ہو علی! کیا ہیلن کے خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟" تہذیب نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہا؟" میں نے چونک کر تہذیب کی طرف دیکھا۔ فوراً ہی میری سمجھ میں آگیا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ "ہاں تہذیب! میں واقعی ہیلن کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ اگر وہ ہمارے لیے کارآمد ثابت نہ ہو سکی تو...؟"

"تو کوئی اور تدبیر کر لیں گے۔ آخر دنیا ایک ہیلن پر تو ختم نہیں ہو جاتی۔"

"ہماری دنیا تو ایک تہذیب الملک پر ختم ہو جاتی ہے تم اس سے آگے کچھ ہے اور ہو چلے؟"

"تنظیم آزادیِ فلسطین کے متوالوں کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔" تہذیب نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔

"تنظیم آزادیِ فلسطین کے متوالے اپنے ہم نوا سے بھی زیادہ بڑھ کر کچھ کہہ سکتے ہیں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

تہذیب ہنس پڑی۔ "کاش میں فلسطین کی آزادی کے لیے کوئی بڑا کام کر سکتی علی! بس یہی ایک حسرت ہے۔"

"ایک تنظیم جو علی گروپ کے نام سے بنائی ہے اس میں نہیں سمجھا تو ایک یار خان گروپ بنا لو۔" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"مذاق مت کرو علی! میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ بعض اوقات اپنی بے بضاعتی پر دل کٹ کے رہ جاتا ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے تہذیب! تم نے آزادیِ فلسطین کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں اور کچھ نہیں تو اولیا کی قید میں تو تم رہیں اور جذبے میرے ضمیر ہوتے ہیں۔ اس وقت ہم جس مشن پر ہیں وہ بھی تمہارا ہی رہین منت ہے۔"

"معلوم نہیں کیوں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمہارے ساتھ رہ کر میری صلاحیتیں متاثر ہو جاتی ہیں۔"

"تم بلاوجہ سوچتی رہتی ہو اور زیادہ سوچ بچار کرنے سے ایسے ہی اوٹ پٹانگ خیالات ذہن کو پریشان کرتے ہیں۔" میں نے تہذیب کو تسلی دی اور وہ چپ ہو گئی۔

اس رات طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم سب ڈائننگ ہال میں موجود تھے۔ ہم سب الگ الگ میزوں پر تھے۔ میں نے جو میز منتخب کی تھی وہ داخلی دروازے کے قریب تھی اور میرا رخ بھی دروازے کی طرف تھا تاکہ [illegible] داخل ہوتے ہی دیکھ سکوں۔ بگٹی مجھ سے ذرا فاصلے پر [illegible] طے یہ ہوا تھا کہ ہیلن کے دروازے میں نمودار ہوتے ہی [illegible] انگڑائی لے گا جو اس بات کا اشارہ ہوگا کہ ہال میں آنے والی ہیلن ہے۔

احتیاطاً ہم لوگ ساڑھے سات بجے ہی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے تھے۔ مجھے یہاں بیٹھے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر گیا تھا اور [illegible] گھنٹے کے دوران میری نگاہ درجنوں بار داخلی دروازے کی طرف اٹھ چکی تھی لیکن ہال میں آنے والی لڑکیوں میں سے کوئی بھی ہیلن نہیں تھی ورنہ بگٹی انگڑائی لے کر [illegible] اشارہ ہی کر دیتا۔

وقت گزرتا رہا اور لوگ ہال میں آتے جاتے رہے۔ بیٹھے بیٹھے میں سوچنے لگا کہ کیا ضروری ہے کہ ہیلن آج ہی یہاں آئے۔ اس کے یہاں آنے کے امکانات ضرور تھے لیکن اس کا یہاں آنا لازمی نہیں تھا۔ گویا ہمیں روزانہ اسی [illegible] اس کا انتظار کرنا پڑے گا اور جتنے دن وہ نہیں آئی اتنے دن تک ہمارا وقت برباد ہوتا رہے گا۔

میں اسی بات پر غور کر رہا تھا کہ ہال کے دروازے میں [illegible] آسمانی رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس ایک لڑکی نمودار ہوئی۔ میری نگاہ بے اختیار بگٹی کی طرف اٹھی جو انگڑائی لے رہا تھا۔ [illegible] بات کا اشارہ تھا کہ نیلے اسکرٹ والی لڑکی ہیلن ہے۔

[illegible] تھی اور یہ ایک خوش گوار بات تھی۔ اگر اس کے ساتھ کوئی [illegible] ہوتا تو میرے کام میں دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی تھیں۔

ہیلن نے دروازے سے پہ ٹھٹک کر ہال کی میزوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پھر خراماں خراماں چلتی ہوئی میرے برابر والی میز کی طرف آئی جو خالی پڑی تھی۔ میری تمام تر توجہ کا مرکز ہیلن [illegible] تھی لیکن میں براہ راست اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہیلن نے میرے برابر والی میز کی ایک کرسی کھسکائی اور اس پر [illegible] اپنے ہاتھ میں موجود وینٹی بیگ اس نے دوسری کرسی پر رکھ دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے اسے بیرے کو آرڈر نوٹ کراتے دیکھا۔

[illegible] بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس سے متعارف ہونے کا ایک محفوظ طریقہ ذہن میں آ گیا تھا۔ ایسا محفوظ طریقہ کہ اسے کچھ پر ذرا بھی شبہ نہ ہو پاتا کہ میں دیدہ و دانستہ اس کی [illegible] بیٹھا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں جزئیات طے کیں اور [illegible] سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بگٹی اور ڈاہر کو میں نے پہلے ہی غیر محسوس [illegible] ہال سے باہر چلنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

ڈائننگ ہال سے نکل کر میں سیدھا اپنے کمرے کی طرف [illegible] تھوڑی دیر بعد بگٹی اور ڈاہر بھی کمرے میں آ گئے۔

"کیا پسند نہیں آئی چیف؟" بگٹی نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "شاید اسی لیے تم وہاں سے اٹھ آئے ہو؟"

"وقت کم ہے اس لیے جلدی جلدی سنو اور تیزی سے عمل کرو۔" میں نے کہا۔ "تم نے دیکھا ہوگا کہ اس نے اپنا وینٹی بیگ برابر والی کرسی پر رکھا ہے۔ کیا تم اسے غائب کر سکتے ہو؟"

"کیا کہہ رہے ہو چیف!" بگٹی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "اس بھرے پرے ہال سے وینٹی بیگ اٹھا دینا کوئی کھیل نہیں ہے۔"

"اگر کسی طرح تمام لوگوں کی توجہ کسی ایک جانب مرکوز کرا دی جائے تو کیا یہ کام آسان نہیں ہو جائے گا؟"

"پھر تو بگٹی کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہے گا۔" بگٹی نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن کیا تمہارے ذہن میں کوئی طریقہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "ہیلن کا بیگ تمہاری سمت والی کرسی پر رکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص مخالف سمت میں ہیلن کی میز کے پاس اچانک گر پڑے تو ہیلن کے علاوہ دیگر لوگ بھی اس طرف متوجہ ہو جائیں گے اور تم بہ آسانی اپنا کام کر سکو گے۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بگٹی نے سر ہلا کر کہا۔ "گرنے کی ذمہ داری ڈاہر کے سپرد کی جائے گی۔"

"ہاں، لیکن تم پہلے سے اپنی میز پر بیٹھے ہوئے ہو گے۔ اور ذرا ہی بعد میں ہال میں داخل ہوں گا۔ خیال رہے کہ یہ کام ہیلن کے بل ادا کرنے سے قبل ہو جانا چاہیے ورنہ میرا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا۔"

"بہت وقت ہے چیف!" بگٹی نے اطمینان سے کہا۔ "اسے کھانا ختم کرنے میں دیر لگے گی اور ہم اپنا کام کر گزریں گے۔"

"اور ہاں، اگر یہ سارے کام ٹھیک ٹھاک طریقے سے ہو جائیں یعنی میں ہیلن سے متعارف ہونے میں کامیاب ہو جاؤں تو تم ایک کام اور بھی کرو گے۔" میں نے بگٹی سے کہا۔ "تم نے وہ تفریحی پارک تو دیکھا ہوگا جو یہاں سے مغرب کی جانب ذرا فاصلے پر لب سڑک ہی واقع ہے۔ جب میں ہیلن کے ساتھ یہاں سے اٹھنے لگوں تو تم ہیلن کا وینٹی بیگ لے کر اس پارک میں چلے جاؤ گے۔ امکان یہ ہے کہ پارک اس وقت سنسان پڑا ہوگا۔ میں تم سے وہاں ہیلن کا وینٹی بیگ برآمد کر لوں گا۔ تم پارک کے مرکزی داخلی دروازے کے قریب ہی ملنا اور نسبتاً کم روشن جگہ منتخب کرنا۔ سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا چیف!" بگٹی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

ضرورت تھی کہ مجھ پر کبھی ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ اپنی محبوبہ کے لیے کسی اور سے تعاون . . . ."

"تیزی کے ساتھ اپنی میز پر واپس جاؤ۔" میں نے کہا۔ "ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

"او کے چیف!" بڈ نے قدرے خم ہو کر کہا اور پلٹ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے سمجھ لیا ہے زاہر کہ تمہیں کیا کرنا ہوگا؟" میں نے زاہر سے کہا۔

"جی ہاں جناب! میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیے۔ میں اپنا کام بخوبی کرلوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "میں ہال میں واپس جارہا ہوں۔ تم کم از کم پانچ منٹ کا وقفہ دے کر آؤ گے۔"

میں ہال میں واپس پہنچا تو ہیلن کو کھانے میں مشغول پایا۔ بڈ اپنی میز پر موجود تھا۔ اس کی اور ہیلن کی میزوں کے درمیان کوئی اور میز حائل نہیں تھی۔ بڈ بہ آسانی اس کا بیگ اڑا سکتا تھا۔ صرف زاہر کا انتظار تھا جو ٹھیک پانچ منٹ بعد ہال کے دروازے سے اندر آتا نظر آیا۔

زاہر نے محض ایک لمحہ دروازے پر رک کر پوزیشن سمجھنے کی کوشش کی اور پھر حالات سازگار دیکھ کر اس نے آگے بڑھنا شروع کردیا۔ میں بڑی توجہ اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ زاہر کی نگاہ ہال کی میزوں پر بھٹک رہی تھی، یوں جیسے وہ بیٹھنے کے لیے کسی مناسب میز کا انتخاب کرنا چاہ رہا ہو لیکن کوئی فیصلہ نہ کرپا رہا ہو۔ اس کا انداز بڑا فطری تھا۔ اداکاری کا گمان تک نہیں ہو رہا تھا۔ زاہر سب کچھ بڑی بے ساختگی سے کررہا تھا۔

ہیلن کی میز کے دائیں جانب سے گزرتے وقت زاہر لڑکھڑایا۔ ہیلن کا دستی بیگ اس کے بائیں جانب والی کرسی پر رکھا تھا۔ جس طرف بڈ تھا۔ زاہر کو لڑکھڑاتے دیکھ کر ہیلن کی نظریں زاہر کی طرف اٹھ گئیں اور پھر زاہر منہ کے بل فرش پر گرا۔ فرش پر اگرچہ قالین بچھا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود زاہر کے گرنے سے خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔ ہیلن کے علاوہ نزدیکی میزوں کے کئی اور لوگوں کی توجہ بھی زاہر کی جانب مبذول ہوگئی تھی۔ جو گرنے کے بعد بڑی تیزی سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شرمندگی اور خجالت کے آثار تھے۔ میں حیران رہ گیا۔ اگر اس نے میری ہدایت پر ایسا کیا ہوتا تو شاید میں بھی یہ اندازہ نہیں کرسکتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر گرا ہوگا۔

زاہر کے لڑکھڑاتے ہی بڈ اپنی کرسی سے اٹھ گیا تھا اور پھر اس کے گرتے ہی وہ ہیلن کی میز پر یوں جھک گیا تھا جیسے گرنے والے زاہر کو دیکھ رہا ہو۔ جب کہ اس دوران وہ ہیلن کا بیگ پار کرچکا تھا۔ ہیلن کی تمام تر توجہ چونکہ زاہر کی طرف تھی اس لیے اسے پتا ہی نہیں چل سکا کہ اس کے ساتھ کیا ہاتھ ہوچکا ہے۔ زاہر کو اٹھتے دیکھ کر بڈ اپنی کرسی پر واپس چلا گیا۔

میں نے سکون کی سانس لی۔ ایک مشکل کام بخیر و خوبی ہوگیا تھا۔ اب مجھے اپنا رول ادا کرنا تھا جس کے لیے وقت کا انتظار تھا۔ میں نے وقت گزاری کے لیے جوس کا ایک گلاس منگوایا اور چھوٹی چھوٹی چسکیاں لینے لگا۔ ہیلن کی توجہ اگرچہ کھانے کی طرف تھی لیکن ایک بار اس کی نظریں مجھ سے بھی ملی تھیں۔ زاہر ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد ہیلن نے بل منگوایا اور میں حرکت میں آنے کے لیے پوری طرح تیار ہوگیا۔ ہیلن نے بل پر مندرج رقم دیکھتے ہوئے کرسی کی طرف ہاتھ بڑھایا جہاں اس نے بیگ رکھا تھا لیکن وہاں بیگ ہوتا تو ملتا۔ ہیلن کی انگلیاں خالی کرسی سے ٹکرائیں تو اس نے چونک کر کرسی کی طرف دیکھا۔ خالی کرسی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ ہیلن بوکھلائے ہوئے انداز میں جھک کر میز کے نیچے جھانکنے لگی اور پھر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ ویٹر مؤدبانہ انداز میں پاس کھڑا تھا۔ اس نے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ ہیلن کیا تلاش کررہی ہے؟

ہیلن نے بڑی بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بڈ تو پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔ ایک میں ہی تھا جو ہیلن کو دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ میرے علاوہ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہے، اس نے دوبارہ میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں التجا تھی کہ دیکھو میں مشکل میں پھنس گئی ہوں۔ میری مدد کرو۔

وہ چند لمحے متواتر میری طرف دیکھتی رہی تو میں کرسی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ اٹھتے وقت میں گلاس اٹھانا نہیں بھولا تھا جس میں سے ابھی میں نے آدھا جوس ہی پیا تھا۔

"کیا بات ہے خاتون! آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں۔" میں نے اس کے قریب پہنچ کر بڑی شائستگی سے کہا۔

ہیلن نے پلٹ کر ویٹر کو اشارہ کیا اور جب ویٹر مؤدبانہ انداز میں سر خم کرکے چلا گیا تو مجھ سے کہا۔ "میں نے اپنا بیگ اس کرسی پر رکھا تھا۔ اب غائب ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں خاتون! میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسی معزز لڑکی کے لیے یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں کچھ رقم بطور قرض دے سکتا ہوں۔ میں اسی ہوٹل میں مقیم ہوں۔ ایک آدھ روز میں تم مجھے لوٹا دینا۔"

"مسئلہ صرف اتنا سا نہیں ہے۔" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا، پھر چونک کر بولی۔ "اوہ آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھ جائیے۔ پھر میں آپ کو تفصیل سے بتاتی ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور اس کے مقابل والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میرے بیگ میں رقم کے علاوہ کچھ ایسے اہم کاغذات بھی تھے جن کی گمشدگی میرے لیے بہت سے مسائل کھڑے کرسکتی ہے۔ سب سے زیادہ فکر مجھے ان کاغذات کی ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویشناک بات ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے؟"

"تم ہی کچھ بتاؤ۔ میں تو یہاں کسی کو جانتی تک نہیں ہوں۔ تم پہلے آدمی ہو جس سے اتنی گفتگو بھی ہوئی ہے۔"

"ٹھہرو، مجھے سوچنے دو۔" میں نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کی پھر چونک کر بولا۔ "ایک بات ذہن میں آئی ہے۔ شاید اس پر عمل کرکے تمہارا بیگ واپس مل جائے لیکن اس کے لیے تمہیں کچھ دور چلنا پڑے گا۔"

"کہاں؟" وہ تردد میں نظر آنے لگی۔

"گھبراؤ مت، میرا خیال ہے یہ حرکت کسی اٹھائی گیرے کی ہے ورنہ اس ہوٹل میں پہلے ویسے لوگوں کا گزر کہاں ہوتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اچکا ادھر آنکلا ہو۔ تمہیں بھی علم ہوگا ایسے لوگ کوئی واردات کرنے کے بعد کسی سنسان جگہ کا رخ کرتے ہیں۔ یہاں نزدیک ہی ایک پارک ہے۔ ممکن ہے جس اچکے نے تمہارا بیگ اڑایا ہے وہ وہاں مل جائے۔"

"کافی دیر ہوگئی۔ اب وہ ہمیں کہاں مل سکے گا۔" ہیلن نے مایوسی سے کہا۔

"ایک موہوم امید پر کہہ رہا ہوں ورنہ امکان تو واقعی بہت کم ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اچکا تمہارے بیگ میں سے رقم نکال کر بیگ وہیں پھینک گیا ہو۔ کاغذات اس کے کسی کام کے نہیں ہوں گے۔"

"اوہ پلیز!" ہیلن نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم ذرا زحمت کرکے میرے ساتھ چل سکو تو میں تمہاری بڑی مشکور رہوں گی۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" میں نے بل کی رقم پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

میں ہیلن کے ساتھ ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ رات کے سوا نو بجے تھے اور واشنگٹن کی سڑکوں پر رونق تھی۔ ٹریفک کے علاوہ پیدل چلنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ موسم قدرے خنک تھا، اس لیے توقع یہی تھی کہ پارک اس وقت سنسان ہی ہوگا۔ ہیلن غیر معمولی تیز رفتاری کا مظاہرہ کررہی تھی۔

ہم جلد ہی پارک تک پہنچ گئے اور ایک ساتھ پارک میں داخل ہوگئے۔ ہیلن نے ادھر ادھر دیکھا اور بولی۔ "یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آرہا۔"

"وہ دیکھو اس طرف۔" میں نے ایک نیم تاریک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں کوئی ہے۔ آؤ دیکھتے ہیں۔"

ہیلن میرے ساتھ اس طرف بڑھی۔ میں نے دور سے ہی پہچان لیا تھا۔ وہ بڈ تھا جو یقیناً ہیلن کے بیگ پر جھکا ہوا تھا۔ ہمیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ چونک کر کھڑا ہوگیا اور پھر مخالف سمت میں چل دیا۔

"ہولڈ مسٹر!" میں نے ہانک لگائی۔ "ذرا بات سنو۔" لیکن بڈ نے رکنے کے بجائے اپنی رفتار بڑھا دی۔ میں نے بھی اپنی رفتار میں اضافہ کردیا۔ ہیلن میرا ساتھ دینے کی کوشش

کر دی تھی مگر وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ اسی اثنا میں بڈ نے دوڑنا شروع کر دیا اور میں نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ بڈ نے بیگ پھینک دیا اور میں اس کا مزید پیچھا کرنے کے بجائے رک کر ہیلن کا بیگ اٹھانے لگا۔ بیگ اٹھا کر میں واپس پلٹا تو ہیلن تیزی سے میری طرف آ رہی تھی۔

"دیکھو، کیا یہ تمہارا ہی بیگ ہے؟" میں نے بیگ ہیلن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اس نے بیگ میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"ہاں یہی ہے۔" اس نے ہیجانی لہجے میں کہا اور کھولتے ہوئے بیگ میں جھانکنے لگی۔

"آؤ اطمینان سے بیٹھ کر چیک کر لو۔ مجھے یقین ہے اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی ہو گی۔"

میں ہیلن کو لے کر ایک نزدیکی بینچ کی طرف بڑھ گیا۔ میرے برابر میں بیٹھ کر ہیلن کچھ دیر دستی بیگ ٹٹولتی رہی پھر حیرت انگیز لہجے میں بولی: "اس میں سے تو کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔"

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے اس میں سے کسی چیز کے کم نہ ہونے کا تمہیں بہت ملال ہوا ہو۔" میں نے کہا اور وہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے حیرت ہو رہی ہے اسے کافی وقت ملا تھا پھر آخر ہر چیز جوں کی توں کیوں موجود ہے؟"

"اسے ہوٹل سے نکلنے میں کچھ وقت لگا ہو گا۔ ایسے لوگ اندر سے بہت خوف زدہ رہتے ہیں۔ سمجھتے ہیں ہر شخص انہیں شبہے کی نظر سے دیکھ رہا ہے اس لیے اسے یہاں تک پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہو گی۔ ابھی شاید اس نے بیگ کھولا ہی تھا کہ ہم نازل ہو گئے اور اسے فرار ہونا پڑا۔ تم نے دیکھا نہیں تھا مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ کیسا گھبرا گیا تھا۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا۔" ہیلن نے کہا۔ "اور میں تمہاری بہت شکر گزار ہوں مسٹر۔۔۔ اوہ معاف کرنا میں ذہنی طور پر اتنی پریشان تھی کہ اپنے محسن کا نام بھی نہیں پوچھ سکی۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام ایلین ہے۔ ایلین گراہم لیکن میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا۔"

"میں ہیلن ہوں۔ پورا نام ہیلن میٹر ہے۔ تم چاہے کچھ بھی کہو لیکن میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"مت بھولنا لیکن اب یہاں سے اٹھو چلو۔ خنکی یہاں کچھ زیادہ ہی ہے۔ کہیں برف کی ڈلیوں میں نہ تبدیل ہو جائیں۔"

ہیلن ہنستی ہوئی اٹھ گئی اور ہم پارک سے نکل آئے۔

"چلو تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آؤں۔ کہاں رہتی ہو؟"

"ایک کپ کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ... نے میری بات اٹھا کر کہا۔

"ایک نازک اندام دوشیزہ کا مہمان بن کر مجھے ... خوشی ہو گی۔" میں نے کہا اور وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "ریستوران یہیں موجود ہے۔"

ہم دونوں قریبی ریستوران کی ایک میز پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ہیلن نے کافی کا آرڈر دے دیا۔

"یہ لو۔" اس نے کافی آنے سے قبل ہی اپنے بیگ سے کچھ نوٹ نکال کر میری طرف بڑھائے۔ "یہ وہ رقم ہے جو ... نے ادا کی تھی۔"

"رکھ لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "واپسی ضروری ہے؟"

"بہت ضروری ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "... نے بطور قرض دی تھی۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ یہ رقم تم ادا کرو۔ پھر کبھی دے دینا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" ہیلن نے کہا۔ "رقم ادا کروں یا بعد میں۔ رقم تو اتنی ہی ادا کرنا پڑے گی نا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ اس بہانے تم سے دوبارہ ملنے کا امکان تو رہے گا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ویسے بھی ہوتی رہے گی۔" ہیلن نے مسکرا کر ...

"تم اسی ہوٹل میں مقیم ہو نا؟"

"ہاں کمرا نمبر تین سو بارہ میں۔" میں نے ... کہا۔ "تم کب آؤ گی؟"

"کل شام سات بجے آؤں گی۔" ہیلن بولی۔ "کل تمہارے ساتھ ہی ڈنر کروں گی۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارا انتظار کروں گا لیکن خیال رہے میری مہمان ہو گی۔"

"یہ زیادتی ہو گی۔" اس نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "... کا ڈنر میری طرف سے ہو گا۔"

"مجھے دیکھو، تم نے کافی کی دعوت دی جو میں نے ... خوش دلی سے قبول کر لی۔ کیا تم میری خواہش کا احترام نہیں ..."

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" ہیلن نے بے بسی سے کہا۔ "... جانتے کہ تمہاری وجہ سے میں کتنی بڑی زحمت سے بچ گئی ... اگر مجھے مہمان بنانا تمہاری خواہش ہے تو میں تمہاری ... کو کبھی رد نہیں کروں گی۔ ڈنر تو بہت معمولی سی بات ہے ... مجھ سے کوئی بہت بڑی خواہش کر کے دیکھنا۔ تمہاری ... پوری کر کے مجھے کتنی خوشی ہو گی، اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"شکریہ ہیلن! میرے لیے یہی بہت ہے کہ تم نے میری ... قبول کر لی۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

ہیلن مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی پھر طویل ... لے کر بولی۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو ایلین! اتنے اچھے کہ جتنے اچھے آدمی کا میں نے صرف تصور ہی کیا تھا اور آج سے پہلے مجھے ... تھا کہ وہ صرف تصور ہی ہے۔"

"میری ایک نصیحت یاد رکھنا ہیلن! آئندہ کسی کے ... بارے میں اتنی جلدی کوئی رائے مت قائم کرنا۔ آؤ اب چلیں۔"

ریستوران سے باہر نکلنے کے بعد ایک مرتبہ پھر میں نے اسے گھر تک چھوڑنے کی آفر کی لیکن اس نے کہا کہ وہ ... چلی جائے گی اور میں اس سے رخصت ہو کر ہوٹل واپس آ گیا۔ جہاں میرے کمرے میں تہذیب کے ساتھ بڈ اور زاہر بھی موجود تھے اور میرے ہی منتظر تھے۔

"ہا ہا۔" بڈ نے مجھے دیکھتے ہی ایک طویل سانس لی۔ "کل تک ... آنکھیں نکالی جاتی تھیں اور آج یہ عالم ہے کہ سنسان پارک میں بوڑھی عورتوں کے بٹوے اڑائے جا رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک بڈ ہی تو لاوارث ہے جس پر سب گرجتے ہیں۔"

"اس کی بات کا تو جواب دینا ہی حماقت ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "تم بتاؤ کیا رہا؟"

"اس سے متعارف ہونے کی جو ترکیب اچانک ذہن میں آئی وہ بڑی کارگر ثابت ہوئی۔" میں نے کہا۔

"اس کے لیے بھی تم بڈ کے محتاج تھے۔" بڈ نے کہا۔ "اگر بڈ نہ ہوتا تو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"اور اگر زاہر نہ ہوتا تو آپ کبھی اس کا بیگ نہیں اڑا سکتے تھے۔" زاہر نے بڈ کی نقل اتاری۔

"اس سے متعارف ہونے کا یہ کوئی پہلا اور آخری طریقہ تو نہیں تھا اور بھی بہت سے طریقے تھے۔ بس یہ ہے کہ اس طرح کام ذرا جلدی اور بہتر ہو گیا۔ کسی دوسرے طریقے میں ذرا دیر لگ جاتی۔"

"اس سے کیا معلوم ہوا چیف؟"

"ابھی تک تو میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی اس نے خود اپنے بارے میں کچھ بتایا۔ بس وہ اپنے بیگ کی گمشدگی پر بہت پریشان تھی اور اس کے بازیاب کرانے پر بار بار میرا شکریہ ادا کر رہی تھی۔"

"جانتے ہو چیف! اس کے بیگ میں کیا چیز تھی جس کے لیے وہ اس قدر پریشان ہو رہی تھی؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "نہ میں نے پوچھا اور نہ اس نے بتایا لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے بڈ کو گھورا۔

"بڈ بہت بے وقوف آدمی ہے چیف! اس کا بیگ اڑا کر پہلے میں اپنے کمرے میں لے گیا جہاں میں نے اچھی طرح اس کے بیگ کی تلاشی لی۔ اس کے بعد میں نے پارک کا رخ کیا تھا۔"

"اب تو بتا کیوں نہیں، اس بیگ میں کیا چیز تھی؟" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"اس ادارے کا شناختی کارڈ تھا چیف جہاں وہ کام کرتی ہے۔ اسے سب سے زیادہ فکر اس کارڈ کی رہی ہو گی۔"

"اوہ!" میں نے بڈ کو بغور دیکھا۔ "مگر ایک شناختی کارڈ کے لیے اتنا زیادہ پریشان ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"وہ خاص قسم کا شناختی کارڈ ہے چیف!" بڈ نے کہا۔ "اس پر درج شدہ ہدایات کے تحت کارڈ گم کرنے پر سخت سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ ہیلن کی ملازمت زیادہ پرانی نہیں ہے اس لیے اس نے کارڈ بیگ میں رکھنے کی حماقت کی ہو گی۔"

"تم اس کا کارڈ دیکھ چکے ہو بڈ! کیا ہیلن ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم چیف! لیکن جس ادارے میں وہ کام کرتی ہے وہ جوہری ہتھیاروں سے ہی متعلق ہے۔"

"تب تو کام بن گیا بڈ! ہیلن میری بہت زیادہ ممنون احسان ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے ذریعے ہمارا کام ہو جائے گا۔"

اس کے بعد ہم نے اپنی آئندہ کی حکمت عملی کے بارے میں کچھ باتیں طے کیں اور پھر میٹنگ برخاست ہو گئی۔

"کیا تم کام کی رفتار سے مطمئن ہو تہذیب؟" بڈ اور زاہر کے جانے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا۔

"سچ پوچھو تو مجھے اس معاملے میں کچھ گڑبڑ معلوم ہو رہی ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تہذیب؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "سب کچھ تو ٹھیک ٹھاک ہوا ہے۔ گڑبڑ کیسی؟"

"ہیلن کوئی بچی نہیں ہے علی! اس کا اتنی آسانی سے مطمئن ہو جانا سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کی بات کسی حد تک درست تھی۔ ہیلن کا یوں مطمئن ہو جانا مجھے بھی کھٹکا تھا لیکن میں اب بھی کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ پایا تھا۔ ممکن تھا کہ ہیلن کو مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہ ہوا ہو اور اس بات کا بھی امکان تھا کہ وہ میری طرف سے کھٹک گئی ہو اور مصلحتاً اس نے مجھ پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا ہو۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" تہذیب نے مجھے خیالات میں

کھویا ہوا دیکھ کر ٹوکا۔

"تم نے تو مجھے اُلجھن میں مبتلا کر دیا ہے تہذیب۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ہیلن کا رویّہ تو میرے ساتھ ایسا نہیں تھا کہ اُس کی بنا پر ہم خود کو کسی خطرے میں محسوس کریں، تاہم اِس امکان کو بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو گئی ہو۔"

"پھر؟" تہذیب میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی۔ "اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"ابھی تو جو کچھ کرنا تھا کر گزرے۔ اب خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑنے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ "ہمیں بڑی کوشش سے وہ کر انتظار کرنا ہوگا۔"

ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر موجود شخصیت میرے لیے اجنبی تھی۔

"ہیلو۔" دروازے پر موجود طویل القامت خاتون نے مسکرائے بغیر کہا۔ اُس کے ہونٹ پتلے تھے۔ اتنے پتلے کہ انھیں دیکھ کر یہ گمان گزرتا تھا کہ اس نے ہونٹ بھینچ رکھے ہیں۔ اُس کی گہری نیلی آنکھوں میں عجیب قسم کی سرد مہری تھی۔

"ہیلو۔" میں نے جواباً اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں آپ کو پہچانا نہیں۔"

اُس نے ایک کارڈ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ "غالباً اس کے بعد کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔" اُس نے کہا۔

کارڈ دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ اُس کا تعلق سرکاری سراغ رساں ادارے سے تھا۔ گویا تہذیب کے خدشات عملاً سامنے آ گئے تھے۔ وہ یقیناً ہیلن والے معاملے ہی میں آئی تھی۔ اس کے علاوہ اُس کی آمد کی کوئی اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

"فرمایئے مس جیکولین۔" میں نے سراپا اخلاق بنتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"میرے خیال میں گفتگو کرنے کے لیے یہ جگہ قطعی نامناسب ہے۔" جیکولین نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ اندر تشریف لے آیئے۔"

اُس نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے قبل کمرے پر ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی پھر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ آپ کی مسز ہیں مسٹر ایلن گراہم؟" اُس کا اشارہ تہذیب کی طرف تھا۔

"جی نہیں! ہم صرف دوست ہیں۔" ... کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھی کہ ... میں نوجوان جوڑے شادی کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ ... ہیں، برسوں اکٹھے رہنے کے باوجود آپس میں شادی نہیں ... غلط کی بات یہ ہے کہ اس طرح بغیر شادی کے ساتھ رہنے ... وہاں نہ تو اخلاقی طور پر بُرا سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ... یہی وجہ تھی کہ جیکولین نے میری بات سُن کر کسی خاص ... نہیں کیا تھا۔

"میں منتظر ہوں مادام۔" میں نے کہا۔ "آپ کی یہاں آمد بلاوجہ تو نہیں ہو سکتی؟"

"مسٹر ایلن گراہم۔" جیکولین نے ناپ تول کر کہا۔ "... ہے۔ آج کے دور میں ایٹمی ہتھیار ہر ملک کی ضرورت ہیں۔ فخر ہے کہ ہمارا ملک اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ... قوت ہے۔"

میرے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اصل بات ... قبل جیکولین تمہید باندھ رہی تھی۔ ایٹمی ہتھیاروں کے حوالے ... گفتگو کے آغاز کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہمارے اعصاب ... کر دینا چاہتی تھی۔

"یہ بات میرے لیے بھی قابلِ فخر ہے میڈم ..." حتی الامکان پُرسکون لہجے میں کہا۔ "امریکہ کے لیے ... اس افتخار کو برقرار رکھنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں ... پڑتی ہیں۔ مسٹر ایلن گراہم بلینز ڈالرز سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔"

"یہ پہلا موقع ہے میڈم جیکولین۔" میں نے ... انداز میں کہا۔ "اس سے قبل تو میں نے کبھی نہیں سُنا کہ حکومت ... اس ضمن میں اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے چندہ ... ہے یا پھر یہ کوئی نئی پالیسی ہے؟"

جیکولین نے سرد نگاہوں سے مجھے گھورا لیکن ... پر معصومیت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ "میں یہاں چندہ لینے ... آئی ہوں مسٹر ایلن گراہم۔" اُس نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں ... "تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارا محکمہ ان کاموں کے لیے ..."

"اوہ، میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے خجل ہو جانے کی اداکاری کی۔ "دراصل تیزی سے نتائج پر پہنچنا میری عادت ... ہوئی ہی کچھ یہی ہے۔"

"تم ہمیشہ اسی طرح شرمندہ کرتے ہو ایلن۔" تہذیب نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔ "لیکن میرا خیال ہے ... ہوں کہ میڈم جیکولین کون ہیں۔ تم نے ان کا تعارف تک کرانے کی زحمت نہیں کی۔"

میرے بولنے سے قبل ہی جیکولین نے تہذیب ...

... تعارف کرایا۔" اور تہذیب نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ ... جھجکتے ہوئے بولی۔ "تمہارے اخلاق کو کیا ہو گیا ہے ... نے میڈم سے کچھ پینے کو بھی نہیں پوچھا۔"

"نہیں شکریہ۔" جیکولین نے بدستور سرد مہری سے کہا۔ "میں ... کے سلسلے میں آئی ہوں۔"

"فرمایئے۔" تہذیب نے بڑی خندہ پیشانی سے کہا۔ "آپ سے ... کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔"

"آج تم کسی ہیلن نامی لڑکی سے ملے تھے؟" جیکولین ... مخاطب ہوئی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جی ہاں!" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ ... آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟"

"اُس کا تعلق ایک ایسے محکمے سے ہے جو جوہری ہتھیاروں ... سے متعلق ہے۔" جیکولین نے کہا۔

"اوہ! مگر اُس نے تو مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی جس ... سے یہ ظاہر ہوتا کہ اُس کا تعلق جوہری . . ."

"وہ اپنے محکمے کے کسی شعبے سے تعلق رکھتی ہو لیکن جس کا کام امریکہ کے جوہری ہتھیاروں اور اُس سے متعلق اداروں کے ذمہ داران کی حفاظت کرنا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کی حفاظت اور نگرانی کی ... جاتی ہے اور جو شخص بھی ان محکموں کے کسی ملازم سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے، ہم اس کے خلاف تحقیقات کرتے ہیں۔"

"آپ کی کہی ہوئی ہر بات میرے لیے انکشاف ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن کیا یہ ذاتیات میں مداخلت کے مترادف نہیں ہے؟"

"ان اداروں کے ملازمین کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ انھیں کن شرائط کے تحت ملازمت کرنی ہوگی۔" جیکولین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس بات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اب ہمارے خلاف تحقیقات کی جائیں گی؟"

"ظاہر ہے۔" جیکولین بولی۔

"لیکن مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ اس کا تعلق کس محکمے سے ہے۔" میں نے ... انداز میں کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جیکولین نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے دانستہ اُس سے قریب ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جیکولین نے پہلے کے انداز میں کہا۔

"پھر کس چیز سے فرق پڑتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اُس سے قریب ہونے کے لیے جو کوشش کی تھی وہ انتہائی بچکانہ تھی۔ ہیلن جیسی ناتجربہ کار لڑکی تمھارے جھانسے میں آ سکتی ہے ہم نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم جیکولین!" میں نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔ "مس ہیلن کا پرس گم ہو گیا تھا۔ میں نے تو اُن کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کے عوض مجھے یہ الزام . . ."

"اُس کا پرس تمھارے ساتھی نے غائب کیا تھا۔" جیکولین نے کہا۔ "اُس ساتھی نے جو برابر والے کمرے میں ٹھہرا ہے اور جس کا قد چھوٹا ہے۔"

میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آخر اسے یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہو گئیں۔ مگر میں نے اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "یہ قطعی بے بنیاد الزام ہے۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔"

"تم ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ہیلن کو قریبی پارک میں لے گئے جہاں تمھارا ساتھی پہلے سے موجود تھا۔ تم نے ہیلن کا پرس اُس کے پاس سے برآمد کرا دیا تاکہ اُس کی ہمدردیاں حاصل کر سکو۔"

"نہ مجھے معلوم تھا، نہ میں نے اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں کام کرتی ہے اور یہ تو مجھے اب بھی نہیں معلوم کہ جہاں وہ کام کرتی ہے وہاں اُس کی حیثیت کیا ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس قسم کے الزامات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"جوہری توانائی کے کسی ادارے میں کام کرنے والا چپراسی بھی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے مسٹر ایلن گراہم! ہیلن تو پھر محکمے کے ڈائریکٹر کی پرسنل سیکریٹری ہے۔"

"اوہ!" میرے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑ گئے۔ "مگر آپ نے یہ بات مجھے کیوں بتائی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دنیا جانتی ہے کہ مسٹر گریے بولڈنگ اس محکمے کے ڈائریکٹر ہیں اور ہیلن اُن کی پرسنل سیکریٹری ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور ہیلن کی تقرری حال ہی میں ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لوگ جانتے ہوں گے مگر مجھے معلوم نہیں تھا۔ اب آپ نے بتا دیا تو معلوم ہو گیا۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتے ہو ورنہ ہیلن سے تعارف حاصل کرنے کے لیے اتنے پاپڑ نہ بیلتے۔"

"آپ کافی دیر سے مجھ پر الزامات عائد کیے جا رہی ہیں۔ اور میں برداشت کیے جا رہا ہوں۔ کیا آپ اپنے لگائے ہوئے کسی الزام کا ثبوت بھی پیش کر سکیں گی؟"

"تمھارا ساتھی ہیلن کے برابر والی میز پر تھا جو شخص ...

گزر رہا تھا وہ بھی تمہارا ساتھی تھا۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو؟"

"یہ ایک حقیقت ہے جس سے ہوٹل کا اسٹاف بہت اچھی طرح واقف ہے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں حقائق کی تردید کروں۔"

"تم نے یہ سارا چکر اسی لیے چلایا تھا کہ لوگوں کی توجہ ایک جانب مبذول ہو جائے اور تمہارے دوسرے ساتھی کو پرس اٹھانے کا موقع مل جائے۔"

"اس جگہ سے الزام تراشی کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ کیا کسی شخص نے اُسے یہ حرکت کرتے دیکھا تھا؟"

"نہیں۔" جیکولین نے نفی میں سر ہلایا۔ "اُس وقت ہمارے آدمیوں تک کی نگاہیں چوک گئیں ورنہ اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جاتا۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ لوگ بڑے مستعد معلوم ہوتے تھے۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ جوہری توانائی کے ملازمین کی اتنی کڑی نگرانی کی جاتی ہو گی تو میں ہرگز ہیلن سے متعارف ہونے کے لیے اتنا مخدوش طریقہ استعمال کرتا لیکن قسمت یاوری کر رہی تھی کہ ہم بچ گئے ورنہ کم از کم بڈ تو ضرور پکڑا جاتا۔

"تب تو یہ الزام تراشی ہی ہوئی۔" میں نے کہا۔ "جب تک کوئی چشم دید گواہ نہ ہو یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہی جا سکتی ہے؟"

"اس کے بعد تم ہیلن کو پارک لے گئے۔ وہاں تمہارا پستہ قامت ساتھی پہلے سے موجود تھا۔ تمہیں دیکھتے ہی جھاڑیوں میں چھپ کر بھاگ کھڑا ہوا۔"

"میڈم جیکولین!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے ہیلن کی زبانی واقعات سنے، یہاں آ کر ہوٹل سے معلومات حاصل کیں اور جب تمہیں معلوم ہوا کہ میرا ایک ساتھی پستہ قامت بھی ہے تو تم نے محض اندازے سے ایک کہانی ترتیب دے ڈالی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جوہری توانائی کے محکمے کے ملازمین کی نگرانی کی جاتی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ میرے آدمیوں کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق ہے۔"

"تب بھی یہ بات قطعی احمقانہ معلوم ہوتی ہے کہ تم ہمارے پاس آ کر ہمیں ساری معلومات فراہم کر رہی ہو۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارے بارے میں پوری طرح سے تفتیش کی جاتی اور اس کے بعد۔ ۔ ۔"

"ہم تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ہمیں کب کیا کرنا چاہیے۔" جیکولین نے خشک لہجے میں کہا۔

"الزام تراشیاں بہرحال برداشت نہیں کی جا سکتیں۔" میں نے بھی اُسی لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے جواب دیا ہوتا۔ اگر ہمارے پارک میں تمہارے آدمی موجود تھے تو انھیں چاہیے تھا کہ اُسی وقت پکڑ لیتے۔"

"پارک تاریک تھا اور اسی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گیا ورنہ ہم تمہیں دکھاتے۔"

"اگر تمہیں شبہ تھا کہ وہ میرا ساتھی ہے تو تمہارے آدمیوں کو چاہیے تھا کہ واپس ہوٹل پہنچ جاتے اور اُسے ہوٹل میں داخل ہوتے وقت پکڑ لیتے۔"

"اُس وقت انھیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمہارا ساتھی بھی ہو سکتا ہے ورنہ یہی کیا جاتا۔"

"گویا تمہیں یقین ہے کہ ہم جوہری ہتھیاروں کے سلسلے میں کسی قسم کی تخریبی سرگرمی میں ملوث ہیں؟"

"ہاں۔" جیکولین نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "تم یا تو کسی چکر میں ہو یا پھر کسی کے ایجنٹ ہو۔"

"تب تو ہم نہایت احمق ہیں جو اس طرح کھلے بندوں نمائش کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا تمام ایجنٹ ایسے ہی ہوتے ہیں میڈم جیکولین؟"

"ایجنٹ ہر طرح کے ہو سکتے ہیں لیکن میں ایک بات تمہارے حق میں جاتی ہے۔ کوئی بھی ایجنٹ ہو، اپنے انداز سے کام کرتا ہے۔"

"چلو اتنا تو ہوا کہ ہم غداری جیسے سنگین الزام سے بچ گئے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"نہ تم اس الزام میں ملوث ہوئے تھے اور نہ ہی بچ گئے ہو۔ تم پہلے بھی مشکوک تھے، اب بھی مشکوک ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔" میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ "آپ کی آمد کا مقصد ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میں اپنے شعبے کی انچارج ہوں۔" جیکولین نے کہا۔ "اور نہیں چاہتی کہ میرے شعبے کی کارکردگی پر کوئی حرف آئے۔"

"اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں نکلتا کہ آپ بلا عذر ہم پر الزام تراشی کرتی پھریں۔ اس طرح تو آپ کے شعبے کی کارکردگی پر حرف ضرور آئے گا۔"

"میرے کام کرنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ میں کسی بھی خطرے کے اونچا ہونے کا انتظار نہیں کرتی۔ میں فتنے کا سر ابھرتے ہی کچل دینے کی قائل ہوں۔"

"آج کا واقعہ میرے لیے بہت تلخ ثابت ہوا ہے۔ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آئندہ اگر کوئی مجرم بھی ہوا تو تب تک دخل اندازی نہیں کروں گا۔"

جیکولین چند لمحے غور سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں کوئی غرض نہیں کہ آئندہ تم کیا کرو گے لیکن اس معاملے میں ہم ہر چیز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تم نے خود ہی کوئی حرکت کی ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم نادانستگی میں کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہو۔ تمہیں اصل حالات سے بے خبر رکھا گیا ہو۔"

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں میڈم جیکولین!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "میں کسی بات سے واقف نہیں ہوں۔"

"جب تمہارا ساتھی گرا تھا تو تمہارا فطری ردِعمل یہ ہونا چاہیے تھا کہ تم آگے بڑھ کر اُسے سنبھالتے لیکن اس کے برعکس تم دونوں ایک دوسرے سے اجنبی بنے رہے۔"

"آپ کس قسم کے تجربے کر رہی ہیں۔ وہ فوراً ہی اٹھ گیا تھا۔ ضرورت پڑتی تو میں یقیناً اس کی مدد کے لیے آگے بڑھتا لیکن اسے ضرورت تھی ہی نہیں۔"

"اس واقعے سے قبل تم تینوں ہال میں موجود تھے پھر اجنبیوں کی طرح اٹھ کر باہر چلے گئے اور اس کے تھوڑی دیر بعد تم لوگ پھر باری باری ہال میں داخل ہوئے۔ کیا اس سے بھی تمہیں انکار ہے؟"

"میں اس بات سے لاعلم ہوں۔ میں ضرور وہاں سے باہر گیا تھا لیکن اپنے ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

جیکولین صوفے سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف گئی اور پردہ ہٹا کر باہر جھانکنے لگی۔ چند لمحے بعد پلٹ کر بولی۔ "تم شاید ابھی تک اسی اُدھیڑبن میں ہو کہ میں یہاں کیوں آئی تھی؟"

میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ البتہ تہذیب قوامیس کی موجودگی کے دوران خاموش تماشائی بنی رہی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں فتنے کو ابتدا ہی میں کچل دینے کی قائل ہوں۔ تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم لوگ کتنے مستعد ہیں۔ اگر تم کسی چکر میں ہو تو کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ لوگ واقعی بے حد مستعد تھے اور مجھے اس بات کا اندازہ ذرا دیر سے ہوا لیکن ہو گیا تھا۔

"تم ہمارے خلاف تفتیش کیوں نہیں کرتیں۔ ہوٹل کے رجسٹر سے تمہیں ہمارے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہو گئی ہوں گی۔"

"وہ ساری معلومات پہلے ہی حاصل کر لی گئی ہیں لیکن اب تمہارے بارے میں تفتیش کرنے سے کیا حاصل ہو گا۔ کسی کی نیت کے بارے میں تو پتا نہیں چلایا جا سکتا۔"

"کیا اس کا مطلب یہ لوں کہ تم مجھے ہیلن سے دور رہنے کے لیے کہہ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"تم میں ذرا سی بھی عقل ہو گی تو خود ہی سب کچھ سمجھ گئے۔ اسی لیے میں نے ہر بات تمہارے گوش گزار کر دی ہے۔ حالات اور واقعات کی روشنی میں تمہاری پوزیشن بہت خراب ہے۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن کل شام ہیلن یہاں آئے گی اور ڈنر میرے ساتھ ہی کرے گی۔ میں اُسے کیسے روک سکتا ہوں۔ اُس سے وعدہ جو کر چکا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جیکولین نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں تنبیہ کر دی ہے۔ اب تم جو بھی کرو گے اپنی ذمے داری پر کرو گے۔"

"آپ کو ہماری طرف سے خطرہ نہیں ہونا چاہیے میڈم! زیادہ سے زیادہ دو تین روز میں ہم واشنگٹن سے چلے جائیں گے۔"

"خطرہ؟" وہ دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے یکلخت رُک کر مڑی۔ اُس کے پتلے ہونٹوں پر بڑی سفاک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ "خطرے میں تو تم خود ہو۔ اپنی فکر کرو۔" اُس نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"بڑا بے ہودہ طرزِ عمل ہے اس عورت کا۔" تہذیب نے اُس کے باہر نکلتے ہی کہا لیکن اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں جھپٹ کر دروازے کی۔ ۔ ۔ طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ جیکولین لفٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راہداری کے دونوں سروں پر دو افراد نظر آئے جو بڑے غیر متعلق انداز میں کھڑے تھے لیکن میں نے ایک ہی نظر میں اندازہ کر لیا کہ وہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ جیکولین لفٹ میں سوار ہو گئی اور میں کمرے میں واپس آ گیا۔

"وہ تنہا نہیں آئی تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "اُس کے دو مہرے اب بھی راہداری میں موجود ہیں۔"

"اور بھی ہوں گے۔ دو تو صرف راہداری میں نظر آئے ہیں۔ اس وقت تو پورا ہوٹل ان کے گھیرے میں ہو گا۔"

"ان لوگوں کے کام کرنے کا انداز تو یہی ہے۔ خطرہ خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، احتیاطی تدابیر کے طور پر گھیراؤ ضرور کر لیتے ہیں۔"

"اس عورت جیکولین کا طریقۂ تفتیش احمقانہ نہیں ہے علی! ہم سے معلومات حاصل کرنے کے بجائے ہمیں معلومات فراہم کر کے چلی گئی۔"

"اس کا اپنا انداز ہے۔ ہم بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں لیکن یک بیک ہمارے لیے بے حد دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہم ان کی نظروں میں آ گئے۔"

"میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر ان لوگوں کی مستعدی کا یہی عالم ہے تو پھر بارود سے لدا جیل سے فرار ہونے کیسے جوہری کیشٹ چرائے ہوں گے۔"

بدترین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ تہذیب کی کہی ہوئی ہر بات سے میں پوری طرح متفق تھا لیکن بڈ بحث کرنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔ "آپ اُن سے مرعوب معلوم ہوتی ہیں میڈم! ابھی اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔ سی آئی اے میں بھی ہماری طرح کے ہی لوگ ہوتے ہیں، وہ کوئی آسمانی مخلوق تو نہیں ہوتے کہ اُن سے غلطی سرزد ہی نہیں ہو سکتی۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ بغیر کسی ثبوت کے انھوں نے ہم پر چڑھائی کر کے زبردست غلطی کی ہے۔"

"میں پوری طرح تو نہیں بتا سکتی کہ انھوں نے کس کس پہلو کو پیش نظر رکھا ہوگا لیکن دو موٹی موٹی باتیں ایسی ہیں جو واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ اس بات کا امکان تھا کہ ہم چاروں میں سے کوئی ایک بوکھلا کر کسی قسم کا اعتراف کر بیٹھتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو اُن کی چاندی ہو جاتی لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بھی یہ بات بہرحال طے تھی کہ ہم لوگ بوکھلا ضرور جائیں گے۔ بوکھلاہٹ میں آدمی اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے اور اس کا گرفت میں آنا آسان ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہم میں سے کسی نے کوئی اعتراف نہیں کیا اس لیے اب اُن کی پوری توجہ اس بات پر مرکوز ہوگی کہ کب ہم سے کوئی غلطی ہو اور وہ ہم کو پھانس لیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔" بڈ نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"ہم کسی تخریبی سرگرمی میں ملوث نہیں ہیں بڈ!" میں نے کہا۔ "اور نہ ہی ہم ایسا طریقہ کار اختیار کر رہے ہیں جس کی بنا پر ہمیں گرفت میں لیا جا سکے لہٰذا ہمیں مطمئن رہنا چاہیے آخر کل تک اُن کی بھی تو یہاں آئے گی۔"

"اور اگر انھوں نے ہمارے بارے میں تفتیش شروع کر دی تو؟" بڈ نے کہا۔ "ہمارا سب کچھ تو فرضی ہے۔ کیا ہم پکڑے نہیں جائیں گے؟"

"اس سارے معاملے میں یہی ایک پہلو کمزور ہے اور میں اسی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہوں لیکن اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم پہلے سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے کی کوشش کریں اور پکڑے جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم چانس لیں۔ ممکن ہے ہمارے بارے میں تفتیش نہ کی جائے۔ میرے خیال میں دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں جناب۔" زاہر نے کہا۔ "ہمیں فوری خطرہ تو ہے نہیں جس سے گھبرا کر ہم کوئی اُلٹی سیدھی حرکت کر کے خود کو پھنسا لیں۔"

"لیکن اگر انھوں نے تفتیش کر ہی ڈالی تو ہماری کیا پوزیشن ہو گی؟" بڈ بولا۔ "کیا ہم چوہوں کی طرح نہیں گھیر لیے جائیں گے؟"

"اس صورت میں ہم مقابلہ کریں گے۔ کوئی راستہ یوں بھی نہیں ہے۔ جب خطرہ سر پر آ جائے گا تو ہاتھ پیر ماریں گے۔"

"ٹھیک ہے چیف! اگر تم مرد ہی دینے پر تُلے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور اب تو کمرے تک ہی محدود ہو جانا پڑے گا۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کمرے تک محدود ہو جانے میں کیا مصلحت کارفرما ہے؟"

"ہماری نگرانی ہو رہی ہے چیف! اگر ہم کہیں باہر جائیں گے تو ہمارا تعاقب شروع کر دیا جائے گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ انھیں تعاقب کرنے دو۔ تم کوئی غلط کام کرو گے نہیں تو پھر اُن سے ڈرنے کی ضرورت ہے؟"

"خوش رہو چیف!" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں بور ہو رہا تھا... خیر اب میں ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لے سکتا ہوں۔"

"نہ صرف ہوٹل کی تفریحات بلکہ پورے واشنگٹن میں جہاں چاہو گھومو پھرو۔ جی بھر کے عیش کرو، میری طرف سے پوری آزادی ہے۔"

"ٹھیک... کیا کہہ رہے ہو چیف؟" بڈ نے اُچھل کر کہا۔ "کیا یہ سب کچھ سرکاری طور پر ہوگا؟ کہیں تم شاید مذاق کر رہے ہو۔"

"میں سنجیدہ ہوں بڈ!" میں نے چند بڑے نوٹ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نگرانی کرنے والے کہیں بور نہ ہو جائیں لیکن خبردار انھیں ڈاج دینے کی کوشش مت کرنا۔"

"آج تو تم نے دل خوش کر دیا چیف!" بڈ نے نوٹ جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ "دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ لہٰذا [illegible]..."

"یہ رعایت تم سے کسی وقت بھی واپس لی جا سکتی ہے۔ جلد از جلد میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔"

"مارے باپ رے۔" بڈ اُچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ زاہر کو ہنسی آ گئی۔

"میرے لیے کیا حکم ہے جناب؟" زاہر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا مجھے بھی شہر نوردی کرنی پڑے گی؟"

"ضروری نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر تم کہیں جانا چاہو تو تم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"نہیں جناب! باہر جانے کا میرا قطعی کوئی موڈ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "تم جو چاہو کرو لیکن ذہن میں یہ سوال رکھو کہ ہم کسی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہیں۔"

"یہ تو میں سمجھ چکا ہوں جناب کہ ہمیں سب کچھ معمول کے مطابق کرنا ہے۔" زاہر نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

"ہم بہت خطرناک سچویشن میں پھنس گئے ہیں علی! کہیں یہ کمرہ ہمارے لیے چوہے دان ہی نہ ثابت ہو..."

"اب اپنی مرضی سے تو اس صورت حال سے نہیں نکل سکتے لہٰذا تم بھی بے فکری اوڑھ لو اور لمبی تان کے سو جاؤ۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "چلے تھے نائٹ پری، فولو اور ٹن ٹن کو چھڑانے اور خود اس جنجال میں پھنس گئے۔"

"کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے تہذیب! لیکن ہماری کوششیں تو بہرحال جاری رہیں گی۔ نتیجہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ نکلے۔"

"ایک بات پوچھوں علی! بتاؤ گے؟" تہذیب نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"دس باتیں پوچھو جانِ علی!" میں نے ترنگ میں کہا۔ "لیکن تمھیں کوئی بات پوچھنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑ گئی؟"

"تم ہمیشہ مجھ سے کچھ نہ کچھ چھپاتے رہتے ہو۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کبھی پوری بات نہیں بتانا تمھاری عادت ہے۔"

"اوہ!" میں ہنس پڑا۔ "یقیناً تم موجودہ صورت حال کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہو۔"

"ہاں علی! میرے سوال کا تعلق موجودہ صورت حال سے ہی ہے لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ تم صحیح بات بتاؤ گے۔"

"ارے پگلی! تو دیا بتاؤں گا۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے؟" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" تہذیب مسکرائی۔ "یہ بتاؤ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ ہمارے بارے میں تفتیش کر کے معلوم کر لیں کہ ہمارے نام پتے سب کچھ جعلی ہیں؟"

"بالکل ممکن ہے بلکہ اس کا امکان بہت زیادہ ہے۔ اگر انھوں نے تفتیش کر لی تو انھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"اگر انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم نے فرضی نام پتے لکھوائے ہیں تو کیا وہ ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کریں گے؟"

"بالکل کریں گے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایسی صورت میں ہمارے فرار ہونے کے کیا امکانات ہوں گے؟"

"نہ ہونے کے برابر۔" میں نے کہا۔

"کیا ہم یونہی گرفتار ہو جائیں گے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی تو نہیں ہے۔ فرار ہونے کی کوشش کر کے ہم سراسر نقصان میں رہیں گے۔"

"تم آخر اتنے مطمئن کیوں ہو؟" تہذیب جھنجھلا گئی۔ "یقیناً تمھارے ذہن میں کچھ ہے ورنہ تم اتنے مطمئن نہ ہوتے۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "تو تم یہ پوچھنا چاہ رہی تھیں۔" میں نے کہا۔ "ہاں تہذیب! اگر ہم گرفتار ہو بھی گئے تو وہ ہمیں زیادہ دیر قید نہیں رکھ سکیں گے۔ مجبوراً انھیں فارمولوں کے بارے میں بتانا پڑے گا۔"

تہذیب اُچھل پڑی۔ "واقعی علی! یہ تو سوچنے کی بات ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ "اگر ایسا ہوا تو مزہ ہی آ جائے گا۔ سی آئی اے والے کیا یاد کریں گے کس سے پالا پڑا تھا۔"

اسی طرح باتیں کرتے کرتے ہم سو گئے۔ رات سکون سے گزر گئی۔ صبح کا ناشتا ہم نے کمرے ہی میں کیا۔ ناشتے کے بعد میں کمرے سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کمرے میں رکھی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ایک شخص نظر آ رہا تھا جو غالباً اخبار پڑھ رہا تھا لیکن مجھے یہ سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہوئی کہ اس شخص کا تعلق سی آئی اے سے ہے۔ اور اس طرح ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ سی آئی اے والوں سے کچھ بعید نہیں تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت ہوٹل کا ہر ملازم اُن کے لیے کام کر رہا ہو۔ میں بے پروائی سے بڈ اور زاہر والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زاہر کمرے ہی میں موجود تھا۔ اُس نے بتایا کہ ابھی تک بڈ کی واپسی نہیں ہوئی ہے۔ اس اطلاع میں تشویش کی کوئی بات نہیں تھی مگر اب اُسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بڈ واپس آ گیا۔ میں نے غور سے اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے تھکن ظاہر نہیں ہو رہی تھی کہ رات اس نے جاگ کر گزاری ہے۔

"او ہو! تم یہاں ہو چیف!" بڈ نے کہا۔ "ابھی ابھی تمھاری ہی طرف جا رہا تھا۔ رات تو مزہ ہی آ گیا۔"

"تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔" میں نے کہا۔

"یہ زیادتی ہے چیف۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ عیش کرو۔ اب خود ہی باز پرس بھی کر رہے ہو۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ رات تم کہاں کہاں گئے اور تمھارا تعاقب کب تک کیا گیا؟"

"کئی نائٹ کلبوں کے چکر لگانے کے بعد ایک لڑکی مجھے مل گئی۔ میں اُس کے فلیٹ پر چلا گیا۔ بہت غریب لڑکی ہے بے چاری۔۔۔"

"لڑکی کے حالات بیان کرنے کے بجائے کام کی بات کرو۔ مجھے اُس لڑکی کے حالات جاننے کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ہاں تو اُس لڑکی کے فلیٹ پر جانے تک یہ لوگ سائے کی طرح میرے ساتھ لگے رہے۔ انھوں نے خود کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ پھر انھوں نے فلیٹ کو گھیرے میں لے لیا۔"

"گھیرے میں لینے کا کیا مطلب ہوا؟" زاہر نے چونک کر پوچھا۔

"وہ نگرانی ہی کر رہے تھے لیکن اس طرح کہ اُن کی نظروں میں آئے بغیر فلیٹ سے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔"

"تو تم نے ساری رات اُس لڑکی کے فلیٹ پر گزار دی؟" میں نے مجید کو گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف! وہاں تو میں مجبوراً گیا تھا۔ آخر صحت کے لیے سونا بھی تو ضروری ہے۔ پانچ بجے میں اس فلیٹ سے نکل کر ایک پارک میں چلا گیا۔ وہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ پارک میں ایک گھنٹا جاگنگ اور دیگر مختلف ورزشیں کرنے کے بعد میں پھر گھومنے نکل کھڑا ہوا۔ ناشتا جس ہوٹل میں کیا وہ یہاں سے بہت دور ہے۔ اب وہیں سے آ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے مجید" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "تم نے اپنا کردار بہت اچھی طرح نبھایا۔ اب اگر نیند پوری کرنا چاہو تو سو جاؤ۔ اٹھنے کے بعد پھر گھومنے نکل جانا اور اس بار زاہر کو ساتھ لیتے جانا۔ کچھ دیر ساتھ گھومنے کے بعد تم دونوں الگ الگ ہو جانا۔ تھک جاؤ تو واپس آ جانا۔"

"مجید کبھی نہیں تھکتا چیف!" مجید نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن اس طرح گھومنے سے رقم بہت خرچ ہوتی ہے۔"

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رات والے پیسے ختم ہو گئے۔" میں نے جیب سے مزید نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھائے۔ "یہ رکھ لو لیکن خیال رہے کہ شام سات بجے تک لازماً واپس آ جانا۔"

میں نے اپنے کمرے میں واپس آ کر تہذیب کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔ میری باتیں سن کر تہذیب نے پوچھا۔ "تم مجید اور زاہر کے ذریعے اُن لوگوں کو کیا تاثر دینا چاہتے ہو؟"

"وہ دونوں واشنگٹن کی سیر کر رہے ہیں لہٰذا ہم دونوں کو واشنگٹن کی سیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں؟ ہم دونوں اس ضرورت سے کیوں بے نیاز ہیں؟" تہذیب نے یونہی روا روی میں پوچھا۔

"ہمارے پاس فرصت جو نہیں ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "ہم دوست ہیں اور یہاں [illegible] کرنے والا نہیں ہے۔"

تہذیب جھینپ گئی۔ "میں نہیں رکوں گی اب کمرے میں۔ اس طرح تو واقعی اُن لوگوں پر یہی تاثر پڑے گا۔"

"اس وقت تو تمھارا جو جی چاہے کرو لیکن شام کو مجھے تنہا چھوڑ دینا۔ میں ہیلن سے اکیلے میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ "کیا کوئی نیا آئیڈیا ہے تمھارے ذہن میں؟"

"صرف اتنا کہ تمھاری موجودگی میں شاید وہ کھل کر گفتگو نہ کرے۔ جب وہ چلی جائے تب تم واپس آ جانا۔" میں نے کہا اور تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔

شام تک کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا۔ نگرانی کرنے والے بدستور موجود تھے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ڈائننگ ہال میں کھایا۔ نگرانی کرنے والے سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ خود کو چھپانے کی کوشش کرنے کے بجائے وہ خود کو نمایاں کر رہے تھے۔ شاید اُن کا مقصد یہ رہا ہو کہ ہم کو زیادہ سے زیادہ ہراساں کیا جائے۔

شام چھ بجے کے بعد مجید اور زاہر واپس آ گئے۔ میں نے ان دونوں کو اپنے کمرے میں بلایا اور کہا۔ "جب تک ہیلن یہاں بیٹھی رہے گی تم دونوں اپنے کمرے میں رہو گے۔ تہذیب بھی تمھارے ساتھ ہی رہے گی یا اپنے کمرے میں۔ گفتگو کرتے ہوئے تم لوگ بہت محتاط رہنا۔ مجھے شبہ ہے کہ یہاں ہونے والی گفتگو کہیں اور بھی سنی جا سکے گی۔"

"یہ شبہ تمھیں کیسے ہوا چیف؟" مجید نے پوچھا۔

"تم لوگ تمام دن غائب رہے ہو۔ تمھاری عدم موجودگی میں اُن لوگوں نے یقیناً وہاں کوئی ایسا آلہ چھپا دیا ہو گا جس کے ذریعے یہاں ہونے والی گفتگو سے باخبر رہ سکیں۔"

"یہ کوشش اس کمرے کے لیے بھی تو کی جا سکتی تھی کیا تم لوگوں نے کمرا خالی نہیں چھوڑا تھا؟" مجید نے سوال کیا۔

"ہم دونوں نے دوپہر کا کھانا ڈائننگ ہال میں کھایا تھا لیکن ہماری عدم موجودگی میں کوئی کمرے میں نہیں داخل ہوا۔ میں نے ایسا انتظام کر لیا تھا کہ اگر کوئی کمرے میں داخل ہوتا تو مجھے اس کا پتا چل جاتا۔"

وہ تینوں چلے گئے اور میں ہیلن کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ٹھیک سات بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ہیلن دروازے پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ "ہائے۔" اُس نے کہا۔

"ہائے۔" میں نے بھی جواباً اُسے ہیلو کہا۔ "وقت کی بہت پابند ہو۔ مجھے بالکل بھی انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اندر آ جاؤ۔"

ہیلن کمرے میں آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ "وقت کی پابندی کے معاملے میں بالکل انگریز ہوں۔" اُس نے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے۔ میں خود بھی اس بات کا قائل ہوں۔" میں نے اُس کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بالکل خیریت سے پہنچ گئی تھیں؟"

"ہاں، مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا تھا؟" اُس نے بڑی معصومیت سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ اُس کے انداز میں تصنع نہیں تھا گویا وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔

"جوہری توانائی کے ادارے کے ملازمین کسی وقت بھی کسی خطرے کی زد میں آ سکتے ہیں۔"

"میں [illegible] ہوں۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" اُس نے حیرانی آواز میں پوچھا۔

"رات تمھارے جانے کے بعد میڈم جیکولین یہاں تشریف لائی تھیں۔ انھی کی زبانی علم ہوا ہے۔"

"جیکولین یہاں آئی تھی؟" ہیلن اُلجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "مگر وہ یہاں کیوں آئی تھی؟"

"تم اُسے جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں جانوں گی۔ وہ ہمارے ہاں سیکیورٹی اسٹاف کی انچارج ہے۔ بہت کم باہر نکلتی ہے۔"

"ظاہر ہے جب تم نے اُسے رات کے واقعے سے آگاہ کیا ہو گا تو . . ."

"میں نے اُسے کچھ نہیں بتایا۔ میری تو اُس سے ملاقات تک نہیں ہوئی اور ایک اُسے کیا میں نے تو کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا۔"

میں حیران رہ گیا۔ اگر ہیلن نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا تو پھر جیکولین کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہیلن نے آج میرے پاس آنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ جب ہیلن نے مجھ سے یہ بات کی تھی اُس وقت ہمارے نزدیک کوئی موجود نہیں تھا ورنہ میں یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا کہ ہیلن کی نگرانی کرنے والوں میں سے کسی نے ہماری گفتگو سن کر جیکولین تک پہنچا دی ہو گی لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا تھا اس لیے یہی سوچا جا سکتا تھا کہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کے ذریعے ان لوگوں تک آوازیں پہنچ جاتی ہیں۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ انھوں نے احتیاطاً ایسا کیا ہو گا اور ایسی کوئی بھی چیز چھپانے کے لیے ہیلن کا پرس بہترین جگہ تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں اس بڑھیا کھوسٹ جیکولین کو بھاڑ میں جھونکو۔ تم بہت حسین ہو۔ اپنے بارے میں باتیں کرو۔"

"صرف باتیں؟" ہیلن نے بے باکی سے مسکرا کر کہا۔

"باتیں بھی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ہیلن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ہیلن نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھا۔ میں نے اُس کی طرف توجہ دیے بغیر ایک کاغذ پر لکھا: "ہیلن! مجھے شبہ ہے کہ تمھارے پرس میں جاسوسی کا کوئی آلہ موجود ہے لہٰذا اب ہم غیر متعلق باتیں کریں گے۔ باقی باتیں نیچے ڈائننگ ہال میں ہوں گی۔ جاتے وقت اپنا پرس یہیں چھوڑ جانا۔"

ہیلن حیرت سے مجھے لکھتے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کاغذ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے میری لکھی ہوئی عبارت پڑھی اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن اُس نے ذہانت کا ثبوت دیا اور ہنس کر بولی۔

"یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے ڈیئر! تم بار بار کس سوچ میں ڈوب جاتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے ڈنر کر لیں، کیا خیال ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں، تمھاری مہمان ہوں۔"

"اچھا یہ بتاؤ ڈنر کے لیے کمرا موزوں رہے گا یا . . ."

"نہیں، ڈنر کا لطف تو ڈائننگ ہال میں ہی آئے گا۔"

"تو چلو پہلے ڈنر کر لیں۔" میں نے کہا اور ہیلن کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ ہیلن نے اپنا پرس کمرے میں ہی چھوڑ دیا تھا اور اب ہم گفتگو کرنے کے لیے آزاد تھے۔

"تم نے کیا لکھا تھا؟" ہیلن نے راہداری میں ہی پوچھا۔ "میں پوری طرح نہیں سمجھ سکی۔"

"بتاتا ہوں . . . بتاتا ہوں۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ پہلے ڈائننگ ہال میں پہنچ کر سکون سے بیٹھ تو جائیں۔"

ہیلن اصل بات معلوم کرنے کے لیے خاصی مضطرب تھی۔ ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھتے ہی اُس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"تم نے کسی سے تذکرہ کیا تھا کہ آج شام سات بجے میرے پاس آؤ گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں نے اس ضمن میں کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"لیکن جیکولین کو معلوم تھا کہ تم آج مجھ سے ملنے آ رہی ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات اُس کے علم میں کیسے آ گئی۔ یقیناً تمھارے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کے ذریعے اُن تک آوازیں پہنچ سکتی ہیں اور ممکنہ طور پر وہ چیز تمھارا دستی بیگ ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔"

ہیلن کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس طرح میری گفتگو سنی جائے۔" اُس نے غصیلے لہجے

میں کہا۔
"کیا ملازمت کے وقت تمہیں بتایا نہیں گیا تھا کہ اس ملازمت کے دوران تمہیں کتنی پابندیاں برداشت کرنی پڑیں گی؟"
"نہیں مجھے یہ ہرگز نہیں بتایا گیا تھا کہ میری جاسوسی اس طرح بھی کی جائے گی۔ اگر مجھے یہ علم ہوتا تو ہرگز ملازمت نہ قبول کرتی۔ لیکن تم کون ہو؟" اس نے یک بیک چونک کر پوچھا۔
"تم غلط سمجھ رہی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میرا تعلق اُن لوگوں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی قسم کا امتحان ہے۔"
"تب بھی میں یہ ضرور جاننا چاہوں گی کہ تم کون ہو اور پولیس تمہارے پاس کیوں آئی تھی؟"
"میں تنہا نہیں ہوں ہیلن۔ میرے تین ساتھی اور بھی ہیں اور تینوں اسی ہوٹل میں مقیم ہیں۔ تمہاری مدد کرنے کے جرم میں کل رات ہم سب سے پوچھ گچھ کی گئی اور اس وقت سے مستقل ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔"
"پوچھ گچھ کیوں کی گئی؟ وہ تم سے کیا معلوم کرنا چاہ رہے تھے؟"
"اُن کا خیال تھا کہ تمہارا پرس میں نے ہی غائب کروایا تھا اور یہ تم سے تعارف حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا۔ نیز یہ کہ ہم لوگ کسی قسم کی تخریبی سرگرمی میں ملوث ہیں۔"
"اوہ! پھر کیا ہوا؟"
"کچھ بھی نہیں۔ اُن کی ساری باتیں مفروضوں پر مبنی تھیں لہٰذا وہ کچھ بھی ثابت نہ کر سکے لیکن اس کے بعد انھوں نے ہماری نگرانی شروع کرا دی ہے۔"
"میں اپنا وینٹی بیگ چیک کروں گی ایلن۔" ہیلن نے کہا۔ "اگر اس میں سے واقعی جاسوسی کا کوئی آلہ نکل آیا تو میں ملازمت چھوڑ دوں گی۔"
"تم غلطی کرو گی ہیلن! اس قسم کے جذباتی قدم تمہیں اٹھانے چاہئیں۔"
"لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی۔" ہیلن غصیلے لہجے میں بولی۔
"بات پسند ناپسند کی نہیں ہے۔ یہ سوچو کہ اس طرح تمہیں کتنا تحفظ حاصل ہے۔ اگر کسی وقت تم کسی مشکل میں پھنس گئیں تو انھیں فوراً علم ہو جائے گا اور وہ تمہاری مدد کو پہنچ سکیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔" ہیلن نے بیزاری سے کہا۔ "میں اس پر غور کروں گی۔"
میں نے ویٹر کو ڈنر کے لیے آرڈر نوٹ کرایا اور ڈنر کے دوران میں نے اس سے کہا۔ "تم شاید مسٹر گرے ہولڈنگ کی پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے ملازمت کر رہی ہو؟"
"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" ہیلن نے چونک کر پوچھا۔
"تمہاری سیکیورٹی چیف کی [illegible] کی فراہم کردہ ہے۔"
"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" ہیلن نے منہ بنا کر کہا۔ "مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ مجھے عام لوگوں سے اپنی حیثیت پوشیدہ رکھنی ہوگی اور سیکیورٹی چیف صاحبہ کا عالم یہ ہے کہ خود وہ اس قسم کی معلومات غیر متعلقہ لوگوں کو فراہم کرتی پھر رہی ہیں۔"
"میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ اس سلسلے میں مسٹر گرے ہولڈنگ سے بات کی جائے۔" میں نے کہا۔
"وہ تو میں کروں گی۔" ہیلن نے کہا۔ "اُن کے علم میں لانا ضروری ہے کہ سیکیورٹی چیف خود ضابطوں کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہے۔"
"یہ مناسب نہیں رہے گا۔ سیکیورٹی چیف تمہاری دشمن ہو جائے گی۔ ممکن ہے بدلہ لینے کے لیے وہ تمہیں کسی چکر میں پھنسا دے۔"
"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ہیلن متفکرانہ انداز میں بڑبڑائی۔ "لیکن یہ بات اُن کے علم میں لانا بھی ضروری ہے۔"
"اگر تم اُن سے میری ملاقات کرا سکو تو یہ کام میں کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا اور ہیلن خوشی سے تقریباً اچھل ہی پڑی۔
"یہ ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے تمہیں میرے ساتھ برج کلب تک چلنا پڑے گا۔" ہیلن نے کہا۔
"تمہارے فائدے کے لیے تو میں کہیں بھی جا سکتا ہوں مگر برج کلب تو بہت اچھی جگہ ہوگی۔"
میری بات سن کر ہیلن مسکرائی۔ "اچھی جگہ کیا، بس عام کلبوں کی طرح ہے اور صرف ممبروں کے لیے مخصوص ہے۔"
"تو پھر میں وہاں کیسے جا سکوں گا؟" میں نے اضطراب ظاہر کیا۔
"میں بھی اس کلب کی ممبر ہوں۔ تمہیں ساتھ لے کر چلوں گی۔ کلب کے قواعد کے مطابق ایک ممبر کے ساتھ ایک مہمان آ سکتا ہے۔"
"لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ وہاں مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملاقات ہو ہی جائے؟"
"ضروری ہے۔ اُن کا معمول ہے کہ وہ رات نو بجے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ ضرور کلب میں گزارتے ہیں۔"
میں نے سکون کا سانس لیا۔ تمام تر مشکلات کے باوجود مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملاقات کی صورت نکل آئی تھی۔ معلوم نہیں جیکولین نے ہوٹل میں لکھوائے گئے ہمارے نام اور پتے کی تصدیق کرنے کی زحمت گوارا کی تھی یا نہیں لیکن اُن کی طرف سے [illegible] تھا تو بھی اس بات کی ضمانت تھی کہ جیکولین نے اس پہلو کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے ورنہ وہ خاموش نہ بیٹھتی۔
ڈنر کے بعد مجھے ہیلن کے ساتھ جانا تھا اور ہوٹل سے غیر حاضری کے بارے میں تہذیب کو مطلع کرنا ضروری تھا چنانچہ میں ہیلن سے معذرت کر کے اٹھا اور تہذیب کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے تہذیب کو باہر بلوایا اور جلدی جلدی اسے ساری بات بتا کر ہدایات دیں اور پھر ہیلن کے پاس واپس آ گیا۔
"یہاں سے چلتے وقت تم اپنا پرس ساتھ لے لینا۔" میں نے ہیلن سے کہا۔ "ظاہر ہے کہ اس کے بعد ہمیں گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنا ہوگا۔ مجھے مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملوانے کے بعد تم واپس چلی جانا۔ میں خود اُن سے بات کر لوں گا۔"
"لیکن وہ تو وہاں صرف برج کھیلتے ہیں۔" ہیلن نے کہا۔ "اگر تم برج کھیلنا جانتے ہو تو مسٹر گرے ہولڈنگ کی قربت بھی حاصل کر سکو گے اور وہ تمہاری بات کو اہمیت بھی دیں گے۔"
"بے فکر رہو۔ تمہاری خاطر میں برج بھی کھیل لوں گا۔"
ساڑھے نو بجے کے قریب ہم ہوٹل سے باہر آئے اور دس بج کر کچھ منٹ پر ہم برج کلب کے کمپاؤنڈ میں ٹیکسی سے اتر رہے تھے۔ ہیلن کی وجہ سے کلب میں داخل ہونا مشکل ثابت نہیں ہوا۔ مسٹر گرے ہولڈنگ ایک میز پر بیٹھے نظر آ گئے۔ میز کے گرد دو افراد اور بھی نظر آ رہے تھے مگر مسٹر گرے ہولڈنگ کے مقابل والی کرسی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ اُن کا پارٹنر ابھی تک نہیں پہنچا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات تھی۔
ہیلن کو دیکھ کر مسٹر گرے ہولڈنگ نے اظہار شناسائی کے طور پر سر کو ہلکی سی جنبش دی اور بولے۔ "آج تم کیسے ادھر آ نکلی ہو بے بی؟"
"ان سے ملیے جناب! یہ ایلن گراہم ہیں میرے دوست۔ برج کا بہت شوقین ہے۔" ہیلن نے کہا۔
"اوہ!" مسٹر گرے ہولڈنگ نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ "آج ہمارا پارٹنر نہیں آیا۔ اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ برج کھیلو۔"
"ضرور مسٹر گرے ہولڈنگ۔" میں نے اُن کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے برج کا شوق ضرور ہے لیکن یہ کھیل اتنا مشکل ہے کہ میں اسے پوری مہارت کے ساتھ نہیں کھیل پاتا۔"
"ہم بھی شوقیہ کھیلتے ہیں۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "یہاں کون ماہر ہے۔"
اس کے بعد کھیل شروع ہو گیا۔ ہیلن ایک کرسی کھینچ کر میرے برابر بیٹھ گئی تھی لیکن آدھے گھنٹے بعد وہ اٹھ گئی۔ "میں چلتی ہوں ایلن۔" اس نے کہا۔ "تم سے پھر کب ملاقات ہو گی؟"
"کل شام کو آ جانا۔" میں نے کہا اور ہیلن بائی بائی کہہ کر چلی گئی۔ اس کے مزید آدھے گھنٹے بعد میں نے بھی مسٹر گرے ہولڈنگ سے معذرت چاہی۔
"بس ایک ڈیل اور کھیل لو پھر میں بھی جاؤں گا۔" انھوں نے کہا اور میں آخری ڈیل کھیلنے بیٹھ گیا۔ برج ٹیبل پر میں نے کوئی کرتب نہیں دکھایا۔ بس شرافت سے کھیلتا رہا تھا۔ آخری ڈیل کھیل کر میرے ساتھ مسٹر گرے ہولڈنگ بھی اٹھ گئے۔ میں نے اُن کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اپنے وقت میں سے چند منٹ مجھے دے سکیں گے؟ میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
وہ چلتے چلتے رک گئے۔ "آؤ اس ٹیبل پر بیٹھتے ہیں۔" انھوں نے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں کئی میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔
"میں خاص طور پر آپ سے ملنے کے لیے کلب آیا تھا ورنہ برج سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے بیٹھنے کے بعد کہا۔
"لیکن تم کھیلتے تو بہت اچھا ہو۔ اگر باقاعدگی سے کھیلا کرو تو ممکن ہے نیشنل چیمپئن شپ میں بھی حصہ لے سکو۔"
"مجھے برج سے کہیں زیادہ اہم کام سرانجام دینے ہوتے ہیں مسٹر گرے ہولڈنگ! ورنہ میں آپ کے مشورے پر ضرور عمل کرتا۔"
"خیر تو تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے تھے؟"
"اس بات کا تعلق جوہری توانائی کے کچھ فارمولوں سے ہے اور آپ بھی جوہری توانائی سے متعلق محکمے میں ہیں۔"
"میں سمجھا تھا کہ تم کوئی نجی نوعیت کی گفتگو کرو گے۔ معاف کرنا دوست، میں کلب میں سرکاری نوعیت کی باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔"
"آپ کو اپنی پسند بالائے طاق رکھنا ہو گی اس لیے کہ معاملہ بہت گمبھیر ہے۔ قومی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"
"کیا کہہ رہے ہو تم؟" مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر کہا۔ "اس قسم کی غیر ذمے دارانہ گفتگو کا نتیجہ جانتے ہو۔۔۔؟"
"میں کچھ نہیں جانتا جناب! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ جو مسئلہ درپیش ہے اس کے سلسلے میں کس سے ملنا چاہیے اور پھر کسی بڑے افسر سے ملنا کس قدر مشکل ہوتا ہے اس سے تو آپ واقف ہوں گے ہی۔"
"تمہیں جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔ اگر تم نے میرے

صوفے رکھے نظر آ رہے تھے۔

”آپ لوگ تشریف رکھیں، میں مسٹر گرے ہولڈنگ کو اطلاع کرتا ہوں۔“ اس نے دیوار پر نصب انٹرکام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ انٹرکام پر بات کرنے کے بعد وہ ہماری طرف پلٹ آیا۔ ”چلیے جناب۔“ اس نے ہاتھ سے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر سیکورٹی تحریر تھا۔ میں اور زاہر اس دروازے سے گزرے۔ وہ ایک کمرا تھا جہاں دو افراد نظر آ رہے تھے۔ سامنے رکھی ہوئی بھاری سائز کی میز کے عقب میں جیکولین بیٹھی تھی۔ اس کے پتلے ہونٹوں پر سفاکی سے بھرپور مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

”خوش آمدید مسٹر ایمن گرام۔“ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ”میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔“

”مجھے معلوم ہے۔ تمھارے گارڈ نے چند منٹ قبل تمھیں اطلاع دے دی ہوگی کہ ہم اس عمارت میں داخل ہو رہے ہیں۔“ میں نے بے نیازی سے کہا اور جیکولین کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کی لکیر غائب ہو گئی۔

”اندر داخل ہونے سے قبل تم دونوں کی تلاشی لی جائے گی۔“ جیکولین نے سوچتے لہجے میں کہا۔

”تلاشی لینے کا کیا جواز ہے؟ مجھے مسٹر گرے ہولڈنگ نے بلایا ہے۔ میں خود سے نہیں آیا ہوں۔“

”یہ یہاں کا دستور ہے۔ یہاں آنے والا کوئی بھی ملاقاتی تلاشی کے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔“

”میرے پاس صرف ایک پستول ہے، وہ میں تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔“ میں نے کہا۔

”تم دونوں کی جامہ تلاشی ہوگی۔“ جیکولین غرائی۔ ”اس کے بغیر تم اندر نہیں جا سکتے۔“

”کوئی بات نہیں۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن اس پستول کے سوا تم کوئی اور ہتھیار برآمد نہیں کر سکو گی۔“

جیکولین نے دو افراد کو اشارہ کیا اور انھوں نے ہماری جامہ تلاشی لی لیکن ہمارے پاس کچھ ہوتا تو برآمد ہوتا۔

”اس پستول کا لائسنس ہے تمھارے پاس؟“ جیکولین نے جھنجلا کر کہا۔ ہمارے پاس سے کوئی اور ہتھیار برآمد نہ ہونے پر وہ خاصی مشتعل دکھائی دے رہی تھی۔

”میرا خیال ہے یہ سوال آپ کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”شٹ اپ۔ تم میرے آفیسر نہیں ہو۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔“

میں اس شخص کی طرف مڑا جس نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ ”کیا یہاں آنے والے ہر شخص کی اس طرح بے عزتی کی جاتی ہے؟“ اس کے چہرے پر تذبذب کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ ”میں مسٹر گرے ہولڈنگ کو مطلع کرتا ہوں۔“ اس نے آہستگی سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”میں گرے ہولڈنگ کی ماتحت نہیں ہوں اور نہ ہی ان کے جواب دہ ہوں۔ وہ میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا بھی مجاز نہیں ہے۔ سمجھے تم؟ لائسنس تو تمھیں دکھانا ہی پڑے گا۔“

”مسٹر گرے ہولڈنگ سے مشورہ کرنے کے بعد ہی میں کوئی جواب دے سکوں گا میڈم جیکولین۔“ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”لیکن یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ آدمی کو اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔“

جیکولین کے کوئی جواب دینے سے قبل دروازہ کھلا اور مسٹر گرے ہولڈنگ اندر داخل ہوئے۔ ”کیا بات ہے؟“ انھوں نے باری باری میری اور جیکولین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میڈم جیکولین کا اصرار ہے کہ وہ پستول کا لائسنس دیکھے بغیر ہمیں اندر نہیں جانے دیں گی اور میرا کہنا ہے کہ یہ لائسنس دیکھنے کی مجاز نہیں ہیں۔“

”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے جیکولین۔“ مسٹر گرے ہولڈنگ نے کہا۔ ”اسے اندر جانے دو، لیفٹیننٹ! اہم معاملہ ہے۔“

”اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے میں جو قدم مناسب سمجھوں اٹھا سکتی ہوں۔“ جیکولین نے بے رخی سے کہا۔ ”براہ مہربانی آپ مداخلت نہ کریں۔“

”تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ یہ ملاقات کتنی اہم ہے جیکولین! بے جا ضد مت کرو۔“

”میں کوئی ضد نہیں کر رہی ہوں۔ مجھے اس شخص پر شبہ ہے۔ کچھ ہی دیر قبل رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ یہ اور اس کے تینوں ساتھی فرضی ناموں سے ہوٹل میں مقیم ہیں۔ ان کے پتے بھی غلط ہیں اور میں انھیں حراست میں لے رہی ہوں۔“

مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر میری طرف دیکھا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”آپ نے میری بتائی ہوئی بات کی تصدیق کر لی ہوگی جناب! آپ اندازہ لگا لیجیے کہ جو خطرناک کام ہم نے کیا ہے اس کے بعد ہمارے لیے اپنا تحفظ کس قدر ضروری ہے۔“

انھوں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور جیکولین سے بولے۔ ”تم معاملات سے واقف نہیں ہو اس لیے یہ سب کچھ کر رہی ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ اس معاملے سے ہاتھ اٹھا لو۔“

”مجھے افسوس ہے مسٹر گرے ہولڈنگ۔“ جیکولین نے نخوت سے شانے اچکائے۔

”اگر یہی بات ہے تو میں وزیر دفاع سے بات کر لوں گا۔“ مسٹر گرے ہولڈنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اس الجھن کے لیے تم وزیر دفاع سے بات کرو گے؟“ جیکولین نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

مسٹر گرے ہولڈنگ نے غصے سے ہونٹ بھینچ لیے۔ ایک لمحے کے لیے انھوں نے کچھ سوچا تھا اور پھر آگے بڑھ کر انھوں نے جیکولین کی میز پر رکھا ہوا سرخ ٹیلی فون اپنی طرف کھینچ لیا۔ جیکولین انھیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی لیکن وہ اس کی نگاہوں سے بے نیاز ہو کر نمبر ڈائل کر رہے تھے۔ رابطہ ملنے پر انھوں نے ریسیور میں جلدی جلدی کہا۔ ”میں نے صبح آپ سے ایمن گرام کا تذکرہ کیا تھا جناب! وہ مجھ سے ملنے آیا ہے۔ مجھے اس سے اہم نوعیت کی گفتگو کرنی ہے لیکن یہاں کی سیکورٹی انچیف اسے اندر نہیں جانے دے رہی۔“ وہ خاموش ہو کر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتے رہے پھر بولے۔ ”میں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی جناب! لیکن وہ کسی سے مس نہیں ہو رہی۔ ظاہر ہے میں اسے اصل بات سے تو آگاہ نہیں کر سکتا۔ . . . جی ٹھیک ہے۔ میں ریسیور اسے دے رہا ہوں، آپ خود ہی بات کر لیجیے۔“ انھوں نے ریسیور جیکولین کی طرف بڑھا دیا۔ جیکولین نے ریسیور کان سے لگایا اور دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتی رہی۔ اس نے ایک آدھ بار کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن شاید دوسری طرف سے زبردست جھاڑ پڑی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور پھر اس نے جی بہت بہتر کہہ کر ریسیور واپس رکھ دیا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ دونوں اندر جا سکتے ہیں۔“ اس نے مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

میرے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ ”پہلے ہی بات مان لی ہوتی تو کیا بگڑ جاتا۔“ میں نے کہا اور جیکولین دانت پیسنے لگی۔ میں اس کی کیفیت سے محظوظ ہوتا ہوا مسٹر گرے ہولڈنگ اور زاہر کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ اب ہم عمارت کے اندرونی حصے کی طرف جا رہے تھے۔

مسٹر گرے ہولڈنگ کے شاندار آفس میں بیٹھنے کے بعد میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ ”آپ نے میری باتوں کی تصدیق کر لی ہوگی؟“

مسٹر گرے ہولڈنگ نے جھجکتے ہوئے زاہر کی طرف دیکھا تو میں نے جلدی سے یہ کہہ کر ان کی جھجک دور کر دی کہ یہ میرا ساتھی ہے اور میرے ہر معاملے میں شریک ہے۔

”میں نے چیک کیا تھا ایمن۔“ انھوں نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ ”واقعی چند فائلوں کی فلمیں غائب ہیں۔“

”پھر آپ نے کیا کیا؟“

”میں نے فوری طور پر وزیر دفاع کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔ حکومت کی مشینری حرکت میں آ چکی ہے۔ یہ سراغ لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہمارے حفاظتی نظام میں وہ کون سا رخنہ ہے جس سے گزر کر فلمیں باہر چلی گئیں۔“

”یہ سب کچھ بھی ضروری ہے جناب لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں نے جو بات کی تھی . . .“

”ہاں، میں نے اس بارے میں بھی وزیر دفاع سے بات کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر تم نے واقعی فلمیں دے دیں تو ہم ان لوگوں کو فرار کرا دیں گے لیکن . . .“

”لیکن کیا؟“ میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

”انھیں اس بات پر یقین کرنے میں تامل ہے کہ اس کے پیچھے بارونٹ رابیل کا ہاتھ ہوگا۔“

”اس کے علاوہ اور کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟“ میں نے حیرت سے کہا۔ ”اور کون ہے جسے فائلوں سے دلچسپی ہو۔“

”اس کا کوئی کاروباری حریف اسے نیچا دکھانے کے لیے اس کے خلاف سازش کر سکتا ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن یہ اتفاق ہے کہ اس کے کچھ اعترافات میں نے ریکارڈ کر لیے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان اعترافات کی قانون کی نظر میں کیا حیثیت ہوگی لیکن آپ کے اس شبے کے ازالے کے لیے یہ کیسٹ بہرحال کارآمد ہوگی۔“

”اگر ایسا ہے تب تو ہم یقین کر لیں گے۔“ مسٹر گرے ہولڈنگ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”وہ کیسٹ ہمیں کب مل سکے گی؟“

”کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔“ میں نے کوٹ کی جیب سے کیسٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دی۔ ”جیکولین کے آدمی میرے پاس سے اسلحہ برآمد کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے اس پر توجہ نہیں دی۔“

مسٹر گرے ہولڈنگ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔ کیسٹ لے کر انھوں نے انٹرکام پر اپنی پرسنل سیکریٹری ایلین کو طلب کیا۔ مجھے دیکھ کر ایلین کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔

”اس کیسٹ کے بارے میں مجھے مکمل رپورٹ درکار ہے۔“ مسٹر گرے ہولڈنگ نے کیسٹ ایلین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”آدھے گھنٹے کے اندر لیبارٹری سے رپورٹ حاصل کر کے مجھے مطلع کرو۔“
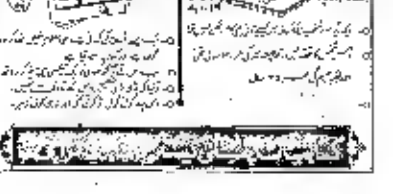
بیلمن کے جانے کے بعد میں نے ڈالروں والی تھیلیاں بھی مسٹر گریے ہولڈنگ کے حوالے کر دیں۔ "ان تھیلیوں کے ڈبل پرائز نہیں بلکہ کھربوں ڈالر کمائے جا سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" مسٹر گریے ہولڈنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لہٰذا یہ تو طے پا گیا ہے کہ فلموں کو تباہ کرانے والی حرکت کسی کاروباری حریف کی ہو سکتی ہے۔ کسی کو بچا دکھانے کے لیے اتنا بڑا خطرہ کوئی بھی مول نہیں لے سکتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟ میرا مطلب ہے تمھارا اصل نام کیا ہے، تم کیا کرتے ہو، کہاں رہتے ہو؟"

"میں مجبور ہوں جناب!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "مجھے امید ہے آپ یہ سب کچھ معلوم کرنے کے لیے مجھ پر دباؤ نہیں ڈالیں گے۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ میں نے ایک ملکی امانت نہایت کامیابی سے حکومت کو واپس پہنچا دی؟"

مسٹر گریے ہولڈنگ نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "بے فکر رہو، میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔ مجھے اندازہ ہے کہ تمھاری اصلیت ظاہر ہو گئی تو تمھیں خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔"

"اگر ممکن ہو تو جیکولین کے آدمیوں سے ہماری جان چھڑوا دیں جناب! وہ مسلسل ہمارے تعاقب میں ہیں اور اب میں اپنے ساتھیوں سمیت واشنگٹن سے واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے تو کوئی تمھارا تعاقب نہیں کرے گا۔"

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم تمام مراحل سے گزر گئے۔ کیسٹ کی کراپی ان کے لیے معتبر قرار پائی تھی اور فلمیں تو تھیں ہی اصلی۔

"اب ہمیں اجازت دیجیے جناب!" میں نے کہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سر سے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔ "ہو سکے تو اُن کی رہائی کا بندوبست کر دیجیے گا۔"

مسٹر گریے ہولڈنگ نے مجھے یقین دلایا کہ وہ اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لے کر اسے حل کرائیں گے۔ انھوں نے مجھے حکومت سے ایک معقول رقم دلانے کی پیشکش بھی کی جسے میں نے سختی سے مسترد کر دیا۔ وہ مجھ سے بے حد متاثر نظر آ رہے تھے اور گیٹ تک مجھے چھوڑنے گئے۔ میں جیکولین سے اپنا پستول واپس لینا نہیں بھولا تھا۔ مسٹر گریے ہولڈنگ نے ہمیں اپنی کار میں بھجوانے کی پیشکش بھی کی مگر میں نے اُن کا شکریہ ادا کر کے اُن کی یہ پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سڑک پر گزرنے والی پہلی ٹیکسی کو ہم نے روک لیا اور اُسے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہہ کر ہم اس میں بیٹھ گئے۔

"ہم آخری مرحلے سے بھی بخیر و خوبی گزر گئے۔" زاہد نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا کر اس بات سے اتفاق کا اظہار کیا لیکن اس وقت ہم دونوں ہی اس بات سے لاعلم تھے کہ ہماری اصل مصیبتوں کا آغاز تو اب ہوا ہے۔ سکون کے دن تو اب رخصت ہوتے ہیں۔

ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے تھے۔ اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملی کہ ٹیکسی سے ہوٹل کرسٹل کا فاصلہ پانچ منٹ سے زیادہ کا ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن جب کافی دیر چلنے کے بعد بھی ٹیکسی نہیں رکی تو میں نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ٹیکسی واشنگٹن کی بھری پُری سڑکوں پر سے گزر رہی تھی۔

"تم ہمیں کہاں لیے جا رہے ہو؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں نے تم سے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہا تھا۔"

میری آواز سن کر زاہد کو بھی ہوش آ گیا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف سے کوئی جواب آنے کے بجائے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان خودکار طریقے سے شیشے کی ایک دیوار حائل ہو گئی تھی۔ عقبی دروازوں کے شیشے بھی خودکار طریقے سے بند ہو گئے تھے۔ میں پوری طرح چوکنا ہو گیا اور میں نے اپنی جانب والے دروازے کا شیشہ اتارنے کی کوشش کی مگر شیشہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ زاہد کی جانب والا شیشہ بھی جام ہو چکا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہوا جناب؟" زاہد نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شیشے بھی جام ہیں اور دروازہ بھی۔ آخر یہ چکر کیا ہے جناب؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "ممکن ہے جیکولین نے انتقامی جذبے کے تحت کوئی حرکت کروائی ہو۔"

"جیکولین میں اتنا بڑا غیر قانونی قدم اٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔" عقبی حصے میں نصب اسپیکر سے آواز آئی اور میں نے چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔

"یہ کس کی آواز ہے۔ کیا ڈرائیور بول رہا تھا؟" زاہد نے بوکھلا کر کبھی پیچھے اور کبھی آگے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "یہ ڈرائیور کی آواز نہیں تھی۔ وہ تو ڈرائیونگ کرنے میں مگن ہے۔"

"پھر یہ شخص کون ہو سکتا ہے جناب؟" زاہد نے کہا۔

"معلوم نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آواز تو میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے کہا حالانکہ میں آواز پہچان چکا تھا۔

"تمھاری چالاکیاں تمھارے کسی کام نہیں آ سکیں گی علی یار خان۔" اسپیکر سے سرد لہجے میں کہا گیا۔ "اولیو ہاورڈ کی آواز تم سے زیادہ کون پہچان سکتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ کا نام سن کر زاہد سیٹ سے اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی۔

اسے پہلے ہی شناخت کر چکا تھا۔ وہ واقعی اولیو ہاورڈ کی ہی آواز تھی۔ زاہد پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں بہت بے تُکا پھنسا ہوں۔ یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اولیو ہاورڈ کو میرا سراغ کیسے ملا۔ ہم نے تو انتہائی احتیاط برتی تھی۔ ہر قدم پر میک اپ کا سہارا لیا تھا۔ پے در پے ہوٹل تبدیل کرتے رہے تھے اور پھر اولیو ہاورڈ... اُسے تو میں نے بڑی مصیبتوں میں پھنسا دیا تھا۔ لائن آف کروزل سے روانہ ہونے والے اسلحے کی پہلی کھیپ کے معاملے میں اُسے شکست فاش سے دوچار کیا تھا۔ اُس کی بیٹی کو اغوا کر کے میں نے اسے بے بسی کی اُس منزل تک پہنچا دیا تھا جہاں آدمی خودکشی تک کر لیتا ہے۔ اُس وقت اولیو ہاورڈ پوری طرح میرے رحم و کرم پر تھا۔ میں اگر چاہتا تو اُسے بہ آسانی ہلاک کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں تو اُسے یہ باور کرا دینا چاہتا تھا کہ اُس کی اوقات کیا ہے۔ بے بسی، ذلت اور بے کسی کی انتہا تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ میں نے اسے جو چرکے لگائے تھے، جس مشن کا وہ انچارج تھا اُسے میں نے خود اسی کے ذریعے ناکام بنا دیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد تھا کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر اسے موقع ملا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

"ہاں پیارے اولیو ہاورڈ! میں نے تمھاری آواز پہچان لی ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا لیکن یہ سکون سطحی تھا۔ میرے اندر بڑے طوفان اُٹھ رہے تھے۔ اوّل تو یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اولیو ہاورڈ مجھ تک پہنچا کیسے؟ لیکن مجھ تک پہنچ ہی گیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ تہذیب اور بدر بھی اُس کی نگاہوں میں آ گئے ہوں گے اور میں اُس کی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اپنی مطلب برآری کے لیے وہ کسی حد تک بھی جا سکتا تھا۔ میں اور زاہد تو اُس کے چنگل میں آ ہی گئے تھے مگر تہذیب اور بدر بھی خطرے میں تھے۔ ممکن تھا اولیو ہاورڈ اُن پر بھی قابو پا چکا ہو۔

"آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہد نے میری طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "پستول نکال کر شیشے پر فائر کیجیے ورنہ معلوم نہیں ہمارا کیا حشر ہو گا۔"

"بے کار ہے زاہد!" میں نے سرگوشی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ "شیشے بلٹ پروف ہیں۔ ان پر فائر کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔"

"تم بہت مطمئن نظر آ رہے ہو علی یار خان!" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی۔ "لیکن یقین رکھو تمھاری کوئی چالاکی تمھارے کسی کام نہیں آ سکے گی۔"

"میں بہت حیران ہوں اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "معلوم نہیں تم نے کیا بہانہ کر کے اپنی جان بچائی ہو گی اور مجھے کیسے تلاش کر لیا؟"

"تم نے مجھے بہت بڑے نقصانات پہنچائے ہیں۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کہ مجھے کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اُسے غداری کے الزام میں فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کر دیا گیا ہوتا لیکن دیکھ لو میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ اب تم میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"تمھاری چال بازیوں سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں ہاورڈ! لیکن یہ بات بہرحال باعثِ حیرت ہے کہ تم نے مجھے تلاش کیسے کر لیا؟"

"تم سے ایک غلطی ہو گئی تھی علی یار خان! تم نے ہاروت راہیل کو اپنے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"اوہ! تو وہ زندہ بچ گیا۔" میں نے چونک کر کہا۔

"زندہ ہی نہیں بچا بلکہ اُس نے پہلی فرصت میں مجھے تمھارے بارے میں مطلع کر دیا۔"

"اس کے باوجود بھی مجھ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے ہوٹل بھی تبدیل کر دیا تھا اور میک اپ بھی۔"

"میری ذہانت کی داد دو کہ میں نے [illegible] کی نگرانی شروع کرا دی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اب تم امریکی حکومت سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"یہ محض اتفاق ہے ورنہ ضروری نہیں تھا کہ میں امریکی حکام سے رابطہ قائم کرتا۔"

"یہ بہت ضروری تھا۔ تم یہودیوں کو زک دینے کے [illegible] تمھارے پاس ہاروت راہیل کے خلاف ثبوت [illegible] تم چلے کیسے چھوڑ سکتے تھے۔"

"اس ٹیکسی کے راز سے میں [illegible] ہاورڈ [illegible] نازل ہوئی ممکن تھا ہم کسی اور ٹیکسی میں بیٹھ جاتے۔"

"یہ ناممکن تھا۔ میں نے انتظام کر لیا تھا کہ جب تم باہر نکلو [illegible] وقت یہی ٹیکسی تمھارے سامنے آ جائے۔"

میں نے زاہد کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ "لیکن [illegible] خود کہاں ہو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔ "کیا صرف اسی گفتگو پر اکتفا کر [illegible] پڑے گا؟"

"تم سمجھ دار آدمی ہو علی، اندازہ کر سکتے ہو کہ اب بھی امریکہ میں میرے کتنے اثرات ہیں۔ میں عنقریب تمھیں اپنے پاس بلوا لوں گا۔"

میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور مجھے یہ اندازہ کرنے میں [illegible]

دشواری نہیں ہوئی کہ ٹیکسی کسی خاص راستے پر نہیں چل رہی بلکہ بے مقصد ہی سڑکوں پر چکر لگا رہی ہے۔ اس بات سے یہی مقصد ہو سکتا تھا کہ میں راستوں کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ "شکریہ اولیو! میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"مجھے یاد ہے میں نے تم سے کہا تھا کہ آئندہ اگر مجھے موقع ملا تو میں تم سے کوئی رعایت نہیں برتوں گا لیکن اس وقت میں جذبے میں تھا اس لیے ایسی تازیانہ بایات کہہ دی تھی۔ اب غور کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ مجھ پر تو تمہارے بہت سے احسانات ہیں جن کا بدلہ مجھے چکانا ہے۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ اولیو ہاورڈ کا انداز ایسا نہیں تھا کہ میں اُسے آسانی سے نظر انداز کر دیتا۔ وہ مجھ پر طنز کر رہا تھا اور اُس کے ارادے میری توقعات سے کہیں زیادہ خوف ناک تھے۔

"اس وقت میں تمہارے قبضے میں ہوں اولیو، تم مجھ پر جو طنز بھی کرو میں اُسے سننے کے لیے مجبور ہوں۔"

"میں طنز نہیں کر رہا ہوں جل!" اولیو ہاورڈ کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "میری زندگی تمہارے ایک اشارے کی محتاج تھی لیکن دیکھ لو میں آج بھی زندہ ہوں اور یہ مجھ پر تمہارے اُن گنت احسانات میں سے ایک ہے۔"

ڈرائیور ہونق نظر آ رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان کس نوعیت کی گفتگو ہو رہی ہے وہ یقیناً یہی سمجھ رہا تھا کہ اولیو ہاورڈ میرا ممنونِ احسان ہے لیکن مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اولیو ہاورڈ جو کچھ کہہ رہا تھا اس کے پیچھے اُس کے مجروح جذبات تھے اور اُس نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے کوئی خوف ناک منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سوچ سکا۔ اس لیے کہ میں نے کسی قسم کی بُو محسوس کی تھی اور قبل اس کے کہ میں اُس بُو کے بارے میں کچھ سمجھ سکتا، میں بے ہوش ہو گیا۔

ہوش آیا تو میں ٹیکسی میں سفر نہیں کر رہا تھا۔ وہ تو ایک سجا سجایا کمرا تھا اور میں ایک بیڈ پر دراز تھا۔ مجھے اپنے ماتھے پر نسوانی ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا اور میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ حواس پوری طرح بحال نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے میں اُسے چندھیائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ مجھے شناسا نظر آ رہی تھی لیکن فوری طور پر اُسے شناخت کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے مجھے لٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "چلو، لیٹ جاؤ۔"

اُس کی آواز بھی اجنبی نہیں معلوم ہو رہی تھی لیکن وہ کون تھی، خود میں کہاں تھا اور ڈرائیور کہاں چلا گیا، ہم تو ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے۔ پھر اولیو ہاورڈ نے کسی گیس کے ذریعے مجھے بے ہوش کر دیا تھا اور آنکھ کھلنے پر اب یہ منظر سامنے تھا۔

"مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟"

"تو تم مجھے نہیں پہچانے؟" لڑکی نے خاصے مایوسانہ انداز میں کہا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میرے اظہارِ ناشناسائی سے اُسے شدید صدمہ پہنچا ہو۔

"ایسا لگتا ہے میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس وقت دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے میری یادداشت پوری طرح کام نہیں کر رہی۔"

"حالانکہ ہم نے بہت سا وقت ایک ساتھ گزارا ہے اور بہت اچھا وقت گزارا ہے۔" لڑکی نے مغموم انداز میں کہا۔ "میں تو سمجھ رہی تھی تم ایک ہی نظر میں مجھے شناخت کر لو گے۔"

میں اضطراری انداز میں بیڈ سے اتر گیا۔ عام حالات میں یہ ممکن نہیں تھا کہ میں کسی کو جانتے ہوئے اتنی دیر لگا دوں لیکن جس گیس کے ذریعے مجھے بے ہوش کیا گیا تھا وہ یقیناً ابھی تک مجھ پر اثر انداز تھی۔ شاید مجھے قبل از وقت ہوش آ گیا تھا اس وجہ سے میرا دماغ پوری طرح کام نہیں کر پا رہا تھا۔

میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے گزرا تو آئینے پر نظر پڑی اور میں ٹھٹک گیا۔ اس وقت میں خود اپنے لیے اجنبی تھا۔ میرا میک اپ تبدیل کر دیا گیا تھا۔

چند لمحے میں آئینے کے سامنے کھڑا خود کو شناخت کرنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر اچانک ہی ذہن میں چھایا کالا سا ہوا دماغ پر چھائی ہوئی دھند کافور ہو گئی تھی اور میں نے خود کو پہچان لیا تھا۔ میں ڈینس پال گولڈرے کے میک اپ میں تھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے بیڈ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو بھی پہچان لیا۔ وہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی لکی ہاورڈ تھی۔

"مجھے یاد آ گیا۔" میں نے بیڈ کی طرف تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔ "تم لکی ہاورڈ ہو نا؟"

لکی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی تھی میری بات سن کر خوشی سے اچھل پڑی۔ "ہاں میں لکی ہاورڈ ہوں۔ مجھے نہ پہچان کر تم نے میرا دل توڑ دیا تھا۔" اُس نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اچھے دوستوں کو کون بھلا سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن میری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی ورنہ تمہیں بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ میں نے تمہیں کتنا یاد کیا۔ کتنے لوگوں سے تمہارے بارے میں پوچھا مگر کسی نے کچھ نہیں بتایا۔"

"میں بے بس تھا لکی! تمہیں یاد ہے نا، انہیں فوجیوں نے پکڑ لیا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر انھوں نے میری ایک نہ سنی۔ لیکن تم کہاں چلی گئی تھیں۔ تم پر کیا گزری؟" میں نے بے تابی کا اظہار کیا۔ جیسے اس سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ میرے ہوش اُڑے ہوئے تھے۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لکی سے یوں بھی سامنا ہو سکتا ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ اولیو ہاورڈ نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے مگر اس کی اس حرکت کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے بے ہوش کرنے کے بعد اس نے نہ صرف میرا میک اپ ختم کیا تھا بلکہ مجھ پر ڈینس پال گولڈرے کا میک اپ بھی کیا تھا اور اس کے بعد مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ ایک کمرے میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ ریوالور معلوم نہیں اُس نے کہاں رکھا ہو گا۔ بہرحال اب میں غیر مسلح تھا اور لکی ہاورڈ کے ساتھ تنہا تھا۔ لکی جس سے پہلے بھی میں نے بمشکل خود کو بچایا تھا، وہ کچھ زیادہ ہی آزاد خیال تھی، صرف آزاد خیال ہی نہیں بلکہ آزاد عمل بھی . . . اور ایسی لڑکیوں سے میری جان نکلتی تھی جو عمل کے معاملے میں بھی آزادی کی قائل ہوں۔

لکی خوشی سے نہال ہوئی جا رہی تھی وہ مجھے بتا رہی تھی کہ اُسے بلیسا خلتے میں قید رکھا گیا تھا پھر اس کے ڈیڈی نے اسے اس قید سے نکالا اور واپس تل ابیب لے گئے۔ لکی کی جدائی میں اُس کی ممی کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی جو پہلے ہی اپاہج تھیں اگر کچھ دن اور لکی واپس نہ پہنچتی تو اُن کی جان کے لالے پڑ سکتے تھے۔

"ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ تم پاکستانی ہو، اسرائیل کے بہت بڑے دشمن ہو اور تمہارا اصل نام علی یار خان ہے۔"

یہ بات میرے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔ لکی کو مجھ سے بدظن کرنے کے لیے اُسے یہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔ "اچھا!" میں نے یونہی جھنجلا کر کہا۔

"وہ یہ بھی بتا رہے تھے کہ تم صرف اسرائیل کے ہی نہیں بلکہ ہماری کے جانی دشمن ہو۔"

"ہوں۔" میں نے لکی کو بغور دیکھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟" قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں اور ممی ڈیڈی کی اس بات سے متفق نہیں ہوئے۔" لکی نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارے ڈیڈی ایک ذمے دار آدمی ہیں ان سے کسی غیر ذمے دارانہ بات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تم کو اُن سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

لکی کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ "تمہیں اپنے الفاظ کی سنگینی کا اندازہ ہے ڈینس؟" اُس نے کہا۔

"میں تمہارے ڈیڈی کا بے حد احترام کرتا ہوں، اُن سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ انھوں نے یہ بات سوچ سمجھ کر ہی کہی ہو گی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" لکی بُرا مان کر بولی۔ "ڈیڈی بھی انسان ہیں اُن سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ تو تم سے بھی ہو سکتی ہے، تمہاری ممی سے بھی ہو سکتی ہے۔ تم کس بنا پر اُن سے اختلاف کر رہی ہو؟"

"میں نے قریب سے تمہیں دیکھا ہے۔" لکی آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔ "اتنے قریب سے ڈیڈی نے نہیں دیکھا۔ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم کچھ بھی ہو، یہودیوں کے دشمن نہیں ہو سکتے۔"

"حالانکہ میں ہوں۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

لکی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر قہقہہ لگا کر بولی۔ "تم کچھ بھی کیوں نہ کہہ لو، مجھ سے جان نہیں چھڑا سکو گے۔"

"میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ تمہارے ڈیڈی نے جو کچھ کہا ہے اس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔"

"مجنوں!" لکی غرائی۔ "تمہیں اپنی بات ثابت کرنی ہو گی۔" وہ بیڈ سے اُتر کر میری طرف آئی اور میرے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ "میں خود کو تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم یہودیوں کے دشمن ہو نا، میں بھی یہودی ہوں۔ میری جان لے لو۔ گلا گھونٹ دو میرا۔ یقین کرو میں آواز تک نہیں نکالوں گی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ کیا کر رہی ہو، اٹھو، ٹھیک سے بیٹھو۔"

"ثابت کرو کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو۔" اُس نے دانت پیس کر کہا اور جنونی انداز میں مجھ پر جھپٹ پڑی۔ میرے لیے خود کو بچانا مشکل ہو گیا۔ اُس کے کئی حملوں سے بچنے کے باوجود میرے کئی خراشیں لگیں جو اُس کے بڑھے ہوئے ناخنوں کے باعث آئی تھیں۔ بدقت تمام میں نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے لیکن وہ اب بھی اپنے ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد کیے جا رہی تھی۔ اُس کی انتہائی کوشش تھی کہ کسی صورت ہاتھ چھڑا کر مجھے نرخرہ گھونٹ ڈالے۔ اُس کے منہ سے عالمِ جنون میں اب بھی یہی الفاظ مسلسل ادا ہو رہے تھے کہ ثابت کرو تم یہودیوں کے

دشمن ہو۔ مار ڈالو مجھے، دیر کیوں کر رہے ہو۔"

رفتہ رفتہ اُس کی چیخ و پکار کم ہونے لگی اور میں نے اُسے بیڈ پر دھکیل دیا۔ لکی بیڈ پر اوندھے منہ گری اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اب اُس کے جسم کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ وہ رو رہی تھی۔ میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ لکی کا ردِعمل میرے لیے بہت غیر متوقع تھا۔ اس سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ آخر اولیو باورڈ کا مقصد کیا ہے؟

میں کرسی پر بیٹھا تشویش کی نظروں سے روتی ہوئی لکی کو دیکھتا رہا۔ اولیو باورڈ اس بار بالکل نئے روپ میں میرے سامنے آیا تھا۔ امریکا میں اُس کے ذاتی اثر و رسوخ سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ بات بھی طے تھی کہ اُسے کسی بھی قسم کی سرکاری سرپرستی یا تائید حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں نے اُسے سی آئی اے سے نکلوا دیا تھا اور اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ سرکاری سطح پر اُس کی پذیرائی کی جائے لیکن جس دیدہ دلیری سے اُس نے میرے خلاف کارروائی کی تھی اُسے اگر اُس کے ذاتی وسائل پر محمول کیا جاتا تو یہ بھی کم باعثِ حیرت نہیں تھا۔ آخر اُس کے ذاتی وسائل کس قدر تھے کہ وہ صرف ہفتے بھر کی مہلت میں مجھ تک پہنچ گیا بلکہ اُس نے مجھے اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ ٹیکسی جس میں مجھے اور تاہر کو اغوا کیا گیا میرے ہوش اڑا دینے کے لیے بہت کافی تھی۔ اُس کے نہ صرف تمام شیشے بلٹ پروف تھے بلکہ اُس میں اس قسم کے لاؤڈ اسپیکر بھی نصب تھے جن سے دو طرفہ گفتگو کرنا ممکن تھا۔

میں سوچتا رہا مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ یہ تشویش بہرحال اب بھی تھی کہ کیا اولیو باورڈ، تہذیب پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا؟ مجھے اُس سے اس حماقت کی توقع ذرا کم ہی تھی۔ اس لیے کہ اس سے قبل وہ اپنی اسی حرکت کے سنگین نتائج بھگت چکا تھا۔ میں نے اُسے بدترین شکست اور احساسِ بے بسی سے دوچار کیا تھا اور اب اُسے زندگی بھر دوبارہ میرے کسی متعلقہ آدمی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ میں نے اُس کی بیٹی کو جواباً اغوا کیا تھا۔ اگر اس نے تہذیب کو اغوا کرنے کی پہل نہ کی ہوتی تو اُس کی بیٹی بھی محفوظ رہتی۔ اب اگر اُس نے دوبارہ ایسا ارادہ کیا بھی تو کم از کم میرے زندہ ہوتے ہوئے تو یہ ممکن نہیں تھا اور اُس نے مجھے زندہ رکھا تھا۔ اولیو باورڈ جیسے..... کمینی فطرت کے مالک شخص سے یہ توقع بھی نہیں تھی۔ لیکن اُس نے مجھے کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا تو اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ مجھ سے اُس کا کوئی بڑا مفاد وابستہ ہے۔

ادھر یاردت دلا میل بھی زندہ بچ گیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کیسے زندہ بچ سکا ہوگا لیکن بہرحال وہ زندہ تھا۔ ممکن ہے اُس نے عمر احتیاط کے پیشِ نظر پہلے سے ہی کچھ ایسے انتظامات کر رکھے ہوں کہ اگر کوئی غلطی سے جھیل میں گر جائے تو مگرمچھ اُسے گزند نہ پہنچا سکیں۔ اُس کم بخت کو بھی زندہ بچنے کے بعد اولیو باورڈ سے ہی رابطہ قائم کرنا رہ گیا تھا لیکن بنیادی غلطی میری ہی تھی۔ اگر میں نے اُسے اپنے بارے میں نہ بتایا ہوتا تو بھلا وہ اولیو باورڈ کیا خاک مطلع کرتا۔ اور اگر کرتا بھی تو میری اصلیت پر کبھی روشنی نہیں پڑ سکتی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور میں بھی ایک انسان ہی تو ہوں۔ مجھ سے بھی حماقت سرزد ہو گئی۔ خود کردہ را علاجے نیست کے مصداق میں اس کے نتائج و عواقب بھگتنے پر مجبور تھا۔

لکی باورڈ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تو میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ سر اٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کا نرم و نازک حسین چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اُس کے اس طرح گھورنے پر میں بری طرح گڑبڑا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس صورتِ حال میں مجھے کیا کہنا چاہیے یا ردِعمل کیا ہونا چاہیے۔

"تم وحشی درندے ہو۔" لکی زندگی میں پہلی بار بولی۔ "تم میں انسانیت نام کو بھی نہیں ہے۔"

"یہی تو میں بھی تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔" میں نے جھلا کر کہا کہ "میں بہت برا آدمی ہوں۔"

"تم میں اتنی انسانیت بھی نہیں ہے کہ ایک لڑکی تمھارے سامنے رو رہی ہے تو کم از کم اُسے تسلی ہی دے دو۔"

"ابھی ذرا ہی دیر پہلے تو تم مجھے جان دیے دے رہی تھیں اور اب اس بات پر ناراض ہو رہی ہو کہ میں نے تمھیں دلاسہ کیوں نہیں دیا؟"

"خاموش رہو، تم بہت بڑے جھوٹے ہو۔ ایک طرف کہتے ہو کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو اور دوسری طرف..... " اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکو گی۔"

"کیوں نہیں سمجھ سکوں گی۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ "میں کوئی بے وقوف ہوں۔ یہ نہیں سمجھ سکتی کہ اگر تم یہودیوں کے دشمن ہوتے تو مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"تم جذباتی ہو رہی ہو لکی! اور کوئی بھی جذباتی شخص کوئی بات نہیں سمجھ سکتا۔"

"بہانے بازیاں مت کرو، تمھارا پول کھل چکا ہے۔ صرف بہت سے جان بچانے کے لیے ایک جھوٹا الزام قبول کر لیا ہے۔"

"میں واقعی علی یار خان ہوں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اچانک ہی مجھے غصہ آ گیا۔ یہ کیا حماقت تھی کہ میں اپنے بارے میں یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لوگ تو مجھے میرے اطوار سے پہچان لیا کرتے تھے۔ مجھے اُن کی نگاہوں سے بچنے کے لیے میک اپ کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ کوئی ایسا وقت بھی آئے گا کہ جب میں کسی کو اپنے علی یار خان ہونے کے بارے میں یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہوں گا۔ قریب تھا کہ غصے میں اُس سے کوئی سخت بات کہہ دیتا لیکن میں نے بروقت خود کو سنبھال لیا۔ اُس وقت میں اولیو باورڈ کی قید میں تھا۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اُس کی قید سے نکلنا بھی آسان نہیں تھا۔ یہ بات خلافِ مصلحت ہوتی کہ میں اُس کی بیٹی سے جھگڑا مول لیتا۔ لہٰذا میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "نہیں، میں کسی علی یار خان کو نہیں جانتا۔ میں تو ڈینس پال گولڈ ہوں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"اس بات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں کہ تم علی یار خان ہو یا پھر ڈینس پال گولڈ۔ مجھے تو صرف ایک سوال کا جواب چاہیے۔"

"میں تمھارے ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں لیکن سوال آسان ہونا چاہیے۔"

"تم میرے جذبات کا احساس کیوں نہیں کرتے؟ کیوں میری باتوں میں اضافہ کیے جا رہے ہو؟"

"میں نے کہا تھا سوال آسان ہونا چاہیے۔ مطلب اس بات کا میں کیا جواب دوں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم شاید میری طلب میں اضافے کے خواہش مند ہو۔ میرے جذبات بھڑکا کر لطف اندوز ہو رہے ہو۔ پھر شدت سے خواہاں ہو۔ اگر ایسا ہے تو یقین کرو کہ میرے جذبات پہلے ہی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے خلوص کا مظاہرہ کروں گی کہ تم زندگی کے کسی لمحے مجھے فراموش نہیں کر سکو گے اور میرا حصول تمھاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن جائے گا۔"

"تم سے بات کرنا فضول ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تمھارے پاس کوئی دوسرا زاویۂ نظر ہے ہی نہیں۔"

"تمھارے پاس بھی تو نہیں ہے۔" اُس نے جارحیت سے کہا۔ "تم نے کب میرا نقطۂ نظر سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ تم تو یہی سمجھتے ہو کہ میں بھی تمھاری طرح نارسیدہ ہی رہوں لیکن یاد رکھو، مجھے نارسائی سے نفرت ہے۔"

"نارسائی اور نارسیدگی کے جو بہانے تم نے تراش لیے ہیں وہ میرے لیے ناقابلِ قبول ہیں۔"

"تم تو کنویں کے مینڈک ہو۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "ایسا مینڈک جو تمام عمر ایک کنویں میں پڑا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ساری دنیا دیکھ لی ہے۔ اُس کی ساری دنیا ایک کنویں تک ہی محدود رہتی ہے۔ اس سے آگے کا اُسے کچھ علم نہیں ہوتا۔"

"یہ تمھاری لاشعوری خواہش ہے جو اس وقت اتفاقاً تمھارے لبوں تک آ گئی ہے۔ تم مجھے کنویں کا مینڈک بنا دینا چاہتی ہو۔"

"تم کفرانِ نعمت کر رہے ہو اور ساتھ ہی میری توہین بھی۔" لکی غصے سے سرخ ہو کر بولی۔

"معاف کرنا، میں نے خواتین کو کبھی ڈش نہیں سمجھا اور نہ شاید آئندہ کبھی سمجھ سکوں۔"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم نارسیدگی کا شکار ہو۔ ڈش کی طلب کے لیے کھانوں کی لذت سے آشنائی ضروری ہے۔"

"میں اُس ڈش کو ترجیح دیتا ہوں جو صرف میرے دسترخوان پر موجود ہو۔ بلا تخصیص ہر دسترخوان پر موجود ہونے والی ڈش اگر کسی کے لذتِ کام و دہن کا سبب ہو سکتی ہے تو میں لذتِ کام و دہن کا مفہوم تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"میں کوئی گری پڑی لڑکی نہیں ہوں۔ معاشرے میں مجھے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم نے اپنے طرزِ عمل سے اس بات کی تائید نہیں کی۔"

"مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟" اُس کا انداز اچانک ہی ملتجیانہ ہو گیا۔ "میں خود کو تمھاری مرضی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کروں گی۔"

"وقار آدمی کی شخصیت کا بنیادی جز ہونا چاہیے۔ اپنی سطح سے گرنے کے بعد آدمی آدمی نہیں رہتا۔"

"میں تو تمھیں اپنانا چاہتی ہوں۔" وہ اٹھ کر میرے قدموں میں آ بیٹھی۔ "مگر تم میرے جذبات کی قدر ہی نہیں کرتے۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ مجھے اپنانا تمھارا مقصد نہیں بلکہ میرا حصول تمھاری ضد بن گیا ہے۔"

"ایسا نہ کہو، میں تو اپنا آپ تمھیں سونپ دینا چاہتی ہوں۔ تم سے ضد تو نہیں کر رہی۔"

"ابھی ابھی میں نے تمھیں وقار کی تلقین کی تھی اور تم نے فوراً ہی اُس کے خلاف عمل کر دکھایا۔ اس طرح میرے دل میں بیٹھنا....."

"اس سے تو میرے وقار میں اضافہ ہوگا۔" اُس نے اپنا

چہرہ میرے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ "تمہارے قدموں میں ذرا سی جگہ مل جانا بھی میرے لیے بڑا اعزاز ہے۔ کچھ دیر مجھے یونہی بیٹھا رہنے دو۔ پلیز مجھے اٹھانا مت۔"

میں شدید ترین غصے، بے بسی اور جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ للی کو قابو میں کرنا میرے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ اس پر کوئی بات اثر ہی نہیں کر رہی تھی۔ اس پر تو بس ایک ہی وحشت سوار تھی۔ اس سے پہلی ملاقات سے قبل اگر مجھے علم ہو جاتا کہ وہ کس ٹائپ کی لڑکی ہے تو میں اولیو اورڈ سے نمٹنے کی کوئی اور تدبیر سوچتا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور مجھے بھگتنا ہی تھا۔ معلوم نہیں اس کم بخت اولیو اورڈ مردود کو اپنی بیٹی کو ساتھ لانے کی کیا مصیبت پڑی تھی۔ میں نے سوچا کہ جلد از جلد اس کی قید سے نکلنے کی کوشش کروں کیونکہ اس کے بغیر اس بلائے بے درماں سے جان چھوٹنے کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن یہ تو بعد کی بات تھی۔ پہلا مرحلہ تو یہ درپیش تھا کہ للی کو ہینڈل کیسے کیا جائے۔ وہ تو آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ میرے گھٹنوں پر سر رکھتے ہی آنکھیں بند کیے بڑبڑا رہی تھی۔ اس کی آواز بہت دھیمی تھی اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن اس پر جو کیفیت طاری تھی اس سے یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ وہ کس قسم کے الفاظ ادا کر رہی ہو گی۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو للی؟" میں نے ایک نتیجے پر پہنچتے ہوئے اس کا حسین چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر کہا۔ "تمہارا مقام میرے قدموں میں نہیں میرے دل میں ہے۔"

للی نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں استعجاب لہریں لے رہا تھا لیکن اس کی یہ کیفیت محض ایک لمحے کے لیے تھی۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں پھر گلابی ڈورے تیرنے لگے۔ "اگر یہ سچ ہے تو مجھے اس پر یقین نہیں اور اگر یہ جھوٹ ہے تو میری زندگی کا حسین ترین جھوٹ ہے۔" اس نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں للی! تمہارا مقام میرے دل میں ہے۔ میں تمہارے رنگین سراپا کو اپنی آنکھوں میں بسا لوں گا۔ تمہاری اداؤں سے اپنے ذہن کے ہر نہاں خانے کو منور کروں گا اور تمہارے عطر بیز وجود سے اپنی سانسیں معطر کروں گا۔"

للی اپنا چہرہ میرے ہاتھوں پر رگڑنے لگی۔ "تم کتنے حسین پیرائے میں گفتگو کرتے ہو۔" اس نے مخمور لہجے میں کہا۔ "آج تک کسی نے یوں میری توصیف نہیں کی۔ جی چاہتا ہے تم بولتے رہو اور میں سنتی رہوں۔"

"تم بہار کی تازہ ہوا کا وہ جھونکا ہو جو مرجھائے ہوئے پودوں کے لیے پیام حیات لے کر آتا ہے۔ تمہارے قرب میں اتنی فرحت ہے جو موسم بہار کی چاندنی راتوں میں بھی میسر نہیں آ سکتی۔ تمہارے لہجے کی مٹھاس ہمیشہ میری سماعت میں رس گھولتی رہے گی۔"

للی کی سانسیں بوجھل ہونے لگیں۔ "تم مجھے پاگل کر دو گے ڈینس! میری اتنی تعریفیں مت کرو کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں۔"

"تمہارا انداز اس قدر والہانہ ہے کہ اس پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔ تمہارے سلگتے ہوئے ہونٹوں کا گداز نگاہوں کو پگھلا..."

"بس کرو ڈینس! بس کرو۔" للی تڑپ کر بولی۔ "خاموش ہو جاؤ ورنہ میری جان لے لو۔"

"بارگاہ حسن میں جان دینے کی سعادت تو مجھے حاصل ہونی چاہیے۔ حسن کی جان لینے کا تو تصور بھی گناہ ہے۔"

"تم میرے اشتیاق کو ہوا دے رہے ہو ڈینس! آتش شوق کو اتنا مت بھڑکاؤ کہ میں خود پر رہا سہا اختیار بھی کھو بیٹھوں۔ تمہارے سامنے آ کر تو مجھے بھی ضبط کے بندھن ٹوٹتے ہوئے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری باتوں کے نتیجے میں اٹھنے والا طوفان مجھے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے۔"

"تمہیں تو بہت اچھا تیراک ہونا چاہیے۔ طوفان تو انہی کو بہا کر لے جاتے ہیں جو اس میں ڈوبنے کے لیے تو نہیں ہوتے۔ چند لمحوں کے لیے ڈوبتے ہیں تو ابھرنے کے لیے ہی ڈوبتے ہیں اور اسے ڈوبنا تو نہیں کہنا چاہیے۔"

"میں باتوں میں تم سے نہیں جیت سکتی ڈینس! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی حسین گفتگو بھی کر سکتے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم ہر فتح حاصل کرنا چاہتی ہو مگر مجھ میں مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں سکون پسند ہوں۔ مجھے شدتوں سے بے حد ڈر لگتا ہے۔"

"ان شدتوں کی انتہا سکون ہے، آسودگی ہے ڈینس! ایک بار ان سے گزر کر تو دیکھو۔ تم بار بار گزرنے کی تمنا کرو گے۔" للی نے سرگوشی میں کہا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر جذبات مچل رہے تھے۔

"میری طرف بڑھنے کے بجائے اس وقت کا انتظار کرو جب تمہاری شدتیں مجھ پر اثر انداز ہو جائیں۔"

للی چونک کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ "ابھی تو تم میرے حسن کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔"

"تم دو مختلف چیزوں کو خلط ملط کر رہی ہو۔ تمہارا حسن، تمہاری دل کشی اور رعنائیوں کے ساتھ مجھے تسلیم ہے لیکن ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا جہاں تمہارے جذبوں کی آنچ مجھے پگھلانا شروع کر دے۔ میں تم سے اسی وقت کا انتظار کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"یہ بات میری سمجھ میں آ گئی ڈینس! بے فکر رہو میں اس وقت کا انتظار کروں گی۔"

"اب جلدی سے منہ دھو آؤ۔" میں نے کہا۔ "رونے کے بعد تمہارے حسن کی چاندنی غبار آلود ہو گئی ہے۔"

"میں ابھی آئی۔" للی نے کہا اور باتھ روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ ابھی میں پوری طرح سکون کا سانس بھی نہ لے پایا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔

"باس نے تمہیں یاد کیا ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں مجھ سے کہا۔

"باس سے مراد اولیو اورڈ ہی ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے کہا۔ چہرہ بدستور بے تاثر ہی رہا تھا۔

"صرف مجھے ہی یاد کیا ہے یا..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر خوف زدہ نظروں سے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔

"مجھے تفصیلات نہیں معلوم۔ مجھ سے تو تمہیں ہی بلانے کو کہا گیا ہے۔" اس نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔" میں نے اس سے کہا۔ اس بہانے للی سے کچھ دیر دور رہنے کا موقع مل رہا تھا۔ تو اسے غنیمت جاننا چاہیے تھا۔

سیاہ سوٹ والا مجھے ایک ایسے کمرے میں چھوڑ گیا جسے ملاقات کا کمرہ کہا جا سکتا تھا۔ کھانے کی ایک میز اور کرسیوں کے علاوہ وہاں فرنیچر کے نام پر کچھ اور نہیں تھا۔ ایک کرسی پر اولیو اورڈ موجود تھا۔

"ہیلو اولیو! کیا حال ہیں؟ بڑے عرصے بعد ملاقات ہوئی۔" میں نے بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"شاید تمہارے ویسے ہی رہتے۔ تم بھگت رہا ہوں مگر اب تمہاری باری ہے۔" اولیو اورڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ زیادہ ہی ناراض دکھائی دے رہے ہو اولیو! خیریت تو ہے؟" میں نے میز پر رکھے ہوئے ٹشو پیپر سے بے تکلفی سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم یقین رکھو کہ تمہارے سکون کے دن رخصت ہو چکے۔ اب تمہیں اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"اگر بتا بھی دو کہ کس بنا پر مجھ سے اس قدر ناراض ہو۔ مجھے تو لگتا ہے شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔"

"ہاں! تم میری مدد کر سکتے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو میں نے تمہیں کس لیے زندہ رکھا ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو مجھے نہیں معلوم میں کیا کروں گا۔"

"شکریہ اولیو! تم نے میری بہت بڑی الجھن رفع کر دی۔ میں خود حیران ہو رہا تھا کہ آخر تم مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو۔ خیر یہ بتاؤ کہ مجھ ناچیز سے کیا کام آ پڑا ہے۔ میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"تم نے للی کی حالت دیکھی؟" اولیو اورڈ نے کہا۔ "وہ تمہارے لیے پاگل ہو رہی ہے۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس قسم کی کوئی بات ہو گی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اولیو اورڈ کا کوئی ذاتی کام ہو گا جو وہ مجھ سے لینا چاہتا ہو گا لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

"تمہاری بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن میں پوری طرح نہیں سمجھ پایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"وہ میری اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر اس کی یہی حالت رہی تو اس کے ساتھ ساتھ میری بیوی بھی..." اولیو اورڈ نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ میں حالات کی اس ستم ظریفی پر دم بخود تھا۔ اولیو اورڈ میرا بدترین دشمن تھا۔ پچھلی بار اس نے عہد کیا تھا کہ دوبارہ ملتے ہی میرا کام تمام کر دے گا لیکن اپنی بیٹی کی خاطر وہ نہ صرف میری جان بخشی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا بلکہ مجھ سے اپنی بیٹی کے لیے خوشی کی بھیک بھی مانگ رہا تھا۔

"بات اب بھی تشنہ ہے اولیو اورڈ! اگر للی میرے لیے پاگل ہو رہی ہے تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟"

"اس کو اس حال تک پہنچانے کے ذمے دار تم ہو۔ نہ تم اسے اغوا کرتے اور نہ وہ تم سے متاثر ہوتی۔"

"اس حرکت کے لیے مجھے تم نے مجبور کیا تھا۔ نہ تم تہذیب کو اغوا کرتے اور نہ میں للی پر ہاتھ ڈالتا۔"

"میں نے تمہیں بحث کرنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔" اولیو اورڈ غرایا۔ "یہ سب کیسے ہوا مجھے اس سے بھی بحث نہیں۔ میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں کہ للی کا علاج تمہارے پاس ہے۔"

"وہ تمہاری بیٹی ہے اولیو! اس لیے اس کے معاملے پر میں تم سے کھل کر گفتگو نہیں کر سکتا لیکن جو کچھ وہ مجھ سے چاہتی ہے اسے پورا کرنا میرے بس سے باہر ہے اور شاید تم یہ بات جانتے بھی ہو۔"

"یہ پاکستان نہیں ہے۔" اولیو اورڈ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "جہاں منافقت سے کام لیا جاتا ہے۔ حقیقت سب کی سمجھ میں آتی ہے مگر اس کے اظہار کو برا سمجھا جاتا ہے اور اس سے گریز کیا جاتا ہے۔ تم اس وقت امریکا میں ہو۔ یہاں جذبات جیسی ہوتی ہے اسی طرح بیان کی جاتی ہے۔ خواہ وہ بات کسی سے بھی متعلق کیوں نہ ہو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ تم لوگ ہر قسم کی اقدار سے بے بہرہ ہو۔ میں نے ایسی بات کی لیکن ہماری جو اقدار ہیں ہم ان سے فرار حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنی اقدار پر فخر ہے اولیو!"

اولیو اورڈ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "تم اپنی گفتگو کے اصل

موضوع سے فرار ہونا چاہ رہے ہو۔"

"کسی بے راہ رو لڑکی کے مطالبات پورے کرنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔" میں نے بے رخی سے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ تم میری قید میں ہو۔ میں تمہارے ساتھ بہت برا سلوک بھی کرسکتا ہوں۔"

"مجھے تم سے ہر قسم کے سلوک کی توقع ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مجھے تم سے کوئی اچھی توقع ہے ہی نہیں۔"

"ویسے تو تم بڑے پارسا بنتے ہو لیکن تمہاری سنگدلی کا یہ عالم ہے کہ تمہیں ایک معصوم لڑکی پر ترس نہیں آتا۔"

"سفلی جذبات کو معصومیت کا نام دے کر پارسائی کو داغ دار کرنے کی کوشش مت کرو اولیو۔"

"وہ عاقل و بالغ ہے۔ اگر اس کی کوئی خواہش ہے تو اسے پورا کرنے کی میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"ضرور کرو۔" میں نے اولیو ہارورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں روکا تو نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم صاف انکار کر رہے ہو۔" اولیو ہارورڈ سانپ کی طرح پھنکارا۔

"تم اسے میرے بارے میں سب کچھ بتا چکے ہو۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ ایک خاک نشین کا خیال اپنے ذہن سے نکال دے۔"

"میں اسے سمجھا ہی سکتا ہوں۔ اس کی مرضی کے خلاف کسی کام کے لیے مجبور نہیں کرسکتا۔" اولیو ہارورڈ نے کہا۔

"اور مجھے کرسکتے ہو۔" میں تلخی سے بولا۔ "حالانکہ وہ تمہاری اولاد ہے۔ اس پر تمہارا زور چلنا چاہیے۔"

"میں تمہیں بھی مجبور تو نہیں کر رہا۔" اولیو ہارورڈ نے اچانک ہی کینچلی بدل لی۔ "میں تو تم سے درخواست کر رہا ہوں۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی لڑکی سے ہمدردی ہے لیکن جو کچھ وہ چاہتی ہے وہ میں کر ہی نہیں سکتا۔"

"لیکن تم کوئی ایسا طریقہ تو اختیار کرسکتے ہو کہ تمہارا خیال اس کے ذہن سے نکل جائے۔"

"ہوں۔" میں سوچ میں پڑ گیا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ "تم میک اپ کے ماہر ہو اولیو۔"

"یہ میں پہلے ہی کر کے دیکھ چکا ہوں۔" اولیو ہارورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں نے متعدد بار تمہارے میک اپ میں مختلف لوگوں کو اس کے سامنے پیش کیا لیکن اس نے حیرت انگیز طور پر انھیں شناخت کر لیا۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "یہ تو خاصی حیران کن بات ہے۔"

"ہاں اسی لیے میں تمہاری مدد حاصل کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔"

"لیکن ہارورٹ رابیل نے تو تمہیں مسروقہ فارمولوں کی بازیابی کے لیے بلایا ہوگا۔"

"ہاں۔ اسے معلوم تھا کہ سی آئی اے سے نکالے جانے کے باوجود میرے دل میں امریکا کے لیے مخاصمت موجود ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ فارمولے اسے مل جائیں تو ان سے بننے والے ہتھیار اسرائیل کے کام بھی آئیں گے۔ اور یہ بات تو خاصی مشہور ہے کہ تم سے میری چپقلش چل رہی ہے۔"

"جب یہ بات ہے تو تم نے مجھ سے فارمولوں کے سلسلے میں کوئی بات کیوں نہیں کی؟"

"تم تک پہنچنے میں مجھے ذرا سی تاخیر ہوگئی۔ تم نے نہ صرف فارمولوں کی نقلیں حکومت کے حوالے کر دیں بلکہ ہارورٹ رابیل کی اصلیت سے بھی انھیں آگاہ کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے پاس فارمولوں کی نقل بھی نہیں ہوگی۔"

"یہ فیصلہ تم نے کیسے کر لیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "حالانکہ اصولی طور پر میرے پاس فارمولوں کی نقل ہونی چاہیے۔"

اولیو ہارورڈ مسکرایا۔ "نہیں، تم نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ فارمولا کے عوض تم پہلے ہی بہت رقم وصول کر چکے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم جس قسم کی سوچ کے مالک ہو اس کے تحت تم وہ فارمولے کسی اور ملک کو فروخت کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے۔ ہاں اگر اسلامی ملکوں میں سے کوئی یا خود تمہارا ملک اس قابل ہوتا تو تم وہ فارمولے ان کے حوالے کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔"

میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ مسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی ایسی طاقت نہیں بن سکا تھا ورنہ میں وہ فارمولے کبھی واپس نہ کرتا اور پھر ان سے بننے والے ہتھیار اسرائیل کے خلاف استعمال ہوتے۔

"تمہارا استدلال درست ہے اولیو ہارورڈ۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہارورٹ رابیل کہاں ہے؟"

"وہ روپوش ہوگیا ہے اور شاید اب امریکا سے نکل ہی بھاگے۔ تم نے اس کی مخبری کر دی ہے اور اب اس کا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ امریکا سے اس کا نکلنا بھی ایک دشوار گزار مرحلہ ہوگا۔ تم نے اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

مجھے اس کی توقع تھی لیکن اس کے باوجود اس اطلاع پر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی۔ میں ایک یہودی کو تباہ کر دینے میں کامیاب ہوگیا تھا اور یہودی بھی کیسا؟ جس کی وجہ سے درجنوں ممالک ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ وہ محض حصولِ زر کی خاطر انھیں ہتھیار فروخت کیا کرتا تھا۔ اب کم از کم اسلحے کی کمی کی وجہ سے بہت سے ممالک کے درمیان جنگ کی شدت کم ہو جائے گی۔

لیے ترس رہی ہوتی۔ اولیو ہارورڈ ذرا سنبھلا اور بتایا کہ لڑکی یا رقابت سے محبت کرنے والوں کا حشر اتنا ہی برا ہوتا ہے۔"

اولیو ہارورڈ کو میری بات بہت بری لگی لیکن وہ بیٹی کی وجہ سے مجبور تھا اسی لیے اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس سے یہ بات تو بہرحال ظاہر ہوگئی کہ ہارورٹ رابیل میرے معاملے میں بڑے اخراجات کر رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "جس ایجنسی میں ہمیں اغوا کیا گیا تھا اس کے پیچھے بھی اسی کی دولت کارفرما رہی ہوگی۔"

"ہاں، میں اس کی آخری امید ہوں اسی لیے وہ دل کھول کر رقم خرچ کر رہا ہے۔ اب اس کی خواہش صرف یہ ہے کہ کسی صورت سے تمہیں کیفرِ کردار کو پہنچا دیا جائے۔ اس لیے کہ یہودی قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ تم ہو۔"

"اور اب تو تمہیں واقعی اس کی مدد کرنی چاہیے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اس وقت تو میں تمہارے قبضے میں بھی ہوں۔"

"میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ میرے لیے سب سے زیادہ اہم اپنی دولت ہے، اپنا خاندان ہے۔ اگر میں ہی اس دنیا میں نہ رہا یا میرے ہوتے ہوئے میرے اہل خانہ کسی تکلیف میں مبتلا رہے تو میری زندگی کس کام کی؟"

"اصولی طور پر مجھے تم سے اختلاف ہے لیکن چونکہ تمہارا موقف تمہارے حق میں ہے اس لیے میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا۔"

"تمہارے اتفاق یا اختلاف کرنے سے میرے نظریات تو تبدیل ہونے سے رہے۔" اولیو ہارورڈ نے کہا۔

"ناہر نظر نہیں آرہا۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "کیا اسے کہیں اور رکھا ہے؟"

"بے فکر رہو وہ محفوظ ہے اتنا کہ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔"

مجھے اندازہ تھا کہ ناہر محفوظ ہی ہوگا۔ میں اولیو ہارورڈ سے تہذیب کے بارے میں پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس سے بات کروں۔ اس بات کا امکان تھا کہ میرے ہاتھ لگ جانے کے بعد اس نے کرسٹل ہوٹل پر توجہ دینے کی ضرورت نہ سمجھی ہو اور میرے پوچھنے پر خواہ مخواہ اس کی توجہ اس جانب مبذول ہو جائے اور تہذیب بلاوجہ خطرے میں پڑ جائے۔ لہٰذا محتاط رہنا ضروری تھا۔

"تم کس سوچ میں پڑ گئے؟" اولیو ہارورڈ نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہیں تہذیب ماکم الیکس کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟"

میں حیران رہ گیا مگر میں نے کوشش کی تھی کہ میرے چہرے سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔ "یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے کہا۔

"تم کرسٹل ہوٹل جا رہے تھے کہ میرے ہتھے چڑھ گئے۔ ہارورٹ رابیل سے تمہارے بارے میں گفتگو کر کے ہی مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ تمہارے ساتھ تہذیب ماکم الیکس ہی ہوسکتی ہے۔ پھر جب تم نے ٹیکسی ڈرائیور سے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہا تو میں نے اس ہوٹل کی طرف بھی توجہ دی۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ وہاں تمہارے دو ساتھی اور بھی مقیم ہیں جن میں سے ایک تہذیب ماکم الیکس ہے اور میک اپ میں ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ یعنی اسے علم تھا۔ میں نے چند لمحے بعد اس سے کہا۔ "پھر تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں۔ تمہارے ساتھی تم پر پڑنے والی افتاد سے بے خبر ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک مدت کے بعد وہ تمہیں تلاش کرنا شروع کریں گے۔ میں اس وقت چونکہ زیادہ بکھیڑوں میں نہیں پھنسنا چاہتا اس لیے انھیں ان کے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔"

"بہتر صورت بھی یہی ہے۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "انھیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دو۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہارورڈ نے کہا۔ اس کے ماتھے پر درجنوں شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تم نے تہذیب کو چھیڑنے کی کوشش کی تو میرے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے گا۔"

"کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "تمہارے لیے میں نے بہت سخت انتظامات کیے ہیں۔ تم نے فرار ہونے کی یا کوئی اور غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکے گی۔"

"بہت سے فیصلے ایسے ہوتے ہیں جو وقت کرتا ہے اس لیے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"میں نے تمھیں خبردار کر دیا ہے۔ اس کے بعد ساری ذمے داری تمھاری ہوگی اور ہاں، مجھے ہاں یا ناں میں واضح جواب دو۔"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتِ حال سے کس طرح نمٹوں۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ اس کی قید سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔ وہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور اس نے اسی مناسبت سے حفاظتی انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک چیز اور بھی تھی۔ اور وہ تھی نتی اولیو ہارڈ کی حد سے بڑھی ہوئی وارفتگی۔۔۔ مجھے معلوم تھا کہ یہودی قوم کی لڑکیاں اپنے مخالفین کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر اپنا اور یہودی قوم کا الّو سیدھا کرنے کے فن میں ماہر ہوتی ہیں۔ انھیں اس کام کی تربیت بھی دی جاتی ہے اور وہ ایسے کام کو فریضہ سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔ عرب قوم کے خلاف یہودیوں کا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار یہی لڑکیاں تھیں۔ پھر میں یہ سوچنے میں حق بجانب تھا کہ اولیو ہارڈ نے کوئی حربہ کارگر ہوتے دیکھ کر میرے خلاف اپنی بیٹی کو استعمال کرنے کی ٹھان لی ہو۔ یا پھر اس کی بیٹی نے از خود اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کر دی ہوں۔ میرے لیے اصل صورتِ حال کا اندازہ کرنا بے حد مشکل ہو رہا تھا اور میں جو کچھ اس وقت سے وسوسہ دل میں تھا اس لیے مصلحت کوشی بھی ضروری تھی۔

"مجھے خود بھی نتی سے ہمدردی ہے۔" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر اولیو ہارڈ سے نرم لہجے میں کہا۔

"بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمھیں بھلا اس سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟"

"مجھے اس سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ معصوم لڑکی ہے۔ یہودیوں کے عزائم میں شریک نہیں ہے۔"

"اگر تمھیں واقعی اس سے ہمدردی ہے تو تم اس کی مدد کرنے کی بجائے کیوں نہیں کھیرتے ہو؟"

"میں نے انکار تو نہیں کیا۔ بس یہ ہے کہ اس کی خواہش پوری کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔"

"بات تو وہی ہے۔ تم نے صاف انکار نہیں کیا بلکہ بہانے بازیاں کرنا شروع کر دیں۔"

"میں کوئی اور طریقہ اختیار کر سکتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اس کے دل و دماغ سے میرا خیال زائل ہو جائے۔"

"تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔" اولیو ہارڈ نے مایوسی سے کہا۔ "وہ میری بیٹی ہے میں اس سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک بار وہ جس چیز کے پیچھے پڑ جائے اسے حاصل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتی۔ تم اس کی پہنچ سے جتنا دور ہوتے جاؤ گے اتنا ہی اس کی طلب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"پھر یہ مسئلہ کس طرح حل ہو سکے گا؟" اولیو ہارڈ میں نے شرارتی سے کہا۔

"ہو جائے گا مگر اس کے لیے مجھے تم پر محنت کرنی پڑے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"مطلب بھی سمجھ میں آ جائے گا۔" اولیو ہارڈ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "دراصل اب مجھے ساری توجہ تمھیں نتی کے مقابلے کے سانچے میں ڈھالنے پر صرف کرنی ہوگی اور ظاہر ہے تم آسانی سے نہیں مانو گے۔"

"میں مشکل سے بھی نہیں مانوں گا اولیو ہارڈ! تم ابھی طرح جانتے ہو میں کتنا اصول پسند ہوں۔"

"تمھاری اصول پسندی بھی دیکھیں گے۔" اولیو ہارڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "فی الحال تم اپنے ساتھی کے پاس جاؤ آرام کرو۔ کل تک سب کچھ تمھاری سمجھ میں آ جائے گا۔" اس نے ایک آدمی کو بلا کر حکم دیا کہ مجھے زاہد کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اور اس آدمی نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ یہ کمرا بھی آراستہ و پیراستہ تھا مگر اس میں نتی کے بجائے زاہد تھا اور یہ ایک خوش آئند تبدیلی تھی۔ مجھے دیکھ کر زاہد کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ مسہری سے اٹھ کر میری طرف جھپٹا۔

"میں تو سمجھا تھا جناب کہ خدانخواستہ آپ کو۔۔۔"

"اولیو ہارڈ نے جان سے مار دیا ہے۔" میں نے ہنس کر زاہد کا جملہ پورا کر دیا اور وہ شرمندہ نظر آنے لگا۔

"خیالات پر کس کا زور چلتا ہے جناب! میری آنکھ اس کمرے میں کھلی تھی اور آپ کو نہ پا کر میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا جو آپ کو یہاں پہنچا گیا ہے تو اس نے بھی مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" زاہد میں نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہارڈ بہت اچھا دشمن ہے۔"

"آپ کو یاد ہوگا جناب میں نے ایک بار آپ سے کہا تھا کہ آپ نے اسے زندہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ دیکھ لیجیے آج وہی ہمارے لیے مصیبت بن رہا ہے۔ اگر آپ نے اس سے نجات حاصل کر لی ہوتی تو اس وقت ہم آزاد ہوتے۔"

"ایک ہی تو میرا دشمن ہے زاہد! وہ بھی مر رہا تو پھر مزا کیسے آئے گا؟ خیر تم یہ بتاؤ تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"ان لوگوں کے رویّے سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ان کے مہمان ہوں۔"

"یہ رویہ کسی خاص مقصد کے تحت ہی ہوگا ورنہ دشمنوں کے ساتھ بہت خراب سلوک روا رکھا جاتا ہے۔"

"اور وہ خاص مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" زاہد نے حیرت سے پوچھا۔

"بہت آگے پر خود ہی پتا چل جائے گا۔" میں نے کہا اور زاہد اولیو ہارڈ کی ذہنی دھمکی پر غور کرنے لگا۔ میں اس کی دھمکی کی نوعیت سمجھنے سے قاصر تھا لیکن اتنا تو بہرحال سمجھ ہی سکتا تھا کہ اگر ہم جلد از جلد اس کی قید سے فرار نہ ہو گئے تو آنے والا وقت ہمارے لیے بڑے مصائب لے کر آ رہا ہے۔

اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ ہم دونوں کے لیے شام کا کھانا کمرے ہی میں بھجوا دیا گیا تھا۔ کھانے میں بے ہوش کر دینے والی کسی دوا کی آمیزش تھی جس کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا۔ اگر پہلے ہو جاتا تب بھی ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کھانا کھاتے ہی نیند سے بوجھل ہو کر بے ہوشی کی طرح ہم پر غلبہ پا گئی اور ہمیں کچھ ہوش نہ رہا۔ اگلے روز ہماری آنکھ کھلی تو پورا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔

اس وقت سورج بھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہوش آتے ہی میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کہاں ہوں۔ پھر ذہن پر زور دیا تو میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ کیونکہ میں سویا تو تھا ایک سجے سجائے کمرے میں اور آنکھ کھلی ایک جنگل میں۔۔۔ اور وہ بھی اس حال میں کہ میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں اکیلا نہیں تھا بلکہ اور لوگ بھی تھے جو بہت شکستہ حال نظر آ رہے تھے۔ انھی میں زاہد بھی موجود تھا مگر وہ شکستہ حال نہیں نظر آتا تھا۔ خود میں بھی نہیں تھا۔ اپنے اور دیگر لوگوں کے درمیان حلیوں کے اس فرق کو سمجھنے کے علاوہ اور کوئی معنی نہ پہنچا سکا کہ ہم ان کے درمیان تازہ وارد ہوئے ہیں۔ اندازہ کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ ہم وہاں قیدیوں کی حیثیت سے لائے گئے ہیں۔ زمین پر بکھرے ہوئے خستہ حال لوگوں کے گرد مسلح محافظ نظر آ رہے تھے۔

سورج طلوع ہوتے ہی ہماری روانگی عمل میں آ گئی۔ روانہ ہونے سے پہلے ہمیں ابلے ہوئے چنوں اور خشک روٹی کے ٹکڑوں کا ناشتا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سب کے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دیے گئے۔ پھر تمام افراد کو تین تین کی قطاروں میں کھڑا کر دیا گیا۔ اس کے بعد آگے بڑھنے کا حکم ملا۔ سب کچھ فوجی انداز میں ہو رہا تھا۔ مسلح محافظ چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اور ہم تین تین کی قطاروں میں پیدل سفر کر رہے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کسی کی زبان سے احتجاج کے نام پر ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا لیکن اس کی وجہ معلوم کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ جس وقت محافظوں میں سے ایک میرے ہاتھ پشت پر باندھنے کے لیے میرے نزدیک آیا تو میں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔ یہ احتجاج مجھے بہت مہنگا پڑا۔ میرے سامنے کھڑے محافظ نے مجھے بڑی بے دردی سے بندوق کا بٹ میرے پیٹ میں مارا۔ میرے پیٹ میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی اور میں درد سے دہرا ہو گیا۔ انھوں نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسرے محافظ نے میری گدی پر بھی بندوق کا بٹ رسید کر دیا۔ میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔ بڑی شدید چوٹ آئی تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو میرے حواس معطل ہو گئے۔ جب میں اپنے حواس میں واپس آیا تو میرے دونوں ہاتھ پشت پر کسے جا چکے تھے اور میری سمجھ میں سب کچھ آ چکا تھا۔ محافظ قہقہے لگا رہے تھے اور بقیہ قیدی خوفزدہ نظر آ رہے تھے کیوں جیسے میری اس حرکت سے انھیں بھی کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم بہت خطرناک قیدی ہو۔" ایک محافظ نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کتنے خطرناک ہو؟"

"تمھیں بہت جلد پتا چل جائے گا کہ کون کتنا خطرناک ہے۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"خاموش رہو۔" ایک محافظ دہاڑا اور دوسرے نے پوری قوت سے میرے منہ پر مکا رسید کر دیا۔ اس کا گھونسا میرے جبڑے پر کسی آہنی ہتھوڑے کی طرح لگا اور میرے گال کی کھال پھٹ گئی۔ "ہم قیدیوں کو بولنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

"میرے ہاتھ کھول دو پھر میں دیکھوں گا کہ تم لوگ کتنے پانی میں ہو۔" میں نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

محافظ نے جواب میں پھر ہاتھ گھمایا لیکن میں ہوشیار تھا۔ جھکائی دے کر خود کو بچا گیا مگر اس کے بعد قیامت ہی آ گئی۔ کئی محافظ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بڑی بے دردی سے مجھے مار رہے تھے۔ بندوقوں کے بٹوں سے، لاتوں سے، ہاتھوں سے۔ جس کا جس طرح بس چل رہا تھا مجھے مار رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اس لیے میں بے بس تھا اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ انھوں نے مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنے درندہ صفت لوگ ہیں۔ لیکن مجھے اندازہ کر لینا چاہیے تھا۔ ان کا تعلق اولیو ہارڈ سے تھا۔ انھیں انسانوں کی صف میں شمار کرنا حماقت ہی تھا۔ وہ تو درندے تھے۔ جو سفّاکانہ سلوک انھوں نے میرے ساتھ کیا وہی دوسروں کے ساتھ بھی کرتے رہے ہوں گے تبھی تو سارے قیدی اس قدر خوفزدہ تھے۔

میں پٹ پٹ کے ادھ موا ہو گیا تب کہیں جا کے ان کے ہاتھ رکے اور ساتھ ہی انھوں نے مجھے وارننگ بھی دے دی کہ اگر اب میرے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو میرا حشر اس سے بھی زیادہ برا ہوگا۔ بات میری سمجھ میں آ چکی تھی اس لیے میں نے بھی دوسروں کی طرح چپ سادھ لی۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا مگر میں چلنے کے لیے مجبور تھا۔ قیدیوں کا یہ قافلہ ویران راستوں سے گزرتا ہوا ایک پہاڑی علاقے تک پہنچ گیا۔ شدید دھوپ دماغوں کو پگھلائے ڈال رہی تھی مگر ہم چل رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی قیدی لڑکھڑانے لگتا تھا۔

تقریباً سہ پہر تک ہم پہاڑی علاقے میں سفر کرتے رہے۔ گرد و غبار نے ہم سب کے حلیے بگاڑ کر رکھ دیے تھے۔ میں نے

اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے تھے۔ اس لیے کہ میں اس علاقے سے قطعی طور پر ناواقف تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میرے اور زاہر کے علاوہ جو قیدی ہیں اُن کا جرم کیا ہے؟ لیکن ان میں سے کچھ لوگ یقینی طور پر اس علاقے سے واقف تھے۔ آنکھ اور کان کھلے رکھنے کے باعث چند قیمتی باتیں میرے علم میں آگئیں۔ ہمیں کسی کیمپ میں لے جایا جا رہا تھا جہاں رات تک پہنچ جانے کی توقع تھی۔ اس کے علاوہ راستے میں ایک ایسی جگہ بھی پڑتی تھی جہاں سے فرار ہونا ممکن تھا۔ میں نے تفصیلات اپنے ذہن میں محفوظ کر لی تھیں۔

جس راستے پر ہم چل رہے تھے اُس کے دائیں جانب پہاڑ تھے اور بائیں جانب گہری کھائی تھی۔ میں بائیں جانب والی سمت میں تھا اور میرے برابر زاہر چل رہا تھا۔ دفعتاً میں نے زاہر کی سمت سر گھمایا۔

"اگر میں کھائی میں چھلانگ لگا دوں تو کیا تم میری تقلید کرو گے؟" میں نے سرگوشی میں کہا۔

زاہر نے حیرت سے مجھے دیکھا پھر اُس کی نگاہ میرے بندھے ہوئے ہاتھوں پر جم گئی۔ "کیا؟" اُس نے بے خیالی سے کہا۔

"ہمیں فرار ہونا ہے زاہر!" میں نے زور دے کر کہا۔ "کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

"ہاں!" زاہر نے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ جب میں چھلانگ لگاؤں تو تم بھی میرے پیچھے چھلانگ لگا دینا!"

"تم لوگوں کو بولنے سے منع کیا گیا تھا!" ایک محافظ ہمارے سروں پر سوار ہو گیا۔ "تم لوگ کیا باتیں کر رہے تھے؟"

زاہر کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ ان لوگوں کی سنگدلی کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ اس کی خوفزدگی بجا تھی۔ جس بے دردی سے انھوں نے میری پٹائی کی تھی اس کے بعد زاہر کا اُن سے خوفزدہ ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن ہم دونوں نے محافظ کی بات کا جواب نہیں دیا۔ ہمیں خاموش دیکھ کر اُسے طیش آگیا۔

"تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟" اُس نے چیخ کر مجھ سے کہا۔ "کیا صبح والی پٹائی بھول گئے ہو؟"

میں نے سرد نگاہوں سے اُسے دیکھا مگر بدستور خاموش رہا۔ اُس کے غیظ و غضب میں اضافہ ہو گیا۔

"اگر تم نے جواب نہ دیا تو میں تمھارا سر توڑ دوں گا۔ میں تین تک گنتی گن رہا ہوں!"

بات بڑھ جاتی لیکن دوسرے محافظ اس طرف متوجہ ہو گئے اور اُنھوں نے ہمیں دھمکی دے کر بات ختم کرا دی۔ میں نے مسکرا کر زاہر کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر تازگی، قوت اور جسمانی کرب کے ملے جلے تاثرات ثبت تھے۔ میرے ہاتھ بندھے رہنے کی وجہ سے بُری طرح دُکھنے لگے تھے۔ ظاہر ہے زاہر بھی اسی کیفیت سے دوچار ہو گا۔

میں نے دوسری طرف دیکھا۔ وہ محافظ جس سے میری تلخی ہوئی تھی مجھے گھور رہا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے تاثر سے پتا چلتا تھا کہ اس نے مجھ سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ بہت سے قیدی خوف اور پریشانی کے عالم میں مجھے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ میں محافظوں کو اشتعال دلا رہا ہوں اور محافظوں کا اشتعال اُن سب ہی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے لیکن مجھے اُن میں سے کسی کی پروا نہیں تھی۔ مجھے تو بس اپنی اور زاہر کی فکر تھی۔ ہمارا قید رہنا بے کار تھا۔ ہم لوگ قید ہونے کے لیے نہیں تھے۔ قید وہ لوگ ہوں جنھیں کرنے کو اور کام نہیں ہوتا اور ہمارے سامنے تو ایک مقصد تھا، فلسطین کو آزادی دلانا... اس مقصد کے لیے ہمیں ہر حال میں آزاد رہنا پڑتا تھا۔ قید میں زندہ رہنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ اپنے عظیم مقصد کے لیے سرگرم رہنے میں بسر ہو جانے والی زندگی کے سوا ہر زندگی بے مصرف ہے۔

میں اور زاہر اگرچہ قید ہو گئے تھے لیکن دل کو یہ تسلی تھی کہ اولیو اور ڈورتھی آزاد تھے۔ تنظیم آزادی فلسطین کا علی گروپ میرے پیچھے ہو سکتا تھا لیکن تعجب اور بے چینی یہ تھی کہ اولیو اور ڈورتھی نظر نہیں آئے تھے۔ اس لیے اُن کے بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اولیو اور ڈورتھی کسی وقت بھی ان بدوؤں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

بالآخر وہ جگہ آگئی جہاں سے مجھے بائیں جانب والی گہری کھائی میں چھلانگ لگانا تھی۔ میں نے سر گھما کر زاہر کی طرف دیکھا اور اسے اشارہ کرتے ہوئے اچانک ہی حرکت میں آگیا۔ میں نے تیزی سے محافظ کی طرف جھپٹا تھا۔ میں نے پوری قوت سے لات گھمائی۔ میری لات نے محافظ کا توازن بگاڑ دیا اور وہ کھائی میں لڑھک گیا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خود بھی محافظ کے عقب میں کود گیا۔ وہی میرا خطرناک فیصلہ تھا۔ چند لمحوں کے لیے تو مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔ میرا جسم فضا میں نیچے کی جانب گرتا چلا جا رہا تھا۔ جس کے باعث حواس بحال رکھنا محال تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ میں سر کے بل گرا تھا یا پیروں کے بل۔ بس اتنا یاد ہے کہ میرا جسم پانی سے ٹکرایا تھا اور اس عالم میں بھی ذہن میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اگر نیچے پانی نہ ہوتا تو یہ چھلانگ ہلاکت ثابت ہو سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اور اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میں محافظ پر گرا تھا۔ میں نے تیزی سے اپنا توازن بحال کرتے ہوئے محافظ کی گردن پر پیر رکھ دیا۔ پھر اس کی گردن پر دباؤ بڑھا دیا۔ مجھے کون روک سکتا تھا۔ خوف اور دہشت نے شاید اُسے مفلوج کر دیا تھا ورنہ بازی اُلٹ بھی سکتی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھ بندھے تھے۔ ہوش میں ہونے کی صورت میں وہ ہرگز میرے قابو میں نہیں آتا۔ اس کی گردن پر زور ڈالنے کے دوران مجھے زاہر کا خیال آیا۔ میں اسے آوازیں دینے لگا۔ معلوم نہیں اُس نے چھلانگ لگائی بھی یا نہیں۔

"میں یہاں ہوں!" مجھے زاہر کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھ سے کوئی بیس فٹ کے فاصلے پر تھا۔

"یہاں آؤ زاہر!" میں نے زور سے کہا۔ "اور محافظ کی بندوق تلاش کرو!"

زاہر اپنے پیروں کی مدد سے تیرتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

"کہاں ہے وہ؟" اُس نے پوچھا۔

"اگر مجھے علم ہوتا تو تم سے تلاش کرنے کو کیوں کہتا؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

زاہر اپنے پیروں کی مدد سے بندوق تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی اثنا میں میں نے محسوس کیا کہ محافظ کا جسم بالکل بے جان ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اُس پر سے اپنا پیر ہٹا لیا۔ اُس کا بے جان جسم اوپر اُبھرا اور پھر پانی کے بہاؤ کے ساتھ تیرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"وہ ہم پر گولیاں برسا رہے ہیں جناب!" زاہر نے خوفزدگی سے کہا۔

"میں دیکھ رہا ہوں زاہر!" میں نے کہا۔ "لیکن بے فکر رہو۔ ہمیں بلندی سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ دیکھ نہیں رہے گولیاں بے ضرر طرح پانی پر گر رہی ہیں!"

زاہر کے ساتھ ساتھ اب میں نے بھی بندوق تلاش کرنا شروع کر دی۔ بندوق میرے پیروں سے ٹکرائی اور میں نے اُسے دبا لیا۔ "بندوق مجھے مل گئی ہے زاہر!" میں نے کہا۔ "تم ڈوب کر میرے دائیں پیر کے نیچے تلاش کرو!"

زاہر میرے نزدیک آیا اور کچھ دیر کے بعد بولا۔ "مجھے نہیں مل رہی جناب!"

"تم اپنا پیر میرے پیر پر رکھو۔ تب تمھیں بندوق مل جائے گی!"

زاہر نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اپنا پیر میرے پیر پر رکھ دیا۔ ہم ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے اور ہمارے سر پانی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

"بے وقوف آدمی!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "پیر کے نیچے سے اوپر اچھالنے کی کوشش کرو!"

"میں کوشش کرتا ہوں جناب!" زاہر نے کہا اور چند لمحوں بعد بولا۔ "بہت مشکل ہے جناب!"

"خیر چھوڑو۔ تم بندوق پر پیر رکھو کہیں یہ پانی میں بہہ نہ جائے!" میں نے کہا اور جب میں نے اطمینان کر لیا کہ زاہر نے بندوق پیر سے دبا رکھی ہے تو میں پلٹ گیا۔ اب زاہر میری پشت کی طرف تھا۔ میں پانی میں بیٹھ گیا۔ اس طرح بندھے ہوئے ہاتھوں سے بندوق اُٹھانا ایک مشکل کام تھا لیکن ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی اس لیے ہمیں ہر قیمت پر بندوق پر قبضہ کرنا تھا۔ بندوق تک ہاتھ پہنچانے کے چکر میں مجھے اتنا بیٹھنا پڑا کہ میرا سر بھی پانی میں ڈوب گیا لیکن میرے ہاتھ بندوق تک پہنچ گئے۔ میں نے احتیاط سے بندوق پکڑی اور جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ زاہر لڑکھڑایا مگر اُس نے کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھال ہی لیا۔

"کنارے کی طرف نکل چلو!" میں نے زاہر سے کہا اور ہم تیزی سے کنارے پر پہنچ گئے۔ کنارے پر پہنچتے ہی ہم نے ایک آڑ کی طرف دوڑ لگا دی اور نسبتاً محفوظ مقام پر پہنچتے ہی ہم زمین پر لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگے۔

"مجھے اپنے زندہ بچ جانے پر یقین نہیں آ رہا ہے جناب!" زاہر نے کہا۔

"ابھی یقین کرنا بھی مت!" میں نے کہا۔ "ابھی تو معلوم نہیں ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے گا!"

"اس پہاڑی سلسلے کی طرف سے تو ہم کو کوئی خطرہ نہیں ہے جناب!"

"اصل خطرہ تو ہمیں دریا کی سمت سے ہے حالانکہ دشمن اوپر ہے!" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ہمارے سامنے جو علاقہ تھا اس پر خودرو گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کے درمیان سے ہمیں پہاڑی سلسلہ دکھائی دے رہا تھا۔ ہمیں اس تک پہنچنا تھا لیکن ہم آرام کر رہے تھے۔

"چلو اُٹھو!" دفعتاً میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے!"

"لیکن ہم کس طرف جائیں گے؟" زاہر نے پریشانی سے پوچھا۔

"رات ہونے سے قبل ہمیں اوپر پہنچ جانا چاہیے!" میں نے کہا اور زاہر اُٹھ کر میرے ساتھ چلنے لگا۔

"پانی کے بغیر ہم کس طرح سفر جاری رکھ سکیں گے؟" زاہر نے کہا اور میں رک گیا۔

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو!" میں نے تشویش سے کہا۔ "لیکن اس مسئلے کا کیا حل ہو سکتا ہے؟"

"ہمیں دریا سے دور نہیں جانا چاہیے۔ دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا چاہیے!"

"نہیں! اس کے بجائے ہمیں کوئی ایسا ڈبا تلاش کرنا چاہیے

جس میں پانی بھرا جا سکے۔"

"یہاں تو کوئی چھوٹا سا ڈبا بھی نہیں ملے گا۔" ناہر نے کہا۔ اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"تو پھر ہم کوئی آبادی تلاش کریں گے۔ وہاں سے کوئی انتظام ہو جائے گا۔"

"یہاں تو میلوں تک کوئی آبادی ملنے کا امکان نہیں ہے۔" ناہر بولا۔

"فی الحال تو چلو، بعد میں سوچیں گے۔" میں نے کہا اور ہم دوبارہ چل پڑے۔

ناہر کچھ دیر خاموشی سے چلتا رہا پھر متوحش انداز میں بولا۔ "ہمیں اپنے ہاتھ تو آزاد کر لینے چاہئیں۔"

"پہلی فرصت میں یہی کریں گے۔" میں نے کہا۔ "ہم کسی بلند جگہ چل کر جائزہ لیتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی آبادی نظر آ ہی جائے گی۔"

تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد چڑھائی شروع ہو گئی اور میں رک گیا۔ ناہر بھی مجھے رکتے دیکھ کر رک گیا تھا۔

"کیا بات ہے جناب؟" اُس نے پوچھا۔ "آپ رک کیوں گئے؟"

"یہ چڑھائی بہت خطرناک ہے۔ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اوپر چڑھنا ناممکن ہوگا۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا ہمیں اپنے ہاتھ آزاد کر لینے چاہئیں۔"

"اس کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی طرف پُشت کر کے کھڑا ہونا ہوگا۔ میں تمہارے ہاتھ کھول لوں گا۔ اس کے بعد تم میرے ہاتھ کھول دینا۔"

ناہر نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم دونوں پیٹھ سے پیٹھ ملا کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے انگلیوں سے ٹٹول کر ناہر کے ہاتھوں پر بندھی رسی کی گرہ تلاش کی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رسی گیلی تھی، پھول کر موٹی ہو چکی تھی اور اسے کھولنا بے حد دشوار تھا۔ تاہم میں کوشش کرتا رہا۔ میری انگلیاں بار بار پھسل جاتی تھیں۔ ہاتھوں کا اندازہ درست ..... نہ ہونے کے باعث گرہ کھولنا ویسے بھی مشکل ہو رہا تھا۔

چند منٹ کی سر توڑ کوششوں کے بعد بالآخر میں کامیاب ہو گیا۔ رسی کی گرہ کھل گئی تھی۔ ناہر نے زور لگا کر ڈھیلی رسی کے بل کھولے اور اپنی کلائیاں سہلانے لگا جن پر رسی کے گہرے نشانات پڑ گئے تھے۔

"ہاتھ بعد میں سہلا لینا ناہر۔" میں نے کہا۔ "پہلے میرے ہاتھ آزاد کر دو تاکہ ہم آگے بڑھ سکیں۔"

"اوہ ہاں جناب۔" ناہر نے شرمندگی سے کہا اور پھر اُس نے مجھے بھی بندشوں سے نجات دلا دی۔

"اب تیزی سے نکل چلو۔ ہمارے دشمن یقیناً ہماری تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔"

اپنے سامنے ہمیں چڑھائی نظر آ رہی تھی۔ چڑھائی کی نوعیت ایسی تھی کہ ہم زیادہ دور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر اوپر ہمیں کوئی تلاش کرتا ہوا نیچے کی طرف آ رہا ہوتا تو ہم اسے نہیں دیکھ پاتے۔ میں نے ایک ہاتھ میں بندوق سنبھال رکھی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ تنگ ہوتا جا رہا تھا اور ہم چٹانوں سے ٹکراتے اور ڈگمگاتے ہوئے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے کے لیے کوشاں اور اوپر تک پہنچتے پہنچتے ہماری حالت تباہ ہو چکی تھی۔ لباس پھٹ گئے تھے اور جسم پر جا بجا خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ پہاڑی کی سطح ہموار تھی اور ہم سے دس منٹ آگے پھر ایک ڈھلوان تھی جو آگے جا کر بالکل ہی عمودی ہو گئی تھی اور اس طرف آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔ ناہر بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اس کی تھکن بجا تھی۔ ہم صبح سے شام تک مسلسل حرکت میں رہے تھے۔ ہاتھ بندھے ہوئے ہونے کے باعث چلنے میں بہت دشواری رہی تھی اور اس کے بعد یہ چڑھائی جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سمت سورج ڈوب رہا تھا۔ ہم سے تھوڑے فاصلے پر بہہ رہا تھا۔ دور افق میں ڈھلتے ہوئے سورج کی سرخی اور نارنجی روشنی میں مجھے ایک آبادی کے آثار نظر آ گئے۔ ماہی گیروں کا کوئی گاؤں تھا۔ بائیں جانب ایک چھوٹی سی کھاڑی تھی جس کے ساتھ ایک دو کشتیاں بھی موجود تھیں۔ گاؤں کے لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"خوشخبری سنو ناہر۔" میں نے زمین پر بیٹھے ناہر سے کہا۔ "ایک گاؤں نظر آ رہا ہے۔"

"اوہ۔" ناہر نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ "مگر ممکن ہے ان کا تعلق دشمنوں سے نہ ہو؟"

"حماقت کی باتیں مت کرو۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور توجہ سے گاؤں کا جائزہ لینے لگا اور پھر مجھے ایک جوہڑ نظر آیا۔ وہ یقیناً ایک کنواں تھا۔

"میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے جناب۔" ناہر نے کہا۔ "آج تک اتنا تھکا دینے والا دن میں نے کبھی نہیں گزارا تھا۔"

"گاؤں میں کنواں بھی موجود ہے۔" میں نے خوشی سے ہوئے کہا۔ "اگر ہم کوشش کریں تو وہاں سے پانی حاصل کر سکتے ہیں۔"

ناہر کچھ نہ بولا اور میں بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ پھر اس نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "ان لوگوں کا کیمپ کہاں ہے؟"

"کون سا کیمپ؟"

"وہی کیمپ جہاں وہ ہمیں لے جا رہے تھے۔"

"مجھے کیا علم ہو سکتا ہے جناب کہ وہ ہمیں کہاں لے جا رہے تھے اور ان کا کیمپ کس جگہ واقع ہے؟"

"دماغ استعمال کرو ناہر۔ انہیں رات تک وہاں پہنچ جانا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹا باقی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کیمپ زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے کے فاصلے پر ہوگا۔"

"آپ کا مطلب ہے وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے مزید نفری منگوا لیں گے؟" ناہر نے پوچھا۔

"یہی نہیں بلکہ وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔" ناہر بوکھلا اٹھا تھا۔

"ہم شدید خطرے سے دوچار ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ ہمیں دبوچنے کے لیے قریبی آبادیوں میں گھات لگائے بیٹھے ہوں۔"

"تب تو آبادی کے نزدیک جانا بے حد خطرناک ہوگا۔"

"میں نے تو صرف ایک امکانی بات کہی ہے۔ ہم محتاط رہیں گے۔ اس کے لیے ہمیں مزید اوپر جا کر جائزہ لینا ہوگا اور ہم اس گاؤں میں رات کی تاریکی میں داخل ہوں گے۔"

"تب تو ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔" ناہر نے کہا اور جلدی سے کھڑا ہو گیا مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"شش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔ مجھے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہے۔"

ناہر نے بیٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ "کس طرف سے آواز آ رہی ہے جناب؟ مجھے تو کچھ سنائی نہیں دے رہا۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"تم اس چٹان کی آڑ میں ہو جاؤ اور خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔" میں نے کہا اور ناہر نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے بندوق تھام لی اور خود بھی ناہر کے ساتھ چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہم نے چٹان کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ وہ ہمارے محافظوں میں سے ایک تھا جو ہمیں تلاش کرتا ہوا ادھر آ نکلا تھا لیکن ابھی وہ ہم سے دور تھا۔

"اگر یہ اسی سمت میں چلتا رہا تو اسے ایک مُردہ آدمی ملے گا۔" میں بے ساختہ بڑبڑایا اور ناہر مجھے دیکھ کر رہ گیا۔

"اُسے یہاں تک پہنچنے میں دیر لگے گی جناب! ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے؟"

"ہم انتظار نہیں کریں گے ناہر۔" میں نے کہا۔ "تم یہیں چھپے رہو۔ میں ذرا گھوم کر اسے دیکھتا ہوں۔"

میں چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ بعض جگہوں پر مجھے اُس کی نگاہ سے بچنے کے لیے رینگنا بھی پڑا تھا۔ جلد ہی میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اپنی بندوق اُس راستے پر ڈال دی جس پر وہ آ رہا تھا اور خود میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔

قدموں کی آہٹیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہوا چل رہا تھا اور بے حد محتاط نظر آ رہا تھا لیکن اُس کی ساری احتیاطیں اُس وقت دھری رہ گئیں جب اُس کی نظر بندوق پر پڑی۔ اُس نے حیرت سے بندوق کی طرف دیکھا اور پھر چونک کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اُس نے پہلے دونوں جانب اور پھر اوپر پہاڑی کی طرف دیکھا۔ ظاہر ہے جب بندوق تھی تو پھر صاحبِ بندوق کو بھی وہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔ اُس کی حیرت اور پریشانی بجا تھی۔ لیکن صاحبِ بندوق تو اُس کے عقب میں تھا۔ یہ بات اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اُس پر پچھلی سمت سے بھی قیامت ٹوٹ سکتی ہے۔ میں دبے قدموں چٹان کی اوٹ سے نکلا اور اُس کی بے خبری میں اُسے جا لیا۔ اُسے اتنی مہلت بھی نہیں ملی کہ اپنے دفاع میں ہی کچھ کر سکتا۔ میں نے اُسے ٹھکانے لگانے میں دیر نہیں لگائی۔ ناہر تیزی سے میری طرف آ رہا تھا۔

"آپ نے اسے ختم کر دیا جناب۔" اُس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔ اُس کی نگاہ مُردہ محافظ پر جمی ہوئی تھی۔

"کوئی اور موقع ہوتا تو میں پہلے اس سے معلومات حاصل کرتا مگر اس وقت اسے ٹھکانے لگا دینا ہی بہتر تھا۔"

"لیکن یہ غیر مسلح حالت میں ادھر کیوں آ نکلا تھا؟" ناہر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "سوال جواب کرنے کے بجائے اس کی تلاشی لو اور اس کے کپڑے اتار لو۔"

اُس کی جیبوں سے تھوڑی سی کرنسی کے علاوہ اور کچھ برآمد نہیں ہوا۔ ہم نے اُس کے کپڑوں کا بنڈل بنا لیا اور اُس کی لاش ایک چٹان کے عقب میں چھپا دی۔

"اب یہاں سے نکل لو۔" میں نے ناہر سے کہا۔ "اس وقت ہماری تلاش ہو رہی ہوگی۔ کسی اور کے آنے سے قبل کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

ہم دوبارہ روانہ ہو گئے۔ اس بار ناہر نسبتاً تیزی سے چل رہا تھا۔ خود کو خطرات میں گھرا ہوا محسوس کر کے اُس کی ہمت عود کر آئی تھی۔ بلندی کی طرف ہمارا سفر جاری رہا۔ آخری چٹان پر چڑھنے میں ناہر کو بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔

"ہمیں معلوم نہیں مزید کتنی چڑھائیوں پر چڑھنا پڑے۔" میں نے ناہر سے کہا۔ "اگر تمہاری یہی حالت رہی تو ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

"بد قسمتی سے مجھے پہاڑی چٹانوں پر چڑھنے کا تجربہ نہیں ہے۔" زاہر نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔ "لیکن میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ نہ کچھ مہارت حاصل کر ہی لوں۔"

اس آخری چٹان کے اوپر پہنچنے کے بعد ہم محفوظ ہو گئے تھے۔ زاہر ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا تھا اور میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر راستہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہمارے سامنے ایک اونچا پہاڑ تھا اور سورج اس کے عقب میں غروب ہونے کے قریب تھا۔ مجھے راستہ نظر آ گیا۔ اس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی ساٹھ فٹ رہی ہو گی۔ اور وہ ایک دراڑ کی صورت میں تھا کہ چھوٹا اور ناہموار راستہ۔

میں نے زاہر کو راستے کے بارے میں بتایا اور بندوق صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ "اسے تیل نہ دیا گیا تو یہ زنگ کھا جائے گی۔" میں نے کہا مگر زاہر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے زاہر؟" میں نے تشویش سے زاہر کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ چت لیٹا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ میرے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں ٹھیک ہوں جناب۔" اس نے کہا۔ "بس تھکن غالب... آگئی ہے۔"

"آرام کرو زاہر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ہمیں کوئی فوری خطرہ لاحق نہیں ہے۔"

"لیکن ادلیو ہارڈ کا خطرہ تو ہمیشہ سر پر منڈلاتا رہے گا۔" زاہر نے کہا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کچھ اندازہ ہے جناب کہ اس وقت ہم کس علاقے میں ہیں؟" زاہر نے پوچھا۔

"معلوم نہیں زاہر۔ لیکن اندازہ ہے کہ ہم ریاست ٹیکساس کے کسی مقام پر ہیں۔ لاقانونیت کے معاملے میں ٹیکساس امریکا میں سرفہرست ہے۔"

"اور وہ قیدی کون ہو سکتے ہیں؟"

"ادلیو ہارڈ کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہارورٹ دانیل کے پاس کام کرنے والے ایسے لوگ ہوں جو اس کے خلاف گواہی دے سکتے ہوں۔"

"یہ سب کچھ امریکا میں ہو رہا ہے۔" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "وہ امریکا میں... جہاں شخصی آزادی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔"

"ہاں زاہر۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یہاں کی شخصی آزادی بھی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے اور سی آئی اے کی دھاندلیاں بھی عالمی شہرت کی حامل ہیں۔"

"لیکن ہم تو ادلیو ہارڈ کی قید میں تھے۔ سی آئی اے کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ بھی تو سی آئی اے کا ہی پروردہ ہے۔ جن خطوط پر اس کی تربیت ہوئی تھی وہاں سے نکلنے کے بعد بھی رنگ چھوڑ..."

"لیکن ہمارے ساتھ یہ سلوک کرنے سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ وہ ہمیں ختم بھی کر سکتا تھا۔"

"اس کے سر میں مجھ پر اپنی برتری ثابت کرنے کا سودا ہے۔ وہ مجھ سے ایک کام لینا چاہتا تھا۔ میں نے انکار کیا تو اس نے مجھے سنگین نتائج کی دھمکی دی۔ اب دیکھ لو اس نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے۔"

"بیگم پتا نہیں کہاں ہوں گی اور بڈ صاحب خدا جانے کس حال میں ہوں گے۔ وہ بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اور تشویشناک بات یہ ہے کہ وہ ادلیو ہارڈ کی نظروں میں آ چکے تھے۔"

"وہ ایجنٹ تو اس نے انھیں بھی اپنا قیدی بنا لیا ہو... بڑا کیا ... بیٹھا ہو مگر وہ ان تک پہنچا کیسے؟"

"تمہیں یاد نہیں؟ ہم نے ٹیکسی والے سے کرشنا ہوٹل کا پتا پوچھا تھا۔ میں اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے بڑی آسانی سے معلوم کر لیا کہ اس ہوٹل میں میرے کون کون سے ساتھی ٹھہرے ہیں مگر وہ ان پر ہاتھ نہیں ڈالے گا۔"

"اسے کون روکے گا جناب؟"

"میرا خوف۔" میں نے کہا۔ "اس سے قبل ایک بار اس نے تہذیب کو اغوا کیا تھا۔ میں نے جواب میں اس کی بیٹی کو اغوا کر کے شکست فاش دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اب وہ ایسی کوئی حرکت کی جرات نہیں کرے گا۔"

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہو گا جناب؟" زاہر نے دوبارہ ... ہوئے پوچھا۔

"تم اپنی تھکن دور کر لو پھر ہم دریا کے پاس والی آبادی کی طرف چلیں گے۔"

"ہمیں کب تک روانہ ہونا ہو گا؟"

"آدھی رات ہونے سے قبل۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بہت جلدی ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ کل صبح..."

"ہم اتنا زیادہ طویل انتظار کرنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتے زاہر۔ صبح سے قبل ہم جتنی دور نکل سکیں اتنا ہی ہمارے حق میں ..."

"جیسے آپ کی مرضی جناب۔" زاہر نے بے جان سے لہجے میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"گھبراؤ مت زاہر۔ نیچے اترتے وقت کسی دشواری کا ...

... کو پہچاننے کی بات الگ تھی۔"

جس مقام پر ہم موجود تھے وہاں سے گاؤں بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا اس لیے گاؤں کے مکانوں میں جلتی ہوئی بتیاں ہی گاؤں کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ زاہر سو گیا تھا۔ میں خود بھی تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا اس لیے میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ چند گھنٹے کے لیے سو جاؤں۔

مجھے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکا کہ میں کتنی دیر سویا تھا لیکن جب میری آنکھ کھلی تو گاؤں کے مکانوں میں جلتی ہوئی روشنیاں بدستور نظر آ رہی تھیں۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ رات ابھی آدھی سے زیادہ نہیں گزری تھی۔ میں نے زاہر کو اٹھا دیا اور اس سے چلنے کے لیے کہا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہم پہاڑی سے نیچے اتر رہے تھے۔

ہم جلد ہی گاؤں تک پہنچ گئے۔ میں نے بندوق زاہر کے حوالے کر کے اسے تاکید کر دی تھی کہ وہ مجھ سے دور رہ کر میرے عقب میں چلے۔ مجھے کوئی خطرہ درپیش ہو گا تو میں اس سے نمٹنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ زاہر کو خاموش تماشائی بنے رہنا ہو گا۔ فائر کرنے کی اجازت اسے صرف اس صورت میں تھی جب کہ ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔

ہم ایک دوسرے سے علیحدہ چلتے ہوئے گاؤں کے نزدیک پہنچے اور طے شدہ مقام پر یکجا ہو گئے۔ گاؤں چوبی مکانات پر مشتمل تھا۔ ایک بار بھی نظر آ رہا تھا جو ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ گاؤں کے ساتھ ہی کھیت تھے جہاں فصلیں لہلہا رہی تھیں۔

"اب ہمیں کوئی بڑا سا کین تلاش کرنا ہو گا جس میں پانی بھر کر ساتھ لے جا سکیں۔ اس کے علاوہ کھانے کے لیے جو بھی مل سکے۔ مثلاً بسکٹ اور کھانے کے ڈبوں میں بند اشیاء۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے جواب دیا۔ "ظاہر ہے ہمیں راستے کے لیے جتنی زیادہ اشیاء مل سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

ہم سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر بار تھا جس کے باہر جلتی ہوئی روشنی کے باعث ہم رکنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ روشنی میں ہمیں دیکھ لیا جانا ممکن تھا اور ہم اتنا شدید خطرہ مول لینے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خاموشی سے انتظار کریں۔

ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد شراب خانہ بند ہونے لگا۔ باہر کی روشنیاں گل ہونے سے سڑک پر تاریکی چھا گئی اور ہم اندھیرے میں بے خطر آگے بڑھ سکتے تھے تاہم میں اور زاہر محتاط رہے تھے۔ بار سے تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر ہم نے کسی کو بار سے باہر نکلتے دیکھا۔ وہ نشے میں دھت تھا ... کسی ممکنہ تصادم کے لیے خود کو تیار کیا اور زاہر نے بندوق ... اس نے ہم پر کوئی توجہ نہیں دی اور کچھ فاصلے پر واقع ایک چوبی مکان میں داخل ہو گیا۔

پندرہ منٹ تک ہم بار کے سامنے ایک آڑ میں ساکت و صامت کھڑے رہے۔ ہم نے ایک درخت کی آڑ لے رکھی تھی۔ پھر بار کا دروازہ کھلا اور ایک اور آدمی جھومتا جھامتا باہر نکلا۔ بار کے مالک نے اسے تقریباً دھکیل کر دروازہ بند کر لیا۔ باہر آنے والا آدمی آخری تھا اس لیے کہ بار کے مالک نے اندر سے دروازے کی کنڈی چڑھا لی تھی۔ باہر آنے والا ہمارے برابر سے ہی گزرا تھا۔ اور فضا شراب کی بو سے بوجھل ہو گئی تھی۔

"آؤ۔" اس آدمی کے گزرنے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں مزید وقت نہیں برباد کرنا چاہیے۔"

سڑک سنسان پڑی تھی۔ سڑک کے کنارے ایک کتا سو رہا تھا۔ بار کے دروازے پر پہنچ کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کون ہے؟" اندر سے بلند آہنگ آواز سنائی دی۔ "بار بند ہو چکا ہے۔ اب کیا لینے آئے ہو؟"

"دروازہ کھولو۔" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم سے ضروری کام ہے۔"

"کیا مصیبت ہے؟" بار کے مالک کے بڑبڑانے کی آواز آئی پھر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر دو خستہ حال اجنبیوں کو دیکھ کر اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کون ہو تم لوگ؟"

اسے جواب دینے کے بجائے میں نے اسے دھکا دیا اور اندر گھستا چلا گیا۔ وہ لمبا چوڑا طاقتور آدمی تھا مگر زاہر کے ہاتھ میں نظر آنے والی بندوق نے اسے کوئی جارحانہ قدم اٹھانے سے روک دیا۔

"کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے خوفزدہ نظروں سے زاہر کی بندوق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ارادہ تمہیں قتل کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "اور نہ ہی ہم تمہیں لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں کچھ چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو ٹھیک ورنہ مجبوراً تمہیں قتل کرنا پڑے گا۔"

"نہیں نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ تمہیں جو چیز بھی چاہیے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔"

"شکریہ۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو۔ اب جلدی سے یہ بتاؤ کہ باورچی خانہ کدھر ہے؟"

"یہاں تمہیں کھانے کو کچھ نہیں مل سکے گا۔" بار کے مالک نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ صرف بار ہے۔ کھانے کا سامان تمہیں میرے گھر پر مل سکے گا۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟" زاہد بڑبڑایا۔

"بار کے ساتھ ہی ہے۔ اِدھر اندر سے بھی دروازہ ہے اور باہر سے گھوم کر بھی۔۔۔"

"زیادہ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں راستہ دکھاؤ۔" زاہد نے بے صبری سے کہا۔ اُسے بہت زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔

"ٹھہرو۔" میں نے بار کے مالک کو اندر کی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔ "اندر کون کون ہے؟"

"میرے بیوی بچے ہیں اور وہ سو رہے ہوں گے۔ اگر تم لوگوں کو بھوک لگ رہی ہے تو میں چپکے سے تمہیں کھانا کھلا کر رخصت کر دوں گا۔"

"اب تم پر اپنے ساتھ ساتھ اپنے بیوی بچوں کی ذمے داری بھی عائد ہو گئی۔" زاہد نے کہا۔ "اگر ان میں سے کوئی اُٹھا تو اُس کی جان بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تم سے زیادہ مجھے اُن کی فکر ہے۔" اُس نے کہا اور ہمیں ایک دروازے سے گزار کر اپنے گھر کے کچن میں لے گیا۔ اُس نے کچن میں روشنی کر دی اور میں نے جلدی جلدی وہاں کی تلاشی لے ڈالی۔

"بہت خوب! یہاں ڈبل روٹی بھی ہے اور انڈے بھی۔" میں نے کہا۔ "اب تمہیں ہماری میزبانی کے فرائض انجام دینے ہوں گے۔ جلدی سے انڈے تل ڈالو۔"

اُس نے بڑی فرماں برداری سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ہم نے باورچی خانے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ بھی کوشش کر رہا تھا کہ برتنوں کے کھڑکنے کی کم سے کم آواز ہو۔ اُسے بخوبی احساس تھا کہ اگر اُس کے خاندان کا کوئی فرد اُٹھ گیا تو اُس کے لیے ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ ہم اُس کے لیے بلائے بے درماں بن گئے تھے اور اُس کی خواہش تھی کہ ہم جلد از جلد ٹل جائیں تاکہ وہ سکون سے سو سکے۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں اور زاہد انڈے ڈبل روٹی اُڑا رہے تھے۔ بندوق میں نے لی تھی اور کھانے کے دوران پوری طرح مستعد تھا لیکن بار کے مالک نے مجھے ایک بار بھی بندوق کی طرف ہاتھ بڑھانے کا موقع نہیں دیا۔

کھانا کھانے کے بعد میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور ضرورت کی چیزوں کی ایک فہرست اُسے لکھا دی۔ "ہم مسافر ہیں اور جس بے سروسامانی کے عالم میں ہم تمہیں نظر آ رہے ہیں اس میں سفر جاری رکھنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر تم میری بتائی ہوئی چیزیں فراہم کر سکو تو میں بہت عرصے تک تمہیں یاد رکھوں گا۔"

اُس نے کچھ کہے بغیر ہمیں ایک سوٹ کیس فراہم کر دیا جس میں کافی چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ "دیکھ لو۔" اُس نے کہا۔ "ابھی یہی چند چیزیں مل سکتی ہیں۔"

"یہ بھی بہت ہے۔" میں نے پانی کا بھرا ہوا گیلن اپنی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم کسی نہ کسی طرح گزارا کر ہی لیں گے۔"

"اگر تم لوگ صبح تک رک جاؤ تو میں تمہیں مزید چیزیں فراہم کر دوں گا۔" اُس نے کہا۔

"اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے دوست۔" میں نے کہا۔ "جلدی میں ہیں ورنہ ضرور رک جاتے۔ اب کیا تم ہمیں رخصت کرنے تک نہیں آؤ گے؟"

"ضرور۔" اُس نے کہا۔ "مجھے دروازہ بند بھی تو کرنا ہو گا۔"

ہم اُس کے ساتھ بار کے بیرونی دروازے تک گئے۔ میں نے بندوق زاہد کو تھما دی تھی اور خود سوٹ کیس اُٹھائے ہوئے تھا۔ بار کے دروازے پر پہنچ کر میں نے سوٹ کیس فرش پر رکھ دیا اور بار کے مالک کی طرف مڑا۔

"تم نے ہمارے ساتھ بے حد تعاون کیا ہے دوست۔ دوران تم بھی بہت یاد آؤ گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" اُس نے کہا۔ "جو کچھ میں نے کیا وہ فرض تھا۔"

"اچھا اب ہم جا رہے ہیں۔ خدا حافظ۔" میں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انداز ایسا تھا جیسے رخصت ہوتے وقت اُس سے ہاتھ ملانا چاہ رہا ہوں۔ اُس نے بھی میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اُس کی کنپٹی پر ہاتھ رسید کر دیا اور وہ آواز نکالے بغیر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میری اس اچانک حرکت سے زاہد بوکھلا گیا۔

"یہ آپ نے کیا کیا؟" اُس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "یہ ہمیں کچھ کہہ تو نہیں رہا تھا۔"

"اسے کچھ نہیں ہوا۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "بے ہوش ہوا ہے۔"

"بے ہوش ہوا ہے۔" زاہد نے احمقوں کے سے انداز میں بات دہرائی۔ "لیکن اسے بے ہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"نہیں اسے تو ہوش میں رہنے دینا چاہیے تھا تاکہ ہمارے جاتے ہی یہ ساری بستی کو اُٹھا دیتا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" زاہد شرمندہ ہو گیا۔ "دراصل اس نے اتنا اچھا سلوک کیا کہ مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔۔۔"

"اگر اسی طرح بے خبری کا شکار ہوتے رہے تو ایک دن شکار ہو جاؤ گے۔ آؤ اب جلدی سے یہاں سے نکل چلیں۔" میں نے بار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

میں اور زاہد بار سے باہر نکل آئے۔ میں نے زاہد کے بعد دروازہ بھیڑ دیا تھا لیکن باہر ایک نئی مشکل ہماری منتظر تھی۔ سڑک پر ایک کتے نے ہمیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ وہ شاید کسی کا پالتو کتا تھا۔ اس لیے کہ ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو کتے کو ڈانٹ رہا تھا۔ ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے قصبے کی بیرونی سمت بڑھ رہے تھے۔ کتے کی آواز ہم سے دور ہوتی جا رہی تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ زاہد بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہے۔ وہ بار بار پلٹ کر عقبی سمت میں دیکھ رہا تھا۔

"کتا دور ہی رہ گیا ہے زاہد۔" میں نے کہا۔ "آواز سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ اُس نے ہمارے پیچھے آنے کی زحمت نہیں کی۔"

"مجھے کتوں سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے جناب۔ اگر کاٹ لے تو چودہ انجکشن برداشت کرو اور وہ بھی پیٹ میں۔"

"وہ تو شاید صرف اس صورت میں لگتے ہیں جبکہ کتا پاگل ہو۔" میں نے زاہد کی توجہ ہٹانے کے لیے کہا۔

"بچپن میں ایک بار مجھے کتے نے کاٹ لیا تھا اور مجھے چودہ انجکشن لگوانے پڑے تھے جبکہ وہ کتا پاگل بھی نہیں تھا۔"

"تب تو کتے سے تمہاری خوفزدگی برحق ہے۔"

"جی ہاں جناب۔ اگر وہ قریب آنے کی کوشش کرتا تو میں اُسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"اور پھر تب تو بہت اچھا ہوا کہ وہ قریب نہیں آیا ورنہ یہاں بندوق کے ایک فائر سے ہی قصبے کے سارے لوگ اُٹھ جاتے۔ نہ صرف اُٹھ جاتے بلکہ ہماری تلاش میں بھی نکل کھڑے ہوتے۔ ہم کہاں کہاں چھپتے پھرتے؟"

"آپ کچھ بھی کہیں جناب لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتے کو دیکھتے ہی میری جان نکل جاتی ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ ہم قصبے سے باہر نکل آئے تھے۔ کتے کا خطرہ ٹل چکا تھا۔ یہ بھی خوش قسمتی ہی تھی کہ دوسرے کتوں سے ٹکراؤ نہیں ہوا ورنہ زاہد کھیل بگاڑ دیتا۔

قصبے سے باہر نکلنے کے بعد ہم نے مخالف سمت میں چلنا شروع کر دیا اور ہمارا سفر رات کے بیشتر حصے جاری رہا۔ ہم پہاڑیوں پر چل رہے تھے۔ کبھی ہمیں مزید اوپر چڑھنا پڑتا اور کبھی کسی ڈھلوان سے اترنا پڑتا۔ غنیمت یہ تھا کہ پہاڑی زمین زیادہ سخت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اندھیری رات میں اُن پر چلنا آسان نہیں تھا۔ ہم وقفے وقفے سے سامان تبدیل کرتے رہے تھے۔ سوٹ کیس کا بار زیادہ تر میں نے ہی اُٹھائے رکھا۔ وہ بوسیدہ سا سوٹ کیس جو پہاڑی سفر کے دوران ہماری زندگیوں کو تحفظ فراہم کرنے کا ضامن تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہد کے لیے یہ سفر اُس کی بساط سے بہت زیادہ ہے لیکن وہ اس بات پر خوش تھا کہ زیادہ تیز رفتاری سے منزل کی سمت سفر چل رہا ہے اور ہم اپنے فرار ہونے کے مقام سے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

رات کی تاریکی میں سفر کرنا ہمارے لیے دشواری کا باعث ضرور بن رہا تھا لیکن یہی تاریکی ہمارے لیے معاون بھی ثابت ہو رہی تھی۔ دن کے اُجالے میں ہمیں دیکھ لیے جانے اور تلاش کر لیے جانے کے خدشات ضرور تنگ کرتے رہتے جن سے اس وقت ہم بے نیاز تھے۔ یہ پہاڑی سفر جسمانی تھکن اور ذہنی کوفت پیدا کر رہا تھا لیکن یہ اولیو ہارڈ کے آدمیوں کی قید میں رہنے سے تو بہتر تھا۔ ابتدا ہی میں اُنھوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا تھا اور جس بے دردی سے میری پٹائی کی تھی اُس کے پیشِ نظر اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ آنے والے وقت میں اگر ہم اُن کی قید میں رہتے تو وہ ہمارا کیا حشر کرتے۔ میرا خیال ہے اس وقت زاہد بھی ایسے ہی خیالات سے نبرد آزما تھا اور آزادی کا یہی احساس اُس کے قدموں میں تحریک قائم رکھے ہوئے تھا۔

میری خواہش تو یہی تھی کہ رکے بغیر سفر جاری رکھا جائے تاکہ جلد از جلد کسی شہر تک پہنچ سکیں لیکن مجھے یہ احساس بھی تھا کہ آنے والی صبح ہمارے لیے مصائب اور مشکلات کا پیغام بھی لا سکتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں تو خیر یہ ممکن نہیں تھا لیکن دن کی روشنی میں اولیو ہارڈ کے گرگے ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے اور اُس وقت اُن سے بچنے کے لیے ہمیں بھرپور توانائیوں کی ضرورت پڑتی اس لیے بہتر یہی تھا کہ دو چار گھنٹے آرام کر کے اپنی توانائیاں مجتمع کر لی جائیں۔

"کچھ دیر آرام کر لینے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ایک بلند سطح مقام پر میں نے زاہد سے کہا۔

زاہد رک گیا۔ "مجھ میں مزید چلنے کی ہمت رہ بھی نہیں گئی تھی۔" اُس نے دھپ سے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر ہوتی تب بھی میں آرام کرنے کا فیصلہ کرتا۔" میں نے بوسیدہ سوٹ کیس ایک چٹان کے ساتھ ٹکاتے ہوئے کہا۔ پانی کا گیلن اور بندوق زاہد کے قبضے میں تھی۔ "صبح سے ہماری تلاش شروع ہو جائے گی اور ہمارا سفر مزید مشکل ہو جائے گا۔"

"آپ کو اتنا یقین کیوں ہے کہ وہ ہمیں ضرور تلاش کریں گے؟" زاہد نے چٹان کی سطح پر لیٹتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارا واسطہ اولیو ہارڈ سے ہے زاہد اور پھر اُس کے دو آدمی بھی تو مارے گئے ہیں۔"

"آخر اسے امریکا میں کتنے اختیارات حاصل ہیں؟" زاہد نے تشویش سے پوچھا۔

"جب سے میں نے اُسے سی آئی اے سے نکلوایا ہے اُس کی

نے کہا اور ہم بیٹھ گئے۔ بیٹھے کیا لیٹ ہی گئے۔ ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں نہیں آیا تھا اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ ہمیں دیکھا نہیں گیا تھا۔

"مجھے بہت سخت پیاس لگ رہی ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔

"میں بھی بہت پیاسا ہوں زاہر لیکن ہم اس عالم میں پانی نہیں پئیں گے۔ پانچ منٹ توقف کرو۔ اگر اس کے بعد بھی پیاس برقرار رہی تو ہم تھوڑا سا پانی پی لیں گے۔"

زاہر نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اس کے بڑبڑانے کی آواز سنی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ آنکھیں موندے وہ نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا۔ میں نے جلدی سے پانی کا کین کھول کر اس کے منہ سے لگا دیا۔ زاہر کے حلق سے پانی اُترا تو اس کی ابتر حالت کچھ بہتر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے بھی تھوڑا سا پانی پیا اور کین کا ڈھکن احتیاط سے بند کر دیا۔

میں نے زاہر کو دوبارہ آوازیں دیں اور اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ "اوہ... میں شاید سو گیا تھا۔" اس نے گھبرا کر کہا اور اُٹھ بیٹھا۔

"پیاس کی شدت سے تم پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ میں نے تمہارے حلق میں پانی انڈیلا تو تمہاری حالت بہتر ہو گئی۔"

"میں شرمندہ ہوں جناب! مجھے خود پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔"

"کوئی بات نہیں زاہر! اس بار تو ایسے خراب حالات سے سابقہ پڑا ہے کہ میرے دماغ بھی ٹھکانے آ گئے ہیں۔"

"لیکن جناب! ہیلی کاپٹر نے ہمارا تعاقب تو نہیں کیا۔"

"ہاں زاہر! وہ ابھی تک ہمیں وہیں تلاش کر رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جبکہ آپ کا خیال تھا کہ ہمیں دیکھا جا چکا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہمیں دیکھ لیا گیا تھا مگر بعد میں سمت تبدیل کرنے کے باعث ہم اُن کی نظروں سے دوبارہ اوجھل ہو گئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب۔" زاہر نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن پہلے تو تم مجھ سے اختلاف کر رہے تھے؟"

"ابھی ابھی مجھے یہ خیال آیا ہے کہ آپ کا اندازہ درست تھا لیکن میں اپنے اس خیال کی وجہ نہیں بتا سکتا۔" زاہر نے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"چلو زاہر اب اُٹھ جاؤ۔ ہم کافی آرام کر چکے ہیں۔" میں نے کہا اور زاہر جلدی سے کھڑا ہو گیا لیکن اُسی وقت ہمیں ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی سنائی دی۔ وہ واپس آ رہا تھا۔ ہم نے بڑی پھرتی سے خود کو زمین پر گرا دیا۔ ہم دیکھ نہیں سکتے تھے مگر ہمیں ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ہم سے کافی فاصلے سے گزر گیا اور پھر اس کی آواز بتدریج مدھم ہوتی چلی گئی۔

"[illegible] زاہر۔" میں نے [illegible] کہا۔ "[illegible] ہیلی کاپٹر کدھر گیا ہے۔"

میں ایک قدرے بلند مقام کی طرف بڑھا اور اس پر چڑھ کر جائزہ لیا لیکن ہیلی کاپٹر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں واپس آ گیا۔

"اب ہم محفوظ ہیں زاہر! ہیلی کاپٹر واپس جا چکا ہے۔ میں نے اطمینان کر لیا ہے۔"

"لیکن وہ کہاں گیا؟" زاہر سر جھکا کر بڑبڑایا۔ "کیوں گیا؟ کیا ایندھن لینے گیا ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا زاہر! ممکن ہے ایندھن لے کر دوبارہ واپس آ جائے لیکن ہمیں اس موقع کو غنیمت جاننا چاہیے۔"

زاہر کچھ کہے بغیر اُٹھا اور ہم دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ ہمیں چلتے ہوئے چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ زاہر رُک گیا۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے اسے رُکتے دیکھ کر کہا۔ "تم رُک کیوں گئے؟"

"گڑبڑ ہو گئی جناب۔" زاہر نے کہا۔ "جلدی سے کہیں چھپ جائیے۔ وہ پھر واپس آ رہا ہے۔"

میں نے ہمدردی سے زاہر کی طرف دیکھا۔ شاید اس کے دماغ میں ہیلی کاپٹر سوار ہو گیا تھا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے اپنے خیال پر نظرِ ثانی کرنا پڑی۔ میں نے خود بھی ہیلی کاپٹر کی آواز سن لی تھی۔ آواز سنی ہی نہیں بلکہ اسے دیکھ بھی لیا تھا۔ وہ تیزی سے ہماری سمت بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

"دوڑو زاہر!" میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "دائیں جانب [illegible] بائیں جانب۔" میں نے بے تحاشا دوڑنا شروع کر دیا۔ زاہر نے بھی سر جھکا کر میرے پیچھے دوڑ لگا دی تھی لیکن ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ہیلی کاپٹر کی رفتار کا مقابلہ کر پاتے۔ زمین سے اس کی بلندی بمشکل دس فٹ رہی ہو گی۔ وہ اپنی مہیب آواز کے ساتھ گرجتا ہوا ہمارے سروں پر آ گیا۔ اس کے پروں کا سایہ زمین پر پڑ رہا تھا اور اس کے پروں سے نکلنے والی تیز ہوا کے باعث گرد و غبار بُری طرح اُڑ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ کچھ دور جا کر وہ تھوڑا بلند ہوا اور میں نے اُسے پلٹتے دیکھا۔ اب وہ دوبارہ ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں اور زاہر دوڑتے رہے۔ ہم دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ہمارے وہاں تک پہنچنے سے قبل ہی ہیلی کاپٹر ایک بار پھر نیچی پرواز کرتا ہوا اور گرم ہوا کے تھپیڑے ہم پر برساتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ اس کے پھیرے بار ہم تک پہنچنے سے قبل ہم مطلوبہ مقام تک پہنچ گئے تھے۔

دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچ کر ہم ہیلی کاپٹر سے تو کسی حد تک محفوظ ہو گئے تھے لیکن ہمارے اعصاب شکستہ ہو چکے تھے۔ جلد یا بدیر ہماری دوبارہ گرفتاری مقدر ہو چکی تھی۔ ہم گویا ایک شکنجے میں جکڑ لیے گئے تھے جس سے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"ہم کب تک یہاں چھپے رہیں گے جناب؟" زاہر نے کہا۔ "ہم تو بہت بُرے پھنس گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے ہم باہر نکل کر راستہ تبدیل کر کے اسے دھوکا دینے کی کوشش کریں۔"

"نہیں جناب! بہتر صورت یہی ہے کہ ہم یہیں چھپے رہیں۔ آخر ہیلی کاپٹر کب تک یہاں رُکے گا۔"

"اس خوش فہمی میں مت رہو زاہر! اس کا مقصد تو صرف ہمیں آگے بڑھنے سے روکنا ہے۔ اس دوران پیدل دستے ہماری تلاش میں آگے بڑھ رہے ہوں گے۔"

پائلٹ ہیلی کاپٹر کو دور لے گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کا مقصد کیا تھا لیکن بظاہر یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہمیں باہر نکلنے کے لیے راستہ فراہم کر رہا ہو۔

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے مردہ سے لہجے میں کہا۔ "ہمارے پاس واقعی کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

ہم باہر نکل آئے اور ہمارے باہر نکلتے ہی ہیلی کاپٹر پھر ہمارے اوپر آ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پائلٹ آخر چاہتا کیا ہے۔ ہم بمشکل تمام دوڑتے ہوئے ایک گھاٹی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ گھاٹی میں اُگی ہوئی خودرو گھاس پر ہم نے خود کو گرا لیا۔ ہماری سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔

میں نے چند ہی منٹ کے اندر اپنی حالت سنبھال لی اور اُٹھ کر زاہر سے کہا۔ "اُٹھو زاہر! ہم آگے بڑھیں گے۔"

زاہر بڑی مشکل سے اُٹھا۔ "کیا ہم ہیلی کاپٹر گرا نہیں سکتے جناب؟" اس نے کہا۔

"نہیں، ہم اسے نہیں گرا سکتے۔ چلو آگے بڑھو۔" میں نے زاہر کو دھکیلا اور وہ جھکے ہوئے انداز میں چلنے لگا۔

ہم گھاٹی میں خودرو گھاس اور پودوں کے درمیان چلتے رہے اور ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر بلندی پر پرواز کرتا رہا۔ تنگ گھاٹی میں ہیلی کاپٹر کے لیے نیچی پرواز کرنا ممکن نہیں تھا لیکن یہ بات تو صاف ظاہر تھی کہ جب تک ہیلی کاپٹر ہماری نظروں کے سامنے ہے ہم بھی اس کے پائلٹ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکیں گے۔

"میرا خیال ہے اس گھاٹی میں سفر لاحاصل ہی ثابت ہو گا۔" میں نے رُکتے ہوئے کہا۔

"جی!" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "لیکن گھاٹی میں سفر کرنے کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"ہم واپس چلیں گے۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور زاہر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"آؤ زاہر!" میں نے واپس پلٹتے ہوئے کہا اور وہ ناچار میرا ساتھ دینے پر مجبور ہو گیا۔

ہمارے گھاٹی سے نکلنے کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر بھی ہماری طرف آ گیا۔ زاہر نے ہذیانی انداز میں کہا۔

"اسے نشانہ بنا دیجیے جناب! گرا دیجیے اسے۔"

"نہیں زاہر! ابھی نہیں۔" میں نے کہا اور زاہر کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوڑنے لگا۔ ہیلی کاپٹر نے پھر ہمارے سروں پر پرواز شروع کر دی تھی۔

زاہر بڑی مشکل سے میرا ساتھ دے پا رہا تھا۔ میں پہاڑی کے گرد چکر لگا کر کوئی معقول راستہ تلاش کرنے کی فکر میں تھا کہ پھر میں اچانک رُکا اور زاہر مجھ سے ٹکرایا۔ نہ صرف ٹکرایا بلکہ توازن قائم نہ رکھنے کے باعث گر بھی پڑا۔ میں جھپٹ کر اس کی طرف بڑھا۔ "کیا ہوا زاہر؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ زاہر کی سانس بُری طرح پھولی ہوئی تھی اور اُسے سانس لینے میں دقت بھی ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اس کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

"اُٹھو زاہر!" میں نے زاہر کو جھنجھوڑ ڈالا۔ "ہمیں اپنی بچت کا کوئی راستہ ڈھونڈنا ہے۔"

زاہر نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولیں اور نقاہت زدہ آواز میں بولا۔ "اسے گرا دیجیے جناب۔" اس کی خوفزدہ نظریں میرے [illegible] ہیلی کاپٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے طویل سانس لی۔ زاہر کے اعصاب پر ہیلی کاپٹر سوار ہو گیا تھا۔ "ایک بات بتاؤ زاہر!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی؟" زاہر میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک کہاں ہے؟" میں نے کہا اور زاہر کی نظریں دوبارہ ہیلی کاپٹر کی جانب اُٹھ گئیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا جناب۔" چند لمحے بعد زاہر نے جواب دیا۔

"میں بتاتا ہوں۔ پٹرول ٹینک پائلٹ کے کیبن کے عقب میں ہے۔ نیچے سے ہم اسے نشانہ نہیں بنا سکتے۔ سمجھے تم؟"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ "تو وہ ہمارے سروں پر مسلط رہے گا۔"

"ہوش میں آؤ زاہر!" میں نے اسے جھنجھوڑا۔ "اگر ابھی سے تمہاری یہ حالت ہے تو بعد میں کیا ہو گا۔ خود کو سنبھالو۔ ہمیں بہت طویل جدوجہد کرنی ہے۔"

میرے جھنجھوڑنے پر زاہر چونکا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" اس نے شرمندگی سے کہا۔ "چلیے۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

ہیلی کاپٹر اب ہم سے دور جا کر اوپر کی سمت بلند ہو رہا تھا۔ پائلٹ اسے واپس لانے کے لیے اس کی سمت تبدیل کر رہا تھا۔ "وہ پھر آئے گا جناب۔" ناہر بڑبڑایا۔

شمانے ترحم آمیز نظروں سے ناہر کو دیکھا۔ "بے فکر رہو ناہر۔" میں نے کہا۔ "میں مناسب زاویے کی تلاش میں ہوں۔ جیسے ہی موقع ملا اسے گرا دوں گا۔"

"وہ ہمیں کبھی موقع نہیں دے گا۔ اسے معلوم ہے کہ اسے کس جانب سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے اس لیے اس سمت آنے سے گریز کر رہا ہے۔"

میں ہلکی سی ہنسی پڑا۔ "میں خود بھی یہ بات سمجھ رہا ہوں ناہر لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کب تک مجھ سے بچ سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر پھر نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری سمت آ رہا تھا اور اس کے بعد تو یہ سلسلہ مستقل ہو گیا۔ وہ غوطہ لگا کر ہم پر جھپٹتا اور ہمیں خود کو بچانے کے لیے کسی آڑ میں ہونا پڑ جاتا۔

"آخر یہ کھیل کب تک جاری رہے گا؟" ناہر بڑبڑایا۔

"اب میں اسے گرا ہی دوں گا۔" میں نے کہا۔ "بس میں اس کی کسی چوک کا منتظر ہوں۔" میں نے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ اس بار وہ جس زاویے سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا اس کے پیش نظر اس پر فیصلہ کن فائر کیا جا سکتا تھا لیکن پائلٹ چالاک ثابت ہوا۔ اس نے اچانک ہی سمت تبدیل کر دی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" میں نے غصے سے دانت پیس کر کہا۔ "کب تک مجھ سے بچے گا۔"

"ارے یہ تو واپس جا رہا ہے جناب۔" ناہر خوشی سے تقریباً چیخ پڑا۔

"یہ مردود ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "تم دیکھنا اب وہ دوسری سمت سے آئے گا۔"

ہیلی کاپٹر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میرے اندازے کے عین مطابق چند لمحوں بعد دوبارہ نمودار ہوا۔ اس بار وہ چکر کاٹ کر مخالف سمت سے آ رہا تھا اور اب ایسے زاویے پر تھا کہ میں اسے نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ مجھ پر بری طرح جھنجلاہٹ سوار ہو گئی اور میں ناہر کی طرف مڑا۔

"لیٹ جاؤ ناہر۔" میں نے کہا اور خود بھی زمین پر لیٹ گیا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے؟" ناہر نے میرے برابر چت لیٹے ہوئے کہا۔

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں ہیلی کاپٹر سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا۔ یہ ہمارے لیے مستقل خطرہ ہے۔"

"میں تو شروع سے ہی یہ بات کہہ رہا ہوں جناب۔" ناہر نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن وہ بہت چالاک ہے۔ اسے گرانے کا کوئی موقع مل جائے تو بہتر... بے حد چالاک ہے اس نے ہمیں ایک موقع بھی نہیں دیا۔"

"تو اس طرح لیٹنے سے ہم ہیلی کاپٹر کا کیا بگاڑ لیں گے؟" ناہر نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے اس سے نمٹنے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ ہمیں کرنا یہ ہے کہ ایسی چال چلنی ہے کہ وہ دھوکا کھا کر میری دائیں سمت پر آ جائے۔"

"آپ کے اس منصوبے میں مجھے کیا کردار ادا کرنا ہو گا؟"

"اب جیسے ہی ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہو تم دوڑ کر اس ٹیلے کی طرف چلے جانا۔"

ناہر نے اس ٹیلے کی طرف دیکھا جدھر میں نے اشارہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ "پھر کیا ہو گا؟"

"وہاں پہنچ کر تمہیں ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کرنا ہو گا۔ جب واپس آ جائے تو تمہیں واپس اسی سمت دوڑنا ہو گا۔ میں یہیں رہوں گا۔ ٹھیک ہے؟"

"میں سمجھ گیا جناب۔" ناہر نے کہا۔ "اس طرح ہیلی کاپٹر آپ کے دائیں جانب آ جائے گا۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ شاباش۔ اب تیار ہو جاؤ۔ ہیلی کاپٹر واپس جا رہا ہے چکر لگا کر پھر آئے گا۔"

ناہر اٹھ کھڑا ہوا اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہوا اس نے ٹیلے کی سمت دوڑ لگا دی۔ ٹیلہ وہاں سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ ناہر کی جو حالت ہے اس کے پیش نظر اتنی دور تک دوڑنا ناہر کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گا۔ مجھے یقین تھا وہ اپنی پوری قوت صرف کر کے دوڑ رہا ہو گا لیکن اس کے دوڑنے پر گھسٹنے کا گمان ہوتا تھا۔ اب مجھے حرکت میں آنا تھا۔ ناہر سے جدا ہوتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر ایک نئی قوت آ گئی ہو۔ ناہر کی خستہ جسمانی حالت سے میں بھی متاثر ہو رہا تھا۔ سفر کی تھکان اور مشکلات کے ساتھ ساتھ مجھے ناہر کی فکر بھی لاحق تھی۔ اب وقتی طور پر اس سے دور ہو کر میرے بدن میں توانائی کی نئی لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں اکیلا ہی بہت کافی تھا۔ مجھے ناہر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

ہیلی کاپٹر کی واپسی تک میں گھوم کر درے میں داخل ہو چکا تھا۔ سوٹ کیس میں نے اس مقام پر چھوڑ دیا تھا جہاں سے مجھے ہیلی کاپٹر پر فائر کرنے تھے۔ پھر میرے کانوں میں ہیلی کاپٹر کی آواز آئی اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ جڑواں پہاڑیوں کے اوپر سے گزر چکا ہے تو میں پلٹ کر تیزی سے دوڑ پڑا اور پھر میں اسی مقام سے

درے سے باہر نکل آیا جہاں سے اندر داخل ہوا تھا۔ آخرکار پائلٹ میرے چلائے ہوئے چکر میں پھنس گیا تھا۔

میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنتا اور گھاٹی کے اندر دوڑتا رہا۔ مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ رہی تھی کہ بہت دیر بعد ہم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو چکر دینے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ اور وہ اس وقت پاگلوں کی طرح ہمیں تلاش کر رہا ہو گا۔ مجھے اندازہ تھا کہ پائلٹ کا ردعمل کیا ہو گا۔ وہ درے پر چکر لگانے کے بعد جڑواں پہاڑیوں کے اوپر سے گزر کر گھاٹی میں ہمیں تلاش کرے گا۔ اس وقت چند لمحوں کے لیے مجھے خود کو پوشیدہ کرنا ہو گا۔ ہیلی کاپٹر کے گھاٹی پر سے گزرنے کے بعد میں پھر گھاٹی میں واپس آ جاؤں گا جبکہ ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کی طرف چلا جائے گا۔ پھر جب وہ پلٹ کر واپس آئے گا تو یا تو بائیں سمت جائے گا یا دائیں سمت... وہ کوئی سی بھی سمت اختیار کرے، میں اس کے مطابق اپنی پوزیشن میں تبدیلی کر لوں گا۔ وہ مجھے پھر تلاش نہیں کر سکے گا اور پھر اسے ناہر کی تلاش میں جانا ہو گا۔

پائلٹ نے میرے اندازے کے عین مطابق کیا۔ جب میں پہاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا تو ہیلی کاپٹر گھاٹی پر پرواز کر رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس پر جنون طاری ہو رہا ہو گا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ پائلٹ کو ہمیں شوٹ کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ ہم پر فائر نہ کرنے کا پابند تھا جبکہ ہم ہر قسم کی پابندیوں سے بے نیاز تھے۔

پہاڑی کے اوپر سے گھاٹی کی طرف واپس چلتے ہوئے ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کے بائیں جانب اتر رہا تھا لیکن درے سے راستے میں پہنچ کر اچانک اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دائیں جانب آ گیا۔ اس کی اس حرکت سے مجھے تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوئی مگر میں خود کو اس سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی اس حرکت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے حد چالاک اور اپنے فن کا ماہر ہے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اب وہ باہر جا کر ناہر کو تلاش کرے گا لیکن اس نے واپس جانے سے قبل گھاٹی کے اوپر ایک چکر اور لگایا اور آخرکار اس نتیجے پر پہنچا کہ ہم گھاٹی کے اندر نہیں ہیں۔ پھر میں نے اسے باہر جاتے دیکھا اور میں چیتے کی سی پھرتی سے اس مقام پر پہنچ گیا جو میں نے ہیلی کاپٹر پر فائر کرنے کے لیے پہلے سے طے کر رکھا تھا۔

اب میرے منصوبے کا تمام تر دارومدار ناہر پر تھا۔ اس کی کیفیت بہت خراب تھی۔ سوال یہ تھا کہ کیا وہ مجھے ایک فائر کا موقع فراہم کرنے کے لیے مناسب وقفے تک ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی توجہ اپنی جانب مبذول رکھ سکے گا؟

میں سانس روکے ہیلی کاپٹر کو دیکھتا رہا۔ وہ اس ٹیلے کے اوپر پہنچ گیا تھا جس کے نزدیک ناہر کو ہونا چاہیے تھا مگر ناہر نہ تو مجھے دکھائی دیا اور نہ ہی شاید ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو نظر آیا۔ معلوم نہیں وہ کہاں چھپ گیا تھا۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو بلند ہوتے دیکھا۔ پھر وہ بڑے دائروں کی صورت میں چکر لگانے لگا۔

میں انتہائی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ منصوبے کے مطابق ناہر کو نمودار ہو جانا چاہیے تھا۔ اس کی تاخیر منصوبے کی تباہی کا باعث ہو سکتی تھی لیکن مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ناہر پر کیا گزری۔ ممکن ہے وہ بے ہوش ہو گیا ہو۔ اس کی حالت تو پہلے ہی خستہ ہو رہی تھی۔ ایسے میں یہ بعید نہیں تھا کہ وہ بے ہوش ہی ہو گیا ہو ورنہ یہ تاخیر کیا معنی رکھتی تھی؟

مجھ پر اضطراب طاری ہونے لگا۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ خطرات میں اضافہ کر رہا تھا۔ اگر پائلٹ ناہر کو تلاش کرنے میں بھی ناکام ہو جاتا تو لازماً پھر گھاٹی کی طرف پلٹتا۔ میرے لیے مشکلات کھڑی ہو جاتیں اور اگر میں اس کی نظروں میں آ جاتا تو میرا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔

چند لمحے اسی اضطراب اور بے چینی کے عالم میں گزرے پھر میں نے ناہر کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا یعنی اس کے پاس پانی کا کین نظر نہیں آ رہا تھا اور یہ ایک اچھی علامت تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ناہر کا ذہن جاگ رہا تھا۔ پانی کے کین کے بغیر وہ آسانی اور تیز رفتاری سے حرکت کر سکتا تھا۔

پائلٹ نے بھی ناہر کو دیکھ لیا تھا اس لیے میں نے ہیلی کاپٹر کو ناہر کی طرف جھپٹتے دیکھا جو بائیں جانب دوڑ رہا تھا۔ لیکن تھوڑی دور جا کر ناہر لڑکھڑایا پھر اس نے دائیں جانب دوڑنا شروع کر دیا۔ میرا دل خوش ہو گیا۔ ناہر نے بڑی خوبصورتی سے پائلٹ کو یہ باور کرا دیا تھا کہ وہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو گیا ہے۔

دائیں سمت کچھ دور دوڑنے کے بعد ناہر پھر پلٹا۔ اب وہ واپس دوڑ رہا تھا۔ اس طرح کہ میں اس کے بائیں جانب تھا اور ٹیلہ دائیں جانب... اس طرح ہیلی کاپٹر کا وہ حصہ میرے سامنے آ گیا تھا جس پر مجھے فائر کرنا تھا۔

میں نے بندوق بلند کر کے نشانہ لیا۔ ہیلی کاپٹر تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھا اور اس کے ٹینک کو نشانہ بنانے کے لیے مجھے تین فائر کرنا تھے اور ہر بار نشانہ درست لگانا تھا تاکہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کو یقینی بنایا جا سکے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس پورے عمل میں چار سیکنڈ صرف ہوں گے۔

ناہر بڑی روانی سے دوڑ رہا تھا اور ہیلی کاپٹر پلٹ کر اس کے تعاقب میں آ رہا تھا مگر تشویش ناک بات یہ تھی کہ ہیلی کاپٹر کی بلندی خطرناک حد تک کم ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ پائلٹ نے ناہر کو گرفتار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ گو کہ اس سے قبل بھی ایسے مواقع میسر آئے تھے مگر اس نے پہلے تو ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

ہیلی کاپٹر میرے نشانے پر تھا اور میں سانس روکے منتظر

بات تھی۔ ہم دونوں ہی ٹرک کو اُسے واپس جاتے دیکھتے رہے۔ دور پہاڑیوں کے پاس وہ ایک نقطے کی صورت میں نظر آیا اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

• مبارک ہو زاہر! تمھاری دلی مراد بر آئی۔ آخر ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔"

• آپ نے اس پر غور نہیں کیا جناب۔" زاہر نے دور نظر آنے والی پہاڑی چوٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ پہاڑی سلسلے کی ایک چوٹی پر کچھ متحرک دھبے دکھائی دے رہے تھے۔ سارا ماجرا تو سمجھ آ گیا۔ ہیلی کاپٹر کی واپسی کے ساتھ ہی دوسرا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ہماری تلاش میں آنے والی کسی ٹیم کا ہراول دستہ ہے۔

• دیکھا جناب آپ نے۔" زاہر کی آواز میں کسی قدر مایوسی تھی۔ "وہ پہنچ گئے ہیں۔"

• اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے زاہر! ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ایسا ہو کر رہے گا۔"

• وہ تو ٹھیک ہے جناب لیکن اب کیا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر گیا تو اس سے بڑا خطرہ سامنے آ گیا۔"

• بے فکر رہو زاہر! اوپر ابھی تک دھوپ ہے اس لیے وہ ہمیں نظر آ گئے مگر یہاں دھوپ نہیں ہے۔ اتنے فاصلے سے وہ ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے۔"

• لیکن انھیں معلوم تو ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ اسی لیے تو ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔"

میں نے پلٹ کر اپنی آج کی طے شدہ منزل کی طرف دیکھا اور زاہر سے بولا۔ "میرا اندازہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں ہمیں چار گھنٹے لگیں گے۔ اب آئندہ کا لائحہ عمل ہم وہاں پہنچ کر ہی طے کریں گے۔ ٹھیک ہے؟"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم پھر آگے بڑھنے لگے۔

ہمارے سامنے پھر ایک پہاڑی تھی جس پر ہمیں چڑھنا تھا۔

دل دہلا دینے والا اور ہوش اُڑا دینے والا یہ چڑھائی کا سفر ہم نے گھپ اندھیرے میں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چار کے بجائے ہمیں چھ گھنٹے لگ گئے لیکن چوٹی پر پہنچنے کے بعد تاریکی میں قدرے کمی واقع ہو گئی۔ جس وقت ہم اوپر پہنچے، رات تقریباً آدھی گزر چکی تھی۔

• اُف میرے خدا۔" زاہر نے ایک چٹان پر چت لیٹتے ہوئے کہا۔ "میں بے تحاشا تھک گیا ہوں۔" اس کی آنکھیں بند تھیں۔

• میں بھی تھکن سے چور ہو رہا ہوں زاہر۔" میں نے کہا۔

• کوہ پیمائی کے بعد تھکن سے کون بچ سکتا ہے۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ چاروں طرف گھپ سناٹا مسلط تھا۔ ہر طرف سیاہ دیو پہاڑ بکھرے ہوئے تھے۔ غیر آباد اور ویران پہاڑ جن کی چوٹیوں سے ہوا سر ٹکرا رہی تھی۔

• اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہوگا جناب؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زاہر نے کہا۔

• ہم تک پہنچنے میں انھیں کم از کم آٹھ گھنٹے صرف ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "لیکن وہ آج رات نہیں آئیں گے۔"

• حالانکہ انھیں آج ہی ہم تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انھیں معلوم ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم تھکے ہوئے ہیں۔ انھیں اتنا اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔"

• تم یہ بات نظر انداز کر رہے ہو زاہر کہ وہ لوگ خود بھی تھکے ہوئے ہوں گے۔"

• لیکن وہ اتنے تھکے ہوئے نہیں ہوں گے جتنا ہم تھک گئے ہیں۔ وہ شکاری ہیں اور ہم شکار ہیں۔"

• یہ فضول باتیں ذہن سے نکال دو زاہر اور آرام کرنے کی کوشش کرو۔ ہمیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

• آج مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ انسان جن جانوروں کا شکار کرتا ہے اُن پر کیا گزرتی ہوگی۔" زاہر نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

• مت بنو بیٹا۔" دیکھو تمھارے تجربات میں کتنا گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ تمھیں ان لوگوں کا ممنون احسان ہونا چاہیے۔"

زاہر چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا۔ "آپ نے کہا تھا کہ وہاں پہنچ کر ہم اپنا آئندہ لائحہ عمل طے کریں گے۔"

• میں نے طے کر لیا ہے زاہر! سو جاؤ۔ چار گھنٹے کی نیند ہمیں اُن پر واضح برتری دلا دے گی۔ اگر ہم نہ سوئے تو کہیں کے نہیں رہیں گے اور آسانی سے شکار ہو جائیں گے۔"

• ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے کسل مندی سے کہا۔ "مگر بندوق تو مجھے دے دیجیے گا۔"

• تم بندوق کا کیا کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا مگر اس نے ہاتھ بڑھا کر بندوق مجھ سے لے لی۔ چند لمحے اسے چیک کیا پھر بندوق واپس میری طرف بڑھا دی۔

• میں نے چیک کر لیا ہے جناب! یہ سنگل شاٹ پر ہے۔ شب بخیر جناب۔" اس نے کہا اور سونے کے لیے کروٹ لی۔

• ایسے نہیں زاہر۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پہلے کھانا کھا لو پھر سونا۔"

• مجھے بھوک نہیں ہے جناب۔"

• بھوک ہو یا نہ ہو کھانا تو بہر حال تمھیں کھانا ہی پڑے گا۔"

• ان حالات میں تو ایک نوالہ بھی حلق سے نہیں اُترے گا جناب۔"

کہا۔ "لیکن بہت ضروری بات ہے۔"

• ہمیں اپنی توانائیاں ہر صورت میں برقرار رکھنی ہیں زاہر! بھولو مت اس وقت ہم حالت جنگ میں ہیں۔"

زاہر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حد سے بڑھی ہوئی تھکن کے باعث اُسے صرف آرام کرنے کی خواہش تھی اس لیے وہ کھانے سے انکار کر رہا تھا۔

میں نے سوٹ کیس کھول کر ایک ڈبا نکالا اور اُسے چاقو کی مدد سے کھول ڈالا۔ اس میں تلی ہوئی مچھلی تھی۔ میں نے زاہر کی طرف ایک ٹکڑا بڑھایا۔

• اس ڈبے میں موجود مچھلی ہم دو قسطوں میں کھائیں گے۔" میں نے کہا۔ "آدھی اس وقت اور بقیہ روانہ ہوتے وقت۔"

• شکریہ جناب۔" زاہر نے مچھلی کا ٹکڑا مجھ سے لیتے ہوئے کہا اور بادل ناخواستہ اسے کھانے لگا۔

کھانا کھا کر ہم نے پانی پیا اور اس کے بعد زاہر لیٹتے ہی سو گیا۔ خود میں نے سونے سے قبل سوٹ کیس سے کمبل نکال کر اس کے اوپر ڈالا اور اس کے بعد خود بھی سو گیا۔

میں چونکہ مصمم ارادہ کر کے سویا تھا کہ مجھے چار گھنٹے بعد بیدار ہو جانا ہے اس لیے شدید تھکن کے باوجود میری آنکھ کھل گئی۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا لیکن میں نے اپنی ساری تکلیفیں نظر انداز کرتے ہوئے زاہر کے اوپر سے کمبل اُتارا اور اُسے جھنجھوڑ ڈالا۔ "اٹھو زاہر! ہماری روانگی کا وقت ہو گیا ہے۔"

زاہر نے کسمسا کر کروٹ لی اور اس کے منہ سے چند کراہیں خارج ہوئیں۔ میں نے دوبارہ اُسے جھنجھوڑا۔ اس کے گال پر تھپڑ مارے تب کہیں جا کر اُسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہوا۔ مجھے اس کی تھکن کا اندازہ تھا۔ خود میری بُری حالت تھی لیکن سفر جاری رکھنا بہت ضروری تھا۔ اولیو باروڈ کے جو لوگ ہمارے تعاقب میں آ رہے تھے اُن سے آگے رہنے کے لیے کم سے کم آرام اور زیادہ سے زیادہ سفر کی ضرورت تھی۔

بدقت تمام زاہر کو اٹھانے کے بعد ہم نے رات کی بچی ہوئی مچھلی کا ناشتہ کیا، پانی پیا اور چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ سورج نکلنے میں بہت دیر تھی اس لیے ہمیں اندھیرے میں ہی سفر کرنا تھا۔ ہم بلندی پر تھے اور ہمیں دوسری طرف اُترنا تھا۔ اندھیرے کے باعث ڈھلوان کا اندازہ کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ دن کا وقت ہوتا یا روشنی مناسب حد تک ہوتی تو شاید ہم کسی قدر آسانی سے سفر جاری رکھ سکتے تھے لیکن اندازے کی غلطیوں کے باعث ہم کئی بار ڈھلوانوں سے لڑھکے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی کہ کسی بڑی ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رہے تھے۔

کسی نہ کسی طرح ہم نیچے اُترنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہمارے سامنے بھی پہاڑ تھے اور عقب میں بھی پہاڑ تھے۔ ہمیں انھی پہاڑوں میں اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ اولیو باروڈ کے آدمیوں کو شکست دینا تھی یا پھر دوبارہ اُس کی قید میں چلے جانا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہم زیادہ دیر تک چھپ نہیں سکیں گے۔ ہم تو راستوں تک سے ناواقف تھے جبکہ ہماری تلاش میں آنے والی پارٹی کے لوگ نہ صرف راستوں سے واقف تھے بلکہ ہمارے مقابلے میں تازہ دم بھی تھے۔ وہ بہتر اسلحے اور ساز و سامان سے بھی لیس رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک ہیلی کاپٹر بھی اُن کا معاون تھا اور کچھ نہیں تو اس کے ذریعے وہ ہماری نقل و حرکت سے باخبر رہ کر ہمارا تعاقب کر سکتے تھے۔ ہم کسی طرح بھی انھیں جھٹکا نہیں دے سکتے تھے۔

ابھی میں انھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ دوبارہ سنائی دی اور زاہر نے بدحواسی سے پلٹ کر دیکھا۔ "وہ پھر آ گیا جناب!" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "اسے گرا دیجیے جناب! جس طرح بھی ممکن ہو اس سے نجات حاصل کیجیے ورنہ یہ ہماری زندگیاں تلخ کر دے گا۔"

میں بھی بوکھلا گیا تھا۔ زاہر کا کہنا درست تھا۔ ہمیں اس بدبخت ہیلی کاپٹر سے نجات حاصل کرنا تھی۔ مگر کیسے... ؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

نے پلٹ کر دیکھا۔ دھوپ نکل آئی تھی مگر فضا میں دھند ابھی پھیلی ہوئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز ضرور آ رہی تھی لیکن دھند کی وجہ سے وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کل اس کی واپسی کے بعد ہم نے کئی گھنٹے سفر کیا تھا پھر آج صبح ہی ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا تھا۔ پائلٹ کو یقیناً یہ توقع نہیں ہوگی کہ ہم اتنی دور نکل آئے ہوں گے اس لیے وہ ہمیں کافی پیچھے تلاش کر رہا تھا۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس کے اور ہمارے درمیان پہاڑیاں حائل تھیں۔ ہم چونکہ پائلٹ کی نظروں سے اوجھل تھے اس لیے اب اُسے از سر نو ہماری تلاش شروع کرنا تھی۔

"ابھی فوری خطرہ نہیں ہے زاہر۔" میں نے زاہر کی طرف مڑ کر کہا۔ "ہیلی کاپٹر ابھی دور ہے اور وہ نہ صرف پہاڑیوں کے اس طرف ہے بلکہ ہمیں دھند کا تحفظ بھی حاصل ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب لیکن سورج بلند ہوتے کے ساتھ دھند بھی غائب ہو جائے گی اور ہماری تلاش کا دائرہ بھی وسیع ہو گا۔"

"آگے بڑھتے رہو زاہر۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔"

ہم نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز مستقل ہمارے تعاقب میں تھی مگر آواز سے ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی وہ دور ہے اور ہمیں اس دوری سے فائدہ اٹھانا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ دھند کی وجہ سے ہم سامنے زیادہ دور تک نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ ہمیں اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ سامنے والا سلسلۂ کوہ ہم سے کتنی دور ہے۔

یہ صورت حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہی۔ بلند ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ دھند تحلیل ہوتی جا رہی تھی اور ہمیں وہ سلسلۂ کوہ نظر آنے لگا تھا جو اب ہم سے زیادہ دور نہیں رہ گیا تھا۔ سورج ذرا سا اور بلند ہوا تو منظر بالکل صاف ہو گیا اور یہ دیکھ کر ہمارے ہوش اُڑ گئے کہ تا حدِ نگاہ پہاڑ عمودی صورت میں تھے... لیکن نہیں۔ ایک مقام پر ایسا بھی تھا جہاں سے اوپر چڑھنا ممکن تھا اور وہاں جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ پتھر اور ریت کے ان پہاڑوں پر اُگ آنے والی جنگلی جھاڑیاں جنہیں دیکھ کر ہریالی کے بجائے بنجر پن کا احساس اور بھی اُجاگر ہو جاتا تھا۔

ہم تیز تیز قدموں سے اس طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے نمودار ہونے تک ہر لمحہ ہمارے لیے بے حد قیمتی تھا اور ہم اس مہلت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ جلد ہی ہم اس مقام تک پہنچ گئے اور یہ بہت اچھا ہوا اس لیے کہ یہاں تک آنے سے قبل ہی اگر ہیلی کاپٹر ہمیں آ لیتا تو ہمارے پاس چھپنے تک کی جگہ نہیں تھی۔ جب کہ اب ہم خود کو کسی حد تک پوشیدہ کر سکتے تھے۔

عمودی چٹانوں کے درمیان پہاڑ کے اوپر جانے والے راستے پر گھنی جھاڑیوں کے درمیان پتھریلی زمین کے علاوہ جا بجا مٹی بھی نظر آ رہی تھی۔ گزشتہ روز ملنے والی جھاڑیوں کے جھنڈ کی طرح یہاں بھی جھاڑیوں کی ساخت ایسی تھی کہ اندر گھسنا تقریباً ناممکن تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو ہیلی کاپٹر کے لیے ہمیں ڈھونڈنا ناممکن ہو کر رہ جاتا۔

راستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ اوپر چڑھنے کے لیے ہمیں جھاڑیوں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ چڑھائی کی نوعیت ایسی تھی کہ اس پر صرف رینگتے ہوئے ہی چڑھا جا سکتا تھا۔ ہمارے جسموں پر جا بجا خراشیں پڑ گئی تھیں۔ کھال جگہ جگہ سے چھل گئی تھی مگر ہم ایک ایک انچ کر کے آگے سرکنے پر مجبور تھے۔

پھر دفعتاً ہیلی کاپٹر کا رخ ہماری طرف ہو گیا اور میں جلدی سے جھاڑیوں میں دبک گیا۔ زاہر میرے پیچھے تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر قریب آنے کی آواز سنی تو اچانک ہی حواس باختہ ہو گیا یا اس کی حواس باختگی ہی تو تھی کہ وہ مجھے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

"اس طرف زاہر!" میں نے اسے آواز دی اور وہ بائیں جانب دیکھنے لگا جہاں میں موجود تھا۔ پھر تھوڑی سی ہی جدوجہد نے اسے مجھ تک پہنچا دیا۔

"لیٹ جاؤ زاہر!" میں نے سرگوشی کی۔ "بالکل ساکت!"

اسی اثنا میں ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر آ پہنچا تھا۔ اس کے تیزی سے گھومتے ہوئے پنکھوں سے خارج ہونے والی تند ہوا کے دباؤ سے روئیدگی میں بھونچال سا آ گیا تھا۔

"کیا... کیا ہمیں تلاش کر لیا گیا ہے؟" میں نے زاہر کی خوفزدہ آواز سنی۔ اس نے زمین سے منہ اٹھائے بغیر سوال کیا تھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب وہ ہمیں آسانی سے تلاش نہیں کر سکے گا۔"

بلند ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ حدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں ہماری پشت اور سروں پر اثر انداز ہو رہی تھیں اور تپتی ہوئی زمین سے اٹھنے والی گرم لہریں ہمارے چہروں کو جھلسانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ زاہر نے تپش سے بچنے کے لیے اپنا سر اٹھایا اور پلٹ کر دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا اور اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

"او میرے خدا!" زاہر نے کہا۔ "جس مقام پر ہم نے رات بسر کی تھی ابھی تک اس کے نیچے ہی ہیں۔"

"ہمیں پتا لگ گیا تھا تم یہی سوچ رہے ہو گے۔" میں نے جواب دیا۔ "پہاڑی علاقوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"لیکن ہمیں سفر کرتے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے ہیں جناب اور ابھی تک ہم اتنی بلندی تک بھی نہیں پہنچ سکے جہاں ہم نے رات بسر کی تھی۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے زاہر کہ اگر ہم نے اتنا سفر میدانی علاقے میں کیا ہوتا تو رات سے اب تک پندرہ بیس میل کا فاصلہ طے کر چکے ہوتے۔"

زاہر کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میری بات سن کر اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور دوبارہ اپنا چہرہ چھپا لیا۔ میرے کانوں میں دور ہوتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ کچھ دیر میں غور سے اس کی آواز سنتا رہا جو کبھی ہلکی اور کبھی تیز ہو جاتی تھی۔ میں اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہمیں کس سمت میں اور کس طرح تلاش کیا جا رہا ہے۔

"تم نے کچھ اندازہ لگایا زاہر؟ ہیلی کاپٹر سے ہمیں کن سمتوں میں ڈھونڈا جا رہا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم جناب۔" زاہر نے سر اٹھا کر کہا۔ "میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ ہم جہاں بھی جائیں گے وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"یہی بات ہے زاہر! تم نے شاید غور نہیں کیا کہ وہ کئی آدھے میل کے دائرے میں تلاش کر رہا ہے۔"

"نہیں، میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔" زاہر کے لہجے میں تشویش جھلک رہی تھی۔ "ہمارے لیے تو مسئلہ کھڑا ہو گیا جناب! اب ہم کیا کریں؟"

"ہیلی کاپٹر ہم سے دور ہونے لگے تو ہم رینگنا شروع کر دیں اور جیسے ہی نزدیک آنے لگے، ساکت ہو جائیں۔"

"لیکن... لیکن اس طرح تو ہمارا سفر گھنٹوں بلکہ ممکن ہے دنوں پر محیط ہو جائے۔ ہم تو یہ چوٹی بھی سر نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا اور پھر تیزی سے بولا۔ "ساکت ہو جاؤ زاہر! ہیلی کاپٹر نزدیک آ رہا ہے۔"

ہیلی کاپٹر دوبارہ ہمارے سروں پر سے گزرا اور اسی سمت چلا گیا جدھر سے نمودار ہوا تھا۔

"ہمیں تلاش کرنے کے لیے اُسے آخر کار اپنا دائرہ کار تبدیل کرنا ہو گا۔" ہیلی کاپٹر گزرنے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے اس وقت تک ہم یہیں منہ چھپائے لیٹے رہیں گے؟"

"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس طرح تو ہم شاید کبھی ان پہاڑوں سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"اور اگر ہمیں دیکھ لیا جائے تو ہم فوراً ان پہاڑوں سے باہر نکل جائیں گے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور زاہر لفظیں چبا کر رہ گیا۔

اگلا گھنٹا ہمارے لیے بہت اذیت ناک ثابت ہوا۔ دشوار گزار چڑھائی طے کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے سروں پر ہیلی کاپٹر کی آمد کا خطرہ بھی منڈلا رہا تھا۔ اس دوران ہیلی کاپٹر بار بار ہمارے سروں پر پہنچا۔ ہر بار ہم نے بڑی جلد بازی میں خود کو چھپایا۔ ہمارے دل یہی سوچ سوچ کر دھڑکتے رہے کہ کہیں ہمیں اوپر سے دیکھ نہ لیا گیا ہو۔ جلدی میں اکثر اوقات ہمیں چھپنے کے لیے ڈھنگ کی جگہ بھی نہیں مل پاتی تھی لیکن ہر بار ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گزر جاتا تھا۔

اسی کشمکش کے ساتھ ہمارا سفر جاری رہا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑ کی چوٹی تک جاتا اور پھر پلٹ آتا۔ ہمیں آگے بڑھنے کے لیے بہت تھوڑا سا وقت ملتا تھا۔ اتنا کم کہ طویل وقفے کے دوران بھی ہم پندرہ بیس فٹ سے زیادہ اوپر نہیں چڑھ پاتے تھے۔ ہر بار ہم امید و بیم کی کشمکش میں یہ توقع کرتے کہ شاید ہیلی کاپٹر کا پائلٹ مایوس ہو کر ہمیں کسی اور جگہ تلاش کرنے لگے مگر وہ صرف دور [illegible] مستقل مزاجی [illegible] آخر صبر آزما انتظار اختتام کو پہنچا اور ہم نے ہیلی کاپٹر کی سمت تبدیل ہوتے دیکھی۔ زاہر خوشی سے چیخ پڑا۔

"ہم جیت گئے جناب! اس نے سمت تبدیل کر دی ہے۔ اب... اب ہم سکون سے سفر کر سکیں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں برسوں بعد مسکرایا ہوں۔ ہم دونوں بہت خوش تھے ہم آدھی جنگ جیت چکے تھے۔ پائلٹ دھوکا کھا گیا تھا۔

"مستقل مزاجی سے کام لیا جائے تو آدمی بہت بڑے بڑے معرکے سر کر سکتا ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ ہم رک گئے تھے اور ہیلی کاپٹر کو دور سے دیکھ رہے تھے۔ اب وہ ہمیں دوسری جگہوں پر تلاش کر رہا تھا۔ کچھ دیر جائزہ لینے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔ "تم دیکھ رہے ہو زاہر، وہ ہمیں کس طرح تلاش کر رہا ہے"

زاہر کا چہرہ دوبارہ بجھ گیا تھا۔ "میں دیکھ رہا ہوں جناب" اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس کا مرکز اب بھی اسی پہاڑ کی چوٹی ہے۔"

"ہاں زاہر!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں پائلٹ کی مہارت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسے خوب اندازہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کتنی دور جا سکے ہوں گے اسی لیے وہ

جنوبی سمت آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے۔"

جواب میں زاہر نے پائلٹ کو بے تحاشا گالیاں بکنا شروع کردیں۔ اس پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

"ہوش میں آؤ زاہر!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "اگر ہم اوسان کھو بیٹھے تو زندگی سے ہم جلد ہی ہار جائیں گے۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "مجھے افسوس ہے جناب!" اس نے شرمندگی سے کہا۔ "اب میں خود پر قابو رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی بات نہیں زاہر!" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ "مجھے احساس ہے کہ ہم بہت کڑے وقت سے گزر رہے ہیں لیکن ہمیں اس سے بھی زیادہ برے وقت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"وہ تو آ کر رہے گا جناب!" زاہر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"ضروری نہیں ہے کہ برا وقت ضرور ہی آئے لیکن ہمارا بدترین حالات کا سامنا کرنے کے لیے ہر وقت چوکس رہنا ضروری ہے۔"

"کیا ہیلی کاپٹر کا پائلٹ وہی ہے جناب جو کل تھا؟" زاہر نے پوچھا۔ "یا آج کوئی اور ہوگا؟"

"پائلٹ وہی ہوگا زاہر!" میں نے جواب دیا۔ "اسے ہی ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہمارے راستے کا علم ہے۔" زاہر بڑبڑایا۔ "شاید وہ جانتا ہے کہ ہم کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

"اس پر شدید غصہ آنے کے باوجود میں اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں زاہر! اسے اندازہ ہے کہ ہم کہاں کہاں ہو سکتے ہیں اور وہ انھی مقامات پر ہماری تلاش جاری رکھے ہوئے ہے۔"

"ہم اپنا راستہ تبدیل بھی تو کر سکتے تھے۔" زاہر نے جھنجلا کر کہا۔ "آخر اسے ہمیں ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ اچھی طرح جانتا ہوگا کہ ہم کہیں اور نہیں جا سکتے۔ اسے یہ بھی یقین ہوگا کہ ہم چھپے ہوئے ہیں اسی لیے وہ یہیں منڈلائے چلا جا رہا ہے۔"

ہم نے آگے بڑھنا بند کر دیا تھا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ آگے بڑھنے کی صورت میں ہمارا نظر میں آنا یقینی ہو جاتا لہٰذا ہم ساکت پڑے تھے۔ گویا ہم کچھ کرنے کے بجائے کچھ نہ کرنے پر مجبور تھے۔ کچھ نہ کرنا جس سے مجھے نفرت تھی مگر اس وقت یہی نفرت انگیز چیز ہماری ضرورت بنی ہوئی تھی۔

ہم بے حس و حرکت پڑے رہے اور ہمارے قیمتی وقت کا ذخیرہ ضائع ہوتا رہا۔ وقت... جو اس وقت ہمارے لیے سب سے زیادہ قیمتی شے تھی۔ وقت کب قیمتی نہیں ہوتا۔ یہ تو ایسی انمول چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ جو اسے ضائع کرتا ہے وقت اسے ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی وقت وقت کی بات ہے۔ عام حالات میں وقت ضائع کرنے کے مضر اثرات طویل عرصہ گزرنے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں لیکن جن مخصوص حالات سے ہم دوچار تھے ان میں وقت ضائع ہونے کے نقصانات بہت تیزی سے سامنے آنا تھے۔

آخر کار ہیلی کاپٹر ہماری تلاش کا دوسرا دور مکمل کرتے ہوئے دوبارہ پہاڑ کی چوٹی تک جا پہنچا۔ یہ دوسرا دور بھی ظاہر ہے ناکام ہی رہا تھا لہٰذا اس بات کی امید تھی کہ پائلٹ یا تو واپس چلا جائے گا یا پھر جگہ تبدیل کر دے گا لیکن ہم نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ پائلٹ نے ہمیں دوبارہ انھی جگہوں پر تلاش کرنا شروع کر دیا تھا جہاں پہلے اس کی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔

"او میرے خدا!" زاہر نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "اب کوئی توقع رکھنا فضول ہے۔"

"ایسا نہ کہو زاہر! پائلٹ ہمیں یہی باور کرانا چاہتا ہے کہ ہم اس سے بچ نہیں سکیں گے۔"

"اس کا مقصد خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو جناب! لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے بچنا محال ہے۔"

"نہیں زاہر!" میں نے سنگین لہجے میں کہا۔ "یہ اعصاب کا کھیل ہے، حقیقت یہ نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے جناب! یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں زاہر نہیں!" میرا انداز جنونی ہو گیا۔ "وہ ہمیں جیت نہیں سکتا۔ میں اسے جیتنے نہیں دوں گا۔"

اسی وقت ہیلی کاپٹر چنگھاڑتا ہوا پھر ہمارے سروں پر سے گزرا اور ہم پھر دبک جانے پر مجبور ہو گئے۔

"اس کی آواز سنیے جناب!" ہیلی کاپٹر گزرنے کے بعد زاہر نے کہا۔ "یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پائلٹ ہمیں پیغام دے رہا ہو کہ وہ جانتا ہے ہم کہاں ہیں اور وہ ہمیں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"وہ ہمیں ہمیں شکست نہیں دے سکے گا زاہر! آخری فتح ہماری ہوگی۔"

"دوسرے ہیلی کاپٹر کہاں ہیں جناب؟" زاہر نے پوچھا اور میں اسے متحیر نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"اور ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہی ہیلی کاپٹر ہماری جان کو بہت ہے، دوسرے ہیلی کاپٹر کی کیا ضرورت ہے۔"

"اگر ہمارے آگے بڑھنے کی یہی رفتار رہی تو ہمارے تعاقب کنندگان بہت جلد ہم تک پہنچ جائیں گے۔"

"آخری چوٹی تک پہنچنے میں ہمیں ایک دن لگے گا۔ ہمارے تعاقب کنندگان کو اتنا وقت تو لگنا ہی چاہیے۔"

"آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ انھوں نے خود کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی؟"

"چھپانا ان کی نہیں، ہماری ضرورت ہے۔"

زاہر جھنجلا کر گھونسے لگا کر بولا۔ "ہمیں پورا راستہ پیدل طے کرنا ہوگا۔"

"شاید!" میں بڑبڑایا۔ "اگر ضرورت ہوئی تو ہم رینگ کر بھی سفر کریں گے۔" میں نے خاموش ہو کر زاہر کے چہرے کا جائزہ لیا جو میری بات سن کر فق ہو گیا تھا پھر میں نے اپنی بات میں اضافہ کیا۔ "لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہیلی کاپٹر کو واپس جانا ہی ہوگا۔"

میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ سورج بلند ہوتے ہوتے ہمارے سروں کے عین اوپر پہنچ گیا مگر ہیلی کاپٹر نے ہماری لاحاصل تلاش جاری رکھی۔ ہمیں سکون کا ایک لمحہ بھی میسر نہ آ سکا۔ اس سے بہتر تو گزشتہ دن تھا جب ہمیں دیکھ لیا گیا تھا تاہم کچھ سکون تو تھا لیکن اب تو ہم دہرے عذاب سے گزر رہے تھے۔ سفر کی مشکلات کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی نظروں میں آنے سے بچنا بھی ضروری تھا۔

چلچلاتی دھوپ میں کرب ناک سفر کا عذاب جھیلتے ہوئے ہم ایک ایک انچ سرکتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہمارے جسموں سے بہتے ہوئے پسینے پر گرد اڑ اڑ کر چپکتی رہی یہاں تک کہ اس نے کیچڑ کی سی صورت اختیار کر لی۔ جھاڑیوں اور جا بجا ابھرے ہوئے نوکیلے پتھروں سے رگڑ کھا کھا کر ہمارے جسموں اور چہروں پر جگہ جگہ خراشیں پڑ گئی تھیں۔ ہمارے جسموں کا ایک ایک جوڑ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اس عالم میں سفر جاری رکھنے کے لیے ہمیں ہر لمحہ قوت ارادی استعمال کرنا پڑ رہی تھی۔

زوال کے وقت کہیں جا کر بمشکل تمام ہم اس بلندی تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے جتنی بلندی پر ہم نے گزشتہ رات بسر کی تھی۔

ہوا غیر معمولی حد تک گرم تھی۔ اسے لو کہنا ہی زیادہ مناسب تھا۔ اس لو میں گرد کے بے شمار ذرات بھی شامل تھے۔ ہیلی کاپٹر ملک الموت کی طرح ہمارے آس پاس منڈلا رہا تھا۔ میں پائلٹ کی مستقل مزاجی پر حیران تھا۔ معلوم نہیں وہ کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اس کی جگہ کوئی بھی دوسرا شخص ہوتا تو کب کا مایوس ہو کر واپس جا چکا ہوتا لیکن وہ ہمیں تلاش کیے جا رہا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا تھا کہ ہم سیدھے ہو کر اکڑے ہوئے جسموں کو ذرا دیر کے لیے ہی آرام پہنچا سکتے۔

"میں بے انتہا تھک گیا ہوں جناب!" زاہر نے بوجھل آواز میں کہا۔ "اب آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو زاہر! تھکن ابھی انتہا کو نہیں پہنچی ہے۔ ہمت کرو اور آگے بڑھتے رہو۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب! اگر میرے لیے ایک قدم اٹھانا بھی ممکن ہوتا تو وہ قدم بڑھائے بغیر فریاد نہ کرتا۔"

"تھکن کی انتہا جسم کو شل کر دیتی ہے اور اسی مقام سے توانائی کا ایک نیا سرچشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔ جانتے ہو پھر کیا ہوتا ہے؟"

زاہر نے حیرت سے منہ پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ ہم دونوں رک گئے تھے اور اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

"تمھیں نہیں معلوم زاہر! جب جسم شل ہو جاتا ہے تو تھکن کا احساس زائل ہو جاتا ہے۔ کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ بس وہ ایک جنونی سی کیفیت ہوتی ہے۔ میں اسی کیفیت کے انتظار میں ہوں۔"

"جنونی کیفیت تو مجھ پر اب بھی طاری ہے جناب! اپنا جسم تو خود سے دیکھ رہا ہوں کہ ہم ایک کے بعد دوسری چوٹی سر کر رہے ہیں۔ ہمارا بے مقصد سفر جاری ہے حتیٰ کہ ہمارے جسموں سے گوشت غائب ہو چکا ہے — صرف ہڈیاں ہی باقی رہ گئی ہیں مگر ہمارا بے مقصد سفر ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا۔ ہم انسانوں سے ہڈیوں کے ڈھانچوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ بندروں کی طرح... ہاں بندروں کی طرح اچھل کود کرنے میں کیا حرج ہے۔ ایک نظریہ یہ بھی تو ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد بندر تھے۔ ہاہاہا۔" اس نے قہقہہ لگایا۔ "ہم بھی بندر بن جائیں گے۔ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گے۔"

زاہر کی باتیں پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آ سکیں۔ میرے ذہن پر دھند چھانے لگی تھی۔ میں سوچ رہا تھا ہمیں تھوڑی دیر کے لیے رک جانا چاہیے۔ تھوڑا سا پانی پی لینا چاہیے۔ لیکن محض ایک لمحے کی غفلت سے سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ لیکن وہ سب کچھ کیا ہے؟... میں نے سوچنے کی کوشش کی مگر کچھ سمجھ میں نہ آ سکا۔ میں نے سر زمین پر ڈال دیا اور بڑبڑایا۔ "آرام کر لو... آرام!"

"آرام یا پانی... پانی یا آرام..." زاہر کی بے ربط باتیں میری سماعت سے ٹکرائیں اور پھر تاریکی چھا گئی۔ شاید سورج کا شعور اُڑ گیا تھا۔

پھر وہ سماعت شکن آواز مجھے ہوش میں لائی۔ ہیلی کاپٹر بھی پرواز کرتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی پہلی نگاہ میں نے زاہر پر ڈالی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ساکت پڑا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے بہت قریب سے گزرا تھا۔ اس کی آواز سے زاہر بھی ہڑبڑا

کی آنکھ لگ گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہوا جناب؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں شاید سو گیا تھا۔"

"مجھے بھی جھپکی آ گئی تھی زاہد لیکن تشویش کی کوئی بات نہیں۔ ایک آدھ منٹ کے لیے ہی ہماری آنکھ لگی ہوگی۔"

"وقت کا تعین آپ نے کیسے کر لیا؟" زاہد نے پوچھا۔

"سورج کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اگر ہم کچھ دیر تک غافل رہے ہوتے تو سورج کچھ نہ کچھ سفر ضرور طے کر لیتا۔"

"اوہ۔" زاہد نے ہونٹ سکوڑ لیے "لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ منٹ کی اس نیند نے ہمیں بالکل تازہ دم کر دیا ہے۔"

"جسمانی طور پر تو نہیں البتہ ذہنی طور پر تم خود کو بہت بہتر محسوس کر رہے ہو گے۔"

"میرا مطلب یہی تھا جناب۔" زاہد نے کہا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا جو پہاڑ کے دامن کی طرف نکل گیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو زاہد؟ اب یہ ازسرنو ہمیں نیچے سے اوپر تک تلاش کرے گا۔"

"دیکھ رہا ہوں جناب اور سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم نہ ہوتے تو پائلٹ چین کی بنسی بجا رہا ہوتا۔ ہماری وجہ سے اس کی بھی شامت آ گئی ہے۔"

زاہد کے لہجے میں زندگی تھی جسے محسوس کر کے میرا حوصلہ بھی بڑھ گیا ورنہ اس سے قبل تو وہ بالکل ہی بجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ چند منٹ کی نیند بعض اوقات اس قدر انقلاب آفریں بھی ثابت ہو سکتی ہے! ابھی چند ہی لمحے قبل کی تو بات تھی کہ میری ذہنی کیفیت بھی متاثر ہونے لگی تھی۔

"ہاں زاہد۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "وہ ہماری وجہ سے اور ہم اس کی وجہ سے مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"یہ مصیبت کب دفع ہوگی؟" زاہد بڑبڑایا "اگر اس کا ایندھن ہی ختم ہو جائے تو اس سے جان چھوٹ جائے۔"

"ایندھن ختم ہونے کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ کل بھی تقریباً تمام دن یہ ہمارے تعاقب میں رہا ہے۔"

"یہ پائلٹ تو اولیو اور ڈک کی ہدایت پر ہمیں تلاش کر رہا ہوگا؟" زاہد نے کہا "اور اپنی ناکامی کی رپورٹ بھی دے رہا ہوگا۔"

"ظاہر ہے۔ وہ اپنی مرضی سے تو یہ کام کرنے سے رہا لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ مسلسل ناکامی کی رپورٹ ملنے کے باوجود اولیو اور ڈک اسے یہ ہدایت کیوں نہیں دے رہے کہ ہمیں کہیں اور تلاش کیا جائے؟"

"اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ ہم چونکہ یہاں کے راستوں سے ناواقف ہیں لہٰذا وہ سمجھتے ہیں ہمارے لیے ممکن نہیں جنگل سے نکلنا۔"

"بہرحال جناب! ہم بری طرح نرغے میں آ چکے ہیں۔ پہاڑ سے نیچے گئے تو پیدل آنے والی پارٹیوں کی زد میں ضرور آ جائیں گے۔"

"انھیں یہاں تک پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ پانچ یا چار گھنٹے لگیں گے۔"

"اس وقت تک شام ہو چکی ہوگی۔ ہیلی کاپٹر بھی تھک ہار کر واپس چلا ہی جائے گا۔"

"رات ہونے تک ہمیں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانا چاہیے اور اس کے لیے اب ہمیں اپنی رفتار بڑھانی پڑے گی۔"

"ہم کتنی ہی رفتار سے کیوں نہ آگے بڑھیں، رات تک چوٹی پر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

زاہد کی اس بات پر میں جھنجھلا گیا مگر میں نے نرمی سے کہا "پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ہم سے ایک غلطی ہوئی ہے جناب! ہم نے ان پہاڑوں کو براہ راست عبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے تعاقب کنندہ ہماری طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر ہم اپنا راستہ تبدیل کر دیں تو ظاہر ہے کہ وہ ہمیں آسانی سے نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔" میں نے تحمل مزاجی سے کہا "تمھارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہو تو پیش کرو۔"

"اس وقت تو ہم یونہی اپنا سفر جاری رکھیں اور شام کو رک جائیں۔ رات آرام کر لیں اور اس کے بعد رات کے اندھیرے میں دوبارہ سفر شروع کر دیں لیکن پہاڑ عبور کرنے کے بجائے دائیں سمت مڑ جائیں اور پہاڑ کے اوپر ہی سفر جاری رکھیں۔ اس طرح صبح ہونے تک ہم ان کی زد سے نکل چکے ہوں گے۔"

"یہ بات میرے ذہن میں بھی تھی لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اس طرح ہمارا سفر کتنا طویل ہو جائے گا؟"

"یہ مجبوری بھی تو ہے جناب! اگر ہم سیدھے چلتے رہے تو ان سے نہ بچ سکیں گے اور اگر ایک بار ان سے دور نکل گئے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنا دائرہ کار بڑھانا پڑے گا۔ لہٰذا اگر ضرورت پڑی تو ہم آج تمام رات سفر کریں گے۔"

زاہد دماغ استعمال کر رہا تھا۔ یہ ایک خوش کن علامت تھی۔ یہ بھی حوصلہ افزا بات تھی کہ وہ تمام رات سفر جاری رکھنے پر آمادہ تھا۔ زاہد کے منصوبے پر عمل کرنے میں ایک نادیدہ خطرہ بھی تھا۔ اگر پہاڑ کے دوسری طرف اولیو اور ڈک کے آدمی پہلے سے موجود ہوئے تو ہم ان کی پوزیشن سے آگاہ نہ ہو سکیں گے۔ اس لیے ہم بلندی پر رہیں گے۔ اولیو اور ڈک سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ دونوں طرف سے گھیرنے کی کوشش کریں۔ پہاڑ کے دوسری جانب پہنچا جا سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے زاہد! تمھارا منصوبہ مجھے منظور ہے۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔ اب جلدی سے پانی پیو اور چل پڑو۔"

ہم نے ہیلی کاپٹر سے چھپتے ہوئے کین نکالا۔ دونوں نے باری باری چند گھونٹ پانی پیا اور پھر سے کوہ پیمائی شروع کر دی۔ زاہد نے کہنے کو تو کہہ دیا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم تمام رات سفر جاری رکھیں گے لیکن مجھے معلوم تھا کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ ہیلی کاپٹر کی موجودگی کی وجہ سے ہمیں اضافی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ زیادہ تر چڑھائی ہمیں رینگ کر طے کرنا پڑ رہی تھی۔ خود کو ہیلی کاپٹر سے چھپائے رکھنے کی جدوجہد اور اس سے ہونے والی جسمانی اذیت علیحدہ تھی۔

دس گھنٹے کے جان گسل سفر کے بعد ہم بمشکل ایک میل سفر طے کر سکے تھے جبکہ ایک تہائی چڑھائی ابھی آئی تھی لیکن اب مزید آگے بڑھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا چنانچہ ایک مقام پر ہم نے رکنے کا فیصلہ کیا۔ طے یہ ہوا کہ ہم باری باری آرام کریں گے تاکہ کسی خطرے کی صورت میں دوسرے کو ہوشیار کیا جا سکے۔ ہیلی کاپٹر کسی لمحے بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوا تھا لیکن ہماری کامیابی یہ تھی کہ ہم خود کو پائلٹ کی نظروں سے بچانے میں کامیاب رہے تھے۔

ہم تھوڑی تھوڑی دیر باری باری سو رہے تھے۔ اور اس وقت زاہد کے جاگنے کی باری تھی جب دور سے تعاقب پارٹی کے افراد نظر آئے۔ اس نے فوراً ہی مجھے اٹھا دیا۔ وہ اس پہاڑ کی تلہٹی پر نظر آئے جس پر سے ہم گزر کر آئے تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور ہیلی کاپٹر واپس جا چکا تھا۔

"انھوں نے سست رفتاری سے سفر کیا ہوگا ورنہ انھیں بہت پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔" میں نے کہا۔

"لیکن وہ ہم سے بہت نزدیک آ گئے ہیں جناب! ہمیں بھی دوبارہ سفر شروع کر دینا چاہیے۔"

"سو جاؤ زاہد! ہم ابھی سفر شروع نہیں کریں گے۔"

"کیا واقعی؟" زاہد نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بھئی، میں مذاق نہیں کر رہا۔ تم بھی سو جاؤ اور میں خود بھی سو جاؤں گا۔"

"پھر ہم سفر کب شروع کریں گے؟"

"فی الحال تو تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ جب دوبارہ آگے بڑھنے کا وقت ہوگا میں تمھیں اٹھا دوں گا۔"

ہم دونوں بڑے اطمینان سے سو گئے۔ سونا اس وقت ہماری اشد ضرورت تھی۔ ذہنی اور جسمانی تھکن سے وقتی نجات کا ذریعہ۔۔۔

میری آنکھ کھلی تو فضا میں خنکی پھیلی ہوئی تھی اور رات پوری طرح اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ میں نے زاہد کو اٹھایا اور فروٹ کا ایک ڈبا کھول کر اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟" زاہد نے پوچھا۔

"آج کا ڈنر ہے۔ گاؤں سے حاصل کیے ہوئے فروٹ کا آخری ڈبا۔۔۔"

ہم سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔ رات کے سناٹے میں اگر ذرا سی بھی بے احتیاطی برتتے تو ہماری آوازیں دشمنوں تک بھی پہنچ سکتی تھیں۔

"اوہ! یہ تو انناس ہے۔" زاہد نے خوش ہو کر کہا "بڑا ہی خوش ذائقہ پھل ہوتا ہے جناب! لیکن آپ نہیں کھا رہے؟"

"تمھیں اٹھانے سے قبل ہی میں اپنا حصہ کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا "اب جلدی سے کھا لو تاکہ ہم روانہ ہوں۔"

"میں بیان نہیں کر سکتا جناب! اس وقت یہ انناس مجھے کتنا لذیذ معلوم ہو رہا ہے ——— یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ڈبا ختم ہونے تک مجھے نشہ ہو جائے گا۔" زاہد نے قتلے چباتے ہوئے کہا۔

"اتنی دیر بھوکا رہنے کے بعد کھانا ملے تو آدمی پر مدہوشی طاری ہونے لگتی ہے۔ ذہن قابو میں رکھنے کی کوشش کرو ورنہ مشکل ہو جائے گی۔"

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ پیاس بجھاتا ہے۔ ہم اس وقت پانی کی بچت بھی کر سکیں گے۔"

"ہم پانی کی بچت ضرور کریں گے لیکن اس وقت ہم پانی کے بجائے پیک کیا ہوا دودھ پئیں گے۔"

"میں باز آیا جناب!" زاہد نے کہا "دودھ کی اس قسم سے مجھے نفرت ہے۔"

"میں دودھ کا ٹن نہ صرف کھول چکا ہوں بلکہ میں نے اپنے حصے کا دودھ پی بھی لیا ہے لہٰذا اب تم بھی اپنے حصے کا دودھ پی لو۔"

"آپ کو پیک کیا ہوا دودھ پسند ہوگا اس لیے آپ اسے آسانی سے پی گئے ہوں گے۔" زاہد نے بے پروائی سے کہا۔

"یہ ضرورت کی بات ہے۔" میں نے کہا "اس میں پسند ناپسند کا کوئی سوال نہیں ہے۔"

زاہد انناس کھا چکا تھا اور بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دودھ پینے سے جان بچانے کے بارے میں سوچ رہا ہے چنانچہ میں نے دودھ کا ڈبا اس کی طرف بڑھایا اور بولا۔

"اسے پی لو زاہد! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ ضرورت کی بات

ہے۔ تمہاری جان بچ نہیں سکے گی۔"

زاہر نے ڈبا میرے ہاتھ سے لے لیا اور اسے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس نے دودھ بس اپنے حلق سے انڈیلا ہے۔ ظاہر ہے اسے اس دودھ کا ذائقہ ناپسند ہوتا تھا۔ اس نے دودھ کا خالی ڈبا میری طرف بڑھایا اور میں خالی ڈبے کو واپس بریف کیس میں پیک کرنے لگا۔

چند لمحے بعد اس نے مجھ سے کہا۔ "اگر ہم تھوڑا سا پانی پی لیں تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟"

"پانی؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کچھ ہی دیر قبل تم کہہ رہے تھے کہ ان سے پیاس بجھ جاتی ہے اور اب . . . ."

"مجھے پیاس نہیں لگ رہی جناب۔" زاہر نے دبے لہجے میں کہا۔

"پیاس نہیں لگ رہی تو پانی پینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں دراصل دودھ کا ذائقہ زائل کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔" زاہر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لیے زاہر . . ." میں نے کہنا چاہا مگر اس نے میری بات کاٹ دی۔

"یقین کیجیے جناب! مجھے متلی ہو رہی ہے۔ اگر پانی نہ پیا تو الٹی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "تھوڑا سا پانی پی لو۔ جلدی کرو۔"

زاہر نے کین کا ڈھکن کھولا پھر اچانک مجھ سے بولا۔ "آپ بھی پانی نہیں پئیں گے نا؟"

"نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں، تم پیو۔"

وہ ذرا سا ہچکچایا پھر بولا۔ "اگر آپ پانی نہیں پئیں گے جناب تو میں بھی نہیں پیوں گا۔"

"اف فوہ زاہر!" میں جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا۔ "لاؤ۔" میں نے اس کے ہاتھ سے کین چھینا اور اس میں سے ایک گھونٹ پانی پی کر اسے واپس اس کی طرف بڑھا دیا۔ "لو، پیو۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے جھنجلائی ہوئی آواز میں کہا اور کین مجھ سے لے لیا۔ زاہر کی اس حرکت سے میں جھنجلا گیا تھا مگر میں نے جلدی ہی خود پر قابو پا لیا۔

"کیا وقت ہوا ہوگا جناب؟" پانی پینے کے بعد زاہر نے پوچھا۔

"تقریباً آدھی رات گزر چکی ہے۔"

"آدھی رات؟" زاہر نے کہا اور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"اپنی آواز پر قابو رکھو زاہر!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیا تم دشمن کو اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنا چاہتے ہو؟"

"لیکن جناب! اس قدر وقت گزر چکا ہے اب کیا ہے گا؟ ہم تو بری طرح پھنس جائیں گے۔" زاہر کی آواز اس بار بلند نہیں تھی۔

"سنو زاہر! بوکھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ یہاں سے ہم دائیں جانب مڑ جائیں گے اور صبح تک اتنی دور نکل جائیں گے کہ پھر ہمیں تلاش نہیں کیا جا سکے گا۔"

"لیکن سفر کرنے کے دوران ہم انھیں نظر آ جائیں گے اور یہ اضافی خطرہ ہوگا۔"

"رات کے اندھیرے میں وہ ہمیں کیسے دیکھ لیں گے؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "صبح صادق سے قبل تو ممکن نہیں ہے کہ ہم دور سے دیکھے جا سکیں۔"

زاہر نے پانی کا کین اپنے کندھے سے لٹکایا اور چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ "ذرا بندوق مجھے دکھائیے۔" دفعتاً اس نے کہا۔

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم بندوق کا کیا کرو گے؟"

زاہر نے میری بات کا جواب دیے بغیر بندوق میرے ہاتھ سے لے لی اور کچھ دیر ٹٹولنے کے بعد واپس میری طرف بڑھا دی۔ "یہ اب بھی سنگل شاٹ پر ہے جناب۔"

"شکریہ زاہر!" میں نے کہا۔ "آؤ اب چلیں۔" میں زاہر سے آگے بڑھ گیا اور وہ میرے عقب میں چلنے لگا۔

ابتدا میں ہم نے بہت احتیاط برتی۔ ہم پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ دائیں سمت چلنے کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف بھی ہمارا سفر بتدریج جاری تھا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد ہمارے قدموں میں روانی آنے لگی۔ رات میں چلنے والی خنک ہوا ہمارے حوصلے بڑھا رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔ اب ہمارا سفر مزید آسان ہو گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ زاہر بہت گھبرایا ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ اس کی رفتار سے بھی ہو رہا تھا۔ اس کے انداز میں اب پژمردگی یا اضمحلال نام کو بھی نہیں رہ گیا تھا اور ان کی جگہ جوش و خروش نے لے لی تھی۔

صبح کے کوئی پانچ بجے کے قریب میں رک گیا۔ "میرا اندازہ ہے کہ ہم نے پندرہ میل کے لگ بھگ سفر کر لیا ہے۔" میں نے زاہر سے کہا۔

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے بڑی مستعدی سے جواب دیا۔ "اتنا سفر تو یقیناً کر لیا ہوگا اور اب ہم دشمن کی دسترس سے بھی نکل آئے ہیں۔"

"بس تو اب سو جاتے ہیں۔ ہم کسی فوری خطرے کی زد میں نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم سو گئے۔

میری آنکھ کھلی تو دوسرے روز کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ سونے کے لیے ہم نے جو جگہ منتخب کی تھی وہ ہر اعتبار سے بہترین تھی۔ چوٹی سے ذرا نیچے اس جگہ کی پوزیشن ایسی تھی جہاں ہم بہیں دور سے دیکھا جا سکتا تھا اور نہ ہی آسانی سے ہم تک پہنچا جا سکتا تھا۔

اپنی پوزیشن سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اطراف کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ہم اس وقت سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ سامنے کوئی ایک دن کی پیدل مسافت پر ایک پہاڑی تھی۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس جگہ پر کوئی دیو ہیکل ہتھوڑا مار کر اسے توڑ پھوڑ دیا گیا تھا۔ درمیانی وادی ٹیلوں، کھائیوں اور ناہموار زمین پر مشتمل تھی۔ وہاں سبزہ بھی بکثرت تھا جس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہاں کوئی دریا یا چشمہ بھی موجود ہوگا۔

اس کٹی پھٹی ناہموار وادی میں سفر کرنا ہمارے لیے بے شمار خطرات کا باعث ہو سکتا تھا جبکہ یہی جگہ ہمارے دشمنوں کے لیے بہت موزوں تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے کہیں بھی گھات لگا کر بیٹھ سکتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ہم قطعی اندازہ نہ کر پاتے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہوں گے۔

میں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں مزید وقت ضائع کیے بغیر ناشتا کر کے روانہ ہو جانا چاہیے لیکن اسی وقت میری نگاہ ان لوگوں پر پڑی جو نیچے ڈھلان پر لیٹے ہوئے تھے۔

میں حیران رہ گیا۔ وہ اولیور ورڈ کے آدمی تھے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گئے تھے۔ وہ پہاڑ کے دامن سے کوئی دو گھنٹے کی مسافت پر تھے اور اس وقت تیاریوں میں مصروف تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ہماری تلاش میں کئی پارٹیاں سرگرداں ہیں۔

میں نے ناشتا کرنے کا فیصلہ ملتوی کرتے ہوئے کسی اور پارٹی کی تلاش میں نظریں دوڑانا شروع کیں اور اسی دوران میں نے ایک ہاتھ سے زاہر کو جھنجوڑ ڈالا۔

"کیا ہو گیا جناب! کیا بات ہے؟" زاہر نے یوں جھنجوڑے جانے پر اچھلتے ہوئے جھنجلا کر کہا۔

"ہمیں تلاش کرنے والی ایک پارٹی یہاں بھی موجود ہے زاہر!" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے اور پارٹیاں بھی ہوں گی۔ میں انھی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

زاہر بڑی پھرتی سے اٹھ کر میرے برابر آ گیا۔ اس کی نیند کافور ہو چکی تھی۔ "کہاں جناب؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک پارٹی تو سامنے ہی موجود ہے۔" میں نے اشارے سے آسے بتاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہمیں روانہ ہونے سے قبل یقینی طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں مزید کتنی پارٹیاں موجود ہیں۔"

ہم بڑی خاموشی سے اپنے دشمنوں کی تلاش میں نظریں دوڑا رہے تھے کہ دفعتاً زاہر نے میرا بازو پکڑ لیا اور بولا۔ "وہ دیکھیے جناب۔"

ہمارے دائیں جانب کوئی آدھے میل کے فاصلے پر کچھ افراد ایک قطار کی صورت میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور وہ چوٹی کے کافی نزدیک پہنچ چکے تھے۔ وہ سب ہمیں بیک وقت نظر نہیں آ رہے تھے اس لیے میں نے انھیں ایک ایک کر کے گنا۔ وہ کل گیارہ افراد تھے۔

"ان کی تعداد گیارہ ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ میری طرح اس نے بھی ان کی گنتی کی تھی۔

"تم نے درست تعداد بتائی ہے زاہر!" میں نے بھی گنا ہے۔ وہ گیارہ افراد ہی ہیں۔"

"اور آپ نے غور کیا جناب! ان کے پاس ایک عدد وائرلیس سیٹ بھی موجود ہے۔"

"اگر نہ ہوتا تو مجھے تعجب ہوتا۔ ان ویران اور بنجر پہاڑوں میں کسی کو تلاش کرنے کی مہم کے دوران وائرلیس یا ٹرانسمیٹر موجود ہونا ضروری ہے۔"

"گیارہ افراد بہت ہوتے ہیں جناب! وائرلیس کی موجودگی انھیں اور بھی خطرناک بنا دیتی ہے۔"

"ان کی خطرناکیوں پر غور کرنے کے بجائے اس بات پر توجہ دینے کی کوشش کرو کہ وہ ہمیں کس سمت میں تلاش کریں گے۔"

ہم خاموش ہو گئے اور انھیں چڑھائی سر کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اسی دوران میں وقتاً فوقتاً نیچے موجود مرکزی پارٹی پر بھی نگاہ ڈال رہا تھا مگر ابھی تک ان کی روانگی کے آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ اور یہ اندازہ لگانا تو سراسر ناممکن تھا کہ پہاڑی نشیب و فراز میں مزید کس قدر افراد ہماری تلاش پر مامور تھے۔ تاہم یہ بات یقینی تھی کہ جتنے افراد ہمیں دکھائی دے رہے تھے ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہمیں تلاش کر رہے تھے۔

پھر ہمیں چیل کا پٹر کی منحوس آواز سنائی دی۔ وہ آواز ہمارے بائیں جانب سے آ رہی تھی۔ میں نے زاہر سے کہا۔ "ذرا دیکھو تو سہی، چیل کا پٹر کہاں ہے؟"

"ٹھیک ہے، میں دیکھ کر آتا ہوں۔" زاہر نے کہا اور دوسری طرف رینگ گیا۔

زاہر کے جانے کے بعد میں نے دوبارہ سر اوپر اٹھاتے

کی طرف دیکھا۔ وہ بلندی پر پہنچ چکے تھے اور اُن میں سے ایک شخص وائرلیس کا ایریل درست کر رہا تھا۔ پھر اُس نے رپورٹ پیش کرنا شروع کر دی۔ میں نے نیچے والی پارٹی کے لوگوں کو سگنل وصول کرتے دیکھا۔ مکمل رپورٹ دینے کے بعد ہراول دستے کے ارکان اطمینان سے بیٹھ گئے۔ انھوں نے سگریٹیں سلگا لی تھیں اور خوش گپیاں شروع کر دی تھیں۔

دس منٹ گزر گئے۔ پھر میں نے نیچے موجود پارٹی کے لوگوں کو کھڑے ہوتے دیکھا۔ یقیناً انھیں روانگی کا حکم مل گیا تھا۔ پھر وہ سب چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں اُن کے دوبارہ نمودار ہونے کا منتظر تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کس طرف کا رُخ کریں گے۔ اس لیے کہ جس طرف وہ رُخ کرتے، ہراول دستہ بھی اسی سمت میں جاتا اور چونکہ ہراول دستہ اور ہم دونوں پہاڑی کی چوٹی پر تھے اس لیے ہمارے درمیان تصادم کا خدشہ تھا۔

کچھ دیر بعد زاہر واپس آ گیا۔ ”ہمیں کا ٹرچ بھی پہاڑ کے سامنے والے حصے میں تلاش کر رہا ہے۔“ اس نے بتایا۔ ”اور وہ بائیں سمت ہم سے بہت فاصلے پر ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ ”اس کے علاوہ کچھ اور افراد بھی نظر آئے ہیں؟“

”ہاں، پہاڑی کی دو تہائی بلندی پر بہت سے مزید افراد نظر آ رہے تھے جو یہاں سے نظر نہیں آ رہے ہیں۔“

”مجھے اندازہ تھا کہ اور لوگ بھی ہوں گے۔ تمھارا کیا اندازہ ہے، اُن کی تعداد کیا رہی ہوگی؟“

”وہ درجنوں افراد ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اُن کی تعداد دو سو تک بھی ہو سکتی ہے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ اولیو باورڈ نے باروت زاپل کی ساری قوت ہماری تلاش میں جھونک دی ہے۔“

”باروت زاپل کی قوت؟“ زاہر نے حیرت سے کہا۔

”ہاں، کچھ تو افرادی قوت اور کچھ اس کی دولت۔“ میں نے کہا۔ ”ظاہر ہے کہ باروت زاپل نے ہمارے ہاتھوں بدترین ہزیمت اُٹھائی ہے۔ اب وہ ہر قیمت پر ہم سے انتقام لینے کے درپے ہے۔ دوسری طرف اولیو باورڈ میرے ہاتھوں کئی بار شکست کھا چکا ہے۔ یہ دونوں دشمن مل کر ہمارا قیمہ کر دیں گے۔“

”اوہ! وہ دیکھیے جناب۔“ زاہر نے نشیب کی طرف اشارہ کیا جہاں نیچے والی پارٹی کے لوگ ایک قطار میں پہاڑ کے دامن میں نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

”اگر وہ سیدھے اوپر آئے تو ٹھیک اسی مقام پر پہنچیں گے جہاں ہم موجود ہیں لیکن وہ سیدھے نہیں آئیں گے، دائیں یا بائیں جانب جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی سمت کا رُخ کریں گے؟“

زاہر میری بات سن کر خاموش ہی رہا۔ کچھ دیر بعد دیگر نئے افراد نمودار ہوئے اور جب اُن کا کمانڈر مطمئن ہو گیا تو اس نے ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کیا اور تمام افراد رُک گئے۔

”اس پارٹی میں تو اور لوگ بھی تھے۔“ زاہر نے حیرت سے کہا۔ ”وہ کہاں گئے؟“

”اُن سب کو ہماری نظروں میں آ جانا چاہیے تاکہ ہم اُن کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں۔“ میں نے کہا اور میرا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی مزید افراد نمودار ہو گئے۔ یہ بھی ایک قطار میں سامنے آ رہے تھے اور پہلے والے دستے کے پیچھے تھے۔ اس دستے میں بھی بیس افراد تھے اور اُن کا کمانڈر الگ تھا۔

”ہمیں بڑے منظم طریقے سے تلاش کیا جا رہا ہے جناب! آپ دیکھ رہے ہیں؟“

”ہوں۔“ میں نے تشویش سے کہا۔ میری نظریں اُن لوگوں پر جمی ہوئی تھیں جو ہماری تلاش شروع کرنے کے لیے اشارے کے منتظر تھے۔ پھر غالباً انھیں اشارہ مل گیا اور ہم نے اُن کا رُخ تبدیل ہوتے دیکھا۔ تمام افراد کا رُخ ہمارے دائیں جانب ہو گیا تھا۔

”خدایا تیرا شکر ہے۔“ اُن کا تبدیل شدہ رُخ دیکھ کر زاہر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

وہ لوگ آگے بڑھنے لگے۔ راہ میں آنے والی ہر جھاڑی کو وہ سنگینوں سے ٹھونکتے بجاتے چل رہے تھے۔ اگر کوئی ان میں چھپا ہوا ہوتا تو سنگینوں کی زد میں آنے سے نہیں بچ سکتا تھا۔ نیچے اس طرح ہماری تلاش کی جا رہی تھی اور اوپر پہاڑی کی چوٹی پر موجود ہراول دستہ بھی ہمیں تلاش کرنے والی پارٹی کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہا تھا۔

بیس منٹ کے دوران ہم نے چالیس افراد پر مشتمل پارٹیاں دیکھیں جو اپنے پیش روؤں کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی ہماری تلاش میں بلندی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہراول دستے کو دیکھ کر تو اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مرکزی پارٹی سے بچھڑے ہوئے کچھ افراد ہوں۔

”آخر یہ لوگ کب تک ایک ہی سمت میں ہمیں تلاش کرتے رہیں گے؟“ زاہر نے کہا۔

”وہ بتدریج اوپر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ایک مدت سے مطمئن ہونے کے بعد وہ ضرور پلٹیں گے۔“

”اگر ہم کوشش کریں تو اُن کے پلٹنے سے قبل ہی وادی پار کر جائیں گے۔“

”ہاں۔“ میں نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”وادی کے پار نظر آنے والی پہاڑی ہماری آج کی منزل ہے۔“

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم ناشتا کر کے روانہ ہو گئے۔ ہمارے جسم خراشوں سے پُر تھے، کپڑوں کا حلیہ بگڑ چکا تھا اور ہم دونوں کے شیو بڑھ چکے تھے۔ اس حلیے میں اگر ہم کسی شہر کی سمت نکل جاتے تو ہر دیکھنے والا ہمیں فقیر سمجھتا۔

ناشتا کرنے کے دوران میری نظر زاہر کے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں میں سے ایک بھی سلامت نہیں رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ناخنوں سے خون رِس رِس کر نکل رہا تھا جس پر گرد اور مٹی کی تہیں جم گئی تھیں۔

مجھے زاہر کے ہاتھوں کی حالت دیکھ کر جھرجھری سی آ گئی تھی مگر اس کے ساتھ ہی میری نظر خود اپنے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ میرے ہاتھوں کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ زاہر نے میری نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے اور میرے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ہاتھ دھو لیے جائیں مگر میں نے یہ کہہ کر تجویز مسترد کر دی کہ جمے ہوئے خون کی وجہ سے ہمارے ناخنوں کو تھوڑا بہت تحفظ تو حاصل ہے۔ ہاتھ دھونے کے بعد دوبارہ خون رِسنے لگتا اور ہمیں از سرِ نو تکلیف سے گزرنا پڑتا۔

صبح کے پہلے حصے کے دوران ہمیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہمیں کسی مشکل کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ گزشتہ دنوں کا سفر بڑا پُرمشقت رہا تھا۔ اس لحاظ سے یہ سہل ترین سفر تھا۔ صبح دس بجے کے قریب ہمیں ہنگامی طور پر چھپنا پڑا۔ ہم نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔ چھپنے کے بعد ہم نے دور دور تک کا جائزہ لیا مگر دشمن دور دور تک کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

”کیسی آواز تھی جناب؟“ زاہر نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ کسی جانور کی آواز تھی۔“ میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا مگر جو کچھ میں کہہ رہا تھا خود مجھے بھی اس پر یقین نہیں تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی امکان بھی تو نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ تو ہم اس آواز کی شناخت کر سکے تھے اور نہ ہی ہمیں نزدیک و دور کسی جانور کے گزرنے کے آثار دکھائی دیے تھے۔

دوپہر تک ہم آدھی وادی عبور کر چکے تھے۔ گویا ہم نے پہاڑی کی منزل کی طرف آدھا سفر طے کر لیا تھا اور یہ ایک دلچسپ بات تھی کہ بغیر کسی خطرے سے دوچار ہوئے ہم نے یہ سفر طے کر لیا تھا۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ دفعتاً زاہر ٹھٹک گیا۔ [illegible] زاہر [illegible] ہم رُک

گئے ہو؟“

زاہر کی نظریں پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ ”پہاڑی پر تین افراد حرکت نظر آ رہی ہے جناب!“

میں تیزی سے پہاڑی کی طرف مڑا اور مجھے فوراً ہی پہاڑی کی چوٹی کے نزدیک چھوٹے چھوٹے متحرک دھبے نظر آئے جو فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ چھوٹے چھوٹے دھبوں کی صورت میں نظر آ رہے تھے۔ میں نے بہت تیزی سے حرکت کی اور ایک ٹیلے کی آڑ لے لی۔ زاہر نے بھی میری تقلید کی تھی۔

”ہم پوری طرح گھر گئے ہیں جناب!“ زاہر نے کہا۔

”ہاں۔“ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”ہمیں دونوں اطراف سے گھیر لیا گیا ہے۔“

”اب ہم کیا کریں جناب؟“

”ہم سفر جاری رکھیں گے زاہر! اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی راستہ ہی نہیں۔“

”لیکن ہم کس سمت میں سفر کریں گے؟“ زاہر پریشانی سے بولا۔ ”دونوں طرف سے تو ہمیں گھیرا جا چکا ہے۔“

”ہم سیدھے آگے بڑھیں گے۔ اس لیے کہ عقب سے آنے والی پارٹی کے لوگ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچتے ہی واپس ہو لیں گے۔“

”ٹھیک ہے جناب!“ زاہر نے کہا۔ ”اس ناہموار وادی میں چھپنے کی بہت جگہیں ہیں۔ ہم چھپتے چھپاتے آگے بڑھتے رہیں گے۔“

اگلے گھنٹے کے دوران ہمارا سفر جاری رہا۔ حسبِ سابق میں آگے تھا اور زاہر میرے عقب میں چل رہا تھا۔ ہر گزرنے والے لمحے کے ساتھ ہم پہاڑی سے نزدیک تر ہوتے جا رہے تھے لیکن اب ہم پہلے جیسی تیزی سے آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے۔ ہر لمحہ ہمیں دیکھ لیے جانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ بار بار ہمیں یوں لگتا جیسے ہمیں دیکھ لیا گیا ہے اور ہم کسی جگہ چھپ جاتے مگر یہ غنیمت تھا کہ ہم محفوظ رہے اور کسی کی نظروں میں نہیں آئے لیکن دشمن مستقل ہماری نظروں میں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی ہم کسی کھلی جگہ سے گزرتے تو رینگتے ہوئے گزرتے تھے۔

پھر وہ لوگ پہاڑی سے نیچے اُتر گئے۔ پہاڑی کے دامن میں وہ ایک قطار کی صورت میں کھڑے ہو گئے تھے۔ ہم اُن کی آوازیں نہیں سن سکتے تھے لیکن میرا اندازہ تھا کہ اُن کا کمانڈر انھیں ہدایات دے رہا تھا۔ اس کے ذرا ہی دیر بعد وہ وادی میں پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔ اپنی سنگینوں کی نوک سے وہ ہر جھاڑی کو کھنگال رہے تھے۔

مگر وہ تو صرف ایک ٹولی تھی جو پہاڑی سے نیچے اتری تھی۔ اُن سے کچھ پیچھے ایک اور ٹولی پہاڑی کے دامن تک پہنچنے والی تھی اور اُس کے بھی پیچھے ایک تیسری ٹولی تھی۔ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ... وادی میں پہنچنے کے بعد وہ بھی وہی کرتے جو پہلی ٹولی والے کر رہے تھے۔

"اس قدر باریک بینی سے کی جانے والی تلاش سے ہم بچ کیسے سکیں گے؟" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تشویش کا گہرا عنصر تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر مگر امید پر دنیا قائم ہے۔ ہم کوشش کر دیکھیں گے۔"

"وہ تو کر ہی رہے ہیں۔" زاہر نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔ "تین دن کی کوہ پیمائی کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔"

میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے بائیں جانب دیکھا، دائیں جانب نگاہ دوڑائی اور عقب کا جائزہ لیا۔

"کیا فیصلہ کیا جناب؟" زاہر نے بے صبری سے پوچھا۔ "کس سمت چلنے کا ارادہ ہے؟"

"تمہارا کیا مشورہ ہے زاہر، کہ ہم واپس پلٹ جائیں؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" زاہر نے بڑی شدت سے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ میں اُن لوگوں کی پوزیشن ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو ہمیں ڈھونڈتے ہوئے آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ہم سے اُن کا فاصلہ کوس کے قریب تھا اور ان میں سے دائیں سرے والے لوگ ہم سے زیادہ قریب تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں بائیں جانب بڑھنے والے لوگوں کے سرے کی طرف ہو جانا چاہیے۔"

"کون سے سرے کی طرف زاہر؟" میں نے بے خیالی سے کہا۔

"دائیں سرے کی طرف جناب! اس طرف والے لوگ ہم سے زیادہ نزدیک ہیں۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا زاہر! ہم اُن سے پار نہیں نکل سکیں گے۔ وہ بہت نزدیک ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" زاہر نے جھلا کر کہا۔ "لیکن واپس جانے سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو جائے گا؟"

میں نے اپنی پیشانی پر بہتا ہوا پسینہ پونچھا جو میری آنکھوں میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ لوگ سرگرداں ہوتے ہوئے ٹٹولنے کے ساتھ ہم سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ زاہر پر اضطرابی کیفیت طاری تھی۔

"خدا کے لیے کچھ کیجیے جناب۔" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "دشمن نزدیک سے نزدیک تر آتا جا رہا ہے۔"

زاہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ دشمن کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے بچنے کے امکانات معدوم ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اسی مناسبت سے زاہر کے اعصاب بھی جواب دیتے جا رہے تھے۔ "ایک بات بتاؤ زاہر۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "اگر ہم دائیں جانب سے نہ نکل سکے تو کیا ہوگا؟"

زاہر نے مجھے یوں دیکھا جیسے اُسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو۔ "ہم کہیں چھپ جائیں گے جناب اور دعا کرتے رہیں گے کہ ان کی نظروں میں آنے سے بچ جائیں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں نے بھی یہی سوچا ہے زاہر۔" میں نے مغموم لہجے میں کہا۔ "اب تو بس یہی ایک صورت رہ گئی ہے۔"

میں بہت افسردہ تھا۔ اتنی بے بسی کا تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میرا جی تو چاہتا تھا کہ ان لوگوں سے بھڑ جاؤں لیکن میں اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ ان سے بھڑنے کے بعد ہم دونوں کی زندگی بچنے کے امکانات بالکل ہی ختم ہو جائیں گے اور ہماری زندگیاں اتنی بے وقعت ہرگز نہیں تھیں کہ انہیں یوں ضائع کر دیا جاتا۔ وہ پہاڑی سلسلہ ہمارے پیروں کی زنجیر بن کر رہ گیا تھا۔ وہاں تیزی سے سفر کرنا ممکن نہیں تھا اور دشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ہم دونوں مل کر بھی ان سب کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یک لخت پورے امریکہ کے بدمعاش اولیو یا ورڈ کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف صف آرا ہو گئے ہوں۔

"لیکن ہمیں کسی نہ کسی جانب تو حرکت کرنی چاہیے جناب۔" زاہر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر۔" میں نے کہا اور زمین سے کچھ اور چپک گیا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا آپ نے کیا سوچ رکھا ہے۔" زاہر کے لہجے میں ہذیانی کیفیت تھی۔

"یہ بڑی بے یقینی کا وقت ہے زاہر! میں اپنے بارے میں بھی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا لہٰذا تم خود کو بچانے کے لیے جو چاہو کرو۔"

"کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں؟" زاہر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں زاہر! میرے ساتھ رہو یا جہاں تم جس جگہ کو زیادہ محفوظ سمجھو چلے جاؤ۔ اگر دونوں کی قسمت نے وفا نہ کی تو شاید کسی ایک کی بچ جائے۔ اگر ہم میں سے ایک مشکل میں گرفتار ہو گیا تو دوسرا سرخرو رہے گا۔ ساتھ رہتے ہیں تو دونوں مارے جائیں گے یا بچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب! میں تو چلا۔" زاہر نے کہا اور رینگتا ہوا بائیں جانب بڑھ گیا۔ مجھے معلوم تھا وہ زیادہ دور نہیں جا سکے گا۔ تا وقتیکہ میں زاہر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد وہ جھاڑیوں کے ایک گھنے جھنڈ میں گھس گیا۔

مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب زاہر کو آسانی سے تلاش نہیں کیا جا سکے گا۔ پھر میں نے بھی ایک نزدیکی جھاڑی کا رُخ کیا۔ جس جھاڑی میں، میں گھسا تھا وہ بھی بہت گھنی تھی اور مجھے بہت پناہ دے سکتی تھی۔ میں جھاڑی کے اندر جتنی دور تک ہو سکا رینگ گیا۔

وہ لوگ ہمیں تلاش کرتے ہوئے بہت آہستہ قریب آ گئے تھے۔ میں انہیں دیکھ سکتا تھا۔ کبھی کبھار کسی کے بات کرنے کی آواز آتی تھی اور اس کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ کبھی کبھی بیک وقت کئی نظر آنے لگتے تھے اور کبھی ایک بھی فرد نہیں دکھائی دیتا تھا۔ میں سانس روکے جھاڑی میں دبکا رہا۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی۔ ابھی تک میری طرف کوئی نہیں آیا تھا۔ وقت بہت گراں گزر رہا تھا۔ میں گومگو کی کیفیت میں مبتلا ایک گال ٹھنڈی زمین پر رکھے لیٹا تھا اور میرے کان آواز سننے کے لیے مستعد تھے۔

پھر مجھے قدموں کی دھمک سنائی دینے لگی۔ کئی افراد قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دیکھ چکا تھا کہ وہ جھاڑیوں کے اندر رائفلوں کی سنگینیں مار رہے تھے۔ عجیب نہیں تھا کہ خاصا اندر ہونے کے باوجود کوئی سنگین مجھ تک پہنچ جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت برا ہوتا لیکن میرے پاس بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں اسی امکان پر انحصار کرنے پر مجبور تھا کہ میں کسی سنگین کی زد میں آنے سے محفوظ رہوں گا۔

آوازیں بلند ہو گئی تھیں اور اب میرے آس پاس جھاڑیوں پر بھاری بوٹوں کی دھمک گونج رہی تھی۔ وہ لوگ گزر رہے تھے۔ اُن کا انداز جس قدر جارحانہ تھا اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب وہ جھاڑیوں کے اوپر چڑھ گئے۔ ایک سنگین میرے چہرے سے محض چند انچ کے فاصلے پر زمین میں دھنس گئی تھی۔

میں سانس روکے پڑا رہا۔ میری زندگی کا انحصار اب محض اتفاق پر رہ گیا تھا۔ لیکن نہیں... ہم نے شدید جدوجہد کی تھی اور ہمارے ارادے نیک تھے اس لیے اگر میں اور زاہر بچ جاتے تو یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہم اتفاق سے بچ گئے ہیں۔ یہ کہنا زیادہ درست ہوتا کہ خدا کی مدد ہمارے شامل حال تھی۔

اور خدا کی مدد شامل حال رہی۔ ہمیں تلاش کرنے والی پہلی ٹولی گزر چکی تھی اور میں اور زاہر دونوں ہی محفوظ رہے تھے۔ جس جگہ زاہر چھپا تھا وہ جگہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اگر ان لوگوں کو زاہر مل گیا ہوتا تو بہت غل غپاڑہ مچتا۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی علم ہو جاتا کہ دوسرا بھی کہیں نزدیک ہی ہوگا اور پھر وہ وہاں سے ہرگز نہ ٹلتے۔

تو زاہر محفوظ تھا اور میں بھی... لیکن میں شدید احساس بے بسی میں مبتلا تھا۔ اولیو یا ورڈ نے ہمیں بہت بے تکے طریقے سے گھیر رکھا تھا۔ اس بار اس کی قسمت زوروں پر تھی اور ہم اس ویرانے میں آ پھنسے تھے جہاں میلوں آدمی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ نہ ہم ایسے ویرانے میں پھنستے اور نہ اُسے ہمارے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کرنے کا موقع ملتا۔

یہ سب کچھ تو تھا لیکن ہماری یہ کامیابی اپنی جگہ تھی کہ تین دن گزرنے کے باوجود اس کے آدمی ابھی تک ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے۔ ہماری تلاش میں ہیلی کاپٹر تک استعمال کیا گیا تھا اور کیا جا رہا تھا۔ پیدل افراد کی ایک پوری فوج ہماری تلاش میں سرگرداں تھی لیکن اُن کے حصے میں پے در پے ناکامیوں کے سوا اور کچھ نہیں آ رہا تھا اور ادھر ہم دو افراد تھے جو بے سروسامانی کے عالم میں بھی اتنے بہت سے لوگوں کو شکست سے دوچار کیے جا رہے تھے۔

میں سوچ رہا تھا۔ سوچنے کے علاوہ اور کام ہی کیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جھاڑی سے باہر نکلنے کے بعد آزادی کی ضمانت ختم ہو جائے گی لہٰذا میں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوئی کوشش نہیں کی... لیکن اپنی تمام تر کامیابیوں کے باوجود موجودہ صورت حال میرے لیے بہت تشویش ناک تھی۔ اس پہاڑی سلسلے سے باہر نکلنا بہت ضروری تھا۔ وقت بہت قیمتی تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بڈا اور تہذیب پر میرے اور زاہر کے یوں اچانک غائب ہو جانے سے کیا گزری ہوگی۔ ہر چند کہ تہذیب سا نگر ایلس اور بڈا دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ایک پوری تنظیم کے برابر تھے لیکن جذباتی وابستگی بعض اوقات بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے اور یہ جذباتی وابستگی ہم تینوں کے درمیان قدر مشترک تھی۔

میرے خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب مجھے دوسری

ٹولی نظر آئی نظر کیا آتی دکھائی دی۔ پہلی ٹولی کی طرح ان لوگوں کی تلاش کا بھی خصوصی مرکز جھاڑیاں ہی تھیں۔ میں دل ہی دل میں ان گھنی جھاڑیوں کو دعائیں دینے لگا جنھوں نے ہمارے لیے اپنی آغوش وا کر کے ہمیں اتنے بہت سے دشمنوں سے چھپا لیا تھا۔

پہلی ٹولی کی طرح دوسری ٹولی بھی ناکام و نامراد گزر گئی۔ لیکن ابھی تیسری ٹولی باقی تھی اس لیے ابھی باہر نکلنا مناسب نہیں تھا۔

تیسری پارٹی کے افراد نے ہمیں زیادہ دیدہ ریزی سے تلاش نہیں کیا۔ اس کی وجہ شاید ان کا یہ یقین ہوگا کہ ہم وہاں نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو اب تک ہمیں تلاش کیا جا چکا ہوتا۔ ان کا خیال بالکل غلط تھا لیکن مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ ان کا یہ خیال تو میرے اور زاہر کے حق میں فائدہ مند تھا۔

جھاڑی سے باہر نکلنے سے قبل میں نے کچھ دیر انتظار کر لینا مناسب سمجھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب دشمن کا کوئی فرد نزدیک نہیں ہے تو میں بڑی احتیاط سے رینگتا ہوا جھاڑی سے باہر نکل آیا۔ باہر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا مگر احتیاط کے پیش نظر میں نے کھڑے ہو کر چلنے سے گریز کیا اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا ان جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا جدھر میں نے زاہر کو جاتے دیکھا تھا۔ زاہر نے یقیناً مجھے دیکھ لیا ہوگا اس لیے وہ فوراً ہی جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔

"اُف میرے خدا!" زاہر نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ہم ان بدبختوں کی نظروں میں آنے سے بچ گئے ہیں۔"

میں نے غور سے زاہر کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ "تم بہت حواس باختہ نظر آ رہے ہو زاہر!" میں نے کہا۔

"یہ... یہ دیکھیے جناب!" زاہر نے پانی کے کین کی طرف اشارہ کیا۔ "پہلی ٹولی گزرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے ذرا کھسک گیا تھا ورنہ وہ سنگین اس کین کے بجائے میرے جسم سے ٹکرائی ہوتی۔"

میں نے کین کو دیکھا جس پر چھید ہو گیا تھا۔ ایک مقام سے وہ چپٹا ادھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ "اوہ! یعنی تم بال بال بچ گئے ہو؟"

"جی ہاں جناب!" زاہر نے جھرجھری لے کر کہا۔ "ایک بدبخت کی سنگین اس کین پر پڑی تھی۔ میرا تو خون خشک ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً یہی سمجھا ہوگا کہ سنگین جھاڑی کی کسی شاخ سے ٹکرائی ہے۔"

"جب خدا کی مدد شامل حال ہو تو ایسے ہی محیر العقول واقعات پیش آتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب کسی محفوظ مقام کی طرف چلتے ہیں۔"

"آپ کو واپس آتے دیکھ کر میری جان میں جان آئی جناب!" زاہر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں خدانخواستہ..."

میں ہنس پڑا۔ "جب تک ہماری زندگی ہے کوئی ہمیں مار نہیں سکتا اور جب تک قسمت میں آزادی لکھی ہے کوئی ہمیں قید نہیں کر سکتا۔"

ہم ایک ٹیلے کی طرف بڑھ رہے تھے اس لیے ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ رینگتے ہوئے آگے بڑھیں۔ ہم پلٹ پلٹ کر پیچھے بھی دیکھتے جا رہے تھے۔ ہمیں وہ لوگ نظر بھی آ رہے تھے جو تلاش میں تھے لیکن اب ہماری طرف ان کی پشت تھی اور ہمارا فاصلہ دم بدم بڑھتا جا رہا تھا۔ اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

"عقب سے ہماری تلاش میں آنے والی پارٹی ابھی تک پہاڑی کی چوٹی پر نہیں پہنچی ہے جناب!" زاہر بولا۔

"اچھا ہی ہے انھیں تاخیر ہو گئی۔" میں نے پلٹ کر زاہر کی طرف مڑ کر کہا۔ "اس قدر تاخیر کافی ہے۔"

"کیا مطلب؟" زاہر میرے جملے پر چونک پڑا۔

"عقب سے آنے والی پارٹی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ چکی ہے۔ وہ ابھی چوٹی پر پہنچے ہیں۔"

زاہر نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا اور اس بار اسے وہ لوگ نظر آ گئے۔ "اب ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"پرواہ مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم انھیں دھوکا دے کر نکل آئے ہیں۔ اب وہ چکرا کر رہ جائیں گے۔"

ٹیلے کے عقب میں ایک گھاٹی نظر آئی جو خود رو جھاڑیوں سے بھری ہوئی تھی اور پہاڑی تک چلی گئی تھی۔ زاہر اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"اس گھاٹی میں ہم بالکل محفوظ رہیں گے جناب! کاش ہم پہلے اس طرف نکل آئے ہوتے!"

"ہاں، اب یہ گھاٹی ہمیں تحفظ فراہم کرے گی۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہوا؟" زاہر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "پہلے یہ گھاٹی ہمیں تحفظ فراہم نہ کرتی؟"

"چھپنے کے لیے یہ بہترین جگہ ہے اور ان لوگوں کی توجہ کا سب سے زیادہ مرکز یہی گھاٹی رہی ہوگی۔ اگر ہم یہاں چھپے ہوتے تو یقیناً پکڑے جاتے۔"

"خدا جو بھی کرتا ہے اس میں اس کے بندوں کی بہتری ہے۔" زاہر نے طویل سانس لے کر کہا۔

گھاٹی میں اترنے کے بعد ہم نے بے خطر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اب ہمیں عقب سے بھی دیکھ لیے جانے کا خطرہ نہیں رہا تھا۔ دفعتاً زاہر نے کہا۔ "کچھ دیر آرام کر لیں جناب؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے رکتے ہوئے کہا۔ "خطرہ اب بہت دور ہو گیا ہے۔"

"شکریہ جناب!" زاہر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جسمانی تھکن سے زیادہ میں اعصابی شکستگی کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"آرام بھی کر لو زاہر اور غیر متوقع طور پر بچ جانے کی خوشی میں تھوڑی سی عیاشی بھی کر لیں گے۔ کین ادھر لاؤ۔"

زاہر کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ "ہم پانی پئیں گے جناب؟" اس نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں زاہر! مجھے یقین ہے کہ اس پہاڑی کو پار کرنے کے بعد بہت جلد کسی ڈھنگ کی جگہ پہنچ جائیں گے لہٰذا اب ہم پانی کی فضول خرچی برداشت کر سکتے ہیں۔"

ہم نے پانی کی فضول خرچی ضرور کی مگر زیادہ نہیں کی۔ یہ بات ہم دونوں کے ہی ذہنوں میں تھی کہ برا وقت آتے دیر نہیں لگتی۔

پانی پی کر زاہر کی جان میں جان آئی اور اس کے چہرے پر تازگی ابھر آئی۔ اب وہ کافی دیر آسانی سے چل سکتا تھا۔

"وہ لوگ پہاڑ سے اترنے کے بعد کیا کریں گے جناب؟" کچھ دیر بعد زاہر نے پوچھا۔

"ہمیں تلاش کرتے ہوئے پہاڑی کی طرف بڑھیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"تلاش کرتے ہوئے کیوں؟" زاہر نے اعتراض کیا۔ "وادی تو پہلے ہی تلاش کی جا چکی ہے۔"

"میرا کہنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہماری تلاش میں پہاڑی کی طرف بڑھیں گے۔"

"تب تو ہمیں خاصی تیزی سے سفر کرنا پڑے گا۔" زاہر نے کہا۔ "کیونکہ پہاڑ سے اترنے کے بعد ان لوگوں کی رفتار بھی کافی تیز ہو گی۔"

"ہم تیزی سے ہی سفر کریں گے زاہر! اگر تمھاری تھکن اتر چکی ہو تو۔"

زاہر فوراً ہی چلنے کے لیے تیار ہو گیا اور ہمارا سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ گھاٹی پہاڑی تک چلی گئی ہے لیکن جب ہم گھاٹی کے اختتام تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہاڑی تک پہنچنے کے لیے ہمیں باہر نکل کر خاصا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" زاہر نے مایوسی سے کہا۔ "کھلے میں باہر جانا پڑے گا اور باہر یقیناً خطرہ ہوگا۔"

"اندھیرا پھیلنے میں دیر ہی کتنی رہ گئی ہے زاہر! ہم آرام کریں گے اور رات کے اندھیرے میں آگے بڑھیں گے۔"

ہم دونوں نے ناشتے کا بچا ہوا کھانا کھایا، پانی پیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی سو گئے اس لیے کہ بظاہر کوئی خطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میری آنکھ کھلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وقت کا اندازہ کرنا مشکل تھا لہٰذا میں نے فوراً ہی زاہر کو بیدار کیا اور ہم اندھیری رات میں گھاٹی سے نکل کر پہاڑی کی طرف چل پڑے۔

گزشتہ چڑھائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنا ہمارے لیے بہت آسان ثابت ہوا۔ دو گھنٹے سے بھی کم عرصے میں ہم پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس دوران ہم نے دشمن کی اپنے نزدیک موجودگی کے کوئی آثار نہیں محسوس کیے تھے لیکن اس کے باوجود ہمیں علم تھا کہ دشمن کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہے۔

"رات گزارنے کے لیے یہ جگہ خاصی محفوظ اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔" زاہر نے کہا۔

"ضرور ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن ہم مزید سفر کریں گے۔ ہر ممکن تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم زیادہ سے زیادہ سفر کرنے کی کوشش کریں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اب ہم پہاڑی سلسلے سے نکل آئے ہیں۔ اگر اس موقع پر ہمت ہار گئے تو ساری محنت رائیگاں بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں ہمت نہیں ہارا جناب!" زاہر نے جھینپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور ہم پھر چل پڑے۔

جلد ہی میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ محسوس ہوا پہاڑی سلسلہ ختم ہو گیا تھا یا اختتام پر تھا۔ اگر ہم کل کا دن بھی شامل کر لیتے تو ہمارے سفر کی کل مدت پانچ روز ہوتی جبکہ میرا اندازہ تھا کہ ہمیں اس پہاڑی سلسلے سے نکلنے میں شاید سات روز لگ جائیں گے۔ گویا ہم نے اپنے اندازے سے دو دن کم میں ہی مطلوبہ سفر طے کر لیا تھا چنانچہ میں بہت خوش تھا۔

خوش تو زاہر بھی بہت تھا جس کا اندازہ اس کی رفتار سے ہو رہا تھا۔ وہ بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دے رہا تھا اور اس نے ایک لمحے کے لیے بھی مجھے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کی وجہ سے میری رفتار پر کسی قسم کا اثر پڑ رہا ہے۔ زاہر کی اسی رفتار کی وجہ سے ہم نے کم وقت میں خاصا سفر کر لیا۔

پھر میں نے زمین کی نوعیت تبدیل ہوتی محسوس کی۔ یہ چیز زاہر نے بھی محسوس کر لی۔ اس کی رفتار سست ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے پلٹ کر زاہر سے پوچھا۔ "تم سست کیوں پڑ گئے ہو؟"

"آپ نے محسوس نہیں کیا جناب! زمین کی نوعیت تبدیل ہو

گئی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم پانی کے نزدیک پہنچ گئے ہوں۔"

"میں نے محسوس کیا ہے زاہد! بلاشبہ زمین کی نوعیت تبدیل ہو گئی ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"میرا خیال ہے ایسے میں سفر جاری رکھنا مناسب نہیں ہو گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم دن کی روشنی میں علاقے کا جائزہ لینے کے بعد آگے بڑھیں؟"

"میرا ارادہ یہی ہے زاہد!" میں نے ہنس کر کہا لیکن شب بسر کرنے کے لیے بھی ہمیں کسی مناسب جگہ کی ضرورت ہو گی۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔"

ہمیں تھوڑی ہی دیر میں ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں سویا جا سکتا تھا۔ ہم نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ میری چھٹی حس خبردار کر رہی تھی کہ آنے والا دن ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہونے والا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اب ہمیں کس قسم کے علاقے سے گزرنا پڑے گا۔ میری خواہش تھی کہ سب سے پہلے دونوں ہاتھ آزاد ہوں مگر یہ خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ سوٹ کیس ساتھ رکھنا بہر حال ضروری تھا۔ میں نے زاہد کی طرف دیکھا جو بے خبر سو رہا تھا۔ شاید میرے بھروسے پر... یا پھر تھکن کی وجہ سے۔ بات کچھ بھی ہو، آج کی نیند کل پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے بھی لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

پانچویں روز طلوع ہونے والے سورج نے مجھے بیدار پایا۔ میں بے صبری سے فضا پر چھائی ہوئی دھند ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ رات والا احساس کہ یہ علاقہ ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہو گا اس وقت مزید شدت اختیار کر گیا تھا اور میں اس علاقے کا جائزہ لینے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن دھند ختم ہوئے بغیر جائزہ لینا بھی ممکن نہیں تھا۔

میں نے اضطرابی کیفیت میں زاہد کو جھنجھوڑ ڈالا۔ "اٹھو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"اچھا۔" زاہد بڑبڑایا اور دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ میں نے دوبارہ اسے جھنجھوڑا۔ "اٹھو زاہد! ہمیں سفر شروع کرنا ہے۔"

"کیا ہمیں دیکھ لیا گیا ہے جناب؟" اس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن مجھے کوئی گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔"

زاہد بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی نیند ہرن ہو گئی تھی۔ "کیا ہو گیا جناب؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہوا کچھ بھی نہیں۔ بس مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم گھر گئے ہوں اس لیے ہم فوراً روانہ ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔" زاہد نے سکون کا سانس لیا۔ "کچھ کھانے پینے کا بھی ہے یا ...؟"

"ابھی نہیں، بعد میں دیکھا جائے گا لیکن ہم ذرا دیر انتظار کریں گے تاکہ دھند ختم ہو جائے اور ہم آگے بڑھنے کے لیے سمت کا تعین کر سکیں۔"

کچھ ہی دیر بعد دھند ختم ہو گئی اور میرا اندازہ غلط ثابت ہوا کہ ہم پہاڑی سلسلے کو عبور کر چکے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف اب بھی پہاڑ تھے جنھیں دیکھ کر گھوڑے کی نعل کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا لیکن دریا کی موجودگی پر حیرت تھی۔ گھوڑے کی نعل کے درمیان ایک وادی کے آثار تھے جو ہمیں پوری طرح نہیں دکھائی دے رہی تھی تاہم یہ تو نظر آ رہا تھا کہ وہاں کی زمینیں زیرِ کاشت ہیں۔ دریا بھی دکھائی دے رہا تھا۔ دشمن ہمارے تعاقب میں تھا اور ہم اس کے جال میں پھنس سکتے تھے۔ ہمارے دائیں جانب اونچی جھاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا جو ڈھلان پر سے ہوتا ہوا وادی میں اتر گیا تھا۔

میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "جلدی کرو زاہد۔" میں نے کہا۔ "ہم گھیرے جا رہے ہیں۔"

ہم اس مسطح زمین پر دوڑ پڑے جس کا رخ درختوں کے جھنڈ کی طرف تھا۔ درختوں کے اس جھنڈ کے علاوہ ہمارے لیے کوئی اور جائے پناہ نہیں تھی۔ دوڑتے وقت بھی ہم خطرے میں تھے اور ہمیں دور سے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہماری بچت اسی میں تھی کہ جلد از جلد اس جھنڈ تک پہنچ جاتے۔

ابھی ہم درختوں کے جھنڈ سے چند گز کے فاصلے پر تھے کہ بغیر کسی وارننگ کے ہیلی کاپٹر نمودار ہو گیا۔ ہم درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوئے اور گر پڑے۔ ہماری سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔ چار روز کے پہاڑی سفر نے ہمیں تھکا دیا تھا اور وزن سمیت دوڑنا ہمارے لیے ایک ناممکن کام تھا جسے ہم نے ممکن بنا دیا تھا۔

ہیلی کاپٹر منحوس آواز نکالتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ اس کی وہاں آمد میرے لیے بڑی ناقابلِ یقین سی بات تھی۔ اسے اتفاق پر محمول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات ساتھی جا سکتی تھی کہ گزشتہ روز ہمیں وادی میں دیکھ لیا گیا ہو۔ ایسا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اولیو ہارڈ کے آدمی ہماری نقل و حرکت سے واقف رہے تھے۔ یہ بات مان لی جاتی تو سوال پیدا ہوتا تھا کہ انھوں نے ہمیں پکڑ کیوں نہیں لیا۔

پہلے ساتھ چھوڑنے والا کھیل کھیل رہا ہے؟

میں سوچتا رہا مگر کسی یقینی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ ہیلی کاپٹر والا ایک ایسا معمہ تھا جسے حل کرنا آسان نہیں تھا۔ میں بیٹھا اور درختوں کے درمیان سے ہیلی کاپٹر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ مردود یہاں کیا کرنے آیا ہے۔" زاہد نے انتہائی جلے بھنے انداز میں کہا۔

"سامنے والی پہاڑی کی ڈھلانوں پر ہمیں تلاش کر رہا ہے۔"

"کیا اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟"

"معلوم نہیں۔"

"تو پھر اسے اندازہ کیسے ہوا کہ ہم کس مقام پر ہوں گے؟" زاہد نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ بہت ماہر پائلٹ ہے زاہد!" میں نے کہا۔ "اور اسے یہ بھی بتا دیا گیا ہو گا کہ اس کا واسطہ کن لوگوں سے پڑا ہے۔ کل ہم اسے نہیں مل سکے تو اس نے فرض کر لیا کہ ہم وادی سے باہر نکل آئے ہوں گے۔"

"بڑی تشویشناک صورتِ حال ہے جناب! اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہو گا؟"

"ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہمیں نہیں دیکھا گیا ہے۔" میں نے کہا اور اٹیچی کیس کھولنے لگا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہد نے کہا۔ "یہ کچھ کھانے پینے کا موقع تو نہیں ہے۔"

"کھانا ہماری ضرورت ہے زاہد! ہو سکتا ہے بعد میں ہمیں زیادہ خراب حالات کا سامنا کرنا پڑے اس لیے جو تھوڑا بہت کھا سکو ابھی کھا لو۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے بچی ہوئی سبزی کا ایک ٹن سوٹ کیس سے نکالا اور چاقو کی مدد سے اسے کھول ڈالا۔ میں نے اور زاہد نے ٹن ختم کرنے کے بعد پانی پیا۔ یہ کھانا اگرچہ ناکافی تھا لیکن ان حالات میں ہمارے لیے بہت غنیمت تھا۔ اگر ہمارے پاس تھوڑی بہت چیزیں نہ ہوتیں تو نہ جانے ہمارا کیا حشر ہوتا!

ہیلی کاپٹر کی آواز اب بھی آ رہی تھی مگر وہ ہم سے بہت دور تھا۔ غالباً وہ ہمیں تلاش کر رہا تھا اور ہم درختوں کے جھنڈ میں محفوظ تھے۔ سارے کے سارے درخت تناور اور گھنے تھے۔ ان کے سائے میں ہم نہ صرف محفوظ تھے بلکہ ہمیں دشمن کی نگاہ سے مستقل محفوظ بھی رکھ سکتا تھا۔ ہمیں ہیلی کاپٹر کی طرف سے اب کوئی خوف نہیں رہ گیا تھا البتہ عقب کی طرف سے میں فکرمند تھا۔

اولیو ہارڈ کے پیدل دستے کے لوگ اگر وہاں پہنچ جاتے تو ہمارا بچنا محال ہو جاتا۔ لیکن ابھی وہ بھی دور تھے۔

"اب ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی ہے جہاں سے ہم پوری وادی کا جائزہ لے سکیں۔" کھانے کے بعد میں نے زاہد سے کہا اور ہم پھر چل پڑے۔

آدھا گھنٹا رینگنے کے بعد ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں آگے ڈھلان تھی۔ اس ڈھلان پر بھی درخت اور سبزہ اگا ہوا تھا لیکن اس کے درمیان سے ہم پوری وادی کا نظارہ کر سکتے تھے۔ جھاڑیاں یہاں بھی کافی گھنی تھیں اس لیے ہمیں وادی کا جائزہ لینے کے لیے کھڑا ہونا پڑا۔ ہمیں وہ وادی عبور کرنا تھی اور اس کام کے لیے پہلے سے راستے کا تعین کیا جانا ضروری تھا۔

ہمارے اور وادی کے درمیان ایک میل کے لگ بھگ فاصلہ تھا۔ وادی بے حد سرسبز تھی اور اس سرسبزی کی وجہ وہ دریا تھا جو وادی میں دائیں سے بائیں بہہ رہا تھا۔ اس دریا کی وجہ سے وادی میں کھیت نظر آ رہے تھے۔ جھونپڑیاں بھی تھیں جو دوسری جانب نظر آنے والے پہاڑ تک چلی گئی تھیں۔ اپنا سفر جاری رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ہم وادی کو عبور کرتے۔

"وادی عبور کرنے کے لیے ہمیں دریا کو لازماً عبور کرنا ہو گا۔" زاہد نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم دونوں ہی تیرنا جانتے ہیں۔ دریا عبور کرنا ہمارے لیے مسئلہ نہیں ہو گا۔"

"اگر دریا عبور کرتے ہوئے ہمیں دیکھ لیا گیا تو پھر بچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہو گا۔"

"تم نے غور نہیں کیا زاہد! پہاڑوں سے پھوٹنے والے کئی چشمے مل کر یہ دریا بنا ہے۔ اگر تم توجہ سے وادی کا جائزہ لو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ یہاں ایسے مقامات بھی ہیں کہ ہم کھیتوں سے گزر کر ہی وادی کو عبور کر سکتے ہیں۔"

زاہد نے میرے کہنے کے مطابق وادی پر نگاہ دوڑائی اور بولا۔ "لیکن اس صورت میں ہمیں جس مقام سے گزرنا ہو گا وہاں پر جو کھیت ہیں ان میں موجود فصل کی اونچائی بہت زیادہ ہے۔ کم از کم آٹھ فٹ تو ضرور ہو گی۔"

"ہاں ہے۔" میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ہمیں کچھ اندازہ نہیں ہے کہ یہ کس چیز کی فصل ہے جبکہ ہمیں اس بات کا علم ہونا ضروری ہے۔"

"وجہ؟" میں نے زاہد کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھیتوں سے گزرنے کے دوران ہمیں خطرات کا سامنا بھی

کرنا ہوگا۔" زاہر نے کہا۔" اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فصل کس چیز کی ہے تو ہم اندازہ کر سکیں گے کہ وہاں ہمیں کون سے جانوروں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ہم اس کے لیے پہلے سے تیار ہوں گے اور پہلے سے تیار ہونے کی وجہ سے بہتر طور پر خطرے کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

"مثلاً اگر ہمیں علم ہو جائے کہ یہ گنوں کے کھیت ہیں تو ہم ہاتھیوں کے غول کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔"

"جی ہاں بالکل۔" زاہر نے بُرا مانے بغیر کہا۔" اگر یہ واقعی گنے کے کھیت ہیں تو یہاں ہاتھی بھی ہوں گے۔"

"میرے بھائی! ہاتھیوں کے غول کی فکر کرنے کے بجائے بھیڑیوں کے اس جھنڈ سے بچنے کی تدبیر سوچو جو مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے ہمارے ساتھ ہمارے عقب میں ہم سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"وہی تو کر رہے ہیں۔" زاہر بڑی بے ساختگی سے بولا۔" محفوظ طریقے سے آگے بڑھ کر ہی ہم ان سے بچ سکیں گے۔"

"دشمن ہمارے عقب میں ہے۔ اور ایلی کاپٹر ہے۔ اور سامنے جو وادی نظر آ رہی ہے وہاں بھی ہمارے دشمنوں نے جگہ جگہ بنا رکھی ہوگی۔ اگر ہم یہاں بیٹھے سوچ و بچار کرتے رہے تو لازماً مارے جائیں گے۔ ہماری بچت کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف اور صرف آگے بڑھنے میں ہے۔ رہا خطرات کا سوال تو وہ ہر طرف موجود ہیں۔ کوئی ناگہانی خطرہ تو ہمیں کہیں بھی درپیش آ سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کی جا سکتی لہٰذا مزید غور و فکر کرنے کے بجائے آگے بڑھو۔ ہماری بقا کا یہی ایک راستہ ہے۔"

"طاقت اور افرادی قوت دونوں اعتبار سے دشمن ہم سے بہت برتر ہے۔ ایک بار انہیں دیکھ لیا گیا تو پھر ہم نہیں بچ سکیں گے۔ اُن کو تو ہیلی کاپٹر کی مدد بھی حاصل ہے۔ ہمارے پاس کیا رکھا ہے؟"

"یہ قسمت کے کھیل ہیں زاہر! قدرت ساتھ دے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ گزشتہ چار روز کے دوران انہیں جُل دیتے ہوئے اتنا طویل سفر طے کر لینا بجائے خود ایک حیران کن بات ہے۔ ممکن ہے ہم اس وادی سے بھی صاف گزر جائیں۔"

"یہ بڑی ناممکن سی بات ہے جناب کہ ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وادی سے گزر سکیں۔"

"یہ مت بھولو کہ اس وادی کے تمام باشندوں کا تعلق اولیو باورڈ سے نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر کسی نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو ممکن ہے وہ اولیو باورڈ کا آدمی نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"مقامی باشندے تو شاید ہمیں اہمیت نہ دیں لیکن اگر ہم اولیو باورڈ کے کسی آدمی کی نظر میں آ گئے تو۔۔۔!"

"اگر ایسا وقت آ ہی گیا تو ہم آخری گولی تک مقابلہ کریں گے۔" میں نے تحمل آمیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر مطمئن انداز میں بولا۔" میں سب زیادہ اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں ہم زندہ ان کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مطمئن ہو گئے۔ اب یہ سمجھ لو کہ وادی میں داخل ہونے کے بعد ہمیں رُکے بغیر سفر کرنا ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ کسی کی نظروں میں نہ آئیں لیکن اگر آ جائیں تو بھی ہم آ گئے تب بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ رُکے بغیر آگے بڑھتے رہیں گے۔ یوں جیسے ہم نے اُسے دیکھا ہی نہ ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے جناب! اس طرح ہم خاصے محفوظ رہیں گے۔ ممکن ہے دیکھنے والا ہمیں کوئی سیاح سمجھے۔"

زاہر کی اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ "اس حلیے میں؟" میں نے اپنے اور اس کے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ ہمارے کپڑے تار تار ہو رہے تھے۔ جسم پر جگہ جگہ خراشیں تھیں اور شیو بڑھ کر چہار جھنکاڑ کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

میرا تبصرہ سن کر زاہر جھینپ گیا۔" خیر ہمیں اس سے کیا کہ کوئی ہمارے بارے میں کیا سوچے گا۔"

"آؤ، اب نکل لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم ایک مناسب راستہ منتخب کر کے وادی کی طرف اُترنے لگے۔ جیسے جیسے ہم نیچے اُتر رہے تھے ہمارا حیطۂ نظر کم ہوتا جا رہا تھا۔ چند ہی درخت اور وادی کے کھیت ہمارے دور تک دیکھنے میں مزاحم ہو رہے تھے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ امکان کہ اب ہمیں تلاش کر لیے جانے کے امکانات کم ہو گئے تھے۔ راستے میں ہمیں چند لوگ نظر آئے مگر اُن میں سے کسی نے بھی ہم پر خصوصی توجہ نہیں دی تھی۔ یہ بات میرے لیے حیرت کی تھی مگر میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

کچھ اور آگے بڑھے تو ہمیں چوبی بار دھر نظر آئی۔ اس کے اندر ہماری شامت تھی۔ وہ دراصل شہد کی مکھیوں کا چھتا تھا۔ جیسے ہی زاہر کو اس بات کا اندازہ ہوا وہ رُک گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ تو شہد کی مکھیاں ہیں جناب۔" اُس نے اٹک کر کہا۔" راستہ تبدیل کر دیجیے جناب! ان کے نزدیک گزرنا مناسب نہیں ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو زاہر۔" میں بڑا سا منہ بنا کر بولا۔" کسی نے پہلے ہی خطیر نگار رکھا ہے۔ اب تم بکواس کرو گے؟"

"کیا ضروری ہے کہ ہم ان کے قریب سے ہی گزریں۔۔۔

پیمانہ بڑی اور راستہ بھی تو اختیار کیا جا سکتا ہے۔"

"دیکھا، نے تم سے کہا تھا کہ وادی میں داخل ہونے کے بعد رُکے نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔" میری ہدایت کے باوجود تم خوف اور بزدلی کے مرتکب ہوئے ہو۔"

جیسے بے بسی سے مجھے دیکھا اور چل پڑا لیکن خوفزدہ نظروں سے شہد کی مکھیوں کے چھتوں کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف سے توجہ ہٹائی اور سامنے دیکھنے لگا۔ دائیں جانب ایک کھیت تھا جو تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے تک پھیلا ہوا اور آگے جا کر جھاڑیوں کے ایک سلسلے پر ختم ہو گیا تھا۔ جس کے بعد بھی واسطے پر ایک اور جنگل بھی نظر آ رہا تھا جسے دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کیونکہ یہ محفوظ ہونے کا وقت نہیں تھا۔

"کھیت کے اندر گھس جاؤ زاہر!" میں نے بائیں جانب کے کھیت کی طرف اشارہ کرتے کہا۔" اس طرح تم مکھیوں اور ہم دونوں اوپر سے دیکھ لیے جانے کے خطرے سے دور ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب!" زاہر نے خوش ہو کر کہا اور ہم کھیت کے اندر گھس گئے۔ کھیت کے اختتام تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ میں نے زاہر کو رُکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر بڑی احتیاط سے باہر جھانکنے لگا۔ باہر نکلنے سے قبل یہ جاننا بہت ضروری تھی اور یہ احتیاط کام آ گئی۔ کھیت کے کنارے کے علاوہ تین مسلح افراد پہرہ دیتے نظر آ رہے تھے۔

میں نے فی الفور باہر جھانکتے میں جس قدر احتیاط برتی تھی اتنی ہی احتیاط سے پیچھے کھسک آیا۔ وہ اس جلد بازی کی وجہ سے زاہر کی توجہ میری طرف مبذول کرا گئی تھی۔ میرا انداز دیکھ کر ہی زاہر سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔

"کیا بات ہے جناب!" اس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔" کس قسم کا خطرہ ہے؟"

"وہی جس کا خطرہ تھا۔" میں نے کہا۔" باہر تین مسلح افراد ہماری تاک میں گھوم رہے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا جناب!" زاہر نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"ہمیں راستہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔" اب ہم جنگل میں سفر کریں گے۔"

زاہر کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔" یہ بہت خطرناک ثابت ہوگا جناب!" اُس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔" بہت گنجان جنگل ہے۔ معلوم نہیں اندر کیسی صورت حال سے سابقہ پڑے۔"

زاہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ جنگل واقعی بہت گنجان تھا۔ درختوں کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اس کے اندر گھسنے کے بعد ہم پوری طرح محفوظ ہو جاتے۔" مجبوری ہے زاہر! ہمیں یہی کرنا پڑے گا۔"

زاہر نے بائیں جانب نگاہ دوڑائی۔" کیا ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اس طرف نکل جائیں؟"

"نہیں زاہر!" میں نے سختی سے کہا۔" جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو۔"

میں دائیں جانب سے باہر نکل کر جنگل کی طرف بڑھا۔ جہاں میں باہر نکلنے سے قبل میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ زاہر میرے عقب میں تھا۔

گھنے جنگل کے قریب پہنچ کر پہلے زاہر نے اور پھر میں نے اندر داخل ہونے میں دیر نہیں لگائی۔ اب ہم کسی قدر محفوظ ہو گئے تھے۔

اندر کی دُنیا بہت مختلف تھی۔ ابتدا میں تو اندھیرا کچھ کم تھا مگر آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آگے بڑھنا بجائے خود ایک دشوار مرحلہ تھا۔ قدم قدم پر کانٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سر اُٹھا کر دیکھنے کے باوجود آسمان کا بہت تھوڑا سا حصہ نظر آ رہا تھا۔

ہم زیادہ آگے نہیں جا پاتے تھے کہ ہمیں سرسراہٹ اور باتوں کی آوازیں سنیں۔ زاہر سے رُکنے کا کہہ کر میں بھی رُک گیا۔ جن لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ مقامی کاشتکار بھی ہو سکتے تھے اور اولیو باورڈ کے آدمی بھی۔ آوازیں اُسی جانب سے آ رہی تھیں جہاں سے ہم جنگل کے اندر داخل ہوئے تھے۔

اگر ہم اُن کی گفتگو سننے میں کامیاب ہو جاتے تو شاید ہمیں اندازہ ہو جاتا کہ وہ کون ہیں۔ اسی لیے میں ہمہ تن گوش تھا۔

لیکن قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ عین اُس وقت جبکہ اُن لوگوں کی باتوں کے الفاظ سمجھ میں آنا شروع ہوئے تھے زاہر بُری طرح چیخ پڑا۔ معلوم نہیں اس پر کیا اُفتاد پڑی تھی۔ اس کے اس طرح چیخنے پر میں اُچھل پڑا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے خود کو زمین پر گرا دینا پڑا۔ اس لیے کہ زاہر کی چیخ کے فوراً بعد ایک فائر ہوا تھا۔

ایک فائر تو غالباً اضطراری طور پر کیا گیا تھا اس لیے کہ وہ گولی ہماری طرف نہیں آئی تھی لیکن اس کے بعد طویل برسٹ مارا گیا۔ اس بار سمت کا تعین کرنے کے بعد فائر کیا گیا تھا۔ متعدد گولیاں ہمارے اوپر سے بھی گزریں۔ اور اس کے بعد تو قیامت ہی آ گئی۔ لگاتار فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ سارا میگزین پھونک دینے پر تُل گئے ہیں۔

پھر اچانک ہی فائرنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا اور بہت سے
لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ غصّے کے مارے
میرا بُرا حال تھا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ اُن لوگوں نے
زاہر کی چیخ سننے کے بعد ہی فائرنگ شروع کی تھی۔ اُنھوں
نے سمت تک کا تعین کر لیا تھا اور اب یہاں ہماری موجودگی کا
راز افشا ہو چکا تھا۔

"تم پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی؟" میں نے دانت پیس
کر زاہر سے کہا۔

"وہ... وہ مجھے شہد کی مکھی نے کاٹ لیا تھا۔" زاہر نے
ہکلاتے ہوئے بتایا اور میرا خون کھول کر رہ گیا۔ مجھے یقین تھا
کہ اسے ہرگز کسی شہد کی مکھی نے نہیں کاٹا ہوگا۔ وہاں شہد کی
مکھیاں برائے نام تھیں۔ زاہر چونکہ نفسیاتی طور پر [illegible] سے
خوفزدہ تھا اس لیے اسے یقیناً وہم ہوا ہوگا۔

مجھے اس پر غصّہ تو بہت آ رہا تھا لیکن جو کچھ ہو چکا تھا اُسے
بدلا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم نظروں میں تو آ ہی چکے تھے۔ اب تو
بس یہ سوچنا تھا کہ اس مصیبت سے کیوں کر نپٹیں۔ ہمارا کام کئی
گنا دشوار ہو چکا تھا۔ اگر ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وادی
سے گزر جاتے تو وہ لوگ یقینی طور پر دھوکا کھا جاتے۔ اس بات
کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وادی سے کسی کی نظروں میں
آئے بغیر بھی گزرا جا سکتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ بہت
[illegible]

سوال یہ تھا کہ اب یہاں سے کیسے نکلیں۔ اس بات کی

تشانہ بھی تو ہو چکی تھی کہ ہم جنگل کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو کسی حد تک یہ اندازہ بھی ہو چکا ہوگا کہ ہم جنگل کے کتنے اندر ہیں۔ زاہر کی چیخ کی آواز سے انھوں نے فاصلے کا کسی حد تک تعین تو ضرور ہی کر لیا ہوگا۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہم مسلح ہیں لہٰذا انھوں نے اسی مناسبت سے اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کر رکھا ہوگا۔

ابھی میں اسی کشمکش و پیچ میں پھنسا ہوا تھا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے کہ میرے نتھنوں سے کسی چیز کے جلنے کی بو ٹکرائی۔ میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا مگر وہاں چند فٹ سے آگے کچھ نظر آنا محال تھا۔ میں نے زاہر سے استفسار کیا۔ "تمھیں کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے؟"

"میں بھی یہی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا جناب! کوئی چیز جل رہی ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا جل رہا ہے۔"

زاہر کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی میں نے دھواں محسوس کیا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "ڈاکٹر ظہور زاہر" میں نے ہراساں ہو کر کہا۔ "جس طرح بھی ہو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ ان لوگوں نے جنگل کو آگ لگا دی ہے۔"

زاہر نے اٹھنے اور پھر وہاں سے نکلنے کی کوششیں شروع کرنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ اسے بھی خوب اندازہ تھا کہ یہ آگ کتنی تیزی سے پھیلے گی۔ جنگل کی آگ تو ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم دونوں بہ ممکن تیزی سے آگے بڑھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے مگر یہ آسان کام نہیں تھا۔ ہمارے پیر جھاڑیوں میں الجھ رہے تھے۔ سروں اور چہروں سے درختوں کی شاخیں ٹکرا رہی تھیں اور ہمیں ہر قدم آگے بڑھانے کے لیے اتنی شدید جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی کہ ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم آگے بڑھ ہی نہ پا رہے ہوں۔

میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی اور جس طرح بھی ممکن ہو رہا تھا آگے بڑھنے کا راستہ بنا رہا تھا۔ عقب سے خوفناک آگ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ آگ جو اپنی زد میں آنے والے ہر شخص کو بلا امتیاز جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں نے جان بوجھ کر جنگل کو آگ لگائی تھی یا یہ ان کی چلائی ہوئی گولیوں کا شاخسانہ تھا۔ بات کچھ بھی رہی ہو ہماری تو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔

ہم اسی طرح ٹکراتے، گرتے پڑتے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک اور مصیبت نازل ہو گئی۔ اندھیرے کے باعث میں ایک ایسی شاخ سے ٹکرا گیا تھا جس پر شہد کی مکھیوں کا چھتا لگا ہوا تھا۔ اپنا مسکن برباد کیے جانے پر بپھری ہوئی شہد کی مکھیاں باہر نکل آئیں۔ ان سب کے بھنبھنانے کی آواز مل کر ایک زناٹا سا پیدا کر رہی تھی۔ وہ زناٹا مجھے دنیا کی سب سے زیادہ خوفناک آواز محسوس ہوا۔ لمحے بھر کو تو میں یہ بھی بھول گیا کہ ہم ایک ایسے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں جس میں آگ لگ چکی ہے اور ہمیں اس آگ سے بچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہے۔

خود فراموشی کی یہ کیفیت مجھ پر ایک لمحے سے زیادہ طاری نہ رہ سکی۔ میں فوراً ہی حواس میں واپس آ گیا۔ ان بپھری ہوئی مکھیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں تھی لہٰذا آگے بڑھتے رہنا ہی صحیح قدم تھا۔

کہنے اور سننے کی حد تک تو یہ بات بہت آسان ہے لیکن جس صورت حال کا ہمیں سامنا تھا اس میں اور خاص طور پر اس صورت میں کہ مکھیاں ہم پر حملہ آور بھی ہو گئی تھیں، آگے بڑھنا تقریباً ناممکن ہو کر رہ گیا تھا۔ مکھیاں ہمارے جسموں کے کھلے ہوئے حصوں سے چمٹ گئی تھیں لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس آفت سے بچنے کے لیے بھی آگے بڑھتے رہنا لازمی ہے۔

زاہر کی حالت بہت بری تھی۔ میں تو خیر کسی نہ کسی طرح برداشت کر رہا تھا لیکن اس کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے میرے منہ اور ہاتھوں میں آگ لگا دی ہو۔ ظاہر ہے کہ زاہر پر بھی یہی گزر رہی ہوگی۔ ستم یہ تھا کہ وہ چیخنے کے لیے منہ بھی نہیں کھول سکتا تھا۔ مکھیاں منہ میں گھسنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔

انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کے باوجود میں زیادہ دور نہ جا سکا اور زمین پر گر پڑا۔ زاہر بھی میرے ساتھ ہی گرا تھا اور بری طرح لوٹیں لگا رہا تھا۔ مکھیوں کی صورت میں ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مکھیوں کے ڈنک مارنے سے پیدا ہونے والی جلن کو الفاظ میں بیان کرنا کار بے دارد ہے۔ ہر اس مقام سے جہاں مکھی نے ڈنک مارا تھا، جلن کی ایک لہر اٹھتی تھی اور کرنٹ کی طرح پورے جسم میں دوڑ جاتی تھی۔ گویا بیک وقت ہمیں سیکڑوں بچھوؤں کے خلاف اپنی قوت برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑ رہا تھا اور مکھیاں ہنوز ہمارا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔

پھر وہ آگ جو چند لمحے قبل تک ہمیں اپنی سب سے زیادہ خوفناک دشمن دکھائی دے رہی تھی، ہماری نجات دہندہ ثابت ہوئی۔ ہم پر آگ کی تپش اور دھواں بیک وقت حملہ آور ہوئے تھے۔ اس تپش اور دھوئیں کے باعث مکھیاں ہمیں چھوڑ کر فرار ہو گئیں۔ ہم سے انتقام لینے کے مقابلے میں انھیں اپنی جان بچانے کی زیادہ فکر تھی۔ ہر ذی روح کو ہوتی ہے۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے جسموں میں زہر پھیل رہا ہے۔ شدید تکلیف تو بہرحال تھی ہی لیکن اس وقت اگر ہم اپنی تکلیفوں کی فکر کرتے تو مسلم روسٹ ہو جاتے۔ آگ اپنی تمام تر وحشت و بربریت کے ساتھ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔

"ڈاکٹر ظہور زاہر!" میں نے زاہر کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "بھاگو ورنہ ہم آگ کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔"

زاہر کے حلق سے کراہیں اور سسکیاں نکل رہی تھیں لیکن اسے اتنا ہوش تھا کہ اپنی جان بچانے کی فکر کرتا۔ وہ جیسے تیسے اٹھ کھڑا ہوا اور ہم نے پھر وحشیانہ انداز میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار وقت تھا۔ پھر تیز رفتاری کا مظاہرہ کر کے ہی ہم اپنی جانیں بچا سکتے تھے۔ ہمیں آگ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا تھا ورنہ الو باوڈ کے ان کرائے کے آدمیوں کی بات درست تھی جو شکاری کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ انھوں نے آگ میں سے گزر کر پار ہونے اور ہیلی کاپٹر کو ہماری یہاں موجودگی سے باخبر کر دیا ہو۔ اب وہ ہمارے گرد کوئی جال بن سکتے تھے۔ ایک ایسا جال جس سے نکلنا ہمارے لیے محال ثابت ہوتا۔ انھیں ہمارے گرد گھیرا ڈالنے کے لیے وقت درکار تھا اور ہمیں اس جنگل سے نکلنے کے لیے وقت درکار تھا جو ہمارے لیے پناہ گاہ کے بجائے جہنم کا دہانہ بن کر رہ گیا تھا۔ مقابلہ تو وقت کا تھا۔ جو فریق بھی کم وقت میں زیادہ کام کر لیتا وہی اس معرکے سے سرخرو ہو کر نکل سکتا تھا۔

ہم پر جنون طاری تھا اور ہم ایک وحشت کے عالم میں جھاڑیوں کو روندتے .... ان کے درمیان جگہ بناتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ وہ جنون اور وحشت کا عالم کوئی غیر فطری چیز نہیں تھا۔ جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں تو آدمی بڑے بڑے ناممکن کام کر گزرتا ہے۔ جان جو ہر شخص کی سب سے زیادہ عزیز شے ہوتی ہے۔

ہمارے عقب میں شعلوں کی خوفناک زبانیں لپک رہی تھیں۔ ہمارے کانوں میں لکڑیاں چٹخنے کی روح فرسا آوازیں آ رہی تھیں لیکن وہ آوازیں ہماری حواس باختگی کو ہوا دے کر ہمارے لیے بچت کا سامان فراہم کر رہی تھیں۔ آگے بڑھنے کی تیز رفتاری سے اس عمل کو جاری رکھنے کے لیے جلن وحشت اور دہشت انگیزی بھی جو ان آوازوں کو سن کر سوا ہوتی جا رہی تھی اسی مناسبت سے دم بہ دم ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

یہ اندازہ کرنا دشوار ہے کہ اس دہشت کے عالم میں ہم نے کتنی دیر اپنا سفر جاری رکھا لیکن پھر ایک ایسی آواز آئی جو زندگی کے لیے ہمیں اپنے حواسوں میں واپس لے آئی۔ ہیلی کاپٹر کی گھن گرج کے سامنے ہر آواز ماند پڑ گئی تھی۔

میں نے بوکھلا کر اوپر کی طرف دیکھا۔ مہیب پرندہ عین ہمارے سروں پر تھا۔ پائلٹ ہمیں دیکھ چکا تھا۔ اس کڑے وقت میں وہ اضافی مصیبت ہمارے لیے اعصاب شکن تھی۔ ابھی ہم جنگل کے کنارے تک بھی نہیں پہنچ پائے تھے کہ ہمیں دیکھ لیا گیا۔ اب اگر ہم صحیح سلامت باہر نکل جاتے تب بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ ہیلی کاپٹر ہرگز پیچھا نہ چھوڑتا۔

لیکن نہیں۔۔۔ صحیح سلامت باہر نکلنے میں یہ فائدہ تو بہر حال تھا کہ ہم زندہ جلنے سے بچ جاتے۔ زندہ جل جانے کا تصور بھی لرزہ خیز ہوتا ہے کجا یہ کہ آنکھوں کو اپنی لرزہ خیز موت اپنے سر پر مسلط نظر آ رہی ہو۔ چنانچہ ہم نے ہیلی کاپٹر کو نظر انداز کر دیا۔

اب ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پرواز کر رہا تھا۔ اس کے پنکھوں سے خارج ہونے والی طوفانی ہوا کے باعث شدید قسم کا۔۔۔ زلزلہ سا آ گیا تھا۔ اس زلزلے کے باعث بعض اوقات ہمیں آسانی ہوتی اور بعض اوقات آگے بڑھنا دشوار ہو جاتا۔ آسانی اس صورت میں ہوتی تھی جب ہوا سے کسی درخت کے سرنگوں ہونے کی وجہ سے ہمیں راستہ مل جاتا تھا اور زحمت اس وقت ہوتی تھی جب اسی عمل سے کوئی درخت ہماری راہ میں زیادہ شدت سے مزاحم ہو جاتا تھا۔ ہم پہلے جیسی لگن سے جھاڑیوں کو روندتے کچلتے اور ان کے درمیان راستہ بناتے آگے بڑھتے رہے۔

جنگل کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں عقب سے واضح طور پر آگ کی تپش محسوس ہونے لگی تھی۔ بس چند لمحوں کا کھیل باقی رہ گیا تھا۔ ہم نے بہت معمولی سے فرق سے موت کو شکست دی تھی۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ہم نے بے پناہ جد و جہد کی تھی لیکن اگر قدرت کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو ہم آتنا بڑا معرکہ سر نہیں کر سکتے تھے۔

جنگل سے باہر نکلنے کے بعد بھی ہم سکون کا سانس نہیں لے سکے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہیلی کاپٹر تھا جو ہمارے سروں پر چنگھاڑ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے جنگل۔۔۔۔ پر کوئی آتش گیر مادہ پھینکا گیا تھا جس کی وجہ سے آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔ اب وہ ہمیں جان سے مار دینے کے درپے ہو گئے تھے۔

کچھ دیر ہیلی کاپٹر ہمارے ارد گرد قدرے بلندی پر منڈلاتا رہا پھر پائلٹ اسے نیچے لے آیا۔ پائلٹ کے برابر والی نشست پر ایک اور شخص بھی بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ مجھے اپنی آنکھیں بلکہ پورے جسم میں دقت محسوس ہو رہی تھی اس لیے کہ جھکیوں کے کانٹے سے میرے ہاتھ اور چہرے پر ورم آ گیا تھا۔ زاہر کا حال بھی یہی تھا۔ اسے زاہر کی حیثیت سے شناخت کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹر کی طرف سے توجہ ہٹا کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ ہم ایک پگڈنڈی پر کھڑے تھے جس سے آگے ایک دس فٹ چوڑی نہر گزر رہی تھی۔ مقامی باشندوں نے یہ نہر دریا سے نکالی ہوگی اور اس سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہوں گے۔ نہر کے دوسری طرف ایک فصل لہلہاتی نظر آ رہی تھی جس کے اختتام پر پھر جھاڑ جھنکار تھے۔

"میں مارے تکلیف کے مرا جا رہا ہوں جناب۔" دفعتاً میں نے زاہر کی آواز سنی۔ وہ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز میں بلا کا کرب تھا۔

"حوصلہ رکھو زاہر۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس سے زیادہ یا اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا تھا۔

"میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ہائے۔" زاہر بلبلایا۔ "یہ آگ کیسے ٹھنڈی ہوگی؟"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ میں اسے کیا بتاتا اور کیسے بتاتا کہ آگ تو میرے جسم میں بھی بھری ہوئی ہے۔ جھکیوں کے ڈنک لگنے سے جو تکلیف پیدا ہوئی تھی وہ دھیرے دھیرے ہی ختم ہو سکتی تھی۔ ہمارے پاس کوئی دوا بھی نہیں تھی۔ اگر کوئی مرہم ہوتا تو ہم اپنے زخموں پر لگا لیتے لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔ ہر زخم کا مداوا بن جاتا ہے۔

وقت کا مرہم کسے میسر نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے پاس اس کی فراوانی ہوتی ہے لیکن نہیں۔ ہمارے پاس تو یہ مرہم بھی نہیں تھا۔ بے سر و سامانی، افراتفری اور بھاگ دوڑ کا پانچواں دن چل رہا تھا۔ یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے ہم اس دنیا میں بھاگ دوڑ کرنے ہی آئے تھے اور اسی عالم میں دنیا سے رخصت بھی ہو جائیں گے۔ یہ پانچ روز مجھے اپنی پوری زندگی پر محیط محسوس ہونے لگے تھے۔ برائے نام غذا، ضرورت سے بہت کم پانی اور پھر دن رات کی مشقت نے ہمیں بری طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ پہاڑی علاقے کا ایک میل کا سفر شہر کے دس میل بلکہ میرے خیال کے مطابق بیس میل کے سفر کے برابر ہوتا ہے۔

اپنی شب و روز کی متواتر مشقت کے باوجود میں خود کو نقطۂ آغاز پر محسوس کر رہا تھا بلکہ اب صورت حال زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ گویا ہماری جد و جہد کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہونے کے بجائے منفی نتیجہ نکلا تھا۔ ہم معکوس سفر کر رہے تھے۔

میں نے نگاہ دوڑا کر ہیلی کاپٹر کو دیکھا جو ایک چکر لگا کر دوبارہ ہمارے نزدیک آ رہا تھا۔ اس کی بلندی کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اس کے عزائم خطرناک محسوس ہوئے۔ بلندی اس قدر کم کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پائلٹ اور اس کا ساتھی مجھے بالکل صاف نظر آنے لگے تھے۔

پھر یہ عقدہ بھی حل ہو گیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پائلٹ کے ساتھی نے بندوق نکال کر فائر کر دیا۔ گولی زاہر کے قریب زمین میں پیوست ہوئی تھی اور زاہر اچھل کر بیٹھ گیا تھا لیکن میری توجہ کا مرکز زاہر نہیں، ہیلی کاپٹر تھا۔

"بھاگیے جناب۔" زاہر نے دوڑنے کی کوشش میں لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔ "ورنہ وہ ہمیں مار دیں گے۔"

غصے کی ایک شدید لہر نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ہیلی کاپٹر سے کی جانے والی جسارت میرے نزدیک ناقابل معافی تھی۔ اس جسارت کا جواب دیا جانا ضروری تھا ورنہ ان کے حوصلے بڑھ جاتے۔ زاہر کی بات کا جواب دیے بغیر میں نے اپنے کاندھے سے لٹکی بندوق اتار لی۔

"آپ کہاں رہ گئے جناب! جلدی کیجیے۔" زاہر نے پلٹ کر کہا۔ شاید اس کے اوسان اس قدر خطا ہو گئے تھے کہ وہ مجھے دیکھنے کے باوجود میرے عزائم کا اندازہ نہیں کر پا رہا تھا۔

"سب سے پہلے اس مردود کو سبق دینا ضروری ہے۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا مگر آواز اتنی بلند نہیں تھی کہ زاہر اسے سن سکتا۔

پائلٹ کا ساتھی دوبارہ زاہر کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس کی توجہ میری طرف نہیں تھی اس لیے میں آسانی سے اسے نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں نے پائلٹ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ انتہائی چالاک اور عیار قسم کا انسان تھا۔ اس نے یقیناً مجھے کاندھے سے بندوق اتارتے دیکھ لیا تھا اسی لیے وہ بڑی تیزی سے ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھا لے گیا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔ میرے دل میں فائر کرنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔

بلندی کے ساتھ ساتھ پائلٹ ہیلی کاپٹر کو ہم سے دور بھی لے جا رہا تھا۔ زاہر نے یہ چیز محسوس کر لی تھی اسی لیے اس کے اوسان کسی قدر بحال ہو گئے تھے۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"آپ اس پر فائر کرنے جا رہے تھے جناب! ہمارے حق میں یہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔"

"اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہوتی کہ ہم خود کو ان کے لیے کھلا ہدف بنا دیتے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ میری نظر میں ہیلی کاپٹر پر مرکوز تھیں جو اب فائرنگ کی رینج سے باہر تھا۔

جب زاہر نے یہ دیکھا کہ ہیلی کاپٹر دور چلا گیا ہے تو وہ دوبارہ زمین پر بیٹھ گیا۔ "کچھ دیر آرام کر لیں جناب۔" اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں فریاد تھی۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔ "نہر عبور کر کے ہمیں سامنے والے کھیت میں داخل ہونا ہے۔"

میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے زاہر اٹھ کھڑا ہوا اور ہم اس نہر میں اتر گئے جسے نہر کے بجائے نالا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اور بے حد ٹھنڈا تھا۔ آگ کے طوفان سے گزرنے کے بعد یہ ٹھنڈک ہمیں نعمت ہی معلوم ہو رہی تھی۔ پانی نے جہاں ہمیں تازگی کا احساس دیا وہیں ہمارے لیے کچھ مسائل بھی پیدا کر دیے۔ ہماری انگلیوں کے بیشتر ناخن ٹوٹ گئے تھے جن سے رسنے والے خون پر کھرنڈ کے ساتھ ساتھ گرد کی تہ بھی جم گئی تھی۔ یہ کھرنڈ اور جمی ہوئی گرد ہمیں کسی قدر تحفظ فراہم کیے ہوئے تھی ورنہ ہم اپنے ہاتھوں کو اتنی آزادی سے استعمال نہ کر پاتے۔ لیکن پانی نے جمی ہوئی گرد اور کھرنڈ دونوں کو دھو ڈالا۔ اب ہمارے ٹوٹے ہوئے ناخنوں سے دوبارہ خون رسنے لگا تھا۔

نہر سے نکلنے کے بعد ہمارے لیے چلنا اور بھی دشوار ہو گیا۔ جوتے اور کپڑے تو گیلے ہو کر وزنی ہو ہی گئے تھے مگر بندوق کا اضافی بوجھ میرے لیے مزید پریشانی کا باعث بن گیا تھا۔ جانے کیسے تو پہلے ہی چلنا دوبھر ہو رہا تھا کہ اب اس اضافی وزن کے ساتھ سفر جاری رکھنا مزید مشکل کا باعث ہو گیا تھا۔

ہم جیسے تیسے گھسٹتے ہوئے سامنے والے کھیت کی طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر ہمارے عقب میں چلا گیا تھا۔ اس کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی وہ ہم سے کافی دور ہے۔ سامنے والا کھیت ہم سے زیادہ دور نہیں تھا اور اس کے گرد چوبی باڑھ موجود تھی۔ ہم ہیلی کاپٹر کی جانب سے کسی حملے کا شکار ہوئے بغیر چوبی باڑھ عبور کر کے کھیت میں داخل ہو گئے جس میں فصل لہلہا رہی تھی۔

کھیت میں داخل ہونے سے قبل میں نے رک کر پلٹ کر مقصد ہیلی کاپٹر پر نگاہ ڈالتا تھا۔ درمیانی فاصلے کے باوجود کاک پٹ میں بیٹھا ہوا پائلٹ اور اس کا ساتھی صاف نظر آ رہا تھا۔ پائلٹ کا ساتھی ماؤتھ پیس منہ سے لگائے کچھ بول رہا تھا۔ وہ یقیناً ہمارے بارے میں رپورٹ دے رہا ہوگا اور مزید ہدایات طلب کر رہا ہوگا۔

میں نے بے پروائی سے کاندھے جھٹکے اور کھیت میں داخل ہوگیا۔ زاہر پہلے ہی کھیت میں جا چکا تھا اور اُس نے کسی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا۔ مکئیوں کے کانٹے کی سوجن موجود تھی مگر اب تکلیف میں خاصی کمی واقع ہوگئی تھی۔

"اس کھیت کو عبور کرنا اتنا مشکل نہیں ہوگا جناب۔" زاہر نے کہا۔

"ہاں، یہ فصل نہ تو زیادہ اونچی ہے اور نہ ہی اتنی گھنی ہے کہ اس کے درمیان سے گزرنا زیادہ تکلیف کا باعث ہو۔"

دفعتاً میں نے ہیلی کاپٹر کے نزدیک آنے کی آواز سنی۔ میں رُک کر پلٹا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کرتا ہوا اور بہت تیز رفتاری سے ہماری سمت آرہا تھا۔ "نیچے ہو زاہر!" میں نے چیخ کر کہا اور خود کو فصل میں گرا دیا۔ ہیلی کاپٹر ہم سے کچھ فاصلے سے گزرا تھا اور میں نے اپنے عقب میں اُسے کوئی چمکیلی چیز گراتے ہوئے دیکھا تھا۔ کچھ دور جا کر ہیلی کاپٹر پھر فضا میں بلند ہوگیا۔

میں اٹھ کھڑا ہوا۔ پیدل لوگوں تک تو خیر کوئی بات نہیں تھی لیکن یہ ہیلی کاپٹر ہمارے لیے وبالِ جان بن گیا تھا۔ وہ پھر پلٹ کر ہماری طرف آرہا تھا۔ زاہر نے اُسے واپس آتے دیکھا تو خوف زدہ لہجے میں بولا۔ "یہ ہماری جان لیے بغیر نہیں ٹلے گا۔"

"ہونہہ!" میں غرایا اور میں نے بندوق سیدھی کر لی۔ پچھلی بار کی طرح اس بار میں نے فائر کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ متحرک ہدف سے نشانہ لینا آسان نہیں تھا تاہم میں نے کوشش کی تھی کہ نشانہ خطا نہ ہونے پائے مگر میری چلائی ہوئی تمام گولیاں اُسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اگر اُسے کوئی نقصان پہنچا ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے بلند نہ ہو پاتا۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو بلند کر لیا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ میری چلائی ہوئی گولیوں میں سے کم از کم ایک گولی ضرور ہیلی کاپٹر کے اوپر گھومتے ہوئے پنکھے سے ٹکرائی تھی۔

پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھا لیا تھا لیکن وہ ایک حرکت کر گزرا تھا۔ جس طرح ہمارے عقب میں اس نے کوئی چمکیلی چیز گرائی تھی اسی طرح اب ہمارے سامنے دو چمکیلی چیزیں گرا دی تھیں۔

"یہ ہیلی کاپٹر سے کیا چیز پھینکی گئی ہے؟" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"جہاں تک میں اندازہ کر پایا ہوں یہ کسی قسم کے بم ہیں۔"

"اگر یہ بم ہیں تو پھٹے کیوں نہیں۔۔۔ ہمیں کوئی دھماکا کیوں نہیں سُنائی دیا؟"

"اوہ!" میں نے اضطراری انداز میں کہا۔ "مجھ کو تاہم اب پتا چلا کہ یہ بم معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے اس مقام سے جہاں بم پھینکے گئے تھے سفید رنگ کا غبار دھواں اُٹھتے دیکھ لیا تھا۔ عقب میں ہم سے کافی فاصلے پر جنگل۔۔۔۔ میں آگ لگی ہوئی تھی جس سے

اٹھنے والا سیاہ دھواں فضا پر چھایا ہوا تھا۔

میں اور زاہر دوڑتے ہوئے اس کھیت سے نکل کر دائیں جانب والے دوسرے کھیت میں گھس گئے۔ اس کھیت میں دوڑنا بہت آسان ثابت ہو رہا تھا۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو ہم نے پہلے ہی اس کھیت کا رُخ کیا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر اب مستقل ہماری نگاہ میں تھا۔ میں نے ایک بار پھر اُسے پلٹتے دیکھا۔

اس بار ہیلی کاپٹر سامنے سے ہماری طرف آرہا تھا۔ ہم دوڑتے دوڑتے اچانک رُک گئے۔ پائلٹ کا ساتھی کیبن سے باہر جھکا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کا ہتھیار نظر آرہا تھا۔ میں نے بھی اپنی بندوق سنبھال لی لیکن قبل اس کے کہ میں فائر کر سکتا اس نے فائر کر دیا۔ میں حیرت کے عالم میں منجمد سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس ہتھیار سے گولی کے بجائے ایک سفید رنگ کا گولا برآمد ہوا تھا جو ہم سے کافی آگے کھیت میں گر کر جلتے ہوئے چمکدار سرخ رنگ اختیار کر چکا تھا۔

"یہ تو اس کھیت کو بھی آگ لگا رہے ہیں جناب!" زاہر بوکھلاتے ہوئے انداز میں چیخا۔

"واپس چلو زاہر!" میں تیزی سے بولا۔ "اس کھیت سے بھی باہر نکل چلو!"

ہم اس کھیت سے باہر نکل آئے۔ سامنے والے کھیت میں فاسفورس سلگنے کی سنسناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ جس کھیت سے ہم ابھی ابھی نکلے تھے اس میں آگ لگ چکی تھی اور جنگل تو اب مکمل طور پر آگ کی زد میں تھا۔ شاید اُن لوگوں نے ہمیں زندہ جلا دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

اگر انھوں نے واقعی ہمیں زندہ جلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا تب بھی مجھے کوئی حیرت نہیں تھی۔ اُن کی کمان اولیو لاوڈ کے ہاتھ میں تھی جس کی ہدایت کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور میں اس کی سفاکانہ فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ ابتدا میں تو اس نے ہمیں زندہ گرفتار کرنے کا حکم دیا ہوگا لیکن جب اس نے دیکھا ہوگا کہ سیکڑوں غنڈوں کو استعمال کرنے کے باوجود ہم قابو میں نہیں آرہے ہیں تو اس نے جل کر یہ حکم جاری کر دیا ہوگا کہ ہمیں زندہ یا مردہ جس حالت میں بھی ممکن ہو اس کے حضور پیش کیا جائے۔

کھیت سے باہر نکل کر ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا اور مجھے پگڈنڈی کے موڑ سے وہی تین مسلح افراد دوڑتے نظر آئے جنھیں ہم جنگل۔۔۔۔ کے دوسری طرف چھوڑ آئے تھے۔ وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آگئے تھے۔ انھوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے تین فائر کیے اور اُن میں

سے دو جانب لڑھک گئے۔ تیسرا گولی لگنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

"زاہر!" میں نے کہا۔ "اب اس پگڈنڈی کے سوا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں بچا۔"

ہم نے پگڈنڈی پر دوڑنا شروع کر دیا۔ ہمارے دونوں طرف جلتے ہوئے کھیت تھے اور راستہ بالکل صاف تھا لہٰذا ہم بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ذرا ہی دیر میں ہم کھیتوں کے جلتے ہوئے حصوں سے کافی آگے نکل آئے۔ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

مگر نہیں۔۔۔ ہیلی کاپٹر تو بدستور موجود تھا۔ جب تک اس کا صفایا نہ ہو جاتا ہم خود کو محفوظ نہیں قرار دے سکتے تھے۔ البتہ اب ہیلی کاپٹر ہم سے بہت دور چلا گیا تھا اور بہت فاصلے سے ہمارے گرد چکر لگا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وقتی طور پر اس نے تعاقب کا سلسلہ ترک کر کے صرف ہم پر نگاہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

"اب دائیں جانب والے کھیت میں گھس چلو زاہر! زیادہ دیر کھلے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔"

ہم پھر کھیت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح ہماری رفتار میں کمی تو آئی مگر ہم کسی ناگہانی خطرے کی زد میں آنے سے محفوظ ہو گئے۔ ہمارے دائیں جانب کہیں دور سے فائروں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ یہ بے مقصد فائرنگ کیوں کی جارہی ہے؟

ہیلی کاپٹر اب بھی ہم سے کافی فاصلے پر چکر لگا رہا تھا۔ اگر وہ اتنے ہی فاصلے پر رہتا تو ہمیں اس سے اس کے علاوہ اور کوئی خطرہ نہیں تھا کہ وہ ہمیں تلاش کرنے والوں کو ہماری پوزیشن سے آگاہ کرتا رہتا اور اس نتیجے پر ہماری صحت پر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد ہمارے دائیں جانب ہیلی کاپٹر سے آگ لگا دینے والا گولا فائر کیا گیا اور میں فوری طور پر اس کا مقصد سمجھ گیا۔ وہ ہمیں آگ کے دائرے میں پھنسا دینا چاہتے تھے۔ اس کے بعد دوسرا گولا پھینکا گیا تو میں نے اپنا رُخ ذرا سا بائیں جانب کر لیا۔ زاہر میری تقلید کر رہا تھا۔

اب ہم جس مقام پر پہنچ چکے تھے وہاں کھیت ختم ہو گئے تھے اور کھلیان شروع ہو گئے تھے۔ ہم کٹی ہوئی فصلوں کے درمیان دوڑ رہے تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر ہمارے بائیں جانب آیا اور وہاں دو فائر کر دیے۔ کھلیان میں فوراً ہی آگ لگ گئی۔

ہم نے پھر دائیں جانب کا رُخ کیا مگر میں سمجھ چکا تھا کہ اب کھیل زیادہ دیر جاری نہ رہ سکے گا۔ وہ لوگ پوری وادی کو آگ لگا دینے پر تُل گئے تھے۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ جس

سمت ہم بھاگ رہے تھے ٹھیک اسی سمت میں بہت کوئی تیس گز کے فاصلے پر فائر کر کے ہمارے راستے میں آگ لگا دی گئی۔

اس بار میں نے اپنا رُخ تبدیل نہیں کیا اور عین اسی جگہ کی طرف دوڑتا رہا جہاں آگ لگی تھی۔ میں نے اپنی رفتار میں انتہائی حد تک اضافہ کر دیا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ زاہر لڑکھڑا رہا تھا اور اُس کا دم اکھڑ رہا تھا لیکن جو کچھ میں کر رہا تھا وہ ہماری بچت کی واحد صورت تھی۔ ہم ایک بار آگ کے دائرے میں پھنس جاتے تو اس سے ہمارا نکلنا محال ہو جاتا۔

تیس گز کا فاصلہ طے کرتے کرتے آگ پوری طرح بھڑک چکی تھی۔ میں پوری طرح اس کی تپش محسوس کر رہا تھا مگر یہ عمل کرنے کا وقت تھا، سوچنے سمجھنے کا وقت مطلقاً نہیں تھا اور میں نے وہی کیا۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر میں نے سر جھکایا اور آگ کی دیوار کو پار کر گیا اور جب میں نے محسوس کیا کہ اب شعلوں کی تپش محسوس نہیں ہو رہی تو میں یکلخت رُک گیا۔

زاہر بڑی بدحواسی کے عالم میں دوڑ رہا تھا اور میرے بالکل پیچھے تھا۔ میرے اچانک رُکنے پر وہ پوری قوت سے مجھ سے ٹکرایا اور ہم دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ دونوں کی سانس بُری طرح اکھڑی ہوئی تھی۔۔۔۔ اور ہمیں اپنے زندہ بچ جانے کا یقین نہیں آرہا تھا۔

چند منٹ تک ہم زمین پر بے سُدھ پڑے اپنی سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتے رہے پھر زاہر نے بولنے میں پہل کی۔

"اس۔۔۔ مصیبت سے کب۔۔۔ چھٹکارا ملے گا؟" اس کی سانس اب تک قابو میں نہیں آئی تھی اور وہ اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

"بہت ممکن ہے زاہر کہ یہ ہماری زندگی کا آخری سفر ہو۔ اُن لوگوں کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔"

"آگ پھر ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔" زاہر نے کہا۔ اس کے لہجے سے خوف ٹپک رہا تھا۔

"ہمت کرو زاہر! ہم آخری سانس تک جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اٹھو اور جلد از جلد یہاں سے زیادہ دور نکلنے کی کوشش کرو۔"

زاہر اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا میرے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ زاہر کی حالت قابلِ رحم تھی۔ بلاشبہ اُس نے جتنی جدوجہد کی تھی مجھے اُس سے اس حد تک توقع نہیں تھی بلکہ وہ اب بھی میرا ساتھ دے رہا تھا لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے کہ میں خود اس وقت بے بس تھا۔

بے بس تو خیر میں کئی بار ہوا تھا۔ یہاں تک بھی ہو چکا تھا

کر بیٹ کمرے کو اولیپا ہورڈ نے بم سے اڑا دیا تھا۔ ہر شخص کو میری موت کا یقین ہو گیا تھا لیکن میں موت کے منہ سے بچ نکلا تھا۔ اولیپا ہورڈ کے جنگل میں میں کئی بار پھنس چکا تھا لیکن اس بار میں جتنی بری طرح پھنسا تھا اس کا تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بے بسی سی بے بسی تھی... ہم اولیپا ہورڈ کے آدمیوں کے ہاتھ نہیں لگ پا رہے تھے مگر ان سے بچ کر نکل بھی نہیں پا رہے تھے اور چار یوم کی جدوجہد کے بعد اس نوبت کو پہنچ گئے تھے کہ ان کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے تھے۔

"رفتار بڑھاؤ زاہر! ہم ذرا سی کوتاہی کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔" میں نے زاہر سے کہا جس کی رفتار سست پڑنے لگی تھی۔

"کوشش تو کر رہا ہوں جناب!" زاہر نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"موت ہمارے تعاقب میں ہے دوست!" میں نے اسے اکسایا۔ "ذرا ہمت ہاری اور موت نے دبوچا۔"

میرے الفاظ زاہر پر اثر انداز ہوئے اور اس نے نسبتاً تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا۔ اس وقت خود میرا اپنا عالم یہ تھا کہ پورا جسم کسی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا مگر میں دوڑتے رہنے پر مجبور تھا۔ نہ صرف خود مجبور تھا بلکہ زاہر کو بھی اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور تھا۔

ہم کئی منٹ تک لگاتار دوڑتے رہے۔ حشر یہ ہو گیا کہ مجھے سانس لینے میں بھی دقت محسوس ہونے لگی۔ کوئی شخص آخر کتنی مشقت کر سکتا ہے۔ کہیں نہ کہیں تو ہر ایک کی قوت برداشت کی انتہا ہوتی ہے۔ فرق اگر ہوتا ہے تو قوت ارادی کا ہوتا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق زاہر کی قوت برداشت بہت پہلے جواب دے چکی تھی۔ بس وہ اپنی قوت ارادی کے بل پر میرا ساتھ دیے جا رہا تھا۔

خود میری قوتیں بھی جواب دے چکی تھیں اور میں نے بھی قوت ارادی کا سہارا لے لیا تھا۔ قوت ارادی جو کسی شخص کی آخری پونجی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی یہ آخری پونجی بھی داؤ پر لگا دی تھی اور اب نتیجے کا انتظار تھا۔ معلوم نہیں نتیجہ برآمد ہونے میں کتنا وقت باقی رہ گیا تھا۔

بالآخر میں رک گیا اور زاہر رکنے کے بجائے ڈھے گیا۔ بس وہ دوڑتے دوڑتے گرا تھا اور ایک طرف لڑھک کر بے سدھ ہو گیا تھا۔ میں بے اختیار اس کی طرف جھپٹا اور جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ تشویش کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں ضرور بند تھیں مگر نبض چل رہی تھی۔

اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں خود بھی اس کے نزدیک لیٹ گیا۔ ذرا سا وقت ملا تھا اس میں آرام کرنا ضروری تھا ورنہ بعد

میں ہمیں کسی نئے حربے کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا۔ فضا میں ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا اور ہم سے بہت دور تھا۔ بالکل ممکن تھا کہ اس کا ساتھی پائلٹ کوئی نیا منصوبہ تیار کر رہے ہوں گے یا پھر ممکن ہے اولیپا ہورڈ سے مزید ہدایات لے رہے ہوں۔

ہیلی کاپٹر چونکہ بہت دور تھا اور ہماری تلاش میں ادھر آنے والے بھی مزید بہت دور تھے بلکہ اب تو جنگل میں آگ بھی بھڑک رہی تھی لہٰذا ان کا ہم تک پہنچنا آسان نہیں تھا اس لیے ہم دیر تک آرام کر سکتے تھے۔ میں ہیلی کاپٹر پر نظر جمائے لیٹا رہا۔

جب بھی ذرا سا موقع ملتا تھا مجھے تہذیب کا خیال آتا تھا۔ تہذیب کے ساتھ ہی بڈ کا خیال آنا بھی لازمی تھا۔ میرے اور زاہر کے اچانک غائب ہو جانے پر دونوں ہی بے حد پریشان ہوئے ہوں گے۔ انھوں نے ہمیں تلاش بھی کیا ہوگا لیکن وہ ہمارا سراغ کیسے لگا سکتے تھے۔ ہمیں تو خود اپنے بارے میں علم نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں۔ تہذیب اور بڈ کے بارے میں سوچ کر تسلی ہو جاتی تھی کہ وہ دونوں ہی اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں اور کسی طرح بھی میرے محتاج نہیں ہیں۔

میں نے ہیلی کاپٹر سے نظریں ہٹائیں اور اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا جو ڈبل روٹی کی طرح پھول گئے تھے۔ یہ شہد کی مکھیوں کے کاٹنے کا اعجاز تھا۔ زاہر کے چہرے اور ہاتھوں کا بھی یہی حال ہو رہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ چوبیس گھنٹے سے قبل یہ ورم نہیں اتر سکتا ہے۔ اب چہرے اور ہاتھوں میں کوئی خاص تکلیف باقی نہیں رہ گئی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ دیگر تکالیف اس سے کہیں بڑھ کر تھیں۔

آسمان دھوئیں سے کالا ہو رہا تھا اور ہمارے عقب میں وادی کا کافی حصہ آگ کی لپیٹ میں تھا۔ ہم نے کافی آرام کر لیا تھا اس لیے میں نے روانگی کا ارادہ کیا اور اٹھ بیٹھا۔ زاہر ابھی بے سدھ پڑا تھا مگر اب اس کے دل کی دھڑکنیں معمول پر آ چکی تھیں۔ اسی وقت میری نظر ہیلی کاپٹر پر پڑی جو ہم سے بہت دور اس سمت میں تھا جس طرف ہم جا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے دو آگ لگا دینے والے بم پھینکے گئے اور ہمارے سامنے بھی آگ بھڑک اٹھی۔ عقبی حصہ پہلے ہی جل رہا تھا۔ میں نے بوکھلا کر زاہر کو جھنجھوڑ ڈالا۔ بوکھلانے کی وجہ درمیانی فاصلہ تھا جو اتنا زیادہ تھا کہ ہم چاہتے جتنی بھی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر لیتے وہاں تک پہنچتے پہنچتے آگ کی چادر اتنی دبیز ہو چکی ہوتی کہ اسے عبور کرنے کی کوشش میں ہم جل کر بھسم ہو جاتے۔

میں نے کسی نہ کسی طرح زاہر کو کھینچ کھانچ کر اٹھایا اور اسے تازہ صورت حال بتائی۔ جان کے خوف نے اس کی ساری سستی ہوا کر دی اور وہ فوری طور پر حقیقت سے آگاہ ہو گیا لیکن سوال یہ تھا کہ ہم کس طرف جائیں؟ آگے اور پیچھے کے راستے تو بند ہو چکے تھے اور اب ہم دائیں یا بائیں میں سے کسی سمت جا سکتے تھے۔ زاہر پر مجھ سے بھی زیادہ بوکھلاہٹ مسلط تھی۔ اس نے دائیں جانب بڑھنے کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ میں نے اسے بازو سے پکڑ لیا۔

"ٹھہر جاؤ زاہر!" میں نے کہا۔ "اس طرف جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"جلدی فیصلہ کیجیے جناب!" زاہر نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمیں دائیں یا بائیں سمت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔"

"وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں زاہر! پہلے یہ دیکھ لو کہ اب وہ کس سمت میں آگ لگاتے ہیں۔ جس سمت میں بھی انھوں نے آگ لگائی ہم اس کی مخالف سمت کا رخ کریں گے۔"

اسی اثنا میں سمت کا تعین ہو گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر نے دائیں سمت کا رخ کیا تھا اور دور بہت فاصلے پر کٹی ہوئی فصلوں کے ڈھیر کو آگ لگا دی تھی۔ ہمارے لیے سمت کا تعین ہو چکا تھا چنانچہ ہم نے چوتھی سمت یعنی اپنے بائیں جانب دوڑ لگا دی۔ وقت بہت کم تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اب چونکہ وہ لوگ ہمارے راستے مسدود کر دینے پر تل گئے ہیں اس لیے اب وہ اسی سمت آگ لگائیں گے جدھر ہم دوڑ رہے ہیں۔ ہمارے تین اطراف موت کے شعلے لپک رہے تھے۔ چوتھی سمت کے سوا جس طرف بھی نگاہ اٹھتی تھی آگ ہی آگ تھی۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ آگ کا رخ دریا کی طرف ہے۔ ہم بھی دریا کی طرف ہی بڑھ رہے تھے لیکن ان بدبختوں نے سامنے آگ لگا کر ہمیں اپنا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا تاہم چونکہ آگ دریا کی طرف بڑھ رہی تھی اس لیے اس سمت کی آگ ہماری طرف آنے کے بجائے ہم سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے ان سب باتوں کا احساس تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس چیز کو اپنے حق میں کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم اس طرف والی آگ کا تعاقب کرتے تو بلاشبہ ہم محفوظ طریقے سے دریا تک پہنچ سکتے تھے لیکن عقب سے جو آگ ہماری سمت پھیلتی چلی آ رہی تھی اس کا کیا علاج تھا۔ ہم سامنے والی آگ سے بچ جاتے تو عقبی شعلوں کی زد میں آ کر بھسم ہو جاتے۔

اب تو ہماری امیدوں کا محور سمٹ کر صرف وہ حصہ رہ گیا تھا جو ابھی تک محفوظ تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ اسے بھی نہیں چھوڑیں گے اور ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں یہ خوفناک منظر

کسی بھیانک عفریت کی طرح حقیقت کا روپ دھار کر ہمارے سامنے آ گیا۔ ہیلی کاپٹر ہم سے بہت اوپر پرواز کرتا ہوا اس سمت بڑھا تھا اور پھر ہم نے اسے جا بجا فائر کرتے دیکھا۔ ہمارے سامنے چار مختلف مقامات پر آگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ پچھلی بار ہماری کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے اس بار فاصلے کا خاص خیال رکھا تھا۔ تاکہ کوشش کرنے کے باوجود ہم آگ کے پوری طرح بھڑک اٹھنے سے قبل وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں اچانک رک کر زاہر کی طرف پلٹا جو مجھ سے خاصا پیچھے رہ گیا تھا۔ "پوری قوت سے دوڑو زاہر!" میں نے چیخ کر کہا۔ "ہمیں آگ کی اس دیوار سے گزرنا ہے۔"

اب بھی ایک امید باقی تھی۔ فصلوں کے ڈھیر تیزی سے آگ پکڑ رہے تھے۔ اگر ہم بہت زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ جاتے تو امکان تھا کہ آگ کے شعلے ضرور ہمیں چھو لیں گے لیکن آگ کی چادر کی چوڑائی اتنی کم ہو کہ ہم کم سے کم نقصان کے عوض اس میں سے گزر سکتے تھے۔

مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ میرا اندازہ درست نہیں تھا۔ ہم اتنا تیز نہیں دوڑ سکتے تھے کہ آگ پھیلنے سے قبل وہاں تک پہنچ جاتے۔ اس کے علاوہ جس سمت میں ہم دوڑ رہے تھے وہاں ہیلی کاپٹر سے مزید فائر کیے گئے تھے گویا انھوں نے آگ کی دیوار دہری کر دی تھی۔ اب اس دیوار کو عبور کرنے کی کوشش خودکشی کرنے کے مترادف ہوتی۔

میں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور اپنا رخ تبدیل کر کے میں نے قدرے دائیں جانب دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اب ہم اسی سمت میں دوڑ رہے تھے جس طرف ہمارے بائیں جانب لگی ہوئی آگ پھیل رہی تھی۔ یہ آگ بڑھتے بڑھتے بالآخر سامنے کی سمت والی آگ سے جا ملتی اور ہمارے راستے مسدود ہو جاتے۔ آگ چونکہ ابھی پھیل رہی تھی لہٰذا امکان تھا کہ ہم دونوں سمت کی آگ کے ملاپ سے قبل ہی اس مقام سے گزر جائیں جو بائیں جانب والی آگ کے انتہائی سرے پر واقع تھا اور دریا بھی اسی طرف واقع تھا۔

میری یہ امید بھی خاک میں مل گئی۔ ہم ابھی کافی دور تھے کہ ہمارے بائیں جانب لگی ہوئی آگ پھیلتی ہوئی سامنے والی آگ سے جا ملی اور اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل دونوں طرف کی یہ آگ الگ الگ تھی۔ اب تو وہاں شعلے ہی شعلے تھے اور آگ کی دبیز دیوار تھی۔

میں مایوس ہو کر رک گیا لیکن میں نے چاروں طرف گھوم کر یہ جائزہ ضرور لیا تھا کہ شاید کہیں کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں

سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے مگر ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ زاہر نے بھی ہراساں انداز میں چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں۔ شمالی سمت سے لگی ہوئی آگ ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ اس کی رفتار خطرناک حد تک تیز تھی۔ دس منٹ بعد نہ سہی تو بیس منٹ بعد وہ ہم تک ضرور پہنچ جاتی۔

ڈیلی کا پٹر پرواز کرتا ہوا ہمارے سروں پر معلق ہو گیا۔ گویا وہ ہمارے اعترافِ شکست کا انتظار کر رہے تھے۔

دھواں ہمارے سروں کے اوپر سے گزر رہا تھا اور ہمیں تپش بھی محسوس ہو رہی تھی لیکن کمال کی بات یہ تھی کہ تپش ناگوار نہیں گزر رہی تھی حالانکہ سورج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور ہمارے کپڑے پسینے سے تر بتر ہو رہے تھے۔

میں نے نگاہ اٹھا کر ڈیلی کا پٹر کی طرف دیکھا۔ وہ معلق تھا اور بلندی اتنی تھی کہ ہمارے کسی اقدام سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں سوچ میں پڑ گیا کیا ہم اعترافِ شکست کر لیں۔ یا نہ کریں! اگر ہم اعترافِ شکست کر لیتے تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم اپنا تشخص کھو بیٹھے ہیں۔ اولیو اور ڈیلی کا منشا بھی یہی تھا کہ میں اعترافِ شکست کر لوں۔

چونکہ اس وقت زاہر بھی میرے ہمراہ تھا اور میں محض اپنی انا کی خاطر اس کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا لہٰذا میں نے اس سے مشورہ کرنا ضروری خیال کیا۔ اس کی زندگی بچانے کی خاطر مجھے یہ ذلت بھی گوارا تھی کہ میں اپنے بدترین دشمن اولیو اور ڈیلی کے روبرو اپنی شکست کا اعتراف کر لوں۔

میں زاہر کی طرف مڑا۔ وہ انتہائی سراسیمگی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ "سنو زاہر!" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔ "وہ ہمارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا کیا جائے؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا!" زاہر نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں اب بھی چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

"اگر ہم ہتھیار پھینک دیں تو ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے تمہاری رائے درکار ہے۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اب اس کی تمام تر توجہ مجھ پر مرکوز تھی۔ "آپ کا کیا خیال ہے؟"

"اسے چھوڑو کہ میرا کیا خیال ہے۔ مجھے تو تم اپنی رائے بتاؤ۔ اس لیے کہ ہم دونوں کی جانیں برابر خطرے میں ہیں۔"

"آپ کچھ بھی کہیں لیکن میں آپ کا خیال جانے بغیر اپنی رائے نہیں دوں گا۔"

"میرا خیال یہ ہے کہ..." میں نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "ہتھیار نہ پھینکے جائیں لیکن..."

"آپ نے مجھے کیا سمجھا ہے جناب!" زاہر نے میری بات کاٹ کے کہا۔ وہ تن کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ "اگر مجھے دس بار بھی جلنا پڑے تب بھی میں کسی یہودی کتے کے سامنے ہتھیار پھینکنے کا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔" اس نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔

میں نے آگے بڑھ کر زاہر کو گلے لگا لیا۔ "مجھے تم پر فخر ہے میرے دوست، میرے بھائی!"

"لیکن مجھے آپ سے شکوہ ہے۔" زاہر روٹھے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ نے یہ فیصلہ خود ہی کیوں نہ کر لیا۔ مجھ سے کیوں پوچھا؟"

"اچھا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو۔" میں نے اس کے گال تھپتھپا کر کہا۔ "کیا تم اپنے بڑے بھائی کو معاف نہیں کرو گے؟"

"مجھے شرمندہ مت کیجیے جناب! آپ ہمارے لیے بہت محترم ہستی ہیں۔ پوری عرب قوم آپ پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ مجھے احساس ہے کہ عربوں کی حمیت جواب دے چکی ہے تبھی اسرائیل ہمارے درمیان اپنے قدم جما سکا ہے۔ عربوں کی اس بے حسی کی داستانیں پوری دنیا میں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ میں بھی عرب ہوں نا۔ اسی لیے آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا۔"

"تم غلط سمجھے ہو زاہر! میں نے یہ بات محض اس خیال سے پوچھی تھی کہ ہر شخص کو اپنی جان بچانے کا پورا حق ہے..."

"اوہ! تو آپ نے میری ظاہری حالت دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ میں اپنی جان بچانے کے لیے..."

"غلط مت سمجھو زاہر! اگر ہم بہت اچھی حالت میں ہوتے اور ہم ایسی کسی صورت حال میں پھنس جاتے تب بھی میں تمہاری رائے ضرور لیتا۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی رائے بھی لیتا۔"

"ٹھیک ہے جناب! لیکن آپ وعدہ کیجیے کہ آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کریں گے۔" زاہر نے جذباتی انداز میں کہا۔

"اچھا بھئی وعدہ۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور یہ اعلانِ جنگ!"

میں نے بندوق اٹھائی اور ڈیلی کا پٹر کی طرف رخ کر کے لگاتار تین فائر کر دیے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہر نے بوکھلا کر کہا۔ "گولیاں بہت قیمتی ہیں۔"

"انھیں جواب دے رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "رہی میگزین قیمتی ہونے کی بات تو جب ہم ہی نہیں ہوں گے تو کیا میگزین اور کیا اس کی قیمت!"

میرے فائروں کے ساتھ ہی ڈیلی کا پٹر چند فٹ اوپر اٹھا تھا اور اس کے بعد پھر معلق ہو گیا تھا۔ میرا جواب ملنے کے بعد بھی انھیں امید تھی۔

"اچھا صاف انکار ہے جناب!" زاہر نے دلچسپی سے ڈیلی کا پٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! انھیں امید ہے کہ جب آگ ہم سے نزدیک آ جائے گی تو ہم اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"اگر وہ یہ سوچ رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر احمق کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھے رہ سکتے۔"

"میں کیا بتاؤں جناب! میں تو خود بے حد پریشان ہوں۔ اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"ذہن پر زور دو زاہر! حواس قابو میں رکھو۔ شاید تمھیں ہی کوئی تدبیر سوجھ جائے۔"

"میرا دماغ اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کر رہا ہے کہ اب کوئی معجزہ ہی ہمیں بچا سکتا ہے۔"

"معجزہ رونما ہو یا نہ ہو، ہمیں آگ کی دیوار عبور کرنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تو کرنی ہو گی۔"

"ایک ہی صورت ممکن ہو سکتی ہے جناب! اور وہ یہ کہ ہم سامنے کی طرف بڑھیں۔"

"ہاں!" میں نے پُرفکر انداز میں کہا۔ "چلو ممکن ہے کہیں کوئی راستہ مل ہی جائے۔"

ہم نے آگ کی سامنے والی دیوار کی سمت بڑھنا شروع کر دیا۔ جو مخالف سمت میں بڑھ رہی تھی۔ ڈیلی کا پٹر کو ہم نے نظر انداز کر دیا تھا۔ عقب میں اور دیگر اطراف میں آگ کے شعلے زنائے دار آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ یہ آوازیں اس قدر بلند تھیں کہ ان میں ڈیلی کا پٹر تک کی آواز دب کر رہ گئی تھی۔

زاہر میرے پیچھے تھا۔ میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی رفتار اس لیے کم رہ گئی تھی کہ وہ خوفزدہ انداز میں چاروں طرف بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوفناک منظر تھا۔ آگ کے شعلوں کی بلندی بیس فٹ سے تو کیا کم رہی ہو گی اور آگ کی بیس فٹ بلند یہ دیوار مہیب انداز میں ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ درمیان والے حصے میں اس کے آگے بڑھنے کی رفتار قدرے سست تھی اور اس کی بہ نسبت اس کے سرے والے حصے زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اگر ہم اس آگ کی لپیٹ میں آ جاتے، جس کے امکانات بہت زیادہ تھے تو ہم ایک کرب ناک اور لرزہ خیز موت سے ہم کنار ہو جاتے۔

ہم اس مقام تک پہنچ گئے جہاں سے سامنے والی آگ شروع ہوئی تھی۔ آگ کافی آگے بڑھ چکی تھی اور وہاں اب راکھ اور چنگاریاں اڑ رہی تھیں لیکن ان سے خارج ہونے والی حرارت بھی کم نہیں تھی اور مستقل تھی۔ دھوئیں اور حرارت کی وجہ سے ہمارے لیے سانس لینا بھی دوبھر ہو گیا تھا اور ہر سانس کھینچنے کے لیے ہمیں جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔ ہمارے جسموں کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ پسینہ تو خیر پہلے بھی بہہ رہا تھا لیکن اب تو بہتے ہوئے پسینے پر پانی کا گمان ہونے لگا تھا۔

ڈیلی کا پٹر ہمارا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک آ گیا تھا۔ کبھی وہ نیچے آ جاتا تھا اور کبھی اوپر چلا جاتا تھا۔ بلندی کم اور زیادہ کرنے سے پائلٹ شاید یہ باور کرانا چاہ رہا تھا کہ وقت کم رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ہتھیار ڈال دیے تب بھی انھیں ڈیلی کا پٹر وادی میں اتارنے اور ہمیں یہاں سے نکالنے میں کچھ نہ کچھ وقت تو لگے گا ہی، لہٰذا ہمیں جلد از جلد کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے۔

ان لوگوں کا یہ خیال قطعی احمقانہ اور بے ہودہ تھا کہ ہم شکست قبول کر لیں گے۔ انھیں اندازہ ہو جانا چاہیے تھا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو شکست قبول کر لیتے ہیں۔ اس بات کا اعلان میں اس پر فائر کر کے بھی کر چکا تھا لیکن بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

ڈیلی کا پٹر ہم سے کافی ...... بلندی پر معلق تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر پائلٹ کی طرف لہرایا جیسے بائی بائی یا ٹاٹا کہتے وقت ہاتھ لہراتے ہیں اور نہایت خستہ زمین پر قدم رکھ دیا۔ پائلٹ نے بھی جواباً ہاتھ لہرایا تھا۔ زمین بے حد گرم تھی اور جا بجا اب بھی چنگاریاں باقی رہ گئی تھیں۔ میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا چنگاریوں سے بچتا بچاتا آگے بڑھنے لگا۔

سوختہ زمین پر کچھ آگے بڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ زاہر میرے عقب میں نہیں آ رہا ہے۔ وہیں رک کر پلٹا۔ میرا خیال درست تھا۔ زاہر نے سوختہ حصے پر قدم نہیں رکھا تھا اور نہ ہی اس کا ایسا کوئی ارادہ نظر آ رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ اس کی نظریں مجھ سے قدرے بائیں جانب ہٹ کر آگ کی دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیا بات ہے زاہر!" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "تم وہاں کیوں رک گئے؟"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بڑی بے صبری سے ہاتھ ہلانے لگا۔ "یہاں آئیے جناب! یہاں آئیے۔"

اس کے انداز میں کوئی خاص بات تھی۔ مجھے واپس پلٹنا پڑا۔ زاہر کے نزدیک پہنچ کر میں نے سوالیہ نظروں سے گھورا۔

"وہ..... ادھر اس سمت دیکھیے جناب!" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "مجھے کچھ پرندے اڑتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔"

مجھے زاہر کی دماغی صحت پر شبہ ہونے لگا تاہم میں نے اُس سمت دیکھا جدھر اُس نے اشارہ کیا تھا۔ فضا میں گہرا دھواں چھایا ہوا تھا جس کے پار کچھ دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔

"تمھیں یہ درندے آڑتے نظر آ رہے ہیں اور میرے خیال میں اتنے گہرے دھوئیں کے پار تو ہاتھی بھی نظر نہیں آ سکتا۔"

"میں۔۔۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں جناب۔" زاہر نے ہکلا کر کہا۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔"

"ظاہر ہے اپنی ہی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے، میری آنکھوں سے تو دیکھنے سے رہے۔"

"آپ۔۔۔ آپ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں۔" زاہر نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے، میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں جناب؟"

"میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ جس مقام پر تم نے پرندے اُڑتے دیکھے تھے صرف وہیں اتنا گہرا دھواں کیوں ہے اس کے علاوہ کہیں بھی اس قدر کالا دھواں نہیں ہے۔"

"اوہ!" زاہر متفکرانہ انداز میں بولا۔ "آپ نے بڑی عجیب چیز نوٹ کی ہے جناب۔"

"تمھیں معلوم ہے زاہر کہ آگ میں سے اتنا کثیف دھواں کب اٹھتا ہے؟" میں نے زاہر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔" زاہر نے بلا توقف جواب دیا۔ "جلنے والی چیز جس قدر کثیف ہوگی دھواں بھی اتنا ہی کثیف اٹھے گا۔"

"ٹھیک ہے، اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ جب آگ بجھنے لگتی ہے تو اس وقت بھی دھوئیں کی کثافت بڑھ جاتی ہے۔"

زاہر اچھل پڑا۔ "اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب ہوا کہ۔۔۔"

"ہاں زاہر بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر آگ بجھنے کے قریب ہے۔"

"اور پرندوں کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے پار دریا بھی موجود ہے۔"

"ممکن ہے نہیں بھی۔" میں بڑبڑایا۔ "لیکن یہ ضروری بھی نہیں ہے جتنا پھر شاید کوئی دریا ہی ہو۔"

"تو آپ سوچ کیا رہے ہیں جناب! ہمیں جلدی کچھ کرنا چاہیے آگ مزید ایک آدھ جا رہی ہے۔"

"ہم خود ہی بتاؤ کیا کریں؟ کیا آگ کے اس طوفان سے گزرنے کی کوشش کریں؟"

"یہ کوشش تو ہمیں کرنی ہی پڑے گی ورنہ عقب سے آنے والی آگ ہمیں بھسم کر دے گی۔"

"اور اگر ہم آگ سے گزرتے ہوئے اپنے حواس کھو بیٹھے تو؟"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کیجیے جناب! ہر گزرتا ہوا لمحہ ہمارے مسائل میں اضافہ کر رہا ہے۔"

"کوئی قدم اٹھانے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کر لو زاہر! کہیں ایسا نہ ہو جلد بازی میں پچھتانا پڑے۔"

"غور کرنے کا وقت کہاں ہے جناب!" زاہر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "جلدی بتائیے کیا کرنا ہے؟"

"میں تو تمھاری اس رائے سے متفق ہوں کہ آگ سے گزرنے کے لیے یہ مقام بہترین ہے لیکن۔۔۔"

"معاف کیجیے گا جناب! آپ تو یوں گفتگو کر رہے ہیں جیسے ہمارے پاس وقت ہی وقت ہو۔"

"ہمارے پاس محض چند منٹ ہیں اور انھی چند منٹ کے دوران ہمیں سب کچھ کرنا ہے۔"

"تو پھر آپ آگے کیوں نہیں بڑھتے؟ یہاں کھڑے باتیں کیوں کیے جا رہے ہیں؟" زاہر نے کہا۔ اس کا اضطراب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا تم پانچ دن کی اس مسلسل بھاگ دوڑ سے تنگ نہیں آ گئے ہو؟"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟" زاہر چیخ پڑا۔ "اگر آپ نہ آئے تو میں اکیلا ہی آگ عبور کرنے کی کوشش کر گزروں گا۔"

"اور یہ دیکھو زاہر!" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "ہم عبور کر بھی گئے تو بیلی کا چڑھ پھر بھی ہمارے سروں پر مسلط ہے۔"

"تو کیا ہم صرف اس لیے کوئی جدوجہد کیے بغیر خود کو آگ کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیں کہ ہماری خود کو بچانے کی کوئی کوشش اُن کی نظروں میں آ جائے گی؟" زاہر نے جھنجھلا کر کہا۔

"ابھی تپش اتنی نہیں بڑھی کہ ہم برداشت نہ کر سکیں ذرا سا صبر اور کر لو۔ دھواں بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے چند منٹ کے اندر اندر ہم پائلٹ کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ اس وقت ہم اپنی کوئی کوشش شروع کر دیں گے۔ فرض کیا ابھی ہم دوسری طرف پہنچ گئے تو ممکن ہے وہ جھنجھلا کر ہم پر فائرنگ شروع کر دیں اور ہمارا قصہ ہی تمام ہو جائے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب! لیکن شاید چند منٹ بعد ہم اس قابل ہی نہ رہیں کہ آگ کو عبور کرنے کی سخت جدوجہد کر سکیں۔"

"پھر بھی ہمیں اس وقت تک تو انتظار کرنا چاہیے جب تک کہ تپش ناقابلِ برداشت نہ ہو جائے۔"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت بھی ہمیں سخت تپش محسوس ہو رہی تھی۔ ہمارے چاروں طرف شعلوں کے زنانے گونج رہے تھے اور لکڑیوں اور پتھروں کے چٹخنے کی آوازیں بڑے تسلسل کے ساتھ سنائی دے رہی تھیں۔ پسینہ بہنے کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جیسے کسی نے ہمارے سروں پر پانی کی بھری ہوئی بالٹی اُلٹ دی ہو۔

ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تپش بڑھ رہی تھی اور ہمارے گرد دھوئیں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا بلکہ اب تو وہ بھی اُٹھنے لگی تھی۔ اسی لیے ہیلی کاپٹر اور اوجھل ہو گیا تھا۔ بڑھتے ہوئے دھوئیں کے ساتھ ہمیں بار بار کھانسی آ رہی تھی۔ آگ کی تپش سے اب ہمیں اپنی جلد جھلستی ہوئی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"اب کتنا انتظار کریں گے جناب؟" زاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب تو دم بھی گھٹنے لگا ہے۔"

"بس اب ہم عمل شروع کر دیں گے زاہر! آگ کو اس مقام سے عبور کرنے کے دوران تم آگے رہو گے اور میں تمھارے پیچھے آؤں گا۔"

زاہر نے فوراً ہی آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"سنو زاہر! جلد بازی کھیل بگاڑ دے گی۔ آگ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہمیں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ایک لمحے کا فرق بھی ہمیں جھلسا کر رکھ دے گا اور اگر آگ عبور کرنے کے دوران کسی بھی لمحے آگ ہم پر اثر انداز ہو گئی تو پھر ہماری لاشیں تک ناقابلِ شناخت ہو جائیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے جناب! اور میں آگ عبور کرنے کے دوران ہر ممکن تیز رفتاری کا مظاہرہ کروں گا۔"

"آگ کی حدود میں قدم رکھنے سے ایک آدھ سیکنڈ پیشتر ہی خوب گہری سانس لے کر اپنے پھیپھڑے آکسیجن سے اچھی طرح بھر لینا۔ اگر آگ کے درمیان کہیں سانس لینے کی کوشش کی تو مہلک کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس حواس معطل کر کے رکھ دے گی۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے بے صبری سے اپنا بازو مجھ سے چھڑانے کی کوشش کی۔ "مجھے چھوڑیے تاکہ میں آگے چلوں۔"

میں نے زاہر کا بازو چھوڑا تو وہ تیر کی طرح آگ کی طرف لپکا۔ میں اپنا سوٹ کیس اور بندوق اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ دھواں اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ اگر زاہر مجھ سے ذرا دور اور نکل جاتا تو میں اُسے ہرگز نہ دیکھ پاتا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر سے ہمارا دیکھ لیا جانا قطعی ناممکن تھا۔

آگ کی جس دیوار کو ہم عبور کرنے جا رہے تھے وہ باقی جانب والی دیوار تھی اور چونکہ آگ دریا کی طرف بڑھ رہی تھی اس لیے وہاں چوڑائی زیادہ ہونے کا امکان نہیں تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہاں آگ کی چوڑائی بیس فٹ کے قریب رہی ہوگی۔ ممکن ہے زیادہ بھی ہو۔

پھر ہم سوختہ زمین پر دوڑتے رہے۔ شدید دھوئیں کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ ایک ایک سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا اور دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ سوختہ زمین گرم تھی اور اب بھی جگہ جگہ سلگتی ہوئی چنگاریاں موجود تھیں۔ چاروں طرف روشن آگ کی تپش، آگ اگلتے ہوئے سورج کی تمازت اور پیروں تلے گرم زمین کے علاوہ دوڑنے کی مشقت نے ہمارے جسموں سے بہنے والے پسینے کی رفتار مزید بڑھا دی تھی۔ پسینہ اس قدر بہہ رہا تھا کہ اب تو ہمارے لباسوں سے بھی ٹپکنے لگا تھا۔

میری ہدایت کے مطابق آگ کے شعلوں میں داخل ہونے سے قبل زاہر رُک گیا۔ وہ آگ سے کوئی بیس فٹ کے فاصلے پر رُکا تھا۔ اُس نے وہاں رُک کر اپنے حواس مجتمع کیے، گہری سانسیں لیں اور اس کے بعد اس طرح دوڑ لگا دی جیسے سو میٹر کی دوڑ میں حصہ لینے والے ایتھلیٹ دوڑتے ہیں۔

میں زاہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اُسے آگے رکھنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتے دیکھوں تو اُسے ٹوک دوں یا آگ کا پُرخطر طوفان عبور کرتے وقت اگر اُسے میری کسی مدد کی ضرورت پڑ جائے تو اس کی مدد کر سکوں۔ اگر وہ مجھ سے پیچھے ہوتا تو ظاہر ہے مجھے علم ہی نہ ہو پاتا کہ اس پر کیا بیتی۔ میں جانتا تھا کہ چاروں طرف سے آگ میں گھرنے کے بعد دنیا کا مضبوط ترین شخص بھی اپنے اعصاب کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ جب آدمی آگ میں گھرا ہوا ہو تو وہ حواس کھو کر ٹھٹکا رہ سکتا ہے۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ میں اپنے حواس قابو میں رکھ سکوں گا لیکن ایک موہوم سی اُمید تھی کہ شاید زاہر کو کسی موقع پہ میری مدد کی ضرورت پڑ جائے اور میں اُس

کے کسی کام آسکوں۔ گو کہ میرے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس تھا اور دوسرے میں بندوق تھی ان دونوں چیزوں سمیت دوڑنا اور دوڑتے ہوئے رفتار بھی قائم رکھنا بہت مشکل تھا ایسے میں کسی کی مدد کس طرح کی جاسکتی ہے تاہم میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر کسی مرحلے پر ضرورت ہوا تو میں زاہر کی خاطر ان دونوں اشد ضروری اشیا سے دست بردار ہونے میں ذرا بھی تکلف نہیں کروں گا۔ میرے ساتھی کی زندگی کے سامنے کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

زاہر انتہائی رفتار سے دوڑتا ہوا آگ کے مہیب شعلوں میں گھس گیا۔ اس کے پیچھے میں بھی آگ میں گھسا تھا۔ شعلے آسمان سے باتیں کررہے تھے اور ہمیں اس جھلسا دینے والی آگ سے اپنی رفتار کے بل پر گزرنا تھا۔ ہمارے پسینے سے بھیگے ہوئے جسم اور تربتر کپڑے آگ کے خلاف ہمارے صرف لیکن مؤثر ہتھیار تھے۔

میری زندگی کا بیشتر حصہ مختلف قسم کے مسائل اور مصائب کا سامنا کرتے گزرا ہے۔ میں نے بڑے بڑے حادثات کا مقابلہ کیا ہے۔ کڑے سے کڑے وقت سے گزرا ہوں لیکن مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ امریکا کی اس نامعلوم وادی میں بھڑکتی ہوئی اس خوف ناک آگ کو عبور کرنے سے زیادہ دہشت ناک عمل سے میں کبھی نہیں گزرا۔ کوئی مجھے کتنی ہی بڑی رقم کیوں نہ پیش کردیتا لیکن میں اس عمل سے اپنی مرضی سے کبھی نہیں گزر سکتا تھا۔ مگر اس وقت ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں تھا۔ ہم کوئی کھیل نہیں کھیل رہے تھے۔ میں نے اور زاہر نے محض اپنی جانیں بچانے کی خاطر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر اس آگ سے گزرنے کا ناممکن قسم کا کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

مجھ سے چند قدم آگے دوڑتا ہوا زاہر آگ کا ایک گولا معلوم ہورہا تھا۔ دندناتے دار آگ کے لپکتے شعلوں کے درمیان دوڑتے ہوئے ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئے تھے۔ ہمیں اپنا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ یہ یقین سے کہنا مشکل تھا کہ ہم اس آگ سے پار بھی نکل سکیں گے یا یہ ہماری زندگی کی آخری جدوجہد کا آخری سفر ہے جس کا انجام ہماری سوختہ لاشوں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

ہمارے دائیں بائیں، آگے پیچھے، سروں کے اوپر اور پیروں کے نیچے ہر طرف شعلوں کی لپکتی ہوئی زبانیں تھیں جو ہمیں چاٹ جانے کے لیے بے تاب تھیں۔ شروع کے تین چار سیکنڈ تک مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ بس ایک دہشت تھی۔ آگ کے اندر دوڑنے کی دہشت [illegible] کے بعد دفعتاً مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا اور آنکھوں میں جلن شروع ہوگئی۔ ہمارے کپڑوں سے پسینے کی ساری نمی بھاپ بن کر اڑ چکی تھی۔

اس وقت ہمارے پاس گھڑی نہیں تھی اگر ہوتی تب بھی میں بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ چوتھا سیکنڈ تھا یا پانچواں جب آگ ہم پر اثر انداز ہونا شروع ہوئی۔ آگ کی تپش ہمارے جسموں کے ان سوجے ہوئے حصوں کے لیے جو شہد کی مکھیوں کی یلغار کے باعث سوج گئے تھے پہلے ہی بے حد تکلیف کا باعث بن رہی تھی اور اب تو آگ کی اثر اندازی کا دائرہ پورے جسم تک پھیل گیا تھا۔

سب سے پہلے ہمارے بالوں کو آگ لگی۔ زاہر کے سر کے بال جل رہے تھے۔ جب زاہر کے بال جل رہے تھے تو علی یار خان کے سر کے بال کیسے محفوظ رہ سکتے تھے۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اولیور وڈ مجھے اس حال کو بھی پہنچا سکتا ہے کہ میں خود کو خود سوزی کرنے پر مجبور ہوجاؤں۔ یہ اس کی بہت بڑی فتح تھی لیکن ہماری فتح یہ تھی کہ ہم اس کے ہاتھ نہیں لگے تھے۔ نہ تو اس کے آدمی ہمیں زندہ گرفتار کرسکے تھے اور نہ ہی ہم نے ان کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ ہم تو اپنی زندگیاں بچانے کی جدوجہد کررہے تھے۔ اس جدوجہد میں اگر ہمیں موت کو بھی گلے لگانا پڑ جاتا تو گوارا تھا۔ اس موت پر فخر کیا جاسکتا ہے جو جدوجہد کرتے ہوئے آئے۔

ہمارے بال جل رہے تھے اور پورے جسم میں ایسی شدید تکلیف تھی جیسے کسی نے ہمارے جسموں کی کھال اتار کر زخمی جسم پر نمک چھڑک دیا ہو۔ کپڑوں نے ابھی آگ نہیں پکڑی تھی لیکن کسی بھی لمحے پکڑ سکتے تھے اور مجھے معلوم تھا کہ اگر کپڑوں میں آگ لگ گئی اور اس کے بعد ہم آگ کے اس دریا سے اُدھر نکلے تو ہم سسک سسک کر دم توڑ دیں گے۔

زاہر بری طرح چیخ رہا تھا اور میں ہونٹ بھینچے اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ منہ کھولنا انتہائی خطرناک تھا۔ معلوم نہیں چیخنے کے باوجود زاہر اتنی تیز رفتاری سے کیسے دوڑ پا رہا تھا۔ ہمیں تازہ ہوا کی آکسیجن کی اشد ضرورت تھی جس کا وہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ چیخنے کا نتیجہ بے ہوش ہونے کی صورت میں بھی ظاہر ہوسکتا تھا۔

اگلے ہی لمحے میں نے زاہر کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ اس کی رفتار سست ہوئی تھی۔ نتیجتاً میں اس سے ٹکرایا اور اسے اپنی آغوش میں بھر کر چھلانگ لگا دی۔

[illegible] اور دونوں زمین پر گرے تھے۔ میں نے یہ حرکت اضطراری طور پر کی تھی ورنہ اس وقت اتنا ہوش کہاں تھا کہ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھایا جاتا اور اس حرکت کے نتیجے میں زاہر کے ساتھ مجھے بھی جل کر بھسم ہوجانا چاہیے تھا۔ لیکن میں آج بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہم آگ کے دائرے سے باہر گرے تھے۔ ہماری چھ یا سات سیکنڈ کی جدوجہد کام آگئی تھی اور ہم آگ کا خوف ناک طوفان عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

ہم دونوں لڑھکتے ہوئے ایک کھڈ میں جاگرے تھے۔ کھڈ میں گرنے سے قبل پورے جسم میں شدید جلن ہورہی تھی لیکن کھڈ میں گرتے ہی ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہوا۔ میرا جسم کسی نرم چیز میں دھنستا چلا گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے میں بھی ہوش و حواس سے بیگانہ ہوگیا۔

وہ غنودگی جو مجھ پر طاری ہوئی عارضی تھی۔ اس کے بعد میرا ذہن کام کرنے لگا۔ مجھے بس یہ احساس تھا کہ اب ہم محفوظ ہیں یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیوں محفوظ ہیں اور کس چیز سے محفوظ ہیں اور ہمیں کیا خطرہ یا خطرات لاحق تھے۔ مجھے یہ دیکھنے کا بھی ہوش نہیں تھا کہ ہم کہاں اور کس حال میں ہیں۔

پھر چند لمحے گزرنے کے بعد ذہن پر چھائی ہوئی دھند مزید صاف ہوئی تو میں نے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا مگر وہاں اور گرد تھا ہی کہاں۔ کافی غور کرنے کے بعد میری سمجھ میں آیا کہ ہم کسی نالے میں گرے ہیں جو عرصہ دراز قبل آب پاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہوگا۔ طویل عرصے تک استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اس میں کائی کی گہری تہہ جم گئی تھی۔ ہم کائی کی اس تہہ میں دھنسے ہوئے تھے۔ کیچڑ اور سڑی ہوئی کائی کی اس تہہ سے ناگوار قسم کی تیز بو خارج ہورہی تھی۔ ایسی بو جو اعصاب پر نہایت برے اثرات مرتب کررہی تھی لیکن شاید اس میں کوئی ایسی تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ اس نے ہمارے سوختہ جسموں کے لیے مرہم کا کام کیا تھا۔

میں نے اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ نہایت مشکل کام ہے جس ہاتھ کے بل میں نے اٹھنے کی کوشش کی تھی وہ کائی کے اندر دھنس گیا تھا۔ سوٹ کیس بھی کیچڑ میں لتھڑ گیا تھا اور بندوق بھی تباہ ہوگئی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ کائی کی وہ تہہ زیادہ موٹی نہیں تھی ورنہ اس سے باہر نکلنا بالکل ہی ناممکن ہوجاتا۔

زاہر میرے نزدیک ہی تھا اور بے ہوش پڑا تھا۔ اسے ہوش میں لانا ایک الگ مسئلہ تھا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہونے کے کسی طریقے پر غور کرنے لگا اور بالآخر مجھے ایک طریقہ سوجھ گیا۔ بہت آسان سا طریقہ تھا اور سامنے کی بات تھی۔ عقل و حواس جب ٹھیک نہ ہوں تو سامنے کی بات بھی بہت دیر میں سجھائی دیتی ہے۔ میں نے سوٹ کیس کھڑا کیا اور اس پر زور دے کر اٹھنے کی کوشش کی۔ پہلی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا اس لیے کہ سوٹ کیس پھسل گیا تھا۔ میں نے از سر نو کوشش کی اور اس بار میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ میں کھڑا تو ہوگیا تھا لیکن اس سخت کیچڑ نما کائی میں چلنا بالکل ہی دو بھر ہوگیا تھا۔ اب ایک ہی صورت تھی اور میں نے اسی پر عمل کیا۔ کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنے دونوں ہاتھ کنارے کی طرف بڑھا دیے اور خود کو کنارے کی طرف گرا دیا۔ اس طرح اس نالے کی منڈیر میرے ہاتھ میں آگئی اور میں نے اسے تھام لیا۔ اب کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا صرف زاہر کو ہوش میں لانا تھا اور بندوق اور سوٹ کیس باہر نکالنا تھے۔ میں نے نالے کی منڈیر کے سہارے خود کو متوازن کیا اور جھک کر سوٹ کیس اٹھا کے اسے دوسری طرف زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اسی طرح میں نے بندوق بھی اٹھالی۔ خود نالے سے باہر نکلنے سے قبل زاہر کو ہوش میں لانا ضروری تھا۔ میں نے بندوق سے زاہر کو ہلایا اور اسے زور زور سے آوازیں دیں۔ میرے اندازے کے برعکس زاہر نے جلد ہی آنکھیں کھول دیں۔ اس پر دہشت کا غلبہ تھا۔ آگ کے درمیان سے گزرنے کے تجربے کو آسانی سے فراموش کرنا ممکن نہیں تھا۔

"اٹھو زاہر! ہم آگ کے طوفان سے صحیح سلامت گزر آئے ہیں۔ اٹھو تاکہ ہم اس متروک نہر سے باہر نکل سکیں۔"

زاہر نے پھڑپھڑا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ پیر دلدل میں دھنس گئے۔

"اس کے سہارے اٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے بندوق کی نال زاہر کی طرف بڑھائی اور وہ بہ وقت تمام اٹھنے میں کامیاب ہوسکا۔ اس کے اٹھنے کے بعد میں نے باہر نکلا اور پھر زاہر کو بھی کھینچ کھانچ کر باہر نکال لیا۔ ہم دونوں متروک نہر کے دوسرے کنارے پر اگی ہوئی جھاڑیوں کے درمیان بے سدھ ہوکر گر پڑے۔ ہمارے جسم اور کپڑے کیچڑ اور کائی میں لتھڑ گئے تھے۔

کچھ دیر دم لینے کے بعد میں نے گھاس پھوس اور پتوں کی مدد سے اپنی، زاہر کی اور سامان کی صفائی کا عمل شروع کیا۔ آدھے گھنٹے کی محنت شاقہ کے بعد ہمارے حلیے کسی قدر بہتر ہوگئے۔ ہمارے سروں، بھووں اور پلکوں کے بیشتر بال جھلس گئے تھے۔ شکر ہے کہ ہماری کھالیں محفوظ رہ گئی تھیں۔

فرش نما گرنے سے قبل پورے جسم میں سوزش محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کائی کی کسی نامعلوم خصوصیت کے باعث... ہمارے جسموں پر چھالے نہیں پڑے تھے اور اب تو سوزش بھی بالکل نہیں ہو رہی تھی۔

"نئی زندگی مبارک ہو زاہر!" میں نے خاموش پڑے ہوئے زاہر کو بولنے پر اکسانے کے لیے کہا۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہم آگ کے اس خوفناک طوفان سے گزر آئے ہیں۔"

"جہاں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہاں بھی آگ لگی ہوئی تھی اور اس طرف بھی آگ لگی ہوئی ہے۔"

میرے الفاظ پر زاہر نے چونک کر دیکھا اور اسے دوسری طرف لگی ہوئی آگ نظر آ گئی۔

"اس طرف کیسے آگ لگ گئی جناب!" زاہر نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

"تمھیں یاد ہوگا کہ پائلٹ نے ہمیں بائیں جانب دوڑتے ہوئے دیکھ کر مزید فائر کیے تھے۔ یہ آگ انھی فائروں کا شاخسانہ ہے۔"

"اب ہم کہاں جائیں جناب! اب تو بھاگ دوڑ کرنے کی سکت بھی نہیں رہی۔"

"بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اطمینان سے اسی جگہ بیٹھے رہو۔"

"آگ اس سمت بھی آ سکتی ہے جناب! ہمیں اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔"

"یہاں تک آگ کا پھیلنا مشکل ہے زاہر! اس کا پھیلاؤ دریا کی طرف ہے۔"

"اگر کسی طرح ہم لوگ ان کے جنگل سے بچ کر نکل گئے تو ہمیں اپنی اس جدوجہد کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"ابھی تو معلوم نہیں ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے گا زاہر! وادی سے نکل گئے تو بھی بچا رہے ہیں۔"

"پہاڑ کا علم نہیں جناب! اولیوبا ورڈ کے آدمیوں کی فکر تھی جن سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔"

"یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دو کہ انھوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔"

"جب ان کے خیال کے مطابق ہم آگ میں جل کر مر چکے تو اب وہ کس کا تعاقب کریں گے؟"

"یہی تو غلطی ہے۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ان کے خیال میں ہم مر چکے ہیں۔"

"ہم بہت آگ اس وقت جھوڑی ہے جب پائلٹ کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔"

"یہ درست ہے کہ ہم پائلٹ کو نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اولیوبا ورڈ ہرگز یقین نہیں کرے گا کہ ہم جل گئے ہیں۔ اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ آیلی کا پیڑ اب تک وہیں موجود ہے۔"

زاہر نے جھاڑیوں کے درمیان سے جھانک کر دیکھا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد اسے آگ کی لپٹوں کے عقب میں نیلی کا پیڑ نظر آ گیا۔

"وہاں تو اب کسی چیونٹی کے بچنے کی زندگی کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا پھر یہ نیلی کا پیڑ جلا کیوں نہیں جاتا؟"

"یہی بات میں تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں جب تک انھیں ہماری بھسم شدہ لاشیں نہیں مل جائیں گی، ہماری موت پر یقین نہیں کیا جائے گا۔"

"تب تو برا اچھا حال ہے۔" زاہر نے مایوسی سے کہا۔

"حوصلہ بلند رکھو زاہر! حوصلہ بلند ہو تو شکست نہیں ہو سکتی۔"

"صرف حوصلہ ہی تو کچھ نہیں کر سکتا جناب! اب تو جسمانی طاقت بالکل ہی جواب دے چکی ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اب ہم میں واقعی اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ مزید جدوجہد کر سکتے لیکن ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے تھے۔

"یہ جو ان لوگوں نے آگ لگائی ہے کیا مقامی آبادی اس کی زد میں نہیں آ جائے گی؟" زاہر نے کہا۔

"آگ کے پیش نظر مصلحتیں کہاں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے آگ لگی ہے تو جو کچھ اس کی زد میں آئے گا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیا۔ پوری وادی کو آگ میں بھسم کر دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"انھوں نے آگ ہمیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں لگائی تھی وہ تو ہمیں بے بس کر کے گرفتار کرنا چاہ رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے جناب! لیکن اس آگ کی زد میں ان کے اپنے آدمی بھی تو آ سکتے ہیں کیا انھوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ہوگا؟"

"ہوں! تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس آگ کا توڑ بھی ضرور ہوگا۔"

"میرا خیال تو یہی ہے جناب! انھوں نے بلا سوچے سمجھے اتنا بڑا اقدام ہرگز نہیں اٹھایا ہوگا۔"

"جو کچھ بھی ہوگا جلد ہی سامنے آ جائے گا۔ اس وقت ہمیں جھاڑیوں کے اندر آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا جناب! خواہ مخواہ انرجی برباد ہوگی زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم آرام کر کے اپنی توانائیاں مجتمع کر لیں۔"

"اس وقت پانی ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور پانی کے لیے آگے بڑھیں گے، تمھیں شاید یاد نہیں ہم نے اس سمت میں ایک چشمہ بہتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"دیکھا تو تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وہ کس سمت میں تھا۔"

میں نے اور زاہر نے جھاڑیوں کے درمیان رینگنا شروع کر دیا۔ نالے کے کنارے جھاڑیاں بلند اور گھنی تھیں۔ بعض مقامات پر جھاڑیوں کی ٹہنیاں نالے کے اندر جھکی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس وقت معاملہ چونکہ رفتار کا نہیں تھا۔ اس لیے ہم سست روی اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے بلکہ جلدی نہ کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ہم تھک کر چور ہو چکے تھے۔

ہمیں معلوم تھا کہ ان لوگوں کو جنگل دہکانے کے لیے ابھی بہت مزید کتنی تگ و دو کرنا ہوگی۔ ممکن تھا کہ وہ ہماری زندگیوں سے مایوس ہو کر واپس چلے جاتے اور ہمارا پیچھا چھوڑ دیتے بات کی یہی ایک صورت رہ گئی تھی۔ بصورت دیگر زاہر کی طرح مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ اب ہم ان لوگوں کی آنکھوں میں زیادہ دیر دھول جھونک سکیں گے۔

لیکن اگر وہ لوگ ہماری موت کا یقین کر کے واپس چلے جاتے تو بھی کیا ہوتا؟ اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ آگ بڑھتی ہوئی ہم تک نہیں پہنچے گی۔ وقتی طور پر تو ہم محفوظ ہو گئے تھے لیکن آگ کے باعث درجۂ حرارت میں ہونے والا اضافہ ہمیں جھاڑیوں کے درمیان بھی محسوس ہو رہا تھا۔ یہی غنیمت تھا کہ ہمارے جسموں پر کائی اور کیچڑ کی تہہ تھی۔ یہ تہہ جہاں ہمارے لیے شدید الجھن پیدا کر رہی تھی وہاں اس درجۂ حرارت میں ہونے والے اضافے کے خلاف ایک ڈھال بھی تھی۔

جھاڑیوں کے درمیان رینگتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے زاہر ہمیں زاہر نے نظریے کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا جس کے مطابق ان لوگوں کے پاس آگ پر قابو پانے کا کوئی ذریعہ ضرور موجود تھا۔ اگر ایسا تھا تو دیکھنا یہ تھا کہ آگ پر قابو پانے کے لیے وہ لوگ کب کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔

چاروں طرف جلتی ہوئی آگ کا کثیف دھواں ازحد ناقابل برداشت ہو چکا تھا۔ ہمارے دم گھٹ رہے تھے۔ پانی کے چشمے تک پہنچنے کے بعد صورت حال کسی قدر بہتر ہو جاتی۔

پھر جھاڑیاں چھدری ہونا شروع ہو گئیں اور اس کے بعد جھاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر صاف شفاف چشمہ بہہ رہا تھا۔ چشمے کے کنارے جھاڑیوں کی عدم موجودگی انسانی ہاتھوں کی مرہون منت تھی۔ نزدیک و دور کسی کی موجودگی کا سوال نہیں تھا۔ میں اور زاہر پانی کی طرف جھپٹے اور کپڑوں سمیت اس چشمے میں کود پڑے۔

ٹھنڈے پانی نے چند ہی منٹ کے اندر اندر ہماری تھکن دھو ڈالی۔ کئی روز بعد نہانا نصیب ہوا تھا۔ اس لیے پانی سے باہر نکلنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہم نے اپنے جسموں پر کیچڑ کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہنے دیا تھا لیکن اس کیچڑ کی تہہ جسم سے اترنے کے بعد مجھے اپنی جلد میں ہلکی سی جلن محسوس ہونے لگی تھی۔ غالباً یہ آگ سے جلنے کا اثر تھا جسے کائی کی تہہ نے وقتی طور پر دبا رکھا تھا اور اس کے جسم سے اترنے کے بعد جلن پھر سے شروع ہو گئی تھی مگر یہ جلن بہت خفیف سی تھی اور ناقابل برداشت نہیں تھی۔

اس وقت نہانے کا ایک اور نقصان جو میں نے محسوس کیا وہ یہ تھا کہ مجھے نیند سے اپنی پلکیں بوجھل ہوتی محسوس ہونے لگیں۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہر بھی اسی کیفیت سے گزر رہا ہوگا اور یہ کیفیت ہمارے لیے سخت مضر تھی۔ اس سے بچنے کی بہتر صورت یہی تھی کہ ہم جلد از جلد پانی سے باہر نکل جاتے اور میں نے یہی کیا۔ مجھے باہر نکلتے دیکھ کر زاہر بھی چشمے سے باہر نکل آیا اور ہم چشمے کے کنارے زمین پر لیٹ گئے۔ مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی تھی چنانچہ میں فوری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہمارے لیے کھلے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں خود کو پوشیدہ رکھنا چاہیے۔" زاہر سے یہ بات کہتے وقت میری نظر اس کے چہرے پر پڑی اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کے سر کے تقریباً سارے بال جھلس گئے تھے بھنویں اور پلکیں بھی غائب ہو چکی تھیں اور گزشتہ ایک ہفتے کے دوران بڑھی ہوئی شیو کے اکثر بال بھی۔

زاہر کا یہ حلیہ دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ نہانے سے قبل یہ حلیہ کائی کی تہہ نے چھپا رکھا تھا۔ میری بات سن کر تو زاہر نے سر نہیں اٹھایا تھا لیکن مجھے ہنستے دیکھ کر اس نے سر اٹھایا اور اپنی تمام تر آنکھوں سے مجھے دیکھنے کی کوشش کی اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ چند لمحے وہ مجھے ایسی ہی نظروں سے دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس نے خود بھی ہنسنا شروع کر دیا۔ میں تو پہلے ہی ہنس رہا تھا۔ اس کے

اس طرح جلنے پر مجھے یک بہ یک اپنے حلیے کا خیال آیا اور میرا ہاتھ بے اختیار اپنے سر پر جا پہنچا۔ بلاشبہ میرا حلیہ بھی زاہر کے حلیے سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ ہم دونوں نے آگ کا دریا عبور کیا تھا اور ہم دونوں کے جسم جھلس گئے..... بال جھلس گئے تھے۔

"ہم دونوں ہی کارٹون نظر آ رہے ہیں۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اس لیے ایک دوسرے پر ہنسنے کے بجائے اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے اور فوراً جھاڑیوں میں پناہ لینی چاہیے۔"

"ہیلی کاپٹر تو واپس چلا گیا ہوگا۔" زاہر نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میں نے آسمان پر نگاہ دوڑائی اور مجھے ہیلی کاپٹر دکھائی دے گیا جو بہت تیز رفتاری سے پرواز کر رہا تھا اور اس سے جلتی ہوئی آگ پر گولے پھینکے جا رہے تھے۔ جس مقام پر کوئی گولہ گرتا تھا وہاں سے کثیف دھواں اٹھنے لگتا تھا۔

"اوہ، یہ تو شاید آگ بجھانے والی گیس پھینک رہا ہے۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

زاہر جلدی سے کھڑا ہو گیا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ "جی ہاں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "میرا خیال درست ثابت ہوا۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر ہی آگ لگائی تھی۔"

"خوش ہونے کی بات نہیں ہے زاہر! آگ بجھنے کے بعد وہ ہماری لاشیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟" زاہر تشویش سے بولا۔ "واپس انھی جھاڑیوں میں چھپ جاتے ہیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے کہا۔ "ہم گھرے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جلد ہی ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔ ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے آؤ جھاڑیوں میں ہی چلتے ہیں۔ آگ بجھنے کے بعد وہ ہمیں اس جگہ تلاش کریں گے جہاں ہمیں آخری بار دیکھا گیا تھا تو وہاں سے انھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اس دوران ہمارے پاس اتنا وقت ہوگا کہ کچھ دور نکل جائیں۔"

زاہر کھانسنے لگا۔ دھوئیں میں اچانک ہی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ میری سانسیں بھی رکنے لگی تھیں۔ ہم نے پلٹ کر جھاڑیوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ جھاڑیوں تک پہنچنے سے قبل ہی زاہر زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ ہمارے چاروں طرف دھواں پھیل چکا تھا اور اب ہمیں ہیلی کاپٹر کی صرف آواز سنائی دے رہی تھی مگر دھوئیں کے باعث وہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے کہا اور زاہر کی طرف بڑھا اس دوران میں زاہر زمین پر ڈھے چکا تھا۔ خود مجھے اپنے اعصاب شل ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے جھک کر زاہر کو اٹھانے کی کوشش کی مگر مجھ میں اتنی تاب نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں خود بھی اس کے اوپر ڈھیر ہو گیا۔ یہ بات بہت دیر میں سمجھ آئی تھی کہ آگ بجھانے والی گیس نے آگ کے ساتھ ساتھ ہمارے ہوش و حواس بھی بجھا دیے تھے اور یہ آخری بات تھی جو میں سوچ سکا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ خبر نہ رہی۔

ہوش و حواس کے تعطل کے وقفے کو وقت کے پیمانے سے ناپنا میرے لیے ممکن نہیں.... بس اتنا معلوم ہے کہ آنکھ کھلی تو پورا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔ بے ہوش ہونے سے قبل ہر طرف آگ ہی آگ تھی اور اب ہر طرف سفید ہی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ جس کمرے میں میری آنکھ کھلی اس کی دیواریں سفید تھیں، بستر کی چادر سفید تھی۔ میرے اپنے جسم پر سفید لباس تھا اور میرے نزدیک موجود لڑکی نے سفید رنگ کا کوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ پلنگ کے برابر ایک اسٹینڈ تھا۔ اس کا رنگ بھی سفید تھا اور اس اسٹینڈ پر ٹنگی ہوئی تھیلی میں سفید سیال بھرا ہوا تھا جو ایک نلکی کے ذریعے میری کلائی میں پیوست سوئی کے راستے قطرہ قطرہ میرے جسم میں داخل ہو رہا تھا۔ میں کسی اسپتال میں تھا۔

میں نے سر کو ذرا سی جنبش دی اور پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں دو ہی پلنگ تھے۔ دوسرے پلنگ پر یقیناً زاہر تھا لیکن اس کی حالت زیادہ تشویش ناک معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک بھی نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں متعدد سائنسی آلات بکھرے نظر آ رہے تھے۔ زاہر کے جسم سے کئی نلکیاں منسلک تھیں جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی مشین تک چلی گئی تھی۔ جدید ترین الیکٹرانک مشینوں کے روشن اسکرین مختلف قسم کے اعداد و شمار ظاہر کر رہے تھے۔ بعض پر جلتے بجھتے اور متحرک روشن نقطے اور لکیریں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کمرے میں موجود لڑکی جو نرس معلوم ہوتی تھی۔ انھی مشینوں میں سے ایک پر جھکی ہوئی تھی جو زاہر کی حالت کے متعلق اعداد و شمار ظاہر کر رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ میری حالت بہتر ہے اور میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کر رہا۔ ہاتھوں اور پیروں میں البتہ خفیف سی دکھن تھی جو نظر انداز کر دیے جانے کے لائق تھی۔ زاہر کی طرف سے مجھے ضرور تشویش

ہو رہی تھی [illegible] کو نظر انداز کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی۔ نرس کی پشت میری طرف تھی مگر اس نے محسوس کر لیا کہ میں نے جگہ سے حرکت کی ہے۔ وہ میری طرف مڑی اور مجھے اٹھنے کی کوشش کرتے دیکھ کر تیزی سے میری طرف پلٹی۔

"آپ لیٹے رہیے جناب!" اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں اپنے ساتھی کی طرف سے فکرمند ہوں۔" میں نے کہا۔ "کیا وہ خطرے میں ہے؟"

"ہمارے ہوتے ہوئے آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں لیٹا رہوں تو مجھے ٹالنے کے بجائے بتاؤ کہ میرے ساتھی کا کیا حال ہے؟"

"ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ انھیں ہوش آ جائے۔" اس نے مبہم سا جواب دیا۔

"ہم کون؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق میڈیکل کے شعبے سے ہے اور لوگوں کی زندگیاں بچانا ہمارا فرض ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی اور وہ قد لیا ہونے کے باوجود بے وقوف نہیں تھی۔ وہ بہت غور سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے میرا ارادہ جاننا چاہتی ہو۔

"تمھارا تعلق ضرور میڈیکل کے شعبے سے ہوگا لیکن تم ڈاکٹر تو نہیں لگتیں۔"

"وہ بہترین ڈاکٹر ہیں آدھے گھنٹے بعد معائنہ کرنے آئیں گے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"گویا تم نرس ہو؟"

"میں ان کی ساتھی ہوں اور آپ لوگوں کی دیکھ بھال میری ذمے داری ہے۔"

"ٹھیک ہے اب یہ ٹرپ نکال دو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی۔"

"میں اس قسم کے فیصلے کرنے کی مجاز نہیں ہوں۔ ڈاکٹر ہی کوئی فیصلہ کریں گے۔"

"لیکن میں کسی قسم کی کمزوری نہیں محسوس کر رہا۔" میں نے احتجاج کیا۔

"یہ ہمارا کمال ہے ورنہ جس وقت آپ یہاں لائے گئے تھے آپ دونوں کی حالت بے حد خراب تھی۔"

"یہ کون سا اسپتال ہے؟"

"میں آپ کو کم سے کم گفتگو کرنے کا مشورہ دوں گی۔ آپ کی طبیعت دوبارہ بگڑ سکتی ہے۔"

"مجھے یقین ہے یہ کوئی اسپتال نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ آپ سوال جواب کرتے رہیں اور میں آپ کے بیڈ سے لگی کھڑی رہوں؟"

"تمھیں غالباً خوف ہے کہ میں تمھارے ہٹتے ہی اٹھنے کی کوشش کروں گا؟"

"آپ کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں تمھیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ تم چاہو تو بیٹھ سکتی ہو۔ ڈاکٹر کے آنے تک میں یونہی لیٹا رہوں گا۔"

"شکریہ جناب!" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیڈ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"تم میرے سوالوں کے جواب دینے سے کیوں گریز کر رہی ہو جبکہ میرے سوالات بھی بے ضرر ہیں۔"

اس نے ایک طویل سانس لی۔ "غالباً آپ کو سب سے زیادہ فکر اپنے ساتھی کی ہے اور میں اس بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی اس لیے کہ میں خود بہت کم جانتی ہوں۔"

"جتنا معلوم ہے اتنا ہی بتا دو۔"

"آپ دونوں کے جسم پر کسی گیس کے اثرات تھے۔ آپ کے ساتھی بہت بری طرح متاثر تھے۔ ہم نے انھیں ہر ممکن طبی امداد دی کہ ان کی جان تو بچا لی ہے لیکن..." وہ خاموش ہو گئی۔

"لیکن کیا...؟" میں اضطراری طور پر اٹھ بیٹھا۔

"دیکھیے آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اٹھیں گے نہیں۔" اس نے مجھے ٹوکا۔

"اوہ، معاف کرنا۔" میں نے کہا اور دوبارہ لیٹ گیا۔ میری نگاہ اسی پر جمی ہوئی تھی۔

"جب تک انھیں ہوش نہیں آ جاتا کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔"

"ہم دونوں ایک ہی قسم کی صورت حال سے گزرے تھے پھر اس کی حالت اتنی زیادہ کیوں بگڑ گئی؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ آپ لوگ کس قسم کی صورت حال سے گزرے ہیں لیکن جب آپ لوگ یہاں پہنچے اس وقت آپ دونوں ہی کی حالت تشویش ناک تھی۔ دونوں کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک کم تھا۔ آپ کے جسم نے دواؤں کا اثر بہت تیزی سے قبول کیا اس لیے آپ کو جلد ہی ہوش آ گیا۔"

"جلدی ہوش میں آنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ میں کتنی دیر سے بے ہوش رہا ہوں؟"

"آپ اپنے ساتھی سے قبل ہوش میں آ گئے۔ اسے جلدی ہی کھلیں گے۔ ویسے یہاں آپ چھتیس گھنٹے بے ہوش رہے ہیں۔"

"چھتیس گھنٹے؟" میں بری طرح چونک پڑا۔ "چھتیس گھنٹے کم تو نہیں ہوتے۔"

"آپ کی حیرت بجا ہے لیکن ضرورتاً آپ کو کچھ سکون آور دوائیں بھی دی گئی تھیں۔"

"معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔" میں نے کہا۔ "کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

جواب دینے سے قبل وہ ذرا سا رکی پھر بولی۔ "آپ مجھے سلویا کہہ سکتے ہیں۔"

"صرف کہہ سکتا ہوں۔ کیا یہ تمہارا نام نہیں ہے؟"

"نام بھی یہی ہے۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "لیکن آپ بولتے بہت ہیں۔"

"تمہیں دیکھنے کے بعد سے خواہ مخواہ باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے ورنہ میں بہت کم گو آدمی ہوں۔"

اس نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔ "ایسی باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

میں اس سے مزید باتیں اگلوانے کے لیے گفتگو کرنے کا کوئی نیا زاویہ تلاش کر ہی رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سفید کوٹ میں ملبوس دو افراد کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے کسی کی عمر بھی پچاس سے کم نہیں تھی اور ان کی گردنوں میں جھولتے ہوئے اسٹیتھوسکوپ انھیں ڈاکٹر ظاہر کر رہے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی سلویا کھڑی ہو گئی۔ دونوں ڈاکٹر سیدھے میری طرف آئے اور میرے بیڈ کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

"کیا حال ہے جنٹلمین؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ "خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

"بہتر ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی قید ہونے کا بھی احساس ہو رہا ہے۔"

"قید ہونے کا احساس؟" دوسرے ڈاکٹر نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔ "کس وجہ سے؟"

"ایک صحت مند آدمی کو اگر بستر پر لیٹنے پر مجبور کر دیا جائے تو وہ اور کیا محسوس کرے گا؟"

دونوں ڈاکٹر ہنس پڑے۔ سلویا بھی مسکرائی تھی۔ پھر ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "تم نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا۔"

"لیکن میں نے کوئی ڈراؤنی بات تو نہیں کی تھی۔" میں معصومیت سے بولا۔

"تم نے کوئی ڈراؤنی بات نہیں کی تھی لیکن جس گیس کے زیرِ اثر تم بے ہوش ہوئے تھے اور جتنی دیر اس کے زیرِ اثر رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں دماغ کا متاثر ہونا قرینِ قیاس تھا۔ شکر ہے کہ تم محفوظ رہے۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔" میں نے سوچا۔ ممکن ہے زاہر کا دماغ زیادہ متاثر ہو گیا ہو اور اسی بنا پر اس کی بے ہوشی طویل کھنچ گئی ہو۔

"اب جبکہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ مجھے ڈسچارج کر دیا جائے؟"

میرے سوال پر دونوں ڈاکٹروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک بولا۔ "ابھی تم پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئے ہو۔ اس اسٹیج پر ذرا سی بھی بے احتیاطی سے گیس کے اثرات دوبارہ نمودار ہو سکتے ہیں۔"

"گویا ابھی مجھے مزید زیرِ علاج رہنا ہو گا؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔"

"کب تک؟"

"جب تک ہم مطمئن نہیں ہو جاتے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! یہ بات تو پہلے سے ہی میرے علم میں تھی اور مجھے یہاں رہنے پر ایسا کوئی اعتراض بھی نہیں ہے لیکن مہربانی کر کے یہ ڈرپ نکلوا دو۔ میرا جسم سوئیوں کا عادی نہیں ہے۔"

انھوں نے میرے الفاظ کے عقب میں پوشیدہ دھمکی محسوس کر لی اور سلویا سے ڈرپ نکالنے کو کہا۔

"اس ڈرپ میں دوائیں بھی شامل تھیں۔ ڈرپ نکالنے کی وجہ سے اب تمھیں بہت سی گولیاں نگلنا پڑا کریں گی۔"

"مجھے دواؤں کی قطعی ضرورت نہیں ہے لیکن تمہارے اطمینان کے لیے میں گولیاں بھی نگل لوں گا۔"

میرے بعد انھوں نے زاہر کی طرف رخ کیا اور کافی دیر تک اس کا معائنہ کرتے رہے اور میں ان کے چہروں پر پھیلی تشویش پڑھتا رہا۔ انھوں نے سلویا سے کچھ چارٹ بھی لے کر دیکھے تھے۔

"اب تک تو اسے ہوش آ جانا چاہیے تھا۔" ان میں سے ایک بڑبڑایا۔

"معلوم ہوتا ہے دماغ کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گیا ہے۔" دوسرا بولا۔

پہلے ڈاکٹر نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"مگر جو دوائیں اسے استعمال کرائی جا چکی ہیں، ان کے بعد اور کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے کسی دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا جائے جہاں مکمل خاموشی ہو۔"

"یہی کرنا پڑے گا۔" دوسرا ڈاکٹر اس سے متفق ہو گیا۔ لیکن اسی وقت میں نے دخل اندازی کی۔

"تم اسے یہاں سے کہیں نہیں لے جا سکتے اگر لے جاؤ گے تو میں بھی ساتھ جاؤں گا۔"

دونوں نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک جو زیادہ معمر تھا، چند قدم میری طرف بڑھ آیا۔

"کیا تم نے سنا نہیں کہ اس کا دماغ متاثر ہے اور اسے ایسی جگہ درکار ہے جہاں مکمل سکوت ہو؟"

"میں نے سن لیا ہے لیکن تم لوگ بے فکر رہو میں بالکل خاموش رہوں گا۔"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی اور کو بھی اس کے ساتھ رکھیں۔"

"جب میں تمھیں یقین دلا رہا ہوں کہ میں بالکل خاموش رہوں گا تو پھر یہ ممکن کیوں نہیں ہے؟"

"ڈاکٹر ہم ہیں، تم نہیں ہو اور یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے کہ مریض کا علاج کس طرح ممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ میرا ساتھی تنہا رہے۔"

"وہ تنہا نہیں رہے گا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹر بھی ہوں گے اور نرسیں بھی۔"

"یہاں اتنے لوگ ہوں گے وہاں میری موجودگی سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"تم بلاوجہ بحث کر رہے ہو۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم مریض کے لیے جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔"

"دیکھتا ہوں تم اسے میری مرضی کے خلاف یہاں سے کیسے لے جاتے ہو؟" میں نے انھیں گھورتے ہوئے کہا۔

میرے اس طرح اچھل کر بیڈ سے اٹھنے پر دونوں ڈاکٹر اور سلویا ششدر رہ گئے۔ سب اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے اور میں اس طرح کھڑا تھا کہ میرے قریب سے گزرے بغیر کوئی کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے پھر معمر ڈاکٹر سنبھالا لے کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تم جو کچھ بھی کر رہے ہو وہ تمہارے اپنے ساتھی کے حق میں برا ثابت ہو گا مسٹر زیلی!"

"اچھا!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تو جناب میرے نام سے بھی واقف ہیں؟"

"صرف نام سے ہی نہیں، ہر بات سے واقف ہیں۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"پھر بتاؤ! میں اپنے ساتھی کو تمہارے رحم و کرم پر کیسے چھوڑ دوں؟"

"حالانکہ تم خود چھتیس گھنٹوں تک ہمارے رحم و کرم پر رہ چکے ہو۔"

اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا لیکن میں نے کہا۔ "پالیسی کسی وقت بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔"

"ڈاکٹر کی صرف ایک ہی پالیسی ہوتی ہے، کسی طرح بھی سہی اس کا مریض صحت یاب ہو جائے۔"

"تم لوگ ڈاکٹر سہی مگر کسی کے ملازم بھی ہو میں اس کی پالیسی کی بات کر رہا تھا جس کے تم ملازم ہو۔"

"مسٹر زیلی! اگر ہم چاہیں تو تمہارے ساتھی کو زبردستی بھی یہاں سے لے جا سکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

"کیوں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"اس لیے کہ اس کی زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہمارا فرض ہے لیکن تھوڑی سی ذمے داری تمہاری بھی ہے۔ اگر تمھیں اپنے ساتھی سے محبت ہے تو تمھیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کسی یہودی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔"

میری بات سن کر ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن جب وہ بولا تو اس کی آواز حیرت انگیز طور پر پرسکون تھی اور اس میں اشتعال کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"تمھیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی مسٹر زیلی! میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ تمہارے کارنامے بھی میرے علم میں ہیں۔ میں تم سے یہودیت کے بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میں کوئی مبلغ نہیں ہوں۔ یہودیوں کے بارے میں بھی گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ ہر قوم میں اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ میرا سیاست سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے سیاسی گفتگو بھی نہیں کر سکوں گا۔ یہ سارے معاملات انھی لوگوں تک

رکھو تب سے تمھاری دشمنی چلی آرہی ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط — کون غالب ہوتا ہے اور کون مغلوب... مجھ سے تو میرے شعبے کی حد تک بات کرو۔ اتنا تو تم خود بھی جانتے ہو گے کہ دنیا کے کسی بھی ملک کے میڈیکل کے نصاب میں رنگ، نسل، قوم اور مذہب کی بنیاد پر کوئی بات شامل نہیں کی جاتی نہ پڑھائی جاتی ہے۔ دنیا کا ہر مذہب محبت کی تلقین کرتا ہے اور نفرت سے روکتا ہے لیکن ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو مذہبی تعلیمات سے بغاوت کرتے ہوئے نفرت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ میں بڑے فخر سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے وہ پیشہ اپنایا ہے جو عملی طور پر ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہے۔ کبھی آپریشن ٹیبل پر ہمارے سامنے ہمارا دشمن بھی آجائے تو ہمارے ہاتھ اس کے لیے مسیحائی کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

میں پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا اور اس نے بھی تمام گفتگو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کی تھی۔

"مجھے تمھاری کسی ایک بات سے بھی اختلاف نہیں ہے لیکن تم بھی تو آخر کسی کے ملازم ہو۔"

"تمھارا خیال غلط ہے۔" اس نے میری بات کاٹ دی۔ "جب تک کوئی شخص زیر علاج ہے وہ ہماری ذمے داری ہے اور اس پر کسی کا بس نہیں چل سکتا۔"

"لیکن میں تو یہاں اکیلا رہ جاؤں گا۔" میں نے پینترا بدلا۔

"سلویا تمھاری رفاقت کے لیے یہیں موجود رہے گی۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"میرے ساتھی کو بھی تو دیکھ بھال کی ضرورت ہوگی۔" میں نے اعتراض کیا۔

"بے فکر رہو، ہمارے پاس اسٹاف کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "گو کہ یہ ہر وقت تو میرے پاس نہیں رہ سکتی۔"

"پھر بھی ملتی رہے گی اور اگر تم چاہو گے تو ڈیوٹی تبدیل بھی کی جا سکتی ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ زاہر کے سلسلے میں ڈاکٹر نے جس ردعمل کا مظاہرہ کیا اسے جذباتیت کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ہم اولیوراوڈ کے قیدی تھے۔ وہ ہمیں مروا بھی سکتا تھا اور ہم سے زبردستی اپنی مرضی کے مطابق کام بھی لے سکتا تھا۔ پھر یہ حقیقت تھی کہ اگر ہمیں مارنا ہی مقصود ہوتا تو یہ کام اس وقت زیادہ بہتر طور پر ہو سکتا تھا جب ہم بے ہوش تھے۔

انھوں نے زاہر کو اس کمرے سے منتقل کر دیا اور میں خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ سلویا کمرے میں ہی رک گئی تھی۔ ان لوگوں نے اس سے چلنے کو کہا بھی نہیں تھا اور یہ پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ وہ میری دیکھ بھال کے لیے رکے گی۔ اسے روکنے سے میرا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ باتوں باتوں میں اس سے کچھ حقائق اگلوا سکوں۔

"اب تم لیٹ جاؤ ڈارلنگ۔" سلویا نے تکلفانہ انداز برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کر رہا۔" میں نے بیڈ پر پیر لٹکا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مریض کو چاہیے کہ خود کو ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔"

"چلو ٹھیک ہے، میں جسمانی طور پر تو آرام کر لوں گا۔ مگر ذہنی سکون کس طرح میسر آئے گا؟"

"کیوں، تمھیں کیا پریشانی ہے؟"

"مجھے اپنے ساتھی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ اس نے بڑے کٹھن مراحل میں میرا ساتھ دیا ہے۔"

"اسے بہتر علاج کی غرض سے یہاں سے لے جایا گیا ہے۔ تمھیں تو ذہنی طور پر مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"تمھیں معلوم ہے، میں نے تمھیں کیوں روکا ہے؟" میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"ہاں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "تم نے بتایا تو تھا اپنی تنہائی دور کرنے کی غرض سے۔"

"اگر میں تنہا رہتا تو اپنے ساتھی کے بارے میں سوچتا رہتا۔ تم سے باتیں کرتا رہوں گا تو دھیان بٹا رہے گا۔"

"اس کے لیے میں ہی کیا ضروری تھی؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔ "میری جگہ کوئی اور آتا تو تم اس سے بھی باتیں کر سکتے تھے۔"

"باتیں بھی تو ہر ایک سے نہیں کی جا سکتیں۔ تم پہلی نظر میں ہی مجھے بھا گئی تھیں۔ تمھاری جگہ معلوم نہیں کون آتا۔"

سلویا نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "تم تو بہت اچھے اداکار ہو۔"

"میں تمھاری حسین رفاقت سے بہرہ ور ہونا چاہ رہا تھا لیکن تم مجھے اداکار کہہ کر میرے جذبات کا مذاق اڑا رہی ہو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

سلویا ایک بار پھر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی مگر پہلے کی

طرح یہ کیفیت... محض چند لمحوں تک قائم رہی۔ "سچ کہہ رہی ہو؟ اگر تم فلموں کی طرف نکل جاؤ تو پہلی ہی فلم میں اداکاری کا آسکر ایوارڈ جیت لو گے۔"

"تمھارا قصور نہیں سلویا!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "آج کے دور میں ہر چیز کی تعریف الٹ کر رہ گئی ہے۔ ہم سب کا یہی حال ہے۔ سچ پر جھوٹ اور اداکاری پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔"

سلویا ہنس پڑی۔ بڑی مترنم ہنسی تھی، دل میں اتر جانے والی۔ "تمھارے یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہمیں تمھارے بارے میں بڑی تفصیل سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اس لیے اب ہم میں سے کسی کا دھوکا کھانا ممکن نہیں ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں اولیوراوڈ کو بے شمار خطابات سے نواز ڈالا۔ کم بخت نے یہ راہ بھی مسدود کر دی تھی لیکن میں بھی اتنی آسانی سے شکست تسلیم کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سلویا پر مشق جاری رکھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تمھیں کیا بتایا گیا ہے لیکن جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔"

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم پر حسن اثر انداز نہیں ہوتا۔ بے شمار حسین لڑکیوں نے تمھاری توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں، کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

میں نے ایک بار پھر دل ہی دل میں اولیوراوڈ کو برا بھلا کہا اور سنبھلتے ہوئے بولا۔ "تمھیں بالکل درست بتایا گیا ہے سلویا! لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ میں کبھی کسی سے متاثر ہی نہیں ہو سکتا؟"

"بالکل لازم نہیں آتا۔" سلویا بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "لیکن اتفاق سے ہمیں تہذیب نامی کسی کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہے۔"

اس کے منہ سے تہذیب کا نام سن کر میں نے بڑی مشکل سے خود کو چونکنے سے روکا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اولیوراوڈ نے انھیں میرے بارے میں اس حد تک باخبر کر دیا ہے۔ اب گفتگو کا انداز ذرا سا تبدیل کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ خود بخود ہی سب کچھ اگلتی چلی جاتی لیکن اسے یہ احساس نہیں ہونا چاہیے تھا کہ میں اس سے معلومات حاصل کرنے کے چکر میں ہوں۔

"تہذیب کی بات اور ہے۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "ہم نے ایک دوسرے کو رفیق زندگی کے طور پر چنا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اب میں حسن سے متاثر بھی نہیں ہو سکتا۔"

"ضرور ہو سکتے ہو۔" سلویا نے شوخی سے کہا۔ "لیکن پہلے تو تم کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔"

"بہت سی حسین لڑکیوں سے میری ملاقات ہوئی لیکن تم میں نہ جانے کیا بات ہے..."

"پھر کیا کیا جائے؟" سلویا نے میری بات کاٹ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ ذرہ برابر متاثر نظر نہیں آرہی تھی۔

"تم سے باتیں کرکے دل بہلاؤں گا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "اور کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"مجھے معلوم ہے تمھارا تعلق پاکستان سے ہے اور وہاں اس قسم کی محبت کا تصور پایا جاتا ہے لیکن میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ صرف ایک محبت کرتے ہو۔"

"پرانی بات ہوئی، اب تو ہم لوگ بھی ایڈوانس ہو گئے ہیں۔"

"بہت بڑی بات ہے علی یار خان! معلوم نہیں تمھارا مقصد کیا ہے مگر اپنی متضاد گفتگو پر غور کرو۔ ایک طرف تو تمھیں اپنے ساتھی کی طرف سے تشویش لاحق ہے اور دوسری طرف تم اس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دباتے ہوئے کہا۔ "شاید میرا دماغ متاثر ہو گیا ہے۔"

سلویا کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نظر آگئے اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ڈاکٹر کو بلاؤں؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تشویش کی بات نہیں ہے۔ بس یہ احساس شدید ہو گیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔"

"ذہن پر زور مت دو اور لیٹ جاؤ۔ کہو تو نیند کی گولی دے دوں؟"

"مجھے کچھ نہیں ہوا۔ بس تمھارے کہنے پر یہ احساس ہوا ہے کہ اپنے ساتھی کی اتنی خراب حالت کے باوجود میں تمھارے حسن سے کیوں متاثر ہو گیا۔ یہ وقت ان باتوں کے لیے مناسب تو نہیں ہے۔"

"تم گفتگو بالکل مت کرو۔ کچھ مت سوچو۔ کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے۔"

"میرے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں اس کی وجہ وہ حالات تو نہیں ہیں جن سے ہمیں گزرنا پڑا ہے۔"

"پہلے تم لیٹ جاؤ۔" سلویا نے میرے دونوں شانے پکڑ کر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا اور نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے لیٹنا پڑا۔ میں نہ صرف لیٹ گیا بلکہ آنکھیں بھی بند کرلیں۔ سلویا نے مجھے چادر اڑھائی اور خود کرسی پر بیٹھ گئی۔

چند لمحوں بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سلویا آہستگی سے

ٹھوڑی ٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر مسکرائی۔ "نیند نہیں آرہی تو آنکھیں ہی بند رکھو اس سے بھی بہت سکون ملے گا۔"

"تم کب تک یہاں رہو گی سلویا؟" میں نے نحیف آواز میں پوچھا۔

"جب تک تم کہو گے۔" اس نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔

"اگر میں کہوں کہ تم مستقل میرے ساتھ رہو تو۔۔۔؟"

"جب تک تم زیرِ علاج ہو میں مستقل تمھارے پاس رہوں گی۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"زیادتی!" وہ حیرت سے بولی۔ "نہیں، ہرگز نہیں کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔"

"محض میری خواہش پوری کرنے کے لیے تمھیں ہر وقت میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔"

"تمھاری جگہ کوئی اور مریض ہوتا تب بھی میں یہی کرتی۔"

"اوہ! میں سمجھا تھا محض میری خاطر۔۔۔" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں مایوسی تھی۔

سلویا ہنسی۔ "دل چھوٹا نہ کرو۔ بعض چیزوں کا تعلق پیشہ ورانہ ضروریات سے بھی ہوتا ہے۔"

"بعض اوقات ذاتی معاملات کو ترجیح بھی دینا پڑ جاتی ہے۔"

"ایسا ہو بھی سکتا ہے۔" سلویا شوخی سے بولی۔

"لیکن میرے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔"

"کم از کم یہاں کی حد تک تو ایسا نہیں ہے۔" سلویا نے مسکرا کر کہا۔

"تمھاری بات بہت تشنہ ہے۔ اس کی وضاحت کرو۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے ہر لڑکی تم سے کسی نہ کسی حد تک ضرور متاثر ہوتی ہوگی۔ یہاں تو خیر میں مجبور ہوں لیکن اگر کہیں اور تم سے ملاقات ہوتی ہوتی تب بھی میں تمھاری بات آسانی سے نہیں ٹال سکتی تھی۔"

"کہیں میں مغرور نہ ہو جاؤں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں جانتی ہوں ایسا نہیں ہوگا۔ تمھارے بارے میں مجھے بہت تفصیل سے بتایا گیا ہے۔"

"اس سے کیا مطلب ہے۔ میرے بارے میں کس کس کو بتایا گیا ہے؟"

"اس عمارت میں موجود ہر شخص کو۔" سلویا نے کہا۔

"اس کی وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"تاکہ ہر وہ شخص جس کا تم سے واسطہ پڑنے والا ہے

تمھیں پوری طرح سمجھ لے اور کسی بھی طرح تمھاری کسی چال میں نہ پھنسنے پائے۔"

"کیا یہاں میری حیثیت قیدی کی سی ہے؟"

"ہاں، عمارت کی میر ابداری میں مسلح پہرے دار موجود ہیں اور وہ سب کے سب تمھاری خطرناکیوں سے پوری طرح واقف ہیں لہٰذا یہاں سے تمھارے فرار کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ فرار تو کسی نہ کسی طرح ہو ہی جاتا۔ پہلے بھی ہماری پانچ چھ روز کی محنت خاک میں مل چکی تھی لیکن زاہیر کو ساتھ لیے بغیر میں ایسی کوئی کوشش کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"کوئی حرج نہ ہو تو یہ بھی بتا دو کہ ہمارے لیے اتنا اہتمام کرنے والی شخصیت کا نام کیا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اب تم مجھ سے اپنے ازلی دشمن کا نام بھی پوچھو گے؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔

"مجھے اندازہ تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن یقین کرو میرے بارے میں تم لوگوں سے مبالغہ آرائی کی گئی ہے۔ ورنہ درحقیقت میں اتنا زیادہ خطرناک آدمی نہیں ہوں۔"

"تم بالکل بھی خطرناک نہیں ہو بلکہ تم تو انسانیت کے بہت بڑے محسن ہو۔"

میں سناٹے میں آگیا۔ سلویا کے کہے ہوئے الفاظ ناقابلِ یقین تھے۔ میں حیرت سے گنگ ہو کر رہ گیا۔

"تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کسی قسم کا بات کر رہی ہوں۔"

"پھر مجھے کیا سمجھنا چاہیے؟" میں نے بڑی مشکل سے کہا۔

"میں نے جو کچھ بھی کہا ہے پوری دیانت داری سے کہا ہے علی بابر خاں۔"

قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ وہی معمر ڈاکٹر تھا جس سے تھوڑی دیر قبل میری گفتگو ہو چکی تھی۔ سلویا اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟" ڈاکٹر نے سلویا سے پوچھا۔

"مسئلہ تو کوئی نہیں ہے بس یہ ذرا ذہنی دباؤ محسوس کر رہے تھے۔"

"کیوں مسٹر علی؟" ڈاکٹر میری طرف متوجہ ہوا۔ "تم بہت جذباتی ہو لیکن میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ موجودہ حالت میں زیادہ سوچنے سے تمھارے دماغ پر بہت زیادہ بُرے اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر ڈاکٹر۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "بس ذرا سر میں احساس ہونے لگا تھا۔ سلویا کے کہنے پر میں آنکھیں بند کیے لیٹا تو درد غائب ہو گیا۔"

"اپنے ساتھی کی طرف سے فکر مند ہو تو ہم اس بچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔"

"تمھارے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اسے جلد ہی ہوش نہیں آیا تو پھر اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"ایک طرف تم کہتے ہو کہ مجھے ذہنی سکون کی ضرورت ہے اور دوسری طرف مجھے ایسی خبر سنا رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ بڑے سے بڑا صدمہ سہہ سکتے ہو۔ اس وقت یہاں میری آمد بے وجہ نہیں تھی۔ تم اس کی طرف سے بہت فکر مند تھے۔ اس لیے میں نے سوچا تمھیں بتا دوں۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی اچانک اور غیر متوقع خبر بعض اوقات ناقابلِ برداشت ثابت ہوتی ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر! میں خود کو کسی بُری خبر کے لیے تیار کرنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بتا دینا۔ کہو تو کچھ دیر کے لیے سلویا کو بھیج دوں۔"

"نہیں ڈاکٹر! سلویا کے ساتھ وقت اچھا گزر رہا ہے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ رات تک پھر آؤں گا۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد سلویا پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ "تم پر آخر کیا گزری ہے؟" اس نے کہا۔ "شدید ذہنی اور جسمانی مشقت کے باعث ہی آدمی اس حالت کو پہنچ سکتا ہے۔"

"ہم لوگ چھ روز تک پہاڑی علاقے میں فرار ہونے کی کوشش کرتے رہے۔" میں نے سلویا کو اپنی داستان سنانا شروع کر دی۔ وہ پوری توجہ سے میری باتیں سنتی رہی۔

"اور جب ان لوگوں نے آگ بجھانے والی گیس پھینکی تو ہم دونوں بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو میں اس کمرے میں تھا اور تم جیسی حسین خاتون کو روبرو پایا۔ پہلی ہی نظر میں متاثر ہو گیا۔ شاید یہ کسی قسم کی ذہنی کمزوری تھی ورنہ میں اتنی آسانی سے تو کسی سے متاثر نہیں ہوتا۔" میں نے اپنی داستان ختم کرتے ہوئے کہا۔

سلویا عجیب سے انداز میں مسکرائی۔ "واقعی تم بہت چالاک ہو۔" اس نے کہا۔ "اس قدر دہشت ناک داستان سنانے کے بعد یہ تذکرہ کر کے مزاح بھی پیدا کر دیا اور مجھ سے متاثر ہونے کا جواز بھی پیدا کر لیا۔"

"تو تم پر یہ گزری ہے سلویا۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم مجھ پر یقین کر کے ہی نہیں دے رہی۔"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میری نظر میں تم انسانیت کے محسن ہو۔"

"جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم نے یہ نتیجہ کس بات سے اخذ کیا ہے میں بھلا کیا سکون پاؤں گا۔"

"میں نے تمھیں بتایا تو ہے کہ ہمیں تمھارے بارے میں مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں لیکن تمھیں میرے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔۔۔ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ میں ان لوگوں کی حامی ہوں مگر ایسا نہیں ہے۔"

سلویا کے انداز گفتگو سے میرے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ جیسے وہ مجبوراً ان لوگوں کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر یہی بات تھی تو وہ میرے بہت کام آسکتی تھی۔

"مجھے تو تم پہلی ہی نظر میں بہت پُراسرار لگی تھیں۔" میں نے رومانٹک لہجے میں کہا۔

"میرے اندر ہرگز کوئی پُراسراریت نہیں ہے۔ میں تو بس انسانیت کی بقا پر یقین رکھتی ہوں۔ بالکل خیری کوئی بھی کر رہا ہو میری نظر میں محترم ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ اس کا مذہب کیا ہے، نظریات کیا ہیں اور وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔"

"جن لوگوں کے درمیان تم موجود ہو ان کے درمیان رہتے ہوئے اس قسم کی باتوں پر یقین کرنا بڑا مشکل کام ہے۔"

"یہ میری وہ مجبوری ہے جس پر مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں خود بھی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں لیکن ان لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم میرے ماں باپ کون ہیں؟ اس دنیا میں میرا کوئی رشتے دار ہے بھی کہ نہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے خود کو انھی لوگوں کے درمیان پایا ہے۔ بادوت ایل نے میری پرورش کی اور اسی نے تعلیم دلائی۔ میں بھی یہی سمجھتی رہی کہ میں بھی انھی میں سے ہوں۔ چند سال قبل ہی مجھ پر اپنی حقیقت منکشف ہوئی۔ اس سے قبل تو میں ان لوگوں کی مجرمانہ سرگرمیوں سے بھی لاعلم تھی۔"

"اب تم ان کے درمیان سے فرار ہونا چاہتی ہو لیکن یہ

تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے جب تم چھ روز کی جدوجہد کے باوجود فرار نہیں ہو سکے تو میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"میری بات چھوڑو۔ میں تو یہاں غیر قانونی طور پر موجود ہوں لیکن تم تو یہاں کی شہری ہو۔ اگر تم فرار ہونا چاہتیں تو ان لوگوں کے خلاف قانون سے مدد طلب کر سکتی تھیں۔"

سلویا تلخی سے ہنسی۔ "قانون کتنے دن میری حفاظت کرتا۔ آخر کار میں ان کے ہاتھوں ماری جاتی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"مجھے تو یوں ہی گزارنی ہے۔ البتہ اگر میں تمہارے کسی کام آ سکی تو میرے لیے یہی بہت کافی ہو گا۔"

"میں سمجھ نہیں سکا کہ میری ذات میں تمہیں کون سی خوبی نظر آ گئی ہے؟"

"ہاروت رابیل کے حوالے سے بھی نہیں سمجھے؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔ "یہ پوری داستان میرے علم میں ہے کہ تم نے کس طرح مصر و شرفا روم سے لیے امریکی حکومت کے حوالے کیے۔ وہ ہولو نے کسی جنگ باز ملک کو، کم از کم روس کو بڑی قیمت پر فروخت کر سکتے تھے لیکن تم نے انھیں واپس کر دینے کو ترجیح دی۔ یہ کام بڑے مضبوط کردار کا آدمی ہی کر سکتا تھا اور تمہارے بارے میں جتنی باتیں بھی مجھے بتائی گئی ہیں، وہ سب در اصل مثبت ہیں اور تمہاری خوبیاں ہیں۔ میں تو خود تمہاری قربت کی خواہاں تھی۔"

سلویا کی گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے لیکن یہ امکان بھی تھا کہ اس طرح اولیو باورڈ مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ میرا اعتماد حاصل کر کے مجھ سے میرے فرار کی اسکیم معلوم کر لے اور اولیو باورڈ کو قبل از وقت باخبر کر دیتی۔ اس طرح اگر میں فرار ہونے کی کوشش کرتا تو ناکامی لازمی ہو جاتی۔

"میری قربت حاصل کر کے تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں کیا فائدہ حاصل کروں گی۔ میں تو تمہیں فائدہ پہنچانا چاہ رہی تھی۔"

"مدد کرنے سے کہیں یہ مراد تو نہیں کہ تم فرار ہونے میں مجھ سے تعاون کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "میں تمہیں بہت سی معلومات فراہم کروں گی۔ ان سے فائدہ اٹھانا تمہارا کام ہو گا۔"

ہوتے کہاں غائب ہو گئے۔ اس کی مدد سے اگر وہ کوئی اسکیم بناتا تو وہ خدوخال ثابت ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف یہ بھی ممکن تھا کہ وہ واقعی ان لوگوں سے اس حد تک بیزار ہو گئی ہو کہ ان کے خلاف میری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو۔ میں نے سوالات کے ذریعے اسے ٹٹولنے کا فیصلہ کیا۔

"کیا میری مدد کر کے تم خود بھی یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہو یا ۔ ۔ ۔ ۔ ؟"

"میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ ان مشکلات سے نمٹ سکوں جو یہاں سے فرار ہوتے ہوئے پیش آئیں گی۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تمہیں تو فوراً ہی چھٹکارا مل جانا چاہیے تھی۔ کیا تم یہاں ناخوش نہیں ہو؟"

"ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ میں جاؤں گی کہاں؟ میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ مجھے تو امریکا میں ہی رہنا ہو گا اور میں جانتی ہوں ان لوگوں کے وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ وہ مجھے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

اس کے جواب نے کسی حد تک اس کی پوزیشن واضح کر دی تھی لیکن اب بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"تم تو ہاروت رابیل کے لیے کام کرتی ہو۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ آج کل کہاں ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ صرف اس کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ باقی سب کچھ حسبِ معمول چل رہا ہے۔"

"گویا تم لوگوں کی کمان اولیو باورڈ کے ہاتھ میں ہے۔"

"ہاں۔ ہم لوگوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اولیو باورڈ کا ہر حکم بجا لائیں۔"

"ہاروت رابیل کی رہائش اس عمارت میں تو نہ ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کہاں، وہ تو واشنگٹن میں رہتا تھا۔ اب تمہیں کہاں ہو گا؟ اس کے دفاتر سیل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔ "کیا ہم اس وقت واشنگٹن میں نہیں ہیں؟"

"ہم نیویارک میں ہیں۔" سلویا نے کہا۔ "واشنگٹن میں ہی تمہارا اس سے معرکہ ہوا تھا۔"

"اوہ۔ ابھی تک میں اس غلط فہمی میں تھا کہ میں واشنگٹن میں ہی ہوں۔" میں نے کہا اور تہذیب کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ بات واضح نہیں ہو سکی تھی کہ تہذیب آزاد ہے یا اس پر بھی اولیو باورڈ نے ہاتھ ڈال دیا ہے۔ تہذیب اب تک آزاد ہونے کی صورت میں اسی کی جا سکتی تھی کہ وہ

تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف رہی ہو گی۔ ان کا علم نہ ہو سکا تھا اور عمارات بھی ہو سکتی تھیں جو ہاروت رابیل کی ملکیت ہو سکتی ہیں۔ عمارت بھی ہاروت رابیل کی ہی ملکیت رہی ہو گی۔ میں نے سلویا سے یہ سوال کر لیا۔

"ہاں یہ عمارت ہاروت رابیل کی ہی ملکیت ہے لیکن یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ویسے ہی معلوم کرنے کے لیے پوچھ لیا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ ہاروت رابیل کا نیٹ ورک تو پورے امریکا میں پھیلا ہوا ہو گی۔ تہذیب اور مجھے تلاش کر رہی ہے ہو لگتے تو واشنگٹن میں ہی کر رہی ہوں گے۔ نیویارک بھلا وہ کیسے پہنچ سکتے ہوں گے۔"

"سلویا! تم نے یہ نہیں بتایا کہ ہاروت رابیل کے گروہ میں تمہاری کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ تو میری کوئی خاص پوزیشن ہے اور نہ ہی میرے پاس کوئی خاص ذمے داری ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں، میں نیویارک میں رہتی ہوں۔ کبھی کبھی واشنگٹن جانا ہوتا تو میں ہاروت رابیل کی کوٹھی میں ہی رہتی تھی۔ ہاروت رابیل میرا بہت خیال رکھتا تھا جیسے میں اس کے کسی آنجہانی دوست کی بیٹی ہوں اور وہ میرے تمام اخراجات کا ذمے دار ہے۔ میرے ذمے کوئی ذمے داری نہیں تھی۔ میں اسی عمارت میں رہتی تھی، اس کی میری منزل پر۔ اس وقت تم موجود ہو، یہ منزل علاج کے لیے مخصوص ہے۔ ہاروت رابیل کے کارکنوں میں اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تھا تو اسے علاج کی غرض سے یہیں لایا جاتا تھا۔ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے میں ان کے علاج میں ڈاکٹروں کا ہاتھ بٹا دیا کرتی تھی۔ ایک دن ایک ایسا شخص لایا گیا جس پر بے پناہ تشدد کیا گیا تھا۔ میں نے بڑی دلچسپی سے اس کی تیمارداری کی لیکن وہ جاں بر نہ ہو سکا۔ اس نے مرنے سے قبل کچھ انکشافات کیے جو ہاروت رابیل سے متعلق تھے اور بڑے ناقابلِ یقین تھے۔ اس سے قبل میں انکل کو ایک معزز شہری سمجھتی رہی تھی۔ وہ شخص خود بھی کوئی نیک دل نہیں تھا اور اس کا اور انکل رابیل کا کسی کاروباری ڈیل پر اختلاف ہو گیا تھا۔ انکل رابیل نے اس پر کچھ الزامات لگا کے اس پر تشدد کرایا۔ جس کا نتیجہ اس کی موت کی صورت میں ظاہر ہوا لیکن مرتے مرتے اس نے جو حقائق مجھ پر منکشف کیے ان سے انکل رابیل کا اصل چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا اور مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ میری اپنی کیا حیثیت ہے۔ ان انکشافات سے قبل میں انکل رابیل کا بے حد احترام کرتی تھی اور ان کے

احسانوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے انھیں مجھ سے زیادہ قابلِ اعتماد ملازم اور کہاں مل سکتا تھا۔ ڈاکٹر بننے کے بعد مجھے اس اسپتال یا اس جیسے کسی اور اسپتال میں تعینات کر دیا جاتا اور یہاں لائے جانے والے مریضوں کی کہانیاں جن میں سے اکثر انکل رابیل کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے تھے۔ میرے سینے میں دفن ہو کر رہ جاتیں۔"

"ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "تم نے اس سلسلے میں ہاروت رابیل سے کوئی بات نہیں کی؟"

"میں نے بہت غور کیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر ایک روز کھانے کی میز پر میرے منہ سے بے اختیار یہ بات نکل گئی۔ اس مریض نے جو انکشافات کیے تھے، ان کے بارے میں، میں نے انکل رابیل سے استفسار کیا۔ میرے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ چونک پڑے، پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ باتیں میرے علم میں کیسے آئیں۔ میں نے انھیں اپنی معلومات کے ذریعے سے بھی آگاہ کر دیا۔ وہ غور سے میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہے تھے لیکن مجھ سے بس یہی ایک عقل مندی سرزد ہوئی کہ میں نے اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ پھر انھوں نے ایک لمبی چوڑی تقریر کی جس میں انھوں نے اپنی صفائی کا ذکر کیا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ سدھرنے والے نہیں لہٰذا بظاہر میں ان سے متفق ہو گئی لیکن درحقیقت ان کے اعترافات کے بعد ان سے نفرت کرنے لگی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ میں کیا کرتی۔ اس سلسلے میں میں نے بہت غور کیا، بہت سے امکانات کا جائزہ لیا۔ میں پولیس کو بھی مطلع کر سکتی تھی اور سی آئی اے سے بھی مدد طلب کر سکتی تھی لیکن میرے پاس ٹھوس ثبوت نہیں تھے، معلومات بھی مکمل نہیں تھیں۔ لہٰذا میں نے بہت سوچ بچار کے بعد خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب یہ پوزیشن ہے کہ میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار کارکنوں میں شمار کی جاتی ہوں۔"

سلویا نے اگرچہ اختصار سے اپنی کہانی سنائی تھی مگر وہ بہت متاثر کن تھی۔ سلویا کا جذبہ لائقِ تحسین تھا۔

"میں اگرچہ ہاروت رابیل کے خلاف کچھ نہیں کر سکی لیکن میری یہ خواہش تھی کہ کسی صورت اسے نقصان پہنچے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ ڈی نوشر کچھ اہم چیزیں لے کر فرار ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کیسے مہلک ہتھیار لے کر فرار ہوا تھا۔ پھر ایلن گراہم بن کر تم نمودار ہوئے اور تم نے جو زک ہاروت رابیل کو پہنچائی وہ یادگار تھی۔ ہاروت رابیل بے حد سازشی آدمی ہے اور اس نے ہمیشہ دوسروں کو ہی زک دی۔

خود اس نے زندگی میں پہلی بار تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھایا۔ نقصان بھی ایسا جس نے اسے بالکل ہی تباہ کر کے رکھ دیا۔"

"یاروت رابیل کو اصولی طور پر تو امریکا چھوڑ دینا چاہیے تھا۔"

"ایک خبر یہ بھی ہے کہ وہ ملک سے بھاگ گیا ہے۔ اور جاتے وقت سب کچھ اولیو ہارڈ کے حوالے کر گیا ہے۔"

"اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"محض تم سے انتقام لینے کی خاطر۔" سلویا نے کہا۔ "تمہاری وجہ سے اس کی بنی بنائی ساکھ تباہ ہوئی، جما جمایا کاروبار ختم ہو گیا جس سے اسے کروڑوں ڈالر سالانہ کا منافع ہو رہا تھا اور اسے اپنی ساری املاک چھوڑ کے فرار ہونا پڑا۔ ذرا خود کو ایک ایسا شخص سمجھو جس نے زندگی میں کبھی نقصان نہ اٹھایا ہو۔ ایک دفعتاً اتنی بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اس کا کیا ردعمل ہوگا۔ کیا وہ پاگل نہیں ہو جائے گا؟ میرے خیال میں تم سے بس یہی ایک غلطی ہوئی کہ تم نے اس پر اپنی اصلیت ظاہر کر دی۔ اس کے نتیجے میں اس نے اولیو ہارڈ سے رابطہ قائم کر لیا۔ نہ تم نے خود کو اس پر ظاہر کیا ہوتا اور نہ وہ اولیو ہارڈ سے رابطہ قائم کرتا اور تم چپکے سے سکون سے امریکا سے نکل جاتے۔"

"میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اپنی اصلیت ظاہر کرنے کے نتیجے میں اولیو ہارڈ سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں نے تو یونہی اسے اپنے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سلویا نے کہا۔ "اگر تمہیں علم ہوتا تو تم ہرگز یہ غلطی نہ کرتے۔"

"نہیں۔ اس کے برعکس اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں ضرور اسے اپنے بارے میں بتا دیتا۔"

"کیوں؟" سلویا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مجھے اس سے محبت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "زیادہ عرصے تک اس سے ملاقات نہ ہو تو بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔" سلویا نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

"کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے علاوہ مجھے کوئی مدمقابل ملا بھی نہیں ہے۔"

"تمہاری قسمت ہی اچھی تھی کہ بچ گئے ورنہ اس نے تو تمہیں مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میرا بیان اس کے بالکل برعکس ہے۔ اولیو ہارڈ قسمت کا دھنی ہے کہ ہم زندہ اس کے ہاتھ لگ گئے ورنہ ہم نے تو خود کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"تمہارا مطلب ہے اولیو ہارڈ نے تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہا؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔

"اس نے ہمیں زندہ گرفتار کرنے کی انتہائی کوشش کی اور اتفاق سے اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔"

"میرا بھی دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مستقل پوچھے جا رہی ہوں جب کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر مجھے آرام کی ضرورت ہوتی تو ضرور کرتا۔"

"ہم نے تمہارا علاج تو کر دیا ہے مگر اور ہڈیوں کو جڑنے میں چند دن تو ضرور لگیں گے۔ اس کے بعد ہی تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہو سکو گے۔ اس لیے چند روز تو ضرور آرام کرنا پڑے گا۔"

"کسی اور کو منہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تم پاس موجود ہو۔ مجھ سے باتیں کر رہی ہو۔ میرا دل بہلا رہی ہو۔ اس کے سوا مجھے اور کیا چاہیے؟"

"پھر پٹری سے اتر گئے۔" سلویا نے ہنس کر کہا۔

"پٹری سے اترا نہیں بلکہ پٹری پر واپس آ گیا۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" سلویا نے مجھے گھور کر دیکھا پھر بولی۔ "جانتے ہو ہماری نظر میں محبت کا کیا مفہوم ہے؟" میرے ہوش اڑ گئے مگر میں نے جی کڑا کر کے کہا۔

"مجھے کیا معلوم؟"

"تم بھی جانتے ہو۔" اس نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہم لوگ منافق نہیں ہوتے۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے جذبات ہوتے ہیں اور چونکہ ہمیں رائے کی آزادی کے علاوہ عمل کی آزادی بھی حاصل ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں جنسی عمل ممنوع نہیں ہے۔ البتہ اس کے لیے باہمی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔"

اس مسئلے پر میں سلویا سے متفق نہیں تھا مگر میں بحث کرنے کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ ورنہ گھنٹوں اس موضوع پر بحث کر سکتا تھا۔ چنانچہ بحث سے بچنے کے لیے میں نے کہا۔ "بات تو محبت کی ہو رہی تھی۔"

"کوئی اور بات کرو۔" اس نے بیزاری سے کہا۔ "ہمارے فلسفۂ محبت میں بہت اختلاف ہے اور ہم ایک دوسرے کی محبت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھ سے محبت کرنے کے لیے اولیو ہارڈ بہت ہے۔"

میرے انداز پر سلویا ہنس پڑی۔ "تمہارا اطمینان دیکھ کر رشک ہوتا ہے۔"

"اولیو ہارڈ کو نہیں ہوتی... اور اس سے پہلے میں بھی اس سے بے حد محبت کرتا ہوں۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔" سلویا نے بے بسی سے کہا۔ "تم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہو۔ ایسے میں تو آدمی دوسرے کی جان لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے مگر تم دونوں ایک دوسرے سے رعایت کیوں برتتے ہو؟"

"اس چکر میں مت پڑو۔ یہ پیچیدہ معاملہ ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ تم تو یہ بتاؤ کہ اولیو ہارڈ کہاں ہے اور اس سے کب ملاقات ہو سکے گی؟"

"وہ واشنگٹن میں ہے۔ شاید رات تک یہاں پہنچے مگر اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"اولیو ہارڈ نے ہمیں کسی کیمپ میں بھجوایا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیمپ کس علاقے میں ہے؟"

"نہیں۔" سلویا نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے یہ نہیں معلوم۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں معلوم نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "جو باتیں معلوم ہیں وہی بتا دو۔ شاید کوئی کام کی بات نکل آئے۔"

"مجھے کیا معلوم کون سی بات تمہارے کام آ سکے گی۔ تم ہی سوال کیوں نہیں کر لیتے؟"

"کیا تم ہارڈ سے واقف ہو؟" میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد اس سے کہا۔

"کیوں نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "وہ اولیو ہارڈ کی بیٹی ہے۔ واشنگٹن گئی تھی تو اس سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔"

"اس سے ملاقات ہوئی تھی تو اس سے گفتگو بھی ہوئی ہوگی؟"

"ہاں ہوئی تھی۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"اس سے میرے بارے میں بھی باتیں ہوئی ہوں گی؟"

"وہاں کوئی باتیں ہوئیں۔" سلویا نے کہا۔ "تم کیا کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ بتاؤ کہ اس کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"رائے جاننا چاہتے ہو یا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے لیے اس کے دل میں کس قسم کے جذبات ہیں؟" سلویا نے شوخ لہجے میں کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔" میں بے پروائی سے بولا۔

"وہ تمہارے بارے میں بڑی متضاد باتیں کر رہی تھی۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکی ہوں، وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ تم نے اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

سلویا نے اپنا تجزیہ پیش کیا جو غلط نہیں تھا۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ٹی جی جیت پر مجھ سے اپنی مطلب براری کی خواہاں ہے اور اس کی مطلب براری ہو گئی تو وہ مجھے بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔ آخر اسے مجھ سے اپنی توہین کا انتقام بھی تو لینا تھا۔

میں سوچ میں ڈوبا رہا اور سلویا خاموش بیٹھی رہی۔ اس نے مجھے سوچ میں گم دیکھ کر ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ میں اس ادھیڑ بن میں تھا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ کوئی منصوبہ بنانے سے قبل میں زاہر کے صحت یاب ہونے کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ کم از کم اس کے بارے میں کوئی یقینی بات ہی معلوم ہو جاتی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر کمرے میں آیا اور اس نے دواؤں کے سلسلے میں سلویا کو کچھ ہدایات دیں اور زاہر کے بارے میں مجھ سے چند تسلی آمیز الفاظ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ سلویا نے اس کی ہدایت کے مطابق چند گولیاں مجھے دیں جو میں نے بادل ناخواستہ نگل لیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں کوئی نیند کی گولی بھی ہے۔ یہ اندازہ تو اس وقت ہوا جب میری پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ میں نے سلویا کو غصیلے انداز میں گھورا۔

"میں مستقل تم سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے پھر بھی تم نے مجھے نیند کی گولی دے دی۔"

"مریض کے بارے میں ڈاکٹر بہتر سمجھتا ہے۔" سلویا نے بڑی ملائمت سے جواب دیا۔

"تمہیں میری قوت ارادی کا اندازہ نہیں ہے۔ میں نہ چاہوں تو مجھے اب بھی نیند نہیں آ سکے گی۔"

"اوہ، ایسا غضب مت کرنا۔" سلویا بوکھلا گئی۔ "نیند سے لڑنے کی کوشش کرو گے تو ہمارا سارا علاج برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اس کوشش کے نتیجے میں تمہیں الٹا نقصان پہنچے گا۔ سونے کی کوشش کرو۔ نیند سے مت لڑو، پلیز۔"

میں نے بھی مناسب سمجھا کہ سو جاؤں۔ چنانچہ میں نے خود کو نیند کے سپرد کر دیا۔

میری آنکھ چار گھنٹے بعد کھلی۔ سلویا اسی طرح کرسی پر بیٹھی دکھائی دی۔ اس کو یوں بیٹھے دیکھ کر میں جلدی سے

اُٹھ بیٹھا۔ "تم جب سے اسی طرح بیٹھی ہوئی ہو؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔" سلویا نے مسکرا کر کہا۔ "جب سے یہیں بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"یہ کیا حماقت ہے۔ میں سو گیا تھا تو تمہیں بھی آرام کر لینا چاہیے تھا۔"

"تم سوتے ہوئے اتنے اچھے لگ رہے تھے کہ میرا جی چاہا تمہیں تکتی رہوں۔" سلویا نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔ "پھر بتاؤ میں بھلا آرام کیسے کر سکتی تھی؟"

"تم مجھے پھنسا رہی ہو۔" میں نے سلویا کو گھورا۔

"میں تمہیں یقین کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔" سلویا بے بسی سے بولی۔

"مجھے معلوم ہے تم کچھ ہی دیر قبل یہاں آکر بیٹھی ہو۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ تم تو سو رہے تھے۔ جو میں کہہ رہی ہوں تمہیں اس پر یقین کرنا ہوگا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ زاہر کی حالت کیسی ہے؟"

"پہلے جیسی ہی حالت ہے۔ اسے اب تک ہوش نہیں آسکا ہے۔"

"میرا خیال ہے تم لوگ مجھے کسی بڑی خبر کے لیے تیار کر رہے ہو۔ اس کا جانبر ہونا مشکل دکھائی دیتا ہے۔"

"امید تو ہے مگر بہت کم۔" سلویا نے کہا۔ "زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ بچ نہیں سکے گا۔"

"اس کے بارے میں کوئی حتمی بات سامنے آئے تو میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں۔"

"وہ سب بعد میں کرنا۔ فی الحال تو اولیو بارورڈ سے ملنے کی تیاری کر لو۔"

"اولیو بارورڈ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ وہ یہاں آچکا ہے۔ تم باتھ روم میں جا کر نہا لو۔ تمہارے لیے لباس باتھ روم میں ہی موجود ہے۔"

ایک گھنٹے بعد میں پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ دو آدمی مجھے بلانے آ گئے۔ دونوں مسلح تھے۔ وہ مجھے اپنے جلو میں کمرے سے باہر لے گئے۔ باہر راہداری کے سرے پر بھی دو مسلح محافظ موجود تھے اور کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح چوکس نظر آرہے تھے۔ اولیو بارورڈ نے سلویا کو بھی طلب کیا تھا چنانچہ وہ بھی میرے عقب میں تھی۔

مجھے پہلی منزل پر واقع ایک کشادہ کمرے میں پہنچایا گیا۔ کمرا بہترین آرائشی سامان سے مزین تھا۔ ایک صوفے پر اولیو بارورڈ اپنے کروفر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے صوفے پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ ہاروت رابیل تھا۔ میں حیرت کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

"بیٹھ جاؤ علی!" کمرے میں دفعتاً اولیو بارورڈ کی آواز گونجی اور میں حیرت کے جھٹکے سے سنبھل کر آگے بڑھا۔ میں نے بھی ایک نشست سنبھال لی۔ سلویا ہاروت رابیل کے نزدیک جا بیٹھی تھی۔

"تمہاری کوششوں کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے علی! لیکن دیکھ لو بالآخر تم میرے سامنے موجود ہو۔" اولیو بارورڈ نے کہا۔ اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"اس مہربانی کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں بارورڈ۔" میں نے الفاظ چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا کہ اب تم میرے چنگل سے فرار نہیں ہو سکتے۔"

"یہ محض ایک اتفاق تھا کہ میں تمہارے ہاتھ لگ گیا ورنہ یہ تمہارے آدمیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔"

"اسے اتفاق مت سمجھو۔" اولیو بارورڈ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "دوست بہت پہنچے ہوئے لوگ ہیں۔ بہرحال میں اپنے ہدف کو نشانہ بنا دیتے ہیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "اسی لیے دو نہتے افراد چھ روز تک انھیں جل دیتے رہے۔"

"میری سخت ہدایات تھیں کہ تمہیں زندہ میرے سامنے حاضر کیا جائے۔" اولیو بارورڈ نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"اب میرے قتل کے احکامات بھی صادر کر کے دیکھ لو۔" میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔

"وقت آنے پر یہ بھی دیکھ لو گے۔ اس وقت تو [illegible] تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

"اچھا!" میں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔ "مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم جیل سے کیسے بچ نکلے؟"

"میری ناتوانی پر مت جاؤ۔ میں نے وہ جال اس لیے تیار نہیں کیا تھا کہ خود اس میں پھنس جاؤں۔"

"مگر مجھے دوست دشمن کی تمیز نہیں کر سکے [illegible]"

"اور بھی طریقے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے [illegible]" [illegible] نے کہا۔

"بھول گئے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے [illegible] کا زیادہ شوق بھی نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے علی یار خان! [illegible] سارا کاروبار تباہ ہو گیا ہے۔"

"مقابلے میں تو یہی ہوتا ہے۔ یا آدمی نقصان پہنچاتا ہے [illegible] نقصان اٹھاتا ہے۔"

"امریکی حکومت مجھے گرفتار کرنے کے درپے ہے [illegible] چھپتا پھر رہا ہوں۔"

"مجھے اس بات پر بھی حیرت ہے کہ تم نے ابھی تک [illegible] کیا چھوڑ کیوں نہیں دیا؟"

"میرے ہوتے ہوئے تو تمہیں اس بات پر حیرت [illegible] نہیں کرنی چاہیے تھی۔" اولیو بارورڈ بولا۔

"تم کون سے تیس مار خاں ہو۔ تمہیں تو خود سی آئی اے سے نکال باہر کیا گیا تھا۔"

"دوستانہ ماحول میں بات کرنے کی کوشش کرو علی! [illegible] برے نتائج کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔"

"مطلب یہ ہے کہ اب تو امریکی حکومت میں تمہارا [illegible] اثر و رسوخ بھی نہیں ہے۔"

"میک اپ کرنے کے لیے کسی قسم کے اثر و رسوخ کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"لیکن یہ تو اپنی اصلی شکل و صورت میں ہے۔" میں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔

"اس عمارت میں آنے کے بعد میک اپ اتار گیا ہے [illegible] ہو جائے گا۔"

"اچھا تو تم مجھ سے کیا کہنا چاہ رہے تھے؟" میں نے [illegible] سے پوچھا۔

"تم نے فارمولوں کے عوض مجھ سے بہت بڑی رقم [illegible] کرنے کے باوجود فارمولے میرے حوالے نہیں کیے۔" [illegible] نے کہا۔

"تم نے خود ہی بددیانتی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اب شکایت [illegible] فضول ہے۔"

"انسانی ضروریات لامحدود ہوتی ہیں۔ تمہیں یقیناً اور رقم کی ضرورت ہوگی۔"

"تمہیں بہت اچھی طرح معلوم ہے وہ فارمولے میں امریکی حکومت کے حوالے کر چکا ہوں۔"

"کیا عجب کہ تم نے ان کی نقلیں تیار کرا لی ہوں۔"

"اگر کرائی بھی ہیں تو تمہارے ہاتھ ہرگز فروخت نہیں [illegible] کروں گا۔"

"تمہاری زندگی میرے ایک اشارے کی محتاج ہے۔" ہاروت رابیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ صرف تمہارا وہم ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"مجھ سے ذرا ہوش میں رہ کر بات کرو۔ میں اولیو بارورڈ نہیں ہوں۔"

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ تم اولیو بارورڈ نہیں ہاروت رابیل ہو۔" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"اگر تم آئینہ دیکھ لو تو ایسی بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔ ابھی تو صرف تمہارے بال جلے ہیں۔ بات آگے بھی بڑھ سکتی ہے۔"

"ممکن ہے تمہیں میرا حلیہ بہت مضحکہ خیز لگ رہا ہو لیکن ائر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے والوں کا یہ حلیہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ حلیہ تو کسی ایسے شخص کا ہی ہو سکتا ہے جو میدان عمل میں رہنے کا عادی ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ علی کے پاس فارمولے کی نقلیں نہیں ہوں گی۔" اولیو بارورڈ ہاروت رابیل سے بولا۔

"میں اس بات پر ہرگز یقین نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل سر جھٹک کر بولا۔

"مت یقین کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں کب تمہیں مجبور کر رہا ہوں۔"

"مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ علی اس چکر میں پڑ کیسے گیا۔" اولیو بارورڈ بولا۔ "جس معاملے کا فلسطین کی آزادی سے کوئی تعلق نہ ہو اس میں علی کا ہاتھ ڈالنا حیرت انگیز ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ یقیناً میرا اس معاملے کا فلسطین کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن درحقیقت میں نے یہ سب کچھ انہی لوگوں کی مالی امداد کے لیے کیا تھا جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر اولیو بارورڈ کے علم میں یہ بات ہوتی تو وہ خود بخود سب کچھ سمجھ جاتا۔

"پیسہ آدمی کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ دولت کی خاطر آدمی بڑے سے بڑا کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔" ہاروت رابیل نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

اولیو بارورڈ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ "میری بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

"اس لیے کہ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے اور میرے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو بارورڈ نے بیزاری سے کہا۔ "یہ بات ہے تو تم علی کی قیمت کا تعین خود ہی کر لو۔"

"بولو علی یار خان!" ہاروت رابیل مجھ سے مخاطب ہوا۔

"تمھیں کتنی رقم درکار ہے؟"

"کس کام کے لیے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تم تو صرف یہ بتاؤ کہ تم اپنی خدمات کے عوض کتنا معاوضہ وصول کرنا پسند کرو گے؟"

"کام کی نوعیت جانے بغیر میں کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہوں؟"

"اس کا مطلب ہے تم رضامند ہو۔" ہاروت رابیل نے کہا اور فاتحانہ انداز میں اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔

"میری رضامندی صرف اس بات سے مشروط ہے کہ میں فلسطین کے خلاف یا اسرائیل کے مفاد میں کسی بھی قیمت پر کوئی کام سرانجام نہیں دوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ "ہم تم سے کوئی کام بھی لینا چاہیں اور تم اس میں ان دونوں پہلوؤں میں سے کوئی ایک نکال دو تو؟"

"ایسا کوئی پہلو مجھے نظر آئے گا تو میں وہ کام نہیں کر سکوں گا۔"

"میں تمھیں منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔ تمھارے تصور سے بھی بڑھ کر۔"

"بات صرف معاوضے کی نہیں، اصول کی بھی ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تمھیں معلوم ہے میں نے اولیو ہاورڈ کو خصوصی ہدایات دی تھیں کہ تمھیں مارا نہ جائے۔"

"اب اگر تم احسان جتا کر مجھ سے کام لینا چاہتے ہو تو میں اس طرح تیار نہیں ہوں گا۔"

"آپ کے پاس آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے انکل!" سلویا نے پہلی بار گفتگو میں مداخلت کی۔ "آپ کو جو کام کرانا ہے وہ کسی سے بھی کرا سکتے ہیں اور وہ بھی کم معاوضے پر۔"

ہاروت رابیل نے گہری نظروں سے سلویا کو دیکھا۔ "یہ کاروباری معاملات ہیں بیٹی! تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گے لہٰذا تم اس سلسلے میں نہ بولو تو بہتر ہے۔"

سلویا نے شانے اچکائے۔ "آپ بہتر سمجھتے ہیں انکل!" اس نے کہا۔ "میری سمجھ میں تو یہ بات کبھی نہیں آسکے گی کہ جس شخص نے آپ کو تباہ کر دیا آپ اسی سے کام لینے پر کیوں مصر ہیں۔"

"اس لیے کہ یہ شخص بہت اچھا فیلڈ ایجنٹ ہے۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔"

"میں تمھیں میسر ہی کب تھا کہ کھونے کی باتیں کر رہے ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں تھے تو اب ہو جاؤ گے۔" ہاروت رابیل مسکرایا۔ "یقین کرو میں تمھارے فائدے کی بات کروں گا۔"

"کیا یہ بات کسی طرح تمھارے دماغ میں نہیں آتی کہ میں نے خود کو فلسطین کی آزادی تک اسی جدوجہد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ مجھے اپنے لیے کار آمد نہ سمجھو۔"

"تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو رابیل!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

ہاروت رابیل نے اس کی بات نظر انداز کر دی اور مجھ سے بولا۔ "تم میرے سابقہ کاروبار میں شریک ہو جاؤ۔" مجھے اس بات پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ شخص کاروبار میں شراکت کی بات کر رہا تھا جس کا سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ "کون سے کاروبار کی بات کر رہے ہو رابیل؟"

"میں نے نیا کاروبار شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم چاہو تو تمھیں اس میں شراکت دار کی حیثیت سے شامل کیا جا سکتا ہے۔ تمھارا کام صرف میرے مفادات کی نگرانی کرنا ہوگا۔"

"یوں تو تم کوئی سا بھی کاروبار کرو میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا لیکن یہ معلوم کرنے میں ضرور دلچسپی لوں گا کہ اب کون سا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہو؟"

ہاروت رابیل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "کیا تم مجھے بھی احمق سمجھتے ہو کہ میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا اور وہ بھی اس صورت میں کہ تم مجھ سے تعاون کرنے سے مسلسل انکار کر رہے ہو۔"

"نہ بتاؤ تو اتنی باتیں کیوں کرتا اور اس میں گھسنے کی بات بھی نہیں ہے یہ تو اٹل حقیقت ہے..."

"اگر اس کا رویہ یہی رہا تو اس پر تشدد ناگزیر ہو گا۔" ہاروت رابیل نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا رویہ یہی رہے گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"تمھارے انداز سے لگ رہا ہے کہ تم اس کی طرف داری کر رہے ہو۔" ہاروت رابیل غرایا۔

"طرف داری نہیں کر رہا بلکہ تمھیں حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"جو کچھ میں سوچ لیتا ہوں اس پر ہر قیمت پر عمل کرتا ہوں۔ اسے میرے لیے کام کرنا پڑے گا خواہ اس کے لیے اس پر تشدد ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

"میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اس معاملے میں مجھے تمھارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو میرا جی چاہے گا کروں گا۔"

"اگر تم نے میرے مشورے کے خلاف کوئی کام کیا تو میں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکوں گا۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔" ہاروت رابیل آپے سے باہر ہو گیا۔

"یہ دھمکی نہیں بلکہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔"

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں درپردہ آپس میں ملے ہوئے ہو۔"

"اگر یہ سوچ کر تمھیں تسکین ملتی ہے تو یہی سمجھتے رہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ شدید غصے میں ہونے کے باوجود ہاروت رابیل سوچ میں پڑ گیا۔ میں اس کے جھجکنے کی وجہ بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ اولیو ہاورڈ سے مخالفت مول لے سکتا۔ اس وقت تو وہ پوری طرح اس کے رحم و کرم پر تھا۔

چند لمحے سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد ہاروت رابیل نے کہا۔ "دیکھو میرے لیے الجھن مت پیدا کرو۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔ اگر تم نے بھی میرے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں تو کیسے کام چلے گا؟"

"کیا کہہ رہے ہو رابیل!" اولیو ہاورڈ نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "میں تو ہر طرح تم سے تعاون کر رہا ہوں۔ جو مشورہ میں نے تمھیں دیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ تم نہ سمجھو تو دوسری بات ہے۔"

ہاروت رابیل نے ایک طویل سانس لی۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ "جیسے تم مناسب سمجھو کرو۔"

"میں تو فی الحال ہم علی کو نہیں چھیڑوں گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "اس کے لیے کچھ اور سوچا جائے گا۔"

"شکریہ اولیو!" میں نے کہا۔ "مجھ پر تمھاری مہربانیوں کے اکاؤنٹ میں ایک اور مہربانی کا اضافہ ہو گیا۔"

میری توقع کے خلاف اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "ایک اچھے ایجنٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی قدم اٹھائے۔"

میں نے بڑے غور سے دیکھا مگر میں اندازہ نہیں کر پایا کہ اس کے ذہن میں کون سا منصوبہ پرورش پا رہا ہے لیکن کچھ تھا ضرور... اس نے میرے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کر لی تھی۔

میں نے سارے خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیے اور اولیو ہاورڈ سے بولا۔ "زاہر کے بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔"

"اس کی حالت نازک ہے۔ بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بلا جھجک جواب دیا۔ "کیا تمھیں نہیں معلوم؟"

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "مجھے اندازہ تو تھا لیکن کسی نے اس طرح دو ٹوک الفاظ میں مجھے یہ بات نہیں بتائی تھی۔"

اولیو ہاورڈ نے سلویا کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا اور سلویا نے جلدی سے کہا۔ "جس قسم کے حالات سے گزر کر یہ یہاں پہنچے تھے اس کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ انھیں کوئی ناگوار قسم کی خبر اچانک نہ سنائی جائے۔"

اولیو ہاورڈ نے بڑا بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "تم لوگوں نے صرف اس لیے ایسا سوچا کہ تم علی سے واقف نہیں ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔" وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میں نے تمھیں اس کی حالت سے آگاہ کر دیا ہے۔ کوئی اور شکایت ہو تو بتاؤ۔"

"محض تمھاری وجہ سے وہ اس حال کو پہنچا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اسے یاد رکھنا!"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹ بھنچ گئے۔ "جب تک تم میری قید میں ہو اس وقت تک اپنے لہجے پر قابو رکھنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہو گا۔"

"وہ مر گیا تو اس کا انتقام میں تم سے لوں گا۔" میں نے اس کی بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

"اتنی باتیں تم صرف اس لیے کر رہے ہو کہ میں نے تمھیں ضرورت سے زیادہ ڈھیل دے رکھی ہے۔"

"تم مجھے کیا ڈھیل دو گے؟" میں نے حقارت سے کہا۔ "میری تلاش پر تم نے سیکڑوں آدمی لگا دیے۔ پیدل لوگوں کی گرفتاری کے لیے ہیلی کاپٹروں تک کا سہارا لیا گیا۔ اسی کو ڈھیل کہتے ہیں؟"

اولیو ہاورڈ کھڑا ہو گیا۔ غصے کی شدت سے اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ "لے جاؤ اسے یہاں سے۔" وہ بہت زور سے دہاڑا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں غصے میں اس کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھا بیٹھوں۔"

دروازے کے پاس موجود دونوں مسلح افراد نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اٹھ گیا۔ کمرے سے باہر نکلنے سے قبل میں نے اولیو ہاورڈ پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی... اور پھر کمرے سے نکل آیا۔

مجھے واپس اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں سے لے

جا چکا تھا۔ سلویا وہیں رہ گئی تھی۔ اولیو ہاورڈ اور باربرا سے پہلی سے ہونے والی ملاقات بے حد ناگوار ثابت ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے طبیعت مکدر ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس ملاقات سے ان کا مقصد کیا تھا۔

میں نے خود کو بیڈ پر گرا لیا اور اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ ہونے والی بات تو ہو کر رہتی ہے۔ قید میری زندگی کے دن اگر پورے ہو گئے تھے تو اسے مرنے سے کون روک سکتا تھا۔ اس میں اولیو ہاورڈ کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے اس معاملے میں اولیو ہاورڈ سے تلخ ہو کر گفتگو کی تھی اور ظاہر ہے کہ اس معاملے میں وہ قصوروار نہیں تھا۔

میں لیٹا ہوا بور ہو رہا تھا۔ کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ سلویا بھی نہیں تھی کہ اس سے باتیں کر کے وقت گزاری ہی کر لیتا۔ اس عمارت سے فرار ہونے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اولیو ہاورڈ کے پاس جاتے وقت اور واپسی میں میں نے عمارت کی ہر راہداری میں مسلح محافظ بکھرے دیکھے تھے۔ عمارت سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا تھا۔ جس کمرے میں میں موجود تھا اس کی کھڑکیوں میں شیشے نصب تھے مگر شیشے کھلنے کا کوئی سسٹم نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ عمارت میں ٹھنڈک کا مرکزی نظام موجود تھا۔ جس کی وجہ سے کھڑکیاں کھولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہو گی اور اسی لیے وہاں ایسی کھڑکیاں نہیں لگائی ہوں گی جنہیں کھولا جا سکے۔ اس راستے سے باہر نکلنے کے لیے شیشہ توڑنا ضروری تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ شیشہ توڑنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ میں عمارت کی تیسری منزل پر تھا اور نیچے اترنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت تھی جو وہاں موجود نہیں تھا۔ اگر موجود ہوتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ مسلح محافظ نیچے بھی موجود ہوں گے جن کی موجودگی میں صحیح سلامت نیچے تک پہنچنا بھی ممکن نہیں تھا۔ فرار ہونا تو بہت دور کی بات تھی۔

میں نے فیصلہ کیا کہ فی الحال خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دوں۔ مجھے یقین تھا کہ فرار ہونے کا کوئی نہ کوئی موقع ضرور ملے گا اور میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں ذرا بھی تامل نہیں کروں گا۔ پہلے بھی اس قید میں میرا بہت قیمتی وقت ضائع ہو چکا تھا۔

میری تنہائی کا اختتام رات کو اس وقت ہوا جب ایک ملازم کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ٹرالی میں دو پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں جبکہ کمرے میں اکیلا تھا۔ ملازم کے واپس جانے سے قبل کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے لکی باربرا اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"ہائے۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ تم نے کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

ملازم واپس جا چکا تھا۔ میں نے کہا۔ "یہ تمہارے پیارے ڈیڈی کی مہربانی ہے۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہیں کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا۔" لکی نے ٹرالی کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں اس کی طرف توجہ دیے بغیر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لکی نے میری بے رخی محسوس تو کی مگر اس نے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے خود بھی اپنے لیے کھانا نکالنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ ناراض لگ رہے ہو؟" اس نے کھانے کے دوران کہا۔

"میرا خیال ہے تم سے تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی کہ میں ناراض ہوتا۔"

"اوہ، تو تم ڈیڈی کا غصہ مجھ پر اتار رہے ہو۔"

"نہیں، میں تعلقات غلط ملط کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ میرا معاملہ الگ ہوتا ہے۔"

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے اور تمہارا منہ پھولا ہوا ہے۔"

"جن حالات سے میں گزر رہا ہوں، ان سے تم گزر رہی ہوتیں تو میں تم سے پوچھتا......"

"وجہ معلوم ہوئے بغیر کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اب تم نے بتایا ہے تو میں تمہارے لیے کچھ کروں گی۔"

"میں نے کیا بتایا ہے؟" میں چونک کر بولا۔ "اور تم میرے لیے کیا کرو گی؟"

"تم نے یہی کہا ہے ناں کہ جن حالات سے تم دوچار ہو ان میں آدمی کی خوش مزاجی ختم ہو جاتی ہے۔"

"ہاں، میں نے یہی کہا تھا لیکن تم ان حالات کو تبدیل کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہو۔"

"میں تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کے لیے ایک کوشش تو کر ہی سکتی ہوں۔"

"مجھے معاف ہی رکھو۔" میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "اس کام کی جو قیمت تم مجھ سے طلب کرو گی اس کی ادائیگی میرے بس کی بات نہیں ہو گی۔"

لکی ہنس پڑی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے دوست۔" اس نے قربان ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "میں نے بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ میں خود کو تمہاری خواہش کے مطابق ڈھال لوں۔"

میں نے بے اعتباری سے اسے دیکھا۔ "میں تمہاری اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"میں کچھ بھی کہوں تم اس پر یقین نہیں کرو گے لیکن مستقبل میں میرا رویہ ثابت کرے گا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" میں بڑبڑایا۔ "اتنا بڑا انقلاب یوں ہی تو نہیں آ جاتا۔"

لکی کا موڈ بگڑ گیا۔ "میرے خلوص پر شبہ مت کرو۔" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اب اگر تم نے اس قسم کی گفتگو کی تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گی۔" اس نے اپنے گریبان سے پستول نکال لیا۔

میں بری طرح گڑبڑا گیا۔ اس کا ردعمل غیر متوقع تھا۔ "تم... میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں تو اس انقلاب کی وجہ جاننا چاہ رہا تھا۔"

"وجہ یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ سمجھے تم؟" لکی غرائی۔ "اور محبت کرنے والے خود کو اپنے محبوب کی خواہش کے مطابق ڈھال ہی لیا کرتے ہیں۔ یہ کوئی اتنی عجیب بات نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" میں نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "لیکن تمہارا نظریہ محبت تو بہت مختلف تھا۔ میری حیرانی بھی بے جا تو نہیں ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ میرا نظریہ تبدیل ہو گیا ہے؟ میں نے تو صرف اپنا طرز عمل تبدیل کیا ہے۔ محض تمہاری خوشی کی خاطر... شاید اس طرح میں تم کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی بعید از قیاس نہیں تھا۔ بعض جذبے آدمی کو بڑے بڑے کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ میں لکی کے بارے میں یہ بات نظرانداز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ میرے سب سے بڑے دشمن کی بیٹی ہے۔ اس پر میری شخصیت کے نقوش کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہو جائیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ پہلے وہ میری اصلیت سے بے خبر تھی۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں لیکن اب جبکہ اس پر سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی اس کے علم میں آ گئی تھی کہ میں اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن ہوں۔ یہودیوں اور بالخصوص اس کے باپ کے سخت خلاف ہوں تو اسے مجھ سے برگشتہ ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہاں تو معاملہ بالکل ہی برعکس تھا۔ مجھ پر اس کی مہربانیاں اور بھی سوا ہو گئی تھیں۔ حد تو یہ ہے کہ وہ خود کو میری مرضی کے مطابق ڈھالنے کی باتیں کر رہی تھی۔

"کیا سوچنے لگے؟" لکی نے مجھے ٹوکا۔ "کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"یہ پستول رکھ لو لکی! اس سے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں البتہ اپنے تیر نظر سے ضرور گھائل کر سکتی ہو۔"

لکی نے پستول واپس رکھ لیا۔ "بات کا رخ تبدیل کرنے کی کوشش مت کرو اور میری بات کا جواب دو۔"

"ابھی پچھلے ہی ہفتے تو ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت تو تمہارے نظریات کچھ اور تھے۔ آخر ایک ہفتے میں تمہاری کایا پلٹ کیسے ہو گئی؟"

"اس ایک ہفتے کے دوران میں جس قیامت سے گزری ہوں اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی کی زبانی مجھے تمہارے فرار کے بارے میں خبریں مل رہی تھیں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ تمہیں گھیرنے کے لیے تمہارے چاروں طرف آگ لگا دی گئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ تم جل کر ہی جان دے دو گے مگر جھکو گے نہیں۔ میں تمہارے لیے دعائیں مانگتی رہی۔ مجھے اندازہ تھا کہ میری دعائیں بھی تمہیں جھکنے پر مجبور نہیں کر سکیں گی۔ بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان پر دنیا کی ہر طاقت بے اثر ہو جاتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو جھکانا جانتے ہیں، خود ٹوٹ جاتے ہیں مگر جھکتے نہیں۔ پھر خبر ملی کہ تم دونوں آگ کے درمیان اس طرح گھر گئے ہو کہ اب تمہارا نکلنا ممکن نہیں رہا۔ آگ کی حدت کے سامنے ہیلی کاپٹر کے پر بھی جل رہے تھے۔ یہ سن کر میرا دل دھڑکنا ہی بھول گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ آگ اس مقام کے چپے چپے پر پھیل گئی ہے جہاں تم موجود تھے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ تم دونوں جل کر مر چکے ہو۔ اس لیے اب وہ لوگ آگ بجھا رہے ہیں۔ میں اسی خبر کی توقع کر رہی تھی لیکن اس کے باوجود یہ خبر بجلی بن کر مجھ پر گری اور میں بے ہوش ہو گئی۔ اس دوران میں نے کئی بار سوچا تھا کہ تمہارے اس حال تک پہنچنے کی ذمے داری کسی حد تک مجھ پر بھی ہے۔ اگر میں نے ضد نہ کی ہوتی تو شاید ڈیڈی تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔ ممکن ہے تم زندہ رہتے۔ اگر تم زندہ رہتے تو شاید کبھی تمہارے

خیالات تبدیل ہو جاتے۔

میں کتنی گھنٹے بعد ہوش میں آئی۔ ہوش میں آتے ہی مجھے یہ ناقابلِ یقین اطلاع ملی کہ تم دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میرے دل و دماغ سے صدمہ کم کرنے کے لیے مجھے یہ خبر سنائی جا رہی ہے لیکن بعد میں اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ اور میں نے اسی وقت تہیہ کر لیا کہ اب میں تمہیں ذرا بھی مجبور نہیں کروں گی بلکہ خود کو بھی بدل لوں گی۔ جو جھکنا ہی نہ جانتے اسے کوئی کیسے جھکا سکتا ہے۔"

میں نے سناٹے کے عالم میں لکی کی باتیں سنیں۔ بلاشبہ اس کے پاس ایک طاقت ور محرک موجود تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اس کی باتوں پر یقین کرنے میں تامل تھا۔ وجہ یہی کہ اس کے پاس مجھ سے نفرت کرنے کے لیے بھی تو ایک سے زیادہ نہایت طاقت ور قسم کے محرکات موجود تھے۔ آخر وہ اس محرک کی معمول کیوں بنی جو دور از قیاس تھا؟

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنی شدید محبت کرتی ہو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہیں اندازہ ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنا سب کچھ تمہیں سونپنے کو تیار تھی اور تمہیں اتنا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔"

میرے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ جو سب کچھ سونپنے کی وہ بات کر رہی تھی، اس سب کچھ کی ان کے معاشرے میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ یہ وہ بے حقیقت چیز ہے جو سب سے زیادہ آسانی سے ایک دوسرے کو سونپ دی جاتی ہے۔ میں نے یہ بات سوچی ضرور مگر لکی سے نہیں کہی۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ یہ ممکن تھا کہ ڈالیو اور ڈ اس آڑ میں کوئی کھیل کھیل رہا ہو لیکن سوال یہ تھا کہ مجھے اس سے کیا نقصان پہنچ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے اس کھیل میں شریک ہو جانا چاہیے۔ میں اپنی مرضی سے اس کھیل میں شریک ہوں گا تو اپنا کردار اس سے ذرا مختلف انداز میں ادا کروں گا جس انداز میں وہ دونوں باپ بیٹی مجھ سے توقع کر رہے ہوں گے۔

"ٹھیک ہے۔" میں مسکرایا۔ "میں تمہارے جذبات تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ کوئی مجھے اس حد تک بھی چاہتا ہے۔"

"تو ہماری دوستی پکی۔" لکی نے پرمسرت انداز میں کہا اور اپنا نرم و نازک ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

"اب یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں کوئی اسکیم بتاؤ۔" لکی نے رازدارانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

"میں کیا اسکیم بتاؤں، میں تو اپنے ساتھی کی فکر میں گھلا جا رہا ہوں۔ معلوم نہیں وہ بچ بھی سکے گا یا نہیں۔"

"ڈیڈی نے تمہیں بتایا تو تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ پھر بھی تم آس لگائے بیٹھے ہو؟"

"میرا دل نہیں مانتا۔ اس نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ میں یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ اسے موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار چھوڑ کر خود فرار ہو جاؤں۔"

"تم فرار نہیں ہو گے تو بھی اس کے لیے کیا کر لو گے؟ ظاہر ہے کسی کو مرنے سے تو کوئی نہیں روک سکتا۔"

"کم از کم میں انتظار تو کر سکتا ہوں۔ یہ امید تو رکھ سکتا ہوں کہ شاید اس کی حالت سنبھل جائے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔" لکی نے منہ بنا کر کہا۔ "سب سے اہم آدمی کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ باقی ہر چیز کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔"

"جب تک میری ذات کو کوئی انتہائی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو، میں اس انداز میں سوچنا گناہ تصور کرتا ہوں۔"

لکی چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر بولی۔ "اگر میں یہ کہوں کہ تمہیں جان کا خطرہ لاحق ہے تو تم کیا کرو گے؟"

"تب بھی ظاہر کو چھوڑ کر فرار ہونے کی کوشش کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوگا لیکن ابھی میں ایسا کیوں کروں۔ میں صرف قیدی ہی تو ہوں۔ میری جان کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کن خوش فہمیوں میں گھرے ہوئے ہو علی! ڈیڈی نے تمہیں ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے بے اعتباری سے کہا۔ "ڈالیو اور ڈ میرا حریف ضرور ہے مگر ہم نے کبھی ایک دوسرے کی جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ ضرور تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔" لکی زور دے کر بولی۔ "میں نے اپنے کانوں سے سب کچھ سنا ہے۔ اس لیے کسی غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ہم کھانا کھا چکے تھے۔ ملازم آیا اور کھانے کی ٹرالی لے کر باہر چلا گیا۔ لکی نے اس سے کافی لانے کو کہا تھا۔ کافی جو اس وقت میرے لیے بہت بڑی عیاشی تھی۔ ایک مدت سے چائے یا کافی جیسے کسی روح افزا مشروب کا نام تک سننے کو کان ترس گئے تھے۔ پینا تو بہت دور کی بات ہے۔

"ڈالیو اور ڈ کا یہ فیصلہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمارے درمیان کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جس کی بنا پر وہ میری جان کا دشمن ہو جاتا۔"

"تم نے ہاروت رابیل کی پیشکش بڑی حقارت سے ٹھکرا دی۔ اگر تم مصلحتاً اسے قبول کر لیتے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟"

"محض اتنی سی بات پر وہ میری جان کے درپے ہو گیا!" میں نے حیرت سے کہا۔

"انہیں ہاروت رابیل نے اس کام پر آمادہ کیا ہے ورنہ وہ تو بڑی شدت سے مخالفت کر رہے تھے۔"

"تمہاری باتیں بڑی ناقابلِ یقین ہیں لکی! لیکن میرے پاس ان پر یقین کرنے کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں؟"

"تم کیا کرو گے؟" لکی نے مجھے گھورا۔ "تم یہاں سے فرار ہونے پر آمادہ ہو بھی کہ نہیں؟"

"تمہاری فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں میں نے خود کو آمادہ کر تو لیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہم یہاں سے کس طرح فرار ہو سکیں گے؟"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔" لکی نے کہا اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ ملازم کافی لے آیا تھا۔ "میں یہاں سے نکلنے کی کسی تدبیر پر غور کروں گی۔" ملازم کے واپس جانے کے بعد لکی نے بات مکمل کی۔

کافی کی پہلی ہی چسکی نے میرے جسم و جان میں توانائی کی نئی لہریں دوڑا دیں۔ میرا دماغ بھی بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس سے قبل تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ پر دھند سی چھائی ہوئی ہو۔ میں لکی کے رویے پر غور کرنے لگا۔ اب کی لکی اور پہلے والی لکی میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ پہلی بار میں اس سے ملا تو وہ بہت معصوم تھی۔ اب اس میں وہ معصومیت نہیں رہی تھی۔ اس کی وجہ کیا تھی، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا تاہم مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ لکی کو تربیت دی گئی ہے۔ کچھ عجب نہیں تو اسے باپ کی طرف سے ورثے میں ملے ہوں گے اور کچھ میری بے رخی نے اسے سلیقوں کے خلاف صف آرا ہونے پر مجبور کیا ہو گا۔ میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ میری محبت نے اسے خود کو تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ مستقل مجھے یہاں سے فرار ہونے پر اکسائے جا رہی تھی۔ فی الحال یہ کہنا مشکل تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا تھا یا ڈالیو اور ڈ نے میرے خلاف کیا منصوبہ بندی کی ہے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اس بار ڈالیو اور ڈ میرے خلاف کوئی گہری سازش کرنے کی فکر میں ہے۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ کبھی اپنی بیٹی کو میرے خلاف استعمال کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ میں نے لکی کی اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کہ ڈالیو اور ڈ نے مجھے جان سے مارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ بات تو صرف اس لیے کہی گئی تھی کہ میں یہاں سے فرار ہونے پر آمادہ ہو جاؤں۔ میں نے ان کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہوئے فرار ہونے کی ہامی بھر لی تھی۔

کافی پینے کے دوران لکی بھی کسی سوچ میں گم رہی تھی۔ میں نے اپنی پیالی خالی کر کے اس سے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے سے قبل ہی تمہارے ڈیڈی میرے خلاف فرمان جاری کر دیں۔"

"نہیں، طے یہ ہوا ہے کہ آخری فیصلہ کرنے سے قبل ڈیڈی خود تم سے بات کریں گے۔ اگر تم اپنے موقف پر ڈٹے رہے تو مجبوری ہو گی ورنہ تمہاری خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس دیا مگر بظاہر میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "تو تمہارے خیال میں میرا رویہ کیا ہونا چاہیے؟"

لکی نے پہلو بدلا۔ "مجھے معلوم ہے تم کسی قیمت پر اپنی بات سے نہیں ہٹو گے لیکن پلیز میری خاطر اپنے رویے میں ذرا سی لچک پیدا کر لینا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

وہ مجھوٹ پہ جھوٹ گھڑے جا رہی تھی لیکن اس سے میری صحت پہ کیا اثر پڑ رہا تھا۔ اس عمارت سے باہر نکلنے کے بعد میں ہاتھ پیر بھی مار سکتا تھا۔ لہٰذا اگر لکی سے ذرا سا تعاون کر کے مجھے آزادی مل رہی تھی تو میں یہ موقع کیوں گنواتا۔ بعد میں ان کی سازش کے تار و پود بکھیرے جا سکتے تھے مجھے کسی صورت ہاتھ پیر ہلانے کا موقع تو ملتا۔

لکی بڑے غور سے میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔ میری خاموشی طویل کھنچ گئی تو اس نے مجھے ٹوکا۔ "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا علی یار خان؟"

میں نے چونک کر اسے گھورا، دھیرے سے مسکرایا پھر بولا۔ "تم میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو تو کیا میں تمہاری خاطر یہ چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکتا؟"

لکی مارے خوشی کے اچھل پڑی۔ "مجھے بس تمہاری رضامندی درکار تھی۔ اب تم دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں کہا۔ "تم مجھے فریب دے رہی ہو اور میں تم کو فریب دے رہا ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخری فتح کس کی ہوتی ہے!"

نگی بعد میں آنے کا کہہ کر کمرے سے چلی گئی اور میں بیٹھ پرور راز ہو گیا۔ نگی تو خیر اس میدان میں نووارد تھی۔ اس کی کسی بچکانہ حرکت پر اسے الزام نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن مجھے اولیو ہاورڈ پر حیرت تھی۔ معلوم نہیں کیا سوچ کر وہ نگی کے ساتھ شامل ہوا ہوگا۔ وہ تو بہت شاطر آدمی تھا۔ اسے بہ خوبی علم تھا کہ میں اس قسم کی کسی سازش کے ذریعے اس کا آلۂ کار نہیں بن سکوں گا پھر اس نے ایسی حرکت کیوں کی؟ ممکن ہے نگی کی ضد سے مجبور ہو کر اس نے ہامی بھر لی ہو، یہ سوچ کر کہ تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے یا یہ کہ نگی کو میدانِ عمل میں آنا ہی ہے تاکہ اسے اچھے برے کی تمیز ہو سکے۔ میں بہ خوبی اندازہ کر سکتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کس قسم کے مکالمے ہوئے ہوں گے۔ نگی نے اولیو ہاورڈ سے کہا ہوگا کہ وہ مجھے اپنے حسن کے جال میں پھنسا لے گی۔ ظاہر ہے اولیو ہاورڈ ایسی کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ مجھے بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو بہلانے کی کوشش کی ہوگی۔ یہ بات کسی لڑکی کے حلق سے کہاں اتر سکتی ہے کہ وہ کسی مرد کو بے وقوف بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مردوں کو بے وقوف بنانا تو لڑکیاں اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں۔ شاید وہ یہ سمجھنے میں کسی حد تک حق بجانب بھی ہیں۔ ہابا ہے جب آدم نے جنت میں بے وقوف بن کر عمارت کی پہلی اینٹ جس انداز میں رکھی تھی، اب پوری عمارت کو اسی انداز میں اوپر کی طرف جانا تھا۔ عورت کے ہاتھوں بے وقوف بننے کا عمل ہر دور میں جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر مرد تو شاید واقف نہ ہوتا ہوگا لیکن ہر عورت ضرور واقف ہوتی ہے۔ مرد کو بے وقوف بنانا تو اس کی سرشت میں شامل ہے۔ کوئی جدوجہد کیے بغیر وہ پیدائشی انداز میں اپنا کام کر لیتی ہے۔ مرد چونکہ بے وقوف بننے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے لہٰذا قدم قدم پر عورت کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے اور اس کے اعتماد میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

نگی نے بھی کم یا زیادہ کچھ نہ کچھ مردوں کو ضرور بے وقوف بنایا ہوگا۔ پھر میرے ہاتھوں بے وقوف بننے کے بعد اس کی انا کو زبردست ٹھیس پہنچی ہوگی۔ اولیو ہاورڈ سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں کون تھا اور اسے کس مقصد کے لیے استعمال کیا تھا، اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ہوگی۔ اس نے ضد کی ہو گی کہ عظیم تر اسرائیل کے قیام کے لیے وہ اپنے باپ کی جدوجہد میں شریک ہونا چاہتی ہے۔ تھوڑے پس و پیش کے بعد اولیو ہاورڈ نے اسے اجازت دے دی ہوگی۔ ممکن ہے بلا پس و پیش یہ دے دی ہو۔ اس نے اپنی بیٹی کو بہترین تربیت دلوائی ہوگی۔ جس کے بعد نگی کے اعتماد میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہوگا اور اب اس نے فرمائش کر کے مجھ سے پنجہ آزمائی کرنے کا بیڑا اٹھایا ہو۔ یہ سب کچھ تو ٹھیک تھا لیکن اولیو ہاورڈ کا اپنی بیٹی کو اتنے بڑے امتحان میں ڈال دینا بعید از فہم تھا۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ اس نے لڑکی کی حفاظت کے لیے خفیہ بندوبست کرنے کے بعد ہی اسے میرے مقابلے پر آنے کی اجازت دی ہوگی۔ یہ بھی تھا کہ یہ کوئی علی الاعلان مقابلہ نہیں تھا۔ معلوم نہیں ان کا مقصد کیا تھا۔ جہاں تک میں سمجھ سکا تھا نگی میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ تاکہ میرے معمولات سے اپنے باپ کو آگاہ کرتی رہے۔

کوئی دس بجے رات کے قریب میرا بلاوا آ گیا۔ مجھے اسی کمرے میں لے جایا گیا جہاں چند گھنٹے قبل اولیو ہاورڈ اور رابیل سے ملاقات ہوئی تھی لیکن اب وہاں صرف اولیو ہاورڈ تھا اور بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں اندازہ کر سکتا تھا کہ دونوں باپ بیٹی کی میٹنگ کے نتیجے میں میری طلبی ہوئی ہے۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم نے حالات بے حد خراب کر دیے ہیں نگی!" اولیو ہاورڈ نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔ "ہاروت رابیل نے تمہارے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔"

"تم تو مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہو اولیو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر میں اس کی پیش کش کا جواب اثبات میں دوں تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے پہلو بدلا۔ "ہاں میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم کبھی اس کے لیے کام کرنے پر رضامند نہیں ہو سکتے لیکن میں کیا کروں۔ وہ مجھ سے اکھڑا ہوا ہے۔"

"اسے اکھڑا ہی رہنے دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہیں آخر کس بات کی فکر کھائے جا رہی ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کا اصرار ہے کہ یا تو تم اس کے لیے کام کرو یا پھر تمہارا زندہ رہنا بے کار ہے۔"

"تمہیں تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے۔ ہاتھ پیر ہلائے بغیر ایک دیرینہ دشمن سے نجات مل جائے گی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہاروت رابیل کے ہاتھوں تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچے۔"

"میں سمجھ گیا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم چاہتے ہو کہ مجھے جب بھی کوئی نقصان پہنچے تمہارے ہاتھوں ہی پہنچے کسی اور کے ہاتھوں نہ پہنچے۔ یہی بات ہے نا؟"

"سنجیدہ ہو جاؤ علی! ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تم کل صبح کا سورج طلوع ہوتے نہ دیکھ سکو۔"

"تم اتنے بے بس تو نہیں ہو اولیو جتنا ظاہر کر رہے ہو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب میری پہلے جیسی حیثیت نہیں رہی۔ بعض اوقات مجھے اپنی مرضی کے خلاف بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔"

"یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم اس کی دولت کے بل پر عیش کرنا چاہتے ہو۔"

"تم یہی سمجھ لو۔" اولیو ہاورڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر میں اس کی مجبوری ہوں تو وہ بھی میری مجبوری ہے۔ میں اس سے بہت زیادہ اختلاف نہیں کر سکتا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ جہاں تم جیسا شخص بے بسی محسوس کر رہا ہو وہاں مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اس کے لیے کام کرنے کی ہامی بھر لو۔" اولیو ہاورڈ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا اور میں بوکھلاہٹ میں اپنا سر سہلانے پر مجبور ہو گیا۔

"کیا تم میرے ساتھ کوئی سنگین مذاق کر رہے ہو اولیو؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں انتہائی سنجیدہ ہوں۔ میری بات پر غور کرو تم ہر طرح سے فائدے میں رہو گے۔"

"فائدہ نقصان بعد کی بات ہے ماٹی ڈیئر اولیو ہاورڈ! پہلے تم مجھے قائل کرو کہ تم مجھ سے اتنی انوکھی فرمائش کیوں کر رہے ہو؟"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹ بھنچ گئے۔ "مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ تم آسانی سے نہیں مانو گے۔" اس نے کہا۔

"مشکل سے بھی نہیں مانوں گا۔" میں نے کہا۔ "تمہاری فرمائش میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہاں اگر تم مجھے قائل کر سکو تو ممکن ہے میں تمہاری مرضی کے مطابق کام کرنے پر تیار ہو جاؤں۔"

"مجھے معلوم ہے بہت مشکل مرحلہ ہے۔ تمہیں قائل کرنا آسان نہیں ہوگا بس یہ سمجھ لو کہ میں اپنے مقابلے میں کسی اور کی برتری قبول نہیں کر سکتا۔"

"بات تو بہت معقول ہے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس نے تم سے مدد طلب کی ہے تو تمہیں بھی اختیارات بھی دیے ہیں۔"

"تمہاری بات کسی حد تک درست ہے۔ میں پوری طرح با اختیار تھا لیکن اب وہ اپنی من مانی کر رہا ہے جسے میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اس کا پتا صاف کر دینا تمہارے لیے کیا بڑی بات ہے جو تم اتنے مجبور ہو رہے ہو اولیو ہاورڈ؟"

"اپنی سرکاری حیثیت کے بغیر میں بڑے بڑے اقدام نہیں کر سکتا۔ اس کا پتا صاف کر دیتا تو واقعی کوئی بڑی بات نہیں ہے مگر اس کے آدمیوں سے کون نمٹے گا؟"

"اس کے علاوہ ایک پہلو اور بھی ہے جس کا ذکر کرنے سے تم دانستہ گریز کر رہے ہو۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "اور وہ ہے اس کی دولت۔"

"میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا۔ اس کے پاس دولت کے انبار ہیں۔ آخر وہ اتنی دولت کا کیا کرے گا۔ اس کی کئی نسلیں اگر اتنی دولت دونوں ہاتھوں سے اڑائیں تب بھی ختم نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے اولیو!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"کل کس وقت تم مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کرو گے ۔۔۔۔ میں ہاروت رابیل کو زیادہ دیر تک نہیں روک سکوں گا۔"

"میں کوشش کروں گا کہ صبح ہی تمہیں اپنے جواب سے آگاہ کر دوں اور تم یہ امید بھی کر سکتے ہو کہ میرا فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا۔"

"اب تم آرام کر سکتے ہو لیکن تم اس کمرے میں واپس نہیں جاؤ گے۔ تمہارے لیے نچلی منزل کے ایک کمرے میں رہنے کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔"

مجھے نئے کمرے میں پہنچا دیا گیا جو بہترین فرنیچر سے آراستہ

تھا۔ وہاں گیر الماری میں چند جوڑے کپڑے بھی موجود تھے جو میرے ہی ناپ کے تھے۔ میں لباس تبدیل کیے بغیر بیڈ پہ دراز ہو گیا۔ یہ بات تو سمجھ میں آنے والی تھی کہ لکی نے میرے پاس سے جانے کے بعد اولیو باورڈ کو صورت حال سے آگاہ کیا ہوگا اور اسی کے کہنے پر اولیو باورڈ نے مجھے بلوا کر مجھ سے گفتگو کی ہوگی لیکن اس نے جس قسم کی باتیں مجھ سے کیں میں ان سے ذرا مختلف قسم کی باتوں کی توقع کر رہا تھا۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ وہ مجھے باروت رابیل کے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرتا لیکن وہاں تو معاملہ ہی اور نکلا۔ اولیو باورڈ مجھے اپنی مطلب برآری کے لیے استعمال کرنے کے چکر میں تھا۔

میں بری طرح الجھ کر رہ گیا۔ باپ بیٹی کے کردار فہم سے بالاتر ہو گئے تھے۔ تجزیہ کرتا تو دلائل ان کے حق میں بھی ہوتے اور ان کے خلاف بھی۔ ایسے میں یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار تھا کہ اصل صورت حال کیا ہے۔ اولیو باورڈ کی بات دل کو لگتی تھی۔ اگر باروت رابیل نے اس پر برتری جتانے کی کوشش کی ہوگی تو اس کے جواب میں اس سے کسی بھی قسم کے ردعمل کی توقع کی جا سکتی تھی وہ ایسا ہی آدمی تھا۔

تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ میں نے اس پر اعتماد کر لیا تھا۔ اس کی بات میں وزن ضرور تھا لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ دوہری چال چل رہا ہو۔ ایک طرف تو لکی کے ذریعے مجھ پہ جال پھینک رہا ہو اور دوسری طرف خود مجھ پہ طبع آزمائی کر ڈالی ہو۔ تاکہ میں ایک جال سے بچوں تو دوسرے میں ضرور الجھ جاؤں۔ میرے دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئیں۔ وہ بہت گہری چالیں چل رہا تھا جن سے بچنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا ضروری تھا۔

میرے سامنے فوری حل طلب مسئلہ یہ تھا کہ باپ بیٹی میں سے کس کی پیش کش قبول کروں۔ میرے لیے دونوں ہی فائدہ مند تھیں۔ کم از کم بظاہر یہی محسوس ہو رہا تھا۔ دونوں ہی صورتوں میں مجھے آزادی مل جاتی لیکن ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ میں نے اگر حاضر دماغی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو اس مسئلے میں پھنس گیا ہوتا لیکن میں نے گیند اولیو باورڈ کے کورٹ میں پھینک دی تھی۔ میرے نزدیک یہ بات مسلّم تھی کہ لکی جو کچھ کر رہی ہے اولیو باورڈ کے ایما پر کر رہی ہے چنانچہ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں اسے صبح تک جواب دے دوں گا۔ اب اگر اس کی خواہش یہ ہوگی کہ میں لکی کے ساتھ فرار ہو جاؤں تو صبح تک میں اس عمارت میں ہی نہیں رہوں گا کیونکہ اولیو باورڈ کے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کے مطابق لکی آج ہی رات مجھے یہاں سے لے کر فرار ہو جائے گی اور اگر لکی آج رات مجھے لے کر فرار نہ ہوئی تو پھر مجھے باروت رابیل کے بیٹے کا کردار نے کی حامی بھرنا ہوگی جس کا دوسرا مطلب تھا اولیو باورڈ کے لیے کام کرنا۔

مجھے معلوم تھا کہ اولیو باورڈ کو باروت رابیل سے کہیں زیادہ میری ذات سے خطرہ محسوس ہو رہا ہوگا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس نے باروت رابیل کو ٹھکانے لگانے کے لیے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی تو میں باروت رابیل کے ساتھ ساتھ خود اولیو باورڈ کو بھی ٹھکانے لگا دوں گا۔ لہٰذا وہ ترجیح اسی بات کو دے گا کہ مجھے لکی کے ذریعے بے وقوف بنانے کا چانس لے اگر لکی کی جانب سے آج رات کوئی تحریک نہ ہوتی تو میں صبح اولیو باورڈ کو اثبات میں جواب دے دیتا اور اس کے بعد اگر لکی مجھ سے فرار ہونے کی بات کرتی تو میں اسے صاف جواب دے دیتا۔ آخر مجھے اپنی دیانت داری بھی تو ثابت کرنا تھی۔

سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی۔ معلوم نہیں میں کتنی دیر سوتا رہا لیکن میری آنکھ جھنجوڑے جانے پر کھلی تھی۔ مجھے اٹھانے والی لکی تھی۔

"کیا ہوا؟" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کیا مصیبت آ گئی؟"

"تم تو یوں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو جیسے تمام عمر یہیں قیام کرنے کا ارادہ ہے۔" لکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس وقت ضرورت سے کچھ زیادہ ہی دل کش لگ رہی تھی۔ شاید اس احساس نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیے تھے کہ وہ ایک ایسے شخص کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے جس نے اس کے باپ تک کو عاجز کر رکھا ہے۔

"اوہ" تو کیا نہیں ہے؟" میں نے اس انداز میں کہا جیسے نیند سے اٹھنے کے باعث سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں پوری طرح کام نہ کر رہی ہوں۔

"جلدی سے منہ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ ہمیں اسی وقت اس عمارت سے نکل جانا ہے۔"

"منہ تو میں دھو لوں گا لیکن اتنے بہت سے مسلح محافظوں کی موجودگی میں ہم عمارت سے کیسے نکل سکیں گے؟"

"تم اٹھو تو سہی۔ میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ سارے محافظ گہری نیند سو رہے ہیں۔"

"کیوں سو رہے ہیں؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا یہاں کے محافظ اتنے ہی بے پروا ہیں۔"

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے انھیں کافی میں نیند کی دوا ملا کر دے دی تھی اور اب مزید سوال جواب بعد میں کر لینا۔"

میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا حالانکہ مجھے منہ دھونے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی تاہم لکی کو دکھانے کے لیے میں نے جلدی جلدی منہ دھویا اور چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

"یہ لو اسے پہن لو" لکی نے ایک ہیٹ میری طرف بڑھایا۔ "اس سے تمہارے سر کے جلے ہوئے بال چھپ جائیں گے۔"

میں نے ہیٹ اس سے لے کر اپنے سر پر رکھ لیا "وقتی طور پر تو اس سے کام چل جائے گا لیکن ہمیں کوئی مستقل انتظام بھی کرنا ہوگا۔"

"میں میک اپ کا سامان بھی لے آئی لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ میک اپ کے لیے کیا کیا چیزیں درکار ہوتی ہیں۔"

میں اس کی اس سادگی پہ قربان ہوتے ہوتے بچا۔ بیچاری کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میک اپ کے لیے کون کون سی چیزیں درکار ہوتی ہیں حالانکہ اسے سب کچھ معلوم رہا ہوگا۔ میں نے اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی خود ساختہ معصومیت کی اصلیت سے واقف ہوں۔ اسے دکھانے کے لیے میں نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا "پھر اب کیا ہوگا؟"

"پہلا کام تو اس عمارت سے باہر نکلنے کا ہے۔" اس نے کہا۔ "آؤ چلیں، بعد میں سوچیں گے۔"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کمرے سے باہر لے آئی۔ راہداری روشن تھی اور وہاں مسلح محافظ بھی موجود تھے مگر وہ سب فرش پہ لمبے پڑے نظر آ رہے تھے۔ ان کے پاس اسلحہ موجود تھا مگر وہ اسے استعمال کرنے کے قابل نہیں تھے۔ میں ایک محافظ کی خودکار گن اٹھانے کے لیے اس کی طرف بڑھا تو لکی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو!" اس نے کہا۔ "تم شاید اس کی گن پہ قبضہ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔ "اپنی حفاظت کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ ہمیں کسی بھی مرحلے پہ اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے کسی بھی قسم کا اسلحہ ہمارے کام آنے کے بجائے ہمارے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" میری تیوریوں پہ بل پڑ گئے۔

"دیکھو غلط مت سمجھو۔ اس عمارت کی حد تک تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے گیٹ تک کے تمام محافظ گہری نیند میں ہیں لہٰذا اسلحہ غیر ضروری ہوا۔ باہر اگر کسی جگہ پولیس نے ہمیں روک لیا تو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے اس کی بات پہ غور کیا پھر میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی اس بات سے میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اس کی جگہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو اتنی دوراندیشی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ بلاشبہ اس نے تربیت حاصل کر رکھی تھی جبھی تو اس نے اتنی حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"تمہارا کہنا درست ہے۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا کہ تم نے بروقت احساس دلا دیا ورنہ میں نے تو خود کو مشکل میں ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

لکی مجھے عمارت کے دروازے سے باہر لائی جہاں سیاہ رنگ کی چمکتی دمکتی امپالا کھڑی تھی۔ لکی نے کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میرے لیے دوسری جانب والا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اس کے برابر والی نشست پر بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ لکی نے کار اسٹارٹ کی اور ہم بلا روک ٹوک عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ سے باہر سڑک پہ نکل آئے۔

یہ لیور پول کا کوئی مضافاتی علاقہ معلوم ہو رہا تھا۔ یا ممکن ہے علاقہ تو مرکزی نہیں تھا ورنہ وہاں اور دوسری عمارتیں بھی ضرور دکھائی دیتیں جس سڑک پہ ہم سفر کر رہے تھے وہ بھی زیادہ چوڑی نہیں تھی اور تاریک پڑی تھی۔ اس کا صرف وہ حصہ روشن نظر آتا تھا جہاں سے تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی امپالا کی روشنیاں پڑ رہی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف بھی تاریکی کا راج تھا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ہم کس علاقے میں سفر کر رہے ہیں۔

"تمہارے ڈیڈی نے مجھے کس ویرانے میں قید کر رکھا تھا؟" میں نے لکی سے براہ راست سوال کر ڈالا۔

لکی کھلکھلا کر ہنسی۔ "ڈیڈی نے نہیں بلکہ باروت رابیل نے قید کر رکھا تھا۔"

"تمہیں نہیں معلوم کہ ہم کس علاقے میں سفر کر رہے ہیں؟"

"نہیں۔" لکی نے جواب دیا۔ "مجھے یہاں کے علاقوں کے نام معلوم نہیں ہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ نیویارک کا کوئی مضافاتی علاقہ ہے۔"

"تمہاری معلومات اتنی ناقص ہیں تو کہیں ہم راستہ ہی نہ بھٹک جائیں۔" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔" لکی بولی۔ "میں نے راستہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ بھٹکنے کا امکان نہیں ہے۔"

"دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم تمہارے ڈیڈی کی قید سے تو نکل آئے مگر اب جائیں گے کہاں؟"

"بے فکر رہو۔" لکی نے بڑی بے نیازی سے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ یہ مرحلہ ضرور پیش آئے گا لہٰذا میں نے پہلے ہی فون کر کے نیویارک کے ایک عمدہ سے ہوٹل میں کمرے بک کرا لیے ہیں۔"

لکی کی اس بات سے میرے ایک اور اندیشے کی تصدیق ہو گئی۔ یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ سب کچھ اولیو یا ورڈ کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ کمرے یقیناً اسی نے بک کرائے ہوں گے۔ یہ کام لکی کے بس کا نہیں تھا۔

"ہوٹل کے اخراجات تو بہت ہوں گے۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اور میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔"

لکی پھر ہنسی۔ "میرے ساتھ آئے ہو تو تمہیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس رقم کی کمی نہیں ہے۔"

"میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں لکی؟" میں نے ممنونیت بھرے انداز میں کہا۔

"شکریہ ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" لکی نے کہا۔ "دوست ہی تو برے وقت میں دوست کے کام آتے ہیں۔"

میرا جی چاہا کہ اس سے پوچھوں کہ کیا اولیو یا ورڈ تمہارا دشمن ہے؟ مگر میں نے اپنے سوال کا گلا گھونٹ دیا اور اس کے بجائے دوسرا سوال کیا۔

"اگر ہم نے اسی حلیے میں ہوٹل کا رخ کیا تو بہت جلد پکڑے جائیں گے۔"

جواب میں لکی نے میری طرف کاغذ اور قلم بڑھایا اور کار کی اندرونی لائٹ جلاتے ہوئے بولی۔ "اس کاغذ پر ان چیزوں کے نام لکھ دو جو تمہیں میک اپ کرنے کے لیے درکار ہوں گی۔ پہلے ہم کسی دکان سے وہ اشیاء خریدیں گے پھر کہیں رک کر میک اپ کریں گے اس کے بعد ہوٹل جائیں گے۔ میں نے سب کچھ پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

"تم بہت ذہین ہو لکی۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور اس سے کاغذ لے کر اس پر مطلوبہ اشیاء کے نام لکھ دیے۔

کوئی پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم نیویارک شہر میں داخل ہو گئے۔ رات کے دو بج رہے تھے مگر سڑکیں روشنیوں سے جگمگا رہی تھیں، رنگ برنگے اشتہاری نیون سائن جل بجھ رہے تھے ٹریفک کم تھا مگر تھا۔

لکی نے ایک مقام پر کار روک دی۔ "تم کار میں ہی بیٹھے رہنا میں میک اپ کا سامان لے کر آتی ہوں۔"

وہ کار سے اتر کر چلی گئی اور میں اردگرد کا جائزہ لیتا رہا۔ ڈر صرف یہ تھا کہ کہیں کوئی پیٹرول کار ہمیں چیک نہ کر لے۔ اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی بات ہو جاتی مگر لکی کی واپسی تک خیریت ہی رہی۔

"چیک کر لو۔" اس نے اندرونی لائٹ جلا کر کہا۔ "میں سارا سامان لے آئی ہوں۔"

"چیک کیا کرنا ہے بس ہمیں جلدی جلدی ہلکا سا میک اپ کر لینا چاہیے تاکہ کسی کی نظروں میں آنے سے تو محفوظ رہیں۔"

لکی نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کی اور میں نے میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے میں نے ہیٹ اتار کر اپنے سر پر مصنوعی بالوں کی وگ جمائی پھر اپنی سوختہ بھوؤں کی جگہ ساختہ بھوئیں چپکائیں۔ اس کے بعد کونٹیکٹ لینس کے ذریعے آنکھوں کی رنگت تبدیل کی اور پھر دیگر سامان کے ذریعے اپنے چہرے میں بھی معمولی سی تبدیلیاں کر لیں۔ کہنے کو تو یہ ہلکا پھلکا سا میک اپ تھا لیکن اس کے ذریعے میرا حلیہ اتنا بدل گیا تھا کہ اب کوئی بھی شخص مجھے آسانی سے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں میں نہ صرف خود میک اپ سے فارغ ہو گیا بلکہ میں نے لکی کو بھی ناقابلِ شناخت بنا دیا۔ اب میں اس طرف سے بالکل مطمئن تھا۔

"ہم پہلے مرحلے سے تو بخیر و خوبی گزر گئے۔" میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

لکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "تمہیں پروگرام بہت جلد سامنے آ جائے گا۔" اس نے کہا اور کار نیویارک کی سڑکوں پر تیز رفتاری سے تیرتی رہی۔

دس منٹ بعد کار ایک مشہور نائٹ کلب کے سامنے رکی۔

"کیا یہاں کمرے بک کرائے ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ممکن ہے یہاں رہائش کا بھی انتظام ہو۔" لکی مسکرا کر بولی۔ "میں تو تمہیں یہاں اس لیے لائی ہوں کہ تم اپنی آزادی کا جشن منا سکو۔"

جشن منانے کا یہ انداز میرے لیے ناپسندیدہ تھا مگر میں نے اظہارِ ناپسندیدگی کرنا مناسب نہیں سمجھا اور لکی کے ساتھ کلب میں داخل ہو گیا۔

میری توقع کے عین مطابق وہاں کیبرے ہو رہا تھا۔ میں لکی کے ساتھ ایک میز پر جا بیٹھا۔ مجھ پر بے زاری مسلط تھی مگر لکی بڑی محویت سے ڈانس دیکھ رہی تھی۔

ہمیں وہاں بیٹھے ہوئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں گے کہ میں نے بے چینی سی محسوس کی، ایسی بے چینی عموماً اس وقت محسوس ہوتی ہے جب کوئی آپ کو گھور رہا ہو۔ میں نے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر نظریں دوڑانا شروع کیں اور وہ شخص مجھے نظر آ گیا۔ مجھ سے چند میزوں کے فاصلے پر ایک نوجوان سیاہ فام نیگرو کی نظروں کا مرکز بجائے ڈانس کے میں تھا۔ میری نظریں اس سے ملیں تو وہ گڑبڑا کر ڈانس دیکھنے لگا۔

اس نیگرو کی حرکت حیران کن تھی۔ پہلی بات تو یہ کہ وہاں کیبرے ہو رہا تھا اور ہال میں موجود ہر شخص ڈانس کی طرف متوجہ تھا دوسری بات یہ تھی کہ خود اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نہ صرف سفید فام تھی بلکہ حسین اور پُرکشش بھی تھی۔ بیک وقت ایسے دو طاقتور عوامل کی موجودگی میں ان سے صرفِ نظر کر دینا آسان نہیں تھا۔

میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ بلا سبب کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا پھر وہ مجھے کیوں گھور رہا تھا، یہ معمہ حل کرنا آسان نہیں تھا۔ لکی اطراف سے بے خبر ڈانس دیکھنے میں محو تھی۔ میں نے اسے پکارا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ نیگرو کو دیکھ کر بتائے کہ اسے پہچانتی ہے یا نہیں۔

لکی نے بڑے غیر محسوس انداز میں نیگرو کی طرف دیکھا پھر مجھ سے بولی۔ "نہیں میں اسے نہیں پہچانتی۔" اس نے کہا۔ "لیکن تم یہ بات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو، کیا کوئی خاص بات محسوس کی ہے؟"

"نہیں کوئی ایسی خاص بات تو نہیں بس میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ پوری توجہ سے ڈانس نہیں دیکھ رہا۔"

"اب ہم میک اپ میں ہیں۔ ہمیں آسانی سے نہیں پہچانا جا سکتا اور ہمیں کسی اور جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا کسی الجھن میں مت پڑو۔"

میں نے سر کو اثبات میں جنبش دی مگر جس الجھن میں میں گرفتار ہو گیا تھا اس سے آسانی سے پیچھا چھوٹتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیگرو کی توجہ کا مرکز اب بھی میں ہی تھا فرق صرف یہ پڑ گیا تھا کہ اب وہ کن انکھیوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے جھک کر اپنی ساتھی سے کچھ کہا۔ اس کی ساتھی لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا اور نیگرو اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"لو وہ باہر جا رہا ہے۔" لکی نے کہا۔ "امید ہے اب تم پُرسکون ہو جاؤ گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن الجھن بدستور تھی اور میں اس کی واپسی کا منتظر تھا مگر وہ واپس نہیں آیا۔ اسی عالم میں پندرہ منٹ گزر گئے تو میں نے بھی وہاں سے اٹھنے کا فیصلہ کیا۔ تھوڑی سی رد و قدح کے بعد لکی بھی اٹھنے پر رضامند ہو گئی۔ ہم کلب سے باہر آئے اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

لیکن ابھی ہم زیادہ دور بھی نہیں جا سکے تھے کہ عقبی نشست سے ایک خوفناک آواز ابھری۔ "تم دونوں ریوالور کی زد پر ہو۔ تمہاری کوئی بھی غلط حرکت تمہیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔ میں لوگوں کی کھوپڑیوں میں سوراخ کرنے کا بے حد شوقین ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی میری گدی سے ریوالور کی نال آ لگی۔

سب سے پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ شاید یہ بھی اولیو یا ورڈ اور لکی باورڈ کے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کا کوئی حصہ ہے لیکن میں نے لکی کی طرف دیکھا تو میرے ہوش اڑ گئے۔ وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے حقیقی ہے۔

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اور میں نے خود کو بدترین صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا۔

جو نکی ہاورڈ کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اب وہ باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے کتنا عرصہ تربیت حاصل کی ہے اور وہ کس معیار کی ایجنٹ ہے۔ تربیت حاصل کرنا اور بات ہے اور عملی زندگی میں تربیت کو بروئے کار لانا اور بات ہے۔ ضروری نہیں کہ جو اچھی تربیت حاصل کر لے، وہ اچھا ایجنٹ بھی ثابت ہو۔

اور نکی ہاورڈ تو پھر ایک عورت تھی۔ عورت جس کا تعلق صنف نازک سے ہوتا ہے۔ اعلیٰ ترین تربیت حاصل کرنے کے باوجود اس کی صنف تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس کی فطری نزاکت ہر لمحہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پھر یہ کہ وہ ناتجربے کار تھی۔ اکثر اوقات تجربہ تربیت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اب عقبی نشست پر موجود شخص سے نمٹنے کے لیے مجھے ہی کوئی تدبیر سوچنا تھی۔ نہ صرف تدبیر سوچنا تھی بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہونا تھا۔

چلتی کار میں اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے کہ وہ عقبی نشست پر تھا اور میں اگلی نشست پر۔ وہ مسلح تھا اور میں غیر مسلح۔ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے مجھے پلٹنا پڑتا۔ پلٹنے میں وقت صرف ہوتا جب کہ ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھانے میں ذرا بھی وقت صرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ کار رکنے کے بعد ہی کوئی مناسب موقع دیکھ کر اس سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔

تاہم یہ سب مفروضے تھے۔ ورنہ یہ امکان بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کار چلنے کے دوران ہی مجھے اس پر ہاتھ ڈالنے کا کوئی موقع میسر آ جاتا۔ میں کوئی حتمی فیصلہ اس صورت میں کر سکتا تھا جبکہ عقبی نشست پر اس کی پوزیشن کا جائزہ لے لیتا اور اس کی پوزیشن کا جائزہ لینے کے لیے مجھے مڑ کر پیچھے دیکھنا پڑتا۔ مڑ کر دیکھنا چونکہ مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے پر عمل کرنے کے لیے میں نے گردن کو جنبش دے کر نکی کی طرف دیکھا۔

"سر سیدھا رکھو اور نگاہ سامنے کی جانب رکھو۔" عقبی نشست سے غراہٹ ابھری۔ "ورنہ یاد رکھو میں لوگوں کی کھوپڑیوں میں سوراخ کر دینے کا بے حد شوقین ہوں۔"

میں جلدی سے سامنے دیکھنے لگا۔ مجھے اپنی کھوپڑی میں سوراخ کرانے کا قطعی کوئی شوق نہیں تھا۔ ایسی موت بھلا کون پسند کر سکتا ہے جو اپنی ہی کسی حماقت کے باعث واقع ہو اور جس میں کسی آدمی کو ہاتھ پیر ہلانے تک کا موقع نہ مل سکے۔

"میں سامنے ہی دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تمہیں میرے بارے میں ضرور کوئی غلط فہمی...."

"خاموش رہو۔" عقبی نشست پر موجود شخص نے ڈپٹ کر کہا۔ "اگر اب بولے تو میں سمجھوں گا کہ تم اپنی کھوپڑی میں سوراخ کرانے کے خواہش مند ہو۔"

میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ اس کے انداز میں ہلکا سا مسخرہ پن تھا۔ یعنی موجودہ صورت حال کے باعث اس کے اعصاب پر کوئی دباؤ نہیں پڑ رہا تھا جس کا واحد مطلب یہ تھا کہ وہ نہایت ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے اور ایسے لوگ بڑے سفاک قاتل ہوا کرتے ہیں جن سے نمٹنے کے لیے احتیاط کے ہر تقاضے کو ملحوظ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

میرا ذہن الجھ گیا تھا۔ کار میں اس شخص کی موجودگی کو کوئی معنی پہنانے سے میں قاصر تھا۔ یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا کہ وہ شخص شروع سے ہی کار میں موجود رہا ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت کار میں داخل ہو کر چھپا تھا جب ہم اور نکی نائٹ کلب میں تھے۔ کار میں داخل ہونا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کون ہے اور کار تک کیسے پہنچا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہم سے واقف ہے۔ اگر وہ ہم سے واقف تھا تو اس نے ہمیں میک اپ کے باوجود کیسے پہچانا؟

اس مسئلے پر میں نے جتنا غور کیا، اتنا ہی میرا ذہن الجھتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اس کا تعلق اولیو ہاورڈ یا بارنٹ رابیل سے ہے اور اس نے ہمیں نہیں پہچانا بلکہ کار پہچانی ہے۔ اس صورت میں بھی یہ بات ناقابل فہم تھی کہ اس نے کار میں چھپ کر بیٹھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔ کیا کار دیکھنے کے بعد اس نے اولیو ہاورڈ یا بارنٹ رابیل سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔

سوچتے سوچتے معاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ نکی نے فرار ہونے کے لیے عمارت کے اندر موجود دونوں قاتلوں کو بے ہوش کر دیا تھا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی نے انہیں دیکھ لیا ہو اور بارنٹ رابیل کو مطلع کر دیا ہو جس پر اس نے اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کیا ہو اور اولیو ہاورڈ نے ہماری تلاش کا حکم جاری کر دیا ہو۔ یہ حکم اس نے بحالت مجبوری جاری کیا ہوگا۔ یا ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ ہم اب تک اس کے بک کرائے ہوئے کمروں میں پہنچ کر محفوظ ہو چکے ہوں گے۔ اسے کیا معلوم ہوگا کہ نکی کی ایک ذرا سی حماقت اس کا پورا کھیل بگاڑ دے گی۔ نہ نکی کو نائٹ کلب کی سوجھتی اور نہ ہم اس طرح پکڑے جاتے۔

ایملی پہلے سے زیادہ فکر مند نہیں تھی۔ جب اولیو ہاورڈ کا مفاد میری آزادی سے وابستہ تھا تو مجھے فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ پھر میری رہائی کا کوئی بندوبست کرے گا یا پھر بارنٹ رابیل کو شکست دینے کے لیے مجھے استعمال کرے گا۔

"اگلے چوراہے سے بائیں ہاتھ کی جانب موڑ لینا۔" عقبی نشست سے نکی کو ہدایت ملی اور نکی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں راستے ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ اس امید پر کہ شاید مجھے فرار ہونے کا کوئی موقع میسر آ جائے تو اس وقت کہیں ایسا نہ ہو کہ میں راستوں کی تلاش میں بھٹکتا ہوا دوبارہ پکڑا جاؤں۔

نکی کو ہدایات ملتی رہیں اور وہ ان ہدایات کے مطابق ڈرائیونگ کرتی رہی۔ اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا۔ بس خاموشی سے گاڑی چلائے جا رہی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ نکی خاموش کیوں ہے۔ یا تو وہ بوکھلائی ہوئی تھی یا پھر اس حد تک خوف زدہ ہو گئی تھی کہ اس میں کچھ بولنے کی ہمت ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

ہمارے اس سفر کا اختتام ایک بہت بڑے گودام میں ہوا۔ ہدایت کے مطابق نکی نے گودام کے دیوہیکل دروازے سے اسپانا گزاری تھی۔ اسپانا کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اندر اندھیرا تھا جسے اسپانا کی ہیڈ لائٹس سے خارج ہونے والی لکیریں محدود طور پر دور کر رہی تھیں۔

وہ بہت طویل و عریض گودام تھا اور اس کا بیشتر حصہ خالی پڑا تھا۔ کہیں کہیں لکڑیوں کی بڑی بڑی پیٹیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔ گودام کے وسط میں پہنچ کر کار روک دینے کا حکم ملا اور نکی نے کار روک دی۔

"اے مسٹر! تم گاڑی سے اتر جاؤ۔" عقبی نشست سے کہا گیا۔ مخاطب ظاہر ہے میں ہی تھا۔

"ٹھیک... کیا اس گودام میں بند کر جاؤ گے؟" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کی۔

"بکواس مت کرو۔" عقبی نشست پر موجود شخص نے دانت پیس کر کہا۔ "جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔"

"کیا تنہا ہی اتر جاؤں؟" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اور کیا پوری برات سمیت اترو گے؟"

نکی نے انجن بند کر دیا تھا اور اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ رکھے ساکت و صامت بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے دوست۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "دوسروں کی خواہش پوری کرنا میں اپنا نصب العین سمجھتا ہوں۔"

میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ میرے کار سے اترتے ہی وہاں تیز قسم کی روشنیاں پھیل گئیں۔ لمحہ بھر کو میری آنکھیں چندھیا گئیں پھر میں نے دیکھا کہ کار سے کچھ فاصلے پر مسلح افراد نے کار کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔ اس سے قبل وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی اور تاریکی نے ان مسلح افراد کو اپنے جلو میں چھپا رکھا تھا۔ اس لیے میں انہیں نہیں دیکھ سکا تھا۔

میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر انہیں شمار کیا۔ ان کی تعداد گیارہ تھی اور وہ سب اپنے اطوار سے غنڈے نظر آ رہے تھے۔ بارھواں فرد وہ تھا جو ہمیں اغوا کر کے یہاں لایا تھا اور ابھی تک کار میں نکی کو کور کیے بیٹھا تھا۔ ایک تیرھواں فرد بھی تھا جو کار کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا۔ بنیان نما بغیر آستین کی قمیص پہنے ہوئے ہونے کے باعث اس کے توانا بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ اس کا جسم کسرتی تھا اور چیخ چیخ کر اپنی قوت و توانائی کا اعلان کر رہا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ میرے ساتھ کیا کھیل کھیلا جانے والا ہے۔ ایسے کھیل میرے لیے نئے نہیں تھے اور نہ ہی میں خود ایسے کسی کھیل کے لیے اجنبی تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس بار میں مکمل طور پر اندھیرے میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے اغوا کرنے والے کون ہیں اور یہاں ایک اجنبی جگہ پر بندوقوں کی نال پر کوئی مجھ سے کیوں مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میں نے کار کا دروازہ بند کیا اور چند قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے سامنے موجود شخص سے بولا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ہمیں اس طرح اغوا کیوں کیا گیا ہے؟"

"میرا نام مائیکل ہے۔" اس نے اپنی ابھری ہوئی مچھلیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں کہا جیسے میں نے اس کا نام پوچھا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں مائیکل نامی کسی شخص سے واقف نہیں ہوں۔" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ "اور نہ ہی یہ میرے سوال کا جواب ہے۔"

"تمہیں یہاں سوال جواب کرنے کے لیے نہیں بلوایا گیا۔" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"یہی تو میں بھی جاننا چاہ رہا ہوں کہ آخر تم نے میری خاطر اتنی زحمت کیوں مول لی ہے۔" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ سوال کرنے کا حق تمہیں صرف اس وقت حاصل ہوگا جب میں تمہارے قابو میں آ جاؤں گا۔ ابھی تو تم میرے قابو میں ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان مسلح افراد کی موجودگی میں بھلا تم کس طرح میرے قابو میں آسکو گے؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

اس پر میرے جملے کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا "یہ صرف اس لیے ہے کہ تم بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔"

"مسٹر کے جیاپ لفنگوں سے بھاگ جانے کا تصور میرے نزدیک بڑا مضحکہ خیز ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ذرا اور آگے آجاؤ تو میں تمھیں بتاؤں کہ مسٹر کے جیاپ لفنگا کیا ہوتا ہے۔" اس نے گرم ہوتے ہوئے کہا۔

میں بلاتکلف آگے بڑھ گیا۔ اب ہمارے درمیان صرف چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کے لیے بے چین نظر آرہا تھا مگر میرے انداز میں بے پروائی تھی۔ ظاہر ہے یہ بے پروائی محض دکھاوا تھی۔ ورنہ درحقیقت میں نہ صرف پوری طرح ہوشیار تھا بلکہ کسی بھی وقت خود اس پر حملہ بھی کر سکتا تھا۔

دفعتاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا اور میں نے جھکائی دے کر اس کا وار خالی دیا۔ اس نے اتنی ہی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ مجھ پر ایک داؤ آزمایا۔ اس بار بھی میں اس کے حملے سے بچ نکلا۔

وسیع و عریض گودام پر سناٹے کا راج تھا۔ صرف ہم دونوں کے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ بڑے تواتر کے ساتھ مجھ پر حملے کر رہا تھا اور میں مسلسل اس سے بچ رہا تھا لیکن ایک بار میں اس کی زد میں آ ہی گیا۔ اتفاق سے اس کا ہاتھ میرے سر کے بالوں پر پڑا اور اس نے انھیں مٹھی میں جکڑ لیا۔ اگر میرے بال اصلی ہوتے تو مجھے اس سے لپٹ جانا پڑتا مگر وہ تو وگ تھی جو میرے سر سے اکھڑ کر اس کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔

مائیکل رک گیا۔ وہ حیرت سے کبھی اپنے ہاتھ میں موجود وگ کو دیکھتا اور کبھی میرے سر کی طرف دیکھنے لگتا جہاں کچھ چھدرائے ہوئے بال یہ گواہی دینے کے لیے موجود تھے کہ میرے ساتھ کیا حادثہ رونما ہوا ہے۔

"حملہ کیوں نہیں کرتے؟" میں نے اُسے للکارا۔ "تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی تھک جاؤ گے۔"

"یہ... یہ کیا ہے؟" اس نے حیرت سے اٹک اٹک کر کہا۔

"تمھاری جنرل نالج بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔" میں نے یوں کہا جیسے اس کی لاعلمی میرے لیے سخت افسردگی کا باعث بنی ہو۔ "میاں اُسے وگ کہتے ہیں جو کسی قسم کے گنج کو چھپانے کے لیے سر پر پہنی جاتی ہے۔"

اس نے وگ ایک طرف اچھالی اور ایک بار پھر مجھ پر جھپٹا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے چونکہ اس بات کا خوب اندازہ تھا اس لیے میں نے اس کی توقع کے خلاف حرکت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس سے اُلجھ پڑا۔ میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر جھکایا اور میری بھرپور ٹکر اس کے پیٹ پر پڑی۔ اس کے حلق سے ایک کرب ناک آواز نکلی۔ میں نے ٹکر مارتے ہی خود کو دائیں جانب فرش پر گرایا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے دبوچنے میں بھی کامیاب ہوتا، تیزی سے قلابازی کھا کر اس کی زد سے نکلا اور اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔

اس کے دونوں ہاتھ محض چند لمحوں کے لیے اپنے پیٹ پر گئے تھے پھر وہ سنبھل گیا تھا مگر اس کے چہرے سے اب بھی تکلیف ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ پلٹا مگر اس نے فوری حملہ نہیں کر دیا۔ میری حرکت نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ڈر گئے کیا؟" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "دور کھڑے کیا سوچ رہے ہو۔ آگے بڑھ کر حملہ کیوں نہیں کرتے؟"

مجھے بے خبر سمجھ کر اس نے ایک بار پھر اپنی دانست میں مجھ پر فیصلہ کن حملہ کیا لیکن پہلے کی طرح اس بار بھی میں نے نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ اس کے بائیں جبڑے پر ایک بھرپور مکا رسید کرتے ہوئے نیم دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اس کے جبڑے پر پڑنے والا گھونسا بڑا بھرپور تھا۔ کچھ عجب نہیں کہ اس کے چند دانت بھی ہل گئے ہوں۔ اس کے حلق سے کراہ تو نکلی مگر وہ غصے سے پاگل بھی ہو گیا اور اندھوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ مقابلے کا فیصلہ کن مرحلہ آپہنچا ہے۔ اس نے اپنے ہوش و حواس کھو دیے تھے اور اب اسے ہدف بنانا زیادہ آسان ہو گیا تھا۔

اس نے مجھ پر کراٹے کے کئی مہلک داؤ آزمائے لیکن میں نہ صرف اس کے حملوں سے بچا بلکہ اس کے چہرے پر کئی گھونسے بھی مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ نہایت خطرناک حرکت تھی۔ کراٹے کے مقابلے میں باکسنگ کا مظاہرہ مہلک بھی ثابت ہو سکتا تھا بلکہ ایسے میں قوی امکانات اس بات کے ہوتے ہیں کہ باکسنگ کا مظاہرہ کرنے والا لازمی طور پر چوٹ کھا جائے گا مگر ایک تو وہ غصے میں اندھا ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ میں اس سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نکسیر بھی

پھوٹی اور چہرہ بھی کئی جگہ سے متورم ہو گیا۔ اس کے لڑنے کے انداز میں سستی پیدا ہو گئی تھی۔

"حریف اگر اپنے سے طاقت ور ہو تو عقل مندی کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ شکست تسلیم کر لی جائے۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

اس کے منہ سے ناقابل فہم قسم کے الفاظ برآمد ہوئے اور اس نے اپنی بچی کھچی طاقت بروئے کار لاتے ہوئے مجھ پر فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ چوٹ، تکلیف اور غصے کی زیادتی نے اس کی عقل خبط کر دی تھی۔ اس لیے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے جھنائے ہوئے دماغ نے شاید فیصلہ صادر کیا تھا کہ اب اس کی فتح کی واحد صورت یہی ہے کہ مجھ سے لپٹ پڑے۔ میں چونکہ اس سے دور دور رہ کر لڑ رہا تھا۔ اس لیے مجھ پر اس کی جسمانی برتری خاک میں مل کر رہ گئی تھی۔

اس نے بلاشبہ بالکل درست فیصلہ کیا تھا۔ اگر میں اس کے شکنجے میں پھنس جاتا تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر تو ہرگز اس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا تھا۔ میں اگر چاہتا تو اسے اور تھکاتا لیکن میں نے کچھ اور ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس کا وار بچانے کے بجائے میں جھک کر خود اس کی طرف بڑھا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا، اس میں میری پھرتی اور مہارت کا بڑا دخل تھا۔ ایک ہاتھ سے میں نے اس کی بیلٹ پکڑی تھی اور دوسرا ہاتھ اس کے گریبان پر ڈالا تھا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے اپنی گرفت میں لے سکتا۔ میں نے اسے سر سے بلند کر کے اپنے عقب میں پھینک دیا۔

گودام کے فرش پر اس کا بھاری بھرکم جسم گرا تو ہلکا سا ایک دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مائیکل کی کریہہ چیخ بھی شامل تھی۔ شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی پر بھی ضرب آئی تھی۔ اس نے گرتے ہی اضطراری طور پر اٹھنے کی کوشش کی۔

"میں بہت رعایت برت چکا مسٹر مائیکل۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب اگر تم نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

جواب میں اس کے منہ سے لایعنی قسم کی باتوں کا ایک فوارہ اُبل پڑا جس کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑ سکا۔

"مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اگر تم اعتراف شکست کر رہے ہو تو میں تمھیں معاف کرتا ہوں اور اگر نہیں تو تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ پھر میں تمھیں بتاؤں گا۔"

شاید اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بالکل ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ بجائے شکست تسلیم کرنے کے وہ جھومتا جھامتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ناک سے بہنے والا خون اس کی باچھوں پر جم گیا تھا۔ چہرہ جگہ جگہ سے سوجا ہوا تھا اور اس پر مستزاد خوف اور غصے کی ملی جلی کیفیات تھیں۔ اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا مگر وہ مقابلہ جاری رکھنے پر بضد تھا اور یہی اس کی حماقت تھی۔

"تو تم یوں نہیں مانو گے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "آؤ آگے آؤ تاکہ تمھیں پتا چل سکے کہ مجھ سے الجھنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

وہ غضب ناک انداز میں میری طرف بڑھا اور میں نے فضا میں اچھل کر اس کے سینے پر فلائنگ کک ماری۔ وہ اُلٹ کر زمین پر گرا اور ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ میں اس کے سر پر سوار ہو گیا۔ اس بار میں نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ سب سے پہلی ٹھوکر میں نے اس کے سر پر ماری۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما ہی تھا کہ میں نے اس کی پسلیوں کو نشانہ بنایا اور پھر اس کے جسم کے متعدد حصے میری ٹھوکروں کی زد پر آئے۔ وہ بری طرح چیخ رہا تھا۔ فرش پر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور میں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اس عالم میں بھی کئی بار اس نے میرا پیر پکڑنے کی کوشش کی مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا اس لیے اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دی۔

"بس کرو مسٹر۔" دفعتاً ایک آواز گونجی اور میں مائیکل کو چھوڑ کر اس سے چند قدم دور ہٹ گیا۔ کار کے پاس مجھے وہی سیاہ فام فرد دکھائی دیا جو کلب میں نظر آیا تھا۔ ریوالور کی زد میں مجھے یہاں لانے والا وہی تھا اور اب اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔

"میں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" اس نے میری طرف آتے ہوئے کہا۔

"اور یہ لوگ تمھارے جذبۂ خیرسگالی کا مظہر ہیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں مسلح افراد کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ پہلے کی بات تھی۔" اس نے کہا اور مسلح افراد کو اشارہ کیا۔ انھوں نے اپنے ہتھیار جھکا لیے۔

"معاف کرنا تمھارا رویہ ناقابل فہم ہے۔ اس قسم کی دوستی میں نے نہ کبھی دیکھی نہ سنی۔"

"تم میرے ساتھ چلو، میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ گرفت غیر دوستانہ نہیں تھی۔

"اور اگر میں تمھارے ساتھ جانے سے انکار کر دوں تو؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔

"تم اس کے لیے آزاد ہو۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہے گا کہ تم نے میری بات نہیں سنی۔"

"میں واپس چلا تو جاؤں مگر مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"تم لوگوں میں سوراخ کرنے کے بے حد شوقین ہو۔ کہیں عقب سے میری کھوپڑی میں بھی سوراخ نہ کر دو؟"

میری بات سن کر اس کے حلق سے ایک بے اختیار قسم کا قہقہہ ابل پڑا۔ "کسی کو خوف زدہ کرنے کے لیے ایسے ہی مکالمے بولنے پڑتے ہیں۔ تم اگر واپس جانا چاہو تو بے خوف و خطر جا سکتے ہو۔" اس نے کار کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر میں اس طرح واپس چلا گیا تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تم نے میرے ساتھ یہ ڈراما کیوں کھیلا تھا؟"

"گویا یہ معلوم کرنا تمہارے لیے بہت اہم ہے؟"

"ہاں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "کسی الجھن میں مبتلا رہنا کون پسند کر سکتا ہے؟" میں نے کہا اور فرش پر پڑی ہوئی ٹوپی اٹھا کر اپنے سر پر جمانے لگا۔

"تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"ہمیں کہاں جانا ہوگا؟" میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "اور ایسی کون سی بات ہے جو یہاں نہیں بتائی جا سکتی؟"

"بتانے کو تو میں یہاں بھی بتا دوں لیکن معاملہ خاصا پیچیدہ ہے۔ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں مگر ہمیں جانا کہاں ہوگا؟"

"وہیں جہاں سے آئے ہیں۔"

"وہاں اس نائٹ کلب میں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اس شور شرابے میں بھلا کیا گفتگو ہو سکے گی؟"

"خود ہی دیکھ لینا۔" اس نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہیں کھڑے رہے تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آسکے گا۔"

لکن بدستور کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا۔ جیسے رونما ہونے والے واقعات کا اس کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

"کہاں چلوں؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اسی نائٹ کلب جہاں سے ہم آئے تھے۔" سیاہ فام نے جواب دیا۔ "راستہ یاد ہے یا میں تمہیں گائیڈ کروں؟"

"مجھے راستہ یاد ہے۔" وہ کسی بے تاثر لہجے میں بولی اور کار اسٹارٹ کر دی۔

کچھ دیر بعد ہم ایک بار پھر اسی نائٹ کلب میں داخل ہو رہے تھے جہاں سے ہم پر یہ مصیبت نازل ہوئی تھی مگر اس بار ہماری منزل مختلف تھی۔ سیاہ فام ہمیں کلب کے منیجر کے آفس میں لے گیا جہاں ایک بھاری جبڑوں اور نیلی آنکھوں والے سفید فام شخص نے ہمارا استقبال کیا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی رہی ہوگی۔ میں نے اس کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں کی۔

اس نے ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود بھی اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ یقیناً الجھن محسوس کر رہے ہوں گے لہٰذا پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم آپس میں متعارف ہو جائیں۔ میرا نام پیٹر ہے اور میں امریکا میں ایک بہت بڑے غیر قانونی بزنس کا مالک ہوں۔ میرے کاروبار کی شاخیں امریکا کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ یہ سیاہ فام میرا دست راست ہے اور اس کا نام جیکسن ہے۔"

"یہ تعارف تو قطعی ناکافی ہے۔" اس کے خاموش ہونے پر میں نے کہا۔

"اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتے ہو؟" پیٹر نے پوچھا۔

"یہ کہ ہمارے ساتھ جو سلوک ہوا اس کا مقصد کیا تھا اور تم ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا اس سے تمہاری صلاحیتوں کا امتحان مقصود تھا۔ مائیکل ہمارے گروہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"میری صلاحیتوں کے امتحان کی ضرورت کیوں پیش آئی اور تمہیں میرے بارے میں کیسے پتا چلا؟"

"یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ تمہارے بارے میں مجھے ایک گم نام فون کال موصول ہوئی تھی۔ فون کرنے والے نے اپنی شناخت کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق ٹیبل نمبر بارہ پر موجود شخص میرے بہت کام کا ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم سیاہ رنگ کی امپالا میں یہاں آئے ہو۔ اس نے کار کے نمبر تک بتائے تھے۔ میں نے فوری طور پر اس کے بیانات کی تصدیق کرنے کا فیصلہ کیا اور جیکسن کو تمہیں پرکھنے کے کام پر مامور کر دیا۔"

"گویا تم نے ایک گم نام فون کال پر یقین کرتے ہوئے مجھے مائیکل نامی بھیڑیے کے حوالے کر دیا۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ فون کرنے والے شخص نے جو باتیں کی تھیں۔ وہ میرے لیے اس قدر پرکشش تھیں کہ میں خود کو روک نہیں سکا ورنہ کون ایسی حماقت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں وہ میرا کوئی دشمن بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ میرے بارے میں دی گئی اطلاعات غلط ہوتیں اور تمہارا مائیکل مجھے ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ میری ہلاکت کا ذمے دار کون ہوتا؟"

"ہمارے کاروبار میں کسی کی جان ضائع ہو جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود میں خون ریزی سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے یہ امکان پیش نظر رکھا تھا کہ تمہارے بارے میں ملی ہوئی اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میں نے اس ضمن میں سخت ہدایات دے رکھی تھیں۔ اگر مائیکل تم پر حاوی آ جاتا تو تمہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جاتا۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بیان کو کس خانے میں فٹ کروں۔ اس وقت پورے امریکا میں کوئی بھی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ میں کون ہوں، کیا ہوں اور کہاں ہوں۔ اولیویا وڈ اور ہاروت راہیل کو میرے بارے میں علم تھا مگر انہیں بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ میں اس وقت اس نائٹ کلب میں موجود تھا۔

صورت حال بہت الجھی ہوئی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا اولیویا اور ڈیا ہاروت راہیل میں سے کسی نے وہ گم نام فون کیا تھا۔ اگر یہ بات مان لی جاتی تو بھی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ابھرتا تھا کہ آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

"بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر پیٹر۔" میں نے کہا۔ "آخر میری صلاحیتوں کو پرکھنے سے تمہارا مقصد کیا تھا؟"

"مقصد یہ تھا کہ اگر تم ہمارے کام کے آدمی ثابت ہوئے تو ہم تمہاری خدمات سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"کیا فون کرنے والے نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ میں کرائے کا آدمی ہوں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔" اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "لیکن اس نے تمہاری جن خصوصیات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کے بعد میرے لیے تمہاری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا تھا۔"

"اب یہ بتانے میں تم کتنا وقت صرف کرو گے کہ اس نے میرے بارے میں تمہیں کیا کیا بتایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اس نے ڈی فوسٹر کے حوالے سے تمہارا تذکرہ کیا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ اولیویا وڈ جیسا شخص بھی تمہارے سامنے بے بس ہو گیا ہے۔"

میں بری طرح چونک پڑا۔ ڈی فوسٹر کے حوالے سے معاملہ اور بھی پراسرار ہو گیا تھا۔

"کیا اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں درحقیقت کون ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اس سے پوچھا تھا مگر اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ ضرور کہا تھا کہ تمہارا تعلق کسی ایسے ادارے یا شعبے سے نہیں ہے جس سے مجھے یا میرے کاروبار کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔"

"اب یہ بھی بتا دو کہ تمہیں مجھ سے ایسا کون سا کام تھا جس کی خاطر تم نے مجھے مائیکل سے بھڑا دیا؟"

"میں ان دونوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔" پیٹر نے کہا۔ "دونوں ہی نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔"

"کن دونوں سے؟ تمہارا اشارہ اولیویا وڈ اور ہاروت راہیل کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں، میں انہی دونوں کی بات کر رہا ہوں۔" پیٹر نے کہا۔ "میں ان دونوں کو زندہ نہیں دیکھ سکتا۔"

میں نے کن انکھیوں سے لکن کی طرف دیکھا۔ مگر اس کے چہرے سے اس کے جذبات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"اگر میں اس معاملے میں تم سے تعاون کرنے سے انکار کر دوں تو تمھارا کیا ردِعمل ہوگا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ظاہر ہے میں بالجبر تو تمھیں اپنے لیے کام کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے یہ بات الجھن میں ڈال رہی ہے مسٹر پیٹر کہ آخر تمھاری نظرِ انتخاب مجھ پر ہی کیوں پڑی۔ تمھارے گروہ میں بہترین لوگ موجود ہوں گے۔ کیا تم ان سے کام نہیں لے سکتے تھے؟"

پیٹر نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "مجھے بتایا گیا تھا کہ تم اولیو باورڈ کے روایتی حریف ہو۔ تعجب ہے تم نے ایسی بات کی۔ کیا تم اس سے واقف نہیں ہو؟ میں اس سے ٹکرانے کی کوشش کرتا تو میرے گروہ کا ہی شیرازہ بکھر جاتا۔"

"میں تم سے متفق ہوں مسٹر پیٹر! وہ واقعی بہت خطرناک آدمی ہے اور اس سے ٹکر لینا آسان کام نہیں ہے۔"

"یہ بھی درست نہیں ہے کہ میری نظرِ انتخاب تم پر پڑی۔ معلوم نہیں میرا کون ایسا ہمدرد ہے جس نے تمھاری نشان دہی کر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔"

"یہی بات مجھے بھی الجھن میں ڈال رہی ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس لیے کہ امریکا میں میری موجودگی سے گنتی کے چند لوگ واقف ہیں۔"

"او ہو!" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "مجھے ان کے نام بتاؤ۔ شاید ہم دریافت کر سکیں کہ وہ پُراسرار شخص کون تھا جس نے گمنام فون کر کے تمھارے بارے میں بتلایا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر پیٹر! اس طرح تم کچھ بھی نہیں معلوم کر سکو گے۔ اس لیے کہ وہ چند لوگ بھی اس بات سے ناواقف ہیں کہ میں اس نائٹ کلب میں موجود ہوں۔"

"اتنے یقین سے یہ بات مت کہو۔ ہو سکتا ہے کسی نے تمھیں یہاں دیکھ لیا ہو۔"

"یہ بات اس لیے خارج از امکان ہے کہ میں میک اپ میں ہوں اور میرے موجودہ میک اپ سے میری ساتھی کے علاوہ کوئی بھی واقف نہیں ہے اور یہ لوسی اس وقت میرے ساتھ نہیں ہے۔"

پیٹر کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ "تم بڑی حیران کن باتیں کر رہے ہو۔"

"تمھارے لیے یہ باتیں حیران کن ہیں اور میرے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔ یہ کسی قسم کی سازش بھی ہو سکتی ہے۔"

"سازش؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "اس کا تو کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اس طرح کوئی تمھارے خلاف کیا سازش کرے گا؟"

"جس شخص نے فون پر تمھیں مطلع کیا ہے اُسے یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تم اولیو باورڈ یا ڈوروتھ رابیل سے انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"یہ بات تو واقعی غور طلب ہے۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اس میں سازش کا کون سا پہلو ہو سکتا ہے؟"

"ممکن ہے کوئی میری سرگرمیوں پر نظر رکھنے کا خواہاں ہو اور اس نے اسی لیے مجھے ٹھکانا فراہم کرنے کا انتظام کیا ہو تاکہ مجھ پر آسانی سے نظر رکھ سکے۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "یہ بات سمجھ میں تو آتی ہے مگر یہ کوئی ایسی بات تو نہیں جس کا تدارک ہی ممکن نہ ہو۔"

"جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس حرکت کی پشت پر کون ہے اس کا کیا تدارک کیا جا سکے گا؟"

"میں تمھیں تحفظ فراہم کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم مجھے کس طرح تحفظ فراہم کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم تو خود ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے کسی سہارے کے متلاشی ہو۔"

"میں تمھیں محفوظ رہائش گاہ فراہم کر سکتا ہوں۔ دوسروں کی نظروں سے چھپ کر تم اپنا کام جاری رکھ سکو گے۔"

"میں نے تمھارے لیے کام کرنے کی ہامی نہیں بھری ہے پھر تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تم میرے دشمنوں کے دشمن ہو اور اس اعتبار سے میرے دوست ہوئے۔ میرے لیے کام نہیں کرو گے تب بھی میرے دشمنوں کے خلاف تو کام کرتے ہی رہو گے اور میں کسی بھی ایسے شخص کو جو ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے خلاف کام کر رہا ہو۔ ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کو تیار ہوں۔ یہ تم پر کوئی احسان نہیں ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تسکین کے لیے مجھ سے تعاون کرو گے لیکن اس کے باوجود میں خود کو تمھارا ممنونِ احسان ہونے سے نہیں روک سکوں گا۔ میں یہ ضرور چاہوں گا کہ تمھارے کسی کام آ سکوں۔ اس لیے تم مجھے یہ بتا دو کہ تم ان دونوں افراد سے انتقام لینے کے کیوں درپے ہو تاکہ میں تمھارا ساتھ دینے یا نہ دینے کے بارے میں غور کر سکوں۔"

"ڈوروتھ رابیل نے تو مجھے بارہا زک پہنچائی حالانکہ ہمارے کاروبار الگ الگ تھے لیکن یہ اس کی فطرت ہے کہ دوسروں کو خواہ مخواہ نقصان پہنچا کر اسے مزہ آتا ہے۔ میں اس سے کوئی انتقام لینا بھی نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ تم نے اس کا ادارہ تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں باس نے اپنی پوری عمر میں دو دشمنوں کو جتنا نقصان پہنچایا ہوگا۔ اس سے کہیں گنا نقصان تم نے اسے ایک ہی جھٹکے میں پہنچا دیا ہے۔ رہی بات اولیو باورڈ کی تو یہ ایک بہت پرانا واقعہ ہے۔ جب بھی میں اس واقعے کا تصور کرتا ہوں۔ میرا خون کھول اٹھتا ہے۔ وہ ایسا واقعہ ہے جسے دہرانا بھی میرے لیے باعثِ شرم ہے۔ اس لیے میں تم سے معذرت چاہوں گا۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا لیکن تم نے اس سے انتقام لینے کی کوئی کوشش تو ضرور کی ہوگی۔"

"بارہا کی مگر ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بے حد چالاک اور عیار آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیٹر! اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قبل میرے لیے اپنی ساتھی سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔"

"او ہو تم نے ابھی تک اپنا تعارف بھی نہیں کرایا۔ اگر کوئی حرج محسوس نہ کرو تو..."

"بُرا نہ ماننا مسٹر پیٹر میں اپنی اصل شخصیت تم پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ تاہم میرا فرضی نام ایلن گراہم ہے اور یہ فرضی نام بھی تم خود تک ہی محدود رکھو گے۔"

"یہ بُرا ماننے کی نہیں خوش ہونے کی بات ہے۔ اگر تم اس قدر احتیاط برتنے کے عادی نہ ہوتے تو اولیو باورڈ کے مقابلے پر کبھی نہیں ٹک سکتے تھے۔"

"تم فیلڈ کے آدمی ہو پیٹر! اس لیے معاملے کی تہ تک پہنچ گئے۔ تمھاری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو برا مان جاتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ..." اس نے لکی کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا نام لوسی ہے۔" لکی جلدی سے بول پڑی۔ "ہم آپس میں دوست ہیں۔ ممکن ہے مستقبل میں کسی بندھن میں بندھ جائیں۔"

"خوشی ہوئی مس لوسی۔" اس نے کہا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "تم نے مائیکل کو جتنی آسانی سے شکست دے دی وہ اتنی آسانی سے زیر ہونے والا آدمی تو نہیں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔ "میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ میں نے اسے اتنی ہی آسانی سے زیر کر لیا۔"

"تم نے مقابلہ نہیں دیکھا پیٹر!" جیکسن نے کہا۔ "مسٹر ایلن مائیکل کو بچوں کی طرح کھلاتے رہے اور جب خود ایکشن میں آئے تو چند لمحے میں ہی اسے شکست سے دوچار کر دیا۔"

"میں اس بات پر صرف حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہوں۔" پیٹر بڑبڑایا۔ "اس لیے کہ وہ ہر اعتبار سے مسٹر ایلن سے برتر ہے۔"

"میں جس پیمانے پر برتر ہوں، وہ ہر اعتبار سے نہیں مسٹر پیٹر! صرف جسمانی اعتبار سے۔" میں نے کہا۔ "اور جہاں فن کی بات آتی ہے وہاں جسمانی برتری کی زیادہ اہمیت نہیں رہ جاتی۔"

"اسی لیے تم اولیو باورڈ کے مدِمقابل قرار پائے ہو۔ اس کے مقابلے پر آنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔"

"بہت وقت ہو چکا ہے مسٹر پیٹر! مجھے نیند آ رہی ہے۔ میری رہائش کے لیے تم کیا بندوبست کرو گے؟"

"جیکسن تمھیں چھوڑ آئے گا اور ہاں۔" اس نے دراز کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور میری طرف بڑھائی۔ "تمھیں رقم کی ضرورت پڑے گی یہ دس ہزار ڈالر رکھ لو۔ مزید رقم کی ضرورت پڑے تو لے لینا۔"

"تم اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح تم میرے فیصلے پر اثرانداز ہو سکو گے تو یہ تمھاری بھول ہے۔"

"اب مجھے کسی کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ بے فکر رہو میں تم سے بھی کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اس کے باوجود بھی میں یہ رقم لے کر زیادہ زیرِ بار ہونا پسند نہیں کروں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اس کام کے لیے تو میں لاکھوں ڈالر خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کروں۔ مگر میں نے کہا نا کہ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ تم تو اولیو باورڈ کے خلاف ویسے ہی برسرِپیکار ہو جو کام کرنے کے لیے میں تم سے کہنا چاہتا تھا وہ تو تم ویسے بھی کرو گے۔ مجھے تم سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ انکار مت کرو اور رقم رکھ لو۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی بتا دو۔"

میں نے رقم لے کر بے پروائی سے جیب میں ڈال لی۔

"مجھے فوری طور پر میک اپ کا سامان درکار ہوگا۔" میں نے اس سے کہا۔ "مجھے کاغذ اور قلم دو تاکہ میں تمھیں مطلوبہ اشیاء کی فہرست تیار کر دوں۔ تم یہ سامان صبح کسی وقت مجھے بھجوا دینا۔"

اس نے قلم اور کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے کاغذ پر مطلوبہ اشیا لکھنے کے بعد جلدی جلدی چند الفاظ گھسیٹ لیے۔ لکی اس وقت دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس لیے وہ نہیں دیکھ سکی کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ میں نے لکھا تھا۔ "پیٹر! کل شام کسی وقت مجھے تنہا طلب کر لو۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جو صرف میرے اور تمھارے درمیان ہو سکیں گی۔"

میں نے کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ کھسکا کر اس پر سرسری نظر ڈالی پھر میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو بھی پا لیا۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے سرسری انداز میں کہا۔ "صبح تمھیں ساری اشیا فراہم کر دی جائیں گی۔"

"اور اب آخری بات۔" میں نے کل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا ہم اس کار میں سفر کریں گے یا اس سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے؟"

"یہ کار ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔" کل بولی۔ "لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جیسے بھی ہو اس سے پیچھا چھڑا لیا جائے۔"

"جیکسن تم انھیں دوسری کار میں لے جاؤ اور اس کار کو گیراج میں پہنچا دو تاکہ اس کا رنگ تبدیل کیا جا سکے۔"

جیکسن نے ہمیں چلنے کا اشارہ کیا اور ہم دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے سے باہر نکلتے وقت مجھے ایک خیال آیا اور میں پیٹر کی طرف پلٹ پڑا۔

"کوئی شخص ایسا ہے جو میری یہاں موجودگی سے واقف ہے۔ مجھے جہاں بھی لے جایا جائے گا، وہ تعاقب کرے گا اور میرے نئے ٹھکانے سے آگاہ ہو جائے گا۔"

"جیکسن جانتا ہے کہ ایسے حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ تم بے فکر ہو کر اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ اگر کسی نے تعاقب کرنے کی کوشش کی تو پکڑا جائے گا۔"

ہم جیکسن کے ساتھ کلب سے باہر آ گئے۔ جیکسن ایک کار کی طرف بڑھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ جیکسن نے جھک کر اس سے کچھ کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیکسن نے ہم دونوں کو عقبی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔

"کوئی شخص ہمارا تعاقب نہیں کر سکے گا۔" کار روانہ ہونے کے بعد اس نے کہا۔ "اس لیے کہ ہمارے اپنے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ اتنا ہی بہت تھا۔ اگرچہ پیٹر اور جیکسن جس طرح مجھ سے ملے وہ بجائے خود مشکوک اور پراسرار صورت تھی لیکن میں اس پر زیادہ دماغ سوزی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

ہماری نئی منزل نیویارک کے لیٹن اپیل علاقے میں واقع ایک خوبصورت بنگلہ ثابت ہوا جہاں ضروریات زندگی کی ہر شے موجود تھی۔ جیکسن ہمیں وہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں سونے سے قبل ناشتا کر لینا چاہیے۔" کل نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے۔ ویسے بھی صبح بس ہونے ہی والی ہے۔"

کل جلد ہی ناشتا تیار کر کے لے آئی۔ "کچھ اندازہ ہوا کہ ہماری نشان دہی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟" ناشتے کے دوران کل نے پوچھا۔

"یہ اندازہ کرنا بہت ناممکن سی بات لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "خصوصاً ڈی فورسٹر کا حوالہ سب سے زیادہ تعجب خیز ہے۔"

"اور تم نے اس کام کے بارے میں کیا سوچا جو پیٹر تم سے کہہ رہا تھا؟"

"اس بارے میں تو تم مجھے بتاؤ گی میں اسے کیا جواب دوں؟"

"میں کیا بتاؤں؟" کل نے ایک طویل سانس لی۔ "اپنے ڈیڈی کے خلاف کوئی فیصلہ دینا میرے لیے بہت مشکل ہو گا۔"

"اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پیٹر کو صاف جواب دے دوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔ وہ عقل مند آدمی ہے پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ اب تم سے کوئی کام لینے کا خواہش مند نہیں ہے اس لیے کہ تم تو ویسے ہی ڈیڈی کے خلاف کام کر رہے ہو۔ البتہ وہ تمھاری مدد کرتا رہے گا اور اسے یہی سوچ کر تسکین ملتی رہے گی کہ اس نے اپنے ایک دشمن کو زک پہنچانے کے لیے اس کے کسی دشمن کی مدد کی۔"

"یہ ایک الگ معاملہ ہے جس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جہاں تک براہ راست اس کی مدد کرنے کا سوال ہے، میں صاف انکار کر دوں گا۔"

"تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"صرف اس لیے کہ اس سے تمھارے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو۔" کل نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں! تم میری محسن ہو۔ میری خاطر تم نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔ اپنے ڈیڈی سے بغاوت کی۔ اس لیے تمھارے جذبات کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی میرے جذبات کا احترام کرنا تم اپنا فرض سمجھتے ہو؟"

کل کی آواز میں جذبات کی آمیزش محسوس کر کے میں نے جھجکتی نظروں سے اسے گھورا۔ "صرف اسی جذبے کا احترام کیا جاتا ہے جو لائق احترام ہو۔"

میری سرزنش سے کل بروقت سنبھل گئی۔ "میں تمھاری شکر گزار ہوں کہ تم میرے جذبات کا اس قدر احترام کرتے ہو۔"

ناشتے کے بعد ہم بیڈروم میں چلے گئے۔ کل مصر تھی کہ دونوں ایک ہی بیڈروم میں سوئیں مگر میں نے سختی سے اس کی بات رد کر دی۔ اس لیے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر ہم ہوٹل میں ہوتے تو اور بات ہوتی۔ وہاں الگ الگ

کمروں میں بسنے سے ہم دو کمروں کی نظروں میں آ جاتے۔

میں سونے کے لیے لیٹا تو دماغ پر خیالات نے یلغار کر دی۔ زاہر کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ وہ خالق حقیقی سے جا ملا ہو گا۔ مجھے اس کے لیے افسوس نہیں تھا۔ تنظیم آزادی فلسطین کے سب سے بڑے دشمن کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گیا تھا مگر اس نے شکست تسلیم نہیں کی تھی۔ وہ آہنی عزم کی مجسم تصویر تھا۔ ہمارے سفر کے دوسرے ہی روز اس کی جسمانی طاقت جواب دے گئی تھی مگر محض اپنی قوت ارادی کے بل پر مزید پانچ روز تک وہ میرا ساتھ دیتا رہا۔

تہذیب، عالم، ایکس اور پیڈ کی فکر مجھے علیحدہ تھی۔ تر مجھے ان دونوں میں سے کسی کی خبر تھی اور نہ ہی وہ میرے احوال سے واقف تھے۔ انھیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ زاہر اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ اس کی شہادت تہذیب پر زیادہ اثر انداز ہوتی۔ اس لیے کہ وہ تہذیب ہی کی دریافت تھا اور اس کے ساتھ کئی مہمات میں شریک رہ چکا تھا۔

میرا ذہن بھٹکتا ہوا اولیو باورڈ کی طرف جا نکلا۔ وہ میرا سب سے بڑا دشمن تو تھا ہی لیکن اب میرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا تھا۔ اب شاید اسرائیل میں اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں رہ گئی تھی۔ اسی لیے وہ اسرائیل کے لیے براہ راست خدمات انجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس کی پوزیشن جس قدر خراب کر دی تھی، اس کے بعد یہی بات تعجب خیز نظر آتی تھی کہ اسرائیلی حکام نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ یقیناً اس کے ماضی کے کارناموں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی جان بخشی کر دی گئی ہو لیکن سرکاری طور پر کوئی مہم انجام دینے کے لیے اسے نااہل قرار دے دیا گیا ہو گا۔

اس نکتے پر میرا ذہن مرتکز ہو کر رہ گیا۔ اولیو باورڈ براہ راست تو اسرائیل کے لیے کچھ نہیں کر رہا تھا مگر یہی کام وہ بالواسطہ طور پر انجام دے رہا تھا۔ اس سے الجھ کر میرے سوائے وقت کی بربادی کے اور کچھ نہ آتا جبکہ میرا وقت بہت قیمتی تھا۔ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس وقت تک فلسطین کے نام کر دیا تھا جب تک فلسطین کو آزادی نصیب نہ ہو جاتی اور سرزمین عرب اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک نہ ہو جاتی۔ میں سکون کا سانس نہیں لے سکتا تھا کوئی اور کام نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی کی دلچسپیوں کو اپنے قریب پھٹکنے کا موقع بھی نہیں دے سکتا تھا۔ میری تو زندگی ایک بڑے مقصد کے لیے وقف تھی اور میں کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ میرے راستے میں رکاوٹیں ڈالے۔ اس سے قبل میں اولیو باورڈ کو چھوٹ دیتا چلا آیا تھا اور اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ تہذیب سمیت میرے تمام قریبی لوگ اس معاملے میں مجھے احمق تصور کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اولیو باورڈ کے ساتھ رعایت برتنا میری غلطی ہے۔ بہر حقیقت ایسا نہیں تھا۔ اسے رعایت دینے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ احساس شکست کی ذلت سے دوچار رہے۔ دوسری وجہ اس سے بھی بڑی اور اہم تھی۔ اس کی پوزیشن کے پیش نظر اسے اسرائیل کے لیے بڑی بڑی خدمات انجام دینے کے لیے مقرر کیا جاتا تھا اور وہ میرے لیے نسبتاً آسان ہدف ثابت ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس کی جان لینے سے ہمیشہ گریز کیا تھا۔ وہ زندہ رہے، اسے نت نئی مہمات سونپی جاتی رہیں اور میں انھیں ناکام بناتا رہوں مگر اب جبکہ اسے سرکاری خدمات سے سبکدوش کر دیا گیا تھا اس کا زندہ رہنا یا نہ رہنا میرے لیے غیر اہم ہو گیا تھا۔ بلکہ اب تو صورت حال برعکس ہو گئی تھی۔ مجھے فلسطین کے لیے کام کرتے رہنا تھا۔ اس لیے کہ منزل ابھی بہت دور تھی۔ اولیو باورڈ کے پیش نظر کوئی مقصد نہیں رہا تھا۔ وہ تو بس مجھ سے دشمنی پر آمادہ تھا اور اس سے الجھ کر وقت کی بربادی کے سوا کچھ ہاتھ آنے کی توقع نہیں رہ گئی تھی۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اولیو باورڈ سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ اس بار میں پوری طرح اس کے شکنجے میں پھنس گیا تھا مگر اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سے قبل وہ اس قسم کی کئی کوششیں کر چکا تھا اور ہر بار ناکام رہا تھا۔ ایک بار تو اس نے بم سے بھی حملہ کیا تھا جس میں میرا مر جانا یقینی تھا بلکہ میرے مرنے کی خبریں تک چھپ گئی تھیں۔ پھر آخر وہ کون سا ایسا طاقت ور محرک تھا جس نے اسے مجھے زندہ رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو خرافات اس نے مجھے سنائی تھیں ان میں کس حد تک جان تھی مگر میں ان پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ماضی میں اس کی حرکات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب تھا کہ اسے پہلی فرصت میں مجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ نہ صرف ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس میرے فرار کے انتظامات کیے۔ اپنی بیٹی تک کو میرے خلاف استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ آخر کیوں؟

اس کیوں پر غور کرتے کرتے میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور دن چڑھے تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔ آدھے گھنٹے بعد نہا دھو کر باہر نکلا تو میرے جسم پر وہی لباس تھا جسے پہن کر

سویا تھا۔ بدلنے کے لیے دوسرا لباس کہاں سے لاتا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے بیڈ روم کی دیوار گیر الماری کے ہینڈل پر ایک ہینگر لٹکا ہوا دیکھا۔ اس ہینگر پر کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔

میں نے ہینگر اتار کر کپڑوں کا جائزہ لیا۔ وہ میرے ناپ کا جوڑا تھا اور جب میں سو کر اٹھا تو وہ یہاں موجود نہیں تھا۔ گویا جب میں باتھ روم میں تھا اس وقت یہ جوڑا وہاں لٹکایا گیا تھا۔ شاید کسی نے لٹکایا ہو مگر اس کے پاس کپڑے کہاں سے آگئے؟

مزید غور و فکر کیے بغیر میں نے وہ کپڑے پہن لیے جو میرے ناپ کے ثابت ہوئے۔ لباس تبدیل کر کے میں باہر لاؤنج میں آیا جہاں ایک صوفے پر جیکسن بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"صبح بخیر ایلن!" اس نے کہا۔ "میں جلدی ہی آجاتا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ تم جلدی نہیں اٹھ سکو گے۔"

"تو کپڑوں کا یہ جوڑا تم ہی لے کر آئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کئی جوڑے ہیں۔ ایک ہینگر پر لٹکا دیا تھا، باقی الماری میں موجود ہیں۔ ملازم بھی ڈیوٹی پر آگئے ہیں۔ جب تک یہاں رہو تمہیں کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور جو سامان میں نے منگوایا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"وہ بھی لے آیا ہوں مگر بعد میں دوں گا۔ پہلے ہم ناشتہ کریں گے۔"

"ناشتہ تو ہم کب کے ہی سوچ رہے تھے۔"

"اُسے تو کئی گھنٹے ہو گئے۔ اب تک تو ہضم بھی ہو چکا ہوگا۔ بیٹی نے بھی یہی سوچ کر ناشتا نہیں کیا کہ تم دونوں کے ساتھ ہی ناشتا کروں گا۔" جیکسن بولا۔ "بس وہ بھی تیار ہو رہی ہیں۔ آنے ہی والی ہوں گی۔ اُن کے لیے بھی لباس لے آیا ہوں لیکن ایک بات تو بتاؤ۔" اس نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "کیا تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"جھگڑا تو کوئی نہیں ہوا مگر تمہیں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے تھے اس لیے...؟"

"ایسے لوگوں کو میں سخت ناپسند کرتا ہوں جو خواہ مخواہ میری ذاتیات میں دخل دینے کی کوشش کریں۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "تم نے مجھے پناہ دے کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کے عوض اگر تمہیں بھی کرتا ہے تو یاد رکھو میں اسے ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔"

جیکسن کا چہرہ اتر گیا۔ "م... میں معذرت چاہتا ہوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یقین کرو میرا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھے۔"

"کوئی بات نہیں جیکسن۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "آئندہ تم خود بھی خیال رکھنا اور بیٹی کو بھی بتا دینا۔"

وہ اُن لوگوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا جو اپنی توہین برداشت کر لیتے ہیں مگر میرے معاملے میں اسے اپنی یہ ہتک برداشت کرنا ہی پڑی۔ نہ برداشت کرتا تو نقصان اٹھاتا۔

کچھ دیر بعد بیٹی بھی تیار ہو کر آگئی اور ہم اکٹھے ناشتے کی میز پر آگئے۔ باوردی بٹلر سرو کر رہے تھے۔

ناشتے کے بعد جیکسن ہمیں ایک کمرے میں لے گیا۔ اس کمرے پر ہم نے پہلے کوئی توجہ نہیں دی تھی مگر اب ہم نے اسے خصوصی توجہ سے دیکھا۔ کمرا زیادہ بڑا نہیں تھا اور اس کی دیواریں آئینوں سے مزین تھیں۔ ہر آئینے کے سامنے فرش سے مزین نرم نرم نشستیں تھیں۔ گویا یہ کمرا درحقیقت میک اپ روم تھا۔

"یہ تو میک اپ روم ہے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بنگلے میں اتنے بڑے میک اپ روم کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟"

جیکسن مسکرایا۔ "ہمارا کاروبار بہت وسیع ہے مسٹر ایلن!" اس نے کہا۔ "اس کاروبار میں ہمیں ہر قسم کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

مجھے اس کے کاروبار سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے میں نے اس سے اس کے کاروبار کے بارے میں مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ "خیر۔" میں نے بے پروائی سے کاندھے اچکائے۔ "یہ بتاؤ کہ میک اپ کا سامان کہاں ہے؟"

جیکسن نے مسکراتے ہوئے ایک جانب رکھے ہوئے سائڈ بورڈ کی طرف اشارہ کیا اور میں نے اس سائڈ بورڈ کو کھول لیا جس کی جانب اس نے اشارہ کیا تھا۔ جتنی چیزیں میں نے طلب کی تھیں سب کی سب موجود تھیں۔ میں نے بیٹی کو ایک آئینے کے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کا میک اپ کرنے لگا۔ جیکسن بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں نے بیٹی کے چہرے میں اتنی تبدیلیاں کر دیں کہ اب اس کا باپ بھی اسے بطور اپنی بیٹی کے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

"تم بہت ماہر میک اپ مین ہو مسٹر ایلن!" جیکسن نے متحیرانہ نظروں سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہارت کہاں!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "بس یونہی کچھ تھوڑا بہت سیکھ رکھا ہے جو کام آجاتا ہے۔"

"تم انکسار سے کام لے رہے ہو ورنہ میں نے بہت سے ماہروں کو میک اپ کرتے دیکھا ہے اور کسی کو بھی اتنے کم وقت میں اس قدر عمدہ میک اپ کرتے نہیں پایا۔"

اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"ایک بات پوچھوں ایلن!" تھوڑی دیر بعد جیکسن نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کہو، کیا بات ہے؟" میں اپنے سر پر بالوں کی دوسری وگ جماتے ہوئے بولا۔

"تمہارے سر کے بال غیر معمولی طور پر جھلسے ہوئے ہیں۔ کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہارے بال اس بری طرح کیسے جھلس گئے؟"

"ہم جیسے لوگوں کے لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے جیکسن!" میں نے کہا۔ "ہمیں جس قسم کے حالات سے گزرنا پڑتا ہے ان میں ہمیں اپنی زندگی کا بھروسا نہیں رہتا۔ بال جھلس جانا تو بہت معمولی بات ہے۔" جیکسن سمجھ گیا کہ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اسے یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ اب اس نے کوئی سوال کیا تو میں کسی طرح بھی اسے رکھائی سے بھی جواب دے سکتا ہوں اس لیے اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ ویسے اس کے انداز سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں۔ آدمی تو فطرتاً تجسس پسند ہے۔ جس چیز کے بارے میں اسے علم نہ ہو اور جس سلسلے میں کوئی واقفیت نہ ہو اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتا ہے اور جو چیز اتفاقیہ طور پر اس کے سامنے آجائے اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

بیٹی اور جیکسن کے لیے میری شخصیت اسرار کے گہرے پردوں میں چھپی ہوئی تھی۔ انھیں یہ اندازہ بھی تھا کہ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں اسی لیے وہ تجسس میں مبتلا تھے۔ چوں کہ میں اُن کے کام کا آدمی تھا اس لیے یہ تجسس اور بھی زیادہ ہو گیا تھا۔

میں نے مکمل خاموشی کے دوران میک اپ کیا۔ اس دوران میں بیٹی آئینے کے سامنے بیٹھی مختلف زاویوں سے اپنے چہرے کا جائزہ لیتی رہی تھی اور جیکسن کی توجہ زیادہ تر مجھ پر ہی مرکوز رہی تھی۔ اسے حیرت تھی کہ میں اتنی تیزی سے کس طرح چہرے میں غیر معمولی تبدیلیاں کر دیتا ہوں۔ اسے کیا معلوم تھا کہ اگر میں اس فن سے ناواقف ہوتا تو اس میدان میں اتنی دور تک کبھی نہیں نکل سکتا تھا۔ میں کب کا مارا جا چکا ہوتا۔ بیٹی چوں کہ پہلے بھی میرے میک اپ کے کمالات دیکھ چکی تھی اس لیے اسے زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"اب مسٹر جیکسن یہ بتاؤ کہ مجھے پہچانا تو نہیں جا سکتا؟" میک اپ سے فارغ ہو کر میں نے جیکسن کی طرف مڑتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔" جیکسن نے کہا۔ "تم نے میرے سامنے میک اپ کیا ہے اس کے باوجود مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو کچھ دیر پہلے تھے۔"

"ہاں، اس بار اپنے بال جلے ہوئے ہونے کے باعث مجھے زیادہ آسانی ہو گئی۔ وگ کے ذریعے سر کے بالوں کا اسٹائل اور مصنوعی بھوؤں کے استعمال سے آدمی ویسے ہی اچھا خاصا ناقابل شناخت ہو جاتا ہے۔"

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں مگر تم نے تو اپنے پورے چہرے کی ساخت بدل ڈالی ہے۔ ناک، ہونٹ، تھوڑی سبھی کچھ تو بدل گیا!"

"یہ نہ ہو تو میک اپ ہی کیا ہوا۔ یہ تو بہت جلدی میں کیا گیا میک اپ ہے ورنہ جلد کی رنگت تک تبدیل ہو سکتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جیکسن نے کہا۔ "لیکن میں نے ابھی تک میک اپ کا کوئی ایسا ماہر نہیں دیکھا جو چہرے میں اس قدر تبدیلیاں کر سکتا ہو۔"

"تم نے فلموں والے میک اپ مین دیکھے ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "جو صرف داڑھی مونچھوں کے ذریعے شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔"

"وہ بھی کوئی آسان کام تو نہیں ہے مسٹر ایلن....!" جیکسن بولا۔ "اور نہ ہی ہر کس و ناکس کے بس کا روگ ہے۔"

"ہاں، وہ میک اپ بڑی صفائی کے ساتھ کرتا ایک آرٹسٹ ہے مگر اب یہ فن بہت ترقی کر چکا ہے۔"

"میں نے سنا ہے اور بعض فلموں میں دیکھا بھی ہے کہ کسی اور شخص کے چہرے کا مکمل ماسک بنا کر اگر پہن لیا جائے تو اس دوسرے شخص کی مکمل صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔"

"فلموں میں تو زیادہ تر چیزیں کیمرے کا کمال ہوتی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر چہرے اور جسمانی ساخت میں کسی قدر مماثلت ہو تو اس طرح کا میک اپ بھی ممکن ہے۔"

"چہرے اور جسمانی ساخت میں مماثلت سے کیا مراد ہے مسٹر ایلن؟" جیکسن نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے گہری دلچسپی ظاہر ہو رہی تھی۔

"مقصد یہ ہے کہ کسی لمبے شخص پر کسی پستہ قامت شخص کا میک اپ کرنا اس لیے ناممکن ہے کہ اس کا قد چھوٹا نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح جس شخص کا چہرہ لمبوترا ہو اس پر کسی گول چہرے والے شخص کا میک اپ کرنا عملاً ناممکن ہے۔ تھوڑے بہت فرق کو تو میک اپ کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے لیکن اگر فرق بہت زیادہ ہو تو میک اپ بھی بے بس ہو جاتا ہے۔"

"کیا تم کسی دوسرے شخص کا ماسک تیار کر سکتے ہو؟" جیکسن نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر یہ بہت مشکل کام ہے اور اس میں وقت بھی کافی صرف ہوتا ہے۔"

"کیا تم مجھے میک اپ کرنا سکھا سکتے ہو ایلن؟" جیکسن نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ میں یہاں کتنا عرصہ قیام کرتا ہوں اور یہ کہ تم نے پہلے بھی کچھ سیکھ رکھا ہے یا نہیں۔"

"نہیں اس معاملے میں میں بالکل ہی کورا ہوں۔ پہلے مجھے کبھی میک اپ سیکھنے کا خیال بھی نہیں آیا۔"

"حالانکہ تمھیں میک اپ آنا چاہیے۔ تمھارے پیشے کے لیے بھی میک اپ بہت ضروری ہے۔"

"ہمارے پاس ایسے لوگ ہیں جو بوقت ضرورت ہمارے کام آتے رہتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ وہ لمبی داڑھی مونچھوں کے ذریعے ہی شکل تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ انھیں کچھ نہیں آتا۔"

"جب تم نے آج سے پہلے میک اپ سیکھنے کی کوشش نہیں کی تو اب تمھیں اچانک یہ خیال کیسے آ گیا؟"

"اب بھی مجھے یہ خیال نہ آتا لیکن تمھاری مہارت دیکھ کر مجھے بھی میک اپ سیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔"

"مجھے چونکہ فی الحال اور کوئی کام نہیں ہے اس لیے میں تمھیں میک اپ سکھانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے لیے تمھیں پہلے میک اپ کی تھیوری سمجھنا پڑے گی۔"

"میں تیار ہوں مسٹر ایلن!" جیکسن نے خوش ہو کر کہا۔ "تم مجھے بہت اچھا شاگرد پاؤ گے۔"

میں نے میک اپ کے بارے میں ایک لیکچر دینا شروع کر دیا۔ جیکسن بڑے غور سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اسے چہروں کی مختلف ساخت کے بارے میں بتایا۔ پھر بالوں کی اقسام پر بحث کی۔ ذرا سی دیر میں لکی بور ہو گئی۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" لکی نے مجھ سے کہا۔ "پڑھائی ختم ہو جائے تو تم بھی چلے آنا۔"

"ہاں، تم جاؤ۔ یہ سبق تو کم از کم ایک گھنٹے مزید جاری رہے گا۔" میں نے کہا اور جیکسن کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ لیکچر دینا شروع کر دیا۔ بالوں کی اقسام بیان کرنے کے بعد پیشانی، بھنوؤں، پلکوں، آنکھوں، ناک، کان، ہونٹ اور ٹھوڑی کی بناوٹ کی مختلف اقسام بیان کیں۔ یہ سب انتہائی خشک اور علمی باتیں تھیں جن سے جیکسن بور ہو گیا۔ مجھے بھی اس سے یہی توقع تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اسے براہ راست میک اپ کرنے کی تربیت دینا شروع کر دوں گا مگر میں نے علمی قسم کی باتیں شروع کر دی تھیں۔

"کیا میک اپ کرنے کے لیے ان تمام باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے؟" میرے طویل ہوتے ہوئے لیکچر سے تنگ آ کر اس نے سوال کیا۔

"انتہائی ضروری ہے مسٹر جیکسن!" میں نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی تو میں تمھیں چہرے کے مختلف حصوں کے بارے میں بتا رہا ہوں پھر یہ بتاؤں گا کہ کس قسم کی بناوٹ کو کس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بتاؤں گا کہ میک اپ کے لیے کیا سامان ضروری ہوتا ہے پھر یہ بتاؤں گا کہ ان میں سے ہر چیز کا استعمال کیسے ہوتا ہے۔ تب کہیں جا کر تمھاری معلومات مکمل ہوں گی۔ اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو گے کہ جب تک کوئی شخص بنیادی معلومات سے محروم ہو ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر ایلن لیکن تم مجھے عملی تربیت کب دینا شروع کرو گے؟" جیکسن نے بوکھلا کر پوچھا۔

"جب تم تمام بنیادی باتوں پر حاوی ہو جاؤ گے اس کے بعد ہی عملی تربیت شروع ہو سکے گی۔"

میری بات سن کر اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی بوکھلاہٹ ہوا ہو گئی۔ اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "حاوی ہونے سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"جو کچھ بھی میں تمھیں بتاؤں وہ تمھیں ازبر ہو جانا چاہیے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "اس کے بغیر بات آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"یعنی... یعنی تم جو کچھ بتا رہے ہو اس کا امتحان ہو گا؟" اس نے ہکلا کر کہا۔

"بالکل!" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "اس کے بغیر مجھے کیسے علم ہو سکے گا کہ جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے وہ تمھاری سمجھ میں آیا بھی ہے یا نہیں۔"

اس کی آنکھوں میں مایوسی کے تاثرات نظر آئے۔ "کیا تم مجھے عملی تربیت نہیں دے سکتے؟" اس نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔" میں نے سر کو منفی جنبش دے کر کہا۔ "جب تک تھیوری پر عبور نہ ہو، پریکٹیکل نہیں ہو سکتا۔"

"مسٹر ایلن یہ سب بڑی خشک قسم کی باتیں ہیں۔ انھیں یاد رکھنا میرے لیے بہت دشوار ہو گا۔"

"ان باتوں میں دلچسپیاں تلاش کرنا میرے بس سے باہر ہے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا پھر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "اوہ، مجھے ایک کام سے جانا ہے۔ شام کو پھر آؤں گا۔ کیا تم کہیں جاؤ گے؟"

"نہیں، میرا کہیں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں لکی کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"تم تو ان لوگوں سے اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے ہو جیسے برسوں کی جان پہچان ہو۔" اس نے کہا۔

"میں وہی کر رہا ہوں جو مناسب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر تم اسے مناسب نہیں سمجھتیں تو بتا دو پھر جیسا تم کہو گی ویسا ہی کروں گا۔"

"معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں۔ ان پر آنکھ بند کر کے بھروسا کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

"مجھے بھی نہیں معلوم ہوتا۔" میں نے کہا۔

"تب تو تمھیں بہت محتاط رہنا چاہیے مگر تمھارے رویے سے تو نہیں معلوم ہوتا کہ تم محتاط ہو۔"

"تم کہتی ہو تو میں اپنے رویے سے انھیں احساس دلا دوں کہ میں ان کی طرف سے مشکوک ہوں۔"

"نہیں... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" لکی گڑبڑا کر بولی۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"میں غلط نہیں بلکہ صحیح سمجھ رہا ہوں۔ یہ میرا رویہ ہی ہے جس سے تم یہ سمجھیں کہ میں نے ان پر اعتبار کر لیا ہے۔"

"خیر۔" لکی ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "تم اب یہ بتاؤ کہ تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"یہی بات تو یہ ہے کہ میں ابھی تک کسی نتیجے پر پہنچ ہی نہیں سکا ہوں اور کسی نتیجے پر پہنچے بغیر میں کوئی فیصلہ کر ہی نہیں سکتا۔"

"تم کس سلسلے میں الجھن کا شکار ہو؟ مجھے بتاؤ، میں ناتجربہ کار ہی سہی مگر ممکن ہے تمھیں کوئی کارآمد مشورہ دے سکوں۔"

"جن الجھنوں میں میں گرفتار ہوں تم ان کا کوئی حل پیش نہیں کر سکو گی۔"

"پھر بھی آخر بتانے میں حرج ہی کیا ہے۔" لکی نے اصرار کیا۔ "بعض بھی باتیں کہہ دینے سے بعض اوقات بہت سی گرہیں کھل جاتی ہیں۔۔۔"

"سب سے بڑی الجھن تو یہ ہے کہ پیٹر اور جیکسن اینڈ کمپنی نے ہم پر یوں آنکھ بند کر کے کیوں اعتبار کر لیا؟"

"انھوں نے آنکھ بند کر کے تو اعتبار نہیں کیا۔ انھیں ایک گمنام فون موصول ہوا مگر انھوں نے اس پر یقین کرنے سے قبل اپنے طور پر تمھاری صلاحیتوں کا امتحان لیا جس سے انھیں اندازہ ہو گیا کہ فون پر ملی ہوئی اطلاع غلط نہیں تھی۔ اس سلسلے میں تو الجھنا ہی فضول ہے۔ غور کرنا ہے تو اس بات پر کرو کہ وہ فون کال کس نے کی تھی۔"

"اس پر تو ہم سے زیادہ جیکسن اور پیٹر کو غور کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ تشویش پیٹر کو ہونی چاہیے کہ اس کی اور ڈیڈی کی دشمنی کا علم کس اور کو کیسے ہو گیا۔"

"ضروری تو نہیں کہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہو۔ ممکن ہے اس بات سے بہت سے لوگ واقف ہوں کہ ڈیڈی سے اس کی دشمنی ہے۔"

"یہ بات مان لی جائے تو انھیں اور زیادہ تشویش ہونی چاہیے تھی۔ اس بات سے ان کا کوئی دشمن یا کاروباری حریف بھی تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

"بات تو سمجھ میں آتی ہے۔" لکی نے سر ہلایا۔ "مگر یہ امکان ہے کہ انھوں نے اس پہلو پر غور نہ کیا ہو۔"

"اگر انھوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تو میں انھیں دودھ پیتا بچہ قرار دوں گا مگر مشکل یہ ہے کہ دودھ پیتے بچے خود اتنا بڑا کاروبار نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی سنبھال سکتے ہیں۔"

لکی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تم اس قدر اعتراضات کر

رہے ہو، خود ہی بتاؤ کہ ان کے اس رویّے کا تم کیا تجزیہ کرو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ انھوں نے ہم پر اعتماد نہیں کیا ہے۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" للی حیران ہو کر بولی۔ "بے اعتباری کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ انھوں نے دس ہزار پاؤنڈ السیلوینی تمھارے حوالے کر دیے۔ اعلا درجے کی رہائش کا بندوبست کر دیا۔ ہم پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"جس طرح میں نے اپنے رویّے سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھے ان پر اعتماد نہیں ہے۔ اسی طرح انھوں نے بھی ان پر ظاہر نہیں کیا۔ اگر ان کی طرف سے عدم اطمینان کا ذرہ برابر بھی اظہار ہو جائے تو ہم محتاط ہو جائیں گے۔ محتاط ہو جانے پر کوئی غلطی نہیں کریں اور وہ کبھی ہماری اصلیت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟" للی حیرت سے بولی۔ "تم نے ان سے کون سا جھوٹ بولا ہے جو محتاط یا غیر محتاط رہنے کا سوال پیدا ہو؟"

"میں اس مفروضے کے تحت گفتگو کر رہا ہوں کہ انھیں کسی سازش کا شبہ ہو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"اوہ، ہاں ٹھیک ہے۔" للی گڑبڑا گئی۔ "مگر اس طرح بھی تو انھیں ہماری اصلیت کے بارے میں تو کبھی نہیں معلوم ہو سکے گا۔"

"بہت سے ذرائع ہیں۔ مثلاً انھوں نے ہماری خفیہ نگرانی کا بندوبست کر رکھا ہو۔ اگر ہم باہر نکل کر کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں تو ہمارا تعاقب کر کے وہ اس بات کا سراغ لگا لیں کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"اس قسم کا کام کرنے والا کوئی شخص اتنی بڑی حماقت نہیں کر سکتا۔"

"میں نے تو مثال کے طور پر ایک بات کہی تھی۔ تم کیا سمجھتی ہو؟ یہ ملازمین بھی تو انھی کے آدمی ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی بھی مشکوک بات ہوا اس کی رپورٹ فوراً اوپر تک پہنچ جائے گی۔"

"یہ بھی بہت کمزور بات ہے۔" للی نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر ہم کوئی سمجھے ہوئے ایجنٹ ہیں تو کبھی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو ملازموں کے علم میں آ جائے۔"

"کسی حد تک میں تم سے متفق ہوں لیکن بات یہیں پر تو ختم نہیں ہو جاتی۔ یہاں ایسا کوئی آلہ بھی تو پوشیدہ ہو سکتا ہے جس کے ذریعے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا سکے۔"

"نہیں ہے۔" للی روانی میں کہہ گئی۔ اور میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ جھونک میں یہ جملہ ادا کر کے اس نے خود کو بے نقاب کر دیا تھا۔ اگر وہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو کبھی ان چیزوں کی پروا نہ کرتی لیکن میرے اندازے کے مطابق اس نے جاسوسی کی تربیت حاصل کر لی تھی جس کی تصدیق اس کی اس بات سے ہو گئی جو بے اختیاری میں اس کے منہ سے نکل گئی تھی۔ یقیناً اس نے کمرے کی اچھی طرح سے تلاشی لے لی تھی۔ یہ کام میں بھی کر سکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ میرے دل میں چور نہیں تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی آلہ وہاں پوشیدہ ہوتا تو میری صحت پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔

للی بوکھلا گئی تھی۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اگر بات بنانے کی کوشش کرتی تو اس کی پوزیشن اور خراب ہو جاتی۔ بات بنانے کے لیے اسے کوئی اچھا سا بہانہ یا معقول جواز پیش کرنا پڑتا اور اس بات کا اسے بھی اندازہ تھا کہ مجھ جیسا منجھا ہوا شخص آسانی سے نہیں بہل سکتا۔ میں چاہتا تو للی کو گرفت میں لے سکتا تھا مگر اس پر ظاہر ہو جاتا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہوں جو ہماری مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے اس کے جملے پر خود ہی پردہ ڈال لینے کا فیصلہ کیا اور اپنی مسکراہٹ کو ایک زوردار قہقہے میں تبدیل کر دیا۔

"ہونا، آخر اولیو بارڈ کی بیٹی۔" میں نے کہا۔ "جاسوسی کے جراثیم تو تمھارے خون میں شامل ہو گئے ہیں۔"

میری بات سن کر للی کے چہرے پر گہرے اطمینان کی جھلک نظر آئی۔ "مجھے ان لوگوں کا رویّہ کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ تلاشی لے لی جائے۔"

"لیکن تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہاں جاسوسی کا کوئی آلہ موجود نہیں ہے؟" میں نے پرتفکر انداز میں کہا۔

"میں نے بڑی باریک بینی سے تلاشی لی ہے۔" للی نے کہا مگر اس کے چہرے پر دوبارہ گھبراہٹ کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"میرا مطلب ہے امریکا نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔ ممکن ہے کوئی جدید آلہ اس قسم کا ہو جسے تم نہ پہچان سکی ہو۔"

"مجھے یہاں ایسی کوئی چیز بھی نہیں ملی جس پر کسی قسم کے آلے کا شبہ بھی کیا جا سکے۔" للی نے سنبھالا لے کر کہا۔ "میں نے ڈیڈی کے پاس ایسے بہت سے آلات دیکھے ہیں اور مجھے ان کی پہچان بھی ہے۔"

میں نے یوں سر ہلایا جیسے للی کے اس اقدام سے بے حد مطمئن ہوا ہوں۔ "میری وجہ سے تمھیں بہت زحمت ہوئی ہے۔ کبھی موقع ملا تو تمھارے احسانوں کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟" وہ برا ماننے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ "دوست کے لیے کچھ کیا جائے تو کیا وہ احسان ہوتا ہے؟"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس نے پُراطمینان کی گہری سانس لی جیسے اس کے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

"معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟" اس نے کہا۔ "تم جیسے تجربہ کار آدمی کو مشورہ دینا عجیب سا لگتا ہے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ تمھارے رویّے میں بہت بے پروائی ہے۔"

"اس بے پروائی میں تو عمر گزر گئی ہے۔ جب تک کوئی خطرہ محسوس نہ ہو کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"تمھیں اس بات پر بھی تشویش نہیں ہے کہ آخر وہ ہم پر اتنے مہربان کیوں ہو گئے ہیں؟"

"کیوں نہیں ہے۔" میں مسکرایا۔ "جیکر پیٹر مجھے صاف صاف بتا چکا ہے کہ وہ مجھے تمھارے ڈیڈی کے خلاف استعمال کرنے کا خواہاں ہے۔"

"اور ہاں، تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا؟ ممکن ہے اس بارے میں وہ دوبارہ تم سے پوچھے۔"

"ایک بار تو میں اسے تمھارے سامنے ہی جواب دے چکا ہوں۔ دوبارہ کے لیے تم مجھے بتا دو کہ میں اسے کیا جواب دوں؟"

للی نے جواب دینے میں تھوڑے تامل کا مظاہرہ کیا۔ "دیکھو بات یہ ہے کہ وہ کچھ بھی سہی مگر ہیں تو میرے ڈیڈی۔ تم ہی بتاؤ کہ کوئی بیٹی اپنے باپ کا کیسے برا چاہ سکتی ہے؟"

"میں کہتا ہوں اور تمھاری خواہش کے احترام میں اسے صاف انکار کر دوں گا۔"

وہ خوش ہو گئی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے لیکن وہ شدید غلط فہمی کا شکار تھی۔ میرے پیش نظر کچھ مصلحتیں تھیں، کچھ مجبوریاں تھیں جنھوں نے مجھے خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ معلوم نہیں میں کیسے اس گورکھ دھندے میں پھنس گیا تھا۔ بہت سی الجھنیں تھیں جن کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تہذیب اور ہنر کا معاملہ میرے لیے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ وہ دونوں ہی تجربہ کار تھے ان کے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی بہت تھا کہ وہ اولیو بارڈ کی قید میں نہیں تھے۔

ایک الجھن یہ بھی تھی کہ اولیو بارڈ نے مجھے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ اسے جان چھڑانے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا تھا۔ میں پوری طرح اس کے قبضے میں تھا اور بے ہوش تھا مگر اس نے مجھے زندہ رکھا جبکہ اس سے قبل وہ مجھ پر جان لیوا حملے کر چکا تھا۔ اگر قسمت ابھی مہربان نہ ہوتی تو کب کا اس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہوتا۔ اس بار تو خود ہی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ یقیناً وہ کسی بڑے چکر میں تھا اور مجھے توقع تھی کہ جلد یا بدیر میں اس کے مقصد سے واقف ہو جاؤں گا۔ نہ ہوا تو بھی میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

سب سے بڑی الجھن جس کے رفع ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا، یہ تھی کہ یہاں کون شخص ہے جو مجھ سے واقف ہے۔ نہ صرف واقف ہے بلکہ اس نے نائٹ کلب میں میری موجودگی سے پیٹر کو گمنام فون کال کے ذریعے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مجھے کچھ یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ یہ بھی کہیں اولیو بارڈ کی ہی چال نہ ہو۔ ممکن ہے اس نے للی کو بھی اپنے اس منصوبے سے بے خبر رکھا ہو تاکہ میرے گرد اس کے آدمیوں کا جال بچھ جائے۔

وہ دن بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گیا۔ میں نے زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں گزارا۔ للی مستقل طور پر میرے سر پر سوار رہی اور میں اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہا۔ وہ میری محسنہ جو تھی۔

شام کے وقت جیکسن آ گیا اور اس نے خبر سنائی کہ پیٹر مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے مجھے میری فرمائش کے مطابق بلایا ہے۔ للی بھی ساتھ چلنے کی خواہاں تھی مگر جیکسن نے اسے منع کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ ایک کار میں لے کر جس جگہ پہنچا وہ پیٹر کی رہائش گاہ ہی ہو سکتی تھی۔

بے حد عالی شان بنگلے کے نہایت قیمتی ساز و سامان آرائش سے مزین ڈرائنگ روم میں اس نے مجھے خوش آمدید کہا۔ جیکسن کو غالباً اس نے پہلے ہی سے ہدایت کر رکھی ہو گی۔ اسی لیے وہ کسی جانب کھسک گیا تھا۔

"تم نے مجھے سخت تجسس میں مبتلا کر دیا ہے مسٹر ایلن۔" اس نے کہا۔ "آج تمام دن میں یہی سوچتا رہا کہ تم آخر تنہائی میں مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے تم سے تنہائی میں ملاقات کی خواہش ضرور کی تھی مگر اب میں سوچ رہا ہوں کہ تم سے وہ بات کروں یا نہ کروں۔"

"تم پورے اعتماد سے مجھ سے ہر بات کر سکتے ہو۔" اس

یقین کے ساتھ کہ تمہاری کہی ہوئی ہر بات میری ذات تک ہی محدود رہے گی۔"

"کل تم مجھ سے اولیو بادروڈ کے خلاف بات کر رہے تھے۔ تمہیں معلوم ہے میرے ساتھ جو لڑکی ہے وہ کون ہے؟"

"تم ہی نے تو بتایا تھا کہ اس کا نام لوسی ہے اور ممکن ہے مستقبل میں تم دونوں کسی رشتے میں بندھ جاؤ۔"

"نہ تو اس کا نام لوسی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی امکان ہے کہ ہماری شادی ہو۔"

"تم مجھے الجھن میں مبتلا کر رہے ہو مسٹر لوئس!" پیٹر نے کہا۔ "اگر اس کا نام لوسی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟"

"میں تمہیں یہی بتانا چاہتا تھا مگر اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔"

"اس قدر الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو بھی بات ہے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"در اصل میں بہت خطرناک حالات میں گھرا ہوا ہوں۔ میرے لیے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا ضروری ہے۔"

"کیا تمہیں مجھ پر بھی یقین نہیں ہے۔ میں نے تمہیں غیر مشروط طور پر تحفظ فراہم کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر تم کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"میرا خیال ہے مجھے بتا ہی دینا چاہیے۔ لوسی در اصل اولیو بادروڈ کی بیٹی ہے اور اس کا نام نکی بادروڈ ہے۔"

مجھے توقع تھی کہ میری بات سن کر وہ چونک پڑے گا مگر اس کے رد عمل نے مجھے حیران کر دیا۔ وہ پہلے کی طرح پرسکون انداز میں بیٹھا تھا بلکہ اب تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نظر آنے لگی تھی۔

"اور خود تم کون ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی جارحیت نہیں تھی مگر میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ یہ نہیں بتا سکوں گا۔" میں نے کہا۔ "اس کے باوجود تم نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟"

"تم بہت زیادہ شکی فطرت کے مالک معلوم ہوتے ہو۔"

"حالات کا تقاضا یہی ہے کہ میں کسی پر بھی اعتبار نہ کروں کیونکہ واسطہ اولیو بادروڈ جیسے چالاک شخص سے ہے۔"

"تم میری طرف سے مطمئن نہیں ہو اور تمہیں ہونا بھی نہیں چاہیے لیکن میں تمہیں مطمئن کر دوں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا جہاں ایک میز پر ٹیپ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ "جس طریقے سے تم مجھ تک پہنچے تھے اس پر کوئی ذی ہوش اعتبار نہیں کر سکتا۔ مجھے شبہ تھا کہ کوئی حریف اس طرح مجھ پر جال ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ وہ کون شخص ہو سکتا ہے جس نے اتنا بچگانہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ میرے پاس تمہاری اصلیت معلوم کرنے کی یہی صورت رہ گئی تھی کہ بظاہر تم پر اعتماد کر لوں اور کسی طرح سے یہ معلوم کروں کہ تم در اصل کون ہو۔ اس مقصد کے تحت میں نے تمہیں رہائش فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ میرا منشا اس لیے کہ میرے لیے یہ ضروری تھا۔ تمہاری اصلیت معلوم کیے بغیر میں کوئی یقینی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا اور اس کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ مجھے نکی بادروڈ کے بارے میں سن کر حیرت کیوں نہیں ہوئی۔ میں تمہیں اس کا جواب دیتا ہوں۔" اس نے میز کی دراز سے ایک کیسٹ نکال کر ٹیپ ریکارڈر میں لگائی اور ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازوں نے مجھے چونکا دیا۔ وہ نکی اور اولیو بادروڈ کی آوازیں تھیں۔ آوازوں سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ریکارڈنگ فون کے ذریعے کی گئی ہے۔

"میں نکی بول رہی ہوں ڈیڈی! آپ میری آواز تو پہچان گئے ہوں گے۔"

"تم کہاں سے بات کر رہی ہو؟" اولیو بادروڈ کی آواز آئی جس کے جواب میں نکی نے ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کر دیں۔

"تمہیں اس جگہ سے فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اولیو بادروڈ نے اسے سرزنش کی۔ "فون ٹیپ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کا کوئی امکان نہیں ہے ڈیڈی! ان لوگوں نے ہم پر پوری طرح اعتبار کر لیا ہے۔"

"تم انتہائی احمق ہو۔ آئندہ اگر فون کرنا ہو تو کسی پبلک بوتھ سے فون کرنا۔" اولیو بادروڈ نے کہا پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر پیٹر کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا کر کہنے لگا۔ "یہ وجہ ہے کہ مجھے نکی کے بارے میں سن کر حیرت نہیں ہوئی تھی۔"

"اب میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں۔" میں نے کہا۔ "اگر تم نے مجھے یہ ٹیپ نہ سنوایا ہوتا تو میں شکوک میں رہتا۔"

"لیکن اگر تم مجھے نکی کے بارے میں نہ بتاتے تب بھی یہ تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ تم کوئی غلط آدمی نہیں ہو۔"

"وہ کال میرے لیے بہت بڑی الجھن بن گئی ہے۔ آخر کون ایسا شخص ہے جو میری یہاں موجودگی سے واقف ہے۔"

"بے کار باتوں میں سر کھپانے سے فائدہ؟" پیٹر بولا۔ "یہ بتاؤ کہ دشمن کی بیٹی سے تمہاری دوستی کو کیا معنی پہناؤں؟"

"یہ بھی اولیو بادروڈ کی سازش ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کے ذریعے میرا ٹھکانہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور مجھے اپنے باپ کی قید سے فرار کرانے کا ڈراما رچایا ہے۔"

"جب تمہارے علم میں یہ بات آ گئی ہے کہ یہ سازش ہے تو تم اسے چھوڑ کر فرار کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اولیو بادروڈ آخر چاہتا کیا ہے اور میں یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم نے یہ بات معلوم کر بھی لی تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہونے سے تو رہا۔"

"ممکن ہے ہو بھی جائے لیکن میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ اس سازشی شخص سے اب چھٹکارا حاصل کر ہی لینا چاہیے۔"

"بہت نیک خیال ہے۔" پیٹر نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔ "اس نیک کام میں، میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔"

ہم واپس ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ وہ فون کال بھی اولیو بادروڈ ہی کی حرکت ہے لیکن اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ وہ کچھ اور ہی معاملہ ہے۔ اس لیے اب مجھے تمہارے ساتھ مل کر کام کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تم کوئی منصوبہ بناؤ۔ منصوبے پر تمہاری نگرانی میں عمل ہو گا۔ جتنے آدمیوں کی اور جس چیز کی ضرورت ہو گی میں مہیا کروں گا۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ اولیو بادروڈ سے نمٹنا آسان نہیں تھا۔ بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔ کئی بار وہ میری زد میں آ چکا تھا اور میں نے اسے چھوڑ دیا تھا مگر اب جبکہ میں نے اس کے ساتھ آخری معرکہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو مجھے اس تک پہنچنا بہت دشوار معلوم ہونے لگا تھا۔

"سب سے پہلا کام تو یہ کرو کہ اس عمارت کی نگرانی شروع کرا دو جہاں اولیو بادروڈ موجود ہے۔" میں نے کہا۔ "اس طرح ہم کم از کم اس کی نقل و حرکت سے تو باخبر رہ سکیں گے۔"

"تو مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں ہے؟"

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور پیٹر نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ہاں، پیٹر ہی بات کر رہا ہوں، تم کون ہو... نہیں، آواز سے میں تمہیں نہیں پہچان پایا۔ ... اوہ۔" اس نے کہا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے بولا۔ "وہی شخص ہے جس نے تمہارے بارے میں مجھے اطلاع دی تھی۔"

"اسے باتوں میں لگاؤ۔" میں نے بے تابی سے کہا اور پیٹر نے ماؤتھ پیس پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری فراہم کردہ معلومات ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئیں مگر تم ہو کون... تمہیں بتانا چاہیے۔ خیر یہ بتاؤ...."

میں نے اچانک ہی آگے بڑھ کر ریسیور پیٹر کے ہاتھ سے لیا اور اپنے کان سے لگا لیا۔ "کیا یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت تمہارے پاس ہی موجود ہے۔" دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا مگر وہ آواز..... اس آواز نے میرے ہوش اڑا کر رکھ دیے۔

"اسے ہر قسم کی سہولت پہنچانا تمہاری ذمے داری ہے۔ ہم نے تم پر جو احسان کیا ہے اس کی یہی قیمت ہے۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو بڈ؟" میں نے اپنی آواز نرم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کون چیف!" دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "یہ پیٹر بڑا مردود ہے۔ بڈ نے اس پر احسان کیا اور اس نے بڈ کا بھانڈا پھوڑ دیا۔"

"بھانڈا پھوڑ دینے کے بچے!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "بھونڈی حرکتیں مت کرو۔ میں نے تم سے پوچھا تھا تم کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"ایک پبلک بوتھ سے بات کر رہا ہوں چیف!" بڈ کی مری مری سی آواز آئی۔

"تم جہاں بھی ہو فوراً میرے پاس پہنچو۔"

"تمہارے پاس کس جگہ چیف! کیا پیٹر کے بنگلے پر؟"

"اور نہیں تو کیا جہنم میں؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وقت ضائع کیے بغیر مجھ سے ملو۔"

"وہاں آنا خطرناک ہو سکتا ہے چیف! اولیو بادروڈ یا [illegible] کے آدمی بنگلے کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"نگرانی کر رہے ہیں تو کیا ہوا؟ کیا تم میک اپ میں نہیں ہو؟"

"میک اپ میں تو ہوں چیف! لیکن اس کے باوجود محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ تم سے دور رہ کر....."

"بکواس مت کرو۔" میں غرایا۔ "یہ سب باتیں میں بھی سمجھ سکتا ہوں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے اس کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔

"کون تھا؟" پیٹر نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"میرا ایک دوست ہے بڈ، بڑا کام کا آدمی ہے۔ میں نے اسے یہاں بلایا ہے۔ اپنے ملازمین کو ہدایت کر دو کہ وہ آئے تو اسے سیدھا یہاں لایا جائے۔"

پیٹر نے میرے کہنے کے مطابق ملازمین کو ہدایت کر دی پھر مجھ سے بولا۔ "لیکن اسے تمہارے بارے میں کیا تم فون کرنے

کی کیا ضرورت تھی؟"

"احمق آدمی ہے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "معلوم نہیں کیا سوچ کر اس نے یہ حرکت کی ہوگی۔ اب اس کے آنے پر ہی پتا چلے گا۔"

"بہرحال اس وقت اس کا فون آجانے سے تمھاری ایک بڑی الجھن تو رفع ہو گئی۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے مگر مجھے اس پر حیرت ہے کہ اسے میرے بارے میں کس طرح علم ہوا۔"

"اور مجھے اس پر حیرت ہے کہ میری اور اولیور ہارڈ کی دشمنی کا اسے کیسے پتا چل گیا؟" پیٹر نے ہنس کر کہا۔

"میں نے کہا تھا، وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ مگر کبھی کبھار زنگ بھی جاتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد بُڈ ایک ملازم کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ میک اپ میں تھا مگر قد کی وجہ سے میں نے اسے پہچان لیا۔ ملازم اسے چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا حرکت تھی؟"

"آتے ہی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی۔" بُڈ نے منہ بنا کر کہا۔ "مگر تم بیٹھنے کو تو کہہ دیا ہوتا۔" وہ کسی کے کہے بغیر ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"گمنام فون کال کے ذریعے پیٹر کو نائٹ کلب میں میری موجودگی کی اطلاع دینے والے تم ہی تھے؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"بُڈ کے علاوہ اور کون ایسا کارنامہ کر سکتا ہے؟" اس نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ جناب اسے کس بنیاد پر کارنامہ قرار دے رہے ہیں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تم پریشان تھے چیف! اس لیے میں نے مسٹر پیٹر کو تمھارے بارے میں اطلاع دے دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ تمھیں سر چھپانے کے لیے ٹھکانا تو فراہم کر ہی دیں گے۔ کیوں مسٹر پیٹر! میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں... نہیں..." پیٹر نے احمقانہ انداز میں کہا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "مگر تمھیں میرے بارے میں کس طرح علم ہوا؟"

"یہ بزنس سیکرٹ ہے مسٹر پیٹر!" بُڈ اکڑ کر بولا۔ "یہ بات اگر بتا دی تو پھر بُڈ کو کون پوچھے گا؟"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمھیں براہِ راست مجھ سے ملنے میں کیا قباحت تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھارے ساتھ وہ آفت کی پرکالہ بھی تو تھی، کیا نام ہے اس کا..." بُڈ پیشانی مسلنے لگا۔

"وہ جیکی، کیا تو نہ جانی۔" میں نے جھنجھلا کر کہا اور میرا لہجہ دیکھ کر بُڈ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے ڈر تھا کہ اس طرح کہیں اولیور ہارڈ مجھ پر بھی ہاتھ نہ ڈال دے۔ میڈم تو پہلے ہی اس کی قید میں ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ "تھریسا اس کی گرفت میں کیسے چلی گئی؟"

"اوہ! تو تمھیں نہیں معلوم؟" بُڈ نے مجھے غور سے دیکھا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ تمھیں معلوم ہوگا۔ اس روز جب تم اور زبیر وہ فارمولے حکومت کے حوالے کرنے گئے تو تمھاری واپسی نہیں ہوئی۔ شام تک تو ہم نے تمھارے واپس نہ آنے کو کوئی خاص اہمیت نہ دی لیکن اس کے بعد ہم پریشان ہو گئے۔ ہم نے اس محکمے سے رابطہ قائم کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں سے تو تم دوپہر کو ہی چلے گئے تھے۔ اب سوال یہ تھا کہ ہم تمھیں کہاں تلاش کریں۔ میں نے میڈم سے ہوٹل ہی میں رکنے کو کہا اور خود تمھاری تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ تمام رات میں واشنگٹن کی گلی کوچوں، ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں بے مقصد گھومتا پھرا۔ صبح ہوئی تو میں نے ہوٹل کا رخ کیا۔ اتفاق سے جس وقت میں ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا، میں نے عجیب منظر دیکھا۔ ایک کار پارکنگ سے باہر نکل رہی تھی جس کی پچھلی نشست پر میڈم موجود تھیں اور ان کے اردگرد دو افراد موجود تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ انھیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً اس کار کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح میں اس جگہ سے واقف ہو گیا جہاں میڈم کو لے جایا گیا تھا۔ میں چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لیے وہاں کی نگرانی کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے فوراً ایک پرائیویٹ سراغ رساں ایجنسی کی خدمات حاصل کیں اور خود ایک دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو گیا۔ سراغ رساں ایجنسی کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ وہ عمارت جس میں میڈم کو رکھا گیا تھا، ہارڈ ایلن کی ملکیت تھی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس معاملے میں اولیور ہارڈ بھی ملوث ہے۔ اولیور ہارڈ کا نام سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ معاملہ مجھ اکیلے کے بس سے باہر ہوگا چنانچہ میں نے علی گروپ کے تمام ممبرز کو امریکا بلوا لیا اور اولیور ہارڈ کی نگرانی شروع کرا دی۔ ان ممبرز کو امریکا پہنچے ابھی دوسرا ہی دن ہے۔ میں اولیور ہارڈ کی نگرانی کرا رہا ہوں۔ میڈم کو واشنگٹن سے نیویارک منتقل کر دیا گیا ہے اور وہ بھی اسی عمارت میں ہیں جہاں تم تھے۔"

"تمھیں نائٹ کلب میں میری موجودگی کے بارے میں کیسے علم ہوا تھا جبکہ میں میک اپ میں بھی تھا؟"

"جس عمارت میں تم قید تھے، اس کی نگرانی کی جا رہی تھی اور اس سے نکلنے والے ہر شخص کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔"

"تم نے تعاقب کیا تھا تو کسی کو پتا کیوں نہیں چلا؟ وہ تو بہت محتاط تھی۔"

"ہم اس سے بھی زیادہ محتاط تھے چیف! تعاقب کرنے والی پارٹی کی ہیڈ لائٹس بھی بجھی ہوئی تھیں۔"

"کیا تمھیں معلوم تھا کہ میں بھی اسی عمارت میں قید ہوں؟"

"نہیں، نہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ تم بھی وہیں ہو لیکن تم وہاں کب سے تھے چیف؟"

"مجھے بے ہوشی کے دوران وہاں پہنچایا گیا تھا۔ غالباً دو روز قبل کی بات ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو چیف! دو روز قبل ایک بند گاڑی عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ تمھیں اسی کے ذریعے اندر پہنچایا گیا ہوگا۔ ورنہ تم ہماری نظروں میں ضرور آ جاتے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ تھریسا اولیور ہارڈ کی قید میں تھی اور اسے چھڑانا ضروری تھا۔ اس کے ساتھ ہی اولیور ہارڈ کا صفایا کر دینا ضروری ہو گیا تھا۔ میں نے اسے جتنی ڈھیل دے رکھی تھی وہ بہت تھی۔ ویسے بھی اب وہ میری زندگی اجیرن کر رہا تھا۔

"ظاہر ہے تمھارے ساتھ زبیر نہیں آیا چیف!" بُڈ کی آواز مجھے خیالوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

"اس نے ہمارے عظیم مشن کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔" میں نے کہا اور بُڈ مغموم ہو گیا۔

"یہ کس طرح ہوا چیف؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

میں نے تفصیل بیان کر کیا کرتے ہوئے بُڈ کی ایک قدرتی ماحول سے کہا۔ "یوں سمجھ لو کہ چھ دن تک ہم پہاڑوں میں فرار ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ چھ روزہ پہاڑی سفر اور ناکافی غذا اور مسلسل بے آرامی نے زبیر کو نڈھال کر دیا تھا ایسے کمزوری کی حالت میں اس کے جسم میں کوئی اندرونی بیماری نمودار ہو گئی۔ جب ہم عمارت سے فرار ہوئے تو اس کی حالت اور بگڑ گئی اور ڈاکٹروں کو اس کے زندہ بچ جانے کی کوئی توقع نہیں رہ گئی تھی۔"

"ایک بات پوچھوں چیف؟" بُڈ نے کہا۔ "اولیور ہارڈ تمھیں کیوں زندہ رہنے دینا چاہتا ہے؟ وہ تو تمھارا جانی دشمن ہے۔"

"یہ بات میرے لیے بھی الجھن کا باعث بنی ہوئی ہے۔ غالباً وہ مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہ رہا ہے جس کی تہہ تک میں نہیں پہنچ سکا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے باس! اس کی بیٹی تو تمھارے قبضے میں ہے۔ جس طرح پہلے تم نے اولیور ہارڈ کو بلیک میل کیا تھا اسی طرح....."

"نہیں بُڈ! جو کچھ ماضی میں ہوا ضروری نہیں کہ اسے دہرایا بھی جائے۔ اس بار میں اس کی بیٹی کو استعمال نہیں کروں گا۔"

"پھر کیا کرو گے؟" بُڈ نے حیرت سے کہا۔ "میرے خیال میں تو یہ ایک بہتر صورت ہوتی۔"

"اولیور ہارڈ سے براہِ راست ٹکراؤ اور فیصلہ کن معرکہ۔" میں نے کہا اور بُڈ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے چیف!" بُڈ نے بے حد خوش ہو کر کہا۔

"میں تمھارا شکر گزار ہوں مسٹر بُڈ!" پیٹر بولا۔ "تمھاری وجہ سے مجھے اپنے ایک دیرینہ دشمن سے انتقام لینے کا موقع مل رہا ہے۔"

"اس وقت نیویارک میں میرے سولہ ساتھی موجود ہیں جو سب کے سب ہوٹلوں میں مقیم ہیں اور ان پر ہماری رقم خرچ ہو رہی ہے۔" بُڈ نے کہا۔

"میری طرف سے اس رقم کو ڈبل کر دو۔" پیٹر نے بڑے جوش سے کہا۔ "اخراجات کی پروا مت کرو۔ جتنا خرچ ہوگا میں اس سے دوگنا ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

میں نے بُڈ کو گھور کر دیکھا مگر وہ میری نظروں سے بے نیاز کہتا رہا۔ "گزشتہ ایک ہفتے کے دوران اس مد میں کوئی پچیس ہزار ڈالرز کے لگ بھگ رقم خرچ ہو چکی ہے۔"

"میں ابھی تمھیں پچاس ہزار ڈالر کا چیک دیتا ہوں۔" پیٹر نے کہا اور گھنٹی بجائی۔ گھنٹی کے جواب میں ایک ملازم نمودار ہوا جس سے پیٹر نے چیک بک منگوالی۔

"میں تمھارے چہرے پر ناگواری کے تاثرات دیکھ رہا ہوں مسٹر ایلن!" پیٹر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "یقین کرو اگر ایک ملین ڈالر کے عوض بھی میں اس شخص سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ میں خسارے میں نہیں رہا اور سودا سستا پٹ گیا۔"

"تم تو محض بُڈ کی وجہ سے درمیان میں آ گئے پیٹر! ورنہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو ہر صورت میں ہونا تھا۔"

"اسی لیے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ تم سے میری ملاقات ہو گئی۔ شاید میں عملی طور پر اس کے خلاف کچھ نہ کر سکوں مگر مجھے یہ تسکین تو رہے گی کہ میں نے اس کے خلاف برسرِ پیکار لوگوں کی مالی مدد کی تھی۔"

"اور کیا چیف؟" بُڈ نے تیزی سے کہا۔ "مسٹر پیٹر آئیں

خوشی سے رقم دے رہے ہیں۔ ہم ان سے زبردستی تھوڑی لے رہے ہیں۔"

میں منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ ملازم چیک بک لے آیا تھا۔ [illegible] نے چیک لکھ کر [illegible] کے حوالے [illegible] جسے اس نے تہ کر کے نہایت احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ ادلیو یا در اصل تمہارے عزائم سے واقف ہو چکا ہے؟" میں نے پیٹر سے کہا۔

"اسے یہ بھی تو معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے میرے لیے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" [illegible] کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تمہاری شخصیت تو اس کے علم میں آ گئی ہے اور غالباً تمہاری اس سے شناسائی بھی ہے۔"

پیٹر کھل کے ہنسا۔ "ہاں شناسائی تو ہے مگر بہت پرانی۔ اب تو اسے یاد بھی نہیں آؤں گا۔"

"لیکن یاد رکھو کہ [illegible] اور تمہارے ساتھ ملنے کے بعد وہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ وہ کل سے فون پہ بات کرتے ہوئے کس قدر محتاط تھا!"

"مجھے معلوم ہے۔ وہ سی آئی اے کا ایجنٹ بھی رہ چکا ہے اور اس کے بعد مسند سے وابستہ [illegible] چاہیے لیکن مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ مجھے تو اس سے

انتقام لینا ہے۔"

"تمہیں اس کے بارے میں خاصی معلومات ہیں، خصوصی دلچسپی کے بغیر تو اتنی معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں اور تم کہتے ہو کہ وہ تمہیں پہچان بھی نہیں سکے گا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ میں تمہیں اس سے اپنی دشمنی کی وجہ نہیں بتا سکوں گا لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں بتا دوں تاکہ تم بھی فیصلہ کر سکو کہ میں حق بجانب ہوں کہ نہیں۔" پیٹر بات تو مجھ سے کر رہا تھا مگر اس کی نگاہیں جیسے دور کہیں خلا میں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں حالانکہ وہاں کسی خلا کا وجود نہیں تھا۔

"بیس سال پہلے کی بات ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پیٹر نے مغموم آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میں اور اولیو ایک ہی اسکول میں زیر تعلیم تھے، مگر مختلف کلاسوں میں ہونے کی وجہ سے ہمارے درمیان کوئی واقفیت نہیں تھی۔ اس اسکول میں میری چھوٹی بہن بھی پڑھتی تھی جس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس مردود کی عمر اس وقت سولہ برس تھی۔"

"آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پیٹر!" میں نے ہاتھ اٹھا کر گمبھیر لہجے میں کہا۔ "میں سمجھ گیا کہ کیا واقعہ ہوا ہوگا اور یہ بھی یقین رکھو کہ ایسا سفاک شخص عبرت ناک انجام کو پہنچے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

"میں نے اس وقت قسم کھائی تھی کہ اس سے انتقام ضرور لوں گا۔ وہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے مجھ سے برتر تھا۔ میں نے جذبات میں آکر اس پر حملہ کیا تو اس کے ہاتھوں بری طرح پٹا۔ وہ خود بھی بدمعاش تھا اور اس کے سارے دوست بھی اسی کی طرح بدمعاش تھے۔ بری طرح زخمی ہونے کے بعد یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن میں نے یہ عہد کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہوا اس سے انتقام لے کے رہوں گا۔ پھر میرے ذہن میں یہ بات جم کر رہ گئی کہ اگر میرے پاس دولت ہو تو میں اس سے انتقام لے سکتا ہوں۔ اس کے بعد کی کہانی بہت طویل ہے۔ میں نے کس طرح اتنی دولت حاصل کی اور اس کے لیے کیا کیا ناجائز ذرائع استعمال کیے۔ اس سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی لیکن اتنی دولت حاصل کرنے کے باوجود میرے اور اولیو باورڈ کے درمیان جو فرق تھا، وہ برقرار رہا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہو گیا۔ میں نے بارہا اس پر حملے کروائے مگر کوئی ایک بھی کارگر نہیں ہوا۔ میرے بہت سے آدمی مارے گئے اور اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ وہ آج بھی اتنا ہی ظالم ہے۔ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔" پیٹر کی آواز بھرا گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

"اس دوران اسے کبھی پتا نہیں چل سکا کہ اس پر کون حملے کرواتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اور یہ اچھا ہی ہوا۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ ان حملوں کی پشت پر میں ہوں تو شاید میں بھی اس کے ہاتھوں مارا جاتا اور اپنی معصوم بہن کا انتقام لینے کی حسرت سینے میں چھپائے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا۔"

بڈ سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ میں نے پیٹر کو بروقت روک دیا تھا لیکن اس کے باوجود بڈ سمجھ گیا تھا کہ پیٹر کی معصوم بہن اولیو باورڈ کی ہوس کا نشانہ بن گئی ہوگی۔ اتنی عقل تو وہ رکھتا ہی تھا کہ یہ بات اس کی سمجھ میں آجاتی۔ میرے جسم میں بھی خون کی گردش تیز ہو گئی تھی اور میں اولیو باورڈ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ بے چین ہو گیا تھا مگر جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے سے نقصان بھی ہونے کا اندیشہ تھا۔ میں اس پر اس طرح ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا کہ وہ کسی بھی طرح میری گرفت سے نہ نکل سکے۔

"سنو پیٹر!" میں نے خوب غور و خوض کرنے کے بعد کہا۔

"اب تک تو تم اولیو باورڈ کی نظروں میں آنے سے بچے رہے تھے مگر اس بار اس کی نظروں میں آگئے ہو، اس لیے اب تمہیں بے حد احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔"

"میری بہن کی کہانی عام نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میرے گروہ کے سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں اولیو باورڈ کا دشمن ہوں مگر یہ کسی کو نہیں معلوم کہ کیوں؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہارے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ممکن ہے کوئی ایسی بات اس کے علم میں آجائے جو اس کی یادداشت تازہ کر دے۔"

"پیٹر میرا لیجنڈ میں اختیار کیا ہوا نام ہے۔ میرے واقف کاروں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میرے اصل نام سے واقف ہو۔ میں نے اپنے ماضی کو بہت گہرا دفن کیا ہے۔ اب کوئی اسے کھود کر نہیں نکال سکتا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ سب کچھ ٹھیک ہے پیٹر، مگر جہاں تم نے اتنی احتیاط برتی ہے وہاں تھوڑی سی احتیاط اور کر لو۔"

"تو پھر تم ہی بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں خود کو پوری طرح تمہارے حوالے کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "تمہارے بنگلے کی نگرانی ہو رہی ہے۔ نگرانی کرنے والے ظاہر ہے اولیو باورڈ ہی کے آدمی ہوں گے۔ اس لیے تمہیں فوری طور پر روپوش ہو جانا چاہیے۔"

"جب میرے بنگلے کی نگرانی ہو رہی ہے تو میں کس طرح روپوش ہو سکوں گا۔ بنگلے سے نکلتے ہی میرا تعاقب شروع ہو جائے گا۔"

"اس بات کی ضمانت میں دیتا ہوں کہ وہ لوگ تمہارا تعاقب نہیں کریں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تعاقب نہیں کریں گے تو پھر نگرانی کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"کیا تمہارا کوئی ایسا ملازم ہے جو قد کاٹھ میں تم جیسا ہو؟" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ہاں جیکسن۔ مجھے بتا رہا تھا کہ تم میک اپ بہت عمدہ کرتے ہو۔ ٹھیک ہے، ایسا ایک شخص ہے تو سہی مگر وہ یہاں نہیں، بلکہ کلب میں ملازم ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا اس کے پاس اپنی کار ہے؟" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بس تو تم اسے یہاں بلوالو۔ وہ اپنی کار میں یہاں آئے گا اور جب واپس جائے گا تو اس کے میک اپ میں تم ہو گے اور اسی کی کار ڈرائیو کر کے لے جاؤ گے۔ ظاہر ہے وہ لوگ تمہارے ملازم کا تعاقب کرنے سے تو رہے۔"

پیٹر نے اپنے اس ملازم کو بلانے کے لیے فون کیا، پھر مجھ سے بولا۔ "مگر میں جاؤں گا کہاں؟"

"تم اسی ہوٹل میں کمرا بک کروا لو جہاں بڈ ٹھہرا ہوا ہے۔ یہاں سے نکل کر سیدھے وہیں چلے جانا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے، میرے بہت سے خفیہ ٹھکانے ہیں، ان میں سے کسی جگہ چلا جاؤں گا۔"

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "تم ہوٹل میں ہی ٹھہرو گے۔ اس وقت ہم ذرا سی بے احتیاطی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"اور میرا وہ ملازم جو میرے میک اپ میں ہوگا، وہ کہاں جائے گا؟" پیٹر نے پوچھا۔

"یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ کتنی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اگر وہ تمہاری حیثیت میں تمہاری جگہ کام کر سکتا ہے تو کرے ورنہ یہیں قیام کرے۔"

"نہیں۔" پیٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ عملاً میری جگہ نہیں لے سکتا۔ اس لیے کہ اس کے سپرد صرف یہ کام ہے کہ کلب میں لڑائی جھگڑا کرنے والوں سے نمٹے۔ وہ میری جگہ کس طرح کام کر سکے گا؟"

"فکر کی کوئی بات نہیں کاروبار چلتا رہے گا۔ جیکسن تو موجود ہے ہی۔" میں نے کہا۔

کچھ دیر بعد پیٹر کا وہ ملازم آگیا جس پر اس کا میک اپ کیا جانا تھا۔ جتنی دیر میں اس پر میک اپ کرتا رہا، پیٹر اسے ہدایات دیتا رہا، پھر میں نے پیٹر پر اس کا میک اپ کر دیا۔

"اب تم مسٹر پیٹر کے ساتھ جاؤ گے۔" میں نے بڈ سے کہا۔ "اور راستے میں کسی جگہ سے فون کر کے مجھے بتاؤ گے کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا گیا۔ اگر تعاقب نہ کیا جائے تو انہیں اپنے ساتھ ہوٹل لے جانا، یہ وہیں قیام کریں گے۔"

"اور اگر تعاقب کیا گیا تو کیا ہوگا چیف؟" بڈ نے کہا۔

"جتنا کہا جا رہا ہے اتنا ہی کرو۔ اگر تعاقب کیا گیا تو میں تمہیں بتا دوں گا کہ کیا کرنا ہے۔"

"اوکے چیف۔" بڈ نے کہا اور پیٹر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ "آیئے مسٹر پیٹر۔"

"جیکسن کو یہاں بھیجتے جانا، تاکہ میں اس کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔" میں نے پیٹر سے کہا اور وہ سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

جیکسن ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس نے اسی ملازم پر نظر ڈالی جو چہرے کے میک اپ میں تھا۔ "تم واقعی باکمال آدمی ہو مسٹر ایلین!"

"اگر تم چاہو تو میں تمھیں بھی باکمال بنا سکتا ہوں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "مگر تم تو چاہتے ہی نہیں۔ ایک ہی سبق میں بیزار ہو گئے۔"

"میں تمھاری طرح کا آدمی نہیں ہوں مسٹر ایلین!" جیکسن نے جھینپ کر کہا۔ "اگر تم پریکٹیکل کرا لیتے تو میں بھی بور نہ ہوتا۔"

"تم پریکٹیکل سے بھی بھاگ جاؤ گے کیونکہ اس فن میں گڑبڑ یا سوراخ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔"

جیکسن نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "کیا میک اپ کے ذریعے مجھ جیسے سیاہ فام کی رنگت تبدیل کی جا سکتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایسے لوشن تو موجود ہیں جن سے سفید جلد کو سیاہ کیا جا سکتا ہے مگر ایسا کوئی طریقہ نہیں جس سے سیاہ رنگت کو سفید کیا جا سکے۔ اس کے لیے تو پورے چہرے کا ماسک تیار کرنا پڑے گا جو ایک محنت طلب کام ہے اور بے حد مہارت کا متقاضی ہے۔"

بڈ کا فون آنے تک ہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ فون جیکسن نے اٹھایا تھا پھر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا چیف۔" بڈ نے کہا۔ "میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اب تم ہوٹل جاؤ۔ اولیو باورڈ کی نگرانی کرتے رہو۔ میں کل صبح تم سے رابطہ قائم کروں گا۔" فون بند کر کے میں جیکسن کی طرف مڑا۔ "اور اب مسٹر جیکسن میں واپس جاؤں گا۔ تم جس طرح مجھے لائے تھے اسی طرح چھوڑ کر آؤ گے۔"

میں جیکسن کے ساتھ واپس آ گیا۔ ہمارا تعاقب بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اولیو باورڈ نے اپنی پوری توجہ پیٹرز پر مبذول کر رکھی تھی۔ وہ یہ جاننے کے لیے بہت بے چین ہو رہا ہوگا کہ وہ کون شخص ہے جو اس کا جانی دشمن ہے۔ اور وہ اس سے واقف تک نہیں ہے۔

جیکسن مجھے باہر سے ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ اندر نکی میری منتظر تھی۔ "کہاں رہ گئے تھے تم؟" اس نے اپنی آواز میں دنیا جہان کے گلے شکووں کا درد سمیٹتے ہوئے کہا جیسے میں ہی اس کی امیدوں اور آرزوؤں کا واحد مرکز ہوں۔ میں نہ ہوں گا تو وہ بے سہارا رہ جائے گی۔ مگر میں خوب جانتا تھا کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہ رہی تھی کہ میں کیا کرتا پھر رہا تھا۔ کہیں اس کے باپ یا اس کے وطن کے خلاف کسی سرگرمی میں ملوث تو نہیں ہو گیا تھا؟

میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ سجائی جیسے دل و جان سے اس پر قربان ہو جانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ میرے ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ اس کی صراحی دار گردن پر اگر تیز دھار چھری پھیر دی جائے تو کیسا رہے۔ لیکن میں نے اپنے کسی انداز سے اپنی سوچ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"پیٹرز نے اس امید پر مجھے بلایا تھا کہ شاید میں اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" نکی نے بے قراری سے پوچھا۔ اس نے کوشش کی تھی کہ بے قراری اس کے لہجے سے جھلکنے نہ پائے مگر میں اس کی بے تابی سمجھ رہا تھا۔

"وہی جو ہمارے درمیان طے ہو چکا تھا۔ میں نے اسے کہہ دیا کہ میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔"

"پھر اس نے کیا کہا؟"

"کہتا کیا! وہ مایوس نظر آ رہا تھا۔ شاید اسے امید تھی کہ مجھے اپنے لیے کام کرنے پر تیار کر سکے گا۔"

"تم نے اتنی دیر کر دی۔" نکی نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "معلوم ہے میں نے ابھی تک دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"دوپہر کو تو ہم ساتھ ہی تھے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور پھر پیٹرز نے مجھے کون سا کھانا کھلایا ہے۔ دوبارہ ناشتا کرنے کے بعد گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔"

"پھر آؤ کھانا کھا لیتے ہیں۔" نکی نے کہا اور مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی کھانے کی میز پر جانا پڑا۔ یہ سننے کے بعد کہ ڈیڈی اولیو باورڈ کی قید میں ہے، میرے لیے ایک ایک لقمہ نگلنا مشکل ہو رہا تھا۔ کھانے کو کیا خاک جی چاہتا مگر محض اس خیال سے کھانا کھانے بیٹھ گیا کہ کہیں نکی مشکوک نہ ہو جائے۔

"تم نے پیٹرز کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" کھانے کے دوران نکی نے کہا۔ "کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تم خود بھی ڈیڈی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے؟"

"میں ان چکروں میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔

"تو کیا تمھارے پیش نظر کوئی اہم کام ہے؟" نکی نے بڑے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نہیں! کوئی اہم کام تو نہیں ہے مگر اب میں امریکا سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"کہیں بھی چلا جاؤں گا مگر اب یہاں مزید رکنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"اس کے لیے تمھیں پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات کی ضرورت ہوگی۔ ان کے لیے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے پیٹرز سے کہہ دیا ہے۔ وہ سارے انتظامات مکمل کر دے گا۔"

اس کے بعد نکی کسی سوچ میں ڈوب گئی اور کھانے کے بعد مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ نکی بھی میرے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"تم نے میرے بارے میں بھی کچھ سوچا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا اور میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم دیکھ رہی ہو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل رہی تاہم میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمھارا احسان مند ہوں۔ تم نہ ہوتیں تو اتنی آسانی سے وہاں سے نہیں نکل سکتا تھا۔"

"میں کچھ اور ہی کہہ رہی ہوں۔ تمھیں وہاں سے نکال کر میں نے ڈیڈی کے خلاف بغاوت کی ہے۔ ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسے سمجھنے کے لیے غور و فکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب تم ہی بتاؤ؟" اس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "کیا میں ان کے پاس جا سکتی ہوں؟"

میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد نفی میں سر ہلایا۔

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

"اب غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ مستقبل میں میرا کیا بنے گا۔ تم نے اپنا بندوبست تو کر لیا مگر میرے لیے کچھ نہیں سوچا۔"

"اب سوچوں گا۔" میں نے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"صرف سوچنے سے کیا ہوگا۔ تمھیں میرے لیے عملی طور پر کچھ کرنا ہوگا۔۔۔ لیکن نہیں۔" اس نے یک بیک کہا۔ "تم رہنے دو۔ میں تم پر کیوں بوجھ بنوں۔ اپنے لیے خود ہی کچھ کر لوں گی۔"

"بوجھ کی بات نہیں ہے نکی۔" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا دماغ کو سکون ملے تو کچھ سمجھ میں بھی آئے۔"

"جو کچھ میں نے کیا، وہ محض ایک جذباتی حرکت تھی۔" اس نے میرے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں قید میں دیکھ کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ اگر اس وقت مجھے اندازہ ہوتا کہ تمھاری ذرا سی مدد کرنے کے عوض میں تم پر مستقبل بوجھ بن جاؤں گی تو میں ہرگز یہ قدم نہ اٹھاتی مگر مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

مجھے ان باتوں سے وحشت ہو رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے لیکن میں اس پر کچھ بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اس سلسلے میں اسے کچھ بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ فریب کا جو جال وہ مجھ پر پھینک رہی تھی، میں اسے اس جال میں الجھا رکھنا چاہتا تھا۔ اگر اسے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے تو وہ فوراً اولیو باورڈ کو فون کر دیتی اور وہ ہوشیار ہو جاتا جبکہ میں اسے بے خبری میں گھیرنا چاہتا تھا۔ میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیر پڑی ہوئی تھی اور نکی کے ہر فریب کا جواب مجھے بھی فریب سے دینا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک ایسی مصنوعی مسکراہٹ سجائی جو دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہوتی تھی۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو نکی؟" میں نے بڑی شائستگی سے کہا۔ "تمھاری پرخلوص دوستی پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے اور ایک پرخلوص دوست بوجھ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" نکی نے مسرت سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس بات میں جھوٹ کی کوئی گنجائش ہے بھی نہیں۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے ساری دنیا فتح کر لی ہو۔" نکی نے آنکھیں بند کر کے اپنا گال میری ہتھیلی پر ٹکا دیا۔

"اب تم جاؤ۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "رات کافی ہو گئی ہے۔ صبح غور کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

نکی نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں۔ "میں آج یہیں سو جاؤں، تمھارے کمرے میں؟"

اس کی فرمائش سن کر میں بوکھلا گیا مگر میں نے اس پر اپنی بوکھلاہٹ ظاہر نہیں ہونے دی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"اکیلے کمرے میں سوتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے۔" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"کل بھی تو تم اکیلی ہی سوئی تھیں۔ میرے خیال میں تو یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے ڈر لگے۔"

"پھر بھی مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہاں کے سارے ملازمین صورتوں سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے ہیں۔"

"تمھیں وہم ہو گیا ہے نکی! بھلا کیسے ممکن ہے کہ پیٹرز کے ہوتے ہوئے کوئی غلط قدم اٹھائے؟"

"میں تو پہلے ہی اس پر شبہ ظاہر کر چکی ہوں لیکن معلوم نہیں تم کیوں اس کے گن گانے جا رہے ہو۔"

"وہ ہر طرح سے ہماری مدد کر رہا ہے۔ چھپنے کے لیے جگہ دی، رقم فراہم کی اور اب کاغذات بنوا کر دے رہا ہے۔ وہ ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا۔"

"معلوم نہیں کیوں مجھے اس بات پر یقین نہیں آتا۔ ایک عجیب قسم کا خوف مجھ پر مسلط ہے۔"

"اپنے کمرے میں جاؤ، دروازہ اندر سے بند کرو اور سو جاؤ۔ بند کمرے میں کون داخل ہو سکتا ہے۔"

"اب تو یہی کرنا پڑے گا۔" للی نے ایک طویل سانس لے کر بے بسی سے کہا۔

"آؤ میں تم کو تمہارے کمرے تک چھوڑ آؤں۔" میں نے کہا اور اس نے رسماً بھی انکار نہیں کیا۔

"میں نے سوچا ہے کہ صبح ہی پیٹر کے پاس جاؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ تمہارے کاغذات بھی بنوا دے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" للی نے کہا۔ "میرے پاس تو اپنا پاسپورٹ موجود ہے۔ چلتے وقت پرس میں رکھ لیا تھا۔ دکھاؤں؟"

"نہیں، دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس بات پر غور کرو کہ کیا تم اس پاسپورٹ پر سفر کر سکو گی؟"

"کیوں نہیں کر سکوں گی۔ وہ میرا اصلی پاسپورٹ ہے کوئی جعلی تھوڑی ہے جو مجھے کسی کا ڈر خوف ہو۔"

"تمہارے ڈیڈی بھی تو جعلی نہیں ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"اصلی پاسپورٹ پر سفر کرو گی تو اپنی اصلی شخصیت بھی ظاہر کرنا پڑے گی اور ممکن ہے اپنے ڈیڈی کی نظروں میں بھی آ جاؤ۔"

"اوہ! اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا اگرچہ میں میک اپ میں ہوں۔"

"اب غور کرو اور میں صبح ہی پیٹر سے مل کر کہوں گا کہ اس میک اپ میں تمہاری تصویر کھنچوا دے اور اسی حیثیت میں تمہارے کاغذات بھی بنوا دے۔"

للی کو اس کی خواب گاہ میں چھوڑ کر میں اپنے کمرے کی طرف پلٹ آیا۔ اس نے میری موجودگی میں ہی دروازہ اندر سے مقفل کر لیا تھا۔ یہ ڈراما مجھے بہت گراں گزر رہا تھا اور میں اسے جلد از جلد ختم کرنے کا خواہاں تھا۔

سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دماغ پر خیالات کی ایک نہ ختم ہونے والی یلغار تھی مگر میں نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور یکسو ہو کر یہ سوچنے لگا کہ اولیو ہارڈ سے کس طرح نمٹا جائے۔ اس معاملے میں سب سے اہمیت کسی ٹھوس منصوبے کی تھی۔ اگر ہمارے پاس ایک ٹھوس اور قابلِ عمل منصوبہ ہوتا تو ہم پورے اعتماد سے اولیو ہارڈ پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ بغیر کسی منصوبے کے آنکھ بند کر کے اس پر چڑھ دوڑنا ایک ایسی حماقت ہوتی جس کا ازالہ کرنا طویل عرصے تک ممکن نہ ہوتا۔

بہت دیر سوچ بچار کرنے کے بعد بالآخر میرے ذہن میں ایک منصوبے کے خدوخال اُجاگر ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد میں نے اپنے منصوبے کو حتمی شکل دے دی۔ اب صرف اتنا کام رہ گیا تھا کہ پیٹر سے اس منصوبے کے قابلِ عمل ہونے پر اتفاق ہونے کے بارے میں گفتگو کر لی جائے۔

میں مطمئن ہو گیا۔ میں نے جو اسکیم تیار کی تھی اگر اس پر عمل کرنے میں پیٹر کسی قسم کی دشواری محسوس کی تو میرے ذہن میں ایک متبادل منصوبہ بھی تھا۔ ظاہر ہے اس کا فیصلہ صبح ہی ہو سکتا تھا جب میں پیٹر سے گفتگو کر لیتا۔ میرا پروگرام تو یہی تھا کہ میں پیٹر سے صبح گفتگو کروں گا لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہر پروگرام آدمی کے حسبِ منشا تکمیل کو پہنچے۔ اس وقت بھی میرے ساتھ یہی ہوا۔ میں نے اچانک سوچا کہ للی کے کمرے پر نگاہ ڈال لوں۔ یہ سوچ کر میں کمرے سے نکلا اور للی کے کمرے کی طرف بڑھا۔ للی کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر آئے کافی دیر ہو چکی تھی اس لیے میرا خیال تھا کہ وہ سو چکی ہو گی لیکن اس کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور میرے ذہن میں خیال اُبھرا کہ کیوں؟ اور اس سوال کے جواب کے لیے میں نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ للی بیڈ پر بیٹھی نظر آئی۔ اس کے نزدیک ہی اس کا کھلا ہوا پرس رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی سنہرے رنگ کی ڈبیا تھی۔ میں نے پہچان لیا کہ وہ لپ اسٹک ہے جو دراصل ٹرانسمیٹر ہے جس پر للی کسی سے بات کر رہی ہے۔ میں ہمہ تن گوش ہو گیا جس کے نتیجے میں مجھے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات بھی سنائی دینے لگی۔ آواز اگرچہ مہین اور مدھم تھی اور پہچانی بھی نہیں جا رہی تھی مگر الفاظ سمجھ میں آ رہے تھے۔

"تم نے اب تک اس شخص سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں ڈیڈی! ابھی وقت ہی کتنا گزرا ہے۔ آہستہ آہستہ ہی کام کرنا مناسب رہے گا۔"

"تمہیں احساس نہیں ہے کہ یہ معاملہ ہمارے لیے کس قدر اہم ہے۔ تم نے اب تک کوئی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"جلد بازی کھیل بگاڑ دے گی ڈیڈی! اس سے مجھے غیر محسوس طریقے پر معلومات حاصل کرنا پڑیں گی اور اس میں وقت بھی بہت لگے گا۔"

"اتنا زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا للی! تم نے یقینی کامیابی کا وعدہ کر کے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ڈیڈی! میں اب بھی انکار تو نہیں کر رہی ہوں۔ بس یہ کہہ رہی ہوں کہ معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر ہمیں جلد بازی سے گریز کرنا چاہیے۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ اسے ہینڈل کرنا آسان نہیں۔"

"یہ کامیابی کیا کم ہے کہ میں نے ابھی تک اسے خود پر کوئی شبہ نہیں ہونے دیا۔"

"ممکن ہے وہ وقتی طور پر دھوکا کھا گیا ہو لیکن اسے زیادہ دیر تک دھوکے میں رکھنا ممکن نہیں ہو گا۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس سے جلد از جلد معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"فی الحال تو وہ امریکا سے نکلنے کے چکر میں ہے۔ کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بنوا رہا ہے۔"

"یہ اچھی خبر نہیں ہے۔ اس کے امریکا سے نکلنے سے قبل ہمیں اپنا کام کر گزرنا ہو ورنہ مشکلات اور بھی بڑھ جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔" للی نے کہا۔ "آپ نے اس شخص پیٹر کے بارے میں کچھ معلوم کیا؟"

"یہ شخص میرے لیے اُلجھن کا باعث بن گیا ہے۔ میں تحقیقات کرا رہا ہوں مگر اس کے ماضی کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"اوکے ڈیڈی! آپ بھی کوشش کیجیے میں بھی کر رہی ہوں۔ کل رات پھر کال کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"اس وقت تم کس جگہ سے کال کر رہی ہو؟"

"اپنی خواب گاہ سے ڈیڈی! اور خواب گاہ کا دروازہ اندر سے مقفل ہے۔"

"تم بہت محتاط لڑکی ہو۔ خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند ہونے کے باوجود تمہیں احتیاط کے پیشِ نظر باتھ روم کے اندر سے کال کرنی چاہیے تھی۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے ڈیڈی! وہ سو چکا ہے۔ میں نے اطمینان کرنے کے بعد ہی کال کی ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے تم نے تھیں یہ مہم سونپ کر غلطی کر دی ہے۔ ہدایات پر عمل کرنے کے بجائے تم بحث کرنے لگتی ہو۔"

"میں شرمندہ ہوں ڈیڈی! آئندہ آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔" اس کے بعد ان دونوں کے درمیان اختتامی کلمات کا تبادلہ ہوا اور للی نے لپ اسٹک کی ڈبیا بند کر کے پرس کے اندر واپس رکھ دی۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر کی ہول سے آنکھ ہٹا لی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میرے تمام اندیشے درست ثابت ہوئے تھے۔ للی اولیو ہارڈ کی بیٹی تھی اور اپنے باپ کے ایما پر کر رہی تھی۔ اگر اس وقت ان دونوں نے کھل کر گفتگو کی ہوتی تو میں اُن کے مقصد تک پہنچ گیا ہوتا مگر انھوں نے اشاروں میں باتیں کی تھیں اس لیے میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اولیو ہارڈ نے اپنی بیٹی کو کس مقصد کے تحت میرے پیچھے لگایا ہے۔

میں خیالات میں ایسا مستغرق ہوا کہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ میرے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور میں یہ غور کر رہا تھا کہ اس کے مشن کے بارے میں کس طرح معلوم کروں۔ میرے ذہن کے کسی دور دراز گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر بھی نکل سکتی ہے۔ مجھے تو اس وقت ہوش آیا جب کمرے کا دروازہ اچانک اَن لاک ہو گیا۔ مجھے اتنا موقع بھی نہیں مل سکا کہ دروازے کے سامنے سے ہی ہٹ جاؤں۔ دروازہ کھلتے ہی للی کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ شاید پہلی نگاہ میں وہ مجھے پہچان نہیں سکی تھی اس لیے اس کے منہ سے ایک بے ساختہ قسم کی مترنم سی چیخ برآمد ہوئی۔

"یہ میں ہوں للی۔" میں نے تیزی سے کہا اور ایک قدم آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

مجھے دیکھ کر للی کی دہشت تو کم ہوئی مگر وہ سکتے کی سی کیفیت میں آ گئی۔ "تت... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں یہ سوچ کر آ گیا کہ شاید ڈر کی وجہ سے تمہیں نیند نہ آ رہی ہو۔" میں نے کہا اور وہ بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تم نے بہت اچھا کیا جو ادھر چلے آئے۔ بیٹھو۔" للی نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا اور میں ایک کرسی پر

بیٹھ گیا۔

"اس وقت تمہاری یہاں موجودگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے ہماری گفتگو سن لی ہوگی؟" للی نے بھی بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں خاموشی سے للی کو دیکھتا رہا۔ اس کی بات کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت میں نے محسوس نہیں کی۔

چند لمحوں تک وہ پھر کچھ سوچتی رہی۔ شاید مزید گفتگو کرنے کے لیے مناسب الفاظ کا انتخاب کر رہی تھی پھر اس نے بڑے محتاط انداز میں کہنا شروع کیا۔ "تم سوچ رہے ہوگے کہ میں نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔" وہ خاموش ہوکر میرے چہرے کا جائزہ لینے لگی مگر میرے چہرے کے تاثرات سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو؟" اس نے جھنجلا کر کہا۔ "کچھ بولتے کیوں نہیں؟"

"کیا بولوں؟" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس موقع پر مجھے کیا کہنا چاہیے۔"

"کیا تم یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ جو کچھ تمہارے کانوں نے سنا اس سے میں دھوکے باز ثابت ہوتی ہوں؟"

"میں نے تو کچھ نہیں سنا۔ تم نے خود ہی فرض کر لیا ہے کہ میں نے کچھ سن لیا ہے تو میں اس کی تردید کیوں کروں؟"

"جھوٹ مت بولو علی یار خان!" للی نے دبے لہجے میں کہا۔ "تم نے سب کچھ سن لیا ہے۔ اب انجان بننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"فرض کرلو میں واقعی سب کچھ سن چکا ہوں تو تم کیا کہو گی؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ بعض اوقات حقیقت وہ نہیں ہوتی جو بظاہر دکھائی دیتی ہے۔"

میں اس کی ڈھٹائی پر حیران نہیں ہوا۔ اس کا باپ بھی بہت ڈھیٹ تھا اور اسے باپ سے ورثے میں کچھ حصہ تو ملنا ہی چاہیے تھا۔

"آدمی ایسا چہرہ کہاں سے لائے جس کے ذریعے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"تم چاہے یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہیں وہاں سے نکالنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا۔"

"کیا کرنا ضروری تھا للی ڈیئر! ذرا کھل کر بات کرو۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی کی مرضی کے بغیر تمہیں وہاں سے نکالنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔" للی میرے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اب اولیو وڈ کو مزید دھوکا دینا ممکن نہیں رہا تھا۔ اگلی بار للی نے اسے بتا دینا تھا کہ میں اس کی گفتگو سن چکا ہوں اور اس کے بعد اس پر اعتماد بہت مشکل ہو جاتا۔ میں چونکہ مزید کسی مشکل میں پڑنے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے مجھے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کوئی حل سوچنا تھا۔

"اب امریکا سے نکلنے تک میں ان سے غلط بیانی کرتی رہوں گی۔ ہم اپنی اصل منزل سے انھیں لاعلم رکھیں گے تاکہ وہ ہمیں تلاش ہی کرتے رہ جائیں۔"

"ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ڈیڈی نے تمہیں میرے ساتھ کیوں لگایا ہے اور وہ مجھ سے کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"وہ دراصل..." للی ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "تمہارے مستقبل کے منصوبوں کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تاکہ انھیں وہ بروقت ناکام بنا سکیں۔"

وہ جھوٹ بول رہی تھی اصل بات کچھ اور تھی جسے اگلوانے کے لیے مجھے اس پر تشدد کرنا پڑتا۔

"اگر تمہاری بات مان بھی لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے پہلے ہی مجھے ان باتوں سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟"

"مجھے ڈر تھا کہ تم یقین نہیں کرو گے اور مجھے غلط سمجھو گے اس لیے میں نے سوچا تھا کہ امریکا سے نکلنے کے بعد تمہیں حقائق سے آگاہ کروں گی۔"

"تم بڑے فراٹے سے جھوٹ بول سکتی ہو مگر میں ان باتوں سے بہلنے والا نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا تم میری کسی بات پر یقین نہیں کرو گے۔" للی نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کوئی انتہائی احمق گاؤدی شخص ہی تمہاری ان بچکانہ باتوں پر یقین کرے تو کرے۔ میں تو ہرگز نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں علی۔" للی نے ایک سرد آہ بھری۔ "میں تمہیں اپنا دل چیر کر تو دکھانے سے رہی۔"

"دل چیر کر دکھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "صرف اتنا ہی بتا دو کہ تہذیب کہاں ہے؟"

تہذیب کے نام پر میں نے اس کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوتے دیکھی مگر اس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ "مجھے کیا معلوم۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "میں نے تو اس کا صرف تذکرہ ہی سنا ہے۔"

"حالانکہ وہ تمہارے ڈیڈی کی قید میں ہے اور مجھے اندازہ

ہے کہ اسے تشدد کا نشانہ بھی ضرور بنایا گیا ہوگا۔" میرا لہجہ سخت ہوگیا۔ "یہ بچوں والی باتیں چھوڑو اور حقیقت کی دنیا میں واپس آجاؤ۔ تمہیں شاید اندازہ نہیں کہ مسلسل دروغ گوئی کرکے تم دراصل اپنی مشکلات میں اضافہ ہی کر رہی ہو۔"

للی کا چہرہ بالکل ہی تاریک ہوگیا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تہذیب ڈیڈی کی قید میں ہے؟" اس نے بے جان آواز میں کہا۔

"میں اتنا احمق نہیں ہوں جتنا تم نے مجھے سمجھ رکھا ہے۔ آخر تم کس برتے پر مجھے بے وقوف بنانے نکل کھڑی ہوئی تھیں؟"

للی کے ہونٹ ہلتے دکھائی دیے مگر کوئی آواز برآمد نہیں ہوئی۔ اس کا چہرہ یوں سفید پڑ گیا جیسے اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ بچا ہو۔

"میں بتاتا ہوں کہ تم نے کیوں اتنا بڑا قدم اٹھایا۔ تم مجھے اپنے حسن کے جال میں پھانسنا چاہ رہی تھیں۔ تمہیں علم تھا کہ میں حسن پرست نہیں ہوں۔ ایک بار پہلے بھی تم اس تجربے سے گزر چکی تھیں مگر اس کے باوجود تم نے سبق نہیں لیا اور مجھے بے وقوف بنانے نکل کھڑی ہوئیں۔ دنیا کے سارے مرد حسن پرست نہیں ہوتے مس للی اولیو وڈ!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ بات تمہیں بیئرڈ نے بتائی ہے کہ تہذیب ہماری قید میں ہے؟" للی نے بمشکل پوچھا۔

"اس بے چارے کو کیا معلوم کہ تہذیب کون ہے۔ یہ بات تو میں نے اپنے ذرائع سے معلوم کی ہے۔ میں کوئی تنہا آدمی تو نہیں ہوں۔ میرے اپنے ساتھی بھی تو ہیں۔ میری پشت پر پوری ایک تنظیم ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے میرے بارے میں بہت غلط اندازے لگائے اور اب تم اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"تم... تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے علی یار خان؟" للی نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر تم سچ بولنے پر آمادہ ہو جاؤ تو ممکن ہے میں اپنے اس فیصلے پر نظرثانی کرلوں جو میں نے تمہارے لیے کیا ہے۔"

للی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ "میں تمہیں تسخیر کرنے میں ناکام ہوگئی۔" اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "اور اس لیے خود کو ہر اس سزا کا مستحق سمجھتی ہوں جو تم میرے لیے تجویز کرو۔"

"میں مجبور ہوں للی! اب بھی اگر تم یہ بتا دو کہ اولیو وڈ نے تمہیں میرے ساتھ کیوں لگایا تھا تو میں تم سے نرم سلوک کرنے کے بارے میں غور کروں گا۔"

"میں تمہیں سب کچھ بتا سکتی ہوں مگر میری ایک شرط ہے۔" للی نے کہا۔

"کیا؟"

"میرا ایک مطالبہ پورا کردو۔ میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گی۔"

"کون سا مطالبہ؟" میں نے بے ساختہ پوچھا مگر مجھے کسی جواب کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس کی بے باک نظروں نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا۔ میرے اندر کہیں بہت گہرائی سے نفرت اور غصے کی ایک شدید لہر اٹھی جس نے میرے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اس عالم میں بھی سودے بازی کر رہی تھی اور سودے بازی بھی کون سی؟ جس کے بارے میں اسے معلوم تھا کہ میں اس کا مطالبہ ہرگز پورا نہیں کروں گا۔

انتہائی شدید غصے کے عالم میں، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور قبل اس کے کہ للی کچھ سمجھ پاتی، میں اس کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کر چکا تھا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونجی اور للی بیڈ سے کمرے کے فرش پر لڑھک گئی۔ اس کی آنکھیں بے یقینی کے عالم میں پھیلی ہوئی تھیں۔ شاید اسے مرنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اس کے ساتھ یہ انتہائی سلوک بھی کر سکتا ہوں۔

چند لمحوں تک میں خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ جو کچھ ہوا اس پر مجھے قطعی افسوس نہیں تھا۔ میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے اس کی زندگی سے محروم کر دوں گا۔ بے مصرف چیزوں کو ٹھکانے لگا دینا ہی عقل مندی کی علامت ہے اور اس کی زندگی تو خود میرے لیے خطرے کا باعث بن گئی تھی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہو چکا ہوں اور وہ اس بات سے اولیو وڈ کو مطلع کیے بنا باز نہ آتی۔ میں اگر چاہتا تو اسے قید کرکے اولیو وڈ تک اطلاع پہنچنے سے باز رکھ سکتا تھا مگر میں کسی جھنجھٹ میں پڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

میں نے خود کو سنبھالنے کے بعد ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ چند ہی لمحوں بعد قدموں کی چاپ ابھری اور ملازم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ مجھے اس کی اتنی جلد آمد پر حیرت نہیں ہوئی۔ رات کے بارہ بجنے کو تھے مگر وہ جاگ رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر للی پر پڑی۔

"مس... کیا یہ بے ہوش ہو گئی ہیں؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مر چکی ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔
"اس کی لاش ٹھکانے لگوا دو۔"

"مم۔۔۔ مسٹر پیٹر اپنی چھت کے نیچے کسی کا قتل برداشت نہیں کرتے۔" اس نے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا۔

میں اس سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور فون اٹھا کر بڑے ہوٹل کا نمبر ملایا۔ بڑا کمرے میں موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں پیٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

"مسٹر پیٹر اس وقت میرے کمرے میں ہیں باس چیف! لو ان سے بات کرو۔" چند سیکنڈ بعد پیٹر کی آواز آئی۔ "خیریت تو ہے ایلین؟"

"تم نے اپنے آدمیوں کو میرے بارے میں واضح ہدایات نہیں دی ہیں مسٹر پیٹر! اور یہ چیز میری راہ میں مشکلات پیدا کر رہی ہے۔ بعض اوقات مجھے ہنگامی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں ہر بار تم سے رابطہ قائم کروں۔ یا تو اپنے آدمیوں سے کہو کہ آنکھ بند کر کے مجھ سے تعاون کریں یا پھر مجھے معذور سمجھو۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اپنے ذرائع سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"کیا بات ہو گئی ایلین؟" پیٹر کی متحیرانہ آواز آئی۔ "بہت برہم لگ رہے ہو۔ کیا میرے کسی آدمی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کر دی ہے؟"

"میں تمہارے ملازم کو ریسیور دے رہا ہوں۔ اسے واضح ہدایات دے دو۔" میں نے کہا اور ریسیور ملازم کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ریسیور مجھ سے لیا۔ چند لمحوں تک دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتا رہا پھر بولا۔ "انھوں نے اپنی ساتھی لڑکی کو قتل کر دیا ہے اور مجھ سے لاش ٹھکانے لگانے کو کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ۔۔۔"

شاید دوسری جانب سے اس کی بات کاٹ دی گئی تھی۔ وہ خاموش ہو کر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سننے لگا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "کل کو اگر انھوں نے اس بنگلے کو بم سے اڑا دینے کے لیے کہا تو اڑا دوں گا۔ مجھے کیا۔" اس نے دوسری جانب سے جواب سننے کی زحمت کیے بغیر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور میری طرف مڑ کر بولا۔ "آپ جائیے۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔"

"سنو دوست!" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم مجھے اپنے باس کے بہت وفادار ملازم معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ تو میں ہوں۔" اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لیکن بعض اوقات باس ایسی باتیں کرتا ہے کہ جھنجھلاہٹ ہونے لگتی ہے۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو ہلاک نہ کرتا تو ممکن ہے یہ تمہارے باس کی موت کا باعث بن جاتی۔"

ملازم کی حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ "باس کی زندگی خطرے میں ہے اور اس نے ہمیں بتایا تک نہیں۔"

"اس کے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے اور بھی بہت لوگ موجود ہیں۔ اگر سب لوگ وہی کرنے لگیں جو ان سے کہا جائے تو اس کے دشمن بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے بڑے جوش سے سر ہلایا۔ "اب بتائیں کہ اس کی لاش کو کس طرح ٹھکانے لگانا ہے۔ بوٹیاں بنا کر قیمہ کر کے یا اسے برقی بھٹی میں جھونک دوں۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جیسے چاہو ٹھکانے لگاؤ۔" میں نے کہا۔ "اور ہاں ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کے لیے کہو۔ میں ذرا باہر جاؤں گا۔"

ملازم نے بڑی فراخ دلی سے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے جلدی جلدی للی کا سامان سمیٹ کر الماری میں بند کیا اور باہر نکل آیا۔ اب تیزی سے عمل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ صبح کا انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جو کام جتنی جلدی ہو جاتا اتنا ہی اچھا تھا۔ للی مر چکی تھی۔ اولیو ہاورڈ اس کی کال کا انتظار کرتا جو ظاہر ہے اسے موصول نہ ہوتی۔ کال موصول نہ ہونے کی صورت میں اولیو ہاورڈ ایک روز تو یہ سوچ کر مطمئن ہو سکتا تھا کہ للی کو کال کرنے کا موقع نہیں ملا ہو گا لیکن اگلے روز اس کا تشویش میں مبتلا ہو جانا یقینی تھا اور مجھے اس سے قبل ہی کچھ نہ کچھ کر گزرنا تھا۔

بڑے کے ہوٹل تک پہنچنے کے لیے گاڑی میں نے خود ڈرائیو کی۔ ڈرائیور عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں نے تمام راستے تعاقب کا خیال رکھا تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔ ڈرائیور کو نیچے گاڑی میں چھوڑ کر میں بڑے کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ اپنے کمرے میں اکیلا ہی تھا اور سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔

"خیریت تو ہے چیف؟" مجھے دیکھ کر اس نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "ابھی تھوڑی ہی دیر قبل تو تم نے فون کیا تھا۔ اس وقت تو تم نے یہاں آنے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"باتیں بعد میں ہوں گی۔" میں نے کہا۔ "پہلے تم بوڑھے پیٹر کو

بلا لاؤ۔"

بڑا جا کر پیٹر کو بلا لایا۔ وہ بھی میری اچانک آمد سے خاصا پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو ان حالات سے آگاہ کیا جن کے تحت مجھے للی کو ہلاک کرنا پڑ گیا تھا۔

"تم نے بہت اچھا کیا ایلین۔" پیٹر نے کہا۔ "سانپ کی اولاد سنپولیا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ کبھی کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"اب للی کے مرنے کی وجہ سے ہمیں کام کی رفتار تیز کر دینا پڑے گی۔ اسی لیے میں نے صبح کا انتظار نہیں کیا اور اسی وقت یہاں چلا آیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" پیٹر نے کہا۔ "میں خود بھی انتظار نہیں کر پا رہا تھا۔ تم اس شخص کی کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہو جسے تیس برس کے طویل انتظار کے بعد اپنی منزل ملنے کی کوئی امید نظر آنے لگی ہو۔"

"مجھے تمہاری بے چینی کا اندازہ ہے پیٹر! میں نے منصوبہ بنایا ہے جس کے لیے سارے انتظامات مکمل کرنا پڑیں گے۔ جیسے ہی انتظامات مکمل ہو جائیں گے ہم اولیو ہاورڈ پر چڑھائی کر دیں گے۔"

"مجھے اپنے منصوبے سے آگاہ کرو۔" پیٹر نے بے چینی سے کہا۔ "میری کوشش تو یہ ہو گی کہ وہ کل صبح کا سورج بھی طلوع ہوتے نہ دیکھ سکے۔"

"میں نے بہت سادہ منصوبہ ترتیب دیا ہے لیکن اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسائل کی ضرورت پڑے گی جو میں فوری طور پر مہیا نہیں کر سکوں گا۔ یہاں کی میٹروپولیٹن کارپوریشن جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ تو کرتی ہو گی؟"

"کرتی تو ہے مگر اس کا دائرہ کار مخصوص جگہوں تک محدود ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بتاؤ کہ وہ جراثیم کش ادویہ چھڑکنے کے لیے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں؟"

"یہ تو بہت مشکل سوال ہے۔ ضرورت پڑنے پر ہیلی کاپٹر تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"ہمیں اتنے بڑے پیمانے پر چھڑکاؤ نہیں کرنا ہے۔ ہمیں تو میٹروپولیٹن کارپوریشن کی ایک بڑی وین کی ضرورت پڑے گی۔"

"تم اپنا مکمل منصوبہ بتاؤ۔" پیٹر نے اضطراب کے عالم میں کہا۔ "تاکہ میں کوئی حتمی فیصلہ کر سکوں۔"

"اگر ایک ایسی وین کا انتظام ہو جائے تو ہم اپنے آدمیوں کو متعلقہ محکمے کی مخصوص وردی پہنا کر اور جراثیم کش ادویہ کے سلنڈروں سے لیس کر کے اس علاقے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں کی عمارات میں جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ کریں گے۔ عمارات میں کیا، ہم سیدھے اس عمارت میں پہنچ جائیں گے جہاں اولیو ہاورڈ ہے۔ سلنڈر باہر سے تو ویسے ہی ہوں گے جیسے اس کام میں استعمال کیے جاتے ہیں مگر اندر سے دو حصوں میں منقسم ہوں گے۔ ایک حصے میں واقعی جراثیم کش دوا ہو گی اور دوسرے حصے میں بے ہوش کر دینے والی گیس ہو گی جسے ضرورت کے مطابق استعمال کیا جا سکے گا۔ تم میرا منصوبہ سمجھ گئے یا مزید وضاحت کروں؟"

"میں سمجھ گیا۔" پیٹر نے سر ہلایا۔ "مگر تمہارے منصوبے میں چند خامیاں ہیں۔ مثلاً یہاں گھروں کے اندر جراثیم کش دوا کے چھڑکاؤ کا رواج نہیں ہے۔ اس لیے ہم مشکوک قرار پا سکتے ہیں۔"

"ہمارے پاس متعلقہ محکمے کا ایک لیٹر ہو گا جس میں شہریوں سے تعاون کی درخواست کی گئی ہو گی۔ اس میں یہ درج بھی ہو گا کہ اس علاقے میں ایک ایسے جرثومے کی موجودگی کی علامات ملی ہیں جو اگر پھیل گیا تو صحت عامہ کے لیے سخت خطرے کا باعث بن جائے گا۔ اسے ابتدائی مرحلے میں ختم کر دینے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بات تو معقول ہے مگر اس جرثومے کا نام کیا ہو گا اور یہ کہ اس کے باوجود اگر ان لوگوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تو کیا ہو گا؟"

"جرثومے کا نام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی اوٹ پٹانگ نام لکھا جا سکتا ہے اور جہاں تک ان لوگوں کے تعاون نہ کرنے کا سوال ہے تو میرا خیال ہے اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اولیو ہاورڈ یہ ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ اس کا ٹھکانا حکومت کی نظروں میں آئے اس لیے کہ وہ خود غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہے لہٰذا وہ ہم سے تعاون کرنے کو ہی ترجیح دے گا۔ اسے یہ اندازہ تو نہیں ہے کہ اس کے خلاف کوئی سازش ہو چکی ہے۔ ایک ہی تو اس کا حریف ہے جو اس کی دانست میں اس کی بیٹی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے اس لیے وہ بے فکر ہے اور ہم اس کی اسی بے فکری سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو۔" پیٹر نے کہا۔ "کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں ہو گی؟"

"ایک بڑی وین جیسی میٹروپولیٹن کارپوریشن اس مقصد کے لیے استعمال کرتی ہو اور ویسے سلنڈر جیسے میں نے بتائے ہیں۔ خود کار مگر چھوٹے قسم کا اسلحہ جسے لباسوں میں

چھپا کر اندر لے جایا جا سکے اور ایسے افراد جو اسلحہ استعمال کر سکیں۔ ممکن ہے ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ تصادم ناگزیر ہو جائے۔"

"میرا اندازہ ہے مکمل ہونے میں تو کل کا پورا دن لگ جائے گا۔" بیٹر نے کہا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ یہ آسان کام نہیں ہے لیکن تم کوشش کرو کہ جلد از جلد یہ سارے کام مکمل ہو جائیں۔"

"یہ کہنے کی تو تمہیں ضرورت ہی نہیں ہے۔" بیٹر نے کہا۔ "میں تو خود چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی یہ کام ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔"

"تم جیکسن کو فون کر کے یہاں بلا لو یا اس سے ہوٹل کی لابی میں ملاقات کرو۔ جو ہدایات میں دیتی ہوں اسے دے دو اور اس سے کہو کہ سارے کام وہی کر لے۔ تمہارا سامنے آنا ٹھیک نہیں ہے۔"

بیٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"اس بار تم مجھے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہی ہو جینف!" بٹ نے کہا۔

"اب یہ سب کچھ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ جب تک اولیو باورڈ سے مجھے یہ توقع تھی کہ وہ میرے کسی کام آ سکتا ہے میں اس سے رعایت برت رہی تھی۔ اب وہ بالکل بے مصرف ہو گیا ہے۔ بے مصرف ہی نہیں بلکہ اب جو اس سے نقصانات پہنچیں گے وہ ناقابل تلافی ہوں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کا جلد از جلد صفایا کر دیا جائے۔"

"میڈم بھی تو اس کے قبضے میں ہی ہے جینف! اور مجھے افسوس یہ ہے کہ میں انہیں چھڑا نہیں سکا۔"

"تہذیب کو اس کے چنگل سے نکالنا آسان نہیں ہو گا۔ بلا اور کچھ نہیں تو وہ تہذیب کو یرغمال بنا کر ہمیں کسی بھی بات پر مجبور کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔"

"کوشش سے کیا مراد ہے جینف!" بٹ نے چونک کر کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو کیا تم اس کا مطالبہ نہیں مانو گے؟"

"مجھے خود نہیں معلوم بٹ کہ اس وقت میں کیا کروں گا۔ یا شاید جدوجہد ابھی یہ تو ہے کہ میں ایسی کسی آزمائش سے بچنا چاہتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد بیٹر واپس آ گیا۔ "میں نے جیکسن کو ہدایات دے دی تھیں۔" اس نے بتایا۔ "ہمارے پاس ایک وین موجود ہے جس پر رنگ روغن کی تبدیلی کے بعد ہم اسے اپنے استعمال کے قابل بنا لیں گے۔ کل صبح جیکسن ہمارے لیے مطلوبہ سلنڈر بھی تیار کرا لے گا اور متعلقہ محکمے کا لیٹر ہیڈ بھی حاصل کرے گا جس پر جعلی خط تیار کیا جائے گا۔ آدمیوں اور اسلحے کا بندوبست تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"کیا تم نے مخصوص وردیوں کو نظر انداز کر دیا ہے بیٹر؟" میں نے کہا۔

"اوہ نہیں، میں نے اس کے لیے بھی جیکسن سے کہہ دیا ہے۔ وردیاں بھی صبح تک تیار ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم وہ مضمون لکھ لو جو ہمیں لیٹر ہیڈ پر ٹائپ کرانا ہو گا اور ذرا جیکسن سے کہو کہ وہ واپس چلا جائے۔ میں رات میں تحریر کر لوں گا۔"

میں نے بیٹر کو لیٹر کا مضمون ڈکٹیٹ کرایا اور اس کے بعد سو گیا۔ صبح اٹھتے ہی بیٹر نے اطلاع دی کہ گاڑی کی تیاری کا کام آخری مرحلے میں ہے اور وردیاں تیار ہو گئی ہیں۔

"چند گھنٹے کے اندر اندر بقیہ کام بھی ہو جائیں گے۔" بیٹر نے بتایا اور میں نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

گیارہ بجے اطلاع ملی کہ جیکسن نے لیٹر ہیڈ حاصل کر لیا ہے۔ ایک بجے تک ہر کام مکمل ہو چکا تھا۔

"ہم لنچ کرنے کے بعد اپنی مہم پر روانہ ہوں گے۔" میں نے اعلان کیا اور بیٹر نے خوشی کا اظہار کیا۔ بٹ بھی خاصا پرجوش نظر آ رہا تھا۔

پھر ٹھیک تین بجے نیویارک کے مضافاتی علاقے میں واقع ایک پرائیویٹ گیراج سے وہ جعلی وین برآمد ہوئی جس کا رنگ اور ڈیزائن اسے میٹروپولیٹن کارپوریشن سے متعلق ظاہر کر رہا تھا۔ بیٹر وین ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ بقیہ چار افراد عقبی سیٹوں پر تھے جن کے پاس مخصوص قسم کے سلنڈر موجود تھے۔ ہم سب وردیوں میں تھے اور مسلح تھے۔ بٹ کے سپرد میں نے دوسرا کام کیا تھا۔

وین تیز رفتاری سے اولیو باورڈ کے ٹھکانے کی طرف اڑی جا رہی تھی اور اس سے فیصلہ کن معرکے کا تصور کر کے ہی میرے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات نویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

MrNajam

حصہ

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر۔

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں جب خون جگر برفاب ہوا!

اولیو ھاورڈ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا اور میک اپ کا ماہر ہونے کی وجہ سے اُسے دوسرے مجرموں پر جو اضافی برتری حاصل تھی اُسے توڑنا دوسروں کے بس سے باہر تھا۔

میک اپ کا خیال آتے ہی میں چونک پڑا۔ مجھے دفعتاً ہی خیال آیا تھا کہ اگر وہ میک اپ میں ہوا تو اُسے کیسے پہچانوں گا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس عمارت میں کتنے لوگ موجود ہیں۔ فرض کر لیا جائے کہ ہم ان سب کو بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بھی یہ کام بہت دشوار ہو جاتا۔ اولیو ہاورڈ اور بارہوت ملائیل کو تلاش کرنے کے لیے میں کس کس کا چہرہ ٹٹولتا پھروں گا۔ لہٰذا اس امکان کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ قبل از وقت اس کا توڑ بھی کر لیا جائے۔

"یہ کوئی ایمبولینس تو نہیں ہے جسے تم اتنی تیز رفتاری سے دوڑا رہے ہو۔" دفعتاً میں نے پیٹر سے کہا اور وہ چونک پڑا۔ ایکسیلیریٹر پر اس کے پیر کا دباؤ خود بخود کم ہوا اور گاڑی کی رفتار سست ہو گئی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک اہم چیز خریدنا بھول گیا تھا۔ اچھا ہوا یاد آ گئی ورنہ بعد میں بہت پریشانی ہوتی۔"

وین کی رفتار مزید کم ہو گئی۔ "کیا چیز خریدنی ہے؟" پیٹر نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں پریشانی عود کر آئی تھی۔

"امونیا کی شیشی اور روئی۔" میں نے کہا۔ "ممکن ہے اولیو ہاورڈ میک اپ میں ہو۔ کیا تم اس کا اصلی چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرو گے؟"

"امونیا تو کہیں بھی مل جائے گی۔" پیٹر نے کہا۔ "میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔"

"جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں پریشان ہونے کا کام صرف میرے لیے چھوڑ دو۔" میں نے کہا اور پیٹر ہنس پڑا۔

"تمہارا سکون دیکھ کر مجھے رشک آ رہا ہے۔ تمہارے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تم ایک بہت بڑے مجرم سے نبرد آزما ہونے جا رہے ہو۔"

"درحقیقت میں اتنا پرسکون ہوں نہیں جتنا نظر آ رہا ہوں۔" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پیٹر مجھے بے اختیاری سے دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ تم مذاق کر رہے ہو۔ تم نے ہر کام نہایت پرسکون طریقے سے کیا ہے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ خیال مجھے مضطرب کر رہا ہے کہ اولیو ہاورڈ کا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔"

"تمہارے لہجے میں کتنا یقین ہے۔" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "جیسے اس شخص کے لہجے میں ہوتا ہے جو کوئی خط پوسٹ کرنے جا رہا ہو اور اسے یقین ہو کہ خط لازماً لیٹر بکس میں ڈال دے گا۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے پیٹر۔ یہ فیصلہ کن معرکہ ہے۔ جب میں

اُس کے آخری وقت کا تذکرہ کرتا ہوں تو اپنا آخری وقت بھی میرے ذہن میں ابھر آتا ہے۔ اب ہم دونوں میں سے ایک ہی زندہ رہے گا۔"
پیٹر نے ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے وین روک دی۔ "تم گاڑی میں بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔" اُس نے کہا اور وین سے اتر کر میڈیکل اسٹور کی طرف چلا گیا۔ میری نظریں میڈیکل اسٹور کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ ابھی پیٹر کو اندر داخل ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ میں نے ایک شخص کو اسٹور کے دروازے سے باہر آتے دیکھا۔ وہ نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اُس شخص کے چہرے کے نقوش میرے لیے اجنبی تھے مگر اُس کے چلنے کا انداز میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ میں اس انداز کو ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔ وہ اولیو بارڈ تھا اور مجھے اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں تھا۔

اسٹور کے دروازے سے نکل کر وہ سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا جو ظاہر ہے اُس نے اسٹور سے ہی خریدا ہوگا۔ کار میں اُس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ مجھے سخت حیرت تھی کہ اولیو بارڈ جیسے شاطر شخص سے ایسی بے پروائی کس طرح سرزد ہو گئی۔ وہ تو اپنے جسم کی ایک ایک حرکت تبدیل کر لینے پر قادر تھا اور میک اپ کیا ہوا ہونے سے اُس کے کسی انداز سے اُسے پہچاننا ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر آخر اس وقت اُس کی چال بدلی ہوئی کیوں نہ تھی۔

میرے دیکھتے دیکھتے اولیو بارڈ کار اسٹارٹ کر کے روانہ ہو گیا اور میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ اتنی مہلت میں کوئی فیصلہ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ اتفاق بجائے خود حیرت انگیز تھا کہ وہ اس طرح سرزدہ دکھائی دے گیا تھا ورنہ اُس کے باہر نکلنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا تھا۔ پھر یہ کہ واپسی میں اُس کا رخ شہر کی طرف تھا۔

اولیو بارڈ کے خیال میں میں اتنا محو ہو گیا کہ مجھے گرد و پیش تک کا ہوش نہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اُس وقت چونکا جب وین کا دروازہ کھلا۔ پیٹر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

"میں ابھی آیا ہوں۔" اُس نے وین اسٹارٹ کرنے کے لیے اگنیشن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھہر جاؤ پیٹر!" میں نے آہستگی سے کہا۔ "ہمیں اپنی آج کی مہم ملتوی کرنی پڑے گی۔"

پیٹر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "اس مہم کے لیے ہم نے کتنی تیاریاں کی ہیں، کس قدر محنت کرنی پڑی ہے اور تم اسے ملتوی کرنے کا کہہ رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے پیٹر۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن یہیں وقت پر گڑبڑ ہو گئی۔"

"ادویات لے کر آنے میں مجھے پانچ منٹ بھی نہیں لگے ہوں گے۔ ان پانچ منٹوں میں کون سا انقلاب آ گیا ہے؟"

"ہاں، انقلاب انہی پانچ منٹوں کے دوران آیا ہے۔ مجھے اولیو بارڈ نظر آیا تھا۔ وہ شہر کی طرف گیا ہے۔"

پیٹر چونک پڑا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" اُس نے کہا۔ "اولیو بارڈ یہاں کہاں سے آ گیا؟"

"تم میڈیکل اسٹور میں گئے اور وہ باہر نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا اور وہ سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف نکل گیا۔"

"وہ نکل گیا اور تم دیکھتے رہے؟"

"وہ اس قدر اچانک نظر آیا تھا کہ میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کر سکا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اگر وہ میڈیکل اسٹور سے نکلا تھا تو تم نے اُسے کیسے دیکھ لیا اور وہ مجھے کیوں نظر نہیں آیا؟"

"وہ میک اپ میں تھا۔ شاید تم نے بھی اُس نیلے سوٹ والے شخص کو دیکھا ہو جو تمہارے اندر جانے کے فوراً بعد باہر نکلا تھا۔"

"ہاں، میں نے اُسے دیکھا تھا بلکہ وہ بہت جلدی میں تھا اور مجھ سے ٹکرا بھی گیا تھا مگر وہ معذرت کے الفاظ بڑبڑاتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا لیکن میک اپ کے باوجود تم نے اُسے کیسے پہچان لیا؟"

"اُس کے چلنے کے انداز سے۔" میں نے کہا۔ "حالانکہ وہ اپنی چال تک تبدیل کر لینے پر قادر ہے مگر اس وقت شاید وہ بے خیالی میں تھا اور اُس کی توجہ کسی اور طرف تھی۔"

"تم نے اُسے پہچان لیا تھا تو کم از کم دوڑ کر مجھے ہی بتا دیتے۔" پیٹر نے کہا۔

"تم کیا کر لیتے؟"

"یہ موقع ہمیں قدرت نے فراہم کیا تھا۔ میں اُسے یہیں جہنم رسید کر دیتا مگر تم نے یہ موقع ضائع کر دیا۔"

"اگر مقصد صرف اُسے جہنم رسید ہی کرنا ہوتا تو کیا یہ کام میں خود نہیں کر سکتا تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم لیکن اگر میں اُسے پہچان پاتا تو اس وقت وہ دوسری دنیا میں ہوتا۔"

"تب تو اچھا ہی ہوا تم اُسے نہیں پہچان سکے مگر یہ مت بھولو کہ اُس کے بے شمار دشمن ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے مرنے والا ہوتا تو اب تک کبھی کا مر چکا ہوتا۔"

"خیر چھوڑو۔" پیٹر نے بے زاری سے کہا۔ "اس وقت میں سخت کوفت محسوس کر رہا ہوں۔"

"یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے پیٹر! پروگرام بنتے اور بگڑتے رہتے

ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر کام اُسی طرح ہو جائے جس طرح ہم نے سوچا ہو۔"

"یہ منصوبہ تو چوپٹ ہو گیا۔ یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال تو واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پیٹر نے وین اسٹارٹ کر کے واپس شہر کی طرف موڑ دی۔

"معلوم نہیں وہ کہاں گیا ہے اور کب تک واپس آئے گا۔" پیٹر بڑبڑایا۔

"وہ جہاں بھی گیا ہوگا ہمیں پتا چل جائے گا۔ بڈ اس کی نگرانی کرا رہا ہے۔"

"کیا اس وقت بھی کوئی اس کا تعاقب کر رہا تھا؟" پیٹر نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے غور نہیں کیا مگر کوئی نہ کوئی اُس کے تعاقب میں ضرور ہوگا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے۔"

ہم نے گیراج میں پہنچ کر وین بند کی، لباس تبدیل کیے اور پھر میں اور پیٹر واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ بڈ اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ حیرت سے اچھل پڑا۔

"خیریت تو ہے چیف!" اُس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔ "کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟"

"ہاں بڈ!" میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "جس کے لیے ہم گئے تھے وہی وہاں موجود نہیں ہے اس لیے ہم واپس آ گئے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اولیو بارڈ وہاں موجود نہیں ہے۔ ہمارے آدمی نگرانی کر رہے ہیں اور مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

میں نے بڈ کو بتایا کہ مجھے اولیو بارڈ کی عدم موجودگی کا پتا کیسے چلا۔

"اوہ تو وہ اولیو بارڈ ہے۔" بڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے اطلاع ملی تھی کہ سرخ اسپورٹس کار میں کوئی شخص اس عمارت سے نکلا ہے۔ میں نے اُس کا تعاقب کرنے کا حکم دے دیا۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ وہ اولیو بارڈ خود ہے تو میں اُس کا تعاقب بہت زیادہ احتیاط سے کرنے کی ہدایت کرتا لیکن خیر... اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اُسے تعاقب کا شبہ نہیں ہو سکا اور اس وقت وہ امپیریل ہوٹل کے ریستوران میں کسی شخص سے بات چیت کر رہا ہے۔"

"تم تو واقعی کمال کے آدمی ہو بڈ۔" پیٹر نے کہا۔ "اور تمہارے آدمی بھی بڑی مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ ہم ابھی امپیریل ہوٹل جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہ زندہ واپس نہ جانے پائے۔"

"زیادہ پرجوش ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ "جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم ہمارے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"پھر کیا ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس طرح تو اُسے کبھی کوئی گزند نہیں پہنچ سکے گی اور وہ ہمیشہ یونہی دندناتا رہے گا۔"

"اس مہم کا انچارج میں ہوں اور وہی ہوگا جو میں کہوں گا۔ اگر تمہیں میرے کہنے پر چلنا منظور نہیں ہے تو میری طرف سے تم آزاد ہو، جو چاہو کرو۔"

"چیف کا کہنا درست ہے مسٹر پیٹر!" بڈ نے کہا۔ "تمہارے لیے بہتر یہی ہوگا کہ چیف کے کہنے پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے رہو۔"

پیٹر نے بے بسی سے پہلے بڈ اور پھر میری طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔" چند لمحوں بعد اُس نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "میں سب کچھ تم پر ہی چھوڑتا ہوں۔"

"ہم ابھی ہوٹل امپیریل چلیں گے مگر وہاں ہماری حیثیت خاموش تماشائی کی سی ہوگی۔ اگر میں نے مناسب سمجھا تو کوئی کارروائی کروں گا ورنہ نہیں، ٹھیک ہے؟"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "مسٹر بڈ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے یا نہیں؟" اُس نے پوچھا۔

"صرف ہم دونوں چلیں گے۔ ضرورت تو تمہاری بھی نہیں ہے مگر تمہاری بے صبری دیکھتے ہوئے میں نے تمہیں ساتھ لے چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

کچھ دیر بعد ہم ہوٹل امپیریل کے ریستوران میں داخل ہو رہے تھے۔ پارکنگ میں سرخ اسپورٹس کار دیکھ کر ہمیں باہر ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اولیو بارڈ ابھی تک یہیں موجود ہے۔ ہم پیٹر کی کار میں یہاں آئے تھے اور میں نے احتیاطاً ایک پستول بھی ساتھ لے لیا تھا جو میرے کوٹ کی اندرونی جیب میں موجود تھا۔

ریستوران کی اکثر میزیں آباد تھیں۔ میں نے دروازے ہی میں رک کر پورے ہال پر نظریں دوڑائیں اور اولیو بارڈ مجھے نظر آ گیا۔ وہ ہال کے ایک دور افتادہ گوشے میں بیٹھا تھا۔ میز پر اُس کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود تھا اور دونوں گفتگو میں منہمک تھے۔ حسن اتفاق سے اُس کے برابر والی میز خالی نظر آ رہی تھی۔

"آؤ۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ "لیکن اُس کی طرف براہ راست دیکھنے کی حماقت مت کرنا۔" ہم اپنی مطلوبہ میز تک اس انداز میں پہنچے جیسے کوئی مناسب میز تلاش کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے ہوں۔

"لیکن مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کون سی میز پر بیٹھا ہے اور میں اُسے پہچانوں گا کیسے؟"

"تم اُسے اُس کے نیلے سوٹ سے پہچان سکو گے لیکن میں ایک بار پھر تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ اُس کی طرف براہ راست

مت دیکھنا۔"

ہم دونوں دھیمی آواز میں باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہمیں دیکھنے والا کوئی بھی شخص اس سے زیادہ کچھ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ دو دوست آپس میں باتیں کرتے ہوئے کسی مناسب سی میز کی تلاش میں ہیں۔ ہم مختلف خالی میزوں پر نظریں دوڑاتے ہوئے آخر اُس میز تک پہنچ گئے جسے میں نے دور ہی سے تاڑ لیا تھا۔

"آؤ یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔" میں نے بلند آواز میں پیٹر سے کہا۔ میری آواز یکسر بدلی ہوئی تھی اور اتنی بلند تھی کہ اولیو باورڈ اور اُس کے ساتھ موجود شخص نے میری آواز بآسانی سُن لی۔ وہ بڑی محویت سے گفتگو کر رہے تھے اور میری آواز سے اُن کی محویت میں خلل پڑا تھا۔ دونوں نے چونک کر ایک لمحے کے لیے ہماری طرف دیکھا اور دوبارہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

میں اور پیٹر بھی آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ہم نے اس قسم کی باتیں شروع کر دیں جیسے ہمارے کسی دوست نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا تھا اور وقت پر نہیں پہنچا جس کی وجہ سے ہمارا کوئی پروگرام خراب ہو گیا۔ اس قسم کی گفتگو کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر اولیو باورڈ کے کان میں ہماری کچھ باتیں پڑ جائیں تو وہ ہمیں عام آدمی ہی سمجھے۔

میں باتیں تو پیٹر سے کر رہا تھا مگر میرے کان برابر والی میز پر ہونے والی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔ ریستوران کے شور میں اُن کی باتیں واضح طور پر سننا تقریباً ناممکن تھا تاہم کچھ اُڑتے ہوئے الفاظ جو کان میں پڑے اُن سے ایک بہت کارآمد بات علم میں آگئی اور وہ یہ کہ اولیو باورڈ کے ساتھ موجود شخص کا تعلق شام سے ہے اور وہ نیویارک میں شام کے قونصلیٹ آفس میں ملازم ہے۔ میرے لیے یہ بات خاصی حیران کُن تھی۔ شام سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کا اولیو باورڈ کے ساتھ کیا کام۔۔۔ لیکن فوراً ہی مجھے یہ خیال بھی آیا کہ وہ میک اپ میں ہے اور اس کی میز پر موجود شخص اُس کی اصلیت سے ناواقف ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس بات سے واقف ہوتا کہ اس کے مقابل بیٹھا ہوا شخص یہودی ایجنٹ اور عربوں کا بدترین دشمن ہے تو صورت حال خاصی مختلف ہوتی۔

ذرا سی دیر میں مجھے یہ بھی پتا چل گیا کہ اولیو باورڈ کا فرضی نام پاکینس اور شام سے متعلق شخص کا نام سعید ہے۔ شامی باشندے کا نام ظاہر ہے کہ فرضی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اولیو باورڈ کی شام کے کسی شامی شخص کے ملازم سے ملاقات میرے لیے سخت تشویش کا باعث تھی۔ معلوم نہیں وہ کس چکر میں تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ اس کے عزائم جو بھی رہے ہوں عرب دنیا کے لیے خطرناک ہی ہوتے۔ ایک یہودی ایجنٹ سے کبھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بھی حال میں اسرائیل کے لیے کام کرنے سے دست بردار ہو جائے گا۔

پھر وہ دونوں اپنی میز سے اُٹھ گئے۔ اس موقع پر میں نے پیٹر کے انداز میں بے چینی محسوس کی۔ وہ مجھ سے کسی قسم کے اقدام کی توقع کر رہا تھا مگر میں اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔

"کچھ کرو مسٹر ایلین!" آخر اُس نے بے صبری سے کہا۔ "وہ نکلا جا رہا ہے۔"

"اُسے نکل جانے دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو وہ مشکوک ہو جائے گا اور پھر اُس سے نمٹنا آسان نہیں رہے گا۔"

"وہ تنہا ہے۔ ہم اُس کا تعاقب کر کے اُسے کسی ویرانے میں بھی گھیر سکتے ہیں۔"

"یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اس کے خلاف جو بھی قدم اُٹھاؤں گا میں اپنی مرضی سے اُٹھاؤں گا۔ اس کے باوجود تم بار بار بہک جاتے ہو۔" میں نے سختی سے کہا۔

"م۔۔۔ میں معذرت چاہتا ہوں مسٹر ایلین! اب تم میرے مُنہ سے کچھ نہیں سنو گے۔"

"تم اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہو پیٹر!" میں نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس پر اصرار مت کیا کرو۔ یقین کرو جب بھی تم کوئی معقول مشورہ پیش کرو گے میں اُس پر ضرور عمل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایلین!" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کے علاوہ تم یہ بھول رہے ہو کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا ہمیں اس کا علم ہو جائے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ اس وقت ہمیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟" پیٹر نے کہا۔

"ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اولیو باورڈ امریکا سے باہر نکلنے کے لیے پر تول رہا ہے اور غالباً وہ یہاں سے نکل کر شام کا رُخ کرے گا۔"

"تم نے یہ اندازہ کس طرح لگایا؟" پیٹر نے چونک کر کہا۔

"اُن دونوں کی گفتگو کے چند الفاظ کان میں پڑ گئے تھے جن سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"کمال ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ اس ٹیبل پر موجود تھا مگر میں ایک لفظ بھی نہیں سُن سکا۔"

"میں باتیں تم سے کر رہا تھا مگر میری ساری توجہ اُن دونوں کے درمیان ہونے والی باتوں پر مرکوز تھی۔"

"اوہ۔" پیٹر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تو تم نے اُن کی کیا کیا باتیں سُنیں؟"

"کوئی ایک جملہ بھی مکمل طور پر نہیں سُن سکا۔ اس لیے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا باتیں کر رہے تھے۔"

"ایک جملہ بھی نہیں سُنا۔" پیٹر نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "اور اتنے بڑے بڑے نتائج بھی اخذ کر لیے؟"

"کیا یہ نتائج اخذ کرنے کے لیے اتنا سُن لینا کافی نہیں ہے کہ اُس کی میز پر موجود شخص شامی قونصلیٹ جنرل کا ملازم ہے۔"

"اوہ!" پیٹر چونک پڑا۔ "ہاں، وہ کوئی غیر ملکی تو تھا مگر میں اُس کی قومیت کا اندازہ نہیں کر سکا تھا۔"

"اُس کا عرب ہونا تو صاف ظاہر تھا مگر اُس کے مذہب اور قومیت کا پتا مجھے بھی اُن کی گفتگو ہی سے چلا۔"

"ٹھیک ہے، میں مانے لیتا ہوں کہ تمہیں یہ معلومات حاصل ہو گئی ہیں مگر ہم ان معلومات سے کیا فائدہ اُٹھا سکیں گے؟"

"یہ اتنی آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔ بڈ سے بات کرنے کے بعد ممکن ہے صورت حال اور واضح ہو جائے۔"

ہم وہاں سے واپس آ گئے۔ پیٹر نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور وہ خاصا مایوس نظر آ رہا تھا مگر میں نے بھی اس کے ملال سے کوئی بات نہیں کی۔ معلوم نہیں اُس نے مجھ سے کیا توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ بڈ اپنے کمرے میں ہی تھا اور فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ہم بیٹھ گئے۔ چند منٹ بعد گفتگو ختم کر کے وہ میری طرف مُڑا اور بولا۔

"ایمپریل ہوٹل سے اولیو باورڈ سیدھا اُسی عمارت میں واپس گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "اُسے تعاقب کا شبہ تو نہیں ہوا؟"

"یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کا تعاقب کرنے والے کا خیال ہے کہ وہ اپنے تعاقب سے باخبر ہو گیا ہے۔"

"کیا اُس نے ایسی کوئی حرکت کی تھی جس کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نہیں چیف! اولیو باورڈ نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ اس کے باوجود بھی خیال یہی ہے کہ اُسے اپنی نگرانی کیے جانے کا پتا چل گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بڈ۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "ہم مزید رسک نہیں لے سکتے۔ اب اُس عمارت سے برآمد ہونے والے کسی بھی شخص کا تعاقب نہ کیا جائے اور عمارت کی نگرانی کرنے والوں کو بھی انتہائی محتاط رہنے کی ہدایت کر دو۔"

"وہ تو پہلے ہی بہت محتاط ہیں چیف! اس طرف سے تو بالکل بے فکر رہو۔ انہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ عمارت کی نگرانی ہو رہی ہے۔"

"معاف کرنا مسٹر بڈ! تم لوگوں کے کام کرنے کا انداز میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔" پیٹر نے کہا۔

بڈ نے متحیرانہ انداز میں پہلے پیٹر کو اور پھر مجھے دیکھا۔ "میں اس بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" اُس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"پہلے یہ سُن لو کہ ہوٹل میں کیا ہوا تھا۔" میں نے اُسے تفصیلات بتائیں۔ "پیٹر کا خیال تھا کہ اولیو باورڈ کو راستے میں ہی گھیر لینا چاہیے جبکہ میں اس بات کے خلاف تھا۔"

"ٹھیک ہے چیف میں سمجھ گیا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا اور پیٹر سے مخاطب ہوا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیوں مگر تم صرف اس نکتے پر غور کرو کہ ہمارا طریقۂ کار تمہارے لیے ناقابلِ فہم ہونا ہی چاہیے اس لیے کہ یہ تمہارے طریقۂ کار سے بہت مختلف ہے۔ اور اگر تمہارا طریقۂ کار درست ہوتا تو تم ناکام کیوں رہتے؟"

بڈ کے استدلال نے مجھے حیران کر دیا حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات تھی۔ میں بڑے غور سے پیٹر کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے تاثرات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔

"تمہاری بات سے متفق ہونے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔" بالآخر اُس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یقیناً میرے طریقۂ کار کی کوئی خامی ہی میری ناکامیوں کا سبب رہی ہو گی۔"

"تو یہ بات طے ہو گئی کہ اب تم ہمارے طریقۂ کار کے خلاف کوئی بات نہیں کرو گے؟" بڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ میں ہر حال میں اولیو باورڈ کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ لیکن میں تم لوگوں کے کام کرنے کا طریقہ سیکھنے کی کوشش تو کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔ "جو بات بھی تمہاری اُلجھن کا باعث بنے اُس کے بارے میں تم سوال ضرور کر سکتے ہو مگر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم ہمارے لیے ہی اُلجھن کا باعث بن جاؤ۔"

"اب ایسا نہیں ہو گا۔" پیٹر نے کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کیا اُسے ویرانے میں نہیں گھیرا جا سکتا تھا؟"

"ایک کوشش ضرور کی جا سکتی تھی مگر یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا۔ فرض کرو ہم کامیاب ہو جاتے تب بھی پولیس ہماری طرف ضرور متوجہ ہوتی۔ تم تو نیویارک پولیس سے ہم سے زیادہ واقف ہو گے۔ یہ لوگ ایک منٹ کے اندر اندر موقعِ واردات پر پہنچ جاتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا مسٹر ایلین! اُس پر حملہ کرنے کی صورت میں یہ امکان بھی ہوتا کہ وہ بچ جاتے اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہم بہرحال پولیس کے چکر میں پھنس جاتے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی۔" میں نے کہا۔ حالانکہ میں نے اُسے اصل بات بتائی ہی نہیں تھی۔ نیویارک کی پولیس سے مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔ مجھے تو تہذیب کی فکر تھی۔ اس لیے میں اس عمارت میں گھسنے کی فکر میں تھا جسے اولیو باورڈ نے اپنا اڈہ بنا رکھا

تھا اور اب تو بس اس فکر میں تھا کہ ولیم ہاورڈ نے تنہائی کو تسلیٹ کے کسی ملازم سے کیوں ملاقات کی تھی؟

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا۔ بٹ نے ریسیور اُٹھا لیا تھا۔ پھر اس نے ریسیور پیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ "تمہاری کال ہے مسٹر پیٹر۔"

پیٹر نے بٹ سے ریسیور لیا اور چند لمحے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میرے اس ملازم کا فون ہے جو میرے بیک اپ میں نائٹ کلب میں میری جگہ کام کر رہا ہے۔ کچھ دیر قبل اس کے پاس ایک لڑکی آئی تھی جو اس سے اس بوڑھے کے بارے میں پوچھ رہی تھی جسے میں نے پناہ دی ہے اور جس سے میں کوئی کام لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "کسی لڑکی کو اس بات کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میرے آدمی نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے بڑے یقین سے کہا کہ تمہیں مطلع کر دیا جائے مگر تمہارے ساتھ جو لڑکی ہے اُسے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ سلویا نامی کوئی لڑکی تمہیں پوچھ رہی تھی۔"

میری کھوپڑی گھوم گئی۔ سلویا مجھے کیوں تلاش کر رہی ہے۔ "ذرا اس سے سلویا کا حلیہ تو پوچھو۔"

پیٹر نے اپنے ملازم سے پوچھ کر مجھے اس لڑکی کا حلیہ بتایا جو سو فیصدی سلویا کا ہی ہو سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اس سے کہو کہ سلویا کو کلب میں ہی روکے۔ میں کچھ دیر میں اس سے رابطہ کروں گا۔"

پیٹر نے ریسیور میں میری ہدایات دُہرا کر فون بند کر دیا۔

"سلویا کون ہے چیف؟" بٹ نے پوچھا۔

"باروبت رابیل کی ایک ملازم ہے مگر وہ تو اس عمارت میں تھی۔ کلب میں کیسے پہنچ گئی؟"

"تب پھر وہ سلویا ہی ہو گی۔" بٹ نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"کون سلویا ہی ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"جس وقت تم اور مسٹر پیٹر ہوٹل اسپیرل گئے تھے مجھے اطلاع ملی تھی کہ اس عمارت سے ایک لڑکی نکلی ہے۔ میں نے اُسے غیر اہم سمجھ کر اس کا تعاقب نہیں کرایا تھا۔ شاید وہی سلویا ہو گی۔"

"معلوم تو یہی ہوتا ہے۔" میں بڑبڑایا۔ "لیکن تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے بتا دیتے۔"

"مجھے خیال نہیں رہا تھا چیف! خیر اب یہ بتاؤ کہ تم اس سے رابطہ کس طرح کرو گے؟"

"اس سے ملنے جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "میرے لیے کرائے کی ایک کار کا بندوبست کر دو۔"

"کرائے کی کار کے لیے تو صرف ایک فون کرنا ہو گا چیف مگر یہ بھی تو سوچو کہ اس سے اس طرح ملنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"خطرناک کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ لڑکی ہے یا توپ کا گولا جو میرے ملتے ہی پھٹ جائے گا۔"

"تمہارے اور لیو ہاورڈ سے چیف! یہ کسی قسم کا جال بھی ہو سکتا ہے۔" بٹ نے کہا۔

"ہاں ہو تو سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مگر میں اس سے ملنے ضرور جاؤں گا۔"

"تم اتنے بے چین ہو رہے ہو تو ضرور کوئی خاص بات ہو گی۔ خیر کوئی بات نہیں! بٹ کا کام تو بتانا ہے۔ نہیں مانو گے تو خود ہی بھگتو گے۔"

"میرے پاس تمہاری بکواس سننے کے لیے وقت نہیں ہے مسٹر بٹ! تم کار کے لیے فون کر دو۔ باقی باتیں خود ہی کر لوں گا۔"

"کر رہا ہوں۔" بٹ نے ریسیور اُٹھا کر جتاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "بڑی بات تو یہ کہ اس کی ملنگ گی ہو اور جہاں لڑکی کا نام آیا کیسے بے چین نظر آنے لگے ہو۔"

پیٹر حیرت سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ آخر اس سے رہا نہیں گیا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ "کیا تم لڑکیوں کے رسیا ہو مسٹر ایلن ایلکن نیویارک میں لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے۔ تم جوان بھی ہو اور خوش شکل بھی۔ کسی لڑکی کے لیے تمہاری بے تابی سمجھ میں نہیں آتی۔ لڑکیوں کو تو خود تم پر پروانہ وار گرنا چاہیے۔"

"تم بھی کس گدھے کی باتوں میں آ گئے پیٹر! وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ باروبت رابیل کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور مجھے توقع ہے کہ اس سے کام کی معلومات حاصل ہو سکیں گی۔"

"یہ بات ہے تو مسٹر بٹ تمہارے بارے میں کیوں اس طرح گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ تو تمہارے ساتھی ہیں۔ تمہیں اچھی طرح سمجھتے ہوں گے۔"

"بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔" بٹ نے سر ہلایا۔ "اور میں بھی انہیں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تم انہیں بالکل نہیں جانتے۔ یہ تمام دنیا کی لڑکیوں پر اپنا حق سمجھتے ہیں اور انہیں اپنی جاگیر تصور کرتے ہیں۔ تم نے غور نہیں کیا ان کے لہجے میں رقابت کی کیسی آگ تھی۔"

"ہاں یہ تو میں نے محسوس کیا تھا۔" پیٹر نے کہا۔ "مگر ایسا کیوں ہے؟"

"یہ صرف مجھے بدنام کرنے کی سازش ہے۔" بٹ نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ "ورنہ لڑکیاں تو بٹ کے آگے پیچھے گھومتی ہیں۔"

"ممکن ہے ایسا ہو مگر میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ تمہارے اعصاب

پر لڑکیاں اس بُری طرح کیوں سوار رہتی ہیں؟"

"کسی کے اعصاب پر نہیں سوار ہوتیں۔" بٹ جارحانہ لہجے میں بولا۔ "چیف کو ہی دیکھ لو۔ جہاں یہ اطلاع ملی کہ کسی لڑکی نے انہیں پوچھا تھا بس دوڑ پڑے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔" پیٹر نے بے بسی سے شانے اُچکائے۔

"میں تمہیں سمجھا سکتا ہوں۔" بٹ نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔ "تجب ہی چاہے بحث کر کے دیکھ لو۔"

"بس بہت ہو گئی۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "فضول باتیں پھر کسی وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔ یہ کام کا وقت ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

"کیا تم تنہا جاؤ گے چیف؟" بٹ نے کہا۔

"ہاں۔ میں تنہا ہی جاؤں گا۔ یہ کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی پھنسے۔"

میں نے کرائے کی کار حاصل کی اور نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ نائٹ کلب پہنچ کر سلویا کو تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ الگ ایک میز پر موجود تھی۔ ہال میں بہت کم میزیں آباد نظر آ رہی تھیں لیکن کسی اور میز کا رُخ کرنے کے بجائے میں سیدھا اس کی میز کی طرف بڑھ گیا۔

"اگر میں اس میز پر بیٹھ جاؤں تو مجھے یقین ہے آپ بُرا نہیں مانیں گی۔" میں نے کہا اور اطمینان سے کرسی کھسکا کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ میں اس سے بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔

میری اس جسارت پر سلویا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "میرا خیال ہے یہاں بہت سی میزیں خالی ہیں۔" اس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے مس۔۔۔"

"اگر تمہارے لیے اسی میز پر بیٹھنا اتنا ہی ضروری ہے تو میں کسی اور میز پر چلی جاتی ہوں۔" سلویا نے ناگواری سے کہا۔

"اوہ! آپ تو ناراض ہو گئیں۔ نہیں ایسا غضب مت کیجیے گا۔ کتنی دور سے محض آپ سے ملنے کی خاطر آیا ہوں اور آپ اس قدر بے مروتی برت رہی ہیں۔"

"کون ہو تم؟" سلویا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اور مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟"

"آپ کی خواہش کے احترام میں مجھے یہ زحمت کرنی پڑی۔ کیا آپ مجھے تلاش نہیں کر رہی تھیں؟"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" سلویا مجھے اُلجھی ہوئی نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"ہاں میں علی یار خان ہوں اور میک اپ میں ہوں اس لیے تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔"

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ تم واقعی علی یار خان ہو؟" سلویا نے بے اعتباری سے کہا۔

"اس کے لیے مجھے وہ سب کچھ دُہرانا پڑے گا جو میری تمہاری کے دوران ہوا۔ کہاں سے شروع کروں؟" میں نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"اوہ نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" سلویا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے۔"

"زاہد کا کیا حال ہے؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "اُسے ہوش آیا؟"

سلویا کے چہرے پر افسردگی چھا گئی۔ "ہم تو پہلے ہی اس کی زندگی کی طرف سے مایوس تھے۔ کوششیں کر رہے تھے۔ افسوس ہماری ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں۔"

مجھے دلی صدمہ ہوا مگر میں نے اس سے اپنے تاثرات چھپا لیے۔ "تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا سلویا۔" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے بے فکر رہو۔ مجھے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔"

"تم یہاں پہنچیں کس طرح۔۔۔ میرا مطلب ہے تمہیں یہ کیسے علم ہوا کہ میرا اس جگہ سے کوئی تعلق ہے؟"

سلویا نے ایک طویل سانس لی۔ "بہت مشکل سوال ہے۔ میں آسانی سے اس کا جواب نہیں دے سکوں گی۔"

"اس میں اُلجھن کی کون سی بات ہے۔ جو کچھ بھی ہے صاف صاف بیان کر دو۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ انکل رابیل مجھے اپنے خاص لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن اس سے تمہارے یہاں پہنچنے کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ بات انکل رابیل اور لیو ہاورڈ کے علم میں ہے اور اُن کے درمیان ہونے والی گفتگو سے ہی مجھے پتا چلا ہے کہ تمہارا سراغ یہاں سے مل سکتا ہے۔"

میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا۔ اُن کے علم میں یہ بات کس طرح آ سکتی ہے؟"

"تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ یہ بات نہ صرف اُن کے علم میں ہے بلکہ مجھے بھی انہی سے معلوم ہوا ہے۔"

"حیرت انگیز۔" میں بڑبڑایا۔ "کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اُن کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"ٹنی ہاورڈ۔" سلویا نے مسکرا کر کہا اور میں گویا اس انکشاف پر اُچھل ہی پڑا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اس عمارت سے میرا فرار اس کا مرہونِ منت ہے۔ وہ بھلا ایسی حرکت کیوں کرنے لگی؟"

"بگی باورڈ نے خود کچھ نہیں کیا بلکہ وہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہوا تھا۔ اسکیم اولیو باورڈ کی تھی اور اُس پر عمل اُس کی بیٹی نے کیا۔"

"اگرچہ تمہاری باتیں بڑی ناقابلِ یقین ہیں مگر میں محض اس لیے ان پر یقین کر رہا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات سمجھ میں بھی نہیں آتی۔"

"مجھے پیٹر کے اس مکان کا بھی علم ہے جہاں اُس نے تمہیں پناہ فراہم کی ہے مگر وہاں میں اس لیے نہیں آئی کہ لگی مجھے پہچانتی ہے اور اگر میں وہاں آتی تو بات انکل رابیل تک بھی پہنچ سکتی تھی۔"

"تمہیں یہ خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سلویا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو کوئی خطرہ مول نہیں لیا۔ بتا تو رہی ہوں کہ محض احتیاط کے پیشِ نظر میں وہاں نہیں آئی۔"

"تمہیں اتنی بہت سی باتیں معلوم ہیں اور اس بات سے بے خبر ہو کہ پیٹر کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"نن... نہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔" سلویا نے گھبرا کر کہا۔ "اب کیا ہوگا؟ کیا میں ان لوگوں کی نظروں میں آگئی ہوں گی؟"

"تمہیں آخر اس چکر میں پڑنے کی ضرورت کیا تھی؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"میں نے سوچا تھا ایک خطرہ ہے۔ تمہیں اس سے آگاہ کر دوں۔ کہیں تمہیں کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔" اُس نے آہستگی سے کہا۔

"اور اب تم خود خطرے میں پڑ گئی ہو۔ اگر تم سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوئی تو کیا جواب دو گی؟"

"یہ معلوم ہونے کے بعد تو مجھ میں واپس جانے کی ہمت ہی نہیں رہی۔ میں کسی بھی قسم کی پوچھ گچھ کا سامنا نہیں کر سکوں گی۔"

"واپس نہیں جاؤ گی تو کیا کرو گی؟" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا کوئی اور ٹھکانہ بھی ہے؟"

"نہیں۔" سلویا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"مجھے سوچنے دو۔" میں نے کہا اور واقعی سوچ میں پڑ گیا۔ سلویا نے عجیب قسم کی حماقت کی تھی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ میں بگی باورڈ کی اصلیت سے ناواقف ہوں لیکن اس کے باوجود میں اس کی جذباتیت کو کوئی معنی نہیں پہنا پا رہا تھا۔ اس کا اس حد تک آگے بڑھ جانا میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ بات جو بھی تھی۔ اب اس پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ پہلا مسئلہ تو اسے تحفظ فراہم کرنے کا تھا۔

سوچتے سوچتے میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا اور میں نے اُس سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اُس کے پاس سے اٹھ کر میں پیٹر کے آفس میں آیا جہاں اُس کا ملازم اُس کے میک اپ میں موجود تھا۔

"کسی قریبی ہوٹل میں ایک ڈبل بیڈ کمرا بُک کراؤ۔ مسٹر اینڈ مسز ایشن گراہم کے نام سے اور مجھے میری ٹیبل پر مطلع کر دو۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "یہ کام فوراً ہو جائے گا۔"

میں سلویا کی میز پر واپس آگیا۔ ابھی تک رقص کا پروگرام شروع نہیں ہوا تھا تاہم ہال پہلے سے زیادہ آباد نظر آنے لگا تھا۔

"اب تمہاری وجہ سے مجھے بھی اپنا ٹھکانہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم کیا کہنے گئے تھے؟"

"کسی ہوٹل میں کمرا بُک کرانے کو کہہ آیا ہوں۔ تم واپس نہیں جا سکتیں نا۔"

"ہوٹل تو بہت غیر محفوظ ہوگا اور پھر اکیلے میں تو مجھ پر وحشت طاری ہو جائے گی۔"

"بھرے پُرے ہوٹل میں کوئی واردات کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لیے ہوٹل کی رہائش زیادہ محفوظ رہے گی اور پھر تم اکیلی تو نہیں ہو گی۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔"

"شکریہ علی۔" سلویا نے آہستہ سے کہا۔ "میری خاطر تمہیں زحمت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔"

"تم سے ملنے کے بعد میں اُن لوگوں کی نگاہوں میں آگیا ہوں جو پیٹر کی نگرانی کر رہے ہیں۔ واپسی میں وہ میرا تعاقب کریں گے اور انہیں علم ہو جائے گا کہ میں کہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ میرے ساتھی بھی اُن کی نگاہوں میں آجائیں گے۔ اس الجھن سے بچنے کا آسان راستہ یہی تھا کہ فی الحال میں بھی تمہارے ساتھ ہی ہوٹل کا رُخ کر لوں۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ میں تمہاری مدد کروں گی لیکن یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ گیا۔ اُلٹا تم میری وجہ سے زحمت میں پڑ گئے۔"

"اس قسم کی زحمتوں سے تو زندگی عبارت ہے۔ تم اس بارے میں سوچ سوچ کر خود کو ہلکان مت کرو۔"

"تمہارے بارے میں میں نے جو اندازہ لگایا تھا وہ درست ثابت ہوا۔ تم واقعی ایک عالی ظرف آدمی ہو۔"

"اس میں عالی ظرفی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے بھی تو میری خاطر خود کو خطرے میں ڈال لیا ہے۔"

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ جو کچھ میں کرنے جا رہی ہوں اس میں کتنے خطرات ہیں تو شاید میں اس کی ہمت ہی نہ کر پاتی۔"

اُسی وقت بیرا آگیا اور اُس نے ایک کارڈ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اُس سے کارڈ لے کر پڑھا۔ اس پر ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر درج تھا۔

"ڈریم لینڈ کا کمرا نمبر چھ سو چھتر بُک ہو گیا ہے۔" میں نے سلویا سے کہا۔ "کیا خیال ہے چلیں؟"

"فوراً چلو۔ یہاں تو مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے ہر آنکھ مجھے گھور رہی ہو۔"

نائٹ کلب سے نکلنے سے قبل میں نے کرائے کی کار کے سلسلے میں پیٹر کی جگہ اُس کے میک اپ میں کام کرنے والے ملازم کو ہدایات دیں پھر سلویا کے ساتھ اُس کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ ڈریم لینڈ زیادہ دُور نہیں تھا۔ میں نے راستے میں عقب نما پر نظر رکھی تھی مگر مجھے ایسا کوئی سراغ نہیں ملا جس کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا کہ ہمارا تعاقب کیا گیا ہے۔ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ضروری کارروائی کے بعد میں نے کمرے کی چابی حاصل کی اور ہم کمرا نمبر چھ سو چھتر میں پہنچ گئے۔ سلویا کمرے میں پہنچتے ہی بیڈ پر ڈھیر ہو گئی اور میں کمرے کا دروازہ اندر سے مقفل کر کے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"خدا کی پناہ۔" سلویا نے وحشت زدگی سے کہا۔ "آج پہلی بار یہ احساس ہوا کہ میں کس قدر غیر محفوظ ہوں۔"

"اس سے قبل بھی شاید تم نے اسی قسم کی باتیں کی تھیں۔" میں نے کہا۔

"میں انکل رابیل کی طرف سے غیر مطمئن ضرور تھی مگر اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ اگر مجھ پر بُرا وقت آجائے تو سر چھپانے تک کو جگہ میسر نہیں آسکے گی۔"

"فی الحال تو تم یہاں رہو۔ میرا خیال ہے کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا اور یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔"

"غیر معمولی بات؟" سلویا نے یوں کہا جیسے اس کا ذہن کہیں اور ہو۔ "نہیں یہ اتنی غیر معمولی بات بھی نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے۔ کیا رابیل کے آدمی تمہیں وہاں دیکھ کر چونکے نہیں ہوں گے۔ اگر ان کی کارکردگی کا یہی عالم ہے تو اولیو باورڈ کا خدا ہی حافظ ہے۔"

"میں انکل رابیل سے سخت متنفر ہوں۔" سلویا نے کہا۔ "اور اب اولیو باورڈ تمہارے گرد جس قسم کے جال بُن رہا ہے اس کے بعد تو ان لوگوں کے لیے میرے دل میں ہمدردی کی ذرہ برابر بھی رمق باقی نہیں رہ گئی ہے۔ خدا جانے انکل رابیل کی گردن پر کتنے بے گناہوں کا خون ہو گا۔"

"اولیو باورڈ کی حد تک تو میں واقف ہوں۔ وہ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ان لوگوں کو ختم ہو جانا چاہیے۔ چاہے اس کے لیے مجھے کتنا ہی انتہائی قدم کیوں نہ اٹھانا پڑے۔"

"تم تو ایک ڈاکٹر ہو۔ تمہارا پیشہ تمہیں امن و سلامتی کا درس دیتا ہے۔ تم بھلا ان تخریبی سرگرمیوں کے خلاف کیا کردار ادا کر سکو گی؟"

"مجھے اگر میرے پیشے تک ہی محدود رکھا گیا ہوتا تو شاید میں یہ فیصلہ نہ کرتی لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔"

"پیشے تک محدود رکھے جانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو باورڈ کی وجہ سے مجھے فیلڈ میں آنا پڑا۔ مجھے انکل رابیل پر بھی غصہ ہے۔ انھوں نے بھی اُس کے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔"

"اولیو باورڈ کی وجہ سے کیا ہوا؟ تم تو میری ہمدردی میں اس چکر میں پھنس گئیں۔"

"یہ بات نہیں ہے علی۔" سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اولیو باورڈ کی اسکیم کے تحت کیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "یعنی وہ تمہیں اپنی اسکیم تباہ کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے؟"

"یہ بہت گہری سازش ہے علی۔ اُسے خبر ہو گئی تھی کہ لگی تمہاری نگاہ میں آگئی ہے۔ اگر نہیں آئی تو اپنی حرکتوں کی وجہ سے آجائے گی۔ اس لیے اُس نے لگی کو بچانے کے لیے ایک اور اسکیم تیار کی۔"

"یعنی تم سے کہا کہ جا کر مجھے لگی کی اصلیت سے آگاہ کر دو تاکہ میں اُس پر ہاتھ ڈال دوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت لگی تمہاری دسترس سے بہت دُور نکل چکی ہو گی۔ طے یہ ہوا تھا کہ جب تم میرے پاس پہنچو گے تو لگی کو پیٹر کے اس بنگلے سے نکال لیا جائے گا جہاں وہ موجود ہے۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ جیسے ہی اولیو باورڈ کو اطلاع ملی ہو گی کہ تم میرے پاس پہنچ گئے ہو اُس نے لگی کو ٹرانسمیٹر پر وہاں سے نکلنے کی ہدایت کر دی ہو گی۔"

"یہ کوئی ضروری تو نہیں تھا کہ میں تمہارے بلانے پر آ ہی جاتا۔" میں نے کہا۔ "اگر میں نہ آتا تو کیا ہوتا؟"

"اگر تم نہ آتے تو مجھے فون پر ضرور بات کرتے اور میں تمہیں ملنے پر رضامند کر ہی لیتی۔"

"یہ ساری باتیں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائیں اور اب کیوں بتا رہی ہو؟"

"اگر پہلے بتا دیتی تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم جلد بازی میں لگی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھو۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں خطرے میں پڑ جاتی۔ اس کے علاوہ میری نگرانی بھی ہو رہی تھی۔ اس لیے میں نے مناسب یہی سمجھا کہ پہلے اولیو باورڈ کی اسکیم کو تکمیل تک پہنچنے دیا جائے۔ اصل صورتِ حال سے تمہیں بعد میں بھی آگاہ کیا جا سکتا تھا۔"

"لگی باورڈ کو اس اسکیم کا علم کس طرح ہوا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"اُس سے ٹرانسمیٹر پر اُس وقت رابطہ کیا گیا ہوگا جب تم میرے پاس کلب پہنچی تھیں۔"

"میں تو بیک اپ میں تھا۔ کسی نہ کسی طرح پہچانا ہوگا۔ میں اپنی جگہ کسی اور کو بھی تو بھیج سکتا تھا۔"

"اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اگر آئے بھی تو بیک اپ میں ہو گے اور کوئی بھی تمھیں نہیں پہچان سکے گا۔ اس لیے مجھے یہ ذمے داری بھی سونپی گئی تھی کہ اگر تم خود مجھ سے ملنے آؤ تو میں یہ تصدیق کرنے کے بعد کہ مجھ سے ملنے تم ہی آئے ہو کوئی اور شخص آیا ہے، ایک مخصوص اشارہ کر دوں تاکہ اس کے آدمی اپنا کام شروع کر دیں۔"

"گویا اولیو ہاورڈ کے آدمی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے؟"

"انکل ڈیل کے آدمی جو اب اولیو ہاورڈ کے کہنے کے مطابق کام کر رہے ہیں۔" سلویا نے تصحیح کی۔

"میں نے پوچھا تھا وہ عمارت سے ہی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے آئے تھے یا پہلے سے وہاں موجود تھے؟"

"میرا خیال ہے یہ وہی لوگ تھے جو میری نگرانی کر رہے تھے کیونکہ راستے میں میں نے اپنے عقب میں کسی کو بھی نہیں دیکھا۔"

"تو جب میں اپنی اصل آواز میں بولا اور تم نے مجھے شناخت کر لیا تو تم نے اُن لوگوں کو اشارہ کر دیا؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "یہ کام مجھے سونپا گیا تھا اور مجھے کرنا ہی تھا۔"

"تمھارے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ اس طرح میری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی تھی؟"

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" سلویا نے کہا۔ اُس کی آنکھیں خوفزدہ انداز میں پھیل گئی تھیں مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل کر بولی۔ "لیکن نہیں، اس سب کا تو مقصد ہی کچھ اور تھا۔ تم تو پہلے بھی اُن کی دسترس میں تھے۔ اگر تمھاری زندگی لینا ہی اُن کا مقصد ہوتا تو وہ تمھیں نکلنے ہی کیوں دیتے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اپنی بیٹی کے ساتھ مجھے فرار کرانے سے اولیو ہاورڈ کا کیا مقصد تھا؟"

"تمھاری سرگرمیوں پر نظر رکھنا۔ مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ بگی تمھارا اعتماد حاصل کر کے تمھارے ہر اقدام سے اولیو ہاورڈ کو باخبر کرتی رہے گی۔"

"اور اب اس مقصد کے لیے بگی کے بجائے تمھارا انتخاب کیا گیا ہے؟"

"ہاں۔" سلویا نے بلا جھجک کہا۔ "تمھارے بارے میں کوئی بھی اہم اطلاع اُن تک پہنچانا میری ذمے داری ہے۔"

"اس کام کے لیے تمھارا ہی انتخاب کیوں کیا گیا اور بگی نہیں تھی؟"

"تمھاری تیمارداری کے دوران جو تم سے معمولی شناسائی پیدا ہو گئی تھی اولیو ہاورڈ نے اسی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے اور اسی لیے اس کام کے لیے مجھے چنا گیا ہے۔"

"اُسے یہ اعتماد کیوں تھا کہ تم کامیاب ہو ہی جاؤ گی؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتی کہ اُسے اعتماد تھا یا نہیں لیکن اُس نے میرے ذریعے جو اطلاع تمھیں فراہم کی ہے اس کے بعد تمھارے پاس مجھ پر اعتبار کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ جاتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن کیا میں تم سے یہ سوال کر سکتا ہوں کہ تم یہ اطلاع مجھے کیوں فراہم کر رہی ہو؟"

"یہ معاملہ اولیو ہاورڈ نے مجھ پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں اپنی مظلومیت کی کوئی ایسی داستان گھڑ کر تمھیں سنا سکتی ہوں جو تمھیں مطمئن کر دے۔ اور میں نے اس بات کا جواب اثبات میں دیا تھا اس لیے کہ تمھیں کوئی داستان سنانے کی مجھے کوئی ضرورت تھی ہی نہیں۔ میں تو تمھیں پہلے ہی بتا چکی تھی کہ میں ان لوگوں سے برگشتہ ہوں۔ اب قدرت نے خود ہی مجھے اُن کے چنگل سے نکلنے اور تم سے ملنے کا ایک موقع فراہم کر دیا تھا تو میں اسے کیسے ضائع کر دیتی؟"

"تم اولیو ہاورڈ کو معلومات کس طرح فراہم کرو گی؟"

"اُس نے مجھے ایک ٹرانسمیٹر دیا ہے۔ مجھے ایک مخصوص فریکوئنسی پر پیغامات بھیجنے ہوں گے۔ اس فریکوئنسی کا رابطہ ایک کمپیوٹر سے ہے۔ اگر دوسری طرف پیغام وصول کرنے کے لیے کوئی موجود نہ ہوا تو پیغام خودکار طریقے سے ریکارڈ ہو جائے گا۔"

"اب یہ بتاؤ کہ تم اُن لوگوں کے خلاف میری مدد کس کس طرح کر سکو گی؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ میں تمھاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔ یہ بات تو تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں تمھیں بتاؤں گا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تو پہلے مجھے وہ ٹرانسمیٹر تو دکھاؤ جو اولیو ہاورڈ نے تمھیں دیا ہے۔"

سلویا نے پرس کھول کر سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ "سگریٹ پیو گے؟" اُس نے پیکٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، میں سگریٹ نہیں پیتا۔" میں نے کہا اور سلویا نے ایک سگریٹ اپنے گداز ہونٹوں میں دبالی۔ پھر اُس نے پرس میں سے ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک نفیس لائٹر نکالا اور سگریٹ سلگانے لگی۔ اُس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اُس نے میری بات سنی ہی نہ ہو۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ٹرانسمیٹر دکھاؤ اور تم نے سگریٹ نوشی شروع کر دی۔"

سلویا ایک ادا سے مسکرائی۔ "دکھا تو دیا اور کیسے دکھاؤں؟" وہ سگریٹ کا کثیف دھواں اُگلتے ہوئے بولی۔

"کیا یہ لائٹر۔۔۔؟" میں نے چونک کر کہا اور اُس نے مسکرا کر سر کو اثباتی جنبش دی۔

میں نے سلویا سے لائٹر لے لیا۔ اُس لائٹر میں اس کے سوا اور کوئی خاص بات نظر نہیں آ رہی تھی کہ وہ معمول سے ذرا زیادہ بڑا تھا۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات اس لیے نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک نفیس لائٹر تھا جو منقش بھی تھا اور اس قسم کی اشیاء معمول سے کچھ بڑی ہوتی ہی ہیں۔

"اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے تمھارے سامنے آزادانہ طور پر بطور لائٹر استعمال کر سکتی ہوں۔ تم کبھی سراغ نہیں لگا سکو گے کہ یہ ٹرانسمیٹر بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔" میں نے لائٹر سلویا کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ "ایسی چیزوں سے میرا واسطہ ذرا کم ہی پڑا ہے اس لیے ان کے بارے میں میری معلومات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"میں تمھیں اس کے استعمال کا طریقہ سمجھا سکتی ہوں۔" سلویا نے صوفے پر میرے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کے استعمال کا طریقہ سیکھنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس پر کی جانے والی گفتگو کہیں اور نہیں سنی جا سکتی؟"

"اولیو ہاورڈ کہہ رہا تھا کہ یہ انتہائی مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہے۔ کسی دوسرے ٹرانسمیٹر پر اس کے پیغامات سُنے جانے کے امکانات بہت کم ہیں۔"

"مجھے بھی یہی توقع تھی۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم آئندہ وہ معلومات فراہم کرو گی جو میں تمھیں بتاؤں گا۔"

"میں ہر طرح تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔" سلویا خوش ہو کر بولی۔ "مجھے بتاؤ کیا پیغام بھیجنا ہے۔"

"ابھی نہیں، ابھی تو بہت سی باتیں طے ہونا باقی رہ گئی ہیں۔ اگر ٹرانسمیٹر پر دوسری طرف خود اولیو ہاورڈ ہوا تو وہ تم سے بگی کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔"

سلویا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "مجھ سے کیوں پوچھے گا؟ وہ تو اب تک اُس کے پاس پہنچ بھی چکی ہوگی۔"

"ضروری تو نہیں کہ جو سوچی ہوئی بات ہو وہ پوری بھی ہو جائے۔ ممکن ہے بگی سے اُن کا رابطہ بروقت نہ قائم ہو سکا ہو۔"

"اوہ، تمھارے انداز سے تو یوں لگ رہا ہے جیسے تمھیں یقین ہے کہ بگی اُن تک نہیں پہنچ سکی ہوگی؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "بات کچھ ایسی ہی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "اولیو ہاورڈ کا منصوبہ بہت مکمل تھا۔ مجھے تو اس کے ناکام ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیا تم نے پہلے ہی اُس کا کوئی بندوبست کر دیا تھا؟"

میں مسکرایا۔ "بہت زیادہ چالاک لوگ بھی بعض اوقات دھوکا کھا جاتے ہیں۔ تم اولیو ہاورڈ کے مکمل منصوبے سے یقیناً علم رکھتی ہو گی۔ اُس نے بگی کی حفاظت کے لیے کچھ اور بندوبست بھی کر رکھا ہوگا لیکن اُس نے یہ انتہائی قدم اُٹھا کر جس حماقت کا ارتکاب کیا ہے مجھے اُس سے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"کون سا انتہائی قدم؟" سلویا نے پلکیں جھپکا کر کہا۔ "اور کون سی حماقت؟"

"تمھیں میری نظروں میں قابلِ اعتبار بنانے کے لیے اُس نے تمھاری زبان سے بگی کا راز فاش کروا دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے اپنے منصوبے کی کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔ اُس نے یہ نہیں سوچا کہ اگر کسی بھی وجہ سے اس کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا تو بگی اُس کے ہاتھ سے نکل کر میرے رحم و کرم پر آ جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سلویا نے آہستگی سے کہا۔ "لیکن یہ سب کچھ سوچنا اُس کا کام تھا میرا نہیں۔ اور وہ ایک ماہر منصوبہ ساز شمار کیا جاتا ہے۔"

"منصوبہ ساز نہیں سازشی۔" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "منصوبہ تعمیری ہوتا ہے اور سازش تخریب کی علامت ہوتی ہے۔ اُس نے زندگی میں شاید ہی کبھی کوئی منصوبہ بنایا ہو۔"

"خیر۔۔۔ تمھارا مطلب ہے اُس کی سازش ناکام ہو گئی ہے اور بگی اُس تک نہیں پہنچ سکی ہے۔"

"اس وقت تو وہ اپنے مہرے بھی ٹھیک سے نہیں کھیل پا رہا۔ اس وقت تم اس کا اہم ترین مہرہ ہو مگر تم میرے لیے کام کرو گی۔"

"اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ میں تو پہلے ہی انکل ڈیل سے بدظن تھی۔ اولیو ہاورڈ کا جو ہے دلوں کا حال تو نہیں جان سکتا۔"

"کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ میں بھی نہیں جان سکتا۔ اس اعتبار سے تو مجھے بھی دھوکے کھاتے رہنا چاہیے۔"

"اگر میں خود ہی تمھیں نہ بتا دیتی تو تم میرے ہاتھوں دھوکا کھا ہی گئے تھے۔"

"اس بارے میں کچھ کہنا اس لیے فضول ہے کہ اس کا فیصلہ کرنے والا وقت ہی کر سکتا تھا۔"

"لیکن بگی ہاورڈ نے تو تمھیں چڑیا کی طرح شیشے میں اُتار لیا تھا۔ اس کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"اگر اُس نے مجھے اُسی طرح شیشے میں اُتار لیا تھا جس طرح تم بیان کر رہی ہو تو اولیو ہاورڈ کی اس بوکھلاہٹ کو کیا کہو گی جس کے نتیجے

میں اُس نے نگی کو بچانے کی خاطر انتہائی محدود سا منصوبہ ترتیب دیا؟"

سلویا نے پہلو بدلا۔ "وہ تو نگی کی اپنی حماقت تھی۔ اگر وہ محتاط رہتی ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی۔"

"تم بہت ذہین لڑکی ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اولیو باورڈ کی وکالت بڑے اچھے طریقے سے کر رہی ہو۔"

"غلط مت سمجھو۔ میں کسی کی وکالت نہیں کر رہی ہوں۔ اپنی دانست میں تو میں ایک درست بات کر رہی ہوں۔"

"تمہاری صاف گوئی مجھے بے حد پسند آئی ہے۔ کسی قسم کی بدگمانی کرنے کے بجائے تم جو بات کہہ رہی ہو۔ نگی باورڈ کو میں بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ اور اس سے بھی زیادہ عرصے سے اُس کے باپ سے واقف ہوں۔ مجھے چونکانے کے لیے تو نگی باورڈ کا تبدیل شدہ رویہ ہی بہت کافی تھا۔ اُس کے بارے میں، میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ کیا فراڈ لے کر میرے پاس آئی ہے مگر میرے پاس اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ تاہم میں اُس کی طرف سے محتاط تھا۔ پھر کل رات میں نے اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس وقت جب وہ اپنے باپ سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہی تھی اور میرے بارے میں رپورٹ پیش کر رہی تھی۔" میں خاموش ہو گیا۔

"پھر کیا ہوا؟" سلویا نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں شاید اس حد تک نہ جاتا مگر اس کی اشتعال انگیز گفتگو میرے لیے اس حد تک ناقابلِ برداشت ثابت ہوئی کہ میں نے اُسے سفرِ آخرت پر روانہ کر دیا۔"

"تو یہ بات تھی۔" سلویا نے ایک طویل سانس لی۔ "اسی بنا پر تم اتنے پُریقین تھے کہ نگی اپنے باپ تک نہیں پہنچی ہو گی۔"

"جس سفر پر وہ روانہ ہوئی ہے اس کی ایک ہی منزل ہوتی ہے اور یہ وہ منزل ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔"

"تو اب تم ہی بتاؤ کہ اولیو باورڈ نگی کے بارے میں پوچھے تو اُسے کیا جواب دوں؟"

"بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اولیو باورڈ نے تہذیب کو کیوں قید کر رکھا ہے؟"

سلویا بُری طرح چونک پڑی۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تہذیب اُس کی قید میں ہے۔ اُس کے خیال میں تو یہ وہ راز ہے جس کی تمہیں ہوا تک نہیں لگ سکتی۔"

میرے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "اسی قسم کی خوش فہمیاں تو کسی شخص کو جہنم واصل کر دیتی ہیں۔"

"مجھے واقعی حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "تم آخر کون کون سی باتوں سے واقف ہو۔"

"ایک بات سے واقف نہیں ہوں اور وہی اس وقت میرے لیے سب سے بڑی اُلجھن بنی ہوئی ہے۔ شاید تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو۔"

"جس بات سے تم واقف نہیں ہو شاید وہ میرے علم میں بھی نہیں ہو گی۔ بہرحال تم پوچھو۔ مجھے معلوم ہوا تو ضرور بتاؤں گی۔"

"اولیو باورڈ میرا جانی دشمن ہے۔ آخر اس نے مجھے زندہ کیوں نکل جانے دیا حالانکہ وہ چاہتا تو بہ آسانی مجھے مار سکتا تھا۔ میں پوری طرح اُس کے رحم و کرم پر تھا۔"

"او ہو! میں سمجھی تھی کوئی بڑی بات ہو گی۔ تم تو بہت چھوٹی سی بات کے لیے تشویش میں مبتلا ہو گئے ہو۔"

"ہو سکتا ہے تمہاری نظر میں یہ کوئی معمولی سی بات ہو مگر میرے لیے بہت اہم ہے۔"

"وہ تمہارا دشمن ہے۔ تمہیں زک پہنچانا چاہتا ہے۔ تمہارے منصوبے معلوم کر کے انھیں ناکام بنانے کا ذمہ لینے سے پہلے اُس نے اپنی بیٹی کو اور اب مجھے تمہارے ساتھ لگایا ہے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ تو وہ بات ہے جو بظاہر نظر آتی ہے لیکن اصل بات کچھ اور ہے اور میں اُسی کی جستجو میں ہوں۔"

"ایسی باتیں تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔" سلویا نے بے بسی سے کہا۔

"اب اس میں ایک اُلجھن کا اضافہ اور ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے یہ بات کیوں چھپانا چاہتا ہے کہ تہذیب اُس کی قید میں ہے؟"

"مجھے حیرت ہو رہی ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "آخر تم چھوٹی چھوٹی باتوں کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دے رہے ہو۔"

"اگر بڑی بڑی باتوں کو اہمیت دوں گا تو کیا کمال کروں گا۔ بڑی بڑی باتوں کو تو ہر شخص اہمیت دیتا ہے۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کہیں تم انتہا پسندی کے خبط میں تو مبتلا نہیں ہو۔" سلویا نے چونک کر کہا۔ "یہ بہت بری بیماری ہوتی ہے۔"

"میں کسی بھی قسم کے خبط میں مبتلا نہیں ہوں۔ درحقیقت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے پسِ پردہ بہت بڑے بڑے عزائم کارفرما ہیں اور میں لاعلمی پسند نہیں کرتا۔ بے خبری میں اٹھایا ہوا کوئی قدم نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر مجھے اولیو باورڈ کے عزائم کا علم ہو جائے تو میں بہتر طور پر اُس کے خلاف کام کر سکوں گا۔"

"مجھ سے تو اُس نے یہی کہا ہے کہ مستقبل قریب میں تمہارے عزائم جاننے کی کوشش کروں۔ اس طرح کہ تم میری طرف سے مشکوک نہ ہونے پاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "جلد یا بدیر یہ عقدہ بھی کھل ہی جائے گا۔ تم یہ بتاؤ کہ تہذیب کا کیا حال ہے۔ اس سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی؟"

"صرف اُس روز جب اُسے وہاں لایا گیا تھا۔ وہ دماغ ماؤف کر دینے والی ادویات کے زیرِ اثر تھی اور ہم نے اُسے ٹریٹمنٹ دیا تھا۔"

"یہ بات تم نے اُس وقت مجھے کیوں نہیں بتائی تھی جب میں اُس عمارت میں موجود تھا؟"

"اُس وقت کتنی باتیں ہو سکی تھیں؟" سلویا نے کہا۔ "پھر شاید گفتگو میں ایسا کوئی موڑ بھی نہیں آیا تھا۔"

"اگر اُس وقت میں تم سے تہذیب کے بارے میں سوال کرتا تو کیا تم مجھے بتا دیتیں؟" میں نے پوچھا۔

سلویا نے چند لمحے غور کرنے کے بعد نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔" اس نے کہا۔ "تمہارے پوچھنے کے باوجود میں اس سوال کا جواب دینے سے گریز کرتی۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "اور اب تم نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ کیوں؟"

"تم عجیب آدمی ہو۔ میں یہ توقع نہیں کر سکتی کہ تم کبھی میرا نام ظاہر کرو گے۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے علاوہ اب میں آزادی چاہتی ہوں۔ تم سے مجھے یہ امید ہے کہ تم ان پر کوئی کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اسی لیے میں تمہارے ہر سوال کا جواب دے رہی ہوں۔ اُس وقت صورتِ حال بہت مختلف تھی۔ اس وقت تو تم خود قیدی تھے۔ تم سے کیا توقع کی جا سکتی تھی۔ ماضی کے کارناموں کے سوا تمہارے پاس اور تھا ہی کیا... ہاں اب تم آزاد ہو۔ یقیناً کچھ نہ کچھ کر گزرو گے۔"

"یہ آزادی بھی تو میں نے اپنے بل پر حاصل نہیں کی۔ معلوم نہیں کیوں اُس نے خود ہی مجھے فرار کرا دیا۔"

"اس سے تمہاری قدر اور شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تمہیں قید کر کے بھی وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کسی اور کے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟"

"اب تم وہی بات کر رہی ہو جو تھوڑی دیر قبل میں کر رہا تھا۔ یہ نکتہ کہ اُس نے مجھے چھوڑ کیوں دیا، بہت اہم ہے۔"

"تمہارے لیے اہم ہو گا۔" سلویا نے منہ بنا کر کہا۔ "میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اس وقت اولیو باورڈ اپنے منصوبے کی ناکامی پر اپنے بال نوچ رہا ہو گا۔"

"جب تم اور تہذیب ایک ہی عمارت میں تھیں تو اس سے دوبارہ تمہاری ملاقات کیوں نہیں ہوئی؟"

"وہ وہاں قیدی ہے اور اُسے تہ خانے میں رکھا گیا ہے۔" سلویا نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"وہاں تہ خانے بھی ہیں؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن اس پر تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے۔ جو لوگ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں وہ بڑے وقتوں کے لیے تہ خانے ضرور تعمیر کراتے ہیں۔"

"واقعی مجھے اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن تم تو وہاں قید نہیں تھیں۔ تم خود تہ خانے میں جا سکتی تھیں؟"

"مجھے کوئی غیر ضروری حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ پر ایسی کوئی پابندی بھی نہیں تھی۔"

"یہ بات نگی کے علم میں بھی رہی ہو گی کہ تہذیب وہاں قید ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہ صرف علم میں تھی بلکہ وہ اس سے یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش کر رہی تھی کہ فارمولوں کی نقلیں کہاں ہیں؟"

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ سلویا کی اس بات نے میرے ذہن کے دریچے وا کر دیے تھے اور اب معاملات مجھ پر واضح ہونے شروع ہو گئے تھے۔

"انہی فارمولوں کا ذکر ہے جو تم نے امریکی حکومت کے حوالے کیے ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"جو فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کر دیے گئے اُن کا کیا ذکر اور اب وہ ہمارے پاس کہاں؟"

"تو کیا تم نے واقعی اُن فارمولوں کی نقلیں کرا کے اپنے پاس محفوظ نہیں رکھیں؟"

"ساری گفتگو تمہارے سامنے ہی تو ہوئی تھی اور میں نے بتایا تھا کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

"مجھے کیا معلوم کہ تم سچ بول رہے تھے۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پاس اُن فارمولوں کی کوئی نقل نہیں ہے لیکن اب میری سمجھ میں آ گیا کہ اولیو باورڈ نے کیا کھیل کھیلا ہے۔ پہلے اُس نے مجھ پر یہ ظاہر کیا جیسے اُسے میری بات پر یقین آ گیا ہے لیکن درحقیقت وہ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ فارمولوں کی نقلیں میرے پاس موجود ہیں۔ اُس نے تہذیب کو بھی یہی معلوم کرنے کے لیے اغوا کیا ہو گا مگر میرے بارے میں تو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میری زبان نہیں کھلوائی جا سکتی۔ اور مجھے چھوڑنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ پہلے اُس نے نگی کو میرے پیچھے لگایا اور اب تمہیں بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اُن فارمولوں کی قیمت چونکہ اربوں ڈالر تک پہنچتی ہے اس لیے اولیو باورڈ کی رال ٹپک پڑی۔ بلاشبہ یہی بات ہے ورنہ وہ میری خاطر اتنی زحمت نہ کرتا اور مجھے پہاڑی سلسلے میں ہی مروا دیتا۔"

"لیکن نہ تو اُس نے اور نہ ہی انکل ڈینیل نے مجھ سے فارمولوں کے سلسلے میں کوئی بات کی۔ اگر ایسی کوئی بات تھی تو انھیں چاہیے تھا مجھے واضح ہدایت دیتے۔"

"اولیو بادرڈ نے محض احتیاطاً ہی تم سے فارمولوں کا تذکرہ کرنے سے گریز کیا ہوگا اور ہاروت رازیل کو بھی منع کر دیا ہوگا۔ ایسا اس نے اس امکان کے پیش نظر کیا ہوگا کہ کہیں نادانستگی میں میرے سامنے تمہارے منہ سے فارمولوں کے بارے میں کچھ نہ نکل جائے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں محتاط ہو جاتا اور وہ قیمتی فارمولے جو اس کے خیال میں میرے پاس ہیں اُسے نہ مل پاتے جس کے نتیجے میں وہ ان اربوں ڈالرز کی رقم سے محروم ہو جاتا جو اس کے خیال میں اُسے ملنے کے قوی امکانات موجود ہیں مگر سب سے زیادہ تشویش مجھے تہذیب کی طرف سے پیدا ہو گئی ہے۔ معلوم نہیں فارمولوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ اس پر کیسے کیسے تشدد کر رہے ہوں گے۔"

"اس پر زیادہ تشدد بھی دباؤ ڈالا گیا ہے۔ اولیو بادرڈ نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ اس پر جسمانی تشدد نہ کیا جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے تمہارے خوف سے یہ ہدایت جاری کی ہوگی۔ فرض کرو تہذیب کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور تمہیں اس کا علم ہو جائے تو کیا تم اس کا انتقام نہیں لو گے؟"

"انتقام تو میں اب بھی لوں گا۔ اولیو بادرڈ کو ایک ایک لمحے کا حساب دینا پڑے گا۔ اس کی یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے تہذیب پر ہاتھ ڈالا۔"

"ممکن ہے کسی موقع پر تہذیب کے حوالے سے وہ تمہیں بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو؟"

"اس کی فطرت کے پیش نظر یہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے لیکن حتی الامکان وہ یہی چاہے گا کہ تمہارے ذریعے اسے مطلوبہ معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"تم نے ابھی کھانا تو نہیں کھایا ہوگا؟" سلویا نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور فی الحال مجھے کھانے کی کوئی خاص خواہش بھی نہیں ہے۔ تم اپنے لیے منگوا لو۔"

"تھوڑا بہت تو تمہیں کھانا ہی پڑے گا۔" سلویا نے کہا اور فون پر روم سروس کو کھانے کا آرڈر پلیس کر دیا۔

"آج شام میں نے اولیو بادرڈ کو شامی کونسلیٹ کے ایک ملازم سے ملتے دیکھا تھا۔ تمہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"مجھے کاروباری باتوں سے اُلجھن ہوتی ہے۔" سلویا نے منہ بنا کر کہا۔ "اس لیے میں اُن میں زیادہ دلچسپی بھی نہیں لیتی۔"

"کاروباری باتیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں شامی کونسلیٹ کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ اس میں کاروباری باتیں کہاں سے نازل ہو گئیں؟"

"اوہ! وہ وہاں کیا کرنے جا رہے ہیں یہ پوچھو۔" سلویا نے کہا۔ "یہاں تو تم نے اُن کا کاروبار تباہ کر دیا ہے۔"

"شام میں بھلا وہ کیا کاروبار کریں گے؟" میری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ "وہاں تو ویسے ہی کاروبار کے مواقع نہیں ہیں اور پھر اس مقصد کے لیے دیگر ممالک کم تو نہیں ہیں جہاں کاروبار کے بے حد مواقع ہیں۔"

"مجھے یہ سب نہیں معلوم۔" سلویا بے زاری سے بولی۔ "ممکن ہے کسی اور حکومت سے اُن کا معاہدہ نہ ہو سکا ہو۔"

"حکومت سے معاہدہ؟" میری آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔ "گویا شام کی حکومت سے اُن کا معاہدہ بھی ہو چکا ہے؟"

"ہاں ہاں۔" سلویا نے بے اعتنائی سے کہا۔ "مگر تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے۔ اس بات کو تو بہت عرصہ گزر چکا۔ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔"

"اوہ! مجھے بتاؤ سلویا پلیز مجھے بتاؤ۔ یہ تو اچھا ہوا اولیو بادرڈ کی وجہ سے یہ بات میرے علم میں آ گئی۔"

"لیکن میں تمہیں کیا بتاؤں۔ کہہ تو دیا مجھے کاروباری باتوں سے وحشت ہوتی ہے۔" سلویا جھنجلا گئی۔

"ضرور ہوتی ہوگی۔ میں اندازہ کر سکتا ہوں لیکن اس کاروباری معاہدے کے بارے میں تمہیں جتنا بھی معلوم ہے مجھے بتاؤ۔"

"پتا نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔ اولیو بادرڈ سے چھلانگ لگا کر کاروباری معاہدے کے پیچھے پڑ گئے۔"

کوئی جواب دینے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ چونکہ اندر سے بند تھا اس لیے میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ویٹر کھانا لایا تھا۔ چند منٹ اسی میں گزر گئے۔ ویٹر کھانا میز پر سجا کر چلا گیا تو میں دوبارہ سلویا کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ میری بے چینی بھانپ گئی اور مسکرا کر بولی۔

"کھانا تو شروع کرو۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے بتا دوں گی مگر پہلے تم کھانا کھاؤ۔"

اب میرے لیے کھانا کھانا اور بھی مشکل ہو گیا تھا مگر اس سے جلد از جلد معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے کچھ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ ہاروت رازیل اور اولیو بادرڈ کے اشتراک سے شام میں کوئی کاروبار شروع کرنے کی خبر میرے لیے خاصی دھماکا خیز تھی۔ شام کی سرحد پر اسرائیلی فوجیں جمع تھیں اور یہ بات پوری دنیا کے علم میں تھی کہ یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے باوجود شام کی حکومت نے ایک یہودی سے کیونکر معاہدہ کر لیا اور اُسے اپنے ملک میں کوئی کاروبار کرنے کی اجازت کس طرح دی۔

میں نے محسوس کیا کہ سلویا بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"کہاں کھو گئے تھے؟" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "جب

تمہیں تہذیب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کھوئے کھوئے سے دکھائی دینے لگے ہو۔"

"معاملہ بہت سنگین ہے سلویا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم مجھ سے واقف ہو پھر بھی ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

"تمہیں یقیناً یہ خبر سن کے لگا ہوگا کہ اس کاروبار کی آڑ میں عربوں کے خلاف کوئی سازش ہو گی۔"

"میں صیہونی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ ان کے پاس سازشوں کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھا۔"

"تو ہونے دو۔ تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ ان سازشوں سے تمہاری اپنی ذات پر تو کوئی آنچ نہیں آ رہی۔"

"معاملہ اگر میری ذات کا ہوتا تو مجھے اتنی تشویش نہ ہوتی۔"

"ہاں معاملہ تو عربوں کا ہے جو خود کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسروں پر تکیہ کیے بیٹھے رہتے ہیں۔" سلویا زہریلے لہجے میں بولی۔

میں نے زخمی نگاہوں سے سلویا کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔ "ٹھیک ہے یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے کیا۔"

"معلوم نہیں کیوں تمہارے منہ سے یہ بات سن کر مجھے افسوس ہوا۔ کسی اور نے کہا ہوتا تو میں اُسے جواب بھی دیتا۔ تمہیں کیا کہوں۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔" سلویا نے سر جھکا کر کہا۔ "میرے کہنے کا وہ مقصد نہیں تھا جو تم نے سمجھا۔"

"اچھا اب کھانا تو کھاتی رہو۔" میں نے خوشگوار لہجے میں کہا تاکہ اس کے تاسف میں کسی قدر کمی واقع ہو۔ "کھانے نے کیا قصور کیا ہے۔"

"مجھے اس معاہدے کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں معلوم۔" سلویا نے آہستہ آواز میں کہا۔ "بس اتنا معلوم ہے کہ انکل رازیل نے وہاں کوئی دوا ساز فیکٹری قائم کرنے کے لیے شامی حکومت سے معاہدہ کیا ہے۔"

"دوا ساز فیکٹری!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔"

"معاہدہ ہوئے تو عرصہ ہوا۔ اب تو وہاں کام بھی شروع ہونے والا ہے۔ میں نے انکل رازیل اور اولیو بادرڈ کو باتیں کرتے سنا تھا۔"

میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ ہاروت رازیل کی ایک عمر ہتھیاروں کے کاروبار میں گزری تھی۔ اب اس کا اچانک دوا سازی کی طرف مائل ہو جانا تعجب خیز تھا۔ کاروبار تو خیر آدمی کوئی سا بھی کر سکتا ہے لیکن دوا ساز فیکٹری کا قیام اور وہ بھی شام جیسے ملک میں بڑی انوکھی بات تھی۔ اس دوا ساز فیکٹری کے پس پشت کوئی سازش کارفرما تھی جس کا مجھے سراغ لگانا تھا۔ بات اگر وہاں سے شروع ہوتی جہاں میں نے ہاروت رازیل کا کاروبار تباہ کیا تھا تب بھی کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر سلویا کے بیان سے معلوم ہوا تھا کہ اس سے بہت پہلے ہی ہاروت رازیل نے شام میں دوا ساز فیکٹری قائم کرنے کا نہ صرف فیصلہ کر لیا تھا بلکہ اس ضمن میں عملی اقدامات بھی کر ڈالے تھے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ پہلے سے ہی کسی بڑے چکر میں تھا۔

"کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ اولیو بادرڈ یا ہاروت رازیل میں سے کوئی تم سے خود ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرے؟" دفعتاً میں نے سلویا سے پوچھا۔

"نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "طے ہوا ہے کہ میں خود ہی رابطہ کروں گی ورنہ مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا اور میں بھی اس وقت ٹرانسمیٹر استعمال کروں گی جب کوئی اہم اطلاع دینی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے سلویا!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب میں جا رہا ہوں۔ دن میں کسی وقت آؤں گا۔"

"مجھے اس حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟" سلویا نے کہا۔ "میرے پاس کسی قسم کا سامان تک نہیں ہے۔"

"وقت تو یونہی گزارو۔ کل دن میں یقیناً انتظامات کریں گے۔ اس وقت تک ممکن ہے صورت حال کچھ واضح ہو جائے۔"

"نہیں۔ تم مجھے تنہا چھوڑ کر مت جاؤ۔ تنہائی میں مجھے یہاں وحشت ہو گی۔ ڈر لگے گا۔"

"ڈر کس بات سے لگے گا۔ یہاں کون تمہارا دشمن ہے اور پھر کسی کو یہ معلوم بھی تو نہیں ہے کہ تم کہاں ہو۔"

"ڈر لگنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی وجہ بھی ہو۔" سلویا نے کہا۔ "بغیر کسی وجہ کے بھی آدمی خوفزدہ ہو سکتا ہے اور پھر بدلتے ہوئے حالات کے تحت تو میرا خوفزدہ ہونا فطری ہے۔"

"یہ ایک بہترین ہوٹل ہے سلویا! کوئی ڈر نہیں ہے اور احتیاط کے طور پر تم دروازہ اندر سے بند رکھنا۔"

"کیا اس وقت تمہارا جانا بہت ضروری ہے؟ یہ رات یہیں گزار لو۔ صبح چلے جانا۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ میرے جائے بغیر کام ہو جائے۔" میں نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر بلیک ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ بڈ نے میری آواز پہچان لی۔

"تم کہاں ہو چیف؟" بڈ نے کہا۔ اس کی آواز سے بے چینی جھلک رہی تھی۔ "ڈیزی چنگا خیریت سے ہیں۔"

"میں ہوٹل فریم لینڈ میں ہوں۔" میں نے اُسے کمرہ نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "فون پر بات کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ تم خود ہی میرے پاس چلے آؤ۔"

"بس پندرہ منٹ میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ کیا بیئر کو بھی ساتھ لے آؤں؟"

"وہ کہاں ہے؟"

"میرے کمرے میں ہی موجود ہے۔ ہم دونوں بڑی بے چینی

سے تمھارے منتظر تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ بھی آ جائیں، کوئی حرج نہیں ہے۔"

فون بند کر کے میں سلویا کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں نے اپنے ساتھیوں کو یہیں طلب کر لیا ہے۔ اب شاید مجھے جانے کی ضرورت نہ پڑے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے بہت خوش آئند ہے۔" سلویا مسکرا کر بولی۔ "اور اب میں خاصا سکون محسوس کر رہی ہوں۔"

"تم نے یہ سوچا ہے کہ اس طرح کب تک کام چل سکے گا؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "اس وقت تو میں نے کام چلا لیا ہے لیکن جلد یا بدیر مجھے باہر جانا ہی پڑے گا۔"

"شاید انکل رابیل کے خلاف کام کر کے میں اپنے ضمیر پر بوجھ محسوس کر رہی ہوں اور ضمیر کی یہ خلش مجھے خوف زدہ کر رہی ہے۔" سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تمھیں کسی قسم کی خلش محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ تم کسی فرد کے خلاف کام نہیں کر رہی ہو، تم برائی کے خلاف نبرد آزما ہو۔ تمھارے ضمیر کو تو مطمئن ہونا چاہیے۔"

"مجھ پر ان کے بہت احسانات ہیں۔ میری پرورش، تربیت اور تعلیم انھی کی مرہونِ منت ہے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں انھی کی بدولت ہوں۔ دنیا کے لیے وہ لاکھ برے سہی مگر میرے ساتھ تو انھوں نے کبھی کوئی برائی نہیں کی۔ میں تو ان کے احسانات کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تمھارے ساتھ مل کر میں احسان فراموشی کی مرتکب تو نہیں ہو رہی؟" سلویا بہت مضمحل نظر آ رہی تھی اور اس کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

میں سلویا کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا اور اس کے شانے پر ہولے سے تھپکی دے کر بولا۔ "مت بھولو کہ تم ایک ڈاکٹر ہو اور لوگوں کی زندگیاں بچانا تمھارا فرض ہے۔"

"بس یہی ایک خیال تو مجھے سہارا دیے ہوئے ہے ورنہ میں ڈگمگا جاتی۔ تمھیں کیا معلوم میں کس کشمکش میں گرفتار ہوں۔ ثابت قدم رہنے کے لیے مجھے کتنی جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھنا سلویا! میں تم پر کسی بھی قسم کا جبر نہیں کروں گا۔ تم اپنے ہر عمل کے لیے آزاد ہو۔ اگر تم واپس جانا چاہو تو میں تمھیں روکوں گا نہیں۔"

"مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔" اس نے اپنا سر میرے شانے پر ٹکا دیا۔ "ایسی کوئی بھی بات مت کرو جو مجھے کمزور کر دے۔ مجھے حوصلے کی ضرورت ہے اور یہ حوصلہ تم مجھے عطا کرو گے۔"

وہ میرے شانے پر سر رکھے سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا اور میں دل ہی دل میں اس کے حوصلے کی تعریف کر رہا تھا۔ جس کشمکش میں وہ مبتلا تھی یقیناً شروع ہی سے اس میں مبتلا رہی ہو گی مگر اس نے مجھ پر اعتماد سے سب کچھ کیا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے ایک لمحے کے لیے بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ تذبذب نامی کسی کیفیت کا بھی شکار ہو سکتی ہے۔ میں تو حقیقتاً یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں سے بری طرح بدظن ہو چکی ہے۔ اس کے باطن میں ہونے والی جدوجہد سے میں بے خبر تھا اور بے خبر رہتا اگر اس کی قوتِ برداشت یوں اچانک جواب نہ دے جاتی۔

میں اسے ہولے ہولے تھپکیاں دیتا رہا۔ اس کے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتا رہا اور پھر میں نے اس کی پیشانی چوم لی۔ "تم بہت عظیم ہو سلویا!" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "ٹھیک ہی ہے تم جو عزم لے کر نکلی ہو اسے اس کی تکمیل تک پہنچانا تمھاری ذمے داری ہے۔ جب آپریشن ضروری ہو جائے تو ڈاکٹر کو جھجکنا نہیں چاہیے۔ ڈاکٹر اگر جھجک جائے تو مریض کا مرض اس کے قابو سے باہر بھی ہو سکتا ہے۔"

"مجھ سے ایسی ہی باتیں کرتے رہو علی ارخان!" سلویا آنکھیں بند کیے کیے رک رک کر بولی۔ "تمھاری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مجھے مضبوط کر رہا ہے۔"

"آنکھیں کھولو سلویا! تلخ حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراؤ۔ شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

سلویا مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ "جو تلخ گھونٹ میں نے لیا ہے اسے حلق سے اتارنا ہی پڑے گا۔"

"تلخ گھونٹ اگر تم حقیقت کو کہہ رہی ہو تب تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم ایک صحیح اقدام کو تلخ گھونٹ سے تشبیہ دے رہی ہو تو مجھے اعتراض ہے۔"

"میں اپنے ساتھ شاید تمھیں بھی پریشان کر رہی ہوں اور شاید تم پر میرا اتنا حق ہے بھی نہیں۔"

"تم خود پریشان ہو اور مجھے پریشان کر رہی ہو۔ یہ وقتی جذباتی کیفیت ہے جو گزر جائے گی اور جو کچھ تم کر رہی ہو اس پر تمام عمر فخر کرو گی۔"

"تمھارے ساتھی آنے والے ہوں گے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی مجھے اپنا حلیہ تبدیل کر لینا چاہیے۔" سلویا نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

سلویا کے باتھ روم سے برآمد ہونے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ توقع کے مطابق دروازے پر ڈیڈ اور پیٹر ہی تھے۔ میں نے انھیں اندر بلا لیا۔

"تم اس لڑکی سے ملنے ایسے آئے تھے کہ ہم لوگوں کو بھی بھول گئے۔" ڈیڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔ اسی وقت سلویا باتھ روم سے برآمد ہوئی اور ڈیڈ کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔ سلویا نے اسے ہیلو کہا مگر ڈیڈ کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ وہ منہ پھاڑے سلویا کو گھورے جا رہا تھا جبکہ پیٹر نے اسے جواب میں ہیلو کہا تھا۔

"تم شاید مجھ سے کچھ کہہ رہے تھے ڈیڈ!" بالآخر مجھے دخل اندازی کرنی پڑی۔ لیکن اس نے اسے انتہائی سخت لہجے میں مخاطب کیا تھا۔

"ہم پریشان ہیں، آفتیں نازل ہو رہی ہیں اور تم یہاں مزے کر رہے ہو۔" ڈیڈ نے جیسے اپنی محویت سے چونک کر بے ساختہ کہا۔

"اس سے کسی ڈھنگ کی بات کی توقع کرنا فضول ہے۔" میں نے مطمئن لہجے میں پیٹر سے کہا۔ "تم بتاؤ کیا بات ہے؟"

پیٹر نے ایک اچٹتی ہوئی نظر سلویا پر ڈالی جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ پیٹر کے انداز میں قدرے ہچکچاہٹ محسوس کر کے میں نے کہا۔

"تمھیں جو کچھ بھی کہنا ہے بلا خوف و خطر کہو۔ سلویا کا تعلق بارونت رابیل سے تھا مگر اب یہ ہمارے ساتھ مل گئی ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کے آدمیوں نے اس بنگلے پر چھاپا مارا تھا جہاں تم اور نکی ٹھہرے ہوئے تھے۔" پیٹر نے کہا۔

"اوہ! یہ کس وقت کی بات ہے؟"

"یہ ٹھیک اس وقت کی بات ہے جب تم سلویا کے ساتھ کلب سے فرار ہوئے تھے۔ وہ زبردستی بنگلے میں گھس گئے اور انھوں نے وہاں توڑ پھوڑ کرنے کے علاوہ میرے آدمیوں پر تشدد بھی کیا۔ انھیں نکی اور ڈیڈ کی تلاش تھی اور وہ اسی سلسلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے۔"

"پھر تمھارے آدمیوں نے انھیں کیا جواب دیا؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"انھوں نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا کہ تم دونوں وہاں سے کل رات گئے تھے اور ابھی تک ایک کی بھی واپسی نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ "میں نہیں چاہتا تھا کہ اس اسٹیج پر اولیو ہاورڈ تک نکی کی موت کی خبر پہنچے۔ تمھارے آدمی خاصے عقل مند ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ اسی بات کی روٹی کھاتے ہیں۔ انھیں بڑی بڑی تنخواہیں یوں ہی ادا نہیں کی جاتیں۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ کے آدمیوں نے پورے بنگلے کی تلاشی لی اور پھر دھمکیاں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔"

"ان کی دھمکیوں کی پروا مت کرو اور بنگلے سے اپنے سب آدمی ہٹا دو۔"

"بات یہیں ختم نہیں ہو گئی مسٹر ایلن گراہم!" پیٹر نے کہا اور اس کے منہ سے میرے لیے یہ نام سن کر سلویا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں نے شانے سے محسوس کیا لیکن میں نے اپنی توجہ پیٹر ہی کی طرف مرکوز رکھی جو سلویا کے چونکنے سے بے خبر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔ "اس کے تھوڑی ہی دیر بعد نائٹ کلب سے میرے نام کال کو اغوا کر لیا گیا۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر کہا۔ "یعنی اپنی دانست میں انھوں نے تمھیں اغوا کر لیا؟"

"میرے لیے یہ بڑے شرم کی بات ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "آخر میری اپنی بھی کوئی ساکھ ہے۔"

"مجھے توقع نہیں تھی کہ اولیو ہاورڈ اتنی تیزی سے حرکت میں آئے گا۔ ہم یہ اس کی حد سے بڑھی ہوئی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔"

"معلوم بھی تو ہو کہ وہ کس بات پر اتنا بوکھلایا ہوا ہے۔ آج اس نے یہ کیا ہے کل اس سے بڑھ کر بھی کچھ کر سکتا ہے۔"

"نہیں، اب یہ امکان نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اسے سلویا سے ملاقات کے بعد سے پیش آنے والے واقعات بتا دیے۔

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ "معاف کرنا چیف! یہ اولیو ہاورڈ تو بہت گاؤدی آدمی ہے۔ کس قدر احمقانہ منصوبہ بنایا ہے۔"

"خیر یہ تو مت کہو۔" میں نے کہا۔ "منصوبہ تو اس نے بڑی ذہانت سے مرتب کیا تھا لیکن حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی اسے لے ڈوبی۔ اس نے ایک ہی پہلو نظر انداز کیا تھا اور وہیں چوٹ کھا گیا۔ اسے تم اس کی بے وقوفی سے زیادہ اس کی بدقسمتی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"اگر اس کے خلاف اب بھی کچھ نہ کیا گیا تو اس کے حوصلے بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔" پیٹر نے کہا۔

"اولیو ہاورڈ نے جلد بازی میں جو اقدامات کیے ہیں اسے جلد ہی ان کے غلط ہونے کا اندازہ ہو جائے گا۔ میرے خیال میں اب وہ مزید حماقتیں نہیں کرے گا۔"

"اس کے خلاف ہم نے جو منصوبہ بنایا تھا اس پر کب عمل کریں گے؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اب وہ منصوبہ قابلِ عمل نہیں رہا۔ اس سے نمٹنے کے لیے کوئی اور تدبیر سوچنی پڑے گی۔"

"گویا اب تک ہم نے جتنی محنت کی تھی وہ سب رائیگاں ثابت ہوئی۔" پیٹر نے کہا۔ اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"ممکن ہے اولیو ہاورڈ امریکا سے نکل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ شام کا ہی رخ کرے گا اور ہمیں بھی اس کے تعاقب میں شام روانہ ہونا پڑے گا۔ جبکہ میرے پاس کاغذات تک نہیں ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ یہاں سے بچ کر نکلے ہی کیوں؟" پیٹر بولا۔

"اسے یہیں کیوں نہ ختم کر دیا جائے؟"

"ہم اسی بات کے لیے کوشاں ہیں پیٹر! اور فرض کرو ہم کامیاب ہو گئے تب بھی مجھے تو امریکا سے نکلنا ہی ہو گا۔ کیا اس کام میں تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

"تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم میک اپ تبدیل کرتے رہتے ہو۔ بہرحال جس میک اپ میں یہاں سے نکلنا چاہو اُس کی تصویر یا فراہم کر دو۔ تب میں کوشش کروں گا کہ ایک ہفتے تک تمھیں کاغذات تیار ہو کر مل جائیں۔"

"وہ شام والا کیا معاملہ ہے چیف؟" بڈھے نے پوچھا۔

"شام جیسے ملک میں کسی صنعت کا لگانا انتہائی احمقانہ بات ہے۔ اور پھر ہاروت رابیل جیسے بڑے کاروباری شخص سے اس قسم کی حماقت کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ درپردہ کوئی سازش کر رہا ہے۔ سازش بھی یقیناً بڑی ہوگی ورنہ وہ اتنا پیسہ ضائع نہ کرتا۔"

"تم نے اس سلسلے میں کیا قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"سب سے پہلے تو مجھے مکمل معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ سلویا کی معلومات چونکہ بہت سرسری تھیں لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ شام کے قونصل جنرل سے مل کر ہی بات بن سکتی ہے۔"

"اتنے لمبے بکھیڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" پیٹر سے رہا نہیں گیا اور وہ درمیان میں بول پڑا۔ "اولیو باورڈ کے ساتھ اُس کا بھی صفایا ہو جائے گا تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔"

میں اُسے کیا بتاتا کہ میں دراصل کون ہوں اور اتنے لمبے بکھیڑے میں کیوں پڑ رہا ہوں۔ وہ ابھی تک میری اصل شخصیت سے ناواقف تھا اور اُس کا ناواقف رہنا ہی بہتر تھا۔

"میں اُسے کاروباری طور پر مفلوج کر دینا چاہتا ہوں مسٹر پیٹر! اُس نے میرے ساتھ کاروباری بددیانتی کی تھی اور میں اُسے سزا دیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن شام کے قونصل جنرل سے تم کس حیثیت میں ملو گے اور وہ تمھیں معلومات کیونکر فراہم کرے گا؟"

"میرے پاس ایسے گر موجود ہیں کہ میں اُس سے بہ آسانی اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر سکوں گا۔"

"اگر تم حکم کرو چیف تو تمہارا یہ خادم اس سلسلے میں کوئی کوشش کرے۔" بڈھے نے کہا۔

"نہیں بڈھا! معاملے کی نوعیت ایسی ہے کہ مجھے خود ہی اسے دیکھنا پڑے گا۔ کل صبح ہی میں اُس سے مل کر دیکھوں گا۔ ممکن ہے کام بنتے ہی بن جائے۔"

"اور میڈم کی رہائی کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"اُس کے لیے بھی کچھ سوچوں گا لیکن پہلے ہاروت رابیل والا معاملہ نمٹا لوں۔ یہ زیادہ اہم ہے۔"

"بات تم نہیں گزارو گے چیف۔" بڈھے نے بظاہر سرسری انداز میں کہا مگر اُس کے لہجے میں چھپی ہوئی معنویت مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"ہاں ٹھیک ہے!" میں نے اُس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر سنجیدگی سے کہا۔ "رات میں یہیں گزاروں گا اور صبح تم میری خاطر اپنے یہاں آجاؤ گے۔ میرے ذہن میں دو تین منصوبے ہیں۔ میں اُن پر غور کر لوں اور مجھے اُمید ہے کہ صبح تک میں کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا۔ پھر تمھیں بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔ تمہارے آدمی عمارت کی نگرانی تو کر رہے ہوں گے؟"

"نگرانی تو ہو رہی ہے چیف! مگر ایسی نگرانی سے کیا فائدہ کہ ہم کسی کا تعاقب بھی نہیں کر سکتے۔"

"یہ فائدہ کیا کم ہے کہ ہم اُس عمارت میں تہذیب کی موجودگی کے بارے میں پُریقین ہیں۔"

کچھ دیر بعد پیٹر اور بڈھے چلے گئے۔ سلویا اب نارمل نظر آرہی تھی اور اس کیفیت سے نکل آئی تھی جس میں وہ کچھ دیر قبل اچانک ہی گرفتار ہو گئی تھی۔

"اب تم سو جاؤ سلویا! تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھ سے ہمدردی کر رہے ہو؟" سلویا مسکرائی۔ "نہیں! مجھے نیند نہیں آ رہی۔ کھانے کے بعد کافی پینے کی عادی ہوں جو آج نہ مل سکی۔"

میں نے اُس سے کچھ کہے بغیر فون پر روم سروس کو کافی لانے کو کہا اور پھر اُس سے بولا۔ "ہاروت رابیل تمہارا سرپرست ہے۔ اگر تم کہو تو میں اُسے رعایت دینے کو تیار ہوں۔"

"میں اپنے سرپرست کو بہت عظیم روپ میں دیکھنے کی خواہش مند تھی مگر افسوس میری یہ خواہش عملی جامہ نہیں پہن سکی۔ بددیانتی کرنا اُس کے نزدیک کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ آدمی کسی کام کو بُرا سمجھے تبھی تو اس کی اصلاح کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن جو شخص اس قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں کو آرٹ کا درجہ دیتا ہو اُس کے سدھرنے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ تم اُن کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ میری وجہ سے اُن سے کوئی رعایت مت برتنا۔"

کافی آئی تو سلویا نے دو پیالیوں میں کافی بنا کر ایک پیالی میری طرف بڑھا دی۔ "معلوم نہیں کیسے اُس وقت میں جذبات کے ریلے میں بہہ گئی تھی۔ میری اس جذباتی کیفیت کی وجہ سے تمھیں جو ذہنی کوفت سے گزرنا پڑا اُس کے لیے میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں۔" سلویا نے کوشش کی تھی کہ اُس کی آواز سے کسی قسم کے جذبے کا اظہار نہ ہو پائے لیکن میں صاف دیکھ رہا تھا کہ وہ اب بھی مغموم ہے۔ مجھے اُس کے لیے افسوس تھا مگر اُس کے لیے کچھ کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔ اُس کے مسئلے کا حل دُنیا کے کسی بھی شخص کے پاس نہیں تھا۔

"تم نے ایک بُرائی کو ختم کرنے کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے سلویا! اور ہر وہ شخص جس میں اچھائی کا تھوڑا سا بھی جذبہ موجود ہو میرا دوست ہے۔ تم تو اس میدان میں بہت آگے گئیں۔ یقین کرو مجھے تم پر رشک آتا ہے۔ مستقبل میں اگر کہیں میں نے تمہارا تذکرہ کیا تو اس فخر کے ساتھ کروں گا کہ مجھے تمہاری دوستی کا اعزاز حاصل تھا۔"

"تم میرا دل رکھنے کے لیے یہ باتیں کر رہے ہو۔" سلویا پھیکے انداز میں مسکرائی۔ "ورنہ تم نے تو خود اپنی زندگی ایک مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔"

"ہم دونوں میں یہی تو فرق ہے۔ میں نے اپنے جذبات کے مطابق فیصلہ کیا تھا اور تم نے ایک بُرائی کو ختم کرنے کے لیے اپنے جذبات کی قربانی دی ہے۔ اس اعتبار سے تمھیں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔"

سلویا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "کچھ دن تمہارے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو میں گفتگو کرنے کا فن بھی سیکھ جاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے میں نے ایک درست بات کہی ہے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے کسی غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش تو نہیں کی۔"

"تم نے اپنے زورِ بیان سے ایک چھوٹی سی بات کو بہت بڑا کر دیا۔ ورنہ کہاں ایک چھوٹا سا فیصلہ اور کہاں پوری زندگی ایک ہی مقصد کے لیے وقف کر دینا۔ دونوں میں بھلا کیا مقابلہ۔"

"نہ مانو تو تمہاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"ارے ہاں۔" دفعتاً سلویا نے چونک کر کہا۔ "وہ شخص جس کا نام پیٹر ہے تمھیں بار بار ہم کے نام سے مخاطب کر رہا تھا۔ یہ کیا چکر ہے؟"

"چکر وکر کچھ نہیں ہے۔ بس میں نے اُس پر اپنی اصل شخصیت ظاہر نہیں کی ہے۔"

"کیوں؟ وہ تو تمہارا ماتحت ہے۔ کیا تم اُسے قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں اُسے قابلِ اعتماد نہ سمجھوں۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میری شخصیت زیادہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ وہ اولیو باورڈ کی دشمنی میں مجھ سے مل گیا ہے۔ اُس کا کام ہو جائے گا تو پھر ہم دونوں کے درمیان کوئی واسطہ بھی نہیں رہے گا۔ اُس کی صحت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اُس کے لیے تو بس میں ایک ایسا ہتھیار ہوں جس سے وہ اپنے دشمنوں پر کاری ضرب لگا سکتا ہے۔ میں اور اولیو باورڈ آپس میں ٹکرائیں گے تو دونوں میں سے ایک کا نقصان ضرور ہوگا۔ اگر نقصان اولیو باورڈ کا ہوا تو پیٹر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا لیکن اگر مجھے نقصان پہنچ گیا یا میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پیٹر کو صرف اس بات کا دُکھ ہوگا کہ اولیو باورڈ کو کوئی نقصان کیوں نہ پہنچ سکا۔ میرے نقصان کا اُسے یا تو کوئی افسوس نہیں ہوگا یا اگر ہوا بھی تو ذرا دیر کے لیے ہوگا اور اس کے بعد پھر وہ کسی ایسے آدمی کی تلاش شروع کر دے گا جو اولیو باورڈ کے خلاف اُس کا ساتھ دے سکے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ مجھے اُس پر اپنی شخصیت ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر وہ تمہاری اصل شخصیت سے آگاہ ہو جائے۔"

"میری کوشش ہے کہ وہ میری اصل شخصیت سے بے خبر ہی رہے لیکن اگر حادثاتی طور پر وہ میرے بارے میں جان لیتا ہے تو مجھے اس کی بھی زیادہ پروا نہیں ہوگی۔"

"خیر ہوگا۔" سلویا بولی۔ "تم نے بڈھے سے کہا تھا کہ تمہارے ذہن میں دو تین منصوبے ہیں جن پر غور کرنے کے بعد تم کوئی حتمی فیصلہ کرو گے۔"

"ہاں! میں نے کہا تھا۔ دراصل مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیا کرنے والا ہوں مگر مجھے کچھ معلومات کی ضرورت ہے۔"

"مجھے بہت سی باتیں معلوم ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ باتوں سے میں لاعلم ہوں۔ تمھیں جو بھی پوچھنا ہو پوچھ لو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے کام کی بات کون سی ہوگی۔"

"اور میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ تم سے کیا پوچھوں جو میرے کام آسکے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم یہ تو بتا ہی سکتی ہو کہ کیا اس عمارت میں داخل ہونا ممکن ہے جہاں مجھے قید رکھا گیا تھا؟"

"میرے خیال میں اولیو باورڈ کی مرضی کے خلاف یہ ممکن نہیں ہے۔ پہلے کی بات اور تھی مگر آج کل وہاں سخت پہرہ ہے اور گشت ہے۔ تعارف کیے بغیر داخل نہیں ہوا جا سکتا۔"

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر تم یہ بتاؤ کہ اگر عمارت میں اولیو باورڈ موجود نہ ہو تو وہاں کا کرتا دھرتا کون ہوتا ہے؟ کون ذمے دار ہوتا ہے؟"

"اُس کا نام البرٹ ہے۔ پہلے وہ نیویارک کا نامی گرامی غنڈہ تھا پھر انکل رابیل نے اُس کی خدمات حاصل کر لیں۔ میرا خیال ہے اُنھوں نے اُسے تربیت بھی دلوائی ہے۔"

"گویا اب وہ ایک تربیت یافتہ بدمعاش ہے۔"

"انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ ہاروت رابیل کے وہ تمام آدمی جو اس عمارت میں ہوتے ہیں اُن کا چارج اُس کے پاس ہوتا ہے۔"

"اُس کا دائرۂ کار عمارت کے اندر تک ہی محدود ہے یا وہ باہر کے کاموں میں بھی حصہ لیتا ہے؟"

"اولیو باورڈ کے آنے کے بعد سے تو اُسے باہر کے کام بھی نمٹانے پڑ رہے ہیں۔ پیٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کام اولیو باورڈ نے اُسی کے سپرد کیا تھا۔"

"اوہ! تو کیا پیٹر کی نگرانی کرنے والوں میں البرٹ بھی شامل تھا؟"

میں نے پوچھا۔
"نہیں، وہ خود تو نگرانی نہیں کر رہا تھا مگر میرا خیال ہے اُسے اغوا کرنے کا کام اُسی کی نگرانی میں ہوا ہو گا۔"
"اولیور اور ڈ اس وقت حماقتیں کرنے پر اتر آیا ہے۔ پیٹر کے ہم شکل کو اغوا کرا کے اُس نے ایک غیر دانش مندانہ حرکت کی ہے اور اب تک اُسے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہو گا کہ جس شخص کو اُس نے اغوا کرایا ہے وہ اُس کا مطلوبہ شخص نہیں ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ معلوم کرنے کے بعد اولیور اور ڈ مزید حماقتوں کا ارتکاب نہیں کرے گا۔"
"مجھے کیا معلوم۔" سلویا نے کندھے اُچکائے۔ "تم اُس کے پرانے حریف ہو۔ تم ہی بہتر جان سکتے ہو کہ کن حالات میں وہ کیا کر سکتا ہے۔"
"بچی کی گمشدگی نے اُسے پاگل کر رکھا ہو گا۔ اُس کی دانست میں اُس کی حماقت سے بچی کی اصلیت میرے علم میں آ چکی ہے۔ اب اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لیے وہ ہر حربہ آزمائے گا۔"
"پیٹر تو ایک غیر متعلق شخص ہے۔ اس کو اغوا کرانے سے اولیور اور ڈ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"
"غیر متعلق شخص کیسے ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم اُس شخص کو غیر متعلق کہہ رہی ہو جو اولیور اور ڈ کی جان کے درپے ہے اور اولیور اور ڈ اس بات سے واقف بھی ہے۔"
"بچی والے معاملے سے تو اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسے اغوا کرا کے اولیور اور ڈ اپنی جان تو بچا سکتا ہے مگر اس سے اُس کی بیٹی کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"
"پیٹر کے ذریعے وہ مجھ تک پہنچنا چاہ رہا ہو گا لیکن اب اُس کی یہ امید تو ٹوٹ گئی ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ اب وہ کیا کرے گا؟"
"اس وقت وہ پیٹر کے ہم شکل پر پیٹر کا پتا جاننے کے لیے تشدد کر رہا ہو گا۔" سلویا نے کہا۔ "کیونکہ تم تک صرف پیٹر کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔"
"اس پر تشدد سے اُسے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ وہ بے چارہ اس بات سے لاعلم ہے کہ پیٹر کہاں مقیم ہے۔"
"اگر اُسے یقین ہو گیا کہ جس آدمی کو اُس نے اغوا کرایا ہے اُسے کچھ معلوم نہیں ہے تو پھر کس اور ذریعے سے پیٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "بالکل سامنے کی بات ہے۔ پہلے ہی میرے ذہن میں آ جانی چاہیے تھی۔" میں فون کی طرف جھپٹا مگر میرے ریسیور اٹھانے سے قبل ہی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف پیٹر تھا اور خاصا خفا سا معلوم ہو رہا تھا۔

"جن لوگوں نے میرے ہم شکل کو اغوا کیا تھا وہ پھر کلب میں نظر آ رہے ہیں۔ ابھی جیکسن کا فون آیا تھا۔ میرے آدمی بہت بپھرے ہوئے ہیں اور وہ اُن لوگوں کے خلاف کچھ کرنے کے لیے سخت بے چین ہیں۔ جیکسن کا کہنا ہے کہ انھیں قابو میں رکھنا اُس کے لیے مشکل ہو رہا ہے۔ مجھے بتاؤ میں اُسے کیا جواب دوں؟"
"اُس سے کہو کہ اپنے آدمیوں کو قابو میں رکھے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس اسٹیج پر اگر کھیل بگڑ گیا تو میں بھی اسے نہیں سنبھال سکوں گا۔"
"اگر انھوں نے پھر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی خاموش تماشائی نہیں بنے رہ سکیں گے۔ ہر بات کی کوئی حد ہوتی ہے مسٹر ایلن! ہم خود تو ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہوا اور مجھے بھی کچھ نہیں کرنے دے رہے۔ معاملہ برداشت سے باہر ہو چکا ہے۔"
"میں تمھیں فون کرنے ہی والا تھا کہ تمھارا فون آ گیا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تم جیکسن کو کوئی جواب دیے بغیر فوراً کلب کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں بھی اُدھر ہی آ رہا ہوں۔ میں تمھاری اس بات سے متفق ہوں کہ ان لوگوں کو اب مزید ڈھیل نہیں دی جا سکتی۔"
فون بند کر کے میں سلویا کی طرف مڑا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ میں نے اُس سے کہا۔ "کلب کی رونقیں اس وقت شباب پر ہوں گی۔ شاید تمھیں نیند آ رہی ہو مگر مجھے افسوس ہے کہ تم سو نہیں سکو گی۔ تمھیں اس وقت میرے ساتھ کلب چلنا ہے اور البرٹ کی نشاندہی کرنی ہے۔ کیا تم چلنے کے لیے تیار ہو؟"
"مجھے نیند نہیں آ رہی۔" سلویا نے کہا۔ "اگر آ رہی ہوتی تب بھی میں یہاں تنہا رہنے پر تمھارے ساتھ چلنے کو ترجیح دیتی۔ چلو میں تیار ہوں۔" سلویا اپنا پرس اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔
ہم دونوں بڑی عجلت میں ہوٹل سے باہر نکلے۔ سلویا کی کار کی ڈرائیونگ سیٹ میں نے سنبھال لی تھی۔ سڑکوں پر رش نہیں تھا اس لیے تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔
"تم بہت زیادہ عجلت میں ہو۔" سلویا نے کہا۔ "اور تمھارے ارادے بھی مجھے نیک نظر نہیں آ رہے۔"
"اولیور اور ڈ کو جواب دینا بہت ضروری ہے سلویا! پیٹر میرے ساتھ کام کر رہا ہے اور اس وقت اُس کی حیثیت میرے ساتھی کی سی ہے۔ میں اولیور اور ڈ کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ جو چاہے من مانی کرتا رہے اور میں خاموش بیٹھا رہوں۔ اس شخص کو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بہت ضروری ہے۔"
"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ پیٹر نے فون پر تمھیں کیا اطلاع دی ہے جسے سن کر تم اتنی تیزی سے حرکت میں آ گئے ہو؟"
"جن لوگوں نے اُس کے ہم شکل کو اغوا کیا تھا وہ پھر کلب

میں دکھائی دے رہے ہیں۔ پیٹر خود بھی کوئی شریف آدمی نہیں ہے اور اُس کے آدمیوں کا بھی یہی حال ہے۔ اُس کے آدمی قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا یہ رویّہ فطری بھی ہے۔ بہرحال میں نے انھیں کچھ کرنے سے روک دیا ہے۔"
"انھیں روک دیا ہے تو خود وہاں کیا کرنے جا رہے ہو؟"
"اولیور اور ڈ کو اُس کے انداز میں جواب دینا ضروری ہے۔ پیٹر کے آدمی اگر اُن لوگوں سے الجھے تو خواہ مخواہ کشت و خون ہو گا۔ ممکن ہے پولیس بھی اس طرف متوجہ ہو جائے جبکہ میں یہ نہیں چاہتا۔"
"اس وقت اُن لوگوں کی وہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟" سلویا نے پوچھا۔
"تم ہی نے تو اس امکان کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اب وہ میرا سراغ لگانے کے لیے پیٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"
"کلب میں ایسا کون ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ پیٹر کی موجودہ قیام گاہ سے واقف ہو گا؟"
"پیٹر کا پارٹنر سیاہ فام جیکسن۔" میں نے جواب دیا۔ "صرف اُس کو پیٹر کے بارے میں علم ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ جیکسن کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

کلب کے احاطے میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور پارکنگ ایریا میں اچھی خاصی تاریکی بھی مسلط تھی۔ کار پارک کرتے ہوئے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں میری نگاہ سیاہ رنگ کی ایک فورڈ پر پڑی جو دوسری کاروں سے الگ تھلگ پارک کی گئی تھی۔ کار خالی نہیں تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا سگریٹ نوشی کر رہا تھا۔
"یہ... یہ انھی لوگوں کی کار ہے۔" سلویا نے فورڈ کی طرف اشارہ کر کے بے تابی سے کہا۔
"کیا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص البرٹ ہے؟"
"نہیں، وہ البرٹ نہیں ہو سکتا۔" سلویا نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "البرٹ تو لمبا تڑنگا آدمی ہے۔"
میں اور سلویا کار سے اتر گئے۔ ابھی میں کار کا دروازہ لاک کر ہی رہا تھا کہ احاطے میں ایک اور کار داخل ہوئی۔ میں نے کار پہچان لی۔ اس کار میں پیٹر ہی ہو سکتا تھا۔ اُس نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے اُس نے اپنی کار ہماری کار کے برابر ہی لا کر پارک کی۔ میں آگے بڑھ کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔
"مجھے ایک ریوالور درکار ہے۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ آواز میں نے دھیمی ہی رکھی تھی۔
"میرے پاس ریوالور تو ہے مگر ایک ہی ہے۔" پیٹر نے کہا۔ اُس نے بھی اپنی آواز بلند نہیں ہونے دی تھی۔
"کوئی بات نہیں۔ وہ ریوالور میرے حوالے کر دو، تمھیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"
پیٹر نے ریوالور نکال کر مجھے دے دیا۔ دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے پیٹر سے کہا۔ "شاید سائیلنسر کی ضرورت بھی پڑ جائے۔"
پیٹر نے کچھ کہے بغیر کار کے گلو کمپارٹمنٹ سے سائیلنسر نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ جتنی دیر میں میں نے ریوالور کی نال پر سائیلنسر فٹ کیا، پیٹر اپنی کار لاک کر چکا تھا۔ اس پورے عرصے میں میں سیاہ فورڈ کی جانب متوجہ رہا تھا۔ اندھیرے کے باعث وہ ہماری کارروائی نہیں دیکھ سکتا تھا۔
"آؤ اب اندر چلتے ہیں، ورنہ وہ ہماری طرف سے مشکوک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور ہم تینوں کلب کے داخلی دروازے کی طرف چل پڑے۔ "سلویا! تم سیدھی ہال کی طرف جاؤ گی۔ ہو سکتا ہے البرٹ وہاں موجود ہو۔ اگر ایسا ہو تو جب میں وہاں آؤں تو تم آنکھ کے اشارے سے مجھے اس کی شناخت کرا دینا۔"
"اب مجھے ان لوگوں سے ڈر لگنے لگا ہے۔" سلویا نے کہا۔ "میں تمھارے ساتھ ہی رہوں گی۔"
"فضول باتیں مت کرو سلویا!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "ہم تینوں میں سب سے زیادہ محفوظ پوزیشن تمھاری ہے۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آنے گی۔ بے فکر رہو۔"

سلویا نے پھر کچھ نہیں کہا اور سیدھی ہال کی طرف چلی گئی۔ کلب کے ملازمین نے پیٹر کو پہچان کر اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر میرے کہنے پر پیٹر نے انھیں خود سے دور رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں اس سے قبل بھی دو بار وہاں آ چکا تھا مگر اس وقت تو اُن کے تیور بگڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب ہی اس بات سے واقف تھے کہ اغوا ہونے والا پیٹر نہیں تھا بلکہ وہ ملازم تھا جس کے میک اپ میں خود پیٹر تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ صرف اُن کے تیور خراب تھے۔ اگر واقعی پیٹر اغوا ہو گیا ہوتا تو اب تک وہ اولیور اور ڈ کے آدمیوں کی تکا بوٹی کر چکے ہوتے۔
"جیکسن اس وقت کہاں ہو گا؟" میں نے دھیمی آواز میں پیٹر سے پوچھا۔
"میرا خیال ہے کہ اس وقت اُسے میرے آفس میں ہونا چاہیے۔" پیٹر نے جواب دیا۔
"بس تو اُدھر ہی چلتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم ہال سے متصل راہداری میں چلتے ہوئے پیٹر کے آفس کی طرف بڑھے۔ تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر راہداری زاویہ قائمہ بناتی ہوئی ہال کے متوازی گھوم گئی تھی۔ وہاں پیٹر نے اپنا آفس بنا رکھا تھا۔ اس موڑ سے مڑتے ہی میں ایک جھٹکے سے رک گیا۔ پیٹر کے آفس کے دروازے پر دو مسلح افراد کھڑے نظر آ رہے تھے جو کسی بھی لمحے حرکت میں

آنے کو تیار معلوم ہو رہے تھے۔

"جھپٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "یہ کلب کے ہی ملازم ہیں۔ جیکسن نے احتیاطاً انھیں یہاں متعین کیا ہوگا۔"

"ان سے کہو یہاں سے چلے جائیں اور اپنی ڈیوٹیاں انجام دیں۔ کسی قسم کے خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پیٹر نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا اور وہ دونوں ہر طرح مطمئن انداز میں سر ہلا کر وہاں سے چلے گئے اور میں اور پیٹر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ کھلنے پر اندر موجود جیکسن نے چونک کر ہماری طرف دیکھا اور ہم دونوں کو دیکھ کر وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"تم نے مجھے جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی۔" اس نے شکایتی انداز میں پیٹر سے کہا۔ "میں نے ابھی تمہارے ہوٹل فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ تم کمرے میں موجود نہیں ہو۔"

"اب ہم خود آگئے ہیں جیکسن۔" پیٹر کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ پُرسکون رہیں۔"

"آؤ یہاں میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ان لوگوں کی حرکتیں دکھاتا ہوں۔" جیکسن نے مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے کمرے کی لائٹ آف کی اور بائیں جانب والا پردہ سرکایا۔ اس پردے کے عقب میں ایک بڑا سا شیشہ نصب تھا جس سے ہال نظر آ رہا تھا۔ "وہ دیکھو۔" اس نے ہال کے وسط میں ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔ "یہی تینوں تھے جنھوں نے پیٹر کے ہم شکل کو اغوا کیا تھا۔ اگر ہمیں ان کے عزائم کا اندازہ ہوتا تو یہ اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

میں نے ان تینوں کو دیکھا اور میں سمجھ گیا کہ ان میں سے البرٹ کون ہو سکتا ہے۔ "یہ بہت اچھا ہوا مسٹر جیکسن۔" میں نے کہا۔ "انھیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ تم لوگ ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔"

"تمہیں معلوم ہے ان کی وجہ سے یہاں کا ماحول کتنا خراب ہو رہا ہے۔" جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ہمارے نائٹ کلب کی ایک حیثیت ہے۔ یہ کوئی تھرڈ ریٹ بار نہیں ہے لیکن ان لوگوں نے یہاں جو حرکتیں کی ہیں انھیں ہم نے بس مصلحتاً ہی برداشت کر لیا ہے۔ اگر تمہارا خیال نہ ہوتا تو۔۔۔"

"زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اسے تھپکی دے کر کہا۔ "اپنے ملازمین کو ہدایت دے دو کہ وہ لوگ چاہے کچھ بھی کریں۔" میں نے 'چاہے کچھ بھی کریں' پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "انھیں کرنے دیا جائے۔ کوئی دخل اندازی کرنے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی ان سے الجھے۔"

"ہمارے ملازمین کے لیے اس ہدایت پر عمل کرنا بہت مشکل ہوگا۔ وہ ایسی باتیں برداشت کرنے کے عادی۔۔۔"

"ان کا مقصد یہی ہے کہ کوئی ان سے الجھے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تم اور تمہارے آدمی ان سے تعاون کرنے پر تل گئے ہیں تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔"

"وہ ایسا کیوں چاہ رہے ہیں؟" جیکسن نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔ "اور اس سے انھیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"یہاں جھگڑا ہوگا۔ پولیس آئے گی اور تم خواہ مخواہ کے چکر میں پھنس جاؤ گے۔ وہ لوگ یہاں کوئی ہنگامہ کر کے ممکن ہے فرار ہو جائیں۔ تم کسی کی شناخت بھی نہیں کر سکو گے۔ ہاں تمہارے کلب کی ساکھ ضرور تباہ ہو جائے گی۔"

"اوہ میرے خدا!" جیکسن نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ تم ٹھیک کہتے ہو پیٹر۔"

"ایلن کے کہنے پر عمل کرو۔۔۔ یا چھوڑو، میں خود ہی یہ ہدایت دے دیتا ہوں۔" پیٹر نے میز پر رکھے انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر جیکسن نے اسے انٹرکام پر وہی ہدایات دیتے ہوئے سُنا جو میں نے دی تھیں۔

"ان تینوں کے علاوہ یہاں ان کے اور کتنے ساتھی ہیں؟" میں نے جیکسن سے پوچھا۔

"صرف ایک اور ہے جو باہر کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہے۔" جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ کچھ کرنے کے ارادے سے یہاں آئے ہیں۔"

"ان کے ارادوں کا مجھے خوب اندازہ ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان کی حرکتیں لفنگوں کی سی ہیں۔ یہ لوگ یہ ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں کہ انھیں کسی کا کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔ اس طرح گویا دانستہ یہ فریق مخالف کو مرعوب کر رہے ہیں۔ اگر یہ عقلمند ہوتے تو اپنا کام کر کے یہاں سے نکل چکے ہوتے۔"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ یہاں ہنگامہ برپا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔" پیٹر بولا۔

"وہ میں نے صرف اس لیے کہا تھا کہ تم میری بات ماننے میں پس و پیش کر رہے تھے۔"

"اوہ! وہ تینوں ٹیبل سے اٹھ گئے ہیں اور ہال کے دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔" دفعتاً میں نے جیکسن کی آواز سنی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہال میں ایک نظر ڈال کر پردہ برابر کر دیا اور کمرے کی لائٹ جلا دی۔ "اب ہم جا رہے ہیں مسٹر جیکسن۔ ہمارے جانے کے بعد کم از کم پندرہ منٹ تک تم آفس سے باہر نہیں نکلو گے۔" میں پیٹر کے ساتھ آفس سے باہر نکل آیا۔ "اگر وہ لوگ سامنے

پڑ جائیں تو ان سے اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرنا۔" میں نے پیٹر سے کہا اور اس نے خلاف توقع کوئی جرح کیے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا۔ راہداری کے موڑ سے قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ اسی طرف آ رہے ہیں۔ اور پھر جس وقت ہم مڑ رہے تھے اسی وقت وہ لوگ بھی راہداری کے موڑ پر نمودار ہوئے۔ میں اور پیٹر ان کی طرف دیکھے بغیر منہ پھیر کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ہم دونوں میں سے ایک کا بھی چہرہ نہیں دیکھ سکے ہوں گے۔ تاہم وہ ٹھٹک گئے تھے اور ہمیں عقب سے گھور رہے تھے۔

"باہر کی طرف نکل چلو۔" میں نے سرگوشیانہ انداز میں پیٹر سے کہا اور ہم کلب کے احاطے میں نکل آئے۔ میں پیٹر کے ساتھ ایک اندھیرے گوشے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا اس ڈرائیور سے نمٹ لوں۔ میری واپسی تک اس جگہ سے مت ہلنا۔"

"میں تمہیں یہیں ملوں گا۔" پیٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن وہ لوگ آفس کی طرف کیا کرنے گئے ہیں؟"

"جو کچھ بھی کرنے گئے ہیں وہ ابھی تمہارے سامنے آ جائے گا۔ وقت زیادہ نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس بات کا میں نے خیال رکھا تھا کہ سیاہ فورڈ کے سامنے نہ آنے پاؤں۔ پھر پارکنگ لاٹ میں پہنچ کر میں اوندھے منہ زمین پر لیٹ گیا۔ مجھے اندھیرے کی پناہ حاصل تھی مگر اس کے باوجود احتیاط لازم تھی۔ اندھیرا ویسے بھی اتنا زیادہ نہیں تھا کہ کوئی بھی نظر نہ آ سکے۔

میں مختلف کاروں کی آڑ لیتا کبھی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اور کبھی رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں فورڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب فورڈ مجھ سے کوئی دس فٹ کے فاصلے پر تھی۔ جو شخص پہلے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا نظر آیا تھا اب وہ کار کے بونٹ پر ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی سگریٹ اب بھی دبی ہوئی تھی اور وہ منتظر نگاہوں سے کلب کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ میں ایک کار کی آڑ میں تھا۔ اگر اس کا رخ میری طرف ہوتا تب بھی میں اسے نظر نہیں آ سکتا تھا۔ اس کے ساتھی کسی بھی لمحے کلب سے باہر آ سکتے تھے اور مجھے ان کے آنے سے قبل ہی اس پر قابو پا لینا تھا اس لیے میں نے دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور کار کی آڑ سے نکل کر دبے قدموں اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبت سے بے خبر سگریٹ کے کش لیے جا رہا تھا۔ میں ذرا سی بھی آہٹ پیدا کیے بغیر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے بالکل آخری وقت میں اپنے عقب میں کسی خطرے کا احساس ہوا مگر وقت گزر چکا تھا اور بازی پوری طرح میرے قابو میں آ چکی تھی۔ میں اس پر جھپٹ چکا تھا اور اس کی گردن میں نے اپنے بازو کی گرفت میں لے لی تھی۔ اس

کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کر گر پڑی۔ اس نے غالباً چیخنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے حلق سے نکلنے والی آوازیں خرخراہٹ کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ اس نے مچل کر میری گرفت سے نکلنے کے لیے جتنے زیادہ۔۔۔ ہاتھ پیر مارے اتنا ہی اس کی گردن پر میری گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی اور آخر کار اس کی جدوجہد دم توڑ گئی۔ میں نے آخری جھٹکا دے کر اس کی گردن چھوڑ دی اور وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح کار کے بونٹ سے ٹکراتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سانس کی ڈوری کا رشتہ اس کے جسم سے منقطع ہو چکا تھا۔

میں نے کلب کے دروازے پر ایک نگاہ ڈالی۔ ابھی تک ان تینوں میں سے کوئی بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے اس کی لاش گھسیٹ کر کار کے پیچھے کر دی۔ اب کوئی نزدیک آ کر بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں کچھ فاصلے پر کھڑی کاروں کے درمیان جا کر چھپ گیا اور ان لوگوں کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جلد ہی وہ تینوں باہر نکلتے نظر آئے۔ جیکسن کو دو افراد نے اپنے درمیان لے رکھا تھا اور اس سے ٹک کر چل رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ ان دونوں کی جیبوں میں ریوالور موجود ہیں جن کے زور پر وہ جیکسن کو بھی اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔ پیٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو یہ کام یہاں بھی کر سکتے تھے۔

میں نے سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اب اس کے استعمال کا وقت قریب آ گیا تھا۔ میں سانس روکے ان لوگوں کے قریب آنے کا منتظر تھا۔ اپنی کار تک پہنچنے کے لیے انھیں میرے قریب سے ہی گزرنا تھا اور میں ان کا سواگت کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں وہ میرے نزدیک پہنچ گئے۔ پہلے وہ دونوں میرے سامنے سے گزرے جنھوں نے جیکسن کو گھیر رکھا تھا۔ البرٹ ان سے چند قدم پیچھے تھا۔ میں اپنا لائحہ عمل طے کر چکا تھا۔ اس لمحے جیسے ہی البرٹ میرے نزدیک پہنچا میں نے اپنا ریوالور والا ہاتھ بلند کیا۔ پھر میری انگلی نے ٹریگر پر محض ایک لمحے کے فرق سے دوبارہ دباؤ ڈالا۔ کھٹ کھٹ کی ہلکی سی دو آوازیں ابھریں اور جیکسن کو کور کرنے والے دونوں افراد کی کھوپڑیوں میں سوراخ ہو گئے۔ قبل اس کے کہ البرٹ کچھ سمجھ پاتا میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو البرٹ!" میں نے خوفناک لہجے میں کہا۔ "ورنہ میرا نشانہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

البرٹ نے بے اختیار اپنے ہاتھ بلند کر لیے۔ میں اس کے

سامنے اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا اور وہاں اتنی روشنی تو تھی کہ وہ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو دیکھ سکتا۔

"اس کی تلاشی لو جیکسن!" میں نے حیران و پریشان جیکسن سے کہا۔ "اور اس دوران میں اگر تم نے کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو میرا نشانہ تم دیکھ ہی چکے ہو۔ مجھ سے کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔"

البرٹ نے تلاشی کے دوران کوئی حرکت نہیں کی۔ اسے تو سانپ سونگھ گیا تھا۔ شاید اُن لوگوں نے کلب میں جو حرکتیں کی تھیں وہ اس یقین کے ساتھ کی تھیں کہ پیٹر کے آدمیوں کو تول سکیں۔ جب کلب میں اُن سے کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تو وہ بے خوف ہو گئے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ پیٹر کے آدمیوں میں اتنی جان نہیں ہے کہ کسی قسم کی مزاحمت کر سکیں۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد جب اُن پر اچانک مصیبت نازل ہوئی تو لازمہ تھا کہ وہ حواس باختہ ہو جاتے لیکن بدقسمتی سے حواس باختہ ہونے کے لیے اب صرف ایک ہی شخص رہ گیا تھا۔ بقیہ تینوں تو ملک عدم کو سدھار چکے تھے۔

"اس کے پاس سے ایک چاقو اور ایک پستول برآمد ہوا ہے۔" جیکسن نے اس کی تلاشی مکمل کرنے کے بعد کہا۔

"یہ تم رکھ لو اور ذرا جلدی سے اپنے دو تین آدمی بلاؤ تاکہ یہ لاشیں ٹھکانے لگائی جا سکیں۔"

جیکسن بڑی تیزی سے کلب کی طرف بڑھ گیا۔ اسی وقت میں نے البرٹ کی آواز سنی۔ "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے کرنا چاہیے تھا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "پہلے تم پیٹر کا اغوا کر کے لے گئے اور اب پھر یہاں سے ایک آدمی کا اغوا کر کے لے جانا چاہ رہے تھے۔"

"ان لوگوں سے ہماری پرانی دشمنی ہے لیکن تم کون ہو؟ ان میں سے تو نہیں معلوم ہوتے۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔"

"میں سوچ رہا تھا کہ تم سے رعایتی سلوک کروں گا لیکن یہ جھوٹ بول کر تم اس رعایت سے محروم ہو چکے ہو جو میں تمہیں دینے والا تھا۔"

"مگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو تم بچ نہیں سکو گے۔ ہمارا گروہ بہت بڑا ہے اور تمہیں پورے امریکا میں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔"

"خود کو نقصان سے بچانا چاہتے ہو تو اپنی چونچ بند رکھو۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اس وقت تم میرے رحم و کرم پر ہو اور میں تمہاری ہڈیاں پسلیاں گننے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"

البرٹ نے چپ سادھ لی۔ میرے لہجے سے اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جائے گی۔ وہ ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ چند منٹ بعد جیکسن تین آدمیوں کے ساتھ واپس آگیا۔

"ان لاشوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔" جیکسن نے اُن لوگوں سے کہا جنھیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔

"انھیں ٹھکانے نہیں لگانا بلکہ فورڈ کی ڈکی میں ٹھونسنا ہے۔ فورڈ کی چابیاں اگنیشن میں ہی ہوں گی۔ فورڈ کے پیچھے بھی ایک لاش پڑی ہے۔ اُسے بھی کار کی ڈکی میں ٹھونس کر ڈکی بند کر دو اور جیکسن تم میرے قریب آؤ۔" جیکسن میرے نزدیک آگیا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ پیٹر کو بلا لائے جو اندھیرے گوشے میں چھپا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔

جیکسن پیٹر کو بلانے چلا گیا اور اس کے آدمی تینوں لاشیں فورڈ کی ڈکی میں ٹھونسنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی اور مہارت سے کام کر رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں پیٹر بھی آگیا۔

"مجھے جیکسن نے بتایا ہے۔" اس نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "تم نے تنہا ان سب پر قابو پا لیا ہے۔"

"قابو میں تو صرف ایک ہی زندہ آیا ہے۔ بقیہ تینوں تو ہمیشہ کے لیے قابو سے باہر ہو گئے۔"

میری بات سن کر پیٹر زور سے ہنسا۔ "واقعی تم نے کمال کر دیا۔" اس نے کہا۔ "میں بہت خوش ہوں لیکن ان لاشوں کو کس طرح ٹھکانے لگاؤ گے؟"

"لاشیں وہیں ٹھکانے لگیں گی جس نے ان گدھوں کو یہاں بھیجا تھا۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ورنہ ان لاشوں کے پیکٹ بنا کر بڑے اہتمام سے اُن کی خدمت میں روانہ کرتے۔"

"کیا مطلب؟" پیٹر نے چونک کر کہا۔ "تم کیا کرنا چاہ رہے ہو؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور جیکسن سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم یہاں آ کر ذرا ریوالور سنبھالو اور اسے کور کیے رہو۔ ہمارا ارادہ اسے جان سے مارنے کا نہیں ہے لیکن اگر یہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرے تو تم اسے بے دریغ گولی مار سکتے ہو۔ ویسے اس کی زندگی کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔"

جیکسن نے مجھ سے ریوالور لے لیا اور البرٹ کو کور کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے فورڈ کے نزدیک جا کر اُن لوگوں کے کام کا جائزہ لیا۔ ڈکی میں آخری آدمی ٹھونسا جا رہا تھا۔ تینوں لاشیں ڈکی میں ٹھونسے جانے کے بعد ڈکی بند ہونے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

"کچھ بھی کرو۔" میں نے اُن لوگوں سے کہا۔ "لیکن ڈکی بند ہونا ضروری ہے۔"

اُن لوگوں نے ڈکی بند کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور چند منٹ کے بعد کسی نہ کسی طرح ڈکی بند کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اب تم لوگ جاؤ۔ تمہارا کام ختم ہو گیا ہے۔" میں نے اُن لوگوں سے کہا مگر جانے کے بجائے وہ استفہامیہ انداز میں پیٹر کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا تم لوگ بہرے ہو؟" پیٹر غرایا۔ "تم نے سنا نہیں ایلن نے کیا کہا ہے اور کیا تمہیں میری اس ہدایت کا علم نہیں کہ ایلن کے ہر حکم پر حرف بحرف عمل کیا جائے۔"

وہ تینوں سر جھکا کر چلے گئے اور پیٹر مجھ سے بولا۔ "میرا خیال ہے تم یہ لاشیں اولیو باورڈ کو بھجواؤ گے۔"

"تمہارا خیال درست ہے پیٹر! اُسے سبق دینے کے لیے یہ ضروری ہے تاکہ آئندہ وہ تمہیں یا تمہارے کسی آدمی کو پریشان نہ کرے۔"

"اس شخص کا مسئلہ بھی تو ہے۔" جیکسن نے لقمہ دیا۔ "اس کا کیا کرو گے؟"

"اس کا نام البرٹ ہے اور یہ باورڈ ریڈیل کا ایک اہم آدمی ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے ہم یرغمال بنائیں گے اور اس پر تشدد کر کے اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں کوئی محفوظ جگہ ہے؟"

"کیوں نہیں!" پیٹر نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "بہت سی جگہیں ہیں جہاں تم اس پر دل کھول کر تشدد کر سکو گے۔"

"اس کلب کے علاوہ کوئی جگہ ہونی چاہیے اور اگر وہ جگہ اولیو باورڈ کی نظروں میں نہ آئی ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"یہ ضمانت تو بہرحال نہیں دی جا سکتی کہ میرے کون کون سے ٹھکانے اس کی نظروں سے اوجھل ہیں تاہم یہ ضرور ہے کہ وہاں کتنی ہی چیخ و پکار کیوں نہ ہو آواز باہر نہیں جا سکے گی۔"

"اتنا بھی بہت ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "آؤ اب دیگر انتظامات بھی کر لیں۔"

ہم واپس جیکسن کے قریب آ گئے اور میں نے ریوالور اس سے لے کر جیب میں ڈال لیا۔ "تم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہو البرٹ!" میں نے کہا۔ "لیکن یہ خیال ہر وقت ذہن میں رکھنا کہ میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں دوبارہ ریوالور جیب سے نکال سکتا ہوں بلکہ اس سے بھی پہلے فائر بھی کر سکتا ہوں۔ لہٰذا کسی بھی غلط حرکت کے نتیجے میں اپنی زندگی کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

البرٹ نے ہاتھ گرا دیے پھر ہم اسے لے کر پیٹر کے آفس میں آ گئے جہاں سب سے پہلے میں نے اس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر مضبوطی سے باندھ دیے تاکہ اس کی طرف سے کوئی غلط حرکت کرنے کا خدشہ ہی ختم ہو جائے پھر میں نے قلم کاغذ سنبھالا اور لکھنے بیٹھ گیا۔

"پیارے اولیو باورڈ! میں نے تمہارے آدمیوں کو نظرانداز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو مجھے مجبوراً میدانِ عمل میں اترنا پڑا۔ فی الحال تمہارے تین آدمی تحفتاً تمہیں ارسال کر رہا ہوں۔ انھیں کار کی ڈکی سے نکالو اور [illegible] کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ پیٹر کے جس آدمی کو تم نے قید کر رکھا ہے اگر اسے نہ چھوڑا تو چوتھے شخص البرٹ کا تحفہ روانہ کیا جائے گا اور اس کے بعد براہِ راست تمہارے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ اُمید ہے تم عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیدی کو رہا کر دو گے اور آئندہ پیٹر یا اس کے کسی آدمی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھو گے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں پیش آنے والے حالات کے ذمے دار سراسر تم خود ہو گے۔ فقط، تمہارا خیر خواہ، علی یار خان۔"

خط لکھنے کے بعد میں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور خط پیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ "اسے پڑھو، میں ابھی آتا ہوں۔" خط پیٹر کے حوالے کر کے میں کلب کے ہال میں چلا گیا۔

ہال میں ابھی بھی بھیڑ کم نہیں تھی۔ میری نظریں سلویا کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس رش میں کسی کو ڈھونڈ لینا آسان نہیں تھا مگر وہ مجھے نظر آ ہی گئی اور نظر آنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے اشارہ کیا تھا۔ میں نے جواباً اسے اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر میرے پاس چلی آئی۔

"تم نے بہت دیر کر دی۔ البرٹ اور اس کے ساتھی تو یہاں سے جا بھی چکے۔" سلویا نے کہا۔

میں کوئی جواب دیے بغیر اسے باہر لے آیا۔ اندر بہت شور تھا اور چلا کر بات کرنا مجھے قطعی پسند نہیں تھا۔

"تم فورڈ میں جا کر بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے سلویا سے کہا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم شاید اپنے حواس میں نہیں ہو۔ سمجھے اُن لوگوں کی کار میں کیوں بیٹھنے کو کہہ رہے ہو؟"

"اچھا تو پھر یہیں ٹھہرو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "میں پیٹر کو لے کر آ رہا ہوں۔" سلویا کا جواب سنے بغیر میں آفس سے پیٹر کو بلا لایا۔ سلویا ابھی تک وہیں موجود تھی جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"ہم خود اولیو باورڈ کو یہ تحفہ پہنچانے جائیں گے۔ واپسی وہاں ہوگی جہاں البرٹ کو رکھا جائے گا۔ تم جیکسن سے کہہ دو کہ وہ البرٹ کو اس مقام پر منتقل کر دے جو تم نے تجویز کیا ہے۔"

پیٹر سر کو اثباتی جنبش دے کر چلا گیا اور سلویا میرے پیچھے پڑ گئی۔ "البرٹ تمہارے ہاتھ کیسے لگ گیا اور تم اولیو باورڈ کو کون سا تحفہ پہنچانے جا رہے ہو؟"

"میں نے البرٹ کے تینوں ساتھیوں کو مار دیا ہے۔" میں نے سلویا کے ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اور البرٹ کو پکڑ لیا ہے۔ اب اولیو باورڈ کو تین لاشوں کا تحفہ جائے گا اور البرٹ یرغمال کے طور پر ہمارے قبضے میں رہے گا۔ جب اولیو باورڈ اس آدمی کو چھوڑ دے گا جسے اس نے پکڑ رکھا ہے تو ہم بھی البرٹ کو رہا

کردیں گے ورنہ آسے ایک اور قصہ روانہ کیا جائے گا۔"

"تمھارا دماغ تو درست ہے؟" سلویا چیختے چیختے رک گئی۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس عمارت میں داخل ہونے کے بعد اپنی مرضی سے وہاں سے نکل آؤ گے؟"

"چلتی ہوئی کار مت روکو۔" میں نے اس سے کہا۔ "تم نے یہ کیسے فرض کرلیا کہ اس تک لاشیں پہنچانے کے لیے عمارت میں داخل ہونا بھی ضروری ہے۔"

"اور کس طرح تم ان تک لاشیں پہنچاؤ گے؟" سلویا نے کہا۔ "اور وہ لاشیں ہیں کہاں؟"

"کار میں بیٹھ جاؤ۔" میں نے اس کے لیے فورڈ کا اگلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "تفصیلی باتیں ڈرائیونگ کے دوران بھی ہو سکتی ہیں۔"

سلویا الجھی ہوئی اگلی نشست پر بیٹھ گئی اور میں نے کار کا دروازہ بند کرکے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ چابیاں اگنیشن میں پہلے ہی موجود تھیں۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" سلویا نے بے صبری کا مظاہرہ کیا۔

"ذرا دیر صبر کرو۔ ہیٹر آرہا ہے۔" میں نے کلب کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہدایات دے دی ہیں۔ جیکسن کو وہ منتقل کرنے کے انتظامات کر رہا ہے۔" ہیٹر نے کار کے نزدیک آکر مجھ سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم وہ خط میرے حوالے کرو اور اپنی گاڑی میں میرے پیچھے آؤ۔"

ہیٹر سے خط لے کر میں نے کار اسٹارٹ کرکے چلا دی۔ "تم نے اس سے کون سا خط لیا ہے؟" سلویا نے ایک اور سوال کیا۔

"خود پڑھ کر دیکھ لو۔" میں نے بیزاری سے خط اس کی طرف بڑھا دیا اور اس نے کار کی اندرونی لائٹ جلا کر خط پڑھنا شروع کر دیا۔ پورا خط پڑھ چکنے کے بعد وہ پریشان انداز میں مجھ سے بولی۔ "تم نے مجھے اس گاڑی میں کیوں بٹھا دیا۔ اس میں تو تین لاشیں بھی موجود ہیں۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا؟"

"اگر تمھیں پہلے بتا دیتا تو تم کیا کرتیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"میں اس گاڑی میں ہرگز نہ بیٹھتی۔ لاشوں کے ساتھ سفر کرنے کا تصور بھی میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

"بے وقوفانہ باتیں مت کرو سلویا!" میں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔ "لاشیں تمھیں کھا نہیں جائیں گی۔"

"تمھیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔" سلویا نے جھرجھری لی۔

"خود پر قابو پانے کی کوشش کرو سلویا ورنہ میں تمھیں راستے میں ہی اتار دوں گا۔" میں نے اسے دھمکی دی۔

میری دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور سلویا نے تازہ ہوا میں چند گہرے سانس لینے کے بعد مجھ سے کہا۔ "اگر تم نے مجھے کار سے اتار دیا تو شاید مارے خوف کے میں ویسے ہی بے ہوش ہو جاؤں گی۔"

"تمھیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم تو اس وقت ایڈورڈ کا سب سے اہم مہرہ ہو۔ کیا ان لوگوں نے کلب میں تمھیں دیکھ کر کسی ردِ عمل کا اظہار کیا تھا؟"

"میں اس بات پر حیران ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے مجھے یوں دیکھا تھا جیسے انھوں نے زندگی میں پہلی بار مجھے دیکھا ہو۔ حالانکہ وہ سب ہی مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"

"وہ تمھیں دیکھ کر حیرت کا اظہار نہیں کر سکتے تھے بلکہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے جیسے انھوں نے تمھیں دیکھا ہی نہ ہو۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا کہ ان کی نگاہ مجھ پر اتفاقاً ہی پڑ گئی تھی، اس کے بعد سب نے ہی میری طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔"

"اگر ان میں سے کوئی تمھیں نظر بھر کر دیکھ لیتا تو اظہارِ شناسائی لازم ہو جاتا جو ان کے خلاف جاتا۔ اس لیے وہ یہی ظاہر کریں گے جیسے انھوں نے تمھیں دیکھا ہی نہ ہو۔ انھیں اس سلسلے میں خاص ہدایات دی گئی ہوں گی۔ میرے علم میں تو یہی ہے کہ تم ان سے بغاوت کرکے مجھ سے آملی ہو۔"

سلویا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر چند لمحے بعد بولی۔ "میری پوزیشن بہت نازک ہو گئی ہے۔ ایڈورڈ کو جب یہ اطلاع ملے گی کہ میں اپنی اصل شکل و صورت میں ہر جرم میں پیش پیش ہوں تو وہ کیا سوچے گا جبکہ تم ٹھیک اسی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ وہ اسی پہلو پر غور کرے گا کہ تم نے ان سے برگشتہ ایک لڑکی کو میک اپ کرکے تحفظ فراہم کرنے کے بجائے اس طرح منظرِ عام پر کیوں آنے دیا۔"

"تم بہت ذہین ہو سلویا!" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ "یہ نکتہ واقعی بہت اہم ہے مگر جلدی کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں دے سکا تھا۔"

"پھر میرا کیا بنے گا؟ میں تو خطرے میں پڑ گئی ہوں۔"

"اس کے باوجود تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر میں نے انجانے میں تمھیں تمھاری اصل شکل و صورت میں ان لوگوں کے سامنے بھیجا ہوتا تو تمھیں میری طرف سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ ان کے اس رویے سے تمھاری پوزیشن میری نظروں میں مشکوک ہو سکتی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے۔ تم مجھے جو کچھ بتا چکی ہو لہٰذا میری طرف سے تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"مگر ایڈورڈ کا کیا بنے گا؟ وہ تو یہی سوچے گا کہ تم میری طرف سے مشکوک ہو چکے ہو۔ ممکن ہے وہ مجھے واپس بلانے کی کوشش کرے۔"

"یہ ممکن ہے مگر میرے پاس اس کا توڑ بھی موجود ہے۔ تم ہیٹر پر اسے اطلاع دے دو گی کہ کلب میں ان لوگوں سے سامنا ہونے پر تم نے علی یار خان کو بہت برا بھلا کہا اور علی یار خان نے اس غلطی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے تمھارے چہرے پر میک اپ کر دیا ہے اور تمھیں ایڈورڈ کے خلاف استعمال کرنے کا خواہاں ہے۔"

"ہاں اس طرح ممکن ہے بات بن جائے۔" سلویا سوچتے ہوئے لہجے میں بولی۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔ "تم نے کلب کے آدمیوں کی مدد سے ان چاروں پر قابو پایا تھا؟"

"مدد تو کسی کی بھی نہیں لی۔" میں نے کہا۔ "تنہا ہی ان سب پر قابو پا لیا تھا۔"

"میں ان سب کو جانتی ہوں۔ وہ سب کے سب خطرناک لوگوں میں شمار ہوتے ہیں مگر تم بھی تو آخر کسی سے کم نہیں ہو، ایڈورڈ کے مدمقابل ہونے کے دعوے دار ہو گئے۔"

میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ ہم شہر سے باہر نکل آئے تھے اور تھوڑی ہی دیر بعد اس عمارت تک جانے والی سڑک شروع ہونے والی تھی۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ ایڈورڈ تک لاشیں پہنچانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرو گے؟"

"عمارت سے کچھ فاصلے پر کار کھڑی کرکے ہم واپس آجائیں گے۔ ان کا کوئی آدمی اپنی گاڑی دیکھ کر اس کے قریب ضرور آئے گا اور اس کی نظر ان پر پیچھے ضرور پڑے گی جو میں اسٹیئرنگ سے باندھ دوں گا۔ اس طرح لاشیں بھی ان تک پہنچ جائیں گی اور ہیٹر بھی بچ جائے گا۔"

"صبح ہونے سے قبل تو کسی کا گزر اس طرف سے ہوگا نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "تو کیا صبح تک کار یونہی کھڑی رہے گی؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سڑک سے اکا دکا گاڑیاں تو گزرتی ہی ہوں گی۔"

"ہاں وہ عام گزرگاہ تو نہیں ہے مگر کبھی کبھار کوئی بھولا بھٹکا اس طرف سے گزر بھی جاتا ہے۔"

"اور پولیس؟"

"بغیر طلب کیے پولیس کے وہاں جانے کا کیا کام؟" سلویا نے کہا۔ "پولیس ہائی وے پر پٹرولنگ کرتی ہے اور ہائی وے وہاں سے کئی میل کے فاصلے پر ہے۔ آس پاس کسی قسم کی آبادی بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا بھی کوئی طریقہ سوچیں گے۔" میں نے کہا۔ ہم اب اس مطلوبہ سڑک پر سفر کر رہے تھے۔ میں نے کار کی ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں۔ کچھ دیر بعد عمارت نظر آنے لگی اور میں نے تقریباً عمارت سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر کار روک دی۔ میرے عقب میں ہیٹر نے بھی کار روک دی تھی۔

"تم جا کر ہیٹر کی کار میں بیٹھو اور اس سے کہو کہ یوٹرن کرکے کار کا رخ شہر کی طرف کرے اور انجن اسٹارٹ رکھے۔ میرے لیے کار

کا پچھلا دروازہ کھولا اور اس سے کہا کہ میرے بیٹھتے ہی وہ تیز رفتاری سے کار چلا دیتی ہے۔ واپسی کا سفر ہم بہت تیز رفتاری سے طے کریں گے۔"

سلویا کار سے اتر کر چلی گئی اور میں نے ادویہ اور ٹوکو کے نام لکھا ہوا پرچہ اسکاچ ٹیپ کی مدد سے اسٹیئرنگ وھیل پر چپکا دیا۔ اب صرف آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ میں نے چند اوزاروں کی مدد سے ہارن کے تار نکالے اور دونوں تاروں کو آپس میں جوڑ دیا۔ ہارن پرشور آواز میں بجنے لگا۔ ہارن بجنا شروع ہوتے ہی میں تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا پیٹر کی کار کی طرف گیا۔ سلویا عقبی نشست پہ بیٹھی تھی اور اس نے میری ہدایت کے مطابق کار کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ میں نے کار میں چھلانگ لگائی اور پیٹر نے نہایت تیز رفتاری سے کار چلا دی۔ میں نے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے اس وقت بہت مزہ آرہا ہے ایلن!" پیٹر نے چہک کر کہا۔ "زندگی میں پہلی بار میرے توسط سے ادویہ اور ٹوکو کو کوئی زک اٹھانا پڑی ہے۔"

"کار کی رفتار پر توجہ رکھو پیارے پیٹر!" میں نے کہا۔ "ورنہ اس کی زک ہماری مرمت میں کچھ تبدیلی ہو سکتی ہے۔"

"پرواہ مت کرو۔" پیٹر نے ہنس کر کہا۔ "اگر کسی نے پیچھا کرنے کی کوشش کی تب بھی ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ہماری کار تو پہلے ہی ہوا سے باتیں کر رہی ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تیز رفتاری کے باعث کار واقعی ہوا سے باتیں کرتی معلوم ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر وہ نہ صرف کار تک پہنچ جائیں گے بلکہ سب کچھ ان کے علم میں بھی آ چکا ہوگا۔"

"ظاہر ہے ہارن بجنے کی مسلسل آواز وہ کتنی دیر نظرانداز کر سکیں گے۔ اور پھر اس ویرانے میں تو وہ آواز کچھ زیادہ ہی ہیبت ناک تاثر پیش کر رہی ہوگی۔"

"اپنی کامیابی کی خوشی میں ہم ایک جشن منائیں گے۔" پیٹر نے کہا۔

"ابھی ہمیں جاکر البرٹ سے نمٹنا ہے۔ یہ جشن وغیرہ پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھو۔ ادویہ اور ٹوکو سے معلوم نہیں ابھی کتنے معرکے اور ہوں گے۔"

"ہر بار ایک جشن ہوگا۔" پیٹر نے ترنگ میں آکر کہا۔ "تمہیں نہیں معلوم کہ تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی فراہم کی ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تم سے غلطی نہیں سرزد ہو گئی؟" دفعتاً سلویا نے کہا۔

"کون سی غلطی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم تہذیب کی بھلائی کا مظاہرہ بھی کر سکتے تھے۔ دونوں کام ایک ساتھ ہی ہو جاتے۔"

میں جس طرح پھٹ پڑا۔ "تمہیں سلویا! بات اس حد تک کرنی چاہیے جس حد تک تم کے ساتھ البرٹ کی اوقات ہی کیا ہے۔ اس کے بدلے جو سلوک میں نے کیا ہے وہ غیر متوازن نہیں ہے۔ تہذیب کے لیے تو ٹکے کے عوض بھی سلوک کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ آدمی غلط قسم میں بھی تو سیلز پر لکھتا ہے کہ میں تہذیب کے بارے میں کیا علم رکھتا ہوں۔"

سلویا نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ کار اب نیو یارک کی صاف ستھری سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک رہائشی علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد کار ایک بنگلے کے پھاٹک پر رک گئی۔ پیٹر نے مخصوص انداز میں ہارن دیا اور ایک خونخوار قسم کے شخص نے پھاٹک کھول دیا۔ پیٹر گاڑی اندر لیتا چلا گیا۔

پیٹر کے بعد میں اور سلویا بھی کار سے اتر آئے اور اس کی معیت میں بنگلے کے اندر داخل ہو گئے۔

"تم یہاں بیٹھو۔" اس نے ہمیں آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ذرا شیمپین کی بوتل لے آؤں۔"

"تمہیں جو کچھ کرنا ہے شوق سے کرو پیٹر!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اس قسم کی لغویات میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔"

"اوہ! تو تم میری خوشی میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔" اس نے افسردگی سے کہا۔ "خیر کوئی بات نہیں میں اکیلا ہی جشن مناؤں گا۔"

"تمہارا جو جی چاہے کرو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی لیکن مجھے یہ تو بتا دو کہ البرٹ کہاں ہے؟"

"چلو۔" پیٹر نے مردہ سی آواز میں کہا اور ہم دونوں کو بنگلے کے وسطی کمرے میں لے گیا۔ کمرا خاصا بڑا اور فرنیچر سے محروم تھا۔ فرش پر صرف ایک قالین بچھا تھا اور اس پر ایک طرف البرٹ پڑا نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ ابھی تک پشت پہ بندھے ہوئے تھے۔ ہمیں کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے ہمیں گھورا۔ شاید وہ سو رہا تھا اور دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"تم لوگوں نے مجھے زبردستی کیوں بند کر رکھا ہے؟" البرٹ نے اپنی مخصوص پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا جو میں اس سے قبل سن چکا تھا۔ "آخر میرا جرم کیا ہے؟"

"جیکسن کہاں ہے؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے پیٹر کی طرف مڑ کر کہا۔

"میں دیکھتا ہوں۔ وہ یہیں کسی کمرے میں ہوگا۔" پیٹر اسے بلانے چلا گیا۔

"مجھے جانے دو ورنہ میں تم لوگوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کراؤں گا۔" البرٹ دوبارہ بولا۔

"میں نے جیکسن کو بلوایا ہے۔ ابھی تمہارے سامنے اس سے بازپرس کروں گا۔" میرا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی پیٹر جیکسن کے ساتھ واپس آگیا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے جیکسن سے کہا۔ "تم نے اس شریف آدمی کو بلاوجہ حبس بیجا میں رکھا ہوا ہے۔ اب یہ پولیس میں رپورٹ درج کرائے گا۔ تم خود ہی پولیس کو جواب دہی کرنا، میری کوئی ذمے داری نہیں ہے۔"

"جی!" جیکسن نے کہا۔ اس کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اور کیا! اب خود ہی بھگتنا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا، برے کاموں کا انجام بھی برا ہوتا ہے۔"

"م... میں سمجھا نہیں! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" جیکسن نے ہکلا کر کہا۔

"اب تم جاہلانہ کا بھی مظاہرہ کرو گے؟" میں دہاڑا۔ "ارے میاں میں مسٹر البرٹ کی بات کر رہا ہوں جن کا شمار نیو یارک کے شرفا میں ہوتا ہے۔"

"آ... آپ ہی نے تو کہا تھا۔" جیکسن بہت زیادہ بوکھلا گیا تھا۔

"میں نے کیا کہا تھا؟" میں نے قدرے تعجب سے کہا۔ "مجھے تو یاد نہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔" پھر میں البرٹ سے مخاطب ہوا۔ "معاف کرنا مسٹر البرٹ! میں ابھی آتا ہوں۔ ذرا جیکسن کے بیان کی تصدیق کر لوں۔" میں سب کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل آیا۔ سلویا کے لیے ہنسی روکنا دوبھر ہو رہا تھا۔

"تم بھی عجیب آدمی ہو۔" وہ قہقہے لگاتی ہوئی بولی۔ "اس قسم کی باتیں کرتے وقت یہ تو سوچ لیا کرو کہ آس پاس کوئی ایسا شخص تو موجود نہیں جو اپنی ہنسی پہ قابو نہ پا سکتا ہو۔"

پیٹر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی مگر جیکسن بے وقوفوں کی طرح مجھے دیکھ رہا تھا۔ "کیا تم مذاق کر رہے تھے مسٹر ایلن؟"

اس کی اس بات پر سلویا کی ہنسی اور تیز ہو گئی۔ میں بھی اپنی مسکراہٹ پر قابو نہ رکھ سکا۔

"یہ شخص کچھ زیادہ ہی تیز معلوم ہوتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے کس بل نکالنے کے لیے میں نے اور ہی طریقہ سوچا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" جیکسن نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ "ورنہ تم نے تو مجھے دہلا ہی دیا تھا۔"

"اب میری بات غور سے سنو!" میں نے پیٹر اور جیکسن سے کہا اور پھر انہیں بتانے لگا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ میری بات سن کر انہوں نے اثبات میں سر ہلائے اور پھر تھوڑے سے انتظامات کرکے ہم چند منٹ بعد دوبارہ اسی کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ اس بار سلویا ساتھ نہیں تھی۔

"معاف کرنا مسٹر البرٹ! جیکسن کو کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے تمہیں اس قدر زحمت اٹھانا پڑی۔"

البرٹ نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ میرا رویہ اس کی فہم سے بالاتر تھا۔

"اب میں تمہیں آزاد تو کر دوں مگر مسٹر جیکسن کو خوف ہے کہیں تم ان کے خلاف رپورٹ نہ درج کرا دو۔"

"نہیں کراؤں گا۔" البرٹ نے بے ساختہ کہا۔

"کیا خیال ہے جیکسن! ہم اس شریف آدمی کے زبانی وعدے پر بھروسا کر سکتے ہیں؟"

"غلطی میری ہے جناب! اگر اس نے رپورٹ درج کرا بھی دی تو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں کہ رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔" البرٹ نے بڑی شد و مد سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر البرٹ! ہم تمہیں تمہارے زبانی وعدے پر رہا کر رہے ہیں۔" میں نے اس کے نزدیک بیٹھ کر اس کے ہاتھ کی بندشیں کھولتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اپنے وعدے سے پھر جاؤ۔"

"ایسا ہرگز نہ ہوگا۔" البرٹ نے اپنی آواز میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس کی بندشیں کھول کر اسے آزاد کر دیا اور وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ چند لمحے وہ اپنی کلائیاں مسلتا رہا پھر جب خون کی روانی بحال ہو گئی تو اس نے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھا۔

"تو میں جاؤں؟" اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ضرور مسٹر البرٹ! لیکن مجھے افسوس ہے کہ ہم اس وقت آپ کے لیے کسی سواری کا بندوبست نہیں کر سکیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔" اس نے

کہا اور وہ ڈرتے ڈرتے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا اندازہ ہے اسے یہ خطرہ تھا کہ ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کر گزریں گے مگر جب اس سے کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تو وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کا خدشہ اب بھی برقرار تھا لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی اور وہ دروازے تک پہنچ گیا۔ پھر میں ہی آگے بڑھا۔

"آئیے مسٹر البرٹ! اب آپ کو گیٹ تک چھوڑ آؤں۔" میں نے کہا۔ مجھے آگے بڑھتے دیکھ کر البرٹ ٹھٹکا تھا مگر پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میں نے کچھ اور کرنے کے بجائے اس کے لیے دروازہ کھول دیا ہے۔ "آئیے آئیے مسٹر البرٹ! بلا جھجک چلے آئیے۔"

بلا جھجک تو خیر وہ کیا آتا لیکن ایک سحر کے سے عالم میں اس کے قدم اٹھتے گئے۔ میں اس کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور اس کی طرف سے پوری طرح ہوشیار بھی تھا۔ اس جیسے شخص سے کچھ عجب نہیں تھا کہ کس وقت حملہ کر بیٹھے۔ جیکسن اور پیٹر چند قدم پیچھے آ رہے تھے۔

ہم اسی طرح آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت سے باہر احاطے میں نکل آئے۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔

"آپ اکیلے جائیں گے یا جیکسن کو بھی ساتھ لے جائیں گے؟" میں نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک... کیا مطلب؟" البرٹ نے گھبرا کر کہا۔ اسے اپنی وقتی آزادی بھی خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔

"میرا مطلب ہے اتنی رات گئے تنہا جاتے ہوئے کہیں آپ کو ڈر نہ لگے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"نن... نہیں مجھے ڈر نہیں لگے گا۔" البرٹ نے کہا۔ یہ الفاظ ادا کرتے وقت وہ بالکل گاؤدی نظر آنے لگا تھا۔

"گیٹ کھول دو بھئی!" میں نے اونچی آواز میں چوکیدار سے کہا۔ "مسٹر البرٹ واپس جائیں گے۔"

چوکیدار نے میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے وہ کھڑکی کے بجائے گیٹ کھول دیا جیسے البرٹ کے بجائے کوئی کار باہر جا رہی ہو۔ البرٹ بے یقینی سے باری باری ہم سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہمارے اس رویے کو کیا نام دے۔ پھر اس نے یہی بہتر سمجھا کہ ہمارے رویے پر غور کرنے کے بجائے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نکل جائے۔ اس نے گیٹ کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے۔ پھر اچانک رک کر ہماری طرف مڑا۔ غالباً اسے خطرہ تھا کہ ہم اس پر عقب سے حملہ کر دیں گے مگر ہم اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔ البرٹ مطمئن ہو کر پیچھے پلٹا۔ اس بار اس نے ایک قدم گیٹ سے باہر رکھنے کے بعد مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ ہم اب بھی اسی طرح کھڑے تھے۔ اس وقت شاید اسے یقین آ گیا تھا کہ ہم اسے رہا کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہیں۔ لیکن اس نے یقین کرنے میں بہت دیر کر دی تھی کیونکہ اسی وقت اس کے عقب میں ایک شخص نمودار ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا رول دبا ہوا تھا اور عین اس لمحے جب البرٹ کے خدشات گھٹنے والے تھے اس کے عقب میں نمودار ہونے والے شخص نے پوری قوت سے رول اس کے سر پر رسید کر دیا۔ البرٹ کے ہونٹوں سے کراہ خارج ہوئی اور وہ جھومتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ چوکیدار اور اس دوسرے شخص نے مل کر بے ہوش البرٹ کو پکڑا اور اسے گھسیٹتے ہوئے گیٹ سے اندر لے آئے۔ پھر گیٹ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

"اسے لے جا کر کمرے میں بند کر دو اور اس کے ہاتھ پیر بھی باندھ دینا۔" میں نے ان لوگوں سے کہا اور پھر ہم پلٹ کر ڈرائنگ روم میں واپس آ گئے جہاں سلویا پہلے سے ہی موجود تھی۔

"رات کے دو بجنے کو ہیں۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ "اب ہم سوئیں گے۔ نیند آ رہی ہے۔"

"آج کی رات تو ہم یہیں رہ جاتے ہیں۔" پیٹر بولا۔ "اس وقت کہاں جائیں گے ہم؟"

"واقعی! خیال بہت مناسب ہے۔ کہیں جا کے کمرے دکھا دو۔ اس کے بعد چاہو تو تم جشن مناتے رہنا۔"

جشن کے تذکرے پر پیٹر اداس ہو گیا۔ "تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟ میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ بند کو ٹالوں۔"

"ہرگز نہیں!" میں نے سختی سے کہا۔ "اب ہم صبح ہی اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ پہلے یہ معاملہ نمٹ جانے دو۔"

پیٹر نے ہمیں ہمارے کمروں تک پہنچا دیا۔ یہ اچھی بات ہوئی تھی کہ اب مجھے سلویا کے ساتھ نہیں سونا پڑ رہا تھا۔ تاہم اس کی اور میری خواب گاہیں برابر برابر واقع تھیں۔

"البرٹ کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔ اگر اسے ہوش آ جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟" پیٹر نے جانے سے قبل پوچھا۔

"اس کی اہمیت بہت زیادہ نہیں ہے۔ اسے صبح تک پڑا رہنے دو۔"

سونے سے قبل میں نے کمرا اندر سے بند کر لیا تھا۔ سلویا کو بھی میں نے یہی تاکید کی تھی۔ وہ اب بھی علیحدہ کمرے میں

سونے سے کترا رہی تھی مگر اس نے مجھ سے کچھ کہا نہیں تھا۔ یہ بات میں نے محض اس کے انداز سے بھانپ لی تھی۔ بیڈ پر لیٹتے ہی خیالات نے میرے ذہن پر یلغار کر دی۔ ان خیالات کا محور اولیور ووڈ اور تہذیب تھے۔ تہذیب کے اولیور ووڈ کے قبضے میں چلے جانے سے میں کمزور پڑ گیا تھا۔ اب اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل مجھے بہت کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ اس پر میرا وار ذرا بھی اوچھا پڑتا تو اس کا بدلہ وہ تہذیب سے لے سکتا تھا۔

پھر مجھے وہ فارمولے یاد آ گئے جو ثروت راحیل نے امریکی حکومت کی تحویل سے چوری کرائے تھے۔ میں نے تو وہ فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑانے کی پوری کوشش کی تھی مگر اس بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے ان کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی تھیں۔ دوسرے زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ دنیا کا کوئی شخص اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا کہ اربوں ڈالر کی دولت یوں ہاتھوں سے نکل جانے دے۔ اولیور ووڈ بھی سمجھ رہا تھا کہ فارمولوں کی نقلیں میرے قبضے میں ہیں یا کہیں بھی ہوں۔ اس سے یہ فائدہ تو بہرحال ہوا تھا کہ میری جان بچ گئی تھی۔ فارمولوں کے لالچ میں اس نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ ایک موہوم سی امید پر کہ شاید تہذیب کے توسط سے وہ فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم کر کے ان کے حصول کی کوشش کر سکے۔

اس کے بعد میری ذہنی رو اس دوا ساز فیکٹری کی طرف مڑ گئی جو شام میں قائم کی گئی تھی اور شام کی حکومت سے اس کے لیے باقاعدہ معاہدہ کیا گیا تھا۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ اس اقدام کے پس پردہ کوئی بڑی سازش کارفرما ہے اس لیے میں اس سازش کے تار و پود بکھیرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس سلسلے کا پہلا قدم میں شام کے قونصل جنرل سے ملاقات کر کے ہی اٹھا سکتا تھا۔ بعد کی ڈیلیں اس سے ملاقات کے بعد ہی طے کی جا سکتی تھیں۔

آدھے گھنٹے تک میں مختلف خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا اور اس کے بعد مجھے نیند نے آ دبوچا۔ پھر دروازہ پیٹے جانے کی آواز سن کر میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے سب سے پہلے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ مجھے اس وقت یوں دروازہ پیٹے جانے پر حیرت ہوئی مگر میں نے اٹھنے میں دیر نہیں کی۔ دروازہ کھولنے سے قبل میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ دروازہ پیٹنے والا پیٹر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

پیٹر خاصے نشے میں تھا اور اس کے منہ سے شراب کے بھپکے نکل رہے تھے۔ "کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو الیٹ! اولیور ووڈ نے میرے آدمی کو رہا کر دیا ہے۔"

"یہ اطلاع تم مجھے صبح نہیں دے سکتے تھے؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کلب سے فون آیا تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس پر بہت تشدد کیا گیا ہے اور اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ وہ کسی کو پہچان بھی نہیں رہا۔"

"اگر اس کی حالت اتنی خراب ہے تو وہ کلب تک کس طرح پہنچا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک کار اسے چھوڑ گئی ہے۔ ڈرائیور نے کلب کے گیٹ پر ہارن بجا کر اسے چوکیدار کے حوالے کیا اور چلا گیا۔"

"ہوں!" میں نے پر تفکر انداز میں کہا۔ "ذرا انتظار کرو۔ میں خود چل کر اسے دیکھتا ہوں۔"

کلب تک پہنچتے پہنچتے ساڑھے پانچ بج گئے تھے۔ سڑکوں پر برائے نام ٹریفک تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ کلب کے آس پاس بھی ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی جس سے یہ کہا جا سکتا کہ کلب کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔

پیٹر کے ہمراہ میں کلب کی اوپری منزل پر پہنچا۔ جہاں رہائشی کمرے تھے۔ ان کمروں میں کلب کے ملازمین کے علاوہ رقاصائیں وغیرہ بھی رہتی تھیں جن سے کلب کا معاہدہ ہوتا تھا۔ اس وقت کلب میں بھی الو بول رہے تھے۔ چند ایک ملازمین کے علاوہ کوئی بھی جاگتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

"اینڈریو کس کمرے میں ہے؟" پیٹر نے ایک ملازم سے پوچھا اور اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر دیا اور بولا۔ "لیکن وہ غنودگی کے عالم میں ہے اور اس نے کسی کو پہچانا بھی نہیں۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں اینڈریو تھا۔ پیٹر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے میں نے بھی کمرے میں قدم رکھا تھا۔ اینڈریو بیڈ پر دراز تھا۔ اس کے جسم پر جا بجا تشدد کے نشانات نظر آ رہے

تھے اور کپڑے تار تار تھے۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ میں دروازے ہی میں رک گیا تھا جبکہ پیٹر آگے بڑھ کر بیڈ کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ کمرے میں ایک اور شخص بھی تھا جو بیڈ کے نزدیک کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ پیٹر کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم لوگوں نے اس کے کپڑے تک تبدیل کرنے کی زحمت نہیں کی۔" پیٹر نے غصیلے لہجے میں اس شخص سے کہا۔

"ہم نے اسی لیے آپ کو فون کر دیا تھا۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "یہ تو ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہا تھا۔ اب جیسا آپ کہیں۔"

پیٹر نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں چند قدم آگے بڑھ گیا۔ میری چھٹی حس جاگ اٹھی تھی اور کسی خطرے کا اشارہ کر رہی تھی مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خطرے کی نوعیت کیسی ہے اور خطرہ مجھے کس سمت سے لاحق ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں کمرے کے دروازے میں ہی رک گیا تھا...... اپنی چھٹی حس کے اس اشارے کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا اور اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر خواہ مخواہ پیٹر کی تضحیک کا نشانہ بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ تاہم میں بہت محتاط تھا۔

"کپڑے تبدیل کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر سے اس کا معائنہ کراؤ۔ اسے فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا لیکن پیٹر کو میری بات کا جواب تک دینے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ اسی وقت اینڈریو کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تھی اور ہم تینوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھیں جو کچھ دیر قبل بند تھیں اب کھلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ سرخ آنکھیں جنھیں دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اینڈریو؟" پیٹر نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک تو ہو؟"

اینڈریو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے پیٹر کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"مجھے تمہارا ہی انتظار تھا علی یار خان!" اینڈریو نے کہا۔ اس کی آواز کسی کنوئیں میں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اینڈریو کے چہرے سے وحشت اور درندگی ٹپک رہی تھی اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ اپنے پیروں پر بھی نہیں چل پا رہا تھا اور اب اس کے حرکت کرنے کے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اسے کسی قسم کی جسمانی کمزوری لاحق ہے۔ میرے لیے سب سے زیادہ ہوش ربا بات یہ تھی کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ اگر نام معلوم ہو بھی گیا تھا تو اس نے مجھے پہچانا کیسے؟

اینڈریو کو یوں اٹھتے دیکھ کر غیر ارادی طور پر میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پیٹر حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ دوسرا شخص بھی سناٹے کے عالم میں تھا اور مجھ پر تو خیر ویسے ہی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے۔

"اب تک کہاں رہے ہو یہودیوں کے دشمن؟" اینڈریو نے چیختے انداز میں کہا اور پھر اس نے اتنی تیزی سے مجھ پر چھلانگ لگائی کہ میں ہزار کوشش کے باوجود بھی اس کی زد سے نہ بچ سکا۔ اس قدر تیزی کی توقع تو میں کسی پھرتیلے ترین آدمی سے بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تیر کی طرح مجھ پر آ رہا تھا اور میں جو پہلے ہی پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے حملے کی وجہ سے پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ میں نے زور لگا کے اسے اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کی مگر میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر مضبوطی سے جم گئے تھے اور وہ مجھے جان سے مار دینے پر تل گیا تھا۔ مجھے فوری طور پر اندازہ ہو گیا کہ میں بڑے بے ڈھب طریقے سے اس کی گرفت میں آیا ہوں اور اب مجھے سب سے پہلے کسی نہ کسی طرح اپنی گردن اس کی گرفت سے چھڑانی ہے۔ میں نے سنبھالا لے کر پہلا وار کرنے کے بجائے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے لیکن پوری قوت صرف کرنے کے باوجود اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میرے گلے پر اس کے ہاتھوں کا دباؤ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے طاقت کے اعتبار سے میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ پھر بھی اس سے جان چھڑانے کے لیے کیا کروں؟ میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کے ساتھ سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ سکا۔ میرے سارے داؤ پیچ اس کڑے وقت میں مجھ سے روٹھ گئے تھے۔ میری مہارت معلوم نہیں کہاں جا سوئی تھی۔ میری قوت مزاحمت تیزی سے جواب دے رہی تھی اور وہ میرے سینے پر چڑھا بیٹھا پوری قوت سے میرا گلا گھونٹے جا رہا تھا اور میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ خود کو موت کا استقبال کرنے کے لیے تیار کر لوں۔

ہراس و دہشت میرے ذہن پر اس بری طرح حملہ آور ہوئی تھی کہ میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ میں وہاں تنہا نہیں ہوں۔ آخر پیٹر اور اس کا ایک اور ملازم بھی تو وہیں موجود تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دونوں مارے حیرت کے گنگ ہو کر رہ گئے تھے بلکہ وہ اپنی جگہ سے حرکت تک کرنا بھول گئے تھے۔ اگر وہ دونوں کچھ وقت اور اسی کیفیت میں مبتلا رہتے تو میرا کام تمام ہو چکا ہوتا مگر پھر پیٹر کو ہوش آ ہی گیا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا۔ مجھے بہت موہوم سا احساس ہے کہ اس شدید ضرب کے باوجود اینڈریو پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور میری گردن پر اس کی گرفت پہلے ہی کی طرح برقرار رہی تھی۔

"اسے چھوڑ دو اینڈریو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" پیٹر کی آواز مجھے بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ لیکن جب پیٹر نے دیکھا کہ اینڈریو پر یہ دھمکی بھی بے اثر ثابت ہوئی ہے تو اس نے فائر کر ہی دیا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے اینڈریو کے سر پر فائر کیا تھا۔ اس فائر کے نتیجے میں میرے گلے پر اینڈریو کے ہاتھوں کی گرفت یکلخت ختم ہو گئی۔ پھر پیٹر اور اس کا ملازم اینڈریو پر جھپٹے اور انھوں نے کھینچ کر اسے میرے اوپر سے ہٹا دیا۔ میں مجبوراً جیسا تیسا اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا بیڈ کے کنارے سے ٹک گیا۔ میرا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔

پھر رفتہ رفتہ میری قوتیں بحال ہونا شروع ہو گئیں۔ مجھے کمرے میں بہت سے سائے حرکت کرتے نظر آئے۔ کانوں میں کسی کی آواز آئی جو مجھ سے لیٹنے کو کہہ رہا تھا مگر میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر بعد منظر مزید واضح ہو گیا۔ کمرے میں موجود لوگ کلب کے ملازمین تھے جو اینڈریو کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ فائر کی آواز سن کر وہ سب وہاں آ گئے ہوں گے۔ وہ لوگ کمرے کے فرش سے خون کے چھینٹے صاف کر رہے تھے۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے علی!" پیٹر نے مجھ سے کہا۔ "تھوڑی دیر آرام کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"نہیں پیٹر!" میں نے بمشکل کہا۔ بولنے سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ "میں یوں ہی ٹھیک ہوں۔"

"نہیں لیٹنے تو تھوڑی دیر کے لیے آرام سے بیٹھ جاؤ۔" پیٹر نے مجھے کرسی پر بٹھانے کے لیے سہارا دینے کی کوشش کی مگر میں نے نرمی سے انکار کر دیا۔

"تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔ "میں خود ہی بیٹھ جاؤں گا۔"

پیٹر کمرے سے باہر چلا گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو گولیاں تھیں۔ "یہ گولیاں نگل لو۔" اس نے پانی کے ایک گلاس کے ساتھ گولیاں مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "تم خاصا سکون محسوس کرو گے۔"

میں نے گولیاں پیٹر سے لیں اور پانی کے ساتھ نگل لیں۔ گولیوں کے اثر سے چند منٹ کے اندر اندر میرے گلے کی تکلیف رفع ہو گئی اور میں خود کو حیرت انگیز طور پر بہتر محسوس کرنے لگا۔

"میں خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں پیٹر!" میں نے کہا۔ "اور اب تو مجھے بولنے میں بھی دقت نہیں محسوس ہو رہی۔"

"میں تو اس بات پر شکر کر رہا ہوں کہ تم بچ گئے۔" پیٹر بولا۔ "اور اس بات پر شرمندگی محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے اتنی دیر کیوں لگا دی۔"

"میں خود حیران ہوں۔ معلوم نہیں اس میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری گردن کسی آہنی شکنجے میں جکڑی ہوئی ہو۔"

"ہاں۔" پیٹر افسردگی سے بولا۔ "وہ زیادہ طاقت ور آدمی نہیں تھا۔ اس نے جس قوت کا مظاہرہ کیا وہ سب ہی کے لیے حیران کن ہے۔"

"جہاں تک میں اندازہ لگا سکا ہوں وہ تنویمی کیفیت میں تھا۔ تمہیں یاد نہیں وہ کس طرح بے ہوش تھا اور میری آواز سنتے ہی کتنی تیزی سے ہوش میں آ گیا تھا۔"

"کیا تنویمی کیفیت میں آدمی کے اندر اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"ہپناٹزم کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں تو یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اینڈریو پر کیا عمل کیا گیا ہوگا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس کے یہاں بھیجے جانے کا مقصد مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ غالباً ہپناٹزم کے ذریعے ہی اسے یہ ہدایات دی گئی ہوں گی کہ میری آواز سنتے ہی وہ ہوش میں آ جائے گا اور اسے یہ بھی باور کرایا گیا ہوگا کہ میری ہلاکت کس طرح اس کے مفاد میں ہے۔"

"تمہاری آواز کی شناخت انھوں نے اینڈریو کو کس طرح کرائی ہوگی؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو انھوں نے اس سے میرے بارے میں معلوم کر لیا ہوگا اور اسے میرے بارے میں بتا دیا ہوگا کہ دراصل میں کون ہوں۔ چونکہ عام حالات میں میں اپنی آواز

تبدیل نہیں کرتا۔ اس لیے ان کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا۔ ممکن ہے انھوں نے اینڈریو کو یہ ہدایت دی ہو کہ اگر ایمرجنسی آواز سنتے ہی ہوش میں آ جائے اور اس پر قاتلانہ حملہ کر دے۔ دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ اسے میری آواز کے ٹیپ سنوائے گئے ہوں۔"

"اولیو ہاورڈ کے پاس تمھاری آواز کے ٹیپ کہاں سے آ گئے؟" پیٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"میں اس کی قید میں تھا۔ اور کسی کی بے خبری میں اس کی آواز ٹیپ کر لینا کیا بڑی بات ہے؟"

"اینڈریو نے ہوش آتے ہی تمھیں کس نام سے مخاطب کیا تھا؟" پیٹر نے پوچھا۔

میں اس سے اس سوال کی توقع کر رہا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنے بارے میں بتاؤں چنانچہ میں نے چند لمحے غور کرنے کے بعد کہا۔ "اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے کیا؟"

"تمھیں بتانا چاہیے تو مت بتاؤ۔" پیٹر نے معصومیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے بڑی زحمتوں سے بچا لیا۔ "مجھے اس چیز سے کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہے کہ تم درحقیقت کون ہو۔ میں تو صرف اولیو ہاورڈ سے انتقام لینے کی خاطر تم سے مدد کا خواہاں ہوں۔ بس تم کسی طرح میرے اس دیرینہ خواب کو تعبیر عطا کر دو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ اولیو ہاورڈ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس پر جنون انتقام طاری تھا۔ میں اس کے اس جنون کو برحق قرار دینے پر مجبور تھا۔ اس کے ساتھ اولیو ہاورڈ نے جو ظلم کیا تھا اس کے بعد اس کے سوا کوئی اور چارہ بچا بھی نہیں تھا۔ مگر وہ اپنے وسائل سے مجبور تھا۔ اس کے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان مراتب اور صلاحیتوں کا جو فرق حائل تھا وہ آسانی سے مٹنے والا نہیں تھا۔ درمیان گویا ایک خلیج حائل تھی جو پٹنے والی نہیں تھی اور اب مجھے پل کا کام کرنا تھا۔ مگر اتنا ضرور تھا کہ پیٹر مجھ سے جو توقع کر رہا تھا اس کی توقع کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔ بس اس کا یہ خیال غلط تھا کہ میں اس کے لیے کچھ کروں گا۔ میاں تو یہ عالم تھا کہ میں خود اپنے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی کا ایک ایسے مقصد کے لیے وقف کر دی تھی جس سے بچنا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے اس بات کا غم ہے کہ اس کی وجہ سے میرا ایک آدمی مارا گیا۔" پیٹر نے مزید کہا۔ "اور مجھ پر ایک اور قرض واجب الادا ہو گیا۔"

"پہلے ہم نے اس کے تین آدمیوں کو لقمۂ اجل بنایا تھا پیٹر!

تمھارا تو صرف ایک آدمی ہی مارا گیا ہے۔"

"غم تو مجھے اس بات کا ہے کہ اپنے آدمی کو میں خود اپنے ہاتھوں مارنے پر مجبور ہو گیا۔" اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنا ہر آدمی عزیز ہے۔"

"میں تمھارا غم سمجھ سکتا ہوں پیٹر۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "زندگی میں بعض اس سے بھی زیادہ مشکل مقامات آتے ہیں۔"

"مجھے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہے لیکن اولیو ہاورڈ بھی تو زندگی گزار رہا ہے۔ کچھ مشکل مقامات اس کی زندگی میں بھی تو آنے چاہییں۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ اس کی زندگی میں کتنے مشکل مقامات آ چکے ہیں۔ اس کے لیے ایک دو نہیں سے زائد مشکل مقامات پیدا کرنے کا ذمے دار تو میں خود تھا۔ میں نے بار بار اسے شکست و ریخت سے دوچار کیا اور اس کے مذموم عزائم اور مقاصد کو ناکام بنایا۔ اب بے شک ایک ایسا وقت آ گیا تھا جب اس نے خود کو قلعہ بند کر لیا تھا اور میں وقتی طور پر بے بس نظر آنے لگا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔ وہ زیادہ دیر خود کو مجھ سے محفوظ نہیں رکھ سکے گا۔ اگر میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے اور میں حق کے لیے لڑ رہا ہوں تو قدرت میری مدد کرے گی۔ ظالم کی رسی دراز ضرور کی جاتی ہے مگر اسے کھینچ بھی تو لیا جاتا ہے اور جب رسی کھینچی جاتی ہے تو آدمی منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ اولیو ہاورڈ نے بار بار شکست کھانے کے باوجود اپنا راستہ نہیں چھوڑا تھا جس راستے پر وہ چل رہا تھا اسے تبدیل نہیں کیا تھا۔ اسے بہت سے مواقع ملے مگر وہ نہیں سنبھلا اور اب میرے خیال میں اس کا وقت قریب آ گیا تھا۔

"جن لوگوں کی زندگی میں مشکل مقامات نہیں آتے ان کا آخری وقت بہت جلدی آ جاتا ہے۔" میں نے گمبھیر آواز میں کہا۔

"میں اس وقت کا منتظر ہوں ایلن!" پیٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ وقت تو جانے کب آئے فی الوقت تو تم اپنا لباس تبدیل کر لو۔"

اس کے کہنے پر مجھے خیال آیا کہ میرا لباس اینڈریو کے خون سے تباہ ہو چکا تھا۔ اس پر خون کے دھبے ہی دھبے تھے۔

پیٹر نے مجھے دوسرا لباس لا کر دیا اور میں باتھ روم میں گھس گیا۔ کچھ دیر بعد میں نہا کر اور کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا تو گرما گرم کافی میری منتظر تھی۔

"اولیو ہاورڈ کا ایک آدمی ہماری قید میں ہے۔" کافی پینے کے دوران پیٹر نے کہا۔ "کیا اب تم اسے زندہ واپس کر دو گے؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے جوابی سوال کیا۔

"اولیو ہاورڈ نے جو حرکت کی ہے اس کے بعد تو اسے زندہ واپس نہیں جانے دینا چاہیے۔"

"بات تو معقول ہے مگر اس کی ذمے داری البرٹ پر تو نہیں ڈالی جا سکتی۔ وہ تو خود حکم کا غلام ہے۔"

"اینڈریو بھی تو میرا ملازم ہی تھا۔ اس نے اولیو ہاورڈ کا کیا بگاڑا تھا۔"

"میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ خوں ریزی سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔"

"میں خود اس بات کے خلاف ہوں لیکن البرٹ کو اگر زندہ چھوڑ دیا گیا تو اولیو ہاورڈ اور بھی شیر ہو جائے گا۔"

"اس کے کتنے آدمی تو پہلے ہی ہمارے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک اپنے آدمیوں کی جانوں کی کچھ بھی وقعت ہوتی تو کبھی ایسی کوشش نہ کرتا۔ لیکن اس کی یہ کوشش ظاہر کرتی ہے کہ البرٹ بھی اس کے لیے بساط پر ایک بے حقیقت پیادے سے زیادہ اہم نہیں ہے۔"

"میں بھی تو اتنی دیر سے یہی کہہ رہا ہوں۔" پیٹر نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "شطرنج کی بساط پر بے حقیقت مہروں کا کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم اس بارے میں بعد میں بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

کافی ختم کرنے کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔ پیٹر بھی ساتھ ہی تھا۔ ہم اپنی عارضی قیام گاہ کی طرف واپس آ گئے۔

"آؤ! پہلے البرٹ کو دیکھ لیں کہ وہ کس حال میں ہے۔" میں نے کہا اور ہم اس کمرے کی طرف بڑھ گئے جہاں البرٹ قید تھا۔

کمرے کا منظر وہی تھا جو میں نے رات دیکھا تھا۔ البرٹ اسی طرح بندھا پڑا تھا۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے تو اس کی آنکھیں بند تھیں مگر کمرے میں کسی کی آمد محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ رات کے برعکس اس وقت اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

"تم ابھی تک یہیں ہو۔" میں نے تحیرانہ انداز میں کہا۔ "رات ہی تو میں نے تمھیں آزاد کرا دیا تھا پھر تم واپس کیوں چلے آئے؟"

البرٹ نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میری بات کا کیا جواب دے۔ شاید وہ میری اصل شخصیت سے واقف تھا۔ اسے معلوم ہو گا کہ میں اولیو ہاورڈ جیسے خطرناک مجرم کا حریف ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے مرعوب ہو گیا ہو گا۔

"اب مزید ڈھیل دینا مناسب نہیں ہے ایلن۔" پیٹر بولا۔ "اس سے جو کچھ اگلوانا ہے جلدی سے اگلوا لو۔ اگر یہ زبان نہ کھولے تو اس کی لاش کا تحفہ اس کے باس کو روانہ کر دو۔"

"تم سن رہے ہو البرٹ!" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "تمھارے لیے بہتری یہی ہے کہ زبان کھول دو۔"

البرٹ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر انھیں تر کرنے کی کوشش کی۔ "میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "پہلے مجھے ان بندشوں سے تو آزاد کر دو۔"

"اس گفتگو سے تو واضح طور پر یہی مطلب نکلتا ہے کہ اگر اسے بندشوں سے آزاد کر دیا جائے تو یہ ہمیں معلومات فراہم کرے گا۔" میں پیٹر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہم اس کی بندشیں کھول دیتے ہیں مگر میں کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میں پہلے اپنے مسلح کارندے طلب کروں گا پھر اسے کھولا جائے گا تاکہ یہ کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔"

پیٹر خود گیا اور دو مسلح افراد کے ساتھ واپس آیا۔ اس نے دو کرسیاں بھی منگوائی تھیں جن میں سے ایک پر میں بیٹھ گیا اور دوسری خود اس نے سنبھال لی۔ پیٹر کے اشارے پر البرٹ کی بندشیں کھول دی گئیں۔ میں چپ چاپ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ بندشیں کھلنے کے بعد البرٹ نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر پیٹر نے اسے منع کر دیا۔

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے میرا ایک آدمی مارا گیا ہے اس لیے بہت محتاط رہو۔" اس نے البرٹ کو وارننگ دی۔ "تمھاری کسی معمولی سی بھی حرکت پر میرے آدمی تمھیں گولی مار دیں گے۔"

"میں نہتا آدمی ہوں اور مجھ پر دو عدد مسلح افراد مسلط ہیں پھر بھی تم مجھ سے خوفزدہ ہو۔"

"زیادہ زبان چلانا بھی تمھاری زندگی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔" پیٹر نے بڑے خراب لہجے میں کہا اور البرٹ نے شانے اچکا دیے۔ وہ قطعی خوفزدہ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

"میرا سر بری طرح دکھ رہا ہے اور دماغ سن محسوس ہو رہا ہے۔ یہ اسی ضرب کا اثر ہے جو مجھے بے ہوش کرنے کے

لیے میرے سر پر لگا دی گئی تھی۔" البرٹ نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہونے پائے جو خود میرے ہی حق میں خطرناک ثابت ہو تاہم اگر ہو سکے تو تم بھی اس کیفیت کے باعث مجھے تھوڑی سی رعایت دے دینا۔"

"تم اس سے گفتگو کرنے کا انداز دیکھ رہے ہو البرٹ۔" پیٹر نے خون خوار لہجے میں کہا۔ "یہ اب تک محض تمہاری وجہ سے زندہ نظر آ رہا ہے اگر تمہیں اس کی ضرورت نہ ہوتی تو میں کب کا اسے موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔"

"کچھ دیر پہلے تو تم صرف اس لیے گڑگڑا رہے تھے کہ تمہیں کھول دیا جائے اور اب تم سینہ زوری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔" میں نے البرٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے میں نے کوئی نازیبا بات منہ سے نہیں نکالی۔" البرٹ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ اگر تمہیں کھول دیا جائے تو تم ہمیں معلومات فراہم کرو گے۔" پیٹر نے کہا۔

"میں نے یہ بات کہی تو نہیں تھی مگر میرا یہ مطلب ضرور تھا اور میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"لیکن تم نے جو انداز اپنا رکھا ہے وہ تو تمہاری بات کی نفی ہوتی ہے۔" پیٹر بولا۔ "تم نے ابھی تک ہمیں کوئی بات بھی نہیں بتائی ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کیا انداز اپنانا چاہیے اور یہ بھی نہیں معلوم کہ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو اس لیے کچھ بتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

البرٹ کا انداز واقعی اشتعال انگیز تھا۔ وہ قیدی ہونے کے باوجود اس طرح گفتگو کر رہا تھا جیسے ہمارا معزز مہمان ہو اور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے اس انداز پر پیٹر کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔ البرٹ شاید اپنی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا اور خود پر ہونے والے ممکنہ تشدد سے بچنے کی خاطر یہ حرکتیں کر رہا تھا تاکہ ہم اشتعال میں آ کر اسے مار ہی ڈالیں اور وہ تشدد سے بچ سکے۔ اس کے بارے میں میرا اندازہ تو یہی تھا لیکن ضروری نہیں تھا کہ میرا اندازہ درست ہی ہوتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ فطرتاً اتنا ہی منہ پھٹ ہو یا یہ کہ اس کے پیش نظر کوئی اور مقصد رہا ہو۔

البرٹ کے سوال پر پیٹر نے مدد طلب کرنے والے انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی البرٹ سے سوال کر ڈالا۔ "تم کتنے عرصے سے ہارورڈ اسمیل کے ملازم ہو؟"

"یہی کوئی آٹھ دس سال سے۔" البرٹ نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ اس کے نقطہ نظر سے میرا سوال خاصا غیر اہم تھا۔

"اتنی طویل ملازمت کے دوران تو تم اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہو گئے ہو گے۔" میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا اور البرٹ چونک پڑا۔

"میں سمجھ نہیں سکا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے سرسری انداز میں کہنے کی کوشش کی مگر اس کے لیے اپنے لہجے کا ہیجان چھپانا خاصا مشکل کام تھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ بتاؤ کہ نکی ہارورڈ کہاں ہے؟"

"اولیو ہارورڈ کی بیٹی کو پوچھ رہے ہو؟ وہ تو تمہارے ساتھ ہی فرار ہوئی تھی۔"

"فرار نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک سازش کے تحت مجھ سے مل گئی تھی۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن قدرت نے میری مدد کی اور وہ سازش میرے علم میں آ گئی۔ اب میں اسے نہیں بخشوں گا۔"

"ہم... میں بھلا کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔" البرٹ بوکھلا گیا۔ "اسے تو تمہارے قبضے میں ہونا چاہیے۔"

"بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تم لوگ مجھے دھوکے میں ڈال کر اسے نکال لے گئے ہو لیکن میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تمہیں بتانا پڑے گا کہ وہ کہاں ہے۔"

"وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکی تھی یقین کرو۔ جب اس سے ڈرانسمیٹر پر رابطہ نہیں ہو سکا تو ہم خود وہاں پہنچے مگر وہ وہاں نہیں تھی۔"

مجھے یہ چال اچانک ہی سوجھی تھی اور میرے خیال میں یہی ایک طریقہ تھا جس سے اولیو ہارورڈ کو شبہے میں ڈالا جا سکتا تھا۔ اسے شبہے میں ڈالنا بہت ضروری تھا۔ تہذیب اس کی قید میں تھی۔ نکی کو پہنچنے والے کسی نقصان کا انتقام لینے کے لیے وہ تہذیب کو نشانہ بنا سکتا تھا۔ اور تہذیب کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اولیو ہارورڈ کو باور کرا دیا جائے کہ نکی میرے چنگل سے نکل چکی ہے۔ اسے یہ باور کرانے کے لیے البرٹ بہت عمدہ ذریعہ تھا۔ کچھ دیر پہلے تک میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ مگر اب پورا منصوبہ میرے ذہن میں واضح ہو چکا تھا۔ مجھے البرٹ سے بس نکی کے بارے میں ہی پوچھ گچھ کرنی تھی۔ نہ صرف پوچھ گچھ بلکہ نکی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے اس پر تشدد بھی کرنا تھا اور اس کے بعد اسے کسی طرح فرار کرا دینا تھا تاکہ وہ اولیو ہارورڈ کو جا کر یقین دلائے کہ نکی میرے قبضے میں نہیں ہے۔

البرٹ سے نکی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے پر پیٹر خاصا حیران نظر آ رہا تھا۔ یہ بات اس کے علم میں تھی کہ نکی میرے ہاتھوں ہلاک ہو چکی ہے۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کے بارے میں البرٹ سے لایعنی سوال کیوں کر رہا ہوں۔ اگر یہ بات کچھ دیر قبل مجھے سوجھ گئی ہوتی تو میں اسے پہلے ہی سب کچھ بتا کر مطمئن کر چکا ہوتا مگر چونکہ یہ سب کچھ اب تک ہی ہوا تھا۔ اس لیے مجھے پیٹر کو کچھ بتانے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ اور میں خود بھی ایسی صورت حال میں پھنس گیا کہ میرے لیے اپنے اس فوری منصوبے کو مؤخر کرنا ممکن نہیں رہا۔ یہ غنیمت ہوا کہ پیٹر نے کوئی سوال نہیں کیا اور اپنی زبان بند ہی رکھی ورنہ سب کچھ تباہ ہو جاتا۔

"میں بہت نرم مزاج آدمی ہوں البرٹ۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے نکی کے بارے میں بتا کر تم بہت فائدے میں رہو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح یقین دلاؤں اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو تمہیں ضرور بتا دیتا۔"

"لیکن بہت سنگدل بھی ہوں البرٹ۔" میں نے نرمی کا دامن چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم یوں نہیں مانو گے تو تم پر بدترین تشدد کرتے ہوئے بھی میں نہیں جھجکوں گا سمجھے!"

"تم مجھ سے ایسی بات پوچھ رہے ہو جو میرے علم میں ہے ہی نہیں تو میں اس کا جواب کیا دوں۔"

"میرا یہ اصول بھی ہے کہ آدمی کو غور کرنے کے لیے وقت ملنا چاہیے۔ میں اپنا یہ اصول توڑوں گا نہیں لیکن تمہیں میں زیادہ مہلت نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ میں نکی تک پہنچنے کے لیے سخت بے تاب ہوں۔ اس کے علم میں بعض ایسی باتیں آ گئی تھیں جو نہیں آنی چاہیے تھیں۔ اس کا زندہ رہنا خود میرے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ سمجھ رہے ہو تم... اس لیے میں تمہیں غور کرنے کے لیے صرف اتنا وقت دے رہا ہوں کہ تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ اس کے بعد ناشتا کر لو۔ اس دوران اگر میری پیشکش قبول کرتے ہوئے تم نکی کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کر دو تو یقین رکھو کہ تم ایک دانش مندانہ قدم اٹھاؤ گے۔"

"تم آخر میری بات سن کیوں نہیں رہے ہو۔ میں کہہ تو رہا ہوں کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔" البرٹ نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"جتنی خطرناک باتیں نکی کے علم میں آ چکی تھیں اس کے بعد میرا کچھ اور سننے کا موڈ ہی نہیں ہے۔"

میں نے دھاڑتے ہوئے نکی کا نام لیا اور تو البرٹ اچانک ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں موجود دونوں مسلح افراد کی انگلیاں اپنے ہاتھوں میں موجود گنوں کے ٹریگر پر مستعد ہو گئیں۔ مگر میں نے ہاتھ بلند کر کے انھیں فائر نہ کرنے کا اشارہ کیا ورنہ وہ ٹک گئے ورنہ شاید ان میں سے کوئی ایک فائر کر ہی بیٹھتا۔

"اس اچھل کود سے کام نہیں چلے گا مسٹر البرٹ۔" میں نے گھورتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تم میری دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔"

"یہ میرے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ مجھ سے وہ بات پوچھی جا رہی ہے جو میرے علم سے باہر ہے۔"

"ناشتا کرنے تک بھی اگر تم اپنی اس بات پر قائم رہے تو میرا جواب کچھ اور ہوگا لیکن اگر تم نے اس وقت اپنی بات پر اصرار کیا تو میں اس وقت سے تم پر تشدد کرانے کے لیے مجبور ہو جاؤں گا۔"

البرٹ پر قیامت گزر رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اچھا خاصا تشدد جھیل سکتا ہے۔ اس کی زبان کھلوانا کوئی آسان کام نہ ہوتا لیکن اس پر ایک ایسی بات کے لیے تشدد شروع ہونے والا تھا جو اس کے علم میں ہی نہیں تھی۔ کسی بھی شخص کے لیے یہ بات انتہائی تکلیف کا باعث ہوتی ہے کہ اس پر کسی ایسی بات کے لیے تشدد کیا جائے جو اس کے علم میں نہ ہو جس کا وہ ذمے دار نہ ہو۔ البرٹ بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ میں اسے ہرگز نہیں بخشوں گا۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ اب اگر اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو یہ تھوڑی بہت مہلت ملی ہے اسے بھی گنوا بیٹھے گا۔

چند لمحوں تک البرٹ مجھے گھورتا رہا۔ وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار اس نے مہلت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو؟" باتھ روم کا دروازہ بند ہوتے ہی پیٹر نے مجھ سے کہا۔ آواز نہ جانے کیوں دبی رکھی تھی تاکہ البرٹ تک نہ پہنچ سکے۔

"چکر کو چھوڑو اور ناشتے کا بندوبست کرو۔ مجھے بھی پیٹ کچھ خالی خالی سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"معلوم نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔" پیٹر بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "آؤ ہم ناشتا کر لیں۔"

"بغیر مہمان کے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ارے تو کیا اسے اپنے ساتھ میز کرسی پر بٹھاؤ گے؟" پیٹر نے جھنجلا کر کہا۔ "اس کا ناشتا یہیں آ جائے گا۔"

"چلو یونہی سہی۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ اور پیٹر کے ساتھ

کمرے سے باہر نکل آیا۔
ناشتے کی میز پر سلویا بھی موجود تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے ناصی حیرت ہوئی۔ میرے خیال کے مطابق تو اسے تو خواب ہونا چاہیے تھا۔
"تمھیں چاہیے تھا کہ اگر کہیں جا رہے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے کر جاتے۔" اس نے شکایتی لہجے میں کہا۔
"محض اس خیال سے چھوڑ گیا تھا کہ تمھاری نیند میں خلل پڑے گا۔ تم بہت دیر سے سوئی تھیں۔"
"نیند میں خلل پڑنے کی کیا حقیقت ہے..... زندگی میں خلل پڑنے سے تو بہرحال بہتر ہے۔"
"وہ تو میری زندگی میں پڑنے والا تھا۔" میں نے کہا اور سلویا کو مختصراً حالات سے آگاہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔
"یہ طرفہ تماشا بھی ہوگا کہ اب یہ البرٹ سے کل ہاورڈ کے بارے میں دریافت فرما رہے ہیں۔" پیٹر نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔
"وہ تو اپنے انجام کو پہنچ چکی۔" سلویا حیرت سے بولی۔ "اب اس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کر رہے ہو؟"
"[illegible] آخر [illegible] کے لیے کر کی میرے ہاتھوں سے بچ نکل گئی ہے۔ یہ پوچھ گچھ ضروری ہے۔" میں نے کہا۔
"البرٹ کو یہ تاثر دے کر تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو؟ بات تو جب ہوتی کہ تم اولیو ہاورڈ کو یہ تاثر دیتے۔" پیٹر بولا۔
"پہلا مرحلہ تو البرٹ کو یقین دلانے کا ہے۔ اگر اسے یہ یقین نہ دلایا جا سکا تو وہ اولیو ہاورڈ کو کیا خاک یقین دلا سکے گا۔"
"کیا تم بھول گئے کہ ایڈورڈ لیو کے بدلے البرٹ کو قتل کرنا لازمی ہے۔" پیٹر نے زور دے کر کہا۔
"[illegible] والا میں خود ہی تو تھا۔"
"تمھاری باتوں میں تضاد نہیں ہے؟" پیٹر نے کہا۔ "ایک طرف تو تم اس کے ذریعے اولیو ہاورڈ کو غلط فہمی میں مبتلا [illegible] یہ بھی مانتے ہو کہ اسے قتل کرنا بھی ضروری ہے۔"
"بدلے ہوئے حالات کے تحت اسکیم بھی تبدیل ہو گئی ہے۔ اب ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔"
"اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو کیا اولیو ہاورڈ مشکوک نہیں ہو جائے گا؟" پیٹر بولا۔ "یا وہ اتنا ہی بھولا ہے کہ سامنے کی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آ سکے۔"
"نہیں، اولیو ہاورڈ بہت چالاک آدمی ہے۔ مگر ہم البرٹ کو رہا کیوں کریں گے۔ ہم تو اس پر تشدد کریں گے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ہماری قید سے فرار ہو جائے۔"
"قید سے فرار ہو جائے؟" پیٹر نے حیرانی سے کہا۔ "ہم اسے اتنا موقع ہی کیوں دیں گے کہ وہ ہماری قید سے فرار ہو۔"
"موقع تو فراہم کرنا پڑے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے بغیر تو بات بن ہی نہیں سکتی۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سلویا نے تائید کی۔ "میں تمھاری [illegible]"
"سمجھ تو میں بھی رہا ہوں۔" پیٹر نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے اس کا افسوس بہت ہوگا۔"
"البرٹ کی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ اسے مار کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جبکہ اس طرح ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"
"اسے فرار تو ہم کرا دیں گے اور اولیو ہاورڈ ہمیں اتنا کمزور سمجھے گا کہ ہم ایک شخص کو قید میں بھی نہیں رکھ سکتے۔"
"اس کی یہ غلط فہمی بھی ہمارے کام ہی آئے گی۔ دشمن جتنا زیادہ غلط فہمی میں مبتلا ہے اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔"
"ٹھیک ہے، جیسا مناسب سمجھو کرو۔" پیٹر نے کہا۔ "مگر [illegible] اتنا [illegible]"
"کیا تم اسے فرار کرانے کے لیے کوئی خاص منصوبہ بناؤ گے؟" سلویا نے پوچھا۔
"اگر وہ اتنا نااہل ہے کہ خود سے فرار نہیں ہو سکتا تو مجبوراً کوئی نہ کوئی منصوبہ بنانا ہی پڑے گا۔"
"کیا مطلب؟" پیٹر میری بات سن کر چونک پڑا۔
"وہ تنہا اور نہتا ہے۔ یہ زیادتی ہے کہ تم نے اس پر دو مسلح افراد مسلط کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ہٹا دو۔"
"بہت خطرناک ہوگا۔" پیٹر بولا۔ "ایک آدمی کی توجہ کسی بھی وقت اس کی طرف سے ہٹ سکتی ہے۔ اور......"
"میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔ وہ اپنی کوشش سے فرار ہوگا تو ڈرامے میں جان پڑ جائے گی۔"
"تو میں یوں کرتا ہوں کہ دوسرے آدمی کو کمرے کے باہر [illegible]"
"ہرگز نہیں۔ اس طرح تو اس کے فرار کا راستہ بالکل ہی مسدود ہو جائے گا۔"
"سوچ لو البتہ ایک آدمی پر بھی قابو پانا اس کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ شخص مسلح

بھی ہوگا۔“
”میں تو اسے صرف ایک موقع فراہم کرنا چاہ رہا ہوں۔ اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا سکا تو ٹھیک ہے ورنہ کچھ اور سوچیں گے۔“

”یہ بھی ہو جائے گا۔“ پیٹر نے کہا۔ ”لیکن اگر میرے آدمی پر قابو پانے کے نتیجے میں خود اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو کون ذمے دار ہوگا؟“

”یہ سب کچھ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے۔ تم تو بس وہ کرو جو میں نے تم سے کہا ہے۔ اپنے آدمی کو خاص طور پر محتاط رہنے کی ہدایت بھی مت کرنا۔ عمارت میں اگر کسی قسم کے حفاظتی انتظامات ہیں تو وقتی طور پر انھیں بھی ختم کرا دو۔“

”میں یہ سب کچھ کر لوں گا لیکن اگر فرار ہوتے وقت البرٹ کسی کی نظروں میں آ گیا تو اسے روکنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔“

”یہ تمام باتیں اس مفروضے کے تحت ہو رہی ہیں کہ البرٹ کی فرار ہونے کی کوشش کامیاب ہو جائے گی۔ فرض کرو کہ وہ کسی طرح تمہارے آدمی پر قابو پا لیتا ہے اور فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس اثنا میں کسی اور کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے تو اسے روکنے کی ناکام کوشش ضرور کی جائے۔ اس پر فائرنگ بھی کرے مگر اس طرح کہ اسے ذرہ برابر بھی گزند نہ پہنچے اور وہ فرار بھی ہو جائے۔“

پیٹر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے چلا گیا اور سلویا کافی کا کپ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”تم نے تہذیب کو بچانے کے لیے بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اولیو یا ورڈ اس بات پر یقین کرے گا؟“

”یقین نہیں کرے گا تب بھی الجھن میں تو ضرور پڑ جائے گا اور میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ وقتی طور پر الجھ کر تہذیب کے خلاف کوئی خطرناک قدم نہ اٹھانے پائے۔“

”کیا وہ اس امکان پر غور نہیں کر سکتا کہ تم نے اسے غلط راہ پر ڈالنے کے لیے یہ حرکت کی ہے؟“

”ضرور کر سکتا ہے اور کرے گا بھی لیکن ایسی بہت سی باتیں موجود ہیں جو اس کے اس شبے کو یقین کی حد تک نہیں پہنچنے دیں گی۔“

”مجھے بھی تو بتاؤ ایسی کون سی باتیں ہیں؟“ سلویا نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

”مثال کے طور پر یہ بات کہ میں نے البرٹ سے کوئی اور بات نہیں پوچھی۔ اس سے میری اضطراری کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور ورنہ البرٹ جیسے اناڑی آدمی سے بہت سی کام کی باتیں معلوم کی جا سکتی تھیں۔“

”اس کے علاوہ کوئی اور دلیل؟“

”میرا یہ کہنا کہ رکی کے علم میں کچھ خطرناک باتیں آ گئی ہیں۔ اولیو یا ورڈ اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ رکی کو ڈی فورسٹ کے فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہوگا۔ اس وقت ان لوگوں کے نزدیک یہی ایک معاملہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔“

”وہ یہ نہیں سوچے گا کہ اگر رکی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو سب سے پہلے اس سے رابطہ قائم کرتی؟“

”اصولی طور پر تو یہی ہونا چاہیے تھا لیکن اولیو یا ورڈ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ بیوی کس قدر لالچی ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتا ہے کہ فارمولوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوتے ہی رکی اپنے طور پر جستجو میں لگ گئی ہوگی۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خود ہی فارمولے حاصل کر کے ان کی سودے بازی کرنے کے چکر میں پڑ جائے اور دوسری یہ کہ وہ فارمولے حاصل کر کے انھیں اولیو یا ورڈ تک پہنچانا چاہتی ہو۔ دونوں میں سے اولیو یا ورڈ جو نتیجہ بھی اخذ کرے اسے الجھانے کے لیے بہت ہوگا۔“

”واقعی تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ اولیو یا ورڈ ضرور الجھ جائے گا۔“

”کسی بھی معاملے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس کے ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔“

”میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دی ہیں۔“ پیٹر نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ”اور اب میں سونا چاہتا ہوں۔ تمام رات جاگتا رہا ہوں۔“

میں نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا اور پیٹر سونے کے لیے چلا گیا۔

”اب تم بھی سو جاؤ علی۔“ سلویا نے کہا۔ ”تم بھی تو ساری رات جاگتے رہے ہو۔“

”میں نے تو ڈیڑھ دو گھنٹے کی نیند لے لی تھی۔ اس لیے اب مزید سونے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔“

”ڈیڑھ دو گھنٹے میں بھی کہیں نیند پوری ہوتی ہے؟“

”نیند تو پوری نہیں ہوتی البتہ ضرورت ضرور پوری ہو جاتی ہے۔“ میں نے کہا۔ ”اس کے علاوہ مجھے ابھی کچھ کام بھی کرنے ہیں۔“

”پھر بھی تمہیں تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے۔ چلو خوابگاہ میں چلو۔“

سلویا زبردستی مجھے بیڈروم میں لے گئی۔ ”نیند نہ بھی آئے تو کچھ دیر لیٹے ہی رہو۔“ اس نے کہا اور واپس پلٹ گئی۔

”میرے ساتھ زبردستی کر کے تم خود کہاں جا رہی ہو؟“ میں نے کہا۔

”میں یہاں رک کے کیا کروں گی۔“ سلویا نے پلٹ کر کہا۔ ”خواہ مخواہ تمہارے آرام میں خلل پڑے گا۔“

”تم یہیں رکو۔ تمہارے اصرار پر میں لیٹ تو گیا ہوں مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ ویسے بھی بہت سے کام سوار ہیں۔“

سلویا بیٹھ گئی۔ ”یہی بہت ہے کہ میرے کہنے سے تم لیٹ گئے ورنہ میں تمہارا کیا کر لیتی۔“

میں نے اسے جواب دیے بغیر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا فون اپنی طرف کھسکایا اور ہاڈ کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ملتے ہی میں نے ہاڈ کو پتا سمجھاتے ہوئے اپنے پاس آنے کی ہدایت دی اور فون بند کر دیا۔ سلویا خاموشی سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

”تم کہہ رہے تھے تمہیں بہت سے کام کرنے ہیں۔“ دفعتاً اس نے کہا۔ ”جبکہ میرے خیال میں فی الوقت تمہیں کوئی کام نہیں ہے۔“

”میرے نزدیک سب سے اہم کام یہ ہے کہ مجھے شام کے کونسلیٹ سے ملنا ہے۔“

”اوہ! تم نے بتایا تو تھا لیکن یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔“ سلویا نے کہا۔ ”لیکن کیا ضروری ہے کہ تمہیں کچھ کارآمد باتیں معلوم ہو ہی جائیں۔“

”مجھے یقین ہے کہ شامی کونسلیٹ سے میری ملاقات بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔“

”اس کے علاوہ تمہیں ایک اہم کام اور بھی تو کرنا ہے۔“ سلویا نے کہا۔

”وہ کیا؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”البرٹ پر تشدد۔“ سلویا مسکرائی۔

”ہاں۔“ میں نے ایک طویل سانس لی۔ ”یہ کام اہم بھی ہے اور ناگوار بھی تاہم مجبوراً کرنا ہی پڑے گا۔“

”اس کام کی اہمیت تو سمجھ میں آتی ہے مگر اس میں ناگواری کا پہلو کہاں سے نکل آیا؟“

”غلط کام کرتے وقت ناگواری کا احساس ہونا لازمی امر ہے۔ بے بس پر تشدد اصولی طور پر غلط ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ جس بات کے لیے اس پر تشدد ہوگا وہ اس سے بے خبر ہے۔ ہاں اگر اس پر کوئی ایسی بات معلوم کرنے کے لیے تشدد کیا جاتا جو اس سے متعلق ہوتی یا جس کے بارے میں شبہ بھی ہوتا کہ وہ اس سے باخبر ہوگا تب تو درست تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں میں اپنے ناگواری کے احساس کو دبا نہیں سکتا۔“

”تم عجیب آدمی ہو۔ یہ باتیں اس شخص کے لیے کر رہے ہو جو جرائم پیشہ ہے اور کسی بھی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ اس کو تو اگر بلا وجہ بھی ایذا پہنچائی جائے تو درست ہے۔“

”یہ تمہارا مخصوص نظریہ ہے اور میں اس سے اختلاف بھی نہیں کروں گا لیکن اس کے باوجود میرا خیال یہی ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔“

”بعض موقعوں پر اخلاقیات بڑی مہنگی پڑتی ہیں۔“ سلویا نے چڑ کر کہا۔

”اخلاقیات کے اصول مسلّمہ ہیں۔ ان سے انحراف تو کیا جا سکتا ہے مگر انھیں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اخلاقیات کے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اخلاقیات کو برا بھلا کہنا ذہنی کمزوری کی علامت ہے۔“

”تم بحث بہت کرتے ہو اور سارا زور اس بات پر صرف کر دیتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے درست تسلیم کر لیا جائے۔“

”میں تمہیں مجبور تو نہیں کر رہا کہ میری بات مان ہی لو۔ میں تو محض اپنا نظریہ بیان کر رہا تھا۔“

”نظریاتی گفتگو چھوڑو اور عملی باتیں کرو۔ تم نے ابھی تک مجھ سے کوئی کام نہیں لیا۔“

”تم دیکھ ہی رہی ہو کہ واقعات کتنی تیزی سے پیش آ رہے ہیں۔ مجھے خود تو کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا۔“

”جو کام تم البرٹ سے لینا چاہ رہے ہو اس میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“

”وہ کس طرح؟“ میں نے کچھ چونک کر پوچھا۔

”شاید تمہارے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ میں انھیں یہ اطلاع فراہم کر سکتی ہوں کہ رکی تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور تم بھلاہٹ کا شکار ہو رہے ہو۔“

”نہیں ابھی یہ مناسب نہیں ہوگا۔“ میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ”اس طرح وہ تم پر شبہ کر سکتا ہے کہ کہیں تم مجھ سے مل تو نہیں گئی ہو۔“

”انکل ایبل یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کریں گے کہ میں ان کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتی ہوں۔“

"ہمارا واسطہ براہ راست رابیل سے نہیں بلکہ اولیو باورڈ سے ہے۔ اور ہمیں اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہیے۔"

"اس کا ذہن صاف کرنے کے لیے میں البرٹ کا حوالہ دوں گی اور کہوں گی کہ میں اسے فرار کرانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"معروف عام میں اسے جلد بازی کہا جائے گا۔" میں مسکرا کر بولا۔ "تم یہ کام کرو گی مگر بعد میں... اس وقت جب البرٹ یہاں سے فرار ہو کر اولیو باورڈ تک پہنچ چکا ہوگا۔"

"میں یہ بات پہلے کروں یا بعد میں، بات تو ایک ہی ہے۔ میرے خیال میں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ تم میرے ساتھ ہو۔ اولیو باورڈ تمہاری طرف سے بالکل بے خبر ہے۔ اگر یہ اطلاع تمہارے ذریعے اس تک پہنچی تو وہ مشکوک ہو جائے گا۔"

"بعد میں جب البرٹ اسے یہ اطلاع فراہم کرے گا کہ تم کس کے بارے میں معلومات کر رہی تھیں تو اسے یقین آجائے گا۔"

"البرٹ کا اس تک پہنچنا ہی یقینی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "باقی تمام باتیں تو خود ہی غیر یقینی ہو جاتی ہیں۔"

"تم خود ہی تو اسے فرار کرانے کی باتیں کر رہے تھے اور اب اسے غیر یقینی قرار دے رہے ہو۔"

"سب کچھ حالات پر منحصر ہے۔ ممکن ہے وہ فرار نہ ہونے پائے۔ فرار ہونے کی کوشش میں کسی کی گولی کا نشانہ بن جائے تو تمہاری پوزیشن بلاوجہ ہی خراب ہو جائے گی۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس قسم کے بھی کچھ امکانات موجود ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں، ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ البرٹ کامیابی سے فرار ہو کر اولیو باورڈ تک پہنچ گیا ہے...."

"تب تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ میری دی ہوئی اطلاع کی تصدیق البرٹ کے ذریعے ہونے پہ اولیو باورڈ کو فوراً یقین آجائے گا۔"

"اس کے برعکس چونکہ تمہاری طرف سے یہ اطلاع ملنے پہ وہ پہلے سے مشکوک ہوگا۔ اس لیے البرٹ کا بیان بھی اس کے لیے اتنا اثر انگیز نہیں ہوگا۔ وہ اس کی باتوں کو بھی شبے کی نظر سے دیکھے گا۔"

"معاف کرنا علی! تمہاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"بہت آسان سی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "مشکوک ذہن کو مطمئن کرنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آرہی ہے۔" سلویا بولی۔ "مگر یہ بات میں نہیں آرہی کہ اگر میں نے بعد میں اطلاع دی تو وہ کیوں مشکوک نہیں ہوگا؟"

"پہلے تم اسے اطلاع دو گی تو وہ سب سے پہلے یہی سوچے گا کہ شاید میں نے زبردستی تم سے کال کروائی ہے۔ جبکہ یہی اطلاع البرٹ کے ذریعے اسے ملے گی تو ممکن ہے پھر بھی اسے شبہ ہو مگر اس حد تک نہیں ہوگا کہ وہ اس کے بیان کو ہی غلط سمجھے۔ بعد میں جب تم البرٹ کی بات کی تصدیق کرو گی تو اس کا رہا سہا شبہ بھی زائل ہو جائے گا۔ اسے یقین ہو جائے گا کہ کسی واقعی میرے قبضے میں نہیں ہے۔ تم اسے بتاؤ گی کہ کسی کے نکل جانے سے میں پہلے ہی بہت پریشان تھا اور اب البرٹ کے فرار سے میرے اضطراب میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"اب تمہاری بات میری سمجھ میں آئی۔" سلویا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے، پہلے البرٹ نکل جائے، پھر میں کال کروں گی۔"

ذرا ہی دیر بعد ایک ملازم نے آکر بڈ کے آنے کی خبر دی اور میں نے اسے خواب گاہ میں ہی بلوا لیا۔

"تم بڑے بے مروت ہو چیف۔" بڈ نے خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی کہا۔ "آخر کتنی تیزی سے ٹھکانے تبدیل کرتے ہو؟"

"حالات ہی ایسے پیش آرہے ہیں کہ چند گھنٹوں سے زیادہ ایک جگہ ٹکنا نصیب ہی نہیں ہو رہا۔"

"لیکن میں تمہاری مستقل مزاجی کا قائل ہو گیا ہوں چیف۔" بڈ نے معنی خیز نظروں سے سلویا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہاری اس بات کا تعلق میری ذات سے ہے؟" سلویا نے بڈ سے پوچھا۔

"ن... نہیں۔" بڈ اس کے براہ راست سوال پر گڑبڑا گیا۔ حالانکہ سلویا کے لہجے میں ناگواری کا تاثر نہیں تھا۔

"تو پھر تم نے یہ بات کہتے ہوئے میری طرف کیوں دیکھا تھا؟" سلویا نے کہا۔

"کچھ نہیں... وہ تو میں چیف کی تعریف کر رہا تھا۔" بڈ نے بدستور لوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "نظر اتفاقاً آپ کی طرف اٹھ گئی ہوگی۔"

"تمہارے ذہن میں اگر کسی قسم کی خلش ہے تو اسے رفع کرنے کے لیے صاف الفاظ میں بھی گفتگو کر سکتے ہو۔"

"توبہ، توبہ۔" بڈ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "آپ کو کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میرے ذہن میں بھلا کیا خلش ہو سکتی ہے۔"

"حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "رات بھی مسٹر بڈ نے اسی قسم کی گفتگو کی تھی۔ تمہاری اور ان کی فطرت میں کس قدر تضاد ہے۔ معلوم نہیں تم انہیں کس طرح برداشت کرتے ہو گے۔"

"بیٹھ جاؤ بڈ۔" میں نے بڈ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور سلویا سے بولا۔ "بڈ کو مزاح پیدا کرنے کی عادت ہے۔ اس چکر میں بعض اوقات گڑبڑ ہو جاتی ہے۔"

"چیف بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" بڈ نے جلدی سے کہا۔ "لوگ میری باتوں سے غلط مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔"

"دوسروں کے بارے میں بات کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے بڈ۔" میں نے سرزنش کی۔ حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ بڈ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا چیف۔" بڈ نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن تم کہاں غائب ہو چیف؟"

میں نے اسے رات سے اب تک کی کتھا سنا دی۔ "اور اب میں چاہتا ہوں کہ اولیو باورڈ کی نگرانی بھی ختم کر دی جائے۔"

"سوچ لو چیف۔ میڈم اس کی قید میں ہیں۔ اس کی نگرانی کرکے ہم کم از کم میڈم کے بارے میں کچھ تو باخبر رہیں گے۔"

"اسے پہلے ہی اپنے تعاقب کا شبہ ہو چکا ہے۔ اس وقت وہ بہت محتاط ہو رہا ہوگا۔ میں اسے مزید کسی شبے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"جس طریقۂ کار کے تحت اس کی نگرانی ہو رہی ہے وہ سو فیصد محفوظ ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تعاقب کا سلسلہ تو تمہاری ہدایت پہ پہلے ہی ترک کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کیا طریقۂ کار اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ کس حد تک محفوظ یا غیر محفوظ ہے۔"

"اس عمارت سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور عمارت ہے جس کی مالک ایک بیوہ عورت ہے۔ اس نے اس عمارت کے مختلف کمرے کرائے پر دے رکھے ہیں۔ جن میں سے بیشتر خالی پڑے رہتے ہیں۔ مجھے ایک ایسا کمرا مل گیا جس کی کھڑکی اولیو باورڈ کی عمارت کی طرف کھلتی ہے اور میں نے کرائے پہ حاصل کر لیا۔ وہاں سے چونکہ اس عمارت پہ نظر رکھنا آسان ہے، اس لیے فی الحال تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے سے بھلا کس طرح نگرانی کی جا سکتی ہے؟" سلویا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"دوربین کی مدد سے۔ کوئی ایسی آڑ نہیں ہے جو نظر کی راہ میں مزاحم ہو سکے۔ اس لیے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔"

"پھر بھی اتنے فاصلے تک بغیر دوربین کے دیکھنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔" سلویا نے کہا۔ "اور یہ بہت مشکل کام ہے کہ کوئی ہر وقت آنکھوں سے دوربین لگائے بیٹھا رہے۔"

"ٹی وی کیمرہ آخر کس دن کے لیے ایجاد ہوا تھا۔" بڈ نے برجستہ کہا۔

"تو تم نے وہاں ٹی وی کیمرہ نصب کر رکھا ہے؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "اور بہت مطمئن ہو کہ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔"

"صرف ٹی وی کیمرہ کہاں چیف۔" بڈ بڑے اطمینان سے بولا۔ "مانیٹر بھی تو ہے۔"

"تم تو بالکل ہی مروا دینے والی حرکتیں کرتے ہو بڈ۔ کیا مکان مالکہ کو یہ سب باتیں پراسرار نہیں معلوم ہوتی ہوں گی۔ جبکہ تم پہلے بتا چکے ہو کہ علی گروپ کے ارکان شفٹوں میں نگرانی کا کام کر رہے ہیں۔"

"ایسا نہ کہو چیف۔ مجھے ہول ہونے لگتی ہے۔ ویسے وہ بڑی غریب عورت ہے۔ غریب اور ضرورت مند.... اسے کیا پڑی ہے کہ معقول کرایہ ملنے کے باوجود فضول باتوں میں اپنا مغز کھپاتی پھرے۔"

"تم بہت مردود ہو بڈ۔ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے بے سروپا دلیلیں دینا شروع کر دیں۔"

"تو کیا میں اسے بتا دوں کہ میں اس بہت بڑی فرم کا مالک نہیں ہوں جو پرائیویٹ طور پہ ٹی وی پروگرام تیار کرکے فروخت کرتی ہے۔"

"اس بے ہودہ گفتگو کا کیا مطلب ہوا؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بھی بتانا پڑے گا کہ مستقبل قریب میں میرا کوئی پروگرام تیار کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ میں نے تو دراصل اولیو باورڈ کی نگرانی کے لیے یہ دردِ سری مول لی ہے۔"

"یہ ساری باتیں تم سیدھی طرح نہیں کر سکتے تھے؟" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"کمال ہے۔" سلویا بولی۔ "مسٹر بڈ نے کس قدر ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے اور تم انہیں داد بھی نہیں دے رہے۔"

سلویا کی بات سن کر بڈ پھول گیا اور میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "ان لوگوں سے خطرہ ہی لگا رہتا ہے۔ کسی روز اپنی کسی حماقت سے مجھے ڈبو ہی نہ دیں۔"

"جتنی ذہانت کا انھوں نے مظاہرہ کیا ہے، اس کے پیش نظر ان سے کوئی ایسی توقع کی تو نہیں جا سکتی۔"

"یہی تو مصیبت ہے، بڈ کو کوئی سمجھتا ہی نہیں۔ کوئی قدر ہی

"ہرگز نہیں۔" سفیر نے نفی میں سر ہلایا۔ "پوری عرب دنیا علی یار خان کی خدمات سے واقف ہے جو اس نے فلسطین کے لیے سرانجام دیں۔ ہم اس شخص تک کا احترام کرنے پر مجبور ہیں جو اس نام سے متعلق بھی ہو۔"

"مجھے داد و تحسین کی نہیں بلکہ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ کو یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ میں ہی علی یار خان ہوں بات آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"ہم اسی لیے یہاں بیٹھے ہیں کہ اس مسئلے کا حل تلاش کیا جاسکے۔" سفیر نے بڑی متانت سے کہا۔

"یہ کوئی سفارتی مسئلہ نہیں ہے جناب! فوری توجہ طلب معاملہ ہے۔ آخر آپ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کتنا وقت صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

میری یہ بات اسے ناگوار گزری تھی مگر اس نے ظاہر نہیں کیا اور پہلے کے سے پرسکون انداز میں بولا۔ "تمھارے دعوے کی تصدیق کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ویسے بھی بار ثبوت مدعی کے ذمے ہوتا ہے۔ یہ تو تمھارا کام ہے کہ تم اپنے دعوے کا کوئی ایسا ثبوت پیش کرو جو ہمارے لیے قابل قبول ہو۔"

"تمام دن مجھے حبس بے جا میں رکھنے کے بعد مجھ سے یہ فرمائش کی جارہی ہے۔ کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟"

"اگر تم کوئی قابل قبول ثبوت پیش کرسکو تو ہم تم سے معافی مانگ لیں گے۔"

"میں نے اس وقت بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ گوٹے بل کے جنرل ظہیر س سے میرے دعوے کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔"

میری بات سن کر سفیر نے سوالیہ نظروں سے قونصل کی طرف دیکھا اور وہ گڑبڑا کر بولا۔ "جی ہاں، اس نے کہا تو تھا۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟" سفیر نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ پھر معاملہ ایک سربراہ حکومت کا تھا۔ اس لیے ہم آنکھ بند کرکے تو اس سے رابطہ نہیں کرسکتے۔"

"تمھیں کم از کم مجھ سے اس بات کا ذکر تو کرنا چاہیے تھا۔ یا یہ بھی غیر ضروری تھا؟"

"وہ..... دراصل مصروفیت بہت زیادہ تھی۔ اس لیے یہ بات میرے ذہن سے ہی نکل گئی تھی۔"

"چلو اب گوٹے بل فون کرو۔" سفیر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور قونصل نے فوراً ہی ریسیور اٹھا لیا۔

"تمھیں جنرل ظہیر س کا فون نمبر معلوم ہے یا.....؟"

میں نے اس کی بات پوری ہونے سے قبل ہی اسے جنرل ظہیر س کا فون نمبر بتا دیا جو اس کے بہت ہی قریبی لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ "رابطہ ملنے پر تم کہہ سکتے ہو کہ علی یار خان جنرل ظہیر س سے بات کرنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں کیا معلوم کہ یہ نمبر کس کا ہے۔" سفیر نے سرزنش کرنے والے انداز میں قونصل سے کہا۔ "صدارتی محل کے ان نمبروں پر رنگ کرو جو تمھارے پاس موجود ہیں۔"

"جی بہتر۔" قونصل نے کہا۔ اور انٹرکام پر کسی کو ہدایت کی کہ اسے گوٹے بل کے صدارتی محل کے فون نمبر فراہم کرے۔ چند منٹ کے اندر ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور کاغذ کا ایک پرزہ قونصل کے حوالے کر دیا۔ قونصل نے جلد از جلد نمبر ملانے کے بعد طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ وہ نمبر تو نہیں ہیں جو تم نے بتائے تھے۔ تمھاری یادداشت کچھ کمزور لگتی ہے۔"

"کسی سربراہ مملکت سے فون پر بات کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔" میں نے اس کے لہجے کا اثر لیے بغیر کہا۔ "لہٰذا رابطہ ملنے پر یہی کہنا کہ علی یار خان جنرل ظہیر س سے بات کرنا چاہتا ہے ورنہ وقت ضائع کرنے کے سوا تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

تھوڑی سی کوشش کے بعد لائن مل گئی۔ اور اس احمق قونصل جنرل نے میری ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے اپنی عقل استعمال کر ڈالی۔

"میں نیویارک سے نائم کا قونصلیٹ جنرل بات کر رہا ہوں۔" اس نے فون پر کہا۔ "سفیر محترم ایک اہم مسئلے پر جنرل ظہیر س سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب میں معلوم نہیں کیا کہا گیا کہ قونصل کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے بڑا حوصلہ شکن جواب ملا ہے۔ اس نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

"تم نے نہایت حماقت کا ثبوت دیا ہے۔" سفیر نے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کچھ اس نے کہا تھا تمھیں اسی پر عمل کرنا چاہیے تھا۔"

"جنرل ظہیر س آرام کر رہے ہیں جناب۔" قونصل نے کہا۔ "ظاہر ہے ان کے آرام میں ان کی اجازت کے بغیر تو خلل نہیں ڈالا جاسکتا۔"

"اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں۔" سفیر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ہمیں اس سے اس طرح رابطہ کرنے میں کئی دن بھی لگ سکتے ہیں۔"

"دوبارہ فون کرو۔" میں نے کہا۔ "اور اس بار وہ کہو جو میں نے کہا ہے۔"

"اس وقت گوٹے بل میں رات ہوگی اور صبح ہونے سے قبل یہ قطعی ناممکن ہے کہ ان سے کسی بھی طرح رابطہ ہو سکے۔"

"میری بات پر عمل کر دیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اگر اس بار بھی پہلے کی طرح کوئی حوصلہ شکن جواب ملا تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاؤں گا۔"

"مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سفیر نے کہا اور قونصل سے بولا۔ "نمبر دوبارہ ملاؤ۔"

قونصل جنرل نے جس کا نام زبیر بن عباس تھا دوبارہ نمبر ملانے کی کوشش شروع کر دی اور رابطہ ملنے پر اس نے وہی بات دہرائی جو میں نے کہی تھی۔ چند لمحے وہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ پھر اس نے قلم دان میں سے قلم نکال کر ٹیبل کیلنڈر پر کچھ لکھ دیا اور شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا؟" سفیر نے پوچھا۔

"جنرل ظہیر س ایک گھنٹا قبل ہی سونے کے لیے گئے ہیں۔" زبیر نے کہا۔ "اس طرف سے بولنے والے کا کہنا ہے کہ علی یار خان کے لیے انھیں اٹھانے کی زحمت دی جاسکتی ہے لیکن چونکہ وہ گزشتہ چند روز کے دوران بے حد مصروف رہے ہیں اس لیے اگر زحمت نہ ہو تو انھیں اس براہ راست نمبر پر رنگ کر لیا جائے۔" زبیر نے لکھے ہوئے نمبر دہرائے۔

"میں نے تو پہلے ہی تمھیں یہ نمبر دیا تھا مگر تم نہیں مانے۔"

"ٹھیک ہے۔" سفیر نے کہا۔ "اب اگر تم کہو تو صبح تک انتظار کر لیا جائے۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں مزید حبس بے جا میں رہنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"سوچ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ نیند سے اٹھائے جانے پر وہ جھنجلا جائے۔"

"یہ سب کچھ سوچنا میرا کام ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ تم نمبر ملاؤ اور اس سے خود بات کرنے کے بجائے ریسیور مجھے دے دو۔"

میرے اصرار پر تیسری بار نمبر ملایا گیا اور رابطہ ملتے ہی زبیر نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ سفیر نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ میں نے ریسیور کو کان سے لگا لیا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آرہی تھی۔ پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا اور سیمنتھی براؤن کی نیند میں ڈوبی ہوئی خمار آلود آواز سنائی دی۔ "ہیلو....."

"ہیلو کیا حال ہیں کیمی؟ بہت گہری نیند سو رہی تھیں کیا؟" میں نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کون علی؟" کیمی کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

"شکر ہے تم میری آواز نہیں بھولیں، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا شاید مجھے اپنی شناخت کرانی پڑ جائے۔"

"مذاق مت کرو۔" کیمی نے برا مان کر کہا۔ "تم بہت بے مروت آدمی ہو۔ اتنے عرصے سے کہاں غائب ہو۔ فون تک کرنے کی زحمت نہیں کرتے۔"

"میری بے مروتی کا شکوہ بعد میں کر لینا پہلے یہ تو پوچھ لو کہ مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے جس کی وجہ سے آدھی رات کے تمھیں زحمت دینے پر مجبور ہونا پڑا۔"

"تم رسمی باتیں بھی بہت کرنے لگے ہو۔" کیمی نے شکایتی لہجے میں کہا۔ "دنیا کا کون سا ایسا کام ہے جو تمھارے لیے کر کے مجھے زحمت ہوگی۔"

"ارے تو اس میں برا ماننے کی کون سی بات ہے ڈیئر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "دراصل میں ایک معاملے میں الجھ گیا ہوں اور میری شناخت کا مسئلہ درپیش ہے۔"

"تم ہو کہاں؟" کیمی کے لہجے میں اضطراب تھا۔ "خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے؟"

"نہیں ڈیئر، خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہاں نیویارک میں کچھ ایسے دوستوں کے درمیان ہوں جنھوں نے میرے مرنے کی خبر پڑھ لی تھی۔ اگر وہ میری صورت آشنا ہوتے تو یہ کال نہ کرنی پڑتی۔"

"جنرل اٹھ گئے ہیں۔" کیمی نے کہا۔ "لو ان سے بات کرو۔"

"ہیلو علی، تم کہاں ہو؟" جنرل کی آواز آئی۔

جواب میں مجھے دوبارہ دہرانا پڑا کہ میں نیویارک میں ہوں اور میری شناخت کا مسئلہ درپیش ہے۔

"مجھے بہت خوشی ہے کہ کسی کام سے ہی سہی تم نے کم از کم فون تو کیا۔" جنرل ظہیر س نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"مجھے بہرحال اس بات کا افسوس ہے کہ رات کے اس پہر مجھے تمھاری نیند میں مخل ہونا پڑا۔ لیکن معاملہ ایسا ہے کہ میں صبح تک صبر نہیں کرسکتا تھا۔"

"فضول باتیں مت کرو اور مجھے بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کرسکتا ہوں۔"

"میرے سامنے شام کے سفیر تشریف فرما ہیں، جو کچھ بھی تم سے میرے بارے میں پوچھیں تم انھیں بتا دو۔ میں نے اپنا نام لینے سے اس لیے گریز کیا ہے کہ کہیں اسرائیل کو شبہ نہ کیا جائے۔"

"پرواہ مت کرو، میں انھیں سنبھال لوں گا۔" جنرل پیریز نے کہا۔ "تم ریسیور انھیں دو۔"

میں نے ریسیور سفیر کی طرف بڑھا دیا۔ اور اس نے کسی گفتگو کے بعد کہا۔ "یہ صاحب جو ابھی آپ سے بات کر رہے تھے جناب عالی، یہ ہم سے امین گرامی کے نام سے ملے اور بعد میں انھوں نے ایک ایسا شخص ہونے کا دعویٰ کر دیا جو ہماری معلومات کے مطابق کوئی دو ہفتے پہلے ہم کے ایک دھماکے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ انھوں نے اپنے بارے میں تصدیق کرنے کے لیے آپ کا حوالہ دیا تھا اس لیے..." سفیر خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ پھر بولا۔ "جی ہاں جناب.... جی نہیں، میں مطمئن ہو گیا..... آپ شرمندہ کر رہے ہیں، یوں آپ کی تصدیق کے بعد شبہے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے.... جی بہتر، میں ریسیور انھیں دے رہا ہوں۔" سفیر نے ریسیور میری طرف بڑھایا۔ "لیجیے جناب، وہ آپ سے مزید بات کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے ریسیور اس سے لے کر کان سے لگا لیا۔ اور وہ اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ پونچھنے لگا۔

"تم لوٹ کب آ رہے ہو علی؟" جنرل پیریز کہہ رہا تھا۔ "میں اور کیتھی براؤن شدت سے تمہارے منتظر ہیں۔"

"فرصت ملتے ہی تمہاری طرف آؤں گا جنرل۔"

جنرل پیریز نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا۔ "تم غلط کہہ رہے ہو، اگر تمہاری مصروفیت ہی تمھیں اس طرف کھینچ لائے تو دوسری بات ہے، ورنہ ایسے تو تم آنے والے نہیں ہو۔"

"اپنی مصروفیات کی وجہ سے مجھے بہت سے لوگوں کے روبرو شرمندہ ہونا پڑتا ہے جنرل، دعا کرو فلسطین آزاد ہو جائے تاکہ میں اپنے لیے بھی کچھ وقت نکال سکوں۔"

"میرا مقصد تمھیں شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ کبھی تم فرصت سے یہاں آؤ.... خیر، آئندہ ملاقات تک کے لیے خدا حافظ.... کیتھی براؤن سے بات کرو۔" چند لمحے بعد ریسیور سے کیتھی کی آواز ابھری۔ "خدا حافظ علی! بعض لوگ دل سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ دور رہ کر بھی دور نہیں ہوتے۔ میں تمہاری کامیابی کے لیے دل سے دعائیں کرتی ہوں۔"

"تم جیسے پرخلوص دوستوں کی محبت ہی میرا اثاثہ اور راہبر ہے کیتھی۔"

"یقین کرو، اس وقت تم سے باتیں کر کے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ شاید اب صبح تک اس خوشی میں نیند بھی نہ آسکے۔ رات تو میں نے اس وقت فون کر کے بہت برا کیا۔"

میں نے ہنس کر کہا۔ "صبح تک کے لیے تمہاری نیند برباد کر دی۔ ایسا نہ کرو علی، اور کبھی کبھی فون تو کرتے رہا کرو۔ اس طرح کم از کم تمہاری خیریت ہی ملتی رہا کرے گی۔"

"کوشش کروں گا، ڈیئر۔" میں نے کہا۔ "اب اجازت دو، کال بھی بہت طویل ہو گئی ہے۔ خواہ مخواہ سفارت خانے والوں کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

کیتھی کی مترنم ہنسی سنائی دی۔ "خدا حافظ علی۔"

میں نے فون بند کر کے ان دونوں کی طرف دیکھا جو حیرت کے عالم میں مجھے دیکھ رہے تھے۔

"امید ہے اب آپ لوگوں کو یقین آ گیا ہو گا کہ میں نے کوئی غلط دعویٰ نہیں کیا تھا۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے سرفروش سے ملاقات ہو گئی۔" سفیر نے کہا۔ "میں نے آپ کا تذکرہ تو بہت سنا تھا، ملاقات کی خواہش بھی تھی، مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ خواہش کبھی عملی روپ بھی اختیار کر سکے گی۔"

"اگر آپ کو یقین آ گیا ہو تو ان دونوں حضرات کو رخصت فرما دیجیے۔" میں نے میکل اور جبکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اب بھی میرے عقب میں دروازے کے پاس چوکس کھڑے تھے۔ "ان کی موجودگی سے وحشت ہو رہی ہے۔"

"اوہ ہاں۔" زبیر بن حیان نے بوکھلا کر کہا۔ "تم لوگ اب جاؤ۔ تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

"یہ بات میرے علم میں تھی کہ آپ اس حادثے سے زندہ بچ نکلے تھے۔" سفیر نے کہا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اگر یہ بات آپ کے علم میں تھی تو آپ کے رویے کو کیا کہوں۔" میں نے خاصے خراب لہجے میں کہا۔

"دیکھیے، برا نہ مانیے گا۔ میں نے اس قسم کی خبر ضرور سنی تھی مگر ان دنوں کسی ذریعے سے کسی خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی جبکہ آپ کے مرنے کی خبر مصدقہ تھی۔ اس صورت میں آپ کے دعوے کی تصدیق کرنا زیادہ ضروری ہو گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "کچھ بھی ہوا، اچھا ہی ہوا۔"

"ہم اس وقت حالت جنگ میں ہیں۔" سفیر نے بیروت کے انہدام اسرائیل کی نظریں شام پر لگی ہوئی ہیں۔ ہر چند کہ ہماری افواج سرحدوں کا دفاع کر رہی ہیں لیکن طاقت کا توازن واضح طور پر اسرائیل کے حق میں ہے۔ امریکا کی پشت پناہی کی وجہ سے یہ توازن اور زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ہم کسی سازش کے امکان کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتے اور ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں کہ سازش سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"یہ عین ممکن ہے کہ اسرائیل یا امریکا کے ایجنٹ ہماری صفوں میں گھسنے کی کوشش کریں اور اگر کوئی ایجنٹ علی یار خان جیسے معتبر نام سے ہمارے درمیان گھسنے میں کامیاب ہو جائے تو ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔"

"ٹھیک ہے سفیر محترم! مجھے جو زحمت ہوئی وہ اپنی جگہ لیکن اس بات کی خوشی بھی ہوئی کہ آپ لوگ انتہائی محتاط ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ساتھی کو فون کر کے مطلع کر دوں۔ میں اس سے ایک آدھ گھنٹے میں واپس آنے کو کہہ کے نکلا تھا۔ میرے واپس نہ پہنچنے پر وہ بے حد پریشان ہو رہا ہو گا۔"

میں نے بڈ کو فون کیا۔ وہ واقعی بہت پریشان تھا۔ سلویا کو بھی تشویش تھی۔ بڈ نے بتایا کہ اب وہ میری تلاش شروع کرنے ہی والا تھا۔ میں نے انھیں تسلی دی اور ان سے کہا کہ میری واپسی میں ابھی کچھ دیر لگے گی۔

جس وقت میں فون پر بڈ سے بات کرنے میں مصروف تھا، زبیر بن حیان نے چائے منگوا لی جس کے ساتھ خاصے لوازمات بھی تھے۔

"ان تکلفات کی کیا ضرورت تھی۔" فون بند کرنے کے بعد میں نے قونصل جنرل سے کہا۔

"یہ تکلفات کہاں، اس وقت تو ضرورت ہیں۔" زبیر نے شرمندگی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سارا دن آپ نے کچھ کھائے پیے بغیر گزارا ہے۔"

"یہ بات میں آپ سے کہنے والا تھا زبیر! اگر دشمن بھی آپ کی قید میں ہو تو اس کی ضروریات کا خیال رکھنا آپ کے فرائض میں شامل ہو جاتا ہے اور میں تو صرف ایک مشتبہ آدمی تھا، کوئی مجرم بھی نہیں تھا۔"

"مجھے اس کا احساس ہے علی، اور اس میں میری غفلت کا بھی دخل ہے۔" زبیر نے کہا۔ "آئندہ تو خیر میں خیال رکھوں گا ہی لیکن اس وقت آپ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے ازالے کے لیے میں نے رات کے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے جس قدر لوازمات کا اہتمام کر لیا ہے، یہی بہت ہے۔"

"نہیں علی۔" سفیر نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں تو ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"وہ تو خیر دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو آپ کو مجھ سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ یہاں میری آمد کا مقصد کیا تھا؟"

"وہ بھی ہو جائے گا، پہلے آپ کچھ کھا پی کر تازہ دم تو ہو جائیں۔" سفیر نے کہا۔ "یہ سینڈوچ لیجیے۔"

"شکریہ۔" میں نے سینڈوچ لیتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ پارکنسن نامی کسی شخص سے واقف ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" سفیر اور قونصل نے بیک وقت کہا۔ پھر قونصل بولا۔ "وہی مسٹر پارکنسن نا جو شام میں ادویات کی فیکٹری لگانے کے خواہش مند ہیں؟"

"ہاں، میرا خیال ہے یہ وہی مسٹر پارکنسن ہیں جن سے کل شام آپ کے کسی آدمی نے ملاقات بھی کی تھی۔"

"آپ کو اس ملاقات کا علم کس طرح ہوا؟" زبیر نے حیرت سے کہا۔ "مسٹر پارکنسن نے تو محض رازداری کی غرض سے باہر ملاقات کی تھی۔"

"انھیں کس بات کا خطرہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاید آپ مسٹر پارکنسن پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں علی!" سفیر نے کہا۔ "اس لیے ضروری ہے کہ میں ان کے بارے میں کچھ تفصیلات آپ کے گوش گزار کر دوں۔"

"ضرور کیجیے سفیر محترم! میں ان کے معاملے میں خصوصی دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"ان کی ذات میں آپ کی اس قدر دلچسپی مجھے تشویش میں مبتلا کر رہی ہے تاہم ان کی ذات شک و شبے سے بالاتر ہے۔ وہ دراصل سائنس کے شعبے سے متعلق آدمی ہیں اور کینسر پر ریسرچ کرتے رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ کینسر کس قدر موذی مرض ہے جس کا علاج دریافت کرنے کے لیے پوری دنیا میں تحقیقات ہو رہی ہیں مگر تا حال اس کا علاج دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ اپنی تحقیقات کے دوران مسٹر پارکنسن کو ایک بوٹی کے متعلق علم ہوا جو شام کے علاقے میں بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے زمانہ قدیم سے ہی بگڑے ہوئے زخموں کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مسٹر پارکنسن نے شام جا کر اس بوٹی پر ریسرچ کی اور مختلف دواؤں کی آمیزش سے ایک ایسا مرکب تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کینسر کے مرض کے لیے خاصا خوش آئند ثابت ہوا ہے۔"

میں نے منتظر سا انداز میں کرسی میں پہلو بدلا۔ اور لیو ماوٹو

سے خاصا گہرا یارانہ ہو گیا تھا اور اس سحر کو توڑنا آسان نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ ان کا تیار کردہ مرکب کینسر کے لیے مؤثر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تجربے سے۔" سفیر نے حیرت سے کہا، جیسے احمقانہ سوال پر اس کی حیرت بجا تھی۔ "اس مرکب کو کینسر کے مختلف مریضوں پر استعمال کر کے دیکھا گیا جس کے نتائج بہت حوصلہ افزا نکلے۔"

"خیر، آپ اپنی بات جاری رکھیے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مسٹر پارکنسن کو یقین تھا کہ اس شعبے میں تحقیق کرنے والے دیگر لوگوں کو اس بوٹی سے متعلق علم نہیں ہو سکا ہے لہٰذا انھوں نے اپنی اس کامیابی کو صیغۂ راز میں رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا جس کے لیے انھوں نے شام کی حکومت سے تعاون کی درخواست کی۔۔۔"

"میں اگر غلط نہیں سمجھا تو انھوں نے وہاں ادویات کی فیکٹری لگانے کی درخواست کی ہوگی۔" میں نے کہا۔ "لالچ یہ دیا ہوگا کہ اس دوا کی فروخت سے جو خطیر منافع ہوگا اور زرِ مبادلہ کی رقم حاصل ہوگی، اس کا بڑا حصہ شام کی حکومت کو ملے گا۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے سفیر محترم؟"

"جی نہیں، لیکن آپ کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مسٹر پارکنسن کی طرف سے بے حد بدگمان ہیں، حالانکہ دراصل وہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔"

"میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں مسٹر پارکنسن کی اصلیت سے واقف ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کتنے بڑے محسنِ انسانیت ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن اسے چھوڑیے اور مجھے مزید تفصیلات بتائیے۔"

"ہماری حکومت اور مسٹر پارکنسن کے درمیان معاہدہ ہو گیا، جس کے بارے میں بہت کم افراد کو علم ہے اور دمشق سے تیس کلو میٹر جنوب مشرق میں فیکٹری کی تعمیر شروع ہو گئی۔"

"یہ تعمیر اب کس مرحلے میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل ہو چکی ہے اور فیکٹری چند ہی روز میں کام شروع کرنے والی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کینسر کی واحد مؤثر دوا جب مارکیٹ میں آئے گی تو اس کی مانگ کا کیا عالم ہوگا جب کہ یہ مانگ دنیا کے ہر ملک میں ہوگی اور ہمیں ہر ملک کی مانگ پوری کرنا ہوگی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دوا بے حد سستی تیار ہوگی اور اسے اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کیا جا سکے گا۔ مارکیٹ میں اس وقت کینسر کی جتنی بھی ادویہ دستیاب ہیں وہ سب انتہائی مہنگی ہیں اور لوگ انھیں اس بات کے باوجود بھی خریدتے ہیں کہ انھیں ان دواؤں کی عدم افادیت کے بارے میں علم ہوتا ہے۔"

سفیر معلوم نہیں کیا کیا کہتا رہا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اولیو بادرڈ نے بہت گہرا رنگ جمایا ہے۔ یقیناً اس نے شام کے حکام کو مطمئن کر دیا ہوگا۔ تبھی تو انھوں نے فیکٹری لگانے کی اجازت دے دی تھی۔ بصورتِ دیگر یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ میں سفیر کی باتیں تسلیم کر لیتا اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ مسٹر پارکنسن دراصل اولیو بادرڈ ہے اور میں اولیو بادرڈ کو کسی بھی حال میں انسانیت کا دوست نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ تو تخریب کار تھا، انسانیت کا بدترین دشمن۔

میں کافی دیر تک اپنے خیالات میں ڈوبا رہا۔ سفیر کی آواز میری سماعت تک تو پہنچ رہی تھی مگر اس وقت فہم و سماعت کا رابطہ منقطع تھا۔ یہ رابطہ اس وقت بحال ہوا جب وہ خاموش ہو گیا اور خاموش ہونے کے بعد اس نے مجھ سے سوال کیا۔ "اب اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"خیال ظاہر کرنا تو فی الحال مشکل ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ بتائیے کہ فیکٹری کی تعمیر کس فرم نے کی ہے؟"

"تعمیر کا ٹھیکا کسی فرم کو دینے کے بجائے مسٹر پارکنسن نے اپنے اعتماد کے لوگوں سے تعمیراتی کام کرایا ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ گفتگو میں پہلی بار مجھے ایک ایسی بات نظر آئی تھی جو کھٹکنے کی زد میں آتی تھی اور مجھے اس میں دلچسپی کی رمق محسوس ہوئی تھی۔

"دراصل یہ ایک بہت بڑا پروجیکٹ تھا اور اس میں رازداری بہت ضروری تھی۔ اس لیے ہماری حکومت نے بہتر سمجھا کہ سارا کام مسٹر پارکنسن پر چھوڑ دیا جائے تاکہ اگر کوئی غلط نتیجہ نکلے تو اس کی ذمے داری انھی کی ہو۔"

"معاملہ اتنا ہی اہم تھا تو انھوں نے دواساز فیکٹری امریکا ہی میں کیوں نہ لگا لی۔ دیگر سہولتوں کے علاوہ وہاں مارکیٹ بھی بہت بڑی ہے اور ترسیل کے اخراجات بھی بچ جاتے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں علی۔" سفیر نے کہا۔ "شام میں فیکٹری لگانے کی کئی وجوہات تھیں۔ ان میں سے ایک وجہ تو یہی تھی کہ وہاں رازداری برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا۔ مسٹر پارکنسن اگر امریکی حکومت کے علم میں یہ معاملہ لاتے تو خبر عام ہو جاتی اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے کتنا نقصان ہوتا۔"

"یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی۔ آخر اس قسم کے فارمولے پیٹنٹ بھی تو کرائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد کیا خطرہ باقی رہ جاتا ہے؟"

"پیٹنٹ کرانے کے لیے فارمولا شائع کرانا ضروری ہوتا ہے جو رازداری کے لیے خطرہ ہے۔ دوسرا کوئی شخص بھی اس دوا کے جزوِ اعظم سے واقف ہو سکتا ہے۔"

"مارکیٹ تو بہرحال یہی ہے۔ مسٹر پارکنسن اپنے فارمولے کو پیٹنٹ نہ کرواتے، اسے تو رازداری سے تیار کیا جا سکتا تھا۔"

"ایک بات تو یہ ہے کہ اسے تجارتی پیمانے پر تیار کرنے میں راز افشا ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ محدود پیمانے پر البتہ اسے تیار کیا جا سکتا تھا مگر اس میں بھی ایک بہت بڑی قباحت تھی۔ شام میں پائی جانے والی بوٹی کو توڑنے کے بعد اگر زیادہ دیر رکھا جائے تو اس کی تاثیر زائل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ فیکٹری وہیں قائم کرنا ضروری ہو گیا جہاں قرب و جوار میں وہ بوٹی پائی جاتی ہو۔"

مجھے اندازہ تھا کہ اولیو بادرڈ نے کوئی پہلو کمزور نہیں چھوڑا ہوگا اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ میرے ہر اعتراض کا جواب موجود تھا اور اتنا معقول کہ اسے غلط ثابت کرنے کے لیے مجھے عملی طور پر بہت کچھ کرنا پڑتا جس کے لیے میں ہر طرح تیار تھا لیکن مجھے کچھ معلومات درکار تھیں۔

"جس حد تک رازداری برتی جا رہی ہے، اس میں تو خود فیکٹری بھی شامل ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" سفیر نے چونک کر پوچھا۔

"شام میں کسی دواساز فیکٹری کا قیام بجائے خود ایک خبر ہے جو متعلقہ لوگوں کی توجہ مبذول کرا سکتی ہے۔"

"خبر کسی تک پہنچے تب نا۔" سفیر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کسی کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ کس پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اب چونکنے کی باری میری تھی۔

"ہم نے ہر مرحلے پر اس خبر کو خفیہ رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ تعمیرات سے لے کر مشینری کی تنصیب تک۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے کہا۔ "مشینری تو ظاہر ہے باہر سے خریدی گئی ہوگی اور یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی۔"

"مسٹر پارکنسن نے اس کے لیے خاص اہتمام کیا ہے۔ اول تو مختلف مشینیں مختلف ممالک سے خریدی گئیں تاکہ کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کسی بڑے پروجیکٹ کے لیے کام ہو رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی چیز براہِ راست شام نہیں لے جائی گئی۔ ہر چیز پہلے کسی اور ملک لے جائی جاتی تھی پھر دوسرے مرحلے میں اسے شام پہنچایا جاتا تھا۔ اس طرح ہم نے کامیابی سے فیکٹری قائم کر لی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔"

"اس طرح تو اخراجات میں بے حد اضافہ ہو گیا ہوگا۔" میں

نے حیرت سے کہا۔

"اس کے عوض ہمیں جو فائدہ ہوگا اسے بھی تو دیکھیے۔ کینسر کے علاج کی دوا پوری دنیا میں تہلکہ مچا دے گی۔"

"اس پروجیکٹ کی نگرانی کے لیے شام کی طرف سے بھی تو کچھ لوگ مقرر کیے گئے ہوں گے؟"

"شروع میں ہمارا ارادہ یہی تھا لیکن مسٹر پارکنسن کی درخواست پر اسے ترک کر دیا گیا۔"

"یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کسی غیر ملکی کو اس حد تک آزادی دے دی جائے۔" میں نے کہا۔

"ہماری حکومت نے ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد ہی مسٹر پارکنسن کو اتنی آزادی دی ہے جناب!"

"اس کے باوجود یہ رازداری میری سمجھ سے باہر ہے۔ کیا تعمیرات کے مختلف مراحل کے دوران یہ معائنہ کیا جانا ضروری نہیں تھا کہ آخر وہاں ہو کیا رہا ہے؟"

"عام اصول تو یہی ہے لیکن مسٹر پارکنسن کو ان کی خدمات کے عوض یہ خصوصی سہولت فراہم کی گئی تھی تاہم پچھلے دنوں حکومت کے چند بڑے عہدے داروں کے درمیان اس معاملے پر اختلافِ رائے ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں کا اصرار تھا کہ حکومتِ شام کی حدود میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے حکومت سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے۔ یہ اختلاف زیادہ بڑھا تو حکومت نے مسٹر پارکنسن سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ چند مخصوص افراد فیکٹری کی تعمیرات کا معائنہ کر لیں۔"

"اس وقت فیکٹری کی تعمیر کس مرحلے میں تھی؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"فیکٹری کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ بس فنشنگ کا کام ہونا باقی رہ گیا تھا۔"

"آپ لوگوں نے بہت دیر کر دی۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اس سے آخر کیا فرق پڑتا ہے؟" سفیر نے کہا۔ "یہ تو انسانیت کی خدمت کا کام ہے۔ ہماری حکومت نے ان سے معاونت کر کے کیا برا کیا؟"

"کیا آپ اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ انسانیت کی خدمت کے لیے اس قدر رازداری برتنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہر آدمی کچھ کہہ سکتا ہے لیکن یہ بھی تو دیکھیے کہ اس کے عقب میں ایک عظیم مقصد کارفرما تھا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے

لیں جناب! میں بھی شاید دھوکا کھا جاتا اگر مسٹر پارکنسن کی اصلیت سے واقف نہ ہوتا۔"

"اصلیت سے کیا مراد ہے؟" سفیر نے حیرت سے کہا۔

"وہ ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ بین الاقوامی دہشت گرد اور عربوں کا دشمن جانی۔"

"آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" سفیر نے ہنس کر کہا۔ "وہ تو بہت شریف النفس انسان ہے۔" زبیر نے بھی سر ہلا کر سفیر کی تائید کی تھی۔

"ان کے شریف النفس ہونے کا کوئی ثبوت موجود ہے آپ کے پاس؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"مسٹر پارکنسن ایسی گم نام شخصیت کے مالک بھی نہیں ہیں کہ ان کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت ہو ــــ سائنسی رسائل میں ان کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔"

اس اطلاع پر مجھے قدرے حیرت ہوئی۔ "ممکن ہے وہ کوئی اور پارکنسن ہو۔" میں نے کہا۔

"ایک آدھ بار ان کی تصویر بھی چھپی ہے اور اسی وجہ سے ان کی شخصیت شبے سے بالاتر ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ میرے پاس فی الحال کوئی جواب نہیں تھا اور میں نے یہ اندازہ بھی کر لیا تھا کہ جب شامی سفیر کو میرے لیے مطمئن کرنا ممکن نہیں تھا تو شامی حکام کو مطمئن کرنا قطعاً میرے بس سے باہر ہوتا۔ سفیر تو اس معاملے میں براہ راست ملوث بھی نہیں تھا جبکہ شامی حکام نے تو خود اس سب کی اجازت دی تھی۔

"آپ کو مسٹر پارکنسن پر کس قسم کا شبہ ہے؟" سفیر نے پوچھا۔

"میرے خیال میں آپ میری بات پر یقین نہیں کر پا رہے اس لیے اس بارے میں کچھ کہنا فضول ہی ہوگا۔"

"پھر بھی، کچھ تو بتائیے۔ ممکن ہے میں اپنی حکومت کو کسی حد تک قائل کر سکوں۔"

"جب آپ خود ہی قائل نہیں ہوں گے تو کسی اور کو کس طرح قائل کریں گے۔"

"میں آپ کی کہی ہوئی کسی بات کو اتنی آسانی سے تو رد نہیں کر دوں گا۔" سفیر نے اصرار کیا۔ "آپ بتائیے تو سہی۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں سفیر محترم۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "موجودہ حالات میں جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ حاصل کر لوں، زبان سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا اور یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر کہیں کسی قسم کی کوئی سازش ہو رہی ہے تو میں اسے ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا۔"

اس کے بعد سفیر نے اصرار نہیں کیا۔ میں اسی وقت واپس آنا چاہتا تھا مگر سفیر کے اصرار پر مجھے رات کے کھانے کے لیے رکنا پڑا اور جب میں کھانے کے بعد واپس ہوا تو رات کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے۔ بڈ اور سلویا نشست گاہ میں موجود تھے۔

"کیا رہا چیف؟" بڈ نے پوچھا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب لوٹے ہو گے اور معاملات تمہارے ذہن میں صاف ہو گئے ہوں گے۔"

"اس کے برعکس۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "معاملات اور زیادہ الجھ گئے ہیں۔"

"پہلے علی کو کھانا تو کھا لینے دو۔" سلویا نے قدرے خفگی سے کہا۔ "تم نے آتے ہی سوالات شروع کر دیے۔"

"میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔"

"تب بھی ذرا دم تو لے لو۔ سارا دن مصروف رہنے کے باعث تم تھک گئے ہو گے۔"

"ان نزاکتوں کا گزر ہم جیسے لوگوں کے قریب سے بھی ہونے لگے تو ہم ناکارہ تصور کیے جانے لگیں۔" میں نے ہنس کر کہا اور اس کے بعد میں نے صبح سے اب تک کی روداد بڈ کے گوش گزار کر دی۔

"تم نے غلطی کی چیف!" بڈ نے کہا۔ "تمہاری جگہ میں ہوتا تو پارکنسن کو فراڈ ثابت کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوتی۔"

"اوہو، وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"جب یہ بات تمہیں معلوم تھی کہ پارکنسن کے میک اپ میں اولیو بادرڈ ہے تو اسے ثابت کرنا کیا دشوار رہ جاتا تھا؟"

"میں نے سختی سے یہ ہدایت دی ہے کہ ابھی یہ بات ظاہر نہ ہونے پائے کہ پارکنسن پر کسی قسم کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ اگر میں پارکنسن کی اصلیت ظاہر کر دیتا تو سفارت خانے والوں کے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو جاتا۔"

"لیکن تم نے ایسا کیوں کیا چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "بات کو خواہ مخواہ طول دینے سے فائدہ؟"

"یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اولیو بادرڈ نے اتنا لمبا چکر کیوں چلایا ہے۔ یقیناً اس نے کوئی بہت بڑی سازش کی ہے۔ میرا سب سے پہلا ہدف اس سازش کے تار و پود دیکھنا ہے۔"

"مرضی کے مالک ہو چیف، جو چاہو کرو۔ بڈ کو تو بس بتاتے رہو کہ کب اسے کیا کرنا ہے۔"

"اولیو بادرڈ کی نگرانی ختم کرا دو اور علی گروپ کے تمام ارکان کو واپس بھجوا دو۔"

"اور اگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو......؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں ہو گا۔" میں نے کہا۔ "چند روز کے اندر اندر وہ شام چلا جائے گا جس کی اطلاع مجھے مل جائے گی۔"

"میڈم کا معاملہ بھی تو ہے چیف، کیا تم نے اسے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے؟"

"اس کے لیے میں کوئی ایسا قدم اٹھاؤں گا جو آر یا پار کر دینے والا ہو گا۔ اس طرح نگرانی کرنا تو اب بالکل ہی بے سود ہو گا۔"

"او کے چیف، کل صبح ہی میں نگرانی ختم کرا کے ان سب کو واپس بھجوائے دیتا ہوں۔"

"بغیر سوچے سمجھے تو کوئی قدم اٹھانا غیر مناسب ہو گا۔" سلویا نے تشویش سے کہا۔

"میرا یہ مقصد نہیں کہ میں کوئی اندھا دھند قدم اٹھا بیٹھوں گا لیکن یہ ہے کہ اب مجھے اپنی حکمت عملی تبدیل کرنا ہو گی اور اس کے لیے تم میری مدد کرو گی۔"

"کتنی بار تو کہہ چکی ہوں کہ مجھے بھی کچھ بتاؤ مگر تم مجھے کوئی موقع ہی نہیں دے رہے۔"

"اب دوں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آج صبح سے میرے ذہن میں یہ الجھن موجود ہے کہ اینڈریو پر کیا عمل کیا گیا ہو گا کہ وہ انتہائی ناتوانی کی حالت میں بھی اس قدر خونخوار ہو گیا کہ اس نے تقریباً میری جان ہی لے لی تھی اور آخر وہ کیا چیز تھی جس کے ذریعے اس نے میری شناخت کر لی۔"

"تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ اس پر عمل تنویم کیا گیا ہو گا۔" سلویا نے کہا۔

"گویا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں بتاؤں چیف؟" بڈ نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "عمل تنویم کا کوئی ماہر یہ مسئلہ حل کر سکتا ہے۔"

"مجھے بھی معلوم ہے کہ عمل تنویم کا کوئی ماہر اس سلسلے میں میری مدد کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن سلویا سے میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ شاید اسے اس بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"میرے لیے خود یہ ایک حیران کن بات ہے۔" سلویا نے کہا۔ "مجھے عمل تنویم سے زیادہ دلچسپی تو نہیں ہے مگر کبھی کبھار کسی رسالے میں کوئی آرٹیکل نظر سے گزر جاتا ہے۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، عمل تنویم کے ذریعے کسی شخص کی جسمانی طاقت میں تو ہرگز اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے اور میں ان امکانات پر غور کر رہا ہوں کہ کیا کسی طرح یہی حربہ اولیو بادرڈ کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا؟"

"اس کے لیے تو عمل تنویم کے کسی ماہر کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔" بڈ نے کہا۔

"عمل تنویم کا ایسا ماہر ہم کہاں سے مہیا کریں جو ہماری مرضی کے مطابق کوئی کام کر سکے۔"

"یہ مسئلہ حل کرنا پیٹر کی ذمے داری ہے۔ میں ابھی اسے بلا کر لاتا ہوں۔" بڈ نے کہا اور پیٹر کو بلانے چلا گیا۔ چند ہی منٹ بعد وہ پیٹر کے ساتھ کمرے میں دوبارہ داخل ہوا۔ "یہ کسی لیونارڈ کی بات کر رہا ہے۔" بڈ نے آتے ہی کہا۔ اس نے راستے میں ہی پیٹر سے معلومات حاصل کر لی تھیں۔

"میرا اس سے کبھی واسطہ تو نہیں پڑا لیکن اس کے بارے میں طرح طرح کی خبریں سننے کو ملتی ہیں۔ اس سے بہت سی پُراسرار باتیں بھی منسوب کی جاتی ہیں۔"

"اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟"

"اس سے وقت لینا پڑتا ہے جو بعض اوقات کئی کئی دن بعد کا ملتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ وہ صرف طبقۂ امرا کے کیس لیتا ہے۔"

"کیس سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"عام تاثر یہی ہے کہ وہ عمل تنویم کے ذریعے علاج کرتا ہے مگر میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ مجرموں سے معاونت بھی کرتا ہے اور پولیس کی بلیک لسٹ پر ہے مگر اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں کیا جا سکا۔"

"اوہو، تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی۔" میں نے کہا۔

"پہلے تو خیر میں کیا کچھ بتا پاتا، مجھے تو اب بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا کہ آپ یہ معلوم کر کے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

"پہلے مرحلے میں تو میں اس سے صرف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ فائدہ اور نقصان تو بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میں صبح ہی اس سے وقت لینے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "جو کام کرنا ہے، فوراً کرنا ہے۔ میں انتظار کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر آپ کا مطلب یہی ہے کہ ہم زبردستی اس سے مل لیں گے، یہ کون سا مشکل کام ہے۔"

"صبح تک انتظار کرنا ہی مشکل ہے۔ کوئی ایسی صورت نکالو

کہ اس سے ابھی ملاقات ہو جائے۔"

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ پھر اس کے گھر پر دھاوا بول دیں گے۔"

پیٹر کمرے سے چلا گیا اور میں نے سلویا سے کہا۔ "ہاروت بابل نے عمارت میں کیا حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں؟"

"آج کل مسلح محافظوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔" سلویا نے بتایا۔ "ورنہ پہلے تو اتنے زیادہ محافظ نہیں ہوتے تھے۔"

"انھیں تو میں دیکھ چکا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ ان کے علاوہ اور کیا انتظامات ہیں؟"

"یہ بھی تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ عمارت کے احاطے میں کتے گھومتے رہتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "حبیب کی بچی اس عمارت سے لے کر فرار ہوئی تھی تو وہاں ایک کتا بھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"وہ تو ایک طے شدہ پروگرام تھا لہٰذا کتے انھوں نے پہلے ہی بند کر دیے ہوں گے۔ لیکن تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس بات کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہوں کہ اس عمارت میں گھسا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

"میں تمھیں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گی۔ کتے نہایت خوف ناک اور تربیت یافتہ ہیں۔"

"انھیں گوشت کے پارچوں پر بے ہوشی کی دوا لگا کر کھلائی جا سکتی ہے۔ ان کا کیا مسئلہ ہے؟"

"ان کی تربیت میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ وہ کسی اجنبی کے ہاتھ سے کچھ نہیں کھاتے اور نہ ہی کوئی پڑی ہوئی چیز کھاتے ہیں۔"

"جب میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ مجھے اس عمارت میں داخل ہونا ہے تو میں ایک کوشش ضرور کروں گا۔ خواہ نتیجہ کچھ بھی برآمد کیوں نہ ہو۔"

"تم نے خودکشی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔" سلویا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"سارے مسلح محافظ عمارت کے اندر ہوتے ہیں یا کوئی باہر احاطے میں بھی ہوتا ہے؟" میں نے دشمنی ان دیکھی کر کے اگلا سوال کیا۔

"عمارت کے دروازے پر ایک اور احاطے کے گیٹ پر دو مسلح افراد مستقل موجود رہتے ہیں۔ عمارت کے اندر مسلح محافظوں کی موجودگی ضروری نہیں ہوتی۔"

"اوہ، تب تو عمارت میں داخل ہونا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

تین آدمیوں سے تو بہ آسانی نمٹا جا سکتا ہے۔"

"کیا تم بھول گئے کہ کم از کم چار خوں خوار کتے آزاد گھومتے رہتے ہیں۔ ان کا کیا کرو گے؟"

"جانور بے چارہ بے وقوف ہوتا ہے۔ اسے جس حد تک تربیت دے دی گئی ہے اس سے آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ کتوں کو دھوکا دینا بھی کوئی مسئلہ ہے۔"

"اب تو اولیو ہارڈ کو تمہاری طرف سے بھی خطرہ ہے۔ ممکن ہے اس نے کچھ اضافی انتظامات بھی کر ڈالے ہوں۔" بڈ نے کہا۔

"اضافی انتظامات تو اس وقت کیے گئے تھے جب علی اس عمارت میں لائے گئے تھے۔ اس وقت ہر منزل پر مسلح محافظ تعینات کر دیے گئے تھے۔" سلویا نے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہیں عمارت کی چھت پر بھی مسلح محافظ تعینات نہ کر دیے گئے ہوں۔" بڈ نے کہا۔

"نہیں۔" سلویا بولی۔ "میرے آنے تک ایسا نہیں ہوا تھا اگر ایسا کوئی انتظام کیا جاتا تو میرے علم میں ضرور ہوتا۔"

"اس کا امکان بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "چار خوں خوار اور تربیت یافتہ کتے اور مسلح افراد بہت کافی ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی شخص چوری چھپے اندر داخل نہیں ہو سکتا اور جب کسی کے اندر داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو چھت پر محافظوں کی موجودگی خواہ مخواہ خارج از بحث ہو جاتا ہے۔"

"ایک طرف تم کہتے ہو کوئی چوری چھپے اندر داخل نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف اس ناممکن کام کو کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہو۔ آخر تم کیا بلا ہو؟"

"یقیناً میرے ذہن میں ان حفاظتی انتظامات کے حصار کو توڑنے کا کوئی طریقہ موجود ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ طریقہ کسی اور کے ذہن میں بھی تو آ سکتا ہے۔" سلویا نے جھنجلا کے کہا۔ "جو طریقہ تمہارے ذہن میں آ سکتا ہے کیا اولیو ہارڈ اس امکان پر غور نہیں کر سکتا؟"

"پہلے میں عمل تنویم کے اس ماہر سے مل لوں، پھر بتاؤں گا۔ اس دوران تم یہ غور کرو کہ ہاروت بابل کا کوئی ایسا فرد بھی ہے جو قد و قامت میں مجھ جیسا ہو۔"

"اس میں غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سلویا نے کہا۔ "ہاروت بابل کا معتمد خصوصی ہی اس معیار پر پورا اترتا ہے۔"

"اوہو، میں سمجھ گیا، وہ کہاں ہوتا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام ڈینیل ہے اور ہاروت بابل کا دست راست سمجھا جاتا ہے۔ میں یہ تو نہیں بتا سکتی کہ اس وقت وہ کہاں ہوگا لیکن تھا وہ ہاروت بابل کے ساتھ ہی۔"

"اگر وہ وہاں تھا تو اب بھی وہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے چیف۔" بڈ بولا۔ "وہ کہیں اور بھی تو جا سکتا ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اگر وہ کہیں جائے گا تو اس جگہ کا نام شام ہوگا اور گزشتہ چند روز کے دوران اس لوٹے میں سے شام کوئی نہیں گیا۔"

کچھ دیر بعد پیٹر واپس آ گیا۔ "میں نے معلوم کر لیا ہے لیکن زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑی۔ لیونارڈو امیر جتنی فیس بھی لے لیکن یہ منگل رات کے وقت گھر پر ملاقات کرنے کی اس کی فیس بہت زیادہ ہے۔"

"فیس کی پروا مت کرو پیٹر! اگر وہ کارآمد ثابت ہوا تو ہم کوئی بھی فیس ادا کر دیں گے۔"

"لیکن اس کی فیس بہت ہی زیادہ ہے۔" پیٹر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ایک ملاقات کے پانچ ہزار ڈالر۔"

میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "کیا کہہ رہے ہو پیٹر! پانچ ہزار ڈالر تو بے انتہا رقم ہوتی ہے۔"

"مجھے تو یہ شخص کوئی ڈاکو معلوم ہوتا ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تم حکم کرو چیف! میں اسے پکڑ کر کھینچ لے آتا ہوں۔"

"واقعی اسے پکڑ لانا کچھ مشکل نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اپنے اپارٹمنٹ میں وہ تنہا رہتا ہے۔"

"میں یہ رقم ادا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا اور بڈ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم مجھے صرف پانچ سو ڈالر دو چیف! میں اس کے پورے خاندان کو تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دوں گا۔"

"میں بلاوجہ کوئی ہنگامہ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ پیٹر! تم فون کر کے اس سے بات کر لو۔ ہم ابھی اس سے ملیں گے۔"

پیٹر نے اسے فون کیا اور وہ بلا تأمل فوری ملاقات پر آمادہ ہو گیا۔ ظاہر ہے پانچ ہزار ڈالر کے نوٹ لگتے ہیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں اور پیٹر لیونارڈو کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ اس کا اپارٹمنٹ مختصر مگر سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ وہ خود ایک دبلا پتلا طویل القامت شخص تھا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی رہی ہوگی لیکن چہرہ لیوں لٹکا ہوا تھا کہ وہ ستر سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی اور آنکھوں میں اس قدر چمک تھی

کہ عام لوگ تو اس سے نگاہ بھی نہیں ملا سکتے ہوں گے۔ اس نے بیٹھنے بٹھانے کے بعد سب سے پہلے اپنی فیس کا مطالبہ کیا جو میں نے اسے ادا کر دی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے رقم کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "اب اپنا مسئلہ بیان کرو۔"

"میں ہپناٹزم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ اس نے میری بات کاٹ دی۔

"تم غلط جگہ آ گئے ہو۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں نے کوئی درس گاہ نہیں کھول رکھی ہے۔"

اس کے طرز تخاطب پر مجھے بڑی طرح غصہ آ گیا ویسے بھی میں نے اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔

"پانچ ہزار ڈالر وصول کرنے کے بعد ہم نے تمہارا وقت خرید لیا ہے تمہیں ہمارا مسئلہ حل کرنا ہی پڑے گا۔"

اس نے ایک لمحے میری بات پر غور کیا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے مگر میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔"

"کیا عمل تنویم کے ذریعے کسی شخص کی جسمانی قوت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے؟" میں نے فوراً ہی اس سے سوال کیا۔

"اس کے لیے طویل علاج کی ضرورت ہوگی لیکن اس سے بھی جسمانی قوت میں بہت زیادہ اضافہ نہیں ہو سکتا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے کہا اور اپنا دوسرا سوال اس کے سامنے دہرا دیا۔

"ہپناٹزم کا کوئی بہت بڑا ماہر ہی اتنے کامیاب سجیشن دے سکتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔"

"تم ہماری معلومات میں کچھ تو اضافہ کرو۔" میں نے کہا۔ "آخر تم خود بھی ایک ماہر ہو اور تم نے ہم سے پانچ ہزار ڈالر وصول کیے ہیں۔"

"میں تمھیں ہپناٹزم کے حوالے سے ہی جواب دے سکتا ہوں۔" لیونارڈو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرا اندازہ ہے کہ اس معاملے کو کچھ غیر معمولی قسم کی ادویات بھی استعمال کرائی گئی ہوں گی۔ ورنہ تو تنہا میڈیکل سائنس اتنا بڑا کارنامہ کر سکتی ہے اور نہ ہی ہپناٹزم کے ذریعے کسی شخص میں اتنا بڑا تغیر رونما کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "کسی حد تک تو

تمہاری بات کچھ نہیں آتی ہے۔ کیا تم اس کی مزید وضاحت کرو گے؟"

"یہ بات سمجھانا تمہارے لیے مشکل ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے ہپناٹزم کے بارے میں بہت کچھ بیان کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ میں نے ایک ایسا امکان پیش کیا ہے جو شاید اس سے پہلے میرے ذہن میں آیا اور نہ کسی نے اس کا کبھی تجربہ کیا۔ اس لیے میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ محض میرا اندازہ ہی ہوگا۔"

"پھر بھی اس بارے میں مختصر طور پر ہی مجھے کچھ بتاؤ۔" میں نے اصرار کیا۔

لیونارڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "کیا تم نے محض یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے پانچ ہزار ڈالر ادا کیے تھے؟"

"اس کی یہ وضاحت کرو کہ تم نے کس لیے کیا ہے۔"

"ہم نے تمہارے وقت کی پوری قیمت ادا کی ہے۔"

"مجھے کیا؟" لیونارڈ پچھتایا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "ہم جو دوائیں استعمال کرتے ہیں، اس کا بہت کم حصہ جزو بدن بنتا ہے۔ زیادہ تر دوا جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔ مجھے اس بارے میں زیادہ علم اس لیے نہیں ہے کہ یہ میرا شعبہ نہیں ہے۔ تاہم مجھے اندازہ ہے کہ جسم کا خودکار نظام اتنی ہی دوا قبول کرتا ہے یا غذا سے اتنی ہی توانائی حاصل کرتا ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی مصنوعی طریقے سے کسی طاقت ور دوا کو پوری طرح سے جزو بدن بنا دیا جائے تو میرے خیال میں یہ چیز جسم کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ نقصان کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ جسم کے ساتھ کس حد تک زیادتی کی گئی ہے۔ اب فرض کرو، ایک شخص کو جوڑوں کا درد ہے یا کسی اور وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہے۔ کوئی طاقت کی دوا دی جاتی ہے تو وہ اپنا عمل تو فوراً شروع کر دیتی ہے لیکن جسمانی قوت پوری طرح بحال ہونے میں ایک مخصوص مدت درکار ہوگی جو مختلف صورتوں میں مختلف ہوگی۔ اس کے برعکس اسپرین جیسی درد دور کرنے والی دوائیں فوری طور پر اثر کرتی ہیں اور ایک مخصوص وقفے کے بعد ان کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن ممکن ہے کہ عمل تنویم کے ذریعے ہم کسی شخص کے جسمانی نظام کے اس قدرتی عمل میں دخیل ہو سکیں۔ اگر یہ ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انتہائی ضعیف شخص کو طاقت کی دوائیں دینے کے بعد عمل تنویم کے ذریعے ان کو مکمل طور پر جزو بدن بنا دیا جائے تو انسان کی فوری صحت یابی ممکن ہو سکتی ہے مگر اس کے مابعد اثرات یقیناً خراب ہوں گے اس لیے کہ جب جسم پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ پڑے گا تو اس کے اثرات بھی لازماً سامنے آئیں گے۔"

"میں نے جو کہانی تمہیں سنائی ہے اس میں کوئی دوا تو کیا غذا تک استعمال نہیں ہوئی تھی۔" میں نے کہا۔

"میں نے جو مفروضہ بیان کیا ہے اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کھلائی گئی دوا کے اثر کو کسی مخصوص وقت تک کے لیے روک دیا جائے۔ مثلاً میں تمہیں سر درد کی گولی کھلاؤں اور یہ ہدایت کر دوں کہ اس دوا کا اثر اس وقت شروع ہو جب کوئی شخص اس اپارٹمنٹ میں داخل ہو تو پھر دوا کا اثر اسی وقت شروع ہوگا لیکن خیال رہے کہ یہ بات میں اس مفروضے کے تحت کہہ رہا ہوں کہ اگر عمل تنویم کے ذریعے جسم کی فطری صلاحیت میں دخیل ہونا ممکن ہو۔"

"شکریہ مسٹر لیونارڈ، تم میرے لیے بہت مفید ثابت ہوئے۔" میں نے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ کسی شخص کو معمول بنا کر اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں؟"

لیونارڈ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔ "اب تم اپنے اصل مقصد کی طرف آئے ہو۔" اس نے کہا۔ "نہیں، کسی شخص کو زبردستی معمول نہیں بنایا جا سکتا۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ "اگر یہ ممکن نہیں ہے تو تم اتنی بھاری فیس کس بات کی وصول کرتے ہو....؟"

"اس کی فیس علیحدہ سے ہوتی ہے۔" لیونارڈ عیاری سے مسکرایا۔ "کام ویسا ہی ہوگا جیسا تم چاہو گے۔"

"اور اس وقت ہوگا جس وقت میں چاہوں گا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل اسی وقت ہوگا بشرطیکہ اس وقت سے پہلے میری کوئی اپائنٹمنٹ نہ ہو۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر مجھے ضرورت پڑ گئی تو تمہیں فوری طور پر مجھے وقت دینا ہوگا۔"

"اگر تم میری کل فیس کو دو سے ضرب دے سکو تو یہ بھی ممکن ہو جائے گا۔" لیونارڈ نے کاروباری لہجے میں کہا۔

اس کی اس بات پر پیٹر نے پہلو بدلا تھا مگر اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا۔ "کام وہ جو میں کہوں اور معاوضہ وہ جو تم طلب کرو۔ ٹھیک ہے؟"

"مجھے منظور ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "تم ایک اچھے کاروباری ہو۔"

"آؤ۔" میں نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب ہم چلتے ہیں۔"

لیونارڈ کے اپارٹمنٹ سے نکل کر میں نے پیٹر کے ہمراہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کا رخ کیا اور وہاں سے متعدد چیزیں خریدیں جن میں گوشت کے پارچے، کچن، مختلف سائز کے ربر سول جوتے اور کپڑوں کے کچھ جوڑے بھی شامل تھے۔

"یہ سب چیزیں خریدنے کی اس وقت کیا ضرورت ہے؟" پیٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ کر اس عمارت میں گھسنے کا فیصلہ کر لیا ہے جہاں اولیو ڈاوسٹ اور ہاروت ڈیل موجود ہیں۔"

"تمہیں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جس سے تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔"

"تمہیں تو وہ فیصلے بھی ناگوار گزرتے ہیں جن سے مجھے مالی نقصان ہوتا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون سے فیصلے؟" پیٹر نے حیرت سے پوچھا۔

"لیونارڈ کو پانچ ہزار ڈالر فیس ادا کرنے کا فیصلہ۔"

"ظاہر ہے یہ ناگوار گزرنے والی بات ہے۔ لیکن میں نے تمہیں روکا تو نہیں۔ اب اگر تم یہ چاہو کہ اس کا لٹریچر بھی مجھے ناگوار نہ گزرے تو یہ زیادتی ہوگی۔"

"یہ تو آخر میں ہی پتا چلے گا کہ کون کس کو لوٹ رہا ہے۔ ابھی تو وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہے۔"

"جو باتیں تم نے اس سے معلوم کی ہیں، وہ تو کوئی بھی بتا سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کرنے جا رہے ہو۔"

"اور جو کام میں اس سے لینے والا ہوں، وہ اس کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ اگر کوئی ہوگا بھی تو ہم اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔ اس وقت تو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ وہ بیس ہزار ڈالر لے گا تاہم لے لے لیکن خود اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کتنا بڑا کام کر رہا ہے اور میں اس سے جو فائدہ اٹھاؤں گا وہ لاکھوں ڈالر کے مساوی ہوگا۔"

"میرا خیال ہے اسے اس بات کا پوری طرح اندازہ ہے تبھی تو اس نے اتنی خطیر رقم طلب کی ہے۔"

"اسے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں کتنا اور کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں لیکن یہ اندازہ میں نے پہلی ہی نظر میں لگا لیا تھا کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کا آدمی ہے اور اسے صرف پیسے سے غرض ہے۔"

"لیکن یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں داخل ہونے کے لیے تمہارے پاس کوئی قابل عمل منصوبہ بھی ہے یا تم یوں ہی اندھا دھند اس عمارت میں گھس پڑو گے؟"

"ابھی واپس چل کر میں سلویا اور بڈ کو اپنا منصوبہ بتاؤں گا۔ تم بھی اس وقت سن لینا تاکہ مجھے اپنی باتیں دوہرانا نہ پڑیں۔"

اپنی عارضی قیام گاہ پر واپس پہنچ کر میں سامان سمیت اندر پہنچا۔ بڈ مجھے اس حال میں دیکھ کر اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے یہاں مستقل رہائش اختیار کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ بہت اچھا، تم نے اچھا ہی کیا۔ تمہارے ساتھ آوارہ گردی کرتے کرتے بڈ بھی عاجز آ چکا تھا۔ اب سکون سے کہیں رہنا تو نصیب ہوگا۔"

"فضول گوئی سے پرہیز کرو اور کوچ کی تیاری کرو۔ اس سامان میں سے اپنا لباس اور جوتے نکال کر پہن لو۔"

بڈ نے میرے لائے ہوئے سامان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر اس نے وہ جوتے نکال لیے جو میں نے سلویا کے لیے خریدے تھے۔

"مانا کہ بڈ کا قد بہت چھوٹا ہے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "مگر اب اتنا بھی مختصر نہیں ہے کہ تم میرے لیے اتنے چھوٹے ناپ کے جوتے لے آئے۔"

"یہ جوتے سلویا کے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "وقت ضائع مت کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"بڈ تو احمق ہے۔ زبان کھولے تو اسے دبایا جاتا ہے اور عالم یہ ہے کہ پیروں کا ناپ تک لیا جا چکا ہے۔"

"بہت مردود ہو تم یارے احمق۔ میں نے محض اندازے سے جوتے خریدے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "اگر جوتے فٹ آ گئے تو بڈ جو کچھ کہتا ہے صحیح کہتا ہے اور نہ پھر میں تمہیں درست مان لوں گا۔"

سلویا اس گفتگو سے بہت محظوظ ہو رہی تھی۔ میں نے اسے ٹوکا۔ "صبح تو تم بڈ کی ایسی ہی باتوں پر برہم ہو رہی تھیں۔ اور اس وقت تمہاری ہنسی نکل رہی ہے۔"

"اس وقت مجھے بڈ صاحب کی شخصیت کے بارے میں پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ اب میں انہیں اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔"

"ایک ہی دن میں اتنا بڑا دعویٰ۔" میں نے حیرت انداز میں کہا اور سلویا ہنس پڑی۔

"بڈ صاحب بڑی باغ و بہار قسم کی طبیعت کے مالک ہیں۔ ان کی فطرت بھی بہت سادہ ہے۔ انہیں سمجھنا کیا مشکل ہے۔"

"گویا اب تمہیں اس بات پر حیرت نہیں رہی کہ میرا اور ان کا اکٹھے رہ کر گزارہ کس طرح ہوتا ہوگا؟"

"ہرگز نہیں۔" سلویا نے نفی میں سر ہلایا۔ "ان کے ساتھ تو بہت اچھا وقت گزر رہا ہے۔"

"بہت بہتر۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن بہتر ہوتا کہ آپ بھی جلدی سے لباس تبدیل کر لیتیں۔"

"لباس تبدیل کر کے کیا کرنا ہے؟" سلویا نے سیاہ رنگ کی وہ پتلون اٹھاتے ہوئے کہا جو میں اس کے لیے لایا تھا۔

"ہمیں اولیو پاورڈ کے مسکن کا رخ کرنا ہے اور اس کے لیے یہ لباس ضروری ہے۔"

"اس وقت؟" سلویا نے حیرانی سے کہا۔ "وقت معلوم ہے کیا ہوا ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔"

"میرے پاس گھڑی ہے اور مجھے بھی معلوم ہے کہ وقت کیا ہوا ہے۔ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر ہی ہم کچھ کر سکتے ہیں، ورنہ دن کی روشنی تو ہمارے راستے کی سب سے بڑی دیوار بن جائے گی۔"

"لیکن وہاں جا کر تم کیا کرو گے؟" سلویا نے کہا۔ "میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ اس عمارت میں داخلہ ناممکن ہے۔"

"ایک ہی دن میں بڈ کا اتنا گہرا اثر؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "میں تم سے کہہ رہا ہوں کپڑے تبدیل کر لو اور تم ہو کہ بحث کیے چلی جا رہی ہو۔"

"اس قسم کی مہم میں حصہ لینے سے مجھے ڈر لگتا ہے۔" سلویا بولی۔ "میں ڈاکٹر ہوں، فیلڈ ورکر نہیں ہوں۔"

"تمھارے بغیر تو کام ہی نہیں چلے گا۔" میں نے کہا۔ "مجبوراً تمھیں لے جا رہا ہوں۔"

"ایسی کیا خاص بات ہے جو تم پوشیدہ رکھنا چاہ رہے ہو۔" پیٹر نے کہا۔ "اگر تم اپنی اسکیم بتا دو تو ممکن ہے سلویا خود فیصلہ کر لے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ میں نے سوچا تھا ارادہ تھا کہ میں بتا دوں گا تاکہ وقت کی بھی تھوڑی سی بچت ہو جائے۔ "مگر اب یہ وقت ضائع کرنا ہی پڑے گا۔ گوشت کے پارچوں پہ مہلک زہر چھڑک کر کتوں کو کھلانا ہے۔ کتے چونکہ تربیت یافتہ ہیں اور کسی اجنبی کے ہاتھ سے یا پڑی ہوئی چیز نہیں کھاتے اس لیے سلویا کو ساتھ لے جانا ضروری ہے۔"

"میں کتوں کو گوشت کھلاؤں گی؟" سلویا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیوں؟" میں مسکرایا۔ "کیا کتے تم سے مانوس نہیں ہیں؟"

"بہت زیادہ مانوس ہیں۔" سلویا نے تھوک نگل کر کہا۔ "مگر میرے اندر اب اس عمارت میں قدم رکھنے کی بھی ہمت نہیں ہے۔"

"کچھ حاصل کرنے کے لیے قربانی تو دینا ہی پڑتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اور میں تم سے اتنی سی ہی مدد کا خواہاں ہوں۔"

"اور پھر کتوں تک رسائی کس طرح ہوگی؟" سلویا نے کہا۔ "وہ تو کیپا ڈینڈوال کے دوسری طرف ہوں گے اور کیپا ڈینڈوال کم از کم آٹھ فٹ تو ضرور بلند ہوگی۔"

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ سیڑھی موجود ہے جس کے ذریعے عقبی جانب سے تم بہ آسانی دیوار پہ چڑھ سکو گی۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"وہاں صرف کتے ہی تو نہیں ہیں۔ مسلح محافظ بھی تو ہوتے ہیں۔ ذرا سی بھی گڑبڑ محسوس کر کے وہ فوراً گولی چلا دیں گے۔"

"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔" میں پھر جھنجلا گیا۔ "اگر تم تعاون نہیں کرو گی تو کھیل بگڑ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا اور لباس اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"تم زیادتی کر رہے ہو چیف۔" بڈ نے کہا۔ "مس سلویا اتنا خطرناک کام نہیں کر سکیں گی۔"

"تم چپ رہو۔" میں نے اسے جھڑکی لگائی اور وہ منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"اگر تمھیں مزید کچھ افراد کی ضرورت ہو تو اپنے کچھ آدمی تمھارے ساتھ کر دوں۔" پیٹر نے پیشکش کی۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "صرف میں، سلویا اور بڈ وہاں جائیں گے۔ کوئی چوتھا فرد نہیں ہوگا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہم پوری طرح تیار ہو گئے۔ ہم تینوں نے سیاہ رنگ کے چست لباس پہن رکھے تھے۔ اور پیروں میں کریپ سول جوتے تھے۔ جوتے اور لباس سلویا کے بالکل درست آ گئے تھے۔ بڈ نے پھر کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کی باتوں پہ کوئی توجہ نہیں دی اور سلویا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ بڈ کے مسخرے پن سے محظوظ ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کچھ دیر بولتے رہنے کے بعد خاموش ہونے پہ مجبور ہو گیا۔

ہم پیٹر کی کار میں ہی روانہ ہوئے تھے۔ بڈ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور میں سلویا کے ساتھ عقبی نشست پہ بیٹھا تھا۔

"کیا تم کتوں کی طرف سے کسی قسم کا خوف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کتے مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ میں تو ان انسان نما درندوں سے خوفزدہ ہوں..."

"ان سے خوف زدہ ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بالفرض اگر تم کسی کی نظروں میں آ جاؤ تو نہایت اطمینان سے بتا دینا کہ علی یار خان باہر موجود ہے۔ تم ان سے کہہ سکتی ہو کہ میں نے تمھیں زبردستی اس کام کے لیے مجبور کیا تھا۔ چونکہ تم ان کے باس کی حیثیت سے مجھ سے ملی تھیں لہٰذا میرے کہنے پر عمل کرنا تمھاری مجبوری تھی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی جان بچانے کی خاطر تمھیں خطرے میں ڈال دوں۔" سلویا نے کہا۔

"میں کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہو کے آیا ہوں۔ اگر ایسی کسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تو میں انھیں بھون ڈالوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھارے کہنے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔" سلویا نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"اگر تم نے ہمت کر لی تو ہم یہ بازی جیت جائیں گے۔ اب میری اسکیم غور سے سنو۔ ہم خاموشی سے اس عمارت کی طرف جانے والی سڑک پہ داخل ہوں گے۔ کار کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی ہوں گی۔ عمارت سے کوئی آدھے میل کے فاصلے پہ بڈ کار روک دے گا اور ہم دونوں کار سے اتر جائیں گے۔ میں تمھیں گوشت کے پارچے اور المونیم کی فولڈنگ سیڑھی دے دوں گا جس کے ذریعے تم کیپا ڈینڈوال پھلانگ سکو گی۔ بے فکر رہو، سیڑھی بہت ہلکی ہے اور اسے اٹھا کر لے جانے میں تمھیں ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ تمھیں عمارت تک پہنچنے کے لیے دس منٹ کا وقت دیا جائے گا۔ دس منٹ بعد بڈ کار اسٹارٹ کرے گا اور ہیڈ لائٹس جلا کر کار عمارت کے گیٹ پہ لے جا کر روک دے گا۔ جب تم بڈ کو عمارت کے نزدیک پہنچتے دیکھو، اسی وقت تمھیں بھی حرکت میں آ جانا ہوگا۔ بڈ ان لوگوں پہ یہ ظاہر کرے گا جیسے وہ کہیں جانا چاہتا ہے اور راستہ بھٹک کر اس طرف آ نکلا ہے۔ چونکہ وہ لوگ بڈ کی طرف متوجہ ہوں گے اس لیے اگر کیپا ڈینڈوال میں تھوڑی سی گڑبڑ ہوئی یا کتوں کی طرف سے کسی غیر معمولی ردعمل کا اظہار ہوا تو انھیں اس کا اندازہ فوری طور پہ نہیں ہو سکے گا۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن خود تم کہاں ہو گے؟"

"بڈ کی طرح میں بھی عمارت کے سامنے ہی ہوں گا مگر سڑک کے دوسری طرف اور کسی مناسب جگہ پوزیشن لے لوں گا۔ میرے ہاتھ میں بے آواز رائفل ہوگی۔ بڈ نے اگر ان تینوں کو بے وقوف بنا کر یکجا کر دیا تو میں بہ آسانی انھیں ٹھکانے لگا سکوں گا۔ یہاں بھی اگر تھوڑی بہت گڑبڑ ہو گئی تو مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ عمارت کے اندر کوئی آواز اس لیے نہیں جا سکتی کہ وہ ایئر کنڈیشنڈ ہے۔"

میں نے سلویا سے بہت زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی تھیں، مگر مجھے امید تھی کہ اگر اس نے ذرا سی ہمت سے کام لیا تو وہ اپنے حصے کا کام بہ خوبی انجام دے لے گی۔

"کتے چند ہی منٹ میں گوشت کے پارچوں کا صفایا کر دیں گے۔ میں نے ان پہ بہت سریع الاثر زہر لگایا ہے لہٰذا زہر کو اثر کرنے میں بہ مشکل چند منٹ لگیں گے۔ اس دوران ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہوں گے لیکن تم احتیاطاً دس منٹ مزید انتظار کرنے کے بعد سامنے والے گیٹ کی طرف آ جانا۔"

"میرا خیال ہے سب سے خطرناک کام بڈ صاحب کا ہے۔" سلویا بولی۔ "اگر یہ ان تینوں کو شیشے میں نہ اتار سکے تو کیا ہوگا؟"

"بڈ صاحب بہت منجھے ہوئے فنکار ہیں۔ بڑے بڑوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھیں کب کیا کرنا ہے۔"

"شکریہ چیف۔" بڈ نے کہا۔ "اب میں کار کی ہیڈ لائٹس بجھا رہا ہوں۔ ہم اپنی مطلوبہ سڑک پہ داخل ہو چکے ہیں۔"

بڈ نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور اس کے ساتھ ہی کار کی رفتار سست ہو گئی۔ میں نے عقبی نشست کے نیچے ہاتھ ڈال کر سائلنسر لگی ہوئی گن نکال لی اور سلویا کو ایک بار پھر سمجھانے لگا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

مطلوبہ عمارت سے تقریباً آدھے میل کے فاصلے پہ بڈ نے کار روک دی اور میں اور سلویا کار سے اتر گئے۔ سلویا گھبرائی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسے تسلی دی اور وہ پیکٹ میں لپٹے ہوئے پارچے اور مختصر سی سیڑھی ہاتھ میں لے کر اندھیرے میں آگے بڑھ گئی۔ میں سڑک کے دوسری طرف اندھیرے میں اتر گیا۔ میری اپنی رفتار بہت تیز تھی اس لیے کہ مجھے گیٹ کے سامنے کسی مناسب جگہ پہ پوزیشن بھی سنبھالنی تھی۔

جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان تیز رفتاری سے گزرتا ہوا میں تقریباً سات منٹ میں ہی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ عمارت کے کیپا ڈینڈ میں اندھیرا تھا اور گیٹ پہ ہلکی روشنی کا بلب جل رہا تھا جس کی روشنی زیادہ دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے مجھے خود کو چھپانے میں زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ گیٹ کے ساتھ اندرونی سمت میں بنے ہوئے کیبن میں دونوں مسلح افراد موجود رہے

ہول گئے۔ میں ایک جھاڑی کے عقب میں لیٹ گیا۔ چند ہی منٹ بعد میں نے بڈ کو عمارت کی طرف آتے دیکھا۔ کار کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں اور رفتار زیادہ نہیں تھی۔ اس کے علاوہ وہ ہارن دے کر اپنی آمد کا اعلان بھی کرتا جا رہا تھا۔

بڈ کی کارکردگی پر میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی کارکردگی بعد میں بھی ایسی ہی رہے گی۔ گیٹ کے عقب میں موجود چوکیداروں نے کار کی آواز سن لی تھی۔ اس لیے وہ کیبن سے نکل کر اب گیٹ سے لگے باہر جھانک رہے تھے۔ انھیں تجسس ہو رہا ہوگا کہ رات کے دو بجے کون ادھر آ گیا ہے۔

بڈ نے عین گیٹ کے سامنے کار روک دی اور کار میں بیٹھے بیٹھے ان سے کچھ کہا۔ کچھ دیر دونوں میں باتیں ہوتی رہیں پھر بڈ کار سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پرزہ تھا جو اس نے ان دونوں کی طرف بڑھایا اور ان میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر گیٹ کی سلاخوں کے درمیان سے بڈ سے وہ پرزہ لے لیا۔

میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میری کامیابی کا انحصار بڈ کی اس کامیابی پر تھا کہ وہ بیک وقت تینوں محافظوں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر خدانخواستہ بڈ ناکام ہو جاتا تو میرا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔ اب میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور کسی بھی لمحے حرکت میں آنے کو تیار تھا۔

جس محافظ نے بڈ سے کاغذ کا پرزہ لیا تھا، میں نے اسے نفی میں سر ہلاتے دیکھا۔ پھر وہ بڈ سے کچھ کہہ کر پلٹا اور کیبن کی طرف چلا گیا۔ میری نظریں بے چینی سے گیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

محافظ جلد ہی پلٹ آیا تھا مگر وہ تنہا نہیں آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جو میرے اندازے کے مطابق تیسرا محافظ تھا۔ اس نے آتے ہی گیٹ پر موجود محافظ سے کچھ کہا اور وہ گیٹ کھول کر باہر نکل آیا۔ پھر میں نے اسے کار کی طرف بڑھتے اور کار کی تلاشی لیتے دیکھا۔ تلاشی کیا، اس نے کار میں صرف ایک نظر ڈالی تھی۔ غالباً وہ یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ کار میں بڈ کے علاوہ کوئی اور تو موجود نہیں ہے۔ محافظ نے پلٹ کر رپورٹ دی اور پھر میں نے بقیہ دونوں محافظوں کو بھی گیٹ سے باہر نکلتے دیکھا۔ میں نے فوراً ہی بندوق اپنے کندھے سے لگا لی۔ مجھے بہت تیزی سے ان تینوں کو نشانہ بنانا تھا تاہم اگر ان میں سے کوئی ایک بچ بھی جاتا تو خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ بڈ اسے سنبھال لیتا۔

تیسرا محافظ باہر آ کر بڈ کو اشاروں سے کچھ بتانے لگا۔ غالباً بڈ نے ان سے کوئی پتا پوچھا تھا جو وہ اس کو سمجھا رہے تھے۔ وہ تینوں ایسے زاویے پر تھے کہ میں انھیں بہ آسانی نشانہ بنا سکتا تھا۔ میں نے خدا کا نام لے کر..... نشانہ باندھا اور فائر کر دیا۔ پہلے فائر کا انجام دیکھے بغیر میں نے دوسرا اور تیسرا فائر بھی کیا۔ تینوں فائر میں نے بہ مشکل تین سیکنڈ کے وقفے میں کیے ہوں گے اور اتنے کم عرصے میں کیے گئے فائروں کا انجام دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی لیکن بڈ کو فاتحانہ انداز میں اچھلتے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ کامیابی نے میرے قدم چومے ہیں۔

میں اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے سڑک عبور کرتا ہوا بڈ کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا کمال کا نشانہ ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "تینوں میں سے ایک کے حلق سے بھی آواز نہیں نکل سکی۔"

میں نے جھک کر ان تینوں کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ تینوں کے بھیجے اڑ گئے تھے۔

"کیا قلعہ میں ان تینوں کے علاوہ اور تو کوئی نہیں ہے؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"کسی کی موجودگی کے آثار نہیں ہیں۔" بڈ نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے سلویا بھی کامیاب ہو گئی۔ اس لیے کہ جب میں یہاں رکا تھا تو اس وقت اندر کہیں سے کتوں کی اچھل کود اور بھاگ دوڑ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اب تو بالکل ہی سناٹا چھایا ہوا ہے۔"

"آؤ، اندر چل کر دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور محتاط انداز میں عمارت کے احاطے میں قدم رکھ دیا۔ یہ وہی عمارت تھی جس کے اندر ڈاکٹر ولیم اور ڈیم موجود تھا۔ بہ ظاہر دولت، اثر رسوخ، ہر لحاظ سے مستحکم تھا اور تہذیب بھی اسے بہت عزیز تھی لیکن میں نے خطرہ ان تینوں میں سے کسی کے لیے بھی مول نہیں لیا تھا۔ میرا ہدف تو ڈینیل تھا۔

کمپاؤنڈ میں واقعی سناٹا تھا۔ کتے تو کیا وہاں کسی ذی روح کے آثار موجود نہیں تھے۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ سلویا نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے سلویا سے کہا تھا کہ وہ دس منٹ انتظار کرنے کے بعد سامنے کی طرف آئے لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"میں سلویا کو دیکھنے جا رہا ہوں۔" میں نے پلٹ کر بڈ سے کہا۔ "تم ان تینوں کو گھسیٹ کر ایک طرف کر دو اور گاڑی بھی سائیڈ میں کر لو۔"

جواب میں بڈ کچھ بڑبڑایا تھا مگر میں رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ عمارت کے پہلو کی جانب تھا جہاں گہری تاریکی تھی چونکہ اندھیرے میں سلویا کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے میں آہستہ آہستہ آوازیں دینے لگا۔ ذرا سی دیر میں تاریکی سے ایک سایہ نکل کر میری طرف جھپٹا اور مجھ پر آ پڑا۔ میں نے بہ مشکل خود کو سنبھالا۔ وہ سلویا تھی جو مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔

"کیا بات ہے سلویا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔ "کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟"

جواب میں سلویا نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے منہ سے چند بے معنی آوازیں نکل کر رہ گئیں۔

میں نے اسے ہولے سے تھپکی دی۔ "تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے سلویا۔ ہم نے ان تینوں محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے لیکن جو کام تم نے کیا ہے وہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

سلویا کے جسم کی لرزش بتدریج کم ہو رہی تھی۔ "اوہ علی اس قدر خوف..." اس نے ایک جھرجھری لی۔

"میں سمجھتا ہوں سلویا لیکن اب خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ اب تو تم اس مرحلے سے گزر چکی ہو... اور میں تمھارے پاس ہوں۔"

وہ جلد ہی پرسکون ہو گئی۔ "میں زندگی کے کسی لمحے میں بھی اپنے اس خوف کو فراموش نہیں کر سکوں گی۔" اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آؤ۔" میں نے آہستگی سے اسے خود سے علیحدہ کیا۔ "بڈ ہمارا منتظر ہے۔"

ہم واپس گیٹ کی طرف آ گئے۔ بڈ نے بڑے سلیقے سے چند ہی منٹ میں گیٹ کے سامنے والی جگہ صاف کر دی تھی۔

"عمارت کا داخلی دروازہ مقفل تو نہیں رہتا ہوگا؟" بڈ نے سلویا سے پوچھا۔

"رہتا تو نہیں تھا۔" سلویا نے کہا۔ "اور اگر ہوا بھی تو کسی محافظ کے پاس اس کی چابی بھی ہوگی۔"

دروازہ مقفل نہیں تھا۔ سب سے آگے میں تھا۔ میں نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ راہداری میں مدھم روشنی تھی اور وہاں کوئی متنفس نہیں تھا۔

"ڈینیل کس کمرے میں مل سکے گا؟" میں نے پلٹ کر سرگوشیانہ لہجے میں سلویا سے پوچھا۔

"دائیں طرف تیسرا کمرا..... وہ اس کا مخصوص کمرا ہے۔" سلویا نے بتایا۔

میں نے ان دونوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور عمارت کے اندر داخل ہو کر مرکزی دروازہ بند کر دیا۔ بندوق چونکہ میں نے پہلے ہی کار میں ڈال دی تھی، اس لیے سائلینسر لگا ہوا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور ہم ڈینیل کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے آہستہ سے گھمایا اور یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کمرے کا دروازہ بھی غیر مقفل تھا۔ میں نے دروازے میں ذرا سی جھری کر کے اندر جھانکا۔ کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا مگر کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔ گویا اگر کوئی کمرے میں تھا بھی تو سو رہا تھا۔

نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے میں نے آہستہ سے پورا دروازہ کھول دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سلویا پھر خوف کا شکار ہونے لگی ہے۔ وہ بار بار راہداری میں نظریں دوڑانے لگی تھی یوں جیسے اسے کسی کی آمد کا خدشہ رہا ہو۔

"اندر آ جاؤ۔" میں نے نہایت دھیمی سرگوشی کی اور وہ دونوں تیزی سے کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں نے دروازہ بند کر کے بولٹ چڑھایا اور دیوار پر نصب بورڈ پر لگا ہوا بجلی کا بٹن دبا دیا۔ کمرے میں اچانک ہی تیز روشنی پھیل گئی۔ بیڈ پر سونے والا شخص جسے ڈینیل ہی ہونا چاہیے تھا تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک حسینہ بھی محوِ خواب تھی۔ کمرے میں تیز روشنی ہوئی تو وہ دونوں ہی کسمسانے لگے پھر ڈینیل نے ہی پہلے آنکھیں کھولی تھیں۔ چند لمحے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا پھر وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔

"کون ہو تم؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور کیا چاہتے ہو؟"

"تمھاری زندگی کے دن پورے ہو چکے مسٹر ڈینیل۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ اور ڈینیل کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔

ہونٹ متفکر آمیز انداز میں بھینچ لیے گئے تھے۔ میں اس کی خوفزدگی کے سبب سے واقف تھا۔ اس کے خیال میں اس عمارت میں کسی اجنبی شخص کا داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔ کچھ تو پہلے سے ہی یہاں کے حفاظتی انتظامات اچھے تھے اور کچھ ڈیوڈ کی بدولت اور اس کی صلاحیتوں پر بے جا اعتماد کے باعث ہدایت رابیل اور اس کے گرگے اب زیادہ ہی بے فکر ہو گئے تھے۔ انھوں نے اس اعتماد کو چند کتوں، تین مسلح محافظوں اور ایک اوسو، ڈوڈ کے بل پر ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا یقین بہت پختہ تھا اور جب پختہ یقین پارہ پارہ ہوتا ہے تو آدمی پر ایسی ہی شدید کیفیات طاری ہوا کرتی ہیں جیسی اس وقت ڈینیل پر طاری تھی۔

میرے ہاتھ میں موجود ریوالور کی نال کا رخ ڈینیل کی طرف تھا اور ڈینیل کی خوفزدہ نظروں کا مرکز ریوالور کی نال پر موجود سائلنسر تھا جو اس بات کی واضح علامت تھا کہ اگر اُسے مار ڈالا گیا تو کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا۔ بڈ اور سلویا میرے عقب میں تھے اور ڈینیل نے ابھی تک ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بیڈ پر خوابیدہ لڑکی نے کسمسا کر کروٹ لی تھی اور آنکھ کھولے بغیر دوبارہ سو گئی تھی۔ شاید وہ بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔

"کک... کون ہو تم؟" ڈینیل کے ہونٹ ہلے اور اس نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"تم اسی عالم میں ہمارے ساتھ چلو گے یا چلنے سے قبل کپڑے تبدیل کرنا پسند کرو گے؟" میں نے دھیمی آواز میں کہا تاکہ لڑکی کی آنکھ نہ کھل جائے۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا۔" ڈینیل نے بے حد خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں جاؤ گے تو ہم تم کو یہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔" میں نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "زندگی عزیز ہے تو فوراً لباس تبدیل کر لو۔"

"ٹھہرو... ٹھہرو۔" وہ ہذیانی انداز میں بولا۔ "مجھے مار مت، میں چل رہا ہوں۔"

میں نے ریوالور والا ہاتھ جھکا لیا اور وہ بیڈ سے اتر کر باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھا۔ "ادھر کہاں جا رہے ہو؟" میں نے اسے للکارا۔

"کپڑے تبدیل کرنے۔" ڈینیل نے ایک جھٹکے کے ساتھ رکتے ہوئے کہا، یوں جیسے اسے بریک لگ گئے ہوں۔ "ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو میں تمہیں گولی کا نشانہ بنا دوں گا۔"

"ہم تمہیں اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ کپڑے تبدیل کرنے ہیں تو یہیں کر لو، ورنہ رہنے دو۔"

ڈینیل نے بے بسی سے سلویا کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اس کی نگاہ سلویا کی طرف اٹھی تھی۔

"تم... !" اس نے حیرت سے کہا۔ "تم یہاں کیسے؟ تم تو لاپتا ہو گئی تھیں۔"

"باتیں کرنے سے گریز کرو۔" میں نے ایک بار پھر اسے للکارا۔ "جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ یونہی ہمارے ساتھ چلو۔"

اس نے ایک بار پھر بے بسی سے سلویا کو دیکھا اور سلویا نے اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

میں دل ہی دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ بیڈ پر محوِ خواب حسینہ کہیں بیدار نہ ہو جائے۔ اگر وہ جاگ جاتی تو اسے زندہ چھوڑنا میرے منصوبے کو تباہ کر سکتا تھا لہٰذا بہتر یہی تھا کہ اس کے اٹھنے سے قبل ہی ہم یہاں سے نکل جائیں مگر یہ بات میرے اختیار میں نہیں تھی اور میں بلاوجہ قتل و غارت گری سے گریز کرنا چاہ رہا تھا۔

ڈینیل نے کپڑے تبدیل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس کے تیار ہوتے ہی میں نے بڈ کو باہر راہداری تک جانے کا اشارہ کیا۔ بڈ نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور میں نے سلویا کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد ریوالور کے زور پر ڈینیل کو بھی کمرے سے باہر لایا اور خود کمرے سے نکلنے سے قبل میں نے بیڈ پر سوئی ہوئی لڑکی پر نگاہ ڈالی۔ وہ بدستور بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور خود بھی راہداری میں آ گیا۔

"تم لوگ واپس جاؤ۔" میں نے بڈ اور سلویا سے کہا۔ "پھر تم سے جا کے بعد میں آ جاؤں گا۔"

"مگر تم کہاں جا رہے ہو چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"جاؤ... بلاوجہ بحث میں وقت ضائع مت کرو اور جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

بڈ محض ایک لمحے کے لیے جھجکا تھا پھر اس نے سلویا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "آ جاؤ۔ اس وقت چیف کا موڈ بہت خراب ہے۔"

میں ان دونوں کو جاتے دیکھتا رہا پھر جب وہ باہر نکل گئے تو میں نے ڈینیل کی طرف دیکھا جو خوفزدگی کے عالم میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"تہذیب ما کُم (؟) کہاں ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں اس سے سوال کیا۔

"تم... تم علی یار خان ہو؟" وہ ہکلا کر بولا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے ریوالور کی نال اس کے حلق پر رکھتے ہوئے سفاکی سے کہا۔ "ورنہ میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

"وہ... وہ تہہ خانے میں ہے۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"تہہ خانہ کدھر ہے؟ مجھے وہاں لے کر چلو۔" میں نے اس کے حلق پر ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھا دیا۔

"تت... تم کیا کر رہے ہو؟ ریوالور ہٹاؤ... میں تمہیں لے کر چلتا ہوں لیکن تہہ خانہ تو مقفل ہو گا۔"

"یہ مت کہنا کہ اس کی چابی تمہارے پاس نہیں ہے ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

ڈینیل کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔ "ہے مگر اندر کمرے میں ہے۔" اس نے مضمحل انداز میں کہا۔

"چلو۔" میں نے آہستہ سے ریوالور سے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا۔ "لیکن اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کہ تم مجھ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکو گے۔"

اس نے خوفزدہ انداز میں سر ہلایا اور دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ بھی ذہن میں رہے کہ کمرے میں کم سے کم آواز پیدا کرنا۔ اگر سوئی ہوئی لڑکی اٹھ گئی تو مفت میں جان سے جائے گی۔"

ڈینیل نے ایک بار پھر سر کو اثباتی جنبش دی اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں ہی دیوار گیر الماری کا پٹ کھولا اور اندر سے چابیوں کا ایک گچھا نکال لیا۔ میں ریوالور بدست اس کے سر پر سوار تھا اور اس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر خوف زدہ ہو چکا ہو گا کہ کسی قسم کی غلط حرکت کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا ہو گا مگر محتاط رہنا ضروری تھا۔

چابیوں کا گچھا نکال کر ڈینیل نے الماری کا پٹ احتیاط سے بند کیا اور ہم کمرے سے باہر نکل آئے۔ راہداری تک آ کر ڈینیل کا رخ عمارت کے اندرونی حصے کی طرف ہو گیا۔ میں اسے ریوالور سے کور کیے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ نچلی منزل پر دائیں آخری کمرے کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔

"تہہ خانے میں جانے کا راستہ اس کمرے میں ہے۔" اس نے مجھے بتایا اور میں نے آگے بڑھ کر دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر دروازہ مقفل تھا۔

"اندر کوئی موجود ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔" ڈینیل نے جواب دیا۔ وہ پوری طرح مجھ سے تعاون پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔ "تہہ خانے کی حفاظت کے خیال سے اس کمرے میں ہمیشہ ایک آدمی موجود رہتا ہے۔"

"تمہارے پاس اس کمرے کی چابی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ہے۔" ڈینیل نے کہا۔ "تم سامنے سے ہٹو، میں دروازہ کھلواتا ہوں۔"

"اور اندر جو محافظ موجود ہے اس کا کیا بنے گا؟" میں نے کہا۔ "کیا وہ مسلح ہوتا ہے؟"

"رات کے ڈھائی بج رہے ہیں، وہ بے خبر سو رہا ہو گا۔ ہم بہت خاموشی سے کام کر لیں گے۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ڈینیل کو اندر موجود محافظ کی صورت میں امید کی ایک کرن دکھائی دے رہی تھی اس لیے وہ مجھ سے اس قدر تعاون کر رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب وہ خوفزدہ بھی نہیں رہا مگر اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں رہی تھی۔ تہذیب کی بازیابی کے امکان کے بعد میں وہاں کشت و خون بھی کر سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی مرحلے پر کوئی ایسی صورت حال پیش آ جاتی جس کی وجہ سے میرا بعد کا منصوبہ تباہ ہو جاتا مگر مجھے یہ بھی گوارا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ بعد کے مراحل کے لیے میں کوئی متبادل منصوبہ بھی بنا سکتا تھا مگر تہذیب کے اس قدر نزدیک پہنچ کر اسے لیے بغیر واپس چلے جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

ڈینیل نے اپنے پاس موجود چابی کے ذریعے دروازے کا سیفٹی قفل کھول لیا اور سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"دروازہ ہم آہستگی کے ساتھ کھلوا دو۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا اور اس کے عقب میں ہو گیا تاکہ اگر کمرے میں موجود محافظ کی جانب سے کوئی کارروائی ہو تو

پہلے ڈینیل اس کی زد میں آ گئے۔

میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ڈینیل نے دروازہ کھول دیا۔ خود اس نے اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس نے کوشش کی تو وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔

کمرے کے اندر سے خراٹوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں بیڈ پر چت لیٹا ہوا شخص بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ڈینیل کی کمر سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ "اندر داخل ہو جاؤ۔"

ڈینیل آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ میں اس سے چند قدم پیچھے تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہو کر وہ رک گیا۔

میں نے چند لمحے انتظار کیا اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اندر کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں بھی کمرے میں داخل ہوا اور میں نے احتیاطاً دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔ ڈینیل کی طرف سے میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

ایک محافظ کے سوا کمرے میں اور کوئی نہیں تھا اور وہ بھی سو رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے سونے سے قبل اس نے دروازہ مقفل کر لیا تھا جس سے اس کی محتاط طبیعت کا اندازہ ہوتا تھا ورنہ عمارت کے گرد مضبوط حفاظتی حصار کے بعد کسی مزید حفاظتی تدبیر کی ضرورت کہاں باقی بچتی تھی۔

"تہ خانے کا راستہ کون سا ہے؟" میں نے سرگوشی میں ڈینیل سے پوچھا۔

"اس الماری کے اندر ہے۔" ڈینیل نے دیوار گیر الماری کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دروازہ بھی مقفل ہوگا؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں ساری چابیاں ساتھ لے آیا ہوں۔" ڈینیل نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے اور میں تم سے بہت خوش ہوں۔ شاید میں تمہاری جان بخشی کر دوں۔ چلو اب جلدی سے وہ دروازہ بھی کھول ڈالو۔"

ڈینیل الماری کی طرف بڑھا اور میں لپک کر محافظ کے نزدیک پہنچا۔ ڈینیل کی پشت میری طرف تھی اس لیے وہ دیکھ نہیں سکا کہ میں نے سوئے ہوئے شخص کی پیشانی پر ریوالور کی نال رکھ کر فائر کر دیا ہے لیکن اس نے وہ ہلکی سی آواز ضرور سن لی تھی جو سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کی نال سے برآمد ہوئی تھی اور پھر محافظ کے حلق سے برآمد ہونے والے خراٹے بھی رفتہ رفتہ ایک طویل خرخراہٹ میں تبدیل ہو گئے۔

ڈینیل یہ آوازیں سن کر بڑی تیزی سے پلٹا اور پھر مدھم روشنی کے باوجود اسے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ میں نے محافظ کی چھٹی کر دی ہے۔

"تم نے... تم نے اسے مار ڈالا؟" ڈینیل نے تقریباً ہذیانی انداز میں کہا۔

"اگر تم نے اب بھی منہ بند نہ رکھا تو تمہیں بھی مار ڈالوں گا۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور ایک تہذیب کے لیے اس پوری عمارت کو بم سے بھی اڑا سکتا ہوں۔"

"م... میں تو تم سے تعاون کر رہا ہوں۔" ڈینیل نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسی لیے زندہ نظر آ رہے ہو اور جب تک تعاون کرتے رہو گے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"ہم سب بے قصور ہیں۔ [illegible] نے تہذیب کو اغوا کرایا تھا۔"

"باتیں ختم کرو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "جلدی تہ خانے کا دروازہ کھولو۔"

ڈینیل لرزتے ہاتھوں سے الماری کا دروازہ کھولنے لگا اور میں نے کمرے کی لائٹ جلا دی۔ بیڈ پر محافظ کی لاش پڑی تھی جس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی اور پیشانی پر ایک گول سوراخ سے خون بہہ بہہ کر اس کے چہرے اور گردن پر سے ہوتا ہوا تکیے کو تر کر رہا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا جیسے آخری وقت میں اس نے کوئی فریاد کرنے کی کوشش کی تھی مگر موت نے اسے منہ بند کرنے کی مہلت نہیں دی۔

میں نے بیڈ پر موجود چادر سے اس کے مردہ جسم کو ڈھک دیا اور ڈینیل کی طرف بڑھا جس نے الماری کا پٹ کھول لیا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر بیڈ کی طرف دیکھنے سے احتراز کیا تھا اور الماری کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔

"بتاؤ اب مجھے کیا کرنا ہے؟" اس نے میری طرف رخ کیے بغیر پوچھا۔

میں نے الماری کی طرف دیکھا اور دنگ رہ گیا۔ الماری اندر سے خالی تھی اور اس کے عقبی تختے صاف نظر آ رہے تھے۔

"کیا تم اپنی زندگی سے عاجز آ چکے ہو ڈینیل؟" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تہ خانے کا دروازہ کہاں ہے؟"

ڈینیل مجھے کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور اس نے ایک چابی منتخب کر کے اس چھوٹے سے سوراخ میں داخل کر دی جو مجھے نظر نہیں آ سکا تھا۔ چابی گھما کر اس نے الماری کے عقبی تختے کو ایک طرف دھکیلا اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ الماری کا تختہ اپنی جگہ سے یوں کھسک گیا جیسے سلائیڈنگ والا دروازہ کھسک جاتا ہے۔ جس جگہ الماری کا تختہ تھا وہاں اب تین فٹ چوڑا خلا نظر آ رہا تھا۔

میں لپک کر ڈینیل کے نزدیک پہنچا اور ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا کر بولا۔ "تم مجھے تہذیب تک پہنچاؤ گے سمجھے؟"

"سمجھ گیا۔" ڈینیل نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن اس کے لیے تمہیں میرے ساتھ تہ خانے میں چلنا پڑے گا۔"

"ضرور چلوں گا۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "مگر یاد رکھو کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے۔" ڈینیل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہاری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔"

میں چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے اس سے کہا۔ "اب ہم تہ خانے میں داخل ہوں گے۔ تم آگے آگے رہو گے اور میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ اگر تم نے کوئی گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی یا تہ خانے میں کچھ لوگ ہوئے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تہ خانے کے اندر ہم صرف اشاروں کی زبان میں بات کریں گے۔ وہ بھی اگر ضرورت پڑی تو...."

ڈینیل کچھ کہے بغیر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف اندھیرا تھا مگر اس نے کوئی بٹن دبایا اور تہ خانے کی طرف آنے والی سیڑھیاں منور ہو گئیں۔ میں نے حیرت سے دیکھا کہ سیڑھیوں پر قالین بچھا ہوا ہے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر پھر ایک دروازہ تھا۔ یہ دروازہ بھی مقفل تھا۔ ڈینیل نے اسے بھی کھولا اور میں اس کے عقب میں تہ خانے کے اندر داخل ہو گیا۔ ڈینیل نے دیوار پر ٹٹول کر ایک سوئچ دبایا اور تہ خانے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ تہ خانے کی آرائش و زیبائش قابل دید تھی مگر اس کی طرف توجہ دینے کے لیے وقت نہیں تھا اس لیے کہ ڈینیل اب اس دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا جو دوسرے سرے پر نظر آ رہا تھا۔ اس دروازے کے مقفل ہونے پر مجھے خاصی حیرت ہوئی لیکن جب ڈینیل نے دروازہ کھولا تو میری حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

دروازہ ایک نیم تاریک راہداری میں کھلتا تھا۔ راہداری کی چھت سے جھولتا ہوا ایک نہایت کم طاقت کا بلب وہاں کی فضا میں اپنی زرد روشنی بکھیر کر تاریکی کے احساس کو فزوں تر کر رہا تھا۔ راہداری کی دیوار پر پلاستر بھی نہیں تھا اور فرش اکھڑا ہوا تھا۔ اس راہداری میں دونوں جانب آمنے سامنے چند کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں جن کے سلاخ دار دروازے بھی زنگ اور روغن سے محروم تھے۔

ڈینیل انہی میں سے ایک کوٹھری کے سامنے جا کر رکا اور اس نے کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔ میں آگے بڑھ کر کوٹھری کے سامنے پہنچا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ تنگ و تاریک کوٹھری کے نیم پختہ فرش پر پڑی ہوئی تہذیب کو پہچاننا ایک مشکل تھا۔ اس پر خاصا تشدد کیا گیا تھا۔

کوٹھری کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر تہذیب نے سر گھمایا تھا اور [illegible] کو دیکھ کر اس نے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی مگر شاید یہ بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔ میں اس کے ہاتھوں کی لرزش صاف محسوس کر رہا تھا۔ خون میری کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا اور میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس عمارت کو جہنم زار میں تبدیل کر دوں۔ اولیور اور [illegible] کے پرخچے اڑا دوں مگر مجھے اتنا ہوش تھا کہ اس وقت کوئی جذباتی قدم اٹھانا خود میرے اور تہذیب کے لیے ہی مضر ثابت ہوگا۔

اس جذباتی کیفیت کے باوجود میں ڈینیل کی طرف سے بے خبر نہیں تھا جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ میں نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ اس کے چہرے کی رنگت اڑی ہوئی تھی..... اور وہ خوف سے بے حال ہو رہا تھا۔ میں اس کے خوف کا سبب سمجھ سکتا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ تہذیب کو اس حال میں دیکھ کر کہیں میں ڈینیل کے خلاف ہی کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھوں۔

میں نے خود کو حتی الامکان پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈینیل کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور وہ لرزتا کانپتا میرے قریب آ گیا۔ اسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہوئے میں کوٹھری کے اندر داخل ہوا اور تہذیب کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ڈینیل کوٹھری کے دروازے پر کھڑا تھا اور میرے ریوالور کا رخ اس کی طرف تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ [illegible] آخری وقت ہے ڈینیل

میری لمحاتی غفلت سے بھی فائدہ اٹھا کر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش بھی کر سکتا تھا اس لیے میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہو گیا تھا۔

تہذیب کی حالت بے حد خراب تھی۔ اس کی ذہنی حالت بھی متاثر معلوم ہوتی تھی مگر اس کی قوت تجزیہ اس حد تک ضرور بیدار تھی کہ اس نے مجھے اپنا کوئی دشمن نہیں سمجھا اس لیے کہ اس کے دشمنوں میں ایک میرے ریوالور کی زد پر تھا۔ میں نے اسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ معلوم نہیں کیوں مجھے شبہ تھا کہ اس تہ خانے میں خفیہ مائیکروفون ضرور نصب ہوں گے جن کے ذریعے یہاں کی آوازیں کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہوں گی۔

میرے اشارے پر تہذیب نے اثبات میں سر ہلانے کی کوشش کی اور میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ اس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا ورنہ وہ میرا اشارہ کیسے سمجھتی۔ میں نے تہذیب کو اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے میرا سہارا قبول کر لیا۔ میں بہ مشکل اسے سنبھالنے میں کامیاب ہوا۔ یہ مشکل اس لیے کہ مجھے اپنی زیادہ تر توجہ ڈینیل کی طرف مرکوز رکھنا پڑ رہی تھی۔ ڈینیل بھوکے ناگ کی طرح خوف زدہ سہی مگر میں یہ امکان نظر انداز کرنے کو تیار نہیں تھا کہ وہ موقع پاتے ہی فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔

میں نے تہذیب کو کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور اس نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اسے کھڑے ہونے کے لیے اچھی خاصی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ اس کے جسم پر نقاہت طاری تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے جسم پر زخم بھی ہیں لیکن میں اپنا ذہن بٹانے سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ کسی قسم کی جذباتیت کا شکار ہونے سے بچا رہوں۔

کھڑے ہونے کے بعد تہذیب کو سہارا دے کر کوٹھری سے باہر نکال لانے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ ڈینیل کوٹھری کے دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا تھا اور اب مجھے اس کی طرف سے اتنا زیادہ خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔

تہذیب کو کوٹھری سے نکالنے کے بعد میں اچانک ہی بڑی پھرتی سے جھکا اور ایک جھٹکے میں میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ ڈینیل نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اس لیے کہ ریوالور بدستور میرے بائیں ہاتھ میں دبا ہوا تھا اور اس کا رخ اب بھی ڈینیل کی طرف تھا۔ تہذیب نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی، شاید وہ مجھے پہچان چکی تھی۔

میں نے اپنے ریوالور والے ہاتھ سے ڈینیل کو چلنے کا اشارہ کیا جو حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ وہ کوٹھری کا دروازہ بند کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر میں نے اسے اشارے سے منع کیا اور اس نے نہایت فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے کہنے پر عمل کیا۔ شاید اسے اپنی جان بخشی کی امید پیدا ہو چلی تھی۔

تہ خانے سے باہر نکل کر اس نے تہ خانے کا داخلی دروازہ بند کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے روک دیا۔

"سیدھے عمارت سے باہر نکل چلو" میں نے اس سے کہا "کہیں رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تہذیب بدستور میرے دونوں ہاتھوں پر موجود تھی۔ میری آواز سن کر بولی "تم نے آنے میں بہت دیر کی علی" اس کی آواز بہت نحیف تھی۔

"تھوڑی دیر اور صبر کرو جانِ علی" میں نے کہا "ذرا اس عمارت سے نکل جائیں پھر شکوے شکایت کر لینا۔"

عمارت کے دروازے سے باہر آ کر ڈینیل رک گیا اور سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔

"تمہاری کار کہاں ہے؟" میں نے اس سے کہا اور وہ بغیر کچھ کہے عمارت کے پہلو کی طرف چل پڑا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

عمارت کے پہلو میں کئی کاریں کھڑی نظر آئیں۔ ڈینیل ان میں سے ایک کار کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ "یہ کار کی چابی" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا "کار تم لے جاؤ۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس چابی سے دروازہ کھولو اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

"میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کیا کروں گا؟" اس نے بوکھلا کر کہا اور میں نے اپنے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دی۔

"اس عالم میں بھی درست ترین نشانہ لے سکتا ہوں" میں نے خوفناک لہجے میں کہا "یقین نہ ہو تو اب مجھ سے بحث کر کے دیکھ لو میں تمہارے پیٹ میں گولی اتار دوں گا تاکہ تم خوب تڑپ تڑپ کر مرو۔"

ڈینیل کی رنگت ایک بار پھر اڑ گئی مگر اس نے مزید بحث کرنے کے بجائے میرے کہنے کے مطابق ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ نہ صرف یہ بلکہ عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عقبی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے تہذیب کو عقبی نشست پر لٹایا اور پھر خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"کار اسٹارٹ کر کے چلو ڈینیل" میں نے دروازہ

بند کرتے ہوئے کہا "جس قدر تم مجھ سے تعاون کرو گے اتنا ہی تمہارے زندہ رہنے کے امکانات بڑھتے چلے جائیں گے۔"

"ہمیں کہاں جانا ہو گا؟" ڈینیل نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا میں تمہیں نیویارک شہر جانے والے راستے کا نقشہ بنا کر دوں گریٹ ڈینیل؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہیں کہاں جانا ہے" ڈینیل نے بڑبڑا کر کار چلا دی۔

تہذیب کا سر میرے زانو پر رکھا ہوا تھا اور میں جھکے ہوئے اس کا سر سہلا رہا تھا۔ تہذیب پر شاید غنودگی طاری ہو گئی تھی ورنہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ بولتی۔ اس وقت مجھے اپنی رگوں میں خون کے بجائے دہکتا ہوا لاوا دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ تہذیب کو تشدد کا نشانہ بنا کر انہوں نے اچھا نہیں کیا تھا۔ وہ اس خوش فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ مجھے تہذیب کے اغوا کا علم نہیں ہو سکے گا۔ اپنی اسی خام خیالی کی بنا پر وہ کھل کھیلا تھا۔ میں تو خیر اس کا حریف تھا ہی... اگر وہ میرے خلاف کچھ کرتا یا مجھ پر تشدد کرتا تو درست تھا لیکن اس نے جو بزدلانہ حرکت کی تھی اسے اس کا خمیازہ بھگتنا تھا اور بہت جلد بھگتنا تھا۔ میں نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ اس کی زد سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ عمارت میں میری سرگرمیاں کسی کی نظر میں نہیں آ سکی تھیں اگر مجھے وہاں دیکھ لیا جاتا تو میرا کام دشوار تر ہو جاتا۔

صبح کے تین بجے نیویارک کی سڑکوں پر ڈینیل کی کار تیز رفتاری سے رواں دواں تھی۔ میں اسے راستہ بتاتا جا رہا تھا اور وہ بے چون و چرا میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ اسے یہ علم جو تھا کہ میرے ہاتھ میں ریوالور دبا ہوا ہے جس کا رخ اسی کی طرف ہے اور تھوڑی ہی دیر قبل وہ اس ریوالور کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی چکا تھا۔

پیٹر کے بنگلے پر پہنچ کر میں نے اس سے کار روک دینے کو کہا۔ پیٹر شاید بنگلے کے احاطے میں ہی تھا اور میری واپسی کا منتظر تھا اس لیے کہ کار رکتے ہی اس نے پھاٹک سے سر نکال کر جھانکا تھا۔ میں نے عقبی کھڑکی سے سر باہر نکالا اور پیٹر نے مجھے دیکھ کر جلدی سے پھاٹک کھلوا دیا۔

"تم اسے سنبھالو" بنگلے کے اندر کار رکنے کے بعد میں نے ریوالور پیٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پیٹر نے ریوالور میرے ہاتھ سے لے کر ڈینیل کو کور کر لیا۔

"چلو نیچے اترو" پیٹر غرایا "تم لوگوں نے بہت تنگ کیا ہے اب میں تمہیں مزہ چکھاؤں گا۔"

"مزہ چکھانے کی ضرورت نہیں ہے پیٹر" میں نے تہذیب کو سنبھالتے ہوئے کار سے اترتے ہوئے کہا "اسے میں ایک خاص مقصد کے تحت لایا ہوں لہٰذا ابھی اسے صرف قید رکھنا ہے۔"

"تم... میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟" ڈینیل نے ہکلا کر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میں اسے جواب دینے کی زحمت کیے بغیر تہذیب کو ہاتھوں پر اٹھائے بنگلے کی اندرونی سمت بڑھ گیا۔ اندر پیٹر اور سلویا موجود تھے اور بے چینی سے میرے منتظر تھے۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے سوالات کرنے شروع کر دیے مگر میں انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سیدھا بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں میرے پیچھے پیچھے آ گئے تھے۔

تہذیب کو بیڈ پر لٹا کر میں پیٹر کی طرف پلٹا "جلدی سے کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرو" میں نے اس سے کہا "تہذیب کی حالت خاصی تشویشناک ہے۔"

موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پیٹر نے کوئی سوال نہیں کیا اور فوراً ہی بیڈروم سے چلا گیا۔ تہذیب نے آنکھیں کھول دی تھیں اور ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔

"ان لوگوں نے مجھ پر بہت تشدد کیا ہے علی" تہذیب نے اٹک اٹک کر کہا "اب مزید تشدد برداشت کرنے کی تاب نہیں رہ گئی تھی اگر تم نہ آ جاتے تو بس اب میں ایک دو دن کی مہمان رہ گئی تھی۔"

میں تہذیب کے پاس بیٹھ گیا "تم آرام کرو تہذیب!" میں نے آہستگی سے اسے تھپکا "میں نے ڈاکٹر کو بلوایا ہے اب تم قید میں نہیں ہو کچھ مت سوچو اور سونے کی کوشش کرو۔"

"اولیور وڈ نے بہت برا کیا ہے علی!" تہذیب کراہی "ہم نے اسے ہمیشہ ڈھیل دی اور اس نے یہ صلہ دیا۔"

"ماضی میں جو کچھ بھی ہوا اسے بھول جاؤ اب نیا سورج طلوع ہو گا۔ اس نئے دن کا آغاز ہو گا جس کی صبح آنے والا دن اولیور وڈ کے لیے احتساب کا دن ہو گا مگر میں تم سے آرام کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"اس سے زیادہ آرام اور کیا ہو سکتا ہے" تہذیب نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی "میں اب علی کے بیڈ پر دراز ہوں قید میں نہیں ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرے

ساتھ ہو۔"

سلویا اٹھ کر میرے نزدیک آئی اور عقب سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "میں بھی تو ڈاکٹر ہوں اگر تم تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جاؤ تو میں ان کا معائنہ کرلوں۔"

"معاف کرنا سلویا!" میں نے شرمندگی سے کہا "میرا ذہن پوری طرح کام نہیں کر رہا۔ ورنہ میں کسی اور ڈاکٹر کو کیوں بلواتا۔"

"میں سمجھتی ہوں۔" سلویا نے اثبات میں سر ہلایا "کل بھی تم رات بھر جاگتے رہے تھے۔ ڈیڑھ دو گھنٹے سونے سے بھی کہیں نیند پوری ہوتی ہے اور اب یہ پریشانی۔" وہ تہذیب کے پاس بیٹھ گئی اور میں اٹھ کر کمرے سے نکل آیا۔ میں اس وقت اپنی زندگی کی شدید ترین کشمکش میں گرفتار تھا۔ تہذیب کی حالت دیکھ کر میرا جی چاہتا تھا کہ اولیور اور ڈگو کو اس کے مسکن سمیت تباہ و برباد کردوں مگر میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔

میں مضطربانہ انداز میں راہداری میں ٹہلنے لگا۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اولیور اور ڈگو کی جرأتیں اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تہذیب کو تشدد کا نشانہ بنا کر اس نے اپنے حق میں کتنا برا کیا ہے جو کچھ اس نے بویا وہ اب کاٹنا تھا مگر فصل کی تیاری میں ابھی وقت تھا اور کوئی بھی فصل وقت سے پہلے کاٹنا ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

چند ہی منٹ بعد مجھے پیٹر نظر آیا جو ہیڈ روم کی طرف آرہا تھا۔ مجھے یوں ٹہلتے دیکھ کر اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "خیریت تو ہے چیف؟" اس نے سنجیدگی سے کہا "میڈم کیسی ہیں؟"

"تم دیکھ ہی چکے ہو۔ اس پر سخت تشدد کیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے دیکھا تھا چیف! میڈم کی حالت خاصی خراب ہے مگر مجھے تمھارے سکون پر حیرت ہو رہی ہے۔"

"سکون!" میں تلخی سے ہنسا "تہذیب کو اس حال تک پہنچانے کے ذمہ داروں کے ساتھ میں جو کچھ بھی کروں کم ہے۔"

"مگر کب؟" پیٹر نے بے صبری سے کہا "وہ لوگ تو فوری سزا کے مستحق تھے تم انھیں سزا دیے بغیر واپس چلے آئے چیف؟"

"ابھی ان کی زندگی کی کچھ سانسیں باقی رہ گئی تھیں۔ جب تک وہ پوری نہیں ہو جاتیں کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"مجھے حکم دو چیف! جو ہاتھ میڈم پر اٹھا ہے وہ دوبارہ کسی پر نہیں اٹھ سکے گا۔"

"سلویا تہذیب کا معائنہ کر رہی ہے۔" میں نے بات بدلتے ہوئے کہا "اس لیے میں باہر ٹہل رہا ہوں۔ پیٹر میں نے کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرنے کو کہا تھا معلوم نہیں وہ کہاں رہ گیا؟"

میرا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی راہداری کے موڑ پر پیٹر نمودار ہوا۔ اس کے ہمراہ ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تھی۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر لیڈی ڈاکٹر سے اندر جانے کو کہا اور پیٹر میرے ساتھ ہی رک گیا۔

"ڈینیل کو کہاں قید کیا؟" میں نے پیٹر سے پوچھا۔

"البرٹ کے ساتھ ہی!" پیٹر نے بتایا "ڈینیل کے ساتھ ہی میں نے اس کے ہاتھ پیر بھی باندھ دیے ہیں۔"

"ہوں!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا اور ہیڈ روم کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم نے انھیں واپس بھیج دیا تھا چیف!" پیٹر نے کہا "میڈم کو نکالتے ہوئے تمھیں کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی؟"

"نہیں۔" میں نے چونک کر کہا "ڈینیل، اولیور کے زور پر مجھ سے تعاون کرنے کے لیے مجبور تھا۔"

"اس قسم کی مہمات تمھیں تنہا نہیں سرانجام دینی چاہئیں تم کسی مشکل میں بھی پھنس سکتے تھے۔"

"مجھے تم پر حیرت ہوتی ہے۔" پیٹر بولا "گویا تو یہ عالم تھا کہ ایک باقاعدہ منصوبہ بنا کر بھی تم نے ادھر کا رخ نہیں کیا یا اب یہ حالت ہے کہ اکیلے ہی عمارت میں گھس گئے۔"

"یہ سب وقت اور حالات کے تقاضے ہیں کوئی بھی قدم اٹھاتے وقت میں صرف یہ بات مدنظر رکھتا ہوں کہ خطرہ کم سے کم لاحق ہو۔"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں ہو سکا۔" پیٹر نے کہا۔ اس کے لہجے سے اضطراب ظاہر ہو رہا تھا "کیا وہاں اولیور اور ڈگو بھی موجود تھا؟ کیا تم نے اسے ٹھکانے لگا دیا؟"

"نہیں پیٹر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میرا اولین مشن تو تہذیب کو اس کے قبضے سے نکالنا تھا۔"

"میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تمھاری دوست کی حالت بہت خراب ہے اور اس کا ذمہ دار بھی وہی مردود ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"میں تمھارا مطلب سمجھ رہا ہوں پیٹر! تہذیب پر تشدد کرنے کا تنہا ذمہ دار اولیور اور ڈگو ہی ہے لیکن بروقت ایسا نہیں تھا کہ میں اس کے خلاف کچھ کرتا۔"

"مجھے اتنا سنہری موقع ملتا تو کبھی اسے معاف نہ کرتا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے تمھاری رگوں میں دوڑتا ہوا لہو بہت سرد ہے۔"

"میری رگوں میں ایک ایسے آتش فشاں کا لاوا دوڑ رہا ہے جو کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو! اگر ایسا ہوتا تو تم کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتے تھے تمھیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم کسی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہو۔"

"ابھی مجھ میں اتنی سکت ہے کہ میں اولیور اور ڈگو کی زیادتیاں برداشت کرسکوں ابھی میرے ضبط کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا۔ جس روز ایسا ہوا وہ اولیور اور ڈگو کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

پیٹر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اولیور اور ڈگو کو فوراً سے پیشتر ہی اس کے انجام تک پہنچا دینا چاہتا تھا مگر یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس کے خیال میں میں یہ کام سرانجام دے سکتا تھا۔ اسی لیے وہ وقتاً فوقتاً مجھے اکسانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اپنی شدید خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس طرح وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ایک متعین وقت تک انتظار کرنے کے لیے مجبور تھا۔

کچھ دیر بعد سلویا کمرے سے باہر آئی۔ اس کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر بھی تھی "میں نے انھیں سب کچھ سمجھا دیا ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے سلویا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیٹر سے کہا اور خاموشی سے چلی گئی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے سلویا کو دیکھا۔

"ان کے پورے جسم پر زخم ہی زخم ہیں۔" سلویا نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان پر اتنا شدید تشدد کیا گیا ہوگا۔ یقیناً وہ ایک غیر معمولی خاتون ہیں۔ کسی عام لڑکی کے لیے اتنا تشدد برداشت کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔"

"اب اس کی حالت کیسی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر نے مرہم اور دوائیں لگانے کو دی ہیں کھانے کی دوائیں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ مسکن دوا کا انجکشن بھی دیا ہے۔"

مسکن دوا کا نام سنتے ہی میں بیڈ روم کی طرف چلا۔ تہذیب کے چہرے سے قدرے طمانیت ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی بھی تھی۔

"ایک بار پھر میں تمھارے لیے زحمت کا باعث بن رہی ہوں۔" اس نے کہا "اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ تم سے علیحدہ رہ کر کام کروں گی۔"

"جو زحمت کا باعث بنا ہے وہ کیفر کردار کو ضرور پہنچے گا۔" میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "اگر تم علیحدہ رہ کر کام کرنا چاہتی ہو تو میں تمھیں روکوں گا نہیں۔" اس وقت اس سے اختلاف کرنا مناسب نہیں تھا۔

"تمھیں معلوم ہے اولیور اور ڈگو نے مجھ پر اتنا تشدد کس مقصد کے تحت کیا ہے؟"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اس کا خیال ہے کہ ہمارے پاس ڈی نوسٹر والے فارمولوں کی نقلیں موجود ہیں۔"

تہذیب کا منہ حیرت سے کھل گیا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کیا اس نے تم سے بھی اس قسم کی کوئی بات کی تھی؟"

"نہیں بلکہ اس نے تو مجھے یہ تاثر دیا تھا جیسے اسے یقین ہو کہ فارمولوں سے متعلق اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

"بہت چالاک ہے۔" تہذیب بولی "اسے اندازہ ہوگا کہ تمھاری زبان کسی طرح بھی نہیں کھلوا سکے گا۔"

"لیکن وہ تمھارے معاملے میں دھوکا کھا گیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ تمھارے اعصاب اس قدر مضبوط ہوں گے۔"

"انھوں نے میرے جسم کی کھال تقریباً ادھیڑ کر رکھ دی ہے علی!" تہذیب نے کہا "اگر فارمولوں کی نقلیں ہمارے پاس ہوتیں تو اس تشدد سے بچنے کے لیے میں انھیں ضرور آگاہ کر دیتی۔"

"تم نے جس قدر تشدد برداشت کیا ہے اس کا مداوا تو نہیں ہو سکتا لیکن اس سے اتنا فائدہ تو بہرحال ہوا ہے کہ اولیور اور ڈگو مزید احساس کمتری کا شکار ہو گیا ہوگا۔"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"اس نے اس یقین کے ساتھ ہی تم پر تشدد کیا تھا کہ تمھاری زبان کھلوا لے گا۔ ظاہر ہے یہ ناکامی اسے احساس کمتری میں مبتلا کرے . . . مجھے کافی ہے اس سے قبل بھی بہت سے مواقع پر وہ . . . خلاف ناکام ہوا ہے اور میرے مقابلے اگر کسی طرح خود کو کم تر ضرور محسوس کرنے لگتا ہے

وہ خود کو زبان کھلوانے کا ماہر تصور کرتا ہے۔"
"مجھ پر جو تشدد ہوا اُسے تھرڈ ڈگری سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" تہذیب بولی "ابھی اس نے تشدد کے دوسرے طریقے تو آزمائے ہی نہیں تھے اور پھر مجھے کچھ معلوم بھی تو نہیں تھا۔"
"اس کا مطلب ہے کہ وہ بہرحال خوف زدہ تھا ورنہ اُسے کسی بھی قسم کے تشدد سے روکنے والا کون تھا۔"
"میں نے بھی یہی محسوس کیا ہے۔ اُسے یہ خوف بہرحال لاحق تھا کہ مجھ پر جتنا تشدد کرے گا اس کا حساب اُسے بہرحال دینا پڑے گا۔"
"اس کے علاوہ اس نے لی کو میرے پیچھے لگایا جو میرے ہاتھوں انجام کو پہنچ گئی پھر اس نے سلویا کو مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے لیے منتخب کیا۔ یہ اس کی بدقسمتی اور میری خوش قسمتی کہ سلویا ہارورڈ رابیل سے پہلے سے ہی بد ظن تھی۔ اُسے مجھ تک پہنچنے کا موقع ملا تو اس نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور اب وہ میرے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔"
"کیا اس عمارت میں تم اس کی مدد سے داخل ہوئے تھے؟" تہذیب نے پوچھا۔
"تربیت یافتہ کتوں کی موجودگی میں سلویا کی مدد کے بغیر عمارت میں خاموشی سے داخل ہونا ناممکن تھا۔"
تہذیب کی آنکھوں سے نیند کا خمار جھلکنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے تکلیف سے نجات دلانے کے لیے جو خواب آور دوا دی تھیں انھوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔
"اب تم آرام کرو تہذیب۔" میں نے اس کے پاس سے اُٹھنے کی کوشش کی مگر اس نے میرے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔
"نہیں علی!" وہ تڑپ کر بولی "آرام سے زیادہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"
اس کا دل بڑھانے کے لیے میں ہنس پڑا مگر میرے اندر ایک ایسی آگ جل رہی تھی جس کی موجودگی میں ہنسنا تو دُور کی بات ہے میرے لیے مسکرانا تک ممکن نہیں تھا۔
"میں تمہارے پاس ہی تو ہوں جانِ علی، سو کر اُٹھو گی تو اپنے پاس ہی پاؤ گی۔"
"مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں، ابھی تو مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم پر کیا گزری تھی۔"
"یہ باتیں تم بعد میں بھی معلوم کر سکتی ہو۔" میں کوشش کے باوجود اس سے اپنی اضطرابی کیفیت نہیں چھپا سکا۔
"میں تمہارے منہ سے سُننا چاہتی ہوں۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ خواب آور دواؤں کے خلاف شدید مزاحمت کر رہی تھی۔
"اس وقت تمہاری حالت بھی ٹھیک نہیں ہے، تہذیب! یہ باتیں کسی اچھے وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔"
"کیوں؟ تمہیں کیا ہوا؟"
"کل رات میں صرف دو گھنٹے کی نیند لے سکا تھا اور اس وقت اتنے کام نمٹانے ہیں...."
"کام تو ہوتے رہیں گے۔" تہذیب نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "آرام کرنے کے بعد تم سکون اور یکسوئی سے کام کر سکو گے۔"
"وقت بہت کم ہے تہذیب اور کام بہت زیادہ... مجھے خدشہ ہے کہ وقت شاید ہی مجھے اپنے کام پورے کرنے کی مہلت دے۔"
"اگر یہ بات ہے تو میں زیادہ اصرار نہیں کروں گی۔" تہذیب نے کہا۔ اب اس کے لیے آنکھیں کھلی رکھنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔
چند منٹ کے اندر اندر وہ دُنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گئی۔ میں نے اسے چادر اوڑھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔
ہڈ، سلویا اور پیٹر مجھے کمرۂ نشست میں ملے۔ ان کے درمیان کسی مسئلے پر بڑی زور دار بحث ہو رہی تھی مگر مجھے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔
"میڈم کی طبیعت کیسی ہے چیف؟" ہڈ نے پوچھا۔
"سلویا نے تمہیں بتا ہی دیا ہو گا۔" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی حالت سنبھلنے میں چند دن لگیں گے۔"
"اب تمہارا کیا پروگرام ہے علی؟" پیٹر نے پوچھا۔
"سب سے پہلے تو البرٹ پر نفسیاتی تشدد کیا جائے گا تاکہ وہ اولیو لارڈ کو بتی کی زندگی کے بارے میں یقین... دلا سکے۔"
"میڈم تو آزاد ہو گئی ہیں چیف! اب ان سب باتوں کی کیا ضرورت ہے بس اسے موت کے گھاٹ اُتار دو۔"
"مسٹر ہڈ کا کہنا درست ہے علی۔" پیٹر بولا "ہم پہلے ہی بہت انتظار کر چکے ہیں، اب تو راست اقدام کی ضرورت ہے۔"
"میں ان دونوں سے متفق ہوں۔" سلویا نے تیزی سے کہا۔ "اولیو لارڈ تو ایک درندہ ہے، اب تمہارے پاس اسے ڈھیل دینے کا کوئی جواز نہیں رہ گیا۔"
میں نے باری باری ان تینوں کو دیکھا پھر میری نظر پیٹر پر ٹھہر گئی۔ "تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے پیٹر! اگر اتفاقاً تم سے ملاقات نہ ہوتی تو مجھے بہت دشواریاں پیش آتیں۔"
"اس میں میری غرض بھی شامل تھی۔" پیٹر نے پہلو بدل کر کہا۔ "ہم نے ایک شخص کے خلاف تم سے اتحاد کیا تھا۔"
"مجھے اپنی بات پوری کر لینے دو پیٹر!" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ اولیو لارڈ سے دشمنی کے باعث تم مجھ سے مل گئے تھے اور میں یہ جاننے کے باوجود بھی تم اگر مجھ سے نہ ملتے تب بھی میرا مشن جاری رہتا۔ تاہم میں اتنی آسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے دشمن کو عبرت ناک موت سے ہمکنار کروں گا۔ میں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں مگر میری تم سے ایک درخواست ہے۔"
"درخواست نہیں حکم کرو، ورنہ پلیز مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"
"تمہاری جلد بازی اور بے صبری شروع سے ہی میرے لیے تکلیف دہ رہی ہے، اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے تو معاملہ مجھ پر چھوڑ کے مطمئن ہو جاؤ۔"
"بات بے اعتمادی کی نہیں ہے۔ اولیو لارڈ کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچانے کے معاملے میں مسٹر ہڈ تک مجھ سے متفق ہیں۔"
"یہ فیصلہ بہرحال مجھے کرنا ہے کہ یہ کام کب اور کس طرح انجام دینا ہے۔"
"میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اور میں اتنا جلد باز بھی نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو لیکن کیا تم انسان کی فطری تجسس پسندی سے واقف نہیں ہو؟"
میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں مسٹر پیٹر!" میں نے کہا۔ "تو تمہاری بے چینی کا بنیادی سبب غالباً یہ ہے کہ تم میری اصل شخصیت سے واقف نہیں ہو؟"
"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" پیٹر نے صاف گوئی سے کہا۔ "لیکن مجھے یہ خلفشار ہے اور شاید میری بے چینی کا سبب بھی یہی ہے۔"
"یہ قطعی ضروری نہیں تھا کہ میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتاتا لیکن معاملات اب جس نہج پر پہنچ چکے ہیں اس کے پیش نظر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تمہیں اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور بتا دوں۔"
"اگر اپنی شخصیت کو روشنی میں لانا تمہاری کسی مصلحت کے خلاف ہے تو میں اس پر اصرار نہیں کروں گا۔"
"میں نے کہا نا کہ اب تمہیں اپنے بارے میں بتانا میرے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ معاملہ طول کھینچ جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ایسا ہو تو تم پُرسکون رہو کیونکہ اگر تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے طور پر اولیو لارڈ کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے کی کوشش کی تو اس سے میرے معاملات متاثر ہونے کا خطرہ ہے اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا۔"
"لیکن معاملے کو طول کیوں دیا جائے؟ آخر ایسی کون سی رکاوٹ ہے جسے عبور کرتے ہوئے تم ہچکچا رہے ہو؟"
"یہ بات تو تم جانتے ہی ہو گے کہ اولیو لارڈ یہودی مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔"
"ہاں یہ بات میرے علم میں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اور صرف اس لیے کہ میں برسوں سے اس کی تاک میں ہوں۔ وقتاً فوقتاً اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"
"وہ عرب مفادات کے خلاف کام کر رہا ہے اور میں اس کے خلاف یعنی عرب مفادات کے لیے سرگرداں ہوں۔" میں نے کہا اور پیٹر چونک پڑا۔
"یہ اندازہ تو مجھے تھا۔ اب تمہارے کہنے سے بات یقین کی حدود میں داخل ہو گئی ہے لیکن یہ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس قدر شدید اختلاف کے باوجود تم اسے ڈھیل دینے پر کیوں آمادہ ہو؟"
"اولیو لارڈ نے ہارورڈ رابیل کے ساتھ مل کر کوئی بہت خوفناک سازش کی ہے جس کے بارے میں ابھی مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔"
"اس کی تو پوری عمر سازشیں کرتے ہی گزری ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اگر ان دونوں کو ختم کر دیا جائے تو سازش خود بخود فنا ہو جائے گی۔"
"یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ سازش کیا ہے۔ ان دونوں کو ختم کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ سازش کی بیخ کنی کر دی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے بعد کسی اور کے

نصیب ہے سازش پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔"

پیٹر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میری تسلی کے لیے تم مجھے پوری بات بتاؤ، ممکن ہے میں کوئی ایسا حل پیش کر سکوں جو تمہارے لیے قابلِ قبول ہو۔"

میں نے مختصراً اسے اس فیکٹری کے بارے میں بتایا جو شام میں قائم کی گئی تھی۔ "جب میں ایک سفیر کو ہی قائل نہیں کر سکا تو شام کے حکام کو کس طرح مطمئن کر سکوں گا۔" اسے سب کچھ بتانے کے بعد میں نے کہا۔

"فوری طور پر تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ معاملہ خاصا الجھا ہوا ہے لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تہذیب کو آزاد کرانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے ذہن سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہے۔ اب میں بے خوف ہو کر کام کر سکوں گا۔ سلویا نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ اب میں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھا سکتا ہوں۔ البرٹ تو پہلے ہی ہماری قید میں تھا، اب ہاروت راہیل کا اہم مہرہ ڈینیل بھی ہماری گرفت میں ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم اس سے کیا کام لے سکتے ہیں۔"

"ہم اس پر تشدد کریں جیف۔" بڈ نے کہا۔ "اس کی کھال ادھیڑ کر رکھ دو اور اس سے ساری معلومات حاصل کرو۔"

"اول تو مجھے یہی یقین نہیں ہے کہ ہم اس کی زبان کھلوا سکیں گے۔ بالفرض اس نے ہمیں معلومات فراہم کر بھی دیں تو ہمارے پاس ان معلومات کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔"

"البرٹ اور ڈینیل پر علیحدہ علیحدہ تشدد کر کے معلومات حاصل کرو۔" پیٹر بولا۔ "اگر ان کی فراہم کردہ معلومات میں تضاد نہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں سے ایک نے غلط بیانی کی ہے۔"

"یہ طریقہ اس لیے کارگر نہیں ہو سکتا کہ البرٹ غیر اہم ہے اور اس کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں لہٰذا دونوں سے فراہم شدہ معلومات کا موازنہ کرنا ممکن نہیں ہوگا۔"

"یوں سکون سے بیٹھے رہنے سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔" سلویا نے کہا۔ "تم ڈینیل پر تشدد کر کے کچھ نہ کچھ تو معلوم کر ہی لو گے۔ آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ مل جائے گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس کی فراہم کردہ معلومات انتہائی گمراہ کن ہوں گی۔ شاید ہم اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر منزل کا سراغ ہی کھو بیٹھیں گے۔"

"تب تو یہ مسئلہ لاینحل ہوا۔" پیٹر نے کاندھے اچکائے۔ "ہمارے آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔"

"ایک صورت ہے۔" بڈ نے کہا۔ "اگر کسی طرح ہاروت راہیل کو اغوا کر لیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے تشدد کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکے گا۔"

"تمہاری تجویز خاصی معقول ہے۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "مگر اس میں یہ قباحت ہے کہ ہاروت راہیل کو اغوا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔"

"تم ہر تجویز پر اعتراض کرتے چلے جا رہے ہو اور خود کوئی تجویز پیش کرنے سے گریز کر رہے ہو۔" پیٹر نے کسی قدر جھنجلا کر کہا۔

"میرا پروگرام یہ ہے کہ میں ڈینیل کا میک اپ کر کے ان لوگوں کے درمیان پہنچ جاؤں گا۔"

میری بات سن کر تینوں حیران رہ گئے۔ بڈ کا تو منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ "تم کیسی باتیں کر رہے ہو جیف؟" بڈ نے بمشکل کہا۔

"کیا میں نے کوئی ناممکن قسم کی بات کہہ دی ہے؟" میں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

"اس میں خطرات ضرور ہیں مگر میرے خیال میں تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" پیٹر بولا۔ "جتنی مہارت سے تم میک اپ کرتے ہو اس کے پیشِ نظر مجھے یقین ہے کہ تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

"خود کو داؤ پر لگا دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟" بڈ نے کہا۔ "صرف میک اپ کر لینے سے تو کچھ نہیں ہوتا اور بھی بہت سی باتیں مدِنظر رکھنا پڑتی ہیں۔"

"مسٹر بڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سلویا اپنی مترنم آواز میں بولی۔ "ڈینیل، ہاروت راہیل کا بہت قریبی آدمی ہے اس کا رول نبھانا آسان نہیں ہوگا۔"

"کوئی کام آسان نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے کتنا خطرناک فیصلہ کیا ہے لیکن یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں ہم البرٹ پر تشدد کریں گے اور اس سے بگ لارڈ کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے۔ اب تک اس کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم... اور ایک [illegible] کیا، اولیور لاورٹی یا ہاروت راہیل کے آدمیوں میں سے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لئے صرف [illegible] ہم آگاہ ہیں کہ وہ اپنے آخری انجام کو پہنچ چکی ہے۔ یہ صرف نمائشی ہوگا تاکہ جب البرٹ آزاد ہو کر اولیور لاورٹی کے پاس پہنچے تو اسے ایک گونہ یقین ہو جائے کہ کسی نہ صرف

ہے بلکہ اس کے ہاتھ میرا کوئی اہم راز بھی لگ گیا ہے۔ دوسرے اسے یہ غلط فہمی ہو جائے گی کہ میں مکمل تاریکی میں ہوں اور اس کی سازش کی مجھے ہوا تک نہیں لگ سکی ہے۔ اس اثنا میں ہم ڈینیل سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور میں اس کے چہرے کا مکمل ماسک تیار کروں گا۔"

"ڈینیل سے معلومات حاصل کرنے کے امکان کو تو تم نے خود ہی رد کر دیا تھا۔" بڈ نے کہا۔ "اور اب خود ہی اس سے معلومات حاصل کرنے کو کہہ رہے ہو۔"

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ تشدد کے ذریعے اس سے حاصل کردہ معلومات پر تکیہ نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ذہن میں اس سے معلومات حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔ تمہیں یاد ہوگا پیٹر کہ میں نے اس سلسلے میں تمہارے ہپناٹزم کے ماہر لیونارڈ سے بات کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق کام کرے گا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے مگر اس نے اس کام کے عوض بہت بھاری معاوضہ طلب کیا تھا۔"

"معاوضے کو جہنم میں جھونکو۔ مجھے تو صرف کام سے غرض ہے تم اسے فون کر دو۔"

"اس وقت؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں اسی وقت۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "مجھے اس معاملے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی گوارہ نہیں ہے۔"

"زیادہ جلد بازی کرنے سے کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔" سلویا نے دبی زبان سے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں اس کی طرف پلٹ پڑا۔

"دیکھو ملامت مت کرو تو۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "تم مستقل ہنگاموں میں الجھے ہوئے ہو۔ کل رات بھی تم دو گھنٹے ہی سو سکے تھے۔ کیا تمہاری کارکردگی متاثر نہیں ہوگی؟"

"تم خود بتاؤ ان معاملات کو میں التوا میں کس طرح ڈال سکتا ہوں۔ رہا کارکردگی کا سوال تو ابھی مجھے کچھ نہیں ہو رہا۔"

"ذرا آئینہ دیکھو تو پتا چلے چہرے پر وحشت برس رہی ہے اور آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔"

مجھے یقین تھا کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے اس لیے کہ مجھے خود اپنی آنکھوں میں جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ میں ہلکی سی تھکن بھی محسوس کر رہا تھا مگر فوری طور پر میں آرام کیے بغیر بھی مزید کئی گھنٹوں تک کام چلا سکتا تھا۔

"ممکن ہے میرے چہرے پر وحشت برس رہی ہو اور آنکھیں سرخ ہو رہی ہوں لیکن خود میں کسی قسم کی تھکن نہیں

محسوس کر رہا۔ جب تک [illegible] رسی کو یہ بات کہ کھینچنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ [illegible] مشن میرے لیے بہت زیادہ اہم ہے اور اس کی [illegible] سب سے زیادہ فکر بھی مجھے ہی ہے۔ یہ بات تو اچھی طرح سے سمجھ لو کہ میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے میرے مشن کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔"

"میں نے تو محض تمہاری ہمدردی میں ایک بات کہی تھی برا مان گئے۔" سلویا نے کہا۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "شاید میری باتوں کا تم نے غلط مطلب اخذ کیا ہے۔ مجھے تمہاری نیت پر شبہ نہیں ہے۔ ہو بھی نہیں سکتا۔ میری خاطر تو تم نے اپنی جان سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ میں تمہارے خلوص پر شبہ کر رہا ہوں۔ تمہاری بات کے جواب میں میں نے تمہیں ایک حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔"

میرے اور سلویا کے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر پیٹر فون کی طرف بڑھ گیا۔ دوسری طرف سے کال ریسیو کرنے میں تاخیر ہوئی تھی جس کا مطلب یہی تھا کہ لیونارڈ سو رہا تھا۔ بہرحال اس سے باتیں کرنے کے بعد پیٹر نے فون بند کر دیا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔ "وہ یہاں آنے کے لیے تیار ہے۔ میں اسے لانے کے لیے کار بھجوا رہا ہوں۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کمرۂ نشست سے باہر جاتے ہوئے پیٹر سے کہا۔ "اس وقت کافی کا ایک کپ مزہ دے جائے گا۔"

"صرف کافی یا کافی کے ساتھ کچھ اور بھی چلے گا؟" اس نے رک کر کہا۔

"نہیں صرف کافی۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ہاں اگر ہو سکے تو البرٹ کو یہاں بلوا لو۔"

"اگر ہو سکے کا کیا مطلب ہے؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "میں ابھی اسے بھجوا دیتا ہوں۔"

"تم مجھ سے ناراض ہو جیف؟" پیٹر کے جاتے ہی بڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"میں تم سے ناراض کیوں ہوں؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "اس کا اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود ہی سب کچھ کر رہے ہو اور بڈ کو کسی خدمت کا موقع نہیں دے رہے۔"

"اوہ!" میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے بڈ! جو کام تمہارے کرنے کا ہوگا اس کے لیے

کو منتخب کرتا تھا۔ بغیر ہاتھ پیر ہلائے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دے یا پھر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور کوشش کر لے۔

"آؤ البرٹ!" میں نے اُسے للکارا۔ "اپنی حسرتیں پوری کر لو میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

البرٹ نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی جانب پھیلا لیے۔ اُس کے چہرے پر اچانک ہی وحشت برسنے لگی تھی۔ شاید اُس نے جد و جہد کا فیصلہ کیا تھا۔ اُس کے چہرے کا تاثر تو یہی بتا رہا تھا۔

اُس نے مجھ پر دوسرا حملہ بڑی مہارت سے کیا اور اس کے بعد تابڑ توڑ حملے کرتا چلا گیا۔ اُس کے حملوں میں بڑی برق رفتاری تھی۔ مجھ پر اُس نے گویا مکوں کی بارش کر دی تھی۔ میں بڑے تحمل سے اس کے ہر حملے کو روک رہا تھا۔ اُس کی ہر کک کو بلاک کر رہا تھا۔ پھر میری توقع کے خلاف وہ اچانک ہی فضا میں اچھلا۔ اُس نے مجھے فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اضطراری طور پر اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا ورنہ میرے چہرے کا حلیہ بگڑ گیا ہوتا۔ البرٹ میرے عقب میں زمین پر گرا اور گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اُس کے جسم کو اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ اُس کی پھرتی میرے لیے حیران کن تھی اس لیے کہ اُس کے جسم سے اچھا خاصا خون بہہ چکا تھا اور جس کے نتیجے میں اُس پر کچھ نہ کچھ نقاہت تو ضرور طاری ہو جانی چاہیے تھی۔

وہ ایک بار پھر میرے مقابل تھا۔ اُس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال رکھی تھیں اور دونوں ہاتھ سامنے پھیلائے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے کسی بہتر زاویے کی تلاش میں تھا۔ ہم دونوں ایک دائرے کی صورت میں دھیرے دھیرے گردش کر رہے تھے۔ پھر اُس کے حلق سے ایک خوف ناک دہاڑ برآمد ہوئی اور اُس نے اپنے سارے جسم کا بوجھ اپنی دائیں ٹانگ پر ڈال دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ اپنی بائیں ٹانگ سے مجھ پر حملہ کرے گا۔ میں بار ہا ان مراحل سے گزر چکا تھا اس لیے نہ تو اس کی دہاڑ سے خوف زدہ ہوا اور نہ ہی اُس کے انداز سے دھوکا کھایا۔ اُس نے مجھے جھکائی دی تھی۔ درحقیقت اُس نے بائیں کے بجائے اپنی دائیں ٹانگ مجھ پر آزمائی لیکن اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں اس سے قبل ہی اُس کے بائیں پہلو پر حملہ کر چکا تھا۔ اُس کے لیے میری یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ میری کک بلاک بھی نہیں کر سکا اور بوکھلا گیا۔ اُس کی بوکھلاہٹ سے میں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اُس پر مزید کوئی کک آزمانے کے بجائے پوری قوت سے اُس کی ناک پر مکا رسید کر دیا۔ اُس نے آخری لمحوں میں پیچھے ہٹ کر خود کو بچانے کی کوشش تو کی تھی مگر وہ خود کو پوری طرح نہیں بچا سکا تاہم پہلے سے پچکی ہوئی ناک کے لیے یہ اچٹتی ہوئی سی ٹکر بھی کسی قیامت سے کم نہ تھی۔ اُس کی ناک سے دوبارہ خون جاری ہو گیا اور اُس کے دونوں ہاتھ بے اختیار اپنی ناک پر پہنچ گئے۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اُس کے کان کے نیچے گردن پر ایک بھرپور قوت والا مکا مارا جو اُس کے لیے تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ وہ فوری طور پر بے ہوش ہو گیا تھا۔

"تم نے خواہ مخواہ بات بڑھائی۔" بڈ نے کہا۔ "میں تمہیں اپنی ایک انگلی کو ذرا سی زحمت دینی پڑتی اور یہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاتا۔"

میں نے بڈ کی بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اطمینان سے واپس اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

"مسٹر بڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سلویا صوفے کے عقب سے نکلتی ہوئی بولی۔ "بات بڑھانے کی بھلا کیا ضرورت تھی؟"

"ڈرامے میں زیادہ سے زیادہ جان ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جیٹر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔" اُس نے آتے ہی کہا۔ "لیونارڈ۔۔۔ ارے یہ کیا؟" اُس نے چونک کر فرش پر پڑے البرٹ کی طرف دیکھا۔

"اسے چھوڑو، یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ لیونارڈ آ گیا ہے؟"

"ہاں وہ آ گیا ہے۔ کیا اُسے یہیں بلا لاؤں؟" جیٹر نے مجھ سے کہا مگر اُس کی نظریں بدستور بے ہوش البرٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"البرٹ کو یہاں سے ہٹاؤ اور جب اسے ہوش آ جائے تو اُٹھوا دو اور لیونارڈ کو یہیں بلا لاؤ۔"

میرے کہنے کے مطابق جیٹر نے چند آدمیوں کو بھیج کر البرٹ کو وہاں سے اٹھوا لیا۔ اس کے بعد جیٹر اور لیونارڈ کمرے میں آ گئے۔

"میں نے تمہارے لیے کام کا بندوبست کر لیا ہے۔" بڈ نے لیونارڈ سے کہا۔

"کون ہے وہ؟" لیونارڈ نے سلویا اور بڈ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ ایک اور شخص ہے جسے ہپنا ٹائز کرنا ہے۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ کسی شخص کو اُس کی مرضی کے خلاف ہپنا ٹائز کرنے کی فیس علیحدہ ہوتی ہے۔"

"کوئی بات دہرانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ تم کیا فیس لو گے؟"

"چونکہ تم ایک سلجھے ہوئے آدمی ہو، جرح بالکل نہیں کرتے اس لیے میں صرف دس ہزار ڈالر میں تمہارا یہ کام کر دوں گا۔"

دس ہزار ڈالر کی خطیر رقم سن کر بڈ اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ "ہمارے پاس حرام کی رقم نہیں ہے۔" وہ غرایا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

لیونارڈ نے حیرت سے بڈ کی طرف دیکھا اور میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے لیونارڈ کی طرف۔ "یہ رقم تمہیں ادا کر دی جائے گی لیکن تم خوب غور کر لو۔ ممکن ہے وقت زیادہ لگ جائے۔"

"تم صاف گو بھی ہو۔" لیونارڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں اپنے موکلوں کو عموماً ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دیتا لیکن تمہیں دو گھنٹے دے دوں گا۔"

"اور اگر دو گھنٹے کے دوران میرا کام نہ ہو سکا تو۔۔؟"

"چونکہ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں اس لیے تم سے خاص رعایت کروں گا۔ دو گھنٹے کے بعد ہر اضافی گھنٹے کے ایک ہزار ڈالر لوں گا۔"

بڈ ایک بار پھر اچھل پڑا۔ "ارے تم تو بہت لٹیرے ہو۔" اُس نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "کتنی رقم جمع کر لی ہے اب تک؟"

"اگر تم خاموش نہیں رہ سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں بڈ سے کہا اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"لیکن ایک سلسلے میں، میں تم سے کوئی رعایت نہیں کر سکوں گا۔" لیونارڈ بولا۔ "فیس میں ہمیشہ پیشگی وصول کرتا ہوں۔"

میں نے جیٹر کی طرف دیکھا اور میرے اشارے پر اُس نے دس ہزار ڈالر کی رقم لا کر لیونارڈ کے حوالے کر دی۔ لیونارڈ نے پہلے رقم گنی اور پھر احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لی۔

"اب میں پوری توجہ سے تمہارے کیس پر کام کر سکوں گا۔" لیونارڈ نے کہا۔ "تفصیل سے بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ صرف اتنا ہے کہ ایک شخص کو ہپنا ٹائز کر کے اُس سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ شخص کون ہے۔۔۔ میرا مطلب ہے اُس کا تعلق تمہارے اپنے گروہ سے ہے یا وہ تمہارا کوئی دشمن ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔" میں نے جھڑک کر کہا۔ "غیر متعلق باتوں میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اپنے کام سے ہی کام رکھتا ہوں۔" لیونارڈ نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "جو کچھ میں نے پوچھا ہے اُسے جاننا میرے لیے ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟" میں نے جرح کی۔

"اگر وہ کوئی دشمن ہے تو ہر چیز کے خلاف پوری قوت سے مزاحمت کرے گا جس سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے پہلے سے تیار رہنا ہو گا اور اگر وہ تمہارے اپنے ہی گروہ کا کوئی آدمی ہے تو۔۔۔"

"نہیں، اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسے دشمن ہی سمجھو۔"

"اگر وہ تمہارا دشمن ہے تو کیا تم نے اب تک اُس پر کوئی تشدد کیا ہے؟"

"تشدد ہی کرنا ہوتا تو ہم ایک خطیر رقم تمہیں کیوں ادا کرتے؟"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس سے میرا کام آسان ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو، کسی چیز میں یہ دوا ملا کر اُسے پلا دو۔" اُس نے اپنی جیب سے ایک پڑیا نکال کر میری طرف بڑھائی۔

میں نے پڑیا اُس کے ہاتھ سے لی اور اُسے کھول کر دیکھا۔ اُس میں ایک چٹکی بھر سفوف تھا۔ "یہ کیا چیز ہے؟" میں نے لیونارڈ سے پوچھا۔

"یہ ہے غیر متعلق سوال۔" اُس نے میری طرف ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں سنبھل گیا۔

"سوری!" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا یہ سفوف ہم اُسے شراب میں ملا کر پلا سکتے ہیں؟"

"کسی بھی چیز میں ملا دو۔ شراب میں البتہ تیزی سے اثر کرے گا۔ اس کے اثر سے وقتی طور پر اُس کی قوت مزاحمت میں کمی واقع ہو گی اور میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"ڈینیل کو یہیں بلوا لو۔" میں نے جیٹر سے کہا۔ "میں اُسے اپنے سامنے یہ دوا پلاؤں گا۔"

"اس کے علاوہ چند ایسی باتیں اور بھی ہیں جن پر اگر عمل ہو سکے تو اُسے ٹرانس میں لانا آسان ہو جائے گا۔" لیونارڈ نے جیٹر کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مثلاً اگر اُسے کسی طرح خوف زدہ کیا جا سکے۔۔۔ خوف زدہ تو وہ ہو گا ہی لیکن اس

"شاید بڈھا دماغ خراب ہو گیا ہے یا تمہارے حواس معطل ہو گئے ہیں۔" میں نے بڈ کو گھورا۔
"بڈ کی بات پر کان دھرو چیف ورنہ بعد میں بہت پچھتاؤ گے۔ بڈ کے حواس کبھی معطل نہیں ہوتے۔"
"معلوم نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر بڈ۔" سلویا بولی۔ "میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی حالانکہ میں آپ کے برابر ہی بیٹھی تھی۔"
"تمہیں اتنی فرصت ہی کہاں تھی۔" بڈ نے ہاتھ نچایا۔ "تم تو چیف کی تعریف کرنے میں مگن تھیں۔ وہ ایسے لڑتے ہیں، ویسے لڑتے ہیں۔ البرٹ جیسے شخص کو کس آسانی سے زیر کر لیا۔"
بڈ کے انداز پر سلویا بُری طرح جھینپ گئی اور تب میں نے بڈ سے کہا۔ "بڈ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے غلط سنا ہے یا تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ حواس کے ساتھ عقل استعمال کیا کرو۔ لیونارڈ نے پہلے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈینیل سے ہمدردی کا اظہار کرے گا۔ اس وقت اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہمدردی ہو سکتی ہے کہ کوئی اسے رہا کرا دے۔"
"ہاں... لیکن چیف وہ ایک لاکھ ڈالر والا معاملہ تو ٹالا نہیں جا سکتا۔"
"تم کہہ تو ٹھیک رہے ہو۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ حقیقت ہو تب بھی ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ لیونارڈ خود تو ہماری مرضی کے بغیر یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ کسی اور کو کیا رہائی دلائے گا۔"
بڈ سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کسیلے انداز میں بولا۔ "بہرحال ہوشیار رہنا چیف! کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے جا کر لیونارڈ مخبری کر دے۔"
"تمہاری یہ بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو کہ میں اسے یوں آسانی سے نکل جانے دوں گا۔"
بڈ نے بونگوں کی طرح مجھے دیکھا اور پھر جھینپ کر چپ ہو گیا۔ ہم نے بالکنی میں کھڑے کھڑے یہ ساری گفتگو کی تھی۔ وہ تبھی پیٹر اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔
"تم لوگ ابھی تک یہیں کھڑے ہو۔ میں تمہیں کمرے میں تلاش کرتا آ رہا ہوں۔"
"تم نے ان دونوں کو اس کمرے میں پہنچا دیا؟" میں نے پیٹر سے پوچھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"تم نے چیف کو احمق سمجھ رکھا ہے بڈ! آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ میں نے کیسا انتظام کیا ہے۔ ہم لیونارڈ کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے لیکن خیال رہے کہ اس دوران کسی کے منہ سے ذرا بھی آواز نہ نکلے۔"
میں نے پیٹر کو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ انھیں ایسے کمرے میں لے جائے جہاں ہم انھیں دیکھ بھی سکیں اور ان کی گفتگو بھی سن سکیں۔
پیٹر ہمیں ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس کی ایک دیوار میں کھڑکی نظر آ رہی تھی۔ کھڑکی کے دوسری طرف والے کمرے میں روشنی تھی اور جس کمرے میں ہم داخل ہوئے تھے وہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اگر ہم کھڑکی سے ذرا دور کھڑے ہو جاتے تو روشن کمرے سے ہمیں دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔
ہم کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے۔ پیٹر میرے دائیں جانب تھا اور سلویا اور بڈ بائیں جانب کھڑے تھے۔ کھڑکی پر شیشہ لگا ہوا تھا مگر ایک جگہ سے شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس جگہ سے دوسرے کمرے میں کی جانے والی گفتگو بہ آسانی سن سکتے تھے۔
ڈینیل بڑے عاجزانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "میں تو صرف ایک اکاؤنٹنٹ ہوں بھائی صاحب! ان لوگوں نے معلوم نہیں کس دھوکے میں مجھے پکڑ لیا ہے۔ میں تو بارعوت رابیل کے کاروبار کی حد تک اس سے وابستہ ہوں۔"
"اگر تم اتنے ہی معمولی آدمی ہو تو مجھے ایک لاکھ ڈالر کس طرح ادا کرو گے؟" لیونارڈ نے چونک کر کہا۔
"اس کی فکر مت کریں جناب! میں نے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر حال میں پورا کروں گا۔"
"لگتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ صرف اس رقم کی خاطر ہی تو میں تمھاری آزادی کے لیے کوشش کر رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھاری بات کیوں کر تسلیم کر لوں۔ ایک لاکھ ڈالر بہت بڑی رقم ہے۔"
"میرا ایک ذاتی اپارٹمنٹ ہے۔" ڈینیل نے بات بگڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "الفانسو نمبر ۱۴ اسٹریٹ پر... میں اسے فروخت کر دوں گا۔"
"تب تو ٹھیک ہے۔" لیونارڈ نے یوں کہا جیسے واقعی اسے رقم کی وصولی کے لیے کوئی ٹھوس ضمانت مل گئی ہو۔
"بس آپ کا اطمینان ہی میرے لیے سب کچھ ہے۔ یقین کیجیے میں بہت شریف آدمی ہوں۔"
"مجھے یقین ہے۔" لیونارڈ نے کہا۔ "اب تم میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرو تاکہ میں تمہاری رہائی کو مزید یقینی بنا سکوں۔"
"میں آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گا۔" ڈینیل نے کہا۔ "آخر آپ میرے محسن ہیں۔"
"جوتے اتار کر بستر پر لیٹ جاؤ۔" لیونارڈ نے کہا اور ڈینیل نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔
"اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ بھول جاؤ کہ تم کسی کی قید میں ہو۔ خود کو بالکل آزاد تصور کرو اور زبان سے یہ الفاظ دہراؤ کہ میں کسی کی قید میں نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں۔"
ڈینیل اس کی ہدایت پر حرف بحرف عمل کر رہا تھا۔ شاید یہ اس سفوف کا کمال تھا جو لیونارڈ نے اسے شراب میں ملایا تھا۔ رہی سہی کسر لیونارڈ نے اس کی ہمدردیاں حاصل کر کے پوری کر دی تھی۔
کچھ دیر تک ڈینیل لیونارڈ کے بتائے ہوئے الفاظ دہراتا رہا۔ پھر لیونارڈ نے اگلی ہدایت جاری کی۔ "تمہارا دایاں ہاتھ بھاری ہو رہا ہے۔" اس نے کہا۔ اس کی آواز کسی کنویں میں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ بھاری اور پُراسرار آواز۔ "تمہارا جسم بالکل ہلکا پھلکا ہے مگر تمہارا دایاں ہاتھ بھاری ہو رہا ہے۔ تم اسے اپنی مرضی سے حرکت نہیں دے سکتے۔ اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دینے کی کوشش کرو لیکن یاد رہے کہ تم صرف کوشش کرو گے۔ اپنے ہاتھ کو حرکت نہیں دے سکو گے۔"
میں نے محسوس کیا کہ ڈینیل نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دینے کی کوشش کی تھی مگر وہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔
"اب مزید کوشش مت کرو۔" دفعتہً لیونارڈ نے کہا۔ "اس وقت تم کامیاب نہیں ہو سکو گے اس لیے کہ تمہیں نیند آ رہی ہے۔ تمہاری پلکیں بوجھل ہو رہی ہیں۔ تمہارے لیے آنکھیں کھلی رکھنا مشکل ہے۔ تمہیں نیند آ رہی ہے۔"
"ہاں مجھے نیند آ رہی ہے۔" ڈینیل نے بوجھل سی آواز میں کہا۔
"تم گہری نیند سو جاؤ گے۔ میری آواز کے علاوہ تم کسی اور آواز کو نہیں سن سکو گے۔ جو کچھ میں تم سے کہوں گا تم وہی کرو گے۔ میرے ہر سوال کا جواب دو گے۔"
لیونارڈ کچھ دیر خاموش رہا اور میں حیرت سے دیکھتا رہا کہ ڈینیل گہری نیند سو گیا ہے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد لیونارڈ نے اس کے پپوٹے الٹ کر دیکھے پھر مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔
میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ڈینیل ہپناٹائز ہو چکا تھا اور اب اس سے معلومات حاصل کرنے سے مجھے کون روک سکتا تھا۔ لیونارڈ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید وہ کسی کو بلانا چاہتا تھا۔ میں نے شیشہ کھٹکھٹا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔
"ہم ادھر ہیں لیونارڈ۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "کیا ہم تمہارے پاس آ سکتے ہیں؟"
"آ جاؤ۔" لیونارڈ نے جواب دیا۔ "میں اپنا کام مکمل کر چکا ہوں۔ اب صرف تمہارا کام باقی رہ گیا ہے۔"
میں پیٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ "میرا خیال ہے ہمیں ایک... ٹیپ ریکارڈر کی ضرورت پڑے گی۔"
"تم چلو۔" پیٹر نے کہا۔ "میں ٹیپ ریکارڈر لے کر ابھی

کلاس شمد طلنے سے تو کبھی بد بھی خوف زدہ نہیں ہوا۔ تم تو خیر ت گریٹ آدمی ہو۔"

"تم علی یار خان سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔" سلویا نے پیٹر سے کہا۔ "یہ وہ تین شخص ہے جو اولیو باورڈ کو ہمیشہ ناکوں چنے چبواتے ہیں۔ یہ وہ واحد شخصیت ہے جس سے اولیو باورڈ خائف رہتا ہے۔"

"تم لوگ بھی ہو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" پیٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ میرا حوصلہ جواب دے چکا ہے۔"

"تمہیں یہاں عمل میں آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے پیٹر! میرا وعدہ ہے کہ تمہارے دشمن کو کیفر کردار تک پہنچانے میں اپنی جانب سے کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کامیاب ہو گیا تو تمہیں اس کی اطلاع بھی ضرور دوں گا۔"

"تمہیں کوئی اور سوال کرنا ہو تو بتاؤ۔" ورنہ میں اس کی تو کی نیند کا خاتمہ کر دوں۔"

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "اس سے پوچھو کہ اگر اسلحہ ساز فیکٹری شامی حکومت کی نظروں میں آ گئی تو کیا وہ اس سے فائدہ اٹھا کر ایک اشتہاری ترت نہیں بن جائیں گے۔"

لیونارڈ نے میرا سوال دہرایا اور ڈینیل نے کہا۔ "ہمیں اس کا تدارک کر لیا گیا ہے۔ اگر کبھی اس فیکٹری کا راز افشا ہوا بھی تو اس سے کوئی اور فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ فیکٹری میں جگہ جگہ طاقت ور بم نصب ہیں۔ اگر کبھی ہمارا راز افشا ہوا تو پوری فیکٹری اڑا دی جائے گی۔"

"اس سے یہ معلوم کرو کہ بم کن کن مقامات پر نصب ہیں۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"یہ بات مجھے نہیں معلوم۔" ڈینیل نے جواب دیا۔

"تمہیں یہ بات کیوں نہیں معلوم... تم تو ارونت دابیل کے خاص آدمی ہو؟"

"یہ منصوبہ ارونت دابیل نے نہیں بلکہ اولیو باورڈ نے بنایا تھا۔ اس کے آدمیوں نے اس منصوبے پر کام کیا ہے۔ ارونت دابیل نے تو صرف سرمایہ لگایا ہے۔ وہ خود بہت سی باتوں سے ناواقف ہے۔"

"یہ منصوبہ کب بنایا گیا تھا اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟"

"تقریباً دو سال قبل اولیو باورڈ نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے ارونت دابیل کو جوہری ہتھیار سازی پر آمادہ کیا تھا۔ ناول لے بھی اس نے چوری کرائے تھے اور شامی حکام سے بارگین کی حیثیت میں معاملات بھی اسی نے طے کیے تھے۔ چوں کہ امریکہ میں اسے حکومت کی نظروں سے اوجھل رکھنا ناممکن تھا لہٰذا طے یہ کیا گیا کہ جوہری ہتھیار شام میں تیار کیے جائیں گے۔ چوں کہ اس سے کثیر منافع کی توقع تھی۔ اس لیے ارونت دابیل بھی راضی ہو گیا تھا۔"

"وہی فرسٹر تو جوہری ہتھیاروں کے فارمولے لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اب تو وہ فیکٹری تمہارے لیے بے کار ہو گئی ہو گی؟"

"نہیں اس فیکٹری میں عام ہتھیار بھی تیار کیے جا سکتے ہیں۔ صرف جوہری اسلحے کی تیاری ضروری نہیں ہے اور چونکہ ارونت دابیل کا کام امریکا میں ختم ہو گیا ہے اس لیے اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنا کاروبار وہیں شروع کرے گا۔ اس کے آدھے وزن میں یہ فیکٹری اس کے لیے بہت بڑا سہارا ثابت ہو گی۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "اس طرح شامی حکومت کی نظروں میں زیادہ عرصے تک دھول نہیں ڈالی جا سکے گی؟"

"ہمیں اس کا احساس ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے ہم شام میں فوجی انقلاب لانے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ انقلاب لانے کے لیے جو منصوبہ بنایا گیا ہے وہ کیا ہے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ یہ اولیو باورڈ کا شعبہ ہے۔ منصوبہ بھی وہی بنائے گا اور وہی اس پر عمل بھی کرے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ شام کے ملک میں بیٹھ کر یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

ڈینیل کے انکشافات میری توقع سے بڑھ کر تھے۔ مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ اولیو باورڈ کوئی بڑی سازش کرنے والا ہو گا لیکن مجھے یہ توقع بھی نہیں تھی کہ حالات اتنی سنگین نوعیت ثابت ہوں گے۔ پیٹر بھی حیران ہو رہا تھا اور سلویا بھی کم حیران نہیں تھی۔ اس کے لیے بھی یہ سب باتیں کسی حیرت انگیز انکشاف سے کم نہیں تھیں۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ ان بموں کو تلاش کر کے ناکارہ کر دیا جائے جو وہاں نصب ہیں؟" میں نے اپنے اضطراب پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بموں کو تلاش کرنا اس لیے ممکن نہیں ہے کہ انھیں اندر طرح سے اندر چھپا دیا گیا ہے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا جب بموں تک رسائی نہیں ہے تو انھیں استعمال کس طرح کیا جا سکے گا؟"

"وہ ریموٹ کنٹرول بم ہیں۔ اس لیے انھیں استعمال کے لیے ان تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔"

"ان بموں کا ریموٹ کنٹرول کس کے پاس ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کل پانچ افراد ہیں جن کے پاس ان کا ریموٹ کنٹرول ہے۔ اولیو باورڈ اور ارونت دابیل کے علاوہ تیسرا خود میں ہوں۔ بقیہ دو کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"

"اور اس ریموٹ کنٹرول کی رینج کتنی ہے؟"

"دمشق کرا سے کہیں ایب میں بیٹھ کر بآسانی استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

مجھے اپنا دل بیٹھتا محسوس ہوا تاہم میں نے ڈوبتے دل سے اگلا سوال کیا۔ "جن لوگوں کے پاس ریموٹ کنٹرول ہیں انھیں کن حالات میں انھیں استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے؟"

"کسی بھی ایسی صورت میں جبکہ ہم دشمن کی نگاہوں میں آ جائیں اور فیکٹری ان کے قبضے میں جانے کا اندیشہ ہو۔"

اولیو باورڈ کا بنایا ہوا منصوبہ بہت تباہ کن تھا۔ ایسی کوئی تدبیر نہیں تھی جس پر عمل کر کے فیکٹری پر قبضہ کیا جا سکتا۔ جب تک ان دو افراد کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو جاتیں جن کے پاس ریموٹ کنٹرول تھے فیکٹری پر قبضہ کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا... اور صرف معلومات حاصل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ پانچوں ریموٹ کنٹرول قبضے میں لینے ضروری تھے۔ معلوم نہیں وہ دو افراد کون ہوں گے... ممکن ہے وہ اسرائیل میں ہوں۔ یا ان میں سے ایک اسرائیل میں ہو اور دوسرا دمشق میں ہی موجود ہو۔ اولیو باورڈ نے معلوم نہیں کس قسم کا جال بچھا رکھا ہو گا۔ مجھے یقین تھا کہ شام کے سرکاری حلقوں میں حکومت اسرائیل کے مخبر موجود ہوں گے۔ ممکن ہے ان میں سے کچھ افراد اولیو باورڈ کے لیے بھی کام کرتے ہوں۔ مجھے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ فیکٹری پر قبضہ کرنے کے لیے میں کتنا ہی خفیہ منصوبہ کیوں نہ بنا لوں اس کی اطلاع ان دونوں میں سے کسی ایک فرد تک ضرور پہنچ جائے گی جن کے پاس بموں کو استعمال کرنے والے ریموٹ کنٹرول ہیں۔ جیسے ہی انھیں اطلاع ملے گی کہ فیکٹری کا راز افشا ہو گیا ہے اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بم استعمال کر ڈالیں گے اور نتیجہ کیا نکلے گا کہ کم از کم سیکڑوں افراد مارے جائیں گے۔

"تمہیں کچھ اور پوچھنا ہے؟" لیونارڈ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ ایک غیر متعلق آدمی تھا۔ نہ صرف غیر متعلق بلکہ وہ... گرانڈر جہاں رکھنے کے علاوہ پیسے کی ہوس میں بھی مبتلا تھا۔ ڈینیل کا جانی ہوا جو باتیں اس کے علم میں آ گئی تھیں وہ انھیں اپنے مفاد میں استعمال کرنے کی بھی کوشش کر سکتا تھا۔ اس کا زندہ رہنا میری زندگی کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے اس بارے میں کوئی فیصلہ کرنا تھا لیکن پہلے ڈینیل سے مکمل معلومات کا حصول بہت ضروری تھا۔

"فیکٹری کب سے کام کرنا شروع کرے گی؟" میں نے اپنی سوچ سے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

"ہم لوگ پرسوں شام کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ ہتھیار ساز فیکٹری کا عملہ پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہے اس لیے وہ فیکٹری فوراً ہی کام شروع کر دے گی۔ ہم دونوں کی فیکٹری کا افتتاح ہمارے شام پہنچنے کے دو روز بعد ہو گا۔"

"اسلحہ ساز فیکٹری میں وہاں کا مقامی عملہ بھی ملازم ہو گا یا تمام لوگ تمہارے ہوں گے؟"

"ہماری کوشش تو یہی ہے کہ تمام لوگ ہمارے ہوں تاہم ایسا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ شامی حکومت اپنے کچھ آدمیوں کی شمولیت پر ضرور اصرار کرے گی۔"

اس کے بعد بھی بڑی دیر تک ڈینیل سے ارونت دابیل کے گروہ کے بارے میں کرید کرید کر سوالات کرتا رہا۔ سوال و جواب کے اس سلسلے میں کوئی تین گھنٹے لگے اور تین گھنٹے میں میں نے اس سے ریموٹ کنٹرول کے بارے میں بھی معلوم کر لیا تھا جو اس کے کمرے میں موجود لاکر کے اندر محفوظ تھا۔

پیٹر، جیرالڈ اور سلویا اس پورے عرصے بیٹھے سکون سے بیٹھے رہے۔ بلکہ وہ خاصی دلچسپی سے سب کچھ سن رہے تھے۔

بالآخر میں نے لیونارڈ سے سوال جواب کا سلسلہ ختم کرنے کو کہا۔

"اب تم صرف میری آواز سنو گے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں دو گے اور جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرو گے۔" لیونارڈ نے ڈینیل کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ "تم یوں ہی سوتے رہو گے اور نیند پوری ہونے پر اٹھو گے۔ جب تم جاگو گے تو تمہیں کچھ بھی یاد نہیں ہو گا۔ سونے کے دوران تم سے جو سوالات ہوئے تم انھیں فراموش کر چکے ہو گے۔"

کچھ دیر بعد ہم سب ڈائننگ روم میں آ گئے۔ لیونارڈ جانا چاہ رہا تھا مگر پیٹر نے اصرار کر کے اسے ناشتے پر روک لیا تھا۔ ہم میں نے موقع پا کر پیٹر کو ہدایت کر دی تھی کہ اب لیونارڈ کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہے اور اس نے مجھ سے بے فکر ہو جانے کو کہا تھا۔

ناشتے کے بعد لیونارڈ نے اجازت چاہی اور پیٹر نے اس سے کہا۔ "میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں، وہ تمہیں چھوڑ آئے گا۔" پیٹر اسے ساتھ لے کر چلا گیا۔

"اس شخص کے علم میں بڑی خطرناک باتیں آ گئی ہیں۔" جیفہ بڑبڑانے کہا۔

"بے فکر رہو۔ میں نے پیٹر سے کہہ دیا ہے وہ لیونارڈ کا

مناسب بندوبست کر دیے گئے ہیں۔"
"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی مسٹر علی کہ اصل رابیل اتنی خوفناک سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے۔" سلویا نے کہا۔
"یہ بات کرو اب چند دنوں سے زیادہ کا کھیل نہیں رہ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ باروت رابیل کی موت کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گی۔"
"کاش ایسا ہو سکے مسٹر علی! مجھے آزادانہ زندگی بسر کرنے کی بڑی تمنا ہے۔"
"بس تمھیں چند دن کے لیے روپوش رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد تم ان لوگوں کی تباہی کی اطلاع سن لو گی۔"
"کیا تم ڈینیل کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اس فیکٹری کو اڑاؤ گے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔
"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے بڈ! لیکن وہ بعد کی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جس وقت میں ریموٹ کنٹرول استعمال کروں اس وقت اس گروہ کے زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں جمع ہوں۔ تاہم اس وقت تو تمھارے لیے ایک کام ہے۔"
"حکم کرو چیف!" بڈ نے مستعدی سے کہا۔ بڈ تو پہلے ہی بے کاری کی وجہ سے بیزار بیٹھا تھا۔
"ڈینیل کے چہرے کا ماسک تیار کرو۔ مجھے دوسرے کام نمٹانے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہو جائے۔"
"یہ کام سمجھو بس ہو گیا ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "تمھیں تو معلوم ہی ہے کہ میں میک اپ کا اتنا ماہر نہیں ہوں۔"
"مجھے معلوم ہے بڈ! اور میں تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ پورا کام تم کرو گے۔ کام یہ ہے کہ تم اس کا ماسک بنا دو۔ میں خود ہی ..."
"تم اپنے چہرے کے نقوش تو تبدیل کر لو گے لیکن کیا تم اپنی آواز سے نہیں پہچان لیے جاؤ گے؟" سلویا نے کہا۔
"اس کا صحیح اندازہ تو تمھیں اس وقت ہو سکے گا جب میں ڈینیل کا میک اپ کر لوں گا۔" میں نے ڈینیل کی آواز کی نقل اتاری اور سلویا مارے حیرت کے اچھل پڑی۔
"یہ... یہ تم نے اپنی آواز کس طرح تبدیل کر لی؟" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔
"کوئی اگر آواز تبدیل کرنے کے فن سے ناواقف ہو تو میک اپ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے۔"
تھوڑی دیر بعد بیٹر آ گیا۔ "میں نے اس کا مکمل انتظام کر لیا ہے۔" اس نے بتایا۔
"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب تمھارے لیے میری یہ ہدایت ہے کہ جو کچھ تم نے ڈینیل کے منہ سے سنا ہے اسے یکسر فراموش کر دو۔"
"میں سمجھتا ہوں مسٹر ایلی یارڈ!" اس نے پہلی بار مجھے میرے اصل نام سے مخاطب کیا۔
"یہ ہدایت میں نے محض احتیاطاً تمھیں دی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمھیں ان لوگوں کے انجام تک خود کو روپوش رکھنا ہوگا۔ کیا تم سلویا کی حفاظت کی ذمے داری قبول کر سکو گے؟"
"کیوں نہیں۔" بیٹر نے کہا۔ "یہ جب تک چاہیں میرے پاس رہیں۔ انھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی لیکن مجھے آخر کتنے دن تک روپوش رہنا ہوگا؟"
"خواہ یہ روپوشی طویل ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تم نہ صرف خود روپوش رہو بلکہ جیکسن کو بھی منظر عام پر سے ہٹا دو۔"
"ہماری اس روپوشی کا اختتام کب ہوگا... میرا مطلب ہے ہمیں کس طرح معلوم ہوگا کہ اب ہماری روپوشی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے؟"
"ان لوگوں کو انجام تک پہنچانے کے فوراً بعد میں تمھیں مطلع کر دوں گا۔"
"میں تمھاری کامیابی کے لیے دل سے دعا کروں گا مسٹر ایلی... اور معاف کرنا مسٹر ایلی۔"
"اور اب میں تمھیں ایک اور زحمت دوں گا سلویا! تم ٹرانسمیٹر پر اولیو باورڈ سے رابطہ قائم کرو۔" میں نے آدھے گھنٹے تک سمجھایا کہ اسے اولیو باورڈ سے کیا باتیں کرنی ہیں اور اس کے کس سوال کے جواب میں کیا کہنا ہے۔ اس کے بعد بیٹر ہمیں اس کی خواب گاہ میں لے گیا جہاں اس کا ٹرانسمیٹر تھا۔ سلویا نے ٹرانسمیٹر پر اولیو باورڈ سے رابطہ قائم کر لیا۔ میری توقع کے عین مطابق دوسری طرف اولیو باورڈ نے خود کال ریسیو کی تھی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ بے حد پریشان تھا۔
"تم... تم کہاں سے بات کر رہی ہو؟" اولیو باورڈ کی آواز سے گہرا اضطراب جھلک رہا تھا۔
"نیویارک کا مطلع ابر آلود ہے جناب!" سلویا نے۔ یہ ان کے درمیان طے شدہ کوڈ تھا جس کا مطلب تھا سلویا نے یہ کال خود سے کی ہے، کسی کے دباؤ کے تحت نہیں کی۔ "مجھے نہیں معلوم میں کہاں ہوں۔"
"اس بات کا کیا مطلب ہوا سلویا؟" اولیو باورڈ کی غرّاہٹ سنائی دی۔
"وہ بہت محتاط ہے جناب! مجھے آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں لایا گیا تھا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اشد ضرورت کے بغیر کال مت کرنا۔ اس وقت تمھیں کال کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"
"نکی فرار ہو گئی ہے جناب! البرٹ اس کے فرار کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ مجھے پہلے موقع نہیں ملا جناب ورنہ میں پہلے ہی آپ کو مطلع کر دیتی۔"
"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ نکی فرار ہو گئی ہے؟ ممکن ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔"
"وہ بہت پریشان ہے جناب! اس کی پریشانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اس نے نکی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے البرٹ پر تشدد بھی شروع کر دیا ہے۔"
"اوہ! لیکن ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ البرٹ پر تشدد کرنے پر مجبور ہو گیا؟"
"اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نکی کسی ایسی بات سے واقف ہو گئی ہے جو اس کے علم میں نہیں آنی چاہیے تھی۔"
"وہ بہت چالاک ہے سلویا! ممکن ہے حقیقت کچھ اور ہو جسے چھپانے کے لیے وہ یہ سب کچھ کر رہا ہو۔"
"نکی اس کی قید میں ہے، البرٹ اور ڈینیل بھی اس کے شکنجے سے نہیں نکل سکتے۔ اگر وہ چاہے تو انھیں ختم بھی کر سکتا ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ دکھاوے کے لیے کچھ کر رہا ہے۔"
"اوہ! کیا ڈینیل بھی وہیں ہے؟"
"جی ہاں! ڈینیل بھی وہیں ہے اور اس نے ڈینیل پر بھی نکی کے سلسلے میں خاصا دباؤ ڈالا ہے۔"
"کیا وہ صرف نکی کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا ہے یا کچھ اور بھی معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟"
"ابھی تک تو اس نے ان دونوں سے اسی ایک بات کے علاوہ اور کچھ نہیں پوچھا۔ ہر پوچھ گچھ کے دوران اس نے مجھے اپنے ساتھ ہی رکھا ہے۔"
"تب تو یہ امکان ہے کہ نکی واقعی کسی طرح اس کی گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہوگی۔"
"مجھے کہنا تو نہیں چاہیے جناب لیکن نکی کا راز افشا کر کے آپ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اس وقت تک وہ نکی کو اپنا ہمدرد ہی سمجھ رہا تھا۔"
"جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ نکی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ فائدہ کیا کم ہے کہ تم اس پر مسلط ہو۔"
"مجھے جو کچھ کرنا پڑ رہا ہے وہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے جناب! اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے مجھے خود اپنے لوگوں کے خلاف کام کرنا پڑ رہا ہے۔"
"وہ کس طرح؟" اولیو باورڈ کی چونکی ہوئی آواز آئی۔
"میری ہی وجہ سے وہ عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں گوشت کے زہریلے پارچے کتوں کو کھلاؤں۔"
"اوہ! تو یہ تم تھیں۔ اس بات پر تو میری باروت رابیل سے جھڑپ بھی ہو گئی تھی۔ میں نے اسے کتوں کی ہلاکت پر طعنہ دیا تھا۔"
"یہ حقیقت ہے جناب کہ وہ کتے کسی اجنبی کے ہاتھوں سے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اگر میں نہ ہوتی تو وہ کبھی عمارت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔"
"تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ ڈینیل کے علاوہ وہ تہذیب ناظم ایکس کو بھی یہاں سے نکال لے گیا ہے۔"
"جی ہاں جناب! لیکن اس نے مجھے صرف کتوں کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد اپنے ساتھی بڈ کے ساتھ مجھے واپس بھیج دیا تھا۔"
"اس کے باوجود تمھیں نہیں معلوم کہ تم کس مقام پر قید ہو؟"
"مجھے علاقے کا نام تک معلوم نہیں جناب! بڈ نے بھی میری آنکھوں پر رومال باندھ دیا تھا۔"
"اس کا مطلب ہے وہ تمھاری طرف سے مشکوک ہے سلویا! تمھیں کال کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے تھا۔"
"میں یہاں قید نہیں ہوں جناب! عمارت میں آزادی سے گھوم پھر سکتی ہوں اور کال میں نے بہت دیکھ بھال کر کی ہے۔ رات بھر جاگنے کے بعد سب لوگ ابھی تھک کر سوئے ہیں۔ میں نے تو یہ سوچ کر کال کی ہے کہ شاید یہ اطلاع آپ کے لیے اہم ہو لیکن آپ کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے مجھ سے غلطی سرزد ہو گئی ہو۔"
"یہ بات نہیں ہے سلویا! تمھاری دی ہوئی اطلاع بہت اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری ڈینیل کی رہائی ہے۔ تم تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکو گی۔"
"میں مسٹر ڈینیل کی اہمیت سے واقف ہوں جناب! اور اس بات سے خوف زدہ بھی ہوں کہ کہیں وہ مسٹر ڈینیل کی حقیقت سے باخبر نہ ہو جائے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ مسٹر ڈینیل کتنے کارآمد آدمی ہیں تو ان پر تشدد کی انتہا کر کے انکل کے بہت سے اہم راز اگلوا لے گا جو مجھے کسی صورت میں بھی گوارا نہیں ہے۔"
"شاباش سلویا! مجھے تم سے یہی امید تھی۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے باروت رابیل کے حفاظتی انتظام پر اعتماد کر لیا

ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا: "مثلاً محال کا میک اپ کرتے ہیں؟"

"میک اپ؟" پیٹر نے حیرت سے کہا: "یقین نہیں آتا کہ یہ ڈینیل نہیں ہیں۔"

"تو اب یقین کر لو۔" میں نے ماسک اُتارتے ہوئے کہا اور پیٹر کے ساتھ ساتھ سلویا کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

"مجھے یقین ہے کہ اس میک اپ میں انھیں انکل راہیل بھی نہیں پہچان سکیں گے۔"

"چلو اب کھانا کھائیں۔" تہذیب نے کہا: "صبح سے اب تک ہم نے کچھ نہیں کھایا ہے۔"

کھانے کے دوران میں نے پیٹر اور تہذیب کو ضروری ہدایات دیں جن میں پیٹر کے لیے یہ ہدایت بھی شامل تھی کہ وہ ڈینیل کے نام آسٹریلیا سے ایک ٹیلی گرام بھجوانے کا بندوبست کرے اور پیٹر نے بتایا تھا کہ اس کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کل شام تک یہ کام کر دے گا۔

کھانے کے بعد میں تہذیب کے ساتھ بیڈروم میں آ گیا۔ تہذیب کے جسم کے زخم مندمل ہونا شروع ہو گئے تھے تاہم مکمل صحت یابی میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگتا۔

بیڈروم میں آ کر میں نے تہذیب سے اولیور ہارڈ کو فون کرنے کو کہا اور میری ہدایت کے مطابق اُس نے اولیور ہارڈ کو فون کیا۔ فون نمبر ڈینیل سے حاصل کیے گئے تھے اور میں نے اُس سے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ وہاں ایسا کوئی بندوبست نہیں ہے جس کے ذریعے کال ٹریس کی جا سکے۔

دوسری طرف سے فون کسی بابا نے اٹھایا تھا۔ تہذیب نے اس سے اولیور ہارڈ کو بلانے کے لیے کہا جس پر جواب ملا کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔

"میں لکی ہارڈی بات کر رہی ہوں گدھے!" تہذیب نے دانت پیس کر کہا: "کیا تم میری آواز نہیں پہچانتے۔ فوراً ڈیڈی کو بلاؤ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

پھر ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں اولیور ہارڈ لائن پر آ گیا۔ میں تہذیب کے سر سے سر جوڑے ریسیور کے ایئر پیس سے کان لگائے کھڑا تھا تاکہ دوسری طرف سے کہی جانے والی ہر بات اپنے کانوں سے سن سکوں۔

"ہیلو، کون بات کر رہا ہے؟" اولیور ہارڈ کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"میں لکی بات کر رہی ہوں ڈیڈی۔" تہذیب نے گھبرائے ہوئے لہجے میں لکی کی آواز کی نقل اُتارتے ہوئے کہا: "میں واشنگٹن سے بات کر رہی ہوں۔ فارموں کا کچھ سراغ مل گیا ہے اور میں ایک شخص کے تعاقب میں ہوں۔ موقع ملا تو دوبارہ فون کر کے تفصیل سے بتاؤں گی۔"

"مجھے ابھی تفصیل سے بتاؤ تم کہاں ہو اور کیا کر رہی ہو؟" اولیور ہارڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! وہ نکل جائے گا ڈیڈی! گھبرائیے مت، میں پھر فون کروں گی۔ خدا حافظ ڈیڈی۔" تہذیب نے جواب سنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

"تمھاری وجہ سے بڑی آسانی ہو گئی۔" میں نے کہا: "ورنہ یہ کام جو تم نے کیا ہے ناممکن ہی تھا مگر اب تم کہہ رہی ہو کہ مجھ سے علیحدہ رہ کر کام کرو گی۔"

"ہاں علی! یہ ضروری ہے۔ لیکن میں اپنی سرگرمیوں سے تمھیں باخبر رکھوں گی۔ تمھیں جب بھی میری ضرورت محسوس ہو مجھے اطلاع کر دینا۔ میں تم تک پہنچ جاؤں گی۔"

"جیسی تمھاری مرضی تہذیب۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا: "میں اپنا پروگرام تمھیں بتا ہی چکا ہوں، اس میں کسی اور کی گنجائش ویسے بھی نہیں نکلتی۔"

"ہمیں اب علیحدہ رہ کر ہی کام کرنا ہوگا علی تاکہ فلسطین کی آزادی کے لیے مختلف سمتوں میں کام کر سکیں۔ ہماری مستقل یکجائی ویسے بھی فلسطین کی آزادی کے ساتھ مشروط تھی۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! ہم دونوں اس وقت کا انتظار کریں گے۔ اب میں دو گھنٹے کے لیے سونا چاہتا ہوں تاکہ ڈینیل کے روپ میں یہاں سے فرار ہوتے وقت پوری طرح تازہ دم رہوں۔"

میں سو گیا اور تہذیب جاگتی رہی۔ اُس نے ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے اُٹھا دیا۔ میں نے ڈینیل کا ماسک اپنے چہرے پر فٹ کیا اور حرکت میں آ گیا۔ میں نے سلویا کو پہلے ہی سب کچھ سمجھا دیا تھا۔ پیٹر اور اس کے آدمی بھی ہونے والے ڈرامے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔

ڈینیل کے میک اپ میں، میں سلویا کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں البرٹ قید تھا۔ وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اوپری برہنہ جسم پر نیل ہی نیل دکھائی دے رہے تھے۔ اُس کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ میں نے اسے جھنجھوڑ کر بڑی مشکل سے ہوش میں لایا۔

"اٹھو البرٹ! سلویا نے ہماری رہائی کا بندوبست کر دیا ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

البرٹ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھا۔ اُس کا ذہن پوری طرح کام نہیں کر رہا تھا اس لیے بات اُس کی سمجھ میں ذرا مشکل سے آئی۔ لیکن جب بات سمجھ میں آ گئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے بندھے ہوئے ہاتھ میں پہلے ہی کھول چکا تھا۔

میں نے اُسے سہارا دے کر کمرے سے باہر نکالا جہاں راہداری میں مسلح محافظ دیوار سے ٹیک لگائے سو رہا تھا۔ البرٹ اُس کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھا تھا مگر میں نے آہستگی سے روک دیا۔ پھر سلویا کی رہنمائی میں ہم ڈینیل کی کار تک آ گئے جس کے اگنیشن میں کار کی چابیاں جھول رہی تھیں۔ البرٹ کو کار میں بٹھا کر میں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ سلویا نے جا کر گیٹ کھولا تھا۔ گیٹ پر موجود محافظ گیٹ کے ساتھ بنے کیبن میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔

"تمھارا اوپری جسم برہنہ ہے البرٹ اور تم زخمی بھی ہو۔ اگر تم عقبی نشست پر لیٹ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ کسی نے دیکھ لیا تو ہم مشکل میں بھی پڑ سکتے ہیں۔"

البرٹ نے بے چون و چرا میرے کہنے پر عمل کیا۔ اُسے لٹانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ پیٹر کے بنگلے کا محل وقوع نہ سمجھ پائے۔ اس کے باوجود میں نے مرکزی سڑک پر نکلنے کے لیے خاصا پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ میں نے سلویا کو ہدایت کر دی تھی کہ ہمارے نکلنے کے بعد اولیور ہارڈ کو ہمارے فرار سے مطلع کر دے تاکہ وہ ہمارے استقبال کے لیے تیار رہے۔

میری توقع کے عین مطابق عمارت کے گیٹ پر مسلح افراد ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ گیٹ کے باہر کار روکتے ہی وہ تیزی سے کار کی طرف جھپٹے اور انھوں نے کار کے اندر جھانک کر دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو؟" میں نے غرا کر کہا: "گیٹ کھولو۔ البرٹ زخمی ہے اور اُسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

انھوں نے گیٹ کھول دیا اور میں نے کار عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل کر دی۔ سب سے بڑا خطرہ مجھے کتوں کی طرف سے تھا۔ انھیں میک اپ کے ذریعے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کمپاؤنڈ میں کتے نہ دیکھ کر میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

عمارت کے دروازے پر اولیور ہارڈ اور ہاروت راہیل دونوں ہی موجود تھے۔ البرٹ کو اسٹریچر پر اندر بھجوانے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔

"تم خوش قسمت ہو کہ اُس کے قبضے سے صحیح سلامت نکل آئے۔" اولیور ہارڈ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری خوش قسمتی سے زیادہ اس میں آپ کی پلاننگ کا دخل تھا۔" میں نے کہا پھر دفعتاً چونک کر بولا: "لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ عمارت میں داخل کس طرح ہو سکا۔ کیا کل کتے نہیں تھے؟" میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا: "آج بھی کتے نظر نہیں آ رہے۔ یہ تو بڑی غیر مناسب بات ہے۔"

"آؤ اندر چل کر بات کرتے ہیں۔" ہاروت راہیل نے کہا اور ہم عمارت کی پہلی منزل پر اسی کمرے میں آ گئے جہاں اس عمارت میں پہلی بار ان دونوں سے میری ملاقات ہوئی تھی۔

"جانوروں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔" اولیور ہارڈ نے کمرے میں بیٹھنے کے بعد کہا: "اس لیے اُن کی چھٹی کر دی گئی۔"

پھر میرے مزید استفسار پر اُس نے مجھے بتایا کہ عمارت میں داخل ہونا کس طرح ممکن ہو سکا تھا۔

"اب اُس سے انتقام لینے کے لیے آپ نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟" میں نے اولیور ہارڈ سے پوچھا۔

"اب ہم اُس سے الجھنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ ہمیں تمام جانگزینیوں کے معاملات بھی دیکھنے ہیں۔"

اُس نے مجھے لکی کی خیریت سے بھی مطلع کیا جس پر میں نے مسرت کا اظہار کیا۔ دونوں میں سے ایک کو بھی مجھ پر شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر اولیور ہارڈ نے اچانک ہی سوال کیا: "تم اس عمارت تک دوبارہ پہنچ سکتے ہو جہاں سے فرار ہوئے ہو؟"

"مجھے اتنا ہوش ہی نہیں تھا جناب کہ راستوں کا خیال رکھ سکتا۔ میرے ہاتھ پاؤں کھولے ہوئے تھے اور مجھے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بھی لمحے میرے فرار کا راز کھل جائے گا۔ میں نے اندھا دھند ڈرائیونگ کی جناب اور سڑک سے زیادہ میری نگاہیں عقب نما پر لگی رہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا تعاقب شروع ہو جائے گا۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ کن راستوں سے گزر کر شہر سے باہر نکلا تھا۔"

"تم سے یہ توقع نہیں تھی۔" ہاروت راہیل نے ملامت آمیز لہجے میں کہا: "آدمی کو اپنے حواس میں رہنا چاہیے۔"

"ایسے مواقع پر بعض اوقات فیلڈ ورکرز تک اپنے اوسان بحال نہیں رکھ پاتے۔" اولیور ہارڈ بولا: "یہی بہت ہے کہ ڈینیل بچ گیا ورنہ اگر وہ اس کی زبان کھلوا لیتا تو ہم بڑے خطرے میں گھر جاتے۔"

"وہ لکی ہارڈ کے سوا کچھ اور پوچھ ہی نہیں رہا تھا جناب! کیا وہ بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہیں؟"

"ہاں ڈینیل! چند لمحے قبل اُس نے مجھے واشنگٹن سے کال کی تھی۔ اُس کے ہاتھ کچھ سراغ لگ گیا ہے اور وہ اُس پر کام کر رہی ہے۔"

"شکر ہے جناب!" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا: "یہ تو ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔"

"لیکن وہ انتہائی احمق ہے۔ اُس نے مجھے تفصیل نہیں بتائی۔ وہ اپنے طور پر کام کرنا چاہتی ہے کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔"

"انھیں یا ہنگ ناکامی کا یقین ہو گا جناب! ضرور وہ آپ سے ضرور مدد طلب کریں۔ اور سب سے بڑھ کر خوشی کی بات تو یہ ہے کہ عملی کر قدم قدم پر ہر بات اسٹائل شدہ ہو چکا ہے۔"

"اب ہم انہیں دھوکے میں رکھ کر شام چلے جائیں تو پھر وہ ہمارا سراغ کبھی نہیں لگا سکے گا۔" اولیور ہارڈ نے کہا اور میں نے ایک زوردار جمائی لی۔

"جی ہاں جناب! میرے خیال میں بھی بہتر یہی ہے کہ اب ہم چپ چاپ یہاں سے نکل جائیں۔"

"تمھیں نیند آ رہی ہو گی ڈینیل!" ہادیہ رابیل نے کہا۔ "تم آرام کرو۔ ہم بھی اب سو رہے ہیں۔"

ان سے رخصت ہو کر میں پہلی منزل پر واقع ڈینیل کے کمرے میں آ گیا۔ فوری طور پر سرگرم ہو جانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں اطمینان سے لیٹ کر سو گیا۔ سونے سے قبل میں اندر سے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

اگلا پورا دن میں نے ڈینیل کے انداز میں گزارا۔ اس سے حاصل کی ہوئی معلومات قدم قدم پر کام آ رہی تھیں۔ وہاں موجود ہر شخص کو میں نے ڈینیل کے بیان کردہ حلیے کی روشنی میں پہچان کر اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تھا اور ہر ایک سے اسی انداز میں ملا تھا جس طرح ڈینیل ملتا تھا۔

شام کو ہادیہ رابیل نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا۔ "آسٹریلیا سے تمھارے نام ٹیلی گرام آیا ہے۔ تمھاری آنٹی بستر مرگ پر ہیں۔"

"وہ میری اکلوتی خالہ ہیں جناب! میں کافی عرصے سے ان سے ملنا چاہ رہا تھا۔"

"اگر تمھارا ان سے ملنا ضروری ہے تو تم جا سکتے ہو۔"

"ضروری تو شام جانا بھی ہے۔" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم آسٹریلیا سے ہوتے ہوئے وہاں آ جانا۔ میں نے اولیور ہارڈ سے پوچھ لیا ہے۔ انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

تمام ضروری تیاریاں کر کے اگلے روز شام کے وقت میں آسٹریلیا کے لیے پرواز کر گیا۔ اولیور ہارڈ نے میری بحفاظت روانگی کے لیے خصوصی انتظامات کیے تھے۔ اس کے خیال میں میرا آسٹریلیا ہوتے ہوئے شام جانا زیادہ بہتر تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ میں عملی طور پر ان کی نظروں میں آ چکا تھا اور کسی مرحلے پر میری وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو سکتی تھی۔

آسٹریلیا کے شہر سڈنی کے ایک ہوٹل میں میں نے بہت مختصر سا قیام کیا۔ میرے پاس ایک چھوٹے سے سفری سوٹ کیس کے علاوہ صرف ایک بریف کیس تھا جس میں ڈینیل کے اعتراف کی کیسٹیں اور وہ ریموٹ کنٹرول تھا جس کے ذریعے اسلحہ ساز فیکٹری کو تباہ کیا جا سکتا تھا۔

سڈنی سے شام کے لیے روانہ ہونے والی پہلی فلائٹ سے میں دمشق کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ اطمینان میں پہلے ہی کر چکا تھا کہ میری نگرانی نہیں کی جا رہی ہے۔

دمشق میں کئی گھنٹے کی کوششوں کے بعد وزیر دفاع سے میری ملاقات ممکن ہو سکی۔ اس ملاقات میں قونصلیٹ کے تعارفی خط کو خاصا دخل تھا۔ اگر وہ خط میرے پاس نہ ہوتا تو اتنی آسانی سے ان سے ملاقات کی نہ ہو پاتی۔ وزیر دفاع جس انداز سے مجھ سے ملے اس کی وجہ سے میں خاصا متاثر ہوا۔ میں تو ایک معمولی سا آدمی تھا جسے وہ اتنی عزت دے رہا تھا۔

"دمشق سے تیس کلو میٹر کے فاصلے پر زیر تعمیر اسلحہ ساز فیکٹری میری آپ سے ملاقات کا سبب بنی ہے۔" میں نے ان کے قیمتی وقت کے پیش نظر فوراً ہی مطلب کی بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے منہ سے اس فیکٹری کے بارے میں سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے علی!" وزیر دفاع نے کہا۔

"بہت راز داری برتنے کی ضرورت ہے جناب! یہ بات تنہائی میں بھی آپ کے منہ سے نہ نکلے کہ اس فیکٹری کے نیچے ایک اسلحہ ساز فیکٹری تعمیر کی گئی ہے۔"

"آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات آسانی سے نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔" انھوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تاہم آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں ثبوت سمیت حاضر ہوا ہوں جناب!" میں نے بریف کیس سے کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈر نکالتے ہوئے کہا۔ یہ کیسٹ وہ تھی جس میں فیکٹری سے متعلق ڈینیل کے انکشافات تھے۔ میں نے بالکل ابتدا سے کیسٹ چلا دی۔ ابتدا میں تو وزیر دفاع کے چہرے سے قدرے بیزاری ظاہر ہو رہی تھی لیکن رفتہ رفتہ ان کے چہرے سے دلچسپی ظاہر ہونے لگی اور پھر اس دلچسپی کی جگہ تشویش نے لے لی۔

"اب آپ کیا فرماتے ہیں جناب!" میں نے فیکٹری کے بارے میں ڈینیل کے اعترافات مکمل ہونے پر ٹیپ ریکارڈر آف کرتے ہوئے کہا۔

"تم فوری طور پر ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ سے مل لو۔ اس معاملے کا فیصلہ وہی کریں گے۔" یہ انھوں نے ہاٹ لائن پر انٹیلی جنس کے سربراہ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

آدھے گھنٹے بعد میں ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اس نے پوری توجہ سے میری باتیں سنیں اور پھر دونوں کیسٹیں بھی سنیں۔

"آپ کے پاس اس سلسلے میں کیا تجویز ہے؟" اس نے پُرسکون انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"میرے پاس ریموٹ کنٹرول موجود ہے۔ مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی اور میں نے محض اس لیے آپ لوگوں سے رابطہ کیا ہے کہ اتفاقی طور پر کسی کا کوئی نقصان نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے ہم انتظامات کر لیں گے۔" اس نے بے تابی سے کہا۔ "کون سا وقت مناسب رہے گا؟"

"کل وہ یہاں پہنچیں گے اور شاید ایک آدھ روز میں ہی وہ فیکٹری کا باقاعدہ افتتاح کر دیں گے۔ بس وہی وقت مناسب رہے گا۔ اس وقت وہاں سب موجود ہوں گے۔"

"اس وقت وہاں ہمارے آدمی بھی تو موجود ہوں گے۔ ممکن ہے کوئی وزیر اس کا افتتاح کرے۔"

"وزیر صنعت و تجارت۔" میں نے کہا۔ "جو وزیر موصوف کے پہنچنے سے قبل ہی ریموٹ کنٹرول استعمال کر ڈالیں گے۔ اوقات کا تعین میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔"

اس کے بعد دو روز میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے رہا۔ یہ معاملات بے حد خفیہ رکھے گئے تھے اور چند خاص افراد کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ حتیٰ کہ وزیر صنعت و تجارت تک کو بے خبر رکھا گیا تھا۔

تیسرے روز شام چھ بجے فیکٹری کا افتتاح ہونا تھا۔ ہم نے سارے معاملات طے کر لیے تھے۔ ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل سعید نے پانچ بجے مجھ سے روانہ ہونے کو کہا اور ہم سادہ نمبر پلیٹ والی ایک کار میں بیٹھ کر فیکٹری کی طرف روانہ ہو گئے۔ کار میں ٹرانسمیٹر نصب تھا جس پر کرنل سعید کو ایک ایک لمحے کی اطلاع مل رہی تھی۔

"میں نے تصدیق کر لی ہے۔ تمام افراد فیکٹری کے اندر موجود ہیں اور ہمارا کوئی آدمی اس وقت وہاں موجود نہیں ہے۔" کرنل سعید نے راستے میں مجھے بتایا۔

آدھے گھنٹے میں ہم فیکٹری سے ایک میل کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ کرنل سعید نے جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے پاس کار روک لی تھی۔

"آپ ریموٹ کنٹرول نکال لیں علی! کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

میں نے بریف کیس سے ٹرانسمیٹر سائز کا ریموٹ کنٹرول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ پانچ منٹ بعد ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ وزیر صنعت فیکٹری آنے کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔

"بس علی! یہی موقع ہے۔ اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔ بسم اللہ کر کے اسے استعمال کیجیے۔"

میں نے ڈینیل کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ریموٹ کنٹرول کے مختلف بٹن دبائے اور پھر سانس روک کر فیکٹری کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل سعید کی نگاہیں بھی فیکٹری پر مرکوز تھیں۔

ایک منٹ گزرا، دو منٹ گزرے اور پھر تین منٹ بھی گزر گئے مگر کچھ نہیں ہوا۔ کرنل نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا مگر میں کیا کہتا۔ میرے ماتھے پر تو پسینے کے قطرے ابھر آئے تھے۔

"شاید ریموٹ کنٹرول استعمال کرنے میں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا مگر جو کچھ میں نے کہا تھا مجھے اس پر یقین نہیں تھا۔

"ممکن ہے ڈینیل نے صحیح طریقہ نہ بتایا ہو۔" کرنل سعید نے کہا مگر اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنا اضطراب چھپانے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

"اب تو یہی کچھ ممکن ہے جناب!" میں نے متزلزل لہجے میں کہا۔ "میں دوبارہ کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے دوبارہ کوشش کی اور جب اس بار بھی کچھ نہیں ہوا تو میرے ذہن پر مایوسی کی یلغار ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گڑبڑ کس مقام پر ہوئی ہے۔

"اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔" کرنل سعید نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ معاملہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں پورے معاملے کی خود تفتیش..." اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ اور اس کے بعد دھماکوں کی لائن لگ گئی۔ ایک میل کے فاصلے پر ہونے کے باوجود کار یوں لرز رہی تھی جیسے زلزلوں کے نہ رکنے والے جھٹکے اسے ساکت ہونے کی مہلت ہی نہ دے رہے ہوں۔ ہمیں ایکڑ کے وسیع رقبے پر محیط فیکٹری ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر رہی تھی۔

"مبارک ہو علی!" کرنل سعید نے جوش سے میرا شانہ دباتے ہوئے کہا۔ "آپ کی وجہ سے یہودیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔" اس کی نظریں اب بھی اس مقام پر لگی ہوئی تھیں جہاں چند لمحے پہلے فیکٹری تھی اور اب وہاں ناچتے شعلوں اور بلند ہوتے دھوئیں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس فیکٹری کے ساتھ ہی ہادیہ رابیل اور میرے ازلی دشمن اولیور ہارڈ کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔

شامی حکام مجھ سے بے حد خوش تھے اور وہ مجھے اعزاز سے نوازنے کے علاوہ میرے لیے کچھ تقاریب بھی کرنا چاہتے تھے مگر میں نے سختی سے ان سے معذرت کی۔

"ہم آپ کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں جناب!" وزیر دفاع نے ایک مختصر سی تقریب کے دوران مجھ سے کہا۔ "عرب دنیا آپ کی

احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتی تاہم آپ خود ہی کہیں کسی خدمت کا موقع دیں۔"

"میں شامی افواج کے شانہ بشانہ اسرائیلی فوج سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا تھا اور انھوں نے میری خواہش فوراً ہی پوری کر دی تھی۔

کیپٹن کی وردی میں محاذ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل میں نے تہذیب سے فون پر گفتگو کی تھی اور اسے اپنی کامیابی سے آگاہ کر دیا تھا۔ تہذیب کے علاوہ بیٹرس نے بھی مجھ سے بات کی تھی اور مجھے مبارک باد دی تھی۔ ابروت ماہیل کی موت کے بعد سلویا آزاد ہو گئی تھی اور اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ اگر میں کبھی امریکا آؤں تو اس سے ضرور ملوں۔ وہ میرے پاس آنے کے لیے بے قرار تھا مگر میں نے اسے سختی سے ہدایت کی کہ وہ تہذیب کے چارج میں کام کرے۔

میں بڑے جوش اور ولولے سے جنگ میں شریک ہوا تھا مگر مجھے پہلے ہی روز اندازہ ہو گیا کہ فوجی ڈسپلن اور حکمت عملی میرے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ میں تو کسی اور ہی قسم کا آدمی ہوں۔

شام کے سرکاری اور بااثر حلقوں میں میرے اس کارنامے کی خبر کیا تیزی سے پھیلی تھیں اور اسی باعث مجھے وہ موقع ملا تنظیم آزادی فلسطین کی ایک بااثر شخصیت نے مجھ سے فون کر کے کام کرنے کی آفر کی۔

"آپ کو معلوم ہوگا کہ بیروت میں کتنے خراب حالات ہیں اسرائیلی فوجوں کا کنٹرول وہاں بہت سخت ہے اور ہمارے بہت سے اچھے کارکن وہاں ضائع ہو چکے ہیں۔"

میں نے فوری طور پر بیروت جانے کی حامی بھر لی۔ یہ ایک خطرناک فیصلہ تھا لیکن اس میں میری تسکین کا سامان تھا۔ میں دمشق کے محاذ پر شامی افواج سے علیحدہ ہوا اور پانچ روزہ سفر پیدل طے کر کے بیروت پہنچ گیا جہاں اسرائیلیوں کے ذخائر تباہ کرنے کے بعد میں اسرائیلی افواج کے ہاتھوں گرفتار ہو کر یہاں جیل میں قید ہو گیا۔

میرے کانوں میں ہنسی کی مدھر تانیں گونجنے لگیں۔ بکریوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں پاکستان کی ان تانوں میں گھل رہی تھیں۔ میں ایک پاکستانی تھا، اگر ان لوگوں کو میری اصلیت کا علم ہو جاتا تو وہ پاکستانیوں سے نبٹتے ہوئے ان کے مقابل پر جاتی اور اس کی صفوں میں ابتری پھیل جاتی۔ میری گرفتاری پر پورے اسرائیل میں جشن منایا جاتا اور لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے۔

وردی پوش بوٹوں کی آوازیں مجھے اپنے خیالات سے باہر لے آئیں۔ صبح ہو چکی تھی۔ میں رات بھر اپنے خیالات میں گم رہا تھا اور اب شاید وہ مجھے تشدد کرنے کے لیے جانے آئے تھے مگر میں نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ اپنی زبان نہیں کھولوں گا خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا مگر وہ اپنے ماتحتوں میں جنرل ایکس کے نام سے مشہور تھا۔ کٹر یہودی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی متعصب اسرائیلی اور فلسطینیوں کا جانی دشمن تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ڈسپلن کا بھی بہت پابند تھا۔ ڈسپلن کی پابندی کا تو صرف نام تھا، اصل بات یہ تھی کہ وہ انتہائی سفاک شخص تھا۔ اس کے بھاری جبڑے اور پتلے ہونٹ بھی اس کی سخت گیری اور سفاک فطرت کے غماز تھے۔ اپنے ماتحتوں پر اس کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ اس کے آفس کے باہر بھی وہ دبے قدموں گزرتے تھے۔ کیا معلوم کب کوئی بات جنرل کو ناگوار گزر جائے۔

ڈسپلن کی آڑ لے کر وہ ذرا ذرا سی بات پر اپنے ماتحتوں کو سخت ترین سزائیں دیا کرتا تھا۔ بظاہر سب اس کی عزت کرتے تھے۔ کسی کو اتنی جرأت نہیں تھی کہ اس کی عزت نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن درحقیقت اسرائیلی فوج میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو اس کی عزت کرتا ہو۔ اس کے برعکس ہر ایک اس سے نفرت کرتا تھا۔ انتہا تو یہ ہے کہ اس کے سینیئرز بھی اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے مگر ان میں بھی یہ مجال نہیں تھی کہ اس سے اختلاف کر سکتے۔ اختلاف کرنا تو دور کی بات ہے وہ اس سے نظریں ملا کر بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ انتہائی خود سر تھا۔

اسرائیل کے اعلیٰ حکام نے بھی اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ آنکھیں بند کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھیں فلسطینیوں کو کچلنے کے لیے ایسے ہی سفاک لوگوں کی ضرورت تھی جو فطرتاً درندے ہوں، ورنہ درندے کو بھی شاید کبھی کبھار کسی پر رحم آ جاتا ہو گا لیکن جنرل ایکس کی لغت میں ترس یا رحم کا لفظ تھا ہی نہیں۔ وہ تو لوگوں کی حالت خراب بد تر بنا کر لطف اندوز ہونے کا عادی تھا۔

یوں تو اسرائیل کا ہر فوجی درندہ صفت تھا اور ان کا کام ہی یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو مظلوم فلسطینیوں کو کچل کر رکھ دیا جائے مگر وہ کھل کر ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ آخر انھیں دنیا والوں کو بھی تو منہ دکھانا تھا۔ خود کو انصاف پسند کہلوانا تھا اور اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ فلسطینیوں کو دہشت گرد ثابت کیا جائے۔ فلسطین کے مظلوم عوام اپنی بقا کی جدوجہد کرتے تو انھیں دہشت گرد قرار دے دیا جاتا تھا۔ دنیا والوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ غاصب یہودیوں کو نہ صرف یہ کہ غاصب نہیں کہا جاتا تھا بلکہ بیشتر عالمی اقوام نے اسرائیل کو یہودیوں کا وطن تسلیم کر لیا تھا۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اقوام متحدہ پر کچھ فرائض عائد ہوتی تھیں۔ تیسری دنیا کے ممالک اور خصوصاً اسلامی ممالک سراپا احتجاج بن گئے تھے۔ فلسطین میں اسرائیلی فوج کے مظالم پر مزید خاموشی اختیار کرنے سے اقوام متحدہ جیسے ادارے کی پوزیشن مزید خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ جنگی قیدیوں پر اسرائیلی فوج کے مظالم کا جائزہ لینے کے لیے اقوام متحدہ نے ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کمیٹی میں ایک ایسا شخص بھی شامل تھا جو اپنی غیر جانب داری کے لیے پوری دنیا میں مشہور تھا۔

جنرل ایکس کو اطلاع مل گئی تھی کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی قیدیوں کی حالت کا جائزہ لینے آ رہی ہے۔ صبح صبح ہی اسرائیل کے وزیر دفاع نے اس سے ہاٹ لائن پر گفتگو کی تھی۔

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔" جنرل ایکس کمیٹی کی آمد کی اطلاع پا کر ریسیور میں غرایا تھا۔ "کسی کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں ہے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو جنرل!" وزیر دفاع نے نرم لہجے میں کہا۔ "اقوام متحدہ کے سامنے ہم بے بس ہیں۔"

"اپنی پوری زندگی میں میں نے کبھی خود کو بے بس محسوس نہیں کیا۔ مجھے ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"لیکن وہ لوگ تل ابیب روانہ ہو چکے ہیں۔" وزیر دفاع کے لہجے میں پریشانی تھی۔ "زیادہ سے زیادہ آٹھ بجے تک بیروت پہنچ جائیں گے۔"

"میں ان سے نمٹ لوں گا۔" جنرل نے نخوت سے کہا۔ "ان کا واسطہ آج تک کسی صحیح آدمی سے نہیں پڑا ہو گا۔"

"ان سے نرمی سے پیش آؤ جنرل! اس لیے کہ اس کمیٹی کا سربراہ اسٹیفن ایوان ہے۔"

"اوہ۔" جنرل کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ "میں سمجھ گیا ہمارے خلاف بڑی گہری سازش ہوئی ہے۔"

"تم اس سے واقف ہو گے۔ وہ کسی کی طرف داری نہیں کرتا اور نہایت دو ٹوک الفاظ میں اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے۔"

"جو لوگ اس قسم کے دو ٹکے کے لوگوں سے ڈر جاتے ہیں انھیں جنرل ایکس نہیں کہا جاتا۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے جنرل! اگر اس کے ساتھ ذرا بھی ناروا سلوک ہوا تو وہ اسرائیل کو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ ہم رسوا ہو جائیں گے۔"

"میں کسی قسم کا دباؤ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ یہ میری توہین ہے۔" جنرل ایکس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو جنرل!" وزیر دفاع کا لہجہ بہت خراب تھا۔ "محض تمھاری انا کی خاطر پوری اسرائیلی قوم کے وقار کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" پھر وزیر دفاع نے کچھ سنے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا اور جنرل ایکس نے ریسیور اس زور سے کریڈل پر پٹخا کہ وہ ٹوٹتے ٹوٹتے بال بال بچا تھا۔

اس وقت سے جنرل ایکس اپنے آفس میں موجود تھا۔ اس کا موڈ معمول سے کچھ زیادہ ہی خراب تھا۔ اس کے کیریئر میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسے اس قدر تذلیل برداشت کرنا پڑی تھی۔ اس کا بس چلتا تو اقوام متحدہ کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کے ہر رکن کو گولیوں سے اڑا کر رکھ دیتا لیکن وہ جانتا تھا کہ عملاً یہ ناممکن ہے۔

وہ صورت حال سے نمٹنے کی مختلف تدبیروں پر غور کرتا رہا مگر اسے کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آئی۔ آخر کار اس نے تنگ آ کر میٹنگ طلب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے کے پندرہ منٹ بعد جنرل ایکس کانفرنس روم میں اسرائیلی افسران کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس کے تمام ماتحت افسران اس قسم کی میٹنگز کے انجام سے بخوبی واقف تھے۔ ضرورت پڑنے پر جنرل ایکس انھیں طلب کرتا، انھیں صورت حال سے آگاہ کرتا اور اس کے بعد فیصلہ سنا دیا کرتا تھا۔ وہ کسی سے رائے طلب کرنے کا عادی نہیں تھا اور نہ ہی کسی میں اتنی جرأت تھی کہ اسے مشورہ دے سکے۔

مگر آج کا دن ان سبھی کے لیے حیرتوں کے پہاڑ لے کر آیا تھا۔ سب کچھ بیان کر چکنے کے بعد جنرل ایکس اس مسئلے کے کسی قابل قبول حل کا طلب گار تھا۔ جنرل ایکس اور مشورہ؟ بات بڑی ناقابل یقین تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھتے تھے۔ ان میں سے شاید ہی کسی نے پوری توجہ سے جنرل ایکس کی باتیں سنی ہوں۔ جنرل ایکس کی تقریر کے دوران بھی کچھ نہ کچھ سوچنے میں مصروف تھے۔ ایسے میں کوئی مشورہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

لیکن نہیں... ان میں ایک ایسا بھی تھا جو بڑے غور سے جنرل کی باتیں سن رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حال ہی میں جنرل کے ماتحت میں آیا تھا اور اسے ابھی تک کوئی تلخ تجربہ نہیں ہوا تھا۔ کسی میٹنگ میں شرکت کرنے کا بھی یہ اس کا پہلا اتفاق تھا۔ اور سب سے حسین اتفاق یہ تھا کہ اس نے کل ہی ایک دہشت گرد سے پوچھ گچھ کی تھی جس نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نکالنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہر سوال کے جواب میں اس نے خاموشی اختیار

کی تھی۔

"سر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" اسرائیلی افسر نے کھڑے ہو کر کہا اور دیگر تمام افسران حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔ "اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔"

"میں نے جو بکواس کی ہے اس کے بعد اجازت لینے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔" جنرل میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ "جلدی کہو۔"

توہین کے احساس سے افسر کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر وہ جنرل ایکس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ اس لیے اپنے احساسِ اہانت کو نظرانداز کر کے جلدی سے بولا۔ "اُن کے سامنے کسی ایسے قیدی کو پیش کیا جائے جو انتہائی ہٹ دھرم ہو اور اُن کے کسی سوال کا جواب نہ دے۔ ظاہر ہے یہ منظر دیکھ کر اُن کی رائے فلسطینیوں کی طرف سے خراب ہو جائے گی اور رپورٹ ہمارے حق میں آئے گی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔" جنرل دانت پیس کر بولا۔ "ایسے قیدی کا بندوبست ہم کہاں سے کریں گے۔ ہر ایک تو انھیں اپنی مظلومیت کی داستانیں سنانے کھڑا ہو جائے گا۔"

"بیرک نمبر آٹھ میں ایک ایسا قیدی موجود ہے جناب۔ کل ہم اس سے بہت دیر تک سوالات کرتے رہے اور ہمارے ہر سوال کے جواب میں وہ صرف مسکراتا رہا۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بولا۔"

"کہاں ہے وہ قیدی؟" جنرل دہاڑا۔ "کون ہے وہ؟ اور اس میں ایسی کون سی راز کی بات تھی کہ اُسے مجھ سے پوشیدہ رکھا گیا۔ بتاؤ۔"

"اُسے کل شام ہی گرفتار کیا گیا ہے جناب۔" افسر نے ہکلا کر کہا۔ "آج صبح اس کا نام آپ کو پیش کیا جانا تھا... حتمی فیصلے کے لیے۔"

"اگر کوئی ایسا سرکش قبضے میں آ گیا تھا تو اُسے فوری طور پر میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا گیا۔ یہ کہیں مر گیا ہوتا۔"

جنرل ایکس گرج رہا تھا اور کانفرنس روم میں موجود تمام چھوٹے بڑے افسران دم بخود بیٹھے تھے۔ کسی میں اتنی مجال نہیں تھی کہ ایک لفظ بھی بول سکتا۔

"اگر آپ نے اس خیال سے مجھے اطلاع نہیں دی تھی کہ میں اس وقت آرام کر رہا تھا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کی زبان کھلوانے کے لیے اس پر کتنا تشدد کیا گیا ہے؟"

کوئی کچھ نہیں بولا۔ جس افسر نے یہ تجویز پیش کی تھی وہ ابھی تک کھڑا تھا اور اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

"ہوں۔" جنرل ایکس غرّایا۔ "تم لوگوں کی خاموشی سے میں یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ تم نے اُسے بڑے آرام سے رکھا ہوا ہے۔"

"آپ کے حکم کے بغیر ہم کوئی فیصلہ کیسے کر سکتے تھے سر۔" ایک افسر نے دل کڑا کر کے کہا مگر اس کی آواز میں لرزش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"تم سب نااہل ہو۔" جنرل نے حقارت سے کہا۔ "کس نے تم لوگوں کو افسر بنا دیا ہے۔ میرا بس چلے تو تم سب کی وردیاں اُتروا دوں۔"

"وہ آپ اس کی موت کا فیصلہ نہیں تو صادر کر سکتے تھے جناب۔" ایک اور افسر نے کہا اور جنرل کا پارہ اور ہائی ہو گیا۔

"یہ سراسر میری توہین ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی قیدی جنرل ایکس کے سامنے زبان کھولے بغیر مر جائے۔ تم لوگ انتہائی ناکارہ ہو گئے ہو۔ میں جلد ہی تم سب کی رپورٹ اوپر بھیجوں گا۔"

تمام لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ سبھی کو یہ احساس تھا کہ اپنی صفائی میں جتنا وہ بولیں گے اتنا ہی اُن کے حق میں بُرا ہو گا۔

"اگر اس وقت یہ منحوس مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو میں فوری ہی کوئی قدم اٹھاتا لیکن کوئی بات نہیں۔ میں بعد میں تم لوگوں سے نمٹوں گا۔ مجھے اس قیدی کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"وہ ایک نوجوان ہے جناب اور اس پر شبہ ہے کہ وہ اسلحے کے ذخائر اُڑانے میں ملوث تھا۔" اس افسر نے جو کھڑا ہوا تھا جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اتنے خطرناک مجرم سے تو جلد از جلد حقیقت اگلوا لینی چاہیے تھی۔ تم لوگوں کی جہالت سے اُس کے تمام ساتھی اب تک اپنے ٹھکانے تبدیل کر چکے ہوں گے۔ بات بھر کی تو ٹوٹے بھی بول اُٹھتے ہیں۔" جنرل ایکس عجیب لہجے سے اکھڑ گیا۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیروت میں اسلحے کے ذخائر کی تباہی نے ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے، تم لوگوں نے اُس سے نرمی برتی... تمھارا جرم ناقابلِ معافی ہے۔"

"ہماری اس کوتاہی کے باعث یہ ممکن ہو سکا ہے کہ ہم اقوامِ متحدہ کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کو مطمئن کر سکیں۔" اسی افسر نے ہمت کر کے کہا جو پہلی بار جنرل ایکس کی ماتحتی میں آیا تھا۔

"کیا تم مجھے گدھا سمجھتے ہو؟" جنرل نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اپنی صفائی پیش کرنے کے چکر میں تم نے جا بجا زہر باتیں کرنی شروع کر دی ہیں۔"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں سر لیکن ہمارے ہر قیدی کی حالت تباہ ہے۔ ہم کمیٹی کے سامنے اپنے قیدیوں پر تشدد کرنے کا کیا جواز پیش کریں گے؟"

جنرل کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم فلسطینی... دہشت گردوں سے مل گئے ہو؟"

افسر نے بے چینی سے اپنے جسم کا بوجھ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کیا۔ "کمیٹی کے ممبران کو مطمئن کرنا ہماری ذمہ داری ہے سر۔ یہ بات آپ نے خود کہی ہے۔"

"جانتے ہو جنرل ایکس سے بحث کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے؟" جنرل نے سرد لہجے میں کہا اور کانفرنس روم میں موجود ہر شخص نے اپنی سانس روک لی۔ انھیں اپنے درمیان کھڑے ہوئے اس نئے افسر کا انجام کچھ اچھا نظر نہیں آ رہا تھا اور وہ افسر خود بھی اس بات کو سمجھ رہا تھا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل ہی چکا تھا۔ اس کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ اس نے اسرائیل سے ہمدردی میں ایک تجویز پیش کر دی... لیکن اس نے سوچا کہ اب غلطی ہو ہی چکی ہے تو جان پر کھیل جانا چاہیے۔

"یہ نظریہ ہمارا ہے کہ فلسطینی دہشت گرد ہیں اور اُن میں سے جو بھی گرفتار ہو جائے اس پر ہر قسم کا تشدد جائز ہے لیکن کمیٹی کے ارکان کا ہم سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہمیں ان کے سامنے ان فلسطینیوں پر تشدد کرنے کا کوئی ٹھوس جواز پیش کرنا پڑے گا۔ ایسا جواز جو انھیں مطمئن کر دے۔"

غصے کی شدت سے جنرل ایکس کا حال بُرا ہو رہا تھا۔ کسی کو اس کے سامنے اتنی باتیں کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

"جس قیدی کا میں نے ذکر کیا ہے سر!" افسر اپنی رو میں کہے جا رہا تھا۔ "اس کے سلسلے میں ہماری کوتاہیوں پر بعد میں سزا دے لیجیے گا۔ اس وقت تو اس سے فائدہ اُٹھانے کی سوچیے۔"

"جواب میں تم جیسے ماتحتوں سے فائدے اور نقصان کی باتیں سیکھوں گا؟" جنرل غرّایا۔

"آپ نے خود ہی تجویز طلب کی تھی سر! اگر میں نے خود سے بولنے کی جرأت کی ہو تو میں ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہوں۔" جنرل نے پہلو بدلا۔ وہ غیظ و غضب کی مجسم تصویر نظر آ رہا تھا۔ "جو کہنا ہے ایک دفعہ ہی کہہ ڈالو۔"

"شکریہ سر۔" افسر نے خوف کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔ "جو وہ قیدی کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اس لیے ہم اُسے کمیٹی کے سامنے پیش کر کے بتائیں گے کہ یہ ہے اسلحے کے ذخائر اُڑاتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا اور ہم اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے عوض ہم اسے معاف تک کر دینے کو تیار ہیں لیکن اس کا جو رویہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ہم انھیں بتائیں گے کہ ہر فلسطینی دہشت گرد کا یہی رویہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے سر کہ اس قیدی کی وجہ سے ہم ان اراکین کی رائے متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میٹنگ ڈس مس۔" جنرل نے غرّا کر کہا اور تمام افراد کانفرنس روم سے باہر چلے گئے۔ جنرل کو آئیڈیا بہرحال پسند آیا تھا مگر وہ اس کی برملا تعریف کر کے اپنے ماتحتوں کا دماغ نہیں خراب کر سکتا تھا۔

پونے آٹھ بجے کے قریب پتھر کی عمارت کے سامنے ایک سول گاڑی کا پہیہ ٹھہرا جس میں کمیٹی کے ارکان کے علاوہ سینٹ کا ایک رکن بھی تھا۔ جنرل کو اسرائیلی پارلیمنٹ کے ارکان سے بھی ضد واسطے کا بیر تھا تاہم خوش اخلاقی سے انھیں ریسیو کرنا اس کی مجبوری تھی۔

وہ انھیں لے کر سیدھا اپنے آفس میں گیا اور اس نے فوراً ہی بیرک نمبر آٹھ والے قیدی کو حاضر کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ وہ فوجی کئی پہرےداروں کو لیے ہوئے جنرل کے آفس میں داخل ہوئے تو کمیٹی کے تینوں اراکین نے حیرت سے اُسے دیکھا جبکہ سربراہ اسٹیفن الیوان نے جنرل سے کہا۔ "یہ کون ہے؟"

"بہت خطرناک قیدی ہے۔" جنرل نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "اس نے بیروت میں ہمارے اسلحے کے ذخائر تباہ کیے ہیں اور ہم نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا ہے۔"

"کیا یہ اسرائیلی افواج سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟" اسٹیفن الیوان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور جنرل کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"کیا مطلب؟" اس نے جارحانہ لہجے میں کہا۔

"ایک نہتے شخص کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے دیکھ کر یہی تاثر ملتا ہے۔" اسٹیفن نے اس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر کہا۔

"اس کے ہاتھ پیر کھول دو۔" جنرل نے جھنجھلا کر کہا۔ "لیکن اگر یہ فرار ہو گیا تو کون ذمے دار ہو گا؟" اسٹیفن الیوان نے کہا۔

"اگر اسرائیلی افواج اتنی ہی ناکارہ ہیں تو فرار ہو جانا

سرفروشانہ جذبوں کی ناقابلِ فراموش سرگزشت

مجاہد

علی یار خان

عالم اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازشیں سالہا سال سے جاری ہیں۔ اسرائیل کا قیام بھی درحقیقت اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ یہ آپ بیتی ایک ایسے سرفروش کی ہے جس کی زندگی کا مقصد صیہونی مفادات و مقاصد کے خلاف سرگرم و برسرِپیکار رہنا بن گیا تھا۔ یہودی اس کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور وہ ہر محاذ پر انہیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے کمربستہ تھا۔

علی یار خان کون؟

مجھے شاہ کے شہر قصور میں میری پیدائش ہوئی۔ علی یار خان میرا نام ہے۔ امریکا میں زیرِ تعلیم تھا کہ ایک صیہونی تقریب میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ ایک یہودی مقرر کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقریر نے مجھے مشتعل کر دیا۔ میری جوابی تقریر امریکا کے یہودیوں کو میرا دشمن بنانے کا سبب بن گئی۔ امریکن سی آئی اے کا یہودی ایجنٹ لولے یا دورہ میرا سخت ترین دشمن بن گیا۔ اس نے مجھے شدید لاتوں سے دوچار کیا۔ اسی دوران میں عالم اسلام اور مسلمانوں سے یہودیوں کی نفرت کا مجھے اندازہ ہوا اور میں نے بھی عہد کر لیا کہ اپنی زندگی تنظیم یہود کے خلاف وقف کر دوں۔ امریکا سے فرار ہو کر میں تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہو گیا۔ وہاں میری باقاعدہ تربیت ہوئی جس کے بعد میں نے تنظیم کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں اور ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ لیکن ارئیلو یوز نے میرے خلاف اپنی مہم جاری رکھی اور تنظیم کے اہم افراد کو مجھ سے بدظن کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سانحے نے مجھے بہت مایوس کیا اور میں نے اپنے طور پر صیہونیت کے خلاف مصروفِ عمل رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنے مشن کے آغاز ہی میں مجھے ایک قابل اعتماد ساتھی تہذیب مالکم ایکس کی صورت میں مل گیا۔ تہذیب مشرق و مغرب کے حسن کا دلکش امتزاج تھی۔ وہ ایک بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم سے وابستہ رہ چکی تھی۔ مجھ سے ملاقات کے بعد رفتہ رفتہ وہ میرے قریب آتی چلی گئی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو گئے۔ ہم نے دنیا بھر میں قدم قدم پر اسرائیلی مفاد کو زک پہنچائی۔ میرا نام ہی کسی یہودی کے لیے خوف و دہشت کی علامت بن گیا۔ ایک اہم معرکے میں اولو یاوز کو میں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک کر اس تصیبت پرودی سے نہ صرف اپنی جان چھڑائی بلکہ اس کی ریشہ دوانیوں سے عالم اسلام کو بھی نجات دلا دی۔ لبنان کے محاذ پر اسرائیلیوں نے مجھے گرفتار کر لیا لیکن وہ علی یار خان کی حیثیت سے مجھے شناخت نہ کر سکے۔ ان کے نزدیک میں ایک عام تخریب کار تھا۔ ایک موقعے پر فرار کی کوشش کے دوران اسرائیلیوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر میں ایک گہری کھائی میں گر گیا۔ اس حادثے کے بعد مجھ پر کیا گزری؟ یہی میری انقلابِ زندگی کا دوسرا باب ہے جس کی ابتداء ماہنامہ سرگزشت میں ہو رہی ہے۔

وہ میری زندگی کا اہم ترین دن تھا۔ مجھے سخت ترین حفاظتی انتظامات کے درمیان دشمنوں کے بیچ میں رہ کر ایک انتہائی اہم مشن کی تکمیل کے لیے بنیاد فراہم کرنا تھی۔ شام کا وقت تھا۔ مزدور چھٹی کر کے گھر جا رہے تھے۔ باہر کمپنی کی گاڑیاں قطار لگائے کھڑی تھیں اور مزدور ان میں بیٹھ رہے تھے۔ پلانٹ کے اندر کچھ لوگ موجود تھے جو اب بھی کام کر رہے تھے۔ پلانٹ کے اندر کام کرنے والے ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا۔

میرے جسم و جاں میں، ہر رگ و پے میں سنسنی جیسے خون کے ساتھ گردش کر رہی تھی۔ میں ایک اہم ترین مشن کی تکمیل کے مراحل میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اہم ترین مشن میری زندگی کے دوسرے عہد کا نقطۂ آغاز تھا۔ زندگی کا دوسرا عہد جو میرے لیے سراسر عطیۂ خداوندی تھا۔

صبح سے ہی میرا یہ حال تھا۔ اس وقت سے جب میں بس سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسی وقت سے میرے رگ و پے میں یہ سنسنی دوڑ رہی تھی۔ میرے جسم پر موجود سفید وردی کی جیبیں کتوں جیسی کھڑکیاں تھیں اور ان جیبوں میں جو کچھ بھی تھا، اس سے پورے اسرائیل میں بلکہ پوری دنیا میں تہلکہ مچنے والا تھا۔

"ہیلو سلامی!" سیکیورٹی گارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سنا ہے تمہارا موجودہ کام مکمل ہونے والا ہے؟"

"ہاں جبرالڈ! تم نے ٹھیک سنا ہے۔" میں بھی مسکرایا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "جہاں تک میرے کام کا تعلق ہے تو وہ آج ہی مکمل ہو جائے گا۔"

میں زیرِ لب مسکراتا ہوا پلانٹ میں داخل ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا، اگر گارڈ کو میرا اصل نام معلوم ہو جائے تو اس پر کیا گزرے گی اور اگر اسے یہ پتا چل جائے کہ میں وہاں کیا کام کر رہا ہوں تو شاید اس کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ وہ بے چارہ تو مجھے نوری سلاوی سمجھ رہا تھا۔

نوری سلاوی پلانٹ میں ملازم تھا... نسلاً وہ الجزائری تھا مگر اس کا تعلق الجزائر کے ان باشندوں سے تھا جو ترکِ وطن کر کے فرانس میں آباد ہو گئے تھے اور اب فرانس ہی ان کا وطن تھا۔ گارڈ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اصل نوری سلاوی اس وقت فلسطینی مجاہدین کی تحویل میں تھا۔ وہ تو شاید اس بات سے بھی ناواقف تھا کہ فرانس میں فلسطینی مجاہدین کی سربراہی احمد رشی کر رہا ہے۔ احمد رشی جو اسرائیل میں صفِ اوّل کے ایک فلسطینی دہشت گرد کی حیثیت سے جانا جاتا تھا اور دنیا کا ہر یہودی اس کے خون کا پیاسا تھا۔

اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو گارڈ یقیناً میرے نام سے واقف رہا ہوگا۔ میرا نام صرف اسرائیلیوں کے لیے ہی اہم نہیں رہا تھا بلکہ ماضی میں میں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے، ان کی وجہ سے اسرائیلیوں کے مغربی حلیف بھی میرے نام سے لرزہ براندام رہنے لگے تھے۔

آپ پوچھیں گے میں کون ہوں۔ آپ میں سے ہر شخص مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور میں بھی آپ کو آپ کے تمام جذبوں سمیت جانتا ہوں۔ میں تو آپ کا آئینہ ہوں۔ آپ کے جذبۂ جہاد کی تصویر ہوں۔ آپ کے شوقِ شہادت کا عکس ہوں۔ آپ ہی کی طرح میں بھی ارضِ بیت المقدس کو یہودیوں کے ناپاک قدموں سے محفوظ رکھنے کا خواہاں ہوں۔ مسجد اقصیٰ کی حرمت کے پاسبانی کرنے والے خدام کی فہرست میں ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے اپنا نام درج کرانا ہی میرا مقصدِ حیات ہے۔ آپ سب... ہر مسلمان، ہر پاکستانی مجھے اسی طرح جانتا اور پہچانتا ہے جیسے خود اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ میں آپ کا... عالم اسلام کا سپاہی ہوں۔ ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی جذبۂ جہاد ایک ننھی سی چنگاری کی صورت میں موجود تھا۔ میں دنیا داری کے ہنگاموں میں الجھتا تو شاید یہ چنگاری بجھ کر راکھ ہو چکی ہوتی لیکن ایک چھوٹے سے حادثے نے اس حقیر سی چنگاری کو بھڑکا دیا تھا اور اب یہ ایک ایسی آتشِ شوق میں تبدیل ہو چکی تھی جو کبھی سرد نہیں ہوتی۔

میں ایبرن ہال کے اس خوبصورت سانحے کو دہراؤں گا نہیں جس نے میری زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا تھا۔ ایبرن ہال والے سانحے سمیت آپ میری زندگی کی کتاب کے ہر ورق سے اتنا ہی واقف ہیں جتنا میں خود ہوں۔ اپنی زندگی کے پہلے عہد کا ہر وہ واقعہ میں آپ کے گوش گزار کر چکا ہوں جو ذرا سی بھی اہمیت کا حامل تھا۔ میں نے اپنی داستان میں اپنے ان تمام بھائیوں کو شامل کیا جنہیں اگر حالات میسر آ جاتے تو شاید ان کے کارناموں کے سامنے میری کارکردگی بھی ماند پڑ جاتی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے پاکستانی بھائیوں کے دل اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کے لیے کس طرح دھڑکتے ہیں۔ وہ پورے عالم اسلام کے ہر واقعے سے کس طرح متاثر ہوتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو کسی بھی مسلمان کی طرف بڑھنے والے ہاتھ توڑ ڈالیں۔ جو ان کے کسی مسلمان بھائی کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے، اس کی آنکھ نکال کر پھینک دیں لیکن انہیں کوئی موقع ہی نہیں ملتا۔

جس طرح یہودیوں کے خلاف برسرِپیکار رہنا میرا مشن ہے، "انہیں ہر قدم، ہر محاذ، ہر گلی کوچے میں زک پہنچانا میرا اوّلین مقصد ہے"، اسی طرح میں اپنی کاوشوں اور جدوجہد مسلسل کی داستان ہر مسلمان تک پہنچانا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ مجھے احساس ہے، میں نے غیر معمولی زندگی بسر کی ہے۔ اگر ایبرن ہال والے واقعے سے قبل کوئی شخص مجھے بتاتا کہ تم اپنی آئندہ زندگی میں کیا کچھ کرنے والے ہو تو میں اس کی باتوں کو ہنسی میں اڑا دیتا۔ میں تو بہت امن پسند آدمی تھا۔ میں نے تو اپنی زندگی میں کسی سے اونچی آواز سے بات بھی نہیں کی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اتنی پُرخطر زندگی بسر کروں گا۔ میں نے تو خود کو ہمیشہ بہت کم حوصلہ جانا تھا۔ عام لوگوں کی طرح میں بھی ہنگاموں سے خوف زدہ رہنے والا آدمی تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ قدرت نے مجھ میں کتنی صلاحیتیں پوشیدہ کر رکھی ہیں۔ کوئی بھی اپنی صلاحیتوں سے باخبر نہیں ہوتا۔

ممکن ہے میری داستان پڑھنے والوں میں سے بعض لوگوں کو میرے بیان کیے ہوئے بعض واقعات غیر یقینی معلوم ہوتے ہوں۔ وہ میری داستانِ حیات کو محض کسی مصنف کے زورِ قلم کا نتیجہ سمجھتے ہوں مگر بیشتر لوگ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ میں اپنی داستانِ حیات کو غیر یقینی قرار دینے والے حضرات کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا۔ اپنے سرانجام دیے ہوئے بعض کارناموں پر مجھے خود بھی حیرت ہوتی ہے۔ اگر یہی واقعات کسی اور کے ساتھ پیش آئے ہوتے اور میں نے انہیں کہیں پڑھا ہوتا تو شاید میں خود ان پر یقین کرنے کو تیار نہ ہوتا لیکن یہ بے یقینی کیوں؟ آخر ہم آئے دن اخبارات میں غیر معمولی خبریں پڑھتے رہتے ہیں۔ لوگ محیر العقول کارنامے انجام دیتے ہی رہتے ہیں۔ ڈکیتی کی بڑی بڑی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود طیارے اغوا ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات مجرم بڑی بڑی حکومتوں کو بلیک میل کر جاتے ہیں اور ایک ایسی حکومت جس کے پاس ہر قسم کی قوت موجود ہوتی ہے، وہ مٹھی بھر لوگوں کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے۔ ایسے کارنامے سرانجام دینے والے بھی تو انسان

ہی ہوتے ہیں میری طرح' آپ کی طرح' ہم سب کی طرح تو پھر ہم محض اس بنیاد پر کیوں کسی حقیقت کو جھٹلائیں کہ وہ عام ڈگر سے ہٹ کر ہے۔

اور پھر یوں بھی تو ہے کہ قدرت ہمیشہ حق کا ساتھ دیتی ہے قدرت نے عربوں کو ان کی تن آسانی کی سزا یہ دی کہ ان پر یہودیوں کو مسلط کر دیا اور پھر انہی نہتے فلسطینیوں کو ایک طاقت ور حکومت کے مقابل لا کر کھڑا کر دیا۔ فلسطینیوں کی گوریلا کارروائیوں نے اسرائیلی حکومت کو عاجز کر رکھا تھا۔ تمام تر وسائل میسر ہونے کے باوجود ان کارروائیوں کا تدارک کرنے سے عاجز و لاچار تھی۔

مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔ جی ہاں میں علی یار خان ہوں۔ یہ میری زندگی کا دوسرا جنم ہے۔ اللہ نے مجھے موت کے چنگل سے نکالا مجھے دوسری زندگی عطا کی اور اس بنیاد پر مجھے یقین ہے کہ اسے مجھ سے کوئی بڑا کام لینا مقصود ہے۔

اپنی زندگی کے پہلے جنم میں میں اسرائیل کی قید میں تھا اس قید سے فرار ہونے کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا عام حالات میں تو شاید فرار کا کوئی امکان ہوتا بھی مگر جس طرح سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا اس کے بعد مجھے ان سے کسی نرمی کی توقع نہیں تھی۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سمیت فرار ہونے کا خیال بھی دیوانے کی بڑ ہوتا اور اس بات کا بھی کوئی امکان نہیں تھا کہ کال کوٹھری سے باہر بھی مجھے بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے آزاد بھی کیا جا سکتا ہے لیکن مقدر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے میں آج بھی سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ کیا ضروری تھا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے تحقیقی ٹیم کے سامنے مجھے ہی پیش کیا جاتا۔

یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ میں اس اسٹیفن ایوان سے واقف تھا۔ یہ تو مجھے یاد نہیں کہ میں نے اسکی تصویر کہاں دیکھی تھی تاہم اس پر نظر ڈالتے ہی مجھے یاد آ گیا تھا کہ وہ انتہائی غیر جانبدار قسم کا آدمی ہے۔ اگر میں اسے نہ پہچانتا تب بھی ہوتا تو وہی تھا جو ہوا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اسے اس جنرل پر بھی برتری حاصل ہے جو وہاں کا بے تاج بادشاہ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر سوچوں سے چھٹکارا پایا اور گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ میرا یہ مشن بہت اہم تھا۔

باہر ایئرپورٹ کی روشنیاں جلنا شروع ہو گئی تھیں۔ میراج طیاروں کا ایک اسکواڈرن فضا میں انگریزی حرف "وی" تشکیل دیتے ہوئے پرواز کر رہا تھا۔ باہر کمپنی کی بسیں عملے کو لے جانے کے لئے تیار کھڑی تھیں۔ چھٹی کر کے نکلنے والے افراد ان بسوں میں بیٹھ رہے تھے۔

اندر ہینگر میں اضافی دودھیا روشنیاں آن ہو گئیں تو میں چونکہ بڑا تھا میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ایک اور الجزائری اوورٹائم کے لئے رکا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو نہ جانے کیوں وہ گڑبڑا گیا اور مجھ سے نظریں چرانے لگا۔

اب میں آہنی مچان پر بیٹھے ہوئے عظیم الجثہ پرندے کے سامنے تھا۔ وہ عظیم الجثہ پرندہ جسے دنیا کانکورڈ کے نام سے جانتی ہے۔ اپنی مچان پر بیٹھا ہوا وہ پرندہ بظاہر اڑنے کے لئے تیار نظر آتا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ ابھی اس کی وائرنگ کا مکمل ہونا باقی ہے۔ وائرنگ مکمل کرنے کے دوران ہی مجھے اپنا کام دکھانا تھا۔

میں سیڑھیاں چڑھ کر آہنی مچان کے سب سے بلند پلیٹ فارم پر پہنچا اور رینگتا ہوا اس چرخی کی طرف بڑھا جو بارہ فٹ اونچی دم کے متوازی قائم کی گئی تھی۔ دم کے قریب رنگ و روغن سے محروم ایلومینیم کی ایک پلیٹ پر پروڈکشن نمبر درج تھا... 4X - LPN

میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ چھٹی ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے۔ اب میرے کام کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ دوسری شفٹ میں کام کرنے والے آتے تو وہ مجھے جہاز کے دم والے حصے میں بند کر دیتے۔ ٹیل سیکشن کھلا ہوا ہے۔ میں نے چرخی سے اٹکا ہوا کلپ بورڈ اٹھایا اور جلدی جلدی اس کا جائزہ لیا پھر میں نے پلٹ کر اپنے کندھوں کے اوپر سے عقب میں دیکھا۔ نیچے وہی الجزائری کھڑا تھا جس نے چند منٹ قبل مجھ سے نظریں چرائی تھیں۔

میرے چہرے پر پسینہ نمودار ہوا اور پھر فیکٹری کے سرد ماحول نے اسے خشک کر دیا۔ میں نے آستین سے اپنا چہرہ پونچھا جہاز کے پچھلے حصے میں جہاں سیڑھیاں بڑے شہتیر کھڑے تھے وہاں بعض تختوں پر بھاری ورک مکمل نہیں تھا۔ میں سیڑھیوں والے دو شہتیروں کے درمیان گھس گیا۔

میں نے گیارہ نمبر ٹرم ٹینک کے عین اوپر پاؤں جمائے پھر میں جھک کر کچھوے کی طرح چلتا ہوا اپر ٹیل بلک ہیڈ کی طرف بڑھا جس کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ اوپر چھت پر سفید روشنی والے بلب نصب تھے جو کام کرنے والوں کو مدد دیتے تھے۔ ایک لائٹ جہاز کی دم میں بھی نصب تھی۔ میں چاہتا تو اس لائٹ کو روشن کر سکتا تھا مگر میں نے دانستہ اسے روشن نہیں کیا اور جہاز کے دم والے حصے میں نیم تاریکی میں بلک ہیڈ کے پاس کھڑا رہا۔

پھر میں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور قدرے بلند آواز میں پکارا "انسپکٹر لاویل!"

آواز سن کر طویل القامت فرانسیسی میری طرف مڑا۔ وہ ایمرجنسی ڈور کا معائنہ کر رہا تھا۔ "ارے سلامی!" اس نے چونک کر کہا۔ "تم چوہے کی طرح ادھر کیا کر رہے ہو؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

میں نے جواباً مسکرانے کی کوشش کی مگر میرا اعصابی تناؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ اعصابی تناؤ بڑھ جانے کی وجہ خوف ہرگز نہیں تھا۔ مجھے تو صرف اس بات کی فکر لاحق تھی کہ میرا مشن خوش اسلوبی سے مکمل ہو جائے۔ ہمارے پورے منصوبے کا دار و مدار اسی کامیابی پر تھا۔ جو کام مجھے کرنا تھا اس کا کوئی متبادل انتظام نہیں کیا گیا تھا اور اگر میں خدانخواستہ کسی وجہ سے ناکام ہو جاتا تو پورا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔

میں نے کلپ بورڈ لہرا کر انسپکٹر کو دکھایا۔ "یہ اب نا مکمل ہونے والا ہے' ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

انسپکٹر لاویل نے ٹارچ کی روشنی بلک ہیڈ پر ڈالی اور وہیں سے اس کا سرسری معائنہ کیا۔ پھر اس نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر کلپ بورڈ مجھ سے لے لیا اور تیزی سے اس کے ورق الٹنے لگا۔ وہ انسپکشن شیڈول کے معاملے میں الجزائریوں پر بھروسا کرنے کا قائل نہیں تھا۔ اس نے ہر صفحے پر ہر انسپکٹر کے دستخط خاص طور پر چیک کئے۔ ہر انسپکٹر کا تبصرہ پڑھا۔ میں پرسکون انداز میں کھڑا رہا۔ ان سب چیزوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سب کچھ اصلی تھا لہٰذا فکر مند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ الیکٹریکل' ہائیڈرالک اور فیول ٹینک انسپکشن معمول کے مطابق تھا۔ انسپکٹر لاویل کا اپنا شعبہ اسٹرکچر تھا' جہاز کا ڈھانچہ۔ اس نے خود اپنے ریمارکس پڑھے اور بولا "ہاں تمام انسپکشن ہو چکے ہیں۔ سب ٹھیک ہے۔"

"اور میرا کام... میرا مطلب ہے جہاز میں برقی تنصیبات کا کام؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری کارکردگی شاندار رہی ہے۔" اس نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "برقی تنصیبات کا کام مکمل ہو چکا ہے اور توقع ہے اسے سیل کر دیا جائے گا۔" اس نے کلپ بورڈ دوبارہ مجھے تھمایا اور مجھے گڈ نائٹ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

میں نے کلپ بورڈ اپنی بیلٹ سے لٹکایا اور شہتیروں کے نیچے جھک کر بڑی احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ آگے بڑھنے کے دوران میں وقفے وقفے سے پلٹ کر عقب میں بھی نگاہ ڈالتا جا رہا تھا۔ انسپکٹر لاویل واپس جا چکا تھا اور انسولیٹرز اپنے اوزار سنبھال کر واپسی کی تیاری کر رہے تھے۔ پھر کسی نے کیبن کی بیشتر روشنیاں بجھا دیں۔ کیبن کی روشنیاں بجھ جانے کے باعث جہاز کے ٹیل سیکشن میں چھایا ہوا اندھیرا اور زیادہ گہرا ہو گیا۔

میں نے ڈانگری کی جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور اس کا رخ کھلی دم کی طرف کر کے آہستہ آہستہ اوپر چڑھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ گیا جہاں دم کے دونوں حصے ملتے تھے۔ عظیم الجثہ کانکورڈ طیارے کا مستقبل میرے آئندہ پانچ منٹ کے عمل سے وابستہ تھا۔

میں نے اپنی ڈانگری کی پھولی ہوئی جیبوں میں سے ایک جیب سے سیاہ رنگ کا الیکٹریکل باکس نکالا۔ یہ باکس سائز کے اعتبار سے سگریٹ کے پیکٹ کے برابر تھا۔ باکس کے اوپر دھات کی ایک نمبر پلیٹ تھی جس پر پی ڈی ایس ۲۰۔۲۲۴۵۲ ایس ایف ایل اے تحریر تھا لیکن وہ باکس اس نمبر پلیٹ کے مطابق ہرگز نہیں تھا۔

ڈانگری کی اوپری جیب سے میں نے ایپوکسی کی ٹیوب نکالی اور ایلومینیم کی ایک پلیٹ پر گلو لگایا اور باکس کو پوری طاقت سے جہاز کی ایک سائیڈ پر چپکا کر کچھ دیر دبائے رکھا۔ پھر میں نے باکس میں سے ٹیل انٹینا کھینچا اور اسے اس حد تک باہر نکالا کہ وہ دم کی آہنی سائیڈوں سے ہٹ کر باہر نکل گیا۔

اس کام کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دم کے اندر داخل ہو گیا۔ ٹیل سیکشن میں گرمی میری توقع سے بہت کم تھی پھر بھی میری پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔ میں نے چاقو کی مدد سے ایک سبز تار چھیلا جو ٹیل لائٹ سے منسلک تھا پھر میں نے اسی رنگ کا ایک تار اپنی جیب سے نکالا۔ تار کے ایک سرے سے سگریٹ کے سائز کا ایک دھاتی سلنڈر منسلک تھا۔ دوسرے سرے پر محض تانبے کا ایک تار تھا۔ میں نے اس سرے کو ننگی ٹیل لائٹ وائر سے ملا دیا اور پھر بڑی احتیاط سے اس پر ٹیپ لپیٹ دیا۔

اس کے بعد میں آہستہ آہستہ نیچے اتر آیا۔ سبز تار میرے ہاتھ میں تھا۔ دم کے اندر رنگ برنگے تاروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ میں نے اس سبز تار کو بھی تاروں کے اس جال میں ملا دیا۔ پھر میں اس تار کو گیارہ نمبر کے ٹرم ٹینک میں لے گیا۔

نیچے کھڑے ہوئے مزدور مجھے صاف نظر آ رہے تھے۔ دم کے اندرونی حصے میں گرمی کے اندر کام کرنے کے باعث پسینہ میرے چہرے پر پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مجھے خدشہ محسوس ہوا کہ پسینے کے قطرے ان میں سے کسی پر نہ جا گریں مگر خیریت گزری اور کسی نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

دوسری جیب سے میں نے سفید پٹنگ جیسا پلاسٹر نکالا اس کا وزن تقریباً آدھا کلو گرام رہا ہو گا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اس شے کو گیارہ نمبر فیول ٹینک کے اوپر چپکا دیا۔ پھر میں نے ٹٹول کر سبز تار نکالا اور اس وقت تک کھینچتا رہا جب تک اس سے منسلک سلنڈر میری انگلیوں سے مس نہیں ہو گیا۔ میں نے سلنڈر کو پلاسٹر میں گھسایا اور پلاسٹر سے اسے اچھی طرح ڈھک دیا۔

اسی وقت دوسری شفٹ کی گھنٹی بجی۔ گھنٹی کی آواز نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔

میں جلدی سے اٹھا اور اپنے پسینے سے تر بتر ڈانگری پر ہاتھ پھیر کر میں آہستہ آہستہ دم کے اس حصے کی طرف آیا جو بالکل سامنے تھا۔ وہاں سے میں نے آہنی مچان سے سب سے

اور نیچے پلیٹ فارم پر چھلانگ لگائی۔ اپنا پورا کام نمٹانے میں مجھے صرف چار منٹ کا مختصر سا عرصہ لگا تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ یہ کچھ یوں بھی تھا کہ چار منٹ کے اس مختصر سے کام کے لئے طویل منصوبہ بندی کی گئی تھی جو کئی مہینوں پر محیط تھی۔ اس وقت دوسری شفٹ کے دو مزدور آ پہنچے۔ ان کا کام چیک کرنا تھا۔ اس پلیٹ فارم پر مجھے دیکھ کر ان کی نگاہوں میں تجسس ابھرا مگر اس وقت تک میں خود پر پوری طرح سے قابو پا چکا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک فرانسیسی تھا اور دوسرے شخص کا تعلق الجزائر سے تھا۔ الجزائری نے ہاتھ اٹھا کر جہاز کی دم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں مجھ سے پوچھا: "یہ تیار ہے؟"

ایک لمحے کو تو میری سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کیا جواب دوں۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے کام کے متعلق پوچھ رہے ہوں لیکن میں نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ میرے کام سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا تھا۔ یہ تو میرے اور تنظیم آزادی فلسطین کے درمیان ایک ایسا راز تھا جس کا علم کسی بھی غیر متعلق شخص کو نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے بہت بڑا منصوبہ بنایا تھا اور بڑے منصوبوں کے لئے رازداری بنیادی شرط ہوتی ہے۔ ہم نے تو اس حد تک رازداری برتی تھی کہ تنظیم کے بھی صرف وہی لوگ اس منصوبے کے بارے میں جانتے تھے جن کا اس سے تعلق تھا۔ دیگر لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ہم کس منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ جب ہم نے رازداری کا اس حد تک خیال رکھا تھا تو پھر اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ الجزائری کے سوال کا تعلق میرے کام سے رہا ہو۔ میں نے فقط ایک لمحے میں سمجھ لیا کہ وہ دم کا کام مکمل ہونے کے بارے میں استفسار کر رہے ہیں۔

میری نظر اپنی بیلٹ سے لٹکے ہوئے کلپ بورڈ پر پڑی۔ میں نے کلپ بورڈ الجزائری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ کام ہر اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے۔ الیکٹریکل 'اسٹرکچر' ہائیڈرالک ہر انسپکشن مکمل ہو چکا ہے۔ اب اسے بند کرنا ہے۔"

انھوں نے کلپ بورڈ پر انسپکشن رپورٹ چیک کی اور مطمئن ہو کر وہ الومینیم پینل تیار کرنے اور انھیں کسنے میں مصروف ہو گئے۔ میں چند لمحے کھڑا انھیں کام کرتے دیکھتا رہا اور پھر میں سیڑھی کے ذریعے نیچے اترا اور اپنا کارڈ پنچ کرنے کے بعد میں باہر آ گیا۔

بس میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ بیٹھا میں انھیں واپس پلٹا دیکھتا رہا۔ بس سینٹ نزائر کی طرف جا رہی تھی۔ میرے ذہن پر ماضی کی یادیں حملہ آور ہو گئی تھیں۔

یہ بات مجھے بہت بعد میں معلوم ہوئی کہ جس شخص نے مجھے رہا کرنے کے لئے کہا تھا وہ اسرائیلی پارلیمنٹ نیسٹ کا ایک رکن تھا۔ اس نے یہ تجویز صرف اس لئے پیش کی تھی کہ کسی طرح اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اراکین کے سامنے اسرائیل کی ساکھ خراب ہونے سے بچ جائے۔ واقعات جس طرح سے پیش آئے تھے اس میں یہ کچھ ہونا ناگزیر تھا۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اراکین کے سامنے مجھے پیش کرنے کا مقصد تھا کہ وہ فلسطینیوں پر کوئی بھی الزام عائد کر دیں۔ اسرائیل کے فوجی افسران مجھے پہچان نہیں سکے تھے ورنہ ان سے یہ حماقت ہرگز سرزد نہ ہوتی۔ ایک ہی روز قبل تو میں کسی بھی قیمت پر اپنی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم تھا کہ میں بدلتے ہوئے حالات کو اپنے حق میں استعمال کرنے کا ماہر ہوں۔ ان کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں ایک ذرا سا موقع ملتے ہی یوں قلابازی لگاؤں گا۔

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میرا اندازہ درست ہو، اس وقت میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہی کرتا جو میں نے کیا تھا۔ قدرت تو صرف موقع فراہم کرتی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ قدرت نے مجھے موقع عطا کیا۔ میں نے اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جس کے نتیجے میں جنرل اکیس کو مجبوراً میری رہائی کا فرمان جاری کرنا پڑ گیا تھا۔

اس طرح ممکن ہے کہ مجھے اپنی رہائی کے حکم کا خیال آنے کے ساتھ ساتھ کرنل ڈیوڈ نہ یاد آ جائے جب بھی مجھے کرنل ڈیوڈ یاد آتا ہے میرے جسم میں غصے کی ایک شدید لہر دوڑ جاتی ہے۔ کرنل ڈیوڈ وہ شخص تھا جس نے فوجی حکم کی خلاف ورزی اس طرح سے کی تھی کہ اس پر خلاف ورزی کرنے کا الزام بھی عائد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اس کی نیت میں فتور تھا۔ میں خود کو اس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ کچھ تو یہودیوں کی فطرت سے آگاہ ہونے کے باعث اور کچھ اس کے انداز سے میں نے اس کے عزائم کا اندازہ لگا لیا تھا۔

قید سے فرار ہوتے وقت میرے جسم میں ان گنت گولیاں اتر گئی تھیں۔ یہ سانحہ لمحاتی فرق سے پیش آیا تھا۔ مجھے ایک لمحہ بھی مزید مل جاتا تو میں نے دریا میں چھلانگ لگا دی ہوتی۔ لیکن کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس وقت بھی زد پڑ جاتی ہے جب لب بام دو چار ہاتھ سے بھی کم فاصلہ ہوتا ہے۔ گولیاں جسم میں اترتے ہی میں گر پڑا تھا تاہم قدرت کا ہاتھ اس وقت بھی میری مدد پر آمادہ تھا۔ جس وقت گولیاں لگیں میں دریا کے کنارے پہنچ چکا تھا اور دریا میں چھلانگ لگانے ہی والا تھا۔ گولیاں کھا کر میں گرا ضرور مگر سیدھا دریا کی نرم آغوش میں اور دریا کی مہربان لہریں مجھے درندوں سے دور بہا کر لے گئیں۔

فرار ہوتے ہوتے بھی میں نے اسرائیل پر ایک کاری ضرب لگائی تھی۔ اسٹیفن ایوان اور اس کے دونوں ساتھی اراکین نے اسرائیلی افواج کے رویے کو جارحیت پر مبنی قرار دیا تھا اور ان کی رائے میں فلسطینی مظلوم ٹھہرے تھے۔ اس بیان کو عام ہونے سے بچا لیا گیا تھا ان کی رائے متاثر کرنے میں میں نے نمایاں کام کیا تھا اور پھر جنرل اکیس کو بھی تو ریٹائر کروا دیا گیا تھا۔

جنرل اکیس تو ریٹائر کر دیا گیا تھا مگر کرنل ڈیوڈ ابھی تک اپنی جگہ موجود تھا۔ اس نے اپنے ذاتی فیصلے سے مجھے موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا اور اس کی یہ حرکت ایک قرض تھی۔ یہ قرض مجھے ہر حال میں چکانا تھا۔ میں اب پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ مجھ میں بڑی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔

موت کے منہ سے بچ نکلنا میرے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ کئی گولیاں لگنے کے باوجود زندہ رہ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ میں کئی روز موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا رہا تھا۔ مجھے ابتدائی طبی امداد بھی پورے طور پر نہیں مل سکی تھی۔ میرے جسم سے گولیاں نکالنے کا کام لبنان کے ایک گاؤں کے جراح نے کیا تھا۔ یہ تو محض اتفاق تھا کہ چند روز گزرنے کے بعد ہی تنظیم آزادی فلسطین کے لوگ مجھے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

وہ چند روز جب میں موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار رہا تھا، میرے لئے اپنی زندگی کا قیمتی ترین تجربہ تھا۔ اس دوران بیشتر وقت میں ہوش و حواس سے بے گانہ رہا تھا تاہم میری یادداشت میں ان چند دنوں کی دھندلی یادیں اب تک موجود ہیں۔ ان یادوں میں سب سے نمایاں چیز وہ ناقابل برداشت تکلیف ہے جس سے میں ان چند دنوں کے دوران گزرا تھا۔ نقاہت، کمزوری، تکلیف اور بے ہوشی کے علاوہ ان دنوں کا سرمایہ وہ چند غیر واضح اور دھندلی اشکال ہیں جو کبھی واضح شکل اختیار نہیں کر سکیں۔ کچھ نامانوس آوازیں ہیں، ہاں صرف آوازیں، ان کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔ میں آج بھی اپنے ان محسنوں سے ملنے کا مشتاق ہوں جنھیں اللہ تعالیٰ نے میرا نجات دہندہ بنایا تھا۔ میں ان ہاتھوں کو دیکھنے کا متمنی تھا جنھوں نے میرے لئے مسیحائی کی تھی لیکن تنظیم کے ہر فرد نے میری اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

"تم ان لوگوں سے مل کر کیا کرو گے؟" میرے روز روز کے اصرار سے تنگ آ کر ایک روز میرے میزبان نے سوال کیا۔

"یہ میری خواہش ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہر شریف آدمی اپنے محسنوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔"

"وہ بہت غریب لوگ ہیں۔" عبداللہ مروانی نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "محنتی کسان جو اگر محنت نہ کریں تو انھیں دو وقت کی روٹی بھی نہ میسر آئے۔"

"اوہ۔" میں اس جواب پر مضطرب ہو گیا۔ "گویا نادانستگی میں میں ان پر بوجھ بنا؟"

"عربوں کی مہمان نوازی سے واقف ہونے کے باوجود تم اس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں اپنے محسنوں کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے میری زندگی بچا کر مجھ پر میری زندگی کا سب سے بڑا احسان کیا ہے۔"

"یہ مت بھولو کہ زندگی اور موت کا اختیار صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جسے چاہا اس کام کے لئے وسیلہ بنا دیا۔"

"میں جانتا ہوں۔ بے شک وہی ایک کو دوسرے کے لئے وسیلہ بناتا ہے لیکن تم لوگ یہ کیوں چاہتے ہو کہ میں اپنے محسنوں کے لئے وسیلہ نہ بننے پاؤں؟"

"تمہیں پوری طرح فٹ ہونے میں کئی ماہ کا عرصہ لگے گا اور یہ پورا عرصہ تم خاموشی سے گزارو گے... جیسے ہم چاہیں گے ویسے۔"

"دیکھو عبداللہ میں تنظیم آزادی فلسطین کا بھی شکر گزار ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے بہترین علاج کی سہولتیں مہیا کی ہیں مگر میں نے کبھی خود کو کسی کا پابند نہیں بنایا۔ اب بھی نہیں بناؤں گا۔"

میری بات سن کر عبداللہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر چند لمحے بعد اس نے کہا: "ہم اپنے مفاد میں نہیں بلکہ تمہارے فائدے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"میں اپنا اچھا برا خود سمجھ سکتا ہوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میری طرف سے تنظیم کے بڑوں کا شکریہ ادا کر دینا۔" اس وقت تک میری توانائی پوری طرح بحال نہیں ہوئی تھی اور میرے بائیں پیر میں ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی موجود تھی۔ ایک گولی نے میرے بائیں پیر کی ہڈی کو نقصان پہنچایا تھا۔

"تم بہت جذباتی ہو علی!" عبداللہ نے بے بسی سے کہا۔ "ہمارا خیال تھا کہ اب تمہارے جذبات کسی حد تک تمہارے قابو میں آ جائیں گے۔"

"ہاں میں بہت جذباتی ہوں عبداللہ! یہ جذباتیت نہ ہوتی تو اس وقت بڑے سکون سے زندگی گزر رہی ہوتی مگر تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میرے جذبات میرے قابو میں نہیں ہیں شاید اب بھی میرے جذبات میرے قابو سے باہر ہوتے ہوں اور اپنے محسنوں کے لئے تو میں جان کی بازی بھی لگا سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ علی! ایسی غلطی نہ کرو۔ جن لوگوں نے تم پر احسان کیا ہے وہ بالواسطہ طور پر ہمارے محسن بھی بن گئے ہیں۔ دونوں کے مفادات کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔"

"تو پھر مجھے ان لوگوں کا پتا دو جنھوں نے مجھے دریا سے نکال کر میرا علاج کرایا تھا۔"

"ہمارا خیال ہے کہ تمہیں ان کا پتا نہ بتانا ان کے مفاد میں نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہارا یہی خیال ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ تاہم اب تم مجھے روک بھی نہیں سکو گے۔ میں خود انہیں تلاش کروں گا۔"

"تب تو میں تمہیں اس کا مشورہ دوں گا اور نہ ہی اجازت دوں گا۔"

"کیا تم مجھے زبردستی روک سکتے ہو؟" میں نے عبداللہ کو گھورتے ہوئے کہا تھا اور وہ ہنس پڑا تھا۔

"تم بہت ضدی ہو علی! ہم تمہیں زبردستی نہیں روک سکتے تاہم اب میں بعض حقائق تمہارے علم میں لانے کے لئے مجبور ہو گیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ سے کچھ چھپایا بھی ہے؟"

"ہاں علی!" عبداللہ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ہم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں ان باتوں سے بے خبر رکھا جائے گا تاہم اب ان کو تمہارے علم میں لانا ناگزیر ہو گیا ہے ورنہ تم اپنے ساتھ ان غریب کسانوں کو بھی مشکل میں پھنسا دو گے۔"

اس کی مبہم باتوں نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا۔ "جو کچھ تمہیں کہنا ہے جلدی کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"تمہاری خوش قسمتی تھی کہ اسرائیلی فوج کا کوئی شخص تمہیں شناخت نہیں کر سکا تھا اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ تم علی یار خان ہو تو دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں یا تو اس وقت تم مارے جاتے یا زندہ ہوتے تو ان لوگوں نے تمہیں اس حال تک پہنچایا ہوتا کہ تم موت کی دعائیں مانگ رہے ہوتے۔"

"مگر اس بات سے ان لوگوں کا کیا تعلق ہے جنھوں نے میری زندگی بچائی ہے؟"

"جنرل ایکس نے بڑی مجبوری کے تحت تمہاری رہائی کا فرمان جاری کیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار اسے اپنی فطرت کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ جب کمیٹی کے ارکان کیمپ کا معائنہ کر کے چلے گئے تو جنرل ایکس نے سب سے پہلے تمہارے بارے میں پوچھا۔ کرنل ڈیوڈ نے اسے جب اپنے کارنامے سے آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا لیکن دوسری طرف کنیسٹ کے رکن کی رپورٹ پر پارلیمان حرکت میں آگئی اور جنرل ایکس سے اس قیدی کے بارے میں تفصیلات طلب کر لی گئیں جس کی وجہ سے اسرائیل کی پوزیشن خراب ہوئی تھی۔ جنرل ایکس بے چارہ تفصیلات کیا فراہم کرتا اسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا تاہم وہ تمہارا حلیہ تو بیان کر ہی سکتا تھا سو وہ اس نے کر دیا اور ہیڈ کوارٹر کو یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی کہ دراصل وہ قیدی کون تھا..."

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اس وقت تک میں یہی سمجھ رہا تھا کہ اسرائیلی میری اصلیت سے بے خبر ہی رہے لیکن عبداللہ کے اس انکشاف سے معلوم ہوا کہ میرے فرار کے بعد انہیں میرے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ میرے لئے ایک حیران کن بات یہ بھی تھی کہ تنظیم نے یہ بات مجھ سے چھپائی کیوں

تھی۔

عبداللہ نے گویا یہ سوال میری آنکھوں میں پڑھ لیا۔ مسکرا کر بولا۔ "ہم نے سوچا تھا کہ تمہارے پوری طرح صحت یاب ہونے تک تم سے یہ خبر پوشیدہ ہی رکھیں گے تاکہ تم پوری یکسوئی کے ساتھ خود کو مستقبل کے لئے تیار کرسکو۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں تم ایک بار پھر اسرائیلیوں سے الجھنے کے لئے بے تاب نہ ہو جاؤ۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ خبر سن کر ممکن ہے تم کسی قسم کی جلد بازی کا مظاہرہ کرو اور اس کے نتیجے میں کسی نقصان سے دوچار ہو جاؤ۔"

"انسان کے ردِ عمل کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن تم نے یہ خفیہ خبر اب کیوں منکشف کردی؟" میں نے پوچھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہی بتانے جارہا تھا۔" عبداللہ نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔ "تمہاری اصلیت سے باخبر ہوتے ہی وسیع پیمانے پر نہایت خفیہ طریقے سے تمہاری تلاش کا کام شروع کردیا گیا۔"

"جب میں مرچکا تھا تو وہ کسے تلاش کررہے تھے؟" میں نے عبداللہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"معاملہ کسی عام آدمی کا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی لیکن تمہارے معاملے میں وہ کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ تمہارے بچ جانے کے امکانات بہرحال موجود تھے۔ تمہارا زخمی ہوکر دریا کی لہروں کی نذر ہو جانا تو یقینی تھا لیکن تمہاری موت پر وہ اس وقت تک یقین نہیں کرسکتے تھے جب تک کہ تمہاری لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیتے۔ ہمیں بروقت اس بات کی اطلاع مل گئی اور ہم نے اس کا توڑ بھی کرلیا چنانچہ اسرائیلی جاسوس تمہارے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کرسکے لیکن انہیں ابھی تک توقع ہے کہ کہیں نہ کہیں سے انہیں کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل جائے گا چنانچہ دریا کے کنارے والی تمام آبادیوں میں ان کے جاسوس تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ چھوٹی بستیوں میں کسی اجنبی کے لئے خود کو چھپانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اس لئے اگر تم نے اس سلسلے میں کسی غیر معمولی سرگرمی میں ملوث ہونے کی کوشش کی تو ہمیں ممکن ہے کہ تم اپنے محسنوں تک پہنچنے سے قبل ہی ان کی گرفت میں آجاؤ۔"

عبداللہ کی باتوں نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میں ان فٹ تھا۔ فیلڈ میں آنے کی کوشش کرتا تو ایک عام آدمی کی طرح مارا جاتا۔ اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں دوبارہ فیلڈ میں اترنے کے قابل بھی ہوسکوں گا یا نہیں لیکن یہ ضرور تھا کہ میں اپنے طور پر اتنا عمدہ علاج نہیں کراسکتا تھا جتنا تنظیم کی زیرِ نگرانی ہورہا تھا۔ بہترین ڈاکٹروں کے علاوہ متعدد ماہرین مجھے مشقیں کرانے اور تربیت دینے میں مصروف تھے۔ انہیں امید تھی کہ میں دوبارہ پہلے کی طرح فٹ ہو جاؤں گا۔

"میں بہت عرصے یہودیوں سے برسرپیکار رہا ہوں عبداللہ۔ میں نے انہیں جس قدر نقصانات پہنچائے ہیں اس کے بعد اصولاً مجھے مطمئن ہو جانا چاہئے تھا لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یہودی غاصبوں کے خلاف میرے سینے میں جلتی ہوئی آگ پہلے سے بھی زیادہ شدید ہوگئی ہے اور اب میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب کچھ عرصہ خاموشی سے ان کے خلاف تیاری کرنے کے بعد ان کے لئے زیادہ خطرناک بن کر میدانِ عمل میں اتروں گا۔"

"اللہ تمہارا بھلا کرے برادر!" عبداللہ نے خوش ہوکر کہا۔ "ہماری خواہش بھی یہی ہے۔"

"تم مجھے ان کے بارے میں کچھ نہ بتاؤ لیکن میری خواہش ہے کہ میرے عجیب و نامعلوم محسنوں کے لئے بھی کچھ ضرور کیا جائے۔"

"فی الحال تو اسرائیلی جاسوسوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے لیکن یقین رکھو کہ مطلع صاف ہوتے ہی ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے۔"

قصبے کے وسط میں میں بس سے اترا اور ملی کھالی سڑک سے گزرتا ہوا اسٹینٹ زائز کے حسرت زدہ علاقے کی طرف چل پڑا جہاں گوشت کی ایک دکان کے اوپر نوری سلامی کا فلیٹ تھا۔ نوری سلامی کے فلیٹ کی طرف جاتے ہوئے بھی میرے ذہن پر ماضی کی یادوں کی یلغار تھی۔

وہ عرصہ جس میں میں غیر متحرک رہا تھا میں نے بیکار نہیں جانے دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ میں فیلڈ ورک کے قابل نہیں تھا تاہم اس دوران میں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ مجھے جہازوں سے دلچسپی ہوئی تھی۔ جہازوں کے بارے میں میں نے بہت کچھ پڑھا بھی تھا اور پھر ہوابازی کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔ میں خود کو یہودیت کے لئے بہت زیادہ مہلک بنا دینا چاہتا تھا۔

پہلے میں بہت زیادہ سرگرم تھا۔ مجھ میں تحرک کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ قسمت ہمیشہ میرا ساتھ دیتی تھی موت کے منہ سے بچ نکلنے کے بعد میرے مزاج میں خاصا ٹھہراؤ تھا۔ سنجیدگی میرے اندر نہیں بہت گہرائی میں اب بھی تھی مگر پہلے سے زیادہ میرے کنٹرول میں تھی۔ جب میں چاہتا تھا تب ہی ابھر کر آتی تھی۔

پہلے میں منصوبہ بندی پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتا تھا مگر اب میں منصوبہ بندی پر بہت زور دینے لگا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ فیلڈ میں کام کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے جب کہ اس کے مقابلے میں منصوبہ ساز نہ ہونے کے برابر تھے۔ کام کرنے والوں کو ایک مکمل منصوبہ دے دیا جائے تو ان کی کامیابی سے ہمکنار ہونے کے امکانات بہت روشن ہوتے ہیں۔

لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ جو لوگ اچھے منصوبے بناتے ہیں وہ عملی طور پر صفر ہوتے ہیں۔ میدانِ عمل میں وہ دور تک چلانے کے متحمل نہیں ہوسکتے اور میرے لئے عملی زندگی سے کنارہ کش ہونا ممکن نہیں تھا لہٰذا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جو بھی منصوبہ بناؤں گا اس پر عمل کرنے کے دوران خود بھی اس میں شامل رہا کروں گا۔ عضوِ معطل بننا مجھے کسی حال میں بھی گوارا نہیں تھا۔

میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کے بڑوں کے اس اجلاس میں شریک ہوا تھا جس کی سربراہی مجاہدِ اعظم جناب یاسر عرفات کررہے تھے۔ اس اجلاس کا مقصد یہودیوں کی نئی چال کے بارے میں غور کرنا اور اس کے سدباب کے بارے میں سوچنا تھا۔

مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال تبدیل ہوئی تھی۔ لوگوں کو امن کا خیال آیا تھا۔ نفرت کرنے والے اب محبت کی باتیں کررہے تھے۔ امن کانفرنس کے انعقاد کی کوشش ہورہی تھی عربوں کا رویہ بھی تبدیل ہورہا تھا اور بیشتر عرب ممالک اس کانفرنس میں شرکت کرنے پر رضامند ہوگئے تھے۔

"اسرائیل امن نہیں چاہتا۔ اسے صرف مہلت درکار ہوتی ہے وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ایک اور قدم اٹھا رہا ہے۔ وہ دھوکا دے رہا ہے۔" یاسر عرفات نے زور دے کر کہا تھا۔ "وہ یکسوئی سے اپنا دفاع مضبوط کرنے اور اپنی طاقت بڑھانے کے لئے مہلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں سیدی!" ایک رہنما نے کہا تھا۔ "لیکن ہم عربوں کو یہ بات کس طرح سمجھائیں؟"

"ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے خود ہی کرنا ہے۔" یاسر عرفات نے کہا۔ "جو کسی اور سے توقع رکھتے ہیں انہیں نقصان کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔"

"لیکن ہم کر کیا سکتے ہیں؟" ایک اور رہنما نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔ "ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔"

یاسر عرفات یہ سن کر بڑے مدبرانہ انداز میں مسکرائے۔ "ہماری کارروائیاں بہت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہیں لیکن کیا آپ اس سے انکار کرسکتے ہیں کہ اسرائیل سب سے زیادہ ہماری طرف سے فکرمند رہتا ہے۔"

کانفرنس میں موجود تمام شرکاء نے اثبات میں سر ہلا کر یاسر عرفات سے متفق ہونے کا اظہار کیا تھا۔

"ہم اپنی انہی چھوٹی چھوٹی کارروائیوں کے ذریعے اسے الجھائے رکھتے ہیں۔" یاسر عرفات نے مزید کہا۔ "قومی سطح پر اسے سکون اور یکسوئی میسر نہیں آنے دیتے ورنہ اسرائیل اور [illegible]"

"ہمیں اندازہ ہے سیدی کہ ہم اسرائیل کے لئے خطرہ ہیں لیکن اس کی قوت کے سامنے ہماری کیا حقیقت ہے؟"

"اس کے باوجود وہ ہمیں اپنی بقا کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔" یاسر عرفات نے فضا میں مکا لہراتے ہوئے کہا۔ "وہ صرف ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے تیاری کرنے کی مہلت چاہتا ہے۔ ہمارے عرب مدبرین امن معاہدہ کرکے حماقت کا ثبوت دیں گے۔"

"یہ ایک ایسا جال ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن بھی نہیں ہے۔ پوری دنیا کی نظریں ان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔" کسی نے کہا تھا۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ ہم عرب ممالک کو یہ معاہدہ کرنے سے نہیں روک سکتے۔" یاسر عرفات کے لہجے میں تاسف تھا۔ "بین الاقوامی سطح پر اپنی پوزیشن صاف رکھنا ہر ملک کے لئے اہم ہوتا ہے۔"

"مشکل یہ ہے سیدی کہ ہم برادر عرب ممالک کے خلاف طاقت استعمال نہیں کرسکتے ورنہ ہم انہیں امن معاہدہ کرنے سے بہ آسانی روک سکتے تھے۔" میٹنگ میں شریک ایک رہنما نے کہا۔

"اپنے بھائیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کا تو تصور بھی نہیں کرسکتے تاہم انہیں یہ باور کرایا جاسکتا ہے کہ ہم کمر میں لپٹے ہوئے بم نما امن کے خواہاں نہیں ہیں۔"

"آپ خود تو کہہ رہے تھے سیدی کہ عرب ممالک کو امن معاہدہ کرنے سے کسی طرح بھی نہیں روکا جاسکتا؟"

"پوری دنیا دیکھے گی کہ ہم اسرائیل کی اس چال کے خلاف احتجاج کررہے ہیں تو عرب ممالک کو خود ہی عقل آجائے گی۔"

"آپ کی بات وضاحت طلب ہے سیدی! ہم کس طرح احتجاج کریں گے؟"

"امن کانفرنس کے انعقاد سے کچھ پہلے اور انعقاد کے دوران ہمیں کارروائیاں کرنی ہوں گی۔"

"میرے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں۔" یاسر عرفات نے کہا تھا اور اس کے بعد ان منصوبوں پر تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ اہم ترین منصوبے میں کلیدی کردار مجھے ادا کرنا تھا میرا نوری سلامی کی جگہ لینا بھی اس منصوبے کا ایک جزو تھا۔ نوری سلامی نامی الجزائری جو کارگو طیارے چلانے والی کمپنی میں ملازم تھا۔ میں نے اس کی جگہ لے لی تھی اور خود فلسطینی مجاہدین کی تحویل میں تھا۔

اور اب میں اپنا کام مکمل کرکے واپس جارہا تھا۔ ایک طیارے کا کام میں پہلے ہی کرچکا تھا اور آج دوسرے طیارے کا کام بھی مکمل ہو گیا تھا۔

فلیٹ میں نوری سلامی کی بیوی اور اس کے چار بچے اس

کے منتظر تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ کھل اٹھے۔ میں نے مل کر ان سے حال احوال پوچھا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا "کلثوم! مجھے ایک ضروری کام سے شہر سے باہر جانا ہے۔ ایک ماہ تک جائے گا واپس میں۔ تم یہ رقم رکھ لو۔"

اس نے زیادہ تفتیش نہیں کی۔ نوری سلامی والی وہ ایک بار اسی طرح بتایا کرتا تھا۔ یہ عادت مجھے احمد رش سے ملی تھی۔ میں نے اس سے سبب بھی پوچھا تھا۔ اس پر اس نے کہا تھا کہ وہ نوری سلامی سے ایک اور کام لینا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ماہ بہرحال لگے گا۔ دوسری طرف میں فیکٹری میں نوری سلامی کی طرف سے ایک ماہ کی چھٹی کی درخواست دے چکا تھا اور وہ منظور بھی ہو چکی تھی۔

"تو کیا آج ہی جا رہے ہو؟" سلامی کی بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی اسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اور میں جانتا ہوں کہ تم حوصلہ مند اور باہمت بیوی ہو۔ اسی لئے بے فکر ہو کر جا رہا ہوں۔"

نیچے آ کر میں نے زینوں کے پاس کھڑی نوری سلامی کی سائیکل سنبھالی اور باہر نکل آیا۔ تنگ سڑکوں سے گزرتا ہوا میں اس طرف چل دیا جہاں دریا سے لوازے تک ملتا ہے۔ چڑھائی پر سائیکل چلانے میں بہت لطف آ رہا تھا۔ تاریک ہوتی سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ دریا کا کنارہ آ گیا تھا اور اب میں اردنی حصے سے مسلمان حصے کی طرف جا رہا تھا۔ یونس کے لئے جرمنوں کے بنائے ہوئے کنکریٹ کے احاطے اسی علاقے میں تھے۔ وہ بم پروف احاطے تھے جو دیکھنے میں نہایت بدنما لگتے تھے۔ میں سائیکل کو ان زنگ آلود زینوں تک لے گیا جو نیچے جا رہے تھے۔ سائیکل کو میں نے جھاڑیوں میں کھڑا کیا اور زینوں پر قدم رکھا۔ نیچے اترتے اترتے سیلن اور ڈیزل کی ملی جلی بو دماغ پر چڑھنے لگی۔ میں نے زنگ آلود آہنی دروازے کو دھکیلا اور کنکریٹ کے اس احاطے میں داخل ہو گیا جو کبھی یونس کی پناہ گاہ کے طور پر استعمال ہوا کرتا تھا۔

باہر جو موجیں دیواروں سے سر ٹکرا رہی تھیں ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اندر بہت مدھم روشنی تھی۔ صرف چند شمعیں روشن تھیں۔ دراصل وہ متروک پناہ گاہیں تھیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فلسطینی مجاہدین انہیں استعمال کر رہے ہوں گے۔

میں جانتا تھا کہ میرے یہ موجود مجاہد اوپر ہی سے مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔ مگر میں انہی میں سے تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھ سے تعرض نہیں کیا تھا۔

اندر بہت ٹھنڈ تھی۔ مجھے اپنے جسم میں خفیف سی لرزش محسوس ہوئی۔

"رش..." میں نے پکارا "احمد رش۔"

جواباً مجھے احمد رش کی آواز سنائی دی "اندر چلے آؤ۔" اندر بظاہر تو وہاں صرف احمد رش ہی تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہاں دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔

"آؤ برادر!" اس نے چہک کر کہا۔ پھر اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھایا "نہیں علی! کچھ نہ کہو۔ میں کہوں۔ تم اپنا کام مکمل کر آئے ہو۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں..."

"بہت خوب اور تم جب کوئی کام کرتے ہو تو اس کے مکمل ہونے میں اور کامیابی میں شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" اس کی آواز اور لہجے میں تفاخر تھا۔ وہ یوں فخر کر رہا تھا جیسے میری کارکردگی اس کی اپنی کارکردگی ہو۔

"تمام انتظامات ہو چکے ہیں۔ آج جہاز کا روم والا حصہ بند کر دیا جائے گا۔" میں نے کہا "میں نے ریڈیو روم والے حصے پر سب سے اونچی جگہ نصب کر دیا ہے۔ انٹینا کھول دیا ہے۔ ریڈیو کو جہاز کی بیٹری سے توانائی ملتی رہے گی اور اس کام کے لئے جو تار میں نے استعمال کیا ہے اس پر کسی کو جہاز سے غیر متعلق ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی باریک بینی سے معائنہ کر لیں۔ ریڈیو بھی کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔ میں نے اس پر طیارے کے پرزوں کے لئے مخصوص نمبر بھی چڑھا دیا ہے۔ اب کوئی بھی اسے دیکھے تو جہاز کا کوئی اہم اور ضروری پرزہ ہی سمجھے گا اور جہاز میں اتنے پرزے استعمال ہوتے ہیں کہ کسی ایک آدمی کو تمام پرزوں کے متعلق نہیں ہوتا۔"

"بہت خوب علی! بہت خوب۔" اس نے مجھے داد دی "اور ڈائنامائٹ؟"

"اسے میں نے فیول ٹینک کے منہ پر لگایا ہے۔" میں نے جواب دیا "ٹینک اس جگہ خاص گولائی میں ہے ڈائنامائٹ چوڑائی والی سینٹی میٹر کے قریب ہوگی اس کے عقبی حصے کی ٹیوب میں ڈیٹونیٹر لگایا ہے دھماکا ٹینک پر مطلوبہ اثر ڈالے گا اور ڈائنامائٹ کسی کو نظر نہیں آئے گا۔"

"بہت خوب برادر۔ مبارک ہو۔"

"لیکن اس مبارک بادی میں نوری سلامی کا بھی حصہ ہے۔ اسے تو بلاؤ۔"

ایک لمحے کے لئے مجھے احمد رش کا رنگ بدلتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔ مجھے اپنا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ اس قہقہے میں سفاکی تھی۔ "علی! تم نوری کی بیوی اور اس کے بچوں کو بتا آئے ہو نا؟"

"ہاں۔ لیکن تم نے نوری سلامی کے بارے میں نہیں بتایا۔" اس بار میں ناخوش گوار حیرت کو لہجے سے نہ رکھ سکا۔ درحقیقت میرا تحمل جواب دے رہا تھا۔

"اسے میں نے ایک مشن پر بھیج دیا ہے۔" احمد رش نے

کہا۔

"کہاں؟"

"یہ تو اللہ جانتا ہے کہ وہ جنت میں گیا ہو گا یا دوزخ میں۔" اس کے لہجے میں بے نیازی بھی تھی اور سفاکی بھی۔

لیکن اس کا جواب بے حد واضح تھا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ نوری سلامی کی بیوی اور بچوں کے چہرے میری نگاہوں میں پھر گئے۔ "کیا مطلب؟ تم نے مروا دیا اسے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ضروری تھا۔ وہ کمزور آدمی تھا۔ راز فاش بھی کر سکتا تھا۔ اس طرح کے کاموں میں کمزور لوگوں کے لئے عارضی گنجائش تو نکل آتی ہے لیکن انہیں مستقل طور پر نہیں رکھا جا سکتا۔"

اس بے رحمی پر میرا خون کھول کر رہ گیا "یہ فیصلہ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر کیسے کر لیا؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"منصوبے پر عمل درآمد سے پہلے ہر بات طے کر لی گئی تھی۔ یہ بھی پہلے سے طے کر لیا گیا تھا کہ نوری سلامی کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا اور کوئی صورت تھی بھی نہیں۔"

"مجھے تو شروع سے علم نہیں تھا اس بات کا۔ اگر یہ ضروری تھا تو تمہیں مجھے بتا دینا چاہئے تھا۔"

"تو تم کیا کرتے؟"

"میں اس کام کے لئے کوئی اور طریقہ سوچتا۔ کام تو مجھے کرنا تھا۔"

"دیکھو علی! تم ہمارے لئے بہت محترم ہو لیکن ایک بات یاد رکھو۔ ایسی تنظیموں میں ڈسپلن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ تمہاری اہمیت اپنی جگہ لیکن فرانس میں تنظیم کا سربراہ میں ہوں۔ یہ ذمے داری میری ہے۔ تم تو آج ہی یہاں سے چلے جاؤ گے لیکن مجھے یہیں رہنا ہے یہیں کام کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کس غلطی کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں اور کس کے نہیں۔"

"لیکن نوری سلامی بھی مسلمان تھا اور ہمارے کاز سے مخلص بھی تھا۔" میں نے احتجاج کیا "اور میں کسی ایسے شخص کی جان نہیں لے سکتا بلکہ میں تو انسانی جانوں کا احترام کرتا ہوں ہم کوئی متبادل منصوبہ بھی بنا سکتے تھے۔"

"علی! ہمارے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت ہمارے کاز کی ہے۔" احمد رش کا لہجہ تند ہو گیا "اور ہم جانتے ہیں کہ عظیم مقصد کے لئے جانوں کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ یہ تو شطرنج کی بازی ہے۔ بازی بچانے کے لئے تو مہرے بھی کنوانے پڑ جاتے ہیں۔ تم اصولوں کی بات کرتے ہو۔ نوری سلامی تو بے حیثیت آدمی تھا کمانڈ! کسی بڑے مقصد کے لئے تو میں تمہیں بلکہ خود کو بھی اپنے ہاتھوں ختم کر سکتا ہوں۔"

مجھے لگنے لگا۔ دلیل قابل قبول نہیں تھی مگر میں اپنی پوزیشن سے بھی واقف تھا اور اس کی پوزیشن بھی سمجھتا تھا۔ وہ اس ملک میں تنظیم کا سربراہ تھا۔ میں محض ایک مشن کا انچارج تھا لیکن میں بھی کیا کرتا۔ میری سرشت میں انسانی زندگی کا احترام کرنا تھا۔ میں انسان کو نہ پیدل سمجھتا تھا نہ ہی مہرہ۔ مجھے تو نوری سلامی کی بیوی اور بچوں کی بھی فکر تھی جو اب بے سہارا رہ گئے تھے۔

"میں بہرحال یہی کہوں گا رش کہ یہ خون بہانا ضروری نہیں تھا۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"چھوڑو ان باتوں کو۔ اپنی روانگی کی فکر کرو۔ سب سے پہلے اس میک اپ سے پیچھا چھڑاؤ۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ اس سلسلے میں تنظیم کی ہائی کمان سے ضرور بات کروں گا۔ مجھے یاد تھا کہ تنظیم سے ایک بار پہلے بھی میرے اختلافات ہو گئے تھے۔

☆○☆

وادئ شیرون کے سامنے ساترن ہلز میں ہم چار افراد کھڑے تھے۔ سپیدۂ سحر رات کی تاریکی کا جگر کاٹنے کا آغاز کر چکا تھا۔ نیچے وادی پھیلی ہوئی تھی۔ فوکلو میٹر دور سے اڈا ایئرپورٹ کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ لاڑ کے عقب سے تل ابیب کی دھندلی روشنیاں پلکیں جھپکا رہی تھیں۔ ان کے پیچھے ڈوبتے چاند کی کرنوں کو منعکس کرتا بحیرہ روم کا پانی نظر آ رہا تھا۔

یہ وہ مقام تھا جو چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ سے پہلے اردن کا علاقہ تھا۔ ۶۷ء میں جنگی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک اہم مقام تھا۔ اس لئے کہ یہاں سے اسرائیل میں جھانکا جا سکتا تھا۔ لاڈ ایئرپورٹ سامنے ہی تھا۔ یہاں سے اردنی توپ خانے نے چند راؤنڈ فائر کئے تھے مگر پھر اسرائیل کے جنگی طیاروں نے ان کی زبان بند کر دی تھی۔ پھر عربوں نے دریائے اردن کے مغربی کنارے کی ہر پوزیشن کے ساتھ اس مقام کو بھی چھوڑ دیا تھا۔

اب اس پوزیشن کی کوئی جنگی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اب یہ اسرائیل کا حصہ تھا۔ خاردار تاروں کی باڑھیں ہٹائی گئی تھیں۔ بنکرز توڑ دیئے گئے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اب اسرائیلی فوجی یہاں گشت نہیں کرتے تھے۔

لیکن اسرائیلیوں کو یہ علم نہیں تھا کہ عرب یہاں سے پسپا ہوتے ہوئے کچھ اسلحہ اور کچھ لوگ یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ اسلحہ ۱۲۰ ملی میٹر کی تین مارٹر توپیں تھیں جن میں راؤنڈز موجود تھے اور آدمی تین فلسطینی تھے جو اس وقت جوان تھے انہیں یہ کہہ کر یہاں چھوڑا گیا تھا کہ انہیں آئندہ ... کا انتظار کرنا ہے۔ یہ بہت پرانا طریقۂ کار ہے جو بے حد آزمودہ ہے۔ جدید عسکری دور کی ہر فوج پسپا ہوتے وقت اس امید پر اپنے افراد اور اسلحہ چھوڑتی رہی ہے کہ کسی نہ کسی موقعے پر وہ کام آئیں گے اس موقعے پر جب وہ دوبارہ اپنی قوت مجتمع کر

کے دشمن پر حملہ آور ہونے کی پوزیشن میں ہو گی۔

تینوں فلسطینی شامی تھے اور بدرس نامی گاؤں کے رہنے والے تھے، جس پر اب اسرائیل کا قبضہ تھا۔ وہ اپنے گاؤں واپس گئے اور پرسکون زندگی گزارتے رہے۔ برسوں انھیں یاد بھی نہ رہا کہ تین توپیں اور گولہ بارود ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ انھیں یہ بات میں نے یاد دلائی۔ انھیں حیرت ہوئی کیونکہ انھیں اس کانفرنس سے صرف ایک دن پہلے برسوں پرانی بات یاد دلائی گئی تھی۔

وہ صنوبر کے درختوں میں گئے اور انھوں نے ہاتھوں سے نرم مٹی ہٹائی۔ خاصا نیچے سے پلاسٹک کا ایک بڑا تھیلا برآمد ہوا۔ تھیلے میں گتے کا ایک پیکٹ تھا۔ پیکٹ میں کینوس سے لپٹے ہوئے ۱۲۰ ملی میٹر کے درجن بھر گولے تھے۔

ان میں سے ایک صباح خلیلی ایک پہاڑی چوٹی کی طرف بڑھا۔ وہاں سے اس نے جھک کر وادی میں دیکھا اگر خوش قسمتی سے مشرق کی ہوا چل جائے تو کلنڈیا ایئرپورٹ تک پہنچ سکتے تھے۔ انھیں مرکزی ٹرمنل اور رن وے کو نشانہ بنانا تھا۔

اور اسی وقت میری پشت سے گرم ہوا کا ایک تیز جھکڑ ٹکرایا۔ وہ مشرق کی ہوا تھی۔ شاید صباح کی دعا قبول ہو گئی تھی۔

تینوں فلسطینیوں نے مل کر ایک بھاری پتھر کھسکایا۔ پتھر کے نیچے چھپے کرٹ بھاگے۔ پتھر ہٹنے کے بعد ایک سوراخ نظر آیا، جو ۱۲۰ ملی لیٹر سے کچھ بڑا ہی تھا۔ صباح نے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر تیل میں لتھڑے ہوئے چیتھڑے نکالے پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر سوراخ کو ٹٹولا۔ چند لمحے بعد اس نے ہاتھ باہر نکالا "یہ بہت اچھی حالت میں ہے۔" اس نے اپنے ہاتھ کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔ "زنگ کا نام و نشان بھی نہیں۔" اس نے گریس سے لتھڑی ہوئی انگلیاں اپنی پینٹ پر رگڑیں پھر اس نے اس سوراخ کو دیکھا، جو بظاہر بے ضرر دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی اسے سرسری طور پر دیکھ کر اس کی ہلاکت خیزی نہیں بھانپ سکتا تھا۔

یہ ایک بہت پرانی گوریلا ترکیب تھی۔ یہ ویت نام گوریلوں کی اختراع تھی، جسے بعد میں دوسری فوجوں نے بھی اپنا لیا تھا۔ مارٹر کی ٹیوب ایک بڑے سوراخ میں رکھی جاتی ہے اسے کئی افراد تھامتے ہیں پھر مارٹر کے راؤنڈ اس میں ڈالے جاتے ہیں۔ فائرنگ شروع ہوتی ہے اور جیسے ہی ہدف نشانہ بنتا ہے، فائرنگ روک دی جاتی ہے۔ سوراخ میں بڑی احتیاط سے پتھر اور مٹی بھر دی جاتی ہے، اس طرح کہ شست نہ بدلے۔ یوں ٹیوب کی نال چھپ جاتی ہے۔ فائر کرنے والے کھسک لیتے ہیں۔ دوبارہ ضرورت پڑنے پر انھیں صرف مٹی اور پتھر ہٹانا ہوتے ہیں۔ اس میں سب سے بڑی سہولت یہ ہے کہ مارٹر کے دوسرے بھاری حصے استعمال نہیں کرنے پڑتے۔

ان تینوں کو چار چار گولے فائر کرنا تھے پھر مارٹر کو چھپا کر نکل بھاگنا تھا۔

میں اپنا کام کر چکا تھا۔ اب مجھے واپس جانا تھا۔ مصروفیت بہت زیادہ تھی۔

☆☆

"کوئی کام کی بات؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ بہت اہم کام پر مامور تھا۔ میں نے یہ تحلیل کر اسرائیلی ایئر فورس کے اہم ترین پائلٹ نیدی ایلکوز کے اپارٹمنٹ اور ایئرپورٹ بلڈنگ میں واقع سیکیورٹی زون کے کانفرنس روم میں بگ فٹ کروائے تھے اب جابر ان کے ریسیورز پر الرٹ بیٹھا تھا۔

"کچھ ہوا بھی؟" میں نے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

جابر نامی اس فلسطینی نے دانت نکال دیے "بہت کچھ ہوا مگر تمہارے کام کا نہیں۔ البتہ میں اتنا بور نہیں ہوا کہ ایلکن نظر آ رہا تھا۔ رات بھر وہ ولد الحرام اسرائیل کی نائب وزیر مریم برنسٹین کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا رہا ہے۔ اب شاید سو رہا ہے۔"

وہ ایک کشادہ غار تھا، بے حد محفوظ غار۔ باہر سے تلاش کرنے پر بھی اس کا دہانہ نظر نہ آتا۔ میں تھکے تھکے انداز میں ایک کونے میں پڑی ہوئی کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ فوراً ہی میری آنکھ لگ گئی۔

لیکن جیسے ہی جابر نے مجھے ہیجانی لہجے میں پکارا، میری آنکھ کھل گئی۔ "برادر... برادر! کوئی اس سے ملنے آیا ہے۔"

میں اٹھا اور لپک کر ریسیور سیٹ پر پہنچا۔ بیل کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی، جیسے غار میں گونج رہی ہو۔ مجھے الیکٹرونک آلات دیے گئے تھے وہ بے حد حساس تھے۔

پھر دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ ابھری۔ "کون ہے؟" مجھے لاسکوف کی آواز پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ بند دروازے کے دوسری طرف سے کسی نے بھنچی بھنچی آواز میں کچھ کہا۔ لاسکوف نے دروازہ کھول دیا۔ "رچرڈسن!" وہ بڑبڑایا۔

میں نام رچرڈسن کو جانتا تھا۔ وہ اسرائیل میں امریکا کا اتاشی تھا۔

اب ان دونوں کی آوازیں بے حد واضح تھیں، جس کا مطلب تھا کہ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ میں نے بگ وہیں فٹ کیا تھا۔

"کیا بات ہے رچرڈسن! یہ تمہارا وقت ہے یا مرگ؟" لاسکوف نے پوچھا۔

"میں فل یونیفارم میں ہوں اور ابھی تک سونا

نصیب نہیں ہوا ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ لاسکوف کافی بنا کر لایا ہے۔ پھر کرسی کھسکنے کی آواز آئی اور لاسکوف نے کہا۔ "جو کچھ کہنا ہے، جلدی کہہ ڈالو۔ آج میرے سامنے بے شمار کام ہیں۔"

"میرا بھی یہی حال ہے۔" رچرڈسن نے کہا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کافر طیاروں کو کس طرح کا کور دے رہے ہو؟"

میرا دل خوشی کے انداز میں دھڑکنے لگا۔ میری محنت بار آور ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے آج کے آپریشن کے بارے میں مکمل رپورٹ درکار ہے۔" رچرڈسن کی آواز سنائی دی۔

"اس قسم کی معلومات کے بارے میں ہم بہت محتاط رہتے ہیں کہ کس کو دی جا رہی ہیں۔" لاسکوف کا لہجہ خشک تھا۔

"کیا... کیا مطلب ہے تمہارا؟" رچرڈسن کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔ میں تصور میں اس کا غصے سے تمتمایا ہوا چہرہ دیکھ سکتا تھا "دیکھو، مجھے بھی زچ... باتیں آگے بڑھ جاتی ہیں۔ مجھے گھر روم میں اپنے ہیڈ کو بھی مطلع کرنا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تم لوگوں کی کوئی بات کبھی ہم سے ڈھکی چھپی نہیں رہی اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے پاس سے معلومات باہر نکلتی ہیں۔"

"تحمل سے بات کرو رچرڈسن... کرنل!"

شاید رینک کے حوالے نے رچرڈسن کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا تھا کیونکہ اس نے کہا۔ "سوری جنرل!"

لاسکوف نے شاید فون پر کوئی نمبر ملایا تھا۔ اس کی آواز سنائی دی "ای ٹو ڈی ملاؤ۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ میں جانتا تھا، ای ٹو ڈی گرومین کا جدید ترین فلائنگ ریڈار ہے۔ زمین پر، ہوا میں اور سمندر میں اسے ڈیٹیکشن کے معاملے میں جو برتری حاصل تھی، اس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسرائیل کے پاس ایسے تین ریڈار تھے جن میں سے ایک فضائی ریڈار ہر وقت زیر استعمال رہتا تھا۔

مجھے محرومی کا احساس ہونے لگا کیونکہ دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو میں نہیں سن سکتا تھا۔ لاسکوف خاموشی سے سنتا رہا ہو گا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم ایف۔ ۱۴ استعمال کرو گے؟" رچرڈسن نے پوچھا۔

"ظاہر ہے، اس وقت گرومین ایف۔ ۱۴ دنیا کا بہترین طیارہ ہے لیکن طیاروں کے معاملے میں اصل اہمیت ہمیشہ سے اس بات کی رہی ہے کہ اسے کون اڑا رہا ہے۔"

"تو تم بھی پرواز کرو گے؟"

"یقیناً۔"

"یہ کام تم جوانوں پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟"

"تم اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتے؟"

رچرڈسن ہنس دیا "تم کتنی دور تک ان کے ساتھ جاؤ گے؟"

"اپنی فضائی حدود تک... کم از کم۔"

"میں سمجھا تھا، تم کم از کم انھیں لیبیا، تیونس، مراکش اور الجزائر کی فضائی حدود سے ضرور نکالو گے۔ دیکھو اگر تم اتنی دور تک جانا چاہو تو ہمارا سسلی والا اڈہ استعمال کر سکتے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارے طیاروں کو آگے کے لیے فیول بھی فراہم کر سکتے ہیں۔"

"دیکھو رچرڈسن! کافر طیاروں کا روٹ آخری لمحے میں تبدیل کیا جائے گا۔ ہم نے فرانس اور اٹلی سے اپنے کافر طیاروں کی پرواز کے لیے خصوصی اجازت لے لی ہے۔ سسلی سے وہ مشرق کی طرف پرواز کریں گے۔ وہاں سے تم چاہو تو ان کا ساتھ دے دینا مگر میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ مت بھولو کہ وہ ساٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ماخ ۲.۲ اسپیڈ پر جا سکتے ہیں۔ اتنی بلندی پر انھیں نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔"

"تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟ ہماری انٹیلی جنس نے تو اوکے رپورٹ دی ہے۔"

"ہم تو ہمیشہ ہی خطرے کی توقع کرتے ہیں لیکن میں صاف گوئی سے کہتا ہوں کہ اس بار کوئی خطرہ نہیں۔ البتہ ہم کوئی احتیاطی تدبیر نظر انداز نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ان دونوں جہازوں میں بہت بڑے لوگ ہوں گے۔ ہمارا تو سب کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ سب کچھ، ایک ذرا سی گڑبڑ بھی ہوئی تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

"گراؤنڈ سیکیورٹی کے متعلق کیا کہتے ہو؟" رچرڈسن نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے میرے خیال میں۔" لاسکوف نے کہا۔ "ہم وی آئی پی ایف چینل ۲۱ پر ہوں گے۔ ۲۷۵،۳۳ میگا ہرٹز۔ میری متبادل فریکوئنسی لاسٹ منٹ سیکیورٹی طے کرے گی۔ وہ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا۔ میرا کوڈ نیم اینجل جرائیل ہو گا نمبر ۳۲۔ دیگر طیاروں کے ساتھ اینجل کے علاوہ ان کے طیاروں کی ٹیل کا نمبر لگے گا۔"

"اور کافرز؟"

"ایل ال ۱۰ اور ایل ال ۰۲۔ فریکوئنسیز بھی ایل ال۔"

میں زیر لب مسکرا دیا۔ اچھی خاصی کارآمد معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ وہ مطمئن تھے۔ انھوں نے بہت اچھے

حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وار کس طرف سے ہوگا۔

○☆○

میں نے مریم برنسٹن کے متعلق فلسطینی ہیڈ کوارٹر میں موجود معلومات پڑھی تھیں جو ایک ڈوزیئر کی شکل میں تھیں۔ وہ خاصی پر رجین مزاج کی عورت تھی۔ اتحادی فوجیوں کو وہ ایک جرمن کیمپ میں ملی تھی۔ اسے اس وقت بھی یاد تھا کہ کبھی اس کے ماں باپ تھے... کنبہ تھا، ایک چھوٹی بہن تھی اور یہ کہ وہ یہودی تھی اس کے علاوہ اسے بہت تھوڑا یاد تھا اور وہ بھی دھندلا دھندلا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی جرمن بھی بول لیتی تھی جو شاید اس نے کیمپ میں سیکھی ہوگی۔ وہ تھوڑی بہت پولش بھی بول لیتی تھی کیونکہ کیمپ میں پولش بچے بھی تھے۔

لیکن مجموعی طور پر وہ ایک خاموش بچی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ جرمن ہے اور نہ اسے اس بات کی پروا تھی۔ وہ یہودی تھی اور یہی اس کے لئے بہت کافی تھا۔

اتحادیوں کی فتح کے بعد وہ ایک اسپتال میں زیر علاج رہی پھر اسے ایک بوڑھے میاں بیوی کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ اسے یورپ سے حیفہ لا رہے تھے کہ راستے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ مریم کو ان کے نام بھی معلوم نہیں تھے۔

حیفہ میں ایک اور یہودی جوڑے نے اسے اپنا لیا۔ انہوں نے برطانوی فوجیوں کو بتایا کہ اس بچی کا نام مریم برنسٹن ہے اور وہ ان کی بیٹی ہے جو جھگڑے سے گھر سے نکلی تھی اور راستہ بھول گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ فلسطین ہی میں پیدا ہوئی ہے وہ میاں بیوی جوان تھے اور ٹھیک طرح سے جھوٹ نہیں بول پا رہے تھے لیکن مریم کو یاد تھا کہ برطانوی فوجی اسے ان کے سپرد کر کے چلے گئے تھے۔

پھر عربوں اور یہودیوں کی ایک جھڑپ میں برنسٹن بھی مارا گیا۔ اس کے بعد مریم کو پتا چلا کہ جس یوسف برنسٹن کو وہ برنسٹن کا سگا بیٹا سمجھتی تھی، وہ بھی اس کی طرح بے سہارا تھا جسے برنسٹن نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ مریم کو کوئی حیرت نہیں ہوئی اس کے خیال میں دنیا کے تمام بچے یتیم تھے جنہیں محبت کرنے والے لوگوں نے لے پالک بنا لیا تھا۔

یوں مریم اور یوسف کے درمیان محبت کا سلسلہ شروع ہوا جو شادی پر منتج ہوا۔

مریم برنسٹن ابتدا ہی سے پرائیویٹ امن گروپس میں دلچسپی لیتی رہی تھی۔ اس وجہ سے مقامی عرب اس کی عزت کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ دوسرے یہودیوں سے الگ تھلگ رہتی تھی۔ یوسف مریم کو سمجھتا تھا لیکن فائٹر پائلٹ ہونے کی وجہ سے وہ خود بہت مصروف تھا۔ ویسے بھی ایک فائٹر پائلٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فاختہ صفت عورت کا شوہر ہونا اس کے لئے کوئی آسان کام نہیں تھا۔

۱۹۷۳ء میں اسرائیلی عربوں میں مقبولیت اور امن اور ... ہونے کی وجہ سے اس کی پارٹی نے اسے اسرائیلی پارلیمنٹ نیسٹ میں خالی ہونے والی ایک نشست پر نامزد کر دیا۔ جلد ہی اس نے اسرائیلی وزیر اعظم مسز گولڈا میئر کی توجہ حاصل کر لی۔ ۱۹۷۴ء میں جب مسز گولڈا میئر نے استعفیٰ دیا تو یہ سمجھا جا رہا تھا کہ اب نیسٹ میں مریم برنسٹن گولڈا میئر کی آواز ہے۔ گولڈا میئر کی پشت پناہی نے اسے نائب وزیر کے عہدے پر پہنچا دیا۔ اور وہ اپنے اس عہدے سے چپکی رہی۔ حکومتی تبدیلی اور بڑے بڑے بحرانوں کے باوجود۔ بظاہر تو ایسا لگتا تھا، اسے خود بھی یقین تھا کہ کابینہ کی بارہا تبدیلی کے باوجود وہ عہدے پر صرف اس وجہ سے موجود ہے کہ وہ اپنے کام کی ماہر ہے۔ اس کے مخالفین کا کہنا تھا کہ اسے اپنے ... حسن کی وجہ سے تحفظ حاصل ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ ... میں جبلی طور پر زندہ رہنے کی صلاحیت موجود تھی۔ اپنی اور فطرت کے اس پہلو سے وہ خود بھی بے خبر تھی۔

اور اب وہ اسرائیلی امن وفد کی رکن تھی۔ نیویارک ... سرکاری کام کے علاوہ اسے نجی کام بھی تھے۔ یوسف ... سے غائب تھا۔ خیال تھا کہ نیویارک میں وہ اس کے ... معلومات کر سکے گی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور یہ بات اسے ... ہی بتا سکتے تھے۔

یہ آخری معلومات تازہ ترین تھیں۔

اسرائیلی امن وفد میں نیسٹ کا ایک مسلمان ... مہابا جابری بھی شامل تھا۔ وہ اپنے گھر والوں سے بچھڑا ایک ایسا عرب تھا جس سے عرب نفرت کرتے تھے غدار ... تھے۔ وہ اس امن کے نتیجے میں اپنے گھر واپس جانے کے خواب دیکھ رہا تھا حالانکہ جانتا تھا کہ اس خواب کی کوئی ... نہیں۔

میں نے فائل بند کر کے ایک طرف رکھی اور آنکھیں موند لیں۔

دو گھنٹے بعد میں صباح خابانی اور اس کے ساتھ پوزیشن دیکھنے کے لئے گیا۔

صباح خابانی دوربین آنکھوں سے لگائے ایئرپورٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا ”ایک گھنٹا رہ گیا ہے۔ ایک گھنٹے بعد وی آئی پی لاؤنج کھچا کھچ ہوگا۔ اس کے بعد اور ٹیک آف سے پہلے کوئی ... مناسب رہے گا۔“

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

”ٹرمینل اور ٹری پنچ سے کچھ دور ہے۔“ صباح نے ... کر کہ مشرقی ہوا چل جائے۔ اس صورت میں ... تک پہنچ سکیں گے۔“

”نہیں پہنچے تب بھی وہاں تک تو ضرور پہنچ ...

جہاں کانکرڈ کھڑے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”لیکن مقصد کیا ہے؟“

”صرف اتنی سی بات ہے کہ فلائٹ کینسل ہو جائے۔“

صباح کے ایک ساتھی نے عجیب سی آواز نکالی۔ وہ ایک طرف اشارہ کر رہا تھا۔ میں نے اور صباح نے اشارے کی سمت دیکھا۔ دونوں کانکرڈ آگے پیچھے لاڈ ایئرپورٹ کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے صباح سے دوربین لے کر انہیں دیکھا۔ وہ بہت خوب صورت طیارے تھے۔

”دونوں طیاروں میں ملا کر ڈھائی لاکھ کلوگرام فیول ہے۔“ میں نے صباح کو دوربین واپس دیتے ہوئے کہا۔ ”اس کے زور پر اتنا بڑا دھماکا ہو سکتا ہے کہ یروشلم بھی لرز اٹھے گا۔“

پھر میں اپنے غار کی طرف واپس چل دیا۔

جابر نے مجھے بتایا کہ لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم میں ابھی تک کوئی سرگرمی شروع نہیں ہوئی ہے۔ ڈکٹا فون خاموش ہے۔

میں نے اس بار جیکب ہمسنو کا ڈوزیئر سنبھالا۔

اب وہ لاڈ ایئرپورٹ سیکیورٹی فورس کا چیف تھا۔ وہ یہودیوں کی اس جنریشن سے تعلق رکھتا تھا جو ہٹلر کے بر سر اقتدار آنے سے پہلے ہی جرمنی سے نکل آئے تھے اور فلسطین میں آ بسے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ یورپ میں ہونے والی تباہی سے محفوظ رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ سرمایہ بھی لائے تھے اور ہنر بھی۔ وہ تمام کے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ان میں سے بیشتر حیفہ میں آباد ہوئے۔

دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو سترہ سالہ جیکب ہمسنو نے ایم آئی ۶ برٹش سیکرٹ انٹیلی جنس سروس جوائن کر لی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا اپنا اسٹائل اب بھی برطانوی سیکرٹ سروس کا سا تھا۔ دوسری جنگ کے دوران اس نے محض شوقیہ طور پر یہ کام کیا تھا۔ ورنہ وہ بے حد خوشحال تھا۔ دیکھنے میں وہ کہیں سے بھی جاسوس نہیں لگتا تھا اور یہی خوبی اس کی کامیابی کی ضامن تھی۔

حیفہ سے باہر وہ جرمن ہونے کا دعویٰ کرتا تو اس پر کوئی بھی شک نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ذہن جزئیات جمع کرنے اور انہیں محفوظ رکھنے کا ماہر تھا۔ دہری زندگی گزارنا آسان کام نہیں ہوتا لیکن اسے یہ کام بے حد دلچسپ لگتا تھا۔

اس دوران فرصت کے ایام میں بوریت سے بچنے کے لئے ہمسنو نے ایک پرائیویٹ فلائنگ کلب جوائن کر لیا تھا اب وہ فلسطین کے چند گنے چنے لائسنس یافتہ پائلٹس میں شامل تھا۔

جنگ کے بعد وہ یورپ گیا اور اس نے غیر قانونی ہگانہ ایئرفورس کے لئے جنگ سے متاثرہ طیارے خریدے۔ وہ پہلا برٹش اسپٹ فائر اسی کا خریدا ہوا تھا جو جنرل لاسکوف نے اڑایا تھا۔

سوائے اس خوبی کی بنا پر کہ وہ بنیادی طور پر انٹیلی جنس کا آدمی تھا اور جہاز بھی اڑا سکتا تھا، اسے ایل ال کا پہلا سیکیورٹی چیف مقرر کر دیا گیا۔ دوسرے یہودیوں کے برعکس اس نے بہت سہل زندگی گزاری تھی۔ ہرزلیہ میں اس کا چھوٹا سا بنگلا تھا۔ وہ نہایت عیش پرست آدمی تھا۔ عورت اس کی کمزوری تھی۔ اپنے گھر والوں سے وہ اس حد تک وفاداری نبھاتا تھا کہ مذہبی تہواروں کے موقع پر حیفہ اپنے گھر ضرور آتا تھا۔

وہ اندازے لگانے اور قدرے پالنے کا قائل نہیں تھا۔ اپنے ملک کی انٹیلی جنس پر اسے بہت زیادہ ناز تھا...

”برلور! کانفرنس شروع ہو رہی ہے۔“ جابر نے مجھے چونکا دیا۔ میں اٹھا اور ریسیور سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کانفرنس میں بہت اہم لوگ شریک ہو رہے تھے۔ ان میں شن بیتھ (اسرائیل کی انٹرنل سیکیورٹی سروس) کا سربراہ شامر ماذر تھا۔ بریگیڈیئر جنرل اسحاق سلمان تھا جو ایئرفورس کا چیف آف آپریشنز تھا۔ آرمی چیف آف اسٹاف کی نمائندگی جنرل ہنجمن زیبکن کر رہا تھا۔ ٹرانسپورٹ کی نائب وزیر مریم برنسٹن تھی۔ انسداد دہشت گردی گروپ کا سربراہ آئزک برگ بھی تھا۔ مریم برنسٹن کے علاوہ نیسٹ کے پانچ ارکان اور بھی تھے۔

یہ تمام لوگ دراصل اس ایڈہاک کمیٹی میں شامل تھے جو کانکرڈ طیاروں کے حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس سلسلے میں انہیں جیکب ہمسنو سے سوال کرنے تھے۔

”میں اس میٹنگ میں اس لئے شریک ہو رہا ہوں۔“ ریسیور سیٹ پر جیکب ہمسنو کی آواز ابھری۔ ”کہ آپ لوگوں کو قائل کر سکوں کہ لاڈ ایئرپورٹ سے کسی بھی طیارے کی محفوظ پرواز کے انتظامات کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔“

احتجاجی آوازیں سنائی دیں۔

”چلیں... میرے اس جملہ معترضہ کو نظرانداز کر دیں۔“ ہمسنو کا موڈ یقیناً خراب تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہمسنو کے گارڈز نے دونوں طیاروں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔ اس کے باوجود آرمی نے انفنٹری کے دس جوان طیاروں کی حفاظت کے لئے بھیج دیے تھے۔ یہ بات ہمسنو کے لئے اہانت آمیز تھی۔

”آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اسرائیلی ایئرلائنز ایل ال نقصان میں جا رہی ہے۔“ ہمسنو کی آواز ابھری۔ ”اس کی وجہ جانتے ہیں آپ؟ کہنے کو ہم تمام مسافروں سے فرسٹ کلاس کا کرایہ لیتے ہیں۔ بیس فی صد سرچارج اس کے علاوہ ہے۔ ہونا تو منافع چاہیے لیکن نہیں ہو سکتا اس لئے کہ میں سخت ترین سیکیورٹی کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ سیکیورٹی انسانی

پیمانے سے باہر ہے۔ اب سے چند ماہ پہلے آپ میں سے کچھ منافع کے طلب گار تھے اور اس کے لئے سیکیورٹی کو غیر اہم قرار دینے پر آمادہ تھے اور اب وہی لوگ سیکیورٹی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہیں۔ ان کے خیال میں میں نے طیاروں کی حفاظت کے لئے تمام ضروری انتظامات نہیں کئے ہیں۔ اب میرے انتظامات کی تفصیل بھی سن لیں۔ جب سے ہمیں طیاروں کا قبضہ ملا ہے، وہ ایک منٹ کے لئے بھی میرے سیکیورٹی اسٹاف کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے فیکٹریوں تک میں حفاظتی انتظامات کئے جہاں یہ طیارے بنائے جا رہے تھے۔ آج میں نے خود ان میں قبول ڈلوایا ہے اپنی نگرانی میں۔ دنیا بھر کے کانکرڈ طیارے بیرونی گراؤنڈ پاور یونٹ کی مدد سے اسٹارٹ ہوتے ہیں جبکہ میں نے ان میں بطور خاص انٹرنل پاور یونٹ نصب کرایا ہے تاکہ ہمارے طیاروں کو دوسرے ایئرپورٹس پر تحفظ ملے کو وہ ٹرک، جو ضروری ہوتے ہیں، ان کے قریب بھی نہ آئیں۔" پیسٹو نے چند لمحے توقف کیا۔ پھر اپنی بات جاری کی۔ "چھوٹے چھوٹے تمام کام یہیں مکمل کئے گئے ہیں ہماری نگرانی میں۔ جہاز کے چپے چپے کو سیکیورٹی کے نکتہ نظر سے چھانا گیا ہے کہ کہیں کسی نے کوئی آتش گیر مادہ، کوئی بم تو نہیں چھپا دیا سیٹ کے نیچے۔ اس جہاز کے لئے کھانا یہیں تیار ہو رہا ہے اور یقین کریں، وہ صرف خوش ذائقہ اور لذیذ ہی نہیں، ہر اعتبار سے محفوظ بھی ہوگا۔ قصہ مختصر یہ کہ دنیا کی کوئی فلائٹ اس سے زیادہ سیف اور پرلطف نہیں ہو سکتی۔

میرے نائب مٹی پاورن نے کانکرڈ امریکہ ۰۰ ٹیم کی قیادت کی ذمے داری قبول کرنے کی رضاکارانہ پیش کش کی ہے۔ یہی پیش کش میں نے کانکرڈ ۰۲ کے لئے کی ہے۔ تاہم ابھی تک وزیراعظم کی طرف سے جواب نہیں ملا کہ میں اس مشن کے ساتھ جا رہا ہوں یا نہیں۔ خیر اسے چھوڑیں۔ اب آپ لوگ طیارے کی سیکیورٹی کے لئے کوئی سوال کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر پیسٹو نے کہا۔ "کسی کو کچھ نہیں پوچھنا۔ گڈ... ویری گڈ۔ مسٹر شاتم مازر۔ اب آپ رپورٹ پیش کریں۔"

کرسی کھسکنے کی آواز سنائی دی۔ شاید شاتم کھڑا ہو رہا تھا۔ اس کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی۔ وہ طویل القامت اور دبلا پتلا تھا۔ اس کی آنکھیں آر پار دیکھنے کا بھرپور تاثر دیتی تھیں۔ اس کے انداز کی بد تمیزی سے لوگ نالاں رہتے تھے۔

اس وقت بھی اس نے بلا تمہید بات شروع کی۔ "اس وقت فکر ہے تو صرف ایسے کسی جنونی کی، جو حرارت پر لپکنے والا میزائل لئے کسی چھت پر کھڑا ہوگا اور وہ چھت یہاں سے ساحل تک، درمیان میں کسی جگہ بھی ہو سکتی ہے لیکن میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پوری فلائٹ کے دوران کہیں، کسی بھی چھت پر کسی جنونی کو ایسا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ میں نے وزیر دفاع سے بات کر کے فلائٹ کے راستے میں مختصر فضائی حفاظتوں کا انتظام کرا لیا ہے۔ اس پورے علاقے میں ہیلی کاپٹر موجود ہوں گے۔ اس کے علاوہ اس وقت پورے اسرائیل میں کہیں گوریلا سرگرمیوں کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی ہے۔ مجھے امید ہے، یقین ہے کہ آپ کی راہ میں کوئی دشواری نہیں آئے گی۔ تھینک یو۔"

"اب میں مسٹر آئزک برگ سے درخواست کروں گا۔" پیسٹو نے کہا۔

آئزک برگ کے تمام بال سفید تھے۔ وہ پست قامت تھا۔ اس کی شخصیت باوقار تھی لیکن وہ شخص جو کا تھا، ویسا نظر آتا تھا، ویسا نہیں تھا۔ اس کی عمر بھی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی لگتی تھی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔ وہ کسی انسان کو یوں قتل کر سکتا تھا جیسے کسی نال بیگ کو بے پروائی سے جوتے کے نیچے دبا کر کچل دیا جاتا ہے۔ اس نے پوری فلسطینی گوریلوں کو ختم کرنے کا عہد کیا تھا اور اس سلسلے میں بہت موثر طریقے سے کام بھی کر رہا تھا۔ اس کے ایجنٹ بھی بے حد سفاک تھے۔ آئزک برگ درحقیقت لبنان میں فلسطینی مجاہدین کے قتل عام کا ذمے دار تھا۔

"گزشتہ روز ہم نے بیروں میں ایک فلسطینی گوریلے کو پکڑا۔" آئزک برگ کی آواز ریسیور سیٹ پر ابھری۔ "وہ بلیک ستمبر تنظیم کا بہت اہم رکن رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھ گچھ کی۔ اس نے ہمیں یقین دلایا کہ کم از کم اس کے علم میں ایسا کوئی منصوبہ نہیں ہے جو ہمارے امن مشن کو روکنے کے لئے بنایا گیا ہو۔ گوریلے اس بری طرح منتشر ہو گئے ہیں اور اتنے ناکارہ ہو چکے ہیں کہ اب ایک دوسرے سے بھی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں مگر ہمارا ایک آدمی جو فلسطینی انٹیلی جنس سروس کا اہم رکن ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ امن مشن کے خلاف کوئی منصوبہ زیر غور تک نہیں آیا۔

دوسری طرف ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہماری طرح عرب ممالک بھی اس کانفرنس کی کامیابی کے دل سے خواہاں ہیں۔ انہوں نے مختلف ذریعوں سے ہمیں مطلع کیا ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں گوریلوں پر بطور خاص نظر رکھے ہوئے ہیں۔ سی آئی اے نے بھی یقین دلایا ہے کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہیں۔ سی آئی اے کے مسٹر میکلیور چھٹی پر جا رہے ہیں، ہمارے ساتھ ہی سفر کریں گے۔"

"مسٹر ہنجمن ڈوبکن..."

"پس ماندہ ممالک کے دور دراز کے علاقوں میں کچھ ہو سکتا ہے۔" ڈوبکن نے کہا۔ "یہ مسئلہ اہم تر ہے۔ اب یہ اور رہے گا کہ گوریلے کہیں بھی چھپے ہو سکتے ہیں اور وہ ہی کر سکتے ہیں۔ اسرائیلی فوج نے ان کا صفایا کر دیا ہے۔ باقی کام عرب فوجوں نے پورا کر دیا لیکن یہاں موجود دوسرے دوستوں کی طرح میں فوج کسی گوریلا کارروائی کے امکان کو یکسر مسترد نہیں کر سکتی۔ سرزمین عرب کے دشوار گزار صحراؤں اور پہاڑی علاقوں میں مٹھی بھر گوریلوں کی موجودگی سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری انٹیلی جنس کے افراد عربوں کے بھیس میں اپنے علاقوں کو کھنگالتے رہتے ہیں۔ عرب ممالک نے بھی یقین دلایا ہے کہ وہ بچے کھچے گوریلوں سے بھی پیچھا چھڑا رہے ہیں۔"

"مسٹر ڈوبکن! یہ بتائیں کہ یہ بچے کھچے گوریلے اگر ہمارے امن مشن کے خلاف کارروائی کریں گے تو وہ کس طرح کی ہو سکتی ہے؟" شاتم مازر نے پوچھا۔

"ہم سمندر اور فضا کی طرف سے فکر مند ہیں۔" ڈوبکن نے کہا۔ "تاہم نیوی نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ بحیرہ روم میں کانکرڈ طیاروں کی پرواز کے راستے پر نیوی کی پیٹرولنگ جاری رہے گی۔ امریکا کا چھٹا بحری بیڑہ بھی الرٹ ہے۔ ناٹو کی مشقیں بھی شروع کرا دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ کانکرڈ جس بلندی اور جس رفتار سے پرواز کریں گے، انہیں سمندر سے نشانہ بنانا ان جدید میزائلوں کے لئے ممکن ہو سکتا ہے، وہ شاید پیچھے دہشت گردوں کو میسر نہیں اور نہ وہ انہیں آپریٹ کر سکتے ہیں اور اگر یہ ممکن بھی ہے تو وہ کانکرڈ کے ایئرفورس کے محافظ طیاروں سے نہیں بچ سکیں گے۔ ٹھیک ہے نا جنرل طلمان؟"

اب ریسیور سیٹ پر جنرل آئزک طلمان کی آواز ابھری۔ "میرا بہترین فائٹر آفیسر جنرل لاسکوف خود محافظ اسکواڈرن کی قیادت کرے گا۔ اسکواڈرن کے تمام پائلٹ ہماری ایئرفورس کی کریم ہیں۔ نیڈی لاسکوف کا کہنا ہے کہ وہ آسمان پر نظر آنے والی ہر چیز کو نہ صرف ڈھونڈ نکالنے بلکہ مار گرانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ایئرفورس انٹیلی جنس کا کہنا ہے کہ گوریلوں کے پاس فضائی حملے کی اہلیت بھی نہیں رہی، اب بھی نہیں ہے لیکن کانکرڈز پر ناکام حملے کے لئے بھی بحیرہ روم کا بہترین اسکواڈرن درکار ہوگا۔ مجھے نیڈی لاسکوف پر پورا پورا اعتماد ہے اور میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہر طرح کی ذمے داری قبول کرتا ہوں۔"

"مسٹر پیسٹو!" یہ مریم برفنن کی آواز تھی۔ "کیا فرمایئے۔"

"میں بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ یہاں جو کچھ کہا گیا، میں نے پوری توجہ سے سنا۔ آپ لوگوں نے سیکیورٹی کے متعلق گفتگو جس زبان میں کی اور جس جذبے سے کی، میں اس کی طرف سے فکر مند ہوں۔ یہ نہ بھولیں کہ ہم امن مشن پر جا رہے ہیں۔ ہمارا مقصد قیام امن ہے۔ یہاں مار ڈالنے والی چیز کو مار گرانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ جتایا جا رہا ہے کہ ہم عرب ممالک میں جاسوس بھیجتے رہے ہیں اور وہاں ہمارے جاسوس اب بھی موجود ہیں۔ ممکن ہے، یہ سب کچھ کسی طرح کے حالات میں جائز قرار دیا جا سکے لیکن اس تاریخی لمحے میں، میں غیر ہارمانہ طرز عمل کا خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ ہم اقوام متحدہ شوٹنگ کرتے... انسانی جانوں سے کھیلتے نہیں پہنچنا چاہتے۔ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم قیام امن کے لئے نئی سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش کرنے آئے ہیں۔ میں آپ دونوں کے لئے مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتی۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ فوری طور پر تمام ملٹری اور انٹیلی جنس آپریشنز رد کر دیں۔ یہ ہماری طرف سے جذبۂ خیر سگالی کا اظہار ہوگا۔ ورنہ ہمیں کسی نہ کسی کو تو اپنا ریوالور ہولسٹر میں رکھنے کے سلسلے میں پہل کرنا ہوگی۔ جنرل طلمان! میں کہتی ہوں، اگر آپ کو ریڈار اسکرین پر شیطان بھی نظر آئے تو اس پر بے دریغ میزائل استعمال نہ کریں۔ آپ اسے بتائیں کہ ہم ایک امن مشن پر جا رہے ہیں اور ہمیں کسی بھی طرح جارحیت پر نہیں اکسایا جا سکتا۔ وہ آپ کی بات یقیناً سمجھ لے گا اور بنا تعرض واپس چلا جائے گا۔ میں جانتی ہوں، ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جو کچھ انہوں نے خون کے عوض حاصل کیا ہے، اسے امن کی میز پر واپس نہیں دینا چاہتے۔ میں ان کا نکتہ نظر سمجھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ ہر قیمت پر امن، کے فلسفے کے کیا مضمرات ہیں لیکن میں امید کرتی ہوں کہ آپ میری بات پر غور کریں گے۔"

ریسیور پر ایسی خاموشی چھائی جیسے کبھی کوئی آواز ابھری ہی نہیں تھی۔ میں لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم کے سکوت کا تصور کر سکتا تھا۔

پھر اچانک بھانت بھانت کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کانفرنس ختم ہو گئی تھی۔ میرے اشارے پر جابر نے ریسیور آف کر دیا۔

مریم برفنن کی باتوں میں خلوص تھا، سچائی تھی، لیکن تمام یہودی ایسے نہیں ہوتے۔ وہ جارحیت پسند ہوں تو بہت ہیں پھر مسئلہ یہ تھا کہ انہوں نے طاقت کے زور پر جو وطن حاصل کیا تھا، وہ ان کا وطن نہیں تھا۔ جن کا وطن تھا، انہیں واپس دیے بغیر امن کی بات کرنا بیکار تھا۔ امن کے نام پر غاصبانہ قبضہ گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ بے غیرتی تو نہیں لادی جا سکتی۔ حکمراں اپنا شوق حکمرانی پورا کرنے کے لئے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایسا کر سکتے ہیں، افراد نہیں کر سکتے، قومیں نہیں کر سکتیں۔ اب مجھے قبرص پہنچنا تھا۔

○☆○

سب کچھ شیڈول کے مطابق ہوا اور درحقیقت اس بات کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ فلائٹ پلان پہلے ہی تیار کر کے منظور کرایا جا چکا تھا۔ قبرص میں ہی ہمیں پتا چلا کہ لاڈ ایئرپورٹ پر گوریلے رسانے کا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے۔ اسرائیلی انٹیلی

جس نے مباح ظابانی اور اس کے ساتھیوں کو عین اس وقت پکڑا جب وہ مارٹر سے فائر کرنے والے تھے۔

ہمارے پاس لیئر جیٹ تھا۔ اس میں ہم چھ افراد تھے احمد رش بھی تھا۔ نوری سلامی والے واقعے کے بعد میں اسے شدت سے ناپسند کرنے لگا تھا لیکن اس منصوبے کی حد تک بہرحال مجھے اس کے ساتھ کام کرنا تھا۔

ہم نے پرواز شروع کی۔ قبرص کی حدود سے نکلتے ہی جہاز کا رخ لاذقیہ کی طرف کر دیا گیا۔ لاذقیہ ایئرپورٹ سے دونوں اسرائیلی کانکرڈ پرواز کرنے ہی والے ہوں گے۔ ان کے ساتھ جنگی محافظ طیاروں کا اسکواڈرن بھی ہوگا۔ ہم ان تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود ان دونوں طیاروں کو ہائی جیک کرنے والے تھے۔ یہ ہائی جیکنگ کی تاریخ کا منفرد ترین واقعہ ہوتا تھا۔ ہم نے ہائی جیکنگ کے مروجہ طریقوں سے ہٹ کر کام کیا تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہماری پلاننگ کیا ہے۔ اسرائیلی مطمئن تھے کہ ان کے یہ طیارے کم از کم ہائی جیک نہیں کیے جا سکتے۔ حملے کی صورت میں بچاؤ کے لئے انہوں نے جو حفاظتی انتظامات کیے تھے، وہ درحقیقت موثر ترین تھے۔ میں یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس سے زیادہ احتیاط برتی نہیں جا سکتی اور اس سے موثر حفاظتی انتظامات ممکن نہیں۔

ہمیں اس معاملے میں اسرائیلیوں پر جہاں جہاں فوقیت حاصل تھی، اسرائیلی اس سے بے خبر تھے۔ اس اعتبار سے ہماری فوقیت کی اہمیت اور بڑھ جاتی تھی۔ اسرائیلیوں کو علم نہیں تھا کہ ہمیں علم ہے، دونوں کانکرڈ طیاروں میں کون کون سفر کر رہا ہے۔ محافظ اسکواڈرن کی قیادت کون کر رہا ہے۔ ہمیں تمام طیاروں کی خفیہ فریکوئنسی اور خفیہ ناموں کا بھی علم تھا۔ ہمارے اپنے لیئر جیٹ میں تین ریڈیو تھے۔ یعنی ہم ان سب کی گفتگو الگ الگ بھی سن سکتے تھے۔ ہمیں یہ علم بھی تھا کہ ایک جہاز میں موثر ترین ریڈار بھی موجود ہے۔ ہمارے طیارے میں دو بٹن نصب تھے، جن پر ۱ اور ۲ لکھا تھا۔ وہ بٹن دونوں کانکرڈ طیاروں کی مکمل تباہی کا سامان تھے۔

اور ہمیں اسرائیلیوں پر سب سے بڑی اور اہم ترین فوقیت یہ حاصل تھی کہ وہ ہمارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے.... نتیجتاً وہ بے خبر تھے اور بے حد مطمئن۔ ایسے میں اچانک آگہی ان کے حواس پر حملہ آور ہوتی اور وہ کچھ سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کے قابل نہ رہتے۔ رہتے بھی تو وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ ترپ کے تمام پتے ہمارے ہاتھ میں تھے۔ میں اپنی مسکراہٹ نہ روک سکا۔

ہمارا جہاز گھوم کر لاذقیہ سے آگے نکلا۔ جلد ہی ہمیں وہ چھوٹا قافلہ نظر آ گیا۔ وہ ہم سے تقریباً ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ ۸۳ درجے پر۔

"میں اس کے شاک کا تصور کر رہا ہوں۔" احمد رش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا۔ "مگر ایک بات یاد رکھو رش!" میں نے کہا۔ "میں اس صورت حال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے۔ ہمارا مقصد صرف ان لوگوں کو اڑانا نہیں۔ میں بلاوجہ انسانی جانوں سے کھیلنے کا قائل نہیں ہوں۔"

آخر میں میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔ احمد رش کے چہرے پر تکدر کا سایہ سا لہرایا، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اس آپریشن کا انچارج میں ہوں۔" میں نے مزید کہا۔ "تم تنظیم کے فرانسیسی اسٹیشن کے انچارج ضرور ہو مگر یہ فرانس نہیں ہے۔"

اس بار اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ "انچارج کیا ہوتا ہے؟ جس کے پاس طاقت ہو اور وہ اسے استعمال کرنا جانتا ہو، وہ انچارج ہوتا ہے۔ کوئی لمحہ کسی کا ہوتا ہے اور کوئی کسی کا۔"

"اچھا! اب ریڈیو آن کر دو۔" میں نے کہا۔ میں اس سے الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

پہلے ریڈیو پر کانکرڈ کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ اس پر محافظ اسکواڈرن کا انچارج جنرل لاسکوف کانکرڈ ۲ کے پائلٹ بگر سے مخاطب تھا جس کا کوڈ نیم میونکل تھا۔

"میونکل! میں جبرائیل ۳۲ بول رہا ہوں۔ ہاں، تمہاری آواز صاف آ رہی ہے۔ میں تمہیں اور کلیو کو دیکھ رہا ہوں۔ اس فریکوئنسی پر ایک ریڈیو آن رکھو۔"

"راجر جبرائیل! ہم اے ٹی سی سے کلیرنس ملنے کے بعد ماخ ۲.۰ رفتار کے ساتھ ۔۔ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کریں گے۔ ۲۸۰ درجے پر۔"

"راجر! میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اب تک سب ٹھیک ہے نا؟"

"سب ٹھیک ہے۔ اب میں کمپنی فریکوئنسی پر جا رہا ہوں۔ کو پائلٹ تم سے رابطہ رکھے گا۔"

رابطہ منقطع ہو گیا۔

میں نے دوسرا ریڈیو آن کیا۔ اس پر اے ڈبلیو اے سی ایس طیارے عقابی آنکھ کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ وہ کانکرڈ اور محافظ طیاروں کے عین اوپر کوئی پانچ کلومیٹر کی بلندی پر تھا۔

جنرل لاسکوف نے عقابی آنکھ کی فریکوئنسی ملائی تھی۔ "عقابی آنکھ.... دس از جبرائیل ۳۲۔ تمہارے بلپس کی پوزیشن ہے۔ ریڈار کے نقطے کیا کہہ رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"تم سب مجھے ریڈار پر نظر آ رہے ہو۔" عقابی آنکھ نے جواب دیا۔ "جبرائیل! ایک طیارہ ۸۳ درجے سے تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔ فاصلہ کوئی ۱۸۰ کلومیٹر ہے۔ تمہیں وہ نظر آیا؟ وہ کوئی شیڈول کی پرواز نہیں۔ یہ مجھے معلوم ہے۔"

میں مسکرا دیا۔ کھیل شروع ہو رہا تھا۔

لاسکوف نے انٹرکام پر اپنے فلائٹ آفیسر سے پوچھا۔ "وان! تمہیں کچھ نظر آ رہا ہے؟"

"ہاں، ریڈار کے جنوب مشرقی کنارے پر کچھ نظر تو آ رہا ہے۔ وہ ہم سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ہمارے مقررہ راستے کی طرف بڑھ رہا ہے۔"

"ہم اس طیارے سے رابطے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اب تک ہمیں کوئی جواب نہیں ملا ہے۔" عقابی آنکھ نے کہا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ میں پرسکون تھا مگر احمد رش کے چہرے اور انداز سے اس کے اندرونی ہیجان کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"جبرائیل! نامعلوم طیارہ ۹۶۰ کلومیٹر کی رفتار سے تمہارے مقررہ راستے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تمہارا اس سے ٹکراؤ ہوگا۔ البتہ وہ تم سے اور کانکرڈ طیاروں سے ڈھائی ہزار فٹ کم بلندی پر اڑ رہا ہے۔"

"راجر عقابی آنکھ! اس منحوس سے فوری طور پر رابطہ کرو اس سے کہو، وہ اپنا راستہ یا رفتار تبدیل کر لے بلکہ بہتر ہو گا کہ راستہ اور رفتار دونوں تبدیل کر لے۔"

"راجر جبرائیل! ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

جبرائیل یعنی لاسکوف اپنے فلائٹ آفیسر سے مخاطب ہوا اس کے لہجے میں ہلکی سی پریشانی تھی۔ "تقریباً ایک منٹ بعد یہ نامعلوم طیارہ ہم سے ۱۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہو گا۔ اگر اس میں دور مار مسافت کے اکیمرو میزائل نصب ہوئے، تب بھی وہ ایک سو تیس کلومیٹر سے زیادہ فاصلے سے کانکرڈ طیاروں کو نشانہ نہیں بنا سکے گا۔ البتہ ۱۶ کو اس کے لئے آسان کا ہدف تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس کی رینج زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے اس وقت تو ایڈوانٹیج ہمارے پاس ہے مگر چند منٹ بعد یہ صورت حال نہیں رہے گی۔"

"جی ہاں جنرل!"

لاسکوف نے پھر عقابی آنکھ سے رابطہ کیا۔ "میں اس طیارے کو ۱۳۰ کلومیٹر سے زیادہ قریب نہیں آنے دوں گا۔" اس نے کہا۔ "یا تو تم اس کی شناخت حاصل کر لو، یا وہ خود اپنے بارے میں بتا دے، ورنہ میں ایک سو تیس کلومیٹر کی حد تک پہنچتے ہی اسے اڑا دوں گا۔"

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔ احمد رش کے اعصاب تن رہے تھے۔

ریڈیو پر جنرل طلمان کی آواز ابھری۔ "جبرائیل! میں آپریشن کنٹرول سے مداخلت کر رہا ہوں۔ یہ درست ہے کہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ ہم گراؤنڈ والوں کے سامنے صحیح صورت حال تو نہیں ہے تاہم جبکہ تم اس سے دوچار ہو۔ مگر خاطر جمع، فیصلہ کرنے سے پہلے ہر زاویے سے سوچ سمجھ لینا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو، میں بہرحال تمہاری پشت پر ہوں۔ اب میں رابطہ منقطع کر رہا ہوں۔ ریڈیو زیادہ دیر تک انگیج رکھنا مناسب نہیں۔"

میں لاسکوف کی سوچیں بھی پڑھ سکتا تھا۔ جنرل طلمان کا پیغام اس کے لئے یقیناً مایوس کن تھا۔ وہ چاہتا ہو گا کہ جنرل طلمان سیدھا سیدھا فائر کرنے کا حکم دے۔ وہ خود اس معاملے میں جلد بازی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے احمد رش اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر دبا دبا ہیجان تھا۔ احمد رش نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر میں نے ریڈیو کی طرف اشارہ کیا تو وہ رک گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو آف کر دیا۔ "ہاں، اب کہو کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔

"ہمیں انہیں بتا دینا چاہئے۔" احمد رش بولا۔

"ابھی نہیں، مناسب وقت پر بتائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تمہارے خیال میں مناسب وقت کون سا ہو گا؟" اس کا لہجہ جھنجھلایا ہوا تھا۔

"مشن کا انچارج ہونے کی حیثیت سے ضروری نہیں کہ میں تمہیں یہ بات بتاؤں لیکن میں کوئی تلخی نہیں چاہتا، ہمیں مل جل کر ایک کام کرنا ہے اور وہ کام بہت اہم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے طیارے کی طرف سے تشویش میں مبتلا رہیں، گومگو کا شکار رہیں۔ میں ان کے اعصاب پر بہت زیادہ بوجھ ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ جس وقت ہم ان کی سماعت پر دھماکا کریں تو وہ ذہنی اور اعصابی طور پر بہت زیادہ منتشر ہو جائیں۔ اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔"

"اور اگر گھبراہٹ میں انہوں نے ہمیں نشانہ بنا لیا تو؟"

"تو کیا، ہم تو سرفروش ہیں۔ سر ہتھیلی پر رکھے شہادت کی آرزو میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ ہم جاتے جاتے دونوں کانکرڈ طیاروں کو ضرور تباہ کر دیں گے۔"

"میرے نزدیک یہ رسک غیر ضروری ہے۔ خودکشی کرنے والے کبھی شہید نہیں ہوتے۔"

"انچارج میں ہوں۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

خلاف توقع اس نے سپر ڈال دی۔

میں نے پھر ریڈیو آن کر دیا۔ دوسری طرف کی صورت حال سے باخبر رہنا ضروری تھا۔ جنرل لاسکوف کسی بھی وقت ہمیں اڑانے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔ میں نے تو صرف انسانی نفسیات پر انحصار کر کے انہیں تڑپانے کا فیصلہ کیا تھا۔

دوسری طرف ریڈار بردار طیارہ عقابی آنکھ، جنرل لاسکوف سے رابطہ کر رہا تھا۔

"جبرائیل! میری بات غور سے سنو۔ وہ طیارہ فوجی طیارہ بہرحال نہیں ہے۔ میں پھر دہرا رہا ہوں، وہ طیارہ فوجی طیارہ نہیں ہے۔"

"تو پھر ۹۶۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار کا کیا مطلب ہے؟" لاسکوف نے جھنجلا کر کہا۔

"وہ شاید سولین جیٹ ہے۔ ایک منٹ، ہمارے ریڈیو پر اشارے موصول ہو رہے ہیں۔"

"سنو، وہ سولین ہو یا فرشتوں کا جیٹ، مجھے کوئی پروا نہیں۔ فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائل تو سولین جیٹ میں بھی نصب ہو سکتے ہیں۔ اس کی شناخت طلب کرو، ورنہ میں اسے اڑا دوں گا۔" لاسکوف حلق کے بل چیخ رہا تھا مگر عقابی آنکھ سے کوئی جواب نہ ملا۔

پھر ریڈیو پر لاسکوف کے ماتحت فلائٹ آفیسر کی آواز ابھری۔ "سنو جنرل! یہ مجھے خطرناک معاملہ معلوم ہو رہا ہے۔ میں ذمے داری قبول کرنے کو تیار ہوں۔ تم کہہ دینا کہ گھبراہٹ میں لیونا سے بٹن دب گیا تھا۔"

میں نے احمر رشی کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں جھنجلاہٹ تھی اور وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ میں بہت بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ یہودی اپنی بقا کو موہوم سا غیر یقینی خطرہ لاحق دیکھ کر بھی بری طرح گھبرا جانے کے عادی تھے اور انسانی جانوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، یہ بات وہ بہت عرصے سے مسلسل ثابت کرتے آ رہے ہیں۔

"تمہیں صرف احکامات پر عمل کرنا ہے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔" لاسکوف نے اپنے فلائٹ آفیسر کو ڈانٹا۔

اسی لمحے عقابی آنکھ نے پھر جبرائیل سے رابطہ کیا۔

"جبرائیل! ابھی ہم نے قبرص کے ایئر ٹریفک کنٹرول سے بات کی ہے۔ اس طیارے کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ یہ ایک سولین لیئر جیٹ ہے۔ ماڈل ۲۳۔ اس کا رجسٹریشن فرانسیسی ہے۔ فلائٹ پلان کے مطابق اسے قاہرہ سے قبرص، قبرص سے استنبول، استنبول سے ایتھنز جانا ہے۔ طیارے پر چھ افراد سوار ہوئے ہیں جو بزنس مین ہیں۔ ان کے پاسپورٹ فرانسیسی ہیں۔ ہم نے قبرص سے ان کی فریکوئنسی معلوم کر لی ہے اور ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

ہمارے ریڈیو پر اشارات موصول ہو رہے تھے مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ابھی انہیں اور پریشان کرنا چاہتا تھا۔

چند لمحے بعد لاسکوف نے عقابی آنکھ سے رابطہ کیا۔ "کیا رہا تمہاری کوشش کا؟" وہ جھنجلایا ہوا تھا۔ "اب وہ صرف ۱۳۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ مسئلہ کیا ہے آخر؟ فریکوئنسی مل گئی ہے تو رابطہ کیوں نہیں کرتے؟"

"ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

لاسکوف نے باری باری کانگرز ۱۰۱ اور ۲۰۲ کے پائلٹوں سے رابطہ کیا۔ "ایئر ٹریفک کنٹرول سے رابطہ کر کے اپنا راستہ شمال کی طرف بدلنے اور ۱۹۰۰۰ فٹ کی بلندی پر جانے کی اجازت مانگو۔"

۱۰۱ کے پائلٹ نے ایئر ٹریفک کنٹرول سے اس سلسلے میں بات کی۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ ہم ہر مرحلے پر ان کی آواز سن رہے ہیں۔ یہ میرے نگاہ کے ہوئے یکسی کا کمال تھا۔

"اس وقت ٹی ڈبلیو اے کا ایک بوئنگ ۷۴۷ اور لفتھانزا کا ایک بوئنگ ۷۰۷ اوپر موجود ہیں۔ تمہیں پانچ منٹ بعد اس بلندی پر پرواز کی اجازت مل سکتی ہے۔" ایئر کنٹرول سے جواب ملا۔

یہ جواب لاسکوف تک پہنچا تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے اپنے اسکواڈرن میں کسی سے بات نہیں کی البتہ انٹرکام پر اپنے نیویگیٹر لیون سے کہا "لیون... ٹارگٹ انگیج کرنے کی تیاری کرو۔" پھر اس نے عقابی آنکھ ہی رابطہ کیا۔ "عقابی آنکھ... اگر یہ طیارہ اپنی شناخت نہیں کراتا تو ساٹھ سیکنڈ سے زیادہ فضا میں نہیں رہ سکے گا۔"

"راجر جبرائیل!" عقابی آنکھ سے جواب ملا۔ "ہم رابطہ نہیں کر پا رہے ہیں۔ میں مزید کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے تمہاری پوزیشن کی نزاکت کا بھی احساس ہے۔ جو مناسب سمجھتے ہو، وہ کرو۔"

گراؤنڈ کنٹرول سے جنرل طلمان نے کہا "میں تمہارے ساتھ ہوں جبرائیل! کوئی گڑبڑ ضرور ہے اس معاملے میں۔ اگر لیئر جیٹ کا ریڈیو خراب ہو گیا تھا تو اسے واپس جا کر اسکندریہ میں لینڈ کر لینا چاہئے تھا۔ اور اگر ریڈیو ٹھیک ہے تو وہ جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ ان سے رابطے کے دوران پہلے فرانسیسی میں، پھر انگریزی میں، پھر پرواز کی بین الاقوامی زبان میں اور آخر میں عربی میں بات کی گئی۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کوئی گڑبڑ ہے ضرور۔"

"راجر۔" لاسکوف نے کہا۔ "پھر انٹرکام میں بولا۔" وہ ہے کہاں؟"

لیون کا جواب سنائی دیا۔ "۶۵ کلو میٹر دور... اور بلند ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹارگٹ انگیج کرو۔"

"رائٹ جنرل۔"

میرے خیال میں رابطہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ میرے رابطے کے دوران ہی ۲۰۲ کے پائلٹ بیکر نے ریڈیو پر لاسکوف کو اس رابطے سے مطلع کیا۔ لاسکوف نے فوری طور پر لیون کو کارروائی سے روک دیا۔

بیکر اب پھر لائن پر موجود تھا۔

"ایل ال کا کانگرز ۱۰۱ اور ۲۰۲۔ ہم لیئر جیٹ نمبر فائیو فورٹی بول رہے ہیں۔ تم سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہم سن رہے ہیں۔" دوسری طرف سے پائلٹ نے جواب دیا۔

"میری بات توجہ سے سنو۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں بے حد اہم اطلاعات فراہم کر رہا ہوں۔"

دوسرے ریڈیو پر جنرل لاسکوف کی آواز ابھری۔ "میرا خیال ہے، وہ وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیون، جیسے ہی میں ہاتھ اٹھاؤں، میزائل فائر کر دینا۔"

"دونوں کانگرز طیاروں کی دموں میں ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے بم فٹ ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ صورت حال ہمارے لئے بھی نازک ہوتی جا رہی تھی۔ مگر میں جانتا تھا کہ اگر سب کچھ میرے منصوبے کے مطابق ہو گیا تو صورت حال پوری طرح ہمارے قابو میں ہو گی اور یہودی بوکھلائے ہوئے ہوں گے۔ ان کی قوت فیصلہ اور ان کے اعصاب جواب دے چکے ہوں گے۔ میں نے اپنے دھماکا خیز الفاظ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے توقف کیا۔ پھر میں نے ریڈیو پر کہا۔ "اس حالے میں شک کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ ۱۰۱ میں یہ بم سینٹ زائر میں فٹ کیا گیا تھا اور ۲۰۲ میں تولوس میں۔ یہ بھی سن لو کہ بم گیارہ نمبر فیول ٹینک کے منہ پر فٹ کیا گیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری حفاظت کے لئے ایف ۱۶ طیاروں کا ایک اسکواڈرن تمہارے ساتھ پرواز کر رہا ہے۔ میں مکمل یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ان کی طرف سے میزائلوں کا دھواں اپنے جہاز کی طرف بڑھتا دکھائی دیا تو میں ریڈیو ڈیٹونیٹر کا بٹن دبا کر دونوں کانگرز تباہ کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچاؤں گا۔ سمجھ گئے میری بات؟"

کو پائلٹ نے چیخ کر بہت گندی گالی دی۔

"میں زبانی جمع خرچ کا قائل نہیں ہوں۔" میں سرد لہجے میں کہا۔ "میں گالی کا جواب بھی دوں گا تو عملی طور پر..."

"ہم سمجھ گئے۔" پائلٹ نے جلدی سے مداخلت کی۔ رابطہ منقطع ہو گیا۔

پائلٹ بیکر نے فوراً ہی ڈیٹونیٹر اناؤنسمنٹ کا بٹن دبایا اور بڑے ہموار لہجے میں کہا۔ "مسٹر ہمنٹو، جنرل ڈوبکن اور مسٹر برگ کاک پٹ میں تشریف لے آئیں۔" یہ ایمرجنسی ہے۔

میں جنرل لاسکوف کی مایوسی کا تصور کر سکتا تھا۔ ڈینگیں مارنے والوں اور خود پر حد سے زیادہ اعتماد کرنے والوں کا یہی حشر ہوا ہے۔ میں نے تصور میں اسے دیکھا۔ اس کا سر سینے پر لٹکا ہوا ہو گا۔ اسے یقین بھی نہیں آ رہا ہو گا۔ دونوں جہازوں کی حفاظت کے لئے اس نے کیسے کیسے محتاط منصوبے بنائے تھے۔ پھر اس نے دوربین اٹھا کر جائزہ لیا ہو گا۔ لیکن ہم محفوظ پوزیشن میں تھے۔ کم سے کم سولہ کلو میٹر تک مار کرنے والے میزائل کی حد کے اندر اور زیادہ سے زیادہ آٹھ کلو میٹر تک فائر کرنے والے سائیڈ ونڈر کی حد سے باہر۔ اس کے علاوہ اب ہم ۹۰ درجے کے زاویئے پر کانگرز کے سامنے میں پرواز کر رہے تھے۔ ہم نے منصوبہ بندی کرتے وقت تمام جزئیات ذہن میں رکھی تھیں۔

ہمارا ایک ساتھی خود دوربین سنبھالے بیٹھا تھا۔

یہ جو آٹھ کلو میٹر اور سولہ کلو میٹر کے درمیان کا محفوظ فاصلہ تھا جس میں کسی طیارے کو نشانہ بنانا ممکن نہیں ہوتا تھا اس نے مغرب کے جرنیلوں کو ہمیشہ پریشان رکھا تھا۔ لیکن عام طور پر کسی بھی صورت حال میں وہ سنگین ثابت نہیں ہوتا تھا۔ میں نے منصوبہ بندی کرتے وقت اس کمزوری سے بطور خاص فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ کانگرز کی آڑ لینا اضافی احتیاط تھی۔ اب میزائل چلاتے وقت انہیں دس بار سوچنا پڑتا کیونکہ ان کی ذرا سی غلطی ان کے ہی جہاز کو نقصان پہنچا دیتی۔ اور اس جہاز میں تمام افراد وی آئی پی تھے۔

ریڈیو سے ابھرنے والی لاسکوف کی آواز نے مجھے چونکا دیا وہ اپنے فلائٹ آفیسر لیون سے کہہ رہا تھا۔ "سائیڈ ونڈر تیار کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رینج میں آ جائے۔"

میں جانتا تھا کہ وہ یونہی آس لگا رہا ہے۔ درحقیقت وہ ہم سے یہ امید نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہم کانگرز سے قریب تر ہو کر پرواز کر رہے تھے ہم نے کانگرز ۲۰۲ کے ۱۵۰ میٹر پیچھے اور اس کی چونچ سے ذرا آگے پوزیشن لی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ایف ۱۶ طیاروں کے اسکواڈرن کے لئے ہمیں پوری طرح سے دیکھنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ نشانہ بنانا تو بہت دور کی بات ہے۔

پائلٹ بیکر، ہمنٹو، ڈوبکن اور برگ کو صورت حال سمجھا رہا تھا۔ امریکن ملٹری اتاشی ٹام رچرڈسن اور سی آئی اے مین جان میکلیو بھی بن بلائے کاک پٹ میں آ گئے تھے۔ میرے خیال میں انہوں نے بھی ہمارے لیئر جیٹ کو دیکھا ہو گا اور انہیں گڑبڑ کا احساس ہو گیا ہو گا۔

"مجھے پان ایم کی پرواز سے وطن واپس جانا چاہئے تھا۔" بیکر کی رپورٹ سن کر جان میکلیو نے صرف اتنا کہا۔ وہ تعطیلات پر وطن جا رہا تھا۔

برگ نے بیکر سے کہا۔ ”وزیر خارجہ کو بلاؤں؟“
”نہیں۔ میں سیاست دانوں کے زیر ہدایت کام نہیں کرنا چاہتا۔ فیصلے یہیں ہونے ہیں اور اس صورت حال میں جمہوری اصول کام نہیں آتے۔ بس تم لوگ الرٹ رہیں مسٹر پیسٹو! ایک بات بتائیں۔ یہ بلف تو نہیں۔ کیا واقعی طیارے میں بم نصب ہونا ممکن ہے؟“
کچھ دیر خاموشی رہی۔ شاید پیسٹو سوچ رہا تھا۔ لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم میں جو کچھ اس نے کہا تھا' مجھے یاد تھا۔ اس نے کہا تھا کہ جب سے ہمیں طیاروں کا قبضہ ملا ہے' وہ ایک منٹ کے لئے بھی میرے سیکورٹی اسٹاف کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے ہیں... اب وہ سوچ رہا ہو گا کہ قبضے میں آنے سے پہلے۔
”ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ آئی ایم سوری۔“ پیسٹو نے میرے خیال کی تائید کر دی۔ اس وقت وہ خود کو دنیا کا سب سے بڑا احمق سمجھ رہا ہو گا۔
بیکر نے لاسکوف سے رابطہ کیا۔ ”اب ہمیں کیا کرنا ہے جبرائیل؟“
”پلیز اسٹینڈ بائی۔“ جواب ملا۔
میں نے کانکرڈ ۰۲ کی فریکوئنسی ملائی۔ ”میری بات غور سے سنو مسٹر۔ اپنے محافظ اسکواڈرن کو مجبور کر دو۔ میرا ایک آدمی دوربین لئے دیکھتا ہے۔ اگر انہوں نے کوئی چالاکی دکھائی تو دونوں کانکرڈ طیاروں کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ مجھے زندگی کی کوئی پروا نہیں۔ میں اسلام کا سپاہی ہوں۔ شہادت کا آرزومند۔ تمہیں اڑانے کے لئے مجھے صرف ایک بٹن دبانا ہو گا۔“
”اس کے لئے تمہیں اسکواڈرن لیڈر سے بات کرنا چاہئے۔“ پائلٹ نے جواب دیا۔
”اس کی فکر نہ کرو۔ میں اس سے بھی بات کر لوں گا۔ تمہیں صرف صورت حال کی سنگینی کا احساس دلانا چاہتا تھا۔“
پھر میں نے جنرل لاسکوف سے رابطہ کیا۔ ”میں لیئرجیٹ سے بول رہا ہوں۔ میری بات توجہ سے سنو۔ میں تمہیں اپنے اسکواڈرن سمیت واپس جانے کا حکم دے رہا ہوں۔ تمہارا یہاں کوئی کام نہیں۔ ساٹھ سیکنڈ کے اندر اندر واپس چلے جاؤ' ورنہ مجھے تم پر اپنی سنجیدگی ثابت کرنے کے لئے کانکرڈ ۰۱ کو اڑانا پڑے گا۔“ میں نے جواب کا انتظار کئے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔
لوڈار نے فوراً ہی لاسکوف سے رابطہ کیا۔ ”اب کیا کیا جائے جبرائیل؟“
دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ لاسکوف شاید اپنی بوٹیاں نوچنے میں مصروف تھا۔
”بتاؤ جبرائیل۔ ہمیں کیا کرنا ہے؟“ لوڈار نے دہرایا۔
میں نے مداخلت کی۔ ”کانکرڈ... میرا خیال ہے' تم اپنے محافظوں سے بات کر رہے ہو۔ میں تمہیں بتا دوں۔ اب صورت حال تم لوگوں کے حق میں کسی بھی طرح بہتر نہیں ہو سکتی۔ محافظ اسکواڈرن کی واپسی کی مہلت ختم ہونے میں صرف پندرہ سیکنڈ باقی ہیں۔“ میں نے رابطہ منقطع کر دیا۔
چند لمحے بعد لاسکوف نے ہم سے رابطہ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ہم سے براہ راست مخاطب تھا۔ ”لیئر... میں محافظ اسکواڈرن کا لیڈر بات کر رہا ہوں۔ ہم واپس نہیں جائیں گے۔ میں دہرا رہا ہوں... ہم کسی قیمت پر واپس نہیں جائیں گے۔ ایک صورت یہ ہے کہ ہم سب لاڈ ایئرپورٹ کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ تمہارا دل چاہے تو ہمارے پیچھے آؤ اور لاڈ پر اترو۔ اگر تم اس ہدایت پر عمل نہیں کرو گے تو میں...“ وہ اٹک گیا۔ شاید وہ... ”تمہیں انگیج کر لوں گا...“ کہنا چاہتا تھا۔ مگر صورت حال ایسی نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے دانت پیستے ہوئے اپنی بات پوری کی۔ ”میں... میں تمہیں ختم کر دوں گا۔“
مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ ”سنو جنرل... تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے' اس لئے دیوانوں جیسی گفتگو کر رہے ہو۔ عزت سے واپس چلے جاؤ' ورنہ ان اموات کے ذمے دار تم ہو گے۔“
اسی وقت احمد رش ریڈیو پر بولا۔ ”لاسکوف... تم سب کتے کی موت مارے جاؤ گے۔“
کانکرڈ ۰۲ پر وہ گفتگو سنی جا رہی تھی کیونکہ پیسٹو نے بیکر سے کہا۔ ”بیکر... میں یہ آواز پہچان گیا ہوں۔ لاسکوف کو بتاؤ کہ لیئرجیٹ میں احمد رش موجود ہے۔ اور وہ ایسا آدمی ہے کہ جو کچھ کہہ دیتا ہے' کر بھی گزرے گا۔ لاسکوف سے کہو کہ واپس چلا جائے۔“
میں نے احمد رش کو گھور کر دیکھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں یا میرے ساتھی پہچانے جائیں۔
کانکرڈ ۰۲ پر رچرڈسن نے کہا۔ ”وہ ہمیں ختم نہیں کرنا چاہتے' ورنہ اب تک طیارے اڑا چکے ہوتے۔ یہ تو سیدھا سادا ہائی جیکنگ کا کیس ہے۔ ان سے پوچھو کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟“
”ہاں... یہ ٹھیک ہے۔“ لوڈنکی اور برگ بیک آواز بولے۔
بیکر نے لاسکوف سے بات کی اور پھر ہم سے رابطہ کیا۔ ”تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“
اس بار رش نے ہی جواب دیا۔ میں خاموش رہا۔
”اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے کہ ہم کون ہیں۔ ہمارا مقصد تمہیں کہیں لے جا کر یرغمال بنانا ہے۔ ہماری ہدایات پر عمل کرو گے تو کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اب اگر محافظ اسکواڈرن واپس نہیں ہو گا تو میں کانکرڈ ۰۱ کو تباہ کرنے والا بٹن دبا دوں گا۔“
لیون نے انٹرکام پر لاسکوف سے کہا۔ ”جنرل... اگر دونوں جہازوں میں بم فٹ ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہمیں واپس جانا ہی ہو گا۔ ہاں... اگر ہم واپس جانے کے بہانے

کلومیٹر کا فاصلہ ختم کر کے انہیں نشانہ بنانے کی کوشش کریں...“
لاسکوف نے گراؤنڈ کنٹرول سے بات کی۔ ”کنٹرول... میں واپس آ رہا ہوں۔“
جنرل طلمان کی آواز سنائی دی۔ ”جبرائیل... غلطی میری ہی ہے۔ وہ لوگ تو تمہارا نام بھی جانتے ہیں۔“
”میرے خیال میں قصوروار ہم میں سے کوئی نہیں۔ لیکن قصوروار ہمیں ہی ٹھہرایا جائے گا۔“ لاسکوف کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔ ”مجھے یقین ہے کہ انہیں ہماری فریکوئنسی معلوم ہے۔ کیسے... یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال وہ میری گفتگو سن رہے ہیں۔ اب متبادل فریکوئنسی استعمال کی جائے۔“
پھر لاسکوف نے کانکرڈز سے رابطہ کر کے انہیں متبادل فریکوئنسی استعمال کرنے کو کہا۔ پھر اس نے کہا۔ ”ہم تمہیں چھوڑ کر واپس نہیں جائیں گے۔ ہو سکتا ہے' ان کے پاس متبادل فریکوئنسی بھی ہو۔ مگر مجھے کوئی پروا نہیں۔ میں بہرحال تم سے رابطہ رکھوں گا۔ بات کروں گا۔ عقابی آنکھ تم پر نظر رکھے گا اور ہم چند سو میل کا فاصلہ بڑھا کر تمہارے پیچھے چلتے رہیں گے۔ کسی نہ کسی کو تو موقع ملے گا۔ سمجھ رہے ہو نا؟“
میں مسکرایا۔ اسے غلط گمان تھا۔ ہمیں درحقیقت ان کی ہر فریکوئنسی معلوم تھی۔
احمد رش نے لاسکوف سے رابطہ کر کے کہا۔ ”اب مجھے یقین دلانا ہی پڑے گا۔ تم اپنے ساتھیوں سمیت صرف فاصلہ نہیں بڑھاؤ گے۔ تمہیں واپس جانا ہے اور ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا۔ میں جانتا ہوں' تم شرافت کی زبان نہیں سمجھتے۔ یہ لو...“
اور اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکتا' اس نے ۰۱ والا بٹن دبا دیا۔
ایل ال ۰۱ سے نارنجی شعلے اٹھتے دکھائی دیئے اور اس نے موت کا خوب صورت رقص شروع کر دیا۔
ایل ال ۰۲ میں چیخ وپکار مچ گئی۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو رو رہا تھا جو ۰۱ میں تھی۔
میں نے جھپٹ کر دوربین اٹھائی اور تباہ ہونے والے طیارے کا جائزہ لینے لگا۔ مجھے معلوم تھا کہ طیارے میں بم کس جگہ فٹ تھا اور اس سے کس قسم کی تباہی پھیلی ہو گی۔ طیارے کو تباہ ہونے سے نہیں روکا جا سکتا تھا تاہم مجھے اندازہ تھا کہ جدید ترین کانکرڈ کا کمپیوٹر ابھی تک کام کر رہا ہے۔ کمپیوٹر جو انسان کی مایہ ناز ایجاد ہے' ایک مشینی دماغ ہے۔ کسی جاندار کے دماغ کی طرح اسے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ خطرے میں ہے لیکن جاندار کا دماغ یہ اندازہ کر لیتا ہے کہ اسے پہنچنے والا زخم کس قدر کاری ہے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ دماغ کا رابطہ حسیات سے ہوتا ہے۔ جاندار کے تمام حواس حسیات اپنی معلومات کا تجزیہ دماغ کو پیش کر دیتی ہیں جن کے ذریعے وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کر لیتا ہے کہ اسے پہنچنے والا نقصان کس نوعیت کا ہے۔
مگر وہ ایک بے جان دماغ تھا۔ ہر قسم کے محسوسات سے عاری' اس مشینی دماغ کے پاس یہ تجزیہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ ایل ال ۰۱ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ وہ تو مشینی انداز میں اپنا فرض پورا کئے جا رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ طیارے کا برقی اور ہائیڈرالک نظام فیل ہو چکا ہے چنانچہ اس نے برقی ہائیڈرالک نظام کی بحالی کے لئے متبادل طریقہ اختیار کیا ہو گا۔ یہ صورت مزید تباہ کن تھی۔ اس لئے کہ آگ کی زد میں آئے ہوئے طیارے کے ٹوٹے ہوئے ہائیڈرالک پائپوں میں مزید فیول پہنچ کر اس کی تباہی کو نزدیک تر کر رہا تھا۔
میں نے فضا میں آگ اور موت کا رقص پیش کرتے ہوئے طیارے کا جائزہ لینے کے بعد دوربین واپس رکھ دی۔ اسرائیلی ایئرلائن کا پہلا کانکرڈ تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ ۰۲ میں چیخ وپکار مچنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اس کے مسافروں کو بھی ۰۱ کی تباہی کا یقین ہو گیا تھا۔ ریڈیو پر آنے والی آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت سے مسافر ۰۲ کے کیبن میں گھس آئے ہیں۔ وہ سب بیک وقت بول رہے تھے اس لئے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں تاہم ایک شخص کی آواز سب پر حاوی تھی اور وہ شخص اپنی بیوی کو رو رہا تھا جو ایل ال ۰۱ میں سوار تھی۔
ایل ال ۰۲' ایل ال ۰۱ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ تباہ ہونے والے جہاز کے ٹکڑے اسے بھی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ پھر میں نے ۰۱ کے بہت سے جلتے ہوئے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھے۔ ۰۲ کے پائلٹ نے بھی دیکھے ہوں گے' تبھی تو اس نے اپنے طیارے کو دیوانہ وار غوطہ دیا تھا۔ فضا میں کانکرڈ کی ڈائیو بڑی خوبصورت تھی مگر یہ محظوظ ہونے کا وقت نہیں تھا۔
۰۲ کے غوطہ لگاتے ہی اس سے آنے والی چیخ وپکار ایک لمحے کو تھمی۔ کیبن میں موجود مسافر طیارے کے فرش پر گر پڑے ہوں گے اور سیٹوں پر بیٹھے مسافر بھی اتھل پتھل ہو گئے ہوں گے۔ ۰۲ میں چھانے والا سناٹا مختصر لمحاتی تھا۔ اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ شدت سے شور وغل شروع ہو گیا۔ اب اس طیارے کے مسافروں کو اپنی جانوں کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔
”اپنی نشستوں پر سکون سے بیٹھے رہیں اور سیٹ بیلٹ کس لیں۔“ بیکر نے پبلک اناؤنسمنٹ سسٹم پر اعلان کیا۔ ”ہمارے طیارے کو فی الوقت کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔“
احمد رش نے اس بار ۰۲ سے رابطہ کیا۔ ”تمہارے محافظ اسکواڈرن نے مجھے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ اس کی آواز میں ہسٹریائی تاثر تھا۔ ”کان کھول کر سن لو اگر تم لوگوں کو اپنی خیریت درکار ہے تو چپ چاپ میری ہدایات پر عمل کرو ورنہ تمہارے طیارے کا بھی وہی حشر ہو گا۔“
بیکر نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تھا مگر ایسا معلوم ہوا کہ

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ "اور انہیں طیارے کا توازن برقرار رکھنے کے لئے دوسرے نمبر کے درمیانی ٹینک میں ایندھن بھرنا پڑے گا۔"

"مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم" رش بڑبڑایا۔ "واقعی تمہاری معلومات حیرت انگیز ہے۔"

اس وقت ہم جس مقام پر پرواز کر رہے تھے وہاں ہمارے دائیں جانب نہر سوئز تھی اور ہمارے نیچے درہ متلا تھا۔ سامنے زمین کی سطح بتدریج بلند ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ کافی فاصلے پر صحرائے سینائی کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ اس پہاڑی سلسلے میں واقع کوئی پہاڑی بھی ڈھائی ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ کانکرڈ کا پائلٹ ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"رش! لیبر! ہم اتنی نیچی پرواز نہیں کر سکتے" بیکر کی آواز سنائی دی۔ "تم سن رہے ہو رش! کانکرڈ گر کر تباہ ہو جائے گا۔"

رش کوئی جواب دینے والا تھا کہ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ہماری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر بیکر نے پھر اپنی بات دہرائی اور اس کے بعد وہ برہم ہو کر گالیاں بکنے پر اتر آیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور رش سے بولا۔

"بیکر کا کہنا درست ہے۔ پہاڑی سلسلہ شروع ہو چکا ہے طیارے کو بلند کرنا شروع کر دو۔"

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ریڈیو آن کر دیا۔ اب ہم جہاز کے کاک پٹ میں ہونے والی گفتگو دوبارہ سن سکتے تھے۔

"اس بات کے کیا امکانات ہیں کہ ہمارا زمینی عملہ ہماری نقل و حرکت سے واقف ہو گا؟" ہیسنر کی آواز بہت دیر بعد سنائی دی تھی۔

"اس وقت سطح زمین سے ہماری بلندی تقریباً صفر کے برابر ہے" بیکر نے جواب دیا۔ "اگر ان کے ریڈار میں کسی قسم کا کمپیوٹر نصب ہے جو اراضی نشیب و فراز سے مبرا ہو کر اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے تاہم چونکہ ہم کافی دیر سے مصری علاقے پر محو پرواز ہیں اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ وہ اب بھی ہماری پوزیشن سے واقف ہوں گے۔"

"ہاں [illegible] ریڈار کی پہنچ سے باہر ہیں مگر مصری ریڈار ... ہوں گے" ہیسنر نے کہا۔

"... مشرقی سمت میں ہے اور وہ اسرائیل کی لائن پر ہے" بیکر نے جواب دیا۔ "ہمیں ریڈار پر تو نہیں دیکھا جا سکا ہو گا تاہم ممکن ہے کہ ہمیں بغیر ریڈار کے دیکھ لیا گیا ہو۔ لیکن جب تک مصری حکام یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوں گے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سانحہ رونما ہوا ہے ہم بحیرہ احمر پر پہنچ چکے ہوں گے۔"

"بحیرہ احمر پر؟" ہیسنر کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"ہاں! جس رخ پر ہم پرواز کر رہے ہیں اگر اسی سمت میں پرواز کرتے رہے تو بالآخر ہم بحیرہ احمر پر جا نکلیں گے۔ اس وقت تک اگر کسی طرح مصری حکام اصل صورت حال سے آگاہ ہو بھی گئے تو وہ چاہنے کے باوجود بھی ہماری مدد نہیں کر سکیں گے اس وقت بھی نہیں کر سکتے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا" ہیسنر کی آواز آئی۔ "اب مجھے میزائل مارنے کے بارے میں لاسکوف کی تجویز یاد آ رہی ہے۔ کاش اس تجویز پر عمل درآمد ہو گیا ہوتا۔"

"جو نہیں ہو سکا اسے رونا لاحاصل ہے۔ یہ سوچو کہ اب کیا کرنا ہے؟" بیکر نے کہا۔

"اگر ہم لاسکوف کے ریڈار پر ظاہر ہو سکیں تو کیا اس تجویز پر اب عمل نہیں ہو سکتا؟" ہیسنر نے پوچھا۔

"عمل ہو کیوں نہیں سکتا لیکن اس کے لئے دو شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔"

"کون سی شرائط؟"

"نمبر ایک، ہم اندھیرا ہونے کے بعد تک پرواز کرتے رہیں۔ نمبر دو، ہم اس وقت تک لاسکوف کے ریڈار پر موجود رہیں۔"

"ریڈار پر موجود رہنے والی شرط تو سمجھ میں آتی ہے مگر اندھیرے والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میزائل سے خارج ہونے والا غبار آنکھوں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر دن کے وقت کوئی ایسی کوشش کی تو وہ اس سے قبل از وقت آگاہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد کیا ہو گا اس سے ہم سب بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ جو حشر اوسا کا ہوا ہے وہی ہمارا بھی ہو گا۔ کیا تم اپنی جان کی قیمت پر ان کی ہلاکت کا سودا کر سکو گے؟"

"ہرگز نہیں" ہیسنر نے کہا۔ "اس خطرے کی موجودگی میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔"

"اس کے علاوہ ایک خطرہ اور بھی ہے مسٹر ہیسنر! ہمارے اور ان کے طیاروں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے۔ ریڈار اسکرین پر اتنا کم فاصلہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ ریڈار اسکرین کی مدد سے فائر کیا گیا میزائل ان کے طیاروں کے بجائے ہمارے طیارے کو ہٹ نہیں کر دے گا۔"

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ اس تجویز پر عمل درآمد ہونا عملاً ناممکن ہے" ہیسنر کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

"اگر میں سادہ الفاظ میں یہ بات کہتا تو تم اتنی آسانی سے اسے تسلیم نہ کر لیتے۔"

"خیر، میں جا رہا ہوں۔ اب پرشر بلک ہیڈ تک پہنچنے کی کوشش کرنے کے سوا اور کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی ہے" ہیسنر

نے کہا

"ضرور جاؤ" بیکر نے کہا۔ "لیکن اس پر میں پہلے ہی غور کر چکا ہوں۔ جہاز کے اندر رہتے ہوئے پرشر بلک ہیڈ تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تاہم اگر تم جہاز کے دروازے سے باہر نکل کر جہاز کی دم تک پہنچنے کی ہمت کر سکو تو کامیابی تمہارے قدم چوم سکتی ہے۔"

میں نے بیکر کے ریمارک سن کر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ میرا فٹ کیا ہوا بم اور ٹرانسمیٹر ان کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا تھا۔ ان کے لئے اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ لینڈنگ کے بعد وہ ممکن ہے اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے مگر اس وقت تک ہم اپنا کام کر چکے ہوں گے اور ہمیں ان چیزوں کی مزید ضرورت نہیں رہ جائے گی۔

احمد رش نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "اب وہ لوگ بم تلاش کر کے اسے ناکارہ کر دیں گے۔"

"بم تلاش کرنا تو بہت دور کی بات ہے رش! وہ اس تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے جہاں میں نے بم فٹ کیا ہے۔"

"کیا تم نے سنا نہیں کہ ہیسنر خود بم تلاش کرنے گیا ہے؟"

"احمقانہ باتیں مت کرو رش! میں نے ہیسنر کی بات بھی سنی ہے اور اس پر پائلٹ کا تبصرہ بھی سنا ہے۔"

"ہمیں کوئی امکان نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ ممکن ہے وہ بم تک پہنچنے کی کوئی صورت نکال ہی لے۔"

"میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے حواس قابو میں رکھو" میں نے قدرے ناگواری سے کہا۔ اس کی اعصاب زدگی میرے لئے مسئلہ بنتی جا رہی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ مجھ کو بھی نہ اڑا دے۔

اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ "ہم نے ان کے ٹرانسمیٹر کو جام کر رکھا ہے۔ وہ کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ ان پر جھنجلاہٹ طاری ہونا فطری امر ہے۔"

"تم پر مایوسی اور ناامیدی حملہ آور ہو رہی ہے رش! تمہارے لئے میرا مشورہ ہے کہ تم لاسکوف یا جنرل طلمان کو کسی فریکوئنسی پر تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اگر وہ مل گئے تو مجھے یقین ہے کہ ان کی باتیں تمہارا حوصلہ پھر سے بلند کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔"

خلاف توقع رش نے بحث کئے بغیر میرے مشورے پر عمل کیا۔ اس نے سب سے پہلے لاسکوف کی فریکوئنسی پر طبع آزمائی کی۔ اس کی پہلی ہی کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوئی لاسکوف اور جنرل طلمان آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

"میں ایندھن لینے کے لئے ایلاف پر اتر رہا ہوں" لاسکوف کہہ رہا تھا۔ "میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا اس لئے ایندھن بھرنے کی ساری تیاریاں مکمل کر رکھو۔ اور ہاں، ایلاف سے پرواز کرنے کے بعد میں اس وقت تک لینڈ نہیں کروں گا جب تک کانکرڈ کا سراغ نہیں مل جائے گا لہٰذا اسٹیشن پر امریکن ٹینکر منگوا لو تاکہ آئندہ ہمارے طیاروں میں فضا میں ہی ایندھن بھرا جا سکے۔ کانکرڈ کی تلاش میں چپہ چپہ چھان ماروں گا۔ میرے اسکواڈرن کے پائلٹ اور فلائٹ آفیسر باری باری آرام اور پرواز جاری رکھیں گے مگر زمین پر نہیں اتریں گے۔"

لاسکوف کی باتیں سن کر رش کے چہرے پر چھایا ہوا اضطراب کم ہو گیا تھا۔

"ایک منٹ صبر کرو جبرائیل! میں ذرا اپنے سامنے پھیلے ہوئے نقشوں پر ایک نظر ڈال لوں" جنرل طلمان کی آواز ابھری پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولا۔ "کانکرڈ کے ہماری نظروں سے اوجھل ہونے کے آدھے گھنٹے بعد اس کی تلاش شروع کر دی گئی تھی۔ اس آدھے گھنٹے کے دوران اس کی سمت میں کیا تبدیلی ہوئی ہم اس سے لاعلم ہیں۔ اس وقت سے اب تک کانکرڈ کو تقریباً پانچ سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تلاش کیا جا رہا ہے۔ چونکہ کانکرڈ کی سمت میں کوئی بھی تبدیلی ہو سکتی ہے لہٰذا اس کی سابقہ آخری رفتار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت ہمیں اس کی تلاش کے لئے ڈھائی سو کلومیٹر کے حلقے کو چھاننا ہو گا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ اس طرح ہمیں کتنے رقبے میں انہیں تلاش کرنا پڑے گا؟"

"نہیں" لاسکوف کی آواز آئی۔ "یہ خاصا لمبا حساب ہے۔ تم خود ہی بتا دو۔"

"سارے اعداد و شمار میں نے کمپیوٹر کی مدد سے تیار کئے ہیں۔ اس وقت کانکرڈ کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں ایک لاکھ چھیانوے ہزار مربع کلومیٹر فضا کو کھنگالنا ہو گا۔ اس میں ایک سو پچاس میٹر سے لے کر آٹھ کلومیٹر تک کی بلندی شامل نہیں ہے۔ ہر گزرنے والا منٹ ہماری تلاش کے مربع کلومیٹر اور مکعب کلومیٹر میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ گم شدہ کانکرڈ کو تلاش کرنے کے لئے ہم نے ایک ہی دن میں غیر ملکی فضائی حدود کی بہت زیادہ خلاف ورزی کر لی ہے۔ مصریوں نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا ہے مگر اب ان کا تحمل بھی جواب دے چکا ہے اور انہوں نے ہمیں اپنی فضائی حدود سے نکل جانے کو کہا ہے۔ لہٰذا تم واپس آجاؤ۔ مصریوں نے کانکرڈ کی تلاش کے لئے اپنے طیارے فضا میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کانکرڈ کہاں ہے۔"

"جب ہم اسے تلاش نہیں کر سکتے تو مصری اسے کیسے تلاش کر لیں گے؟ کیا وہ اتنی دلچسپی سے اسے تلاش کر سکیں گے جتنی دلچسپی کا مظاہرہ ہم کریں گے؟"

"واپس آجاؤ جبرائیل! مصریوں کے علاوہ اور بھی ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں جن پر انحصار کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ کہ کون کون سے ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں؟" لاسکوف نے بے صبری سے کہا۔

"واپس آؤ گے تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔ اس قسم کی باتوں کے لیے ٹرانسمیٹر غیر محفوظ ہے۔"

"یا تو تم مجھے بتاؤ ورنہ میں واپس نہیں آؤں گا۔" لاسکوف کے لہجے میں ہٹ دھرمی تھی۔

"امریکی مواصلاتی سیارے کے ذریعے طیارے کو تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" طلمان نے کہا اور احمد رش کے علاوہ میں بھی چونک پڑا۔ معاملہ اگرچہ بے حد اہم تھا مگر مجھے یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ بات مواصلاتی سیارے تک جا پہنچے گی۔

"اس کے علاوہ" طلمان مزید کہہ رہا تھا "ہم بنانے والی امریکن لاک ہیڈ کمپنی کے ایس آر اے کرافٹ بھی فضا میں بھیجے جا چکے ہیں جو آواز سے تین گنا رفتار سے پرواز کرتے ہوئے جزیرہ نمائے سینائی کے ایک ایک چپے کی تصویریں اتار رہے ہیں۔"

"لیکن مواصلاتی سیارے اور ایس آر اے کی تصاویر کو سمجھنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔" لاسکوف نے اعتراض کیا۔

"تمہارا کہنا درست ہے مگر یہ کچھ نہ کرنے سے تو بہتر ہے۔ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار وہ الیکٹرانک ڈیوائس ہے جسے امریکن نیشنل سیکیورٹی ایجنسی اور اسرائیلی انٹیلی جنس مشترکہ طور پر استعمال کر رہی ہے۔ یہ الیکٹرانک آلہ ان لہروں کا سراغ لگانے کا اہل ہے جن کے ذریعے کانکرڈ کے ٹرانسمیٹر کو جام کیا گیا ہے۔"

"یہ طریقہ بھی زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکے گا" لاسکوف کی آواز آئی "اس لیے کہ لیزر اور کانکرڈ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہوگا اور فاصلہ کم ہونے کے باعث کانکرڈ کا ٹرانسمیٹر جام کرنے کے لیے لیزر سے بہت کم طاقت کے سگنل نشر کیے جا رہے ہوں گے۔ اتنے کم طاقت کے سگنل کا سراغ لگانا مشکل ہوتا ہے۔"

"اس کے امکانات کم سہی مگر کامیابی کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا" جنرل طلمانی نے کہا "اب تم واپس آجاؤ۔"

"میں واپس آرہا ہوں" لاسکوف کی آواز آئی اور رش نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانس میٹر آف کر دیا۔

"تم نے سنا علی!" احمد رش نے کہا "ان کی عقلوں میں کھلبلی مچ گئی ہے اور وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے کون کون سے ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔"

"خوش قسمتی ہے ہماری" میں مسکرایا "اتنے بڑے پیمانے پر شاید ہی کبھی کسی کو تلاش کیا گیا ہو۔"

"میں کہتا ہوں ہم زیادہ دیر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکیں گے۔ جس طرح سے وہ ہماری تلاش کر رہے ہیں اس کے پیش نظر ہم کیا کوئی سوئی بھی ان سے چھپی نہیں رہ سکتی۔"

"اگر وہ ہمیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تب بھی کون سا فرق پڑ جائے گا" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تمہیں صورت حال کی سنگینی کا ذرا بھی احساس نہیں ہے علی؟"

"وہ ہمیں تلاش کرنے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان کا کانکرڈ طیارہ ہمارے ایک اشارے کا محتاج ہے اور اب ذرا یہ معلوم کرو کہ ادھر کیا ہو رہا ہے؟"

رش نے ریڈیو آن کر دیا۔ کچھ دیر تک ہمیں فضول قسم کی گفتگو سننا پڑی اس کے بعد رفعتاً ہیسنو کی آواز سنائی دی وہ شاید ابھی ابھی کاک پٹ میں داخل ہوا تھا۔

"میرے کمانڈوز نے اپنے چاقوؤں سے دیواروں کا سارا پلاسٹک چھیل ڈالا مگر طیارے کی فولادی دیواروں سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔"

"یہ بات تو میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دی تھی" بکر نے جواب میں کہا۔

"ہاں، لیکن بم کو ناکارہ کرنے کی ترکیب میری سمجھ میں آگئی ہے۔" ہیسنو کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔

یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ بکر پر اس اطلاع کا کیا رد عمل ہوگا لیکن رش تو میرے سامنے تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی تھی۔

"سنو! بم سے منسلک ریڈیو کے لیے توانائی کے حصول کا ذریعہ رم پر نصب نیوی گیشن لائٹس ہیں" ہیسنو کہہ رہا تھا "انہیں بجھا دو، ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"

"تمہارا اندازہ درست بھی ہو سکتا ہے" بکر نے کہا "رش نے نیوی گیشن لائٹس جلائے رکھنے کو کہا تھا حالانکہ کوئی بھی طیارہ پرواز کے دوران انہیں بجھاتا نہیں۔"

"اس کے اصرار سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ میرا اندازہ درست ہے۔"

"لیکن توانائی کے حصول کے لیے نیوی گیشن لائٹس کے علاوہ اور بھی ذرائع ہیں۔ رم میں موجود تمام ہائیڈرالکس برقی رو سے چارج ہوتے ہیں جن میں رم کا پیریڈ سیل اور رڈر بھی شامل ہیں۔ میں نیوی گیشن لائٹس آف کر سکتا ہوں۔ رم کے پیریڈ سیل کی سپلائی بھی منقطع کر سکتا ہوں مگر میں رڈر کی سپلائی بند نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ رڈر کے بغیر اڑان کا تصور بھی محال ہے۔"

"میں نے بھی اس پہلو پر غور کیا تھا کہ نیوی گیشن لائٹس کے ذریعے توانائی حاصل کی جا سکتی ہے" فلائٹ انجینئر کی آواز سنائی دی "مگر ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے

ہر بم کے ساتھ عموماً ایک بیٹری بھی منسلک ہوتی ہے اور وہ رم میں موجود کسی بھی ذریعے سے چارج ہو سکتی ہے۔ اگر وہ بیٹری برسوں قبل بھی نصب کی گئی ہو تب بھی طیارے کا انجن اسٹارٹ ہوتے ہی وہ بیٹری چارج ہو گئی ہوگی۔"

فلائٹ انجینئر کے انکشاف نے سب کو دم بخود کر دیا تھا۔ کوئی کچھ نہیں بولا پھر ہیسنو کی آواز ابھری "یہ ایک مفروضہ ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"قطعی ضروری نہیں کہ میرا اندازہ درست ہی ہو۔ ممکن ہے اس بم کے ساتھ کوئی بیٹری نصب نہ کی گئی ہو لہٰذا یوں کرتے ہیں کہ نیوی گیشن لائٹس آف کیے دیتے ہیں۔ پیریڈ سیل کی سپلائی بھی منقطع کر دیتے ہیں اور پھر ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ ممکن ہے طیارہ اڑا دیا جائے۔ ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو۔ کیا خیال ہے... تجربہ کیا جائے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ کسی میں اتنا بڑا رسک لینے کی ہمت نہیں تھی۔ ادھر احمد رش مطمئن ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہیسنو نے جلد ہی خود کو سنبھال لیا "اگر ہم کیبن کا کوئی حصہ اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے نیچے موجود تاروں کا جال اور انسولیشن بھی ہٹا دیں تو ہم سامان والے کمپارٹمنٹ میں اتر سکیں گے۔ پیکیج کمپارٹمنٹ میں پہنچنے کے بعد بلک ہیڈ سے گزر کر دم والے حصے میں پہنچنا خاصا آسان ہو جائے گا۔"

"میں ایسے لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو میرے طیارے میں سوراخ کرتے پھریں" بکر بڑبڑایا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" ہیسنو نے کہا۔ شاید وہ بکر کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ پیکیج کمپارٹمنٹ پریشرائزڈ ہے اور اس کے بلک ہیڈ کی موٹائی کیبن کے بلک ہیڈ کی موٹائی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ اگر تم اس سے گزر سکو تو بھی میں طیارے میں کوئی سوراخ ہونا پسند نہیں کروں گا۔ طیارے کے فرش کے ذریعے آمد و رفت کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ اس میں بہت سے تار ہیں کوئی بھی نقصان ہو سکتا ہے۔"

"تب تو تم یہ بھی پسند نہیں کرو گے کہ ہم گولیوں سے بارود نکال کر دھماکے سے پریشر بلک ہیڈ میں سوراخ کر دیں۔"

بکر زہریلے انداز میں ہنسا "اس بحرانی صورت میں تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے؟" اس نے کہا۔

"یہ تجویز کچھ دیر قبل میرے ایک آدمی نے پیش کی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی مخالفت کی تھی۔"

ہیسنو کی پیش کی ہوئی تجویز انتہائی احمقانہ تھی مگر میں اس کے محسوسات کو سمجھ سکتا تھا۔ اگر وہ طیارے کو اس بحران سے نہ نکال پاتا تو وہ شاید زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دیتا۔ ایسا شخص کوئی بھی انتہائی اقدام کر سکتا تھا۔ یہ بکر کا کام تھا کہ اسے ایسی کسی تجویز پر عمل کرنے سے روکے۔

"آپ اس طیارے کو بچانے کے لیے جو کوششیں کر رہے ہیں ان کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر ہیسنو" بکر کی آواز سنائی دی "لیکن اس طیارے کے کپتان کی حیثیت سے میں ایسی کسی بھی تجویز کو رد کرنے کا اختیار رکھتا ہوں جس پر عمل کرنے سے طیارہ یا اس کے مسافروں کی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔ جب تک ہم فضا میں ہیں میں کمانڈر ہوں۔ نہ تم نہ برگ اور نہ ہی وزیر خارجہ... صرف میں... سمجھے تم؟" اس کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر بکر دوبارہ بولا "ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتظار کریں۔ ہمارا طیارہ تقریباً دو گھنٹے مزید پرواز کر سکتا ہے۔ ممکن ہے اس دوران میں بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔"

○☆○

جزیرہ نمائے سینائی سے گزرنے کے بعد ہمارا رخ بدستور بحیرہ احمر کی طرف تھا لیکن پھر ہمارا لیزر طیارہ بائیں جانب مڑا اور ہمارا رخ سعودی عرب کی جانب ہو گیا۔ کسی کو ہماری منزل سے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔ کسی کو علم ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس راز سے صرف چند افراد ہی واقف تھے اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی طرف سے افشائے راز کا خطرہ رہا ہو۔

بحیرہ احمر پر نیچی پرواز کرتے ہوئے اپنی جھکی ہوئی چونچ اور پروں کی وجہ سے کانکرڈ کسی ایسے بڑے بگلے پرندے کی مانند نظر آرہا تھا جو پانی پر اترنے کی کوشش تو کر رہا ہو مگر کسی وجہ سے اتر نہ پا رہا ہو۔

"پھر سعودی عرب کا ساحل آیا اور تیزی سے گزر گیا۔ اب ہم سعودی عرب پر پرواز کر رہے تھے۔ یہاں تاحد نگاہ زمین ہموار نظر آرہی تھی۔

"جزیرہ نمائے سینائی سے نکل آنے پر بکر نے شکریہ ادا کیا ہوگا" میں نے رش سے کہا۔

"کیوں؟ وہاں اسے کیا تکلیف تھی اور یہاں کیا آرام ہے؟" رش نے غرا کر کہا۔

"سینائی کی پہاڑیوں پر کانکرڈ کو اتنی کم بلندی پر اڑانا آسان نہیں تھا۔ بکر نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک ماہر پائلٹ ہے۔"

"اس نے کوئی کارنامہ تو بہرحال نہیں کیا ہے۔ جتنی بلندی پر وہ تھا اتنی ہی بلندی پر میں بھی طیارہ اڑا رہا تھا۔"

"اس ننھے لیزر جیٹ کو اس عظیم الجثہ کانکرڈ سے ملا دینا تمہارا ہی کمال ہے رش! یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔"

رش نے برا سا منہ بنایا مگر کچھ بولا نہیں۔ اپنی احمقانہ بات کے جواب میں وہ جو کچھ بھی کہتا کم ہوتا۔ اور اسے اس بات کا

احساس بھی تھا۔

"میرا خیال ہے تم اتنا پیچیدہ راستہ خوامخواہ اختیار کر رہے ہو۔" بالآخر رش نے کہا "اس وقت ہم کسی کی نظروں میں بھی نہیں ہیں۔ اگر سیدھے اپنی منزل کی طرف نکل چلیں تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔"

"تم پھر بحث کرنے لگے رش! ہم طے شدہ راستے پر ہی سفر کریں گے۔ کانکرڈ کا ایندھن ختم کرانا بے حد ضروری ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں زیادہ بلندی پر پرواز کراؤں؟" رش نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا "ہم پانچ سو فٹ سے زیادہ پر ہرگز پرواز نہیں کر سکیں گے۔"

"تو پھر رفتار بڑھانے کی اجازت دو۔ آخر ہم کب تک اس جیٹ کو گدھا گاڑی کی طرح چلاتے رہیں گے؟" اس نے جھنجلا کر کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"ٹھیک ہے تم رفتار میں اضافہ کر سکتے ہو۔" میں نے کہا اور رش نے ایک دم ہی طیارے کی رفتار بڑھادی اور آٹھ سو کلو میٹر کی رفتار سے پرواز کرنے لگے۔

زمین سے صرف پانچ سو فٹ کی بلندی پر اتنی تیز رفتاری کانکرڈ کے لئے بہت زیادہ خطرناک تھی مگر یہ ضروری تھا۔ بلندی پر جانے کی صورت میں ہم کسی بھی ریڈار کی زد میں آسکتے تھے اور اگر اپنی رفتار کم رکھتے تو منزل تک پہنچنے سے قبل ہی کانکرڈ کا ایندھن ختم ہوجانے کا اندیشہ تھا۔

سامنے کچھ فاصلے پر ہمیں بدو اونٹوں پر سوار نظر آئے وہ اپنے سر اٹھا کر حیرت سے دونوں طیاروں کو دیکھ رہے تھے۔ مغرب کی طرف جھکتے ہوئے سورج کی روشنی میں ان پر ہمارے طیاروں کے سائے پڑے اور پھر چنگھاڑتے ہوئے ان کے سروں پر سے گزر گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو آن کر لیا کانکرڈ سے فلائٹ انجینئر کی آواز آئی۔

"ہمارے پاس ایک گھنٹہ پچاس منٹ پرواز کرنے کا ایندھن موجود ہے۔"

پائلٹ بیکر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر شاید ڈوبکن کاک پٹ میں داخل ہوا تھا "حالات کیسے چل رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"حالات بدستور ہیں۔" بیکر نے کہا "کوئی خاص بات؟"

"ہم نے ابھی موجودہ صورتحال پر تھوڑی سی مغز سوزی کی ہے۔"

"کس نتیجے پر پہنچے؟" بیکر نے پوچھا۔

"اس نتیجے پر کہ ہمارے اغوا کنندگان بے حد چالاک لوگ ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے کوئی سیاسی تقریر نہیں کی جیسا کہ اور قسم کے لوگ عموماً کیا کرتے ہیں لہٰذا ہم اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں۔ علاوہ اس کے کہ شاید وہ فلسطینی ہوں۔ اگر ہیسٹر نے رش کی آواز پہچان نہ لی ہوتی تو ہم اس سے بھی بے خبر رہتے اس تاریکی کی بنا پر ہماری انٹیلی جنس کے لوگوں کے لئے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے کام کرنا بہت مشکل ہوگا۔

"یہ تو بڑا حوصلہ شکن تجزیہ ہے۔" بیکر نے کہا۔

"بالکل۔" ڈوبکن بولا "اس کے علاوہ انہوں نے ہمارے ٹرانسمیٹر جام کر کے ہمیں پوری دنیا سے کاٹ دیا ہے جس کا واحد مطلب یہ ہے کہ ہمیں کسی خفیہ مقام پر لے جایا جارہا ہے۔ گویا ہم جہاں بھی اتریں گے کوئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ نہیں ہوگا وہاں گرما گرم خبروں کی تلاش میں آنے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں صحافیوں کی فوج بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی ہمیں رہائی دلانے کے لئے کوئی کمانڈوز کارروائی کی جائے گی اس لئے کہ کسی کو علم ہی نہیں ہوگا کہ ہم کہاں ہیں۔"

"میں بھی اسی صورت حال پر غور کر رہا ہوں اور میں نے بھی تقریباً یہی نتائج اخذ کئے ہیں۔" بیکر نے کہا "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ کہیں ان لوگوں کی طرف سے طیارے کو ریگستان میں اتارنے کی فرمائش نہ کردی جائے اور اب تو مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ ہمیں طیارہ ریت پر ہی اتارنا پڑے گا۔ کاش وہ سخت زمین پر طیارہ اتارنے کی فرمائش کریں۔"

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟" ڈوبکن کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"پرواہ مت کرو۔" بیکر ہنس کر بولا "میں کسی بھی جگہ طیارہ اتار سکتا ہوں۔"

○☆○

ہم نے اپنا طیارہ شمال کی سمت موڑ لیا اور کانکرڈ نے ہماری تقلید کی۔ ہم سعودی عرب سے نکل کر عراق کی فضائی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے یہاں تک پہنچنے کے لئے جو طوفانی اور پیچیدہ راستہ اختیار کیا تھا اس کے پیش نظر اسرائیلیوں کے لئے ہمارا سراغ لگانا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

سورج بس غروب ہوا ہی چاہتا تھا۔ افق پر نارنجی رنگ کے لہریے دکھائی دے رہے تھے مجھے معلوم تھا کہ کانکرڈ میں آدھے گھنٹے سے زیادہ کا ایندھن نہیں بچا ہوگا۔ میں نے چارٹ بک کھول لی جس مقام پر ہم تھے وہاں پر غروب آفتاب کا وقت چھ بجکر سولہ منٹ تھا۔ غروب آفتاب کے پانچ منٹ بعد تک مصنوعی روشنی کے بغیر لینڈ کیا جاسکتا تھا اس کے بعد یہ ممکن نہ رہ جاتا۔ میں اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی چھ بج کر ایک منٹ ہوا تھا۔ گویا کانکرڈ میں پچیس منٹ کا ایندھن باقی تھا جبکہ روشنی صرف بیس منٹ کی باقی رہ گئی تھی۔

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ افق پر چاند نظر آنے لگا تھا جبکہ ایک تارے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ نیچے بہت فاصلے پر زمین ڈھلوان ہوتی نظر آرہی تھی اور سرسبز تھی کیوں نہ ہوتی ایک دریا بالکل ہمارے جہاز کے نیچے تھا اور دوسرا اور کھجور کے درختوں کے درمیان بہتا نظر آرہا تھا۔ یہ دجلہ و فرات تھے۔ دجلہ و فرات کو دیکھ کر میرے ذہن کے دریچے وا ہوئے ان دونوں دریاؤں کا تعلق مسلمانوں کے ماضی سے ان کی پوری تاریخ سے رہا ہے۔ مسلمانوں کا عروج و زوال ان سے زیادہ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔

میں نے سر جھٹک کر بمشکل خود کو خیالات کے دھارے پر بہنے سے روکا ورنہ شاید میں خلافت عباسیہ کے مشہور ترین بادشاہ ہارون الرشید کے دور میں جا پہنچتا۔ بچپن میں سنی ہوئی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی بہت سی کہانیاں ذہن کے پردے پر انگڑائی سی لے کر رہ گئیں۔

دریائے دجلہ کے عقب میں ایران کے پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے۔ کانکرڈ بدستور ہمارے تعاقب میں تھا۔ اس وقت ہماری بلندی ایک ہزار فٹ تھی۔ میں نے کانکرڈ پر ہونے والی گفتگو سننے کی غرض سے ریڈیو آن کر لیا۔

"ممکن ہے اب ہمیں بغداد کے بجائے شمال کی سمت مڑنا پڑے۔" بیکر کی آواز آئی۔ وہ اپنے فلائٹ انجینئر سے گفتگو کر رہا تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اسی وقت ہی ہمارے جہاز نے بائیں جانب ایک طویل چکر لگایا۔ کانکرڈ نے پیروی کی اور پھر بلندی کم کرتے دیکھ کر انہوں نے اپنا خیال تبدیل کر دیا۔

"گویا ہمیں یہیں کہیں لینڈ کرنا پڑے گا۔" بیکر کی آواز آئی۔ "ہماری منزل بغداد نہیں ہے۔" پھر اس نے مائیکروفون سنبھالا اور مسافروں سے مخاطب ہوا "ہم لینڈ کرنے والے ہیں۔ سیٹ بیلٹ باندھ لیجئے اور سگریٹ بجھا دیجئے۔"

"ان سے کہو اپنی ال سے سفر کرنے کا شکریہ۔" فلائٹ انجینئر نے کہا۔

"مذاق مت کرو اور یہ بتاؤ ایندھن کتنا رہ گیا ہے؟" بیکر بولا۔

"فنی اعتبار سے جہاز میں ایندھن ختم ہو چکا ہے۔" فلائٹ انجینئر نے جواب دیا۔

"میں فنی اعتبار سے نہیں پوچھ رہا۔ الیکٹرانک آلات اور کمپیوٹرز سے صرف نظر کرتے ہوئے ایندھن کی وہ مقدار بتاؤ جسے ہوا باز مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔"

فلائٹ انجینئر نے واضح طور پر ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ "تقریباً دو ہزار کلو گرام۔"

"گویا ہم پانچ منٹ مزید پرواز کر سکتے ہیں اور اگر لینڈنگ میں تاخیر نہ ہوئی تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

میں نے اپنا دائرہ مکمل کرتے ہوئے نوے درجے کے زاویے پر مڑا اور پھر لینڈ کرنے کے لئے اس کا رخ نیچے کی طرف ہوگیا۔ مجھے توقع تھی کہ بیکر کو بھی وہ سڑک نظر آگئی ہوگی جہاں اسے ہماری پیروی میں طیارہ اتارنا تھا۔ اگرچہ سورج غروب ہو چکا تھا اور سڑک بمشکل دکھائی دے رہی تھی تاہم وہاں مصنوعی روشنی کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

نیچے کچھ گاڑیاں موجود تھیں جن کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں ہم نے لیئر کو اس شکستہ سڑک پر اتار لیا تھا۔ اور اب کانکرڈ بھی اترنے کی تیاری کر رہا تھا۔ پھر اچانک ہی کانکرڈ کے کیبن میں ڈوبکن اور ہیسٹر گھس گئے وہ چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔ واپس اپنی سیٹوں پر جاؤ" بیکر نے ناراضگی سے کہا "کیا تمہیں نہیں معلوم طیارہ لینڈنگ کے مرحلے میں ہے۔"

"ہم نے ایک دوست حاصل کر لیا ہے۔" ہیسٹر کی آواز سنائی دی۔

"خاموش رہو۔" بیکر نے اسے جھڑک دیا "یہ نیست نہیں ہے۔"

"طیارہ لینڈ کرنے کے بعد ہم طیارے کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ طیارے کی دم کو ہی نقصان پہنچے گا۔" ہیسٹر نے کہا۔

"کے جاؤ" میں سن رہا ہوں۔" بیکر بولا۔

"ہم نے زمین پر لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔" ہیسٹر نے کہا۔ "میرے آدمیوں کے پاس کچھ ہتھیار ہیں۔ کیا تم ہمیں طیارے سے اتار سکتے ہو؟"

میں سناٹے میں آگیا۔ ہیسٹر کسی صورت ہتھیار پھینکنے پر آمادہ نہیں تھا۔

"خدا کی پناہ!" بیکر کی مضطربانہ آواز سنائی دی "تم نے دو منٹ پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟"

"ہم نے انہیں پوری طرح ٹریپ کر لیا ہے۔" رش نے کہا ہم لینڈ کر چکے تھے اور کانکرڈ ابھی لینڈ کرنے ہی والا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے کہا "کانکرڈ میں فیول ختم ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اسے اس پوزیشن میں لینڈ کرنا ہی پڑے گا۔"

کانکرڈ کے وہیل شکستہ سڑک سے ٹکرائے اور طیارہ اچھلا مگر فوراً ہی اس نے دوبارہ زمین پکڑ لی۔ اب وہ تیزی سے ایندھن کو تا تیلی کرتا ہوا ہماری طرف بڑھنے لگا اس وقت وہ ہم سے کوئی دو کلو میٹر کے فاصلے پر رہا ہوگا پھر اچانک کانکرڈ بہت زور سے اچھل کر ہوا میں بلند ہوا ہم از کم میں اور رش یہی سمجھے تھے لیکن حقیقت کچھ اور تھی۔ اس نے زمین چھوڑ دی تھی اور فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ وہ فرار ہو رہا تھا۔

صورت حال کی سنگینی محسوس کرتے ہوئے رش نے کانکرڈ کے ٹرانسمیٹر کو جام کر دینے والی ڈیوائس کا بٹن آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر میں چیخنے لگا "لارکو، فضا جاؤ" لیکن کانکرڈ نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ کانکرڈ چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ ہم ایک یقینی تصادم کی زد میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ رش اپنا ہاتھ ایل ال ۲۰ کو تباہ کر دینے والے بٹن کی طرف بڑھ رہا ہے۔

بڑا عجیب وقت تھا۔ میں رش کو روکنا چاہتا تھا مگر روک نہیں سکتا تھا۔ ایل آل ۰۳ نے فرار ہونے کی کوشش کر کے ہمارے سارے راستے مسدود کر دیے تھے۔ اسرائیل سے عراق تک طویل سفر کے دوران میں نے بیکر کو ایک ماہر پائلٹ کے روپ میں دیکھا تھا اگر وہ نہ ہوتا تو کانکرڈ کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ رش نے اسے بے حد مشکل پرواز کرائی تھی۔ ذرا سی غفلت سے کانکرڈ تباہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بیکر کی مہارت تھی جس نے طیارے کو بچائے رکھا تھا۔

اور اب اس نے حیران کن حرکت کی تھی اس کی وجہ سے میں بھی چکرا کر رہ گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کی اس حرکت کا محرک ہیمنو بنا ہے۔ بیکر کو خود سے کوئی توقع تھی ہی نہیں۔ ایل آل ۰۳ کی تباہی کے بعد اس نے ہتھیار پھینک دیے تھے اور اب یہ تقدیر ہو کر ہمارے ہر کہنے پر عمل کر رہا تھا جبکہ ہیمنو اس تمام عرصے میں مختلف تدبیروں پر غور کر رہا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ بیکر نے اس کی ہر تجویز رد کر دی تھی مگر اس کی آخری تجویز ایسی تھی جس نے بالآخر بیکر کو اپنے جال میں جکڑ ہی لیا۔

سامنے بائیں جانب ایک پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔ اس پہاڑی کی وجہ سے دریائے فرات نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ہمارے طیارے سے کچھ فاصلے پر مختلف گاڑیوں کا ایک چھوٹا سا گروپ موجود تھا جن کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔ کانکرڈ کو اس مقام پر رکنا تھا۔

کانکرڈ کی رفتار ایک سو اسی ناٹ تو ضرور رہی ہوگی۔ اس کا رخ اوپر کی جانب ضرور تھا مگر اس کا لینڈنگ گیئر زمین سے چند انچ سے زیادہ نہیں اٹھ سکا تھا۔ کانکرڈ کا رخ ہماری ہی جانب تھا ممکن ہے بیکر نے ہمیں ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہو مگر کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ اس طرح کانکرڈ تباہ ہو جائے گا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ صرف دو افراد کو مارنے کے لئے نہ صرف پورا کانکرڈ تباہ کر دے بلکہ اس میں سوار تمام مسافروں کی جان سے بھی کھیل جائے۔

میرا ذہن بے انتہا برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ ہم خطرے میں ضرور تھے مگر ہم سے کہیں زیادہ خطرہ خود ایل آل ۰۳ کو لاحق تھا اور اسی ایک بنیاد پر یہ بات کہی جا سکتی تھی کہ بیکر نے اتنا خطرناک قدم اٹھانے سے قبل یقیناً بہت کچھ سوچا ہوگا ... کیا سوچا ہوگا... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

اس وقت کانکرڈ جس خطرناک پوزیشن میں تھا اس کے پیش نظر تھروٹل اور آفٹر برنر استعمال کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہمیں یا دوسرے لفظوں میں کانکرڈ کو ہمارے طیارے سے بچانے کے لئے اگر بیکر کانکرڈ کو محدود درمیانی فاصلے میں اچانک بلند کرنے کی کوشش کرتا تو کانکرڈ کی دم زمین سے ٹکرا کر جا ہو سکتی تھی اور اگر دم تباہ ہو جاتی تو کانکرڈ کی تباہی لازمی تھی۔ بغیر دم کے طیارہ پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ کانکرڈ کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ہر مسافر بھی ہلاک ہو جاتا اور اگر بیکر آفٹر برنر استعمال کرتا تو طیارے میں بچا کھچا ایندھن بڑی تیزی سے جل جاتا۔ ایندھن کے بغیر طیارہ کیا خاک اڑ پاتا۔

اور بیکر نے طیارے کو اچانک بلند کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ بہت نیچے پرواز کرتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ دونوں طیاروں میں تصادم ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کسی بھی نتیجے پر پہنچنا محال تھا۔

احمد رش نے ایل آل ۰۳ کو تباہ کرنے والا بٹن دبا دیا اور میں نے اسے روکا بھی نہیں۔ وقت اتنا کم تھا کہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔ اس وقت ہماری جو پوزیشن تھی اس میں کانکرڈ کو تباہ کرنے کے علاوہ اور کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔ گو وہ فرار ہو کر زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ تاہم ہمیں ہر جھنجھٹ سے دور ہی رہنا تھا۔

بٹن دباتے ہی اس نے لیئر سے باہر چھلانگ لگا دی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ ہم اپنے طیارے میں ہی بیٹھے رہتے تو شاید نہ بچ پاتے۔ کانکرڈ جیسے دیو ہیکل جہاز کی ٹکر سے ہمارے چھوٹے طیارے کے پرخچے اڑ جاتے۔

میں اور رش جہاز سے باہر گر رہے تھے۔ گرنے سے کچھ چوٹیں تو ضرور لگی تھیں مگر ان چوٹوں کو سہلانے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے اپنے دونوں کان بند کر لئے اور عین اسی وقت کانکرڈ چنگھاڑتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ ہمارا جہاز اس سے بال بال بچا تھا۔ تاہم وہ لرز کر ضرور رہ گیا تھا اس لئے کہ کانکرڈ کے بلند ہونے سے ہوا کا شدید دباؤ پیدا ہوا تھا۔ اسی دباؤ کی وجہ سے زمین سے گرد و غبار کا ایک بادل فضا میں بلند ہوا اور ماحول پر چھائی ہوئی تاریکی اور سوا ہو گئی۔

بہت دھندلی روشنی میں میں نے کانکرڈ کو پہاڑی کے اوپر سے گزرنے کی کوشش کرتے دیکھا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس کا عقبی لینڈنگ گیئر پہاڑی سے ٹکرا گیا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ وہ فضا میں مزید بلند ہونے کے بجائے پہاڑوں کے درمیان دوسری طرف نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ شاید وہ گر گیا تھا۔

احمد رش کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں گرد میں اٹ گئے تھے۔ رش پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

"اسے ہر حال میں تباہ ہونا تھا۔" اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "ہم نہ بچتے تب بھی وہ بچ نہیں سکتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو رش۔" میں نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی اس کا وہیل پہاڑی سے ٹکرا گیا تھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"محض میرا اندازہ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں وہ بلند نہیں ہوا۔ شاید پہاڑی کے دوسری طرف گر گیا ہوگا۔"

رن وے کے دونوں طرف کھڑی ہوئی گاڑیوں میں سے بہت سے لوگ اتر کر ہماری طرف دوڑ پڑے تھے۔ ان سب کا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے تھا اور وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق وہاں موجود تھے مگر اب منصوبے سے ہٹ کر کام کرنا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" رش نے بڑے وثوق سے کہا۔ "اندھیرے میں اتنے فاصلے کی چیز نظر آنا کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہی ہوئی ہو لیکن تم کانکرڈ کے پرواز نہ کر سکنے کی کیا توجیہہ کرو گے؟"

"میں نے بم کا بٹن دبا دیا تھا۔" رش نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "اسی وجہ سے کانکرڈ تباہ ہو گیا ہوگا۔"

"اس مرحلے پر جب کہ کانکرڈ میں برائے نام ایندھن رہ گیا تھا۔ میرا اندازہ کیا ہوا بم اتنا زیادہ موثر نہیں ثابت ہو سکتا کہ پورے جہاز کو تباہ کر دے۔" میں نے کہا۔ "بم گیارہ نمبر کے درمیانی فیول ٹینک پر فٹ کیا گیا تھا۔ اس ٹینک میں اب بھی تھوڑا بہت ایندھن ضرور ہوگا تاہم موجودہ حالت میں بم پھٹنے سے جو نقصان ہوگا وہ صرف اتنا ہی ہوگا کہ پائلٹ جہاز کو تباہ ہونے سے قبل ہی زمین پر اتار سکے گا۔"

"تو پھر یہی ہوا ہوگا۔ بیکر کو پتا چل گیا ہوگا کہ بم پھٹ گیا ہے اور اس نے فوری طور پر جہاز اتار لیا ہوگا۔"

"کچھ تو عقل استعمال کرو رش!" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "ڈھلوان پہاڑی پر تو جیپ کا چلانا ناممکن ہوتا ہے۔ جہاز کیا خاک لینڈ کرے گا۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟" رش جھلا گیا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اصل صورت حال جاننے کے لئے ہمیں پہاڑی کے اوپر پہنچنا ہوگا۔"

میں اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر تیزی سے پہاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پر موجود فلسطینی احمد رش کے نزدیک پہنچ گئے تھے اور اس سے سوالات کر رہے تھے چونکہ تمام لوگ بیک وقت بول رہے تھے اس لئے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ۔" میں نے عقب سے رش کو دہاڑتے ہوئے سنا۔ "ہمیں پہاڑ کے اوپر پہنچنا ہے۔" پھر میں نے ان سب کو اپنے پیچھے آتا ہوا محسوس کیا مگر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

سورج غروب ہوئے دیر ہو گئی تھی اور اب آسمان پر چمکتے ہوئے تارے صاف نظر آنے لگے تھے۔ فضا میں خفیف سی خنکی کا احساس ہونے لگا تھا جس کا مطلب تھا کہ رات میں ٹھنڈ بڑھ جانے کا امکان ہے۔

مجھے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ رش اور دیگر لوگ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر کانکرڈ اور اس پر سوار لوگوں کی تھی اگر کانکرڈ بحفاظت اتر گیا ہے تو ہمیں خود کو جنگ کے لئے تیار کرنا ہوگا۔ ایک ایسی جنگ جس میں مارو یا مر جاؤ کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتا۔

پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کے بل لیٹ کر میں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا اور یہ حقیقت مجھ پر فوراً ہی آشکار ہو گئی کہ بیکر نے نہ صرف کانکرڈ کو زمین پر اتار لیا ہے بلکہ ایل آل ۰۳ کے مسافر بھی خیریت سے ہیں۔ کانکرڈ کے اطراف ان لوگوں کی سرگرمیاں واضح طور پر نظر آ رہی تھیں۔ جس مقام پر کانکرڈ نظر آ رہا تھا۔ وہ قدرے ہموار تھی اور اس کے دونوں طرف ڈھلوان نظر آ رہی تھی جن میں ایک کا رخ یقیناً دریائے فرات کی طرف تھا۔

کچھ ہی دیر بعد رش اور دیگر لوگ بھی میرے پاس پہنچ گئے۔ رش میرے برابر آ کر لیٹ گیا تھا جبکہ دیگر افراد ذرا فاصلے پر تھے۔

"تم نے سنا تھا وہ مردود جیکب ہیمنو ہم سے زمین پر مقابلہ کرنے کی باتیں کر رہا تھا۔" رش نے کہا۔

"ہاں، میں نے سنا تھا اور اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ تو اس کی ذمے داری ہے جسے پورا کرنے کی وہ کوشش کر رہا ہے۔"

"میں اسے خاک میں ملا دوں گا۔" رش نے دانت پیس کر کہا۔ "آخر وہ خود کو سمجھتا کیا ہے۔"

"ہمیں جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا ہوگا رش! موثر منصوبہ بندی کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"منصوبہ بندی تم کرتے رہو۔" رش نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔ "جب تک تمہاری منصوبہ بندی مکمل ہوگی اس وقت تک میں ان سب کو جہنم رسید کر چکا ہوں گا۔"

مجھے رش پر شدید غصہ آیا۔ وہ بہت خود سر تھا اور بجائے تعاون کرنے کے مستقل میری راہ میں مشکلات پیدا کر رہا تھا۔

"کیا تم تنہا اتنا بڑا کام کر سکو گے؟" میں نے مشتعل ہوئے بغیر اس سے کہا۔

"تنہا کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "اتنے بہت سے لوگ جو میرے ہمراہ ہوں گے۔"

"میں اس مشن کا انچارج ہوں اور میری مرضی کے بغیر ان میں سے کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا۔"

رش غصے میں اپنے بال نوچنے لگا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سو فی صد حقیقت ہے۔ کوئی اس کا ساتھ نہ دے گا۔

"اگر تم اپنا دماغ ٹھنڈا نہیں رکھ سکتے تو یہاں سے میرے اور تمہارے راستے الگ الگ ہو جائیں گے۔ میرے ساتھ کام کرنے کی صورت میں تمہیں میرا پابند رہنا ہوگا۔"

رش کی بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ منہ سے کچھ نہیں بولا لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ "سنو رش! بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہم بہت محفوظ پوزیشن میں ہیں۔ کیا تم اس بات سے متفق ہو؟"

"یہ بات تو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ پہاڑی علاقے میں اسی کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے جو بلندی پر ہو۔"

"اور تم یہاں سے نیچے اتر کر ان پر حملہ کر کے اپنی پوزیشن کمزور کر دینا چاہتے ہو۔ اتنی بڑی غلطی تو کوئی بچہ بھی نہیں کرے گا۔" میں نے رش کو اسی کی زبان میں جواب دیا۔ رش تلملا گیا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا بھی نہیں۔

"اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں دشمن پر اور کیا برتری حاصل ہے... ہمارے پاس اجتماعی طور پر اعشاریہ دو دو کے چھ پستول ہیں' ایک یوزی مشین گن اور ایک رائفل کے علاوہ ایک اعشاریہ چار پانچ کا امریکن کولٹ ریوالور ہے۔ جیکب پینسر نے ہم سے مقابلہ کرنے کی بات کی ہے تو یقیناً ان کے پاس وافر مقدار میں اسلحہ ہو گا۔"

رش نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ وہ میرا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ "اس کے علاوہ انہیں یہ توقع بھی نہیں ہو گی کہ ہم اتنی تیزی سے پہاڑی پر پہنچ گئے ہوں گے۔ لہٰذا جیکب پینسر ہم پر حملہ کرنے کے لئے ادھر آنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔" رش نے دھیمی آواز میں کہا۔ "ہمیں چھپ کر لڑنے سے ہی فائدہ ہو گا لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ کاکپٹ صحیح سلامت نظر آ رہا ہے۔ بیکر نے ہوابازی کی تاریخ میں ایک نئے ریکارڈ کا اضافہ کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "تاہم یہ طیارہ اب دوبارہ کبھی پرواز نہیں کر سکے گا۔"

"میرے سامنے یہودیوں کی تعریف مت کیا کرو۔" رش نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد فیصلہ کن تھا۔

"کسی کی اچھائیوں سے محض اس کی برائیوں کی وجہ سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔"

"بیکر میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔" رش نے جھنا کر کہا۔ "میں تو سوچ رہا ہوں کہ بم کیوں نہیں پھٹا۔"

"بم یقیناً پھٹ گیا ہو گا رش! مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے۔"

"اگر بم پھٹ گیا ہے تو طیارہ کیوں صحیح سلامت نظر آ رہا ہے۔" رش نے اعتراض کیا۔

"فیول ٹینک پر بم نصب کرنے کی وجہ یہی تھی کہ بم پھٹتے ہی ایندھن آگ پکڑ لے اور فضا میں اگر طیارے کو آگ لگ جائے تو اس کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔"

"میں مانے لیتا ہوں کہ طیارے میں ایندھن بالکل ختم ہو چکا تھا لیکن بم کو کچھ تو تباہی پھیلانی چاہئے تھی۔ کم از کم طیارے کی دم ہی تباہ ہو جاتی۔"

"دم کے اندرونی حصے میں تو اس نے یقیناً تباہی پھیلائی ہو گی مگر اس کی قوت اتنی نہیں تھی کہ پوری دم کو اڑا سکتا۔"

"تم نے ایک بات نظر انداز کر دی۔" یکایک رش نے چونک کر کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اندھیرے میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ وہ ہم سے مقابلہ کرنے کی ہی کوشش کریں۔"

رش کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ "ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ممکن ہے کہ وہ سب یا ان میں سے کچھ دریائے فرات کے ذریعے یا اس کے کنارے کنارے بغداد کی طرف نکلنے کی کوشش کریں۔ انہیں گھیرے میں لینا بہت ضروری ہے۔" میں نے وہاں موجود فلسطینیوں کو ضروری ہدایات دے کر ان ڈھلانوں کی طرف روانہ کر دیا جہاں سے فرار ہوا جا سکتا تھا۔

"تم نے تو سب کو ہی بھیج دیا۔" رش نے حیرت سے کہا۔ "اور یہاں صرف ہم دونوں باقی رہ گئے۔"

"جو بات تم کہہ رہے ہو مجھے بھی نظر آ رہی ہے رش! اگر میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ان کے فرار ہونے کے امکانات بہت کم ہیں جبکہ وہ کسی بھی لمحے ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔"

"میں یہ بات بھی مانتا ہوں رش! لیکن اس کے باوجود بھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"اس وقت سمجھ میں آئے گا جب وہ ہم پر پل پڑیں گے اور ہماری چٹنی بن کر رہ جائے گی۔"

"اپنے بارے میں تو مجھے معلوم ہے۔ میری چٹنی بنانا بچوں کا کھیل نہیں ہے... البتہ تمہارے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

رش جھنا گیا۔ میں اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ قبرص سے پرواز کرنے کے بعد سے اس نے میرا ناطقہ بند کئے رکھا تھا اور اب میرا نمبر تھا۔

"تمہیں یاد ہے رش؟" میں نے تفریحاً لیتے ہوئے کہا۔ "تم نے میسنر سے کہا تھا کہ زمین پر اترنے کے بعد تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے؟"

"یقیناً میں نے کہا تھا اور میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ بس موقع ملنے کی دیر ہے۔"

"فرض کرو تم سے پہلے اس کا وار چل جائے... تو کیا ہو گا؟"

"اس کی تمام تر ذمے داری تم پر عائد ہو گی۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "تم نے اس اہم ترین محاذ کو خالی چھوڑ دیا... کاش میں انچارج ہوتا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کوئی محاذ خالی نہیں ہے رش! یہاں ہم دونوں جو موجود ہیں۔ یاد رکھو کہ جنگیں صرف حوصلے سے جیتی جاتی ہیں۔"

"میں اپنا حوصلہ بلند کئے لیتا ہوں۔ کیا صرف بلند حوصلے سے ہم ان کے اسلحے کا مقابلہ کر لیں گے۔"

"مجھے غصہ مت دلاؤ رش! اسرائیل اسلحے کی برتری کے زور پر ہی قائم ہوا ہے۔ عربوں نے محض اسی بنا پر شکست کھائی ہے اور آج تم بھی یہی بات کر رہے ہو۔"

"یہ ایک حقیقت ہے علی! اور میں نہیں سمجھتا کہ تم جیسا معقول آدمی کسی حقیقت سے روگردانی بھی کر سکتا ہے۔"

"شاید تم کسی اور کو تو ان باتوں سے بہلا دو لیکن مجھ پر یہ دلیلیں بے اثر ثابت ہوں گی۔ میں جانتا ہوں کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین اس تلخ حقیقت کے باوجود ہی قائم کی گئی تھی۔ جس طاقت سے پورے عرب کی تمام حکومتیں مل کر بھی نہیں ٹکرا سکیں اسی طاقت کو ایک چھوٹی سی تنظیم نے ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں رش؟"

رش نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "نہیں' تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم جیکب پینسر کے عزائم خاک میں ملانے کے لئے اپنی پوری قوت مرکوز کر دیتے۔"

"تم ہی نے میری توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی کہ وہ دوسری طرف سے فرار بھی ہو سکتے ہیں۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ انہیں روکنے کی خاطر ہم اپنی تھوڑی بہت طاقت کو بھی تقسیم کر دیں۔"

"یہ تو پہلے سوچنے کی بات تھی۔ اس وقت جب ہم نے اس مشن کی منصوبہ بندی کی تھی۔"

"اس وقت ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسی کوئی صورت حال بھی پیش آ سکتی ہے ورنہ ہم پیش بندی کے طور پر یہاں زیادہ قوت مجتمع کر لیتے۔"

"کوئی منصوبہ بھی مکمل نہیں ہوتا رش! اس میں نہ کہیں کوئی خلافِ توقع بات ہو سکتی ہے اور یہ ذمے داری انچارج کی ہوتی ہے کہ وہ تبدیل شدہ صورت حال سے کس طرح نمٹتا ہے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ اس مشن کے انچارج تم ہی سہی لیکن اگر تم نہ ہوتے تو انچارج میں ہوتا۔ اب وقت بھی تمہارے بعد میں ہی ہر بات کا ذمے دار ہوں۔ دوسرے الفاظ میں میں تمہارا نائب خصوصی ہوں۔ کیا اس حیثیت میں' میں تمہیں کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتا؟"

"مشورہ ضرور دے سکتے ہو' فیصلہ نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے مشورے کو قبول کرنا یا نہ کرنا سراسر میرا کام ہے۔"

"میں نے اس امکان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ لوگ دوسری طرف سے فرار ہونے کی کوشش کر سکتے ہیں تو تم نے ساری قوت انہیں فرار سے روکنے کے لئے جھونک دی۔ حالانکہ یہ امکان بھی موجود ہے کہ وہ فرار ہونے کی کوئی کوشش کرنے کے بجائے ہم سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کریں اور ہم پر حملہ کر بیٹھیں یا تمہارے خیال میں ایسا ممکن نہیں ہے؟"

"بالکل ممکن ہے بلکہ زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم اپنی قوت اس محاذ پر جمع رکھتے جو زیادہ قرین قیاس ہے۔"

"تم نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ جنگی نکتۂ نگاہ سے ہم محفوظ ترین مقام پر ہیں۔ اس مقام پر ہمیں شکست دینے کے لئے ایک پوری تربیت یافتہ بٹالین درکار ہو گی۔"

"ہم لاکھ محفوظ مقام پر سہی لیکن ہم کتنی دیر ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ تو ہے نہیں۔"

"ہم دونوں تجربے کار ہیں اور اس وقت ہمیں یہی ثابت کرنا ہے کہ اگر تدبیر' حوصلہ اور تجربہ یکجا ہو جائے تو تعداد اور اسلحے کی برتری کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

احمد رش خاموش ہو گیا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا ہے۔ محض مروتاً یا مجبوراً خاموش ہو گیا ہے۔

"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے رش!" چند لمحوں بعد میں نے دوبارہ کہا۔ "میں کسی قیمت پر یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ لوگ فرار ہو جائیں۔ میں مرنا گوارا کر لوں گا لیکن اتنی بڑی شکست منظور نہیں کروں گا۔"

"ہم میں سے ہر شخص کی جان قیمتی ہے علی! ان کے فرار سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اگر ہمارا ایک بھی

آ دمی مر گیا تو ....."

"وہ شہید ہو جائے گا" میں نے رش کی بات کاٹ دی۔
مجھے اس پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ بلا شبہ وہ ایک دہشت گرد تھا اور اندر سے بزدل تھا۔ مجھے وہ وقت یاد تھا جب اس نے فرانس میں نوری سلامی نامی الجزائری کو جان سے مار دیا تھا۔ وہی نوری سلامی جس کے میک اپ میں، میں نے کاکرڈ میں بم فٹ کئے تھے۔ اس وقت جب میں نے رش سے اس کے اس عمل پر احتجاج کیا تھا تو اس نے بڑی رعونت سے کہا تھا کہ وہ انچارج ہے اور جو چاہے گا کرے گا۔ میری نظر میں نوری سلامی کا قتل قطعی غیر ضروری تھا۔ اس وقت میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔ ظاہر ہے جو ہو گیا تھا میں اسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔

دوسروں کو اتنی بے دردی سے قتل کر دینے والا آج خوف زدہ تھا۔ اسے صرف اپنی جان کا خوف تھا اور میں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ جہاں مجھے اس پر غصہ آ رہا تھا وہیں اس بات کی خوشی بھی تھی کہ میں اسے اس حد تک خوف زدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ابھی کچھ ہی دیر قبل وہ جیکب ہیسنو کو قتل کرنے کے لئے پہاڑی سے نیچے اترا جا رہا تھا۔ وہ صرف قوت اور نفری کا گھمنڈ تھا۔ اب جبکہ وہ میرے ساتھ تنہا رہ گیا تھا تو اسے یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ کہیں جیکب ہیسنو ہم پر حملہ نہ کر دے۔

میں نے یہ سب کچھ سوچا ضرور مگر اس سے کچھ نہیں کہا میں مصلحت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ احمد رش کچھ بھی تھا مگر تنظیم کے لئے کام کر رہا تھا۔ میں اس کے طریقہ کار سے اختلاف کر سکتا تھا لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ یہودیوں کے لئے ایسے ہی درندوں کی ضرورت تھی جو انہیں چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔ جن کے دل میں ہمدردی اور انسانیت کا شائبہ تک نہ ہو۔ اگر میں رش کو نوری سلامی کا حوالہ دیتا تو ممکن تھا اس سے تکرار ہو جاتی۔ ہم دونوں مسلح تھے اور جس فطرت کا وہ مالک تھا اس کے پیشِ نظر اس کے علاوہ اور کوئی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ غصے سے بے قابو ہو کر مجھ پر ہی حملہ کر بیٹھے گا۔ ایسی صورت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہم آپس میں ٹکرا جاتے۔ نتیجہ ہم دونوں میں سے ایک کی جان کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتا جو کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"ہم سب اپنے سروں سے کفن باندھ کر نکلے ہیں رش!" میں نے کہا۔ میری پوری کوشش یہی تھی کہ اپنے لہجے پر حتی الامکان قابو ہی رکھوں "ہم شہادت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں رش! اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی شہید ہوا تو میں اس کی خوش قسمتی پر رشک کروں گا لیکن اس بات کا یقین رکھو کہ اگر ہم دونوں افراد شہید ہو گئے تب بھی وہ لوگ بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ ہمارے ساتھی انہیں بھون ڈالیں گے۔"

احمد رش یقیناً اندر ہی اندر کھولتا تھا مگر مجبور تھا، اظہار نہیں کر سکتا تھا اگر کرتا تو اس کی بزدلی کھل کر سامنے آ جاتی۔

میں نے مزید وقت ضائع کئے بغیر ایم ۱۴ رائفل ایک چٹان پر ٹکائی۔ رائفل پر برقی طاقت کی مدد سے کام کرنے والی دوربین نصب تھی۔ اس دوربین کی مدد سے تاروں کی روشنی میں بھی صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کر دیکھا تو ہر چیز انتہائی سبز رنگ کی نظر آ رہی تھی۔ میں نے دوربین ایڈجسٹ کی تو منظر صاف ہو گیا۔

"ارے!" میرے منہ سے نکلا "یہاں تو کسی قدیم شہر کے کھنڈرات دکھائی دے رہے ہیں۔"

"اس مقام کا چناؤ اسی لئے تو کیا گیا تھا" رش نے جواب دیا "کہ ایک قدیم شہر کے کھنڈرات کے علاوہ دور دور تک کسی قسم کی آبادی نہیں پائی جاتی۔"

اس منظر نے مجھے مسحور سی کر دیا ہوتا اگر دو سو گز کے فاصلے پر پہاڑی کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے تین یہودی مجھے نظر نہ آ جاتے۔ میں گن تو نہیں سکا۔ تاہم میرا اندازہ ہے کہ ان کی تعداد بیس کے قریب رہی ہوگی۔ وہ ایک قطار کی صورت میں آگے پیچھے چلتے ہوئے اوپر کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے رائفل کا رخ قطار میں سب سے پچھلے والے شخص کی طرف کیا اور دوربین میں نظر آنے والا کراس کو اس کے دل کے مقام پر فکس کرتے ہوئے رائفل کا ٹریگر دبا دیا۔ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے صرف آپریٹنگ راڈ کے آگے پیچھے ہونے کی محدود آواز ابھری۔ کوئی دھماکہ نہیں ہوا اور میں نے اس شخص کو لڑھکتے دیکھا۔ آگے چلنے والوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ ان میں سے ایک فرد کم ہو گیا ہے۔

رش نے مجھے رائفل چلاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بوکھلا کر میرے نزدیک آ گیا "کیا ہوا! تم نے کس پر گولی چلائی ہے۔ کیا اس طرف آ رہے ہیں؟"

"ذرا سا صبر کر لو رش! ابھی بتاتا ہوں" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا "اور رائفل اس یہودی کی طرف گھمائی جو قطار میں سب سے آخر میں تھا۔ ایک بار پھر رائفل سے بولٹ اور آپریٹنگ راڈ کے آپس میں ٹکرانے کی ہلکی سی دھاتی آواز ابھری اور ایک اور یہودی اپنے منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر لڑھک گیا۔

میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ بکھر گئی تھوڑی دیر قبل رش نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا منظر اس کے بالکل برعکس تھا۔ میرے ہاتھوں نے پھرتی کی۔ اب میں تیسرے یہودی کا نشانہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے بھی موت کے منہ میں پہنچا دیا لیکن شاید اس مردود کے منہ سے کوئی آواز نکل گئی تھی۔ اس لئے کہ اس کے لڑھکتے ہی میں نے یہودیوں کو منتشر ہوتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختلف چٹانوں کی آڑ میں پناہ لے لی۔

"کچھ مجھے بھی تو بتاؤ" رش نے مجھے تقریباً جھنجھوڑ ڈالا "تم کیا کر رہے ہو؟"

میں بڑے سکون سے اس کی طرف پلٹا "میں نے تین فائر کئے ہیں رش!" میں نے نہایت اطمینان سے کہا "اور ایک گولی بھی ضائع نہیں کی۔ ہمارے دشمنوں کی تعداد میں تین کی کمی ہو چکی ہے۔"

میں نے رش کے چہرے سے خوف کے بادل چھٹتے دیکھے اس کا خوف اس امید پر کم ہو گیا تھا کہ دشمن کے تین افراد مر چکے ہیں اور اب وہ حملہ آور ہونے کی ہمت مشکل سے ہی کر سکیں گے۔

خود کو کسی قدر محفوظ سمجھتے ہی اس کی فطرت عود کر آئی۔ "مارے جانے والوں میں ہیسنو بھی شامل ہے؟" اس نے فوراً ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے ان تینوں میں سے کوئی بھی ہیسنو نہیں تھا" میں نے کہا "بلکہ وہ تینوں ہی میرے لئے اجنبی تھے۔"

"وہ کس مقام پر تھے؟" اس نے بے صبری سے کہا "میرا مطلب ہے کیا وہ کاکرڈ کے قریب ہی تھے؟"

"نہیں، وہ ہم پر حملہ کرنے کے ارادے سے اس طرف آ رہے تھے۔ جن تین یہودیوں کو میں نے ٹھکانے لگایا ہے وہ سب سے پیچھے تھے۔"

"تم سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے" رش مضطربانہ انداز میں بولا "تمہیں چاہئے تھا کہ سب سے آگے موجود فرد کو سب سے پہلے نشانہ بنانے کی کوشش کرتے۔"

"یہ تو کھلی ہوئی حماقت ہوتی۔ اس طرح صرف ایک ہی شخص مرتا جبکہ میں نے تین یہودی شکار کر لئے ہیں۔"

"اوہ! تم سمجھے نہیں" رش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ جیکب ہیسنو خود انہیں لیڈ کر رہا ہوگا۔"

میں نے رش کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ اس کے اعصاب پر ہیسنو سوار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہیسنو کے اعصاب پر بھی رش اسی طرح سوار ہوگا۔

"اگر ہماری اس مہم کا مقصد صرف جیکب ہیسنو کو ٹھکانے لگانا ہوتا تو یقیناً میں نے اسے ٹھکانے لگا دیا ہوتا لیکن تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے۔"

"وہ ایل آل ایئر لائنز کا چیف سیکورٹی آفیسر ہے" رش نے جھنجھلاہٹ سے لہجے میں کہا "اس کے مرتے ہی ان کے حوصلے پست ہو جاتے۔"

"اگر اس بات کا شائبہ بھی ہوتا تو میں نے یہی کیا ہوتا لیکن یاد رکھو کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ باقاعدہ تربیت یافتہ لوگ تھا۔ ہیسنو

کی موت کے بعد اس کا کوئی ماتحت اس کی جگہ لے لیتا۔ انہیں تو زندگی اور موت کی جنگ کرنی ہے۔ اس خیال میں مت رہنا کہ وہ ہتھیار پھینک دیں گے۔"

"خیر اس بحث کو چھوڑو، یہ بات تو بہرحال ثابت ہو گئی کہ وہ فرار ہونے کی کوشش نہیں کر رہے۔"

"اور یہ کہ میں نے ان کے تین آدمی مار کر باقاعدہ جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔"

"تم پھسنو سے واقف نہیں ہو۔ اب تک اسے اندازہ ہو چکا ہو گا کہ ہم ان سے کمزور پڑ رہے ہیں" رش نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا، ان کے تین آدمی مر گئے اور کمزور بھی ہم پڑ رہے ہیں؟"

"ان کے تین آدمی ضرور مر گئے مگر انہیں اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ فائر کرنے والا ایک ہی تھا۔ اس کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا کیا دشوار ہو گا کہ یہاں جو بھی ہے اکیلا ہی ہے ورنہ اور لوگ بھی فائر کرتے۔"

"نتیجہ تو کچھ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن اس کے مطابق عمل کرنا آسان نہیں ہو گا۔ اسے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ ہماری پوزیشن بہت محفوظ ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے" رش نے چونکاتے ہوئے کہا "کیا اب وہ اس طرف آنے کی ہمت نہیں کریں گے؟"

"میں نے کہا نا کہ اگر انہوں نے اس طرف آنے کی کوشش کی تو ہمیں اپنے استقبال کے لئے پوری طرح تیار پائیں گے۔ میں اکیلا ہی ان کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو سکتا ہوں" میں نے متفاخرانہ لہجے میں کہا۔

رش محض ایک لمحے کے لئے مطمئن ہوا پھر اس پر دوبارہ خوف غالب آنے لگا "یہ بھی تو سوچو کہ ان کے پاس وافر اسلحہ موجود ہے، پھر آخر انہوں نے اب تک ایک بھی گولی کیوں نہیں چلائی۔ آخر وہ کس چکر میں ہیں؟"

"ضروری تو نہیں کہ میں صحیح نتیجہ اخذ کر لوں۔ بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایمونیشن ضائع کرنے کے موڈ میں نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کر دینا چاہتے ہوں" میں نے ایک بار پھر رائفل پر لگی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگائی۔ پہاڑی پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بہت فاصلے پر کانکرڈ کی چونچ اور لٹکے پہیے زمین میں دھنسے نظر آ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر کسی ایسی ہیبت ناک مخلوق کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا جسے گھٹنوں کے بل جھکنے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ پہاڑیوں پر مسلط سناٹے میں ابھرنے والی واحد آواز کانکرڈ کے ان چار رولس رائس اولمپس انجنوں کی تھی جو کانکرڈ میں کولنگ کر رہے تھے۔

کانکرڈ کی کیبن لائٹس روشن نظر آ رہی تھیں۔ شاید پکو ابھی تک جہاز کے اندر ہی موجود تھا۔ کچھ مسافر جہاز کے گرد پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر جاتے نظر آ رہے تھے۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائیں اور کیا کریں حالانکہ میرے خیال کے مطابق یہ ممکن نہیں تھا کہ انہیں ہدایات نہ دی گئی ہوں۔

اچانک ایک دریائی پرندہ تیز آواز بلند کرتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزرا اور رش کے علاوہ میں بھی بری طرح چونک پڑا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سفید رنگ کے پرندوں کا ایک غول ہمارے سروں پر سے گزر رہا تھا۔ پہلے پرندے کے آواز نکالنے کے بعد وہ سب باری باری آوازیں نکال رہے تھے۔ شاید وہ یہاں روز آتے تھے اور آج انسانی قدموں کی سرگرمیاں دیکھ کر اظہار حیرت کر رہے تھے۔

"کیا پوزیشن ہے علی؟" رش نے پوچھا۔ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی جو ظاہر ہے اس کے اندرونی خوف کی غماز تھی۔

"کانکرڈ کے گرد جہاز کے کچھ مسافر پریشان گھومتے دکھائی دے رہے ہیں" میں نے کہا "باقی ہر طرف سناٹا ہے۔"

رش رائفل کی طرف بڑھا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا تاکہ وہ خود دوربین سے منظر دیکھ سکے۔

"کانکرڈ رائفل کے رینج سے باہر ہے رش!" میں نے تنبیہی انداز میں کہا "اگر تمہیں جیکب پھسنو بھی دکھائی دے تو اس پر بھی فائر مت کرنا۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ رش میری ہدایت پر عمل کرے گا اس لئے میں اس کے نزدیک ہی موجود رہا اگر وہ ٹریگر پر انگلی رکھتا تو میں اسے روک دیتا لیکن شاید اسے پھسنو دکھائی نہیں دیا۔

کچھ دیر دوربین کی مدد سے جائزہ لینے کے بعد رش میری طرف متوجہ ہو گیا "ان کے درمیان تو واقعی بڑی بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔"

"یہ جہاز کے عام مسافر ہیں رش! خاص لوگوں نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو تھی جس کا انہوں نے بھی بھگت لیا۔ ذرا میں ایک بار پھر جائزہ لوں" میں لیٹ کر نصب دوربین پر جھک گیا۔ میں نے نشیب کی جانب دوڑائی۔ تینوں یہودی اسی مقام پر پڑے نظر آئے جہاں میں نے انہیں گرایا تھا۔ ان کے نزدیک دو اے کے ۴۷ خودکار رائفلیں بھی پڑی نظر آ رہی تھیں۔

"سنو رش!" میں نے دوربین سے آنکھ ہٹاتے ہوئے کہا "جن یہودیوں کو میں نے نشانہ بنایا تھا ان کے نزدیک ان کی خودکار رائفلیں بھی موجود ہیں۔"

"اچھا" رش نے احمقانہ انداز میں کہا "پھر ہمیں کیا

کرنا چاہیے؟"

"اگر کسی طرح ہم وہ رائفلیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ذرا سوچو کہ ہمارا محاذ کس قدر مضبوط ہو جائے گا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے" اس نے تائید کی "مگر ہم وہ رائفلیں کس طرح حاصل کر سکیں گے؟"

"تم ایم ۱۶ سنبھالو اور مجھے کور دیتے رہو۔ میں نیچے جا کر وہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اکیلا جاؤ گے... لیکن یہ تو خطرناک ہو گا... اور پھر میں یہاں اکیلا رہ جاؤں گا۔"

"میری تو پروا ہی مت کرو۔ میرے لئے تو تمہارا اسمتھ اینڈ ویسن اعتبار سے وہ وہی کافی رہے گا۔"

"یہ" رش نے حیرت سے کہا "یہ تو ایک کھلونے کی مانند ہے۔ کیوں خود کو خطرات میں ڈال رہے ہو؟"

"اس پر لگا ہوا سائلنسر اسے بہت مہلک بنا رہا ہے جی! اور میری تو فکر ہی مت کرو۔ خطرات سے کھیلنے میں مجھے بڑا لطف آتا ہے۔ بس تم مجھے کور دیتے رہنا۔"

میں نے دوسری طرف ڈھلان پر اترنے سے قبل بڑی نزدیک سے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ کہیں کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے میں تیزی سے دوسری طرف اتر گیا اور اس کے بعد میں نے ایک چٹان کی آڑ لے لی۔ چند لمحے سانس لینے کے بعد میں تیزی سے دوڑتا ہوا دوسری چٹان تک پہنچ گیا اور اس کے بعد میرا نیچے اترنے کا سفر ایک طرح شروع ہو گیا۔ اس طرح دوڑنے کے دوران مجھے یہ اندازہ ہوا کہ جنہیں میں چٹانیں سمجھ رہا تھا وہ تو دراصل خشک مٹی کے بڑے بڑے تودے تھے جو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑی کے اوپر سے ٹوٹ کر نیچے لڑھک آئے ہیں۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ بھاگ دوڑ کے دوران میرے پیروں سے مٹی کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے ہیں۔ اس کا سبب تھا کہ دشمن اگر حملہ کرتا تو اسے دوہری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایک تو اسے ہماری طرف سے چلائی جانے والی گولیوں سے بچنا پڑتا دوسرے مٹی کے ان تودوں سے ٹوٹ کر گرنے والے ٹکڑے ان کے آزادانہ اوپر چڑھنے کی راہ میں حائل ہوتے۔ گویا میں اور رش غیر معمولی طور پر محفوظ محاذ پر تھے۔

اندھیرے میں دور تک دیکھنا مشکل تھا۔ تاہم میں نے کوشش کی تھی کہ سیدھا اس مقام تک پہنچ جاؤں جہاں تینوں یہودیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ اس مقام کی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ وہاں مٹی کے تودوں کی شکل کسی کشتی کے بادبان سے ملتی جلتی تھی۔ میں نے ایک مقام پر رک کر وہ جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں مجھے پہنچنا تھا مگر تاریکی میری راہ میں مزاحم تھی۔

میں نے دوبارہ نیچے اترنا شروع کر دیا۔ رش یقیناً مجھے دیکھ رہا ہو گا۔ اس کے اعصاب کمزور تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ اس نے بڑی بڑی مہمات کس طرح سر کی ہوں گی۔ اسرائیلیوں کے لئے وہ ایک ہوا تھا اور اس کی وجہ غالباً صرف یہ تھی کہ وہ جذبہ رحم سے ناآشنا تھا۔ سفاکی کے معاملے میں اس نے یہودیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی بڑے بڑے سورماؤں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔ اسرائیلی سیکرٹ سروس موساد کا سربراہ اس کا جانی دشمن تھا اور اسے ختم کرنے کی کوشش میں متعدد بار ناکام ہو چکا تھا۔ رش اسرائیلیوں کی قید میں بھی رہ چکا تھا اور اس کے کارناموں میں ایک یہ بھی کارنامہ شامل تھا کہ وہ ان کی قید سے فرار ہو گیا تھا قید کے دوران کبھی جیکب پھسنو نے احمد رش کو ایک تھپڑ مار دیا تھا جس کی وجہ سے رش اب اس کی جان لینے کے درپے ہو رہا تھا۔ اس کا یہ جذبہ پاگل پن کی حد تک بڑھا ہوا تھا۔ یہ امکان تھا کہ اگر پھسنو اسے نظر آ گیا تو وہ ہر بات سے بے پروا ہو کر اس پر فائر کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ شاید وہ یہ بات بھی نظر انداز کر دے کہ اس کی اس حرکت سے میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

میں ہر بات سے واقف ہونے کے باوجود نیچے اترنے کا خطرہ مول لینے کے لئے مجبور تھا۔ یہودیوں کو شکست دینے کے لئے یہ ضروری تھا۔ احمد رش کو اس لئے نیچے نہیں بھیجا جا سکتا تھا کہ اس کے اعصاب کم از کم میرے نزدیک ناقابل اعتبار تھے۔ اس کے علاوہ مجھے ان فلسطینیوں کی طرف سے بھی خطرہ لاحق تھا جنہیں میں نے دوسرے دو مقامات پر متعین کیا تھا۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ میں نیچے اترا ہوں اگر اس دوران ان کے اور اسرائیلیوں کے درمیان کوئی تصادم ہو جاتا تو وہ بے دریغ فائرنگ کرتے اور مجھے فائرنگ بند ہونے تک کسی مناسب مقام پر پناہ گزیں رہنا پڑتا۔

لیکن اس کا امکان بہت کم تھا اور اسلحہ بہرحال ہماری ضرورت تھا جس کی خاطر میں تمام خطرات مول لینے پر مجبور تھا۔ میری دشواریوں میں پہاڑی کے پیچیدہ راستوں کی وجہ سے اور اضافہ ہو رہا تھا۔ کافی کوشش کے باوجود میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کس مقام پر پہنچنا ہے۔

اچانک میں نے کوئی آواز سنی اور میں بڑی پھرتی سے ایک چٹان سے چپک گیا۔ میری سماعت نے دھوکا نہیں کھایا تھا۔ یقیناً وہ کوئی آواز تھی۔ کوئی انسانی آواز... جسے کراہ سے مشابہ بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔ کسی نے کچھ کہا تھا مگر الفاظ اور مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ سکے تھے۔

میں سانس روکے منتظر کھڑا رہا۔ احمد رش کا سائلنسر لگا ہوا اسمتھ اینڈ ویسن میرے ہاتھ میں تھا اور میں لمحاتی نوٹس پر فائر کرنے کو تیار تھا۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہی آواز دوبارہ ابھری تھی۔ اس بار میں نے آواز صاف سنی تھی "میں

یہاں ہوں" کسی نے عبرانی میں کہا تھا۔ آواز بہت نحیف تھی اور یقیناً زیادہ دور تک نہیں جا سکی ہوگی۔

میرا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا پھر میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا "میں آرہا ہوں" میں نے بھی عبرانی میں کہا مگر اپنی آواز زیادہ بلند نہیں ہونے دی۔ میں اب پہلے سے بھی زیادہ چوکنا ہوگیا تھا۔

"میں یہاں ہوں" نحیف آواز پھر ابھری "میں زخمی ہوں۔"

مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کسی قسم کا جال نہیں ہے۔ وہ شخص واقعی زخمی معلوم ہوتا تھا۔ آواز سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں نے آواز کی سمت کا تعین بھی کرلیا تھا۔

"میں آرہا ہوں" میں نے اپنی بات دہرائی اور رینگتا ہوا اس تنگ راستے میں داخل ہوگیا جس سے آواز آئی تھی۔ مجھے زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ راستے کا اختتام جس مقام پر ہوا تھا وہی میری مطلوبہ جگہ تھی۔ یہاں ٹیلے اس ترتیب سے ابھرے ہوئے تھے کہ انہیں دیکھ کر کسی کشتی کے بادبان کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ یہیں میری گولیوں کا شکار ہونے والے تینوں افراد گرے تھے اور ستے چاند کی مدھم روشنی میں مجھے وہ نظر بھی آگئے لیکن ان میں سے ایک زندہ تھا اور مجھے دیکھ کر اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی تھی اس کی اے کے ۴۷ رائفل اس کے ہاتھ سے نکلی ہوئی تھی۔

میں نے ایک لمحے صورت حال پر غور کیا۔ وہ اعتبار سے وہ دو کی رینج سے باہر تھا اگر میں اس پر گولی چلاتا تو ممکن ہے اس پر چلائی ہوئی گولی کارگر نہ ہوتی لیکن اگر وہ جوابی فائرنگ کر بیٹھتا تو اے کے ۴۷ کی آواز میلوں دور تک سنی جاتی۔ اس کے ساتھی اس مقام پر بلہ بول دیتے اور میرے لئے اپنی جان تک بچانا مشکل ہو جاتا۔ ایک فوقیت مجھے بہرحال حاصل تھی اور وہ یہ کہ میرے جسم پر فلسطینیوں کا مخصوص لباس نہیں تھا۔

میں نے پستول جیب میں ڈالا اور اٹھ کر تیزی سے زخمی کی طرف بڑھا۔ یہ وہی شخص تھا جو میری تیسری گولی کا شکار ہوا تھا اگر گولی بالکل درست نشانے پر لگی ہوتی تو وہ آواز نکال کر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار نہ کرسکا ہوتا۔

ابھی میں زخمی سے بیس فٹ کے فاصلے پر ہی تھا کہ اسے مجھ پر شبہ ہوگیا "کون ہو تم؟" اس نے عبرانی میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے رائفل بھی سیدھی کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ زخمی تھا، مجھ سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اپنی رفتار کم کئے بغیر جیب سے پستول نکالا اور قبل اس کے کہ وہ اپنی رائفل سیدھی کرپاتا میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی اسے چاٹ گئی۔

میں نے تیزی سے تینوں اے کے ۴۷ کمیں، ایمونیشن اٹھایا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ میرے پاس خاصا

وزن ہوگیا تھا لیکن اس وزن کو لے کر اوپر تک پہنچنا میرے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ میری چھٹی حس نے کسی خطرے کا اعلان کیا۔ میں اپنی چھٹی حس کے اس سگنل کو نظرانداز نہیں کرسکتا تھا مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خطرے کی نوعیت کیا ہے اور کس سمت سے خطرہ درپیش ہے۔ رک کر جائزہ لینے سے خطرات میں اضافہ ہوسکتا تھا۔ اس لئے میں بڑی پھرتی سے ایک ٹیلے کی طرف جھپٹا۔ میرا بروقت حرکت میں آنا اور برق رفتاری میرے کام آگئی۔ عین اسی وقت فضا گولیوں کے پے درپے دھماکوں سے لرز اٹھی تھی۔ جس مقام سے میں نے حرکت کی تھی۔ گولیاں اسی مقام پر ٹکرائی تھیں مٹی کے تودوں سے بہت ریزے اڑ کر فضا میں بکھر گئے مگر خدا نے مجھے بچالیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھری۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ دشمن کس طرف ہے۔ میں ایک ٹیلے کی آڑ لے کر کھڑا ہوچکا تھا۔ اگلے ہی لمحے میں نے آٹومیٹک اے کے ۴۷ سنبھالی اور خود کو جوابی فائرنگ کرنے کے لئے تیار کرلیا مگر اس سے پہلے ہی وہ ٹیلہ فائرنگ کی زد میں آگیا جس کے عقب میں میں موجود تھا۔ بیک وقت متواتر فائرنگ کی وحشت ناک آوازوں سے گونج رہی تھیں اور میں چٹانوں کے عقب میں مزید دبک جانے پر مجبور ہوگیا تھا۔ وہ لوگ مجھے اس ٹیلے کے عقب میں چھپتے ہوئے دیکھ چکے تھے اور اب وہ ہر قیمت پر مجھے شکار کرنا چاہتے تھے۔ گولیوں سے اڑنے والی مٹی کے ریزے اور ٹکڑے اڑ اڑ کر مجھ پر گر رہے تھے۔

چند منٹ بعد فائرنگ رک گئی۔ اس دوران میں میں لائحہ عمل طے کرچکا تھا۔ فائرنگ رکتے ہی میں چٹان کی آڑ سے ذرا سا باہر نکلا اور میں نے اے کے ۴۷ کا برسٹ فائر کردیا۔ میں نے پورا برسٹ اس جانب مارا تھا جس جانب سے مجھ پر فائرنگ کی جاتی رہی تھی۔ مجھ پر فائرنگ کرنے والے دبک جانے پر مجبور ہوگئے تھے۔ تیس راؤنڈ کا برسٹ مارنے کے دوران میں نے اپنی پوزیشن بھی تبدیل کرلی تھی۔ میں ایک دوسرے ٹیلے کی آڑ میں تھا۔ اس ٹیلے کی آڑ میں میں رکا نہیں بلکہ میں تیزی سے دوڑ کر اس تنگ راستے تک پہنچ گیا جس سے گزر کر اس طرف آیا تھا۔ اسی وقت فائرنگ شروع ہوگئی۔ وہ لوگ اب بھی اسی ٹیلے پر فائرنگ کر رہے تھے جس کے عقب میں میں نے پہلی بار پناہ لی تھی۔ گولیوں کے کان پھاڑ دینے والے دھماکوں کے دوران میں نے جلدی جلدی تنگ راستہ عبور کیا۔ مجھے تھوڑی دیر کے لئے تو میں محفوظ ہوگیا ہوں اگر وہ لوگ طور پر بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتے تب بھی انہیں مجھ تک پہنچنے کے لئے وقت درکار ہوتا اور میں اس تھوڑی سی مہلت سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے موڈ میں تھا۔

میں زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ مجھے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ میرے رکنے کا باعث گولیوں کی وہ نئی آوازیں تھیں جو پہلی آواز میں شامل ہوگئی تھیں۔ یہ یوزی سب مشین گن کی آوازیں تھیں اور میں نے اس آواز کو صرف پہچان لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ فلسطینیوں کا وہ گروپ جس کے پاس سب مشین گن تھی۔ اس جنگ میں شریک ہوگیا ہے۔ یقیناً اس نے یہودیوں پر عقب سے حملہ کیا ہوگا۔

میں ان لوگوں کی حماقت پر ماتم کرنے کو زیادہ دیر نہیں رکا۔ انہوں نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کی تھی اور اب نتائج کے ذمہ دار بھی وہی تھے۔ میں ان لوگوں سے بہت تنگ تھا۔ ان میں جذبہ جہاد کچھ زیادہ ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس حد تک کہ وہ عقل و خرد کا دامن بھی ہاتھوں سے چھوڑ بیٹھے تھے۔ پہاڑیوں میں فائرنگ ہوتے دیکھ کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے تھے اور خود بھی جنگ میں کود پڑے۔ انجام سے بے پروا ہو کر...... یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ یہاں کی پوزیشن سے لاعلم ہیں۔ ان کی اس حماقت سے انہیں خود بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لیکن ان کی یہ حماقت میرے لئے تو فائدہ مند ہی ثابت ہوئی تھی۔ میں پوری طرح محفوظ ہوگیا تھا۔ اب فائرنگ کا رخ بدل گیا تھا۔ اس نئی افتاد پر یہودی یقیناً بوکھلا گئے ہوں گے اور اس امکان پر غور کر رہے ہوں گے کہ ہم نے انہیں گھیرنے کے لئے کوئی چال چلی ہے۔

کچھ دیر بعد فائرنگ بالکل ہی تھم گئی۔ فضا پر مہیب سناٹا چھا گیا تھا۔ اتنی دیر فائرنگ کے بعد یہ سناٹا بھی عجیب سا معلوم ہو رہا تھا۔ مرتعش مرتعش سا سناٹا...... کانوں میں سیٹیاں سی بجتی محسوس ہو رہی تھیں مگر میں رکے بغیر اوپر کی طرف بڑھتا رہا۔

"چلے آؤ علی!" کافی فاصلے سے ہی میں نے رش کی آواز سنی "تمہارے ساتھیوں نے انہیں بروقت الجھالیا تھا۔ تمہیں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اور تم کیا کر رہے تھے؟" میں نے اوپر پہنچتے ہی اس سے سوال کیا۔

"وہ بہت محتاط تھے علی!" رش نے جواب دیا "میں نے کوشش کی تھی مگر کوئی بھی میری زد میں نہیں آیا۔"

"بس میری قسمت ہی اچھی تھی کہ بچ کر نکل آیا" میں نے رائفلیں زمین پر ڈالتے ہوئے کہا "ورنہ اس کا امکان معدوم تھا۔"

"مجھے خود یقین نہیں آرہا" رش بولا "اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ خدا کو تمہاری زندگی منظور تھی۔"

"مگر تمہیں جو ذمے داری میں سونپ کر گیا تھا تم اسے پورا کرنے میں ناکام رہے۔"

"یقین کرو انہوں نے مجھے ایک بھی موقع نہیں دیا ورنہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں انہیں بخشتا؟"

رش ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی موقع نہیں ملا ہوگا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کشت و خون کا کوئی موقع ضائع کردے وہ تو ایسے مواقع کی تاک میں رہنے والا شخص تھا۔

"وہ بڑے منظم طریقے سے اس مقام کی طرف بڑھے تھے" رش کہہ رہا تھا "ایک ایک کرکے اور مختلف چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے...... تم خود ہی بتاؤ ایسے میں فائر کرنا گولیاں ضائع کرنے کے مترادف نہ ہوتا؟"

"میں تمہاری بات مانتا ہوں لیکن عین اس وقت جب میں اس طرف جارہا تھا، وہ لوگ بھی ادھر جارہے تھے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا؟"

"میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ہوا ہوگا" رش نے کہا "ایک تو رات کی تاریکی میں دور تک دیکھنا ممکن نہیں ہے دوسرے تم بہت زیادہ محتاط تھے۔"

"اسی لئے تو میں ان کے وہاں عین وقت پر پہنچنے پر حیران ہو رہا ہوں۔"

"ہمسو بہت مردود آدمی ہے۔ جب تک ان کے درمیان وہ موجود ہے۔ ہمارے لئے مشکلات پیدا کرتا ہی رہے گا۔"

"بات کسی فرد واحد کی نہیں ہے رش! یہ خاصا تشویشناک معاملہ ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا پڑے گا۔"

"میرے پاس غور کرنے کے لئے وقت نہیں ہے" رش منہ بناکر بولا "میں تو اسی مردود کو ہربات کا ذمے دار سمجھتا ہوں۔ تمہارا جو جی چاہے غور کرتے رہو۔"

"مجھے اس کی ایک ہی صورت ممکن نظر آتی ہے" میں نے کہا "وہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے آئے ہوں گے۔"

"اور ٹھیک اسی وقت وہاں پہنچے جب تم وہاں سے رائفلیں اٹھا کر واپس آرہے تھے" رش کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"اسے محض اتفاق قرار دیا جاسکتا ہے اگر تم اس واقعے کی اور توجیہہ کرسکو تو میں اس سے صرف نظر نہیں کروں گا۔"

"اپنے ساتھیوں کی لاشیں انہیں اتنی ہی عزیز ہوتیں تو پہلے ہی لے گئے ہوتے بعد میں واپس آنے کی کیا تک تھی؟"

"ان پر بے آواز فائر ہوئے تھے۔ جس نے انہیں بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ یقیناً اپنی جانیں بچا کر وہاں سے بڑی افراتفری میں فرار ہوئے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھے ہوں کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔"

"ان کے پاس اسلحے کی کمی تو نہیں تھی...... کیا وہ جوابی

فائرنگ بھی نہیں کر سکتے تھے؟"

"صرف ہوائی فائرنگ کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان پر کس سمت سے حملہ کیا گیا ہے۔ ان کے تین آدمی مارے گئے تھے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے وہ خاموشی سے پسپا ہو گئے اور تم نے دیکھا کہ جب وہ دوبارہ اس طرف آئے تو کس قدر منظم طریقے سے آئے۔ تمہیں ایک گولی چلانے کا بھی موقع نہیں ملا۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا" رش نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "اس پر بحث کرنے سے تو کچھ حاصل ہو نہیں سکتا۔"

"جب تک ہر پہلو پر نظر نہ رکھی جائے' اچھی جنگی حکمت عملی ترتیب نہیں دی جا سکتی"

"پہلوؤں پر تم ہی نظر رکھو' تم انچارج ہو' یہ سب کچھ سوچنا تمہارا کام ہے۔ میں کیوں اپنا مغز کھپاؤں" رش نے ایک رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم آخر میرے نائب ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سے مشورہ نہیں کروں گا تو اور کس سے کروں گا؟"

"تم نے واقعی کمال کر دیا علی!" رش نے شاید میری بات سنی ہی نہیں تھی "رائفلوں کے ساتھ کافی بانا کلپ بھی ہیں۔ اب ہماری پوزیشن خاصی مستحکم ہو گئی ہے۔"

اچانک میں نے محسوس کیا کہ عقب سے کوئی اوپر چڑھ رہا ہے۔ میں تیزی سے پلٹا۔ ایک فلسطینی فدائی اوپر آ رہا تھا۔ رش بھی مڑ کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ یہاں کیوں آ رہا ہے؟" احمد رش نے کہا "جب ان لوگوں کو دوسرے محاذ پر تعینات کیا گیا تھا تو انہیں وہیں رہنا چاہئے تھا"

"ایک غلطی تو یہ پہلے بھی کر چکے ہیں۔ انہوں نے پہاڑیوں میں بلا جواز فائرنگ کی تھی" میں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اسی غلطی کی وجہ سے تم وہاں سے اتنی آسانی سے نکلنے میں کامیاب ہوئے ورنہ شاید وہ تمہیں گھیر لیتے"

"مجھے اس سے کوئی بحث نہیں کہ غلطی سے کیا فائدہ ہوا تم تو ظاہری فائدے کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا ہے"

"نقصان تو اس وقت ثابت ہو گا جب ہمارے کسی آدمی کا جانی نقصان ثابت ہو جائے" رش نے کہا اور میں غصے سے کھول اٹھا۔

"تمہاری نظر میں صرف جانی نقصان ہی اہمیت رکھتا ہے حالانکہ انہوں نے میری ترتیب دی ہوئی پوری جنگی حکمت عملی تباہ کر کے رکھ دی ہے"

"کسی کو کیا معلوم کہ تم نے کیا جنگی حکمت عملی ترتیب دی ہے۔ وہ بے چارے تو ایک طرف رہے' خود مجھے بھی یہ معلوم کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو"

احمد رش سے بات کرنا تقریباً فضول ہی ثابت ہو تا تھا۔ ہمیشہ اونڈھی سیدھی باتیں کرتا تھا۔ اس کے اور میرے سوچنے کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ہمارے درمیان کوئی مماثلت نہیں تھی۔ اب میں اس کے ساتھ مجبوراً تو مجھے کسی نہ کسی طرح گزارا کرنا تھا۔

میں نظریں جمائے اس فلسطینی کو دیکھتا رہا جو ہماری طرف آ رہا تھا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہوئی تھی ورنہ وہ محاذ پر کر نہ آتا۔

وہ ہمارے نزدیک پہنچا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کا صبیح تھا اور میں نے اسے دریائے فرات کی سمت والے محاذ کا کمانڈر مقرر کیا تھا۔

"کیا بات ہے صبیح؟" میں نے اس سے کہا "تمہارا یہاں آنا ظاہر کرتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے"

وہ چند لمحے اپنی بے ترتیب سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتا رہا' پھر بولا "ہمیں آپ لوگوں کی طرف سے تشویش تھی جناب! یہاں بہت شدید فائرنگ ہوئی تھی۔ آپ بچے اترے تھے؟"

"تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہم محفوظ ہیں" میں نے کہا "لیکن کیا تم صرف ہماری خیریت معلوم کرنے آئے تھے؟"

"ہمارے دو آدمی زخمی ہو گئے ہیں جناب" صبیح نے ہچکچاتے ہوئے کہا "انہیں ابتدائی طبی امداد دے دی گئی ہے لیکن......" وہ رک گیا۔

"تم رک کیوں گئے صبیح؟" میں نے بے صبری سے کہا "جو کچھ بھی ہے جلدی سے کہہ ڈالو"

"ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے جناب! ہمارے پاس موجود طبی اشیاء ناکافی ہیں اگر رات یونہی گزر گئی تو..."

"انہیں فوراً کسی بھی نزدیکی قصبے کی طرف روانہ کر دو جہاں انہیں مناسب طبی امداد مل سکے۔ ہمارے پاس گاڑیاں موجود ہیں۔ اپنے کسی آدمی کے ساتھ انہیں روانہ کر دو"

"اس طرح تو ہماری پوزیشن بہت کمزور ہو جائے گی جناب! تینوں محاذوں کے لئے ہماری تعداد بھی کم ہے اور اسلحہ بھی اس قدر ناکافی ہے کہ......"

"تعداد اور اسلحے کی پرواہ مت کرو۔ وقت آنے پر ہمارا ایک ایک آدمی ان سب کے لئے بہت کافی ثابت ہو سکتا ہے" میں نے خونخوار انداز میں کہا "جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو"

"بہت بہتر جناب!" صبیح نے کہا "آپ کی ہدایت پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے" وہ واپس جانے کے لئے مڑا

"صبیح" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔

"میں نے تمہیں واضح ہدایات دی تھیں لیکن اس کے باوجود تم نے اپنے آدمیوں کو جنگ میں جھونک کر میرے واضح احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جب تک ان میں سے کوئی تمہاری طرف سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے تم کوئی عملی قدم نہیں اٹھاؤ گے؟"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں جناب" صبیح نے سر جھکا کر کہا "لیکن میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا؟"

"تمہارے پاس وضاحت کا پورا موقع ہے صبیح؟" میں نے نرم لہجے میں کہا "تم کہو' میں سن رہا ہوں"

"مجھے یہ بات معلوم تھی جناب کہ اگر اسرائیلیوں کی طرف سے کوئی پیش قدمی کی گئی تو آپ ہی کی جانب سے کی جائے گی اور آپ کے پاس ایک رائفل اور ایک پستول کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اسرائیلیوں سے بھی صرف دو ہی امیدیں تھیں یا تو وہ دریائے فرات والی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کرتے یا پھر آپ والے محاذ پر حملہ کرتے۔ جب ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی اور ایک مختلف مقام پر فائرنگ شروع ہوئی تو میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ ظاہر ہے وہ لوگ آپس میں تو نہیں لڑ سکتے تھے اور نہ ہی ہوائی فائرنگ کرنے کی حماقت کر سکتے تھے اس کا مطلب یہی تھا کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں آپ جیسے ان لوگوں نے گھیر لیا ہے۔ فائرنگ کے انداز سے بھی یہی معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے انہوں نے کسی کو ایک جگہ گھیر لیا ہو۔ بس یہ خیال آتے ہی مجھ پر دیوانگی سی طاری ہو گئی اور میں سوچنے لگا کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک گھر گیا ہے۔"

صبیح کے مدلل تجزیے نے مجھے حیران کر دیا۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ ایک جذباتی اقدام تھا لیکن جس طرح اس نے تجزیہ کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ ان کا اٹھایا ہوا یہ اقدام حالات کے تحت بہت ضروری تھا اگر اس کی جگہ خود میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا لیکن میں نے اپنے ان خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ میں اسے مزید ٹٹولنا چاہتا تھا۔

"محاذ جنگ پر احکامات کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو؟"

"ہم کوئی باقاعدہ تربیت یافتہ فوجی نہیں ہیں جناب! ہم تو فدائی ہیں اور جس قسم کی جنگیں ہمیں لڑنی پڑتی ہیں ان میں بعض اوقات ہمیں احکامات سے تجاوز بھی کرنا پڑتا ہے...... اس کے باوجود اگر میں نے آپ کی حکم عدولی کر کے کوئی بڑی غلطی کر دی ہے تو میں اس پر نہ صرف نادم ہوں بلکہ معافی کا خواستگار ہوں"

"تم ایک جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہو۔ تم نے جو کچھ بھی کیا' حالات کے تحت اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں"

"اس عزت افزائی کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب!" صبیح نے کہا

"شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم جاؤ اور زخمیوں کو روانہ کرنے کے بعد مزید ہدایات لینے کے لئے واپس آؤ...... اور ہاں یہ رائفلیں اور میگزین بھی ساتھ ہی لیتے جاؤ؟ شاید تمہارے آدمیوں کو ان کی ضرورت پڑ جائے" میں نے دو رائفلیں اور ان کے چند فالتو کلپ صبیح کی طرف بڑھائے۔

"اور اگر ہمیں یہاں ضرورت پڑ گئی تو کیا ہو گا؟" صبیح کے جاتے ہی احمد رش نے کہا۔

"ہمارے پاس ایک ایم سولہ بھی تو موجود ہے۔ ہم دو آدمی ایک وقت میں دو رائفلیں ہی استعمال کر سکتے ہیں اور ہمارے پاس دو رائفلیں ہیں۔ مزید اسلحے کی کیا ضرورت ہے؟"

"برا وقت کہہ کر نہیں آتا" رش نے کہا "شاید کوئی ضرورت پڑ ہی جائے"

میں نے اس کی بے تکی بات کے جواب میں خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا مگر اس نے میرے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ "کیا خیال ہے اگر ہم اپنی پوری قوت مجتمع کر کے ان پر خود ہی حملہ کر دیں؟"

عجیب آدمی تھا' ایک ہی لمحہ قبل اسلحے کی کمی کا رونا رو رہا تھا اور اب ان پر حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کر بیٹھا تھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن اسرائیلیوں کو بے خبر مت سمجھنا۔ وہ پوری طرح تیار بیٹھے ہوں گے"

اس کا رد عمل میری توقع کے مطابق ظاہر ہوا "میں نے تو صرف ایک تجویز پیش کی تھی۔ فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے تم انچارج ہو۔"

"ہر اچھی تجویز پر عمل ہونا چاہئے" میں نے دھیمے سے مسکرا کر کہا مگر اندھیرے میں وہ مجھے مسکراتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا۔

"تم ایک بات کو نظر انداز کر رہے ہو" اس نے جلدی سے کہا "پیسنر نے خود ہم سے مقابلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی"

"تمہارا خیال غلط ہے...... میں نے یہ بات ہرگز نظر انداز نہیں کی...... مجھے یاد ہے' اس نے بکر سے یہی کہا تھا کہ وہ زمین پر ہم سے مقابلہ کر سکے گا"

"تم نے شاید غور نہیں کیا کہ اس کے ان الفاظ کا کیا مطلب تھا؟" خود کو خطرے میں دیکھ کر اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔

"یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے۔ اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے" میں نے اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا "وہ ہاتھ پیر ہلائے بغیر مرنا پسند نہیں کرتا"

"تم سمجھے نہیں" رش نے بوکھلا کر کہا "اگر اس کے پاس کافی قوت موجود نہ ہوتی تو ہرگز ایسی خواہش ظاہر نہ کرتا"

"اس یہ تو ہے" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو؟"

"عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم محتاط رہیں اگر اس نے واقعی طاقت کے بل پر ایسی بات کہی تھی تو ہم خواہ مخواہ نقصان اٹھا جائیں گے"

"پھر کیا کیا جائے؟" میں نے خاصی تشویش سے کہا۔

"دفاعی اعتبار سے ہم بہت اچھی پوزیشن میں ہیں اگر انہوں نے خود سے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو نقصان ان کا ہوگا جبکہ دوسری صورت میں ہم خسارے میں رہیں گے۔"

"ہم کوئی اعلان جنگ کر کے تو ان پر حملہ کریں گے نہیں؛" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "بس چپکے سے انہیں گھیر لیں گے"

"یہ بہت مشکل ہوگا علی!" رش پر اضطراب طاری ہونے لگا "بلندی سے نیچے کی طرف جاتے ہوئے ہم ضرور ان کی نظروں میں آجائیں گے"

"اندھیرا بہت گہرا ہے رش! پھر یہ کہ ہم مزید انتظار کریں گے اور رات گئے حرکت میں آئیں گے"

"ان کے پاس اسلحہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ہم سے ذرا سی بھی چوک ہوئی تو وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر ہم زیادہ دیر ان کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکیں گے"

"ممکن ہے ان کے پاس ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ اسلحہ ہو مگر وہ اس جذبے سے محروم ہیں جو ہمارے ہر ساتھی کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑ رہا ہے۔"

امر رش پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں اس کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا تو اپنی زبان کو قابو میں رکھتا مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور وہ گم صم بیٹھا تھا۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہے رش کہ ہم اس وقت کس مقام پر ہیں؟" یکایک میں نے کہا اور رش میرے سوال کی نوعیت پر حیران رہ گیا۔

"کیوں نہیں معلوم ہوگا" اس نے حیرت سے کہا "ہم عراق میں ہیں۔"

"یہ بات تو ان لوگوں کے علم میں بھی ہوگی جنہیں زبردستی یہاں لایا گیا ہے۔"

"انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ہم دریائے فرات کے کنارے موجود ہیں۔"

"ضرور معلوم ہوگا۔" میں نے کہا "تھوڑی بہت جغرافیائی معلومات ہوتی ہیں"

"آخر وہ کون سی ایسی بات ہے جو ان کے علم میں نہ ہو اور تم مجھے بتانا چاہتے ہو؟" رش نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

"تم نے ان پہاڑیوں کی ساخت پر غور کیا..... تمہیں کوئی عجیب بات محسوس نہیں ہوئی؟"

"عجیب بات...... نہیں تو، یہ عام قسم کی پہاڑیاں ہیں ان میں عجیب بات کون سی ہو سکتی ہے؟"

"جس مقام پر ہم موجود ہیں۔ وہ حصہ آگے کی طرف بڑھا ہوا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے کوئی بالکونی ہوتی ہے۔"

رش چند لمحے غور کرتا رہا پھر حیرت زدہ لہجے میں بولا "ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی یہ کوئی بہت بڑی بالکونی معلوم ہوتی ہے۔"

"اس بات پر بھی غور کرو کہ بعض مقامات پر پہاڑ ڈھلان نما ہے اور کہیں بالکل عمودی ہے جیسے کوئی دیوار ہو۔"

"یہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے" رش بولا۔

"پہاڑوں میں یقیناً ایسا ہوتا ہے مگر پہاڑیوں میں ایسی ڈھلانوں کا پایا جانا غیر معمولی بات ہے"

"میں بالکل نہیں سمجھ پا رہا کہ ان سب باتوں سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جس مقام پر ہم موجود ہیں اس کی تاریخی اہمیت کیا ہے"

"اس واہیات مضمون سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی" رش نے بیزاری ظاہر کی۔

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔ اسی لئے میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس مہم کے لئے خاص طور پر یہی مقام کیوں منتخب کیا گیا ہے"

"میرا خیال ہے کہ یہ گمروز کو اغوا کر کے یہاں لانے کی تجویز تمہاری ہی پیش کردہ تھی"

"یہ تجویز میں نے ایک خاص مقصد کے تحت پیش کی تھی اور کوئی اس مقصد کو نہیں سمجھ سکا۔ سب کا خیال تھا کہ محض ایک ویرانہ ہونے کے باعث میں نے اس جگہ کو پیش کیا تھا"

"تم بڑی حیران کر دینے والی باتیں کر رہے ہو۔ شاید مذاق کے موڈ میں ہو"

"دجلہ اور فرات وادی بابل کے دو دریاؤں کے نام بھی پکارے جاتے ہیں"

"مجھے یہ بات نہیں معلوم...... اگر ایسا ہو بھی تو اس کی تب کیا ہے؟"

"تمہارے نزدیک ممکن ہے نہ ہو مگر یہودیوں سے جا کر پوچھو۔ بابل کی سرزمین کا تذکرہ تو ان کی مذہبی کتب تک میں موجود ہے"

رش بے اختیاری سے ہنسا "اس بے سروپا بات پر میں یقین نہیں کر سکتا"

"مجھے یقین ہے کہ اسرائیلیوں میں سے کسی نہ کسی نے اب تک یہ بات محسوس کر لی ہوگی کہ انہیں کہاں لایا گیا ہے"

"فرض کرو ایسی کوئی بات ہے تو بھی اس سے ان کی صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"ان کی صحت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ان کو قیدی کی حیثیت سے لایا گیا تھا"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اتنے اچھے افسانہ گو بھی ہو" رش نے خوش دلی سے کہا۔

"یہ افسانہ گوئی نہیں ہے رش! افسوس حقیقت ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں ان کی موجودہ زبور سے کوئی گیت حوالے کے طور پر تمہیں سناؤں؟"

"اب تم مجھے اس طرح مرعوب کرنے کی کوشش کرو گے؟" رش نے ہنس کر کہا۔

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ یہ تمہاری اپنی مرضی ہے تاہم میں تمہیں زبور کا ایک گیت ضرور سناؤں گا" میں نے کہا اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر گیت شروع کر دیا۔

ہم بابل کے دریا کے کنارے بیٹھے
بیت المقدس کو یاد کر کے رو رہے ہیں
اپنے بربط ہم وہیں بید کے درختوں پر ٹانک آئے ہیں
اس لئے کہ ہمیں قید کرنے والے ہم سے گیت سننے کی فرمائش کر رہے تھے۔
ہمیں برباد کر دینے والے ہم سے خوشیوں کے طلبگار تھے
ہم سے بیت المقدس کا کوئی گیت سنانے کی فرمائش کر رہے تھے

ایک وحشی سرزمین پر ہم رب عظیم کا کوئی گیت کس طرح گا سکیں گے؟

اے یروشلم! اگر میں تجھے فراموش کروں
تو میرا دایاں ہاتھ اپنی مہارت بھول جائے
اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں
تو میری زبان میری تالو سے چپک کر رہ جائے
اگر میں یروشلم کو اپنی ہر خوشی پر فوقیت نہ دوں

امر رش سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ گیت سننے کے بعد بھی کافی دیر تک وہ کچھ نہیں بولا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا "یہ گیت تمہارے علم میں کیسے آیا؟"

"میں یہودیوں کے خلاف صف آرا ہوں رش! میں نے اپنے لئے کوئی خاص میدان مقرر نہیں کیا ہے۔ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم ہونا میری ضرورت ہے تاکہ ہر محاذ پر انہیں شکست سے ہمکنار کر سکوں"

"یہودیوں کے خلاف تو میں بھی ہوں" رش نے کہا "اور میں نے انہیں بہت سے نقصانات بھی پہنچائے ہیں مگر مجھے تو بالکل معلوم نہیں کہ ان کی مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ میں یہودیوں کو صرف میدان جنگ میں ہی شکست دینے کا خواہاں نہیں ہوں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انہیں نیچا دکھانا میرا مشن ہے۔ اس کام کے لئے مجھے خود کو بہت زیادہ باخبر رکھنا پڑتا ہے"

"کمال ہے" رش بڑبڑایا "تمہاری معلومات واقعی حیران کن ہیں لیکن کیا اس کے علاوہ ان کی مذہبی کتابوں میں بابل یا وادی بابل کا کوئی اور حوالہ بھی ملتا ہے؟"

"زبور میں ہی اس کا ایک اور حوالہ جو مجھے یاد آرہا ہے اس میں بابل کو اپنے وقت کی عظیم ترین مملکت قرار دینے کے بعد اس کی تباہی کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔"

"جس وقت تم نے طیارہ اغوا کر کے لانے کے لئے اس مقام کو تجویز کیا تھا کیا اس وقت یہ سب باتیں تمہارے ذہن میں تھیں؟" احمد رش نے پوچھا۔

"نہ صرف یہ باتیں موجود تھیں بلکہ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس سے کیا فائدے حاصل کئے جا سکیں گے۔" میں نے کہا

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انہیں اپنی تاریخ یاد ہے اور اس مقام پر آنے کے بعد ان کے اعصاب متاثر ہوں گے۔"

"قدرتی بات ہے رش! ہر یہودی کو اپنی تاریخ از بر ہے۔

آج ان کے لئے تاریخ خود کو دہرا رہی ہے۔ پہلی بار وہ یروشلم سے قید کر کے جس مقام پر لائے گئے تھے آج پھر وہاں موجود ہیں۔ وہ نام نہاد امن کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوئے تھے اور ایک طویل دباؤ میں رہنے کے بعد خود کو جس مقام پر قیدی محسوس کر رہے ہیں۔ اس سے انہیں اپنی پہلی ذلت آمیز جلاوطنی یاد آگئی ہوگی۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ جلد یا بدیر ان کی پوری قوم کو پہلے کی طرح ایک بار پھر فلسطین سے نکلنا ہوگا۔ میں نے ان کے خلاف ایک نفسیاتی چال چلی ہے۔"

"تمہارا یہ نفسیاتی وار بے حد کارگر ثابت ہوگا علی! اور تمہارا یہ کہنا بھی درست ہے کہ کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ تم کتنی دور تک دیکھ رہے ہو۔ سب کا خیال یہی تھا کہ تم نے محض اس مقام کی ویرانی کے سبب اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ تم نے اصل بات چھپانے کے لئے دلیلیں بھی تو کیا کیا دی تھیں۔"

"میری تمام دلیلیں اپنی جگہ درست تھیں رش! یہاں تک پہنچنے کے لئے میں نے جس طویل راستے کا چناؤ کیا۔ وہ بے حد ضروری تھا اگر کانفرنس میں ایندھن ختم نہ ہو گیا ہوتا تو وہ یوں ہم سے نزدیک نہ ہوتا۔ آخری وقت میں کہیں دور نکل گیا ہوتا۔ ہم اسے تباہ تو کر سکتے تھے مگر ان لوگوں کو گھیر نہیں سکتے تھے اور اگر ہم نے اس قدر پیچیدہ راستہ نہ منتخب کیا ہوتا تو ہمیں کب کا تلاش کیا جا چکا ہوتا۔ اس کے علاوہ نیچی پرواز کرنے سے ہمیں دو فوائد حاصل ہوئے۔ ہمیں کسی بھی ملک کے ریڈار پر نہیں دیکھا جا سکا اور دوسرے یہ کہ اس طرح کانفرنس کا ایندھن جلدی ختم ہو گیا۔"

"مجھے یاد ہے علی! تم نے اپنے پلان کے حق میں یہ تمام دلیلیں پیش کی تھیں مگر تم نے یہودیوں کی تاریخ کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔"

"ہمارے مشن کے لئے یہ ایک غیر اہم بات تھی اس لئے میں نے اس کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ باقی تمام باتیں ایک طرف اور ان کاری ضرب ایک طرف۔ میں نے ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کیا ہے اور سب سے زیادہ لطف مجھے اسی بات کا آرہا ہے۔ ان لوگوں کو مارنے کے بجائے انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر کے مجھے زیادہ تسکین حاصل ہوتی ہے۔"

"اگر تمہاری طرح میں بھی یہودیوں کی تاریخ سے واقف ہوتا تو یقیناً میں بھی اسی طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا جس طرح تم نے کیا ہے۔" احمد رش نے کہا۔

"اس بات سے تو سبھی واقف ہیں کہ یہودی ایک بے وطن قوم ہے۔ ان کی اقربا پروری کے باعث خدا نے ذلت و رسوائیاں ان کا مقدر کر دی ہیں"

"یہاں تم غلطی کر رہے ہو علی! اب یہودی بے وطن کہاں رہے۔ عرب قوم کے وسط میں اسرائیل کا وجود گزرتے دن کے ساتھ اپنی جڑیں مضبوط کرتا جا رہا ہے۔"

"ہزاروں سال سے رسوا اور بے وطن رہنے والوں نے سازشوں کا جال بچھا کر اپنے لئے ایک وطن حاصل کر لیا لیکن اس سے صرف ہماری کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ مسلمان اگر چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں بٹے ہوئے نہ ہوتے۔ ان کے درمیان آپس کے اختلافات نہ ہوتے تو اسرائیل کبھی وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ یہ تو ایک سزا ہے جو قدرت کی طرف سے ہمارے لئے مقرر کی گئی ہے۔"

"قدرت نے اسرائیل کے لئے فلسطینیوں کے دلوں میں جذبہ جہاد بھی تو پیدا کیا۔" احمد رش بولا "تم تو فلسطینی نہیں ہو بلکہ عرب بھی نہیں ہو۔ تم کیوں ان کے لئے سرگرم عمل ہو؟"

"بے شک دلوں میں جذبے پیدا کرنے والی ذات اقدس ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عبرت کا سامان بنا دیتا ہے۔ عربوں کی بد اعمالیوں کے باعث پہلے اس نے ان پر اسرائیل کا فتنہ مسلط کیا پھر کچھ فلسطینیوں کو اس مضبوط مملکت کے مقابل لے جا کر کھڑا کیا جس سے عرب کی تمام حکومتیں مل کر بھی شکست کھا گئیں۔ اب بھی اگر مسلمان ہوش میں نہ آئے تو پھر کب آئیں گے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر احمد رش نے کہا "تم دیر سے زبور سے اقتباسات سنا رہے تھے۔ میں نے تو سنا ہے کہ اب کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔"

"زبور عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور عبرانی بذات خود ختم ہو گئی تھی۔ جب وہ زبان ہی نہ رہی تو کوئی کتاب تھی تو اس کتاب کے بچنے کا کیا سوال پیدا ہوتا اس زبان میں نازل ہوئی تھی۔"

"تو پھر تم نے ایک معدوم کتاب سے اقتباسات کس طرح سنا دیے؟" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

عبرانی ایک مردہ زبان تھی جسے یہودیوں نے زندہ کیا اسے دوبارہ رائج کیا۔ آج یہودی اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر عبرانی سیکھتا ہے تاکہ یہ دوبارہ ختم نہ ہونے پائے۔ بلاشبہ یہ یہودیوں کا ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن انہوں نے غلط حرکت یہ کی کہ زبور بھی جمع کرنے کی کوشش کروالی۔ جس کے تراجم تو تھے مگر وہ اصل زبان میں نہیں تھی اور تراجم بھی ایسے جن میں تحریف ہو چکی تھی پھر اسلام آجانے کے بعد پچھلی تمام شریعتیں اور آسمانی کتب عمل کرنے کی حد تک منسوخ ہو چکی تھیں۔ ہمارے لئے ان منسوخ شدہ شریعتوں اور آسمانی کتب کا ماننا تو ضروری ہے مگر ان میں سے کسی پر بھی عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا ایک تحریف شدہ کتاب کے حوالے تمہارے نزدیک سند ہو سکتے ہیں؟" رش نے پوچھا۔

"کسی کے لئے بھی نہیں ہونے چاہئیں۔" میں نے جواب دیا "لیکن یہودی اسے مانتے ہیں بابل کی اس وادی سے ہمارا کوئی نظریہ وابستہ نہیں ہے۔ میں نے یہودیوں کے اس نقطہ نظر سے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے زبور میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صحیح ہے یا غلط اس لئے کہ یہ تو تحریف شدہ زبور ہے لیکن یہودی اس کے ایک ایک حرف پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم چونکہ ان کے خلاف ہیں ان سے برسر پیکار ہیں لہٰذا ہمیں ان کی ہر کمزوری سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

"تو پھر یہ کیا ضروری ہے کہ یہ جگہ جہاں ہم موجود ہیں بابل کی وادی ہو؟" رش نے سوال کیا۔

"اس بات کا تعلق زبور سے نہیں جغرافیہ سے ہے۔ میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ ہم مریخ پر ہیں جو تم اتنا الجھ رہے ہو۔ بابل کی سلطنت ہماری زمین پر واقع تھی۔ جغرافیہ دانوں کے لئے بابل کے نام میں بے حد کشش ہے اس لئے کہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ ایک حقیقت بھی ہے۔"

"نہ بھی ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے" رش نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "یہودیوں پر تو اس کا نفسیاتی اثر ہوگا۔..... اس کے علاوہ ہمیں اور چاہئے بھی کیا"

"میں خود اس مقام پر پہلی بار آیا ہوں اور یہاں اتنی دیر گزارنے کے بعد اب میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوں۔"

"کیا سوچنے پر مجبور ہو؟" رش نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے اشتیاق جھلک رہا تھا۔

"بابل کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یاد آرہی تھی" میں نے رش کے اشتیاق کو ہوا دینے کی کوشش کی اور میں اس میں کامیاب بھی رہا۔

"کہانیاں مشہور ہیں؟" اس نے حیرت سے کہا "میں نے تو کوئی کہانی نہیں سنی؟"

"روایت ہے کہ انہوں نے ایک بہت بلند عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اتنی بلند کہ اس پر چڑھ کر خدا تک پہنچا جا سکے یا کم از کم اس کی آواز سنی جا سکے"

رش ہنسنے لگا "تم بڑے مزاحیہ آدمی ہو" رش نے کہا۔ "ایسی ناقابل یقین کہانیاں سناتے ہو جن پر یقین کیا ہی نہیں جا سکتا"

"یہ میرا نہیں اہالیان بابل کا کمال ہے۔ معلوم نہیں اس دور میں علمیت کا معیار کیا تھا...... لیکن اس وقت جس مقام پر ہم موجود ہیں یقیناً یہ وہ عمارت نہیں ہو سکتی"

"عمارت" رش کے لہجے میں تحیر تھا "شاید تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ ارے ہم ایک پہاڑی پر موجود ہیں"

"حالانکہ کچھ دیر قبل تم نے خود تسلیم کیا تھا کہ ہم نے جس جگہ مورچہ بنایا ہے وہ کسی بہت بڑی بالکونی سے مشابہ ہے"

"تم اس بات پر کیوں مصر ہو کہ اس کے پیچھے انسانی ہاتھ کی کاریگری موجود ہے۔ ممکن ہے کسی قدرتی عمل کے ذریعے کوئی چٹان ایسی صورت اختیار کر گئی ہو؟"

"اچھا تو اب اس بات پر غور کرو کہ ان پہاڑیوں کی بلندی دو سو فٹ کے قریب ہے۔ موجودہ دور میں کوئی بیس منزلہ عمارت ہی اتنی بلند ہو سکتی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"اس حد تک تو تمہاری بات درست ہے" رش نے کہا۔ "مگر اس سے تو کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔"

"وہی بتانے جا رہا ہوں...... یہ دیکھو کہ اس کی چوٹی کتنی ہموار ہے۔ جیسے کسی میز کی سطح ہموار ہوتی ہے"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ایک تو یہ بالکنی نما حصہ اور پھر اس کی سطح کا ہموار ہونا واقعی قابل غور ہے"

"میرا خیال ہے یہ شہر کی شمالی دیوار ہے جو شہر پناہ کے طور پر تعمیر کی گئی ہوگی۔ صدیاں گزرنے پر اڑنے والی گرد اور مٹی نے جم جم کر اصل عمارت کو اپنے اندر چھپا لیا اور اب تو ہزاروں سال گزر چکے ہیں یہ مٹی اس قدر پختہ ہو چکی ہے کہ اس پر پہاڑی کا گمان گزرتا ہے"

"ممکن ہے بابل والے اس عمارت کو شہر پناہ کے طور پر استعمال کرتے ہوں لیکن مجھے تو اس کا شبہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ پہاڑی غیر قدرتی بھی ہو سکتی ہے کسی اور کو بھی نہیں ہوا ہوگا۔ پھر تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟"

"جب میں نیچے اترا تھا اس وقت مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ یہ پہاڑیاں غیر قدرتی بھی ہو سکتی ہیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ جنہیں میں پہاڑیاں سمجھ رہا ہوں وہ محض مٹی کے

تو وہ میں اور پہلے بھاگ دوڑ کے دوران اور اس کے بعد گولیاں چلنے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ جگہ جگہ سے مٹی اڑ رہی ہے تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوا اور واپس یہاں پہنچنے پر میں نے یہ سارے نتائج اخذ کئے جو تمہیں بتا چکا ہوں"

"تمہاری ہر بات میں وزن ہے مگر یہ معلومات میرے لئے کس طرح کارآمد ہو سکتی ہیں؟"

"جتنا زیادہ ہم اس مقام سے واقف ہوں گے اتنے ہی بہتر انداز میں جنگ کر سکیں گے۔ اجنبی مقام پر جنگ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا

"اگر یہاں کھدائی کی جائے تو کیا یہاں کوئی عمارت دریافت کی جا سکے گی؟"

"ظاہر ہے...... میرے اندازے کے مطابق یہ شہر پناہ کی فصیلیں ہیں اور وہ سامنے ابھری ہوئی چوٹی غالباً نگرانی کے کام آتی ہوگی۔ شہر پناہ کے محافظ وہاں سے دور دور تک نگرانی کرتے ہوں گے۔"

"تم نے اتنی دماغ سوزی کر کے اتنے اندازے لگائے ہیں تو اب تم ہی کوئی جنگی حکمت عملی بھی ترتیب دو" رش نے کہا

"یہ پہاڑیاں دریائے فرات کے متوازی شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہیں اور ساحل کے اس حصے میں دریائے فرات اپنے پورے بہاؤ پر ہوتا ہے۔ دریا کا پانی پہاڑی کی ڈھلان تک آ جاتا ہے...... یہی ڈھلان یہودیوں کے فرار کا ذریعہ ہو سکتی تھی مگر تم نے کچھ آدمی وہاں متعین کر دیئے ہیں لہٰذا وہ حصہ تو محفوظ ہوا۔ یہودی اس طرف سے فرار نہیں ہو سکیں گے"

"لیکن اس طرف تو بہت کم آدمی ہیں اور تربیت یافتہ یہودیوں کے لئے بہت ناکافی ہیں"

"یہودیوں کو ہماری طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ کچھ دیر قبل صید نے جس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر فائرنگ کی تھی اس کے بعد تو وہ اور بھی خوف زدہ ہو گئے ہوں گے۔ اب کم از کم اس جانب سے تو ہمیں بے فکر ہو جانا چاہئے ان میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ اس طرف اب کوئی بڑا حملہ کریں"

"ٹھیک ہے وہ حصہ تو محفوظ ہوا لیکن وہ کسی اور جانب سے بھی تو حملہ کر سکتے ہیں؟"

"یہ واقعی ایک مسئلہ ہے۔ شمالاً جنوباً پہاڑی کی لمبائی کوئی آدھا کلومیٹر کے لگ بھگ ہوگی۔ سڑک اور میدان کی جانب اس کی ڈھلان بتدریج اور ہموار ہے۔ ان میں سے بہت سے مقامات پر قدرتی کٹاؤ بھی موجود ہیں۔ یہی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں کہ دشمن ان کی آڑ لے کر ہم تک پہنچ سکتا ہے اس کے علاوہ جو مقامات ہیں ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ایک بار نقصان اٹھانے کے بعد وہ دوبارہ محافظ دیں

گے اور کسی کھلے ہوئے حصے تک پہنچنے کی کوشش بھی نہ کریں گے"

"لیکن یہاں تو ہم صرف دو افراد ہیں" رش نے کہا "اگر وہ چھپ کر ہمارے عقب میں پہنچ گئے تو کیا ہوگا؟"

"انہیں وقت لگے گا۔ اس کا امکان ضرور ہے تاہم اس مقام کی اجنبیت کی وجہ سے وہ فوری طور پر یہ اقدام نہیں کر سکیں گے۔"

"مانا کہ راستے تلاش کرنے میں انہیں وقت لگے گا مگر ان راستوں کے تحفظ کا کچھ بندوبست بھی تو ہونا چاہئے"

"ہوگا" میں نے مسکرا کر آہستہ سے کہا "ذرا صید واپس آ لے دوپہر میں ایسے مقامات پر محافظ متعین کر دوں"

"تمہارا کیا خیال ہے...... رات میں وہ ہم پر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"اگر نہ کی تو انہیں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ جتنی زیادہ ان کی طرف سے دیر ہوگی اتنا ہی ہم منظم ہو چلے جائیں گے"

"میرا خیال ہے رات گزرنے کے بعد دن کی روشنی میں تو وہ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے؟"

"رات کی تاریکی ان کی سب سے بڑی معاون ہے اگر اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو دن میں کیا خاک فائدہ اٹھائیں۔ اس وقت تو ہم انہیں بھون ڈالیں گے"

صید کی واپسی تک میں اور رش وقفے وقفے سے لائٹ نیلی اسکوپ کی مدد سے پہاڑی ڈھلانوں کا جائزہ لیتے رہے۔ اسٹار لائٹ ٹیلی اسکوپ کا مستقل استعمال اس لئے نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ بیٹری کے ذریعے کارآمد ہوتی تھی اور بیٹری ایگزاسٹ ہونے کے بعد وہ بیٹری بھی بے کار ہو جاتی۔

صید کے واپس آتے ہی میں نے اس سے کہا کہ دو جانب والی ڈھلان پر چند افراد کو چھوڑ کر وہ تمام آدمی ساتھ میرے پاس واپس آ جائے۔ اس نے بے چون و چرا میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے فلسطینیوں کو ضروری ہدایات دیں اور رش اور صید کو لے کر پہاڑی کا جائزہ لینے نکل گیا۔

پہاڑی کی چوٹی پر چلنے کے دوران رش کو میری اس بات کا یقین آ گیا کہ پہاڑیاں غیر قدرتی ہیں۔

"یہ تو واقعی اتنی ہموار ہے کہ اس کے پیچھے کسی ہاتھ کا یقین کرنا ہی پڑتا ہے" رش نے کہا۔

"یہ جو بعض مقامات پر گول ابھرے ہوئے مینار سے نظر آ رہے ہیں یہ اس فصیل کی برجیاں ہو سکتی ہیں" میں نے کہا اور رش نے اثبات میں سر ہلا کر میری بات کی تائید کی۔

"میرا خیال ہے جناب کہ ہر برجی پر ایک آدمی کو کھڑا کر دینا چاہئے" صید نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا" میں نے کہا "تم جا کر اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دو۔"

صید چلا گیا اور ذرا سی دیر بعد بڑی خاموشی سے تمیں افراد برجیوں کے عقب میں پوزیشنیں سنبھال چکے تھے۔

"ہم نے آدمی تو تعینات کر دیئے ہیں جناب لیکن اسلحے کی کمی کیسے پوری کی جائے؟" صید نے کہا۔

"اس کی ایک ہی صورت ہے" میں کچھ سوچتے ہوئے بولا "اور وہ یہ کہ ہم اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھائیں۔"

"وہ کس طرح جناب؟" صید نے پوچھا۔

"دشمن نیچے سے اوپر کی طرف آئے گا اور کھلی جگہ میں ہوگا جبکہ ہمارے آدمیوں کو آڑ میسر ہوگی۔ ان کے لئے ہم پر حملہ کرنا ضروری ہوگا۔ اس کے بغیر وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جبکہ ہمارے لئے یہ قطعی ضروری نہیں ہوگا کہ انہیں نقصان پہنچانے کے لئے ان پر فائر ہی کریں...."

"میں سمجھ گیا جناب" صید نے بڑے جوش سے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ ہم بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر بھی انہیں اوپر چڑھنے سے روک سکیں گے۔"

"تم نے بالکل درست اندازہ لگایا صید!" میں نے خوش ہو کر کہا "میں اسی امکان پر غور کر رہا تھا۔"

"آپ نے بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے جناب! دراصل ہم اسلحے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ اب کوئی سادہ سی بات بھی مشکل ہی سے سجھائی دیتی ہے۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں والا محاورہ ایسے ہی مواقع کے لئے ایجاد کیا گیا ہے صید!" میں نے کہا اور صید ہنس پڑا۔

"میں ابھی جا کر اپنے لوگوں کو ہدایات دیتا ہوں جناب!" صید نے کہا اور تیزی سے مورچوں کی طرف چلا گیا۔

"صید ایک بھلا آدمی ہے علی!" اس کے جانے کے بعد رش نے کہا "اسے اتنا زیادہ منہ مت لگاؤ۔"

"مت بھولو رش کے انچارج میں ہوں... فرانس میں تم انچارج تھے اور تم نے جو چاہا کیا۔ یہاں جو میں چاہوں گا وہی ہوگا"

"اوہ!" رش کی تیوریوں پر بل پڑ گئے "مجھے یاد ہے تم نوری ساوی کے قتل پر تم نے کس رد عمل کا اظہار کیا تھا۔ کیا تم اس کا مجھ سے بدلہ لے رہے ہو؟"

"موت کا بدلہ موت ہوتا ہے رش!" میں نے بڑے تحمل سے کہا "میں تم سے کسی چیز کا بدلہ نہیں لے رہا ہوں۔ اس مشن کی کامیابی کے لئے جو میں مناسب سمجھوں گا کروں گا"

"تم نے اس وقت بھی میرے اس عمل پر اعتراض کیا تھا" رش نے ہٹ دھرمی سے کہا "اور اس وقت اس واقعے کا حوالہ دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ابھی تک اس واقعے کو نہیں بھولے۔"

"مجھے تمہارے کام کرنے کے انداز پر اس وقت بھی اعتراض تھا اور آج بھی میں تم سے مطمئن نہیں ہوں" میرا لہجہ قدرے تلخ ہو گیا "جس طرح میں نے تمہارے اس عمل پر اعتراض کیا تھا اسی طرح تم نے بھی میرے کام کرنے کے انداز پر اعتراض کیا ہے۔ جس طرح تم نے اس وقت اپنے انچارج ہونے کا حوالہ دیا تھا اسی طرح میں نے اس وقت اپنے انچارج ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ جس طرح میں نے اس وقت خاموشی اختیار کر لی تھی، تمہیں چاہئے کہ بالکل اسی طرح اس وقت تم بھی خاموشی اختیار کر لو۔"

رش کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے "تو میرا اندازہ درست تھا... تم مجھ سے بدلہ لینے کی کوشش کر رہے ہو۔"

مجھے رش پر بڑا شدید غصہ آیا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں سزا دیئے بغیر نہ رہتا مگر اس وقت میں مصلحت کے ہاتھوں مجبور تھا۔

"ہم ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں رش!" میں نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "اختلافات کہاں نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے کام کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم ایک دوسرے سے الجھ جائیں۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے بدلہ لینے کی کوشش کریں۔ ہم ایک تنظیم کے ماتحت ہیں اگر ہمیں ایک دوسرے سے کوئی شکایت ہو بھی تو ہمیں چاہئے کہ تنظیم کے بڑوں سے رجوع کریں۔ کسی کے خلاف تادیبی کارروائی ہوگی تو وہ کریں گے۔ ہمیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔"

"تم تنظیم کے بڑوں کو مانتے ہی کب ہو۔ ایک بار پہلے بھی تم تنظیم میں شامل ہو کر اس سے علیحدہ ہو چکے ہو۔ کیا پتا پھر کب علیحدہ ہو جاؤ۔"

میں نے ایک طویل سانس لے کر اپنے غصے کو کم کرنے کی کوشش کی "تم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہو رش! جن لوگوں نے مجھے دوبارہ تنظیم میں قبول کیا ہے وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھے اگر میں کسی اختلاف کی بنا پر تنظیم سے علیحدہ ہو گیا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے اپنے لئے کسی اور منزل کا تعین کر لیا تھا۔ میں نے راستہ ضرور تبدیل کر لیا تھا لیکن ہماری منزل کل بھی ایک تھی، آج بھی ایک ہے۔"

"مجھے راستوں اور منزلوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکانے کی کوشش مت کرو۔ ہم کل بھی تنظیم کے ساتھ تھے اور آج بھی تنظیم کے ساتھ ہیں۔ تمہارا کچھ پتا نہیں کب تنظیم سے علیحدہ ہو جاؤ۔"

"کیا بات ہو گئی جناب؟" صید نے حیرت سے پوچھا۔ وہ

جی ابھی واپس آیا تھا اور اس نے رش کا جملہ سن لیا تھا۔

"جو بات تم سے متعلق نہیں ہے اس میں ٹانگ اڑانے کی کوشش مت کرو" رش نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

میں بری طرح بھنا گیا۔ رش میری مجبوری سے بری طرح فائدہ اٹھا رہا تھا۔ وہ طبعاً بلیک میلر تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس موقع پر میں اس سے بگاڑ مول نہیں لوں گا۔ اسی لئے اپنی حدود سے اس قدر تجاوز کئے جا رہا تھا۔

"تم نے اپنے لوگوں کو ہدایات دے دیں صید؟" میں نے ایک بار پھر ضبط کا مظاہرہ کیا اور رش کی حرکت کا ازالہ کرنے کے لئے اظہار اپنائیت کے طور پر صید کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"جی ہاں جناب!" صید نے سر جھکا کر آہستگی سے جواب دیا "انہوں نے بہت سے پتھر جمع کر لئے ہیں۔ اب وہ اسلحے کے بغیر بھی یہودیوں کو اوپر پہنچنے سے روک سکیں گے۔ میرے لئے کوئی اور حکم؟"

"ہم میں سے کسی کو محض اس لئے انچارج بنایا جاتا ہے کہ ہم افراتفری کا شکار نہ ہونے پائیں۔ میرے انچارج ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہارا حکمراں ہوں۔ تم سب میرے ساتھی ہو۔ ہم ایک مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مجھے اپنی بڑائی جتلانے کا کوئی خبط نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت مجھے کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔"

احمد رش کے حلق سے غراہٹ نکلی اور صید نے سر جھکا لیا۔ میں اس کے دل سے رش کی بات کا تاثر زائل نہیں کر سکا تھا۔

"مجھے تم بار بار انچارج ہونے کا حوالہ دے کر احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہو اور دوسروں کے ساتھ تمہارا رویہ بالکل برعکس ہے" رش غرایا۔

"تم بھی میرے ساتھی ہو رش! میں تم سے بھی تعاون کی توقع رکھتا ہوں" میں نے پھر نرمی سے کہا۔

"تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے" تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ صرف دکھاوا ہے۔ تمہارا ہر عمل میرے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے ہے۔"

"کاش میں کسی طرح تمہاری غلط فہمی کا ازالہ کر سکتا رش!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مجھے دھوکا دینا آسان نہیں ہے علی!" رش نے زہریلے لہجے میں کہا "اپنی یہ چکنی چپڑی باتیں دوسروں کے لئے اٹھا رکھو۔ مجھ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوگا۔"

"میرے بعد تم ہی انچارج ہو رش! ہمارے درمیان اختلافات کی یہی صورت رہی تو ہم دشمن کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے؟"

"مجھے تمہارا نائب خصوصی بنایا گیا تھا لیکن تمہارا طرز عمل ظاہر کرتا ہے کہ میری حیثیت ایک عام رکن سے بھی گئی گزری ہے۔"

"تم نے میری مرضی کے خلاف ابی تل ابہ کو جانے دیا اور میں نے تم سے کچھ نہیں کہا۔ تم آخر مجھ سے اور کیا توقع رکھتے ہو؟"

"اس کے لئے تو تمہیں میرا احسان مند ہونا چاہئے اگر میں ذرا سی بھی تاخیر کرتا تو ہم خود تباہ ہو جاتے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا رش! تاہم انچارج کی اجازت کے بغیر کوئی اتنا بڑا قدم اٹھانا بہرحال ڈسپلن کی خلاف ورزی ہے جس پر میں نے تم سے جواب طلب نہیں کیا۔"

"یہی تو وہ امتیازی سلوک ہے جس نے مجھے تم سے برگشتہ کیا ہے۔ صید نے بھی تمہارے احکامات کی خلاف ورزی کی تھی مگر تم نے اسے داد تحسین سے نوازا..."

"تم غلط بیانی کر رہے ہو رش! میں نے اس سے فوری طور پر جواب طلب کیا تھا اگر اس کی وضاحت ناقابل قبول ہوتی تو میں اس کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کر سکتا تھا۔"

"تم کسی کے خلاف بھی تادیبی کارروائی نہیں کر سکتے" رش نے اپنی نفس زنی جاری رکھی "اپنی حد سے بڑھی ہوئی نرم دلی کی وجہ سے تم ایسے کسی بھی مشن کے لئے نااہل ہو۔"

"میں جتنا نرم دل ہوں رش اس سے کہیں زیادہ سفاک بھی ہوں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں کسی کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا۔"

"زبان سے کہنا جتنا آسان ہوتا ہے عمل کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ انچارج اگر سخت نہ ہو تو ماتحت بغاوت کر دیتے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو کوئی تمہارا حکم نہیں مانتا۔"

رش کا انداز گفتگو بتا رہا تھا کہ وہ زبان سے نہیں مانے گا۔ میں نے اسے راہ راست پر لانے کی بہت کوششیں کر کے دیکھ لی تھیں۔ تاہم آخری کوشش کرنا ضروری سمجھتے ہوئے میں نے اس سے کہا "تمہیں مجھ سے انتہائی شدید اختلاف ہے لیکن کیا تم تھوڑا سا صبر نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے جھگڑے بعد میں بھی طے کر سکتے ہیں۔"

"تم نے میری تذلیل کرنے کی دانستہ کوشش کی ہے۔ جھگڑا ختم ہونے کی واحد صورت یہ ہے کہ تم اس کی تلافی کرو۔"

"اگر میری کسی بات سے تم نے توہین محسوس کی ہے تو میں اس کے لئے تم سے معافی مانگنے کو بھی تیار ہوں" میں نے انتہائی نرمی سے کہا۔ صید حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے معافی مانگنے کی بات نہیں کی" رش مکاری سے مسکرایا "تم نے میری توہین کی ہے اور تمہیں اس کی تلافی کرنا ہوگی۔"

"اس مشن کی کامیابی کی خاطر میں تمہاری یہ بات ماننے کے لئے بھی مجبور ہوں" میں نے ایک طویل سانس لی "

میں تلافی کے لئے کیا کروں؟"

"انچارج مجھے بنا دو" رش نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اے کے ۴۷ کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔

"رش" میں نے جارحانہ انداز میں کہا "تم نے ہر حد عبور کر لی۔ میری قوت برداشت کو آزمانے کی کوشش مت کرو۔"

"تم نے اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا" رش نے زہرخند کیا "اب اس کی تلافی کی یہی ایک صورت ہے۔"

"میری صحت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا رش کہ انچارج کون ہے۔ میں تو صرف یہودیوں کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتا ہوں" میں نے ایک بار پھر نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری دفاعی حکمت عملی کے خلاف ہوں۔ اس طرح ہم کبھی انہیں شکست نہیں دے سکیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ان پر یکلخت ٹوٹ پڑیں۔"

"تم مجھ سے اختلاف ضرور کر سکتے ہو مگر مجھ پر اپنا کوئی فیصلہ تھوپ نہیں سکتے۔ میں وہی کروں گا جو مناسب سمجھوں گا۔"

"بس تو پھر تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میری بات مان جاؤ اور اپنی جگہ مجھے انچارج بنا دو۔"

"تمہارا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا رش!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا مگر اس لہجے کی تہہ میں جو طوفان مچل رہے تھے رش ان سے بے خبر تھا۔

"تو پھر مجھے مجبوراً یہ اعلان کرنا پڑے گا کہ اب میں انچارج ہوں" رش نے سرکشی کی انتہا کرتے ہوئے کہا "تم میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ کوئی جنگ جیت سکو۔"

صید حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ وہ کبھی میری طرف اور کبھی رش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس موقع پر اس کا کردار کیا ہونا چاہئے۔

اچانک میں صید کی طرف مڑا "میں تم لوگوں کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا" میں نے بلند آواز میں اس سے کہا "میں رضاکارانہ طور پر احمد رش کے حق میں دست بردار ہو رہا ہوں۔ اب یہی تمہارا انچارج ہے۔"

رش نے ایک بلند قہقہہ لگایا "اگر تم پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیتے تو..."

وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر سکا۔ میں نے اچانک ہی پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا تھا۔ میری داہنی لات بھرپور قوت سے اس کے داہنے ہاتھ پر پڑی تو اس کے ہاتھ میں موجود اے کے ۴۷ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ میرا اگلا نشانہ اس کی کنپٹی تھی۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس کی کنپٹی پر ایک گھونسا رسید کر دیا تھا۔ گھونسا بالکل صحیح جگہ پر لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے ہوں گے۔ وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔

"اس برتے پر تمہیں انچارج بننے کا شوق چرایا تھا؟" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

احمد رش نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ زمین پر پڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ اس کے لئے بڑا غیر متوقع تھا۔

"تم گواہ رہنا صید! میں نے اسے سمجھانے کی انتہا کر دی تھی اور بہت مجبور ہو کر میں نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"درحقیقت آپ نے انتہا کر دی تھی جناب!" صید نے اتنی آہستہ آواز میں کہا کہ رش نہ سن سکے "میں تو آپ کی قوت برداشت پر حیران ہو رہا ہوں۔"

"میں گروپ بندی پسند نہیں کرتا صید! سرکشی برداشت کرنا بھی میرے لئے ناممکن ہے مگر اس وقت ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں اس کے تحت میں آپس میں تصادم سے بچنا چاہ رہا تھا۔"

"تم نے بے خبری میں مجھ پر حملہ کیا ہے" رش نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس وقت اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا آسان نہیں ہوگا۔ اسے چکر آ رہے ہوں گے۔ یہی گھونسا اگر میں نے ذرا زیادہ قوت سے مارا ہوتا تو وہ بے ہوش ہو گیا ہوتا مگر میں نے آخری وقت میں بھی اس کے ساتھ رعایتی سلوک کیا تھا۔

"تمہاری طرح میں کوئی دہشت گرد نہیں ہوں رش!" میں نے تلخ لہجے میں کہا "اسلحے کے بل پر نہتے لوگوں کو خوف زدہ کرنا اور ان کی جانوں سے کھیلنا میرا شیوہ نہیں ہے۔"

"اگر تم نے مجھے للکار کر مجھ پر حملہ کیا ہوتا تو میں دیکھتا کہ تم کتنے بہادر ہو" رش نے کہا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکنے کے باوجود اس کی زبان قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

"اب میں نے تمہیں سیدھا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے رش! جب تم اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جاؤ گے تو میں تمہیں اگلا سبق بھی دوں گا" میں نے اس کے ہاتھ سے گری ہوئی رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

رش اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔ اس بار اس نے میری بات کے جواب میں کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

"اور اب میں انچارج کی حیثیت سے تمہیں معزول کر رہا ہوں" میں نے دبنگ انداز میں کہا "میرے نائب اب تم نہیں صید ہوگا۔"

رش اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر وہ اب بھی جھوم رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ ابھی تک وہ خود پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا ہے۔

"مجھے معزول کرنا تمہارے اختیار سے باہر ہے" اس نے جھومتے ہوئے کہا "مجھے ہائی کمان نے تمہارا نائب مقرر کیا تھا

اور بائی کمان کی مرضی کے بغیر معزول نہیں کیا جا سکتا۔"

"اب یہاں میں ہی بائی کمان ہوں... صید! اسے کسی مناسب مورچے پر تعینات کر دو۔"

صید مخمصے میں پھنس گیا۔ احمد رش بہرحال تنظیم آزادی فلسطین میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ اس نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ لوٹ مار مہم کے دوران اس نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کیے رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہودی مجھ سے زیادہ اس کے جانی دشمن تھے۔ مستقلاً تنظیم سے وابستہ رہنے کے باعث اس کا تنظیم میں بھی ایک اہم مقام تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اس سے تحکمانہ لہجے میں بات کرنا صید کے لئے ایک نہایت مشکل مرحلہ ثابت ہوگا۔

"چلو رہنے دو" صید کو جھجکتے دیکھ کر میں نے کہا۔ "یہ نیک کام میں خود سرانجام دے لوں گا" میں احمد رش کی طرف متوجہ ہوا "چلو" میں نے رائفل سے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"اس بات کو یاد رکھنا کہ تم نے بندوق کی نال پر مجھ سے اپنی بات تسلیم کرائی تھی" رش غرایا۔

"تمہیں اسلحہ تو کمزوروں کے لئے بنایا گیا ہے رش!" میں نے اپنی اے کے ۴۷ صید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "میں تو سب سے زیادہ اپنے ہاتھوں پر بھروسا کرنے کا قائل ہوں" آؤ" میں نے اسے للکارا۔

احمد رش کے ہوش اڑ گئے۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے کترا رہا تھا۔ وہ لاکھ بدعقل سہی مگر اتنی بات تو اس کی سمجھ میں آچکی تھی کہ وہ جسمانی قوت کے اعتبار سے مجھ سے برتر نہیں۔

"میں اس وقت تم سے الجھنا نہیں چاہتا" رش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہمارے اختلافات سے دشمن کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

بے اختیار میرا جی چاہا کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں مگر میں نے اپنی اس خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔ میں کوئی بھی موقع ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"میں تم سے پوری طرح متفق ہوں رش!" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "تم نے بہت بروقت فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے ڈر گیا ہوں۔ اس مہم سے نمٹنے کے بعد میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"تمہارے خوف زدہ ہونے کا تصور بھی عجیب لگتا ہے۔ تمہارے نام کی تو اسرائیلیوں تک پر بھی دہشت ہے تم بھلا کیوں خوف زدہ ہو سکتے ہو۔"

"اور یہ بھی سن لو کہ میں اگر تمہارے ساتھ رہوں گا تو اپنی موجودہ حیثیت میں رہوں گا ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"تمہیں میرا خصوصی نائب اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ تم میری مدد کرو گے۔ اس لئے نہیں کہ تم میری ہی جگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرو گے۔ جب تک تم اپنی حدود میں رہو گے تمہاری حیثیت بحال رہے گی۔ مجھے کبھی سے اس کے اختیارات چھیننے کا شوق نہیں ہے۔ اب یہ فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے کہ تم اپنے لئے کیا پسند کرتے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اس مہم کی حد تک تم سے تعاون کروں گا۔ اس کے بعد میں کیا کروں گا اور کیا نہیں کروں گا یہ وقت ہی بتائے گا" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"احمد رش کو رائفل واپس کر دو صید!" میں نے کہا اور صید نے بڑے احترام سے اسے رائفل واپس کر دی۔ احمد رش نے صید سے رائفل جھپٹی اور پلٹ کر ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ہمیں اس وقت جس یکجہتی کی ضرورت تھی افسوس وہ نہیں رہی" میں نے کہا۔

"مجھے حیرت ہے جناب!" صید نے کہا "مسٹر رش نے جو کچھ کہا ان سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"چھوڑو" میں نے بے پروائی سے کہا "اس قسم کے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم دفاعی حکمت عملی سے مطمئن ہو؟"

"ذاتی طور پر تو میں اس کے حق میں ہوں کہ چاند کے غروب ہونے تک ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم جیسا تجربے کار سپاہی میرے ساتھ موجود ہے۔ خود میرا ارادہ بھی یہی ہے کہ چاند غروب ہونے کے بعد ہم ان پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

میں بابل کی وادی میں دیکھنے لگا جہاں کافی فاصلے پر دریائے فرات کی جھاگ اڑاتی لہریں چاند کی روشنی میں چمکتی نظر آرہی تھیں۔

"تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے صید؟" دفعتاً میں نے کہا "اگر وہ لوگ ہم پر حملہ کر بیٹھے تو کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"اس کا انحصار تو ان کے عزم پر ہوگا جناب!" صید نے بے تکے انداز میں کہا "اگر منظم اور بھرپور طریقے سے حملہ کیا جائے تو ایک پلٹن بھی ان پہاڑیوں کو فتح کر سکتی ہے جبکہ اس کے برعکس اگر دشمن ناتجربے کاری یا اناڑی پن کا مظاہرہ کرے تو پانچ سو افراد پر مشتمل بٹالین بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہمارا دفاع کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ مہارت کے بغیر وہ ہم پر فتح حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

صید نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کے جواب سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جنگی چالوں سے بخوبی واقف ہے۔

"تمہارے خیال میں ہمسو کی قیادت میں یہ پہاڑی فتح کی جا سکتی ہے؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"ہمسو ایل آل ایئر لائنز کا چیف سیکیورٹی آفیسر ہے جناب!" صید نے کہا "اس کی صلاحیتوں پر تو شبہ نہیں کیا جا سکتا تاہم اس کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہیں عملی طور پر کسی جنگ میں حصہ لینے کا موقع ملا ہوگا۔ ان کی اکثریت ناتجربے کار لوگوں پر مشتمل ہے۔"

"گویا مجموعی طور پر ان میں اہلیت نہیں ہے کہ ہم سے جنگ جیت سکیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب! اس کا انحصار تو ان لوگوں کے جذبہ قربانی پر ہے اگر ان میں صیہونیت پر قربان ہو جانے کا جذبہ موجود ہے تو ہمسو کی قیادت ان کے لئے بہت کافی ثابت ہوگی۔"

"قربانی کا جذبہ تو ہمارے لوگوں میں بھی ہے اور ان سے زیادہ ہے۔ پھر وہ ہم پر کس طرح قابو پا سکیں گے۔"

"عددی برتری کے علاوہ انہیں اسلحے کی برتری بھی حاصل ہے۔ ہمیں ان پر صرف یہ فوقیت ہے کہ ہم بہتر جگہ پر ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمارے ایک بھی آدمی کو زندہ گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ قربانی کا جذبہ ان میں ہم سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ وہ غاصب ہیں۔ انہوں نے ہماری زمینیں غصب کی ہیں۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے مگر ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔"

"یہ جذبہ شہادت ہی ہے صید! جو مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کرتا چلا آیا ہے اور اللہ نے چاہا تو اس محاذ پر بھی فتح ہماری ہی ہوگی۔"

"ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں ایسی کوئی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے" صید نے کہا "ہمیں اس کا ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو ہم پوری تیاری سے آتے۔ ہمارے پاس ایک مارٹر گن بھی ہوتی تو ہم انہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتے۔"

"یہ غلطی تو ہوئی ہے صید! اور اس کے لئے کسی کو الزام بھی نہیں دیا جا سکتا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آخری وقت میں ایسی کوئی حرکت کر گزریں گے۔"

"انہوں نے جو حرکت کی ہے اس کا خمیازہ بھی انہی کو بھگتنا پڑے گا۔"

"تم اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہو صید؟"

"بہت اچھی طرح واقف ہوں جناب" صید نے کہا۔ "یہاں صرف کھنڈرات بکھرے ہوئے ہیں... لیکن آپ کس لئے یہ بات پوچھ رہے ہیں؟"

"کتنی عجیب بات ہے کہ یہ علاقہ دریا کے کنارے واقع ہونے کے باوجود اس قدر بنجر اور غیر آباد ہے۔ اسے تو بہت زرخیز اور بارونق ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" صید نے کہا۔ "لیکن عربوں کے خیال میں یہ آسیب زدہ علاقہ ہے۔ اسی وجہ سے کوئی لوہر کا رخ نہیں کرتا۔"

"میں نے بھی اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں صید! میں نے سنا ہے یہاں ایسے قبائل بھی آباد ہیں جنہیں چند سال قبل تک یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ عراق کی حدود میں رہ رہے ہیں۔"

"صحرائی علاقوں میں یہی ہوتا ہے جناب! وہ تو فوجی مشقوں کے دوران ایسے قبائل کا سراغ لگ بھی گیا ورنہ وہ اب تک تاریکی میں رہتے۔"

میں نے شمال کی سمت دیکھا جہاں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر میدان میں ایک اونچی پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔

"یہ کیا ہے صید؟" میں نے اس طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"بابل کی پہاڑی ہے جناب!" صید نے کہا "بعض ماہرین آثار قدیمہ اسے مینار بابل کے مقام کے طور پر شناخت کرتے ہیں۔"

"تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں صید!" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا "تمہیں ان داستانوں پر یقین ہے جو بابل سے منسوب ہیں؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے جناب!" صید دھیرے سے ہنسا۔ "بابل تو جادو نگری تھی۔ میرے پاس اتنی فرصت کہاں کہ جادوئی داستانوں میں سر کھپاؤں۔"

"اور معلق باغات کس طرف ہیں" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "کیا وہ یہاں سے نظر آسکتے ہیں؟"

"اب تو سنا ہے ان کے صرف آثار ہی باقی رہ گئے ہیں۔ خود میں اس طرف کبھی نہیں گیا تاہم وہ یہاں سے جنوب کی سمت ہیں۔"

"کتنی عجیب بات ہے صید! رش یہاں کا باشندہ ہے اور اسے یہاں کی تاریخ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم؟"

"یہ تو دلچسپی کی بات ہے جناب! بہت سے لوگ یہاں کے باشندے نہیں ہیں لیکن یہاں کے باشندوں سے زیادہ یہاں کی تاریخ سے واقف ہیں۔"

میں نے احمد رش کو اپنی طرف آتے دیکھا "اسرائیلی خاموش ہیں" اس نے کہا "کوئی غیر معمولی نقل و حرکت دکھائی نہیں دے رہی" اس کے لہجے میں ناگواری تھی جسے میں نے بخوشی نظرانداز کر دیا۔

"اس وقت چاند کی ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی ہے" میں نے کہا "انہیں اگر ہم پر حملہ کرنا بھی ہوا تو چاند غروب ہونے کے بعد کریں گے۔"

"اس وقت تک انتظار کرنے سے بہتر یہ ہوگا کہ ہم خود

ان پر حملہ کر دیں" رش نے کہا۔

"اسلحے کی کمی ہماری راہ میں حائل ہے۔ ہمارا محدود اسلحہ زیادہ دیر تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گا اور ہمارے ساتھی بلاوجہ مارے جائیں گے۔"

"تم نے اس صورت حال سے نمٹنے کی کوئی تدبیر سوچی؟" احمد رش نے چنگ آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھے توقع ہے کہ وہ ہم پر حملہ ضرور کریں گے۔ اس وقت ہم انہیں شدید نقصانات سے دوچار کر سکیں گے۔"

"اس وقت تک ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے ان کا انتظار کرتے رہیں گے؟"

"جنگ لڑنے کے لئے بڑے مضبوط اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے" میں نے نرمی سے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے" رش نے کہا "اگر تم اجازت دو تو..."

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اپنے کسی بھی ساتھی کی ہر اس تجویز کا خیر مقدم کروں گا جو کسی بھی اعتبار سے سود مند ثابت ہو سکے۔ تمہیں اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم انچارج ہو نا" رش نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں نے سوچا کہ تم برا نہ مان جاؤ۔"

میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ مستقل میرا خون جلانے پر تلا ہوا تھا "میں برا نہیں مانوں گا رش" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اسرائیلیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہم مزید کمک طلب کر سکتے ہیں۔"

میں نے اور صبید نے چونک کر رش کو دیکھا "کمک کہاں سے طلب کریں گے؟" میں نے کہا۔

"فلسطینیوں کے بیس کیمپ سے" رش نے جواب دیا۔ "جو یہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔"

"تجویز تو اچھی ہے" صبید نے کہا "لیکن بیس کیمپ بہت دور ہے۔ وقت بہت لگ جائے گا۔"

"اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے" رش بولا "میں اپنے طیارے کے ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔"

"اگر ایسا ہو جائے تو ہماری ساری مشکلیں حل ہو جائیں گی" صبید نے پرجوش انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے اس طرح ہماری مشکلات اس قدر بڑھ جائیں گی کہ انہیں حل کرنا بالکل ہی ناممکن ہو جائے گا" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا" رش نے زہریلے انداز میں کہا "تم ہرگز میری تجویز سے اتفاق نہیں کرو گے۔"

"اگر تم نے کوئی قابل عمل تجویز پیش کی ہوتی تو میں ہرگز اسے رد نہ کرتا" میں نے اس کے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑے سکون سے کہا۔

"یہ تجویز تو بالکل قابل عمل ہے جناب!" صبید نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی؟"

"تم یہ بات کہہ سکتے ہو صبید! اس لئے کہ تم بہت سی باتوں سے لاعلم ہو۔ احمد رش ان باتوں سے واقف ہے اگر اس کو غور کرنے کا موقع ملا ہوتا تو یہ خود ہی اپنی تجویز مسترد کر دیتا۔"

"اگر تم کوئی ایسی وجہ پیش کر سکو جس کی بنا پر میری پیش کی ہوئی تجویز ناقابل عمل قرار پائے تو میں تمہاری طرف سے اپنا دل صاف کر لوں گا" رش نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"تم یہ وعدہ کرو کہ اس مہم کے خاتمے کے بعد بھی ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہو گی۔"

"مجھے منظور ہے" رش نے بڑی تیزی سے کہا۔ اسے اپنی تجویز کے قابل عمل ہونے کا پورا یقین تھا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ گم شدہ کانگرڈ کی تلاش کس پیمانے پر کی جا رہی ہے" میں نے کہا اور رش سناٹے میں آ گیا۔ اس کی سمجھ میں فوراً ہی پوری بات آ گئی تھی لیکن صبید کچھ بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی جناب؟" صبید نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گمشدہ کانگرڈ کو بہت بڑے پیمانے پر تلاش کیا جا رہا ہے... اس کی انتہا یہ ہے کہ زمین کے مدار میں موجود امریکی سیٹلائٹ تک سے مدد لی جا رہی ہے۔ ایسے میں ٹرانسمیٹر کا استعمال خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اگر ہمارا پیغام کہیں بھی سن لیا گیا تو فوری طور پر ہماری نشاندہی ہو جائے گی اور پھر فلسطینیوں سے پہلے اسرائیلی بمبار طیارے ہمارے سروں پر موجود ہوں گے۔"

"لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ کانگرڈ کو کس پیمانے پر تلاش کیا جا رہا ہے؟"

"یہ بات رش کو بھی معلوم ہے۔ کانگرڈ کو اغوا کرنے کے بعد ہم نے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی ان کی ایک گفتگو سن لی تھی جس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی تھی۔"

صبید نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "واقعی جناب پھر تو ٹرانسمیٹر استعمال کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا" اس نے کہا۔

"تمہاری بات تسلیم کر لی جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کانگرڈ کے پائلٹ بیکرے نے انہیں ٹرانسمیٹر پر اپنی پوزیشن سے کیوں مطلع نہیں کر دیا؟" رش نے کہا۔

"میرے فٹ کئے ہوئے بم نے کانگرڈ کی وائرنگ تو کم از کم تباہ کر ہی دی ہو گی اور ان کا ٹرانسمیٹر ناکارہ ہو گیا ہو گا ورنہ ہم اب تک کبھی کے راہی ملک عدم ہو چکے ہوتے۔"

"ٹھیک ہے دوست" رش نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میں تم سے اپنے سارے اختلافات ختم کرتا ہوں۔"

میں نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا "میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی" میں نے کہا۔

"مجھے ویسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ غلطی میری ہے" رش نے ندامت سے کہا "معلوم نہیں مجھے کبھی کیا ہو جاتا ہے۔ غصہ آتا ہے تو دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہ جاتا۔"

"کوئی بات نہیں رش" میں نے اس کے شانے پر ہلکی سی تھپکی دی "ہم سب کسی نہ کسی کمزوری کا شکار ہوتے ہیں۔ بس آدمی کو اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ خود پر قابو رکھنے کی کوشش کروں گا" احمد رش نے بڑے خلوص سے کہا پھر صبید کی طرف مڑ کر بولا "میں تم سے بھی معذرت خواہ ہوں۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں جناب!" صبید نے کہا۔ "میں نے آپ کی کسی بات سے اپنی توہین محسوس نہیں کی۔"

"چاند غروب ہونے والا ہے" میں نے کہا "اب ہمیں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہو گا۔"

"ہمارے پاس دونوں صورتیں موجود ہیں۔ مکمل تاریکی پھیلتے ہی ہم ان پر حملہ کر دیں یا پھر انہیں خود پر حملہ آور ہونے کا موقع دیں۔"

"میرے خیال میں جنگ کا فیصلہ جتنی جلد ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے" رش نے کہا۔

"اور تم کیا کہتے ہو؟" میں نے صبید کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جنگ کا فیصلہ جلد ہو یا دیر سے... اہم بات یہ ہے کہ وہ فیصلہ ہمارے حق میں ہونا چاہئے" صبید نے کہا۔

"رش! تمہارے خیال میں اگر ہم آگے بڑھ کر حملہ کریں تو نتائج ہمارے حق میں نکلنے کے کیا امکانات ہو سکتے ہیں؟" میں نے رش سے پوچھا۔

رش نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "اس کے امکانات کم ہوں گے۔"

"نہ ہونے کے برابر" میں نے تصحیح کی "اس کے برعکس ہم انہیں جتنا طویل انتظار کرائیں گے اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔"

"میں آپ سے متفق ہوں جناب!" صبید نے کہا "بہتر صورت یہی ہے کہ ہم دفاعی جنگ لڑیں۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ ہم پر ضرور حملہ کریں گے؟" رش نے اعتراض کیا "فرض کرو ہماری طرح وہ بھی دفاعی جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیں تو کیا ہو گا؟"

"وہ اتنا خود کش فیصلہ کر ہی نہیں سکتے" میں نے کہا "وہ جلد از جلد لڑ بھڑ کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے اگر ہم نے انہیں زیادہ دیر گھیرے رکھا تو وہ بھوکے مر جائیں گے۔ ان کے پاس نہ تو راشن ہے اور نہ ہی ان کی کوئی سپلائی لائن ہے جبکہ ہمارے پاس کئی دنوں کی خوراک موجود ہے۔"

"گویا اگر ہم نے چوبیس گھنٹے تک انہیں یہاں سے نہ نکلنے دیا تو وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے" رش نے خوش ہو کر کہا۔

"ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہے گا... لہٰذا مجھے یقین ہے کہ ان کی طرف سے ہم پر ضرور حملہ ہو گا۔"

"تب تو ہم دفاعی جنگ ہی لڑیں گے" رش نے کہا اور میں نے سکون کا ایک گہرا سانس لیا۔

سب سے پہلے میں نے انہیں دیکھا.... پہاڑی ڈھلان پر اپنی قائم کردہ چیک پوسٹ پر متعین نگرانی کرنے والوں سے بھی پہلے... اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں دوربین سے نگرانی کر رہا تھا۔

چاند غروب ہوئے کچھ دیر ہو چکی تھی اور میں نے یہودیوں کے استقبال کے لئے ساری تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔ ان تیاریوں میں دو نگران چوکیاں بھی شامل تھیں جو میں نے ڈھلان پر خاصا نیچے قائم کی تھیں اور ان پر متعین افراد کی ذمے داری صرف اتنی تھی کہ جیسے ہی وہ دشمن کو اوپر کی طرف آتے دیکھیں ہمیں فوراً اس کی اطلاع بہم پہنچا دیں۔

وہ مجھے سایوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خودکار رائفلیں موجود تھیں۔ تاروں کی روشنی میں کام کرنے والی دوربین نے برائے نام روشنی کو بھی اتنا بڑھا دیا کہ میں رات کے جانوروں سے بھی زیادہ واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ مجھے تاروں کی چھاؤں میں ان کے سائے تک نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر رینگتے خوف کے سائے بھی میری نظروں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ مجھے ان کے ہلتے ہوئے لب بھی دکھائی دے رہے تھے۔ شاید وہ لوگ زیر لب اپنی مذہبی دعاؤں کا ورد کر رہے تھے۔

میں نے رائفل ایک طرف رکھتے ہوئے بہت آہستہ آواز میں کہا "وہ آ رہے ہیں۔"

رش سنبھل کر بیٹھ گیا "مشرقی ڈھلانوں کے محافظوں کو چوکنا کر دو" رش نے صبید سے کہا اور وہ فوراً ہی مشرقی سمت میں دوڑ گیا۔

میں احمد رش اور صمید کے ساتھ پہاڑی کی مشرقی ... والے حصے کے وسط میں ایک برجی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس ... کا نام میں نے کمانڈنٹ آبزرویشن پوسٹ رکھا تھا۔ چند ... دوران ضروری ہدایات حاصل کرنے کے لئے کچھ افراد ... تھے جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ دوڑتے ہوئے کمانڈنٹ ... پوسٹ تک آتے اور ہدایات حاصل کرکے مطلوبہ مورچوں تک ... پہنچا دیتے۔ اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ اسرائیلی ہمارا ... حصار توڑنے میں کامیاب ہو جاتے تو یہ جگہ ہمارے لئے ... اور دفاعی چوکی کا کام کر سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد صمید نے آکر بتایا کہ مشرقی سمت کے ... ڈھلان کو چیک کر دیا گیا ہے اور اس کے چند ہی منٹ بعد پہاڑی کے ... اور ولی چیک پوسٹ سے دو افراد دوڑتے ہوئے آئے ... انہوں کمانڈنٹ پوسٹ کے نیچے تقریباً بے دم ہو کر گر پڑے ... عالم میں نے ہمیں وہی اطلاع فراہم کی جو پہلے سے ہی ... تھی "وہ آ رہے ہیں۔"

"وہ بتدریج اوپر کی طرف بڑھ رہے ہیں" ... رش نے کہا۔ جس کے ہاتھ میں ایم 16 رائفل تھی اور اس رائفل ... دوربین اسی رائفل پر نصب تھی۔

"ذرا دوربین مجھے دو" میں نے رش سے کہا۔ اس نے رائفل میری طرف بڑھا دی۔

میں نے رش سے دوربین لے کر اپنی آنکھ سے لگائی ... اس بار وہ بہت محتاط تھے اور ایک دوسرے سے ... دور تھے وقفے وقفے سے کسی چٹان کی آڑ بھی لے لیتے ... نکل کر تیزی سے اوپر چڑھنے لگتے تھے۔ انہوں نے ... کھا کر سبق لے لیا تھا۔

"اگر ان میں بیستو دکھائی دے تو اسے شوٹ کر دینا" رش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"تم خود دیکھ چکے ہو ان میں کسی مخصوص ... کرنا کتنا مشکل کام ہے" میں نے رش سے کہا ... دیکھنے کے لئے پوری ڈھلان کا ایک سرے ... سرے تک جائزہ لینا پڑے گا۔"

"ہاں، میں نے دیکھا ہے.... وہ مردود کسی ... کا منظر پیش کر رہے ہیں۔"

"اس بار ان کی رائفلوں پر سنگینیں بھی ..." میں نے دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا ... کے لئے وہ منظر خوف زدہ کر دینے والا ... خوف زدہ نہیں تھا۔ اس کے برعکس ... ردعمل دیکھنے کا اشتیاق تھا جب ہماری جانب ... برسائی جائیں۔

میرے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا ... جانب سے گولیوں کے جواب میں وہ کس طرح کے ردعمل کا اظہار کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک آڑ لینے کی کوشش کرے گا۔ شاید جو بھی آڑ میسر آئے گی اس کے پیچھے دبک کر بیٹھ رہے گا۔ وہ سب تو بعد کی باتیں تھیں۔ اس وقت تو وہ بڑے منظم پیمانے پر ہم پر حملہ کرنے آ رہے تھے اور یہ حملہ وہ محض اپنی جانیں بچانے کی خاطر کر رہے تھے۔ یہودی قوم کا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"اب وہ کتنی دور رہ گئے ہیں؟" احمد رش نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تو وہ بہت دور ہیں" میں نے کہا "کوئی آدھا کلومیٹر کا فاصلہ تو ضرور ہوگا۔"

"تو پھر تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو.... فائر کھولنے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" رش نے کہا۔

"ان کے قریب آنے کا منتظر ہوں" میں نے جواب دیا۔ "ابھی وہ بہت دور ہیں۔"

"ہماری دفاعی لائن بہت کمزور ہے اس لئے ضروری ہے کہ انہیں خود سے قریب آنے ہی نہ دیا جائے۔"

"انہیں خود سے دور رکھنے کے چکر میں بہت ایمونیشن ضائع ہوگا اور ہم ایمونیشن ضائع کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے" میں نے جواب دیا۔

"اور اگر ان کے پاس دستی بم ہوئے تو وہ قریب پہنچ کر ہمیں تہس نہس کر دیں گے۔"

"مگر ان کے پاس دستی بموں کی موجودگی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"ہیں تو سہی" رش بے تابی سے بولا "اندازے کی ذرا سی غلطی سے ہم سب کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

"ہمیں کوئی نہ کوئی خطرہ تو مول لینا ہی ہے" میں نے کہا۔ "اگر انہیں دور رکھنے کی کوشش کی گئی تو ایمونیشن ختم ہو جائے گا۔ اس صورت میں ہماری شکست لازمی ہو جائے گی۔"

"تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو.... ممکن ہے ہماری فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر وہ پسپا ہو جائیں۔"

"ایسا کرتے ہیں کہ اس مسئلے پر صمید کی رائے لے لیتے ہیں" میں نے سوالیہ نظروں سے صمید کی طرف دیکھا۔

"ان کے نزدیک آنے میں جتنا ہماری جانوں کو خطرہ لاحق ہوگا اس سے کہیں زیادہ خطرے میں خود ان کی جانیں پڑ جائیں گی" صمید نے کہا "ہم کم سے کم ایمونیشن کے ذریعے انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ لہٰذا میری رائے تو یہی ہے کہ ہم انہیں زیادہ سے زیادہ نزدیک آجانے دیں۔"

"میرا کیا ہے" رش بڑبڑایا "لیکن میرا مشورہ ہے کہ انہیں زیادہ قریب مت آنے دینا، کہیں ہم دستی بموں کے دھماکوں کا نشانہ نہ بن جائیں" اس کے بعد میں نے ایم 16 رائفل رش کو تھما دی اور وہ اس کی دوربین پر جھک گیا۔

"ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں اے کے 47 رائفل ہے اور ان کے عزائم بھی اچھے نظر نہیں آتے" رش نے کہا مگر میں نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھا۔

"اب وہ کتنے فاصلے پر رہ گئے ہیں" کچھ دیر بعد میں نے رش سے پوچھا۔

"ساڑھے تین سو میٹر کے فاصلے پر" رش نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

"اور ان کی پوزیشن کیا ہے؟"

"ان کی رائفلوں پر سنگینیں موجود ہیں اور زیادہ تر آڑ میں ہیں۔ کچھ کھلے میں بھی موجود ہیں۔"

میں اس فلسطینی کی طرف مڑا جسے پیغام بر کا کام کرنا تھا۔

"اے کے 47 کی پوزیشن پر جاکر کہو کہ فائرنگ شروع کر دی جائے" میں نے اس سے کہا اور وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر روانہ ہو گیا۔

میں دوبارہ رش کی طرف پلٹا "اب ان کا فاصلہ کیا ہے" میں نے کہا۔

"تین سو میٹر" رش کی آواز واضح طور پر کپکپا رہی تھی۔

"بہت مناسب فاصلہ ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "فائرنگ شروع کر دو۔"

رش تو جیسے اشارے کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً ہی ٹریگر دبا دیا۔ سائلنسر لگی ہوئی رائفل سے ہلکی سی دھماکے جیسی آواز ابھری۔ اس نے رائفل ذرا سی گھمائی اور دوبارہ ٹریگر دبا دیا۔ پھر رائفل گھمائی اور تیسری بار ٹریگر دبا دیا۔ اس موقع پر پہلی اے کے 47 سے فائرنگ شروع کر دی گئی۔ جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا اور اس کے بعد تو جیسے قیامت ہی آگئی۔ یہودیوں نے بھرپور جوابی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی پر اور ڈھلانوں میں ہر طرف رائفلیں گرج رہی تھیں اور ان سب میں نمایاں ترین آواز نائن ایم ایم کی یوزی سب مشین گن کی تھی۔

رفتہ رفتہ شور اس قدر بڑھا کہ کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہونے لگے۔ ہر طرف شعلے لپک رہے تھے۔ گولیاں ٹکرا رہی تھیں اور گرد و غبار کا ایک طوفان سا ہر طرف چھا گیا تھا۔

یہ سب کچھ تھا مگر اس جنگ میں جنگ کا لطف نہیں تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مقابلہ صرف گولیوں سے ہو رہا تھا۔ نہ کوئی توپ تھی، نہ ٹینک تھا۔ گھن گرج کا فقدان تھا۔

ہماری جانب سے بڑے تواتر کے ساتھ فائرنگ کی جا رہی تھی۔ ہم ذرا سا بھی تامل برتتے تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع دے رہے ہیں۔ مجھے حیرت تھی کہ اسرائیلیوں کی جانب سے اتنی جرأت کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔ انہیں یہ خوف بھی نہیں تھا کہ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ ہو سکتا ہے۔ کم از کم مارٹروں کی موجودگی تو خارج از امکان نہیں تھی۔

مجھے خدشہ تھا کہ اگر چند منٹ تک مزید یہی عالم رہا تو ہمارے پاس ایمونیشن ختم ہو جائے گا۔ عین اس وقت جب کہ میں یہ بات سوچ رہا تھا اچانک فلسطینیوں کی جانب سے فائرنگ میں تیزی آگئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہوں نے میرے خیالات پڑھ لئے ہوں۔

اسرائیلی اب ہم سے محض سو گز کے فاصلے پر رہ گئے تھے اور ہیولوں کے مانند نظر آ رہے تھے۔ بڑھتی ہوئی فائرنگ نے ان کے آگے بڑھنے کی رفتار میں فرق ڈال دیا تھا بلکہ وہ آگے بڑھ ہی نہیں پا رہے تھے اور یہ ایک خوش آئند بات تھی مگر تشویش ناک بات یہ تھی کہ وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ رہے تھے اور اب ان کا پسپا ہونا بہت ضروری ہو گیا تھا۔

پھر میں نے چند ایسے افراد کو دیکھا جو غالباً انہیں آگے بڑھنے کے لئے اکسا رہے تھے۔ وہ کچھ زیادہ ہی دلیر تھے مگر انہیں اپنی دلیری بہت مہنگی پڑی۔ احمد رش تو ایسے مواقع کی تاک میں رہا کرتا تھا۔ اس نے ان میں سے یکے بعد دیگرے دو کو ڈھیر کر دیا۔ ایم 16 رائفل سب سے زیادہ مہلک ثابت ہوئی تھی۔ دو افراد کے ڈھیر ہوتے ہی یہودیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ احمد رش بہت زیادہ مضطرب ہو گیا ہے۔ یہودیوں کی طرف سے پہلے ہی فائرنگ رک گئی تھی اور اب فلسطینی بھی فائرنگ نہیں کر رہے تھے۔ بے پناہ فائرنگ کے بعد یک دم طاری ہونے والا سناٹا بڑا غیر فطری سا محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا بات ہے رش؟" میں نے کہا "تم کچھ مضطرب نظر آ رہے ہو؟"

"مجھے.... مجھے شبہ ہے کہ میں نے بیستو کو دیکھا تھا" اس نے دوربین پر جھکے جھکے جواب دیا "میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"اسے مارنا مت رش" میں نے کہا مگر شاید اس نے میری بات سنی ہی نہیں تھی۔ میں نے اس کی انگلی کو ایم 16 رائفل کے ٹریگر پر دباؤ ڈالتے دیکھا اور اس کے بعد وہ بڑے جوش کے ساتھ اچھل کر کھڑا ہو گیا "میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے علی! میں کامیاب ہو گیا ہوں علی! میں کامیاب ہو گیا۔"

میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ یوں خوش ہو رہا تھا جیسے جیکب بیستو کو ہلاک کرنا ہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا مشن رہا ہو۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے غلطی کی ہے رش!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن یہ ہمارا مشن تو نہیں تھا!"

رش نے ایک طویل قہقہہ لگایا اور فخریہ انداز میں بولا۔ "اب کوئی امن کانفرنس نہیں ہوگی۔ ہم کامیاب ہو گئے۔"

"جیکب ہمسنو سے تمہاری ذاتی دشمنی تھی رش! اور یہ وقت ذاتیات سے مبرا ہو کر سوچنے کا تھا۔ ہمسنو کے علاوہ اور لوگ بھی تو ہیں۔"

"ہمسنو ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ ایل آئی کا چیف سیکیورٹی آفیسر ہونے کی وجہ سے وہی ان کا سربراہ تھا۔"

"چونکہ اس کے مرنے سے کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور پڑے گا مگر ان کے حوصلے بالکل ہی پست نہیں ہو جائیں گے۔ ہم اب بھی مشکلات سے نہیں نکلے۔"

میری بات سن کر رش اچانک سنجیدہ ہو گیا "اب تک ہم ان کے دو حملے پسپا کر چکے ہیں۔ ان کے حوصلے پست ہونا لازمی امر ہے۔"

"میرا اندازہ ہے کہ انہیں زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ یہ عددی برتری کا کھیل ہے۔ اس بار زیادہ سے زیادہ چند آدمی ہلاک ہوئے ہوں گے۔"

"اس بار وہ لوگ محتاط بھی تو بہت تھے" رش نے کہا "وہ آگے ضرور بڑھ رہے تھے مگر چٹانوں کی آڑ لے کر بڑھ رہے تھے۔"

"ہمیں نتائج سے غرض رکھنی چاہئے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ان کا جانی نقصان کم کیوں ہوا۔ بات تو یہ ہے کہ وہ پھر ہم پر حملہ کریں گے۔"

"میں اندازہ کر چکا ہوں کہ وہ تربیت یافتہ نہیں ہیں" رش بے نیازی سے بولا "ہمسنو کے مرنے کے بعد وہ اچھی دیدہ دلیری کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے۔"

"میں تمہارے اندازے کی داد دیتا ہوں" میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا "مگر تم نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ اس وقت ہمارے پاس ایمونیشن کی کیا پوزیشن ہے؟"

احمد رش چونک پڑا "یہ سوچنا تمہارا کام ہے" اس نے کہا "میری توجہ تو اس طرف گئی ہی نہیں.... مگر ہمارے پاس ایمونیشن ختم تو نہیں ہوا ہوگا؟"

"ختم ہوتے ہوتے رہ گیا.... اگر یہ جنگ محض چند منٹ اور جاری رہ جاتی تو شاید ہمارے آدمیوں کے پاس ایک گولی بھی نہ باقی بچتی۔"

"فکر مت کرو علی!" احمد رش کے لہجے میں اچانک ہی بے پروائی کا عنصر شامل ہو گیا "جیکب ہمسنو کو ہلاک کر کے میں نے جو کارنامہ...."

"ہوش کی دوا کرو رش!" میں نے سخت لہجے میں کہا "اتنی دیر سے میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ خطرہ ٹلا نہیں بڑھ گیا ہے۔"

رش نے بے بسی سے میری طرف دیکھا "میں نہیں سمجھ سکتا" وہ بڑبڑایا "خود کو ان لوگوں کی جگہ رکھ کر سوچو تو تمہیں اندازہ ہوگا...."

"وہی کر رہا ہوں رش" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ان کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ مقابلہ کریں یا ہتھیار ڈال دیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" صید نے کہا "اگر یہ رات انہوں نے یونہی گزار دی تو ان کی شکست لازمی ہو جائے گی۔"

"شکست سے تو ہم انہیں پہلے ہی دوچار کر چکے ہیں۔"

رش بولا "ہم نے ان کے طیارے اغوا کیے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ پھر ہم نے ان سے مقابلہ کر کے ان کے چیف سیکیورٹی آفیسر کو ہلاک کر دیا۔ انہیں دو بار پسپا کیا...."

"ان کے پاس راشن نہیں ہے رش!" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا "یہ تو عام لوگ ہیں۔ راشن کے بغیر تو کوئی فوج بھی زیادہ دیر نہیں لڑ سکتی۔"

"یہ تو میری بات کی تائید ہوئی" رش خوش ہو کر بولا۔ "ہمیں بس کسی طرح یہ رات گزارنی ہے۔ اس کے بعد تو یہ لوگ لڑنے کے قابل ہی نہیں رہ جائیں گے۔"

"خود کو ان کی جگہ رکھ کر سوچو" میں نے رش کی نقل کی "تم ان کی جگہ ہوتے اور تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے پاس خوراک نہیں ہے تو تم کیا کرتے؟"

"اگر میں اس صورت حال میں پھنستا تو کبھی پیچھے نہ ہٹتا" رش نے بڑے جوش سے کہا "آخری سانس تک مقابلہ جاری رکھنے کو ترجیح دیتا۔"

"وہ عقل مند لوگ ہیں رش! وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ منظم ہو کر نئی حکمت عملی کے ساتھ دوبارہ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ میں اسی بارے میں فکر مند ہوں۔"

"تمہاری بات میرے حلق سے نہیں اترتی" رش نے کہا "اگر تم ان کی جگہ ہوتے تو کیا حکمت عملی اختیار کرتے.... مجھے بتاؤ!" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ رش کے کہنے کے مطابق میں خود کو تو ان کی جگہ نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے کہ میرا انداز یکسر مختلف تھا مگر پھر بھی میں نے کوشش کی کہ ایک یہودی کے انداز میں سوچوں۔

"ہمیں مسٹر رش کی بات پر غور کر لینا چاہئے جناب!" اچانک صید نے کہا "اگر ہم ان کی آئندہ حکمت عملی پر غور کر سکیں تو بہتر طور پر ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

"میں اسی پر غور کر رہا ہوں صید" میں نے کہا "اس بات میں وزن ہے کہ وہ اپنی حکمت عملی تبدیل ضرور کریں گے۔"

"میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ تم بلاوجہ پریشان ہو رہے ہو" رش نے کہا "اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکیں گے۔"

"یہ ممکن ہے جناب!" صید بولا "یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاس اسلحہ کم ہے۔ وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہمارے پاس بہت اسلحہ ہے۔"

یکایک میں اچھل پڑا "میں نے ان کی آئندہ حکمت عملی کا اندازہ کر لیا ہے صید!" یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔"

میں نے اندھیرے کے باوجود محسوس کیا کہ صید مسکرایا تھا "ایسا ہوتا ہے جناب!" اس نے کہا "میں خود ابھی ابھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں...."

"کہ اب وہ کسی اور جانب سے نکل جانے کی کوشش کریں گے" میں نے اس کی بات مکمل کر دی "یہی نتیجہ اخذ کیا ہے نا تم نے؟"

"قدرتی بات ہے جناب" صید نے کہا "ایک محاذ پر دوبار شکست کھانے کے بعد ان کا کسی اور جانب متوجہ ہو جانا قدرتی امر ہے۔"

"یہ بات تو طے ہوئی کہ اب وہ اس طرف حملہ نہیں کریں گے" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ ان کا اگلا ہدف کون سا ہوگا؟"

"وہ ہماری تعداد سے بھی لاعلم ہیں جناب" صید بولا "وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے چاروں طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔"

"لہٰذا اب وہ صرف اپنی سلامتی کی فکر کریں گے" رش نے فاتحانہ انداز میں کہا "اور کسی بھی طرف حملہ کرنے سے گریز کریں گے۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں صید!" میں نے رش کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا "انہیں کم از کم یہ اندازہ ضرور ہے کہ ہم مضبوط پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

صید نے چند لمحے میری بات پر غور کیا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں سمجھ گیا جناب! اگر ہماری تعداد زیادہ ہوتی تو ہم خود ان پر ٹوٹ پڑتے۔"

"ہاں" میں نے کہا "ان کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں۔"

"وہ اگر مکمل طور پر پسپا ہو چکے ہیں جناب!" صید نے نشیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے پاس سوچنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"وقت کی کمی نہیں ہے صید! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بالکل درست فیصلہ کریں۔ انہیں منظم ہونے میں خاصا وقت لگے گا ہمارے پاس بہت وقت ہے۔"

صید نے اثبات میں سر ہلایا "میں تو خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں جناب! اگر وہ دریا والی سمت حملہ کر بیٹھتے تو اس وقت کیا پوزیشن ہوتی؟"

"تیزی سے روانہ ہو جاؤ صید!" میں نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ اب وہ لوگ اسی سمت سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

صید بڑی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا "اپنے ساتھ کتنے آدمی لے جاؤں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"تمام لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ" میں نے کہا "ہمیں اپنی ساری قوت اس محاذ پر جھونک دینی ہے جو آئندہ کا متوقع ہدف ہے۔"

صید جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ میں نے اسے روک لیا "تم یہیں رکو گے صید! اپنے آدمیوں کو ضروری ہدایات دے کر واپس آ جاؤ۔"

کوئی سوال کیے بغیر وہ چلا گیا۔ اس کی یہ عادت مجھے بہت پسند آئی تھی۔ غیر ضروری طور پر کوئی بات نہیں کرتا تھا اور احکامات پر بے چون و چرا عمل کرتا تھا۔

"آج میں بہت خوش ہوں" احمد رش نے کہا "جیکب ہمسنو نے مجھے جو تھپڑ مارا تھا۔ میں نے اس کا انتقام لے لیا ہے۔"

"تھپڑ کا بدلہ تو تھپڑ ہی ہو سکتا ہے رش! اگر یہ انتقام تھا تو دنیا کے کسی قانون کی رو سے اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

"اس نے میری بے عزتی بھی کی تھی" اس نے بے پروائی سے کہا "اس بات کا بہرحال مجھے افسوس رہے گا کہ میں اس کی بے عزتی نہیں کر سکا۔"

میں نے حیرت سے اسے دیکھا "تمہارا مطلب یہ ہے کہ اس کی جان لینے کے باوجود بھی تمہارا انتقام تشنہ رہ گیا؟"

"خود پر ہاتھ اٹھانے والے کسی شخص کو میں معاف کر ہی نہیں سکتا" رش مسکرایا "اس کے اس عمل سے میری جو بے عزتی ہوئی ہے اس کے بدلے میں زیادہ سے زیادہ اس کی جان ہی لی جا سکتی تھی۔"

"ہمارا مذہب تو اس بات کے خلاف ہے رش! تھپڑ کا بدلہ تھپڑ اور بے عزتی کا بدلہ بے عزتی ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"اس شخص کی بے عزتی کس طرح کی جا سکتی تھی جس کی کوئی عزت ہی نہ ہو؟" اس نے میری بات کا برا مانتے ہوئے کہا۔

"وہ اپنی نسل کا سپیریئر چیف تھا رش!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اور تم کہتے ہو کہ اس کی کوئی عزت ہی نہیں تھی؟"

"وہ ایک یہودی بھی تھا" اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا "اور میرے دل میں کسی یہودی کی کوئی عزت نہیں ہے خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبے پر کیوں نہ فائز ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا۔ اس سے معقولیت کی توقع کرنا عبث تھا۔ وہ تو ایک انتہا پسند تھا جس کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں اعتدال کا شائبہ تک نہ تھا۔

کچھ دیر بعد صید واپس آ گیا "میں نے ان سب کو دریا والی سمت روانہ کر دیا ہے جناب" اس نے کہا "لیکن اگر اس طرف حملہ ہو گیا تو وہ لوگ زیادہ دیر مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے صید! میں جانتا ہوں کہ ایمونیشن کی کیا صورت حال ہے۔ تمہیں روکنے کا مقصد بھی تھا۔ ابھی ہم نیچے چلیں گے۔ مجھے امید ہے کہ پسپا ہونے والے ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہوں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب! یقیناً ہمیں کافی اسلحہ مل جائے گا۔ پسپائی کے وقت انہیں اتنا ہوش کہاں رہا ہو گا کہ اپنی جانوں کے ساتھ اپنے اسلحے کی فکر بھی کرتے لیکن ہمیں اسلحہ تلاش کرنے میں خاصا وقت لگے گا۔ اس دوران میں اگر انہوں نے دریا والی سمت میں حملہ کر دیا تو کیا ہو گا؟"

"اول تو اس کا امکان بہت کم ہے۔ انہیں از سر نو حملہ کرنے کے لئے تیاری میں خاصا وقت لگے گا تاہم اگر انہوں نے زیادہ تیزی کا مظاہرہ کیا تو ہم ان کے عقب میں موجود ہوں گے۔"

صید نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ میری بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

ہم دونوں نیچے جائیں گے جب کہ رش اسی مقام پر رکے گا۔ اس کے پاس ایم 14 رائفل موجود ہے جس پر نصب دوربین کی مدد سے وہ ڈھلانوں کا جائزہ لیتا رہے گا اگر ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہوا تو رش ہمیں کور فراہم کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی.... تمہارے پاس پستول تو موجود ہے نا؟" میں نے صید سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب" صید نے مجھے پستول نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "میرا خیال بھی یہی ہے کہ ڈھلانوں پر کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہو گی۔"

"ایک پستول میرے پاس بھی ہے" میں نے کہا "اگر کوئی بدقسمت وہاں موجود ہوا بھی تو یہ دو پستول اس کے لئے کافی ہوں گے۔"

میں نے صید کے ساتھ پہاڑی ڈھلان پر قدم رکھ دیے اور نشیب کی سمت اترنے لگا۔ ہمارا اندازہ غلط تھا کہ ہم تیز رفتاری سے نیچے اتر رہے تھے۔ چند ہی منٹ کے اندر اندر ہم سو گز کے فاصلے پر اس جگہ پہنچ گئے جہاں تک پہنچنے کے بعد یہودیوں کو پسپا ہونا پڑا تھا ذرا سی تلاش کے بعد ہمیں تین یہودیوں کی لاشیں مل گئیں۔

"تم یہیں سے واپس پلٹ جاؤ" میں نے ان تینوں کی رائفلیں، گن اور فالتو میگزین صید کے حوالے کرتے ہوئے کہا "فوری طور پر اتنا اسلحہ کافی رہے گا؟"

"بہت کافی رہے گا" صید نے کہا "اور اس بار ہم ایمونیشن بہت احتیاط سے خرچ کریں گے تاکہ زیادہ بہتر نتائج حاصل کر سکیں۔"

"کوشش کرنا کہ جب وہ تم سے زیادہ سے زیادہ قریب آ جائیں تب ان پر فائرنگ شروع کرو ورنہ ایمونیشن ضائع ہونے کا اندیشہ رہے گا۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں جناب! میں ہر ممکن احتیاط کا مظاہرہ کروں گا" صید نے کہا کہ میری کوشش یہی رہے گی کہ ایک گولی بھی ضائع نہ ہونے پائے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ایم 14 کی ضرورت بھی نہیں رہی... اسے بھی تم ہی لے جاؤ۔ بلکہ چلو میں خود ہی رش سے تمہیں رائفل دلوا دوں۔"

میں صید کے ساتھ اوپر واپس آیا اور احمد رش سے ایم 14 رائفل لے کر صید کے حوالے کر دی۔ رش نے کوشش کی تھی کہ رائفل اس کے قبضے سے نہ نکلنے پائے مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔

"ہم دونوں کے پاس پستول موجود ہیں" صید کے جانے کے بعد میں نے رش سے کہا "اور ہمیں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ ہمارے لئے بارہ گولیاں بھی بہت ہیں۔"

"خطرہ کیوں نہیں ہے۔ تم دوبارہ نیچے اترنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور کہتے ہو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ معلوم نہیں نیچے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔"

"کچھ نہیں ہو گا" میں نے اسے تقریباً کھینچتے ہوئے کہا۔ "تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کریں گے اور اب تم ہی یہ کہہ رہے ہو کہ خطرے کا امکان موجود ہے۔"

"بلندی پر تو ہم کسی قدر محفوظ بھی رہیں گے لیکن نیچے اگر کسی سے مڈبھیڑ ہو گئی تو صورت حال بہت مختلف بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہمارے پاس بارہ گولیاں اور دو پستول ہیں" میں نے ڈھلان پر اترتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا "اور مجھے امید ہے کہ ابھی ہمیں مزید اسلحہ بھی ملے گا۔"

احمد رش خاصا چوکنا تھا اور ذرا ذرا سی آہٹ پر بھڑک رہا تھا۔

"یہاں کس قدر اندھیرا ہے" اس نے کہا "اگر کسی نے ہمیں چھپ کر نشانہ بنا دیا تو دونوں پستول اور تمام گولیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

"دشمن ہم سے کہیں زیادہ خوف زدہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کسی سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی بھی ہو یا تو وہ کوئی زخمی ہو گا یا پھر مر چکا ہو گا۔"

"اس کے باوجود ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے" اس نے کہا "عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں ایم 14 کے ساتھ اوپر ہی موجود رہتا۔"

"کیا تم اس مقام کی نشان دہی کر سکو گے جہاں تم نے بھسنو کو نشانہ بنایا تھا؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"کیوں؟" رش چلتے چلتے رک گیا "تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"چلتے رہو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "جیکب بھسنو کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا جی چاہ رہا ہے۔ معلوم نہیں مرنے کے بعد کیسا لگ رہا ہو گا۔"

"تمہیں یہ بات اوپر ہی کہنی چاہئے تھی" رش نے کہا۔ "اتنا نیچے اتر آنے کے بعد اس جگہ کی صحیح نشان دہی کرنا میرے لئے آسان نہیں ہے۔"

"اندازہ لگانے کی کوشش کرو رش! ہم بالکل سیدھ میں نیچے اتر رہے ہیں اگر تم ذرا سا ذہن پر زور دو تو یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

"میں اس مقام پر تھا" رش نے پلٹ کر چوٹی کی طرف دیکھا "اور میں نے ذرا سا بائیں جانب فائر کیا تھا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ سو گز رہا ہو گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میرا بھی یہی اندازہ تھا" میں نے اپنے چلنے کی سمت تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ رش بھی میرا ساتھ دے رہا تھا۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو" رش نے کہا۔ اس کے لہجے میں الجھن عیاں تھی۔

"بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ جو یہودی جنگ میں کام آ چکے ہیں ان کا اسلحہ سمیٹ لیا جائے" میں نے کہا "ہمیں اسلحے کی اشد ضرورت ہے۔"

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں" رش جھنجلا کر بولا۔ "لیکن اس وقت تو تم جیکب بھسنو کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"میں تمہاری بے نیازی پر حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہوں رش! اگر میں نے اپنے کسی دشمن کو ٹھکانے لگایا ہوتا تو سب سے پہلے اس کی لاش دیکھنے کی خواہش ہوتی۔"

"یہ خواہش تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی قسم کا شبہ ہو" رش نے کہا "مجھے یقین ہے کہ میں نے بھسنو کو ٹھکانے لگا دیا ہے پھر خواہ مخواہ خود کو خطرے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟"

رش کو کوئی جواب دیے بغیر میں خاموشی سے چلتا رہا۔ پھر جب میرے اندازے کے مطابق ہم ڈیڑھ سو گز کا فاصلہ طے کر چکے تو میں نے اس سے کہا "اب وہ جگہ پہچاننے کی کوشش کرو۔"

رش رک کر چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا "یہ وہ جگہ ہے۔ میں نے اسے اس چٹان کی آڑ میں دیکھا تھا اور یہیں نشانہ بنایا تھا۔"

میں نے چند لمحے آس پاس نگاہ دوڑائی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ جس چٹان کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا وہ دوسری چٹانوں سے خاصی مختلف تھی۔

"آؤ" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "میں تمہارے شکار کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی ہمیں ایک تاریک ہیولا نظر آیا جو مڑا تڑا زمین پر پڑا تھا "دیکھا میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔"

رش کو جواب دینے کی زحمت کئے بغیر میں اس لاش کے پاس پہنچ گیا جو تاریکی میں ایک ہیولے کی مانند نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ بہت قریب سے دیکھنے کے بعد میں رش کی طرف مڑا "یہ جیکب بھسنو تو نہیں ہے۔"

میری بات سن کر احمد رش بوکھلائے ہوئے انداز میں لاش پر جھک گیا "یہ.... یہ تو واقعی...." وہ ہکلا کر رہ گیا۔

میری نگاہ تیزی سے آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی مگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور لاش ہوتی تو دکھائی دیتی۔

"تمہیں اس جگہ کو شناخت کرنے میں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی" میں نے رش سے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" رش نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "مجھے پورا یقین ہے کہ...."

وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر سکا اس لئے کہ اسی وقت ایک چٹان کے عقب سے ابھرنے والی آواز ہم دونوں کے اعصاب پر بم کی طرح گری تھی۔

"اچھا ہوا تم لوگ آ گئے۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

آواز سنتے ہی میں نے بڑی تیزی سے خود کو زمین پر گرا دیا اسی مختصر سے وقفے میں میں نے پستول بھی جیب سے نکال لیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ چٹان کے عقب سے ابھرنے والی آواز نسوانی تھی۔ ہمیں کسی عورت نے مخاطب کیا تھا۔

احمد رش بھی پیچھے نہیں رہا تھا اور میرے نزدیک ہی موجود تھا۔ میری طرح اس نے بھی خود کو زمین پر گرا لیا تھا۔ میں پیٹ کے بل رینگتا ہوا اس کے بالکل برابر پہنچ گیا۔

"فائر مت کرنا رش!" میں نے سرگوشی کی۔ اس کی طرف سے مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ آواز کی سمت فائر نہ کر بیٹھے۔ پستول تو اس کے ہاتھ میں موجود ہی تھا۔

"میں اندازہ ہی نہیں کر سکا کہ یہ آواز کس سمت سے آئی تھی ورنہ اسے ہرگز نہ چھوڑتا" احمد رش نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ سمت کا اندازہ نہیں کر پایا تھا۔ اس موقع پر فائر کرنا بہرحال خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ فائر کی آواز دوسروں کو متوجہ کر سکتی تھی۔

"یہ ہمارے لئے کوئی جال بھی ہو سکتا ہے رش!" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی "ممکن ہے وہ اندازہ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں کہ ہمارے ساتھ اور کتنے لوگ ہیں۔"

"تب تو یہ جگہ ہمارے لئے خطرناک ہے" رش نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کسی چٹان کے عقب میں رینگ جائیں۔"

"اندھیرے کی چادر اس قدر دبیز ہے کہ ہمیں چند قدم کے فاصلے سے بھی نہیں دیکھا جا سکے گا" میں نے اسے ایک بار پھر پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"اگر دوسری طرف سے اندھادھند فائرنگ شروع کر دی گئی تو ہماری خیر نہیں ہوگی" احمد رش نے کہا۔ اس کا انداز بدستور ہیجانی تھا۔

"ساکت و صامت پڑے رہو رش!" میں نے آہستہ مگر تحکمانہ آواز میں کہا "اگر ہم نے حرکت کی تو ہمیں لازمی طور پر دیکھ لیا جائے گا۔"

یہ بات اس کی عقل میں آ گئی اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا اس لئے کہ اس کی عقل خاصی موٹی تھی مگر جان بچانے والی بات وہ بہ آسانی سمجھ جایا کرتا تھا۔

کچھ دیر سکوت چھایا رہا اس کے بعد ایک بار پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی "تم لوگ کہاں چلے گئے" پہلے کی طرح اس بار بھی بولنے کے لئے عربی زبان استعمال کی گئی تھی۔

"میں نے اندازہ کر لیا" رش نے مضطربانہ انداز میں سرگوشی کی "وہ جو کوئی بھی ہے سامنے والی چٹان کے عقب میں موجود ہے" اس نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

"میں پہلے ہی اندازہ کر چکا تھا" میں نے کہا "لیکن اس سے ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اور ہمارے ساتھی بھی ہم سے بہت دور ہیں۔"

"اگر ہم ذرا سی ہوشیاری کا مظاہرہ کریں تو اسے بہ آسانی گھیر سکتے ہیں۔ بس ہمیں خاموشی سے اس کے عقب میں پہنچنا ہوگا اور ہم اس پر قابو پا لیں گے۔"

احمد رش ہر موقع پر اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش ضرور کرتا تھا جو اس کے پاس تھی ہی نہیں اور اس کی یہ عادت میرے لئے مستقل طور پر تکلیف کا باعث بن گئی تھی۔ خاموش رہنا شاید اس کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔

"تم اگر ذرا سی عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ تو میں کچھ سوچ لوں" میں نے غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں سوچنے کی کون سی بات ہے؟" اس کے انداز میں حیرت بھی تھی "میں نے تو بہت آسان سی تجویز پیش کی ہے جس پر عمل کرنا کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے یہ آواز پہلے بھی کہیں سنی ہے۔ میں ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم مستقل بولے چلے جا رہے ہو۔"

"مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں" نسوانی آواز ایک بار پھر گونجی "میں تم لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے اس کا موقع دو گے؟"

"ضرور دیں گے" میں نے رش کے کان میں سرگوشی کی "لیکن اس سے پہلے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا چاہئے کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں تم سے متفق ہوں" رش نے بھی سرگوشی کی "اگر ہمیں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو ہم اس کا مقابلہ کر سکیں۔"

میں نے اپنا پستول رش کی طرف بڑھایا "تم یہ پستول لے لو اور اپنا پستول مجھے دے دو" میں نے اس سے کہا۔

میری اس عجیب فرمائش نے رش کو چونکا دیا "تم پستول کیوں تبدیل کرنا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"تم اس جگہ ٹھہرو گے" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا "جبکہ میں گھوم کر اس کے عقب میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم لوگ خاموش کیوں ہو۔ میری بات کا جواب تو دو۔" نسوانی آواز ابھری۔ اس بار لہجے میں اضطراب جھلک رہا تھا۔

"جلدی کرو" میں نے رش سے کہا "وقت زیادہ نہیں ہے۔ ہمیں تیزی سے عمل کرنا ہے۔ لاؤ اپنا پستول میرے حوالے کر دو۔"

رش نے اپنا پستول مجھے دیا اور میں نے اپنا پستول اسے دے دیا۔ اس طرح پستول تبدیل کرنے کی ایک خاص وجہ تھی۔ میں اپنا پستول خالی کر چکا تھا۔ احمد رش جیسے شخص پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا اگر میں اس سے کہتا کہ فائر نہ کرے تو وہ ہرگز میرا ہدایت پر عمل نہ کرتا اور کسی نہ کسی موقع پر فائر کر کے کھیل بگاڑ دیتا جبکہ میرے اندازے کے مطابق ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

میں نے وہ آواز پہچان لی تھی اور اسی وجہ سے مطمئن تھا۔ وہ مریم برنسٹین کی آواز تھی جو نیشنٹ کی رکن تھی اور باوجود اس کے کہ وہ یہودی تھی میں اس پر یقین کر سکتا تھا۔ اس کے اندر اچھائی کا جذبہ تھا۔ نام نہاد امن گروپ کی وہ واحد رکن تھی جس کی سوچ مثبت تھی۔ میں نے اپنے کانوں سے اسے اسرائیلیوں کے اس طرز عمل کی مخالفت کرتے سنا تھا کہ امن مشن کے اراکین کو غیر مسلح ہونا چاہئے۔ بنیادی طور پر وہ تشدد کے خلاف تھی۔ چاہتی تھی کہ امن مذاکرات اس طرح ہوں جس طرح امن مذاکرات ہونے چاہئیں۔ کوئی فریق بھی اپنی قوت کا مظاہرہ نہ کرنے کہ ایک فریق کا اپنی قوت کا اظہار کرنا ہی دوسرے فریق کو برہم کرتا ہے۔ اس نے قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں کو غیر سنجیدہ قرار دیا تھا پھر بھی ان کے ساتھ تھی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ وہ دل سے امن کی خواہاں ہے اور اپنے ہم وطنوں کی حماقتوں کو بادل ناخواستہ برداشت کر رہی ہے۔

میں بڑی آہستگی سے رش سے علیحدہ ہوا اور پیٹ کے بل بے آواز رینگتا ہوا ایک چٹان کی آڑ میں جا پہنچا۔ مجھے اندازہ تو تھا کہ وہ کسی چٹان کی آڑ میں ہے لہٰذا میں نے اندازے سے سمت کا تعین کیا اور بڑی پھرتی سے اونچے نیچے ٹیلوں کو پھلانگتا ہوا اس چٹان کے اوپر جا پہنچا جس کے عقب سے میں نے مریم برنسٹین کی آواز آتے سنی تھی۔ چٹان کے اوپر پہنچ کر میں اوندھا لیٹ گیا اور میں نے ذرا سا سر نکال کر نیچے کی سمت جھانکا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ چٹان دس بارہ فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہے لیکن یقین سے کچھ کہنا مشکل ہی تھا۔ دوسری طرف تاریکی میں کچھ دیکھنا مشکل تھا تاہم ذرا سی کوشش کے بعد مجھے وہ ہیولا نظر آ گیا جو اسی چٹان کے ساتھ پیوست تھا۔ وہ یقیناً مریم برنسٹین ہی تھی۔ میں نے آس پاس کا جائزہ لیا مگر اور کوئی ہیولا نظر نہ آ سکا۔

اس بات کا مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ مریم برنسٹین کوئی دھوکے بازی نہیں کرے گی اور اب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہاں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس نے خود کو اس خطرے میں کیوں ڈالا تھا۔ وہ فیلڈ ورکر نہیں تھی اور دوران جنگ فلسطینیوں سے کسی درگزر کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی پھر اس نے اپنی زندگی کا خطرہ کیوں مول لیا؟

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا پایا اور سطح چٹان کے اوپر رینگتا ہوا عین مریم برنسٹین کے اوپر جا پہنچا۔ وہ میرے وجود سے بے خبر چٹان کی آڑ سے دوسری طرف جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی جہاں کچھ دیر قبل میں اور احمد رش موجود تھے احمد رش تو خیر اب بھی وہیں تھا مگر میں مریم برنسٹین کے سر پر سوار تھا۔

میں چٹان کے اوپر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے خود کو متوازن کرنے کے بعد میں نے مریم برنسٹین کے عقب میں چھلانگ لگا دی۔ میں پنجوں کے بل زمین پر گرا اور تیزی سے اچھل کر مریم برنسٹین پر جا پڑا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی اس کے عقب میں کودا ہے۔ وہ اچھل کر کچھ کرنا چاہتی تھی مگر اس سے قبل ہی پوری طرح میری گرفت میں آ گئی تھی اور اب میرے بازوؤں میں پھنسی ہوئی تھی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کی ایک اہم رکن کے منہ سے نکلنے والی ممکنہ چیخ کے تدارک کے لئے میں نے اس کے منہ پر سختی سے اپنا بایاں ہاتھ جما دیا تھا اور وہ میری گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"میں تمہیں صرف اس شرط پر چھوڑ سکتا ہوں کہ تم اپنے منہ سے کوئی آواز نہیں نکالو گی" میں غرایا "بولو منظور ہے؟"

اس نے سر کو تیزی سے اثباتی جنبش دی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر سے ہٹا لیا مگر وہ بدستور میرے آہنی بازوؤں کی گرفت میں تھی۔

"اس طرح مجھے پکڑنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں تو خود تم سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہی تھی۔"

"تم مریم برنسٹین ہو نا" میں نے کہا اور اندھیرے کے باوجود میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیل گئے ہیں۔

"ہاں" اس نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کئے بغیر کہا "لیکن تم مجھے کس طرح جانتے ہو؟"

"اس بات کو چھوڑو کہ میں تمہیں کس طرح جانتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟"

"بتا دوں گی" اس نے بڑے سکون سے کہا "لیکن تم نے مجھے بہت زور سے پکڑ رکھا ہے۔ کم از کم اپنی گرفت ہی ذرا ڈھیلی کر دو تاکہ مجھے تکلیف تو نہ ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ آس پاس تمہارے کتنے ساتھی چھپے ہوئے ہیں؟" میں نے کہا۔

"تمہیں کس بات کا خطرہ ہے۔ تم مسلح ہو اور تمہارا ایک ساتھی اور بھی تو ہے جو کہیں چھپا ہوا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں لیکن یہ خیال رکھنا کہ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے تم ہی نشانہ بنو گی۔"

"تم شاید یقین نہ کرو مگر یہ حقیقت ہے کہ یہاں میرے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے بلکہ میرے ساتھیوں کو تو یہ معلوم بھی نہیں ہوگا کہ میں یہاں رک گئی ہوں۔"

"غلط بیانی کرو گی تو اس کا خمیازہ بھی تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا۔" میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا "اب یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے احمد رش کے پاس لے چلو" مریم بر نستین نے کہا۔ "میں اسی سے بات کرنا پسند کروں گی۔"

"تم احمد رش کو کیسے شناخت کرو گی؟" میں نے کہا "ممکن ہے میں ہی احمد رش ہوں۔"

"نہیں، تم احمد رش نہیں ہو سکتے" اس نے بڑے یقین سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

"کیا تم اسے پہچانتی ہو" میں نے پوچھا "تم نے اس کی تصویر کہیں دیکھی ہے یا اس سے ملاقات ہو چکی ہے؟"

"نہ میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے اور نہ ہی اس سے کبھی میری ملاقات ہوئی ہے" مریم بر نستین نے کہا۔

"پھر آخر تمہارے پاس اس کی شناخت کا کیا ذریعہ ہے؟" میں نے الجھ کر پوچھا۔

"میں اسے اس کی آواز سے پہچان سکتی ہوں۔ دوران پرواز ٹرانس میٹر پر میں نے اس کی آواز سنی تھی۔"

"اوہ" میرے ہونٹ دائرے کی صورت اختیار کر گئے۔ وہ خاصی ذہین تھی۔ ذہین نہ ہوتی تو کنیسٹ کی رکن کیسے منتخب ہو پاتی۔

"تم کیا سوچنے لگے؟" مریم بر نستین نے مجھے ٹوکا "مجھے اس کے پاس لے جانے میں تمہیں کیا قباحت محسوس ہو رہی ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں ایسی کیا بات ہے جو تم احمد رش کے علاوہ کسی اور سے نہیں کر سکتیں؟"

"بات تو میں کسی سے بھی کر سکتی ہوں لیکن وہ انچارج ہے نا" مریم بر نستین نے مضطربانہ انداز میں کہا "جلدی کرو ورنہ دونوں فریق کہیں آپس میں نہ بھڑ جائیں۔"

"تم احمد رش سے ملنا تو چاہتی ہو لیکن کیا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ فطرتاً کس قسم کا شخص ہے؟"

"میں اس سے ایک سفیر کی حیثیت سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس کی فطرت سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"تم ایک عورت ہو، جوان اور خوش شکل بھی ہو اس لئے میں تمہیں خبردار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"اگر صرف اتنی سی قیمت پر بلاوجہ ہونے والا خون خرابہ رک جائے تو میں اسے بہت سستا سودا سمجھوں گی" مریم بر نستین نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"تم اس حماقت کا ارتکاب کرنے پر مصر ہو تو میں احمد رش سے تمہاری ملاقات کرائے دیتا ہوں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور وہیں سے رش کو آواز دی۔

"تم خطرے میں تو نہیں ہو" رش نے اونچی آواز میں پوچھا اور میں سمجھ گیا کہ اسے اب بھی اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہے۔

"میں خطرے میں ہوتا تو تم کو کیوں آواز دیتا، چلے آؤ۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیا احمد رش یہیں موجود ہے؟" مریم بر نستین نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کے لہجے سے مسرت جھلک رہی تھی۔

"ہاں، وہ یہیں موجود ہے۔ ہم دونوں ساتھ ہی اس طرف آئے تھے۔"

"اوہ۔ میں کتنی خوش قسمت ہوں۔۔۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس سے ملاقات اتنی آسانی سے ہو جائے گی۔"

"کیا بات ہے علی!" اندھیرے میں سے احمد رش کی آواز ابھری "تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

"قریب آجاؤ رش! یہ مریم بر نستین ہیں، کنیسٹ کی رکن، تم سے کچھ مذاکرات کرنا چاہتی ہیں۔"

"یہ بھی یہودیوں کی کوئی چال معلوم ہوتی ہے" احمد رش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے" میں نے بے نیازی ظاہر کی "تم سے یہ اس لئے ملنا چاہ رہی ہیں کہ اس مشن کے انچارج تم ہو۔"

"اوہ۔ تو یہ سفیر بن کر آئی ہیں۔ کیا تم لوگ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو؟"

"میں سفیر بن کر نہیں آئی، اپنی ذاتی حیثیت میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری ذاتی حیثیت بھی تو کچھ کم نہیں ہے۔ آخر تم پارلیمنٹ کی رکن ہو۔"

"یہ بھی درست نہیں ہے" مریم بر نستین نے احتجاجی لہجے میں کہا "میں تم سے انسانیت کے نام پر اپیل کرنا چاہتی ہوں کہ خون خرابہ مت کرو۔"

"تم لوگ تو ویسے بھی امن کانفرنس کے انعقاد کے لئے نکلے تھے۔ تمہاری یہ اپیل حیران کن تو نہیں ہے۔"

"یہ تو بحث طلب باتیں ہیں، سوال یہ ہے کہ جیک ہیسٹر کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"واپس چلا گیا" مریم بر نستین بولی "حملہ ناکام ہونے کے سبب سے سب پسپا ہو گئے۔"

"لیکن احمد رش کا خیال ہے کہ جیک ہیسٹر اس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔"

"وہ ہیسٹر نہیں تھا۔ میں اس وقت یہیں موجود تھی۔ جس نے اس چٹان کے عقب سے جھانکا تھا۔ اس نے پسپائی کا اعلان کیا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔ اس کے ساتھ موجود بد قسمت شخص نے جس کی لاش تم نے تھوڑی دیر قبل دریافت کی ہے، اس کے حکم کی تکمیل کرنے سے قبل جھانکنے کی کوشش کی تھی اور وہی لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوا۔"

"شاید اسی وجہ سے تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی کہ جیک ہیسٹر تمہاری گولی کا نشانہ بن گیا ہے" میں نے احمد رش سے کہا۔

"وہ کب تک مجھ سے بچتا رہے گا" رش غرایا "میں اسے

ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"فی الحال وہ زندہ ہے" میں نے کہا "اور ہمیں وقت ضائع کرنے کے بجائے جلد از جلد اسلحہ اکٹھا کر لینا چاہئے۔"

"سنو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ۔۔۔" مریم بر نستین نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔

"تم بھی ہمارے ساتھ آؤ" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم سے بعد میں بات ہو گی۔"

"تم بد تمیز ہو" مریم بر نستین غرائی "میں تمہارے انچارج سے بات کر رہی ہوں۔ تم کیوں دخل اندازی کر رہے ہو؟"

"انچارج قسم کی فضولیات تمہارے ہاں ہوتی ہوں گی" میں نے ہنس کر کہا "ہماری طرف تو ہر شخص انچارج ہوتا ہے۔"

"میں کہتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو ورنہ اچھا نہیں ہو گا" مریم بر نستین نے مجھ سے زور آزمائی کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"چلتی رہو ورنہ میں تمہارے بھیجے میں سوراخ کر دوں گا" رش نے پستول کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔

مریم بر نستین کے ہاتھ پر میری گرفت برقرار تھی۔ اس نے بھی جدوجہد کرنا ترک کر دیا تھا اور سحر زدہ انداز میں اونچے نیچے راستوں پر ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ چلتے ہوئے باتیں بھی کرتے جاؤ" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"ہو کیوں نہیں سکتا" میں نے کہا "لیکن اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا، جو باتیں تم کرنا چاہتی ہو ان کی اہمیت ثانوی ہے۔"

"میں بے حد اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تم نے بغیر سنے کس طرح فیصلہ کر لیا۔"

"جس طرح میں نے اس بات پر اعتبار کر لیا تھا کہ تم تنہا ہو اور ہمارے ساتھ کوئی چال نہیں چل رہی ہو۔"

"مجھے اس پر بھی حیرت ہے۔ تم نے میری تلاشی تک لینے کی زحمت نہیں کی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ذرا سا شبہ بھی ہوتا تو میں تمہاری تلاشی ضرور لیتا۔"

"یہ تم نے کیا حماقت کی" رش چلتے چلتے رک گیا "کسی بھی یہودی پر آنکھ بند کر کے اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ میں اس کی تلاشی لوں گا۔"

"ضرور لو" میں نے مریم بر نستین کا ہاتھ چھوڑ دیا "اگر تم اس کے پاس سے کچھ برآمد کر سکے تو مجھے خوشی ہو گی۔"

احمد رش نے مریم بر نستین کی جامہ تلاشی لی مگر اسے سخت مایوسی ہوئی۔ اس کے پاس سے واقعی کچھ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا" رش نے بے اختیاری سے کہا "ہمارے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔"

"جو بھی سازش ہو گی سامنے آجائے گی۔ اس وقت تو ان سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرو" میں نے کہا اور ہم ایک بار پھر پہاڑی راستوں پر چل پڑے۔

کافی تلاش و جستجو کے بعد ہم چھ مزید آٹومیٹک رائفلیں اور خاصی تعداد میں فالتو میگزین تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اتنا بہت ہے رش! میرے خیال میں ہمیں فوراً واپس نکل جانا چاہئے" میں نے کہا اور رش واپسی کے لئے فوراً ہی تیار ہو گیا واپسی کا سفر ہم نے بہت تیزی سے طے کیا۔ کچھ ہی دیر بعد ہم دوبارہ بلندی پر موجود تھے۔ مریم بر نستین نے چپ سادھ رکھی تھی۔

"میں یہیں رکوں گا" میں نے احمد رش سے کہا "کیا تم یہ اسلحہ صید تک پہنچا سکو گے؟"

"اگر ہم اپنے لئے بھی ایک یا دو رائفلیں رکھ لیتے تو بہتر ہوتا" رش بولا۔

"دو رائفلیں ہمارے پاس رہیں گی۔ بقیہ اسلحہ صید کو پہنچانا ہے۔"

احمد رش اسلحہ لے کر چلا گیا اور میں نے نیچے تاریکی میں نگاہ دوڑائی جہاں کسی نقل و حرکت کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

"سچ بتاؤ تم کون ہو؟" دفعتاً مریم بر نستین نے عقب سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ایک فدائی ہوں، تنظیم آزادی فلسطین سے میرا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"اپنے انداز و اطوار سے تم کوئی عام آدمی نہیں لگتے" مریم بر نستین نے کہا۔

"عام آدمی نہ ہوتا تو یوں احمد رش کے ماتحت کام نہ کر رہا ہوتا۔"

"ہم لوگ یہی سمجھتے رہے تھے کہ احمد رش انچارج ہے۔ مگر اب میں نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انچارج وہ نہیں ہے۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ انچارج احمد رش ہی ہے۔ تمہارا پہلا خیال درست تھا۔"

"اگر وہ انچارج ہوتا تو تمہاری ہدایات پر بے چون و چرا عمل نہ کرتا۔"

"ہم سب ایک ہی انداز سے سوچتے ہیں۔ وہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کا انداز فکر بھی وہی ہے جو میرا ہے۔"

"اس کا اندازہ تو مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب اس نے تمہارے منع کرنے کے باوجود میری تلاشی لی تھی۔"

"ان چکروں میں مت پڑو۔۔۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کوئی ایسی صورت ہے کہ جس سے بلاوجہ ہونے والا خون

خواب رک سکے۔"
"میں نہیں سمجھتی کہ ایسا کوئی طریقہ ممکن ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو بتاؤ۔"
"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا" مریم بر نسٹین دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامتے ہوئے بولی۔
"تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے اپنے ساتھیوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کرتیں۔"
"میں پاگل تو نہیں ہوں جو اس طرح تم لوگوں کے درمیان چلی آئی۔ پہلے میں نے ان کو ہی سمجھانے کی کوشش کی تھی' جب وہ نہیں مانے تو مجبوراً تمہارے پاس آگئی ہوں۔"
"تم نے بہرحال بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ شکر کرو تم بچ گئیں ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑ جاتے۔"
"میں جانتی ہوں... ہر خطرے سے بخوبی واقف ہوں اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے۔"
"تمہارا یہ اقدام میرے لئے ہر اعتبار سے حیران کن ہے۔ تم نے کس بنیاد پر یہ فرض کر لیا تھا کہ ہم لوگ وہاں ضرور آئیں گے۔"
"میں تو پہلے ہی تم لوگوں سے مذاکرات کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے یہ تجویز جیکب جسٹر کے سامنے بھی رکھی تھی مگر اس نے میری تجویز یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ فلسطینی لوگ صرف ایک ہی زبان سمجھتے ہیں اور وہ زبان ہے طاقت کی زبان... میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے پائے مگر کسی نے میری ایک نہ سنی۔ اس کے بعد ظاہر ہے یہی صورت رہ جاتی تھی کہ میں کسی طرح تم لوگوں تک پہنچ کر تم سے اس بات کی اپیل کروں شاید اس طرح کچھ بات بن جائے..."
"خواہ اس کوشش میں تمہیں اپنی جان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔"
"اس کا خطرہ تھا مگر میرے لئے ان لوگوں کے درمیان سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ یہ موقع مجھے اس وقت ملا جب میں ان کے ساتھ حملے میں شریک ہوئی اور انہیں افراتفری کے عالم میں فرار ہونا پڑا۔ کسی کو احساس بھی نہیں ہو سکا ہو گا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی نیچے ضرور اترے گا۔"
"معاف کرنا مریم! تم لوگوں کو اپنی طاقت کا زعم بہت زیادہ ہے ورنہ یہ نوبت نہ آتی۔"
"تم شاید میری بات کا یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں شروع سے ہی طاقت کے استعمال کے خلاف رہی ہوں۔"
"خصوصاً امن کانفرنس میں ہتھیار بدست شرکت کی مخالفت کی ہے" میں نے کہا۔
"ہاں" مریم کے منہ سے بے ارادی میں نکلا اور پھر وہ یکدم ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگی "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔
"ایسی ہی معلومات پر ہم اپنے ہر مشن کی بنیاد رکھتے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔
"یہ تو اندر کی بات ہے۔ اس کے باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"تو پھر تم مجھ کو اندر کا آدمی تسلیم کر لو۔ باہر کے آدمی کے علم میں تو یہ بات ہو نہیں سکتی۔"
"میں شروع سے ہی اس ادھیڑبن میں ہوں کہ آخر تم کون ہو... کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"
"ملک سے نہیں تنظیم سے" میں نے اسے ٹوکا "ہم لوگوں کا تعلق کسی ملک سے نہیں ہوتا' ہم تو بس ایک تنظیم کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔"
"میں جانتی ہوں کہ تنظیم آزادی فلسطین میں مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل ہیں۔ مثال کے طور پر احمد رش عراقی ہے لیکن زیادہ تر کا تعلق عرب ممالک سے ہے۔ اس کے علاوہ کچھ افریقی مسلمان بھی اس تنظیم میں شامل ہیں مگر وہ سب کے سب اپنے لب و لہجے سے پہچانے جاتے ہیں مگر تم..."
"میں اپنے لب و لہجے کے باعث کسی یورپی ملک کا باشندہ لگتا ہوں" میں نے اس کا جملہ مکمل کر دیا "کیوں' یہی بات ہے نا؟"
"ہاں" مریم بر نسٹین نے کہا "تم واقعی کسی یورپی کی طرح انگریزی بول رہے ہو مگر میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تمہارا تعلق یورپ سے ہو سکتا ہے۔"
"تم بالکل غلط سمجھ رہی ہو۔ میں امریکی ریاست کیلی فورنیا کا باشندہ ہوں" میں نے خالص امریکی لہجے میں کہا۔
"کمال ہے!" مریم حیرت سے بولی "کوئی سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم امریکی نہیں ہو۔"
"لیکن یہ بھی غلط ہے" میں ہنس کر بولا "صحیح بات تو یہ ہے کہ میں ایک یہودی ہوں" اس بار میں نے عبرانی زبان استعمال کی تھی۔
مریم بر نسٹین چونکی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔ "میں سمجھ گئی کہ تم کئی زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتے ہو۔ تمہاری قومیت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔"
"آخری بات میں نے بالکل درست کہی ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے عبرانی میں کہا "کچھ عرصہ قبل تک میں اسرائیلی شہری تھا۔"
"یہ ناممکن ہے" مریم نے غصیلے لہجے میں کہا "کوئی اسرائیلی ایسی حرکت نہیں کر سکتا جیسی تم نے کی ہے۔"
"کوئی کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو" میں نے بے پروائی سے کہا "مگر میں نے تو یہی کچھ کیا ہے۔"
"تم بکواس کرتے ہو۔ دنیا کا کوئی یہودی اپنے مفادات سے غداری نہیں کر سکتا۔"
"کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنے مفادات سے زیادہ دوسروں کے مفادات کی فکر ہوتی ہے۔ میرا شمار بھی شاید ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔"
"دوسروں کے مفادات پر اپنے مفادات بہرحال قربان نہیں کئے جا سکتے" مریم بر نسٹین بولی "اور یہ بھی خیال رہے کہ مجھے تمہاری کسی بات پر بھی اعتبار نہیں ہے۔"
اسے میری کسی بات پر یقین ہو آیا نہ ہو تا مجھے اس سے کوئی دلچسپی بھی نہیں... میں نے تو محض اس کی توجہ اپنی ذات کی طرف سے ہٹانے کے لئے اوٹ پٹانگ گفتگو چھیڑ دی تھی۔ معلوم نہیں کیوں وہ اچانک مجھ میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ میں چونکہ اپنی شخصیت کو فی الحال تاریکی میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس کی توجہ اپنی جانب سے ہٹا دیتا۔ اور میں اپنی اس کوشش میں کامیاب رہا تھا۔ جن خطوط پر وہ پہلے سوچ رہی تھی اگر انہی پر سوچتی رہتی تو کچھ عجب نہیں تھا کہ علی یارخان تک پہنچ جاتی۔ اسرائیلی حکام کے لئے یہ نام بہت زیادہ آشنا تھا۔ کرنل ڈیٹ بل کے جنرل ہیرس کے ساتھ مل کر میں نے اپنی موت کا جو ڈرامہ رچایا تھا اس کے بعد مجھے مردہ تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن بعد میں کچھ لوگوں کے علم میں یہ بات آ گئی تھی کہ میں زندہ ہوں' مرا نہیں تھا بلکہ وہ محض ایک ناٹک تھا چونکہ کچھ لوگ اس بات سے واقف تھے جن میں بہت سے یہودی بھی تھے خاص کر اولیو اور وڈ ورڈ اور دوسرے مرفہرست تھے۔ ان کے گروہ کے بہت سے لوگ بھی میری زندگی سے واقف رہے ہوں گے اور یہ کچھ عجب نہیں تھا کہ میری زندگی کی خبر اب راز نہ رہی ہو۔ ایسی صورت میں کسی کے لئے بھی یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہ ہوتا کہ میں کون ہوں۔
"دانش مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اپنے مفادات پر دوسروں کے مفادات قربان کر دئے جائیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"معلوم نہیں تم کون اور کیا ہو" مریم بر نسٹین نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "اور سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھ پر طنز کیا کر رہے ہو؟"
"سب کچھ جانتا ہوں اسی لئے تو تم پر طنز کر رہا ہوں۔ تم نے ابھی تو مجھے اندر کا آدمی قرار دیا ہے۔"
"تمہاری معلومات پر حیرت کا اظہار کیا تھا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اندر کے آدمی ہو۔"
"فلسطینی بہت آگے بڑھ چکے ہیں مریم بر نسٹین! یہ تمہارے حکام کی غلطی ہے کہ وہ انہیں اب بھی پہلے کی مانند نہتا تصور کرتے ہیں۔"
"تم بالکل غلط کہہ رہے ہو اگر وہ فلسطینیوں کو کم تر سمجھتے تو اتنے سخت حفاظتی انتظامات ہرگز نہ کرتے۔"
"بدقسمتی سے میں ان تمام حفاظتی انتظامات سے واقف ہوں جو یہودیوں نے اپنے طیاروں کے لئے کئے تھے اس لئے میں تم سے ان حفاظتی انتظامات کی تفصیلات نہیں پوچھوں گا لیکن کیا ان کی دانست میں ان کے حفاظتی انتظامات مکمل نہیں تھے۔ ایل آل کی ان... پروازوں کو دنیا کی محفوظ ترین پرواز قرار نہیں دیا گیا تھا؟"
"ہاں' ایسا ہوا تھا... تو اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے... یہی نا کہ اسرائیلی حکام فلسطینیوں کو کم تر نہیں سمجھتے؟"
"اور جو نتیجہ ہے اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟" میں نے اسی کے سے انداز میں کہا "یہی نا کہ تم لوگوں نے فلسطینیوں کی طاقت کا غلط تجزیہ کیا تھا۔"
"ہماری سیکیورٹی نے ہر ممکن حفاظتی اقدامات کئے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نے ان کے حفاظتی انتظامات پر سخت تنقید کی تھی۔"
"فلسطینیوں نے تمہارے حفاظتی انتظامات کے باوجود تمہارا ایک طیارہ تباہ کر دیا اور دوسرا محاصرے میں ہے۔"
"اس بات سے اگر انکار کر دیا جائے کہ فلسطینیوں نے ہمارے حفاظتی انتظامات کو شکست دے دی ہے تب بھی یہ حقیقت تبدیل نہیں ہو گی۔"
"میں تمہیں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ جو کل تک بے دست و پا تھے اب وہ ایک قوت بن کر ابھر رہے ہیں۔"
"اپنی اس درندگی کو کیا کہو گے کہ تم نے ایک پورا جہاز بلا سبب تباہ کر دیا۔"

"وہ فرد واحد کی حرکت تھی... اس لئے یہ سوال تم احمد رش سے ہی کرنا۔"

"تم بھی تو فرد واحد ہو... میں بھی تو فرد واحد ہوں... پھر تم مجھ سے اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو... کیا میں اپنی قوم اپنے ملک کی طرف سے جواب دہ ہوں؟"

"تم اسرائیلی پارلیمنٹ کی منتخب رکن ہو اس لئے تم یقیناً اپنے ملک کی طرف سے جواب دہ ہو۔"

"کچھ دیر قبل تم کہہ چکے ہو کہ تم میں سے کوئی بھی انچارج نہیں ہے۔ ہر ایک کی حیثیت برابر ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے۔"

"بالکل ہے" میں نے برجستہ کہا "اسی لئے تو میں کہہ رہا ہوں جس نے طیارہ تباہ کیا تھا اس سے سوال کرنا۔"

مریم تشنین لاجواب سی ہو گئی لیکن اس نے فوراً ہی سنبھالا لے لیا "لیکن تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ طیارے کو تباہ کر دینے کا فعل قابل مذمت ہے۔"

"اس سے پہلے یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ دوسرے کی سرزمین پر تسلط جمانا بھی قابل مذمت فعل ہے" میں نے سرد مہری سے کہا "ہم یہی مسئلہ حل کرنے کے لئے تو گھر سے نکلے تھے لیکن تم لوگوں نے ہمارا مشن تباہ کر دیا۔"

"اس مسئلے میں حل کرنے کے لئے کچھ نہیں رکھا۔ یہ تو دو اور دو چار والا معاملہ ہے۔ تم لوگ اسے الجھانے کے لئے دنیا کی توجہ ہٹانے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔"

"امن کانفرنس کی افادیت تو پوری دنیا نے تسلیم کی ہے۔ جبھی تو وہ تمہارے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے..."

"عرب ممالک تمہارے فریب میں آ گئے اور ہم اس فریب میں آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی بات تم لوگوں کو کھل رہی ہے۔"

"جو بات میز پر بیٹھ کر طے کر لی جائے وہ بہرحال بہتر ہی ہوتی ہے۔"

"یہ ہمارا کارنامہ ہے کہ ہم تمہیں میدان سے میز تک کھینچ کر لے گئے۔ یہ بات پہلے بھی تو ہو سکتی تھی لیکن ایسا لگتا ہے کہ بعض اوقات طاقت کا مظاہرہ کئے بغیر بات نہیں بنتی۔"

"ٹھیک ہے... غلطیاں یقیناً ہوئی ہیں۔ امن کانفرنس میں تمام عرب ممالک شریک ہو رہے تھے۔ ہر ایک اپنا موقف بیان کر سکتا تھا اور ہم کسی ایک بات پر متفق ہو جاتے۔"

"یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسرائیل غاصب ہے اور غاصب کے ساتھ کوئی گفت و شنید نہیں ہو سکتی۔"

"تنظیم میں تم کسی بڑی پوزیشن کے مالک نہیں معلوم ہوتے لیکن معلوم ہوتا ہے تم لوگوں نے طے کر لیا ہے کہ کوئی بات مانی ہی نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں تنظیم کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں اور یہ بھی کہ تنظیم کے ہر فرد نے طے کر لیا ہے کہ فلسطین کو اسرائیل کے تسلط سے آزاد کرانے سے کم کوئی بات نہیں مانیں گے۔"

"تو کیا اس کا اطلاق اس مقام پر بھی ہوتا ہے" مریم تشنین نے خاصے مایوسانہ لہجے میں کہا "یہ تو اسرائیل کی تمنا ہے۔ ہم کیوں بلاوجہ خون ریزی کر رہے ہیں؟"

"ممکن ہے اپنی ذات کی حد تک تم معقولیت کا مظاہرہ کرو مگر تم اپنے ہم وطنوں کو کسی طرح قائل نہیں کر سکو گی۔"

"یہی تو مشکل ہے" مریم نے طویل سانس لی "میں اپنے ساتھیوں کے ذہنوں میں اپنی بات نہیں اتار سکتی اور اگر تم چاہو تو تم بھی اپنے ساتھیوں سے اپنی بات نہیں منوا سکو گے۔"

"میرے ساتھ اگر کبھی ایسی صورت ہوئی تو ان سے علیحدگی اختیار کر لوں گا" میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ماضی میں ایسا ہو بھی چکا ہے۔

"ممکن ہے تم ایسا کر لو، مرد ہو مگر میں ایسا نہیں کر سکتی ورنہ کب کی ان سے علیحدہ ہو چکی ہوتی۔"

"تم جو کچھ بھی ہو اسرائیل کی وجہ سے ہو۔ اسرائیل تباہ رہے گا تو تمہاری پوزیشن خاک میں مل جائے گی۔ یہ تمہاری کمزوری بھی ہے اور مجبوری بھی۔"

"شاید تمہاری بات درست ہو۔ ممکن ہے میں ہی غلطی پر ہوں۔ یہودی بھی غلطی پر ہو سکتے ہیں لیکن کیا فلسطینی بھی غلطی نہیں کرتے؟"

"میرا مطمع نظر یہ ہے کہ بڑی غلطی کے جواب میں چھوٹی غلطی نظر انداز کر دینی چاہئے۔"

"کیا میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کروں کہ تم احمد رش کو طیارہ تباہ کرنے میں حق بجانب سمجھتے ہو؟"

"بنیادی طور پر میں رواداری کا مظاہرہ کرنے کا قائل ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ جو لوگ طاقت کی زبان سمجھتے ہوں ان کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں احمد رش کو طیارہ تباہ کرنے میں حق بجانب تو نہیں سمجھتا البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نے کچھ ایسا زیادہ غلط بھی نہیں کیا۔"

"اور اب یہاں ایک خون ریز جنگ لڑی جا رہی ہے۔ دونوں طرف کے لوگ مارے جائیں گے۔ اس سے تم لوگوں کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"جس طرح فلسطینی اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں اگر تم بھی لڑو... تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بقا کی جنگ کیا ہوتی ہے اور کیسے لڑی جاتی ہے" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم لوگ امن کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ تم اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہودی غاصب ہیں" اسرائیل کی صورت میں انہوں نے فلسطینیوں کے حق پر ڈاکا ڈالا ہے۔ ان کی سرزمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے۔ انہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی موقع پہ فریاد کریں۔ فریاد کرنے کا حق تو صرف مظلوم کو ہوتا ہے۔ ظالم گڑگڑاتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ تم لوگوں پر جو بھی افتاد پڑی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اس کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ یا پھر جاکر اپنے جیک دسنر سے کہو کہ وہ ہتھیار ڈال دے۔ ہم تو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتے۔ جنگ کرنا نہ پہلے ہمارا مقصد تھا اور نہ اب ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ماضی میں عربوں کی تاریخ خواہ کچھ ہی کیوں نہ رہی ہو مگر آج کے دور میں وہ ایک امن پسند قوم ہیں اور وہ جن کا ماضی بہت اچھا تھا، جن کی تاریخ خونی نہیں تھی، اب وہی لوگ ترقی یافتہ ہیں اور ان کی ترقی کیا ہے... وہ جدید ترین اسلحوں کے موجد ہیں۔ انہوں نے ایٹمی اسلحہ متعارف کرایا۔ نہ صرف متعارف کرایا بلکہ اسے پہلی بار استعمال کرنے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے لاکھوں بے گناہ اور معصوم شہریوں کو ایٹم بم مار کر چشم زدن میں خاک کر دینے والے امن کے سب سے بڑے علم بردار ہیں بلکہ ٹھیکیدار ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کو خونی قرار دینے والے یہی لوگ ہیں اور اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والے بھی یہی ہیں۔"

"میں عالمی سیاست پر بحث نہیں کر رہی ہوں" مریم تشنین جھنجھلا کر بولی "عالمی سیاست سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ میں اس کی ذمے دار ہوں..."

"اگر تجزیہ کرنے نکلو تو ایک بھی ذمے دار نہیں مل سکے گا۔ اس قسم کی ذمے داریاں کون قبول کرتا ہے لیکن درحقیقت ہر کوئی ذمے دار ہوتا ہے۔ یہ تو قوموں کا معاملہ ہے۔ ایک فرد تنہا کسی پوری قوم کی تاریخ مسخ نہیں کر سکتا۔ یہ کام تو قومیں کیا کرتی ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے اور اسے خونی قرار دینے میں تمام غیر مسلم اقوام برابر سے شریک ہیں۔ اس کام میں ان لوگوں نے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جنہوں نے علم و ثقافت، تہذیب و تمدن اور موجودہ ترقی کی چنگاریاں مسلمانوں سے ہی حاصل کی تھیں۔ ان بجھتی ہوئی چنگاریوں سے اپنے الاؤ روشن کئے آج وہ مسلمانوں کے ہی درپے ہو گئے ہیں۔ عربوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے کے ذمے دار بھی یہی ہیں اور پوری دنیا میں مسلمان ملکوں کی کمزوری اور ان کے آپس کے اختلافات بھی انہی کی سازشوں کا شاخسانہ ہیں۔ موجودہ صدی میں لڑی جانے والی دونوں عالمی جنگوں میں ایک بھی مسلمان ملک شامل نہیں تھا... اس کے باوجود بھی تاریخ اگر خونی ہے تو صرف مسلمانوں کی..."

"حالانکہ ایران اور عراق میں سے ایک بھی ملک غیر مسلم نہیں ہے" مریم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ تم لوگوں کی سازشوں کی ایک اور بدترین مثال ہے۔ اس وقت ایران اور عراق کے درمیان جو جنگ ہو رہی ہے اس کے ذمے دار بھی تمہی لوگ ہو۔ تم نے ہی ان ممالک کو اسلحہ فروخت کیا ہے۔ مالی منفعت بھی تمہاری اور سیاسی منفعت بھی تمہاری۔"

"تم زیادہ سے زیادہ امریکا کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہو... اسرائیل تو کسی کو اسلحہ فروخت نہیں کرتا۔"

"دنیا جانتی ہے کہ امریکا پر بظاہر تو عیسائیوں کی حکومت ہے لیکن درحقیقت امریکا کی پالیسیاں یہودی بناتے ہیں۔ امریکا کی معیشت پورے طور پر یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اسرائیل کیا ہے؟ بجائے خود تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر اسے امریکا کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو یہ ریاست کبھی معرض وجود میں نہ آتی اگر کسی طرح آ بھی جاتی تو قائم نہیں رہ سکتی تھی۔"

"یہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کے کرنے والی باتیں ہیں اور اس وقت ہم دریائے فرات کے کنارے ایک نہایت خراب صورت حال سے دوچار ہیں۔"

"دریا کوئی سا بھی ہو پیغام حیات ہی دیتا ہے" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "یہ اور بات ہے کہ دجلہ و فرات تمہیں کوئی اور ہی کہانی سناتے ہوں۔"

"کیا مطلب؟" مریم نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے سے سنسنی جھلک رہی تھی۔ دجلہ و فرات کے حوالے نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"یہودیوں کے لئے دریائے فرات ذلت کی علامت ہے۔ ہزاروں سال قبل جب پہلی بار تمہارے کرتوتوں کے باعث بیت المقدس تم سے چھینا گیا تو تم لوگ قیدی بن کر یہیں لائے گئے تھے اور آج..."

"تمہیں یہ ساری باتیں کہاں سے معلوم ہو گئیں؟" مریم نے ہذیانی انداز میں مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"تمہاری مذہبی کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے" میں نے اس کے ہاتھوں پر تھپکی دے کر اسے پرسکون کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "آرام سے بیٹھ جاؤ مریم... ہیجان میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

مریم میرے برابر میں یوں بیٹھ گئی جیسے اس کے پیروں میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔

"تم نے ہماری مذہبی کتابیں بھی پڑھی ہیں" مریم نے خالی خالی سے لہجے میں کہا "حالانکہ تم مسلمان ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں... اگر میں نے تمہاری مذہبی کتابیں پڑھی ہیں تو کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے!"

"نہیں... لیکن تم نے فرات کو جو حوالہ دیا اس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ ہم تو سمجھ رہے تھے یہ محض اتفاق ہے کہ..."

"یہ اتفاق نہیں مریم! ہم نے بہت طویل منصوبہ بندی کی تھی۔ جزئیات پر ہماری بہت گہری نظر تھی۔ اس مقام کا انتخاب خاص طور پر اسی لئے کیا گیا تھا کہ تمہیں اپنا ماضی نظر آ جائے۔"

"کیا یہ ساری منصوبہ بندی تم نے کی تھی؟" مریم نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساری تو نہیں' البتہ بیشتر منصوبہ بندی میری کی ہے۔ ویسے یہ منصوبہ بنانے اور اس پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ شریک رہے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے جب میں نے تم لوگوں سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو میرے ذہن میں کیا کیا خدشات کلبلا رہے تھے؟"

"معلوم تو نہیں مگر میں اندازہ ضرور کر سکتا ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا' میری کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ تم لوگ ہر طرح سے میری بے عزتی کرو گے۔ میری بے آبروئی کی جائے گی اور اس کے بعد مجھے زندگی سے محروم کر دیا جائے گا۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "مجھے بہت افسوس ہے کہ تمہاری توقعات پوری نہیں ہو سکیں اگر تم کہو تو ہم اب تمہاری توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے اس بات پر شرمندگی محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے تم لوگوں کی طرف سے بدگمانی کی۔"

"قصور تمہارا نہیں ہے مریم! تم لوگوں کی پروپیگنڈا مشینری بہت شاندار ہے۔ ذرائع ابلاغ نے جو کچھ تمہیں باور کرایا ہے تم وہی تو سمجھو گی۔"

"ذرائع ابلاغ سے قطع نظر میرا اپنا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ تنظیم آزادی فلسطین دہشت گردوں کا ٹولہ ہے۔"

"اگر تمہارا ذاتی خیال یہ تھا تو تم نے اسے تبدیل کیوں کر دیا؟"

"تم سے ملنے کے بعد میں اپنا خیال تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئی۔ جس تنظیم میں تم جیسے لوگ موجود ہوں وہ محض دہشت گردوں کا ٹولہ نہیں ہو سکتی۔"

"میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں بھی بہت بڑا دہشت گرد ہوں۔"

"دہشت گرد جنونی ہوتے ہیں اور جنونی لوگ باتیں کم کرتے ہیں کام زیادہ کرتے ہیں۔"

"میں نے تو سنا ہے زیادہ بولنا بھی جنون کی ہی ایک شکل ہے۔"

"ہاں' حکمران کی گفتگو سے بھی جنون ٹپکتا ہے اور وہ دہشت گرد تو دہشت گردی کرے گا اسے نظریاتی اختلافات سے کیا سروکار؟"

"اگر یہی بات ہے تم اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں کے ذہنوں میں اگر سکو تو یہ ایک نیک کام ہو گا۔"

"مجھے ان کی پالیسیوں سے اختلاف ہے' بہت سے نظریات سے اختلاف ہے مگر جہاں جمہوری طرز حکومت ہو وہاں ایک آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"میں جو اتنی دیر سے تم سے اتنے سکون سے باتیں کئے جا رہا ہوں اس کی وجہ تمہارے یہی نظریات ہیں ورنہ ممکن ہے تمہارا وہی حشر ہوتا جس کے خدشات تمہارے ذہن میں تھے۔"

"تم نے ایک بار پہلے بھی اپنی معلومات کا حوالہ دیا تھا" مریم نے کہا "آخر تمہاری معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"ہم سیکرٹ ایجنٹوں کی طرز پر کام کرتے ہیں اور تم بہت اچھی طرح جانتی ہو گی کہ سیکرٹ ایجنٹ اپنے مشن پر کسی کا سے بات نہیں کرتے۔"

"بہرحال تمہاری معلومات حیران کن حد تک وسیع ہیں۔ تم نے بڑی باریک بینی سے ایک منصوبہ بنایا۔ نہایت جانفشانی سے اس پر عمل بھی کیا لیکن تم نے یہ بات کیسے نظرانداز کر دی کہ آخری مراحل کے لئے تم نے جس ملک کا انتخاب کیا وہ حالت جنگ میں ہے اگر ہمارے جہاز کسی ریڈار پر نظر آ جاتے تو ہمیں فوراً مار گرایا جاتا۔ یہ پہلو نظرانداز کر کے تم نے تمام لوگوں کی زندگیاں داؤ پر لگا دی تھیں۔"

"جتنی نیچی پرواز ہم نے کی ہے وہ کسی ریڈار کی زد میں آ ہی نہیں سکتی۔"

"اس کے باوجود کسی ایسے ملک میں چوری چھپے داخل ہونا جہاں جنگ ہو رہی ہو خطرناک ہوتا ہے۔"

"عراق بڑا ملک ہے" میں نے کہا "اور جنگ اس کے دوسرے سرے پر ہو رہی ہے۔"

"دنیا میں اور بھی تو بہت سے ممالک ہیں۔ عراق کو ہی منتخب کرنا کیا ضروری تھا؟"

"اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ یہ ہم یہودیوں کے زوال کی علامت ہے۔"

"ہاں" مریم افسردگی سے بولی "ہم اس معاملے میں بہت حساس ہیں۔ تم نے یہ حرکت کر کے ہماری دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔"

"تم شاید بغداد کے پس منظر سے واقف نہیں ہو۔ جس طرح دریائے فرات تمہارے زوال کی علامت ہے اسی طرح عراق کا دارالحکومت بغداد مسلمانوں کے عروج کی علامت ہے۔ صدیوں تک یہ شہر مسلمان حکومت کا دارالخلافہ رہا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر خلافت نہیں تھی۔ اس کے بعد گو کہ تاتاری حملہ آوروں نے اسے تہس نہس کر دیا لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ آج پھر بغداد پہلے کی طرح آباد ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ شہر حکمرانی کی علامت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دوبارہ جب بھی مسلمان ابھریں گے تو اس میں عراق کا بڑا حصہ ہو گا۔"

مریم پر نسٹین نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا "میں سمجھتی تھی صرف یہودی ہی توہم پرست قوم ہے۔ آج معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔"

"یہ توہم پرستی کا معاملہ نہیں ہے مریم!" میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں بھی ضعیف الاعتقاد لوگوں کی کمی نہیں ہے تاہم یہ ضعیف الاعتقادی کا معاملہ نہیں ہے۔ اسے تم میری چھٹی حس کہہ لو یا کچھ اور لیکن مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کے عروج ثانی میں عراق کا کردار کلیدی ہو گا۔"

"صرف چھٹی حس کہو۔ اس لئے کہ یہ بات کسی تجزیے کی روشنی میں نہیں کہی جا سکتی۔ ایران سے طویل جنگ کے نتیجے میں عراق کی قوت تقریباً ختم ہو چکی ہے اور جنگ معلوم نہیں کب تک جاری رہے گی۔"

"شاہ کے دور میں ایران مسلم ممالک کی سب سے بڑی طاقت کے طور پر ابھرا تھا لیکن ایران عراق جنگ نے ثابت کر دیا ہے کہ عراق بھی کم بڑی طاقت نہیں ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عراق اتنا طویل عرصہ جنگ لڑنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عراق کی قوت دنیا کے علم میں نہیں تھی۔ اس بے مقصد جنگ کو ایک نہ ایک دن تو ختم ہونا ہی ہے۔ میں ایران کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا لیکن عراق سے امید کی جا سکتی ہے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد وہ بہت کم عرصے میں پہلے سے زیادہ طاقتور ہو جائے گا اور یہی میرے تجزیے کی بنیاد ہے۔"

"جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتی" مریم پرنسٹین نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے کہا "جنگوں کے نتیجے میں تباہی تو پھیل سکتی ہے خوشحالی نہیں آ سکتی... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم جنگ کی بات کیوں کرتے ہو جب کہ تم بظاہر ایک نرم خو آدمی نظر آتے ہو۔"

"جب کسی بیماری کے علاج کے لئے آپریشن ضروری ہو جائے تو آپریشن سے جھجکنا نہیں چاہئے۔ بہت سی زندگیاں بچانے کے لئے اگر چند زندگیاں قربان کرنا لازمی ہو جائے تو چند زندگیاں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ جنگ سے مجھے بھی اتنی ہی نفرت ہے جتنی تمہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ بہت سے مسائل حل کرنے کے لئے جنگ ناگزیر ہے لہٰذا اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ جنگ ضرور ہونی چاہئے۔"

"مجھے یہ خوف تھا کہ اگر تم لوگوں نے ہمارے خلاف مارٹر کا استعمال کرنا شروع کر دیں تو ہماری تباہی میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے لیکن یہاں آ کر مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے اندازے بالکل بے جا تھے۔ تمہارے پاس تو شاید اسلحہ بھی ناکافی ہے۔"

"تمہارا تعلق ہمارے حریف گروپ سے ہے جس سے ہم برسرپیکار ہیں۔ لہٰذا تم سے ایسی کوئی گفتگو نہیں کی جا سکتی جو کسی طرح سے بھی ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔"

"یہ اندازہ تو میں کر ہی چکی ہوں" مریم مسکرائی "اور ابھی میں واپس بھی جاؤں گی۔"

"یہ غلط فہمی تمہیں کیوں کر ہوئی کہ تمہیں یہاں سے واپس جانے دیا جائے گا؟"

"تمہارا رویہ دیکھ کر تو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ تم مجھے واپس جانے سے روکو گے نہیں۔"

"تمہارا خیال درست ہے" میں نے کہا "درحقیقت میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

"میں یہ بھی دیکھ چکی ہوں کہ اس طرف تمہارا دفاع نہ ہونے کے برابر ہے اور سارا زور دریا والی سمت ہے" مریم نے شوخی سے کہا۔

"جنگی حکمت عملی کی رو سے تو کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جا سکتا جس کے علم میں اتنی اہم باتیں آ چکی ہوں۔"

"اس کے باوجود تم مجھے قیدی نہیں بناؤ گے!" مریم کے لہجے میں حیرت تھی "مجھے واپس جانے دو گے؟"

"تمہیں قیدی بنا لینے سے بے شک ہمیں فائدہ ہو گا لیکن اس کے باوجود میں تمہیں قیدی نہیں بناؤں گا۔"

"کیوں؟ آخر کیوں؟" اس نے میرے دونوں بازو پکڑ کر کہا "تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"اس لئے کہ مجھے خطرات سے کھیلنے میں لطف آتا ہے" میں نے بڑے سکون سے کہا "اور تمہاری واپسی سے خطرات بڑھ جانے کے امکانات موجود ہیں۔"

"یا تو تم بہت بڑے احمق ہو یا پھر انتہائی جنونی ہو" مریم بے بسی سے بولی "سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کس خانے میں فٹ کیا جائے۔"

"تم جس وقت بھی واپس جانا چاہو جا سکتی ہو" میں نے خشک لہجے میں کہا "میرے بارے میں زیادہ سوچنے کی زحمت نہ کرو تو بہتر ہے" میری نگاہ پہاڑی ڈھلوان پر بھٹک رہی تھی جہاں اب تک کسی قسم کی نقل و حرکت کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ دریا والی سمت میں بھی سناٹا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ اسرائیلی ابھی تک حرکت میں نہیں آئے ہیں۔

"تم یا تو ذہانت سے محروم ہو یا پھر تم چاہتے ہو کہ بے گناہوں کا خون یونہی بہتا رہے۔"

"اور تمہارے ساتھی امن کے خواہاں ہیں" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "کبھی وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہیں۔"

"انہیں جنگ کرنے سے روکا جا سکتا ہے" مریم زور دے کر بولی "لیکن یہ کام میں خود نہیں کر سکتی۔ البتہ میری رضاکارانہ

خدمات حاضر ہیں۔"

میں نے چونک کر مریم کی طرف دیکھا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا "تم شاید یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم تمہیں یرغمال بنائیں؟" میں نے کہا۔

"یہ بات تو ابتدا ہی میں تمہیں سمجھ لینی چاہئے تھی اور پھر تمہیں میری رضامندی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں تمہارے قبضے میں ہوں، جو چاہو سلوک کرو۔"

"مجھے افسوس ہے مریم!" میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا "یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔"

"میں ٹھیک ہی کہہ رہی تھی نا؟ تم لوگ آگ اور خون کے اس کھیل کو جاری رکھنے کے خواہاں ہو۔"

"تمہاری حیثیت میری نظر میں ایک قاصد کی سی ہے اور تمہیں یرغمال بنانے سے آداب سفارت مجروح ہو جائیں گے جو ہزارہا سال سے مسلمہ ہیں اور ہر ایک ان کی پابندی کرتا ہے۔"

"میں قاصد نہیں ہوں۔ مجھے یہاں بھیجا نہیں گیا تھا۔ میں تو اپنی مرضی سے آئی ہوں اور اپنی مرضی سے ہی یرغمال بننے کو تیار ہوں۔"

"تم کچھ بھی کہو مریم! لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہاری اس تجویز پر عمل کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

مریم چند لمحوں تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اور اگر میں واپس نہ جانا چاہوں تو؟"

"تم کیوں واپس نہیں جانا چاہو گی؟" میں نے حیرت سے کہا "تمہارا کسی سے کوئی ایسا اختلاف تو نہیں ہے۔"

"یوں کسی کو دیکھ کر نہیں آئی" مریم نے تلخی سے کہا "میں سمجھتی ہوں کہ میرے تمام ساتھی اس جنگ کی نذر ہو جائیں گے۔"

"اگر تم نے یہ موقف اختیار کیا تو اسے ہتھیار ڈالنے کے مترادف سمجھا جائے گا۔"

مریم خاموش ہو گئی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا "اس سے بہتر تو یہی ہوگا کہ میں واپس چلی جاؤں۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہارا واپس چلے جانا ہی مناسب ہے۔"

"یہ بات میری توقع کے برعکس ہوئی ہے۔ بہرحال میں ناکام واپس جا رہی ہوں... خدا حافظ" اس نے کہا اور پلٹ کر تیزی سے ڈھلان سے نیچے اترنے لگی لیکن ابھی وہ چند گز سے زیادہ دور نہیں گئی ہو گی کہ دریا والی سمت سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دونوں گروپ آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق اسرائیلیوں نے اس طرف سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔

مریم رک گئی۔ کچھ دیر وہ تذبذب کے عالم میں رکی رہی اور بالآخر کسی فیصلے پر پہنچ کر دوبارہ میری طرف مڑی۔

"اب بتاؤ میں کہاں جاؤں؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر سوال کیا۔

"سوال بہت پیچیدہ ہے" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا "تمہارے لئے واقعی یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"اگر تم اجازت دو تو کوئی نتیجہ برآمد ہونے تک میں یہیں رک جاؤں؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم غلطی سراسر تمہاری ہے۔ اول تو تمہیں اپنے ساتھیوں سے جدا نہیں ہونا چاہئے تھا اور اگر تم یہاں آ ہی گئی تھیں تو تمہیں چاہئے تھا کہ جلدی واپس چلی جاتیں... لیکن خیر... ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ اس جھڑپ کے اختتام تک تم میرے ساتھ ٹھہر سکتی ہو۔"

مریم بر نشین خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی اور میں فائرنگ کی آوازوں پر کان لگا رہے۔ یہ اندازہ کرنا تھا لیکن مشکل تھا کہ اس جنگ میں کس گروپ کو برتری حاصل ہو رہی ہے۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی پھر مجھے احمد رش نظر آیا جو دوڑتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔

"تمہارا اندازہ درست نکلا" اس نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "انہوں نے اسی طرف سے نکلنے کی کوشش کی تھی" وہ خاموش ہو کر مریم کو دیکھنے لگا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"کوئی بات نہیں رش! اس بار تو ہمارے ساتھیوں کے پاس اسلحے کی کمی بھی نہیں ہے۔ وہ ان سے بخوبی نمٹ لیں گے۔"

"لیکن ہم لوگ کیا کریں گے؟" اس نے متفکرانہ انداز میں کہا "کیا ہم ان پر عقب سے حملہ کر دیں؟"

"ہماری پوزیشن اتنی مستحکم نہیں ہے کہ ہم ان پر عقب سے حملہ آور ہو سکیں" میں نے اس کی تجویز مسترد کر دی۔

احمد رش نے ایک بار پھر مریم کی طرف دیکھا "اور اس کے لئے تم نے کیا فیصلہ کیا؟" اس نے مریم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا... میں انتظار کر رہا ہوں" میں نے کہا۔ اس وقت خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ کتنا انتظار کرنا پڑے گا تاہم ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اچانک ہم نے گن چلنے کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں پہاڑی کے پیچھے کی جانب سے آئی تھیں۔ میرے ساتھ احمد رش بھی چونک پڑا۔

"یہ کس قسم کی آوازیں ہیں" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہمارے ساتھیوں کے ہتھیاروں کی تو نہیں ہو سکتیں۔"

"ہمارے مخالفین کے پاس بھی مشین گنیں نہیں تھیں" اس نے تشویش سے کہا "اور پھر یہ آوازیں ہمارے عقب سے ہیں۔"

مریم بر نشین کو حالات کی اس کروٹ کا ادراک ہو گیا تھا اور وہ کھڑی ہو گئی تھی۔ پہاڑی سے نیچے لپکتے ہوئے شعلوں کی زبانیں نظر آ رہی تھیں۔

اس نئی افتاد پر ہمارے ساتھی بھی بوکھلا گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ انہوں نے فائرنگ کرنا بند کر دی ہے۔ پھر مشین گنوں سے کی جانے والی فائرنگ بھی رک گئی اور پھر ہم نے ایک اعلان سنا جو میگافون سے کیا جا رہا تھا۔

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو، تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ ہتھیار پھینک کر فوراً خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ پوری پہاڑیاں گھیرے میں لی جا چکی ہیں۔ میں عراقی فوج کا میجر عبدالسلام تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی بہتری کی خاطر فوراً ہتھیار ڈال دو۔ فرار کے سارے راستے مسدود کئے جا چکے ہیں اور تمہیں ہتھیار ڈالنے کے لئے صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔"

یہ اعلان پہلے عربی اور پھر انگریزی میں متعدد بار دہرایا گیا۔ مریم نے صورت حال سمجھ لی تھی بلکہ میگافون پر کیا جانے والا اعلان شاید اسرائیلیوں نے بھی سن لیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بھی فائرنگ روک دی تھی اور اب ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ موقع بہترین ہے۔ مجھے واپس چلے جانا چاہئے" مریم نے کہا۔

"ایک لمحے کی بھی تاخیر مت کرو اور اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ کہ اگر انہوں نے اب بھی ہتھیار نہ پھینکے تو عراقی فوج کسی کو نہیں بخشے گی۔"

"اور تم لوگ کیا کرو گے؟" اس نے جانے سے قبل آخری سوال کیا۔

"عراقی فوج سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے" میں نے کہا "ہم ہتھیار ڈال دیں گے۔"

"تم عقل مندی کا مظاہرہ کرو گے" مریم نے کہا اور تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئی۔

"تو کیا ہم واقعی ہتھیار ڈال دیں گے؟" احمد رش نے حیرانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

"ہتھیار نہیں ڈالیں گے تو کیا فوج سے مقابلہ کریں گے؟" میں نے کہا "ہمارے پاس کوئی متبادل نہیں ہے۔"

"ہم فرار ہونے کی کوشش تو کر سکتے ہیں" احمد رش بولا۔ "ہو سکتا ہے ہم کامیاب ہو جائیں۔"

"یہ سراسر حماقت ہوگی اور اگر ہم فرار ہوتے ہوئے مارے گئے تو ہماری بدترین بدقسمتی ہوگی۔"

"لیکن ہمارے ساتھیوں کو کس طرح علم ہوگا کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" رش نے سوال کیا۔

"وہ کوئی بچے نہیں ہیں۔ ظاہر ہے جب تک ہم انہیں بتائیں گے نہیں انہیں کیسے پتا چلے گا۔"

صید ہمیں راستے ہی میں مل گیا "یہ کیا ہو گیا جناب!" اس نے بڑی بدحواسی سے کہا "اب کیا ہو گا؟"

"فکر مت کرو" میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا "عراقی مسلمان ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کسی بھی حکومت کی سرحدوں میں بلا اجازت داخل ہونا جرم ہے" احمد رش نے کہا "ہمیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"ہم ایک ملک کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں" میں نے کہا "اگر ہوتے تب بھی مسلمانوں سے نہ لڑتے۔"

مہلت کا وقت ختم ہونے سے قبل ہی ہم نے عراقی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ عراقی فوج کی کارکردگی حیران کن تھی۔ انہوں نے نہ صرف بڑی خاموشی سے پہاڑیوں کو گھیرے میں لیا تھا بلکہ مورچے بھی بنا لئے تھے۔ ہمیں احساس تک نہیں ہو سکا تھا کہ ہم کو گھیرے میں لے لیا گیا ہے۔

عراقی جوانوں نے ہماری تلاشی لی تھی اور اس کے بعد میجر عبدالسلام نے ہم سے سوال کیا تھا "تم لوگ کون ہو اور عراقی سرحد میں کیوں داخل ہوئے ہو؟"

"یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہم فلسطینی ہیں" میں نے آگے بڑھ کر کہا اور اسے جلدی جلدی ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

"ہوں" اس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا "تم لوگوں کے بارے میں بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔ ابھی تم قید میں رہو گے۔"

ہمیں فوجی ٹرکوں میں سوار کر کے نامعلوم منزل کی جانب روانہ کر دیا گیا تھا۔ میجر عبدالسلام نے فوجیوں کو پہاڑیوں کے گرد محاصرہ تنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہم نے فوجی ٹرکوں پر کئی گھنٹے سفر کیا۔ اس دوران میں میں زیادہ تر اونگھتا رہا تھا پھر ایک جھٹکے کے باعث میری آنکھ کھلی تو میں نے محسوس کیا کہ رات کی تاریکی چھٹنے لگی ہے۔ دھندلکے میں اردگرد نظر آنے والے مناظر سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری منزل کوئی فوجی کیمپ ہے۔

ہمیں ٹرکوں سے اتارا گیا اور فوجی بیرکوں میں پہنچا دیا گیا۔ جس کوٹھری میں مجھے قید کیا گیا تھا وہ نسبتاً چھوٹی تھی اور اس میں دو آدمیوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ شاید اتفاق ہی تھا کہ احمد رش کو بھی میری ہی کوٹھری میں رکھا گیا تھا یا شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ احمد رش کے بارے میں میں انہیں بتا چکا تھا کہ وہ میرا نائب ہے تاہم میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اس کوٹھری میں ہماری گفتگو سنی جاتی اور نے

جانے کا بھی کوئی بندوبست کیا گیا ہو اور اسی مقصد کے تحت احمد رش کو اور مجھے یک جا کیا گیا ہو تاکہ ہماری گفتگو سے بھرے بارے میں صحیح معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس بات سے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ نہ تو ہم نے ان سے کوئی غلط بیانی کی تھی اور نہ ہی آئندہ اس کا کوئی امکان تھا۔

میں نے اس بات کی مخالفت کی تھی کہ خود کو ان کے حوالے کیا جائے" احمد رش بڑبڑایا "مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھ لو ہم کس مشکل میں پھنس گئے ہیں۔"

"مشکل میں تو ہم پہلے پھنسے ہوئے تھے" میں نے کوٹھری کے نیم پختہ فرش پر بچھے ہوئے کمبل پر بیٹھتے ہوئے کہا "اب ہمارے مخالفین پھنسے ہوئے ہوں گے۔"

"میں جیکب ہیسنز کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں یہ کام نہیں کر سکا اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ عراقیوں کے ہاتھوں نہ مارا جائے۔"

"تم بھی تو عراقی ہو" میں نے ہنس کر کہا "اگر وہ عراقی فوج سے مقابلے میں مارا گیا تب بھی تمہارے دل کو تسلی تو رہے گی کہ وہ اغیار کے ہاتھوں نہیں مارا گیا۔"

"میں عراقی ضرور ہوں مگر اس وجہ سے میں بچ نہیں سکوں گا عراق میں چوری چھپے داخل ہونے پر ہمیں سزا ضرور دی جائے گی۔"

"خواہ مخواہ کے اندیشوں سے خود کو ہلکان مت کرو اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔ عراقی بھی مسلمان ہیں۔ اسرائیل کے خلاف کام کرنے کی وجہ سے ممکن ہے ہمارے ساتھ نرمی برتی جائے۔"

"کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ نرمی برتی جانے کے باوجود ہمارے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا وہ کتنا سخت ہو سکتا ہے؟"

احمد رش نے حیرت سے کہا۔

"ہم نازک اندام لڑکیاں نہیں ہیں رش! انٹیلی جنس میں کام کرنے والے لوگ ہیں۔ ہمیں سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

سورج نکلنے کے بعد ہمیں ناشتا پہنچا دیا گیا۔ میں نے ناشتا لانے والے فوجی سے بات کرنے کی کوشش کی مگر اس نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا" اس نے مختصراً کہا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر باہر نکل گیا۔

"تم نے دیکھا" احمد رش بولا "اس کے رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم پر بہت برا وقت آنے والا ہے۔"

"تم خوش فہمیوں میں کیوں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ وہ ہمیں اپنے سروں پر ہی بٹھا لیں اور پھر تمہیں میجر عبدالسلام کی بات یاد نہیں... اس نے کہا تھا تمہارے بارے میں فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

پورا دن یونہی گزر گیا۔ شام کے وقت یہ جو دو اسی وقت ... جب دو فوجی کوٹھری کے دروازے پر آ گئے اور دروازہ کھول کر انہوں نے مجھ سے کہا "آپ کو میجر صاحب نے یاد کیا ہے۔"

میجر عبدالسلام کے آفس میں اس کے علاوہ دو اور افراد بھی موجود تھے اور میں ان دونوں کو پہچانتا تھا۔ وہ جیکب ہیسنز اور ... تھے۔ ایل آل کا سیکیورٹی چیف اور کا کمرڈ کا پائلٹ۔ وہ دونوں میجر عبدالسلام کی میز کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

میں آفس میں داخل ہوا تو ان دونوں نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ مجھے دیکھ کر ہیکر کا چہرہ تو بے تاثر رہا مگر جیکب ہیسنز چونک پڑا۔

"تم" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا "تم یہاں کیسے آ گئے؟"

میجر عبدالسلام بڑی دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اور اب اس پر میری شخصیت منکشف ہونے والی تھی۔

"تمہارے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھے پہچانتے ہو" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اسرائیل کی قومی ایئر لائن کا سیکیورٹی چیف ہونے کے ناتے میری یہ ذمے داری ہے کہ ہر اس شخص سے واقف رہوں جو اسرائیل کی سلامتی کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہو۔"

"تمہارے خیالات جان کر بے حد خوشی ہوئی" میرے لہجہ بدستور طنزیہ ہی تھا۔

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ ساتھ تمہیں بھی قیدی بنا لیا گیا ہے" جیکب ہیسنز نے مشفقانہ انداز میں کہا۔

"شاید یہ لوگ تمہاری قدر و قیمت سے واقف نہیں ہیں۔"

میجر عبدالسلام کے چہرے پر چھائے ہوئے تجسس میں اضافہ ہو گیا۔ میرا مشغلہ اڑانے کے چکر میں جیکب ہیسنز نے میرے لئے آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی طرح میجر عبدالسلام بھی مجھ سے واقف ہے اور اس کے ایما پر ہی مجھے قید کر لیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔

"اتنا ہی کافی ہے کہ یہ تمہاری قدر و قیمت سے واقف ہیں اور میرے لئے یہی بات اہم ہے۔"

میجر عبدالسلام نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ شاید وہ ازجلد ہمارے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔

"تو یہ تم تھے جس کی وجہ سے ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا" جیکب ہیسنز نے زہریلے لہجے میں کہا "میں آخر وقت تک دھوکے میں رہا کہ اس منصوبے کے پیچھے صرف احمد رش ہے۔" احمد رش کے نام پر میجر عبدالسلام بری طرح چونکا تھا۔ ... نے اسے محسوس کر لیا مگر جیکب ہیسنز کی تمام تر توجہ میری

طرف تھی۔ وہ میجر عبدالسلام کے تاثرات سے بے خبر کہتا رہا۔

"اگر مجھے علم ہو جاتا کہ یہ تم ہو تو میں کوئی اور طریقہ آزماتا۔ احمد رش تو بس ایک دہشت گرد ہے۔ منصوبہ ساز نہیں ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری ایک معمولی سی غلطی سے تمہیں نقصان ہوا۔ آئندہ تمہیں بتا دیا کروں گا کہ میں کس منصوبے پر کام کر رہا ہوں۔"

"تم خود کو بہت اسمارٹ سمجھتے ہو علی یار خان! جس روز مجھے موقع مل گیا میں تمہیں مزہ چکھائے بغیر نہیں رہوں گا۔"

میرا نام سن کر ہیکر تو خیر چونکا ہی تھا مگر میجر عبدالسلام اچھل پڑا۔ یہ بات جیکب ہیسنز نے بھی محسوس کر لی تھی اور اسے اندازہ کرنے میں ذرا دیر نہیں لگی کہ وہ میرا تعارف کرانے کا باعث بن گیا ہے۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میری شخصیت عراقیوں کے لئے اجنبی ہوگی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا جو تیر اس کے منہ سے نکل گیا تھا اسے واپس کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔

"تم علی یار خان ہو؟" میجر عبدالسلام نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "علی یار خان پاکستانی؟"

"ہاں میجر" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں وہی علی یار خان ہوں جسے خدا نے اسرائیلیوں کے لئے موت کا ہرکارہ بنا دیا ہے۔"

"تم نے پہلے ہی اپنا تعارف کیوں نہ کرا دیا" وہ مجھ سے بغل گیر ہوتے ہوئے بولا "میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اتنی بڑی شخصیت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔"

"میں ایک معمولی آدمی ہوں میجر! اگر کسی مقام پر ہوں تو اس میں میرے کسی کمال کا دخل نہیں ہے۔ میرے وجود میں جو آگ دہک رہی ہے وہ میں نے خود تو نہیں بھڑکائی۔ قدرت اپنے بندوں سے جو کام لینا چاہتی ہے لے لیتی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ قدرت نے ایک نیک کام کے لئے میرا انتخاب کر لیا۔"

"ان دونوں کو لے جا کر قید کر دو" میجر عبدالسلام نے فوجیوں سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ نازیبا سلوک ہوا۔ بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنی ہیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے عراق میں داخلے کے بارے میں علم کس طرح ہوا؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری حکومت کو سعودی عرب نے مطلع کیا تھا کہ ان کی فضاؤں سے گزر کر دو طیارے عراق میں داخل ہوئے ہیں۔"

"مجھے یہی خدشہ تھا۔ سعودی عرب کے پاس اواکس طیارے ہیں ورنہ جتنی کم بلندی پر ہم نے پرواز کی تھی اس کے پیش نظر کسی اور ذریعے سے ہمارا سراغ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔"

"تم نے اپنے منصوبے کے بارے میں بہت اختصار سے بتایا تھا" میجر نے کہا "میں تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

میں نے میجر کو ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ وہ بڑی حیرت سے میری ساری باتیں سنتا رہا۔

"یہ سب کچھ بڑا ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے مگر ظاہر ہے اسے جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔"

"اب تم بتاؤ میجر! ان لوگوں پر قابو پانے میں تمہیں زیادہ دشواری تو نہیں ہوئی ہوگی۔"

"یہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے" میجر نے کہا "اگر ہم چاہتے تو انہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر قابو میں کیا جا سکتا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارا کوئی جانی نقصان ہو اس لئے ہم نے دن کی روشنی پھیلنے کا انتظار کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ اپنا ایک آدمی بھی ضائع کئے بغیر ان پر قابو پا لیا گیا۔"

"اور ان کے طیارے کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا "کیا وہ قابل استعمال ہے؟"

"نہیں" ان کی قسمت ہی اچھی تھی کہ طیارہ پوری طرح تباہ ہونے سے بچ گیا ورنہ یہ لوگ بھی طیارے کے ساتھ ہی تباہ ہو جاتے۔ خوش قسمتی سے طیارہ جس ڈھلان پر اترا وہاں منوں مٹی کی تہہ جمی ہوئی ہے۔ طیارے کے پہیے اگر اس مٹی میں دھنس کر ٹوٹ نہ جاتے تو کچھ بھی باقی نہ رہتا۔"

"پہاڑی سے نیچے ہمارا ایئر جیٹ بھی تو تھا اور اس کے علاوہ کچھ گاڑیاں بھی تھیں..."

"وہ سب کچھ تو ہم نے رات ہی اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور سب کچھ محفوظ ہے۔"

"اسرائیلیوں کے بارے میں تم نے کوئی فیصلہ کیا یا اس سلسلے میں ابھی کچھ کارروائی کرنی ہوگی؟"

"اس پورے معاملے کی اطلاع میں بالائی حکام کو دے چکا ہوں۔ ظاہر ہے اپنے طور پر تو میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اب انہیں تمہاری اصل شخصیت کے بارے میں بھی اطلاع دوں گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے کہا "اہمیت تو اس بات کی ہے کہ ہمارے مقاصد کیا ہیں۔"

"تمہاری شخصیت کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ معاملہ ملٹری انٹیلی جنس کو ریفر کر دیا گیا ہے۔ جو بھی فیصلہ کریں گے انٹیلی جنس والے ہی کریں گے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے حیرت سے کہا "فیصلہ شخصیات کی بنیاد پر تو نہیں کیا جائے گا؟"

"میں خود بھی کچھ عرصہ ملٹری انٹیلی جنس میں رہ چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انٹیلی جنس کے موجودہ سربراہ تمہارے بڑے مداح ہیں۔ یہ تو مجھے اندازہ ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین میں ہونے کی وجہ سے کچھ نرمی برتی جائے گی۔ مزید نرمی اس لئے برتی جا سکتی ہے کہ ہر عراقی کے لئے اسرائیل نفرت انگیز ہے۔ تمہیں

تو معلوم ہی ہوگا کہ اسرائیل نے جب سے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کیا ہے اس وقت سے ہر عراقی اندر ہی اندر سلگ رہا ہے۔ اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگوں نے ہماری سرحدی حدود کی جو سنگین خلاف ورزی کی ہے اسے اتنا سنگین جرم قرار نہیں دیا جائے گا جتنا یہ سنگین ہے۔ رہی سہی کسر اس وجہ سے پوری ہو جائے گی کہ اسٹیل جس کے سربراہ تمہارے بڑے بھائی ہیں۔"

"بہرحال یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ جس طرح چاہو کرو میں ہر طرح سے تیار رہوں گا۔"

"میں جس حد تک تمہاری مدد کر سکتا ہوں کروں گا۔" میجر نے کہا "لیکن مجھے افسوس یہ ہے کہ میں یہ تک کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لئے مجبور ہوں۔"

"میں اگر اپنی ذات کے لئے کچھ کر رہا ہوتا تو کسی سے شکایت ہوتی لیکن میں تو پورے عالم اسلام کے لئے سرگرم عمل ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں" میجر نے سر ہلایا "اور جب تک تم لوگ میرے پاس ہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے علاوہ جو لوگ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے وہ بھی بے وقوف نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا۔ اس کے برعکس ہوا تو خود مجھے تم سے بھی زیادہ افسوس ہوگا۔"

اس فوجی کیمپ میں ہمیں زیادہ دیر نہیں رکنا پڑا۔ اگلی صبح ہی ہمیں وہاں سے روانہ ہونا پڑا۔ میجر عبدالسلام نے خود ہمیں رخصت کیا۔ اس نے ہمیں آزاد تو نہیں کیا تھا تاہم اس نے ہمیں ہر طرح کی سہولتیں ضرور بہم پہنچا دی تھیں۔

"میں تمہارے لئے دل سے دعا کرتا رہوں گا" میجر عبدالسلام نے کہا تھا "میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن اچھی رپورٹ دے دی ہے۔ آگے اللہ مالک ہے۔"

میں اور رش ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ ڈھائی گھنٹے سے زیادہ محو پرواز رہنے کے بعد ہم نے کسی آبادی کے آثار دیکھے لیکن آبادی میں داخل ہونے سے قبل ہی ہیلی کاپٹر ایک چھ منزلہ عمارت کی چھت پر لینڈ کر چکا تھا۔ یہ عمارت شہر سے باہر مضافات میں تھی اور اس کے آس پاس دور دور تک ویرانہ بکھرا ہوا تھا۔

"آپ لوگ نہا دھو کر تیار ہو جائیں" ہمیں اس عمارت کے ایک کمرے میں پہنچانے کے بعد کہا گیا "کرنل نعمان ایک گھنٹے بعد آپ سے ملاقات کریں گے۔"

کمرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے کمرے میں موجود الماری کھول ڈالی۔ الماری کے اندر کچھ کپڑے سلیقے سے ٹنگے ہوئے تھے۔ یہ میرے اور احمد رش کے ناپ کے کپڑے تھے۔

"تم نے دیکھا رش!" میں نے کہا "ہمارا استقبال شایان شان طریقے سے کیا جا رہا ہے۔"

"دیکھ رہا ہوں۔۔ شکریہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس مدارات کے بعد ہمارے ساتھ کس سلوک کیا جائے گا۔"

"جو کچھ بھی ہوگا اچھا ہی ہوگا آثار و قرائن سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کے چکر میں الجھ کر میں خود کو ہلکان نہیں کر سکتا" میں نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد میری طلبی ہوئی۔ احمد رش کو نہیں بلایا گیا تھا۔ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے جایا گیا جو خاصا طویل و عریض تھا اور اس میں صرف ایک ہی میز نظر آ رہی تھی جس کے عقب میں ایک ادھیڑ عمر مگر صحت مند شخص بیٹھا تھا۔ مجھے کمرے تک لانے والا باہر ہی رہ گیا تھا اور اب کمرے میں صرف ہم دو تھے۔

میز کے عقب میں موجود شخص مجھے دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا "تشریف رکھیے علی صاحب!" اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے فصیح عربی میں کہا "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

"شکریہ" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "غالباً آپ کرنل نعمان ہیں؟"

"جی ہاں میں ہی کرنل نعمان ہوں اور میجر عبدالسلام نے مجھے پوری رپورٹ دے بھی چکا ہے لیکن اس کے باوجود میں تفصیلات آپ کی زبانی دوبارہ سننا پسند کروں گا۔"

مجھے معلوم تھا کہ یہ ہوگا اس لئے میں پوری طرح تیار تھا میں نے بلا کم و کاست اسے اپنے مشن کی تمام جزئیات سے آگاہ کر دیا۔

"آپ کو چاہئے تھا کہ آپ عراقی حکومت کو اعتماد میں لے لیتے" کرنل نعمان نے کہا "آپ نے بلاوجہ ہماری سرحدوں میں گھسنے کا خطرہ کیوں مول لیا۔ ہماری حکومت آپ سے تعاون ضرور کرتی۔"

"یہ ممکن نہیں تھا کرنل!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا "ہمارا منصوبہ انتہائی خفیہ نوعیت کا تھا اور ہم نے اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے کم سے کم لوگوں کو اس کے بارے میں بتایا تھا۔ اس منصوبے پر جتنے لوگوں نے کام کیا ہے وہ خود بھی اس پورے منصوبے سے واقف نہیں تھے۔ ہر ایک کو بس اس کی ذمے داریوں کے بارے میں بتایا گیا تھا۔"

"آپ کو معلوم ہے اس کے نتیجے میں آپ لوگوں کو سزا دی جا سکتی ہے؟"

"میں ہر سزا خوشی قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ہمیں صرف اپنے منصوبے کی کامیابی سے غرض تھی جو کامیاب ہو گیا۔ اس کامیابی کی قیمت معمولی سی سزا کے طور پر ادا کرنا میرے خیال میں مہنگا سودا نہیں ہے۔"

"یعنی آپ سزا قبول کر سکتے ہیں اور آپ کو یہ منظور نہیں تھا کہ آپ عراقی حکومت کو اعتماد میں لے لیتے؟" کرنل نعمان نے پرسنجیدگی سے کہا۔

"میں نے عرض کیا نا کہ اس پورے منصوبے سے صرف چند افراد ہی واقف تھے اور اس کا خفیہ رہنا بھی بے حد اہم تھا۔ اگر ہم عراقی حکومت کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرتے تو اس سے ایک تو وقت ضائع ہوتا۔ دوسرے یہ کہ حکومت کے معلوم نہیں کتنے اہل کاروں کے علم میں یہ بات آتی اور کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہر حکومت میں دوسری حکومتوں کے جاسوس موجود ہوتے ہیں؟"

"یہ نکتہ قابل غور ہے" کرنل نعمان نے تائید کی "بے شک ممکن ہے کہ بات اسرائیل تک جا پہنچتی۔"

"اب آپ خود ہی بتائیے کہ ہم یہ خطرہ مول لینے کے لئے مجبور تھے یا نہیں۔ چنانچہ یہ جرم ہے مگر آپ لوگوں کو ہماری نیت بھی مدنظر رکھنی ہوگی۔"

"ہمارے پیش نظر تو اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے" کرنل نعمان نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" میں نے کہا۔ اس کی بات واقعی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"تم لوگوں کی کارکردگی حیران کن ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ اس سے پہلے چھوٹے معاملات میں ہمارے ایجنٹ ناکام ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ ہمارا ملک خود اس امن منصوبے کے خلاف ہے اور اس طرح امن کانفرنس کو ناکام بنا کر تم نے بالواسطہ طور پر ہمارے موقف کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے کہا "یہ ایٹمی ری ایکٹرز کی اسرائیل کے ہاتھوں تباہی کا لازمی ردعمل ہے۔"

"ہاں یہ ہم پر ایک دھبا ہے جسے دھونے کے لئے ہم بے چین بھی ہیں۔"

"میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ عراقی حکومت کا طرز عمل اس بیان کے منافی ہے۔"

کرنل نعمان کے ہونٹوں پر ایک مدبرانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا "تمہارا اشارہ ایران عراق جنگ کی طرف ہے؟"

"جس قوم کے پاس ایک واضح نصب العین ہو وہ اپنی توانائیاں اس طرح ضائع نہیں کرتی۔"

"توانائیاں ضائع ہوتی نظر آ رہی ہیں مگر در حقیقت جمع ہو رہی ہیں" کرنل نے مسکرا کر کہا۔

"میں اس پراسرار جملے کا مفہوم پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟" میں نے سادگی سے کہا۔

"وقت آنے پر تم بھی سمجھ جاؤ گے اور دنیا بھی دیکھ لے گی۔ یہ بات بہت قبل از وقت ہے۔"

"میں اصرار نہیں کروں گا۔۔ میرے ذہن میں جو بات تھی وہ میں نے کسی لاگ لپیٹ کے بغیر کہہ دی۔"

"میں تمہاری صاف گوئی سے متاثر ہوا ہوں۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس موقع پر ہماری ہاں میں ہاں ملا کر ہماری ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔"

"یہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ مجھے یہاں بلانے سے آپ کا کیا مقصد تھا؟"

"ماضی میں میں نے تمہارے کارناموں کے بڑے تذکرے سنے ہیں" کرنل نعمان نے کہا "تم سے ملنے کا اشتیاق بھی تھا اور موجودہ معاملے سے متعلق تفتیش بھی مقصود تھی۔"

"اور اس تفتیش میں احمد رش کو بھی شامل کیا جائے گا" میں نے کہا "یا تفتیش مکمل ہو گئی؟"

"نہیں، احمد رش سے پوچھ گچھ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ معاملات پوری طرح میری سمجھ میں آچکے ہیں۔"

"تو پھر احمد رش کو بھی بلوانے کا کیا مقصد تھا اور یہ کہ ہمارا فیصلہ کب تک ہو سکے گا؟"

"احمد رش کو تمہارے ساتھ اس لئے بلایا گیا تھا کہ شاید اس کی ضرورت پڑ جائے مگر تم سے گفتگو کے بعد اس کے ملنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اصولی طور پر تم لوگوں کو کوئی سزا نہ دینے کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ اب یہ بات زیادہ یقینی ہو گئی ہے۔"

"یہ فیصلہ حکومت نے کیا ہے یا اس کی نوعیت فوجی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کل رات اعلیٰ سطح کی ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا اور اس میٹنگ میں کئی فوجی جرنل بھی شریک تھے۔ سب نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ تم لوگوں کو خاموشی سے ملک سے نکل جانے دیا جائے اور ریکارڈ پر کچھ نہ لایا جائے۔"

"اس فیصلے پر میں عراقی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں" میں نے کہا "اور اسرائیلیوں کے بارے میں آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کاکروز کے پرزے کھول کر وہاں سے منتقل کر دیئے جائیں گے تاکہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور تمام اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ہم نے اس پورے معاملے کو راز رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سعودی حکومت کو بھی ہم نے یہی بتایا ہے کہ ہماری فضائی حدود میں کوئی طیارہ داخل نہیں ہوا۔ کم از کم ہم کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔"

"اس معاملے کا راز رہنا ہر اعتبار سے ضروری تھا کرنل! تم لوگوں نے بہت اچھا فیصلہ کیا..... لیکن تمام اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا۔"

"بہت ضروری ہے" کرنل نے میری بات کاٹ دی "ورنہ یہ راز طشت ازبام ہونے کا خطرہ باقی رہے گا۔"

"بات یہ ہے کرنل کہ ان قیدیوں میں مریم بر نسٹین نامی ایک لڑکی بھی ہے۔ اس کی موت پر مجھے افسوس ہو گا۔"

"افسوس ہو گا!" کرنل نے حیرت سے کہا "نام سے تو وہ یہودی معلوم ہوتی ہے۔"

"یہودی تو وہ ہے کرنل!" میں نے کہا "لیکن وہ عام یہودیوں سے بہت مختلف ہے۔"

"کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو مگر ہے تو یہودی۔ اور کسی یہودی کی موت پر تمہارا افسوس کرنا میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"وہ بہت امن پسند لڑکی ہے کرنل! جنگ سے نفرت اور انسانیت سے محبت کرنے والی۔"

"تمہارے منہ سے یہ بات سن کر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہودی کتنی مکار قوم ہے؟"

"وہ اس قدر امن پسند ہے کہ امن کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے طیاروں کے حفاظتی انتظامات تک کے خلاف تھی۔"

کرنل نعمان چند لمحے غور سے مجھے دیکھتا رہا پھر اچانک بولا "کیا اس سے تمہاری کبھی ملاقات ہوئی ہے؟"

"صرف ایک بار" میں نے کہا "دریائے فرات کے کنارے پہاڑیوں پر جب ہمارے اور اسرائیلیوں کے درمیان ٹھنی ہوئی تھی اس دوران وہ اپنی جان کا خطرہ مول لے کر ہم سے ملنے آئی تھی اور اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ یوں بے مقصد خون نہ بہایا جائے۔ اس کے لئے وہ رضاکارانہ طور پر یرغمال تک بننے کو تیار تھی۔"

کرنل نعمان نے ایک طویل سانس لیا "کیا وہ لڑکی بہت زیادہ حسین ہے؟"

"ہر یہودی لڑکی خوب صورت ہوتی ہے" میں نے کہا "کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہے۔"

"تمہاری عمر میں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہوتا ہے خصوصاً اس وقت جب جھوٹ بولنے والی کوئی حسین لڑکی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو کرنل! میں نے اس کے بیان پر یقین نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے کانوں سے اسے امن کانفرنس کے لئے غیر معمولی حفاظتی اقدامات کی مخالفت کرتے سنا ہے۔"

کرنل کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا "وہ کس طرح؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم نے ان کی تمام اہم جگہوں پر مائیکرو فون نصب کر دیئے تھے۔ اسی دوران ایک موقع پر مریم بر نسٹین نے جیکب ہیمسنر کے خلاف حفاظتی انتظامات کرنے پر سخت تنقید کی تھی۔ یہ بات مجھے مریم بر نسٹین نے نہیں بتائی کہ اسے غلط قرار دے دیا جائے۔"

"بالفرض اس بات کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس کی جان بخشی ممکن نہیں ہے۔ گیہوں کے ساتھ گھن تو پستا ہی ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مریم بر نسٹین کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

"ان لوگوں کو کہاں رکھا گیا ہے؟" کچھ دیر توقف کے بعد میں نے پوچھا۔

"یہ بات تمہیں نہیں بتائی جا سکتی" کرنل نے کہا "تاہم اگر مریم بر نسٹین سے ملاقات کرنا چاہو تو اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں کرنل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں اس کا انتظام کر دوں گا" کرنل نے کہا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ میں غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کس سوچ میں پڑ گئے کرنل!" میں نے اسے ٹوکا "کیا کوئی اور بات کہنا چاہ رہے ہو۔"

"ہاں" کرنل نے چونک کر کہا "میں سوچ رہا تھا بات کہاں سے شروع کروں۔"

"بات کہیں سے بھی شروع کرو کرنل، مگر شروع کرو، میں کڑیاں ملا لوں گا۔"

"اس سے پہلے یہ معلوم ہونا بھی تو ضروری ہے کہ تم ہمارے لئے کام کرنے پر تیار ہو بھی جاؤ گے یا نہیں؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیران ہو کر کہا "میں بھلا تمہارے لئے کیا کام کر سکتا ہوں؟"

"میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سنتا رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں بعض باتیں تو مبالغہ آمیز معلوم ہوتی تھیں۔ مگر اب میں نے تمہارا ایک ناقابل یقین کارنامہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے تو میں اس بات پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہو گیا ہوں کہ تم انتہائی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں مجھ سے زیادہ احمد رش کے کارنامے مشہور ہیں۔ تم اس کی خدمات کیوں حاصل نہیں کرتے جبکہ وہ تمہارے ہی ملک کا باشندہ ہے؟"

"احمد رش کے کارنامے پوری دنیا میں مشہور ضرور ہیں مگر یہی اس کی خامی بھی ہے۔ تم عوامی سطح پر اتنے مشہور نہیں ہو۔ اس کے کارنامے اتنے اہم نہیں ہیں جتنا انہیں بنا دیا گیا ہے۔ مثلاً اس نے اولمپک کے دوران اسرائیلی کھلاڑیوں کو اغوا کر کے یرغمال بنایا تھا۔ اس واقعے کی شہرت پوری دنیا میں ہوئی۔ ہر اخبار نے اس خبر اور احمد رش کے نام کو نمایاں طور پر شائع کیا لیکن اس کا یہ کارنامہ ایسا نہیں تھا جو خواص کی توجہ مبذول کرا سکتا۔ نہتے لوگوں کو اغوا کر کے یرغمال بنا لینا کمال کی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس تمہارے کارناموں کی تعداد بہت زیادہ بھی ہے اور تم مشہور بھی نہیں ہو۔ تم نے کبھی اپنا نام اچھالنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ میں ان بنیادی خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔"

"مگر میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہوں۔ زیادہ تر اپنے لئے کام کیا ہے۔ کچھ عرصہ تنظیم آزادی فلسطین کے ساتھ بھی کام کیا مگر بعد میں ان سے علیحدہ ہو گیا۔ اب پھر ان کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میری شہرت پوری دنیا میں بے شک نہ ہو مگر یہودی میرے نام سے واقف ہیں۔ خصوصاً موساد کے ایجنٹ۔"

"کوئی شخص اپنے کام کی وجہ سے ہی کسی خاص نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تم خود کو سیکرٹ ایجنٹ کہو یا نہ کہو لیکن جو کام تم کرتے رہے ہو سیکرٹ ایجنٹ بھی وہی کام کرتے ہیں اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ ان سیکرٹ ایجنٹوں سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔ اکثر سیکرٹ ایجنٹ حریف ممالک کے لئے اجنبی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ایجنٹ بطور سیکرٹ ایجنٹ زیادہ عرصے میدان عمل میں نہیں رہتا۔"

"یہ تمام باتیں میں بھی جانتا ہوں مگر میں آزاد رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"تمہاری آزادی سلب نہیں کی جائے گی۔" کرنل نعمان نے تیزی سے کہا "جب تک چاہو ہمارے لئے کام کرنا اور جب چاہو چھوڑ دینا۔"

"اگر میں تمہارے لئے کام کرنے کی حامی بھر لوں تو میری حیثیت کیا ہو گی؟"

"ہمارا کام صرف اتنا ہو گا کہ ہم تمہیں کوئی مشن سونپیں گے۔ اس مشن کو تم اپنے انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچاؤ گے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں تمہارے لئے کام کرنے کی حامی کیوں بھر لوں؟" میں نے کہا۔

"اس کے لئے صرف یہی ایک وجہ کافی ہے کہ ہم اسرائیل کے خلاف کام کریں گے اور تمہاری زندگی کا مشن بھی یہی ہے۔"

"یہ کام تو میں بہت پہلے سے کر رہا ہوں۔ آزاد رہ کر بھی اور تنظیم آزادی فلسطین سے مل کر بھی۔ تمہارے لئے کام کرنے سے کون سی نئی بات پیدا ہو جائے گی؟"

"مجھے اندازہ تھا کہ تم آسانی سے راضی نہیں ہو گے" کرنل نعمان مسکرایا "بے شک یہ کام تم بہت پہلے سے کر رہے ہو مگر تمہارا دائرہ کار بہت محدود ہے۔ تم نے بہت بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے مگر اسرائیل کو کوئی بڑا نقصان پہنچانے میں ناکام رہے۔ اس طرح توانائیاں تو برباد ہوتی ہیں لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہیں برآمد ہونے پاتا۔"

"میری تو خیر کوئی حقیقت ہی نہیں ہے، عرب کی ساری حکومتیں مل کر بھی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں۔ میں نتائج کی پروا کئے بغیر اپنا کام کرتا رہوں گا۔ جب تک میرے جسم و جاں میں توانائی کا ایک قطرہ بھی موجود ہے میں اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔ جہاں بڑی بڑی حکومتیں ناکام ہو رہی ہوں وہاں ایک فرد کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بہت اہم ہوتی ہیں۔"

"اوہ، تم نے میری بات کا غلط مطلب لے لیا۔ میں تمہاری

کامیابیوں کو غیر اہم نہیں کہہ رہا تھا بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ اتنی ہی کوششوں سے تم اسرائیل کو اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہو جتنا اب تک پہنچاتے رہے ہو۔ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بے کار ہیں۔ اسرائیل کو چھوٹے موٹے نقصانات پہنچانے کے بجائے اس پر کوئی کاری ضرب لگانا پڑے گی۔"

"نظریاتی طور پر تو یہ بات درست ہے مگر پورے عالم عرب میں کوئی بھی حکومت مجھے اتنی طاقت ور نہیں نظر آتی جو یہ کام کر سکے۔"

"دنیا کو ابھی عراق کی قوت کا اندازہ نہیں ہے اور اندازہ ہونا بھی نہیں چاہئے۔"

"گستاخی ہوتی ہے کرنل، لیکن عراق تو ایران سے جنگ کرتے کرتے تباہ ہو چکا ہے۔"

کرنل نے ایک بار پھر گہری نظروں سے مجھے دیکھا "اگر میں تمہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں کہ عراق ہی اسرائیل پر کاری ضرب لگا سکتا ہے تو تمہارا کیا ردِ عمل ہوگا؟"

"اول تو یہ ایک مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے تاہم اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ عراقی حکومت یہ نیک کام کر سکتی ہے تو مجھے عراق کے لئے کام کر کے خوشی ہوگی۔"

"غالباً یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ میں تم پر بعض فوجی راز ظاہر کرنے والا ہوں "انہیں راز رکھنا۔"

"میں سمجھتا ہوں کرنل!" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "اور میں خود یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علم میں زیادہ باتیں ہوں، تاہم اس موقعے پر بعض باتوں کا میرے علم میں ہونا ضروری ہے۔"

"اس کہانی کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے کہ جب عراق ایٹمی طاقت بننا چاہ رہا تھا اور اسرائیل نے ہمارے ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر دیئے تھے۔ یہ اسرائیل کی غنڈہ گردی کی انتہا تھی۔"

"عراقی حکومت بھی اس تباہی کی ذمے دار تھی۔ آپ کو اپنی ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کا خاطر خواہ بندوبست کرنا چاہئے تھا۔"

"یہ بات کسی حد تک درست ہے لیکن یہ بات تم سے پوشیدہ تو نہیں ہے کہ تمام مسلمان حکومتیں ہر قسم کے اسلحے کے لئے بڑی طاقتوں کی محتاج ہیں۔"

"اس کی ذمے داری بھی کسی اور پر نہیں مسلمان حکومتوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔ ہم آخر کب تک ان طاقتوں کے محتاج رہیں گے؟"

"یہ بات کم از کم ہم نے تو سمجھ لی ہے اور ہم نے اس میدان میں پیش رفت بھی کی ہے۔"

"ایسی پیش رفت اور ایسی قوت کا کیا فائدہ جو مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال ہو رہی ہو؟"

"شط العرب پر عراق کا دعویٰ بہت پرانا ہے۔ اس علاقے کو حاصل کرنے کے لئے ایران پر حملہ بھی بہت مہنگا پڑا۔ ایرانیوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تاہم اگر تمہیں سیاسی حالات سے دلچسپی ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ عراق بعد میں جنگ بند کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن ایران نہیں مانا اور یوں یہ بے مقصد جنگ اب تک جاری ہے۔"

"دیکھئے، غلطی کسی کی بھی ہو، خون تو مسلمانوں کا ہی بہہ رہا ہے۔ نقصان تو ہمارا اپنا ہے کسی کا کیا بگڑ رہا ہے۔"

"بڑے ممالک عراق کو بے دریغ اسلحہ دے رہے ہیں۔" کرنل نعمان نے کہا "عراق بہت بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے۔"

"بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے" میں نے حیرت سے کہا "برسوں جنگ لڑنے کے بعد طاقت تو تقریباً ختم ہو جانی چاہئے؟"

"فارمولا تو یہی ہے" کرنل نعمان مسکرایا "مگر ہم نے تمام فارمولے الٹ دیئے ہیں۔ اس جنگ کے دوران ہم نے دس لاکھ کے قریب فوج تیار کر لی ہے۔ بڑے ممالک سے ملنے والا تقریباً تمام جدید اسلحہ محفوظ ہے۔ اسے ہم نے ایران کے خلاف ابھی تک استعمال نہیں کیا ہے۔"

"اوہ، مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی لیکن یہ ہتھیار کس کام آئیں گے؟"

"ہم نے ابھی خاصی ٹیکنالوجی حاصل کر لی ہے اور اسرائیل نے ہم پر جو کاری وار کیا تھا ہم اس کا بدلہ لینے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"نہیں، نہیں" میں مضطربانہ انداز میں اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا "مجھے ان باتوں پر یقین نہیں آتا۔"

"کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا۔ جو ممالک ہمیں اسلحہ فراہم کر رہے ہیں، یہ بات خود ان کے علم میں بھی نہیں ہے اگر انہیں بھنک بھی پڑ جائے کہ ہم مستقبل کے لئے کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں تو ہمیں اسلحہ ملنا بند ہو جائے گا لیکن یہ خالصتاً فوجی نوعیت کا معاملہ ہے اس لئے ابھی تک خفیہ ہی ہے۔"

"میں بیان نہیں کر سکتا کرنل کہ یہ خبر سن کر مجھے کتنی مسرت ہو رہی ہے۔ کوئی تو ایسا ہے جو مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کر رہا ہے۔"

"ہم اپنی کوششیں کر رہے ہیں اور اسرائیل اپنے چکر میں لگا ہوا ہے۔ تمام ممالک مطمئن ہیں کہ عراق تباہ ہو رہا ہے مگر اسرائیل کو اس بات پر تشویش ہے کہ عراق کو اتنے بڑے پیمانے پر اسلحہ کیوں مل رہا ہے۔ اس نے نہ صرف عراق کو ملنے والے اسلحے میں تخفیف کرانے کی کوشش کی بلکہ اس کے ایجنٹ عراق کی فوجی قوت کے بارے میں سن گن لینے کے لئے بھی سرگرم عمل ہیں۔ ہم ابھی تک اسرائیل کے کئی ایجنٹوں کو گرفتار کر چکے ہیں لیکن کسی کی زبان نہیں کھلوا سکے۔ ادھر ہمارے ایجنٹ بھی کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دے پا رہے ہیں۔"

آزادی فلسطین والوں کے کام کرنے کا اپنا مخصوص انداز ہے۔ ان سے بھی ہمیں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ تم نے احمد رش کا نام بیش کیا تھا لیکن وہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ وہ ایک جذباتی شخص ہے اور جس قسم کا کام ہم لینا چاہتے ہیں اس کے لئے نہایت ٹھنڈے دماغ کا اور باصلاحیت آدمی درکار ہے۔ بولو تم کیا کہتے ہو؟"

"اگر عراق کے عزائم وہی ہیں جو تم نے بتائے ہیں تو عراق کو مضبوط بنانا میرا فرض ہو جاتا ہے۔ بیت المقدس کو صیہونی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم بالآخر ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ بے فکر رہو ہم ہر طرح سے تمہیں اطمینان کرادیں گے لیکن سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تمہاری اپنی صلاحیتوں کا معیار کیا ہے۔"

"میرا ماضی تمہارے سامنے ہے۔ تم خود ہی نتائج اخذ کر سکتے ہو۔ میں کوئی سرٹیفکیٹ تو پیش کرنے سے رہا۔"

"وہ سب کچھ تو ہمیں معلوم ہے لیکن ہمارے اپنے بھی کچھ اصول ہیں۔ ایجنٹ کو کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے قبل کچھ امتحانات سے گزارا جاتا ہے۔"

"اگر کوئی ایجنٹ تمہارے امتحانات میں پورا نہ اتر سکے تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"ہم اسے از سر نو تیار کرتے ہیں۔ اس میں جو کمی ہوتی ہے اسے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے سیکرٹ ایجنٹ سپر فٹ نہیں ہو گا تو دشمن کے درمیان رہ کر کوئی کام نہیں کر سکے گا۔"

"تمہارا طریقہ کار بہت اچھا ہے لیکن میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں اپنے وقت کو ان جھمیلوں میں ضائع کرنے پر کام کرتے رہنے کو ترجیح دوں گا۔"

کرنل نعمان نے ایک طویل سانس لی "میں ان لوگوں کی بات کر رہا تھا جنہیں ہم تربیت دیتے ہیں۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ پر ہمارے لاکھوں روپے صرف ہوتے ہیں اس لئے ہم انہیں آنکھیں بند کر کے کسی مہم پر نہیں جھونک سکتے۔ ہر ممکن احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد ہی انہیں کسی مہم پر روانہ کیا جاتا ہے لیکن تمہارا معاملہ مختلف ہے تم پر تو ہمارا ایک پیسہ بھی نہیں لگا۔ اگر تمہارے لئے ہم کچھ کریں گے تو وہ ہم سے زیادہ تمہارے مفاد میں ہو گا۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا نقصان ہو گا...؟"

"تم میرے نقصان کی فکر نہ کرو۔ اپنے ہر نقصان کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ میرے سپرد کیا کام کیا جائے گا؟"

"اس کا انحصار تمہاری صلاحیتوں پر ہے۔ ظاہر ہے ہم نہیں جانتے کہ تم کتنی صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میرے ماضی کے کارنامے تمہارے علم میں ہیں۔ ان کی روشنی میں..."

"وہ ایک الگ معاملہ ہے۔ ہمارے اطمینان کے لئے تمہیں اپنی کچھ صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر بات نہیں بن سکے گی۔"

میرے جی میں آئی کہہ دوں کہ اگر نہیں بن سکے گی تو نہ بن سکے لیکن میں نے خود پر جبر کر لیا۔ "میں شاید تمہارے معیار پر پورا اتر سکوں" میں نے مردہ سی آواز میں کہا "تاہم میں تیار ہوں۔"

"عربی تمہاری مادری زبان نہیں ہے مگر تم عربی اہل زبان کی طرح روانی سے بولتے ہو" کرنل نعمان نے کہا "اس کے علاوہ تمہیں اور کتنی زبانیں آتی ہیں؟"

"تمہارے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں انگریزی اور عبرانی بھی اتنی ہی روانی سے بول سکتا ہوں۔"

"ایک سیکرٹ ایجنٹ خواہ کتنا ہی زیادہ باصلاحیت کیوں نہ ہو اسے اپنی صلاحیتیں ہمیشہ کم محسوس ہوتی ہیں ــــ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں تھا ہوں۔ اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں اور خدا کے بھروسے پر کام کرتا ہوں۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں مزید تربیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟"

"کوئی شخص کبھی بھی پرفیکٹ نہیں ہو سکتا۔ میرے اندر بھی بہت کچھ سیکھنے کی لگن ہے مگر میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے۔"

"مگر کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ اگر تم اپنے کچھ وقت کی قربانی دے سکو تو زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکو گے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں مگر اس کے باوجود میں بہت زیادہ وقت نہیں صرف کر سکوں گا۔"

"پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہو گا کہ تمہیں کن شعبوں میں مہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔"

"ظاہر ہے یہ طے کئے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"سب سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ جسمانی لڑائی میں تم کتنے ماہر ہو؟"

"مہارت کا دعویٰ کرنا تو میرے لئے بہت مشکل ہے تاہم میں کسی نہ کسی طرح کام چلا ہی لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے کہا "پہلے میں یہ دیکھوں گا کہ اس شعبے میں تمہیں کتنی دسترس حاصل ہے۔ اس کے لئے تمہیں میرے کسی آدمی سے مقابلہ کرنا ہو گا کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

"بالکل تیار ہوں" میں نے کہا "لیکن مقابلہ ایسا ہونا چاہئے جس سے کسی فریق کو زیادہ نقصان نہ پہنچے۔"

کرنل نعمان نے تحسینی انداز میں سرہلایا اور اپنی میز پر نصب ایک بٹن دبایا۔ چند ہی لمحے بعد دروازہ کھلا اور اس کھلے ہوئے دروازے سے پانچ افراد اندر داخل ہو کر کرنل کے سامنے مودب انداز میں کھڑے ہو گئے۔

"ان پانچوں میں سے کسی ایک کو مقابلے کے لئے منتخب کرلو۔" کرنل نے مجھ سے کہا۔

میں نے ان پانچوں پر ایک نظر ڈالی۔ وہ مختلف قد و قامت کے تھے اور ان میں سے چار افراد تنومند بھی تھے جبکہ پانچواں نہ تنومند تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر مضبوط دکھائی دیتا تھا۔ تاہم اس کی آنکھیں بے حد چمکدار تھیں۔ معلوم نہیں اسے یہاں کیوں بلایا گیا تھا۔ ان سب کے لباس اس قسم کے تھے کہ ان کی جسمانی ساخت کے بارے میں اندازہ کرنا مشکل تھا۔

"میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ میں ان میں سے کس سے مقابلہ کروں" میں نے کرنل نعمان سے کہا "میں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"پانچوں ہمارے محکمے کے مایہ ناز لوگ ہیں۔ تم کسی سے بھی مقابلہ کر سکتے ہو۔"

"تو پھر یہ زحمت تم خود ہی کرلو۔ جس سے کہو گے میں اسی سے مقابلہ کرلوں گا۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو جسمانی اعتبار سے سب سے کمزور نظر آ رہا تھا "تم اس سے مقابلہ کرلو۔"

کرنل کے اشارے پر وہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہا جبکہ بقیہ چاروں افراد پیچھے ہٹ کر دیواروں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس شخص کے مقابل آکھڑا ہوا۔

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے تمہارے مقابل آنا پڑ رہا ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے" میں نے اپنے حریف سے کہا۔

اس کے ہونٹ اس انداز میں بھنچے جیسے اس نے مسکرانے کی کوشش کی ہو اور پھر اس نے کراٹے فائٹر کی طرح اپنے ہاتھ آگے کی جانب پھیلا لئے۔

میں نے کرنل نعمان کی طرف دیکھا اور اس نے اپنے سر کی خفیف سی جنبش سے مقابلہ شروع کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملتے ہی میرا حریف مجھ پر بڑی تیزی سے جھپٹا۔ وہ بلاشبہ بہت ماہر تھا۔ روزانہ کئی گھنٹے پریکٹس کے بغیر اتنی مہارت کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ وہ جھپٹ جھپٹ کر مجھ پر حملے کر رہا تھا اور میں صرف مدافعت کر رہا تھا۔ مگر اگر بہت زیادہ کشادہ نہ ہوتا تو میرے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ اس کے تابڑ توڑ حملوں کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر مجھے اندازہ ہو گیا۔ ان چند منٹوں کے دوران اس نے مجھے ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دی تھی۔ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرا مد مقابل کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہے۔ وہ تو اپنے شعبے کا ماہر تھا جس سے بچنے کے لئے مجھے اپنی تمام تر پھرتی اور مہارت کو استعمال کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک پھرتی تھی جو مسلسل کوندے جا رہی تھی۔

میں ہمیشہ اس ترکیب پر عمل کرتا ہوں کہ دوسرے کو تھکا کر مارا جائے لیکن اس روز مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میرا حریف کبھی نہیں تھکے گا اور میں خود تھک جاؤں گا۔ کئی گھنٹے روزانہ پریکٹس والوں کے سامنے تھکنا بھی کھیل نہیں ہوتا۔ مگر میں خود کو اس سے بچاتا رہا۔

جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا ورنہ میں تھک جاؤں گا۔ تھکنے کے بعد میری رفتار سست ہو گی اور یہ گویا میرے حریف کے لئے کھلا موقع ہو گا۔ وہ جس طرح چاہے گا مجھ پر قابو پالے گا۔ اگرچہ وہ میرا دشمن نہیں تھا اور اگر میں اس سے ہار بھی جاتا تب بھی میری صحت پر کوئی خاص اثر نہ پڑتا مگر میں اتنی آسانی سے شکست تسلیم کر لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

میرے حریف کو بھی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے لئے کوئی تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔ تر نوالہ ہوتا تو وہ بہت پہلے مجھے نگل چکا ہوتا۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ میں اس پر حملہ نہیں کر رہا ہوں۔ میری تمام تر جدوجہد صرف اپنے دفاع تک محدود ہے۔ معلوم نہیں اس نے اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا ہو گا تاہم وہ میری مہارت کی طرف سے مشکوک ضرور ہو گیا ہو گا۔ اس کا نتیجہ اس کی بے پروائی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے حملوں میں اب بھی جارحیت تھی مگر اب اسے اپنے دفاع کی زیادہ فکر نہیں رہ گئی تھی۔ میرے لئے یہ ایک اچھی علامت تھی۔

پھر مجھے موقع مل گیا۔ ایک بار ککِ مارتے ہوئے وہ خاصا غیر محتاط ہو گیا تھا اور میں نے موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ میں پہلے ہی طے کر چکا تھا کہ مجھے جو بھی پہلا موقع ملے گا اس سے فائدہ اٹھاؤں گا اور میں نے اپنے اس فیصلے پر پوری طرح سے عمل کیا۔ میں نے ذرا سا دائیں جانب ہٹتے ہوئے اس کے بائیں پیر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے لئے یہ بڑی غیر متوقع حرکت تھی۔ کوئی بھی کراٹے ماسٹر ایسی حرکت نہیں کر سکتا مگر میں کراٹے فائٹر تھا ہی کب۔ میں تو بس یہ جانتا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنے حریف کو شکست سے دوچار کر دینا چاہئے۔ اس وقت بھی ہمارا مقابلہ کسی قاعدے قانون کے تحت نہیں ہو رہا تھا۔

میری اس اچانک حرکت پر وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ اس نے اپنے دوسرے پیر پر اچھل کر خود کو بڑی مشکل سے گرنے سے بچایا تھا اور اس کے بعد بھی اس کے لئے اپنا توازن برقرار رکھنا

تا سا مشکل ہو رہا تھا۔ میری گرفت اس کے پیر پر بہت مضبوط تھی

"تمہارا فائٹر میرے قابو میں ہے کرنل!" میں نے بہ آواز بلند کہا "اتنا کافی ہے یا کچھ اور نمونہ پیش کروں۔"

"نہیں بس!" کرنل نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اسے چھوڑ دو اب مقابلہ جاری رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔"

میں نے اس کا پیر چھوڑ دیا مگر میں اس کی طرف سے محتاط تھا مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے دوبارہ مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ مگر ایسا نہیں ہوا میں بھول گیا تھا کہ اس کا تعلق کسی شرپسند گروہ سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک فوجی ہے اور فوج میں حکم عدولی کا تصور نہیں پایا جاتا۔

"تم لوگ واپس جا سکتے ہو" کرنل نے کہا اور وہ پانچوں مودبانہ انداز میں سر جھکا کر واپس چلے گئے۔

"تمہاری کارکردگی بہت اچھی رہی" کرنل نے مجھ سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ کرنل!" میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "مجھے کسی مزید تربیت کی ضرورت تو نہیں پڑے گی۔"

"نہیں" کرنل نے کہا "مجھے یقین ہے کہ تم کسی بھی شخص سے آسانی سے مات کھانے والے نہیں ہو۔"

"اب جلدی سے یہ بھی بتا دو کہ مجھے کس کس شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا امتحان دینا ہوگا؟"

"تم شاید برا مان گئے" لیکن ہمارے لئے اپنا اطمینان کرنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا کرنل!" میں نے ہنس کر کہا "مگر میں ان مراحل سے گزرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لئے الجھن کا شکار ہونا تو لازمی ہے۔"

"یہ الجھنیں صرف ایک بار کی ہیں۔ اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا نشانہ کیسا ہے؟"

"ہمیں سر کا نشانہ لینا ہوتا ہے کرنل! اور یہ کام تو وہ بھی کر سکتا ہے جس کا نشانہ خاصا خراب ہو۔"

"اب میں تم سے میک اپ کے فن کے بارے میں پوچھنا چاہوں گا" کرنل نے ذرا سا جھجک کر بات بدل دی "تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے؟"

"اس ایک میدان میں قدرے مہارت کا دعویٰ کر سکتا ہوں" میں نے کہا۔

"اوہ!" کرنل نے آگے کی طرف جھک کر میز پر کہنیاں ٹیک دیں "تم دعویٰ کر رہے ہو تو یقیناً بہت عمدہ میک اپ کر لیتے ہو گے کیا تم ہمیں یہ فن سکھانا پسند کرو گے؟"

"یہ کوئی ایک دو منٹ کا کام تو نہیں ہے کرنل!" میں نے قدرے جھنجلا کر کہا "کئی مہینے بھی برباد ہو سکتے ہیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو' ہمارے پاس میک اپ کا شعبہ بھی ہے" اس شعبے میں ماہرین بھی موجود ہیں۔ انہیں مزید کچھ سکھانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا اس میں اتنا وقت نہیں لگے گا اس شعبے میں کمال حاصل کرنا ہمارے لئے بہت اہم ہے۔"

"میرے لئے اپنا مشن سب سے زیادہ اہم ہے بقیہ ہر چیز ثانوی ہے اور پھر ممکن ہے تمہارے ماہرین مجھ سے بھی زیادہ ماہر ہوں۔"

"تم ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہو علی!" کرنل نے شکایت آمیز لہجے میں کہا "میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے تم سے کھل کر بات کرنی پڑے گی۔"

"مطمئن ہوئے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم میک اپ کی افادیت ثابت کر دو۔ پھر چاہے ایک سال ہی کیوں نہ لگ جائے میں تمہارے ماہرین کو تربیت دوں گا۔"

"دیکھو میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم اسرائیل سے اپنے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے بے چین ہیں۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسرائیل کی پشت پر دنیا کی تمام بڑی طاقتیں ہیں۔ اسرائیل کا سب سے بڑا سرپرست اور ہمدرد امریکا ہے۔ بقیہ بڑے ممالک صرف مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ سامان حرب کے اعتبار سے تمام عرب ممالک مل کر بھی اسرائیل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس کے پاس ایٹم بم موجود ہیں تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اور اگر کوئی اسلامی ملک ایٹمی قوت بننا چاہ رہا ہے تو اسے مجرم قرار دے دیا جاتا ہے۔"

"تم موضوع سے ہٹ رہے ہو کرنل!" میں نے اسے ٹوکا۔

"معاف کرنا علی! میں ذرا جذباتی ہو گیا تھا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ایک نہ ایک روز اسرائیل سے جنگ تو کرنی ہے۔ یہ بات ہماری فوج کے ادنیٰ سے ادنیٰ افسر نے بھی طے کر رکھی ہے۔ سربراہ مملکت بدل سکتا ہے' چیف آف آرمی اسٹاف تبدیل ہو سکتا ہے مگر ہماری یہ پالیسی اٹل ہے ہم خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر رہے ہوں اس ایک مقصد کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم خود کو ہر اعتبار سے اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ جنگ کے دوران سربراہ مملکت کی اہمیت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ تمہیں یہ بھی علم ہوگا کہ تمام ترقی یافتہ ممالک چھوٹے ممالک کے خلاف کتنی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ اندیشہ غلط ہے کہ جنگ کے دوران یہ لوگ ہمارے ملک میں سیاسی خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"تمہارا اندیشہ بالکل درست ہے۔ مغربی ممالک کی زیادہ تر کوششیں منفی نوعیت کی ہی ہوتی ہیں اور دوران جنگ تو وہ کرتے یہی ہیں کہ حریف ملک میں سیاسی انقلاب لا کر اپنی مرضی کی حکومت قائم کر دیں۔"

"اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ جنگ کے دوران میک اپ کو ایک موثر دفاعی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سربراہ مملکت خود کسی خفیہ مقام سے احکامات جاری کرتا رہے اور مخالفین کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے مختلف ہم شکل منظر عام پر آتے رہیں۔"

"واقعی تم لوگ اسرائیل سے جنگ کے معاملے میں سنجیدہ ہو" میں نے کہا "بصورت دیگر تم اتنی دور تک نہ سوچتے۔"

"اب جبکہ تمہیں ہمارے بارے میں یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہم اسرائیل سے جنگ ضرور کریں گے "تمہارا جواب کیا ہے؟"

"میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اسرائیل کے خلاف کام کرتے گزرے۔"

"گویا تم ہمارے آدمیوں کو فن میک اپ میں ماہر بنانے کے لئے ہم سے تعاون کرنے پر تیار ہو؟"

"میں تو ہر اس کام کے لئے تیار ہوں جس کے نتائج اسرائیل کے لئے مضر ثابت ہوتے ہوں۔"

"بس ایک بات کا خیال رکھنا۔ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو یہاں سے باہر نہ جانے پائے۔ احمد رشی سے بھی تذکرہ مت کرنا۔"

مجھے واپس اپنے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ کرنل نعمان کے پاس بہت دیر لگ گئی تھی۔ اسی مناسبت سے احمد رشی کی بے تابی بھی بڑھی ہوئی تھی۔

"میں تو سمجھا تھا تمہیں کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے" احمد رشی نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فی الحال تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"تو پھر اتنی دیر کیوں لگ گئی" احمد رشی نے مضطربانہ انداز میں کہا "میں تو پریشان ہو گیا تھا۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے رشی! کرنل نعمان مجھ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔"

"اتنی طویل معلومات!" رشی نے حیرت سے کہا "وہ تو تمہارے شجرہ نسب تک سے واقف ہو گیا ہوگا۔"

"اسے مطمئن کرنا بھی تو ضروری تھا رشی! ورنہ ہم رہا کس طرح ہوتے۔"

"رہائی کے احکامات صادر کر دیئے گئے؟" رشی نے خوش ہو کر کہا۔

"احکامات تو خیر صادر نہیں کئے گئے۔ البتہ یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہمیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"حکم صادر کیا جائے یا فیصلہ کر لیا جائے' بات تو ایک ہی ہے" رشی بولا۔

"جب تک احکامات نہ آ جائیں اس فیصلے پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ کسی بھی فیصلے پر نہیں ہو سکتا۔۔۔ تاہم اب ہم محض رسمی طور پر قید ہیں۔"

"مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ جیکب جینسز ہاتھوں سے نکل گیا۔ اب میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکوں گا۔"

"اس بات پر افسوس مت کرو رشی! غنیمت سمجھو کہ تم لوگوں کو رہا کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو ابھی مزید کچھ عرصہ قید میں گزارنا پڑے گا۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ ہمیں رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے" احمد رشی نے حیرت سے کہا۔

"میرے علاوہ تمام لوگ رہا کر دیئے جائیں گے۔ دراصل یہ لوگ پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے ہیں وہ اپنے ذرائع سے میرے بیانات کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تجویز پیش کی تھی کہ تمام لوگوں کو قید رکھنے کے بجائے صرف مجھے قید میں رکھا جائے۔ اگر میرا کوئی ایک بیان بھی غلط ثابت ہو تو میں سزا کے لئے حاضر ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس طرح تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میں نے اگر کوئی جھوٹ بولا ہوگا تبھی تو میری زندگی خطرے میں پڑے گی۔ کیونکہ میں نے تو کوئی غلط بیانی نہیں کی اس لئے مجھے کوئی ڈر بھی نہیں ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ فرض کرو تمہارے کسی بیان کی یہ لوگ اپنے ذرائع سے تصدیق نہ کر پائے تو کیا ہوگا؟"

"تصدیق نہ کر پانا اور بات ہے اور تکذیب ہو جانا اور بات یہ تو ممکن ہے کہ یہ لوگ کسی بات کی تصدیق نہ کر پائیں مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ میری کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت ہو۔"

"تمہاری مرضی" احمد رشی نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا مگر اندر سے وہ بہت خوش تھا۔

اسی روز سہ پہر کے وقت دوبارہ میری طلبی ہوئی۔ میں نے کرنل نعمان کو بتا دیا کہ میں نے احمد رشی سے کیا غلط بیانی کی ہے۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔۔۔ تمہارے یہاں رکنے کے لئے اس سے بہتر جواز نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا خیال ہے کل تک تمہارے ساتھیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنا کام شروع کر دوں تاکہ اسے ختم کرنے کے بعد کوئی اور کام کر سکوں۔"

"میں ابھی تمہیں میک اپ روم میں لے چلوں گا لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ تم میری باتوں سے زیادہ مطمئن نہیں ہوئے تھے اس لئے میں نے اعلیٰ کمان سے مشورہ کیا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں عراق کی فوجی قوت کے بارے میں مزید کچھ باتیں بتا دوں تاکہ تم پوری دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ کام کر سکو۔"

"یہ حقیقت ہے کرنل کہ اسرائیل اور اس کے حواری بے حد طاقت ور ہیں ۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ کوئی مسلمان حکومت انہیں للکارنے کا عزم رکھتی ہے تاہم یہ خیال مبنی ہے کہ ان کے مقابلے میں کامیابی کوئی آسان کام نہ ہو گا۔ ان کے ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے بہتر ہتھیاروں کا حصول لازمی ہے۔"

"ہم نے ان سے ٹکرانے کا عزم کیا ہے تو اس پہلو پر بطور خاص نظر رکھی ہے۔ ہم نے اسکڈ میزائل کی رینج دو سو بچاس میل سے بڑھا کر چار سو میل کر دی ہے اور اب اسرائیل ہماری زد میں ہے۔"

میں نے حیرت سے کرنل نعمان کو دیکھا "اب تو تم اور بھی زیادہ ناقابل یقین باتیں کرنے لگے" میں نے کہا "جس ملک نے میزائل بنایا ہے وہ خود تو رینج میں اضافہ نہ کر سکا اور تم نے کر لیا۔"

"یہ کارنامہ جیرالڈبل نامی ماہر طبیعیات کا ہے۔ اس کا اصل شعبہ تو فزکس تھا لیکن اسے ہتھیار ڈیزائن کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ ہمیں اس کے بارے میں جیسے ہی علم ہوا ہم نے فوراً اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ امریکا سے نالاں تھا۔ اس لئے کہ امریکی حکومت نے اسے چھ ماہ قید رکھا تھا۔ اس پر جنوبی افریقہ کی حکومت سے تعاون کرنے کا الزام تھا۔ ہمارے تھکے کو اس کے بارے میں بھنک مل گئی تھی اور ہم نے اپنے ایجنٹ اس کے پیچھے لگا دیے۔ ہم نے اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کتنی قربانیاں دیں یہ ایک الگ کہانی ہے۔"

"میں وہ کہانی سننا پسند کروں گا کرنل!" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں! اس میں تمہاری دلچسپی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمارے کئی ایجنٹوں کو امریکا میں سزا بھگتنا پڑی تھی۔ کئی ایجنٹوں کی قربانی کے بعد آخر کار ایک ایجنٹ سزا پا کر اس جیل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جس میں جیرالڈبل سزا بھگت رہا تھا۔ اس نے جب جیرالڈبل کو ہماری حکومت کے لئے کام کرنے کی آفر کی تو اس نے تھوڑی سی رد و قدح کے بعد یہ آفر قبول کر لی۔ اس وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ ہمارے لئے کس قدر کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ تاہم یہ ضرور تھا کہ ہمیں اس سے کچھ نہ کچھ فائدے کی توقع ضرور تھی۔ بڑی حکومتوں کے لئے وہ ایک غیر اہم تو تھا مگر ہمارے لئے بہت اہم تھا چنانچہ جب وہ قید سے رہا ہو کر جنوا پہنچا تو ہمارے ایجنٹ اس کے تعاقب میں تھے۔ ہم ہر ممکن احتیاط برتنا چاہتے تھے۔ اس لئے دو ہفتے تو ہم نے محض اس کی نگرانی کرنے میں گزار دیئے۔ جب ہمیں یقین ہو گیا کہ اس کی نگرانی نہیں کی جا رہی ہے تو ہم نے اسے بلوا لیا۔ اسے لینے کے لئے عراق سے ایک خصوصی طیارہ بھجوایا گیا تھا۔ اسکڈ میزائلوں کی رینج بڑھانے کا کارنامہ بھی اسی کا ہے۔"

"یہ تو بڑی دلچسپ اور بڑی سنسنی خیز کہانی ہے کرنل! تم تو کہہ رہے تھے اس میں دلچسپی کے لئے کچھ نہیں ہے۔"

"اس نے ہمارے لئے کچھ اور ہتھیار بھی ڈیزائن کئے ہیں۔ جب دنیا کو ان ہتھیاروں کے بارے میں معلوم ہو گا تو اسے دنیا کا جدید ترین نظام قرار دیا جائے گا۔"

"تم تو مجھے حیران کئے دے رہے ہو کرنل! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم نے اس حد تک تیاریاں کر رکھی ہیں۔"

"ہماری فوجی قوت کا سب سے مضبوط پہلو ہماری توپیں ہیں جن کی تعداد ساڑھے تین ہزار سے بھی زائد ہے۔ ان میں ۱۵۵ ملی میٹر کی وہ تین سو توپیں بھی شامل ہیں جن کی رینج ۲۵ میل تک ہے۔ یہ رینج عام توپ خانے کی رینج سے دوگنی ہے۔ ایک دوسری قسم کی توپ جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ ۳۵۰ ملی میٹر کی توپ ہے اس کی رینج ۳۵ میل تک ہے۔ اس کی نالی کی لمبائی ۱۳۶ فٹ ہے اور یہ ایک منٹ میں تین سو پاؤنڈ وزنی چار گولے پھینک سکتی ہے۔ اس کی خصوصیت اس اعتبار سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسے صرف چار منٹ کے مختصر عرصے میں نصب بھی کیا جا سکتا ہے اور ہٹایا بھی جا سکتا ہے۔ اس کو استعمال کرنے کے فوراً بعد اسے نشانہ بنانا اسی لئے مشکل ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی جگہ سے ہٹایا جا سکتا ہے۔"

"گزشتہ کچھ عرصے سے کیمیائی ہتھیاروں کا بہت چرچا ہے کیا واقعی عراق کے پاس اس قسم کے ہتھیار موجود ہیں؟"

"نہ صرف موجود ہیں بلکہ انہیں میزائلوں کے ذریعے طویل فاصلوں تک پھینکنے کا انتظام بھی موجود ہے۔ ہماری ہر ممکن کوشش یہی ہے کہ ہمیں ایران کے خلاف کیمیائی ہتھیار نہ استعمال کرنا پڑیں۔ اس لئے کہ عراق کی یہ تیاریاں غالباً اسرائیل کے لئے ہیں۔"

"تمہاری بیان کردہ باتیں بہت متاثر کن ہیں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اسرائیل کے پاس ایٹمی ہتھیار تو یقیناً ہوں گے۔ جب اس کا بس نہیں چلے گا تو وہ عراق کے خلاف ایٹم بم استعمال بھی کر سکتا ہے۔ تم لوگوں نے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دی۔"

کرنل نعمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی "یہ افسانوی سی بات ہے مگر ہے حقیقت اور یہ سب کچھ میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ اول تو ان باتوں پر کوئی یقین نہیں کرے گا بالفرض کسی کو یقین آ بھی جائے تو اس میں ہمارے نقصان کا پہلو نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایٹمی حملے سے بچاؤ کے لئے بغداد میں ایک زیر زمین دنیا تعمیر کی گئی ہے۔ ہمیں اندازہ ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو طویل ہو گی اور جنگ کی طوالت سے تنگ آ کر ہم پر ایٹمی ہتھیار آزمائے جا سکتے ہیں۔ یہ زیر زمین دنیا ان بنکرز پر مشتمل ہے جو زمین میں ۵ ہزار فٹ گہرائی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان پر ایٹمی حملوں کا بھی اثر نہیں ہو سکتا اور اسے پوری طرح سے سیل کر دیا گیا ہے۔ ان بنکرز میں ضروریات زندگی کی ہر سہولت مہیا ہو گی۔ ہر بنکر ایئر کنڈیشنڈ ہے اور اس میں پانی کی سپلائی کے لئے بھی زیر زمین قدرتی پانی کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جس کی گہرائی ایک ہزار فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ اتنی گہرائی میں پانی کو ایٹمی حملے سے بھی آلودہ نہیں کیا جا سکتا۔ انہی بنکرز سے مواصلاتی نظام اور نشریاتی نظام بھی کنٹرول ہو سکتا ہے۔ ان بنکرز کے نقشے بیس بنائے گئے تھے اور ضائع بھی کر دیے گئے تھے۔ اب پوری دنیا میں ان کی ایک بھی نقل موجود نہیں ہے۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کرنل کہ تم نے مجھے اس حد تک قابل اعتبار سمجھا ورنہ کون اپنے فوجی راز کسی پر ظاہر کرتا ہے۔"

"غیریت کی باتیں مت کرو علی! تم ہمارے لئے اتنے ہی با اعتماد ہو جتنا ہمارے اپنے ملک کا کوئی فوجی ہو سکتا ہے۔ تم نے قومیت کا لحاظ کئے بغیر پورے عالم عرب میں مسلمانوں کے استحصال کے خلاف جدوجہد میں عملی حصہ لیا ہے۔ ہم تم پر اعتماد نہیں کریں گے تو اور کس پر کریں گے۔"

"اب میری تمام تر صلاحیتیں تمہارے لئے وقف ہیں کرنل! میں چاہتا ہوں کہ جب اسرائیل کو شکست ہو تو اس میں میرا بھی کوئی نمایاں حصہ ہو۔"

"اسرائیل کو شکست ہو یا نہ ہو تمہارا نمایاں حصہ برقرار رہے گا۔ تمہاری خدمات نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔"

"جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ عراقی حکومت اتنی جدوجہد کر رہی ہے وہیں اس بات کا افسوس بھی ہے کہ دیگر ممالک کیوں خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا علی! ممکن ہے ہمارے علاوہ بھی کوئی ملک خفیہ طور پر تیاری کر رہا ہو۔ ہمارے بارے میں بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے عزائم کیا ہیں۔ ہم نے طویل منصوبہ بندی کی ہے۔ معلوم نہیں اس پر عمل پیرا ہونے میں کتنی مدت اور لگے گی لیکن اس پر عمل ہو گا ضرور۔ اور ہمیں توقع ہے کہ جب ہم اسرائیل سے بھڑ جائیں گے تو دوسرے مسلم ممالک بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اسرائیل کو شکست خوردہ دیکھنا اور فلسطین کو صیہونی تسلط سے آزاد کرانا ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔"

"آؤ اب ہم تمہیں میک اپ روم میں لے چلیں تاکہ تم اپنے کام کا آغاز کر سکو۔"

عراق کی آرمی انٹیلی جنس کا میک اپ روم بہت شاندار تھا اس میں میک اپ میں کام آنے والی جدید ترین اشیا تک موجود تھیں مگر کمی تھی تو اس کے استعمال میں مہارت کی کمی تھی اور مجھے بڑے اداری سونپی گئی تھی کہ میں اس کمی کو دور کر دوں۔

"تمہارے لوگ بہت کچھ جانتے ہیں کرنل!" میں نے کہا۔ "ان پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔"

اگلے روز احمد رشد وہاں سے روانہ ہو گیا۔ کرنل نعمان نے اس سے ملنے تک کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جن لوگوں نے اسے رہا کیا انہوں نے بھی اس سے وہی کہا جو میں نے کہا تھا یعنی مجھے اس وقت رہا کیا جائے گا جب میرے بیانات کی تصدیق ہو جائے گی۔ احمد رشد کا ایڈریس اس کے حوالے کر دیا گیا تھا اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ جس طرح چوری چھپے عراق میں داخل ہوا تھا اسی طرح وہاں سے نکل جائے۔

احمد رشد کے جانے کے بعد میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا میں نے ان لوگوں کو خود پر کرنل نعمان کا میک اپ کرکے دکھایا میں نے کرنل نعمان کے ہر انداز اور اس کی آواز کی نقل اتار کے دکھائی۔ وہ لوگ میری کارکردگی پر انگشت بدنداں تھے۔

"حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے" میں نے کرنل نعمان سے کہا جو اپنے ڈپلی کیٹ کی خبر پا کر میک اپ روم میں دوڑا چلا آیا تھا۔ "محنت، شوق اور لگن سے جو کام کیا جائے اس میں حیران کن کامیابی حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے" میں خالص کرنل نعمان کے لہجے میں بول رہا تھا۔

"میں ۔۔ میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ تم نے تمام کامیابیاں اپنی صلاحیت کے بل پر حاصل کی ہیں" کرنل نعمان نے زچ ہو کر کہا۔

"صلاحیتیں ہر شخص میں ہوتی ہیں ۔ جو شخص انہیں مرکوز کر دیتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا تو مجھے اتنی حیرت انگیز مشابہت پر ہرگز یقین نہ آتا۔"

"بے فکر رہو کرنل! میں تمہارے فوجیوں کو ہر وہ گر سکھا دوں گا جو میں نے اپنے تجربات سے سیکھا ہے اور اس میں کوئی زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ۔"

اس ایک ہفتے کے دوران مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں رہا۔ میں نے دن رات ایک کرکے ان لوگوں کو میک اپ کی باریکیوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی نہایت محنت سے وہ سب کچھ سیکھا اور ایک ہفتے کے بعد جب میں نے کرنل نعمان کو رپورٹ پیش کی تو وہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ اس ایک ہفتے کے دوران وہ بے حد مصروف رہا تھا اور اس سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

"تم کہہ رہے ہو تم نے انہیں سب کچھ سکھا دیا" اس نے حیرت سے کہا "اتنے کم وقت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ مہارت حاصل کر لیں۔"

"وہ اناڑی لوگ تو تھے نہیں۔ بہت کچھ جانتے تھے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں سب کچھ سیکھ لیں گے۔"

"آؤ، میں خود دیکھوں گا کہ تم نے انھیں کیا سکھایا ہے۔"
کرنل نے کہا اور ہم میک اپ روم میں آگئے۔
ایک ہفتہ قبل میں نے خود پر کرنل نعمان کا میک اپ کیا تھا اس بار کرنل نعمان نے خود کو میک اپ کے لئے اپنے ماتحتوں کے سامنے پیش کیا۔
کرنل نعمان کے چہرے پر میک اپ مکمل ہونے میں کوئی دو گھنٹے کے قریب وقت لگا۔ جن لوگوں کو میں نے تربیت دی تھی انھی میں سے ایک اس کے چہرے پر اپنی مہارت آزما رہا تھا۔
"دو گھنٹے بعد جب کرنل کے سامنے آئینہ پیش کیا گیا تو وہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ جب کہ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا تھا۔
"میں تو ہو بہو علی یار خان بن گیا" کرنل نعمان نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔
"میرے پاس جو کچھ تھا میں نے انھیں منتقل کر دیا ہے اور اب تم مجھے اگلا کام بتاؤ گے۔"
"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے کہا "تم نے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب میں پورے اعتماد سے تمہارے اگلے مشن کے بارے میں فیصلہ کر سکوں گا۔"
کرنل نعمان نے میک اپ صاف کرایا اور ہم میک اپ روم سے باہر آگئے "ہمارے محکمے کا ایک اصول ہے" کرنل نے کاریڈور میں چلتے ہوئے مجھ سے کہا "ہمارا کوئی ایجنٹ جب بھی کوئی مہم کامیابی سے اختتام تک پہنچاتا ہے تو ہم اسے انعام ضرور دیتے ہیں۔ تم نے اپنی پہلی مہم میں جو حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اسی اعتبار سے تمہارا انعام بھی بڑا ہونا چاہئے۔"
"روپے پیسے کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے" میں نے کہا "اور نہ ہی دولت کا حصول میرے لئے کبھی کوئی مسئلہ رہا ہے۔"
کرنل چلتے چلتے رک کر مجھے گھورنے لگا "ہوں" وہ غرایا "یہ بات ہے تو تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ میں تمہارے بارے میں سوچ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔"
وہ میرا جواب سننے کے لئے رکا نہیں اور ایڑیوں کے بل گھوم کر دوسری طرف چلا گیا۔ میں اس کی اس حرکت پر تاؤ کھا کر رہ گیا۔ اس کے رویے کی اچانک تبدیلی میرے فہم سے بالاتر تھی۔ میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی تھی جو وہ اتنا غصے میں آگیا۔ میں چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ مجھے غصہ بھی آ رہا تھا اور حیرت بھی ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے تو اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ جتنی بار بھی ملا تھا نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا تھا لیکن اس وقت ایک معمولی سی بات پر آپے سے باہر ہو گیا تھا۔
میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اس قسم کے رویے کا عادی نہیں تھا اور محض اسی وجہ سے دوسروں کے لئے کام کرنے سے گریز کرتا تھا کہ اس طرح کسی نہ کسی کے ماتحت رہنا پڑتا ہے۔ کچھ نہ کچھ پابندیاں قبول کرنی پڑتی ہیں۔ میں آزاد رہ کر کام کرنا چاہتا تھا۔ کسی کو جواب دہی کرنا میری فطرت کے خلاف تھا۔ شاید میری فطرت میں سرکشی بہت زیادہ تھی یا شاید گزشتہ چند سالوں کے دوران بڑھ گئی تھی۔
میں یہ تہیہ کر کے اپنے کمرے تک پہنچا تھا کہ کل صبح ہی کرنل سے معذرت کر لوں گا مگر کمرے کے دروازے پر نظر آنے والے منظر نے میرے اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔ دروازے پر ایک مسلح باوردی فوجی دکھائی دے رہا تھا۔ میرا غصہ انتہا کو پہنچ گیا کرنل نعمان کس قسم کا مذاق کر رہا تھا۔ وہ مجھے دوبارہ قیدی بنا دینا چاہتا تھا۔ جب اس نے تمام لوگوں کو رہا کر دیا تھا تو پھر میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیوں کر رہا تھا؟ میں نے تو اس کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی بلکہ اس کے کام ہی آنے کی کوشش کی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک میں آزاد تھا اور اب میری نگرانی کے لئے ایک مسلح فوجی متعین کر دیا گیا تھا۔
ایک لمحے کے لئے میرے جی میں آئی کہ اس فوجی کی گردن مروڑ کر رکھ دوں مگر میں نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ اس بے چارے کا کیا قصور تھا۔ وہ تو حکم کا غلام تھا۔ جس طرح اسے کہا گیا تھا وہ وہی کر رہا تھا۔ اس سے الجھنا بے سود تھا اور اس سے الجھ کر کچھ حاصل بھی تو نہ ہوتا۔ اس عمارت سے فرار ہونا بھی آسان نہیں تھا۔
میں رکے بغیر اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فوجی کو میں نے نظر انداز کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے مجھے سیلوٹ کیا تو میں حیران رہ گیا۔
"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے سپاٹ لہجے میں اس سے سوال کیا۔
"نگرانی جناب!" اس نے انتہائی مختصر جواب دیا اور میں بری طرح جھلا گیا۔
"کیا میں کوئی قیدی ہوں جو تم میری نگرانی کر رہے ہو؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔
وہ کھسیانا سا ہو گیا "آپ مذاق کر رہے ہیں جناب!" اس نے بے بسی سے کہا۔
میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس کے ساتھ مغز ماری کی جائے۔ وہ فوجی رنگروٹ تھا۔ ایسے لوگ عقل سے محروم ہوتے ہیں۔ جو حکم دیا جائے صرف اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان میں مزاح کی حس بھی نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود اس کا کہنا تھا کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔
میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دروازہ کھولتے ہی چونک پڑا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی جو ایک غیر معمولی بات تھی۔

میں روزانہ خود آ کر کمرے کی لائٹ جلایا کرتا تھا۔ یقیناً اندر کوئی موجود تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کمرے میں کون ہے مگر اس عمارت میں بغیر اجازت کسی کے داخلے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے یہ تو اطمینان تھا کہ اندر جو کوئی بھی ہے اس سے کم از کم مجھے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود میں محتاط انداز میں اندر داخل ہوا۔ احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے۔
کمرے میں بیڈ پر موجود شخصیت کو دیکھ کر مجھے واقعی حیرت ہوئی وہ مریم پرنسٹن تھی۔
"علی!" اس نے مجھے دیکھتے ہی سریلی آواز میں کہا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اپنے دفاع میں کچھ نہ کر سکا۔ ایک لمحے کے اندر اندر میری سمجھ میں ساری بات آگئی۔ کرنل نعمان جس انعام کی بات کر رہا تھا وہ مریم پرنسٹن تھی اور دروازے پر فوجی بھی اسی کی وجہ سے متعین کیا گیا تھا۔
ابھی میں مریم کی سریلی چیخ کے جواب میں کچھ کہہ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک قہقہہ گونجا "انعام پسند آیا علی!" یہ کرنل نعمان کی آواز تھی جو کمرے میں کسی پوشیدہ مقام پر نصب اسپیکر کے ذریعے سنائی دے رہی تھی۔ میں اب تک اس بات سے لاعلم تھا کہ وہاں ایسا کوئی نظام بھی ہے۔
"مجھے تمہارا انداز پسند نہیں آیا کرنل!" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
"لیکن تم مجھے بہت پسند آئے ہو" کرنل نے ایک اور قہقہہ لگایا "اور جو لوگ مجھے پسند آجاتے ہیں انھیں ایسے ہی سرپرائز دیا کرتا ہوں۔"
"چھپ کر دوسروں کی گفتگو سننا بھی کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے کرنل!" میں نے مزید کہا۔
"ایسا پہلی بار ہوا ہے علی! اطمینان رکھو میں تمہاری خلوت میں مخل نہیں ہوں گا۔ ہم دوستوں کی ذاتی گفتگو سننے کو اس سے بھی بڑا اخلاقی جرم سمجھتے ہیں جتنا یہ ہے۔"
"تمہاری اخلاقیات اپنی جگہ کرنل لیکن میں نے صرف ایک ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔"
"تم نوجوان ہو علی! اسے میری طرف سے تحفہ سمجھو۔ بڑی مشکل سے عارضی طور پر اس کی عارضی جاں بخشی کرا سکا ہوں۔ محض تمہاری خاطر....."
"میری زندگی کا مقصد تمہارے سامنے ہے کرنل! میرے پاس لغویات کی گنجائش نہیں ہے۔"
"تم چوبیس گھنٹے کام نہیں کر سکتے علی! کام کے ساتھ تفریح بھی ضروری ہوتی ہے۔ تفریح نہیں کرو گے تو تمہیں زنگ لگ جائے گا۔ زندگی [illegible] اور کارکردگی متاثر ہو گی۔ کام کے وقت کام اور تفریح کے وقت تفریح۔ اسے اپنی زندگی کا اصول بنا لو اور فرصت کے اوقات کو رنگین تر بنانا سیکھو۔"
"تمہارے اور میرے نظریات میں زمین آسمان کا فرق ہے میرے لئے کام ہی سب سے بڑی رنگینی ہے؟"
"تو پھر میرا دوسرا اور آخری نظریہ بھی سن لو" حریف "کو ہر محاذ" پر زیر کرنے کے زریں اصول سے استفادہ کرو۔ بس اب میں اسپیکر آف کر رہا ہوں، صبح ملاقات ہو گی۔ شب بخیر" اور اس کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز آنا بند ہو گئی۔
مریم پرنسٹن مجھ سے یوں لپٹی کھڑی تھی جیسے اس نے مجھے چھوڑا تو میں بھاگ جاؤں گا یا پھر وہ ایک جان دو قالب کے محاورے کو عملی شکل دینا چاہ رہی تھی۔ میں نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا تو وہ اور زور سے مجھ سے چمٹ گئی۔ جیسے مجھ میں پیوست ہو جانا چاہتی ہو۔
"مجھے بتایا گیا ہے کہ صرف تمہاری سفارش پر میری جاں بخشی کی گئی ہے" وہ اپنے رخسار میرے سینے سے مس کرتے ہوئے بولی۔
"ذرا سا فاصلہ درمیان میں ہو تو کوئی بات بھی کروں۔ کسی بات کا جواب بھی دوں۔"
اس نے سر اٹھا کر اپنی گہری نیلی آنکھوں سے میری آنکھوں میں جھانکا "کیا میں اتنی ہی بری ہوں۔"
"ن... نہیں۔ تم ہرگز بھی بری نہیں ہو" میں نے بوکھلا کر کہا "تم تو بہت اچھی ہو۔"
"نہیں، تم مجھے برا سمجھتے ہو تبھی تو مجھے خود سے دور کرنا چاہتے ہو ورنہ کتنے ہی لوگ میرے قرب کی آرزو کرتے ہیں۔ بڑے بڑے عہدے دار۔ مگر میں نے ان کو بھی نہیں نوازا۔"
"تم بہت حسین ہو مریم!" بے اختیار میرے ہاتھوں نے اس کے حسین و جمیل چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا "تمہارے قرب میں نشہ ہے اور میں مدہوش نہیں ہونا چاہتا۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ....."
"تم مدہوش نہیں ہونا چاہتے اور میں ہوش میں نہیں رہنا چاہتی" وہ وارفتگی سے بولی "تم میرے محسن ہو علی! میرا قرب بہت سوں کو مدہوش کرتا ہے مگر آج مجھ پر نشہ طاری ہو رہا ہے۔ یہ کیسی لذت ہے۔ کیسا سرور و انبساط ہے جس نے در طلب کو وا کر دیا ہے۔ میرے پورے جسم میں کیسی سنسنی دوڑ رہی ہے۔ مجھے خود سے دور مت کرو علی! مجھے خود سے دور مت کرو۔"
"تم پاگل ہو گئی ہو مریم!" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا لہجے کی اس سختی سے دراصل میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ میری اپنی حالت بھی دگرگوں تھی۔ جس طرح وہ مجھ سے لپٹی ہوئی تھی اس کے بعد تو کوئی عابد و زاہد بھی بہک سکتا تھا۔ میں تو خیر ایک معمولی سا آدمی تھا۔ کسی آدمی کے لئے کسی لڑکی کا لمس ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بارود کے ڈھیر کو آگ لگا دی جائے۔ پتا نہیں کیوں قدرت نے مرد کو صنف کرخت بنایا اور اسے صنف

نازک کے سامنے اس قدر بے بس کر دیا۔

مجھے شاید اس تلخ حقیقت کا شعوری ادراک تھا اس لئے میں ایسے مواقع پر غیر معمولی مدافعت کا مظاہرہ کرتا تھا یا شاید نہیں۔ ممکن ہے جسے میں اپنی غیر معمولی مدافعت سمجھ رہا ہوں وہ تائید ایزدی ہو۔ جس قدرت نے مرد کو عورت کے سامنے بے بس کیا ہے وہ خود تو بے بس نہیں ہے۔ یقیناً ایسے مواقع پر قدرت میری مدد کرتی ہے ورنہ تنہائی ہو، کسی حسین لڑکی کا قرب میسر ہو۔ نہ صرف قرب میسر ہو بلکہ وہ بلائے بے درماں بنی ہوئی ہو تو بہکنے میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی۔ قانون فطرت بھی یہی ہے اور ازل سے اسی کے مطابق ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جب بھی ایسا کوئی حادثہ ہوتا ہے قصور وار مرد کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔ عورت تو ہر حال میں معصوم اور بے خطا ہوتی ہے۔ وہ فعال ہی کیوں نہ ہوتی۔

میرے لہجے کی سختی مریم کو ہوش میں لے آئی۔ وہ ایک جھٹکے سے مجھ سے علیحدہ ہوئی "تم مجھے دھتکار رہے ہو" اس نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور وہ لڑتی ہوئی بیڈ تک گئی اور بیڈ پر جا کر گر پڑی۔ اس کا جسم لرز رہا تھا۔ شاید وہ رو رہی تھی۔

میں نے عجیب قسم کی بے بسی محسوس کی۔ اس کا رویہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ تاہم اس صورتِ حال سے نمٹنا اب میری ذمے داری تھی۔ کرنل نعمان عجیب آدمی تھا۔ اس نے اپنے طور پر ایک مطلب اخذ کیا اور مریم کو میرے سر منڈھ دیا۔ اب اس کے کئے کو میں بھگت رہا تھا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ تک گیا اور مریم کے پاس بیٹھ گیا "میرا یہ مطلب نہیں تھا مریم!" میں نے اس کے شانے پر ہولے سے ہاتھ رکھا مگر اس نے کندھا جھٹک کر میرا ہاتھ ہٹا دیا۔

"چلے جاؤ میرے پاس سے" وہ روندی آواز میں بولی "تم نے میری توہین کی ہے، نسوانیت کی توہین کی ہے۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اس خوبصورت جسم اور حسین چہرے کے عقب میں تو محبت کرنے والی روح پوشیدہ ہے مجھے اس سے محبت ہے مریم! میں نے تمہارے جسم اور چہرے کے حسین نقوش کی وجہ سے تمہاری سفارش نہیں کی تھی۔ میری نظر تو اس دل پر تھی جو کسی قوم کے لئے نہیں پوری انسانیت کے لئے دھڑکتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم مجھے سمجھ نہیں سکیں۔"

"تمہیں کیا معلوم ہے۔ تم کیا جانو کہ کتنے ہی لوگ میری ایک نگاہِ التفات کو ترستے ہیں" وہ مجھے جھنجھوڑتے ہوئے بولی "میں نے خود کو پلیٹ میں سجا کر تمہارے سامنے پیش کر دیا اس لئے تم مجھے یوں ٹھکرا رہے ہو۔ میں اتنی آسانی سے تمہارے سامنے جھک گئی اس لئے میری ناقدری کر رہے ہو۔ بولو؟"

"میں تمہاری ناقدری نہیں کر رہا ہوں مریم! اگر بھی نہیں سکتا۔ تمہارے انداز فکر کی مذمت نہیں کر سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ جنسی آزادی تمہارے کلچر کا لازمی حصہ ہے۔ میں تو خود پر اظہار افسوس کر سکتا ہوں کہ میں خود کو تمہارے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کر سکا اور تم نے اسے نسوانیت کی تذلیل سمجھ لیا۔ میں کیا کروں کہ میرے نظریات ہی فرسودہ ہیں۔ جو کچھ تم مجھ سے چاہ رہی تھیں میں تو اسے نسوانیت کی تذلیل سمجھتا ہوں۔ تم نے سنا نہیں تھا کہ کرنل نعمان کیا کہہ رہا تھا۔ حریف کو ہر محاذ پر زیر کرنے کے زریں اصول سے استفادہ کرو لیکن میں کیا کروں میں تو تمہیں حریف نہیں سمجھتا۔ تم میرے حریف گروپ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی میری حریف نہیں ہو۔ نیسٹ کی رکن ہونے کے باوجود میرے لئے تم ایک قابل احترام ہستی ہو۔ اگر تم مجھے اتنا ہی کم ظرف سمجھتی ہو۔"

مریم نے اپنا نازک ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھ دیا "کم ظرف تو شاید میں ہوں۔ تمہارے بارے میں تو میں اس قسم کی بات سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا تھا تمہیں ویسا ہی پایا۔ اس روز رات کو جب تم سے دریائے فرات کے کنارے پہاڑیوں میں ملاقات ہوئی تھی اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ انجانے میں میری ملاقات کس سے ہو گئی ہے۔ تمہاری اصول پسندی اور شرافت نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ تمہاری شخصیت کے بارے میں میرے ذہن میں خلش ضرور پیدا ہو گئی تھی مگر تم نے اپنی باتوں سے مجھے الجھا دیا ورنہ ممکن تھا میں محض انداز سے تمہاری شخصیت کے بارے میں جان جاتی اور بعد میں جب جیکب بیسٹر نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تو میں نے بھی اسے اس رات تم سے ہونے والی ملاقات سے آگاہ کیا۔ جانتے ہو "اس کا تبصرہ کیا تھا۔ اس نے تمہیں ایک باظرف دشمن قرار دیا تھا جبکہ وہی شخص احمد رش کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کم ظرف نہیں ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور مجھے اس مسکراہٹ کا خمیازہ اس صورت میں بھگتنا پڑا کہ مریم بر نسٹین نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

"جو تمہیں کم ظرف کہے وہ خود کم ظرف ہے۔ یہ بات تو تمہارے بارے میں تمہارے دشمن بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"یہ بتاؤ کہ اس رات ہمارے پاس سے چلے جانے کے بعد تم کن حالات سے گزری تھیں؟"

"خوف سے میرے جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا" مریم نے میرے شانے پر سر رکھے رکھے مدھم آواز میں کہنا شروع کیا۔ "عراقی فوج کے نرغے میں آ جانے کے تصور نے مجھے لرزہ کر دیا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا کیا حشر ہونے والا ہے۔ ہمارے ساتھیوں کا کیا انجام ہو گا۔ پھر اندھیرا اتنا گھپ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میرے ساتھی کس پوزیشن میں ہیں اور ان تک پہنچنے کے لئے مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ فائرنگ بھی رک چکی تھی اس لئے میں اندازہ بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میرے ساتھی کس مقام پر ہوں گے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کا نگروز کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ میں پہاڑی نشیب و فراز سے گزر کر جب کانگروز کے پاس پہنچی تو اپنے ساتھیوں کو بھی وہاں موجود پایا۔ انہوں نے دریا والی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی اور عراقی فوج کے گھیرے میں آنے کے بعد وہ سب واپس پلٹ آئے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے درمیان موجود پا کر مجھے مردہ فرض کر لیا تھا۔ مجھے زندہ پا کر انہوں نے ملے جلے رد عمل کا اظہار کیا۔ بہر حال تمام رات اس بات پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا کہ ہم لوگ ہتھیار ڈال دیں یا مقابلہ کریں۔ جیکب بیسٹر مقابلہ کرنے پر بضد تھا جبکہ دیگر لوگ ہتھیار ڈال دینے کے حق میں تھے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ دن نکلنے پر ہم نے خود کو اس طرح گھرا ہوا پایا کہ ہتھیار نہ پھینکنا خودکشی کے مترادف ہو گیا اور جیکب بیسٹر کو بھی بدرجہ مجبوری ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔"

"چلو کم از کم تمہیں اس بات کی خوشی تو ہوئی ہو گی کہ بے مقصد ہونے والا خون خرابہ رک گیا۔"

"مگر اس کا فائدہ کیا ہوا" مریم بر نسٹین نے سر اٹھا کر کہا۔ "فوجی عدالت نے ہم سب کو سزائے موت سنا دی ہے کل صبح میرے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"مجھے اس کا افسوس ہے مریم!" میں نے دھیرے سے کہا "مگر ان لوگوں کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔"

"صرف میری جان بخشی کی گئی ہے" مریم نے تلخ لہجے میں کہا "اور وہ بھی تمہاری خصوصی سفارش پر۔"

"میں سمجھتا ہوں مریم!" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "میں سب کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔"

"اس لئے نہیں بچا سکتے تھے کہ وہ لوگ نہ تو میری طرح عورت تھے اور نہ ہی میری طرح حسین جسم کے مالک۔۔۔"

کیا کہہ رہی ہو مریم!" میں نے تیز لہجے میں کہا "ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ مانا کہ تمہیں اپنے ساتھیوں کو سزائے موت دیئے جانے کا صدمہ ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ۔۔۔

"سچ کس قدر تلخ ہوتا ہے" مریم زہریلے انداز میں ہنسی۔ "ایک گھونٹ بھی برداشت نہیں کر سکے۔"

میں نے بے بسی سے اسے دیکھا "معلوم نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کس قسم کی باتیں کر رہی ہو۔"

"کتنے معصوم ہو۔ کس قدر انجان۔۔۔ جیمز کی کمال میں بھیڑیے۔۔۔ کتنے بڑے اداکار ہو تم۔ تم سے بڑا اداکار آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ پہلے میری جان بخشی کرائی اور اب یوں بن رہے ہو جیسے میرے جسم سے تمہیں کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ میں سب کچھ قبول کر سکتی ہوں اپنی یہ تذلیل برداشت نہیں کر سکتی۔ میں نے تو اپنی زندگی کے گل ہوتے ہوئے چراغ کو مزید کچھ دنوں تک روشن رکھنے کے لئے خود کو تمہاری خواہش پر تمہارے حوالے کیا تھا مگر اب تم یوں بن رہے ہو جیسے یہ تمہاری نہیں میری تمنا ہو۔ تم کس قدر سفاک اور بے رحم ہو۔ تمہیں کسی کے جذبات تک کا پاس نہیں ہے۔"

"تمہیں کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے" میں نے تیزی سے کہا۔

"غلط فہمی" مریم ایک بار پھر تلخی سے ہنسی "شاید تم فوجی عدالت کے جج کو یہ ہدایت دینا بھول گئے تھے کہ فیصلے میں تمہاری خواہش کو شامل نہ کیا جائے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" میں نے اسے جھنجھوڑ کر کہا "میں نے تمہاری جان بخشی کے علاوہ کوئی خواہش نہیں کی تھی۔ مجھے بتاؤ کہ جج نے کیا فیصلہ سنایا تھا۔"

"تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے علی یار خان! تاہم میں وہ الفاظ ضرور دہراؤں گی۔۔۔ جج نے کہا تھا مریم بر نسٹین کی سزائے موت کو اس وقت تک موخر کیا جاتا ہے جب تک علی یار خان کا دل اس سے نہ بھر جائے۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے دل کی دھڑکنیں رک گئی ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا جائے گا۔ پھر اچانک ہی میرے اندر کہیں بہت گہرائی سے اشتعال کی ایک لہر اٹھی جس نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے چہرے کے تاثرات نے مریم کو خوف زدہ کر دیا تھا مگر میں اس کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھا۔ میرے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھنچی ہوئی تھیں۔

میں نے دروازہ کھولا تو باہر متعین فوجی چونک پڑا مگر میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ میں اس پر کسی عقاب کی طرح جھپٹا تھا اور اس کے ہاتھ سے آٹومیٹک گن جھپٹ لی تھی۔ گن جھپٹنے کے ساتھ ساتھ میں نے اسے زمین پر گرا دیا تھا اور گن کا رخ فوجی کی طرف کر دیا تھا۔ وہ فرش پر پڑا حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کرنل نعمان کہاں ہے؟" میں نے سفاک لہجے میں فوجی سے پوچھا مگر اس کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی مجھے سرسراہٹ کی سی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ میں جس عمارت میں موجود تھا اس کا تعلق آرمی انٹیلی جنس سے تھا۔ حفاظتی انتظامات کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا تاہم یہ بات یقینی تھی کہ اس عمارت میں غیر معمولی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔
ادھر اُدھر دیکھتے وقت بھی میں فرش پر گرے ہوئے فوجی کی طرف سے پوری طرح ہوشیار تھا۔ میرے عقب میں کمرے کے کھلے ہوئے دروازے میں مریم برنسٹین کھڑی تھی۔ میں نے اس کی آہٹ سن لی تھی لیکن اس سرسراہٹ کا تعلق مریم کی ذات سے ہرگز نہ تھا اور نہ ہی روشن راہداری میں ہم تینوں کے علاوہ کسی اور کی موجودگی کی علامات نظر آرہی تھیں۔
فرش پر گرا ہوا فوجی حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کی کوئی علامت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ کسی قدر خوفزدہ بھی تھا اور اسی وجہ سے اس نے اٹھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔
"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کرنل نعمان کہاں ہے؟" میں نے دوبارہ فوجی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے سختی سے کہا۔
"کیا بات ہے اخی؟" دفعتاً راہداری میں ایک آواز گونجی، "تم ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" آواز پوشیدہ اسپیکروں کے ذریعے آئی تھی۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ چند لمحے قبل میں نے سرسراہٹ کی جو آواز سنی تھی وہ ان ہی پوشیدہ اسپیکروں کے آن کئے جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔
"کیا تم نے سنا نہیں؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "میں پوچھ رہا ہوں کرنل نعمان کہاں ہے؟"
"وہ سونے کے لئے جاچکے ہیں علی!" آواز دوبارہ آئی۔ "اگر ہمارے لائق..."
"نہیں، مجھے کرنل سے ہی کام ہے۔ اسی سے بات کروں گا مجھے بتاؤ کہ اس کی قیام گاہ کہاں ہے؟"
"کرنل بہت تھکے ہوئے تھے علی! اگر ضروری کام نہ ہو تو صبح تک انتظار کرلیجئے۔"
"ہرگز نہیں" میں دہاڑا "میں اس سے اسی وقت بات کروں گا۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"
"آپ بہت برہم معلوم ہوتے ہیں جناب! میں ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس وقت تک آپ اپنے کمرے میں تشریف رکھیں۔"
"میری فکر کرنے کے بجائے وہ کرنے کی فکر کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"
دوسری طرف سے جواب میں کچھ نہیں کہا گیا۔ شاید وہ کرنل نعمان کو صورت حال سے مطلع کررہا تھا۔
چند منٹ بعد پوشیدہ اسپیکروں سے دوبارہ آواز سنائی دی: "آپ اپنے کمرے میں تشریف رکھیں جناب! کرنل نعمان خود آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں۔"
میں نے خونخوار نظروں سے ادھر اُدھر دیکھا۔ اسپیکر نظر نہیں دکھائی دے رہے تھے اور نہ ہی یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس کس مقام پر نصب کئے گئے ہیں۔ فرش پر گرے ہوئے فوجی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ بدستور آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھے جارہا تھا۔ پھر اس نے فرش سے اٹھنے کی کوشش کی۔
"خبردار" میں نے گرج کر کہا "جس پوزیشن میں ہو اسی میں پڑے رہو۔ اگر ہلنے جلنے کی کوشش کی تو..."
"اسے کچھ نہ کہیں علی!" نامعلوم مقام سے آنے والی آواز نے دخل اندازی کی "اسے تو آپ کی حفاظت اور مریم برنسٹین کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔"
میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے۔ اس بات کا مجھے خود بھی اندازہ تھا کہ میں کوئی خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ فوجی کے ساتھ میں نے جو سلوک کیا تھا اس کے بعد اس سے کوئی بعید نہ تھا کہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کر بیٹھتا۔ اسی لئے میں اس کی طرف سے محتاط رہنے پر مجبور تھا۔
مریم برنسٹین میرے عقب میں موجود تھی۔ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں ہوا تھا۔ میرے غیر متوقع طرز عمل پر وہ حیران تھی یا ممکن ہے کوئی اور وجہ رہی ہو، تاہم وہ کچھ بول نہیں رہی تھی اور دم سادھے اپنی جگہ کھڑی تھی۔ میں نے نہ تو پلٹ کر دیکھا اور نہ ہی اس سے کچھ کہا۔
چند منٹ یونہی گزر گئے۔ اس کے بعد راہداری میں قدموں کی چاپ ابھری اور کرنل نعمان ایک موڑ سے نمودار ہوتا نظر آیا۔ وہ ہماری ہی طرف آرہا تھا۔
"کیا بات ہے علی؟" اس نے قریب آکر حیرت سے کہا۔ اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی اور آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم پر شب خوابی کا لباس تھا۔ غالباً اسے کچی نیند سے اٹھ کر آنا پڑا تھا۔
"تم نے میرے ساتھ بہت خراب سلوک کیا ہے کرنل!" میں نے گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔
"خراب سلوک تو ہم نے صرف دشمنوں کے لئے وقف کر رکھا ہے علی! تم تو ہمارے قابل اعتماد دوستوں میں سے ہو۔"
"قابل اعتماد قرار دے کر تم میرے تشخص کو مجروح نہیں کرسکتے... تمہیں یہ غلط ہے۔ تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ تو کوئی دشمنوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا ہوگا۔"
"صاف صاف گفتگو کرو علی!" کرنل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم کسی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو۔"
"غلط فہمی کا شکار میں نہیں ہوا تم ہوئے ہو۔ تمہیں چاہئے تھا کہ میری کسی بات سے کوئی مطلب اخذ کرنے کے بجائے مجھ سے پوچھ لیتے کہ میرا مقصد کیا ہے۔"
"غلط فہمیاں دور کی جاسکتی ہیں علی! تم نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ نامناسب ہے" اس نے میرے ہاتھ میں موجود گن کی طرف اشارہ کیا۔
"میں انتظار نہیں کرسکتا تھا کرنل! اس لئے مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ورنہ تمہارے ماتحت ٹال مٹول سے کام لیتے۔"
"تم غلط سمجھ رہے ہو علی... پنی حیثیت سمجھنے کی کوشش کرو میرے کسی ماتحت میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ تم جیسے اہم آدمی کو ٹال سکے۔"
"ہوگا" میں نے بے پروائی سے کہا "میرے پاس تمہارے بیان کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"
"اوہ" کرنل نعمان نے بڑی سنجیدگی سے کہا "لیکن میں اپنی بات ثابت کرسکتا ہوں۔"
"کیا مطلب؟" میں نے بغور دیکھا۔ اس کے لہجے میں چھپی ہوئی پراسراریت میں نے محسوس کرلی تھی۔
"یہ گن تمہارے ہاتھ میں اس لئے موجود ہے کہ یہ علی یار خان کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی تو کب کی نکل چکی ہوتی۔"
"میری عمر زیادہ نہیں مگر میں نے ایسے دعوے بہت سنے ہیں اور میں نے ایسی باتوں سے مرعوب ہونا سیکھا ہی نہیں ہے۔"
"میں تمہیں مرعوب نہیں کررہا ہوں۔ یہ آرمی انٹیلی جنس سے متعلق عمارت ہے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ یہاں غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔"
"غیر معمولی انتظامات سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر تم جادو کا دعوا کررہے ہو۔ اگر کسی نے مجھ سے گن چھیننے کی کوشش کی ہوتی تو اس کے لئے بہت سی قربانیاں بھی دینی پڑتیں۔"
کرنل نعمان ہنسا "بات اتنی آسانی سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی" اس نے کہا اور پھر اچانک زور سے بولا "اب"
اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہی معلوم نہیں کیا ہوا کہ میرے ہاتھوں پر ایک شدید جھٹکا لگا اور گن میرے ہاتھ سے نکل کر اڑتی ہوئی جاکر چھت سے چپک گئی۔ میں نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ کوئی شخص میرے نزدیک نہیں آیا تھا مگر گن میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ کیا کرنل نعمان واقعی کوئی جادوگر تھا۔
میں نے بیوقوفوں کی طرح پہلے اپنے ہاتھوں اور پھر کرنل نعمان کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ فرش پر گرا ہوا فوجی اٹھ کر اٹینشن ہوگیا تھا۔ مریم برنسٹین باہر راہداری میں نکل آئی تھی اور وہ بھی حیرت سے گن کی طرف دیکھ رہی تھی جو چھت سے چپکی ہوئی تھی۔
"مجھے امید ہے کہ اب تمہیں میری بات پر یقین آگیا ہوگا؟" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا۔
میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جواب میں کیا کہوں۔ میں ابھی تک حیرت کے جھٹکے سے نہیں نکل پایا تھا۔
"آؤ" کرنل نعمان نے مجھ سے نرم لہجے میں کہا "میرے کمرے میں چلو۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں اسے ضرور سنوں گا۔"
"تمہارے کمرے میں چلنا کیا ضروری ہے۔ ہم یہاں بھی بات کرسکتے ہیں۔"
"اب یہ جگہ محفوظ نہیں رہی۔ ہماری گفتگو آپریشن روم میں سنی جائے گی۔"
"ٹھیک ہے چلو۔ مگر مریم برنسٹین بھی ہمارے ساتھ جائے گی" میں نے کہا۔
ہم کرنل کی خوابگاہ میں پہنچے اور کرنل نے ہمیں کرسیوں پر بٹھایا۔ خود وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔
"ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے؟" اس نے کہا "تم کیوں اس قدر برہم ہو رہے تھے؟"
"مریم برنسٹین کو تم نے میری خدمت میں بطور انعام پیش کیا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا یہ کوئی جنس ہے جس کا لین دین کیا جائے؟"
"یہ سب کچھ تمہاری خواہش پر ہی تو ہوا تھا۔ تم نے مریم

برنشیمن کی جاں بخشی کے لئے کہا تھا۔ میں نے کوشش کر کے عارضی جاں بخشی کرا دی۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"اب تم کن الفاظ میں تردید کرو گے؟" مریم نے زہریلے انداز میں مسکرا کر کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم ڈراما کر رہے ہو۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں پہلو بدلا "اگر میں نے مریم کی جاں بخشی کے لئے کہا تھا تو اس کی وجہ کیا بیان کی تھی؟" میں نے اپنے لہجے پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جب تک میں نے مریم کو دیکھا نہیں تھا اس وقت تک میں بھی یہی سمجھا تھا۔ یہ تو خوبصورتی کے اس پیکر کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ۔۔۔"

"کرنل نعمان!" میں نے انتہائی سرد لہجے میں کہا "میرے نزدیک اپنا تشخص سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ چونکہ تم اسے برباد کرنے کے مرتکب ہوئے ہو اس لئے میرے اور تمہارے راستے الگ ہو گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں تمہارے لئے کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟" کرنل نے بوکھلا کر کہا "ابھی تو کوئی بات نہیں ہوئی جس پر تم برہم ہو رہے ہو۔"

"میں نے تم سے پوچھ لیا تھا کہ میں نے مریم برنشیمن کی سفارش کیا کہہ کر کی تھی اور جواب میں تم نے اپنے اخذ کردہ نتائج سنانے شروع کر دیے۔"

"اوہ! تم برہم ہو گئے۔۔۔ میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں میرا خیال ہے کہ تم نے کہا تھا کہ وہ امن پسند ہے اس لئے اس کی جاں بخشی کر دی جائے۔"

"اور تم نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی اور یہ کہ کوئی یہودی نہ تو امن پسند ہو سکتا ہے اور نہ ہی قابل اعتبار۔"

"مجھے یاد آ گیا۔ بلاشبہ میں نے یہی سب کچھ کہا تھا" کرنل نعمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کے علاوہ میرے اصرار پر تم نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا مریم برنشیمن بہت حسین ہے؟"

"قدرتی بات ہے۔ تمہارے اصرار پر مجھے شبہ ہوا تھا کہ کہیں تم مریم کے حسن کے جال میں نہ پھنس گئے ہو مگر تمہاری وضاحت کے بعد میں نے تمہاری بات تسلیم کر لی تھی۔"

"کہاں تسلیم کی تھی۔ اگر تم نے میری بات پر یقین کر لیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آنے پاتی۔ مریم کی جاں بخشی کرتے ہوئے وہ الفاظ نہ استعمال کئے جاتے جن کے باعث میری توہین ہوئی ہے۔"

"کون سے الفاظ؟" کرنل نعمان نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مریم برنشیمن کی موت اس وقت تک موخر کی جاتی ہے جب تک علی یار خاں کا دل اس سے نہ بھر جائے۔"

کرنل نعمان اچھل کر کھڑا ہو گیا "یہ کیا بکواس ہے۔ اس قدر بے تکی بات میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں سنی۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ اداکاری کر رہا ہے مگر میں ایسی کوئی علامت تلاش نہ کر سکا جس کی بنا پر اس کے رد عمل کو اداکاری قرار دیا جا سکتا۔ تو پھر یہ سب کیا تھا۔ مریم برنشیمن تو کہہ رہی تھی کہ فیصلہ سناتے وقت وہی کہا گیا تھا جو میں نے کرنل کے سامنے دہرایا تھا۔ تو پھر کرنل کی حیرت چہ معنی دارد۔ کیا وہ ان الفاظ سے بے خبر تھا۔

"میں تمہیں بہت ذہین سمجھتا تھا علی! کیا تم خود غور نہیں کر سکتے کہ دنیا کی کوئی بھی عدالت اپنے فیصلے میں اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کر سکتی؟"

میں اسے کیا جواب دیتا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اور اس کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس قسم کے الفاظ واقعی کوئی عدالت اپنے فیصلے میں شامل نہیں کر سکتی۔ تو پھر اس کا واحد مطلب یہ تھا کہ مریم برنشیمن نے جھوٹ بولا تھا۔ یہ خیال آتے ہی میری نگاہ مریم کے چہرے کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اس سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی میں نے اس سے سوال کیا۔

"جج کے فیصلے کے بارے میں تم نے مجھے خبر دی تھی اور تم

نے کرنل کا وہ حکم بھی دیکھ لیا۔ اب تم کیا کہتی ہو؟"

جواب دینے کے بجائے وہ رونے لگی "مجھے کچھ نہیں معلوم" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ شاید موت کے خوف نے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لی ہیں۔"

"میں تم سے شرمندہ ہوں کرنل!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں نے بلاوجہ تمہاری نیند بھی خراب کی۔ تم شاید سو رہے تھے۔"

"اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہاری غلط فہمی دور ہو گئی تاہم یہ افسوس بھی ہے کہ تم ایک یہودی کی باتوں میں آ گئے۔"

"یہودی مت کہو کرنل! صرف عورت کہو صنف نازک کہو اور عورت کہو۔ وہ بھی تو ایک عورت ہی تھی جس نے آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔"

کرنل ہنس پڑا "کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر وہ پہلی غلطی تھی۔ ہمیں اس مثال سے عبرت پکڑنی چاہئے اور سبق حاصل کرنا چاہئے۔"

"کوئی کتنا ہی دامن کیوں نہ بچائے 'بنت حوا' کے جال میں کہیں نہ کہیں پھنس جاتا ہے۔"

"جو اس میدان کے کھلاڑی ہوتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں۔ اگر تم بھی میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے کھیل میں شامل ہو گئے ہوتے تو تم بھی بچ جاتے۔"

"میں اس کھیل سے ابھی دور رہنا چاہتا ہوں اور اس صنف سے بھی" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "شاید یہ پہلا موقع تھا کہ میں یوں بے وقوف بن گیا۔"

"ہم نے محض اس ایک وجہ سے احمد رشی سے کام لینے سے گریز کیا تھا کہ وہ جذباتی ہے اور تمہیں اس لئے ترجیح دی کہ تم عقل سے کام لیتے ہو مگر اب ہمیں بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

میں نے معذرتانہ انداز میں پہلو بدلا "میں پہلے ہی اظہار ندامت کر چکا ہوں کرنل! کیا اتنا کافی نہیں ہے؟"

"میدان عمل میں اس قسم کی غلطی کرو گے تو تلافی ناممکن ہو جائے گی۔ اس وقت تو خیر تم اپنوں کے درمیان ہو۔ وہاں تو کوئی معذرت بھی کام نہیں آئے گی۔"

"قصوروار تم بھی ہو کرنل! تمہیں مریم کو مجھ سے ملوانے کے لئے یہ سب حرکتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ملاقات کی خواہش کا اظہار بھی تم نے کیا تھا اور اس کی جاں بخشی کے لئے بھی تم نے ہی سفارش کی تھی۔ میرے لئے جس حد تک کچھ کرنا ممکن تھا میں نے کیا۔"

"بنیادی بات یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی۔ مریم سے اس انداز میں نہیں ملنا چاہتا تھا اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ اسے میرے حوالے کر دیا جائے۔"

"مریم برنشیمن نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ اس کے دوسرے ساتھیوں کو سزائے موت دے دی گئی ہے اور اس کی جاں بخشی کے لئے جج نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ علی یار خاں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے فی الحال اس کی جاں بخشی کی جا رہی ہے۔"

"حالات کے پیش نظر میں مریم کو زیادہ مورد الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ معلوم نہیں اس نے کیا سوچ کر مجھ سے یہ بات کہی ہوگی۔ ایک ایسے شخص کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے جسے معلوم ہو گیا ہو کہ اب اس کی زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔"

مریم نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا ذہن شل ہو کر رہ گیا ہو" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے خود نہیں معلوم کہ میں نے کیا سوچ کر تم سے وہ بات کہی تھی"

"تمہارے لاشعور میں ضرور یہ بات رہی ہوگی کہ اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہوگا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے لاشعور میں کیا تھا۔ بس اچانک ہی یہ بات میرے ذہن میں آئی اور میں نے کہہ ڈالی۔"

"معلوم نہیں تم اسے تسلیم کرو گی یا نہیں کہ تم میرے جسمانی قرب کی خواہاں ہو؟" میں نے کرنل نعمان کی موجودگی کی پروا کئے بغیر مریم برنشیمن سے کہا "اور تمہاری یہ خواہش بہت شدید ہے؟"

مریم نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "ایک درست بات کو تسلیم کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے" اس نے کہا۔

"تمہاری دوسری شدید خواہش یہ ہے کہ کسی طرح تم اس قید سے نکل جاؤ۔ ظاہر ہے آزادی کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ تمہاری ان دونوں خواہشوں میں سے ایک کی تکمیل تو قطعی ناممکن نظر آتی ہے یعنی آزادی کی خواہش۔ دوسری خواہش کی تکمیل کا تمہیں یقین تھا مگر جب تمہیں اس میں بھی غیر متوقع ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو تم نے جھنجلاہٹ میں مجھ پر ایک بے بنیاد الزام عائد کر دیا۔ لاشعوری طور پر تمہیں اس کا یقین ہوگا کہ اس کا مثبت یا منفی کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ گومگو کی کیفیت ختم ہوگی اور تمہیں بے یقینی سے نجات مل جائے گی۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس جھوٹ کے نتیجے میں تمہیں زندگی ہی سے نجات مل جائے گی۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ جس میں ہر آن موت کا دھڑکا لگا رہے؟"

"ہاں! ایسی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں" مریم جذباتی انداز میں

بولی "میرے تمام ساتھیوں کو موت کی گھاٹ اتارنے کے باوجود تم نے مجھے سسکنے کے لئے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے یا مجھے زندگی کی نوید سناؤ یا پھر مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دو..."

میں نے اس کے شانے پر ہولے سے تھپکی دی "ہر چیز کا ایک وقت متعین ہوتا ہے مریم! حوصلہ رکھو۔"

"کاش تم اس کیفیت سے دوچار ہوتے جس سے میں دوچار ہوں تو میں پوچھتی کہ ایسے حالات میں کوئی کس طرح حوصلہ برقرار رکھ سکتا ہے" اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"چلو اٹھو" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "مزید گفتگو کمرے میں چل کر کریں گے۔"

"صبح مجھ سے مل لینا تاکہ ہم آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کر سکیں" کرنل نعمان نے کہا اور میں سر کو اثباتی جنبش دیتا ہوا مریم کو ساتھ لے کر خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔

چند منٹ بعد میں مریم کے ساتھ دوبارہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔ کمرے کے دروازے پر وہی فوجی موجود تھا۔ اس کے انداز سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ کچھ دیر قبل ہمارے درمیان کسی قسم کی جھڑپ ہوئی تھی۔ اس نے پہلے سے مودبانہ انداز میں مجھے سلیوٹ کیا تھا۔ فوجی کے ہاتھ میں گن موجود تھی گن دیکھ کر میری نگاہ بے ساختہ چھت کی طرف اٹھ گئی تھی جہاں وہ جادوئی طریقے سے میرے ہاتھ سے نکل کر جا لگی تھی مگر وہ اب وہاں نہیں تھی۔ باتوں میں الجھ کر مجھے کرنل نعمان سے اس کے بارے میں پوچھنے کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ اب یہ بات صبح ہی معلوم کی جاسکتی تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں مریم!" کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے کہا "ہمیں ایک دوسرے سے کسی رعایت کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہئے۔"

"میں تو دشمن نہیں ہوں علی! میں نے تو ہمیشہ جنگ کی مخالفت اور امن کی بات کی ہے۔"

"اس کے باوجود چونکہ تمہارا تعلق دشمن قوم سے ہے اس لئے تم ہماری دشمن ہی قرار پاؤ گی۔"

"یعنی فرد کی کوئی اہمیت نہیں ہے" مریم نے افسردہ لہجے میں کہا "آدمی کو صرف قوموں سے تعلق رکھنے کے بنیاد پر پرکھا جاتا ہے۔ انفرادی خیالات اجتماعی طرز فکر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔"

"کیہوں کے ساتھ گھن تو پستے ہی ہیں مریم! یہ کوئی نئی بات نہیں۔"

"یہ بھی تو دیکھنا پڑتا ہے کہ پیسنے والا کون ہے۔ اور پھر گھن کو پسنے سے بچانا اگر ممکن ہو تو کون جانتے بوجھتے اسے گھن کا گوارا کرے گا؟"

"اس معاملے میں میں خود بے بس ہوں۔ یہاں میری کوئی حیثیت نہیں ہے جس کے زور پر میں تمہارے کسی کام آسکوں۔"

"تم کم از کم اپنی ذاتی حیثیت میں ہی میرے حق میں فیصلہ صادر کر سکتے ہو۔"

"میں اگر ایسا کر بھی دوں تو اس سے تمہاری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"میں سکون سے مر تو سکوں گی۔ مرتے وقت مجھے یہ اطمینان تو ہوگا کہ اس دنیا میں کم از کم ایک آدمی تو ایسا ہے جس کی نظروں میں میں بے قصور ہوں۔"

"تم میرے خیالات سے آگاہ ہو مریم! ذاتی طور پر میں تمہارے خیالات کا معترف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں تمہیں سزائے موت دینا زیادتی ہے لیکن اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس معاملے میں میں بالکل اسی طرح بے بس ہوں جس طرح اسرائیل کے سامنے بے بس ہوں۔"

"شکریہ علی یقین کرو تمہارے یہ خیالات میرے لئے بڑا اثاثہ ہیں۔ لیکن تمہارا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ تم اسرائیل کے سامنے بے بس ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے اسرائیل کے مفادات کو بھاری نقصانات پہنچائے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں اس وقت تک خود کو بے بس ہی تصور کرتا رہوں گا جب تک کہ فلسطین آزاد نہیں ہو جاتا۔"

"سیاسی باتیں مت کرو علی!" مریم نے کہا "باتوں میں نظریاتی اختلاف کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے۔"

"تم نیسٹ کی رکن ہو' خالص سیاسی شخصیت ہو۔ تمہیں ان باتوں میں خاص دلچسپی ہونی چاہئے۔"

مریم تلخی سے ہنسی "جب آدمی یقینی موت سے دوچار ہو تو اسے سیاست سوجھ ہی نہیں سکتی۔"

"میرا خیال ہے اب سو جانا چاہئے۔ رات کافی گزر چکی ہے تمہیں بھی نیند آ رہی ہوگی۔"

کمرے میں ایک ہی بیڈ تھا اور شاید اسی وجہ سے مریم سونے کے لئے فوراً تیار بھی ہو گئی تھی مگر میں نے سختی کے ساتھ اسے یہ فیصلہ سنایا تھا کہ میں رات صوفے پر سو کر گزاروں گا۔

اگلی صبح میں پھر کرنل نعمان کی آفس میں موجود تھا۔ "تم تفریح کرنا بھی سیکھو" کرنل نے مجھ سے کہا "ورنہ بیمار ہو جاؤ گے۔"

"اسرائیل کے خلاف سرگرم عمل رہنا ہی میری تفریح ہے اور اگر مجھ سے میری یہ تفریح بھی چھین لی گئی تو میں واقعی بیمار ہو جاؤں گا۔"

"تم عجیب آدمی ہو تاہم تمہارا یہ طرز فکر بہت عمدہ ہے اور خاص طور پر ہمارے لئے بہت سود مند ہے۔ میں تو چاہ رہا تھا

چند دن بے فکری سے گزار کر تم تازہ دم ہو جاؤ تو کوئی نئی مہم سونپی جائے۔"

"تم مجھے ہر وقت تازہ دم پاؤ گے کرنل! مگر اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ کل رات میرے ہاتھ سے گن کس طرح نکل گئی تھی؟"

کرنل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی "اس عمارت میں طرح طرح کے حفاظتی انتظامات ہیں۔ رات تم نے جو کچھ دیکھا یہ ان انتظامات کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ یہاں کیا کیا حفاظتی انتظامات ہیں مگر اس ایک معاملے میں تو میرا ذہن صاف کر دو۔ تم نے صرف ایک لفظ ادا کیا تھا "اپ" اور کسی غیر مرئی قوت نے گن میرے ہاتھ سے چھین لی' نہ صرف چھینی بلکہ وہ چھت سے جا کر چپک گئی۔ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہی گن دوبارہ فوجی کے ہاتھ میں موجود تھی۔"

"کیا تم نے اس معاملے پر غور نہیں کیا؟" کرنل نے کہا۔ "تمہاری سمجھ میں کیا آتا ہے؟"

"میری سمجھ میں اگر کچھ آگیا ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتا۔ میں نے تو بہت غور کیا مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"پھر تو ہمیں اس بات پر نازاں ہونا چاہئے کہ تم جیسا ذہین آدمی بھی اسے نہیں سمجھ سکا۔ حالانکہ یہ ایک بہت معمولی سی بات ہے۔"

"ہوگی" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "بعض اوقات سامنے کی بات بھی سجھائی نہیں دیتی۔"

"پوری عمارت میں جگہ جگہ چھتوں پر مقناطیس نصب ہیں۔"

"مقناطیس!" میں نے حیرت سے کہا "کیا تم نے مقناطیس کو بھی اپنے تابع کر لیا ہے؟"

کرنل ہنس پڑا "وہ مصنوعی مقناطیس ہیں اور انتہائی طاقتور ہیں۔ عام حالات میں وہ لوہے کے عام ٹکڑے ہوتے ہیں مگر جب ان میں سے طاقتور برقی رو گزاری جاتی ہے تو وہ انتہائی باقوت مقناطیس میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکیڑ لئے "گویا تم پہلے سے طے کر کے آئے تھے کہ جب تم "اپ" کہو گے اس وقت کنٹرول روم میں موجود شخص لوہے کے اس ٹکڑے میں جو اتفاق سے میرے عین اوپر چھت میں نصب ہے' برقی رو دوڑا دے گا؟"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ تم نے لڑنا سے گن چھین لی ہے اور خاصے غصے میں ہو تو میں نے فوری طور پر یہ ہدایت جاری کر دی تھی۔ ایک اسی بات سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہاں تمہاری پوزیشن کیا ہے۔ تمہیں بڑی آسانی سے فیر مسلح کیا جا سکتا تھا مگر نہیں کیا گیا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بہرحال میں ہمارے دوست ہو۔ دنیا کا کوئی مسلمان تمہارے

کارناموں سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہودیوں کے خلاف تمہاری کاوشیں پوری دنیا تسلیم کرتی ہے۔"

"شکریہ کرنل!" میں نے آہستگی سے کہا "تم کوئی مہم میرے سپرد کرنے کی بات کر رہے تھے؟"

"ہاں" کرنل نے دو فائلیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ فائلیں پڑھ لو' اس کے بعد ہم آئندہ مہم پر بات کریں گے۔"

"ٹھیک ہے کرنل!" میں نے فائلیں لے کر اٹھتے ہوئے کہا "میں انہیں پڑھ لوں گا۔"

"ان پر ابھی نظر ڈال لو" کرنل نے بے صبری سے کہا "تمہارے کمرے میں مریم برنشین بھی موجود ہے۔ یہیں بیٹھ جاؤ اور سکون سے ان فائلوں کا مطالعہ کر لو۔"

میں دوبارہ بیٹھ گیا تو کرنل نے کہا "میں تمہیں مختصراً بتا دوں یہ موساد کے دو ایجنٹوں سے متعلق فائلیں ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام نارمنڈو ہے جو اٹلی کا باشندہ ہے۔ دوسرے کا تعلق کینیڈا سے ہے اور اس کا نام نارمن شیلوف ہے۔ یہ دونوں اس وقت ہماری قید میں ہیں۔ یہ ان دونوں کی بدقسمتی اور ہماری خوش قسمتی تھی کہ یہ ہمارے ہاتھ لگ گئے ورنہ یہ دونوں ہی بہت چالاک اور تیز طرار ایجنٹ ہیں اور پہلی بار گرفتار ہوئے ہیں۔ انہیں عراق کی جنگی صلاحیت سے متعلق معلومات بہم پہنچانا تھیں مگر یہ خود ہمارے ہتھے چڑھ گئے۔"

"میں فائلیں دیکھ لیتا ہوں کرنل اس کے بعد ہی کوئی بات ہو سکے گی۔"

اس کے بعد میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک فائلوں میں مستغرق رہا اس دوران کرنل نعمان دوسرے کام نمٹاتا رہا تھا۔

"تم نے ان دونوں کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات جمع کی ہیں کرنل! اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہارا محکمہ بہت فعال ہے۔"

"یہ معلومات ہمارے لئے بے حد ضروری تھیں۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے میک اپ میں اپنے کسی ایجنٹ کو اسرائیل کی صفوں میں پہنچا دیا جائے۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے کرنل!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "لیکن تم نے ابھی تک اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"

"ہماری راہ میں بہت دشواریاں حائل تھیں" کرنل بولا۔ "سب سے پہلا مرحلہ تو ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا تھا جو کسی نہ کسی طرح ہم نے حاصل کر لیں۔ اس کے بعد میک اپ کا مسئلہ تھا۔ ہمارے پاس میک اپ کا کوئی ایسا ماہر نہیں تھا جو کسی کی ہو بہو نقل تیار کر سکے۔"

"تمہارا یہ مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب تو تمہارے پاس ماہر بن

کی ٹیم موجود ہے۔"

"اس کے لئے ہم تمہارے ممنون ہیں مگر اب بھی ہمارے پاس کوئی ایسا ایجنٹ موجود نہیں ہے جو ان دونوں میں سے کسی کے بھی جانے پر پورا اترتا ہو اور ان کی آواز اور چال ڈھال کی کامیاب نقل اتار سکے۔"

"گویا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے یہ کام کرنا قبول کرلوں؟" میں نے کہا۔

"ہاں" کرنل نے اثبات میں سر ہلایا "میری خواہش تو یہی ہے۔ اگر تم تیار ہو تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"خوش قسمتی تو میری ہوگی کرنل، اس طرح مجھے اسرائیل کو کوئی بڑی زک پہنچانے کا موقع مل جائے۔"

"اسرائیل میں داخل ہونے کے بعد تمہیں ہر قسم کے مواقع حاصل ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس طرح کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکوں گا تاہم اس امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے مجھے کوئی موقع مل ہی جائے۔"

"اس کا مطلب ہے ہوا کہ تم کام کرنے کے لئے تیار ہو؟" کرنل نے خوش ہوکر کہا۔

"سب نہیں تھا کرنل! میں نے تو ابتداء ہی میں رضامندی ظاہر کردی تھی لیکن اگر کسی موقع پر میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو میں اس کام سے بھاگ نکلوں گا۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے" کرنل نے بڑے جوش سے کہا "اب ہم اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لئے تفصیلات طے کرلیں۔ ان دونوں میں سے تم کس کا میک اپ آسانی سے کرسکو گے۔"

"یہ بڑا الجھا ہوا معاملہ ہے کرنل! ڈارمنڈو کا تو قد مجھ سے چھوٹا ہے لہٰذا اس کا میک اپ کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ نارمن شیلوف قد و قامت میں تو میرے مماثل ہے مگر مسئلہ ہے زبان کا۔"

"شاید تم نے توجہ سے نہیں پڑھا۔ وہ صرف تین زبانیں بول سکتا ہے۔ چوتھی زبان اسے آتی ہی نہیں ہے۔"

"اوہ ہاں! مجھے یاد آیا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ فائل میں لکھا تو ہے کہ وہ انگریزی، فرانسیسی اور عبرانی زبانیں بول اور سمجھ سکتا ہے۔ مجھے دراصل اس بات سے مغالطہ ہوا تھا کہ وہ یہودی نژاد ہے۔ ممکن ہے کہ عربی کا تذکرہ اس لئے نظر انداز کیا گیا ہو کہ وہ تو اس کی مادری زبان ہے ہی۔"

"وہ اپنی مادری زبان کا ایک بھی لفظ نہ تو بول سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اس کی پیدائش فلسطین میں ہوئی تھی جہاں دیگر بہت سے یہودیوں کی طرح اس کے باپ نے بھی زمینیں خریدی تھیں اور وہیں جاکر آباد ہوگئے تھے۔ نارمن شیلوف بہت چھوٹا تھا جب اس کے والدین یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے۔ کوئی قریبی رشتے دار نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پرورش کیمپوں میں ہوئی جس کی تفصیل فائل میں موجود ہے۔ بعد میں اس کی صلاحیتیں دیکھتے ہوئے اسرائیلی حکومت نے اس کی بطور خاص تربیت کی اور اس وقت وہ موساد کا ایک اہم ترین ستون ہے۔"

"یہ تینوں زبانیں تو میں بھی روانی سے بول سکتا ہوں لہٰذا اس طرف سے تو بے فکری ہوئی۔ اب مسئلہ رہ گیا اس کے لب و لہجے اور چال ڈھال کی نقل اتارنے کا تو میرے لئے یہ بھی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔"

"میں تمہاری صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ دیکھ چکا ہوں" کرنل مسکرایا "تو اب میں نارمن شیلوف سے تمہاری ملاقات کرادوں۔"

"ملاقات تو ہوتی رہے گی۔ پہلے یہ بتاؤ اس سے ملنے کے لئے کہاں جانا پڑے گا۔"

"کہیں بھی نہیں" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا "وہ اسی عمارت کی تہہ خانے میں قید ہے۔"

"اوہو!" میں نے حیرت سے کہا "اور ڈارمنڈو کو کس جگہ قید رکھا گیا ہے؟"

"وہ بھی یہیں ہے۔ چونکہ تمہیں ان دونوں سے ملنا ضروری تھا اس لئے انہیں یہاں منتقل کردیا گیا ہے ورنہ وہ دونوں کہیں اور قید تھے۔"

"کیا وہ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی سے واقف ہیں؟" میں نے کرنل سے پوچھا۔

"ہاں، لیکن انہیں کل ہی یکجا کیا گیا ہے۔ اس سے قبل انہیں ایک دوسرے کے قید ہوجانے کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔"

"یہ معلومات جو ان فائلوں میں موجود ہیں ان میں سے کتنے فیصد ان دونوں سے حاصل کی گئی ہیں؟"

"ہم نے ان پر بہت تشدد کیا مگر ان سے برائے نام معلومات حاصل کرسکے۔ فائلوں میں موجود معلومات کا بڑا حصہ ہم نے دوسرے ذرائع سے حاصل کیا ہے۔"

"ان دونوں کو یکجا کرنے کے بعد ان کی گفتگو سننے کی کوشش نہیں کی گئی؟"

"وہ بہت منجھے ہوئے ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے ایسی باتیں نہیں کیں جن سے ہمیں کسی قسم کی معلومات ہوسکتیں۔ ان کی زیادہ تر باتیں بھی نجی نوعیت کی تھیں۔"

"گویا ان فائلوں میں موجود معلومات کو قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے؟"

"یہ معلومات سو فیصد درست ہیں اور انہیں خاص احتیاط نظر سے حاصل کیا گیا ہے کہ ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔"

"چلو یہاں تک تو معاملہ طے پا گیا کہ میں نارمن شیلوف کا میک اپ کرلوں گا۔ یہاں سے اسرائیل پہنچنے کے بعد مجھے کوئی بڑا خطرہ بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس فائل سے حاصل شدہ معلومات اتنی کافی ہیں کہ اگر ذہانت سے کام لیا جائے تو پکڑا جانا محال ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عراق کی ملٹری انٹیلی جنس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیابی کس طرح حاصل کروں گا؟"

"تمہیں فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" کرنل نعمان نے کہا "تم کوئی قیدی تھوڑا ہی ہوگے۔ ہم ایسے انتظامات کریں گے کہ تم کسی کی نظروں میں آئے بغیر نہ صرف عراق سے نکل جاؤ گے بلکہ ہم تمہیں کسی ایسے ملک تک بھی پہنچا دیں گے جہاں سے تم بہ آسانی اسرائیل جاسکو گے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا" میں نے کہا "میں نارمن شیلوف کے افسران کو مطمئن کس طرح کرسکوں گا؟"

"انہیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ تم ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں تھے۔"

"اس کے بغیر میں انہیں کس طرح مطمئن کرسکوں گا؟ آخر ہوا تک نہ لاپتہ رہنے کا کوئی جواز تو پیش کرنا ہی ہوگا۔"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہوگا کہ تم قید ہوگئے تھے۔ اس کے بجائے تم انہیں کوئی بھی کہانی سنا کر مطمئن کرسکتے ہو۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ موساد کے عہدیداروں کو اتنی آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے۔ وہ نرے احمق تو نہیں ہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص اسکیم ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

"ہے تو سہی مگر اس کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم ان دونوں کو گرفتار کرنے میں کیوں کر کامیاب ہوئے تھے؟"

"بصرہ میں ایک غیر ملکی شپنگ ایجنسی ہے۔ یہ بات اتفاقاً ہمارے علم میں آئی تھی کہ اس شپنگ ایجنسی کے آڑ میں کچھ اور ہی کام ہو رہا ہے۔ ایجنسی کا مالک عراق پہنچنے والے موساد کے ایجنٹوں کی مالی اعانت کرتا ہے اور انہیں مختلف قسم کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ ہم نے اس کی نگرانی شروع کرادی اور اس کے ذریعے ان دونوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔"

"پھر تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عراق میں موجود موساد کے ایجنٹوں اور موساد کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیتا ہو۔"

"ہمارا اپنا خیال بھی یہی ہے" کرنل نعمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "یقیناً آرتھر ہی ان دونوں سے اطلاعات وصول کرکے تل ابیب تک پہنچاتا ہوگا۔ ورنہ ان کے پاس سے ایسی کوئی چیز ضرور برآمد ہوتی جس کے ذریعے یہ لوگ پیغام رسانی کرتے ہوں۔"

"تو کیا آرتھر کے پاس سے بھی ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی؟"

"آرتھر کے پاس سے؟" کرنل نعمان نے حیران ہوکر کہا "اسے ہم نے گرفتار ہی کہاں کیا؟"

"گرفتار نہیں کیا؟" میں نے بھی حیرت سے کہا "مگر کیوں گرفتار نہیں کیا؟"

"دراصل وہ رابطے کا آدمی ہے۔ ہمیں توقع تھی اور ہے کہ اس کے ذریعے مزید ایجنٹوں کو گرفتار کرسکیں گے۔ اس لئے ہم نے اسے چھیڑنے سے گریز کیا ہے۔"

"اسے گرفتار نہ کرکے بلاشبہ تم نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مستقبل میں آرتھر تمہارے بہت کام آئے گا مگر تم نے یہ بات نظر انداز کردی کہ عراق میں کام کرنے والے تمام ایجنٹ اسے باقاعدہ رپورٹ دیتے ہوں گے اور جب اسے کسی ایجنٹ کی طرف سے رپورٹ نہیں ملتی ہوگی تو وہ ہیڈ کوارٹر کو مطلع کرچکا ہوگا۔"

"تم یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ ہم نے یہ بات نظر انداز کردی ہے۔ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔"

"مقصد یہ ہے کہ ان دونوں ایجنٹوں کی گمشدگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ کسی دشمن ملک میں کوئی ایجنٹ اتنا طویل عرصہ غائب رہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ اسے گرفتار کرلیا گیا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" کرنل نعمان نے کہا "مگر میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری اس بات کا جواب دے رہا تھا کہ انہیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں تھا۔"

کرنل ہنس پڑا "تم بہت گھما پھرا کر گفتگو کرتے ہو۔ خیر اگر یہی بات ہے تو ہم یہاں سے تمہارے فرار کا بندوبست کردیں گے۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کرنل کہ کوئی ایسا طریقہ موجود ہے جس کے ذریعے موساد کے عہدے داروں کو مطمئن کیا جاسکے؟"

"ہم تمہارے فرار کے لئے ایسا سیٹ اپ کریں گے جو بالکل حقیقی معلوم ہوگا۔"

"یہ مت بھولو کرنل کہ میں میک اپ میں ہوں گا اور انہیں مجھ پر ذرا سا بھی شبہ ہوگیا تو میری پول کھلتے دیر نہیں لگے گی۔"

"سوال یہ ہے کہ اس سے زیادہ اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟"

"کوئی بھی ایسا کام جس کے ذریعے موساد کے عہدے داروں کو یقین دلایا جاسکے کہ یہاں سے میرا فرار ڈراما نہیں بلکہ حقیقت ہے۔"

"کیا تمہارا مطلب ہے کہ یہاں سے کچھ ایسے راز اپنے ساتھ لے جاؤ جن کی وجہ سے موساد والے تم پر شک نہ کرسکیں؟" کرنل نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں کرنل!" میں نے نفی میں سرہلایا "اگر اسے جو راز ان کے حوالے کر کے خود کو شک وہ شبے سے بالا تر کیا تو کیا مال ہے؟"

"تو پھر تم ہی کوئی ایسا طریقہ بتاؤ۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کی ایک ہی صورت ہے کرنل! اور وہ یہ کہ نارمن شیلوف کے ساتھ نارمنڈو بھی فرار ہو جائے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے!" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا۔ "نارمنڈو کی جگہ لینے کے لئے ہم مناسب آدمی کا بندوبست کس طرح کریں گے؟"

"میرا مطلب ہے جعلی نارمن شیلوف کے ساتھ اصل نارمنڈو بھی فرار ہو جائے۔"

"اوہ" کرنل نعمان مجھے غور سے دیکھنے لگا "ترکیب تو اچھی ہے مگر اس کے لئے تمہیں باقاعدہ فرار ہونا پڑے گا۔ مشکلات بڑھ جائیں گی۔"

"مشکلات بڑھیں گی نہیں۔ کم ہوں گی" میں نے کہا۔ "نارمنڈو اور نارمن شیلوف ایک دوسرے کی تصدیق کرنے کے لئے موجود ہوں گے۔"

"اس کے لئے ہمیں تمہارے فرار کا ایسا سیٹ اپ تیار کرنا پڑے گا کہ اس پر تصنع کا گمان بھی نہ گزرنے پائے۔"

"نہیں گزرے گا..... میں نے طریقہ سوچ لیا ہے۔ ہم اسپتال سے فرار ہوں گے۔"

"اسپتال سے؟" کرنل نعمان حیران رہ گیا "مگر تم اسپتال پہنچو گے کیسے؟"

"تشدد کے ذریعے" میں نے مسکرا کر کہا "مزید معلومات حاصل کرنے کے بہانے ان دونوں بدمعاشوں پر پھر تشدد شروع کرا دو۔ ان کی کھالیں کھنچوا لو۔ جب وہ خوب زخمی ہو جائیں تو علاج کی غرض سے انہیں بصرہ کے کسی اسپتال میں منتقل کرا دو۔ دراصل صرف نارمنڈو کو منتقل کیا جائے گا۔ نارمن شیلوف یہیں رہے گا اور اسپتال میں نارمنڈو کے ساتھ نارمن شیلوف کے میک اپ میں میں ہوں گا۔ امکان ہے کہ ہم چند روز کے علاج کے بعد وہاں سے فرار ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ ان چند دنوں میں نہ صرف میں نارمنڈو سے مفید معلومات حاصل کرلوں گا بلکہ ہم دونوں مل کر فرار کا منصوبہ بھی بنالیں گے۔ کیا خیال ہے اسپتال سے فرار ہونا آسان نہیں رہے گا؟"

"اس بات پر نارمنڈو مشکوک بھی ہو سکتا ہے کہ علاج کے لئے کسی فوجی اسپتال کا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا" کرنل نے کہا۔ "فوجی اسپتال چھاؤنیوں سے نزدیک ہوتے ہیں اور یہ خطرہ رہتا ہے کہ بمباری کے دوران کہیں اسپتال بھی زد میں نہ آجائیں۔ ایران سے جنگ کے دوران بمباری کے اس خدشے کو جواز کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔"

کرنل نعمان نے تفہیمی انداز میں سرہلایا "یہ جواز پیش تو کیا جا سکتا ہے مگر پھر بھی وہ مشکوک ہو سکتا ہے۔"

"اپنے شکوک کا اظہار وہ مجھ سے ہی تو کرے گا۔ میں اس کا ذہن صاف کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے علی! میں ان دونوں پر تشدد شروع کرا رہا ہوں..... مگر تم کب تک میدان میں عمل میں اترنے کے لئے خود کو تیار کر سکو گے۔"

"میں تو ہر وقت تیار رہتا ہوں کرنل! بس مجھے تیاریاں کرنے کے لئے تھوڑا بہت وقت درکار ہوگا۔ نارمن شیلوف کی تصویر تو میں فائل میں دیکھ چکا ہوں۔ اس کی مدد سے میں میک اپ کر لوں گا مگر اس کی آواز کی نقل اتارنے کے لئے مجھے یا تو اس کی آواز کے ٹیپ درکار ہوں گے یا پھر میں اس سے براہ راست مل کر اس کی آواز سنوں۔"

"جیسا تم پسند کرو..... ویسے اس کی آواز کے کیسٹ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"کیسٹ تو تم مجھے دے دینا مگر مجھے اس سے ملنا ہی پڑے گا۔ ذرا اس کی عمر، چال ڈھال پر بھی تو غور کرلوں۔ ورنہ بعد میں کہیں پکڑا ہی نہ جاؤں۔"

"اگر تم اس سے اسی وقت ملنا پسند کرو تو میں اسے یہیں بلوائے لیتا ہوں" کرنل نے کہا۔

"نہیں۔ میں تہہ خانے میں جا کر اس سے خود مل لوں گا۔ ضروری نہیں ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں" کرنل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور ہم تہہ خانے میں جا پہنچے۔

تہہ خانہ میری توقع سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ پوری عمارت کے نیچے تہہ خانے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں متعدد راہداریاں اور کمرے تھے جہاں جگہ جگہ مسلح پہرے دار موجود تھے۔

ہم مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچے جہاں لائن سے کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ جن کے سلاخ دار دروازوں سے اندر دیکھا جا سکتا تھا۔ عام طور پر قیدیوں کے لئے ایسی ہی کوٹھریاں بنائی جاتی ہیں مگر ان کوٹھریوں میں خاص بات تھی کہ وہ صاف ستھری اور روشن تھیں۔ قیدیوں کے لئے ان سونے کے لئے اس طرح کے دیوار گیر بستر موجود تھے جیسے بحری جہازوں کے کیبنوں میں ہوتے ہیں۔

کرنل نعمان ایک کوٹھری کے سامنے رکا۔ میں نے نارمن شیلوف اور نارمنڈو کو پہچان لیا۔ ان کی تصویریں میں دیکھ چکا تھا اس لئے انہیں پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی۔

"یہاں سے کمان میرے ہاتھ میں ہے" میں نے کرنل نعمان سے آہستہ آواز میں کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ سن سکے۔ کرنل نعمان نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی اور پھر ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔

"آپ لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" میں نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے کہا۔

ان دونوں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ کرنل نعمان کو دیکھ کر وہ کسی نئی مصیبت کی توقع کر رہے ہوں گے۔ مگر میرے لہجے نے انہیں خاصا مایوس کیا ہوگا۔ کسی دشمن ملک کی قید میں رہتے ہوئے اگر اچھے نرم لہجے سے واسطہ پڑے تو اس کا مطلب خیریت نہیں بلکہ بہت بڑی مصیبت ہوتا ہے۔

"ارے بھئی جواب تو دے دو" میں نے ہنس کر کہا "تم تو یوں دیکھ رہے ہو جیسے میں نے کسی اجنبی زبان میں تمہیں مخاطب کیا ہو۔"

"نہیں ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے" ان دونوں نے یک آواز کہا پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ہی وقت ایک ہی جیسے الفاظ استعمال کرنے پر حیران تھے۔

"واقعی ٹھیک ہی کہہ رہے تھے کرنل" میں نے کرنل نعمان کی طرف مڑتے ہوئے کہا "انہیں تو واقعی کوئی تکلیف نہیں ہے چلو واپس چلتے ہیں۔"

میری اس بات سے کرنل نعمان بھی ہونق نظر آنے لگا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ کیا میں یہی ایک سوال پوچھنے کے لئے تہہ خانے میں آیا تھا۔

کرنل نعمان کے تاثرات کی پروا کئے بغیر میں واپس پلٹ پڑا پہرے دار کو میں نے کوٹھری بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ ابھی پہرے دار دروازہ بند کر ہی رہا تھا کہ نارمنڈو نے ہاتھ اٹھا کر بے بسی سے کہا "ٹھہرو! میری بات سنو۔"

"ہاں کہو؟" میں نے بڑے سکون سے اس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔ پہرے دار دروازہ بند کرتے کرتے رک گیا تھا۔

"میں سگریٹ نوشی کا عادی ہوں۔ جب سے قید ہوا ہوں سگریٹ پینے کو ترس گیا ہوں" نارمنڈو نے کہا۔

"کون سے برانڈ کی سگریٹ پیتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کمل" نارمنڈو بولا "ترکی کے بنے ہوئے..... وہ اگر نہ ملیں....."

"مل جائیں گے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تمہیں اور کچھ چاہئے تو بتاؤ؟" میں نارمن شیلوف سے مخاطب ہوا۔

"میں کھلی فضا میں سانس لینے کو ترس گیا ہوں" نارمن شیلوف نے کھسیا ہوئے کہا "دو ماہ سے میں نے آسمان نہیں دیکھا ہے۔"

"چ.....چ.....بڑا افسوس ہوا..... کرنل انہیں آسمان دکھاؤ۔"

میرے اشارے پر پہرے دار نے کوٹھری کا دروازہ دوبارہ کھول دیا اور میں نے نارمن شیلوف کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر اب بھی بے یقینی کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے جبکہ نارمنڈو کے چہرے سے تاسف کا اظہار ہو رہا تھا۔ شاید اسے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے بھی تھوڑی دیر کے لئے کھلی فضا میں جانے کی فرمائش کیوں نہ کر دی۔ وہ دونوں کچھ بھی کیوں نہ سوچ رہے ہوں یہ بات طے ہے کہ میرا رویہ ان دونوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ اور ایک ان دونوں ہی پر کیا موقوف ہے کرنل نعمان بھی کچھ کم الجھن میں نہ تھا۔ حالانکہ اسے سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میرا مقصد صرف نارمن شیلوف کی آواز اور اس کی چال ڈھال کو ذہن نشین کرنا تھا۔ میں نے خود بھی اس سے گفتگو کرنے کے لئے کوئی خاص لائحہ عمل نہیں طے کیا تھا۔

نارمنڈو کی حالت دیدنی تھی اس نے کئی بار کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اگر وہ کم از کم بھی میں نارمن شیلوف کو تہہ خانے سے باہر لے جاتا۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اب سگریٹ ملنے والے تھے اور وہ بھی اس کے پسندیدہ برانڈ کے۔

میں نارمن شیلوف کو کرنل نعمان کے کمرے میں لے آیا۔ کمرے میں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کرنل نعمان اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں ایک کرسی کھینچ کر اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تھا اور نارمن شیلوف کو میں نے مقابل والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا تھا۔

"ہم..... مگر میں نے تو کھلی فضا میں جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟" نارمن شیلوف نے کرسی پر

بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کھلی فضا میں بھی چلیں گے پہلے یہ مرحلہ کامیابی سے طے کر لو... اس سے پہلے اس کمرے میں آئے ہو؟" میں نے کہا اور نارمن شیلوف نے سر کو نفی میں جنبش دینے پر اکتفا کیا۔

"ان سے واقف ہو؟" میں نے کرنل نعمان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"ہاں، یہ کرنل نعمان ہیں، ملٹری انٹیلی جنس سے ان کا تعلق ہے۔ مگر تم یہ بات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جواب درست ہے" میں سنجیدگی سے بولا "اب اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ۔"

"اس جیسے بہت سے سوالات کے جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں" نارمن شیلوف نے کہا۔

"میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں... اس کے علاوہ کھلی فضا میں جانے سے قبل ان سوالوں کے جواب دینا بہت ضروری ہے۔"

"میرا نام نارمن شیلوف ہے اور میں موساد کا ایک ادنیٰ سا کارکن ہوں۔"

"اس ملک میں تمہاری آمد کا مقصد کیا تھا؟"

"تم چاہو تو مجھے کھلی فضا میں نہ لے جاؤ مگر میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تم نے موساد سے اپنے تعلق کا اعتراف اتنی آسانی سے کیوں کر لیا۔"

"جو بات پہلے سے تم لوگوں کے علم میں ہے اسے میں کیوں چھپاؤں؟" نارمن شیلوف نے بے پروائی سے کہا۔

"گویا ہمارے علم میں یہ بات نہیں کہ تم یہاں کس مقصد کے تحت آئے تھے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اگر تمہیں معلوم ہوتا تو مجھ پر تشدد ہرگز نہ کیا جاتا" نارمن شیلوف نے بھی طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہاری گرفتاری یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ہم تمہارے عزائم سے واقف ہیں۔"

"اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم میری شخصیت اور حیثیت سے واقف ہو۔ اس لئے میں نے اس سلسلے میں تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔"

"ہو سکتا ہے یہ محض تمہارا خیال ہو۔ تمہارے اعتراف سے قبل ہم تمہاری اصل شخصیت سے بھی بے خبر رہے ہیں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے پہچان لیا گیا تھا اسی لئے گرفتار کیا گیا۔ لیکن یہ تم کبھی نہیں جان سکو گے کہ میں یہاں کس مشن پر آیا تھا۔"

"ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر کے تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔ کیا تمہیں اس خوفناک حقیقت کا ادراک نہیں ہے؟"

"ہماری ہر سانس ہمارے ملک و قوم کی امانت ہوتی ہے۔ ہمیں اگر اپنی جانیں اتنی ہی پیاری ہوتیں تو اس پیشے میں قدم ہی نہ رکھتے۔"

"تمہارے خیالات سن کر خوشی ہوئی اور اب یہ بھی سن لو کہ تم پر جو تشدد کیا گیا وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اصل تشدد تو اب شروع ہوگا۔"

"یہ صرف دھمکی ہے یا اس پر عمل بھی ہوگا؟" نارمن شیلوف نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔

"تمہاری ایک محبوبہ ہے۔ اس کا خیال کر لو۔ وہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔"

نارمن نے چونک کر مجھے دیکھا "ایلسا کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم نے اپنے ذرائع سے تحقیق کرائی تھی۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہو۔"

"میں تمہارے ذرائع کی داد دینے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔ ایلسا کے وجود سے تو میرا محکمہ بھی واقف نہیں ہے" نارمن شیلوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم لوگ اس تک کیسے پہنچ گئے! اس کے خلاف کچھ مت کرنا۔ وہ بہت معصوم اور بے ضرر لڑکی ہے۔ سراپا محبت۔"

"بے وفائی کرنے سے پہلے ہر لڑکی سراپا محبت ہوتی ہے اور جب وہ نظریں پھیرتی ہیں تو مجسم بے رخی بن جاتی ہے۔ اس وقت اس کا اصل روپ سامنے آتا ہے۔"

"میں بہت سی لڑکیوں سے واقف ہوں مگر ایلسا ان سب سے مختلف ہے۔ وہ ایسی نہیں ہو سکتی۔"

"یار نارمن شیلوف!" میں نے مشفقانہ انداز میں کہا "تم کہیں اس لڑکی سے افلاطونی محبت تو نہیں کر رہے ہو؟"

"یہ بھی اس کا اصرار تھا۔ عجیب لڑکی ہے۔ جسے ہم محبت کہتے ہیں وہ اسے آلودگی قرار دیتی ہے۔ وہ مغرب کی عام لڑکیوں سے یکسر مختلف ہے۔"

"غالباً اس کی اسی ادا نے تمہیں اس کا دیوانہ بنا دیا ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"وہ ایک ایسی لڑکی ہے جس کی تمنا کوئی بھی کر سکتا ہے۔ میں اگر فیلڈ ایجنٹ نہ ہوتا تو کب کا اس سے شادی کر چکا ہوتا۔"

"خیر یہ قطعی تمہارا ذاتی معاملہ ہے جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں" دفعتاً میں نے خشک لہجے میں کہا "لیکن یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ ہم تمہارے مشن سے ناواقف ہیں۔"

نارمن نے چونک کر مجھے دیکھا پھر مسکرانے لگا "تم بلف کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

"عراق اب بہت آگے جا چکا ہے۔ چند سال قبل

عراق کو بھول جاؤ جس کے ایٹمی پلانٹ کو تم نے چند منٹ میں تباہ کر دیا تھا۔ اب تو تم لوگ کئی جنم مارتے رہ جاؤ گے کہ عراق کے ہتھیار ساز کارخانے ہیں کس جگہ؟"

نارمن شیلوف نے چونک کر مجھے دیکھا مگر وہ خاموش رہا، کچھ بولا نہیں۔

"موساد کے سربراہ سے کہو کہ عراق کی ہتھیار سازی صلاحیت اور ٹھکانوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بہترین ایجنٹ بھیجے۔ نارمنڈو اور تم جیسے تھرڈ ریٹ ایجنٹ اتنا بڑا کام نہیں کر سکتے۔"

نارمن کا چہرہ غصے اور توہین کے احساس سے سرخ ہو گیا۔ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس تھا۔ ورنہ مجھ پر جھپٹ پڑا ہوتا۔

"تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ عراقی انٹیلی جنس کس قدر فعال ہو چکی ہے۔ ہم نے عزم کر لیا ہے کہ تمہیں تمہارے ہی ہتھیاروں سے شکست دیں گے۔ تم لوگ سازشیں کرتے ہو نا... اب ہم بھی سازشیں کریں گے۔ غالباً تم سمجھ گئے ہو گے کہ میرا اشارہ کس طرف ہے۔ موساد کی نقل و حرکت پر ہماری گہری نظر ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھ پر بلف کرنے کا جو الزام لگایا تھا اب اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

نارمن شیلوف نے کرسی پر پہلو بدلا "میں نے الزام عائد نہیں کیا تھا" اس نے کہا "قیدیوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے آزمائے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں اب بھی میری صداقت پر یقین نہیں آیا؟ کیا تم کو عراق کی کیمیائی ہتھیار سازی کی صلاحیت سے خطرہ ہے؟ کیا تمہاری اور نارمنڈو کی عراق میں آمد کا یہ مقصد نہیں تھا کہ عراق کی ان اسلحہ ساز فیکٹریوں کا سراغ لگایا جائے جہاں کیمیائی ہتھیار تیار کئے جاتے ہیں؟"

"میں اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کروں گا" نارمن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن اگر یہ سب باتیں تمہارے علم میں تھیں تو پھر ہم پر تشدد کیوں کیا گیا؟"

"ابھی مزید تشدد کے لئے تیار رہو۔ تم جیسے لوگ بار بار کہاں آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ مرنے سے قبل تم سے اس بارے میں زیادہ سے زیادہ راز اگلوا لئے جائیں۔"

اس کے بعد میں نے نارمن شیلوف کو واپس بھجوا دیا تھا اور نعمان نے فوری طور پر ان دونوں پر تشدد کرنے کا حکم دے دیا

"...کہہ رہا تھا تم بلف کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکو گے ...ن کرنے میں کامیاب ہو گئے" کرنل نعمان نے ہنس کر

"یہ تو خیر سامنے کی بات تھی حیرت تو مجھے اس کی محبوبہ پر ہوئی اس نے کتنی آسانی سے اس کا نام اگل دیا تھا کہیں وہ ہمیں دھوکا دینے کی کوشش تو نہیں کر رہا؟"

"نہیں" کرنل نعمان مسکرایا "وہ بے چارہ واقعی ایلسا کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا ہے۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا "تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ ایلسا ہماری ایجنٹ ہے اور میں اس پوری کہانی سے پہلے سے واقف ہوں۔"

"لیکن تم نے پہلے تو اس بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا؟" میرے لہجے میں ہلکی سی شکایت تھی جسے کرنل نعمان نے محسوس کر لیا۔

"میں تمہیں کیا کیا بتاؤں یار!" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اسرائیل میں ہمارے بہت سے ایجنٹ کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ کے بارے میں میں تمہیں بتاؤں گا بھی۔ لیکن تمہیں ایلسا کے بارے میں بتانا بہت ضروری تھا۔ اس سے پہلے تو خیر موقع نہیں مل سکا تھا تاہم یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم تمہیں اس سے بے خبر رکھتے۔ نارمن شیلوف کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں ایلسا نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔"

"ایلسا کے بارے میں مجھے زیادہ سے زیادہ باتیں بتاؤ۔ وہ کون ہے اصل ایلسا کہاں ہے اور اصل ایلسا سے اس کی تبدیلی کیونکر ممکن ہوئی؟"

"یہ تبدیلی آسٹریلیا میں ہوئی تھی۔ ایلسا آسٹریلین نژاد یہودی ہے۔ وہ اتفاقاً ہی ہمارے ایک آدمی کی نظر میں آئی تھی۔ اس نے ہمیں مطلع کیا تھا کہ ایلسا کی شکل ہماری ایک ایجنٹ زریحہ سے بہت ملتی ہے۔ یہ اطلاع ملنے پر ہم نے غور کرنا شروع کیا کہ اس مشابہت سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگلی اطلاع یہ ملی کہ ایلسا آسٹریلیا چھوڑ کر اسرائیل منتقل ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ ایلسا کو زریحہ سے تبدیل کر دیا جائے۔ چونکہ ایلسا کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں تھی اس لئے ہم نے بہ آسانی اپنا کام کر دکھایا۔ یہ تبدیلی اس روز عمل میں لائی گئی جس روز ایلسا اسرائیل کے لئے روانہ ہونے والی تھی۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے زریحہ کو مستقل طور پر ایلسا کا روپ دے دیا گیا ہے۔"

"تو یہ ایلسا یا زریحہ نارمن شیلوف پر ڈورے ڈالنے میں کس طرح کامیاب ہو گئی؟"

"اسے صرف ایلسا کہو... بھول جاؤ کہ دنیا میں زریحہ نام کی کوئی لڑکی بھی موجود تھی" کرنل نعمان نے کہا "ہم نے ایلسا کو کوئی مشن نہیں سونپا تھا۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ اسرائیل

کی ایک عام شہری کی طرح وہاں رہتی۔ اب یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ نارمن شیلوف نے اس کے برابر والے فلیٹ میں رہائش اختیار کر لی۔"

"اوہو" میں نے حیرت سے کہا "تو وہ دونوں پڑوسی ہیں۔"

"ہاں اسی بنا پر ایلسا اس پر ڈورے ڈالنے میں کامیاب ہو گئی۔ ہم نے اسے سختی سے ہدایت کی تھی کہ خود پر شبہ کرنے کا موقع بھی نہ دے۔ نارمن شیلوف نے بھی ابھی تک اپنی حقیقت سے باخبر نہیں کیا۔ ہمیں توقع تھی کہ ہمیں ایک نہ ایک دن اس سے ایلسا کے ذریعے مزید معلومات حاصل ہو جائیں گی لیکن اس سے قبل ہی وہ گرفتار ہو گیا۔"

"پرواہ مت کرو۔ ایلسا اب بھی کارآمد ہے۔ بس اسے یہ پتا نہ ہو کہ نارمن شیلوف کی جگہ کسی اور نے لے لی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس سے کیا کام لیا جا سکتا ہے۔"

"اس بات کا تو اسے علم ہے کہ نارمن شیلوف کس مہم پر عراق آیا تھا اور یہاں گرفتار ہو گیا ہے" کرنل نعمان نے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ اچانک اس کے سامنے پہنچ کر میں اس کے اعصاب کی مضبوطی کا بھی اندازہ کر سکوں گا۔"

"ان سب چکروں میں پڑ کر دوپہر کے کھانے کا وقت بھی گزر چکا ہے" کرنل نعمان نے کہا "اس وقت میرے ساتھ ہی کھانا کھاؤ۔"

"نہیں میں کھانا اپنے کمرے میں ہی کھاؤں گا۔ اور" میں نے دفعتاً چونک کر کہا "مریم برزنزی کے لئے بھی تم نے کچھ سوچا؟"

"ہاں میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے۔ وہ سزا سے بچنا چاہتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ قصوروار بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اسے ایک رعایت فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

میں نے حیرت سے کرنل کو دیکھا "کیا تم اسے واقعی کوئی رعایت فراہم کر سکتے ہو؟"

"زیادہ تو نہیں صرف اتنی کہ ہم اسے آخری وقت سزا کے کرب سے بچا لیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسے زہر فراہم کر دوں گا تاکہ....."

"وہ خودکشی کر سکے" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "یہی کہنا چاہتے ہو نا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی!" کرنل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "اس کی سزائے موت منسوخ کرا دینا میرے اختیار سے باہر ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو کھلی ہوئی سفاکی ہے کہ کسی شخص کو زہر فراہم کر کے اس سے خودکشی کرنے کی فرمائش کی جائے۔"

"ہم تو صرف یہ کریں گے کہ تمہارے کمرے میں خواب آور گولیوں کی شیشی پہنچوا دیں گے۔ اب یہ مریم پر منحصر ہے کہ وہ ان سے کیا فائدہ اٹھاتی ہے۔"

"بہرحال یہ تمہارا اپنا دردِ سر ہے۔ مجھے ان تمام باتوں سے بے خبر ہی رکھو تو اچھا ہے... میں جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے بعد تمہیں میک اپ روم میں ملوں گا۔"

میں مریم برزنزی کے لئے افسردہ تھا۔ وہ رعایت کی مستحق تھی مگر حالات ایسے تھے کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی ہی نہیں جا سکتی تھی۔

"تم نے کھانا کھا لیا ہے؟" میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مریم سے پوچھا۔

"نہیں" اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "ان حالات میں بھوک کہاں لگتی ہے اور پھر تم نہیں کیا۔ تم تو صبح سے غائب ہو۔" میں نے ایک خدمت گار کو بلا کر کھانا لانے کو کہا اور مریم سے بولا "میری مصروفیت نے اجازت نہیں دی ورنہ تمہیں کچھ ضرور بتاتا۔ لیکن یہ دیکھ لو کہ تمہارے خیال سے میں نے ابھی تک نہیں کھایا تھا۔"

"ایک ایسی ہستی پر رحم کھانے کے لئے جس کی زندگی کے کچھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

"تم اسرائیل کی پارلیمنٹ کی رکن ہو۔ عام عورتوں کے برعکس تمہیں عامیانہ گفتگو سے گریز کرنا چاہئے۔"

"میری رکنیت میرے جذبات پر پہرے نہیں بٹھا سکتی۔ جذبات تو سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ موت تو سب کو ہی آنی ہے مگر سب ہی موت سے خوف زدہ بھی رہتے ہیں۔ سزائے موت کا کوئی بھی مجرم ذہنی اعتبار سے نارمل نہیں رہ سکتا اور اگر کسی ایسے شخص کو سزائے موت دی جائے جو مجرم بھی نہ ہو تو اس پر کیا گزرے گی؟"

"کاش میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں تمہیں سزائے موت سے بچا لیتا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور کھانے کی ٹرالی پر نظریں جما دیں جو ملازم لگا گیا تھا "آؤ کھانا کھاؤ" میں نے کہا۔

"تم ہی کھاؤ" مریم نے بے رخی سے کہا "مجھے بھوک محسوس نہیں ہو رہی۔"

"زندہ رہنے کے لئے کھانا ضروری ہے" "تمہیں دو مہینوں بعد سزا ہو گی۔ تم خود کیوں اپنے آپ کو سزا دے رہی ہو؟"

"تم کھاؤ۔ جب مجھے بھوک ہوئی تو میں خود ہی کھا لوں گی۔"

"ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا "تم نہیں کھاؤ گی تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔"

"کیوں میری وجہ سے خود پر ظلم کر رہے ہو؟" مریم تلخی سے مسکرائی۔

"میں کسی کی وجہ سے کسی پر ظلم کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ پھر بھلا تم پر کیا ظلم کروں گا۔"

"مجھ پر ترس مت کھاؤ علی! مجھے کسی کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ترس نہیں کھا رہا ہوں مریم! اور نہ ہی یہ ہمدردی ہے بلکہ تو عام حالات میں بھی میرا یہی رویہ ہوتا ہے۔ تم پر جذباتی کیفیت طاری ہے اس لئے ہر بات کو اسی رنگ میں دیکھ رہی ہو۔ غور کرو اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم میری جگہ ہوتیں تو تمہارا رویہ میرے ساتھ کیا ہوتا؟"

مریم سوچ میں پڑ گئی "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"سوچنے کا کام بعد میں کر لینا پہلے کھانا کھاؤ... کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"تم بہت ضدی ہو" وہ جھنجلا کر بولی "کسی صورت پیچھا نہیں چھوڑتے۔"

"چلو اٹھو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "میرا پیچھا چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ پیر پٹختی ہوئی باتھ روم گئی اور ہاتھ دھو کر آ گئی "تم انتہائی ضدی آدمی ہو...."

"تمہارے اس بیان سے مجھے بالکل اختلاف نہیں ہے" میں نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ کھسیانے انداز میں ہنس دی "ڈھیٹ بھی بہت ہو" اس نے کہا۔

"تمہیں کھانا کھلانے کے لئے اس کے علاوہ اور بھی بہت خطابات قبول کر سکتا ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم محبت کرتے ہو مجھ سے؟" وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے

"تمہارے خیالات کی قدر کرتا ہوں" میں نے کہا "دونوں کے درمیان نظریات کا فرق ہی تو ہوتا ہے ورنہ تو سب ایک جیسے ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ میرے جواب پر وہ کچھ مرجھا سی گئی لیکن وہ کھانا کھاتی رہی۔

کھانے کے بعد میں مزید کچھ دیر اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ ہر طرح سے اس کی دلجوئی کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس طرح اس کی سزائے موت میں کوئی کمی نہ ہوتی مگر کم از کم میں تو اپنا آپ مجرم محسوس نہ کرتا۔ میں جانتا تھا کہ یہ دل کا بہلاوا ہے لیکن کبھی کبھی دل کو بہلانا ہی پڑتا ہے۔ نہ بہلایا جائے تو اس کے مچل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

دو گھنٹے بعد میں نے میک اپ روم پہنچ کر نارمن شیلوف کا روپ دھارنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کچھ دیر بعد کرنل نعمان بھی وہیں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھ نارمن شیلوف کی آواز کی کیسٹ بھی لایا تھا۔ اس نے کیسٹ ٹیپ ریکارڈر میں لگا دی۔

"یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کرنل کہ مجھے یہ کیسٹ سننے کی ضرورت ہے یا نہیں" میں نے نارمن شیلوف کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا اور کرنل نعمان چونک پڑا۔

"او خدا کے بندے" آخر تم کیا بلا ہو؟ اس نے انتہائی حیران ہو کر کہا "اتنی جلدی تم نے اس کی آواز کی اتنی کامیاب نقل کیسے اتار لی۔"

"انہی کرتبوں کی وجہ سے اب تک بچا ہوا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "ورنہ کب کا کام آ چکا ہوتا۔"

"اتنی کامیابی سے کسی کی آواز کی نقل اتارنا ناقابل یقین کی بات لگتی ہے۔"

"تم نے نارمن شیلوف اور نارمنڈو پر تشدد شروع کرا دیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ان دونوں پر تشدد شروع ہو چکا ہے" اور تمہاری ہدایت کے مطابق ہنٹروں اور بیدوں سے ان کی کھالیں اتارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"نہایت مناسب کوششیں کی جا رہی ہیں" میں نے سر ہلاتے ہوئے مطمئن انداز میں کہا "ان کی خوراک پر بھی خاصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تین روز تک ان پر تشدد جاری رہنا چاہئے۔ اس دوران انہیں کم سے کم خوراک دی جائے تاکہ اسپتال پہنچنے کے بعد بھی نارمنڈو کی قوت بحال ہونے میں چند روز لگ جائیں۔ ان تین دنوں کے دوران میں میں نارمن شیلوف کے چہرے کا ماسک تیار کرا لوں گا..."

"اور اس دوران میں نارمنڈو سے مزید کارآمد معلومات حاصل کر لوں گا" کرنل نعمان نے میری نقل اتاری۔

"ہاں" میں ہنس پڑا "اپنا کام نکالنے کے لئے ہم لوگوں کو اسی قسم کے طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔"

"تم بہت تیزی سے سوچتے ہو اور اسی تیزی سے عمل بھی کرتے ہو۔ تم سے میں نے کم از کم ایک بات ضرور سیکھی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ کام کرنے کے لئے تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ تفریح نہیں کرتے کام انہیں کھا جاتا ہے... تم نے مجھ سے اس کے بالکل برعکس بات کہی اور میں نے اسے غلط سمجھا لیکن جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بات تمہاری درست ہے۔ جو لوگ تفریح کرتے ہیں وہ کام کو کام سمجھ کے کرتے ہیں اور جو کام کو کام سمجھ کے کرے وہ کبھی حقیقی کامیابی نہیں حاصل کر سکتا۔ حقیقی کامیابی تو صرف ان

لڑکوں کے حصے میں آتی ہے۔ وہ کام کو تفریح سمجھ کے کرتے ہیں اور تفریح کو تضیعِ اوقات سمجھتے ہیں۔"

"چلو مجھے کسی بات کا تو کریڈٹ ملا" میں نے ہنس کر کہا "اں تو ہم بات یہ کر رہے تھے کہ نارمنڈو کو غشی اور بے ہوشی کی حالت میں اسپتال پہنچایا جائے گا۔ جب اس کی آنکھ کھلے گی تو میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اس کے ساتھ ہی موجود ہوں گا اور اسی کی طرح پٹیوں سے جکڑا ہوا ہوں گا۔"

"ان باتوں کی طرف سے بالکل بے فکر رہو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"یہ تو ابتدا ہے کرنل! اصل کھیل تو اسپتال سے شروع ہوگا۔"

"اور اس کھیل میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہوگا" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا۔

"فرار ہونے کا منصوبہ تم بناؤ گے۔ منصوبے کے بجائے اسے ڈراما کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس ڈرامے کی ہدایت کاری کے فرائض تو تمہیں ہی سرانجام دینے ہوں گے۔"

"کمال ہے" کرنل نعمان نے پلکیں جھپکائیں "میں تو سمجھ رہا تھا کہ منصوبہ تم خود بناؤ گے۔"

"منصوبہ تو میں بنالوں گا مگر اس کے لئے بہت مغزپچی کرنا پڑے گی۔"

"میں سمجھ رہا تھا کہ اسپتال سے فرار ہونے والی تجویز پیش کرتے وقت تمہارے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہوگا" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ تو میں نے صرف اس خیال سے کہا تھا کہ یہاں سے فرار ہونے کی بہ نسبت اسپتال سے فرار ہونا زیادہ آسان ہوگا... نہ صرف آسان بلکہ موساد کے سرکردہ لوگوں کو بھی یہ باور کرانے میں آسانی ہوگی کہ ہمارا فرار بھی یہ حقیقت ہے۔ اب تم کہہ رہے ہو کہ وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بھی میں ہی بناؤں۔"

"دراصل تم اپنے ساتھ نارمنڈو کو بھی لے جانا چاہتے ہو۔ تمہاری حد تک تو بات درست تھی لیکن ظاہر ہے جب نارمنڈو تمہارے ساتھ ہوگا تو ہم تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکیں گے۔ ممکن ہے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے تم دونوں پکڑے جاؤ۔ یہ خدشہ بھی ہے کہ اس سے قبل ہی تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔"

"ملک سے باہر نکلنے تک ہم تمہاری نظروں میں رہیں گے اور ہمیں تمہارا تعاون بھی حاصل رہے گا۔ اسپتال سے فرار ہونے کے لئے کوئی پیچیدہ منصوبہ بنانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم کوئی بھی آسان اور سادہ سا طریقہ منتخب کرلیں گے۔ وہاں سے نکل کر میں اور نارمنڈو آرتھر کے پاس پہنچیں گے۔ اس طرح نہ صرف عراق سے نکلنے کے لئے ہمیں ذاتی طور پر کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑے گی بلکہ آرتھر موساد کے ایجنٹ کو واردات کی صورتِ حال سے آگاہ کرے گا۔ گویا ہمارے اسرائیل پہنچنے سے قبل ہی موساد والے ہمارے فرار کو بھی طور پر قبول کرچکے ہوں گے اور ہمیں زیادہ وضاحتیں پیش نہیں کرنی پڑیں گی۔"

اسی روز رات کو میرے کمرے میں ہائی پوٹینسی خواب آور دوا کی گولیاں پہنچادی گئیں۔ "یہ گولیاں کس کے لئے منگوائی ہیں؟" مریم نے گولیاں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"منگوائی تو اپنے لئے ہیں لیکن اگر تم ضرورت محسوس کرو تو تم بھی استعمال کرسکتی ہو" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم خواب آور گولیاں استعمال کرنے کے عادی ہو؟" مریم نے پوچھا۔

"عادی تو نہیں ہوں لیکن کبھی کبھی ضرورت پڑنے پر استعمال کرلیتا ہوں" میں نے کہا "کل رات ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی اس لئے آج گولیاں منگوائیں۔"

"تمہیں بے آرامی کی وجہ سے نیند نہیں آئی ہوگی۔ تم صوفے پر سوئے تھے نا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مریم! بعض اوقات ذہنی الجھن کے باعث بھی نیند اڑجاتی ہے۔"

"میری بات مانو۔ اگر میرے ساتھ سونا گوارا نہیں ہے تو میں صوفے پر سوجاتی ہوں..."

"اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اپنا فیصلہ کل ہی سنا چکا ہوں۔"

مریم خاموش ہوگئی مگر میں محسوس کررہا تھا کہ اس کی نگاہ بار بار خواب آور گولیوں کی طرف اٹھ رہی تھی۔ میں نے کرنل نعمان کو دل ہی دل میں داد دی۔ اس نے واقعی ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مریم شاید ابھی سے ان خطوط پر سوچنا شروع کردیا تھا جن کی طرف کرنل نعمان نے اشارہ کیا تھا۔

نارمن شیلوف اور نارمنڈو پر تشدد ہوتا رہا۔ اس دوران میں نارمن شیلوف کے چہرے کا مکمل ماسک تیار کرچکا تھا۔ اب صرف آخری مراحل طے کرنے باقی رہ گئے تھے۔ ان تین دنوں کے دوران میری توجہ زیادہ تر کام کی طرف رہی تھی۔ کرنل نعمان سے بھی ملاقات کم ہی ہوئی تھی۔

تیسرے روز شام کو کرنل نے مجھے اطلاع دی کہ نارمنڈو کو اسپتال منتقل کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ اس کی حالت خاصی تباہ ہوچکی ہے۔

"اسپتال پہنچنے تک اسے لازماً بے ہوش رہنا چاہئے" میں نے نارمن شیلوف کا ماسک اپنے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"ہم اسے بے ہوشی کا انجکشن لگادیں گے" کرنل نے

باہر ہے۔ اتنے بڑے معاملے میں ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہمیں کون سے اسپتال میں رکھا جائے گا۔"

"ایک پرائیویٹ اسپتال کی تیسری منزل پر تم دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھا جائے گا" کرنل نے کہا "تمہارے کمرے کے باہر سادہ لباس میں فوجی متعین ہوں گے جن کے پاس ہتھیار ہوں گے مگر پوشیدہ ہوں گے تاکہ اسپتال میں خواہ مخواہ خوف وہراس نہ پھیلے۔"

"یہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں کہ ہم وہاں سے فرار ہوکر آرتھر کے پاس جائیں گے۔ اب صرف یہ طے کرنا ہے کہ ہم کب اور کس طرح فرار ہوں گے۔"

"ہاں یہ طے کرنا تمہارا کام ہے۔ جس طرح تم کہو گے اسی طرح کے انتظامات کردیئے جائیں گے۔"

"فی الحال تمہیں یہ کرنا ہے کہ ہماری بینڈیج وغیرہ تبدیل کرنے کے لئے ہمیں الگ کمرے میں لے جایا جائے اور علیحدہ علیحدہ لے جایا جائے تاکہ میں کوئی منصوبہ بناؤں تو تم سے اس کی جزئیات پر گفتگو کرسکوں۔"

"بصرہ ان دنوں بلیک آؤٹ کی زد میں ہے لہٰذا میرا خیال ہے کہ اگر تم فرار ہونے کے لئے رات کا وقت منتخب کرو تو تمہیں اندھیرے کی آڑ بھی مل جائے گی۔"

"ہم جب بھی فرار ہوں گے دن کے وقت فرار ہوں گے۔ اس لئے کہ ہمیں فوری طور پر آرتھر تک پہنچنا ہوگا اور میں اس کے گھر نہیں جانا چاہتا۔"

تمام معاملات طے ہوچکے تھے۔ تیاریاں مکمل تھیں... وہاں سے روانہ ہونے سے قبل میں اپنے کمرے میں آیا۔ مریم حسب معمول لیٹی ہوئی تھی۔ زیادہ تر وقت وہ لیٹ کر ہی گزارتی تھی۔ مجھے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی۔ اس کے پاس جانے سے قبل میں نے نارمن شیلوف کا ماسک چہرے سے اتار دیا تھا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے بھی میں زیادہ تر وقت تنہا ہی گزارتی ہوں" مریم نے آہستگی سے کہا۔ تین چار دنوں کے دوران اس کا حسن ماند پڑگیا تھا۔ سزائے موت کے خوف نے اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب نہ اس کے رخساروں پر سرخی باقی رہ گئی تھی اور نہ ہی آنکھوں میں وہ پہلے کی سی چمک رہ گئی تھی۔ وہ کبھی کبھی مضمحل اور اداس نظر آنے لگی تھی۔

"میرا وقت امانت ہوتا ہے مریم!" میں نے بھی دھیمی آواز میں کہا "مجھے افسوس ہے کہ چاہنے کے باوجود بھی میں تمہیں وقت نہیں دے سکا۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا "تمہاری اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری جدائی کا وقت قریب آگیا ہے۔"

"ہاں مریم!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "مجھے ایک اہم مشن سونپ دیا گیا ہے جس کی تکمیل کے لئے میدانِ عمل میں اترنا لازمی ہوگیا ہے۔ میں تم سے اجازت طلب کرنے آیا ہوں۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم نے جس طرح میری دلجوئی کی اس طرح تو کوئی اپنوں کے لئے بھی نہیں کرتا ہوگا۔"

"میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے مریم! نظریاتی اختلاف سے قطع نظر میں نے تم میں اپنی جھلک دیکھی تھی۔ ہم دونوں ہی امن کے خواہاں ہیں۔ یہ بہت مضبوط رشتہ ہوتا ہے مریم! ہم دونوں کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ طرزِ عمل کا فرق ضرور ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"مگر تم یہ بات کیوں نظر انداز کررہے ہو کہ میں یہودی ہوں اور تم یہودیوں کے جانی دشمن ہو؟"

"یہ خیال غلط ہے کہ میں یہودیوں کا جانی دشمن ہوں۔ میں تو آزادی کا علم بردار ہوں۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرے۔ کسی کو صرف اس کے مذہب کی بنیاد پر نہ تو مطعون کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے دشمنی رکھی جاسکتی ہے۔ میں اگر یہودیوں کا دشمن ہوں تو صرف اس وجہ سے ہوں کہ انہوں نے فلسطینیوں کی آزادی سلب کرلی ہے۔ وہ بیت المقدس پر قبضے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ میری جنگ یہودیوں کے خلاف نہیں بلکہ اس جبر واستبداد کے خلاف ہے جسے یہودی برحق سمجھتے ہیں۔"

"اگر کوئی اور یہ باتیں کہتا تو شاید میں یقین نہ کرتی لیکن میں نے تمہارا طرزِ عمل دیکھا ہے... میں تمہارے ان نظریات کو سلام کرتی ہوں۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "یہ نظریات میرے نہیں ہیں مریم!" میں نے کہا "یہ تو اس مذہب کی تعلیمات ہیں جس کا میں نام لیوا ہوں۔ اگرچہ میں اچھا مسلمان نہیں ہوں تاہم کوشش کرتا ہوں کہ جس حد تک بھی ممکن ہوسکے اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرسکوں۔"

"ہم... مگر میں نے تو سنا ہے" مریم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کہ اسلام جبر کا قائل ہے۔"

"تم مجھ سے کھل کر گفتگو کرسکتی ہو" میں نے نرم لہجے میں کہا "میں کوشش کروں گا کہ تمہارے سامنے تصویر کا صحیح رخ پیش کرسکوں۔ یہ صرف ایک پروپیگنڈہ ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات غلط ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل

کرنا چاہے تو اسے جان سے مار دیا جاتا ہے۔"

"ہاں' یہ بات بالکل درست ہے۔ ایک بار دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اگر کوئی اسے چھوڑتا ہے تو اس کا قتل لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کی جان بخشی کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس حکم کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہوتا۔ جبر تو اس وقت کہا جائے گا جب کسی کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔"

مریم کچھ کہنا ہی چاہ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک شخص دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ "آپ کو کرنل صاحب یاد کر رہے ہیں" اس نے مجھ سے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ان سے کہنا کہ مجھے کچھ دیر لگے گی۔ اگر وہ چاہیں تو یہاں آ سکتے ہیں۔"

"تم میری وجہ سے اپنا نقصان کیوں کر رہے ہو؟" مریم نے کہا "تمہیں کسی اہم کام سے جانا ہے تو چلے کیوں نہیں جاتے؟"

"میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو اس کام کے مقابلے میں بہت زیادہ اہم ہے" میں نے کہا۔ "ہاں تو تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ خونی تاریخ ہے؟"

"یہ مغربی مورخین کی رائے ہے جو سراسر تعصب پر مبنی ہے۔ مسلمانوں نے فتوحات ضرور کیں مگر مفتوحہ اقوام پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ اس کے برعکس جب اسپین میں مسلمانوں کی عظیم سلطنت زوال پذیر ہوئی تو عیسائیوں نے نہتے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے سب واقف ہیں۔ مسلمانوں کو زندہ تک جلایا گیا... مساجد کی بے حرمتی کی گئی جبکہ اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کی عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو یا کسی کو بالجبر مسلمان بنایا گیا ہو۔"

"اور بیت المقدس کے بارے میں تمہارا مذہب کیا کہتا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"ہم اسے قبلہ اول کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ بھی اتنا ہی محترم ہے جتنا تمہارے لئے۔ ہم تمہارے تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں۔ اگر ایک بھی پیغمبر کو نہ مانیں تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔"

"مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں اسلام کا کیا نظریہ ہے؟"

"مرد کو عورت کا محافظ بنایا گیا ہے۔ اس کی عزت' آبرو' جان مال سب کی حفاظت کرنا مرد پر لازم ہے۔ شادی کے بغیر دونوں کا آپس میں جنسی تعلق قائم کرنا قطعاً منع ہے۔"

"ہوں" مریم نے کہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ کرنل نعمان کمرے میں داخل ہوا۔

"تم کس چکر میں الجھ گئے علی؟" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا "ہم روانہ ہونے کے لئے تمہارے منتظر ہیں۔"

"میرا خیال ہے ابھی مزید تاخیر ہوگی" میں نے کہا "کیا تم کچھ دیر مزید انتظار نہیں کر سکتے؟"

"انتظار تو خیر ساری رات کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر مشن مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے مگر ایسی کون سی بات ہو گئی جس کی وجہ سے تم نے اپنا پروگرام ملتوی کیا ہے؟"

"دراصل مریم نے کچھ ایسی باتیں چھیڑ دیں جن کی بنا پر مجھے رکنا پڑ گیا ورنہ میں تو مریم سے الوداعی ملاقات کرنے آیا تھا۔ اگر کوئی ضروری کام نہ ہو تو تم بھی ہماری گفتگو میں حصہ لے سکتے ہو۔"

کرنل نعمان نے ملازم کو طلب کر کے اسے ضروری ہدایات دیں اس کے بعد وہ بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اس تمام عرصے میں مریم کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہی تھی۔

"عام طور پر جن مسلمانوں کو میں نے دیکھا ہے انہیں ان تمام برائیوں میں مبتلا پایا ہے جن میں بقول تمہارے اہل مغرب ملوث ہیں" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ کچھ یا تمام لوگوں کے عمل نہ کرنے سے مذہبی تعلیمات پر اثر پڑ سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا "لیکن یہ فیصلہ کیسے ہو کہ اصل تعلیمات کیا ہیں؟"

"یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے' ممکن ہے میں کوئی غلط بات بتا دوں اس لئے لٹریچر کا مطالعہ کرو' لٹریچر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

"میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ تم مجھ سے جھوٹ بولو گے" مریم نے تڑپ کر کہا "تمہارے کردار سے متاثر ہو کر ہی تو میں تمہارے مذہب کے بارے میں جاننا چاہ رہی ہوں۔ اگر تم کہتے ہو تو یقیناً ٹھیک ہی کہہ رہے ہو لیکن یہ بھی تو ہے کہ اب میرے پاس لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی مہلت ہی نہیں ہے' ظاہر ہے تم مجھے ساری باتیں تو نہیں بتا سکتے' اگر مہلت ملتی تو میں تمہارے لٹریچر کا مطالعہ ضرور کرتی۔"

"اگر تمہیں مطمئن کرنے کے لئے مجھے تمام رات بھی بیٹھنا پڑے تو یقین کرو مجھے کوئی عار نہیں ہوگا۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ تم میرے مذہب میں دلچسپی لے رہی ہو۔"

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ جس مذہب کے پیرو کار تم جیسے مثالی فرد موجود ہوں وہ مذہب غلط نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک باقی باتوں کا تعلق ہے وہ میں بعد میں معلوم کر لوں گی۔ سب سے پہلے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کوئی شخص اگر تمہارے مذہب میں شامل ہونا چاہے تو اس کے لئے اسے کیا شرائط پوری کرنا ہوں گی؟"

میرے جسم میں جیسے خون کی گردش یکلخت ہی تیز ہو گئی۔

مریم قبول کرنا چاہ رہی تھی۔ ایک غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا تو یقیناً خوشی کی بات ہوتی ہے لیکن اس کے معاملے میں تو میری خوشی دوچند ہو گئی تھی۔ باطنی طور پر تو وہ پہلے سے ہی مسلمان تھی کیونکہ اس کی فطرت میں امن اور سلامتی تھی اور اسلام کس چیز کا نام ہے۔ اس کے تو لفظی معنی ہی امن اور سلامتی کے ہیں۔ یہ تو محبت اور اخوت کا درس دینے والا مذہب ہے۔ مریم اگر قبول اسلام کے بغیر ہی مر جاتی تو مجھے تکلیف ہوتی۔ شاید اسے مسلمان دیکھنا میری لاشعوری خواہش تھی۔

"اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے مریم!" میں نے خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "خدا کی وحدانیت اور رسول اکرم کے آخری نبی ہونے پر زبان اور دل سے ایمان لانے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے۔"

"صرف اتنی سی بات؟" مریم نے حیرت سے کہا "میں ان تمام باتوں پر ایمان لاتی ہوں۔"

"تم نے دیکھا کرنل؟" میں نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا "مریم مسلمان ہو گئی... یہ پہلے ہی اسلامی تعلیمات سے قریب تھی اب باقاعدہ مسلمان بھی ہو گئی۔"

"میں نے ایسے ڈرامے بہت دیکھے ہیں" کرنل نعمان نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہ صرف اپنی جان بچانے کے لئے یہ حرکت کر رہی ہے۔"

"کیا اس طرح میری جان بچ جائے گی؟" مریم نے حیرت سے کہا "مگر میں نے تو صرف اس لئے اسلام قبول کیا ہے کہ میں مرتے وقت علی کے مذہب پر ہوں۔"

"تم نہا کر اور کپڑے بدل کر آؤ مریم! ابھی تمہیں باقاعدہ کلمہ پڑھاؤں گا۔"

"کلمہ کیا ہوتا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"عربی کے وہ الفاظ جن کے ادا کرتے ہی آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔"

"میں ابھی نہا کر آتی ہوں" وہ جھینپتی ہوئی باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ تم بیٹھے بٹھائے کس چکر میں پھنس گئے" کرنل نعمان نے تشویش سے کہا۔

"چکر!" میں نے حیرت سے کہا "وہ مسلمان ہو رہی ہے اور تم اسے چکر کہہ رہے ہو۔"

"میں کسی یہودی پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کوئی شخص جان کے خوف سے کلمہ پڑھ لے تو اس کا قبول اسلام قابل اعتنا نہیں ہوتا۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو کرنل!" میں نے سنجیدگی سے کہا "جو کوئی زبان سے کلمہ پڑھ لے اسے وہ تمام مراعات حاصل ہو جاتی ہیں جو کسی بھی مسلمان کو ہو سکتی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی! لیکن دل کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم ایک ایسے شخص کی زبان پر کیسے یقین کر سکتے ہیں جسے ایک یقینی موت کا سامنا ہے۔"

"جب تم مان رہے ہو کہ دل کا حال خدا ہی بہتر جانتا ہے تو پھر زبان پر یقین کرنے کے سوا اور کیا چارہ رہ جاتا ہے؟"

"تمہیں چاہئے تھا یہ کام کسی اور کے سپرد کر دیتے یہ کام تو کوئی بھی کر لے گا مگر جو کام تمہیں کرنا ہے وہ صرف تم ہی کر سکتے ہو کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"میری لاشعوری خواہش شاید یہی تھی کہ مریم مسلمان ہو جائے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے ہی ہاتھوں پر قبول اسلام کرے۔ نہیں کرنل نعمان! یہ کام بھی کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔"

کرنل نعمان بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ مریم کے قبول اسلام سے اس کے لئے کیا دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مریم کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔ ظاہر ہے مسلمان ہونے کے بعد اسے معاف کرنا پڑتا۔ وہ نہ کرتے تو انہیں اندازہ تھا کہ میں اس بات پر زور دوں گا اور انہیں ایک آزمائش سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کرنل زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکا "تمہیں معلوم ہے کہ فوجی عدالت اسے سزائے موت سنا چکی ہے" اس نے کہا "مریم کے مسلمان ہونے کے بعد کیا ہوگا؟"

"تم خود اندازہ کر سکتے ہو" میں مسکرایا "مسلمان ہونے کا مطلب ہے اس نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لی ہیں۔ ایسے میں فیصلہ تو منسوخ کرنا ہی پڑے گا۔"

کرنل نعمان اٹھ کر مضطربانہ انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "فوجی عدالتوں کے سنائے ہوئے فیصلے آسانی سے تبدیل نہیں ہوا کرتے" اس نے کہا۔

"اس معاملے میں تو فیصلے پر غور کرنا پڑے گا" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا "غور نہیں بلکہ اسے باعزت طور پر رہا کرنے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"تمہیں سوچنا چاہئے کہ یہ ملکی سالمیت کا معاملہ ہے۔ کل کلاں کو اگر یہ بات اسرائیل تک پہنچ گئی کہ ان کا طیارہ اغوا کر کے عراق لایا گیا تھا اور ہم نے طیارہ ہائی جیک کرنے والوں کی نہ صرف مدد کی تھی بلکہ اسرائیل کے تمام لوگوں کو سزائے موت دے دی تھی تو ذرا تصور کرو کہ ہماری پوزیشن کیا ہوگی۔ کیا ہم ایک وقت دو ملکوں سے جنگ کر سکیں گے۔ ایران سے تو پہلے ہی جنگ ہو رہی ہے۔"

"تم اس مفروضے کی بنیاد پر یہ ساری باتیں کر رہے ہو کہ

مریم ہم سے دھوکا کر رہی ہے۔" میں نے کہا "اور کسی مفروضے کی بنیاد پر کسی کی جان نہیں لی جا سکتی۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی! یہ مفروضہ ہی سہی مگر اس کی خوف ناکی پر بھی تو غور کرو۔ اگر خدانخواستہ یہ مفروضہ صحیح ثابت ہوا تو کیا ہوگا؟"

"اول تو یہ بعید از امکان ہے لیکن اگر یہ خدشہ درست ثابت ہوا تو میں مریم کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اسے دنیا کے کسی گوشے میں پناہ میسر نہیں آ سکے گی۔"

"تم اسے جو بھی سزا دو گے اس سے اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکے گی جو وہ ہمیں پہنچا چکی ہوگی۔ اس لئے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ..."

"میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کرنل! میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اسلام قبول کرتے ہی وہ رعایت کی مستحق ہو گئی۔ یہ اس کا حق ہے جو اسے ہر حال میں ملنا چاہئے۔"

"فرض کرو تمہاری توقعات پوری نہیں ہوتیں؟" کرنل نے رک رک کر کہا "فرض کرو فوجی عدالت اپنی دی ہوئی سزا پر نظر ثانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی تو کیا ہوگا؟"

"میں کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ خاص طور پر کسی نومسلم کے معاملے میں تو میرے لئے غیر جانب دار رہنا اور بھی مشکل ہو جائے گا۔"

"اپنے الفاظ پر غور کرو علی!" کرنل کے لہجے میں دھمکی پوشیدہ تھی "تمہارے الفاظ بھی نامناسب ہیں اور لہجے سے بھی بغاوت کی بو آ رہی ہے۔"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا "میں پہلے غور کرتا ہوں پھر کوئی بات منہ سے نکالتا ہوں لہٰذا کچھ کہنے کے بعد اس پر غور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں تمہیں آخری بار سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہمارے معاملات میں الجھنے کے بجائے اپنے کام سے کام رکھو۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔"

"میں اپنا بھلا برا خوب سمجھتا ہوں کرنل! میں کوئی بچہ نہیں ہوں جسے تم سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو" اس بار میرا لہجہ بھی خراب ہو گیا تھا۔

"تو پھر وسیع تر ملکی مفادات میں میں بھی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوں" کرنل نے ریوالور نکال کر مجھے زد میں لے لیا "خود کو زیر حراست تصور کرو۔"

"وہ تو میں کر لوں گا" میں نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم نے صرف ملکی مفاد کے بارے میں سوچا۔ کچھ مذہبی مفاد کے بارے میں بھی سوچ لیتے تو کیا برا تھا؟"

"اب تم تو صرف اپنے بارے میں سوچو... تم پر ریوالور اٹھائے ہوئے مجھے افسوس تو ہو رہا ہے لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران بعض اوقات ناگوار صورت حال سے بھی گزرنا پڑ جاتا ہے" کرنل کی بات مکمل ہوئی ہی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ مریم نہانے کے بعد باہر نکل رہی تھی۔ کرنل کی نگاہ اس طرف اٹھی۔ میں ایسے ہی کسی موقعے کا منتظر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کی قید میں جانے کے باوجود مجھے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے مگر پھر بھی مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ میں قید ہو جاتا۔ میرے خیال میں یہ ایک نقصان ہی کچھ کم نہ ہوتا کہ مریم کو سزائے موت دے دی جاتی۔

جیسے ہی اس کی نگاہ مریم کی طرف اٹھی میں نے چیتے کی طرح اس پر زقند لگا دی۔ اگلے ہی لمحے نہ صرف ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا بلکہ میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت دیے بغیر اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

"برا نہ ماننا کرنل!" میں نے اس کا ہاتھ موڑ کر پشت پر لے جاتے ہوئے کہا "میرے بھی کچھ فرائض ہیں جن سے عہدہ برا ہونے کے لئے بعض اوقات مجھے بھی ناگوار صورت حال سے گزرنا پڑتا ہے۔"

مریم باتھ روم کے دروازے میں ہی رک گئی تھی اور سناٹے کے عالم میں ہمیں دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں کے دوران اتنی بڑی تبدیلی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"تم اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح یہاں سے بچ کر جاؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے" کرنل نعمان نے کہا۔ وہ اس طرح میری گرفت میں جکڑا ہوا تھا کہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہاں بہت سخت حفاظتی انتظامات ہیں لیکن اب میں دیکھوں گا کہ کون سا حفاظتی نظام میری راہ کی دیوار بنے گا" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ تم نے ایک بار پہلے حماقت کی تھی اور ہم نے اسے نظر انداز کر دیا تھا" کرنل بولا "لیکن ضروری نہیں کہ ہر بار تمہیں معاف کر دیا جائے۔ ابھی وقت ہے سوچ لو۔"

میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا "اس وقت میں جذبات کا شکار نہیں ہوں۔ میں بس کیا تھا لیکن اس بار میرا تم سے اصولی اختلاف ہے۔ تمہیں یرغمال بنا کر خود بھی یہاں سے نکل جاؤں گا اور مریم کو ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نہ تو خود قید ہونا گوارا کر سکتا ہوں اور نہ ہی یہ برداشت کر سکتا ہوں کہ مسلمان ہونے کے باوجود اسے سزائے موت دے دی جائے۔"

"یہ تم کیا کر رہے ہو علی؟" دفعتاً مریم نے کہا "اس معاملے میں تمہیں اتنا آگے بڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ ایک اصولی بات ہے مریم! محض اس معاملے پر کہ تمہاری سزا پر نظر ثانی کی ضرورت ہے" کرنل نے مجھے بھی حراست میں لینے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"کرنل نعمان کو چھوڑ دو علی!" مریم نے کہا "میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے دو افراد کے درمیان کسی قسم کی مخالفت پیدا ہو۔"

"تم فکر نہ کرو مریم! اس کی وجہ تم ہرگز نہیں ہو۔ ہمارے درمیان اصولوں کی جنگ ہے۔ جو اصولی طور پر درست ہوگا وہی فریق کامیاب ہوگا۔"

"تو تم یوں میری بات نہیں مانو گے" مریم نے آگے بڑھ کر کرنل نعمان کے ہاتھ سے گرا ہوا ریوالور اٹھا لیا "میں ریوالور کے زور پر تمہیں حکم دیتی ہوں کہ کرنل نعمان کو چھوڑ دو" اس نے سخت لہجے میں حکم دیا۔

مریم کی جرأت میرے لئے حیران کن تھی۔ معلوم نہیں وہ کیا چاہتی تھی تاہم مجھے یقین تھا کہ اس میں گولی چلانے کا حوصلہ نہیں ہے۔ اس لئے میں نے بے خوفی سے کہا "تم ضرور گولی چلا دو مگر میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"تم شاید سمجھ رہے ہو کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے" مریم نے دھمکی دی مگر اسے خود اپنے لہجے کی کمزوری کا احساس ہو گیا تھا۔

"فرض کرو تم نے مجھ پر گولی چلانے کی ہمت کر بھی لی تب بھی یہ تو سوچو کہ میرے اور تمہارے درمیان کرنل نعمان موجود ہے۔ گولی پہلے اسے لگے گی بعد میں مجھ تک پہنچے گی" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

مریم نے ایک لمحے کے لئے میری بات پر غور کیا پھر بولی "تم مجھے احمق کیوں سمجھ رہے ہو۔ گولی چلاتے وقت میں اپنی جگہ تبدیل کر لوں گی۔"

"مت بھولو کرنل نعمان میرے شکنجے میں بے بس ہے میں اس سمیت اپنی پوزیشن تبدیل کر لوں گا۔ گولی ہر حال میں پہلے کرنل نعمان کو لگے گی۔"

مریم خاموش ہو گئی۔ وہ کسی خاص نکتے پر غور کر رہی تھی۔ "ٹھیک ہے میں یہ بات تسلیم کرتی ہوں" وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولی "تم جیسے شخص پر میں واقعی اسلحے کے بل پر بھی قابو نہیں پا سکتی لیکن میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا بھی تو وجہ نزاع میں ہرگز نہیں بنوں گی۔ میں تم سے کہہ سکتی ہوں کہ آپس میں جھگڑا مت کرو اور کرنل نعمان کو چھوڑ دو۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ یہ مجھے قید کر لے اور تمہیں سزائے موت دلوا دے... نہیں مریم! تم احمقانہ بات کر رہی ہو اور میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا اور میں یہ چاہتی ہوں کہ کوئی بھی ایسا کام کرنے سے گریز کرنا چاہئے جس سے ہنگامے کی فضا پیدا ہو لہٰذا میں اپنا مسلمان ہونے کا فیصلہ واپس لیتی ہوں۔"

مریم کی اس بات سے مجھے شدید دھچکا لگا۔ کرنل نعمان کے ہاتھ پر میری گرفت خود بخود ختم ہو گئی اور وہ میری گرفت سے آزاد ہو گیا۔ اب میں براہ راست مریم کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی زد میں تھا۔ میری نظروں کا مرکز مریم کا چہرہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود ریوالور پر میری توجہ بالکل بھی نہیں تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس موقع پر کیا کہنا چاہئے یا کیا کرنا چاہئے۔

میری طرح کرنل نعمان بھی تذبذب کا شکار تھا۔ وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر مریم کے ہاتھ سے ریوالور چھین سکتا تھا، میرے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتا تھا یا پھر کم از کم آواز دے کر اپنے آدمیوں کو ہی طلب کر سکتا تھا مگر اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ عراقی انٹیلی جنس کا سربراہ قوت فیصلہ سے محروم ہو چکا تھا۔

چند لمحوں تک کمرے پر سکوت طاری رہا پھر میری آواز نے اس سکوت کو توڑا "تمہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے مریم!" میں نے کہا۔

"اگر تم دونوں آپس میں جھگڑا ختم کر دو گے تو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر قائم رہوں گی ہاں اگر تم مجھے یقین دلا دو کہ میرے اس فیصلے سے تمہارے تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تو مجھے تمہارا مذہب قبول کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگا۔"

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو مریم!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "اگر میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تو تمہیں سزائے موت دے دی جائے گی۔"

"فیصلہ تو پہلے ہی سنایا جا چکا ہے۔ اب اس پر عمل درآمد بھی ہو جائے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو کیا میں نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ نہیں علی! نہیں... یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار کرنے کے بعد کیا ہے۔ پورے تین دن تک میں کشمکش میں مبتلا رہی ہوں تب کہیں جا کر اس نتیجے پر پہنچی ہوں اور وہ بھی تم سے گفتگو کرنے کے بعد... اب تم بتاؤ میں کیا کروں؟"

"تم نے مجھے بے بس کر دیا ہے مریم! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب اس معاملے میں کچھ نہیں بولوں گا۔"

"تم نے میرا دل خوش کر دیا" وہ سرشاری کے عالم میں بولی۔ "اب جلدی سے مجھے کلمہ پڑھوا دو۔"

اس کا یہ والہانہ جذبہ دیکھ کر میری آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ کرنل نعمان پر بھی اس کی وارفتگی کا گہرا اثر ہوا تھا۔ مریم نے اس کا ریوالور اس کے حوالے کر دیا اور کرنل نعمان نے اس سے

ریوالور لے کر رکھ لیا۔ میں نے مریم کو کلمہ پڑھوایا جو وہ تھوڑی ہی دقت کے بعد پڑھنے میں کامیاب ہوگئی۔ میں نے کلمہ طیبہ کا ترجمہ انگریزی اور عبرانی میں اسے سنایا۔

"تم گواہ رہنا علی!" مریم نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں نے خدا کی وحدانیت اور اس کے آخری نبی کی رسالت کا زبان سے اقرار کرلیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ہر وہ حکم تسلیم کرلیا ہے جو تمہارے مذہب کا ہے اور دعا ہے میرے علم میں نہیں ہو سکتا... لیکن ماضی میں میں نے جو گناہ کئے ہیں ان کا کیا بنے گا؟" اس کے لہجے میں تشویش کا عنصر شامل ہوگیا۔

"ہمارا مذہب کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی ابھی ماں کی پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہیں تھی ورنہ شاید میری نیت میں کھوٹ شامل ہو جاتا۔"

"مبارک ہو مریم! مبارک ہو علی!" کرنل نعمان نے کہا۔ "خدا نے مریم کو ہدایت دی۔ دعا کرو کہ وہ مریم کو استقامت بھی عطا فرمائے۔"

میں نے زخمی نگاہوں سے کرنل نعمان کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ مریم مخلص ہے اور اب مجھے مبارک باد پیش کر رہا تھا۔

"میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا ہوں کرنل!" میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا "تم جب تک چاہو مجھے حراست میں رکھ سکتے ہو۔ میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا۔"

کرنل نعمان بری طرح متعجب ہوا "کیسی باتیں کر رہے ہو علی! اب مریم کے مسلمان ہونے میں مجھے کوئی شبہ نہیں رہا۔"

"سوچ لو کرنل! میں ایک بار پہلے بھی بدگمانی غلطی کا مرتکب ہوا تھا۔ اب پھر میں نے ایک غلطی کی ہے۔ بار بار معاف کرو گے تو میرے حوصلے بڑھ جائیں گے۔"

"اس بار میں غلطی پر تھا" کرنل نعمان نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا "ایک غلطی تم نے کی ایک مجھ سے ہوئی حساب برابر ہوگیا۔"

"میں تمہارے خلاف جارحیت کا مرتکب بھی تو ہوا تھا" میں نے کہا "یہ چیز ڈسپلن کے بھی خلاف ہے۔"

"حالات کے تحت تو تم نے جو کچھ بھی کیا میں اسے درست تصور کرتا ہوں" کرنل نے سنجیدگی سے کہا "رہی بات ڈسپلن کی تو تم ہمارے ملازم نہیں ہو۔ تم پر محکمہ جاتی قوانین اس طرح لاگو نہیں ہو سکتے جس طرح ہمارے ملازمین پر لاگو ہوتے ہیں۔ تم تو ہمارے معاونین میں سے ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور اپنا دل صاف کرلو۔"

"اوکے کرنل! پچھلی ساری باتیں ختم۔ اب یہ بتاؤ کہ ہم کس وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

"میرے خیال میں یہ معاملہ اب صبح پر انحصار ہو" کرنل نے کہا "اور اب میں چلتا ہوں۔"

"یہ شیشی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ کرنل" مریم نے کہا۔ "اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں چلتے ہوئے سوت کو گلے لگاؤں گی۔"

کرنل نے میری طرف دیکھا اور میں جلدی سے بولا "مریم کی اس بات پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔"

میری اس وضاحت پر کرنل مطمئن تو ہوگیا مگر اس کی حیرت برقرار تھی تاہم کچھ کہے بغیر اس نے مریم کے ہاتھ سے شراب اور گولیوں کی شیشی لی اور کمرے سے چلا گیا۔

"تم نے تو اس وقت کمال ہی کر دیا" میں نے مریم سے کہا۔ "یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا کہ شراب اور دوا کی تجویز کرنل نے پیش کی تھی۔"

"میں پہلے روز ہی سمجھ گئی تھی کہ یہ حرکت کرنل نعمان کی ہی ہو سکتی ہے۔ تمہارے دباؤ سے مجبور ہو کر اس نے مجھے یہ موقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہوگا تاکہ میں سزائے موت سے بچنے کے لئے خودکشی کر لوں۔"

اس رات میں پلک بھی نہیں جھپکا سکا۔ نہ میں ایک لمحے کے لئے سویا اور نہ مریم سوئی۔ وہ کرید کرید کر مجھ سے مذہب کے بارے میں سوالات کرتی رہی اور میں حتی الامکان اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اسلام کے بارے میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتی تھی۔ اس کے دل میں سچی لگن اور تڑپ پیدا ہوگئی تھی۔ اس کے چہرے پر سچائی کا نور تھا۔ میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی کہ شاید اب اس کی سزا میں تخفیف ہو جائے مگر اب اسے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اسے تو بس یہ فکر تھی کہ مرنے سے قبل اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لے۔ میں اس پر رشک کرنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔

صبح کرنل خود میرے کمرے میں آیا اور اس نے ہمارے ساتھ ہی ناشتا کیا۔

"میں نے تمہارا کیس وزارت دفاع بھجوا دیا ہے" ناشتے کے دوران کرنل نے مریم سے کہا "مجھے توقع ہے کہ تمہاری سزا پر نظرثانی ہو جائے گی۔"

"تم لوگ تو یہاں سے چلے جاؤ گے اور میں تنہا رہ جاؤں گی" مریم نے کہا "اگر تم اپنے مذہب سے متعلق چند کتابیں..."

"اب ہمارا اور تمہارا مذہب الگ الگ نہیں رہا" کرنل نے کہا "اور کتابیں تمہیں تھوڑی دیر بعد مل جائیں گی۔"

میرے دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹ گیا تھا اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

ناشتا کرنے کے بعد ہم اسپتال کے لئے روانہ ہوگئے۔ میں اور مارمنڈو ایک بند وین کے پچھلے حصے میں تھے۔ مارمنڈو کا جسم یوں سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ بے ہوشی کے انجکشن کے زیر اثر تھا۔ کرنل نعمان نے بتایا تھا کہ اسے کئی گھنٹوں تک ہوش نہیں آئے گا۔

میں مارمن شلوف کے میک اپ میں تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے کتنا عرصہ اس روپ میں گزارنا پڑے گا۔ یقیناً میری راہ میں بہت سی مشکلات آتیں۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میں اس رول کو کامیابی سے نباہ بھی سکوں گا یا نہیں کسی بھی وقت راز کھل سکتا تھا تاہم توقع تھی کہ میں اسرائیل کو کوئی نہ کوئی نقصان پہنچانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اس لئے میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوگیا تھا۔

مارمنڈو کو کمرا نمبر تین سو بارہ میں پہنچا دیا گیا۔ تیسری منزل پر پرائیویٹ وارڈ تھا اور کرنل نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں ایک کمرے میں دو مریضوں کو نہیں رکھا جاتا مگر یہ معاملہ چونکہ ملٹری انٹیلی جنس سے متعلق تھا اس لئے ظاہر ہے اسپتال کی انتظامیہ معترض نہیں ہو سکتی تھی۔

کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے سیاہ رنگ کے تھے۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر بھی سیاہ رنگ کا پینٹ کرایا گیا تھا تاکہ رات کے وقت کمروں میں جلنے والی روشنی چھن کر باہر نہ جا سکے۔ میں ملحقہ کھڑکی کے پاس گیا اور اسے کھول کر باہر کا جائزہ لینے لگا۔ کھڑکی کے ساتھ نیچے تک دیوار سپاٹ تھی۔ اس طرف سے فرار بالکل ناممکن تھا۔ اسپتال کا احاطہ خاصا کشادہ تھا اور اس میں خوبصورت لان لگایا گیا تھا جس کا اختتام لوہے کے جنگلوں پر ہوتا تھا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کرنل کی طرف پلٹا جو بغور مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے کرنل!" میں نے کہا "اس سمت سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔ گویا ہمیں فرار ہونے کے لئے پورے اسپتال سے گزرنا پڑے گا۔"

"اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ اگر تم پہلے ہی ان سب باتوں کا جائزہ لے لیتے تو اچھا ہوتا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے کہا "کبھی تمہیں اپنا منصوبہ بتاؤں گا اور یہ تمہاری ذمے داری ہوگی کہ اس میں کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔"

"کیا تم نے کوئی منصوبہ بنا لیا ہے" کرنل نعمان نے تجسس سے پوچھا۔

"ابھی نہیں" میں نے نفی میں سر ہلا دیا "لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جو بھی منصوبہ ہو گا وہ بہت سادہ اور آسان منصوبہ ہوگا۔ اس وقت تو تم مجھے تیسری منزل کی سیر کرا دو۔"

کرنل مجھے لے کر کمرے سے باہر نکلا "یہ سامنے ڈریسنگ روم ہے" اس نے قدرے بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا "تم دونوں کو علیحدہ علیحدہ ڈریسنگ کے لئے روزانہ یہاں لایا جائے گا۔"

میں کرنل کے ساتھ ڈریسنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ زیادہ بڑا کمرہ نہیں تھا اور وہاں آلات جراحی اور ادویات کے علاوہ چند کرسیاں اور ایک اسٹریچر دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں، میں اس منزل سے پوری طرح واقفیت حاصل کر چکا تھا۔ سب سے زیادہ کارآمد جگہ ایک کونے پر واقع وہ کمرہ تھا جو اسٹور تھا۔ میں نے اسٹور کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔ اس کمرے میں صرف دو آدمی ہوا کرتے تھے۔ ایک اسٹور کیپر اور ایک اس کا اسسٹنٹ اسٹور کی ایک الماری میں سفید رنگ کے دھلے ہوئے کوٹ رکھے ہوئے تھے۔ یہ وہ کوٹ تھے جو ڈاکٹروں کے استعمال میں رہتے ہیں۔

"اب تو تمہاری ڈریسنگ بھی کروادوں" کرنل نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"خیال رکھنا کرنل کہیں کسی ڈاکٹر کے ذریعے میرے زخمی نہ ہونے کا راز افشا نہ ہو جائے۔"

"بے فکر رہو، تم دونوں کی مرہم پٹی کوئی عام ڈاکٹر نہیں کرے گا بلکہ ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا ایک ڈاکٹر کرے گا۔"

ملٹری انٹیلی جنس کے ایک ڈاکٹر نے میرے جسم پر پٹیاں لپیٹ دیں اور میں بھی کمرے میں آکر بیڈ پر دراز ہوگیا۔ چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لئے نیند نے فوراً ہی آدبوچا۔

میری آنکھ کوئی چار گھنٹے بعد کھلی۔ کمرے میں مارمنڈو کے کراہنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے آنکھ کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور نحیف سی آواز میں بولا "ہم کہاں ہیں؟"

"یہ کوئی اسپتال معلوم ہوتا ہے" مارمنڈو نے تکلیف سے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

میں بھی ہولے ہولے کراہنے لگا تاکہ مارمنڈو کو مجھ پر شبہ نہ ہونے پائے "اب اس کمبخت ملٹری اسپتال سے کیسے نکلیں گے؟" میں نے کہا۔

مارمنڈو میری یہ بات سن کر ایک لمحے کے لئے اپنی تکلیف بھول گیا "ملٹری اسپتال!" اس نے حیرت سے کہا "یہ کوئی فوجی اسپتال تو ہرگز نہیں ہے۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو مارمنڈو! فوجی اسپتال میں نہیں تو کیا

"ہمیں کسی پرائیویٹ اسپتال میں رکھا جائے گا؟"

"میں پاگل نہیں ہوا بلکہ تمہاری ذہنی صلاحیتیں متاثر ہوئی ہیں۔ فوجی اسپتال مختلف ہوتے ہیں۔ اور وہ دیکھو، پردوں پر اسپتال کا نام کڑھا ہوا ہے۔ نادرہ جنرل اسپتال۔"

میں نے نارمنڈو کو دکھانے کے لئے سر کو جنبش دینے کی کوشش کی اور کراہ کر رہ گیا "کمبخت نے بڑی بے دردی سے کھال ادھیڑی ہے۔ میرے تو سر کو بھی نہیں بخشا۔ ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔"

کمرے میں ایک نرس کے داخل ہونے سے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نرس خاصی حسین تھی۔ معلوم نہیں کرنل نعمان نے خصوصی طور پر اہتمام کیا تھا یا وہاں کی ساری نرسیں ایسی ہی حسین تھیں تاہم حسن کے معاملے میں عراق کسی بھی طرح مصر اور لبنان سے پیچھے نہیں تھا۔

"تم لوگوں کو ہوش آ گیا" نرس نے کہا اور سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی جہاں کچھ دوائیں رکھی نظر آ رہی تھیں۔ پہلے اس نے نارمنڈو کو کچھ دوائیں کھلائیں اس کے بعد میری طرف آئی۔

"یہ لو" اس نے پانچ چھ گولیاں میری طرف بڑھائیں "انہیں پانی کے ساتھ نگل لو" اس نے دوسرے ہاتھ میں موجود پانی کا گلاس بھی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اٹھنے کی ناکام کوشش کی اور کراہ کر رہ گیا "لیٹ کر گولیاں نگلنے کا مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے" میں کراہا "اور بغیر سہارے کے اٹھ کر بیٹھنا ممکن نظر نہیں آ رہا۔"

اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا پھر جھک کر مجھے سہارا دیا اور میں جیسے تیسے اٹھ کر بیٹھ گیا "تمہارا بہت بہت شکریہ اے حسین و جمیل خاتون!" میں نے گولیاں نگل کر کہا "کیا میں تمہارا نام پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟"

اس نے حیرت سے مجھے دیکھا "مجھے بتایا گیا تھا کہ تم بری طرح زخمی ہو" اس نے کہا۔

"تو کیا ایک زخمی کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حسین خاتون سے اس کا نام معلوم کر سکے" میں نے معصومیت سے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میرا نام فرنانہ ہے" اس نے ایک ادا سے گردن جھٹک کر کہا اور کرسی پر بیٹھ گئی "میری ڈیوٹی تمہارے کمرے میں لگائی گئی ہے۔"

"میں اس نیک دل ڈاکٹر کا مشکور ہوں جس نے تم جیسی حسین نرس کی ڈیوٹی میرے پاس لگائی۔ اب میں جلدی صحت یاب ہو سکوں گا۔"

"تم بڑے دل پھینک معلوم ہوتے ہو۔ اتنی خراب حالت میں بھی رومانی گفتگو سے باز نہیں آ رہے۔"

"اگر تم برا مان رہی ہو تو اب ایسی کوئی بات نہیں کروں گا" میں نے اپنے لہجے میں لجاجت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں" وہ ہنس پڑی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بھلا اپنی تعریف سن کر کون سی لڑکی ایسی ہوگی جو خوش نہیں ہوگی۔"

"ایک ایسی بھی ہے" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں اس کے حسن کی تعریف کرتا ہوں تو جانتی ہو کیا کہتی ہے۔ کہتی ہے تو آپ کو بے وقوف بنانے کے لئے میرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا۔ کبھی کہتی ہے "آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں جانتی ہوں کہ میں کتنی خوبصورت ہوں۔""

فرنانہ ہنس رہی تھی "ایسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں" اس نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جو چاہتی ہیں کہ ان کے حسن کی تعریف زیادہ شد و مد سے کی جائے۔"

میں نے یوں آنکھیں پھاڑ کر فرنانہ کو دیکھا جیسے اس کے تجزیے نے میری آنکھیں کھول دی ہوں لیکن درحقیقت میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اتنی بے تکلفی سے کیوں گفتگو کر رہی ہے۔ یہ اس کی عادت تھی یا اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔ میں چونکہ لارین شلوف کا رول کر رہا تھا اس لئے مجھے تو یہی کچھ کرنا تھا۔ اس کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ لڑکیوں کی موجودگی میں بہت زیادہ ہی چہکنے کا عادی ہے۔

"ہائے" میں بڑے زور سے کراہا اور فرنانہ اٹھ کر میری طرف آئی "کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"سر میں ٹیس اٹھی تھی" میں نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اب ٹھیک ہوں۔"

اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی "آپ کو بالکل بھی حرکت نہیں کرنی چاہئے" اس نے مجھے سرزنش کی "میں اس اسپتال میں ملازم ہوں۔ ٹھیک ہونے کے بعد میرے ہاتھ سے شوق فرما لیجئے گا۔"

"تم پہلے کہاں تھیں۔۔۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ لڑکیاں اپنی تعریف کرانے کے لئے ایسی باتیں کرتی ہیں۔ میں دن رات ان کی تعریف کرتا رہتا۔"

"میرا ہاتھ چھوڑئیے جناب" فرنانہ نے نازنخرے سے کہا اور میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"معلوم نہیں لڑکیاں مجھ سے ناراض کیوں ہو جاتی ہیں" میں نے مغموم لہجے میں کہا۔

"تم کون سی مٹی کے بنے ہوئے ہو لارنس؟" نارمنڈو نے ہانک لگائی "بستر مرگ پر بھی نہیں سدھرو گے؟"

"معلوم نہیں بھائی!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "بستر مرگ کیا ہوتا ہے میں ابھی سے کیسے بتا سکتا ہوں۔"

فرنانہ نے پھر کرسی سنبھال لی تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ اب اس کے چہرے سے ذرا سی بھی ناراضگی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

"مجھے آپ کی تیمارداری کرنی ہے" اس نے کہا "اگر آپ نے زیادہ ہلنے جلنے کی کوشش کی تو کیس بگڑ سکتا ہے اور مجھ سے جواب طلبی بھی ہو سکتی ہے۔"

"یہ بات تم نے مجھے پہلے ہی بتا دی ہوتی" میں نے بڑے خلوص سے کہا "اب ٹھیک ہونے تک میں ذرا سی بھی جنبش نہیں کروں گا۔"

میں نے محسوس کیا کہ نارمنڈو کی پلکیں بوجھل ہو رہی ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ فرنانہ نے اس کے قریب جا کر اسے چیک کیا اور میری طرف پلٹ کر بولی "یہ سو چکا ہے۔"

"کیا ان گولیوں میں خواب آور دوا بھی کوئی شامل تھی؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں! تکلیف کا احساس زائل کرنے کے لئے خواب آور ادویات کا ہی سہارا لیا جاتا ہے۔"

"لیکن مجھے ابھی تک نیند کیوں نہیں آئی۔ دوائیں تو ہم دونوں نے ایک ہی ساتھ کھائی تھیں۔"

"آپ کو جو گولیاں دی گئی ہیں ان میں خواب آور کوئی شامل نہیں تھی۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا" میں نے خوش ہو کر کہا "اب ہم اطمینان سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں گے۔"

"وہ ہو چکا ہے جناب! اس لئے اب اس ناٹک کی ضرورت نہیں رہی۔"

"کیا کہہ رہی ہو" میں نے حیران ہو کر کہا "کیسا ناٹک اور کہاں کا ناٹک؟"

"مجھے کیپٹن فرنانہ کہتے ہیں۔ میں نرس نہیں ڈاکٹر ہوں اور میرا تعلق۔۔"

"ملٹری انٹیلی جنس سے ہے" میں نے کراہ کر اس کا جملہ مکمل کر دیا "یہ کرنل نعمان مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ کسی روز معلوم ہو گا کہ خود میرا تعلق بھی ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔"

فرنانہ ہنس پڑی "تو اس میں شبہ ہی کیا ہے سیدی علی!" اس نے شوخی سے کہا۔

"آئندہ خیال رکھنا خواہ نارمنڈو سو ہی کیوں نہ رہا ہو گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہا کرو" میں نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! میں خیال رکھوں گی" فرنانہ نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا مودبانہ انداز نارمنڈو کو مشکوک کر سکتا ہے۔"

"میں اس بات کا بھی خیال رکھوں گی جناب!" فرنانہ بولی "اس وقت تو میں نے اطمینان کر لیا تھا۔ وہ واقعی گہری نیند سو رہا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کرنل نعمان کو کیا ہو گیا ہے" میں نے چڑ کر کہا "اس نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ آخر کسی لڑکی کی یہاں ضرورت ہی کیا تھی؟"

فرنانہ کا چہرہ اتر گیا "انہوں نے مجھ سے کہا تھا جیسے ہی آپ کوئی اسکیم بنائیں، میرے ذریعے ان تک اطلاع بھجوا دیں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جھلا کر کہا "اور میری سمجھ میں یہ بھی نہیں آ رہا کہ تمہیں ملٹری انٹیلی جنس میں کیوں لے لیا گیا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے بے تکلفی سے گفتگو کرو۔۔"

"اوکے ڈیئر لارنس" فرنانہ نے ہنس کر کہا "آئندہ تمہیں اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"یہ ہوئی نا بات" میں نے خوش ہو کر کہا "یاد رکھو انٹیلی جنس کے آدمی کے لئے بے حد ضروری ہے کہ جو کچھ اس سے کہا جائے اس پر بلا تامل عمل کرے۔"

تین روز بعد نارمنڈو کے زخم مندمل ہونے شروع ہو گئے۔ اب وہ اٹھ کر کمرے میں چل پھر بھی سکتا تھا۔ میں نے تو اس سے قبل ہی چلنا پھرنا شروع کر دیا تھا۔ فرنانہ چونکہ ہر وقت کمرے میں موجود نہیں ہوتی تھی اس لئے میں نے اس کی عدم موجودگی میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نارمنڈو کو دکھانے کے لئے پوری باریک بینی سے پورے کمرے کی تلاشی لی۔

"کہیں سے کوئی آلہ برآمد نہیں ہو سکا جس کی بنا پر یہ شبہ کیا جا سکتا کہ اس کے ذریعے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا سکتی ہے۔" میں نے نارمنڈو سے کہا۔

"یہ ایک پرائیویٹ اسپتال ہے" نارمنڈو نے کہا "ملٹری اسپتال ہوتا تو یقیناً یہاں کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہوتا۔"

"پھر بھی تلاشی لینا ضروری تھا" میں نے کہا "ملٹری انٹیلی جنس کے لئے یہاں بھی ہماری گفتگو سننے کے لئے کوئی انتظام کرنا کیا مشکل تھا؟"

"تم نے اچھا کیا دوست! اب یہ بتاؤ کہ فرار ہونے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں؟"

"اگر ہم یہاں سے فرار نہ ہوئے تو پھر کبھی فرار نہ ہو سکیں گے مگر اس کے لئے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی ہماری جسمانی حالت اس لائق نہیں ہے کہ ہم زیادہ جسمانی محنت کر سکیں اور ہمیں اس قابل ہونے سے قبل ہی یہاں سے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔"

"تو کیا ہم فرار نہیں ہو سکیں گے؟" نارمنڈو نے قدرے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"اس کی ایک صورت ہے کہ ٹھیک ہو جانے کے باوجود خود پر نقاہت طاری کئے رکھو۔"

"وہ تو میں کرا لوں گا لیکن اس سے ہمیں فرار میں کیا مدد ملے

کی؟" نارمنڈو نے کہا۔

"باہر دروازے پر ایک آدمی ہر وقت موجود رہتا ہے" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا "وہ دیکھنے میں تو سادہ لباس میں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی فوجی ہے۔ اس کے علاوہ راہداری میں بظاہر کوئی حفاظتی انتظام نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس فوجی پر قابو پانا ہوگا۔ اس کے بعد ہماری قسمت ہے۔ فرار ہو گئے یا پکڑے گئے۔ بہرحال ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے تو بہتر یہ ہے کہ قسمت آزمائی کی جائے۔"

نارمنڈو نے میرے کہنے پر عمل شروع کر دیا۔ مزید تین روز بعد اگرچہ اس کے زخم پوری طرح مندمل ہو چکے تھے لیکن وہ خود پر نقاہت طاری کئے رہتا تھا۔ میں تو خیر شروع ہی سے اداکاری کرتا رہا تھا۔

چھٹے روز میں نے فرزانہ کے ذریعے کرنل نعمان کو پیغام بھجوایا اس روز جب مجھے ڈریسنگ روم میں لے جایا گیا تو وہاں کرنل نعمان بھی موجود تھا۔

"مجھے بلوانے کا مطلب یہی ہے نا کہ تم کوئی منصوبہ بنا چکے ہو؟" کرنل نعمان نے کہا۔

"سرخ رنگ کی کسی کار کا بندوبست ہو سکے گا؟" میں نے کرنل نعمان سے کہا۔

"بالکل ہو جائے گا" کرنل نے کہا "ڈاٹسن سولہ سو کی ایک سرخ رنگ کی کار عمدہ حالت میں موجود ہے۔"

"تو پھر میرا منصوبہ سن لو۔ کل صبح ٹھیک نو بجے فرزانہ ہمیں کمرے میں آکر اطلاع دے گی کہ آج دوپہر ہمیں اسپتال سے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔ میں اسے کمرے میں بے ہوش کر دوں گا۔ بے ہوش ہونے سے قبل وہ ایک ہلکی سی چیخ مارے گی جسے سن کر دروازے پر متعین شخص دروازہ کھول کر اندر جھانکے گا۔ میں اسے اندر کھینچ لوں گا۔ اس سے کہہ دینا کہ وہ ذرا سی بھی مزاحمت نہ کرے اور میرا پہلا ہاتھ کھاتے ہی بے ہوش ہو جائے۔ فرزانہ کے کمرے میں داخل ہونے سے فوجی کے بے ہوش ہونے تک زیادہ سے زیادہ دو منٹ صرف ہونے چاہئیں۔ اس دوران راہداری خالی رہنی چاہئے کیوں کہ پھر میں اور نارمنڈو کمرے سے نکل کر اسٹور کی طرف جائیں گے۔ اس وقت وہاں اسٹور کیپر کے علاوہ کسی اور کو موجود نہیں ہونا چاہئے۔ میں اسے بھی بے ہوش کر دوں گا اور دو عدد ڈاکٹر کے پہننے والے سفید کوٹ حاصل کر کے ایک میں پہنوں گا اور دوسرا نارمنڈو کو پہنا کر سیدھا لفٹ کی طرف جاؤں گا۔ لفٹ بھی ہمیں رکی ہوئی ملنی چاہئے اور ہم لفٹ کے ذریعے نیچے اتر کر اسپتال کے داخلی دروازے سے باہر نکل جائیں گے۔ چونکہ ہم ڈاکٹروں والے سفید کوٹوں میں ہوں گے اس لئے کوئی ہم پر خصوصیت سے توجہ نہیں دے گا۔ اس پورے عمل میں ٹھیک پانچ منٹ صرف ہونے چاہئیں۔ لہٰذا نو بج کر پانچ منٹ پر ہمیں اسپتال کے دروازے پر سرخ رنگ کی ڈاٹسن سے ایک نوجوان اترتا ہوا نظر آئے گا جو خاصا حواس باختہ ہوگا اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی مریض ہوگا جس کی خراب حالت کی وجہ سے وہ اتنا بوکھلایا ہوا ہوگا کہ کار سے چابیاں نکالنا تو کجا کار کا انجن تک بند کرنا بھول جائے گا۔ ہم اس کی بدحواسی سے فائدہ اٹھا کر اس کی کار لے کر فرار ہو جائیں گے۔"

"یہ سارے کام تو تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائیں گے" کرنل نعمان نے کہا "لیکن اگر تمہارا تعاقب نہ کیا گیا تو کیا یہ مناسب ہوگا۔"

"قطعی نامناسب ہوگا" میں مسکرایا "اس ایک آدمی کے علاوہ جو ہمارے دروازے پر متعین ہے، اور بھی لوگ نگرانی کرنے کے لئے موجود ہونے چاہئیں۔ مگر ہمارے حلیے کی وجہ سے وہ دھوکا کھا جائیں گے لیکن اسپتال کے کمپاؤنڈ میں جو فوجی جیپ موجود ہے..."

"کمپاؤنڈ میں تو کوئی فوجی جیپ نہیں ہے" کرنل نے میری بات کاٹ دی۔

"نہیں ہے تو ہو جائے گی۔ تم اتنی جلدی گھبرا کیوں جاتے ہو؟ بات تو اگر اس جیپ نے ہمارا تعاقب نہ کیا تو مزا نہیں آئے گا۔"

"اگر کہو تو کار پر فائرنگ بھی کروا دوں" کرنل نعمان نے ہنس کر کہا۔

"وہ تو کرانی پڑے گی ورنہ فائدہ ہی کیا ہوگا لیکن ذرا سنبھال کے... کہیں کار کا ٹائر فلیٹ نہ کرا دینا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو" کرنل نے برا مان کر کہا "فائرنگ کرنے والے فوجی... دل کے کوئی اناڑی نشانے باز نہیں ہوں گے۔"

اگلے روز میں ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔ نارمنڈو البتہ بے خبر تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد کیا ہونے والا ہے گزشتہ چند روز کے دوران میں نے باتوں باتوں میں اس سے انتہائی قیمتی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ وہ میرے اس جھانسے میں آ گیا تھا کہ سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے میری یادداشت متاثر ہوئی ہے۔

پروگرام کے مطابق ٹھیک نو بجے کمرے کا دروازہ کھلا اور فرزانہ اندر داخل ہوئی "آج دوپہر تم دونوں ڈسچارج کر دئے جاؤ گے" اس نے آتے ہی کہا۔

میں بیڈ سے یوں اٹھا جیسے خوشی کا اظہار مقصود ہو مگر میں نے تیزی سے جھپٹ کر اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کر دیا۔ میں نے خیال رکھا تھا کہ اسے زیادہ چوٹ نہ آنے پائے۔ فرزانہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ لہرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ نارمنڈو بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا "یہ... یہ تم نے کیا کیا؟" اس نے ہکلا کر کہا مگر میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اگلے ہی لمحے کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور دروازے

پر متعین شخص نے کمرے کے اندر جھانکا۔

"انہیں معلوم نہیں کیا ہو گیا جناب!" میں نے انتہائی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور وہ شخص بھی گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہو کر فرزانہ پر جھک گیا میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کی گردن پر ضرب آزمائی کر ڈالی۔ یہ ضرب بھی ایسی نہیں تھی جس سے وہ بے ہوش ہوتا مگر وہ فوراً بے ہوش ہو گیا۔

"چلو جلدی کرو" میں نے نارمنڈو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "اگر ہم اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو کبھی فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

نارمنڈو کو فوراً ہی عقل آ گئی اور اس نے مزید حیران ہونے کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

کمرے کے دروازے پر رک کر میں نے راہداری میں جھانکنے کی اداکاری کی۔ مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہوگا۔ پھر میں نے نارمنڈو کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کسی معمول کی طرح میرے ساتھ چل رہا تھا۔ میرا رخ اسٹور کی طرف تھا۔

اسٹور کیپر کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی۔ وہ چونکہ سویلین آدمی تھا اس لئے اسے بے ہوش کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ثابت ہوا۔ اسے بے ہوش کرتے ہی میں نے بڑی برق رفتاری سے دو تین الماریاں کھولیں۔ یہ حرکت میں نے نارمنڈو کو دکھانے کے لئے کی تھی۔ آخر چوتھی الماری میں مجھے سفید رنگ کے کوٹ مل گئے۔ میں نے تیزی سے دو کوٹ نکالے اور ایک نارمنڈو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "جلدی سے یہ کوٹ پہن لو۔"

نارمنڈو نے بھی بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر ہم دونوں کوٹ پہن کر دوبارہ راہداری میں نکل آئے۔

"تمہارے کسی انداز سے عجلت یا گھبراہٹ نہ ظاہر ہونے پائے" میں نے نارمنڈو سے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

راہداری میں اب بھی کوئی نہیں تھا پھر بھی ہم عام رفتار سے چلتے ہوئے لفٹ تک آئے جو وہاں موجود تھی۔ ہم دونوں لفٹ میں داخل ہوئے اور میں نے گراؤنڈ فلور کا بٹن دبا دیا۔

لفٹ سے باہر نکلتے ہی مجھے اپنی مطلوبہ کار دکھائی دے گئی۔ چونکہ پورا پروگرام میرے علم میں تھا اس لئے میں نے محسوس کیا کہ سرخ کار وہاں پہلے سے موجود تھی اور لفٹ کا دروازہ کھلتے دیکھ کر کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا نوجوان حرکت میں آ گیا تھا۔ نارمنڈو چونکہ اس بات سے واقف نہیں تھا اس لئے وہ یہ بات نوٹ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ محتاط انداز میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ادھر ادھر دیکھے بغیر سیدھے باہر نکل چلو" میں نے نارمنڈو سے کہا اور وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ کار والا نوجوان اپنی ساتھی نوجوان لڑکی کو سہارا دے کر سیڑھیوں سے اوپر لا رہا تھا۔ کار اس سے محض چند قدم کے فاصلے پر تھی اور اس کے اگلے دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے۔

"اس سرخ کار میں بیٹھ جاؤ" میں نے دھیمی آواز میں نارمنڈو سے کہا "میں ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتا ہوں۔"

ہم نے کوشش کی تھی کہ ہمارے کسی انداز سے عجلت ظاہر نہ ہونے پائے لیکن کار تک پہنچنے کے بعد ہم نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی۔ نارمنڈو بھی جھپٹ کر کار میں سوار ہوا تھا اور میں نے بھی اسی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کار نہ صرف اسٹارٹ کر لی تھی بلکہ اسے گیئر میں ڈال کر آگے بھی بڑھا دیا۔

"میری کار..." میں نے عقب سے نوجوان کے چیخنے کی آواز سنی مگر وہ سننے کا نہیں عمل کرنے کا وقت تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی فوجی گاڑیاں ہمارا تعاقب شروع کر دیں گی۔

اسپتال کے احاطے سے باہر نکلتے وقت نارمنڈو نے بدحواسی سے کہا "ایک فوجی جیپ اسٹارٹ ہو کر ہمارے تعاقب میں آ رہی ہے۔"

"پرواہ مت کرو" میں نارمن شیلوف کی آواز میں غرایا "کار کی ٹنکی فل ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کتنے ماہر ہیں۔"

احاطے کے گیٹ سے نکلتے ہی میں نے کار کو سڑک پر بائیں جانب موڑ دیا۔ تیز رفتاری کے باعث کار کے ٹائروں سے تیز آوازیں خارج ہوئی تھیں اور راہ گیر پلٹ پلٹ کر ہماری کار کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اچھی بات یہ تھی کہ اسپتال شہر کے مرکز میں واقع نہیں تھا ورنہ سڑکوں پر ٹریفک کے ہجوم میں تیز رفتاری سے کار چلانا ممکن نہ رہ جاتا۔ میں نے بھی کار کو بائیں جانب اس لئے موڑا تھا کہ یہ سڑک بصرہ کے مضافات کی طرف جاتی تھی۔ اگر میں براہ راست شہر کے وسط کا رخ کرتا تو ٹریفک کے سیلاب میں پھنس کر رہ جاتا۔

ایکسیلیٹر پر میرے پیر کا دباؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اور اسی مناسبت سے کار کی رفتار میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ سڑک سے زیادہ میری نظریں عقب نما آئینے پر مرکوز تھیں۔ فوجی جیپ کافی فاصلے پر تھی اور یہ فاصلہ برقرار تھا۔ میرے رفتار بڑھانے کے باوجود اس فاصلے میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"اس جیپ سے پیچھا چھڑانا بہت ضروری ہے نارمن" نارمنڈو نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم دیکھ رہے ہو، اسپیڈ میٹر کی سوئی نوے کے ہندسے پر لرز رہی ہے۔ اس سے زیادہ رفتار بڑھانا ممکن نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"اگر سیدھی سڑک پر سفر کرتے رہے تو کبھی ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکیں گے" نارمنڈو بولا۔

"مجھے احساس ہے نارمنڈو! مگر اس رفتار پر کار موڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"کار تو موڑنی ہی پڑے گی ورنہ ہم بری طرح پھنس جائیں گے۔ خیال رہے کہ ان کے پاس وائرلیس بھی ہوگا۔"

مجھے ایک موڑ نظر آیا اور میں نے کار کے بریک پر پیر رکھ دیا رکتے رکتے بھی کار کوئی بیس گز کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ نارمنڈو ابھی پوری طرح ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا کہ پھر زخمی ہو گیا اس کا سر بڑے زور سے ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا مگر مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دے سکتا۔ نارمنڈو شاید احتجاج کرتا مگر اسی لمحے ہم پر فائرنگ شروع کر دی گئی تھی بریک لگانے سے کار اور جیپ کا درمیانی فاصلہ کم ہوا تھا اور اسی دوران ہم پر فائرنگ شروع کر دی گئی تھی۔

میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر کار کو دائیں جانب موڑ دیا۔ یہ ایک مضافاتی بستی تھی۔ کار گولی کی سی تیزی سے اس بستی میں داخل ہوئی مگر اس سے قبل ہی کئی گولیاں کار کی باڈی میں دھنس چکی تھیں۔

"آج ان لوگوں سے بچ کر نکلنا ناممکن لگتا ہے" نارمنڈو بڑبڑایا۔

میں نے نارمنڈو کو کوئی جواب دئے بغیر کار دائیں ہاتھ پر نظر آنے والی پہلی سڑک پر موڑ دی۔ اس سڑک پر مڑتے ہوئے مجھے عقب نما آئینے میں فوجی جیپ کی ایک جھلک دکھائی دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اگر انہوں نے ہماری کار کو مڑتے دیکھا ہو تب بھی ہم تک پہنچ جائیں گے۔ گرد کے اڑتے بادل ان کی رہنمائی کرنے کو موجود تھے۔

اس بستی میں سڑکوں پر قریب قریب موڑ تھے اور میں نظر آنے والے ہر موڑ پر کار کو موڑ دیتا تھا۔ موڑ کاٹتے وقت بھی میں رفتار زیادہ کم نہیں کرتا تھا۔ کئی بار کار الٹتے الٹتے بچی تھی اور اس بچت میں میری مہارت کو بڑا دخل تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر بستی میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ طوفانی رفتار سے دوڑتی ہوئی ایک سرخ رنگ کی کار اور اس کا تعاقب کرتی ہوئی فوجی جیپ خوف و ہراس پھیلانے کا سبب بنی ہوں گی۔ فوجی جیپ اگرچہ بہت پیچھے رہ گئی تھی مگر ابھی اس سے خطرہ درپیش تھا چنانچہ میں نے دوبارہ مرکزی سڑک پر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ کون سے موڑ کے ذریعے میں مرکزی سڑک تک پہنچ سکوں اس لئے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی اور میں دوبارہ مرکزی سڑک پر پہنچ گیا۔ ہم واپسی کا سفر کر رہے تھے۔

"رفتار بڑھاؤ نارمن!" نارمنڈو نے مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ یہ موقع بھی ضائع ہو جائے گا۔"

"ہم انہیں اپنے عقب سے جھٹک چکے ہیں اور کار کی رفتار میں اس سے زیادہ اضافہ کرنا ممکن نہیں ہے۔"

"وہ دیکھو ایک موڑ آ رہا ہے" نارمنڈو چیخا "رفتار کم کر کے ادھر مڑ جاؤ پھر ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"

وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور کار موڑ لی۔ یہ اونچے طبقے کی آبادی والا علاقہ تھا اور یہاں ہم محفوظ طریقے سے داخل ہوئے تھے۔ یعنی اب فوجی جیپ ہمارے تعاقب میں نہیں رہی تھی۔ ان کے لئے ہمیں دوبارہ تلاش کرنا آسان بھی نہیں تھا۔

"اب اس کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو" نارمنڈو نے کہا "اس وقت پورے بصرہ میں انٹیلی جنس والے سرخ کار کی بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اس کار سے کیسے جان چھڑائی جائے؟" میں نے کہا اور پھر فوراً ہی مجھے ایک تدبیر سوجھ گئی۔ میں نے اپنے عقب میں ایک سفید رنگ کی کار آتے دیکھی تھی جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر شخص کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر اسے کار روکنے کا اشارہ کیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" نارمنڈو نے حیرت سے پوچھا۔

"خود ہی تو کہہ رہے تھے کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو اب ہم اس شریف آدمی کی کار میں سفر کریں گے" "اوہ۔"

اس شخص نے کار روک دی تھی۔ واقعی وہ کوئی شریف آدمی ہی تھا۔ میں نے سرخ کار سے اترتے وقت انجن تو بند کر دیا تھا مگر چابیاں اگنیشن میں ہی لگی رہنے دی تھیں۔ کار کے دروازے ابھی لاک کر دئے تھے۔

میں اور نارمنڈو سفید کار کی طرف بڑھے۔ کار کے نزدیک پہنچ کر میں ڈرائیونگ سیٹ والی کھڑکی پر جھکا "آپ سے ایک پتا معلوم کرنا ہے" میں نے ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے اس شخص سے کہا مگر اسی اثنا میں دوسرے ہاتھ سے میں نے ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ ہمارے حلیے دیکھ کر پہلے ہی حیران ہو رہا تھا میری اس حرکت پر خوف زدہ بھی ہو گیا

"تم نے دروازہ کیوں کھولا ہے؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا "کیا چاہتے ہو تم؟"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں" میں نے نرم لہجے میں کہا "اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اتنی دیر میں نارمنڈو دوسری طرف سے دروازہ کھول کر اس کے برابر والی نشست سنبھال چکا تھا۔ اس شخص کو اندازہ ہو گیا کہ اگر اس نے ہمارے کہنے کے خلاف کوئی حرکت کی تو اسے نقصان اٹھانا پڑ جائے گا۔ چنانچہ وہ چپ چاپ کار سے اتر آیا "میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے" اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم لٹیرے نہیں ہیں" میں نے اس کے لئے عقبی نشست

کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "ایک مجبوری کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے تمہاری کار استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یقین کرو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔"

میرے اشارے پر وہ عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی اس کے ساتھ ہی عقبی نشست سنبھال لی تھی۔

"یہاں سے آگے تم ڈرائیونگ کرو گے" میں نے نارمنڈو سے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"تم لوگ کون ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو؟" کار والا پھر بولا۔ "میں ایک ضروری کام سے جا رہا تھا۔"

میں نے اسے جواب دینے کی زحمت کئے بغیر اس کی گدی پر ایک جچا تلا ہاتھ رسید کر دیا اور وہ پچھلی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ دو گھنٹے سے قبل اسے ہوش نہیں آنا چاہئے تھا۔

"اسے تو تم نے بے ہوش کر دیا ہے" میں نے نارمنڈو سے کہا "اب سیدھے آرتھر کی طرف نکل چلو تاکہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں۔"

آدھے گھنٹے بعد نارمنڈو نے بندرگاہ کے علاقے کے نزدیک ایک مصروف شاہراہ پر کار پارک کر دی اور پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں ہے" میں نے کہا "بس تیزی سے نکل چلو۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیا آرتھر کے پاس اس طرح چلے جانا مناسب ہوگا۔"

"مٹھائی کے ڈبے لے کر جائیں یا ڈھول تاشے پیٹتے ہوئے جائیں؟" میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم سمجھے نہیں... ہمارے حلیے مناسب نہیں ہیں اور پھر ہم فرار ہو کر آئے ہیں..."

"ہم بہروپ کھاوے میں نہیں جا رہے ہیں... رہی فرار کی بات تو بعد میں تم کہو گے کہ چونکہ ہم فرار ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اسرائیل بھی نہیں جانا چاہئے۔"

"تم اس کے اختیارات سے واقف ہو پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہو" نارمنڈو نے مایوسی سے کہا "خیر چلو، جو حشر بھی ہوگا دونوں کا ایک ساتھ ہی ہوگا۔"

آرتھر کے اختیارات کے بارے میں سن کر میں چونک پڑا تھا اس بارے میں نارمنڈو سے پہلے گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب اس موقع پر اس سے کچھ پوچھا نہیں جا سکتا تھا۔ کسی بھی معاملے میں اس سے براہ راست سوال کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ آرتھر کے بارے میں اب تک میرا تصور یہی تھا کہ وہ یہودی ایجنٹوں کو سہولیات فراہم کرتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ اس کے کچھ اختیارات بھی ہوں گے۔ میں الجھن میں گرفتار ہو گیا مگر خاموشی سے نارمنڈو کے ساتھ چلتا رہا۔

ہم پرانے طرز کی ایک بلڈنگ میں داخل ہوئے جو خاصی حد تک بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اگر پتھروں کی بنی ہوئی نہ ہوتی تو اب تک زمین بوس ہو چکی ہوتی۔ اس کی سیڑھیاں بھی لکڑی کی تھیں۔ کل چار منزلہ عمارت تھی اور اس میں زیادہ تر شپنگ کمپنیوں کے دفاتر ہی واقع تھے۔

چوبی زینوں پر سفر کر کے ہم دوسری منزل پر پہنچے۔ زینوں کی طرح راہداری بھی نیم تاریک تھی۔ ایک کونے پر آرتھر اینڈ کمپنی کا بورڈ لگا نظر آ رہا تھا۔ ہم اس آفس میں داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول باہر کے ماحول سے خاصا مختلف تھا۔ یہاں تاریکی اور سیلن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آفس میں روشنی کا معقول انتظام موجود تھا۔ چند کیبن بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک نسبتاً بڑے کیبن پر آرتھر کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ کیبن کے باہر ایک کاؤنٹر کے عقب میں ایک سفید فام لڑکی کسی رجسٹر پر سر جھکائے حساب کتاب میں مصروف تھی۔ نارمنڈو سیدھا اس طرف بڑھتا چلا گیا۔

لڑکی نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے سر اٹھایا اور میں نے محسوس کیا کہ ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑی ہے مگر اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا اور استقبالیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولی "فرمائیے جناب! ہمارے لائق کوئی خدمت۔ آپ کی خدمت کر کے ہمیں خوشی محسوس ہوگی۔"

"مجھے فضائی راستے سے کچھ پھل ایکسپورٹ کرنے ہیں" نارمنڈو نے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ کوڈ ورڈز ہیں جو صرف آرتھر کے لئے مخصوص ہیں۔ جو بھی یہودی ایجنٹ یہاں آتا تھا اسے اپنی شناخت کرانے کے لئے یہی جملے دہرانے پڑتے تھے۔ میں اور نارمنڈو چونکہ پراسرار طریقے سے کافی عرصہ غائب رہے تھے اس لئے یہ کوڈ ورڈز دہرائے بغیر ہم پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اس کے لئے آپ کو کسی ایئرلائن کے آفس سے رجوع کرنا چاہئے تھا... یہ تو شپنگ ایجنسی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن پھل بہت جلدی خراب ہو جاتے ہیں میں انہیں اس راستے سے نہیں بھجوا سکتا۔"

"ہم آپ کے لئے ایکسپریس سروس کا بندوبست کر سکتے ہیں جناب" لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے... وہ جہاز بک کر دو" نارمنڈو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس شناخت کا مرحلہ ختم ہو گیا۔

"مسٹر آرتھر مصروف ہیں جناب! تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ کی آمد کی اطلاع سن کر وہ اپنی مصروفیات ترک کر دیں گے" لڑکی نے کہا اور انٹرکام پر آرتھر کو ہم دونوں کے بارے میں بتایا۔ ہمیں فوراً ہی اندر طلب کر لیا گیا۔

آرتھر ایک جسیم شحیم آدمی ثابت ہوا۔ وہ ایک بڑی سی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر براجمان تھا۔ ہمارے اندر داخل

ہونے پر اس نے سر سے پیر تک ہم دونوں کا جائزہ لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ نارمنڈو خاصا نروس ہو گیا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی مجھے بھی تھوڑا بہت نروس ہونا پڑا۔

"ہوں" چند لمحوں بعد آرتھر کے حلق سے غراہٹ خارج ہوئی "تم دونوں کہاں مر گئے تھے؟"

"ہم دونوں پکڑے گئے تھے جناب؟" نارمنڈو نے کہا۔ اس کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ میں خاموش تھا مگر مجھے غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔ ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اور آرتھر نے ابھی تک ہم سے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔

"کیسے پکڑے گئے تھے... کس نے پکڑ لیا تھا؟" آرتھر نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

"ملٹری انٹیلی جنس نے پکڑ لیا تھا" دفعتاً میں نے کہا اور آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

آرتھر نے غضبناک نظروں سے مجھے دیکھا "تم ان کی قید سے فرار کیسے ہو گئے... اور اگر فرار ہو ہی گئے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر آ ہی گئے تھے تو میری بغیر اجازت اس کرسی پر کیسے بیٹھے۔"

"بیٹھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کے مہمان نہیں تھے' ان کی قید میں تھے۔ ہم پر جو تشدد کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ ابھی ہمیں مزید علاج کی ضرورت تھی لیکن چونکہ ہمیں آج ہی اسپتال سے ڈسچارج کیا جانا تھا اس لئے ہمیں افراتفری میں اسپتال سے فرار ہونا پڑا۔ یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ ایسی پناہ گاہ جہاں انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔ ہم نے پہلے انہیں اپنے تعاقب سے جھٹکا تھا پھر یہاں آئے تھے۔ ہمیں اس حال میں بھی تمہارے تحفظ کی فکر تھی۔"

"ہوں" آرتھر نے مجھے بڑے غور سے دیکھا پھر نارمنڈو سے بولا "بیٹھ جاؤ" اس بار اس کا لہجہ نسبتاً نرم تھا۔

"تمہارا تیسرا سوال کہ ہم پکڑے کس طرح گئے تھے۔ اس کا صحیح جواب تو ملٹری انٹیلی جنس والے ہی دے سکتے ہیں۔ انہیں ہمارے بارے میں کس طرح علم ہوا اور وہ کس طرح ہم تک پہنچے لیکن یہ بات طے ہے کہ مخبری ضرور ہوئی ہے۔ اگر یہ کوئی اتفاق تھا تو ہم دونوں کے ساتھ ہی کیوں پیش آیا جبکہ ہم دونوں خود ایک دوسرے کے بارے میں بے خبر تھے۔"

نارمنڈو نے سر کو اثباتی جنبش دے کر مجھ سے متفق ہونے کا اظہار کیا۔

"تمہارے خیال میں یہ مخبری کون کر سکتا ہے؟" آرتھر نے مجھ سے پوچھا۔ وہ بتدریج راہ راست پر آ رہا تھا۔

"یہ معلوم کرنا میرا کام نہیں ہے۔ تاہم وہ جو شخص بھی ہے ہم ہی میں سے ہے۔ یا پھر عراق کا کوئی ایجنٹ یا تو ہمارے درمیان موجود ہے یا پھر ہم سے یا ہمارے کسی آدمی سے اتنا قریب ہے کہ اس تک ساری اطلاعات پہنچ جاتی ہیں اور وہ عراقی نظام کو ان سے مطلع کرتا ہے۔"

"اس معاملے پر سوچنا پڑے گا" آرتھر نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی "لیکن میں دس سال سے یہاں ہوں۔ اس دوران بہت سے ایجنٹ آئے اور گئے' ابھی کوئی نہیں پکڑا گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا۔"

"اس سے میرے نظریے کو تقویت ملتی ہے۔ یہ بات نہیں مانی جا سکتی کہ یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس اچانک اتنی فعال ہو گئی ہو ان کی اس کارکردگی کے عقب میں مخبری کا عامل ضرور موجود ہے۔"

"یہ کیسے طے ہو گا کہ وہ مخبر یہاں موجود ہے یا اسرائیل میں ہے" آرتھر نے کہا۔

"یہ طے کرنے کے لئے تمہیں میرے چند سوالوں کے جواب دینے پڑیں گے" میں نے کہا۔

"پوچھو۔"

"جب ہم گرفتار ہوئے اس وقت اور اس وقت سے لے کر آج تک ہم دونوں کے علاوہ یہاں اور کتنے ایجنٹ تھے یا ہیں؟"

"بصرہ میں تم دونوں کے علاوہ اور کوئی ایجنٹ نہیں تھا اور نہ اب تک کسی اور کو بھیجا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "بصرہ کے علاوہ عراق کے اور شہروں میں بھی تو ہمارے ایجنٹ سرگرم عمل ہوں گے؟"

"ہاں" آرتھر نے جواب دیا "کئی شہروں میں ہمارے ایجنٹ موجود ہیں۔"

"ان میں گرفتار ہونے والوں کا تناسب کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اپنے سوال کا جواب آرتھر کے چہرے پر پڑھ لیا۔

"گزشتہ دس برسوں کے دوران عراق میں ہمارے جو ایجنٹ پکڑے گئے" آرتھر نے پریشانی سے کہا "ان میں سے دو تم ہو۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ جو شخص بھی مخبر ہے وہ بصرے میں ہی موجود ہے" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا "اگر اسرائیل میں ہوتا تو عراق میں موجود ہمارے تمام ایجنٹ خطرے میں پڑ جاتے۔"

میرا مقصد آرتھر کو پریشان کرنا تھا جس میں میں کامیاب ہو گیا تھا۔ آرتھر کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ اگر بصرے میں کوئی شخص مخبر ہے تو زیادہ امکان یہی تھا کہ وہ آرتھر کے آدمیوں میں سے ہی کوئی ہو سکتا ہے اور اگر ایسا تھا تو اس کی تمام ذمہ داری آرتھر پر ہوتی۔

میں نے اپنے سفید کوٹ کے بٹن کھولے تو پہلا آرتھر کی نگاہ ان پٹیوں پر پڑ گئی جو میرے جسم پر بندھی ہوئی تھیں "اوہ۔ تم زخمی ہو۔ سب سے پہلے تو تمہاری ڈریسنگ کرنے کی ضرورت ہے چلو۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ بھلا میں ڈریسنگ کیسے کرا سکتا تھا۔ میں کوئی زخمی تو تھا نہیں... اگر میں ڈریسنگ کروانے جاتا تو پول کھل جاتا۔ تیز دماغ اس مشکل صورتحال سے نکلنے کے لئے بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔

خیالات بہت تیزی سے میرے ذہن سے گزر رہے تھے مگر یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ میں زیادہ سوچ بچار کرتا۔ مجھے کچھ نہ کچھ کہنا تھا اور جلدی کہنا تھا ورنہ مجھے ڈریسنگ کرنے کے لئے لے جایا جاتا۔ مجھے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس قدر جلد مجھے ایسے کسی امتحان سے گزرنا پڑ جائے گا۔ یہ تو طے شدہ بات تھی کہ مجھے ایسی کسی صورت حال سے لازماً دوچار ہونا تھا مگر میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ وقت بالکل ابتدا میں بھی آ سکتا ہے۔

"نارمنڈو کی فکر کرو" میرے منہ سے یہ الفاظ بے اختیاری کے عالم میں نکلے تھے "میرے زخم تو کسی حد تک مندمل ہو بھی چکے ہیں لیکن اسے تو فوری توجہ کی ضرورت ہے۔"

آرتھر کی نگاہ کا زاویہ تبدیل ہو گیا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا' چلو جلدی سے اٹھو" اس نے نارمنڈو سے کہا اور انٹرکام پر اپنی سیکریٹری کو طلب کر کے نارمنڈو کی بینڈیج کرانے کو کہا۔ سیکریٹری اسے لے کر کیبن سے باہر چلی گئی اور آرتھر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے" اس نے متفکرانہ لہجے میں کہا "آخر وہ کون شخص ہو سکتا ہے جو مخبری کر رہا ہے؟"

"اپنے آدمیوں کو چیک کرو آرتھر! مخبر کہیں آسمان سے تو نہیں ٹپکتے" میرے لہجے میں خفیف سا طنز تھا جسے شاید اس نے نظرانداز کر دیا یا ممکن ہے محسوس ہی نہ کیا ہو۔

"مجھے اپنے لوگوں پر مکمل اعتماد ہے' کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے' جس پر صیہونی مفادات سے غداری کا شبہ بھی کیا جا سکے۔"

"تم جانو" میں نے بے پروائی سے کہا "ہم دونوں کے بیک وقت گرفتار ہونے پر ہیڈ کوارٹر تم سے باز پرس ضرور کرے گا۔"

"میری پریشانی کی اصل وجہ یہی تو ہے' ویسے بھی اس وقت اسرائیل میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔"

"کیوں!" میں نے چونک کر کہا "اسرائیل پر ایسی کون سی افتاد آن پڑی؟"

"تمہیں معلوم نہیں ہو گا اس لئے کہ جب یہ سانحہ ہوا اس وقت تم عراق میں تھے" آرتھر بولا "ایل آل کے دو طیارے اغوا ہو گئے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے اپنے لہجے میں تحیر پیدا کرتے ہوئے کہا "ہماری سیکیورٹی بہت مضبوط ہے۔"

"ہمارا یہ گمان چکنا چور ہو چکا ہے۔ دونوں طیاروں کے لئے غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے مگر اس کے باوجود انہیں نہایت کامیابی سے اغوا کر لیا گیا۔"

"یقین نہیں آتا" میں بڑبڑایا "تاہم اگر یہ ہو چکا ہے تو مستقبل کے لئے ہمیں بہت کچھ سوچنا ہو گا۔"

"یہی گمان سوچ رہی ہے" آرتھر بولا "فلسطینی گوریلے بہت منظم ہو چکے ہیں' ہماری توقعات سے بھی بہت زیادہ۔ دونوں جہازوں میں سے ایک کو تو انہوں نے فضا میں ہی تباہ کر دیا تھا اور دوسرے کا کوئی سراغ نہیں مل سکا حالانکہ اس کی تلاش کے لئے ہم نے امریکا کے مصنوعی سیارے تک کی مدد لی تھی۔ اب ہم یہ فرض کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے دوسرا طیارہ بھی تباہ کر دیا ہو گا ورنہ اس کا کوئی سراغ تو ضرور ملتا۔"

میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ میرے سامنے بیٹھا ہوا نفرت انگیز یہودی اپنی شکست کا اعتراف کر رہا تھا۔ میں نے تنظیم آزادی فلسطین کے متوالوں کے ساتھ مل کر نہ صرف یہودیوں بلکہ ان کے سرپرست اعلیٰ امریکا کو بھی شکست فاش دی تھی۔ اپنی تمام تر ترقی اور جدید ترین وسائل بروئے کار لانے کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی حکومت ایک بے سروسامان تنظیم کے مقابلے میں ہار گئی تھی۔ ان کی اس شکست میں سعودی عرب کا بھی نمایاں حصہ تھا۔ حکومت عراق کی درخواست پر انہوں نے ان طیاروں کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا جو ان کی فضائی حدود سے گزر کر عراق کی طرف گئے تھے۔ ہم اواکس طیاروں کی زد سے تو نہیں بچ سکے تھے مگر اسلامی یکجہتی سرخرو ہو کر ابھری تھی اور یہودی دنیا جھک مار کر رہ گئی تھی۔

آرتھر مجھے طیاروں کے اغوا کی تفصیلات بتا رہا تھا مگر میں اس کی باتیں توجہ سے نہیں سن رہا تھا اس لئے کہ میں ان تمام باتوں سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ اس دوران نارمنڈو واپس آ گیا اور آرتھر نے اسے بھی ان تفصیلات سے آگاہ کیا جو وہ پہلے ہی میرے گوش گزار کر چکا تھا۔

"سر!" آرتھر کی سیکریٹری نے کہا "مسٹر مارمن شیلوف کی بینڈیج ابھی ہونا باقی ہے۔"

"ہاں!" آرتھر چونک کر بولا "جاؤ' تم بھی بینڈیج تبدیل کرا لو' مجھے باتوں کے دوران خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

میں ایک بار پھر مخمصے میں پھنس گیا۔ اس وقت ایسی پوزیشن نہیں تھی کہ میں کسی ڈاکٹر کا سامنا کر پاتا' دوسری طرف آرتھر اور اس کی سیکریٹری مجھے متوقع نگاہوں سے دیکھ

رہے تھے۔ وہ میرے اٹھنے کے منتظر تھے۔ مگر میں نہ تو اٹھنے کے موڈ میں تھا اور نہ اس کا متحمل ہو سکتا تھا۔ وجہ یہی تھی کہ میں زخمی نہیں تھا اور مرہم پٹی کے دوران پول کھلنا لازمی تھا۔

"مرہم پٹی سے زیادہ مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ ہم عراق سے کس طرح نکلیں گے؟" میں نے کہا۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔" آرتھر سنجیدگی سے بولا "تم صرف وہ کرو جو تمہارا کام ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سر ہلایا "مگر میں اپنی سلامتی کی فکر سب سے پہلے کرتا ہوں۔"

"تمہاری سلامتی کو کیا خطرہ لاحق ہے؟" آرتھر نے حیرت سے کہا "عراقی انٹیلی جنس کو جل دے کر نکل آنے کے بعد اب تم بالکل محفوظ ہو۔"

اس سے بھی زیادہ محفوظ ہم اس وقت تھے جب اپنے مشن پر عراق آئے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن انجام کیا ہوا؟"

آرتھر نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا اور اپنی سیکریٹری کو جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"دیکھو اب جو بھی صورت حال ہے اس سے ہمیں مل جل کر ہی نکلنا ہے۔" سیکریٹری کے جانے کے بعد اس نے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے، اپنے مسائل سے تم خود نمٹو گے، مجھے تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ ہائی کمان میرے لئے کیا ہدایات جاری کرتی ہے۔"

"میں انہیں مطلع کروں گا لیکن اس کے لئے مجھے گھر جانا ہوگا، یہاں تو ایسا کوئی انتظام نہیں ہے، اس دوران تم مرہم پٹی کرالو۔"

"میرے زخم مندمل ہو چکے ہیں مسٹر آرتھر! اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں ڈسچارج کرنے کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔ ٹارمنڈو کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے اب مزید بینڈیج کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ ہاں، ایک مسئلہ ضرور ہو گیا ہے؟" میں نے سوچ میں ڈوبنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "تشدد کے دوران میرے سر پر چوٹ آئی تھی، اس کے بعد سے کسی کسی وقت میرا سر چکرانے لگتا ہے، شاید میری یادداشت بھی متاثر ہوئی ہے۔"

"اوہ! یہ تو بہت خطرناک علامت ہے، خاص طور پر ایک فیلڈ ایجنٹ کو تو ہر اعتبار سے فٹ ہونا چاہئے۔"

"فیلڈ ایجنٹ کی زندگی ہی کتنی ہوتی ہے۔" میں تلخی سے مسکرایا "اور جس قدر ہوتی ہے اس کا بھی زیادہ بھروسا نہیں ہوتا، کسی بھی لمحے زندگی کا چراغ گل ہو سکتا ہے۔"

آرتھر نے انٹرکام پر اپنی سیکریٹری کو طلب کیا اور ایک پرچے پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔ سیکریٹری نے پرچے پر نظر ڈالی اور اثبات میں سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

"میں نے تم لوگوں کے لئے ریڈی میڈ لباس منگوایا ہے۔" آرتھر نے کہا "کپڑے آنے تک تم دونوں اپنے حلیوں میں تھوڑی بہت تبدیلی کرلو تاکہ ایک نظر میں تمہیں شناخت نہ کیا جا سکے۔"

آرتھر ہمیں ملحقہ کیبن میں لے گیا جہاں ہلکے پھلکے میک اپ کے لئے ضروری سامان موجود تھا۔ میں نے اور ٹارمنڈو نے پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنا کام مکمل کرلیا۔ اب ہمیں آسانی سے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ہمارے لئے ریڈی میڈ لباس اور جوتے وغیرہ بھی آگئے اور ہم کپڑے تبدیل کرکے چلنے کے لئے تیار ہوگئے۔

"اندیشہ یہ ہے کہ اس وقت بصرے کی سڑکوں پر تم لوگوں کی تلاش میں جگہ جگہ چیکنگ ہو رہی ہوگی" آرتھر نے کہا "اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے لئے بندرگاہ کے ہی علاقے میں واقع ایک نزدیکی ہوٹل میں کمرے بک کرادوں تاکہ چیکنگ ختم ہونے تک تم دونوں وہاں وقت گزار سکو۔"

"ہماری تلاش ضرور ہو رہی ہوگی آرتھر! لیکن سب سے پہلے انہوں نے بصرہ سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی ہوگی، بصرے میں تو ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی ہوں گے، وہ کس کس کو روک کر چیک کریں گے۔"

"اطمینان کر لینے میں کیا حرج ہے اگر بعد میں بصرے کی سڑکیں محفوظ ثابت ہوئیں تو میں تم لوگوں کو ہوٹل سے اپنے گھر منتقل کروا لوں گا۔"

"میں تم سے اتفاق نہیں کرتا مسٹر آرتھر! ممکن ہے اب تک تمام ہوٹلوں کو ہدایات جاری کی جا چکی ہوں اور ہر نئے قیام کرنے والے کو چیک کرلیا جائے۔"

"یہ مشکل تو ہے" آرتھر نے تشویش سے کہا "اور یہ بھی مشکل ہے کہ میں تمہیں اپنی گاڑی میں لے جاؤں، اگر چیکنگ ہو رہی ہوئی تو تمہارے ساتھ میں بھی جاؤں گا۔"

"اس کا حل یہ ہے کہ تم اپنی گاڑی سے جاؤ، ہم دونوں الگ الگ ٹیکسیوں سے آتے ہیں، ہمارے حلیے اس حد تک تو تبدیل ہو چکے ہیں کہ ہمیں آسانی سے نہیں پہچانا جا سکے گا، کپڑوں سے بھی ہم مشکوک نظر نہیں آتے، مسئلہ اگر ہے تو کرنسی کا جو ہمارے پاس بالکل بھی نہیں ہے۔"

آرتھر نے اسی وقت کیشیئر کو بلا کر خاصی مقدار میں مقامی کرنسی ہمارے حوالے کردی اور ہم تینوں آگے پیچھے وہاں سے روانہ ہوگئے۔ آرتھر نے اس معاملے میں خاصی رازداری برتی تھی اور اپنے اسٹاف کے کسی آدمی کو بھی یہ ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ وہ ہمیں اپنے گھر لے جا رہا ہے۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا، وہ اپنے اسٹاف کی طرف سے شکوک و شبہات کا شکار ہو گیا تھا۔

بصرہ کی سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھا۔ راتوں کو یہاں بلیک آؤٹ ہوا کرتا تھا مگر دن کے وقت قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ عراقی قوم حالت جنگ سے گزر رہی ہے اور جنگ بھی کیسی جو گزشتہ کئی سال سے جاری تھی اور جس کے ختم ہونے کے بظاہر کسی قسم کے امکانات نظر نہیں آتے تھے۔

میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو اس علاقے کا نام بتا کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا جہاں آرتھر کی رہائش تھی۔ آرتھر سب سے پہلے روانہ ہوا تھا، مجھے اس کی روانگی کے کوئی پندرہ منٹ بعد ٹیکسی ملی تھی۔

میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ فضائی حملے کے سائرن بجنے لگے اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا کر روک دی۔ ٹریفک کا بہتا ہوا سیلاب دفعتاً تھم گیا تھا اور لوگوں نے گاڑیوں سے نکل کر یا تو پناہ گاہوں کا رخ کیا تھا یا محفوظ پوزیشن اختیار کرلی تھی۔ بصرے کے آسمان پر طیارہ شکن توپوں کے گولوں کے دھوئیں کی لکیریں کھنچ گئی تھیں اور فضا دھماکوں سے مرتعش ہونے لگی تھی۔ مجھے کوئی طیارہ تو نظر نہیں آیا تاہم یہ امکان تھا کہ عراقی طیاروں نے ایرانی طیاروں کو بصرے کی فضائی حدود سے باہر ہی روک لیا ہو۔

پندرہ منٹ تک دھماکوں کی گونج سے فضا لرزتی رہی پھر طیارہ شکن توپیں خاموش ہو گئیں اور بصرے کی فضا مہیب سناٹے کی لپیٹ میں آگئی۔ اس کے کوئی پانچ منٹ بعد خطرہ ٹل جانے کے سائرن بجے اور سڑکوں پر پھر سے رونق نظر آنے لگی۔ میرا رکا ہوا سفر بھی پھر سے جاری ہو گیا۔

جس وقت میں آرتھر کے مختصر سے بنگلے میں داخل ہوا ٹارمنڈو اس سے قبل ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ آرتھر مجھے ڈرائنگ روم میں لے گیا جہاں ٹارمنڈو پہلے سے موجود تھا۔

"میں نے تم دونوں سے متعلق ہائی کمان کو مطلع کردیا ہے" آرتھر نے مجھ سے کہا "اور اب مجھے ان کے جواب کا انتظار ہے۔"

آرتھر کے ہاتھ میں ایک پنسل تھی اور میز پر ایک پیڈ پڑا نظر آ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں ایک ریڈیو بھی رکھا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ آرتھر کو تل ابیب سے پیغام ریڈیو پر ہی موصول ہوتا۔ اس سے آگے میں کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھا، تاہم جو کچھ بھی تھا جلد ہی سامنے آنے والا تھا۔

"تم یہاں خیریت سے پہنچ گئے" میں نے ٹارمنڈو سے کہا "میرا مطلب ہے راستے میں کسی قسم کی چیکنگ سے تو واسطہ نہیں پڑا؟"

"نہیں" ٹارمنڈو نے جواب دیا "میری ٹیکسی کو تو کہیں بھی چیک نہیں کیا گیا۔ اور تم؟" اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمیں بصرہ کی سڑکوں پر ہرگز نہیں تلاش کیا جائے گا۔"

"تمہارا اندازہ درست نکلا" آرتھر نے دھیرے سے کہا "مجھے بھی کہیں کوئی غیر معمولی سرگرمی نہیں دکھائی دی۔"

"اب میں خود کو کسی حد تک محفوظ تصور کر رہا ہوں" میں نے کہا "تل ابیب سے ہدایات موصول ہو جائیں تو پھر ہم یکسوئی کے ساتھ اپنے آئندہ لائحہ عمل پر غور کرسکیں گے۔"

پیغام موصول ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ ریڈیو سیٹ سے عجیب قسم کی آوازیں ابھری تھیں اور آرتھر کی پنسل تیزی سے کاغذ پر دوڑنے لگی۔ پیغام غالباً مورس کوڈ میں تھا اور انتہائی مختصر تھا۔ اتنا مختصر کہ محض تین حرفی تھا۔ انہیں واپس بھیج دو۔

"اس کے علاوہ کوئی اور ہدایت نہیں دی گئی" آرتھر نے پیڈ پر لکھے پیغام کو گھورتے ہوئے کہا "اس کا مطلب ہے کہ اب سب کچھ مجھے ہی طے کرنا ہوگا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ہاں، سب کچھ تم ہی طے کرو گے مگر اس سے قبل میں نہانا چاہتا ہوں، نہائے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔"

آرتھر بضد تھا کہ نہانے سے قبل میرا طبی معائنہ ضروری ہے مگر میں نے اس کی ایک نہیں سنی۔ سن بھی کیسے سکتا تھا۔ ڈاکٹر کا سامنا کرنے کی تیاری تو مجھے باتھ روم میں ہی کرنی تھی۔ آخر کار آرتھر کو شکست تسلیم کرنی پڑی اور چند ہی لمحوں بعد میں باتھ روم میں تھا۔

نہا کر نکلا تو ڈاکٹر کو موجود پایا۔ وہ ایک امریکی یہودی تھا مگر اس نے یہاں خود کو عیسائی ظاہر کر رکھا تھا اور درپردہ

آرتھر یا دوسرے لفظوں میں اسرائیل کے لئے کام کر رہا تھا۔ اس نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا "آپ کے بارے میں جو تفصیلات مجھے مسٹر آرتھر کی زبانی معلوم ہوئی ہیں ان کے پیش نظر نہانا آپ کے لئے سخت مضر تھا" اس نے کہا۔

"میں اپنے رسک پر نہایا ہوں ڈاکٹر!" میں نے جواب دیا "میرے خیال میں میرے زخم اس حد تک مندمل ہو چکے ہیں کہ اب کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔"

"اس قسم کے فیصلے آپ کو خود نہیں کرنے چاہئیں" اس نے خشک لہجے میں کہا "آپ کی زندگی ملک اور قوم کی امانت ہے' کپڑے اتار دیجئے۔"

"میں خود بھی اس بات سے واقف ہوں ڈاکٹر!" میں نے قمیص اتارتے ہوئے کہا "لیجئے آپ اپنا اطمینان کر لیجئے۔"

نہانے کے بعد میں نے اپنی کمر پر ایک مخصوص لوشن مل لیا تھا جو مجھے کرنل نعمان نے فراہم کیا تھا اور جو شروع سے ہی میرے پاس موجود رہا تھا۔ کرنل نعمان نے بتایا تھا کہ اس کے استعمال سے جلد کی ہیئت ایسی ہو جائے گی جیسے کوئی چوٹ ٹھیک ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ باتھ روم میں نصب آئینے میں، میں اس لوشن کا کمال خود تو دیکھ ہی چکا تھا۔ اب وہی کمال ڈاکٹر کے چہرے کے تاثرات کے آئینے میں دیکھنا چاہتا تھا۔

میری کمر کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے انہوں نے مجھے اس حیرت انگیز لوشن کی تاثیر کا قائل کر دیا جس نے ایک ڈاکٹر کو بھی دھوکا دے دیا تھا۔

"ٹھیک ہے" ڈاکٹر بڑبڑایا "زخم مندمل ہو چکے ہیں' آپ نہا سکتے ہیں مگر آپ پر بڑی بے دردی سے تشدد کیا گیا ہے۔"

"تشدد کبھی رحم دلی سے نہیں کیا جاتا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی کچھ تو خیال کرنا چاہئے' آدمی اور جانور میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے' یہ عراقی تو بالکل درندے ہیں۔"

"ہم تو اپنے شکار کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا سلوک کرتے ہیں' انہوں نے تو پھر بھی بڑی انسانیت کا مظاہرہ کیا ہے" میں نے کہا اور ڈاکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہیں آپ کی برین واشنگ تو نہیں کر دی گئی" ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے ڈاکٹر" نارمنڈو نے کہا "انہوں نے تو صرف ہماری کھالیں ہی ادھیڑنے کی کوشش کی ہے' جسے تشدد کہا جاتا ہے وہ تو ہم پر کیا ہی نہیں گیا۔"

"ان فٹ... قطعی ان فٹ" ڈاکٹر نے قطعیت سے کہا "ان دونوں کی برین واشنگ کر دی گئی ہے۔ اب یہ دونوں خطرناک بھی ہو گئے ہیں۔ انہیں کسی مہم میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس حد تک تو میں بھی ان دونوں سے متفق ہوں" آرتھر نے کہا "اور مجھے اس پر حیرت بھی ہے کہ عراقیوں نے اتنی شرافت کا مظاہرہ کیوں کیا۔ ان سے ایسی توقع تو نہیں تھی' وہ تو درندے ہیں۔"

"کیا تم بھی عراقیوں کی قید میں رہ چکے ہو؟" ڈاکٹر نے تھوک نگل کر کہا۔

"کیا مطلب؟" آرتھر نے ڈاکٹر کو گھورا۔

"تم بھی عراقیوں کی طرف داری کر رہے ہو' لگتا ہے تمہاری برین واشنگ بھی کی گئی ہے۔"

"کیا فضولیات بک رہے ہو" آرتھر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "اپنے کام سے کام رکھو' غیر متعلق باتوں میں کیوں پڑ رہے ہو' تمہیں کیا معلوم تشدد کس چڑیا کا نام ہے۔"

اپنی اس بے عزتی پر ڈاکٹر نے بہت برا سا منہ بنایا مگر مزید کچھ کہے بغیر اس نے چند دوائیوں کے نام لکھے اور نسخہ آرتھر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "یہ دوائیں بازار سے منگوا لینا' میں نے استعمال کا طریقہ لکھ دیا ہے۔"

ڈاکٹر اپنا بیگ اٹھا کر واپس جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ میں نے اسے ٹوک دیا "تشدد کے دوران میرے سر پر بھی چوٹ آئی تھی ڈاکٹر صاحب!"

وہ واپس جاتے جاتے رک گیا "سر پر چوٹ آنا تشویش ناک بات ہے" اس نے کہا "تم کیا محسوس کرتے ہو؟"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری یادداشت متاثر ہوئی ہو' کوئی بات یاد کرنے کے لئے ذہن پر زور دیتا ہوں تو سر میں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔"

اس نے دو چار مزید سوالات کئے' سر کا سرسری سا معائنہ کیا اور ایپی سیفاپول ٹیبلیٹ لکھ کر چلا گیا۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ سر میں چوٹ آنا تو کجا مجھ پر تو تشدد تک نہیں کیا گیا تھا۔

آرتھر کے بنگلے پر صرف ایک ملازم تھا جس نے ہمارے لئے کھانے کا بندوبست کیا' اس کے متعلق آرتھر نے بتایا کہ وہ بھی موساد سے ہی متعلق ہے۔

"فی الحال تم دونوں اسی بنگلے تک محدود رہو" کھانے کے دوران آرتھر نے کہا "تمہارا باہر نکلنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہم کب تک گوشہ نشین رہیں گے مسٹر آرتھر!" میں

نے کہا "گوشہ نشینی ہمارے مسئلے کا حل تو نہیں ہے۔"

"یہ وقتی بات ہے' میں تمہارے کاغذات بنوانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ تم محفوظ طریقے سے عراق سے باہر نکل سکو۔"

"اس کے لئے بھی ہمیں اپنے حلئے تو تبدیل کرنے ہی پڑیں گے نا۔۔؟"

"حلیوں کی تبدیلی لازمی ہے' میک اپ کا سامان یہاں بھی موجود ہے۔ آج رات تک کسی بھی وقت اپنے حلئے تبدیل کر لو تاکہ کل صبح تمہاری تصویریں کھینچی جائیں اور کل ہی سے میں تم دونوں کے لئے کاغذات حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دوں۔"

اس رات سونے سے قبل ہم دونوں اپنے حلئے تبدیل کر چکے تھے۔ پروگرام کے مطابق صبح آرتھر کو ہمارے کاغذات بنوانے کا کام شروع کرنا تھا مگر وہ صبح کبھی نہیں آئی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد رات کا کھانا بھی ہم نے ایک ساتھ ہی کھایا۔ کھانے کے دوران مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اب نارمنڈو نے بھی گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آرتھر کے انداز میں وہ تلخی برقرار نہیں رہ گئی تھی جس کا مظاہرہ اس نے ہم سے ملتے ہی کیا تھا۔

کھانے کے بعد ہم تینوں افراد بے تکلفانہ فضا میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آرتھر اس بات کی وجہ سے بہت فکرمند تھا کہ اس کے آدمیوں میں کوئی کالی بھیڑ بھی موجود ہے۔ وہ بار بار اس عزم کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے آرتھر کی نظروں سے زیادہ عرصے بچا نہیں رہ سکے گا۔ نارمنڈو بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ ہماری مخبری ہوئی تھی۔ صرف میں اس حقیقت سے واقف تھا کہ کسی مخبر کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اصل بات تو یہ تھی کہ آرتھر خود ہی آرمی انٹیلی جنس والوں کی نظر میں آ گیا تھا۔

ہماری یہ نشست رات بارہ بجے کے بعد اختتام پذیر ہوئی اور ہم دونوں سونے کے لئے بالائی منزل پر واقع خواب گاہ میں چلے گئے مگر آرتھر کی خواب گاہ نچلی منزل پر تھی جبکہ اس کا ملازم کمپاؤنڈ میں واقع سرونٹ کوارٹر میں رہائش پذیر تھا۔

سونے سے قبل ہم دونوں نے میک اپ کر کے اپنے حلئے کافی حد تک تبدیل کر لئے تھے۔ یہ عارضی میک اپ تھا مگر کافی عرصہ برقرار رہ سکتا تھا۔ نارمنڈو تو خیر میک اپ میں تھا مگر مجھے دہرے میک اپ کے عذاب سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اصل چہرے پر نارمن شیلوف کا ماسک تھا اور اس ماسک پر اپنی اس عارضی حیثیت کا پلاسٹک میک اپ تھا۔

میک اپ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم سونے کے لئے لیٹے تو رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے۔ نارمنڈو تو فوراً ہی سو گیا تھا مگر مجھے سونے میں خاصا وقت لگا' ذہن پر بہت سے خیالات کی یلغار تھی۔ ماضی کی یادیں بھی تھیں اور مستقبل کے منصوبے بھی۔ مستقبل جو ہمیشہ بے یقینی کی دھند میں پوشیدہ ہوتا ہے' کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس دھند کے عقب سے کیا برآمد ہو گا۔

مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ خیالات کی اس یلغار کے دوران کب نیند کی کوئی ننھی سی کرن پھوٹی تھی اور کب اس نے مجھے اپنی مہربان آغوش میں لے لیا تھا۔ بس اتنا معلوم ہے کہ میں سوچتے سوچتے سو گیا تھا اور دوبارہ میری آنکھ کھلی تو مجھے بے چینی کے احساس نے گھیر رکھا تھا۔ یقیناً کوئی غیر معمولی بات تھی جس نے سوتے میں بھی میرے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

ایک لمحے کے شاید ہزارویں حصے کے اندر اندر میری نیند کافور ہو گئی اور حواس پوری طرح کام کرنے لگے۔ کسی بھی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہونے پر میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔ زیرو پاور کے نیلے بلب کی مدھم روشنی میں نارمنڈو اپنے بیڈ پر بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا' کھڑکیاں بند تھیں' ایئرکنڈیشنر کی خنک سرسراہٹ معمول کے مطابق تھی۔ کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے ہولے ہولے ہل رہے تھے' دیوار گیر گھڑی تین بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔

ایک ہی لمحے میں' میں پورے کمرے کا جائزہ لے چکا تھا۔ سب کچھ حسب معمول تھا' کہیں کسی گڑبڑ کے آثار نہیں تھے لیکن سوال یہ تھا کہ میری چھٹی حس مسلسل کسی خطرے کا اعلان کیوں کر رہی تھی؟

میں نے از سر نو کمرے کا جائزہ لیا مگر کوئی ایک بات بھی خلاف معمول تلاش نہ کر سکا۔ آخر میں بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا کہ میری چھٹی حس نے مجھے دھوکا دیا ہے اس سے قبل بھی بارہا میری چھٹی حس نے مجھے ان دیکھے خطرات سے خبردار کیا تھا اور ماضی کے ریکارڈ کے پیش نظر میں اس پر اعتبار کرنے کے لئے مجبور تھا۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی کمرے کے اندر موجود ہے یا جیسے کوئی مجھے دیکھ رہا ہے مگر بظاہر کمرے میں میرے اور نارمنڈو کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا' اگر کوئی تھا تو

بیڈ کے نیچے ہو سکتا تھا یا باتھ روم کے اندر۔

باہر سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور کہیں سے بھاری اسلحہ چلنے کی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ لڑائی بصرہ کے مضافات میں ہو رہی تھی اور اس قسم کے دھماکوں کی آوازیں معمولات میں شامل ہو گئی تھیں اس لئے انہیں غیر معمولی قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ائرکنڈیشنر کی سرسراہٹ اور وال کلاک کی ٹک ٹک بھی معمول کی بات تھی۔ مارمنڈو سوتے میں خراٹے نہیں لیتا تھا مگر اس کی گہری گہری سانسیں لینے کی آوازیں بھی میری سماعت سے صاف ٹکرا رہی تھیں۔ ایسے میں یہ یقین کر لینا مشکل ہی تھا کہ کمرے میں اور کوئی بھی موجود ہے۔ اگر موجود ہے تو اسے بیڈ کے نیچے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہلے جلے بغیر صرف آنکھوں کو گردش دے کر کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ اگر کوئی وہاں موجود ہوتا تو میری نظروں سے چھپ نہیں سکتا تھا اور ایک سوئے ہوئے شخص سے چھپنے کے لئے بیڈ کے نیچے گھسنے کی تک بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

پھر مجھے یہ بھی اچھی طرح یاد تھا کہ سونے سے قبل میں نے خود اندر سے دروازے کی کنڈی لگائی تھی' کھڑکیاں بھی اندر سے بند تھیں۔ ایسے میں کسی کے کمرے میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اندر سے کوئی چٹخنی کھولی جاتی۔ واحد صورت یہ تھی کہ میرے سونے کے بعد مارمنڈو نے کوئی چٹخنی کھول دی ہو... اور یہ بات بھی خاصی ناقابل فہم تھی۔ وہ تو تقریباً فوراً ہی سو گیا تھا اور مجھے سوئے ہوئے ایک گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا۔ اتنے کم وقفے میں کسی سوئے ہوئے شخص کا اٹھنا مشکل ہی ہوتا ہے۔

میں بیڈ سے اتر آیا۔ بے چینی کے جس احساس سے میں گزر رہا تھا اس کے پیش نظر سونا میرے لئے ممکن نہیں رہا تھا۔ دوبارہ سونے سے قبل پوری طرح مطمئن ہونا ضروری تھا۔ میں نے سب سے پہلے دیوار گیر الماری کھول کر دیکھی۔ پھر بیڈ کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ دونوں جگہ کوئی نہیں تھا۔ میں خود کو احمق محسوس کرنے لگا۔ میں ایک بند کمرے کے اندر کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جہاں کسی کا داخل ہونا ممکن ہی نہیں تھا مگر میں اپنی اس حس کا کیا کرتا جو بدستور مجھے خطرے کے سگنل دیے چلی جا رہی تھی۔

اچانک مجھے خیال آیا کہ خطرے کی نوعیت مختلف بھی تو ہو سکتی ہے' مثلاً یہ کہ کوئی مہلک قسم کا کیڑا مکوڑا' سانپ یا بچھو کمرے میں گھس آیا ہو۔ اس خیال سے قدرے اطمینان محسوس ہوا مگر مکمل اطمینان کرنا ضروری تھا' ابھی تک میں نے باتھ روم چیک نہیں کیا تھا۔ مجھے توقع تھی کہ وہاں بھی کوئی نہیں ہوگا اور باتھ روم کا دروازہ کھولنے پر میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

مارمنڈو ابھی تک بے خبر سو رہا تھا۔ میں نے بڑی خاموشی کے ساتھ کمرے کی تلاشی لی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری الجھن میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ خطرے کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی تھی' میں نے ہر ممکن باریک بینی سے کمرے کی تلاشی لی مگر کوئی مثبت نتیجہ حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ کمرے میں کچھ ہوتا تو ملتا' وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود کوئی خطرہ تھا ضرور۔

اب صرف دو امکانات باقی رہ گئے تھے۔ خطرہ یا تو دروازے کی سمت سے تھا یا پھر کھڑکیوں کی طرف سے۔ کھڑکی کے امکانات زیادہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ کھڑکی جنوبی رخ پر کھلتی تھی اور اگر کوئی اس کمرے میں گھسنے کی کوشش کرتا تو اس کے لئے آسان راستہ کھڑکی والا ہوتا جہاں کسی قسم کی مزاحمت کے امکانات بہت کم تھے۔ بنگلے کے اندر گھسنا تو شاید ممکن ہی نہ تھا۔

میں نے پہلے کھڑکی کو آزمانے کا فیصلہ کیا مگر کھڑکی کھولنے کے لئے کمرے کی لائٹ بجھانا ضروری تھا' بصورت دیگر میں بلیک آؤٹ کی زد میں تھا۔

زیرو پاور کا بلب بجھتے ہی کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ میں اندھیرے میں کھڑکی کی طرف بڑھا اور کھڑکی کے نزدیک پہنچ کر پردہ سرکا دیا۔ باہر کی فضا تاریک نہیں تھی۔ قمری مہینے کا تیسرا ہفتہ چل رہا تھا اور چاند کی روشنی میں سامنے کی رو میں بنے ہوئے بنگلے دھند میں اٹے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے کھڑکی کھول دی۔ کھڑکی کھولنے سے ہلکی سی آواز ابھری تھی مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کھڑکی کھلنے کی آواز کے علاوہ میں نے کوئی اور آواز بھی سنی ہو۔ فوری طور پر یہ تعین کرنا دشوار تھا کہ یہ میرا واہمہ تھا یا حقیقت تھی تاہم میں نے کھڑکی سے سر نکال کر باہر جھانکا۔ سب کچھ معمول کے مطابق دکھائی دے رہا تھا۔ احاطے کی دیوار کے ساتھ اگے ہوئے پھولوں کے پودے نرم ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور گیٹ کے دونوں طرف لگے ہوئے کھجوروں کے تناور درخت گویا سرشاری کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں کسی وہم کا شکار ہو گیا ہوں۔ کھڑکی کھلنے پر جو آواز میں نے سنی تھی ممکن ہے وہ کسی درخت کے پتوں کی سرسراہٹ رہی ہو۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے دوبارہ ایک آواز سنی۔ اس بار آواز بہت واضح تھی۔ نہ صرف واضح تھی بلکہ میں نے اس کی سمت کا تعین بھی کر لیا تھا۔ آواز کمرے کے اندر سے آئی تھی اور دروازے کی سمت سے آئی تھی۔ میں بڑی تیزی سے پلٹا۔ کھڑکی کھلی ہونے کی وجہ سے کمرے میں اندھیرا نہیں رہا تھا اور میں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ خاص طور پر دروازے کا چمکدار ہینڈل جو اب نیچے سے اوپر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ کمرے کے باہر راہداری میں کوئی موجود تھا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میرے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ میرے اور مارمنڈو کے علاوہ اس بنگلے میں صرف دو افراد اور تھے۔ آرتھر اور اس کا ملازم۔ ان دونوں میں سے کسی سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس وقت اور اس طرح دروازہ کھولنے کی کوشش کرے گا۔ بالفرض انہیں ہم دونوں میں سے کسی سے کوئی کام پڑتا تو بھی وہ یہ پراسرار انداز ہرگز اختیار نہ کرتا۔

تو پھر سوال یہ تھا کہ باہر راہداری میں کون ہے' اور اس کمرے تک اس کی رسائی کیوں کر ہوئی' آرتھر اور اس کے ملازم کا کیا بنا؟

یہ تمام سوالات اپنی جگہ بے حد اہمیت کے حامل تھے مگر ان سے بھی زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اس شخص سے نمٹا جائے جو دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص بنگلے کے اندر گھسا ہے تو یقیناً وہ تنہا نہیں ہوگا اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے اور مسلح بھی ہوں گے جبکہ نہ تو میرے پاس اسلحے کے نام پر کوئی چیز تھی اور نہ ہی مارمنڈو کے پاس کچھ تھا اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ اس کے لئے مارمنڈو کو اٹھانا ضروری تھا اسے جگائے بغیر دروازہ کھولتا اور فائرنگ ہوتی تو وہ سوتے میں مارا جاتا اور میرا مقصد فوت ہو جاتا۔

فوری طور پر اس فیصلے پر پہنچ کر میں مارمنڈو کے بیڈ کی طرف جھپٹا اور اس کا کاندھا پکڑ کر ہلایا۔ مارمنڈو ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چونکہ کمرے کی لائٹ بجھی ہوئی تھی اس لئے فوری طور پر اسے کچھ نظر بھی نہیں آ سکا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے جسے سن کر باہر موجود شخص یا اشخاص ہوشیار ہو جائیں۔

"مارمنڈو! یہ میں ہوں مارمن" میں نے جلدی سے سرگوشیانہ آواز میں کہا "ہم خطرے میں ہیں' کوئی کمرے کے باہر موجود ہے اور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خبردار' زور سے کچھ مت بولنا ورنہ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔"

میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی مگر شاید نیند اس کے ذہن پر مسلط تھی اور وہ پوری طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوا تھا "کون دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے؟" اس نے کہا' آواز ہلکی ہی تھی۔

"میں دروازہ کھولنے جا رہا ہوں" میں نے اس کا بے وقوفانہ سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا "وہ جو بھی ہیں مسلح ضرور ہوں گے' ممکن ہے فائرنگ بھی شروع کر دیں' تم کو میں نے اسی لئے اٹھایا ہے کہ فائرنگ ہونے کی صورت میں کہیں سوتے میں ہی نہ مارے جاؤ۔"

مارمنڈو کی عقل ٹھکانے آ گئی اور اس کے حواس پوری طرح کام کرنے لگے "دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے مارمن" اس نے خوف زدہ سے انداز میں کہا۔

"معلوم تو ہو آخر باہر کون ہے اور اس طرح چوری چھپے یہاں کیوں گھسا ہے؟"

"یہ سراسر حماقت ہوگی' باہر کون ہے اور اندر کیوں گھسا ہے یہ معلوم کرنا آرتھر کا درد سر ہے' ہم کیوں اپنی زندگیاں خطرے میں ڈالیں؟"

مارمنڈو ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ہمارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں تھا' آرتھر جانے اور اس کا کام جانے۔ میں تو بالکل ہی غیر متعلق تھا۔ اگر ان لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہوا کرے' مجھے اس سے کیا؟ مگر میں اپنی تجسس فطرت کا کیا کرتا' میرے لئے نچلا بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"میں دروازہ کھول رہا ہوں مارمنڈو" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ مارمنڈو نے پھر احتجاج کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کی بات پر کان نہیں دھرے اور اس نے بھی یہ محسوس کر کے کہ اب میں دروازہ کھول ہی دوں گا' بیڈ سے چھلانگ لگا دی۔ وہ خوف زدہ تھا اور اس کا خوف زدہ ہونا حق بجانب تھا۔ ایک نہتا شخص کبھی بھی مسلح افراد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میں نے دروازے کی چٹخنی گرائی اور تیزی سے دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا تاکہ اگر کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو تو میں دروازے کے پٹ کی آڑ میں رہوں۔ مگر دروازہ نہیں کھلا حالانکہ میں اب بھی باہر راہداری میں کسی کی موجودگی محسوس کر سکتا تھا۔

میں سانس روکے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتا رہا۔ باہر جو کوئی بھی تھا اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کمرے میں

موجود تو وہ افراد غیر مسلح ہوں گے۔ شاید وہ اسی لئے محتاط تھا۔ ممکن ہے جس طرح میں ان کے اندر آنے کا انتظار کر رہا تھا اسی طرح وہ بھی میرے باہر نکلنے کے منتظر ہوں۔ یہ تو ایک غیر معمولی بات تھی کہ ہم مسلح نہیں تھے اور ایسے میں، میں دروازہ کھول کر باہر نکلنے کا خطرہ بہرحال مول نہیں لے سکتا تھا۔

پھر وہ ہوا جس کی توقع نہ میں کر سکتا تھا اور نہ ہی یہ بات کسی اور کے وہم و گمان میں آسکتی تھی۔ دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ پھر میں نے ہینڈل گھماتے دیکھا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا ہے اس کے بعد باہر سے دھیمی آواز میں باتیں کرنے کی آوازیں آئیں اور پھر میں نے ایک سے زائد لوگوں کے چلنے کی آوازیں سنیں جو کمرے سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔

میں بری طرح بوکھلا گیا۔ ان لوگوں نے بڑی خلاف توقع حرکت کی تھی۔ میں نے جھپٹ کر دروازے کے ہینڈل پر زور آزمائی کی مگر میرا اندازہ درست ہی تھا، دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔

نارمنڈو نے بھی بدلی ہوئی صورت حال محسوس کر لی تھی اور اٹھ کر میرے نزدیک آگیا تھا "کیا بات ہے نارمن؟" اس نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

"تم دیکھ ہی رہے ہو، دروازہ باہر سے لاک کر دیا گیا ہے" میں نے کہا۔

میری بات سن کر اس کے بھی اوسان خطا ہو گئے اور میری طرح اس نے بھی ہینڈل سے زور آزمائی کی جو بے نتیجہ ہی رہی۔

"اب کیا ہو گا نارمن؟" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "ابھی ایک قید سے نکلنے نہیں پائے تھے کہ پھر پھنس گئے۔"

میں اسے کیا جواب دیتا "خود میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ کون لوگ تھے اور ہمیں اس طرح کمرے میں بند کر دینے سے ان کا مقصد کیا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آری انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہوں" نارمنڈو نے کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو، اگر ان لوگوں کا تعلق آرمی انٹیلی جنس سے ہوتا تو وہ ہمیں یوں چھوڑ کر واپس نہ چلے جاتے۔"

"تو پھر آخر وہ لوگ کون تھے اور ہمیں یوں کمرے میں کیوں بند کر گئے؟"

"جو لوگ بھی ہیں ہمارے دشمن ہیں، دوست ہرگز نہیں ہو سکتے" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ یہودیوں کے دشمن میرے تو دوست ہی ہوں گے مگر میں اپنے اس خیال کا برملا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میں ایک یہودی ایجنٹ کے روپ میں جو تھا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان لوگوں کا تعلق کسی مقامی جرائم پیشہ گروہ سے ہو؟"

"ہاں، یہ ممکن ہے مگر ہم اس امکان پر یقین کرنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتے۔ ہمیں تو جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی ہے" میں نے کہا اور کمرے کی کھڑکی بند کر کے پردے کھینچ دیئے۔ نارمنڈو نے کمرے کی لائٹ جلا دی تھی۔

"اگر مجھے چار پانچ انچ لمبا کوئی موٹا تار مل جائے تو میں قفل کھولنے کی کوشش کر سکتا ہوں" نارمنڈو نے کہا۔

"تمہاری کل کائنات یہ کمرا ہے" میں نے جواب دیا "تلاش کر دیکھو، اگر یہاں کوئی تار مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر کھڑکی کے راستے ہی فرار ہونا پڑے گا۔"

کافی تلاش کرنے کے بعد ہمیں ایک مڑا تڑا سا تار مل گیا اور نارمنڈو وہ تار لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا جو اسے تالا کھولنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔

"دروازہ غیر مقفل ہو گیا ہے نارمن!" نارمنڈو نے میری طرف مڑ کر کہا "اب بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"سب سے پہلے تو بنگلے کا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ تو اندازہ ہو لیکن دروازہ کھولنے سے قبل کمرے کی لائٹ بجھا دینا ضروری ہے۔"

سوئچ بورڈ دروازے کے ساتھ ہی دیوار پر نصب تھا۔ میں نے کمرے کی روشنی بجھائی اور نارمنڈو کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا "میرے نزدیک ہی رہنے کی کوشش کرنا" میں نے اس سے کہا "ممکن ہے وہ لوگ ابھی تک گئے نہ ہوں۔ ایک ساتھ رہ کر ہم ایک دوسرے سے بے خبر تو نہیں رہیں گے۔"

دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے معاملے میں میں نے نارمنڈو کو آگے رکھا۔ ایک یہودی کے میک اپ میں نامعلوم لوگوں کے ہاتھوں مارا جانا مجھے گوارا نہیں تھا۔ اگر مرنا ہی ہے تو ایک مسلمان کی جگہ ایک یہودی کیوں نہ مرتا؟!"

راہداری مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی حالانکہ یہاں سے روشنی کی ایک کرن بھی باہر نہیں جا سکتی تھی۔ بلیک آؤٹ کی خلاف ورزی ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہی وجہ

تھی کہ رات جب ہم سونے کے لئے کمرے میں آئے تھے تو یہاں روشنی تھی جبکہ اس وقت مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ شاید یہ بھی انہی لوگوں کا کارنامہ تھا جو یہاں گھس آئے تھے وہی یہاں سے جاتے ہوئے روشنی بجھا گئے ہوں گے۔

میں اور نارمنڈو آگے پیچھے محتاط انداز میں چلتے ہوئے نیچے جانے والے زینوں تک پہنچے۔ نارمنڈو بدستور مجھ سے آگے تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لوگ فرار ہو چکے ہیں۔ خود میرا خیال بھی یہی تھا لیکن میں محتاط رہنا چاہتا تھا اور یہی احتیاط پسندی میرے کام آگئی۔

زینوں کے پاس پہنچتے ہی دو نیچے سے ایک فائر ہوا اور نارمنڈو چیخ مار کر گرا۔ میں نے بجلی کی سی تیزی سے فرش پر لوٹ لگائی تھی ورنہ اگلی گولی نے مجھے چاٹ لیا ہوتا۔ یہ اندازہ غلط ثابت ہوا تھا کہ وہ لوگ واپس جا چکے ہیں۔ وہ واپس نہیں گئے تھے۔ معلوم نہیں ان کی تعداد کیا تھی۔ ہم پر فائر کرنے والا بہرحال ایک ہی تھا جو اندھیرے کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آسکا تھا۔ ہم چونکہ متحرک تھے اس لئے وہ ہمیں دیکھ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

نارمنڈو بری طرح تڑپ رہا تھا۔ معلوم نہیں گولی اس کے جسم پر کہاں لگی تھی۔ زخم اگر مہلک نہ ہوتا تب بھی اس کا بچنا مشکل ہی لگتا تھا۔ اس کے جسم سے خون تو بہرحال بہتا ہی رہتا۔ اس کے لئے طبی امداد کا بندوبست کرنا تو دور کی بات تھی، مجھے تو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔

دو فائروں کے بعد مزید فائر کئے گئے۔ معلوم نہیں وہ کتنے دیدہ دلیر لوگ تھے کہ انہوں نے سائلنسر تک استعمال کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی یعنی انہیں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں تھا۔ مزید فائر انہوں نے محض احتیاطاً ہی کئے تھے۔ اس لئے کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس اسلحہ ہوتا تو ہم نے جوابی فائر ضرور کئے ہوتے لیکن یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ ہم غیر مسلح ہیں انہوں نے اوپر آنے کی کوشش نہیں کی بلکہ میں نے محسوس کیا کہ وہ فرار ہو رہے ہیں۔ شاید یہاں ان کی آمد کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

وہ صدر دروازے سے باہر نکلے تھے۔ شاید اسی راستے سے اندر بھی آئے ہوں گے۔ انہوں نے صدر دروازے کو بھی باہر سے مقفل کر دیا تھا۔ میں نے کنجی گھومنے کی آواز صاف سنی تھی۔ اب میرے لئے اس بات پر یقین کرنا دشوار تھا کہ وہ مقامی جرائم پیشہ افراد تھے۔ بات یقیناً کچھ اور تھی۔

میں تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا۔ خطرات بڑھ چکے تھے۔ گولیاں چلنے کی آوازیں دور تک گئی ہوں گی اور اب اس بنگلے میں نہیں رہا جا سکتا تھا۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ آرتھر کتنی گہری نیند سو رہا ہے جو کئی فائر ہونے کے باوجود نہیں اٹھا اور اس کا وہ ملازم کہاں مر گیا جو آرتھر کے بقول سرونٹ کوارٹر میں رہتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے راہداری کی لائٹ جلا دی۔ لائٹ آن ہونے کے باعث نیچے ہال میں بھی روشنی پھیل گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں پورے ہال کا جائزہ لے ڈالا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ تمام حملہ آور فرار ہو چکے تھے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے نارمنڈو کو چیک کیا۔ گولی اس کے سینے پر تقریباً وسط میں لگی تھی اور وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ خون کافی بہہ چکا تھا۔ اب بھی اگر اسے فوری طبی امداد مل جاتی تو اس کے بچنے کے کچھ امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔ گولی دل سے چند انچ ہٹ کر لگی تھی۔

میرے پاس وقت بہت کم تھا۔ ہر لحہ اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں کوئی آنہ جائے۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر کسی نہ کسی نے پولیس کو فون ضرور کر دیا ہو گا اور میں یہاں قید ہو کر رہ گیا تھا۔

نارمنڈو کو اس کے حال پر چھوڑ کر میں تیزی سے نچلی منزل پر آیا اور آرتھر کے کمرے کی طرف بڑھا۔ نچلی منزل کی روشنیاں جلانے پر یہ حیران کن انکشاف ہوا کہ کہیں کسی قسم کی افراتفری نظر نہیں آرہی۔ جیسے وہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہی نہ ہو۔

آرتھر کے کمرے کے دروازے پر مجھے پہلی غیر معمولی علامت نظر آئی۔ سرخ رنگ کے مارکر سے دو عدد ترچھی لکیریں کھینچی گئی تھیں جو ایک دوسرے کو درمیان سے قطع کرتی ہوئی گزر رہی تھیں یعنی سرخ رنگ سے ضرب کا نشان بنایا گیا تھا۔ میرے پاس اس نشان پر غور کرنے کی مہلت نہیں تھی اس لئے میں نے اس نشان کو نظر انداز کرتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ اندر نیلگی روشنی میں پورا کمرا الٹ پلٹ دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہو کر لائٹ جلا دی اور فوراً ہی آرتھر کے باہر نہ آنے کی وجہ میری سمجھ میں آگئی۔ وہ اب بھی خود سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی اور منہ کھلا ہوا تھا۔ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

وقت ضائع کئے بغیر میں آگے بڑھا اور میں نے دیوار میں نصب اس آہنی سیف کو دیکھا جو کھلا ہوا تھا۔ اس کی صفائی کر دی گئی تھی۔ معلوم نہیں آرتھر اس میں رقم کے علاوہ اور کیا چیزیں رکھتا ہو گا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کچھ خفیہ قسم کے

کاغذات بھی اسی سیف میں رکھتا ہوگا۔ بہرحال اب نہ وہاں کوئی رقم تھی اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی کاغذ تھا۔ اس آہنی سیف کے علاوہ کمرے کی ہر چیز تقریباً ادھیڑ ڈالی گئی تھی۔ پولیس تفتیش کرتی تو انہیں ڈاکو قرار دیتی جو لوٹ مار کرکے چلے گئے تھے۔

میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور راہداری میں نکل آیا۔ ابھی میں راہداری میں ہی تھا کہ میں نے پولیس کار کے سائرن کی آواز سنی جو تیزی سے قریب آتی جارہی تھی۔ کسی پڑوسی نے فون کرکے پولیس کو مطلع کیا ہوگا۔ میری رفتار میں اچانک بہت تیزی آگئی۔ میں کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپری منزل پر پہنچا۔ نارمنڈو کے سینے سے گاڑھا گاڑھا خون ابل رہا تھا اور وہ بدستور غشی کی کیفیت میں تھا۔ اسے نظر انداز کرکے میں اپنی خواب گاہ میں آیا جہاں میں نے مقامی کرنسی چھوڑی تھی جو آرتھر نے میرے حوالے کی تھی۔ وہیں الماری میں نارمنڈو نے بھی اپنی رقم رکھی تھی۔ اپنے پیسوں کے علاوہ میں نے نارمنڈو کے پیسے بھی جیب میں ٹھونسے اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔

پولیس کاریں اب بہت نزدیک آگئی تھیں۔ شاید وہ بنگلے کے احاطے میں داخل ہورہی تھیں اور جب تک میں دوبارا نچلی منزل پر پہنچا پولیس کاریں نہ صرف رک چکی تھیں بلکہ انہوں نے کال بیل کا بٹن بھی دبا دیا تھا۔ میں بری طرح سے گھر گیا تھا۔ پولیس چونکہ فائرنگ کی اطلاع پاکر یہاں پہنچی تھی اس لئے امکان تھا کہ وہ بنگلے کو گھیرے میں لے لیں گے۔

سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ تیزی سے عمل کرنے کا وقت تھا۔ میں ان کے نرغے سے محض اپنی رفتار کے بل پر ہی نکل سکتا تھا ورنہ ایک بار وہ مجھے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے تو کم از کم فوری طور پر ان کی گرفت سے بچنا میرے لئے محال ہو جاتا۔ بعد میں اگر فرار ہونے کا موقع مل جاتا تو وہ اور بات ہوتی۔

میں نچلی منزل پر رکے بغیر عقبی دروازے کی طرف بڑھا۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ عقبی دروازہ مقفل نہ ہو اور اسی وقت میں خوشی سے نہال ہو گیا جب میں نے عقبی دروازے کو غیر مقفل پایا۔ صرف اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔ دروازے سے باہر نکلنے سے قبل میں نے جھانک کر باہر کا جائزہ لیا اور میدان صاف پاکر جلدی سے باہر نکلا اور ایک نزدیکی قد آدم پودے کے عقب میں پہنچ گیا۔ اگر مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہو جاتی تو میں ان پولیس والوں کی نظروں میں آگیا ہوتا جو پوزیشن لینے کے لئے عقبی سمت آگئے تھے۔ ان کا انداز واقعی ایسا تھا جیسے وہ ڈاکوؤں کو گھیرے میں لے رہے ہوں۔

میں سانس روک کر انہیں دیکھنے لگا۔ اتنی چاندنی تو تھی کہ کچھ فاصلے تک صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ مجھے اگر بروقت آڑ نہ مل جاتی تو مڑتے وقت وہ ضرور مجھے دیکھ لیتے۔ وہ دو پولیس والے تھے اور ایک شاید ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ ہیڈ کانسٹیبل نے ان دونوں کو ہدایات دیں اور انہیں متعین کرکے واپس چلا گیا۔ دونوں کے ہاتھوں میں خودکار رائفلیں تھیں اور رخ بنگلے کی طرف تھا تاہم دونوں کے انداز میں بے پروائی تھی۔

"کیا مصیبت ہے" ایک نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "فائرنگ کرنے والے کیا ہمارے انتظار میں اب تک اندر بیٹھے ہوں گے؟"

میں نے دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دی۔ وہ واقعی درست کہہ رہا تھا۔

"ہمیں کیا" دوسرے کانسٹیبل نے کہا "ہمیں تو احکامات کی بجا آوری سے غرض ہونی چاہئے۔"

"میں ایسی فرض شناسی کے خلاف ہوں جس میں آدمی کو عقل کے منافی کام کرنا پڑے۔"

"عقل استعمال کروگے تب بھی اتنی ہی تنخواہ ملے گی جتنی عقل استعمال کئے بغیر ملتی ہے۔"

"نہیں یار، ذرا غور تو کرو۔ اگر کوئی بنگلے میں ہوتا تب بھی سائرن سن کر فرار ہو گیا ہوتا یا ہمارے انتظار میں بیٹھا رہتا۔"

"کیوں دماغ خراب کررہے ہو۔ اگر کوئی اندر نہیں ہوگا تو ہمارا کیا جاتا ہے بلکہ یہ ہمارے لئے اچھا ہی ہے۔ خواہ مخواہ مقابلہ کرنے سے تو بچیں گے۔"

پہلا کانسٹیبل بڑبڑا کر خاموش ہو گیا اور میں پلٹ کر عقبی دیوار کی طرف دیکھنے لگا جو زیادہ بلند نہیں تھی مگر اس تک پہنچنا بھی مسئلہ تھا۔ دیوار مجھ سے کم از کم چھ فٹ کے فاصلے پر تھی۔ میں اپنی جگہ چھوڑتا تو کسی کی بھی نظروں میں آسکتا تھا۔ میں نے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے کا فیصلہ کرنے میں عافیت جانی۔

چند ہی منٹ بعد ایک سارجنٹ آتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ چند سپاہی بھی تھے۔

"تمام کھڑکیاں اور دروازے چیک کرو" اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "شاید کہیں سے اندر داخل ہونے کا راستہ مل جائے"

وہ سامنے والے راستے کی طرف سے مایوس ہو کر اس طرف آئے ہوں گے۔ صدر دروازہ تو مقفل تھا اور اندر کوئی

نہیں تھا جو دروازہ کھولتا۔

دو منٹ کے اندر اندر انہوں نے عقبی دروازہ دریافت کرلیا جو کھلا ہوا تھا۔ اس دریافت نے ان میں سنسنی سی پھیلا دی اور پھر سارجنٹ کے حکم پر کئی سپاہی دوڑتے ہوئے بنگلے کے اندر گھس گئے۔ کچھ باہر ہی رک گئے تھے مگر اب ان سب کی توجہ عقبی دروازے کی طرف تھی اور وہ کسی غیر معمولی وقوعہ کی توقع کر رہے تھے۔

یہ موقع میرے لئے بہت غنیمت تھا۔ اس سے فائدہ نہ اٹھاتا تو شاید اس کے بعد کوئی اور موقع نہ مل پاتا۔ انہیں اندر کوئی نہ ملتا تو پھر ان کی توجہ باہر کی طرف ہی مرکوز ہوتی چونکہ تمام لوگوں کی توجہ دروازے پر مرکوز تھی اس لئے میں دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑی اور عقبی دیوار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چاند ایسے زاویے پر تھا کہ اس کی روشنی براہ راست مجھ پر نہیں پڑ رہی تھی۔

دیوار کے نزدیک پہنچ کر کھڑے ہونے سے قبل میں نے مڑ کر دیکھا۔ اب بھی ان میں سے کوئی اس طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں تیزی سے کھڑا ہوا اور عقبی دیوار پر چڑھ گیا۔ بدقسمتی سے اسی وقت کسی نے پلٹ کر دیکھا اور مجھ پر نگاہ پڑتے ہی وہ زوردار آواز کے ساتھ چیخا۔

"وہ رہا" پھر اس نے چیخ کر مجھ سے کہا "رک جاؤ ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

اتنی مہلت بہت تھی۔ اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی میں دوسری طرف کود چکا تھا۔ پولیس والوں نے بھی فائرنگ کرنے میں تامل نہیں کیا مگر مجھے للکارنا ان کی غلطی تھی جتنی دیر میں ان کی للکار مکمل ہوئی اتنی دیر میں تو میں دوسری طرف پہنچ چکا تھا۔ گولیاں میرے اوپر سے نکل گئیں۔ لگاتار فائرنگ کی آوازوں نے علاقے کا سکون درہم برہم کردیا تھا۔

زمین پر گرتے ہی میں نے بڑی پھرتی سے خود کو سنبھالا اور بائیں طرف دوڑ لگادی۔ عقبی گلی ناہموار تھی اور ہموار سڑک کے مقابلے میں یہاں دوڑنا دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ مجھے دو تین بار ٹھوکر لگی اور میں گرتے گرتے بچا۔ ادھر پولیس والے اب دیوار پر چڑھ کر مجھ پر فائرنگ کرنے کی کوشش کررہے تھے مگر میں بنگلوں کی دیواروں سے قریب ہوکر دوڑ رہا تھا اس لئے ان کی کوششیں رائیگاں ثابت ہورہی تھیں۔ میں نے بعض بنگلوں کی کھڑکیاں کھلنے کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ میں شدید خطرے میں گھر گیا تھا۔ ایسا خطرہ جس سے نکلنا محال تھا۔ مجھے گرفتاری سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ واحد صورت یہ تھی کہ مجھے کوئی پناہ گاہ میسر آجاتی۔

میں اگرچہ خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا مگر اس تیز رفتاری کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ جدید ترین ساز و سامان سے لیس پولیس کو دھوکا دے کر نکل جانا ناممکنات میں سے تھا اور مجھے اس بات کا پوری طرح احساس تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ جتنا زیادہ وقت گزرتا جائے گا میرے بچ نکلنے کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے دوڑتے دوڑتے رک کر ایک نگاہ عقب میں ڈالی اور جب مجھے اپنے عقب میں کوئی نظر نہیں آیا تو میں نے ایک اور بنگلے کی عقبی دیوار پھلانگنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔ یہ آرتھر کے بنگلے سے چوتھا بنگلہ تھا۔

پولیس والے شاید حکم کے انتظار میں رہ گئے تھے ورنہ اگر وہ تیزی دکھاتے تو عقبی گلی میں ہوتے اور مجھے گم ہونے کا موقع نہ مل پاتا مگر اب تو موقع مل ہی گیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہی ایک سریلی نسوانی چیخ سے واسطہ پڑا تھا۔ یہی شکر تھا کہ چیخ کی آواز زیادہ بلند نہیں تھی یا شاید فائرنگ میں دب گئی تھی۔

میں نے چونک کر دیکھا۔ وہ ایک سرونٹ کوارٹر تھا جس کے دروازے پر وہ کھڑی ہوئی تھی اور اس نے چیخ دبانے کے لئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ اندھیرے کے باعث اس کے خدوخال واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ "ششش" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا "ڈرو مت میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

اس کا جسم مارے خوف کے لرز رہا تھا۔ شاید وہ فائرنگ کی آواز سن کر نکلی تھی۔ اس کا خوف زدہ ہونا فطری امر تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم کے ارتعاش میں اضافہ ہو گیا ہے اور غالباً وہ اندر جاکر دروازہ بند کرلینا چاہتی تھی مگر اس میں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی ہمت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ شاید اس نے میری آواز سنی ہی نہیں تھی۔ اگر سنی بھی تھی تو اس کا خوف زدہ ذہن الفاظ کو مربوط کرکے ان سے کوئی معنی اخذ کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اب بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی طرف کسی بری نیت سے بڑھ رہا ہوں۔

میں اچانک رک گیا۔ اس کا خوف دور کئے بغیر اس کی طرف بڑھنا اس کے نزدیک جانے کی کوشش کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ خوف کی انتہا کسی ایسی خوفناک چیخ کو جنم دے سکتی تھی جو دور تک سنی جاتی۔ میری یہاں موجودگی کا راز فاش ہو جاتا۔ اور مجھے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے ازسرِنو جدوجہد کرنا پڑتی۔

سرونٹ کوارٹر کے دروازے میں تھا اس کی موجودگی ظاہر کرتی تھی کہ اس کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو لگاتار ہونے والی فائرنگ کے شور کے بعد سوتا نہ رہا ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی دروازے پر نظر آتا۔ اس اعتبار سے یہ جگہ بہت محفوظ تھی اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا" میں نے رکتے ہوئے کہا۔ آواز زیادہ بلند نہیں تھی "اگر مجھے بے گناہ مرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

میں نے اس پر ایک نفسیاتی حربہ آزمایا تھا۔ مجھے اس حربے کی کامیابی کا سو فیصد یقین نہیں تھا تاہم اگر یہ حربہ کامیاب نہ ہوتا تو میری مشکلات میں سو فیصد اضافہ ضرور ہو جاتا۔

میں آہستہ آہستہ واپس مڑا اور مردہ سے انداز میں چلتا ہوا اس سے دور ہونے لگا۔ میرا دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ میں اسے دھمکی دے کر بھی پناہ حاصل کر سکتا تھا۔ مگر حالات کے پیش نظر میں کوئی عارضی قدم اٹھانے سے گریز کر رہا تھا۔ یہ جوا بھی میں نے اس لئے کھیلا تھا کہ جو بھی نتیجہ نکلے مستقل بنیادوں پر نکلے۔

گلی سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میرا خون خشک ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی بنگلوں کی قطار کے سامنے والی سڑک پر سے پولیس کار کا سائرن سنائی دیا۔ گویا پولیس والوں نے میری تلاش کے لئے لائحہ عمل طے کر لیا تھا۔ وہ اس سمت سے واقف تھے جدھر میں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے ہر طرف سے گھیرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں اندازہ ہو گا کہ ایک آدمی اتنی دیر میں زیادہ سے زیادہ کتنی دور جا سکتا ہے اگر وہ پورے علاقے کو گھیر کر پوری طرح تلاشی نہ لیتے تو میں کہتا کہ بھرے کا پولیس ڈپارٹمنٹ اس قابل ہے کہ اسے توڑ دیا جائے۔

میں بڑے متحمل انداز میں چل رہا تھا۔ بوجھل قدموں سے اور آہستہ آہستہ میں اسے سوچنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دینا چاہتا تھا۔ اس پر میرا حربہ اگر کارگر نہ ہوتا تو پھر فوری طور پر کوئی جائے پناہ ملنی مشکل تھی۔

"ٹھہرو" یہ روح افزا نسوانی سرگوشی میں نے اس وقت سنی جب میں تقریباً مایوس ہو چلا تھا۔

میں رک کر آہستہ آہستہ اس کی طرف چلنا۔ مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری ہو رہی تھی مگر جلد بازی سے کھیل بگڑ سکتا تھا اس لئے میں خود پر جبر کرنے کے لئے مجبور تھا۔

وہ سرونٹ کوارٹر سے باہر نکل کر میری طرف آ رہی تھی۔ کچھ دیر قبل میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا تو وہ خوف زدہ تھی لیکن اب وہ خود میری طرف آ رہی تھی تو اسے کوئی خوف نہیں تھا۔

"تم کون ہو؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر کہا "اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے" اب نہ تو وہ خوف سے لرز رہی تھی اور نہ ہی اس کی آواز میں خوفزدگی کا کوئی تاثر تھا۔

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھے پناہ دینے کے لئے تیار ہو یا نہیں۔ وہ لوگ مجھے ہر طرف ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو بے موت مارا جاؤں گا۔"

وہ ایک بار پھر تذبذب میں مبتلا ہو گئی۔ معلوم نہیں کیا سوچنے لگی تھی بالآخر مجھے اس کو ٹوکنا پڑا "تم کس سوچ میں گم ہو گئیں۔ مجھے ہاں یا ناں میں جواب تو دے دو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا "میں سوچ رہی تھی عموماً مرد عورتوں کو پناہ دیا کرتے ہیں۔ آج ایک عورت ایک مرد کو پناہ دے گی۔ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا سرونٹ کوارٹر میں داخل ہو گیا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ایک کمرے کے کوارٹر میں گہری تاریکی چھائی پھر اس نے لائٹ جلا دی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند ہونے سے لائٹ باہر نہیں جا سکتی تھی۔ روشنی ہوتے ہی میں نے اس کا جائزہ لیا۔ وہ خاصی خوش شکل لڑکی تھی۔ عمر پچیس سے تیس کے درمیان رہی ہو گی۔ میری تجربے کار نگاہوں سے اس کا پیشہ پوشیدہ نہیں رہ سکا اور مجھے حیرت ہوئی۔ جس پیشے سے اس کا تعلق تھا اس میں تو ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے پھر وہ اس قدر خوف زدہ کیوں ہو گئی تھی۔

وہ بھی متجسس نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ اندازہ کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ جو اندازہ بھی لگاتی غلط ہی ہوتا۔ میری حقیقت تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ رات سونے سے قبل میں نے اور تارمنڈو نے جو میک اپ کئے تھے ان کی بدولت ہم دونوں کے خدوخال مقامی لوگوں کے جیسے ہو گئے تھے اور اب ہمیں غیر ملکیوں کی حیثیت سے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہر کوئی ہمیں دیکھتا مقامی ہی سمجھتا۔ تارمنڈو کی زندگی کا تو کوئی بھروسا نہیں تھا البتہ میں مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے زندہ تھا۔

"تاریخ شاہد ہے کہ مرد نے ہمیشہ عورت کے دامن میں

پناہ لی ہے" میں نے اس پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔ اب میں کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صرف ایک کمرا تھا اور بس چھت پر ایک پنکھا ٹنگا ہوا تھا جو اس وقت بھی چل رہا تھا۔ ایک دیوار کے ساتھ لکڑی کا پرانا سا ریک رکھا ہوا تھا جس پر گرد کی تہیں ظاہر کر رہی تھیں کہ اسے عرصہ دراز سے استعمال نہیں کیا گیا ہے ایک اسٹول تھا جو کبھی بیٹھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہو گا۔ اس کے علاوہ کمرے میں جو سامان تھا وہ ایک جھلنگا سی چارپائی تھی جس پر ایک بوسیدہ گدا بچھا ہوا تھا۔ گدے پر بچھی ہوئی چادر نہ صرف میلی تھی بلکہ اس قدر بھی دامن تھی کہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود گدے کی بوسیدگی کو چھپانے میں ناکام تھی۔ ایک تکیہ بھی تھا جو اپنی ظاہری حالت کے اعتبار سے چارپائی گدے اور اس پر بچھی ہوئی چادر سے ہم آہنگ نظر آ رہا تھا۔

میری بات سن کر وہ زور سے ہنسی "تاریخ کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں البتہ میرا ذاتی تجربہ تو کہتا ہے" اس نے کہا۔ اب وہ قطعی خوف زدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

میری نگاہ چارپائی کے نیچے رینگ گئی جہاں ایک عمدہ قسم کا مختصر سا سوٹ کیس رکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس سرونٹ کوارٹر میں وہ واحد چیز تھی جو اس لڑکی کی شخصیت اور اس کے جسم پر موجود لباس سے میل کھاتی تھی۔

"معلوم نہیں تم کون ہو اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہے۔ صورت سے تو معصوم نظر آ رہے ہو مگر ضروری تو نہیں کہ آدمی کا ظاہر بھی اس کے باطن ہی کی طرح ہو۔"

"قطعی ضروری نہیں" میں مسکرایا "بلکہ ظاہر و باطن کبھی یکساں نہیں ہوتے۔ بسا اوقات تو خود پر بھی عیاں نہیں ہوتے۔ آدمی خود کو دریافت کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔"

"میرا نام سونیا ہے" وہ بھی جواباً مسکرائی "اگر تمہیں زمانے کے سرد و گرم کی ذرا سی بھی ہوا لگی ہے تو تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میرا پیشہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ عورت کو دیکھ کر اچھا خاصا احمق بھی فلسفہ بولنے لگتا ہے۔ تم صورت سے تو معصوم نظر آتے ہو مگر احمق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ تمہاری آنکھوں کی چمک تمہاری ذہانت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"میرا نام علی ہے اور میں عملی آدمی ہوں مگر تمہارے تجربے کو چیلنج کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ تمہارے بارے میں اندازہ کر چکا ہوں۔ تم پیشہ ور ہو مگر خود کو احتیاط سے نمایاں کرنے کی عادی ہو اور اسی بات پر تمہارا شکر گزار ہوں ورنہ تم نے میری ایک سادہ سی بات کو فلسفے کے روپ میں سنا ورنہ جو کچھ میں نے کہا اسے صدق دل سے حقیقت جان کر کہا تھا۔"

وہ ہنس پڑی "تم یہاں پناہ گزین نہیں میرے مہمان ہو۔ میرا کل سرمایہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ مجھ سے کسی بڑی میزبانی کی توقع مت رکھنا" اس کے لہجے میں ہلکی سی شوخی تھی۔

"بڑی میزبانی کی توقع تو رکھ سکتا ہوں" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "حالانکہ اس سے بڑی مہربانی تو تم پہلے ہی کر چکی ہو۔"

وہ افسردہ سی ہو گئی "تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے اب تک تم سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہا۔ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کہاں بٹھاؤں۔"

"مجھے اپنے دل میں بٹھاؤ' آنکھوں میں جگہ دو۔ اس کوٹھری میں تو اتنی جگہ میں خود بنا سکتا ہوں" میں نے گرد آلود اسٹول کھینچ کر بلا تکلف اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنا گیا گزرا ابھی نہیں ہوں کہ اپنے محسنوں کا مذاق اڑاتا پھروں" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر تمہاری اس بات کو کیا سمجھوں۔ کسی ہوش مند سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی ایسی عورت کے دل میں بسنے کی خواہش کرے جو روز ایک نئی آغوش کی زینت بنتی ہو۔"

"اگر ہوش مندی اسی کا نام ہے تو میں باز آیا" میں نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے "معاشرہ جتنی عزت ان لوگوں کو دیتا ہے جو بغیر کسی مجبوری کے صرف اپنی دولت کے بل پر کسی کی مجبوریاں خریدتے ہیں۔ میری نظر میں ایسے لوگ ان صاحب ثروت لوگوں سے کہیں زیادہ محترم ہوتے ہیں اور مجبوریاں خریدنے والے میری نظروں میں حشرات الارض سے بھی زیادہ بے وقعت ہوتے ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے جھلنگی چارپائی میں گر گئی "تم انتہائی خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "پولیس تمہارے پیچھے ہے اور تم اتنے سکون سے یہاں بیٹھے باتیں بنا رہے ہو۔"

"صرف میرے پیچھے نہیں ہے سونیا خانم! اس وقت تک پورا علاقہ گھیرے میں لے لیا جا چکا ہو گا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر گھر کی تلاشی بھی لی جائے۔"

"ایسی کون سی واردات کر کے بھاگے ہو کہ تمہاری

خاطر پولیس اتنی ورد سری سوال لے گی۔"

"ایک غیر ملکی قتل ہو گیا ہے اور دوسرا شدید زخمی۔ اس کا جاں بر ہونا ممکن معلوم نہیں ہوتا۔"

"دونوں قتل تم نے ہی کئے ہیں" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ بوکھلائی ضرور تھی مگر خوف زدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

"میرے پاس تو ایک قلم تراش چاقو بھی نہیں ہے۔ میرا قصور تو صرف اتنا ہے کہ میں اس بنگلے میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ خود بھی قتل ہوتے ہوتے رہ گیا اور جب پولیس آئی تو ان کی نظروں میں آ گیا۔ اگر وہ مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں کسی طرح بھی اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکوں گا۔"

"تم نے مجھے مطمئن کرنے کے لئے یہ کہانی گھڑی ہے۔ ورنہ در حقیقت تم نے ہی ان دونوں کو قتل کیا ہو گا۔"

"تو تمہیں یقین نہیں آیا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ہاں یہ حقیقت ہے کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ ان دونوں کو میں نے ہی قتل کیا ہے اور سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ تمہیں بھی قتل کر دوں۔"

"میرا دل بہت کمزور ہے۔ مجھے ڈراؤ مت" وہ خوف زدہ سے انداز میں بولی "نہیں' تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے کوئی قتل نہیں کیا۔"

"تم کہہ رہی ہو تو پھر یہ ٹھیک ہی ہو گا" میں نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور سر جھکا لیا۔

"یہ کیا بکواس ہے" وہ چڑ کر بولی "آخر تم مجھے سچی بات کیوں نہیں بتاتے؟"

"پہلے سچی بات بتائی تھی' اس پر تم نے یقین نہیں کیا۔ پھر جھوٹا الزام اپنے سر لیا۔ تم اس پر بھی یقین کرنے کو تیار نہیں' اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم شاید مجھ سے خطرہ محسوس کر رہے ہو" اس نے تلخ لہجے میں کہا "اور ٹھیک ہی کر رہے ہو۔ مجھ میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ تم مجھ پر یقین کر لو۔"

"شاید تم آرتھر نامی شخص سے واقف ہو جو یہاں سے چوتھے بنگلے میں رہتا ہے۔ میں اور میرا دوست اس کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے سونے کے بعد چند نامعلوم افراد گھر میں گھس آئے۔ انہوں نے آرتھر کو ہلاک کر دیا۔ میں اپنے دوست کے ساتھ دریافت حال کے لئے کمرے سے نکلا تو ان لوگوں نے ہم پر بھی فائرنگ کی۔ بدقسمتی سے گولی میرے دوست کو لگی اور اس کو مہلک زخم آیا۔ میں محض اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے بچ گیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر کسی نے شاید پولیس کو فون کر دیا جو فوراً ہی آ پہنچی۔ میں بڑی مشکل سے عقبی دیوار پھلانگ کر وہاں سے بھاگا۔ آخری لمحے میں کسی کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور انہوں نے مجھ پر فائرنگ کر دی۔"

"میں اپنی اس بات پر قائم ہوں کہ تم کوئی بہت خطرناک آدمی ہو۔ کسی آدمی نے دو شخص کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہو تو اس کی حالت ویسے ہی غیر ہو جاتی ہے اور اگر کسی شخص کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہو تو وہ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ خطرے سے نکل جانے کا یقین نہیں آ جائے لیکن تم۔ تم یوں اطمینان سے بیٹھے مجھ سے باتیں کر رہے ہو جیسے یہاں کسی دعوت میں آئے ہوئے ہو۔"

"یہ حقیقت ہے سونیا کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں مگر صرف اپنے دشمنوں کے لئے' دوستوں کے لئے بے ضرر ترین آدمی سے بھی بے ضرر ہوں۔"

"کچھ بھی ہو' اب تو تم میرے مہمان ہو اور تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔"

"یہ سودا تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کے قتل کا ہے۔"

سونیا چونک پڑی "میں سمجھی تھی آرتھر کوئی مقامی عیسائی ہو گا۔"

"وہ امریکی قومیت کا حامل تھا اور یہاں ایک تیل کمپنی چلا رہا تھا۔ تم خود اندازہ کر لو کہ اس کے قتل پر پولیس کتنی سرگرمی دکھائے گی۔"

سونیا اٹھ کر ٹہلنے لگی "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ معاملہ اس قدر گھمبیر ہے" اس نے پریشانی سے کہا "واقعی پولیس تمہیں ہرگز نہیں چھوڑے گی۔"

"تو تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ پولیس اگر مجھ تک پہنچ گئی تو میری قسمت۔ تم تو اپنا کام کر چکیں۔"

"میں نے خود کو صرف اعلیٰ طبقے تک محدود کر رکھا ہے" سونیا نے کہا "بہت سے افسران کے بھی مجھ سے روابط ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں بچانے کے لئے کس سے بات کروں۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ کچھ ہی دیر قبل وہ مجھ سے بے انتہا خوف زدہ تھی اور اب مجھے بچانے کے لئے اس قدر مضطرب ہو رہی تھی۔ اس کا یہ تضاد میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

"یا تو تم مجھ سے اس قدر خوف زدہ تھیں کہ خوف سے بے ہوش ہونے والی تھیں' یا اب یہ حال ہے کہ مجھے بچانے کے لئے ذرائع تلاش کر رہی ہو" میں نے اس سے براہ راست ہی سوال کر لینا مناسب سمجھا۔

"تمہارا ذہن پور طرح کام کر رہا ہے" وہ مسکرا کر بولی "اپنی جان بچانے کے بجائے تمہیں یہ فکر زیادہ ہے کہ میں ان سا کام کیوں کر رہی ہوں۔ اس سے میرے اندازے کی تائید ہوتی ہے۔ تم بہت گہرے آدمی ہو۔ تمہاری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو اس کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے ہوتے اور اسے اس بات سے قطعی سروکار نہ ہوتا کہ اس کی جان کس طرح بچی ہے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے۔"

وہ دوبارہ چارپائی پر بیٹھ گئی "تم ٹھیک ہی سمجھے۔ اس دنیا میں ہر آدمی خود غرض ہے۔ میں اگر تمہارے لئے کچھ کرتی ہوں تو اس میں بھی کوئی غرض پوشیدہ ہے۔"

"مجھے پناہ دے کر جو احسان تم مجھ پر کر چکی ہو اس کے بعد تمہیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اگر میں تمہارے کسی کام آ سکا تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"کام آنے کے لئے تمہارا آزاد رہنا بھی تو ضروری ہے۔ اگر تم ہی کام آ گئے تو پھر میرے کام کون آئے گا؟"

"مجھے سر چھپانے کے لئے ایک عدد ٹھکانہ درکار تھا۔ جو تمہارے طفیل مجھے میسر آ گیا۔ اب پولیس مجھے کبھی گرفتار نہیں کر سکے گی۔"

"پہلے تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ پورے علاقے کو گھیرے میں لے کر تمہیں تلاش کریں گے۔ اب اس قدر مطمئن ہو گئے ہو؟"

"ان کے پاس میری کوئی شناخت نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "کوئی میری صورت بھی نہیں دیکھ سکا۔ میں بھاگتے ہوئے پکڑا جاتا تو بات دیگر تھی۔ اب تو میں انہیں شبہ تک نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گئی "تو تمہارے اطمینان کی یہ وجہ ہے" اس نے کہا "لیکن اس کے لئے بھی تمہیں میرا تعاون درکار ہو گا۔"

"اس بات سے میں نے کب انکار کیا ہے۔ تم نے اگر ساتھ نہ دیا تو میں مارا جاؤں گا۔"

سونیا کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر چند لمحے بعد بولی "تم نے کیا اب تک میرے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"مناسب نہیں سمجھا۔ تم خود ہی بتا دو گی۔ ویسے بھی شاید مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں تمہاری ذات کے بارے میں کرید کروں۔"

"تمہیں تو معلوم ہی ہو گا جب سے ایرانی فوجیں بصرہ کے نواح تک پہنچی ہیں یہاں کے لوگوں میں بہت بے چینی پائی جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں نے بصرہ چھوڑ کر دوسرے شہروں کا رخ کیا ہے۔ یہ بنگلہ بھی ایک ایسے ہی شخص کا ہے۔ وہ اپنے خاندان سمیت عارضی طور پر یہاں سے منتقل ہو گیا۔ چونکہ جنگ ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آتے اس لئے ملازمین کو بھی رخصت کر دیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بہت سے لوگوں نے ایسے ہی خالی مکانات کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ اس کوٹھری میں ایک بوڑھا مالی رہا کرتا تھا وہ بھی اپنے گاؤں چلا گیا اور میں نے یہاں اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔"

"تمہاری مالی حالت تو بہت اچھی ہو گی سونیا! تمہیں یہ زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"جنگ کی وجہ سے مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے میں ایک مہنگے فلیٹ میں رہا کرتی تھی۔ اب میرا کاروبار بھی متاثر ہوا ہے۔ میرے سامنے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو خود کو ارزاں کر دوں یا پھر اپنے اخراجات میں تخفیف کر لوں۔ میں نے دوسری صورت کو ترجیح دی۔ خود کو ارزاں اور عام کر دینا مجھے گوارا نہیں ہوا۔"

"تمہیں کسی بات کی کیا کمی ہو سکتی ہے سونیا! تمہارے حلقے میں تو بڑے بڑے لوگ شامل ہیں جو تمہارے ایک اشارے پر تمہارے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں؟"

"بہت سے اب بھی مصر ہیں کہ میں اب بھی انہی کی ہو رہوں۔ کئی ایک نے مجھے رہائش اور کار تک کی بھی آفر کی مگر میں نے انہیں ٹال دیا۔ جسم کا سودا کرنا تو میری مجبوری ہے' میں اپنی آزادی کا سودا کیوں کر کر لوں۔ یہ تو کاروبار ہے علی! کاروبار میں خود کو گروی نہیں رکھا جا سکتا۔ روح کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔ جسم فروشی تو بہت تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتی ہے اور اس کے عوض معاوضہ بھی بھرپور ملتا ہے۔ کسی ایک کی ہو رہوں گی تو پھر یہ کاروبار کہاں رہے گا۔ یہ تو ملازمت ہو جائے گی بلکہ ملازمت سے بھی گئی گزری آگے کی چیز یعنی غلامی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے اس کی باتوں سے متاثر ہو کر کہا "لیکن کیا تم نے اتنا بھی جمع نہیں کیا کہ کچھ برے دن گزار سکو؟"

جمع کرنے کے لئے کچھ بچتا تو اس پیشے ہی کو خیرباد نہ کہہ دیتی۔"

"تم تنہا ہو' تمہارے اخراجات اتنے زیادہ کس طرح ہو سکتے ہیں کہ تمہاری آمدنی ان کے سامنے ماند پڑ جائے" میں

نے حیرت سے کہا۔

"میرے والدین زندہ ہیں" اس نے دھیمی آواز میں کہا "گیارہ بہن بھائی ہیں۔ میرے والدین کا پیشہ زراعت ہے۔ مگر بہت سے کسانوں کی طرح وہ بھی زمینداروں کے قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کبھی ہماری زمینیں ہوا کرتی تھیں۔ اب کچھ بھی نہیں بچا۔ مجھے نہیں معلوم یہ نقصان کس طرح شروع ہوا تھا لیکن میرے والد کو قرض کی ضرورت پڑی تھی جو انہوں نے اس خیال سے سود پر لے لیا تھا کہ آئندہ فصل پر ادا کردیں گے مگر ایسی کوئی خوش نصیب فصل کبھی نہیں آئی جس کے ذریعے قرض سے مکمل چھٹکارا حاصل ہو پاتا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر میں تنگ دستی کا دور دورہ پایا ہے۔ میں نے اپنے والدین کا سہارا بننے کا فیصلہ اٹھارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ میں گھر سے فرار ہوگئی تھی۔ شہر آکر میں نے بڑے دھوکے کھائے اور بالآخر اب میں دھوکا دینا سیکھ گئی ہوں۔ میں نے لوگوں کی جیبیں ہلکی کرنے کا ہنر سیکھ لیا ہے۔ میرے والدین سمجھتے ہیں کہ ان کی بیٹی کو شہر میں کوئی عمدہ ملازمت مل گئی ہے۔ جنگ کی وجہ سے حالات خراب نہ ہوگئے ہوتے تو شاید میں اپنے والدین کو قرض کے اس بوجھ سے بہت پہلے آزاد کرچکی ہوتی۔ مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ زیادہ سے زیادہ ایک آدھ سال اور لگے گا۔"

میں خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش ہوگئی تھی۔ پولیس والوں کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا جارہا تھا کہ ایک خطرناک مجرم فرار ہوگیا ہے۔ لوگ اپنے گھروں ہی میں رہیں اور دروازے کھڑکیاں اچھی طرح بند رکھیں۔

اعلان سن کر سونیا نے تشویش سے میری طرف دیکھا "وہ تو اعلانات کررہے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟" اس نے کہا۔

"ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور یہاں ملازم ہیں۔ گھر کے مالکان گئے ہوئے ہیں اور نگرانی کے لئے یہاں ہمیں چھوڑ گئے ہیں۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ اس طرح انہیں زیادہ شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔"

"اگر وہ میری تلاش میں ادھر آنکلے تب بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھیں گے کہ ہم نے کسی مشکوک آدمی کو تو نہیں دیکھا" میں نے کہا "اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے رہنے کے لئے سرونٹ کوارٹر کو ہی کیوں منتخب کیا۔"

"پھر اور کیا کرتی۔ عمارت تو مقفل ہے نہ ہوتی تب بھی مجھ میں اتنی ہمت کہاں کہ اتنی دیدہ دلیری سے کسی اور کے گھر میں رہ سکوں۔"

آخر تم یہاں بھی تو رہ رہی ہو۔ یہاں اور وہاں میں کیا فرق ہے؟"

"یہاں سامان کچھ نہیں ہے۔ اگر مکین واپس آجائے تب بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن وہاں مجھ پر الزام بھی آسکتا ہے۔"

"تمہاری بات معقول ہے مگر اب ہم یہاں نہیں وہیں رہیں گے مجھے دروازے تک لے چلو۔ میں تالا کھولوں گا۔"

اس نے بہت احتجاج کیا مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اسے یہ سمجھانا مشکل تھا کہ اس سرونٹ کوارٹر میں ہم کم محفوظ ہیں۔ بڑے گھر کے مکینوں سے پولیس بھی گھبراتی ہے۔

پہلے ہم نے عقبی دروازہ آزمایا مگر وہ اندر سے بند تھا آخر ہم سامنے والے دروازے پر پہنچے۔ سڑک پر پولیس والوں کی غیر معمولی سرگرمیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید انہوں نے ہر گھر کے مکینوں سے پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ سونیا سہم گئی۔

"تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "اگر کسی نے ہمیں اس طرح دروازہ کھولتے ہوئے دیکھ لیا تو پھر ہماری خیر نہیں ہے۔"

"یہ سب میرے سوچنے کی باتیں ہیں" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ان کے باپ کو بھی کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔"

وہ میرے ساتھ تقریباً گھسٹتی ہوئی مرکزی دروازے تک آئی۔ وہ بار بار خوفزدہ انداز میں سڑک کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر میں دروازے پر جھک گیا اور دروازے کو اپنے ہاتھ میں موجود تار کی مدد سے غیر مقفل کرنے میں مجھے آدھ منٹ سے زیادہ نہیں لگا۔ سونیا میری مہارت دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر میں اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کرلیا۔ اب میں ہر اعتبار سے محفوظ تھا مگر بعد میں میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

میں نے ٹٹول کر دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور لائٹ آن کردی۔ ہم فوجی طرز کے بنگلے میں کھڑے تھے۔ دائیں ہاتھ کی طرف ڈرائنگ روم تھا اور سامنے کی طرف لاؤنج تھا۔ سامان پر گرد کی خفیف سی تہہ نظر آرہی تھی۔ ہم ڈرائنگ روم میں آکر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"تم نے کتنی جلدی تالا کھول لیا" سونیا نے کہا "سچ بتاؤ کیا تم کوئی پیشہ ور چور ہو۔"

خواہ مخواہ کی باتوں سے پرہیز کرو۔ یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ملے گی۔ سونے کے لئے عمدہ سامان سے مزین سجی خواب گاہیں بھی موجود ہوں گی۔ اب تم میری مہمان ہو۔"

"تمہیں مہمانی اور میزبانی کی پڑی ہوئی ہے اور مجھے جان بچانے کی فکر کھائے جارہی ہے۔ معلوم نہیں ہمیں گرفتار کرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

میں نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا "اس کے بجائے اگر تم چائے بنانے کی فکر کرلو تو کتنا اچھا ہو۔ شاید چائے کا سامان مل جائے۔ مگر نہیں، تم رہنے دو۔ میں خود ہی چائے بنالوں گا۔"

"تم کیوں چائے بناؤ گے۔ کسی چکر میں مت رہنا۔ تم اب بھی میرے مہمان ہو۔"

"میں تو اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ تم نے عرصہ دراز سے کچن کا کام نہیں کیا ہوگا۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔ بنیادی طور پر میں ایک دیہاتی لڑکی ہوں۔ گھر کے سارے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرسکتی ہوں اور پھر یہاں بھی میں نے عیش و عشرت کی زندگی نہیں گزاری ہے۔ تمہیں سب کچھ تو بتاچکی ہوں۔"

"میری بات سے تمہیں تکلیف پہنچی میں معذرت چاہتا ہوں اور اس کی تلافی اس طرح ہوگی کہ میں بدستور تمہارا مہمان رہوں گا۔"

وہ ہنس کر اٹھ کھڑی ہوئی "تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں۔ معلوم نہیں کچن میں چائے کا پورا سامان ہوگا بھی یا نہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم سے چلی گئی اور میں ڈرائنگ روم کی آرائش کا جائزہ لینے لگا۔ اس بنگلے کے مکین نہ صرف دولت مند تھے بلکہ باذوق بھی تھے۔ ہر چیز سے نفاست جھلک رہی تھی۔

ابھی میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی اور میں چونک اٹھا۔ ٹیلی فون لائن کا بحال ہونا میرے لئے باعث حیرت تھا۔ مکین اگر زیادہ عرصے کے لئے باہر جائیں تو انہیں یہ سہولت حاصل ہوتی ہے کہ ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ سے کہہ کر عارضی طور پر لائن بند کراسکتے ہیں۔ اس طرح وہ لائن رینٹ ادا کرنے سے بچ جاتے ہیں اور محکمہ ٹیلی فون اس نمبر کو عارضی طور پر کہیں اور استعمال کرسکتا ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بچت کا یہ پہلو تو غریب لوگ اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں۔ جن کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں کہاں خاطر میں لاتے ہیں۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی مگر میں نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ امکان یہی تھا کہ کوئی رانگ نمبر مل گیا ہوگا۔ گھنٹی کی آواز سن کر سونیا ڈرائنگ روم میں چلی آئی تھی مگر اب گھنٹی بجنا بند ہوگئی تھی۔

"میں تمہیں پہلے ہی منع کررہی تھی۔ اب ہم طرح طرح کے بکھیڑوں میں پھنس جائیں گے۔ وہاں سرونٹ کوارٹر میں سکون تو تھا۔"

"ارے اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے ہنس کر کہا "اور زندگی تو ویسے ہی جھمیلوں کا نام ہے پرسکون زندگی تو بے کیف ہوجاتی ہے۔"

سونیا نے برا سا منہ بنایا "باورچی خانے میں ہر قسم کا سامان موجود ہے۔ تم چائے پیو گے یا قہوہ۔"

"اس وقت تو چائے کا ہی موڈ ہے۔ اگر دودھ نہ ہو تو قہوہ ہی چلے گا۔"

"خشک دودھ موجود ہے۔ میں چائے بنالاتی ہوں" وہ واپسی کے لئے پلٹتے ہوئے بولی مگر اسی وقت دوبارہ فون کی گھنٹی بجنے لگی اور اس نے پلٹ کر مجھے گھورا "اب اس سے کس طرح نمٹو گے"

کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "پہلے میں سمجھا تھا شاید کوئی رانگ نمبر مل گیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کوئی اسی نمبر پر رنگ کررہا ہے۔ ابھی دیکھے لیتا ہوں۔"

میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا مگر کچھ نہیں بولا دوسری طرف بھی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں نے ہیلو کہا۔ میری آواز سے گویا لائن میں جان پڑ گئی مگر جس قسم کی جان پڑی اس نے میری جان نکال کر رکھ دی۔ میرا ارادہ تھا کہ رانگ نمبر کہہ کر فون بند کردوں مگر دوسری طرف سے بولنے والے نے کسی قسم کی تصدیق کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔

"مسٹر نارمن شیلوف" دوسری طرف سے آنے والی آواز میری سماعت سے ہتھوڑے کی طرح ٹکرائی۔

"معاف کیجئے گا، یہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا" میں نے حتی الامکان پرسکون آواز میں کہا مگر میں خود بھی محسوس کررہا تھا کہ میرا سکون نہ صرف رخصت ہوچکا ہے بلکہ میں اپنی آواز کو پوری طرح پرسکون رکھنے میں بھی ناکام ہوگیا ہوں۔ میں تو خود کو محفوظ تصور کررہا تھا۔ آخر کوئی اس بات سے کس طرح واقف ہوا کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دوسری طرف سے جواب میں ایک قہقہہ سنائی دیا "ہم چاہیں تو تمہاری پناہ گاہ کو چوبیس گھنٹے میں تبدیل کرویں مگر ہم اپنا شکار خود ہی کھیلتے ہیں۔ یاد رکھنا تم ہمارے شکار ہو۔"

"معلوم نہیں تم کیا بے پر کی ہانک رہے ہو" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا؟"

"تم خوش قسمت تھے جو ہمارے ہاتھوں سے بچ نکلے ورنہ آرتھر اور نارمنڈو کی طرح تم بھی اس وقت دوسرے جہان میں ہوتے لیکن بے فکر رہو ہم پولیس کو مطلع کر کے تمہاری پناہ گاہ کو چوہے دان میں تبدیل نہیں کریں گے۔"

مجھے ایک بات کی بہرحال خوشی ہوئی تھی۔ ان کی باخبری خاصی ہوش ربا تھی مگر وہ میری اصل حیثیت سے بے خبر تھے اور اس خراب صورت حال میں یہ ایک خیال بھی خاصا خوش گوار تھا۔

"میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم کون ہو سکتے ہو مگر شاید میں تم لوگوں سے واقف ہی نہیں ہوں۔"

"کیا تم آرتھر کے کمرے کی طرف نہیں گئے تھے مسٹر نارمن؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس کی لاش کے علاوہ وہاں اور تھا ہی کیا؟" میں نے کہا۔

"کمرے کے دروازے پر سرخ رنگ کی وہ علامت ایسی تو نہیں تھی جو آسانی سے نظر انداز کر دی جائے۔"

"ہاں، میں نے دیکھا تھا، وہاں ضرب کا نشان بنا ہوا تھا" میں نے جلدی سے کہا "مگر اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"تم میں حس مزاح بھی موجود ہے نارمن! تمہارا شکار کرنے میں کچھ زیادہ ہی لطف آئے گا۔"

"اگر یہ حس مزاح ہے تو اس مزاح کا مظاہرہ تمہاری طرف سے کیا گیا ہے۔ وہ نشان میں نے تو نہیں بنایا تھا۔"

"کل کلاں کو تم نے آئی کو دن یا او کو زیرو کہنا شروع کر دیا تو کوئی تمہارا کیا بگاڑ لے گا" اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میں نے الجھے ہوئے انداز میں ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ میرا ذہن اس کے آخری جملے میں الجھا ہوا تھا مگر سونیا نے مجھے کچھ سوچنے ہی نہیں دیا۔

"کس کا فون تھا؟ کیا کہہ رہا تھا؟ تم کچھ پریشان سے ہو گئے ہو۔"

"میں بہت زیادہ پریشان ہو گیا ہوں سونیا" میں نے کہا "مجھے نہیں معلوم کہ فون پر کون تھا مگر جو بھی تھا وہ مجھ سے بخوبی واقف ہے۔"

"تب تو وہ پولیس کو اطلاع دے کر تمہیں گرفتار کروا سکتا ہے" سونیا تشویش سے بولی۔

"ارے بابا تم سے ایک کام کہا تھا، وہ تو تم سے ہو نہیں رہا، بیٹھی کھڑی سوال جواب کئے جا رہی ہو۔"

سونیا جھنجلائے ہوئے انداز میں کچن کی طرف جانے کے لئے پلٹی مگر ابھی چائے میرے نصیب میں نہیں تھی۔ اس بار کال بیل بج اٹھی تھی۔

"لو، ایک اور مصیبت آگئی" سونیا رکتے ہوئے بولی "اب اسے کون بھگتے گا۔"

"بے فکر رہو، اسے بھی میں ہی بھگتوں گا" میں نے دیوار پر نصب انٹر کام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس انٹر کام کا تعلق گیٹ سے تھا "کون صاحب ہیں؟" میں نے انٹر کام کے ریسیور میں کہا۔

"گیٹ کھولئے جناب! پولیس" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"او، ایک منٹ انتظار کیجئے میں حاضر ہو رہا ہوں" میں نے کہا اور ریسیور رکھ کر سونیا سے بولا "پولیس آئی ہے میں گیٹ کھولنے جا رہا ہوں، تم [illegible] سے قریب ہی رہنا۔"

میں اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر تیزی سے باہر نکلا اور جا کر گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھول دی "[illegible] سب انسپکٹر صاحب! پہلے فائرنگ ہوئی، اس کے بعد آپ کی طرف سے اعلانات ہوئے کہ کوئی خطرناک مجرم فرار ہو گیا ہے۔"

اپنے لئے میرے منہ سے انسپکٹر کا خطاب سن کر میرے سامنے موجود سب انسپکٹر کا سینہ فخر سے پھول گیا "جی ہاں، وہ بہت خطرناک مجرم ہے جناب! ہم اسے پورے علاقے میں تلاش کر رہے ہیں۔ اس طرف تو کوئی نہیں آیا؟" سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"میں اور میری بیوی فائرنگ کی آوازیں سن کر جاگے تھے اور جب سے جاگ رہے ہیں۔ ہمیں تو ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ آپ چاہیں تو اپنا اطمینان کر لیں۔"

"یہ بہت ضروری ہے جناب!" سب انسپکٹر نے اپنے ساتھ موجود پولیس والوں کو اندر جا کر تلاشی لینے کا اشارہ کیا اور وہ سب کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئے۔

"جب تک یہ لوگ کمپاؤنڈ کی تلاشی لیں کیوں نہ آپ میرے ساتھ ایک کپ چائے پی لیں، میری بیوی چائے بنانے ہی والی تھی۔"

"جی تو بہت چاہ رہا ہے مگر اس میں دیر لگ جائے گی" سب انسپکٹر نے للچائے ہوئے انداز میں کہا۔

"انسپکٹر صاحب کے لئے جلدی سے قہوہ بنا لو سونیا!" میں نے وہیں سے آواز دے کر کہا "یہ بہت جلدی میں ہیں۔"

"ابھی لائی جان" اس نے بھی پکار کر کہا اور میں نے سب انسپکٹر کو اندر چلنے کی دعوت دی جو اس نے معمولی سی رد و قدح کے بعد قبول کر لی۔

ہم ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ٹھیک سے بیٹھے بھی نہیں پائے تھے کہ ایک بار پھر مصیبت نازل ہوئی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں دانت پیسے مگر بظاہر خوش اخلاقی کے ساتھ سب انسپکٹر سے معذرت کر کے فون کا ریسیور اٹھا لیا "ہیلو، کون صاحب بات کر رہے ہیں" میں نے کہا۔

دوسری طرف سے اسی شخص کی آواز سنائی دی جس کی آواز میں نے اس سے قبل فون پر سنی تھی "مبارک ہو نارمن شیلوف" اس نے کہا "تم پولیس کو جل دینے میں کامیاب ہو گئے، ہماری خواہش بھی یہی تھی۔"

"او ہاں، میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے" میں نے کن انکھیوں سے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اتنی صبح فون کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"ہمیں معلوم ہے تم اس وقت کھل کر بات نہیں کر سکو گے" معنی خیز لہجے میں کہا گیا "غالباً سب انسپکٹر کی خاطر تواضع کر رہے ہو گے۔"

"پندرہ منٹ بعد فون کرنا، کوئی مجرم فرار ہو گیا ہے، پولیس اسے تلاش کر رہی ہے۔ اس وقت یہاں انسپکٹر صاحب موجود ہیں، تفصیلی گفتگو نہیں کر سکوں گا۔"

"تم نے اسے خوب مکھن لگایا ہے۔ وہ تو اپنے لئے انسپکٹر کا لفظ سن کر خوشی سے پھول گیا ہو گا۔ اسے کیا معلوم کہ جس کی تلاش میں اس کے ماتحت کمپاؤنڈ کو کھنگال رہے ہیں وہ تو اس وقت اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں موجود ہے۔"

"نہیں، زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ بس وہ پندرہ منٹ کے اندر اندر رخصت ہو جائیں گے" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سونیا تین منٹ کے اندر اندر قہوہ تیار کر کے لے آئی۔ سب انسپکٹر نے اسے گہری نظروں سے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں، قہوہ دے کر سونیا ڈرائنگ روم سے چلی گئی تھی۔

قہوہ پینے کے دوران ہی پولیس والوں نے کمپاؤنڈ کی تلاشی لے ڈالی تھی اور آل کلیئر کی رپورٹ دے دی تھی۔ انہیں تو ایک مشکوک آدمی کی تلاش تھی جو ظاہر ہے انہیں وہاں نہیں مل سکا تھا۔

سب انسپکٹر نے جلدی جلدی قہوہ حلق سے انڈیلا اور واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"فرض کیجئے آپ لوگوں کے جانے کے بعد وہ مجرم عقبی دیوار کود کر اندر گھس آئے تو آپ کو کیسے علم ہو گا؟" میں نے سب انسپکٹر سے کہا۔

"ہر طرف پولیس موجود ہے جناب! وہ ہماری نظروں سے بچ کر نہیں نکل سکے گا تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کھڑکیاں اور دروازے بند رکھیں۔ کم از کم دن نکلنے تک تو بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

سب انسپکٹر کو رخصت کر کے میں سونیا کی طرف مڑا "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ اب دیکھ لو پولیس کتنی مطمئن ہو کر گئی ہے۔"

"یہ تمہارا ہی حوصلہ ہے کہ تم نے اتنی بے خوفی سے پولیس کا سامنا کر لیا" سونیا بولی "لیکن علی، اس پولیس والے کی موجودگی میں بھی تو ایک فون آیا تھا؟"

"تم نے قہوہ اتنی جلدی کیسے تیار کر لیا۔ میں تو حیران ہی رہ گیا" میں نے اس کی بات اڑا کر کہا۔

"ٹالنے کی کوشش مت کرو علی" سونیا سنجیدگی سے بولی "آخر وہ کون شخص ہے جو تمہاری یہاں موجودگی سے واقف ہے؟"

"سچ تو یہ ہے کہ میری یہاں موجودگی سے تمہارے علاوہ کوئی بھی واقف نہیں ہے اور اس سے بھی بڑی حقیقت یہ ہے کہ پورے بصرے میں مجھے کوئی نہیں جانتا۔"

"تم بہت زیادہ پراسرار ثابت ہو رہے ہو۔ کیا فون پر تمہیں کوئی دھمکی بھی دی گئی ہے؟"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "وہ پولیس کو میرے بارے میں مطلع کرنے کے بجائے خود میرا شکار کھیلیں گے۔"

"کیا!" سونیا کا منہ حیرت سے کھل گیا "انہوں نے تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے اور تم بالکل بھی خوف زدہ نہیں ہو؟"

"اگر میرے خوف زدہ ہونے سے ان لوگوں کو نقصان پہنچنے کا ذرا سا بھی امکان ہو تو میں فوری طور پر خوف زدہ ہونے کو تیار ہوں۔"

سونیا نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو؟"

"نہیں، اگر مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو وہ مجھے دھمکیاں دینے کے لئے زندہ نہ رہتے۔"

"ان کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتے؟"

سونیا نے پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں" میں نے کہا "اندازہ لگانے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ تو معلوم ہونا ضروری ہے' ہوا میں کیا اندازے لگاؤں۔"

"گویا تم نے شکار ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے" سونیا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کس کا شکار کرتا ہے۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔"

"تمہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے" سونیا بڑبڑائی "معلوم نہیں تم کس بات پر اکڑ رہے ہو؟"

"اس وقت تو پورا علاقہ پولیس کے گھیرے میں ہے لہٰذا ان کی طرف سے مجھ پر کوئی حملہ ہوا تو اس وقت ہوگا جب پولیس مطمئن ہو کر یہاں سے رخصت ہو جائے گی۔"

"پولیس کو تو بالآخر یہاں سے رخصت ہونا ہے' زیادہ سے زیادہ دوپہر تک یہاں موجود رہے گی۔ اس کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"معلوم نہیں تم کیا جاننا چاہتی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک میں کوئی لائحہ عمل طے نہیں کرسکا ہوں' تاہم ذہن میں بعض ایسی باتیں ضرور ہیں جن کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ میں اپنی تمام تر بے خبری اور لاعلمی کے باوجود نہ صرف اپنے دفاع میں کچھ نہ کچھ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان پر کوئی کاری ضرب بھی لگا سکوں۔"

"تم کہیں پاگل تو نہیں ہو۔ اس قسم کا دعویٰ ان لوگوں کے بارے میں کر رہے ہو جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اندھیرے سے آنے والے تیر کا رخ کون موڑ سکتا ہے؟"

اس کے سوال جواب سے مجھے جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔ میں سکون سے سوچنا چاہتا تھا اور وہ بلائے بے درماں کی طرح میرے سر پر مسلط تھی مگر میں اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا' آخر وہ میری محسنہ تھی۔

"دراصل بعض باتیں تمہارے علم میں نہیں ہیں اس لئے تم تشویش کا شکار ہو رہی ہو" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مثلاً؟" اس نے حجت کی اور مجھے بہت بری طرح غصہ آگیا مگر میں نے اب بھی خود پر قابو ہی رکھا۔

"مثال کے طور پر تم میری صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو" میرے لہجے میں جھنجلاہٹ نہیں تھی مگر میری زبان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ میری جھنجلاہٹ کے غماز تھے۔

"تمہاری ایک خصوصیت کی تو میں قائل ہو گئی' بدترین حالات میں بھی تم پرسکون ہی رہتے ہو' اس کے علاوہ کوئی اور بات بتاؤ۔"

میں نے سوچا اگر میں نے اسے مطمئن نہ کیا تو وہ مستقل میرے سر پر سوار رہے گی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں ہے اسے بتا دوں۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فون کرنے والا میری نقل و حرکت سے واقف ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ اس نے عین اس وقت فون کیا جب پولیس یہاں موجود تھی اور تلاشی لے رہی تھی۔ نہ صرف فون کیا بلکہ اس بات کا حوالہ بھی دیا کہ پولیس یہاں کی تلاشی لے رہی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ میرے پاس جو پولیس افسر بیٹھا تھا' اس کا عہدہ انسپکٹر نہیں بلکہ سب انسپکٹر تھا۔"

سونیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "مجھے ان باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا! آخر کوئی شخص اتنا باخبر کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"میں اس نکتے پر غور کر رہا ہوں۔ تم بھی غور کرو' مجھے یقین ہے کہ کامیابی کی کرن اسی نکتے سے پھوٹے گی۔"

سونیا غور کرنے بیٹھ گئی اور اس دوران مجھے بھی سوچنے کا تھوڑا بہت موقع مل گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ فون پر جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی تھی وہ آواز بدل کر بول رہا تھا۔ آواز بدل کر آدمی اسی وقت بولتا ہے جب اسے پہچان لئے جانے کا خطرہ ہو اور پہچاننے کے لئے پہلے سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو کیا یہ ذاتی دشمنی کا کوئی کیس تھا' کہیں وہ شخص نارمن شلوف کا دشمن تو نہیں تھا۔

ذرا سا غور کرنے کے بعد مجھے اپنا نظریہ رد کرنا پڑا۔ وہ جو کوئی بھی تھا' اس کے اور نارمن شلوف کے درمیان شناسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے کہ آرتھر کے بنگلے سے فرار ہونے کے بعد مجھے نارمن شلوف کی آواز میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی مگر میں اب بھی آواز بدل کر بول رہا تھا۔ اگر وہ شخص نارمن شلوف کا شناسا تھا تو اسے آواز سے پہچان لینا چاہئے تھا کہ میں نارمن شلوف نہیں بلکہ کوئی اور ہوں مگر ایسا نہیں ہوا' اس نے مجھے نارمن شلوف سمجھ کر ہی گفتگو شروع کی تھی اور آخر تک اسی حیثیت میں گفتگو کرتا رہا تھا۔

عراق میں میری موجودگی کے راز سے ملٹری انٹیلی جنس کے چند لوگ واقف تھے۔ ان کے علاوہ میری اصل حیثیت کسی کے علم میں بھی نہیں تھی۔ نارمن شلوف کی حیثیت سے بھی انٹیلی جنس کے چند افراد کے سوا صرف چار افراد مجھے جانتے تھے' آرتھر' نارمنڈو' آرتھر کا ملازم اور اس کی سیکریٹری۔ آرتھر اور نارمنڈو تو مر چکے تھے۔ آرتھر کے ملازم کے بارے میں بھی مجھے یقین تھا کہ ان لوگوں نے اسے ہرگز زندہ نہیں چھوڑا ہوگا۔ اب صرف آرتھر کی سیکریٹری باقی رہ جاتی تھی تو اس سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ میری آواز سے تو واقف تھی لیکن اس کے بارے میں یہ سوچنا عبث تھا کہ وہ ایسی کسی حرکت میں ملوث ہو سکتی ہے۔ آرمی انٹیلی جنس کے افراد سے ویسے ہی اس قسم کی بچکانہ حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر کر بھی لی جائے تو سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ کوئی میری نقل و حرکت سے کس طرح باخبر ہوا۔

میں خود کو بڑا غیر محفوظ تصور کرنے لگا۔ سونیا کا کہنا ٹھیک ہی تھا کہ اندھیرے سے آنے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکتا ہے۔ میں نے ایسے پہلوؤں پر غور کیا تھا جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اب مجھے ان امکانات کا جائزہ لینا تھا جو قرین قیاس ہو سکتے تھے۔ آخر مجھے اس صورت حال سے نمٹنا بھی تو تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی نے ایک بار پھر مداخلت کی اور اس بار فون اٹھانے سے قبل ہی میں ایک حتمی فیصلہ کر چکا تھا۔

"تم نے سونیا کا شکریہ ادا کر دیا" دوسری طرف سے آواز آئی "اگر وہ تمہاری بھرپور مدد نہ کرتی تو تم پولیس سے بچ نہیں سکتے تھے۔"

اس کی بات سن کر میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ آخر وہ لوگ کتنے باخبر ہیں۔ انہیں سونیا کے بارے میں بھی علم ہے لیکن میں نے خود کو بڑی تیزی سے سنبھال لیا۔

"تم لوگوں کی معلومات قابل رشک ہیں" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

دوسری طرف سے جواب میں ایک قہقہہ لگایا گیا جو سراسر مصنوعی تھا "اب تو یہ بھی کہو مسٹر نارمن! ہماری انٹیلی جنس بہت تیز ہے۔"

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے' میں پہلے ہی اس کا قائل ہو چکا ہوں۔ معلوم نہیں تم لوگ پہلے کہاں تھے' عرصہ دراز سے کوئی ڈھنگ کا مدمقابل نہیں ملا تھا۔ اب تم سے مقابلہ کرنے میں لطف آئے گا۔"

"صرف خود کو بچانے کی کوشش کرو مسٹر نارمن!" اس نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا "تم ہم سے کیا مقابلہ کرو گے' ہم تمہیں ہاتھ پیر ہلانے تک کی مہلت نہیں دیں گے۔"

"میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں" میں نے بڑے سکون سے کہا "لیکن مجھے ایک بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"وہ کیا مسٹر نارمن؟"

"وہ یہ کہ میرے مدمقابل بزدل تھے' مجھے صرف بہادروں سے ہی مقابلہ کرکے لطف آتا ہے۔"

"اس مقابلے کے نتیجے سے ہی یہ فیصلہ ہوگا کہ کون بزدل ہے اور کون بہادر ہے۔"

"چھپ کر وار کرنے والے کو تو کسی بھی حال میں بہادر نہیں کہا جاسکتا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا خون بہت ٹھنڈا ہے مسٹر نارمن شلوف! ہم گدھے نہیں ہیں کہ تمہاری باتوں میں آکر خود کو ظاہر کردیں گے۔ اپنے حربے کسی اور پر آزمانا۔"

میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی "اس کے باوجود میرا تم سے وعدہ ہے کہ پہلے تمہیں دشمنی میں اناڑی کا اس کے بعد تمہارے خلاف کوئی کارروائی کروں گا۔"

میری بات نے معلوم نہیں کیا اثر کیا تھا کہ سناٹا چھا گیا۔ میں سمجھا کہ شاید رابطہ منقطع کر دیا گیا ہے "ہیلو کیا سو گئے؟" میں نے کہا۔

"نہیں' لیکن تم نے الجھاؤ پیدا کر دیا ہے۔ ہمیں دشمنی میں اناڑی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ کون ہو اور مجھ سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟"

"ہمارا اصول بھی یہی ہے مسٹر نارمن! کہ ہم کسی کو اس وقت تک قتل نہیں کرتے جب تک کہ اس کی اصلیت سے باخبر نہ ہو جائیں۔ تم نے اپنی زندگی کے لمحات تھوڑے سے طویل کر لئے ہیں۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ تم کون ہو اور تمہاری حقیقت کیا ہے۔"

اس کی بات خاصی حیران کن تھی مگر میں نے ذرا سی بھی حیرت ظاہر نہیں کی اور ایک قہقہہ لگایا "کمال ہے' جب میں نارمن شلوف ہونے سے انکار کر رہا تھا تو تم مصر تھے کہ میں نارمن شلوف ہی ہوں اور اب جب کہ میں نے تمہاری بات تسلیم کرلی ہے تو تم میری اصلیت جاننا چاہتے ہو' کہیں تم میرے ساتھ مسخرہ پن تو نہیں کر رہے ہو۔"

"تم نارمن شلوف کے علاوہ سب کچھ ہو سکتے ہو اور یہ معلوم کرنا ہمارا کام ہے کہ تم دراصل کون ہو۔"

اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر واپس رکھا۔ سونیا بڑی بے چینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"گفتگو کے دوران اپنے لئے تم نے کون سا نام استعمال کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"یہ وہ نام ہے جو ان لوگوں نے مجھے دیا تھا' میں نے تردید کرنے کی کوشش کی تو وہ مانے نہیں تھے اور اب خود ہی مجھ پر شبے کا اظہار کر رہے ہیں۔"

"میں نے یہ سوچ کر تمہیں پناہ دینا قبول کر لیا تھا کہ تم میرے کسی کام آجاؤ گے مگر تم تو خود اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو۔ کسی اور کے کیا کام آسکتے ہو۔"

"میں کیا کروں' ان کے آگے ہتھیار ڈال دوں' ان سے رحم کی بھیک طلب کروں' کیا چاہتی ہو تم؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"دونوں طرف انتہا پسندی" وہ بے بسی سے بولی "معقولیت سے بھی تو بات کی جا سکتی ہے۔ چیلنج بازی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ ضرورت سے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ مجھ پر حملہ کریں تو میں مزاحمت تک کرنے کے قابل نہ رہ جاؤں لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس چکر میں انہوں نے اپنا کتنا نقصان کر لیا ہے۔ اگر انہوں نے یہ حرکتیں نہ کی ہوتیں تو شاید وہ کامیاب ہو جاتے مگر اب نہیں ہو سکیں گے۔"

"انہوں نے کیا حرکتیں کی ہیں' تمہیں فون ہی تو کیا ہے اور وہ بھی کچھ ناقابل یقین اطلاعات فراہم کرنے کے لئے۔"

"اس بار معلوم ہے وہ کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سونیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "وہ کہہ رہے تھے کہ میں پولیس کو صرف تمہارے تعاون کی وجہ سے جل دینے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔"

"کیا!" سونیا حیرت سے اچھل پڑی "کیا انہوں نے میرا نام لیا تھا؟"

"ہاں' انہوں نے تمہارا نام لیا تھا' وہ تم سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہیں۔"

"کہیں تم جھوٹ تو نہیں بول رہے" اس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بات واقعی اتنی غیر معقول ہے کہ اس پر جھوٹ کا ہی گمان گزرتا ہے' اب اگر کوئی فون آئے تو تم خود بات کر لینا۔"

"میں ضرور بات کروں گی' ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔"

"تمہیں مایوسی ہوگی' میں نے محسوس کیا ہے کہ جو شخص دوسری طرف سے بات کرتا ہے وہ آواز بدل کر بولتا ہے لہٰذا اگر تم اس سے واقف ہوگی تو بھی شناخت نہیں کر سکو گی۔"

"میں اسے شناخت کر سکوں یا نہ کر سکوں' اس سے بات ضرور کروں گی" سونیا نے سر جھٹک کر کہا۔

"ضرور کرنا' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان کی انہی حرکتوں کی وجہ سے میں نے ان کے بارے میں سرسری سا ایک اندازہ قائم کر لیا ہے۔ میں تمہیں ترتیب سے ساری باتیں بتاتا ہوں۔ اس کے بعد تم خود بھی کوئی فیصلہ کر سکو گی۔ یہ لوگ آذر تحر کے بنگلے میں گھسے اور اسے قتل کر کے فرار ہو گئے۔ فرار ہونے کے لئے انہوں نے کوئی گاڑی استعمال نہیں کی۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟" سونیا نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"میں وہیں موجود تھا۔ اگر یہ لوگ کسی گاڑی میں فرار ہوتے تو میں گاڑی کی آواز ضرور سنتا۔ تو پہلی بات یہ ذہن میں رکھو کہ انہوں نے فرار ہونے کے لئے گاڑی استعمال نہیں کی۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ جس منظم انداز میں یہ لوگ وہاں گھسے تھے اس کے پیش نظر یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ یہ ایسی غلطی بھی کر سکتے ہیں۔ خیر دوسری بات یہ کہ میں اس بنگلے میں عقبی دیوار سے کودا تھا۔ جس وقت کودا تھا اس وقت عقبی گلی سنسان پڑی تھی۔ اس کے بعد جب میں تمہارے ساتھ بنگلے کے اندر داخل ہو گیا تو انہوں نے فون کر کے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ پھر جب یہاں پولیس آئی تو انہیں یہ بھی معلوم تھا اور ان سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں تھی کہ تفتیش کرنے ایک سب انسپکٹر آیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمہارے نام سے بھی واقف ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیشہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔"

"ان سب باتوں سے تو کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا" سونیا نے کہا "تم نے تو پرانی باتیں دہرا دیں' نئی بات کوئی بھی نہیں کی۔"

"کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ مجھے اس بنگلے میں کودتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ پھر تمہارے ساتھ یہاں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ فون پر جتنے یقین سے بات کی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بنگلے کا خالی ہونا ان لوگوں کے علم میں تھا ورنہ ریسیور کوئی اور بھی اٹھا سکتا تھا' اس کے بعد سب انسپکٹر اور پولیس کی تلاشی سے آگاہی بھی ظاہر کرتی ہے۔"

"نتیجہ تو اب بھی کوئی برآمد نہیں ہوا" سونیا نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اس حد تک تو نتیجہ برآمد ہو چکا ہے کہ وہ لوگ سامنے

والی لائن کے کسی بنگلے میں موجود ہیں" میں نے کہا اور سونیا اچھل پڑی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو اگر ایسی باتیں کرو گے تو میں خوف کی وجہ سے سو بھی نہیں سکوں گی۔"

"تم کیا سمجھتی ہو کہ اتنی باتیں جادو کے زور سے ان کے علم میں آگئی ہوں گی یا ان کے قبضے میں کوئی موکل وغیرہ ہیں جن کے ذریعے وہ معلومات حاصل کر رہے ہیں؟"

"سامنے والے کسی بھی بنگلے سے عقبی دیوار نظر نہیں آسکتی" سونیا نے اعتراض کیا۔

"اس پر غور کرنا پڑے گا" میں نے کہا "یا تو مجھے اتفاقاً دیکھا گیا ہے یا پھر ان کے آدمی اس طرف والے کسی بنگلے میں بھی موجود ہوں گے۔"

"یہ بات عقل میں نہیں آئی۔ آخر کوئی اتنی زحمت کیوں کرے گا اور پھر دور سے دیکھ کر کسی کا نام کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے؟"

"فون کالیں ایسی ہیں جو ان کے کہیں بہت قریب قیام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ نمبر ایک وہ گاڑی پر فرار نہیں ہوئے' نمبر دو انہیں یہ معلوم تھا کہ یہ بنگلہ خالی ہے اور نمبر تین یہ کہ وہ تمہارے نام سے واقف ہیں۔"

"یہاں تم نے ایک غلطی کر دی" سونیا نے کہا "اس علاقے میں کوئی شخص بھی مجھ سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ محض تمہارا خیال ہے' جرائم پیشہ لوگ جب منصوبہ بندی کرتے ہیں تو اس پر عمل کرنے کے لئے بہت سی غیر متعلقہ معلومات بھی حاصل کر لیتے ہیں۔"

"تو تمہارے تجزیے کے مطابق وہ لوگ سامنے والی لائن کے کسی بنگلے میں مقیم ہیں" سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں' بلکہ جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ بالکل سامنے والے بنگلے میں ہی ہیں' کسی اور بنگلے سے شاید اس بنگلے کا مرکزی دروازہ دکھائی نہیں دیتا' میں اس وقت یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"دن کی روشنی میں تو تم حتمی طور پر اس بنگلے کی نشان دہی کر دو گے" سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"امکان تو یہی ہے۔ اس کے علاوہ میں انہیں ان کی کمین گاہ سے نکالنے کے لئے اور طریقے بھی اختیار کروں گا۔"

"تم چاہو تو خاموشی سے یہاں سے نکل سکتے ہو' جو کہ اب کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا' پھر تم کیوں اس چکر میں پڑ رہے ہو؟"

"یہ قطعی اتفاق ہے کہ وہ میری نظروں میں آگئے اگر وہ بچ کر نکل گئے تو پھر میرے لئے واقعی اندھیرے کا تیر ہو جائیں گے جس کا رخ موڑنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔"

"کیا تمہیں یہ بات مضحکہ خیز نہیں معلوم ہوئی" سونیا بولی "انہیں پہلے سے معلوم ہو گیا کہ تم کس بنگلے میں گھسو گے لہٰذا اس کے سامنے والے بنگلے پر انہوں نے پہلے سے ہی قبضہ کر لیا۔"

"یہ ایک اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ محض اتفاق ہی ہے کہ میں ان کی کمین گاہ کے مقابل والے بنگلے میں گھسا اور انہیں فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔"

"میں تمہیں مصیبت سے نکالنا چاہتی ہوں مگر تم ہو کہ اس میں دھنستے ہی چلے جا رہے ہو" سونیا نے مایوسانہ لہجے میں کہا پھر اچانک بولی "تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"میری حرکتوں سے تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"حرکتوں سے تم جرائم پیشہ معلوم ہوتے ہو اور وہ بھی اعلیٰ درجے کے مگر تمہاری عادات و اطوار اور لب و لہجہ اس حقیقت کی نفی کرتا معلوم ہوتا ہے۔"

"اتفاق سے تمہاری دونوں ہی باتیں درست ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کے درمیان رہنا میری مجبوری ہے مگر میں تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ اس لائن میں اتفاقاً ہی آگیا۔"

"میرا بھی ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم کوئی معقول مشورہ دے سکو گے۔"

"تمہارے ہر مسئلے کو حل کرنا میرا اخلاقی فرض ہے" میں نے کہا۔

"نہیں' یہ مناسب نہیں ہوگا" سونیا نے سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے کہا "تم بھی سوچو گے کہ میں نے تمہیں اپنی مطلب براری کے لئے استعمال کیا۔"

مجھے ہنسی آگئی "ایسی کوئی بات نہیں ہے سونیا! آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔"

"مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے" سونیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی "جانتے ہو میں نے کیا سوچ کر تمہیں پناہ دی تھی؟"

"جب تک تم نہیں بتاؤ گی' مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے" میں نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا تم کوئی جرائم پیشہ شخص ہو' تمہارے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے' اگر میں نے تمہیں پناہ دے دی تو تم میرے ممنون احسان ہو جاؤ گے اور مجھے تحفظ فراہم کرو گے۔

ہم جیسی عورتوں کو ایک محافظ کی ضرورت بھی پڑتی ہے' تم تو واقف ہی ہو گے۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے کہا "لیکن ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے' میری سوچ خود غرضی پر مبنی تھی۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہو گی۔ اگر میں نے تمہیں پناہ نہ دی تو تمہیں کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"ہر شخص کو اپنے مفاد کی فکر ہوتی ہے سونیا! اگر تم نے ایسا سوچا تھا تو کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ ہم سب اسی انداز میں سوچتے ہیں۔ یہ تمہاری بڑائی ہے کہ تم نے اس بات کا اعتراف کر لیا۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو علی! اگر کوئی نیکی کرے تو خلوص نیت سے کرے۔ ایسے نیک کام سے کیا فائدہ جس میں اپنی غرض بھی شامل ہو جائے۔"

"کمال ہے' تم ایک جرائم پیشہ شخص کو پناہ دینے کو نیکی کا کام کہہ رہی ہو" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اس وقت تم ایک مصیبت زدہ شخص تھے۔ میرے پاس تمہاری اچھائی یا برائی ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں تھا۔ صرف اس ایک بات سے تو کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر اب تو تمہیں معلوم ہو چکا کہ میں ایک جرائم پیشہ شخص ہوں اب تو اپنی رائے پر نظر ثانی کر لو۔"

"اگر جرائم پیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تم ہو تو میں بھی جرائم کی راہ اختیار کرنے کو تیار ہوں۔ کسی کے جرائم پیشہ ہونے کے لئے محض اس کا زبان سے اعتراف کر لینا کافی نہیں ہوتا۔"

"اس کے لئے اور کون سی شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں؟" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا مگر سونیا برا مان گئی۔

"میرا واسطہ شرفا سے رہتا ہے علی! جرائم پیشہ لوگوں کے بارے میں میں نے صرف دوسروں سے سنا ہے اور جتنا کچھ بھی سنا ہے تمہیں اس کے بالکل برعکس پایا ہے۔ کسی لڑکی کے ساتھ تنہائی پا کر تو بڑے بڑے شریف آدمی بہک جاتے ہیں۔ تم تو میرے پیشے سے واقف ہونے کے باوجود بھی نہیں بہکے۔ بہکنا تو دور کی بات ہے تم نے اشارتاً بھی کوئی نازیبا بات نہیں کی حالانکہ تمہارے لئے تو میں مفت کا مال تھی۔ اتنی دیر میں تمہارے بارے میں میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ تم سب کچھ ہو سکتے ہو مگر کوئی برے آدمی نہیں ہو سکتے۔ اگر تم برے آدمی ثابت ہوتے تو مجھے ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوتی۔"

"تمہارا انداز فکر جذباتی ہے سونیا! اور جذبات حقائق سے دور لے جاتے ہیں۔ میں تم پر اپنی اصلیت تو ظاہر نہیں کر سکتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تمہارا اندازہ حیرت انگیز حد تک درست ہے۔ جہاں تک تمہارے طرز فکر کا تعلق ہے تو میں اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ تم نے کیا سوچ کر مجھے پناہ دی تھی اور نہ ہی نتائج پر اس سے کوئی فرق پڑ سکتا ہے۔ تمہیں تو اپنی اس سوچ کا ممنون ہونا چاہئے' اگر تم نے یہ بات نہ سوچی ہوتی تو مجھے پناہ نہ دیتیں اور میں ناحق مارا جاتا۔"

"ہاں' دل بہلانے کے لئے اب اس انداز میں سوچنا پڑے گا" سونیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں پوری دیانت داری سے کہہ رہا ہوں کہ تم نے جو کچھ بھی کیا وہ قابل مذمت نہیں ہے' اب جلدی سے بتا دو کہ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟"

سونیا نے ایک طویل سانس لی "مجھے اپنی ایک ہم پیشہ کی طرف سے خطرہ ہے" سونیا نے کہا "اس کا نام سلویٰ ہے اور میری وجہ سے اس کی ساکھ متاثر ہوئی ہے۔ وہ دھندے پر بھی اثر پڑا ہے حالانکہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ غلطی اس کی اپنی ہے۔ اس نے خود کو مین مین نہیں رکھا۔ کافی عرصے تک وہ مجھ پر ہو شک کرتی رہی مگر میں نے تو نوٹس نہیں لیا۔ پرسوں اس سے ایک پلکی سی جھڑپ ہو گئی اور اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ مجھے اغوا کروا دے گی۔ اس وقت سے اب تک میں باہر نہیں نکلی ہوں۔"

"کیوں' باہر کیوں نہیں نکلیں؟" میں نے کہا "اس کی دھمکی سے اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مجھ سے پہلے بھی دو دو لڑکیوں کا صفایا کرا چکی ہے۔ ان دونوں نے بھی اس سے الجھنے کی غلطی کی تھی۔"

"اوہو" میں نے حیران ہو کر کہا "اس کے ذرائع کیا ہیں؟"

"وہ واحد کال گرل ہے جس کے مراسم ہر قسم کے حلقوں میں ہیں۔ بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگ اس کے مستقل گاہک ہیں۔ معلوم نہیں اس میں کیا خصوصیت ہے خصوصاً جرائم پیشہ لوگ تو اس کے دیوانے ہیں۔ اسی لئے سب اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ معلوم نہیں کب کس کا صفایا کرا دے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر تم یہاں بھی محفوظ نہیں' تمہارا ایسے لوگ تو گھروں کے اندر سے بھی لوگوں کو اغوا کر لیتے ہیں۔"

"میرے اس ٹھکانے کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں ہے' اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں' کیا بصرہ چھوڑ کر کسی اور شہر کا رخ کروں۔"

"یہ تو مسئلے کا حل نہیں ہے' دوسرے شہر میں تمہیں زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں تمہارا تصادم کسی دوسری سلویٰ سے نہیں ہو گا؟"

"یہی باتیں میں بھی سوچتی ہوں لیکن بصرے میں رہنا تو اب ناممکن ہی ہو گیا ہے۔"

"اگر میں کوئی جرائم پیشہ شخص ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا!" میں نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "تمہارا مسئلہ چٹکی بجاتے حل ہو جاتا۔"

"مجھ پر طنز مت کرو" وہ بگڑ گئی "مجھے احساس ہو چکا ہے کہ میں بچکانہ انداز میں سوچ رہی تھی' کیا ضروری ہے کہ دوسرے کا مقابلہ کرنے کے لئے آدمی اپنی سطح سے گر جائے۔"

"میں نے طنز نہیں کیا تھا" میں نے گڑبڑا کر کہا "ضروری نہیں ہے کہ دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لئے اس سطح تک گرا جائے' اپنی سطح پر رہ کر بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔"

"میں اگر تمہاری طرح مضبوط اعصاب کی مالک ہوتی تو میں بھی یہی کہتی' مگر مجھے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔"

"میں تمہیں ایک ایسا مشورہ دے سکتا ہوں جس پر عمل کر کے تم زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں اپنے والدین کو قرضے سے نجات دلا سکتی ہو۔ اس کے بعد جو بھی آمدنی ہو وہ تمہاری بچت ہو گی۔"

"یہ سوال تم سیدھی طرح نہیں کر سکتے تھے" سونیا نے مجھے گھورا "بہرحال میں تمہیں جواب دے رہی ہوں۔ اپنا ٹارگٹ پورا ہونے کے بعد میں ایک دن بھی یہ کام جاری رکھنا تو کجا شہر میں رہنا تک گوارا نہیں کروں گی۔"

"میں شرمندہ ہوں سونیا! واقعی میں یہی بات معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔"

سونیا ہنس پڑی "وہ لوگ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جو فوراً ہی اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں" اس نے کہا "ہاں تم مجھے کیا مشورہ دے رہے تھے۔"

"ابھی نہیں' وقت آنے پر بتاؤں گا" میں نے کہا "اب جلدی جا کر سو جاؤ' تمہاری رات کی نیند تو برباد ہو گئی۔"

"میں تو راتوں کو جاگنے کی عادی ہوں۔ ناشتا کرنے کے بعد ہی مجھے نیند آتی ہے' تم اپنی فکر کرو۔"

"تم دیکھ رہی ہو میں کتنے خطرات میں گھرا ہوا ہوں۔ ایسے میں نیند آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تک بنگلے کا جائزہ لینے کی فرصت بھی نہیں ملی' آؤ ذرا دیکھتے ہیں۔"

ہم دونوں نے پورے بنگلے کا جائزہ لیا۔ بنگلے میں کل چار خواب گاہیں تھیں۔ ایک نیچے اور تین اوپر۔ گھر کے مکین جاتے ہوئے تمام دروازے تو بند کر گئے تھے مگر ساتھ ہی کی بورڈ پر تمام چابیاں موجود تھیں۔ انہی چابیوں کی مدد سے میں نے تمام دروازے کھول لئے تھے۔ سونیا متواتر بولے جا رہی تھی اور میں اس کی باتوں سے عاجز تھا۔ آخر تنگ آ کر میں نے اس کے تبصروں کی طرف سے کان بند کر لئے۔

میرا ذہن اس پراسرار شخص کی طرف بھٹک گیا تھا جس سے فون پر گفتگو ہوتی رہی تھی۔ آخر وہ میری نارمن شیلوف والی حیثیت کی طرف سے کیوں مشکوک ہوا تھا۔ شاید میں نے کوئی جملہ کہا تھا جس پر اسے یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ میں نارمن شیلوف نہیں' کوئی اور ہوں' میں وہ جملہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا جو سونیا کی مہربانی سے میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔

ذہن پر زور دینے سے مجھے یاد آ گیا کہ میں نے ان لوگوں کو دوستی میں لانے سے متعلق کچھ کہا تھا جس پر وہ میری طرف سے مشکوک ہوا تھا۔ اس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ نارمن شیلوف ان لوگوں سے واقف تھا' اگر واقف تھا تو وہ شخص نارمن شیلوف کی آواز کیوں نہیں پہچانتا تھا' یہ کیا اسرار تھا۔

میں نے بہت مغز ماری کی مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ معاملہ خاصا پیچیدہ تھا اور صرف ذہنی جمناسٹک کے ذریعے حل ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ نارمن شیلوف اور ان لوگوں کے درمیان جو بھی تعلق تھا اس کا علم ہونے کی واحد صورت یہ تھی کہ دونوں پارٹیوں میں سے کسی ایک سے معلومات حاصل ہو جائیں۔

پھر اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں سونیا کے ساتھ بنگلے کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھول دیا۔ سورج نکلنے والا تھا اور باہر خاصی روشنی پھیل چکی تھی۔

"یہاں کھڑی ہو کر دیکھو" میں نے سونیا سے کہا "اگر کوئی شخص اس دروازے سے اندر داخل ہوتا ہے تو صرف سامنے والے بنگلے سے دیکھا جا سکتا ہے۔"

"ہاں" سونیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "یہاں کوئی

اور بنگلا نظر نہیں آتا۔"

"اس کا مطلب یہی ہوا کہ ہماری نگرانی اس بنگلے سے کی جا رہی ہے۔ دشمن اس بنگلے میں چھپا ہوا ہے۔"

"تمہارے دشمن" سونیا شوخی سے مسکرائی "میرا تو ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"اب اندر آجاؤ' زیادہ دیر یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے' کہیں انہیں شبہ نہ ہو جائے کہ ان کی کمین گاہ ہمارے علم میں آگئی ہے۔"

میں نے نہ صرف سامنے والے بنگلے کے گیٹ پر نصب نیم پلیٹ پڑھ لی تھی بلکہ بنگلے کا نمبر بھی ذہن نشین کر لیا تھا۔ میں ڈرائنگ روم میں آیا اور ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھالی۔ ڈائریکٹری میں سامنے والے بنگلے کا فون نمبر موجود تھا۔ نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے ڈائریکٹری بند کی اور فون نمبر ملانے لگا۔ سونیا پوچھ رہی تھی کہ میں کیا کر رہا ہوں مگر میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف سے پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھایا گیا۔ جس شخص نے ریسیور اٹھایا وہ غالباً سوتے سے اٹھا تھا اور اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود اس کے ہیلو کہتے ہی میں نے اس کی آواز پہچان لی۔

اس آواز کو سنے کئی سال ہو گئے تھے مگر اسے پہچاننے میں مجھے ایک لمحہ بھی نہیں لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دماغ بھک سے اڑ گیا ہو' ریسیور پر میری گرفت سخت ہو گئی۔

"ہیلو' کون بات کر رہا ہے؟" اس بار اس نے اونچی آواز میں کہا تھا مگر اب بھی وہ اپنی اصلی آواز میں بول رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں یہ حرکت بھی کر سکتا ہوں۔ اگر نہ کرتا تو نادانستگی میں مجھ سے کوئی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔

وہ ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا اور میں نے ایک لفظ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ میرا ہاتھ واضح طور پر لرز رہا تھا۔ آج کی رات میرے لئے دھماکوں کی رات ثابت ہوئی تھی اور آخری لمحات میں تو مجھے شدید ترین دھماکے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

سونیا نے میری حالت میں رونما ہونے والے تغیر کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ جھپٹ کر میرے قریب آگئی "کیا بات ہے علی! تمہیں کیا ہو گیا؟"

"کچھ نہیں سونیا! کچھ بھی نہیں ہوا" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا' میں اپنے حواس میں نہیں رہا تھا۔

"کوئی بات تو ضرور ہے' کیا تم نے اس کی آواز پہچان لی' کیا تم اس سے واقف ہو؟"

"مجھے تنہا چھوڑ دو سونیا!" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اس وقت مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔"

"اوہ! تمہیں تو پسینہ بھی آرہا ہے۔ لیٹ جاؤ علی' آرام کر لو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھے آرام کی نہیں' سکون کی ضرورت ہے" میں صوفے سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ہنگامہ آرائی کے عقب سے برآمد ہونے والی شخصیت سے کسی قسم کی شناسائی بھی ہو سکتی ہے۔

مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری تھی اور میں ڈرائنگ روم کے قالین کو اپنے قدموں تلے روندے ڈال رہا تھا کہ فون کی گھنٹی سن کر میں رک گیا۔ سونیا اپنی جگہ ساکت بیٹھی مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

"فون پر تم بات کر لو سونیا!" میں نے کہا "لیکن میرے بارے میں کچھ مت بتانا' تم میرے نام سے بھی واقف نہیں ہو' سمجھیں تم۔ اور میں سو رہا ہوں' ٹھیک ہے۔"

سونیا نے سر کو تفہیمی جنبش دے کر ریسیور اٹھا لیا اور میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر ریسیور سے کان لگا دیا تاکہ میں بھی دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں سن سکوں۔

"اوہو' مس سونیا بات کر رہی ہیں" دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز میں کہا گیا "آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں" سونیا نے آہستہ سے کہا "مگر آپ کو میرے نام کا علم کیسے ہوا؟"

"باخبر رہنا ہماری ضرورت ہے مس سونیا! ہم تو رائل کلب سے بھی لاعلم نہیں ہیں جہاں صرف ذی حیثیت لوگ جا سکتے ہیں مگر آپ وہاں کی مستقل گاہک ہیں۔"

"مگر میں تو تمہیں نہیں پہچان سکی' کیا کبھی ہماری ملاقات ہوئی ہے؟"

"نہیں مس سونیا! لیکن اگر آپ چاہیں تو ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"میں اجنبیوں سے ملنا پسند نہیں کرتی' معلوم نہیں تم کون ہو' پہلے اپنا تعارف کراؤ۔"

"اور جس شخص کو آپ نے پناہ دی ہے اسے کب سے جانتی ہیں' کچھ معلوم بھی ہے کہ وہ کتنا خطرناک مجرم ہے؟"

"بکواس مت کرو" سونیا غرائی "وہ ہرگز بھی مجرم نہیں ہے' پولیس غلط فہمی میں اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔"

"اگر آپ سننا پسند کریں تو ہم آپ کو اس کی حقیقت

سے آگاہ کر سکتے ہیں؟"

میں نے سونیا کو انکار کرنے کا اشارہ کیا اور وہ ریسیور میں بولی "تم تو خود کوئی بہت بڑے مجرم معلوم ہوتے ہو' میں تمہاری بات پر کیا یقین کروں گی؟"

"تم اپنے حق میں کانٹے بو رہی ہو سونیا! جو کچھ میں بتانا چاہ رہا ہوں سن لو۔"

"میں فون بند کر رہی ہوں۔ اس کے بعد فون کرو گے تو میں تم سے بات نہیں کروں گی" سونیا نے کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا "میں نے غلط تو نہیں کیا نا؟" وہ مجھ سے بولی۔

"نہیں' تم نے بہت صحیح کیا" میں نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا "اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"تم بیڈ روم میں جا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیوں نہیں کر لیتے" سونیا نے پھر کہا۔

"ٹھیک ہے' مجھے شاید واقعی آرام کی ضرورت ہے" میں نے کہا اور اوپری منزل پر واقع اس خواب گاہ میں آگیا جہاں سے سامنے والا بنگلا نظر آتا تھا۔ سونیا بھی میرے ساتھ ہی آئی تھی۔ میں نے ایک کھڑکی پر پڑا ہوا پردہ ذرا سا سرکا کر باہر جھانکا۔ سورج طلوع ہو چکا تھا اور باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے والے بنگلے پر بظاہر سناٹا مسلط تھا جب کہ سڑک پر کئی پولیس والے متعین نظر آرہے تھے۔ شاید ان کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی کہ ہر آنے جانے والے کو چیک کریں۔

سونیا نے خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے ائرکنڈیشنر چلا دیا تھا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر پڑے ہوئے بھاری پردوں کی وجہ سے کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔ سونیا نے بیڈ پر بچھی ہوئی چادر جھاڑ دی تھی اور الماری میں سے ایک چادر نکال کر اوڑھنے کے لئے بیڈ پر رکھ دی تھی۔ میں خاموشی سے اسے کام کرتے دیکھتا رہا پھر میں نے سوچا اب لیٹ ہی جانا چاہئے۔

میں بیڈ پر جا کے بیٹھا اور اپنے جوتوں کے تسمے کھولنے کے لئے جھکنے لگا تو سونیا میرے قریب آئی اور اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"لاؤ' یہ کام میں کئے دیتی ہوں" اس نے میرے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کر رہی ہو سونیا!" میں نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا "ایسی فضول باتیں مت کرو۔"

میں نے محسوس کیا کہ میری بات سے اسے صدمہ پہنچا ہے اور وہ سن ہو کر رہ گئی ہے تاہم اس نے جرح نہیں کی مگر وہیں بیٹھی رہی۔

"نیچے کیوں بیٹھی ہو" میں نے جوتے اتارتے ہوئے کہا "اوپر آجاؤ۔"

وہ منہ سے کچھ کہے بغیر خاموشی سے اٹھی اور میرے برابر بیٹھ گئی مگر اس نے منہ دوسری طرف پھیر رکھا تھا۔

"ناراض ہو گئیں" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کی آواز بھرائی ہوئی ہے۔

"ادھر دیکھو میری طرف" میں نے کہا اور اس نے آہستہ آہستہ سر میری طرف گھمایا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تم رو رہی ہو" میں نے حیرت سے کہا "ایسی کیا بات ہو گئی جس پر تمہیں رونا آرہا ہے؟"

"کچھ نہیں" اس نے پھر مختصر سا جواب دیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اب وہ باقاعدہ سسکیاں لے رہی تھی۔

"تم کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو سونیا؟" میں نے جھنجلا کر کہا "پہلے ہی میرے لئے مسائل کی کمی نہیں ہے۔"

"اوہ! معاف کرنا" اس نے مشینی انداز میں کہا اور آنسو پونچھ کر ساکت و صامت بیٹھ گئی۔ میں نے اس پر لعنت بھیجی اور بیڈ پر لیٹ کر چادر اوڑھ لی۔ وہ اسی طرح بیڈ کے کنارے پر بیٹھی رہی۔

"اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں تمہارا سر دبا دوں" کچھ دیر بعد اس نے میری طرف مڑ کر دھیرے سے کہا۔

"دبا دو" میں نے خود پر جبر کرتے ہوئے کہا۔ اگر اسے منع کرتا تو پھر رونے لگتی۔ مجھے سر دبوانے پر رضامند دیکھ کر وہ کھل اٹھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس میں دوبارہ جان سی پڑ گئی ہو۔ وہ بیڈ پر سرہانے کی طرف بیٹھ کر ہولے ہولے میرا سر دبانے لگی۔ اس کے جادوئی لمس نے ذرا سی دیر میں میری تمام جھنجلاہٹ کافور کر دی۔ میں نے اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔

"ایک بات بتاؤ گی سونیا!" میں نے خواب ناک سے لہجے میں کہا۔

"اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے علی!" وہ بڑے اشتیاق سے بولی "تم دس باتیں پوچھو' میں سب کے جواب دوں گی۔"

"کچھ دیر پہلے تم بلاوجہ روتے کیوں بیٹھ گئی تھیں؟"

"تم بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہو علی! بات تمہاری

سمجھ میں نہیں آئے گی" اس نے بجھی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"میں وہ جاننا چاہتا ہوں سونیا! چاہے میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔"

"تم نے مجھے اپنے جوتے اتارنے سے جو روک دیا تھا" وہ رک رک کر بولی "بس اسی بات پر رونا آگیا تھا۔"

"تو اس میں رونے کی کیا بات تھی۔ میں اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کا عادی ہوں۔"

"میں نے کہا تھا نا کہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تم بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہو" اس نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا "آدمی جب کسی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے، آنکھوں پر بٹھاتا ہے تو خود بخود اس کے کام کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے، ایسے میں اگر اسے خدمت کرنے سے روک دیا جائے تو دل بھر ہی آتا ہے۔"

"تو کوئی کیوں کسی کو اپنے دل میں جگہ دے اور آنکھوں پر بٹھائے؟" میں نے کہا۔

"یہ تو دل کا سودا ہے علی! اس میں آدمی کے ارادے کا کیا دخل اور پھر تم ہی نے تو مجھ سے فرمائش کی تھی" اس نے شرمائے ہوئے انداز میں سر جھکا لیا اور مجھے بے ساختہ تہذیب یاد آگئی جس سے بچھڑے مجھے کئی سال ہو گئے تھے۔ معلوم نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہوگی۔ میں نے تو کبھی اس کے بارے میں معلوم تک کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ مجھ سے بچھڑ کر اس پر کیا گزری ہوگی۔ مجھے خود پر افسوس ہونے لگا۔ معلوم نہیں میں کس قسم کا آدمی تھا، میں کتنی آسانی سے اس سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ شاید میں پتھر دل تھا مگر دوسرے تو پتھر دل نہیں ہوتے۔ ان کے تو جذبات و احساسات ہوتے ہیں۔ ان کے دل پر تو چوٹ لگتی ہے، روح زخمی ہو جاتی ہے۔ سب کی آنکھیں تو میری طرح سخت نہیں ہوتیں اور کبھی کبھار تو پتھر بھی نم ہو جاتے ہیں۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچاؤں یا آزار میں مبتلا کروں۔ اگر یہی کرنا تھا تو محبت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آدمی جنگل میں بسیرا نہ کر لے۔

سونیا کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ ایک کال گرل تھی مگر نہیں تھی گناہ آلود زندگی بسر کرنے کے باوجود اندر سے وہ ایک معصوم لڑکی تھی۔ اس کے جذبات و احساسات کسی ایسی ہی لڑکی کی طرح تھے جسے کبھی کسی نے نہ چھوا ہو۔ شرمانے کی اداکاری تو کی جا سکتی ہے مگر گالوں پر جو حیا کی سرخی پھیلتی ہے وہ نہیں پیدا کی جا سکتی۔ وہ شرمائی تھی تو اس کے گال سرخ ہو گئے تھے۔ کسی کے بارے میں کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ اندر سے کیا ہے۔ ہر شخص ظاہر کو دیکھتا ہے اور اسی پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ جانے کتنے بے گناہ مصلوب ہو جاتے ہوں گے۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری بات کا یہ مفہوم نکلتا ہے تو کبھی یہ بات میرے منہ سے نہ نکلتی" میں نے آہستگی سے کہا۔

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے علی" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی "کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا کوئی خود کو کسی پر مسلط نہیں کر سکتا اور کوئی کسی کو اپنے ذہن سے نہیں جھٹک سکتا۔ یہ تو ایک خودکار عمل کے ذریعے ہوتا ہے، آدمی کہنے کو بااختیار ہوتا ہے مگر اس کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جب تک چابی بھری رہے گی چلتا رہے گا۔ چابی ختم ہونے پر خود بخود رک جائے گا۔"

وہ بڑی بالغ نظری کی باتیں کر رہی تھی، اس کی تعلیم و تربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بہت غیر معمولی بات تھی۔ شاید یہ اس کا اپنا تجربہ تھا۔ اس نے زندگی کے تلخ تجربات سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ ورنہ لوگ تو دریا میں سے بھی خشک نکل آتے ہیں، ایسے تجربات کا کیا فائدہ جن سے کچھ حاصل نہ کیا جائے۔

"میرے رویے سے تمہیں جو تکلیف پہنچی اس کے لئے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں سونیا!"

اس نے تڑپ کر میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا "مجھے اور تکلیف مت پہنچاؤ علی! آئندہ کسی بات پر معذرت مت کرنا، میں تمہیں شرمندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ تم نے مجھے جو مقام دیا ہے وہ کسی نے نہیں دیا۔ میں ایک کاروباری عورت جو ہوں" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا "میری حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہے، جب جی چاہا خرید ا اور دل بھر گیا تو توڑ دیا۔ آج سے پہلے مجھے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا تھا جس کی نظر میں میں نے کسی قسم کا بھی احترام دیکھا ہو۔ ہر ایک کی آنکھوں میں ہوس ہی ناچتی دکھائی دیتی ہے، جیسے میں جذبات و احساسات سے عاری کوئی مشین ہوں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہولے سے کھینچا اور وہ میرے سینے پر آ رہی۔ اس کا سر میرے سینے پر تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے پر ایسی طمانیت بکھری ہوئی تھی جیسے اسے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہو۔ وہ مجھے کسی ایسی معصوم بچی کی طرح نظر آئی جسے اس کا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"مجھ سے کوئی توقع مت وابستہ کر لینا سونیا!" میں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا "تمہارے جذبوں کے جواب میں میں تمہیں کچھ نہیں دے سکوں گا۔"

"میں تم سے کیا طلب کر رہی ہوں، بس تم مجھے اپنی خدمت کرنے سے مت روکا کرو۔"

میں نے بے بسی سے ایک طویل سانس لی۔ ان سب باتوں سے مجھے کوفت ہوئی تھی مگر میں اس کا دل بھی نہیں توڑ سکتا تھا "ٹھیک ہے سونیا! آئندہ نہیں روکوں گا۔"

وہ مارے خوشی کے اچھل کر بیٹھ گئی "تمہارے پیر دبا دوں؟" اس نے کہا۔

میں نے بڑی مشکل سے خود کو انکار کرنے سے روکا "ضرورت تو نہیں محسوس ہو رہی لیکن اگر تمہارا جی چاہ رہا ہے تو دبا دو۔"

وہ یوں پیر دبانے بیٹھ گئی جیسے اس کی زندگی کا مقصود یہی رہا ہو۔ مجھے اس سے پیر دبوانا بری طرح کھل رہا تھا مگر مجبوری تھی۔

"سونیا!" کچھ دیر بعد میں نے اسے پکارا۔

"کیا بات ہے علی؟" اس نے جواب تو دیا مگر اس کے ہاتھ نہیں رکے۔

"ناشتے کا کیا بنے گا سونیا؟ کیا یہاں کھانے کا کچھ سامان موجود ہے؟"

"ارے، مجھے تو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ صبح کے وقت ناشتا کیا جاتا ہے۔ میں ابھی دکان سے ناشتے کا سامان لے کر آتی ہوں۔"

میں نے اسے روکا نہیں، اس کے ساتھ نچلی منزل پر آیا۔ اس نے اپنا پرس سنبھالا، ٹوکری اٹھائی اور جیسے ہی وہ دروازے سے باہر نکلی، میں دروازہ بند کر کے اوپری منزل کی طرف جھپٹا۔ جب تک وہ گیٹ تک پہنچی میں خواب گاہ میں واپس آ چکا تھا۔ میں نے کھڑکی کا پردہ ذرا سا سرکا کر باہر کا جائزہ لیا، میری نظریں سامنے والے بنگلے کے گیٹ پر مرکوز تھیں۔

سونیا کے باہر نکلنے کے ایک منٹ کے اندر اندر سامنے والے بنگلے کے گیٹ سے بھی ایک شخص برآمد ہوا۔ وہ مقامی ہی معلوم ہوتا تھا اور اپنے حلیے سے ملازم نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ٹوکری تھی اور وہ بھی اسی سمت میں گیا تھا جدھر سونیا گئی تھی۔ پولیس والے کسی سے تعرض نہیں کر رہے تھے، معلوم نہیں اب وہاں ان کی موجودگی کا جواز کیا تھا۔

سونیا کی واپسی میں کوئی پندرہ منٹ لگے، میں سڑک پر نظریں جمائے رہیں کھڑا رہا اور میں نے اس شخص کو دوبارا دیکھا جو سونیا کے پیچھے گیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ سامنے والے بنگلے سے مستقل ہم پر نظر رکھی جا رہی تھی۔ جیسے ہی ہم میں سے کوئی بنگلے سے باہر نکلتا، اس کا تعاقب شروع کر دیا جاتا۔

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور نیچے کچن میں پہنچ گیا۔ سونیا بہت سی چیزیں اٹھا لائی تھی۔ کارنڈ بیف، مکھن، ڈبل روٹی، جام، پنیر اور انڈے۔

"کیا یہاں مستقل قیام پذیر ہونے کا ارادہ ہے" میں نے اتنی چیزیں دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"دراصل مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ناشتے میں کیا پسند کرتے ہو اس لئے میں بہت سی چیزیں لے آئی۔"

"میں ہر حال میں گزارا کرنے کا عادی ہوں، ناشتا نہ ملے تو بھی کام چلتا ہے۔"

"جب میں یہ سب چیزیں خرید رہی تھی تو جانتے ہو میرے دل میں کیا خیال آیا... میں نے سوچا میری آمدنی تو ایک ہی قسم کی ہے، معلوم نہیں تم ایسے پیسوں سے کچھ کھانا پسند کرو یا نہ کرو۔"

وہ خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ یوں جیسے میرے جواب پر اس کی زندگی کا دارومدار ہو۔ اس کی بات سن کر میرا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کا ذریعہ آمدنی برا تھا مگر اسے اس کا بھرپور احساس تھا۔ دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ جن کے ذرائع آمدنی ناجائز ہیں مگر کون اپنی آمدنی کے بارے میں اتنا حساس ہوتا ہے۔ لوگ رشوتیں بھی لیتے ہیں، دوسروں کا حق بھی مار لیتے ہیں، جوئے کے اڈے بھی چلاتے ہیں، منشیات کا کاروبار کرتے ہیں مگر کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کی آمدنی ناجائز ہے۔ کوٹھیاں اور بنگلے یوں ہی تو نہیں بن جاتے۔ ان کے پیچھے کم از کم استحصال کا عنصر ضرور کارفرما ہوتا ہے۔ استحصال جو بدترین لعنت ہے مگر ان تمام ناجائز ذرائع پر صرف ظاہری چمک دمک کا ہی پردہ پڑا ہوا نہیں ہوتا بلکہ دلیلیں بھی ہوتی ہیں۔ ہر ناجائز کام کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جن کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے ان کی کوئی نہیں سنتا۔ طاقتور کبھی غلط نہیں کہتا اور کمزور کی کوئی بات بھی درست نہیں ہوتی۔

"اگر ایسی بات ہوتی تو میں جاتے وقت تمہیں پیسے دے دیتا" میں نے کوشش کی تھی کہ میرے لہجے سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔

"میں نے یہ بھی سوچا تھا" سونیا نے سر جھکا کر کہا "لیکن پھر خیال آیا ممکن ہے تمہارے پاس پیسے نہ ہوں۔"

"زبانی کہنے سے شاید تمہیں یقین نہ آئے" میں نے

جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالتے ہوئے کہا "خود دیکھ لو کہ میرے پاس رقم ہے یا نہیں۔"

اتنے بہت سے نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "میں خوش نصیب ہوں کہ ایک امیر آدمی میرا مہمان ہے۔"

"خوش نصیب تو میں ہوں جسے ایک عظیم خاتون کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا" میں نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کبھی کبھی وقت یوں لگتا ہے جیسے تم بس دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کوئی بات کہہ دیتے ہو؟"

"ہاں' جیسے ابھی میں یہ کہنے والا ہوں کہ کیوں نہ ساحل سمندر پر ناشتا کیا جائے۔"

"بہت عمدہ خیال ہے' میں سینڈوچ بنا رکھے لیتی ہوں۔ کافی تھرماس میں بھر لیں گے اور ... مگر ہم جائیں گے کیسے؟"

"وہ جو کار تم نے کھڑی دیکھی تھی آخر ہمارے میزبان کس مقصد کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

"ہم ... مگر اس کی چابی کہاں ہے" سونیا نے گھبرا کر کہا "اور پھر کسی دوسرے کی کار ..."

"جب میں ساتھ ہوں تو اس قسم کی باتیں مت سوچا کرو' یہ سب سوچنا میرا کام ہے۔"

"لیکن علی! یہاں تو پولیس کی وجہ سے ہم محفوظ بھی ہیں' کسی سنسان جگہ جائیں گے تو تمہارے دشمن وار کر جائیں گے۔"

"میں نے کہا نا کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں یہ تمام باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ تم تو بس خاموشی سے میرے کہنے پر عمل کرتی رہو۔" میں اسے کیا بتاتا کہ میرا تو مقصد ہی یہی ہے کہ ان لوگوں سے کسی کھلے مقام پر تصادم ہو۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا کہ انہیں روشنی میں لانے کے بعد کیفر کردار کو پہنچاؤں گا۔ روشنی میں تو خیر وہ آ چکے تھے اب کیفر کردار کو پہنچانا باقی رہ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اگر میں اس شخص کی آواز نہ پہچان لیتا تو اتنی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرتا مگر اب میرے لئے ایک لمحے کے واسطے بھی نچلا بیٹھنا مشکل تھا۔ اگر میں نے اس کو شناخت نہ کر لیا ہوتا تو ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کوئی موقع پا کر یا رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سامنے والے بنگلے میں گھسنے کی کوشش ضرور کرتا مگر اب میرے اندر اتنا خطرناک قدم اٹھانے کی ہمت نہیں رہ گئی تھی۔ خطرہ تو خیر کھلی جگہ میں بھی ہوتا مگر بہت کم ہوتا اور میں تھوڑا بہت خطرہ تو مول لے سکتا تھا۔

"تم ناشتا تیار کرو' میں ذرا نہا لوں" میں نے سونیا سے کہا اور پھر میں نے کپڑے تلاش کرنے کی مہم شروع کر دی۔ ایک الماری میں مجھے اپنے سائز کے کپڑے مل گئے۔

میں نہا کر اور کپڑے بدل کر باہر نکلا تو سونیا غائب تھی۔ کافی تلاش کرنے کے بعد وہ ایک غسل خانے میں دریافت ہوئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو سونیا؟" میں نے دروازہ پیٹ کر کہا "میں سارے گھر میں تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"

سونیا نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے بھی نہا کر کپڑے تبدیل کر لئے تھے "میں نہ نہاتی کیا' میرا بھی حلیہ تباہ ہو رہا تھا۔"

"تباہ تو خیر نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن خیر اب تو تمہیں جو کرنا تھا کر چکیں مگر تم نے کمال کر دیا۔ سارے کام اتنی جلدی کر لئے؟"

"چند منٹ کا تو کام تھا" اس نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا "بس اب چند منٹ میں ڈرائر سے بال خشک کر لوں گی۔"

دس منٹ بعد ہم گاڑی میں بیٹھے ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ سونیا میرے برابر بیٹھی تھی اور میں گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔

سڑکوں پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا مگر میں دھیمی رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ سونیا بہت خوش تھی اور میں چاہتا تھا کہ کوئی ہنگامہ شروع ہونے سے قبل وہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو لے۔

میرا خیال تھا کہ اس وقت ساحل سمندر پر مکمل ویرانی چھائی ہوئی ہو گی مگر ایسا نہیں تھا۔ ساحل کے ساتھ بنے ہوئے بعض ہٹ آباد بھی نظر آ رہے تھے۔

"کیا خیال ہے سونیا! سمندر پر چلیں یا کسی ہٹ کو وقتی مسکن بنا لیں۔"

"اس وقت ریت میں نہانے کا موڈ نہیں ہے' کسی خالی ہٹ کے عقبی برآمدے میں بیٹھ جاتے ہیں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک خالی مگر خوب صورت ہٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ کہیں قریب ہی سے ہٹ کا چوکیدار آ گیا۔ اس نے کچھ کہا تو نہیں مگر میں سمجھ گیا کہ وہی اس ہٹ کا چوکیدار ہے۔ اس نے بہت تھوڑے سے پیسوں کے عوض ہٹ کھولنا منظور کر لیا۔

"پیسے برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی" سونیا نے آہستہ سے کہا "تھوڑی دیر کے لئے تو ہم کہیں بھی بیٹھ سکتے تھے۔"

"جن پیسوں کے عوض کچھ یادگار لمحات میسر آ رہے ہوں وہ پیسے کبھی برباد نہیں ہوتے۔"

"اگر یہی بات تھی تو تمہیں مجھ سے کہنا چاہئے تھا" آخر میں تمہاری میزبان ہوں۔"

"میرا جی چاہا کہ تمہاری خوشیوں میں میرا بھی تھوڑا بہت حصہ ہو۔"

وہ خوشی سے کھل اٹھی "میں کئی بار یہاں آ چکی ہوں مگر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آج میں پہلی بار یہاں آئی ہوں۔ دیکھو ہر چیز کتنی نکھری نکھری لگ رہی ہے۔"

"کسی بھی خوفناک وقت سے گزرنے کے بعد ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"ایسی باتیں کر کے مزہ کرکرا مت کرو" وہ برا مان کر بولی "آج سے پہلے میں مصنوعی دنیا میں رہ رہی تھی۔ یہ تمہارا پر خلوص جذبہ ہے جس کی وجہ سے ہر چیز نئی نئی معلوم ہو رہی ہے۔"

میں ہنس پڑا "مجھے نہیں معلوم" میں نے کہا "مجھے تو تم اتنی نکھری نکھری لگ رہی ہو کہ کسی اور طرف توجہ دینے کی فرصت بھی نہیں مل رہی۔"

وہ ایک دم اداس ہو گئی "تم تو ایسی باتیں مت کرو علی!" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"کیوں' کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"معلوم نہیں تم کب جدا ہو جاؤ' اگر تم مجھ سے ایسی باتیں کرو گے تو تم سے بچھڑنے کے بعد میرا جینا محال ہو جائے گا۔ بس مجھے اپنے طور پر خوش ہو لینے دو۔"

میرے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے' میرے ذہن کے پردے پر یکے بعد دیگرے ان تمام لڑکیوں کی تصویریں ابھریں جو پیشہ ور نہیں تھیں مگر انہوں نے اپنے آپ کو خیالی میں سجا کر میرے سامنے پیش کیا۔ اس لڑکی نے جو پیشہ ور تھی ایسی تمام لڑکیوں کو مات دے دی تھی۔ وہ کال گرل ہوتے ہوئے بھی معصوم تھی۔ کم از کم مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اسے کسی قسم کا الزام دے سکوں' اس کے کردار پر شبہ کر سکوں۔

ہم نے فولڈنگ چیئرز عقبی برآمدے میں نکال لی تھیں اور یہ ساری گفتگو وہیں ہوئی تھی۔ باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ ہم سینڈوچ بھی کھاتے جا رہے تھے۔

ہم نے خوب ڈٹ کر ناشتا کیا اور کافی پی' اس کے بعد سونیا نے اپنی فولڈنگ چیئر میری کرسی کے بالکل برابر بچھائی اور میرے شانے پر سر رکھ کے آنکھیں بند کر لیں۔ میری نگاہ سامنے سمندر پر جمی ہوئی تھی۔ ابھی تک تعاقب کنندگان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ جیسے ہی میں نے ان کے بارے میں سوچا وہ مجھے نظر آ گئے۔ وہ دو افراد تھے' ایک کو میں نے پہچان لیا یہ وہی تھا جس نے صبح سونیا کا تعاقب کیا تھا۔

دونوں افراد ہمیں بڑے غور سے دیکھتے ہوئے گزرے۔ وہ مقامی ہی نظر آتے تھے مگر یہ ضروری نہیں تھا۔ ان کا تعلق کسی اور ملک سے بھی ہو سکتا تھا۔ ان کے میری طرف دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میری صورت ذہن نشین کر لینا چاہتے ہوں۔ میں نے ان کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی تھی مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

میں نے کار میں چار افراد کو دیکھا تھا مگر اس وقت صرف دو افراد سامنے سے گزرے تھے۔ بقیہ دو نگرانی کرنے کے لئے کسی اور سمت میں بیٹھے ہوں گے۔ مجھے ان کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ یہ تو طے ہو گیا تھا کہ وہ کسی وجہ سے میری شخصیت کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں اور جب تک میری اصلیت نہیں معلوم کر لیں گے مجھے کوئی نقصان پہنچانے سے گریز کریں گے۔

آر مگر کی خواب گاہ کے دروازے پر نظر آنے والے پراسرار نشان کا معما کسی حد تک حل ہو چکا تھا۔ اسے حل کرنے میں دو عوامل نمایاں تھے۔ ایک وہ جملہ جو فون پر مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم آئی کو دن اور او کو ذیرو کہتے تو ہم تمہارا کیا بگاڑ لیں گے اور دوسری وہ پہلی فون کال جو میں نے کی تھی۔ اس شخص کی اصل آواز نے ہی بہت سی گرہیں کھولی تھیں۔

میں سونیا کے ساتھ دوپہر تک ساحل سمندر پر رہا۔ اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ ان لوگوں نے صرف ہمارا تعاقب کرنے پر اکتفا کیا تھا' معلوم نہیں ان کے ذہنوں میں کیا تھا۔

ہم واپس پہنچے تو پتا چلا کہ پولیس مایوس ہو کر واپس جا چکی ہے۔ چونکہ ہم دونوں نے ڈٹ کر ناشتا کیا تھا اس لئے کھانے کی گنجائش نہیں بچی تھی۔ نیند بھی حملہ آور ہو رہی تھی اس لئے ہم نے سونے کا فیصلہ کر لیا مگر سونے سے قبل ہی پھر فون آ گیا' میں نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف وہی شخص تھا۔

"ناشتا گھر پر بھی کیا جا سکتا تھا' اس کے لئے ساحل سمندر پر جانے کی کیا ضرورت تھی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارے لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنی کھال میں رہنے کی کوشش کرو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا اور فون بند

کردیا۔

سونیا سونے کے لئے بستر پر لیٹ چکی تھی۔ میں نے کمرے سے جانا چاہا تو اس نے آواز دے کر روک لیا "کہاں جا رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"اس بیڈ روم میں تو تم سوؤ گی' میں دوسرے بیڈ روم میں چلا جاتا ہوں۔"

"کچھ ان دیکھے دشمنوں کے خطرے کے پیش نظر کیا میں تنہا سو سکوں گی؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"میں مٹی کا بنا ہوا انسان ہوں سونیا! اور میرے سینے میں دل بھی دھڑکتا ہے۔ وہی دل جس میں جذبات پرورش پاتے ہیں' میں تمہارے ساتھ نہیں سو سکوں گا۔"

"بے کار باتیں مت کرو' خیالات اگر پاکیزہ ہوں تو کوئی چیز گمراہ نہیں کر سکتی۔"

"شیطان لوگوں کو ایسی ہی باتوں کے ذریعے گمراہ کیا کرتا ہے" میں نے کہا۔

"میں کہہ رہی ہوں فضول باتیں مت کرو" اس نے مجھے کھینچ کر بیڈ پر گرا لیا۔ پھر میرے پیر سے جوتے موزے اتارے اور میرے برابر آکر لیٹ گئی۔

"آج رات ہم رائل کلب میں کھانا کھائیں گے" سونیا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"وہاں تمہارے جاننے والے بہت ہوں گے۔ پھر میری وجہ سے تمہارا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم ساتھ ہوگے تو پھر کسی اور کی کیا حقیقت ہے۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

اس کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو مغرب ہونے والی تھی۔ سونیا مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو چکی تھی۔ مجھے اٹھتے دیکھ کر خود بھی اٹھ گئی۔

"تم چاہو تو نہا کر نیچے آ جاؤ' میں اتنی دیر میں چائے بنا لیتی ہوں۔"

○☆○

رات نو بجے کے بعد میں سونیا کے ساتھ رائل کلب جانے کے لئے نکلا۔ اس بار ہمارے تعاقب میں دو کاریں تھیں اور دونوں اسی بنگلے سے برآمد ہوئی تھیں' سڑکوں پر اندھیرا ہونے کے باعث انہیں یہ خوف ہوگا کہ کہیں میں فرار نہ ہو جاؤں اس لئے ایک کار آگے چل رہی تھی اور دوسری پیچھے تھی۔ دونوں کاریں زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ شاید اب وہ لوگ بھی میرے تعاقب کو خفیہ نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ شاید وہ آج رات ہی ڈراپ سین کرنا چاہتے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ دیکھنا یہ تھا کہ ڈراپ سین کس کے حق میں ہوتا ہے۔

رائل کلب کی عمارت قدیم و جدید کا حسین امتزاج ثابت ہوئی۔ کار پارکنگ کے لئے وسیع و عریض احاطہ تھا جہاں اندھیرے کے باوجود فرش پر پڑی ہوئی سفید لکیر نظر آ رہی تھی کلب کی عمارت کی بیرونی دیواریں سرخ پتھر کی تھیں اور اسے اسپین کے مشہور تاریخی محل الحمرا کی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔

کلب میں داخلے کے لئے سونیا نے جو رقم ادا کی اسے دیکھ کر ہی میرے ہوش اڑ گئے۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ میری اتنی مہنگی دعوت کرے گی۔ پھر مجھے یہ بھی حیرت ہوئی کہ سونیا روزانہ اس کلب میں داخلے کے اخراجات کس طرح برداشت کرتی ہوگی۔ آخر یہ سوال میرے لبوں پر آ ہی گیا۔

میری بات سن کر سونیا ہنس پڑی "تم نے شاید غور نہیں کیا' میں نے ایک ہی ٹکٹ خریدا ہے۔ اس لئے کہ میں یہاں کی مستقل ممبر ہوں۔ کلب نے مجھے اعزازی رکنیت دے رکھی ہے۔ بہت سے لوگ صرف میری وجہ سے یہاں آتے ہیں۔ اگر میں کہیں اور جانے لگوں تو وہ بھی وہیں جانے لگیں گے۔"

سونیا مجھے مرکزی ہال میں لے گئی اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مرکزی حال کسی نجبہ خانے کا سا منظر پیش کر رہا تھا۔ وسیع و عریض ہال کی بیشتر میزیں آباد تھیں۔ ایئرکنڈیشنڈ ہونے کے باوجود وہاں سگریٹوں کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ تقریباً ہر شخص کے ہاتھ میں یا اس کے سامنے میز پر شراب کے جام موجود تھے۔ میزوں کے درمیان ایک حسین رقاصہ تھرکتی پھر رہی تھی۔ رنگ و نور کا ایک طوفان تھا جسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ قوم گزشتہ سات سال کے طویل عرصے سے حالت جنگ میں ہے۔ باہر بلیک آؤٹ ہے اور جنگ بصرہ کے نواح تک آ چکی ہے۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کاروبار مندا ہے" میں نے سونیا سے کہا "یہاں تو بڑی رونق نظر آ رہی ہے۔"

"یہ سب زبردستی کی باتیں ہیں۔ اصل رونقیں تو کب کی دم توڑ چکی ہیں" سونیا نے کسی مناسب میز کی تلاش میں نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں سونیا! یہاں نہیں بیٹھ سکوں گا۔ ان خرافات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں' ہم ڈائننگ ہال میں چلے چلتے ہیں" سونیا نے کہا اور ہم ڈائننگ ہال کی طرف چلے گئے۔ رائل کلب کا ڈائننگ ہال بھی بہت شاندار تھا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا کہ وہاں بھی کچھ میزوں پر شراب کے جام موجود تھے اور لوگ چسکیاں لے رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جس قوم کی عیاشی اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہو وہ کوئی بڑی جنگ کس طرح لڑ سکتی ہے۔

میں نے دروازے کے نزدیک ہی ایک میز منتخب کی اور سونیا کے ساتھ اس پر جا بیٹھا۔ کئی لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر سونیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے انہیں یوں نظر انداز کر دیا تھا جیسے انہیں دیکھا ہی نہ ہو۔

"آج تم ان لوگوں کو نظر انداز کر رہی ہو لیکن بعد میں یہ چیز تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔"

"یہ سب میرے سوچنے کی باتیں ہیں" سونیا نے میری نقل اتاری "جب تک تم میرے ساتھ ہو ان باتوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔"

"اچھا اچھا" میں نے سر ہلا کر کہا اور ہنس پڑا۔ میری زیادہ توجہ اس بات پر تھی کہ اپنے دشمنوں کو پہچان لوں۔ ابھی تک تو کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی تھی کہ وہ لوگ اندر آنے کی زحمت گوارا کریں گے یا نہیں۔ کلب میں داخلے کا ٹکٹ بہت مہنگا تھا اس لئے میرا خیال یہی تھا کہ وہ باہر ہی رک کر ہمارا انتظار کریں گے۔

ویٹر نے مینو ہمارے سامنے لا کر رکھے اور میں مینو کا جائزہ لینے لگا۔ میری توقع کے مطابق کھانے بہت مہنگے تھے۔

"تم چاہو تو اپنی پسند سے بھی کوئی چیز منگا سکتے ہو" سونیا نے کہا "لیکن اصل آرڈر میں دوں گی۔"

"اس طرح تم مجھے زحمت سے بچا لو گی" میں نے مسکرا کر کہا "میں ایک چیز بھی اپنی مرضی سے نہیں منگاؤں گا۔"

سونیا نے لمبا چوڑا آرڈر نوٹ کرا دیا "یہ تم نے کیا کیا سونیا" ویٹر کے جانے کے بعد میں نے کہا "واپسی میں تمہارے پرس میں کچھ بچے گا بھی یا نہیں؟"

"میں کبھی فضول خرچی نہیں کرتی علی!" سونیا بولی "بس آج جی چاہ رہا ہے اور پیسوں کی فکر مت کرو' میں دو چار روز مزید ایسی عیاشیاں کر سکتی ہوں۔"

"تم نے شراب کا آرڈر نہیں دیا" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! کیا تم پیتے ہو؟" اس نے گڑبڑا کر پوچھا۔

"نہیں' مجھے شراب سے نفرت ہے۔"

"میری بات سن کر سونیا نے سکون کی سانس لی "میرا بھی یہی خیال تھا اس لئے میں نے تم سے نہیں پوچھا۔ میں خود اسے پسند نہیں کرتی مگر اپنے کرم فرماؤں کے اصرار پر پینی پڑ جاتی ہے" اس نے نظریں جھکا لیں۔ اسی وقت ڈائننگ ہال کے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس نے دروازے پر رک کر پورے حال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دی تھیں۔ میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کی اس حرکت سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اس کا تعلق دشمن گروپ سے ہے۔ وہ شخص یوں واپس چلا گیا جیسے کسی کی تلاش میں آیا تھا اور وہ نظر نہیں آیا۔

"کیا سلوی بھی یہاں موجود ہوگی؟" دفعتاً میں نے سونیا سے پوچھا۔

"مرکزی ہال میں وہ مجھے نظر آئی تھی" سونیا نے جواب دیا "مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نے سوچا جب یہاں آ ہی گیا ہوں تو لگے ہاتھوں اسے بھی دیکھتا چلوں۔"

"نہیں' تمہیں اس جھمیلے میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔"

"اب تو میں اس جھمیلے میں پڑ چکا اور تمہارے ارادہ تبدیل کر دینے سے میرا ارادہ تو تبدیل ہونے سے رہا۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے تم سے اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔ کیا تم میری غلطی کو درگزر نہیں کر سکتے؟"

"تم چاہتی کیا ہو؟" میں نے سونیا سے پوچھا مگر میں نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا جو چند لمحے قبل مجھے دیکھ کر گیا تھا۔ اب اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان دونوں نے ہمارے دائیں جانب والی میز سنبھال لی تھی۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم اس سے الجھنے کے موڈ میں ہو' میں چاہتی ہوں کہ تم اس کا خیال دل سے نکال دو۔"

"میری کمزوری ہے کہ اگر مجھے کسی کام سے روکنے کی کوشش کی جائے تو اسے ضرور کرتا ہوں" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "چونکہ میں نے اس سے نمٹنے کا ارادہ کر لیا ہے اس لئے اب میرا باز رہنا ناممکن ہے۔"

"تم اسے نہیں جانتے علی!" سونیا مضطرب ہو گئی "وہ خود تو کچھ بھی نہیں ہے مگر جن لوگوں سے اس کے خاص مراسم ہیں وہ بہت خطرناک ہیں۔"

"تم تو میرا اشتیاق بڑھا رہی ہو" میں نے مسکرا کر کہا "اب تو میں اسے ضرور دیکھوں گا" میں محسوس کر رہا تھا کہ برابر والی میز پر موجود دونوں افراد ہماری باتیں سننے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سونیا چپ تو ہو گئی مگر اس کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل گئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر کی باتیں کرکے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی مگر اس کا اضطراب دور نہ ہو سکا۔

کھانے کے بعد میں نے اس سے مرکزی ہال میں چلنے کی فرمائش کی تو اس کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو گیا۔

"پہلے ہی تمہارے پیچھے کچھ نامعلوم لوگ لگے ہوئے ہیں، ایسے میں تم کیوں کسی اور الجھن کو گلے لگا رہے ہو؟"

"میرے دشمن بہت بودے ثابت ہو رہے ہیں" میں نے بلند آواز میں کہا "اس لئے میں نے سوچا ہے کہ کچھ جاندار لوگوں سے دشمنی مول لی جائے۔ زندگی بہت بے کیف ہو گئی ہے۔ چلو اٹھو۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے نکلتے وقت میں نے ان دونوں کو بھی اٹھتے دیکھا۔ غالباً وہ مجھے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ میں ان سے نمٹنے کی تدبیروں پر غور کرنے لگا۔

"مجھ سے ایک وعدہ کرو علی!" مرکزی ہال میں داخل ہونے سے قبل سونیا نے مجھ سے کہا "کم از کم اس وقت تم اس سے نہیں الجھو گے۔"

"تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو، میں تو صرف اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کچھ کرنے نہ کرنے کے بارے میں میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

"وہ جو آسمانی رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس لڑکی ہے، اس کا نام سلویٰ ہے" سونیا نے مجھے آنکھ کے اشارے سے بتایا اور میں نے اسے دیکھ لیا۔ اس کی میز پر ایک شخص اور بھی موجود تھا جو صورت سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش لگ رہا تھا۔ لمبا تڑنگا اور مضبوط ہاتھ پیروں والا۔ اس کا عمدہ لباس بھی اس کی اصل شخصیت کی پردہ پوشی کرنے میں ناکام تھا۔

میں سونیا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس کی نزدیکی میز تک پہنچ گیا۔ سونیا وہاں بیٹھنا نہیں چاہ رہی تھی مگر زیادہ انکار کرکے دوسروں کی نظروں میں آنے سے بھی گریزاں تھی اور اسی وجہ سے میرا ساتھ دینے پر مجبور تھی۔

ٹیبل پر بیٹھنے کے بعد میں نے سلویٰ کو غور سے دیکھا۔ وہ بہت زیادہ حسین تو نہیں تھی مگر اس میں سیکس اپیل بہت زیادہ تھی۔ چہرے کے نقوش کچھ عجیب سے تھے جنہیں دیکھ کر میرے ذہن میں کسی بلی کا تصور ابھر رہا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں اس تصور کو مزید پختہ کر رہی تھیں۔ وہ ٹیبل پر جھکی اپنے ساتھی سے محو گفتگو تھی۔ اس کا ساتھی بھی باتیں کرنے میں مگن تھا۔ میری نظریں ان دونوں پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

کچھ دیر بعد باتیں کرتے کرتے اس نے نگاہ اٹھائی۔ اس کی نگاہ سیدھی سونیا پر پڑی تھی۔ میں نے اسے چونکتے دیکھا۔ سونیا نروس دکھائی دینے لگی تھی۔ اپنے ساتھی کو چونکتے دیکھ کر سلویٰ نے بھی سونیا کی طرف دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ سونیا پر نگاہ پڑتے ہی سلویٰ تن کر بیٹھ گئی ہے، اسے دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا جیسے کوئی بلی اپنے شکار پر جست لگانے کے لئے تیار ہو۔

سونیا اب بری طرح نروس ہو گئی تھی۔ سلویٰ اب ہونٹ بھینچ کر اپنی کرسی سے کھڑی ہو گئی تھی اور ہماری ٹیبل کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے ساتھی نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ میں ان دونوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا مگر میری آنکھوں میں تمسخر تھا۔ ان دونوں نے ہماری اجازت کے بغیر کرسیاں کھینچیں اور بیٹھ گئے۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر آئندہ تجھے یہاں دیکھا تو اچھا نہیں ہوگا" سلویٰ غرائی "تیری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟"

"تم نے رائل کلب کی بڑی تعریفیں کی تھیں" میں نے سونیا سے کہا "یہاں تو بڑے بدتہذیب لوگ آتے ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ دوسرے کی میز پر بیٹھنے سے قبل اجازت طلب کی جاتی ہے۔"

"تو تم ہو اس کے یار" سلویٰ نے کٹکھنی بلی کی طرح کہا "اس نے شاید تمہیں عدنان عباسی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا" اس کا اشارہ اپنے ساتھی کی طرف تھا۔

"بتایا تھا" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "کہہ رہی تھی عدنان عباسی بڑی ثقیل ڈش کا نام ہے مگر میں نے کہا، پروا مت کرو، میرا ہاضمہ بہت مضبوط ہے۔"

"تمیز سے بات کرو" اس بار خاقان عباسی غرایا تھا "ورنہ تمہارے دانت معدے میں بھی اتر سکتے ہیں۔"

"سونیا تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ اس ڈش کو کھانے سے دانت معدے میں بھی اتر سکتے ہیں" میں نے برا مان جانے والے انداز میں کہا "کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ مجھے اپنے دانت کس قدر عزیز ہیں؟"

"تم کوئی انتہائی بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جانتے ہو اگر مجھ سے الجھو گے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟"

"میں آپ کو کیا جانوں۔۔۔ آپ نے تو ابھی تک اپنا تعارف بھی نہیں کرایا۔"

"اس شہر میں میرے جوئے اور سٹے کے کئی اڈے چلتے ہیں۔ سیکڑوں غنڈے میرے ملازم ہیں۔"

"اف فوہ! آپ تو بڑے کام کے آدمی ہیں جناب" میں نے بڑے پرجوش انداز میں کہا "مجھے آپ جیسے ہی کسی آدمی کی تلاش تھی۔"

"اس وقت اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے رخصت ہو جاؤ" عدنان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "ورنہ یہ رات تمہاری زندگی کی آخری رات بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔ مجھے اپنی زندگی بہت پیاری ہے جناب! میں جا رہا ہوں۔"

سونیا کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ میری اس حرکت پر احتجاج ہی کر سکتی۔

میں کسی کی طرف دیکھے بغیر رنگ و نور کے اس سیلاب سے باہر نکل آیا۔ کلب کے گیٹ سے باہر نکلنے سے قبل میں نے کلب کے ایک ملازم کو اپنے ہمراہ لے لیا تھا۔ پانچ دینار کے عوض وہ میرا ایک چھوٹا سا کام کرنے پر راضی ہو گیا۔ اس ملازم کے ساتھ میں کار تک پہنچا۔ میرے دشمن بھی باہر نکل آئے تھے۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا اور بلند آواز میں اس ملازم سے بولا "ارے وہ تینوں کہاں رہ گئے؟"

"معلوم نہیں صاحب!" ملازم نے میرا بتایا ہوا جواب دہرایا "وہ آپ کے ساتھ ہی گئے تھے۔ اندھیرے میں معلوم نہیں کہاں رک گئے۔"

"جاؤ، جلدی سے جا کر انہیں بھیجو۔ وہ میرے ساتھ ہی جائیں گے۔"

ملازم چلا گیا اور میں کار کا دروازہ بند کرکے کار کے نزدیک ہی ٹہلنے لگا۔ میرے دشمن اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ انہوں نے سونیا سمیت مجھے اغوا کرنے کا پروگرام بنایا ہوگا اور کچھ عجب نہیں تھا کہ اس مقصد کے لئے کوئی شخص میری کار کی عقبی نشست پر چھپا ہوا بھی ہو۔

میں ٹہلتے ٹہلتے غیر محسوس طریقے پر دور سے دور ہوتا چلا جا رہا تھا مگر میری توجہ کار کی جانب ہی مرکوز تھی۔ کار کا عقبی نشست کا دروازہ کھلا اور پھر یہ آہستگی بند کر دیا گیا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے فاصلے سے یہ منظر نہیں دیکھ سکتا تھا مگر میری تو تمام تر توجہ اس طرف تھی۔ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ جو شخص اس مقصد کے لئے عقبی نشست پر چھپا تھا وہ فرار ہو گیا تھا۔ آخر میرے ساتھ جانے کے لئے تین اور افراد، جو آنے والے تھی۔ ایسے میں میرے اغوا کا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ لوگ ایسی کوئی حرکت کرنے سے گریز کریں گے جس سے وہ خود کسی کی نظروں میں آئیں۔ لہٰذا لازم تھا کہ وہ یہاں کسی ہنگامہ آرائی سے گریز کریں۔

کچھ دیر بعد میں نے عدنان اور سلویٰ کو اس عالم میں کلب کے دروازے سے نکلتے دیکھا کہ سونیا ان کے درمیان تھی اور دونوں نے اسے سہارا دے رکھا تھا۔ سونیا چل کیا رہی تھی گھسٹ رہی تھی۔ میں تو اس کی حالت دیکھ ہی چکا تھا اس واسطے میرے لئے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ سونیا اس حال کو کس وجہ سے پہنچی ہے۔

انہوں نے سونیا کو اپنی کار کی عقبی نشست پر پھینکا۔ پھر سلویٰ نے بھی عقبی نشست ہی سنبھالی اور خاقان خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

میری گاڑی عدنان کی گاڑی کے عقب میں ہی کلب کے گیٹ سے نکلی تھی اور میری گاڑی کے پیچھے دو گاڑیاں اور تھیں جو شروع سے ہی میرے تعاقب میں رہی تھیں۔

بصرے کی سڑکوں پر چاروں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی شہر کے اس فیشن ایبل علاقے میں پہنچ گئیں جہاں دو ہزار گز سے کم کے کوئی کوٹھی نہیں تھی۔ میں نے عدنان کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھی اور اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا۔ میں نے کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا تھا۔

ایک طویل چکر کاٹ کر میں عدنان کی کوٹھی کی عقبی سمت میں پہنچ گیا۔ اس سمت میں بھی سڑک تھی مگر آگے جا کر بند ہو جاتی تھی اس لئے یہاں ٹریفک نہیں چلتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کار روک دی۔ اپنے تعاقب کنندگان کو میں نے یکسر نظر انداز کر دیا تھا جن کی کاریں میں نے گلی کے نکڑ تک آتے دیکھی تھیں۔

کار لاک کرنے کے بعد میں عدنان کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ وال کی طرف بڑھا۔ کمپاؤنڈ وال سے اندر کودنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ رات ابھی آدھی بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے چاند بھی نہیں نکلا تھا اور کمپاؤنڈ میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ میرے پیروں تلے نرم نرم گھاس تھی اور عقب میں دیوار کے ساتھ پودے اگے ہوئے تھے۔ ادھر ادھر دیکھ کر اطمینان کرنے کے بعد میں سیدھا کھڑا ہو گیا مگر اسی لمحے میں نے ایک خوفناک سرگوشی سنی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ گولی مار دی جائے گی۔ عدنان کے بنگلے میں گھسنے کی سزا موت ہے۔"

میں سن ہو کر رہ گیا مگر ہاتھ تو مجھے اٹھانے ہی پڑے۔ میں تو یہاں سونیا کو عدنان عباسی کے چنگل سے نکالنے آیا تھا مگر خود پھنس گیا تھا۔

میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے دھمکی دینے والا شخص تنہا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے ویسے بھی کچھ دیکھنا مشکل تھا۔ اور وہاں تو گھاس کے علاوہ عقب میں پودے بھی تھے۔ پس منظر میں اگر تاروں بھرا آسمان ہوتا تب بھی کچھ نظر آجاتا مگر اس گھرے پس منظر کے باعث کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ شخص میرے عقب میں تھا اور غالباً پودوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ اس لئے میں اسے دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا تھا کہ جس جگہ میں کودا وہیں ایک محافظ چھپا ہوا تھا۔ ... یقیناً عدنان عباسی نے اپنی حفاظت کا بھرپور بندوبست کر رکھا ہوگا۔ جس قسم کا وہ آدمی تھا اور جیسے پیشے سے وابستہ تھا اس میں تو حفاظت کا بندوبست کرنا ہی پڑتا ہے۔ دشمنیاں چلتی ہیں اور ایک دوسرے کا خون پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے۔ عدنان کے بھی کچھ دشمن رہے ہوں گے جن کی طرف سے اسے خطرہ لاحق ہوگا اور جس شخص کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو وہ ایک محافظ پر تکیہ نہیں کر سکتا۔ کپاؤنڈ میں جگہ جگہ محافظ ہوں گے۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا۔

"زبیر! ذرا اس کی تلاشی تو لو۔" اس شخص کی آواز آئی اور میں طویل سانس لے کر رہ گیا۔ گویا وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی موجود تھا۔ زبیر نامی شخص نے آگے بڑھ کر میری تلاشی لی۔ وہ پشت کی جانب سے میرے نزدیک آیا تھا اور اس نے بڑی احتیاط سے سر سے پیر تک میرے جسم اور جیبوں کو تھپ تھپا کر اپنا اطمینان کر لیا تھا۔ میں نے اس مرحلے پر حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا۔ دوسرے شخص کی آواز سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کس سمت میں کھڑا ہے اس لئے جیسے ہی زبیر میری تلاشی لے کر پیچھے ہٹنے لگا میں بڑی سرعت سے پلٹا اور میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پوری قوت سے اس جانب پھینکا جہاں دوسرا محافظ موجود تھا۔ دونوں میں سے ایک کو بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔

دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر پودوں کے درمیان گرے اور میں نے بڑی تیزی سے ان پر چھلانگ لگا دی۔ دوسرا شخص زبیر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ میں نے زبیر کے سر پر تلی ضرب لگائی ... یہ لازمی طور پر بے ہوش کر دینے والی ضرب تھی۔ ضرب میں نے سیدھے ہاتھ سے لگائی تھی اور الٹے ہاتھ سے دوسرے شخص کے اس ہاتھ کو جکڑ لیا تھا جس میں پستول تھا۔ زبیر کے نیچے دبا ہونے کے باعث اس شخص کو نہ تو فائر کرنے کا موقع مل سکا تھا اور نہ ہی وہ اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ وہ اس چکر میں تھا کہ کسی طرح زبیر کو اپنے اوپر سے ہٹا دے۔ دوسری طرف وہ پستول پر اپنا قبضہ بھی برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مجھے تو اس کے ہاتھ سے پستول چھیننا تھا اور بس ... اس کام کے لئے اب میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔

زبیر تو ایک ہی ضرب میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں نے پستول چھیننے سے قبل اس کے منہ پر دو چار زبردست قسم کے مکے مارے۔ ... اس کے حلق سے کراہیں ضرور نکلیں مگر وہ چیخا نہیں۔ غالباً اسے اندازہ تھا کہ اگر اس نے چیخ پکار کرنے کی کوشش کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک جرائم پیشہ شخص تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ کس حرکت کا کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ ... اس کی مزاج پرسی کرنے کے بعد میں نے اس کے پستول بردار ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی ضربات سے کچلنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پستول پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے اس سے پستول چھینا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ زبیر کے نیچے دبا ہوئے کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز سے گہرا کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا تھا اور اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے اور اب میرے کہے بغیر اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرے گا۔

"زبیر کو اپنے اوپر سے ہٹاؤ اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ" میں نے اس کے سر کے پاس پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا۔ پستول میں نے اس کی کنپٹی سے لگا دیا تھا۔ "اگر آواز نکالنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"

اس نے کوشش کر کے زبیر کو ایک طرف لڑھکا دیا۔ میں کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے بجائے بیٹھنے کے میری دونوں ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں اور میں پشت کے بل گرا۔ مجھے اس سے اتنی جرأت مندی کی توقع نہیں تھی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اس کی جتنی مرمت ہو چکی وہ بہت کافی ہے مگر اس حرکت سے اندازہ ہوا کہ اس میں ابھی کس بل باقی ہیں اور ابھی اسے اچھی خاصی خاطر تواضع کی ضرورت ہے۔ حملہ چونکہ اس نے کیا تھا اس لئے اس کی طرف سے پھرتی کا مظاہرہ ہونا قدرتی بات تھی۔ میں نے گرتے ہی پستول چھوڑ دیا تھا مگر مجھے دھچکا ضرور لگا تھا۔ اس نے مجھے گراتے ہی تیزی سے اٹھ کر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اس کے خیال میں یہ مجھے جھاپ لینے کا نادر موقع تھا مگر افسوس کہ اس کے اور میرے درمیان میری دونوں ٹانگیں حائل ہو گئی تھیں جنہیں میں نے سکیڑ لیا تھا اور اب میرے گھٹنے پیٹ سے لگے ہوئے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ مجھ تک پہنچ پاتا میں نے دونوں پیر پوری قوت سے اس کی طرف اچھالے۔ اس کا پورا وزن میرے اچھالے ہوئے پیروں پر گرا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سینے پر پڑنے والی ضرب اتنی شدید ہوئی کہ یقیناً اس کے سینے پر قیامت گزر گئی ہوگی جو میرے پیروں کا ہدف بنا تھا۔ اس کے حلق سے انتہائی کرب ناک قسم کی کراہ خارج ہوئی۔ اس بار آواز ذرا تیز تھی۔ میں نے پستول اٹھایا اور بڑی تیزی سے رینگتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ اپنا سینہ پکڑے لوٹ رہا تھا اور تکلیف کی شدت سے دوہرا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے پستول دوبارہ اس کے سر سے لگا دیا۔

"زندگی عزیز ہے تو ساکت ہو جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ "اب کوئی حرکت کی تو ذرا رعایت نہیں کروں گا۔"

"کیا بات ہے حسین" کوٹھی کی طرف سے آواز آئی "ابھی میں نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔" وہ شاید کوئی اور محافظ تھا جو اسی طرف آ رہا تھا۔

"اسے اپنے قریب بلاؤ" میں نے اس کے کان میں سفاکانہ سرگوشی کی "لیکن اس طرح کہ اسے بالکل بھی شبہ نہ ہونے پائے ... ورنہ تمہاری زندگی کی خیر نہیں ہوگی۔"

"میرے سینے میں شدید درد ہو رہا ہے۔" حسین نے کراہ کر کہا۔ اس کی آواز میں درد کا حقیقی تاثر موجود تھا اور یہ اس نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ اس نے اپنے سینے پر میرے پیروں کی بھرپور ضرب برداشت کی تھی۔ اس کی تڑپ میں بھرپور کرب تھا۔ جیسے کسی مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا گیا ہو۔

حسین کے اتنی بری طرح سے تڑپنے کی وجہ سے ہی آنے والا محافظ بوکھلا گیا تھا اور اس نے بوکھلاہٹ میں یا تو مجھے دیکھا نہیں تھا یا دیکھنے کے باوجود نظر انداز کر دیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود خودکار گن اپنے کاندھے سے لٹکائی تھی اور بڑی تیزی سے حسین کی طرف لپک رہا تھا۔ میں نے اس پر زقند لگانے کے لئے خود کو پوری طرح تیار کر لیا۔

محافظ کے حسین تک پہنچنے سے قبل ہی میں نے چیتے کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ اس پر کیا آفت نازل ہوئی ہے۔ میں اسے لئے ہوئے گھاس پر گرا۔ اس کی گردن میں نے اپنے بازو میں جکڑ لی تھی اور اس پر پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ وہ جاندار آدمی تھا اور اگر وہ ہوشیار ہوتا تو اس سے لپٹ پڑنا مجھے بہت مہنگا پڑتا مگر میں نے اسے بے خبری میں جھاپ لیا تھا اس لئے وہ میرے خلاف اپنی جسمانی قوت کا ذرا سا استعمال بھی نہیں کر سکا تھا۔ دوسری طرف مجھے حسین سے بھی خطرہ تھا اس لئے میں اسے زیادہ ڈھیل نہیں دے سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ میں اس کی گردن کے گرد اپنے بازو کی آہنی گرفت سخت تر کرتا چلا جا رہا تھا۔

وہ دوہری مصیبت میں گرفتار تھا۔ اس کا ایک ہاتھ پہلو میں دبنے کی وجہ سے عملاً بے کار ہو گیا تھا اور اس پہلو سے لٹکی ہوئی گن اس کے پسلو میں چبھ رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس مصیبت میں گرفتار ہے۔ اسی لئے میں اپنی گرفت نرم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلنے لگی تھیں۔ سانس بھی رکنے لگا تھا۔ میں نے دو تین انتہائی شدید قسم کے جھٹکے دئے اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن کر اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ وہ مر چکا تھا۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور گن پر قبضہ کر لیا۔ حسین نامی محافظ ابھی تک تکلیف میں تھا۔ اب مجھے لان میں مزید کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو میرے جی میں آئی کہ کوٹھی میں گھس جاؤں مگر پھر یہ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا کہ ہاتھ آئی نعمت سے فائدہ نہ اٹھانا بے وقوفی ہے۔ اندر داخل ہونے کے لئے میں حسین کو استعمال کر سکتا تھا۔ حسین تکلیف میں ضرور مبتلا تھا مگر دیکھ سکتا تھا کہ میں نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور امکان یہی تھا کہ اب وہ مجھ سے زیادہ تین پانچ نہیں کرے گا۔ وہ نہ صرف خود مجھ سے شکست کھا چکا تھا بلکہ اپنے دو ساتھیوں کا انجام بھی اس کے سامنے تھا۔ چنانچہ میں دوبارہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس قدر خوف زدہ کہ اپنی تکلیف تک بھول گیا۔ تکلیف کی شدت کے باعث وہ بری طرح تڑپ رہا تھا مگر مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ ساکت ہو گیا۔

"مجھے کوٹھی کے اندر داخل ہونا ہے۔" میں نے گن کی نال اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے سفاکانہ انداز میں کہا "اور اس بات کے ذمے دار تم ہو گے کہ مجھے بحفاظت اندر پہنچاؤ بلکہ واپس بھی لاؤ۔"

یوں محسوس ہوا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو "عدنان مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔" حسین نے کہا۔ اس کی آواز خوف کی شدت سے لرز رہی تھی۔

"اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں بھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے اس کی کنپٹی پر گن کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے۔"

"مجھ پر رحم کرو" وہ گڑگڑایا۔ "کیوں میری زندگی کے درپے ہو گئے ہو۔ مجھ پر رحم نہیں آتا تو اپنا ہی خیال کر لو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا خطرناک آدمی ہے؟"

"وہ کرائے کے غنڈوں کے بل پر خطرناک ہوگا جب کہ میں اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنے کا عادی ہوں ... اگر اپنی زندگی کے لمحات تھوڑے سے طویل کرنا مقصود ہو تو ٹھور نہ تمہیں ٹھکانے لگائے دیتا ہوں۔ کوٹھی میں تو میں بہرحال میں داخل ہوں گا۔"

اس نے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ عقل مند آدمی معلوم ہوتا تھا اس لئے اس نے میرے حق میں فیصلہ کیا۔ "میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مگر اس کے بعد عراق میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہ جائے گی۔"

مجھے اس کی اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ بہت بڑی بات کہہ رہا تھا۔ آخر عدنان عباسی کتنا بڑا غنڈہ تھا۔ بات بصرے کی حد تک ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی مگر پورے عراق پر اس کا عمل

راری ہو تا رعوب تو گرو رہا تھا۔ "بعد کی بات بعد میں رکھی جائے گی" میں نے کہا "فی الحال تو تم اٹھو اور مجھے کسی محفوظ راستے سے اندر لے چلو۔"

وہ کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک سمت چلنے لگا۔

..میں اس کے پہلو سے لگا چل رہا تھا۔ گن میں نے کندھے سے لٹکالی تھی اور میرا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے پستول کے دستے پر تھا۔

"میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ اگر تم نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں گولی چلانے میں ذرا تامل نہیں کروں گا اور تم خود اپنے پستول کی گولی کا شکار ہو جاؤ گے؟"

اسے خود بھی خوب اندازہ تھا کہ مجھ سے پار نہیں نکل سکے گا۔

..میری پھرتی اور جنگ جویانہ صلاحیت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ کوٹھی کی عقبی دیوار کے پاس پہنچ کر وہ اچانک رک گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے سرگوشی کی "تم رک کیوں گئے؟"

میں اچانک ہی محتاط ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس نے دل میں کیا ٹھان لی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔

"میں تم سے ایک سودے بازی کرنا چاہتا ہوں" اس نے بھی سرگوشی میں کہا۔

"لیکن میں کوئی سودے بازی نہیں کرنا چاہتا" میں غرایا "تم اس وقت میرے پستول کی زد پر ہو۔ میں تم سے سودے بازی کیوں کروں؟"

"مجھ سے زیادہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے" حسین نے کہا۔ "میں تو اپنی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکا ہوں۔ عدنان ہر حال میں مجھے مروا دے گا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا' مجھے محفوظ راستے سے کوٹھی کے اندر پہنچا دو اور تم فضول باتوں میں پڑ گئے۔"

"پوری کوٹھی میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ کوئی شخص بھی خود کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ میں چاہتا تو تمہیں پھنسوا سکتا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم سے سودے بازی کر کے میں نقصان میں نہیں رہوں گا۔"

"کھو کیا کہنا چاہتے ہو" میں نے قدرے بے بسی سے کہا۔

"صرف اتنا کہ اگر تم یہاں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ تو مجھے عراق سے نکلنے میں مدد دینا اور ہو سکے تو اپنے ساتھ مجھے بھی لے چلنا۔"

"یہ کوئی ایسا سودا نہیں ہے جو مجھے نامنظور ہو" میں نے کہا۔ "جس حد تک بھی میرے بس میں ہوگا میں تمہیں ضرور تحفظ فراہم کروں گا۔"

"میں تمہیں مرکزی کنٹرول روم میں لے چلتا ہوں جہاں سے خفیہ کیمرے اور اسپیکر کنٹرول ہوتے ہیں۔ اگر تم نے وہاں موجود عملے پر قابو پالیا تو پھر خطرات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے فوراً ہی کہا "لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ کوئی چالاکی دکھائی تو تمہارا انجام بہت بھیانک ہوگا۔"

"بصرے کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو عدنان عباسی سے واقف نہ ہو۔ اس کے باوجود تم نے یہاں گھسنے کی جرأت کی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ تم کوئی سرپھرے ہو۔ میں عدنان عباسی کی دشمنی مول لے سکتا ہوں مگر کسی سرپھرے سے نہیں الجھ سکتا۔

... مجھے اپنی زندگی کی پروا نہ ہوا س سے تو ڈر ہی لگتا ہے۔"

"اب جلدی کرو۔ وہ میری محبوبہ کو اغوا کر لایا ہے۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔"

"کنٹرول روم کے دروازے پر دو مسلح محافظ ہر وقت متعینات رہتے ہیں۔ کیا تم ان سے نمٹ سکو گے؟"

"مجھے خون کی ندیاں بہانی پڑیں تو اس سے بھی گریز نہیں کروں گا۔ اپنی محبوبہ کو عدنان کے چنگل سے چھڑانا میرا مشن ہے۔ اس کے لئے میری جان بھی چلی جائے تب بھی مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی بس مجھے یہ بتا دو کہ کنٹرول روم ہے کدھر؟"

"ادھر کونے والا دروازہ کنٹرول روم کا ہے۔ یہیں وہ دونوں محافظ پہرا دیتے ہیں۔ اس دروازے سے داخل ہو کر ہمیں سیڑھیاں اترنا پڑیں گی جو ہمیں اس تہ خانے تک لے جائیں گی جہاں کنٹرول روم ہے۔ اس تہ خانے میں ائرکنڈیشننگ کا نظام بھی نصب ہے جو پوری کوٹھی کو ٹھنڈک فراہم کرتا ہے۔"

حسین پوری طرح تعاون کرنے پر آمادہ تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر وہ مجھے اس طرف لے گیا جہاں سے نیچے جانے کا راستہ تھا۔ یہ بھی کوٹھی کا عقبی حصہ تھا۔ ہم چند سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے تک پہنچے جہاں وہ دروازے تھے اور دو ہی محافظ بھی ٹہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ تاریکی کی وجہ سے ان کے صرف ہیولے ہی دیکھے جا سکتے تھے۔ چہرے کے نقوش دیکھنا تو شاید قریب سے بھی ممکن نہ ہوتا۔

ہم دونوں ٹہلنے کے سے انداز میں ان کی طرف بڑھے۔ حسین ان سے باتیں کرنے لگا۔ ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔ میں ذرا سا پیچھے رہ گیا تھا۔ حسین پر اندھا اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا' ..اس لئے میں اس کی طرف سے بھی محتاط تھا۔ وہ ذرا سی بھی گڑبڑ کرتا تو مجھے صرف گن فائر کرنے پڑتے۔ اس کے بعد جو بھی ہوتا وہ بعد میں دیکھا جاتا لیکن حسین نے ایسا موقع نہیں آنے دیا۔ اس نے ان دونوں کو قریب بلا لیا تھا اور پھر وہ اچانک میری طرف مڑ کر بولا "ارے زبیر! تم وہاں کیوں رک گئے۔ قریب آ جاؤ نا۔"

میں ہولے سے کھنکار کر آگے بڑھا۔ میرا دایاں ہاتھ جو اس سے گن جیب میں تھا باہر آ چکا تھا۔ اندھیرے کے باعث ان لوگوں کے لئے میرے عزائم کا اندازہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ مجھے پہچان تو وہ ویسے بھی نہیں سکتے تھے' ان کی اسی بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر کراٹے کا وار کر دیا۔ وہ منہ سے آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو کر گرا۔ دوسرے نے ذرا حرکت کرنے کی کوشش کی ہی تھی کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اب اس کے پاس اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ اپنی گن کندھے سے اتار سکتا۔ میرے دونوں انگوٹھے اس کے نرخرے پر دباؤ بڑھاتے ہی چلے جا رہے تھے۔ اس نے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی مگر مجھے کوئی مؤثر ضرب نہ لگا سکا۔ اچانک افتاد اور شدید تکلیف نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا ورنہ وہ کچھ تو کر ہی سکتا تھا۔

ان لمحات میں بھی میں حسین کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ جیسے ہی میں نے دوسرے محافظ پر حملہ کیا تھا' وہ گرے ہوئے محافظ کی طرف جھپٹا تھا اور اس کے کندھے سے لٹکتی ہوئی گن اتارنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ میں نے انکھیوں سے اسے دیکھا اور قبل اس کے کہ وہ گن اپنے قبضے میں لے پاتا' میں نے پوری قوت صرف کر کے محافظ کی گردن کو ایک شدید جھٹکا لگایا اور اسے پوری قوت سے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ وہ مرا تو نہیں تھا۔ مگر ادھ موا ضرور ہو گیا تھا۔ میں بڑی پھرتی سے دو قدم پیچھے ہٹ کر الٹے پیر کی ایڑی پر گھوما اور میرے دائیں پیر کی بھرپور توڑ والی ضرب حسین کے منہ پر پڑی۔ وہ محافظ کی گن پر قبضہ کر کے کھڑا ہونے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ منہ پر پڑی ہوئی بوٹ کی اس بھرپور ضرب سے دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کا منہ اندر سے بری طرح پھٹ گیا ہوگا اور کئی دانت ہل گئے ہوں گے۔ اس کے منہ سے ایک کربناک آواز نکلی تھی اور اسے گن کا ہوش بھی نہیں رہ گیا تھا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر پھسلتی چلی گئی تھی۔ میں فوری طور پر اس محافظ کی طرف پلٹا جو سر جھٹک کر اپنے حواس درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دینا نہایت خطرناک ہوتا۔ میں ذرا سا آگے بڑھ کر ہوا میں اچھلا اور اس کے منہ پر فلائنگ کک ماری۔ وہ اچھل کر پیچھے جا گرا اور میں زمین پر پہلو کے بل گرتے ہی یوں اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا جیسے میرے جسم میں اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ حسین فرش پر لوٹ رہا تھا۔ اس کی خبر لینا بھی ضروری تھا' اس نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ میں جھپٹ کر اس کے سر پر پہنچا اور اس کے پہلو میں تابڑ توڑ کئی زوردار ٹھوکریں رسید کر دیں۔ ہر ٹھوکر پر اس کا جسم جھٹکا کھاتا تھا مگر منہ سے آواز نہیں نکلی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر اس کے لئے زندہ رہنے کا کوئی موقع ہو سکتا ہے تو خاموشی سے پٹنے کی نسبت پر ہی ہو سکتا ہے۔ منہ سے فریاد نکالنے کی صورت میں تو میں اسے فوراً ہی ار دیتا۔ خود میرے لئے جو خطرہ پیدا ہو جاتا۔

حسین کے پہلو میں تابڑ توڑ کئی ٹھوکریں لگانے کے بعد میں پھر محافظ کی طرف متوجہ ہوا جو اب اٹھ بیٹھا تھا اور اپنے کندھے سے گن اتارنے ہی والا تھا۔ میں بڑی سرعت سے اس کے عقب میں پہنچا اور اس کی گدی پر بوٹ سے ایک نپی تلی ٹھوکر ماری۔ اس کی حالت پہلے ہی خراب تھی اس لئے وہ ضرب سے بچنے کی کوشش بھی نہیں کر سکا۔ ضرب چونکہ نپی تلی تھی اس لئے وہ فوراً ہی بے ہوش ہو گیا۔

اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں حسین کی طرف بڑھا اور دہ لرز کر رہ گیا "تم... مجھے مار مت" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں فریاد کی۔

میں اس پر جھکا اور اس کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے کھڑا کر دیا "میں تمہیں کیوں مارنے جا رہا ہوں" میں نے دانت پیس کر کہا "میں تو تمہاری پوجا کروں گا۔ تم میرے ہمدرد جو ہو"

"میں... وعدہ کرتا ہوں" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "تم سے مکمل تعاون کروں گا"

"بکواس مت کرو" میں غرایا "اس سے پہلے بھی تم مجھ سے اس قسم کا وعدہ کر چکے ہو مگر اس کا انجام کیا ہوا۔ تم سمجھ رہے تھے میں تمہاری طرف سے غافل ہو گیا ہوں۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی تھی" وہ گڑگڑایا "جان کے خوف نے مجھے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا تھا"

"میں نے پہلے ہی تمہیں تنبیہہ کردی تھی" میں نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا "لیکن تمہیں عقل نہیں آئی۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"نہیں... رحم کرو" وہ ملتجیانہ انداز میں بولا "خدا کے واسطے میری جان مت لو"

"تم جیسے لوگوں پر خدا کا واسطہ دینا زیب نہیں دیتا لیکن اس کے باوجود میں تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں کچھ نہیں سنوں گا" میں نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

"میں... میں تمہارا شکر گزار ہوں" اس نے سکون کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا "میں کوشش کروں گا کہ تمہارا یہ احسان چکا دوں"

"میرے پاس وقت نہیں ہے حسین" میں نے سخت لہجے میں کہا "اگر تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں اپنا راستہ خود بنانا بھی جانتا ہوں۔"

"میرا منہ بری طرح زخمی ہے۔ میرے لئے بولنا بھی مشکل ہو رہا ہے" حسین نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "سامنے کنٹرول روم کا دروازہ ہے۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا ضرور کروں گا۔"

"تم مجھ پر کوئی احسان نہیں کرو گے۔ میں بزور قوت تم سے حکم منوا رہا ہوں۔ اب جلدی سے آگے بڑھو۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ تم ایک بار مجھے دھوکا دے چکے ہو اس لئے اب

میں تم پر اعتبار کرنے کا خطرہ مول نہیں لوں گا۔ میرے ہاتھ میں پستول موجود ہے جس کا رخ تمہاری طرف ہے۔ تم نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی اور میں نے تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کیا۔"

حسین کچھ نہیں بولا۔ خاموشی سے پلٹا اور سامنے نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں محتاط انداز میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ دروازے کے نزدیک پہنچ کر وہ رک گیا۔

"امکان یہی ہے کہ اندر کوئی محافظ نہیں ہوگا" اس نے میری طرف مڑ کر کہا "لیکن اس کے باوجود تم محتاط ہی رہنا"

"میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "نہ رہوں تو تم جیسے جانے کتنے ہمیشہ میری تاک میں لگے رہتے ہیں۔"

اس نے میرا طنز نظرانداز کر دیا "کنٹرول روم تک پہنچنے کے لئے ہمیں سیڑھیاں اتر کر نیچے جانا ہوگا۔ ممکن ہے وہ ہمیں دیکھ لیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت وہ اس داخلی دروازے کو اسکرین پر نہ دیکھ رہے ہوں۔ تمہیں ہوشیار کرنا میرا فرض ہے۔ اب تم جو بھی کہو میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بات معقول تھی۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ وہ لوگ ہمیں اسکرین پر دیکھ لیں گے۔ پھر اس کا کیا توڑ کیا جائے؟ فوری طور پر کوئی تدبیر نہیں سجھائی دی۔

"اگر تم مجھ پر اعتبار کرو تو میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔" مجھے سوچوں میں گم دیکھ کر حسین نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم نے خود کو اعتبار کے لائق چھوڑا تو نہیں ہے لیکن خیر۔ تم بتاؤ میں دیکھوں گا کہ تمہاری ترکیب میرے لئے کس حد تک قابل قبول ہے۔"

"میں دروازہ کھول کر اندر جاتا ہوں۔ تم یہیں رک کر مجھ پر نظر رکھو۔ جب میں نیچے کا دروازہ کھلوا لوں تو تم تیزی سے نیچے آجاؤ۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کتنی تیزی کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔"

اس کے بتائے ہوئے طریقے میں رسک تھا۔ تاہم خطرہ تو مجھے مول لینا ہی تھا "ٹھیک ہے" میں نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر دی اور اسٹین گن سنبھال لی "تم نیچے جا کر دروازہ کھلواؤ۔"

حسین نے مڑ کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر بہت مدھم روشنی تھی مگر اس روشنی میں بھی میں صاف دیکھ سکتا۔ ... حسین سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہا تھا۔ میں دروازے سے ایک قدم پیچھے ہی رک گیا تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر دو دروازے نظر آرہے تھے۔ ایک دائیں ہاتھ کی جانب اور دوسرا سامنے کی طرف۔ حسین نے سامنے والے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کچھ پوچھا گیا جس کا جواب اس نے دیا مگر میں یہ نہیں سن سکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ بہرحال دروازہ کھول دیا گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب میں حرکت میں آگیا۔ میں نے بہت تیزی سے کئی کئی سیڑھیاں پھلانگیں اور دو تین ہی پھلانگوں میں نیچے پہنچ گیا۔

دروازہ کھولنے والے شخص کی سمجھ میں کچھ آہی نہ سکا۔ میں نے اسے اسٹین گن کی نال پر لے کر ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا اور اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ میں نے حسین کو دروازہ بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

اندر دبیز قالین بچھے تھے کمرا ائر کنڈیشنڈ تھا اور دیواروں کے ساتھ قد قوم مشینیں نصب تھیں جن پر متعدد اقسام کے ڈائل اور بٹن نظر آرہے تھے۔ کئی ٹی وی بھی تھے جن میں سے کچھ کی اسکرینیں روشن تھیں اور کچھ تاریک پڑے تھے۔ دروازہ کھولنے والے شخص کے علاوہ وہاں ایک شخص اور بھی تھا جو ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز پر قہوے کی پیالی موجود تھی اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر بھٹک رہی تھیں۔ اس شخص نے کسی قسم کی گڑبڑ محسوس کر کے نظریں اٹھائیں تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ .. میں اسٹین گن سمیت کنٹرول روم میں داخل ہو چکا تھا۔

"خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ" میں غرایا "ورنہ تم دونوں کو بھون کر رکھ دوں گا"

وہ چوں وچرا کئے بغیر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میرے اشارے پر دروازہ کھولنے والے شخص کے برابر جا کھڑا ہوا۔ حسین میرے نزدیک ہی موجود تھا۔

"تم لوگوں سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے" میں نے کہا۔ "میری دشمنی عدنان سے ہے۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

دونوں نے اثبات میں سر ہلائے۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آرہے تھے۔ شاید پہلی بار اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہوئے تھے۔

"اگر مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں تم سے کسی قسم کی رعایت نہیں برتوں گا۔ میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ فوری طور پر فیصلہ کر کے بتا دو کہ تم لوگ مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو یا نہیں؟"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نظروں ہی نظروں میں کچھ خیالات کا تبادلہ ہوا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر دی۔

"عدنان عباسی میری محبوبہ کو اغوا کر کے لے آیا ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ اس وقت کون سے کمرے میں ہے۔"

"وہ اپنی خوابگاہ میں ہے" اس شخص نے تھوک نگل کر جواب دیا جسے میں نے پینل بورڈ پر بیٹھے دیکھا تھا۔

"اس کے ساتھ اور کون کون ہے؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"سلونی ہے اور اس کے علاوہ ایک نئی لڑکی ہے۔ غالباً وہی تمہاری محبوبہ ہوگی"

"کیا یہاں سے اس کی خوابگاہ کا منظر دیکھا جا سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

وہ جواب دیتے ہوئے ذرا سا ہچکچایا "ہاں" اس نے جیسے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہا "یہاں سے کوٹھی کے ہر حصے کا منظر دیکھا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے... تم مجھے اس کی خوابگاہ کا منظر دکھاؤ" میں نے فرمائش کی اور وہ شخص بڑی فرماں برداری سے پینل بورڈ کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو" رک جاؤ" میں نے عین اس وقت کہا جب وہ ایک سوئچ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا۔

"کیا بات ہوگئی؟" اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "جو شخص کئی محافظوں کو زیر کر کے یہاں تک پہنچا ہو وہ تم جیسوں کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بن سکتا۔"

وہ اپنی جگہ واپس آگیا "میں تو تمہاری ہدایت پر عمل کر رہا تھا" اس نے بے چارگی سے کہا "ہم تو خود تمہارے رحم و کرم پر ہیں تمہیں بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں۔"

"یہ بات قطعی خلاف عقل ہے کہ عدنان جیسا شخص تمہیں اپنی خلوت میں جھانکنے کی اجازت دے دے گا۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے موقع دیتے... سب کچھ تمہارے سامنے آجاتا۔ اگر میں تمہیں اس کی خوابگاہ کا منظر نہ دکھاتا تو تم مجھے مورد الزام ٹھہرا سکتے تھے۔ اس کے بغیر نہیں ٹھہرا سکتے۔"

"یقیناً اس نے کوئی ایسا انتظام ضرور کر رکھا ہوگا کہ اگر تم لوگ اس کی خوابگاہ کا منظر دیکھنے کی کوشش کرو تو اسے اس کا علم ہو جائے۔"

"اگر اس نے ایسا کوئی انتظام کر بھی رکھا ہے تو ہمیں اس کا علم کس طرح ہو سکتا ہے ہم تو ملازم ہیں۔ جتنا بتایا جاتا ہے اتنا ہی جانتے ہیں۔"

"یہ تجاہل عارفانہ کسی اور وقت کے لئے بچا رکھو۔ میں نے تم سے تعاون کی درخواست کی تھی مگر تم نہیں مانے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے اس خطرے سے باخبر کر دیتے۔"

"ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے یہ سب مفروضے کس بنیاد پر قائم کئے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ ہم ایسے کسی انتظام سے واقف ہیں۔"

"اگر تم اتنے ہی بے خبر ہوتے تو عدنان عباسی کی خوابگاہ کا منظر دکھانے کی ہدایت ملتے ہی تمہارے چہرے پر سکون کے تاثرات نہ پھیلتے" میں نے زہرخند کیا۔

ان دونوں کے چہرے تاریک ہو گئے انہیں اندازہ نہیں تھا کہ محض اتنی سی بات سے اتنا بڑا اور فیصلہ کن نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے۔

"یہ حرکت کرنے سے قبل تمہیں یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ اگر تمہاری وجہ سے میں کسی خطرے سے دوچار ہوتا تو تم دونوں بھی زندہ نہیں بچ سکتے تھے۔"

وہ دونوں منہ سے کچھ نہیں بولے۔ بس تھوک نگل کر رہ گئے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"تم عدنان کے نمک خوار ہو اس لئے میں تمہیں زیادہ الزام نہیں دوں گا لیکن اب تم پر بھروسا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حسین! ان دونوں کو باندھ دو"

حسین نے بجلی کے تاروں کے کچھ ٹکڑے ڈھونڈے اور ان کی مدد سے ان دونوں کے ہاتھ پیر باندھ دیئے۔ میں نے مزید اطمینان کی خاطر ان دونوں کی بندشیں چیک کیں اور مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا حسین کی طرف متوجہ ہو گیا "تمہیں تو معلوم ہوگا کہ عدنان کی خوابگاہ کون سی ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں تمہیں اس کی خوابگاہ تک لے چلوں گا" حسین نے کہا "مگر اس کے بعد میری زندگی کی کیا ضمانت ہوگی؟" اس کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔

"زندگی کی ضمانت تو کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ کسی کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ تمہیں کیا خطرہ ہے۔ تم تو الٹے کے نور پر میری باتیں مان رہے ہو۔"

"میں یہاں کے محافظوں میں شامل ہوں۔ اگر میں ہی کسی کا آلۂ کار بن گیا تو ظاہر ہے میری ملازمت تو ختم ہو کر رہ گئی۔"

"پہلے میرا کام ہو جائے" اس کے بعد ہی تمہارے بارے میں کچھ سوچ سکوں گا۔ اب چلو" مجھے اس کی خوابگاہ تک لے چلو"

حسین خاصا مضطرب دکھائی دینے لگا تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں اور کنٹرول روم کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ کوٹھی کے اندر اس دروازے سے بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ اس دروازے کے دوسری طرف بھی زینے تھے جو ہمیں دوسری منزل تک لے گئے۔ راستے میں کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔

"کوٹھی کے اندر محافظ نہیں ہوتے" حسین نے مجھے بتایا۔ "صرف ملازمین ہوتے ہیں اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہم دوسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔ ... حسین نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا "وہ عدنان... کی خوابگاہ ہے" اس نے کہا "اب مجھے جانے دو۔"

"نہیں" میں نے سختی سے کہا "تم میرے ساتھ رہو گے۔ اس وقت تک جب تک میں کامیاب نہیں ہو جاتا"

حسین کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔ میرے پاس یہ غور کرنے

کے لئے فرصت نہیں تھی کہ اس کی مایوسی کی وجہ کیا ہے۔ میری نظریں تو اس ملازم پر جمی ہوئی تھیں جو ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا عدنان کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔ ٹرالی میں پینے پلانے کا سامان سجا ہوا تھا۔ میں اور حسین راہداری کے موڑ پر آڑ میں تھے اس لئے ملازم ہمیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں خاموشی سے ملازم کو دیکھتا رہا۔ عدنان کے کمرے کے دروازے پر رک کر اس نے دوبارہ دروازہ ناک کیا اور دروازہ کھول کر اس کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا... اس کے کوئی ایک ہی منٹ بعد وہ ٹرالی اندر چھوڑ کر واپس باہر نکلا اور خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے اسی سمت میں چلا گیا جدھر سے آیا تھا۔ میں حسین کے ساتھ آڑ سے نکل آیا اور خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ملازم کی طرح میں نے دروازے پر دستک دینے کا تکلف نہیں کیا اور اچانک ہی دروازہ کھول دیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اسٹین گن سنبھال رکھی تھی جس کی نال سامنے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ سامنے دیوار کے ساتھ صوفے بچھے تھے جن پر سلوی اور عدنان بیٹھے نظر آرہے تھے۔ شراب کی ٹرالی ان کے سامنے موجود تھی۔ سلوی جام میں شراب انڈیل رہی تھی۔ دروازہ یوں کھلتے دیکھ کر ان دونوں نے بیک وقت نظریں اٹھائیں اور ایک اسٹین گن بردار کو اپنے سامنے دیکھ کر ان دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ سلوی جس پوزیشن میں تھی اسی میں رہ گئی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی جادوگر نے جادو کے زور سے اسے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بوتل سے شراب جام میں گرتی [illegible] کرنے لگی مگر سلوی کے جسم میں جنبش تک نہ ہوئی۔

عدنان عباسی ہڑبڑا کر صوفے سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی بے یقینی کی کیفیت تھی اور اس کے دونوں ہاتھ خود بخود بلند ہو گئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ حسین میرے برابر کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ٹرالی پر گرنے والی شراب اب ٹرالی سے بہہ کر فرش پر بچھے ہوئے قیمتی قالین تک پہنچ گئی تھی۔

"مجھے پہچانے عدنان؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "میں وہی ہوں جسے تم نے جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی"

عدنان نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور کمرے میں داخل ہونے کے لئے قدم اٹھایا لیکن کمرے میں پوری طرح داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ خصوصاً میرا دایاں ہاتھ بری طرح جھنجھنا اٹھا تھا جس سے میں نے اسٹین گن پکڑ رکھی تھی۔ خواب گاہ میں ایک محافظ دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ جیسے ہی اسٹین گن کی نال کمرے کے اندر داخل ہوئی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن لٹھ کی طرح گھما کر پوری قوت سے میری اسٹین گن پر رسید کر دی تھی۔ میرے ہاتھ سے نہ صرف اسٹین گن نکل گئی تھی بلکہ میں اپنے ہاتھ کو بری طرح جھٹکنے پر مجبور بھی ہو گیا تھا۔ کمرے میں عدنان عباسی کا قہقہہ گونج رہا تھا۔

دروازے کے کھلے ہوئے پٹ کے عقب سے ایک اور محافظ برآمد ہوا تھا اور اب میں دو اسٹین گنوں کی زد میں تھا۔

"میں نے تمہیں متنبہ کیا تھا مگر تم نہیں مانے" عدنان نے اپنے ہاتھ گراتے ہوئے کہا "اب تم میرے چنگل میں ہو۔ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

میں سناٹے کے عالم میں کھڑا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بساط کس طرح الٹ گئی۔ خواب گاہ میں محافظوں کی موجودگی سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ یہ بات تو واضح تھی کہ کچھ دیر پہلے عدنان عباسی اور سلوی کے چہروں پر جو تاثرات نظر آئے تھے وہ مصنوعی تھے۔ ان تاثرات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

سلوی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ قربان ہو جانے والی نظروں سے عدنان کو دیکھ رہی تھی جب کہ عدنان کی تمام تر توجہ کا مرکز میں تھا۔

"تم باہر کیوں کھڑے ہو؟ اندر آجاؤ۔ میں اپنے مہمانوں کا شایان شان استقبال کرنے کا عادی ہوں" عدنان نے مجھ سے کہا پھر اس نے حسین کی طرف دیکھا اور خوں خوار لہجے میں بولا "رفیع [illegible] داخل ہو گیا۔ خواب گاہ میں بائیں جانب جہازی سائز کا ڈبل بیڈ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا جو دروازے سے نظر نہیں آرہا تھا۔ سونیا بیڈ پر بندھی پڑی تھی اور اس کے منہ میں ایک رومال ٹھنسا ہوا تھا۔ منہ سے ابھی تک ہاتھ اٹھانے کو نہیں کہا گیا تھا۔ خواب گاہ میں وسکی کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ عدنان عباسی کس قسم کی وژن کا نام ہے" عدنان نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ علی حماد کتنی بڑی بلا ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اس بلا کی جیب سے پستول نکال لو سلوی! یہ حقیقت ہے کہ یہ شخص واقعی کسی بلا کی مانند ہے" عدنان نے کہا۔ غالباً میرے سکون نے اس کے اعصاب کو متاثر کیا تھا۔

سلوی نے آگے بڑھ کر میری جیب سے پستول نکال لیا۔

"تمہارے منہ سے اپنے دشمن کی تعریف سننا اچھا نہیں لگا" سلوی منہ بنا کر بولی۔

"باصلاحیت لوگوں کی تعریف نہ کرنا بخل ہوتا ہے سلوی! کیا تم نے مجھے کسی بھی معاملے میں بخیل پایا ہے؟" عدنان عباسی نے

کہا۔

"میں بھی بہت دریا دل ہوں سلویٰ ڈیئر!" میں نے لفنگے اسٹائل میں کہا "دریا دلی میں میرا ثانی ملنا مشکل ہے۔"

سلویٰ نے مجھ پر سر سے پیر تک ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی "اگر تم ایسے ہی دریا دل ہوتے تو آج یوں تنہا نہ ہوتے۔ عدنان کی طرح تمہارے بھی بہت سے جاں نثار ہوتے۔"

"اور بہت بڑا کاروبار ہوتا۔ کاریں اور کوٹھیاں ہوتیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایسی دریا دلی نہ دیکھی نہ سنی جس میں آدمی کروڑ پتی بن جائے۔ دریا دلی تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی کروڑوں کا ہوتے ہوئے بھی مفلس ہو۔ بری طرح قلاش ہو" آدمی اگر واقعی دریا دل ہو تو کچھ بھی پس انداز نہیں کر سکتا۔"

"میں تم سے متفق ہوں" عدنان بولا "اور میں تم جیسے لوگوں کا قدردان بھی ہوں۔"

میں نے ایک نظر سونیا پر ڈالی جو میری طرف دیکھ کر پلکیں جھپکا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ مایوسی اور خوف کی جھلکیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

"کیا اس بے ضرر لڑکی سے تم اس قدر خوف زدہ ہو کہ تم نے اسے یوں باندھ کر ڈال رکھا ہے؟" میں نے سونیا کی طرف اشارہ کرکے عدنان سے کہا۔

"یہ دھینگا مشتی کرنے پر اتر آئی تھی" عدنان بولا "اب تم آگئے ہو تو میرا خیال ہے یہ قدرے پرسکون ہو جائے گی۔" اس نے ایک محافظ کو اشارہ کیا اور اس نے آگے بڑھ کر سونیا کی بندشیں کھول دیں۔ اس کے منہ میں ٹھنسا ہوا رومال نکال دیا گیا تھا سونیا اپنے ہاتھ پیر سہلاتی ہوئی بیڈ پر اٹھ بیٹھی۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا علی!" سونیا نے خوف زدہ لہجے میں کہا "اب تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔"

"ایک آزاد آدمی کی حیثیت سے میں اپنے ہر فعل کا ذمے دار خود ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ تمہیں عدنان کے چنگل سے نکالنا میری ذمے داری ہے اس لئے یہاں آگیا۔"

"اور اب تمہیں یہاں سے نکالنے کے لئے کوئی نہیں آئے گا" سلویٰ زہریلے لہجے میں بولی "عراق میں رہتے ہوئے عدنان عباسی سے بچنا محال ہے۔"

"علی حماد نے کبھی بے بس ہونا نہیں سیکھا" میں نے بڑے سکون سے کہا "عدنان کو غالباً آج تک کوئی ڈھنگ کا مدمقابل ملا ہی نہیں تھا۔"

اچانک عدنان نے ہاتھ کے اشارے سے دونوں محافظوں کو وہاں سے چلے جانے کو کہا اور وہ دونوں مؤدب انداز میں سر جھکا کر خواب گاہ سے باہر چلے گئے۔ عدنان کی اس حرکت پر سلویٰ اور سونیا کو تو حیرت ہوئی ہی تھی خود میں بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ خواب گاہ سے باہر جاتے ہوئے وہ میری اسٹین گن بھی اٹھا کر لے گئے تھے۔

"میں کچھ بھی سہی علی حماد! مگر قدر ناشناس نہیں ہوں" محافظوں کے جانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا "اگر تم میرے لئے کام کرنا منظور کر لو تو میں سونیا کو رہا کرنے پر آمادہ ہوں"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" سلویٰ اچھل کر صوفے سے کھڑی ہو گئی "سونیا کو کسی قیمت پر رہا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ میری آن کا مسئلہ ہے۔ اس کے ساتھ تم جو چاہو سلوک کرو"

عدنان نے سلویٰ کو خشمگیں نظروں سے گھورا "تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ اس گفتگو میں دخل اندازی نہ کرو" اس نے کہا پھر دوبارہ مجھ سے مخاطب ہوا "ہاں تو تمہارا جواب کیا ہے۔"

"علی حماد ناقابل فروخت ہے عدنان!" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا "تم غلط قسم کی بات کہہ رہے ہو۔ یہ سودا نہیں ہو سکے گا"

"میں نے تمہاری قیمت تو نہیں لگائی... تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو دوستانہ ماحول میں بات کر رہا ہوں۔ میری نیک نیتی کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنے محافظوں تک کو باہر بھیج دیا ہے۔"

"کچھ ہی دیر قبل راکس کلب میں تم مجھے دھمکیاں دے رہے تھے اور اب دوستانہ ماحول میں بات کر رہے ہو۔ کیا یہ عجیب بات نہیں؟" میں نے کہا۔

"اس وقت تک میں تمہاری صلاحیتوں سے بے خبر تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے باصلاحیت ہو تو اسی وقت تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔"

"تم سے میری دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ تم نے سونیا پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اگر تم اسے چھوڑ دو تو ہمارے درمیان کوئی دشمنی باقی نہیں رہ جائے گی۔"

"بیٹھ جاؤ علی حماد! اور مجھ کو اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو اور کیا کرتے ہو؟"

میں نہایت اطمینان سے سلویٰ کے برابر جا بیٹھا جو حالات کی اس نئی کروٹ پر سناٹے کے عالم میں خاموش بیٹھی تھی۔

"میں ایک آوارہ آدمی ہوں عدنان! میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور میں کوئی کام مستقل طور پر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تم اپنے آپ کو ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں بہت اچھی تنخواہ دوں گا۔ تم شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرو گے۔"

"اور اس کے عوض مجھے کیا کرنا ہوگا؟" میں نے یوں کہا جیسے میں نیم رضامند ہو گیا ہوں۔

"میں تم سے زیادہ کام نہیں لوں گا" مجھے نیم رضامند دیکھ کر وہ خوش ہو گیا "بس تمہیں میرے بعض کاروباری معاملات کی دیکھ بھال کرنا ہوگی اور تم پوری طرح خود مختار ہو گے۔"

"اپنی تمام تر خود مختاری کے باوجود مجھے تمہارے احکامات کی تعمیل کرنا ہوگی؟" میں نے کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے۔ تم میرے لئے کام کرو گے تو پالیسی میری ہی ہوگی" عدنان بولا۔

"اس گفتگو کے لئے یہ موقع مناسب نہیں ہے عدنان! جس کام کے لئے میں یہاں آیا تھا اس کے علاوہ فی الحال اور کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ معاملہ ہم بعد میں طے کر لیں گے لیکن عدنان کے گھر سے کوئی یوں ہی نہیں واپس جا سکتا۔ کیا پیو گے؟"

"یہ تمہیں دھوکا دے رہا ہے عدنان!" سلویٰ غرائی "سونیا لے کر نکل جائے گا تو پھر اس کا ہاتھ لگنا بھی مشکل ہو جائے گا۔"

"میں نے تمہیں گفتگو میں دخل اندازی کرنے سے منع کیا تھا۔" عدنان نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"تمہاری دوست ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں خطرات سے خبردار کرتی رہوں" سلویٰ نے کہا مگر اب اس کے لہجے میں دم خم باقی نہیں رہ گیا تھا۔

"مجھ میں اتنی صلاحیت ہے کہ اپنا اچھا برا خود سمجھ سکوں۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ گھر چلی جاؤ" عدنان اٹھا اور دیوار پر نصب انٹرکام پر کسی سے رابطہ قائم کیا "سلویٰ گیٹ پر آرہی ہے۔" اس نے انٹرکام کے ریسیور میں کہا "اسے گھر چھوڑ آؤ" وہ انٹرکام کا سلسلہ منقطع کرکے سلویٰ کی طرف مڑا مگر وہ پہلے ہی پیر پٹختی ہوئی خواب گاہ کے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔

"ہاں اب تم بتاؤ" عدنان نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا "کیا پینا پسند کرو گے۔"

"چائے، کافی یا قہوے میں سے جو چیز بھی آسانی سے میسر آجائے" میں نے کہا اور عدنان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات بکھر گئے۔

"میرے پاس عمدہ قسم کی شرابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اتنی عمدہ شرابیں تم نے کبھی چکھی بھی نہیں ہوں گی۔ تکلف مت کرو۔ بے تکلفی سے بتاؤ۔"

"اس معاملے میں میرا ذوق بہت خراب ہے۔ میں نے آج تک کوئی سی بھی شراب نہیں چکھی۔"

"اوہ گویا تم پیتے ہی نہیں ہو۔ خیر پھر تو مجبوری ہے۔ میں تمہارے لئے کافی منگوا لیتا ہوں۔"

عدنان نے انٹرکام پر کافی کا آرڈر دیا اور میں نے سونیا کو صوفے پر اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ ابھی تک خوفزدہ تھی۔ اسے عدنان کے بدلے ہوئے انداز پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ بہت ڈرتے ہوئے اٹھی اور میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"میں نے پہلے تمہیں کبھی نہیں دیکھا" کافی کا آرڈر دینے کے بعد عدنان نے کہا "کیا تم آج پہلی بار راکس کلب آئے تھے؟"

"سونیا کے اصرار پر چلا گیا تھا ورنہ آج بھی نہ جاتا۔"

"سونیا کو تو میں نے اکثر وہاں دیکھا ہے مگر بدقسمتی سے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی حالانکہ مجھے بڑا اشتیاق تھا۔"

"آج بھی سلویٰ کی آڑ میں تم اپنے دیرینہ اشتیاق کی تکمیل کرنا چاہ رہے تھے" میں نے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔

عدنان نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا "تمہارا اندازہ درست ہے۔ اگر معاملہ کسی اور کا ہوتا تو شاید میں نے سلویٰ کو ٹال دیا ہوتا۔"

"سلویٰ نے تم سے کچھ سوچ کر ہی مدد طلب کی ہوگی؟" میں نے پوچھا "اسے توقع رہی ہوگی کہ تم اس کی مدد ضرور کرو گے؟"

"ممکن ہے تم اس بات سے واقف ہو... یا شاید نہ جانتے ہو کہ دس سال قبل میں ایک عام جرائم پیشہ شخص تھا۔ میری حیثیت بہت معمولی تھی۔ صرف بصرے ہی میں مجھ جیسے جرائم پیشہ افراد کی تعداد ہزاروں میں تو ضرور رہی ہوگی۔ ان دنوں سلویٰ بھی ایک معمولی درجے کی طوائف ہوا کرتی تھی۔ سلویٰ سے میری آشنائی انہی دنوں سے ہے۔"

"تب تو اس نے بہت صحیح آدمی سے مدد طلب کی۔ لیکن دس سالوں کے مختصر عرصے میں تمہاری اتنی ترقی سمجھ میں نہیں آئی؟"

"اس میں میری ذہانت کو دخل ہے" عدنان نے فخریہ لہجے میں کہا "میں بعث پارٹی میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک انقلابی پارٹی ہونے کے ناتے اس دور میں پارٹی کو مجھ جیسے افراد کی شدید ضرورت تھی۔ میں نے مختصر عرصے میں پارٹی کے لئے ایسی ایسی خدمات سرانجام دیں کہ میں پارٹی کی ناک کا بال بن گیا۔ میں نے پارٹی کے خلاف ہونے والی کئی سازشیں بے نقاب کیں اور پارٹی کے کئی مخالفین کو ٹھکانے لگانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے حکومت کی طرف سے مراعات ملنا شروع ہو گئیں اور میں نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ یہی میری ترقی کا راز ہے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے ترقی کے اس سفر کے دوران سلویٰ نے تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا ہوگا۔"

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" عدنان نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے اندازے کے مطابق وہ خود غرض بھی ہے اور موقع پرست بھی۔ اگر اسے کوئی امید نظر آئی ہوگی تو اس نے اس سے فائدہ ضرور اٹھایا ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ تم سے جس انداز میں بات کرتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے تم پر بہت مان ہے۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی کسی کے لئے کچھ کرتا ہے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ اس نے بعث پارٹی میں شمولیت تو اختیار نہیں کی تھی مگر اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اسے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب بھی نہیں ہے... میرے اس مقام تک پہنچنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ بعض

سازشوں کا علم مجھے سلویٰ کے ذریعے ہی ہوا اور کچھ مخالفین کو ٹھکانے لگانے کے لئے میں نے سلویٰ کا ہی سہارا لیا۔ سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جرائم پیشہ افراد کا ہی سہارا لیا جاتا ہے اور ایسے حلقوں میں سلویٰ کا خاصا عمل دخل تھا اس لئے اسے سازشوں کی بھنک مل جایا کرتی تھی اور وہ مجھے ان سے آگاہ کر دیا کرتی تھی۔"

"تب تو تم نے اس کا دل توڑ کر بہت برا کیا۔ تمہیں اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"اس نے میرے لئے جو کچھ کیا میں نے اس سے بہت زیادہ اسے واپس کر دیا۔ اب میری طرف اس کا کوئی قرض باقی نہیں رہا۔ ...میں کسی مرحلے پر اسے نہیں بھولا۔ اگر میں نے جواباً اس کی مدد نہ کی ہوتی تو وہ آج بھی ایک معمولی درجے کی طوائف ہی ہوتی۔ لیکن وہ اب بھی نہیں بدلی۔ اس کا رجحان اب بھی جرائم پیشہ لوگوں کی طرف ہے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ عدنان خود بھی ایک خود غرض اور موقع پرست آدمی تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی تھی۔

ایک ملازم کافی لے کر آیا اور میں نے سونیا سے کافی بنانے کے لئے کہا۔ وہ سر جھکا کر پیالیاں سیدھی کرنے لگی۔

"میں کافی شوق سے نہیں پیتا مگر آج پیوں گا" عدنان نے کہا۔ "ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی پینا بھی ایک اعزاز ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی اعزاز حاصل ہونے کی توقع بھی نہیں ہے" میں نے کہا "اس لئے کہ سونیا نے شریفانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

سونیا اور عدنان نے بیک وقت چونک کر میری طرف دیکھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" عدنان نے کہا "میں نے آج تک کسی کو یہ پیشہ ترک کرتے نہیں دیکھا۔"

"اب دیکھ لو" میں نے بڑے سکون سے کہا "آج کے بعد سونیا راکل کلب کا رخ بھی نہیں کرے گی۔"

"یہ بڑی ناممکن سی بات ہے" عدنان نے بڑے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا "میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"اتنی سی بات پر یقین نہیں کر سکتے تو اس بات پر کیسے یقین کرو گے کہ ہم دونوں شادی کر چکے ہیں۔"

سونیا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی گرتے گرتے بچی جو وہ عدنان کی طرف بڑھا رہی تھی اور عدنان کی تو آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اگر تم نے شادی کر لی ہے تو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے" وہ پہلو بدل کر بڑبڑایا "میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔"

"کیا یہ خبر سن کر تمہیں خوشی نہیں ہوئی عدنان؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے تو مبارکباد تک نہیں دی۔"

"جب خوشی ہوگی تو مبارکباد بھی دوں گا۔ ابھی تو صرف حیرت ہی ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا۔ تم جیسے آدمیوں کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔؟"

سونیا زبردست قسم کی بے بسی کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میری اس حرکت پر اپنے رد عمل کا اظہار کس طرح کرے۔ عدنان وہاں موجود نہ ہوتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتی۔

"اب ہمیں یہاں سے واپسی کے لئے کیا کرنا ہوگا عدنان؟" میں نے کافی ختم کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس گاڑی تو موجود ہوگی۔ اگر نہیں ہے تو میں اپنی گاڑی میں تمہیں بھجوائے دیتا ہوں" عدنان نے کہا۔

"شکریہ عدنان! میری گاڑی عقبی سڑک پر موجود ہے۔ ہم چلے جائیں گے" میں نے کہا اور سونیا کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم عقبی دیوار کود کر یہاں داخل ہوئے تھے مگر اب گیٹ سے واپس جاؤ گے۔ لاؤ چابی مجھے دو۔ میں تمہاری گاڑی سامنے منگوائے لیتا ہوں۔"

میں نے کار کی چابی نکال کر عدنان کے حوالے کر دی اور اس نے ایک ملازم کو بلا کر اسے چابی دیتے ہوئے ضروری ہدایات دیں پھر ملازم کے جاتے ہی وہ میری طرف مڑا۔

"میرا وہ آدمی زندہ نہیں بچا جس پر تم نے عقبی برآمدے میں حملہ کیا تھا" اس نے اچانک ہی مجھ سے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ وہ شروع سے اب تک میرے ساتھ ہی تھا اور یہ اطلاع کسی کے ذریعے اس تک نہیں پہنچی تھی۔ اگر میرے سامنے اسے اطلاع ملتی تو مجھے ضرور معلوم ہو جاتا۔

"اس کے علاوہ تمہیں یہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ مزید افراد سے بھی نمٹنا پڑا جن میں سے ایک حسین تھا جسے تم اسی کے ریوالور کی زد پر یہاں تک لائے تھے" اس نے مجھے مزید حیران کرنے کے لئے کہا مگر اب میں مزید حیران ہونے کے موڈ میں نہیں تھا بلکہ میں نے الٹا اسے حیران کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

"غالباً تمہاری معلومات کا راز اس کمرے میں پوشیدہ ہے" میں نے خواب گاہ میں نظر آنے والے اس دروازے کی طرف اشارہ کیا جو وہاں زائد دکھائی دے رہا تھا۔ ایک دروازہ تو باتھ روم کا تھا مگر دوسرے دروازے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یقیناً کوئی انتہائی اہم وجہ تھی جس کے تحت وہ دروازہ وہاں رکھا گیا تھا۔

عدنان چونک پڑا "یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"بڑی معمولی سی بات ہے عدنان! جس عمارت میں خفیہ ٹی وی کیمروں کا نظام موجود ہو اس کے بارے میں یہ بات عقل سے نہیں اترتی کہ اس کے مالک نے کیمروں کے ذریعے نگرانی کا نظام عملی طور پر دوسروں کے سپرد کر رکھا ہوگا۔ یقیناً کوئی ایسا بھی ذریعہ ہوگا جسے استعمال کر کے وہ خود بھی دوسروں کی نگرانی کر سکتا ہو۔ میرے اس نظریے کو تین باتوں سے تقویت ملتی ہے۔ تم نے سلویٰ سے کہا کہ علی کی جیب سے ریوالور نکال لو۔ یعنی تمہارے علم میں تھا کہ میری جیب میں پستول ہی نہیں ریوالور بھی ہے۔ دوسری دو باتیں تم نے ابھی ابھی کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ محافظ مر گیا جس پر میں نے عقبی برآمدے میں حملہ کیا تھا اور دوسری یہ کہ مجھے یہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ مزید افراد سے نمٹنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے کہ تم میرے استقبال کے لئے پوری طرح تیار بیٹھے تھے۔ ورنہ تم جیسے آدمی کی خواب گاہ میں مسلح محافظوں کی موجودگی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ ان سب باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے خفیہ کیمروں سے تم نے براہ راست سارے مناظر دیکھے ہیں۔ تم تک کسی اور ذریعے سے اطلاعات نہیں پہنچیں۔ اب یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ وہ کنٹرول روم کہاں ہے جہاں سے تم نے یہ سارا منظر دیکھا۔ تو اس کا سادہ سا جواب ہے کہ ایسا خفیہ کمرہ خواب گاہ سے ملحق ہی ہو سکتا ہے۔ اور پھر یہ اضافی دروازہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ اسی خفیہ کمرے کا دروازہ ہے۔"

"مجھے یہ اندازہ تو تھا کہ تم غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تمہاری صلاحیتیں اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہوں گی" عدنان عباسی نے طویل سانس لے کر کہا "کلب میں تم نے مجھ سے جس انداز سے بات کی تھی اسی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کوئی عام آدمی نہیں ہو سکتے۔ پھر جتنی بے پروائی اور جس انداز میں تم وہاں سے اٹھ کر آئے تھے اس سے بھی مجھے محسوس ہو گیا تھا کہ تم سونیا کے لئے رکاوٹ ضرور بنو گے۔ اسی لئے میں نے راستے بھر عقب نما آئینے پر نظر رکھی۔ میرا خدشہ اس وقت درست ثابت ہو گیا جب کلب سے لے کر یہاں تک میرا تعاقب کیا گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ تعاقب کرنے والی کار میں تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اور یہ کہ تم کوٹھی میں بھی گھسنے کی کوشش ضرور کرو گے۔ میں نے اپنی حفاظت کا معقول بندوبست کر رکھا ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان انتظامات کو آزمانے کا موقع ملا ہو۔ میں چاہتا تو محافظوں کو ہوشیار کر سکتا تھا۔ اس طرح تم بے خبری میں پکڑے جاتے یا مارے جاتے مگر مجھے تو اپنے حفاظتی انتظامات کی آزمائش کا موقع ملا تھا اور اسی لئے میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ کیمرے اس طرح نصب ہیں کہ کوٹھی کا کوئی گوشہ بھی ان کی زد سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ذریعے کوٹھی کے اردگرد ہونے والی نقل و حرکت بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کیمروں پر ایسے لینس نصب ہیں جن کے ذریعے اندھیرے کا منظر بھی صاف نظر آتا ہے۔ ...یہی وجہ ہے کہ تم اس وقت سے میری نظروں میں ہو جب عقبی سڑک پر کار سے اترے تھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے جن لوگوں کی صلاحیتوں پر اعتماد کیا تھا وہ بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوئے۔ اگر میں خود ہوشیار نہ رہا ہوتا تو اب تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی تھی۔"

"اس میں قصور تمہارے آدمیوں کا نہیں ہے عدنان! ان بے چاروں کا واسطہ غلط آدمی سے پڑ گیا تھا۔"

"میں خود بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے لئے کام کرنے کی آفر کی ہے۔"

"اس آفر پر ہم بعد میں کسی وقت بات کریں گے۔ نہ تو اس بات کے لئے یہ وقت مناسب ہے اور نہ جگہ مناسب ہے۔"

"تم جس وقت اور جہاں چاہو گے میں تم سے بات کرنے کو تیار ہوں۔ مگر میں تم سے رابطہ کس طرح کروں گا؟"

"اس وقت تو میرا کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں ہے جس کا پتہ تمہیں بتاؤں، لیکن فکر کی کوئی بات نہیں... میں خود تم سے رابطہ کر لوں گا۔"

"میں بے تابی سے تمہارا انتظار کروں گا" عدنان نے کہا۔ وہ ہمارے ساتھ کوٹھی کے گیٹ تک آیا تھا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" کوٹھی کے گیٹ سے کار باہر نکلتے ہی سونیا نے مجھ سے کہا "تم نے اس سے یہ کیوں کہا کہ ہم نے شادی کر لی ہے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ تمہارے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جسے سن کر مجھے غصہ آ جائے۔"

سونیا نے مجھے غور سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ وہ دونوں کاریں پھر پیچھے لگ گئی تھیں جو شروع سے ہی میرے تعاقب میں لگی ہوئی تھیں۔

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا علی!" کچھ دیر بعد سونیا پھر بولی "تمہیں اس طرح وہاں نہیں گھسنا چاہئے تھا۔"

"پھر کس طرح گھسنا چاہئے تھا؟"

"میرا مطلب ہے تمہیں عدنان سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے ہمیں زندہ کیسے چھوڑ دیا؟"

"وہ مجھ سے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گیا ہے۔ کوٹھی کی حفاظت کے لئے اس نے نامی گرامی بدمعاش رکھ چھوڑے ہوں گے۔ جب میں ان کے حصار کو توڑتا ہوا گزر گیا تو اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا لازمی تھا کہ کسی طرح مجھے بھی ملازم رکھ لے۔ اس کا اور کام ہی کیا ہے۔ بصرہ کے غنڈوں بدمعاشوں کی سرپرستی کیا کرتا ہے۔ ایک بدمعاش اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔"

"میں تو سمجھتی ہوں مگر تم نہیں سمجھتے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی منع کر دیا تھا مگر تم نہیں مانے۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے خطرات سے ڈر نہیں لگتا مگر میں بلاوجہ خطرات سے کھیلنا بھی پسند نہیں کرتا اور جہاں خطرہ مول لینا ناگزیر ہو جائے وہاں پیچھے بھی نہیں ہٹتا۔ میں نے تم سے وعدہ کر لیا تھا کہ کلب میں سلوی سے نہیں الجھوں گا۔ اس کے بعد کسی سڑک پر بھی اس سے الجھا نہیں جا سکتا تھا۔ واحد طریقہ یہی رہ گیا تھا کہ اس کی کوٹھی کے اندر گھس جاؤں اور میں نے وہی کیا۔"

"اب تو مجھے بھی تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ راکل کلب میں آنے والے معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہوتے مگر میں نے ان سب کو ہمیشہ عدنان سے خوفزدہ ہی دیکھا ہے لیکن تمہارے سامنے تو خود وہ دبا دبا سا لگ رہا تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ تمہاری خوشامد کر رہا ہو؟"

"تمہارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔ ہاں' وہ میری خوشامد ہی کر رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں آسانی سے اس کے قابو میں نہیں آؤں گا۔ اس نے چونکہ اپنی آنکھوں سے میری کارکردگی دیکھی ہے اس لئے مجھے چھوڑے گا نہیں۔ میری بڑی سے بڑی شرائط بھی منظور کر لے گا۔ یہی دیکھ لو کہ اس نے کتنی آسانی سے ہمیں وہاں سے نکل آنے دیا۔"

"کیا تم اس کے لئے کام کرنے پر رضامند ہو جاؤ گے؟" سونیا نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تم نے صاف انکار کیوں نہیں کر دیا۔ بعد میں انکار کرو گے تو وہ مشتعل ہو جائے گا۔"

"اگر ہمیں وہاں سے نکلنے کا مرحلہ نہ درپیش ہوتا تو میں نے اسی وقت صاف انکار کر دیا ہوتا اور یہ بات تم بھی اچھی طرح سمجھتی ہو کہ اگر میں اس سے الجھتا تو وہاں سے نکلنا ناممکن ہو جاتا۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہاں اس قدر زبردست حفاظتی انتظامات سے واسطہ پڑے گا۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہو جاتا تو اسے کوٹھی تک پہنچنے ہی نہ دیتا۔ اگر وہ کسی صورت کوٹھی تک پہنچ بھی جاتے تو میں اندر پہنچنے کے لئے کوئی اور تدبیر اختیار کرتا۔"

"اس کے حفاظتی انتظامات کو توڑنا کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے" سونیا نے کہا اور میں دھیرے سے ہنس دیا۔

"ہاں' بہ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"بہ ظاہر کا کیا مطلب؟ صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے کہ ایسا کرنا عملاً ناممکن ہے۔"

"اگر واقعی ایسا ہوتا تو اعتراف کر لینے میں کوئی باک نہیں تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حفاظتی انتظامات کچھ بھی نہیں ہیں۔"

"تم بڑے بڑے دعوے کرنے کے خبط میں مبتلا ہو" سونیا نے چڑ کر کہا "اس وقت اگر قسمت نے یاوری نہ کی ہوتی تو زبان چلانے کے لئے زندہ نہ ہوتے۔"

"انہوں نے بھی مجھے بڑبولے کا لقب دیا تھا" میں نے بے خیالی سے کہا۔ یہ جملہ قطعی غیرارادی طور پر میرے منہ سے نکل گیا تھا۔

"کس نے تمہیں بڑبولے کا لقب دیا تھا؟" سونیا کا سوال مجھے ہوش میں لے آیا۔

"کچھ نہیں" میں نے گڑبڑا کر کہا "شاید میں واقعی بڑی بڑی باتیں کرتا ہوں اسی لئے سب مجھے بڑبولے کا لقب عطا کر دیتے ہیں۔"

"مگر میں تو تمہاری قدر کرتی ہوں" سونیا نے ہنس کر کہا۔ "میرے لئے تو تم کسی بیش قیمت ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔"

"وہ تو عدنان عباسی کے لئے ہوں حالانکہ اسے ایک سے بڑھ کر ایک لوگوں کی خدمات حاصل ہیں مگر وہ مجھ پر ریجھ گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میری خدمات حاصل کرنے کے لئے کون کون سی پیشکشیں کرتا ہے۔"

ہم اپنی عارضی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ سڑکوں پر سناٹا تھا مگر گزشتہ رات والے واقعے کے سبب پولیس گشت کرتی نظر آ رہی تھی جو تعاقب کا گاڑیاں مستقل طور پر میری کار کے پیچھے لگی ہوئی تھیں لیکن آج رات ان کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی۔ علاقے میں پولیس موجود تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ پولیس کی نظروں میں آنے کا خطرہ ہرگز مول نہیں لیں گے۔

ہمارے بنگلے میں داخل ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجی۔ سونیا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ جواب میں میں خود فون کی طرف بڑھ گیا۔

"تم تو بڑے باکمال آدمی نکلے" فون پر دوسری طرف سے وہی مانوس آواز آ رہی تھی جس نے میرا پیچھا پکڑ رکھا تھا۔ "بھیڑیے کے بھٹ میں گھس کر صحیح سالم نکل آئے۔"

"میں اس سے زیادہ باکمال ہوں مسٹر پردہ نشین" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اور وہ آٹھ آدمی مجھ پر قابو پانے کے لئے قطعی ناکافی ہیں جو میرا تعاقب کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بقیہ سات تو محض تمہاری نگرانی کے لئے ہیں ورنہ میں تنہا ہی تمہارے لئے کافی ہوں۔"

"بہت خوب مسٹر پردہ نشین!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہو کہ ان آٹھ میں تم خود بھی موجود تھے۔"

"تاثر دینے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں مسٹر نارمن شیلوف! میں درحقیقت ان ہی میں سے ایک ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تم ان کے درمیان مجھے شناخت نہیں کر سکتے۔"

"تم نارمن شیلوف کو دھوکا نہیں دے سکتے مسٹر پردہ نشین!" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "تم ان کے درمیان نہیں تھے اگر ہوتے تو میری نظروں سے بچ نہیں سکتے تھے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے مجھے شناخت کر سکو۔"

"اگر نہ ہوتا مسٹر پردہ نشین! تو میں ہرگز اتنے یقین سے یہ بات نہ کہتا کہ تم ان کے درمیان نہیں تھے۔"

"تم بلف کر رہے ہو۔ اس طرح میری حقیقت جاننا چاہ رہے ہو۔ میں اس قسم کی چالوں سے خوب واقف ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ اس قسم کے مقابلوں میں بلف کئے جاتے ہیں مگر جس بلف کی تم بات کر رہے ہو وہ میرے لئے قطعی بے مقصد ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مجھے یقین ہے کہ تم ان آٹھ میں نہیں تھے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے تم ان آٹھ میں نہیں تھے۔ کیا میں تمہیں یقین اور علم کے درمیان فرق سمجھاؤں مسٹر پردہ نشین؟"

"تمہارے چیلنج کی وجہ یہ ہے کہ تم علاقے میں پولیس کو گشت کرتے دیکھ چکے ہو اور تم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ کم از کم آج رات تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "یقین اس خیال کو کہتے ہیں جو انتہائی پختہ ہو" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "اور جہاں یقین کی سرحدیں ختم ہوتی ہیں اس سے کہیں آگے سے علم کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ کوئی انتہائی پختہ یقین کسی بھی وقت غلط ثابت ہو سکتا ہے مگر علم غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ علم کے معنی ہیں جاننا اور تو ی جوہات جانتا ہے..."

"میں نے تمہاری خرافات سننے کے لئے فون نہیں کیا تھا" انتہائی خراب لہجے میں کہا گیا۔

"تو کیا اپنی خرافات سنانے کے لئے فون کیا تھا؟" میں نے سونیا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر میں نے بھی مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا۔

"تمہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟ عقل مندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم ان لوگوں کو جل دے کر نکل جاتے مگر تم تو "آ بیل مجھے مار" کی تصویر بنے ہوئے ہو" سونیا بڑبڑائی۔

"ایسے ہی کھیلوں میں تو لطف آتا ہے۔ کل عدنان عباسی کو صاف جواب دوں گا تو ممکن ہے وہ بھی دشمنی پر اتر آئے۔ تب اور زیادہ مزا آئے گا۔"

"ایسی حرکتیں مت کرو علی! آخر تمہیں ضرورت کیا ہے عدنان کو چھیڑنے کی؟"

"میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے اس لئے رابطہ تو بہرحال ضرور قائم کروں گا اور مذاکرات بھی ہوں گے۔"

"اچھا تو میری یہ بات مان لو کہ اس سے جو بات بھی کرنی ہو فون پر ہی کر لو۔ اس طرح کم از کم تم محفوظ تو رہو گے۔"

"کیا تم یہ سمجھ رہی ہو کہ وہ ہماری قیام گاہ سے لاعلم ہو گا؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اسے علم ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ نہ تو میں نے اسے کچھ بتایا ہے اور نہ ہی تم نے اسے کچھ بتایا ہے۔"

"تم بڑی خوش فہمیوں کا شکار ہو سونیا! اب تک نہ صرف وہ ہماری قیام گاہ کا سراغ لگا چکا ہو گا بلکہ یہاں کی نگرانی بھی شروع ہو چکی ہو گی۔"

"کیا اس کے پاس الٰہ دین کا چراغ موجود ہے؟" سونیا جھنجلا کر بولی "تم کیسی ناممکن قسم کی باتیں کرتے ہو جنہیں عقل تسلیم ہی نہ کرے۔"

"عقل بے چاری تو ہمیشہ بے قصور ہوتی ہے۔ کوئی اس کو زور ہی نہ دینا چاہے تو وہ کر بھی کیا سکتی ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا "تم اسے مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ اس نے ہمارے سامنے جو اعترافات کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عراق کی پولیس کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ عدنان عباسی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ حکومت کے کسی محکمے کا بڑے سے بڑا افسر بھی اس کے خلاف ایک لفظ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ محض اس لئے کہ وہ حکمراں پارٹی کی ناک کا بال ہے۔ کوئی بھی حکومت جو اپنی بقا کے لئے اس قسم کے افراد پر انحصار کرتی ہے وہ دراصل قانون کی دھجیاں اڑانے کا سامان پیدا کرتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا کوئی کام رک نہیں سکتا۔ اس نے ہماری کار کا نمبر نوٹ کر لیا ہو گا اور اس کے محض ایک فون پر رجسٹریشن آفس میں زلزلہ آ گیا ہو گا۔ نمبروں کے ذریعے پتا معلوم کرنا چند منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہوتا۔"

"غضب خدا کا علی!" سونیا نے خوفزدہ ہو کر کہا "تم تو دوسروں کے ہوش اڑا دیتے ہو۔"

"یہ تو دوسروں کا قصور ہوا" میں نے ہنس کر کہا "میری باتوں سے اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور ادھر مخالف جو چالیں کھلا چل رہا ہے اس سے ان کے ہوش نہیں اڑتے؟"

"سچ بتاؤ علی! اتنی خوفناک قسم کی باتیں معلوم ہوتے ہوئے بھی تم اس قدر پرسکون کس طرح رہتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ کوئی مقابلہ جیتنے کے لئے پرسکون رہنا بہت ضروری ہے۔ بدحواسی سے عقل خبط ہو جاتی ہے اور مخبوط الحواس شخص کبھی کوئی مقابلہ نہیں جیت سکتا۔"

میں نے سونے سے قبل بنگلے میں ان جگہوں کا اچھی طرح معائنہ کیا جہاں کوئی خطرناک ہتھیار وغیرہ چھپائے جانے کا امکان ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہماری گفتگو سننے کے لئے کوئی آلہ وغیرہ چھپا دیا گیا ہو مگر میں ایسی کوئی چیز برآمد نہیں کر سکا۔ تلاش کے دوران سونیا مستقل میرے کان کھاتے جا رہی تھی اور میں

مختصر جوابات دے کر اسے ٹالے جا رہا تھا۔

"تم نے عدنان سے یہ کیوں کہا تھا کہ میں نے اپنا پیشہ ترک کر دیا ہے اور آئندہ رائل کلب نہیں جاؤں گی؟" اچانک اس نے سوال کیا۔

"اس کا جواب میں تمہیں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کہے جس پر مجھے غصہ آ جائے۔"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہاری زبان سے ادا ہونے والے الفاظ میرے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔"

"تم میری پابند تو نہیں اور میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے ایک بات کہی تھی۔ ضروری تو نہیں کہ تم اس پر عمل بھی کرو۔"

"تمہاری بات اونچی رکھنا بھی میرے لئے ضروری ہے اور میری اپنی مجبوریاں بھی ہیں جو مجھے اس پیشے میں رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے سونیا" اسی لئے میں نے تم سے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی جس کی تکمیل کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہو حالانکہ میری خواہش یہی ہے کہ تم کوئی ملازمت وغیرہ کر لو۔"

"خواہش تو میری بھی یہی ہے علی!" سونیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "معلوم نہیں وہ وقت کب آئے گا جب میری یہ خواہش حقیقت کا روپ دھارے گی۔"

"میں نے عدنان سے غلط نہیں کہا تھا سونیا! اسلوی تو پہلے ہی تمہاری دشمن ہے۔ اب میں عدنان کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دوں گا تو وہ میرے ساتھ ساتھ تمہارا بھی دشمن ہو جائے گا۔ ایسے حالات میں تم کم از کم رائل کلب کا رخ تو نہیں کر سکو گی۔"

"بات پہلے ہی اتنی بڑھ چکی ہے کہ میں کسی اور شہر کا رخ کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ ممکن ہے میں بغداد چلی جاؤں۔ وہاں آمدنی کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔"

"اس وقت تو صرف سونے کی فکر کرو۔ کل کا دن بہت زیادہ مصروف گزرنے کا امکان ہے۔"

○☆○

اگلے روز صبح دس بجے میں بصرہ کے سب سے شاندار ہوٹل کے ایک سوئیٹ میں نرم اور آرام دہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ میں نے صبح ہی عدنان کو فون کیا تھا اور وہ اپنی نیند کو خیرباد کہہ کر یہاں دوڑا چلا آیا تھا۔ بصرہ کے سب سے شاندار ہوٹل میں یہ سوئیٹ مستقل اس کے نام بک رہا کرتا تھا۔ اس سوئیٹ میں ملاقات کی تجویز خود عدنان نے ہی پیش کی تھی۔

"مجھے اس بات سے بہت دکھ پہنچا کہ تم چوری کی گاڑی لئے گھوم رہے ہو" عدنان نے گفتگو کی ابتدا کی۔ وہ مجھ پر اپنی معلومات کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وہ چوری کی گاڑی نہیں ہے عدنان! بے کار کھڑی تھی۔ مالک بصرہ میں نہیں ہے۔ میں تو اسے عارضی طور پر استعمال کر رہا ہوں۔"

"اور عارضی طور پر اس خالی بنگلے میں رہائش بھی اختیار کر لی ہے" عدنان نے مجھے مزید مرعوب کرنے کے لئے کہا۔

"بالکل" میں نے بڑی سنجیدگی سے سر ہلایا "جب مالک آ جائے گا تو میں بنگلہ اور کار اس کے حوالے کر دوں گا۔"

"تمہاری یہ بے سروسامانی کی کیفیت دیکھ کر دل کڑھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی باقاعدہ کام شروع کر دو۔"

"بعض لوگوں کی زندگی بے ترتیبی سے عبارت ہوتی ہے۔ مجھے بھی انہی میں سے سمجھ لو۔"

"کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ تم خود کو ضائع کر رہے ہو؟" عدنان نے کہا۔

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھے ایسا کوئی احساس کبھی نہیں ہوا۔ میرے خیال میں میرے پاس ضائع کرنے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی! ممکن ہے تمہاری زندگی کی اس بے قاعدگی کی وجہ یہ ہو کہ تمہیں آگے بڑھنے کے لئے کوئی مضبوط سہارا میسر نہ آیا ہو؟"

"سہاروں کی ضرورت انہیں پڑتی ہے جو کمزور ہوں۔ میں سب کچھ ہو سکتا ہوں مگر کمزور نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی میرے اندر آگے بڑھنے کی ایسی کوئی خواہش ہے جس کے لئے سہارے تلاش کرتا پھروں۔"

عدنان نے متکبرانہ انداز میں پہلو بدلا "بڑے بڑے جرائم پیشہ اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ انہیں عدنان عباسی کا سہارا میسر آ جائے اور تم میری پیشکش کو مسترد کر رہے ہو۔ خوش قسمتی تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے لیکن تم نے اپنے کان بند کر رکھے ہیں۔"

میرے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی "میں جرائم پیشہ ہوتا تو ممکن ہے میری تمنا بھی یہی ہوتی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔"

عدنان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے غصہ آنا شروع ہو گیا ہے "تم بلا اجازت کسی اور کے گھر میں رہ رہے ہو۔ بغیر اجازت کسی اور کی کار استعمال کر رہے ہو۔ کیا یہ جرم نہیں ہے؟"

"ہوگا" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن کسی بے کار چیز کو استعمال کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"پولیس یہ نہیں دیکھتی" عدنان کا لہجہ زہر آلود ہو گیا "بغیر اجازت کسی کے گھر میں گھسنے پر فوراً جرم عائد کر دی جاتی ہے۔"

"پولیس کو معلوم کیسے ہوگا کہ میں وہاں بلا اجازت مقیم ہوں؟" میں نے کہا "اور پھر اگر کوئی خطرہ سر پر آ ہی گیا تو میں فرار ہو جاؤں گا۔"

"میں تمہیں ایک بار پھر اپنی آفر پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں" عدنان نے اپنا غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آفر پر میں اس لئے غور نہیں کر سکتا کہ حکومت میرے مزاج سے میل نہیں کھاتی۔"

عدنان اٹھ کر دبیز قالین پر ٹہلنے لگا۔ میں اطمینان سے بیٹھا سامنے رکھی ہوئی چیزیں اڑا رہا تھا۔ عدنان ٹہلتے ٹہلتے رکا اور مجھے گھورتے ہوئے بولا "تمہیں میرے اثر و رسوخ کا اندازہ نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں ہے" میں نے ایک کیلا چھیلتے ہوئے بے پروائی سے کہا "تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ تم حکمران پارٹی کے لئے لازمی ضرورت کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"تم نے ابھی میری شخصیت کا ایک ہی رخ دیکھا ہے۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میں جس کام کا ارادہ کر لوں اسے ہر قیمت پر کر کے ہی دم لیتا ہوں۔"

"مجھے اس کا بھی اندازہ ہے" میں نے ایک کیلا ختم کر کے دوسرے کیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا "تمہیں مجھ سے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے ناکامی کا منہ دیکھا ہو" عدنان رفتہ رفتہ آپے سے باہر ہو رہا تھا "لیکن میں اس اصول پر سختی سے کاربند رہتا ہوں کہ جو کام نرمی سے ہو رہا ہو اسے نرمی سے ہی کیا جائے۔"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے اثبات میں سر ہلا کر انگوروں کی پلیٹ کا رخ کیا "اور میں خود بھی اس اصول پر عمل پیرا رہتا ہوں۔"

"آدمی کو کبھی کبھار حالات سے سمجھوتہ بھی کر لینا چاہئے" عدنان نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم دونوں کے خیالات میں حیرت انگیز مماثلت ہے" میں نے بڑے جوش سے کہا۔ "خود میرا خیال بھی یہی ہے کہ آدمی کو اپنے رویے میں لچک رکھنی چاہئے۔"

عدنان نے مجھے بری طرح گھورا۔ میں اپنی حرکتوں سے اس کے اشتعال میں اضافہ ہی کئے چلا جا رہا تھا۔ ایسے میں اگر کوئی مجھے دیکھ لیتا تو بلا تامل پاگل قرار دے دیتا مگر میں اسے سبق دینے کے لئے مجبور تھا۔ اس کی شخصیت مجھے نفرت انگیز لگی تھی۔ اس کی حرکتیں اوچھی تھیں۔ اس سے بہتر تو سلوی تھی جو کم از کم اپنے اصولوں سے ہٹی تو نہیں تھی۔ عدنان تو انتہائی تھرڈ کلاس آدمی تھا اور کیوں نہ ہوتا اس کا تو تعلق ہی نچلے طبقے سے تھا۔ حالات نے اسے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا تھا تو وہ اپنی حیثیت بھول گیا تھا۔ اسے اس کی اوقات یاد دلانا بے حد ضروری تھا۔ دولت کے ساتھ ساتھ اثر و رسوخ نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ سونیا کے سلسلے میں اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا اسے سزا دینے کے لئے وہی ایک جواز بہت کافی تھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ملازمت کی آفر کر کے گویا اپنے تابوت میں آخری کیل ٹھونک لی تھی۔ مجھے متاثر کرنے کے لئے بہت بھونڈا طریقہ اختیار کیا تھا۔ یہ دیکھنے کے بعد کہ میں اس کے چھ آدمیوں کو ناکارہ کر کے اس تک پہنچ گیا ہوں وہ مجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ جب کہ اس سے قبل وہ مجھے جان سے مار دینے کے درپے تھا۔ گویا وہ اس قبیل سے تعلق رکھتا تھا جس کے نزدیک جینے کا حق صرف طاقتور کو حاصل ہوتا ہے۔ کمزور صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اسے غلام بنا لیا جائے۔

وہ سمجھتا تھا کہ اس نے میری صلاحیتوں کو پوری طرح پرکھ لیا ہے اور یہ اس کی بہت بڑی خام خیالی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا اگر اس کی کھوپڑی میں تجزیہ کرنے والا دماغ ہوتا تو وہ سمجھ گیا ہوتا مگر وہاں تو دولت کا اور اثر و رسوخ کا خناس بھرا ہوا تھا۔ اسے بڑا زعم تھا اور جس شخص کو زعم ہو جاتا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ سامنے کی چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ وہ میرے اطمینان اور سکون کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا حالانکہ اسے سوچنا چاہئے تھا کہ وہ میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس نے اپنے طور پر مجھے ایک جرائم پیشہ شخص تصور کر لیا تھا۔ نہ صرف فرض کیا تھا بلکہ مجھ پر اپنے حسن اخلاق کا رعب ڈالنے کی بھی کوشش کی تھی۔ مجھ پر وہ شخص اپنے حسن اخلاق کا رعب ڈال رہا تھا جو مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دے چکا تھا اور اب ایک بار پھر مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں دھمکیاں دے رہا تھا۔

"میرے ماتحتوں میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ میرے سامنے زبان چلا سکیں" عدنان نے کہا۔

"ماتحتوں کو زبان چلانا زیب بھی نہیں دیتا" میں نے کہا۔ میں میز پر موجود پھلوں کا بڑی تیزی سے صفایا کر رہا تھا "تمہارے ماتحت بہت بھلے مجھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"مگر میں بہت خراب آدمی ہوں" عدنان نے دانت پیس کر کہا "میں بس ایک حد تک ہی لحاظ کرتا ہوں۔"

"میں تمہارے بیان کی تردید نہیں کروں گا۔ لحاظ واقعی ایک حد تک ہی کرنا چاہئے۔"

"اگر میں نے تمہیں خاص طور پر مدعو نہ کیا ہوتا تو اتنی چرب زبانی کے بعد یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے تھے۔"

"یہ بات البتہ اختلافی نوعیت کی ہے۔ ضروری تو نہیں کہ میں تمہاری ہر بات سے متفق ہی ہو جاؤں۔"

"یہاں سے چلے جاؤ علی! میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر الزام آئے کہ میں نے تمہیں اپنی حدود میں نقصان پہنچایا ہے لیکن یہ

یاد رکھنا کہ تم نے میری پیش کش ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ بصرے کی گلیاں تم پر تنگ ہو جائیں گی۔"

"بصرے کی گلیاں تنگ ہو جائیں گی تو میں کہیں اور کا رخ کروں گا۔ میں کشادہ مقامات پر رہنے کا عادی ہوں۔ تنگ جگہوں پر مجھ سے نہیں رہا جاتا۔"

"میری مرضی کے بغیر میرے دشمن فرار بھی نہیں ہو سکتے" عدنان نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "میں اپنے دشمنوں پر زمین تنگ کر دیتا ہوں۔"

میں اچانک ہی عدنان کی طرف متوجہ ہو گیا "تم اپنے قد سے اونچی باتیں کرنے کے مرض میں مبتلا ہو عدنان!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

عدنان گڑبڑا گیا "تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو باتیں میں نے کی ہیں ان میں کتنی صداقت ہے۔"

"تم تو کچھ بھی نہیں ہو عدنان! تم سے پہلے بہت بڑے بڑے مغرور لوگ گزر چکے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ فرعون اور شداد اور نمرود اور ہامان جیسے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ ان کا غرور اور تکبر ہی انہیں لے ڈوبا تھا۔"

"لیکن میں تمہیں لے کر ڈوبوں گا" عدنان غرایا "میں آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ نتائج کی ذمے داری تم پر ہوگی۔"

"میں نتائج کی ذمے داری قبول کرنے سے کبھی نہیں گھبرایا عدنان! نہ ہی مجھے یہاں سے جانے میں کوئی عار ہے مگر تمہارا رویہ مجھے روک رہا ہے۔ تم مجھ سے یوں بات کر رہے ہو جیسے میں تمہارا کوئی ماتحت ہوں۔"

"میرے نرم رویئے کو میری کمزوری پر محمول مت کرو۔ کل رات بھی تم میرے قابو میں آگئے تھے۔"

"اور اس کے باوجود آزاد گھوم رہا ہوں" میں مسکرایا۔ "اسے تم کیا کہو گے؟"

"میں تمہیں اس وقت بھی جہنم رسید کر سکتا تھا اور اس وقت بھی کر سکتا ہوں" عدنان نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی۔ میں بہت دیر سے اسی لمحے کا منتظر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اندرونی کمرے میں اس نے کچھ لوگوں کو چھپا رکھا ہے۔ ورنہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ سے اس طرح ڈکٹیٹ کرتا۔

تالی بجتے ہی اندرونی کمرے سے دو اسٹین گن بردار نمودار ہوئے تھے مگر میں اس سے پہلے ہی حرکت میں آچکا تھا۔ میں نے عدنان پر چھلانگ لگائی تھی اور اس کے کچھ سمجھنے سے قبل ہی اسے جکڑ لیا تھا۔ نہ صرف جکڑ لیا تھا بلکہ اس کی جیب سے پستول نکال کر اس کی کنپٹی سے لگا دیا تھا۔

"اگر کسی نے حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں عدنان کو ہلاک کر دوں گا" میں نے غرا کر کہا اور دونوں اسٹین گن بردار ساکت ہو گئے۔

"اسٹین گن پھینک دو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ!" میں نے اگلا حکم دیا اور وہ دونوں بے وقوفوں کی طرح عدنان کی طرف دیکھنے لگے۔

"انہیں اپنی زبان میں سمجھاؤ" میں نے اس کی کنپٹی پر پستول کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "ورنہ دنیا سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"جو یہ کہہ رہا ہے اس پر عمل کرو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ایک منٹ کے اندر اندر اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔

دونوں اسٹین گن برداروں نے اسٹین گنیں پھینکیں اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عدنان کو دھکا دیا ..... وہ فرش پر بچھے ہوئے قالین پر جا گرا۔ ممکن ہے وہ کسی زمانے میں بہت طاقت ور رہا ہو مگر عیش و عشرت کی زندگی نے اسے آرام طلب بنا دیا تھا اور وہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ کسی کا مقابلہ کر سکتا۔

میں نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے سروں پر بڑی تیزی سے پستول کے دستے سے ضربیں لگائیں اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ..... عدنان پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اندرونی کمرے میں اب کوئی نہیں ہوگا تاہم اطمینان کر لینا ضروری تھا۔ میں دونوں اسٹین گنوں پر قبضہ کرتا ہوا اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں واقعی کوئی اور نہیں تھا۔

"اٹھو اور صوفے پر بیٹھ جاؤ عدنان!" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "اب میں تمہیں ایک پیش کش کرنے والا ہوں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ پیش کش کس طرح منظور کرائی جاتی ہے۔"

عدنان نے چپ چاپ میرے کہنے پر عمل کیا۔ اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔

"اب تمہیں معلوم ہوا کہ میرے مقابلے میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہارا یہ خیال بھی خام ہے کہ گزشتہ رات میں تمہارے رحم و کرم پر تھا۔"

عدنان صرف اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ منہ سے وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہاری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تم سے بڑے بڑے لوگ خاک کا ڈھیر ہو گئے مگر اس وقت تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھ لو تم کتنے بے بس ہو اور کس طرح میرے رحم و کرم پر ہو۔ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

..... میں نے پستول کی نال اس کے گالوں پر پھیری۔

"میں..... میں تم سے سودے بازی کرنے کے لئے تیار ہوں" عدنان نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اس کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں سودے بازی کے موڈ میں نہیں ہوں تو.....؟" میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ مجھے تمہارا ہر مطالبہ منظور ہے۔ میں تمہارا پیچھا بھی نہیں کروں گا۔"

میں نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا "ابھی کس بل نہیں نکلے" میں نے حقارت سے کہا "تم میرا پیچھا کرو گے۔ تم" میں نے اس کی طرف انگلی اٹھائی "تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا؟"

"نہیں۔ نہیں" عدنان پر ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی "مجھے مارنا مت... مجھے مت مارنا۔"

"اس کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم مجھ سے کس حد تک تعاون کرتے ہو۔"

"میں تم سے ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ اس پر موت کا خوف غالب آچکا تھا۔

"اسی میں بہتری ہے" میں نے سرہلا کر کہا "ویسے تم اپنی جاں بخشی کے عوض کتنی رقم بطور تاوان ادا کر سکتے ہو؟"

"جتنی رقم بھی تم کہو گے میں ادا کر دوں گا" اس نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ میرے مطالبے سے اسے اپنی زندگی کی کرن پھوٹتی ہوئی نظر آئی تو اس کے چہرے کی کھوئی ہوئی رونق واپس آگئی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری زندگی کی کیا قیمت ہے؟" میں نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اپنی زندگی کی قیمت کا تعین خود کرو۔"

عدنان چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "میں تمہیں دس ہزار دینار دے سکتا ہوں۔"

میں ہنس پڑا "میں نے تم سے بھیک نہیں مانگی ہے عدنان! تمہاری زندگی کی قیمت پوچھی ہے۔"

"یہ بہت بڑی رقم ہے۔ لوگ اپنی پوری زندگی میں اتنی رقم پس انداز نہیں کر پاتے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے" میں نے مایوسی سے کہا اور پستول کی لبلبی پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"ٹھہرو' جلد بازی مت کرو" عدنان بے صبری سے چیخا۔ اس کے چہرے پر یکلخت پسینہ پھوٹ پڑا تھا "میں رقم بڑھائے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے انگلی کا دباؤ کم کرتے ہوئے کہا۔ "اطمینان سے رقم بڑھاؤ مجھے زیادہ جلدی بھی نہیں ہے۔"

"پندرہ ہزار دینار لے لو" اس نے مرده آواز میں کہا "یہ بھی میری حیثیت سے بڑھ کر ہیں۔"

"یہودیوں کی طرح باتیں مت کرو عدنان! تم بہت بڑے سرمایہ دار ہو۔ ایسی باتیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں لگتیں۔"

"لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ میں بہت مالدار آدمی ہوں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ میرے اخراجات بہت زیادہ ہیں اسی لئے میری جمع پونجی بہت زیادہ نہیں ہے۔"

"تم مجھے ابھی تک نہیں سمجھ سکے عدنان! تم یہ سوچ رہے ہو کہ میرے لئے یہ بہت بڑی رقم ہوگی جس پر میں پھسل جاؤں گا لیکن تمہارا خیال غلط ہے۔ میں بہت اونچے سودے کرنے کا قائل ہوں اور یہ بھی میرا اصول ہے کہ میں خود کسی سے نہیں الجھتا۔ اگر دوسرا شخص خود ہی مجھ سے الجھ جائے تو اسے کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیتا ہوں۔ اب کی بار یہ بدقسمتی تمہارے حصے میں آئی ہے۔ تم سلویٰ کے چکر میں تباہ ہو کر رہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سلویٰ سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھوں گا۔"

"تم پر اور بھی قرض ہیں عدنان اور میں قرض مع سود وصول کرتا ہوں۔ تم نے سونیا پر ہاتھ ڈالا' تمہارا یہ جرم میری نظر میں ناقابل معافی ہے۔ اس کے بعد تم نے مجھے دھمکیاں دیں۔ میری خاموشی کو میری کمزوری پر محمول کیا۔ کیا تمہارا یہ اصول نہیں ہے کہ کمزور کو دباؤ اور طاقت ور سے دور رہو۔ تم نے مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی کی۔ ظاہر ہے تم ایک بہت بڑا گروہ چلا رہے ہو جبکہ میں ایک تنہا آدمی ہوں۔ ایک تنہا آدمی کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو کسی گروہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے مگر میں یہ مسلمہ اصول غلط ثابت کر کے دکھاؤں گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی! بات اگر یہی ہوتی تو میں نے تمہیں کل رات ہی طاقت کے زور پر اپنے گروہ میں شامل کرنے کی کوشش کی ہوتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے تو تمہیں ایک پیش کش کی تھی۔ میں نے چاہا تھا کہ ہمارے درمیان معاملات آزادانہ ماحول میں طے پا جائیں۔"

"تم نے پیش کش ضرور کی تھی لیکن اس لئے کی تھی کہ میں اسے لازماً قبول کر لوں۔ تم نے ہر قیمت پر مجھے اپنا ملازم دیکھنا چاہا۔ ..... تمہارا یہ طرز عمل تمہاری فرعون صفت فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ دوستانہ انداز میں پیش کش کر کے تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم مکار بھی ہو۔ جس طرح تمہیں یہ حق تھا کہ مجھے پیش کش کرتے اسی طرح مجھے بھی حق تھا کہ چاہوں تو تمہاری پیش کش ..... قبول کروں چاہوں تو رد کر دوں۔ تمہارا طرز عمل شخصی آزادی کے اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ میں تمہیں اس حرکت کی بہت عبرت ناک سزا دوں گا۔"

"مجھ سے... مجھ سے غلطی ہو گئی علی!" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"میری گرفت میں آنے سے قبل اگر تم نے معافی مانگی ہوتی تو میں تمہیں معاف کر دیتا مگر اب یہ ممکن نہیں رہا۔ اب تو تمہیں سزا بھگتنی ہے۔"

"اگر تم مجھے رہا کر دو تو میں تمہیں پندرہ کے بجائے بیس ہزار دینار ادا کر دوں گا۔"

"سانپ کو زخمی کر کے چھوڑ دینا حماقت ہے عدنان! میں تم سے رقم بھی وصول کروں گا اور تمہیں رہا بھی نہیں کروں گا۔"

"یہ تو..... یہ تو کھلی ہوئی بددیانتی ہوگی" عدنان نے احتجاج کیا۔

"میں تمہیں رقم بھی ادا کردوں اور تم مجھے رہا بھی نہ کرو۔"
"یہ بھی سودا ہو گا۔ محض تمہاری جان بخشی کے عوض ہو گا۔ یہ رہائی بیچ میں کہاں سے آگئی۔"
"اتنی بڑی رقم کوئی گھر پر نہیں رکھتا۔ زیادہ سے زیادہ ہزار دو ہزار دینار گھر پر نکل آئیں گے۔ بقیہ رقم کا انتظام تو میں رہا ہونے کے بعد ہی کروں گا۔"
"میرے پاس ہر چیز کا علاج موجود ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اور یہ بھی خیال رہے کہ ابھی تک میں نے اس رقم پر رضامندی بھی ظاہر نہیں کی ہے۔"
"تم وعدہ خلافی کر رہے ہو۔ میں نے پہلے ہی اپنی بساط سے بڑھ کر رقم ادا کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔"
"میں نے کہا نا کہ میرے پاس ہر چیز کا علاج موجود ہے" میں مسکرایا! "مجھے اندازہ ہے کہ تم بہت موٹی آسامی ہو۔ تمہارے بہت کاروبار ہیں۔ قانونی بھی اور غیر قانونی بھی۔ تم مجھے ان سب کی تفصیل سے آگاہ کرو گے۔"
عدنان نے بہت ہاتھ پیر چلائے مگر میں نے اسے کاروبار کی تفصیلات بتانے پر مجبور کر ہی دیا مگر مجھے یقین تھا کہ بیشتر تفصیلات اس نے چھپالی ہوں گی۔ صرف وہی تفصیلات بتائی ہوں گی جو بہت مشہور ہوں گی لیکن جو کچھ بھی اس نے مجھے بتایا تھا اس کے مطابق بھی وہ کروڑوں کی آسامی ثابت ہوتا تھا اور جو کچھ اس نے چھپا لیا تھا معلوم نہیں وہ کیا اور کتنا تھا۔ اس سے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے اس پر تشدد کرنا پڑتا اور میں اس وقت زیادہ لمبے جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا تاہم ایک کوشش کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔
"ذہن پر اچھی طرح زور دو عدنان! کہیں کچھ تفصیلات رہ تو نہیں گئیں؟ بعد میں اگر یہ بات میرے علم میں آئی کہ تم نے کچھ چھپایا ہے تو اس کے نتائج تمہارے حق میں خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔"
"میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے" اس نے مضمحل انداز میں کہا "وہ بھی جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔"
میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ عدنان نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے پستول کے اشارے سے اسے بیٹھے رہنے کو کہا اور آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا "ہیلو" میں نے عدنان عباسی کی آواز میں کہا "میں عدنان بات کر رہا ہوں" میرے منہ سے اپنی آواز سن کر عدنان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"آپ کے کمرے میں مسٹر نارمن تھیلوف موجود ہوں گے مسٹر عدنان!" دوسری طرف سے اس شخص کی آواز سنائی دی جو ذرا سرا بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ہونٹ بھینچ گئے۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ ان لوگوں نے اس کمرے تک میرا تعاقب کیا ہے لیکن یہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ یہاں اس کمرے میں مجھے فون کریں گے۔
"ہاں موجود ہیں" میں نے پُرسکون انداز میں کہا "آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"
"اگر آپ ان سے بات کرا سکیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔ ایک ضروری بات کرنی ہے۔"
"میں ریسیور انہیں دے رہا ہوں۔ بات کر لیجئے" میں نے کہا اور پھر ریسیور دوسرے ہاتھ میں منتقل کر کے قدرے توقف کے بعد آواز بدل کر بولا "ہیلو۔"
"اوہ! مسٹر نارمن! معاف کرنا تمہیں ناوقت زحمت دینا پڑی۔ امید ہے تم میری آواز پہچان گئے ہو گے۔"
"بالکل پہچان گیا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہ نفتیوں کی فوج میں کچھ زیادہ ہی کشش ہوتی ہے۔"
"ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار نہیں ہو سکو گے۔"
"تم انتہائی احمق اور بے وقوف ہو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے ہمیشہ دوسروں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہے۔"
"ہم ہرگز بے وقوف نہیں ہیں مسٹر تھیلوف! اور یہ بھی یاد رکھنا کہ چونکہ ہم تم میں دلچسپی لے رہے ہیں اس لئے عدنان بھی تمہیں سرحد پار نہیں کرا سکے گا۔"
"ذرا وضاحت سے بات کرو" میں نے عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
"ذونغم کے مرنے کے بعد تم بے سہارا ہو گئے تھے۔ تمہیں ملک سے باہر نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی سہارا تو درکار تھا۔ تم نے بہت صحیح فرد کا انتخاب کیا ہے لیکن ہم پہلے ہی تمہارا مقابلہ کر لیں گے۔"
"یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ کون کس کا مقابلہ کرتا ہے.... فی الوقت تو تمہاری بات سمجھنے کا مسئلہ درپیش ہے۔"
"غیر قانونی طور پر سرحد پار کرانے کے وہ تین ہزار دینار لیتا ہے۔ بعض اوقات زیادہ بھی طلب کر بیٹھتا ہے۔ شاید اب یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی۔"
"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "کسی حد تک بات صاف ہو گئی مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"
"ہمیں بھی رقم کی شدید ضرورت ہے" دوسری طرف سے مضحکانہ انداز میں کہا گیا "اگر تم نے اسے رقم دے بھی دی تب بھی وہ تمہیں سرحد پار نہیں کرائے گا۔"
"کیوں؟" میں نے غیر ارادی طور پر سوال کر لیا۔
"اس لئے کہ وہ زندہ آدمیوں کو سرحد پار کراتا ہے۔ لاشوں کو نہیں" اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

"کس کا فون تھا؟" عدنان نے بے چینی سے کہا "تم کس سے بات کر رہے تھے؟"
میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ پستول کی نال اس کی پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔
"تم خاموش کیوں ہو؟" اس طرح گھورے جانے پر عدنان کے ہوش اڑ گئے۔ کچھ ہوش تو اس ٹیلی فون کال سے ہی اڑ گئے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ میں بصرے میں تنہا نہیں ہوں رہی سہی کسر میرے گھورنے نے پوری کر دی اور اس پر پہلے کی سی اضطرابی کیفیت طاری ہونے لگی۔
"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے کچھ مت چھپانا" میں نے تیز قسم کی سرگوشی کی "لیکن تم نہیں مانے اب نتائج کے ذمے دار تم خود ہو۔"
وہ بری طرح نروس نظر آنے لگا "یقین کرو... میں نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ کچھ چھپانے کا آخر مجھے فائدہ بھی کیا ہو گا؟"
"کیا یہ غلط نہیں ہے کہ تم تین ہزار دینار کے عوض لوگوں کو اسمگل آؤٹ کرنے کا دھندا بھی کرتے ہو؟"
اس کے اوسان بالکل ہی خطا ہو گئے۔ اس کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ یہ اطلاع مجھے فون پر موصول ہوئی ہے۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے ہونٹ صرف کپکپا کر رہ گئے۔
"میرے گروہ کے آدمی تمہارے بارے میں مزید معلومات مہیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اطلاع دی ہے کہ تمہارے کچھ اور خفیہ کاروبار بھی ہیں اور یقین کرو ذرا سی ہی تحقیق سے سب سامنے آ جائے گا۔ میں تمہیں ایک اور موقع دے رہا ہوں۔ ورنہ یاد رکھو میرے آدمی بہت تیز ہیں۔ شام تک سب کچھ معلوم کر لیں گے۔"
عدنان نے گردن ڈال دی۔ اس شخص کی مداخلت کو میں نے بڑی خوبصورتی سے اپنے حق میں استعمال کر لیا تھا۔ اس کے بعد عدنان نے اپنے مزید ناجائز دھندوں کی تفصیلات میرے گوش گزار کیں۔
"تمہیں شرم نہیں آتی؟" میں نے اسے ملامت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "کروڑوں کے آدمی ہوتے ہوئے بھی صرف تین ہزار دینار پر [illegible] رہے ہو۔"
"مجھ پر رحم کرو" وہ پھر گڑگڑانے لگا "تین ہزار دینار بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔"
"بکواس مت کرو" میں دہاڑا "تم ذرہ برابر قابل رحم نہیں ہو۔ میں تم سے تین لاکھ دینار وصول کروں گا۔"
یوں محسوس ہوا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ وہ کسی بت کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اس کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔
"اٹھو اور میرے ساتھ چلو" میں نے دوبارہ دہاڑ کر کہا۔ "ورنہ میں تمہیں یہیں ہلاک کر دوں گا۔"
وہ مشینی انداز میں اٹھا اور اس نے چلنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا۔ اس کا جسم واضح طور پر لرز رہا تھا۔ اب بوکھلانے کی باری میری تھی۔ میں نے اس سے جس رقم کا مطالبہ کیا تھا اس کی مالیت پاکستانی روپوں میں دس کروڑ سے بھی زیادہ تھی اور اتنی بڑی رقم بطور تاوان ادا کرنے کے تصور سے کسی بھی سرمایہ دار کو ہارٹ اٹیک ہو سکتا تھا۔
عدنان کا جسم تشنجی انداز میں اینٹھ رہا تھا۔ میں بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹا۔ پستول میں نے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں چیک کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہ کوشش مجھے بہت مہنگی پڑی۔ تین لاکھ دینار کی رقم سن کر عدنان پر کوئی دورہ نہیں پڑا تھا بلکہ وہ اداکاری کر رہا تھا۔ اس نے اتنی خطیر رقم ادا کرنے کے بجائے اپنی جان پر کھیل جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی اداکاری میں اتنی بے ساختگی تھی کہ مجھے تب تک شبہ نہیں ہو سکا۔ ہوش تو اس وقت آیا جب وہ اچانک مجھ سے لپٹ پڑا۔
میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اس اچانک حملے سے بچنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکا۔ وہ بھی مجھ سے اس طرح لپٹا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ جکڑ کر رہ گئے تھے۔ میں نے زور لگا کر اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ مجھ پر اپنی گرفت برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ اس نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا اور اچانک ہی اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر جم گئے۔
اپنے دور عروج میں وہ یقیناً ایک طاقت ور اور سخت جان آدمی رہا ہو گا مگر اب اس کا دور زوال تھا۔ اس میں وہ طاقت تو نہیں رہ گئی تھی لیکن اب بھی خاصا دم خم باقی تھا اور پھر وہ تو زندگی کی بازی لڑ رہا تھا۔ ایسے میں تو کمزور سے کمزور آدمی پر جنون طاری ہو جاتا ہے اور جب جنون طاری ہو جائے تو آدمی میں غیر معمولی توانائی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بعض ناممکن کام بھی کر گزرتا ہے۔
وہ میرے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا اور نہ صرف گردن پر اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا بلکہ اپنے جسم کا سارا بوجھ بھی اس نے میرے گلے پر ڈال دیا تھا۔ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا سا محسوس ہونے لگا... میں نے اس کے پہلو پر کئی ضربیں لگائیں مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔ پھر عین اس وقت میں نے کسی کے کراہنے کی آواز سنی اور میری آنکھوں میں گویا ستارے سے ناچ گئے۔ ان دو اسٹین گن برداروں میں سے کسی ایک کو ہوش آ رہا تھا جنہیں میں نے کچھ دیر قبل بے ہوش کیا تھا۔
میرے اوسان کے طوطے اڑ گئے۔ وہ شخص ہوش میں آتے ہی اسٹین گن پر جھپٹتا۔ میں نے دونوں اسٹین گنیں کمرے ہی کے ایک گوشے میں ڈال دی تھیں۔ میں نے بوکھلا کر اس پر ضربیں

لگا بند... کیں اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے پر سے ہٹانے کے لئے میں نے خاصا زور لگایا مگر اس کا صرف اتنا فائدہ ہوا کہ میرے گلے پر اس کا بڑھتا ہوا دباؤ رک گیا۔ ایک جنونی پر قابو پانا میرے لئے مسئلہ بن گیا تھا۔

پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص اٹھ بیٹھا ہے۔ اگر وہ اسٹین گن تک پہنچ جاتا تو نہ صرف میں جیتی ہوئی بازی ہار جاتا بلکہ مجھے زندگی کی بازی بھی ہارنی پڑتی۔ مجھ جیسے خطرناک شخص کو عدنان عباسی ایک لمحے کے لئے بھی زندہ دیکھنا پسند نہ کرتا۔ میں نے اپنی بچی کچی قوت مجتمع کر کے ایک بار پھر زور لگایا اور کروٹ بدلنے کی کوشش کی۔ میری کوشش قدرے نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور عدنان میرے سینے پر سے لڑھک گیا۔ اگرچہ یہ کوئی بڑی کامیابی نہیں تھی تاہم بڑی کامیابی کی طرف پہلا قدم ضرور تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے پاس وقت بہت کم تھا۔

اب میری کوشش تھی کہ کسی طرح زور لگا کر عدنان کو پلٹا دے دوں جبکہ وہ دوبارہ مجھے چت کر کے میرے سینے پر چڑھ بیٹھنے کے چکر میں تھا۔ وہ مجھے گلا گھونٹ کر مار دینا چاہتا تھا مگر اب میری گردن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت پہلے کی بہ نسبت خاصی کم ہو گئی تھی لیکن ابھی تک میں اس پوزیشن میں نہیں آسکا تھا کہ اس کی گرفت سے نجات پاسکوں۔

میں نے ایک بار پھر لوٹ لگانے کی کوشش کی اور عدنان کو دوبارہ اپنے اوپر آنے سے روک دیا۔ اس کی جدوجہد چونکہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی اس لئے اب وہ کسی ایک طرف بھی پورا زور نہیں لگا پا رہا تھا۔ اس دوران مجھے ایک موقع مل گیا۔ میں نے اپنا ایک پیر اٹھایا اور ذرا سی کوشش سے میرا پیر اس کی بغل تک پہنچ گیا۔ میں نے پیر اس کی بغل میں پھنسا کر زور لگانا شروع کیا۔ یہ تقریباً اس قسم کی پوزیشن بن گئی تھی جیسے جیک سے کسی کو اٹھاتے وقت بن جاتی ہے۔ کم طاقت سے وزنی چیز اٹھا سکنے والی پوزیشن۔

عدنان کی گرفت تو پہلے ہی کم زور پڑنا شروع ہو گئی تھی اس نئی افتاد نے اسے واضح اکھاڑ پھینکا۔ اس کا بایاں ہاتھ میری گردن سے ہٹ گیا۔ میں نے فوری طور پر اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر موڑنا شروع کر دیا۔ عدنان نے دوسرے ہاتھ سے بھی میری گردن چھوڑ دی اور ایک بار پھر دیوانہ وار مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی مگر اب یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ منہ پر پڑنے والے پہلے ہی گھونسے نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔

اسٹین گن بردار ہوش میں آنے کے بعد نہ صرف اٹھ بیٹھا تھا بلکہ اس کی سمجھ میں ساری پوزیشن بھی آگئی تھی اور اسٹین گن بھی نظر آگئی تھی۔ وہ اسٹین گن کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ میں نے عدنان کے جبڑے پر ایک مکا اور رسید کیا۔ مکا کیا تھا آہنی ہتھوڑا تھا جس نے اس کے دانت تک ہلا دیئے ہوں گے۔ اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ نکلی اور اچانک اس کا سارا جنون دم توڑ گیا۔ میں اسے دھکا دے کر تیزی سے اٹھا۔ وہ شخص اسٹین گن اٹھانے کے لئے جھک رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی اور عین اس وقت اسے جا دبوچا جب وہ اسٹین گن اٹھا کر پلٹ رہا تھا۔ میں نے اسے تو جا لیا تھا مگر اس پر چھلانگ لگاتے وقت میری جیب سے پستول نکل کر گر گیا تھا۔ اب میں اور زیادہ مشکل میں پھنس گیا تھا۔ عدنان پستول پر جھپٹا مارنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا۔ اگر میں اس کی طرف پلٹتا تو محافظ اسٹین گن پر قبضہ کر لیتا۔ ایسے میں صحیح فیصلہ کرنا دشوار تر ہو جاتا ہے مگر میں بالکل بھی نہیں رکا۔ ایک ایکشن سے دوسرے ایکشن میں جانے میں کچھ وقت بہرحال ضائع ہوتا ہے اور اس وقت تو میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔

میں نے بڑی پھرتی سے محافظ کی گدی پر ایک نپا تلا ہاتھ رسید کیا اور اسی ایکشن میں صوفے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ میں نے بہت بروقت فیصلہ کیا تھا۔ عدنان نے پستول سے فائر کر دیا تھا۔ مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو میں گولی کی زد میں آجاتا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی نے دیوار کا پلاسٹر ادھیڑ دیا تھا۔ میں نے پھرتی سے صوفے کی آڑ میں پناہ لے لی۔ محافظ بے ہوش ہو چکا تھا مگر اب عدنان میرے لئے خطرہ بن گیا تھا اور اس سے بچنے کے لئے مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ میں نے تیزی سے فیصلہ کیا اور صوفے کو عقب کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور سامنے دیوار میں نصب آئینے پر نگاہ ڈالی۔ عدنان آہستہ آہستہ کھڑا ہو رہا تھا۔ وہ بہت محتاط تھا اور اس کی پوری توجہ صوفے پر مرکوز تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا ہو گا کہ پستول میں موجود پانچ گولیوں میں سے کم از کم ایک میرے جسم میں اتار کر رہے گا۔ وہ پستول اور اس میں موجود گولیاں ہی اس کی زندگی کی امید تھیں۔

میں نے اپنے جسم کو متوازن کیا، صوفے پر اپنے ہاتھوں کی گرفت میں اضافہ کیا اور پھر اچانک پوری قوت سے صوفے کو عدنان کی طرف اچھال دیا۔ وہ صوفے سے دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ بچنے کے لئے اتنا فاصلہ کافی ہوتا ہے لیکن صرف اس وقت جب کہ آدمی کسی ایسی چیز کے لئے تیار ہو۔ عدنان ایسے کسی وار کے لئے تیار نہیں تھا۔ تاہم اس نے جبلی طور پر بچنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی یہ کوشش رائیگاں ثابت ہوئی اور صوفے کی زد سے بچتے بچتے بھی صوفہ اس کے جسم سے ٹکرا گیا۔ بھاری بھرکم صوفہ فضا میں اڑتا ہوا اس سے ٹکرایا تھا۔ عدنان توازن برقرار نہ رکھ سکا اور عین اس وقت جبکہ وہ قالین پر گرا تھا میں بھی اڑتا ہوا اس پر جا رہا تھا۔ اس بار میں نے اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی۔ میں اس پر بری طرح گھونسے برسا رہا تھا لیکن میں نے یہ خیال رکھا تھا کہ اسے زیادہ نقصان نہ پہنچنے پائے۔

وہ خاموشی سے پٹتا رہا۔ جب وہ پٹ پٹ کر بے حال ہو گیا تو میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور اس کی ٹھوڑی پر آخری مکا رسید کیا۔ وہ اچھل کر دور جا گرا۔ پستول پہلے ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور قالین پر ایک طرف پڑا نظر آرہا تھا۔ میں نے نہایت اطمینان سے کپڑے درست کئے، پھر پستول اٹھا کر جیب میں رکھا اور اس محافظ کی طرف پلٹ گیا جسے میں نے گدی پر ہاتھ مار کر بے ہوش کیا تھا۔ وہ بھی قالین پر بے سدھ پڑا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ میں نے دونوں اسٹین گنیں اٹھا کر الماری میں رکھ دیں اور عدنان کے سر پر جا پہنچا جس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ اس کے منہ سے دبی دبی کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ میں نے اس کے پہلو میں ایک ٹھوکر رسید کی۔

"اٹھو عدنان!" میں غرایا "اب مجھ پر تمہاری کوئی اداکاری اثر نہیں کرے گی۔"

عدنان کانپتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی حالت کسی ایسی بکری سے مشابہ تھی جو تنہا بھیڑیوں کے غول میں پھنس گئی ہو اور اس کے پاس فرار کا کوئی راستہ بھی نہ ہو۔

"قالین پر سے اٹھ جاؤ اور صوفے پر بیٹھو" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "اب تمہارا حشر بہت عبرت ناک ہو گا۔"

اس نے لرزتے ہوئے میرے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ اس کے چہرے پر متعدد نیل پڑ گئے تھے اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"باتھ روم میں جاؤ اور اپنا حلیہ درست کر کے آؤ۔ مجھے گندے لوگ بالکل اچھے نہیں لگتے" میں نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

عدنان چپ چاپ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسی اثنا میں فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف ہوٹل کا منیجر تھا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے کمرے سے فائر کی آواز سنائی دی ہے" منیجر گھبرائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے" میں نے عدنان عباسی کی آواز میں بے پروائی سے کہا "میرے پستول سے گولی چل گئی تھی مگر کوئی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ ایک مقام پر دیوار کا پلاسٹر ذرا سا اکھڑ گیا ہے۔"

"اس کی کوئی فکر نہیں ہے جناب" منیجر نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا "پلاسٹر تو درست ہو جائے گا۔ مجھے یہ فکر تھی کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ عدنان عباسی گرم پانی سے منہ دھو کر باہر نکل آیا تھا مگر اس کا بگڑا ہوا حلیہ درست نہیں ہو سکا تھا۔ خون بہنا البتہ بند ہو گیا تھا اور چونکہ اس نے لباس بھی تبدیل کر لیا تھا اس لئے اب اس کے کپڑے بھی خون آلود نظر نہیں آرہے تھے لیکن اپنے تاثرات کے اعتبار سے وہ ایک ہارا ہوا جواری لگ رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملائے بغیر وہ خاموشی سے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"تمہاری بے ہودگی کی وجہ سے میرا پورا پروگرام برباد ہو کر رہ گیا" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا "اب مجھے اپنا پروگرام از سر نو ترتیب دینا پڑے گا۔"

عدنان نے نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور دوبارہ نظریں جھکا لیں۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ رہا ہی نہیں تھا۔

"میں تمہاری کوٹھی میں کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی نیت سے نہیں گھسا تھا۔ بدقسمتی سے میں تمہاری گرفت میں آگیا تو تم نے محض اپنی غرض کی خاطر مجھ سے اچھا سلوک کیا۔ مجھے یہ تاثر دیا جیسے مجھے زندہ چھوڑ کر تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے" میں نے کہا "اب تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اس بار اگر میں تمہاری گرفت میں آجاتا تو تم ہرگز مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ مجھے جواب دو... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"مجھے تم سے خطرہ تھا کہ تم مجھے جان سے مار ڈالو گے" عدنان نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے ایک جوا کھیلا تھا۔ اس جوئے میں تمہاری زندگی تک داؤ پر لگ گئی تھی لیکن محض تاوان کی رقم بچانے کی خاطر تم نے یہ خطرہ مول لیا تھا۔ تم یہ بھول گئے تھے کہ اگر تم ناکام ہوئے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا اور اب جب کہ تم ناکام ہو چکے ہو اور دوبارہ میرے قبضے میں ہو میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"میں لاکھ دینار تو میں تمہیں کسی طرح بھی ادا نہیں کر سکتا" ...عدنان بولا "اتنی بڑی رقم جمع کرنے کے لئے مجھے اپنے اثاثے فروخت کرنے پڑ جائیں گے۔"

"اس کی پروا مت کرو" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تاوان کی

رقم جمع کرنے کا بندوبست میں خود کر لوں گا۔ تم تو اب صرف میرے احکامات پر عمل کرو گے۔ تمہیں یہ بات منظور ہے یا نہیں ہے؟"

"مجھے منظور ہے" عدنان نے مُردار سی آواز میں کہا۔

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "تم ماضی میں بھی مجرم رہے ہو گے عدنان مگر اب تم ایک ذمہ دار حیثیت شہری ہو۔ تمہیں کسی کے ہاتھ سے مار کھائے بہت عرصہ گزر چکا ہو گا۔ اب تم اس کے عادی بھی نہیں رہے ہو گے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے مگر تم نے میرا ہاتھ اٹھوا ہی دیا۔ اب بھی تمہارے پاس موقع ہے۔ مجھ سے تعاون کرتے رہو گے تو فائدے میں رہو گے۔ جہاں تم نے گڑبڑ کرنے یا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی میں تمہاری پٹائی کر ڈالوں گا۔"

"میں تم سے ہر ممکن تعاون کرنے کی کوشش کروں گا۔" عدنان نے کہا۔ خفت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"تم نے پہلے بھی یہی وعدہ کیا تھا اور وعدہ خلافی کر کے اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔ اب اگر تم نے وعدہ خلافی کی تو انجام پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گا.... ہاں تو میری ہدایات ذہن نشین کر لو۔ تمہارے یہ دونوں محافظ جو بے ہوش پڑے ہیں جب انہیں ہوش آجائے تو تم ان سے کہو گے کہ میرے اور تمہارے درمیان معاملات طے پا چکے ہیں۔ ہم ان کے سامنے دوستانہ انداز میں گفتگو کریں گے۔ انہیں یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تم سے زبردستی کہلوایا جا رہا ہے۔"

"میں تو یہ سب کہہ دوں گا لیکن یہ لوگ یقین نہیں کریں گے" عدنان نے کہا۔

"یقین کریں یا نہ کریں یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے۔ تم تو یہ یاد رکھو کہ اگر یہاں سے جانے کے بعد انہوں نے کسی سے کچھ کہا اور تمہارے کسی ساتھی نے تمہیں رہا کرانے کے لئے کوئی کوشش کی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم ان سے کس طرح گفتگو کرتے ہو اور تمہیں اپنی زندگی کس حد تک عزیز ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں لیکن اس کے لئے مجھے ان سے اپنے انداز میں بات کرنی پڑے گی۔"

"شاید اسے ہوش آ رہا ہے۔ جیسے چاہو اس سے بات کرو" میں دخل اندازی نہیں کروں گا لیکن معمولی سی بھی گڑبڑ کی صورت میں میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

اس محافظ کو ہوش آیا تھا جو پہلے بے ہوش ہوا تھا۔ وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا تھا اور حیرت سے مجھے اور عدنان کو دیکھ رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ" عدنان نے غرا کر کہا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"میری حالت دیکھ رہے ہو؟" عدنان پھر غرایا "یہ تم لوگوں کی نمک حرامی کا نتیجہ ہے۔"

"ہم نے کیا کیا ہے جناب؟" محافظ نے کمزور سے لہجے میں کہا۔

"میرے اس حال کو پہنچنے کی ذمہ داری تم دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ تم دو مل کر بھی ایک شخص پر قابو نہیں پا سکے۔"

"ہم تو محض اس لئے کچھ نہیں کر سکے کہ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے"

"بکواس مت کرو" عدنان دہاڑا "اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی تمہیں اس پر قابو پا لینا چاہئے تھا۔"

محافظ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے اسے کیا سمجھے؟ لیکن وہ ملازم تھا۔ اسے تو حکم پر عمل کرنا تھا۔

"تمہیں اس غفلت کی سزا ضرور ملے گی.... میری جان بھی جا سکتی تھی لیکن اب ہمارے درمیان صلح ہو چکی ہے۔ تم دونوں یہاں سے جانے کے بعد کوئی کام نہیں کرو گے۔ میں خود تمہارے بارے میں فیصلہ کروں گا۔"

پھر عدنان کے کہنے پر اس نے ساتھی کو ہوش میں لایا اور پھر وہ دونوں مجرموں کے سے انداز میں کمرے سے رخصت ہو گئے۔

"اب تو تم مطمئن ہو؟" ان دونوں کے جانے کے بعد عدنان نے مجھ سے کہا "انہیں شُبہ تک نہیں ہو سکا کہ یہ سب میں نے تمہارے کہنے پر کیا ہے۔"

"بے شک تمہاری کارکردگی تسلی بخش رہی لیکن ابھی تو ابتدا ہے۔ ابھی تو تمہیں بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔" عدنان نے بے بسی سے مجھے دیکھا "تم مجھے کب تک رہا کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو تمہارے پروگراموں سے باخبر رہتے ہوں گے، اگر تم بلا اطلاع غائب ہو جاؤ تو انہیں تشویش ہو جاتی ہو گی؟"

"ہاں، ایسے لوگ ہیں" عدنان نے قدرے تامل کرتے ہوئے کہا "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ایسے تمام لوگوں سے فون پر کوئی بہانہ کرتے ہوئے کہہ دو کہ تم چند روز تک نہیں آسکو گے؟"

عدنان نے چون و چرا کئے بغیر میری اس ہدایت پر عمل کیا اور کئی فون کئے۔ اس کے بعد میں نے اس سے ہوٹل کے منیجر کو فون کرایا اور پھر عدنان عباسی کو ساتھ لے کر کمرے سے نکل آیا۔ نیچے عدنان کی کار موجود تھی۔ ڈرائیور بھی تھا۔ میری ہدایت پر عدنان نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ کار لے کر واپس چلا جائے۔

"تم آخر میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" عدنان نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"گاڑی تم ڈرائیو کرو گے" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اور تمہارے ساتھ اس وقت تک کوئی بدسلوکی نہیں ہو گی جب تک کہ تم اس کے لئے مجبور نہ کرو۔"

میں عقبی نشست پر بیٹھ گیا اور عدنان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اسے لے کر اپنی عارضی اقامت گاہ کی طرف چل پڑا۔

بنگلے پر پہنچتے ہی مجھے کسی غیر معمولی پن کا احساس ہوا اور جلد ہی معلوم ہو گیا کہ کیا چیز غیر معمولی ہے۔ سونیا بنگلے میں موجود نہیں تھی۔

"وہ کسی ضرورت سے کہیں چلی گئی ہو گی" عدنان عباسی نے مجھے متفکر دیکھ کر کہا "آجائے گی۔"

"میں نے اسے سختی سے کہیں جانے کو منع کیا تھا" میں بڑبڑایا "لیکن یہاں زبردستی کے آثار بھی نظر نہیں آرہے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ ممکن تھا کہ سونیا خود ہی کہیں چلی گئی ہو۔ اگر اسے زبردستی یہاں سے لے جایا جاتا تو کوئی علامت تو نظر آتی۔ اس کے باوجود اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسے اغوا کیا گیا ہے تو یہ حرکت کون کر سکتا ہے؟ بصرہ میں تین گروپ تھے جن سے اس حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ عدنان عباسی، سلوی اور نامعلوم لوگ جو میرے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔ سلوی خارج از امکان تھی۔ اس لئے کہ وہ اس قیام گاہ سے واقف ہی نہیں تھی۔ عدنان عباسی واقف تھا مگر وہ تو خود میرے قبضے میں تھا۔ گویا اگر اسے اغوا کیا ہے تو انہی نامعلوم لوگوں نے کیا ہے۔

فون کی گھنٹی نے میرے خیالات کو درہم برہم کر دیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے وہی اجنبی آواز آرہی تھی جو اب میرے لئے اجنبی نہیں رہی تھی۔

"سونیا کو اغوا کر لیا گیا ہے مسٹر بارمن شیلوف! غالباً تم سوچ رہے ہو گے کہ اسے ہم نے اغوا کیا ہے؟"

"اب تم اپنی صفائی پیش کرو گے" میں نے بھینچے ہوئے لہجے میں کہا "جبکہ اس کے علاوہ اور کوئی امکان ہی نہیں ہے۔"

"ہم نے یہ حرکت کی ہوتی تو صفائی پیش کرنے کے بجائے اسے کارنامے کے طور پر پیش کرتے مگر ہم ایسی گھٹیا حرکتیں کرنے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ سونیا سے ہمارا کیا جھگڑا؟"

"تو کیا تم نے مجھ سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے فون کیا ہے؟" میں جھنجھلا گیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تم ہمارے لئے پہلے سے زیادہ پُراسرار ہوتے جا رہے ہو۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ تم عدنان عباسی کی مدد لے کر عراق سے نکل جانا چاہتے ہو لیکن واقعات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ عدنان کا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم نے اس کی خاصی مرمت کی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟"

"یہ بات درست ہو یا نہ ہو تمہیں ان سب باتوں سے مطلب کیا ہے؟"

"ہم نہیں چاہتے کہ تم کسی اور کے ہاتھوں مارے جاؤ۔ تم ہمارے شکار ہو لیکن معلوم نہیں کیوں تم عدنان عباسی جیسے خطرناک آدمی سے الجھ گئے۔"

"یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ میں تو اسے معصوم اور بے ضرر سمجھ رہا تھا"

"تم اسے معصوم تو ہرگز نہیں سمجھ سکتے لیکن یہ ضرور ہے کہ تمہیں اس کی خطرناکی کا اندازہ نہیں ہو گا۔ ورنہ تم اس سے دور ہی رہتے۔ عراق میں کسی کی مجال نہیں کہ اس کے منہ لگ سکے۔ بڑے بڑے غنڈے اس کے ملازم ہیں۔ سرکاری اہلکار تک اس سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے، اس سے دور ہو جاؤ۔"

"اب یہ ممکن نہیں رہا۔ کسی کام میں ہاتھ ڈال دینے کے بعد اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر پیچھے ہٹنا میرے لئے ممکن نہیں ہوتا۔"

دوسری طرف سے ایک طویل سانس لینے کی آواز سنائی دی۔
"اگر تم کسی اور کے ہاتھوں مارے گئے تو ہمیں افسوس ہو گا"

"تم عقل کے اندھے معلوم ہوتے ہو" میں نے تیکھے لہجے میں کہا "کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں اس وقت کمانڈنگ پوزیشن میں ہوں"

"نہیں، ہم عقل کے اندھے نہیں ہیں.... سونیا کو عدنان عباسی نے اغوا کرایا ہے۔"

میں حیران رہ گیا "تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ اس طرح تم میری توجہ اپنی جانب سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہو"

"واقعی ہم بڑے گدھے ہیں۔ سونیا کو اغوا کر کے تمہیں بلیک میل کرنے کے بجائے اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں۔"

"تم بڑا فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہو۔ مجھے دوسری طرف الجھا کر اپنا الّو سیدھا کرنے کی فکر میں ہو لیکن یاد رکھنا کہ تم مجھے کبھی غافل نہیں پاؤ گے۔"

"تمہارے یہاں سے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد سونیا کو اغوا کر لیا گیا تھا" اس نے میری باتوں کا نوٹس لئے بغیر کہا۔ "اور اغوا کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو عدنان عباسی کی طرف سے تمہاری نگرانی پر مامور تھے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو عدنان عباسی پر طبع آزمائی کرو۔ حقیقت کا علم تمہیں خود ہو جائے گا۔"

میں فون بند کر کے عدنان عباسی کی طرف مڑا۔ میں اس پہلو پر غور کر رہا تھا کہ سونیا کو عدنان نے ہی اغوا کرایا ہو گا۔ یقین سے کچھ کہنا مشکل تھا تاہم میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ بات بالکل ہی

خاصا انوا امکان نہیں ہے۔
عدنان مجھے اپنے لئے کام کرنے پر مجبور کر دینے کا خواہاں تھا"... اس نے مجھے بات چیت کرنے کے لئے ہوٹل بلایا اور اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ میرے پیچھے... سونیا کو اغوا کر لیں۔ اس کے علم میں تو یہی تھا کہ سونیا چھپی ہوئی ہے۔ اس نے سوچا ہو گا کہ اگر میں اس کے لئے کام کرنے پر تیار نہ ہوا تو وہ اس طرح مجھے بلیک میل کرے گا۔ عدنان جیسے شخص سے کچھ بعید نہیں تھا۔

"سونیا کہاں ہے عدنان؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور وہ حیرت سے پلکیں جھپکانے لگا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں" اس نے کہا "میں تو رات سے اب تک تمہارے ساتھ ہوں"

"اگر تم کچھ بتا سکتے ہو تو بتا دو ورنہ مجھے خود معلوم کرنا پڑے گا اور تمہارے لئے وہ کوئی اچھی صورت نہیں ہو گی"

"میں تم سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ تم میرے ساتھ کوئی زیادتی کرو گے۔" عدنان نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں یہ شعبہ تو تم نے سنبھال رکھا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سب کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہو اور کوئی تمہارے ساتھ زیادتی نہ کرے۔"

"میں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی کسی سے بلا معاوضہ کام نہیں لیا۔ کسی کو تاجی۔۔۔"

"تقریر مت کرو عدنان!" میں نے خشک لہجے میں کہا "میں تمہاری پارسائی کے کچھ رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اس لئے یہ باتیں مجھ پر اثر نہیں کریں گی۔"

"تم میری طرف سے بدگمان ہو گئے ہو اس لئے مجھ پر یقین نہیں کر رہے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں برا آدمی ہوں مگر سونیا والے کیس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور پھر یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اغوا کیا گیا ہے؟"

میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ مجھے یقین تو تھا کہ سونیا کو اغوا ہی کیا گیا ہے مگر میرے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا۔ اگر سونیا کے اغوا کا ذمے دار عدنان تھا تو میں اس سے منٹوں میں اگلوا سکتا تھا مگر میں اپنے سر کوئی الزام لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ یہ امکان تو بہرحال موجود تھا کہ سونیا کے اغوا میں عدنان کا ہاتھ نہ ہو۔

"ٹھیک ہے عدنان!" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہاری بات پر یقین کئے لیتا ہوں لیکن اگر بعد میں تمہاری بات غلط ثابت ہوئی تو۔۔۔" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے گھورنے لگا۔

"تم مجھے ہر سزا کے لئے تیار پاؤ گے" عدنان نے بڑے خلوص سے کہا اور ایک لمحے کے لئے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ واقعی سچ کہہ رہا ہو مگر میں نے اس آواز کو اپنے ذہن سے جھٹک رہا۔

"سلویٰ کہاں رہتی ہے؟" اچانک میں نے اس سے سوال کیا اور وہ گڑبڑا گیا۔ سلویٰ کے ایڈریس سے لاعلمی ظاہر کرنا اس کے لئے محال تھا اس لئے اسے اعتراف کرنا ہی پڑا اور اس سے سلویٰ کا ایڈریس پوچھ کر ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے اسے ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔

ترہے گھنٹے بعد میں سلویٰ کے فلیٹ کی کال بیل دبا رہا تھا۔ کال بیل کے جواب میں دروازہ خود سلویٰ نے ہی کھولا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں پہلے تو حیرت کے تاثرات نظر آئے لیکن بڑی تیزی سے معدوم ہو گئے اور آنکھوں میں پھیلی ہوئی حیرت کی جگہ اس کے ہونٹوں پر ابھرنے والی دل فریب مسکراہٹ نے لے لی۔

"اوہو" علی عمار صاحب تشریف لائے ہیں" اس نے بڑی ادا سے کہا "زہے نصیب" تشریف لائیے" اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے مجھے اندر آنے کا راستہ دیا۔

"میں شاید نارف آیا" میں نے فلیٹ میں قدم رکھتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں کہا "شاید آپ سونے سے اٹھی ہیں؟"

"ارے نہیں" وہ دروازہ بند کرتے ہوئے مسکرائی اور مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی "بیٹھو" اس نے کہا "میں بس اٹھنے ہی والی تھی۔ تمہیں تو معلوم ہے ہم راتوں کو جاگتے ہیں تو دن میں ہی نیند پوری کرنا پڑتی ہے۔"

اسے قطعی احساس نہیں تھا کہ وہ فقط ایک باریک سا لبادہ پہنے ہوئے ہے بلکہ وہ تو اپنے جسمانی خطوط اور بھی نمایاں کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی" سلویٰ نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا "یہ چھوٹا سا فلیٹ تمہارے لائق تو نہیں ہے لیکن تم نے یہاں آ کر اس کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔"

"قدر مکان کی نہیں ہوتی مکین کی ہوتی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "اور اگر مکین حسین بھی ہو تو قدم خود بخود ہی اٹھ جاتے ہیں"

"شکر ہے تمہیں احساس تو ہوا" وہ صوفے پر میرے برابر ہی بیٹھتے ہوئے بے باکی سے مسکرا کر بولی "ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ تم پر سونیا کا جادو پوری طرح چل گیا ہے"

"جادو تو تمہاری شخصیت میں ہے" میں نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا "میں تو ڈر رہا تھا کہ معلوم نہیں تم میری پذیرائی کرو گی بھی کہ نہیں۔"

"پھر یہاں آنے کی جرأت کیسے کی؟" وہ شوخی سے مسکرا کر بولی۔

"جرأت کہاں۔۔۔ بس ایک عالم بے اختیاری میں قدم تمہارے فلیٹ کی طرف اٹھ گئے"

"یقین نہیں تھا" اس نے بے اختیاری سے مجھے دیکھا "تم ایسے لگتے تو نہیں ہو"

"کوئی بھی یقین نہیں کرتا جس سے بھی سچ بولتا ہوں جھوٹ سمجھتا ہے اور جس سے جھوٹ بولتا ہوں وہ فوراً یقین کر لیتا ہے"

"گویا تم جھوٹ بھی بولتے ہو" وہ ہنسی اور ہنستے ہنستے مجھ پر گر پڑی۔

"کون نہیں بولتا" میں نے بے ساختہ کہا اور اسے کندھوں سے پکڑ کر آہستہ سے خود سے علیحدہ کر دیا۔

"کل رات تک تو تم سونیا کے سب سے بڑے طرف دار بنے ہوئے تھے" سلویٰ نے کہا۔

"اس وقت تو تم بھی مجھے یوں نظر انداز کر رہی تھیں جیسے میرا کوئی وجود ہی نہ ہو"

"میں عدنان کی وجہ سے مجبور تھی۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی موجودگی میں میں کسی اور پر نگاہِ التفات ڈالوں۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا" میں نے کہا "جس کی تصدیق اس وقت تمہارے رویئے نے بھی کر دی"

"ابھی تو تم نے بھی ہو گی پہلے میں ذرا نہا کر آ جاؤں۔ تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔"

وہ نہانے چلی گئی اور اس دوران میں نے اس کے پورے فلیٹ کا جائزہ لے ڈالا۔ تین کمروں کے اس مختصر سے فلیٹ میں کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی علاوہ اس کے کہ فلیٹ میں موجود ہر چیز قیمتی تھی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ دوسروں کی عنایات تھیں۔ خواب گاہ میں دیواروں پر عریاں اور نیم عریاں تصاویر آویزاں تھیں۔

جلدی جلدی پورے فلیٹ کا جائزہ لے کر میں دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ سلویٰ نے بھی نہا کر نکلنے میں دیر نہیں لگائی اس نے سر پر تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔

"میں نے زیادہ دیر تو نہیں لگائی؟" اس نے کہا "تمہیں انتظار کرانا اچھا تو نہیں لگا لیکن تم آئے ہی ایسے وقت۔۔۔"

"جب کہ تم میری کوئی خاطر تواضع بھی نہیں کر سکتیں؟" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور وہ میری بات کا مطلب سمجھ گئی۔

"میں تمہیں ایسے اسرار و رموز سے آشنا کراؤں گی کہ تم سونیا کو بالکل فراموش کر دو گے۔" اس نے کہا "یہ جو اس وقت تمہیں انتظار کرنا پڑا ہے اس کا مداوا ہو جائے گا۔"

"مجھے معلوم ہے تم ایسے جہانوں کی سیر کرانی ہو کہ آدمی ذرا سے بھی بے گانہ ہو جاتا ہے سب کچھ بھول کر تمہارا ہی ہو رہتا ہے۔"

"بات تو درست ہے مگر تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟" سلویٰ نے حیران ہو کر کہا۔

"عدنان عباسی کی حالت دیکھ کر" میں نے کہا "وہ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"حالانکہ رات تم نے خود دیکھا تھا وہ مجھے بولنے تک نہیں دے رہا تھا" سلویٰ نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اس سے میری بات ہو چکی ہے۔ ہمارے معاملات طے پا گئے ہیں۔ میں سیدھا اسی کے پاس سے آ رہا ہوں۔"

"اوہ" وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی "کوئی الجھن تو نہیں پیش آئی"

"نہیں الجھن بھلا کیوں پیش آتی۔ وہ بہت اچھی قیمت لگانا جانتا ہے"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ واقعی اچھی قیمت لگاتا ہے مگر رات تمہارے تیور بتا رہے تھے کہ تم کسی بھی قیمت پر اس کے لئے کام نہیں کرو گے۔"

"میں نے کہا نا کہ وہ قیمت لگانا جانتا ہے۔ جب میں نہیں مانا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس نے سونیا کو اغوا کرا لیا ہے"

"کیا!" سلویٰ نے حیرت سے مجھے دیکھا "یہ بات اس نے تمہیں خود بتائی ہے؟"

"میں نے تصدیق بھی کر لی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سونیا واقعی اغوا ہو چکی ہے۔ میرے پاس کوئی متبادل نہیں بچا۔ اب مجھے عدنان کے لئے کام کرنا ہی پڑے گا۔"

"عدنان بہت اچھا باس ہے۔ وہ باصلاحیت لوگوں کی قدر کرنا جانتا ہے۔ اس کے لئے خوشی خوشی کام کرو تو بہتر ہے۔"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ سونیا کو رہا کر دے۔ میں پھر بھی اس کے لئے کام کروں گا مگر اس نے کہا کہ تمہاری اجازت کے بغیر وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"میرا اس معاملے سے کیا تعلق؟" سلویٰ نے کہا اس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

"تمہارا ہی تو تعلق ہے۔ عدنان کہہ رہا تھا کہ سونیا کو تمہاری فرمائش پر اغوا کرایا گیا ہے اور تمہارے ہی کہنے پر اسے رہا کیا جا سکتا ہے"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ پیٹ کا اس قدر ہلکا ثابت ہو گا" سلویٰ غرائی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اس نے کتنی آسانی سے اعتراف کر لیا تھا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ رات تو تم میرے سامنے سلویٰ کو جھڑک رہے تھے پھر اس کے کہنے پر سونیا کو کیسے اغوا کر لیا تو جانتی ہو اس نے کیا جواب دیا۔ کہنے لگا کہ وہ تو میں تمہیں دھوکے میں اتارنے کے لئے اداکاری کر رہا تھا۔ بعد میں میں نے سلویٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سونیا کو ضرور اغوا کراؤں گا اور اب یہ الگ بات ہے کہ میں اس کے اغوا کو اپنی مطلب براری کے لئے استعمال کر رہا ہوں۔"

"اس نے بالکل ٹھیک کہا" سلویٰ تن کر بولی "سونیا نے

میری توہین کی تھی۔ اسے اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"وہ واقعی سزا کی مستحق ہے۔ اسے تم جیسی شاندار خاتون کی بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔"

"تم یہ بات کیوں کہہ رہے ہو؟" سلویٰ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا "تم تو اس سے شادی کر چکے ہو۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "ارے وہ تو میں نے عدنان کو گولی دی تھی۔"

"مجھے خود اس بات پر یقین نہیں آیا تھا" سلویٰ کے چہرے پر مزید سکون کے آثار نظر آئے۔

"یہ یقین کرنے والی بات تھی ہی نہیں" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس میں رکھا ہی کیا ہے کہ میں اس سے شادی کرتا۔ کوئی میرا دماغ خراب تھوڑی ہے۔"

"لیکن مجھے عدنان سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ تمہیں ہر بات سے آگاہ کردے گا۔"

میں صوفے سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا "کیا تم واقعی مجھے بے خبر رکھنا چاہتی ہو؟"

"نہیں" وہ وارفتگی کے ساتھ مجھ سے لپٹ گئی "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تمہیں کیسے بے خبر رکھ سکتی ہوں۔"

"پھر؟" میں نے اس کی کیلی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سرگوشی کی "تم اتنی برہم کیوں ہو رہی ہو؟"

"عدنان بہت مطلب پرست ہے" اس نے ایک جان در قالب ہونے کی کوشش کی "مجھے اس پر غصہ آگیا تھا۔"

"لیکن میں مطلب پرست نہیں ہوں" میں نے اسے خود سے مزید قریب کرلیا "مجھ پر تو تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟"

"نہیں" وہ میرے چہرے پر اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم بہت جلد باز ہو۔ میں نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔"

"او معاف کرنا" میں نے اس کی کمر پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی مگر وہ اب بھی میری آغوش میں تھی "تم جلدی سے ناشتا کرلو۔ میں نے بھی ابھی لنچ نہیں کیا ہے۔"

"میں بھی اب کیا ناشتہ کروں گی۔ تمہارے ساتھ ہی کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھاؤں گی۔"

"کیا اس حلیے میں چلو گی؟" میں نے اس کے باریک شب خوابی کے لبادے کی طرف اشارہ کیا جو اس نے نہانے کے بعد دوبارہ پہن لیا تھا۔

"تمہاری موجودگی میں تو مجھے یہ بھی گراں گزر رہا ہے" وہ بے حیائی سے مسکرائی۔

"گراں تو مجھے بھی گزر رہا ہے لیکن ابھی ہمیں باہر جانا ہے۔ وہاں تو ایک ہجوم ہوگا۔"

"جی تو چاہتا ہے کہ جب تک تمہارے ساتھ رہوں اس سے زیادہ جسم پر کوئی لباس نہ ہو" اس نے پہلے کی سی بے حیائی سے کہا "لیکن مجبوری ہے۔"

اسے کسی بات میں کوئی باک نہیں تھا۔ اور کیوں ہوتا؟ اس کے پیشے میں تو بے جھجک ہونا ہی لازمی تصور ہوتا ہے۔ حجاب تو اس پیشے کے قریب سے بھی نہیں گزرتا۔ لباس تبدیل کرنے کے معاملے میں بھی اس نے اسی روایتی بے حجابی کا مظاہرہ کیا۔ مصلحتاً میں یہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔

میں نے سلویٰ کے ساتھ ایک عمدہ سے ہوٹل میں لنچ کیا۔ وہ بہت سرشار دکھائی دے رہی تھی یوں جیسے اس نے کوئی بہت بڑی سلطنت فتح کرلی ہو۔

"اب کیا ارادہ ہے؟" کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سلویٰ سے پوچھا۔

"میں نے تو خود کو تمہارے حوالے کر دیا ہے" اس نے خمار آلود فضا میں کہا "لہٰذا تم بتاؤ کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"اپنی فتوحات میں اضافہ کرنے کا ارادہ ہے۔ تم میرا ساتھ دے سکو گی؟"

وہ بڑی آسودگی سے مسکرائی "کون جانتا ہے کہ کس کی فتوحات میں اضافہ ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں" میں نے بھی مسکرا کر کہا "بس یہ نہیں معلوم کہ یہ مہم کہاں سر کی جائے گی۔"

"جہاں تم کہو" اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں مکمل خود سپردگی کی کیفیت موجود تھی۔

"میں تو تمہیں جہنم میں بھی لے جا سکتا ہوں" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ جہنم میں جانا بھی میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہوگا۔" سلویٰ نے مخمور لہجے میں کہا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور بل ادا کرکے اس کے ساتھ باہر آگیا۔ اس نے یہ معلوم کرنے کی ذرا بھی زحمت نہیں کی تھی کہ میں اسے کہاں لے جا رہا ہوں۔ ڈرائیونگ کے دوران وہ مجھ سے تقریباً چپک کر بیٹھ گئی تھی اور اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا تھا۔ میرا رخ اپنی عارضی قیام گاہ کی طرف تھا۔

"تم نے سونیا کو کیا سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے؟" اچانک میں نے کہا اور اس نے چونک کر اپنا سر میرے شانے پر سے ہٹا لیا۔

"کیا ضروری تھا کہ تم اس موقع پر اس کا تذکرہ کرکے سارا مزا کرکرا کردو" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم تو ناراض ہو گئیں" میں نے دھیرے سے ہنس کر کہا۔ "حالانکہ تم نے ناراض نہ ہونے کا وعدہ کیا تھا"

"وہ بہت مغرور اور خود سر ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سے گاہک میری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ تم بتاؤ اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟"

"اس کا پتہ صاف کرادو تمہاری راہ ہموار ہو جائے گی۔"

میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"کسی کی جان لئے بغیر کام چل رہا ہو تو خون اپنی گردن پر لینے سے کیا فائدہ؟"

"بات تو تم درست کہہ رہی ہو لیکن اگر تم نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا تو پھر تمہارا کاروبار متاثر ہوگا۔"

"میں اسے ایسے ہی کیوں چھوڑ دوں گی" سلویٰ نے برا مان کر کہا "اسے اپنی خوبصورتی پر بہت گھمنڈ ہے۔ میں اس کا چہرہ بگاڑ کر اسے چھوڑ دوں گی۔ وہ خود ہی کہیں منہ کالا کر جائے گی۔"

میں سناٹے میں آگیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر سفاک ہوگی۔ کتنے سکون سے اس نے سونیا کا چہرہ بگاڑنے کا تذکرہ کیا تھا۔

"تم بہت ذہین ہو" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے تعریفی لہجے میں کہا "تم نے واقعی بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے۔"

"عمدہ ترکیب ہے نا" وہ ترنگ ہو کر بولی "خواہ مخواہ کسی کو مارنے سے کیا فائدہ! اس کا چہرہ تباہ ہو جائے گا تو میری راہ کا کانٹا خود ہی نکل جائے گا" اس نے ایک بار پھر میرے شانوں پر سر ٹکا دیا۔

میں... ہونٹ بھینچے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ وہ لوگ میرے جانی دشمن بنے ہوئے تھے ان کی فراہم کردہ اطلاع بالکل درست ثابت ہوئی تھی۔ سونیا کو واقعی عدنان نے ہی اغوا کرایا تھا۔ باقی تجزیہ کرکے صحیح نتیجے میں نے ہی اخذ کیا تھا لیکن اگر انہوں نے مجھے یہ اطلاع فراہم نہ کی ہوتی تو میں انہیں ہی سونیا کے اغوا کا ذمے دار تصور کرتا رہتا۔

میں نے نگاہ اٹھا کر عقب نما آئینے میں اس کار کو دیکھا جس میں چار افراد سوار تھے۔ یہ وہی نامعلوم لوگ تھے جو گزشتہ چھتیس گھنٹوں سے میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابھی تک عملاً مجھ سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس چکر میں ہیں اور مجھ پر کس زاویے سے ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ عدنان کے چکر میں الجھ جانے کی وجہ سے مجھے بھی اتنا موقع نہیں مل سکا تھا کہ میں ان پر پوری توجہ صرف کر پاتا لیکن اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ کیا کرنا تھا اس کا فیصلہ میں نے ابھی نہیں کیا تھا۔ یہ فیصلہ تو وقت آنے پر ہی کیا جا سکتا تھا۔

سلویٰ کی توجہ راستوں کی طرف نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو بھی مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ میرا ٹھکانا کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ آرتھر اور نازنین کو ہلاک کرنے والے بھی میری اس پناہ گاہ کو دیکھ چکے تھے۔ اب اگر سلویٰ بھی اس کے راستوں سے واقف ہو جاتی تو میرا کیا بگڑ جاتا۔ اسے تو ویسے بھی میرے عتاب کا نشانہ بننا تھا۔

بنگلے پر پہنچنے کے بعد بھی سلویٰ اسی کیفیت کا شکار رہی۔ اس نے بس سرسری انداز میں بنگلے کی تعریف کی تھی ورنہ در حقیقت تو وہ میرے قرب سے مدہوش تھی۔ اس کی ... والی بات تھی۔ میری اور اس کی عمر میں واضح ... کے دوران اس کا واسطہ بھی اپنی عمر سے ... سے پڑا کرتا تھا۔ اب وہ بھی کم عمر نہیں رہی تھی ... اچانک مجھے اپنی ذات میں دلچسپی لیتے دیکھ کر ... گانہ ہو گئی تھی تو یہ کوئی ایسی حیران کن بات نہیں ... گزشتہ رات میری جرأت کا مظاہرہ بھی دیکھ چکی تھی۔

میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا ... عدنان کے روبرو لے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ وہی ڈرائنگ روم تھا جہاں میں نے پہلی بار وہ کنام کال رسول کا ... جس نے میرے ہوش اڑا دیئے تھے۔ آتی کورن اور ... رہ جانے کی مثال یاد کرکے مجھے اچانک ہی ہنسی آگئی۔

"کیا بات ہے؟" سلویٰ نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر تقریباً جھولتے ہوئے کہا "تم ہنس کیوں رہے ہو؟"

"خوش ہو رہا ہوں" میں نے اس سے اپنی گردن چھڑاتے ہوئے کہا "مگر تم میرے گلے کا ہار کیوں بن رہی ہو؟"

"میں تو تمہاری جیت بننا چاہتی ہوں" اس نے قربان ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں تمہیں کسی ملکہ سے کم تو نہیں سمجھتا ہوں کسی بڑے مقابلے میں اول آنے پر ملی ہو" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور وہ مجھ پر لد گئی۔

"یہ ایک نشست والا صوفہ ہے" میں نے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی "تم ادھر دوسرے صوفے پر کیوں نہیں بیٹھ جاتیں۔"

"کبھی ملکہ قرار دیتے ہو اور کبھی جان چھڑانے کی کوشش شروع کر دیتے ہو" اس نے منہ پھلا لیا۔

"اسی لئے تو میں نے ملکہ کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ کون تمہیں گلے سے لگائے پھرتا۔"

اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود وہ ہنس پڑی۔ یوں جیسے میں نے اس کی تعریف کی ہو۔

"تم بہت بہادر ہو" وہ مجھ سے علیحدہ ہوئے بغیر بولی "عدنان مجھ سے تمہاری بڑی تعریف کر رہا تھا۔"

"اس کی تعریف میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے" میں نے طنز کیا مگر اسے لہجے پر توجہ دینے کا ہوش نہیں تھا۔

"وہ بہت کم کسی کو خاطر میں لاتا ہے اور تمہاری وجہ سے تو اس نے مجھے بھی ذلت دی تھی۔ ذرا لحاظ نہیں کیا۔"

"وہ تمہیں بھی تو بہت اہمیت دیتا ہے" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی "تم بھی تو کسی سے کم نہیں ہو۔"

"ہاں وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ میں نے اس کا ساتھ بھی تو بہت دیا ہے۔ اب اسے میری کوئی خاص ضرورت نہیں

رہی مگر وہ کہتا ہے کہ میں اس کی ضرورت ہوں۔"
"بڑی بات ہے ورنہ اکثر لوگ جب بلندی کا سفر شروع کرتے ہیں تو خراب وقتوں کے ساتھیوں کو بھول جاتے ہیں۔"
میں نے محسوس کیا کہ میری یہ بات اس پر بری طرح اثر انداز ہوئی۔ معلوم نہیں میری بات میں کیا اثر تھا کہ وہ مجھ سے علیحدہ ہوئی اور دوسرے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔
"برے وقتوں میں میں کبھی اس کی ساتھی نہیں رہی" سلوی نے کہا "اس وقت تو ہمارے تعلقات بھی نہیں تھے۔"
"کیا مطلب" میں چونک پڑا "عدنان تو کہہ رہا تھا کہ تم اس وقت سے اس کے ساتھ ہو۔۔"
"وہ غلط کہہ رہا تھا۔ سب سے یہی کہتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس وقت ہم دونوں بس ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اس سے زیادہ ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا۔"
"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ عدنان کو اس قسم کی غلط بیانی کر کے کیا حاصل ہوتا ہے؟"
"یہ ان دنوں کی بات ہے جب عدنان ایک گمنام شخص تھا۔ میرا کاروبار بھی نچلے درجے کے لوگوں تک محدود تھا۔ ان دنوں عدنان کا ایک دوست ہوا کرتا تھا جس کا نام تحسین تھا۔ میرے اس سے تعلقات تھے۔ کبھی کبھار عدنان کے ہاں اس سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ اس سے میری بات چیت کبھی سلام دعا سے آگے نہیں بڑھی۔ اس نے میری ذات میں کبھی غیر معمولی تو کیا معمولی دلچسپی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ پھر وہ سرکاری پارٹی میں شامل ہو گیا۔ تحسین نے بھی کسی لڑکی سے شادی کر لی تھی اس لئے اس سے بھی میرا میل جول بہت کم ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا پھر اچانک ایک روز عدنان خود میرے پاس آیا اور مجھے پارٹی میں شامل ہونے کی آفر کی۔ میں نے انکار کیا تو اس نے میرے ساتھ رات گزارنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ تو میرا دھندا تھا میں بھلا انکار کیسے کر سکتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ رات گزاری۔ صبح رخصت ہوتے وقت اس نے جو رقم مجھے دی وہ میرے معمول کے معاوضے سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات بڑھتے ہی چلے گئے۔"
"کیا یہ بات عجیب نہیں ہے کہ جب اس کا تعلق نچلے طبقے سے تھا تب تو اس نے تم پر کوئی توجہ نہیں دی اور جب وہ ترقی کر گیا تو اچانک ہی تم پر مہربان ہو گیا جب کہ پیسہ آجانے کے بعد اس کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی رہ گئی تھی۔ اس کے ایک اشارے پر تم جیسی ہزاروں خود کو نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتی ہوں گی۔"
سلوی نے مجھے غور سے دیکھا "معلوم نہیں تم کیا جاننا چاہ رہے ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ سوال میرے ذہن میں بھی پیدا ہوا تھا اور میں نے عدنان پر اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے اس وقت بھی پسند کرتا تھا لیکن چونکہ میرے تعلقات اس کے دوست تحسین سے تھے اس لئے وہ مجھ سے ربط ضبط نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔"
"یہ بڑی عجیب سی بات ہے" میں نے کہا "اگر اسے اپنے دوست کا اتنا ہی خیال تھا تو بعد میں بھی رہنا چاہئے تھا۔"
"مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم۔ میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ وہ مجھے بہترین معاوضہ دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کیا چاہئے تھا۔"
"اور اس کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ تم نے موجودہ مقام تک پہنچنے میں اس کی بہت مدد کی ہے؟"
"مدد کیا کی بس بعض ایسی اطلاعات اس تک پہنچا دیں جو میرے علم میں آتی تھیں۔ میں نے کوئی خاص طور پر اس کے لئے تو کام نہیں کیا۔"
"گویا اس سلسلے میں اس نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی تھی" میں نے کہا۔
"جب تم نے اس کے لئے کام کرنے کی ہامی بھری تو پھر کیوں ان چکروں میں پڑ رہے ہو؟" سلوی بولی۔
"مجھے معلوم تو ہونا چاہئے کہ جس کے لئے مجھے کام کرنا ہے وہ کس قسم کا آدمی ہے اور مجھے اس کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا ہے۔"
"ہاں" اس نے غلط بیانی نہیں کی تھی مگر تم آم کھاؤ۔ پیڑ کیوں گن رہے ہو؟"
"وہ میرا باس ہے اور باس کے پسندیدہ آم پر ماتحتوں کا کوئی حق نہیں ہوتا۔"
"جو تم صرف اس کے نام ہو" اس نے آنکھ ماری۔ "لیکن جو تم نام ہو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"
"مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ اب میں اس کا ماتحت ہوں۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو ظاہر ہے مجھے اس کی پروا نہ ہوتی۔"
"کیا فضول قسم کی باتیں لے بیٹھے" وہ جھنجھلا گئی "وقت سے فائدہ اٹھانا سیکھو۔ ہاتھ آئی نعمت سے منہ موڑنا اچھا نہیں ہوتا۔"
"کفرانِ نعمت کہلاتا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "لیکن میں نعمت کی تعریف اس انداز میں نہیں کرتا جس انداز میں تم کر رہی ہو۔"
"اور میں عدنان سے کسی ایسے شخص کی تعریف نہیں کر سکتی جو میری توہین کا مرتکب ہوا ہو" سلوی نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "ملازمت کرنی ہے تو آداب ماتحتی سیکھو۔"
"پہلی بار ماتحتی کر رہا ہوں۔ اب تم ہی مجھے آداب ماتحتی سکھاؤ گی" میں نے کہا اور وہ خوش ہو گئی۔
"بس تو پھر جو میں کہوں اس پر عمل کرتے رہو۔ میں تمہیں گُن سکھا دوں گی۔"
"کیا تم مجھے کند ذہن سمجھتی ہو؟" میں نے ایک بار پھر طنزیہ لہجے میں کہا مگر اس بار بھی اس نے میرا لہجہ نظر انداز کر دیا۔
"میں تمہیں تراش خراش کر ایسی چمک عطا کروں گی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جایا کریں گی۔ یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔"
"میری ہمت نہیں پڑتی" میں نے ہچکچانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
"اور وہاں فلیٹ پر جو تم نے مجھے اپنی آغوش میں لیا تھا" وہ غرائی۔
"اس وقت مجھے خیال نہیں تھا کہ تم باس کی منظور نظر ہو اس لئے بہک گیا تھا۔"
"ایک بار پھر بہک جاؤ" وہ آنکھیں بند کر کے مخمور لہجے میں بولی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس کی محویت توڑ دی۔ میں سمجھ گیا کہ پھر وہی گمنام کال آئی ہے۔ ریسیور اٹھانے پر میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔
"امید ہے تم نے میری فراہم کردہ اطلاع کی اپنے طور پر تصدیق کر لی ہو گی۔"
"ہاں۔۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں کسی قسم کا ادھار رکھنے کا قائل نہیں ہوں۔ بہت جلد تمہارے سارے قرضے چکا دوں گا۔"
"ایک اطلاع اور بھی ہے" دوسری طرف سے کہا گیا "اگر تم پہلے کی طرح بے اعتباری نہ کرو تو ہم تمہیں وہ اطلاع بھی فراہم کر دیں۔"
میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ میرے لئے پسندیدہ نہیں تھا لیکن میں اس بری طرح پھنس گیا تھا کہ ان لوگوں کا قرض چکا نہیں پا رہا تھا؟ بلکہ یہ میرے لئے بہت معمولی سی بات تھی۔
"میں آنکھ بند کر کے اعتبار کرنے کا قائل نہیں ہوں" میں نے کہا "آگے تمہاری مرضی، بتاؤ یا مت بتاؤ۔"
"تم بہت چالاک ہو مارمن فیلوف! لیکن ہم تمہیں اطلاع ضرور فراہم کریں گے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم عدنان کو زبردستی پکڑ لائے ہو؟"
"میں ایک آزاد آدمی ہوں۔ کیا تم میرے معاملات میں مداخلت کرنا چاہ رہے ہو؟"
"ہرگز نہیں مسٹر ارمن! ہم معاملات میں نہیں زندگیوں میں مداخلت کیا کرتے ہیں۔ ہم نے تمہیں پہلے بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ عدنان سے مت الجھو لیکن تم نہیں مانے۔ ہوٹل کے اغوا کے بعد عدنان کے وہ آدمی جو تمہاری قیام گاہ کی نگرانی کر رہے تھے واپس چلے گئے تھے لیکن اب وہ لوگ پھر واپس آگئے ہیں اور اس بار ان کے تیور بھی اچھے نہیں دکھائی دے رہے۔"
میں حیران رہ گیا۔ دوبارہ نگرانی شروع ہونے کا مطلب یہی تھا کہ وہ عدنان کے اغوا سے باخبر ہو چکے تھے؟ بلکہ میں نے ہر طرح سے ڈارک کر لیا تھا۔ پھر یہ بات عدنان کے آدمیوں کے علم میں کس طرح آئی؟
"ہیلو مارمن! کیا فون بند کر دیا؟"
"نہیں" میں سوچ رہا تھا کہ ان کی یہاں دوبارہ آمد کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"
"اپنی جان کی خیر مناؤ۔ وہ کمانڈو ایکشن بھی کر سکتے ہیں۔ اگر تم ہمیشہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہو تو ہمیں حیرت ہے کہ تم اب تک زندہ کیوں ہو؟"
میں نے قہقہہ لگایا "اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے۔ میری پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ اپنے سربراہ کی زندگی خطرے میں ڈالنا پسند کریں گے؟"
"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تم نے اپنی مضبوطی کر لی ہے مگر کیا تم تنہا باہر نہیں نکلو گے؟"
"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں مگر میں ان کے لئے تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔"
"تمہاری وجہ سے ہمیں بہت محنت کرنا پڑ رہی ہے لیکن تم نے بھی شاید طے کر رکھا ہے کہ کسی اور کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"
"نہ کوئی ہونی کو روک سکتا ہے اور نہ لکھے ہوئے وقت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"
"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ عدنان کے بعد سلوی کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"
"باتوں کی روانی میں شاید تم بھول گئے۔ تمہاری فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کے لئے میں نے یہی ذریعہ تو اختیار کیا ہے۔"
سلوی پر اضطرابی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ وہ شاید ٹھیک سے گفتگو بھی نہیں سن رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں فون بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا تب بھی اس نے فون کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔
"فون پر مختصر گفتگو کیا کرو۔ خاص طور پر اس وقت جب کوئی تمہارا منتظر بیٹھا ہو۔"
"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں زحمت اٹھانی پڑی" میں اٹھ کر اس کے برابر جا بیٹھا۔
"تمہاری وجہ سے مجھے جو کوفت اٹھانی پڑی ہے اس کا ازالہ بھی تم ہی کو کرنا پڑے گا" وہ مجھ سے لپٹ گئی۔
"تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے انوکھی لذتوں سے آشنا کراؤ گی۔ نئے جہانوں کی سیر کراؤ گی۔۔"
"ہاں" میں نے وعدہ کیا تھا مگر پہل قدمی تو تم ہی کرو گے۔ یا وہ بھی مجھے ہی کرنی پڑے گی" وہ بے باکی سے مسکرائی۔
"میں سوچ رہا ہوں کہ سب سے پہلے تم نے کسے اس لذت

سے انتہا کیا ہوگا" میں نے کہا اور وہ جھنا کر مجھ سے علیحدہ ہوگئی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کس موقع پر کیا بات کرنی چاہئے۔"

"یہ بات تو خود میری سمجھ میں نہیں آئی... اب مجھے تحسین کا خیال آ رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ کہاں ہوگا۔"

"جہنم میں گیا تحسین اور اس کے ساتھ ہی عدنان بھی" سلوی نے چڑ کر کہا "اس وقت میرے علاوہ تم کسی اور کی بات مت کرو۔"

"تحسین کی حد تک تو درست ہے" میں نے سہلایا "لیکن تم میرے پاس کو کچھ نہیں کہہ سکتیں۔"

"میں جا رہی ہوں" سلوی غصے میں بپھر کر اٹھی اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھی لیکن میں نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔

"ارے تم ناراض ہوگئیں" میں نے اسے آغوش میں لیتے ہوئے کہا اور وہ یوں پگھل گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

"تمہیں بہت کچھ سیکھنا پڑے گا" سلوی نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تم مجھے اناڑی معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ تو میں سیکھ لوں گا لیکن تمہیں چاہئے کہ مجھے سمجھنے کی بھی تھوڑی سی کوشش کرو۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمارے تعلقات برسوں چلیں گے۔"

طویل عرصے تک قائم رہنے والے تعلقات کی خبر سن کر وہ مزید خوش ہوگئی "تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں ہے۔"

"آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دوں گا۔ پہلے میری کمزوری کے بارے میں سن لو جس کی وجہ سے تم اس وقت ناراض ہوگئیں۔ اگر میرے ذہن میں کوئی بات اٹک جائے تو میں کچھ اور نہیں کر سکتا۔"

اس نے مجھے تولنے والی نگاہوں سے دیکھا "مثلاً اس وقت تمہارے ذہن میں کون سی بات اٹکی ہوئی ہے؟"

"میرا موقوف کی سوئی تحسین پر اٹک گئی ہے۔ بس میں یہی سوچے جا رہا ہوں کہ معلوم نہیں وہ کہاں ہوگا۔ تمہیں کتنا یاد کرتا ہوگا۔"

"میں خود بھی اکثر اس کے بارے میں سوچتی ہوں۔ عدنان سے بھی اس کا تذکرہ کرتی رہتی ہوں۔ آخر وہ اس کا دوست بھی تو تھا۔"

"تو کیا عدنان اسے یاد نہیں کرتا؟" میں نے کہا اور وہ مزید مغموم نظر آنے لگی۔

"بڑے رفیقوں کے ساتھی کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔ خواہ انسان ترقی کی بلندی پر کیوں نہ پہنچ جائے۔"

"لیکن انہیں اس طرح نظر انداز بھی تو نہیں کیا جاتا جس طرح تمہارے شوہر نے اس بے چارے کو کر دیا ہے۔"

"کون کہتا ہے کہ ہم نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ میں نے تو کئی بار اسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ میں نے اس کے تمام دوستوں کو ٹٹول کے دیکھ لیا مگر اس کے بارے میں تو کسی کو بھی کچھ نہیں معلوم۔ وہ ایسا لاپتا ہوا کہ اس کی آج تک کوئی خبر نہیں مل سکی۔"

"تم بتا رہی تھیں کہ اس نے شادی کرلی تھی" میں نے کہا۔ "تم کسی طرح اس کی بیوی تک رسائی حاصل کر کے اس سے معلومات حاصل کر سکتی تھیں!"

"صرف شادی نہیں کی تھی اس کے دو بچے بھی ہوگئے تھے مگر وہ اپنے بیوی بچوں سمیت لاپتا ہوا ہے۔ معلوم نہیں اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا!"

مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ کوئی شخص یوں لاپتا نہیں ہو سکتا لیکن میں اس اطلاع پر زیادہ تشویش نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ بات بہت زیادہ اہم نہیں تھی۔ میں کسی اور ذریعے سے کام چلا سکتا تھا۔ تحسین اگر مل جاتا تو عدنان کا ماضی آئینہ ہو جاتا... اب مجھے کسی اور طرح کام چلانا تھا۔

"ابھی تمہارے ذہن میں ایک بات اور اٹکی ہوئی ہے" سلوی مسکرائی "اب تمہیں سونا یاد آ رہی ہوگی۔"

"تم نے یاد دلا ہی دیا ہے تو سوچ رہا ہوں کہ اس کا جھوٹ بگاڑنے کے لئے تم کون سا طریقہ اختیار کرو گی؟"

"اس کا چہرہ بگڑنے میں تمہاری دلچسپی بہت زیادہ ہے" سلوی شوخی سے مسکرائی اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جھوٹ مت بولو علی عمار! جس کی وجہ سے بلیک میل ہو کر تم نے عدنان جیسے شخص کی ملازمت کرنا قبول کرلی اسے بچانے کے لئے تم کیا نہیں کرو گے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے بے بسی سے کہا "واقعی میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"سوچ لو علی عمار! تم بہت بڑا رسک لے رہے ہو۔ اپنے دعوے پر پورے بھی اتر سکو گے؟"

"میں بہت سوچ سمجھ کر بول رہا ہوں۔ تم مجھے آزما کر دیکھ لو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر سو فیصد پورا اتروں گا۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے۔

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

دسواں حصہ

"سونیا رہا ہو سکتی ہے" سلویٰ نے کہا "اور تمہیں اس کے لئے کوئی قربانی بھی نہیں دینی پڑے گی بس میری ایک معمولی سی فرمائش پوری کرنی پڑے گی۔"

مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس قسم کی فرمائش کر سکتی ہے لیکن پھر بھی میں نے اس سے پوچھ لینا ضروری سمجھا "مجھے جلدی سے بتاؤ سلویٰ تاکہ میں تمہاری فرمائش پوری کر کے جلد از جلد اسے رہا کرا سکوں" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا۔

سلویٰ کے ہونٹوں پر ایک پُر ہوس مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے صرف ایک بار سیراب کر دو اور اس کے بعد مجھ سے مستقل تعلقات قائم رکھنے کا وعدہ کر لو، میں اسے چٹکی بجاتے میں رہا کرا دوں گی۔"

"تو پھر اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں اسی طرح اسے لے کر اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں عدنان کو بند کر کے گیا تھا۔ کمرے کے دروازے پر رک کر میں نے چابی نکالی اور دروازہ غیر مقفل کر کے کھول دیا۔ سلویٰ کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے لیکن کمرے کا اندرونی منظر دیکھ کر وہ حواس باختہ ہو گئی۔ اس نے عدنان کو دیکھ لیا تھا اور یہ بات فوراً ہی اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ وہ کچھ کہنے کے لئے میری طرف مڑی مگر اس کی بات سننے سے قبل ہی میں نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ کر اسے دھکا دیا اور وہ کمرے کے فرش پر جا گری۔ اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان پھوٹ نکلا۔

میں اس کی مغلظات سے بے پروا کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔ عدنان بے بسی سے کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔

"سلویٰ نے اعتراف کر لیا ہے کہ سونیا کو تم نے ہی اغوا کرایا ہے" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا اور وہ غصیلی نظروں سے سلویٰ کو دیکھنے لگا۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے" سلویٰ چیخی "اس کی باتوں میں مت آنا۔ اس نے مجھے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی مگر میں اس کی باتوں میں نہیں آئی۔"

میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھر آئی "یہ بات ثابت ہو چکی ہے عدنان کہ سونیا کو تم نے ہی اغوا کرایا ہے۔ اب بھی تمہاری بچت کی ایک صورت ہے۔ سیدھی طرح بتا دو کہ سونیا کہاں ہے؟"

"اس کا پتا بتانے کے بعد میری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں رہے گی" عدنان نے کہا۔

"تم بہت گھٹیا بات کر رہے ہو عدنان" میں نے نفرت سے کہا "جس طرح میں نے سلویٰ سے یہ بات اگلوائی ہے کہ سونیا کے اغوا کی ذمے داری تم پر ہے اسی طرح میں کسی اور ذریعے سے

سونیا تک بھی پہنچ سکتا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس کے بل پر تم مجھ سے سودے بازی کر سکو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اس طرح تم اپنی موت کو یقینی بنالو گے۔"

"وہ تمہاری بیوی ہے اور جہاں بھی ہے آرام سے ہے۔ جب تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی اسے رہا کردوں گا۔ اگر تم مجھے مار دو گے تو اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھ جیسے غیر متعلق آدمی کی خاطر اپنی بیوی کی جان کا خطرہ مول لینا ہرگز پسند نہیں کرو گے۔"

"تم کس کے چکر میں آرہے ہو عدنان!" سلوی پھر چیخی۔ "اس نے جھوٹ بولا تھا۔ سونیا اس کی بیوی نہیں ہے۔"

"سن لیا تم نے؟" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا "میں نے جھوٹ بولا تھا کہ ہم نے شادی کرلی ہے۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

کچھ دیر تک تو عدنان سکتے کی سی کیفیت میں رہا پھر سنبھل کر بولا "اگر تم نے اس سے شادی نہیں کی ہے تو اس کے لئے کیوں اتنے لمبے چکر میں پڑ رہے ہو؟"

"میں تو خیر بے وقوف آدمی ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم کیوں سلوی کے چکر میں آگئے؟" عدنان بغلیں جھانکنے لگا۔ اس کے پاس میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"اور میں کسی چکر میں نہیں پھنسا ہوں عدنان! میں تو پہلے کی طرح آزاد ہوں۔ چکر میں تو تم پھنسے ہو۔"

اس بار بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں بچا تھا۔

"اور تم نے دیکھ لیا سلوی! یہ ہے تمہارا سب سے بڑا حمایتی؟" میں نے عدنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس کا حشر دیکھو اور عبرت پکڑو۔ بلکہ اس سے بڑا کوئی اور حمایتی ہے تو بتاؤ۔"

سلوی نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی مگر میرے ایک ہی تھپڑ نے اس کے پیر اکھاڑ دیے اور وہ اچھل کر بیڈ پر جا پڑی۔ اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہہ رہی تھی۔

"تم بے غیرت ہو۔ نامرد ہو۔ ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آئی" اس نے ہذیانی انداز میں کہا اور بے تحاشہ رونے لگی۔ مجھے اس پر ذرا بھی ترس نہیں آیا۔ کچھ ہی دیر پہلے تو وہ سونیا کا چہرہ بگاڑنے کی باتیں کر رہی تھی۔ اس کی رہائی کے عوض مجھے بلیک میل کر کے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کی خواہش مند تھی۔ مجھے اس پر کس طرح ترس آسکتا تھا۔

"جو عورت اپنی حدود بھول جائے اسے حدود میں لانا مرد کا ہی فرض ہوتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "ویسے یہاں تمہارا ایک آشنا بھی موجود ہے۔ تمہیں پٹتے دیکھ کر اسے غیرت کیوں نہیں آئی؟"

جواب میں پہلوان نے عدنان کو بھی ایسے ہی شاندار صلواتوں سے نواز کر رکھ دیا۔ عدنان کسی مجرم کی طرح نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مجھ سے الجھنے کا کیا انجام ہوسکتا ہے۔

"اور اب تمہارا نمبر ہے عدنان" میں نے جیب سے پستول نکالتے ہوئے کہا "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اگر تم نے سونیا کے بارے میں زبان نہ کھولی تو میں تمہارے بھیجے میں گولی اتار دوں گا۔"

میرے لہجے کی سفاکی نے عدنان کو لرزا کر رکھ دیا۔ یہ حقیقت تھی کہ اگر اس نے اس موقع پر زبان نہ کھولی ہوتی تو میں واقعی اسے گولی مار دیتا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں شدید ذہنی کشمکش کے تاثرات دیکھ لئے تھے۔ اس کے انداز سے میں نے یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ وہ سلوی کے سامنے بات کرنے سے گریز کر رہا ہے۔ یہ بات خاصی عجیب تھی مگر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ سلوی کے سامنے زبان کھولنے سے کیوں گریزاں ہے۔ مجھے تو صرف اس کی زبان کھولنے سے دلچسپی تھی۔ میں تو جلد از جلد حقیقت جان لینے کے چکر میں تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم تشدد کے بغیر نہیں مانو گے" دفعتاً میں نے کہا "چلو کمرے سے نکلو میں تمہیں ابھی سیدھا کئے دیتا ہوں۔" میں نے پستول سے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

سلوی نے بھی ہمارے ساتھ نکلنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے بڑی بے دردی سے اسے اندر دھکیل کر باہر سے دروازہ لاک کردیا اور عدنان کو لے کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔

"بیٹھ جاؤ" میں اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گیا "میں نے محسوس کیا تھا کہ تم سلوی کے سامنے بات کرنے سے ہچکچا رہے ہو۔ اس لئے تمہیں وہاں سے ہٹا لایا ہوں لیکن میں اپنے اس فیصلے پر اب بھی قائم ہوں کہ اگر تم نے مجھے حقائق سے آگاہ نہ کیا تو میں تمہاری چھٹی کر کے خود ہی سونیا کو تلاش کرلوں گا۔"

"مجھے اندازہ ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر عمل بھی کرسکتے ہو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اور اپنی جان کے پیاری نہیں ہوتی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ..." وہ بولتے بولتے خاموش ہوگیا۔

"رکو مت، بولتے رہو" میں نے کہا "ابھی تم نے عقلمندی کی باتیں کرنا شروع کی ہی تھیں کہ پھر خاموش ہوگئے۔"

"میں دو طرفہ مصیبت میں پھنس گیا ہوں" اس نے مضطربانہ لہجے میں کہا "زبان نہیں کھولی تو تم مار دو گے اور اگر زبان کھولی تو..." وہ ایک بار پھر چپ ہوگیا۔

"بولتے بولتے رک کیوں جاتے ہو؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "کہیں میں تمہاری اس حرکت پر ہی تمہیں شوٹ نہ کر بیٹھوں۔"

"مجھے مرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ موت اب میرا مقدر بن چکی ہے" اس کا لہجہ واقعی اس شخص کا سا لہجہ تھا جسے اپنی موت کا یقین ہو چکا ہو۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔ وہ اداکاری نہیں کر رہا تھا۔ وہ اداکاری ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کی حالت میں میرے دیکھتے ہی دیکھتے بہت بڑا تغیر رونما ہوا تھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا؟ کیا تم مجھے زندگی کی بخشش نہیں دے سکتے؟" اس نے میرے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ "میں تمہیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ انہیں ابھی میری ضرورت ہے۔ تم تو ایک رحم دل آدمی ہو۔ میرے معصوم بچوں کا کیا قصور ہے۔ تم کیوں انہیں باپ کے سائے سے محروم کرنا چاہتے ہو" اس کا انداز در حقیقت کسی ایسے شخص کا سا انداز تھا جسے اپنی زندگی کی ذرا سی بھی امید باقی نہ رہ گئی ہو۔

"ہوش میں آؤ عدنان" میں نے بلند آواز میں کہا "تمہاری اپنی گردن پر بہت سے بے گناہوں کا خون ہے۔ آج میرے سامنے اس طرح سے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"تم نہیں سمجھو گے" اس نے بڑی مایوسی سے کہا "بات اس طرح تمہاری سمجھ میں ابھی نہیں آسکے گی۔ میں نے تمہیں بتا دیا تب بھی تم یقین نہیں کرو گے۔"

"یقین کرنا یا نہ کرنا میرا کام ہے" میں نے بھنا کر کہا۔ "تمہارا کام صرف یہ ہے کہ مجھے حقائق سے آگاہ کردو۔"

"میرے خدا! میں ایک بہت بڑا راز ظاہر کرنے جا رہا ہوں۔ پورے ملک میں چند ہی ایسے افراد ہیں جو اس راز سے واقف ہیں۔ یہ راز ظاہر کرنے کے بعد میری زندگی کی ضمانت ختم ہو جائے گی۔"

میرا جی چاہا کہ اس کی کھوپڑی میں گولی اتار دوں مگر اس کی حالت اس قدر رحم طلب تھی کہ مجھے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ یقیناً کوئی بہت بڑی بات تھی جو اس کی زبان سے ادا نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس کی سفاکی اور بے رحمی سے واقف ہونے کے باوجود مجھے اس پر رحم آرہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کو زبان کھولنے پر کس طرح آمادہ کروں۔ آمادہ تو وہ تھا مگر ڈر رہا تھا۔ آخر اسے کس بات کا خوف تھا؟ میری سمجھ میں نہ آسکا۔

"سنو! تمہیں مجھ سے اتنی دلچسپی ہرگز نہیں ہوسکتی کہ میری جان بچانے کی خاطر تم اپنا مشن ترک کردو لیکن میں صرف اس توقع پر تمہیں اس راز سے آگاہ کر رہا ہوں کہ تم بہت باصلاحیت ہو۔ شاید میری جان کی قیمت پر تم اس فتنے کی بیخ کنی کرسکو جس کا نام عدنان عباسی ہے۔"

میرے اعصاب جھنجھنا اٹھے اور میں بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا "یہ کیا بکواس ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا "کیا تم عدنان عباسی نہیں ہو؟"

وہ بے جان سے انداز میں مسکرایا "میں نے کہا تھا نا۔ بات اس قدر ناقابل یقین ہے کہ میرے بتانے کے باوجود تم اس پر یقین نہیں کرو گے۔"

میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھور رہا تھا "تم مجھ سے کئی جھوٹ بول چکے ہو۔ مجھے کئی بار دھوکا دینے کی کوشش کرچکے ہو۔ تمہاری اس بات پر یقین کرنا میرے لئے واقعی ناممکن ہے۔"

"اپنی جان بچانے کی خاطر مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا جوا کھیلنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ تم یقین کرو یا نہ کرو یہ تمہاری مرضی ہے۔"

"اس بے ہودہ بات پر میں کیسے یقین کرلوں کہ تم عدنان عباسی نہیں ہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"کوئی بھی یقین نہیں کرسکتا۔ جن لوگوں کو یہ بات معلوم ہے وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتے۔ میں نے اپنی زندگی بہت مختصر کرلی ہے۔"

اس کے انداز سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے لیکن اس پر یقین کرنا بہت مشکل تھا۔

"اگر تم عدنان عباسی نہیں ہو تو پھر عدنان عباسی کون ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں اس کا ہم شکل ہوں۔ وہ خود تو زیادہ تر بغداد میں رہتا ہے۔ بس کبھی کبھار ادھر آتا ہے۔"

"کیا تمہیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ دو افراد کے درمیان اتنی مشابہت یا تو جڑواں بھائیوں میں ہوتی ہے یا پھر کہانیوں اور فلموں میں دکھائی دیتی ہے؟"

"میں پیدائشی طور پر اس کا ہم شکل نہیں ہوں۔ میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔"

"اگر یہ جھوٹ ہے تو اس کا سہارا لے کر تم زیادہ عرصے تک اپنی جان بچائے رکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکو گے۔ میں جلد ہی حقیقت کا سراغ لگالوں گا۔" میں نے اسے دھمکی دی۔

"تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ سچ ہوا تو میرا کیا انجام ہوگا؟" اس نے تلخی سے کہا "تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ تمہارا الو تو سیدھا ہوگیا۔"

اس نے مجھے مخمصے میں پھنسا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کس ڈھب سے گفتگو کروں۔

"تم نے مجھے اس سے بھی زیادہ کوئی انوکھی بات سنائی ہوتی تب بھی میں اس کی تصدیق کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ

کرتا۔"

"میرے بیان کی تفتیش کرو گے تو عدنان عباسی کو ضرور علم ہو جائے گا اور یہ بہت واضح ہو گا کہ تم نے مجھ سے ہی معلومات حاصل کی ہیں۔"

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم نے مجھ سے تعاون کیا ہے تو میں بھول جاؤں گا کہ تم نے جان بچانے کے لئے مجھ سے تعاون کیا تھا۔ جس حد تک بھی میرے بس میں ہو گا میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"عدنان عباسی کو اب تک میرے اغوا کا علم ہو چکا ہو گا۔ مجھے تو اسی بات پر حیرت ہے کہ اس نے مجھے چھڑانے کی اب تک کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے اپنے آدمیوں کو کوئی اشارہ کر دیا تھا؟" میں نے اسے گھورا۔

"ہرگز نہیں ــــ لیکن باس میں نہیں ہوں۔ میں تو خود کسی اور کو جواب دہ ہوں اور تم کیا سمجھتے ہو' میں نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا' نہیں' میں نے جو کچھ بھی کیا عدنان کی ہدایت پر کیا۔ یہ اسی کی خواہش تھی کہ تمہیں اس کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا جائے اور اس کے لئے تمہیں کسی بھی معاوضے پر رضامند کر لیا جائے۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے سونیا کو چھوڑ دیا ہے تو اس نے میرے اس اقدام کو سراہا۔"

"تم کو ٹھی میں گھسنے سے تمہاری خواب گاہ تک پہنچنے میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ اتنی جلدی تم نے ہدایات کس طرح لے لیں؟"

"فون پر میرا اس سے مسلسل رابطہ تھا۔ سلوی خواب گاہ میں سونیا کے پاس موجود تھی اور میں عدنان عباسی کو ایک ایک لمحے کا آنکھوں دیکھا حال سنا رہا تھا۔ اس کے جرائم کی فہرست سن کر تمہارا خون کھول اٹھے گا مگر جب میں نے اسے یہ اطلاع دی کہ کوئی شخص کوٹھی میں گھسا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ اگر وہ شخص خواب گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کی جان بخشی کر دی جائے۔ اسے ایسے جرأت مند لوگوں کی ضرورت ہے جو اس کے لئے کارہائے نمایاں انجام دے سکیں۔"

"سلوی کے اور اس کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے؟"

... میں نے پوچھا۔

"کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تعلق تو صرف میرے اور سلوی کے درمیان ہے وہ تو یہی سمجھتی ہے کہ اس کا تعلق عدنان عباسی سے ہے۔"

"پھر کیا تمہیں اتنا اختیار ہے کہ عدنان عباسی کے علم میں لائے بغیر اس کیمپ سے اقدامات کر سکو؟"

"سونیا کا اغوا ذاتی معاملہ تھا اور اس میں تنظیم کے ملوث ہونے کا امکان نہیں تھا اس لئے سلوی کی فرمائش پر میں نے یہ قدم اٹھا لیا۔"

"لیکن اس میں تنظیم ملوث ہو ہی گئی۔" میں نے کہا۔ "سونیا کے بارے میں تم نے عدنان کو کیا بتایا تھا؟"

"حقیقت حال ہی بتائی تھی۔ وہ میرے اور سلوی کے تعلقات سے واقف ہے بلکہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اس معاملے میں سونیا بے قصور ہے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "اور وہ تمہاری ہی وجہ سے مشکل میں پھنسی ہے؟"

اس نے معذرت خواہانہ انداز میں پہلو بدلا "مجھے تو سلوی نے جو کچھ بتایا تھا اس کے مطابق..."

"قصور سونیا کا ہی ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہی کہنا چاہتے ہو نا؟"

"ہاں" عدنان جھجک گیا "سلوی کے بیان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سونیا نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔"

"تم نے سلوی کے بیان کی تصدیق کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا "میری نظر میں تمہارا یہی ایک جرم تمہیں سزا دینے کے لئے بہت کافی ہے۔"

"تصدیق تو تم نے بھی نہیں کی۔" اس نے نرمی سے کہا "ممکن ہے سونیا نے ہی غلط بیانی کی ہو۔"

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ میں تصدیق کئے بغیر کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاتا... اور اب مجھے جلدی جلدی اپنے بارے میں آگاہ کر ڈالو۔"

"میرا اصل نام تمکین ہے۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا مگر وہ اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا "عدنان سے میرے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ ہم دونوں ہی چھوٹے موٹے جرائم کے ذریعے گزر بسر کیا کرتے تھے۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور عدنان کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا۔ وہ حکمران پارٹی میں شامل ہو گیا تھا اور ان کے لئے کئی کارنامے کر کے ان کے درمیان اپنی ایک پوزیشن بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے دشمنوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ اسی موقع پر عدنان نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے آفر کی کہ میں پلاسٹک سرجری کرا کے اس کا ہم شکل بن جاؤں تاکہ وہ سکون سے اپنا کام کر سکے۔ ان دنوں میری نئی نئی شادی ہوئی تھی اور میرے حالات بہت خراب چل رہے تھے۔ اس کام کے عوض وہ مجھے جتنی رقم کی پیشکش کر رہا تھا وہ میرے لئے ایسی نہیں تھی کہ میں اسے نظر انداز کرتا۔ میں نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا۔ وہ فوراً ہی تیار ہو گئی۔ بس ایک راز داری کی شرط تھی۔ میں نے سوچا یہ شرط پوری کرنا کیا مشکل ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس راہ میں آگے چل کر میرا کیا حشر ہونے والا ہے؟ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں نے اس کی پیشکش رد کر دی ہوتی۔ بہرحال میں نے سرجری کرائی اور اس کی جگہ لے لی۔ اس وقت عدنان کے یہ ٹھاٹ باٹ نہیں تھے۔ مجھ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے مگر میں کسی نہ کسی طرح بچتا رہا۔ اس کے بعد عدنان کی مزید ترقی کا دور شروع ہوا۔ اس کے ساتھ میری ترقی بھی شروع ہو گئی۔ آج میری پوزیشن تمہارے سامنے ہے لیکن اب عدنان میرے لئے پہلے والا عدنان نہیں رہا۔ اب وہ میرا آقا ہے اور میں اس کا ملازم ہوں۔ مجھے اس مصنوعی زندگی سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں 'میں' نہیں رہا' کوئی اور ہو گیا ہوں۔ ذرا سوچو کہ کسی سے اس کی شخصیت چھین لی جائے تو اس پر کیا گزرے گی۔ سلوی کے تعلقات پہلے تمکین سے تھے۔ اب وہ تمکین کو بھول گئی ہے۔ وہ بھی مجھے عدنان عباسی سمجھتی ہے۔ عدنان کے تقریباً سارے ملازم مجھے عدنان سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری حیثیت اس کے ایک ادنیٰ ملازم سے زیادہ نہیں ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر وہ اپنے ماتحتوں کو قتل کرا دیتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر مجھ سے بھی کوئی غلطی ہوئی تو میرا حشر بھی دوسروں سے مختلف نہیں ہو گا۔"

"تم بے اختیار کس طرح ہو سکتے ہو جب کہ بصرہ میں اس کے تمام کاروبار کی دیکھ بھال تمہارے ذمے ہے؟" میں نے اپنے تاثرات چھپاتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔

"کاروبار کے معاملے میں میری حیثیت ایک منیجر سے زیادہ نہیں ہے۔ تمام بڑے بڑے فیصلے عدنان خود کرتا ہے۔"

"وہ خود بھی تو کبھی یہاں آتا ہو گا۔ ایسے موقع پر تم کیا کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"وہ کبھی کبھار ہی بصرے کا رخ کرتا ہے۔ اس کی آمد کی اطلاع مجھے قبل از وقت مل جاتی ہے اور میں روپوش ہو جاتا ہوں جب تک وہ بصرے میں رہتا ہے مجھے سب کی نظروں سے اوجھل رہنا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھانڈا پھوٹ سکتا ہے۔"

"کہانی تو تم نے بہت اچھی گھڑی ہے۔ اس کی داد نہ دینا بخیلی ہو گی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے خوش ہونا چاہیے مگر نہیں ہو سکتا۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تم نے میرے بیان کردہ حقائق کو تسلیم کر لیا تو عدنان کی تلاش میں نکل کھڑے ہو گے اور جیسے ہی اسے علم ہو گا کہ میں نے اس کا راز فاش کر دیا ہے۔ وہ میرے قتل کے احکامات صادر کرے گا اور اگر تم نے اس پر یقین نہیں کیا تو تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے لہٰذا میں تن بہ تقدیر ہو گیا ہوں۔"

"فرض کر لیا کہ تم عدنان نہیں تمکین ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدنان کو تمہارے اغوا کا علم کس طرح ہو سکے گا؟"

"بصرہ میں عدنان کی ایک منظور نظر مرجانہ مستقل طور پر رہتی ہے۔ وہی اس کی اصل نائب ہے اور عدنان کے بعد میں اس سے احکامات وصول کرتا ہوں۔ بصرہ میں وہ واحد شخصیت ہے جو میری حقیقت سے واقف ہے۔ سونیا کے اغوا سمیت وہ پورے منصوبے سے واقف تھی۔ اس کا حکم میرا حکم یعنی عدنان عباسی کا حکم تصور کیا جاتا ہے۔ اسے یہ اختیار بھی ہے کہ عدنان کے کسی بھی ملازم کو براہ راست کوئی بھی حکم دے سکے۔ جب میں نے اسے کوئی وجہ بتائے بغیر اپنی غیر حاضری کے بارے میں بتایا تھا تو وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ دوسرے لوگ تو خیر مطمئن ہو گئے ہوں گے لیکن مرجانہ جانتی ہے کہ میں عدنان کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا اس نے فوری طور پر ان دونوں محافظوں کو طلب کیا ہو گا جو میرے ساتھ ہوٹل میں موجود تھے۔ ان سے پوچھ گچھ کرنے پر اس کی سمجھ میں ساری بات آ گئی ہو گی۔ رہی سہی کسر ڈرائیور کی واپسی سے پوری ہو گئی ہو گی پھر اس نے تمام حالات سے عدنان کو مطلع کر دیا ہو گا اور اس نے اس ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اسے جو بھی ہدایات دی ہوں گی اس وقت مرجانہ ان پر عمل کرنے میں مصروف ہو گی۔"

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اس کی بات میں کتنی صداقت ہے اس نے قبل ازیں مجھ سے کئی جھوٹ بول چکا تھا لیکن اس بار اسے سلوی کی تائید بھی حاصل تھی ویسے بھی خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کی تمام باتوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تاکہ اپنے بچاؤ کی تدابیر کی جا سکیں۔ اگر میں اس کے بیان کو جھوٹ ہی سمجھتا رہتا اور وہ سچ ثابت ہوتا تو میں کسی بہت بڑی ناگہانی مصیبت سے بھی دوچار ہو سکتا تھا۔

"تمہیں کچھ اندازہ بھی نہیں ہے کہ سونیا کو کہاں لے جایا گیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ اندازہ کرنا مشکل ہے۔ عدنان کے یہاں کئی ٹھکانے ہیں۔ ممکن ہے اسے مرجانہ کے بنگلے پر لے جایا گیا ہو۔"

"لیکن اسے تو تم نے سلوی کی فرمائش پر اغوا کرایا تھا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ عدنان کا منصوبہ تھا تاکہ اگر تم اس کے لئے کام کرنے پر رضامند نہ ہو تو تمہیں اس کے ذریعے سے مجبور کیا جاسکے۔ میں نے سلوی پر یہی ظاہر کیا تھا جیسے میں اسے سلوی کی خواہش پر اغوا کرا رہا ہوں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ جب عدنان کا مقصد پورا ہوجائے گا تو میں اسے اپنی تحویل میں لے لوں گا۔"

"مجھے مرجانہ کی رہائش کا پتا بتاؤ۔" میں نے کہا اور وہ ایک بار پھر ہچکچاہٹ کا شکار نظر آنے لگا۔

"اگر تم وہاں گئے تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ میں نے ہی تمہیں اس کے پتے سے آگاہ کیا ہے۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اور اس طرح تمہاری زندگی خطرے میں پڑجائے گی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہی کہنا چاہتے ہونا۔"

"ہاں، صرف شبے کی بنیاد پر عدنان مجھے دیکھتے ہی گولی ماردینے کا حکم دے سکتا ہے۔"

"تم مجھے اپنے بچوں کے واسطے دے رہے تھے کیا تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ ایک طوائف سے تعلقات رکھ کے تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کررہے ہو؟"

"بارہا سوچا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن جب میرے پاس جرائم کی راہ چھوڑنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے تو میں کیوں اس سے قطع تعلق کروں۔ دولت تو ویسے بھی تمام جرائم کی پردہ پوشی کردیتی ہے۔"

"عدنان تمہیں بعد میں مارے گا اس سے پہلے تمہیں میری طرف سے خطرہ ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تم پر کوئی آنچ نہ آنے پائے لیکن میں کسی بھی قیمت پر پیچھے نہیں ہٹ سکتا اگر میں نے کسی بھی وجہ سے پسپائی اختیار کی تو ساری زندگی سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو کچھ بھی میں پوچھوں سیدھے مجھے بتاتے رہو۔"

"وہ تو بتانا ہی پڑے گا۔" اس نے ایک طویل سانس لی اور مجھے مرجانہ کے پتے سے آگاہ کردیا۔

"اب یہ بھی بتاڈالو کہ اس کے بنگلے پر کس قسم کے حفاظتی انتظامات ہیں؟"

تمکین نے ایک طویل سانس لی "وہ کتے پالنے کی شوقین ہے۔ تم خود اندازہ کرسکتے ہو کہ اس کے بنگلے پر کیا حفاظتی انتظامات ہوسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تمہیں سلوی والے کمرے میں بند کردوں یا تم کوئی علیحدہ کمرا پسند کروگے؟"

تمکین کی خواہش پر میں نے اسے دوبارہ اسی کمرے میں پہنچادیا اور خود واپس آکر ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر نیم دراز ہوگیا۔ صورت حال بڑی گمبھیر ہوگئی تھی۔ سلوی کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ جس شخص کو میں نے عدنان سمجھ کر پکڑا تھا وہ واقعی عدنان نہیں ہے بلکہ تمکین ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہو میرا اس سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔ اس پورے ہنگامے کی پشت پر سلوی تھی۔ اسی کی وجہ سے عدنان عباسی یا تمکین اس میں ملوث ہوا تھا اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ عدنان عباسی سے میری باقاعدہ دشمنی ہوگئی تھی۔ سونیا اس کے قبضے میں تھی جسے اس کے چنگل سے آزاد کرانا میری ذمے داری تھی۔ دوسری طرف عدنان نے بھی اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا ہوگا۔ میری وجہ سے اسے جو زک اٹھانا پڑی، اسے برداشت کرنا اس کے لئے کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس بات سے مجھے بہرحال کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ اصل عدنان کون ہے اور نقل کون؟

دلچسپی ہو یا نہ ہو یہ الگ معاملہ تھا..... اب تو میں مجبور تھا۔ عدنان نے اپنی توجہ مجھ پر مرکوز کردی تھی۔ میں دلچسپی نہ لیتا تو مارا جاتا۔ عدنان عباسی کا جو خاکہ بنا تھا اس کے پیش نظر اس سے درگزر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ مجھے اپنے لئے کام کرنے پر مجبور نہیں کرسکا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی مجھے خیالات کی دنیا سے باہر لے آئی۔ ...ریسیور اٹھاتے وقت میں سوچ رہا تھا کہ دوسری طرف میرے وہی نامعلوم دشمن ہوں گے مگر اس بار معاملہ مختلف تھا۔ دوسری طرف سے جو آواز سنائی دی اسے سن کر یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ آواز کسی مشین سے برآمد ہوئی ہو۔

"کون بات کررہا ہے؟" لہجہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

"تم کون ہو؟" میں نے جوابی سوال کیا۔ میرے ماتھے پر ناگواری سی شکنیں پڑگئی تھیں۔

جواب میں اس مشینی آواز نے ٹیلی فون نمبر دہرایا۔ "کیا تم اس نمبر سے بات کررہے ہو؟"

"ہاں" میں نے بھی بے تاثر آواز میں کہا "تمہیں کس سے بات کرنی ہے؟"

"اگر تم اسی نمبر سے بول رہے ہو تو تمہیں علی حماد ہونا چاہیے۔"

"ہاں میں علی حماد ہی ہوں" میری پیشانی پر پڑی ہوئی شکنیں کچھ اور گہری ہوگئیں "مگر میں تمہیں شناخت نہیں کرسکا۔ تم کون ہو؟"

جواب میں ایک قہقہہ سنائی دیا۔ یہ بھی ایسا ہی تھا جیسے کسی مشین سے آواز نکلی ہو۔

"تم شناخت کربھی نہیں سکتے۔ اگر تم عدنان عباسی کو رہا کردو تو تمہاری جان بخشی کی جاسکتی ہے۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سرہلایا "کون عدنان عباسی؟"... میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"وہی جسے تم نے اغوا کیا ہے۔ تمہاری بھلائی کے لئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ یا تو اسے رہا کردو یا بدترین صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

"ٹھیک ہے میں اسے رہا کردوں گا مگر پہلے اس نے میری بیوی کو اغوا کیا تھا۔ میں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کی ہے۔"

"سودے بازی کرنا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ تم سے جو کچھ کہا جارہا ہے کرو ورنہ نتائج کے ذمے دار تم خود ہوگے۔"

"سودے بازی کرنا تمہارے اصول کے خلاف ہے اور دوسروں کے سامنے جھکنا میرا شیوہ نہیں ہے لہٰذا مزید گفتگو کرنا لاحاصل ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، پہلے تم عدنان کو رہا کردو پھر ہم تمہاری بیوی کو بھی چھوڑدیں گے۔"

"نہیں" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا "جسے پہلے اغوا کیا گیا ہے، رہا بھی پہلے وہی کیا جائے گا۔"

"تم بہت ہٹ دھرم آدمی ہو۔ تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ اس طرح انکار کرکے تم اپنے لئے کتنی مشکلات پیدا کرلوگے۔"

"ہٹ دھرم میں نہیں ہوں بلکہ تم ہو۔ میں نے تو ایک اصول کی بات کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم تمہیں دوبارہ فون کریں گے۔ اس وقت تک انتظار کرو۔"

فون بند کرکے میں دوبارہ سوچ میں ڈوب گیا۔ عدنان کے آدمیوں نے دوبارہ اسی بنگلے کی نگرانی شروع کردی تھی اور کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ اس وقت جو فون مجھے موصول ہوا تھا۔ وہ بھی خاصا الجھا دینے والا تھا۔ وہ آواز قطعی غیرانسانی معلوم ہوتی تھی گویا وہ کوئی مشینی آواز تھی۔ ....سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ عدنان کا گروہ کتنا منظم ہے؟

کیا تھوڑی دیر قبل میں نے کسی کمپیوٹر سے شرف ہم کلامی حاصل کیا تھا۔ کم از کم عراق میں کسی ایسے کمپیوٹر کی موجودگی عجب خیز تھی جو باتیں بھی کرسکتا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کوئی آدمی ہی ہو مگر آدمی کے لہجے میں جذبات کی تھوڑی بہت آمیزش تو ہو ہی جاتی ہے؟

میں محسوس کررہا تھا کہ اتنے منظم گروہ سے تنہا ٹکرانا آسان نہیں ہوگا۔ میرے ذہن میں عراقی انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل نعمان کا نام آیا مگر میں نے اس سے مدد لینے کا خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ میرے اندازے کے مطابق عدنان عباسی کے سامنے کرنل نعمان بھی بے بس ہوگا۔ مجھے یہ احساس بھی تھا کہ کرنل نعمان تک نہ صرف آرتھر اور نارمنڈو کے قتل کی اطلاع پہنچ گئی ہوگی بلکہ وہ میرے غائب ہوجانے پر پریشان بھی ہورہا ہوگا لیکن میں اس سے رابطہ قائم نہ کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔

میری نظر میں کرنل نعمان اپنے تمام تر اختیارات کے باوجود ایک بے بس آدمی تھا اور کسی بے بس آدمی کے لئے کام کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس سے بہتر تو یہ ہوتا کہ میں عدنان کے لئے ہی کام کرلیتا جو کم از کم با اختیار تو تھا۔

عدنان عباسی بعث پارٹی کا سرکردہ کارکن تھا اور اس سے الجھنے کا مطلب تھا حکومت سے تصادم، مگر میں اس تصادم کو کس طرح روک سکتا تھا۔ جب قسمت میں دربدری لکھ دی گئی ہو تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔ آدمی کتنا بے بس ہے۔

اب میرے سامنے ایک طرف عدنان عباسی تھا اور دوسری طرف وہ پارٹی تھی جس نے آرتھر کے گھر پر شب خون مارا تھا۔ وہ دونوں ہی میرے دشمن ہورہے تھے۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک سے مصالحت کرلینی تھی۔ عدنان سے مصالحت کرنا ممکن نہیں تھا۔ تو پھر.....؟

میں اٹھ کر کھڑکی کے قریب آیا اور پردہ سرکا کر سامنے والے بنگلے کی طرف دیکھنے لگا۔ میرے پاس انتظار کرنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ جو بھی فیصلہ کرنا تھا فوری طور پر کرنا تھا۔ عدنان عباسی کے ہاتھ بہت لمبے تھے اور وہ کسی بھی وقت میرے خلاف کوئی کارروائی کرسکتا تھا۔ اپنا دفاع کرنے کے لئے میں ایک ناگوار فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

میں پلٹ کر ٹیلی فون سیٹ تک آیا اور ریسیور اٹھا کر سامنے والے بنگلے کا فون نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جو میں اس سے قبل بھی ایک بار سن چکا تھا۔

"میں علی حمار بات کر رہا ہوں۔" میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔

"تم... تم..." اس کا لہجہ ہیجانی ہو گیا۔ اس نے میری آواز پہچان لی تھی۔

"خبردار!" میں نے تیزی سے کہا "اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ ہو سکے تو مجھ سے مل لو۔"

"تم... تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔" اس نے کہا' اس کے لہجے میں اب بھی ہیجان تھا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ میں کہاں ہوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "وقت مت ضائع کرو۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ معلوم نہیں میں نے صحیح قدم اٹھایا تھا یا نہیں... لیکن اب تو میں اپنی اصلیت ظاہر کر ہی چکا تھا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دروازے پر دستک کی آواز سن کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اگر گیٹ سے اندر آنے کی کوشش کرتا تو اسے کال بیل بجانی پڑتی اس لئے کہ گیٹ تو بند تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ عدنان کے آدمیوں کو جل دے کر کسی اور طرح اندر گھسا ہے۔

دروازہ کھولتے ہی میری نظر اس پر پڑی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ اگرچہ میک اپ میں تھا مگر میری نگاہوں سے چھپ نہیں سکتا تھا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر صرف ایک لمحے کے لئے جھجکا تھا اور جب میں نے اسے اندر آنے کے لئے کہا تو اس نے ایک نعرہ لگا کر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا "الگ ہٹو۔"

"نہیں چھوڑوں گا' کتنی مشکل سے تو ملے ہو اور اب کہہ رہے ہو چھوڑ دوں۔"

میں نے اسے گردن سے پکڑ کر خود سے علیحدہ کیا اور وہ احتجاج کرنے لگا "ارے چھوڑو میری گردن ٹوٹ جائے گی۔"

"ٹوٹ جانے دو" میں نے دوسرے ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے بڑی بے نیازی سے کہا۔

"ارے خدا کے واسطے چھوڑ دو۔ کیوں میری جان لینے پر تل گئے ہو۔" وہ بری طرح مچل رہا تھا۔

"جاؤ خدا کے واسطے تمہاری گردن چھوڑ دی مگر اب مجھ سے لپٹنے کی کوشش مت کرنا۔"

"تم بہت سنگدل ہو چیف" اس پستہ قامت نے کہا جو بڈ کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا "ہم تمہاری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور تم بڈ کی گردن توڑنے کے چکر میں ہو۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ حالات بہت سنگین ہو گئے ہیں۔ میں نے مجبوراً تم پر اپنی اصلیت ظاہر کی ہے۔"

"وہ تو میں تمہاری آواز سنتے ہی سمجھ گیا تھا چیف!" بڈ نے میرے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں عدنان پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔"

"جسے میں نے عدنان سمجھ کر اغوا کیا تھا وہ عدنان کی ڈمی ہے۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

بڈ میری بات سن کر اچھل پڑا "کیا کہہ رہے ہو چیف!" اس نے انتہائی حیرت سے کہا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ جس شخص کو میں نے اغوا کیا ہے۔ اس کا اصل نام تمکین ہے اور یہ مستقل عدنان کے روپ میں رہتا ہے۔"

"کیا... یہ سب باتیں اس نے تمہیں خود سے بتائی ہیں؟"... بڈ نے پوچھا۔

"خود سے نہیں بتائیں' میں نے اس سے اگلوائی ہیں۔ ایسی باتیں کبھی خود سے نہیں بتائی جاتیں۔"

"اس نے اپنی جان بچانے کے لئے تم سے جھوٹ بولا ہوگا۔" بڈ نے کہا۔

"تم مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو کہ میں اس کے بیان پر اتنی آسانی سے یقین کر لوں گا۔" میں نے بڈ کو گھورا اور وہ گڑبڑا گیا۔

"ن... نہیں" بڈ ہکلا گیا "میرا مطلب یہ تھا کہ تمہیں اس کے بیان کی تصدیق کر لینی چاہیے تھی۔"

"میں پہلے ہی تصدیق کر چکا ہوں۔ ظاہر ہے اتنی بڑی بات پر آنکھ بند کر کے تو یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"کہیں آئے گئے بغیر تم نے کس طرح اس کے بیان کی تصدیق کر لی؟" بڈ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس بحث کو چھوڑو بے" میں نے جھنجلا کر کہا "مسئلہ یہ ہے کہ اصل عدنان عباسی میرے گرد گھیرا تنگ کر رہا ہے۔"

بڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا "ایسی باتیں تمہارے لئے مسئلہ کب سے ہو گئیں۔"

"جب سے دو افراد میری قید میں ہیں۔" میں نے کہا۔ "میں اگر تنہا ہوتا تو مجھے کوئی پروا نہیں ہوتی۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔" بڈ بڑبڑایا "کبھی تو تم اتنے نڈر ہو جاتے ہو' ارے ہاں۔" وہ یک بیک چونک پڑا "تمہیں میرے بارے میں کس طرح علم ہوا؟"

میں مسکرایا "تم بہت باصلاحیت سہی بڈ' مگر میرے سامنے طفل مکتب ہو۔" "یہ بات تو مجھے تسلیم ہے چیف' ورنہ بڈ کسی کے سامنے نہیں جھکتا مگر تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"جب تم نے پہلی بار مجھے فون کیا تو آواز بدل کر بول رہے تھے اس لئے میں تمہیں نہیں پہچان سکا تھا لیکن جب تم نے مجھ پر اپنی معلومات کا زیادہ رعب ڈالنے کی کوشش کی تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ جس قسم کی حماقت تم نے کی تھی اس سے کوئی بھی نتیجہ اخذ کر سکتا تھا کہ اس بنگلے کی نگرانی ہمہ وقت کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے اس کے بغیر اتنی اپ ٹو ڈیٹ معلومات نہیں ہو سکتیں۔ انہی خطوط پر غور و فکر کرنے کے بعد میں نے سامنے والے بنگلے کا فون نمبر ڈائریکٹری سے تلاش کیا اور جب دوسری طرف سے فون اٹھایا گیا تو تم نے اپنی اصلی آواز میں بولنے کی حماقت کی۔ بچی بات تو یہ ہے کہ تمہاری آواز سن کر میں سناٹے میں آ گیا تھا لیکن پھر مجھے تمہاری حماقتوں پر غصہ آ گیا۔ آخر ان حماقتوں کی کیا ضرورت تھی؟"

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو ہمارے ہاتھوں مارا گیا ہوتا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا "یہ تو ہماری بدقسمتی ہوئی کہ نارمن تھیلوف کے میک اپ میں ہمارے مدمقابل تم نکلے۔"

"بکواس مت کرو" میں نے خشمگیں لہجے میں کہا "کسی روز تم اپنی کسی حماقت کے نتیجے میں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو جاؤ گے۔"

"ابھی تک تو ایسا کوئی مائی کا لال پیدا نہیں ہوا جو بڈ کو دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر سکے۔" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا۔ میں نے بڈ کو گھور کر دیکھا تو وہ مجھ سے نظریں چرانے لگا پھر اٹک اٹک کر بولا۔

"تم ہمیشہ بڈ کو ناجائز طور پر دبانے کی کوشش کرتے ہو چیف' بڈ اگر زبان کھولے تو اس پر ڈانٹ پڑتی ہے۔"

"بکو" میں نے بدستور اسے گھورتے ہوئے کہا "کیا بکنا چاہتے ہو۔"

"جب تم نے مجھے پہچان لیا تھا تو خود کو چھپائے رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تم خود کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے؟"

"تمہاری حماقتوں کی وجہ سے میں نے تمہیں سزا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم نے بھی ڈراپ میں حماقت کی تھی' اگر ہم میں سے کسی کے ہاتھوں مارے جاتے تو کیا ہوتا؟"

"میں نے اچھی طرح غور کر لیا تھا۔ وہ درزی سے اتنی بری طرح مشکوک ہو گئے تھے کہ اپنا امر بغیر میرے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔"

"تمہاری یہ بات درست ہے چیف! جب تم نے ہمارے بتائے ہوئے نشان کو ضرب کا نشان قرار دیا تو مجھے چونکنا ہوا پڑا کیونکہ موساد کے ایجنٹ اس نشان سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"

"واقف تو میں بھی ہوں مگر چونکہ پہلی بات یہی ذہن میں آئی تھی اس لئے ذہن کسی اور طرف منتقل ہی نہیں ہو سکا۔ جب تم نے "آئی کو ون" اور "او کو زیرو" والی مثال دی تو یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ ضرب کا نشان نہیں بلکہ انگریزی حرف ایکس تھا اور ظاہر ہے کہ یہ حرف تہذیب یا ظلم ایکس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔"

"تم نے تو ہم لوگوں سے یوں منہ موڑا کہ پھر پلٹ کر خبر تک نہ لی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے بے مروت بھی ہو سکتے ہو۔"

بڈ کا کہنا اپنی جگہ درست تھا۔ میں نے واقعی ان لوگوں کی خبر نہیں لی تھی لیکن وہ یہ بات نہیں جان سکتا تھا کہ تہذیب سے یوں قطع تعلق کر لینے سے مجھ پر کیا بیتی تھی۔ میں نے خود سے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ تہذیب نے خود ہی اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ مجھ سے علیحدہ رہ کر کام کرنا چاہتی ہے۔ تہذیب جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی' میں اس کی خواہش کس طرح رد کر سکتا تھا۔ جذباتی بحران تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ آدمی اپنی ہر کیفیت سے لڑ سکتا ہے' بڑے بڑے طوفانوں سے سرخرو ہو کر ابھر سکتا ہے تو اپنی کسی محبوب ہستی کی خواہش پر کوئی قربانی کیوں نہیں دے سکتا؟

میں نے بھی تو یہی کیا تھا۔ تہذیب کی خواہش پر خود کو اس سے دور کر لیا تھا۔ میں نے کوئی جرم تو نہیں کیا تھا' مگر میں مجرم گردانا جا رہا تھا اور مجھے مجرم گردانے والا کون تھا وہ کوئی غیر نہیں تھا میرا سب سے قریبی ساتھی تھا... جو میرے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار رہا کرتا تھا۔ جس نے میری خاطر سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور صرف میرا ہو رہا تھا۔ وہ جو میرے احکامات پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھا کرتا تھا مجھ سے میری بے مہری کا شکوہ کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اسے کیا بتاؤں کن الفاظ میں اپنی صفائی پیش کروں۔

"کیا تہذیب کو بھی مجھ سے یہی شکایت ہے۔" میں نے کہا۔ تمام تر کوششوں کے باوجود میں اپنی آواز کی بھراہٹ پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

"ہم لوگ پوری دنیا میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے آوارہ علی گروپ کا ہر ممبر تمہاری تلاش میں ہے۔"

"تہذیب کہاں ہے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی میں پوچھ بیٹھا "کیا وہ بھی مجھے یاد کرتی ہے؟"

بڈ نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "تمہارے بعد میڈم ہی تو ہماری انچارج ہیں۔ کیا ان کی مرضی کے بغیر ہم کوئی کام کر سکتے ہیں؟"

بڈ کے جواب سے صاف ظاہر تھا کہ تہذیب مجھ سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہ رہی ہے۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہے چیف کہ ہم لوگ کب سے تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں مجھے بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"

"تمہیں واقعی نہیں معلوم ہو سکتا۔" بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تمہیں یاد ہو گا کہ تم امریکا سے شام آئے تھے اور تم نے وہ اسلحہ ساز فیکٹری تباہ کر دی تھی جو ارلیو ہاورڈ اور بیروت رائنل کے اشتراک سے شام میں خفیہ طور پر قائم کی گئی تھی۔ اس فیکٹری کے ساتھ ہی ارلیو ہاورڈ بھی ہلاک ہو گیا تھا۔ ہم لوگ اس وقت امریکا میں ہی تھے اور ہم نے اس کامیابی کا جشن بھی منایا تھا۔ اس کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ تم نے شامی فوج میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ میڈم اس اطلاع پر خوش بھی ہوئی تھیں اور افسردہ بھی تھیں۔"

"اس میں افسردہ ہونے والی کون سی بات تھی؟" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"میڈم کے خیال میں تم نے خود کو محدود کر لیا تھا۔ ان کا موقف تھا کہ تمہیں یہودیوں کا مقابلہ زیادہ وسیع محاذ پر کرنا چاہیے۔ خوشی ان کو تمہارے جذبے کی تھی جس کے تحت تم فوج میں شامل ہوئے تھے تاہم تم نے جلدی میں اپنے اس فیصلے پر نظرثانی کر لی۔ شاید تمہیں خود بھی احساس ہو گیا ہو گا کہ تم نے صحیح فیصلہ نہیں کیا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں چیف؟"

"تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو لیکن یہ تجزیہ بھی تہذیب نے کیا ہو گا؟" میں نے کہا اور بڈ جھینپ گیا۔

"ہاں! پھر تم بیروت میں ایک مشن کی تکمیل کے بعد اسرائیلیوں کی قید میں چلے گئے۔ میں بیان نہیں کر سکتا چیف کہ تمہاری گرفتاری کی خبر سن کر میڈم کی کیا حالت ہوئی تھی۔ ہم نے تمہیں اسرائیلیوں کی قید سے رہا کرانے کے لیے ایک منصوبہ بنایا اور بیروت پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے … اس کیمپ کے ایک افسر کو اغوا کر لیا جہاں تمہیں قید کیا گیا تھا۔ ہمیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ تمہاری اصلیت سے ناواقف تھے۔ بہرحال یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ تم پہلے ہی ان کی قید سے فرار ہو چکے ہو۔ مزید تصدیق کرنے کی غرض سے ہم نے ایک اور افسر کو اغوا کیا۔ اس سے بھی وہی معلومات حاصل ہوئیں۔ ان معلومات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ تم نے جام شہادت نوش کر لیا ہو گا لیکن میڈم اس بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ جب تک علی یار خان کے بارے میں کوئی حتمی اطلاع نہ مل جائے۔ علی گروپ کا ہر ممبر تمہاری تلاش پر مامور رہے گا۔"

"تو کیا تم لوگ اس وقت سے ہی مجھے تلاش کر رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں! تمہاری شہادت کی تصدیق بھی نہیں ہو پا رہی تھی اور سراغ بھی نہیں مل رہا تھا۔ آخر کار میڈم نے نیا حکم جاری کیا کہ تمہارے بارے میں کوئی اطلاع ملنے تک جو بھی یہودی ایجنٹ زد پر آئے اسے بلا تردد ہلاک کر دیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ اسے کس نے ہلاک کیا ہے۔"

"اسی لئے تم لوگ ایکس کا نشان استعمال کر رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں شروع میں ہم نے انہیں بتا دیا تھا کہ ایکس سے مراد تہذیب مالکم ایکس ہے۔ اس کے بعد ہم صرف ایکس کا نشان بنانے پر ہی اکتفا کرنے لگے۔ اب تک ہم ان کے درجنوں ایجنٹ ہلاک کر چکے ہیں اور موساد کے حلقوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ پوزیشن یہ ہے کہ ہم تمہاری تلاش میں ہیں اور موساد کے ایجنٹ علی گروپ کے ارکان اور تہذیب مالکم ایکس کا سراغ لگانے کے درپے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اپنا ہیڈ کوارٹر بیروت سے گوٹے مل منتقل کر دیا ہے۔ بیروت میں ہمارے لئے اپنا وجود برقرار رکھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔"

گوٹے مل کے ذکر سے مجھے جنرل اور کیپٹن براؤن یاد آ گئے اور میں نے بڈ سے ان کے بارے میں پوچھا۔

"وہ دونوں بھی تم سے بے حد محبت کرتے ہیں چیف! اور جب سے تمہاری زندگی کی خبر ملی ہے وہ دونوں بھی تم سے ملنے کے لئے بے چین ہیں۔"

"میری زندگی کی خبر!" میں نے حیران ہو کر کہا "انہیں … معلوم ہوا کہ میں زندہ ہوں؟"

"اسرائیلی کیمپ کے کمانڈر کے اغوا ہونے کے بعد تمہاری زندگی کا راز افشا ہوا کیونکہ اس سے قبل بھی ہم نے تنظیم آزادی فلسطین سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کی تھیں مگر ہر بار انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ کمانڈر کے اغوا ہونے کے بعد انہوں نے ہمیں تمہارے بارے میں بتا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں نظر آ رہے ہیں۔"

میں خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔ ایک عرصے بعد تہذیب کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تھا اور وہ مجھ سے ملنا چاہ رہی تھی۔ اب میرے لئے مزید ضبط کرنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

"لیکن تہذیب کہاں ہے؟ کیا وہ بھی تم لوگوں کے ساتھ موجود ہے۔" میں نے بے تابی سے کہا۔

بڈ مسکرا دیا "فراق کی ایک رات اور باقی رہ گئی ہے۔ میڈم کل صبح یہیں پہنچ جائیں گی۔"

مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ تہذیب اگر مجھ سے ملنے کے لئے اتنی بے چین تھی تو اصولی طور پر اسے پہلی فرصت میں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔

"تم لوگ یہاں کب سے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کئی روز ہو گئے۔" بڈ نے بتایا "ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ تم یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ اس کے بعد ہم کچھ معلوم نہیں کر پا رہے تھے۔"

"تہذیب نے یہاں پہنچنے میں اتنی دیر کیوں کر دی۔ وہ تو مجھ سے ملنے کے لئے بہت بے تاب تھی؟"

"اس سوال کا جواب تو میڈم ہی دے سکیں گی۔ بڈ بھلا کیا بتا سکتا ہے۔" بڈ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو بڈ!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔"

"ہاں" بڈ نے خلاف توقع بڑی شرافت سے اعتراف کر لیا "میں واقعی تم سے کچھ چھپا رہا ہوں۔ مجھے میڈم کی تاخیر کی وجہ معلوم ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ وجہ تم خود ان کی زبانی ہی سنو۔"

"ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟"

"میں نے بتا دیا تو پھر چھپانے کو کیا رہ جائے گا۔" بڈ شرارت آمیز انداز میں مسکرایا پھر فوراً ہی سنجیدہ بھی ہو گیا "تم سے کون سی بات چھپائی جا سکتی ہے چیف! میڈم کی ہدایت تھی کہ اگر تمہارا سراغ مل جائے تو پہلی فرصت میں یہ اطلاع تم تک پہنچا دی جائے مگر میں ان کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟" میں نے اسے گھورا۔

"اطلاع بہت اہم ہے چیف! اگر میڈم کل صبح یہاں پہنچنے والی نہ ہوتیں تو میں تمہیں آگاہ کر دیتا مگر اب میں چاہتا ہوں کہ وہ بات تم خود میڈم کی زبانی ہی سنو۔"

مجھے بڈ پر غصہ تو آیا مگر میں نے اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں غصے میں ہوں۔ میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور اس سے پوچھا "تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تھی کہ میں نے اس بنگلے میں پناہ لی ہے؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم تمہاری تلاش کے ساتھ ساتھ یہودی ایجنٹوں کو بھی ٹھکانے لگا رہے تھے۔ یہاں ہم تمہیں تو نہیں ڈھونڈ سکے مگر آرتھر ہماری نظروں میں آ گیا۔ اس کے بارے میں چھان بین کرنے پر مزید شکوک و شبہات پیدا ہوئے اور پھر تم بڈ کے طریقہ کار سے تو واقف ہی ہو۔ ہم نے اس کی سیکرٹری کو اغوا کر لیا۔ جب اس کی سمجھ میں پیار محبت کی زبان نہیں آئی تو ہم نے اپنا مخصوص طریقہ کار آزمایا۔ نازک اندام سیکرٹری نے ذرا سے ہی تشدد کے بعد زبان کھول دی اور وہ باتیں تک بتا دیں جو ہم نے اس سے پوچھی بھی نہیں تھیں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ بحیثیت نارمن شیلوف میرے اس بنگلے میں پناہ لینے کے بارے میں تمہیں کس طرح معلوم ہوا اور تم غیر متعلق باتیں کر رہے ہو۔" میں نے جھنجھلائے لہجے میں کہا۔

"وہی بتا رہا ہوں چیف!" بڈ نے کہا "آرتھر کی نگرانی کرنے کی غرض سے ہم پہلے سے ہی سامنے والے بنگلے پر قابض تھے۔ اس علاقے کے بیشتر مکین اپنے مکانات چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نے عقبی روڈ کے ایک مکان پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ وہیں سے تمہیں اس بنگلے کی عقبی دیوار کودتے دیکھا گیا تھا۔ یہ بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی کہ یہاں سرونٹ کوارٹر میں صرف سونیا رہ رہی ہے۔ بنگلہ خالی پڑا تھا لیکن چیف اگر اس روز رات کو خدانخواستہ تم بھی ہماری کسی گولی کا نشانہ بن جاتے تو کیا ہوتا؟"

"وہی ہوتا جو گولی کا نشانہ بننے پر ہوتا ہے۔" میں نے سادگی سے کہا "فی الحال تو تم یہ بتاؤ کہ اس وقت یہاں کس طرح آئے ہو؟"

"برابر والا بنگلہ بھی خالی پڑا ہے۔" بڈ نے بائیں آنکھ دبا کر کہا "اسی کی دیوار کود کر آیا ہوں۔"

"اوہ گویا اس راستے سے فرار بھی ہوا جا سکتا ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔

"بڑی آسانی سے۔" بڈ نے کہا، "لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے۔"

"کیوں نہیں کروں گا۔ مجھے صرف سونیا سے دلچسپی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔"

"ان دونوں یرغمالیوں کا کیا بنے گا جو تمہاری قید میں ہیں؟" بڈ نے پوچھا "کیا انہیں یہیں چھوڑ جاؤ گے؟"

"ہاں" ان کے عوض کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مجھے ان سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے۔"

"تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا۔" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "بس اب یہاں سے نکل چلو۔"

"ابھی نہیں' اندھیرا پھیلنے کے بعد۔" میں نے کہا۔ "نگرانی کرنے والے میرے چہرہ آشنا ہیں۔ میں تمہاری طرح آسانی سے نہیں نکل سکوں گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی چیف۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم کسی چھوٹے آدمی سے نہیں الجھ سکتے تھے۔ ایک عدنان عباسی ہی ملا تھا تمہیں؟"

"میں اس سے نہیں الجھا' وہ مجھ سے الجھا ہے۔ میں تو اب بھی اس سے پہلو بچانا چاہ رہا ہوں۔"

"تم سونیا کو اس کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کرو گے تو تصادم لازمی ہے۔"

"کوشش تو یہی ہے کہ اس سے تصادم نہ ہونے پائے۔" میرا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"تمہاری بات اصولی طور پر درست ہے۔" دوسری طرف سے مشینی آواز آ رہی تھی "ہم سونیا کو رہا کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا "مجھے خوشی ہے کہ میرا ایک جائز مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔"

"ہم بہت فراخ دل لوگ ہیں۔ اصولی بات کوئی بھی کرے ہم اسے مان لیتے ہیں۔"

"شکریہ" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تو پھر اس تبادلے کی کیا صورت ہو گی۔"

"تمہارے لہجے میں طنز ہے۔" بے تاثر سپاٹ لہجے میں کہا گیا "لیکن ہماری طرف سے کوئی شرط عائد نہیں کی جا رہی۔ پہلے سونیا کو رہا کیا جائے گا۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچ جائے' اس کے بعد ہی تم عدنان اور سلوی کو رہا کرنا۔

یا ہم ایسا کرتے ہیں تاکہ تمہاری بدگمانی دور ہو جائے
... یقیناً تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ ہم تمہارے خلاف ر "تو گویا تمہارا پروگرام یہ ہے کہ تم ان دونوں کو رہا
چال نہ چل جائیں۔" نہیں کرو گے!" بڈ نے کہا۔
"میں واقعی یہی سوچ رہا تھا مگر اب مطمئن ہو "نہیں' میرا پروگرام یہ ہے کہ ان دونوں کو ضرور رہا
ہوں۔" میں نے کہا جب کہ درحقیقت میرے ذہن میں کروں گا" میں نے مسکرا کر کہا "وعدے کا پاس بھی تو کوئی
خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی تھیں۔ چیز ہوتی ہے۔"
"ہمیں تمہارا اطمینان ہی مقصود تھا۔ اب ہم سونیا "کیا یہ غلطی نہیں ہو گی چیف؟" بڈ نے کہا "اس طرح
رہا کر رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تم تک تم اپنے ہاتھ پیر نہیں کٹوا بیٹھو گے؟"
جائے گی۔" "میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے صرف سونیا کی رہائی
"اگر ایسا ہوا تو میں بھی ان دونوں کو رہا کرنے میں سے غرض ہے۔ اس نے برے وقت میں میری مدد کی تھی
زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔" اب میں اسے یوں بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا۔"
"تو پھر انتظار کرو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور "مگر ان دونوں کو رہا کرنے کے بعد تمہارے پاس کیا
سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ڈھال رہ جائے گی؟"
"کس کا فون تھا چیف؟" بڈ نے بے صبری سے پوچھا "وہ ڈھال نہیں یرغمال ہیں۔ مقصد پورا ہوتے ہی
"تم کس سے بات کر رہے تھے؟" میں انہیں آزاد کر دوں گا۔ عدنان عباسی سے الجھنا میرا
"ایک مشین سے۔" میں نے مسکرا کر کہا "جو عدنان مقصد ہے ہی نہیں۔"
عباسی کی نمائندہ ہے۔" "اس طرح تو تم عدنان عباسی کو خود پر حملہ کرنے کی
"مشین سے!" بڈ نے حیران ہو کر کہا "مشین بھلا کسی دعوت دو گے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ ان دونوں کے
کی نمائندگی کس طرح کر سکتی ہے؟" آزاد ہوتے ہی عدنان کے آدمی تم پر چڑھ دوڑیں گے۔"
"مجھے نہیں معلوم لیکن ہے وہ کوئی مشین ہی۔ کسی "میں تمہیں اتنا ہی احمق نظر آ رہا ہوں نا۔ ان دونوں
طرح آہٹ ہوتی ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا کو چھوڑنے کے بعد یہیں بیٹھ کر اس کے آدمیوں کا انتظار
سکتا۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسی مشین ہو جو انسانی آواز کو کرتا رہوں گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
خاص طریقہ کار کے ذریعے جذبات و تاثرات سے عاری "معلوم نہیں کیوں تمہارے سامنے عقل ہی خبط ہو کر
کر دیتی ہو۔" رہ جاتی ہے۔" بڈ نے جھینپ کر سر کھجاتے ہوئے کہا۔
"خاصی حیران کن بات ہے لیکن عدنان عباسی جیسے "ویسے کب خبط نہیں رہتی۔ فون پر اپنی معلومات کا
شخص کے لئے اس قسم کی مشینری مہیا کرنا کوئی بڑا مسئلہ رعب ڈالنے والی حرکت کیا عقل مندی کے زمرے میں
نہیں ہے۔" بڈ نے کہا "اب وہ کیا کہہ رہا ہے؟" آتی ہے؟"
"مشین کے ذریعے یہ فراخ دلانہ پیش کش ہوئی "بس' اب تم مجھے شرمندہ کئے جاؤ۔" بڈ نے منہ بنایا۔
کہ پہلے وہ لوگ سونیا کو رہا کریں گے۔ جب وہ میرے پاس ... کہ میں شرط لگا سکتا ہوں کہ اگر تمہاری جگہ واقعی
پہنچ جائے گی تب میں اپنے دونوں قیدیوں کو رہا کروں گا۔ نادر شیلوف ہوتا تو اس کا آدھا خون تو مارے خوف کے
"یہ بات بھی تعجب خیز ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں خشک ہو گیا ہوتا۔"
جو شخص تمہاری قید میں ہے وہ اصل عدنان عباسی ہی ہو "ہاں' شاید تمہاری بات درست ہو۔" میں بڑبڑایا۔
"نہیں... مجھے یقین ہے کہ وہ عدنان عباسی نہیں لیکن کیا تم ابھی واپس نہیں جاؤ گے؟"
... سونیا کو رہا کرنے کا ایک مقصد تو یہی ہے کہ میں "اس وقت واپس جانے کا کیا فائدہ ہو گا چیف! کچھ
عدنان کے ہم شکل کے راز سے آگاہ ہو جاؤں۔" دیر بعد اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ اب تمہیں ساتھ لے کر ہی
"اور دوسرا مقصد؟" بڈ نے پوچھا۔ جاؤں گا۔"
"وہ ضرورت سے زیادہ پر اعتماد ہیں۔ انہیں یقین میں خاموش ہو گیا۔ یہ بات میرے بنائے ہوئے
کہ جب میں ان... دونوں کو رہا کروں گا تو وہ مجھ پر منصوبوں کے خلاف ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ بڈ کو

اس کے بنگلے میں گھس کر حیران کر دوں گا مگر حالات کے تحت اس سے قبل از وقت ہی رابطہ قائم کرنا پڑ گیا۔ شاید ایک اعتبار سے یہ ٹھیک ہی ہوا تھا۔ میں تو بڈ کی بصرے میں موجودگی کو اتفاق پر محمول کر رہا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تہذیب مجھ سے ملنے کی خواہاں ہے۔ اس کی خاطر تو سارے پروگرام ترک کئے جا سکتے تھے۔

میں نے سوچا تھا کہ سلوی کو سزا دوں گا تاکہ آئندہ وہ سونیا سے الجھنے کی ہمت نہ کر سکے مگر میں اپنے اس منصوبے پر بھی عمل نہیں کر پایا تھا۔ اب اگر میں اسے یونہی چھوڑ دیتا تو وہ کسی اور ذریعے سے سونیا کو پریشان کرتی۔ ظاہر ہے میں سونیا کو تو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ اسے تو یہیں عراق میں ہی رہنا تھا۔

میں نے بڈ سے ڈرائنگ روم میں ہی ٹھہرنے کو کہا اور جا کر تمکین کو اس کے کمرے سے نکال لایا۔ سلوی نے ایک بار پھر مغلظات بکنا شروع کر دی تھیں مگر میں نے اس پر توجہ نہیں دی اور اسے واپس کمرے میں دھکیل کر تمکین کے ساتھ ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا۔

"بیٹھو" میں نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بڈ پر ایک سرسری نظر ڈالتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کچھ دیر قبل مجھے ایک فون موصول ہوا ہے۔" میں نے کہا "مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دوسری طرف سے کوئی مشین گفتگو کر رہی ہے۔ کیا تم اسے سمجھنے پر کوئی روشنی ڈال سکتے ہو؟"

تمکین نے ایک بار پھر بڈ پر نظر ڈالی اور ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں' وہ ایک مشین ہے جس سے گزر کر انسانی آواز مشینی آواز معلوم ہونے لگتی ہے۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا "اس مشین سے تمہاری رہائی کا معاملہ طے پا گیا ہے۔"

"تو کیا تم مجھے رہا کر دو گے۔" تمکین نے گھبرا کر کہا۔ "تم نے انہیں کچھ بتایا تو نہیں۔"

"بے فکر رہو۔ نہ کچھ بتایا ہے اور نہ ہی آئندہ کچھ بتانے کا ارادہ ہے۔"

تمکین مطمئن ہو گیا "تاوان کی رقم کیا طے ہوئی؟" اس نے پوچھا۔

"تم دونوں کو تبادلے میں رہا کیا جائے گا۔ پہلے وہ سونیا کو رہا کریں گے۔ جب وہ میرے پاس پہنچ جائے گی اس کے بعد میں تم دونوں کو رہا کروں گا۔"

تمکین نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر منہ سے کوئی لفظ نکالے بغیر سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ میں بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔" میں نے کہا "جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے فکر ہو کر کہو۔"

"نن نہیں۔" تمکین نے گھبرا کر کہا "میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہ رہا تھا۔"

"غالباً تم یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ تم دونوں کو رہا کرنے کے بعد میں غیر محفوظ ہو جاؤں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

تمکین نے خوف زدہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"تم اپنے طور پر جو چاہو مطلب اخذ کرو میں کچھ نہیں کہہ رہا۔"

"میں تمہاری پوزیشن سمجھ رہا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا "تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھ سے تعاون کر کے تم نقصان میں نہیں رہو گے۔"

"جتنا تعاون پہلے کر چکا ہوں اسی پر پچھتا رہا ہوں۔ معلوم نہیں رہائی کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

"تم سے پوچھ گچھ تو ضرور ہوگی لیکن تم کہہ سکتے ہو کہ تم نے کسی بھی قسم کی معلومات فراہم نہیں کیں۔"

"لیکن۔" تمکین نے جھجکتے ہوئے کہا "اگر وہ تمہیں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے اور تم نے ان کے تشدد کے سامنے زبان کھول دی تو......؟"

"اس کا بندوبست میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے لیکن اگر تم اتنے ہی خوف زدہ ہو تو میں اب تم سے مزید معلومات حاصل نہیں کروں گا البتہ تم سے ایک تعاون... کی درخواست ضرور کروں گا۔"

تمکین حیرت سے مجھے دیکھنے لگا "میں تم سے کیا تعاون کر سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"تم دونوں کو رہا کرنے کے بعد میں عراق میں نہیں رکوں گا لیکن ظاہر ہے سونیا یہیں رہے گی۔ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

تمکین سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحے بعد بولا "سلوی کی حد تک تو میں تمہیں یقین دہانی کرا سکتا ہوں۔ اسے میں کسی نہ کسی طرح سمجھا لوں گا لیکن جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق ہے اس معاملے میں کوئی یقین دہانی نہیں کرا سکتا۔"

"تم کوشش تو کر سکتے ہو۔" میں نے کہا "اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے دل سے کوشش کی تو اسے نقصان پہنچنے سے بچا سکو گے۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔" تمکین نے بڑے خلوص سے کہا "اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا۔ ایسے تم نے میرے ساتھ برا سلوک نہیں کیا اور اب تو تم میرے رازوں کے بھی امین ہو۔"

"مزید پیش بندی کے طور پر میں مرجانہ کو اغوا کرا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور تمکین بھڑک اٹھا۔

"کیوں مجھے بے موت مرواؤ گے۔ مرجانہ پر ہاتھ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ میں نے ہی تمہیں معلومات فراہم کی ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں اس پر غور کروں گا۔" میں نے کہا "ویسے یہ ضروری نہیں ہے کہ مرجانہ کے بارے میں مجھے تم سے ہی معلومات حاصل ہوئی ہوں۔"

"اس سے بہت سے لوگ واقف ہیں۔" تمکین نے مجھ سے اتفاق کیا "لیکن اس موقعے پر تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میں نے ہی تمہیں مرجانہ کے بارے میں بتایا ہے۔"

"اچھا چلو۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "سونیا کی واپسی تک تو تم یہیں رہو گے۔"

میں اسے دوبارہ کمرے میں بند کر کے واپس آیا۔ ڈرائنگ روم میں ٹہل رہا تھا۔

"میری مانو تو سونیا کا چکر چھوڑ دو اور یہاں سے چلو۔" بڈ نے کہا۔

"تم جانتے ہو ایسا کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور پھر تم نے شاید سونیا کو دیکھا نہیں ہے۔"

بڈ نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا "نہیں میں نے اسے نہیں دیکھا مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اگر اسے دیکھ لیا ہوتا تو ہرگز اس قسم کی بات نہ کرتے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا وہ بہت حسین ہے چیف!" چونکنا ہونے کے باوجود بڈ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"بہت زیادہ" میں نے کہا "جی تو یہی چاہ رہا ہے کہ اسے چھوڑ چھاڑ کر نکل جاؤں مگر تمہارا خیال آڑے آ جاتا ہے۔"

"میرا خیال کیوں آڑے آ جاتا ہے؟" بڈ نے پوچھا۔ ایک بار پھر الرٹ ہو گیا تھا۔

"ہم اسے دو چار روز اپنا مہمان رکھیں گے۔ تمہارا

دل بھی ذرا بہلا رہے گا۔"

"تم بہت بدلے بدلے نظر آ رہے ہو چیف! پہلے تو تم ایسے نہیں تھے؟"

"تم سے بہت عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے نا! اس لئے جی چاہتا ہے کہ تمہیں کسی انعام سے نوازا جائے۔"

"اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا۔" بڈ بڑبڑایا "لیکن خیر" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "تمہارے دیے ہوئے انعام سے دامن بچانا بھی ممکن نہیں ہے۔"

کچھ دیر بعد کال بیل بج اٹھی۔ اس وقت تک باہر اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر دریافت کیا کہ گیٹ پر کون ہے۔

"ہم مس سونیا کو لے کر آئے ہیں جناب!" مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"اسے گیٹ پر چھوڑ دو اور تم لوگ واپس چلے جاؤ۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر جناب!" دوسری طرف سے کہا گیا۔ میں نے چند لمحے توقف کرنے کے بعد سونیا کو آواز دی "تم میری آواز سن رہی ہو سونیا۔ کیا وہ لوگ واپس چلے گئے ہیں؟"

"ہاں" سونیا کی کمزور سی آواز سنائی دی "وہ لوگ واپس جا چکے ہیں۔"

"تم ٹھہرو، میں ابھی آ کر گیٹ کھولتا ہوں۔" میں انٹرکام کا ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔ بڈ بھی میرے پیچھے باہر نکلا تھا۔ میں بڈ کی طرف توجہ دیے بغیر گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

گیٹ کے قریب پہنچ کر میں نے ذیلی کھڑکی کی کنڈی ہٹائی اور تیزی سے دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ میں نے محض احتیاطاً یہ حرکت کی تھی مگر یہ احتیاط ہی میرے کام آ گئی۔ کنڈی کے کھلتے ہی برین گن کا ایک طویل برسٹ مارا گیا تھا۔ ...گیٹ چھلنی ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ صرف گیٹ چھلنی ہوا تھا بلکہ شاید سونیا بھی چھلنی ہو گئی تھی۔ برین گن کی تڑتڑاہٹ میں سونیا کی کربناک چیخ بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں نے بڑی تیزی سے خود کو زمین پر گرا دیا۔ عدنان عباسی نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ پہلے تمکین کو رہا کرائیں گے اس کے بعد میرے خلاف کچھ کریں گے لیکن اس نے انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے پہلی فرصت میں ٹھکانے لگانے کی کوشش کر ڈالی تھی۔

میرا پورا جسم غصے سے دہک اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑنے لگا ہو مگر میں بے قابو نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے دو چھوٹے چھوٹے برسٹ اور مارے جن کے نتیجے میں گیٹ کے سوراخوں میں اضافہ ہو گیا۔ سونیا تو پہلے ہی مر چکی تھی اور میں دیوار کے عقب میں گولیوں کی دست برد سے محفوظ تھا۔ سونیا اس طرح گری تھی کہ اس کا آدھا دھڑ گیٹ سے اندر تھا اور آدھا باہر تھا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ سونیا صرف میری وجہ سے ماری گئی تھی۔ حملہ آوروں کا مقصد مجھے ہلاک کرنا تھا۔ وہ بے چاری تو خواہ مخواہ زد میں آ گئی۔

"کیا خیال ہے چیف!" مجھے اپنے نزدیک سے بڈ کی سرگوشی سنائی دی "کوئی جوابی کارروائی کرو گے؟"

"نہیں" میں غرایا "ابھی نہیں۔ ابھی تو اس بنگلے سے ہی نکل چلو۔"

ہم دونوں آگے پیچھے تیزی کے ساتھ رینگتے ہوئے کمپاؤنڈ وال تک پہنچے اور دیوار کود کر برابر والے بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئے۔ بڈ اسی راستے سے آیا تھا اور اب میں بھی اس کے ساتھ اسی راستے سے واپس جا رہا تھا۔

ہم برابر والے بنگلے کے گیٹ سے باہر نکلے تو سڑک سنسان پڑی تھی۔ حملہ آور غالباً فرار ہو چکے تھے۔

"تیزی سے نکل چلو" میں نے بڈ سے کہا اور ہم دونوں نے جلدی جلدی سڑک عبور کی اور چند ہی لمحوں کے اندر اندر میں بڈ کے ساتھ اس بنگلے میں پہنچ گیا جہاں اس نے اپنی عارضی پناہ گاہ بنا رکھی تھی۔

"تم اس وقت بال بال بچے ہو چیف!" بڈ نے کہا اور وہاں موجود اس کے ساتھی مجھے حیرت سے دیکھنے لگے۔ جس شخص کو وہ لوگ ٹھکانے لگانے کے درپے تھے اب وہ چیف کیسے ہو گیا۔ ان کے لئے یہ بات کسی معمے سے کم نہیں تھی۔ ...بڈ نے بھی ان کی حیرت محسوس کر لی تھی۔ اس لئے وہ ان سے میرا تعارف کرانے لگا۔ میں اپنے خیالوں میں گم تھا اس لئے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔

"عدنان عباسی نے براہ راست مجھ پر حملہ کیا ہے۔" درشتی میں غرایا "اور سونیا بے گناہ ماری گئی ہے۔ اب میں عدنان سے انتقام لئے بغیر یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔"

"جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہوگا چیف!" بڈ نے کہا "ہم لوگ تو ماتحت ہیں۔"

"سامنے والے بنگلے کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ لوگ حیرت انگیز طور پر فرار ہو گئے ہیں اور اب مکمل طور پر سناٹا چھایا ہوا ہے۔" بڈ نے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے انہوں نے کیا منصوبہ بندی کی ہے...
انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ میرے اور دو قیدیوں کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ سونیا کو چھوڑنے آتے تو گیٹ کھولنے کے لئے میں ہی آتا۔ میں ان کی فائرنگ کی زد میں آ جاتا۔ اگر میں غیر معمولی طور پر محتاط نہ ہوتا تو یہ گفتگو کرنے کے لئے زندہ نہ بچتا۔ ابھی انہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں ان کی فائرنگ کی زد سے بچ نکلا ہوں۔ وہ خود تو فائرنگ کر کے فرار ہو گئے۔ اب پولیس آ کر تمکین اور سلومی کو برآمد کرے گی۔ اس طرح ان کے سارے کام ہو جائیں گے۔ وہ خود کسی کی نظروں میں بھی نہیں آئیں گے اور ان کے دونوں آدمی بھی رہا ہو جائیں گے۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا چیف! وہ بہت خطرناک شخص ہے۔ سرکاری سرپرستی حاصل ہونے کی وجہ سے اس سے مقابلہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو بڈ۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "ابھی تک میں اس سے تصادم سے گریز کرتا چلا آ رہا تھا مگر اب" میں سائرن کی آواز سن کر خاموش ہو گیا۔ پولیس آ گئی تھی۔

"میں کہہ چکا ہوں چیف کہ تم حکم کرو۔ ہم لوگ ہر طرح سے خدمت کے لئے حاضر ہیں۔"

"ابھی تو ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ پولیس علاقے سے چلی جائے تبھی کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

پولیس کی کارروائیاں مکمل ہونے میں کئی گھنٹے لگے۔ میں نے جلتی آنکھوں سے سونیا کی لاش اٹھائے جانے کا منظر دیکھا۔ وہ جو طوائف ہوتے ہوئے بھی طوائف نہیں تھی۔ جس نے مجھ سے بے لوث محبت کی تھی اور آخر کار میری خاطر جان سے ماری گئی۔ میں کیسے اس کے لہو کو نظر انداز کر سکتا تھا۔

رات بارہ بجے کے قریب پولیس علاقے سے رخصت ہوئی اور میں نے فوری طور پر بڈ سے کہا کہ وہ مرجانہ کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ تمکین کے ذریعے اس کا پتا تو پہلے ہی میرے علم میں تھا۔ بڈ نے اپنے تمام آدمیوں کو اس کام پر مامور کر دیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد فون پر اطلاع ملی کہ مرجانہ رائل کلب میں موجود ہے اور تنہا نہیں ہے۔ عدنان عباسی بھی اس کے ہمراہ ہے۔ یہ خاصی حیرت انگیز اطلاع تھی۔ مجھے سوچنا پڑا۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ ایک بار پھر تمکین پر عدنان کا دھوکا کھا جاؤں۔ آخر اس طرح منظر عام پر آنے سے اس کا کیا مقصد ہے۔ یہ بات تو اس کے علم میں آ ہی چلی ہوئی کہ مجھ پر اس کے آدمیوں کا تعاقب جو موجود ناکام ہو چکا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ میرے لئے کوئی نئے چہرے جال بچھانا چاہتا ہو جس میں میں خود جا کر پھنس جاؤں۔

میں نے تمام خیالات ذہن سے جھٹکے اور بڈ کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ مجھ پر جو ہیجانی کیفیت طاری تھی اسے محسوس کر کے بڈ نے بھی چپ سادھ لی تھی۔ چنانچہ کلب تک کا سفر خاموشی سے طے ہوا۔ کلب کے پارکنگ لاٹ میں جیسے ہی کار رکی ایک شخص جھپٹتا ہوا کار کے نزدیک آیا۔ اس کا تعلق علی گروپ سے تھا۔

"کیا رپورٹ ہے سعید؟" بڈ نے اس شخص سے پوچھا۔

"وہ دونوں ابھی تک اندر ہی موجود ہیں جناب" سعید نے کہا "وہ غیر معمولی حفاظتی انتظامات میں یہاں ہے۔ کمپاؤنڈ میں اس کے کئی مسلح آدمی موجود ہیں اور اندر بھی کئی آدمی ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ہم نے معلومات لی ہیں۔ اس سے قبل وہ کبھی اتنے حفاظتی انتظامات کے ساتھ یہاں نہیں آیا۔"

بڈ نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر اس نے سعید سے کہا "اپنی جگہ پر واپس جاؤ اور بہت محتاط رہو... کسی بھی معاملے میں اس وقت تک مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں جب تک کہ مداخلت کرنا اشد ضروری نہ ہو جائے۔"

سعید مؤدبانہ انداز میں سر ہلا کر واپس چلا گیا اور میں نے بڈ سے کہا "تم اور میں الگ الگ کلب میں داخل ہوں گے۔ تم حالات پر گہری نظر رکھو گے اور ضرورت کے تحت کوئی بھی قدم اٹھا سکو گے۔"

بڈ اچھی طرح جانتا تھا کہ کب کیا قدم اٹھانا چاہیے اس لئے اسے زیادہ ہدایات دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ پروگرام کے مطابق ہم دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز کلب میں داخل ہوئے اور سیدھے ڈائننگ ہال کی طرف جا نکلے۔ جہاں عدنان اور مرجانہ موجود تھے۔

میں نے عدنان کے قریب ترین میز منتخب کی اور اس پر جا بیٹھا۔ میں نے ہر قسم کا میک اپ پہلے ہی ختم کر دیا تھا اور اپنے اصل روپ میں تھا۔ اب نہ میں علی حماد تھا اور نہ مارمن شیلوف۔ اب تو میں علی یار خان تھا۔

میں نے بہت قریب سے عدنان کو دیکھا۔ وہ کم از کم تمکین تو ہرگز نہیں تھا۔ تمکین کا تو میں نے حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کا چہرہ بری طرح سوجا ہوا تھا جبکہ میرے سامنے موجود شخص نہ صرف پوری طرح ہشاش بشاش تھا بلکہ اس کے چہرے پر کسی بھی قسم کا نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور خاص بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ اس عدنان عباسی میں رکھ رکھاؤ نظر آ رہا تھا۔ تمکین کی طرح اس کے انداز سے عامیانہ پن نہیں ٹپک رہا تھا۔ یہ ایسی باریک بات تھی جس کا مشاہدہ کرنا آسان نہیں تھا۔

اپنی اصل شکل و صورت میں ہونے کی وجہ سے میں پہچانے جانے کے خدشے سے بے نیاز تھا۔ عدنان کے جتنے آدمیوں نے بھی مجھے دیکھا تھا، علی حماد والے میک اپ میں دیکھا تھا۔ بھلا وہ مجھے علی یار خان کے روپ میں کس طرح شناخت کر سکتے تھے۔

عدنان عباسی اور مرجانہ ایک دوسرے میں گم تھے۔ مرجانہ کے بارے میں میرا تصور یہ تھا کہ وہ کوئی بہت حسین اور جمیل عورت ہوگی مگر اسے دیکھ کر میرے تصورات باطل ہو گئے تھے۔ اسے حسین تو نہیں کہا جا سکتا تھا مگر اس کے انداز میں ایک عجیب قسم کی تمکنت موجود تھی اور یہ کوئی ایسی عجیب بات بھی نہیں تھی۔ جس طبقے سے وہ تعلق رکھتی تھی اس طبقے کے لوگوں میں تمکنت تو پیدا ہو ہی جاتی ہے۔

عدنان عباسی کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہی اصل عدنان عباسی ہے۔ تمکین کے بیان کے مطابق اس کا کوئی اور ڈپلی کیٹ نہیں تھا، پھر یہ بات بھی مجھے یاد تھی کہ وہ جب بھی یہاں آتا ہے، اس کا زیادہ تر وقت مرجانہ کے ساتھ گزرتا ہے۔

بڈ مجھ سے ذرا فاصلے پر تھا اور بہت چوکنا نظر آ رہا تھا۔ اس کی یہی خوبی مجھے پسند تھی۔ جب کام کا وقت آتا تھا تو وہ سب کچھ بھول کر صرف کام کا ہی ہو رہتا تھا۔ اس وقت وہ ان حسیناؤں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا جو تھوک کے بھاؤ ہال میں موجود تھیں۔

دفعتاً عدنان عباسی نے مرجانہ کی طرف سے نگاہ ہٹائی اور سر گھما کر کسی طرف دیکھنے لگا۔ اس عمل کے دوران اس کی نگاہ مجھ پر بھی پڑی تھی لیکن وہ اچٹتی ہوئی سی نگاہ تھی۔ عدنان شاید کسی ویٹر کو بلانا چاہ رہا تھا۔ اس نے ایک ویٹر کو بلانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا تھا لیکن پھر میں نے اسے چونکتے دیکھا اور عجیب بات یہ ہوئی کہ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا تھا۔ میں اسے بغور دیکھ رہا تھا لیکن جب میں نے اسے اپنی طرف متوجہ ہوتے محسوس کیا تو میں نے فوری طور پر اس کی طرف سے نگاہ ہٹالی مگر اس کی حرکات و سکنات اب بھی میری نظر میں تھیں۔

عدنان براہ راست مجھی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی یہ حرکت میرے لئے ناقابل فہم تھی۔ مجھے اس طرح گھورنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی اور چونکہ اس کے طور طریقوں سے عامیانہ پن نہیں جھلکتا تھا اس لئے یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ اس نے یوں ہی بلا وجہ مجھے گھورنا شروع کر دیا ہے۔ یقیناً کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی۔ میں اضطراب کا شکار ہونے لگا۔

مرجانہ نے بھی عدنان کی مجھ میں غیر معمولی دلچسپی نوٹ کر لی تھی اور اس نے عدنان سے کچھ کہا بھی تھا۔ مرجانہ کے بولنے پر عدنان چونک پڑا تھا اور اس کیفیت سے نکل آیا تھا جسے محویت کہا جاتا ہے۔ اس نے جواب میں مرجانہ سے کچھ کہا تھا اور نفی میں سر ہلایا تھا غالباً اس نے مرجانہ کو بتایا ہوگا کہ وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا مگر پہچان نہیں سکا۔ اس کے انداز سے میں یہی نتیجہ اخذ کر سکتا تھا۔ مرجانہ کی دخل اندازی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا تھا کہ اب عدنان کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی تھی۔

عدنان کی مجھ میں غیر معمولی دلچسپی بڈ کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی اور میری طرح وہ بھی حیران ہو رہا تھا۔ کیا عدنان کسی مافوق الفطرت قوت کا مالک تھا جس کے ذریعے اسے یہ معلوم ہو گیا کہ میں اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہوں؟

میں نے انگڑائی لینے کے بہانے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اسی آڑ میں میں نے بڈ کو ایک مخصوص اشارہ کر دیا جس کا مطلب تھا کہ میں ڈائریکٹ ایکشن لینے جا رہا ہوں۔ بڈ نے میرا اشارہ دیکھ لیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کروں گا تاہم وہ مزید الرٹ ہو گیا۔

عدنان عباسی مستقل بے چینی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میری طرف اٹھ رہی تھیں۔ ایسے ہی ایک موقعے پر جیسے ہی اس سے نظریں ملیں میں مسکرایا اور اپنا ہاتھ بلند کر دیا۔ عدنان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات دکھائی دیے تاہم اس نے بھی بادل ناخواستہ جواب میں ہاتھ ہلایا۔ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔ میں اپنی کرسی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ سے ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا جناب!" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر بڑی شائستگی سے کہا "کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیں گے۔"

"بیٹھو" عدنان نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا

اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"ایسا لگتا ہے کہ میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔" عدنان نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کچھ دیر قبل مجھے دیکھ کر جس طرح وہ چونکا تھا اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ مجھے جانتا ہے اور مجھے یہاں دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا ہے۔ میرے لئے یہ بات خاصی حیران کن تھی کہ وہ مجھے پہچانتا ہے۔ میرا نام تو خیر بہت مشہور تھا لیکن میرے صورت آشنا لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ میں خود ہی اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ کم سے کم لوگ مجھے صورت شکل سے پہچانیں۔ مجھ جیسے لوگوں کے لئے یہ ضروری بھی ہوتا ہے۔ جتنے کم لوگ چہرہ آشنا ہوں کام کرنے میں اتنی ہی آسانی رہتی ہے۔

جتنے لوگ بھی مجھے پہچانتے تھے ان سب کے نام میرے حافظے میں محفوظ تھے۔ ان میں عدنان عباسی کا نام کہیں بھی نہیں تھا۔ گزشتہ چند روز سے قبل میں نے اس کا نام تک نہیں سنا تھا اور ملاقات آج پہلی بار ہوئی تھی، پھر اس کے پاس ایسا کون سا ذریعہ تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مجھ پر اپنی شناسائی کے اظہار سے گریزاں تھا۔

"آپ بڑے لوگ ہیں جناب!" میں نے خاکسارانہ انداز میں کہا "یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ آج آپ سے میری ملاقات ہوئی اور آپ نے ازراہ کرم مجھے اپنی محفل پر بیٹھنے کا اعزاز بھی بخش دیا۔ ورنہ ہم جیسے چھوٹے لوگوں کا تو آپ کے نزدیک سے بھی گزر نہیں ہوتا۔"

اگر میں واقعی کوئی معمولی آدمی ہوتا تو عدنان میرے الفاظ پر برہم ہو جاتا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ میرے الفاظ پر اس نے کوئی خاص ردعمل ظاہر نہیں کیا۔

"ایسے شربتی آنکھوں والے نوجوان کو ایک بار دیکھ لینے کے بعد بھلانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے عدنان!" مرجانہ نے کہا جو اب تک مجھے بہت غور سے دیکھتی رہی تھی "مجھے حیرت ہے تمہاری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے؟"

"شکریہ خاتون!" میں نے بڑے ادب سے کہا "آپ جیسی باوقار خاتون کے منہ سے نکلے ہوئے توصیفی کلمات مجھ جیسے معمولی آدمی کے لئے ایک اثاثے کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"تم معمولی آدمی تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔" مرجانہ نے اپنے ہونٹوں پر ایک دل فریب مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ "تم بڑی دل آویز شخصیت کے مالک ہو۔"

میں نے عدنان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرتے دیکھے مگر میں نے اسے اس کے تاثرات سمیت نظر انداز کر دیا۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں خاتون!" میں نے شرمانے کی اداکاری کی۔

"میرا نام مرجانہ ہے۔" مرجانہ نے جلدی سے کہا "تم مجھے میرا نام لے کر مخاطب کر سکتے ہو۔" میری شخصیت سحر اس پر غالب آ رہا تھا۔

"اوہ!" میں نے پرمسرت انداز میں کہا "میں کس قدر خوش قسمت ہوں۔ آپ مجھے بہت بڑے اعزاز سے نواز رہی ہیں۔"

"تم شاید مجھ سے ملنے آئے تھے؟" عدنان عجیب کھنچے انداز میں غرایا۔

"ایک ہی بات ہے جناب!" میں نے بڑے ادب سے کہا "آپ ہوں یا آپ کی اہلیہ۔"

"مرجانہ میری بیوی نہیں دوست ہے۔" عدنان نے غرا کر کہا۔

"آپ کے دوست بھی میرے لئے اتنے ہی لائق احترام ہیں جتنے خود آپ ہیں۔"

"تمہاری مجھ سے ملنے کی آرزو پوری ہو چکی" عدنان نے بے رخی سے کہا "اب تم واپس اپنی میز پر جا سکتے ہو۔"

"تم اتنی بداخلاقی کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو عدنان!" مرجانہ نے اسے سرزنش کی "یہ ہمارے مہمان ہیں۔"

"یہ" عدنان زہریلے انداز میں مسکرایا "جس کے تک سے ہم لاعلم ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ دونوں کے درمیان تلخی پیدا ہوئی۔" میں نے اٹھنے کے لئے کرسی کھسکاتے ہوئے کہا "مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا کہ میرا نام حسن کمال ہے۔"

"تم ایسے نہیں جا سکتے۔" مرجانہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا "یہ ہماری توہین ہوگی۔"

میں اٹھتے اٹھتے دوبارہ بیٹھ گیا "دیکھئے میں آپ دونوں میں سے ایک کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہمارے درمیان نہ تو کوئی تلخی پیدا ہوئی اور نہ ہی تمہارے یہاں بیٹھنے سے عدنان کا [illegible] گا۔ کیوں عدنان؟" وہ عدنان عباسی کی طرف مڑ کر مسکرائی۔

"نہیں۔ میں تو ان کے یہاں بیٹھنے سے بہت خوش ہوں۔" عدنان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دیکھا" مرجانہ نے اس کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے مجھ سے کہا "میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ اب یہ بتاؤ کیا پسند کرو گے؟"

"آج کی رات میرے لئے بڑی خوش قسمتی لے کر آئی ہے۔ عدنان صاحب جیسی بڑی شخصیت سے ملاقات ہوئی۔ ان کے طفیل آپ جیسی جادو اثر خاتون میری میزبان ہیں۔ اس کے بعد بھی کچھ پسند کرنے کو رہ جاتا ہے۔"

مرجانہ کھل کھلا کر ہنس پڑی "میرا یہ مطلب نہیں تھا!" ...اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "میں کھانے پینے کی بات کر رہی تھی۔"

"اوہ! کھانا تو میں کھا چکا ہوں۔ آپ کے اصرار پر کوئی سافٹ ڈرنک لے لوں گا۔"

"تکلف مت کرو حسن!" مرجانہ نے بڑی اپنائیت سے کہا "یہ وقت تو ہارڈ ڈرنک کے لئے بہت موزوں ہے۔"

"بدقسمتی سے میری زندگی میں ابھی تک وہ وقت آیا ہی نہیں جو ہارڈ ڈرنک کے لئے موزوں ہو۔"

"اوہ! تو یوں کہو کہ تم پیتے ہی نہیں ہو۔" مرجانہ نے بڑی ادا سے کہا اور ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"سافٹ ڈرنکس میں کچھ بھی منگا لیں۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا اور مرجانہ نے ویٹر کو لائم جوس کا آرڈر دے دیا۔

"آپ کی یہ نوازش خصوصی میری کتاب زیست میں ایک سنہری باب کے طور پر رقم رہے گی۔"

"تم ہر ایک سے ایسی ہی دل فریب گفتگو کرتے ہو گے!" مرجانہ نے شوخی سے کہا۔

"یہ آپ کے قرب کا اعجاز ہے۔ شاید میری گفتگو پر آپ کے جمال کا کوئی پرتو پڑ گیا ہے۔"

مرجانہ ایک بار پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی "شکریہ اے شربتی آنکھوں والے نوجوان! تم کم وقت میں زیادہ سے زیادہ تعریف کرنے کے ماہر لگتے ہو۔"

"مرجانہ!" دفعتاً عدنان کٹ کھنے کتے کی طرح غرایا۔ "کسی اجنبی کے ساتھ اتنی زیادہ بے تکلفی ٹھیک نہیں ہے۔"

مرجانہ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں "شاید میرا ہنسنا تمہیں ناگوار گزرا ہے۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"یہی سمجھ لو۔ لیکن میں تمہیں کسی اجنبی سے اس قدر بے تکلف ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"تم حد سے گزر رہے ہو عدنان! میں تمہاری زرخرید نہیں، بزنس پارٹنر ہوں۔"

"میں بھی یہ بات بزنس کی بہتری کے لئے کہہ رہا ہوں"... عدنان دفعتاً ہی نرم پڑ گیا۔

"تم میری ذاتیات میں مداخلت کر رہے ہو۔" مرجانہ نے تیکھے لہجے میں کہا "میں تمہیں اس مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

عدنان ایک طویل سانس لے کر رہ گیا لیکن اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے دل ہی دل میں کوئی خطرناک فیصلہ کر لیا ہے۔

"ٹھیک ہے" اس نے بے بسی سے کہا "میں تمہاری ذاتیات میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن اس سے کم از کم اتنا تو پوچھ ہی لو کہ یہ ہے کون؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ جس شخص سے ہم تھوڑی دیر کے لئے مل رہے ہوں اس کے کوائف بھی ہمیں ازبر ہوں۔" مرجانہ نے بگڑ کر کہا "بعض اوقات تم حد سے تجاوز کر جاتے ہو۔"

"اگر یہ جھگڑا صرف میری اجنبیت کی وجہ سے ہے تو میں اسے ابھی دور کئے دیتا ہوں۔ میں..."

ان لوگوں کو سنانے کے لئے مجھے کوئی جھوٹ نہیں بولنا پڑا۔ اس لئے کہ اسی وقت پبلک ایڈریس سسٹم جاگ اٹھا تھا "خواتین و حضرات توجہ فرمائیے" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور اس میز کی طرف دیکھا جس پر بڈ بیٹھا تھا۔ اب وہ میز خالی پڑی تھی۔ بڈ اب وہاں ہو بھی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ اسپیکر سے ابھرنے والی آواز اسی کی تھی۔

"کلب کی انتظامیہ آپ سب سے پرسکون رہنے کی درخواست کرتی ہے۔" پورے ہال پر پہلے ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ ... غالباً اس طرح مخاطب کئے جانے کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ میں حیران تھا کہ بڈ آخر کیا کرنا چاہ رہا ہے۔ "ہمیں توقع ہے کہ آپ لوگ نظم و نسق کی اعلیٰ مثال قائم کریں گے۔" کوئی اعلان کرنے سے قبل اس قسم کی تمہید کا مطلب تھا کہ کوئی خطرناک اعلان کیا جانے والا ہے۔ لوگوں نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی اور ان میں بے چینی اور اضطراب پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

"ایک گمنام فون کال کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ

کسی تخریب کار نے کلب کی عمارت میں بم رکھ دیا ہے۔"

میں اس سے آگے کچھ نہیں سن سکا۔ ہال میں ایسی چیخ و پکار شروع ہوئی تھی جس کے سامنے مچھلی بازار کا شور بھی ماند پڑ جائے۔ لوگ گرتے پڑتے دروازے کی طرف بھاگ نکلے تھے۔ میزیں الٹ رہی تھیں، کرسیاں گر رہی تھیں اور لوگ ایک دوسرے کو دھکیل کر پہلے نکل جانے کی فکر میں تھے۔

بڈ نے یہ حرکت کچھ سوچ سمجھ کر ہی کی ہوگی۔ میں کسی حد تک سمجھ تو گیا تھا مگر زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ صورت حال فوری فیصلے اور اس پر تیزی سے عمل پیرا ہونے کے متقاضی تھی اور میں نے وہی کیا۔ بڈ کا کیا ہوا اعلان سن کر دیگر لوگوں کی طرح مرجانہ اور عدنان بھی بدحواسی کا شکار ہوگئے تھے۔ انہوں نے بھی اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ان دونوں کی راہ میں اپنی ٹانگ حائل کر کے انہیں گرا دیا۔ اتنا بہت کافی تھا۔ بقیہ کام بدحواس لوگوں نے پورا کر دیا جو انہیں اٹھنے کا موقع ہی نہیں دے رہے تھے۔ عدنان کے محافظ بھی اس افراتفری کا شکار ہونے سے نہیں بچ سکے تھے۔

ذرا سی کوششوں کے بعد وہ دونوں اٹھنے میں کامیاب ہوگئے مگر میں نے ان دونوں کو پکڑ لیا "عقبی سمت سے نکل چلو" میں نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "سامنے تو ہم پھنس کر رہ جائیں گے۔"

بات چونکہ جان بچانے کی تھی اس لئے بدحواسی کے باوجود ان کی سمجھ میں آگئی اور میں انہیں عقبی سمت میں [illegible] ایک کمرے سے بڈ کو برآمد ہوتے دیکھا۔

"کار لے کر عقبی سمت میں آؤ۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "جلدی کرو ہمیں ہر قیمت پر عدنان صاحب کی جان بچانی ہے۔"

بڈ سامنے والی سمت میں جھپٹا اور میں ان دونوں سمیت عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ بڈ نے کیا حرکت کی ہوگی کہ کلب کی انتظامیہ نے اسے اس قسم کا اعلان کرنے کی اجازت دے دی لیکن میں اس کی حکمت عملی کا بہرحال قائل ہوگیا۔ اس نے بہت بروقت فیصلہ کیا تھا اور نہایت مناسب فیصلہ کیا تھا۔ اس افراتفری کے بغیر عدنان کا اغوا آسان نہ ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ فائدہ اٹھانے کے لئے مجھے بڑی سرعت سے فیصلہ کرنا پڑا تھا

ورنہ بڈ کے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔

ہم کلب کی عمارت سے نکل کر عقبی کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے جہاں کلب کے ملازمین افراتفری کے عالم میں عقبی گیٹ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ہم اسی عالم میں عقبی گیٹ سے باہر نکلے کہ کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی ہماری طرف نہیں دیکھا اور دیکھتا کون؟ بم کی خبر سن کر چوکیدار بھی فرار ہوگیا تھا۔

کلب سے باہر پہنچ کر میں نے رکنے کی کوشش کی مگر عدنان وہاں رکنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

"بم عمارت میں رکھا گیا ہے اگر وہ پھٹ بھی گیا تب بھی اس کے اثرات یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"معلوم نہیں کتنی طاقت کا بم ہو اور کس قدر تباہی پھیلائے۔" عدنان نے وحشت سے کہا "میرا ہاتھ چھوڑ دو پھر اس جگہ مت رکو۔ عمارت سے دور نکل چلو۔"

اسی وقت بڈ کی کار آتی دکھائی دی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔ بڈ نے بہت پھرتی دکھائی تھی ورنہ سامنے جو افراتفری مچی ہوگی۔ اس میں سے اتنی جلدی کار نکال لانا ممکن نہیں تھا۔ اگر بڈ نہ آتا۔ تو مجھے عدنان عباسی کو قابو میں رکھنے کے لئے اسی کا ریوالور استعمال کرنا پڑتا جو اس دوران میں اس کی جیب سے نکال چکا تھا۔

بڈ نے کار ہمارے قریب لا کر روکی اور میں نے جھپٹ کر عدنان کے لئے اگلی نشست کا دروازہ کھول دیا "تشریف رکھیے جناب!" میں نے کہا اور وہ ایک بھی لفظ کہے بغیر جلدی سے اندر بیٹھ گیا۔ اسی دوران مرجانہ پچھلی نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ میں نے جلدی سے اگلا دروازہ بند کیا اور [illegible] چلا دی۔

کلب سے کچھ دور بحفاظت نکل آنے کے بعد ان دونوں کی جان میں جان آئی جس کا پہلا ثبوت مرجانہ نے پیش کیا۔

"تم نے ہماری بہت مدد کی حسن!" وہ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں تمہاری شکر گزار رہوں۔"

"جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا مرجانہ!" میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور جب اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اسے ہولے ہولے سہلانے لگا۔

"اگر تم نہ ہوتے تو معلوم نہیں ہمیں کن زحمتوں سے دوچار ہونا پڑتا۔" مرجانہ نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کے

سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"عدنان صاحب اتنے بڑے آدمی ہیں۔ یہ میرے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ میں ان کے کسی کام آسکا۔"
"تم کیوں اس قدر احساس کمتری کا شکار ہو۔" مرجانہ نے خفگی سے کہا "بار بار بڑا آدمی کہہ کر ہمیں شرمندہ مت کرو۔"
"اگر یہ بات آپ کو ناگوار گزرتی ہے تو اب نہیں کہوں گا۔" میں نے آہستگی سے اس کا ہاتھ دبایا۔
کار تیزی سے اڑی چلی جارہی تھی۔ دفعتاً عدنان نے چونک کر کہا "یہ تم ہم لوگوں کو کہاں لے جارہے ہو؟"
"آج کی رات قسمت مجھ پر مہربان ہو ہی گئی ہے تو کیا آپ میرے غریب خانے پر ایک پیالی چائے نوش کرنا پسند نہیں کریں گے؟" میں نے آگے کی طرف جھک کر کہا۔ مرجانہ کا ہاتھ بدستور میرے ہاتھوں میں تھا۔
"نہیں" عدنان نے مضطربانہ انداز میں کہا "اس وقت رہنے دو پھر کبھی دیکھی جائے گی۔"
"کیا حرج ہے" مرجانہ بولی "ایک پیالی چائے میں دیر ہی کتنی لگے گی۔"
"بات دیر اور جلدی کی نہیں ہے مرجانہ!" عدنان نے بے بسی سے کہا "تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟"
"اگر تم نہیں جانا چاہتے تو مت جاؤ" مرجانہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "میں تو ضرور جاؤں گی۔"
عدنان نے خاموشی اختیار کرلی۔ وہ بڑی آسانی سے میرے قبضے میں آگیا تھا اور بڈ کے علاوہ اس کا ایک بڑا سبب مرجانہ تھی جو مجھ سے متاثر ہوگئی تھی۔ ورنہ عدنان کو زبردستی ہی اغوا کرنا پڑتا۔
بلیک آؤٹ کے سبب سڑکوں پر اندھیرا تھا اور اسی سبب عدنان کے لئے راستوں کا پہچاننا آسان نہیں تھا۔
جلد ہی ہم اپنی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ کار رکتے ہی میں نے مرجانہ کا ہاتھ چھوڑا اور کار سے اتر کر عدنان کے لئے اگلا دروازہ کھولا۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے طرز عمل سے مرجانہ بہت مطمئن ہے جبکہ عدنان مستقل اضطرابی کیفیت کا شکار تھا۔ کلب سے یہاں تک آنے کے دوران بھی وہ راستے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔
میں ان کو بڑے احترام سے ڈرائنگ روم میں لایا اور عدنان عباسی کو خاص طور ایک نشست والے صوفے پر بٹھایا۔
"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہاری شخصیت کسی عام آدمی کی شخصیت نہیں ہوسکتی۔" مرجانہ نے کہا "تم ایسے شاندار گھر میں رہتے ہو اور خود کو معمولی آدمی کہتے ہو۔"
"یہ میرے دوست کا گھر ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر بڈ کی طرف اشارہ کیا جس نے چپ سادھ رکھی تھی۔
"تم تو ہمیں یہاں یہ کہہ کر لائے تھے کہ یہ تمہارا گھر ہے۔" عدنان عباسی نے بھڑک کر کہا۔
"یہ میرا بہت عزیز دوست ہے۔" میں نے مرجانہ کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا "اس میں اور خود میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔" میں نے بڈ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
"تم جلدی سے ہمیں چائے پلا کر رخصت کرو۔" عدنان عباسی نے کہا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔
"اس قدر جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے جناب!" میں نے قدرے بے نیازی سے کہا پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہوکر بولا "کیوں مرجانہ؟"
"عدنان کی باتوں پر توجہ مت دو۔" مرجانہ مسکرا کر بولی "ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ تم کہو گے تو ہم ناشتا بھی یہیں کرلیں گے۔"
"ہاں اور کیا" میں نے گردن ہلائی "صبح ہونے میں اب دیر ہی کتنی رہ گئی ہے۔"
"بکواس مت کرو" عدنان آپے سے باہر ہوگیا "تم انتہائی بدتمیز آدمی ہو۔"
"لینگویج پلیز" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر سرد لہجے میں عدنان سے کہا اور وہ تلملا کر رہ گیا۔
"مجھے تمیز سکھاتی ہو اور خود میری آنکھوں کے سامنے دوسرے کے پہلو میں بیٹھی ہو۔" عدنان نے برہم ہوکر کہا۔
"میں تمہاری بیوی نہیں ہوں عدنان! میرا نام مرجانہ ہے اور مجھ پر کوئی الزام عائد کرنے سے قبل تمہیں بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"
تم میری بیوی ہو بھی نہیں سکتیں۔ وہ تمہاری طرح آبرو باختہ عورت نہیں ہے۔"
"شٹ اپ" مرجانہ اچھل کر کھڑی ہوگئی "تمہاری مجال کیسے ہوئی کہ تم نے میرے لئے آبرو باختہ جیسے گھٹیا الفاظ استعمال کئے۔"
عدنان بھی غصے میں بھنایا ہوا اٹھا اور قبل اس کے کہ مرجانہ اس کے ارادے سے آگاہ ہوپاتی عدنان نے اس کے گال پر ایک بھرپور تھپڑ رسید کردیا۔ تھپڑ کی آواز ڈرائنگ روم کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی اور مرجانہ تیورا کر بھونچکی رہ گئی تھی۔
"خواتین پر ہاتھ اٹھانا ناشائستگی کے زمرے میں آتا ہے جناب عالی!" میں نے مرجانہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بڑے ادب سے کہا۔
"ناشائستگی کے بچے میں تیرے دانت توڑ دوں گا۔"
عدنان دہاڑا اور اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میں تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔
"یہ آپ کیا کررہے ہیں جناب!" میں چیخا "میں تو آپ کو چائے پلانے کے لئے لایا تھا۔ آپ نے معلوم نہیں کیا شروع کردیا۔"
"رک جاؤ عدنان!" دفعتاً مرجانہ کی سرد آواز کمرے میں گونجی اور عدنان جہاں تھا وہیں رک گیا۔ مرجانہ نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے پستول نکال کر عدنان کو کور کرلیا تھا۔
میں نے ایک طویل سانس لے کر بڈ کی طرف دیکھا اور شرارت آمیز انداز میں مسکرایا۔ مرجانہ کی طرف ضرورت سے زیادہ التفات سے میں عدنان کو مشتعل کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بات اس حد تک بڑھ جائے گی۔ شاید مرجانہ کے معاملے میں عدنان کے جذبات کچھ زیادہ ہی جارحانہ تھے۔ بات کچھ بھی رہی ہو میں تو اس صورت حال سے محظوظ ہورہا تھا۔
"یہ کیا کررہی ہو۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟" عدنان نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا "تمہاری اتنی جرأت کہ تم نے مجھ پر پستول نکال لیا۔"
"اگر اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش کرنے کی کوشش کی تو میں تمہیں بے دریغ شوٹ کردوں گی۔" مرجانہ نے سفاکانہ انداز میں کہا "تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ میں تمہیں اس کی سزا ضرور دوں گی۔"
"شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کیا کررہی ہو اور کس کی خاطر کررہی ہو۔"
"میں کسی کی خاطر کچھ نہیں کررہی ہوں۔ تم نے میری توہین کی ہے اور میں تم سے اس کا انتقام ضرور لوں گی۔"
"اگر میں تمہیں بتادوں کہ جس شخص کی خاطر تم نے مجھ پر پستول اٹھایا ہے وہ دراصل کون ہے تو تمہارے ہوش اڑجائیں گے۔"
میں نے معنی خیز انداز میں سرہلایا اور بڈ کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہونے کے نزدیک تھا۔ عدنان نے اعتراف شناسائی تو کرلیا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ مجھے کس حیثیت سے شناخت کرتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ عنقریب بہت سے سنسنی خیز انکشافات ہونے والے ہیں۔
"میں تمہاری فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں عدنان! تم لوگوں کو چالاکی سے مارتے ہو۔ مجھ پر تمہاری کوئی چال کارگر نہیں ہوسکے گی۔"
"جس شخص کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے اس کا نام علی یار خان ہے۔" عدنان نے کہا اور مرجانہ چونک پڑی۔
"تم اس کی تردید کرو حسن!" مرجانہ نے جارحانہ انداز میں کہا "میں اسے جانتی ہوں۔ یہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بڑے سے بڑا جھوٹ بول سکتا ہے۔"
"بے شک یہ شخص بہت مکار اور جھوٹا ہے لیکن بدقسمتی سے اس وقت اس نے سچ بولا ہے۔" میں نے دبنگ آواز میں کہا "میں واقعی علی یار خان ہی ہوں۔"
میرا اعتراف سن کر مرجانہ کا چہرہ دھواں ہوگیا۔ اس کی حالت کا یہ تغیر ناقابل فہم تھا۔ اس نے فوراً ہی پستول کا رخ میری طرف کردیا۔
"میں تم لوگوں کا دشمن تو نہیں ہوں۔" میں نے حیرانہ لہجے میں کہا "میں تو یہودیوں کے خلاف جنگ کررہا ہوں۔ تم سے میری کیا دشمنی ہے۔"
مرجانہ نے عدنان کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے مدد کی طلب گار ہو۔ عدنان عباسی نے بھی اسے مایوس نہیں کیا۔
"حسن کمال کو کس خانے میں فٹ کرو گے؟" عدنان نے طنز کیا "کوئی دوستوں سے بھی جھوٹ بولتا ہے۔"
"تم مجھے پہچاننے سے کیوں گریزاں تھے عدنان؟" میں نے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔
عدنان مجھے گھورنے لگا "تم اس وقت میرے قیدی ہو علی! تم نے کسی سازش کے تحت فرضی نام سے ملاقات کرکے ہم دونوں کے تعلقات خراب کرانے کی کوشش کی مگر تم ناکام ہوگئے۔"
"میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے کیوں کر پہچانتے جب کہ اس سے قبل کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی؟" میں نے سخت لہجے میں سوال کیا۔
"مجھے معلوم ہے کہ غیر متوقع طور پر حاصل ہونے والی بہت سی کامیابیوں نے تمہارا دماغ حد سے زیادہ خراب کردیا ہے مگر اب تم بچ نہیں سکو گے۔"

میں نے بڈی کی طرف دیکھا اور وہ میرا مطلب سمجھ کر مرجانہ کے پستول والے ہاتھ پر جھپٹ پڑا۔ ان دونوں ہی نے اسے نظرانداز کر رکھا تھا۔ مرجانہ کے پستول سے فائر ضرور ہوا مگر گولی دیوار میں کہیں پیوست ہو گئی تھی۔ عدمان نے پانسہ پلٹتے دیکھا تو بوکھلا کر جیب میں ہاتھ ڈالا مگر اس کا ریوالور تو میری جیب میں تھا۔

"کہیں تم اسے تو تلاش نہیں کر رہے ہو؟" میں نے اپنی جیب سے اس کا ریوالور نکال کر اسے دکھاتے ہوئے مضحکانہ انداز میں کہا۔

عدمان کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔ کچھ ہی دیر قبل وہ میرے سامنے بعض اعترافات کر چکا تھا جو اب اس کی جان کو آنے والے تھے۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ ایک سنگین صورت حال سے دوچار ہو چکا ہے۔ بڈی نے مرجانہ سے پستول چھین کر اسے صوفے پر دھکیل دیا تھا اور وہ صوفے پر پڑی یوں پلکیں جھپکا رہی تھی جیسے اس کی بصارت زائل ہو گئی ہو۔

"دیکھ لیا اپنی حماقت کا انجام" عدمان نے مرجانہ کی طرف پلٹ کر برہمی سے کہا۔

"سکون سے بیٹھ جاؤ عدمان! تمہیں بہت طویل حساب کتاب سے دوچار ہونا ہے۔ تمہارا نامہ اعمال بہت سیاہ ہے۔"

"تم خسارے کا سودا کر رہے ہو علی! اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو تم عراق سے صحیح و سالم نہیں نکل سکو گے۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تمہیں اس میں سر کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تو بس وہ کرو جو تم سے کہا جائے۔"

عدمان عباسی کو اندازہ ہو گیا کہ حکم عدولی کا کیا انجام ہو گا ورنہ وہ ہرگز میری ہدایت پر عمل نہ کرتا۔

"اب اگر اجازت ہو تو میں مرجانہ کے پاس بیٹھ جاؤں؟" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "بات دراصل یہ ہے کہ مرجانہ مجھے پسند آ گئی ہے۔"

"ضرور ضرور" عدمان نے بڑے خلوص سے کہا "بلکہ اگر تم چاہو تو میں اس پر اپنے دعوے سے دست بردار بھی ہو سکتا ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے مرجانہ؟" میں نے کہا "کیا تم میرے ساتھ خوش رہ سکو گی؟"

مرجانہ نے اپنی آنکھیں پٹ پٹائیں۔ اتنی بات تو اس کی سمجھ میں آ رہی تھی کہ میں ان کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کروں گا۔

"ہم تمہاری قید میں ضرور ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ تم ہمارے جذبات سے کھیلو" مرجانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نے سمجھداری کی بات کی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تمہارے اپنے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ جب بھی کسی شخص کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے وہ بہت سمجھدار ہو جاتا ہے۔ کوئی ایسا نہیں ملتا جو دوسروں کے جذبات کا بھی پاس کرے۔ معلوم نہیں دوسروں کے جذبات سے کھیلتے وقت آدمی کے احساسات کہاں جا کر سو جاتے ہیں۔"

"کم از کم میں نے تو تمہارے جذبات کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچائی" مرجانہ نے کہا۔

"میں غیر عرب ہو کر عربوں کے مفاد کے لئے لڑ رہا ہوں۔ صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں اور تم نے ایک عرب ہوتے ہوئے بھی میری حقیقت جاننے کے بعد مجھ پر پستول تان لیا تھا۔ کیا یہ کوئی بہت خوش گوار بات تھی۔ کیا تمہارے اس رویئے سے میرے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے تھی۔"

مرجانہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ عدمان عباسی کے مقابلے میں وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"تم لوگوں کے غیر معمولی رویئے کا سبب جانے بغیر میں سکون کا سانس نہیں لے سکتا۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ مجھے ازخود معلومات فراہم کرتے ہو یا۔۔۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کم از کم میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ کسی مجرم نے بغیر تشدد کے زبان کھولی ہو" بڈی نے دخل اندازی کی۔

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں لیکن ایک موقع دے دینے میں کیا حرج ہے" میں نے کہا۔

"ہاں، حرج تو کوئی نہیں ہے" بڈی نے کہا "بس اس چکر میں تھوڑا سا وقت برباد ہو جائے گا۔"

"تم مجھے کس طرح جانتے ہو عدمان؟" میں نے اچانک عدمان عباسی سے کہا "کیا تم اپنی معلومات کا ذریعہ ظاہر کرنا پسند کرو گے؟"

عدمان نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "میں نے تمہاری تصویر دیکھی تھی۔ اس لئے تمہیں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔"

"میری تصویر تم تک کیسے پہنچی؟"

"مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم نارمن شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل جانے والے تھے" عدمان نے کہا

اور میں بری طرح چونک پڑا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ معلومات آرمی انٹیلی جنس کے ذریعے تم تک پہنچی ہیں؟" میں نے کہا۔

"خود کرنل نعمان نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی ہیں" عدمان نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"کیا یہ حکم بھی تمہیں اسی نے دیا تھا کہ مجھے مار دیا جائے" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں، اس سے ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی تھی" عدمان نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہیں جھوٹ بولنے تک کی تمیز نہیں ہے عدمان! میں نے کہا تھا نا کہ تمہارا نامہ اعمال بہت زیادہ سیاہ ہے اور میں تم سے بہت طویل حساب لوں گا۔"

"تم مستقل مجھ پر الزامات عائد کئے جا رہے ہو" عدمان بپھر گیا "جانتے ہو عراق میں میں کس پوزیشن کا مالک ہوں؟"

"میں لوگوں کی ظاہری پوزیشن [illegible] دیتا۔ میری نظر تو ان کے باطن پر ہوتی ہے۔ [illegible] ظاہری پوزیشن خواہ کتنی مضبوط کیوں نہ ہو [illegible] قابل نفرت آدمی ہو۔"

"اس [illegible] بے عزتی میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا" عدمان نے صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"ابھی تو ابتدا بھی نہیں کی ہے پیارے، بیٹھے رہو کہ بیٹھے رہنے میں ہی تمہاری عافیت ہے۔ اٹھنے کی کوشش کرو گے تو میں تمہارے گھٹنے پر فائر کروں گا۔"

عدمان بیٹھ گیا۔ نہ بیٹھتا تو اپنی کم از کم ایک ٹانگ تو ضرور تڑوا بیٹھتا۔

"تم بہت زیادہ جذباتی ہو اور یہ تمہاری بہت بڑی خامی ہے آدمی کو حقیقت پسند ہونا چاہیے۔"

"مجھے اپنی خامی کا اعتراف ہے عدمان! اگر میں نے حقائق سے کبھی منہ نہیں موڑا۔"

"تم کن چکروں میں الجھ رہے ہو۔ سب کچھ بھول جانے کا وعدہ کرو تو میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ تمہاری نسلیں عیش سے زندگی بسر کریں گی۔"

"اگر واقعی اتنی بڑی رقم مل جائے تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں کسی بھی قسم کے چکر میں الجھوں، مگر میں سودے بازی میں ذرا کمزور ہوں۔"

"تمہیں سودے بازی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں ایک ملین ڈالر دے سکتا ہوں۔ ایک ملین ڈالر کی خطیر رقم جو ایک امریکی کا خواب ہوتی ہے۔"

"تم نے اپنی آزادی کے لئے ایک ملین ڈالر کی بولی لگائی ہے جبکہ میں تمہیں محض اس بات کے لئے دو ملین ڈالر دے سکتا ہوں کہ تم مجھے میرے بارے میں اپنی معلومات کے ذرائع سے آگاہ کر دو" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "جانتے ہو دو ملین کی رقم کیا ہوتی ہے۔ یہ دو امریکیوں کا خواب ہوتی ہے۔"

عدمان کا چہرہ تاریک ہو گیا مگر اس نے فوراً ہی سنبھالا لے کر کہا "میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کرنل نعمان۔"

"میں مانے لیتا ہوں کہ میرے بارے میں کرنل نعمان ہی تمہاری تمام معلومات کا ذریعہ بنا ہے مگر یہ معمّا کس طرح سلجھے گا کہ تمہیں میری ذات سے کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے" عدمان نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے تم سے ہرگز کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"تمہارے اور مرجانہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا، پھر مرجانہ نے جس طرح میرا نام سنتے ہی مجھے پستول کی زد میں لیا تھا۔"

"مرجانہ کی کسی حرکت کی ذمے داری مجھ پر کس طرح عائد ہو سکتی ہے" عدمان نے کہا۔ اس کی بات سن کر مرجانہ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا مگر میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"بات تو معقول ہے" میں نے بڈی کی طرف دیکھا "اب کیا کہتے ہو؟"

"تمہارے اندر یہ بہت بڑی خرابی ہے چیف!" بڈی نے برا سا منہ بنایا "خواہ مخواہ کی باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہو۔ اس کی معلومات کا ذریعہ معلوم کر کے تمہیں کیا حاصل ہو جائے گا۔ جو تھوڑی بہت رقم یہ تمہیں دے رہا ہے، لے کر اسے چھوڑ دو۔ اگرچہ ایک ملین ڈالر کی رقم بہت کم ہوتی ہے مگر نہ ہونے سے تو بہتر ہے۔ کچھ دن عیش سے گزریں گے، پھر دوسرا شکار دیکھیں گے۔"

"تمہارا ساتھی بہت عقل مند ہے" عدمان نے خوش ہو کر کہا "کیسی دانش مندی کی باتیں کر رہا ہے۔"

"میں اس سے بھی زیادہ عقل مند ہوں۔ کھوٹے سکوں کا سودا کبھی نہیں کرتا۔"

"کیا مطلب؟" عدمان نے چونک کر کہا۔

"اگر تم اصل عدمان عباسی ہوتے تو میں ضرور تم سے سودے بازی کرتا مگر تم کوئی فراڈ لگتے ہو۔ عدمان عباسی تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔"

"یہ کیا بکواس ہے" عدمان نے بھڑک کر کہا "اگر میں

عدنان عباسی نہیں ہوں تو پھر عدنان عباسی کون ہے؟"

"وہ جو آج شام تک قید میں تھا" میں نے کہا "پٹائی کے نتیجے میں اس کا چہرہ تقریباً ناقابل شناخت ہو کر رہ گیا تھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" عدنان نے حیرت سے کہا۔

"میں نے ہی اس کی پٹائی کی تھی۔ وہ میری قید میں تھا مگر اس کے آدمی اسے چھڑا کر لے گئے۔"

"وہ تو علی عماد تھا اور اس کے چہرے کے نقوش بھی کچھ اور تھے" عدنان عباسی نے ہڑبڑا کر کہا۔

"اتفاق سے وہ یہی خاک سار تھا۔ اور اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیسے تمہیں اصل عدنان عباسی مان لوں؟"

عدنان عباسی کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ چند منٹ تک وہ بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا پھر اچانک اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"سنو" وہ میرا ڈپلی کیٹ ہے۔ میں اسے منظرِ عام پر رکھتا ہوں اور خود پس پردہ رہ کر کام کرتا ہوں تاکہ میرے خلاف اگر کوئی سازش ہو تو میں محفوظ رہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو عدنان! غالباً تم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ میں اصل عدنان کو جان سے نہیں ماروں گا جبکہ نقلی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"یقین کرو" میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں" عدنان گڑگڑایا۔ اسے اپنی موت جو نظر آنے لگی تھی۔

"میں خواہ مخواہ تو یقین نہیں کر سکتا۔ کیا تم اپنے اصلی ہونے کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں" عدنان نے جلدی سے کہا "میرے ڈپلی کیٹ کا نام تسکین ہے اور اس کے بہت محدود ذمے داریاں ہیں۔ وہ زیادہ بڑی رقومات کا لین دین بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم اس وقت اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ منظرِ عام پر کیوں آئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اپنی حفاظت کا معقول بندوبست کر رکھا تھا۔ اگر عین وقت پر وہ بم درمیان میں نہ آجاتا تو تم مجھے اغوا نہیں کر سکتے تھے۔"

بم کے تذکرے پر میں نے بڈ کی طرف دیکھا "کیا واقعی کلب کی عمارت میں بم رکھے جانے کی اطلاع ملی تھی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں چیف!" بڈ نے نفی میں سر ہلایا "میں نے تو ریوالور کے زور پر وہ اعلان کیا تھا۔ خود کلب کے ملازمین یہی سمجھے تھے کہ واقعی ایسی کوئی اطلاع ملی ہے۔"

"میرے علم میں لائے بغیر تمہیں ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اگر میں بھی دوسروں کی طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتا تو کیا ہوتا؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنا وقت کہاں تھا چیف! تم تو پہلے ہی مجھے ڈائرکٹ ایکشن کا اشارہ کر چکے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ تم عدنان کی میز پر کچھ دیر بیٹھنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میں نے فوری طور پر منصوبہ بنایا اور اس پر عمل بھی کر گزرا لیکن میں نے خیال رکھا تھا کہ تم لاعلم نہ رہنے پاؤ۔ اسی لئے میں نے اپنی اصل آواز میں اعلان کیا تھا۔"

"دیکھا تم نے" میں نے فخریہ لہجے میں عدنان سے کہا۔ "میرے ساتھی کتنے ذہین ہیں" وہ میرے محتاج نہیں رہتے۔ جہاں ضرورت پڑتی ہے بڑے بڑے فیصلے بھی کر لیتے ہیں۔"

"میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں" عدنان نے مضمحل انداز میں کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے تم لوگ یہ طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہو۔"

"میں تمہارے اس طرح منظرِ عام پر آنے کی وجہ سے بھی واقف ہوں عدنان! تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ علی عماد تم سے سونیا کا بدلہ لینے کی کوشش ضرور کرے گا۔ تم نے اپنے آدمی ہر طرف پھیلا رکھے تھے تاکہ علی عماد کو پکڑ سکیں اس سے تمہاری انا کو سخت ٹھیس پہنچی تھی۔ تم یہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ تم اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے اور تمہیں اس کے ہاتھوں کئی بار زک بھی اٹھانا پڑی۔"

"تم بہت باصلاحیت آدمی ہو۔ میں ایک بار پھر تمہیں اپنے ساتھ کام کرنے کی پیش کش کرتا ہوں۔ تم بادشاہوں کی سی زندگی بسر کرو گے۔"

"فقیروں کو بادشاہی راس نہیں آیا کرتی۔۔۔ اور بادشاہوں کو وعدہ خلافی زیب نہیں دیتی۔ تم نے سونیا کو رہا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ تمہارے ساتھ کام کروں گا تو مجھے بھی یہی کچھ کرنا پڑے گا۔"

"وہ میری مجبوری تھی" عدنان نے کہا "لیکن جب تم میرے ساتھ کام کرو گے تو تمہیں ہر قسم کا تحفظ حاصل ہو جائے گا۔"

"تم" میں نے اس کی طرف انگلی اٹھائی "تم مجھے تحفظ فراہم کرو گے" میں نے حقارت سے کہا "تمہیں گفتگو کرنے تک کی تمیز نہیں ہے۔ میرے قیدی ہونے کے باوجود تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ تمہاری زندگی اس وقت میری انگلی کے ایک ہلکے سے اشارے کی محتاج ہے اس کے باوجود تم مجھ سے جاگیردارانہ شان سے بات کر رہے ہو۔ بولا

بیٹھے میں تمہارا اینٹی غلام ہوں۔ تم آخر کتنے متکبر شخص ہو عدنان! تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ تم اپنے ماتحتوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہو۔ وہ سر پٹختے رہ جائیں گے مگر تمہاری گرد کو بھی نہیں پاسکیں گے۔ تم ہر طرح میرے رحم و کرم پر ہو مگر تمہارے لہجے کی اکڑفوں کا وہی عالم ہے۔ تم آخر ہو کیا چیز؟ میں تمہیں کسی حقیر چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں مگر میں تمہیں زندہ رکھوں گا لیکن تمہاری زندگی ایسی ہوگی کہ تم موت کی دعائیں مانگا کرو گے۔ میں تمہیں اپاہج کر دوں گا۔ بتاؤ تم مجھے کس طرح پہچانتے تھے۔"

میرے لہجے کی سفاکی نے اسے لرزا کے رکھ دیا "یقین کرو" وہ گھگھیایا "میں نے تمہیں جو کچھ بتایا وہ درست ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو عدنان" میں نے دانت پیس کر کہا اور ریوالور کی نال ذرا سا جھکا کر فائر کر دیا۔ گولی اس کے جوتے کی ٹو پھاڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کے جسم کو کوئی گزند نہیں پہنچا تھا مگر اس کے باوجود اس کے منہ سے جو کربناک چیخ نکلی تھی اسے سن کر یہی محسوس ہوا تھا کہ جیسے اس کا پیر زخمی ہو گیا ہو۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں اس کے علاوہ مرجانہ کی سریلی چیخ بھی گونجی تھی۔

"بیٹھ جاؤ عدنان! ورنہ اگلی گولی تمہاری کھوپڑی میں اترے گی" میں نے غرا کر کہا اور عدنان ایک جھٹکے سے دوبارہ بیٹھ گیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ ضروری نہیں کہ اگلی بار بھی نشانہ خطا ہو۔"

"م۔ میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں" عدنان گڑگڑایا "میرے ساتھ یہ سلوک مت کرو۔ میرا دل بہت کمزور ہے۔"

"تم۔۔۔ اور کسی کی بات مانو گے۔ کس قدر مضحکہ خیز تصور ہے۔ تم تو حکمرانی کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ میں تمہارے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تحفظ فراہم کرو گے؟"

عدنان عباسی کے چہرے پر پسینہ پھوٹ نکلا تھا اور اس کے ہونٹ پھڑکنے لگے تھے۔

"اب تم مجھ سے زندگی کی بھیک مانگو عدنان ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں ہلاک ہی کر بیٹھوں۔"

"میری وجہ سے تمہیں جو بھی تکلیف پہنچی ہے میں اس کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں" اس نے جیب سے رومال نکالا اور چہرے پر بہتا ہوا پسینہ پونچھنے لگا۔

"تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا۔ میں خوش قسمتی سے بچ گیا جب کہ سونیا بے قصور ماری گئی۔ میں نے اس کا انتقام لینے کا عہد کیا ہے عدنان اور یہ اس کی پہلی قسط ہے" میں نے دوبارہ فائر کیا۔ اس بار گولی نے جوتے کے ساتھ ساتھ اس کے پیر کو بھی پھاڑ دیا تھا۔ عدنان کی چیخ بڑی کربناک تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں فرش پر بچھے قالین پر ماہی بے آب کی طرح لوٹ رہا تھا۔ مرجانہ چیخ مار کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"اس کی ڈریسنگ کراؤ" میں نے بڈ سے کہا "اور ان دونوں کی ہر چیز اپنے قبضے میں لے لو۔ ان کے لباس بھی تبدیل ہونے ضروری ہیں۔"

بڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی "ہمارے پاس سارے انتظامات ہیں۔ ابھی اس کی ڈریسنگ ہو جائے گی۔"

"ڈریسنگ سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس کا خون بہنا بند ہو جائے" میں نے خشک لہجے میں کہا "ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور مرجانہ کو لباس تبدیل کرنے کے بعد میرے پاس بیڈ روم میں لے آؤ" میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

بیڈ روم میں آنے کے بعد میں بیٹھا نہیں۔ مجھے رہ رہ کر سونیا کا خیال آ رہا تھا۔ بار بار اس کا چہرہ تصور میں ابھرتا تھا۔ وہ اندر سے کتنی پاکیزہ تھی مگر جب اس نے میرا کہنا مانتے ہوئے اپنی راہ بدلنے کا فیصلہ کیا تو موت نے اسے مہلت نہیں دی۔ اس نے خود کو مجھ پر نچھاور کر دیا۔ اس کا خون مجھ پر قرض تھا اور اب اس کے ماں باپ میری ذمے داری تھے۔ میرا بس چلتا تو سونیا کا انتقام لینے کے لئے عدنان عباسی کو بار بار موت کے گھاٹ اتارتا مگر میں اسے صرف ایک بار ہلاک کر سکتا تھا اور اس سے میرے جذبۂ انتقام کی تشفی نہیں ہو سکتی تھی۔

میرا سینہ انتقام کی جس آگ میں جل رہا تھا وہ بجھ نہیں سکتی تھی۔ میں بے بس تھا۔ موت کا تو خیر ایک وقت معین ہوتا ہے کوئی کسی کو مرنے سے نہیں روک سکتا لیکن میں تو سونیا کا انتقام بھی نہیں لے پا رہا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا احساس بے بسی ہو سکتا تھا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد بڈ مرجانہ کو لئے ہوئے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ اب وہ تبدیل شدہ لباس میں تھی اور چہرے سے برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔

"تمہاری ہدایت کے بموجب ان دونوں کی ہر چیز قبضے میں لے لی گئی ہے" بڈ نے کہا "اور عدنان کی ڈریسنگ کرنے

کے بعد اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے 'بیٹھو" میں نے ان دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"جو کچھ تم نے ابھی دیکھا ہے وہ صرف ابتدا ہے" میں نے مرجانہ سے کہا "آئندہ میں جو سلوک کرنے والا ہوں تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

مرجانہ خالی خالی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔

"مجھے اندازہ ہے کہ کسی غیر معمولی بات نے تم لوگوں کو میرا دشمن بنا دیا ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ اگر تم سب کچھ سچ سچ بتا دو تو میں تمہارے ساتھ نرم رویہ اختیار کر لوں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ تم جھوٹ بول کر میرے ہاتھوں سے بچ نکلو۔"

"تم نے عدنان کے بیان کی تصدیق کیے بغیر اسے زخمی کر دیا" مرجانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ممکن ہے اسے کرنل نعمان سے ہی تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہو!"

"وہ جھوٹ بول رہا تھا اور اب تم بھی وہی حرکت کر رہی ہو۔ میں نے کہا ہے کہ سچ بولنے پر تو میں کوئی رعایت دے بھی سکتا ہوں مگر جھوٹ بولنے کا نتیجہ بہت سنگین نکلے گا۔"

"مجھے کیا معلوم تمہارا اور اس کا کیا جھگڑا ہے' میں تو خواہ مخواہ ماری گئی۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میرا اور اس کا کوئی جھگڑا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "جھگڑا تو میرا اصل نام معلوم ہونے کے بعد شروع ہوا ہے۔"

مرجانہ نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے مگر اس کے ہونٹ لرز کر رہ گئے۔

"مجھے معلوم ہے کہ بات بہت سنگین ہے لیکن میں اسے تمہاری زبانی سننا پسند کروں گا" میں نے کہا۔

"نہیں" مرجانہ نے ہذیانی انداز میں کہا "مجھے اس پر مجبور مت کرو' مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ نہیں جانتی" اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

"میں تم دونوں کے تعلقات کی نوعیت سے بھی باخبر ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جو الزام عدنان پر آئے گا تم اس سے بچ نہیں سکو گی۔"

"ایسا نہیں ہے" مرجانہ نے کہا "میں اس کے ہر کام میں شریک ضرور ہوں مگر ضروری نہیں ہے کہ ہر کام میں میری منشا بھی شامل ہوتی ہو۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں مرجانہ! تم لوگوں کے ردعمل اور طرز عمل سے میں بہت سے نتائج اخذ کر چکا ہوں۔ بس یہ عقدہ نہیں کھلنے پا رہا کہ عدنان مجھے پہچان کس طرح گیا تھا۔"

"کرنل نعمان..." مرجانہ نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ایک ذمے دار آفیسر ہے۔ اس سے ایسی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

"عدنان بھی کوئی غیر ذمے دار آدمی نہیں ہے۔ بعث پارٹی کی ایک اہم شخصیت ہے اور حکومت کے تمام عہدے دار اس کی عزت کرتے ہیں۔"

"مگر وہ سب اس کی اصلیت سے واقف ہوں گے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ اس کا ماضی کیا تھا۔ میں بھی اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ اس کا ذریعۂ معلومات کرنل نعمان رہا ہو گا۔"

"تم اس کے بیان کی تصدیق کیوں نہیں کر لیتے؟" مرجانہ نے کہا۔

"اس لئے کہ اب میں کرنل نعمان سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ کرنل نعمان کے ذریعے اسے عراق میں میری موجودگی کی خبر بھی مل سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ میں نارمن شیلوف نامی ایجنٹ کے میک اپ میں اسرائیل جا رہا ہوں مگر یہ بات ناقابل یقین ہے کہ کرنل نعمان نے اسے میری تصویر بھی دکھائی ہوگی... اور تم تو پہلے سے بہت کچھ جانتی ہو ورنہ مجھے پستول کی زد میں کیوں لیتیں۔"

مرجانہ نے ایک طویل سانس لی "میں اس معاملے میں عدنان سے کبھی متفق نہیں رہی" اس نے آہستہ آواز میں کہنا شروع کیا "مگر میں مجبور ہوں۔ اس سے ٹکرا نہیں سکتی۔ میں نے کئی بار اس کی مخالفت بھی کی لیکن اس کے لئے پیسہ سب سے اہم چیز ہے اور وہ ایسا کوئی ذریعہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جس سے اسے آمدنی ہو رہی ہو۔"

میں نے معنی خیز نظروں سے بڈ کی طرف دیکھا جو مرجانہ کی گفتگو پر حیرت سے منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔ شاید اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔

"تم حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کو حقیقت سے آگاہ کر سکتی تھیں؟" میں نے کہا۔

"اس کے لئے مجھے بہت کچھ ثابت کرنا پڑتا اور میں کچھ بھی ثابت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ پھر میں کیوں خواہ مخواہ اس سے دشمنی مول لیتی۔"

"بات تو معقول ہے لیکن اگر تم دل سے اس کے خلاف ہو تیں تو اس کے مقابلے میں میرا ساتھ دیتیں۔"

"ممکن ہے تمہارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو مگر میرے لئے نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے تحفظ کی فکر کرتا ہے۔ اگر مجھے غور و فکر کرنے کا موقع ملا ہوتا تو شاید میرا ردعمل مختلف ہوتا۔"

"اب کیا کہتی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "اب تو تم اضطرابی کیفیت کا شکار نہیں ہو؟"

"میرے اعصاب ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم میں کیا کر رہی ہوں اور کیوں کر رہی ہوں۔ دماغ پر ایک دھند سی چھائی ہوئی ہے۔ ایسے میں میں کیا فیصلہ کر سکتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے مگر میں بھی مجبور ہوں۔ فی الحال تمہارے ساتھ اتنی ہی رعایت کر سکتا ہوں کہ تم سے مزید گفتگو صبح تک کے لئے ملتوی کر دوں۔ اس دوران تم آرام کر کے تازہ دم ہو جاؤ گی۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "میں نہیں سمجھتی کہ ان حالات میں مجھے نیند آ سکے گی۔"

"برداشت کرو' بڈ تمہیں نیند کا کوئی ٹرنکولائزر دے دیگا۔ سکون سے نیند پوری کرو' مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ ہم پھر کسی وقت اطمینان سے گفتگو کریں گے۔ بڈ انہیں چھوڑ کر واپس آؤ۔"

بڈ مرجانہ کو چھوڑ کر واپس آ گیا "اسے کسی علیحدہ کمرے میں تو نہیں رکھنا تھا" بڈ نے پوچھا۔

"نہیں' اس کا عدنان کے ساتھ ہی رہنا بہتر ہے۔ تہذیب کب آئے گی؟"

"میڈم کو صبح دس بجے تک یہاں پہنچ جانا چاہیے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے لیٹ ہوں تو گیارہ بج جائیں۔"

"تہذیب کو ریسیو کرنے ائیرپورٹ کون جائے گا؟" میں نے پوچھا اور بڈ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"وہ بغداد سے بائی روڈ آئیں گی۔ بصرہ میں تو جہازوں کی آمد و رفت بند ہے۔"

"اوہ! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ یہاں تو جنگ ہو رہی ہے۔ کیا وہ بغداد سے تنہا آئے گی۔"

"مجھے نہیں معلوم چیف!" بڈ نے کہا "ممکن ہے ان کے ساتھ کوئی اور بھی ہو۔ ایک بات کہوں چیف! تم برا تو نہیں مانو گے؟"

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔ بڈ کا انداز بہت عجیب تھا جیسے اسے کسی بات کا خوف ہو۔

"تم اب سو جاؤ چیف! رات بہت ہو گئی ہے" میں نے محسوس کیا کہ یہ بات کہتے وقت بھی اس کے انداز میں خوف تھا۔

"میں سو جاؤں گا بڈ" میں نے نرم لہجے میں کہا "مگر تم نے یہ بات اس قدر ڈرتے ڈرتے کیوں کہی ہے؟"

بڈ نے یوں ایک طویل سانس لی جیسے اس کے سر سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہو "تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ شام سے تمہاری حالت کیا ہو رہی ہے۔ تم پر ایک وحشت طاری ہے۔ ایسے میں خوف محسوس نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا۔"

"ایسا تو نہیں ہے۔ عدنان اور مرجانہ کے ساتھ میں کافی دیر تک ہنسی مذاق کرتا رہا تھا۔"

"خدا کی پناہ!" بڈ نے کانوں کو ہاتھ لگائے "وہ تمہاری اپنی دانست میں ہنسی مذاق رہا ہو گا۔ مجھے تو تم اس وقت کچھ زیادہ ہی خونخوار لگ رہے تھے۔"

"اچھا" میں نے ہنس کر کہا "اگر ایسا تھا بھی تو تمہیں خوف محسوس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تم بہت بدل گئے ہو چیف! بہت زیادہ۔ پہلے تو تم بہت رحم دل ہوا کرتے تھے۔ ہر ایک کی مخالفت کے باوجود تم نے ہمیشہ انڈر ورلڈ کو ڈھیل دی۔ اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ڈھیل دینا جانتے ہی نہیں۔"

"عدنان عباسی کو سونیا کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہو گا بڈ! تم نہیں جانتے کہ اس کی موت سے مجھ پر کیا گزری ہے۔ میں عدنان کو اپاہج کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"بہتر ہو گا کہ اب تم سو ہی جاؤ چیف!" بڈ نے اٹھتے ہوئے کہا "میں بھی ذرا اپنی نیند پوری کر لوں۔"

بڈ کے جانے کے بعد میں لائٹ آف کر کے سونے کے لئے لیٹ گیا۔ تہذیب سے ملاقات کے لمحات قریب آنے والے تھے۔ برسوں کے بعد اسے دیکھنے کا تصور جسم و جاں میں سنسنی سی پیدا کر رہا تھا۔ کہیں میک اپ میں نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو کیا ہو گا۔ کیا میری آنکھوں کی پیاس بجھ جائے گی؟ نہیں' اس کا چہرہ اگرچہ میرے ذہن پر نقش تھا مگر میں اس نقش کو تازہ کرنا چاہتا تھا۔

تہذیب کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی تو ذہن موجودہ صورت حال کی طرف منتقل ہو گیا۔ مرجانہ نے ڈھکے چھپے لفظوں میں جو اعتراف کیا تھا وہ چونکا دینے والا تھا۔ علی یار خان سے دشمنی اور خصوصاً عدم واقفیت کے باوجود

دشمن کا واحد مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ عدنان کے روابط یہودیوں سے ہیں۔ یہ بہت سنگین بات تھی۔ مرجانہ نے کہا تھا کہ عدنان کے نزدیک پیسہ سب سے اہم شے ہے گویا وہ محض پیسوں کی خاطر یہودیوں کا آلۂ کار بن کر میری جان کے درپے ہو گیا تھا۔

پوری یہودی قوم فلسطینیوں کی جانی دشمن تھی۔ فلسطینیوں کے دوست بھی ان کے اتنے ہی دشمن تھے۔ میں چونکہ فلسطینیوں کی جدوجہد کا سب سے بڑا حمایتی تھا اس لئے وہ مجھے بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے اور اس مقصد کے حصول کے لئے کسی حد تک بھی جا سکتے تھے۔ مجھے اس معاملے کی حد تک یہودیوں سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ میں ان کا دشمن تھا تو انہیں میری جان کے درپے ہونا ہی چاہیے تھا۔ شکایت اگر تھی تو اپنوں سے تھی جو یکجا نہیں ہوتے تھے۔ انہیں آپس کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی تھی اور پھر انہی کی صفوں میں کچھ ضمیر فروش بھی تھے جو مسلمانوں کی آبرو کا سودا کرتے ذرا بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عدنان عباسی بھی تھا۔

کچھ ایسے تھے جو یہودیوں کے آلۂ کار تو تھے مگر اس میں ان کی مرضی شامل نہیں تھی۔ کچھ مجبوریاں تھیں جو انہیں ان کا آلۂ کار بننے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ ممکن ہے سونیا بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہو مگر میں ایسی کسی مجبوری کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا جو آدمی کو مذہب یا وطن کی آبرو کا سودا کرنے پر مجبور کر دے۔ کچھ حاصل کرنے کے لئے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے اور یہاں تو اتنا بڑا مقصد سامنے تھا کہ خواہ کتنی ہی بڑی قربانی پیش کر کے اسے حاصل کر لیا جاتا سودا مہنگا نہ ہوتا۔

ایسے ہی غداروں اور وطن فروشوں میں وہ لوگ بھی تھے جو یہودی لڑکیوں کے جال میں پھنس کر غداری کے مرتکب ہو رہے تھے۔ اس قسم کے غداروں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ یہودی قوم نے اپنی لڑکیوں کو مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا۔ عرب شیوخ اور با اثر طبقہ اس ہتھیار کا سب سے بڑا شکار تھا۔ میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ عدنان صرف پیسوں کے چکر میں ان کا آلۂ کار بنا تھا یا اس میں یہودی حسن کی کارفرمائیاں بھی شامل تھیں۔

میرے حق میں سب سے زیادہ خطرناک بات جو ہو سکتی تھی وہ ٹل چکی تھی۔ اگر عدنان واقعی یہودیوں کا آلۂ کار بنا ہوا تھا تو اس کے توسط سے میرا نارمن شیلوف کے میک آپ میں ہونا یہودیوں کے علم میں آ جاتا۔ ذہنی طور پر یہی سمجھتا رہتا کہ میں قطعی محفوظ ہوں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اگر میں نارمن شیلوف کے میک آپ میں اسرائیل پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا تو اسرائیلی میرا کیا حشر کرتے۔

یہی سب کچھ سوچتے سوچتے معلوم نہیں کس وقت میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ آنکھ کھلی تو نو بج رہے تھے۔ بڈ وغیرہ مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکے تھے۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر بڈ کے ساتھ عدنان عباسی والے کمرے میں پہنچ گیا۔ عدنان کے ساتھ مرجانہ بھی تھی جس کا چہرہ اترا ہوا تھا لیکن عدنان کے چہرے پر تو مردنی چھائی ہوئی تھی۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا عدنان؟" میں نے اندر داخل ہوتے ہی سنجیدگی سے کہا "تم نے مجھے کیوں کر پہچانا تھا۔"

"میں بڑی اذیت سے گزر رہا ہوں" عدنان نے کراہ کر کہا "مجھ پر رحم کھاؤ۔ میرے پیر کی ہڈی پر ضرب آئی ہے۔ رات بھر تکلیف کی وجہ سے سو بھی نہیں سکا۔"

"میری بات کا جواب دو عدنان!" میں نے سخت لہجے میں کہا "ورنہ میں تم پر تشدد کرواں گا۔ مجھے یہ پروا بھی نہیں ہوگی کہ تشدد کے دوران تم کہیں مر نہ جاؤ۔"

"میں واقعی مر جاؤں گا" "تکلیف اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔ مجھے کوئی دافع درد گولی ہی منگوا دو۔"

"اب تمہارے مقدر میں بس ریوالور کی گولیاں ہی رہ گئی ہیں۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ ایک گولی صبح اور ایک شام۔ اس وقت تمہارے دوسرے پیر کا نمبر ہے" میں نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"نہیں" عدنان ہاتھ اٹھا کر چیخا "میں۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر مجھے نہ مارو مت۔"

"اگر میں تمہارے گروہ میں شامل ہو جاؤں تو تم مجھے تحفظ تو فراہم کرو گے نا" میں نے سفاکی سے کہا "عراق میں میری سلامتی کو کوئی خطرہ تو لاحق نہیں ہوگا نا؟"

"تم۔ تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔ تم دنیا کے جس ملک میں کہو گے میں تمہیں پہنچوا دوں گا۔"

"تمہارا زندہ رہنا میرے لئے بہت خطرناک ہو گیا ہے عدنان! نہ ہوتا تب بھی سونیا کے قتل کی پاداش میں میں تمہیں ہلاک ضرور کرتا لیکن میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ پہلے تم سے معلومات حاصل کروں گا۔"

"تم مجھے ایک گلاس پانی پلا دو" عدنان گڑگڑایا۔ "میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔"

"ان لوگوں کو ناشتا دیا گیا یا نہیں؟" میں نے بڈ کی طرف پلٹ کر کہا اور وہ بوکھلا گیا۔

"نن۔ نہیں چیف!" اس نے ہکلا کر کہا۔

"کیوں" میں نے خوں خوار لہجے میں پوچھا "کیا تم انہیں بھوکا پیاسا مارنا چاہتے ہو۔ جاؤ انہیں ناشتا مہیا کرو۔"

بڈ دم دبا کر کمرے سے نکل گیا۔ میرا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ عدنان کی حالت تو دیکھنے ہی والی تھی لیکن مرجانہ کے جسم پر بھی کپکپی سی طاری تھی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔

"ان لوگوں کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھو" میں نے بڈ کو ہدایت دی "اور عدنان کو دافع درد گولیاں بھی فراہم کرو۔ ہڈی ٹوٹنے کی تکلیف برداشت کرنا بھی آسان نہیں ہوتا کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔"

بڈ نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا اور میں ڈرائنگ روم میں چلا آیا تھا۔ بڈ میرا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد میں دوبارہ بڈ کے ہمراہ عدنان کے کمرے میں پہنچا۔ اب اس کی حالت خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں" عدنان نے کہا "اگر مجھے پین کلر گولیاں نہ ملتیں تو میں شاید تکلیف کی زیادتی سے مر ہی جاتا۔"

"میں تمہیں دنیا کے لئے سامان عبرت بناؤں گا عدنان! تمہیں ناقابل تسخیر تصور کیا جاتا ہے اور میں تمہارا حشر اتنا برا کروں گا کہ تم موت کی تمنا کرنے لگو گے۔"

عدنان نے اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری "اگر تم مجھ پر کوئی تشدد کئے بغیر رہا کر دو تو میں تمہارا ہر مطالبہ ماننے کو تیار ہوں۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں عدنان! پہلے تو مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے" میں نے کہا۔

"میں تمہارا قیدی ہوں۔ پہلے تم مجھے ضمانت فراہم کرو کہ مجھے مزید کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ابھی دماغ کے کیڑے نہیں جھڑے" میں نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا "ابھی اتنا دم خم موجود ہے کہ مجھ سے سودے بازی کر رہے ہو۔"

"غلط مت سمجھو" میں اپنی رہائی کے عوض تمہارا ہر مطالبہ ماننے کو تیار ہوں۔ اپنی سلامتی کے لئے تم سے صرف ایک ضمانت ہی تو طلب کر رہا ہوں۔"

"میں تمہیں شام تک کی مہلت دے رہا ہوں عدنان!" میں نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "اس وقت کی گولی تو تم نے بچی کر لی۔ شام کی گولی کا فیصلہ شام کو تمہارا طرز عمل دیکھنے کے بعد کروں گا۔"

"نہیں" عدنان ہذیانی انداز میں چیخا "مجھ پر رحم کرو۔ میں تمہیں ویسے ہی سب کچھ بتانے کو تیار ہوں۔"

میں نے معاندانہ انداز میں سر کو منفی جنبش دی "تم نے دیر کر دی عدنان! میں بحث کرنا پسند نہیں کرتا۔ اب میں بہرا ہو چکا ہوں" میں نے اس کی دوسری ٹانگ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی ٹخنے پر لگی تھی۔ ٹخنے کی ہڈی چور چور ہو گئی ہوگی۔ عدنان کی چیخ بڑی بھیانک تھی اور وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ مرجانہ پر دوبارہ کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

"بینڈیج" میں نے عدنان کی طرف اشارہ کر کے بڈ سے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ گیا۔ میرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھا کہ میں نے عقب سے مرجانہ کی آواز سنی۔

"میرے حال پر تو رحم کرو" وہ کمزور سی آواز میں کہہ رہی تھی "میرا قصور کیا ہے؟"

"تمہیں تکلیف کیا ہے" میں نے پلٹ کر کہا "تم سے تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔"

"میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔ مجھ سے یہ سب مناظر نہیں دیکھے جاتے۔ میں اس کے ساتھ ایک کمرے میں نہیں رہ سکتی۔"

"ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ آ جاؤ" میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچنے کے بعد وہ ایک صوفے پر گر گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔

"ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا" میں نے کہا "ہر عروج کو زوال ہوتا ہے۔"

"مگر میرا کیا قصور ہے، مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے" مرجانہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"تم اس کی شریک ہو، اس کے ہر جرم میں شریک سمجھی جاؤ گی۔ اس کے باوجود میں نے تمہارے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کیا۔"

"مگر تم عدنان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔ وہ تمہیں سب کچھ بتانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔"

"میں اس کے باوجود اسے نہیں بخشوں گا۔ وہ ایک درندہ ہے۔ اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو آزاد ہوتے ہی پھر دوسروں کو بھنبھوڑنے لگے گا۔"

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ اسے تمہارے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی تھی تو میں تمہیں ضرور بتا دیتی۔"

"لیکن تم یہ جانتی ہو کہ میرا وجود اس کے لئے خطرناک ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بات میرے علم میں تھی۔ کون نہیں جانتا کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو۔"

"عدنان خود تو یہودی نہیں ہے" میں نے کہا "کیا وہ صرف جیبوں کی ہوس میں ان کا آلۂ کار بن گیا ہے؟"

"کوئی اور وجہ میرے علم میں نہیں ہے" مرجانہ نے کہا "اور نہ ہی ... وہ یہ بات کا مجھ سے تذکرہ کرتا ہے۔"

"کیا تمہارے درمیان میری ذات بھی کبھی زیر بحث آئی؟" میں نے مرجانہ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں آتا" مرجانہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولی "شاید ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

"تو پھر تم نے میرا نام سنتے ہی پستول کا رخ میری طرف کیوں کردیا تھا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ میری اضطراری حرکت تھی۔ میں عدنان کی ساتھی ہوں اور ہم معقول معاوضے کے عوض یہودیوں کو بے ضرر قسم کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔"

"بے ضرر قسم کی سہولتیں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "ان کی وجہ سے تو احساس جرم کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"جو بھی غیر قانونی کام کرے گا احساس جرم کا شکار ضرور ہوگا اور پھر اس وقت تو عدنان نے مجھے احساس دلا دیا تھا کہ تم ہمارے حق میں بہت خطرناک ثابت ہوسکتے ہو۔"

"تمہاری حد تک تو بات قابل فہم ہے لیکن جہاں تک عدنان کا معاملہ ہے۔" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ بڈز ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا۔

"میڈم کے آنے کا وقت ہو رہا ہے چیف!" بڈ نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"تم تو کہہ رہے تھے وہ سیدھی یہیں آئے گی۔"

"ہاں چیف! وہ بس یہاں پہنچنے ہی والی ہیں۔ میں نے انہیں بتایا نہیں ہے کہ تم بھی ہمارے درمیان موجود ہو۔"

"اچھا؟" میں نے کہا اور پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہوگیا "ممکن ہے تم بہت سی باتوں سے بے خبر ہو۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ عدنان بعض ایسے سنگین معاملات میں ملوث ہے جن سے اس کی حب الوطنی پر بھی آنچ آسکتی ہے۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے" مرجانہ نے تیزی سے کہا "وہ تو شدید قسم کا حب الوطن ہے۔"

"یہودی دنیا کے کسی بھی ملک سے تعلق رکھتا ہو' اس کی ہمدردیاں اسرائیل کے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہ وہی اسرائیل ہے جس نے چند سال پیشتر عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کردیا تھا' اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ کسی یہودی سے تعاون کرکے حب الوطنی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو کم از کم وہ عراقی نہیں ہوسکتا۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے" مرجانہ نے مضطربانہ انداز میں کہا "میں نے کبھی اس انداز میں نہیں سوچا تھا لیکن اسے غداری تو نہیں کہیں گے۔"

"یہ صریحاً غداری ہے۔ وہ ملک و قوم کا غدار تو ہے ہی' مذہب سے بھی بغاوت کا مرتکب ہوا ہے۔ اس نے یہودیوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔ مجھے بتاؤ کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے میں وہ کس حد تک حق بجانب تھا۔"

"تم اس رقت کی بات کر رہے ہو جب تم علی حمار کے روپ میں ہمارے سامنے آئے تھے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم کون ہو؟"

"اس کے دل میں میرے لئے اچھے جذبات ہوتے تو اس نے رائل کلب میں مجھ سے اظہار شناسائی کردیا ہوتا مگر وہ تو چوروں بن گیا۔"

"ہاں' تمہیں دیکھ کر وہ چونکا ضرور تھا مگر میرے پوچھنے پر اس نے یہی کہا تھا کہ اس نے شاید تمہیں کہیں دیکھا ہے۔"

"اس نے مجھے ایک نظر میں پہچان لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمہیں اکسایا کہ تم مجھ پر پستول تان لو۔ تمہیں مرجانہ۔ اس کے حق میں کوئی ایک بات بھی نہیں جاتی۔"

"تم رحم دل بھی بہت ہو اور تمہاری سفاکی سے بھی خوف آتا ہے۔ میرے ساتھ تم نے ابھی تک کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ تمہارا رویہ نرم ہے۔ دوسری طرف عدنان کے ساتھ تم جو سلوک کر رہے ہو وہ خاصا لرزا دینے والا ہے۔"

"میں اسے اپاہج کردینا چاہتا ہوں اس لئے کہ وہ مجرم ہے نہ صرف مجرم بلکہ بہت بڑا مجرم ہے جب کہ

تمہارے خلاف اس نے ... ان کے خلاف ... ثابت ... پڑسکتا ہے کہ تم ان کی ساتھی ہو۔

"میں براہ راست کسی بھی چیز میں ملوث نہیں ہوں۔ کیا تم مجھ پر اتنی مہربانی نہیں کرسکتے کہ مجھے رہا کردو" مرجانہ نے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرے نرم رویے سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں احمق نہیں ہوں جو تمہیں رہا کردوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں عدنان کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے مجبور تھی۔ میرا کوئی ٹھکانا بھی تو نہیں تھا' اگر وہ مجھے گروہ سے نکال باہر کرتا تو میں کہاں جاتی؟"

"میں تمہارے بیان کی تردید نہیں کر رہا" میں نے کہا۔ "لیکن فی الحال میں تمہیں رہا بھی نہیں کرسکتا۔ تم یہ خیال ذہن سے نکال دو۔"

"میں عدنان کی حرکتوں سے بالکل برگشتہ ہوچکی ہوں لیکن اس کے چنگل سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔"

میں نے مرجانہ کو غور سے دیکھا۔ وہ میرا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور اس کا واحد طریقہ یہ تھا کہ وہ عدنان کو برا بھلا کہتی مگر یہ طریقہ بہت فرسودہ ہوچکا تھا۔ میں ایسے جھانسوں میں آنے والا نہیں تھا خصوصاً اس صورت میں کہ تمکین کے ذریعے مرجانہ کے بارے میں کسی حد تک پہلے ہی جان چکا تھا۔

"جس آدمی کا ضمیر تھوڑا سا بھی زندہ ہوگا وہ عدنان سے نفرت کرنے پر مجبور ہوجائے گا" میں نے کہا۔

"ہاں' میرا ضمیر اکثر مجھے کچوکے لگایا کرتا تھا لیکن تم تو جانتے ہی ہو کہ عدنان کس پوزیشن کا مالک ہے لہٰذا میں اپنے ضمیر کو تھپک تھپک کر سلا دیا کرتی تھی... لیکن اب۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر چپ ہوگئی۔

"تم چاہو تو اس کے خلاف میری مدد کرسکتی ہو" میں نے نرم لہجے میں کہا "اس طرح تمہارے جذبات کی تسکین بھی ہوجائے گی اور میں بھی اس سے انتقام لے سکوں گا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے کسی قابل سمجھا" وہ خوشی سے کھل اٹھی "مجھے بتاؤ کہ میں تمہاری کیا مدد کرسکتی ہوں۔"

"اگر تم نے مجھے اس کے بارے میں صحیح اطلاعات فراہم کردیں تو میں تمہیں اس رقم میں سے بھی حصہ دوں گا جو میں اس سے وصول کروں گا" میں نے کہا "پھر تم بے فکر

ہو کر ... جا سکو گی۔"

"جو تم پوچھو گے میں بتا دوں گی لیکن مجھے کوٹھی' تم رہنے کے بجائے اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کرلو تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔"

"یہ بہت کٹھن راہ ہے مرجانہ! تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلو گی تو پھر تمہیں زندگی داؤ پر لگی رہے گی۔"

"ضمیر تو مطمئن رہے گا نا" مرجانہ نے کہا "شاید اسی طرح میں اپنے سابقہ گناہوں کی تلافی کرسکوں۔"

"ٹھیک ہے مرجانہ! میں تمہاری درخواست پر غور کروں گا لیکن اس سے رقم اینٹھنے کا خیال ترک نہیں کیا جاسکتا۔"

"اس کے پاس ساری کی ساری ناجائز دولت ہے۔ اس سے رقم ضرور وصول کرو۔ میں کب منع کر رہی ہوں!"

"مجھے نہیں معلوم کہ اس کی مالی پوزیشن کیا ہے۔ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ کتنی رقم ادا کرسکتا ہے؟"

"اوہ! یہ ساری تفصیلات تو میں تمہیں فراہم کرسکتی ہوں۔ اس وقت بصرہ میں اس کا سب سے بڑا اکاؤنٹ نیشنل بینک میں ہے جس میں اس نے کل ہی دس لاکھ دینار جمع کرائے ہیں۔"

"دس لاکھ دینار یعنی چھ کروڑ پاکستانی روپوں سے زیادہ رقم!" میں نے حیرت سے کہا "اتنی رقم کا وہ کیا کرے گا؟"

"وہ کھجوریں صاف کرنے اور انہیں جدید ترین طریقے سے پیک کرکے ایکسپورٹ کرنے کے لئے بصرہ میں ایک کارخانہ لگانا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک جاپانی فرم سے اس کے مذاکرات چل رہے تھے۔ آج کل در پیش مشینری کی خریداری کے سودے کو حتمی شکل دی جانے والی تھی۔ اسی سلسلے میں اس نے یہ رقم یہاں منتقل کرائی تھی۔"

"میں سمجھا تھا شاید وہ علی حمار سے نمٹنے کے لئے خود بصرہ آیا تھا" میں نے قدرے مایوسی سے کہا۔

"تمکین کے اغوا پر وہ خاصا پریشان ہوگیا تھا۔ مشینری کی خریداری کا مرحلہ درپیش نہ ہوتا تو شاید وہ تمہاری شرائط اتنی آسانی سے نہ مانتا لیکن اس نے جھکنا نہیں سیکھا۔ ...تمہاری شرائط تسلیم کرنے کی آڑ میں اس نے تم پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے خیال میں تمہاری ہلاکت یقینی تھی لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ حملے میں علی عماد بچ گیا ہے تو وہ نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہوگیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے

بارجود اس کے تمہاری طرف سے کوئی خاص خطرہ محسوس نہیں کیا ورنہ ہر گز اتنی دیدہ دلیری سے منظر عام پر نہ آتا۔"

"خیر! وہ تو الگ معاملہ ہے۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ مشکل بینک سے وہ رقم کس طرح نکلوائی جائے؟"

"تم نے عدنان کو زخمی نہ کردیا ہوتا تو رقم بڑی آسانی سے نکالی جاسکتی تھی۔"

"تمہارا خیال غلط ہے" میں نے اس کی بات کاٹ دی "میں اسے کھلے بندوں لے کر گھومنے کا خطرہ ہر گز مول نہ لیتا۔ اس سے بہتر تو یہ ہوگا کہ میں اس رقم کے حصول کا خیال ہی دل سے نکال دوں۔"

"اس کے علاوہ بھی ایک طریقہ ہے" مرجانہ نے کہا۔ "عدنان سے چیک لکھوا لو اور بینک کے منیجر کو فون کرا دو۔ اس کی یہ مجال نہیں ہو سکتی کہ عدمان کے فون کے بعد رقم کی ادائیگی سے انکار کردے۔"

"ہاں یہ ممکن ہے" میں نے کہا "لیکن اس کے لئے چیک بک موجود ہونی ضروری ہے۔"

"چیک بک عدمان کے آفس میں موجود ہے۔ اگر تم کہو تو میں فون کر کے ابھی چیک بک منگوا سکتی ہوں۔"

"فون کرنے سے خرابی پیدا نہیں ہوگی" میں نے کہا۔ "آج تو مشینری کی خریداری کے معاہدے کو حتمی شکل دی جانے والی تھی؟"

"میں اس کے لئے بھی ہدایت دے دوں گی تاکہ کسی قسم کی گڑبڑ کا امکان نہ رہے" مرجانہ نے تیزی سے کہا۔

"رات سے عدنان عباسی غائب ہے۔ اس کے آدمیوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہوگی۔ تم انہیں کس طرح مطمئن کرو گی؟"

"ہاں یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے" مرجانہ نے کہا "میں انہیں کیا کہہ کر مطمئن کروں گی" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"عدنان کے آدمی اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ اس کی کوئی نرس بھی ہے" میں نے مرجانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تمہیں صرف تمکین کو مطمئن کرنا ہوگا۔"

"اوہ!" مرجانہ اچھل پڑی "اس طرف تو ذہن ہی نہیں گیا تھا۔ واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں تمکین کو فون کردیتی ہوں کہ وہ آفس پہنچ جائے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس سے کچھ پوچھ سکے۔"

"میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ عدنان کے آدمیوں میں سے کوئی ہماری اس پناہ گاہ سے آگاہی حاصل کرے۔"

"میں تمکین کو ہدایت دے دوں گی ... جاکر اس سے چیک بک لے آئے گا۔ میں اسے ایک رقعہ لکھ دوں گی۔ اس کے بعد بس ایک ہی مرحلہ رہ جائے گا۔ عدمان چیک بک پر دستخط کرتا ہے یا نہیں۔"

"وہ چیک بک پر دستخط بھی کرے گا اور فون پر منیجر کو ہدایت بھی دے گا۔ اب تم اٹھو اور تمکین کو فون کردو۔"

فون کرنے کے دوران میں مرجانہ کے نزدیک ہی موجود تھا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے تمکین کو ہدایات دیں۔ اس دوران بڈ بھی ڈرائنگ روم میں دوبارہ داخل ہوا مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا۔

"لاؤ مجھے قلم دو" فون بند کرنے کے بعد مرجانہ نے مجھ سے کہا "تمکین آدھے گھنٹے کے اندر اندر عدمان کی جگہ سے لے گا۔ میں اس کے نام تمہیں رقعہ لکھ دوں۔"

میں نے بڈ سے قلم کاغذ لانے کو کہا، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اس کے انداز سے ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھور کر دیکھا "میں نے تم سے قلم کاغذ لانے کو کہا ہے' تم نے سنا نہیں؟"

"میڈم کے یہاں پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ رہ گئے ہیں" بڈ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تو میں کیا کروں" میں جھنجلا گیا "مجھے معلوم ہے کہ وہ آنے والی ہے۔ تم یہ اطلاع مجھے کتنی بار دو گے؟"

"اب نہیں دوں گا" بڈ نے دل گرفتگی سے کہا "میں چاہ رہا تھا کہ تم ڈھنگ کا لباس پہن لیجئے۔ رات سے یہی کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اتنے عرصے بعد میڈم سے ملاقات ہوگی۔ لیکن خیر! مجھے کیا" وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

"تمہارا ساتھی بار بار کس میڈم کا تذکرہ کر رہا ہے؟" مرجانہ نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "تم سے قطعی غیر متعلق بات ہے۔"

مرجانہ کا چہرہ اتر گیا مگر وہ کچھ بولی نہیں۔ مجھے اس کے جذبات سے کوئی غرض تھی بھی نہیں۔ وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے مجھ سے تعاون کر رہی تھی' مجھ پر کوئی احسان تو کر نہیں رہی تھی۔ بلکہ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے نزدیک آنے کی خواہاں ہے۔ اس کے رہا کارانہ رویے سے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا روادار نہیں تھا۔

قلم کاغذ بڈ نے لا کر دیا اور مرجانہ نے ایک کاغذ پر چند سطریں لکھ کر میری طرف بڑھا دیں۔ میں نے بہت باریک بینی سے اس تحریر کا جائزہ لیا۔ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی۔ مطمئن ہونے کے بعد میں نے وہ پرچہ بڈ کے حوالے کردیا۔

"یہ پرچہ اپنے کسی آدمی کو دے کر عدنان عباسی کے پاس بھیج دو۔ وہ ایک چیک بک دے گا جو تمہیں مجھ تک پہنچانی ہوگی مگر خیال رہے کہ کوئی ہمارے ٹھکانے تک نہ پہنچ پائے۔"

"یہ بات تم بڈ کو سمجھا رہے ہو" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "بڈ تو خود دوسروں کے ٹھکانوں تک پہنچتا ہے اور اپنا ٹھکانا ہر نظروں سے اوجھل رکھتا ہے۔"

"عدمان بدترین سزا کا مستحق ہے" بڈ کے جانے کے بعد مرجانہ نے کہا "دس لاکھ دینار کی رقم سے تو اس کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ وہ بہت موٹی اسامی ہے۔"

وہ مجھے پوری طرح الو بنانے کے چکر میں تھی۔ عدنان کی دولت کے بل پر میرا اعتماد حاصل کرنا چاہ رہی تھی۔ اس کی اپنی گرہ سے تو کچھ بھی نہیں جا رہا تھا۔ عدمان کنگال ہوتا ہے تو ہو جائے۔ اس کا اپنا مستقبل تو محفوظ ہو جائے گا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب عدنان کا بچنا محال ہے۔ اس لئے وہ خود کو بچانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے مجھے بے وقوف بنانے کے درپے تھی۔

"اگر تم اسی طرح تعاون کرتی رہیں تو میں بہت جلد دولت مند ہو جاؤں گا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں شاید احساس نہیں ہے کہ میں تمہاری خاطر کیا کچھ کر سکتی ہوں۔ عدنان عباسی تو کیا چیز ہے' میں تو خود کو بھی داؤ پر لگا دوں۔"

"یہ تو تم نے لگا ہی دیا ہے" میرے لہجے میں خفیف سا طنز تھا۔

"کیا مطلب؟" مرجانہ نے چونک کر کہا۔

"یہ تمہارا خلوص ہی تو ہے کہ مجھ سے کوئی ضمانت طلب کئے بغیر تم میرے ساتھ اس قدر تعاون کر رہی ہو" میں نے کہا اور مرجانہ کے چہرے پر سکون کے تاثرات نظر آنے لگے ورنہ وہ میرا جملہ سن کر گھبرا گئی تھی۔ جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اس کے دل میں چور تھا۔

دفعتاً باہر سے کسی کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ تہذیب آگئی ہے۔ چند ہی منٹ کے اندر اندر میرا اندازہ درست ثابت ہو گیا۔ تہذیب ڈرائنگ روم کے دروازے سے بڈ کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ بغداد سے ہائی روڈ بصرہ آئی تھی اور اس کے چہرے پر تھکن کے آثار موجود تھے مگر اس کے باوجود وہ ہنس ہنس کر بڈ سے باتیں کر رہی تھی۔

پھر اچانک ہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئی "تم ... تم ہو" اس نے بمشکل کہا۔ "میرے خدا! میں خواب دیکھ رہی ہوں یا یہ حقیقت ہے"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا "یہ میں ہی ہوں تہذیب! تمہارا علی" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا' میرے معبود! تو کتنا بڑا کارساز ہے۔ آخر کار تو نے مجھ گناہ گار کی دعائیں سن لیں" تہذیب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔

"وہ سب سے بڑا کارساز ہے تہذیب! دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے۔ وہ جو اپنے بندوں سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے' انہیں مایوس کیسے کر سکتا ہے۔"

"مجھے سہارا دو علی!" تہذیب نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا "تم سے ملتے ہی یہ احساس ہونے لگا ہے کہ میں نے تمہاری تلاش میں کتنی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ اچانک ہی تھکن کا احساس ہونے لگا ہے علی!"

میں بڑی محبت سے تہذیب کو سہارا دے کر صوفے تک لایا۔ بڈ کو میں نے اشارہ کردیا تھا کہ وہ مرجانہ کو لے جائے اور اس نے فوراً ہی اس پر عمل بھی کیا تھا۔

تہذیب کا سر میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا اور مجھے بے پایاں سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں مکمل ہو گیا ہوں۔ اس سے دوری کے ہر لمحے میں میں نے خود کو ادھورا محسوس کیا تھا۔ اس نے بھی یہی کچھ محسوس کیا ہوگا، تبھی تو اس کی یہ حالت ہو رہی تھی۔ کون کسی سے اتنی محبت کرتا ہے۔ اب تو محبت بھی ایک کاروبار بن کر رہ گئی ہے جسے ہر شخص اپنی کسی غرض کے لئے استعمال کرتا ہے۔ میں کتنا خوش قسمت تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر محبت کرتی تھی۔ میری تلاش میں اس نے آدھی دنیا چھان ماری تھی۔

"مجھے سمیٹ لو علی! ورنہ میرے وجود کا شیرازہ بکھر جائے گا۔"

تم فکر میں تو پھر آگیا ہے کا! ابھی یہ ہی سوچا ہے؟
میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں لے کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے کہا۔
"تم نے تو بھی پلٹ کر خبر تک نہیں لی۔ کم از کم اپنی خیریت سے مطلع کردیتے۔ ایک چھوٹی سے غلطی کی اتنی بڑی سزا؟"
"ایسا نہ کہو تہذیب! تمہیں کیا معلوم تمہاری دوری کے غم میں کس کرب سے گزرا ہوں۔ میں نے تمہیں بھلانے کے لئے ہر لمحے خود کو مصروف رکھا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو میرے پائے استقلال میں لغزش آجائے گی۔ میں تم سے کیا ہوا عہد نبھا کر تمہارے سامنے سرخ رو ہونا چاہتا تھا۔ تمہاری ادنیٰ سی خواہش بھی میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"
"تو مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ میری ایسی کسی خواہش پر عمل نہیں کرو گے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے دور ہوجائیں۔"
"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں تہذیب!" میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "آئندہ ہم بھی ایسی حماقت کا ارتکاب نہیں کریں گے جس سے ہماری زندگیاں جہنم بن جائیں۔"
تہذیب کے چہرے پر طمانیت کے گہرے سائے اتر آئے۔ اس کی حالت اب سنبھل گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے گردوپیش کی ہمیں کچھ خبر نہیں تھی۔
معلوم نہیں کتنی دیر گزر گئی۔ ہم تو اس وقت چونکے جب ڈرائنگ روم کے دروازے پر دستک سنائی دی، پھر دروازہ کھلا اور بڈا اندر داخل ہوا۔
"ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتا ہوں چیف!" بڈ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "لیکن وہ مرجانہ اصرار کررہی ہے کہ چیک سے رقم آج ہی نکلوالو۔ ابھی کچھ وقت باقی ہے۔" بڈ نے اپنے ہاتھ میں موجود چیک بک میری طرف بڑھائی۔
"ہاں ٹھیک ہے' اسے بلالاؤ" میں نے چیک بک لیتے ہوئے کہا اور بڈ نے دونوں ہاتھ دعا کے سے انداز میں اٹھادیے۔
"خدایا تیرا شکر ہے' چیف کا موڈ تو بحال ہوا۔ ورنہ کل شام سے یہ حال تھا کہ بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑ رہے تھے۔"
"تیشوں کو پھوڑ کر دی بکواس" میں نے بڑا پیسا بنایا ہے جاؤ درست کرو۔"
"جارہا ہوں چیف! بس تم اپنا موڈ مت خراب کرلینا" بڈ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔
"یہ بہت موڈ ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "اس بات کی ہوا تک نہیں لگنے دی کہ تم بھی یہاں موجود ہو۔"
"کل شام ہی تو میری اس سے ملاقات ہوئی ہے" میں نے بڈ کی طرف داری کرنے کی کوشش کی۔
"آج فون پر دوبارہ میری اس سے بات ہوئی لیکن مجال ہے کہ اس نے کوئی اشارہ تک دیا ہو۔"
میں ہنسنے لگا "وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا" میں نے کہا "لیکن کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیتا۔ ایک سرپرائز میرے لئے بھی رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی اطلاع تھی جو تمہاری ہدایت کے مطابق فوراً مجھ تک پہنچنی چاہیے تھی لیکن وہ کہنے لگا کہ میڈم چونکہ صبح آنے والی ہیں لہٰذا انہی کی زبانی سننا۔"
تہذیب چونک گئی "بہت مردود ہے' اسے چاہیے تھا کہ وہ اطلاع فوراً تم تک پہنچاتا' تم خطرے میں ہو۔" وہ مرجانہ کو آتے دیکھ کر چپ ہوگئی لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ مرجانہ کو دیکھ کر وہ کچھ بے چین سی ہوگئی ہے۔
"جلدی کرو' عدنان سے چیک پر دستخط کرالو تاکہ چیک آج ہی کیش کرالیا جائے" مرجانہ نے آتے ہی کہا "تم پہلے ہی بہت وقت ضائع کرچکے ہو۔"
"موشے رینڈل تمہیں بہت یاد کرتا ہے" میرے جواب دینے سے قبل ہی تہذیب نے مرجانہ سے کہا اور مرجانہ بری طرح چونک پڑی۔
"کون موشے رینڈل؟" مرجانہ نے انجان بننے کی کوشش کی لیکن صاف نظر آرہا تھا کہ وہ موشے رینڈل کو جانتی ہے۔
"وہی جس نے اپنا نام تبدیل کرکے" تہذیب بڑے اطمینان سے کہہ رہی تھی "موشے ہاورڈ رکھ لیا ہے" معلوم نہیں ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ مرجانہ کسی غضب ناک بلی کی طرح تہذیب پر جھپٹ پڑی۔ میں تو حیرت سے گنگ ہو کر رہ گیا تھا۔ کیا موشے ہاورڈ' اولیو ہاورڈ کا کوئی رشتے دار ہے؟ میں اس کے علاوہ کچھ نہ سوچ سکا۔
مرجانہ کو تہذیب پر جھپٹتے دیکھ کر بڈ نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا اور میں خود بھی ان دونوں سے دور ہٹ گیا تھا۔ تہذیب بالکل ایکس ماسٹر تھی۔ گرین پول کی مایہ ناز ایجنٹ رہ چکی تھی۔ کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ مرجانہ سے نہ نمٹ پاتی۔
مجھے نہیں معلوم تھا کہ مرجانہ کون ہے اور وہ موشے ہاورڈ کیا شے ہے کہ جس کے حوالے پر مرجانہ آپے سے باہر ہوگئی۔ یہ بات بھی حیران کن تھی کہ تہذیب نہ صرف مرجانہ سے واقف تھی بلکہ اس کے بیک گراؤنڈ سے بھی بہت زیادہ واقفیت رکھتی تھی۔ معلوم نہیں تہذیب کی معلومات کا کیا ذریعہ تھا؟
مرجانہ نے تہذیب پر کراٹے کا خطرناک وار کیا تھا مگر تہذیب پہلے سے ہی ہوشیار تھی۔ غالباً اسے اندازہ رہا ہوگا کہ جو حوالہ اس نے دیا ہے اس پر مرجانہ کسی حد تک آپے سے باہر ہوسکتی ہے۔ تہذیب خود بھی جوڈو کراٹے کی ماہر تھی اور اسے زیر کرنا آسان نہیں تھا۔ ویسے بھی میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ غیر ضروری طور پر دوسروں کے معاملات میں مداخلت کی جائے۔
مرجانہ تہذیب پر جوڈو کراٹے کے تابڑ توڑ حملے کررہی تھی لیکن ابھی تک تو تہذیب کے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی تھی۔ خود تہذیب نے ایک بھی وار نہیں کیا تھا۔ وہ مخالف کو تھکا کر مارنے والی پالیسی پر عمل پیرا تھی۔ دوسری طرف مرجانہ پر جنون طاری تھا۔ وہ جلد از جلد تہذیب پر کوئی کاری وار کرنے کے چکر میں تھی۔ اس جنونی کیفیت میں وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ خود وہ ہماری قید میں ہے اور اگر اس نے تہذیب کو کوئی نقصان پہنچایا تو خود بھی نہیں بچ سکے گی۔
تہذیب کی پھرتی اور برق رفتاری قابل دید تھی۔ مرجانہ اس پر جھپٹ جھپٹ کر حملے کررہی تھی اور تہذیب بڑی کامیابی سے اپنا دفاع کررہی تھی۔ پھر تہذیب کو مرجانہ پر وار کرنے کا موقع مل گیا۔ مرجانہ اچھل کر پیچھے گری تھی مگر فوراً ہی نہ صرف اچھل کر دوبارہ کھڑی ہوگئی بلکہ اس نے تہذیب پر بھرپور جوابی حملہ بھی کردیا۔ اس نے تہذیب کو فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی مگر تہذیب نے بڑی پھرتی سے جھکائی دی تھی۔ مرجانہ اپنے ہی زور میں گویا اڑتی ہوئی صوفے پر جاگری۔ پہلے کی طرح اس بار بھی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر اس بار تہذیب نے اس پر بازی لے گئی اور اس کے سنبھلنے سے قبل ہی تہذیب نے اسے دبوچ لیا۔ مرجانہ کا ہاتھ اس کی گرفت میں تھا جسے تہذیب پوری قوت سے موڑ رہی تھی۔ پھر اچانک تہذیب نے مرجانہ کی گردن پر دو تین وار کئے اور مرجانہ کو بے ہوش کردیا۔
"تم نے دیکھا" تہذیب بے ہوش مرجانہ کو چھوڑ کر مجھ سے مخاطب ہوئی "موشے ہاورڈ کے حوالے پر یہ کس طرح بھڑک اٹھی۔"
"ہاں میں نے دیکھا مگر سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ البتہ اولیو ہاورڈ ضرور یاد آیا۔"
"سمجھ میں کس طرح آئے گا" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "میری واضح ہدایات کے باوجود بڈ نے تمہیں بے خبر رکھا۔"
"میں نے سوچا تھا کہ چوبیس گھنٹے سے بھی کم رہ گئے ہیں۔" بڈ نے ہکلا کر کہا "تم خود ہی چیف کو تفصیلات سے آگاہ کرو گی۔"
"بڈ سے بعد میں جواب طلبی کرتی رہنا۔ پہلے مجھے تو بتادو کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ موشے ہاورڈ کا جغرافیہ کیا ہے اور مرجانہ کا اس سے کیا تعلق ہے؟"
تہذیب نے ایک طویل سانس لی "یہ شخص اولیو ہاورڈ کا غائبانہ پرستار ہے" تہذیب نے کہنا شروع کیا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کی ملاقات کبھی اولیو ہاورڈ سے نہیں ہوئی لیکن اس سے اس کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس نے اپنے نام کے ساتھ ہاورڈ کا اضافہ کرلیا۔ اب اس کا پورا نام موشے رینڈل ہاورڈ ہے۔ یہ شخص سی آئی اے کا ایجنٹ بھی رہ چکا ہے اور اولیو ہاورڈ کی طرح اسے سی آئی اے سے نکالا نہیں گیا بلکہ اس نے خود سی آئی اے سے استعفیٰ دیا ہے۔ استعفیٰ دینے کا فیصلہ اس نے اولیو ہاورڈ کی موت کی خبر سننے کے بعد کیا۔ وہ غائبانہ طور پر تمہارا جانی دشمن تھا مگر اس نے تمہارے خلاف کبھی کوئی قدم اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ وجہ یہ تھی کہ تمہارے مقابلے پر اولیو ہاورڈ موجود تھا جو رینڈل کا آئیڈیل ہے۔ اولیو ہاورڈ سے اسے صرف ایک اختلاف تھا اور وہ یہ کہ وہ تمہیں بے جا ڈھیل دیا کرتا تھا۔ رینڈل اپنے دوستوں سے اکثر اس بات کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ پھر جب اسے اولیو ہاورڈ کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے برملا کہا تھا کہ اس کی موت کی ذمے داری علی یار خان پر عائد ہوتی ہے۔ ان ایب میں اسرائیلی ایجنسیوں کو بھی تم پر شبہ تھا مگر اس شخص کو شبہ نہیں یقین تھا اور جب اس نے اپنے روحانی استاد اولیو ہاورڈ کی موت کا انتقام لینے کے لئے سب سے پہلے سی آئی اے سے پیچھا چھڑایا۔ اس کے بعد اس نے کسی صیہونی تنظیم میں شامل

ہونے کے بجائے اپنی ایک الگ تنظیم قائم کی جس کا نام اس نے انگلر رکھا۔ انگلر کا صدر دفتر پیرس میں ہے جو بظاہر ایک بڑے کاروباری ادارے کا دفتر ہے۔ اگرچہ رینڈل کو اس میدان میں قدم رکھے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی تنظیم کو تقریباً پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ اسے اپنے ہم خیال یہودیوں کو جمع کرنے میں بہت زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی۔ دنیا کے جس ملک میں یہودی موجود ہیں۔ وہاں انگلر کے ممبر بھی موجود ہیں جس کی ایک مثال مرجانہ ہے۔ مرجانہ یہودی ہے اور اسے یہاں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔ یہ تو رینڈل کے ساتھ سی آئی اے میں ہوا کرتی تھی۔ دونوں کے تعلقات اس قدر گہرے تھے کہ ان کا آپس میں شادی کرلینا یقینی تھا۔ انتہا یہ ہے کہ رینڈل کے ساتھ ساتھ مرجانہ نے بھی سی آئی اے سے استعفیٰ دیا تھا۔

میں سنانے کے عالم میں یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ تہذیب بڑی دھماکہ خیز اطلاعات فراہم کررہی تھی۔ یہ تصور بڑا سنسنی خیز تھا کہ کوئی شخص میری جان لینے کے درپے ہے اور اسی مقصد کے لئے اس نے پوری دنیا میں میرے واسطے جال بچھا رکھا ہے۔ میں کسی بھی وقت بے خبری میں اس جال میں پھنس سکتا تھا۔

"تم سے انتقام لینے کے لئے رینڈل تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ شروعات اس نے شام سے کی تھیں۔ وہاں سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ان معلومات سے وہ کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں کرسکا۔ یہ تصدیق تو ہوگئی کہ ابو ہاورڈ اور اس کے تمام ساتھیوں کی موت کے ذمے دار تم ہی تھے۔ اس نے یہ بھی معلوم کرلیا کہ تم نے وہاں سے بیروت کا رخ کیا ہے لیکن اس کے بعد بلیک آؤٹ تھا۔ معلومات اگر حاصل ہوسکتی تھیں تو صرف تنظیم آزادی فلسطین سے ہی ہوسکتی تھیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں ہر یہودی کے پر جلنے لگتے ہیں۔ فدائین سے کسی قسم کی معلومات کا حصول تقریباً ناممکن کام ہے۔ پھر بیروت کے حالات ایسے نہیں تھے کہ رینڈل وہاں سے کچھ معلوم کرپاتا لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ تاہم اسے یقین ہوگیا تھا کہ تمہاری تلاش کا کام وہ تنہا نہیں کرسکے گا۔ اسی لئے اس نے انگلر نامی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ تمہیں منظم طریقے سے تلاش کیا جاسکے۔ تمہیں تو اندازہ ہے کہ کسی یہودی کے لئے اس قسم کی تنظیم قائم کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ یہودیوں کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے اور وہ اپنی تمام تر فطری کنجوسی کے باوجود اس قسم کے کاموں

کے لئے دل کھول کر پیسہ خرچ کرتے ہیں جو پہلی چیز ہے۔ رینڈل اپنا منصوبہ لے کر چند یہودی سرمایہ داروں کے پاس پہنچا تو انہوں نے فوراً ہی اس پروجیکٹ کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے۔ رینڈل نے دنیا کے تمام اہم ممالک میں اپنے ایجنٹ تمہاری تلاش پر مامور کردیئے۔ ان ایجنٹوں کو عموماً کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ ان کا کام صرف اتنا ہے کہ جیسے ہی انہیں تمہارے بارے میں کوئی اطلاع ملے وہ فوراً ہیڈکوارٹر کو مطلع کریں۔ اتنے سے کام کے عوض انہیں بھاری معاوضے ادا کئے جاتے ہیں۔"

"یہ ساری معلومات تمہیں کس طرح حاصل ہوگئیں؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

تہذیب مسکرائی "ہم خود تمہاری تلاش میں تھے۔ رینڈل کی بہ نسبت ہمیں تمہارے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل ہوگئیں اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ سب جانتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ اسی دوران ہم پر یہ منکشف ہوا کہ ہمارے علاوہ بھی کوئی تم میں دلچسپی لے رہا ہے۔ بس وہیں سے ہم نے اپنی توجہ اس شخص پر مرکوز کردی اور پھر اس کے بارے میں بڑی باریک بینی سے تفتیش کی گئی۔ رینڈل پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ اسی لئے ہم نے صرف اس کی نگرانی پر اکتفا کیا۔ چوں کہ تمہاری تلاش کی حد تک ہمارے مقاصد ایک ہی تھے اس لئے اس پر نظر رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہوگیا تھا تاکہ اگر تم پہلے اس کی نظروں میں آجاؤ تو ہماری نگاہ سے بھی اوجھل نہ رہو۔ پھر یہ ہوا کہ تم اسرائیل کے کاٹمز اغوا کرکے عراق پہنچے۔ یہاں پہنچنے کے بعد تمہاری شخصیت پوری طرح ابھر کر سامنے آگئی۔"

"میں تو عراقی آرمی انٹیلی جنس کے لئے کام کررہا تھا۔" میں نے حیرت سے کہا "پھر یہ راز کس طرح کھلا؟"

"عدنان عباسی کے ذریعے" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا "وہ بدبخت یہودیوں کے لئے بھی کام کررہا ہے۔ اسی کے ذریعے رینڈل ہاورڈ کو تمہارے بارے میں معلوم ہوا۔ ہمیں تو بہت بعد میں علم ہوا کہ تم یہاں ہو۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی رازداری برتنے کی کیا ضرورت تھی کہ ہمیں بھی تمہارے وجود سے بے خبر رکھا گیا۔" تہذیب کا لہجہ شکایتی ہوگیا۔

"مجھے تو خبر یہ بھی معلوم نہیں کہ تم نے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں بھی کی تھیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے تنظیم آزادی فلسطین کے لئے بہ شرط رازداری ہی کام کرنا قبول کیا تھا۔ رازداری کی انتہا کا اندازہ

اس بات سے کرلو کہ عیاش کے اغوا میں حصہ لینے والے تمام افراد بھی اس بات سے بے خبر تھے کہ میں بھی اس منصوبے میں شریک ہوں۔ طے یہ ہوا تھا کہ ایک بھی غیر ضروری فرد کو میرے بارے میں نہیں بتایا جائے گا۔ منصوبے میں عملی طور پر حصہ لینے والے ابھی پورے منصوبے سے بے خبر تھے۔ اس حد تک رازداری نہ برتی جاتی تو کامیابی کے امکانات بہت کم ہوجاتے لیکن مجھے عدنان عباسی پر حیرت ہے۔"

"ایسے بدطینت لوگوں کی کمی نہیں ہے جو حقیر فائدوں کے عوض دشمن کے ہاتھ مضبوط کررہے ہیں۔" تہذیب نے متنفرانہ لہجے میں کہا "یہودیوں کے پاس دو ہتھیار ہیں پیسہ اور لڑکیاں۔ اور وہ ان دونوں ہتھیاروں کو مسلمانوں کے خلاف بھرپور طریقے سے استعمال کررہے ہیں۔"

"یہی تو افسوس ناک بات ہے تہذیب! ہم اس کا تدارک بھی نہیں کرسکتے۔ کاش مسلمان ملکوں کو ایسی کالی بھیڑوں کے وجود سے پاک کیا جاسکتا۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم عدنان عباسی تک کس طرح جا پہنچے!" تہذیب نے کہا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں مسکرا کر بولا "مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ یہودیوں کے لئے کام کررہا ہے۔" میں نے تہذیب کو عدنان سے تصادم کی داستان مختصراً سنادی۔

"عدنان کو تمہاری تصویر رینڈل نے دکھائی ہوگی۔" تہذیب نے متفکرانہ لہجے میں کہا "ورنہ وہ تمہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔"

"اگر یہ بات تھی تو پھر مرجانہ مجھے کیوں نہیں پہچان سکی؟" میں نے اعتراض کیا۔

"یہ بات تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ مرجانہ تمہیں نہیں پہچان سکی تھی؟"

"میں نے اس کے تاثرات دیکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کا کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ان دونوں میں سے کوئی تمہیں پہچانتا ہوگا۔ اس لئے تم ان کے ردعمل پر اس انداز میں غور بھی نہیں کرسکتے تھے۔"

"لیکن عدنان عباسی کا ردعمل تو بہت واضح تھا۔" میں نے کہا "مرجانہ اگر مجھے پہچانتی ہوتی تو اس کے چہرے پر کوئی تاثر تو ابھرتا؟"

"مت بھولو کہ مرجانہ ایک منجھی ہوئی پر جو حملہ کیا اس نے اپنے تاثرات چھپا لئے ہوں گے جبکہ عدنان مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے لیکن اس کا طرز عمل آخر تک ایسا نہیں تھا۔"

"وہ تم سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور جو شخص بھی تم سے اس حد تک واقف ہوگا وہ تم پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبرائے گا۔ مرجانہ تو پھر ایک عورت ہے اس نے یہی بہتر سمجھا ہوگا کہ تم پر ہاتھ ڈالنے کے بجائے تمہارے بارے میں رینڈل ہاورڈ کو اطلاع دے دے لیکن جب عدنان نے اس کے سامنے ہی تمہارا نام بھی لے دیا تو اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں بچا۔"

"مجھے اب بھی یہ الجھن ہے کہ اگر وہ میری صورت آشنا تھی تو یہ بات عدنان عباسی کے علم میں کیوں نہیں تھی۔ ان دونوں کے درمیان جس قسم کے معاملے ہوئے اسے اداکاری تو قرار نہیں دیا جاسکتا۔"

"عدنان عباسی کو مرجانہ کی اصل حیثیت کا علم نہیں تھا۔ وہ تو ایک باصلاحیت عورت تھی جو نہ صرف اس کے گروہ کو کنٹرول کررہی تھی بلکہ اس کی جسمانی طلب بھی پوری کررہی تھی۔ اس کی کسی اور حیثیت سے عدنان بے خبر ہی رہا ہوگا۔ رینڈل نے اسے حال ہی میں عدنان کے ساتھ لگایا تھا تاکہ اگر عدنان اس سے کچھ باتیں چھپائے بھی تو وہ مرجانہ کے ذریعے اس کے علم میں آجائیں۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔" میں نے تفہیمی انداز میں سرہلایا "اب تم بتاؤ کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔"

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔" تہذیب نے شوخی سے کہا "تمہارے سامنے آکر تو میں ہمیشہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگتی ہوں۔"

"اس بار معاملہ مختلف ہے۔" میں مسکرایا "تمہاری معلومات اتنی زیادہ ہیں کہ ہر فیصلہ تم ہی کو کرنا ہے۔ میں نے کوئی قدم اٹھایا تو تذبذب کا شکار رہوں گا۔"

"سب سے پہلے تو میں تمہیں وہ علامت دکھاؤں جس کے ذریعے انگلر کے ممبر ایک دوسرے کو شناخت کرتے ہیں۔" تہذیب مجھے بے ہوش مرجانہ کے قریب لائی جو ابھی تک ڈرائنگ روم میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور جس دوران میں اور تہذیب گفتگو کررہے تھے۔ ہڈ نے اس کے ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑ دیئے تھے۔

تہذیب جھک کر مرجانہ کا لباس ٹٹولنے لگی "یہ اس کا

ہونے کے بجائے۔" میں نے کہا۔

"بے ڈھنگا ہو! " تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ دوبارہ مرجانہ پر جھکی۔ اس بار اس نے مرجانہ کے بالوں میں لگا ہوا ہیئر کلپ کھول کر نکال لیا تھا۔ وہ ہیئر کلپ کا الٹ پلٹ کر جائزہ لیتی رہی پھر اس نے کلپ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے کلپ لے کر دیکھا۔ ہیئر کلپ کے عقب میں ایک جھپٹتے ہوئے عقاب کی ننھی سی شبیہہ کھدی ہوئی تھی۔

"ہوں" میں نے ہونٹ بھینچ لئے "تو یہ ہے ان کا شناختی نشان" میں نے کہا "لیکن یہ اس کے پاس رہنے کیوں دیا گیا۔ میں نے کہا تھا کہ ان کی کوئی بھی چیز ان کے پاس نہ رہنے دی جائے۔"

"اس سے اندازہ کرلو۔ یہ لوگ عام استعمال کی ایسی بے ضرر چیزوں پر اپنی علامت کندہ کرتے ہیں جن پر کسی کی توجہ نہیں جاسکتی۔ ظاہر ہے ایک خاتون کے ہیئر کلپ سے کسی کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ یہ ایک ایسی لازمی ضرورت کی چیز ہے جو کوئی بھی ضبط نہیں کرے گا۔"

"تم نے مرجانہ کو کس طرح پہچانا تھا۔ کیا تم نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے؟"

"میں نے اسے متعدد بار رینڈل کے ساتھ دیکھا ہے۔" تہذیب نے کہا "تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں پہچاننے کے بعد اسے کوئی موقع نہیں ملا ورنہ اب تک رینڈل کے آدمی یہاں یلغار کرچکے ہوتے۔"

"سنو تہذیب" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو خود کو اولیو ہاورڈ کا جانشین سمجھتا ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں اس سے دو دو ہاتھ تو ضرور کرتا۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔ اگر مرجانہ کی اصلیت معلوم ہونے سے قبل اسے ذرا سا بھی موقع مل جاتا تو تم خطرے میں پڑجاتے۔"

"تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا میں خود کو موشے رینڈل ہاورڈ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کروں گا؟"

"میں تمہیں جانتی ہوں۔" تہذیب مضطرب ہوگئی "تم علانیہ اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کروگے مگر میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

"کیا تم مجھے بزدلی کا درس دے رہی ہو تہذیب! میں علی الاعلان اس کا مقابلہ کیوں نہ کروں؟"

"میں تمہیں بزدلی کا درس دے نہیں سکتی لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اس سے مقابلہ کرنے سے قبل اسے لنکا بھی جائے۔ فتنے کا سر کچل دینا چاہئے۔ جس طرح بھی ممکن ہو۔"

"پھر اس میں اور مجھ میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ وہ بھی تو بے خبری میں مجھ پر حملہ کرنا چاہ رہا تھا۔"

"یہ جاننا ضروری ہے کہ اولیو ہاورڈ رینڈل کا آئیڈیل ضرور تھا مگر رینڈل اس سے کہیں زیادہ سفاک اور بے رحم ہے۔ اس کا سب سے بڑا ہتھیار اس کی سرد مزاجی ہے۔ وہ اولیو ہاورڈ کی طرح گرم دماغ کا مالک نہیں ہے۔ ایسے آدمی سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔"

"یہ میرا ایمان ہے تہذیب کہ میری کامیابیاں میری صلاحیتوں کی مرہون منت نہیں ہوتیں بلکہ یہ صرف تائید ایزدی ہے جس کے سبب میں کامیاب ہوجاتا ہوں ورنہ صلاحیتوں کے معاملے میں میرے مقابلے پر آنے والے اکثر حریف مجھ سے برتر تھے لہٰذا صرف اس وجہ سے پیچھے ہٹ جانا مجھے گوارا نہیں ہے کہ رینڈل ہاورڈ ایک باصلاحیت اور خطرناک حریف ہے۔"

"مجھے معلوم تھا تم نہیں مانو گے۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا "لیکن کیا اپنی حفاظت کا بندوبست بھی نہیں کرو گے؟"

"اس طرف سے میں کب غافل رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اس وقت بھی نہیں رہا جب تمہارے چہیتے بڈ صاحب حماقتیں فرما رہے تھے۔"

"بعض اوقات بڈ پاگل ہوجاتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے دماغ میں کس قسم کی خرابی ہے لیکن علی! اس کی حماقت تو بڑی مفید ثابت ہوئی۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ چاہتا تو ان جھنجٹوں میں پڑے بغیر بار من شیلوف ٹھکانے لگا دیتا۔ ذرا غور کرو یہ کتنا بڑا المیہ ہوتا کہ تم اپنے کے ہاتھوں مارے جاتے۔ ہم تمہیں تلاش کرتے رہ جاتے کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہوپاتا کہ علی یار خان کا انجام کیا ہوا تھا؟"

میں نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا بڈ سے اتنی بڑی حماقت کی توقع کی جاسکتی ہے؟"

"نہیں" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا "عام حالات میں وہ ایک ذہین اور معاملہ فہم آدمی ہے۔ اس کی عمومی کارکردگی بھی حیران کن ہوتی ہے۔ میں سمجھ نہیں سکی کہ اس نے تمہیں گمنام فون کالیں کیوں کیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی چھپی ہی ہے تمہارے بارے میں کچھ جرم کرنا ہو؟ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کیا تمہیں تائید ایزدی حاصل رہتی ہے۔ بڈ نے گمنام فون کالیں کرکے جس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا وہ بھی اس کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔"

مرجانہ کسمسائی۔ وہ ہوش میں آرہی تھی۔ تہذیب اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ چند ہی لمحوں میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے اپنے ہاتھ پیروں کو جنبش دینے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ پیر تو بندھے ہوئے تھے۔

"مجھے کس جرم میں قید کیا گیا ہے۔" مرجانہ غرائی "مجھے کھول دو ورنہ میں تم لوگوں پر کیس کردوں گی۔"

اس کی اکڑ دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی جب کہ تہذیب نے پرسکون لہجے میں کہا "اب تمہارا راز راز نہیں رہا۔ اگر تم کہو تو میں تمہیں کھولنے کے لئے تیار ہوں مگر اس سے پہلے تمہارے لئے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہاں موجود تمام لوگ فلسطینی کوریلے ہیں۔"

تہذیب کی بات سن کر مرجانہ حواس باختہ تو ہوئی مگر اب بھی وہ ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار نہیں تھی "میں خود بھی عرب ہوں۔" اس نے کہا "فلسطینی گوریلوں سے مجھے کیا خطرہ ہوسکتا ہے؟"

"ہر اس عرب کو فلسطینیوں سے خوف زدہ ہونا چاہئے جو یہودی مفادات کے حامی ہیں۔" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "تم تو خیر ان کی ایجنٹ ہو۔"

"یہ الزام ہے۔ تم میری توہین کررہی ہو۔ اتنا بڑا الزام لگانے سے پہلے تمہیں تصدیق کرلینی چاہئے تھی۔ میں تم پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر کردوں گی۔"

"ضرور کرنا" تہذیب نے کہا "لیکن اس کے لئے تمہارا عدالت تک پہنچنا ضروری ہوگا اور مجھے اس میں شبہ ہے کہ اب دنیا کی کسی عدالت تک تمہاری رسائی ہوسکے گی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا" مرجانہ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "کیا۔ کیا تم لوگ مجھے ہلاک کردو گے؟"

"ممکن ہے نہ بھی کریں۔" تہذیب بے پروائی سے بولی۔ "اس کا انحصار تمہارے رویے پر ہے۔ تمہارا موجودہ رویہ ایسا نہیں ہے جس کی بنیاد پر تمہیں کسی بھی قسم کی رعایت دی جاسکے۔"

"لیکن تم مجھ پر الزام کیوں لگا رہی ہو۔ قدامین کی دھمکیاں کیوں دے رہی ہو۔ تم نے مجھے صیہونی ایجنٹ قرار دیا ہے کیا میں اس پر احتجاج بھی نہ کروں؟"

"رینڈل ہاورڈ کے حوالے پر تم کیوں بھڑک اٹھی تھیں۔" تہذیب نے طنز کیا "اور تم نے مجھ پر جو حملہ کیا اس کا کیا جواز پیش کروگی؟"

"میں۔ میں سمجھی تھی تم موشے رینڈل کی ساتھی ہو۔" مرجانہ کے اس بے ساختہ جھوٹ پر تہذیب ہکا بکا رہ گئی۔ پھر اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمودار ہوئے۔

"تمہارے اندر جھوٹ بولنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ کم از کم یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ علی یار خان کے ساتھ کوئی صیہونی ایجنٹ نہیں ہوسکتا۔" تہذیب نے کہا۔

"کیوں نہیں ہوسکتا۔ علی یار خان بھی آدمی ہے۔ کسی وقت وہ بھی دھوکا کھا سکتا ہے۔ یہ کوئی اتنی انوکھی بات تو نہیں ہے۔"

تہذیب غصے میں دانت پیسنے لگی جبکہ میں مرجانہ کے جوابات سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"بکواس مت کرو۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی "تمہارے خلاف یہی ایک بات بہت کافی ہے کہ تم موشے ہاورڈ سے واقف ہو۔"

"واقف تو تم بھی ہو" مرجانہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "اگر اس سے واقف ہونا جرم ہے تو تم بھی اتنی ہی مجرم ہو جتنی مجرم میں ہوں۔"

"زبان طراریوں سے کام نہیں چلے گا مرجانہ! تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم اسے کیوں اور کس طرح جانتی ہو؟"

"اگر یہ بات تم نے پہلے پوچھی ہوتی تو بات اس قدر نہ بڑھتی۔ میں تمہیں پہلے ہی بتادیتی کہ۔" مرجانہ کی آواز بھرا گئی۔ وہ بہت عمدہ اداکاری کررہی تھی۔ چند لمحے وہ یوں خاموش رہی جیسے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کررہی ہو۔ پھر اس نے دوبارہ سلسلہ کلام جوڑا "پچھلے سال میں عدنان کے ساتھ یورپ کے دورے پر گئی تھی۔ تفریح کے ساتھ ساتھ عدنان کے پیش نظر اپنے کچھ کاروباری امور بھی تھے جنہیں وہ ساتھ ساتھ نمٹاتا جا رہا تھا۔ جب ہم پیرس پہنچے تو وہاں کے ایک ہوٹل میں عدنان کے ایک دوست نے ہمیں اس کے بارے میں بتایا تھا۔ اس وقت موشے رینڈل ہاورڈ بھی موجود تھا۔ مجھے اس کی صورت ہی نفرت انگیز معلوم ہوئی تھی اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کے عزائم کتنے مذموم ہیں۔ میری نفرت اور بھی گہری ہوگئی مگر ظاہر ہے میں کچھ نہیں کرسکتی تھی اگر وہ عراق میں ہوتا تو میں ہرگز اسے نہ چھوڑتی لیکن فرانس جیسے ملک میں اس کے خلاف کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔"

"تم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو تہذیب۔" میں نے دخل اندازی کی "تمہیں یہ بات ویسے ہی سمجھ لینی چاہئے کہ سیدھی طرح کچھ نہیں بتائے گی۔"

"یہ بات میں بھی جانتی ہوں علی! میں تو یہ چیک کر رہی تھی کہ یہ کس حد تک جھوٹ بول سکتی ہے۔ جتنی غلط بیانی اب تک یہ کر چکی ہے اس کے بعد اس کی کسی بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔" مرجانہ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ تم جس طرح چاہو میری باتوں کی تصدیق کر سکتے ہو۔"

"مثال کے طور پر" میں نے اس کا ہیر کلپ اس کی آنکھوں کے سامنے لے جا کر کہا "اس ہیر کلپ کے بارے میں تم کیا سچ بولنا پسند کرو گی؟"

"یہ۔ یہ تو میں نے بصرہ کی ایک دکان سے خریدا تھا۔" مرجانہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو بجائے خود ایک داستان ہے۔ سی آئی اے کے ایک ایجنٹ کی اچھی تنظیم قائم کرنے کی داستان۔"

"تم لوگ معموں میں گفتگو کر رہے ہو۔ یہ ایک عام ہیر کلپ ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ اس پر ایک داستان رقم ہے۔ اگر تم نے میری بات سے اتفاق نہ کیا تو مجبوراً مجھے ایک اور داستان رقم کرنی پڑے گی جو تمہارے جسم پر رقم ہوگی۔ یہ داستان رقم کرنے کے لئے کسی قلم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہ تو لوہے کی گرم سلاخوں اور جنتوں کی مدد سے رقم کی جائے گی۔"

"کیا تم لوگ باتیں ہی کرتے رہو گے" بڈ نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا "کیا کھانا کھانے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"ضرور کھائیں گے بڈ" میں نے کہا "تم اس کا انتظام کرو ہم کھانے کے لئے چلتے ہیں۔"

بڈ نے مرجانہ کو ڈرائنگ روم سے ہٹوا دیا۔ میں اور تہذیب کھانے کے کمرے میں پہنچ گئے۔ کھانے کی میز پر ہمارے ساتھ بڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"علی نے مجھے تمہاری حماقتوں کے بارے میں بتایا ہے۔" کھانے کے دوران تہذیب نے بڈ سے کہا "تمہیں گم نام فون کالیں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ انہی حماقتوں کے لئے میں [illegible] انچارج بنایا تھا؟"

بڈ بری طرح جھینپ گیا "میں خود اس بات پر غور کرتا رہا ہوں میڈم! سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے وہ حرکت کیوں کی۔"

"حالانکہ تم نے دلیلیں دے کر مجھے قائل کرنے کی کوشش کی تھی کہ جو کچھ تم نے کیا وہی درست تھا۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"عقل مند اور بے وقوف میں یہی تو فرق ہوتا ہے چیف!" بڈ نے مخلصانہ انداز میں کہا "عقل مند اپنی حماقت کو دلیلوں سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ بے وقوف یہ نہیں کر سکتا۔"

"گویا تم اپنی حماقت کا برملا اعتراف کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"جب اپنے سے زیادہ عقل مند لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو یہی کرنا پڑتا ہے لیکن میں نے اس پر بہت غور کیا ہے چیف! اس کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی تمہیں مزید زندہ رہنا تھا ورنہ مجھ سے یہ حماقت نہ ہوتی۔"

"جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا" تہذیب نے کہا "اب اگلے قدم پر غور کرو۔ میری رائے میں ہمیں یہ جگہ فوراً چھوڑ دینی چاہئے۔"

"کیوں" بڈ نے حیرت سے کہا "یہاں کیا پریشانی ہے۔ یہ عشرت کی جگہ میسر آئی ہے۔ ہم کیوں اسے چھوڑ کر کفران نعمت کے مرتکب ہوں۔"

"اس قسم کے خالی مکانات میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ مکین کسی وقت بھی لوٹ کے آسکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم کسی ہوٹل میں منتقل ہو جائیں۔"

"مگر آج تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔" میں نے کہا "اس لئے کہ عدنان عباسی ہماری قید میں ہے اور اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا ہے۔"

"فیصلہ کیا کرنا ہے چیف!" بڈ بولا "ایک گولی میں اس کا کام تمام ہو جائے گا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے بڈ! اس کی گردن پر سونیا کا قرض ہے جو میں کسی صورت بھی معاف نہیں کر سکتا۔" میں نے [illegible] لہجے میں کہا۔

"تم درست کہہ رہے ہو علی" تہذیب بولی "وہ [illegible] سخت سزا کا مستحق ہے لیکن اسے سزا دینے کے لئے کوئی [illegible] طریقہ بھی تو اختیار کیا جا سکتا ہے۔"

"تم سب لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں فی الحال

[illegible] تہذیب نے آہستہ سے [illegible] "میں نے تو محض ایک تجویز پیش کی تھی۔"

"میں نے تمہاری تجویز سے اختلاف تو نہیں کیا۔ بلکہ یہاں تک کہہ رہا ہوں کہ علی گروپ کے بقیہ ارکان کو واپس ہی بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ان کی یہاں کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔" تہذیب نے بڈ کی طرف دیکھا۔

"میں ان سب کی واپسی کا انتظام کیے دیتا ہوں۔" بڈ نے مستعدی سے کہا "مگر خیال رہے کہ بڈ خود واپس نہیں جائے گا۔"

"تمہارا شمار علی گروپ کے ارکان میں ہوتا ہی کب ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "تم تو علی گروپ کے باغیوں میں ہو۔"

کھانے کے بعد بڈ تو علی گروپ کے ارکان کی روانگی کے انتظامات کرنے نکل گیا اور میں تہذیب کے ساتھ خواب گاہ میں چلا آیا۔

"مجھے یہ سب کچھ خواب سا معلوم ہو رہا ہے علی! لگتا ہے کسی بھی لمحے آنکھ کھلے گی اور سپنا بکھر کر رہ جائے گا۔"

"نہ آنکھ کھلے گی اور نہ سپنا بکھرے گا۔" میں نے کہا "[illegible] حقائق کا سامنا کرنا ہے۔ عدنان عباسی، مرجانہ [illegible] ریڈنل باورز جیسے حقائق کا سامنا۔"

"تم نے عدنان عباسی کو اپاہج کر دینے کا فیصلہ کیا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں" اس سے کم اسے کوئی سزا دینا ناانصافی ہوگی اور میں اس کے ساتھ ناانصافی نہیں کرنا چاہتا۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ اس کا مستحق بھی ہے لیکن مرجانہ کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مرجانہ کو میں عراق سے صحیح سالم حالت میں نکال کر لے جانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ" تہذیب مجھے غور سے دیکھنے لگی "کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟"

"تم جانتی ہو کہ عموماً میں ایسی باتوں کی وضاحت نہیں کرتا لیکن چونکہ اس پورے معاملے کا کریڈٹ تمہارے نام ہے اس لئے بتا رہا ہوں کہ ہم یہاں سے فرانس جائیں گے۔"

"اس کی تو خیر تم سے مجھے توقع ہے کہ تم ریڈنل باورز سے ضرور الجھو گے لیکن مرجانہ کا اس میں کیا رول ہوگا۔"

"بہترین رول ہوگا۔ میں ریڈنل باورز کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ مرجانہ کی لاش کا تحفہ ہوگا۔"

"تمہیں روکنے کی کوشش کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا لیکن کیا ریڈنل کو چیلنج کرنے کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔"

"میں تو اسی کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر تم اس سے بہتر کوئی تجویز پیش کر سکو تو میں اسے قبول کر لوں گا۔"

"مرجانہ کو یہاں سے لے کر نکلنے میں ہمیں خواہ مخواہ خطرات سے کھیلنا پڑے گا۔" تہذیب نے کہا "اور پھر کیا ضروری ہے کہ اسے فرانس ہی لے جایا جائے۔"

"اسے یہاں سے لے کر نہیں جائیں گے تو اس کی لاش کا تحفہ ریڈنل باورز کو کس طرح پیش کریں گے؟"

"اگر تم پسند کرو تو ایسا بندوبست [illegible] ہو سکتا ہے کہ ریڈنل خود عراق آجائے اس طرح ہم بہت سے خطرات سے بچ جائیں گے۔"

"نہیں" میں نے سر کو نفی میں جنبش دی "اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں زندہ ہوں۔ عدنان عباسی کی مہربانی سے یہ بات بھی اس کے علم میں ہے کہ میں مادام شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل جا رہا تھا۔ پھر اسے معلوم ہوا ہوگا کہ آرتھر اور تارمنڈ مارے گئے اور مادام شیلوف بچ نکلی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مادام شیلوف یا علی [illegible] کہاں گیا؟" میں نے تہذیب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اصولی طور پر تو علی کو کرنل [illegible] سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔" تہذیب نے کہا۔

"بالکل ٹھیک" میں نے تعریفی انداز میں کہا "مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس پر [illegible] روشنی ڈال سکتی ہو۔"

تہذیب چند لمحے ذہن پر زور دیتی رہی پھر [illegible] نفی میں سر کو جنبش دی۔ "نہیں۔ اس کا اندازہ لگانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"تم نے تہذیب [illegible] ایکس کی حیثیت سے سوچا ہے اس لئے تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اگر تم نے ریڈنل باورز کے نکتہ نگاہ سے سوچا ہوتا تو سب تمہاری سمجھ میں آجاتا۔ دراصل ریڈنل کو معلوم ہے کہ مادام شیلوف کے میک اپ میں میں تھا۔ پھر آرتھر کے گھر حملہ ہوا جس میں میرے علاوہ سب مارے گئے۔ حملہ آور [illegible] تھے میرے ساتھی۔"

"اوہ! میں سمجھ گئی" تہذیب اچھل پڑی "اس نے یہی سمجھا ہو گا کہ جو کچھ ہوا وہ ہماری ملی بھگت کا نتیجہ تھا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ بھی تو نہیں نکلتا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو منطقی اعتبار سے مجھے کرنل نعمان سے لامحالہ رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا "لیکن تمہاری گفتگو نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ آخر تم نے کرنل نعمان سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔"

"کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ میرا خیال ہے میں زیادہ عرصہ کسی کا پابند نہیں رہ سکتا۔ میرا کام کرنے کا ایک الگ انداز ہے جس سے دوسروں کا متفق ہونا آسان نہیں ہے لہٰذا میں نے بہتر یہی سمجھا کہ اس سے رابطہ قائم نہ کروں۔ خیر یہ تو ایک الگ معاملہ ہے۔ بات ہو رہی تھی رینڈل کی۔ اس نے تل ابیب میں میرے استقبال کے انتظامات کر لئے ہوں گے لیکن وہ پروگرام ناکام ہو گیا۔ اب رینڈل یہی سمجھ رہا ہو گا کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کام کر رہا ہوں۔ یہ حقیقت بھی ہے مگر یہ حقیقت محض اتفاقاً ہی حقیقت ہوئی ہے ورنہ حالات بہت مختلف بھی ہو سکتے تھے۔ اس حد تک تو رینڈل کا اندازہ درست ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے آگے وہ مکمل طور پر تاریکی میں ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ میرا آئندہ قدم کیا ہو گا۔ وہ اس بات سے بھی بے خبر ہے کہ میں اس کے وجود اور اس کے عزائم سے واقف ہوں لہٰذا ایسے میں جب اسے اچانک اپنی ایک ایجنٹ کی لاش تحفے میں ملے گی تو وہ بوکھلا جائے گا۔ اسے اپنی حیثیت کا بھی اندازہ ہو گا اور وہ زیادہ بہتر انداز میں میرا مقابلہ کرے گا۔"

"محض اتنی سی بات کے لئے تم اتنے جھمیلوں میں پڑ رہے ہو۔" تہذیب نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں مسکرایا "بات اتنی سی نہیں ہے تہذیب۔" میں نے کہا "رینڈل ہاورڈ کو خاموشی سے بھی ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ رینڈل ہاورڈ کی پشت پر دنیا کے بہت سے یہودی ہوں گے۔ اگر میں نے اسے مار دیا تو وہ اس کی موت کو زیادہ عرصہ یاد نہیں رکھیں گے لیکن اگر میں نے اسے کوئی زک پہنچائی تو اس کی شکست سے یہودیوں کو اپنی بے وقعتی کا احساس ہو گا۔ انہوں نے میرے مقابلے میں رینڈل ہاورڈ کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا رکھا ہے۔ میں اسے جتنی زیادہ بے بسی میں مبتلا کروں گا، یہودیوں کو اتنی ہی زیادہ

لذت ہو گی اور میرا ایکشن کیا ہے۔"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "میں تمہارا مقصد سمجھ رہی ہوں۔" اس نے کہا "بس مجھے اس میں ایک تردد ہے کہ مرجانہ کو یہاں سے نکال لے جانا آسان نہ ہو گا۔"

"یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" میں نے کہا "تم اس مسئلے کے بارے میں تو سوچ ہی نہیں رہی ہو۔ ہم عدنان کو زندہ چھوڑ کر جائیں گے۔ کیا وہ ہم سے پہلے ہی ہمارے بارے میں رینڈل کو خبر نہیں کر دے گا۔"

تہذیب بے بسی سے ہنسی "ہاں یہ مسئلہ ہے اور جانے یہ تمہارے ذہن میں موجود ہے اس لئے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم نے اس کا بھی کوئی حل سوچ رکھا ہو گا۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ مرجانہ کو تو ہم یہاں سے بغرض علاج پیرس لے جائیں گے۔ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کرنا مشکل نہیں ہو گا اور ایسے انجکشنوں کی کمی نہیں ہے جن کے ذریعے اسے عارضی طور پر دماغی ماؤف کر دیا جائے۔ وہ دونوں مرجانہ کو لے کر یہاں سے نکل جائیں گے اور عدنان کو بڈ کی تحویل میں یہاں چھوڑ جائیں گے۔ ہم اپنا کام تکمیل کو پہنچائیں گے اور پھر بڈ کو مطلع کر دیں گے۔ اطلاع ملنے پر وہ عدنان کو رہا کر کے خود بھی ہم سے آ ملے گا۔"

"میں نے کہا تھا کہ تمہارے ذہن میں اس مسئلے کا حل ضرور ہو گا۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "اب یہ بتاؤ کہ اس کی تکمیل کب سے شروع ہو گی۔"

"تکمیل کی ابتدا تو ہو چکی ہے تہذیب! بڈ کے واپس آتے ہی ہم اسے مرجانہ کے لئے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کرنے پر مامور کر دیں گے۔ کل صبح ہم عدنان عباسی سے دس لاکھ دینار کا چیک حاصل کر کے اسے کیش کرانے کی کوشش کریں گے اور اس کے بعد پہلی فرصت میں عراق سے نکل جائیں گے۔"

"دس لاکھ دینار کا چیک۔" تہذیب نے حیران ہو کر کہا "کیا اتنی بڑی رقم کا چیک کیش ہو جائے گا۔"

"کیش کیوں نہیں ہو گا۔ اگر نہ ہوا تو عدنان عباسی زندہ نہیں رہے گا اور یہ بات وہ خود اچھی طرح سمجھتا ہے۔"

"ٹھیک ہے علی! یہ تمہارے معاملات ہیں۔ جو مناسب سمجھو کرو لیکن تمہیں اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت دوسروں کے لئے بھی نکالنا چاہئے۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا "کہیں تمہارا اشارہ براؤن اور جنرل نیرس کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں میرا اشارہ انہی کی طرف تھا۔ انہیں بڈ نے نہیں بتایا کہ وہ دونوں تمہیں کتنا یاد کرتے ہیں؟"

"بڈ نے نہ بتایا ہوتا تب بھی مجھے اندازہ ہے تہذیب! میں جانتا ہوں کہ وہ دونوں مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔"

"اور یہ بات بھی تمہارے علم میں ضرور ہو گی کہ جنرل نیرس نے گوئٹے مالا میں انتخابات کرا دیئے ہیں اور اب وہ وہاں کا منتخب صدر ہے۔"

"میں نے اخبارات میں پڑھا تھا اور اس پر مجھے بے حد خوشی بھی ہوئی تھی۔ جمہوریت بہرحال اچھی چیز ہے۔"

میں اور تہذیب بہت دیر تک گزرے دنوں کی باتیں کرتے رہے۔ پھر بڈ آ گیا۔ اس نے اطلاع دی کہ علی گروپ کے ارکان فوری طور پر روانہ ہو رہے ہیں۔ ان سب کی سیٹیں اگلے روز کے جہاز سے گوئٹے مالا کے لئے بک کرا دی گئی ہیں اور فلائٹ ظاہر ہے بغداد سے روانہ ہونی تھی۔ بصرہ کا ایئرپورٹ تو ان دنوں جنگ کی وجہ سے بند تھا۔

علی گروپ کے ارکان کے پاس چونکہ برائے نام سامان تھا لہٰذا وہ فوری طور پر روانہ ہو گئے۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد میں تہذیب اور بڈ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مرجانہ کو ذہنی مریض کی حیثیت سے بغرض علاج فرانس لے جاؤں۔ تہذیب میرے ساتھ جائے گی اور تم عدنان عباسی کے ساتھ یہیں رکو گے۔ کیا خیال ہے؟"

"تمہارے مقابلے میں بڈ کیا خیال ظاہر کرے گا۔" بڈ نے کہا "بڈ کو تو یہ بتاؤ کہ اسے کیا کرنا ہے۔"

"ایک عدد ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کا بندوبست کرو جس میں مرجانہ کو علاج کے لئے بیرون ملک لے جانے کی سفارش کی گئی ہو۔ اس کے علاوہ میرے اور مرجانہ کے لئے دیگر ضروری کاغذات کا بندوبست کرو۔ تہذیب کے پاس تو خیر پاسپورٹ موجود ہے۔ صرف ویزے کا مسئلہ ہو گا۔"

"میرے پاسپورٹ پر فرانس کا ویزا موجود ہے۔" تہذیب نے کہا "تم بس اپنی اور مرجانہ کی فکر کرو۔"

"پاسپورٹ تو مرجانہ کا بھی ہو گا۔" بڈ بولا "بہتر یہی ہو گا کہ اس کا اصل پاسپورٹ استعمال کیا جائے۔ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور تمہارے لئے کاغذات تیار کرانے میں بھی زیادہ سے زیادہ دو دن لگیں گے۔"

"میں بہت معمولی سے میک اپ میں یہاں سے جاؤں گا۔ میک اپ بس اس قدر ہو گا کہ کوئی پہلی ہی نظر میں مجھے نہ پہچان لے۔ تم مجھے میک اپ کا سامان دو۔ یہ کام میں ابھی کر لینا چاہتا ہوں۔"

بڈ نے مجھے میک اپ کا سامان لا کر دیا اور میں نے محض چند منٹ میں میک اپ کر لیا۔ یہ میک اپ ہلکی سی مونچھوں اور فرنچ کٹ داڑھی پر مشتمل تھا۔ اس سے بس اتنا ہو گیا کہ سرسری نظروں سے دیکھنے پر کوئی مجھے بحیثیت علی یار خان کے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ میک اپ کرنے کے بعد میں نے ایک نزدیکی فوٹو اسٹوڈیو سے ارجنٹ تصویریں کھنچوائیں اور جب اسٹوڈیو سے واپس لوٹا تو تصویریں میرے پاس تھیں۔ میں نے تصویریں بڈ کے حوالے کیں اور مرجانہ کو طلب کر لیا۔

بڈ مرجانہ کو لے کر آیا تو اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ پیر البتہ بڈ نے کھول دیئے تھے۔ مرجانہ کا چہرہ اگرچہ اترا ہوا تھا مگر اس کے تیور اب بھی خراب تھے۔

"تم لوگ میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو اس کا خمیازہ تمہیں ضرور بھگتنا پڑے گا۔" اس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کے ہاتھ بھی کھول دو بڈ" میں نے مرجانہ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور بڈ نے اس کے ہاتھوں کی بندشیں بھی کھول دیں۔ میں نے مرجانہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ مجھے گھورتی ہوئی ایک صوفے پر ٹک گئی۔

"تمہاری تمام حرکتوں کے باوجود میں نے اب تک تمہارے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کیا ہے۔" میں نے مرجانہ سے کہا۔ "تم سے میرا کوئی جھگڑا ہے بھی نہیں۔ جھگڑا تو دراصل اس سے ہے جو میری جان کا دشمن ہے۔ اگر تم اس کی ایجنٹ ہو تو ہوا کرو۔ میں ہمیشہ جڑ پر توجہ دیتا ہوں۔ جب رینڈل ہاورڈ نہیں ہو گا تو تم بھی میری دشمن نہیں رہو گی۔ میں تم سے بس اس حد تک تعاون کا طلب گار ہوں کہ رینڈل تک پہنچنے میں میری مدد کرو۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ بولو، تمہیں یہ سودا منظور ہے یا نہیں؟"

مرجانہ کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ وہ میری تجویز پر غور کر رہی تھی جو ہر اعتبار سے اس کے لئے سودمند تھی۔ غالباً اسے یقین رہا ہو گا کہ میں رینڈل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا بلکہ خود ہی پھنس جاؤں گا۔ میرے بارے میں رینڈل کو اطلاع فراہم کرنا تو اس کی ذمے داری تھی۔ میری گرفت میں آ جانے کی وجہ سے وہ اپنی یہ ذمے داری پوری نہیں کر سکی تھی لیکن اسے یہ موقع قسمت سے مل رہا تھا کہ میں

خود ہی اس سے ریٹڈل کے پاس جانے کی فرمائش کر رہا تھا اور اس کے ساتھ کوئی خراب سلوک بھی نہیں کر رہا تھا۔ وہ یہ موقع ہاتھ سے کس طرح گنوا سکتی تھی۔ چند لمحوں کی سوچ بچار کے بعد اس نے لب کشائی کی۔

"ریٹڈل کے بارے میں معلومات تمہیں کس ذریعے سے حاصل ہوئی ہیں؟" اس نے کہا۔

"تم ابتدا ہی غلط کر رہی ہو۔ ہم ایک دوسرے سے کوئی بھی غیر متعلق بات نہیں کریں گے۔ مجھے ریٹڈل تک پہنچانے کی ذمے داری قبول کرتی ہو یا نہیں؟"

"میں یہ ذمے داری قبول تو کر لوں مگر میری زندگی کی ضمانت کون دے گا؟"

"میرا رویہ ہی ضمانت ہے۔ عدنان سے میری دشمنی تھی۔ اس کا حشر تمہارے سامنے ہے۔ تم سے دشمنی نہیں تھی چنانچہ میں نے تمہیں انگلی بھی نہیں لگائی۔ اب جب کہ تم مجھ سے تعاون کرو گی تو میں تمہیں کیا اور کیوں نقصان پہنچاؤں گا؟"

"میں یہ رسک لینے کے لئے تیار ہوں۔" مرجانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تمہیں ریٹڈل کے پتے سے آگاہ کر دوں گی۔"

"غلط بات مت کرو مرجانہ! میں نے تم سے اس کا پتا نہیں پوچھا ہے۔ یہ کہا ہے کہ تم مجھے اس تک پہنچاؤ گی۔"

"ایک ہی بات ہے۔ تمہیں تو ریٹڈل تک پہنچنا ہے یہ کام ایسے بھی ہو سکتا ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو مرجانہ! تم خود بھی جانتی ہو کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تصدیق کئے بغیر تو تمہیں رہا نہیں کروں گا؟"

"ٹھیک ہے۔" مرجانہ نے بے بسی سے کہا "مگر اس کے لئے تمہیں فرانس جانا پڑے گا۔"

"فرانس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "بلکہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اس بہانے فرانس بھی دیکھ لوں گا" "تمہارے پاس پاسپورٹ تو ہو گا؟"

"پاسپورٹ بھی ہے اور فرانس کا ویزا بھی" مرجانہ نے کہا۔ "لیکن اس کے لئے مجھے گھر جانا پڑے گا۔"

"میں خود تمہیں لے کر چلوں گا۔" میں نے کہا "خیال رکھنا کہ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو میں تنہا نہیں ہوں گا اور لوگ بھی ہوں گے جو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ ہوں گے اور کسی گڑبڑ کا احساس ہوتے ہی حرکت میں آ جائیں گے۔"

"میں بھی ہوں" مرجانہ نے دھیمی آواز میں کہا "بے فکر رہو، مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔ میں کوئی گڑبڑ نہیں کروں گی۔"

"میرے خیال میں اب میڈیکل سرٹیفکیٹ کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے بڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو چیف!" بڈ نے کہا مگر وہ مطمئن نظر نہیں آ رہا تھا۔

"میں مرجانہ کے ساتھ جا رہا ہوں۔" میں نے بڈ کے عدم اطمینان کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "تم مرجانہ کی رہائش گاہ سے واقف ہو۔ اپنے تمام آدمیوں کو مرجانہ کی رہائش گاہ کے اطراف پھیلا دو۔ اگر میں مرجانہ کے ساتھ چند منٹ کے اندر اس کی رہائش گاہ سے باہر نہ آیا تو پوری قوت سے حملہ کر سکتے ہو۔"

مرجانہ کو کیا معلوم تھا کہ سب لوگ واپس جا چکے ہیں۔ بڈ بھی سمجھ گیا کہ میرا مقصد صرف مرجانہ کو خوف زدہ کرنا تھا تاکہ وہ کوئی غلط حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ لہٰذا اس نے بڑی شد و مد سے میری تائید کی۔

پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں مرجانہ کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ کار مرجانہ ڈرائیو کر رہی تھی اور میں اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ مرجانہ ہونٹ بھینچے خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ شام کا وقت ہونے کی وجہ سے بصرہ کی سڑکوں پر ٹریفک کا اژدحام تھا۔ دفاتر اور کاروباری اداروں میں چھٹی ہونے کے بعد لوگ اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ بصرہ کی سڑکوں پر شام کے سائے اتر رہے تھے۔ سورج مغرب کی سمت جھک رہا تھا اور ٹریفک سے بھری ہوئی سڑکوں پر کار سست رفتاری سے سفر کر رہی تھی۔

وعدے کے مطابق مرجانہ نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں بہرحال پوری طرح چوکس تھا۔ اگر وہ کوئی حرکت کرتی تو اسے بھگتنا پڑتا۔

اپنے بنگلے پر پہنچ کر اس نے ہارن دیا اور گیٹ پر چوکیدار کو گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا۔ چوکیدار کے چہرے پر عجیب سے تاثرات دکھائی دیئے مگر ظاہر ہے وہ رتبے کی وجہ سے کچھ پوچھ نہیں سکتا تھا۔ گیٹ کھلتے ہی مرجانہ اندر چلی گئی۔ میں مرجانہ کے ساتھ اس کے پیچھے داخل ہوا۔ کئی ملازمین نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر مرجانہ نے ان سب کو جھڑک دیا اور میرے ساتھ سیدھی اپنی خواب گاہ میں پہنچ گئی۔ اس نے خواب گاہ میں موجود الماری

مسلط تھا اور ان کی ہر حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ مرجانہ نے الماری کی ایک دراز سے پاسپورٹ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ میں نے پاسپورٹ لیتے ہوئے اسے الماری بند کرنے کا اشارہ کیا۔ جب اس نے الماری بند کر دی تب میں نے اس کے پاسپورٹ پر نگاہ ڈالی۔

"بیٹھ جاؤ علی!" اس نے بڑے شیریں لہجے میں کہا "یہاں تم میرے مہمان ہو۔ کچھ پینا پسند کرو گے؟"

"مجھے یقین ہے کہ اس خواب گاہ سے کچھ کاغذات بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا "لیکن وعدے کا پاس کرتے ہوئے میں صرف پاسپورٹ پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ہمارے درمیان معاہدہ ہوا ہے کہ ہم اپنے کام سے کام رکھیں گے۔ میں تم سے کوئی غیر متعلق بات نہیں کر رہا ہوں لہٰذا تم بھی احتیاط کرو۔"

"کیا ہم اپنی ذاتیات کا گلا بھی گھونٹ دیں۔ اخلاقیات کو بھی ترک کر دیں؟"

"تم بھول رہی ہو کہ اگر مجھے چند منٹ سے زیادہ وقت لگا تو میرے آدمی یہاں دھاوا بول دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" مرجانہ جھنجلا گئی "لیکن مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں اپنے کچھ کپڑے رکھ لوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم فرانس ضرور جا رہے ہیں مگر تم اپنا کام کرتے ہی واپس آ سکتی ہو۔"

"مجھے چند جوڑوں کی ضرورت تو پڑے گی اور پھر ممکن ہے میں اپنے طور پر وہاں کچھ وقت گزارنا چاہوں۔"

"ریڈی میڈ کپڑے خرید لینا" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اب جلدی سے نکل چلو۔"

مرجانہ نے روانہ ہوتے وقت اپنے ملازمین سے کہہ دیا کہ وہ چند روز بعد واپس آئے گی اور اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ ہمارے واپس پہنچنے تک سورج غروب ہو چکا تھا۔ بڈ اور تہذیب موجود تھے۔ میں ان کو ساتھ لے کر عدنان عباسی والے کمرے میں پہنچ گیا۔ مرجانہ کو دوسرے کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔

عدنان عباسی کا برا حال تھا۔ ہم اس کے کمرے میں پہنچے تو اس نے ہماری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مردنی اور آنکھوں میں ویرانی بسیرا کئے ہوئے تھی۔ نگاہوں میں اجنبیت تھی۔

"کیا حال ہے عدنان!" میں نے مشفقانہ انداز میں کہا "اگر میں تمہارے گروہ میں شامل ہو جاؤں تو تم مجھے زندگی کی ضمانت تو فراہم کرو گے نا۔"

وہ جواب میں اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ مجھ سے زبان چلا سکتا۔

"کچھ بولو نا عدنان! تم تو بڑے زندہ دل مشہور ہو۔ اس وقت تمہاری زندہ دلی کو کیا ہو گیا ہے؟"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ کل تک وہ عراق کا سب سے زیادہ بارسوخ شخص تھا اور آج اس پر ایسی بے بسی مسلط تھی جسے دیکھ کر عبرت پکڑی جا سکتی تھی۔

"میں نے تمہارے لئے ایک کڑی صبح اور ایک کڑی شام کا نسخہ تجویز کیا تھا۔" میں نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"نہیں" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کے چیخ پڑا "میں بڑے عذاب سے گزر رہا ہوں۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

"یوں کام نہیں چلے گا عدنان! یہ مفلس اور قلاش لوگوں کا طریقہ کار ہوا کرتا ہے۔ تم تو یوں معافی مت مانگو۔"

"مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں۔" اس نے دہائی کے انداز میں کہا "مجھے اس کرب سے نجات حاصل کرنے کی قیمت بتا دو میں ادا کر دوں گا۔"

"ابھی تم سیدھے نہیں ہوئے ہو عدنان! میرے خیال میں مزید دو چار ڈوز کے بعد تم راہ راست پر آؤ گے۔ ابھی میں نے قیمت لگائی تو تم اپنی غربت کا رونا رونے لگو گے۔"

"میں۔۔۔ میں ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔" عدنان گڑگڑایا "تم کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ تم کتنے تاوان کے طلب گار ہو؟"

"دس لاکھ دینار کے بارے میں کیا خیال ہے عدنان!" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"مجھے منظور ہے۔" عدنان نے بے ساختہ کہا "لیکن اتنی بڑی رقم اکٹھی کرنے میں وقت لگے گا۔"

"بالکل بھی وقت نہیں لگے گا عدنان!" میں نے جیب سے چیک بک نکالتے ہوئے کہا "یہ نیشنل بینک آف عراق بصرہ برانچ کی چیک بک ہے۔ اسے پہچانتے ہو نا!؟"

عدنان کا چہرہ دھواں ہو گیا "یہ۔۔۔ یہ چیک بک تمہارے پاس کہاں سے آئی؟" اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"یہ میں نے تمہاری آسانی کے لئے منگوائی ہے۔" میں نے چیک بک اس کی طرف بڑھائی "دس لاکھ دینار کا چیک کاٹ دو۔"

"چیک تو میں کاٹ دوں گا مگر تم مشکل میں پھنس جاؤ گے۔۔۔ بینک میں اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔"

"میری مشکلات کی پرواہ مت کرو عدنان! اگر کرو گے تو میں اپنے تجویز کردہ نسخہ پر دوبارہ عمل شروع کر دوں گا۔" میں نے ریوالور لہرایا۔

"نہیں... نہیں بس... لاؤ مجھے قلم دو۔" میں چیک کاٹے دیتا ہوں" عدنان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اس کے اس انداز پر بڈ کو ہنسی آ گئی۔ میں نے بڈ کو گھورا مگر وہ میری طرف سے بے نیازی برتتے ہوئے آگے بڑھا اور قلم نکال کر بڑے ادب سے عدنان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

"چیک کاٹنے سے قبل اپنے حواس درست کر لو عدنان! کہیں دستخط کرتے وقت تمہارا ہاتھ نہ بہک جائے اگر ایسا ہوا تو تمہاری گردن بھی کٹ سکتی ہے۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

چیک لکھنے کے لئے عدنان کو اٹھ کر بیٹھنا پڑا اور یہ اس کے لئے بڑا تکلیف دہ عمل تھا۔ اس کے حلق سے کئی بار درد میں ڈوبی ہوئی کراہ خارج ہوئی مگر وہ جیسے تیسے اٹھ کر بیٹھ ہی گیا۔ بڈ نے اسے سہارا دے رکھا تھا۔ عدنان نے بڑی مشکل سے چیک پر صرف دستخط کئے اور دوبارہ ڈھے گیا۔

"میں نے دستخط کر دیئے ہیں۔" عدنان کراہا "رقم تم خود بھر لینا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔"

مجھے اندازہ تھا کہ اس کی تکلیف میں بے حد اضافہ ہو گیا ہو گا اور اس کے لئے لکھنا تو کیا کوئی بھی کام کرنا ممکن نہیں تھا۔ بڈ نے عدنان سے چیک بک اور قلم واپس لے لیا اور چیک بک میری طرف بڑھا دی۔ میں نے چیک بک سے عدنان کا دستخط شدہ چیک علیحدہ کیا اور اسے تہہ کر کے احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔

"اس رقم میں سے بڈ کو کتنا کمیشن ملے گا چیف!" بڈ نے کہا۔

"کمیشن!" میں نے حیرت سے بڈ کو دیکھا "کس بات کا کمیشن؟"

"بڈ کوئی کام بغیر کمیشن کے نہیں کرتا۔" بڈ نے سینہ پھلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو اس وقت تم نے کون سا کام کیا ہے جس کے عوض کمیشن طلب کر رہے ہو؟"

"اگر میں نے عدنان کو سہارا نہ دیا ہوتا تو وہ دستخط نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس رقم میں کم از کم پچیس فیصد کا حق دار بڈ بھی ہے۔"

"ہر وقت مسخرے پن کی باتیں مت کیا کرو۔" میں نے ناگواری سے کہا "کسی وقت سنجیدہ بھی ہو جانا چاہئے۔"

بڈ کی باتیں سن کر عدنان تھوڑی دیر کے لئے اپنی تکلیف بھول گیا تھا اور حیرت سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس پر جنونی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔
"مسوشے باورڈ کے لئے تم کب سے کام کر رہے ہو؟" "شور مت مچاؤ عدنان! حلق پھاڑ کے تم اپنے جرائم پر
وفعتاً تہذیب نے سوال کیا اور عدنان بری طرح چونک پڑا۔ پردہ نہیں ڈال سکو گے۔" میں نے اسے سرزنش کی مگر اس پر
"کون سا بارورڈ؟" بوکھلاہٹ کے عالم میں اس کے منہ سے واقعی جنونی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔ اس نے اٹھ کر مجھ پر
سے اس کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔ جھپٹ پڑنے کی کوشش کی جبکہ وہ ہلنے کی پوزیشن میں بھی
"مسوشے باورڈ" تہذیب ایک ایک لفظ پر زور دیتے نہیں تھا۔ اس کے پیروں کی ہڈیاں دو تین جگہ سے چٹخنا چور
ہوئے بولی "مسوشے رینڈل باورڈ" ہو چکی تھیں۔
"میں... میں نہیں جانتا تم کس کی بات کر رہی ہو۔" "میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔" اس نے مجھ پر جھپٹنے
عدنان نے اٹک اٹک کر کہا "میں تو تمہیں بھی نہیں جانتا۔ کی کوشش کرتے ہوئے کہا "تو نے مجھے تباہ کر دیا مگر تجھے اب
تم کون ہو؟" بھی سکون نہیں مل رہا۔"
"جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ وہ تہذیب ہا... کلم ایکر میں نے عدنان کو پکڑ کر دوبارہ بیڈ پر دھکیل دیا۔ اتنی ہی
ہے جس کے بغیر بڈی یارڈ ان نامکمل رہتا ہے۔" میں نے بانہ پر میں اس کی جنونی کیفیت ہوا ہو گئی تھی اور اب اس پر
وار آواز میں کہا۔ سرپائی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ میں سمجھ سکتا تھا کہ اس کے
"اوہ ہاں... میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے۔ پیروں میں اٹھنے والی درد کی شدید لہریں اس کا سبب بنی ہیں۔
عدنان نے زور زور سے سر ہلایا۔ وہ تہذیب کے سوال سے دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا اور اس کے منہ سے بے معنی
قرار ہونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ الفاظ کی بارش ہو رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ
"ضرور سنا ہوگا مسٹر عدنان۔" تہذیب نے کہا "اور وہ تین زوردار تھپڑ رسید کئے۔ اس نے ایک بار پھر مجھ سے
آئندہ مجھے یاد بھی رکھو گے۔ اس لئے کہ میں اپنے سوال الجھنے کی کوشش کی مگر اس کے لئے میرا ایک ہی گھونسہ کافی
جواب پوچھ کر ہی دم لوں گی۔" ثابت ہوا۔ گھونسہ اس کی ناک پر لگا تھا اور اس کی ناک سے
"میں نے کہا نا کہ میں اس نام کے کسی شخص سے خون جاری ہو گیا تھا۔ عدنان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ
واقف نہیں ہوں۔" عدنان نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ چھپا لیا۔ اب وہ سسکیاں لے رہا تھا۔
"میرا خیال ہے اس واہیات شخص کے لئے تم نے ٹھیک "میں بہت شریف آدمی ہوں عدنان!" میں نے یہ آواز
ہی نسخہ تجویز کیا تھا۔" تہذیب مجھ سے مخاطب ہوئی "ذرا بلند کہا۔ "اگر میری شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی
پستول تو نکالنا۔" کوشش کرو گے تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"
"نہیں" عدنان بے بسی سے چیخ پڑا "تم وعدہ کر چکے ہو! بڈ جھپٹ کر ٹھنڈے پانی کی بوتل لے آیا تھا اور عدنان
اب مجھے کوئی اذیت نہیں پہنچاؤ گے۔" کے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دے رہا تھا۔ عدنان کی
"اگر تم تہذیب کے سوالوں کے جواب دے دو تو ناک سے بہنے والا خون بڈ کی کوششوں سے جلدی رک گیا۔
اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں۔" "دس لاکھ دینار کی بھاری رقم ادا کرنے کے باوجود
"جب تم لوگ سب کچھ جانتے ہو تو مجھے کیوں میرے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔" عدنان نے نقاہت زدہ
اذیت میں مبتلا کر رہے ہو؟" آواز میں کہا۔
"ہم سب کچھ نہیں جانتے عدنان!" تہذیب نے کہا "اپنی حرکتوں پر بھی نظر کرو عدنان! تمہیں اپنی پوزیشن کا
بہت کچھ جانتے ہیں۔ تم ہمیں سب کچھ بتاؤ گے۔ اگر تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ جو نرمی برتی ہے
ایک بات بھی ہماری معلومات کے خلاف ثابت ہوئی تو اس سے تم ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔"
سمجھیں گے کہ تم نے ہم سے سب کچھ ہی جھوٹ بولا ہے۔ "یہ نرمی ہے۔" عدنان نے ہذیانی انداز میں کہا "میرے
اگر ایسا ہوا تو پھر علی نے تمہارے لئے جو نسخہ تجویز کیا پاؤں کی ہڈیاں چٹخنا چور کر دیں۔ اب بھی مستقل مجھ پر تشدد
اس پر دوبارہ عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔" کیا جا رہا ہے اور کہتے ہو یہ نرم رویہ ہے۔"
"تم لوگ مجھے ہلاک کر دو۔" عدنان حلق پھاڑ کر چیخ "یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ میں تمہاری آنکھوں میں گرم
سلائیاں پھروا دیتا۔" میں نے سفاکی سے کہا "اور اگر تم نے

مجبور کیا تو اب بھی یہ ہو سکتا ہے۔"

عدنان کو جھرجھری آ گئی۔ بینائی چھن جانے کا تصور بڑا وحشت ناک ہوتا ہے۔

"تمہاری بہتری اسی میں ہے عدنان کہ جو کچھ تم سے پوچھا جائے سیدھی طرح بتا دو۔ ورنہ یقین کرو تم اپنی بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

"میں تباہ ہو جاؤں گا۔" عدنان نے بڑے کربناک لہجے میں کہا۔ "میری پوری زندگی کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے عدنان کہ تم ایک طرح سے صیہونی ایجنٹ ہو۔ تم نے انہیں بہت کارآمد معلومات فراہم کی ہیں لیکن اس کے باوجود میں تمہیں زندگی سے محروم نہیں کروں گا۔ جتنی سزا تمہیں مل چکی ہے وہ بہت کافی ہے۔"

"اس کے باوجود میں تباہ ہو جاؤں گا۔ یہ باتیں جب دوسروں کے علم میں آئیں گی تو میری موت کے احکامات جاری ہو جائیں گے اور رسوائی الگ ہو گی۔"

"یہ تو تمہیں پہلے سوچنا چاہئے تھا۔" میں نے بے رحمی سے کہا "تاہم فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ یہ باتیں کسی اور کو بتاؤں۔ یہ فیصلہ تو تمہیں کرنا ہے کہ آئندہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ یہاں سے رہا ہونے کے بعد بھی اگر تم نے یہودیوں کو معلومات کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا تو میں یہ ساری معلومات عراقی حکومت کو فراہم کر دوں گا۔"

"نہیں۔ ایسا مت کرنا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب کسی یہودی سے تعلق بھی نہیں رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے اب یہ بتاؤ کہ رینڈل باورڈ سے تمہارے مراسم کب سے ہیں اور تم نے اس کے لئے کیا کیا کام سر انجام دیئے ہیں؟"

"اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ اس نے خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسے کہیں سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں موساد کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

میں چونک پڑا "موساد کے لئے تم کیا کام کر رہے تھے اور کب سے کر رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"غلط مت سمجھو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرا کام صرف اتنا تھا کہ ان کا کوئی آدمی اگر کسی مشکل میں پھنس جائے تو اس کی مدد کر دوں یا ان کو اگر کسی قسم کی مشکل درپیش ہو تو اسے حل کرا دوں۔ یہ کام پس منظر میں رہ کر کرنا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اور کوئی کام نہیں کیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آرتھر سے تمہارا رابطہ

مستقل رہتا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ صرف ضرور تاً ہم میں رابطہ قائم ہوا کرتا تھا اس کام کے لئے میں نے اپنے آدمی مخصوص کر رکھے تھے۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل جارہا ہوں؟"

"ڈاکٹر نعمان نے اس منصوبے کی منظوری دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات میرے علم میں آگئی۔ بصورت دیگر یہ ممکن نہ ہوتا۔"

"ریجنال ہارڈز کے لئے تم کیا خدمات انجام دے رہے تھے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس نے مجھ سے کوئی کام نہیں لیا۔ میرے سپرد صرف اتنی ذمے داری تھی کہ علی یار خان کے بارے میں جیسے ہی کوئی اطلاع ملے اسے مطلع کروں۔"

"تو تم نے اسے بتادیا کہ نارمن شیلوف کے میک میں علی ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں! میں نے یہ اطلاع اس تک پہنچادی تھی اور اس نے کہا تھا کہ یہ بات کسی اور کے علم میں نہ آنے پائے۔"

"جب تمہیں ازمیر اور اس کے دو ساتھیوں کے قتل کی اطلاع ملی تو تمہیں تشویش نہیں ہوئی تھی؟" میں نے کہا۔

"ہوئی تھی لیکن مجھے اس سے کیا سروکار ہو سکتا تھا۔ میں نے تو یہ اطلاع بھی ریجنال کو فراہم کردی تھی اس نے کہا کہ میں اپنے طور پر نارمن شیلوف کو تلاش کرنے کی کوشش کروں مگر میں نے معذرت کرلی۔ میں اس معاملے میں براہ راست ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا۔"

"اور تم نے مجھے دیکھ کر کس طرح پہچان لیا تھا؟" میں نے پوچھا۔ "جبکہ پہلے کبھی ہم ایک دوسرے سے نہیں ملے تھے؟"

"تمہاری تصویر مجھے ریجنال نے فراہم کی تھی تاکہ اگر کہیں تم سے آمنا سامنا ہو تو تمہیں پہچان سکوں۔"

"مرجانہ بھی تو اس کی ساتھی ہے۔ وہ مجھے کیوں نہیں پہچان سکی؟" میں نے کہا۔

"وہ بھی تمہیں پہچان گئی تھی۔ میں نے تو اس سے کہا تھا کہ میں فوری طور پر ریجنال کو تمہارے بارے میں مطلع کروں مگر اسی نے روک دیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے سامنے تم دونوں میں جو گفتگو ہوئی وہ محض دکھاوا تھی؟"

"[illegible] تک تو وہ سب کچھ محض دکھاوا تھا مگر جب تم ہمیں یہاں لے آئے تو میں خوف زدہ ہوگیا۔ اس لئے میرے محافظ میرا سراغ کھوچکے تھے اور کسی مشکل میں گرفتار ہونے کی صورت میں کسی قسم کی مدد کی توقع نہیں تھی۔ مرجانہ پر کوئی اثر نہیں معلوم ہورہا تھا۔ شاید وہ تمہارا معلوم ہوجانے پر بہت مطمئن تھی۔"

"کیا بعد میں وہ اس بات پر برہم نہیں ہوئی کہ تم میرے سامنے میرا نام کیوں لے دیا تھا؟"

"بہت زیادہ برہم ہوئی تھی اور اس نے تمام الزام میرے سر ڈال دیا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے کئے کی سزا بھگتوں۔ وہ تمہیں کسی نہ کسی طرح بے وقوف بنا کر نکل جائے گی۔ میں نے اس کی بات سے اندازہ لگایا۔ اس لئے کہ وہ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوجاتی تو بھی فائدہ ہوتا مگر وہ خام خیالی کا شکار تھی۔ اس نے تمہاری قوت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ تمہاری معلومات تو بہت وسیع ہیں۔"

"نہ صرف معلومات وسیع ہے بلکہ ذرائع بھی لامحدود ہیں" میں نے کہا "تم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ میرے دام کہاں کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔"

"میں صرف اندازہ لگا سکتا ہوں... اولیو ہارڈز جیسا شخص تمہارے ہاتھوں مارا گیا اور اسرائیل کی انٹیلی جنس ایجنسی تمہارے سامنے بے بس ہوگئی۔ پوری دنیا کے بے شمار تمہارے جانی دشمن ہیں مگر تم آزادی کے ساتھ دندناتے پھر رہے ہو۔ یقیناً تم غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ جس شخص کے اتنے دشمن ہوں اس کا زندہ رہنا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ریجنال ہارڈز کو اطلاع دینے کے لئے تم کیا ذریعہ استعمال کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اس سے میرا رابطے کا ذریعہ صرف فون ہے" اس نے کہا "میں اسے فون پر ہی اطلاع فراہم کرتا ہوں۔"

"مگر میں اسے کوئی اطلاع بھجوانا چاہوں تو اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"کیا تم خود اس سے فون پر بات کرو گے؟" عدنان نے پوچھا

"نہیں ... میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا وہ تم فون پر کہو گے۔ کیا یہ ممکن ہے؟"

"ممکن کیوں نہیں ہے" عدنان نے کہا "لیکن اس کے لئے ٹیلی فون تو ضروری ہے۔"

"ٹیلی فون [illegible]" میں نے

عدنان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "تم اسے بتاؤ گے کہ علی یار خان نے تمہیں اور مرجانہ کو اغوا کرلیا تھا۔ پھر اس نے تمہیں تو رہا کردیا اور مرجانہ کو لے کر پیرس روانہ ہوگیا ہے۔ یہ کوئی مشکل پیغام نہیں ہے۔ کیا تم یہ کام کرسکو گے؟"

"ضرور کرسکوں گا لیکن میں شدید تکلیف میں مبتلا ہوں" عدنان کراہا۔ "تکلیف سے نجات حاصل کئے بغیر سکون سے کوئی کام کیسے کرسکتا ہوں۔"

میں نے بذ کو اشارہ کیا جس نے ٹیلی فون سیٹ لا کر اس کا پلگ لگا دیا تھا۔ میرا اشارہ پا کر اس نے عدنان کو دافع درد گولیاں لا کر کھلائیں۔ گولیاں کھانے کے کوئی پندرہ منٹ بعد عدنان کے چہرے پر سکون کے تاثرات ابھرنا شروع ہوگئے۔ مزید دس منٹ گزرنے کے بعد میں نے اسے فون کرنے کا اشارہ کیا۔ بذ اور تہذیب کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ میں دوسرے سیٹ پر عدنان اور ریجنال کی گفتگو سننا چاہتا تھا۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر میں نے ایکسٹینشن سیٹ کا ریسیور اٹھالیا۔ اس وقت تک عدنان نمبر ملا چکا تھا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر ریسیور اٹھالیا گیا اور دوسری طرف سے ایک سریلی نسوانی آواز آئی۔

"ہیلو! یونیورسل ٹریڈنگ کارپوریشن۔"

"میں عدنان عباسی بات کررہا ہوں فرام عراق... مجھے مسٹر ہارڈز سے بات کرنی ہے۔"

"ایک منٹ توقف کریں... میں ابھی ان سے آپ کی بات کراتی ہوں" اس کے بعد کلک کی آواز سنائی دی۔ پھر چند لمحوں کے توقف سے ایک مردانہ آواز ابھری "ہارڈز اسپیکنگ... اس وقت کیسے یاد کیا؟"

"میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے۔ علی یار خان نے مجھے اور مرجانہ کو اغوا کرلیا تھا۔ پھر اس نے مجھے تو چھوڑ دیا لیکن مرجانہ کو لے کر فرانس کے لئے روانہ ہوگیا ہے۔"

"اوہ! یہ تو بہت اہم اطلاع ہے لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ فرانس ہی گیا ہے؟"

"اس نے خود ہی بتایا تھا" عدنان نے کہا "ورنہ مجھے یہ بات کس طرح معلوم ہوسکتی تھی؟"

"تم نے اس کے بیان کی تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کی؟" ریجنال نے سوال کیا۔

"نہیں... میں اس بات کی تصدیق کیسے کرسکتا ہوں۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہ کس نام سے اور کون سے میک اپ میں سفر کرے۔"

"مرجانہ کے نام سے چیک کرلو۔ اس کے پاس تو اپنا پاسپورٹ ہوگا۔ مسافروں کی فہرست چیک کرالو۔"

"وہ میک اپ کا ماہر ہے" عدنان نے جواب دیا "اور جعلی کاغذات کی فراہمی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ علی یار خان کوئی کچا کام کرے گا۔"

دوسری طرف سے ایک طویل سانس لینے کی آواز سنائی دی "تمہارا خیال بالکل درست ہے عدنان! وہ واقعی بہت چالاک ہے۔ بہرحال اطلاع کا شکریہ۔ اب سارے معاملات مجھے خود ہی دیکھنے ہوں گے۔"

فون بند ہونے کے بعد میں نے بھی ریسیور رکھا اور دوبارہ اس کمرے میں واپس آگیا۔

"تم نے اپنا کردار بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا ہے" میں نے عدنان سے کہا "اب تم آرام کرو۔ تم سے صبح ملاقات ہوگی۔"

ہم تینوں ڈرائنگ روم میں آگئے۔ تہذیب کچھ بے چین سی نظر آرہی تھی۔ موقع ملتے ہی مجھ سے کہنے لگی "تم نے غلطی تو نہیں کی علی؟"

"معلوم نہیں تہذیب! میں نے غلطی کی یا نہیں کی۔ اس کا فیصلہ تو نتائج سامنے آنے کے بعد ہی ہوسکے گا۔"

"تم نے ریجنال کی صلاحیتوں کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ جس قدر معلومات تم نے اسے فراہم کردی ہیں ان کی بنیاد پر وہ تم تک پہنچ بھی سکتا ہے۔"

"اگر وہ مجھ تک پہنچتا ہے تو پہنچ جائے" میں نے بے پروائی سے کہا "اس میں حرج ہی کیا ہے۔"

"یہ مت سمجھنا کہ جس طرح اولیو ہارڈز تمہیں ڈھیل دے دیا کرتا تھا اسی طرح ریجنال بھی ڈھیل دے دے گا۔"

"یہاں تم غلطی پر ہو تہذیب!" میں مسکرایا "اولیو ہارڈز نے کبھی مجھے ڈھیل نہیں دی بلکہ گوٹ ہال میں تو اس نے میرے کمرے کو بھی بم سے اڑادیا تھا۔ میرے مرنے میں کیا کسر رہ گئی تھی؟"

"مجھے یاد ہے" تہذیب نے کہا "لیکن ریجنال اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے تم پر اس قسم کا کوئی وار کیا تو کوئی امکان نہیں چھوڑے گا۔"

"مجھے اندازہ ہے تہذیب کہ وہ مجھ تک پہنچنے کے لئے کیا کچھ کرسکتا ہے۔ اس کو جانچنے کے لئے میں نے یہ حرکت کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کچھ کرتا ہے۔"

تہذیب ایک طویل سانس لے کر رہ گئی اور بذ نے مجھ سے کہا۔ "مجھے بتاؤ چیف کہ میرے ذمے کیا کام ہیں؟"

"تم میرے لئے کاغذات کا بندوبست کرو گے اور روانگی کے انتظامات کرو گے۔ باقی باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی۔"

"لیکن چیف تم یہاں سے فرانس تو نہیں جاؤ گے" بڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں چونک پڑا۔

"یہ نتیجہ تم نے کس طرح اخذ کیا؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بڈ بھی کبھی کبھی دماغ استعمال کر لیتا ہے چیف" بڈ نے مسکرا کر کہا "جب سے تم نے ریمنڈل کو پیغام بھجوایا ہے میں مستقل الجھن میں ہوں۔ تمہیں غلط بھی نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ تم ذہانت میں بڈ سے بہت آگے ہو۔ تم سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتا' اس لئے کہ تم کچھ بتاتے ہی نہیں ہو۔ چناں چہ میں نے خود سوچنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ اگر میں ریمنڈل کی جگہ ہوتا تو کیا کرتا۔" بڈ خاموش ہو گیا۔

میرے ساتھ ساتھ تہذیب بھی بڑے غور سے بڈ کی باتیں سن رہی تھی۔ بڈ خاموش ہوا تو تہذیب نے اسے ٹوک دیا "تم خاموش کیوں ہو گئے بڈ؟"

"فرض کرو اس قسم کا پیغام میں تمہیں بھجواتا تو کیا تم یہ نہیں سوچتیں کہ ریمنڈل نے آخر مجھے یوں ہی کیوں چھوڑ دیا" بڈ نے تہذیب سے سوال کیا۔

"قدرتی بات ہے۔ یہ خیال میرے ذہن میں ضرور آتا" تہذیب نے کہا۔

"دشمن کے کسی آدمی کو یوں ہی چھوڑ دینا شبے میں ڈالنے والی حرکت ہے۔ کیا چیف کو یہ بات نہیں معلوم۔۔۔؟" بڈ نے کہا "بالکل معلوم ہے۔ خصوصاً جب کہ مقابلے پر ریمنڈل جیسا زیرک اور چالاک آدمی موجود ہے۔ سب سے پہلے اس کے ذہن میں یہی خیال آیا ہوگا کہ کہیں یہ پیغام زبردستی تو نہیں بھجوایا گیا؟"

"اوہ!" تہذیب مضطرب ہو گئی "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ علی! تم بتاؤ' اس طرح تو پیغام کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔"

"نہیں ختم ہوتی" بڈ مسکرایا "ظاہر بات ہے ریمنڈل اپنے ذرائع سے اس پیغام کی تصدیق کرنے کی کوشش کرے گا جو اسے عدمان کے ذریعے ملا ہے۔۔۔"

"اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدمان کے ذریعے اسے جو پیغام بھجوایا گیا وہ غلط ہے۔ اس لئے کہ عدمان عباسی تو غائب ہے" تہذیب نے بڈ کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں" بڈ نے نفی میں سر ہلایا "تم عدمان کی ڈمی کو بھول گئیں میڈم! ریمنڈل کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ عدمان عباسی غائب ہے؟"

"واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو" تہذیب نے کہا "تب تو ریمنڈل کو اس پیغام پر یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"اس کے پاس ایسا کون سا ذریعہ ہو سکتا ہے جس کے ذریعے وہ اس پیغام کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"تم احمق ہو۔۔۔ تم نے یہ بات نظرانداز کر دی کہ مرجانہ عدمان عباسی کی حقیقت سے واقف ہے؟" میں نے کہا اور بڈ اچھل پڑا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا تھا چیف! تم نے بہت سوچ سمجھ کر ریمنڈل کو پیغام بھجوایا ہے۔ وہ معلوم کرے گا کہ اصلی عدمان ابھی تک غائب ہے۔ یا اس کے ذریعے جو پیغام موصول ہوا وہ بوگس تھا۔"

"تم بڑی ذہانت سے تجزیہ کر رہے ہو بڈ" میں فخریہ انداز میں مسکرایا "تمہارا اب تک کا تجزیہ درست ہے۔ اب آگے چلو۔"

"آگے کیا چلوں۔ جب اسے معلوم ہو گا کہ تم یہاں سے نہیں گئے تو وہ تمہیں عراق ہی میں گھیر کر مارنے کے چکر میں پڑ جائے گا" بڈ نے کہا۔

"بات اتنی سادہ نہیں ہے بڈ! یہاں سے پیچیدگیاں پیدا ہونا شروع ہوتی ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ میں عراق میں ہی موجود ہوں؟"

"جب یہ ثابت ہو گیا کہ عدمان سے زبردستی پیغام بھجوایا گیا ہے تو ظاہر ہے وہ پیغام غلط ہی ہوگا۔ گویا تم فرانس نہیں گئے اور اسے دھوکا دینے کے لئے کہلوا دیا کہ تم فرانس کے لئے روانہ ہوئے ہو۔"

"یہ نتیجہ تم نے صرف اس وجہ سے اخذ کر لیا کہ یہ بات تمہارے علم میں ہے۔ سوچنا ہے تو اس شخص کے انداز میں سوچنے کی کوشش کرو جو قطعاً تاریکی میں ہے۔ وہ دونوں پہلوؤں میں سے ایک کو بھی نظرانداز کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں واقعی فرانس گیا ہوں اور اسے مغالطے میں ڈالنے کے لئے فون کرا دیا ہو؟"

بڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا "ممکن تو ہے چیف! مگر بہت بعید از امکان پہلو ہے۔ اتنے لمبے چکر میں کون پڑتا ہے۔"

"کسی وقت پڑ بھی سکتا ہے۔ جہاں دو حریف ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں وہاں بعید امکانات بھی نظرانداز نہیں کئے جا سکتے۔ ہو گا کہ ریمنڈل نے یہ تصدیق کر لی کہ پیغام زبردستی بھجوایا گیا ہے تو اس سے وہ یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ تم نے تشدد کے ذریعے عدمان یا مرجانہ میں سے کسی کی زبان کھلوالی ہے۔"

تہذیب نے کہا "اسے کیا معلوم کہ تمہاری معلومات کا کوئی اور ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے سب سے زیادہ تشویش ناک بات یہی ہوگی کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے۔"

"اب تو میں بھی یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ تم نے غلطی کی ہے چیف!" بڈ نے کہا "دشمن کو ہوشیار کرنا عقل مندی نہیں کہلاتا۔"

میں نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا "جو شخص اولیو ہاورڈ کو اپنا روحانی استاد مانتا ہے' اسے آئیڈیل تسلیم کرتا ہے اسے یہ سوچنا چاہئے کہ اس کے آئیڈیل نے جس کے مقابلے میں اپنی جان گنوا دی وہ بھی کچھ وزن رکھتا ہوگا۔ ریمنڈل کو بے خبری میں بھی مارا جا سکتا ہے لیکن یہ تو بزدلی کور ذوقی ہو گی۔ میرا مقصد اسے ہلاک کرنا نہیں ہے احساس شکست سے دوچار کرنا ہے۔"

"اس سے بڑھ کر اور کیا شکست ہو گی کہ شکار تاریکی میں ہے اور شکاری خود روشنی میں آ گیا" تہذیب نے کہا "اب اسے اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی ہو گی۔"

"فی الحال میرا اس پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن وہ یہی سمجھ رہا ہو گا کہ میں اس پر کسی وقت بھی حملہ کر سکتا ہوں۔ اب اس کی زندگی کا ہر لمحہ خوف کے عالم میں گزرے گا۔ اندھیرے کے تیر کا کیا پتا کب کدھر سے آئے اور شکار کر لے۔ میرا سراغ مل جانے کے باوجود وہ میری نقل و حرکت سے بے خبر ہے۔"

"اس کے باوجود میری چھٹی حس کہتی ہے کہ تم یہاں سے سیدھے فرانس نہیں جاؤ گے۔"

"تمہاری چھٹی حس بالکل صحیح کہہ رہی ہے۔ میں نے پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔ اب ہم سب سے پہلے کوٹے بل جا رہے ہیں۔"

"تم نے بالکل درست فیصلہ کیا" تہذیب نے خوش ہو کر کہا۔ "جنرل ٹیرس کو فون کروں؟"

"ہاں۔۔۔ اسے مطلع کر دو کہ ہم عنقریب کوٹے بل پہنچ رہے ہیں" میں نے کہا اور تہذیب نے جھپٹ کر فون کا ریسیور اٹھا لیا اور نمبر ملانے کے بعد اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"تم خود بات کر لو نا" میں نے تہذیب سے کہا "کوئی لمبی بات تو کرنی نہیں ہے۔"

"جلدی سے ریسیور سنبھالو۔ لائن پر خود جنرل موجود ہے" تہذیب نے کہا اور میں نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو" میں نے ریسیور میں کہا اور جواب میں مجھے جنرل ٹیرس کی مانوس آواز سنائی دی۔

"تم۔۔۔ تم علی یار خان بات کر رہے ہو نا۔۔۔ میرے خدا کیا میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں۔ تم کہاں ہو؟" اس کی آواز شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔

"پاگل ہونے کی ضرورت نہیں ہے جنرل" میں نے ہنس کر کہا۔ "اگر تم پاگل ہو گئے تو کوٹے بل کے عوام کا کیا بنے گا؟"

"ارے تم اتنا عرصہ کہاں رہے اور اب کہاں سے بات کر رہے ہو؟ کتنے عرصے بعد تمہاری آواز سنی ہے۔ تم خود کب ملاقات کر رہے ہو؟"

"اتنے بہت سے سوال جنرل! ایک ایک کر کے سوال کرو تو میں ان کے جوابات بھی دوں۔ بہرحال میں اس وقت عراق میں ہوں۔"

"ہاں' مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم ایک مشن کی تکمیل کے سلسلے میں عراق پہنچے ہو۔"

"اور اب ایک اور مشن کی تکمیل کے سلسلے میں کوٹے بل آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"بڑا مبارک ارادہ ہے لیکن اس ارادے پر جلدی سے عمل کر گزرو۔ ہمیں اور کب تک انتظار کراؤ گے؟"

"میں ایسے ہی شرمندہ ہوں جنرل! مجھے اور شرمندہ مت کرو۔ بس چند ہی روز میں تم مجھے کوٹے بل میں دیکھو گے۔"

"اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے خصوصی طیارہ بھجوا دوں" جنرل ٹیرس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ارے نہیں' ایسا غضب مت کرنا جنرل" میں نے بوکھلا کر کہا "اگر ایسی کوئی ضرورت ہوئی تو میں خود ہی تم سے کہہ دوں گا۔"

"تم بہت زیادہ غیریت برتنے لگے ہو علی! اپنائیت کا مظاہرہ کرتے تو مجھے یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔۔۔ لو اب کیتھی سے بات کرو۔ یہ تم سے بات کرنے کے لئے بے چین ہے۔"

"ہیلو' بے مروت علی!" کیتھی کی آواز آئی "تم کبھی دوسروں کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے۔"

"تم لوگوں کے خلوص کے سامنے میں کتنی ہی مروت کا مظاہرہ کیوں نہ کروں' بے مروت ہی کہلاؤں گا" میں نے ہنس

کر کہا۔

"اپنی عادت کے مطابق باتوں میں اڑانے کی کوشش مت کرو۔ تمہیں اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرنی پڑے گی۔"

"ضرور ضرور" میں نے بڑے خلوص سے کہا "آئندہ کوشش کروں گا کہ جہاں بھی ہوں تمہیں اپنی خیریت سے مطلع کرتا رہوں۔"

"میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوں گی علی!" کیتھی بولی "اب تمہیں کم از کم دو مہینے تک میرے پاس رہنا پڑے گا۔"

"اب اتنی بڑی سزا بھی مت دو۔ تم تو جانتی ہو میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ اس وقت بھی ایک مہم درپیش ہے۔"

"تو گویا تم ہم سے ملنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے کسی کام کے سلسلے میں یہاں آرہے ہو" کیتھی نے برا مان کر کہا۔

"یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو کوسٹے ٹل آنے کے لئے ایک جواز پیدا کیا ہے ورنہ میرا کام یوں بھی چل سکتا تھا۔"

"ہاں! تم بڑے آدمی ہو۔ تمہیں ہماری کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ ہم خود بھی تمہارے ضرورت مند ہیں۔"

"تم بہت زیادہ ناراض معلوم ہوتی ہو کیتھی! میں تمہیں منانے کے لئے اپنے کچھ نہ کچھ وقت کی قربانی ضرور دوں گا۔"

"اگر تم نے ایسا کیا" کیتھی کی آواز مسرتوں سے لبریز تھی "تو میں تمہاری ساری کوتاہیوں کو معاف کردوں گی۔"

"ایک آدھ روز میں دوبارہ فون کرکے تمہیں اپنی آمد کی تاریخ سے مطلع کروں گا" میں نے کہا اور اسے خدا حافظ کہہ کے سلسلہ منقطع کردیا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں اس قدر محبت کرنے والے دوست میسر ہیں" تہذیب نے کہا۔

"میں اکیلا ہی تو خوش قسمت نہیں ہوں۔ تم بھی تو میرے ساتھ شامل ہو۔"

"کمال ہے" بڈ نے حیران ہو کر کہا "میں تو سمجھتا تھا کہ تم لوگ ہر معاملے میں ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہو۔ آج معلوم ہوا کہ یہ شمولیت صرف اس ایک بات تک محدود ہے۔"

تہذیب ہنسنے لگی اور بڈ اسے ہنستے دیکھ کر پھول گیا "کیوں میڈم! میں نے غلط تو نہیں کہا" بڈ نے داد طلب انداز میں کہا۔

"تم ہمیشہ درست بات کہتے ہو۔ بس انداز ذرا ایسا ہوتا ہے کہ [illegible] بات [illegible]" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکریہ میڈم" بڈ نے جھک کر آداب بجالاتے ہوئے کہا "ایک تم ہی ہو جو بڈ کی قدر کرلیتی ہو ورنہ چیف کا مزاج ہمیشہ بگڑا ہی رہتا ہے۔"

"تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہاری ذرا سی تعریف کردی جائے تو فوراً جامے سے باہر ہوجاتے ہو لہٰذا موڈ آف ہی رکھنا پڑتا ہے" میں نے کہا اور بڈ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"سن لیا آپ نے میڈم! اب بھی وقت ہے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلیں۔ آپ دونوں کے خیالات میں بہت زیادہ تضاد ہے۔"

"اس قسم کے فیصلے صرف ایک بار کئے جاتے ہیں بڈ" تہذیب نے کہا وہ بھی تفریح کے موڈ میں نظر آرہی تھی "اور میں فیصلہ کرچکی ہوں۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"ہو کیوں نہیں سکتا میڈم" بڈ نے سینہ ٹھونک کر کہا "آپ حکم کیجئے۔ میں ایک سے بڑھ کر ایک اعلیٰ رشتوں کے ڈھیر لگادوں گا۔"

"بکواس مت کرو" میں نے ڈانٹ کر کہا "میں کہہ رہا تھا کہ ذرا سی دیر میں تم کہاں سے باہر ہوجاتے ہو۔"

بڈ نے برا سا منہ بنایا اور تہذیب نے شرارت آمیز انداز میں میری طرف دیکھا "بڈ نے اپنی خدمات پیش کی ہیں علی! تم کیوں جل رہے ہو۔"

"شکر ہے میڈم تمہاری سمجھ میں بات تو آئی" بڈ دونوں ہاتھ دعا کے سے انداز میں اٹھاتے ہوئے کہا "ورنہ چیف تو بس تمہیں کنوارہ ہی دیکھنا چاہتا ہے۔"

"تم بھی اس بے ہودہ آدمی کی حوصلہ افزائی کررہی ہو" میں نے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"غلط بات ہے علی! تم نے اس کی زبان پر بہت زیادہ پابندی عائد کر رکھی ہے۔ یہ ہمارے بہت کام آتا ہے۔ تھوڑا بہت ہنسی مذاق کرکے اس کا دل بہل جاتا ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے۔"

"تمہارا کچھ نہیں جاتا میڈم" بڈ چہکا "لیکن چیف کو لگتا ہے کہ کہیں تم میری باتوں میں آکر کسی اور سے شادی نہ کر بیٹھو۔ یہ تو سب کو اپنی طرح دیکھنا چاہتے ہیں۔ کنوارے پیدا ہوئے اور کنوارے ہی رہیں گے۔"

"تم پیدا ہوئے تو کیا شادی شدہ پیدا ہوا تھا؟" میں نے جھنجلا کر کہا اور تہذیب بے ساختہ ہنس پڑی۔

"بولنے دو علی" تہذیب نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "بے چارہ کبھی کبھی تو بولتا ہے۔"

"دورہ بھی آدمی کو کبھی کبھار ہی پڑتا ہے" میں نے سرہلا کر کہا "روز روز تو نہیں پڑتا۔"

"اس وقت مجھے میڈم کی حمایت حاصل ہے" بڈ سینہ تان کر بولا "اس لئے تم مجھے ناجائز نہیں دبا سکو گے۔"

"اس وقت ہم جلدی سو جائیں گے" اچانک میں نے اعلان کیا۔ "تہذیب تھکی ہوئی ہے اور ہمیں فوری طور پر کوئی کام نہیں ہے۔"

"مجھے اتنی جلدی نیند نہیں آئے گی چیف! اس لئے مجھے اجازت دو کہ۔۔۔"

"کیا بات ہے" میں نے بڈ کو تیز نظروں سے گھورا "کون سی ایسی بات ہے جسے کہتے ہوئے تم جھجک رہے ہو؟"

"میں۔۔۔ دراصل یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ مرجانہ بور ہورہی ہوگی۔ اگر تم برا نہ مانو تو۔۔۔" بڈ پھر خاموش ہوگیا۔

"مرجانہ اگر کسی طرح بھی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی تو ہم بہت پیچھے چلے جائیں گے" میں نے سنجیدگی سے کہا "لہٰذا تم اپنے عشق کے بھوت پر قابو پائے رکھو۔"

ہم نے رات کا کھانا کھایا اور اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔ صبح ناشتے کے بعد میں نے عدنان عباسی کے چیک پر رقم بھری اور عدمان کے پاس پہنچ گیا۔

"میں یہ چیک کیش کرانے جارہا ہوں عدنان! تم میرے سامنے بینک منیجر کو فون کرکے اسے رقم ادا کرنے کی ہدایت کردو۔"

بڈ نے کل رات کی طرح عدمان کو ٹیلی فون سیٹ فراہم کیا اور عدمان نے بینک کا نمبر ملانے کے بعد ہمدان سعیدی سے بات کی۔

"میں اپنے ایک آدمی کو دس لاکھ دینار کا چیک دے کر بھیج رہا ہوں۔ اسے فوراً کیش کردو" وہ خاموش ہوکر چند لمحے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا پھر بڑی تلخی سے بولا "مجھے کاروباری اصول سمجھانے کی کوشش مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ کب چیک کو کراس کرنا چاہئے اور کب نہیں" عدمان نے فون بند کردیا۔

"تم بے فکر ہوکر جاؤ" اس نے مجھ سے کہا "چیک کیش ہوجائے گا۔ تم سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔"

میں بڈ کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ بڈ نے ٹیلی فون سیٹ ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا "تم تہذیب کے پاس ہی رکو۔ میں چیک کیش کرا کے ابھی واپس آتا ہوں۔"

بینک تک پہنچنے میں مجھے صرف چند منٹ لگے اور چیک کیش ہونے میں صرف دو منٹ کا وقت صرف ہوا۔ رقم تو پہلے سے ہی تیار رکھی تھی۔ عدمان عباسی کے فون کی وجہ سے کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ مجھ سے کوئی سوال کرسکتا۔ میں بڑے اطمینان سے بینک میں داخل ہوا اور صرف دو منٹ بعد اس سے بھی زیادہ اطمینان سے دس لاکھ دینار کی خطیر رقم سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر بینک سے نکل رہا تھا۔

بنگلے پر واپس پہنچ کر میں نے بڈ کو روانہ کردیا۔ اس کے سپرد کاغذات کی تیاری کا کام تھا۔

"عدنان عباسی سے جو رقم تم نے حاصل کی ہے اسے کس مصرف میں لاؤ گے؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"ویسے تو اس رقم پر سونیا کے گھر والوں کا حق ہے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ اتنی بڑی رقم ان کے لئے بہت زیادہ ہوجائے گی۔"

"یہ رقم تو واقعی زیادہ ہوجائے گی" تہذیب نے مجھ سے اتفاق کیا "اس کے باوجود کم از کم آدھی رقم پر تو ان کا حق بنتا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ اس پوری رقم پر ان کا حق ہے مگر میں انہیں دو لاکھ دینار سے زیادہ نہیں دوں گا۔ یہ بھی ان کے لئے بہت بڑی رقم ہوگی۔ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اتنی بڑی رقم انہیں آسانی سے بھی مل سکتی ہے۔ ایک وہی کیا عراق کے اسی فیصد سے زائد لوگوں کے لئے اتنی بڑی رقم ایک خواب کی حیثیت رکھتی ہوگی۔ اس رقم کے سہارے وہ اپنی پوری زندگی بڑے آرام سے بسر کرسکیں گے۔"

"یہ رقم تم سونیا کے والد تک کس طرح پہنچاؤ گے" تہذیب نے پوچھا۔

"سونیا نے مجھے اپنا چچا بنایا تھا۔ خود میرے اندر تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس کے والدین کا سامنا کرسکوں۔ یہ رقم بڈ کے ہاتھوں ان تک پہنچوانی پڑے گی۔ اب آؤ ذرا عدنان سے بھی کچھ گفتگو ہوجائے۔"

بڈ نے عدمان کو درد دور کرنے والی گولیاں فراہم کردی تھیں جن کے سہارے اس نے اپنے درد سے نجات حاصل کررکھی تھی۔

"میں نے چیک کیش کرالیا ہے عدنان" میں نے کہا "اور یہ پورے دس لاکھ دینار ہیں" میں نے بریف کیس کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

عدمان عباسی کے چہرے پر کرب کے تاثرات ابھرنے۔ یہ خیال ہی اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھا کہ اتنی بڑی رقم

یوں آسانی سے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

"چیک کیش کرانے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟" اس نے اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"وقت سے بچنے کے لئے ہی تو میں نے تم سے فون کرایا تھا" میں نے بریف کیس بند کرتے ہوئے کہا "کس کی مجال ہے کہ تمہارے فون کے بعد کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے۔"

"تم نے اپنی مطلوبہ رقم وصول کرلی۔ اب تو مجھے رہا کردو" عدنان نے کراہتے ہوئے کہا۔

"تمہاری رہائی میں ایک آدھ دن مزید لگے گا۔ مجھے امید ہے کہ تمہارا انجام دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں گے۔ اپنی بقیہ زندگی تم یا تو وہیل چیئر پر گزارو گے یا پھر بیساکھیاں تمہارا مقدر بنیں گی۔ یہاں سے جانے کے بعد میرا مقابلہ رینجل سے ہوگا۔ تم نے اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو میرے فدائی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"نہیں نہیں.... میں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گا۔ میری بات پر یقین کرو۔"

وہ مجھ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ میرے سامنے گڑگڑا رہا تھا حالاں کہ وہ اپاہج ہوچکا تھا اور اس کی ٹانگوں کا علاج اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے جڑنے کی توقع نہ ہونے کے برابر تھی مگر وہ اس کے باوجود مرنے سے خوف زدہ تھا۔ اسے اپاہجوں والی زندگی گزارنا گوارا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہاری فرعونیت ختم ہوچکی ہے۔ آئندہ تم کسی سے خراب سلوک کرو گے تو تمہیں اپنا انجام بھی یاد آئے گا اور یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ تمہارا یہ حشر سونیا کی وجہ سے ہوا ہے۔ زندگی بھر تم اپنے اس فیصلے پر پچھتاتے رہنا کہ تم نے مجھے مروانے کا فیصلہ کیا تھا اور تمہارے آدمیوں کی زد میں سونیا آگئی تھی۔"

"اس کے باوجود میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے جان سے نہیں مارا۔"

"میں نے تمہیں جان سے نہ مار کر تم پر کوئی احسان نہیں کیا عدنان! یہ تو تمہاری سزا کا ایک حصہ ہے۔ اگر تم مر جاتے تو مجھے بہت قلق ہوتا۔ میرا انتقام ادھورا رہ جاتا۔ یہ رقم جو میں نے تم سے وصول کی ہے اس کا ایک حصہ سونیا کے خاندان کے لئے ہے جن کی وہ کفالت کیا کرتی تھی۔ بقیہ رقم میرے پاس محفوظ رہے گی تاکہ اگر کبھی تم دوبارہ سر اٹھانے کی کوشش کرو تو اسے تمہارا سر کچلنے کے لئے استعمال

کرسکوں۔"

"میں پہلے ہی تمہیں یقین دہانی کرا چکا ہوں کہ اب نہ تمہارے خلاف کچھ کروں گا اور نہ ہی یہودیوں کے لئے کام کروں گا۔"

"چوں کہ تمہاری رقم کا ایک حصہ سونیا کے والدین کو جائے گا اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم ان کے خلاف ہی انتقامی کارروائی نہ کر بیٹھو۔"

"نہیں، میں ان کے خلاف بھی کچھ نہیں کروں گا۔ اپنی زندگی مجھے بہت عزیز ہے۔"

"تم ایک بد طینت آدمی ہو۔ تمہاری کسی بات پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ تمہیں کام کرنے کے ڈھنگ آتے ہیں۔ تم ان کے خلاف کچھ نہ کرو تب بھی انہیں اچانک کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ کسی کا ایکسیڈنٹ ہوسکتا ہے۔ ان کے گھر کو یا فصلوں کو آگ لگ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی طرح کے حوادث ہوتے ہیں۔ تمہیں تو ان کا خاصا تجربہ ہوگا۔"

"یہ میری بدقسمتی ہوگی اگر انہیں اس قسم کا کوئی حادثہ پیش آجائے اور اسے میرے کھاتے میں ڈال دیا جائے۔" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نے اپنے ماضی کی حرکتوں سے اپنے مستقبل کی بدقسمتی کی مہر ثبت کردی ہے۔ کسی دوسرے کا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا بال بھی بیکا ہوا تو میں اسے تمہارے ہی کھاتے میں ڈالوں گا۔"

عدنان کا چہرہ جو پہلے ہی اترا ہوا تھا مزید اتر گیا مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ اس نے اندازہ کرلیا تھا کہ اس موضوع پر کچھ بولنا لاحاصل ہوگا۔

دوپہر کو بڈ واپس آگیا۔ وہ اپنے ساتھ لنچ باکس لایا تھا۔

"پرسوں تک سارے کاغذات تیار ہوجائیں گے جس کے بعد صرف ٹکٹ اور ویزے کا کام باقی رہ جائے گا جو بغداد سے بھی ہوسکتا ہے" بڈ نے بتایا۔

"وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے کہا "ہمیں تو نئے نام کے ویزے درکار ہوں گے جو ہمیں کھرے کھرے مل جائیں گے۔ اب تمہارے لئے ایک اور کام ہے۔ تمہیں سونیا کے گھر والوں کو دو لاکھ ڈالر کی رقم پہنچانی ہوگی۔"

میں نے بڈ کو سونیا کے والدین کا پتہ بتایا اور اسے سمجھا کہ اسے ان سے کیا گفتگو کرنا ہے۔ بڈ بھی یہ کام کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا مگر وہ راضی ہوہی گیا۔ اس کی ہچکچاہٹ کی وجہ کی دہی تھی جس وجہ سے میں ہچکچا رہا تھا۔ سونیا کے اہل خانہ کو

اس کی موت کی اطلاع پہنچانا ایک ناگوار فریضہ تھا جس سے بچنے کی کوشش ہم سب کر رہے تھے۔

لنچ کے بعد بڈ رقم لے کر روانہ ہوگیا۔ تہذیب نے فرصت دیکھ کر ایک بار پھر کرنل نعمان کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"اصولی طور پر تمہیں چاہئے کہ اس سے کم از کم ایک ہی بار رابطہ قائم کرکے اسے مطلع تو کردو کہ اب تم اس کے لئے کام نہیں کرو گے" تہذیب نے کہا۔

"میں اس کا ملازم نہیں ہوں اور نہ ہی کسی معاہدے کی رو سے اس بات کا پابند ہوں۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ تم پابند ہو۔ میں تو ایک اصولی بات کہہ رہی تھی۔"

"تو میں کون سی غیر اصولی بات کر رہا ہوں۔ میں نے بھی تو ایک اصولی بات ہی کی ہے۔"

"تم بہت ضدی ہو گئی" تہذیب نے شکوہ کیا "ضدی تو پہلے بھی تھے لیکن اب تو کچھ زیادہ ہی ضدی ہوگئے ہو۔"

"بات ضد کی نہیں ہے تہذیب! ممکن ہے میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے اسے مطلع کر دیتا لیکن میں بہت بری طرح بدظن ہوگیا ہوں۔"

"بدظن ہوگئے ہو" تہذیب نے چونک کر کہا "کس بات سے بدظن ہوگئے ہو۔ کس کی طرف سے بدظن ہوگئے ہو؟"

"کرنل نعمان کی حد تک تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے وہ ایک مخلص آدمی محسوس ہوا ہے۔ اس کے ساتھیوں میں بھی میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی لیکن جب مجھے عراقی قوم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو میں نے انہیں اس سے بہت مختلف پایا جیسا کہ ان کے بارے میں تاثر پایا جاتا ہے جو قوم سات آٹھ سال سے مسلسل جنگ لڑ رہی ہو اسے بہت سنجیدہ ہوجانا چاہئے لیکن یہ لوگ لہو و لعب میں مبتلا ہیں۔ اعلیٰ سطح پر عدنان عباسی جیسے ضمیر فروش اور بے حس لوگ موجود ہیں جو بڑی آسانی سے بک جاتے ہیں۔ میں نے کسی اور توقع پر ہی کام کرنے کی حامی بھری تھی لیکن تم اندازہ کرسکتی ہو کہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد مجھے کس قدر مایوسی ہوئی ہوگی۔ جنگیں حکومتیں نہیں جیتا کرتیں۔ یہ تو پوری قوم کا کام ہوتا ہے۔ یہ لوگ بے حس ہوگئے ہیں۔ ان کے لئے کام کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ آدمی اپنے طور پر کام کرے۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے تی" تہذیب نے مجھ سے اتفاق کیا۔ اس میں یہ خوبی تھی کہ ضد بھی نہیں کرتی تھی اور معقول بات فوراً تسلیم کرلیتی تھی۔

"میرا مقصد تو فلسطین کو آزاد کرانا ہے۔ عرب دنیا کو

یہودیوں کے ناپاک وجود سے آزاد کرانا ہے۔ مجھے تو ہر حال میں یہودیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہنا ہے۔ میں یہی کر رہا ہوں اور یہی کرتا رہوں گا۔"

سونیا کے والدین کو رقم پہنچانے کے بعد بڈ کی واپسی شام کے وقت ہوئی۔ وہ خاصا افسردہ نظر آ رہا تھا۔

"تم نے مجھے بہت مشکل کام سونپا تھا چیف" بڈ نے مضمحل انداز میں کہا "بہر حال میں کام نمٹا آیا ہوں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "تم نے بہت بڑا کام کیا ہے بڈ! بڑا بھی اور نیک بھی۔"

"نیک کام کرکے تو سکون ملتا ہوگا چیف! پھر مجھے سکون کیوں نہیں مل رہا؟"

"سکون تو ملتا ہے بڈ!" تہذیب بولی "تم پر صرف افسردگی طاری ہے۔ تم نے ان لوگوں کو ایک ناگوار اطلاع جو پہنچائی ہے یہ اسی کا اثر ہے۔"

"تم اندازہ نہیں کر سکتیں میڈم کہ بیٹی کی موت کی اطلاع سن کر وہ لوگ کس طرح دھاڑیں مار مار کر روئے تھے۔"

"کیوں اندازہ نہیں کر سکتی۔ جوان بیٹی یا بہن کی اچانک موت پر تو ہر ایک کا ردعمل یہی ہوگا۔"

"وہ بہت خوش اخلاق لوگ ہیں چیف" بڈ نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا "انہیں معلوم ہوا کہ میں ان کی بیٹی کو جانتا ہوں تو انہوں نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے لئے اس دنیا میں مجھ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں ہے۔ مجھے [illegible] چیف کہ اس حالت میں، میں کیا کرتا [illegible] ملتا تھا۔ [illegible] نے انہیں یہ ناگوار اطلاع پہنچا کر میں نے ان کی خوشیاں چھین لیں۔ سونیا کی موت کی اطلاع نہ ملتی تو وہ اس کے زندہ ہونے کی آس میں زندگی تو آسانی سے گزار لیتے۔"

"جذباتی باتیں مت کرو بڈ! صدمہ بہت بڑا سہی مگر وقت ہر صدمے کو مندمل کر دیتا ہے اب کم از کم وہ بے یقینی کی صلیب پر تو مصلوب نہیں رہیں گے۔"

"وہ لوگ تو رقم بھی نہیں لے رہے تھے چیف! انہیں اس رقم میں سے اپنی بیٹی کے خون کی بو آتی محسوس ہو رہی تھی" بڈ کی آواز بھرا گئی۔ تہذیب کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

"ان کا کہنا ایک طرح سے ٹھیک ہے بڈ!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "رقم خواہ کتنی بھی بڑی کیوں نہ ہو کسی کی زندگی کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔"

"بڈ کو آئندہ اتنا مشکل کام مت سونپنا چیف! مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ مرحلہ اس قدر مشکل ہوتا ہوگا۔"

"آدمی کو مشکلات سے گزرنے کا عادی ہونا چاہئے خصوصاً تم جیسے آدمی کو۔"

"اس قسم کے مشکل کام تم خود ہی کر لیا کرو چیف! قربانی کا بکرا بننے کے لئے ایک بڈ ہی رہ گیا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دوست" میں نے اداسی سے کہا "لیکن میں سونیا کے گھر والوں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سونیا سے مجھے جذباتی تعلق تھا۔"

بڈ اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا "ایک بار پھر کہو چیف!" اس نے کہا۔ "تم نے مجھے دوست کہا ہے۔ اگر ہمیشہ اسی طرح کہتے رہو تو بڈ تمہارے لئے اس سے ہزار گنا زیادہ مشکل کام سر انجام دے سکتا ہے۔"

میں پھیکے سے انداز میں ہنس پڑا "تم میرے دوست ہی تو ہو بے وقوف آدمی ۔۔۔ تم ہو، تہذیب ہے، جنرل نمرود اور کیپٹن براؤن ہیں۔ تم سب وہ لوگ ہو جن کے بغیر علی خان کچھ بھی نہیں ہے۔"

"شکریہ چیف! شکریہ! تمہارے یہ الفاظ بڈ کی عزت افزائی کے مترادف ہیں۔ اب بڈ تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہے۔"

"اس کے لئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جان تو تم میرے لئے ویسے بھی دے سکتے ہو۔ یہی جذبہ تو ہے جو مجھے تم لوگوں کے سحر سے نکلنے نہیں دیتا۔ تم ہی لوگوں کی وجہ سے میں نے اتنی بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔"

"بس کرو چیف! بس کرو" بڈ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بڈ کی اتنی تعریفیں مت کرو کہ اس کا دماغ خراب ہو جائے اور وہ خوشی سے پاگل ہو جائے ۔۔۔ لیکن اس رقم میں سے بڈ کا کمیشن کب ملے گا۔"

"وہ ساری کی ساری رقم تم اپنے تصرف میں لا سکتے ہو بڈ! کمیشن کا کیا مطلب ہے۔ میری ہر چیز پر تمہارا حق ہے۔"

بڈ نے مجھے دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں "آج تم بڈ کو حیران کئے دے رہے ہو چیف! ایسے موڈ میں بڈ نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے کبھی تم نے اتنا بڑا کام بھی تو نہیں کیا تھا" تہذیب نے کہا۔ اور بڈ نے ایک بار پھر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"یعنی ماضی میں بڈ نے تمہارے لئے جو کچھ کیا وہ سب ضائع ہو گیا" بڈ نے کہا۔

"علی کا مطلب یہ ہے کہ سونیا کے گھر والوں کو رقم پہنچانے کا کام خود علی کے لئے بے حد مشکل تھا" تہذیب نے کہا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں نے اتنا بڑا کارنامہ سر انجام دے دیا ہے۔ ورنہ میں چیف سے کوئی انعام ضرور طلب کر لیتا۔"

"وہ تو تم اب بھی طلب کر سکتے ہو بڈ" میں نے کہا "تم بجا طور پر انعام کے مستحق ہو۔"

"مجھے بار بار مرجانہ کا خیال آ رہا ہے چیف! وہ بے چاری بور ہو رہی ہوگی۔ اگر تم اجازت دو تو۔۔۔"

"ہرگز نہیں" میں نے سختی سے کہا "تمہیں کسی فضول کام کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

"دیکھ لیا میڈم" بڈ نے فریاد طلب انداز میں تہذیب کی طرف دیکھا "چیف نے کتنی تیزی سے چولا بدلا ہے۔"

"علی کا کہنا درست ہے بڈ!" تہذیب نے نرمی سے کہا۔ "مرجانہ ایک خطرناک ایجنٹ ہے۔ وہ ذرا سے موقعے سے بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اس سے دور ہی رہنا بہتر ہوگا۔"

"بس بس رہنے دو میڈم! تم دونوں نے مل کر بڈ کے خلاف سازش کی ہے" بڈ نے بگڑ کر کہا اور پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"بہت سور ہے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "سنجیدگی تو ذرا دیر کے لئے بھی نہیں برداشت کر سکتا۔"

"اس کے باوجود بہت کارآمد آدمی ہے۔ اس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔"

تیسرے روز سارے کاغذات تیار ہو گئے اور ہم بصرہ سے بغداد کے لئے روانہ ہو گئے۔ کاغذات کے مطابق میں عراقی باشندہ تھا۔ مجھے فوجی بھرتی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ ان دنوں عراق میں لازمی فوجی بھرتی کی وجہ سے جگہ جگہ چیکنگ ہوتی تھی اور لوگ فوجیوں سے چھپتے پھرتے تھے۔ میرے کاغذات میں یہ چیز شامل نہ ہوتی تو میں کہیں بھی دھرا جا سکتا تھا۔

کار بڈ ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر تہذیب تھی۔ میں پچھلی سیٹ پر تھا اور مرجانہ کو میں نے اپنے ساتھ بٹھا رکھا تھا۔

"راستے میں چیکنگ ضرور ہوگی" میں نے مرجانہ سے کہا۔ "ممکن ہے تم کوئی حرکت کرو لیکن یہ سوچ لینا کہ کسی کے حرکت میں آنے سے قبل میرے ریوالور کی گولی تمہیں چاٹ جائے گی۔"

"میں جانتی ہوں" مرجانہ نے کہا "مجھے کچھ بتانے کی کوشش مت کرو۔"

"تمہیں یہ بتانا اس لئے ضروری ہے کہ تم جوڈو کراٹے جانتی ہو اور جو لوگ کراٹے جانتے ہیں وہ خود کو سپرمین سمجھنے لگتے ہیں۔"

مرجانہ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر کچھ نہیں بولی۔ عدنان کو ہم وہیں چھوڑ آئے تھے۔ چونکہ سارے پروگرام تبدیل ہو گئے تھے اس لئے عدنان کے بارے میں بھی ہمارا پروگرام تبدیل ہو چکا تھا۔ اب ہم اسے تنہا چھوڑ کر جا رہے تھے۔ بغداد پہنچنے کے بعد ہم اس کے کسی آدمی کو فون کر دیتے جو اسے چھڑا لیتا۔

بصرہ سے عراق تک ساڑھے پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے میں پانچ گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا۔ راستے میں تین جگہ ہماری چیکنگ ہوئی تھی۔ چیکنگ کے دوران فوجیوں کی توجہ کا مرکز میں ہی رہا تھا۔ بڈ اور تہذیب تو غیر ملکی سیاح تھے اور مرجانہ کو عورت ہونے کی وجہ سے چھوٹ تھی جب کہ میں مقامی تھا۔ اصولی طور پر تو مجھے فوج میں بھرتی ہو جانا چاہئے تھا۔ ان لوگوں کے چیک کرنے کا مقصد بھی یہی تھا لیکن میرے کاغذات ہر طرح سے مکمل تھے اس لئے کسی مشکل میں پھنسنے سے بچ گیا۔

بغداد پہنچنے کے بعد سوال پیدا ہوا کہ کون سے ہوٹل میں ٹھہرا جائے لیکن مرجانہ کا مسئلہ تھا۔ اگر ہم ہوٹل میں ٹھہرتے تو مرجانہ کے پاس [illegible] کرنے کے بہت سے مواقع ہوتے۔ ہم کہاں تک اس کی نگرانی کر سکتے تھے۔ اس مسئلے کا ایک حل تو یہ تھا کہ کوئی مکان یا فلیٹ کرائے پر لے لیا جائے مگر اس میں بھی مشکلات تھیں۔ اول تو ہمیں ایک دو دن سے زیادہ یہاں رکنا نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ یوں اچانک کوئی جگہ کرائے پر نہیں مل سکتی تھی۔ مل جاتی تو بھی فوری طور پر قبضہ تو نہیں مل سکتا تھا۔ ضروری کارروائیوں کے بغیر کوئی بھی اجنبیوں کو اپنی جگہ کرائے پر نہیں دے سکتا۔

اس مسئلے کا حل میں نے پیش کیا اور جھک کر بڈ کے کان میں کہا "کوٹے نیل کے سفیر کی قیام گاہ کی طرف نکل چلو۔"

"تمہارا دماغ خوب کام کرتا ہے چیف" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ اس کے اور تہذیب کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ ہم وہاں بھی رہ سکتے ہیں۔

سفیر کا نام نگروما تھا۔ اس سے اس کے گھر پر ملاقات کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا لیکن جب میں نے ملازم سے کہلوایا کہ علی یار خان آیا ہے تو وہ خود ہی گیٹ تک دوڑا چلا آیا۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"معاف کیجئے گا میں نام سے واقف ہوں مگر چہرے سے آشنا نہیں ہوں" اس نے کار کی کھڑکی پر جھکتے ہوئے کہا۔ "آپ میں سے کوئی صاحب..."

"علی یار خان میں ہوں سفیر محترم" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "آپ گیٹ تو کھلوائیے۔ باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔"

نگروما نے بوکھلائے ہوئے انداز میں گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا مگر میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس نے محافظوں کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا ہے۔ وہ ایک حاضر دماغ آدمی تھا۔ اسے احساس تھا کہ صرف نام سن کر کسی اجنبی پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

اندر پہنچنے کے بعد ہم کار سے اترے "مجھے بتایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" سفیر نے کہا۔

"ہمیں گوئٹے مالا کے ویزے چاہئیں" میں نے کہا "یہ میری ساتھی تہذیب ما لکم ایکس ہیں۔ یہ بڈ ہیں۔ ان دونوں کے نام تو آپ نے سنے ہوں گے۔ یہ میری ہستی محترمہ مرجانہ ہیں۔ مرجانہ ہماری قیدی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی پڑی ورنہ ہم خود تو کہیں بھی ٹھہر سکتے تھے۔"

"میری خوش قسمتی کہ آپ جیسے لوگوں نے غریب خانے کو اس قابل سمجھا اور بد قسمتی یہ کہ میں آپ میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتا" نگروما نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور اس نے میرا اشارہ سمجھ کر اپنے اور بڈ کے پاسپورٹ نکال کر نگروما کی طرف بڑھا دیئے۔ دونوں پاسپورٹ گوئٹے مالا کے ہی تھے۔

"میں اس گستاخی کے لئے معذرت خواہ ہوں جناب" نگروما نے مجھ سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور محافظوں کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔

"جو کچھ آپ نے کیا مسٹر نگروما اگر وہ نہ کرتے تو یقین کریں میں جنرل میرس سے رپورٹ کر دیتا۔"

"اطمینان کرنا تو بہر حال ضروری ہوتا ہے جناب! آیئے اندر تشریف لایئے۔"

ہم اس کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں آئے۔ "سب سے پہلے میں گوئٹے مالا فون کرنا چاہوں گا" میں نے کہا۔

"آپ کو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے جناب! یہاں کی ہر چیز پر آپ کا حق ہے۔"

میں نے تہذیب کو نمبر ملانے کا اشارہ کیا اور نگروما کی طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی تک بوکھلایا ہوا تھا۔

"ہم لوگ بصرہ سے سیدھے یہاں آ رہے ہیں مسٹر نگروما" میں نے کہا "کچھ کھانے پینے کا بندوبست تو کیجئے۔"

"بالکل بالکل" اس نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا اور اسے ہدایات دینے لگا۔ اس دوران میں تہذیب نے گوئٹے مالا کا نمبر ملا لیا تھا اور کیتھی براؤن سے بات کر رہی تھی۔ پھر اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو کیا حال ہے کیتھی؟" میں نے ریسیور لے کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ٹھیک ہوں علی! اس بار تو تم نے کمال کر دیا۔ وعدے کے مطابق فون کر لیا۔"

"مجھے گوئٹے مالا آنا ہی ہے۔ تہذیب نے تمہیں بتایا ہوگا کہ ہم لوگ اس وقت کہاں ہیں؟"

"ہاں تہذیب مجھے بتا چکی ہے۔ تم ریسیور ذرا نگروما کو دو تاکہ میں اسے ہدایات دے دوں۔ جنرل تو اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

میں نے ریسیور نگروما کے حوالے کر دیا۔ نگروما بڑے مؤدبانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ کیوں نہ کرتا۔ وہ اپنے ملک کی خاتون اول سے بات کر رہا تھا۔

چند منٹ بعد نگروما نے فون بند کر دیا اور مجھ سے کہنے لگا "مادام کیتھی نے ہدایت کی ہے کہ آپ لوگوں کو سرکاری مہمان تصور کیا جائے اور آپ کی ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔"

"مجھے اپنے اور مرجانہ کے لئے گوئٹے مالا کا ویزا چاہئے۔" میں نے کہا "اس کے علاوہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے ہماری روانگی کا بندوبست کرا دو۔"

"ویزے تو میں ابھی لگوا دیتا ہوں۔" نگروما نے کہا "فلائٹ کے لئے البتہ معلوم کرنا پڑے گا۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ تم مجھے لے کر فرانس جاؤ گے" دفعتاً مرجانہ نے کہا۔

"میں احمق نہیں ہوں۔ ہم فرانس ضرور جائیں گے مگر یہاں سے نہیں گوئٹے مالا سے۔ تاکہ ہر ممکن حد تک ریمنڈ کی نظروں سے بچ سکیں۔"

ٹھیک چھ بجے صبح ہم بغداد ایئرپورٹ کی بلڈنگ میں موجود تھے۔ ہمیں آٹھ بجے کی فلائٹ سے گوئٹے مالا کے لئے روانہ ہونا تھا۔ آٹھ لاکھ دینار کی رقم میں نے نگروما کے حوالے کر دی تھی جو وہ گوئٹے مالا منتقل کرا دیتا۔ اس کے پاس سے روانہ ہوتے وقت میں نے بصرہ فون کر دیا تھا اور تنویر کو اس بنگلے کا پتا بتا دیا تھا جہاں عدنان عباسی اپنی آزادی کا منتظر تھا۔ مرجانہ کے ایک انجکشن لگا دیا گیا تھا جس کے بعد یہ امکان نہیں رہ گیا تھا کہ وہ کوئی گڑبڑ کرے گی۔

امیگریشن کاؤنٹر پر کاغذات کی جانچ پڑتال کے دوران میں نے محسوس کیا کہ میرا پاسپورٹ چیک کرنے والا شخص کچھ چونک گیا ہے۔ میرا ذہن تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یقیناً کوئی گڑبڑ تھی۔ یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ گڑبڑ کیا تھی۔ اس شخص نے میری تصویر کو بڑے غور سے دیکھا۔ پھر میرے چہرے کی طرف دیکھا پھر دوبارہ اس کی نگاہ میری تصویر پر جم گئی۔ چند لمحے یوں ہی گزر گئے پھر اس نے اپنے ساتھی کی طرف جھک کر سرگوشیانہ انداز میں کچھ کہا اور پاسپورٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بھی اپنے ساتھی کی طرح بہت غور سے پہلے میری طرف اور پھر میری تصویر کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں پریشان ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وقت میں کیا چکر پڑ گیا ہے۔ یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ انہیں پاسپورٹ کے جعلی ہونے کا شبہ ہو گیا ہو لیکن وہ تو میری تصویر دیکھ کر چونکے تھے۔

"آپ اس طرف تشریف لے آئیے جناب۔" آخر کار امیگریشن کاؤنٹر پر موجود شخص نے مجھ سے کہا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ کاؤنٹر کے عقب میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں اس نے ایک اور باوردی شخص کو اپنے قریب بلا کر اسے کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ ہدایات سن کر اس باوردی شخص نے سر کو اثباتی جنبش دی اور مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا جس پر امیگریشن آفیسر کی تختی لگی تھی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ میرے وہاں سے ہٹتے ہی کاؤنٹر پر موجود شخص نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا تھا۔ شاید وہ امیگریشن آفیسر کو کسی خاص بات سے مطلع کر رہا تھا۔

میں ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ بڈ کو میں نے پرسکون رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں ہر ممکن حد تک کسی بھی موقع پر کسی قسم کی ہنگامہ آرائی سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ اگر یہاں کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جاتا تو عراق سے نکلنے کے لئے ہمیں لاتعداد محنت کرنی پڑتی اور اس میں بہت وقت صرف ہوتا۔

باوردی شخص مجھے لے کر امیگریشن آفیسر کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ انٹرکام کا ریسیور رکھ رہا تھا۔ امیگریشن آفیسر نے باوردی شخص سے پاسپورٹ لے کر باہر جانے اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کاؤنٹر پر موجود افراد کی طرح اس نے بھی پہلے میرا اور میری تصویر کا موازنہ کیا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"مجھے کیوں روکا گیا ہے جناب" میں نے کہا "کیا میرے پاسپورٹ میں کوئی نقص ہے؟"

بھاری بھرکم امیگریشن آفیسر نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اب تک اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ اس کے منہ سے پہلا جملہ میں نے اس وقت سنا جب اسے مطلوبہ فون نمبر مل گیا۔

"مطلوبہ شخص مل گیا ہے جناب! وہ اس وقت میرے سامنے والی کرسی پر موجود ہے۔ آٹھ بجے والی فلائٹ پر گوئٹے مالا کے لئے اس کی سیٹ بک ہے جناب۔"

دوسری طرف سے جو کچھ کہا گیا اسے سن کر اس نے فون بند کر دیا اور میرے پاسپورٹ کا مطالعہ کرنے لگا۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے جناب۔" میں نے کہا "ابھی ائرلائن والوں سے بھی نمٹنا ہے۔ آپ نے آخر مجھے کیوں روکا ہے؟"

میری بات سن کر اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے میری بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"میں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" میں نے قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا "کیا آپ میری فلائٹ نکلوائیں گے؟"

"مجھے نہیں معلوم" اس نے مختصر سا جواب دیا اور دوبارہ میرے پاسپورٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کمال ہے آپ نے مجھے روکا ہے اور آپ کو ہی نہیں معلوم۔ پھر یہ کون بتائے گا کہ مجھے کیوں روکا گیا ہے؟"

اس نے دوبارہ نگاہ اٹھائی "کیا تم تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر انتظار نہیں کر سکتے۔" عراقی افسر نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"میں کیوں انتظار کروں اور کس بات کا انتظار کروں؟" میرے لہجے میں بدستور جھنجلاہٹ موجود تھی۔

امیگریشن آفیسر کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ

فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ میرے ساتھ کس قسم کا رویہ اختیار کرے۔ لیکن اتنا تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ معاملہ خطرناک نہیں ہے۔ کم از کم امیگریشن آفیسر کی حد تک تو یہ بات تھی تھی کہ اس کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تشویش بہرحال برقرار تھی کہ مجھے کس کے کہنے پر روکا جا رہا ہے۔

"ملک سے باہر جانے کے لئے امیگریشن سے کلیرنس لینا ضروری ہوتا ہے۔" چند لمحوں کی سوچ بچار کے بعد امیگریشن آفیسر نے کہنا شروع کیا "امیگریشن ڈیپارٹمنٹ کا دائرۂ کار بہت وسیع ہے۔ بعض اوقات ہمیں مروجہ طریقۂ کار سے ہٹ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اپنا کام ہم اس طرح کریں گے جس طرح ہم مناسب سمجھیں گے۔"

"خواہ اس چکر میں میری فلائٹ ہی کیوں نہ نکل جائے۔" ... میں نے تیز مزاجی کا مظاہرہ کیا۔

"خواہ اس چکر میں ایک مہینہ ہی کیوں نہ لگ جائے۔" ... عراقی افسر نے میز پر گھونسہ مار کر کہا۔ اسے غصہ آ گیا تھا۔ "ہم کیا کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں یہ تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔ میں نے تم سے کہا ہے کہ خاموش بیٹھ کر انتظار کرو۔ اگر تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے تو مجبوراً مجھے اپنے کسی آدمی کو بلانا پڑے گا۔"

میں یوں خاموش ہو گیا جیسے اس سے مرعوب ہو گیا ہوں جب کہ درحقیقت میں تذبذب اور بلڈ کی طرف سے فکرمند تھا۔ معلوم نہیں میں کس چکر میں پھنس گیا تھا۔ اگر فلائٹ نکل گئی تو ان دونوں کا کیا بنے گا اور پھر مرجانہ بھی تو تھی اگرچہ حفظ ماتقدم کے طور پر اس کے انجکشن لگا دیا گیا تھا لیکن اس پر کلی طور پر انحصار تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں خاموش بیٹھا تھا۔ امیگریشن آفیسر بھی خاموش تھا اور میرے پاسپورٹ کے اوراق الٹتے ہوئے اس پر یوں نظریں جمائے ہوئے تھا جیسے پاسپورٹ کے اوراق سادہ نہ ہوں بلکہ ان پر کوئی دلچسپ کہانی تحریر ہو۔ ایسی دلچسپ کہانی جس پر سے نظریں ہٹائے نہ ہٹ رہی ہوں۔

تقریباً چند منٹ یوں ہی گزر گئے۔ پھر اس سکوت کو ٹیلی فون کی گھنٹی نے توڑا۔ امیگریشن آفیسر نے چونک کر ریسیور اٹھایا۔

"جی ہاں ۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ یہی مطلوبہ شخص ہے ۔۔۔ جی ہاں' وہ اس وقت بھی میرے سامنے موجود ہے۔ ۔۔۔ ٹھیک ہے میں ریسیور اسے دے رہا ہوں۔" اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ ریسیور اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے کانوں سے لگا لیا۔ معلوم نہیں دوسری طرف کون تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب میں نے ریسیور میں ہیلو کہا تو میرا لہجہ اور آواز دونوں کسی حد تک تبدیل تھے۔ امیگریشن آفیسر اس معمولی سی تبدیلی کو نوٹ نہیں کر سکا تو "ہیلو! تم کون ہو۔ اپنا تعارف کراؤ۔" دوسری طرف سے بولنے والے کو میں نے فوراً ہی پہچان لیا۔ وہ عراقی ملٹری انٹیلی جنس کا کرنل نعمان تھا۔

"میرا نام علی حماد ہے جناب۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا "میں امیگریشن آفیسر صاحب سے مسلسل پوچھ رہا ہوں کہ مجھے کیوں روکا گیا ہے مگر یہ کچھ بتاتے ہی نہیں۔ آپ معلوم نہیں کون ہیں؟ کم از کم آپ ہی مجھے بتا دیجئے کہ میرا قصور کیا ہے ورنہ میری فلائٹ مس ہو جائے گی۔"

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ میں کون ہوں تاہم تمہیں اس لئے روکا گیا ہے کہ تمہاری شکل ایک ایسے شخص سے ملتی ہے جو حکومت کو مطلوب ہے۔"

"اگر میری صورت آپ کو مطلوب کسی شخص سے ملتی ہے تو اس کی سزا مجھے تو نہیں ملنی چاہئے۔ آخر وہ شخص کون ہے۔ ممکن ہے میں اس شخص کو جانتا ہوں۔"

"ممکن ہے تم اسے جانتے ہو مگر ہم اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتے اور پوری طرح تصدیق کئے بغیر تمہیں ملک سے باہر جانے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے۔"

"یہ تو بہت زیادتی ہو گی جناب! آخر اس کارروائی میں کتنا وقت صرف ہو گا؟"

"آج کا پورا دن صرف ہو جائے گا۔ تم آج کی کسی فلائٹ سے نہیں جا سکو گے۔"

"امیگریشن آفیسر صاحب تو اس شخص کے نام سے واقف ہوں گے۔ میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کروں۔ کیا اس طرح کام نہیں چل جائے گا۔"

"امیگریشن آفیسر اس کے نام تک سے واقف نہیں ہے۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں جناب! یہ ایک ذمے دار آدمی ہیں۔ ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے نام سے بھی واقف نہ ہوں۔ آپ لوگ مجھے خواہ مخواہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ وہ شخص یہاں امیگریشن آفیسر سے کہیں زیادہ اہم ہے اور اس کا نام تک خفیہ رہنا ضروری ہے۔ تم انتظار کرو' میرے آدمی تمہیں لینے آ رہے ہیں۔"

"ایک منٹ ٹھہریئے جناب۔" میں نے تیزی سے کہا "جب وہ شخص اتنا ہی اہم ہے تو آپ نے مجھ سے اپنا تعارف کرانے کے لئے کیوں کہا تھا۔ فرض کیجئے میں ہی وہ شخص ہوں۔ تو کیا میں اپنی حقیقت ظاہر کر سکتا ہوں۔"

"اوہ!" کرنل نعمان چونک گیا "مگر میں اس کی آواز پہچان سکتا ہوں۔"

"مجھے کہنے دیجئے کہ آپ اس شخص سے واقف ہی نہیں ہیں" میں نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"میں نے پہچان لیا۔ تم علی یار خان علی ہو۔" کرنل نعمان کی آواز شدت جذبات سے لرز رہی تھی "تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ تمہاری تلاش کے لئے تو میں نے کنوؤں میں بانس ڈلوا دیئے۔"

"میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں سے تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں" کرنل نعمان کی آواز آئی۔ "ریسیور ذرا امیگریشن آفیسر کے حوالے کرو۔"

میں نے ریسیور امیگریشن آفیسر کی طرف بڑھایا۔ اس نے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنی اور "جی بہتر" ... کہہ کر ریسیور مجھے واپس کیا اور خود اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"ہاں۔ اب بتاؤ" کرنل نعمان نے کہا "اب وہ اس وقت تک اپنے کمرے میں واپس نہیں آئے گا جب تک تم اسے واپس آنے کو نہیں کہو گے۔"

"میں کوئٹے جا رہا ہوں کرنل! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے کام نہیں کر سکوں گا۔"

"کسی معقول وجہ کے بغیر تمہیں ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔" کرنل نعمان نے کہا "ویسے تم ہر قسم کا فیصلہ کرنے کے لئے آزاد ہو۔"

"شکریہ کرنل" میں نے کہا "لیکن میرے پاس بہت سی معقول وجوہات موجود ہیں۔"

"اگر تم نے آر تھر اور اس کے ساتھیوں کی موت سے خوف زدہ ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے تو ۔۔۔"

"نہیں کرنل! اس قسم کے حادثات تو ہمارے لئے معمول کی بات ہوتے ہیں۔ میرے انکار کی سب سے بڑی وجہ عدنان عباسی ہے۔"

"عدنان عباسی!" کرنل نے حیرت سے کہا "اس کا تم سے کیا تعلق ہے؟"

"تمہیں معلوم نہیں ہو گا لیکن میرا اس سے ٹکراؤ ہوا تھا اور مجھے شامت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ صیہونی ایجنٹ ثابت ہوا ہے۔ اگر خدانخواستہ میں بار من شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل پہنچ جاتا تو میری چٹنی بن جاتی۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی! معلوم ہوتا ہے تم کسی شدید قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔"

"ایک غلط فہمی تو میرے ساتھ کوئٹے چل رہی ہے۔" ... میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اس غلط فہمی کا نام مرجانہ ہے جو کسی زمانے میں سی آئی اے کی ایجنٹ تھی اور اب رینڈل باورڈ کے لئے کام کر رہی ہے۔ رینڈل بھی یہودی ہے اور اس نے اولیو باورڈ کی موت کا انتقام لینے کے لئے اینگلز نامی ایک تنظیم قائم کی ہے۔ اینگلز کی ایجنٹ مرجانہ کی عدنان کے ساتھ جوڑی کو کیا معنی پہناؤ گے؟"

"عدنان عباسی سب کچھ ہو سکتا ہے مگر اس کا صیہونی ایجنٹ ہونا میری فہم سے بالاتر ہے۔"

"تم انٹیلی جنس کے سربراہ ہو کرنل! اس قسم کی باتیں تمہارے فہم سے بالاتر نہیں ہونی چاہئیں۔ اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس نے نہ صرف رینڈل کو میرے بارے میں اطلاع دی تھی بلکہ وہ عراق میں موجود موساد کے ایجنٹوں کو دربردہ سہولیات بھی فراہم کر رہا تھا۔"

"تمہارے منہ سے نکلی ہوئی بات کی تردید کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔" کرنل نعمان بولا "تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"میں حرام موت مرنا پسند نہیں کرتا کرنل! مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں علیحدہ رہ کر کام کروں۔ ورنہ کسی کی مخبری پر مارا جاؤں گا۔"

"تمہارا فیصلہ درست ہے علی! ان حالات میں میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے مطلع ہی کر دیتے۔ مجھے طرح طرح کے اندیشوں اور وسوسوں نے گھیر لیا تھا۔ ملک سے باہر جانے والے ہر راستے پر تمہاری تصویریں پہنچا دی گئی تھیں تاکہ اگر کوئی تمہیں زبردستی ملک سے باہر لے جانا چاہئے تو نہ لے جا سکے۔"

"میری تصویر تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"جب بھی کوئی اجنبی ہمارے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوتا ہے۔ خودکار طریقے سے اس کی تصویر کھینچ لی جاتی ہے۔"

"میری تصویر تمہیں اتنے بڑے پیمانے پر نہیں پھیلانا چاہیے تھی۔"

"بے فکر رہو۔ تمہاری تصویر کی ہر کاپی واپس لے لی جائے گی۔"

"بہرحال! تمہارے ان جذبات کے لئے میں تمہارا شکرگزار ہوں کرنل! مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس حد تک پریشان ہو جاؤ گے تو میں خود تمہیں مطلع کر دیتا۔"

"اب مجھے مشورہ دو کہ عدنان عباسی کے سلسلے میں میں کیا کروں۔ اس کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ کسی ثبوت کے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہوگا۔"

"اس کے خلاف کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ معلوم نہیں اور کتنے لوگ یہودیوں کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے ان سب کی نشان دہی تو نہیں ہو سکتی۔ زیادہ کچھ کرنا چاہو تو عدنان کی سرگرمیوں پر نظر رکھو۔ اگر وہ زد میں آتا ہے تو ضرور اسے گرفت میں لے لو ورنہ بہتر یہی ہے کہ خاموشی اختیار کئے رکھو۔"

"مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہے گا کہ میرے ملک میں تمہیں تکلیف پہنچی اور ہم تمہاری خدمات سے استفادہ نہیں کر سکے۔"

"جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ کرنل! ہمارا مشن ایک ہی ہے۔ میں جہاں بھی رہوں گا اسی مقصد کے لئے کام کرتا رہوں گا۔ اب مجھے اجازت دو، بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"خدا حافظ علی! تمہیں کبھی کہیں میری ضرورت پڑے تو مجھے یاد ضرور کر لینا۔ تمہارے کام آکر مجھے خوشی ہوگی۔"

"تمہارے خلوص کے لئے میں تمہارا شکرگزار ہوں اور اب امیگریشن آفیسر کو بلا رہا ہوں۔ اسے ضروری ہدایات دے دو۔"

میں نے امیگریشن آفیسر کو بلایا اور کرنل نے اسے ہدایت کر دی کہ مجھے چلا جانے دیا جائے۔ امیگریشن آفیسر ....فون بند کر کے میری طرف مڑا۔

"یہ لیجئے جناب اپنا پاسپورٹ۔" اس نے پاسپورٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "کاؤنٹر سے اسٹیمپ لگوا لیجئے۔ میں انٹرکام پر انہیں ہدایت کر دیتا ہوں۔"

میں امیگریشن آفیسر کے کمرے سے نکلا تو بڈ بہت بے چین نظر آ رہا تھا۔ اس کی نگاہ امیگریشن آفیسر کے کمرے کے دروازے پر جمی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے بے چینی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے ہاتھ ہلا کر اسے پرسکون رہنے کو کہا اور امیگریشن کاؤنٹر سے پاسپورٹ پر اسٹیمپ لگوا کر باہر نکل آیا۔

باہر نکلتے ہی بڈ اور تہذیب نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے مختصراً انہیں ساری صورت حال بتائی تو کہیں جا کر ان کی جان میں جان آئی۔

"ویسے تمہیں میک اپ کر لینا چاہیے تھا۔ اگر میک اپ کر لیا ہوتا تو ہم بلا روک ٹوک یہاں سے نکل جاتے۔ اب کسی اور مشکل میں نہ پڑ جائیں۔" تہذیب نے کہا۔

"اتنا ہلکا میک اپ کرنے کی بہت سی وجوہات تھیں تہذیب! ان میں سے ایک تو تمہارے سامنے آگئی۔ اب دیکھنا ہے کہ رینڈل کتنے پانی میں ہے۔"

"تم نے خود کو مشکلات میں مبتلا کرنے کی عادت اپنا لی ہے علی! رینڈل سے بچنے کی کوشش کرو۔ وہ تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرے گا۔"

"بے فکر رہو۔ میں پوری طرح محتاط ہوں۔"

○☆○

فلائٹ ٹھیک وقت پر گوٹے مل ائرپورٹ پر لینڈ کر گئی تھی۔ دوران سفر کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور بڈ کے ساتھ ساتھ تہذیب بھی اس بات پر بے حد خوش تھی کہ اب ہم گوٹے مل پہنچ کر نئی حکمت عملی وضع کرنے کے بعد پوری یکسوئی کے ساتھ رینڈل ہارورڈ کے خلاف سرگرم عمل ہو سکیں گے۔

رن وے پر ہمارا استقبال آرمی کے ایک سیاہ فام شخص نے کیا۔ جس کی وردی پر لگے ہوئے نشانات اسے کرنل ظاہر کر رہے تھے۔

"مجھے کرنل شوالو کہتے ہیں جناب۔" اس نے بڈ سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں جنرل ٹیرس کے ذاتی محکمہ تعلقات عامہ کا سربراہ ہوں۔ جنرل خود آپ کے استقبال کے لئے نہیں آسکے۔ انہیں اچانک ایک اہم مصروفیت پیش آگئی کہ ان کے پاس معذرت کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ مجھے ان کا نمائندہ ہی سمجھئے۔"

"گویا آپ ان کے نمائندے نہیں ہیں۔" بڈ نے کہا اور کرنل شوالو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب" اس نے قدرے برہمی سے کہا "میں ان کا نمائندہ کیوں نہیں ہوں؟"

"آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ مجھے ان کا نمائندہ سمجھئے۔" بڈ بڑی معصومیت سے بولا "گویا آپ ان کے نمائندے نہیں ہیں جبھی آپ نے "سمجھئے" کا لفظ استعمال کیا۔"

کرنل شوالو ہنسنے لگا "آپ کے ساتھی بہت بذلہ سنج معلوم ہوتے ہیں جناب۔" اس نے مجھ سے کہا۔

"میں کیا ہوں یہ نہیں کہا، صرف معلوم ہوتا ہوں۔" بڈ نے تیزی سے کہا اور کرنل شوالو ایک بار پھر چونک پڑا۔ لیکن اس بار اس کی سمجھ میں جلدی ہی آگیا کہ بڈ کا کیا مطلب تھا اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگا۔

کرنل شوالو کے ساتھ ہم سیاہ رنگ کی لیموزین میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی بلڈنگ تک آئے اور کرنل شوالو ہمیں لے کر وی آئی پی لاؤنج میں لے گیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں جنرل ٹیرس کے ساتھ نہیں تھا ورنہ آپ جیسے دلچسپ آدمی سے پہلے ہی میری ملاقات ہو جاتی۔" کرنل شوالو نے کہا۔

"ہمیں یہاں کتنی دیر رکنا ہوگا۔ مسٹر شوالو؟" میں نے وی آئی پی لاؤنج کے نرم اور آرام دہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس ذرا آپ لوگوں کا سامان آجائے۔ میرے آدمی نیچے موجود ہیں۔ سامان آتے ہی وہ مجھے اطلاع دیں گے اور ہم روانہ ہو جائیں گے۔"

"کیپٹن براؤن کہاں ہے کرنل" تہذیب نے کہا۔ "جنرل نہیں آئے تھے تو وہی آجاتی۔"

"وہ ضرور آتیں محترمہ تہذیب۔ لیکن اچانک ہی ان کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ تاہم وہ بڑی بے چینی سے آپ لوگوں کی منتظر ہیں۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ اب دیر ہی کتنی رہ گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم ان سے ان کے محل میں ملاقات کر لیں گے۔" میں نے کہا اور کرنل شوالو اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"جی ہاں، ہم تو بہت جلدی محل تک پہنچ جاتے مگر آپ لوگوں کو پورے پروٹوکول کے ساتھ لے جایا جائے گا۔ جنرل ٹیرس نے اس سلسلے میں سخت ہدایات دی ہیں۔"

"اوہ!" میں نے مردہ سی آواز میں کہا "گویا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمیں پہلے آزادی کی یادگار پر لے جایا جائے گا۔"

"ہم فوجی لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جناب۔" کرنل شوالو نے ہنستے ہوئے کہا "ڈسپلن پر ہر حال میں عمل پیرا رہتے ہیں۔"

"میں تو سمجھا تھا جنرل اس بار خود نہیں آسکا تو شاید اس سلسلے میں ہدایات دینا بھی بھول گیا ہوگا۔"

"فوجی بھی کچھ نہیں بھولتا جناب۔" کرنل شوالو نے فخریہ لہجے میں کہا "جنرل ٹیرس خود نہیں آسکے تو کیا ہوا۔ مجھے تو انہوں نے واضح ہدایت دے دی تھی۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" میں نے مضمحل انداز میں کہا "اب تو بھگتنا ہی پڑے گا۔"

کرنل شوالو ایک بار پھر ہنسنے لگا اور بڈ نے کہا "آپ ہنسنے کے بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں جناب۔"

کرنل شوالو کی ہنسی کو بریک لگ گیا "کیا مجھے نہیں ہنسنا چاہیے مسٹر بڈ۔" شوالو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"حالاں کہ آپ کو پوچھنا چاہیے تھا کہ کیا میں صرف ہنسنے کا شوقین معلوم ہوتا ہوں۔ ہوں یا نہیں؟" بڈ نے کہا اور کرنل شوالو نے پھر ہنسنا شروع کر دیا۔

"آپ لوگ یہاں کتنا عرصہ قیام کریں گے؟" شوالو نے بڈ سے پوچھا۔

"آپ یہ بات کیوں پوچھ رہے ہیں۔ کیا بجٹ بنانے کی ذمے داری بھی آپ کے سپرد ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے جناب" شوالو نے ہنس کر کہا "میں یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ آپ کی صحبت سے کتنے دنوں تک فیض یاب ہو سکوں گا۔ آپ بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔"

"ابھی ابھی ہوا ہوں۔" بڈ نے برجستہ کہا "ورنہ کچھ دیر پہلے تک یہ حال تھا کہ دلچسپ معلوم تو ہوتا تھا مگر تھا نہیں۔"

"بس کیجئے جناب" شوالو بے تحاشہ ہنس رہا تھا "آپ تو ہر بات میں مزاح پیدا کر دیتے ہیں۔"

میں ان دونوں کو باتیں کرتا چھوڑ کر اٹھا اور وی آئی پی لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"ارے... آپ کہاں جا رہے ہیں مسٹر علی؟" کرنل شوالو نے چونک کر پوچھا۔

"آپ لوگ باتیں کریں۔ میں ذرا باہر کاریڈور میں ٹہل رہا ہوں۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں جناب" کرنل شوالو نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"تم بیٹھے رہو کرنل" میں نے کہا "میں کہیں گم نہیں ہو جاؤں گا۔"

"یہ بات نہیں ہے جناب! آپ کی حفاظت کی ذمے داری ہم پر ہے۔ خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارے لئے جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"میں بچہ نہیں ہوں کرنل! خطرات سے کھیلتے میری عمر گزری ہے۔ تمہیں جنرل ٹیرس کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔"

چہرے کی جلن بتدریج بڑھتی جا رہی تھی۔ اس وقت میں کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا ورنہ میں وہاں تنہا تو نہیں تھا۔ بڈ اور تہذیب بھی تھے اور بڈ تو مسلح بھی تھا۔ میں نے خود اس کی طرف وہ گن پھینکی تھی جو میں نے جعلی فوجیوں کو بے ہوش کر کے ان سے چھینی تھی۔ جس گن سے میں نے شوالو کو کور کرنے کی کوشش کی تھی وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی تھی۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شوالو مردود نے مجھ پر تیزاب پھینک دیا ہو۔ چہرے پر گویا آگ لگ گئی تھی۔ میری قوتِ برداشت بڑی تیزی سے جواب دیتی جا رہی تھی۔ میرا جی چاہ رہا تھا اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے رگڑ ڈالوں مگر اتنا ہوش تو بہرحال تھا کہ میں نے اپنی اس خواہش پر عمل نہیں کیا ورنہ ممکن ہے میرے چہرے کی کھال ہی اتر جاتی۔

میں وی آئی پی لاؤنج کے نرم اور دبیز قالین پر گرا ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ کرب کا ایک سمندر تھا جو میرے چاروں طرف لہریں لے رہا تھا۔ میرے وجود کی گہرائی سے درد کی لہریں اٹھ کر میرے اطراف بکھرے ہوئے سمندر میں شامل ہو رہی تھیں۔ درد کے اس سمندر میں گہری تاریکی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا اور میں اس سمندر میں کسی ایسے تختے کے مانند بہا چلا جا رہا تھا جو کسی کشتی سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو اور اب اس کی کوئی منزل نہ ہو۔ کرب کے اس بیکراں سمندر میں تاریکی تو تھی مگر سناٹا نہیں تھا۔ کچھ آوازیں تھیں، نامانوس اور ناقابلِ شناخت قسم کی آوازیں۔ سمندر کی لہروں کے دوش پر تیرتی ہوئی آوازیں۔ آپس میں گڈمڈ ہوتی ہوئی آوازیں۔ ایسی آوازیں جنہیں کوئی معنی نہیں پہنائے جا سکتے۔

پھر رفتہ رفتہ ان آوازوں نے سمٹنا شروع کیا اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا شروع ہو گئیں۔ چہرے کی جلن بھی حیرت انگیز طور پر زائل ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جتنی تیزی سے اس جلن نے مجھے اپنی لپیٹ میں لیا تھا اس سے کہیں زیادہ تیزی سے زائل ہو گئی تھی۔ مگر ذہن اب بھی پوری طرح میرے قابو میں نہیں آیا تھا۔ بہت دور سے کوئی آواز آتی محسوس ہو رہی تھی اور یہ موہوم سا احساس تھا کہ مجھے پکارا جا رہا ہے۔ میں نے اپنی سماعت پر زور دینے کی کوشش کی ۔۔۔ ایک قہقہہ سنائی دیا۔

"واہ علی یار خان اور دیکھو کہ بساط کس طرح الٹ گئی ہے۔" اس بار میں نے پہچان لیا۔ یہ کرنل شوالو کی آواز تھی۔

میرا ذہن کام کرنے لگا تھا۔ میں سوچ سکتا تھا [illegible] ابھی پوری طرح قابو میں نہیں تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ شاید وہ اعصاب کو [illegible] کر دینے والی کوئی شے تھی جو شوالو نے مجھ پر پھینکی تھی۔

"تم بڑے طرم خاں بنتے ہو۔ دنیا میں تمہارے نام کا شہرہ ہے۔ دیکھ لو آج تم کس طرح میرے سامنے بے بس پڑے ہو۔ اپنی خواہش کے مطابق ہل بھی نہیں سکتے۔"

گویا میرا اندازہ درست تھا۔ مجھ پر واقعی کوئی ایسی چیز آزمائی گئی تھی جس کے باعث میں ہلنے جلنے سے معذور ہو گیا تھا۔ شوالو کی آواز مجھے اپنے نزدیک سے سنائی دے رہی تھی مگر میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ دیکھنے کے لئے مجھے اپنے دونوں ہاتھوں کو جنبش دے کر چہرے سے ہٹانا ضروری تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ تہذیب اور بڈ کو کیا ہوا۔ دونوں اپنی جگہ بہت ماہر تھے۔ ان پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ شوالو نے ان پر کس طرح قابو پایا ہوگا؟

"کچھ تو بولو علی!" شوالو کی سفاکانہ آواز آئی "یا تم زبان کو حرکت دینے سے بھی معذور ہو گئے ہو؟"

شوالو کے کہنے پر میں نے کوشش کی تو معلوم ہوا کہ میں زبان کو حرکت دے سکتا ہوں۔ لیکن میں جس پوزیشن میں پڑا ہوا تھا اس میں تو کچھ بولنا بھی دشوار تھا۔ غالباً شوالو کو بھی اس بات کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ میرے قریب آیا اور میرے ہاتھ چہرے پر سے ہٹا دیے۔ اب میں قالین پر چت پڑا تھا۔ میں نے آنکھیں گھما کر دیکھا۔ تہذیب اور بڈ صوفوں پر بے حس و حرکت پڑے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج میں شوالو کے دو افراد اور بھی موجود تھے جو تہذیب اور بڈ پر جھکے ہوئے تھے۔ معلوم نہیں وہ لوگ کیا کر رہے تھے۔ مرجانہ بھی تھی اور اس کی حالت پہلے سے بہتر نظر آ رہی تھی مگر وہ اسی جگہ بیٹھی تھی جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ محافظ اب اندر پڑے تھے جنہیں میں دروازے کے باہر کر آیا تھا۔ انہیں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ شاید میں کچھ دیر کے لئے ہوش و حواس سے بالکل ہی بیگانہ ہو گیا تھا اور میں ان دونوں کی منتقلی سے بے خبر تھا۔

"امید ہے تمہارے حواس ٹھکانے آ گئے ہوں گے۔ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے تھے۔" شوالو نے کہا۔

"تم کون ہو۔۔۔ میں تمہیں جانتا تک نہیں۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟" میں نے دکھتے جبڑوں کے ساتھ بمشکل کہا۔ بولنے میں بھی مجھے دقت محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں جانتے تو جان جاؤ گے۔ دو محافظوں کو بے بس کر کے تم خود کو ہیرو سمجھنے لگے تھے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ فی الحال تم نے مجھے پوری طرح بے بس کر دیا ہے۔" میں نے کہا اور شوالو ہنس پڑا۔

"ہم نے مکمل منصوبہ بنایا ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی کہ تم پر کیا گزر رہی۔ اور خود تم اس قابل نہیں ہو کہ ہمارے چنگل سے نکل سکو۔ اگر تم کسی بیرونی مدد کی توقع کر رہے ہو تو اسے اپنے ذہن سے جھٹک دو۔"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا "مگر یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ میرا قصور کیا ہے؟"

"تم نے عدنان عباسی کا جو حشر کیا ہے کیا تم اسے اپنا کارنامہ سمجھتے ہو؟" شوالو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"او ہو تو تم عدنان عباسی کے آدمی ہو۔" میں نے اپنے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے معصوم تو نہیں ہو علی! ہم نے تمہارے بارے میں بڑی باریک بینی سے معلومات جمع کی ہیں اور تم بھی خوب جانتے ہو کہ ہمارا عدنان عباسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کون ہو" میں نے بے بسی سے کہا "عدنان عباسی کے سوا کسی اور سے تو میری دشمنی بھی نہیں ہے۔"

"اور یہ مرجانہ کیا چیز ہے جسے تم اپنے ساتھ لئے پھر رہے ہو؟" شوالو نے طنز کیا۔

"یہ بھی عدنان کی ساتھی ہے" میں نے سادگی سے کہا "عدنان کو سزا دینے کے خیال سے میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔"

"تم سمجھتے تھے کہ موشے باورڈ تمہارے اس فون سے دھوکا کھا جائیں گے جو تم نے انہیں عدنان عباسی سے کرایا تھا؟"

"میں سمجھا نہیں" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ حیرت کے اظہار کے لئے پلکیں جھپکانے کے سوا اس وقت میں کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔

"تم نے موشے باورڈ کو غلط راہ پر ڈالنے کے لئے عدنان عباسی سے فون کرایا کہ تم مرجانہ کو لے کر فرانس روانہ ہو گئے ہو۔" شوالو نے زہریلے لہجے میں کہا "تم یہ بھول گئے تھے کہ اس وقت تک موشے باورڈ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ عدنان تمہاری قید میں ہے۔ تمہارے فون سے ان کے لئے کئی راہیں کھل گئیں۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ معلوم کیا کہ عدنان عباسی کہاں ہے۔ فوراً ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ابھی تک غائب ہے۔ اس کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا کیا مشکل تھا کہ وہ ابھی تک تمہاری قید میں ہے اور تم نے اس سے یہ فون کرایا ہے۔ تم شاید موشے باورڈ کو دھوکے میں رکھ کر عراق سے نکل جانا چاہتے تھے مگر تم نے دیکھا۔۔۔ ہم نے تمہیں کتنی آسانی سے بے بس کر دیا۔"

"میں نے واقعی یہ سوچا تھا کہ ریڈل کو دھوکے میں رکھ کر میں بحفاظت عراق سے نکل سکوں گا۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس کے باوجود تم لوگ مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟" میں نے بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"غیر متوقع طور پر حاصل ہو جانے والی کامیابیوں نے تمہیں مغرور کر دیا ہے۔ تم حد سے زیادہ اوور کانفیڈنس کے شکار ہو گئے ہو۔ اس کا نتیجہ تمہیں اب بھگتنا پڑے گا۔ ہم تمہارے بارے میں ہر بات جانتے ہیں۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ اگر تم چاہتے تو عمدہ قسم کا میک اپ کر کے بہ آسانی عراق سے نکل سکتے تھے مگر تم نے اتنا ہلکا میک اپ کیا کہ تمہیں ایک نظر میں پہچان لیا جائے۔ تم نے مرجانہ کو بھی میک اپ کرنے کی زحمت نہیں کی۔ تم چاہتے تو یہاں گوٹے ہل میں جنرل نیرس کو اپنی آمد سے مطلع کر سکتے تھے مگر تم نے یہ کام خود نہیں کیا اور اسے بھی بغداد میں گوٹے ہل کے سفیر کے سپرد کر کے مطمئن ہو گئے۔"

"اس سے کیا فرق پڑ گیا؟" میں نے حیرت سے کہا "جنرل نیرس کو اطلاع پہنچانا ہی مقصود تھا کیا نکروما نے یہ اطلاع نہیں پہنچائی؟"

"اس بے چارے نے تو فون کر دیا تھا لیکن ظاہر ہے وہ براہِ راست جنرل نیرس سے تو بات نہیں کر سکتا تھا۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا اور میں شوالو کی گفتگو کی روشنی میں صورتِ حال کا تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر نکروما نے فون کر کے میری گوٹے ہل آمد کی اطلاع دی تھی تو وہ جنرل کے اعتماد کے آدمی تک ہی پہنچی ہوگی جبکہ تھوڑی دیر قبل جیتی سے ہونے والی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہماری یہاں آمد سے لاعلم ہے۔ گویا جس شخص نے بھی یہ پیغام وصول کیا تھا اس نے جنرل کو اس سے باخبر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ یہ ایک خطرناک صورتِ حال تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ ریڈل کی رسائی نیرس محل کے اندر تک ہے۔

"اس کے علاوہ" شوالو نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "ابھی کچھ دیر قبل تم نے کیپٹن براؤن کو یہ بتانے تک کی زحمت نہیں کی کہ تم گوٹے ہل پہنچ چکے ہو۔"

میرا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ اتنے باخبر ہوں گے۔ انہوں نے اس وقت بھی

میری نگرانی جاری رکھی تھی جب میں اپنی دانست میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ ان کی باخبری کی انتہا یہ تھی کہ وہ اس گفتگو تک سے واقف تھے جو میں نے فون پر کیتھی براؤن سے کی تھی۔ کیتھی براؤن تو ان لوگوں کی ایجنٹ ہو نہیں سکتی تھی اور ٹیلی فون بوتھ سے آواز باہر جا نہیں سکتی تھی۔ یقیناً جنرل میرس کا فون ٹیپ کیا جا رہا تھا۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ یہ کام ٹیلی فون ایکسچینج کے ذریعے کیا گیا تھا یا میرس کا کوئی شخص ان لوگوں سے ملا ہوا تھا۔

"اگر تم نے کیتھی کو اپنی آمد سے باخبر کیا ہوتا تب بھی تمہارے بچنے کی کوئی صورت نکل آتی لیکن تمہاری اڑان بہت اونچی ہے۔ تم نے سوچا کہ تم تنہا ہی مجھ پر قابو پالو گے۔ کم از کم اتنا ہی سوچ لیتے کہ میں یہاں تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے جن سے تم ناواقف تھے۔"

شوالو کا انداز مستقل مشفقانہ تھا اور مجھے اس کے مقابل بے بسی ہی ظاہر کرنی تھی ورنہ وہ ہرگز نہ کھلتا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا۔

"واقعی مجھ سے زبردست قسم کی غلطیاں ہوئی ہیں مسٹر شوالو! مجھے اندازہ ہوتا کہ ریڈنل اس قدر ذہین ہے تو میں محتاط رہتا۔" میں نے بے چارگی سے کہا۔

"تمہارے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ہر امکان کو مدنظر رکھتے ہو۔" شوالو نے کہا "موشے ہاورڈ کا کہنا ہے کہ تم سے غلطی ہو تو سکتی ہے لیکن وہ تم سے کسی غلطی کی توقع نہیں رکھتے۔"

"معلوم نہیں لوگ مجھ سے کیوں اس قدر توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔ اس ایک معاملے میں ہی دیکھو تو مجھ سے کتنی بہت سی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔"

"تم دوسروں کو بے وقوف بنانے کے خبط میں مبتلا ہو۔ تم نے صرف ایک غلطی کی ہے اور وہ ہے موشے ہاورڈ کو کم تر سمجھنے کی غلطی... تمہیں ان کے بارے میں صحیح معلومات مل جاتیں تو تم اتنی آسانی سے ہمارے قابو میں نہیں آسکتے تھے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو شوالو... مجھے واقعی ریڈنل کے بارے میں اندازہ نہیں تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس کی ذہنی سطح بھی عام مجرموں کی طرح ہوگی۔"

"عام مجرموں کی طرح" شوالو نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا "تم موشے ہاورڈ کے لئے مجرم کا لفظ استعمال کر رہے ہو جب کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کے آرٹسٹ ہیں۔"

"ممکن ہے وہ اس سے بھی بڑے آرٹسٹ ہوں جتنا تم انہیں قرار دے رہے ہو لیکن میری نظر میں اس کی حیثیت ایک مجرم سے زیادہ نہیں ہے وہ ایک بین الاقوامی [illegible] ہے۔"

"اس مقام پر میں تمہارا اور موشے ہاورڈ کا موازنہ کروں تو وہ تم سے کہیں بڑے آدمی ثابت ہوں گے۔ انہیں مجرم قرار دے رہے ہو مگر ان کی سخت ہدایات ہیں کہ تمہیں یا تمہارے کسی ساتھی کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"اگر ریڈنل نے اس قسم کی ہدایات جاری کی ہیں تو اس میں بھی اس کا کوئی مفاد پوشیدہ ہوگا۔ اس طرح کے ذریعے تم مجھ پر اس کی بڑائی ثابت نہیں کر سکتے۔"

"تم اگر موشے ہاورڈ کو گالیاں دیتے تو تب بھی ہمیں غصہ نہیں آئے گا۔" شوالو نے مسکرا کر کہا "ہمیں اس کی خصوصی تربیت دی گئی ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں ہر حال میں سچ بولتا ہوں۔ تمہیں غصہ دلانا ہرگز میرا مقصد نہیں تھا۔"

تہذیب اور بڈ پر جھکے ہوئے دونوں افراد علیحدہ ہٹ گئے تھے۔ ان کے ہٹنے پر میں نے دیکھا کہ انہوں نے تہذیب اور بڈ کے ساتھ کیا کارستانی کی ہے۔ وہ دونوں اب بالکل سیاہ نظر آ رہے تھے۔ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا سیال تھا جو جلد کی رنگت تبدیل کر کے سیاہ کر دیتا تھا۔ جلد کی رنگت تبدیل کرنے والا یہ سیال میک اپ کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

"اب ہمارے لئے کیا حکم ہے جناب!" ان دونوں میں سے ایک نے کہا جو تہذیب اور بڈ پر جھکے ہوئے تھے۔

"اب اس کی رنگت بھی تبدیل کر دو تاکہ ہم اگلے مرحلے پر عمل شروع کر سکیں۔" شوالو نے کہا اور جس نے سوال کیا تھا وہ بڑی نیازمندی سے سر کو خم کر کے میرے نزدیک چلا آیا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ تہذیب اور بڈ پر کیا گزر رہی ہے۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ دونوں بے ہوش ہیں لیکن جب میں نے تہذیب کی آواز سنی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی میری طرح اعصاب زدگی کے شکار ہوئے ہیں۔

"اب تمہیں اندازہ ہوا علی کہ میں محتاط رہنے پر اصرار کیوں کر رہی تھی؟"

"دراصل بعض باتیں ٹھوکر کھائے بغیر سمجھ میں نہیں آتیں۔" میں نے کہا "بہرحال اب مجھے اندازہ ہو گیا کہ مقابلے پر کتنا زیرک اور ذہین مجرم ہے۔"

"اب اندازہ ہونے کا کیا فائدہ؟" شوالو نے قہقہہ

"اس لئے کہ جو ہمارے جنگل میں ایک بار پھنس جائے وہ بچ کر نہیں نکلتا۔"

"ممکن ہے کبھی کوئی بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو ہی جائے۔" میں نے کہا "اتنے یقین کے ساتھ کوئی دعویٰ مت کرو۔"

"موشے ہاورڈ سائنٹیفک اصولوں کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس لئے اگر تم نے اس قسم کی کوئی توقع وابستہ کر بھی رکھی ہے تو اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دو۔"

"میرا مشورہ بھی یہی ہے۔" بڈ کی آواز آئی "موشے ہاورڈ بڑے مخلص آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے سیاہ فام بنا دیا تاکہ سیاہ فام لڑکیوں سے عشق کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو۔"

"سیاہ فام لڑکیوں سے عشق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" شوالو نے کہا "ہم تمہیں حسین ترین لڑکیوں کی ایک پوری کھیپ فراہم کر سکتے ہیں۔ وہ تم سے عشق بھی کریں گی۔"

"سفید فام لڑکیوں سے میرا دل بھر چکا ہے مسٹر شوالو! بالکل پھیکی پھلکی معلوم ہوتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر بڈ! سیاہ فام لڑکیوں کا بندوبست کرنا بھی ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"میں کرائے کی لڑکیوں سے عشق کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں مسٹر!" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "میں آزاد آدمی ہوں اور آزاد لوگوں کو ہی پسند کرتا ہوں۔"

"تو پھر سیاہ فاموں کا تصور بھی ذہن سے نکال دو۔ یہ لوگ صدیوں سے غلام چلے آ رہے ہیں۔" شوالو نے کہا اور میں چونک پڑا۔ اس کے اس جملے سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ سیاہ فام نہیں ہے۔

"کیا ایسا ممکن نہیں ہے مسٹر شوالو کہ تم کچھ آزاد سفید فام لڑکیوں کو میرے لئے سیاہ فام بنا دو؟" بڈ نے بڑی معصومیت سے کہا اور مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی جسے میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا مسٹر بڈ!" شوالو نے بڑی سنجیدگی سے کہا "ہم اپنے مہمانوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

"کیا خاک خیال رکھتے ہو۔ مفلوج کر کے تو ڈال رکھا ہے ایسے میں آدمی کیا خاک عشق کرے گا۔"

"بے فکر رہو مسٹر بڈ! تم لوگوں کی یہ کیفیت عارضی ہے۔ بہت جلد تم لوگوں کا کوئی مناسب بندوبست ہو جائے گا اور تم پہلے کی طرح اپنی مرضی سے جو چاہو گے کر سکو گے۔"

"میں تو سمجھا تھا کہ ہم تمہارے جنگل میں پھنس گئے ہیں تو اب تم ہمیں زندہ نہیں چھوڑو گے۔" بڈ نے کہا۔

"ہم کسی کو رعایت دینے کی بات کرتے ہیں تو واقعی رعایت دیتے ہیں۔ رحم دلی کا پروپیگنڈہ نہیں کرتے۔ ہم کشت و خون کے خلاف ہیں اور ہماری یہ پالیسی ہمارے عمل میں بھی نظر آئے گی۔ اس وقت تم لوگ ہماری قید میں ہو۔ کیا ہم تم سے عدنان عباسی کا انتقام نہیں لے سکتے؟ لیکن دیکھ لو کہ اب تک تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔"

"محض چند منٹ کے سلوک کی بنیاد پر کیا فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟" میں نے کہا۔

"اصل مجرم تو تم ہی ہو۔" شوالو نے ہنس کر کہا "لیکن میں موشے ہاورڈ کی طرف سے تمہیں یہ یقین دہانی کرا رہا ہوں کہ تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔"

"تم لوگ تو بہت اچھے معلوم ہوتے ہو۔" بڈ بولا "ہماری معلومات کے بالکل برعکس۔"

"صرف معلوم ہوتے ہیں۔" شوالو نے قہقہہ لگایا "اچھے ہیں نہیں؟"

"بہت اچھے مسٹر شوالو" بڈ نے تعریفی انداز میں کہا۔

"اکثر لوگ اس سے بہت مختلف ہوتے ہیں جیسے دکھائی دیتے ہیں۔" میں نے کہا "لہٰذا اگر تم لوگ اچھے معلوم ہوتے ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم درحقیقت اچھے ہی ہو۔"

"ہم تمہاری نس نس سے واقف ہیں علی!" شوالو نے

مسخرانہ لہجے میں کہا "تم اپنی باتوں سے حریف کو غصہ دلاتے ہو۔ غصے سے عقل سلب ہوجاتی ہے اور تم اپنے حریف پر قابو پالیتے ہو۔ تمہارا یہ حربہ ہم پر کارگر نہیں ہوگا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ہر حال میں صاف گوئی کا عادی ہوں۔ اگر تمہیں میری صاف گوئی بری لگ رہی ہے تو مجھے افسوس ہے۔"

"ہم تمہیں دکھائیں گے کہ ہم کیا ہیں۔" شوالو نے کہا۔ "ہم پر تمہارا کوئی حربہ بھی کارگر نہیں ہوگا۔"

اتنی دیر میں مجھے بھی سیاہ فام بنا دیا گیا تھا۔ پھر شوالو کے اشارے پر ہم لوگوں کے انجکشن لگائے گئے۔ مفلوج تو ہم پہلے ہی تھے۔ انجکشن کے اثر سے بے ہوش ہوگئے۔

میں ایک جزیرے پر ہوش میں آیا۔ صبح ہونے والی تھی۔ تہذیب اور بڈ میرے ساتھ ہی کھلے آسمان تلے ... کے کنارے ریتیلی زمین پر پڑے تھے۔ اب ہم سیاہ فام نہیں رہے تھے۔ میں تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ فضا میں اچھی خاصی خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ اور افق پر پھیلی ہوئی سرخی سورج کی آمد کی اطلاع دے رہی تھی۔ سمندر ہم سے فاصلے پر تھا مگر لہروں کا شور ہم تک پہنچ رہا تھا۔ عقب میں درختوں اور بے ترتیب جھاڑیوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے اور سمندر کے اوپر آسمان پر پرندوں کے غول شکار کی تلاش میں غوطہ لگانے کو بے چین تھے۔

میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ معلوم نہیں ہم کس مقام پر تھے۔ سمندر کی سطح پر تاحد نگاہ کوئی متحرک شے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ گویا ہم اس جزیرے پر قیدی تھے۔ مجھے یقین تھا کہ یہ جزیرہ عام سمندری راستے سے ہٹ کر ہوگا اور ہمارے حریفوں نے اسے اپنی آماجگاہ بنا رکھا ہوگا ورنہ ہمیں یہاں لاکر ہرگز نہ پھینکا جاتا۔

تہذیب اور بڈ یکے بعد دیگرے ہوش میں آئے اور دونوں نے مجھ سے ایک ہی سوال کیا "ہم کہاں ہیں؟"

"میں بھی ابھی ابھی ہوش میں آیا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی غیر آباد جزیرہ ہے۔ جس پر کسی حکومت کا دعویٰ نہیں ہوگا۔"

"کیا ضروری ہے کہ یہ کوئی جزیرہ ہی ہو۔" بڈ نے کہا۔

"ہونا تو جزیرہ ہی چاہئے۔ اگر نہ ہوا تو مجھے حیرت ہوگی۔ ہم ان کے قیدی تھے اور انہوں نے یہ سب کچھ تفریحاً نہیں کیا ہوگا۔ صرف جزیرہ ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں سے فرار نہیں ہوا جاسکتا۔"

"مجھے تم سے اختلاف ہے چیف! شوالو انہی لوگوں کا آدمی تھا مگر کس قدر شریف تھا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ہمیں رہا کردیا ہے۔"

"کون سا وعدہ بڈ؟" میں نے حیرت سے کہا "تم دونوں کے درمیان وعدے وعید کب ہوگئے؟"

"اس نے ائرپورٹ پر مجھ سے کہا نہیں تھا کہ تم لوگوں کی یہ کیفیت عارضی ہے۔ بہت جلد تم پہلے کی طرح اپنی مرضی سے جو چاہو گے کرسکو گے۔"

"تم اتنے سیدھے کب سے ہوگئے بڈ! شوالو کی بات پر نے اتنی آسانی سے یقین کرلیا؟"

"آسانی سے تو خیر یقین نہیں کیا چیف! اس کا رویہ اس بات کا گواہ تھا اور اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ کیوں میڈم؟"

"میں نے تو تملی سے پہلے ہی کہا تھا کہ ریڈنل خطرناک آدمی ہے۔ اسے چھیڑنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ مگر وہ تملی ہی کیا جو کسی کی سن لے ہو" تہذیب بولی "جب شوالو اتنا خطرناک ہے تو خود ریڈنل کا کیا عالم ہوگا؟"

"ثابت ہوا کہ میرے لئے خاموشی اور گمنامی سے سرگرم عمل رہنا بہتر تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا "نہ تم لوگ مجھے تلاش کرتے ہوئے مجھ تک پہنچتے اور نہ ہم اس حال پہنچتے۔"

"ریڈنل سے الجھنے والی حرکت کے تم خود ذمہ دار ہو۔ میں نے تو تمہیں ہر طرح سے خبردار کردیا تھا مگر تم کسی کی سنتے ہی کب ہو۔" تہذیب کے لہجے میں شکایت تھی۔

"یہ محض تمہاری غلط فہمی ہے تہذیب!" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں ریڈنل سے الجھتا یا نہ الجھتا یہ نوبت ضرور آتی۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔ اگر تم عدنان عباسی سے اسے فون نہ کراتے تو اسے کیسے معلوم ہوتا کہ تم کہاں ہو؟"

"اس ٹیلی فون سے کوئی فرق نہیں پڑا تہذیب! اسے پہلے سے معلوم تھا کہ میں زندہ ہوں اور عراق میں ہوں۔"

"مگر اسے یقین نہیں تھا۔ اگر تم وہ فون نہ کراتے تو وہ اسی الجھن میں رہتا کہ ممکن ہے تم عراق سے نکل گئے ہو۔"

"تم نے ایک فیصلہ کرلیا ہے اس لئے دوسرے پہلو نہیں دیکھ رہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گوٹے مل ائرپورٹ پر ہی ہم پر کیوں مصیبت نازل ہوئی۔ کیا میں نے یہ بھی بتادیا تھا کہ میں کہاں جانے والا ہوں؟

تہذیب چونک پڑی۔ "یہ بات قابل غور ہے۔ آخر جنرل ٹیرس کو ان لوگوں [illegible] عمرو نے آنے فون تو کردیا ہوگا۔"

"اب تم نے درست لائنوں پر سوچنا شروع کیا ہے۔ میں نے معلوم کرلیا تھا۔ کیتھی براؤن ہماری گوٹے مل آمد سے لاعلم تھی۔"

"تم تو ہمارے ساتھ تھے" تہذیب نے حیران ہو کر کہا۔ "تم نے کیتھی براؤن سے کس طرح معلومات حاصل کیں؟"

"میں وی آئی پی لاؤنج سے نکل کر اسے فون کرنے ہی تو گیا تھا۔ مجھے شوالو پر شبہ ہوگیا تھا۔"

"میرے خیال میں تو تمہیں یقین ہوگیا تھا۔" تہذیب نے کہا "تم نے یادگار آزادی کے بارے میں جو بات کہی تھی۔"

"ہاں! اس سے صرف یہ تصدیق ہوئی تھی کہ شوالو گڑبڑ آدمی ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں جنرل ٹیرس یا کیتھی براؤن کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ گیا۔ فون کرنے سے یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ دونوں خیریت سے ہیں اور انہیں ہمارے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"جب انہیں ہی کچھ معلوم نہیں تھا تو پھر ان لوگوں کو ہمارے بارے میں کس طرح علم ہوگیا؟" بڈ نے کہا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ عمرو نے ہماری ہدایت کے مطابق جنرل ٹیرس کو فون کیا ہوگا جو اس کے سیکریٹری نے اٹینڈ کیا ہوگا اور یہ اطلاع وہیں سے ان لوگوں تک پہنچی ہے۔"

"کیا ان لوگوں کی رسائی ٹیرس محل کے اندر تک ہے چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا "اس طرح تو جنرل ٹیرس کو بھی خطرہ لاحق ہے۔"

"نہیں، جنرل ٹیرس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ریڈنل جیسے لوگوں کی رسائی ہر جگہ تک ہوسکتی ہے مگر وہ خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پڑنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ اس کا آلو سیدھا ہوگیا لہٰذا اب ٹیرس محل میں اس کا کوئی آدمی نہیں ملے گا۔"

"اور یہ میری بات کا جواب بھی ہے۔" تہذیب مسکرائی "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر تم ریڈنل کو عدنان سے فون نہ کراتے تب بھی اس تک تمہاری گوٹے مل آمد کی اطلاع پہنچ جاتی؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ چونکہ ریڈنل کو میری تلاش تھی اس لئے اس نے ہر ایسی جگہ اپنے آدمی پہنچا دیے ہوں گے جہاں میری آمد کا ذرا سا بھی امکان ہو۔ بالفرض میں اچانک جنرل ٹیرس کے پاس پہنچ جاتا تب بھی اس تک اطلاع ضرور پہنچتی۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے جنرل ٹیرس کے ملازمین کو خرید لیا ہوگا یا انہیں اغوا کرا کے اپنے آدمی اصل آدمیوں کی جگہ پہنچا دیے ہوں گے لیکن یہ طے ہے کہ اب وہاں اس کا کوئی آدمی نہیں ہوگا۔"

"لیکن تم نے دیکھا کہ وہ اور اس کے آدمی کس قدر برق رفتار ہیں۔" تہذیب نے کہا "کتنے کم وقت میں انہوں نے تمام انتظامات کرلئے؟"

"وہ بہت پہلے سے میری تاک میں تھا اور اس نے اس قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں گے کہ میرے بارے میں کوئی اطلاع ملتے ہی فوراً میرے خلاف حرکت میں آسکے۔"

"کچھ ناشتے وغیرہ کی بھی فکر کرو چیف!" بڈ نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "بڑے زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

"واقعی" تہذیب نے چونک کر کہا "ہم لوگ فضول قسم کی باتوں میں الجھ گئے۔ ذرا گھوم پھر کر دیکھیں تو سہی کہ یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے یا نہیں؟"

"مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی جزیرہ ہی ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کے باوجود تم لوگوں کے اصرار پر میں یہاں کا جائزہ لینے کو تیار ہوں۔ ویسے بھی یہ ضروری ہے۔ معلوم نہیں ہمیں کس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑے۔"

"تو یوں کرتے ہیں کہ ساحل کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کردیتے ہیں۔" تہذیب نے کہا "ممکن ہے اس طرح ہم کسی ایسے مقام تک پہنچ جائیں جہاں سے فرار ہوا جاسکے۔"

"فرار" میں ہنس پڑا "فی الحال تو فرار کا تصور بھی ذہن سے نکال دو۔ جس منظم طریقے سے یہ لوگ ہمارے خلاف سرگرم عمل ہوئے ہیں اس کے پیش نظر ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے کہیں کوئی سقم چھوڑا ہوگا۔"

"فرض کرو کہ یہ کوئی جزیرہ ہی ہے" تہذیب بولی "تب بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اس کے طول و عرض سے آشنا ہوں تاکہ اگر کبھی کوئی موقع ملے تو ہم اس سے فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں ہوں۔"

"اس بات سے تو میں نے پہلے ہی اتفاق کیا تھا لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے خیال میں بہتر صورت یہ ہے کہ ہم ساحل کی مخالف سمت میں چلیں۔"

"ہماری باتیں سن کر بڈ بھنا گیا" میں نے کہا تھا بھوک لگ رہی ہے اور تم لوگوں کو اس جگہ کے محل وقوع کی فکر پڑی ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے پیٹ کی آگ بجھانے کی فکر کرو۔"

"اس طرف کچھ درخت نظر آ رہے ہیں بڈ" میں نے کہا "ہمیں انہی کے درمیان سے گزرنا ہے۔ ممکن ہے کوئی پھل دار درخت مل جائے تو تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ورنہ درخت کے پتے چبا کر گزارا کرنا پڑے گا۔"

"علی!" اچانک تہذیب نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "تمہاری کلائی پر گھڑی موجود ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی" تہذیب کی نظریں اپنی گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔

"کسی کو وقت دے رکھا ہے کیا؟" میں نے مزاحیہ لہجے میں کہا اور گھڑی کی طرف دیکھا "یا تمہاری گھڑی بند ہو گئی ہے۔ خیر وقت مالوم۔ پانچ بج کر بیالیس منٹ ہوئے ہیں۔"

تہذیب نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "میری گھڑی میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی علی! وقت بالکل درست ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔"

تہذیب کے کہنے پر میں نے تاریخ دیکھی تو میں بھی چونک پڑا۔ گھڑی کے مطابق پندرہ تاریخ تھی جب کہ ہم گیارہ تاریخ کی صبح کوٹے نل ائیرپورٹ پر اترے تھے۔ تو کیا ہم چار روز تک بے ہوش رہے تھے؟

"کیا سوچنے لگے علی!" تہذیب نے مجھے ٹوکا "میری گھڑی کے مطابق تو آج پندرہ تاریخ ہے۔ کیا تمہاری گھڑی......"

"ہاں تہذیب! ادھر بھی یہی صورت حال ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لی "اگر تم توجہ نہ دلاتیں تو معلوم نہیں میں کب تک اس چیز پر توجہ نہ دیتا۔"

"ابھی تو میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اتنی زوردار بھوک کیوں لگ رہی ہے" بڈ اچھل پڑا "غضب خدا کا! میں چار روز سے بھوکا ہوں۔"

"ہم بھی تو تمہارے ساتھ ہیں بڈ!" میں نے کہا "اگر تم چار روز سے بھوکے ہو تو ہم نے بھی چار روز سے کچھ نہیں کھایا۔"

"تمہارا اور میڈم کا کیا ہے۔ تم لوگ تو باتوں سے بھی پیٹ بھر لیتے ہو۔ مصیبت تو بے چارے بڈ کی آتی ہے۔ ہر بار تم لوگوں کی محبت میں مارا جاتا ہے اور پھر بھی اس کی قدر نہیں ہوتی۔"

"ہم آخر کس جگہ ہیں علی!" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا "اس جگہ کا فاصلہ کوٹے نل سے بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ ذرا سوچو تو سہی ہمیں یہاں تک پہنچانے میں انہیں چار دن لگ گئے۔"

میں نے تہذیب کو بڑے غور سے دیکھا "تم نے غور کرنے کے لئے مجھے اتنا زیادہ وقت دے دیا ہے تہذیب! اس چیز پر غور کرنا پڑے گا۔"

"ارے تم لوگ کیوں میرا بیڑہ غرق کرنے پر تل گئے ہو" بڈ بلبلایا "تم اس مقام پر ریسرچ کرتے رہو گے اور بڈ اللہ کو پیارا ہو جائے گا۔"

"چلو اب یہاں سے اٹھ ہی چلیں" میں نے تہذیب سے کہا "ورنہ یہ بے چارہ کہیں واقعی اللہ کو پیارا نہ ہو جائے۔ باتیں تو راستے میں بھی ہوتی رہیں گی۔"

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ہم اس سمت میں بڑھے جدھر درختوں کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔ درخت تو خیر سا کل کے ساتھ ساتھ بھی نظر آ رہے تھے مگر وہ سب ناریل کے درخت تھے جو کسی طرح توڑے جاتے تب بھی ہمارے لئے بے کار ہی ہوتے اس لئے کہ ناریل کو توڑنے کے لئے مضبوط اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔

"میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہماری گھڑیوں کی تاریخیں آگے کر دی گئی ہیں۔" اچانک میں نے تہذیب سے کہا۔

"یہ نتیجہ تم نے کیسے اخذ کر لیا علی! ایسی ادویات کی کمی نہیں ہے جن کے استعمال سے کچھ نہ کھانے پینے کے باوجود کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں ہوتی۔"

"مگر ایسی ادویات نہیں ہیں جن کے ذریعے جسم کے اکڑن پر قابو پایا جا سکے۔ کسی اچھے خاصے آدمی کو اگر چار روز تک بے ہوش رکھا جائے تو کیا اس کا جسم اکڑ نہیں جائے گا؟"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو" تہذیب نے سوچتے ہوئے کہا "واقعی اگر ہم حرکت کرنا بند کر دیں تو جسم اکڑنے لگتا ہے اور جسم میں دکھن شروع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ گھڑیوں میں تاریخیں تبدیل کرنے سے ان کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"ایک مقصد تو یہ ہے کہ ہم اس مقام کے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگا پائیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے سے زیادہ بے ہوش نہیں رہے۔ یعنی ہم جہاں بھی ہیں وہ جگہ کوٹے نل سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ دوسری بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں ہم کسی بھی طرح تاریخ معلوم نہ کر سکیں گے۔"

"ایسی جگہ تو کوئی جزیرہ ہی ہو سکتا ہے۔" تہذیب نے کہا "اور جزیرہ بھی ایسا جو یا تو غیر آباد ہو یا پھر مکمل طور پر لوگوں کے تسلط میں ہو۔"

"تمہاری دوسری بات زیادہ قرین قیاس ہے" میں نے کہا "ہمیں کسی غیر آباد جزیرے پر پھینکوانے کا اصل کیا فائدہ ہے۔ یہ جزیرہ غیر آباد ہو گا جس پر انہوں نے اپنا قبضہ کر رکھا ہو گا۔"

"خیر کچھ بھی ہو علی" تہذیب نے دونوں اطراف اُگے درختوں کی طرف اشارہ کیا "یہ درخت کتنی ترتیب سے اُگے ہوئے ہیں۔ درمیان میں چلنے کے لئے دس بارہ فٹ فاصلہ چھوڑ دیا گیا ہے۔"

"میں تو پہلے ہی اس بات پر مصر ہوں کہ اس جزیرے پر مخالفین کا قبضہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شجرکاری بھی انہی کی مرہون منت ہو گی۔"

"او چیف! ذرا دیکھو تو سہی وہ کیا ہے۔" بڈ نے اچانک کہا اور میں اس طرف دیکھنے لگا جدھر اس نے اشارہ کیا تھا۔ درختوں کے درمیان پگڈنڈی پر بہت دور دھول اڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی جانور تیزی سے دوڑتا ہوا ہماری طرف آ رہا ہو۔ میں اور تہذیب بھی رک گئے۔ زیادہ فاصلے اور اڑتی ہوئی دھول کے سبب کوئی اندازہ کرنا مشکل تھا۔

فاصلہ ذرا کم ہوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک سیاہ فام آدمی تھا جس کے اوپری دھڑ پر چیتے کی کھال تھی اور نچلے حصے پر جسم کے ایک لنگوٹی۔

"اللہ رحم کرے" تہذیب نے کہا "مصیبت نازل ہونے میں دیر نہیں لگی۔ لیکن اس کے عزائم کیا ہیں؟"

"ہمیں کسی خونریز تصادم کے لئے تیار رہنا چاہئے" میں نے کہا "بہتر ہو گا کہ تم لوگ مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ میں تو تنہا دیکھ لوں گا۔" میں نے کہا اور ان کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی ان سے چند قدم آگے بڑھ گیا۔

حبشی کی رفتار حیران کن حد تک تیز تھی۔ میں نے کسی آدمی کو اس قدر تیز دوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ میں پگڈنڈی کے وسط میں کھڑا تھا اور میں نے اس کے جارحانہ عزائم کا اندازہ لگا لیا تھا اس لئے میں اس کے راستے سے نہیں ہٹا۔ مجھے توقع تھی کہ وہ مجھ پر حملہ ضرور کرے گا اور میری توقع بے جا نہیں تھی۔ ہم ریناڈل ہاورڈ کی قید میں تھے ایک اجنبی جگہ تھے اور بڈ کی طرح میں اس سے کوئی اچھی توقع رکھنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

وہ میری توقعات پر پورا اترا۔ اس نے کوئی چھ فٹ کے فاصلے سے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا یا خود میں بھی اگر پہلے سے پوری طرح تیار نہ ہوتا تو اس کی زد سے نہیں

بچ سکتا تھا۔ میں بڑی تیزی سے جھکا تھا اور وہ تقریباً اڑتا ہوا میرے سر پر سے گزر گیا تھا۔ اس نے شاید طویل ترین جست کا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے تقریباً چھ فٹ پیچھے جا کر گرا تھا اور گرنے کے بعد اس طرح اچھلا تھا جیسے فٹ بال پختہ سطح سے ٹکرا کر اچھلتی ہے۔

میں اس کی طرف پلٹ کر پھر تیار ہو گیا۔ اس کے جسم میں پارہ بھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ جدید فنون حرب سے ناآشنا تھا اس لئے براہ راست مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں اس بار بھی جھکائی دے کر اس کی زد سے بچ نکلا۔ میں نہ صرف اس کے حملے سے بچا بلکہ اس پر جوڈو کا ایک داؤ بھی آزما ڈالا جس کے نتیجے میں وہ اچھل کر کئی فٹ کے فاصلے پر جا گرا۔

ساڑھے چھ فٹ سے نکلتے ہوئے قد کا حبشی دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس کا دماغ بڑی حد تک ٹھکانے آ چکا تھا۔ اب وہ اندھا دھند حملہ آور ہونے کے بجائے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ ایک خطرناک صورت حال تھی۔ جوڈو کراٹے سے واقفیت کے سبب مجھے اس پر فوقیت حاصل تھی مگر وہ نہ صرف حبشی تھا بلکہ اس کا جسم کسی گینڈے کے مانند مضبوط تھا۔ اسے زیر کرنا میرے لئے آسان نہ ہوتا۔

تہذیب اور بڈ مجھ سے خاصے فاصلے پر تھے اور مجھے اندازہ تھا کہ ان دونوں کے دل لرز رہے ہوں گے۔ اگر وہ وحشی مجھے زیر کر لیتا تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد انہی دونوں کا نمبر آتا۔

"اتنی دور کھڑے کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے انگریزی میں حبشی کو مخاطب کیا۔ مجھے توقع تھی کہ اسے کچھ نہ کچھ انگریزی ضرور آتی ہو گی "کیا میرے قریب آتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے؟"

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اسے انگریزی آتی تھی اور میرے جملے پر مشتعل ہو کر وہ دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ بغیر سوچے سمجھے مجھ پر حملے کرتا رہے۔ اس سے نمٹنے کی واحد صورت یہی تھی۔ ورنہ اگر کہیں وہ سوچ سمجھ کر مجھ پر حملے کرنے لگتا تو میں کہیں کا نہ رہتا۔

وہ تیر کی طرح میری طرف آیا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس بار مجھے کچل ڈالنا چاہتا ہو۔ میں انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی زد سے نکلا۔ اسی دوران میں نے اس کی کنپٹی پر ایک بھرپور گھونسا بھی جڑ دیا تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے دائیں ہاتھ پر قیامت گزر گئی ہو۔ جیسے میں نے گھونسا اس کی کنپٹی پر نہیں بلکہ کنکریٹ کی کسی دیوار پر

بڈ دوڑتا ہوا میرے قریب آیا "تم نے کمال کر دیا چیف! اسے مار گرایا۔"

"یہ مرا نہیں ہے، صرف بے ہوش ہوا ہے۔" میں نے کہا "کم بخت بہت سخت جان ثابت ہوا۔"

تہذیب بھی نزدیک چلی آئی تھی "ایک اجنبی مقام پر یہ بڑا ہنگامہ خیز آغاز ہے۔" اس نے کہا۔

"یہ تو بڈ سے پوچھو جن کے خیال میں شوالو نے ہمارے ساتھ غیر معمولی نرمی برتی ہے۔"

"تو کیا تم سمجھ رہے ہو کہ یہ جنگلی مسٹر شوالو کا آدمی ہے؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"یہ اس جزیرے کا باشندہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا "ورنہ اس طرح ہم پر نہ چڑھ دوڑتا۔"

"تم تو ہر ایک کی طرف سے بدگمان ہو جاتے ہو چیف!" بڈ نے منہ بنا کر کہا "اس قسم کے جنگلی کسی کے تابع دار کس طرح ہو سکتے ہیں؟"

"یہ بات تم اتنے یقین سے اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم نے اس سے پہلے یہاں کوئی انگلش میڈیم اسکول کھول رکھا ہوگا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" بڈ نے احمقانہ انداز میں منہ کھول کر کہا۔

تہذیب ہنس پڑی "علی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے انگریزی کس طرح آتی ہے؟"

"ہاں! اس بات پر تو غور کرنا پڑے گا۔" بڈ نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"بے وقوف آدمی! اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ اس مقام پر قابض ہیں اور جن کی قید میں ہم ہیں یہ انہی لوگوں کا کارنامہ ہے۔"

"تم تو مجھے بھی مسٹر شوالو کی طرف سے بدظن کئے دے رہے ہو چیف!" بڈ نے تشویش سے کہا "وہ تو اتنے نیک دل آدمی ہیں کہ انہوں نے میرے لئے سیاہ فام لڑکیاں مہیا کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔"

"اور وہ وعدہ پورا کرنے کے بجائے انہوں نے تمہیں بھی سیاہ فام نہیں رہنے دیا۔"

بڈ جھینپ گیا "دراصل اس وقت بھوک بہت سخت لگ رہی ہے اس لئے دماغ بھی کام نہیں کر رہا۔"

"چلو! ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے۔" میں نے کہا۔ "معلوم نہیں آگے اور کون کون سی مشکلیں ہماری منتظر ہوں گی۔"

"پہلے اس جنگلی کا تو کوئی بندوبست کر لو چیف! اسے ہوش آگیا تو یہ تمہارے پیچھے ضرور آئے گا۔"

"آنے دو۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "ایک بار اسے شکست سے دوچار کر دیا ہے تو اب کیا!"

تہذیب مجھ سے متفق تھی مگر بڈ بہت خوف زدہ نظر آرہا تھا "جنگلیوں سے بہت ڈر لگتا ہے چیف!" اس نے کہا۔

میں نے متاسفانہ انداز میں سر کو جنبش دی "تم ابھی اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ سیاہ فام جنگلی عورتوں سے عشق کرنا۔"

"مجھ سے مذاق مت کرو چیف!" بڈ نے ... انداز میں ہنس کر کہا "جنگلی عورت کو تو دیکھ کر ہی ... فنا ہو جائے گی۔"

میں نے بڈ کو گدی سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلا "تم شوالو کی شان میں قصیدے پڑھتے رہو۔ میں تمہیں منع نہیں کرتا مگر تمہیں رکنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں اس بات پر حیران ہو رہی ہوں کہ ان لوگوں نے یہاں شجر کاری کیوں کی ہے؟" تہذیب نے کہا "اگر یہ ضروری تھا تو اس طرح کرتے کہ یہ انسانی ہاتھوں کا کام نہ معلوم ہوتی۔"

"ہمارا واسطہ معمولی لوگوں سے نہیں ہے تو انہیں کسی قسم کا کوئی خوف معلوم نہیں ہوتا۔"

"او ہو چیف! سیب۔" اچانک بڈ نے چیخ کر اچھل کر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ میں نے اس طرف دیکھا تو واقعی وہاں سیب کا ایک درخت موجود تھا جو پھلوں سے لدا ہوا تھا۔

اگلا آدھا گھنٹا سیب توڑنے اور کھانے کی نذر ہو گیا۔ بڈ کو سیب کھانے کے دوران بھی اسی جنگلی کا خیال ستا رہا تھا۔ وہ پلٹ پلٹ کر خوف زدہ نظروں سے اس طرف دیکھ رہا تھا جدھر سے گزر کر ہم آئے تھے۔

"اب چلو چیف! کہاں چلنا ہے؟" پیٹ بھرنے کے بعد بڈ نے ڈکارتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے جنگلیوں کا خیال دل سے نکل گیا۔" تہذیب نے کہا اور بڈ پھر پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"میری بلا سے۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا "اگر کوئی مشکل درپیش ہوئی تو چیف ہی اس کا مقابلہ کریں گے۔ یہ میرا درد سر تھوڑی ہے۔"

"میں تمام مشکلات کا مقابلہ کروں گا۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں کسی آدم خور کے ہاتھوں نہ مارا جاؤں پھر کیا ہوگا؟"

"چھوڑو چیف! بڈ اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہے ... جنگلیوں کو تو چھرا مار مار کر گرا دوں گا۔"

"اگر ہم پگڈنڈی پر چلنے کے بجائے درختوں کے درمیان سفر کریں تو کیسا رہے گا؟" تہذیب نے کہا۔

"ہم پگڈنڈی پر ہی سفر کریں گے تاکہ معلوم تو ہو کہ جس جگہ ہمیں لا کے پھینکا گیا ہے یہاں کے کیا اسرار ہیں۔"

پگڈنڈی پر مزید پندرہ منٹ چلنے کے بعد ہمیں درختوں اور جھاڑیوں کے ایک جھنڈ سے واسطہ پڑا۔ یہاں سے آگے سیدھا راستہ نہیں تھا بلکہ پگڈنڈی دو شاخوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ دونوں شاخیں ایک دوسرے کے مخالف سمت جا رہی تھیں۔ یہاں پہنچ کر ہم تینوں رک گئے۔ ہمیں فیصلہ کرنا تھا کہ دائیں طرف والے راستے پر جائیں یا بائیں طرف۔

"بائیں طرف والے راستے پر چلو چیف!" بڈ نے کہا۔ "مشرق سمت ہے اور سورج توانائی کا سرچشمہ ہوتا ہے لہٰذا اس طرف چلنے سے ممکن ہے ہمیں کچھ توانائی حاصل ہو جائے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" میں نے بڈ کو گھورا "ہم دائیں جائیں یا بائیں طرف۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

پھر ہم دائیں طرف والے راستے پر ہو لئے۔ راستہ بتدریج بلند ہو رہا تھا پھر کچھ آگے جا کر ہمیں راستے کے ساتھ نیم دائرے کی صورت میں گھومنا پڑا اور پھر اچانک میں نے تہذیب اور بڈ کو رکنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں رک گئے اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنی سماعت پر زور دینے لگا۔ میں نے کسی قسم کی آوازیں سنی تھیں۔ تہذیب اور بڈ نے میرے انداز سے سمجھ لیا کہ میں کچھ آوازیں سننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی آرہی تھیں اور بہت ہلکی تھیں۔ یہ عجیب قسم کی دھمک کی آوازیں تھیں جن میں بہت سے لوگوں کی آوازیں بھی شامل تھیں جو بڑے تواتر سے متعین وقفوں کے ساتھ آرہی تھیں۔

"کیا ہمیں گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے علی؟" تہذیب نے بوکھلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے۔" میں نے کہا "ہم تو ان کے قبضے میں آ ہی چکے ہیں۔ ہمیں گھیرنے کی انہیں کیا ضرورت ہے؟"

بڈ بری طرح بھڑکا ہوا نظر آرہا تھا "میں تو چھپنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرتا ہوں۔" اس نے سراسیمہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ ہم ان کے قیدی ہیں۔ بھاگنے کی کوشش فضول ہی ثابت ہوگی۔"

ہم ایک بار پھر پگڈنڈی پر آگے بڑھے۔ خم کھاتی ہوئی پگڈنڈی کا اختتام ایک محراب دار دروازے پر ہوا تھا۔ دروازے سے زیادہ اسے در کہنا مناسب ہوگا۔ یہ چوبی محراب بیلوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ہم در میں رک گئے۔ اس سے آگے تھوڑی دور تک ڈھلوان زمین تھی اور اس کے بعد ایک وسیع و عریض سطح میدان تھا جس کی لمبائی اور چوڑائی آدھے آدھے میل سے ہرگز کم نہیں تھی۔ اس میدان میں کنارے کنارے متعدد تعمیرات نظر آرہی تھیں۔ کئی بیرکیں اور عمارتیں تھیں جن میں سے ایک عمارت کو دیکھ کر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کوئی بنگلہ ہو۔ ہمارے سامنے موجود میدان کے وسط میں دو ڈھائی سو کے لگ بھگ افراد سیاہ رنگ کے لبادے اوڑھے کرانے کی مشقوں میں مصروف تھے۔

"میری بات مان لو چیف! یہاں سے بھاگ نکلنے کی فکر کرو ورنہ ہماری چٹنی بن جائے گی۔" بڈ نے کہا۔

تہذیب سناٹے کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں بھی حیران تھا۔ جو کچھ ہماری نظروں کے سامنے تھا وہ خاصا ناقابل یقین تھا۔ ان لوگوں نے اپنی ایک علیحدہ دنیا آباد کر رکھی تھی۔

"تم نے مجھے بتایا تھا کہ رینڈل ہاورڈ کا موساد سے کوئی تعلق نہیں ہے؟" میں نے تہذیب کی طرف پلٹ کر کہا۔

"ہاں! اس نے اپنی زندگی کا ایک مشن بنایا اور اس کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ اگر موساد کے لئے کام کرتا تو اپنی مرضی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔"

"تو کیا جو کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہے یہ سب کچھ اس کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اینگلو کے لئے اتنے بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ سب کچھ میرے لئے بھی حیران کن ہے علی!" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "حالانکہ میں نے رینڈل کے بارے میں خاصی تحقیقات کی ہیں مگر یہ سچ تو بالکل ہی نیا ہے۔"

"یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے تہذیب!" میں نے کہا "وہ باتیں جو تم نے اس کے بارے میں آسانی سے معلوم کر لیں وہ سب دکھاوے کی باتیں ہوں گی۔ اصل معاملات تو اتنے خفیہ ہوں گے کہ ان کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی ہوگی۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" تہذیب نے دھیرے سے کہا۔ "میں خود یہ سوچا کرتی تھی کہ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو

ریندل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ کس قدر مشکل کام ہے۔"

"یعنی تم اب بھی ایسے امکانات پر غور کر رہی ہو" میں نے ہنس کر کہا "حالاں کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم ان کے شکنجے میں بری طرح جکڑے ہوئے ہیں۔"

"اب بھی وقت ہے چیف! ابھی ہم پر کسی کی نظر نہیں پڑی۔ کسی اور طرف نکل چلو۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے بڈ کہ ہم لوگ آزاد ہیں؟" میں نے کہا "خود کو قید میں ہی تصور کرو۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو چیف! قبل اس کے کہ ہمیں کسی کال کوٹھری میں بند کر دیا جائے کیوں نہ ہم کوئی کوشش کر لیں۔ شاید ہماری کوشش نتیجہ خیز ثابت ہو جائے۔"

"میں بڈ سے متفق ہوں علی!" تہذیب نے آہستگی سے کہا "خود کو اس طرح ان کے حوالے کر دینا اعتراف شکست ہوگا۔"

"اور جب ہم یہاں سے نکلنے میں ناکام ہو جائیں گے تو کیا ہوگا؟" میں نے کہا "نتیجہ تو وہی نکلے گا نا۔ ذرا سوچو تو سہی۔ ہم تھک ہار کر خود کو ان کے حوالے کریں گے تو اعتراف شکست کے ساتھ ساتھ ذلت اور بے بسی ہمارا مقدر بن چکی ہوگی۔ اگر تمہیں ذلت ہی منظور ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں اتنا یقین کیوں ہے کہ ہم یہاں سے فرار نہیں ہو سکیں گے؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا "تم نے اپنے طور پر ایک مفروضہ قائم کر لیا ہے اور اسی پر اڑے ہوئے ہو۔"

"ایسا نہیں ہے تہذیب!" میں نے نرمی سے کہا "میں نے تو تمہاری فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں صورت حال کا تجزیہ کیا ہے۔ ریندل بڑے ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے۔ وہ مجھ سے اولیو اوورڈ کی موت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ یہ انتقام وہ مجھے مار کر بھی لے سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے آدمیوں نے کوٹے بل ایئرپورٹ پر جس طرح ہمیں بے بس کر دیا تھا اس کے بعد ان کے لئے ہمیں زندگیوں سے محروم کر دینا کیا مسئلہ رہ گیا تھا۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے ہماری خاطر اتنی زحمت کیوں اٹھائی۔ ہمیں سیاہ فاموں کی شکل میں معلوم نہیں کتنے خطرات مول لے کر یہاں منتقل کیا۔ اس کے بعد ہمارے سیاہ فاموں والے میک اپ ختم کئے گئے۔ کیا یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا گیا کہ ہم ہوش میں آ کر فرار ہو جائیں اور ریندل کے لئے ایک بار پھر وہی مسئلہ کھڑا ہو جائے جس سے وہ پہلے دو چار تھا۔ یعنی میری تلاش کا

مسئلہ؟"
تہذیب اور بڈ مجھے دیکھ رہے تھے۔ بات ان کی سمجھ
آ رہی تھی۔ بڈ نے پلٹ کر دیکھا اور جنگلی پر نظر پڑتے ہی بھڑک کر
"تو پھر اس نے ایسا کیوں کیا؟" چند لمحوں بعد تہذیب ایک طرف بھاگ نکلا۔ تہذیب بھی مجھ سے دور ہٹ گئی
نے سوال کیا "اور اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" تھی۔ میری نگاہ جنگلی پر جمی ہوئی تھی جو سر جھکائے چلا آ رہا
"ریندل کا مقصد یہی رہا ہوگا کہ ہم یہاں سے تھا۔ اس نے ابھی تک ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ میں اپنی جگہ جما
ہونے کی کوشش کریں اور ناکام ہو جائیں۔ جیسا کہ تہذیب کھڑا رہا۔ جس وقت جنگلی کی نظر مجھ پر پڑی اس وقت تک وہ
کا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش خاصا قریب آ چکا تھا۔ میں ایک بار پھر اس سے نبرد
چاہیے۔ اس کی بے فکری ظاہر کرتی ہے کہ یہاں سے آزما ہونے کو تھا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ مجھے دیکھتے ہی
ہونا ناممکن ہے۔ خود میں نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ ٹھٹک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات تھے۔
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس رد عمل کا اظہار کریں۔ چند لمحوں تک وہ یوں مجھ پر نظریں جمائے کھڑا رہا جیسے اس کی
نظر میں بہتر یہی ہے کہ ریندل سے اسی کی سطح پر مقابلہ سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ پھر اچانک
جائے۔ بے نیازی کے جواب میں بے نیازی۔ وہ مجھے وہ سجدے میں گر گیا۔ میرے لئے یہ بدترین صورت حال
شکست سے دو چار کرنا چاہتا ہے۔ مجھے احساس کمتری تھی۔ کسی انسان کو سجدہ کرنا میرے تصور سے بھی باہر تھا۔ یہ
مبتلا کرنا اس کا مقصد ہے اور یہ مقصد صرف اس وقت اظہار عبودیت کی وہ خالص ترین شکل ہے جو صرف رب
ہو سکتا ہے جب ہم فرار ہونے کی کوشش کریں۔ فرض کرو ہی جائز ہے۔ کسی اور کو سجدہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو
ہم اس جنگل میں چھپ جاتے ہیں تو تمہارا کیا خیال ہے جنگلی تھا۔ ہر قسم کی تعلیمات سے بے بہرہ تھا مگر میں تو سب
یہاں کتنے دن گزار سکیں گے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کو جانتا تھا۔
کچھ نہیں ہے۔ کھانے کا مسئلہ تو کسی حد تک حل بھی ہو وہ میرے سامنے سجدے میں گرا تو خوف کی شدت سے
جائے لیکن پانی کا کیا ہوگا؟" مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں نے کیا جرم کیا تھا جس کی پاداش
"تم بہت دور تک سوچتے ہو علی!" تہذیب نے میں ایک انسان میرے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا۔ کہیں ایسا نہ
"ایسے پہلوؤں پر نظر رکھتے ہو جو نظروں سے اوجھل ہو کہ ناراضگی میں سرزد ہونے والی کوئی غلطی حیات ابدی کا
ہیں۔" پیراڈائز چھنوا بن جائے۔ میں بے خودی کے سے عالم میں
"میرے خیال میں تو یہ سامنے کی بات ہے۔ فرق بڈ کے بڑھا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ سماعت سے کچھ
کہ میں نے پہلے ہی اس پر غور کر لیا۔ میری جگہ کوئی آوازیں ٹکرا رہی تھیں مگر ذہن ان آوازوں کو کوئی معنی
ہوتا تو فرار ہونے کے بعد یہ بات اس کی سمجھ میں آتی۔ پہنانے سے قاصر تھا۔ میں اس وقت کچھ سن ہی نہیں سکتا
بڈ بہت مضطرب نظر آ رہا تھا" میں تو مسترشد ہوا۔ مستحق بھی اسے نظر انداز کرنا مجھ پر لازم تھا۔ میرے
دیانت دار آدمی سمجھ رہا تھا مگر انہوں نے بھی میرے سامنے مجھ جیسا ایک آدمی سجدہ ریز تھا۔ وہ اس گناہ عظیم کا
مرتکب ہو رہا تھا جو خدائے رحمان و رحیم کے نزدیک بھی
فراڈ کیا۔"
"اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارے کیا ارادے ہیں۔ ناقابل معافی ہے اور اس کے اس گناہ کا باعث میں بنا تھا۔
ساتھ رہو گے یا فرار ہونے کی کوشش کرو گے؟" تہذیب نے اپنی تمام تر بے گناہی کے باوجود اسے روکنے میں ایک
پوچھا اور بڈ نے ایک طویل سانس لی۔ لمحے کی تاخیر بھی کرتا تو وہ ایک لمحہ میرے نامۂ اعمال کی ہر
"بڈ نے ہمیشہ تم لوگوں کا ساتھ دیا ہے۔ اسی جگہ نیکی پر خط تنسیخ کھینچ سکتا تھا۔ اس ایک لمحے کے لئے تو بڑی
روز مارا جائے گا۔" سے بڑی قربانی دی جا سکتی تھی۔ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر
اچانک مجھے پگڈنڈی پر کسی کے قدموں کی کے بھی خود کو اس گناہ عظیم سے بری الذمہ قرار دلوا لیتا تو میں
محسوس ہوئی اور پھر کچھ فاصلے پر وہ جنگلی نمودار ہوا سمجھتا کہ میں نے مہنگا سودا نہیں کیا۔ اصولی طور پر مجھے کسی
دیر قبل میرے ہاتھوں شکست سے دو چار ہوا تھا۔ قریب کے امکانات پر غور کرنا چاہئے تھا مگر میں نے نہیں کیا۔
"ہوشیار ہو جاؤ بڈ!" میں نے بڈ سے کہا "وہی اس وقت تو صرف ایک بات پیش نظر تھی۔ اس کے علاوہ ہر
خیال ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ وقت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا

تھا۔ خیالات کی روانی رک گئی تھی۔ ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی آوازیں ساکت ہو گئی تھیں۔ پوری کائنات کا نظام درہم برہم ہونے کو تھا۔ ہر چیز کا دار و مدار مجھ پر تھا۔ میری جانب سے ایک لمحے کی تاخیر قیامت برپا کر سکتی تھی اور مجھے اس قیامت کو روکنا تھا۔ قیامت نہیں آنی چاہئے تھی۔ اس کا تو ایک وقت مقرر ہے۔ وہ وقت سے پہلے کیوں آئے؟

میں چشم زدن میں درمیانی فاصلہ طے کر کے جنگلی کے سر پر پہنچ گیا اور اسے بازو سے پکڑ لیا۔ میرا لمس محسوس کرتے ہی اس کے جسم کو ایک شدید جھٹکا لگا اور وہ یوں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا جیسے اسے میرے لمس سے جل کر خاکستر ہو جانے کا اندیشہ رہا ہو۔ اس کے منہ سے طرح طرح کی بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ یوں ہاتھ ہلا رہا تھا جیسے مجھے اپنے قریب آنے سے روکنا چاہتا ہو۔

"اٹھو اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ" میں نے پاٹ دار آواز میں کہا "تم میرے سامنے کیوں جھکے تھے؟"

وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ شاید یہ اظہار ندامت تھا۔

"بتاؤ میں نے کیا پوچھا ہے؟" میں نے گرج کر کہا "مجھے اپنی بات کا جواب چاہئے۔"

اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تو نہیں تھے مگر چہرے پر شدید بے بسی نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنا منہ کھول دیا اور میں لرز کر رہ گیا۔ وہ گونگا تھا۔ اس کی زبان کٹی ہوئی تھی اور یہ کارنامہ انہی لوگوں کا معلوم ہوتا تھا جن کی قید میں ہم تھے۔ میرا خون کھول اٹھا۔ جسمانی قوت کے اعتبار سے اسے اگر پہاڑ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ انہوں نے اس قسم کا سلوک کیوں کیا؟ وہ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے تھے۔

"میرے قریب آؤ" میں نے بلند آواز میں کہا اور وہ ایک بار پھر خوف سے کانپنے لگا۔

"سنو! میں کوئی دیوتا نہیں ہوں۔ تم جیسا ہی ایک آدمی ہوں۔ آئندہ میرے ساتھ ایسی حرکت مت کرنا جیسی تم نے ابھی کی تھی۔ سمجھے؟"

اس کے چہرے پر بے بسی پھیل گئی لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا کر رضامندی کا اظہار کیا تو میں نے سکون کا سانس لیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ خود کو ناقابل تسخیر سمجھتا ہے اور مجھ سے شکست کھانے کے بعد وہ مجھے کوئی آسمانی مخلوق سمجھنے لگا ہے۔ جنگلیوں میں اس قسم کے عقائد بہت عام ہیں۔

"اس کے لئے تم طاقت کے دیوتا ہو چیف!" مجھے اپنے

نزدیک سے بڈ کی چکار سنائی دی "ایک بڑا خطرہ ٹل گیا چیف! اب ہمیں کم از کم اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہا۔"

"ان جیسے لوگ ہمیشہ بے ضرر ہوتے ہیں بڈ! خطرہ تو ہمیشہ ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے جو بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہوتے ہیں۔"

"فلسفہ چھوڑو چیف! اس بات پر غور کرو کہ یہ ہمارے لئے کتنا کارآمد ہے۔"

"یہ بے چارہ تو خود ان کا قیدی ہے۔ انہوں نے اس کی زبان کاٹ کر اسے گونگا کر دیا ہے۔ اب دیکھو ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو۔"

"یہ لوگ بھیڑیے تو ہیں علی!" تہذیب نے نفرت سے کہا "ان کا ہمیشہ سے یہی کام رہا ہے کہ دنیا کے سامنے خود کو مظلوم بنا کر پیش کرتے ہیں اور اندر ہی اندر دوسروں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔"

"اس سے بات کرنے میں مجھے کوئی خطرہ تو نہیں ہوگا؟" بڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں' تمہارے اور تہذیب کے لئے یہ اب بالکل بے ضرر ہو گیا ہے مگر تم اس سے بات کر کے کیا کرو گے؟"

مجھے جواب دینے کے بجائے بڈ جنگلی کی طرف متوجہ ہو گیا "سنو' تم کہاں رہتے ہو؟" بڈ نے جنگلی سے پوچھا اور اس نے میدان کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

"یہ تو بڑا مسئلہ ہو گیا چیف!" بڈ نے تشویش سے کہا "یہ تو خود بھی وہیں رہتا ہے اب ہم کہاں جائیں گے؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" تہذیب نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا "ہم اس جنگلی کے ساتھ رہیں گے کیا؟"

"تو اس میں حرج بھی کیا ہے میڈم؟" بڈ نے بڑی احمقانی سے کہا "چیف اس کے لئے دیوتا ہیں تو آپ دیوتانی ہو گئیں۔"

"تم دیکھ رہے ہو علی!" تہذیب بھنا کر بولی "یہ کس قدر بے ہودگی کر رہا ہے۔"

"تم نے ہی اس کے دماغ اس قدر خراب کئے ہیں" میں نے ہنس کر کہا "ویسے بھی اس نے کوئی ایسی غلط بات تو نہیں کہی۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے چیف!" بڈ خوشی سے اچھل کر بولا "ہم اس جنگلی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی رہیں گے۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ انہی کا آدمی ہے" میں نے

کہا "اس کے باوجود تم اس کے ساتھ رہنے پر اصرار کر رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تم تو ہر بات کی مخالفت کر رہے ہو۔ فرار ہونے کی کوشش بھی نہ کریں۔ اس کے ساتھ بھی نہ رہیں تو کیا ہوا میں معلق ہو جائیں؟"

"اگر تم ہوا میں معلق ہو سکو تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اپنے معاملے میں' میں خود مختار ہوں اور میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"چلو چھٹی ہوئی" بڈ وہیں دھرنا دے کر بیٹھ گیا "ایک بات سے تمہیں اختلاف ہے' دوسری پر کوئی اعتراض نہیں اور تیسری کا ارادہ نہیں ہے۔ جب تم کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ تو بتا دینا۔"

"یہ تو واقعی سنگین مسئلہ ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "ہمیں جلد سے جلد کوئی ایک فیصلہ کر کے اس پر عمل پیرا ہو جانا چاہئے۔"

"فیصلہ تو میں بہت پہلے کر چکا ہوں" میں نے کہا "ہم فوری طور پر خود کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں گے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ بڈ کا منہ بھی کھل گیا تھا اور وہ منہ پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔

"ہمارے درمیان یہی بات تو طے ہوئی تھی۔ یہ معلوم ہونا بھی تو ضروری ہے کہ آخر ریناڈل چاہتا کیا ہے۔ ہمیں زندہ رکھنے سے اس کا کوئی خاص مقصد تو ضرور ہوگا۔"

"تم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مرواؤ گے چیف! یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ آدمی ہاتھ باندھے دشمن کے حضور جا کھڑا ہو۔"

جنگلی جہاں تھا وہیں کھڑا تھا اور اس کا سر بدستور جھکا ہوا تھا۔ میں چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر میں نے اس سے واپس چلے جانے کو کہا اور وہ سر جھکائے میدان کی طرف بڑھ گیا۔

"ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ کہاں جاتا ہے" میں نے تہذیب سے کہا "اور اسے تنہا دیکھ کر ان لوگوں کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم اس جنگلی کے نزدیک کیوں چلے گئے تھے؟" تہذیب نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے مجھے کب منع کیا تھا؟"

"جب وہ سجدے میں گرا ہوا تھا اور تم اس کی طرف بڑھ رہے تھے اس وقت میں تمہیں چیخ چیخ کر اس کے نزدیک جانے سے روک رہی تھی مگر تم نے سنا ہی نہیں۔۔۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا علی؟"

"میں تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں نے تمہاری آوازیں تو سنی تھیں مگر اس وقت کچھ ہوش نہیں تھا۔ مجھ جیسا ایک آدمی میرے سامنے سجدہ ریز تھا۔ میں یہ بات کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چیف!" بڈ نے کہا "لیکن یہ کوئی چال بھی تو ہو سکتی تھی۔ چال نہ ہوتی تب بھی یہ ممکن تھا کہ تمہیں قریب پا کر وہ تم پر حملہ کر بیٹھتا۔"

"میں اس موضوع پر بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں" میں نے خشک لہجے میں کہا اور جنگلی پر نظریں جمائے رہا جو میدان کے درمیان سے گزر کر جانے کے بجائے کنارے کنارے جا رہا تھا۔

اس کی منزل ایک بیرک ثابت ہوئی۔ اگر وہ میدان کے درمیان سے گزرتا تو جلدی وہاں پہنچ سکتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میدان کے وسط سے گزرنے پر پابندی ہے۔ میدان میں اب بھی کراٹے کی مشقیں جاری تھیں۔ مشقیں کرنے والے تمام افراد گنجے تھے اور میرے اندازے کے مطابق ان سب کا تعلق مشرق بعید کے ممالک سے تھا۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا علی؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا "اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"ہم بھی انہی بیرکوں کی طرف چلیں گے" میں نے کہا "جنگلی میدان کے کنارے کنارے چل کر گیا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ میدان کے درمیان سے گزرنا منع ہے اور ہم چونکہ یہاں نئے ہیں لہٰذا کسی ممانعت سے آگاہ نہیں ہیں اس لئے ہم میدان کے درمیان سے ہی گزریں گے تاکہ ہمیں ان لوگوں کے عزائم کا جلد سے جلد اندازہ ہو سکے۔"

ہم تینوں میدان میں داخل ہو گئے۔ ابھی صبح کے صرف آٹھ ہی بجے تھے مگر دھوپ میں اچھی خاصی تپش پیدا ہو گئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ جزیرہ کسی انتہائی گرم خطے میں واقع تھا۔

ہم نہایت بے پروائی سے چل رہے تھے۔ یوں جیسے یہاں سیر و سیاحت کے لئے آئے ہوئے ہوں۔ تہذیب اور بڈ کو میں نے یہ انداز اپنانے کی خاص طور پر ہدایت کی تھی اور وہ میری ہدایت پر حرف بحرف عمل کر رہے تھے۔ جیسے جیسے ہم میدان کے وسط کی طرف بڑھ رہے تھے مشقیں کرنے والوں کی آوازیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اندازاً پچاس اشخاص [illegible]

اور ان سب سے ... ان شخص کی طرف تھے جو ان کے عین وسط میں تھا۔ ان سب کو وہی شخص مشقیں کرا رہا تھا۔ ان سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر ہم رک گئے۔ مجھے توقع تھی کہ کوئی ہمیں بلانے کا مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ کسی نے ہم پر توجہ تک نہیں دی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

کچھ دیر ہم وہیں کھڑے رہے' پھر ہم نے ان کے گرد چکر لگایا لیکن کسی نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

"یہ واقعی بہت اچھے لوگ معلوم ہوتے ہیں چیف! میں سوچ رہا ہوں اچھا موقع ہے۔ کیوں نہ میں بھی کراٹے سیکھ لوں۔"

"خیال تو بہت عمدہ ہے" میں نے بڈ کو تعریفی نظروں سے دیکھا "اس طرح تم بور بھی نہیں ہو گے اور مفت میں کراٹے بھی سیکھ لو گے۔"

بڈ نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا "تو کیا میں جاؤں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"زبان سے تو اجازت دے چکا ہوں۔ اب کہو تو لکھ کر بھی اجازت دے دوں" میں نے کہا اور بڈ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔

"اب شاید تمہیں ڈر لگ رہا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اگر اتنے ہی بزدل ہو تو ایسی بات زبان سے کیوں نکالتے ہو جس پر عمل نہیں کر سکتے۔"

بزدلی کا طعنہ سن کر بڈ آپے سے باہر ہو گیا اور تیز تیز قدموں سے جا کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو کراٹے کی مشقیں کر رہے تھے۔ میں بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کا ردعمل معلوم کر سکوں مگر ان میں سے کسی نے بھی بڈ پر توجہ نہیں دی تھی۔

"تم بعض اوقات زیادتی کر جاتے ہو" تہذیب نے مجھ سے کہا "خواہ مخواہ اسے غصہ دلا دیا۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو؟"

"میں بھی تو دیکھنا چاہ رہا تھا کہ یہ لوگ کتنے پانی میں ہیں اور اس بات کا تو مجھے یقین تھا کہ بڈ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ ورنہ میں اسے ہرگز ان کے قریب نہ جانے دیتا۔"

بڈ نے کچھ دیر الٹے سیدھے ہاتھ پیر چلائے پھر واپس پلٹ آیا "بڑی ہمت ہے چیف!" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "یہ چیز مجھے کچھ زیادہ پسند بھی نہیں آئی۔ کل سے دیکھیں گے۔"

"چلو کوئی بات نہیں" میں نے ہنس کر کہا "اب آرام کرنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرتے ہیں۔"

ہم نہایت اطمینان سے بیرکوں تک چلے گئے۔ ان بیرکوں کی کل تعداد دس تھی۔ ہر بیرک کے اوپر ہریالی نظر آ رہی تھی یعنی انہیں کیموفلاج کیا گیا تھا تاکہ جزیرے پر کسی قسم کی تعمیرات کا سراغ نہ لگایا جا سکے۔ ہم ان بیرکوں کے کمروں میں جھانکتے پھر رہے تھے اور ہمیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ہر کمرے میں تھوڑا بہت سامان ضرور موجود تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہاں کچھ لوگ مقیم ہیں۔

کافی دیر تک گھومنے پھرنے کے بعد ہمیں ایک ایسا کمرا نظر آ گیا جس میں صرف تین عدد فولڈنگ بیڈ اور ایک الماری تھی۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ اور نہیں تھا۔

"مبارک ہو چیف!" بڈ نے کہا "یہ لوگ تو واقعی بڑے مہمان نواز ہیں۔ ہمارے قیام کا بندوبست تو انہوں نے کر رکھا ہے۔"

"ممکن ہے یہ بات تم نے مذاق میں کہی ہو" میں نے بڈ سے کہا "مگر میرا خیال ہے کہ درحقیقت یہ کمرا ہمارے ہی لئے ہے اور چونکہ ہمارے پاس کسی قسم کا سامان نہیں ہے لہٰذا ہم اسی وقت سے اس کمرے میں ڈیرا جما سکتے ہیں۔"

ہم لوگ نہایت اطمینان سے پلنگوں پر دراز ہو گئے۔ میں تو درحقیقت مطمئن تھا اس لئے کہ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا مگر تہذیب اور بڈ مطمئن نہیں تھے۔

"ہم کتنے عجیب حالات کا شکار ہو گئے ہیں علی!" تہذیب نے کہا "ان لوگوں نے تو ہمیں کوئی افسانوی کردار بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"سوچنا صرف وہاں کارآمد ہوتا ہے تہذیب جہاں اس سے کوئی نتیجہ نکلنے کی توقع ہو اور جب حالات قابو سے باہر ہو جائیں تو سوچنا ترک کر دینا چاہئے۔"

"جن لوگوں کو اپنی سوچوں پر اختیار ہو وہ قابل رشک ہوتے ہیں" تہذیب نے کہا "اور مجھے قلق ہے کہ میں تمہاری طرح قابل رشک شخصیت نہیں ہوں۔"

"ہم یا تو مر جائیں گے یا بچ نکلیں گے۔ دونوں صورتوں میں ذہن کو تھکانے سے فائدہ؟ یہ سوچو کہ ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔ ریناڈل بارروز نے ہمیں ان بکھیڑوں سے نجات دلا دی ہے جن سے نجات حاصل کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں تھا۔ ہم کوشش کے باوجود تفریح کے لئے وقت نہیں نکال پاتے تھے۔ اگر نکال لیتے تب بھی بہت سے تفکرات جان کو لاگو رہتے۔ ہمیں تو ریناڈل کا شکر گزار ہونا چاہئے جس نے ہمیں فرصت کے کچھ لمحات بخش دیئے۔ معلوم نہیں فرصت کا یہ وقت کب ختم ہو جائے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اس سے

زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں۔"

"تم بختی ہر حال میں بڈ کی آئے گی" بڈ نے اچھل کر پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا "تم دونوں تو تفریح کرو گے اور بڈ بھاڑ جھونکے گا۔"

"کیوں، تم کیوں بھاڑ جھونکو گے" میں نے حیرت سے کہا "تم نے پہلے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ تم اپنے فرصت کے اوقات بھاڑ جھونک کر گزارتے ہو۔"

"ہاں اب تو تمہیں ہری ہری سوجھے گی۔ میڈم کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارنے کو مل رہا ہے نا" بڈ نے جل کر کہا۔

"میں سمجھا نہیں بڈ!" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں کوئی پریشانی ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہیں چاہئے کہ مجھے بتاؤ تاکہ میں کسی طرح اسے حل کرنے کی کوشش کروں۔"

"ارے اکیلا آدمی کیا خاک تفریح کرے گا" بڈ نے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہا۔

"تم اکیلے تو نہیں ہو بڈ!" میں نے حیرت سے کہا "میں اور تہذیب بھی تو تمہارے ساتھ ہیں اور یہ سرسبز و شاداب جزیرہ ہے اور فضاؤں میں اڑتے ہوئے سمندری پرندے ہیں۔۔۔"

"اور یہ دو سوکھے گدھے ہیں" بڈ نے کرائے کی مشقتیں کرنے والوں کی طرف اشارہ کیا "اور وہ حسین و جمیل جنگلی ہے جس کی رنگت اُلٹے توے کو بھی شرماتی ہے اور جس کی سختی دل کو لرزاتی ہے۔"

تہذیب کو ہنسی آ گئی "تم آخر اس قدر کھلتے کیوں ہو رہے ہو۔ عام حالات میں تو تم بہت خوش مزاج ہوتے ہو۔"

"تم دیکھ نہیں رہیں چیف کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ جان بوجھ کر مجھے غصہ دلا رہے ہیں۔"

"پتا نہیں تمہیں کون سی بات بری لگ گئی۔ میرے خیال میں تو علی نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس پر تم اتنی بری طرح چراغ پا ہو گئے۔"

"نہیں دراصل کسی سیاہ فام حسینہ کی تلاش ہے" میں نے کہا "جو انہیں کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔"

"سیاہ فام حسینہ کی تلاش خود تمہیں ہو گی" بڈ نے بھڑک کر کہا "مجھے کیوں بددعائیں دے رہے ہو۔"

"ارے، وہاں ائیرپورٹ پر تو شوالو کی بڑی خوشامدیں ہو رہی تھیں کہ میرے لئے کسی سیاہ فام حسینہ کا بندوبست کرا دیجئے۔"

"وہ تو میں اسے گھسیٹ رہا تھا" بڈ نے بھڑک کر کہا "میرا یہ مقصد تھوڑی تھا کہ واقعی کوئی سیاہ فام میرے پلے باندھ دی جائے۔"

"خیر کوئی بات نہیں، میں تمہارے پیارے مسٹر شوالو سے کہہ کر تمہارے لئے کسی سفید فام لڑکی کا بندوبست کرائے دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں سفید فام لڑکیاں ضرور پائی جاتی ہوں گی۔"

"میرے سامنے شوالو کا نام بھی مت لو۔ میں نے اس پر اعتبار کیا تھا مگر وہ دھوکے باز ثابت ہوا۔"

"تفریح تو خیر ہم کریں گے" تہذیب نے کہا "لیکن زندہ رہنے کے لئے تھوڑا بہت تو ضروری ہوتی ہے۔ اور یہاں کوئی پر [illegible]"

"بے [illegible] مت دو۔ ناشتہ کر چکے ہیں۔ دوپہر کے کھانے سے قبل اس بارے میں کچھ سوچنا ہی غلط ہے۔"

تہذیب بڑبڑا کر رہ گئی۔ اسے یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ موجودہ حالات میں کیا ہو گا جب کہ میں نے خود کو حالات سے لاتعلق کر لیا تھا۔ میرے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ فی الحال ہم میں سے کسی کی زندگی کو بھی خطرہ نہیں ہے۔ ریگنل کی وجہ سے میرا ایک منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ میں اسے مرجانہ کی لاش بھجوانا چاہتا تھا لیکن وہ اس سے قبل ہی اسے چھڑانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے بساط پلٹ دی تھی۔ جب دو حریف ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو یہ تو ہوتا ہی ہے۔ ریگنل نے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا لہٰذا فتح اس کے حصے میں آئی۔ مجھے چاہئے تھا کہ میں عراق سے سیدھا فرانس پہنچتا۔

تہذیب اور بڈ کو میرے میک اپ نہ کرنے پر بھی اعتراض تھا۔ میک اپ کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ریگنل کو سامنے بھی تو لانا تھا۔ وہ میری توقع سے بہت پہلے سامنے آ گیا اور خاصے خطرناک تیوروں کے ساتھ آیا۔ تہذیب کی فراہم کردہ معلومات سے بھی کہیں زیادہ خطرناک انداز میں۔۔۔ اور اب ہم اس کے قیدی تھے۔

آٹھ بجے کے قریب کرائے کی ایکسرسائز ختم ہوئی اور لوگ بیرکوں کی طرف آتے نظر آئے اور مختلف کمروں میں جا کر غائب ہو گئے۔ میں، تہذیب اور بڈ پلنگوں پر دراز تھے اور اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے کہ اچانک میں نے کسی کے چلنے کی آواز سنی۔ بیرک میں پہلے برآمدہ تھا جس کا فرش پختہ تھا اور [illegible] آواز اسی فرش پر چلنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھی۔ یہ نسوانی سینڈلوں کی آواز تھی۔

"وہ آ رہی ہے چیف! وہ آ رہی ہے" آواز سنتے ہی بڈ اچھل کر بیٹھ گیا "تمہیں مجھ پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاہاہا۔ اب میں بھی تفریح کر سکوں گا۔"

بڈ کا جملہ ختم ہونے تک آوازیں خاصی قریب آ چکی تھیں اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہوئی کہ ان آوازوں کا اختتام عین ہمارے کمرے کے دروازے پر ہوا۔ وہ کوئی عورت ہی تھی جس کا چہرہ ہم اس لئے نہیں دیکھ پائے کہ وہ مخالف سمت میں دیکھ رہی تھی۔

"قسمت آزمائی کا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا چیف!" بڈ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "میں جا رہا ہوں۔"

میں نے سر کے اشارے سے اسے اجازت دے دی اور بڈ پلنگ سے اتر آیا۔ ابھی وہ باہر جانے کے لئے ایک قدم بھی نہیں اٹھا پایا تھا کہ دروازے کے باہر کھڑی ہوئی عورت پلٹی اور اسے دیکھ کر بڈ کے ساتھ ساتھ میں اور تہذیب بھی چونک پڑے۔ وہ مرجانہ تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی ہمارے کمرے میں داخل ہوئی اور بڑی بے تکلفی سے تہذیب کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"تم لوگ کل ائیرپورٹ پر مجھے چھوڑ کر کیوں فرار ہو گئے تھے؟" اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "دیکھ لو میں تمہیں تلاش کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی۔"

"ہمیں داد نہیں دو گی مرجانہ! ہم نے اسی کمرے میں ڈیرہ ڈالا ہے جو ہمارے ہی لئے مخصوص کیا گیا تھا" میں نے کہا۔

مرجانہ نے بے چینی سے پہلو بدلا "یہ اعتراف تو کرنا پڑے گا کہ یہ بات واقعی حیران کن ہے" اس نے کہا "حالانکہ یہ اتنی عجیب تجربات بھی نہیں ہے مگر جس اطمینان سے تم یہاں براجمان ہو اس پر حیرت ہوتی ہے۔"

بڈ بڑی مایوسی سے دوبارہ پلنگ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی مایوسی بجا تھی۔ وہ کسی حسین لڑکی کی توقع کر رہا تھا لیکن وہ مرجانہ نکلی جو کسی طرح بھی حسین نہیں کہلائی جا سکتی تھی۔

"تمہارے کرنل شوالو کہاں رہ گئے؟" میں نے کہا "وہ تو ایک ہی ملاقات میں میری پسندیدہ شخصیات میں شامل ہو گئے ہیں۔"

مرجانہ عجیب سے انداز میں مسکرائی "شوالو سے تو شاید تمہاری ملاقات نہ ہو سکے۔ بعض لوگوں کا کردار بہت مختصر ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اسٹیج پر نہیں آتے۔"

"کیا یہاں کوئی ڈراما اسٹیج کیا جا رہا ہے؟" میں نے تحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ایک ایسا ڈراما جس کا اسکرپٹ پہلے سے تحریر نہیں کیا گیا۔ جس میں رٹے رٹائے مکالمے نہیں بولے جاتے۔ ہر کردار کو بدلتے ہوئے وقت اور حالات کے مطابق اپنا طرز عمل تبدیل کرنا ہوتا ہے۔"

"تم تو فلسفہ بولنے لگیں" میں نے ہنس کر کہا "یوں تو پوری دنیا ایک اسٹیج ہے۔"

"بات ہو رہی تھی شوالو کی" مرجانہ نے میری بات کاٹ دی "اس سے اب تمہاری ملاقات مشکل ہی ہے اس لئے کہ اب وہ صورت حال پیدا نہیں ہو سکتی جس میں تمہاری اس سے ملاقات ہوتی تھی۔"

"صرف میں ہی نہیں، بڈ بھی ان سے ملاقات کا خواہاں ہے۔ انہوں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے لئے حسین لڑکیوں کا بندوبست کریں گے۔"

"تم ہر وقت بڈ کو بدنام کرنے پر کیوں تلے رہتے ہو؟" بڈ نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر بڈ!" مرجانہ مسکرائی "اگر مسٹر شوالو نے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا تو اسے ضرور پورا کیا جائے گا۔"

"دیکھ لیا تم نے چیف!" بڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "میں کہہ رہا تھا کہ مسٹر شوالو بہت اچھے آدمی ہیں مگر تم مان کر ہی نہیں دے رہے تھے۔ اب بولو کیا کہتے ہو؟"

"بعض لوگ ظاہر پہ فیصلہ کر دیتے ہیں اور بعض نہیں کرتے" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"بعض لوگوں کو دوسروں کی طرف سے بدگمانی کی عادت پڑ جاتی ہے" مرجانہ نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتی ہوں" تہذیب نے معنی خیز انداز میں جواب دیا "بعض لوگوں میں واقعی یہ عادت ہوتی ہے۔"

"میں بھول گئی تھی کہ تم علی کی ساتھی ہو اس لئے اسی کی طرفداری کرو گی" مرجانہ نے کہا مگر اس کے لہجے سے ذرا سی بھی ناگواری ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

"کم از کم میں تو ہاں میں ہاں ملانے والوں کو دوست نہیں کہہ سکتی۔ میری نظر میں تو ایسے لوگ بدترین دشمن ہوتے ہیں۔"

مرجانہ میری طرف متوجہ ہو گئی "کل تک میں تمہاری قید میں تھی مگر آج معاملہ برعکس ہے۔"

"میں ہر وقت ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تم دیکھ رہے ہو کہ تمہیں کتنی آزادی میسر ہے۔ یہ اس اچھے سلوک کا جواب ہے جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔"

"میں نے کسی توقع پر تمہارے ساتھ نرم سلوک نہیں کیا تھا۔"

"لیکن ہم پر یہ اخلاقی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ جواب میں تمہارے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کیا جائے۔"

"مجھے بے حد خوشی ہے کہ میرا سابقہ عالی ظرف حریفوں سے ہے۔"

"کیا تم ہمارا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟" مرجانہ کی خوش اخلاقی جواب دے گئی۔

"طنز کرنے کو اگر تم مذاق اڑانا کہتی ہو تو یہی سمجھ لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس نرم سلوک پر ہمارا شکر گزار ہوتا لیکن تم ہم پر طنز کر رہے ہو۔"

"کوئی اور ہوتا تو بے شک تمہارا شکر گزار ہوتا مگر میں کوئی اور نہیں ہوں۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ اچھا کام اگر بدنیتی سے کیا جائے تو لائق تحسین نہیں ہوتا۔"

"ہماری نیت پر شبہ ظاہر کر کے تم اچھا نہیں کر رہے ہو" مرجانہ کا غصیلا جواب دیتا جا رہا تھا۔

"میرے کرتوت اگر اچھے رہے ہوتے تو آج یہاں نظر نہ آ رہا ہوتا' کہیں پر سکون زندگی بسر کر رہا ہوتا۔"

"تمہارا قصور نہیں ہے۔ تمہیں جو ڈھیل دی گئی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ تم اس قدر بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہو۔"

"کوئی بلاوجہ کسی کو ڈھیل نہیں دیتا۔ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت کی ہے تو اپنے ہی کسی فائدے کے لئے کی ہوگی۔"

"تم یہودی دنیا کے خلاف ہو۔ تم نے اولیو ہاورڈ کو مارا' اس کی بیٹی کے قتل کے ذمے دار بھی تم ہو' تمہاری ذات سے ہمیں بے شمار نقصانات پہنچے' اس کے باوجود موشے ہاورڈ تم سے سخت سلوک کے خلاف ہیں۔"

"میں موشے ہاورڈ کا شکر گزار ہوں لیکن تم نے ان نقصانات کا تذکرہ نہیں کیا جو اولیو ہاورڈ کی وجہ سے عربوں کو پہنچے۔ قیام اسرائیل کی وجہ سے جو فلسطینی بے گھر ہوئے وہ کس کھاتے میں جائیں گے؟"

مرجانہ اپنی خوش اخلاقی برقرار رکھنے کی بہت کوشش کر رہی تھی مگر میری گفتگو اور خصوصاً میرے انداز سے اسے بہت دشواری ہو رہی تھی۔ میں بھی صاف گوئی پر تلا ہوا تھا۔ مجھے اس کی چاپلوسی کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ میں ان لوگوں سے خوف زدہ نہیں تھا۔ ڈھائی سو کرائے کے فائٹرز کے لشکر سے بھی مجھے خوف نہیں تھا۔ اس بات کی فکر بھی نہیں تھی کہ میں اس نامانوس جگہ سے کس طرح نکل پاؤں گا۔ ایک عجیب سی بے فکری نے مجھے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

"شوالو ہمارا بہت معمولی سا کارکن ہے" مرجانہ نے زہریلے لہجے میں کہا "تم نے دیکھا کہ اس ادنیٰ سے کارکن نے تمہیں کتنی آسانی سے زیر کر لیا۔ تمہیں تو اپنی صلاحیتوں پر بڑا گھمنڈ ہے۔"

"تم نے تین باتیں کہیں جن میں سے دو غلط ہیں" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "صرف یہ بات درست ہے کہ اس نے مجھے نہایت آسانی سے زیر کر لیا۔ بقیہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ تو شوالو کوئی معمولی کارکن ہے اور نہ ہی مجھے اپنی صلاحیتوں پر گھمنڈ ہے۔ میں تو بہت بے صلاحیت آدمی ہوں۔ جو کارنامہ بھی مجھ سے سرزد ہوتا ہے اس کے لئے میں اپنے رب کا شکر گزار ہوتا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔"

"تم صرف اس لئے شوالو کو ہمارا معمولی سا کارکن ماننے سے انکار کر رہے ہو کہ اس نے تمہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ اگر تم نے اسے معمولی آدمی تسلیم کر لیا تو اس سے تمہاری بڑائی میں فرق پڑے گا۔"

"بڑائی ہوگی تبھی تو فرق پڑے گا" میں نے مسکرا کر کہا "اگر تم مجھے بڑا آدمی سمجھتی ہو تو یہ تمہارا حسن نظر ہے۔"

"بے فکر رہو' تمہارے دن پورے ہو چکے ہیں۔ مستقبل میں کبھی تم سے کوئی کارنامہ سرزد نہیں ہو سکے گا۔"

"اب تم نے پیشین گوئیاں شروع کر دیں۔ کیا تم علم نجوم سے بھی واقف ہو؟"

"کوئی بات نہیں علی!" مرجانہ نے سر ہلا کر کہا "تمہارا وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ جس قدر چہکنا چاہو چہک لو۔ موقع نہیں ملے گا۔"

"کیا تم اسی قسم کی گفتگو کرنے کے لئے یہاں آئی تھیں؟"... تہذیب نے کہا اور مرجانہ چونک پڑی۔

"نہیں' میں تو تمہیں ناشتے کے لئے لینے آئی تھی مگر اس نے مجھے باتوں میں الجھا لیا۔"

"ناشتا تو ہم جنگل میں کر چکے" بڈ نے مرجانہ سے کہا۔

میں سوچ رہا تھا کہ مرجانہ ہمیں لینے آئی ہے یعنی اسے علم تھا کہ ہم لوگ یہاں پہنچ چکے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ ہماری نقل و حرکت کسی وقت بھی پوشیدہ نہیں رہی تھی۔ وہ لوگ ہماری نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر تھے۔ چوں کہ یہاں ان کی حکمرانی تھی اس لئے یہ بات بہت زیادہ تعجب خیز بھی نہیں تھی۔ جنگل میں خفیہ کیمرے بھی نصب ہو سکتے ہیں۔ کمرا جس میں ہم تھے' کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ تہذیب اور بڈ سے باتیں کرتے وقت میں خاص طور پر محتاط رہا تھا۔ یہ سوچنا بھی حماقت تھی کہ ریڈل ہم پر مہربان ہو گیا ہے۔ جسے کا بنا چھوڑ دیکھ کر ہی کرتا ہے۔ جو نہیں جانتے وہ اظہار تاسف کرتے ہیں مگر جو واقف احوال ہیں وہ اظہار تاسف کرنے کی بجائے قلیل تو افسوس ہوتا ہے۔

میں دیکھ رہا تھا کہ ریڈل کے نرم رویے نے بڈ کو گرا دیا ہے۔ تہذیب اس کے مقابلے میں بہت زیادہ ذہین تھی۔ معاملہ فہم بھی تھی مگر اس جال سے پوری طرح وہ بھی نہیں بچ سکی تھی۔ اس کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ یہی شبہ ہو سکتا تھا کہ مستقبل میں ان لوگوں کا رویہ ہمارے ساتھ تبدیل ہو جائے گا۔ ممکن ہے وہ سمجھ رہی ہو کہ ریڈل ہم سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ہم پر تشدد کرے گا مگر میں ایسا نہیں سوچ رہا تھا۔ میں تو کسی بہت بڑے طوفان کی توقع کر رہا تھا۔

"تم لوگ میرے ساتھ چلو" مرجانہ کہہ رہی تھی "میں تمہیں اس میس میں لے چلتی ہوں جہاں تمہیں کھانے کے اوقات میں پہنچنا ہوگا۔"

"تم لوگ بہت اچھے معلوم ہوتے ہو" بڈ نے کہا "میں تو سوچ رہا تھا کہ ہمیں بھوکا ہی نہ مرنا پڑ جائے۔ معلوم نہیں یہ کون سی جگہ ہے۔ اس جنگل کو دیکھ کر تو میں خوف ہی کھا گیا تھا۔"

مرجانہ ہنس پڑی "اب تمہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا۔ تمہارے چیف نے اسے شکست دے دی ہے اور یہ جنگلی لوگ جس سے شکست کھا جائیں اسے دیوتا کا درجہ دے دیتے ہیں۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ جنگل میں ہم پر جو کچھ گزری یہ لوگ اس سے بھی واقف تھے۔ ان سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم فرار ہونے کی کوشش کرتے تو وہ رائیگاں ہی جاتی۔

مرجانہ کی معیت میں ہم بیرک کے کمرے سے باہر نکلے۔ وہ کئی عمارتوں سے آگے لے گئی جہاں ایک مختلف عمارت نظر آ رہی تھی۔

"اس عمارت کا محل وقوع ذہن نشین کر لو" مرجانہ نے کہا "صبح آٹھ بجے سے نو بجے تک ناشتے کا وقت ہوتا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے لئے ایک سے دو اور رات کے کھانے کے لئے آٹھ سے نو بجے کا وقت مقرر ہے۔ اگر تم نے ان اوقات کی پابندی نہ کی تو کھانے سے محروم رہ جاؤ گے اور اگلے وقت تک تمہیں بھوکا رہنا پڑے گا۔ تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں چاہو گھومو پھرو لیکن کھانے کے وقت یہاں پہنچ جاؤ۔"

ہم اندر داخل ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے کسی وسیع و عریض کینٹین میں آ گئے ہوں۔ میزوں کی تعداد پچاس سے بھی زائد تھی اور ہر میز پر چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔

"تم لوگ اگر کچھ کھانا پینا چاہو تو کھا پی لو" مرجانہ نے کہا "ناشتا کرنے کے بعد تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

میں نے میس میں ناشتا کرتے ہوئے افراد پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ ان میں بیشتر وہی کرائے کے فائٹر تھے جنہیں ہم نے گراؤنڈ میں کرانے کی مشقیں کرتے دیکھا تھا۔

"یہاں ناشتا اور کھانا تو مل جائے گا مگر شاید چائے نہ مل سکے" میں نے کہا۔

"ضرور ملے گی۔ یہاں بہت کم لوگ چائے پیتے ہیں مگر ان کے لئے چائے فراہم کی جاتی ہے۔"

مرجانہ مجھے ایک کنارے پر بنے ہوئے کاؤنٹر پر لے گئی جس کے عقب میں کچن تھا۔ میس میں ویٹر کا کوئی تصور نہیں تھا ان کے لئے کاؤنٹر سے اپنے لئے خود ہی سرو کرنا پڑتا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میس میں موجود ہر فرد کے رویے اور انداز میں مرجانہ کے لئے احترام تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ مرجانہ کسی امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

کاؤنٹر سے چائے لے کر ہم اس ٹیبل پر آئے جہاں بڈ اور تہذیب بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ مرجانہ نے بھی چائے پی تھی۔ چائے پینے کے بعد ہم میس سے باہر نکل آئے۔ اس بار ہماری منزل وہ عمارت ثابت ہوئی جسے بنگلے کی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اس کا رقبہ ایک ایکڑ کے لگ بھگ ضرور تھا۔ عمارت کا آہنی دیو قامت گیٹ بند تھا لیکن ہم اس کے سامنے پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد وہ دوبارہ بند ہو گیا۔

وہ ایک ہال تھا۔ بالکل کسی سینما ہال کی طرح۔ اس کی لمبائی چوڑائی بھی کسی درمیانہ سائز کے ہال سے زیادہ نہیں تھی۔ سامنے والی دیوار پر اسکرین نصب تھی جس کے

سامنے ہال کی پوری چوڑائی پر محیط چبوترہ تھا جسے بوقت ضرورت اسٹیج کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس ہال میں کوئی سیٹ نہیں تھی کوئی دروازہ نہیں تھا سوا اس گیٹ کے جس سے ہم اندر داخل ہوئے تھے اور کوئی پروجیکشن روم نہیں تھا۔ باہر سے عمارت کا رقبہ جتنا نظر آتا تھا، یہ ہال اس کا چوتھائی بھی نہیں تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ بقیہ حصہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ابھی میں ہال کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ ایک دم اسکرین روشن ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ہال میں جلتی ہوئی تیز روشنیاں بجھ گئیں۔ ہم سب اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اسکرین پر ایک وسیع و عریض ہال کا منظر ابھرا تھا جس میں دیو ہیکل مشینیں نصب تھیں۔ میں بڑی توجہ سے ان مشینوں کو دیکھ رہا تھا جن کے بارے میں میرے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کس کام آتی ہوں گی۔ یہ منظر اسکرین پر بمشکل چند سیکنڈ برقرار رہا پھر اس کی جگہ ایک کمرا نظر آنے لگا۔ ایک بڑی سی میز کے عقب میں کوئی شخص بیٹھا تھا جس کی پشت ہماری طرف تھی۔ اس شخص کا رخ دیوار کی طرف تھا اور دیوار پر نظر پڑتے ہی میرا خون کھول اٹھا۔ پوری دیوار پر اسرائیل کا نقشہ نظر آ رہا تھا جس میں اسرائیل کی سرحدیں سعودی عرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اردن، عراق، شام، لبنان اور کویت کی جگہ بھی اسرائیل کی حدود نظر آ رہی تھیں یعنی یہ اسرائیل کا وہ توسیعی نقشہ تھا جسے مکمل کرنے کے لئے یہودی لابی روز و شب سرگرداں تھی۔ وہ سعودی عرب سمیت مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک کو ہڑپ کر لینا چاہتے تھے اور دنیا بھر کے سامنے اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے۔

تہذیب میرے برابر ہی کھڑی تھی۔ اس نے اندھیرے میں میرا ہاتھ تھام لیا اور ہولے سے میرا ہاتھ دبایا۔ یہ میرے لئے پرسکون رہنے کا اشارہ تھا۔ تہذیب میری مزاج آشنا تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ بے ہودہ نقشہ دیکھ کر میں اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔ تہذیب کے لمس نے مجھے پرسکون ہونے میں مدد دی۔

اسکرین پر نظر آنے والا شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس نے کرسی گھما کر ہماری طرف رخ کر لیا۔ چہرے سے وہ امریکن معلوم ہوتا تھا اور اس کی عمر تیس پینتیس کے لگ بھگ نظر آتی تھی۔ اس کی بھویں گھنی تھیں اور آپس میں ملی ہوئی تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے۔ چہرے اور تھوڑی کی بناوٹ اسے سخت گیر اور سفاک ظاہر کرتی تھی جب کہ اس کی نیلی آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی محسوس ہوتی تھی۔

"میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر علی!" اس شخص نے کہا۔ اس کی آواز نرم اور ملائم تھی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے اندازہ لگایا وہی رینڈل ہے۔ تہذیب مجھے اس کے بارے میں پہلے آگاہ کر چکی تھی۔ وہ نہایت ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا۔ ایسے شخص کے سامنے دماغ ٹھنڈا رکھنا بے حد ضروری تھا۔ اس کے عقب میں موجود گریٹر اسرائیل کا فرضی نقشہ دیکھ کر میں پہلے ہی آپے سے باہر ہو چکا تھا۔ تہذیب نے بروقت نہ دبایا ہوتا تو میری زبان شعلے اگل رہی ہوتی اور یہ رینڈل کی کامیابی ہوتی۔ اس جیسے لوگ دوسروں کو مشتعل کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ انہیں شکست دینے کے لئے خود پر قابو رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

"میں اپنے محسن کا نام پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے اسی نرم لہجے میں کہا۔ میری آواز کے ساتھ ہی چھت پر اسپاٹ لائٹ روشن ہو گئی اور ہم چاروں کو اپنے احاطے میں لے لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب رینڈل بھی ہمیں دیکھ سکے گا۔

"تم مجھ سے غائبانہ طور پر واقف ہی ہو مسٹر علی! ایجنسی میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے خاصی سرگرداں رہی ہیں۔ میرا نام رینڈل تھا۔ اب لوگ موشے اورڈ کے نام سے جانتے ہیں۔"

"تم خاصے باخبر آدمی معلوم ہوتے ہو رینڈل!" میں نے جان بوجھ کر اسے رینڈل کے نام سے مخاطب کیا۔ مجھے اس کے مزاج کی ٹھنڈک کا امتحان بھی تو کرنا تھا۔

"سانس کی ڈوری کا رشتہ اپنے جسم سے برقرار رکھنے کی خاطر باخبر رہنا میرے لئے بہت ضروری ہے مسٹر علی! باخبر رہنا اور دوسروں کو بے خبر رکھنا۔ ان زریں اصولوں کے بغیر میرے لئے اپنا وجود برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے۔"

"سنا ہے تم مجھ سے اپنے روحانی استاد کی موت کا بدلہ لینا چاہتے ہو؟"

"پہلے میں نے سوچا تھا ان کے قتل کا انتقام تمہارا خون بہا کر لوں گا، پھر میں نے اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا۔ میرا ارادہ ہے کہ تمہیں ایک مخصوص طریقہ کار سے گزار کر تمہارے خیالات تبدیل کر دیے جائیں اور پھر تمہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا جائے لیکن اب مجھے اپنے اس فیصلے پر بھی نظر ثانی کرنا پڑے گی۔ تم تو بہت بے صلاحیت ہو۔ ورنہ ایک معمولی سے کارندے کے قابو میں نہ آگئے ہوتے۔"

"میں تم سے متفق ہوں رینڈل! تمہیں اپنے فیصلے پر عمل نہیں کرنا چاہئے لیکن تم نے بھی مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ تم کوئی ذہین آدمی ہو گے۔"

رینڈل مسکرایا "میں نے کبھی بہت زیادہ ذہین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔"

"لیکن اپنے بارے میں تمہیں گمان یہی ہے کہ تم بہت ذہین ہو۔ حالانکہ ابھی ابھی تم نے جس تضاد بیانی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی توقع تو کسی عام ذہانت رکھنے والے شخص سے بھی نہیں کی جا سکتی۔"

"میرے ماتحت بھی اگر میری کسی غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں تو میں ان کا بھی مشکور ہوتا ہوں۔ میرے کسی فیصلے پر کھل کر تنقید کرنے کی ہر ایک کو اجازت ہے۔"

"میری جان لینے کا خیال تم نے صرف اس لئے ترک کیا تھا کہ میں ایک باصلاحیت آدمی ہوں۔ تم نے یہی بتایا ہے نا؟"

"ہاں" رینڈل نے کہا۔ وہ بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہا تھا۔ "میں نے یہی کہا تھا۔"

"صلاحیتوں کے اعتبار سے تمہارے خیال میں میں اس قدر آگے تھا کہ تم نے مجھے یہودی مفادات کے لئے استعمال کرنے کے بارے میں سوچا؟"

"بالکل" رینڈل نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں نے تمہیں یہی بتایا ہے۔"

"تو پھر مسٹر رینڈل یہ بتاؤ" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "کہ اس قدر باصلاحیت اور خطرناک شخص کے مقابلے میں تم نے ایک عام کارکن کو کیوں اتارا؟"

رینڈل سناٹے میں آ گیا لیکن اس کی یہ کیفیت لمحاتی تھی۔ اس نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا اور مسکرا کر بولا "کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"بالکل بتا سکتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "تم میری ذہانت اور صلاحیت کا امتحان لے رہے ہو۔"

رینڈل کو اپنے تاثرات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی انتہائی کوشش تھی کہ اپنی حیرت چھپا لے لیکن کم از کم میری حد تک تو وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں تھا۔

"کیسی ذہانت اور کون سی صلاحیت مسٹر علی! کیا تم وضاحت سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

"میں تمہاری توقع سے کہیں زیادہ وضاحت سے گفتگو کر سکتا ہوں لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ تم میرے کسی تجزیے کو غلط نہیں کہو گے؟"

"مجھے تم سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا مسٹر علی! میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا تھا جس نے اولیو ہاورڈ جیسے مایہ ناز ایجنٹ کو ہر ہر قدم پر ناکامیوں سے دوچار کیا۔ اب تم سے مل کر میں اس بات کا تو قائل ہو گیا کہ میں نے آج تک تم جیسا بے باک آدمی نہیں دیکھا۔ بلاشبہ تم دوسروں سے بہت ممتاز ہو۔"

"شکریہ مسٹر رینڈل! لیکن میں نے سنا ہے کہ تم اولیو ہاورڈ کو الزام دیتے رہے کہ اس نے مجھے ڈھیل دے کے اچھا نہیں کیا؟"

"مجھے ان سے یہ شکایت تھی اور ہے۔ تم یہودی دنیا کے لئے بہت بڑا خطرہ تھے۔ بلاشبہ انہوں نے تمہیں ڈھیل دے کر جو غلطی کی اس کا خمیازہ ہم سب کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔"

"ممکن ہے اولیو ہاورڈ سے تم بہت اچھی طرح واقف ہو لیکن مجھے بھی یہ گمان ہے کہ پوری دنیا میں اولیو ہاورڈ کو مجھ سے زیادہ بہتر طور پر جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ بالکل یہی دعویٰ اولیو ہاورڈ کا بھی تھا۔ ہم ایک دوسرے کے حریف تھے اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ ہم متضاد نظریات کے لئے کام کر رہے تھے۔ ہمارے نظریات میں زمین آسمان کا فرق نہ ہوتا تو ہماری راہیں الگ الگ ہوتیں اور ہم باہم متصادم نہ ہوتے لیکن یہ تصادم ناگزیر تھا۔ اس کے باوجود ہم حتی الامکان ایک دوسرے کی جانوں سے کھیلنے سے گریز کرتے رہے۔ تمہاری یہ بات بہرحال غلط ہے کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے ڈھیل دی۔ اس نے تو مجھے ہر طرح ناکامیوں سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی اور جب اس نے دیکھا کہ اس کی کوششیں بارآور ثابت نہیں ہو رہیں تو اس نے گوئٹے مالا میں ہوٹل کا وہ پورا کمرا ہی بم سے اڑا دیا جس میں میں مقیم تھا۔ اب یہ میری قسمت تھی کہ اس کے باوجود میں مر نہیں سکا۔ لیکن جس بات کے لئے تم اولیو ہاورڈ کو مورد الزام ٹھہراتے ہو کیا اب خود اسی غلطی کا اعادہ نہیں کر رہے ہو؟"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں نے تمہیں کوئی ڈھیل نہیں دی بلکہ تمہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے زندہ رکھا ہے۔"

"تم ایک چھوٹے آدمی ہو۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بہت چھوٹا بتایا۔ "اسی لئے تم اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ ایک بڑے آدمی کے کیا جذبات ہوتے ہیں۔ اولیو ہاورڈ بڑا آدمی تھا۔ وہ مجھے شکست سے دوچار کرنا چاہتا تھا۔ تم کیا جانو کہ حریف کو شکست سے دوچار کرنے میں کیا لطف آتا

ہے؟"

میرا خیال تھا وہ مشتعل ہو جائے گا مگر میری تمام باتیں سن کر بھی اس کے چہرے کی مسکراہٹ رخصت نہیں ہوئی۔

"اگر میں نے تمہارے قتل کا حکم صادر کیا تو یقین کرو بہت سوچ سمجھ کر کروں گا۔ تمہاری کسی بات پر مشتعل ہو کر ہرگز ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا لہٰذا تم اس سے بھی زیادہ کھل کر گفتگو کر سکتے ہو۔"

"میں تمہارے اس بیان کو غلط قرار دیتا ہوں کہ گوٹے مل ائرپورٹ پر میرے مقابلے میں کوئی معمولی شخص تھا۔" میں نے ودینگ آواز میں کہا "تم نے مجھے احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لئے ہی مرجانہ کو میرے پاس بھیجا جس نے یہی بات کہی۔ اب تم مجھے یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ میں کسی معمولی سے شخص کے قابو میں آ گیا۔"

"ہمارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے کہ میں تمہارے کسی صحیح تجزیے کو غلط قرار نہیں دوں گا لیکن تم نے کوئی غیر معمولی بات تو نہیں کہی۔ یہ تجزیہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔"

میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"تم نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی مجھے کمتر نہیں سمجھا۔ کیا خیال ہے کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ تجزیہ نہیں اندازہ ہے۔" ریڈل نے کہا "بہرحال یہ بھی غلط نہیں ہے۔"

"میں یہی بات دلائل کے ساتھ بھی کر سکتا ہوں مسٹر ریڈل لیکن مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے علی! میں نے تمہاری صلاحیتوں کے بارے میں جو اندازے لگائے تھے تم ان پر پورے نہیں اتر سکے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "تم نے میرے اور اس جنگلی کے درمیان مقابلے کی پوری فلم تیار کی ہے۔"

ریڈل چونک پڑا۔ "یہ بات بھی تم نے اندازے سے کہی ہے؟" اس کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"ظاہر ہے جب مرجانہ نے مجھے اس مقابلے کا حوالہ دیا ہے تو یقیناً وہاں اس قسم کے انتظامات ہیں جن کے ذریعے کسی کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جا سکے اور میں تم سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ تم نے اس مقابلے کی فلم نہ بنائی ہو۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے۔" ریڈل نے کہا "یہ تو ٹھیک ہے کہ وہاں خفیہ کیمرے نصب ہیں مگر فلم بنانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ ایک دلچسپ مقابلہ تھا۔ اس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہوتا تم اسے بار بار دیکھنا پسند کرتے۔ میں اس کے ہاتھوں مارا جاتا تب بھی اور اس کے برعکس ہوتا تب بھی۔ وہ میری جسمانی صلاحیتوں کا امتحان تھا اور اب تم میری ذہنی صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتے ہو تاکہ مجھ پر کوئی عمل کرنے سے پہلے یہ جان سکو کہ میں کس حد تک کارآمد ہوں اور مجھ سے کیا کیا کام لئے جا سکتے ہیں۔"

"یہ تمہاری خام خیالیاں ہیں۔ میں کسی شکست خوردہ شخص پر کیوں اتنی محنت کروں گا؟"

"تم یقین کرانا چاہتے ہو کہ میں محض اتفاقاً مار کھا گیا تھا یا واقعی میں اتنا ہی بودا ہوں۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم محض اندازوں کی بنیاد پر اتنی صحیح باتیں کس طرح کہہ رہے ہو۔" ریڈل نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"اس کی ایک بہت ہی خاص وجہ ہے مسٹر ریڈل" میں نے کہا "میں نے تمہاری جگہ خود کو رکھ کر غور کیا ہے اسی لئے اتنے صحیح نتائج اخذ کر رہا ہوں۔"

ریڈل نے بے اعتباری سے مجھے دیکھا "تم شاید مجھے تاریکی میں رکھنا چاہتے ہو۔"

"بات دراصل یہ ہے مسٹر ریڈل کہ تم نے بھی ابتدا غلط بیانی سے کی تھی۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو دوسروں پر بہت کم انحصار کرتے ہیں۔ میں یہ کس طرح مان لوں کہ تم نے ایک انتہائی اہم نوعیت کے معاملے میں کسی اور کا سہارا لیا ہوگا۔ گوٹے مل ایئرپورٹ پر مجھے دھوکا دے کر اغوا کرنے کا معاملہ تمہارے منصوبے کا سب سے اہم حصہ تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر ریڈل؟"

"مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے تم سے کیا غلط بیانی کی ہے تاکہ میں اس کی تصدیق یا تردید کر سکوں۔"

"کرنل شوالو" میں نے کہا "تم مجھے بار بار کرنل شوالو کا حوالہ دے کر گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"کرنل شوالو ہی وہ ہیرو ہے جس نے میرے لئے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ اس کا حوالہ دینے میں گمراہ کرنے کی کیا بات ہے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے بہت کوشش کی مگر نہیں مانے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یہ ایک الگ معاملہ ہے کہ میں مار کھا گیا اور تمہارے قابو میں مسٹر ریڈل لیکن تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اولو بار مجھے اپنا واحد حریف تصور کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ میں کوئی بات تو دیکھی ہوگی پھر آخر تم میرا امتحان لینے پر کیوں تلے ہوئے ہو۔ میں نے صرف ایک بار دھوکا کھایا ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ میں تم سے واقف نہیں تھا اور تم مجھ سے پوری طرح واقف تھے۔ اسی لئے تم نے خود میرے مقابلے پر آنے کا فیصلہ کیا۔"

"کیا مطلب!" ریڈل کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ کرنل شوالو کے میک اپ میں تم خود تھے مسٹر ریڈل!" میں نے کہا اور ریڈل مضطربانہ انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیڈ اور بڈ بھی چونکے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔ مرجانہ نے بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا تھا۔

"یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟" ریڈل نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اس کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ میرا معاملہ تم کسی اور پر نہیں چھوڑ سکتے تھے لیکن اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے جو میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔"

"یہ اندازہ تمہیں ابھی ہوا ہے یا ایئرپورٹ پر ہی ہو گیا تھا؟" ریڈل نے پوچھا۔

"ایئرپورٹ پر تو میں بے خبری میں مارا گیا مسٹر ریڈل! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی تیزی کا مظاہرہ کرو گے۔ یہ نتیجہ تو میں نے ہوش میں آنے کے بعد اخذ کیا تھا کہ شوالو کے میک اپ میں تم خود تھے۔"

ریڈل کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ پھر وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ "بظاہر تم جتنے بے ضرر نظر آتے ہو در حقیقت اتنے ہی خطرناک ہو۔" اس نے کہا۔

"یہ تو دیکھنے والی آنکھوں کا قصور ہے۔" میں نے بڑی انکساری سے کہا۔

"تم مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو علی! تمہاری صلاحیتیں اسرائیل کے لئے استعمال ہونی بے حد ضروری ہیں۔"

"اگر تم مجھے میری مرضی کے خلاف استعمال کر سکو تو یہ بالکل ممکن ہے ورنہ نہیں۔"

"تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف تمہاری مرضی سے استعمال کیا جائے گا لیکن اس سے قبل تمہیں چند امتحانوں سے گزارا جائے گا۔"

"کیا اب بھی مزید کسی امتحان کی ضرورت باقی رہ گئی ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا لیکن اچانک ہی اسکرین تاریک ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ہال میں بھی تاریکی چھا گئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بمشکل آدھے منٹ بعد ہال کی روشنیاں دوبارہ جل اٹھیں۔ تیز روشنی میں مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میرے نزدیک ہی ایک اور شخص بھی موجود ہے۔ وہ کب اور کس طرح اندر آیا اس کا مجھے پتا ہی نہیں چل سکا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میری سماعت اس طرح مجھے دھوکا بھی دے سکتی ہے۔ وہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کرتا مجھے احساس تو ہونا چاہئے تھا۔

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ کے قریب تھا۔ منحنی جسامت اور عمر کم از کم بھی پچاس سے اوپر ضرور تھی۔ اس نے سفید رنگ کا لبادہ زیب تن کر رکھا تھا اور اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی نظریں میرے جسم کے آر پار ہو رہی ہوں۔

"یہ کون ہے چیف؟" بڈ نے سرگوشی کی "مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا ہے۔"

"میرا نام لی کوان ہے دوستو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "اور میں موشے باورڈ کے حکم پر آپ لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

اسی وقت اسکرین دوبارہ روشن ہو گئی اور اس پر وہ فلم دکھائی جانے لگی جس میں میں اور جنگلی برسرپیکار تھے۔ ہال کی روشنیاں پھر بجھا دی گئی تھیں۔ میں بڑے غور اور توجہ سے اسکرین پر خود کو لڑتے دیکھ رہا تھا۔ خود کو لڑتے دیکھنا میرے لئے نیا تجربہ تھا۔ مجھے اپنی خامیاں نظر آ رہی تھیں۔

فلم ختم ہونے پر اسپاٹ لائٹس روشن ہو گئیں اور اسکرین پر دوبارہ ریڈل نظر آنے لگا۔ لی کوان مجھ سے دس فٹ آگے تھا اور اس کی نگاہ اسکرین پر جمی ہوئی تھی۔

"تم نے فائٹ دیکھی لی کوان!" ریڈل نے کہا "تمہارا کیا تبصرہ ہے؟"

"جنگلی بہت طاقتور تھا اور علی کو اس پر صرف تکنیک کی برتری تھی۔ اسی وجہ سے جنگلی کو شکست ہوئی۔"

"کیا اس جنگلی کو تربیت نہیں دی جا سکتی؟" ریڈل نے سوال کیا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ گفتگو مجھے سنانے کے لئے کی جا رہی ہے۔

"ہم اس پر کوشش کر کے دیکھ چکے ہیں۔ اس میں سیکھنے کی صلاحیت کا فقدان ہے۔" لی کوان نے جواب دیا۔

"علی کی صلاحیتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

ریڈل نے پوچھا۔

"باصلاحیت معلوم ہوتا ہے مگر یہ مارشل آرٹس سے ناواقف ہے۔" لی کوان نے کہا۔

"تم نے سنا علی! ماسٹر لی کوان کے تجزیے کے مطابق تم مارشل آرٹس سے ناواقف ہو۔ جنگلی کو شکست دے کر تم نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔"

"میں ماسٹر کے تجزیے کو چیلنج نہیں کروں گا۔" میں نے کہا "اور مجھے اس بات سے بھی اختلاف نہیں ہے کہ جنگلی کو شکست دے دینا کوئی کارنامہ نہیں تھا؟"

"تم یقیناً یہاں سے نکلنے کے خواہاں ہو گے۔ ممکن ہے تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش بھی کرو اور اسی چکر میں کوئی نقصان اٹھا جاؤ۔"

"اگر مجھے فرار ہونے کی کوشش کرنی ہوتی تو اب تک کر چکا ہوتا مسٹر ریڈل!"

"ہاں، مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے کہ تم نے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"میں صرف اس قسم کی کوشش کرنے کا عادی ہوں جس میں کامیابی کے کچھ نہ کچھ امکانات ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اس جزیرے سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔"

ریڈل بری طرح چونک پڑا۔ "تمہیں کس نے بتایا کہ یہ کوئی جزیرہ ہے؟" باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے کی حیرت نہیں چھپا سکا تھا۔

"ہر بات بتانے سے نہیں معلوم ہوتی مسٹر ریڈل! جو کچھ آدمی سیکھتا ہے اگر اسے بروئے کار لا کر کچھ اخذ نہ کر سکے تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ سیکھنے سے تائب ہو جائے۔"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ لیکن میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہاں سے فرار ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے البتہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک موقع فراہم کر سکتا ہوں۔"

"فرار ہونے کا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں" ریڈل نے میرے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا "اگر تم میری ایک شرط پوری کر دو تو میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت رہا کر دوں گا۔"

"اوہو" میں نے غور سے ریڈل کو دیکھا۔

"ماسٹر لی کوان کو زیر کر لو۔ تم دنیا میں جس جگہ جانے کی خواہش کرو گے تمہیں پہنچوا دیا جائے گا۔"

میری نگاہ کا زاویہ بدل گیا۔ اب میں لی کوان کو دیکھ رہا تھا جس کی پشت میری طرف تھی۔ اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"یہ مقابلہ ایک ہی کا ہے مسٹر ریڈل؟" کیا تم نے کہا... لی کوان سے نہ الجھنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"جب تم چاہو" ریڈل نے کہا پھر لی کوان سے مخاطب ہوا "تمہارا کیا خیال ہے ماسٹر؟"

"تم جانتے ہو کہ لی کوان ہر وقت تیار رہتا ہے۔" لی کوان نے جواب دیا۔

"مسٹر بڈ، میتھیو ایکس اور مرجانہ دیوار کے ساتھ ہو جائیں۔ ہم ایک عظیم فائٹ دیکھنے والے ہیں۔ علی یار خان بمقابلہ ماسٹر لی کوان۔"

تینوں افراد دیوار کے ساتھ جا لگے۔ ہال کے وسط میں صرف میں اور لی کوان رہ گئے تھے۔ لی کوان نے اب تک پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھا تھا۔

"میں تین تک گنوں گا۔" ریڈل نے کہا "اس کے ساتھ ہی مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کوئی حریف دوسرے پر اپنی برتری ثابت نہ کر دے۔ مقابلے کے دوران کوئی بھی داؤ آزمایا جا سکتا ہے کسی بھی قسم کا فاؤل کیا جا سکتا ہے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ ایک، دو، تین۔"

ریڈل کے تین کہتے ہی ہال تیز روشنی میں نہا گیا۔ اسکرین پر نظر آنے والی ریڈل کی تصویر دھندلا کر رہ گئی تھی اور لی کوان... وہ تو اب بھی میری طرف پشت کئے کھڑا تھا۔ میری چھٹی حس مجھے کسی بڑے خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میری عافیت اسی میں ہو کہ میں اس سے مقابلہ نہ کروں۔ بظاہر بے ضرر نظر آنے والے اس بوڑھے شخص میں معلوم نہیں کیا بات تھی جو مجھے اس پر حملہ آور ہونے سے روک رہی تھی۔ ریڈل نے بھی اتنا بڑا داؤ بغیر کسی معقولیت کے نہیں کھیلا ہو گا۔ میں ریڈل کے کسی جال میں پھنسنے کو تیار نہیں تھا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو علی؟" ہال میں ریڈل کی آواز گونجی "لی کوان سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟"

"لی کوان کی پشت میری طرف ہے اور عقب سے وار کرنا بزدلی کی علامت ہے ریڈل! شاید تمہارا ماسٹر مقابلے سے کترا رہا ہے۔"

میری بات سن کر لی کوان آہستہ سے میری جانب گھوما۔ اس کے ہونٹوں پر بہت ہلکا سا تبسم تھا اور اگر میں نے غلط نہ سمجھا تھا تو اس کی آنکھوں میں میرے لئے تعریفی چمک بھی تھی۔

لی کوان نے اپنا رخ میری طرف تو کر لیا مگر وہ اب بھی اپنی جگہ پر ہی کھڑا تھا۔ نہ تو اس نے میری طرف ایک قدم بڑھایا اور نہ ہی حملہ کرنے کا کوئی انداز اختیار کیا۔ میں بھی اپنی جگہ کھڑا رہا۔

"اب کیا ہو گیا علی!" ریڈل کی آواز آئی "اب تو تمہاری شکایت دور ہو گئی۔ آگے کیوں نہیں بڑھتے۔"

"میں کسی پر ہاتھ اٹھانے میں پہل نہیں کرتا ریڈل! لہٰذا اگر تم مجھ سے یہ توقع کر رہے ہو کہ میں لی کوان پر حملہ کروں گا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

"تو پھر تم نے لی کوان سے مقابلہ کرنے کی ہامی کیوں بھری تھی؟" ریڈل نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے تم نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا۔ یہ مقابلہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ لی کوان خود مجھ پر حملہ کرے۔"

"لی کوان نے اپنی زندگی میں کسی پر ہاتھ اٹھانے میں پہل نہیں کی نوجوان!" لی کوان نے کہا "اور تمہاری خاطر اپنا یہ اصول نہیں توڑ سکتا۔ اور پھر یہ مقابلہ میری نہیں تمہاری ضرورت ہے۔ میری شکست کی قیمت پر ہی تمہیں آزادی مل سکے گی۔ تمہیں ایک اچھا موقع مل رہا ہے۔ اسے کیوں ضائع کر رہے ہو؟"

"اسے موقع کہتے ہیں کہ کسی کو روند کر نکل جاؤ... میں یہ بات نہیں مانتا۔ تم سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ محض ریڈل کو خوش کرنے کے لئے میں تم پر کیوں ہاتھ اٹھاؤں؟"

"مجھے خوش کرنے کے لئے نہیں مسٹر علی! اپنی آزادی کے لئے۔ تمہیں رہا کرنے کے لئے میری واحد شرط یہی ہے کہ لی کوان کو زیر کرو اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔"

متھیو اور بڈ میرے اس رویے پر حیران تھے۔ ان کے خیال میں یہ ایک سنہری موقع تھا جس سے فائدہ نہ اٹھا کر میں نااہلی کر رہا تھا۔

"کیا غضب کر رہے ہو چیف!" بڈ نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "آگے بڑھ کر حملہ کرو چیف! اس سے اچھا موقع پھر تمہیں نہیں مل سکے گا۔"

"تم میرے اصول سے واقف ہو بڈ! اس کے باوجود ایسی باتیں کر رہے ہو؟" میں نے بڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا مگر میری توجہ لی کوان کی طرف تھی۔

"کیا تم نے رہائی کا وہ واحد موقع ضائع کر دیا جو میں نے تمہیں فراہم کیا تھا۔" ریڈل نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہیں اپنے جواب سے آگاہ کر چکا ہوں۔" میں نے کہا "اور اب مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ یہ مقابلہ بھی نہیں ہو سکے گا۔"

"میں نے تمہیں بہت آسان ہدف دیا تھا۔ ماسٹر لی کوان کو زیر کرنا تمہارے لئے زیادہ مشکل نہ ہوتا۔ یہ ایک منحنی آدمی ہے، قد میں بھی تم سے چھ انچ کم ہے۔ تم نوجوان ہو جبکہ وہ بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھ چکا ہے۔"

"اگر لی کوان مجھ سے کمزور ہے اور عمر میں بھی مجھ سے بڑا ہے تو اس کا حق دگنا ہو گیا۔ کمزور کو تحفظ فراہم کرنا چاہئے اور بزرگوں کی عزت کرنا چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں لی کوان پر جوابی بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکوں گا۔"

"بس تو پھر یہ موقع ضائع سمجھو اور مقابلے کا وقت بھی ختم ہوا۔ اب تم کبھی رہا نہیں ہو سکو گے۔ میں تمہیں ذہنی مشین میں تبدیل کر دوں گا اور تمہارے نظریات تبدیل کرنے کے لئے سائنٹیفک بنیادوں پر آج سے ہی کام شروع ہو جائے گا۔"

"میں اس سے اختلاف کروں گا۔" لی کوان نے کہا۔ "نظریات کی تبدیلی کے لئے جو دوائیں استعمال کرائی جائیں گی ان سے اس کی سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہو سکتی ہے اور میں یہ ہرگز گوارا نہیں کروں گا۔"

"کچھ مجھے تو معلوم ہو آخر میرے بارے میں یہ کس قسم کی گفتگو کی جا رہی ہے۔" میں نے کہا "تم لوگ مجھے کیا سکھانا چاہتے ہو اور مجھے کون سی دوائیں استعمال کرائی جائیں گی؟"

"لی کوان کے اعتراض کے بعد اب پہلے تمہیں مارشل آرٹ کی تربیت دی جائے گی۔" ریڈل نے کہا "تمہارے نظریات کی تبدیلی کے لئے عمل بعد میں شروع کیا جائے گا۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کس قسم کی دوائیں استعمال کرانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ان دواؤں کے مجھ پر کیا اثرات ہوتے۔ یہ خیال ہی لرزا دینے والا تھا کہ میں اسرائیل کے لئے کام کروں گا۔

"میں مارشل آرٹ سے واقف ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں نے اس کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ اب آخر مجھے کیا سکھایا جائے گا؟"

"تم کچھ بھی نہیں جانتے۔" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "تم نے جن لوگوں سے مارشل آرٹ کی تربیت حاصل کی ہے وہ خود بھی اس فن سے ناواقف ہوں گے۔ کسی اور کو کیا سکھائیں گے؟"

"تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میں نے ایک جنگلی لڑاکے کو کتنی آسانی سے زیر کر لیا۔ اگر میں اناڑی ہوتا تو اس سے مار کھا گیا ہوتا۔"

"اسے شکست دینے میں تمہاری پھرتی کا زیادہ ہاتھ ہے

فنی اعتبار سے تمہاری کارکردگی نہ صرف ناقص رہی بلکہ تم نے کئی غلطیاں بھی کیں۔" لی کوان نے کہا۔ "تمہیں طویل اور سخت تربیت کی ضرورت ہے۔"

"اور اگر میں یہ تربیت حاصل کرنے سے انکار کردوں تو؟"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" رینڈل نے کہا "یہ بڑے خسارے کا سودا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر تشدد کروں۔"

"یہ بھی تمہاری مجبوری ہے۔ تم ہر فیصلہ اپنے مفاد میں کرتے ہو۔ مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش مت کرو کہ تم مجھ پر کوئی احسان کررہے ہو۔"

رینڈل مسکرایا "میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں نے تمہارے مفاد میں کوئی فیصلہ کیا ہے۔ یہ مشورہ البتہ تمہارے مفاد میں ضرور ہے کہ ہم سے تعاون کرو۔ آگے تمہاری مرضی مشورہ قبول کرو یا نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے" میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ اس لئے تم سے تعاون کروں گا۔ مگر مجھے مارشل آرٹس سکھائے گا کون؟"

"ماسٹر لی کوان کے علاوہ یہ کام اور کون کرسکتا ہے۔ تمہیں فوری طور پر ان کی شاگردی میں دیا جاتا ہے۔ تم ان کے تعاون سے جلد از جلد سب کچھ سیکھ لو....."

"مارشل آرٹس کو سیکھنا مذاق نہیں ہے۔ اس میں بہت وقت لگتا ہے۔" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اور پھر ہر شخص اسے سیکھ بھی نہیں سکتا۔"

"وقت تو خیر لگتا ہے۔" میں نے کہا "لیکن جب ہر شخص مارشل آرٹس نہیں سیکھ سکتا تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں اسے سیکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"لی کوان بھی نااہل کو اپنی شاگردی میں نہیں لیتا۔" رینڈل نے کہا "میرا خیال ہے تمہارا شمار خوش قسمت ترین افراد میں ہوتا ہے۔ تم پہلے خوش نصیب ہو جسے لی کوان نے اس مقصد کے لئے چنا ہے۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری اہلیت کے بارے میں فیصلہ کس بنیاد پر کیا گیا ہے؟"

"مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تمہارے پاس بہت موقع تھا مگر تم نے اپنی آزادی کو قربان کردیا۔ ایک کمزور پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ یہ تمہارا سب سے بڑا امتحان تھا۔"

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا مسٹر لی کوان! اگر میں تم پر حملہ کر بیٹھتا تو کیا ہوتا؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا کہ میں تمہیں اپنی شاگردی میں لے لیتا۔"

"مجھے اتنا بے صلاحیت بھی مت سمجھو۔ بابا یہ کہ صورت میں تم فوری طور پر شکست تسلیم کرکے اپنی جان بچالیتے۔"

"میں دنیا کا واحد ماسٹر ہوں۔" لی کوان نے بڑے ... انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا "اور ماسٹر کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس پر دھوکے سے بھی قابو نہیں پایا جاسکتا۔"

"یہ تو صرف تمہارا بیان ہے میں اس پر کس طرح یقین کرلوں؟" میں نے بے اعتباری سے کہا۔

"اب شاید تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہو رہا ہے۔ چاہو تو اب بھی مجھ سے مقابلہ کرسکتے ہو۔"

"میں ایک بار فیصلہ کرتا ہوں اور پھر اس پر قائم رہتا ہوں۔ وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے جو اپنے فیصلے پر پچھتاتے ہوں گے۔ مجھے تو صرف اس بات پر حیرت ہے کہ اگر میں تم پر عقب سے حملہ کردیتا تو کیا ہوتا؟"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو مسٹر علی کہ لی کوان تمہارا ہونے والا استاد ہے۔ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہوتی تو اسے تمہارا استاد مقرر کیا گیا ہے۔"

"مجھے یہ بات ماننے میں تامل نہیں ہے کہ مسٹر لی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں لیکن اب ان کی عمر نہیں رہی جس میں آدمی اپنے فن کو پھرتی سے استعمال کرتا ہے۔ میرے اور ان کے درمیان بیس سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ میں ان پر حملہ کر بیٹھتا تو انہیں کچھ نہ کچھ نقصان ضرور پہنچتا۔"

میری بات سن کر لی کوان مسکرایا۔ اس کے مسکرانے کا انداز ایسا تھا جیسے کسی بچے کی لن ترانیوں پر کوئی بڑا مسکراتا ہے۔

"تم حجت بہت زیادہ کرتے ہو۔" اس نے کہا "یہ بات پسند نہیں ہے۔ فنی تربیت کے دوران یہ عادت تمہارے لئے بہت مضر ثابت ہوگی۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا "لیکن جو بات بہت زیادہ ناممکن محسوس ہو رہی ہو اس کا اظہار کئے بغیر بھی تو نہیں رہا جاسکتا۔"

"میں تمہیں اپنی شاگردی میں قبول کرچکا ہوں اس لئے تربیت شروع ہونے سے قبل میں تمہیں مطمئن کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ انگلی دیکھ رہے ہو۔" لی کوان نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت بلند کی "محض اس ایک انگلی سے میں تمہارا کان تمہارے جسم سے علیحدہ بھی کرسکتا ہوں لیکن میں صرف تمہارا کان چھونے پر اکتفا کروں گا۔ پہلے دایاں کان اس کے بعد بایاں اور کدی... ٹھیک ہے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا لیکن مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ وہ کہہ رہا ہے کرکے بھی دکھا سکتا ہے۔

"تمہارا کان چھونے کے لئے ظاہر ہے مجھے تمہارے قریب آنا پڑے گا۔ تمہارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف پھرتی کا مظاہرہ کرکے بچ جاؤ بلکہ تم روکنے کے لئے مجھ پر حملہ بھی کرسکتے ہو۔ خواہ اس سے مجھے کوئی بڑا نقصان ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔"

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھ سے یہ نہیں ہوسکے گا۔" میں نے کہا "میں بچنے کی کوشش تو ضرور کروں گا مگر تم پر جوابی حملہ کرنا میرے بس کی بات نہیں ہوگی۔"

"تم کیا کرتے ہو کیا نہیں کرتے۔ اس سے مجھے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے اصرار پر ایک مظاہرہ کر رہا ہوں۔ چلو سنبھلو میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔ بعد میں نہ کہنا کہ تم تیار نہیں تھے۔"

میں سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے خاصا ناممکن قسم کا دعویٰ کیا تھا مگر اس کے باوجود میری خود اعتمادی بری طرح متزلزل تھی۔ معلوم نہیں کیوں مجھے یقین تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے کرکے دکھا دے گا۔

لی کوان کا جسم متحرک ہوا۔ وہ میرے بائیں پہلو کی طرف جھپٹا تھا۔ میں اس سے بچنے کے لئے دائیں طرف ہٹ گیا لیکن وہ بائیں طرف آیا ہی کب تھا۔ اس کی ایک سی جھلک میں نے اپنے دائیں جانب دیکھی تھی اور اس کے ساتھ ہی اپنے دائیں کان پر اس کی انگلی کی دستک محسوس کی تھی۔ میں بڑی تیزی سے ایڑی کے بل گھوما لیکن میں اس کی دوسری جھلک بھی نہ دیکھ سکا۔ اس نے البتہ نہ صرف میرے بائیں کان کو چھوا بلکہ میری گدی پر ایک ٹھوکا لگا دیا تھا اور اس کے بعد اسی جگہ کھڑا ہوا نظر آیا جہاں سے اس کا سفر شروع ہوا تھا۔

"کیا خیال ہے علی!" لی کوان نے پوچھا "اب تمہیں یقین آیا؟"

میں نے حیرانہ انداز میں اسے دیکھ کر پلکیں جھپکائیں "جو کچھ ابھی میرے ساتھ ہوا ہے وہ کسی اور نے مجھ سے بیان کیا ہوتا تو میں کبھی اس پر یقین نہ کرتا۔"

"میں اپنا فن تمہیں منتقل کردوں گا۔ تم میرے شاہکار ہوگے بے مثال تخیر۔"

"اسے جلد از جلد ذہنی مشین میں تبدیل کردو لی کوان!" رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "تاکہ اس کی صلاحیتیں مسلم دنیا کے خلاف استعمال کی جاسکیں۔"

"یہ جلدی کا کام نہیں ہے مسٹر!" لی کوان بے رخی سے بولا "اس کے پڑھنے میں عمریں بیت جایا کرتی ہیں۔"

"اتنا انتظار نہیں کیا جاسکتا لی کوان! اینگلو میں ویسے ہی اچھے ایجنٹوں کی کمی ہے۔"

"تم لوگ تو بس ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے چکر میں لگے رہتے ہو۔ دو سال تو اسے مارشل آرٹس کی بنیادی باتیں سکھانے میں ہی لگ جائیں گے۔"

"تمہیں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کا عرصہ دیا جاسکتا ہے۔ اتنے ہی عرصے میں جو کچھ سکھا سکتے ہو سکھا دو۔ ہم کسی بین الاقوامی مقابلے میں شرکت کی تیاری نہیں کر رہے۔"

"مارشل آرٹس کوئی مذاق نہیں ہے موٹے بادرڈ! چھ ماہ میں کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"تم نے جس شخص کو اپنی شاگردی میں لیا ہے وہ ہر امتحان میں پورا اترا ہے۔ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ اس کی سیکھنے کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی ہوں گی۔ اس کے باوجود اگر تم دو سال پر اصرار کرو تو تمہارا کیا کمال ہے۔ یہ تو وہ شخص ہے جس نے اپنی موجودہ حالت میں بھی دنیا بھر کے مایہ ناز ایجنٹوں کو ناکوں چنے چبوا دیے۔"

"تم لوگوں کو تو بس کام چلانے سے غرض ہوتی ہے۔" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "ٹھیک ہے میں اسے چھ ماہ میں زیادہ سے زیادہ سکھانے کی کوشش کروں گا لیکن یہ میرے خوابوں کی تعبیر نہیں بن سکے گا۔ اگر یہ کسی محاذ پر شکست سے دوچار ہوجائے تو لی کوان کو الزام مت دینا جو کچھ بھی ہوگا تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہوگا۔"

"مجھے منظور ہے۔" رینڈل کی آواز خوشی کی شدت سے لرز رہی تھی "تمہیں کوئی الزام نہیں دیا جائے گا۔ بس تم ابھی سے اس کی تربیت شروع کردو۔"

"مجھے بھی کچھ کہنا ہے جناب!" اچانک بڈ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ٹوکیو کے ایئرپورٹ پر آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ..."

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے مسٹر بڈ!" رینڈل نے مسکرا کر کہا "تمہارے چیف نے مجھے مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ اگر وہ مجھے شناخت نہ کرتا تو میں اپنا وعدہ پورا کرنے سے بری الذمہ ہوجاتا۔ اس لئے کہ وعدہ تو کرنل عمرالو نے کیا تھا۔"

"تو پھر میں کوئی اچھی امید رکھوں؟" بڈ نے بہت خوش ہو کر کہا۔

"بالکل مسٹر علی! زندگی کے لمحات کو رنگین بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ میں آج ہی تمہارے لئے بندوبست کرادوں گا۔"

ہم اس عمارت سے باہر آئے تو مرجانہ وہیں رہ گئی تھی اور لی کوان ہمارے ساتھ ہی باہر آیا تھا۔

"اب تم لوگ بیرک میں نہیں رہو گے۔" لی کوان نے کہا پھر سامنے سے گزرتے ہوئے ایک شخص کو آواز دے کر اس سے کہا کہ ٹومی کو گیارہ نمبر میں چھوڑ آئے۔ میں نے اس شخص کے ساتھ جانے کے لئے قدم بڑھایا تو لی کوان نے مجھے ٹوک دیا۔

"تم کہاں چلے تمہیں تو اب چھ مہینے کا عرصہ میرے ساتھ گزارنا ہے۔ تم میرے ہی ساتھ بارہ نمبر میں رہو گے۔"

میں نے تذبذب اور بڈ کو اس شخص کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا اور خود لی کوان کے ساتھ چل پڑا جس کا رخ گراؤنڈ کی طرف تھا۔

گراؤنڈ میں تیز چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ گرمی بہت زیادہ تھی اور ہوا اگرچہ مرطوب اور ٹھنڈی تھی مگر وہ درجہ حرارت تو کم نہیں کر سکتی تھی۔ گراؤنڈ تک پہنچتے پہنچتے میں پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔

"وہ سامنے جنگل دیکھ رہے۔" لی کوان نے اس طرف اشارہ کیا جہاں سے ہم صبح گزر کر یہاں آئے تھے "یہاں سے وہاں تک کا فاصلہ پانچ سو میٹر کے قریب ہوگا۔ تم یہ فاصلہ زیادہ سے زیادہ کتنی دیر میں طے کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے مجھے تین منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" میں نے کہا۔

"تین منٹ!" لی کوان نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "تین منٹ میں پانچ سو میٹر کا مطلب سمجھتے ہو۔ تمہارے دوڑنے کی رفتار صرف دس کلو میٹر فی گھنٹہ ہے۔"

"میں نے اندازاً کہا تھا ممکن ہے یہ فاصلہ میں دو منٹ میں ہی طے کرلوں۔"

"یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ تو کوئی بچہ بھی کرلے گا۔"

میں نے لی کوان کو حیرت سے دیکھا "میں آدمی ہوں مسٹر لی کوان! کوئی ریسنگ کار نہیں ہوں۔"

"ریسنگ کار انسان نے بنائی ہے اور انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی ہی بنائی ہوئی کسی چیز سے شکست کھا جائے۔"

"کل کو تم یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہو کہ آدمی کو ہوائی جہاز سے بھی تیز اڑنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

[illegible] انسان کا کام [illegible] ہے۔" لی کوان فیصلہ کن لہجے میں بولا "اب تم گھڑی کی سوئیاں دیکھ کر دوڑنا شروع کردو۔ تمہیں مجھ سے پہلے وہاں پہنچنا اور اپنی انتہائی رفتار سے پیچھے دیکھے بغیر دوڑنا ہے۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظریں جمادیں۔ جیسے ہی سیکنڈ کی سوئی بارہ کے ہندسے پر پہنچی میں نے دوڑ لگادی۔ نہ تو میں نے لی کوان کو کچھ کہنے کی زحمت کی تھی اور نہ ہی میں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی تھی کہ وہ بھی میرے پیچھے آرہا ہے یا نہیں۔ اس نے ایک بار مجھے شکست دی تھی اور اب میں اسے ہرانے کے موڈ میں تھا۔ وہ بوڑھا آدمی تھا۔ لاکھ پھرتیلا ہونے کے باوجود پانچ سو میٹر کے فاصلے تک مجھ سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ میں انتہائی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ اس وقت میرا مقصد صرف ایک ہی تھا۔ جس طرح بھی ممکن ہو لی کوان کو شکست سے ہمکنار کروں تاکہ وہ آئندہ میرے سامنے بڑی باتیں نہ کرسکے۔ میں اسے زیادہ سے زیادہ فاصلے سے ہرانا چاہتا تھا۔ اس نے میری رفتار کو کچھوے سے تشبیہ دے کر میری توہین کی تھی۔ میں اس کی طرف صرف نظر نہیں کر سکتا تھا۔

گراؤنڈ کے اختتام پر پہنچ کر میں نے سب سے پہلے گھڑی پر نظر ڈالی۔ پانچ سو میٹر کا فاصلہ میں نے صرف ایک منٹ پچپن سیکنڈ میں طے کرلیا تھا۔ میرے سامنے ہی جنگل کا راستہ تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالنے کے بعد میں مڑا اور لی کوان کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اسے کہیں موجود نہ پاکر پہلے تو میں حیران ہوا پھر مجھ پر غصہ آگیا۔ مجھے گراؤنڈ میں دوڑا کر خود وہ عقب سے کھسک گیا تھا۔

"تم مجھے غلط جگہ تلاش کر رہے ہو۔" میں نے لی کوان کی آواز سنی۔ آواز عقب سے آئی تھی۔ میں بوکھلا کر مڑا۔ وہ جنگل کے داخلی دروازے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میرے لئے اس کی وہاں موجودگی قطعی ناقابل یقین تھی۔ یہاں تک آنے کے لئے اس کا میرے برابر سے گزرنا لازمی تھا۔ ایسی کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ میری نظروں سے بچ کر نکل سکتا۔ پھر وہ وہاں کیسے پہنچا؟

"تمہاری حیرت بجا ہے علی!" لی کوان نے مسکراتے ہوئے کہا "میں گراؤنڈ کے کنارے کنارے دوڑتا دوسرے راستے سے جنگل میں داخل ہوا تھا اور اندر گھوم کر اس طرف سے باہر آیا ہوں۔ اسی لئے تم مجھے نہیں دیکھ سکے۔"

"اس طرح تو تمہیں مجھ سے دگنا فاصلہ طے کرنا پڑا!"

میری حیرت بڑھ گئی تھی۔

"تو کیا ہوا" لی کوان بدستور مسکرا رہا تھا "ماسٹر فاصلوں سے نہیں گھبرایا کرتے۔"

"دگنا فاصلہ طے کرنے کے باوجود تم اتنی جلدی کس طرح یہاں پہنچ گئے؟"

"میں تمہیں کسی حد تک سمجھ چکا ہوں علی! جب تک تم دل سے کسی کی برتری تسلیم نہیں کرلو اس کے کہنے پر آنکھ بند کرکے عمل نہیں کر سکتے اور ایک شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ استاد کے کہنے پر بلا چون و چرا عمل کرے۔ اس کے بغیر کامیاب ہونا مشکل ہوتا ہے۔ مجھے چونکہ بہت کم وقت دیا گیا ہے اس لئے میں نے یہ مظاہرہ کرنا ضروری سمجھا تاکہ تم میری برتری پوری طرح تسلیم کرلو اور مجھ سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سیکھو۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ میں نے اس کی برتری اسے دیکھتے ہی تسلیم کرلی تھی۔ جہاں تک میں نے اندازہ لگایا تھا اس کے مطابق وہ صرف ایک ملازم تھا۔ ایک ایسا ملازم جو اپنی باتیں منوا بھی سکتا تھا۔ اس کی ملازمت کی نوعیت کیا تھی یہ مجھے معلوم نہیں تھا لیکن یہ ضرور تھا کہ بظاہر وہ میرے عزائم کی راہ میں حائل ہوتا نظر نہیں آرہا تھا بلکہ اپنا فن مجھے منتقل کرکے وہ مجھ سے معاونت کر رہا تھا۔ ریڈل ہاورڈ نے میرے بارے میں جس قسم کے عزائم ظاہر کئے تھے ان کے پیش نظر ممکن نہیں تھا کہ جو کچھ میں سیکھتا اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا۔ لیکن کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل کے صفحات پر کیا تحریر ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے طور پر مختلف منصوبے بناتا ہے مگر وقت کے بے رحم ہاتھ سب کچھ تبدیل کرکے رکھ دیتے ہیں۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم سوچیں وہ من و عن پورا ہو جائے۔

میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ میں نے ریڈل کو پکڑنے کا منصوبہ بنایا تھا مگر خود اس کے جال میں پھنس گیا تھا اور اتنی بری طرح پھنسا تھا کہ ہر کام اپنی مرضی سے کرنے کے باوجود ریڈل کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجھے اپنے مذموم عزائم کے لئے مسلمانوں کی خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا اور میں نے محض اس توقع پر خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا کہ شاید قدرت مجھے کوئی موقع فراہم کردے اور جو مہلک فن میں لی کوان سے سیکھوں اسے یہودیوں کی خلاف استعمال کر سکوں۔

"میں نے تمہاری برتری تسلیم کرلی ہے لی کوان۔" آخر کار میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "بے فکر رہو جو کچھ کہو گے میں اس پر بے چون و چرا عمل کروں گا۔"

"سوچ لو علی!" لی کوان نے معنی خیز انداز میں کہا "تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔ ممکن ہے تم اپنے قول پر پورے نہ اتر سکو۔"

"یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوتا ماسٹر! جب مجھے تمہاری نیت پر شبہ ہوتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنی بساط بھر تمہاری ہر بات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

لی کوان کی آنکھیں چمکنے لگیں "کسی کو اپنا شاگرد بنانے کے لئے میری تین شرائط تھیں جن سے میں نے موشے ہاورڈ کو بھی آگاہ کردیا تھا۔ میں صرف اس شخص کو اپنی شاگردی میں لے سکتا تھا جو میری تینوں شرائط پر پورا اترتا۔ جانتے ہو وہ تین شرائط کیا تھیں۔ صلاحیت، ذہانت اور عالی ظرفی۔ تم ان تینوں صلاحیتوں کا حسین مجموعہ ہو۔ میں تمہیں صرف اپنا فن منتقل کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے علاوہ جو باتیں ہوں گی وہ تم خود سیکھ لو گے۔"

میں اسے الجھے ہوئے انداز میں دیکھتا رہا۔ معلوم نہیں جو کچھ اس نے کہا تھا اس کا مطلب کیا تھا لیکن میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اس نے بھی مزید کوئی وضاحت نہیں کی اور مجھے اپنے ساتھ جنگل میں لے گیا۔

"انسان اشرف المخلوقات ہے۔ وہ جانوروں کو اپنی عقل سے تو زیر کرلیتا ہے مگر مقابلہ کرکے انہیں زیر نہیں کر سکتا۔" لی کوان نے مجھ سے کہا "کیا تم اس کی وجہ بتا سکتے ہو؟"

"میرے خیال میں اس کی تین اہم وجوہات ہیں۔ طاقت، پھرتی اور بے حسی۔" میں نے کہا۔

"تمہاری بات بالکل غلط ہے۔ جانوروں کی حسیات انسانوں سے کہیں بہتر ہوتی ہیں۔ خاص طور پر سونگھنے سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے اس سے اتفاق کیا۔ "ان معاملات میں جانور انسانوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔"

"قدرت نے انسان کو ہر صلاحیت سے نوازا ہے۔ ساتھ ہی یہ گنجائش بھی رکھی ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو جتنا چاہے بڑھا لے۔" لی کوان کہہ رہا تھا "ہم چونکہ فطرتاً آرام طلب ہوتے ہیں اس لئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری حسیات ماند پڑتی چلی جاتی ہے۔ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اپنی ان حسیات کو جانوروں کے برابر بڑھالیں۔"

"ہم اپنی صلاحیتوں میں کتنا ہی اضافہ کیوں نہ کرلیں محض اپنی جسمانی صلاحیتوں کی بنیاد پر جانوروں کو شکست

نہیں دے سکتے۔"

"مگر انسانوں کے لئے ناقابل تسخیر ثابت ہو سکتے ہیں۔ مارشل آرٹس میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اپنی حسیات کو ترقی دینا بے حد ضروری ہے۔ یاد رکھو درندوں سے نمٹنے کے لئے درندوں والے اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔"

لی کوان مجھے لیکچر دیتا رہا اس کے لیکچر کا محور درندوں کے اوصاف تھے۔ مثال کے طور پر شیر جب جنگل میں شکار کے لئے نکلتا ہے تو اس کے چلنے سے ذرا سی بھی آہٹ پیدا نہیں ہوتی حالاں کہ جنگل میں سوکھی ہوئی شاخیں بھی ہوتی ہیں جو پیروں کے نیچے آکر ٹوٹ بھی سکتی ہے مگر شیر اور دیگر جنگلی درندے ان سے کس طرح بچ کر نکلتے ہیں۔

میں اس کی کہی ہوئی ہر بات کا ایک ایک لفظ ذہن نشین کر رہا تھا۔ اس کی ہر بات بہت کار آمد تھی۔ میں نے جوڈو کراٹے سیکھا ضرور تھا مگر وہ صرف جسمانی داؤ پیچ تک ہی محدود رہا تھا اور لی کوان مجھے جو کچھ بتا رہا تھا وہ اس سے کہیں آگے کی چیزیں تھیں۔

"ایک اور چیز بھی ہے جسے رفتار کہتے ہیں اکثر اوقات ہم صرف رفتار کے بل پر حریف کو مات دے سکتے ہیں۔ تمہیں اپنی رفتار میں بھی اضافہ کرنا پڑے گا۔ تمہاری موجودہ رفتار بڑی مایوس کن ہے۔"

پھر لی کوان نے مجھے عجیب قسم کی مشقیں شروع کرا دیں بہت مشکل قسم کی مشقیں تھیں مگر لی کوان نے مجھے ایسے گر بتائے جن کی وجہ سے مجھے وہ مشکل مشقیں آسان معلوم ہونے لگیں۔ پہلے روز مجھے چار گھنٹے تک جسمانی ورزشیں کرنا پڑیں۔ مجھے اچھی خاصی تھکن محسوس ہونے لگی تھی مگر میں نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ دوپہر کا کھانا بھی ورزشوں کی نذر ہو گیا تھا۔

"تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔" شام پانچ بجے کے قریب لی کوان نے مجھ سے کہا۔

"بھوک تو لگ رہی ہے ماسٹر لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ابھی میرے جسم میں بہت توانائی موجود ہے۔"

لی کوان مسکرا دیا "چھ مہینے تک ہر چیز میں میرے پابند رہو گے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ مجھے لے کر سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ جزیرے کی شمالی سمت تھی۔ سمندر سے کچھ ہی فاصلے پر چولائی کی قسم کی گھاس لہلہا رہی تھی۔

"اس میں سے تمہیں دو مٹھی بھر گھاس چبا کر نگلنی ہے۔" لی کوان نے کہا اور میں بوکھلا کر اس کی صورت دیکھنے لگا مگر وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ میں نے مٹھی ایک بیچ لیا... بات پر غور کیا اور پھر میں خود رو گھاس کی طرف بڑھ گیا۔ گھاس کا ذائقہ بہت تلخ تھا مگر میں دل پر جبر کر کے کسی نہ کسی طرح اسے نگل ہی گیا۔

"بہت خوب علی!" لی کوان نے تحسین آمیز انداز میں کہا "یہ دو مٹھی گھاس تمہیں روز صبح شام چبا کر نگلنی ہوگی۔ آؤ اب واپس چلتے ہیں۔"

لی کوان مجھے بنگلہ نما عمارت کے عقب میں بنے ہوئے ہٹ نما ایک مکان میں لے گیا جس پر بارہ کا ہندسہ لکھا نظر آ رہا تھا۔

تمہارے ساتھی گیارہ نمبر میں ہیں۔" لی کوان نے کہا۔ تم میرے ساتھ بارہ نمبر میں رہو گے۔ اگر تم چاہو تو ایک گھنٹے کے لئے اپنے ساتھیوں سے مل سکتے ہو مگر یہ یاد رکھنا کہ چھ مہینے تک تمہیں صنف نازک سے دور ہی رہنا ہے۔"

"بے فکر رہو ماسٹر! میں ماضی میں بھی ہمیشہ اس لعنت سے دور ہی رہا ہوں۔" میں نے کہا اور گیارہ نمبر کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب مجھے دیکھتے ہی تیر کی طرح میری طرف آئی اور اس نے مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے علی! تم نے ان لوگوں کے مقابلے میں شکست کیسے قبول کر لی؟ تم ایسے تو نہیں تھے۔"

"اب بھی نہیں ہوں۔" میں نے پرسکون انداز میں کہا "میں نے شکست قبول نہیں کی بلکہ حالات سے مصالحت کی ہے۔"

"یہ کیسی مصالحت ہے جس کے نتیجے میں ذلت اور بے بسی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"تمہارے خیال میں میرا رویہ کیسا ہونا چاہئے تہذیب! کیا میں اس عالم میں ان سے ٹکرانے کی کوشش کروں اور خود تباہ ہو جاؤں؟"

"تو کیا تم خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے کہ وہ تمہاری شخصیت تبدیل کر کے تمہیں فلسطین اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں؟"

"یہ ان کا منصوبہ ہے تہذیب! کیا ضروری ہے کہ یہ کامیاب ہو جائیں شخصیت کی تبدیلی مذاق تو نہیں ہوتی آدمی کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔"

چھ ماہ بعد مجھے ایک بار پھر اسی بنگلہ نما عمارت میں لایا گیا۔ تہذیب اور ہیڈ کو ہال میں روک دیا گیا جبکہ مجھے ایک اور دروازے سے گزار کر دوسرے حصے میں لے جایا گیا جہاں

دیتی تھیں بلکہ یہ کرسیں نصب تھیں۔ یہ مقام پچھلی بار ویڈیو فلم میں دکھایا گیا تھا۔ میرے ساتھ ماسٹر لی کوان بھی تھا۔ لی کوان نے چھ ماہ تک دن رات مجھے تربیت دی تھی اور اسی کی محنت کا نتیجہ تھا کہ میں خود کو توانائیوں سے بھرپور ایک نئی شخصیت محسوس کر رہا تھا۔

"میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں علی!" ہال میں رینڈل کی آواز گونجی "لی کوان تمہاری تربیت سے مطمئن ہے۔"

"مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں اپنے استاد کو مطمئن کر سکا۔"

"میں تمہاری کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تمہیں مسٹر بل فرانزو سے مقابلہ کرنا ہوگا جو یہاں کراٹے انسٹرکٹر ہیں۔"

"میرے لئے کسی ماہر فائٹر کو بلاؤ رینڈل! کیا کسی انسٹرکٹر سے مقابلہ کرا کے تم میری توہین کرنا چاہتے ہو؟"

"وہ بہت پائے کا لڑاکا ہے۔" رینڈل نے کہا "اس سے مقابلہ کر کے تمہیں بھی لطف آ جائے گا۔"

مگر لطف نہیں آ سکا۔ مقابلے کا فیصلہ پہلے ہی منٹ میں ہو گیا۔ میں نے قوی الجثہ بل فرانزو کو کسی کھلونے کی مانند ہوا میں اچھال دیا تھا اور وہ بارہ فٹ کی بلندی پر بنے ہوئے آہنی پلیٹ فارم پر جا گرا تھا۔

"اوہ! کمال ہے، واقعی کمال ہے۔" رینڈل کی آواز گونجی "میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ بل فرانزو اس طرح بھی شکست کھا سکتا ہے۔"

اسی وقت بل فرانزو نے بارہ فٹ بلند آہنی پلیٹ فارم سے میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ پلیٹ فارم کی طرف میری پشت تھی اور بل فرانزو کا خیال ہو گا کہ وہ عقب سے مجھ پر قابو پا لے گا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اگرچہ میں اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی موجودگی کو اسی طرح محسوس کر رہا تھا جس طرح آنکھوں سے دیکھ کر کی جا سکتی ہے۔ میں نے مڑے بغیر اپنی کہنی اٹھا دی۔ اس کا سینہ پوری قوت سے میری کہنی سے ٹکرایا اور وہ ایک دل خراش چیخ مار کر الٹ گیا۔

"مجھے افسوس ہے رینڈل! بل فرانزو شاید اب تمہارے کسی کام نہ آ سکے۔" میں نے کہا۔

"اسے جہنم میں جھونکو۔ یہ بتاؤ کہ اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ عقب سے حملہ کر کے مارشل آرٹس کے ماہر کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔"

"بالکل سمجھ میں آ گیا۔" میں نے کہا۔

"چونکہ اب تم پوری طرح تیار ہو اس لئے اب تم پر آخری عمل کیا جائے گا۔ شخصیت کی تبدیلی کے لئے گزشتہ چھ ماہ میں تم جو خوراک استعمال کرتے رہے ہو اس میں دوائیں شامل ہوتی تھیں مگر ہم نے بہت ہلکی طاقت کی دوائیں استعمال کی ہیں تاکہ ان کا کوئی منفی اثر نہ ہو۔ اب صرف چند منٹ کا کام باقی رہ گیا ہے۔ تم بالکل برعکس شخصیت کے مالک ہو جاؤ گے۔"

رینڈل کا جملہ ختم ہوتے ہی ایک دروازے سے سفید یونیفارم میں ملبوس ایک حسین و جمیل لڑکی اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں دوا سے بھری ہوئی ایک سرنج تھی۔ اب مزاحمت کا وقت آ گیا تھا۔ میں اگر اب بھی مزاحمت نہ کرتا تو شاید کبھی یہ موقع نہ ملتا۔ میں نے اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور اسی دوران میری نگاہ لی کوان کی نگاہ سے ٹکرائی۔ اس کی آنکھوں میں کوئی خاص بات تھی جس نے میری قوت مزاحمت کا گلا گھونٹ دیا اور میں پہلے کی طرح پرسکون ہو گیا۔

نرس بڑے اطمینان سے چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور میرے بازو پر انجکشن لگا کر چلی گئی۔ میرے جسم میں جیسے انگارے سے بھر گئے تھے۔ لیکن یہ کیفیت صرف چند سیکنڈ رہی اس کے بعد میں بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا۔ اس قدر ہلکا پھلکا کہ مجھے بے وزنی کا احساس ہونے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ اس خواب کے دوران دروازہ کھلا، دو افراد اندر داخل ہوئے اور میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور آہنی پلیٹ فارم کی طرف لے چلے۔ میں کسی بے جان کھلونے کی طرح ان کے ساتھ چل رہا تھا۔

آہنی پلیٹ فارم کی سیڑھیاں طے کر کے ہم اوپر پہنچے جہاں کسی دھات کی ایک سفید چمک دار کرسی رکھی تھی۔ اس کی ساخت کچھ عجیب سی تھی۔ مجھے اس کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد ان دونوں افراد نے میرے سر پر وہ ہیلمٹ پہنا دیا جو اس کرسی سے منسلک تھا میرا چہرہ تک اس ہیلمٹ سے ڈھک گیا تھا۔ پھر ان میں سے ایک شخص بجلی کے بورڈ تک گیا اور ایک سوئچ آن کر دیا۔ ہیلمٹ کے اندر ہلکی سے زناٹے کی آواز ابھری اور میرے پورے جسم میں سنسناہٹ دوڑنے لگی۔ میں شخصیت کی تبدیلی کے آخری مرحلے سے گزر رہا تھا۔

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور مجھے سب کچھ نظر آ رہا تھا مگر مجھے اپنے ہاتھ پیروں پر ذرا بھی قابو نہیں رہ گیا تھا۔ میں اپنی مرضی سے اپنے جسم کے کسی حصے کو حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ اس وقت بھی میرے ذہن کے کسی بعید ترین گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ اس عمل سے گزرنے کے بعد میرے نظریات تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن نہیں رہے گا' صیہونی مفادات کا حامی ہو جائے گا اور اس کے بعد۔۔۔"

اس کے بعد جو کچھ ہوتا اس کا تذکرہ کرنے کا بھی یارا نہیں تھا۔ فلسطین کا سب سے بڑا حامی انتہائی خوف ناک مرحلے سے گزر رہا تھا۔ ایک معمولی سی کوتاہی دنیا کی ریاضت پر پانی پھیر سکتی ہے۔ یہ معتبر شخص تھا۔ اسرائیل کا بڑے سے بڑا ایجنٹ عربوں کے خلاف وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا جو میں آسانی سے کر گزرتا۔ میرا ایک خاص مقام تھا۔ میری آزادانہ نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں ہی اگر تخریب کاری پر اتر آتا تو کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے عربوں کے لئے اور یہودیوں کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ مجھ پر کون شبہ کرتا اور میں اپنوں کی پشت میں خنجر گھونپتا رہتا۔

وہ دونوں افراد اب بھی میرے دائیں بائیں موجود تھے۔ جنہوں نے مجھے اس کرسی پر بٹھایا تھا۔ لی کوان نیچے کھڑا تھا اور اس کی توجہ کا مرکز میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری اس بے بسی کا منظر تہذیب اور بڈ تک بھی پہنچ رہا ہوگا۔ ان دونوں پر یقیناً قیامت گزر رہی ہوگی مگر وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے اور میں تو خیر تھا ہی بے بس۔

چھ ماہ کی تربیت کے دوران میں نے غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر لی تھیں۔ ایسی غیر معمولی صلاحیتیں جن کا عام لوگ تو کیا' مخزوم کرانے کے ماہر بھی تصور نہیں کر سکتے۔ اپنے دل و دماغ اور حرکات و سکنات پر میں نے غیر معمولی کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اپنی قوت ارادی کے بل پر نظریات کی تبدیلی کے اسی سائنٹیفک عمل کو غیر موثر بنا دوں گا مگر اب مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں غلطی پر تھا' میرے اندر مزاحمت نام کی کوئی شے باقی نہیں رہ گئی تھی۔

انتہا درجے کے کرب اور اذیت کے یہ لمحات کتنی دیر جاری رہے' مجھے نہیں معلوم۔۔۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ایک عمر گزر گئی ہو' صدیاں بیت گئی ہوں۔۔۔ وہ جسمانی تکلیف نہیں تھی۔ میں تو ایک روحانی کرب سے گزر رہا تھا۔ وہ آگہی کا عذاب تھا۔ اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوتی۔

معلوم نہیں کتنی دیر بعد یہ اذیت ناک سلسلہ ختم ہوا۔ بجلی کا سوئچ آف کرنے کے بعد میرے سر سے ہیلمٹ اتار لیا گیا تھا۔ مجھے اپنی گردن ڈھلکتی محسوس ہوئی اور میں نے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔ وہ دونوں افراد اب بھی مصروف عمل تھے۔ ایک شخص نے کوئی بہت تیز اسپاٹ لائٹ جلا دی تھی جو براہ راست میرے چہرے پر پڑ رہی تھی اور دوسرا شخص ایک اسپرے گن اٹھا لایا تھا۔ مجھ سے کوئی دو فٹ کے فاصلے پر رک کر اس نے اسپرے گن کا بٹن دبایا اور میرے چہرے سے کسی محلول کی پھوار ٹکرائی۔ میرے پورے جسم میں ٹھنڈک سرایت کر گئی۔ ایک عجیب قسم کی طمانیت اور سرشاری کا احساس تھا۔ جس نے میرے پورے سراپا کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"علی یار خان! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟" اس شخص نے کہا جس کے ہاتھ میں اسپرے گن نہیں تھی۔

"ہاں" میں نے کہا' میری آواز نحیف اور کمزور تھی۔ اسپرے گن سے خارج ہونے والی پھوار میری پیشانی سے ٹکرا رہی تھی۔

"فلسطینیوں کے بارے میں تمہارا موقف کیا ہے؟" اس نے اگلا سوال کیا۔

"وہ مظلوم ہیں' ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ ان سے ان کی زمین چھین لی گئی ہے اور انہیں بے وطن کر دیا گیا ہے۔"

"یہ غلط ہے" اس شخص نے کہا "صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنی مرضی سے اپنی زمین بیچی تھی۔ مقبوضہ فلسطین پر اب ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ اب فلسطینیوں کے بارے میں اپنا نظریہ بیان کرو۔"

"انہوں نے اپنی زمین فروخت کر دی تھی' اب فلسطین پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"یہودیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟"

"یہودی ایک لالچی قوم ہے۔ لالچی اور مکار۔ ان کی حرکتوں کی وجہ سے انہیں دنیا میں رسوائی کا طوق پہنا دیا گیا۔"

"یہودی دنیا کی تمام قوموں سے اشرف ہیں۔ ان کے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے ان پر انعام و اکرام کیا گیا یہی وجہ ہے کہ دولت مندی اور حسن کے اعتبار سے کوئی قوم ان کی ہم پلہ نہیں ہے۔۔۔ اب بتاؤ یہودیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"یہودی قوم اپنی شرافت کی وجہ سے دیگر تمام اقوام سے ممتاز ہے" میں نے کہا "حسن اور دولت میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

"اقوام عالم کی سازشوں کے باعث یہودی ہمیشہ کسی خطہ زمین سے محروم رہے لیکن اب وہ اپنے لئے زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کیا تم اس جدوجہد میں ان کا ساتھ دو گے؟"

"میں یہودیوں کے خلاف ہونے والی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گا' انہیں بھی حق ہے کہ اپنے لئے کوئی علیحدہ خطہ زمین حاصل کریں۔"

"موشے ہاورڈ کے بارے میں تمہارا نقطہ نظر کیا ہے؟"

"وہ [illegible] ذہین آدمی ہے مگر وہ شاطر بھی ہے۔ میں نے اتنا ذہین شخص کبھی نہیں دیکھا لیکن ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ فطین بھی ہے اور اس وقت میرا سب سے بڑا حریف ہے۔"

"موشے ہاورڈ بلاشبہ ذہین ہیں مگر نہ تو وہ شاطر ہیں اور نہ فطین ہیں۔ وہ تمہارے حریف بھی نہیں ہیں بلکہ وہ تمہارے ہمدرد اور دوست ہیں' کیا سمجھے؟"

"موشے ہاورڈ میرے حریف نہیں ہیں" میں نے کہا "وہ میرے ہمدرد اور دوست ہیں۔"

"اسرائیل کے قیام اور اس کے استحکام کی جدوجہد میں کیا تم موشے ہاورڈ کے شانہ بہ شانہ شریک رہو گے؟"

"ہاں۔۔۔ وسیع اور مضبوط تر اسرائیل کے قیام کے لئے میں موشے ہاورڈ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی سوال و جواب کا سلسلہ اختتام کو پہنچ گیا اور میرے چہرے پر پڑنے والی پھوار بھی بند ہو گئی۔ نظریات کی تبدیلی کا عمل مکمل ہو چکا تھا۔ میرا سر اب بھی کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا اور میں آنکھیں بند کئے گہری گہری لمبی سانسیں لے رہا تھا' میری حالت تیزی سے بہتر ہو رہی تھی۔

چند منٹ بعد میں نے آنکھیں کھول دیں اور کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے آہنی پلیٹ فارم پر موجود دونوں افراد کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو انہوں نے مجھے نیچے چلنے کا اشارہ کیا اور میں سیڑھیاں طے کر کے نیچے ہال میں پہنچ گیا۔ لی کوان مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے باطن میں جھانکنا چاہتا ہو۔

"تم کیسا محسوس کر رہے ہو علی؟" ہال میں [illegible] کی آواز گونجی۔

"میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں موشے ہاورڈ!" میں نے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ میرا جواب سن کر لی کوان کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں نظر آئی تھیں۔

"ہم نے بہت مجبور ہو کر تمہیں اس عمل سے گزارا ہے علی! تم جیسے باصلاحیت آدمی کو ضائع بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے تمہارے نظریات کی اصلاح کرنا پڑی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں موشے ہاورڈ! مجھے افسوس ہے کہ میں نے ماضی میں کبھی اس انداز میں کیوں نہیں سوچا۔ ایک غلط نظریے کے تعاقب میں میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ ضائع کر دیا۔"

"یہ ایک بڑا زیاں تو ہے مگر تمہارے پاس اس کی تلافی کا موقع بھی تو موجود ہے۔ مستقبل کے لئے صحیح لائحہ عمل کا تعین کر کے تم ماضی کی غلطیوں کا ازالہ کر سکتے ہو۔"

"یہ تو مجھے کرنا ہے موشے ہاورڈ! لیکن فوری طور پر میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ابھی تم ایک دو روز آرام کرو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی مہم سونپی جائے گی۔"

لی کوان نے مجھے چلنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ہال میں پہنچ گیا جہاں تہذیب اور بڈ موجود تھے۔ ان دونوں کے چہروں پر شکست خوردگی کی علامات تھیں۔ تہذیب نے پہلے میری طرف اور پھر لی کی طرف دیکھا۔

"یہ جو نقصان ہوا ہے ماسٹر کیا کبھی اس کا ازالہ بھی ہو سکے گا؟" تہذیب نے کہا' اس کے لہجے میں گہرا کرب تھا۔

لی کوان نے تہذیب کے شانے کو ہولے سے تھپک کر اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور ہم سب باہر نکل آئے۔ تہذیب اور بڈ کے تاثرات نے فضا کو سوگوار سا کر دیا تھا مگر میں بڑی
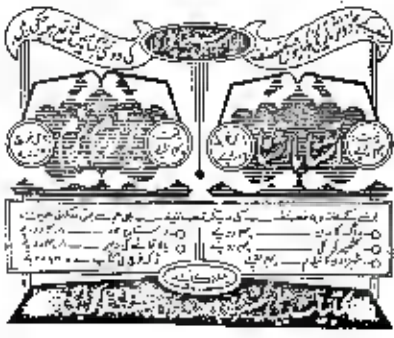
بے پروائی سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"آدمی کا یقین اگر پختہ ہو تو وہ ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے" لی کوان نے تہذیب سے کہا اور بارہ نمبر کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"یہاں کھڑے رہنے سے کیا فائدہ" میں نے تہذیب سے کہا اور وہ چونک کر آگے کی طرف چل پڑی۔

"چائے پلاؤ بڈ!" بارہ نمبر میں پہنچ کر میں نے اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور بڈ نے بجلی کا ہیٹر جلا دیا۔

"سچ بتاؤ علی! تمہیں بالکل بھی احساس نہیں ہے کہ تم کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہو گئے ہو؟" تہذیب نے بڑی افسردگی سے کہا۔

میں نے حیرت سے تہذیب کی طرف دیکھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو تہذیب! میں تو کسی نقصان سے دوچار نہیں ہوا۔"

"ان لوگوں نے تمہارے نظریات تبدیل کروائے اور تم کہتے ہو کوئی نقصان نہیں ہوا۔"

"میرے نظریات تبدیل نہیں ہوئے تہذیب! بس یہ ہے کہ بعض باتیں میرے ذہن میں صاف نہیں تھیں اب وہ صاف ہو گئی ہیں۔"

"مثلاً یہ کہ یہودی دنیا کی تمام قوموں سے برتر ہیں" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس میں کیا شبہ ہے" میں نے تہذیب کے طنزیہ لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "اور ان کی دولت مندی اور حسن اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔"

"اگر تمہارے نظریات کا یہی رخ رہا تو میں تم سے قطع تعلق کر لوں گی" تہذیب بپھر گئی۔

"میں تم سے اس فیصلے پر نظرثانی کی درخواست کروں گا۔ اتنے بڑے فیصلے عجلت میں نہیں کیے جاتے۔"

"تم نے اپنا مشن ترک کر دیا۔ فلسطین سے منہ موڑ لیا کیا یہ بڑا فیصلہ نہیں ہے۔ تم نے فیصلہ کرنے میں کیوں عجلت کی۔"

"میں غلطی پر تھا۔ فلسطینیوں نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ کس نے ان سے اپنی زمین فروخت کرنے کو کہا تھا۔ انہوں نے جو زمین بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے فروخت کی ہے اب انہیں اس زمین پر اپنا حق جتاتے شرم نہیں آتی۔ تم اس بات سے واقف نہیں ہو۔"

"کیا یہ بات پہلے تمہارے علم میں نہیں تھی۔ سب کچھ علم میں ہونے کے باوجود تم کیوں ان کی طرف داری کر رہے تھے؟"

"اسی لئے تو میں نے کہا ہے کہ میں غلطی پر تھا۔ میں موشے ہادروڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرا زاویہ درست کر دیا۔"

"مجھ سے ضرور کوئی ایسا گناہ ہوا ہے علی! جس کی سزا مل رہی ہے" تہذیب نے رنجیدگی سے کہا "پہلے تم سے بچھڑ گئے ایک طویل عرصے بعد ملے تو یہ آفت ٹوٹ پڑی۔"

"کوئی آفت نہیں ٹوٹی تہذیب! ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ جذباتی انداز میں سوچنے سے آدمی کبھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا۔"

"جذباتی انداز میں تو میں بھی سوچتا ہوں چیف!" بڈ نے میرے سامنے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے کہا "یہ علیحدہ بات ہے کہ میری جذباتیت تم دونوں تک ہی محدود ہے۔"

"آدمی بڈ کو کسی اور سے وابستہ کرے تو بہت سے مسائل سے جان چھوٹ جاتی ہے" میں نے کہا۔

"میں نے بھی تو خود کو تم سے وابستہ کیا تھا علی! لیکن کیا نکلا۔ تم نے مجھے ایسے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں سے میں اپنے ماضی کو بھی آواز نہیں دے سکتی۔"

"ماضی کو تو کوئی بھی آواز نہیں دے سکتا تہذیب! گزرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ یہ تو کاتب تقدیر کا سبق ہے۔ جو ورق الٹ گیا وہ الٹ گیا۔ یہ وہ آموختہ ہے جسے دہرایا نہیں جا سکتا۔ ہر گزرتا لمحہ ایک نیا باب رقم کرتا ہے۔"

"میں سوچتا ہوا ذہن رکھتی ہوں علی! صحیح اور غلط کا فیصلہ خود بھی کر سکتی ہوں۔ تم نے جو موقف اختیار کیا ہے میں اس میں تمہارا ساتھ دینے سے معذور ہوں۔"

"اگر مجھے فلمی ڈائیلاگ بولنے کا شوق ہوتا تو ضرور کہتا کہ وہ جو تم نے ساتھ جینے مرنے کے وعدے کیے تھے وہ کیا ہوئے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن مجھے ڈائیلاگ بولنے کا شوق نہیں ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"سب کچھ کہہ کے بھی تم کچھ نہیں کہتے اور سب کچھ کر کے بھی معصوم کے معصوم ہی رہتے ہو۔ تم سے وابستہ افراد پر قیامت گزر رہی ہے تو گزرتی رہے تم سے مطلب۔"

"میڈم!" بڈ کے لہجے میں تنبیہ تھی "چیف سے بات کرتے ہوئے تمہیں خیال رکھنا چاہئے کہ چیف ناراض ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے" میں بھڑک گیا "کیا میں پاگل ہوں، میرا دماغ خراب ہو گیا ہے، تم نے کیا سمجھ رکھا ہے۔"

"آپس میں کیوں لڑ رہے ہو چیف! چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ میں نے بڑی محبت سے بنائی ہے۔"

"محبت کے بچے... مجھے بے وقوف بناتا ہے۔ جانتا نہیں میں کون ہوں۔"

"علی!" تہذیب کے لہجے میں سرزنش تھی "اس نے ایسی کون سی بات کہہ دی کہ تم اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"تم بیچ میں مت بولو تہذیب!" میں نے تیکھے لہجے میں کہا "یہ مجھے بے وقوف بناتا ہے۔ میں اس کا دماغ درست کروں گا" میں اچھل کر کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے چیف!" بڈ نے سہم کر کہا "بڈ تو تمہیں عقل کل سمجھتا ہے۔ نہ سمجھتا ہوتا تو تمہارے در پر پڑا رہتا۔"

"تو جھوٹ بولتا ہے" میں دھاڑا "تو اپنے علاوہ کسی اور کو عقل کل نہیں سمجھتا۔"

"جو جی چاہے کہہ لو مگر بڈ پر اتنا بڑا الزام تو مت لگاؤ" بڈ نے کہا۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"دیکھا" میں تہذیب کی طرف پلٹا "مجھ سے زبان چلا رہا ہے۔ میں اس پر الزام لگا رہا ہوں گویا میں جھوٹا ہوں۔"

"علی پلیز! خود پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ تم اپنے آپ میں نہیں ہو۔"

میں ہونٹ بھینچے بڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بڈ بری طرح سہما ہوا تھا۔ مجھے بڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کر تہذیب جھپٹتی ہوئی میرے قریب آئی اور مجھے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہوش میں آجاؤ علی! تم کیا کر رہے ہو۔ تمہارے ہاتھ سے اسے کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھے بغیر اپنا وہ ہاتھ جھٹکا جو تہذیب نے پکڑ رکھا تھا۔ تہذیب ایک جھٹکے سے اچھل کر پلنگ پر جا گری۔ تہذیب کا حشر دیکھ کر بڈ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے بھاگنے کے لئے ادھر ادھر دیکھا مگر اس کے فرار ہونے کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔

"تم... مجھے معاف کر دو چیف!" بڈ عاجزی سے بولا "آئندہ تمہاری شان میں گستاخی نہیں کروں گا۔"

میں نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر ہاتھ بڑھا کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے زوردار جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ بڈ نے سنبھلنے کی بہت کوشش کی مگر اس کا توازن بگڑ گیا تھا۔ وہ کاٹھ سمت والی دیوار کے پاس فرش پر جا کر گرا۔ اگر اس نے ہاتھ ٹیک نہ دیے ہوتے تو اس کا سر فرش سے ٹکرا گیا ہوتا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے علی!" تہذیب اچھل کر کھڑی ہو گئی "اب اگر تم نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو مجھے تمہارے مقابلے پر آنا پڑے گا۔"

"خدا کے واسطے میڈم! تم خاموش رہو" بڈ نے سر موڑ کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "بڈ تو ایک وفادار کتا ہے۔ وہ یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے مالکان آپس میں جھگڑ پڑیں۔"

"اگر تم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں تمہاری ذرا ذرا سی باتوں سے متاثر ہو جاؤں گا تو یہ تمہاری خام خیالی ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" اچانک دروازے کی طرف سے لی کوان کی دبنگ آواز سنائی دی اور میں دروازے کی طرف گھوم گیا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے ماسٹر!" میں نے بے پروائی سے کہا "ہم ذرا آپس کے معاملات طے کر رہے تھے۔"

"علی غلط بیانی سے کام لے رہا ہے ماسٹر!" تہذیب نے تیزی سے کہا "یا تو علی کا دماغ الٹ گیا ہے یا اس پر کوئی دورہ پڑا ہے۔"

"میرا دماغی توازن بالکل درست ہے ماسٹر! تہذیب خواہ مخواہ مجھے فاترالعقل قرار دینے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"میں غلط کہہ رہی ہوں تو یہ کیا ہے؟" تہذیب نے بڈ کی طرف اشارہ کیا جو فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا بڈ کو اس حال تک پہنچانے کے ذمے دار تم ہو؟" لی کوان نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے اسے سزا دی ہے ماسٹر! یہ میرے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا۔"

"میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اسے کمزوروں پر استعمال کیا جائے۔"

"یہ میرا ماتحت ہے ماسٹر!" میں نے تیکھے لہجے میں کہا "اور میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے ماتحت مجھ سے بدتمیزی کریں۔"

"یہ تمہارا ماتحت ہے اور میں تمہارا استاد ہوں۔ آئندہ اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سزا دینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

میں نے سر جھکا لیا اور تہذیب کہنے لگی "علی کو کیا ہو گیا ہے ماسٹر! مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکے گا۔"

"تمہارے یقین میں دراڑیں پڑ چکی ہیں بے بی!" لی کوان نے کہا "اپنے دل کو آئینے کی طرح شفاف

رکھو۔ تمہیں کوئی تصویر دھندلی نظر نہیں آئے گی۔"

"میرا یقین اب بھی پہلے کی طرح پختہ ہے ماسٹر! میں علی میں اتنی بڑی تبدیلی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تمہیں سب کچھ برداشت کرنا پڑے گا میری بچی! تم دونوں ایک دوسرے کے لئے بنے ہو۔"

"بنے ہوں گے ماسٹر! لیکن یہ وہ علی تو نہیں ہے' یہ تو کوئی اجنبی ہے۔"

"اجالے ہمیشہ تاریکیوں کے عقب میں ہوتے ہیں" لی کوان نے کہا "روشنی کی کرن ہمیشہ اندھیرے سے پھوٹتی ہے۔"

"بعض راتیں بہت طویل ہوتی ہیں ماسٹر! صبح کا انتظار کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف محسوس ہونے لگتا ہے۔"

"جو لوگ تھک کر بیٹھ جاتے ہیں انہیں کبھی منزل نہیں ملتی۔ سفر کا تسلسل تو بہت ضروری ہے۔"

"مجھے معاف کر دینا چیف!" بڈ نے میرے نزدیک آ کر دھیمی آواز میں کہا۔

"تم مجھے بہت مشکل کام کی تلقین کر رہے ہو ماسٹر!" تہذیب نے کہا "تاہم اس صدمے کو برداشت کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"اگر تم نے بڈ کو معاف نہ کیا تو بڈ بھی کبھی خود کو معاف نہیں کرے گا۔" بڈ مجھ سے کہہ رہا تھا۔

"شریک زندگی شریک سفر بھی ہوتا ہے" لی کوان بولا "تمہیں علی کے قدم سے قدم ملا کر چلنا ہوگا۔"

میں نے لی کوان کی نگاہ بچا کر بڈ کو گھورا اور وہ سٹ پٹا کر خاموش ہو گیا۔

"میں تمہیں اپنے باپ کی جگہ سمجھتی ہوں ماسٹر! مجھے جو بھی مشورہ دو یہ سمجھ کر دینا کہ میں۔۔۔" تہذیب کی آواز بھرا گئی۔

"کاش تمہاری جگہ میری اپنی بچی ہوتی تو میں اسے صرف زبانی یہ مشورہ نہ دیتا بلکہ اسے اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور بھی کرتا۔"

"مجھے تم پر بھروسہ ہے ماسٹر! بے فکر رہو آج کے بعد میں بھی وہی راہ اپنانے کی کوشش کروں گی جو۔۔۔"

"میں جبر کا قائل نہیں ہوں ماسٹر!" میں نے بلند آواز سے کہا "خود کو کسی پر مسلط کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔"

"تم خاموش رہو" لی کوان نے مجھے جھڑک دیا "جس بات سے تمہارا تعلق نہ ہو اس میں دخل مت دیا کرو۔"

"تب تو میں چیف کے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں" بڈ نے کہا "چیف مجھے پسند نہیں کرتے مگر میں ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

"سن لیا تم نے؟" لی کوان بولا "تمہارے بارے میں تمہارے ماتحت کے کیا نظریات ہیں۔"

"ان لوگوں نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اور جذبات کی رو میں بہہ گئے ہیں' میرے پاس ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"جذبات کی رو میں بہنے کی ہی وجہ سے یہ تمہارے ساتھ تھے اب انہوں نے عقل سے کام لینا شروع کیا ہے تبھی تمہیں برا لگنے لگا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنے کی کوشش کر رہے ہو ماسٹر کہ میں لوگوں کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں؟"

"کمال یہ نہیں ہے کہ دوسروں سے اپنی بات منوائی جائے کمال تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرے از خود تمہاری بات مان لیں۔"

"میں اس وقت کا انتظار کروں گا ماسٹر جب یہ لوگ خود میری باتیں تسلیم کرنا شروع کر دیں" میں نے کہا میرے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی جسے لی کوان نے محسوس کر لیا۔

"وقت کا انتظار بعد میں کرنا" اس وقت تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے تم میرے ساتھ چلو۔"

میں لی کوان کے ساتھ باہر نکل آیا "میں نے پہلے ہی تمہاری ذہانت تسلیم کر لی تھی" راستے میں لی کوان نے کہا "آج بھی مجھے یقین ہے کہ تم نے جو کچھ کیا کسی مقصد کے پیش نظر ہی کیا ہوگا۔"

میں دوسری طرف دیکھنے لگا' لی کوان کی اس بات کا جواب نہ دینا ہی بہتر تھا۔

"ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں" بارہ نمبر میں پہنچنے کے بعد لی کوان نے کہا "ہمیں زبان سے اپنے جذبات کے اظہار کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

میں نے لی کوان کو غور سے دیکھا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو ماسٹر" میں نے کہا "مگر میں سمجھ نہیں سکا کہ آج اس کی ضرورت پیش آ گئی۔"

لی کوان نے ایک طویل سانس لی "آج میں خود محسوس کر رہا ہوں۔ تمام تر اعتماد کے باوجود میں زندگی کا آخری مرحلہ بہت سخت تھا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "تم چلے آئے لی کوان" میں نے کہا "جس کے حوالے میں نے خود کو اس طرح کر دیا۔"

"۔۔۔ مستقبل بہت تابناک ہے میرے ۔۔۔ قابو پانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔"

"میں بھی یہی محسوس کرتا ہوں ماسٹر! جو کچھ تم نے مجھے سکھایا ہے اس کے بعد مجھ پر قابو پانا آسان نہیں رہ گیا۔"

"جو کچھ تم نے مجھ سے سیکھا ہے وہ تمہارے لئے ایک انسانی ہتھیار تو ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ تم ان فنون کے محتاج ہو۔ میرا خیال ہے تم پہلے بھی ناقابل تسخیر تھے۔"

"اسی لئے اتنی آسانی سے موسٹے ہارڈ کے چنگل میں پھنس گیا تھا؟"

"کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے" لی کوان بولا "لیکن تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا بلکہ تم نے صحیح فیصلہ کر کے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ ہی کر لیا۔"

"اوہو" اچانک میں چونک پڑا "مجھے خیال ہی نہیں رہا ماسٹر! تم نے بل فرازو سے میری فائٹ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔"

لی کوان نے بہت برا سا منہ بنایا "وہ اجنبی! اسے کیا معلوم مارشل آرٹس کیا چیز ہے۔"

"اس طرح تو مت کہو ماسٹر! آخر وہ کراٹے انسٹرکٹر ہے کچھ نہ کچھ تو جانتا ہی ہوگا۔"

"یہاں آنے والے تمام انسٹرکٹرز گدھے ہوتے ہیں" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اور پھر کوئی اجنبی مارشل آرٹس سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟"

"اجنبی کا کوئی باشندہ مارشل آرٹس سے واقف نہیں ہو سکتا تو پاکستان کا باشندہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟"

"بالکل ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ماسٹر لی کوان کا شاگرد ہے تو مارشل آرٹس سے ضرور واقف ہوگا۔"

"تم تو میری امیدوں پر اوس ڈالے دے رہے ہو۔ بل فرازو اناڑی ہے تو میرا کارنامہ کیا رہ گیا؟" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"تمہیں تربیت کے لئے جتنا کم عرصہ ملا ہے اس کے پیش نظر تم اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔"

"گویا میرا اندازہ درست ہے تم میری کارکردگی سے مطمئن نہیں ہو۔"

"میں نے کہا نا کہ اتنے کم عرصے تربیت حاصل کرنے کے بعد اس سے زیادہ کی توقع کی بھی نہیں جا سکتی۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ بل فرازو کے بجائے میرے مقابلے پر اگر مارشل آرٹس سے واقف شخص ہوتا تو کیا ہوتا؟"

"جتنے غلط طریقے سے تم نے بل فرازو پر حملہ کیا تھا اگر

مارشل آرٹس جاننے والے کسی شخص پر کرتے تو کم از کم اپنے پیروں پر چلنے کے قابل تو ہرگز نہ رہے ہوتے۔"

"کیا کہہ رہے ہو ماسٹر!" میں نے حیران ہو کر کہا "اگر وہ مارشل آرٹس سے ناواقف ہے تو یہاں انسٹرکٹر کس طرح ہو گیا؟"

"اسے یہاں آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے ہیں" لی کوان بولا "مجھے یقین ہے کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر اسے انسٹرکٹر کی حیثیت سے یہاں بھیج دیا گیا ہے ورنہ وہ اس قابل نہیں ہے۔"

"یہ بات تم محض اس لئے کہہ رہے ہو کہ میں نے اسے بڑی آسانی سے شکست دے دی" میں نے جز بز کر کہا۔

"نہیں" لی کوان فیصلے لہجے میں بولا "بل فرازو اسپینی ہے۔ وہ بل فائٹنگ کا ماہر تو ہو سکتا ہے مگر مارشل آرٹس کا ماہر نہیں ہو سکتا۔"

"تو کیا خیال ہے بل فرازو کو اس میدان میں شکست نہ دی جائے جس کا وہ ماہر ہے۔"

"تم بل فرازو کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو" لی کوان نے چڑ کے کہا "وہ کسی میدان میں بھی تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

"ہاں ' اب تو واقعی نہیں کر سکتا ' اس کے سینے پر میں نے جو ضرب لگائی ہے۔"

"وہ تمہارا کمال تھا" لی کوان نے میری بات کاٹ دی "مجھے تم سے اتنی مہارت کی توقع نہیں تھی تاہم تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ بل فرازو تمہاری اس ضرب سے بے کار ہو گیا ہو گا۔"

"وہ کہنی سے لگائی گئی ضرب تھی ماسٹر! بل فرازو کا چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ہو گا۔ سینے کی تکلیف اسے کبھی سکون نہیں لینے دے گی۔"

"ایسا صرف اس صورت میں ممکن تھا جب اسے بروقت طبی امداد نہ ملتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بل فرازو کو اسی وقت وہاں سے لے جایا گیا تھا اور کل صبح تم اسے پھر میدان میں موجود پاؤ گے۔"

"تمہاری اس بات پر میں حیرت ظاہر کرنے کے سوا کیا کر سکتا ہوں" میں نے شانے اچکائے۔

"طب کی دنیا نے ویسے بھی بہت ترقی کر لی ہے اور پھر موشے یاورز کی زیر نگرانی بعض ایسی دوائیں تیار کر لی گئی ہیں جن کی تاثیر پر مشکل سے ہی یقین آتا ہے۔"

"ممکن ہے تمہاری بات درست ہو" میں نے کہا "لیکن تمہاری باتیں سن کر مجھے غصہ آ رہا ہے اگر بل فرازو واقعی بل فائٹر ہے تو میں اسے بل فائٹنگ میں مقابلے کی دعوت دوں گا۔"

"بل فرازو بل فائٹنگ کا کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو ایک وقت میں دو سے زیادہ بھینسوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا" لی کوان نے کہا "اور تم چونکہ لی کوان کے شاگرد ہو اس لئے ایک وقت میں چار بھینسے مل کر بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارا اور بل فرازو کا کوئی جوڑ نہیں ہے اس لئے مشورہ ہے کہ اسے بھول جاؤ۔"

میں ہنس پڑا "ہم تو یوں گفتگو کر رہے ہیں جیسے تم بل فائٹنگ کے فن سے بھی واقف ہو" میں نے کہا "میرے خیال میں بل فرازو بل فائٹنگ کی الف بے سے بھی واقف نہیں ہو گا۔ بل فائٹنگ اسپین کا قومی کھیل سہی لیکن یہ ضروری ہے کہ اسپین کا ہر باشندہ بل فائٹنگ جانتا ہو؟"

"بل فائٹنگ اسپین کا قومی کھیل ہے۔ اسپین کا ہر باشندہ اس کھیل میں دلچسپی رکھتا ہے اور بل فرازو کے بارے میں ذاتی طور پر یہ جانتا ہوں کہ وہ اس کھیل کا ماہر ہے۔"

"پہلے تو تم نے مجھ سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا" میں نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"پہلے ایسا کوئی موقع نہیں آیا اور پھر بل فرازو کو یہاں آئے ہوئے چند روز سے زیادہ بھی تو نہیں ہوئے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ لی کوان غلط بیانی نہیں کرتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ بل فرازو بل فائٹنگ کا ماہر ہے تو وہ ماہر ہو گا۔ سوال یہ تھا کہ کیا میں اس کا مقابلہ کر سکوں گا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے بل فائٹنگ کب سیکھی تھی؟" کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے لی کوان سے پوچھا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے" لی کوان بولا "بل فرازو بچپن ہی سے بل فائٹنگ کا شوقین تھا۔ بارہ سال کی عمر میں اس نے بل فائٹنگ سیکھنی شروع کر دی تھی اور اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ اس کھیل کا ماہر ہو چکا تھا۔ چار سال کے اندر وہ اسپین کا قومی چیمپئن بن چکا تھا پھر اچانک اس کا رجحان تبدیل ہوا اور اس نے مارشل آرٹس سیکھنا شروع کر دیا۔"

"لیکن اس جزیرے میں بھینسے کہاں سے آئیں گے؟" میں نے کہا "اور بغیر بھینسوں کے بل فائٹنگ کیسے ہو سکے گی؟"

"تم بل فرازو سے مقابلہ کرنے کے لئے بہت بے تاب ہو" لی کوان نے سخت تیز لہجے میں کہا "آدمی جب کوئی فن سیکھتا ہے تو اس کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے چین رہتا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے ماسٹر!" میں نے سنجیدگی سے کہا "بلکہ میں ابھی تک اس کی شکست کی تکمیل کا خواہاں ہوں۔"

ابھی لی کوان کے جواب دینے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی اور بڈ اندر آیا "کیا۔۔۔ میں مخل تو نہیں ہوا؟" اس نے سہمے ہوئے انداز میں میری طرف دیکھا۔

میرے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے جب کہ لی کوان کے ہونٹوں پر شفیق مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"آج سے پہلے تو تم نے ایسی جرأت نہیں برتی تھی" لی کوان نے نرم لہجے میں کہا "پھر آج تمہیں کیا ہوا؟"

"میں نے سوچا کہیں چیف ناراض نہ ہو جائیں" بڈ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ وہ اب بھی میری ہی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میری طرف دیکھ کر بات کرو" لی کوان نے تحکمانہ لہجے میں کہا "میرے سامنے تمہارے چیف کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر وہ چیف ہے تو تمہارا ہو گا۔"

میں بے پروائی سے شانے جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ لی کوان کی باتیں سننے کے باوجود بڈ کا خوف رفع نہیں ہوا تھا۔

"بات دراصل یہ ہے" بڈ ہچکچاتے ہوئے بولا "کہ میڈم چیف سے ملنا چاہ رہی ہیں۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" لی کوان بگڑ گیا "کیا اب علی اتنا اہم آدمی ہو گیا ہے کہ تم لوگوں کو اس سے ملنے کے لئے اجازت کی ضرورت پیش آنے لگی ہے۔"

بڈ بری طرح گڑبڑا گیا "میڈم کہہ رہی تھیں کہ دیکھ کر آؤ کہ چیف کا موڈ کیسا ہے؟" بڈ نے تیزی سے کہا۔

لی کوان تحقیر آمیز انداز میں ہنسا "میں بگڑے ہوئے موڈ ٹھیک کرنے کا ماہر ہوں ' تہذیب سے کہنا جب تک لی کوان زندہ ہے اسے علی سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

بڈ نے حیرت سے میری طرف دیکھا مگر میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں جانتا تھا وہ کس بات پر حیران ہو رہا ہے۔ اس نے کبھی مجھے کسی سے دبتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ میرے ماتحت مجھے ہمیشہ ایک نمبر دیکھنے کے خواہاں رہتے تھے اور بڈ کو تو مجھ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ وہ شاید مجھ سے یہ توقع کر رہا تھا کہ میں لی کوان کو کوئی منہ توڑ جواب دوں گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ میں اس لہجے میں بات سننے کا عادی نہیں ہوں۔ مجھ سے ذرا تمیز سے بات کرنا۔ میرا نام علی یار خان ہے اور میں منٹوں کے اندر آدمی کو سیدھا کر دیا کرتا ہوں۔ میں نے اولمو اور موشے جیسے شیطان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ ہر قدم پر انہیں شکست سے ہمکنار کیا۔ میں ناقابل شکست ہوں اور ہمیشہ ناقابل شکست رہوں گا۔ تمہاری تو حیثیت ہی کیا ہے۔ تم ایک نحیف و نزار بوڑھے ہو کر مجھ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو ' تم تو میرا ایک ہاتھ بھی نہیں سہار سکو گے۔

مگر میں نے یہ سب کچھ نہیں کہا۔ میں اس سے یہ سب کچھ کس طرح کہہ سکتا تھا۔ وہ میرا استاد تھا ' اپنے فن میں یکتا تھا اور میں دل سے اس کی عظمت اور برتری کا قائل تھا۔ میں اس کی توہین کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے جو کچھ سکھایا تھا کوئی اور شاید پوری عمر میں نہ سکھا پاتا۔ بظاہر اس نے میری تحقیر کی تھی لیکن اس کی کسی بات سے میری تحقیر نہیں ہو سکتی تھی۔ یہاں تو یہ معاملہ تھا کہ اس کے سامنے 'سر تسلیم خم' کرنے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے قد میں اضافہ ہو گیا ہو۔ وہ میری کھال کی جوتیاں بنا کر فروخت کر دیتا تب بھی میں اف نہ کرتا ' آخر وہ میرا استاد تھا۔

"میں تہذیب سے نہیں ملوں گا" میں نے بلند آواز سے کہا اور لی کوان نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"تمہارے اندر اتنی جرأت کہاں آئی کہ تم نے میرے حکم سے سرتابی کی" لی کوان غرایا "کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں تمہارا کیا حشر کر سکتا ہوں؟"

"مجھے اندازہ ہے لی کوان!" میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔ "اور مجھے تمہارے ہاتھوں اپنی درگت بنوانا منظور ہے مگر میں اپنے نزدیک اسرائیل کے کسی دشمن کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔"

میری بات نے لی کوان کو ایک بار پھر چونکنے پر مجبور کر دیا "اوہ ' تو یہ بات ہے" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد دوبارہ بولا "کیا تم تہذیب مالکم ایکس کی صلاحیتوں سے انکار کر سکتے ہو؟"

"کوئی باصلاحیت آدمی اگر اسرائیل کا دشمن ہے تو مجھے اس کی صلاحیتوں سے کوئی سروکار نہیں۔"

"سیدھی طرح بات کرو علی!" لی کوان بگڑ گیا "جو کچھ میں نے پوچھا ہے مجھے صرف اس کا جواب چاہئے۔"

"میں تہذیب کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کر سکتا" میں نے بجھے ہوئے انداز میں کہا "بلاشبہ بہت باصلاحیت ہے۔"

"اور کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ روئے زمین پر تم وہ واحد شخص ہو جس سے وہ محبت کرتی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا ' وہ خود کو میری امانت سمجھتی ہے۔"

"تو کیا تم پر یہ ذمے داری عائد نہیں ہوتی کہ اس کے نظریات تبدیل کرنے کی کوشش کرو؟"

"تم دیکھ چکے ہو لی کوان! کہ میری اس کوشش کا کیا انجام ہوا تھا۔ یہ جذباتی لوگ ہیں' کوئی بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔"

"انہیں سمجھانے کی کوشش کرو' ان پر اپنے نظریات مسلط کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"یہ بہت تکلیف دہ عمل ہوگا" میں نے کہا "طویل اور تھکا دینے والا عمل ہے۔"

"تمہارے بارے میں تو مشہور ہے کہ تم کسی بات کو ناممکن نہیں سمجھتے؟" لی کوان نے کہا' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں اسے ناممکن تو نہیں کہہ رہا' میں نے تو اس کام کو صرف مشکل قرار دیا ہے" میں نے کہا۔

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مشکل کاموں کا بیڑا اٹھاتے وقت تمہاری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔"

"بے شک میں نے بہت سے مشکل کام کئے ہیں لیکن معلوم نہیں کیوں مجھ سے اسرائیل کی مخالفت برداشت نہیں ہو رہی۔"

لی کوان نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا "گویا چھ مہینے تک میں نے تمہیں جو تربیت دی ہے وہ رائیگاں ثابت ہوئی۔ تمہارے اندر معمولی سی قوت برداشت بھی پیدا نہیں ہو سکی۔"

"یہ بات نہیں ہے ماسٹر!" میں نے پہلو بدلا "پہلے بھی مجھ میں قوت برداشت کی کمی نہیں تھی اور اب تو اس میں غیر معمولی اضافہ ہو چکا ہے لیکن جب میں اسرائیل کی مخالفت میں کوئی بات سنتا ہوں تو میری قوت برداشت جواب دینے لگتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نادیدہ قوت نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔ میں اپنے آپ میں نہیں رہتا' جی چاہتا ہے اس شخص کا خون کر دوں۔"

"میں تمہاری کیفیت کو سمجھ سکتا ہوں برخوردار!" لی کوان نے سر ہلایا "اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری تربیت مکمل نہیں ہو سکی لیکن تمہیں خود پر قابو رکھنے کی پوری کوشش کرنی ہوگی۔ تم جذبات میں آکر کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"میں کوشش کرنے کا وعدہ تو کر سکتا ہوں ماسٹر مگر اس سلسلے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تم نہایت احمق آدمی ہو۔ تہذیب کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہو اور اتنی سی بات نہیں جانتے کہ اب وہ تمہارے سامنے اسرائیل کی مخالفت میں زبان نہیں کھولے گی۔"

میں نے متحیرانہ انداز میں لی کوان کو دیکھا "تم یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟"

"مجھے کہنے دو کہ میں تہذیب کو تم سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو' اس کے بارے میں جو کچھ میں نے کہا ہے وہی درست ثابت ہوگا۔"

"میں تمہاری بات کو ضرور آزماؤں گا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ابھی تہذیب کے پاس جا رہا ہوں۔"

لی کوان کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ ابھری' میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ میں نے ہڈی کی طرف بھی توجہ نہیں دی اور تیزی سے باہر نکل آیا۔

تہذیب ... مضطربانہ انداز میں ٹہل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی۔ میں دروازے پر ٹھٹک ... ہی اندر چلا گیا تھا۔ ... بجھی بجھی سی لگ رہی تھی مگر مجھے دیکھ کر ہی وہ کھل اٹھی تھی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے علی؟" اس نے بے تابانہ انداز میں کہا "اپنی تہذیب سے ناراض نہ ہوا کرو علی!"

"تم بھی ایسی گفتگو سے گریز کیا کرو جس کے نتیجے میں تمہیں میری ناراضگی مول لینا پڑے" میں نے قدرے ترشی سے کہا۔

وہ ایک بار پھر بجھ سی گئی "میں کوشش کروں گی کہ اب میری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے" اس نے زندگی ... آواز میں کہا "لیکن اگر میں نادانستہ طور پر ایسی کوئی بات کر جاؤں جس سے تمہاری دل آزاری ہوتی ہو تو تم مجھے ٹوک ... میں فوری طور پر تم سے معافی مانگ لوں گی۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی' میں سمجھ گیا کہ آنسو اس کی آنکھوں سے امنڈ پڑنے کے لئے بے تاب ہیں مگر وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں روکے ہوئے ہے۔

"ٹھیک ہے تہذیب! اگر تم اپنے رویئے پر نادم ہو تو تمہیں معاف کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے ... ناز لہجے میں کہا۔

"شکریہ علی!" تہذیب بھرائی ہوئی آواز میں بولی "تم نے میرے اوپر ایک اور احسان کیا ہے' میں تمہاری ممنون ہوں۔"

تہذیب کو اس وقت ہمدردانہ رویئے کی ضرورت تھی۔ وہ شدید قسم کے جذباتی بحران سے گزر رہی تھی' ایک طرف اس کا محبوب تھا اور دوسری طرف اس کے نظریات تھے۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بہت اہم تھے۔ دونوں سے اس کی وابستگی تھی۔ قسمت نے اسے ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں اسے لازماً ان دونوں میں سے ایک کی ... فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا ... کسی ایک کی قربانی پیش کرنی ... ایک طرف اس کی اپنی ذات تھی اور دوسری طرف ایک پوری قوم تھی۔ اگر وہ اپنی ذات کا خیال کرتی تو اس کے لئے اسے پوری قوم کے مفادات کا سودا کرنا پڑتا۔ فلسطین کی قربانی پیش کرنا پڑتی۔ اور ایک مقدس سرزمین پر یہودیوں کے وجود کو برداشت کرنا پڑتا۔ وہ بہت بڑے عذاب سے دوچار تھی۔ اسے دنیا اور آخرت میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ میں اس کی دنیا تھا اور فلسطینیوں کے لئے جدوجہد کرنا اس کی آخرت کا زاد راہ۔ دونوں کی یکجائی ناممکن تھی۔ یہ دل اور دماغ کی کشمکش تھی جس میں ہمیشہ سے جنگ ہوتی چلی آرہی ہے۔ دل کی آواز تھی کہ محبوب کو ناراض نہیں ہونا چاہئے اور دماغ کہتا تھا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ مگر ہمیشہ کی طرح اس جنگ میں شکست دماغ کی ہوئی اور تہذیب دل کے تقاضوں سے مجبور ہو گئی۔

"عقل سے کام لینا سیکھو تہذیب! مجھے جذباتی رویوں سے چڑ ہے" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور تہذیب نے مجھے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اگر جذبات سے کام نہ لیتی تو تمہاری ناراضی کی پروا بھی نہ کرتی۔ مسلم دنیا کے مفادات کو تم پر قربان نہ کرتی اور تمہیں مجھ سے یہ الفاظ کہنے کا موقع بھی نہ ملتا۔ مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ یہ تو نظروں کا پیغام تھا۔ نظروں کی زبان۔ جس پر کسی کی گرفت نہیں ہو سکتی اور کس طرح ہو کہ اس زبان کی کوئی لغت نہیں ہے' نظریں کہتی ہیں اور نظریں سنتی ہیں۔ بعض اوقات ایک نظر وہ کچھ کہہ دیتی ہے جو ضخیم سے ضخیم کتاب میں بھی نہیں سما سکتا۔

"ٹھیک ہے علی! آئندہ تمہیں مجھ سے یہ شکایت بھی نہیں ہوگی۔ میں کوشش کروں گی کہ میرے جذبات تم پر ظاہر نہ ہونے پائیں۔"

"زندگی بڑی کٹھن ہوتی ہے تہذیب! آدمی سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے۔ جو لوگ خود کو وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں وہ قصہ پارینہ بن جاتے ہیں۔ وقت انہیں فراموش کر دیتا ہے اور جسے وقت فراموش کر دے اسے کوئی بھی یاد نہیں رکھتا۔ زندگی بسر کرنا ایک فن ہے تہذیب! اس فن کو سیکھنے کی کوشش کرو۔"

"میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے علی! اب یہ فن بھی سیکھ لوں گی" تہذیب نے بڑی سادگی سے کہا۔ اس کے لہجے میں طنز کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"ممکن ہے اس وقت میری باتیں تمہیں بری لگ رہی ہوں لیکن جب تم ان پر عمل شروع کر دو گی تو تمہیں معلوم ہوگا کہ میں ٹھیک کہہ رہا تھا اور تمہارا رویہ غلط تھا۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ ابھری "برے اور بھلے کا وقت گزر چکا علی! اس وقت کے بعد میرا جو بھی عمل ہوگا وہ فائدے یا نقصان کے لئے نہیں ہوگا۔ میں نے تہذیب یا کلم ایکس کو قربان کر دیا ہے۔ اب میں محض ایک کنیز ہوں جسے ہر حال میں اپنے آقا کے اشاروں پر عمل کرنا ہے خواہ اس کا انجام کچھ بھی ہو۔"

میں نے برا سا منہ بنایا۔ تہذیب کے لئے جذباتی گفتگو سے بچنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے مناسب یہی سمجھا کہ موضوع تبدیل کر دیا جائے۔ اسے زیادہ ٹوکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"موشے ہاورڈ مجھے دو چار روز کے اندر کوئی مہم سونپ دیں گے" میں نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا "میں چاہ رہا ہوں کہ اس دوران کیوں نہ اپنے طور پر کوئی منصوبہ بنانے کی کوشش کر لی جائے۔"

"کس قسم کا منصوبہ؟" تہذیب نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آواز کسی بھی قسم کے جذبے سے عاری تھی۔

"عظیم تر اسرائیل کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے کوئی ایسا منصوبہ جس پر عمل کر کے یہ کام جلد از جلد ممکن ہو سکے۔"

تہذیب کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آئے۔ میرے منہ سے اس قسم کی بات سننا اور اسے برداشت کرنا اس کے لئے آسان نہیں تھا مگر وہ تو پہلے ہی ہتھیار پھینک چکی تھی۔

"کیوں نہیں علی!" اس نے خالی خالی سی آواز میں کہا۔ "ماضی میں بھی تم کامیابی سے منصوبے بنا کر ان پر عمل کرتے رہے ہو' یہ تمہارے لئے کوئی نئی بات تو نہیں ہوگی۔"

"ماضی کے حوالے نہ دو تو بہتر ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم نے لیا ہے" تہذیب نے گڑبڑا کر کہا "مجھے فقط تمہاری توصیف مقصود تھی۔"

"اسرائیل کی توسیع بے حد ضروری ہے تہذیب! اس کام میں پہلے ہی بہت تاخیر ہو چکی ہے۔"

"بالکل ہونی چاہئے علی! اس لئے نہیں کہ یہ کام ضروری ہے بلکہ اس لئے کہ تم کہہ رہے ہو۔"

"جب تم نے اس کام کو ضروری تسلیم کر ہی لیا ہے تو پھر تمہیں مجھ سے تعاون بھی کرنا چاہئے۔"

"مجھے بتاؤ علی کہ میں کس طرح تمہاری معاونت کر سکتی ہوں؟" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"تم گریٹر ہیول کی مایہ ناز ایجنٹ رہ چکی ہو۔ منصوبہ

سازی میں بھی تم کسی سے کم نہیں ہو۔ کوئی اچھا سا منصوبہ بنانے میں میری مدد کرو۔"

تہذیب نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "گرین ہول کی مایہ ناز ایجنٹ قصہ پارینہ ہو چکی ہے علی!" اس نے کہا "اس کے لئے تو کوئی ڈھنگ کی بات سوچنا بھی ممکن نہیں رہا۔ لیکن تمہاری فرمائش ٹالنا بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کن خطوط پر سوچ رہے ہو شاید اس سے مجھے کوئی تحریک ملے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی محاذ کو نشانہ بنا کر ہم بہتر نتائج حاصل کر سکیں گے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ فوجی اعتبار سے برتر ہونے کے باوجود اسرائیل آج تک کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔"

"بیشتر اسلامی ممالک میں سیاسی محاذ آرائی اور بے کسی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ ہم اگر کوشش کریں تو ہمیں ایسے کار آمد لوگ مل سکتے ہیں جو ہمارے آلۂ کار بننے پر رضامند ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کو برسر اقتدار لانے کے لئے جدوجہد کرنا ہو گی۔ جب من پسند لوگ برسر اقتدار آ جائیں گے تو کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا' وہ اسرائیل سے الحاق کر لیں گے۔"

"یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہیں ہو سکے گا علی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "رائے عامہ کو ہموار کئے بغیر کوئی حکومت اتنا بڑا اقدام نہیں کر سکتی۔"

"یہی تو مصیبت ہے' لوگوں کی سمجھ میں صحیح بات نہیں آتی۔ اب اس مسئلے کا کیا حل تلاش کیا جائے؟"

"رائے عامہ کو ہموار کرنا ممکن نہیں ہو گا علی! صرف کٹھ پتلی حکومتوں کا قیام ہی بڑا کارنامہ ہو گا۔"

"خیر ہو گا" میں نے بے زاری سے کہا "یہ بہت الجھا ہوا معاملہ ہے۔ اس کے لئے طویل منصوبہ بندی کرنا پڑے گی۔ ابھی تو میں تل فرازو سے مقابلہ کرنے کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔"

"تل فرازو سے مقابلہ!" تہذیب نے حیران ہو کر کہا "کیا وہ اس قابل بچا ہو گا کہ کسی سے بھی مقابلہ کر سکے؟"

"لی کوان کا کہنا ہے کہ فوری طبی امداد مل جانے کی وجہ سے وہ کوئی بڑا نقصان اٹھانے سے بچ گیا ہے۔"

"یقین نہیں آتا" تہذیب بڑبڑائی "تمہارے سامنے تو وہ کسی بچے سے بھی بدتر نظر آ رہا تھا۔ بالفرض وہ ٹھیک ہو بھی گیا تو تمہارا اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

"اس بار تل فائٹنگ کا مقابلہ ہو گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "لی کوان کا کہنا ہے کہ تل فرازو مارشل آرٹس سے ناواقف ہے مگر تل فائٹنگ کا ماہر ہے۔"

"وہ یہاں کراٹے انسٹرکٹر کی حیثیت سے آیا ہے۔ لی کوان یہ کیسے کہتا ہے کہ تل فرازو مارشل آرٹس سے واقف نہیں ہے؟"

"لی کوان ٹھیک کہتا ہے تہذیب! تم نے دیکھا نہیں کہ مجھ سے کتنی آسانی سے شکست کھا گیا؟"

"تو کیا تم سے مقابلہ کرنے کی خواہش اس نے خود کی ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"نہیں' یہ میری خواہش ہے" میں نے کہا "اس بار شاید مجھے للکارنے کی ہمت بھی نہیں رہ گئی ہو گی۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیا ہے؟" تہذیب بولی "جس عبرتناک طریقے سے تم نے اسے شکست سے ہمکنار کیا اس کے بعد تمہارے دل میں کوئی حسرت تو نہیں بچنی چاہئے تھی۔"

"لی کوان کا کہنا ہے کہ تل فرازو کی شکست کی وجہ اس کی عدم مہارت تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقابلہ مساوی نہیں تھا۔ میں اس داغ کو مٹا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے سے کمتر کسی شخص سے مقابلہ کیا تھا۔ اس لئے میں نے تل فرازو سے اس میدان میں مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کا وہ ماہر ہے۔"

"اس کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے علی!" تہذیب نے تشویش سے کہا "وہ تل فائٹنگ کا ماہر ہے اور تم اس خطرناک کھیل کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"اتنا تو خیر میں جانتا ہی ہوں کہ اس کھیل میں آدمی خالی ہاتھ ایک بھینسے کا مقابلہ کرتا ہے۔"

"خالی ہاتھ تو نہیں چیف!" دروازے کی طرف سے بڈ کی آواز آئی "مقابلہ کرنے والے کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا ایک کپڑا ہوتا ہے جسے بھینسے کے سامنے لہرا کر بھینسے کی توجہ تبدیل کی جا سکتی ہے۔ بھینسے کی تربیت اس انداز میں کی جاتی ہے کہ وہ سرخ کپڑے پر ہی حملہ آور ہوتا ہے۔"

میں نے بڑے غور سے بڈ کو دیکھا جو بڑی بے پروائی سے دوسری کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ چکا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس غیر معمولی رویے کے پیچھے لی کوان کا ہاتھ ہے۔ اس نے بڈ کو کچھ سکھا پڑھا کر بھیجا ہو گا ورنہ کچھ دیر قبل تو بڈ میرے سامنے بھیگی بلی بنا ہوا تھا اور اب یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی نظر میں میری کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

"مجھے معلوم ہے بڈ!" میں نے مصلحتاً نرم لہجے میں کہا "لیکن وہ سرخ کپڑا کوئی ہتھیار تو نہیں ہوتا جسے بھینسے کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہو۔"

"وہ ایک طرح کا ہتھیار ہی ہوتا ہے چیف! تل فائٹر کی یہ مہارت بھی ہوتی ہے کہ خود بچ کر بھینسے کو سرخ کپڑے میں الجھائے رکھے۔"

"اور دوسرا ہتھیار وہ اسسٹنٹ ہوتا ہے جو تل فائٹر کے ساتھ موجود ہوتا ہے" تہذیب نے کہا "اس لئے کہ یہ بہت خطرناک کھیل ہے۔ تل فائٹر کسی بھی وقت زخمی ہو سکتا ہے۔ اس لئے احتیاطاً ایک اسسٹنٹ بھی موجود رہتا ہے۔"

"مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی" میں نے کہا "لیکن جو کچھ تم نے بتایا ہے اس کے بعد کھیل کی خطرناکی کہاں برقرار رہی؟"

"بپھرے ہوئے بھینسے کی ایک ہی ٹکر بعض اوقات جان لیوا ثابت ہوتی ہے" تہذیب نے کہا "اسی لئے اسسٹنٹ کے باوجود تل فائٹنگ کو خطرناک ترین کھیل تصور کیا جاتا ہے۔"

"مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے' کھیل خواہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو' معاون کی وجہ سے بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"تب تو تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ تل فرازو بغیر کسی معاون کے بھینسے کے مقابلے پر اترتا ہے" بڈ نے کہا۔

"اوہ!" میں نے چونک کر بڈ کو دیکھا "تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟"

"لی کوان سے معلوم ہوا ہے" بڈ نے جواب دیا "ابھی اس سے تل فرازو کے بارے میں ہی گفتگو ہو رہی تھی۔"

"یہ تو تم نے بہت اچھی خبر سنائی" میں نے کہا "اب تل فرازو سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا۔"

"لیکن علی! یہ مقابلہ ہو گا کہاں۔ یہاں اس جزیرے پر تو تل فائٹنگ کا مقابلہ ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔"

"میرا کام تو تل فرازو کو چیلنج کرنا ہے' مقابلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے تو اس کا رضامند ہونا ضروری ہے۔ باقی باتیں بعد کی ہیں۔"

OOO

اگلی صبح ناشتا کرنے سے قبل ہی میں تہذیب اور بڈ کے ساتھ گراؤنڈ کی طرف جا نکلا۔ ہم تینوں ہی وہاں تل فرازو کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لی کوان نے ہمیں اس بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا لیکن اس کے باوجود اسے معمول کے مطابق کراٹے کی مشکل ورزشیں کراتے دیکھ کر حیرت پر قابو رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ ذرا بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے بھی کوئی چوٹ لگی ہو گی۔

"تل فرازو ایک غیر معمولی آدمی ہے چیف!" بڈ نے کہا "کوئی اور ہوتا تو کئی روز تک ہل بھی نہیں سکتا تھا۔"

"موشے ہاورڈ غیر معمولی شخصیت کے مالک ہیں بڈ!" میں نے عقیدت مندی سے کہا "یہ انہی کی تیار کردہ دواؤں کا اعجاز ہے۔ تل فرازو کا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔"

"ورزشیں ختم ہونے کا وقت قریب ہے علی!" تہذیب نے کہا "کیا تم تل فرازو کو یہیں چیلنج کرو گے؟"

"جو کام کرنا ہی ٹھہرا اس میں تاخیر کیوں کی جائے؟" میں نے کہا اور ہم تینوں میدان کے وسط میں پہنچ گئے۔ حسب معمول کسی نے ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

چند منٹ بعد ورزشوں کا وقت ختم ہو گیا اور تمام لوگ بیرکوں کی طرف جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ تل فرازو سمیت کسی نے بھی ہماری طرف توجہ نہیں کی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے تل فرازو!" میں نے بلند آواز سے کہا اور تل فرازو چونک کر رک گیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی قابل ذکر تاثر نہیں ابھرا تھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھتا رہا' منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"کل ہمارے درمیان جو مقابلہ ہوا تھا میں اس سے مطمئن نہیں ہوں" میں نے اس کے قریب جا کر کہا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مارشل آرٹس میں مہارت نہیں رکھتے ورنہ میں کبھی تم سے مقابلہ نہ کرتا۔"

"پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟" تل فرازو نے یکے بعد دیگرے ہم تینوں کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ بقیہ لوگ گراؤنڈ سے باہر جا چکے تھے۔

"میں نے سنا ہے کہ تم تل فائٹنگ کے ماہر ہو اور اسپین کے قومی چیمپئن بھی رہ چکے ہو؟" میں نے کہا۔

"یہ بات درست ہے" تل فرازو بولا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ غالباً اس نے میرے عزائم کا اندازہ کر لیا تھا۔

"تمہارے ساتھ جو زیادتی ہوئی میں اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تل فائٹنگ کے میدان میں تم سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" تل فرازو نے کہا۔ اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"شاید تم یہ محسوس کرتے ہو کہ تمہاری توہین ہوئی ہے۔ میں یہ حساب بے باق کر دینے کا خواہاں ہوں۔ ظاہر ہے میں تو تل فائٹنگ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"تمہیں چاہئے تھا کہ اس سلسلے میں موشے ہاورڈ سے بات کرتے" تل فرازو نے کہا۔

"موشے ہاورڈ سے میں ضرور بات کروں گا لیکن اس سے قبل تمہاری رضامندی حاصل کرنا بہت ضروری

ہے۔ میں تمہیں ایک کھلا موقع فراہم کر رہا ہوں۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ۔"

بل فرازو کو ظاہر ہے کیا اعتراض ہو سکتا تھا' اس نے ہامی بھر لی اور میں سیدھا لی کوان کے پاس واپس چلا آیا۔

"تم باز نہیں آؤ گے؟" لی کوان نے بل فرازو کی رضامندی کی خبر سن کر مسکراتے ہوئے کہا "میں ناشتے کے بعد موشے باورڈ سے بات کر کے تمہیں بتاتا ہوں۔"

مجھے رینڈل کے جواب کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک ہی گھنٹے بعد میرا بلاوا آ گیا۔

"لی کوان نے بتایا ہے کہ تم بل فرازو سے بل فائٹنگ کے میدان میں نبرد آزما ہونے کے خواہاں ہو؟" رینڈل نے پوچھا۔ وہ اسی اسکرین کے ذریعے مجھ سے مخاطب تھا جس پر پہلی بار اس سے میری بات ہوئی تھی۔ اس بار میرے ساتھ صرف لی کوان تھا اور ہم دونوں ہال کے وسط میں کھڑے تھے۔

"آپ نے بالکل درست سنا ہے موشے باورڈ!" میں نے مودبانہ انداز میں کہا "میں بل فرازو کو اس کی فیلڈ میں شکست دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم بھی کبھی بل فائٹر رہ چکے ہو؟" رینڈل نے سوال کیا۔

"نہیں' اس کھیل سے میری واقفیت صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے۔ میں نے تو کبھی بل فائٹنگ کا کوئی مقابلہ دیکھا تک بھی نہیں ہے۔"

"اوہ! تب تو یہ بہت خطرناک ہوگا" رینڈل نے مضطربانہ لہجے میں کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اسے چیلنج کیوں کیا؟"

"ماسٹر لی کوان کے خیال میں میرے ہاتھوں اس کی شکست کی وجہ اس کا اناڑی پن تھا۔ وہ مارشل آرٹس کا ماہر نہیں ہے۔"

رینڈل ہنسا "تم بھی کس چکر میں پڑ گئے علی! لی کوان تو ہر کراٹے فائٹر کے بارے میں یہی تبصرہ کرتا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو..... لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ کسی کو مجھ پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے۔ لہٰذا میں یہ مقابلہ کرنے پر اصرار کروں گا۔"

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اجازت دینے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہ کرتا۔ اس قسم کے جان لیوا مقابلوں کا میں خود بھی بہت شوقین ہوں مگر تم ہمارا بہت قیمتی سرمایہ ہو۔ اس قسم کے کسی بے مقصد مقابلے کے لئے تمہاری جان کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔"

"میری زندگی سب سے زیادہ خود میرے لئے قیمتی ہے" میں نے کہا اور لی کوان نے میری بات سن کر تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"ہر شخص کی زندگی اس کے اپنے لئے بے حد قیمتی ہے لیکن بعض لوگوں کی زندگی دوسروں کے لئے زیادہ اہم ہو جاتی ہے۔ تم تو آنکھ بند کر کے خطرات میں کود پڑنے کے عادی ہو۔ یہ تمہاری فطرت ہے جس سے تم انحراف نہیں کر سکتے لیکن ہم نے تم پر جو محنت کی ہے وہ بلاوجہ ہی تو نہیں کی۔ تمہاری ذات کو بنیاد بنا کر ہم نے بہت بڑے بڑے منصوبے بنائے ہیں۔ ہمارے پاس تمہارا کوئی متبادل بھی نہیں ہے۔ بل فرازو جوڈو کراٹے کے فن سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔ تمہارے ہاتھوں اس کی شکست کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ لی کوان کے تبصروں کو بھول جاؤ۔"

"اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں اس سے سرتابی نہیں کر سکتا" میں نے کہا۔

"یہ میرا مشورہ ہے جو تم سے زیادہ ہمارے مفاد میں ہے" رینڈل بولا۔

"آپ کا مفاد میرا اپنا مفاد ہے اور آپ کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ میں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کروں گا جس سے آپ کے مفادات کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔"

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم کسی بھینسے کی زد میں آ کر ہلاک بھی ہو سکتے ہو۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ تم بل فائٹنگ سے ناواقف ہو اس بات کا امکان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔"

"میں نے کچھ سوچ کر ہی بل فرازو کو للکارا ہے۔ مجھے اپنی شکست کا ایک فیصد بھی اندیشہ ہوتا تو میں ہرگز یہ فیصلہ نہ کرتا۔"

"تم متضاد باتیں کر رہے ہو علی!" رینڈل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "جب تم بل فائٹنگ نہیں جانتے تو پھر فرازو کا مقابلہ کس طرح کر سکو گے اور سب سے بڑی بات کہ اپنا تحفظ کس طرح کر سکو گے؟"

"میرا خیال ہے اس بات کا جواب ماسٹر لی کوان زیادہ بہتر طور پر دے سکیں گے" میں نے لی کوان کی طرف دیکھا۔

"اگر لی کوان تمہاری کامیابی کی ضمانت دے تو میں اس معاملے پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں" رینڈل نے کہا "لی کوان! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

"علی میرا شاگرد ہے" لی کوان نے فخریہ لہجے میں کہا "اور جسے لی کوان کی شاگردی کا شرف حاصل ہو وہ کسی معاملے میں بھی کسی سے شکست نہیں کھا سکتا۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے علی یار خان بل فرازو کو ہرا دے گا" رینڈل نے حیرت سے کہا۔

"بل فرازو کی اوقات ہی کیا ہے" لی کوان نے حقارت سے کہا "علی سے مقابلہ کرنا ہے تو کسی آرٹسٹ کو اس کے مقابلے پر لاؤ۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو لی کوان! بل فرازو بل فائٹنگ کا ماہر ہے۔ وہ اسپین کا قومی چیمپئن رہ چکا ہے اور تم اس بات سے واقف بھی ہو۔"

لی کوان عجیب سے انداز میں ہنسا "وہ اسپین کا قومی چیمپئن صرف اس لئے بن گیا تھا کہ وہاں نہ لی کوان تھا اور نہ اس کا کوئی شاگرد۔"

"تم نے میرے اندر آتش شوق بھڑکا دی ہے لی کوان!" رینڈل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب چاہے علی کو کوئی نقصان ہی کیوں نہ پہنچ جائے میں یہ مقابلہ ضرور منعقد کراؤں گا۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ علی پر تمہاری محنت کس حد تک بار آور ثابت ہوئی ہے۔"

"میں اس سے مقابلہ کرنے کے لئے سخت بے چین ہوں موشے باورڈ!" میں نے کہا "معلوم نہیں مجھے کتنا عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔"

"میں تم سے بھی زیادہ بے چین ہو گیا ہوں" رینڈل نے کہا "بے فکر رہو پرسوں شام تک سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہوں گے۔"

○☆○

"تم سے زبردست غلطی ہوئی ہے" تہذیب نے کہا۔ "میں تو ہمیشہ مخالفت کرتی رہی مگر تم نے میری بات پر کان نہیں دھرے۔ اب دیکھنا تمہارا کیا حشر ہوگا!"

"چیف کی صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں ہے" بڈ بولا "مگر ہر کام کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ پریکٹس کے بغیر تو کوئی ماہر بھی کھیل میں پرفارمنس نہیں دے سکتا۔"

"کمال کی پریکٹس اور کس چیز کی پریکٹس!" تہذیب نے جھنجھلا کر کہا "پریکٹس تو بعد میں کی جاتی ہے۔ پہلا مرحلہ تو سیکھنے کا ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کام سے واقف ہی نہ ہو وہ پریکٹس کیا خاک کرے گا۔"

"یہاں نہ تو کوئی بھینسا میسر آئے گا اور نہ ہی بل فائٹر" بڈ نے کہا "ورنہ میں کوشش کرتا کہ چیف کو دو دن میں بل فائٹنگ سکھا دی جائے۔"

میں پلنگ پر لیٹا خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ تہذیب اور بڈ کرسیوں پر بیٹھے تھے اور جب سے انہوں نے پرسوں ہونے والے مقابلے کی خبر سنی تھی مستقل تبصرے کئے جا رہے تھے۔

"جو شخص خود اپنے آپ سے دشمنی پر آمادہ ہو کوئی اور اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا" تہذیب نے کہا "لہٰذا میرا خیال ہے تشویش میں مبتلا ہونے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"اب تم نے صحیح فیصلہ کیا ہے" میں کروٹ بدل کر اٹھ بیٹھا۔

"میں اندر آ سکتی ہوں" دروازے کی طرف سے مرجانہ کی آواز آئی اور ہم سب حیران ہو گئے۔

"آؤ آؤ" میں نے کہا "تم تو یوں غائب ہو گئی تھیں جیسے۔"

"گدھے کے سر سے سینگ" مرجانہ نے چہکتے ہوئے کہا اور اندر آ گئی "میں ایک اہم کام کے سلسلے میں باہر چلی گئی تھی۔ آج ہی واپس آئی ہوں" اس نے گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے ہاتھ ملایا "مبارک ہو' اب تم بھی ہم میں شامل ہو گئے ہو۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا مگر تہذیب کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہونے لگی تھی اور وہ کینہ توز نظروں سے مرجانہ کو گھور رہی تھی۔

"ابھی یہاں یہ بحث ہو رہی تھی کہ میں نے بل فرازو سے مقابلے کا فیصلہ کر کے غلطی کی ہے" تہذیب کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا۔

"بظاہر تو یہ فیصلہ غلط ہی معلوم ہوتا ہے" مرجانہ نے کہا "لیکن جب یہ فیصلہ تم نے کیا ہے اور موشے باورڈ اور ماسٹر لی کوان نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو پھر یہ درست ہی ہوگا۔"

"ان دونوں کو علی کے اس فیصلے پر بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "کوئی نقصان پہنچا تو علی کو پہنچے گا ان دونوں کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"کیسے نہیں بگڑے گا میڈم ایکس!" مرجانہ نے مسکرا کر کہا "علی ماسٹر لی کوان کے اکلوتے شاگرد ہیں اور موشے باورڈ کے مستقبل کی امیدوں کا واحد مرکز۔"

"آپ یہ بھول رہی ہیں کہ میڈم بھی چیف کی اکلوتی محبوبہ ہیں....."

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو بڈ!" تہذیب غرائی "بعض اوقات تم ساری حدود پھلانگ جاتے ہو۔"

"م..... میں معافی چاہتا ہوں میڈم!" بڈ نے سہم جانے کی اداکاری کی "تم ناراض ہوتی ہو تو آئندہ نہیں کہوں گا مگر میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔"

"خاموش رہو" تہذیب نے اسے جھڑک دیا اور بڈھے بچارے واقعی خاموش ہو گیا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں علی یار خان کی محبوبہ ہونے کا شرف حاصل ہے" مرجانہ نے کہا "معلوم نہیں کتنی لڑکیاں اس اعزاز کے لئے ترستی ہوں گی۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ "ہاں' یہ شرف ہی تو ہے ورنہ میں اس قابل کہاں۔"

مرجانہ گڑبڑا گئی "میرا مطلب تھا کہ بڈھے نے جو کچھ کہا اس پر تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

مرجانہ کی بات سن کر بڈھا کھل اٹھا "شکریہ" اس نے کہا۔ "کوئی تو میرا طرف دار نکلا۔"

"تم کبھی ماحول کو سنجیدہ نہیں رہنے دیتے بڈو!" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

بڈھے نے ناگواری سے سر کو جھٹکا دیا "بڈھے کا بولنا کسی کو بھی گوارا نہیں ہے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"علی کو سمجھانے کی بہت کوشش کی گئی تھی مسٹر ایکس مگر یہ اس مقابلے پر مصر تھے" مرجانہ نے کہا "اگر ہماری جانب سے اس قسم کی کوئی تحریک ہوتی تبھی آپ ہمیں الزام دینے میں حق بجانب ہوتیں۔"

"مرجانہ ٹھیک کہہ رہی ہے تہذیب!" میں نے کہا "میں موشے باورڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری فرمائش پر اس مقابلے کے انتظامات کرانے قبول کر لئے ہیں۔"

"نتائج تو تم بھگتو گے" تہذیب نے چڑ کر کہا "کسی اور کی صحت پر کیا اثر پڑے گا۔"

کسی اور کی صحت پر اثر پڑے نہ پڑے تمہاری صحت تو متاثر ہوتی نظر آ رہی ہے" میں نے ہنس کر کہا۔

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔ اب اس کے بعد تم مجھ سے اپنی مخالفت میں ایک لفظ بھی نہیں سنو گے۔"

"حیرت ہے" مرجانہ بڑبڑائی "تمہارے مخالفین تم سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں لیکن تمہارے اپنے ساتھی تمہاری صلاحیتوں کے بارے میں ذرا بھی پر اعتماد نظر نہیں آتے۔"

"تمہیں تو میری صلاحیتوں پر اعتماد ہے نا" میں نے مرجانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت زیادہ" مرجانہ مسکرائی "اتنا زیادہ اعتماد جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"اعتماد کی بنیادوں میں اس مقام سے لرزش پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جہاں سے جذباتی وابستگی کی ابتدا ہوتی ہے" میں نے کہا "میرے لہجے میں بہت خفیف سی تبدیلی تھی جسے کوئی بھی محسوس نہیں کر سکا۔

"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھی؟" مرجانہ نے پلکیں جھپکائیں۔

"اس بات کو یوں سمجھو کہ ایک شخص کو اپنے نشانے پر بہت اعتماد ہے۔ وہ کسی شخص پر بھی اس طرح فائر کر سکتا ہے کہ گولی اس کے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر جائے لیکن اگر اس شخص کے سامنے اس کے بیٹے کو کھڑا کر دیا جائے تو وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھے گا۔"

"میں سمجھ گئی" مرجانہ نے سر ہلا کر کہا "تمہارا مطلب ہے کہ تمہارے ساتھی تم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اس لئے وہ تمہیں اس مقابلے سے روک رہے ہیں۔"

"نہ صرف محبت کرتے ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں نل فائٹنگ کے میدان میں بالکل ہی کورا ہوں اس لئے بھی گھبرا رہے ہیں۔"

"یہ الجھن تو مجھے بھی ہے کہ تم نے کس بنا پر نل فرازو کو چیلنج کرنے کی ہمت کی؟"

"اور لی کوان نے بھی مجھے اس کی اجازت دی" میں مرجانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"تمہیں شاید اندازہ بھی نہ ہو کہ تم کتنے خوش قسمت آدمی ہو" مرجانہ نے کہا "لی کوان کسی کو اپنا فن سکھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تھا۔"

"مجھے اپنی خوش قسمتی کا تم سے زیادہ اندازہ ہے" میں نے ٹھہرے لہجے میں کہا "نل فائٹنگ کا مقابلہ بھی میں اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے ہی جیتوں گا۔"

مرجانہ نے حیرت سے مجھے دیکھا "تم بات کو کہاں سے کہاں لے گئے۔ اگر تم نے مقابلہ جیتا تو ظاہر ہے اپنی صلاحیتوں کے بل پر جیتو گے۔ میرا اشارہ تو لی کوان کی طرف تھا۔ نہیں اس نے کس طرح تمہیں اپنی شاگردی میں لے لیا۔"

"ہاں یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اسے پہلی ہی نظر میں مجھ سے محبت ہو گئی تھی" میں نے کہا اور مرجانہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا بے تکی ہانک رہے ہو" اس نے کہا۔

"ظاہر ہے اس نے میرا انتخاب یا تو کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہو گا یا پھر بغیر سوچے سمجھے کیا ہو گا۔ دوسری صورت میں یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہو گئی ہو گی۔"

"تمہاری خوش قسمتی یہ تھی کہ تم اس کے ہاتھ نہیں آئے ورنہ یقیناً مارے جاتے۔"

"زبان بھی میری صلاحیتوں سے میری رہنمائی کی تھی مرجانہ!" میں نے قدرے تلخی سے کہا "میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس شخص سے مقابلہ کرنا میرے حق میں بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔"

"تم کہہ رہے ہو تو پھر یہی درست ہو گا" مرجانہ نے ہنس کر کہا "میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"میں وہ شاگرد ہوں مرجانہ! جس پر لی کوان کو بھی فخر ہے۔ مجھے بھی یہ کہنے میں فخر محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں نے جس طرح ایک دوسرے کو سمجھا ہے کم ہی لوگ سمجھتے ہوں گے۔"

"ہاں' انڈر اسٹینڈنگ تو کسی کسی سے ہی ہوتی ہے" مرجانہ نے کہا۔

"یہ انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے مرجانہ! انڈر اسٹینڈنگ تو ایک معمولی چیز کا نام ہے۔ ہمارے درمیان جو معاملہ ہے وہ اس سے کہیں آگے کا ہے۔ میرے علاوہ کوئی اور لی کوان سے اس طرح واقف نہیں ہو سکتا جس طرح میں واقف ہوں اور جس اچھی طرح اس نے مجھے سمجھا ہے دنیا میں کوئی اور سمجھ ہی نہیں سکتا۔"

"کیا میں بھی نہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں' تم بھی نہیں" میں نے معاسفانہ انداز میں سر کو جنبش دی "میں نے اسے اپنے بارے میں کچھ زیادہ نہیں بتایا مگر وہ میری صلاحیتوں سے اور میری فطرت سے پوری طرح واقف ہو گیا۔ یہی معاملہ میرا بھی ہے۔ اس کو پوری طرح سمجھنے میں مجھے تھوڑا سا وقت ضرور لگا' لیکن اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اسے مجھ سے زیادہ کوئی اور نہیں جان سکتا۔ یہ اس کی خواہش تھی کہ میں نل فرازو سے نل فائٹنگ کا مقابلہ کروں۔"

"یہ خواہش اس نے کب ظاہر کی تھی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کبھی بھی نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "بلکہ وہ تو مجھے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو' خواہش بھی اس کی تھی اور تمہیں باز رکھنے کی کوشش بھی کر رہا تھا" مرجانہ نے کہا۔

"یہی تو عجیب بات ہے" اس کی خواہش پر اس کے سمجھے بغیر میں اسی طرح عمل کر رہا ہوں جس طرح اس نے چاہا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ مجھے باز رکھنے کی کوشش کرے اور میں اصرار کروں۔"

"تمہاری اس بات پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے؟" مرجانہ نے کہا "یہ تمہارا واہمہ بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"وہ میرا استاد ہے مرجانہ! اس نے میری تربیت کی ہے۔ یہ تربیت کتنی ہی نامکمل سہی وہ مجھے اپنی آنکھوں سے ایکشن میں دیکھنا چاہتا ہے۔ نل فرازو سے میرا مقابلہ ہوا تھا وہ اس کی تشفی کے لئے ناکافی تھا۔ لی کوان نے مجھے بعض ایسے اصول سکھائے ہیں جنہیں عملی میدان میں مختلف طریقوں سے بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نل فائٹنگ سے ناواقف شخص کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو نل فائٹنگ نہیں کر سکتا لیکن لی کوان نے جو کچھ مجھے سکھایا ہے اسے اگر ذہانت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو میں کسی شعبے میں بھی مار نہیں کھا سکتا۔ کیا اس صورت حال میں اس کی یہ خواہش غیر فطری ہے؟"

"غیر فطری تو خیر نہیں ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اس کی یہی خواہش رہی ہو" مرجانہ نے کہا "تم اس کے دل میں تو جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ جس حد تک اسے میں سمجھ سکتا ہوں کوئی اور نہیں سمجھ سکتا" میں نے کہا "اور یہ مقابلہ بالکل اسی انداز میں ہو گا جس طرح وہ چاہتا ہے۔"

"وہ کیا چاہتا ہے؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"یہ بات ابھی نہیں بتائی جا سکتی" میں نے مسکرا کر کہا۔ "جو کچھ ہو گا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔"

○☆○

رینڈل کے علاوہ گراؤنڈ میں جزیرے کے تقریباً تمام افراد موجود تھے۔ مخصوص افراد کے بیٹھنے کے لئے نشستوں کا انتظام بھی تھا۔ گراؤنڈ کے وسط میں چوبی باڑھ کے ذریعے نل فائٹنگ کے لئے اکھاڑہ بنایا گیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ رینڈل نے اتنی جلد نل فائٹنگ کے لئے تربیت یافتہ بھینسے کہاں سے اور کس طرح فراہم کئے تھے۔ اس قدر جلد تمام انتظامات مکمل کر لینا حیران کن ضرور تھا مگر میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کے وسائل غیر معمولی ہیں لہٰذا یہ ان کے لئے کوئی بہت بڑی بات بھی نہیں تھی۔

رنگ کے اطراف پانچ کٹہرے تھے جن میں سے ہر ایک میں ایک ایک بھینسا نظر آ رہا تھا۔ کٹہرے کا دروازہ کھلتے ہی بھینسے رنگ میں داخل ہو جاتے۔ لی کوان' تہذیب اور بڈھے میرے ساتھ ہی بیٹھے تھے جب کہ نل فرازو ہم سے اگلی قطار میں تھا' مقابلوں کی فلم بنانے کے لئے چار جدید قسم کے ٹی وی کیمروں کا انتظام بھی کیا گیا تھا حالانکہ وہاں جگہ جگہ خفیہ کیمرے نصب تھے مگر انہیں کافی نہیں سمجھا گیا تھا۔

"اگر تم اس وقت مقابلہ کرنے سے انکار کر دو تو کیا ہوگا؟" تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"بل فرازو کو فاتح قرار دے دیا جائے گا" لی کوان نے جواب دیا اور تہذیب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ لی کوان نے اتنی مدھم آواز کس طرح سن لی۔ وہ اس بات سے واقف نہیں تھی کہ لی کوان اس سے بھی مدھم آواز اس سے بھی زیادہ فاصلے سے سن سکتا ہے۔

"تم علی کو اس مقابلے سے روکنے کی کوشش مت کرو، مجھے حیرت ہے تم اس کے اتنے قریب ہونے کے باوجود اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتیں کہ علی جب کوئی فیصلہ کر لے تو پھر پیچھے نہیں ہٹتا" لی کوان نے مزید کہا۔

"تہذیب خوف زدہ ہے ماسٹر!" میں نے کہا۔

"لیکن یہ تو بل فائٹنگ کے مقابلے میں حصہ نہیں لے رہی" لی کوان نے بےساختہ کہا۔

"اگر تہذیب خود اس مقابلے میں حصہ لے رہی ہوتی تو ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوتی بلکہ اس صورت میں تو میں خوف زدہ ہوتا" میں نے کہا۔

"اچھا اچھا میں سمجھ گیا" لی کوان نے معنی خیز لہجے میں کہا "یہ بات ہے۔ لیکن اس کے خوف زدہ ہونے سے کوئی فائدہ تو ہونے سے رہا لہٰذا اسے پرسکون رہنے کی تلقین کرو۔"

"پرسکون تو میں خود بھی نہیں ہوں ماسٹر!" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں اپنے فیصلے پر پچھتا رہا ہوں۔ یہ بھینسے تو دیکھ کر ہی خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو" لی کوان نے منہ بنا کر کہا "ان بے ضرر بھینسوں سے تو چڑیا کا بچہ بھی خوف زدہ نہیں ہو سکتا۔ تم تو پھر ماسٹر لی کوان کے شاگرد ہو۔"

"اگر ان بھینسوں میں سے کسی ایک کو بھی پتا چل جائے کہ اس کے مقابلے پر ماسٹر لی کوان کا شاگرد آ رہا ہے تو حملہ کرنے سے انکار کر دیں گے" بڈ نے کہا اور اس کی بات سن کر لی کوان کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

"تمہارا یہ ساتھی مجھے بہت پسند ہے" لی کوان نے خوش ہو کر کہا "یہ بہت زندہ دل ہے۔ آدمی کو ایسا ہی زندہ دل ہونا چاہئے۔"

میں نے کان دبا لیا۔ بڈ نے واضح طور پر لی کوان کا مضحکہ اڑایا تھا مگر وہ اسے اپنی تعریف سمجھ کر خوش ہو رہا تھا۔

دس منٹ بعد مقابلہ شروع ہونے کا اعلان ہوا اور ایک شخص مائیک ہاتھ میں لئے ہوئے اکھاڑے میں آیا۔

"خواتین و حضرات! آج موسٹے بادوڈ کی طرز تمیں گھنٹے کے لئے خصوصی تفریح کا اہتمام کیا گیا ہے" اس نے کہا "آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ بل فائٹنگ کی تاریخ کے اس عظیم ترین مقابلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ایک طرف اسپین کے سابق قومی چیمپئن بل فرازو اور دوسری طرف عظیم ماسٹر لی کوان کے شاگرد علی ہیں۔"

اپنے لئے عظیم کا لقب سن کر لی کوان نے فخریہ انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ ہمیشہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا تھا۔

"میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مسٹر بل فرازو کی مہارت کے بارے میں مختصراً کچھ بتا دوں" اناؤنسر کہہ رہا تھا "عام طور پر بل فائٹرز اپنے ساتھ ایک اسسٹنٹ رکھتے ہیں لیکن مسٹر بل فرازو ماضی میں بغیر اسسٹنٹ کے بل فائٹنگ کے مظاہرے کر چکے ہیں اور آج کے لئے بھی انہوں نے یہی اعلان کیا ہے۔ وہ بغیر اسسٹنٹ کے بل فائٹنگ کا مظاہرہ کریں گے" چند افراد کے سوا سب نے یہ اعلان سن کر تالیاں بجائیں "اس کے علاوہ مقابلے کے اختتام پر بھینسے کو قتل کرنے کے لئے صرف ڈیڑھ فٹ کی مختصر سی تلوار استعمال کریں گے" ایک بار پھر تالیاں بجیں اور بل فرازو کو اکھاڑے میں آنے کی دعوت دی گئی۔

بل فرازو بڑے باوقار انداز میں اکھاڑے میں داخل ہوا۔ اس کے پہلو میں ڈیڑھ فٹ کی تلوار لٹک رہی تھی جو نیام میں تھی۔ اکھاڑے کے وسط میں پہنچ کر وہ رکا اور باری باری ہر طرف حاضرین کے سامنے سر خم کیا۔

"یہ شخص کچھ بھی نہیں جانتا" لی کوان نے حقارت سے کہا "یہ تو ٹھیک سے اداکاری بھی نہیں کر سکتا۔"

بل فرازو نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہ مقابلہ شروع کرنے کے لئے تیار ہے اور کٹہرے کے پاس کھڑے ایک شخص نے کٹہرے کا دروازہ کھول دیا۔ بھینسا تیزی سے باہر نکل آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ بل فرازو نے کپڑا لہرا لہرا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ سرخ رومال دیکھ کر بھینسے کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا اور اس نے ایک خاص انداز میں بل فرازو کی سمت دوڑ لگا دی۔ بل فرازو ذرا سا اس کی طرف جھکا کھڑا تھا۔ جیسے ہی بھینسا اس کے نزدیک پہنچا وہ صرف ذرا سا ایک طرف ہٹا بلکہ اس نے سرخ کپڑے سے بھینسے کا رخ بھی تبدیل کر دیا۔ بھینسا اپنی جھونک میں بڑھتا چلا گیا۔

پھر دور جا کر بھینسے نے پلٹ کر تمام خود کو روکا اور ایک بار پھر اپنی تمام تر وحشت کے ساتھ پلٹ پڑا۔ وہ بل فائٹنگ کے لئے خاص طور پر تربیت یافتہ بھینسا تھا اور سرخ رنگ دیکھ کر بری طرح مشتعل ہو گیا تھا۔ اس بار اس کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز تھی۔ بل فرازو نے پہلے کی طرح اس بار بھی بھینسے کو ڈاج دے دیا تھا مگر اس بار بہت سے تماشائیوں کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ بل فرازو نے خود کو تو خیر بچا لیا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں موجود سرخ رنگ کے کپڑے کا کچھ حصہ بھینسے کی سینگوں کی زد میں آ کر پھٹ گیا تھا۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی بل فرازو کی ہلاکت کا باعث ہو سکتی تھی۔

"بل فائٹنگ کاہلوں کا کھیل ہے" لی کوان نے تبصرہ کیا "اور میں نے اپنی پوری زندگی میں بل فرازو سے زیادہ سست آدمی نہیں دیکھا۔"

بل فرازو اور بھینسے کے درمیان آنکھ مچولی جاری رہی۔ بل فرازو واقعی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بھینسے کو تو خیر شروع سے ہی بل فائٹر کو ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن بل فائٹر پر یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ ایک مخصوص وقت تک صرف اپنا دفاع کرے گا۔ عام مقابلوں میں تو کسی بھی خطرناک لمحے بیرونی مداخلت کے ذریعے بل فائٹر کی جان بچا لی جاتی ہے مگر اس مخصوص قسم میں بل فائٹر اور بھینسا ایک دوسرے کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بل فائٹنگ کی یہ قسم عام نہیں ہے کیوں کہ اس میں جان جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

بل فائٹنگ کے لئے مخصوص وقت ختم ہونے سے قبل ہی بل فرازو پر تھکن کے اثرات غالب نظر آنے لگے لیکن تھکن کے باعث اسے کوئی خطرہ اس لئے لاحق نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ بھینسا بھی تھک گیا تھا۔ بل فرازو کی نسبت بھینسے کو بہت زیادہ بھاگ دوڑ کرنا پڑ رہی تھی۔ بل فرازو کا انداز بے انتہا خطرناک تھا۔ وہ جان بوجھ کر بھینسے کو بالکل آخر وقت میں ڈاج دیتا تھا اور اس کا یہ انداز کسی بھی لمحے مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ تہذیب کے ساتھ ساتھ بڈ بھی یہی دعا کر رہا ہوگا کہ بل فرازو بھینسے کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے تاکہ میں اس خطرناک کھیل میں شریک ہونے سے بچ سکوں۔

پھر گھنٹی بج گئی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب اگر بل فرازو چاہے تو بھینسے کو ہلاک کر سکتا ہے۔ تلوار کے ذریعے بھینسے کو ہلاک کرنا بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ بھینسا تو سرخ کپڑے پر جھپٹتا ہے اور اس آخری مرحلے میں بل فائٹر کے لئے نہ صرف بھینسے کو ڈاج دینے کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے تلوار سے بھینسے پر کاری ضرب بھی لگانا پڑتی ہے۔ تیز رفتار بھینسے کی گردن پر کاری ضرب لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تلوار اگر بھینسے کی گردن کے بجائے اس کے جسم کے کسی اور حصے پر لگے تو اسے بل فائٹر کے اناڑی پن پر محمول کیا جاتا ہے اور اس کے پوائنٹ کم ہو جاتے ہیں۔

گھنٹی بجتے ہی بل فرازو نے تلوار نیام سے نکال لی۔ تلوار اس نے سیدھے ہاتھ میں پکڑی تھی جبکہ سرخ کپڑا اس نے الٹے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ اس بار اس نے کپڑا اپنے جسم سے فاصلے پر رکھا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ پوری طرح باہر کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ تلوار نیام سے نکالنے کا مطلب تھا کہ اب اس نے بھینسے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ وہ اگر کھیل کو طول دینا چاہتا تو تلوار کو بے نیام نہ کرتا۔ تلوار نیام سے نکالنے کا مطلب یہ تھا کہ اب اگر وہ کسی بھی وجہ سے بھینسے پر وار نہ کر پاتا تو بھی اس کے پوائنٹ ضائع ہوتے رہتے۔

بھینسے کے دوڑنے سے دھول اڑ رہی تھی۔ تہذیب اور بڈ سانس روکے مقابلے کا یہ آخری مرحلہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی دعائیں قبول ہونے کا اب یہی امکان رہ گیا تھا کہ بل فرازو بھینسے پر فیصلہ کن وار کرنے میں ناکام ہو جائے بصورت دیگر تہذیب اور بڈ کے خیال میں میری شکست کے امکانات روشن ہو جاتے۔

جیسے ہی بھینسا بل فرازو کے قریب آیا بل فرازو نے بڑی پھرتی سے پینترہ بدلا۔ اس کا دایاں ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور پھر ہم سب نے اسے بھینسے کی گردن پر وہ خوبصورت وار کرتے دیکھا۔ چمکتی ہوئی تیز دھار تلوار بھینسے کی گردن کاٹتی ہوئی گزر گئی تھی۔ بھینسے کی کٹی ہوئی گردن سے خون کا ایک فوارہ ابلا اور سر دھڑ سے جدا ہو کر دور جا گرا اور سر بریدہ بھینسا اپنی رفتار کے باعث کچھ دور تک یونہی دوڑتا چلا گیا اور پھر زمین بوس ہو گیا۔ بل فرازو نے دونوں ہاتھ بلند کر کے اپنی فتح کا اعلان کیا اور تالیوں کی گونج میں اکھاڑے سے باہر نکل آیا۔

"بل فرازو واقعی بل فائٹنگ کا ماہر ہے" میں نے تعریفی انداز میں کہا "اس کا اسٹائل مجھے بہت پسند آیا۔"

"وہ انتہائی کاہل آدمی ہے" لی کوان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "اس لئے اس نے بل فائٹنگ جیسے سست کھیل کو اپنے لئے منتخب کیا ہے۔"

"وہ تو اکھاڑے سے صحیح رو ہو کر نکلا ہے" تہذیب نے

کہا "اب تم اپنی خیر مناؤ" اس سے زیادہ پوائنٹ حاصل کرنا آسان نہیں ہوگا۔"

"مجھے چیف پر فخر ہے" بڈ بولا "ماضی میں بھی کئی بار انہوں نے ایسے موقعوں پر پانسہ پلٹا ہے جب کسی کو بھی اس کی توقع نہیں رہی تھی۔"

"لیکن اس بار ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا" تہذیب نے جھنا کر کہا "آدمی کو کبھی بھی سوچے سمجھے بغیر قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہمیشہ ہی کامیابی اس کے قدم چومے۔"

"کامیابی کبھی خود سے قدم نہیں چومتی تہذیب" میں نے کہا "اس کے لئے بڑی مشقت کرنی پڑتی ہے۔"

"تم کتنی ہی مشقت کیوں نہ کرو 'بل فائٹنگ' میں اسپین کے قومی چیمپین کو شکست نہیں دے سکتے۔"

"کیا بل فائٹنگ کرنا کوئی بہت مشکل کام ہے؟" لی کوان نے یوں پوچھا جیسے اس نے کبھی بل فائٹنگ کا مقابلہ نہ دیکھا ہو۔

"ہرگز نہیں ماسٹر!" میں نے جلدی سے کہا "یہ تو کاہل لوگوں کا ایجاد کیا ہوا ایک انتہائی سست رفتار کھیل ہے۔"

"تب تو لوگ اسے دیکھ کر بور ہوتے ہوں گے" لی کوان نے کہا۔

"ارے نہیں ماسٹر!" میں نے ہنس کر کہا "اسے دیکھنے والے بھی کاہل ہوتے ہیں اس لئے وہ بور نہیں ہوتے۔"

"لیکن یہاں ماسٹر لی کوان بھی موجود ہے" اچانک لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اور وہ بہت بور ہوا ہے' اب تمہیں اس کی بوریت کا ازالہ کرنا ہے۔"

تہذیب اور بڈ بڑی حیرت سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہوگا کہ آخر لی کوان اس خونی کھیل کو سست اور بور کس طرح قرار دے رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں اس سے کیوں کر متفق ہوگیا ہوں۔ یہ بات ان کے سمجھنے کی تھی بھی نہیں۔

"میں کوشش کروں گا ماسٹر کہ اس کھیل کو تمہارے معیار تک پہنچا سکوں" میں نے کہا۔

"کوشش کا کیا مطلب ہے؟" لی کوان غرایا "تمہیں یہ کھیل سنسنی خیز بنانا ہوگا۔ وہ کھیل ہی کیا جسے دیکھ کر رگوں میں خون کی گردش نہ تیز ہو جائے۔"

"تمہارے خون کی گردش بھلا کون تیز کر سکتا ہے لی کوان" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ تو وقت آنے پر معلوم ہوگا" لی کوان بڑبڑایا اور اکھاڑے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے مردہ بھینسے کو ہٹا دیا گیا تھا اور اب وہاں ایک بار پھر اناؤنسر نظر آرہا تھا۔

"مسٹر بل فرانڈو کی منفرد اسٹائل کی بل فائٹنگ سے آپ لوگ محظوظ ہوچکے" اناؤنسر نے کہا "اب میں علی یار خان سے درخواست کروں گا کہ وہ مقابلہ کرنے سے قبل اپنے بارے میں خود ہی کچھ بتادیں۔"

میں نے اکھاڑے میں پہنچ کر اس کے ہاتھ سے مائیکروفون لے لیا "جیسا کہ آپ لوگوں کو پہلے بتایا جاچکا ہے کہ میں بل فائٹنگ سے واقف نہیں ہوں" میں نے کہا "شاید آپ کو یہ سن کر حیرت ہو کہ آج سے پہلے میں نے بل فائٹنگ کا کوئی مقابلہ دیکھا تک نہیں تھا۔ اس لئے مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن آج یہ مقابلہ دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بھینسا بڑا مظلوم جانور ہے۔"

میرے اس تبصرے پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بھن بھناہٹ کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر کیا جائے" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ تو سراسر ظلم ہے کہ نہتے بھینسے کے مقابلے میں بل فائٹر کو اور بدست ہونا ہوتا تو یہ چاہئے کہ بھینسے کو بھی کوئی ہتھیار فراہم کیا جائے تاکہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر ہوسکے۔"

بل فرانڈو اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دہاڑ کر بولا "تم مقابلے سے بچنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب بل فائٹنگ نہیں جانتے تو چیلنج کیوں کیا تھا؟"

"میں مسٹر بل فرانڈو سے درخواست کروں گا کہ پہلے مجھے اپنی بات پوری کر لینے دیں۔ اس کے بعد بھی اگر انہیں کوئی اعتراض ہوا تو میں اسے پوری توجہ سے سنوں گا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بھینسے کو کوئی ہتھیار فراہم کردیا جائے۔ اس لئے کہ بھینسا کوئی ہتھیار استعمال کر ہی نہیں سکتا لہٰذا اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ بھینسے کے مقابلے پر خالی ہاتھ اترا جائے۔ اگر مسٹر بل فرانڈو کو اعتراض نہ ہو تو میں خالی ہاتھ بھینسے کا مقابلہ کرلوں۔"

بل فرانڈو کو اس پر بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا لیکن اس نے یہ شرط عائد کردی کہ مقابلے کا اختتام اس وقت ہوگا جب ایک لاش گر جائے۔

"وہ تو ظاہر ہے مسٹر بل فرانڈو لیکن چونکہ میں بغیر کسی ہتھیار کے بھینسے کا مقابلہ کر رہا ہوں اس لئے وقت کی پابندی ختم ہو جائے گی۔ مقابلہ شروع ہونے کی گھنٹی تو بجے گی لیکن اس کے بعد اور کوئی گھنٹی نہیں بجے گی [illegible]

[illegible] بھینسے [illegible] کر چکا ہوں اور یہاں ایک بات اور۔ میں چونکہ سرخ کپڑے کے استعمال سے ناواقف ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اگر مسٹر بل فرانڈو کو اعتراض نہ ہو تو میں سرخ رنگ کا لبادہ زیب تن کرلوں۔"

بل فرانڈو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ میں نے اپنی ہلاکت کا پورا سامان کرلیا تھا۔ اس کی دانست میں چند منٹ کے اندر اندر بھینسے کا شکار ہو جاتا اس لئے کہ بھینسا تو بہرحال سرخ کپڑے پر حملہ آور ہوتا ہے اور میں نے چونکہ سرخ لبادہ خود پہننے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اس لئے میرا بھینسے کی زد میں آنا یقینی امر تھا۔

چونکہ بل فرانڈو کو کوئی اعتراض نہیں تھا اس لئے کسی اور کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے لئے فوراً ہی ایک سرخ لبادے کا بندوبست کردیا گیا۔ ابھی میں لبادہ پوری طرح پہن بھی نہیں پایا تھا کہ لی کوان اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پہلے تم نے دوسروں پر ظالم ہونے کا الزام عائد کیا اور اب خود جو ظلم کرنے جارہے ہو اس پر تمہیں کوئی ندامت محسوس نہیں ہوتی؟" لی کوان نے بلند آواز میں کہا۔

"میں دو بدو بھینسے کا مقابلہ کر رہا ہوں ماسٹر!" میں نے بھی چیخ کر جواب دیا "اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"تم لی کوان کے نام پر بٹا لگانے پر تل گئے ہو۔ ایک وقت میں صرف ایک بھینسے سے مقابلہ کرتے تمہیں شرم نہیں آئے گی؟"

"ایک بھی بہت ہے ماسٹر!" میں نے احتجاج کیا "ایک آدمی کے لئے ایک بھینسا بھی بہت ہوتا ہے۔"

"آدمی کے لئے ہوتا ہوگا۔ تم آدمی کے ساتھ ساتھ لی کوان کے شاگرد ہو کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں؟"

"ٹھیک ہے ماسٹر! تمہارے اصرار پر میں ایک ساتھ دو بھینسوں کا مقابلہ کروں گا" میں نے اعلان کیا اور گراؤنڈ تالیوں سے گونج اٹھا۔ لیکن تالیوں کی گونج ختم ہوتے ہی لی کوان پھر بول اٹھا۔

"یہاں نہ تو نیلامی ہورہی ہے اور نہ ہی کوئی سودے بازی ہورہی ہے۔ تم ایک ایک کرکے تعداد کیوں بڑھا رہے ہو؟" لی کوان نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو ماسٹر!" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "دو بھینسے کم نہیں ہوتے" ہم دونوں اتنی بلند آواز میں گفتگو کر رہے تھے کہ ہماری آوازیں ہر ایک تک پہنچ رہی ہوں گی۔

"تمہیں ان چاروں بھینسوں سے بیک وقت مقابلہ کرنا ہوگا" لی کوان نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"یہ زیادتی ہے ماسٹر! بغیر کسی ہتھیار کے چار بھینسوں سے مقابلہ کروں گا تو یہ میرا کچومر بنا کے رکھ دیں گے۔"

"تم اسی قابل ہو کہ تمہارا کچومر بنا دیا جائے" لی کوان نے غصیلے انداز میں کہا "صرف چار بھینسوں سے خوف زدہ ہوکر تم جس بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو' اس کے پیش نظر تم اسی کے مستحق ہو۔"

"میں بزدل نہیں ہوں ماسٹر! میں ثابت کردوں گا کہ ماسٹر لی کوان کا شاگرد بزدل نہیں ہوسکتا۔ میں ان چاروں بھینسوں کا بیک وقت مقابلہ کروں گا خواہ میرا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"

گراؤنڈ میں سناٹا طاری ہوگیا۔ ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا تھا پھر اس سکوت کو تہذیب کی آواز نے توڑا۔

"یہ سازش ہے" وہ ہذیانی انداز میں چیخی "یہ لوگ علی کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔"

"ان آخری لمحوں میں مجھے کمزور کرنے کی کوشش مت کرو تہذیب!" میں نے بلند آواز سے کہا "میری کامیابی کے لئے دعا کرو۔"

میں پلٹ کر چلتا ہوا اکھاڑے کے وسط میں پہنچ گیا اور دونوں ہاتھ بلند کرکے اشارہ کیا کہ میں مقابلے کے لئے تیار ہوں۔ اس دوران میں چاروں کٹہروں کے دروازے پر ایک ایک آدمی پہنچ چکا تھا۔ مقابلہ شروع ہونے کے لئے گھنٹی بجی اور ان چاروں نے ایک ساتھ کٹہروں کے دروازے کھول دیئے۔ میں نے سرخ لبادہ پہن رکھا تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر بھینسے پہلے ہی بے قابو ہو رہے تھے اس لئے دروازہ کھلتے ہی انہوں نے میری طرف رخ کیا۔

چار بپھرے ہوئے بھینسے چار مختلف سمتوں سے مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے دوڑے چلے آرہے تھے۔ میں ان چاروں سے یکساں فاصلے پر تھا اور مجھے بیک وقت ان چاروں پر نظر رکھنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ چاروں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ وحشی بھینسوں کے دوڑنے سے دھمک پیدا ہو رہی تھی اور مٹی کے گویا بادل سے اڑ رہے تھے۔ اس قدر دھول اڑ رہی تھی کہ شاید میں تماشائیوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا ہوں گا۔

میں پوری طرح مستعد تھا۔ اگر میں انہیں ڈاج دینے کی کوشش کرتا تو یہ ممکن نہ ہوتا۔ وہ چار تھے اور میں اکیلا۔ اور ان چاروں کو ایک ہی وقت میں مجھ تک پہنچنا تھا۔ ایک وقت میں چار بھینسوں کو ڈاج دینا عملاً ناممکن تھا۔ اگر میں یہ

حماقت کرتا تو کسی نہ کسی بھینسے کی زد میں آکر اپنی پسلیاں تڑوا بیٹھتا۔ میں نے مختلف حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی جس کا تعین میں پہلے ہی کر چکا تھا۔

چاروں بھینسے طوفانی رفتار سے دوڑتے ہوئے میرے اتنے نزدیک آگئے کہ ان کا اور میرا تصادم یقینی ہو گیا تو میں دونوں پیروں پر وزن ڈال کے پوری قوت سے اچھلا اور فضا میں کئی فٹ بلند ہونے کے بعد ان سے کچھ فاصلے پر جا گرا۔ چاروں بھینسوں کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرائے تھے جس کے نتیجے میں ایک زوردار دھماکا ہوا تھا۔ سننے والوں کے دل دہل گئے ہوں گے۔ اکھاڑے میں اس قدر دھول اڑ رہی تھی کہ کسی کو کچھ نظر نہیں آسکتا تھا۔ سب یہی سمجھے ہوں گے کہ میں اس تصادم میں کام آگیا ہوں جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا تھا کہ لوگوں کے منہ سے دبی دبی چیخیں نکل گئی تھیں۔ تہذیب کی دلخراش چیخ سب پر حاوی تھی۔

میں زمین پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ تین بھینسے آپس میں لڑ پڑے تھے جب کہ چوتھا انتہائی اشتعال کے عالم میں میری طرف پلٹا تھا۔ وہ خوں خوار انداز میں مجھ پر جھپٹا۔ وہ میرے پرخچے لباوے کے پرخچے اڑا دینا چاہتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس پر کیا قیامت گزرنے والی ہے۔

میں بھینسے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اس لئے مجھ پر حملہ آور ہوتے وقت اس کی رفتار میں بہت زیادہ تیزی نہیں تھی تاہم اس کا انداز بڑا خوں خوار تھا۔ میں نے اپنے جسم کو دائیں سمت جھکولا دیا۔ بھینسے کا رخ بھی میری حرکت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوا تھا مگر میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو بائیں سمت ہٹا لیا۔ بھینسا ڈاج کھا گیا تھا مگر اس قدر کافی نہیں تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے چھلانگ لگائی اور بھینسے کی پشت پر سوار ہو گیا۔ یہ ایک نہایت مشکل کام تھا۔ بھینسے کے جسم میں تو بجلیاں سی بھری ہوئی تھیں۔ اس کی پشت پر سوار رہنا تو قریب قریب ناممکن کام تھا تاہم میں نے اس کی گردن سے چمٹتے ہوئے اس کے دونوں سینگ پکڑ لئے۔ اب کم از کم وہ مجھے آسانی سے اپنے اوپر سے نہیں گرا سکتا تھا۔

اس اچانک افتاد پر بھینسا بری طرح بوکھلا گیا۔ وہ پورے اکھاڑے میں بری طرح دوڑتا پھر رہا تھا، ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی گردن جھٹک کر مجھے گرا دینے کی کوششوں میں بھی مصروف تھا۔ جو کچھ اس پر گزر رہی تھی اس کی تو اسے ٹریننگ بھی نہیں دی گئی تھی لیکن اس کی حیوانی جبلت اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ صرف اسی طرح وہ اس بلا سے پیچھا چھڑا سکتا ہے جو اس کی پشت پر سوار ہے۔

تینوں بھینسے آپس میں بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ اکھاڑے میں اڑتی ہوئی دھول اس حد تک چھٹ گئی تھی کہ اب تماشائی احاطے کے اندر ہونے والی افراتفری بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ مجھے بھینسے کی پشت پر سوار دیکھ کر کسی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا ہوگا۔ وہ منظر ہر اعتبار سے ناقابل یقین تھا۔ اول تو میرا زندہ بچ جانا ہی ان لوگوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ جس شخص پر چار مختلف سمتوں سے بار بپھرے ہوئے بھینسے حملہ آور ہوئے وہ نہ صرف بچ گیا تھا بلکہ ایک بھینسے کی پشت پر سواری بھی کر رہا تھا۔ بل فائٹنگ کی تاریخ میں پہلی بار ایسا واقعہ رونما ہوا تھا۔ اس سے پہلے کبھی بل فائٹر نے کسی بھینسے پر سواری نہیں کی ہوگی۔

بھینسے کی وحشیانہ جدوجہد کے باوجود خود کو بھینسے کی پشت پر برقرار رکھنا اس وقت مجھے دنیا کا سب سے بڑا کارنامہ محسوس ہو رہا تھا اور مجھے شدت سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے لی کوان کا شاگرد ہونا بے حد ضروری تھا۔ اگر چھ ماہ قبل میں نے یہ حماقت کی ہوتی تو مجھے اس کا خمیازہ اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کی صورت میں بھگتنا پڑتا۔

بھینسا چاروں پیروں پر اچھل رہا تھا، گردن جھٹک رہا تھا اور ساتھ ساتھ اکھاڑے میں چکر بھی لگاتا جا رہا تھا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے اپنی پشت سے گرا دینا چاہتا تھا اور میں اس کی کوششیں ناکام بنانے میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر رہا تھا۔ اس جدوجہد میں میرے جسم کا ایک ایک جوڑ دکھ کر رہ گیا تھا لیکن یہ بہت ضروری تھا۔ جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا اس کے لئے بھینسے کی پشت پر سواری کا تجربہ لازم تھا بصورت دیگر میں چار بھینسوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس شدید جدوجہد کے دوران بھی میرے حواس پوری طرح کام کر رہے تھے۔ میں محسوس کر سکتا تھا کہ ہر شخص مبہوت ہے۔ وہ ایک ناقابل یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اس بھیانک جدوجہد کا انجام کیا ہوگا۔ میرے کانوں تک تہذیب کی ہذیانی چیخیں بھی پہنچ رہی تھیں لیکن وہاں کسے اتنی فرصت تھی کہ تہذیب کی طرف توجہ دیتا۔ ہر ایک کو یہی فکر لاحق تھی کہ کہیں اس کی پلک جھپک جائے اور وہ ایک ناقابل فراموش منظر دیکھنے سے محروم نہ رہ جائے۔ مقابلے کی نوعیت ایسی تھی کہ کسی لمحے کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہو سکتا تھا۔

لڑتے لڑتے تینوں بھینسوں کو اچانک خیال آیا کہ ان کا ہدف تو کچھ اور ہے۔ اس لئے انہوں نے اچانک ہی موقوف کیا اور میری طرف سرپٹ دوڑ پڑے جو ابھی بھینسے پر سوار تھا۔ اس وقت وہ اکھاڑے کی چوبی باڑھ کے نزدیک تھا۔ اس نے اچانک ہی اپنی گردن کو بڑا زوردار جھٹکا دیا اور مجھے فضا میں کئی فٹ اوپر اچھال دیا۔

میں فضا میں اڑتا ہوا چوبی باڑھ کے کوئی بیس فٹ باہر جا گرا۔ اچھا یہ ہوا کہ کوئی تماشائی میری زد میں نہیں آیا۔ لوگوں کے حلق سے ایک بار پھر چیخیں نکل گئیں۔ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ تماشائیوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ ان کے خیال میں میں یا تو دم توڑ چکا تھا یا کسی بھی لمحے دم توڑنے والا تھا لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ابھی تو یہ مقابلہ شروع ہوا ہے ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں نے ان کے لئے سنسنی خیزی کے بہت سے در تو ابھی وا کئے ہی نہیں تھے۔

زمین پر گرتے ہی میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نہ صرف اٹھا بلکہ اٹھ کر اکھاڑے کی طرف دوڑ بھی لگا دی۔ میری طرف بڑھتے ہوئے لوگ کائی کی طرح چھٹ گئے۔

چند لمحوں کے لئے تماشائیوں کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے میں بھینسوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا اس لئے وہ قدرے پرسکون ہو گئے تھے لیکن جیسے ہی میں اٹھ کر اکھاڑے کی طرف دوڑا انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور ایک بار پھر مشتعل ہو گئے۔ میرے جسم پر موجود سرخ لبادہ ان کے اشتعال کا باعث تھا۔ ایک بھینسے نے اشتعال کے عالم میں چوبی باڑھ کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور میری طرف دوڑا۔ بھینسے کے چوبی باڑھ سے باہر نکل آنے کے باعث تماشائیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ مخالف سمتوں میں بھاگے تھے اس لئے بھینسے کے واسطے میدان صاف ہو گیا تھا۔

بھینسے کے باہر نکل آنے کی وجہ سے میرے لئے اکھاڑے میں داخل ہونا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ بقیہ تینوں بھینسے بھی باڑھ پھلانگنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ میں نے اپنی طرف آتے ہوئے بھینسے سے بچنے کے لئے پلٹ کر مخالف سمت میں دوڑ لگا دی۔ بپھرا ہوا بھینسا میرے پیچھے لگ گیا۔ اسی اثنا میں بقیہ تینوں بھینسے بھی اسی طرف کود آئے تھے اور میرے تعاقب میں دوڑ پڑے تھے۔ بھاری بھرکم خوں خوار بھینسوں کے دوڑنے سے زمین لرز رہی تھی اور گرد کے بادل اڑ رہے تھے۔ چاروں بھینسے ان بادلوں کے آگے تھے اور بھینسوں سے آگے میں تھا۔ لی کوان کی محنت کارگر ثابت ہو رہی تھی۔ میں رفتار کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا۔ بھینسے مجھ تک پہنچنے میں ناکام تھے۔

بھینسے میرے تعاقب میں دوڑتے رہے۔ زمین لرزتی رہی یہاں تک کہ گراؤنڈ ختم ہو گیا۔ گراؤنڈ کے اختتام پر پہنچ کر میں نے ذرا سا چکر کاٹا اور واپس اکھاڑے کی طرف دوڑنے لگا۔ مجھ تک نہ پہنچ سکنے کے باعث چاروں بھینسے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ ان کی سانسیں پھولنے لگی تھیں جس کا اندازہ ان کے زور زور سے ہانپنے کی آوازوں سے بخوبی ہو رہا تھا۔

تماشائی جن میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو یہاں کرائے بیٹھا کرتے تھے، بھینسوں کو خود سے دور ہوتے دیکھ کر رک گئے تھے لیکن جب میں نے پلٹ کر دوبارہ اکھاڑے کی طرف دوڑنا شروع کیا تو ایک بار پھر ہلچل مچ گئی۔ وہ گرتے پڑتے بھاگے۔ بپھرے ہوئے بھینسے کی زد میں آنا کسی کو بھی گوارا نہیں تھا۔ گیرو مین البتہ بدستور اپنے کام میں مصروف تھے۔ وہ تماشائی نہیں تھے۔ اس مقابلے کی کوریج کرنا ان کی ڈیوٹی تھی۔ ڈیوٹی انجام دینے کے دوران خواہ ان میں سے کسی کی موت بھی کیوں نہ واقع ہو جاتی مگر وہ اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس جزیرے میں اپنے فرائض کی بجا آوری سے غفلت برتنے کی سزا موت تھی۔

میں نشستوں کے درمیان گھس گیا۔ تمام نشستیں خالی پڑی تھیں۔ انتہا یہ ہے کہ لی کوان تک موجود نہیں تھا اور بل فراز و بھی غائب تھا۔ میں ان دونوں کے بھاگ جانے کی وجہ سے واقف تھا۔ لی کوان محض اس لئے وہاں سے ہٹ گیا تھا کہ کہیں اس پر میری مدد کرنے کا الزام نہ عائد ہو جائے اور بل فراز و جو اسپین کا سابق قومی چیمپئن تھا، عام لوگوں کی طرح اپنی جان کے خوف سے بھاگ گیا تھا۔ وہ صرف اکھاڑے میں ہی بل فائٹنگ کر سکتا تھا۔ اکھاڑے سے باہر کسی بپھرے ہوئے بھینسے کا سامنا کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

نشستوں کے درمیان سے اکھاڑے کی طرف دوڑتے ہوئے اکھاڑے کے نزدیک پہنچ کر میں نے ایک طویل جست لگائی اور اکھاڑے کے اندر جا گرا۔ بھینسے کرسیوں میں الجھ کر رہ گئے تھے تاہم اشتعال کے عالم میں وہ سب کچھ زیر و زبر کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور کرسیوں کو روندتے ہوئے مجھ تک چلے آ رہے تھے۔ سب سے آگے والا بھینسا پوری قوت سے چوبی باڑھ سے ٹکرایا اور تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ چوبی باڑھ ٹوٹ گئی۔ میں پلٹ کر دوسری طرف بھاگا اور دوسری طرف سے باڑھ کے باہر کود گیا مگر بھینسے پاگل ہو رہے تھے۔ انہوں نے اس طرف کی چوبی باڑھ بھی توڑ ڈالی اور گراؤنڈ میں ایک بار پھر میرے اور بھینسوں کے درمیان مسابقت شروع ہو گئی۔

بھینسا نہ صرف بہت طاقت ور اور تیز رفتار ہوتا ہے بلکہ

پھرتیلا بھی بہت ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے بھی وہ سرخ کپڑے کے ساتھ ساتھ اپنا رخ بھی تبدیل کرلیتا ہے لیکن میں نے ان چاروں بھینسوں کو جس صورت حال سے دوچار کردیا تھا وہ ان کے لئے قطعی اجنبی تھی۔انہیں ایک ایسے ٹارگٹ کا پیچھا کرنا پڑ رہا تھا جو ان سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھا۔بھینسے کا اشتعال اسی وقت بڑھتا ہے جب وہ بار بار ناکام ہوتا ہے اور ٹارگٹ اسے اپنی دسترس میں دکھائی دیتا رہتا ہے۔وہ بار بار پلٹ کر وحشیانہ انداز میں اپنے ہدف پر حملے کرتا رہتا ہے۔وہ اس چیز کا عادی ہوتا ہے۔یہاں صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ میں نے انہیں ایک بار بھی واپس نہیں دیا تھا بس وہ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کئے جارہے تھے۔مجھے معلوم تھا کہ جلد ہی ان کا جوش و خروش ماند پڑجائے گا۔بی لوان نے میری تربیت اس قدر سخت کی تھی کہ میں مزید دو تین گھنٹے اسی رفتار سے دوڑ سکتا تھا۔

گراؤنڈ کے دوسرے کنارے تک پہنچتے پہنچتے بھینسے بری طرح ہانپ چکے تھے اور ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی تھی کہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔یہی وجہ تھی کہ جب میں نے ایک مختصر سا چکر کاٹ کر اکھاڑے کا رخ کیا تو بھینسے رک گئے۔وہ مزید میرا تعاقب کرنے پر آمادہ نہیں تھے انہیں رکتے دیکھ کر میں بھی رک گیا۔

سب سے پہلے میں نے کیمروں کی طرف نگاہ کی۔دو کیمروں کا رخ میری طرف تھا اور بقیہ دو کا رخ مخالف سمت میں تھا جہاں گراؤنڈ کے اختتام پر بنی ہوئی بیرکوں کے پاس تمام لوگ جمع تھے تاکہ بگڑے ہوئے بھینسے اس طرف کا رخ کریں تو وہ لوگ بیرکوں کے کمروں میں پناہ لے سکیں۔مجھے ان لوگوں کے خوف پر ہنسی آگئی۔

میں نے پلٹ کر بھینسوں کی طرف دیکھا۔ان کے سانس بری طرح پھولے ہوئے تھے اور پیٹ بڑے زور زور سے پھول اور پچک رہے تھے۔وہ چاروں برابر برابر کھڑے تھے۔ان کا مجھ پر جھپٹنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا تاہم ان کی نگاہوں میں اب بھی غضب ناکی موجود تھی۔اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی پوری طرح مایوس نہیں ہوئے تھے اور مجھے یہ بات گوارا نہیں تھی۔

میں نے اپنے اور بھینسوں کے درمیانی فاصلے کا جائزہ لیا۔اندازاً تیس فٹ کا فاصلہ تھا۔میں اپنی جگہ کھڑے کھڑے ذرا سا اچھلا کودا۔مجھے حرکت میں آتے دیکھ کر بھینسے چوکنا ہوگئے تھے۔پھر میں نے آگے بڑھنا شروع کیا۔چند قدم چلنے کے بعد میں نے ان کی طرف دوڑ لگائی۔بھینسے سر جھکا کر مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے دوڑ پڑے۔انہیں اچانک ہی ایک ٹارگٹ نظر آگئی تھی۔ٹارگٹ خود ان کی طرف آرہا تھا اور وہ اپنی تربیت سے مجبور ہوکر اس پر جھپٹ پڑے تھے۔ایک بار پھر میدان میں گرد کے بادل اڑنے لگے تھے۔

میں نے اچانک چھلانگ لگائی اور بھینسوں کے اوپر سے اڑتا ہوا ان کے پیچھے جا گرا۔بھینسے میرے نیچے سے نکل گئے تھے۔کچھ دور دوڑنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ ان کا ٹارگٹ ان کے سامنے نہیں ہے۔وہ ایک ساتھ رکے اور ایک ساتھ پلٹے۔وہ ایک بار پھر مشتعل ہوگئے تھے شاید ان کے خیال میں اب بل فائٹنگ شروع ہوگئی تھی۔انہوں نے ایک بار پھر سر جھکا کر میری طرف دوڑنا شروع کردیا۔اس بار بھی وہی کچھ ہوا جو اس سے پہلے ہوچکا تھا۔تھکے ہوئے بھینسوں کو کسی طرح بل فائٹنگ کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔شروع سے اب تک ایک بار بھی وہ اپنے ٹارگٹ چھونے میں ناکام رہے تھے۔عام بل فائٹنگ میں انہیں بار بار موقع ملتا ہے اور ان کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا رہتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالکل برعکس تھا۔وہ ایک بار پھر جگہوں پر رک کر کھڑے ہوگئے۔

انہیں اشتعال دلانے کے لئے میں نے پھر تھرکنا شروع کردیا۔میرے اس عمل سے ان میں کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی تو میں دوبارہ ان کی طرف بڑھا۔ان کے سر ایک بار جھک گئے۔وہ حملہ کرنے کی پوزیشن میں آرہے تھے میں ان کی طرف چند قدم اور بڑھا اور وہ ایک موہوم سی امید پر حملہ کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔میں اچانک رکا اور پلٹ کر اکھاڑے کی سمت دوڑنے لگا۔بھینسے میرے تعاقب میں [illegible] رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔

اکھاڑے میں داخل ہونے کے بعد میں اکھاڑے کے وسط میں جاکر رک گیا مگر بھینسے اکھاڑے سے کچھ فاصلے پر رک گئے تھے۔میں چوبی باڑھ کے نزدیک آیا اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئے۔اب ان کے انداز میں لاتعلقی پیدا ہوگئی تھی۔مجھے اکھاڑے سے باہر آنا پڑا۔بھینسوں کا ردعمل میری توقع کے عین مطابق تھا۔وہ مجھے اکھاڑے سے باہر آتے دیکھ کر چوکنا ہوئے تھے اور پھر اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر [illegible] ہوگئے۔میں ان کی آنکھوں کے تاثرات سے صاف [illegible] تھا کہ اب وہ مشتعل نہیں بلکہ خوف زدہ ہیں اور مجھ سے [illegible] چھڑا لینے کی فکر میں ہیں۔اس موقع پر میری طرف جرأت کا مظاہرہ ہونا بے حد ضروری تھا چنانچہ میں نے ان کے نزدیک جانے کا فیصلہ کرلیا۔

بھینسوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہورہا تھا کہ اس [illegible] پر وہ کس ردعمل کا مظاہرہ کرکے اپنی جان بچائیں۔آخر کار یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی کہ مجھ سے جان چھڑانے کے لئے انہیں مجھ سے بے غرض ہونا ہوگا اور انہوں نے یہی کیا۔وہ یوں ادھر ادھر دیکھنے لگے جیسے مجھے دیکھتے ہی نہ ہوں۔میں ان سے محض چند قدم کے فاصلے پر رک گیا لیکن وہ میرے کسی جال میں آنے کو تیار نہیں تھے۔

"کیا بات ہے پیارے بھینسو!"میں نے ہنس کر کہا"اتنی جلدی سیدھے ہوگئے"میری آواز سن کر ایک بھینسے نے میری طرف دیکھا ضرور مگر اتنے اجنبی انداز میں جیسے وہ مجھے جانتا تک نہیں ہے۔

"کمال ہے بھئی"میں نے کہا"مجھے نہیں معلوم تھا کہ بے رخی کی وبا انسانوں کے بعد اب جانوروں میں بھی پھیل گئی ہے۔"

میری اس بات پر بھینسوں نے میری جانب سے رخ بدلے گویا انہوں نے شکست تسلیم کرلی تھی۔

اچانک میں نے کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔میں نے چونک کر دیکھا۔تہذیب دوڑتی ہوئی میری طرف آرہی تھی۔یہ اندازہ تو ہر ایک کو ہوچکا تھا کہ مقابلہ ختم ہوچکا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اندر آتے ہوئے جھجک رہے تھے'جانور کا کیا بھروسہ۔بھینسے کسی وقت بھی دوبارہ بھڑک سکتے تھے'۔یہ تہذیب ہی تھی جو ہر قسم کے خطرات سے بے پروا ہوکر میری طرف دوڑی چلی آرہی تھی۔وہ تیر کی طرح اس طرف آئی اور مجھ سے چمٹ گئی۔

"تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی علی!تم خیریت سے تو ہو؟"

"مجھے کچھ نہیں ہوا تہذیب!"میں نے اسے سمیٹتے ہوئے کہا"ایک خراش تک نہیں آئی۔تم میری کامیابی کی دعا مانگ رہی تھیں۔"

"خدایا تیرا شکر ہے۔خدایا!تیرا شکر ہے"تہذیب بلک پڑی پھر اچانک ہی وہ مجھے بے تحاشا چومنے لگی۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کوئی دورہ پڑ گیا ہے۔اسے یہ احساس نہیں تھا کہ سیکڑوں نگاہیں ہمیں دیکھ رہی ہیں۔ٹی وی کیمرے کوریج کررہے ہیں۔اسے یہ احساس نہیں تھا مگر مجھے تو تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اسے روکا نہیں۔میں اس کیفیت کا اندازہ کرسکتا تھا۔اس نے شدید قسم کی ذہنی اور اعصابی جنگ لڑی تھی۔اس کے جسم میں شدید قسم کی لرزش تھی۔وہ بید مجنوں کی طرح کانپ رہی تھی۔میں جانتا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر نہیں میرے سہارے پر کھڑی ہے۔میں اسے خود سے علیحدہ کرتا تو وہ ڈھے جاتی'زمین پر گر پڑتی۔

پھر اچانک ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور وہ بے ہوش ہوکر میرے بازوؤں میں جھول گئی۔میں نے بے ہوش تہذیب کو اپنے بازوؤں میں اٹھالیا۔

"میڈم کو کیا ہوگیا چیف؟"میں نے بڈ کی بوکھلائی ہوئی آواز سنی۔تہذیب کے بعد گراؤنڈ میں داخل ہونے والا وہ پہلا فرد تھا۔

"کچھ نہیں ہوا بڈ!"میں نے پرسکون لہجے میں کہا"جذباتی ہیجان کے باعث تہذیب بے ہوش ہوگئی ہے'خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں تہذیب کو ہاتھوں میں اٹھائے کرسیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہ دو افراد دوڑتے ہوئے میرے پاس آگئے'انہوں نے اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔

"مس صاحب کو اس اسٹریچر پر منتقل کردیں جناب!"ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے"میں نے کہا"تم لوگ واپس جاسکتے ہو۔"

"مس صاحب کو فوری طبی امداد کی ضرورت ہے جناب!"اس شخص نے دوبارہ کہا"ہمیں حکم ملا ہے کہ۔۔۔"

"تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے؟"میں غرایا"دفع ہوجاؤ میری نظروں سے۔"

وہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئے اور میں تہذیب کو لے کر کرسیوں کے پاس پہنچ گیا جو سب کی سب الٹی پڑی تھیں۔بڈ نے جلدی سے تین کرسیاں سیدھی کیں'اور انہیں جوڑ کر بچھادیا۔میں نے تہذیب کو آہستگی سے ان کرسیوں پر لٹادیا۔کچھ لوگوں نے بھینسوں کو پکڑ کر واپس کٹہروں میں بند کردیا تھا۔یہ وہ لوگ تھے جو بھینسوں کے ساتھ اس جزیرے پر آئے تھے ورنہ اس سے قبل میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔بھینسے بند ہونے کے بعد بقیہ افراد بھی گراؤنڈ میں داخل ہوگئے۔

چند منٹ بعد میں نے بی لوان کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"میں نے تم سے اس قسم کی سنسنی پھیلانے کو تو نہیں کہا تھا"اس نے غصیلے انداز میں کہا مگر مجھے معلوم تھا کہ وہ بے انتہا خوش ہے اور کھل کر میری تعریف نہیں کرنا چاہتا۔

"ایک تو تم نے مجھے مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اب مجھے ہی ڈانٹ بھی رہے ہو"میں نے بھی جواب میں خفگی کا مظاہرہ کیا۔

"تم انتہائی نالائق شاگرد ہو" لی کوان نے مایوسی سے کہا "صرف چار بھینسوں سے دم نکلا جارہا تھا۔ ارے اسے کیا ہوا؟" وہ یوں چونک کر تہذیب کی طرف متوجہ ہوا جیسے اسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔

"جذباتی ہیجان اس کی قوتِ برداشت سے تجاوز کر گیا تھا اس لئے بے ہوش ہو گئی ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "وہ لوگ اس کے لئے اسٹریچر لا رہے تھے میں نے انہیں ڈانٹ کر بھگا دیا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا" لی کوان نے تعریفی انداز میں سر ہلایا "اب تم اس کے پاس سے ہٹ جاؤ' میں اسے دیکھتا ہوں۔"

مجھے معلوم تھا کہ انسانی جلد کے نیچے پھیلے ہوئے نسوں کے جال کے بارے میں اس کی معلومات کس قدر وسیع ہیں۔ میں تہذیب کے پاس سے ہٹ گیا اور لی کوان آگے بڑھ کر تہذیب پر جھک گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے تہذیب کی کنپٹیاں ٹٹول رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی مخصوص نس کی تلاش میں ہے۔

"جو کچھ تم نے کیا اسے بل فائٹنگ تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا علی!" میں نے اپنے نزدیک سے علی فرازو کی آواز سنی۔

"تو کیا کہا جا سکتا ہے" میں نے اس کی طرف پلٹتے ہوئے بے پروائی سے کہا "جو کچھ بھی ہوا تمہاری اجازت سے ہوا۔ اگر یہ بل فائٹنگ نہیں تھی تو تمہیں پہلے سوچنا چاہئے تھا۔"

"تم نے اکھاڑے سے باہر نکل کر فاؤل کیا ہے" علی فرازو نے بڑے خراب لہجے میں کہا "میں نے اس کی اجازت تو نہیں دی تھی۔"

"میں خود سے باہر نہیں نکلا تھا بلکہ بھینسے نے مجھے باہر پھینک دیا تھا" میں نے نرمی سے کہا "کیا تم یہ مقابلہ نہیں دیکھ رہے تھے؟"

"میں سب کچھ دیکھ رہا تھا" علی فرازو نے زہریلے لہجے میں کہا "تم نے اکھاڑے سے فرار ہونے کے لئے یہ حرکت کی تھی تاکہ تم پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔"

"اگر تمہارا یہی خیال ہے تو میں تمہیں بھی اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر تم بھی اس انداز میں بھینسوں سے مقابلہ کر سکو تو میں شکست تسلیم کر لوں گا۔"

"تم نے مجھے بل فائٹنگ کے میدان میں چیلنج کیا تھا" علی فرازو نے گرم ہوتے ہوئے کہا "اور تم شکست کھا چکے ہو۔"

"وہ کس طرح مسٹر علی فرازو؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"یہ زندگی اور موت کا مقابلہ تھا علی! کسی کی موت کے بغیر مقابلہ ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بات پہلے طے ہو گئی تھی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے اتفاق نہیں کر سکتا" میں نے نفی میں سر ہلایا "اگر میں کسی مرحلے پر شکست تسلیم کر لیتا تو کیا ہوتا؟"

"تم مقابلہ ہار جاتے" علی فرازو نے بے ساختہ کہا "میں مقابلہ جیت جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا اور تم بھینسوں کو ہلاک کرنے میں بھی ناکام رہے۔"

"انہوں نے اعتراف شکست کر لیا ہے مسٹر علی فرازو۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے تھے۔"

"لیکن طے یہ ہوا تھا کہ تم خالی ہاتھوں سے انہیں ہلاک کرو گے اس میں تم ناکام ہو چکے ہو۔"

"میں انہیں خالی ہاتھوں سے ہلاک کر سکتا تھا مسٹر فرازو! اب بھی کر سکتا ہوں مگر کسی شکست خوردہ کو ہلاک کرنا میرا شیوہ نہیں ہے۔ اگر کوئی لڑتے ہوئے مارا جائے تو اور بات ہے۔"

"بہانے بازی مت کرو علی! یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم اپنی ناکامی چھپانے کے لئے بہانے تراش رہے ہو۔"

"بہانے وہ تراشتے ہیں مسٹر علی فرازو جو ماسٹر لی کوان کے شاگرد نہیں ہوتے' جو نئی راہیں نہیں نکال سکتے لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ میں نے جو مقابلہ کیا ہے اس کے لئے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کسی بھی شخص سے پوچھ کر دیکھ لو کہ لی کوان کے شاگرد کے مقابلے میں علی فرازو بونا نظر آتا ہے۔ ان دونوں کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

علی فرازو کا ہاتھ تلوار کے دستے پر پہنچ گیا "تم نے توہین کی ہے۔ مجھ سے معافی مانگو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ تم اس تلوار سے اپنی گردن کاٹ ڈالو گے" میں مضحکانہ انداز میں بولا۔

"تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا جس طرح پہلے تن سے جدا کیا تھا" علی فرازو دہاڑا۔

"میں کوئی بھینسا نہیں ہوں مسٹر علی فرازو" میں ہوتے لہجے میں کہا "میں عظیم لی کوان کا شاگرد ہوں۔ تم نے دیکھا نہیں کہ چار بھینسے مل کر بھی میرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔"

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو" علی فرازو نے تلوار نیام سے کھینچ لی "میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں۔"

"مجھ پر حملہ نہ کر کے تم خود اپنی زندگی کو طول دے رہے ہو۔ میری مانو تو تلوار نیام میں واپس رکھ لو' میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

علی فرازو نے جواب میں زبان سے کچھ نہیں کہا' تلوار بلند کر کے مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں نے اس سے بچنے کے لئے پلٹ کر دوڑ لگا دی۔ میرا رخ کراٹے سیکھنے والوں کی طرف تھا جو ایک طرف مجمع لگائے آج کے مقابلوں پر تبصرے کر رہے تھے۔ انہیں پتا ہی نہیں چل سکا تھا کہ میرے اور علی فرازو کے درمیان کس قسم کے مکالمے ہوئے ہیں۔

ان کے نزدیک پہنچتے پہنچتے علی فرازو نہ صرف میرے سر پر پہنچ چکا تھا بلکہ اس نے تلوار سے مجھ پر وار بھی کر دیا تھا۔ میں نے اس کے وار سے بچنے کے لئے غوطہ لگایا اور تیز دھار تلوار میرے بجائے ایک کراٹے فائٹر کی کھوپڑی میں اتر گئی۔ مرنے والے کی چیخ بڑی بھیانک تھی۔

علی فرازو پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ وہ تلوار سونت کر دوبارہ میری طرف بڑھا۔ کراٹے فائٹرز کا مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کا ایک ساتھی خاک و خون میں لوٹ رہا تھا اور ان کا انسٹرکٹر برہنہ تلوار لئے میرے پیچھے دوڑ رہا تھا۔

"ہوش میں آؤ علی فرازو!" میں نے دوڑتے دوڑتے چیخ کر کہا "تم نے اپنے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔"

علی فرازو ہوش میں نہیں آیا۔ اس پر تو دیوانگی طاری تھی۔ اسی دیوانگی کے عالم میں اس نے مجھ پر دوسرا وار کیا تو اس کا ایک اور ساتھی اس کی زد میں آ گیا۔ وہ تو شاید میرا پیچھا نہ چھوڑتا لیکن کسی نے اس کی گردن پر عقب سے کراٹے کا وار کیا تھا اور علی فرازو لہرا کر گر پڑا تھا۔ ان لوگوں کے دو آدمی ختم ہو گئے تھے اور اگر علی فرازو پر قابو نہ پالیا گیا ہوتا تو ابھی اور لوگ بھی ہوتے۔

میں رک گیا اور پلٹ کر ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے گرد جمع تھے۔ میں بے پروائی سے شانے جھٹک کر واپس پلٹ پڑا۔

"آج تو بڑی فارم میں نظر آ رہے ہو چیف!" بڈ نے مجھ سے کہا اور میں اس کے تبصرے کو نظرانداز کرتے ہوئے تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا جس نے لی کوان کی کوششوں سے آنکھیں کھول دی تھیں۔ علی فرازو نے چونکہ اس کی بے ہوشی کے دوران مجھ پر حملہ کیا تھا اس لئے وہ اس سے بے خبر تھی۔

لی کوان مطمئن انداز میں تہذیب کے پاس سے ہٹ گیا تھا "تم بہت نالائق شاگرد ہو" لی کوان نے کہا "ڈیڑھ فٹ کی تلوار سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔"

"تو کیا تلوار کا وار ہاتھ پر روک لیتا" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس کے ہاتھ میں تلوار تھی ماسٹر! کوئی کھلونا نہیں تھا۔"

"تلوار ہی تو تھی کوئی توپ تو نہیں تھی" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "تم لی کوان کے شاگرد ہو کر ڈیڑھ فٹ کی تلوار سے ڈر گئے' شرم کرو۔"

"شرم تو کسی کو آنی چاہئے جو شرم نہیں کرتے بے شرم کہلاتے ہیں لیکن تلوار بدست شخص کے سامنے نہتا شخص ڈٹ کے کھڑا ہو جائے تو مقتول کہلاتا ہے۔"

"میں تو اس لمحے کو پچھتاتا ہوں جب میں نے تمہیں شاگردی میں لینے کا فیصلہ کیا تھا' کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے بڑے بھگوڑے ثابت ہو گے۔"

"کیا بات ہو گئی علی!" تہذیب نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "کیا پھر کچھ ہو گیا؟"

"کچھ نہیں ہوا" میں نے تہذیب کو سہارا دیتے ہوئے کہا "بہتر ہو تاکہ تم کچھ دیر آرام کر لیتیں۔"

"نہیں' اب میں ٹھیک ہوں" تہذیب نے خفیف آواز میں کہا "لیکن تم مجھ سے غلط بیانی کیوں کر رہے ہو' ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ تمہاری اور لی کوان کی گفتگو سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ بس ذرا علی فرازو کو غصہ آ گیا تھا اور تلوار نکال کر مجھ پر چڑھ دوڑا تھا۔"

"تمہاری نظر میں یہ کوئی خاص بات ہی نہیں ہے" تہذیب نے مجھ پر آنکھیں نکالیں۔

"ارے وہ ڈیڑھ فٹ کی معمولی سی تلوار تھی' کوئی توپ تو نہیں تھی" میں نے شرارت آمیز انداز میں لی کوان کا جملہ دہرایا۔

"تم ایک ہی بار میں میری جان کیوں نہیں لے لیتے علی!" تہذیب مضمحل انداز میں بولی "قسطوں میں کیوں مار رہے ہو؟"

"اس سے کچھ کہنا بے کار ہے بے بی!" لی کوان نے کہا "یہ بہت نالائق آدمی ہے۔"

"اوہ! یہ کیا چیف؟" اچانک بڈ نے کہا "ایک گاڑی ہماری طرف آ رہی ہے۔"

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور بڈ کی طرح میں بھی حیران رہ گیا۔ وہ سفید رنگ کی ایک بڑی ایمبولینس تھی۔ اس سے قبل میں نے جزیرے پر کوئی گاڑی نہیں دیکھی تھی۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ زخمی ہو جانے والوں کو اٹھانے آئے ہیں" میں نے کہا مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ ایمبولینس

ہمارے نزدیک آکر رکی تھی۔ ڈرائیور نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے عقبی سمت والے دروازے کی طرف آنے کو کہا۔ میں حیرت زدہ سا عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی میں عقبی دروازے کے پاس پہنچا، دروازہ کھلا اور سفید کوٹ پہنے ہوئے ڈاکٹر نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں بغیر کچھ کہے ایمبولینس کے اندر داخل ہو گیا۔ ایمبولینس کے اندر جدید قسم کی متعدد مشینیں نصب تھیں جو میرے اندازے کے مطابق میڈیکل سے ہی متعلق ہو سکتی تھیں۔ ان مشینوں پر چھوٹے بڑے کئی ڈائل بھی نظر آرہے تھے جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ مشینیں کسی قسم کی چیکنگ کے لئے استعمال ہوتی ہوں گی۔ پہیوں والا اسٹریچر بھی تھا اور اس کے علاوہ ایک خوب رو نرس بھی تھی جس کے ہونٹوں پر پُرفریب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

میرے اندر داخل ہوتے ہی ڈاکٹر نے دروازہ بند کر دیا اور مجھے اسٹریچر پر لیٹنے کا اشارہ کیا۔

"لیکن کیوں ڈاکٹر صاحب؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔"

"جلدی کیجئے جناب!" ڈاکٹر نے مضطربانہ انداز میں کہا "ہمیں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔"

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ دیر ہو چکی ہے سے اس کی کیا مراد ہے۔ میں نے بے بسی سے شانے اچکائے اور اسٹریچر پر دراز ہو گیا۔ میرے لیٹتے ہی نرس بڑی تیزی سے حرکت میں آئی اور میرے جسم کے مختلف حصوں سے عجیب و غریب قسم کے آلات منسلک کر دیئے گئے جن سے نکلنے والی نلکیوں یا تاروں کا سلسلہ کسی نہ کسی مشین سے جاملتا تھا۔ ادھر ڈاکٹر نے کانوں سے اسٹیتھو اسکوپ لگالیا تھا اور غالباً میرے دل کی دھڑکنیں چیک کر رہا تھا۔ نرس کے ہاتھوں میں ایک پیڈ نظر آنے لگا تھا جس پر وہ مختلف مشینوں سے ریڈنگ لینے میں مصروف ہو گئی تھی۔ ڈائلوں کی سوئیاں تھرک رہی تھیں اور میں انہیں صاف دیکھ سکتا تھا۔

"آپ نے کمال کر دیا مسٹر علی!" ڈاکٹر نے کہا "مسٹر علی فرازو کو اتنی عبرت ناک شکست دی ہے جسے وہ زندگی بھر نہیں بھول سکیں گے۔"

"آپ کی اس بات سے تو میں متفق ہوں" میں نے کہا۔ "مگر یہ سب کیا ہے؟"

"یہ میں آپ کو تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا مسٹر علی!" ڈاکٹر نے کہا "پہلے یہ بتایئے کہ بل فائٹنگ کے لئے اکھاڑے میں جاتے وقت آپ کے تاثرات کیا تھے؟"

"میرا خیال ہے میں نے اپنے تاثرات مقابلہ شروع ہونے سے پہلے ہی چھپانا شروع کر دیئے تھے۔"

"میرا مطلب ہے اس وقت آپ کے احساسات کیا تھے؟ بظاہر تو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ پُرسکون ہیں۔"

"ظاہر بھی تو وہی ہوتا ہے ڈاکٹر جو آدمی کے اندر ہوتا ہے" میں نے کہا۔

"آدمی اداکاری کے ذریعے اپنے تاثرات چھپا بھی تو لیتا ہے" ڈاکٹر نے کہا "میں چونکہ آپ کے حقیقی تاثرات جاننا چاہتا ہوں اس لئے براہ راست آپ سے سوال کر رہا ہوں۔"

"میرا اندازہ ہے کہ میں اس سے بھی زیادہ پُرسکون تھا جتنا نظر آرہا تھا۔"

"اس وقت یقیناً آپ کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئی ہوں گی، جب ماسٹری کوان نے آپ سے بیک وقت چار بھینسوں سے مقابلہ کرنے کو کہا تھا؟"

"اگر میں یہ کہوں کہ اس وقت بھی میں بالکل پُرسکون تھا تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

"ہم آپ کے جوابات پر انحصار کرنے کے لئے مجبور ہیں مسٹر علی! اور ہماری درخواست ہے کہ ہمیں بالکل درست جوابات دیں۔ اس میں آپ کا بھی فائدہ ہے اور ہمارا بھی۔"

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ فائدہ کیا ہو گا اور کس طرح ہو گا "تو پھر یقین کر لو ڈاکٹر کہ اس وقت بھی میں بالکل پُرسکون تھا۔"

"کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ اتنی خوفناک خبر سن کر بھی آدمی پُرسکون رہے؟"

"اگر میں اس سے ذرا سا بھی متاثر ہوتا تو یہ مقابلہ جیت نہیں سکتا تھا۔"

"جس وقت بھینسے چاروں طرف سے تم پر حملہ آور ہونے کے لئے آرہے تھے اس وقت تمہاری کیفیت کیا تھی؟"

"میری تمام تر توجہ ان پر مرکوز تھی۔ اس لئے کہ ان کی طرف سے لمحاتی غفلت بھی مجھے موت کے منہ میں دھکیل سکتی تھی۔"

"تمہیں یہ خوف تو محسوس ہوا ہو گا کہ اگر تم کسی بھینسے کی زد میں آگئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو جانا تمہارا مقدر ہو جائے گا۔"

"ضرور محسوس ہوتا ڈاکٹر اگر مجھے خود پر پوری طرح اعتماد نہ ہوتا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں سوچا کہ میں ان کی زد میں آسکتا ہوں۔"

"جس وقت تم بھینسے کی پشت پر سوار ہوئے تھے اس وقت یہ خیال تو ضرور تمہارے ذہن میں آیا ہو گا کہ کاش تم

بھینسے کی پشت پر سوار نہ ہوتے۔ بڑی حرکت بیکی ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی پشت پر سوار رہنے کی خاطر تمہیں شدید ترین جدوجہد کرنا پڑی تھی۔"

"میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں آیا۔ آ بھی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ میں نے جو کچھ بھی کیا بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور ہر بات میں نے پہلے سے طے کر رکھی تھی۔"

"لیکن آپ کی پلاننگ وہاں خراب ہو گئی جب بھینسے نے آپ کو اکھاڑے سے باہر پھینک دیا تھا" ڈاکٹر نے کہا۔ مجھے ہنسی آگئی "بھینسے نے مجھے نہیں پھینکا تھا ڈاکٹر بلکہ یہ بھی میرے منصوبے کا حصہ تھا۔ اس کے جھٹکے کے سہارے میں خود ہی اچھل کر باہر جا گرا تھا۔ اکھاڑے کے اندر رہتے ہوئے بیک وقت چار بھینسوں سے نمٹنا خاصا مشکل ہوتا اس لئے میں نے طے کر رکھا تھا کہ انہیں میدان میں دوڑا کر تھکا دوں گا تاکہ کوئی مسئلہ ہی نہ رہے۔"

"آپ بڑی حیران کن باتیں کر رہے ہیں مسٹر علی! یعنی جب بھینسے نے آپ کو اکھاڑے سے باہر پھینکا اس وقت بھی آپ خوف زدہ نہیں ہوئے؟"

"میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ مجھے بھینسے نے نہیں پھینکا تھا بلکہ وہ میری اپنی حرکت تھی لہٰذا کسی قسم کے خوف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کیا آپ کو اندازہ ہے کہ میدان میں آپ کس رفتار سے دوڑ رہے تھے؟"

"نہیں ڈاکٹر!" میں نے کہا "لیکن اگر یہ بات معلوم کرنا ضروری ہے تو میری ٹانگوں میں رفتار پیما فٹ کرا دو۔ میں دوبارہ دوڑنے کو تیار ہوں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا" ڈاکٹر بری طرح جھینپ گیا۔ "میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ کیا اس وقت آپ اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہے تھے؟"

"ارے نہیں ڈاکٹر! پوری رفتار تو مجھے کسی موقع پر بھی نہیں استعمال کرنا پڑی۔"

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا "گویا پورے مقابلے کے دوران آپ پر خوف زدگی کا کوئی لمحہ نہیں آیا۔"

"بالکل نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "خوف زدگی کا لمحہ تو دور کی بات ہے، ایسا کوئی لمحہ بھی نہیں آیا جس سے میں متفکر ہوا ہوں۔"

"اس وقت تو آپ یقیناً گھبرا گئے ہوں گے جب مسٹر علی فرازو آپ پر تلوار سے حملہ آور ہوئے تھے۔"

"مجھے افسوس ہے ڈاکٹر! تمہارے اس سوال کا جواب بھی میں نفی میں دینے پر مجبور ہوں۔"

"یہاں اس حجرے پر آنے کے بعد سے کوئی ایسا لمحہ آپ کو یاد آتا ہے جب آپ کے دل کی دھڑکنیں ذرا بھی بے ربط ہوئی ہوں" ڈاکٹر نے خاصے جھنجلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہاں" میں نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا "ایسا ایک لمحہ آیا تو تھا جب میرے دل کی دھڑکنیں بہت بری طرح بے ربط ہوئی تھیں۔"

"اوہ!" ڈاکٹر کے انداز میں اشتیاق پیدا ہو گیا "کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ ایسا کب ہوا تھا۔"

"کیوں نہیں ڈاکٹر! یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کی تو بات ہے" میں نے کہا اور ڈاکٹر شدت تجسس میں میرے اوپر تھوڑا سا جھک گیا۔ اس کا تجسس بڑھانے کے لئے میں خاموش ہو گیا۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے مسٹر علی!" ڈاکٹر نے بے چینی سے کہا۔ نرس بھی پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے جب میں اس ایمبولینس میں داخل ہوا تو۔۔۔" میں پھر خاموش ہو گیا۔

"ارے کہئے نا۔ آپ بار بار خاموش کیوں ہو جاتے ہیں؟" ڈاکٹر سخت مضطرب تھا اور ایمبولینس کا تذکرہ سن کر تو وہ اور بھی بے چین ہو گیا تھا۔ نرس کو بھی بڑی شدت سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی جس کا اندازہ اس بات سے ہو رہا تھا کہ وہ اپنا کام بھول کر اسٹریچر کے نزدیک چلی آئی تھی۔

"وہ۔۔۔ وہ ڈاکٹر بات یہ ہے کہ۔۔۔ میرا حوصلہ نہیں ہو رہا" میں نے اٹک اٹک کر کہا۔ انہوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کا اشتیاق انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ وہ جاننا چاہ رہے تھے کہ ایسی کون سی چیز ہے جس نے مجھ جیسے آدمی کو خوف زدہ کر دیا۔

"آپ کا حوصلہ کیوں نہیں ہو رہا مسٹر علی!" ڈاکٹر نے حیرت سے کہا "ہمیں معلوم تو ہونا چاہئے کہ آپ جیسا بے جگر آدمی کس چیز سے اس قدر متاثر ہو گیا؟"

"دراصل۔۔۔ مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں یہ برا نہ مان جائیں" میں نے جھجکنے کی اداکاری کرتے ہوئے نرس کی طرف اشارہ کیا۔

"میں؟" نرس حیران ہو کر بولی "میں بھلا کیوں برا مانوں گی؟ آپ کو جو کچھ بھی کہنا ہے بے خوف و خطر کہئے۔"

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "پہلے آپ وعدہ کیجئے کہ آپ بالکل بھی برا نہیں مانیں گی۔"

ان دونوں نے ایک بار پھر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر نرس نے ایک طویل سانس لیا "میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں میں بالکل برا

تمہیں مانوں گی۔"

"آپ بہت اچھی ہیں" میں نے بڑی بے ساختگی سے کہا "دراصل آپ کو دیکھ کر ہی میری دھڑکنیں بے ربط ہو گئی تھیں۔"

"کیا!" نرس کا منہ حیرت سے کھل گیا "مجھے دیکھ کر۔۔۔ کیا میں اتنی بدصورت ہوں۔"

"ارے نہیں، توبہ توبہ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ تو اس قدر خوبصورت ہیں۔۔۔ اس قدر خوبصورت ہیں۔ اسی لئے تو میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئی تھیں لیکن دیکھئے آپ وعدہ کر چکی ہیں۔۔۔"

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی "ہم آپ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں مسٹر علی!" اس نے کہا "آپ اپنی حرکتوں سے باز کیوں نہیں آجاتے؟"

"لل۔۔۔ لیکن آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ برا نہیں مانیں گی" میں نے ہکلا کر کہا۔

"میں بالکل برا نہیں مانی مسٹر علی! حالانکہ مجھے برا لگنا چاہئے تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ بسا اوقات اس قسم کی حرکتیں کر گزرتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے برا نہیں لگا۔"

"کس قسم کی حرکتیں کر گزرتا ہوں؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"آپ حسن پرست نہیں ہیں مسٹر علی! مگر ظاہر یہی کرتے ہیں جیسے آپ سے بڑا حسن پرست کوئی اور ہے ہی نہیں۔"

"تم نے چارٹ بنا لیا" ڈاکٹر نے اس سے پوچھا تو وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

"جی ڈاکٹر!" اس نے مستعدی سے کہا اور اپنے ہاتھ میں موجود پیڈ ڈاکٹر کی طرف بڑھا دیا۔

"حیرت انگیز" چند لمحے چارٹ پر نظریں دوڑانے کے بعد ڈاکٹر نے کہا "تمام جوابات درست۔"

"جی ہاں" نرس نے شوخی سے کہا "آخری جواب کے علاوہ۔"

"اوہ! وہ کوئی بات نہیں ہے۔ علی ذرا مذاق کے موڈ میں آگئے تھے ورنہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"کیا تم لوگ میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے بگڑ کر کہا "میں نے جو کچھ بھی کہا ہے پوری سنجیدگی سے کہا ہے۔ کیسا مذاق اور کہاں کا مذاق؟"

"رہنے دیجئے علی!" نرس ہنستے ہوئے بولی "آپ کسی طرح بھی مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ آپ کا ماضی، آپ کی حرکات آپ کی عادات سب ہم پر آئینہ ہیں۔"

"کیا کوئی اچھی بات ہے" میں نے [illegible] تک بھی اس طرح میرا مذاق نہیں اڑایا گیا جس طرح تم اڑا رہی ہو۔"

"لیٹے رہئے، لیٹے رہئے" ڈاکٹر نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہم ابھی چیک کئے لیتے ہیں کہ آپ کی بات کس حد تک درست ہے۔"

"تم بھی کس چکر میں آرہے ہو سرتوف!" نرس نے کہا "کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو کہ۔۔۔"

"جب ہمیں ایک سہولت میسر ہے تو اس سے فائدہ اٹھانے میں کیا حرج ہے؟" ڈاکٹر سرتوف نے سنجیدگی سے کہا پھر میری طرف متوجہ ہوا "میں آپ سے جو سوال کروں اس کا جواب بے جھجک دینا۔ کیتا کو پہلی بار دیکھ کر تم نے کیا محسوس کیا تھا؟" ڈاکٹر سرتوف کی نگاہیں مشینوں پر نصب ڈائلوں پر مرکوز تھیں۔ کیتا بھی اس طرف متوجہ تھی۔

"کس قدر حسین نام ہے" میں نے آنکھیں بند کر کے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا "کتنی نغمگی اور شیرینی ہے اس نام میں۔۔۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سمرقند و بخارا کی تمام تر حلاوت اس ایک نام میں گھل گئی ہو۔۔۔ اوہ! تم نے کیا پوچھا تھا ڈاکٹر؟" میں نے چونک کر کہا "ہاں تم نے پوچھا تھا کہ کیتا کو پہلی بار دیکھنے پر میں نے کیا محسوس کیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے تخیل نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہو۔ یہ کیا وہ چہرہ ہے جو چاندنی راتوں میں چاند سے جھانکا کرتا تھا۔ جیسے لفظی مجسم ہو کر میرے سامنے آگئی ہو۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ ایک لمحے کو تو میں اسے اپنا واہمہ سمجھا تھا۔ میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ شاید میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں لیکن یہ کوئی دھوکا نہیں تھا۔ میں نے کئی بار کیتا کو دیکھا اور ہر بار وہی چہرہ نظر آیا تو میں یقین کرنے پر مجبور ہو گیا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس دریافت کا انجام کیا ہوگا۔ کیتا مجھے قبول کرے گی یا ٹھکرا دے گی۔"

ڈائلوں پر متعدد سوئیاں لرز رہی تھیں اور وہ۔۔۔ دونوں یوں کھڑے تھے جیسے انہیں سکتہ ہو گیا ہو۔ چند لمحے وہ دونوں یوں ہی ساکت و صامت کھڑے رہے پھر سرتوف ہی اس محویت سے چونکا۔

"لیکن تم تو تہذیب سے محبت کرتے ہو؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں، میں تہذیب سے محبت کرتا ہوں۔ اس کی محبت ایک ایسا جھرنا ہے جو میری روح کو سیراب کرتا ہے۔"

ان دونوں کے چہروں پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات [illegible] لیکن مسٹر علی کیونکر ایک ہی وقت دو افراد سے محبت کرے؟" سرتوف نے کہا۔

"کیوں ممکن نہیں ہے مسٹر سرتوف؟" میں نے بے باکی سے کہا "تہذیب کی محبت میری روح کی غذا ہے اور کیتا میرے جسم کی ضرورت۔۔۔ ان میں کوئی تصادم نہیں ہے۔"

سرتوف میری طرف پلٹ پڑا۔ اس نے کیتا کو کوئی اشارہ کیا تھا۔ کیتا میرے نزدیک آئی اور میرے جسم پر لگے گئے آلات علیحدہ کرنے لگی۔ وہ بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"اگر تم کیتا سے اتنی بری طرح متاثر ہوئے تھے تو ہمیں علم کیوں نہیں ہو سکا؟" سرتوف نے کہا "بظاہر تو تم بہت سکون سے تھے۔"

"مجھے اپنے جذبات پر بھی اختیار ہے سرتوف! جب تک میں خود نہ چاہوں وہ ظاہر نہیں ہو سکتے۔"

"بہرحال" سرتوف نے شانے اچکائے "ہمارا کام ختم ہوا۔ اب اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"جاتے جاتے مجھے اس اسرار سے تو آگاہ کرتے جاؤ کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ یہ اتنی بہت سی نلکیاں اور تار میرے جسم سے کیوں منسلک کروائے گئے تھے؟"

"ان مشینوں کے ذریعے کسی شخص کی مکمل کیفیات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے" سرتوف نے کہا "جسمانی، ذہنی اور جذباتی کیفیات ہمیں ان ڈائلوں پر نظر آجاتی ہیں۔ ہمیں موسٹے بادوڈا کی طرف سے حکم ملا تھا کہ فوری طور پر تمہارا مکمل چیک اپ کر کے انہیں رپورٹ پیش کی جائے۔"

"کیا تم مجھے میرے چیک اپ کا نتیجہ بھی بتاؤ گے؟" میں نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نتائج بڑے حیران کن ہیں مسٹر علی! ہماری مشینوں کی ریڈنگ کے مطابق تم ہر اعتبار سے نارمل تھے جب کہ تم جن حالات سے دوچار ہوئے ہو ان کے پیش نظر تمہیں بہت زیادہ اپ سیٹ ہونا چاہئے تھا۔ تمہارا بلڈ پریشر نارمل ہے۔ نبض کی رفتار معمول کے مطابق ہے۔ تھکن کے آثار بھی نظر نہیں آئے۔ بس کیتا کے تذکرے پر تم جذباتی تغیر سے دوچار ہوئے تھے۔"

"تو تم لوگوں کو میری بات پر یقین آگیا!" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"ہاں" سرتوف بولا "ان مشینوں کے سامنے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔ تم کیتا سے بہت بری طرح سے متاثر ہوئے ہو۔ اتنا گہرا اثر کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔"

"کیسا میں کیتا ناراض تو نہیں ہو گئیں؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں سرتوف سے پوچھا۔

سرتوف ہنس پڑا "پرانے زمانے میں عام طور پر کہا جاتا تھا کہ کاش میں تمہیں اپنا دل چیر کر دکھا سکتا۔ آج کل میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ دل چیر کر دکھائے بغیر ہی تمہارے جذبات کیتا پر پوری طرح سے ظاہر ہو گئے۔ کم از کم کیتا انہیں جھٹلا نہیں سکتی۔"

"اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو میں معذرت کا طلب گار ہوں مس کیتا" میں نے نگاہیں نیچی کر کے بہت دھیمی آواز میں کہا اور ایمبولینس کے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر کیتا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کوئی مجھ سے اس طرح بھی متاثر ہو سکتا ہے" کیتا نے کہا "اور یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مجھ سے متاثر ہونے والے تم ہو۔ تمہارے بارے میں تاثر یہ ہے کہ تم نے متاثر ہونا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"میں انسان ہوں کیتا! گوشت پوست اور ہڈیوں کا بنا ہوا ویسا ہی انسان جیسے سب ہوتے ہیں۔ میرے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ میرے بھی کچھ جذبات ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے اوروں کے جذبات ہوتے ہیں۔ اور پھر اگر میں تم سے متاثر ہو گیا تو کیا خاص بات ہو گئی؟ تمہیں قدرت نے حسن بھی تو ایسا ہی عطا کیا ہے۔"

"شکریہ علی! میں کوشش کروں گی کہ مجھے تمہاری رفاقت میں کچھ وقت گزارنے کی اجازت مل جائے۔"

میں ایمبولینس سے باہر نکل آیا۔ کیتا نے مجھے خدا حافظ کہا تو اس کی آواز لرز رہی تھی۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔

گراؤنڈ میں اب صرف لی کوان، تہذیب اور بڈ نظر آرہے تھے۔ بقیہ لوگ جا چکے تھے۔ ملی فرانزو کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کی لاشیں بھی ہٹا دی گئی تھیں۔ بڈ وغیرہ بھی بس میرے ہی منتظر تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بڈ میری طرف جھپٹا۔

"کیا معاملہ تھا چیف؟" بڈ نے بے صبری سے پوچھا۔ "ڈرائیور کہہ رہا تھا تمہارے کچھ ٹیسٹ وغیرہ لینے ہیں۔"

"ہاں وہ دیکھنا چاہ رہے تھے کہ لی کوان سے جو کچھ میں نے سیکھا ہے وہ کس حد تک کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" بڈ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "کسی ٹیسٹ سے یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے؟"

"میں نے جس اتار چڑھاؤ کا سامنا کیا ہے اس کے بعد میرے سسٹم پر جو منفی اثرات پڑنے تھے وہ نہیں پڑے۔ وہ لوگ یہی چیک کرنے آئے تھے۔"

"کسی شخص کی اقامت کے ثبوت کے لئے یہی ایک

دلیل کافی ہے کہ وہ لی کوان کا شاگرد ہے" لی کوان نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

"وہ لوگ یہ بات نہیں جانتے لی کوان!" میں نے کہا۔ "اسی لئے انہوں نے مشینوں کا سہارا لیا تھا۔ آئندہ وہ ایسی نامعقول حرکت نہیں کریں گے۔"

○☆○

تہذیب کے چہرے سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔ بڈ کولی کوان اپنے ساتھ لے گیا تھا اور مجھے خاص طور پر تہذیب کی تیمار داری کرنے کے لئے اس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ تہذیب پلنگ پر لیٹی تھی اور میں اس کے نزدیک ہی کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ رات خاصی گزر چکی تھی۔ لی کوان اور بڈ تھوڑی ہی دیر قبل ہمارے پاس سے اٹھ کر گئے تھے۔

"تم بھی لیٹ جاؤ علی!" تہذیب نے پیار سے کہا "رات خاصی گزر چکی ہے۔"

"لی کوان مجھے تمہاری تیمار داری کرنے کے لئے تمہارے پاس چھوڑ گیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اگر میں سو گیا تو اس کی حکم عدولی ہوگی۔"

"تمہیں لی کوان کا بہت خیال ہے" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اور میری ذرا بھی پروا نہیں ہے۔"

"پروا کیوں نہیں ہے تہذیب!" میں نے سنجیدگی سے کہا "تمہاری پروا نہ ہوتی تو آرام سے پڑ کر سو رہا ہوتا۔ اپنی نیند کیوں حرام کرتا؟"

"تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ اگر تم سوئے تو لی کوان کی حکم عدولی ہو جائے گی۔"

"اس کا کہنا بھی اہم ہے لیکن تمہاری حیثیت بھی تو مسلمہ ہے۔ یہ حکم کسی اور کے لئے ہوتا تو اس کی اتنی زیادہ اہمیت نہ رہ جاتی۔"

"تمہارے طرز عمل سے تو تمہارے اس بیان کی نفی ہوتی ہے۔ تمہیں میرا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم پر نیند حاوی آ رہی ہے" میں نے ہنس کر کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے تمہارا ذرا بھی خیال نہ ہو۔"

"تم بہت بدل گئے ہو علی!" تہذیب شکایتی لہجے میں بولی۔ "پہلے تمہیں میرا کتنا خیال رہتا تھا لیکن اب۔۔۔ اب یہ حال ہے کہ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود تم ان فراڈوں سے الجھ کر رہے۔"

"وہ اگر بہت ضروری نہ ہوتا تہذیب تو میں ہرگز اس سے نہ الجھتا لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں بچا تھا۔"

"تمہیں معلوم ہے جب چاروں اطراف سے چار مجھ پر حملہ آور ہوئے آ رہے تھے تو مجھ پر کیا گزر رہی تھی؟" تہذیب نے آنکھیں بند کر کے جھرجھری لی "مجھے بالکل یوں لگا جیسے وہ مجھ سے ٹکرائے ہوں اور میرا کچومر نکل گیا ہو۔"

"لیکن تم نے دیکھا کہ میں نے ان کا کیا حشر کیا؟" میں نے مسکرا کر کہا "ان چاروں کے دماغ درست ہو گئے۔ شاید ہی آئندہ وہ کسی پل فائٹر پر حملہ کریں۔"

"مجھے تسلیم ہے کہ لی کوان کی تربیت نے تمہاری صلاحیتوں میں غیر معمولی نکھار پیدا کر دیا ہے اور تمہارے اعصاب فولادی ہو گئے ہیں لیکن تم کیوں نہیں سوچتے کہ دوسرے تو تمہاری طرح فولادی اعصاب کے مالک نہیں ہیں۔ ان پر تو جذباتی تغیرات اسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں جس طرح وہ سروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہر شخص تمہاری طرح پتھر دل تو نہیں ہو سکتا۔"

"میں پتھر دل نہیں ہوں تہذیب! تم یہ بات بہت اچھی طرح جانتی ہو۔ بس میری قوت برداشت تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس کو اگر سنگدلی کہتے ہیں تو تم شوق سے مجھے سنگدل کہہ سکتی ہو۔"

"بے شک پہلے تم سنگدل نہیں تھے" تہذیب نے کہا۔ "لیکن اب تم میں بڑی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ تم صرف اپنے بارے میں سوچتے ہو۔"

"یعنی اب خود غرضی کا الزام بھی آئے گا" میں نے تہذیب کو افسردگی سے دیکھا "سنگدلی کا الزام تو پہلے ہی عائد کر چکی ہو۔"

"ایک دوست کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوست کی خامیاں اس کے منہ پر بیان کر دے" تہذیب نے کہا "میں پھر تمہارے لئے دوست سے بہت بڑھ کر ہوں۔"

"کبھی کبھی یوں بھی تو ہوتا ہے تہذیب کہ ہم ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں۔"

"تم مجھے پہلے ہی سب کچھ بتا سکتے تھے لیکن تم نے جان بوجھ کر مجھے اندھیرے میں رکھا۔"

میں نے معاسفانہ انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی "تم یقین نہ کرو تہذیب! میں بلاوجہ اپنے الفاظ کیوں ضائع کرتا؟"

"تم نے ایک بات فرض کر لی کہ میں تمہاری بات پر یقین نہیں کروں گی اور اپنے مفروضے کی بنیاد پر فیصلہ کر لیا" تہذیب نے کہا "اس کے لئے مجھ پر الزام نہ دو۔"

"مفروضے بھی ہوا! میں تو قائم نہیں کئے جاتے تہذیب! ان کی بھی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں۔"

تہذیب زہریلے انداز میں مسکرائی "ذرا میں بھی تو سنوں کہ تم نے کس بنیاد پر یہ مفروضہ قائم کیا تھا؟"

"تم نے لی کوان جیسے شخص کی بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے مجھے تربیت دی تھی۔ اس سے زیادہ کون جان سکتا تھا کہ میں کتنا باصلاحیت ہوں لیکن تم کچھ سوچنے سمجھنے کے موڈ میں تھیں ہی نہیں۔"

"یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں علی!" تہذیب نے کہا "میں ان سے کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھ سکتی۔"

"مت رکھو مگر منطقی انداز فکر کا دامن بھی ہاتھ سے مت چھوڑو۔ تم ایک بالغ نظر شخصیت کی حامل ہو تہذیب! مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہیں بچوں کی طرح سمجھاؤں۔ کیا تم ان لوگوں کو احمق سمجھتی ہو؟ یہ جب چاہیں ہمیں ٹھکانے لگا سکتے ہیں مگر انہوں نے مجھے چھ مہینے تک زیر تربیت رکھا۔ ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے انہیں اتنا پیچیدہ طریقہ کار اختیار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔"

تہذیب کچھ جھینپ سی گئی "دراصل تمہیں خطرے میں دیکھ کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں۔ پھر ہمیں یہاں قید ہوئے چھ مہینے سے زیادہ ہو گئے۔ ایک طرح سے ہم پوری دنیا سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ کچھ نہیں معلوم دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ دنیا کو تو خیر چھوڑو، خود ہمارا مستقبل واضح نہیں ہے۔ معلوم نہیں کل ہمارے ساتھ کیا ہو۔ ایسے میں ذہن کیا خاک کام کرے گا۔"

"تم گرین پول کی ایجنٹ رہ چکی ہو تہذیب! غیر معمولی حالات میں اپنی صلاحیتیں برقرار رکھنا ہی کسی کو دوسروں سے ممتاز بناتا ہے۔"

تہذیب نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر نہیں کہہ سکی۔ وقت اور حالات نے اس کی زبان پر تالے ڈال دئے تھے۔ ہر آدمی کی قوت برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ کسی پر اس کی قوت برداشت سے بڑھ کر صدمہ پڑ جائے تو وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ تہذیب کو بھی میرے نظریات کی تبدیلی کا صدمہ کھا گیا تھا۔ وہ گھل کر رہ گئی تھی۔ اس کا اعتماد متزلزل ہو گیا تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف میرا ساتھ دینے پر مجبور تھی۔ میری مخالفت کرنے کا انجام وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ اب اس میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ میرے خلاف کچھ بولتی۔ شاید اس موقع پر وہ کہنا چاہتی تھی کہ کیا اس سے پہلے میں غیر معمولی حالات سے نہیں گزری اور کیا ان غیر معمولی حالات کے دوران میں نے اپنے حواس بجا نہیں رکھے۔ یہ تو تم ہو جو بدل گئے ہو۔ میں اگر کچھ کہوں گی تو تم ناراض ہو جاؤ گے "لہٰذا میں کچھ نہیں کہتی" تم جیتے اور میں ہاری۔

میرے نظریات کی تبدیلی نے تہذیب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ سانحہ اس کی برداشت سے کہیں بڑھ کر تھا۔ تہذیب کو اتنے بڑے سانحے کی خبر کسی اور کی زبان سے ملتی تو شاید وہ یقین ہی نہ کرتی مگر جو کچھ بھی ہوا اس کی اپنی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ وہ اسے کس طرح جھٹلا سکتی تھی۔ ظلمت کو روشنی کس طرح قرار دے دیتی۔ علی یار خان جو تحریک آزادی فلسطین کا سب سے بڑا علمبردار تھا اب فلسطین کا مخالف ہو چکا تھا۔ اور تہذیب کے جذباتی ہیجان کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی سانحہ تھی۔

○☆○

میں لی کوان کے ساتھ کانفرنس ہال میں داخل ہو گیا۔ کانفرنس ہال کے وسط میں ایک بڑی سی میز کے گرد بچھی ہوئی کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ میز پر دو عدد تختیاں رکھی نظر آ رہی تھیں جن پر میرے اور لی کوان کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ہم اپنے اپنے ناموں کے سامنے والی کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔ ہال میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"ہمیں نو بجے کا وقت دیا گیا تھا" میں نے لی کوان سے کہا "لیکن یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔"

ابھی لی کوان میری بات کا جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دیوار پر نصب اسکرین روشن ہو گئی۔ اسکرین پر ابھرنے والا چہرہ حسب توقع ریمنڈل کا تھا۔

"خوش آمدید!" ریمنڈل نے کہا "ہم لوگ وقت کے بہت پابند ہیں مسٹر علی!"

"میں نے اعتراض نہیں کیا تھا موشے ہاورڈ! میں تو صرف حیرت ہی ظاہر کر رہا تھا۔"

"اب تم ہماری تنظیم کے ممبر ہو مسٹر علی! تمہیں پورا حق ہے کہ اگر کہیں کوئی بے ضابطگی ہوتے دیکھو تو اس پر کھل کر اعتراض کرو۔"

"شکریہ موشے ہاورڈ! اگر کبھی مجھے کہیں کوئی خامی نظر آئی تو اس کی نشاندہی ضرور کروں گا۔"

"آج میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلایا ہے کہ اینگلز کے بڑوں سے تمہارے تعارف کی رسم ادا کر دی جائے" ریمنڈل نے کہا اور اس کے بعد اسکرین سے ریمنڈل کی تصویر غائب ہو گئی اور اسی جگہ ایک اور شخص کی تصویر ابھری جس کے چہرے پر سنہرے رنگ کا ایک چمکدار نقاب نظر آ رہا تھا جس پر ایس ون تحریر تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شالوم مسٹر علی" ایلیس ون نے کہا "اینگلز میں شمولیت مبارک ہو" لہجے سے وہ روسی معلوم ہو رہا تھا مگر اس نے مجھے عبرانی میں مخاطب کیا تھا۔

"یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے اینگلز میں شمولیت کا موقع میسر آیا" میں نے کہا۔

"خوش بختی تو ہماری ہے مسٹر علی" ایلیس ون ہنس کر بولا "ہم نے کل ہونے والا ملی فائٹنگ کا مقابلہ دیکھا اور آپ کی برتری تسلیم کرلی۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ کسی بھی شخص کو اس فیلڈ میں شکست سے دوچار کر سکتے ہیں جس کا وہ ماہر ہو۔"

چند جملوں کے تبادلے کے بعد ایلیس ٹو سے تعارف ہوا۔ وہ فرانسیسی ثابت ہوا۔ ایلیس تھری کا لہجہ اسے جرمن ظاہر کر رہا تھا۔ ایلیس فور برطانوی نکلا اور ایلیس فائیو امریکی لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔ ان پانچوں نے مجھ سے عبرانی میں بات کی اور پانچوں نے ایک ہی جیسی باتیں کیں۔ اس کے بعد اسکرین پر ایک بار پھر ریندل کی تصویر ابھری۔

"غالباً تم سمجھ گئے ہوگے کہ پانچوں بڑوں سے تمہارا تعارف جدید ترین مواصلاتی نظام کے ذریعے ممکن ہو سکا ہے" ریندل نے کہا "اینگلز کو یہ سہولت مہیا ہے کہ ہم جب چاہیں مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا کے دور دراز ترین علاقے میں بھی فوری طور پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"میں یہ سب کچھ دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں موشے باورڈ" میں نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"یہ سب کچھ تمہیں متاثر کرنے کے لئے نہیں تھا علی! ہم سب تو خود تم سے بے حد متاثر ہیں۔ شاید تمہیں علم نہ ہو کہ ملی فرازو حراست میں ہے۔"

"ملی فرازو حراست میں ہے!" میں نے بڑی حیرت سے کہا "لیکن اسے حراست میں کیوں لیا گیا؟ اس کا قصور کیا ہے"

"اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا تھا" ریندل نے سرد لہجے میں کہا "اسے اس کی سزا ملنا ضروری ہے۔"

"اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور میں اس سے بدلہ نہیں لینا چاہتا موشے باورڈ! وہ ہماری تنظیم کا ایک اہم رکن ہے' اس کا نقصان پوری تنظیم کا نقصان ہے۔"

"جہاں مصلحتیں آڑے آجاتی ہیں وہاں تنظیم قائم نہیں رہ سکتی" ریندل نے کہا "وہ خواہ کتنا ہی اہم آدمی کیوں نہ ہوتا میں اسے سزا دئے بغیر نہ رہتا۔ اس طرح دوسروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔"

ریندل کی بات اصولی طور پر درست تھی۔ کسی بھی تنظیم کی بقا کے لئے سخت ترین قوانین کے علاوہ قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے شخص کے خلاف سخت ایکشن لینا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو تنظیم کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں۔ [illegible] اور مصلحت کوشی کسی تنظیم کے لئے زہر کا کام کرتی ہیں۔

"لیکن یہ تو ممکن ہے کہ اس کے ساتھ نرمی برتی جائے" میں نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس کی سفارش کرنے کیوں تل گئے ہو۔ اس نے تو تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی" ریندل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم نہتے تھے اور وہ تلوار بدست تھا۔ کسی نہتے شخص پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ یہ درست ہے کہ تم نے اسے معاف کر دیا ہے لیکن شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ ہمارے دو آدمی مارے گئے ہیں۔"

"جو مر گئے انہیں تو زندہ نہیں کیا جا سکتا موشے باورڈ! میرے خیال میں مناسب یہ ہوتا کہ ملی فرازو کو معمولی سی تادیبی کارروائی کرنے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ تنظیم پہلے ہی دو افراد کا نقصان اٹھا چکی ہے۔ ملی فرازو کو کوئی سخت سزا دینے کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نقصان دو سے تجاوز کر کے تین تک پہنچ جائے۔"

"ہلاکت اس کا مقدر ہو چکی ہے علی! تم نے یہ کیسا فرض کر لیا ہے کہ اسے تادیبی کارروائی کے بعد چھوڑ دیا جائے گا۔ پہلے اسے سزا دی جائے گی اور پھر قتل کر دیا جائے گا۔"

"اوہ! اس طرح تو تنظیم کو ایک اور نقصان پہنچ جائے گا" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "لیکن یہ فیصلہ آپ نے بھی تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا؟"

"فیصلے ہمیشہ سوچ سمجھ کر ہی کئے جاتے ہیں مسٹر علی!" ریندل نے ہنس کر کہا "ملی فرازو کے بارے میں فیصلہ ہو گیا' وہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور تمہیں میں نے اپنا نائب خصوصی بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

میں چونک پڑا "نہیں موشے باورڈ" میں نے کہا "میں اتنے بڑے عہدے کا اہل نہیں ہوں۔ مجھے تو بس عام کارکن کے طور پر کام کرنے دیا جائے۔"

"اینگلز کا بڑے سے بڑا عہدے دار بھی عام کارکن ہوتا ہے مسٹر علی! یہاں کسی بھی شخص کو زنگ نہیں لگنے دیا جاتا۔"

"اس کے باوجود میں یہی چاہوں گا کہ مجھے فرائض سے دور ہی رکھا جائے۔ میں فیلڈ ورکر ہوں موشے باورڈ! اور فیلڈ ورکر ہی رہنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے علی!" ریندل نے ایک طویل سانس لی۔ "تمہیں ایک اہم مہم سونپنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ میں نے تنظیم سے بھی اس کی منظوری حاصل کر لی ہے۔"

"یہ میرے لئے خوش خبری ہے موشے باورڈ! میری شدید خواہش ہے کہ اب میں اپنے نظریات کے لئے عملی جدوجہد شروع کر دوں۔"

"تمہیں جو مہم بھی سونپی جائے گی اسے سرانجام دینے کے لئے تمہیں اس جزیرے سے باہر جانا ہوگا" ریندل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اس جزیرے پر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"وہ تو ظاہر ہے موشے باورڈ" میں نے بڑی حیرت سے کہا "اگر زندگی رہی تو ممکن ہے مجھے بہت سے ممالک میں مہمات سرانجام دینی پڑیں۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ ہر مہم کی انجام دہی کے لئے تمہیں ان لوگوں کے درمیان جانا پڑے گا جو اسرائیل اور یہودیوں کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے موشے باورڈ" میں نے بے پروائی سے کہا "میں بھی اسرائیل اور یہودیوں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار رہا تھا۔"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب تم اسرائیل کے خلاف کچھ بھی نہیں سن سکتے اور تمہاری یہ کمزوری تمہاری راہ کی بہت بڑی رکاوٹ ہے۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے موشے۔۔۔ آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی علی! تمہارا انداز فکر بہت زیادہ جذباتی ہے۔ تہذیب اور بڈ سے تمہاری جھڑپ کیوں ہوئی تھی؟"

"ان کی بات اور ہے موشے۔۔۔ وہ میرے ساتھی تھے۔ ان کی گمراہی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ دوسروں کے نظریات سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔"

"اوہ! میں تو سمجھا تھا کہ اس مسئلے پر تم بہت زیادہ جذباتی ہو گئے ہو اور اپنی مخالفت میں ایک لفظ سننے کے روادار بھی نہیں ہو۔"

"اگر واقعی ایسی صورت حال ہو تو میں نااہل قرار پاؤں گا اور قطعاً ناکارہ ہو جاؤں گا۔ مجھے تو یہی ظاہر کرنا پڑے گا کہ گویا ان سے متفق ہوں۔"

"ٹھیک ہے علی!" ریندل نے سر کو اثباتی جنبش دی "مجھے تمہاری طرف سے یہی ایک خطرہ تھا لیکن میں حیران بھی تھا۔"

"حیرانی کس بات پر تھی موشے باورڈ؟" میں نے کہا۔

"تم تہذیب اور بڈ کی معمولی سی باتوں پر آپے سے باہر ہو گئے تھے جبکہ ملی فرازو سے مقابلے کے بعد میں نے تمہارا فزیکل چیک اپ کرایا تو تمہارے سسٹم پر کوئی غیر معمولی اثر دریافت نہیں کیا جا سکا۔"

"کیا یہ مشینوں کا قصور نہیں ہو سکتا موشے باورڈ؟" میں نے کہا۔

"نہیں' ہمیں اپنی مشینوں پر ناز ہے۔ انسان دھوکا کھا سکتا ہے ان مشینوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ یہ ایسی مشینیں ہیں جو انسان کے اندر رونما ہونے والے کسی معمولی سے تغیر کی بھی نشان دہی کر دیتی ہیں۔ مجھے پہلے حیرت تھی لیکن اب نہیں ہے۔ تم نے وضاحت کر دی ہے کہ تم اسرائیل کے خلاف کوئی بات صرف اپنے ساتھیوں کے منہ سے برداشت نہیں کر سکتے' مگر یہ حیرت ابھی برقرار ہے کہ ملی فرازو سے مقابلے کے بعد تم نارمل کس طرح تھے؟"

"یہ لی کوان کا کمال ہے موشے!" میں نے لی کوان کی طرف دیکھا۔

لی کوان نے تحیر انداز میں سر ہلایا اور ریندل نے کہا۔ "ہاں' ہم لی کوان کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں ایک انمول تحفہ دیا اور اب ایک تحفہ میں تمہیں دے رہا ہوں۔ تمہیں ایک انتہائی اہم مہم کے سلسلے میں جزیرے سے باہر جانا ہوگا۔ کام اتنا نازک ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور اسے سرانجام نہیں دے سکتا۔ میں اس مہم کے لئے تمہیں تنہا روانہ نہیں کروں گا بلکہ تمہارے ساتھ تہذیب ماٹم ایکس بھی ہوگی۔"

ریندل کی بات سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھلا اور تہذیب مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جس میں میں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔

"میں آپ کی شکر گزار ہوں موشے باورڈ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا" تہذیب نے بڑی سنجیدگی سے کہا "میں آپ کے اعتماد پر پورا اترنے کی کوشش کروں گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے" میں نے انتہائی اشتعال کے عالم میں کہا "یہ لڑکی تہذیب نہیں ہے۔ تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کیوں کی ریندل! میں تمہارے خلاف بغاوت کا اعلان کرتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی؟" تہذیب نے متحیرانہ لہجے میں کہا "مجھے غور سے دیکھو۔ میں تہذیب ہوں۔ تہذیب ما لکم ایکس۔ جو کڑے سے کڑے وقت میں تمہارے ساتھ رہی' آج تم مجھے ہی پہچاننے سے انکار کررہے ہو؟"

"تم اچانک ہی مشتعل ہوگئے علی" رینڈل نے نرمی سے کہا "تم ہماری تنظیم میں شامل ہوچکے ہو اور اب تمہاری ہر شکایت کا ازالہ کرنا ہمارا فرض ہے' ہم سے بغاوت کرنے کی تمہیں کبھی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مجھے علی سے کوئی شکایت نہیں ہے مسٹر رینڈل" تہذیب نے کہا "نظریات کی تبدیلی کے عمل کے بعد سے میں نے علی میں بہت سی تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہوجانا بھی انہی تبدیلیوں کا ایک حصہ ہے۔"

"آپ کے مشاہدے کو چیلنج کرنا آسان نہیں ہے میڈم ایکس" رینڈل نرم لہجے میں بولا "لیکن ہم نے جو عمل کیا ہے اس کے نتیجے میں ایسی کسی تبدیلی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یقیناً اس کی وجہ کچھ اور ہوگی۔"

"مجھے وجہ سے کوئی غرض نہیں ہے مسٹر رینڈل! میں تو علی کو پہلے جیسی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھ سے علی کی بدلی ہوئی کیفیات نہیں دیکھی جاتیں۔ آپ نے خود سنا ہے کہ اب علی نے مجھے پہچاننے سے بھی انکار کردیا ہے۔"

"تم نے سنا علی؟" رینڈل نے کہا "تمہاری غیر ذمے دارانہ بات سے میڈم تہذیب کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچی ہے۔ تم تو بہت سوچ سمجھ کر گفتگو کرنے کے عادی تھے تم اتنے جذباتی کس طرح ہوگئے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی "میں تہذیب کو پہچاننے سے کبھی انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسے پہچاننے میں کوئی غلطی کرسکتا ہوں۔"

رینڈل نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں "پہچاننے سے انکار بھی کررہے ہو اور ساتھ ہی اس پر بھی مصر ہو کہ تم اسے پہچاننے سے انکار نہیں کرسکتے' یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ نے دیکھا مسٹر رینڈل؟" تہذیب نے تیزی سے کہا "یہی بات میں آپ کو بتانے کی کوشش کررہی تھی' علی کی ذہنی کیفیات ایسی نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاسکے۔"

"علی کی یہ کیفیت میرے لئے بھی اتنی ہی حیران کن ہے جتنی آپ کے لئے" رینڈل نے کہا "اس لئے کہ ہم نے علی کا میڈیکل چیک اپ جدید ترین مشینوں سے کیا تھا اور یہ سپر نارمل ثابت ہوا تھا۔"

"مشینیں غلطی بھی کرسکتی ہیں مسٹر رینڈل! اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں موجودہ صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔"

میں خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سنتا رہا۔ میں چاہتا تھا کہ ان میں کتنی طویل ڈرامائی گفتگو کرنے کی صلاحیت ہے لیکن انہوں نے گفتگو کو طول نہیں دیا۔

"علی کے موجودہ رد عمل کی کوئی خاص وجہ ضرور ہے" رینڈل نے کہا "ممکن ہے لی کوان کی دی ہوئی سخت تربیت کے نتیجے میں۔"

"لی کوان کی دی ہوئی تربیت کوئی بگاڑ پیدا نہیں کرتی" لی کوان نے رینڈل کی بات کاٹ دی "اور نہ ہی کوئی بگاڑ ہوا ہے۔"

"بگاڑ کیسے پیدا نہیں ہوا ماسٹر؟" تہذیب نے کہا "علی کی حالت پہلے بھی ایسی ہی تھی۔"

"اپنے ہر عمل کی وضاحت علی خود کرے گا" لی کوان "میں کسی قسم کی دخل اندازی کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"تم خاموش کیوں ہو علی؟" رینڈل نے کہا "تمہارے غیر معمولی رویے نے ہم سب کو الجھا کر رکھ دیا ہے' کیا ہماری الجھنیں دور نہیں کروگے؟"

"میں کسی کی الجھن کیا دور کروں گا میں تو خود الجھ گیا ہوں' سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے مجھے دھوکا دینے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟"

"یہ بات تم پہلے بھی کہہ چکے ہو مگر تم نے اس کی وضاحت نہیں کی تھی' کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ہم سے پیچھا چھڑانے کے لئے ہم پر الزام لگا رہے ہو؟" رینڈل نے کہا۔

"میں الزام عائد نہیں کرتا مسٹر رینڈل! تم مجھے کیا پروانہ کررہے ہو لیکن تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے اس تم نے کسی اور لڑکی کو تہذیب کے میک اپ میں میرے بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"تم نے پھر وہی بات کی" تہذیب بگڑ گئی "تم جانتے میں اس قسم کی بے ہودہ باتیں برداشت نہیں کرسکتی۔"

"اگر یہ تہذیب نا لکم ایکس نہیں تو پھر کون ہے؟" رینڈل نے کہا "تمہیں یہ شبہ کس وجہ سے ہورہا ہے کہ تہذیب نہیں ہے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی "کیا تمہارا یہ سوال مناسب ہے کہ اگر یہ تہذیب نہیں تو کون ہے؟"

رینڈل نے بے چینی سے پہلو بدلا "ظاہر ہے جب بڑا الزام عائد کروگے تو میں جواب میں اور کیا کہوں گا؟"

"تو پھر سنو مسٹر رینڈل! اس لڑکی کا اصل نام نکیتا ہے۔ نکیتا جیسی ہی ہے میرا اندیشہ کل چیک اپ کیا تھا۔"

رینڈل بری طرح چونک پڑا تھا۔ خود نکیتا بھی حیران رہ گئی تھی "تم نے اسے کس طرح پہچانا؟" رینڈل کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"قدرت نے ہمارے مابین ایک ایسی انجانی کشش رکھی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو ہر حال میں پہچان لیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے اسے نکیتا کی حیثیت سے کس طرح شناخت کرلیا؟" رینڈل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی "ہمارا تو خیال تھا کہ نکیتا' تہذیب کی مکمل کاپی ہے۔"

"نکیتا ہر اعتبار سے مکمل ہے' میرے سوا کوئی اور اسے شناخت بھی نہیں کرسکتا۔ اس کی تربیت پر واقعی محنت ہوئی ہے۔"

"ہم نے پورے چھ ماہ اس کی تربیت کی ہے" رینڈل نے کہا "ماہرین کے ایک پورے گروپ نے اسے ہر طرح سے پاس کیا تھا' اسے تمہارے سامنے لاکر تمہیں دھوکا دینا مقصود نہیں تھا مسٹر علی بلکہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ہماری محنت کس حد تک بار آور ہوئی ہے لیکن تم نے جتنی آسانی سے اسے شناخت کرلیا اس سے مجھے سخت دھچکا لگا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ اسے میرے سوا کوئی اور شناخت نہیں کرسکتا" نکیتا نے واقعی بہت محنت کی ہے۔"

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم نے اسے کس طرح پہچانا؟" رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "اسے نکیتا کی حیثیت سے شناخت کرلینا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے جسے میں اتنی آسانی سے نظر انداز کردوں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "کوئی خاص بات نہیں ہے موشے باورڈ! یہ صرف محترم لی کوان کی تربیت کا اعجاز ہے۔"

رینڈل نے لی کوان کی طرف دیکھا "کیا علی کی کہی ہوئی بات درست ہے لی کوان؟"

"بالکل" لی کوان نے اثبات میں سر ہلایا "لی کوان کی تربیت کے حوالے سے جو بات کہی جائے اس پر کبھی شبہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہے؟" رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "علی نے ایک نظر میں اسے کیسے پہچان لیا؟"

"اس کے حواس خمسہ بہت ترقی کرچکے ہیں" لی کوان نے فخریہ لہجے میں کہا "تم سب کچھ تبدیل کرسکتے ہو مگر کسی شخص کے جسم کی مخصوص بو نہیں بدل سکتے۔"

"اوہو" رینڈل کی حیرت دیدنی تھی "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی کو اس طرح بھی پہچانا جاسکتا ہے۔"

"کیوں نہیں سوچ سکتے تھے؟" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "نابینا افراد کیسے لوگوں کو شناخت کرلیتے ہیں۔"

"میرا مطلب ہے علی کو بہت کم وقت ملا ہے۔ اتنے کم وقت میں تم نے اسے کیا کیا سکھا دیا ہے؟"

"کاش تم نے مجھے پورا وقت دیا ہوتا" لی کوان نے ایک سرد آہ بھری "تو میں تم کو بتاتا کہ لی کوان کی تربیت آدمی کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔"

"تمہارا یہ کارنامہ بھی کم نہیں ہے لی کوان" رینڈل نے کہا "اب مجھے یقین آگیا ہے کہ علی کو کسی طرح بھی زیر نہیں کیا جاسکتا۔"

"کیا میری اصلیت معلوم ہونے کے بعد آپ مجھے اپنے ساتھ شریک رکھنا پسند کریں گے مسٹر علی؟" نکیتا نے مجھے پرامید نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو نکیتا! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ تم تہذیب کے روپ میں میرے ساتھ رہوگی۔"

"ہمیں اس وقت تمہاری مدد کی اشد ضرورت ہے مسٹر علی!" رینڈل نے کہا "ہم نے عربوں کو کبھی متحد نہیں رہنے دیا مگر گزشتہ چند ماہ کے دوران ہماری بعض کوتاہیوں کے سبب عربوں کو دوبارہ متحد ہونے کا خیال آگیا ہے۔ نہ صرف خیال آیا ہے بلکہ ایک مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کی غرض سے آئندہ ہفتے عرب وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس بھی منعقد ہورہی ہے۔"

"یہ تو بہت بری بات ہے موشے باورڈ!" میں مضطربانہ لہجے میں کہا "عربوں کو متحد نہیں ہونا چاہئے' ان کا اتحاد یہودی دنیا کے لئے زبردست خطرہ ثابت ہوسکتا ہے۔"

"اسی لئے تو ہم پریشان ہیں مسٹر علی! ہم چاہتے ہیں کہ ان کے متحد ہونے سے قبل ہی کچھ کرگزریں ورنہ اگر ایک بار وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے تو انہیں پارہ پارہ کرنا مشکل ہوجائے گا۔"

"بات تو درست ہے موشے باورڈ مگر انہیں یکجا ہونے سے روکنے کے لئے کوئی منصوبہ بنانا پڑے گا اور میرے خیال میں کوئی موثر منصوبہ بنانے میں وقت لگے گا۔"

"منصوبہ بنانے کا وقت ہماری نااہلی کی نذر ہوچکا ہے مسٹر علی! اب تو براہ راست اقدام کی ضرورت ہے۔"

"سوچ لیجئے موشے باورڈ" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا

"راست اقدام کے نتائج اسرائیل کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔"

"یقیناً ہوں گے" ریڈل نے اثبات میں سر ہلایا "اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ اس راست اقدام کے پس پردہ کون ہے اور ہم یہ بات کبھی ظاہر نہیں ہونے دیں گے۔"

"راست اقدام کتنی ہی احتیاط سے کیوں نہ کیا جائے یہ تو ظاہر ہو ہی جائے گا کہ اس کے پس پردہ کون ہے" میں نے کہا۔

"ہمیں بس اتنی احتیاط کرنا پڑے گی کہ وہ ہمارے خلاف کچھ ثابت نہ کر سکیں۔ دنیا ثبوت مانگتی ہے' قیاس آرائیوں سے عالمی رائے عامہ کو متاثر نہیں کیا جا سکتا۔"

"بات تو درست ہے موشے ہاورڈ" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اگر آپ نے کوئی منصوبہ بنا لیا ہے تو میں بخوشی اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کو تیار ہوں۔"

"منصوبہ تو بن چکا ہے مسٹر علی! اور تمہارے علاوہ کوئی اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اہل بھی نظر نہیں آتا۔ ہمارا منصوبہ بہت سادہ ہے۔ عربوں میں اتحاد کی روح پھونکنے کا دعوے دار شہزادہ صائم ہے۔ دوسرا نمبر تمہارے دوست جنرل میرس کا ہے جس نے اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے میزبانی کے فرائض انجام دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جنرل میرس چونکہ عرب نہیں ہے اس لئے وہ اس کانفرنس کا سربراہ نہیں ہو سکتا لہٰذا لامحالہ شہزادہ صائم ہی سربراہ ہو گا۔ ہمیں کانفرنس کے دوران شہزادہ صائم کو بم سے اڑانا ہو گا۔"

ریڈل کی بات سن کر میں سناٹے میں آ گیا "کیا تمہیں احساس ہے موشے ہاورڈ کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے کہا۔

"بہت اچھی طرح مسٹر علی!" ریڈل نے مسکرا کر کہا "اگر مجھے اس منصوبے کی سنگینی کا احساس نہ ہوتا تو اس کے لئے تمہیں منتخب نہ کرتا۔"

"مگر یہ منصوبہ کہاں ہے موشے ہاورڈ!" میں نے کہا "یہ تو محض ایک خاکہ ہے' ایک خیال ہے جس کے خدوخال واضح نہیں ہیں۔"

"یہ منصوبہ تمہیں پایۂ تکمیل کو پہنچانا ہے۔ کام ایسا ہے جسے تمہارے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا اور ہم تمہیں کسی مخصوص طریقہ کار کے لئے پابند نہیں کر سکتے۔ تم جو طریقہ چاہو اختیار کرو۔ اخراجات کی پروا مت کرنا۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ خیال رکھنا کہ منصوبہ طشت ازبام نہ ہونے پائے اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ اس منصوبے کی پشت پر کون ہے تو ہمارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔"

"یہ سب باتیں تو میں خود بھی سمجھتا ہوں موشے! لیکن سوال یہ ہے کہ میں یہاں بیٹھ کر تو کچھ بھی نہیں کر سکتا' یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کونے ملک میں مجھے کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"جنرل میرس تمہارا دوست ہے۔ کونے ملک میں تم آسانی سے کام کر سکتے ہو کسی اور ملک میں نہیں کر سکتے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ کانفرنس کونے ملک میں ہو رہی ہے۔"

"اس کے باوجود موشے ہاورڈ! مجھے کیا معلوم کہ میرس نے کس قسم کے حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔ بات تو طے ہے حفاظتی انتظامات انتہائی سخت ہوں گے۔"

"تبھی تو ہم تمہاری مدد لینے کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔ تمہیں کسی نہ کسی طرح ان حفاظتی انتظامات کی دیوار ورا ڈالنی ہو گی۔"

"معلوم نہیں تم اس کام کو کتنا آسان سمجھ رہے ہو۔ تمہارے انداز سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے بے بسی سے کہا۔

"اور مجھے تم پر حیرت ہے" ریڈل نے کہا "تمہاری صلاحیتیں ہمارے سامنے آئی ہیں ان کے پیش نظر تمہاری گفتگو بڑی عجیب معلوم ہو رہی ہے۔"

"ضرور ہو رہی ہے موشے ہاورڈ! وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر آ کر صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ میری شخصیت مشکوک نہ ہونے پائے اور اس کو چھپاتے ہوئے یہ کام کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ یا تو مجھے اجازت دو کہ میں کھل کر ان لوگوں کے سامنے آ جاؤں۔ اگر مجھے یہ اجازت مل جاتی ہے تو میں پورا کانفرنس ہال کو بم سے اڑا دوں گا۔"

"سوچ لو علی!" ریڈل نے معنی خیز لہجے میں کہا "تمہارا بہت عزیز دوست جنرل میرس بھی موجود ہو گا۔"

"اسرائیل کے مفادات کے لئے اس سے بھی قربانی پیش کی جا سکتی ہے موشے ہاورڈ!" میں نے تیزی سے "جنرل میرس کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔"

ریڈل نے مطمئن انداز میں سر ہلایا "تمہارا یہی جذبہ تمہیں کامیابیوں کی راہ پر گامزن کرے گا علی!" اس نے "اس بات سے انکار نہیں ہے کہ خود کو شکوک و شبہات سے بالاتر رکھتے ہوئے شہزادہ صائم کو ہلاک کرنا بہت مشکل ہے لیکن تمہیں کوشش کرنی ہو گی۔ ہم کوشش ہی کر سکتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری آخری امید ہو۔"

"میں سمجھ گیا موشے ہاورڈ!" میں نے سر ہلا کر کہا "اسے تکمیل تک پہنچانے کے لئے میں خود کو بچاتے ہوئے موقع تلاش کرنے کی کوشش کروں گا بلکہ موقع پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہمارا مقصد بھی بس اتنا ہی ہے" ریڈل نے کہا "یہ نہ ہو کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں اور دشمن قوتیں ہم پر یلغار کر دیں۔"

"میں ہر ممکن کوشش کروں گا موشے ہاورڈ! مگر سائنس نے ترقی کر لی ہے اور سائنسی آلات کو شکست دینا میرے بس میں نہیں ہے۔ اب تو ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جو بم کے اسلحے کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے" ریڈل نے جوشیلے انداز میں کہا "سائنس چاہے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے ہم سے آگے نہیں نکل سکتی۔ ہم نے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں جو اسلحے کی نشاندہی کرنے والے آلات کو بے اثر کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اور کیا تم سمجھتے ہو ہم تمہیں کسی مہم پر یونہی بھیج دیں گے۔ نہیں مسٹر علی! ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اگر ایسا ہو تو دنیا میں ہم سے بڑا احمق کوئی نہیں ہو گا۔ ہم نے کروڑوں ڈالر خرچ کر کے بڑی بڑی سائنسی لیبارٹریز قائم کی ہیں جن میں سیکڑوں چوٹی کے سائنس دان دن رات نت نئی ایجادات کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ دنیا میں جب بھی کوئی نئی ایجاد ہوتی ہے ہمارے سائنس دان اس کا توڑ شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہم اس لئے کر رہے ہیں کہ اسرائیل ایک ناقابل شکست طاقت بن کر ابھرے۔ ہمارے معمولی ایجنٹ بھی ان محیرالعقل سائنسی ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں۔ تم تو بہت کار آمد اور قیمتی اثاثہ ہو مسٹر علی! ہم تمہیں کسی مشن پر یونہی تو نہیں جھونک دیں گے۔"

"شکریہ موشے ہاورڈ!" میں نے ممنونیت بھرے انداز میں کہا "اس اعتماد کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ میں ان ہتھیاروں کا بھرپور اور انوکھا استعمال کروں گا۔"

"ہمیں یقین ہے مسٹر علی!" ریڈل نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "لیکن ایک بات تو بتاؤ' ایٹمی ہتھیاروں کے وہ فارمولے کیا ہوئے جو ہاروت رانیل نے امریکی حکومت کی تحویل سے چوری کرائے تھے اور بعد میں وہ تمہارے ہاتھ لگ گئے تھے۔"

"کمال ہے!" میں نے حیران ہو کر کہا "تم ایک ایسا سوال کر رہے ہو جس کا جواب پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ فارمولے تو میں نے امریکی حکومت کو واپس کر دیئے تھے۔"

"یہ بات تو سب کے علم میں ہے کہ تم نے وہ فارمولے امریکی حکومت کو واپس کر دیئے تھے لیکن اس پر کسی کو بھی یقین نہیں ہے کہ تم نے ان کی نقلیں نہیں بنوائی تھیں۔"

"تم نجہانی اولیو ہاورڈ کو بھی اس بات پر یقین نہیں آیا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے سرے سے ایسی کوئی کوشش کی ہی نہیں تھی۔"

"تم ہمارے ساتھ تو بہت مخلص ہو علی! اور تمہارے خلوص کو مدنظر رکھتے ہوئے میں تمہاری بات پر یقین کئے لیتا ہوں لیکن کیا تم سے حماقت سرزد نہیں ہوئی تھی؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتا موشے ہاورڈ!" میں نے کہا "وہ

نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"کیا اس قسم کا بریف کیس پہلے کسی ایجنٹ کے لئے نہیں بنایا گیا؟" میں نے ہربرٹ سے پوچھا۔

"نہیں مسٹر علی! اس قسم کے ہتھیار کے لئے کسی قسم کا رسک نہیں لیا جا سکتا۔ اول تو آپ کے پکڑے جانے کا کوئی امکان نہیں ہے اور بالفرض ایسا کوئی موقع آیا بھی تو آپ اس کی حفاظت کر سکیں گے جب کہ ہمارے ایجنٹ دنیا کے مختلف ایئرپورٹس پر تلاشی کی زد میں آتے رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ہربرٹ!" میں نے سر ہلایا "اب آپ مجھے اس کی خصوصیات سے بھی آگاہ کر دیں۔"

"اس کے براؤن کور کے نیچے باریک تاروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے مسٹر علی! جس سے کام لینے کے لئے آپ کو پورا طریقہ کار سمجھنا پڑے گا" ہربرٹ نے اپنی جیب سے رنگین شیشوں والا ایک چشمہ نکال کر میری طرف بڑھایا "یہ چشمہ لگا لیجئے مسٹر علی تاکہ اس بریف کیس کے اسرار آپ پر پوری طرح کھل سکیں۔"

میں نے کچھ کہے بغیر ہربرٹ سے چشمہ لے کر اپنی آنکھوں پر لگا لیا۔ ہربرٹ نے بھی اسی قسم کا چشمہ لگا رکھا تھا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ نمبروں کی مخصوص ترتیب سے کھلنے والا بریف کیس ہے" ہربرٹ نے کہا "آپ اسے جس نمبر پر چاہیں سیٹ کر سکتے ہیں" ہربرٹ نے بریف کیس کھولا "بریف کیس کے اندر ایک سگریٹ کیس اور عمدہ قسم کا لائٹر رکھا تھا "یہ آپ کے لئے موسٹے ہارورڈ کی طرف سے تحفہ ہے" اس نے سگریٹ کیس اور لائٹر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "سگریٹ کیس کے ذریعے زہریلی سوئیاں پھینکی جا سکتی ہیں اور لائٹر کے اندر موجود مائیکرو فلم پر آپ اپنی مرضی سے تصاویر کھینچ سکتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی خاص چیز نہیں ہے مسٹر ہربرٹ!" میں نے قدرے مایوسی سے کہا "اس قسم کی چیزیں تو دنیا کے بہت سے ممالک کے ایجنٹ عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔"

"آپ ان کی کارکردگی کو بہت بہتر پائیں گے" ہربرٹ نے کہا "اور پھر اصل چیز تو یہ بریف کیس ہے جو بیک وقت ایک طاقتور ٹرانسمیٹر بھی ہے اور ٹیلی ویژن سیٹ بھی۔۔۔ اس کے ذریعے مہلک گیس بھی پھینکی۔۔۔ جا سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر یہ ایک خوفناک بم میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک عمدہ ڈسٹربنگ ڈیوائس بھی ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی گوشے سے اس کے ذریعے موسٹے ہارورڈ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ ان کی تصویر آپ تک پہنچ سکتی ہے اور کمال یہ ہے کہ آپ چیک ... اسے کاٹ ... معلوم کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس بریف کیس کی کچھ ... خصوصیات بھی ہیں۔"

میں نے بریف کیس کے اندر نظر ڈالی اور ... حیران رہ گیا کہ بریف کیس کی تہ میں صفر اور ایک ... کے ہندسے چمکتے نظر آ رہے تھے جن کے اوپر ایک ... ہی اسکرین بھی تھی۔ بالکل ایسی جیسی کسی کیلکولیٹر ... ہے۔ ہندسوں کے علاوہ انگریزی کے چھبیس حروف ... تھے جو دس بٹنوں پر چمک رہے تھے۔

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ اس کی خصوصیات ... نہیں ہو سکتیں" میں نے ہربرٹ سے کہا "جبکہ کوئی ... ایک ہی نظر میں یہ سب کچھ دیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔"

ہربرٹ مسکرایا "یہ اس چشمے کا کمال ہے جو ... آپ نے لگا رکھا ہے۔ چشمہ اتار کر دیکھیں۔ فرق ... ہو جائے گا۔"

میں نے چشمہ اتارا اور فرق واقعی ظاہر ہو گیا ... بریف کیس کی تہ میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا ... تحسینی انداز میں سر ہلایا اور دوبارہ چشمہ لگا لیا۔

"سارا کمال انہی نمبروں کا ہے" ہربرٹ نے کہا ... مخصوص ترتیب سے دبانے سے اسی بریف کیس سے ... کام لئے جا سکتے ہیں لیکن یہ ڈسٹربنگ ڈیوائس کا کام ... میں کرتا رہے گا۔"

ہربرٹ نے مجھے بڑی تفصیل سے اس بریف کیس ... کام لینے کے طریقے بتائے۔ کمنیا بڑے غور سے ... سن رہی تھی۔

ایک گھنٹا ہربرٹ کے ساتھ گزارنے کے بعد ... سے رخصت ہو گئے۔ میں کمنیا کے ساتھ کاٹر فریا ... آیا۔ جہاں اس نے مجھے خدا حافظ کہا "اب پھر ملاقات ... ہو گی علی!" اس نے کہا اور میں سر ہلا کر اس سے ... ہو گیا۔ بریف کیس اور چشمہ ابھی ہربرٹ کی تحویل ... وہ دونوں چیزیں یہاں سے روانہ ہوتے وقت میرے ... کی جاتی تھیں جبکہ سگریٹ کیس اور لائٹر میرے پاس ... تھے۔

وہاں سے میں سیدھا تہذیب کے پاس پہنچا ... طرح تہذیب اور بڈیر جاننے کے لئے بے چین تھے ... اور ریڈل کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ میں نے ... ساری باتیں بتائیں مگر کمنیا کا تذکرہ نہیں کیا۔

"تو تم پرسوں یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے" تہذ...

ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مہم انہ تو ہو جاؤں گا مگر جو مہم مجھے سونپی گئی ہے اس کے بارے میں میں زیادہ پرامید نہیں ہوں۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ تم شہزادہ صائم کو شکار کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں افسردگی تھی مگر میں نے اس کے لہجے کو نظر انداز کر دیا۔

"کچھ دیر قبل اعلان کیا گیا ہے چیف کہ تمام لوگ اپنی اپنی رہائش گاہوں تک محدود ہو جائیں" بڈ نے کہا "شام پانچ تک اس جزیرے کے طوفان کی زد میں آنے کا خطرہ ہے۔"

"بظاہر تو طوفان کی آمد کے کوئی آثار نہیں ہیں" میں نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر سلگائی "لیکن احتیاط اچھی چیز ہے۔"

تہذیب اور بڈ مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے "یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں علی! تم سگریٹ نوشی کر رہے ہو؟"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "یہ دونوں چیزیں مجھے تحفتاً ملی ہیں لہٰذا اب سگریٹ بھی پینی پڑے گی۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بڈ نے معنی خیز انداز میں کہا "ان دونوں چیزوں کا یقیناً کوئی خاص مصرف ہوگا۔ تم صرف ان کا جواز پیدا کرنے کے لئے سگریٹ پینے پر مجبور ہو۔"

میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیا "بلا جواز تو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہئے" میں نے سگریٹ کا کثیف دھواں اگلتے ہوئے کہا اور بڈ سر کو اثباتی جنبش دے کر خاموش ہو گیا۔

"تو تم ہم دونوں کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے جاؤ گے" چند لمحوں بعد تہذیب گویا ہوئی۔

"رحم و کرم سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" میں نے قدرے تیز ہو کر کہا "ان سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے یا کسی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے علی! لیکن تمہارے بغیر وقت بہت مشکل سے گزرے گا۔"

"یہ مشکل تو میرے ساتھ بھی ہے تہذیب! میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد واپس آ جاؤں" میں نے سگریٹ کا ٹوٹا کھڑکی سے باہر اچھالا اور ان دونوں کو باہر نہ نکلنے کی تلقین کرتا ہوا خود باہر نکل آیا۔

میں اپنے ہٹ میں داخل ہوا تو لی کوان مجھے دیکھ کر مسکرایا "تمہاری محنت آخر کار بار آور ثابت ہوئی" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"یہ کچھ بھی ہے اس کے لئے میں تمہارا ممنون احسان ہوں لی کوان! تم نے تعاون نہ کیا ہوتا تو معلوم نہیں کیا حالات ہوتے۔"

"حالات ہوتے نہیں پیدا کئے جاتے ہیں" لی کوان نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا "بعض اوقات [illegible] وقوفی کی باتیں کر جاتے ہو۔"

میں ہنس پڑا "یہ بات کہا کرو لی کوان! تم آخر [illegible] ہو کوئی اور سنے گا تو کیا کہے گا۔"

لی کوان نے برا سا منہ بنایا "تم ذہین ضرور ہو [illegible] دانش مندی کی کمی ہے۔ دانش مندی کا تعلق ذہانت [illegible] عمر اور تجربے سے ہوتا ہے۔"

میں نے ایک سگریٹ سلگائی "ہر چیز کا ایک وقت [illegible] ہے لی کوان! دانش مندی سے زیادہ ضروری [illegible] کے قیام کا کام ہے اس سے فرصت ملی تو دانش مند[illegible] کروں۔"

دوپہر دو بجے کے قریب ہوا بالکل بند ہو گئی اور حبس ہو گیا۔ رفتہ رفتہ حبس اتنا بڑھا کہ سانس لینے [illegible] دقت ہونے لگی۔ یہ طوفان کی آمد کا واضح اشارہ [illegible] جس کی یہ کیفیت اندھیرا پھیلنے کے بعد ختم ہوئی۔ ابتدا ٹھنڈی ہوا کے تیز جھونکوں سے ہوئی تھی [illegible] بارش کے چھینٹے بھی شامل تھے۔ جس کے بعد [illegible] یہ جھونکے بڑے غنیمت معلوم ہوئے تھے لیکن [illegible] بھی واقف تھے کہ اب طوفان آئے گا۔

ہوا کی رفتار میں بتدریج تیزی پیدا ہو رہی تھی [illegible] کی گرج چمک تو پہلے ہی چل رہی تھی۔ اب اس میں [illegible] سنسناہٹ بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں نے اٹھ کر [illegible]

دروازے اچھی طرح سے بند کر دئے۔ یہ سمندری [illegible] اور ہوا کی رفتار میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا [illegible] پیش نظر یہ خطرہ موجود تھا کہ سمندر کی لہریں جزیرے [illegible] ڈبو دیں گی۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو شاید ہم لوگ اس جزیرے میں بے بسی کی موت مر جاتے لیکن سمندر [illegible] جزیرے پر نہیں آئیں۔ ہوا کی شدت اچانک [illegible] تھی لیکن بارش کی رفتار تیز ہو گئی تھی اور فضا میں [illegible] پیدا ہو گئی تھی۔

لی کوان فرش پر کنول کا آسن جمائے ساکت [illegible] بیٹھا تھا۔ وہ گرد و پیش سے قطعاً بے گانہ نظر آ رہا تھا۔ [illegible] اٹھ کر عقبی سمت والی کھڑکی کھولی اور دوبارہ اپنی [illegible]

[illegible] تیزی تھی کہ اس لئے بارش کے بوچھاڑ اندر [illegible] امکان نہیں تھا۔ کھڑکی کھلنے سے البتہ شور میں اضافہ [illegible] تیزی سے برستی ہوئی بارش کے قطروں کے مختلف [illegible] گرنے کا شور، [illegible] لوں کے آپس میں ٹکرانے سے پیدا [illegible] شور اور جزیرے پر بارش کے بہتے ہوئے پانی کا [illegible] پراگندہ ہونے لگا۔ بیک وقت بہت سی مختلف [illegible] پیدا ہو رہی تھیں جبکہ میں ایک وقت میں [illegible] سوچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں ان تمام خیالات کو [illegible] جھٹک کر اٹھا اور کیتلی میں پانی بھر کے الیکٹرک ہیٹر پر [illegible]۔ اس وقت کافی پینا صرف موسم کا تقاضا ہی نہیں ضرورت بھی تھی۔

[illegible] گرم گرم کافی کے ایک ہی کپ نے میرے خیالات کو [illegible] کر دیا۔ وہ منظر میرے ذہن میں اجاگر ہو گیا جب میں اسرائیلی فوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر دریائے لبنان میں [illegible] وہ ایسا حادثہ تھا جس سے زندہ بچ نکلنا کسی معجزے [illegible] نہیں تھا لیکن یہ معجزہ رونما ہوا تھا۔ تنظیم آزادی [illegible] کے درمیان رہ کر مجھے دوبارہ تربیت حاصل کرنے کا [illegible] مجھے تربیت دینے والے تمام لوگ میری استعداد اور [illegible] کرتے تھے۔ میں بھی خود کو بڑا باعتماد محسوس کرنے لگا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک روز مجھے لی کوان جیسا استاد ملے [illegible] سے چھ ماہ تربیت حاصل کرنے کے بعد میری تشنگی میں [illegible] ہو جائے گا۔ لی کوان سے قبل میں نے جو کچھ بھی سیکھا [illegible] مجھے ہیچ معلوم ہونے لگا تھا۔ لی کوان سے قبل کسی نے [illegible] مارشل آرٹس کے سائنٹیفک پہلو اجاگر کرنے کی [illegible] نہیں کی تھی۔ یہ لی کوان ہی تھا جس نے یہ کارنامہ [illegible] دیا۔ وہ فنی ماسٹر تھا اور اپنے فن سے متعلق [illegible] نہ ختم ہونے والا خزانہ تھا۔

مجھے اپنی پہلی مہم یاد آئی۔ اے۔ رش کے ساتھ اسرائیل [illegible] کو اغوا کر کے ہم نے پوری صیہونی دنیا میں کھلبلی [illegible] اس منصوبے کا خالق میں تھا اور اسی بنا پر مجھے [illegible] کا انچارج بنایا گیا تھا۔ میری حکمت عملی کامیاب [illegible] ہوئی تھی اور اگر احمد رش نے جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا [illegible] نتائج مختلف بھی ہو سکتے تھے۔ منصوبہ میری اب تک [illegible] کا شاہکار تھا۔ میں نے وہ منصوبہ بڑی باریک بینی سے [illegible] بنایا تھا۔ نہ صرف ترتیب دیا تھا بلکہ میں اس میں عملی [illegible] شریک رہا تھا۔ میرا منصوبہ آخری مراحل میں اس [illegible] نہ ہو سکا جس طرح میں نے چاہا تھا تاہم ہمارا مقصد [illegible] گیا تھا اور امن کانفرنس منعقد نہیں ہو سکی تھی۔ میں

اس بات سے بے خبر تھا کہ رینڈل باور ڈنامی ایک یہودی میری تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگرچہ تہذیب نے بعد میں مجھے اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا لیکن میں نے اسے اتنی اہمیت نہیں دی جتنی کہ دینی چاہئے تھی۔ اس جزیرے پر قید اسی بے پروائی کا نتیجہ تھی۔

پہلی بار میں اسرائیلی کیمپ سے فرار ہونے کے بعد لاپتا ہوا تھا تو تہذیب مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھی اور اب گوٹے بل ایئرپورٹ سے غائب ہوا تھا تو یقیناً جنرل ٹیرس مجھے تلاش کر رہا ہوگا۔ عراق سے روانہ ہوتے وقت میں نے عراق میں گوٹے بل کے سفیر مسٹر نگر دبا کو ہدایت کی تھی کہ وہ ہماری گوٹے بل آمد سے جنرل ٹیرس کو مطلع کر دے۔ ہماری گوٹے بل آمد کی خبر جنرل ٹیرس تک تو نہ پہنچ سکی البتہ رینڈل کو ہو گئی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ چھ ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود جنرل ٹیرس کو اصل صورت حال کا علم نہ ہو سکا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ ہمارے غائب ہونے کے چند دن کے اندر اندر جنرل ٹیرس کو علم ہو گیا ہوگا کہ ہمارے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا ہے۔ اس نے ہمارا سراغ لگانے کی کوششیں بھی کی ہوں گی مگر ان لوگوں نے اپنا کوئی سراغ چھوڑا ہی نہیں تھا۔ اگر چھوڑا ہوتا تو بھی اسے یہ کیسے علم ہو سکتا تھا کہ ہم کہاں قید کئے گئے ہیں؟

مجھے جو مہم سونپی گئی تھی اس کا تعلق بھی گوٹے بل سے ہی تھا۔ گوٹے بل پہنچنے کے بعد جنرل ٹیرس سے ملاقات ناگزیر تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ بھی کرتا۔ مجھے اس کے سامنے مسلسل جھوٹ بولنا تھا۔ کامیاب ہونے کے لئے جھوٹ کا سہارا لینا اشد ضروری تھا بصورت دیگر اپنی منزل کے قریب پہنچ کر بھی منزل سے دور ہو سکتا تھا۔

جزیرے پر قیامت خیز بارش ہو رہی تھی مگر علی کوان پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت و صامت بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے لئے کافی کا ایک کپ اور بنایا اور اسے پینے کے دوران اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ کوسٹے بل میں مجھے ہر طرح کی سہولت میسر ہوتی۔ میں کسی بھی معاملے میں مداخلت کر سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس میری مداخلت پر پھولا نہ سماتا۔ وہ ہر معاملے میں میرے مشوروں کا خواہاں رہا کرتا تھا۔ نہ صرف خواہاں رہتا تھا بلکہ میرے کسی مشورے کو بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ میں نے اس کی جتنی مدد کی تھی اس کے بعد میری کسی بات کو رد کرنا اس کے لئے ممکن بھی نہیں تھا۔ اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو وہ اقتدار میں نہ آتا اور وہ بھی اس بات کو دل سے تسلیم کرتا تھا کہ یہ صرف میری ذات تھی جو اسے اقتدار میں لانے کے باعث بنی۔ اس نے ماضی میں بھی مجھے اور میرے دوستوں کو ہر قسم کی مراعات فراہم کی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ مستقبل میں بھی کرتا رہے گا لیکن اس بار میں اسے استعمال کرنے جا رہا تھا' اس کے علم میں لائے بغیر کہ میرے عزائم کیا ہیں۔

جنرل ٹیرس فلسطینیوں کے حامیوں میں سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے عرب ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کی میزبانی قبول کی تھی۔ امکان یہ تھا کہ یہ کانفرنس اسمبلی ہال میں منعقد ہوگی اور ریڈنل ہاورڈ کی فرمائش کے مطابق شہزادہ صائم کو اس وقت ٹھکانے لگانا تھا جب وہ کانفرنس میں شریک ہو۔ ابھی تک مجھے کوئی ہتھیار فراہم نہیں کیا گیا تھا لیکن میں اندازہ کر سکتا تھا کہ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل کوئی ٹائم بم وغیرہ ضرور دیا جائے گا تاکہ اسے کسی مناسب جگہ پر نصب کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ یہ بھی ممکن تھا بلکہ یہی امکان زیادہ تھا کہ ٹائم بم کے بجائے مجھے کوئی ریموٹ کنٹرول بم دیا جائے گا۔ ٹائم بم کے مقابلے میں ریموٹ کنٹرول زیادہ موثر اور یقینی کام کرتا ہے۔

رات کے دس بجے کے قریب میں سونے کے لئے لیٹا اور عین اسی وقت لائٹ چلی گئی۔ شاید جزیرے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ لائٹ جانے کی وجہ سے گہری تاریکی چھا گئی۔ ماحول خاصا پراسرار ہو گیا تھا۔ موسلا دھار بارش کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود پہلے کی سی رفتار سے ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی بادلوں کے گرجنے سے قبل بجلی چمکتی تو چند لمحوں کے لئے روشنی چھیلتی اور پھر پہلے کی سی تاریکی مسلط ہو جاتی۔ اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ اس میں چند قدم کے فاصلے پر بھی کچھ دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ علی کوان ابھی تک مراقبے میں تھا۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس قسم کے مراقبے اس کے معمولات میں شامل تھے' کچھ عجب نہیں تھا کہ وہ اسی طرح ساری رات گزار دیتا۔

بستر پر لیٹنے کے دس منٹ کے اندر اندر میں سو گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ کوئی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے میری آنکھ کھلی ہے۔ میں نے سب سے پہلے اپنی ریڈیم ڈائل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ساڑھے دس بجے تھے۔ گویا میں کچی نیند سے جاگا تھا۔ موسلا دھار بارش جاری تھی اور لائٹ اب بھی غائب تھی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے کے باعث آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود کچھ نظر آنا محال تھا۔ اس کے باوجود میں کمرے میں اپنے اور علی کوان کے علاوہ کسی اور شخص کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا کھڑکی کے نزدیک تھا۔ یہ بات تو یقینی تھی کہ وہ کھڑکی کے راستے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ دروازے تو سب کے سب بند تھے۔

پھر اچانک ہی بجلی چمکی اور وہ مجھے نظر آ گیا۔ اس کا قد علی کوان کے قد سے بھی چھوٹا تھا' جسم البتہ فربہی مائل تھا۔ اس نے گہرے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا جو بارش سے تر ہو رہا تھا۔ اس قد کاٹھ کا کوئی شخص مجھے اب تک نظر نہیں آیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا اور یہاں کیوں آیا تھا جبکہ ریڈنل کی طرف سے سخت ہدایت تھی کہ کوئی باہر نہ نکلے۔

اس شخص کے دونوں ہاتھ خالی تھے اس لئے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ خطرناک عزائم لے کر یہاں آیا تھا۔ پھر آخر اس طوفانی رات میں یہاں آنے سے اس کا مقصد کیا ہے میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا اور اس کے لئے مجھے انتظار کرنا تھا' اس کے عزائم جلد ہی سامنے آ گئے۔

بجلی چمکنے سے جو روشنی ہوئی تھی اس نے اس کی بھی رہنمائی کی تھی اور اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے پلنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں بے حس وحرکت لیٹا اس کے نزدیک آنے کا منتظر تھا مگر وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ہی رک گیا۔

"علی یار صاحب!" اس نے سرگوشیانہ انداز میں آواز دی "جناب علی صاحب! آپ سو رہے ہیں؟"

اس کی آواز سن کر بھی میں نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے خاموش پا کر کیا کرتا ہے۔

"مسٹر علی یار خان!" اس نے دو قدم آگے بڑھ کر آواز میں کہا "میں آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں۔"

یہ بات تو ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ کسی بری نیت سے نہیں آیا ہے۔ البتہ یہ طے ہونا باقی تھا کہ وہ میری کیا مدد کر سکتا ہے اور میری مدد کرنے کے لئے یہ کون سا وقت ہے جو اس نے منتخب کیا ہے۔

"کون ہے۔ کیا بات ہے؟" میں غنودہ سی آواز میں بڑبڑایا اور اس کی طرف کروٹ لے لی۔

"وہ! آپ اٹھ گئے" وہ خوشی سے کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا اور عین اسی وقت لائٹ آ گئی۔ تیز روشنی نے میری آنکھیں چکا چوند کر دی تھیں مگر میں اچھل کر بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں آپ کا دوست ہوں جناب! اور آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں" اس نے اپنے سر کے بالوں سے پانی نچوڑتے ہوئے کہا۔

"پہلے اپنا حلیہ درست کر لو' اتنی دیر میں میں تمہارے لئے کافی بناتا ہوں۔ پھر میں پوچھوں گا کہ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو۔"

"اتنا وقت نہیں ہے جناب! بس آپ مختصراً میری بات سن لیجئے۔ میں موشے ہاورڈ کا باغی ہوں۔"

میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اور اس نے علی کوان کی طرف خوف زدہ نظروں سے دیکھا جو بظاہر دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔

"ہوں تو تم موشے ہاورڈ کے غدار ہو" میں نے کہا۔

"لیکن میں تو نہیں ہوں۔ میں غدار نہیں تمہارا مددگار ہوں اور تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے علاوہ مجھے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کیا گیا ہے جو غیر موثر ثابت ہوا ہے۔"

"اچھا" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور ایک سگریٹ سلگا کر کہا "تمہیں اس حقیقت کا علم کس طرح ہوا؟"

"معاف کیجئے' میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "جس شخص کے ذریعے یہ راز معلوم ہوا ہے اس نے اپنا نام پوشیدہ رکھنے کو کہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں" میں نے بدستور بے تاثر لہجے میں کہا "مگر موشے ہاورڈ کو تو یہ بات نہیں معلوم۔"

"نہیں" اس نے زور سے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی "وہ بالکل بے خبر ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے' اب یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"موشے ہاورڈ نے مجھے یہاں میری مرضی کے خلاف قید کر رکھا ہے' میں اس کی قید سے نکلنا چاہتا ہوں لیکن میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہے کہ ایسی کوئی کوشش کر سکوں۔ اس شخص کی زیادتیوں کی وجہ سے مجھ سے میرے بیوی بچے تک چھوٹ گئے ہیں۔ میں انہیں خط تو لکھ سکتا ہوں مگر وہ بھی سنسر ہوتے ہیں اور مجھے یہ اجازت بھی نہیں ہے کہ میں انہیں اپنی موجودہ صورت حال سے آگاہ کر سکوں۔ آپ مجھے اپنے نجات دہندہ محسوس ہوئے اس لئے خطرہ مول لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ اپنے گیلے کپڑوں سمیت کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم اس طوفانی موسم میں یہاں آئے لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم میری مدد کرنے آئے ہو۔"

"سب جانتے ہیں کہ آپ یہودیوں کے دشمن ہیں۔ میں خود بھی یہودی ہوں مگر موشے ہاورڈ کے رویے کی وجہ سے یہودیت سے ہی متنفر ہو گیا ہوں۔ ایک میں ہی نہیں' یہاں ہر شخص اس سے متنفر ہے لیکن خوف کی وجہ سے کوئی اس کے خلاف زبان نہیں کھول سکتا۔ وہ کسی پر اعتبار نہیں کرتا۔ اس کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ تقریباً ہر مقام پر خفیہ مائیکرو فون نصب ہیں۔ یہیں بھی کی جانے والی کوئی بھی بات خود بخود ریکارڈ ہو جاتی ہے۔"

"تب تو تم نے بہت برا کیا۔ اب تک تو اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ تم اس سے غداری کے مرتکب ہوئے ہو۔"

"اس طوفان کی آڑ لے کر میں نے جنریٹر میں خرابی پیدا کر دی تھی اور اس کے ساتھ ہی گفتگو سننے جانے والے سسٹم بھی خراب کر دئیے تھے۔ خرابی تلاش کرنے اور اسے دور کرنے میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔"

"تم خاصے چالاک آدمی ہو" میں نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا "پورا بندوبست کرنے کے بعد آئے ہو' مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

"فی الحال تو آپ خود بھی قیدی ہیں لیکن خوش قسمت ہیں کہ آپ کو یہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا ہے۔ میں نے اس جزیرے کا ایک نقشہ تیار کیا ہے" اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پلاسٹک میں لپٹا ہوا ایک کاغذ نکال کر میری طرف بڑھایا "اسے رکھ لیجئے جناب! یہ نقشہ میں نے محض یاد

راشت کی مدد سے ترتیب دیا ہے۔ جنرل نمیرس آپ کے دوست ہیں' یہاں سے نکلنے کے بعد ان کی مدد سے آپ اس جزیرے پر ریڈ کر سکتے ہیں۔"

میں نے اس سے کاغذ لے لیا اور اسے پلاسٹک سے باہر نکال کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ وہ ہاتھ سے بنایا ہوا نقشہ تھا جس کے مطابق یہ جزیرہ گوٹے مل سے اسی میل جنوب مغرب میں تھا۔

"بہت خوب" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اب تم باتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کر لو' پھر تم سے مزید گفتگو ہو گی۔"

"میں اب واپس جاؤں گا جناب! اگر کسی کو میری عدم موجودگی کا علم ہو گیا تو۔"

"آج کی رات تم یہیں قیام کرو گے۔ صبح میں تمہیں موشے باروز کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

"یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب؟" وہ بوکھلا کر کرسی سے کھڑا ہو گیا "کیا دنیا میں ہمدردی کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟"

"بیٹھ جاؤ" میں نے ہاتھ ہلا کر کہا "میں تمہیں مہمان کا درجہ دے چکا ہوں اور رشتے میں مہمان کا درجہ دے دوں وہ میری مرضی کے بغیر ہل بھی نہیں سکتا۔"

"کیا آپ مجھے مروا دینے پر تل گئے ہیں جناب! اگر موشے باروز کو بھنک بھی مل گئی تو میری زندگی کا ہر امکان ختم ہو جائے گا۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ وہ جسمانی کام کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا' شاید یہی وجہ تھی کہ اس کے چہرے پر بے پناہ گھبراہٹ کے تاثرات تھے۔

"میں نے ایک بار کہہ جو دیا کہ تم اب یہاں سے نہیں جاؤ گے" میں نے خشک لہجے میں کہا "تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا یہ نقشہ تمہارے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال ہو گا۔"

"میں ... میں تو آپ کے پاس بڑی امیدیں لے کر آیا تھا" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "لیکن آپ تو مجھے ہی مروانے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے مگر میں زمین پر اسرائیل کے ایک بھی غدار کا وجود برداشت نہیں کر سکتا' اگر یہ حرکت تم نے کہیں اور کی ہوتی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سزا دیتا مگر یہ چونکہ موشے باروز کی عملداری ہے اس لئے تمہارا فیصلہ بھی وہی کریں گے۔"

میری بات سن کر اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ میں نے اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنی۔

"جملے ذرا مختصر بولا کرو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنے کو خودکشی کہا جاتا ہے"

وہ اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا اور قبل اس کے کہ میں سمجھ پاتا اس نے پلٹ کر کھڑکی کی طرف چھلانگ لگا دی۔ لگڑی نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا مگر کھڑکی کی چوکھٹ میری تھی۔ میں نے سنبھل کر دوسری جست لگائی۔ یہ جسم کھڑکی سے باہر تو لے گئی لیکن وہاں برستے ہوئے بادلوں اور گرجتے ہوئے بادلوں اور گہری تاریکی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس پراسرار شخص کو اندھیرے کی چادر نے نگل لیا تھا۔ اس نے جتنی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا وہ میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ میں چند لمحے سوچتا رہا اور آخر کار پلٹ کر کمرے میں واپس آ گیا۔ ان چند ہی لمحوں نے مجھے شرابور کر دیا تھا لہٰذا کپڑے تبدیل کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

"جب مدمقابل کو خود سے کمتر سمجھو گے ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہونا پڑے گا" لی کوان نے کہا۔ گزشتہ گفتگو کے دوران اس نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔ مگرا ہوا بھی پن میں فرق نہیں پڑا تھا۔ آنکھیں بدستور بند تھیں۔

"باہر بارش ہو رہی ہے" میں نے جھینپ کر کہا "اس طرح وہ نکلنے پاتا۔"

"اس کو تربیت کی کمی کہتے ہیں برخوردار!" لی کوان نے کہا "وہ دن کی روشنی میں بھی تمہارے ہاتھ نہ آتا۔"

"کیوں" میں نے بے ساختہ سوال کیا۔

"اس لئے کہ وہ کیچڑ آلود زمین پر دوڑنے کا ماہر ہے۔ سنبھلتے ہی رہ جاتے اور وہ بچ کر نکل جاتا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت سے کہا "کیا اس سے واقف ہو؟"

"نہیں ... میں اس سے واقف نہیں ہوں لیکن اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونے کے لئے اس سے واقف ہونا قطعی ضروری نہیں ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ لی کوان کہہ رہا تھا کہ وہ اس سے واقف نہیں ہے۔ میں لی کوان کی بات جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ اگرچہ اس نے اس شخص کو ایک بار بھی آنکھ کھول کر نہیں دیکھا تھا لیکن میں لی کوان کی صلاحیتوں سے واقف تھا۔ اس قسم کے اندازے لگانے کے لئے وہ کسی کا محتاج نہیں تھا۔ معلوم نہیں وہ شخص کون تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ ایک سست اور کاہل آدمی ہے میں نے تو اس تک نہیں پوچھا تھا۔

اگلی صبح بڑی خوش گوار تھی۔ بارش تقریباً رات بھر ہوتی رہی تھی لیکن صبح ہوتے ہوتے نہ صرف تھم گئی تھی بلکہ مطلع بھی صاف ہو گیا تھا۔ رات بھر کی بارش کے بعد پورا جزیرہ نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا اور آسمان کی رنگت کچھ زیادہ ہی نیلی معلوم ہو رہی تھی۔ زمین پر البتہ جگہ جگہ پانی جمع تھا اور کیچڑ تھی۔

میں کانفرنس ہال میں موجود تھا اور میرے ساتھ تکمبا تھی۔ مجھے میری خواہش پر طلب کیا گیا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ ڈراکون میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں اور تکمبا کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ تکمبا آج بھی تذبذب کا شکار تھی۔ اب میں کچھ دیر بعد اسکرین روشن ہوئی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اسکرین پر ریجنل کا مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہوا تھا۔

"خیریت تو ہے علی!" ریجنل نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم اپنا مصر جانے کے لئے کچھ زیادہ ہی مضطرب ہو؟"

"یہ بات بھی ہے موشے باروز! مگر اس وقت میں نے آپ سے ملنے کی خواہش کسی اور وجہ سے ظاہر کی تھی۔"

"کہو" ریجنل سنجیدہ ہو گیا "کیا تمہیں کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنے کسی مسئلے کے لئے مجھے یاد کیا۔"

"رات ایک شخص میرے کاٹیج میں گھس آیا تھا جناب!" میں نے کہا اور ریجنل حیرت اور استعجاب کی تصویر بن گیا۔

"رات تو بہت شدید طوفان تھا مسٹر علی! اور میری ہدایات تھیں کہ کوئی شخص باہر نہ نکلے۔"

"وہ شخص بارش میں بھیگتا ہوا آیا تھا اور کاٹیج کی عقبی کھڑکی سے اندر گھسا تھا۔ اس نے مجھ سے بڑی عجیب و غریب کہانیاں کی تھیں موشے باروز! مثلاً اس نے کہا تھا کہ مجھے نظریات کی تبدیلی کے لئے جو عمل کیا گیا ہے وہ در حقیقت ظلم ہوا ہے۔"

"کیا!" ریجنل کھڑا ہو گیا "اسے کیسے معلوم ہوا کہ تم پر اس قسم کا کوئی عمل کیا گیا ہے؟"

"اس کا کہنا تھا کہ وہ آپ کے ملازمین میں سے ہی ایک ہے اور چونکہ اسے بالجبر یہاں روکا گیا ہے اس لئے وہ آپ سے بغاوت پر آمادہ ہے۔ وہ مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اس جزیرے کے محل وقوع سے بھی آگاہ کیا تاکہ میں یہاں سے نکلنے کے بعد جنرل نمیرس کی مدد سے اس جزیرے پر حملہ آور ہو سکوں۔"

"معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو!" ریجنل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "یہاں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام لیا جا رہا ہو۔"

میں نے تکمبا کی طرف دیکھا اور اس نے سر ہلا کر ریجنل کی بات کی تائید کی۔

"وہ شخص کون تھا اور اب کہاں ہے؟" ریجنل ہارمنڈ نے سوال کیا۔

"وہ تو اسی وقت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا جناب!" میں نے کہا اور ریجنل حیران رہ گیا۔

"یقین نہیں آتا علی کہ کوئی شخص تمہاری گرفت سے اس طرح بھی نکل سکتا ہے۔"

"میں شرمندہ ہوں موشے باروز! مجھ سے واقعی کوتاہی ہوئی لیکن میں نے ماسٹر کی فلم پر اس کی تصویر اتار لی تھی" میں نے جیب سے لائٹر نکالتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھا سگریٹ نوشی کتنی مفید چیز ہے؟" ریجنل نے خوش ہو کر کہا پھر تکمبا سے مخاطب ہوا "علی سے لائٹر لے کر چار نمبر میں دے دو' مجھے فوراً رزلٹ چاہئے۔"

تکمبا نے مجھ سے لائٹر لیا اور کانفرنس ہال کے ایک دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کی واپسی میں بمشکل دو منٹ لگے ہوں گے "اس میں دوسری فلم ڈال دی گئی ہے علی!" تکمبا نے لائٹر مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔

"دس منٹ کے اندر اندر معلوم ہو جائے گا کہ وہ شخص کون تھا" ریجنل نے کہا "لیکن تم نے اس کا نام کیوں نہیں پوچھا؟"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی موشے باروز! اور پھر کیا ضروری تھا کہ وہ مجھے اصل نام ہی بتاتا۔ میں نے سوچا تھا کہ صبح اس کو تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا" ریجنل بڑبڑایا "اس جزیرے پر باہر سے کسی شخص کی آمد بھی ناممکن ہے۔"

دس منٹ کے اندر اندر ماسٹر کی فلم سے تصویر بن کر ریجنل تک پہنچ گئی۔ ریجنل نے تصویر اٹھا کر دیکھا اور اس کے چہرے سے شدید الجھن ظاہر ہونے لگی۔

"میں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا مسٹر علی! اور اب یہ معاملہ اور بھی زیادہ پراسرار ہو گیا ہے۔ مجھے اس پر ذاتی توجہ دینا پڑے گی لیکن یہ اس قدر تشویش ناک بات ہے کہ اب میں یہاں سے تمہاری روانگی میں مزید تاخیر کا خطرہ

سوال نہیں لے سکتا۔ معلوم نہیں یہاں کس قسم کی سازش ہو رہی ہے۔" ریڈل کی آواز سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس سے قبل میں نے اسے پریشان ہوتے نہیں دیکھا تھا "اب تم کالج میں واپس نہیں جاؤ گے۔ میں آج ہی تمہاری روانگی کا بندوبست کر رہا ہوں۔"

"ارے نہیں موشے ہاورڈ!" میں نے ہنس کر کہا "میری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے کیا میں اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتا؟"

"یہ بات نہیں ہے" ریڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "معاملہ اس قدر پراسرار ہے کہ میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔ کوئی ہمارے منصوبے کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے۔ پوزیشن یہ ہے کہ کل تک میں اس جزیرے کو محفوظ ترین مقام تصور کرتا تھا لیکن کل رات جو واقعہ پیش آیا ہے اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اجنبی اس جزیرے پر قدم بھی رکھ سکے اور یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ کسی کو تمہارے بارے میں علم ہو جائے۔ یقیناً میرا ہی کوئی آدمی غداری کا مرتکب ہوا ہے اور یہ کام بڑے منظم طریقے سے ہوا ہے کیا تم میری پریشانی کا اندازہ نہیں کر سکتے؟"

"ٹھیک ہے موشے اورڈ! جیسا آپ مناسب سمجھیں گے میں ہر طرح سے تیار ہوں۔"

"تم اب کمنیا کے ساتھ ہی رہو گے۔ تمہیں بریف کیس کے خفیہ خانے میں انتہائی مختصر جسامت کے ریموٹ کنٹرول بم ملیں گے۔ کمنیا ان کے استعمال سے واقف ہے۔ اس کے۔۔ وہ اگر تمہیں مزید کوئی مدد درکار ہو تو گوٹے مل میں ہمارے بش تم سے رابطہ کر لیں گے اور تمہیں جو بھی چیز درکار ہو فراہم کریں گے۔"

کمنیا مجھے ایک مختصر سی خواب گاہ میں لے آئی "آرام کرو علی!" اس نے مسکرا کر کہا "تم بہت خوش قسمت ہو تم نے میری خواہش کی اور میں تمہیں مل گئی۔"

"کاش تم میک اپ میں نہ ہوتیں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میک اپ کی وجہ سے تمہارا حسن تو ختم ہو کر رہ گیا ہے۔"

"آدمی بہت ناشکرا ہوتا ہے مسٹر علی!" کمنیا نے شوخی سے کہا "پہلے کسی نعمت کی خواہش کرتا ہے اور جب وہ اسے میسر آ جائے تو اس کی ناقدری کرنے لگتا ہے۔"

"میں کسی بھی نعمت کی قدر صرف اس وقت کرتا ہوں جب مجھے کوئی مہم درپیش نہیں ہوتی لہٰذا فی الوقت تو مجھے

○☆○

میں نے آنکھیں کھول کر حیرت سے ادھر ادھر میں ایک پرتکلف ڈبل بیڈ پر دراز تھا اور میرے برابر کمنیا موجود تھی اور تہذیب کے ہی میک اپ میں تھی۔ وہ خواب گاہ تو نہیں تھی۔ یہ تو کوئی اور جگہ تھی ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا تھا اور جیسے ہی میں نے دوسری طرف سر گھمایا میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ بیڈ سائیڈ پر رکھے ہوئے گلاس پر ہوٹل کا نام کندہ تھا جسے پڑھ کر میں حیران رہ گیا۔ یہ تو گوٹے مل کے ایک ہوٹل کا نام تھا۔

میں نے بڑی تیزی سے بیڈ چھوڑ دیا اور جلدی جلدی کمرے کی تلاشی لے ڈالی۔ الماری میں میرے اور کمنیا کے ملبوسات تھے اور بریف کیس بھی تھا جس کے اندر اور تہذیب کے پاسپورٹ بھی موجود تھے۔ یہ وہی پاسپورٹ تھے جن پر ہم چھ ماہ قبل گوٹے مل آئے تھے۔ میں نے پاسپورٹ کھول کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ ہم جس روز گوٹے مل آئے تھے اسی روز کی فلائٹ سے عراق واپس چلے گئے اور اس کے بعد اب گوٹے مل آ گئے تھے۔ پاسپورٹ پر ہوئی امیگریشن کی مہریں بھی یہی ظاہر کر رہی تھیں۔

میں نے الماری بند کی اور واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ تو اس جزیرے پر تھا اور کمنیا کے ساتھ تھا۔ بریف وہیں میرے حوالے کر دیا گیا تھا۔ میں نے دوپہر کا کھانا کمنیا کے ساتھ کھایا تھا اور اس کے بعد چونکہ کوئی کام نہ تھا اس لئے ذرا دیر کو لیٹا تھا اور اس کے بعد میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے کھڑکی دیکھی پردے ہٹا کر کھڑکی سے جھانکا۔ صبح کا وقت تھا۔ یعنی دوپہر سے اب تک لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ آخر ہمیں عالم بے ہوشی میں یہاں منتقل کس طرح کیا گیا تھا اور پھر پاسپورٹ پر امیگریشن کی مہریں۔۔۔؟

کمنیا نے کسمسا کر کروٹ لی اور پھر آنکھیں کھول دیں "صبح بخیر علی!" اس نے کہا گویا اسے معلوم تھا کہ صبح کا وقت ہے۔

وہ چادر ہٹا کر اٹھ بیٹھی اور مجھے اس کی طرف سے نظریں ہٹانی پڑیں۔ اس نے شب خوابی کا مختصر لباس پہن رکھا تھا۔ "باتھ روم اس طرف ہے" میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا "پہلے ڈھنگ کا لباس پہن کر آؤ پھر کوئی اور بات ہوگی"

"کیوں کیا اس میں بری لگ رہی ہوں؟" اس نے اٹھلا کر کہا اور میں اسے خشمگیں نظروں سے گھور

"میں نے تم سے کہا تھا کہ جب مجھے کوئی مہم درپیش ہوتی ہے تو میں کسی نعمت کی قدر نہیں کر سکتا۔"

کمنیا نے میری بات کا بالکل برا نہیں مانا اور خاموشی سے اٹھی اور الماری سے ایک جوڑا نکال کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر روم سروس کو ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ پانچ منٹ کے اندر دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک سن کر میں حیران رہ گیا۔ آرڈر کی تعمیل ہونے میں کم از کم پندرہ منٹ تو لگنے چاہئے تھے۔ آخر یہ لوگ کتنی تیز سروس کرتے ہیں۔

"کم ان" میں نے اونچی آواز میں کہا۔ دروازہ کھلا اور نیلے سوٹ میں ملبوس ایک سرخ و سفید وجیہہ شخص اندر داخل ہوا۔

"گڈ مارننگ مسٹر علی!" اس شخص نے مودبانہ انداز میں کہا "میں ڈیوڈ ریان ہوں۔ اس ہوٹل کا چیف سیکیورٹی آفیسر"

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی "کیا یہاں کا پورا عملہ ایکلز سے متعلق ہے؟"

"یہ ہوٹل دراصل موشے ہاورڈ کی ہی ملکیت ہے اور یہاں کے بیشتر عملے کا تعلق بھی ایکلز سے ہی ہے۔ اس سے ہمیں یہ سہولت ہے کہ ہم کسی کی نظر میں آئے بغیر اپنا کام کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ یہ بتاؤ کہ ایکلز کی گوٹے مل برانچ کا انچارج کون ہے؟"

"یہی خاکسار انچارج ہے" ڈیوڈ ریان نے انکساری سے کہا "اور مجھے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کا حکم ملا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ذرا حالات کا جائزہ لے لوں پھر اگر ضرورت پڑی تو تمہیں زحمت دوں گا۔"

"پرسوں آنے والے طوفان نے گوٹے مل کی ساحلی علاقوں میں بڑی تباہی مچائی ہے" ڈیوڈ نے کہا "جنرل میرس کی مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔ وہ بذات خود امدادی کارروائیوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ یہاں کے بعض حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ممکن ہے وزرائے خارجہ کانفرنس مؤخر کر دی جائے۔"

"اچھا" میں نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا "اور تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے اس کانفرنس کے انعقاد میں کسی تاخیر کا امکان نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اب تک اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی بات سامنے آ چکی ہوتی۔"

"تمہارا تجزیہ درست معلوم ہوتا ہے" میں نے سر ہلا کہا "کانفرنس کے انعقاد کے لئے مقام کا تعین تو کیا جا ہو گا؟"

"جی ہاں کانفرنس نیشنل اسمبلی ہال میں منعقد ہوگی ا اس کے لئے انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کئے گئے ہیں۔"

"اب تم جا سکتے ہو مسٹر ڈیوڈ! ناشتے کے بعد میں تمہیں پھر زحمت دوں گا۔"

ڈیوڈ چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد کمنیا بھی ت ہو کر باتھ روم سے نکل آئی "کس سے باتیں کر رہے تھے علی" کمنیا نے بال جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی ڈیوڈ ریان تھا گوٹے مل میں ایکلز کا انچارج ہے۔"

"میں اس سے واقف ہوں وہ بہت ذہین آدمی ہے۔"

"میرے سامنے اس کی تعریف مت کرو ورنہ میں ا سے رقابت محسوس کرنے لگوں گا۔"

"کسی کی تعریف کرنے کا یہ مقصد تو نہیں ہوتا" ہنس کر کہا اور میں سنجیدہ ہو گیا۔

"مقصد کا فرق دراصل طرز معاشرت کا ہوتا تم آزاد معاشرے سے تعلق رکھتی ہو اور میں مشرقی آدمی ہوں میں تو اپنے انداز میں ہی سوچوں گا۔"

"تمہاری دل آزاری ہوئی علی! آئندہ میں احتیاط ب گی۔"

"دل آزاری کا سبب تمہارا تجزیہ نہیں ہے بلکہ بنیادی فرق ہے جو ہمارے نظریات کے درمیان ہے۔ تم جسے محبت کہتے ہو ہمارے ہاں ہوس کہلاتی ہے۔"

"تم بھی صبح صبح کیا باتیں لے بیٹھے" کمنیا نے کہا "پہلے ناشتا وغیرہ تو کر لیں ان باتوں کے لئے وقت ک نہیں ہے۔"

ناشتے کے بعد میں نے ڈیوڈ ریان کو بلوا لیا "ہاں مسٹ اب بتاؤ کہ یہاں کیا صورت حال ہے" میں نے ایک سگریٹ جلا کر کہا۔

"وزرائے خارجہ کانفرنس کے انعقاد میں پانچ روز با گئے ہیں" ڈیوڈ نے کہا "اس کانفرنس میں سولہ مسلم م کے وزرائے خارجہ شرکت کر رہے ہیں۔ کانفرنس کے ا سے ایک روز قبل تمام ممالک کے وزرائے خارجہ یہاں جائیں گے۔ جنرل میرس انہیں فوجی ایئرپورٹ پر خود کریں گے۔ جہاں سے انہیں اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس لے جائے گا اور اس سے اگلے روز وہ نیشنل اسمبلی ہا کانفرنس میں شرکت کریں گے۔ یہ کانفرنس دو روز جا

رہے گی اور ہم یہاں اسرائیل کے خلاف کسی ایسے اقدام پر غور کیا جائے گا جس کے ذریعے اسے کمزور کیا جا سکے۔"

"گوئے بل میں ایگلو کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اس کے باوجود تم لوگ اس سلسلے میں بے بس ہو گئے" اس کی کیا وجہ ہے؟" میں نے کہا۔

"اس کی بنیادی وجہ یہ ہے مسٹر علی! کہ حفاظتی انتظامات فوج کے سپرد ہیں اور فوج میں ہمارا ذرا بھی عمل دخل نہیں ہے۔"

"یہ چیز تو واقعی مسئلہ بنے گی" میں نے تشویش سے کہا "میں یہاں سے جا کر جائزہ لیتا ہوں۔ ممکن ہے کوئی صورت نکل آئے۔ ممکن ہے کوئی صورت نہ نکلے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے اس مشن کی تکمیل کے لئے کچھ خاص چیزوں کی مدد کی ضرورت پڑ جائے۔ تاہم جس چیز کی مدد کی بھی ضرورت پڑی تم مہیا کرو گے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ مجھے افرادی قوت کی ضرورت پڑ جائے۔"

"ہمارے پاس اس کی بھی کمی نہیں ہے" زیوڈ نے تیزی سے کہا "اس وقت گوئے بل میں ڈھائی سو کے قریب افراد موجود ہیں جو ایک اشارے پر ہر قسم کی مدد کے لئے حاضر ہوں گے۔"

"مجھے تو کسی مخصوص قسم کے فرد یا افراد کی ضرورت ہوگی۔ یہ تعین کیسے ہو گا کہ میرے مطلوبہ افراد کون کون سے ہیں؟"

"یہ کیا مسئلہ ہے" زیوڈ نے کہا "آپ مجھے بتا دیجئے گا کہ آپ کو کیا صلاحیتیں مطلوب ہیں، میں خود مطلوبہ صلاحیتوں کے حامل افراد کا انتخاب کر دوں گا۔"

"نہیں مسٹر زیوڈ! ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے" میں نے متاسفانہ انداز میں نفی میں سر ہلایا "بعض اوقات ایک ایک لمحہ اہم ہوتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر علی! لیکن اس مسئلے کا کیا حل ہو سکتا ہے؟"

"اس کا واحد حل یہ ہے کہ تم یہاں موجود اپنے تمام افراد کے بارے میں تفصیلات مجھے فراہم کر دو۔ کیا ایسی کوئی فہرست ہے جس پر ایک نظر ڈال کر ہر فرد کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"بالکل ہے مسٹر علی اور میں وہ فہرست آپ کو فراہم کروں گا تاکہ آپ بوقت ضرورت صرف انہیں ناموں سے مطلع کر کے اپنے مطلوبہ افراد طلب کر سکیں۔"

زیوڈ نے کمرے سے فون کر کے اپنے تمام افراد کی فہرست منگوا لی۔ میں نے اس فہرست پر ایک نظر ڈالی۔ اس میں تمام معلومات موجود تھیں۔ میں نے وہ فہرست احتیاط سے بریف کیس میں رکھ دی۔

"اب تم چلے جاؤ زیوڈ! جب ضرورت پڑے گی میں فوراً تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ میں جنرل نیریں کو فون کرنے جا رہا ہوں۔ میرا قیام نیریں محل میں ہی رہے گا اس لئے میری پوزیشن بہت نازک ہو گی لہٰذا کتنی ہی اہم بات کیوں نہ ہو اور اس کا میرے علم میں لانا کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو تم مجھ سے رابطے کی کوئی کوشش نہیں کرو گے۔ ذرا سی بے احتیاطی کا شکار جنرل نیریں مشکوک ہو سکتا ہے اور اگر وہ ایک بار میری طرف سے مشکوک ہو گیا تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا اور ہم ایک ناقابل تلافی نقصان ۔۔۔ سے دوچار ہو جائیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر علی!" زیوڈ نے اٹھتے ہوئے کہا "بے فکر رہئے ہم ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔"

زیوڈ کے جانے کے بعد میں نکیتا کی طرف متوجہ ہوا "کیا خیال ہے نیریں محل تم فون کرو گی یا میں کروں؟"

"میرا خیال ہے میں ہی کرتی ہوں" نکیتا نے بڑے اعتماد سے کہا اور اٹھ کر فون کے قریب آ گئی۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور آپریٹر کو فون نمبر ملانے کی ہدایت کی۔

"یہ نمبر تمہیں کیسے ملا؟" میں نے حیران ہو کر کہا "یہ جنرل نیریں کی خواب گاہ کا نمبر ہے۔"

"تم اب بھی یہ سوال کر رہے ہو" نکیتا نے ہنس کر کہا "اب تک تو تمہیں ہماری وسیع معلومات کا عادی ہو جانا چاہئے تھا۔"

میں جواب میں صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ان لوگوں کی معلومات نہایت وسیع اور حیران کن تھیں۔ تجربے پر میں اس کے کئی نمونے دیکھ چکا تھا۔ تہذیب کا رول کرنے کے لئے نکیتا کو چھ ماہ تربیت دی گئی تھی۔ چھ ماہ بہت ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں نکیتا کو کس کس طرح تربیت دی گئی ہو گی اور کیا کیا معلومات ازبر کرائی گئی ہوں گی۔

چند سیکنڈ کے اندر اندر آپریٹر نے فون نمبر ملا دیا۔ نکیتا نے بڑے اعتماد سے ریسیور تھام کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات میں سن کر رہ گئی۔

"ارے نہیں کیتھی! تمہیں تو معلوم ہے ہم لوگ بعض اوقات ہنگامی حالات سے دوچار ہو جاتے ہیں" نکیتا تہذیب کے لب و لہجے کی بڑی کامیابی سے نقل اتار رہی تھی۔ "تفصیلات تمہیں علی بتائیں گے" اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے ریسیور لے کر ہیلو کہا اور میری آواز سن کر کیتھی براؤن نے شکایات کے دفتر کھول دیئے "تم لوگوں کا کہیں کوئی پتا ہی نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے میں اور جنرل تمہارے لئے کتنے پریشان تھے" غالباً یہی باتیں اس نے نکیتا سے بھی کہی تھیں جن کے جواب میں نکیتا نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا تھا۔

"مجھے اندازہ ہے ڈیئر کیتھی لیکن فون پر زیادہ تفصیلی گفتگو تو نہیں ہو سکتی۔ یہ باتیں تو ملاقات ہونے پر ہی ہو سکیں گی۔"

"ملاقات کب ہو گی؟" کیتھی براؤن نے بے تابی سے کہا "تم کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"ہم لوگ گوئے بل پہنچ چکے ہیں اور بس تمہارے پاس آنے کے لئے روانہ ہونے ہی والے ہیں۔"

"تم یہیں گوئے بل سے بات کر رہے ہو" کیتھی براؤن حیران ہو گئی "کیا تم ائیر پورٹ سے بات کر رہے ہو؟"

"نہیں ہم لوگ ایک ہوٹل میں مقیم ہیں" میں نے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہوٹل میں قیام کی خبر سن کر کیتھی برہم ہو جائے گی اور وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔

"تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ آخر ہوٹل میں قیام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" کیتھی کے لہجے سے شدید ناراضی جھلک رہی تھی "مجھے ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر بتاؤ۔ میں خود تمہیں لینے آ رہی ہوں۔"

"تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیتھی! ہم تو گھنٹے کے اندر تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"اگر اس سے مجھے تکلیف ہوئی تو تمہارے یہاں آنے سے اس تکلیف میں اور اضافہ ہو جائے گا" بہتر یہ ہے کہ تم یہاں نہ آؤ وہیں ہوٹل میں ہی رہتے رہو۔"

"اوہو" میں نے ہنس کر کہا "تم بہت جلدی ناراض ہو جاتی ہو۔ خیر ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر نوٹ کرو" میں نے اسے دونوں چیزوں سے آگاہ کر کے فون بند کر دیا۔

"تم خوش قسمت ہو علی کہ تمہیں ایسے جاں نثار دوست میسر ہیں" نکیتا نے کہا۔

"میری اس سے بھی بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ میں نے اپنی منزل کا سراغ پا لیا ہے ورنہ میں ایک گمراہ کن نظریے کے پیچھے بھاگ رہا ہوں زمانہ رہ جاتا اور مجھے کبھی منزل نہ ملتی۔"

کیتھی براؤن دس منٹ کے اندر اندر ہمارے کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے دروازے پر دستک دینے تک کی زحمت نہیں کی تھی اور دروازہ اندر رکھتی چلی آئی تھی۔ اس کے اس قدر جلد یہاں پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فون بند کرتے ہی نیریں محل سے نکل کھڑی ہوئی تھی۔ ویسے بھی ہوٹل سے نیریں محل زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی کیتھی اور نکیتا بغل گیر ہو گئیں۔ نکیتا نے اسی انداز میں گرم جوشی کا اظہار کیا تھا جس انداز میں تہذیب گرم جوشی ظاہر کیا کرتی تھی۔

"تم نے کمال کر دیا" نکیتا نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا "اتنی جلدی یہاں پہنچ گئیں۔"

"اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی" کیتھی نے ہنستے ہوئے کہا "سیکیورٹی والے مجھے گوئے بل کی سڑکوں پر تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔"

"تم پہلے کے مقابلے میں کچھ موٹی ہو گئی ہو" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا "سنا ہے موٹے لوگوں میں قوت برداشت کی کمی ہوتی ہے۔"

"تم سے تو میں بہت اچھی طرح نمٹوں گی علی! برسوں بعد تمہاری صورت دیکھنے کو ملی ہے۔"

"اللہ خیر کرے" میں نے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا "معلوم نہیں اب میرے ساتھ کس قسم کا سلوک ہو۔"

"جنرل بھی تمہاری وجہ سے بہت پریشان تھے۔ اب ہم ساری کسر نکال لیں گے۔ چھ ماہ تک تمہیں کہیں نہیں جانے دیں گے۔"

"ارے نہیں" میں واقعی گھبرا گیا "ایسا غضب مت کرنا بہت سے کام ادھورے پڑے ہیں۔"

"یہ تو واقعی بہت لمبی سزا ہو جائے گی کیتھی" نکیتا نے کہا "میں تم سے سزا میں تخفیف کی درخواست کروں گی۔"

"مقدمہ بعد میں نمٹایا جائے گا فی الحال تو سامان سمیٹو اور میرے ساتھ چلو۔"

کیتھی براؤن بغیر کسی حفاظتی دستے کے چلی آئی تھی۔ جس کار میں وہ آئی تھی اس کا تعلق نیریں محل سے تو تھا مگر اس پر نمبر پلیٹ پرائیویٹ تھی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ گوئے بل کی خاتون اول تھی اور لوگ اسے پہچانتے تھے۔ اگرچہ یہ ایک بڑا ہوٹل تھا لیکن اس کے باوجود لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ہوٹل کی انتظامیہ کو میرے اور جنرل نیریں کے تعلقات کا علم تھا لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ میری وجہ سے یہ صورت حال بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی ہم لوگوں کے ہجوم میں گھر گئے تھے۔ ہوٹل کی مختلف منزلوں سے لوگ اپنے ملک کی خاتون اول کی آمد کی اطلاع

پاکر ہمارے کمرے کے سامنے راہداری میں جمع ہو گئے تھے۔ اتنی جگہ بھی نہیں بچی تھی کہ ہم لفٹ تک ہی پہنچ سکتے۔

"تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا" میں نے جھنجلا کر کہا تھا۔ اس وقت کیتھی کے پاس جواب دینے کا موقع نہیں تھا اس لئے وہ خاموش ہو گئی تھی۔

ہوٹل کی انتظامیہ اس صورت حال پر بوکھلا گئی تھی بہرحال انہیں جلد ہی ہوش آگیا اور ان کی پوری سیکیورٹی فورس حرکت میں آگئی۔ یہ وہی سیکیورٹی فورس تھی جس کا چیف ڈیوڈ ریان تھا اور سب کے سب یہودی تھے۔ جنرل میریں اور کیتھی براؤن کے جانی دشمن تھے مگر اس وقت کیتھی براؤن کی حفاظت کرنے کے لئے مجبور تھے۔

جنرل منیجر خود دوڑا چلا آیا تھا اور کیتھی براؤن کو رخصت کرنے کے لئے کار تک آیا تھا۔ بریف کیس میرے ہاتھ میں ہی تھا جبکہ میرے اور کمتیا کے سوٹ کیس پورٹر نے پہنچائے تھے۔

"اوہ! اس افراتفری میں حساب ہونے سے رہ گیا" کار میں بیٹھنے سے قبل ہی میں نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے جنرل منیجر سے کہا۔

"تم ہمارے مہمان ہو علی! ہوٹل کا بل ہم ادا کریں گے" کیتھی براؤن نے کہا۔

"آپ ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں یور ہائی نس!" جنرل منیجر نے کہا "یہ ہمارے ہوٹل کی خوش قسمتی ہے کہ مسٹر علی اور میڈم تہذیب نے قیام کے لئے ہمارے ہوٹل کا انتخاب کیا۔"

کیتھی براؤن نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی "تم کہہ رہے تھے مجھے اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا" اس نے مجھ سے کہا "اگر میں اس طرح نہ آتی تو پھر اور کس طرح آتی؟ تم تو چھلاوہ بنے ہوئے ہو۔ اگر میں ذرا سا بھی وقت ضائع کرتی تو معلوم نہیں پھر کب تمہاری آواز سننے کو ملتی۔"

"ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا کیتھی! میں نے جب بھی وعدہ کیا تم لوگوں سے ملا ضرور۔"

"مثلاً تم نے عراق سے ہمیں فون کیا کہ گوسے نل آنے والے ہو۔ پھر تم نے ائرپورٹ سے فون پر مجھ سے بات کی مگر یہ نہیں بتایا کہ تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ تم ابھی تک عراق میں ہی ہو۔ تم نے تاثر ہی ایسا دیا تھا اور اس کے بعد اس طرح غائب ہوئے کہ ہزار کوششوں کے باوجود تمہارا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

میں ہنسنے لگا "ہاں' یہ ایک وعدہ خلافی تو مجھ سے ہوئی لیکن جو کچھ بھی ہوا وہ کسی مجبوری کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس کا مطلب تو نہیں کہ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا رہے گا۔"

"کیتھی ہم سے بہت زیادہ ناراض معلوم ہوتی ہیں" کمتیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جنرل میریں تم لوگوں سے بہت خوش ہے۔ ان سے ملاقات ہونے پر تمہیں اس کا اندازہ ہو گا۔"

"ارے ہاں، تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ جنرل کہاں ہیں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے پوچھا ہی کب تھا۔ جب تمہارا فون آیا اس وقت وہ محل میں موجود نہیں تھے۔ ممکن ہے اب واپس پہنچ چکے ہوں۔"

کیتھی کا اندازہ درست تھا۔ کار سے اترتے ہی جنرل نے ہمیں آلیا۔ شاید وہ کیتھی براؤن کا انتظار کر رہا تھا۔

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے میرے عزیز دوست!" جنرل مجھ سے لپٹ گیا "کم از کم فون پر ہی مطلع کر دیا کرو کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو۔"

"یہ دونوں ہی بے مروت ہو گئے ہیں" کیتھی نے شکایتی لہجے میں کہا "نہ علی نے فون کیا اور نہ ہی تہذیب نے اتنی کوئی زحمت کی۔"

"تم بھی شکایات کے دفتر کھول کر بیٹھ گئیں" جنرل میریں بولا "ارے بھئی' یہ دونوں تھکے ہوئے ہوں گے پہلے ان کی کچھ خاطر تواضع تو کر لو' بعد میں شکوے شکایتیں بھی ہوتی رہیں گی۔"

"آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ میں ان لوگوں کو کہاں سے لے کر آرہی ہوں؟" کیتھی نے کہا اور جنرل چونک پڑا۔

"ائرپورٹ کے علاوہ اور کہاں سے لے کر آرہی ہو گی" جنرل نے حیرت سے کہا۔

"یہی تو بات ہے' یہ لوگ کل سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔"

"کیا کیتھی کا بیان درست ہے؟" جنرل نے مجھ سے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ مجھ سے کیتھی براؤن کے بیان کی تردید سننا چاہتا ہو۔

"ہاں' کیتھی درست کہہ رہی ہے جنرل!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے اس کا افسوس ہے لیکن۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے علی!" جنرل نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے یقین ہے کہ کسی بہت بڑی مجبوری کے باعث تم ہوٹل میں ٹھہرے ہو گے۔ میں تمہاری طرف سے بدظن نہیں ہو سکتا' آؤ پہلے ناشتا کر لیں۔"

"دیکھا" میں نے فاتحانہ انداز میں کیتھی کی طرف دیکھا "دوست ایسے ہوتے ہیں۔"

"ہاں' تمہاری دوستی تو صرف جنرل سے ہی ہے' میں تو تمہاری دشمن ہوں۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے" میں نے ہنس کر کہا "لیکن تم یقین کی اس منزل تک نہیں پہنچ سکیں جہاں تک جنرل کی رسائی ہو چکی ہے۔"

ہم ڈرائنگ روم تک پہنچے جہاں کھانے کی میز پر کھانے پینے کی بہت سی پرتکلف اشیا چنی ہوئی تھیں۔

"ہم تو ناشتا کر چکے ہیں جنرل!" کمتیا نے کہا "اب یہ اتنی بہت سی چیزیں کون کھائے گا۔"

"کیا تم بھول گئیں کہ جنرل کتنے خوش خوراک ہیں" میں نے کہا "یہ تو صرف ان کے لئے ہے۔ انہیں اگر معلوم ہوتا کہ ہم لوگ بھی آرہے ہیں تو مزید انتظامات کرتے۔"

"میں یہاں سے چلتے وقت کہہ کر گئی تھی کہ میرے کچھ دوست آرہے ہیں' ناشتا ساتھ ہی کریں گے" کیتھی نے جلدی سے کہا۔

"دیکھا" میں نے ایک قہقہہ لگایا "شوہر کو بچانے کی خاطر الزام فوراً اپنے سر لے لیا۔ بیوی ہو تو ایسی۔"

کیتھی جھینپ گئی "اس بار کچھ زیادہ ہی زبان طراری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔"

"کئی برسوں بعد ملاقات ہوئی ہے بھئی" جنرل نے کہا "اب تو علی سارے قرضے مع سود کے چکائیں گے اور ایک سال تک ہمارے مہمان رہیں گے۔"

میری ہنسی کافور ہو گئی "یہ تم نے کیا شروع کر دیا!" کمتیا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جو کچھ تم کر رہے تھے یہ اس کا جواب ہے" جنرل نے کہا "چلو اب کھانا تو شروع کرو۔"

"میں تو مذاق کر رہا تھا" میں نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہئے اور مذاق کا سنجیدگی سے۔ تم مذاق کر رہے تھے لہٰذا اس کا جواب سنجیدگی سے دینا ضروری تھا۔"

میں نے بے بسی سے کیتھی کی طرف دیکھا اور وہ ہنس دی "میں نے پہلے ہی کہا تھا تم اگر اس پر رضامند ہو جاتے تو تمہارا کیا جاتا"

"ان باتوں کے لئے بہت وقت پڑا ہے" جنرل میریں نے کہا "یہ بتاؤ کہ تم گوسے نل ائرپورٹ تک آنے کے بعد پراسرار طریقے سے غائب کہاں ہو گئے تھے؟"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم گوسے نل ائرپورٹ تک آئے تھے؟" میں نے کہا۔

"تم نے کیتھی کو گوسے نل ائرپورٹ سے فون کیا تھا مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔ ہم یہی سمجھتے رہے کہ تم نے عراق سے کال کی ہے اور ابھی تک عراق میں ہی ہو لیکن اتفاق سے ٹروما کی کال آگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت تم نے فون کیا اس وقت تو تمہیں گوسے نل میں ہونا چاہیے تھا۔ میں نے ٹروما سے اطلاع نہ دینے پر باز پرس کی تو اس نے بتایا کہ وہ تو کئی گھنٹے قبل میرے سیکریٹری کو اطلاع دے چکا تھا۔ یہیں سے مجھے کسی سازش کی بو محسوس ہوئی اور میں نے تفتیش کرنا شروع کی تو بڑی حیرت انگیز باتیں سامنے آئیں۔ میرا سیکریٹری لاپتا تھا۔ وہ تمہاری آمد کی اطلاع پانے کے فوراً بعد محل سے نکل گیا تھا۔ اس کے بعد سے آج تک اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ سیکریٹری کا غائب ہونا تو پہلے ہی میرے لئے باعث تشویش بنا ہوا تھا پھر یہ اطلاع اور بھی تشویش ناک ثابت ہوئی کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت لاپتا تھے۔ تمہارا فون حالات کو اور زیادہ پراسرار بنا رہا تھا۔ اس ضمن میں میں نے جو تحقیقات کرائیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت گوسے نل ائرپورٹ پر اترے تھے اور وہاں تمہیں ریسیو کرنے کے لئے صدارتی محل کی خصوصی کار بھی اور میرا حفاظتی دستہ بھی موجود تھا۔ تمہاری شخصیت یہاں ایسی زیادہ اجنبی بھی نہیں ہے اور پھر کرنل شوالوے تو ائرپورٹ کے حکام ذاتی طور پر واقف ہیں۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ صدارتی مہمان کی آمد کے موقع پر وی آئی پی لاؤنج کی طرف جھانکنے کی بھی کوشش کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے آتے تو دیکھا مگر یہ نہیں بتا سکے تم وہاں سے رخصت کب ہوئے۔ میں نے کرنل شوالو کی خبر لی تو معلوم ہوا کہ وہ تو محل میں ہی موجود تھا۔ محل سے ہلا تک نہیں تھا۔ یہی حال محافظ دستے کا بھی تھا اور اس روز صدارتی محل کی کوئی گاڑی ائرپورٹ کی طرف گئی بھی نہیں تھی۔ یہ سب معلومات ایسی تھیں جنہوں نے مجھے چکرا کے رکھ دیا تھا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت اغوا کر لیا گیا ہے لیکن میں کسی طرح بھی یہ معلوم نہیں کر سکا کہ تم کہاں چلے گئے۔ میں نے ملک سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرا دی

تھی مگر کئی روز گزرنے کے باوجود تمہارا سراغ ملا اور نہ تمہارے کسی ساتھی کا اور نہ ہی آج تک یہ معلوم ہو سکا کہ میرا سیکریٹری کہاں چلا گیا۔ اب تم آئے ہو تو یہ معما تو حل ہو جائے گا کہ تم پر کیا بیتی تھی؟"

میں نے ایک طویل سانس لے کر کیتھی کی طرف دیکھا جو سر جھکائے ناشتا کرنے میں مگن تھی۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کوئی جھوٹ گھڑنے میں مصروف تھا۔ جنرل ٹیرس نے جو کچھ بیان کیا تھا اس کے بعد کوئی جھوٹ گھڑنا آسان نہیں تھا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ میرے اور کیتھی یعنی تھنڈیب کے پاسپورٹوں پر اس تاریخ میں کوٹے مل ایئرپورٹ کی امیگریشن کی مہریں موجود تھیں جن کے مطابق ہم اسی روز یہاں سے واپس چلے گئے تھے جس روز یہاں پہنچے تھے اور اس کے بعد اب یہاں واپس پہنچے تھے۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں بچی تھی کہ فی الحال جنرل ٹیرس کو ٹال دوں۔ وہ ویسے بھی مجھ پر اندھا اعتماد کرتا تھا۔ جو کچھ میں کہہ دیتا وہ اس پر یقین کر لیتا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے کیتھی کو ایئرپورٹ سے فون کیا تھا؟" اچانک میں نے سوال کیا۔

"ہوٹل کی فون ایکسچینج کے ذریعے" جنرل ٹیرس نے سادگی سے کہا "اور مجھے اس پر حیرت ہے کہ کسی سازش کا شکار ہونے کے باوجود تم نے فون کیسے کر لیا اور اس فون سے تمہارا مقصد کیا تھا؟"

"وہ ایک خطرناک مجرم ہے جنرل! اس کی خطرناکی کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ ٹیرس محل بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے تمہارے سیکریٹری کو پہلے ہی اغوا کر لیا گیا تھا اور اس کی جگہ اس نے اپنا کوئی آدمی یہاں پہنچا دیا تھا۔ اس اقدام سے اس کا واحد مقصد مجھے شکار کرنا تھا۔ جب اسے میری آمد کی اطلاع مل گئی تو اس کے بعد یہاں اس کا کام ختم ہو گیا اور اس نے رخت سفر باندھ لیا۔ ان لوگوں کا اصل نشانہ میں تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کبھی نہ کبھی میں کوٹے مل ضرور آؤں گا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے پہلے سے انتظامات کر رکھے تھے۔ اگر نہ کر رکھے ہوتے تو وقت کے وقت اتنے منظم طریقے سے مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو پاتے۔"

"سوال یہ ہے کہ ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد تم پر کیا گزری؟" جنرل نے بے چینی سے پوچھا۔

"کرنل شوالو ہمیں ریسیو کرنے کے لئے موجود تھا۔ ہم سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ تم ہمیں ریسیو کرنے کیوں نہیں آئے۔ کرنل شوالو نے یہ کہہ کر ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ تم کسی اہم کام میں مصروف ہو اور کیتھی کی طبیعت خراب ہے۔"

ظاہر ہے مجھے اس کی اس بات پر یقین نہیں آیا۔ میں نے اس سے بعض ایسی باتیں کیں جن کے جوابات اس نے غلط دیئے۔ مجھے یہ یقین تو ہو گیا کہ وہ کوئی غلط آدمی ہے مگر اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل یہ اطمینان کرنا ضروری تھا کہ کہیں اس نے تم دونوں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ چنانچہ میں ایک بہانے سے وی آئی پی لاؤنج سے کھسک گیا اور میں نے پبلک فون بوتھ سے یہاں فون کیا اور کیتھی سے گفتگو کر کے مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ کم از کم تم لوگ تو محفوظ ہو۔"

"تم نے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم کس صورت حال سے دوچار ہو؟" جنرل نے میری بات کاٹ کر کہا "اگر تم اشارہ بھی کر دیتے تو ہم ان لوگوں کو ہرگز نہ بخشتے۔"

"اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ حالات کیا رخ اختیار کر لیں گے۔ میرا خیال تھا کہ میں ان لوگوں پر قابو پا لوں گا پھر اس کے بعد تمہیں زحمت دوں گا چنانچہ فون کرنے کے بعد جب میں واپس پہنچا تو میں نے کرنل شوالو کو قابو میں کر لیا اور اسے لے کر تمہاری طرف روانہ ہوا لیکن مجھے یہ خیال نہیں رہا تھا کہ اس کے اور بھی ساتھی ہماری تاک میں ہوں گے۔ آخر انہوں نے اس قدر منظم طریقے سے کام کیا تھا۔ راستے میں ایک جگہ انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ اگر وہ چاہتے تو ایئرپورٹ پر بھی ایکشن لے سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ایئرپورٹ پر ہجوم جگہ ہوتی ہے جہاں کوئی بھی حرکت دوسروں کی نظر میں آئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ مختصر یہ کہ ہمیں اپنی جان بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا۔ اس وقت جو جگہ مجھے محفوظ ترین محسوس ہوئی وہ ایئرپورٹ تھی۔ ایئرپورٹ کے سوا وہ لوگ ہر جگہ ہمیں تلاش کرتے چنانچہ ہم انہیں جل دے کر ایئرپورٹ کی طرف نکل گئے اور میں نے بہتر یہی سمجھا کہ عراق واپس چلا جاؤں کیونکہ اس شخص کی جڑیں عراق میں ہی تھیں اور اس کی اس دلیری کے بعد اس کی بیخ کنی کرنا ضروری ہو گیا تھا۔"

"کیا تمہارے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ تم فون پر ہمیں مطلع کر دیتے؟" جنرل ٹیرس نے پھر میری بات کاٹی۔

"وقت تو تھا مگر موقع نہیں تھا۔ ایئرپورٹ پر اس کے گروہ کے بعض افراد موجود تھے۔ میں ان کی نظروں سے بچ کر نکل جانا چاہتا تھا تاکہ اسے عراق میں اس کی بے خبری میں جا چھاپ سکوں اور اپنی دانست میں میں ان لوگوں کی نظروں

سے بچ کر نکل بھی گیا۔"

"یعنی ایک فلائٹ سے یہاں پہنچے اور اگلی فلائٹ سے واپس بھی نکل گئے؟" جنرل ٹیرس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا "یہی تو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔"

"کمال ہے" جنرل ٹیرس بڑبڑایا "اپنی دانست میں تو میں یہی سمجھ رہا تھا کہ میں نے بھرپور ناکہ بندی کرا دی ہے اور اب تم میرے آدمیوں کی نظروں میں آئے بغیر ملک سے باہر نہیں نکل سکو گے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس سے قبل ہی کوٹے مل سے واپس جا چکے ہو گے۔"

میں نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا لیا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ پھر جب میں نے لائٹر سے سگریٹ جلائی تو کیتھی براؤن خاموش نہ رہ سکی۔

"یہ تم نے سگریٹ پینا کب سے شروع کر دی؟" کیتھی براؤن نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"کیوں؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈالے "کیا میں سگریٹ نہیں پی سکتا؟"

"نہ۔۔۔ نہیں یہ بات نہیں ہے" کیتھی گڑبڑا گئی "دراصل تم سگریٹ کو بہت برا سمجھتے تھے نا اس لئے مجھے حیرت ہو رہی تھی۔"

"آدمی کے خیالات تبدیل بھی ہو سکتے ہیں" میں نے بے پروائی سے کہا۔ جنرل ٹیرس بھی اس تبدیلی پر حیران تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں "ہاں تو جنرل تم اس بات پر حیران ہو رہے ہو کہ میں تمہارے تمام اقدامات سے قبل کوٹے مل سے نکل چکا تھا اور مجھے اس وقت حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب بغداد ایئرپورٹ پر پہنچتے ہی مجھے دوبارہ گھیر لیا گیا۔ اپنی دانست میں تو میں ان لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گیا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں یا میرا کوئی ساتھی ان لوگوں کی نظروں میں آ گیا تھا ورنہ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اس کے گروہ کے آدمی ایئرپورٹ پر پہلے سے موجود ہوتے۔ بہرحال میں انہیں وہاں بھی جل دینے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس کے بعد آنکھ مچولی کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کا گروہ بہت منظم اور ما تحکنک تھا جس کا صفایا کرنے میں مجھے دانتوں پسینے آ گئے مگر کسی نہ کسی طرح میں اس کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور اس طرف سے فراغت پانے کے بعد میں نے سیدھا یہاں کا رخ کیا۔"

"مگر یہ بات ہرگز نہیں مانی جا سکتی کہ کئی مہینوں کے دوران تمہیں فون کرنے کا ایک بھی موقع نہیں ملا" کیتھی براؤن برا مان کر بولی "ایک فون کرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔"

"موقع ملا تھا کیتھی!" میں نے سنجیدگی سے کہا "لیکن میں چونکہ ایک فون کال کا حشر دیکھ چکا تھا اس لئے میری ہمت نہیں ہوئی تھی۔"

کیتھی براؤن جھینپ گئی اور جنرل ٹیرس نے کہا "تم نے ٹھیک کیا تھا! اس گروہ کا قلع قمع کرنے سے قبل تمہارا محتاط رہنا فطری بات تھی۔ اس کے لئے تمہیں الزام نہیں دیا جا سکتا۔"

"میں اور تم پہلے بھی کئی بار مشکلات سے دوچار ہوئے ہیں لیکن اس بار تو انتہا ہو گئی" کیتھی نے کہا "ہمیں یقین نہیں ہوتا تھا کہ اگلے روز کا سورج دیکھنے کو ملے گا بھی کہ نہیں۔"

"تم دونوں ہی بہت باصلاحیت ہو" جنرل نے کہا "مجھے فخر ہے کہ اتنے باصلاحیت لوگ مجھے اپنا دوست سمجھتے ہیں لیکن آدمی کو اپنے لئے فرصت کے کچھ لمحات بھی نکالنے چاہئیں۔"

"اب فرصت ہی تو ہے جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا "اور فرصت کے لمحات گزارنے کے لئے ٹیرس محل سے زیادہ بہتر جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے؟"

"کوئی فرصت ورصت نہیں ہے" کیتھی براؤن منہ بنا کر بولی "چند روز بعد پھر تمہیں کوئی کام یاد آ جائے گا۔"

"ہم جیسے لوگوں کو آرام کے چند روز مل جائیں تو ہم انہیں بھی غنیمت سمجھتے ہیں" میں نے کہا۔

"تمہاری خاطر میں اتنا کر سکتی ہوں کہ علی کو ایک ہفتے یہاں قیام کرنے کے لئے رضامند کرلوں" کنتیا بولی۔

"ایک ہفتہ تو یوں ہی گزر جائے گا" جنرل ٹیرس نے کہا "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کوئٹے مل میں عرب مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کانفرنس کی منعقد ہو رہی ہے۔"

"نہیں" میں نے چونک کر کہا "مجھے اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ اخبار پڑھ سکوں۔"

"ہاں میرے دوست! میں تمہارے مشن کی طرف سے غافل نہیں ہوں اور مجھ سے جس حد تک بھی ہوسکے گا تمہارے مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوئی جنرل! لیکن اس کانفرنس کا ایجنڈا کیا ہے؟"

"بنیادی طور پر اس کا مقصد یہ ہے کہ اسرائیل کے خلاف کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے جس پر تمام ممالک سختی سے عمل کریں۔ اس سے قبل بھی ایسی کئی کوششیں ہوئی ہیں جو سب کی سب ناکام ہوگئیں۔ ایک بار عرب ممالک نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا تھا مگر بعض ممالک کے عدم تعاون کی وجہ سے وہ اقدام بھی غیر مؤثر ہوگیا تھا۔ اب شہزادہ صائم نے اتحاد کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس سلسلے میں کوششیں کی ہیں جن کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔"

"تب تو تمہاری مصروفیات بہت بڑھی ہوئی ہوں گی" میں نے کہا۔

"ہاں" جنرل ٹیرس بولا "ورنہ اسی دوران کوئٹے مل سمندری طوفان کی زد میں بھی آگیا جس کے نتیجے میں ساحلی علاقوں میں خاصا جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ میری توجہ دو اطراف میں بٹ گئی تھی۔ امدادی کاموں کی نگرانی خود کرنا بھی میں اپنی ذمے داری سمجھتا ہوں لیکن اب تم آگئے ہو تو مجھے ڈھارس ہوئی ہے۔ تم میرے ساتھ ہوگے تو مجھے مفید مشورے بھی دے سکوگے۔"

"بلاشبہ ایسے مواقع پر میزبان ملک کی پوزیشن بڑی نازک ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی ایک بھی مہمان کو کوئی گزند پہنچ جائے تو میزبان ملک کی بہت بدنامی ہوتی ہے۔"

"جنرل کی مدد کرکے ہمیں دلی خوشی ہوگی" کنتیا نے کہا "اس کام میں میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی علی! تاکہ ہم بہتر سے بہتر حفاظتی انتظامات کر سکیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ ہمیں جنرل کو کوئی مشورہ دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اس لئے کہ جنرل نے اس کی کوئی گنجائش چھوڑی ہی نہیں ہوگی، تاہم حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے علی! اس وقت مجھے بہت بڑی ذمے داری کا سامنا ہے اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ حفاظتی انتظامات میں کوئی کسر نہ رہنے پائے۔ میں نے یہاں تک اہتمام کیا ہے کہ حفاظتی انتظامات کی نوعیت کے بارے میں بھی چند افراد کو ہی علم ہے۔"

"اوہو" کنتیا کے چہرے پر دلچسپی کے تاثرات ابھر آئے "یہ تم نے بہت اچھا کیا جنرل! دشمن حفاظتی انتظامات کی نوعیت سے واقف ہوئے بغیر ان کا توڑ نہیں کرسکتا۔"

"یہ بات تو یقینی ہے کہ ہمارے حفاظتی انتظامات ظاہر نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ ان کی نوعیت کے بارے میں گنتی کے چند افراد ہی جانتے ہیں اور وہ سب کے سب انتہائی خاص افراد ہیں۔"

"کیا تم ہمیں بھی انتظامات سے آگاہ نہیں کروگے؟" کنتیا نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے صبری تھی جو مقابل کو مشکوک بھی کر سکتی تھی۔ اگر جنرل ٹیرس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً کنتیا کے اس انداز پر چونک پڑتا مگر جنرل ٹیرس خوش ہوا۔ خوشی کی وجہ یہ تھی کہ اس کے خیال میں ہم اس میں دلچسپی لے کر اس کی مدد پر آمادہ تھے۔

"تمام وزرائے خارجہ اور ان کے ساتھ آنے والے وفد کے اراکین کی آمدورفت کے لئے فوجی ایئرپورٹ استعمال ہوگا۔ انہیں اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا جائے گا اور کانفرنس کا انعقاد نیشنل اسمبلی ہال میں ہوگا۔ حفاظتی انتظامات کے لئے پولیس پر انحصار نہیں کیا گیا ہے اور سارا کام فوج کے سپرد ہے۔ عام حالات میں فوج کو زحمت دینے کی ضرورت نہ پڑتی لیکن چونکہ یہ کانفرنس بنیادی طور پر اسرائیل کے خلاف ہے اس لئے ہمیں خطرہ ہے کہ وہ اسے سبوتاژ کرنے کے لئے کسی حد تک بھی جاسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے فوج کی مدد لی ہے۔ فرض کرو کانفرنس کے کسی بھی مندوب کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو ممکن ہے کہ کانفرنس کا انعقاد ہی خطرے میں پڑجائے اور یہ امر تو یقینی ہے کہ آئندہ اس قسم کی کوئی کانفرنس منعقد ہو ہی نہیں سکے گی۔"

"میں تمہاری بات کاٹ رہا ہوں جنرل! لیکن جہاں تک کانفرنس کے کسی مندوب کو نقصان پہنچنے کا تعلق ہے تو صیہونی ایجنٹ کسی مندوب کو اس کے اپنے ملک میں بھی

نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

"بالکل پہنچا سکتے ہیں لیکن اس سے ان کا مقصد تو حل نہیں ہوسکے گا۔ ایک وزیر خارجہ کی جگہ دوسرا وزیر خارجہ لے لے گا جبکہ یہاں اگر کسی کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ اسے یہ نقصان کانفرنس میں شرکت کرنے کی وجہ سے پہنچا ہے۔ اس تاثر کے نتیجے میں تو آئندہ کے لئے خوف و ہراس پیدا ہوگا۔ کیا خیال ہے؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تمہارا تجزیہ بالکل درست ہے جنرل!" میں نے اثبات میں سر ہلایا "ہاں، تو تم حفاظتی انتظامات کے بارے میں بتا رہے تھے؟"

"ہم نے حفاظتی انتظامات کی بنیاد یہ بنائی ہے کہ باہر کا کوئی آدمی ہمارے درمیان نہیں آسکتا" جنرل ٹیرس نے کہا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ تہذیب کے میک اپ میں کنتیا درامصل ربیڈال کی ایجنٹ ہے "البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ ہمارے کسی آدمی کو توڑ لیں یا خرید لیں۔ چنانچہ اگر تخریب کاری کا کوئی امکان ہے تو اس طرف سے ہے اور ہمیں اس کا تدارک کرنا ہے۔"

جنرل ٹیرس بڑا حقیقت پسندانہ تجزیہ کر رہا تھا لیکن اسے نہیں معلوم تھا دونوں خطرناک امکانات حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔

"اگر کوئی قابل اعتماد شخص تخریب کاری پر آمادہ ہوجائے تو اسے روکنا مشکل ثابت ہوتا ہے اور یہ بات طے ہے کہ تخریب کاری کے لئے آتشیں ہتھیار لازمی ہیں۔ ہم نے طے کیا ہے کہ اسمبلی کی عمارت کے اندر مسلح محافظ بھی داخل نہیں ہوں گے اور عمارت کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کی تلاشی لی جائے گی۔ چونکہ بعض ہتھیار ایسے خفیہ ہوتے ہیں جنہیں شناخت بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے آتشیں اسلحے کا سراغ لگانے والے آلات سے بھی کام لیا جائے گا۔"

"میں نے سنا ہے اب ایسی ایجادات بھی ہوگئی ہیں جو اسلحے کا سراغ لگانے والے آلات کی کارکردگی میں خلل ڈال دیتی ہیں" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے" جنرل مسکرایا "اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اسمبلی ہال میں ہم نے وہ جدید ترین آلہ نصب کرایا ہے جو اسٹرنگ ریوالور کی نشاندہی کرنے کے لئے کوئٹے مل کے سائنس دانوں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔"

میں نے اور کنتیا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

صاف ظاہر تھا کہ ایسے کسی آلے کی موجودگی میں ہماری کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی۔

"تم نے اس قدر مکمل انتظامات کئے ہیں جنرل ٹیرس کہ اس کے بعد کسی مشورے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے" کنتیا کو کہنا پڑا۔ اگر نہ کہتی تب بھی کچھ نہ ہوتا لیکن جب آدمی کے دل میں چور ہو تو وہ خواہ مخواہ خوف زدہ ہوجاتا ہے۔

"اب اس وقت تم دونوں میرے ساتھ چلو تاکہ میں تمہیں تمام انتظامات دکھا بھی دوں۔"

"تم بھی عجیب آدمی ہو" کیتھی براؤن نے کہا "اتنے عرصے بعد تو ان دونوں سے ملاقات ہوئی ہے اور تم انہیں فوراً ہی کام میں الجھانا چاہتے ہو۔"

"ہم جنرل کے کام نہیں آئیں گے تو اور کس کے کام آئیں گے کیتھی؟" میں نے کہا۔

"یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ جس کا ابھی ہونا ضروری ہو" کیتھی براؤن نے کہا "کانفرنس میں ابھی کئی روز باقی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے، ان لوگوں کو پھر کسی وقت لے جاؤں گا، میرا جانا بہرحال ضروری ہے، کئی کام دیکھنے ہیں۔"

جنرل ٹیرس چلا گیا اور کیتھی براؤن ہمیں لے کر ٹیرس محل کے عظیم الشان ڈرائنگ روم میں آگئی۔

"ارے تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ بڈ کہاں ہے؟" کیتھی نے اچانک پوچھا۔

"وہ ابھی عراق میں ہی ہے" میں نے کہا "اور ابھی مزید کچھ عرصہ وہیں رہے گا۔"

کیتھی براؤن باتیں کرنے کے موڈ میں تھی جبکہ کنتیا مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ شاید اس کے اضطراب کا سبب یہ تھا کہ وہ جلد از جلد کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کا کوئی قابل عمل طریقہ تلاش کرلینا چاہتی تھی۔

کچھ دیر بعد کیتھی براؤن نے کنتیا کی عدم دلچسپی محسوس کرلی "اوہ معاف کرنا، میں نے تم لوگوں کو جنرل کے ساتھ جانے سے اس لئے روکا تھا کہ تمہیں آرام کرنے کا موقع مل جائے مگر میں خود ہی تم سے باتیں کرنے بیٹھ گئی۔ چلو تم لوگ جاکر آرام کرو، دوپہر کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو کیتھی!" میں نے کہا "تم سے باتیں کرکے تو تھکن دور ہوگی۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تہذیب پر تھکن غالب ہے۔"

تمہارا کہنا ہے "تم تو آہنی اعصاب کے مالک ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں تہذیب کو خواب گاہ تک چھوڑ کے واپس آ رہا ہوں" میں نے ہنس کر کہا اور کمنیا کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم ابھی آ جاؤ گے تو میں بور ہو جاؤں گی" کمنیا نے کہا اور صوفے کی پشت سے گردن ٹکا لی۔

"تہذیب بہت تھکی ہوئی ہے علی! تمہیں خیال کرنا چاہئے۔ چلو جاؤ" کیتھی نے مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "دوپہر کے کھانے پر ملاقات ہو گی۔"

میں نے کمنیا کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں اس خواب میں چلے آئے جو نیرس محل میں ہمارے لئے مخصوص تھی۔ میں بریف کیس اٹھانا نہیں بھولا تھا۔

"یہ کیا حماقت ہے" خواب گاہ میں پہنچتے ہی میں نے کمنیا کو ڈانٹا "تم نے کیتھی پر اپنی بے زاری کیوں ظاہر ہونے دی؟"

"اوہ میں بہت بے چینی محسوس کر رہی تھی علی! اس کم بخت جنرل نیرس نے تو ہر راہ مسدود کر دی ہے۔ ہم شاید کچھ بھی نہ کر سکیں۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے" میں نے سخت لہجے میں کہا "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہاری جگہ تہذیب ہوتی تو کتنے والہانہ انداز میں کیتھی سے ملتی؟"

"میں ... میں جانتی ہوں" کمنیا نے بے بسی سے کہا "لیکن کیا کروں، منصوبہ ناکام ہونے کے تصور نے مجھے مضطرب کر دیا تھا۔"

"تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گی" میں نے دانت پیس کر کہا "کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اگر کیتھی براؤن یا جنرل نیرس پر ہماری اصلیت ظاہر ہو گئی تو نیرس محل ہمارے لئے چوہے دان بن جائے گا؟"

"مجھے اندازہ ہے" کمنیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "آئندہ میں ان لوگوں کے سامنے نارمل رہنے کی کوشش کروں گی۔"

"تم نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ شاید موشے ہارورڈ نے تمہیں میرے ساتھ بھیج کر غلطی کی ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"کہہ تو دیا آئندہ محتاط رہوں گی" کمنیا الجھ گئی "اب کیوں ناراض ہو رہے ہو؟"

"تمہاری نادانی پر میرا خون کھول رہا ہے" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "آخر موشے ہارورڈ نے کیا سوچ کر تمہاری تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے تھے؟"

"اوہو، تم تو بہت زیادہ ناراض ہو گئے" کمنیا نے کہا اور میرے نزدیک آ کر میری گردن میں اپنی مرمریں بانہیں حمائل کر دیں۔

"ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے" میں نے اس کے نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا "خواہ شہزادہ صائم ہمارے ہاتھوں سے بچ کر ہی کیوں نہ جائے لیکن ہماری شخصیتیں راز میں ہی رہنی چاہئیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! میں پہلے ہی اپنی غلطی کا اعتراف کر چکی ہوں لیکن تمہاری ذہانت سے مجھے توقع ہے کہ تم کوئی نہ کوئی راہ ضرور نکال لو گے۔"

"جنرل نیرس نے جو انتظامات کئے ہیں ان کے پیش نظر تو کوئی موثر منصوبہ بنانا ممکن نظر نہیں آتا۔ خود کو ظاہر کئے بغیر شہزادہ صائم کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

"تو کیا وزرائے خارجہ کی یہ کانفرنس کامیاب ہو جائے گی؟" کمنیا نے مجھ سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں بھی تشویش تھی۔

"اس کانفرنس کے کامیاب انعقاد کا لازمی مطلب عظیم تر اسرائیل کے قیام کی راہ میں رکاوٹ ہو گا" کمنیا نے کہا پھر اچانک چونک کر بولی "یہاں ڈکٹافون تو پوشیدہ نہیں ہوں گے؟"

"ویسے تو تم لوگوں کی معلومات بڑی وسیع ہیں لیکن بعض اوقات تم بڑی کم عقلی پر مبنی بات کر جاتی ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" کمنیا بڑبڑائی "جنرل اور کیتھی تمہارے جاں نثاروں میں سے ہیں، ان سے اس قسم کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

"اگر یہاں ڈکٹافون پوشیدہ ہوتا تب بھی ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے کہ میرے پاس بریف کیس کی شکل میں ڈسٹربنگ ڈیوائس موجود ہے۔"

"اوہ واقعی!" کمنیا نے چونک کر کہا "اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

"اب تو ہمیں اپنی توجہ کوئی ایسا منصوبہ بنانے پر مرکوز کرنی ہے جس پر عمل کر کے شہزادہ صائم کا کام تمام کیا جا سکے۔"

"اس کا کام تمام کرنا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے علی! اصل بات تو یہ ہے کہ اس پر کانفرنس ہال میں حملہ کیا جاتا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ اس معاملے میں کیوں نہ موشے ہارورڈ سے مشورہ کر لیا جائے۔"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے علی! لیکن اس سے قبل ڈیوڈ ریان سے رابطہ قائم کر لو۔ ممکن ہے وہ کوئی مفید اور کام کی بات بتا سکے؟"

اس روز سہ پہر کے وقت ہم ڈیوڈ ریان کے پاس پہنچ گئے۔ کیتھی براؤن اور جنرل نیرس سے اجازت حاصل کرنا دشوار ہو رہا تھا مگر میں نے کسی نہ کسی طرح ان سے ایک گھنٹے کی اجازت لے ہی لی تھی۔

"جی مسٹر علی!" ڈیوڈ ریان نے ہمیں اپنے آفس میں بٹھاتے ہوئے کہا "کسی مشکل کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا؟"

میں نے کمنیا کی طرف دیکھا اور اس نے میرا اشارہ پا کے گراموفون کے ریکارڈ کی طرح بولنا شروع کر دیا۔ ڈیوڈ ریان حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"بڑی تشویش ناک باتیں بتا رہی ہو، ایسی صورت حال میں بھلا میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں؟"

"میرا خیال تو پہلے بھی یہی تھا کہ معاملہ براہ راست موشے ہارورڈ کے گوش گزار کر دیا جائے اور پھر ان سے اس سلسلے میں کوئی مشورہ طلب کیا جائے۔"

"بہت مناسب خیال ہے جناب!" ڈیوڈ ریان نے کہا "میرے ساتھ آیئے، میں موشے ہارورڈ سے آپ کی بات کرائے دیتا ہوں۔"

وہ مجھے اور کمنیا کو اپنے آفس سے ملحق ایک کمرے میں لایا جہاں ایک طاقت ور ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ چند لمحوں کے اندر اندر ڈیوڈ ریان، ربنڈل سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"کیا بات ہے ڈیوڈ؟" دوسری طرف سے ربنڈل کی سخت آواز سنائی دی "تم نے اس وقت مجھ سے کیوں رابطہ قائم کیا ہے؟"

"مسٹر علی آپ سے کوئی اہم بات کرنا چاہتے ہیں" ڈیوڈ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، علی سے بات کراؤ" میرا نام سن کر ربنڈل کی آواز اچانک ہی نرم پڑ گئی تھی۔

"مجھے افسوس ہے موشے ہارورڈ کہ میرے پاس آپ کو سنانے کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں ہے" میں نے کہا۔

"بر رامت کرو علی!" ربنڈل کی آواز میں بے پناہ سکون تھا "میں بری سے بری خبر سننے کے لئے بھی تیار رہوں۔"

"جنرل نیرس نے اس قدر مکمل حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں، جو مجھے تو ناقابل شکست نظر آتے ہیں، کمنیا اور ڈیوڈ ریان کا بھی یہی خیال ہے۔ اب مجھے تمہارا مشورہ درکار ہے۔"

"کوئی بات نہیں علی!" ربنڈل نے کہا "مجھے حفاظتی انتظامات کی تفصیلات بتاؤ، تبھی میں کوئی مشورہ دے سکوں گا۔"

"سب سے زیادہ تشویش ناک بات یہ ہے کہ اس نے کانفرنس ہال میں ایسے آلات نصب کرا دیئے ہیں جو ہتھیاروں کی نشان دہی کریں گے اور ایسے آلات بھی ہیں جو ڈسٹربنگ ڈیوائس کا سراغ بھی لگا لیں گے۔"

"تمہاری پریشانی کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی علی!" ربنڈل کی آواز آئی "لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ موقع پا کر تم ان آلات کو بے کار بنا دو؟"

"اگر ایسا ممکن ہوتا تو تمہیں زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے کہا "میں خود ہی یہ کام نہ کر گزرتا۔"

"بہرحال یہ بات حیران کن ہے کہ جنرل نیرس کے پاس ایسے آلات کہاں سے آ گئے، ایسے آلات تو ہمارے پاس بھی نہیں ہیں۔"

"اس کا کہنا ہے کہ یہ آلات اس نے خصوصی طور پر گونے مل کے سائنس دانوں سے فرمائش کر کے تیار کرائے ہیں۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب گونے مل کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا۔"

"وہ بعد میں سوچنا، اس وقت تو یہ مسئلہ اہم ہے کہ کیا اس صورت حال کا کوئی توڑ ہے؟"

"مجھے افسوس ہے علی! فوری طور پر تو ہمارے پاس کوئی توڑ نہیں ہے لیکن اس سلسلے میں کوشش کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے مجھے اپنے سائنس دانوں سے بات کرنی پڑے گی۔"

"جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کریں موشے ہارورڈ!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "اگر اس کا کوئی توڑ جلد از جلد تیار ہو سکے تو اچھا ہے۔ اس لئے کہ مجھے بھی کام کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہو گا۔"

"ٹھیک ہے علی! تم انتظار کرو، میں آدھے گھنٹے کے اندر تم سے رابطہ کرتا ہوں" ربنڈل نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"بڑی بات تو یہ ہے مسٹر علی کہ گونے مل کے سائنس دانوں سے اتنی بڑی توقع نہیں کی جا سکتی" ڈیوڈ ریان نے کہا

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جنرل نیرس نے آپ سے بلف کیا ہو؟"

"بچوں کی سی باتیں مت کرو ڈیوڈ!" کمنا نے منہ بگاڑ کر کہا "کیا تمہیں گوئٹے مل کی آب و ہوا راس نہیں آئی۔ جنرل نیرس کو بھلا علی یار خان سے بلف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ڈیوڈ جھینپ گیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ روانی میں اس کے منہ سے ایک انتہائی غلط بات نکل گئی ہے۔

"میں آپ لوگوں کے لئے کافی منگاتا ہوں" اس نے اپنی جھینپ مٹانے کے لئے موضوع بدلنے کی کوشش کی اور پھر خود ہی اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"ڈیوڈ ریان کو میں ایک بہت ذہین آدمی کی حیثیت سے جانتی ہوں" کمنا نے کہا "لیکن تم نے سنا اس نے اس وقت کس قدر احمقانہ بات کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوئٹے مل کی آب و ہوا نے اس کی ذہانت کو زنگ لگا دیا ہے۔"

"یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بعض اوقات ذہین آدمی کے منہ سے بھی کوئی احمقانہ بات نکل سکتی ہے۔ اور پھر کیا ضروری ہے کہ وہ میرے اور جنرل نیرس کے تعلقات کی نوعیت سے بھی پوری طرح واقف ہو۔"

ڈیوڈ ایک بیرے کے ساتھ واپس آیا جو ہمارے سامنے کافی پاٹ اور پیالیاں رکھ کر واپس چلا گیا۔

"سنا تو یہی گیا ہے کہ جنرل نیرس اور مسٹر علی کے تعلقات مثالی نوعیت کے تھے" ڈیوڈ ریان نے کافی بناتے ہوئے کہا "لیکن بعض اوقات جب آدمی کوئی بات چھپانا چاہتا ہے تو اپنے قریب ترین آدمی سے بھی چھپا لیتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مسٹر ڈیوڈ!" کمنا کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا "انسانی رویے کے بارے میں کوئی بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی لیکن جنرل نیرس نے ہم سے غلط بیانی نہیں کی ہے۔"

کمنا خاموش رہی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ میں ڈیوڈ سے بحث میں نہیں الجھنا چاہتا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ رینڈل نے رابطہ قائم کیا تھا۔

"کیمیکل بم استعمال کرنا ہو گا علی!" رینڈل کہہ رہا تھا "یہ مخصوص قسم کے کیمیکل بم ہیں جن کا خول پلاسٹک کا ہے اور تم انہیں ایک طرح سے ٹائم بم بھی کہہ سکتے ہو۔ اس لئے کہ ان میں ٹائمر بھی نصب ہوتا ہے۔ وقت معینہ پر ان کے اندر کیمیکل ری ایکشن شروع ہو جاتا ہے اور ان میں سے گیس خارج ہونے لگتی ہے۔ میں تمہارے لئے ایسے بم بھجوا دوں گا جو انتہائی مہلک گیس خارج کریں گے اور چند لمحوں کے اندر اندر کسی بھی جاندار کو ہلاک کر سکیں گے۔"

"تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے ہی بم میرے حوالے کر دیتے۔ مجھے خوار تخواہ ذہنی کوفت اٹھانا پڑی" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

رینڈل ہنسا "تم غلط سمجھ رہے ہو علی! اگر پہلے اس قسم کے بم ہمارے پاس ہوتے تو ہم ضرور تمہارے حوالے کر دیتے لیکن یہ تو تازہ ترین نظریہ ہے جس پر کام شروع کیا گیا ہے۔"

"جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کے بارے میں تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہمارے پاس بہترین دماغ موجود ہیں۔ جب میں نے ان کے سامنے موجودہ مسئلہ رکھا تو ان میں سے ایک نے یہ نظریہ پیش کیا اور دوسرے اس سے فوراً ہی متفق بھی ہو گئے۔ انہیں یقین ہے کہ اس میں ناکامی کا ایک فیصد بھی امکان نہیں ہے اس لئے کہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اور یہ بہت سادہ طریقے سے کام کرنے والا بم ہو گا جس سے کوئی دھماکا نہیں ہو گا۔ کوئی ٹوٹ پھوٹ نہیں ہو گی۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا اور نہایت خاموشی سے آدمی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔"

"تو پھر یہ بم مجھے کب تک مل جائیں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ کل شام تک" رینڈل نے کہا "کل شام کو اسی وقت تم ڈیوڈ سے بم حاصل کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے مونٹے ہاورڈ!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میری انتہائی کوشش ہو گی کہ میں اسے محفوظ طریقے سے کانفرنس ہال میں چھپا دوں۔"

"میں تمہاری کامیابی کے لئے دعا گو ہوں علی!" رینڈل نے کہا "تمہیں جب بھی ضرورت پڑے مجھے زحمت دے سکتے ہو۔"

"تہذیب اور بڈ کس حال میں ہیں مونٹے ہاورڈ!" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"انہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہے اور نہ ہو گی" اس مہم کے بعد تم ان سے ملاقات کر سکو گے۔"

"ان دونوں کے بغیر میں خود کو ادھورا محسوس کرتا ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہوتے تو میں یہ کام بڑی آسانی سے کر سکتا تھا۔"

"تم خود سمجھ سکتے ہو علی کہ ہم اپنا راز افشا کر کے خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کر سکتا ہے۔"

"یہ بات تم زیادہ سے زیادہ بڈ کے بارے میں کہہ سکتے ہو۔ تہذیب کی طرف سے ہر وقت خطرہ ہی لگا رہے گا اور اگر ہم نے بڈ کو بھیج دیا تو تہذیب اکیلی رہ جائے گی۔"

"نہیں مونٹے ہاورڈ!" میں نے تیزی سے کہا "بڈ کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں کی طرف سے خطرہ ٹل جائے۔"

"تم اس مہم سے فارغ ہو جاؤ پھر ہم اس مسئلے پر گفتگو کریں گے" رینڈل نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

"کیا تمہارے آدمیوں میں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکتا جو بڈ کا متبادل ثابت ہو سکے" میں نے ڈیوڈ سے کہا۔

"میں نے تو پوری لسٹ آپ کے حوالے کر دی تھی مسٹر علی! اور میرے خیال میں ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے۔"

"کچھ ایسے لوگ بھی تو ہوں گے جو گوئٹے مل کے مختلف علاقوں میں سرگرم عمل ہوں گے۔"

"نہیں مسٹر علی! فی الوقت ہم نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ وزرائے خارجہ کانفرنس کے انعقاد کے بعد ہم دوبارہ سرگرم عمل ہوں گے۔"

"خیر میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ ریان بھی ہمارے ساتھ ہی اٹھا "چلئے میں آپ کو نیچے تک چھوڑ آؤں۔"

"ہمارے ساتھ تمہارا زیادہ منظر عام پر آنا ٹھیک نہیں ہے" کمنا نے کہا۔

"آپ لوگ اسٹیٹ کے مہمان ہیں "ہمارے ہوٹل میں ٹھہر چکے ہیں۔ اگر میں آپ کو کار تک چھوڑنے نہ جاؤں تو ہوٹل کی انتظامیہ میرے خلاف کارروائی بھی کر سکتی ہے۔"

"ڈیوڈ ٹھیک کہہ رہا ہے کمنا! اسے اپنی ذمے داریاں پوری کرنے دو۔"

ڈیوڈ ہمیں پارکنگ تک چھوڑنے آیا۔ وہ بہت الرٹ نظر آ رہا تھا اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے ہمارا باڈی گارڈ ہو۔

"تم بہت فرض شناس ملازم ہو ڈیوڈ!" میں نے کار اسٹارٹ کرتے وقت مسکرا کر کہا "مجھے امید ہے کہ تم بہت ترقی کرو گے۔"

ڈیوڈ جواب میں بڑے ادب سے جھکا اور مسکرا کر بولا "کل شام کو اسی وقت ملاقات ہو گی جناب!"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شام کے پانچ بج چکے تھے مگر گوئٹے مل کے موسم میں ابھی تک افریقہ کے آگ برساتے ہوئے سورج کی تمازت موجود تھی۔ ایئرکنڈیشنڈ کار کی اگلی نشست پر کمنا میرے برابر بیٹھی تھی۔

"گزشتہ کئی روز سے میں ایک ہی بات سوچ رہی ہوں علی!" اچانک کمنا نے کہا "اور وہ یہ کہ اگر تم ان راہوں پر نہ آئے ہوتے تو بہت بڑے آدمی ہوتے۔"

"واہ" میں نے بڑی حیرت سے کہا "کیا اب تم مجھے چھوٹا آدمی سمجھتی ہو؟"

"میرا مطلب تھا کہ تم بہت کامیاب آدمی ہوتے ' بے انتہا دولت مند۔"

"دولت مند تو میں اب بھی ہوں کمنا! مجھے تمہاری محبت کی دولت میسر ہے میں خود کو بہت خوش قسمت تصور کرتا ہوں۔"

"خوش قسمت تو تم ہو" کمنا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری طرف مائل ہوں۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "تم میری خوش قسمتی کی وجہ سے میری طرف مائل ہو۔"

"کیا یہ ضروری تھا کہ تم اتنی پرخطر زندگی کی طرف آتے؟" کمنا نے افسردگی سے کہا "اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اب بھی پرسکون زندگی کی طرف لوٹ جاؤ۔"

"سکون تو اسی وقت میسر آتا ہے کمنا جب آدمی کسی نظریئے کے لئے کام کرے۔ بے مقصد زندگی بھی کوئی زندگی ہوتی ہے؟"

"کون جانے علی کہ آدمی جس نظریئے کے لئے کام کر رہا ہے وہ صحیح بھی ہے کہ نہیں۔"

"جو شخص اتنی قوت تجزیہ سے بھی محروم ہو اسے زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔"

"تم اپنی ہی مثال لے لو کل تک تم جس نظریئے کے حامی تھے آج اس کے برعکس نظریئے کے لئے سرگرم عمل ہو۔"

"غلطی ہو سکتی ہے کمنا! کسی سے بھی ہو سکتی ہے لیکن جب کسی کو اپنی غلطی کا علم ہو جائے تو اس کا ازالہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ دنیا میں اربوں افراد بغیر کسی نظریئے کے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

وہ بس پیدا ہو گئے اس لئے جی رہے ہیں۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ جو آدمی اس لئے گزارے کہ بس اسے زندگی گزارنی ہے۔"

"ابھی تمہاری عمر بھی زیادہ نہیں ہے علی! میری بات مانو اور بقیہ زندگی سکون سے گزار دو۔"

"اچھا" میں نے شگفتہ انداز میں کہا "اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

کمنا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم جوابی کارروائی کرو۔ میرا تمہارا کیا مقابلہ۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو' کسی کے پابند نہیں ہو' تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو کام کرو چاہو تو نہ کرو۔"

میں نے کار کا رخ تبدیل کر دیا۔ گفتگو بہت اہم موڑ پر آ گئی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ ابھی یہ گفتگو جاری رہے۔ کمنا جس موڈ میں تھی' معلوم نہیں دوبارہ اس موڈ میں آتی یا نہ آتی۔ کار نیرس شہر سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

"میں ایک الجھن میں مبتلا ہوں' کمنا! کیا تم وہ الجھن دور کرنے میں میری مدد کرو گی؟"

"ہاں' کہو کیا بات ہے" کمنا نے چونک کر کہا "اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور تمہاری مدد کروں گی۔"

"طوفانی رات جو شخص میرے کاٹیج میں گھسا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ جب جزیرہ اس قدر محفوظ ہے تو......"

"میں خود بھی اس بارے میں غور کرتی رہی ہوں" کمنا نے کہا "لیکن میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا' موشے ہاورڈ کا رویہ بھی اس معاملے میں غیر معمولی ہے۔"

"تم نے اس شخص کی تصویر دیکھی تھی۔ کیا تم اسے پہچانتی ہو؟" میں نے کہا۔

کمنا نے نفی میں سر ہلا دیا "نہیں' اس شخص کو میں نے کبھی نہیں دیکھا' حالاں کہ میں اس جزیرے پر کام کرنے والے ہر شخص کو پہچانتی ہوں۔"

"اس نے کہا تھا کہ موشے ہاورڈ لوگوں سے جبراً کام کرا رہا ہے۔ موشے ہاورڈ نے اس بات کی تردید کر دی تھی اور تم نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اس وقت تمہاری گفتگو سے کیا تاثر ملتا ہے جیسے تم بھی جبراً اس کے لئے کام کر رہی ہو۔"

"تم تو مجھے مروا دو گے علی!" کمنا نے بوکھلا کر کہا "میں نے یہ کب کہا ہے کہ مجھ سے میری مرضی کے خلاف کام لیا جا رہا ہے۔"

"تم نے جو باتیں کی ہیں ان سے اس کے علاوہ کوئی تاثر لیا ہی نہیں جا سکتا۔"

"دنیا کا ہر یہودی عظیم تر اسرائیل کے لئے اپنی بساط سے کام کرنے کے لئے مجبور ہے علی" کمنا نے کہا "یہ ایک قسم کی اخلاقی پابندی ہے جو ہم نے خود اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے۔ دولت مند لوگ عملاً حصہ نہیں لیتے تو مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔ کیا تم یقین کرو گے کہ ان کی دولت کا نصف یا اس سے بھی زائد اس مد میں صرف ہو جاتا ہے اور جو دولت مند نہیں ہیں وہ اپنی صلاحیتیں اس مشن کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ اس کے عوض معقول معاوضہ بھی مل جاتا ہے اور کسی حادثے کی صورت میں ورثا کو بے سہارا بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ تو یہ مجبوری ہماری ذاتی مجبوری ہے۔ کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔"

"حیرت ہے! پھر اس شخص کو ایسا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی جس کا کوئی سر پیر بھی نہیں ہے" میں بڑبڑایا۔

"تم کیوں اس الجھن میں گرفتار ہوتے ہو' تم تو اس سے صحیح سلامت نکل آئے اور اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو' کمنا! ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کیا گیا ہے اور اب میں اسرائیل کی حمایت میں کام کر رہا ہوں اور وہ شخص جو اس حقیقت سے واقف ہے وہ آزاد گھوم رہا ہے تو کیا میں سکون کی نیند سو سکتا ہوں۔ میرے سر پر تو تلوار لٹک رہی ہے۔ معلوم نہیں وہ شخص کب یہ راز افشا کر دے۔ مجھے بتاؤ اگر ایسا ہو گیا تو میری کیا پوزیشن ہو گی؟"

"تمہارے خدشات بجا ہیں مگر یہ معاملہ اتنا پراسرار ہے کہ کسی صورت حلق سے نہیں اتر رہا۔ آخر وہ شخص کون تھا' اس طوفانی رات میں تمہارے کاٹیج تک اس کی رسائی کیسے ہوئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے تم پر کئے گئے عمل کے بارے میں کس طرح علم ہوا جبکہ یہ بات عام بھی نہیں ہے؟"

"اس نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر بات کی تھی۔ یہ بھی کہ شخصیت کی تبدیلی کا عمل مجھ پر کارگر نہیں ہوا ہے اور یہ بات موشے ہاورڈ کے تحت کام کرنے والے افراد کے علم میں بھی ہے۔"

"اس کی تمام باتیں جھوٹ نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو سب سے پہلے میرے علم میں آتی۔ بل فائٹ کے مقابلے کے بعد تمہارے جو چیک اپ ہوئے تھے اس میں یہ چیز بھی چیک کی گئی تھی۔"

میں چونک پڑا "اوہ' لیکن اس وقت تو مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی تھی۔"

"تم کسی سے اس بات کا تذکرہ مت کرنا" کمنا کے لہجے میں خوف تھا "میرے منہ سے یہ بات غلطی سے نکل گئی ورنہ موشے ہاورڈ نے ہمیں یہ بات ظاہر کرنے سے منع کر دیا تھا۔"

"میں ایسی کوئی بات ظاہر نہیں کر سکتا' کمنا! جس سے تمہیں نقصان پہنچنے کا ذرا سا بھی احتمال ہو۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں علی کہ تم مجھے اتنی اہمیت دیتے ہو" کمنا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تمہیں اہمیت دیتا نہیں ہوں' کمنا! بلکہ تمہاری اہمیت ہے اور میں تمہارے معاملے میں خود کو بالکل بے بس محسوس کرتا ہوں۔"

ہم اس وقت گوٹے بل کی ایک بڑی شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب گاڑی واپس موڑ لینی چاہئے۔ تبھی براؤن اور جنرل نیرس ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اگر ہم پرائیویٹ نمبر پلیٹ والی کار میں سوار نہ ہوتے تو اتنی آزادی سے سفر نہیں کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود ہم لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ گوٹے بل میں اتنی شاندار کاریں شاذ و نادر ہی تھیں۔

اور پھر وہ قیمتی کار تباہ ہو گئی۔ اسی شاہراہ کے ایک سگنل سے گزرتے وقت مخالف سمت سے آنے والی ایک تیز رفتار کار سگنل توڑتی ہوئی آئی اور عین چوراہے کے وسط میں وہ کار بائیں رخ سے میری کار کے اگلے حصے سے ٹکرائی۔ میں نے فل بریک لگا کر اس تصادم سے بچنے کی کوشش کی تھی وہ بس اسی حد تک کامیاب ہو سکی کہ کمنا بچ گئی۔ میں نے بریک نہ لگائے ہوتے تو کار کے اگلے حصے کے بجائے وہ حصہ زد میں آتا جہاں کمنا بیٹھی تھی اور ٹکر جتنی شدت سے ہوئی تھی اس کے پیش نظر کمنا کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

تصادم کے نتیجے میں ایک زوردار دھماکا ہوا اور چاروں طرف کاروں کے بریک چرچرانے کی صدائیں گونجنے لگیں۔ ناگہانی بریک لگنے سے کار کو جو جھٹکا لگا تھا اس کے نتیجے میں کمنا کا سر پورے زور سے ونڈ اسکرین سے ٹکرایا تھا اور اس کے فوراً بعد جو تصادم ہوا اس سے میری کار چوک کے وسط میں بنے ٹریفک سگنل کے چبوترے سے ٹکرائی اور کمنا اچھل کر میری گود میں آ پڑی جبکہ دوسری کار کسی کھلونے کی مانند قلابازیاں کھانے لگی تھی۔ مخالف سمت فٹ پاتھ پر چڑھنے کے بعد [illegible]

زخمی تھی۔

چاروں طرف سے راہگیر دوڑ پڑے تھے۔ ٹریفک بالکل جام ہو کر رہ گیا تھا۔ مجھے تو خیر معمولی سے دھچکے لگے تھے البتہ کمنا کے ذرا زیادہ چوٹیں آئی تھیں اور وہ بے ہوش بھی ہو گئی تھی۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹایا اور احتیاط سے سیٹ پر لٹا دیا۔ اسی اثنا میں ٹریفک کانسٹیبل کار کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"آپ کی ساتھی زخمی ہو گئی ہیں جناب!" اس نے کار کے اندر جھانکتے ہوئے کہا "ایمبولینس کے لئے فون کر دیا گیا ہے جناب اور ایمبولینس کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والی ہو گی' آپ کے تو زیادہ چوٹیں نہیں آئیں؟"

"نہیں" میں نے دروازہ کھول کر کار سے باہر نکلتے ہوئے کہا "دوسری کار کے ڈرائیور کا کیا بنا؟"

"بہت بری طرح سے زخمی ہوا ہے جناب! اسے کسی طرح سے کھینچ کھانچ کر کار سے باہر تو نکال لیا گیا ہے مگر شاید ہی بچ سکے۔"

کانسٹیبل کا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی ایمبولینس کے سائرن کی آواز سنائی دی۔ ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے ایمبولینس کو جائے حادثہ تک پہنچنے میں کسی قدر دشواری پیش آئی تھی۔ پھر دونوں زخمیوں یعنی دوسری کار کے ڈرائیور اور کمنا کو بڑی تیزی سے ایمبولینس میں منتقل کر دیا گیا۔ میں بھی جھپٹ کر ایمبولینس کے عقبی حصے میں گھس گیا تھا۔ دوسری کار کا ڈرائیور واقعی بہت بری طرح زخمی ہوا تھا۔ اس کی سانسیں بھی ٹوٹ رہی تھیں۔ ایمبولینس کے عقبی حصے میں موجود ڈاکٹر نے زخمی ڈرائیور کے پلازما کی ڈرپ لگا دی تھی اور ایک انجکشن بھی دیا تھا پھر وہ کمنا کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اس کی حالت تشویش ناک نہیں ہے" میں نے کہا "بس اسے معمولی سی مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

"مجھے اپنا فرض پورا کرنے دیجئے" ڈاکٹر نے بڑی بے رخی سے کہا اور کمنا کا معائنہ کرنے لگا۔

"یہ صدمے سے بے ہوش ہو گئی ہیں" ڈاکٹر نے سر اٹھاتے ہوئے کہا "سر کی چوٹ معمولی نوعیت کی ہے' انہیں اسپتال میں رکنا نہیں پڑے گا۔"

میں نے دوسری کار کے ڈرائیور کو غور سے دیکھا جو اسٹریچر پر پڑا تھا۔ اس کی عمر بمشکل اٹھائیس برس رہی ہو گی۔ معلوم نہیں وہ اتنی تیز رفتاری سے کیوں ڈرائیو کر رہا تھا۔

ایمبولینس سرکاری اسپتال کی تھی جو سیدھی شعبہ

حادثات کے باہر جاکر رکی اور مستعد وارڈ بوائے دونوں زخمیوں کو بڑی پھرتی سے اسٹریچروں پر ڈال کر شعبہ حادثات میں لے گئے۔ کمنا کو جلد ہی ہوش آگیا تھا۔ اس کے سر پر معمولی سی بینڈیج کی گئی تھی جبکہ دوسری کار کے ڈرائیور کو طبی امداد دینے کا عمل اب تک جاری تھا۔

ڈاکٹروں نے کمنا کو چونکہ جانے کی اجازت دے دی تھی اس لئے ہم دونوں شعبہ حادثات سے باہر نکل آئے۔ ابھی ہم اسپتال کی راہداری میں ہی تھے کہ عقب سے کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ذرا ایک منٹ بات سنئے گا جناب!" میں نے ایک نرم آواز سنی مگر میں بڑے جارحانہ انداز میں پلٹا۔ چھو کر متوجہ کرنے کا عمل انتہائی غیر اخلاقی ہوتا ہے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔ میرا مخاطب درمیانہ قد کا مالک ایک سیاہ فام نوجوان تھا۔

"حادثہ آپ ہی کی کار کو پیش آیا تھا جناب؟" اس نے بڑے شائستہ لہجے میں کہا' سوال اس نے مجھ سے کیا تھا مگر اس کی نظریں کمنا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"ہاں" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیا آپ دونوں حضرات ذرا دیر کے لئے میرے ساتھ چلنے کی زحمت کریں گے؟"

"نہیں" میں نے صفائی سے کہا اور کمنا کا ہاتھ پکڑ کر اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"مجھ سے عدم تعاون کا مظاہرہ کرکے آپ اپنی مشکلات میں اضافہ کریں گے' بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ چلے چلیں۔"

"جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو' میں تم سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرسکوں گا۔"

اس نے جیب میں سے اپنا پرس نکالا اور اسے کھول کر میری طرف بڑھادیا جہاں اس کا شناختی کارڈ نظر آرہا تھا۔ اس کا تعلق سی آئی ڈی سے تھا۔

"اوہ" میں نے مسکرا کر کہا "چلو کہاں چلنا ہے' میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔"

وہ مجھے اسپتال میں ہی واقع ایک چھوٹے سے کمرے میں لایا۔ کمرے میں رکھے ہوئے سازوسامان سے ہی ظاہر ہورہا تھا کہ وہ رپورٹنگ سینٹر ہے۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ دونوں مقامی باشندے نہیں ہیں" اس نے ہمیں کرسیوں پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے سارجنٹ!" میں نے مسکرا کر کہا "ہم مقامی باشندے نہیں ہیں۔"

"پاسپورٹ دکھایئے" اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پاسپورٹ!" میں نے حیرت سے کہا "وہ تو اس وقت ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔"

"کیوں نہیں ہیں؟" اس نے خشک لہجے میں کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ غیر ملکیوں کا بغیر پاسپورٹ گھومنا جرم ہے؟"

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھے تو یہ بات معلوم نہیں ہے۔"

"آپ کے خلاف مقدمہ درج ہوگا۔ آپ لوگ قانون شکنی کے مرتکب ہوئے ہیں" اس نے ایک رجسٹر کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے" کمنا نے غصیلے لہجے میں کہا "میں زخمی ہوں' مجھ سے ہمدردی کرنے کے بجائے تم ہم کو ہراساں کرنے کی کوشش کررہے ہو۔"

"کوشش نہیں کررہا ہوں خاتون! بلکہ مجھے آپ پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا بھی شبہ ہے' جائے وقوعہ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے سگنل توڑا تھا جس سے یہ حادثہ رونما ہوا ہے۔"

"اگر ہم نے سگنل توڑا تھا تو ڈیوٹی پر موجود کانسٹیبل نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس نے آپ لوگوں کو کب چھوڑا۔ آپ لوگ تو وہاں سے فرار ہوگئے تھے آپ کے خلاف رپورٹ درج کرائی جاچکی ہے۔"

میں بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا "کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اگر تم ہمارے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرو گے تو ہمارے ملک کا سفارت خانہ خاموش نہیں رہے گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے" اس نے بے پروائی سے کہا "فی الحال تو تمہیں لاک اپ میں ڈال دیا جائے گا۔ اخبارات میں تمہاری تصویریں چھپیں گی تو پتا چلے گا۔"

میرا خون کھولنے لگا تھا جبکہ کمنا غصے میں آپے سے باہر ہوگئی تھی۔

"تم انہیں بتاتے کیوں نہیں کہ ہم کون ہیں؟" اس نے غصیلے لہجے میں مجھ سے کہا۔

میں نے اس سے پرسکون رہنے کو کہا اور سارجنٹ سے بولا "دیکھو ہم شریف لوگ ہیں' ہمیں لاک اپ میں مت ڈالنا۔"

میری بات سن کر وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس نے کوئی بڑا معرکہ جیت لیا ہو۔

"تم تین عدد قانون شکنیوں کے مرتکب ہوئے ہو۔ تمہارے خلاف پرچہ ضرور کٹے گا۔"

"مجھے اجازت دو کہ میں اپنے سفارت خانے کو مطلع کروں" میں نے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"خبردار" اس نے میز پر سے رول اٹھاتے ہوئے کہا "یہاں کی کسی بھی چیز کو بلا اجازت ہاتھ مت لگانا۔"

میں نے ہاتھ پیچھے ہٹالیا "میں سمجھ نہیں سکا کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پر تمہیں سزا دلوائی جائے۔"

"ہم لوگ مجرم نہیں ہیں سارجنٹ! مجرم پہلے اپنا تحفظ کرتے ہیں پھر کوئی قدم اٹھاتے ہیں' کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

اس نے سر کو نفی میں جنبش دی "یہ فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہے کہ تم مجرم ہو یا بے قصور۔ میں تو تمہارے خلاف رپورٹ درج کررہا ہوں' اپنے نام بتاؤ۔"

"سنو" میں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "کیا بچت کی کوئی صورت نہیں ہے۔"

"سوچ سمجھ کر گفتگو کرو مسٹر!" اس نے بڑے جلال سے کہا "اگر تمہارے منہ سے کوئی غیر ذمہ دارانہ بات نکلی تو ایک اور چارج لگ جائے گا۔"

"اگر واقعی کوئی صورت نہیں ہے تو پھر رپورٹ ہی درج کرلو" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں تو چاہ رہا تھا کہ ایسی صورت نکل آئے جس میں ہم دونوں کا فائدہ ہوجائے۔"

"دونوں کا فائدہ" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آخر تمہارے ذہن میں کیا صورت ہے۔"

"دیکھو یہ تو تم جانتے ہو کہ ہم مجرم نہیں ہیں۔ ہم صرف بے جا زحمتوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اگر تم ہم سے کوئی سودا کرلو۔"

"میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا" اس کا لہجہ اچانک سخت ہوگیا "تم نہیں مانے' اب مجھے رشوت کی پیشکش کرکے آخر کار تم نے خود کو مشکل میں پھنسا لیا۔"

"تمہاری مرضی' جتنے چاہو مقدمات بنا ڈالو لیکن ہمارے خلاف مقدمات بنا کے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔"

وہ مجھ سے رشوت لینے کے چکر میں بھی تھا مگر اس کا حوصلہ بھی نہیں ہورہا تھا لیکن جب میں نے ذرا سی بے پروائی کا مظاہرہ کیا تو اسے اپنا نقصان ہوتا نظر آیا اور اس نے کہا "دیکھو تم دونوں غیر ملکی ہو' ہم لوگ غیر ملکیوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تمہارے خلاف بہت سنگین الزامات ہیں' اگر ایک بار رپورٹ درج کردی گئی تو تم ملک سے باہر بھی نہیں نکل سکو گے۔"

"اگر تم کوئی صورت نکال لو تو میں تمہارا شکرگزار رہوں گا" میں نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"ہوں" اس نے بال پین کا سرا ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا "کیا دے سکو گے؟"

"ہم سیاح لوگ ہیں' ہمارے پاس زیادہ رقم تو ہوتی نہیں اور پھر ابھی کار کا نقصان بھی پورا کرنا ہے۔"

"تو میرا درد سر نہیں ہے" اس نے بڑی بے نیازی سے کہا "مجھ سے تو صرف کام کی بات کرو۔"

"وہی کررہا ہوں جناب! لیکن میں اندازہ نہیں کرسکتا کہ اس معاملے سے جان چھڑانے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"دو ہزار امریکن ڈالر" اس نے کہا اور کمنا اچھل پڑی۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا' ہمارے خلاف جھوٹے چارج لگا کر ہمیں لوٹ رہے ہو۔"

"اپنی ساتھی کو سمجھایئے جناب! ان کی باتیں آپ کی مشکلات میں اضافے کا باعث ہوسکتی ہیں۔"

"لیکن جو رقم تم نے طلب کی ہے وہ واقعی بہت زیادہ ہے" میں نے نرمی سے کہا "اتنی رقم تو ہمارے پاس نکلے گی بھی نہیں۔"

"الزامات بہت سنگین ہیں لیکن خیر! تم یہ بتاؤ کہ کتنے دے سکتے ہو؟"

"زیادہ سے زیادہ دو سو ڈالر" میں نے کہا "اس کے نتیجے میں بھی میں کنگال ہوجاؤں گا۔"

سارجنٹ نے ایک نگاہ کمرے کے بند دروازے کی طرف ڈالی اور اپنا اضطراب چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ تو بہت کم ہے لیکن تم چونکہ غیر ملکی ہو اور تم نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی اس لئے میں تم سے یہ حقیر سی رقم قبول کررہا ہوں۔ لاؤ جلدی سے رقم نکالو" جملہ ختم کرتے کرتے اس کے لئے اپنی بے چینی چھپانا بھی مشکل ہوگیا تھا۔

فون خود جنرل نیرس نے اٹھایا اور میری آواز سنتے ہی بولا "تم کہاں ہو علی! حادثے کی خبر سن کر تو میں بے حد پریشان ہو گیا تھا۔"

"ابھی میں اسپتال ہی میں ہوں جنرل! گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں خیریت سے ہیں۔"

"میں گاڑی روانہ کر چکا ہوں۔ اسپتال پہنچتے ہی واپس ہو گی۔ فوراً میرے پاس آ جاؤ، ایک بہت سنگین نوعیت کے مسئلے سے دوچار ہو گیا ہوں۔"

"خیریت تو ہے جنرل!" میں نے تشویش سے کہا۔

"فون پر نہیں، بس تم جلدی سے آجاؤ، معاملہ انتہائی پیچیدہ ہے، شاید تم بھی اسے حل نہ کر سکو۔"

"کیا بات ہو گئی؟" کمنا نے مجھ سے پوچھا۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔

"تم فکر نہ کرو۔ ابھی پتا چلے گا، جنرل کچھ پریشان محسوس ہو رہا تھا" میں نے کمنا سے کہا پھر ڈاکٹر سے بولا "میں جنرل سے تمہارے لئے بات کروں گا، ممکن ہے تمہیں بعد میں پریشان کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسی کوئی بات ہو تو تم براہ راست جنرل نیرس سے رجوع کر سکو گے۔"

"میں ... میں وعدہ کر رہا ہوں جناب! آئندہ کبھی ایسا نہیں ہو گا۔"

"ہم پولیس والوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا" میں نے کہا اور کمنا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

اسپتال کے گیٹ پر گاڑی موجود تھی جس کے ساتھ مسلح محافظوں کا دستہ بھی تھا۔ ڈرائیور نے ہمارے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ہم گاڑی میں بیٹھ گئے۔

ڈرس محل تک پہنچنے کے دوران خاموشی چھائی رہی۔ کمنا اپنی سوچوں میں گم تھا اور کمنا معلوم نہیں کن خیالوں میں گم تھی۔ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ جنرل نیرس کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔ آخر ایسا کون سا مرحلہ تھا جس کا حل میرے پاس ہوتا نہیں تھا؟

جنرل بڑی بے تابی سے میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیز تیز چلتا ہوا میری طرف بڑھا۔

"تم لوگ خیریت سے تو ہو نا؟" اس نے بڑی تشویش سے کہا۔

"وہ تو میں نے فون پر ہی بتا دیا تھا" میں نے کہا "بس زینب کے سر میں معمولی سی چوٹ آ گئی تھی۔ وہ چار روز میں ٹھیک ہو جائے گی۔"

"بیگم خود آپ کی تیمارداری کرے گی" جنرل نے کہا "میں معذرت چاہتا ہوں، علی کو ذرا اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس سے بہت ضروری کام ہے۔"

"کیا ایسی کوئی بات ہے جس کا مجھ سے بھی چھپایا جانا ضروری ہے؟" کمنا نے شوخی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی" جنرل نے کہا "لیکن معاملہ ایسا ہے جسے میں خود آپ کے علم میں نہیں لا سکتا۔ علی خود ہی آپ کو بعد میں بتاویں گے۔"

جنرل پر شدید اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ اس نے تہذیب کے جواب کا انتظار کرنے کی زحمت بھی نہیں کی اور میرا ہاتھ پکڑ کر تقریباً کھینچتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ میں بغیر کسی مزاحمت کے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

جنرل نیرس سیدھا تہ خانے کے دروازے پر جا کر رکا۔ میری حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ آخر وہ تہ خانے میں مجھے کیا دکھانے کے لئے لے جا رہا ہے، میں نے سوچا مگر میں نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھنا مناسب سمجھا۔ جو کچھ بھی تھا خود ہی سامنے آ جاتا۔ تہ خانے کے دروازے پر صرف ایک فوجی تھا جو عہدے کے اعتبار سے کرنل تھا۔ یہ بھی ایک تعجب خیز بات تھی۔ وہاں تو کسی سنتری کو ہونا چاہئے تھا، کرنل کا وہاں کیا کام۔

"تمام انتظامات مکمل ہیں" جنرل نیرس نے کرنل سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب" کرنل نے نہایت ادب سے کہا۔

ممتا نے نہایت اطمینان سے جیب سے پرس نکالا۔ پرس امریکی ڈالرز کے بڑے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ اتنے بہت سے نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ میں نے نہایت اطمینان سے پرس میں سے سو سو ڈالر کے دو نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"معلوم نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے" کمنا بڑبڑائی "اس طرح بلیک میل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم تو کہہ رہی تھیں تمہارے پاس زیادہ رقم نہیں ہے" سارجنٹ نے کہا مگر وہ اپنا ہاتھ نوٹوں کی طرف بڑھنے سے نہیں روک سکا تھا۔

ابھی میں کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور وہی ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا جو ایمبولینس میں میرے ساتھ آیا تھا۔ اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ سارجنٹ میرے ہاتھ سے نوٹ لے رہا تھا۔ ڈاکٹر بڑے طوفانی انداز میں اندر داخل ہوا تھا اور اس نے رشوت کے اس لین دین کو بڑی حیرت سے دیکھا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو سارجنٹ کو جیسے سکتہ سا ہو گیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل گیا اور ڈالر تیزی سے میرے ہاتھ سے لے کر اپنی جیب میں ڈالے اور غصیلے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کمرے میں داخل ہونے کا کون سا طریقہ ہے؟" اس نے ڈاکٹر سے درشت لہجے میں کہا "کمرے میں داخل ہونے سے قبل اجازت لینا ضروری ہوتی ہے۔"

"آپ یہاں بیٹھے ہیں جناب! اور پورے اسپتال میں ہنگامہ برپا ہے" ڈاکٹر نے سارجنٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"تم پر مداخلت بے جا کا مقدمہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے" سارجنٹ تھتے سے اکھڑ گیا "میں نے جو کچھ کہا ہے تم نے اسے یوں نظرانداز کر دیا جیسے میں نے کوئی بکواس کی ہو۔"

"پولیس والا پولیس والا ہی رہتا ہے خواہ اس کا تعلق سی آئی ڈی سے ہی کیوں نہ ہو" میں نے کہا۔

"اپنی خیر مناؤ سارجنٹ!" ڈاکٹر نے خشک لہجے میں کہا "جن سے ابھی تم نے رشوت لی ہے یہ صدارتی مہمان ہیں۔"

سارجنٹ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ گئیں مگر اس نے بے یقینی سے کہا "تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔ اگر یہ صدارتی مہمان ہوتے تو کبھی۔۔۔" اس نے تخی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے ورنہ وہ یہ کہنے جا رہا تھا کہ اگر یہ صدارتی مہمان ہوتے تو کبھی رشوت نہ دیتے۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ جس کار میں یہ سفر کر رہے تھے اس کا تعلق صدارتی محل سے ہے۔ جیسے ہی یہ بات معلوم ہوئی، صدارتی محل کو اطلاع بھجوائی گئی اور اس کے بعد سے جنرل نیرس نے سب کو کھڑا کر رکھا ہے۔"

سارجنٹ نے تھوک نگلا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مہمانوں کو قتل کر کے ان لوگوں نے ان سے کار چھینی ہے۔"

"اور حلئے بھی انہی کے بنا لئے ہیں" ڈاکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا "ہوش کے ناخن لو مسٹر سارجنٹ! جنرل کے فون کے بعد سے ہم ان لوگوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اتفاق سے ایک وارڈ بوائے نے انہیں تمہارے ساتھ آتے دیکھا تھا اس لئے میں ادھر آ نکلا۔ اب میں جا کر جنرل نیرس کو اطلاع کئے دیتا ہوں۔"

ڈاکٹر واپسی کے لئے پلٹا ہی تھا کہ سارجنٹ نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا "میری بات تو سنئے ڈاکٹر صاحب!" اس نے بدحواسی سے کہا "میری عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں ان لوگوں سے معافی مانگ لوں گا۔"

"تمہارا جرم ناقابل معافی ہے سارجنٹ!" میں نے ڈنگ انداز میں کہا "تم کسی مجرم کو بھی رشوت لے کر چھوڑ سکتے ہو اور اس سے ملکی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میں ... میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب پوری زندگی کبھی رشوت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا" سارجنٹ روہانسے والے انداز میں بولا۔

"چلئے ڈاکٹر صاحب! جنرل پریشان ہو رہے ہوں گے" میں نے پلٹ کر کہا۔ کمنا بھی اٹھ گئی تھی لیکن سارجنٹ جھپٹ کر میرے سامنے آ گیا۔

"مجھے معاف کرتے جائیے جناب!" اس نے رشوت واپس میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ورنہ میں پوری زندگی سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا۔"

اسے کوئی جواب دینے کے بجائے میں پلٹ کر فون کی طرف بڑھ گیا اور فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ سارجنٹ نے ایک بار پھر میری طرف بڑھنے کی کوشش کی۔

"اگر یہ مجھے فون کرنے سے روکنے کی کوشش کرے تو اس کے سر پر یہ بدل رسید کر سکتے ہو" میں نے ڈاکٹر سے کہا اور اس نے واقعی بدل ہاتھ میں اٹھا لیا۔ سارجنٹ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا تھا اور گڑگڑا رہا تھا مگر میں نے اس کی طرف سے کان بند کر لئے تھے۔

"میں نے جو ہدایات دی ہیں انہیں اچھی طرح ذہن نشین کرلیا ہے؟" جنرل نے کہا۔

"جی ہاں جناب! بہت اچھی طرح ذہن نشین کرلیا ہے۔"

"میں علی کے ساتھ اندر جا رہا ہوں۔ اس کے بعد ہر چیز کا دارومدار تم پر ہوگا۔"

"میں اپنی ذمے داری محسوس کرتا ہوں جناب! آپ نے ہر بات اس قدر وضاحت سے سمجھادی ہے کہ اب کسی غلطی کی گنجائش نہیں رہی۔"

"آؤ علی!" جنرل نے کہا اور ایک میکنزم کے ذریعے تہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ میں جنرل تیریس کے ساتھ بلا جھجک اندر داخل ہو گیا۔ تہ خانے کا دروازہ ہمارے عقب میں خود کار طریقے سے بند ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ تہ خانے کا دروازہ بند ہوتے ہی جنرل نے سکون کا گہرا سانس لیا ہے۔

تہ خانے کے اندر روشنی تھی اور نیچے ہال کے وسط میں پڑی ہوئی اکلوتی میز سیڑھیوں کے اوپر سے بھی صاف نظر آرہی تھی جس کے گرد صرف دو عدد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میز پر ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا۔

میں جنرل کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا اور پھر جنرل کے ہی اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ بھی گیا۔ دوسری کرسی خود جنرل نے سنبھال لی تھی۔

"میں نے تم کو دوست کہا ہے اور ہمیشہ دوست ہی سمجھا ہے" جنرل نے کہنا شروع کیا "میں نے تمہارے مشن کو اپنا مشن سمجھا اور اسے جاری رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن آج ایک ایسا حادثہ پیش آگیا کہ مجھے وزرائے خارجہ کی کانفرنس منسوخ کرنا پڑی۔ میں نے اس کی منسوخی کی اطلاع تمام ممالک کو بھجوا دی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو جنرل!" میں نے چونک کر کہا "تم نے ایسی حماقت کیوں کی؟"

"اس لئے میرے دوست کہ میں بہت بے بس آدمی ہوں" جنرل کی آواز بھرا گئی "میں نے محسوس کیا کہ شہزادہ صائم کی حفاظت کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے اس لئے مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو جنرل! شہزادہ صائم کو کیا خطرہ لاحق تھا؟"

جنرل نے مغموم نظروں سے میری طرف دیکھا "جب اپنا سایہ ہی وفا نہ کرے تو آدمی کسی سے کیا شکوہ کرے لیکن بے فکر رہو۔ دنیا میں کسی کو بھی معلوم نہیں ہوسکے گا کہ علی بار فنان اسرائیلی مفادات کا حامی ہو گیا تھا۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر بم گرا ہو۔ آخر جنرل تیریس کو اس عظیم راز کا علم کس طرح ہوا۔

"مجھ سے زیادہ تمہاری صلاحیتوں سے کون واقف ہے علی! میں جانتا ہوں کہ تم میرے قابو میں آنے والے نہیں ہو۔ میں تمہیں اسرائیل کی حمایت کرنے کے لئے آزاد بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں تمہیں کوئی سزا بھی نہیں دے سکتا تھا۔ جس زبان سے تمہیں دوست کہا ہے اس زبان کو تمہارے خلاف کس طرح استعمال کرتا، جن ہاتھوں سے تمہیں گلے لگایا ہے ان ہاتھوں سے تمہاری سزا کا فرمان کس طرح جاری کرتا۔ پھر تمہاری رسوائی کا خوف بھی تو دامن گیر تھا۔ اگر یہ خبر عام ہو جاتی تو آئندہ کوئی کسی پر اعتبار نہ کرتا۔ اس لئے مجبوراً مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ جانتے ہو کہ میں نے آج ہی میں اس تہ خانے کے میکنزم میں ایسی تبدیلی کرا دی ہے کہ اب یہ اندر سے کھل ہی نہیں سکتا اور اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا ہے کہ کوئی ہمیں باہر سے بھی نہ کھولے۔ ہم دونوں اب یہیں دفن ہو جائیں گے علی! موت ذرا مشکل سے آئے گی میرے دوست مگر مجھ پر بے وفائی کا الزام تو نہیں آئے گا۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ جان دوں گا اور تم پر فلسطین سے غداری کا الزام بھی نہیں آنے دوں گا میرے دوست! کسی کو تمہارے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا تم پاگل ہوگئے ہو جنرل تیریس!" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "تم تو بہت عقل مند آدمی ہوا کرتے تھے، تم نے تصدیق کئے بغیر اتنی بڑی بات پر کیسے یقین کرلیا۔"

جنرل پھیکے انداز میں مسکرایا "مجھے معلوم تھا میرے دوست کہ تم مجھے جھٹلانے کی کوشش کرو گے اس لئے میں نے یہاں اس ٹیپ ریکارڈر کا بندوبست کرلیا تھا" اس نے بٹن دبایا اور ٹیپ ریکارڈر کے اسپیکر سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ میرے اور کمتیا کے درمیان ہونے والی گفتگو تھی جو آج ہی صبح میں نے کمتیا سے خواب گاہ میں کی تھی۔ میں نے سناٹے کے عالم میں وہ پوری گفتگو سنی۔ اس کے بعد میرے جنرل کو جھٹلانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"تو کیا یہ تہ خانہ میرا مقبرہ بن جائے گا" میں نے انتہائی مایوسی کے عالم میں سوچا۔ لی کوان کی دی ہوئی تربیت بھی اس وقت بے کار ہو کر رہ گئی تھی۔ میں اپنے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

میں نے بمشکل تمام اپنے حواس یکجا کئے اور جنرل کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر افسردگی کے سوا اور کوئی رنج نہیں تھا۔

"تم میرے کچھ سوالوں کے جواب دینا پسند کرو گے" میں نے کہا اور جنرل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ہم اب بھی دوست ہیں علی! تم جو بھی پوچھو گے میں ضرور بتاؤں گا اس لئے کہ اب ہمیں یہاں سے نکالنے والا نہیں آئے گا۔"

"بقول تمہارے اب یہ تہ خانہ ہمارا مدفن بن جائے گا لیکن میں اس افسوس کے ساتھ مروں گا کہ ایک دوست نے دوسرے دوست کی جاسوسی کرنے کی کوشش کی تھی؟"

جنرل تیریس سنبھل کر بیٹھ گیا "میرا یہ سب کچھ اتفاقاً ہوا ہے علی! تمہاری گفتگو سننے کے لئے کوئی آلہ نصب نہیں کیا گیا تھا بلکہ ہوا یہ تھا کہ جب تم کوٹے بل ایئرپورٹ سے غائب ہوگئے اور میرے علم میں یہ بات آئی کہ تمہارے دشمنوں کی رسائی تیریس محل کے اندر تک ہوئی ہے تو مجھے لازمی طور پر یہ سوچنا پڑا کہ ممکن ہے محل کا کوئی اور شخص بھی ان کا آلۂ کار بنا ہوا ہو چنانچہ مستقبل میں ایسے کسی خطرے کے تدارک کے لئے میں نے کئی اقدامات کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں نے محل کے ہر گوشے میں خفیہ طور پر ایسے آلات نصب کرا دئیے جن کے ذریعے کہیں بھی کی جانے والی گفتگو سنی جا سکے۔ ایک آپریشن روم کا بندوبست کیا گیا جہاں میرے انتہائی خاص آدمی متعین تھے۔ ابھی میں نے تم کو جو گفتگو سنوائی ہے یہ وہیں ریکارڈ کی گئی تھی۔ تو میرے دوست اس دوران اس خواب گاہ میں بھی وہ آلات نصب کئے گئے تھے جو تمہارے اور تہذیب کے لئے مخصوص تھی۔ جب تم یہاں آئے تو نہ مجھے اور نہ ہی کسی کو ان آلات کا خیال آیا اور پھر جب میرے آدمیوں نے تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کی اطلاع دی تو میں نے اسے سننے سے انکار کردیا اور فوری طور پر تمہاری خواب گاہ سے وہ آلات ہٹانے کا حکم دیا۔ اس کے جواب میں مجھے یہ کیسٹ سنائی گئی۔ تم اندازہ کرسکتے ہو کہ کیسٹ سننے کے بعد میری کیا حالت ہوئی۔ بہرحال یہ ایک اتفاق تھا اور ایک غلطی بھی۔ میں اپنے محکمے کا مشکور ہوں کہ ان کی غلطی کی وجہ سے دنیا ایک بڑی تباہی سے بچ گئی۔"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ میرے پاس جو بریف کیس ہے وہ ڈیوائس کا کام بھی کرتا ہے؟"

"اسٹرنگ ڈیوائس کو غیر مؤثر کرنے والے آلات بھی موجود ہیں اور اس کی نشان دہی کرنے والے آلات بھی ہیں۔"

"ہوں گے" میں نے بے پروائی سے کہا "ان سائنسی آلات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس وقت تو مجھے یہاں سے نکلنے کی فکر لاحق ہے۔"

"یہاں سے باہر نکلنے کی واحد صورت یہ ہے کہ دروازہ باہر سے کھولا جائے" جنرل نے کہا "میرا کوئی آدمی تو دروازہ کھولنے سے رہا اور تمہارے ساتھیوں کو اطلاع ملے گی تبھی وہ کوئی قدم اٹھائیں گے جس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"یہ وہی تہ خانہ ہے نا جنرل جہاں لگی ہاورڈ کو قید کیا گیا تھا؟"

"تہ خانہ تو وہی ہے مگر اب اس میں بہت سی تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ تم یہاں سے باہر نکلنے کے تمام راستوں سے واقف ہو لیکن افسوس کہ کوئی راستہ باہر نہیں جاتا۔ سب اندر ہی آتے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے جنرل! تم نے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہوگا لیکن کاش اتنا بڑا قدم اٹھانے سے قبل تم نے پوری طرح تصدیق کرلی ہوتی۔"

جنرل ہنسا "تم سب کچھ کہنے کے لئے آزاد ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ اب کسی بات کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "تم اب بھی مجھ سے نہیں پوچھ رہے ہو کہ میں کن مصائب سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں؟"

"تم بتا ہی چکے ہو کہ کوٹے بل ایئرپورٹ سے عراق واپس چلے گئے تھے۔"

"ہمیں کوٹے بل ایئرپورٹ سے اغوا کرلیا گیا تھا جنرل! اس کے بعد ہماری آنکھ ایک جزیرے پر کھلی۔ میں تو خیر وہاں سے نکل آیا مگر تہذیب اور بڈاب ابھی وہاں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"اس وقت تم مجھے قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہو اس لئے میں تم پر سخت جرح کروں گا۔"

"ضرور کرو جنرل! یہ تمہارا حق ہے، جرح سے وہ ڈرتا ہے جو جھوٹ بول رہا ہو۔"

"تم وہاں سے موشے ہاورڈ کے ایجنٹ بن کر نکلے، اس حد تک تو میں مان سکتا ہوں کہ تم نے انہیں دھوکا دیا لیکن مجھے دھوکا دینے میں کیا مصلحت کارفرما تھی؟"

"کمتیا۔۔۔ جو تہذیب کے میک اپ میں مجھ پر مسلط ہے اس کی موجودگی میں میں تمہیں حقائق سے کس طرح

آگاہ کر سکتا تھا؟"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو" جنرل نے حیرت سے کہا "کیمبنا تو ایک منٹ کے اندر تمہارے قابو میں آ سکتی تھی۔"

"اس سے بھی کم میں جنرل لیکن پھر تذبذب اور بذ کا کیا ہوتا جو اس نامعلوم جزیرے پر قید ہیں؟"

جنرل سوچ میں پڑ گیا "بات تو درست ہے لیکن کیا موسے بارم دا اتنی ہی معصوم ہے کہ تمہاری باتوں میں آ گیا؟"

میں نے جنرل نیرس کو جزیرے پر پیش آنے والے واقعات مختصراً بتائے۔ وہ بڑی دلچسپی سے میری باتیں سنتا رہا۔

"تو کسی سائنسی طریقے سے تمہارے نظریات تبدیل کر دیئے گئے ہیں" جنرل نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"انہوں نے کوشش تو یہی کی تھی لیکن مجھ پر ان کا عمل کارگر ثابت نہیں ہو سکا۔"

"ظاہر ہے مجھ سے تو تم یہی کہو گے" جنرل مسکرا دیا "اس سے قبل عراق والی کہانی سنا چکے ہو۔"

"اپنی کہانی تبدیل کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس لئے کہ ہمارے پاسپورٹوں پر امیگریشن کی مہریں بھی ہیں اور ویزے بھی۔ جن سے اس کہانی کی تصدیق ہو سکتی ہے جو میں نے تمہیں پہلے سنائی تھی۔ اب تمہیں کوئی کہانی نہیں سنا رہا جنرل! جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"جو کچھ بھی ہوا اور جس طرح بھی ہوا افسوسناک ہے" جنرل نے کہا "فلسطین کا سب سے بڑا حامی یہودیوں کے لئے کام کر رہا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ مجھ پر نظریات کی تبدیلی کے لئے جو عمل کیا گیا تھا وہ کارگر ثابت نہیں ہو سکا۔"

"جو لوگ سائنسی میدان میں اتنا آگے ہوں ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ تم جیسے دشمن کو اپنا اطمینان کئے بغیر یوں آزاد کر دیں گے۔"

"موسے بارم دا بہت کائیاں ہے۔ ہر طرح کا امتحان کرنے کے باوجود وہ میری طرف سے مطمئن نہیں ہوا۔ کیمبنا کو اس نے اسی لئے میرے ساتھ لگا رکھا ہے۔"

"تم کہتے ہو کہ تم پر نظریات کی تبدیلی کا عمل ناکام ہو گیا جبکہ میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔ آخر یہ عمل کیوں ناکام ہو گیا؟"

"میری لاعلمی میں مجھے کچھ دوائیں استعمال کرائی جاتی رہی تھیں۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ دوائیں قوت ارادی کو کمزور کرتی ہوں گی۔ مجھے تو معلوم نہیں تھا لیکن شاید علی کو ان کا علم تھا۔ پہلے ہی دن سے اس نے مجھے ایک خاص گھاس استعمال کرانی شروع کر دی تھی۔ میں سمجھتا ہوں اس گھاس کا عرق ان دواؤں کا توڑ تھا۔ یہی وجہ ہے نظریات کی تبدیلی کا عمل ناکام ہو گیا۔"

"کس قسم کے افسانے سنا رہے ہو علی! کیا تم سمجھتے ہو میں ایسی بے سروپا باتوں پر یقین کر لوں گا۔"

"مجھے معلوم تھا تم یقین نہیں کرو گے" میں نے کہا "لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ایک ذہین ہو۔ تم نے ایک دروازہ یقیناً کھلا رکھا ہو گا۔"

"ہمارے دروازے بند ہیں" جنرل نے بے

"تم خود چیک کر لو۔"

میں ہنس پڑا "میرا مطلب تھا یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی صورت تم نے ضرور رکھی ہو گی۔ آدمی اتنی آسانی سے خود کو موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتا۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے علی لیکن تم اس پر کس طرح عمل نہیں کر سکو گے۔"

"بس اتنا کافی ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اب اطمینان ہو گیا ورنہ تم تو سب کچھ تباہ کرنے پر تل گئے تھے"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" جنرل نیرس چونکا نظر آیا

"میں بتا چکا ہوں کہ یہاں سے باہر نکلنے کا ہر راستہ ہے۔ تم نے شاید کبھی شکست نہ کھائی ہو لیکن انتظامات کے سامنے تمہاری کوئی چال کارگر نہیں ہو گی۔"

"لعنت ہے مجھ پر اگر تمہارے ساتھ کوئی چال چلوں" میں نے جھنجلا کر کہا "میں دجال کے گرد کرنے کے چکر میں تھا۔ لیکن خیر" میں نے ایک سانس لی "یہی بہت ہے کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی موجود تو ہے۔"

"تم یہی سوچ سوچ کر خوش ہوتے رہو۔ لیکن یقین اس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

"تم اندازے کی بات کر رہے ہو جنرل! مجھے تو یقین ہے کہ تم نے یہاں سے نکلنے کی کون سی صورت رکھی"

"ناممکن" جنرل نے چیلنج کرنے والے انداز

"اگر تمہیں اتنا ہی یقین ہے تو بتاؤ کیا صورت ہے؟"

"جب تم ہی مجھے نہیں بتا رہے تو میں تمہیں کیا بتاؤں؟" میں نے بھی جنرل کے سے انداز میں کہا۔

"مجھے یہ اعتراف کرنا ہی نہیں چاہئے تھا" اب تم زندگی اجیرن کر دو گے۔"

"نہیں کروں گا جنرل! یقین کرو لیکن تم نے مجھے بہت مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ کیا تم نے کیمبنا کو بھی گرفتار کر لیا ہے؟"

"تمہاری زندگی میں کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔ کیمبنا کو اور نہ ترجمان کو جو کہنے کو دل میں موسے بارم دا حلالی سوا ازار کا سرغنہ ہے۔"

"تو تم نے بریف کیس کھول لیا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"جہاں فوج کی نگرانی میں کام ہو رہا ہو وہاں ایسی باتیں مسئلہ نہیں ہوتیں" جنرل نیرس نے معنی خیز لہجے میں کہا "بھی تو اس پر مزید تجربات ہو رہے ہیں۔"

"یہ کیا حماقت ہے جنرل" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "ذرا سی غلطی سے وہ بریف کیس کسی بم کی طرح پھٹ سکتا ہے۔"

"پھٹ جانے دو" جنرل نے بے پروائی سے کہا "کسی کامیابی کے لئے خطرات تو مول لینے ہی پڑتے ہیں۔"

"خطرات مول لینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں" میں نے جنرل کو بڑی تفصیل سے بریف کیس کے بارے میں بتایا۔

"سوال یہ ہے کہ میں ان معلومات سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں جو کچھ ہونا تھا ہو بھی چکا ہو گا۔"

"مجھے بے وقوف مت بناؤ جنرل! میں نے جو کچھ بتایا ہے اس سے فائدہ اٹھایا بھی جا چکا ہو گا۔ یقین کرو کہ اتنی مشکل صورت حال میں پھنسنے کے باوجود میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی سمجھ رہا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ مجھے تم سا جان نثار دوست میسر ہے۔"

"تمہیں شاید اب بھی امید ہے کہ لفاظی کر کے تم کوئی فائدہ اٹھا سکو گے۔"

"اور تم بھی خوش قسمت ہو کہ تمہیں کیمپنی براؤن جیسی ذہین بیوی میسر ہے" میں نے جنرل کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا "ورنہ دنیا میں ایسی کون سی بیوی ہو گی جو اپنے شوہر سے اس حد تک تعاون کرے۔"

"کس حد تک" جنرل نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ صرف تمہاری شریک حیات ہی نہیں، شریک کار بھی ہے اور جس مشن کا تم نے بیڑہ اٹھایا ہے اس کی انچارج بھی تو ہے۔"

"اندازہ کی بنیاد پر تم بڑی اچھی باتیں کر لیتے ہو" جنرل نے ہنستے ہوئے کہا "ورنہ کہاں یہ مشن اور کہاں کیمپنی براؤن۔"

"ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا جا رہا ہے جنرل! اور یہ گفتگو سننے والی کیمپنی براؤن خود ہے۔ ہمیں باہر نکالنے یا نہ نکالنے کا فیصلہ وہ خود کرے گی۔"

"اپنی دانست میں تم نے بہت بڑا تیر مارا ہے لیکن جو کچھ تم نے کہا ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"

"اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہی نہیں جنرل! ہو ہی نہیں سکتی۔ نہ میں یہ مان سکتا ہوں کہ تم نے اس سے ہٹ کر کوئی قدم اٹھایا ہو گا۔ اور اگر واقعی تم نے کچھ اور اقدامات کئے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ تم جیسے شخص کو کسی ریاست کا سربراہ ہونے کے بجائے گھسیارا ہونا چاہئے تھا۔"

جنرل نیرس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں "تم بے جا خود اعتمادی کا شکار ہو علی! ایک جنرل کے ذہن سے سوچو تو تمہیں بہت سے طریقے نظر آ جائیں گے۔"

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ ورنہ میں اس جنرل سے صرف سوال کرتا کہ وہ کیمپنی براؤن کو کس خانے میں فٹ کرے گا۔"

جنرل نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "بالفرض تمہارا تجزیہ درست ہے تو بھی تم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔"

"میرے اور کیمبنا کے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر تمہیں یقین کرنا پڑا کہ میں دشمن قوتوں کا ایجنٹ بن گیا ہوں ورنہ تم ہرگز یقین نہ کرتے اور اب بھی تمہاری خواہش یہی ہے کہ کاش یہ سب کچھ غلط ہو۔ کیمپنی کی تمنا بھی یہی ہو گی۔ کیوں؟" ایسا معلوم ہوا جیسے جنرل نے کچھ کہنا چاہا ہو مگر پھر اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

"اس اسٹیج پر تمہیں مطمئن کرنے سے زیادہ کیمپنی کو مطمئن کرنا میرے لئے ضروری ہے۔ اس نے میری خاطر اپنے شوہر کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ پوری طرح مطمئن ہوئے بغیر وہ بھی دروازہ نہیں کھولے گی۔"

"تم بہت خطرناک آدمی ہو علی!" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "آخر تم اس حد تک درست اندازے کس طرح لگا لیتے ہو؟"

"مجھے تذبذب اور بذ کی فکر ہے جنرل" میں نے نرم انداز میں کہا "اس بات کی پروا نہیں ہے کہ یہ خانہ میرا مدفن بن جائے گا۔"

"تم اس قسم کے مکالمے بول کر ہمیں متاثر کرنا چاہتے ہو

تاکہ ہم تمہیں یہاں سے نکل جانے دیں۔"
"تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں متاثر معلوم ہوتی ہیں جنرل! ورنہ تم سب سے پہلے تھذیب کی فکر کرتے۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" جنرل نے شرمندگی سے کہا "مجھے واقعی تھذیب کی فکر کرنی چاہئے تھی مگر میں اس سلسلے میں کر ہی کیا سکتا ہوں؟"
"سب سے پہلے تو تمہیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی کہ وہ جزیرہ کہاں ہے جہاں انہیں قید رکھا گیا تھا؟"
"یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے" جنرل نے کہا "اگر کوئی صورت ہوتی تو تم نے خود ہی معلوم نہ کر لیا ہوتا۔"
"تم نے مجھے اتنی مہلت ہی کب دی" میں جھنجلا گیا "کچھ کرنے سے قبل ہی یہ حرکت کر بیٹھے"
"پھر بتاؤ اب میں کیا کروں" جنرل نے بے بسی سے کہا "اب تو تمہارے ساتھ میں بھی یہاں قید ہوں"
"کیتھی براؤن" دفعتاً میں نے بلند آواز سے کہا "تم ہماری پوری گفتگو سن چکی ہو۔ کوٹے ٹل کے نزدیک کسی ایسے جزیرے کا سراغ لگانے کی کوشش کرو جو غیر آباد ہو۔"
مجھے اپنی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں نے دوبارہ کہا "مجھے یقین ہے کہ تم میری آواز سن رہی ہو۔ اس بات کا بھی یقین ہے کہ تمہاری آواز بھی مجھ تک پہنچ سکتی ہے۔"
اس بار بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے جنرل ٹیرس کو گھور کر دیکھا "معلوم نہیں تم نے کس قسم کی ہدایات دی ہیں۔ کیا کیتھی کو بولنے کی بھی ممانعت کر دی گئی؟"
جنرل نے پہلو بدلا۔ وہ پہلے ہی متذبذب نظر آ رہا تھا۔ میرے تجزیے نے اس کا اعتماد متزلزل کر دیا تھا۔ وہ بس پہلو بدل کر رہ گیا۔ منہ سے کچھ نہیں بولا۔ شاید اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔
"یاران دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "میرے لئے تم سے بہتر رینڈل ثابت ہوا ہے۔ تمہارے ہاتھوں نہ صرف میں بے گناہ مارا جاؤں گا بلکہ تھذیب اور بڈ کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی۔"
جنرل مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے سوچنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی ہوں۔
"بولو جنرل! میری بات کا جواب دو" میں نے اسے جھنجوڑ کر کہا "کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں تم سے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کوئی مطالبہ کروں۔"
"صفائی کا موقع تو بدترین مجرموں کو بھی دیا جاتا ہے" تم تو

"مگر میرے دوست ہو" جنرل نے کہا۔ اس کی آواز بوجھل تھی۔
"تو پھر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کیوں نہیں کر رہا۔ اگر میں تمہاری نظروں میں قصوروار ہوں تو تھذیب اور بڈ نے کیا قصور کیا ہے۔ اگر کیتھی نے مجھ سے گفتگو کی تو کیا میں یہاں سے فرار ہو جاؤں گا؟"
"علی کی ہدایات پر عمل کرو کیتھی" جنرل ٹیرس بالآخر ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے کہا "لیکن جب تک علی کی بے گناہی ثابت نہ ہو جائے یہ یہاں سے نکلنے نہ پائے۔"
"میں مستقل ہدایات جاری کر رہی ہوں جنرل!" تہ خانے میں کیتھی براؤن کی آواز گونجی جو کسی خفیہ ذریعے نشر ہو رہی تھی "ہمارے ماہرین نے علی کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کر کے بریف کیس کے اسرار معلوم کر لئے ہیں۔ اگر علی نے رہنمائی نہ کی ہوتی تو شاید اس کیس کے اسرار پر سے پردہ نہیں ہٹ سکتا تھا۔ کوئی یہ نہیں سوچ سکتا کہ اس جھٹے اور بریف کیس میں کوئی تعلق ہو گا۔"
"مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ بریف کیس آواز کے تصویریں ٹرانسمٹ اور ریسیو کر سکتا ہے" میں نے کہا "مخصوص فریکوئنسی بھی دی گئی ہے جس پر موشے سے ہر وقت رابطہ کیا جا سکتا ہے مگر میں تمہیں اب سے دکھ کروں گا۔ ویسے مجھے ابھی تک اس کی ایک بھی تصویر تجزیہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"
"اس کا تجزیہ کیا جا چکا ہے علی!" کیتھی نے کہا "ماہرین نے تصدیق کی ہے کہ یہ ٹیلی ویژن ریسیور اور ٹرانسمیٹر ہے۔"
"محض اتنی سی بات بتا دینے سے تمہاری بے گناہی ثابت نہیں ہوتی" جنرل ٹیرس نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔
"میں نے کب کہا ہے کہ میں بے گناہ ثابت ہو گیا ہوں" میں نے ناگواری سے کہا۔
"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس موقع پر فرار کی کوشش کرتا۔ ... کو بچانے کے لئے ایسی بے ضرر معلومات دینا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"
"تم احمق ہو۔ میں نے خود کو بچانے کے لئے نہیں تمہارے آدمیوں کو بچانے کے لئے معلومات دی تھیں۔"
"میں نے ایسے کسی جزیرے کا سراغ لگانے کی ہدایات جاری کر دی ہیں جو تم تا رہے یہاں کے

"کیتھی کی آواز آئی
"شکریہ کیتھی! اس وقت تم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ تمہیں صرف ایک بات ذہن میں رکھنی ہے اور وہ یہ کہ ہم تہ خانے کا راستہ اس وقت تک نہیں کھولو گی جب تک تم پوری طرح مطمئن نہ ہو جاؤ اور جنرل ٹیرس بھی تم سے متفق نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ تمہیں میری ہدایات پر حرف بحرف عمل کرنا ہو گا۔"
"تمہیں اندازہ نہیں ہے علی کہ ہم پر کس قدر سخت وقت آ پڑا ہے" کیتھی کی افسردہ آواز آئی "میرے شوہر کی زندگی بھی تمہاری بے گناہی سے مشروط ہو گئی ہے۔"
"ہر قسم کے خدشات ذہن سے جھٹک دو کیتھی! ماضی میں تم نے جب بھی کوئی کامیابی حاصل کی یہی سمجھا کہ یہ میری طرف سے ہے۔ آج بھی مجھے امید ہے کہ میں تم لوگوں کا ذہن صاف کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"
"کیا تم ایسا کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکتے جس سے تمہاری بے گناہی ثابت ہو جائے؟" کیتھی نے کہا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔
"ایسا کوئی ثبوت ہے ہی نہیں کیتھی! اگر ہوتا تو میں اب تک پیش نہ کر چکا ہوتا۔"
معاملہ اتنا الجھ گیا تھا کہ اب اس کے سلجھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں کسی کو الزام بھی نہیں دے سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس نے واقعی حق دوستی نبھایا تھا ورنہ مجھے ہلاک کرنے کے بعد مروا دینا اس کے لئے کیا مشکل تھا۔
"بکیتا کہاں ہے کیتھی! کیا موجودہ صورت حال اس کے علم میں ہے؟"
"وہ اپنے کمرے میں ہے۔ ہم نے اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ہم اس کی اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں لیکن ہمارے آدمی مستعد ہیں۔ اسے کوئی گڑبڑ نہیں کرنے دیں گے۔"
"میری غیر حاضری کے لئے اس سے کوئی بہانہ کر دو ورنہ اسے شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ مشکوک ہو چکی ہے۔"
"بے فکر رہو علی! جنرل تمہیں بتا چکے ہیں کہ تمہاری اجازت یا تمہاری مرضی کے بغیر کسی پر ہاتھ نہیں ڈالا جائے گا۔"
"شکریہ کیتھی" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ باہر نکالا۔ جنرل ٹیرس کی نظریں ان دو تین چیزوں

پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں میز پر رکھ دیا۔
"یہ لائٹر ایک اسپائی کیمرا ہے اور سگریٹ کیس سے زہریلی سوئیاں پھینک کر کسی کو ہلاک کیا جا سکتا ہے" میں نے کہا۔
جنرل نے اثبات میں سر ہلایا "یہاں تم میرے علاوہ کسی اور کی تصویر نہیں اتار سکو گے" اس نے مسکرا کر کہا "اور نہ ہی کسی اور کو ہلاک کر سکو گے۔ ہاں اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری دو چار تصویریں بنا ڈالوں۔"
"تصویر کھنچوانے کا شوق مجھے کبھی نہیں رہا جنرل اور نہ ہی میں سگریٹ پیتا ہوں۔ سگریٹ نوشی شروع کرنے کا مشورہ مجھے رینڈل نے دیا تھا تاکہ ان کا جواز پیدا کیا جا سکے۔"
"...اسرائیل کے مفاد میں تم نے اس کا مشورہ بلا حیل و حجت قبول کر لیا"
"سمجھ میں نہیں آتا یہ فیصلہ کس طرح ہو گا کہ میں نے اس کا مشورہ اسرائیل کے مفاد میں قبول کیا تھا یا فلسطین کے لئے" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔
"تھذیب اور بڈ تو اس بات سے واقف ہوں گے کہ تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے؟" جنرل نے کہا۔
"نہیں" میں نے ان پر بھی اصل صورت حال ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔"
"کیوں؟" جنرل نے مجھے گھورا "کیا تمہاری یہ حرکت تمہارے خلاف نہیں جاتی؟"
"میں بتا چکا ہوں کہ اس جزیرے پر جگہ جگہ خفیہ کیمرے نصب تھے۔ میری زبان سے نکلا ہوا ایک بھی غلط لفظ سارے کئے کرائے پر پانی پھیر سکتا تھا۔"
"تمہارے پاس ہر بات کا جواب اور ہر عمل کا جواز موجود ہے" جنرل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب سوال یہ ہے کہ ہم فیصلہ کس طرح کریں؟"
"اس حقیقت سے اگر کوئی واقف ہے تو وہ صرف ایک شخص ہے اور اس کا نام ڈی کوان ہے۔"
"تم نے پہلے بتایا تھا کہ اس شخص نے تمہاری مدد کی تھی" جنرل نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو ان کا آدمی ہے پھر ان کے خلاف کیوں ہے؟"
"یہ میں نہیں بتا سکتا جنرل! اس لئے کہ اس موضوع پر کبھی اس سے میری بات نہیں ہوئی۔"
"تو پھر اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے؟" جنرل نے مجھے گھورا۔
"وہ وہی شخص ہے جس نے مجھے تریاق استعمال کرایا

تھا۔ وہ اس حقیقت سے واقف نہیں ہوگا تو اور کون ہوگا؟"

"ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے۔ جب اس سے تمہاری کوئی بات ہی نہیں ہوئی تو تم نے آنکھ بند کرکے اس پر اعتماد کیسے کرلیا!"

"یہ وہ بات ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں" میں نے کہا "اگر کوئی جواب ہے بھی تو وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"تم بتاؤ...... میری سمجھ میں آنے یا نہ آنے سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔"

"اس شخص نے شروع میں ہی مجھے مسحور کردیا تھا۔ وہ ان لوگوں سے الگ تھلگ معلوم ہوتا تھا۔ میں اسی سے متاثر تھا اور ہوں جنرل! مجھے یقین تھا کہ اس کے ہاتھوں مجھے نقصان نہیں پہنچ سکتا اور وہ بھی مطمئن تھا کہ کسی غلط شخص کو اپنا فن منتقل نہیں کررہا۔ مجھ سے قبل سیکڑوں افراد کو شاگردی میں لینے سے انکار کرچکا تھا۔"

"تم نے اب تک ایک بیان بھی ایسا نہیں دیا جس کی صحت کی تصدیق کی جاسکے۔ تمہارا ہر بیان نئی داستان کا لطف دے رہا ہے۔"

"مجھ سے اس جزیرے کے بارے میں کچھ معلومات مزید طلب کی جارہی ہیں" دفعتاً اسپیکر سے کیتھی کی آواز ابھری "اور مجھے کچھ معلوم نہیں ہے کیا میں براہ راست تمہاری بات کراؤں؟"

"معلوم تو مجھے بھی کچھ نہیں ہے کیتھی" میں نے کہا "لیکن خیر! میں دیکھتا ہوں"

"میں تمہارا رابطہ براہ راست کرا رہی ہوں۔ یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم کسی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہو۔"

"میں سمجھتا ہوں کیتھی" میں نے کہا اور جنرل کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی نشست پر مطمئن بیٹھا تھا۔

چند لمحوں بعد اسپیکر سے ایک مردانہ آواز ابھری "گوسے ٹل نے اطراف کے تمام نقشے کھنگالنے کے بعد ہم ایسا ایک ہی جزیرہ دریافت کرسکے ہیں جو مکمل طور پر غیر آباد ہے لیکن تصدیق کے لئے ہمیں مزید معلومات درکار ہیں۔"

"تم پوچھو! اگر مجھے معلوم ہوا تو تمہاری رہنمائی ضرور کروں گا۔" میں نے باوقار انداز میں کہا۔

"کیا وہ جزیرہ پرسوں شام آنے والے طوفان کی زد میں آیا تھا؟" مجھ سے سوال کیا اور میں نے محسوس کیا کہ جنرل کے انداز میں اچانک ہی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔

"ہاں" میں نے کہا "لیکن اس سوال سے جزیرے تلاش کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے جناب! اگر وہ جزیرہ طوفان کی زد میں آیا تھا تو ہم طوفان کے راستے پر جزیرے کو تلاش کریں گے اور اگر وہاں طوفان نہیں آیا تھا تو پھر ہم کوئی اور راستہ نکالیں گے۔"

"میں نے کہا ہے کہ پرسوں شام وہ جزیرہ طوفان کی زد میں آیا تھا۔ اس سے تم کیا نتیجہ اخذ کرو گے؟"

"جو جزیرہ ہمارے پیش نظر ہے وہ پرسوں شام آنے والے طوفان کے راستے میں پڑتا ہے۔ اب اگر آپ ہمیں طوفان کی آمد کے صحیح وقت سے آگاہ کرسکیں تو ہمیں جزیرے کا یقینی سراغ مل گیا۔"

میں نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی "وقت کا تعین کس گھڑی سے کیا جائے گا؟" میں نے کہا "گھڑیوں کے آپس کے وقت میں بھی تو فرق ہوتا ہے۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو ہم وہ فرق نکال لیں گے۔ آپ صحیح وقت بتاسکیں گے؟"

"اس وقت سات بج کر تقریباً تین منٹ کا وقت تھا جب طوفان شروع ہوا تھا۔"

"اور اس وقت آپ کی گھڑی میں کیا وقت ہوا ہے جناب؟"

"نو بج کر تیرہ منٹ" میں نے کہا۔ جنرل ٹیری بے حد متجسس نظر آنے لگا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ میرے بیان کی تصدیق ہوجانے کی صورت میں وہ اور کیتھی میری اور باتوں پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہوجاتے۔

"آپ کی گھڑی کا وقت بالکل درست ہے جناب! آپ نے جزیرے پر طوفان کی آمد کا جو وقت بتایا ہے اس کے مطابق بھی یہ وہی جزیرہ ہے جو ہم نے نشان زد کیا تھا۔"

میں نے جنرل ٹیری کی طرف دیکھا جو تن کر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ضروری ہے کہ یہ وہی جزیرہ ہو؟" جنرل نے کہا۔

"ہمیں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں اور مسٹر علی نے جزیرے پر طوفان کی آمد کا جو وقت بتایا ہے اس کے پیش نظر وہ کوئی اور جزیرہ ہو ہی نہیں سکتا جناب! آپ نے بھی جزیرۂ مرگ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ یہ گوسے ٹل کے ساحل سے سو کلومیٹر شمال مشرق میں واقع ہے اور یہ وہ واحد جزیرہ ہے جو تباہ ہے۔ زیر آب چٹانوں کی وجہ سے اس طرف چھوٹی کشتیوں کا جانا بھی ممنوع ہے۔ علی صاحب نے جزیرے پر طوفان کی آمد کا جو وقت بتایا ہے" ہمارے حساب کی رو سے وہی وقت بنتا ہے۔ ہم نے یہ وقت طوفان کی رفتار سمت اور گوسے ٹل سے جزیرۂ مرگ کے فاصلے کو مد نظر رکھتے ہوئے نکالا ہے۔"

"شکریہ" جنرل نے کہا "ضرورت پڑی تو تمہیں پھر زحمت دی جائے گی" جنرل کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز آنا بند ہوگئی اور جنرل میری طرف متوجہ ہوگیا "گذشتہ صدی کے دوران جزیرۂ مرگ دوبار ڈوب چکا ہے۔ اس کے اطراف ایسی خطرناک زیر آب چٹانیں بکھری ہوئی ہیں جن کے خوف سے ماہی گیر بھی اس طرف نہیں جاتے۔ بحری جہازوں کے اس طرف جانے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں کوئی مقامی آبادی بھی نہیں ہے۔ بحرالکاہل میں ایسے چند اور جزائر بھی ہیں جو سمندر میں ڈوبتے ابھرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسی خطرناک جگہ جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو کسی وقت بھی ڈوب سکتی ہو۔ وہاں رہائش اختیار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اگر تمہارے بیان کی اس طرح تصدیق نہ ہوجاتی تو میں کبھی یقین نہ کرتا۔ تاہم مجھے اب بھی حیرت ہے کہ کچھ لوگوں نے اس جزیرے کو کیوں اپنا مسکن بنا رکھا ہے؟"

"تم لوگ میرے ہر بیان کو شبہ کی نظر سے دیکھ رہے ہو۔ میں اس بات پر افسوس کے سوا اور کیا کرسکتا ہوں۔"

"کیا ہم تم پر شبہ کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں علی؟" جنرل نے بڑی حیرت سے کہا۔

"ہرگز نہیں جنرل! یہ میرے ساتھ زیادتی ہے مگر میں احتجاج نہیں کروں گا" اظہار افسوس البتہ ضرور کرتا رہوں گا۔"

"مجھے تمہارے الفاظ سے تکلیف پہنچی ہے علی! تم ایک حقیقت کو نظرانداز کررہے ہو۔ کیتھی سے ہونے والی تمہاری گفتگو کا یہ ٹیپ سننے کے بعد تمہارے یہودی ایجنٹ ہونے کا شبہ باقی رہ جاتا ہے لیکن پھر بھی......"

"یہ وقت اس بحث کے لئے مناسب نہیں ہے جنرل! بات ایسی بھی ہے جو میرے حق میں جاتی ہے اور مجھے رعایت ملنی چاہئے تھی مگر افسوس تم نے اس رعایت سے مجھے محروم کردیا۔"

جنرل حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ یقیناً وہ یہ سوچ رہا ہوگا کہ ان مخالف حالات میں بھلا کونسی بات میرے حق میں جا نہیں سکتی۔

"گوسے ٹل آنے کے بعد مجھے تم سے یا کیتھی براؤن سے تنہائی میں بات کرنے کا ایک بھی موقع نہیں ملا۔ اگر مجھے ایسا ایک موقع بھی مل گیا ہوتا اور اس کے باوجود میں نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ نہ کیا ہوتا تو تم مجھے مجرم گردان سکتے تھے لیکن میرے ساتھ تمہارا طرز عمل وہی ہے جو کسی ایسے شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے جو مجرم ثابت ہوچکا ہو۔ میرے ہر بیان کو تم من گھڑت قرار دے رہے ہو اور میرے ہر تعاون کو جان بچانے کی کوشش سمجھ رہے ہو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں کرسکتے جنرل کہ میری کسی بات کو اس وقت تک جھوٹ نہ سمجھو جب تک کہ وہ غلط ثابت نہ ہوجائے؟"

میں دیکھ رہا تھا کہ میری باتوں نے جنرل ٹیری کو متاثر کیا ہے۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ اس وقت میرے پاس اپنی زندگی بچانے کے لئے سب سے موثر ہتھیار یہی تھا۔ جنرل ٹیری اور کیتھی براؤن کے اعتماد کو زیادہ سے زیادہ متزلزل کرکے ہی میں کامیابی سے قریب تر ہوسکتا تھا اور یہ حقیقت تو بہرحال اٹل تھی کہ میں اپنے کئے کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کرسکتا تھا۔

"تمہاری باتوں میں وزن ہے علی! میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ تم دلائل کے انبار لگا رہے ہو۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس موقع پر تم اپنے حق میں ایک بھی دلیل پیش نہیں کرسکو گے لیکن ایسی دلیل ڈھونڈ لائے جسے کسی طرح رد کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ دوسری طرف جو کچھ ہوچکا ہے میں اس کا تدارک بھی نہیں کرسکتا۔ ہم دونوں کو ایک دو دھاری تلوار سے گزرنا ہے میرے دوست! میں مانتا ہوں کہ میں نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ یہاں لانے سے قبل تمہیں ایک موقع ضرور ملنا چاہئے تھا لیکن گزرے ہوئے وقت کو واپس لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میری حماقت سے تم ایک ایسی صورت حال میں پھنس گئے ہو جس سے نکلنے کی تدبیر اب تمہیں ڈھونڈنی ہے۔ میں ہر قسم کے نظریات سے مبرا ہوکر صرف ایک دوست کی حیثیت سے تم سے مشورہ طلب کررہا ہوں کہ اس وقت میری جگہ اگر تم خود ہوتے تو کیا کرتے؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو جنرل! میں تو تم سے صرف اتنی رعایت طلب کررہا ہوں کہ خدارا میری کسی بات کو جھوٹ مت سمجھو۔ مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔"

"تمہارا جواب بہت واضح ہے یعنی اب تمہیں اس وقت تک یہیں رہنا ہے جب تک کہ خود کو شک و شبے سے

پوری طرح بالاتر ثابت نہ کردو۔ رہی یہ بات کہ میں تمہارے کسی بیان کو جھوٹ نہ سمجھوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

"تو سب سے پہلے اس بات پر یقین کرلو کہ میرے نظریات کی تبدیلی کے لئے مجھ پر عمل کیا گیا تھا مگر وہ غیر موثر ثابت ہوا اور میں اب بھی وہی پہلے والا علی یار خان ہوں جو فلسطین کی آزادی کے لئے صیہونی فتنے کے سامنے آہنی دیوار بنا رہتا تھا اور یہ کہ رینڈل ہاورڈ اور اس کے گروہ کے ارکان کو دھوکے میں رکھے ہوئے تھا۔"

"میں تو اس پر یقین کرلوں گا لیکن۔۔۔"

"فی الوقت میرے لئے یہی کافی ہے کہ تم میری بے گناہی پر یقین کرلو" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "زندگی کے آخری لمحات میں اس کرب سے تو محفوظ رہوں گا کہ میں اپنوں کی نظروں سے گر گیا ہوں۔"

"میں۔۔۔ میں تمہاری بات پر یقین کرتا ہوں میرے دوست" جنرل ٹیرس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "اگر تم واقعی بے گناہ ہو تو مجھے معاف کردینا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔"

"مجھے تم پر فخر ہے جنرل!" میں نے اس کا ہاتھ گرم جوشی سے دباتے ہوئے کہا "تم نے جو کچھ بھی کیا نیک نیتی سے کیا اور میرا برا نہیں چاہا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے جنرل۔"

"شکریہ علی! اب یہ بتاؤ کہ ہمیں اگلا قدم کیا اٹھانا چاہئے۔ تمہارے موشے ہاورڈ کے ٹھکانے کا سراغ تو مل گیا۔ کیوں نہ اسے تباہ کردیا جائے۔"

"اول تو رینڈل خود وہاں نہیں ہوگا اور فرض کرو وہ وہاں ہوا تب بھی یہ نہ بھولو کہ تہذیب اور بڈ بھی اس جزیرے پر قید ہیں۔"

"تو کیا خیال ہے ان کی رہائی کے لئے کوئی مشن ترتیب دیا جائے؟" جنرل نے کہا۔

"تمہیں دیر میں خیال آیا جنرل" سپیکر سے کیتھی کی آواز ابھری "میں فوج کے اعلیٰ افسران سے تبادلہ خیال کرچکی ہوں۔ وہ فوری طور پر آپریشن کے لئے تیار ہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے تم نے ہنگامی حالت کا اعلان کردیا ہے تبھی اتنی تیزی سے فیصلوں پر عمل درآمد ہو رہا ہے" میں نے کہا۔

"ہم ہنگامی حالت سے ہی تو دوچار ہیں علی" کیتھی نے کہا "تینوں مسلح افواج کے چیدہ دستے کسی بھی وقت حرکت میں آنے کو تیار بیٹھے ہیں۔"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان دونوں کی رہائی کے لئے کوشش ناگزیر ہو گئی ہے۔ میرے بعد تہذیب میرا مشن جاری رکھ سکے گی لیکن مجھے شبہ ہے کہ انہیں رہا کرانے کی کوشش کامیاب بھی ہو سکے گی؟"

"یہ فوجی آپریشن ہوگا علی" کیتھی نے کہا "اسے ہم بنانا اتنا آسان نہیں ہوگا۔"

"اہمیت طاقت کی نہیں، حکمت عملی کی ہوگی کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ جزیرے کی حفاظت کے کیا انتظامات ہیں۔ ممکن ہے جزیرے پر کسی کے پہنچنے سے قبل ہی ان کے آلات نشان دہی کردیں اور وہ ہوشیار ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزیرے کے ساحلوں کی نگرانی کے لئے خفیہ مشینیں ہوتے ہوں۔"

"جزیرہ مرگ تک کسی بحری جہاز کی رسائی تو ناممکن ہے" جنرل ٹیرس بولا "اس بات سے وہ لوگ خود واقف ہوں گے اور اس بنا پر امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اپنے حفاظتی انتظامات نہیں کئے ہوں گے جتنی توقع ہے۔"

"کیتھی بہ آسانی تو وہاں ایک پورے دستے سے حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب وہاں کشتی بھی نہیں پہنچ سکتی تو ایک پورا دستہ کس طرح پہنچے گا؟"

"ہم یہاں سے ایک کمانڈو دستہ روانہ کررہے ہیں" کیتھی نے کہا "یہ لوگ غوطہ خوری کے لباس میں ہوں گے اور ان کی اولین ذمے داری تہذیب اور بڈ کو رہا کرانا ہوگی۔ باقی باتیں بعد کی ہیں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا "جزیرہ مرگ تک پہنچنے کے لئے آبدوزیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں لیکن غوطہ خوری کے لباس کی ضرورت نہیں ہے۔ جنرل کی یہ دلیل وزن رکھتی ہے کہ جب وہ جزیرہ اتنے خطرناک سمندر میں واقع ہے تو لوگ اس کی حفاظت کی طرف سے بھی غافل ہوں گے۔ انہیں کسی کی طرف سے خطرہ بھی نہیں ہے۔ میں واحد مرد ہوں جس کا تعلق ان کے گروہ سے نہیں رہا اور وہاں سے ہوکر آیا ہوں۔ ان کی احتیاط کا اندازہ اس بات سے کرلو کہ مجھے وہاں سے کوٹے تل بے ہوشی کے عالم میں لایا گیا لہٰذا وہ مطمئن ہوں گے کہ جزیرے کے محل وقوع سے لاعلم ہوں۔ میری طرف سے کوئی خطرہ ہوا تو بھی میں معلومات فراہم نہیں کرسکوں گا۔"

"میں جزیرہ مرگ پر شب خون مارنے کے احکامات جاری کررہی ہوں علی! بحریہ کے جنگی جہاز، آبدوزیں اور [illegible]

"میں تمہیں جزیرے کی تعمیرات کے بارے میں تفصیل سے بتا رہا ہوں۔ ان معلومات کی مدد سے نقشہ تیار کرا کے کمانڈوز کو تہذیب تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے" میں نے جزیرے کے بارے میں بڑی تفصیل سے بتانا شروع کردیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیتھی نے یہ معلومات کس طرح نوٹ کی ہوں گی تاہم اس نے نہ تو درمیان میں مجھے ٹوکا اور نہ ہی بعد میں کوئی سوال کیا۔

"ان معلومات کی روشنی میں کام بہت آسان ہو جائے گا علی" کیتھی نے کہا "اب یہ اور بتاؤ کہ کیا لی کوان کو بھی وہاں سے نکالنا ہے۔"

"تمہارے کمانڈوز اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکیں گے" اس کی لاعلمی میں اس کے نزدیک تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی؟" کیتھی کی متحیرانہ آواز آئی "ہم تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ کمانڈوز ٹریننگ کیا ہوتی ہے۔"

"ہاں یہ میں کہہ رہا ہوں کیتھی! اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارا کوئی آدمی بلاوجہ ضائع نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ جزیرے پر داخل ہونے والے کسی کمانڈو کے پاس میری استعمال کی ہوئی کوئی چیز موجود ہو۔ مجھے سب سے زیادہ خطرہ لی کوان کی طرف سے ہے۔ ہر قسم کے حفاظتی حصار کو توڑا جاسکتا ہے مگر لی کوان کی نظروں سے نہیں بچا جاسکتا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ تہذیب اور بڈ اس کے برابر والے کاٹیج میں قیام پذیر ہیں۔ میرے کمرے کی الماری سے تمہیں ایک استعمال شدہ رومال مل جائے گا۔ جب جزیرے پر لی کوان کا سامنا ہو تو اس کے سامنے یہ رومال لہرا دیا جائے ورنہ تمہاری یہ مہم کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکے گی۔"

میری بات سن کر کیتھی ہنسنے لگی "عجیب افسانوی باتیں کرتے ہو علی! لی کوان آدمی ہے یا۔۔۔"

"خبردار! اس کی شان میں کوئی نازیبا لفظ مت کہنا۔ وہ بڑا مقدس ہے اور میں اس کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ میری باتیں تمہیں کتنی ہی افسانوی کیوں نہ معلوم ہو رہی ہوں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔"

"عمل ہو جائے گا علی! لیکن کیا ضروری ہے کہ کسی کا لی کوان سے سامنا بھی ہو۔"

"ضرور ہوگا کیتھی" میں نے کہا "مجھے اس بات کا یقین ہے اور سامنا ان میں سے کسی کا ہوگا جو تہذیب کے کاٹیج تک پہنچ سکے۔ تم شاید یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ [illegible]

پھر کیتھی غالباً ہدایات دینے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کی دلی کیفیات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"تم اندازہ نہیں کرسکتے جنرل کہ یہودی مسلمانوں سے کس قدر خوف زدہ ہیں۔ اپنی تمام تر برتری کے باوجود وہ اس خوف سے پیچھا نہیں چھڑا سکے جو ان کے لاشعور میں موجود ہے۔"

"میں جانتا ہوں علی" جنرل نے جواب دیا۔

"یقیناً تم جانتے ہو لیکن میں تمہیں بتاؤں گا تو تم یقین نہیں کرو گے۔ رینڈل نے سائنٹیفک طریقے سے میرے نظریات تبدیل کئے۔ مشینوں کے ذریعے میرا چیک اپ کرکے اطمینان کیا مگر انہیں اطمینان نہیں ہوا۔ حالانکہ انہیں اپنی مشینوں پر بڑا اعتماد ہے۔ ہر قسم کے مرحلوں سے گزرنے کے بعد بھی انہوں نے میرا امتحان لینا جاری رکھا۔ یہ پرسوں رات کی بات ہے جب جزیرہ طوفان برق و باراں کی زد میں تھا کہ ایک شخص اندھیرے میں میرے کاٹیج میں داخل ہوا۔ اس وقت لائٹ گئی ہوئی تھی۔ اس نے خود کو موشے ہاورڈ کا باغی ظاہر کیا اور مجھے جزیرے کے محل وقوع کا ہاتھ کی مدد سے بنایا ہوا ایک نقشہ پیش کیا اور مجھ سے درخواست کی کہ میں جزیرے سے نکلنے کے بعد جنرل ٹیرس کی مدد سے جزیرے پر حملہ آور ہو جاؤں۔"

"وہ نقشہ کہاں ہے" جنرل نے میری بات کاٹتے ہوئے بے صبری سے کہا۔

"اس نقشے کے مطابق وہ جزیرہ کوٹے تل سے اسی میل جنوب مغرب میں تھا جبکہ درحقیقت وہ نوے میل شمال مشرق میں واقع ہے۔"

"اوہ!" جنرل ٹیرس حیران رہ گیا "پھر تم نے کیا کیا؟"

"مجھے اس پر اسی وقت شبہ ہو گیا تھا جنرل! اس شخص کو دراصل رینڈل نے خود بھیجا تھا۔ قدرتی بات ہے کہ میں اس نادر موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتا لیکن میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کی کسی چال میں آجاؤں۔ میں نے رینڈل کے ہاتھوں صرف ایک بار چوٹ کھائی ہے اور دوبارہ چوٹ کھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میرے نظریات تبدیل ہوگئے تو ہوگئے۔ ایک بار یہودی نظریات سے متفق ہو جانے کے بعد کسی بدرحم کھانے کی گنجائش کہاں نکل سکتی ہے۔ میں نے اس کی تصویر کھینچ لی اور اس سے کہہ دیا کہ میں اسے موشے ہاورڈ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ شخص میک اپ میں تھا اور مجھے افسوس یہ ہے کہ وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے صبح ہوتے ہی ساری کتھا رینڈل کو سنا دی اور

اس شخص کی تصویر بھی پیش کر دی جو میں نے لائٹر کی مدد سے کھینچی تھی۔ ریجنل نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ وہ مجھے دھوکا دے رہا تھا اور میں اسے دھوکا دے رہا تھا۔ وہ تو مجھے دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا لیکن دیکھو میں اسے کتنی کامیابی سے دھوکا دے رہا ہوں۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ اب میں یہودیوں کے لئے کام کروں گا مگر اس کی خوف زدگی کا عالم یہ ہے کہ اس نے مجھے جزیرے کے محل وقوع سے بے خبر رکھا۔ اس ذریعے سے واقف نہیں ہونے دیا جس کے ذریعے جزیرے پر آمدورفت ممکن ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیتھی کو میرے ساتھ لگا دیا تاکہ وہ ہر وقت میری نگرانی کرتی رہے۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ یہودی مسلمانوں سے بے حد خوف زدہ ہیں لیکن مجھے اس حد تک اندازہ نہیں تھا" جنرل نے کہا۔

"یہ شخص جس کا نام ریجنل ہے یہ مجھ سے ایڈورڈ کی موت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو مجھے قتل کروینے کی ہدایات جاری کر رکھی تھیں لیکن جب میں اس کے قابو میں آگیا تو اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ اگر یہ کوان نہ ہوتا تو صورت حال بہت مختلف ہوتی۔ ریجنل سے یا اس کے آدمیوں سے جزیرے پر ہی تصادم ہو جاتا۔ کوئے کل ائرپورٹ پر ان کے قابو میں آجانا میرے لئے ہر اعتبار سے سودمند ثابت ہوا ہے۔ کسی اور ذریعے سے شاید کبھی اس جزیرے کا علم نہ ہو پاتا جہاں دہشت گردوں کی ایک پوری کھیپ تیار کی جا رہی ہے۔ یہ دہشت گرد تربیت پوری ہونے کے بعد کیا کیا گل کھلائیں گے اس کا اندازہ کرنا بھی محال ہے۔ ریجنل نے عظیم تر اسرائیل کی سرحدوں کا جو نقشہ بنایا ہے اس کے لئے واقعی اسے اتنی ہی تعداد میں دہشت گرد درکار ہوں گے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جس اتحاد کی ضرورت ہے وہ مسلمانوں میں مفقود ہے اور افراتفری کے ساتھ انفرادی محاذوں پر زیادہ عرصے کامیابی سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"تہذیب اور بڈ کی رہائی کے لئے جنگی بحری جہازوں کا بیڑہ روانہ ہو چکا ہے علی" کیتھی کی آواز آئی۔

"اتنی جلدی!" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ! میں سمجھ گیا" جنرل نے تیزی سے کہا "بحریہ کے جہاز جنگی مشقوں کے سلسلے میں پہلے ہی بین الاقوامی سمندر میں موجود تھے اس لئے وہ اتنی جلدی روانہ ہو سکے ہوں گے۔"

"کمانڈوز کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ان جہازوں تک پہنچایا گیا ہے جنرل اور آبدوزیں تو پہلے ہی کھلے سمندر میں موجود تھیں۔"

"بحری جہاز تو جزیرے سے دور ہی رک جائیں گے" جنرل نے کہا۔

"جی ہاں جنرل! منصوبہ یہ ہے کہ جہاز محفوظ مقام پر رک جائیں گے اور آبدوزوں کے ذریعے کمانڈوز جزیرے تک پہنچیں گے۔ تہذیب اور بڈ کو جزیرے سے نکالنے کے بعد ہم کیا کرنا ہوگا۔ یہ تم بتاؤ گے علی!"

"مجھے کامیابی کی امید کم ہی ہے کیتھی لیکن تہذیب اور بڈ کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو سکے جزیرے پر تباہ کن حملہ کرنے کی کوشش کرنا۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے علی! میں ابھی فضائیہ کے سربراہ سے بات کرتی ہوں۔"

"ایسی حماقت مت کرنا کیتھی" میں نے تیزی سے کہا "اس معاملے میں فضائیہ کو ملوث کرنا خطرناک ہوگا۔"

"ہماری فضائیہ بہت مضبوط ہے علی" جنرل میرس نے کہا۔

"اور پھر یہاں تو انہیں مزاحمت کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا۔"

"مجھے اس میں شبہ ہے جنرل! فضائی حملے کے خلاف ان کے پاس زیادہ موثر ہتھیاروں کی موجودگی کے امکانات ہیں۔"

"ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کر کے زیادہ تباہی پھیلائی جا سکتی ہے جبکہ بحری جہازوں کے ذریعے توپوں کے گولے پھینک کر یا میزائلوں سے حملہ کر کے اتنے مقاصد حاصل نہیں کئے جا سکتے۔"

"تمہاری بات سے مجھے اختلاف نہیں ہے جنرل" میں نے کہا "تم جس طرح مناسب سمجھو کرو۔ میں نے تو ایک خطرے کی نشان دہی کی تھی۔"

"تم جزیرے پر حملہ کرنے کے لئے ہر ذریعہ اختیار کرو لیکن علی کی وارننگ کو نظرانداز بھی مت کرنا اور فضائی قوت کو احتیاط سے استعمال کرنا۔"

"ٹھیک ہے جنرل! میں اس سلسلے میں متعلقہ حکام سے بات چیت کرتی ہوں۔"

"یہ آپریشن صبح سے قبل مکمل نہیں ہو سکے گا" جنرل نے مجھ سے کہا "اگر تم چاہو تو اس وقت تک کے لئے سو سکتے ہو۔ یہ خانوں سے تو تم واقف ہی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے جنرل کہ یہاں یہ خانے میں آرام دہ خواب گاہیں موجود ہیں لیکن ان حالات میں کسے نیند آ سکتی ہے البتہ فریج ضرور کھولنا پڑے گا۔"

میں اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا جہاں فریج موجود تھا۔ جنرل میرس بھی میرے ساتھ ہی اٹھا تھا۔ فریج میں دو نفوس کے لئے کم از کم تین روز کی خوراک کا ذخیرہ تو موجود تھا۔

"کھانے پینے کی اشیا کا اتنا ذخیرہ ہمیشہ یہاں موجود رہتا ہے" جنرل نے کہا۔

"ہم دونوں کی مشترکہ خوش قسمتی ہے جنرل! ورنہ زندگی کچھ اور مختصر ہو جاتی۔"

"بار بار اس قسم کی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کرو" جنرل میرس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم کیوں شرمندہ ہو رہے ہو جنرل! تم نے مجھے تنہا تو مشکل میں نہیں پھنسایا۔ میرے ساتھ خود بھی گرفتار ہوئے تھے۔"

ہم نے کھانا کھایا اور اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ کیتھی براؤن بھی جاگ رہی تھی اور ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ہمیں تفصیلات سے آگاہ کر رہی تھی۔ فضائیہ کے سربراہ نے بڑے جوش و خروش سے اس مہم میں حصہ لینے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ میں ان کے حق میں دعا ہی کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ جزیرے پر فضائی حملہ ہونے کی صورت میں مجھے کوئی اچھی توقع نہیں تھی۔ میں نے کیتھی کو تنبیہ کی تھی کہ جنگی بحری جہازوں سے وائرلیس پر زیادہ رابطہ نہ رکھے کیونکہ یہ گفتگو سنی بھی جا سکتی تھی۔ اس پر کیتھی نے جو موقف اختیار کیا وہ یہ تھا کہ ساری گفتگو کوڈ ورڈز میں ہو رہی ہے اس لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تاہم اس نے میری احتیاط کا مظاہرہ ضرور کیا تھا اور اب صرف ضروری اور مختصر گفتگو کر رہی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھ پر بے چینی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ جنرل میرس کی حماقت سے میں پھنس نہ گیا ہوتا تو شاید یہ صورت اختیار نہ کرتا جس میں تہذیب کی جان کو خطرہ ہوتا لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں بچا تھا کہ انہیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے اور میں نے وہی کیا تھا۔

حیران کن بات یہ تھی کہ حالات کی سنگینی مجھ پر اتنی اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔ مجھے یہ فکر بھی نہیں رہی تھی کہ میں اس قید خانے سے کس طرح نکل پاؤں گا۔ کوئی خیال تھا تو تہذیب کا تھا۔ ہم نے چھ ماہ سے زیادہ عرصہ قید میں گزارا تھا۔ اس قید کے دوران میں تو مصروف رہا تھا لیکن تہذیب کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ چھ ماہ کی مدت کم نہیں ہوتی۔ آدمی کے ہاتھ پیروں میں زنگ لگ جاتا ہے۔ ذہنی صلاحیتیں تک متاثر ہوتی ہیں۔ تہذیب اور بڈ کو اگرچہ کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا لیکن قید ہونے کا احساس بھی تو کم نہیں ہوتا۔ ذہنی کرب تو جسمانی اذیت سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے اور ذہنی کرب کے لئے صرف یہ احساس بہت کافی ہوتا ہے کہ آدمی قید ہے، آزاد نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے جہاں چاہے گھوم پھر سکتا ہے مگر اس کی بھی کچھ حدود ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب اور جہاں کسی بھی شخص کے لئے کچھ حدود کا تعین کر دیا جائے وہ انہیں توڑنے پر تل جاتا ہے۔ شاید قدرت نے انسان کا خمیر ہی بغاوت اور سرکشی سے اٹھایا ہے۔

اور پھر تہذیب کو ایک دوسرا صدمہ بھی تو پہنچا تھا جس کے سامنے ہر صدمہ ہیچ تھا اور وہ تھا میرے نظریات کی تبدیلی کا صدمہ۔ تہذیب کے لئے یہ بہت جان لیوا صدمہ تھا جبکہ بڈ کا معاملہ دوسرا تھا۔ اس کی اپنی ایک شخصیت تھی جس کا مجروح ہونا وہ گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ دوسری طرف مجھ سے

اس کا تعلق بہت گہرا تھا۔ میرے نظریات کی تبدیلی کا علم ہونے کے باوجود وہ مجھ سے قطع تعلق نہیں کرسکی تھی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کے خیال میں میرے نظریات کی تبدیلی عارضی ہو یا پھر اس نے سوچا ہو کہ برے وقت میں ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے۔

میں عالم اضطراب میں کبھی ٹہلنے لگتا تھا اور کبھی بیٹھ جاتا تھا۔ جنرل بھی ایسی ہی کیفیات سے گزر رہا تھا۔ میں اس کے اضطراب کے اصل سبب سے ناواقف تھا تاہم اس نے میرے لئے جو فیصلہ کیا وہ بہت جذباتی تھا اور میرے ساتھ ساتھ وہ خود بھی پھنس گیا تھا۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ پشیمانی کے احساس سے دوچار ہو رہا ہو۔ جذباتی فیصلے عموماً پشیمانی کا باعث بن جاتے ہیں۔

رات ڈھائی بجے کے قریب کیتھی براؤن نے اطلاع دی کہ جنگی جہازوں کے بیڑے نے آگے بڑھنا بند کردیا ہے اور جزیرہ مرگ سے کوئی تیس میل دور کھلے سمندر میں لنگر انداز ہوگیا ہے۔ اس سے آگے آبدوزوں کا کام تھا۔ آبدوز ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس کے ذریعے جزیرے تک رسائی ممکن تھی۔ زیر آب بکھری ہوئی چٹانوں اور جزیرے پر ریڈار کے خطرے کے پیش نظر کوئی اور ذریعہ محفوظ نہیں تھا۔

اس خبر نے میرے اضطراب میں اضافہ کردیا تھا۔ تہذیب کی رہائی کے لئے روانہ کی جانے والی ٹیم فیصلہ کن مراحل میں داخل ہوگئی تھی۔ اگر کمانڈو دستہ جزیرے کے ساحل تک بحفاظت پہنچ جاتا تو یہ پہلی کامیابی ہوتی۔

"تم سوجاؤ علی!" اچانک جنرل ٹیرس نے مجھ سے کہا "میں جاگ رہا ہوں' کوئی اہم اطلاع موصول ہوئی تو میں تمہیں اٹھادوں گا۔"

"میں اٹھ کر کر بھی کیا لوں گا" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا "میں تو اس وقت خود کو دنیا کا بے بس ترین آدمی محسوس کر رہا ہوں۔"

جنرل کے چہرے پر شرمندگی بکھر گئی۔ میں نے جو بات کہی وہ اسے شرمندہ کرنے کے لئے نہیں کہی تھی لیکن میں بھی کیا کرتا۔ اپنی موجودہ کیفیت کے اظہار کے لئے ذرا مختلف ہی احتیاط سے الفاظ کیوں نہ منتخب کرلیتا' جنرل ٹیرس اس کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا اس لئے کہ موجودہ صورت حال کی تمام تر ذمے داری اس پر عائد ہوتی تھی۔

"ویسے اگر تم سونا چاہو تو سوسکتے ہو" میں نے اپنے جملے کا تاثر کم کرنے کی کوشش کی "اس مہم کے اختتام تک تو مجھے نیند آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"تو پھر میں تمہارے لئے کافی بنا کر لاتا ہوں" جنرل نے کہا۔ اس محل کے نیچے واقع اس وسیع و عریض تہ خانے میں ہر قسم کے انتظامات موجود تھے اور یہ انتظامات صرف اس وجہ سے کئے گئے تھے کہ کسی بھی ہنگامی صورت میں وہاں پر روز پناہ حاصل کی جاسکے۔ باہر کی دنیا سے رابطہ منقطع ہوجائے تو بھی محصور کسی کا دست نگر نہ ہو۔ ویسے بھی سربراہان مملکت کے بہت چونچلے ہوا کرتے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ ایک روز یہ چونچلے بازی مجھ جیسے غریب الوطن شخص کے کام آئے گی۔

میں نے بہت کوشش کی کہ کافی بنانے کا فریضہ جنرل مجھے سونپ دے مگر وہ مصر ہوگیا۔ ہرچند کہ وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اس کے کام کرنے کے لئے ملازمین کی ایک پوری فوج ہر وقت تیار رہا کرتی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے لئے کافی بنائی۔ ایک طرح سے یہ اس زیادتی کی تلافی کرنے کی کوشش تھی جو اس نے مجھے یہاں قید کرکے میرے ساتھ کی تھی۔

"کافی بہت عمدہ ہے جنرل!" میں نے کافی کا ایک گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"یہ تمہارا خلوص ہے کہ کافی تمہیں اچھی لگی ورنہ مجھے تو کافی بنائے ایک عرصہ بیت گیا" جنرل نے بجھے بجھے سے انداز میں کہا۔

"واقعی تمہیں بہت محنت کرنی پڑی اس لئے سوکھا سا منہ بنا کر باتیں کر رہے ہو" میں نے ہنس کر کہا۔

"تمہاری خوش قسمتی ہے علی کہ تمہیں جنرل کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی کافی پینے کو ملی" کیتھی براؤن کی آواز ابھری "تمہارے منہ سے کافی کی تعریف سن کر جنرل کے ہاتھوں کی بنی ہوئی کافی پینے کو میرا دل بھی مچلنے لگا ہے۔"

جنرل چونک پڑا "اپنے فرض پر نگاہ رکھو کیتھی! ایسی باتیں تمہیں مذاق میں بھی نہیں کہنی چاہئیں۔"

"میری فرض شناسی پر تمہیں کوئی شبہ ہونا نہیں چاہئے جنرل! لیکن بہت غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہم ایک سنگین نوعیت کی غلطی کے مرتکب ہوچکے ہیں۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ اس مشن کا انچارج ہونے کے ناطے میں نے غلطی کی ہے" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بے فکر رہو جنرل! اب علی کو آزاد کرکے دوسری غلطی نہیں کی جاسکتی لیکن تمہیں یہ تو تسلیم کرلینا چاہئے کہ ہم سے جلد بازی میں غلطی ہوچکی ہے۔"

"اپنی اس کوتاہی کا اعتراف میں پہلے ہی کرچکا ہوں" جنرل نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"کاش ہمیں تھوڑا سا وقت مل جاتا" کیتھی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تو شاید ہم اس معاملے کے اور پہلوؤں پر بھی غور کرلیتے۔ یہ وہی علی یار خان تو ہے جو برس ہا برس سے یہودیوں کے خلاف برسرپیکار ہے۔ ہمارے پاس ہر طرح کے ثبوت موجود تھے کہ گوٹے ملا ایئرپورٹ سے لاپتا ہونے تک علی کی وفاداریوں پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایلی ہاورڈ کو ہلاک کرنے کے بعد علی منظر عام پر آیا تو اس شان سے کہ اسرائیل کے دل تل ابیب سے دو کارگو طیارے اغوا کرلئے اور اسرائیل کے حکام کو ایسی بھرپور شکست سے دوچار کیا جسے وہ کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔ ان دونوں طیاروں میں اسرائیل کے چوٹی کے افراد سفر کر رہے تھے اور اسرائیل نے ان طیاروں کی حفاظت کے لئے جو انتظامات کئے تھے ان کی مثال ملنی مشکل ہے لیکن ان کی کوششوں کا انجام کیا ہوا۔ علی نے طیارے اغوا کرلئے نہ صرف اغوا کئے بلکہ آج تک اسرائیلی حکام سراغ نہیں لگا سکے کہ وہ طیارے کہاں گئے۔ اس کے بعد عراق میں علی نے جو کارنامے سرانجام دئے وہ بھی ہمارے علم میں ہیں پھر آخر ہم چند جملے سن کر اتنے جذباتی کیوں ہوگئے کہ ہم نے بغیر سوچے سمجھے علی کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔ کیا یہ سوچنا ہمارا فرض نہیں تھا کہ علی وہ شخص ہے جسے نہ خریدا جاسکتا ہے' نہ توڑا جاسکتا ہے اور نہ جھکایا جاسکتا ہے۔ اس وقت ہمارا ذہن کسی ایسے سائنٹیفک طریقے کی طرف نہیں ہوسکتا تھا جس سے نظریات تبدیل کئے جاسکتے ہوں لہٰذا ہمیں ٹیپ سننے کے باوجود یہ بات رد کردینی چاہئے تھی کہ علی یہودیوں کے لئے کام کر رہا ہے اور بالفرض ایسا تھا بھی تو کیا ایک غلطی سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے؟"

"آخری بات تم نے درست کہی کیتھی" میں نے ہنس کر کہا "بعض اوقات تو ایک غلطی پورے کیریئر کو تباہ کرکے رکھ دیتی ہے اور اس کی سب سے بڑی مثال شیطان ہے۔"

"میری بات مذاق میں اڑانے کی کوشش مت کرو علی!" کیتھی نے کہا "میں بے حد سنجیدہ ہوں۔"

"ان سب باتوں پر میں بھی غور کرچکا ہوں کیتھی" جنرل نے شکست خوردہ سے انداز میں کہا "اس وقت تو مجھے صرف یہ فکر ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ جو غلطی ہم نے کردی ہے اس کا ازالہ کیسے ہو۔"

"میں یہ فیصلہ علی پر چھوڑتی ہوں" کیتھی براؤن کی گمبھیر آواز آئی اور جنرل اضطراری انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہرگز نہیں" اس نے سخت لہجے میں کہا "جنرل اپنے فیصلے واپس نہیں لیا کرتے۔ یہ معاملہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر ہی ختم ہوگا۔"

میں نے ان کی گفتگو میں دخل دینے کی کوشش نہیں کی۔ میرا ذہن تو جزیرہ مرگ کی طرف منتقل ہوگیا تھا جس کی طرف اس وقت آبدوزیں بڑھ رہی ہوں گی اور گوٹے ملا کی مسلح افواج کے بہترین تربیت یافتہ کمانڈوز اس وقت کے منتظر ہوں گے جب ان کی آبدوزیں جزیرہ مرگ کے ساحل تک پہنچیں۔

کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس میں تکرار ہوتی رہی۔ کیتھی کے دل میں میرے لئے نرم گوشہ پیدا ہوچکا تھا۔ وہ عورت تھی اور اس کا دل نرم تھا۔ اس پر میری باتیں اثرانداز ہوئی تھیں جبکہ جنرل ٹیرس نہ صرف مرد تھا بلکہ فوجی بھی تھا۔ اس نے جھکنا نہیں سیکھا تھا۔ جنرل اگر جھکنے لگیں تو فوجوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ان دونوں کی تکرار کا انجام یہ ہوا کہ کیتھی اپنے موقف سے دستبردار ہوگئی۔ وہ چاہ یہ رہی تھی کہ مجھے رہا کردیا جائے خواہ اس میں کتنے ہی خطرات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

میں کبھی ٹہلنے لگتا اور کبھی بیٹھ جاتا۔ ذہن کا عالم عجیب تھا۔ یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرا انجام یہ بھی ہوسکتا ہے۔ ہر معرکے میں بے خوف و خطر کود پڑنے والا شخص یوں گمنامی کی موت مرجائے گا اور وہ بھی اپنوں کے ہاتھوں اور بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے۔ باہر سے کمک آنے کی کوئی توقع نہیں تھی۔ آج شام زیوز ربان سے میری ملاقات طے تھی۔ میں اور کیتا وہاں نہ پہنچ پاتے تو رینڈل کو اطلاع دی جاتی۔ اس اطلاع پر رینڈل کا رد عمل کیا ہوتا اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا اس لئے کہ اس کا رد عمل بہت سی باتوں سے مشروط ہوتا۔ اگر تہذیب کو رہا کرانے کی مہم کامیاب ہوجاتی اور جزیرہ مرگ پر حملہ کردیا جاتا تو ظاہر ہے کہ رینڈل کا ذہن سب سے پہلے میری ہی طرف منتقل ہوتا پھر کانفرنس ملتوی ہونے کی خبر بھی تو تھی اور اس کے بعد میرا منظر عام سے غائب ہوجانا۔ ان میں سے ہر بات میرے خلاف جاتی تھی اور اس کے بعد ان سے یہی امید کی جاسکتی تھی کہ وہ ایک بار پھر میری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ صفائی کا موقع بھی مجھے شاید ہی دیا جائے۔ اگر یہ

تین عوامل میرے خلاف نہ ہوتے تو میرے غائب ہونے پر وہ لوگ پریشان ہو کر مجھے تلاش کرتے۔ اگرچہ ٹیریس کل وہ مقام تھا جہاں ان کی پہنچ اول تو ہو نہیں سکتی تھی اور اگر ہو بھی جاتی تو یہاں انہیں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ لوگ کتنے ہی طاقت ور کیوں نہ ہوتے۔ کسی ملک سے ٹکرانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

صبح کے چار بجے کیتھی براؤن نے اطلاع دی کہ کمانڈوز دستہ جزیرے کے ساحل پر اتر چکا ہے اور اسے کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس اطلاع نے میرے اضطراب میں اضافہ کر دیا۔ مہم اہم ترین حصے میں داخل ہو گئی تھی اور اگلا گھنٹہ بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ اس ایک گھنٹے کے دوران ہماری شکست اور فتح کا فیصلہ ہونا تھا۔

"اگر تہذیب اور بڈ کی رہائی کی مہم کامیاب ہو گئی تو جاتی ہو اس کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے؟" میں نے کیتھی براؤن کو مخاطب کیا۔

"ہاں! اس کے فوراً بعد ہم جزیرے کو تہس نہس کرا دیں گے" کیتھی نے جواب دیا۔

"وہ تو تم کرا ہی دو گی لیکن یہ بھی سوچا ہے کہ ان ڈھائی سو جیسوں ایجنٹوں کا کیا بنے گا جو کوئے تل میں موجود ہیں؟"

"ان کا معاملہ تم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب تم کہو گے ان کے خلاف کوئی کارروائی ہو جائے گی۔"

"تہذیب کی رہائی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد جزیرۂ مرگ پر پہلا بم گرائے جانے سے قبل ان سب کو گرفتار ہو جانا چاہئے۔"

"بہت مناسب ہے علی! میں ابھی متعلقہ محکموں کو الرٹ کئے دیتی ہوں۔"

میں نے جنرل ٹیریس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار نہیں تھا، چہرے پر شب بیداری کے آثار نہیں تھے البتہ وہ بے حد متفکر نظر آ رہا تھا۔ اس کے تفکرات کا باعث وہی مہم ہو سکتی تھی جو تہذیب کی رہائی کے لئے روانہ کی گئی تھی۔ میری خواہش تھی کہ تہذیب اور بڈ کو رہا کرانے کی غرض سے میں خود جزیرۂ مرگ جاتا مگر آدمی کی ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ ہر چند کہ یہ ایسی خواہش تھی جس کے پورا نہ ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا اس کے باوجود جب تہذیب کو رہا کرانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں میں اس سے بیسیوں میل کے فاصلے پر بے بس وقت گزار رہا تھا۔۔۔ یا شاید وقت مجھے گزار رہا تھا۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنا ہر اختیار کھو بیٹھتا ہے، خود کو وقت کی بے رحم لہروں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میں بھی اتنا ہی ایک ہزار و پچس کیا تھا۔ میں نے اپنی باتوں سے جنرل ٹیریس اور براؤن کو متاثر کرنے کی جو کوششیں کی تھیں وہ میری بال حد تک بار آور ثابت نہیں ہو سکی تھیں اور نہ ہی ان کوششوں کے اس حد تک بار آور ہونے کا امکان تھا۔ خود کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑتا تو اور کیا کرتا۔ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔

"مبارک ہو علی! پونے پانچ بجے اسپیکر سے کیتھی براؤن کی خوشی سے لرزتی ہوئی آواز ابھری "ہمارے کمانڈوز نے ہمیں کامیابی کا سگنل دیا ہے۔"

میں خوشی کی شدت سے اٹھ کھڑا ہوا "مجھے تفصیلات بتاؤ کیتھی" میں نے کہا۔

"ابھی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا علی! ہم نے ہی تو منع کیا تھا کہ بلا ضرورت لاسلکی رابطہ نہ قائم کیا جائے۔ ہمارے سگنل کیچ اور بھی سنے جا سکتے ہیں اس لئے میں نے انہیں منع کر دیا تھا۔ کامیابی کی اطلاع کے لئے ایک مخصوص سگنل مقرر کیا گیا تھا اور مجھے وہ سگنل موصول ہو گیا ہے۔ جیسے ہی مزید کوئی اطلاع ملی میں تمہیں فوراً مطلع کروں گی اور اب میں موشے باورڈ کے ایجنٹوں کی گرفتاری کے لئے احکامات جاری کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے کیتھی! لیکن ان کی گرفتاری بہت منظم طریقے سے عمل میں آنی چاہئے۔ کسی کو اتنا موقع نہ ملے کہ وہ ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر سکے۔"

"اوکے علی ڈیئر! میں ہر ممکن احتیاط برتنے کی ہدایت کئے دیتی ہوں۔"

"اب جزیرۂ مرگ پر آگ اور خون کا کھیل ہوگا علی!" جنرل ٹیریس نے دانت پیستے ہوئے کہا "جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتے ہیں اسی میں خود ہی گر جاتے ہیں۔"

"اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ ریڈل جزیرے پر ہوگا تو تمہارا یہ خیال غلط ہے تاہم جزیرے کی تباہی سے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔"

"تم تو کہہ رہے تھے جزیرے پر تمہاری اس سے ملاقات ہوئی رہی ہے" جنرل نے چونک کر کہا۔

"ایک بار بھی اس سے رو برو ملاقات نہیں ہوئی۔ جب بھی بات ہوئی اسکرین اور مشینوں کے ذریعے ہوئی۔ اگر وہ جزیرے پر ہوتا تو کم از کم ایک بار تو اس سے ضروری ملاقات ہو جاتی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ اس طرح تو ہماری ساری محنت اکارت ہو جائے گی۔"

"وہ جزیرہ ان کا اہم ترین اڈہ ہے جنرل! جس آزادی سے وہاں کام ہو رہا ہے اتنی آزادی تو انہیں تل ابیب میں بھی میسر نہیں آ سکتی۔ وہاں جو بھی قدم اٹھایا جائے گا لامحالہ دنیا والوں کے علم میں ضرور آئے گا جب کہ یہاں کسی قسم کی دخل اندازی کا خطرہ نہیں تھا۔ مکمل یکسوئی اور آزادی سے وہ جو چاہ رہے تھے کر رہے تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس ایک محاذ پر اگر ہمیں مکمل کامیابی حاصل ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انہیں کم از کم دس سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔"

"لیکن ابھی لی کوان کا مسئلہ طے ہونا تو باقی ہے" جنرل نے کہا "معلوم نہیں وہ جزیرے پر ہی ہے یا۔۔۔"

"یہ سب مسائل ثانوی حیثیت کے حامل ہیں جنرل! لی کوان اہم تھا مگر اہمیت کے باوجود لی کوان ہمارے مشن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

"کیا تم یہ گوارہ کر لو گے کہ اس کی جان بلاوجہ ضائع ہو جائے" جنرل نے حیرت سے کہا۔

"اسے قربانی کہتے ہیں جنرل!" میں پھیکے سے انداز میں مسکرایا "بڑے مقاصد کے حصول کے لئے چھوٹی موٹی قربانیاں تو دینی ہی پڑتی ہیں۔ جو قوم قربانیاں پیش کرنے سے گریزاں رہے وہ عالمی سطح پر کبھی ابھر نہیں سکتی۔"

"ابتدائی تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں علی!" کیتھی کی آواز آئی "ہماری آبدوزیں جزیرے سے کافی دور نکل آئی ہیں لیکن ابھی تک وہ جہازوں سے بہت دور ہیں۔ ہمارے کمانڈوز نے نہ صرف تہذیب اور بڈ کو جزیرے سے بحفاظت نکال لیا ہے بلکہ ان کے ساتھ لی کوان بھی ہے۔ تہذیب اور بڈ بے ہوش ہیں لیکن لی کوان اپنی مرضی سے ان کے ساتھ آیا ہے۔"

"اوہ! وہ دونوں بے ہوش کیوں ہیں؟" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "کیا انہیں وہاں سے نکالنے کے دوران کوئی۔۔۔"

"یہ پروگرام میں شامل تھا علی کہ انہیں سوتے میں ہی بے ہوش کر دیا جائے گا۔ وجہ یہ تھی کہ جزیرے پر ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے اطمینان کا سانس لیا "جزیرے پر کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔"

"جو کچھ مجھے معلوم تھا میں تمہیں بتا چکی ہوں" کیتھی نے کہا "آبدوزوں سے میرا براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ پیغامات ہمارے جہازوں پر موصول ہو رہے ہیں اور وہاں سے ہیڈ کوارٹر کو بھیجے جا رہے ہیں۔"

"اور ایڈگر کے ایجنٹوں کی گرفتاری کے لئے تم نے کیا اقدامات کئے؟"

"اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان سب کو بیک وقت گرفتار کر لیا جائے گا" کیتھی نے کہا "اس مقصد کے لئے ٹیمیں تشکیل دے دی گئی ہیں لیکن یہ بہت بڑا قدم ہوگا۔"

"موشے باورڈ کے لئے یقیناً یہ بہت بڑا صدمہ ہوگا لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے صرف اس کا انتقام لینے کے لئے یہ سب کچھ بہت ناکافی ہے۔"

"اوہ! میں یہ نہیں کہہ رہی تھی۔۔۔ دراصل وہ فہرست اتنی طویل تھی کہ ہم غور نہیں کر سکے۔ اس میں بعض ایسے نام بھی شامل ہیں جن پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔ جنرل ٹیریس کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

"اس فہرست میں تو ایسے افراد ہیں جو کوئے تل کے بااثر لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے پانچ تو سیاست داں ہیں، دو حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، ایک صنعت کار ہے اور ایک سائنس داں ہے۔"

میرے لئے یہ انکشاف کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔ ڈیوڈ ریان کی فراہم کردہ فہرست تفصیل سے دیکھنے کی مجھے مہلت نہیں ملی تھی۔ میں نے تو اس فہرست پر سرسری نظر ڈالی تھی۔ یہی معاملہ جنرل ٹیریس کا بھی تھا۔۔۔ ایک ایک نام غور سے پڑھتا تب ہی اس پر یہ اسرار منکشف ہو سکتے تھے جن کا اعلان ابھی ابھی کیتھی براؤن نے کیا تھا۔

"تم اس حقیقت سے کب آگاہ ہوئیں کہ اس فہرست میں تو ایسے لوگ بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہت دیر پہلے کی بات ہے علی! دیگر کام سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ میں اس فہرست کو بھی دیکھتی رہی تھی۔"

"تو پھر تم نے یہ انکشاف کرنے میں اتنی دیر کیوں کر دی؟" میرا لہجہ قدرے سخت تھا۔

"میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہی تھی۔۔۔ دراصل مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں کی گرفتاری کی نوبت اس قدر جلد بھی آ سکتی ہے۔"

"مجھے ان لوگوں کے نام بتاؤ کیتھی؟" جنرل ٹیریس نے کہا اور کیتھی نے اسے ان نو افراد کے ناموں سے آگاہ کر دیا۔ کیتھی سارے نام بتا چکی تو جنرل میری طرف مڑا۔

"تمہیں یقین ہے علی کہ اس فہرست میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے" جنرل نے عجیب سے لہجے میں کہا اور اس کے اس انداز تخاطب پر میں گڑبڑا گیا۔

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو جنرل" میں نے کہا۔
جنرل نے ایک طویل سانس لی "اس لئے کہ یہ تمام افراد ہر قسم کے شک و شبے سے بالاتر ہیں۔"
"میں صرف اس بنیاد پر اس فہرست کو غلط نہیں قرار دے سکتا کہ ان میں سے کچھ پر تمہیں شبہ نہیں ہے" میں نے کہا۔

"یہ سب کے سب محب وطن لوگ ہیں علی! گوئے نل کے لئے ان میں سے ہر ایک کی خدمات نمایاں ہیں۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ۔"
"میرے بارے میں کس طرح یقین کیا تھا" میں نے بڑی سادگی سے کہا "یا ان لوگوں کی خدمات مجھ سے بڑھ کر ہیں؟"
جنرل سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحوں بعد سر اٹھا کر بولا "کیوں نا ان کی گرفتاری مئوخر کر دی جائے۔"
"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "اگر تم نے ایسی حماقت کرنے کی کوشش کی تو ان میں سے ایک بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"
"اور اگر ان میں سے کوئی ایک مجرم نہ ثابت ہو سکا تو کیا ہو گا؟" جنرل نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
"کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے کہا "ان سے معذرت کی جا سکتی ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو غلطیاں نہیں کرتا۔"
"تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے علی" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا "بغیر کسی مضبوطی کے اتنا بڑا قدم اٹھانے پر حکومت کی بنیادیں بھی ہل سکتی ہیں۔"
"ہل جانے دو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا پھر کیبنی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کیبنی کہ ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا جائے خواہ اس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"
"حکم کی تعمیل ہو گی عالی جاہ" کیبنی برائن کے لہجے میں شوخی تھی "اگر اجازت ہو تو بندی ٹرانسمیٹر پر بات کر لے اشارہ موصول ہو رہا ہے" پھر کیبنی میرے جواب کا انتظار کئے بغیر غالباً ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے لگی تھی۔
"تم گوئے نل کے سیاہ و سفید کے مالک ہو علی! اس قید خانے سے بھی تم جو حکم جاری کرو گے وہ میرے حکم پر بھاری ہو گا۔ تم اس کے مستحق بھی ہو اس لئے کہ جنرل نیبرس کو اس مقام تک پہنچانے والے بھی تم ہو اور گوئے نل کی تقدیر بھی تم ہی نے بدلی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم نے ابھی ابھی جو حکم دیا ہے وہ زیادتی پر مبنی ہے۔ اتنے عزت دار لوگوں پر محض اس بنا پر ہاتھ نہیں ڈالا جانا چاہئے کہ ان کا نام کسی فہرست میں شامل تھا جس کی تصدیق کا بھی ہمارے پاس ذریعہ نہیں ہے۔"
"جن افراد کے لئے تم پریشان ہو کیا تمہیں ان کی حب الوطنی پر یقین ہے؟" میں نے جنرل کو گھورتے ہوئے کہا۔
"بہت زیادہ" جنرل نے کہا۔
"اگر گوئے نل پر کوئی برا وقت آ پڑے اور اس وقت میں ان سے کوئی قربانی طلب کی جائے تو کیا یہ لوگ تیار ہو جائیں گے؟"
"بالکل" جنرل نے بلا تامل کہا "ماضی میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں بھی یہ کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔"
"پھر تو معاملہ بہت آسان ہو گیا جنرل! انہیں گرفتار کرنے کے بجائے انہیں پہلے پوری صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے اور اس کے بعد ان سے درخواست کی جائے کہ صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر خود کو رضاکارانہ طور پر گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔ اگر وہ بے گناہ ثابت ہوئے تو ان کی عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دیا جائے گا۔ اچھا ہے اسی بہانے ان کا امتحان بھی ہو جائے گا۔"
جنرل حیرت سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی جو بتدریج بڑھتے بڑھتے قہقہے میں تبدیل ہو گئی "تم بھی کمال کے آدمی ہو علی!" اس نے قہقہہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "کس قدر نازک معاملے کا کتنا آسان اور سادہ حل پیش کیا ہے۔ واقعی تم تیز رفتاری سے سوچتے ہو۔"
"کمانڈوز انچارج سے رابطہ قائم ہو گیا ہے علی!" کیبنی کی آواز آئی "وہ لوگ بحری جہازوں میں پہنچ گئے ہیں۔ میں انچارج کی براہ راست بات کراتی ہوں۔"
"ایک منٹ کیبنی" جنرل نیبرس نے تیزی سے کہا اور اسے اس تجویز سے آگاہ کر دیا جو معزز افراد کی گرفتاری کے لئے پیش کی گئی تھی۔ کیبنی نے اس تجویز پر عمل کرنے کی حامی بھری اور پھر کمانڈوز کے انچارج سے رابطہ ملا دیا۔
"خدا کے فضل و کرم سے ہم کامیاب لوٹے ہیں جناب" انچارج نے کہا "جتنی احتیاط انسان کے بس میں ہو سکتی تھی وہ ہم نے کی اور خدا کا شکر ہے کہ جزیرے پر کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ آپ کے فراہم کردہ نقشے کی وجہ سے ایک منٹ بھی ضائع نہیں ہوا اور ہم ساحل سے ملا [illegible] تہذیب [illegible]
ہمارا اسٹر [illegible] احتیاط کے پیش نظر جھیلے کے نل پر رکتے ہوئے [illegible] کیا تھا۔ آپ تو جانتے ہوں گے کہ کمانڈوز جب کسی خطرے میں گھر کر رینگتے ہوئے سفر کرتے ہیں تو ذرا سی سرسراہٹ بھی نہیں پیدا ہونے دیتے لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ابھی ہم مادام کے کاٹیج میں داخل بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ وہ بوڑھا ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ اگرچہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے سے بتا دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود ہم خوف زدہ ہو گئے۔ ہمیں اس کے بارے میں معلوم نہ ہوتا تو ہم یقیناً اس سے الجھ جاتے اور اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوتا۔ مجھے تو وہ بوڑھا بالکل بے خبر لگتا ہے جناب! تاہم وہ بے حد پراسرار ہے۔ ہمیں اس کی آمد کا احساس ہی نہیں ہو سکا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے اس نے جان بوجھ کر ہمیں اپنے وجود کا احساس دلایا تھا۔ جیسے ہی میں نے اسے اپنے نزدیک محسوس کیا میں نے مادام تہمینی کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے جیب سے رومال نکال کر لہرایا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا جناب کہ وہ اچانک ہی ساکت ہو گیا اور چند لمحے کسی سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد اس نے اشارے سے ہمیں اپنا کام جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ ہم کاٹیج کے اندر داخل ہوئے اور پروگرام کے مطابق مادام تہذیب اور مسز بڈ کو کلوروفام سنگھا کر بے ہوش کر دیا۔ بوڑھا اس دوران خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ واپس ہوتے وقت ہم نے اشارے سے اسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی۔"
"اس بوڑھے کا نام لی کوان ہے اور وہ میرا استاد ہے، انچارج۔ وہ کہاں ہے؟"
"وہ جنگی بحری جہازوں کو دیکھ دیکھ کر بولا خوش ہو رہا ہے جیسے اس نے زندگی میں پہلی بار جہاز کی شکل دیکھی ہو۔ جہاز کا پورا عملہ پریشان ہے جناب! یہ جنگی جہاز ہیں اور اس کے انداز سے ایسا لگ رہا ہے جیسے آج ہی جہاز کے ہر حصے کا معائنہ کر کے چھوڑے گا۔ وہ دشمن کا آدمی ہے جناب اور اسے اتنی ڈھیل نہیں دی جا سکتی۔"
"کیا تم نے سنا نہیں کہ وہ میرا استاد ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "اسے اس کے حال پر چھوڑ دو بلکہ اس سے میری بات کرا دو اور ہاں۔ تہذیب اور بڈ کہاں ہیں؟"
"انہیں ہوش آنے میں وقت لگے گا، لی کوان سے میں آپ کی بات کس طرح کراؤں۔ وہ تو ہماری کسی بات پر کان ہی نہیں دھر رہا۔"
"اسے بتاؤ کہ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ [illegible] اسے روکنے ٹوکنے کی کوشش نہ کرے۔"
"چند منٹ انتظار کیجئے جناب! معلوم نہیں وہ اس وقت جہاز کے کس حصے میں ہو گا۔ میں اس تک آپ کا پیغام پہنچواتا ہوں۔"
"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جنگی جہازوں کے بارے میں معلومات دشمنوں تک پہنچا دے" جنرل نیبرس نے دبی آواز میں مجھ سے کہا۔
"وہ مشینوں سے چڑنے والا آدمی ہے جنرل! اس کی سمجھ میں ہی کچھ نہیں آئے گا تو معلومات وہ کیا خاک فراہم کرے گا۔"
جنرل نے بے بسی سے شانے اچکائے اور خاموش ہو گیا۔ انداز ایسا تھا جیسے میں نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔ میں نے بھی اسے یقین دلانے کی کوشش نہیں کی۔
لی کوان سے بات کرنے کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو منٹ بعد میں نے اس کی آواز سنی۔ وہ کمانڈوز انچارج سے جھگڑ رہا تھا۔
"تم بہت جھوٹے آدمی ہو۔ تم نے کہا تھا کہ علی مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ بتاؤ علی یہاں کہاں ہے ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"
"میں جہاز پر نہیں ہوں استاد محترم! اور اس نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ میں نے ہی آپ کو بلوایا ہے۔"
"موٹے پلوڈو کی طرح تم بھی بزدل ہو علی! تم نے میرے نام کو بٹا لگایا ہے۔ تہذیب کو رہا کرانے کے لئے تمہیں خود آنا چاہئے تھا لیکن تم تو کسی چوہے کے بل میں گھس کر بیٹھ گئے ہو۔"
جواب میں مجھے لی کوان کو بتانا پڑا کہ مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے۔
"کیا تم جنرل نیبرس کو بتا نہیں سکتے تھے کہ حقیقت کیا ہے؟" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"میں اسے بتا چکا ہوں لی کوان لیکن ظاہر ہے وہ میرے کہنے پر تو یقین نہیں کر سکتا اور اس حقیقت کو ثابت کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔"
"اس سے میری بات کراؤ۔ میں اسے حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ وہ عظیم لی کوان کی بات رد نہیں کر سکے گا۔"
میں نے بوکھلا کر جنرل نیبرس کی طرف دیکھا اور جنرل نیبرس جلدی سے بول پڑا "علی کی زبانی تمہاری تعریفیں سن سن کر میں تمہارا معتقد ہو گیا ہوں لی کوان! کیا تم مجھے شرف ملاقات بخشو گے۔"

"علی کو چھوڑ دو جنرل!" لی کوان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "یہ شخص اس کی شرافت ہے کہ وہ تمہاری قید میں ہے ورنہ اسے اس کی مرضی کے خلاف قید کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"میں نے اسے دھوکا دے کر قید کیا ہے لی کوان! تمہاری اس بات سے خود میں بھی متفق ہوں کہ علی پر قابو پانا آسان نہیں ہے لیکن میری مرضی کے خلاف یہاں سے نکلنا اب علی کے بس میں بھی نہیں رہا۔"

"اگر یہ تمہارا دعویٰ ہے تو ہوشیار رہنا" لی کوان کا لہجہ انتہائی پُرسکون تھا "علی کو میں آزاد کراؤں گا۔ اپنے لوگوں کو ہوشیار کر دو "اگر وہ روک سکیں تو مجھے روک لیں۔"

"میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا ناشر" میں نے احتجاجی لہجے میں کہا "میری درخواست ہے کہ تم اس معاملے میں دخل مت دو۔ میں اپنی جنگ خود لڑنا چاہتا ہوں۔"

"تم نہایت نا خلف شاگرد ہو' ہر بات میں استاد کی مخالفت کرتے ہو۔"

"تم یہ بتاؤ کہ کہاں جانا چاہتے ہو" میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ تبدیل کر دیا "وہ جزیرہ تو تباہ کیا جانے والا ہے اس لئے تمہیں وہاں سے نکال لیا گیا۔"

"اڑنے والی مشین پر بٹھا کر مجھے خشکی پر کسی جگہ بھی پہنچوا دو اور اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ ان میں سے کوئی بھی مجھے نہیں جانتا نہ کسی نے مجھے دیکھا ہے۔"

اسی وقت کیتھی کی آواز آئی "میں نے ساری باتیں سن لی ہیں علی! اور میں لی کوان کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے نزدیک ترین ساحل تک بھجوانے کی ہدایات جاری کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے کیتھی" میں نے کہا "لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ جزیرے پر حملہ کیا گیا یا نہیں؟"

"اب سے ٹھیک دس منٹ بعد بحریہ کے جہاز چاروں طرف سے جزیرے پر حملہ شروع کر دیں گے۔ فضائیہ بھی ان حملوں میں بحریہ سے تعاون کرے گی۔"

"میں اب بھی یہی کہوں گا کہ فضائیہ کا اس حملے میں شامل ہونا مناسب نہیں ہے اور اگر تم لوگوں نے یہ طے کر ہی لیا ہے تو اتنی احتیاط برتنا کہ طیارے جزیرے سے دور ہی رہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جزیرے کے اوپر سے گزرنے والا طیارہ کسی نہ کسی طرح تباہی سے دوچار ہو جائے گا۔"

"اس ترقی یافتہ دور میں بمباری نہیں کی جاتی علی!" جنرل ٹیرس نے کہا "بموں کی جگہ میزائلوں نے لے لی ہے۔"

"میں تو یہی چاہتا ہوں کہ جزیرے سے دور رہ کر حملہ کیا جائے" میں نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

دس منٹ بعد کیتھی براؤن نے جزیرے پر حملے کی خبر دی "ہمارے جنگی بحری اور ہوائی جہازوں نے جزیرے پر میزائلوں کی بارش کر دی ہے علی!" کیتھی پُرجوش انداز میں کہہ رہی تھی "تمہارے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے جزیرے سے برائے نام مزاحمت بھی نہیں کی گئی۔"

"یہ بڑی خوش آئند بات ہے کیتھی! مجھے خوشی ہے کہ میرے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے اور یہودیوں کا ایک اہم ٹھکانا تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے؟"

"میں اس بات پر حیران ہو رہا ہوں کہ تمہاری فراہم کی ہوئی ہر اطلاع درست ثابت ہو رہی ہے" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"حالانکہ میری فراہم کی ہوئی ہر اطلاع کو غلط ثابت ہونا چاہئے تھا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جو کچھ تم نے بتایا وہ بہت ناقابلِ یقین تھا۔ مجھے اب بھی یہی محسوس ہو رہا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"میں نے تہذیب اور ریڈ کے ساتھ یہ بھیانک خواب چھ ماہ تک دیکھا ہے جنرل" میں نے کہا "لیکن مجھے خوشی ہے کہ تہذیب رہا ہو گئی۔ اس پر تو یہودی ایجنٹ ہونے کا شبہ کیا ہے نا؟ وہ میری باتوں کی تصدیق کرے گی تو تمہیں مزید یقین آجائے گا۔"

"جزیرے سے آگ اور دھوئیں کے بادل اٹھ رہے ہیں علی" کیتھی کی آواز آئی "ہمارا آپریشن مکمل ہو چکا ہے لیکن ہمارے تین ہیلی کاپٹر تباہ ہو گئے۔"

میں چونک پڑا "ہیلی کاپٹر کس طرح تباہ ہو گئے کیتھی؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"جزیرے کی تباہی ختم کرنے کی غرض سے ہیلی کاپٹر جزیرے کے نزدیک پہنچ گئے تھے اور وہ تینوں تباہ ہو گئے۔ فضائیہ کے جن پائلٹوں نے ہیلی کاپٹر تباہ ہوتے دیکھے ہیں ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے جزیرے سے ایک چمکدار لکیر بلند ہوتے دیکھی تھی جو پلک جھپکتے میں ہیلی کاپٹر تک پہنچی اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔"

"شکر کرو کہ فضائیہ کے طیارے جزیرے کے نزدیک نہیں گئے ورنہ ان کا حشر بھی ہیلی کاپٹروں سے مختلف نہ ہوتا۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا علی! تمام طیارے بحفاظت واپس پہنچ چکے ہیں اور بحری بیڑا واپسی کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ لی کوان کو ہانگ کانگ کے ساحل پر ایک جگہ اتار دیا گیا ہے' اس نے خود ہی وہاں اترنے کی فرمائش کی تھی۔"

"بحری بیڑے کی واپسی فضائیہ کے لڑاکا طیاروں کی حفاظت میں ہونی چاہئے کیتھی! ان پر حملہ بھی ہو سکتا ہے۔"

جنرل ٹیرس نے چونک کر مجھے دیکھا "یہ بات تم کس شبہ کی بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"ڈرینل کو جزیرے کی تباہی کی اطلاع مل چکی ہوگی اور اس خبر پر وہ ہرگز نچلا نہیں بیٹھے گا۔ اس کا پہلا ٹارگٹ وہ بحری بیڑا ہوگا جس نے جزیرے کو تباہ کیا ہے۔"

ان لوگوں کو میرا مشورہ ماننا پڑا۔ نہ مان کر وہ اپنے بحری بیڑے کی غرقابی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ میں دنیا کا عجیب ترین قیدی تھا جو قید خانے سے احکامات جاری کر رہا تھا اور اس کے ہر حکم پر عمل کیا جا رہا تھا۔ میں ہر حکم جاری کر سکتا تھا علاوہ اپنی رہائی کے حکم کے۔

"تمام رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی" جنرل نے کہا "اب تو سارے مراحل طے ہو گئے' اب ہم سکون سے سو سکتے ہیں۔"

"اٹیچ کا مرحلہ باقی ہے جنرل! یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد میں واقعی سکون سے سو سکوں گا۔ تم چاہو تو اس سے پہلے بھی سو سکتے ہو۔"

اٹیچ کا مرحلہ شروع تو ہوا مگر اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قید خانے کی دیواروں میں پوشیدہ اسپیکر ایک بار پھر بول اٹھے "تہذیب اور ریڈ کا ہم اکیس سے گفتگو کرو گے علی!" کیتھی براؤن کی آواز آئی۔

"میں کیتھی! میں تہذیب یا ریڈ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ میری بات مانو تو انہیں میری موجودہ صورت حال کے بارے میں بتانا بھی مت۔۔۔ خواہ مخواہ وہ افسردہ ہو جائیں گے۔"

"یہ فیصلہ کرنے میں تم نے بہت دیر کر دی علی! تہذیب اور ریڈ میرے پاس موجود ہیں اور میں انہیں سب کچھ بتا چکی ہوں۔"

"کیتھی ٹھیک کہہ رہی ہے علی!" تہذیب کی بھیگی بھیگی آواز آئی "مجھے یہاں پہنچے بہت دیر ہو چکی ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جنرل ٹیرس نے حالات کے تحت جو کچھ کیا اس سے بہتر کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تمہاری خاطر وہ اپنی جان خطرے میں ڈال رہا ہے جبکہ اس کا اپنا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں کیتھی براؤن کی عظمت اور حوصلے کو سلام کرتی ہوں جس نے وہ فیصلہ کیا جو دنیا کی کوئی بیوی نہیں کر سکتی تھی۔ کیتھی کے اس حوصلے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں بھی تم پر صبر کر لوں۔"

میں سناٹے کے عالم میں تہذیب کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سن رہا تھا۔ جس مضبوطی کا اس نے مظاہرہ کیا میں اس سے اس کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزے نے رنگ پکڑ لیا تھا۔ کیتھی براؤن کو دیکھ کر تہذیب بھی گمراہ ہو گئی تھی۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کی طرح اب وہ بھی مجھ سے میری بے گناہی کے ثبوت کی طلب گار تھی۔ میں ایک بے بس اور بے یار و مددگار شخص بن کر رہ گیا تھا۔ اب تو قریب ترین ہستی بھی مجھ سے متنفر ہو گئی تھی۔ اب زندہ رہنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ میں مطمئن تھا کہ میں نے یہودیوں پر جو ضربیں لگائی ہیں وہ بہت کافی ہیں۔ ایک تنہا آدمی اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتا ہے اور میں غیر مطمئن بھی تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تہذیب کی نظروں میں میری حیثیت ایک دشمن کی سی ہوگی۔ برس ہا برس کی کاوشوں پر چند لمحات حاوی آ گئے تھے۔ وہ چند الفاظ زیادہ معتبر ٹھہرے تھے جو میں نے ایک بڑے مقصد کے حصول کے لئے ادا کئے تھے۔ کوئی مجھ پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہر شخص ثبوت کا خواہاں تھا۔ مجھے ہر شخص کی نہیں صرف تہذیب کی پروا تھی جس نے ابھی ابھی اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس ہمارے محسنوں میں سے ہیں تہذیب! مجھے خوشی ہے کہ تم نے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا۔ میں تمہارے فیصلے کو دل و جان سے قبول کرتا ہوں تہذیب۔"

"میں تمہیں اچھی طرح سمجھتی ہوں علی! اب تم اپنی چرب زبانی سے کام لے کر بچنے کی کوشش کرو گے۔ کیتھی پر تمہاری باتیں اچھا خاصا اثر کر چکی تھیں مگر اب میں آ گئی ہوں۔ کیتھی براؤن کو تمہاری لچھے دار گفتگو کے جال میں نہیں پھنسنے دوں گی۔"

"میں بہرحال اب بھی اپنے اس موقف پر قائم ہوں کہ علی کو رعایت ملنی چاہئے کم از کم اتنی رعایت دینے میں تو کوئی حرج ہی نہیں ہے کہ علی کا علاج کرایا جائے اگر دواؤں کے ذریعے کسی کے نظریات تبدیل کئے جا سکتے ہیں تو اس کا توڑ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا تھا کیتھی جب علی پر وہ عمل کیا گیا تھا۔ میں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتی۔ علی کو ایک عجیب قسم کی کرسی سے جکڑ دیا گیا تھا اور اس کے سر پر

ایک آہنی ہیلمٹ منڈھ دیا گیا تھا جس کے بجلی کے کچھ تار نکل کر ایک مشین تک جا رہے تھے۔ وہ مشین آن کی گئی تو اس سے زناٹے دار آواز نکل رہی تھی۔ پھر ایک آری ایک کیبن کے ذریعے علی کے ماتھے پر بجلی اسپرے کرتا رہا اور دوسرا اپنے نظریات بتاتا رہا۔ معلوم نہیں یہ ان دونوں میں سے کس چیز کا اثر تھا کہ علی مسحور نظر آنے لگا۔ یہ بالکل کسی سعادت مند بچے کی مانند نظر آ رہا تھا اور جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اسے یوں دہرا رہا تھا جیسے وہ نظریات اس کا ایمان بن گئے ہوں۔ میں کیسے مان لوں کہ اس سائنٹیفک عمل کا کوئی توڑ بھی ممکن ہے اور اگر ہے تو اسے دریافت کیا جا سکتا ہے یا اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔"

"تم نے سن لیا علی" جنرل نے مجھے مخاطب کیا "یہ تہذیب کے خیالات ہیں۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ تہذیب تمہاری باتوں کی مزید تصدیق کرے گی۔ اب تہذیب کے خیالات جاننے کے بعد تم مجھے کس حد تک مورد الزام ٹھہراؤ گے؟"

"میں نے تمہیں کب مورد الزام ٹھہرایا ہے جنرل! اس میں تہذیب کا کوئی قصور ہے۔ جو کچھ اس نے دیکھا بیان کر دیا۔"

"بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے جنرل" تہذیب کی آواز آئی "اس کی گفتگو بظاہر بڑی بے ضرر نظر آتی ہے لیکن غیر محسوس طریقے پر تو وہی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔"

"میں بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے بعد بھی وہ سکون سے نہ بیٹھنے پائیں۔ کچھ لوگ ہونے چاہئیں جو انہیں زک پر زک پہنچاتے جائیں۔"

"میں اور کیتھی براؤن مل کر تمہارے مشن کو آگے بڑھائیں گے علی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "تمہیں اس طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد اسپیکر آف ہو گیا' تہذیب کا رویہ میری توقعات کے برعکس تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس حد تک میرے خلاف ہو چکی ہو گی۔ میری جزیرے سے روانگی تک تو اس کا یہ رویہ نہیں تھا۔ شاید اسے کیتھی نے بھڑکا دیا تھا۔۔۔ لیکن یہ نظریہ بھی دل کو نہیں لگتا تھا۔ کبھی تو خود میرے حق میں بول رہی تھی۔ پھر اس انقلاب کی کیا وجہ تھی' میں سمجھ نہیں سکا۔

اور پیڈرو بھی تو تھا۔ اس نے تو مجھے مخاطب کرنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ کیا وہ بھی مجھ سے بدظن ہو گیا تھا؟ میں بری طرح مضطرب ہو گیا۔ ساری دنیا مجھ سے بدظن ہو سکتی ہے مگر پیڈرو نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو بے دام کا غلام تھا۔ ممکن ہے وہ بھی تہذیب کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے مجھ سے بدظن ہو گیا ہو۔ میں اضطراب کے عالم میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

کچھ دیر تو جنرل خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر وہ اٹھ کر میرے نزدیک آیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "خود کو ہلکان کرنے سے فائدہ۔ سب کچھ ذہن سے جھٹک دو۔"

میں بڑی تلخی سے مسکرایا "کیا آخری وقت میں اپنا محاسبہ بھی نہ کروں۔ یہ حساب بھی نہ کروں کہ میں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔"

"تمام مصائب صرف اس وقت تک ہوتے ہیں جب تک جسم اور روح کا رشتہ قائم ہے" جنرل نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"تمہیں نیند آ رہی ہو گی جنرل" میں نے بے رخی سے کہا "جاؤ اور جا کر سو جاؤ۔"

"ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں میرے دوست" جنرل نے مغموم لہجے میں کہا "مرتے دم تک مجھے تمہارا ساتھ نبھانا ہے۔ تمہیں چھوڑ کر مرنے کے لئے کیسے چلا جاؤں۔"

"مجھے غصہ مت دلاؤ جنرل! ہم ایک کشتی کے مسافر کس طرح ہو سکتے ہیں۔ رسوا ہو کر مرنا میرا مقدر ہے اور تم۔" میں نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا "تم نے خود کو قربانی کا بکرا بنا لیا ہے۔"

"علی!" جنرل نیرن متحیر رہ گیا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی! میں تمہیں اپنا دوست۔"

"یہی تو تمہارا کمال ہے جنرل" میں زہریلے انداز میں مسکرایا "تم دونوں طرف سے اچھے بن گئے اور میں۔۔۔ مجھے تم نے اس حد تک بے بس کر دیا کہ میں اپنی صفائی میں کچھ ثابت بھی نہیں کر سکتا۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو علی تو میں تمہاری رہائی کا حکم دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا "گویا جو کچھ میں نے کہا ہے تم اسے ثابت کرنے پر تل گئے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے کہا تھا کہ تم ہر طرف سے اچھے رہنا چاہتے ہو۔ اب مجھ سے میری رہائی کی بات کر کے تم یہی چاہتے ہو تاکہ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہو جائے لیکن میں احمق نہیں ہوں جنرل! اب اگر تم کوئی تحریری حکم بھی دو تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہو گی۔ تم نے جو احمقانہ حرکتیں کی ہیں ان کے بعد کون تمہاری بات مانے گا۔"

"اس وقت میرے ذہن میں کچھ اور تھا علی! اس لئے میں نے سختی سے یہ حکم دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو' تہ خانے کا راستہ نہ کھولا جائے۔"

"میں جانتا ہوں جنرل کہ وہ کچھ اور کیا تھا؟" میں نے کہا اور جنرل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"تمہیں کیا معلوم کہ میں نے اتنے سخت احکامات کیوں جاری کئے تھے؟"

"میں بچہ نہیں ہوں جنرل!" میں نے تلخی سے کہا "تمہیں خدشہ تھا کہ میں تم پر تشدد کر کے تم سے اپنی مرضی کی کوئی بات بھی کہلوا لوں گا۔ ممکن ہے تم نے یہ بھی سوچا ہو کہ میں تمہیں ہلاک کر کے تمہاری آواز میں تمہارے آدمیوں کو اپنی مرضی کے احکامات دوں گا اور یہاں سے بچ نکلوں گا۔"

جنرل نیرن کے چہرے پر خفت کے آثار نظر آئے "کیا مجھے یہ احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کرنا چاہئے تھیں علی!" اس نے کھسیانے انداز میں کہا۔

"یہ سوال خود سے کرو جنرل اور موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے تجزیہ کرو۔"

"میں نے جو کچھ بھی سوچا تھا وہ محض احتیاط کے پیش نظر تھا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے۔"

"خواہ احتیاطی تدابیر کے طور پر ہی سہی تم نے میری طرف سے بدگمانی تو کی" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ تہذیب کی بے رخی کے بعد میں خود پر قابو کھو بیٹھا تھا "تم بہرحال ایک جنرل ہو' ہر حال میں اپنی فتح کے خواہاں۔ خواہ وہ فتح کسی بھی قیمت پر کیوں نہ حاصل ہو' تمہیں یہ خطرہ تھا کہ میں تم پر حملہ کر بیٹھوں گا اس لئے تم نے ابتدا ہی میں مجھے یہ اطلاع فراہم کر دی تھی کہ اگر تم کھو گئے تو تہ خانے کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔"

"کیا تمہیں ہر بات سے آگاہ کر دینا میرا فرض نہیں تھا" جنرل نے افسردگی سے کہا "اور مجھ سے جو کوتاہی ہوئی اس کا ازالہ تو میں کر ہی چکا ہوں۔"

"میں نے تمہیں لاجواب کر دیا تھا۔ تمہارے پاس اپنی غلطی کے اعتراف کے سوا اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ مجھے صرف اس بات کا غم ہے کہ تم نے میرا امیج تباہ کر دیا اور تہذیب کی نظروں میں بھی تباہ کیا۔"

جنرل نے سر جھکا لیا اور بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کرسی پر جا بیٹھا پھر کہا "کاش اس غلطی کا مداوا کرنا میرے اختیار میں ہوتا۔"

"بڑے لوگوں کا کام مداوا کرنا نہیں ہوتا۔ ان کا کام صرف غلطیاں کرنا ہوتا ہے۔ تم کیوں فکرمند ہو جنرل! تم نے جو غلطی کی ہے اسے بھی دوسرے بھگت لیں گے۔"

اچانک اسپیکر سے سرسراہٹ ابھری اور اس کے بعد کیتھی براؤن کی آواز آئی "تہذیب کی حالت ٹھیک نہیں ہے جنرل۔"

جنرل چونک کر اٹھ کھڑا ہوا "تم یہ اطلاع مجھے کیوں دے رہی ہو؟ کیا ڈاکٹر کہیں مر گیا ہے۔"

"یہ معاملہ ڈاکٹر کے بس کا نہیں ہے جنرل! تہذیب کو جذباتی صدمہ پہنچا ہے۔"

"جذباتی صدمہ پہنچنے کا یہ مطلب تو نہیں ہو کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے" جنرل نے کہا "فوراً ڈاکٹر کو طلب کر کے اس کا معائنہ کراؤ۔"

"تہذیب بے ہوش ہو گئی ہے جنرل! وہ ناقابل برداشت ہیجان سے دوچار ہوئی ہے۔"

"تھوڑی ہی دیر پہلے تو اس نے ہمارے اقدامات سے اتفاق کیا ہے۔ اب اسے کیا جذباتی صدمہ پہنچ گیا۔"

"کیا تم نہیں جانتے جنرل کہ وہ علی پر جان چھڑکتی ہے کیا تمہارے خیال میں علی کو زندہ درگور کر دینے کی خبر اس کے لئے خوش کن ہوئی ہو گی؟"

"جو کچھ اس نے زبان سے کہا میں تو اس کو درست سمجھوں گا' مجھے کیا معلوم کہ اس کے دل میں کیا ہے؟" جنرل نے بے بسی سے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو جنرل! اس لئے کہ تم محض ایک جنرل ہو' تمہیں کیا معلوم کہ جذبات کیا ہوتے ہیں۔ جس شخص کا واسطہ عمر بھر انسان نما مشینوں سے رہا ہو اس کی سمجھ میں یہ باتیں آ ہی نہیں سکتیں۔"

جنرل کی مٹھیاں بھنچ گئیں "میں تو بے حس ہوں" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "لیکن تم تو ان باتوں کو سمجھتی ہو پھر تم نے تہذیب تک یہ اطلاع کیوں پہنچائی تھی۔"

"صرف اس لئے کہ وہ ہماری دوست ہے جنرل اور میں کسی مصلحت کے تحت بھی اسے بے خبر نہیں رکھ سکتی تھی۔ جو بات کل اس کے علم میں آنا تھی وہ میں آج ہی کیوں نہ بتا دیتی۔ تم تو علی کے ساتھ اپنی جان دے کر ہر جھنجٹ سے چھوٹ جاؤ گے۔ جواب دہی تو مجھے کرنی ہو گی۔ میں اسے کیا بتاتی کہ میں نے اسے بروقت حالات سے کیوں مطلع نہیں کیا۔"

"تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو کیتھی! میں نے تمہیں بہت بڑی ذمہ داری سونپی ہے۔ تمہیں جذبات میں نہیں الجھنا چاہئے۔"

"اگر علی کو کچھ ہوا تو تہذیب بھی زندہ نہیں رہ سکے گی

جنرل! اور میں یہ بات پوری ذمے داری کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ایک مجرم کی خاطر ایک بے گناہ کی جان سے نہیں کھیلا جاسکتا خاص طور پر اس صورت میں کہ مجرم کے بے گناہ ہونے کے پورے امکانات موجود ہوں اور جس کی جان جانے کا خطرہ ہو اس سے ہمارے بہت قریبی تعلقات ہوں۔"

"تم پاگل ہوگئی ہو کیتھی" جنرل دھاڑا "مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہیں انچارج بنا کر غلطی کی ہے۔ مجھے پہلے ہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ تم ایک عورت بھی ہو۔"

"جسے تم غلطی کہہ رہے ہو وہ تمہارا واحد صحیح فیصلہ تھا جنرل! میرے سوا کوئی اور اس موقع پر وہ فیصلہ نہیں کرسکتا تھا جو میں نے کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں نے غلط فیصلہ نہیں کیا۔ میں علی کی رہائی کا حکم دے رہی ہوں۔"

"کیتھی براؤن" جنرل کی دھاڑ سے جیل خانہ گونج اٹھا "تم نے یہ حماقت کی تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

حالات نے اچانک ہی ایک نئی کروٹ لے لی تھی اور میں حیران تھا کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں نے بہت تیزی سے فیصلہ کیا۔ وہ تیزی سے ہی فیصلہ کرنے کا وقت تھا ورنہ میں صورت حال اپنے حق میں نہیں کرسکتا تھا۔

"تم جنرل کو دھوکا دے سکتی ہو' مجھے نہیں" میں نے بڑی تیزی سے کہا "تم جو کچھ بھی کررہی ہو اچھا نہیں کررہی ہو۔"

جنرل نے چونک کر مجھے دیکھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔

"میں جو کچھ بھی کررہی ہوں اپنی ذمے داری پر کررہی ہوں" کیتھی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم... تم اسے کیوں منع کررہے ہو" جنرل نے حیرت سے کہا "تمہیں تو اس سے بہتر موقع مل ہی نہیں سکتا۔"

"یہ کیتھی براؤن نہیں ہے جنرل! تہذیب ہے ماکم ایکس ہے' اس لئے میں نے اسے منع کیا ہے۔"

جنرل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا "تم اتنی آسانی سے بھی مذاق کرسکتے ہو؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تو پھر وہ وجہ بتاؤ جس کے تحت چند منٹ کے اندر اندر کیتھی براؤن نے اپنا فیصلہ تبدیل کرلیا۔"

"مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے علی! اب ایسا بھی کیا کہ میں کیتھی کی آواز بھی نہ پہچان پاؤں۔"

"تم نہیں پہچان سکے جنرل مگر میں نے پہچان لیا' یہ تہذیب ہی ہے۔۔۔ اور تہذیب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ کسی حماقت میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو کیا میں تم کو زندہ درگور ہو جانے دوں" تہذیب [illegible] پڑی "یہ بھی نہیں ہوسکتا علی! ابھی نہیں ہوسکتا۔ میں [illegible] سوال کرتی ہوں' میری جگہ تم ہوتے تو تمہارا [illegible] ہوتا؟"

جنرل سناٹے میں آگیا تھا۔ تہذیب نے اس [illegible] ہوئی بساط الٹ دی تھی سو شکست کھا گیا تھا "کیتھی کہاں ہے تہذیب" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں [illegible]

"وہ خیریت سے ہے جنرل! میں اسے کوئی نقصان [illegible] پہنچا سکتی تھی۔ بڑی احتیاط سے اسے بے ہوش کیا [illegible] اس وقت ماسٹر کنٹرول روم پر میرا قبضہ ہے اب [illegible] میں چاہوں گی۔"

جنرل کا سر جھک گیا۔ اس نے تہذیب سے [illegible] کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ تہذیب اس کی کسی دلیل سے [illegible] نہیں ہوگی۔ اس نے شکست تسلیم کرلی تھی۔ اب [illegible] نیرس نہیں بلکہ محض ایک شکست خوردہ جنرل تھا۔

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ [illegible] داخلی دروازے پر اس وقت بڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں [illegible] اور میں اسے دروازہ کھولنے کا حکم دے رہی ہوں [illegible] پرسکون رہنے کی درخواست ہے ورنہ تمہارے اپنے [illegible] تمہیں گرفتار کرلیں گے۔"

"تم حد سے گزر رہی ہو تہذیب! جنرل نیرس [illegible] لئے واجب الاحترام ہے۔ ماضی میں ان کے [illegible] احسانات ہیں۔ کیا ان احسانات کا صلہ تم اس طرح [illegible] ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"یہ دونوں میاں بیوی میرے محسن بھی ہیں [illegible] مجھے بھی تو یہ دیکھنا ہے کہ میں بے بسی سے تمہیں [illegible] منہ میں جاتے دیکھتی ہوں یا تمہاری رہائی کے لئے [illegible] ہاروں۔ تمہارے مقابلے پر کوئی بھی ہو' میری نظر [illegible] نہیں ہے۔"

"تمہاری جگہ موشے ہاردا یا اس کی تنظیم کا [illegible] ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا جو تم کررہی ہو۔"

"اول تو ان کا انداز مختلف ہوتا اور فرض کیا [illegible] ہوتا تب بھی وہ اس یقین کے ساتھ تمہیں رہا کراتے [illegible] کے آدمی ہو اور رہا ہونے کے بعد ان کے لئے ہی [illegible] جبکہ میں تمہیں اس یقین کے ساتھ رہا کرا رہی [illegible] تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے۔"

"تم ماسٹر کنٹرول روم پر قابض ہو تہذیب! [illegible] کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہاں خوراک کا انتظام [illegible]

دونوں افراد کے لئے دو دن تک بحث کافی ہوگا۔ فوری طور پر مجھے بھی جان کا خطرہ نہیں ہے اس لئے تمہیں مشورہ دوں گا کہ جلد بازی میں کوئی قدم مت اٹھاؤ' تمہارے پاس بہت وقت ہے۔ خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں کیا ہوا کوئی فیصلہ ندامت کا سبب بن جائے۔"

"مجھے بچوں کی طرح نصیحت مت کرو علی!" تہذیب بلاتامل بولی "میں نے خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے اور ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا رہی جس پر مجھے کبھی بھی ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔"

"اس قدر یقین" میں نے حیرت سے کہا "تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم میرے دوست جنرل نیرس کو بھی قائل کردو تاکہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے نمٹ سکے۔"

"میں نے عدالت نہیں لگا رکھی علی! اور نہ ہی میرے پاس ایسی کوئی طاقت ہے جس کے ذریعے دوسروں کو قائل کرسکوں۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میرا اپنا ضمیر مطمئن ہے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب" میں نے سرہلا کر کہا "تم اپنا کام کرو' میں اپنا کام کروں گا۔ بڈ کو حکم دو کہ وہ تہ خانے کا دروازہ کھول دے اور میں اس وقت تک یہاں سے باہر نہیں نکلوں گا جب تک کہ جنرل نیرس اور کیتھی براؤن میری طرف سے مطمئن نہیں ہوجاتے۔"

جنرل نے حیرت سے میری طرف دیکھا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو' اس پر عمل بھی کرسکو گے؟"

"میرا حوصلہ بہت بلند ہے جنرل" میں نے مسکرا کر کہا "اگر خدا نے چاہا تو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرکے دکھاؤں گا۔"

"تمہارا نام احمقوں کی فہرست میں درج کیا جانا چاہئے" تہذیب کی جھنجلائی ہوئی آواز آئی "یہودی ہر قسم کی حماقت سے بیزار ہوکر عالم اسلام کے خلاف سازشیں کررہے ہیں اور ایک تم ہو کہ تمہیں نزاکتوں سے ہی فرصت نہیں مل رہی۔"

تہذیب کی بات کسی تازیانے سے کم نہیں تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں سوتے سے جاگ اٹھا ہوں "میرے نظریات تبدیل نہ ہونے کا تمہیں اتنا یقین کیوں ہے تہذیب؟"

"اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ماسٹر کوان نے تمہارے نظریات کی تصدیق کی ہے۔ اس شخص نے مجھے بہت کچھ بتانا چاہا۔ اب مجھے یاد آتا ہے کہ اس نے جزیرے پر مجھ سے بسا اوقات ایسے جملے بولے تھے جن کا مفہوم اس وقت پوری طرح واضح نہیں ہوسکا تھا۔ جزیرے پر وہ کھل کے مجھ سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا اس لئے کہ گفتگو سن لئے جانے کا خطرہ تھا لیکن اب مجھے وہ سارے جملے یاد آرہے ہیں۔"

"ماسٹر کوان کے کہنے پر تم نے آنکھ بند کرکے یقین کرلیا" میں نے حیرت سے کہا "حالانکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ وہ موشے ہاردا کا ملازم ہے۔ وہ تو تمہیں گمراہ کرنے کی ہی کوشش کرے گا۔"

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ یہودی نہیں ہے اور یہ کہ اس نے دھوکے سے تم پر حملہ نہیں کیا تھا۔ جو شخص موقع ملنے کے باوجود مقابل پر دھوکے سے ہاتھ نہ اٹھائے وہ مجھے اتنا بڑا دھوکا کیوں دے گا اور اگر اسے دھوکا دینا ہی تھا تو کیا پہلے ایسا نہیں کرسکتا تھا؟"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کی دلیلوں میں وزن تھا۔ مجھے اس کی یہ بات ماننے پر مجبور ہونا پڑا کہ اس نے میری رہائی کے لئے اندھا دھند کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے علی!" تہذیب کی آواز نے مجھے چونکا دیا "مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ تم خود سے باہر آتے ہو یا۔۔۔"

میں چونک پڑا۔ تہذیب مجھے کوئی دھمکی دینے والی تھی مگر اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوتا۔ پھر اس نے مجھے دھمکی دینے کی جرأت کس طرح کی۔ کیا وہ مجھے کوئی اتنی بڑی دھمکی دے سکتی ہے جس سے ڈر کر میں اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاؤں؟

"خاموش کیوں ہوگئیں! مجھے دھمکی دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کس دھمکی کے ذریعے مجھے مجبور کرسکتی ہو۔"

"تمہاری ضدی طبیعت سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں علی!" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن میں نے پہلے تمہیں قائل کرنے کے لئے اپنی سی ہر ممکن کوشش کی۔ جب تم نہیں مانے تو مجبوراً مجھے انتہائی قدم اٹھانے کے بارے میں غور کرنا پڑا۔"

"تم مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود مجھے دھمکی دینے کی کوشش کرکے میرا اشتیاق بڑھا دیا ہے۔ تم نے اپنی دھمکی مکمل نہیں کی لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب تو تم اپنی دھمکی پر عمل کرکے ہی مجھے یہاں سے نکال سکو گی۔"

"علی پلیز! تم لوگ آپس میں مت الجھو" جنرل نیرس نے

کہا۔ "اتنا احساس تو مجھے ہو ہی چکا ہے کہ میں تمہارے سلسلے میں بدترین غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔"

"ہم سب غلطیاں کرتے ہیں جنرل! کوئی بڑی غلطی کرتا ہے اور کوئی چھوٹی غلطی کرتا ہے۔ اب تو یہ دیکھنا ہے کہ مادام تہذیب میری مرضی کے خلاف مجھے یہاں سے نکالنے کے لئے کیا حربہ اختیار کریں گی۔"

تہذیب ہنس پڑی "بعض اوقات بالکل بچوں کی سی باتیں کرنے لگتے ہو" اس نے کہا "دھمکی سن کر ہوش اڑ جائیں گے، ساری شیخی دھری رہ جائے گی۔"

"بس تو پھر فیصلہ ہو گیا۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اب میں کوئی شیخی نہیں بگھاروں گا۔ صرف یہ دیکھوں گا کہ ہم دونوں میں کون فتح یاب ہوتا ہے۔"

"تم ہار جاؤ گے علی!" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ وہ اچانک ہی بڑے اچھے موڈ میں آ گئی تھی۔ اس کا یہ انداز میرے لئے بہت عجیب تھا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ دعویٰ کر رہی تھی۔ آخر اس کے ذہن میں کیا تھا جس کی بنا پر وہ اس قدر بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھی۔ ذہن پر خاصا زور ڈالنے کے باوجود میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

"میں اپنی دھمکی پر دو مرحلوں میں عمل کروں گی علی! پہلے مرحلے میں تمہیں صرف یہ بتاؤں گی کہ میں کیا کرنے والی ہوں۔ اپنی بات مکمل ہونے کے بعد میں تمہیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دوں گی۔ ان پانچ منٹوں کے دوران تمہیں کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔ اگر تم اپنے فیصلے پر قائم رہے تو میں دوسرے مرحلے پر عمل شروع کر دوں گی۔"

"میں صرف ایک بار فیصلہ کرتا ہوں۔"

"آج تم دوبارہ فیصلہ کرو گے علی!" تہذیب ماکم ایکس "تمہیں اس امر کی یقین دہانی کرا دینا ہے اور یہ بات مجھے خود بھی گوارا نہیں ہے کہ تم کسی جبر کے تحت فیصلہ تبدیل کرو یا شکست کھا جاؤ لہٰذا میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔"

"تم کہے جاؤ تہذیب! میں سنے جا رہا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا لیکن درحقیقت تہذیب کا اعتماد مجھے دہلائے دے رہا تھا۔ کسی بڑی مضبوطی کے بغیر وہ اتنی بڑی بڑی باتیں زبان سے نہیں نکال سکتی تھی...... "تم نہیں مانتے تو سنو علی! مجھے لیری کی مکمل پٹائی کے بعد ہوش آیا تھا لیکن بڈ پہلے ہی ہوش میں آ چکا تھا اور اس کی زبانی مجھے لی کوان کا پیغام ملا ہے۔ اس نے تمہیں میری ذمے داری قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ پیشکش بھی کی ہے کہ اگر میں تمہیں رہا کرانے میں کوئی دشواری محسوس کروں تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مشورے کے لئے طلب کر سکتی ہوں۔"

"تم بلف کر رہی ہو" میں نے تیزی سے کہا "لی کوان میں پہلے ہی اس معاملے میں ہاتھ ڈالنے سے منع کر چکا ہوں۔"

"اس کے پیغام میں یہ حوالہ بھی موجود تھا اور اسی لئے وہ خود نہیں آیا لیکن اس نے کہلوایا ہے کہ تمہیں ہر صورت میں آزاد ہو کر ظالموں کی سرکوبی کرنی ہے۔ جو کام اپنی مجبوریوں کی وجہ سے وہ خود نہیں کر سکا وہ تمہیں کرنا ہے اور تمہارے لئے اس کا پیغام یہ ہے کہ دنیا میں فلسطینیوں کے علاوہ اور بھی مظلوم ہیں۔ بے شک فلسطین کو اولیت رہتا مگر کبھی کسی مظلوم کی مدد سے منہ مت موڑنا خواہ مظلوم یہودی ہی کیوں نہ ہو۔"

میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے مجھے بہت بلندی سے نیچے گرا دیا ہو۔ میرے ذہن میں ایک ہی جملہ گونجے جا رہا تھا "کبھی کسی مظلوم کی مدد سے منہ مت موڑنا خواہ وہ مظلوم یہودی ہی کیوں نہ ہو"۔ میں عجیب کیفیت کا شکار ہو گیا۔ یہ جملہ لی کوان کا تھا۔ لی کوان جو مسلمان بھی نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس کے پاؤں میں مصلحت کی کون سی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں کہ وہ میدان عمل میں نہیں اتر سکا تھا۔ وہ مسلمان نہیں تھا لیکن اس کے کہے ہوئے جملے نے میری آنکھیں کھول دی تھیں۔ یہ بات ہماری مذہبی تعلیمات کی بنیاد تھا۔ مظلوم کی مدد کو ہر حال میں اولیت دی گئی تھی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں فرائض بھی پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں۔ خدا کی شان تھی کہ مجھے تلقین ایک غیر مسلم کی طرف سے کی گئی تھی۔ میں جو یہودیوں کے خلاف ایک آہنی عزم لے کر میدان عمل میں اترا تھا۔ میں فلسطین کے مظلوم عوام کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا اس لئے کہ ان کا استحصال کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ ایک رشتے سے میرے بھائی تھے اور کسی بھائی کی تکلیف مسلمان کو اسی طرح بے چین کر دیتی ہے جس طرح جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورے جسم پر اس کے اثرات پڑتے ہیں۔ میرے لئے فلسطینی عوام کی اولیت تھی مگر میں نے کبھی کسی مظلوم کی مدد سے منہ نہیں موڑا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارا مذہب ہمیں اس کی تعلیم دیتا ہے بلکہ یہ تو مجھ پر میرے پروردگار کا احسان تھا۔ اس نے مجھے فطرت ہی ایسی بخشی تھی۔ تو پھر میرا کمال کیا ہوا؟

مجھے تہذیب کی آواز آئی۔ وہ مجھے پکار رہی تھی مگر میرے دل و دماغ میں تو آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ جو کچھ میں نے آج تک کیا اس میں میرا رتی بھر کوئی حصہ نہیں تھا۔ بات تو جب ہوتی کہ میں کوئی قربانی دے کر اپنا مشن جاری رکھتا اور مجھے ماضی میں دور دور تک کوئی قربانی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کچھ نظر آیا تو یہ کہ میں اپنے فرائض سے روگردانی کا مرتکب ہو رہا تھا۔ محض اپنی دوستی نبھانے کی خاطر اور جنرل لیری کو مطمئن کرنے کے خیال سے یہاں نظر بند ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے تہ خانوں سے نکلنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا تھا جب کہ یہ میرا فرض تھا۔ میں شاید اسیر ذات ہو کر رہ گیا تھا۔ انانیت پسند ہو گیا تھا جبکہ میری زندگی تو امانت تھی۔ فلسطین کے بے گھر مظلوم لوگوں کی امانت۔ ان معصوم بچوں کی امانت جنہوں نے کیمپوں میں آنکھیں کھولی تھیں۔ جن سے ان کے گھر چھین لئے گئے تھے اور اب کوشش کی جا رہی تھی کہ معصوم بچوں کے منہ سے دودھ کی بوتلیں چھین لی جائیں۔ ماؤں کو ان کے جگر گوشوں سے دور کر دیا جائے اور عرب کی پوری سرزمین کو یہودیوں کے ناپاک قدموں تلے روند ڈالا جائے۔

تو میں کیا کرتا رہا اور کیا کر رہا ہوں؟ میں نے خود سے سوال کیا اور اس کا جواب بڑا خوفناک تھا۔ میں لرز کر رہ گیا۔ میری ہر سانس مظلوموں کی امانت تھی اور میں اس امانت میں خیانت کا مرتکب ہو رہا تھا۔ میں امین نہیں تھا خائن تھا۔ مجھے خدا نے مظلوموں کے لئے اثاثہ بنایا تھا اور میں اس اثاثے کو ضائع کرنے کا مجرم تھا۔ قبر میں منکر نکیر مجھ سے سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا کہ میں نے اس اثاثے کو کس طرح ضائع کیا۔ جن نعمتوں سے مجھے نوازا گیا تھا میں نے کس طرح ان کی ناقدری کی۔ میدان حشر میں میں اپنے معبود کو کیا منہ دکھاتا۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ بندوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے لیکن حقوق العباد کے معاملے کے لئے تو اس سب سے بڑی بارگاہ میں بھی معافی کی گنجائش نہیں ہے اور میں اس بھیانک جرم کا مرتکب تھا۔ مجھے اپنی عاقبت خطرے میں نظر آنے لگی۔

"تہ خانے کا دروازہ کھولنے کا حکم دو تہذیب ورنہ میں دیواروں کو گرا کر یہاں سے نکل جاؤں گا" میں نے گرج دار آواز میں کہا اور اچانک مجھے محسوس ہوا کہ تہ خانے کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ جنرل لیری، رابرٹ، بڈ اور تہذیب بھی میرے نزدیک ہی موجود تھے۔ ان کے چہروں پر میرے لئے تشویش تھی۔ تہ خانے کا دروازہ کب کھلا۔ کب بڈ اور تہذیب یہاں آئے مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ میں شاید کچھ زیادہ ہی خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تبھی وہ لوگ میرے نزدیک آنے کی ہمت نہیں کر سکے تھے۔

"تمہیں کیا ہو گیا تھا علی" سب سے پہلے جھپٹ کر میرے نزدیک آنے والی تہذیب تھی۔

"کچھ نہیں تہذیب!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں غفلت کی نیند سو گیا تھا تم نے مجھے بیدار کر دیا۔ تم نے میری آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کھول دی ہے تہذیب! میں تمہارا، بڈ اور لی کوان تینوں کا شکر گزار ہوں تہذیب۔"

"خدا کا شکر ادا کرو علی! وہی بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتا ہے" تہذیب نے کہا۔

"میں بہت بڑی خیانت کا مرتکب ہوا ہوں تہذیب! میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ میں اپنے عمل سے اپنی غلطیوں کا ازالہ کروں" میں نے کہا اور تہذیب اور بڈ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو علی! میرے دوست" جنرل لیری نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں صرف اپنے آپ سے ناراض ہوں جنرل! میں اپنے فرائض سے روگردانی کرنے کا مجرم ہوں۔"

"نہیں تم مجھ سے ناراض ہو" جنرل نے تیزی سے قریب آ کر میرا بازو پکڑ لیا "تمہارا اس طرح یہاں سے جانا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"تم میرے بہت مخلص دوست ہو جنرل" میں پھیکے سے انداز میں مسکرایا "اور مخلص دوستوں سے کسی حال میں بھی ناراض نہیں ہوا جا سکتا" میں نے نہایت نرمی سے اس سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتاؤ علی کہ جو زیادتی میں نے کی اس کے ازالے کے لئے میں کیا کروں" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"تم نے جو زیادتی کی اس کا ازالہ تو ہو بھی گیا جنرل" میں نے زینوں پر چڑھتے ہوئے کہا "اب تو مجھے اس زیادتی کا ازالہ کرنا ہے جو میں نے کی ہے۔"

جنرل ہمارے ساتھ ساتھ چل رہا تھا "تمہارے انداز میں بڑی اجنبیت ہے علی! مجھے بتاؤ تو سہی، تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں یہودیوں کو صفحۂ ہستی سے تو نہیں مٹا سکتا جنرل! تاہم انہیں جس قدر نقصانات پہنچا پاؤں اور ان کے جتنے ایجنٹوں کا جلد از جلد صفایا کر سکوں میرے بس میں ہے۔ مجھے اس میں تاخیر

نہیں کرنی چاہئے" شروعات میں نگینا سے کروں گا۔"

تہ خانے سے باہر نکل کر جنرل نے اپنے آدمیوں کو جلدی جلدی کچھ احکامات دیے اور پھر تیز تیز قدموں سے ہمارے ساتھ ہو لیا "اگر کوئی حرج نہ ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ....."

"تمہاری موجودگی تو ضروری ہوگی جنرل" میں نے کہا۔ اس دوران ہم خواب گاہ تک پہنچ گئے تھے۔ میں نے دستک دیے بغیر ہینڈل گھمایا مگر دروازہ اندر سے بند تھا مجبوراً مجھے دستک دینا پڑی۔

"کون ہے؟" اندر سے نگینا کی خمار آلود آواز آئی۔ شاید وہ سوتے سے اٹھی تھی۔

تاکہ "دروازہ کھولو تہذیب" میں نے بلند آواز سے کہا "میں علی یار خان ہوں۔"

نگینا نے دروازہ کھولنے میں دیر نہیں لگائی اور دروازہ کھولتے ہی یہ دیکھے بغیر کہ میرے ساتھ کون کون ہے مجھ سے لپٹ گئی۔

"تمام رات بے تابی سے کروٹیں بدل کر تمہارا انتظار کرتے گزاری ہے علی!" نگینا نے شکایتی لہجے میں کہا "کہاں رہ گئے تھے؟ میرا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔"

میں نے اسے خود سے علیحدہ کر کے ایک زور دار دھکا دیا وہ کمرے کے اندر جا پڑی۔ میں بڑے اطمینان سے کمرے میں داخل ہوا۔ نگینا کی آنکھیں میرے رویے پر حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں پھر اس نے میرے ساتھ تہذیب اور بڈ کو دیکھا اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ علی یار خان۔۔۔ تم تو۔۔۔" نگینا نے اٹک اٹک کر کہا اور خاموش ہو گئی۔ جملہ مکمل کرنا اس کے بس کی بات تھی بھی نہیں۔ اس طرح وہ خود بھی بے نقاب ہو جاتی۔

"بے فکر رہو نگینا! میں اب بھی یہودی مفادات کا حامی ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن جنرل شیرس کو مجھ پر شبہ ہو گیا تھا" اس لئے تمہاری قربانی ناگزیر ہو گئی ہے۔"

"نہیں۔۔۔ میں تمہارے تصورات کی تجسیم ہوں" نگینا نے وحشت سے کہا "میں وہی حسین پیکر ہوں جسے تم چاندنی راتوں میں تخیل کی آنکھ سے دیکھا کرتے تھے اب میں تمہیں مل گئی تو تم مجھے قربانی کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہو۔"

"کیا بے پر کی ہانک رہی ہو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔ جو خصوصیات تم نے بیان کی ہیں تہذیب یا مس ایکس کے علاوہ کوئی اور لڑکی ان خصوصیات کی حامل کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"اس سے تم دلی محبت کرتے ہو جبکہ میں تمہارے پیار کی ضرورت ہوں۔ کیا تم اپنے الفاظ بھول گئے۔"

"یہ تمہارے سامنے بے ہودہ بکواس کر رہی ہے اور تم کھڑے منہ دیکھ رہے ہو" "معلوم نہیں تم کیسے جنرل ہو" بڈ نے جنرل شیرس سے کہا۔

"بے فکر رہو" "اب یہ کوئی بکواس نہیں کرے گی۔ میں ابھی اسے اپنے آدمیوں کی تحویل میں دیئے دیتا ہوں۔"

"ٹھہر جاؤ جنرل" نگینا اچھل کر کھڑی ہو گئی "اس شخص کے نظریات تبدیل ہو چکے ہیں۔ یہ اب یہودی مفادات کا حامی ہو گیا ہے۔ تم اس سے کوئی بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔"

"کون تمہاری بات پر یقین کرے گا" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا "ممکن ہے تھوڑی دیر بعد تم یہی الزام جنرل شیرس پر بھی عائد کر دو۔"

"میرا دماغ خراب نہیں ہے میں کسی پر کیوں الزام عائد کرنے لگی۔ یہ شخص تمہارا غدار ہے جنرل! یہ تم لوگوں کو ڈبو دے گا۔"

"ذرا غور کرو جنرل! اگر میں یہودی مفادات کا حامی ہوتا تو یہ مجھے بچانے کی کوشش کرتی لیکن اس کے الزامات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مجھے تمہاری نظروں میں مشکوک کرنا چاہتی ہے۔ خود گرفتار ہوتے ہوتے بھی مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچانے کی خواہاں ہے۔"

"ہر ایجنٹ گرفتار ہوتے وقت یا گرفتار ہونے کے بعد ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے" جنرل شیرس نے بے پروائی سے کہا "لہٰذا ایسی باتوں کا نوٹس لینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں۔۔۔ میں بلف نہیں کر رہی ہوں" نگینا چیخ پڑی۔

"میں نے خود مشینوں کے ذریعے اس کا امتحان کیا تھا۔ میری بات پر یقین نہیں کرو گے تو بعد میں پچھتاؤ گے۔"

"انہی مشینوں کے ذریعے تمہیں میری محبت پر بھی یقین آیا تھا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور نگینا چونک پڑی۔

"ہاں۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔ کیا تم۔۔۔" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے نگینا" میں نے سنجیدگی سے کہا "تم جیسی قابل نفرت عورتوں سے محبت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو پھر وہ سب کیا تھا علی! انہیں" میں بھی یقین نہ کر سکی۔ ہماری مشینیں جھوٹ نہیں بول سکتیں" کہا۔ اس کا انداز ہذیانی تھا۔

"مشینوں کو دھوکا دینا کیا مشکل ہے نگینا! ہر انسان ہے یا مشینیں؟ تم مجھے پچاس مرتبہ مشینی امتحانوں سے گزارو میں ہر بار انہیں دھوکا دے دوں گا۔"

جنرل شیرس، تہذیب اور بڈ میں سے کوئی بھی اس "گیم" سے واقف نہیں تھا۔ جو مجھے نگینا سے ہوئی تھی اس لئے وہ تینوں ہی حیران تھے۔

"تم اس بات سے اچھی طرح واقف ہو گی کہ غیر ملکی ایجنٹوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر تم کسی رعایت کی خواہاں ہو تو بتا دو۔"

نگینا تلخی سے ہنسی "مجھے معلوم ہے تم لوگ کس قسم کی رعایت دیتے ہو" خاص طور پر کوئی حسین عورت اگر ہاتھ آ جائے تو۔"

"تم پر بہت سنگین الزامات ہیں نگینا! تم فرضی نام اور جعلی پاسپورٹ پر کوٹے نل میں داخل ہوئیں اور تم نے ایک انتہائی اہم کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی سازش کی۔ میرا مشورہ ہے کہ ہوش کے ناخن لو۔ ہمارے ساتھ تعاون کرو" میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔ تم ہم سے تعاون کرو گی تو تمہارے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا یہ تم سے علی یار خان کا وعدہ ہے۔"

"اور اگر میں تعاون کرنے سے انکار کر دوں تو۔۔۔؟" نگینا نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ اپنی شکست تسلیم کر چکی تھی۔

"تہذیب اور بڈ کو دیکھ کر اندازہ کر لو کہ جزیرہ مرگ تباہ کیا جا چکا ہے تمہارے موشے ہاروڈ نے جو سحر پھونکا تھا اس کا خاتمہ ہو چکا ہے کوٹے نل میں موشے ہاروڈ کے تمام ایجنٹ گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ جلد یا بدیر میں اس کا خاتمہ بھی کر دوں گا۔"

"تم مجھے غداری کا سبق دے رہے ہو علی! میں جان دے دوں گی مگر اپنے مشن سے غداری نہیں کروں گی۔"

"اس کے باوجود میں تمہیں سوچنے کی مہلت ضرور دوں گا نگینا! مجھے معلومات درکار ہیں۔ رضاکارانہ طور پر نہیں بتاؤ گی تو تم پر تشدد کیا جائے گا۔ اس کے باوجود بھی تم نے زبان نہ کھولی تو کوئی اور زبان کھلوا دے گا۔ مجھے تو ہر حال میں معلومات درکار ہیں۔ اس سے غرض نہیں کہ معلومات کس ذریعے سے حاصل ہو رہی ہیں اور ان کے حصول کے لئے کن مراحل سے گزرنا پڑ رہا ہے۔" جنرل اسے تہ خانے میں لے گیا۔

"یہ نگینا کے اور تمہارے درمیان محبت کا کیا چکر تھا؟" نگینا کے جاتے ہی تہذیب نے پوچھا۔ جنرل نے اسے قید خانے میں بھجوا دیا تھا۔

"تل فرانزو سے مقابلے کے بعد جو ایمبولینس آئی تھی وہ تمہیں یاد ہوگی تہذیب! اس وین کے اندر نصب مشینوں کے ذریعے میرا چیک اپ کیا گیا تھا۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ تل فائٹنگ اور اس کے بعد تل فرانزو سے مقابلے کے میرے سسٹم پر کیا اثرات ہوئے ہیں۔ وہ اپنی مشینوں سے میرے سسٹم پر کسی بھی قسم کے اثرات دریافت نہیں کر سکے۔ میں نے موقعے سے فائدہ اٹھا کر یہ ظاہر کیا جیسے میں نگینا سے متاثر ہو گیا ہوں۔ اسے بھی مشینوں سے چیک کیا گیا۔ مشینوں نے میرے بیان کی تصدیق کر دی چنانچہ نگینا کو میری محبت پر ایمان لانا پڑ گیا۔ ادھر اتفاق ایسا ہوا کہ موشے ہاروڈ نگینا کو ہی تمہارا رول ادا کرنے کی تربیت دے رہا تھا۔ جب اس کے علم میں یہ بات آئی کہ میں نگینا سے متاثر ہو گیا ہوں تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس کی دانست میں میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ در اصل اسے شروع سے ہی پوری طرح یقین نہیں تھا کہ میرے نظریات پوری طرح تبدیل ہو گئے ہیں۔ مجھے بھی اس کا اندازہ تھا اس لئے میں نے بڈ کو اپنا نشانہ بنایا تھا تاکہ اس کے شبہات کا ازالہ ہو سکے۔ اس کے بعد اس نے طوفانی رات اپنے ایک کارندے کے ذریعے میری اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کی یہ چال بھی اس پر الٹ دی۔ تم اندازہ کرو کہ اس کے باوجود وہ پوری طرح مطمئن نہیں ہوا۔ نگینا کو ہدایت کی گئی تھی کہ کسی وقت بھی مجھے تنہا نہ چھوڑے۔ تمہارے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے نگینا کے لئے یہ کام بے حد آسان ہو گیا تھا لیکن افسوس کہ موشے ہاروڈ کو بہت بڑی زک اٹھانا پڑی ہے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے علی کہ جن مشینوں پر انہیں اتنا ناز ہے تم ان مشینوں کو کس طرح دھوکا دے گئے؟" جنرل شیرس نے کہا۔

"اس کا کریڈٹ ای کوان کو جاتا ہے جنرل! اب میں خود پر ہر قسم کی کیفیات طاری کر سکتا ہوں۔ مشین تو صرف اسی وقت کسی کو پکڑ سکتی ہے جب کوئی بات صرف زبان سے کہی جا رہی ہو۔"

"تمہیں چاہئے تھا کم از کم مجھے تو بتا دیتے کہ تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے ہیں" تہذیب نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"تمہیں بتا دیتے اور بڈ کی جان نکال لیتے" بڈ نے

اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور جنرل ہنس پڑا۔

"میں تم سے معذرت چاہتا ہوں بڈ لیکن اگر اس ڈرامے کی اشد ضرورت نہ ہوتی تو میں ہرگز تمہیں تختۂ مشق نہ بناتا اور تہذیب تم تو جانتی ہو کہ وہاں گفتگو سن لیے جانے کا کس قدر خطرہ تھا۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تو بھی نہیں بتا سکتا تھا۔"

بڈ برا سا منہ بنائے بیٹھا تھا۔ میرے خاموش ہوتے ہی بولا "تم بہت ذہین ہو چیف! میرے ایک سوال کا جواب بھی دے دو آخر ہمیشہ بڈ بے چارہ ہی کیوں تختۂ مشق بنتا ہے؟"

"او ہو! میں تم سے معذرت کر چکا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے ابھی تک تمہارا دل صاف نہیں ہوا۔ خیر کوئی بات نہیں تم چاہو تو مجھ پر جرمانہ کر سکتے ہو۔"

اچانک انٹر کام کا بزر بجا۔ میں نے جنرل کو انٹر کام کا ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنی اور پھر دوسری طرف موجود شخص کو ہولڈ کرنے کا کہہ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"یہودی ایجنٹوں کی گرفتاری کا آپریشن تقریباً مکمل ہو چکا ہے مگر ڈیوڈ ریان نہیں مل سکا۔ ہمارے آدمی اس کی گھات میں ہیں۔"

"ان سے کہہ دو کہ اب اسے گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں" میں نے کہا اور جنرل نے کوئی سوال کیے بغیر میری بات دہرا دی۔ پھر وہ انٹر کام بند کر کے مجھ سے بولا "تم نے اس کی گرفتاری سے ہاتھ کیوں اٹھا لیا؟"

"ہاتھ اٹھایا نہیں ہے جنرل بلکہ اس پر تو میں خود ہاتھ ڈالوں گا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "وہ اس بساط کا اہم ترین مہرہ ہے اور مجھے شبہ ہے کہ اب اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔"

"جب اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے تو تم کہاں جا رہے ہو؟" جنرل نے کہا۔

"میں اس کے ہوٹل کی طرف جا رہا ہوں" میں نے تہذیب کو بھی اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے میں اس کا کوئی سراغ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"ایک منٹ ٹھہرو" میں تمہارے لیے حفاظتی گارڈز کا بندوبست کر دوں۔"

"ہرگز نہیں جنرل! مجھے ان جھمیلوں میں الجھانے کی کوشش مت کرنا۔ ایک مجاہد کو کسی حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"اچھا تو پھر یوں کرو کہ ریڈیو کار میں جاؤ تاکہ میں بوقتِ ضرورت تم سے رابطہ تو کر سکوں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا "اور بڈ! میری واپسی تک تم الرٹ رہو گے۔ ممکن ہے مجھے تمہاری ضرورت پیش آ جائے۔"

چند منٹ بعد میں ریڈیو کار میں جنرل کے محل سے باہر نکل رہا تھا۔ تہذیب برابر والی سیٹ پر موجود تھی۔

"مجھے امید تو نہیں ہے لیکن میں محض ایک موہوم امکان کے پیش نظر وہاں جا رہا ہوں" میں نے تہذیب سے کہا "شاید کوئی غیر اہم سا آدمی اس فہرست میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو اور وہ ڈیوڈ ریان کی نشان دہی کر سکے۔"

"تم رات بھر کے جاگے ہوئے ہو علی!" تہذیب نے کہا "یہ کام تم کسی اور سے بھی لے سکتے تھے۔ تمہارا خود جانا ضروری نہیں تھا۔"

"میرے ساتھ تمہاری موجودگی ضروری تھی تہذیب! اس لیے میں تمہیں ساتھ لے کر آیا ہوں۔ ہمارا سے میرا مطلب ہے میری اور نکیتا کی آنکھ اسی ہوٹل میں کھلی تھی۔ ہوٹل کے اسٹاف نے ہمیں دیکھا ہو گا۔ اب تم میرے ساتھ جاؤ گی تو یہی سمجھا جائے گا کہ ہم دونوں وہی ہیں جو وہاں ٹھہرے تھے۔ اگر موشے یا ورڈز کا کوئی شخص وہاں ہوا تو تمہیں نکیتا ہی سمجھے گا اور زبان کھول دے گا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس کا امکان بہت کم ہے لیکن ایک کوشش کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

ہوٹل پہنچنے کے بعد میں نے نچلی منزل میں واقع ریستوران کا رخ کیا جہاں اس وقت چند ہی میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ میں نے بیٹھنے سے قبل ان افراد پر ایک اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو رینڈل سے متعلق معلوم ہوتا ویسے بھی اس کے تمام ایجنٹ تو گرفتار کیے جا چکے تھے۔

"میرا خیال ہے یہاں آ کر ہم نے وقت ہی ضائع کیا ہے" تہذیب نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! رینڈل بے حد چالاک اور انتہائی محتاط شخص ہے۔ میرے معاملے میں چوٹ کھانے کے بعد تو وہ اپنے سائے تک سے بھڑکنے لگے گا۔"

ویٹر آیا تو میں نے اپنے اور تہذیب کے لیے ناشتا منگوا لیا۔ میں نے ادھورا ناشتا کیا تھا اور تہذیب کو ناشتا کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

"نی کوان تو کونے بل کے ساحل پر کہیں اتر گیا" ناشتے کے دوران میں نے تہذیب سے کہا "اور میرے خیال میں یہاں اس کا کوئی ٹھکانا بھی نہیں ہے۔ پھر تم اس

رابطہ کہاں قائم کریں؟"

"تم کو ان نے اس کا ایک خاص طریقہ بتایا تھا" تہذیب نے کہا "اور خاص طور پر تاکید کی تھی کہ وہ طریقہ تمہارے علم میں نہ آنے پائے۔"

"اس نے منع کیا ہے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔ اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔"

"ڈیوڈ ریان کے ملنے کے امکانات تو بہت کم ہیں" تہذیب نے کہا "وہ نہ ملا تو تم کیا کرو گے؟"

"کام مشکل ہو جانے کا تہذیب! معلوم نہیں اس کے بعد کون ایسا شخص ہوگا جو مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کر سکے۔"

"میرے خیال میں وہ نو افراد بہت اہم ہیں جو یہاں معزز شہریوں کی حیثیت میں رہ رہے تھے۔"

"یہ وہ لوگ ہیں جو دراصل موساد کے لئے کام کرتے ہیں اور ان سے کام کی معلومات نہیں حاصل کی جاسکتیں اس لئے کہ انہیں خود ہی کچھ معلوم نہیں ہوتا۔"

"موساد کے لئے کام کرتے ہیں" تہذیب نے حیرت سے کہا "ان کی فہرست تو ڈیوڈ ریان نے فراہم کی تھی اور خود وہ ایگلز کا آدمی ہے۔"

"ہر یہودی تنظیم کی پشت پر موساد ہوتی ہے تہذیب! یہ یہودیوں کا منحوس ترین ارادہ ہے۔ انہوں نے وینڈل میں کچھ صلاحیتیں دیکھیں تو اسے آگے بڑھانے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں اور جس قسم کے نو افراد یہاں گرفتار ہوئے ہیں اس قسم کے لوگ تو دراصل پرورش کئے جاتے ہیں۔ کسی کو بلیک میل کر کے اور کسی کو خرید کر ان کی خدمات حاصل کر لی جاتی ہیں اور اہم مواقع پر ہی ان سے کوئی کام لیا جاتا ہے۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ ایگلز موساد کی ذیلی تنظیم ہے؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"خود بخود معلوم ہو گئی" میں مسکرا دیا "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بات اسی وقت معلوم ہو جب کوئی بتائے۔ میں نے اس بات کا اندازہ بہت پہلے لگا لیا تھا کہ وینڈل کو موساد کی آشیرباد حاصل ہے اور اب تو مجھے یقین آگیا ہے کہ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وینڈل میں اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ موساد کی مرضی کے بغیر اتنی بڑی اور منظم تنظیم قائم کر سکے۔"

ناشتا ختم ہو چکا تھا۔ میں نے ویٹر سے بل لانے کو کہا اور تہذیب سے بولا "واپس جانے سے قبل ہم ہوٹل کا ایک چکر لگائیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی علی! ویسے اس میں [illegible] تھا کہ تم کسی اور ایجنٹ پر قسمت آزمائی کر لیتے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب دیتا بھی [illegible] میں تو خود بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ مجھے اندیشہ بھی تھا کہ جزیرہ امرک کی تباہی اور گو نے تل میں ایگلز ایجنٹوں کی گرفتاری کے بعد میرے لئے خطرات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ لوگ آتش انتقام بجھانے کے لئے سر بہ ثبوت بھی کر سکتے تھے لیکن مجھے ان کی کوئی فکر نہیں تھی۔ کہیں نہ کہیں تو اس کھیل کا اختتام ہونا ہی تھا۔

ویٹر بل لے کر آیا اور اس نے خاص انداز سے میرے سامنے رکھا۔ میں نے بل کو بڑے غور سے دیکھا۔ بل پر علیحدہ سے انگریزی حروف میں ٹائپ کیا گیا تھا "سول لائنز ڈی ۲۳"

بل ادا کرنے کے بعد میں نے تہذیب کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ میں ریستوران سے نکل کر پارکنگ کی طرف جا رہا تھا۔

"بہتر یہی ہے" تہذیب نے کہا "کہ ہم واپس چلیں۔ اس طرح وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔"

"ہاں! اب اگر ہم ہوٹل کا چکر لگاتے، دو چار لوگوں سے سوال جواب کرتے تو یہ وقت ضائع کرنے کے ہی مترادف ہوتا" میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اب سے تمہاری کیا مراد ہے" تہذیب نے چونک کر کہا "کیا پہلے میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی تھی؟"

"نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "پہلے تم فارسی بول رہی تھیں نا اور فارسی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

اچانک ریڈیو ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا "علی!" جنرل نیری گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا "ہمارے بحری بیڑے پر فضائی حملہ کر دیا گیا ہے۔"

"تفصیل سے بتاؤ جنرل" میں غرایا "حملہ کب اور کہاں ہوا اور کس نے کیا؟"

"بیڑے پر حملہ کرنے والے طیارے شی گورا سے اڑے ہیں مگر وہ بیڑے پر حملہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ فضائیہ نے انہیں سنبھال لیا ہے۔ معرکہ گورا کے ساحل سے کوئی پچاس میل دور کھلے سمندر کے اوپر ہو رہا ہے۔"

"شی گورا" میں نے دانت پیس کر کہا "[illegible] ایک مصیبت بنتا جا رہا ہے جنرل۔"

"ان کے طیارے ہم سے بہتر ہیں علی! مگر حوصلے ہمارے ہوا بازوں کے بلند ہیں۔"

"طیارہ شکن میزائل استعمال کرو جنرل! ایک طیارہ بھی فرار نہیں ہونا چاہئے۔"

"اور ہاں تم اس کی پرواہ مت کرو علی! میزائل استعمال کرنے میں پہل ہم نہیں کریں گے۔ اس طرح بات بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ یہودیوں کا کیا بگڑے گا۔ گو نے تل اور شی گورا کے مابین جنگ چھڑ جائے گی۔ نقصان کس کا ہوگا۔"

میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ جنرل نیری نے بڑے پتے کی بات کہی تھی۔ وینڈل نے اپنے اثر و رسوخ سے شی گورا کے حکمران جنرل ملک کو گو نے تل کے بحری بیڑے پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا ہوگا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کا اثر و رسوخ نہ ہو مگر اس نے جنرل ملک کو کوئی ایسی پٹی پڑھائی کہ اس کی باتوں میں آکر وہ حملہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو۔ اب اگر گو نے تل کی جانب سے بڑے پیمانے پر اس کا جواب دیا جاتا تو بات بڑھ جاتی۔ جنگ میں دونوں ملکوں کا نقصان تھا۔ گو نے تل مسلمانوں کا حامی تھا جبکہ شی گورا کے دست یہودی مفادات کی حامی تھی۔ گویا اس میں یہودیوں کا نقصان بھی تھا مگر یہودیوں کے نقصان کی حقیقت ہی کیا تھی۔ اسرائیل کی پشت پر تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ہیں۔ اگر شی گورا کو نقصان پہنچ جاتا تو اس سے اسرائیل کی صحت پر کیا اثر پڑتا البتہ مسلم دنیا کو بہت نقصان پہنچتا۔

"مجھے تم سے اتفاق ہے جنرل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اور اب یہ معاملہ میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ حالات [illegible] سے نمٹو۔"

"بہتر ہے علی!" جنرل نے کہا "اس معاملے سے نمٹنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟"

"میں جلد ہی واپس آؤں گا جنرل! ڈیوڈ ریان کا سراغ مل گیا ہے۔ [illegible] ذرا ڈیڈے سے میری بات کرا دو۔"

ڈیوڈ ریان کے سراغ کے حوالے پر تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا تھا۔ اسے ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا [illegible] کے دوران مجھے [illegible]

"میں اور تہذیب سول لائنز کی کوٹھی نمبر ۲۳ میں جا رہے ہوں گے۔ تمہیں وہاں رہ کر نگرانی کرنی ہوگی اور ایک [illegible] کی کار پر خاص طور سے نگاہ رکھنی ہوگی۔ تم کتنی دیر میں وہاں پہنچ جاؤ گے؟"

"زیادہ سے زیادہ گھنٹا لگے گا چیف!" ڈیڈے نے مستعدی سے کہا "ہمیں صرف نگرانی ہی کرنی ہوگی نا۔"

"ضرورت پڑنے پر تم دخل اندازی بھی کر سکتے ہو مگر تم اس سے حتی الامکان گریز کرنے کی کوشش کرو گے۔ دخل اندازی صرف اس صورت میں کرنا جب ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے چیف! میں سمجھ گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ رہا ہوں پھر تم بے فکر ہو کر کوٹھی میں داخل ہو سکتے ہو۔"

"سول لائنز کی ۲۳ نمبر کوٹھی اور مرے کلرک کی کار کہاں سے درمیان میں آگئی؟" رابطہ منقطع ہوتے ہی تہذیب نے سوال کر ڈالا۔

"مرے کلرک کی کار شروع سے ہی ہمارے تعاقب میں ہے اور ریستوران میں مجھے ڈیوڈ ریان کا ایڈریس ملا تھا۔"

"ریستوران میں!" تہذیب نے حیرت سے کہا "وہاں تو میں تمہارے ساتھ ہی تھی۔"

میں نے تہذیب کو بل پر علیحدہ سے ٹائپ کئے ہوئے پیغام کے بارے میں بتایا "ظاہر ہے ڈی ۲۳ سے ڈیوڈ ریان ہی بنتا ہے۔"

"گویا تمہیں جو فہرست فراہم کی گئی تھی وہ تمام ایجنٹس کی نہیں تھی؟" تہذیب نے کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا "حقیقت کا علم تو بعد میں ہی ہو سکے گا۔"

"یہ کوئی جال بھی تو ہو سکتا ہے علی! تم آنکھیں بند کر کے وہاں جا رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ..."

"جال ہو سکتا ہے مت کہو تہذیب! یہ کہو کہ یہ ایک جال ہی ہے۔ ڈیوڈ ریان کی معلومات کے ذریعے کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر یہ بات طے ہے کہ اس کے علم میں سب کچھ آچکا ہے لہٰذا اب وہ ہوٹل کا رخ تو کرے گا نہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ گو نے تل بھی ایگلز کے ٹھکانوں سے واقف نہیں۔ ڈیوڈ ریان نے ہمیں ایک پتا فراہم تو کیا تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ وہاں میرا استقبال کرنے کے لئے موجود ہوگا۔ اول تو انہیں توقع ہی نہیں ہوگی کہ میں وہاں پہنچوں گا۔ انہیں یقین ہوگا کہ وہاں چھاپہ پڑے گا اور اگر وہاں چھاپہ پڑا تو اندازہ کرو میری پوزیشن کیا ہوگی۔ اگر ان کے ذہنوں میں میری طرف سے تھوڑا سا بھی شک و شبہ باقی ہے تو بھی دور ہو جائے گا۔"

"تم ایک خطرناک قدم اٹھا رہے ہو علی" تہذیب نے تشویش سے کہا "سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم پھنسنے کے لئے وہاں جا رہے ہو۔"

"مجھے وہاں جانا ہی ہوگا تہذیب! اگر میں نہ گیا تو اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ موشے ہاورڈ کی تنظیم کو میں نے ہی نقصان پہنچایا ہے لہٰذا اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے میں نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

میں نے کار کی رفتار سست رکھی تھی اور سول لائنز پہنچنے کے لئے نسبتاً طویل راستہ اختیار کیا تھا تاکہ بڈ ہم سے قبل وہاں پہنچ کر پوزیشن سنبھال لے۔

شہر کا فیشن ایبل رہائشی علاقہ ہونے کے باعث سول لائنز میں سناٹا تھا۔ سائڈ اسٹریٹ پر کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ تعاقب کرنے والی کار بھی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ ۲۲ نمبر بنگلے کے قریب محکمہ ٹیلی فون کا ایک لائن مین پول پر چڑھا کام میں مصروف تھا۔ میں نے ۲۲ نمبر بنگلے کے سامنے کار روک دی اور میں اور تہذیب کار سے اتر آئے۔

"بڈ کا تو کہیں پتا نہیں ہے" تہذیب نے دھیمی آواز میں مجھ سے کہا۔

"اگر اس کا کہیں پتا نہیں چلتا" میں نے ہنس کر کہا "مگر وہ اپنا کام کر جاتا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ گھنٹی بجنے کی ہلکی سی آواز تو آئی مگر گھنٹی بجانے کا کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے بنگلہ خالی پڑا ہے" تہذیب نے کہا "کسی بھی قسم کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔"

"یہاں کے ہر بنگلے کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا ہے" میں نے کال بیل دوبارہ بجائی۔ اس بار کچھ انتظار کرنے کے بعد دوسری طرف سے قدموں کی چاپ ابھری تھی اور ایک سفائی سیاہ فام نے ذیلی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے کھنکھے دار آواز میں کہا "تمہیں معلوم نہیں صاحب لوگ باہر گیا ہوا ہے۔"

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا "تم یہاں چوکیدار ہو؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں... مالی" اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا "لیکن تم کیوں پوچھتا ہے؟"

میں نے ایک طویل سانس لے کر تہذیب کی طرف دیکھا "میرا خیال ہے ہم غلط جگہ آگئے۔ چلو واپس چلتے ہیں۔"

میں اور تہذیب واپسی کے لئے پلٹے ہی تھے کہ اس نے آواز دی "سنو! تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کس سے ملنے آئے تھے؟"

"تمہارے صاحب سے" میں نے مڑ کر بڑی سادگی سے کہا "اور صاحب لوگ باہر گئے ہوئے ہیں لہٰذا ہم واپس جارہے ہیں۔"

"آپ اپنا نام بتاتے جائیں۔ صاحب لوگ دو چار دن میں واپس آئے تو ہم ان کو بتادے گا۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھے افسوس ہے دوست! میں تمہیں اپنا نام نہیں بتا سکوں گا۔"

"میں سمجھ گیا آپ وہی ہوں گے جن کے لئے صاحب کے سیکریٹری نے کہا تھا" اس نے کہا پھر اچانک خوش اخلاقی کے مظاہرے پر اتر آیا "آپ لوگ اندر آجائیے۔"

تہذیب اس کے بدلے ہوئے رویے پر ششدر رہ گئی تھی اور اس کے انداز میں جھجک پیدا ہوگئی تھی۔

"بے فکر ہو کر چلو" میں نے سرگوشی کی "جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

میرے کہنے پر تہذیب کی جھجک قدرے کم ہوئی تو وہ میرے ساتھ کوٹھی کے اندر داخل ہوگئی۔ وہ شخص جس نے خود کو مالی ظاہر کیا تھا بڑے اطمینان سے روش پر ہم سے آگے چل رہا تھا۔ پھر اس نے بنگلے کا دروازہ کھولا اور ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ ہم اس کے عقب میں ایک شاندار ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اور پھر اس کے اشارے پر بیٹھ بھی گئے۔ وہ خود بھی بیٹھ گیا تھا۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا اور وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

"آپ نے میرے لئے بڑے مسائل کھڑے کردیئے ہیں مسٹر علی" اچانک اس نے مجھے نام سے مخاطب کیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں خود بہت سے مسائل سے دوچار ہوگیا تھا ڈیوڈ!" میں نے کہا اور تہذیب چونک پڑی "لیکن پہلے تم بتاؤ تاکہ میں تمہارا مسئلہ حل کرسکوں۔"

"میں موشے ہاورڈ کے زیر عتاب ہوں" ڈیوڈ نے ایک طویل سانس لی "مجھے فیلڈ سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اور میرا جرم یہ ہے کہ میں نے تمہیں یہاں موجود ایجنٹوں کی فہرست فراہم کردی تھی۔"

"تم نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ تم زیر عتاب ہو" میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی "تمہیں فیلڈ سے ہی تو ہٹایا ہے۔"

"تم نہیں جانتے... موشے ہاورڈ کا طریقہ کار یہ ہے۔ زیر عتاب آنے والے شخص کو سب سے پہلے فیلڈ سے ہی ہٹایا جاتا ہے۔"

"اور مجھے افسوس ہوا [illegible] کوئی جرم نہیں کیا تھا تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی پھر تم کیوں زیر عتاب آگئے؟"

ڈیوڈ ریان نے حیرت سے مجھے دیکھا "غلطی تو سب سے دور کی بات ہے علی! میں نے تو احکامات پر اس طرح عمل کیا تھا جس طرح کہا گیا تھا۔ مجھے حکم ملا تھا کہ علی سے ہر طرح کا تعاون کیا جائے۔ تم نے یہاں ہمارے ایجنٹوں کی فہرست طلب کی جو میں نے تمہیں فراہم کردی۔ اگر میں انکار کردیتا تو مجھ پر عدم تعاون کا الزام آتا۔"

ڈیوڈ ریان کے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ گروپ کی تباہی اور ایجنٹوں کی گرفتاری سے باخبر ہے۔ یہ بات تو میرے لئے حیران کن تھی کہ وہ اب تک اتنے بڑے واقعات سے کیوں بے خبر رہا۔ اگر وہ واقعی بے خبر اور زیر عتاب تھا تو اس نے مجھے یہاں کیوں بلوایا تھا؟ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا جواب خود ڈیوڈ ریان ہی دے سکتا تھا۔

"تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا ہے ڈیوڈ! اب اگر مجھے کسی ضرورت پڑی تو میں کس سے مدد طلب کروں گا؟"

ڈیوڈ کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری "میں تو خود اپنے مستقبل کی طرف سے فکر مند ہوں۔ تمہیں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔"

"تمہاری جگہ خالی تو نہیں چھوڑی جاسکتی مسٹر ڈیوڈ! یقیناً کسی اور کو تمہاری جگہ کام کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہوگا؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم علی! مجھے تو بس یہ حکم ملا تھا کہ فوری طور پر ہوٹل چھوڑ کر یہاں منتقل ہوجاؤں اور میں نے بلا چوں و چرا حرف بحرف تعمیل کی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"تو پھر تم نے مجھے یہاں کیوں بلوایا ہے" میں نے اچانک پینترا بدلا۔

"کس نے بلوایا ہے" ڈیوڈ نے حیرت سے کہا پھر چونکے "تم غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہو علی! مجھے تو کچھ ہی دیر قبل فون ملا تھا کہ شاید تم یہاں آؤ گے۔ اور اگر تم یہاں آؤ تو [illegible] کس طرح ملتا ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اب اس بات میں شبہ نہیں رہا تھا کہ میرے گرد جال بنا گیا ہے۔ مجھے پہلے سے ہی اس کا اندازہ ہوجانا چاہئے تھا تو اس میں الجھنے سے صاف بچ نکلتا مگر میں تو ڈیوڈ کو الجھانا چاہتا تھا۔ ابھی وہ میرے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ڈیوڈ کے خلاف کارروائی سے یہ بات [illegible] ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ ریڈیو میری طرف سے نہ کی گئی تھا۔

"یہ تو بڑا پیچیدہ معاملہ ہے مسٹر ڈیوڈ! ان حالات میں ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہئے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں علی! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم یہاں تک کس طرح پہنچے؟"

"پنج نمبری محل سے نکلتے ہی میرا تعاقب شروع کردیا گیا تھا۔ میں تمہارے ہوٹل پہنچا جہاں ہم دونوں نے چائے پی۔ جب بل آیا تو اس پر یہ پتا ٹائپ کیا ہوا تھا اور آخر میں ڈی آر لکھا تھا۔"

"اور مجھے کانوں کان خبر نہیں کہ میرے نام سے کس قسم کی پیغام رسانی ہورہی ہے" ڈیوڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"بہرحال ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہم کس قسم کے حالات میں گھر گئے ہیں اور اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہئے۔"

"ہم کیا قدم اٹھا سکتے ہیں علی! ہمیں تو وہی کرنا ہوگا جس کا ہمیں حکم ملے گا۔"

"خواہ اس کا نتیجہ ہماری موت کی صورت میں ہی کیوں نہ نکلے" میں نے تلخی سے کہا "معاف کرنا ڈیوڈ میں اپنی زندگی یوں داؤ پر نہیں لگا سکتا۔"

"تمہاری باتوں سے بغاوت کی بو آرہی ہے علی! جس نظریے کے لئے ہم کام کررہے ہیں اس میں ہمیں اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

"مجھے تم سے اختلاف ہے ڈیوڈ! میرا نظریہ یہ ہے کہ آدمی سے اگر کوئی غلطی ہوجائے تو اسے اس کی تلافی کرنے کا موقع بھی ملنا چاہئے۔ غلطیاں ہم سب سے ہوتی ہیں اور اگر خاطر خواہ موقع ملے تو آدمی اپنی کارکردگی کو بہتر بھی کرسکتا ہے۔ کسی کو اس کی کسی غلطی پر اگر سزائے موت دے دی جائے تو کیا اس طرح کسی نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر سزائے موت کا کیا جواز ہے؟"

"تمہارا معاملہ اور ہے علی!" ڈیوڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی "ہم نے تو تنظیم کے لئے جینے مرنے کا حلف اٹھا رکھا ہے۔ ہم مجبور ہیں۔"

"مگر میں مجبور نہیں ہوں ڈیوڈ! میں جارہا ہوں۔ تم خود ہی اپنی زندگی کے دشمن ہوگئے ہو تو کوئی اور تمہارے لئے کیا کرسکتا ہے۔"

میرے ساتھ ساتھ تہذیب بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ میرے اس طرح اٹھنے پر ڈیوڈ کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے۔

"تمہیں یہاں بلائے جانے کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ضرور

رہا ہوگا" اس نے کہا۔

"اگر مقصد ہوتا تو اب تک سامنے آچکا ہوتا یا ممکن ہے اب سامنے آجائے" میں نے بے پروائی سے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا لیکن عین اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں رک گیا۔ ڈیوڈ نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سن کر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس سے ریسیور لے کر کانوں سے لگایا اور ہیلو کہا۔ دوسری طرف رینڈل خود تھا۔

"میں تمہاری عظمت کا قائل ہو گیا علی!" رینڈل طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا "تم بڑی صفائی سے ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے۔"

"تمہیں معلوم ہے میں یہ انداز گفتگو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"برداشت تو ہم نے کیا ہے علی! جزیرے کی تباہی سے کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا ہے اور سیکڑوں قیمتی جانوں کا اتلاف ہوا ہے جن کا کوئی بدل نہیں۔"

"تمہارے انداز سے یوں لگ رہا ہے جیسے ان نقصانات کا ذمے دار تم مجھے سمجھ رہے ہو؟"

"تم تو بہت معصوم ہو علی! میری کیا مجال کہ تمہیں ذمے دار ٹھہراؤں۔ خواہ وہ ہمارے ان ڈھائی سو ایجنٹوں کی گرفتاری کا ہی معاملہ کیوں نہ ہو جن کی فہرست تمہیں ڈیوڈ گرے نے فراہم کر دی تھی۔"

"ہاں ان سب باتوں کے ذمے دار تم خود ہو موشے ہارورڈ!" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا "نکیتا کو میرے ساتھ بھیج کر تم نے جو غلطی کی تھی یہ اس کا نتیجہ ہے۔ میں تمہارا کام کرتا تو کبھی یہ نوبت نہ آنے پاتی لیکن نکیتا نے اپنی حماقت سے صیہونی مفادات کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی شاید کبھی نہیں ہو سکے گی۔ جانی اور مالی نقصان کے علاوہ یہ خسارہ الگ ہے کہ تم میری طرف سے بدگمان ہو گئے۔"

"بہت ہلکا لفظ استعمال کر رہے ہو علی" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا "ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس کے واحد ذمے دار تم ہو۔"

"اگر میں نے ہلکا لفظ استعمال کیا تھا تو نکیتا کا جرم اور بھی زیادہ سنگین ہو گیا۔ اس کی حماقت سے تمہیں یہ غلط یقین ہوا ہے اور یہ ایک مستقل نقصان ہے۔"

"میری دانست میں نکیتا نے ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکیں گے اگرچہ اس کے عوض ہمیں بھاری نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔"

"جب تم ایک فیصلہ کر چکے ہو تو اس کے بعد مزید گفتگو کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ تم شوق سے مجھے مجرم گردانتے رہو مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔"

"یہ سب کچھ سوچنا اب میری دردسری ہے کہ تم مجرم ہو یا نہیں۔ ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ پہلے تم نکیتا سے بات کراؤ۔"

"نکیتا یہاں کہاں ہے" میں نے بڑے سکون سے کہا "میرے ساتھ تو تہذیب ما کلم ایکس ہے کہو تو اس سے بات کرا دوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" رینڈل کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی "تہذیب گوسٹے ہل کیسے پہنچ گئی۔ وہ تو بڈ کے ساتھ جزیرے پر تھی۔"

"اس کا صحیح جواب تو جنرل نیریں ہی دے سکے گا موشے ہارورڈ! میں تو اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ نکیتا اب جنرل نیریں کی قید میں ہے۔"

"اس کے باوجود تم ابھی بے گناہی پر مصر ہو" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم نے مجھے گرفتار کرانے کے علاوہ کیا کسر چھوڑی ہے علی۔"

"یہی بات تو یہ ہے کہ گوسٹے ہل میں موجود ایجنٹوں کی گرفتاری کی خبر بھی مجھے تم سے ہی ملی ہے ورنہ اس سے قبل مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔"

"تم بہت معصوم آدمی ہو علی! مجھے تمہاری معصومیت پر رشک آ رہا ہے۔ سب کچھ کرنے کے باوجود تم بے گناہ اور معصوم ہو۔ میں سوچ رہا ہوں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے کہ تم پوری دنیا کے لئے عبرت کی تصویر بن جاؤ۔"

"تم نے یکطرفہ فیصلہ کیا ہے موشے ہارورڈ! تم سے مجھے توقع نہیں تھی۔ یا تو میری [illegible] بالاتر ہو جانا چاہئے ورنہ تمہاری مشینیں ناقابل اعتبار قرار پائیں گی۔ اگر تم پسند کرو تو میں بتاؤں کہ واقعات کس طرح پیش آئے اور میں کتنا بے بس ہو گیا تھا اور اگر تم نہیں سننا چاہتے تو یہ دوسری بات ہے کہ میں تمہارا دست نگر نہیں ہوں۔ علیحدہ ہو کر بھی کام کر سکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں" موشے ہارورڈ نے سرد لہجے میں کہا "تم اپنی صفائی میں جو چاہو کہہ سکتے ہو لیکن تم مجھے دھوکا دے سکو گے۔"

"دھوکا ہی دینا ہوتا تو میں یوں خالی ہاتھ یہاں نہ چلا آتا" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے رینڈل کو مختصراً صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ ڈیوڈ ریان حیرت سے چپ بیٹھا میری باتیں سن رہا تھا۔

"یہ ایک اتفاق تھا جس کے تحت میرے اور نکیتا کے درمیان ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو گئی۔ پھر جنرل نیریں نے مجھے دھوکے سے تہ خانے میں بند کر دیا۔ اس کے آدمیوں نے بریف کیس میں سے تمہارے ایجنٹوں کی فہرست برآمد کر لی تھی یہ تو محض میری خوش قسمتی ہے کہ جنرل کو یقین آ گیا ورنہ میں تو تقریباً مایوس ہی ہو گیا تھا۔"

"تمہاری ساری باتوں پر یقین کر لیا جائے تب بھی یہ سوال اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ تم نے جزیرے کی نشاندہی کیوں کی؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" میں نے جھنجلا کر کہا "میں نے جزیرے کی نشاندہی کب کی اور میں کر بھی کیسے سکتا تھا۔ میں تو خود اس جزیرے کے محل وقوع سے ناواقف تھا۔ میں نے تو اس جزیرے کا تذکرہ ایک نامعلوم جزیرے کی حیثیت سے کیا تھا۔ اس کی دریافت کا سہرا بھی جنرل کے آدمیوں کے سر ہے۔ مجھ سے تو صرف ایک سوال کیا گیا تھا اور اس کے درست جواب کی بنیاد پر وہ لوگ جزیرے تک نہ صرف پہنچے بلکہ وہاں سے تہذیب اور بڈ کو بھی پکڑ لائے جبکہ میں یہ توقع کر رہا تھا کہ جزیرے پر قدم رکھنے والے بچ کر واپس نہیں آ سکیں گے۔"

"بلاشبہ یہ ہماری کوتاہی ہے" رینڈل نے کہا "سطح آب کی حد تک ہمارے انتظامات مکمل تھے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی اس جزیرے تک زیر آب بھی پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"اب مجھے میرا قصور بتاؤ موشے ہارورڈ! جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ ڈیوڈ ریان گرفتار نہیں ہوا، میں نے جنرل کو اس کی گرفتاری سے یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ میرا شکار ہے اس سے میں خود نمٹ لوں گا۔"

"ٹھیک ہے علی" رینڈل کی طویل سانس لینے کی آواز آئی "معاملات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ اب میں کسی بھی شے پر تصدیق کئے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔"

"اب تم نے معقولیت کی راہ اختیار کی ہے۔ تصدیق کرنا تمہارا حق ہے اور تم جس طرح چاہو میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہو۔"

"ڈیوڈ اس وقت جس میک اپ میں ہے تم اسی میک اپ میں اسے [illegible] لے جاؤ گے اور ڈیوڈ اپنا اطمینان کر لینے کے بعد مجھے رپورٹ پیش کرے گا۔ تمہیں منظور ہے؟"

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے" میں نے کہا "یہ تو میرے لئے خوشی کا باعث ہے کہ مجھے اپنی پوزیشن صاف کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"تم اسے اپنے دوست کی حیثیت سے متعارف کراؤ گے اور اسے وہ تمام سہولتیں فراہم کرو گے جس کا یہ مطالبہ کرے گا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ آج شام تک ڈیوڈ کی رپورٹ مل جانی چاہئے۔"

"اس پر مجھے اعتراض ہے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "ممکن ہے آج شام تک ڈیوڈ مطمئن نہ ہو پائے۔ ایسی صورت میں میں بلاوجہ مارا جاؤں گا۔"

"ویسے تو یہ وقت بہت ہے لیکن میں اس میں کل دوپہر تک توسیع کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے بیان کی تصدیق نہ ہو سکی تو میں تمہارے قتل کا حکم صادر کر دوں گا۔ میرے آدمی تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"مجھے منظور ہے موشے!"

"اب ریسیور ڈیوڈ کو دے دو تاکہ میں اسے ضروری ہدایات دے دوں" رینڈل نے کہا اور میں نے ریسیور ڈیوڈ کی طرف بڑھا دیا۔

کوئی ایک ڈیڑھ منٹ تک ڈیوڈ خاموشی سے دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں سنتا رہا پھر اس نے ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولا "چلو دوست۔"

میرے اٹھنے سے قبل ہی فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ ڈیوڈ اتنی دیر میں دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ پلٹا مگر اس سے قبل ہی میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔ دوسری طرف بڈ تھا اور اس نے میری آواز پہچان لی تھی۔

"تمہارے لئے دوسری کار آ رہی ہے جیف!" بڈ نے کہا "تم اس کار میں واپس نہیں جاؤ گے جس پر یہاں آئے تھے۔ پانچ منٹ کے اندر اندر دوسری کار یہاں پہنچ جائے گی۔ وش یو گڈ لک جیف۔"

"یہ پولیس اسٹیشن نہیں ہے بھائی" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ڈیوڈ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کسی صاحب کے گھر چوری ہو گئی ہے۔ انہوں نے پولیس اسٹیشن کا نمبر ملایا ہو گا اور رانگ نمبر لگ گیا۔"

ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور مجھ سے بولا "اب جلدی سے نکل چلو۔"

"بیٹھ جاؤ ڈیوڈ! میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور جیب سے قلم کاغذ نکال کر لکھا "یہاں ہماری گفتگو سن لئے جانے کا خطرہ تو نہیں ہے؟" اور وہ کاغذ ڈیوڈ کی طرف

بڑھا رہا۔

"نہیں" ڈیوڈ نے نفی میں سر ہلایا "یہاں ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن بات کیا ہے؟" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بات بہت سنگین ہے ڈیوڈ! ہم سب ایک نظریے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کرتے پھر یہ درجہ بندی کیوں ہے؟"

"میں سمجھا نہیں علی! درجہ بندی سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"جب ہر شخص سرگرم ہے تو پھر مرتبوں میں فرق کیوں ہے سب برابر کیوں نہیں ہیں؟"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔ مرتبوں کا یہ فرق صلاحیتوں کی بنیاد پر ہے علی! ہر شخص کی صلاحیتیں ایک جیسی تو نہیں ہو سکتیں۔"

"دوسروں کی زندگیوں کا مالک بن بیٹھنے کا اختیار کسی کو نہیں دیا جا سکتا ڈیوڈ! زندگی ایک نعمت ہے۔ ہر ایک کو اس نعمت سے بہرہ مند ہونے کا پورا پورا حق ہے۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو ڈیوڈ! میں نے کبھی کسی کی ماتحتی میں کام نہیں کیا۔ بات اگر صلاحیتوں کی ہی ہے تو کیوں نہ اینگلز کی سربراہی مجھے سونپ دی جائے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی!" ڈیوڈ نے خوف زدہ لہجے میں کہا "اس قسم کی باتیں غداری کے زمرے میں آتی ہیں۔"

"اینگلز کے خلاف بات کرنا بھی غداری ہے، موشے ہاورڈ کے خلاف زبان کھولنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے اور صیہونی مفادات کے خلاف تو ہم کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ یہ ہمیں کسی حال میں گوارہ نہیں ہوگا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اینگلز اور اس کا سربراہ صیہونی مفادات کے ٹھیکیدار ہیں؟"

"مجھ سے ایسی باتیں مت کرو علی! تمہاری باتیں کتنی ہی درست کیوں نہ ہوں، مجھے خوف آتا ہے۔"

"خوف اس لئے آتا ہے کہ اینگلز کا سربراہ ایک جلاد صفت آدمی ہے۔ اینگلز میں شامل لوگ محض خوف زدہ ہو کر اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے موشے ہاورڈ کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا تو انہیں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ فضا کسی قانون شکن گروہ کے لئے تو ٹھیک ہو سکتی ہے مگر کسی ایسی تنظیم میں زیب نہیں دیتی جو نظریاتی ہو۔ کسی نظریے کے لئے کام کرنے والے تو صرف نظریے کے لئے کام کرتے ہیں۔ اپنی جانیں ویسے ہی ہتھیلیوں پر لئے پھرتے ہیں۔ یہ کیسی نظریاتی تنظیم ہے جہاں ایک شخصیت کی اجارہ داری ہے۔ لوگ نظریے کے لئے تو کام کرتے ہیں مگر خوف و ہراس میں مبتلا ہو کر۔"

"چپ ہو جاؤ علی! چپ ہو جاؤ... اس قسم کی باتیں کرنا بھی جرم ہے۔"

میرے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ ابھر آئی "میں تمہیں دعوت فکر دے رہا تھا ڈیوڈ! ضروری نہیں کہ تم میری باتوں سے متفق بھی ہو جاؤ۔ چلو اب چلنا چاہئے۔"

ہم تینوں بنگلے سے باہر آ گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ بڑا نے دوسری کار کیوں منگوائی ہے اور ہمیں اس کار میں واپس جانے سے کیوں منع کیا ہے لیکن اس سوال کا جواب بڑا ہی دے سکتا تھا۔ باہر دوسری کار موجود تھی۔ میں نے ڈرائیور کو بھی پہچان لیا۔ وہ ٹیریس محل میں ہی ملازم تھا۔ تہذیب نے اس کار کی طرف دھیان نہیں دیا تھا اور اسی کار کی طرف بڑھ رہی تھی جس میں ہم یہاں آئے تھے۔ مجھے دوسری طرف جاتے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

"ادھر کہاں جا رہے ہو علی!" تہذیب نے کہا "ہماری گاڑی تو اس طرف ہے... ارے یہ تو ٹیریس محل کی ہے یہ یہاں کہاں سے آ گئی۔"

"تمہاری واپسی اسی کار سے ہوگی تہذیب" میں نے کہا "وہ کار ڈرائیور واپس لے جائے گا۔"

ڈرائیور ہمیں دیکھ کر کار سے اتر آیا تھا۔ اس نے کار کی چابی میری طرف بڑھائی۔ میں نے اس سے چابی لی اور دوسری کار کی چابی اس کے حوالے کر دی۔ غالباً اسے بھی یہی ہدایت دی گئی تھی کہ وہ یہ کار ہمارے حوالے کر کے ریڈیو کار لے آئے اس لئے وہ مجھ سے چابی لے کر سیدھا ریڈیو کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"گاڑی تم ڈرائیو کرو گی تہذیب" میں نے کہا اور ڈیوڈ کو عقبی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی دروازہ کھول لیا۔

ابھی میں کار میں پوری طرح بیٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ ایک شدید دھماکا ہوا اور میرا سر کار کے دروازے سے ٹکرا گیا۔

چند لمحوں کے لئے میں گرد و پیش سے بے گانہ ہو گیا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا ہے۔ چند لمحوں بعد حواس ذرا بجا ہوئے تو میں فوراً کار سے باہر نکل آیا۔ تباہ شدہ کار دھماکے سے اڑ گئی تھی اور اب دھڑا دھڑ جل رہی تھی۔ اردگرد کے بنگلوں سے لوگ نکل آئے تھے اور ایک ٹک نظروں سے جلتی ہوئی کار کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر حیرانی تھی۔ ابھی تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ دھماکا کیسے ہوا۔ ہماری کار چونکہ تباہ ہونے والی کار کے عقب میں تھی اس لئے لوگوں کا ہم پر شبہ کرنا قدرتی امر تھا۔ ان سب کی مشکوک نگاہیں ہماری طرف اٹھ رہی تھیں۔

میں کار سے باہر نکل آیا۔ جمع ہو جانے والے لوگ زیادہ تر بنگلوں کے ملازمین تھے اور وہ جن نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیں کار کی تباہی کا ذمے دار سمجھ رہے ہیں۔ معاملہ اگر انگلستان کا ہوتا تو میں یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتا مگر وہ ملازمین تھے ہمیں قصوروار سمجھ رہے تھے تو ہمیں روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ممکن ہے کار پر پتھراؤ تک کر بیٹھتے لہٰذا بہتر یہی تھا کہ ان کے ذہن صاف ہونے تک وہیں رکا جائے۔

"یہ کار کس طرح تباہ ہو گئی؟" ڈیوڈ نے میرے نزدیک آتے ہوئے کہا۔ اسٹریٹ پر جمع ہو جانے والے چہ میگوئیاں کر رہے تھے اور ہم سے دور تھے ان کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے ہمارے نزدیک آنے سے انہیں بھی کوئی نقصان پہنچ جائے گا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں ڈیوڈ! میں اسی کار پر یہاں آیا تھا اس وقت تک تو یہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔"

"سوال یہ ہے کہ تم نے اچانک اس کار کو استعمال نہ کرنے کا فیصلہ کیوں کیا اور یہ دوسری کار کہاں سے نازل ہو گئی؟" تہذیب نے کہا وہ بھی ہم دونوں کے پاس آ گئی تھی۔

"وہ جو ایک رانگ نمبر کال موصول ہوئی تھی وہ دراصل بڑا کی طرف سے تھی اس نے مجھے منع کیا تھا اور ٹیریس محل سے دوسری کار بھی اسی نے منگوائی تھی۔"

"گویا بڑا نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کار سے سفر کرنے میں کوئی خطرہ ہے؟" تہذیب نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید اسے مجھ سے یہ شکایت تھی کہ میں نے بڑا کی جانب سے موصول ہونے والی اطلاع اس سے کیوں چھپائی۔

میں تہذیب کو جواب دینے کے بجائے آگ بجھانے والی گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا جو سڑک کے کونے سے مڑتی نظر آئی تھی۔ یقیناً کسی نے فائر بریگیڈ کو فون کر دیا تھا۔ فائر بریگیڈ کے عقب میں پولیس کی چند کاریں بھی تھیں جو سائرن بجاتی ہوئی اسٹریٹ میں داخل ہوئی تھیں۔ فائر مین آگ بجھانے کی تیاریاں کرنے لگے اور پولیس کاروں سے عملہ اتر کر اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ مجمع میں سے چند افراد جھپٹ کر پولیس والوں کے نزدیک پہنچے تھے۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ انہوں نے پولیس والوں کو کیا کہانی سنائی ہوگی۔ اس لئے کہ ان سب کی نگاہیں ہم پر مرکوز تھیں۔ ڈیوڈ اور تہذیب کو بھی صورت حال کی نزاکت کا احساس ہو گیا تھا۔

"ان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔" تہذیب نے کہا "ہمیں یہاں رکنا نہیں چاہئے تھا۔"

"اب ہم بے موت مارے جائیں گے۔" ڈیوڈ مضطربانہ لہجے میں بولا "یہاں رک کر ہم نے واقعی اپنی شامت کو دعوت دی ہے۔"

فائر مینوں نے منٹوں میں آگ بجھا دی تھی لیکن اس دوران ایک اور آگ لگ گئی تھی۔ یہ شکوک و شبہات کی وہ آگ تھی جو مقامی پولیس والوں کے ذہنوں میں لگی تھی۔

چند پولیس والے تیزی سے ہماری طرف بڑھے۔ ان میں آگے آگے ایک سب انسپکٹر تھا۔

"تم لوگ خود کو زیر حراست سمجھو۔" اس نے رعونت سے گردن اکڑا کر کہا۔

"کس جرم میں جناب؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تم لوگوں نے اس کار کو بم سے اڑایا ہے۔ تمہارا تعلق کسی خطرناک گروہ سے معلوم ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے علیحدگی میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں جناب!" میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ بری طرح چونک گیا۔

"تم مجھے رشوت کی پیشکش کرنا چاہتے ہو۔" وہ بھڑک کر بولا "اس طرح تم ایک اور جرم کے مرتکب ہو رہے ہو اور تم پر جرم ثابت بھی ہو گیا ہے۔"

"یہاں عدالت نہ لگائیے جناب" میں نے بڑی لجاجت سے کہا "اور نتائج پر بھی چھلانگ نہ لگائیے اتنا خیال تو رکھئے کہ ہم غیر ملکی ہیں۔"

"غیر ملکیوں کو من مانی کرنے کی چھوٹ نہیں دی جا سکتی تم لوگ ملکی قوانین کی زد سے باہر نہیں نکل سکتے۔ چلو کار میں بیٹھو تھانے چل کر فیصلہ ہوگا۔"

"تم ایک فرض شناس آفیسر ہو لیکن یہ تو دیکھو کہ ان دونوں کاروں کا تعلق ٹیریس محل سے ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" سب انسپکٹر بپھر گیا "ٹیریس محل کی کار تو ایک بچہ بھی شناخت کر سکتا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ تم صحیح کہہ رہے ہو تو تمہارے جرم کی سنگینی میں اضافہ ہی ہوگا کمی نہیں ہوگی۔"

"چلو بھئی" میں نے ڈیوڈ اور تہذیب سے کہا "تھانے تو جانا ہی پڑے گا۔"

ابھی ہم قدم بھی نہیں اٹھانے پائے تھے کہ بڑا نمودار ہوا

اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"تم زبردست غلطی کر رہے ہو آفیسر!" اس نے سب انسپکٹر کو مخاطب کیا "یہ خطرناک مجرم ہیں۔ تمہیں سب سے پہلے ان کی تلاشی لینی چاہئے تھی۔"

بڈ کی اس حرکت پر تہذیب حیران رہ گئی۔ بڈ نے ہم میں سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

میری اور زیبوز کی جامہ تلاشی لی گئی۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن زیبوز کے پاس سے ایک ریوالور برآمد ہوا جسے پولیس والوں نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ پھر سب انسپکٹر کے اشارے پر ایک کانسٹیبل تہذیب کی تلاشی لینے کے لئے آگے بڑھا۔

"ٹھہرو" دفعتاً میں نے گرج دار آواز میں کہا "تم تہذیب کی تلاشی نہیں لے سکتے۔"

کانسٹیبل رک گیا اور سب انسپکٹر مجھے گھورنے لگا "کیوں نہیں لے سکتے؟" سب انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

"عورت کی تلاشی صرف عورت ہی لے سکتی ہے۔ قانون یہی ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو تم لوگوں کو اس کا نتیجہ بھی بھگتنا پڑے گا۔"

"تم ہمیں قانون پڑھا رہے ہو اور خود کارپٹ بموں سے اڑانے پھر رہے ہو۔ یاد رکھو تمام قوانین شرفا کے لئے ہیں تخریب کاروں سے نمٹنے کے لئے ہمارے اپنے قوانین ہیں جو تمہیں قانون کی کسی کتاب میں نہیں ملیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا "اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا احترام میں صرف اس وقت تک کروں گا جب تک تم قوانین کے دائرے میں رہو گے۔"

"ورنہ کیا ہوگا؟" سب انسپکٹر مجھے گھورتا ہوا میرے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"جو کچھ بھی ہوگا تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔" میں نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس نے مجھ سے نظریں ملائے رکھنے کی بہت کوشش کی مگر چند منٹ سے زیادہ کامیاب نہیں ہو سکا۔

"اس کی تلاشی لو" سب انسپکٹر نے دوبارہ گرج کر کہا اور اس کی آواز سن کر رکا ہوا کانسٹیبل دوبارہ حرکت میں آ گیا۔

"میں وارننگ دے چکا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا "اس کے باوجود اگر کسی نے تہذیب کے جسم کو ہاتھ لگایا تو نتائج کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

سب انسپکٹر میری تلاشی لے چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ میں غیر مسلح ہوں لہٰذا اس کے لئے میری تنبیہہ قطعی بے اثر ثابت ہوئی۔ مسلح پولیس فورس کی موجودگی میں ایک غیر مسلح شخص کی تنبیہہ کسی دھمکی سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہو سکتی۔ وہاں موجود تمام لوگ بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان کے خیال میں ہم کوئی غیر ملکی تخریب کار تھے تماشا دیکھنے والوں میں بڈ بھی شامل تھا بلکہ یہ آگ اسی کی لگائی ہوئی تھی۔

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی نے میرے ساتھی کو ہاتھ بھی لگایا تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

سب انسپکٹر نے کانسٹیبل کو رکنے کا اشارہ کیا اور مجھ سے بولا "ویسے تو تم لوگ بڑے آزار بنتے ہو لیکن اس وقت جس تنگ نظری کا مظاہرہ کر رہے ہو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس آڑ میں تم اپنی ساتھی کو تلاشی سے بچانا چاہ رہے ہو یقیناً اس کے پاس کوئی بہت ہی اہم چیز ہے۔" پھر وہ پولیس والوں کی طرف پلٹا "یہ سب سے خطرناک آدمی ہے اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈال دو۔"

پولیس والے بہت تیزی سے آگے بڑھے۔ کارکردگی دکھانے کا اس سے بہتر کیا موقع ہو سکتا تھا۔ وہ مسلح تھے اور میں نہتا۔ وہ کئی تھے اور میں تنہا لہٰذا پولیس والوں میں جوش و خروش تو لازم ہی تھا۔

لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ سودا انہیں کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔ اپنی طاقت کے زعم میں وہ انتہائی غیر محتاط تھے۔ میں نے ان کے نزدیک آنے سے پہلے ہی بڑی تیزی سے حرکت کی۔ میں نے جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے سب انسپکٹر کو اٹھایا اور پوری قوت سے نائٹر بریگیڈ کی گاڑی کی طرف اچھال دیا جو واپسی کے لئے روانہ ہو رہی تھی۔ سب انسپکٹر کے چوٹیں تو زیادہ نہیں آئی ہوں گی لیکن حیرت کا جھٹکا اس کے لئے بہت شدید رہا ہوگا۔ ناظرین بھی اس اچانک افتاد پر بھونچکا رہ گئے تھے۔ سب انسپکٹر کے حلق سے نکلنے والی دل خراش چیخ نے سب کے دل دہلا دیے تھے اور ہر ایک کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم بہت بڑے دہشت گرد ہیں۔ پولیس والوں نے چونک کر مجھ پر رائفلیں تاننے کی کوشش کی مگر انہیں دیر ہو چکی تھی میرے ہاتھ میں موجود ریوالور ان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ یہ اسی سب انسپکٹر کا ریوالور تھا جسے میں نے فائر بریگیڈ کی طرف پھینکتے ہوئے جھپٹ لیا تھا۔

"جس نے بھی اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔" میں نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا "خیریت اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔"

پولیس والوں نے محض چند لمحے کچھ سوچا اور پھر انہوں نے اپنی رائفلیں پھینک دیں۔ زیبوز، تہذیب اور بڈ نے جھپٹ

کر رائفلیں اپنے قبضے میں لے لیں۔ بساط الٹ چکی تھی اور اب پولیس والے ہمارے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بے حد افسوس ہوا۔ تیسری دنیا کے اکثر ممالک کا یہی المیہ ہے۔ لاقانونیت پھیلانے میں پولیس اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بے گناہوں کی گرفتاری اور مجرموں کی سرپرستی ان کا شیوہ بن چکا ہے۔ ان کی انہی حرکتوں نے ان میں بزدلی کے جراثیم پیدا کر دیے ہیں ورنہ اگر ان میں کمزوریاں نہ ہوں تو وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور ایسا صرف ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں کی پولیس دیانت دار ہوتی ہے۔ آگ بجھانے والی گاڑی کمرے سے مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے بھی وہاں سے نکل جانے میں ہی عافیت سمجھی ہو گی اس کے خیال میں وہاں ایک خونی ڈراما کھیلا جانے والا تھا۔

"قطار بناؤ" میں نے پولیس والوں کو ڈانٹ کر حکم دیا "اور سو قدم کے فاصلے پر جا کر رک جاؤ جس نے بھی پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی میرے ریوالور کی گولی اس کا استقبال کرے گی۔"

انہوں نے گرتے پڑتے قطار بنائی اور مارچ شروع کر دیا۔ مجمع پہلے ہی تتر بتر ہو چکا تھا۔ حالات کو خطرناک رخ اختیار کرتے دیکھ کر لوگ بنگلوں میں واپس چلے گئے تھے اور اب وہاں ہم چاروں اور پولیس والوں کے سوا کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یہ رائفلیں وین کے اندر ڈال دو اور کار میں چل کر بیٹھو۔ تہذیب کار ڈرائیو کرے گی بڈ اس کے برابر میں اور میں اور ڈیوڈ عقبی نشست پر بیٹھیں گے۔"

ان لوگوں نے بہت تیزی سے عمل کیا اور جس وقت سب سے آخر میں میں کار کے اندر بیٹھا اس وقت تک پولیس والوں سے ہمارا فاصلہ خاصا بڑھ چکا تھا۔ تہذیب نے کار پہلے سے ہی اسٹارٹ کر رکھی تھی میرے بیٹھتے ہی چلا دی۔ میں نے اپنا ریوالور والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال رکھا تھا بعض پولیس والوں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے دو تین ہوائی فائر کر دیے جس کے بعد وہ اپنی اپنی کمانوں میں واپس آ گئے۔

جیسے ہی تہذیب نے یو ٹرن مکمل کیا میں نے ریوالور کار سے باہر اچھال دیا۔

"نہایت تیز رفتاری سے ٹیرس محل کی طرف چلو۔" میں نے تہذیب سے کہا مگر اسی وقت ہمارے کانوں میں تیز سائرن بجنے کی آوازیں آئیں۔

"معلوم ہوتا ہے تمہارے ہاتھوں زک اٹھانے والا سب انسپکٹر مزید نفری، کمک اور اسلحہ لے کر آ رہا ہے۔" تہذیب نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم نے رائفلیں واپس کروا کے غلطی کی ہے جبکہ اب ہم ان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکیں گے۔" بڈ نے کہا "رائفلیں ہوتیں تو ہم بہ آسانی ان سے نبرد آزما ہو سکتے تھے لیکن..." وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"تمہارا ساتھی تم سے زیادہ عقل مند ہے۔" ڈیوڈ بولا "رائفلیں تو ایک طرف تم نے ریوالور تک پھینک دیا اب سامنے سے پولیس آ رہی ہے اور عقب میں بھی پولیس ہے۔" اس نے پلٹ کر عقبی شیشے سے باہر دیکھا "وہ دوڑ کر وین کے پاس پہنچ چکے ہیں اور رائفلیں واپس نکال رہے ہیں۔" ڈیوڈ کے لہجے میں اضطراب تھا۔

تہذیب نے اضطراری طور پر کار کی رفتار کم کر دی تھی ورنہ ہم اس اسٹریٹ سے تو نکل ہی چکے ہوتے۔ مجھے اگر خطرہ تھا تو صرف عقب میں موجود پولیس فورس سے خطرہ تھا کیونکہ ہم ان کی رینج میں تھے وہ کسی بھی لمحے اندھا دھند فائرنگ شروع کر سکتے تھے۔ میرے ہاتھوں انہیں جو زک اٹھانا پڑی تھی اس کے پیش نظر یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات بھی نہ ہوتی۔

"سامنے سے آنے والوں کی فکر مت کرو۔" میں نے تہذیب سے کہا "ان سے ہمیں اتنا خطرہ نہیں جتنا عقب میں موجود پولیس والوں سے ہے۔ کار کی رفتار بڑھاؤ۔"

تہذیب کو خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ عقب سے کسی بھی وقت فائرنگ کی جا سکتی ہے اس لئے اس نے فوراً ہی کار کی رفتار بڑھا دی مگر سامنے سے آنے والی سائرن کی آوازیں بہت قریب آ چکی تھیں۔ مجھے اپنا بچ نکلنا محال نظر آنے لگا۔

کونے میں مڑتے ہی بہت سے بریک چرچرانے کی آوازیں فضا میں گونجیں اور ہم لوگوں کے چہرے مسرت سے کھل اٹھے۔ وہ تو ٹیرس محل بلکہ جنرل ٹیرس کے ذاتی حفاظتی دستے کی کاروں اور موٹر سائیکلوں کے سائرن کی آوازیں تھیں جو اب ہمارے سامنے سڑک پر رک کر کھڑے تھے۔ درمیان میں جنرل ٹیرس کی کار تھی اور وہ دروازہ کھول کر کار سے اتر رہا تھا اس کے ساتھ کیپٹن براؤن بھی تھی۔

ہم لوگ بھی جلدی جلدی کار سے اتر کر ان کی طرف بڑھے۔ سائرن کی آوازوں نے علاقے کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔ لوگوں نے پہلے تو خوف زدہ انداز میں کھڑکیوں سے جھانکا لیکن جب انہوں نے اپنے محبوب حکمران کو دیکھا تو بے خوفی سے گھروں سے باہر نکل آئے۔ یہی غنیمت تھا کہ یہ گنجان آبادی والا علاقہ نہیں تھا ورنہ لوگوں کو قابو میں رکھنا ایک الگ مسئلہ بن جاتا۔ جنرل ٹیرس اور کیپٹن براؤن

اپنے حد مقبول تھے جنرل بڈ کا تھا غلطی رابطہ سمجھتے اور بڈ سے بہت اچھی طرح واقف تھا لہٰذا ہم سے کسی قسم کا تعرض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن جنرل تک پہنچنے سے قبل ہی عقب سے سائرن بجاتی ہوئی پولیس کار نمودار ہوئی۔ یہ پولیس فورس کا وہی عملہ تھا جسے ہم نے ابھی ابھی زک پہنچائی تھی۔

"تم یہاں کہاں جنرل؟" میں نے جنرل کے قریب پہنچ کر حیرت سے کہا۔

"بڈ نے مجھے فون پر صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم کسی مشکل میں پھنسو اس لئے خود ہی چلا آیا۔"

"میرا خیال ہے ہم محل پہنچ کر بقیہ باتیں کریں تو مناسب ہے کیونکہ یہاں مجمع بڑھ رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے" جنرل جلدی سے بولا "تم لوگ اسی گاڑی میں چلو اور اپنی کار میری گاڑی کے پیچھے رکھنا۔"

ہم لوگ بڑے اطمینان سے واپس پلٹ کر کار کی طرف گئے۔ جنرل ٹیرس کو ہم سے باتیں کرتے دیکھ کر پولیس والوں کے ہاتھ پیر پھول چکے تھے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو انہوں نے لوگوں کو جنرل تک پہنچنے سے روکنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ تیسری دنیا کے ممالک کی سرکاری مشینری خصوصاً پولیس کا یہی خاصہ ہے ہر حکمران کا ساتھ دو اور اس کی خوشامد کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دو۔

ہم وہاں سے جنرل کی ساتھ ہی روانہ ہوئے۔ ہماری کار جنرل کی کار کے عقب میں تھی۔

"تم نے ہمیں اس کار میں سفر کرنے سے کیوں روکا تھا؟" میں نے کہا "کیا تمہیں معلوم تھا کہ..."

"میں نے صرف اتنا دیکھا تھا کہ جب تم اور میڈم اندر چلے گئے تو تمہارا تعاقب کرنے والی کار میں سے دو افراد اتر کر تمہاری کار کے نزدیک آئے۔ وہ خاصی دیر تک انجن کے قریب کوئی کارروائی کرتے رہے تھے اور انہوں نے کار کا بونٹ بھی کھول لیا تھا۔ اگر مجھے یقین ہو تا کہ انہوں نے کار تباہ کرنے کے لئے کوئی کارروائی کی ہے تو میں تمہیں ضرور بتا دیتا۔"

"تم تھے کہاں؟" میں نے بڈ سے پوچھا اور وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"کیا تم نے اس لائن مین کو نہیں دیکھا تھا جو پول پر چڑھا ہوا تھا؟"

میرے علاوہ تہذیب بھی چونک پڑی۔ "دیکھا تو تھا مگر میں نے توجہ نہیں دی تھی۔" میں نے کہا "لیکن وہ لوگ تو مجھی کام کر رہے تھے انہوں نے بھی تم پر توجہ نہیں دی؟"

"تو کیا تمہارے خیال میں میں تمام وقت کھمبے پر چڑھا رہا تھا؟" بڈ نے مسکرا کر کہا "میں سامنے والے بنگلے میں گھس گیا تھا۔ ان کا فون ٹھیک کرنے اور اسی بنگلے کی کھڑکی سے میں نے یہ سارا منظر دیکھ کر تمہیں فون کیا تھا۔"

"سن لیا تم نے مسٹر ڈیوڈ ریان؟" میں نے کہا "اگر میں نے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کر رکھی ہوتیں تو اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوتا۔"

"میں سب سن رہا ہوں علی! اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ غیر اہم مہروں کو راستے سے ہٹا دینا موشے ماورڈی کی پرانی روایت ہے۔"

"تمہارا طرز عمل میرے لئے حیران کن ہے ڈیوڈ! تم خود کو آدمی نہیں کوئی مہرہ سمجھتے ہو۔"

"میرے سمجھنے یا نہ سمجھنے کی اہمیت ہی کیا ہے۔" ڈیوڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "وہ جب اور جہاں چاہے ہماری زندگیاں ختم کرا سکتا ہے۔"

"تھوڑی دیر قبل یہ مفروضہ غلط ثابت ہو چکا ہے اس نے تمہیں موت کے گھاٹ اتروانے میں کون سی کسر چھوڑی تھی مگر دیکھ لو تم زندہ ہو۔"

"اس بار تو تمہاری احتیاط کی وجہ سے ایسا ہو گیا ویسے بھی کبھی کبھار اتفاق سے ایسا ہو جاتا ہے کہ شکار بچ نکلتا ہے مگر اس کی زندگی زیادہ طویل نہیں ہوتی دوسری کوشش کبھی ناکام نہیں ہوتی۔"

"تم نے خود پر مایوسی طاری کر لی ہے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ ماضی میں جو لوگ مارے گئے ہیں وہ بھی تمہاری طرح ہی رہے ہوں گے۔ انہوں نے اپنے بچاؤ کی کوشش ہی نہیں کی ہو گی۔"

"اگر دنیا کے خطرناک ترین کرائے کے قاتل تمہارے پیچھے لگا دیے جائیں تو میں تم سے پوچھوں گا کہ تم خود ان سے کس طرح بچ سکو گے؟" ڈیوڈ نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میرا ایمان ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے قبل کوئی کسی کو نہیں مار سکتا۔"

"اگر تمہارا ایمان اتنا ہی پختہ ہے تو تم میری جگہ کیوں نہیں لے لیتے۔" ڈیوڈ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس موضوع پر ہم فرصت سے بات کریں گے ڈیوڈ!" میں نے اس سے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے کہا میرا اپنا پلان بھی یہی تھا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ڈیوڈ نے خود ہی یہ تجویز پیش کر دی تھی۔

ہم ٹیرس محل پہنچ چکے تھے اور کاروں سے اتر گئے تھے۔

جنرل ٹیرس سوالیہ نظروں سے ڈیوڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔" میں نے جنرل سے کہا "ان کا نام ڈیوڈ ریان ہے اور ان سے اتفاقاً ہی ملاقات ہو گئی ہے۔"

جنرل نے بڑی گرم جوشی سے ڈیوڈ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہم اندر آ گئے۔ ڈیوڈ ریان کا نام جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے لئے اجنبی نہیں تھا بلکہ کیتھی کی تو ڈیوڈ سے ایک ملاقات ہو بھی چکی تھی لیکن چونکہ میں نے اسے ایک دوست کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا اس لئے دونوں ہی نے اپنے انداز سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

میں نے ایک ملازم کو طلب کر کے اس سے کہا کہ ڈیوڈ کو میرے کمرے میں پہنچا دے۔

"تم ذرا دیر میرے کمرے میں آرام کرو ڈیوڈ!" میں نے کہا "میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں پھر تم سے تفصیلی بات چیت ہو گی۔"

ڈیوڈ کے جانے کے بعد میں جنرل سے مخاطب ہوا "ہاں اب بتاؤ جنرل!" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا "فضائی جنگ کس مرحلے میں ہے اور بحری جہازوں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا؟"

"فضائی جنگ میں ہمیں تھوڑا بہت نقصان ضرور اٹھانا پڑا لیکن شی گورا مئے کے پائلٹ آخر کار سمجھ ہی گئے کہ وہ بحری جہازوں کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس لئے انہوں نے واپس چلے جانے میں ہی عافیت جانی اور اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے اطمینان کی طویل سانس لی پھر کیتھی براؤن کی طرف دیکھا "تم تو خاصی ہشاش بشاش نظر آ رہی ہو جبکہ میرے خیال میں تو تمہیں بستر پر ہونا چاہئے تھا۔"

کیتھی ہنسنے لگی "تمہاری حیرت بجا ہے علی۔" اس نے کہا "لیکن اگر تمہاری معلومات میں صرف اتنا سا اضافہ کر دیا جائے کہ تہذیب نے مجھے بے ہوش نہیں کیا تھا تو تمہاری حیرت خود بخود رفع ہو جائے گی۔"

"تہذیب نے بے ہوش نہیں کیا تھا!" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ رضا کارانہ طور پر خود ہی بے ہوش ہو گئی تھیں۔" بڈ نے دخل اندازی کی اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اسے یوں نہ دیکھو علی۔" کیتھی نے کہا "بڈ بالکل درست کہہ رہا ہے۔"

"پہلے تو تم بالکل صحت مند ہوا کرتی تھیں۔ یہ تم پر بے ہوشی کے دورے کب سے پڑنے لگے؟" میں نے کہا۔

"دورے نہیں پڑتے علی! بس اس وقت ایک دورہ پڑا تھا جو تمہارے لئے سود مند ثابت ہو گیا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے کام کی زیادتی اور اعصابی دباؤ بعض اوقات وقتی بے ہوشی کا سبب ہو سکتا ہے لیکن تہذیب نے مجھ سے کیوں غلط بیانی کی تھی۔"

"تم اب بھی غلط سمجھ رہے ہو۔" کیتھی براؤن نے کہا "میں بے ہوش ہوئی ہی نہیں تھی۔"

میں نے حیرت سے پہلے کیتھی کو پھر جنرل کو اور اس کے بعد تہذیب کو دیکھا۔ میری حیرت پر وہ سب ہی ہنسنے لگے تھے۔

"یہ زیادتی ہے کیتھی۔" جنرل نے کہا "علی کو پورا تفصیل سے حالات بتاؤ خواہ مخواہ اسے تجسس میں کیوں مبتلا کر رہی ہو۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے تمہاری بے گناہی پر یقین آ گیا تھا۔ پہلے بھی میں تمہارے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھانے کے حق میں نہیں تھی لیکن جنرل نے مجھے قائل کر لیا تھا۔"

"یعنی تم میرے ساتھ ساتھ اپنے شوہر نامدار کو بھی موت کے منہ میں پہنچانے پر رضا مند ہو گئی تھیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نہیں۔" کیتھی مسکرائی "ہمارا منصوبہ تمہیں مارنے کا نہیں تھا۔ ہمارے لئے تم دنیا میں سب سے زیادہ اہم شخصیت ہو۔ تمہاری اور بکیتا کی گفتگو کے ٹیپ نے ہمیں ہلا ڈالا لیکن ہمیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کوئی ایک بھی ایسی گلٹر نہیں آئی جس کے سبب تم یہودیوں سے مل سکو۔ آخر جنرل نے تمہاری حقیقت سے واقف ہونے کے لئے یہ منصوبہ بنایا اور خیال رہے کہ یہ منصوبہ تمہیں ہلاک کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا تھا بلکہ ہم تمہیں ذہنی شاک سے دوچار کرنا چاہ رہے تھے۔ تمہیں اس مقام تک پہنچانا مقصود تھا جہاں آدمی کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت ناچتی نظر آنے لگتی ہے اور پھر وہ کوئی جھوٹ نہیں بولتا جو کچھ کہتا ہے سچ ہی کہتا ہے۔"

"میرا چیف کوئی عام آدمی نہیں ہے۔" بڈ نے فخریہ لہجے میں کہا "یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"درمیان میں مت بولا کرو۔" میں نے بگڑ کر کہا "پہلے کیتھی کو بات مکمل کر لینے دو پھر اپنی بکواس کرتے رہنا۔"

"بڈ کے لئے تو ایک تالا خرید دو تاکہ وہ اپنی زبان بند رکھے۔" بڈ بڑبڑایا۔

"بڈ نے بالکل ٹھیک کہا ہے علی۔" کیتھی مسکرا کر بولی "ہم نے اس امکان کا جائزہ بھی لیا تھا کہ تم اگر جھوٹ بولنے کے ماہر ہو تو موت کے منہ میں بھی اپنے جھوٹ پر ڈٹے رہو گے لیکن ہم نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا تھا ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ہم تمہارے مرنے میں کسی بھی ملوث ہوں۔"

"اتنے طویل بیان کے باوجود تمہاری بے ہوشی کا معما ابھی تک حل طلب ہے۔" میں نے کہا۔

"میں اسی طرف آ رہی تھی۔" کیتھی نے کہا "دراصل ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ہم جزئیات پر بحث کرتے ہم نے موٹی موٹی باتیں طے کر لی تھیں اور اس میں یہ شامل تھی کہ اگر تم اپنے اس بیان پر قائم رہے کہ تم اسرائیل کے خلاف ہو تو ہم تمہیں رہا کر کے تم سے معافی مانگ لیں گے۔ اس کے لئے یہ شرط تھی کہ تمہاری رہائی کے لئے میں اور جنرل دونوں متفق ہوں۔ جب جنرل تمہیں لے کر تہہ خانے میں بند ہو گیا تھا تو مجھے بہت جلدی تمہاری باتوں پر یقین آ گیا تھا۔ اگر تم اسرائیل کے حامی ہوتے تو سب سے پہلے جنرل کو ٹھکانے لگانے کی سوچتے لیکن اس کے برعکس تم ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرتے رہے۔ تمہاری فراہم کردہ معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے راتوں رات یہودیوں کو ناقابل تلافی مالی اور جانی نقصان سے دوچار کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا یقین پختہ ہوتا چلا گیا اور پھر تہذیب آ گئی۔ تمہاری قید کی خبر پر تمہارے دونوں ساتھیوں کو صدمہ ہوا۔ یہ بھی تمہاری طرف سے فکر مند تھے لیکن جب میں نے انہیں پوری روداد سنائی تو تہذیب اچھل پڑی اور اس نے کہا کہ علی اگر اسرائیلی مفادات کے لئے کام کر رہا ہوتا تو تمہارے قید خانے کی دیوار توڑ کر نکل گیا ہوتا۔ میں نے تہذیب سے پوچھا کہ اگر جنرل بھی نہ ہوتی اور میری جگہ کوئی اور متعین ہوتا تو اس صورت میں کیا ہوتا۔ تہذیب نے جواب میں کہا کہ وہ جان پر کھیل کر بھی تمہاری رہائی کرا لیتی۔ میں خود بھی تمہیں رہا کر دینے کے حق میں تھی لہٰذا میں نے تہذیب کو اپنے رضا کارانہ تعاون کی پیشکش کر دی اس کا تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔"

علی نے جنرل کی طرف دیکھا وہ مسکرا رہا تھا "تم مسکرا رہے ہو جنرل! حالانکہ اپنے منصوبے کی ناکامی پر تمہیں شرمندہ ہونا چاہئے تھا۔ جنرل تو ان معاملات میں بہت حساس ہیں۔ بعض جنرلوں نے خودکشی تک کی ہے۔"

"میں خودکشی سے بھی بڑی سزا جھیل رہا ہوں۔" جنرل نے قہقہہ لگایا "میں شادی کر چکا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں جنرل!" میں نے سرہلا کر کہا "پہلو تہی کرنے کے معاملے میں تمہارا جواب نہیں ہے لیکن تم سول لائنز کیسے پہنچ گئے تھے۔"

"بڈ نے فون کیا تھا کہ ریڈیو کار میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اس میں علی کا بیٹھنا خطرناک ہو سکتا ہے اس لئے میں نے دوسری گاڑی بھجوا دی لیکن پھر دوسرا فون آیا کہ ریڈیو کار دھماکے سے تباہ ہو گئی ہے۔ ڈرائیور مارا گیا ہے لیکن تم لوگ محفوظ ہو تاہم وہاں سے تمہارا نکلنا آسان نظر نہیں آتا۔ میں نے اسی وقت بڈ سے کہہ دیا تھا کہ میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

"میں سمجھ گیا تھا اس قسم کی کوئی بات ہو گی تبھی تم نے پولیس والوں کو ہماری تلاشی لینے پر اکسایا تھا۔" میں نے بڈ سے کہا۔

"میں ان سے درخواست تو کر نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ میرے دوست ہیں۔ پلیز میری خاطر انہیں تھوڑی دیر بعد گرفتار کیجئے گا۔"

تہذیب ہنسنے لگی اور میں جنرل ٹیرس سے مخاطب ہوا "میرا خیال ہے دھماکا خیز مادہ کار کے اگنیشن سے منسلک کر دیا گیا تھا جیسے ہی کار اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی گئی بم بلاسٹ ہو گیا۔"

"ہاں بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اصل بات تو ماہرین کی رپورٹ کے بعد ہی ہمارے سامنے آ سکے گی۔"

"لیکن اس راز پر سے تو کوئی ماہر بھی پردہ نہیں اٹھا سکے گا کہ بم رکھنے والے کون تھے؟" تہذیب نے کہا۔

"اس کام کے لئے ہمارے پاس ایک جن موجود ہے۔" میں نے مسکرا کر بڈ کی طرف دیکھا "وہ جن ان لوگوں کے حلیے بھی بتا سکتا ہے اور اس نے گرے کلر کی اس کار کا نمبر بھی نوٹ کر لیا ہو گا جس سے تعلق رکھنے والے افراد نے یہ حرکت کی ہے۔"

"جتنی جہازی بڈ کو پڑتی ہے اتنی تو کوئی مسخرا جن بھی برداشت نہیں کر سکتا۔" بڈ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "گویا اس معاملے میں تم نے جنات کو بھی مات کر دیا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اور میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ اب جنات کی جان چھوڑ دینی چاہئے وہ بے چارے میری مستقل مزاجی سے عاجز آ گئے ہوں گے اور پھر یہ تو قانون قدرت ہے

کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔ چنانچہ اب جنات کا نمبر ہے۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ اب کبھی بھاڑ برداشت کرکے جنات کو مزید احساس کمتری میں مبتلا نہیں کروں گا۔"

"تمہیں دوسروں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔" کیتھی نے شرارت سے کہا۔

"میں نے تو ہمیشہ خیال رکھا کہ کہیں جنات کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچ جائے۔ اسی لئے میں نے بڈ سے وہ رویہ روا نہیں رکھا جو تابع جنوں سے رکھا جاتا ہے۔ اب بڈ نے ان کی برابری کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو کیا بڈ کے اس رویئے سے انہیں تکلیف نہیں پہنچے گی؟"

"بات تو تم درست کہہ رہے ہو۔" کیتھی براؤن نے تائیدی انداز میں سر ہلا کر کہا اور بڈ چراغ پا ہوگیا۔

"میں تمہارا ساتھی ہوں۔ تمہیں میری فکر کرنی چاہئے یا جنات کی۔ جن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"یہ بات بھی درست ہے۔" کیتھی نے کہا۔ وہ پوری طرح محظوظ ہونے کے موڈ میں تھی۔ جنرل بھی بڑی دلچسپی سے یہ لایعنی باتیں سن رہا تھا اور تعجب تو اس قسم کے نوک جھونک کی عادی ہی تھی۔

"اب دیکھو بڈ مجھے اقربا پروری سکھا رہا ہے حالانکہ ساری دنیا میں جمہوریت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ پھر بھلا میں اکثریت کی دل آزاری کیوں کرکر سکتا ہوں؟"

"تمہاری یہ دلیل تو بہت ہی زوردار ہے علی!" کیتھی نے داد دی "اب میرے خیال میں بڈ کو شکست تسلیم کرلینی چاہئے۔"

"لیکن یاد رکھو کہ آخری فتح بڈ کی ہوگی۔" بڈ نے غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا "اور یہ بھی سن لو کہ اتنا فرماں بردار تمہیں بڈ کے علاوہ کوئی اور ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔"

"میں تو وحدت کا قائل ہوں بڈ! نہ دوسرا ڈھونڈوں گا اور نہ ملے گا لیکن اصل بات تو رہی جاتی ہے کہ رے کلر کی کار کا نمبر تو بتاؤ؟"

"میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔" دفعتاً جنرل نے انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور میں حیران رہ گیا جو بات صرف بڈ کو معلوم ہونی چاہئے تھی وہ جنرل کے علم میں کیسے آگئی۔

"تم نے فون پر ہی جنرل کو کار کے نمبروں سے مطلع کردیا تھا؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"کیا غلطی ہوگئی چیف؟" بڈ نے بوکھلا کر کہا "میں نے سوچا تھا کہ یہیں جلد از جلد معلومات بھی حاصل ہو جائیں گی اور ہم تیزی سے کارروائی بھی کرسکیں گے۔"

"تم نے بہت اچھا کیا بڈ!" میں نے مسکرا کر کہا "اب تک یقیناً کار کے مالکان کا سراغ لگایا جاچکا ہوگا مجھے خوشی ہے بڈ! اب ہم واقعی تیز رفتاری سے کارروائی کرسکیں گے۔"

"ان کے بارے میں مکمل چھان بین کی جاچکی ہے۔" جنرل ٹیری نے انٹرکام بند کرتے ہوئے کہا "وہ آج ہی گوسٹے ہل میں داخل ہوئے ہیں اور ٹی گو واگے سے یہاں پہنچے ہیں۔ ان کے پاس کرائے کی کار ہے قیام ڈیوس ہوٹل میں ہے اور ان کے پاسپورٹ انہیں سیاح ظاہر کرتے ہیں۔"

"تمہارے آدمیوں نے انہیں چھیڑا تو نہیں؟" میں نے کہا۔

"نہیں" جنرل نے کہا "تمام معلومات ہم نے اپنے ذرائع سے حاصل کی ہیں۔"

"بہت عمدہ جنرل! ان کی نگرانی جاری رہنی چاہئے ان کے خلاف میں خود کارروائی کروں گا۔"

"کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" جنرل نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی معاملات میرے ذہن میں پوری طرح صاف نہیں ہیں جنرل! ریڈل ہاورڈ کو بھرپور نقصان پہنچانے میں ہم کامیاب ہوگئے مگر ہم اسے احساس شکست سے ہمکنار نہیں کرسکے۔"

"کوئی شخص بہت زیادہ ڈھیٹ ہو تو اسے احساس شکست سے ہمکنار نہیں کیا جاسکتا۔" جنرل نے کہا۔

میں مسکرایا "اس کے خلاف کام کرنے کے لئے مجھے وقت ہی کب ملا ہے جنرل!" میں نے کہا۔

"ہم نے وہی کام تو کیا ہے جو تم کرتے بلکہ بہت زیادہ منظم طریقے سے اور بہت کم وقت میں کیا ہے ایک رات میں اربوں ڈالر اور سینکڑوں افراد کا نقصان پہنچا کر بھی تم مطمئن نہیں ہو؟"

"یہ بات نہیں جنرل! یہ نقصان اسے ایک ملک نے پہنچایا ہے اس میں اتنی طاقت بہرحال نہیں ہے کہ وہ کسی ملک کا مقابلہ کرسکے۔ میرے بارے میں اس کا خیال ہے کہ جب چاہے مجھے کسی چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہے مجھے اس کا یہ خیال باطل کرنا ہے اور اس کے لئے میرے ذہن میں چند طریقے ہیں جنہیں ترتیب دینے کے بعد میں دیکھوں گا کہ ریڈل ہاورڈ کتنے پانی میں ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلا ڈیوڈ سے بات کروں گا۔ اس کے بعد ہی آئندہ کے لئے لائحہ عمل مرتب ہوسکے گا۔ ڈیوڈ سے بات کرتے وقت مجھے مکمل تنہائی درکار ہوگی کیا تم نے وہاں سے ہٹوا دیئے جنرل؟"

"اب تمہارے کمرے میں کچھ بھی نہیں ہے۔" جنرل نے جھینپ کر کہا۔

"ڈیوس ہوٹل میں مقیم دونوں افراد سے میں کسی سرکاری ایجنسی کے اہل کار کے روپ میں ملنا چاہتا ہوں۔ ایسا سرکاری اہل کار جو اپنا وجود بھی رکھتا ہو مگر اپنے عہدے پر موجود بھی نہ ہو۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" جنرل نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں گزشتہ رات کی شب بیداری کے اثر کی وجہ سے وہ میری بات سمجھ نہیں پایا تھا۔

"میری بات کا مطلب تمہیں بڈ یا تعجب میں سے کوئی بھی سمجھا دے گا۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈیوڈ ریان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ملا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ضرور ابھری تھی جس میں گرمجوشی نام کو بھی نہیں تھی۔

"کن خیالوں میں کھوئے تھے ڈیوڈ؟" میں نے گفتگو برائے گفتگو کے لئے کہا۔

"مجھے یہاں جس مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا کیا اسے پورا کرسکوں گا۔" ڈیوڈ نے کہا "میں یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔"

"تمہیں شاید اس لئے یہاں بھیجا گیا تھا کہ میرے بارے میں تفتیش کرکے ریڈل کو رپورٹ پیش کرو۔"

"ہاں لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں تو میں اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کرسکتا۔ تفتیش کیا خاک کروں گا۔"

"مجھے حیرت ہے ڈیوڈ! کیا واقعی دنیا میں تم جیسے معصوم لوگ بھی ہوتے ہیں۔"

ڈیوڈ سنبھل کر بیٹھ گیا "اس میں حیرت کی کیا بات ہے میں نے کون سی بات غلط کہی ہے؟"

"ریڈل کے سامنے اس وقت صرف ایک ہی مقصد ہے۔ ہماری موت۔۔۔ اس نے ایک ہی تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہم اگر اس گاڑی میں بیٹھ جاتے تو کیا نتیجہ ہوتا؟ کار بم کے ذریعے اس نے میری ہلاکت کا سامان کیا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ اگر میرے ساتھ تمہارا صفایا بھی ہو جائے تو اس کی دردسری کم ہو جائے گی۔"

"میں نے یوں بھی سوچا تھا۔" ڈیوڈ نے کہا "لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ حرکت تمہارے کسی اور دشمن۔۔۔"

"بالکل ممکن ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "لیکن اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کا ذمے دار ریڈل ہی تھا تو۔۔۔؟"

"تو تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "اس طرح کم از کم میری زندگی تو ختم نہیں ہوگی۔ قید ہی میں تو رہوں گا۔"

"تم بالکل غلط سمجھ رہے ہو۔ یہاں تمہاری حیثیت قیدی کی نہیں ہے تم جب چاہو یہاں سے جاسکتے ہو مگر اپنی ذمے داری پر۔"

ڈیوڈ سوچ میں پڑ گیا "یہ کس طرح ثابت ہوگا کہ تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کا اصل ذمے دار کون ہے؟"

"رے کلر کی کار اور ان دونوں افراد کا سراغ مل گیا ہے جنہوں نے کار میں بم فٹ کیا تھا۔ اگر تم چاہو تو میں ان سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے تمہیں بھی ساتھ لے چلتا ہوں تاکہ ہر بات تمہارے علم میں براہ راست آسکے۔"

"مجھے منظور ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔

"تو پھر تم تیار رہو۔ میں تمہیں ساتھ لے کر ہی چلوں گا۔"

واپس جنرل میرس کے پاس پہنچا تو وہاں سب لوگ کوئی البم دیکھنے میں مصروف تھے۔

"اس البم میں تمہارے مطلوبہ افراد کی تصویریں آ گئی ہیں!" جنرل نے مجھے دیکھتے ہی کہا "آؤ تم بھی دیکھو۔"

میں نے جنرل کے ہاتھ سے البم لے لی۔ اس البم میں تمام ایسے لوگوں کی تصویریں اور کوائف تھے جو انٹیلی جنس بیورو سے یا تو ریٹائر ہو گئے تھے یا کسی وجہ سے انہیں نکال دیا گیا تھا۔

ایک تصویر پر میں رک گیا۔ تصویر کے نیچے اس شخص کے کوائف اور موجودہ پتا بھی درج تھا۔ اس کا نام بنس ڈولے تھا اور اسے رشوت ستانی اور بلیک میلنگ کے الزامات میں ملازمت سے برطرف کیا گیا تھا۔

"اس شخص کے نام کا وزٹنگ کارڈ اور محکمے کا شناختی کارڈ مجھے فوری طور پر درکار ہے تاکہ میں جلد از جلد حرکت میں آسکوں۔" میں نے جنرل سے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم اس شخص کے میک اپ میں ان لوگوں سے ملو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں تہذیب! میرا پروگرام یہی ہے۔"

"اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا علی! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ان پر براہ راست ہاتھ ڈال دو۔ افرادی قوت کی ضرورت محسوس کرو تو ٹی گروپ ۔۔۔"

"نہیں" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں علی گروپ کے کسی رکن کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ ریجنل کو یہ احساس دلانا بھی تو مقصود ہے کہ وہ کس طرف سے گھرا ہوا ہے۔"

کوئی دو گھنٹے بعد میں ان لوگوں کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ ڈیوڈ میک اپ میں میرے ساتھ تھا۔ گزشتہ دو گھنٹے کا وقت بہت مصروفیت میں گزرا تھا۔ جنرل میرس اگر بھرپور طریقے سے مدد نہ کر رہا ہوتا تو میں اتنی جلدی اور اتنی مکمل تیاریوں کے ساتھ ان لوگوں پر دھاوا نہیں بول سکتا تھا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی۔ دروازہ کھولنے والا ایک اسمارٹ اور متناسب القامت شخص تھا۔ اس نے سر سے پیر تک ہم دونوں کو دیکھا "جی؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

میں نے کچھ کہے بغیر کیپٹن بنس ڈولے کا وزٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ تو آپ کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن جناب وزٹنگ کارڈ تو کوئی بھی چھپوا سکتا ہے؟"

اس بار بھی میں نے منہ سے کچھ نہیں کہا اور جیب سے تازہ تازہ بنا ہوا آئیڈنٹی کارڈ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے کارڈ کو بڑے غور سے دیکھا۔ میں تو تھا ہی بنس ڈولے کے میک اپ میں اس لئے مجھے کیا فکر ہو سکتی تھی۔

"میرا نام ولسن ہے۔" اس نے کارڈ واپس کر کے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "کمرے میں آ جایئے یہ غالباً آپ کے اسسٹنٹ ہیں؟"

"ہاں" میں نے کمرے میں داخل ہو کر بیٹھتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

"اور یہ میرے دوست گراہم ہیں۔" اس نے اپنے ساتھی کا تعارف کرایا "ہم دونوں عالمی سیاحت کے ارادے سے نکلے ہیں۔ دیکھئے ارادہ کس حد تک پورا ہوتا ہے۔"

"عالمی سیاحت کرنے کے لئے تو بڑی رقم درکار ہوتی ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا مگر میں نے محسوس کیا تھا کہ ولسن میرے جملے پر چونکا ہے۔

"وہ تو ظاہر ہے مسٹر ڈولے۔۔۔ پوری دنیا کی سیر کرنا مذاق تو نہیں ہوتا۔"

"جب آپ لوگ کسی نئے ملک میں جاتے ہیں تو کس قسم کی سرگرمیوں سے اپنے دورے کی ابتدا کرتے ہیں؟"

"سرگرمیوں سے آپ کی کیا مراد ہے مسٹر ڈولے؟" ولسن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے سب سے پہلے تو آپ اپنے رہنے کے لئے کوئی مناسب سا ہوٹل تلاش کرتے ہوں گے اس کے بعد کرائے کی کوئی کار حاصل کرتے ہوں گے تاکہ بغیر کسی دخل اندازی کے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں مسٹر ڈولے۔" ولسن نے کہا "سرگرمیوں کا لفظ آپ نے مکرر استعمال کیا ہے۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں مسٹر ولسن! میرا مطلب سیاحتی سرگرمیوں سے تھا۔"

"دوسری بات یہ کہ آپ اپنی یہاں آمد کا مقصد بیان فرمایئے۔" ولسن نے کہا۔ گراہم ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں ہمیں تول رہا ہو۔

"آپ میرا شناختی کارڈ تو دیکھ ہی چکے ہیں۔ میرا سیکشن غیر ملکیوں کے معاملات دیکھتا ہے۔"

"اپنی یہاں آمد کا اندراج کرا چکے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ کے محکمے کا کوئی کارندہ ہم تک رسائی حاصل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمارے کاغذات میں کوئی سقم ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مسٹر ولسن۔" میں نے کہا "دراصل بعض اوقات میں جذبۂ خیر سگالی کے تحت بھی غیر ملکیوں سے ملاقات کر لیا کرتا ہوں۔ ضروری تو نہیں کہ جب سرکاری کام ہو تبھی ہم ایک دوسرے سے ملیں۔"

ولسن نے ایک طویل سانس لی "خدا کا شکر ہے۔ ورنہ میں تو سمجھا تھا۔۔۔ خیر چھوڑیے یہ بتایئے کہ آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"چائے یا کافی میں سے جو آپ لوگوں کو زیادہ پسند ہو ہمارے لئے بھی منگا لیں۔"

"تکلف نہ کریں مسٹر بنس ڈولے۔" ولسن نے بڑی بے تکلفی سے کہا "اگر ہارڈ ڈرنک کی خواہش ہو تو آپ کی خدمت کر سکے۔"

"ڈیوٹی کے دوران ہم لوگ ہارڈ ڈرنک سے گریز کرتے ہیں مسٹر ولسن۔" میں نے کہا اور ولسن نے روم سروس کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

گراہم کی نظریں میرے لباس پر جمی ہوئی تھیں۔ سب ایک سفید قمیص، قیمتی ٹائی اور نفاست کے ساتھ سلا ہوا اتھری پیس سوٹ۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ کے ملک میں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بہت کم ہوتی ہیں۔" دفعتاً گراہم نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے مسٹر گراہم! یہاں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اس قدر کم ہیں کہ گزارا تک کرنا مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

اس نے ایک بار پھر میرے لباس کو حیرت سے دیکھا۔ میرے تو جوتے بھی بے حد قیمتی اور نئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ گراہم کچھ کہتے کہتے رک گیا ہے۔

"میں یہاں جذبۂ خیر سگالی کے ساتھ آیا ہوں مسٹر گراہم لہٰذا آپ جو کچھ بھی کہنا چاہیں بے خوف و خطر کہیں۔" میں نے کہا۔

"دراصل میں سوچ رہا تھا کہ جب تنخواہیں اس قدر کم ہیں کہ گزارا تک کرنا مشکل ہوتا ہے تو پھر یہ لباس کس طرح افورڈ کرتے ہوں گے کیا تم لوگوں کو کچھ اضافی الاؤنس بھی ملتے ہیں؟"

"ملتے تو ہیں مسٹر گراہم لیکن وہ بھی بہت قلیل ہوتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ہماری اسٹک شوئی ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔"

"تم بھی کیا باتیں لے بیٹھے گراہم! مسٹر بنس ڈولے ہمارے مہمان ہیں ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ان کی ذاتیات میں اس حد تک مداخلت کریں۔"

"مسٹر گراہم نے اب تک کسی بھی حد سے تجاوز نہیں کیا۔ بلکہ گفتگو تو میری پسندیدہ نہج پر چل رہی ہے۔" میں نے ولسن سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں مسٹر بنس۔" ولسن نے مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا حالانکہ وہ نقاب سمجھ رہا تھا۔ ان دونوں کو بھی اندازہ تھا کہ ان کے پاس میری آمد کس مقصد کے تحت ہو سکتی ہے۔

"میں خود بھی آپ کو یہی بتانے والا تھا کہ ہم لوگوں کے دیگر ذرائع آمدنی کیا ہیں۔ عرف عام میں اسے بالائی آمدنی کہا جاتا ہے۔"

"رشوت" ولسن نے برا سا منہ بنایا "یہ تو بہت بڑی معاشرتی برائی ہے اور بہت سی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ آپ لوگوں کو اس کے خلاف مل کر کام کرنا چاہئے۔"

"رشوت اور لوگ لیتے ہوں گے جناب!" میں نے بظاہر برا مان کر کہا "میں تو ایک ایک پیسہ حلال کر کے لیتا ہوں۔ آپ رشوت کی تعریف کر سکتے ہیں؟"

"اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یا اس کام کے عوض کسی سے رقم لینا جس کے کرنے کی ہمیں تنخواہ ملتی ہے رشوت ہے۔"

"آپ کی اس تعریف کی روشنی میں تو میں نے آج تک رشوت نہیں لی۔" میں نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا "میں رشوت لینے کے سخت خلاف ہوں مسٹر ولسن۔"

"تو پھر آپ کا کوئی خاندانی پس منظر ہوگا۔ دولت ورثے میں ملی ہوگی یا پھر آپ کوئی جز وقتی کام کرتے ہوں گے۔" گراہم بولا۔

"آپ کا آخری اندازہ بالکل درست ہے مسٹر گراہم! میں جز وقتی کام کرتا ہوں اور اس کے لئے میرا ایک علیحدہ اسٹاف ہے۔ ذاتی اسٹاف۔ جس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

وہ دونوں میری باتوں میں بہت دلچسپی لے رہے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ الجھ بھی رہے تھے۔ میں نے ابھی تک اپنی آمد کا مقصد بیان نہیں کیا تھا۔ ڈبو ڈربان بے حد مضطرب تھا غالباً وہ ان دونوں کو پہچانتا تھا۔ میں نے اسے پُرسکون رہنے کا اشارہ بھی کیا تھا لیکن اس کی بے چینی کم نہیں ہوئی تھی۔ اس کی یہ کیفیت گراہم اور ولسن سے بھی پوشیدہ نہیں تھی مگر ظاہر ہے وہ اس کا سبب نہیں جان سکتے تھے۔

ویٹر کے آجانے کی وجہ سے گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہو گیا تھا۔ ویٹر کافی اور برتن رکھ کر چلا گیا تو گفتگو دوبارہ شروع ہوئی۔

"تب تو آپ خاصے امیر آدمی ہوئے مسٹر ڈلے!" ولسن نے کافی کی پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ذاتی اسٹاف رکھنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ آپ کیا کاروبار کرتے ہیں مسٹر ڈلے؟"

"میرا اسٹاف میرے لئے معلومات حاصل کرتا ہے مسٹر ولسن اور میں وہ معلومات فروخت کر دیتا ہوں۔"

"اوہو" گراہم کافی کا گھونٹ لیتے لیتے رک گیا اور مجھے گھورنے لگا۔

"میں بڑے سائنٹیفک طریقے سے کام کرتا ہوں۔ آپ میری آمدنی کو رشوت ہرگز نہیں کہہ سکتے۔"

"غالباً تمہارا اسٹاف غیر ملکیوں کے معاملات میں خصوصیت سے دلچسپی لیتا ہوگا۔" ولسن نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "اس لئے کہ تم خود بھی اس ہوٹل میں ہو۔"

"ہم صرف غیر ملکیوں کو ڈیل کرتے ہیں جناب۔ اور وہ بھی صرف ان معاملات میں جن کا میرے سرکاری فرائض سے تصادم نہیں ہوتا۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے نا جناب؟"

وہ دونوں مجھے گھورنے لگے چونکہ وہ خود مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث تھے اور ان کے دلوں میں چور تھا لہٰذا ان کا چوکنا ہو جانا لازمی تھا۔

"ہوٹل میں آنے والے تمام غیر ملکیوں سے تم اسی طرح ملتے جاتے ہو جس طرح ہمارے پاس آئے ہو؟" ولسن نے پوچھا۔

"ارے نہیں جناب! اتنی فرصت کس کے پاس ہوتی ہے خیر سگالی کا دورہ میں صرف اس وقت کرتا ہوں جب کام بنتا نظر آرہا ہو۔"

یہ بڑا واضح اشارہ تھا۔ وہ یہ تو سمجھ گئے کہ میں ان کی کسی حرکت سے واقف ہو گیا ہوں لیکن یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ میں ان کے تمام کرتوتوں سے واقف ہوں۔

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم بلیک میلر ہو۔" گراہم نے تنفرانہ لہجے میں کہا۔

"میرے لئے جتنے زیادہ خراب الفاظ استعمال کرو گے اتنا ہی اپنے حق میں برا کرو گے۔ میں حرام خور نہیں ہوں بلکہ سخت محنت کرتا ہوں تب کہیں جا کر مجرموں سے تھوڑا بہت حق المحنت وصول کیا کرتا ہوں۔"

"اگر ہمیں پہلے علم ہو تا کہ تم اسنے وگیک اور گھٹیا کام میں ملوث ہو تو تمہیں اپنے کمرے میں گھسنے بھی نہیں دیتے!" ولسن نے غصے سے کہا۔

"میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر اس کے محکمے کو اس کے کرتوتوں سے آگاہ کر دینا چاہئے۔" گراہم نے کہا۔

"چھوڑو گراہم! جو کچھ یہ کرتا ہے یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے ہم غیر ملکی ہیں ویسے بھی ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے ان لوگوں کا تو پورا نظام ہی بگڑا ہوا ہے۔"

میں ان لوگوں کی گفتگو سن رہا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی یہ ان کا پہلا حربہ تھا وہ مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے تھے۔

"یہ شخص ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے ولسن! اور تمہیں معلوم ہے کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی دھمکی برداشت نہیں کی۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں کوئی دھمکی نہیں دے رہا۔ میں تو ایک سیدھا سادا سا سودا کرنا چاہ رہا تھا۔ یہ ضروری تو نہیں کہ تم مجھ سے لازماً معلومات خرید لو ممکن ہے دوسری پارٹی مجھ سے معلومات خریدنے میں دلچسپی ظاہر کر دے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ شخص یوں نہیں مانے گا۔" گراہم غصے سے بپھر کر بولا "میں ابھی اس کے ڈیپارٹمنٹ فون کرتا ہوں۔"

"جنرل نیبرس بھاری رقم کے عوض وہ معلومات خریدنا پسند کرے گا جو تم لوگوں کی نظروں میں اتنی بے وقعت ہیں اس نے تمام تکلموں کو ہلا رکھا ہے۔ وہ ہر قیمت پر کار کی تباہی کے ذمہ داروں کو تختہ دار پر دیکھنے کا خواہش مند ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم" ولسن دہاڑا "کون سی کار اور کیسی تباہی۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ۔"

"میں بہت کارآمد ہوں مسٹر ولسن۔ اور کوئی ورنہ نہیں تم نے کار میں بم فٹ کرنے کی کارروائی کی تھی البتہ تمہاری خوش قسمتی یہ تھی کہ اس علاقے کے رہنے والے اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ غیر متعلقہ باتوں میں کبھی نہیں الجھتے۔ اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ تمہیں کسی نے نہیں دیکھا تھا تو تم غلطی پر ہو۔ بہت سے لوگوں نے تمہیں اس کار کے پاس دیکھا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے دھیان نہیں دیا مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ دوبارہ دیکھنے پر تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ دو افراد کے ذہن میں اس کار کے نمبر رہ گئے تھے جس کا تم پیچھا کر رہے تھے اور جس سے اترنے والے نیبرس محل کی کار کے ساتھ کچھ کرتے رہے تھے کلر کی کار اور ان دونوں افراد کی کہانی پولیس تک پہنچ چکی ہے اور پولیس بڑی سرگرمی سے ان کی تلاش میں ہے تم میرا کمال دیکھو کہ میں نے ان دونوں افراد کے منہ بند کروا دیئے ہیں جنہوں نے کار کے نمبر نوٹ کرلئے تھے۔ اگر وہ نمبر پولیس تک پہنچ گئے ہوتے تو مجھ سے بہت پہلے پولیس تمہیں گرفتار کر کے لے جا چکی ہوتی۔ میں بھی پہلے تم سے مل لیتا لیکن میں پوری طرح اپنا اطمینان کرنے کے بعد یہاں آیا ہوں کہ اب یہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

پہلی بار ان دونوں کی چہروں پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔ اب ان میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ میری سنائی ہوئی کہانی کو جھٹلا سکتے۔

"تم بکواس کر رہے ہو۔" گراہم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ کاروں کے نمبر نوٹ کرتا پھرے۔"

"ہوتی ہے مسٹر گراہم! اگر نہ ہوا کرتی تو اس وقت میں تمہارے کمرے میں موجود ہونے کے بجائے اپنے آفس میں بیٹھا مکھیوں سے مغز ماری کر رہا ہوتا۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نگاہوں ہی نگاہوں میں کسی پیغام کا تبادلہ ہوا اور پھر ولسن مجھ سے مخاطب ہوا "اب تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کا اب تک کا رویہ خاصا حوصلہ شکن رہا ہے حالانکہ غور کرو تو میں تمہارا محسن ہوں۔ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے کتنی محنت کرنی پڑی ہے۔ دونوں گواہوں نے بھاری رقم کے عوض زبان بند رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ مجھے ان کو بھی رقم ادا کرنی ہے۔ پچھلے ماہ کوئی کانٹریکٹ بھی نہیں ملا تھا اسٹاف کی تنخواہیں بھی جیب سے ادا کی ہیں اور اب تمہارا حوصلہ شکن رویہ۔ تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر میں گرفتار ہو گیا تو اپنی معلومات انتقاماً ظاہر کر دوں گا اور اگر یہ معلومات ایک بار حکومت تک پہنچ گئیں تو تمہیں پھانسی سے کوئی نہیں بچا سکے گا تمہاری حکومت بھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر بلس! ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ معلومات فروخت کرنے کے لئے تم نے پہلے ہم سے رابطہ قائم کیا....."

"اس میں شکر گزار ہونے کی کوئی بات نہیں یہ تو میرا کاروباری اصول ہے عام طور پر مجرم زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں۔"

"کیا تمہیں احساس ہے کہ اس طرح تمہاری زندگی ہر وقت خطرے میں رہتی ہے؟" گراہم نے کہا۔

"میں لوگوں کی جانیں بچاتا ہوں۔ انہیں قانون کے پھندوں سے دور رکھتا ہوں تو کوئی میرا دشمن کیوں ہونے لگا؟"

"ہوں" گراہم نے مجھے غور سے دیکھا "تو تمہاری ڈیمانڈ کیا ہے؟"

"خود سے کوئی ڈیمانڈ کرنے کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔ ان معلومات کے عوض تم کوئی مناسب" میں نے مناسب پر زور دیا "رقم دے دو میں قبول کر لوں گا۔"

"ہمیں کیسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تم نے کتنی رقم خرچ کی ہے؟" ولسن بولا۔

"میں تم سے اپنی خرچ کی ہوئی رقم واپس مانگنے نہیں آیا۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا "تمہارا جرم چھپانے کے لئے میں نے جو محنت کی ہے اس کا معاوضہ طلب کر رہا ہوں۔"

"پانچ ہزار امریکی ڈالر کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ولسن نے کہا۔

"میں نے مناسب رقم کا مطالبہ کیا تھا لیکن تم نے ایک انتہائی نامناسب آفر کی ہے۔ تمہارا جرم اس سے کہیں بڑا ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے تمہیں سودے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"بیٹھو بیٹھو" ولسن نے مضطربانہ لہجے میں کہا جب کہ گراہم مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا "ہم تمہیں ناراض ہو کر نہیں جانے دیں گے۔"

"مجھے توقع تھی کہ تم لوگ کم از کم پچاس ہزار ڈالر کی آفر ضرور کرو گے مگر تم نے میرا دل توڑ دیا۔" میں نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص جو تمہارے ساتھ ہے۔" گراہم نے ایوز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس کا تعلق ایجنسی سے ہے یا تمہارے گروہ سے؟"

"وہ گروہ نہیں ایک آرگنائزیشن ہے اور یہ شخص میرا دوست ہے۔"

"بہت فرماں بردار بچہ معلوم ہوتا ہے۔" گراہم نے مضحکانہ لہجے میں کہا "ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا۔"

گراہم کے بدلتے ہوئے تیور میری نظروں میں تھے۔ تیور تو اس کے شروع سے ہی اچھے نہیں تھے۔ اگر ولسن نہ ہوتا تو وہ بات چیت آگے بڑھنے ہی نہ پاتی بظاہر تو وہ دونوں خطرناک نظر آتے تھے لیکن ولسن کا انداز مصالحانہ تھا اس کی کوشش شروع سے ہی یہ رہی تھی کہ مصالحانہ رویّہ اختیار کیا جائے جبکہ گراہم کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ ایک پیسہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔

"یہ فرماں بردار ضرور ہے مگر بچہ نہیں ہے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہیں تمیز سے گفتگو کرنی چاہئے۔"

گراہم کے ہونٹ تنفر آمیز انداز میں بھنچ گئے "میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہاری لاش کس طرح ٹھکانے لگاؤں گا۔"

"لاش" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا "تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا مسٹر گراہم! میں نے تمہاری ہمدردی میں کیا کچھ کیا اور تم میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔"

"سکون سے بیٹھ جاؤ جنس ڈولے۔" گراہم نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ میری طرف کر دیا "ورنہ میں تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔"

"ہوش میں آؤ گراہم" ولسن نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا "بات کو جتنا بڑھاؤ گے اتنا ہی الجھتی جائے گی۔"

"تم احمق ہو ولسن! ان معلومات کے ساتھ اس کی زندگی ہمارے لئے برہنہ تلوار سے کم نہیں جو ہر وقت ہمارے سروں پر لٹکتی رہے گی۔" گراہم نے کہا۔

"یہ تو تاجر ہے اس نے واقعی بہت محنت کی ہے۔ غور کرو تو ایک طرح سے یہ ہمارا محسن ہے۔ اس نے گواہوں کا منہ بند نہ کر دیا ہوتا تو ہم کہاں ہوتے۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے بات کر لی جائے مجھے توقع ہے کہ یہ کم پیسوں میں بھی تیار ہو جائے گا۔"

"اس بات کی ضمانت تم دو گے کہ باہر جانے کے بعد یہ ہمارا راز افشا نہیں کر دے گا؟"

"چند سکوں کی خاطر میں اپنی ساکھ کا سودا نہیں کر سکتا۔" میں نے جلدی سے کہا "ویسے بھی میری دلچسپی پیسے میں ہے تم لوگوں نے جو کچھ کیا اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"یہ کوئی ضمانت تو نہیں ہے مسٹر جنس!" گراہم نے تمسخرانہ انداز میں کہا "کیا ہم تمہاری زبان پر یقین کر لیں؟"

"میری بات ماننے کے علاوہ تمہارے پاس کوئی اور راستہ بھی نہیں ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"تمہارے حوصلے کی داد دینی پڑتی ہے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی نال پر بھی تم اس قسم کی گفتگو کر سکتے ہو۔" گراہم کا انداز استہزائیہ تھا۔

"میرا مطالبہ ماننے میں جتنی دیر لگاؤ گے اتنا ہی تمہاری مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ میں اپنی معلومات کی قیمت بڑھا بھی سکتا ہوں۔"

"لاشیں نہ قیمت بڑھا سکتی ہیں اور نہ گھٹا سکتی ہیں۔ وہ صرف خاموش رہا کرتی ہیں۔" گراہم نے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔

"صرف لاوارث لاشیں۔" میں نے اسی کے انداز میں کہا "جن لاشوں کے ورثا موجود ہوں وہ گلے کا پھندا بن جایا کرتی ہیں۔"

ایک لمحے کے لئے تو میرے جواب نے گراہم پر سکتہ طاری کر دیا۔ اس کے اندازے کے مطابق مجھے اس کی شخصیت سے نہ سہی اس کے ریوالور سے ہی کسی نہ کسی حد تک مرعوب ہونا چاہئے تھا۔ عام طور پر اس سے ملنے والے اس کی شخصیت دیکھ کر ہی مرعوب ہو جایا کرتے ہوں گے لیکن میں نے ایک لمحے کے لئے بھی خوف زدہ ہونے کا تاثر نہیں دیا تھا۔ میں خوف زدہ تھا ہی نہیں گراہم اپنے ریوالور سمیت میرے لئے کسی کھلونے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔

"تم بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مسٹر۔" گراہم نے سنبھل کر کہا۔

"یہ کھیل میرے لئے نیا نہیں ہے مسٹر گراہم" میں نے تلخ لہجے میں کہا "مجھے معلوم ہے تم لوگ آسانی سے زر گرہ سے نہیں نکالتے۔ ظاہر ہے جو لوگ صدارتی محل سے تعلق رکھنے والی کار کو سرعام بم سے اڑا دینے کی ہمت رکھتے ہوں ان کے لئے مجھ جیسے آدمی کے خون سے ہاتھ رنگ لینا کیا بڑی بات ہوگی۔ مجھے اس قسم کے کھیل کھیلتے ہوئے برسوں ہو چکے ہیں مسٹر گراہم! میں پہلے اپنی مضبوطی کرتا ہوں اس کے بعد تم جیسے لوگوں کا سامنا کرتا ہوں۔ یقین نہ آئے تو بغیر ہوٹل سے نکلنے کی کوشش کر کے دیکھو یقین کرو تم کے دروازے سے نکلنے سے قبل ہی گرفتار ہو جاؤ گے۔"

گراہم بے یقینی سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ بات بڑھاؤ گے تو الجھ جائے گی۔" ولسن نے بگڑ کر کہا "اب بھی وقت ہے ریوالور جیب میں رکھ لو۔"

"نہیں اب وقت گزر چکا ہے مسٹر گراہم۔" میں نے بے لچک لہجے میں کہا "تم نے پہلے ہی شرافت کا ثبوت دیا ہوتا تو بات ہو جاتی لیکن اب میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں مکمل انتظامات کے ساتھ یہاں آیا ہوں اس لئے اب اگر ریوالور واپس رکھ لیا تو بھی میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔ تم لوگوں کو خود پر بہت ناز ہے اب تم ایک لاکھ امریکی ڈالر ادا کرو گے۔"

"ہم سے اتنی ہی رقم طلب کرو جتنی ہم فراہم کر سکیں۔" ولسن نے کہا۔

"تم لوگ عالمی سیاحت پر نکلے ہو کوئی اٹھائی گیرے یا فقیر نہیں ہو۔"

"ہم نے غلط بیانی کی تھی۔" ولسن نے دھیمے لہجے میں کہا "فی الوقت ہم جس مشکل میں پھنس گئے ہیں اس سے نکلنے کے لئے بڑی سے بڑی رقم کم ہے مگر ہم بھی کیا کریں۔"

"ہر شخص پہلے پہل یہی کہتا ہے مسٹر ولسن لیکن آخر کار مطالبہ پورا کر دیتا ہے۔ مجھے اس سے بھی غرض نہیں ہے تم نے پہلے غلط بیانی کی تھی یا اب کر رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ولسن نے ایک ٹھنڈا سانس لی "ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ تمہارا مطالبہ پورا کر دیں یا موت کو گلے لگا لیں لیکن فوری طور پر تو اتنی بڑی رقم مہیا نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں مہلت درکار ہوگی۔"

"مہلت تو دی جا سکتی ہے لیکن مجھے تم پر اعتبار نہیں تمام رقم کی ادائیگی تک میری قید میں رہنا ہوگا۔"

"بہت ہو گئی" گراہم اچھل کر کھڑا ہو گیا "اتنی تذلیل میں نے پوری زندگی میں برداشت نہیں کی۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

گراہم کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے اور کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتا ہے۔ میں نے تیزی سے فیصلہ کیا اور گراہم کے ساتھ ساتھ خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ گراہم نے اپنی جیب سے ریوالور نکالا تھا اور وہ یقینی طور پر مجھ پر فائر کر دیتا لیکن اس کے لئے اسے مہلت درکار تھی۔ ریوالور پوری طرح گرفت میں لینے اور پھر نشانہ لے کر گولی چلانے کی مہلت۔ میں اسے مہلت فراہم کر دیتا تو دنیا کا سب سے بڑا احمق کہلاتا۔

ادھر گراہم نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ادھر میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس سے قبل بھی وہ مجھ پر ریوالور نکال چکا تھا اور اس وقت میری طرف سے اسے کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اس لئے وہ کم از کم اس طرف سے تو قطعاً بے فکر تھا۔ بے فکر نہ ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ اس نے ریوالور نکالنے کے معاملے میں انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ وہ کر ہی نہیں سکتا تھا لیکن وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب سے باہر آتے ہی میں نے ریوالور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا۔ ڈیوڈ ریان اور ولسن تو شاید دیکھ بھی نہ سکے ہوں کہ میں نے کیا کیا تھا اس لئے کہ جو کچھ بھی ہوا وہ ان کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں گراہم پر یوں جھپٹ پڑوں گا۔

میں نے گراہم سے صرف ریوالور جھپٹ لینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے ریوالور چھیننے کے ساتھ ساتھ میں نے اسے اٹھا کر کمرے کے وسط میں رکھی میز پر پھینک دیا تھا۔ میز پر کافی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ گراہم پر تو جو بھی گزری ہو مگر چینی کے بنے ہوئے نازک برتن اس کا بوجھ نہ سہار سکے۔ جو پوری طرح زد میں آئے کرچیوں میں تبدیل ہو گئے اور جن کی قسمت اچھی تھی قالین پر گر جانا ان کا مقدر بنا۔ سینٹر ٹیبل مضبوط تھی ورنہ صدائے احتجاج ضرور بلند کرتی۔

ڈیوڈ اور ولسن دونوں ہی حیرت سے منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دونوں جادو کے زور سے مجسموں میں تبدیل کر دیئے گئے ہوں۔ دونوں میں سے ایک کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ولسن تو خیر گراہم کا ساتھی تھا لیکن میں نے ابتدا ہی میں اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈیوڈ بھی ان دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ وہ دونوں اسے میک اپ کی وجہ سے نہیں پہچان سکے تھے ورنہ اس وقت صورت حال کچھ اور ہی ہوتی۔

گراہم سینٹرل ٹیبل پر پڑا چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ اسے چوٹیں اتنی نہیں آئی تھیں جتنا دھچکا پہنچا تھا۔ میرے بارے میں اس کا اندازہ شروع ہی سے غلط تھا۔ اس کا رویّہ تحقیر آمیز تھا جبکہ ولسن کے انداز میں بردباری تھی اس نے میری باتوں کی اہمیت سے کسی بھی لمحے انکار نہیں کیا تھا گراہم کا حد سے بڑھا ہوا زعم اسے لے ڈوبا تھا۔

"کیپٹن بلس ڈلے تم سے مخاطب ہے مسٹر گراہم۔" میں نے باوقار انداز میں کہا "اسٹیٹ کا مجرم قرار دیتے ہوئے میں تمہیں حراست میں لیتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں۔"

ٹیبل پر گرنے کے بعد گراہم نے پہلی بار پلکیں جھپکائیں اور اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر لڑھک کر نیچے گر پڑا۔ ولسن جوں کا توں دم بخود تھا۔

"اور مسٹر ولسن تمہارے اچھے رویے اور بردباری کے باعث میں تمہیں صرف پچیس ہزار امریکی ڈالر کے عوض ہوٹل سے نکل جانے دوں گا۔"

ولسن نے چونک کر تشکرانہ نظروں سے میری طرف دیکھا "تم ایک اصول پسند آدمی ہو مسٹر ڈلے لیکن میری درخواست ہے کہ گراہم کو ایک موقع اور دے دو۔"

"میں تمہاری درخواست پر ضرور غور کرتا مسٹر ولسن لیکن مجھے ابھی ابھی خیال آیا ہے کہ گراہم کی گرفتاری کے کارنامے پر مجھے پروموشن تو ملے گا ہی اس کے علاوہ نقد انعام سے بھی نوازا جائے گا۔ میری فائل میں جو توصیفی اسناد لگیں گی وہ ایک الگ کریڈٹ ہوگا۔ میں ایک باعزت شہری ہوں مسٹر ولسن! معاشرے اور محکمے میں اپنی عزت بڑھانے کے لئے بھی تو مجھے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے۔ میں مسٹر گراہم کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ موقع عنایت کیا اگر یہ اس قدر خود سری کا مظاہرہ نہ کرتا تو میں کبھی اسے گرفتار نہ کرتا۔"

"تم ایک دھوکے باز آدمی ہو۔" گراہم غرایا "اگر تم نے دھوکے سے حملہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہاری ہڈی پسلی برابر کر کے رکھ دیتا۔"

"تم نے دیکھا مسٹر ولسن! ابھی اس کے دماغ کے کیڑے نہیں جھڑے۔ اس کے خیال میں جو کچھ بھی ہوا وہ اس کی غفلت کا نتیجہ تھا میری مہارت کا اس میں کچھ دخل نہیں۔"

"اب بھی وقت ہے گراہم! ہوش میں آجاؤ۔" ولسن نے کہا "مسٹر ڈلے سے معذرت کر لو ممکن ہے وہ تمہاری پہلی غلطی معاف کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"میں اس چھوکرے سے معافی مانگوں گا۔" گراہم نے انتہائی حقارت سے کہا "اس جیسے معلوم نہیں کتنے تو میرے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔"

"تم مجھ سے ہرگز معافی مت مانگو گراہم! مجھے اس کی کوئی تمنا بھی نہیں ہے لیکن یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے جیوری کے سامنے معافی مانگی تو وہ بھی تمہیں معاف نہیں کریں گے۔"

گراہم آج تک گرفتار نہیں ہوا۔ گراہم نے سینہ تان کر کہا "گراہم گرفتار ہونے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا۔ مجھے مار سکتا ہے گرفتار نہیں کر سکتا۔ چلا گولی۔"

"اس نے مجھے للکارا ہے مسٹر ولسن! اور یہ میری بہت بری عادت ہے کہ جو بھی مجھے للکارے میں اس سے مقابلہ ضرور کرتا ہوں۔ اگر میں نے اسے گولی مار دی تو مجھے ساری زندگی اسے گرفتار نہ کرنے کا قلق رہے گا لہٰذا میں اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران ممکن ہے تم فرار ہونے کی کوشش کرو لیکن یہ خیال رکھنا کہ ایسی کوشش میں تم خود بھی گرفتار ہو سکتے ہو۔ جب تک میں تمہارے کمرے میں موجود ہوں تمہارے کمرے سے ایک مکھی بھی باہر نکل کر نہیں بچ سکتی۔ ہوٹل کے گرد انٹیلی جنس والوں کی فوج موجود ہے اور اندر میرے ساتھی جو کسی بھی ہنگامی صورت میں صرف ایک سگنل دے کر تمہیں گرفتار کروا سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تمہارے رویے سے میں بے حد خوش ہوا ہوں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے امید ہے کہ نہ تو تم فرار ہونے کی کوشش کرو گے اور نہ ہی میرے اور گراہم کے درمیان آنے کی کوشش کرو گے۔ اور یہی ہدایت تمہارے لئے بھی ہے۔" میں نے ریوالور ڈیوڈ کی طرف اچھالتے ہوئے کہا "تمہیں ولسن پر نظر رکھنی ہے۔ اگر یہ ذرا سی بھی حرکت کرے تو تم فائر کر سکتے ہو۔ تمہیں گراہم کی طرف سے ہوشیار رہنا ہے یہ بد طینت آدمی ہے اس کی نیت میں کسی وقت بھی فتور آ سکتا ہے۔ ممکن ہے تمہیں غافل پا کر یہ تم پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کرے گا ایسے کسی بھی موقع پر تم بے دھڑک گولی چلا دینا۔"

ڈیوڈ کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے گراہم سے نہ الجھنے کا مشورہ دینا چاہتا ہو۔ اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہو گئی تھیں اور یہ بڑی خوش آئند بات تھی۔ ریجنالڈ کی طرف سے تو وہ بدظن ہو ہی چکا تھا اور اب میں ان لوگوں سے برسرپیکار تھا جو اسے قتل کرنے کی کوشش میں لگے تھے۔ شاید وہ مجھے بتانا چاہتا تھا کہ خالی ہاتھ گراہم سے مقابلہ کر کے میں خسارے میں رہوں گا۔ اگر وہ ایسا سمجھ رہا تھا تو یہ اس کی بھول تھی۔ وہ شاید لی کوان سے واقف نہیں تھا اور نہ ہی اسے میری صلاحیتوں کا کوئی اندازہ تھا لیکن میں خوب جانتا تھا کہ گراہم کس قدر خوفناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چوٹ کھایا ہوا سانپ تھا جو مجھے ڈسنے کے لئے بے تاب تھا۔

گراہم کمرے کے وسط میں کھڑا مجھے کسی سانپ ہی کی طرح چلتی جیسا کہ بغیر گھورے جا رہا تھا۔ میری خود اعتماری یقینا اس پر اثر انداز ہوئی تھی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ ایک ریوالور بردار شخص اپنی مرضی سے نہتا ہو کر کسی کے مقابلے پر اتر سکتا ہے اپنے بارے میں اس کا گمان یہی تھا کہ وہ مجھے پیس کر رکھ سکتا ہے۔

"تم نے اعلان کیا تھا کہ تمہاری زندگی میں کوئی تمہیں گرفتار نہیں کر سکا اور میں نے تمہیں زندہ ہی گرفتار کرنے کا عہد کیا ہے۔ پہلے تو بقول تمہارے میں نے تم پر دھوکے سے حملہ کیا تھا لیکن اب تو تم پوری طرح تیار ہو۔ اس کے باوجود میں تم پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کروں گا تم جیسے چھوٹے آدمی سے کچھ بعید نہیں کہ بعد میں پھر کوئی الزام عائد کر دے۔ میں تمہیں پوری طرح بے بس کر کے مارنا چاہتا ہوں۔"

گراہم کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ کسی بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح میری طرف بڑھا۔ لاشعوری طور پر وہ مجھ سے خوف زدہ ہو چکا تھا اس کا میری طرف بڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ میں اس سے خوف زدہ ہو جاؤں شاید اسے مجھ سے شکست کھا جانے کا خوف تھا اور لاشعوری طور پر اس بات کا خواہش مند تھا کہ میں خود ہی خوف زدہ ہو کر اس مقابلے سے دست بردار ہو جاؤں لیکن ظاہر ہے اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اپنی جگہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں تھا لیکن میں پوری سنجیدگی سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا جو لوگ حریف کو کم زور یا کم تر سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں وہ عموماً خسارے میں ہی رہتے ہیں۔ میرے قریب آ کر گراہم رک گیا اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ گویا وہ مقابلہ شروع ہونے سے قبل روایتی انداز میں مجھ سے ہاتھ ملانا چاہ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ بھی ایک فریب ہے۔ ہاتھ ملانے کی آڑ میں وہ دھوکے سے مجھ پر حملہ کرتا۔ یہ کوئی روایتی مقابلہ تو نہیں تھا بلکہ انتہائی غیر روایتی اور غیر ضروری مقابلہ تھا جس میں مد مقابل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حماقت تھا۔

میں نے اس کی طرف یوں ہاتھ بڑھایا جیسے اس سے ہاتھ ملانا مقصود ہو لیکن ہاتھ ملانے کے بجائے میں نے بڑی پھرتی سے اس کے چہرے پر طمانچہ مارا اور اس سے دور ہٹتا چلا گیا۔ گراہم تقریباً پاگل ہو گیا اور پلٹ کر مجھ پر جھپٹ پڑا لیکن اس سے خاصے فاصلے پر تھا اس لئے اسے جھکائی دے کر بچنے میں مجھے ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔ گراہم منہ کے بل ایک صوفے پر گرا تھا اور میں نے بڑی پھرتی سے اس کی پشت پر ایک لات جما دی تھی۔

"اٹھو گراہم" میں نے پرسکون آواز میں کہا "تم سمجھ رہے تھے کہ میں ریوالور کے بل پر تمہیں گرفتار کروں گا لیکن اب میں تمہیں کوئی ہتھیار استعمال کئے بغیر گرفتار کر کے دکھاؤں گا۔ اٹھو ابھی تو تم میں بہت دم ہوگا۔"

گراہم نے اٹھنے میں بڑی تیزی کا مظاہرہ کیا۔ غصے کے مارے اس کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ اس بار وہ کراٹے فائٹرز کے انداز میں میری طرف بڑھ رہا تھا اور میں اس سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے فوراً ہی ایک حکمت عملی وضع کر لی تھی۔ سب کچھ اس پر منحصر تھا۔ اگر وہ مجھ پر کک آزمانے کی کوشش کرتا تو میں اس کا توڑ اور طرح سے کرتا اور اگر وہ ہاتھ سے حملہ کرتا تو میں دوسرا حربہ آزماتا۔

مجھے توقع تھی کہ وہ مجھ پر کک آزمائے گا۔ کراٹے فائٹرز عموماً حریف سے دور رہ کر اس پر حملہ کرنا پسند کرتے ہیں اور اس کے لئے کک بہترین ہوتی ہے۔ اس معاملے میں گراہم کے حوصلے کی داد دینی چاہئے کہ اس نے میری گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کرنے کی کوشش کی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً مار کھا گیا ہوتا شاید یہ اس کا مخصوص حربہ تھا۔ حریف پر غیر متوقع زاویے سے حملہ کیا جائے تو اس کا مار کھا جانا لازمی ہو جاتا ہے لیکن یہ بھی گراہم کی بدقسمتی ہی تھی کہ اس کے مقابلے پر کوئی عام آدمی نہیں تھا بلکہ ماسٹر لی کوان کا شاگرد تھا جس کی تربیت کتنی ہی نامکمل سہی مگر تھی ضرور۔

میں کک کی توقع کر رہا تھا مگر میری طرف اس کا ہاتھ آیا۔ وہ ایک ہی وار میں میری گردن کی ہڈی توڑ کر کھیل ختم کر دینا چاہتا تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے خود کو سنبھالا اور اپنا سر آگے کی طرف جھکا دیا۔ ہدف اتنا نیچے ہو چکا تھا کہ اب اس کے ہاتھ کا میرے سر کے اوپر سے گزرنا لازمی ہو گیا تھا۔ جس طریقے سے میں نے خود کو بچایا تھا وہ انتہائی غلط تھا۔ معمولی سے معمولی جوڈو کراٹے جاننے والا بھی اس طریقے کو غلط قرار دے سکتا تھا اس لئے کہ اگر اس موقع پر گراہم اپنا گھٹنا اوپر اٹھا دیتا تو اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ماسٹر لی کوان کا شاگرد اپنے مدمقابل کو اتنا موقع دے سکتا تھا؟

میں پوری طرح ایکشن میں تھا۔ میں نے اس کے وار سے بچنے کے لئے صرف سر ہی نہیں جھکایا تھا بلکہ میرا دایاں ہاتھ بھی حرکت میں آ چکا تھا اور جیسے ہی اس کا ہاتھ میرے سر کے اوپر پہنچا میں نے اس کی کلائی گرفت میں لے لی۔ یہ کام میں نے صرف دو انگلیوں کی مدد سے کیا تھا۔ دو انگلیوں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

انگوٹھے سے مل کر اس کی کلائی کے گرد ایک ایسا آہنی حلقہ بنا دیا تھا جس سے رہائی آسان نہیں تھی۔ میں نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ اس کی کلائی پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا جو بدستور میرے سر کے اوپر تھی۔ گراہم اس اچانک افتاد پر بوکھلا گیا تھا۔ اس نے یقیناً مجھ پر حملہ کرنے کے لئے کوئی بھی نیشن ترتیب دیا تھا مگر میں نے اس کی پوری فارمیشن بگاڑ کر رکھ دی تھی۔ فارمیشن بگڑ جائے تو آدمی کہیں کا نہیں رہتا۔ اسے از سر نو اسٹارٹ درکار ہوتا ہے بصورت دیگر وہ اوندھی سیدھی حرکتیں کرنے لگتا ہے پھر اس کی جدوجہد ایسی ہوتی ہے جیسی دلدل میں پھنس جانے والا کوئی شخص کرتا ہے جتنی زیادہ وہ جدوجہد کرتا ہے اتنا ہی پھنستا چلا جاتا ہے۔

گراہم کے خلاف مجھے زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔ اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرے بڑھتے ہوئے دباؤ کے ساتھ ساتھ اسے اپنی پوزیشن تبدیل کرنا پڑ رہی تھی اور پھر چند ہی سیکنڈ کے اندر اندر وہ مطلوبہ پوزیشن میں آگیا۔ اس کا پشت کی طرف مڑا ہوا ہاتھ میری مضبوط گرفت میں تھا۔ اس موقع پر میں اس کا ہاتھ توڑ بھی سکتا تھا اور اس پر کوئی کاری ضرب بھی لگا سکتا تھا مگر میں نے ان دونوں میں سے کوئی کام نہیں کیا اور اچانک اسے زور دار دھکا دیا۔ اس نے بمشکل خود کو سامنے والی دیوار سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔

"میں نے تمہیں زندہ گرفتار کرنے کا عہد کیا ہے گراہم اور میں اپنا ہر عہد پورا کرتا ہوں" میں نے گراہم سے کہا جو سامنے والی دیوار سے ٹکا ہانپ رہا تھا "اب تم وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ اپنے الفاظ کی صداقت کیوں ثابت نہیں کرتے۔ تم تو خود کو بڑا شہزور سمجھتے ہو نا۔ تمہارا تعلق تو سفید فام برتر قوم سے ہے اور میں ایک سیاہ فام کمتر نسل سے تعلق رکھنے والا شخص ہوں تم ایک پیشہ ور قاتل اور تخریب کار ہو جب کہ میں تم جیسوں کو حقیر رقومات کے عوض تحفظ فراہم کرنے کا کام کرتا ہوں۔ اس اعتبار سے بھی تم ہی برتر ہوئے۔ جب چاہو مجھے قتل کر دو لیکن معاف کرنا گراہم ڈیئر برتر وہ نہیں ہوتا جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو۔ برتری کا تعلق ظرف سے ہے امن پسندی سے ہے اور جیو اور جینے دو کے اصول سے ہے۔ تم لوگ ہتھیاروں کی دوڑ میں لگے ہوئے ہو۔ خود تو تم نے ہتھیاروں کے انبار لگا دیے ہیں اور چھوٹے ممالک کو آنکھیں دکھاتے ہو کہ ہتھیار نہ بنائیں۔ ہتھیار تو ہتھیار ہوتا ہے مسٹر گراہم! خواہ بڑے ملک کے پاس ہو یا چھوٹے ملک کے قبضے میں ہو۔ جب بھی اسے استعمال کیا جائے گا، یکساں تباہی پھیلائے گا۔۔۔ لیکن یہ باتیں تمہیں کہاں ہضم ہوں گی تم برتری کے گھمنڈ میں ڈوبی ہوئی قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ تمہارے گھمنڈ کا یہ عالم ہے کہ تم بزعم خود زندہ گرفتار کئے ہی نہیں جا سکتے۔ میں نے تمہارا یہ گھمنڈ چکنا چور کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

میری پوری گفتگو کے دوران گراہم نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ شاید اس نے میری باتیں دھیان سے سنی بھی نہیں تھیں۔ وہ تو مجھ پر قابو پانے کے منصوبے بنا رہا ہوگا۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے نئے اور زیادہ موثر زاویوں کی تلاش میں مغز سوزی کر رہا ہوگا۔ ڈیوڈ بیان پوری طرح مستعد تھا۔ ولسن نے ابھی تک حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اسے خوب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میرے اور گراہم کے درمیان دخل اندازی اس کے لئے سراسر خسارے ہی کا سودا ثابت ہوگی۔

میری نظریں گراہم پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے محسوس کیا جیسے اس نے دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر لیا ہے۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ گراہم اچانک ہی جھکا تھا اور اس نے جھک کر اپنے بائیں موزے میں سے کوئی چیز نکال کر پوری قوت سے میری طرف پھینکی۔ کمرے میں گراہم کے اور میرے درمیان ایک چمک دار لکیر سی کھنچ گئی۔ گراہم نے میری طرف خنجر پھینکا تھا جو میرے کوٹ کی بائیں آستین میں دستے تک پیوست ہو گیا تھا۔ گراہم نے یہ کام اتنی پھرتی سے کیا تھا کہ ڈیوڈ کچھ سمجھ ہی نہیں پایا ورنہ ضرور دخل اندازی کر بیٹھتا جو مجھے کسی قیمت پر بھی منظور نہیں تھی۔ ولسن کے چہرے پر بے یقینی کا تاثر تھا اور گراہم پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ یوں جیسے اسے نشانہ خطا ہو جانے کا یقین ہی نہ آ رہا ہو۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے بڑے اطمینان سے خنجر اپنی آستین سے نکالا اور گراہم کی طرف اچھال دیا "تمہارا نشانہ بہت خراب ہے گراہم! خیر کوئی بات نہیں دوبارہ کوشش کرو۔"

چمکدار خنجر گراہم کے پیروں میں پڑا تھا اور وہ ساکت و صامت کھڑا تھا۔ شاید یہ اس کا آخری وار تھا۔ وہ یقینی حربہ تھا جس کے بے خطا ہونے کا اسے کامل یقین تھا۔

"مجھ سے مصالحت کر لو" دفعتاً اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"بس اتنا ہی دم خم تھا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا

"یعنی تو پیشہ ورانہ اسٹارٹ بھی نہیں لیا تھا۔ صرف تمہیں ہی موقع دیے جا رہا تھا۔"

"مجھے ولسن کی بات مان لینی چاہئے تھی۔ سب کہتے ہیں کہ ولسن مجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔ شاید لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ وہ واقعی مجھ سے زیادہ عقل مند ہے" گراہم نے سر جھکا کر کہا۔

"تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہے ہو یا نہیں؟"

"نہیں" اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا "میں کہہ چکا ہوں کہ میری زندگی میں تو کوئی مجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔۔۔ ہاں زباں بندی کے لئے میں تمہیں مطلوبہ رقم فراہم کر دوں گا۔"

"تم ایک شکست خوردہ فریق ہو گراہم!" میں نے سخت لہجے میں کہا "افہام و تفہیم کا وقت تم اپنی حماقت سے گنوا چکے ہو۔ اب تو وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اپنی جسمانی برتری کے باعث اس زعم میں مبتلا ہو گئے کہ مجھے گرفتار کر لو گے لیکن یہ تمہاری بھول ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ ذرا مجھے ہتھکڑیاں پہنانے کی کوشش کر کے تو دیکھو۔"

"ایک بار پھر سوچ لو گراہم! ممکن ہے اب بھی میری بات مان جانے کی صورت میں تم کچھ ایسے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ جو تمہیں ویسے میسر نہیں آ سکتے۔ چاہو تو ولسن سے بھی مشورہ کر سکتے ہو۔"

"میں ایک بار پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس گدھے کو چھوڑ دو۔ اسے گرفتار نہ کرنے کے بدلے ہم تمہیں بڑے سے بڑا معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہیں" ولسن نے کہا۔

"یہ گدھا نہیں ہے ولسن! خنجر بازی کا ایکسپرٹ ہے۔ کیا تم نے آج تک اس کے پھینکے ہوئے خنجر سے کسی کو بچتے دیکھا ہے؟"

"نہیں" ولسن نے کہا "اور مجھے اس پر حیرت ہے۔ آخر تم بچ کیسے گئے۔ اس کا نشانہ آج پہلی بار خطا ہوا ہے ورنہ میں نے کبھی اس کا ہاتھ بہکتے نہیں دیکھا۔"

"اسی واسطے مسٹر ولسن میں تم سے کوئی رقم طلب نہیں کر رہا ہوں۔ گراہم کی حماقتوں نے رقم میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ اب اس کی ادائیگی تمہارے بس کی بات نہیں رہی۔"

"تم مطالبہ کر کے تو دیکھو" ولسن نے بے صبری سے کہا "رقم کی ادائیگی کرنا ہمارا کام ہے۔"

"دو ملین امریکن ڈالر" میں نے ولسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنگین لہجے میں کہا اور وہ چونک پڑا۔ اسے ہرگز یہ توقع نہیں رہی ہوگی کہ میں اتنی بڑی رقم طلب کر بیٹھوں گا۔ ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ انکار کر دے گا لیکن پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر اثبات میں سر ہلا دیا اور گراہم کو خوں خوار نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اس کے علاوہ" میں نے اسے رضامند ہوتے دیکھ کر جلدی سے کہا "تم دونوں مجھے اپنے بارے میں معلومات فراہم کرو گے۔"

"معلومات" ولسن نے پلکیں جھپکائیں "تمہیں معلومات سے کیا مطلب؟ تم تو رقم لو اور اپنے کام سے کام رکھو۔"

"پہلے یہی ارادہ تھا مگر اب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ رقم ادا کرنے کے بعد تم لوگ مجھ پر قاتلانہ حملہ ضرور کرو گے لہٰذا اپنے تحفظ کے لئے میرا باخبر رہنا ضروری ہے۔"

"فرض کرو ہم تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیں تو کیا یہ معلومات تمہاری جان بچا لیں گی؟" گراہم غرایا۔

"تمہارا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ تمہاری نیت صاف نہیں ہے" میں مسکرایا "معلومات جان بچایا نہیں کرتیں مسٹر گراہم یہ تو آدمی کو مشکل میں پھنساتی ہیں۔ تمہارے بارے میں تمام معلومات محفوظ کر دی جائیں گی اور اگر میں حادثاتی موت کا شکار ہوا تو میرے ساتھی تمہیں دنیا کے کسی کونے میں نہیں چھوڑیں گے۔"

"ایسا کوئی نہیں ہوتا جو کسی کے لئے اپنی جان جوکھم میں ڈالے" گراہم نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"یہ تمہارا موضوع نہیں ہے مسٹر گراہم" میں نے درشت لہجے میں کہا "یا تو میری ڈیمانڈ پوری کرو یا گرفتاری کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا "ساری مصیبت تمہاری وجہ سے آئی ہے" ولسن بڑبڑایا "اچھا خاصا صرف پچاس ہزار میں جان چھوٹ رہی تھی۔ اب اس مصیبت کو تم ہی بھگتو۔"

ڈیوڈ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیوں کر رہا ہوں۔ اس کے خیال میں، میں وقت ضائع کر رہا تھا۔ معلومات تو خود ڈیوڈ بھی فراہم کر سکتا تھا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہودیوں کو اذیت پہنچا کر میں کس قدر لطف اندوز ہوتا ہوں۔ انہیں ہر محاذ پر شکست دینا ہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔

"تم وہاں کب تک کھڑے رہو گے گراہم! ادھر ولسن کے پاس آ کر بیٹھ جاؤ اور میرے سوالوں کے جواب دو۔"

گراہم ولسن کے برابر جا کر بیٹھ گیا اور ڈیوڈ میرے پاس آ گیا "ریوالور جیب میں رکھ لو ڈیوڈ! اب اس کی ضرورت نہیں رہی اور تم بھی کان کھول کر سن لو گراہم کہ اگر اب تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو اس کے نتیجے میں زندگی بھر کے لئے اپاہج بھی ہو سکتے ہو۔"

شدید احساس ذلت کے باعث گراہم کا چہرہ تاریک ہو گیا مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ مجھ سے شکست تو پہلے ہی کھا چکا تھا۔ اب بولتا بھی تو کیا بولتا۔

"اب شروع ہو جاؤ گراہم! انتظار کس بات کا کر رہے ہو" میں نے سخت لہجے میں کہا "تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ میرا وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" گراہم بھرائی ہوئی آواز میں بولا "ہم اشپیل جنسی کے آدمی ہیں۔ تمہارے ویزا سیکشن میں ہمارے بارے میں ہر قسم کی معلومات ہوں گی۔"

"مثلاً یہ معلومات بھی ہوں گی کہ تم یہاں تخریب کاری کی نیت سے آئے ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا پھر دفعتاً سخت لہجہ اختیار کر لیا "مجھے اپنے گروہ کے بارے میں بتاؤ۔"

"گروہ!" دونوں نے حیرانی سے میری طرف دیکھا پھر ولسن بولا "لیکن ہمارا تو کوئی گروہ نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر یہی بتا دو کہ تم لوگوں نے کار میں بم کیوں فٹ کیا تھا؟"

"وہ ذاتی دشمنی کا معاملہ تھا" اس بار پھر ولسن نے جواب دیا "اس کے بارے میں معلوم کر کے تم کیا کرو گے؟"

"میری معلومات کے مطابق اس کار میں دو افراد سفر کر رہے تھے۔ ایک مرد اور ایک عورت..... ان دونوں میں سے تمہاری دشمنی کس سے تھی؟"

"عورت سے" ولسن نے تیزی سے جواب دیا "شاید تم بھی اسے جانتے ہو گے اس کا نام تہذیب باقر [illegible] ہے۔ ایک زمانے میں وہ گرین پول نامی تنظیم میں ہوا کرتی تھی....."

"اس عورت کے ساتھ ایک آدمی بھی تو تھا۔ کیا تم اسے نہیں جانتے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور وہ دونوں چونک پڑے۔

"نہیں" ولسن نے نفی میں سر ہلایا پھر بڑے رازدارانہ انداز میں بولا "کون تھا وہ؟"

"جو کوئی بھی تھا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اگنیشن گھماتے ہی کار کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور ساتھ ہی ان دونوں کے بھی۔"

میری بات سن کر ان دونوں کے چہرے پر سکون کی جو لہر نظر آئی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنی کارکردگی کے نتیجے سے اب تک بے خبر ہی تھے۔

"بے شک ہم تمہیں ہر قسم کی سہولتوں سے بے نیاز کر سکتے ہیں" ولسن نے کہا "تم بہت باصلاحیت آدمی ہو۔ چھوٹی موٹی بلیک میلنگ کر کے تم نے خود کو محدود کیوں کر رکھا ہے۔ ہمارے ساتھ رہو گے تو شہزادوں کی سی زندگی بسر کرو گے۔"

"شہزادوں کی سی زندگی" میں نے یوں کہا جیسے میرے منہ میں پانی آ گیا ہو "لیکن نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "تمہارے ساتھی نے میری توہین کی تھی اور اس پر شرمندہ بھی نہیں ہے۔"

"ارے میں تم سے معافی مانگتا ہوں میرے دوست" گراہم نے ترنگ میں آ کر کہا۔ وہ ترنگ میں کیوں نہ آتا۔ آخر اس نے علی یار خان کو موت کے گھاٹ اتارنے کا کارنامہ سر انجام دیا تھا۔

"میں نے تمہیں دل سے معاف کیا" گراہم نے دوبارہ کہا اور مارے خوشی کے الٹا بول گیا "ارے نہیں..... میں ان سے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے اپنا دل بالکل صاف کر لیا ہے۔ اگر تم میرے دوست بن گئے تو میں خود کو خوش قسمت سمجھوں گا۔"

"تمہاری بات پر کیسے یقین کر لوں؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "کچھ دیر پہلے تو تم میری جان کے دشمن ہو رہے تھے؟"

"اسے بھول جاؤ۔ میں بھی بھول چکا ہوں۔ تم نے ہمیں اس عورت کی موت کی خبر سنائی ہے میرا جی چاہ رہا ہے تمہارا منہ موتیوں سے بھر دوں۔"

"میں تو بہت صاف دل کا آدمی ہوں۔ اگر تمہارے دل میں کچھ نہیں ہے تو میں نے بھی تمہیں معاف کیا۔ اب میں صرف پچاس ہزار ڈالر پر ہی اکتفا کروں گا۔"

"بڑے زبردست کاروباری آدمی ہو" ولسن ہنس پڑا "ابھی تک وہی دھن سوار ہے۔"

"یہ میرا سائڈ بزنس ہے۔ اگر اس کی طرف سے غفلت برتوں گا تو نوبت فاقوں تک بھی آ سکتی ہے۔"

"میں نے تمہیں اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر کی تھی مگر تم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا؟" ولسن نے کہا۔

"سوچے سمجھے بغیر میں کوئی کام کرنے کا عادی نہیں ہوں" میں نے کہا "پہلے تم ہر بات تفصیل سے بتاؤ اس کے بعد میں غور کروں گا تبھی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔"

"معقول بات ہے" ولسن نے سر ہلایا "تو پھر ایسا کرو کل اسی وقت آ جاؤ۔ ہم تمہیں کام کے بارے میں بھی تفصیل سے بتا دیں گے اور رقم بھی تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"رقم والی بات غلط ہے" میں نے نفی میں سر ہلایا "کاروباری معاملات میں ادھار کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"ارے یہ ادھار کہاں ہے بھئی! ہمارے پاس ٹریولرز چیک ہیں۔ کل تمہیں کیش کرا کے دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "لیکن یاد رکھو کہ وعدہ خلافی نہیں ہونی چاہئے ورنہ نتائج کے ذمے دار تم لوگ خود ہو گے۔ مجھے الزام مت دینا۔"

○☆○

"یہ تم نے کیا کیا؟" کمرے سے باہر آتے ہی ڈیوڈ پھٹ پڑا "ان لوگوں کو تو چھوڑنا ہی نہیں چاہئے تھا۔"

"میں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کیا ہے ڈیئر ڈیوڈ! ان بے چاروں کی اوقات ہی کیا ہے۔ جس وقت بھی جی چاہا ان کی گردن مروڑ دوں گا۔"

"تم اوقات کی بات کر رہے ہو" ڈیوڈ نے حیران ہو کر کہا "جانتے بھی ہو یہ لوگ کون ہیں..... ان کا تعلق ویزا سیکشن سے ہے۔"

"تمہاری باتیں میں بعد میں سنوں گا۔ پہلے میں ایک ضروری فون کر لوں گا۔"

فون پر میں نے ضروری ہدایات جاری کیں جن کی رو سے کیپٹن جنس وڈلے اشپیل جنسی کے محکمے میں ہنوز ملازم تھا اور دو روز کی چھٹی پر تھا۔ دوسری اہم ہدایت یہ تھی کہ اصلی جنس وڈلے کو اس کی رہائش گاہ سے عارضی طور پر ہٹا دیا جائے۔

فون کرنے کے بعد میں ڈیوڈ کے ساتھ ہوٹل سے نکل آیا۔ وہ مجھ سے بات کرنے کے لئے بہت بے چین تھا۔

"پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اب تمہیں یقین آیا یا نہیں کہ تمہیں مروانے کی کوشش وینڈل نے ہی کی تھی؟" میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"ان دونوں بدمعاشوں کو دیکھتے ہی یقین آ گیا تھا" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "میں ان سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ خاص طور پر گراہم تو بہت چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ کئی افراد کو تو محض اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر چکا ہے۔"

"تمہاری باتیں سن سن کر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ اگر انگلینڈ کے ویزا سیکشن میں ایسے ایسے گدھے پڑے ہوئے ہیں تو دیگر شعبوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔"

"جسمانی اعتبار سے تم نے ان پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے لیکن آخر کار تم ان کے دھوکے میں آ گئے نا" ڈیوڈ نے کہا۔

میں ہنس پڑا "ذرا مجھے بھی تو معلوم ہو کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟"

"وہ تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے۔ بہت ممکن ہے کل تک ملک سے ہی فرار ہو جائیں۔ تمہیں اسی وقت ان سے رقم لے لینی چاہئے تھی۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" میں نے ڈیوڈ کو گھورا "تم نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ میں ان سے رقم وصول کرنے کے لئے گیا تھا؟"

"سب۔۔۔ پھر کس لئے گئے تھے؟" ڈیوڈ نے حیرت سے کہا "تمام وقت تو تم ان سے رقم کی بات کرتے رہے۔ تمہارا سارا زور رقم پر تھا۔"

"میں تو صرف تمہارے اطمینان کے لئے یہ سب باتیں کر رہا تھا۔ تمہیں اس بات پر شبہ تھا نا کہ تمہیں مروانے کی کوشش کرنے والا ریندال نہیں کوئی اور تھا؟"

○☆○

تمام معلومات
ل میں لنچ پر ہمارا انتظار ہو رہا تھا۔ مجھے بھی سخت موت کا جھٹکا۔ ف لگ رہی تھی لہٰذا میں ڈیوڈ سمیت لنچ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ جہاں تہذیب، کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس پہلے ہی سے موجود تھے۔

"تم نے تو بہت انتظار کرایا" جنرل ٹیرس نے شکایتی لہجے میں کہا "تہذیب بتا رہی تھی کہ تم جلدی آنے کو کہہ گئے تھے اور بڈ کہاں رہ گیا؟"

"بیٹھو ڈیوڈ" میں نے ڈیوڈ کے لئے اپنے برابر والی کرسی کھینچتے ہوئے کہا پھر جنرل سے بولا "بڈ بھی پہنچنے ہی والا ہو گا۔ مجھے آنا تو جلدی ہی تھا مگر اندازے سے ذرا زیادہ دیر ہو گئی۔ تم نے نیند پوری کر لی جنرل؟"

"ہاں تین چار گھنٹے کی نیند کافی ہوتی ہے" جنرل نے کہا۔ وہ اور کیتھی براؤن شاید اتنی ہی دیر سوئے ہوں گے۔ ان کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھے ہوں گے "تم ڈیوس ہوٹل کی روداد سناؤ۔"

"روداد ڈیوڈ سے سنو" میں پلیٹ میں سالن نکالتے ہوئے بولا "میں اس وقت صرف کھانا کھانے کے موڈ میں ہوں۔"

ڈیوڈ سے کسی کو کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ تو جیسے بھرا بیٹھا تھا۔ فوراً ہی کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بجنا شروع کر دیا۔ ابھی اس نے چند ہی جملے بولے ہوں گے کہ بڈ آ گیا۔ اس نے آتے ہی حسب معمول بکواس شروع کرنے کی کوشش کی تھی مگر کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ [illegible] سا منہ بنا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ دیگر لوگوں کی طرح اس کی بھی تمام تر توجہ ڈیوڈ کی طرف ہی تھی مگر وہ بہت مردود تھا۔ یہی ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ ایک لفظ بھی نہ سن رہا ہو۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ گراہم جیسے شخص کو مسٹر علی کے ہاتھوں اتنی بری طرح ہزیمت اٹھانا پڑی" ڈیوڈ نے داستان تمام کرنے کے بعد کہا "یقین کریں وہ ان کے سامنے کسی بچے سے بھی بدتر نظر آ رہا تھا۔"

"اس بات پر تو اس لئے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم علی کی صلاحیتوں سے واقف ہیں جن کے پیش نظر گراہم جیسے لوگوں کی علی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن علی کا رویہ سمجھ میں نہیں آیا" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"سنا ہے رات بھر جاگنے کے بعد ذہنی صلاحیتیں آدھی رہ جاتی ہیں" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اور اس کے بعد مزید آدھا دن نہ سویا جائے تو چوتھائی رہ جاتی ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ضرور رہ جاتی ہوں گی" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اگر پہلے اس بات میں کوئی شبہ ہو بھی تو تمہاری حرکت سے یہ فارمولا پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔"

"مذاق سے قطع نظر" تہذیب نے گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا "ان لوگوں کے ساتھ تمہارا رویہ کیا بہت زیادہ عجیب نہیں رہا؟"

"بہت ممکن ہے گزشتہ رات کی شب بیداری اور غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہونے کے باعث میری قوت فکر متاثر ہوئی ہو۔ ممکن ہے اگر میں تازہ دم ہوتا تو ان لوگوں کے ساتھ میرا طرزِ عمل مختلف ہوتا لیکن موجودہ حالات میں میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ اس سے بہتر سلوک نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"بالکل کیا جا سکتا تھا" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا "ان کی دعوت کی جا سکتی تھی۔ انہیں صدارتی مہمان کا درجہ دیا جا سکتا تھا۔۔۔ اور یہ کہ ان کی شادی کرائی جا سکتی تھی۔"

"بکواس مت کرو" میں نے بڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا "ہم تفتیشی نکتہ نگاہ سے بات کر رہے ہیں۔"

"اوہ! میں سمجھا تھا یہاں سماجی نوعیت کی گفتگو ہو رہی ہے" بڈ نے چونک کر کہا پھر میری گھورتی ہوئی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے جلدی سے بولا "خیر کوئی بات نہیں، اب نہیں بولوں گا۔ مجھے ویسے بھی ان کاموں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

کیتھی براؤن کھل کھلا کر ہنس پڑی اور میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس قسم کی حوصلہ افزائیوں نے ہی اسے اس قدر بگاڑ دیا ہے۔"

"اسے کہتے ہیں بیوی کی طرف داری" تہذیب نے بے ساختگی سے کہا اور میں جھنجلا گیا۔

"یہ شخص شیطان سے کم نہیں ہے جو صرف انگلی سے شیرہ دیوار پر لگاتا ہے اور بقیہ ہنگامے خود بخود رونما ہوتے چلے جاتے ہیں" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "اس نے ہم سب کو موضوع سے بھٹکا دیا۔"

"پروموشن کا شکریہ چیف" بڈ نے بہت آہستہ آواز میں کہا تھا مگر میں نے سن لیا۔

"پروموشن تو شیطان کا ہو گا" میں نے بھنا کر کہا "جس روز اسے تم سے تشبیہ دی جائے گی۔"

"دوسروں کو روکتے روکتے اب تم خود اس کے ساتھ الجھ گئے" تہذیب نے ہنس کر کہا اور اس کے اس جملے پر سبھی ہنسنے لگے۔

"مستقل جاگتے رہنے کے باعث تمہاری خوش مزاجی رخصت ہو رہی ہے علی!" تہذیب نے مزید کہا "سارے کام چھوڑ کر پہلے تم اپنی نیند پوری کر لو۔"

"یہ جاگنے اور بھاگنے کا وقت ہے تہذیب! تم دوست ہو کر مجھے سونے کا مشورہ دے رہی ہو۔ کیا سب کچھ تمہارے اپنے سامنے نہیں ہے۔ میں کتنی سنگین صورت حال سے گزر رہا ہوں۔ میرے عزیز ترین دوست جنرل ٹیرس نے مجھے یہودیوں کا ایجنٹ سمجھ لیا اور جس نے مجھے اس حال کو پہنچایا ہے اس نے میری ہلاکت کا مکمل سامان کر دیا تھا۔"

"مجھے اندازہ ہے علی!" تہذیب نے کہا "لیکن تم آرام نہیں کرو گے تو حالات کا مقابلہ کیسے کرو گے؟"

"تمہیں اندازہ ہی تو نہیں ہے تہذیب! تم صرف یہ دیکھ رہی ہو جو نظر آ رہا ہے اور جو تمہیں نظر نہیں آ رہا وہ جتنا خوفناک ہے اس کا تم تو کیا کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا میری شخصیت ہر ایک کی نظروں میں مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ موشے ہارورڈ نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے ایک قدم اٹھایا تھا وہ ناکام ہو گیا۔ فرض کرو اس کی طرف سے دو چار اسی قسم کی کوششیں اور ہوتی ہیں اور حسن اتفاق یا اپنی کوششوں کے نتیجے میں میں ان سے بچ بھی جاتا ہوں تو جانتی ہو میرے خلاف اس کا آئندہ قدم کیا ہو گا؟"

"نہیں" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا "لیکن وہ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے کہ تمہیں قتل کرانے کی مزید کوششیں کرتا رہے۔"

"یہ تو وہ کرتا ہی رہے گا تہذیب! لیکن اس نے میری شخصیت کی تبدیلی کی جو فلمیں بنا رکھی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ پے در پے ناکامیوں کے بعد وہ انہیں تمام عرب ممالک کے لئے جاری کر دے گا۔"

"اوہ" جنرل ٹیرس مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا "واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اگر اس نے ایسا کر دیا تو تم کہیں کے بھی نہیں رہو گے۔"

"لیکن یہ بھی کیا ضروری ہے کہ اس نے ان مناظر کی فلمیں بنائی ہوں" بڈ نے اعتراض کیا۔

"یہ نا ممکن ہے کہ اس نے فلمیں نہ بنائی ہوں" ڈیوڈ نے کہا "وہ اس قسم کا آدمی ہے۔ آپ لوگ اس اعتبار سے اسے بلیک میلر بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ تو اپنے لوگوں کو بھی بلیک میل کرتا رہتا ہے۔"

"سن لیا تم نے" میں نے تہذیب سے کہا "یہی وہ بات ہے جس نے مجھے سب سے زیادہ تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

"صورت حال تو بے شک سنگین ہے" جنرل نے کہا "لیکن تمہارا طرزِ عمل بھی تو عجیب ہے۔ گراہم اور ولسن کو چھوڑنے کی کیا تک تھی۔ اب اگر وہ نگرانی کرنے والوں کو جُل دے گئے تو؟"

"ان کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں رہی" میں نے جنرل کی بات کاٹ کر کہا "ان دونوں کی نگرانی ختم کرا دو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

جنرل کے علاوہ تہذیب نے بھی مجھے حیرت سے دیکھا "اور اگر وہ ملک سے ہی فرار ہو گئے تو؟" تہذیب نے کہا۔

"تو میں کم از کم تم سے شکایت نہیں کروں گا" میں نے خشک لہجے میں کہا اور جنرل سمجھ گیا کہ اس موضوع پر میں اب مزید گفتگو نہیں کروں گا۔

"تباہ ہونے والی کار کا تجزیہ کیا جا رہا ہے علی!" دفعتاً جنرل نے کہا "دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔"

"اوہ!" میں چونک پڑا "کار کے ساتھ جو ڈرائیور مارا گیا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"اس کی لاش کے ٹکڑے جمع کر لئے گئے ہیں اور انہیں یکجا کر کے تابوت میں بند کیا جا رہا ہے۔ پھر تابوت اس کے گھر لے جایا جائے گا تاکہ اس کے بیوی بچے۔۔۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "تم نے اس کی بیوی سے تعزیت کی جنرل؟" میں نے کہا اور جنرل کچھ بوکھلا سا گیا۔

"نن..... نہیں" اس نے گڑبڑا کر کہا "اتنی فرصت ہی نہیں مل سکی کہ....."

"یہ بھی ایک ضروری کام ہے جنرل! اٹھو ہم ابھی اس کے گھر چل کر اس کی بیوی بچوں سے تعزیت کریں گے۔"

ہم سب لنچ کے ٹیبل سے اٹھ کر متوفی ڈرائیور کے گھر کی طرف چل دیئے۔ اس کا گھر محل کی عمارت سے کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ یہ محل سے ملحق ایک احاطہ تھا جو باہر والوں کے لئے تیریس محل کی حدود میں اور تیریس محل میں رہنے والوں کے لئے محل کی حدود سے علیحدہ تھا اس احاطے میں سرونٹ کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت ہونے کی وجہ سے سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جنرل کو محل کے احاطے سے باہر جاتے دیکھ کر گیٹ پر موجود سیکورٹی گارڈز نے جنرل کے ساتھ ہونا چاہا تھا مگر میں نے انہیں واپس جانے کا اشارہ کیا۔ وہ میرے محکوم تو نہیں تھے پھر میری بات پر کس طرح عمل کر سکتے تھے۔

"انہیں واپس کرو جنرل" میں نے جھنجلا کر کہا تھا "یا تم اس وقت بھی ان کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

پھر وہ لوگ جنرل کے کہنے پر ہی واپس گئے تھے اور ہم بغیر کسی رہنمائی کے متوفی ڈرائیور ایڈگر کے گھر کی طرف جا رہے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایڈگر کا گھر کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ جنرل نے چلتے وقت یہ مسئلہ اٹھایا تھا مگر میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ چھوٹی سی جگہ میں اس کا گھر ڈھونڈنا مشکل نہ ہوتا۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ ہمیں ایڈگر کا گھر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ جنرل تیریس کی وہاں آمد کوئی معمولی بات نہیں تھی اور وہ بھی بغیر محافظوں کے۔ وہاں رہنے والے تمام لوگ جنرل کے ملازم تھے۔ کچھ ایسے تھے جنہیں جنرل کے قریب جانے کا موقع ملتا رہتا تھا اور کچھ ایسے تھے جنہیں کبھی یہ موقع ملا ہی نہیں تھا۔ آج ان کی بھی چاندی ہو گئی تھی۔ وہ جنرل کو بہت قریب سے اور بلا روک ٹوک دیکھ سکتے تھے۔

وہاں رہنے والے ملازمین نے ایڈگر کے گھر تک ہماری رہنمائی کی جہاں سے بین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ پاس پڑوس کی عورتیں بھی جمع ہو کر بین کر رہی تھیں۔ اندر جنرل کی آمد کی اطلاع پہنچی تو کھلبلی سی مچ گئی۔ ہمیں فوراً ہی اندر لے جایا گیا۔ ہم چھوٹے سے صحن سے گزر کر ایک مختصر سے برآمدے میں پہنچے جہاں زمین پر دری بچھی ہوئی تھی۔ ہماری آمد سے قبل اس دری پر خواتین بیٹھی ہوئی تھیں جو اب اندر کمرے میں چلی گئی تھیں مگر ایڈگر کی بیوہ اب بھی وہیں بیٹھی تھی۔ اس نے سیاہ ماتمی لباس پہن رکھا تھا' بال بکھرے ہوئے تھے' آنکھیں سرخ اور متورم ہو رہی تھیں اور نظریں دور کہیں خلا میں جمی ہوئی تھیں جیسے وہاں اپنے متوفی شوہر کو تلاش کر رہی ہو۔

کیتھی اور تہذیب اس کے دائیں بائیں جا کر بیٹھ گئیں۔ اندر سے کسی نے ہمارے لئے کرسیاں لانے کی کوشش کی تھی مگر میں نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ میں' جنرل' بڈ اور ڈیوڈ بھی دری پر ایک کونے میں بیٹھ گئے تھے۔

"صبر کرو مونا" تہذیب نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "مرنے والا تو مر گیا' اب تم اپنے بچوں کی طرف دیکھو۔ تم حوصلہ ہار دو گی تو تمہارے بچوں کا کیا بنے گا۔"

وہ سسک پڑی "بچے نہ ہوتے تو میں یہ صدمہ نہیں برداشت کر سکتی تھی" اس نے سسکیوں کے درمیان کہا "شاید خودکشی ہی کر لیتی۔"

"زندگی بہت حسین شے ہے مونا بہن" میں نے بلند آواز سے کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو "اور خود کسی نعمت سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔"

"تم کون ہو؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ میرے منگیتر ہیں" تہذیب نے کہا اور اس کے چہرے پر خوشی کا ایک تاثر سا ابھر کر گزر گیا۔

"یہ..... یہ وہی مجاہد ہیں' جنہوں نے اولیو باروڈ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا..... میری خوش قسمتی ہے کہ یہ میرے گھر آئے اور بدقسمتی کہ اس موقع پر میں ان کی خاطر نہیں کر سکتی۔"

"تمہاری خاطر کرنا میرا فرض بنتا ہے مونا" میں نے آہستگی سے کہا "تمہارے شوہر نے اپنی جان دے کر میری زندگی بچائی ہے۔"

مونا چونک پڑی "مجھے تفصیل بتایئے جناب" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جو گاڑی اسے چلانے کو دی گئی تھی اس میں مجھے اور تہذیب کو سفر کرنا تھا۔ عین وقت پر پروگرام تبدیل ہو گیا اور جیسے ہی تمہارے شوہر نے چابی گھمائی....."

"خدایا تیرا شکر ہے" مونا نے بڑی طمانیت سے کہا "آپ نے یہ بتا کر میرا غم ہلکا کر دیا کہ اس نے ایک عظیم آدمی کو بچاتے ہوئے جان دی۔ میں اس سے اکثر کہا کرتی تھی کہ تمہاری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ فلاں کو دیکھو' فلاں

نے اپنی جان دے... مجھے معلوم نہیں تھا جناب کہ وہ ان سب کو بچے چھوڑ جائے گا۔ آپ تو مظلوموں کی مدد کرتے ہیں' جناب! آپ جب بھی کسی مظلوم کی مدد کریں گے اس کا ثواب ایڈگر کی روح کو بھی پہنچے گا۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا جناب؟"

"ہاں مونا" کیتھی براؤن نے کہا "ایڈگر ویسے بھی اچھا آدمی تھا۔ آسمانی باپ اس کی مغفرت کرے گا۔"

"تمہارے بچے کہاں ہیں مونا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے انہیں پڑوس میں بھجوا دیا ہے لیکن اب میں انہیں بلا لوں گی۔ انہیں بتاؤں گی کہ ان کے باپ نے کتنی عظیم موت کو گلے لگایا ہے۔ میں انہیں آپ جیسا دیکھنا چاہتی ہوں جناب۔"

اس کے بعد جنرل نے مونا سے کچھ تعزیتی الفاظ کہے اور پھر ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں نے تمہیں بہن کہا ہے مونا اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ جب بھی تمہیں میری ضرورت پڑے بلا جھجک مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔ تم مجھے جنرل تیریس کی معرفت خط لکھ سکتی ہو۔ یہ ایک بھائی کے نام ایک بہن کا ذاتی خط ہو گا جسے میرے علاوہ کوئی نہیں کھولے گا۔"

"آپ کے یہ الفاظ ہی میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہیں جناب" مونا نے کہا "مجھے معلوم ہے آپ بہت عظیم مقصد کے لئے لڑ رہے ہیں۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ آپ کی مصروفیات میں خلل ڈالوں۔"

"کیا تم یہ بھی نہیں چاہتیں کہ تمہارے شوہر کے قاتل کیفر کردار کو پہنچیں؟"

"کون نہیں چاہے گا جناب" مونا پھر سسک پڑی "میرا بس چلے تو ان کی تکا بوٹی کر ڈالوں۔"

"ٹھیک ہے مونا! میرا تم سے وعدہ ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تمہارے شوہر کے قاتل تمہارے قدموں میں ہوں گے۔"

○☆○

"صبح سے اس وقت تک تم نے میرے ساتھ وقت گزارا ہے۔ میں تمہارے خیالات جاننا چاہتا ہوں۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا علی! میں تو اندر سے ہل کر رہ گیا ہوں" ڈیوڈ نے کہا۔ مونا سے تعزیت کر کے آنے کے بعد میں ڈیوڈ سے اپنے کمرے میں گفتگو کر رہا تھا تہذیب اور بڈ ساتھ والے کمرے ہی میں موجود تھے۔

"باہر سے تو آدمی ہلتا ہی رہتا ہے کبھی کبھی اندر سے بھی ہل لینا چاہئے۔ اس سے صحت بہت عمدہ رہتی ہے" بڈ نے ہمیشہ کی طرح بے تکے انداز میں دخل اندازی کی۔

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں ڈیوڈ کہ میری طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہ تو میں تمہیں قید کروں گا اور نہ ہی تم پر تشدد کیا جائے گا۔ تم جب اور جہاں جانے کی خواہش ظاہر کرو گے' تمہیں پہنچا دیا جائے گا" میں نے بڈ کا جملہ ان سنی کرتے ہوئے ڈیوڈ سے کہا۔

"تم سے الگ ہو کر تو میں بالکل ہی غیر محفوظ ہو جاؤں گا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ موشے باروڈ کے شکاری کتوں کا مقابلہ کر سکوں۔ وہ تو پہلے ہی مجھے مروانے کے درپے ہے۔"

"میں اس سے بہت مختلف آدمی ہوں ڈیوڈ! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں جبر کا قائل نہیں ہوں۔ ماتحتوں میں جذبہ پھونک کر ان سے کام لینا میرا شیوہ ہے اور غلطیاں تو ہم سب سے ہی ہوتی رہتی ہیں۔ پھر دوسرے کو معمولی سی بات پر موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا جائے۔"

"موشے باروڈ کی اسی سخت گیری کی وجہ سے اس کے ماتحتوں میں بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ بظاہر وہ جتنے ٹھنڈے مزاج کا مالک نظر آتا ہے اندر سے اتنا ہی مختلف ہے۔"

"کیا تم اس کے طریقہ کار سے مطمئن ہو؟"

"نہیں" ڈیوڈ نے نفی میں سر ہلایا "بہت سے لوگ نہیں ہیں مگر کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ کسی اور کے سامنے موشے باروڈ کی مخالفت کر سکے۔"

"تم بھی اس کے خلاف اس وقت ہوئے ہو جب تمہاری اپنی زندگی کے لالے پڑ گئے؟"

"میں بہت پہلے سے خلاف ہوں علی! لیکن میں اس کے خلاف کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ کرنا تو در کنار میں تو اس کے خلاف زبان تک نہیں کھول سکتا تھا۔"

"پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں نے خود کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے علی!" ڈیوڈ نے کہا۔

"تم نے میرے بارے میں کیا اندازہ لگایا ہے؟" میں نے کہا "کیا یہ کہ میرے نظریات تبدیل ہو چکے ہیں یا میں اب بھی فلسطین کے حق میں ہوں۔"

"میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نظریات کی تبدیلی کے مشینی عمل نے تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑا۔"

"اس کے باوجود تم میرا ساتھ دینے پر تیار ہو؟" میں نے ڈیوڈ کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"صرف موشے ہاورڈ کی بیخ کنی کی حد تک" ڈیوڈ نے بڑی صفائی سے کہا "تم چاہو تو میری اس صاف گوئی پر میرے لئے کوئی بھی سزا تجویز کر سکتے ہو۔"

"تمہاری صاف گوئی سے میں بے حد خوش ہوا ہوں ڈیوڈ! اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے میں تمہیں استعمال کروں گا بھی نہیں۔"

"میں سیکیورٹی کا آدمی ہوں علی!" ڈیوڈ نے کہا "جانتے ہو سیکیورٹی کا آدمی بنیادی طور پر کس فطرت کا مالک ہوتا ہے؟"

"جانتا ہوں" میں نے کہا "بنیادی طور پر وہ امن پسند ہوتا ہے' تشدد کے خلاف ہوتا ہے اور تحفظ فراہم کرنے والا ہوتا ہے۔"

"اگر وہ تشدد کرتا بھی ہے تو صرف تشدد کے جواب میں ــــ بلکہ تشدد کو روکنے کے لئے" ڈیوڈ نے کہا "میں شروع سے ہی سیکیورٹی سے وابستہ ہوں۔ موساد سے میری خدمات اینگلز کو منتقل کر دی گئیں۔ کچھ عرصہ میں نے موشے ہاورڈ کے ساتھ گزارا پھر مجھے کورنے نل میں انچارج مقرر کر دیا گیا مگر بنیادی طور پر چونکہ میں سیکیورٹی کا آدمی ہوں اس لئے یہاں بھی میں ہوٹل میں چیف سیکیورٹی آفیسر بنا رہا۔ میں اس عہدے کی ذمے داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔"

"تم نے دیکھا کہ تمہارے ہم قوم کتنی بے دردی سے انسانی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ اس کے باوجود تم ان لوگوں میں شامل ہو گئے؟" میں نے کہا۔

"شاید تمہارا تاثر بھی یہی ہے کہ سارے یہودی برے ہوتے ہیں مگر یقین کرو ایسا نہیں ہے۔ یہودی پروپیگنڈہ بہت جاندار ہے۔ انہوں نے پروپیگنڈے کے ذریعے پوری دنیا کو باور کرا دیا ہے کہ فلسطینی دہشت گرد ہیں اور اسرائیل ان دہشت گردوں کے درمیان اپنے بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ میں خود اس پروپیگنڈے کا شکار ہو کر موساد میں شامل ہوا تھا۔ اندر کی کہانیاں تو بعد میں معلوم ہوئیں۔ اس وقت جب میں موساد میں شمولیت اختیار کر کے اپنے ہاتھ پیر کٹا چکا تھا۔ یہ بات تم سے زیادہ بہتر طور پر اور کون جانتا ہوگا کہ ایک بار موساد میں شامل ہونے کے بعد کوئی بھی اپنی مرضی سے اس میں سے نکل نہیں سکتا۔ ایسی کوشش کرنے والوں کا مقدر موت ہوتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے ڈیوڈ! لیکن تم موساد سے اینگلز میں کس طرح آ گئے تھے اور اگر اینگلز تمہیں ناپسند ہے تو موساد میں واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟"

"یہی باتیں تو ابھی تک کسی کو بھی نہیں معلوم۔ ہم موساد سے اپنی مرضی سے اینگلز میں آئے تھے ہم سب سے آپشن مانگے گئے تھے۔ جن لوگوں نے اینگلز میں آنے کی خواہش ظاہر کی انہیں اینگلز میں بھیج دیا گیا تھا لیکن اب ان کی بھی موساد میں واپسی ممکن نہیں ہے حالانکہ اینگلز کی پشت پناہی موساد ہی کر رہی ہے۔"

"تم نے موشے ہاورڈ کی بیخ کنی کی حد تک میرا ساتھ دینے کی حامی بھری ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اس کے بعد اینگلز کے حالات تبدیل ہو جائیں۔"

"موشے ہاورڈ کے بعد اینگلز ہی نہیں رہے گی تو حالات کہاں سے رہیں گے" ڈیوڈ نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو تو تمہارے پاس اس کے حق میں کوئی دلیل بھی ہو گی؟"

"واحد دلیل" ڈیوڈ مسکرایا "اینگلز ون مین شو ہے" اس نے کہا "آگے تم خود سمجھ سکتے ہو۔"

"ایسا نہیں ہے" میں نے کہا "اس نے خود اینگلز کے بڑوں سے میرا تعارف کرایا تھا۔ انہوں نے مجھے مبارکباد بھی دی تھی۔"

"سب ڈراما ہے" ڈیوڈ نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس نے ایس ون اور ایس ٹو والا ڈراما کھیل دیا ہو گا۔"

"اس میں ڈرامے کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا "سٹیلائٹ کے ذریعے اس نے ان سب سے میری بات کرائی تھی۔"

"ان میں ایک روسی ہو گا' ایک جرمن ہو گا' ایک فرانسیسی' ایک امریکی اور ایک برطانوی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر تم اینگلز کے کارکن رہ چکے ہو۔ ان سب باتوں کا تمہارے علم میں ہونا اسے فراڈ ثابت نہیں کرتا" تہذیب نے کہا۔

"لیکن میڈم یہ بات کسی اور کے علم میں نہیں ہوگی کہ وہ پانچوں دراصل ایک ہی شخصیت کے روپ ہیں جنہیں بعض خاص حالات میں استعمال کیا جاتا ہے۔"

"یہ بات قرین قیاس ضرور ہے مگر یہ بھی تو ممکن ہے تمہیں اس بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہو؟" اس نے کہا۔

"نہیں' مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ ویسے بھی آپ [illegible] تہذیب کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ سٹیلائٹ لنک [illegible] مذاق نہیں ہے۔ اس کی نشریات پوری دنیا میں کسی جگہ دیکھی جا سکتی ہیں۔"

میں حیرت سے ڈیوڈ کو دیکھ رہا تھا۔ کس قدر سامنے کی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔

"اگر ان پانچوں کے پیچھے کوئی ایک ہی شخصیت ہے تو ظاہر ہے کہ وہ خود رینڈل کی ہی شخصیت ہو گی؟" میں نے کہا۔

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ایسے پانچ افراد کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

"تم تو معمائی قسم کی باتیں کر رہے ہو" تہذیب نے کہا "پہلے تم نے ایک بات سنائی اور اس کے بعد خود ہی اسے کاٹنے لگے۔"

"میں ڈیوڈ کا مطلب سمجھ گیا ہوں تہذیب!" میں نے کہا "اگر ان پانچوں کو بیک وقت کہیں پیش کرنا پڑ جائے تو اس کے لئے رینڈل نے ملازم رکھے ہوئے ہوں گے اور عام حالات میں وہ خود ہی ان پانچوں کا رول کر لیتا ہو گا۔ ان پانچوں سے میری ملاقات اس نے اسکرین پر کروائی تھی اور پانچوں کے چہروں پر سنہرے رنگ کے ماسک تھے جن پر نمبر تحریر تھے مگر مجھے حیرت ہے کہ ڈیوڈ اس راز سے کس طرح آگاہ ہو گیا؟"

"میں موشے ہاورڈ کے پرسنل سیکیورٹی اسٹاف میں بھی رہ چکا ہوں جناب!" ڈیوڈ نے کہا "اور میری ڈیوٹی عموماً اس کی خواب گاہ پر رہا کرتی تھی۔ اسی دوران ایک بار اتفاق سے میری نظر ان کاغذات پر پڑ گئی۔ اہم ترین کاغذات اس کی خواب گاہ میں ہوتے ہیں جنہیں وہ ایک خفیہ سیف میں رکھتا ہے۔ اس میں ان پانچوں سپر اینگلز سے متعلق کچھ لکھا ہوا تھا جسے میں پوری طرح نہیں پڑھ سکا تھا تاہم اس سے مجھے یہ اندازہ ضرور ہو گیا کہ وہ پانچوں افراد موشے ہاورڈ کے تنخواہ دار ملازم ہیں۔"

ڈیوڈ کے بیان نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ رینڈل پہلے سی آئی اے میں ہوا کرتا تھا۔ وہ یہودی تھا اور یہودیوں کی لالچی فطرت ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بے شک وہ خاصا باصلاحیت آدمی تھا لیکن اگر وہ امریکن سی آئی اے میں ہی رہتا تو تمام عمر یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا تھا جو اسے اس وقت حاصل تھا۔ تمام یہودی اس بات سے واقف تھے کہ میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان دشمنی چل رہی ہے۔ یہ دشمنی ذاتی بنیادوں پر نہیں تھی بلکہ نظریاتی تھی۔ جب رینڈل کو یہ اطلاع ملی کہ اولیو ہاورڈ میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے تو اس کے سازشی ذہن نے اس خلا سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ شاید وہ پہلے سے ایسے کسی موقع کا منتظر رہا ہو گا۔ لہٰذا اس نے فوری طور پر اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا ہو گا اور یہودیوں کو دنیا بھر کے یہودیوں کے دلوں میں میری طرف سے آگ لگی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے رینڈل کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہو گا۔ شاید رینڈل کو اپنا نام موشے ہاورڈ رکھنے کا ڈراما کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی مگر اس نے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے یہ حرکت کی ہو گی۔

"تم نے رینڈل کی خواب گاہ میں اتنے اہم کاغذات دیکھ لئے اور اسے پتا تک نہیں چلا؟" بڈ نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"یہ محض اتفاق تھا مسٹر بڈ! اس قسم کے اتفاقات روز روز تو ہوتے نہیں۔"

"بہرحال یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ اتنا محتاط آدمی اور اتنے اہم کاغذات کو یوں بے پروائی سے چھوڑ دے۔"

"مجھے جھوٹ بولنے سے کیا حاصل ہو گا مسٹر بڈ!" ڈیوڈ نے برا مان کر کہا "لیکن آپ کہتے ہیں تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا تھا۔"

"اس کی ضرورت نہیں" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اگر ہم اس چکر میں الجھ گئے کہ کون سی بات کسی کے علم میں کس طرح آئی تو انتہائی حماقت کا مظاہرہ کریں گے۔ ہمیں تو صرف معلومات درکار ہیں۔"

"میں بہت صاف گوئی سے کہہ رہا ہوں مسٹر علی کہ میں صرف [illegible] کی حد تک آپ کے ساتھ تعاون کر رہا ہوں۔"

"تنہا نے تمہیں اس کے لئے بھی مجبور نہیں کیا ہے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ تمہیں ہلاک کرا دینے کے درپے ہے۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ میں آپ پر کوئی احسان کر رہا ہوں۔ میں تو جو کچھ بھی کر رہا ہوں اس کے سوا میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ رینڈل ایک بار جسے مروانے کا فیصلہ کر لیتا ہے اسے مروا کر ہی چھوڑتا ہے اور میں خود کو اتنا باصلاحیت نہیں سمجھتا کہ اینگلز کے [illegible] افراد سے بچ کر کہیں جا سکوں۔ میں تو رینڈل کا بھی احسان مند ہوں۔ اگر اس نے مجھے بھی آپ کے ساتھ نشانہ بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں اس خوش فہمی کے سہارے اس کے لئے کام کرتا رہتا کہ ممکن ہے وہ میرے لئے انتہائی فیصلہ نہ کرے۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے مقصد میں کامیابی

حاصل کرنے کے بعد آپ کا سلوک میرے ساتھ کیا ہو گا؟"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں ڈیوڈ! خواہ تم مجبوراً ہی مجھ سے تعاون کر رہے ہو لیکن تم نے میرا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ جیسے ہی میدان صاف ہو گا تمہیں ہر طرح کی آزادی دے دی جائے گی لیکن ریڈال کے انجام تک تمہیں کچھ معمولی قسم کی پابندیاں برداشت کرنا پڑیں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب" ڈیوڈ نے سر ہلا کے کہا اور میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں غور کرنے لگا۔ وقت کم تھا اور بہت سے کام کرنا تھے۔ ریڈال بہت تیز رفتاری سے عمل کرتا تھا اور اس بار میں تیز رفتاری کے معاملے میں اسے پیچھے چھوڑنے کے درپے تھا۔ پہلی بار اس نے اس وقت مجھے حیران کر دیا تھا جب ہم عراق سے کوئے ٹل پہنچے تھے۔ اس نے راتوں رات ہمارے خلاف نہ صرف منصوبہ بنایا بلکہ اس پر عمل بھی کر گزرا۔ دوسرا موقع آج آیا تھا جب جزیرے کی تباہی اور کوئے ٹل میں اپنے تمام لوگوں کی گرفتاری کے بعد چند گھنٹوں کے اندر اندر اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرا دیا۔ اس معاملے میں بھی اس کا معترف تھا لیکن اب میری باری تھی۔

O☆O

اسی روز شام کو میں جنرل ٹیرس کے ساتھ ایک فوجی بیرک میں موجود تھا۔ بیرک کے اس کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ دو افراد اور تھے۔ ان میں سے ایک تو فوج کا سینئر جنرل تھا اور دوسرا شخص ایک سیاست داں تھا۔ یہ اسی ڈھائی سو افراد میں سے ایک تھا جنہیں آج صبح گرفتار کیا گیا تھا۔

"مجھے کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟" اس سیاست داں نے کہا جو حزب اختلاف کا سرگرم لیڈر تھا اور اس کا نام بلیک اسمتھ تھا۔

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ اس کی عمر بتیس برس کے لگ بھگ تھی اور اس کی آنکھوں میں ذہانت کی بھرپور چمک موجود تھی۔

"کسی شخص کو کیوں گرفتار کیا جاتا ہے مسٹر بلیک اسمتھ؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟" وہ جواب دینے کے بجائے مجھ پر الٹ پڑا۔

"اس کمرے میں نظر آنے والا شخص یا تو حکومت کا کوئی اعلیٰ عہدیدار ہو سکتا ہے یا پھر کوئی مجرم؟" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا "کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں جانتے مسٹر بلیک اسمتھ؟"

"میں تم سے واقف نہیں ہوں" اس نے اکڑ کر کہا "حکومت کے تمام اہم عہدے داروں سے میرے [illegible] ہیں اور میں ان سب سے واقف ہوں۔"

"تم نے دیکھا کہ بعض اوقات رواداری کے نتائج خراب نکلتے ہیں" میں نے جنرل ٹیرس سے مخاطب ہو کر کہا "میں نے شاید پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ مروت اور رواداری کا سلوک صرف ان لوگوں کے ساتھ کیا کرو جو دوسری طرف اچھا سلوک برداشت کرنے کا متحمل ہو سکتا ہو۔ دیکھو یہ ہے تمہاری بے جا درگزر کا شاہکار؟"

"تم جو کوئی بھی ہو مجھ سے تمیز سے بات کرو" بلیک اسمتھ نے سرد لہجے میں کہا "میں معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں۔ عوامی نمائندہ ہوں اور اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں مجھے قائد حزب اختلاف منتخب کیا جانے والا ہے۔"

میں محسوس کر رہا تھا کہ جنرل ٹیرس خاصا نروس ہے۔ اس کا خیال اب بھی یہی تھا کہ بلیک اسمتھ کا نام اس فہرست میں یا تو غلطی سے شامل ہو گیا تھا یا پھر یہ کسی قسم کی انتقامی کارروائی تھی۔

"اگر تمہیں قائد ایوان بھی منتخب کر لیا جائے مسٹر بلیک اسمتھ! تب بھی میری صحت پر فرق نہیں پڑے گا۔ میں جنرل ٹیرس نہیں ہوں۔ اگر تم نے اب مجھے کوئی دھمکی دینے کی حماقت کی تو میں تم پر ہاتھ بھی اٹھانے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

بلیک اسمتھ نے ہونٹ بھینچ لئے اور جنرل ٹیرس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ کمرے میں موجود دوسرے جنرل کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا دشوار تھا۔

"پہلے تفتیش مکمل ہو جائے پھر اس کے بعد ہی کوئی تو اقدام۔۔۔" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جہاں بات ملکی استحکام کی ہو وہاں صرف یہ معلوم ہو جانا ہی کافی ہے کہ یہ شخص مجرم ہے۔ جرم ثابت ہونے کا رسک نہیں لیا جا سکتا" میں نے کہا۔

میری بات سن کر جنرل نے نہایت شدومد سے اثبات میں سر ہلایا "ملکی سالمیت اور استحکام ان تکلفات سے بالا ہوتا ہے" اس نے کہا۔

"تم نے حکومت کے افسروں کو بڑی بڑی رقومات دے کر انہیں بدعنوانیوں میں ملوث کیا ہے مسٹر بلیک اسمتھ! ملک میں کرپشن پھیلانے کے ذمے دار ہو" میں نے کہا۔

"یہ محض الزامات ہیں" بلیک اسمتھ غرایا "میرے خلاف [illegible] بھی کیا جا سکتا ہے"

"تم نے بڑی بڑی رقومات کے عوض اراکین اسمبلی کو [illegible] یہی تم اتنے وثوق سے دعویٰ کر رہے ہو کہ آئندہ اجلاس کے دوران تمہیں قائد حزب اختلاف منتخب کیا جانے والا ہے۔"

"یہ میرے خلاف حکومت کی سازش ہے" بلیک اسمتھ نے خراب لہجے میں کہا "حکومت مجھ سے خطرہ محسوس کر رہی تھی اسی لئے مجھے یوں پراسرار طریقے سے گرفتار کیا گیا اور اب مجھ پر بے بنیاد الزامات لگائے جا رہے ہیں۔"

"تم ایسا کرو ایک پریس کانفرنس طلب کرو اور اس میں جنرل کے خلاف کر دو" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

"یہاں سے جانے کے بعد میں پہلا کام یہی کروں گا" بلیک اسمتھ نے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا "جنرل ٹیرس کو یہ ایک الزام لے ڈوبے گا کہ اس نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے ملک کے انتظامی امور میں فوج کو ملوث کیا ہے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو" میں نے تشویش سے کہا "لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر تم نے ایسی کوئی حماقت کی تو تمہارے خلاف جو ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں انہیں بھی منظر عام پر لایا جائے گا۔"

"یہ سراسر بکواس ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اگر کیا ہوتا تو تمہاری اس دھونس میں ضرور آ جاتا۔"

"تم پر غیر ملکی امداد لینے کا بھی الزام ہے بلیک اسمتھ! تم دشمن ایجنٹوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہو۔"

"مجھ پر یہ تمام الزامات تمہاری موجودگی میں عائد کئے جا رہے ہیں جنرل ٹیرس اور تم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو۔"

"میں تمہیں صرف ایک موقع دے رہا ہوں کہ خود ہی اپنی زبان کھول دو اور آئندہ کے لئے تائب ہو جاؤ تو تمہارے ساتھ نرم سلوک کیا جا سکتا ہے۔"

"تم نہایت احمق آدمی ہو" بلیک اسمتھ نے تمسخرانہ انداز میں کہا "معلوم نہیں تمہارا تعلق کون سے خفیہ ادارے سے ہے لیکن تم سے زیادہ ذہین تو ایک معمولی پولیس آفیسر ہوتا ہے جو ایسی احمقانہ باتیں تو نہیں کرتا۔"

"کیا میں تمہیں ان پولیس افسران کے نام گنواؤں جو تم سے زیادہ تمہارے وفادار ہیں؟"

"اس سے زیادہ نام میں تمہیں گنوا سکتا ہوں جو مجھ سے وفادار رہیں۔"

"تم تو بہت دلچسپ آدمی ثابت ہو رہے ہو مسٹر بلیک اسمتھ" میں نے ہنس کر کہا "کیا تم بتا سکتے ہو کہ پچھلے الیکشن میں تم نے کتنی رقم خرچ کی تھی؟"

"میں انتخابات کے دوران ہونے والے اخراجات کے گوشوارے داخل کرا چکا ہوں" بلیک اسمتھ نے کہا۔

"وہ گوشوارے غلط ہیں۔ تم نے جو رقم ظاہر کی ہے اس سے کہیں زیادہ رقم خرچ کی تھی اور اتنی خطیر رقم خرچ کرنے کا نتیجہ محض چند سیٹوں کے حصول کی شکل میں ظاہر ہوا۔"

"اگر تم مجھے اب بھی باعزت رہا کر دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ اس بے وقوف شخص کے بہکاوے میں آ کر تم نے مجھے گرفتار کر لیا ہے۔"

"بالفرض ان گوشواروں کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی رقم تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ یا تو تم کوئی انتہائی احمق آدمی ہو یا پھر۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے تم نے پارٹی ٹکٹ فروخت کر کے الیکشن کے اخراجات پورے کئے تھے لیکن جن لوگوں کو تم نے ٹکٹ دیئے ان میں سے کتنے ایسے تھے جو اتنی خطیر رقم ادا کر سکنے کے قابل تھے جو تم نے ایک ٹکٹ کے عوض مقرر کی تھی؟"

جنرل ٹیرس کے چہرے پر پہلی بار دلچسپی کی چمک نمودار ہوئی۔

"اس بات سے میرے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ان لوگوں نے غلط ذرائع سے رقم حاصل کی تھی تو ان کے خلاف تفتیش ہونا چاہئے۔"

"ہو رہی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "ان لوگوں میں سے کم از کم پندرہ افراد اعتراف کر چکے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو تم نے بڑی بڑی رقمیں دی تھیں اور ظاہر یہ کیا تھا کہ تم نے ٹکٹ فروخت کئے ہیں۔"

"حکومت نے دھونس دھڑلے سے کام لے کر میرے خلاف بیانات ریکارڈ کر لئے ہوں گے۔ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔"

"عدالت میں ہوتا ہے مسٹر بلیک اسمتھ! میں نے تمہیں ایک موقع دیا ہے جو اب بھی برقرار ہے ورنہ تمہیں عدالتی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اچھی طرح غور کر لو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا "یہ ایک معمولی سی لاقانونیت کا معاملہ ہے جنرل! اگر میں اعتراف کرلوں تو کیا مجھے چھوڑ دیا جائے گا۔"

جنرل نے میری طرف دیکھا اور میں نے کہا "مجھ سے بات کرو۔ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ اگر تم ہمیں تمام حقائق سے آگاہ کردو تو تمہارے خلاف کچھ نہیں کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری زبان پر بھروسا کئے لیتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے اپنے پیسے سے الیکشن لڑا تھا۔ پارٹی کے کسی امیدوار نے چندہ نہیں دیا تھا لیکن میں مجبور تھا۔ وہ ایسی رقم تھی جس پر ٹیکس ادا نہیں کیا گیا تھا اس لئے میں اسے ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ مجبوراً میں نے یہ طریقہ اختیار کیا لیکن یہ تو بہت سے دوسرے لوگ بھی کررہے ہیں۔۔۔۔"

"اپنے ذرائع آمدنی سے آگاہ کرو" میں نے سرد لہجے میں کہا "تمہارا اپنا کاروبار تو بہت محدود ہے۔"

"میرا کاروبار بہت محدود ہے مگر اتنا محدود بھی نہیں ہے" بلیک اسمتھ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تاہم یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ۔۔۔۔"

"میں نے مختلف ناموں سے کچھ اور لوگوں کے ساتھ مختلف کاروباروں میں شراکت کررکھی ہے جس سے ہونے والی آمدنی بھی ظاہر نہیں ہوئی" میں نے طنزیہ لہجے میں اس کا جملہ پورا کردیا۔

"ہاں" اس نے حیرت سے کہا "لیکن یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوگئی؟"

"اگر کہو تو ان لوگوں کے نام بھی گنوا دوں جن کے نام تم مجھے بتاؤ گے۔ بلکہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں" میں نے اسے کئی نام گنوا دیئے۔

بلیک اسمتھ نے سر جھکا لیا "ٹھیک ہے جنرل! میں اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور ٹیکس کی مد میں حکومت کا ہونے والا نقصان بھی پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"ابھی میرا دیا ہوا موقع باقی ہے" میں نے سخت لہجے میں کہا "تم چاہو تو اپنی زبان سے حقائق بیان کرکے اب بھی سزا سے بچ سکتے ہو۔"

"میں تمہیں تمام حقائق سے آگاہ کرچکا ہوں جنرل!" اس نے جنرل ٹیرس سے کہا "اب تو کچھ بھی باقی نہیں بچا۔" اس نے مایوسانہ انداز میں سر ہلایا۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ معلومات جو انتہائی خفیہ تھیں مجھے کس طرح حاصل ہوئیں؟" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں ___ حکومت جب اپنے وسائل استعمال کرنے پر اترتی ہے تو اس سے بھی زیادہ خفیہ [illegible] حاصل کرلیتی ہے۔"

"تم نے موقع ضائع کردیا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب مجھ سے سنو۔۔۔ تم صیہونی تنظیم [illegible] آلہ کار ہو۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟" بلیک اسمتھ اچھل پڑا "میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھ پر اتنا رکیک الزام بھی کیا جاسکتا ہے۔"

"تمہارے لئے سزائے موت تجویز کی جاچکی ہے بلیک اسمتھ! [illegible] سے انگلوڈ کا تعلق قائم کیا جاچکا ہے۔ ریان نے بعض ایسی دستاویزات ہمارے حوالے کی ہیں جو تمہیں پھانسی کے پھندے تک لے جانے کے لئے کافی ہیں۔"

ڈیوڈ ریان کے حوالے پر بلیک اسمتھ ساکت وصامت رہ گیا۔ ڈیوڈ کے ہی توسط سے اسے رقومات ملتی رہتی تھیں۔ ایک ایسا ناکام سیاست داں تھا جو ملکی سیاست میں بھی نمایاں مقام حاصل نہیں کرسکتا تھا لیکن پھر ریڈفل کی نظر انتخاب اس پر پڑی اور ڈیوڈ ریان کے ذریعے مذاکرات شروع ہوئے۔ چوں کہ ریڈفل بنیادی طور پر بلیک میلر تھا اس لئے ڈیوڈ کو ہدایت تھی کہ مذاکرات کا ہر لفظ ٹیپ ہونا چاہئے۔ ڈیوڈ نے ان کیسٹوں کی نشان دہی کردی تھی جن میں اسمتھ کو موجودہ حکومت کے خلاف لائحہ عمل دیا گیا تھا اور اس نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔

"شاید تمہارے علم میں نہ ہو کہ ڈیوڈ نے تم سے جو مذاکرات کئے ہیں ان کا ایک ایک لفظ ٹیپ کیا جاچکا ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔"

بلیک اسمتھ کے علاوہ جنرل ٹیرس نے بھی چونک کر میری طرف دیکھا۔

"اگر یہی بات تھی تو تمہیں اتنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت تھی؟" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"تم نے سنا نہیں میں اسے موقع دے رہا تھا لیکن اس نے وہ موقع ضائع کردیا۔"

بلیک اسمتھ سنبھل چکا تھا "تمہیں کہیں سے تو بہت معلومات حاصل ہوگئی ہیں جن کی بنیاد پر تم مجھ سے اعترافات کرانا چاہ رہے ہو" اس نے قہقہہ لگا کر کہا اچانک ہی ہشاش بشاش نظر آنے لگا تھا۔

"گویا یہ بات غلط ہے کہ ڈیوڈ ریان کے توسط سے تم نے رقومات حاصل کی ہیں؟" میں نے [illegible] ہوئے کہا۔

"اگر کسی نے تم سے ایسی کوئی بات کہی ہے تو بھی یہ جھوٹ ہے" اس نے اطمینان سے جواب دیا "میں کبھی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"ان کیسٹوں کا کیا کرو گے جو ڈیوڈ نے ہمارے حوالے کی ہیں؟" میں نے کہا۔

"ایسا کوئی کیسٹ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ہوتا تو تم مجھ سے بات بھی نہ کرتے" بلیک اسمتھ عیاری سے مسکرایا "میں بے وقوف نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔"

"تم اس سے بھی بڑے بے وقوف بلکہ گھامڑ ہو" میں نے تلخ لہجے میں کہا "میں نے تمہیں محض اس لئے موقع دیا تھا کہ تمہاری خدمات ملک و قوم کے لئے استعمال ہوں مگر تم نہیں سمجھے۔ اب جو کچھ بھی ہوگا عدالت میں ہوگا۔ سو وہاں لوگے؟"

"عدالت کا دروازہ ضرور کھٹکھٹاؤ۔ میں کہہ دوں گا کہ یہ ثبوت جعلی ہیں۔"

"تم بھول رہے ہو اسمتھ! میں تمہیں اس کیسٹ کا حوالہ دے رہا ہوں۔۔۔۔"

"میں اسے بھی جعلی قرار دے دوں گا" اسمتھ نے بڑے یقین سے کہا۔

"ایک اصل چیز کو جعلی قرار دیتے ہوئے تمہارا ضمیر تمہیں ذرا بھی ملامت نہیں کرے گا؟"

"ضمیر وغیرہ سب بے کار کی چیزیں ہیں۔۔۔ کیا تمہارا خیال ہے میں ان کے اصل ہونے کا اعتراف کرکے اپنی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈال لوں؟"

"آخر کار تم پھنس گئے۔ تم نے بالواسطہ اعتراف کرہی لیا کہ تم ان تمام جرائم میں ملوث ہو جو میں نے تم پر عائد کئے ہیں۔"

"میرے اعتراف سے تم فائدہ نہیں اٹھا سکتے" اسمتھ نے فاتحانہ انداز میں کہا "عدالت ٹھوس ثبوت مانگتی ہے جو تمہارے پاس نہیں ہیں۔"

"شکریہ مسٹر اسمتھ" میں نے جیب سے ایک ٹیپ ریکارڈر نکالتے ہوئے کہا "تم نے یہ ریکارڈنگ کرانے میں جو تعاون کیا۔ میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں۔"

اسمتھ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر اس نے اچانک ہی ٹیپ ریکارڈر پر جھپٹا مارا اور ٹیپ ریکارڈر زمین پر گر کر ٹوٹ گیا پھر جتنی دیر میں اس کے خلاف کوئی کچھ کرتا وہ کیسٹ بھی توڑ چکا تھا۔

"میں جیت گیا، تم ہار گئے" اس نے جنونی انداز میں کہا "اب تم عدالت میں کچھ بھی ثابت نہیں کرسکو گے۔ میں نے ٹیپ ضائع کردیا ہے۔"

جنرل ٹیرس اپنی سیٹ سے کھڑا ہوگیا "اسمتھ" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم غدار بھی ہوسکتے ہو۔"

"غدار میں نہیں تم ہو جنرل جو اقتدار سے چمٹے ہوئے ہو۔ جب کہ اس پر سب کا حق ہے۔"

"مجھے عوام نے منتخب کیا ہے اور جب تک چاہیں گے میں ان کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"عوام کی بات مت کرو جنرل! وہ تو بے وقوف ہوتے ہیں اور تم نہایت کامیابی سے انہیں مسلسل بے وقوف بنائے چلے جارہے ہو۔"

"تمہارا نظریہ یہ ہے تو تم بھی انہیں بے وقوف بنا لیتے۔ تمہیں کس نے روکا تھا مگر وطن دشمنوں کے ساتھ مل کر ملک کے خلاف سازش تو نہ کرتے۔"

"وہ وطن دشمن اس لئے ہیں کہ میرے دوست ہیں۔ اگر وہ تمہارے دوست ہوتے تو تم بھی انہیں وطن دشمن نہ کہتے۔"

"تمہارے خیالات افسوس ناک ہیں اسمتھ" جنرل ٹیرس نے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "مجھے تم پر بھی حیرت ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنی بے پروائی کا ثبوت بھی دے سکتے ہو۔ اس نے کتنی آسانی سے تم سے ٹیپ ریکارڈر چھین لیا۔"

اسمتھ نے ایک قہقہہ لگایا "میں کوئی جاگیردار یا سرمایہ دار نہیں ہوں جنرل! بنیادی طور پر میں ایک اسپورٹس مین ہوں۔ میری پھرتی کا راز بھی یہی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی "پہلے اس نے کھل کر اعتراف نہیں کیا تھا جنرل اور مجھے پہلے ہی اس بات کا خدشہ تھا اس لئے میں نے دو ٹیپ ریکارڈر رکھے تھے۔ وہ ڈمی ٹیپ ریکارڈر تھا جو اس نے توڑا ہے۔ اصلی ٹیپ ریکارڈر تو میری جیب میں محفوظ ہے جو اس کے خلاف عدالت میں کام آئے گا" میں نے جیب سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر اس کی نمائش کی۔ اسمتھ نے بے یقینی سے ٹیپ ریکارڈر کو دیکھا پھر پہلے کی طرح اس نے دوبارہ جھپٹا مارنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا اور وہ اچھل کر پہلو کی دیوار سے اس بری طرح ٹکرایا کہ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔

"نہیں تم سے بڑا اسپورٹس مین ہوں استھ" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "اور چھوٹے اسپورٹس مین کو بڑے اسپورٹس مین کے زیر سایہ رہنا چاہئے" استھ نے گردن ڈال دی تھی۔

○☆○

"استھ پر تشدد کر کے بھی سب کچھ اگلوایا جا سکتا تھا" میری محل کی طرف واپس جاتے ہوئے جنرل لیری کہہ رہا تھا "یہ ڈراما کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس ڈرامے کے بغیر ہم اس سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکتے تھے جنرل" میں نے سنجیدگی سے کہا "تشدد کا راستہ اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کوئی اور متبادل نہ ہو۔"

"لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کی اور ڈیوڈ ریان کی گفتگو ریکارڈ کی گئی تھی... تم نے بلف کیا تھا؟"

"وہ کیسٹ میں تمہارے حوالے کروں گا جنرل جس میں ڈیوڈ اور استھ کی گفتگو ریکارڈ ہے۔ عدالت میں تمہیں اس کی ضرورت بہرحال پڑے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا" جنرل بڑبڑایا "تم آخر کتنی برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ ابھی تو اسے گرفتار ہوئے بارہ گھنٹے بھی نہیں ہوئے۔"

"یہ سب ڈیوڈ ریان کے تعاون کا نتیجہ ہے جنرل! اگر وہ تعاون کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تو ہمیں بہت محنت کرنا پڑتی۔"

"اسے اس حد تک تعاون پر آمادہ کرنا بھی تمہارا کارنامہ ہے علی!"

"اس کا کریڈٹ خود ریخل کو جاتا ہے۔ اس کا رویہ اپنے لوگوں کے ساتھ ہی درست نہیں ہے" میں نے جنرل میری کو ڈیوڈ کے تعاون کے پس منظر سے آگاہ کیا۔

"تمہاری مشکلات میں اضافہ ہو گیا ہے علی!" جنرل نے تشویش سے کہا "تم تن تنہا ایک پوری تنظیم سے کس طرح ٹکراؤ گے؟"

"میری کیا بساط ہے جنرل! حقیقت تو یہ ہے کہ میری حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہے کوئے تل جیسی جگہ پر ان کے ڈھائی سو ایجنٹ کام کر رہے تھے تو دیگر ممالک میں کیا عالم ہوگا۔"

"تم نے موشے ہاورڈ کو زیر کرنے کے لئے کوئی منصوبہ تو ترتیب دے ہی لیا ہوگا؟" جنرل نے پوچھا۔

"اسے تلاش کرنا سب سے بڑا مسئلہ تھا جو ڈیوڈ ریان کے تعاون کی وجہ سے حل ہو گیا ہے۔ اب صرف یہ مرحلہ رہ گیا ہے کہ جلد از جلد ڈیوڈ سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں۔ اسے کل دوپہر تک رپورٹ پیش کر... گیا تھا۔"

"لیکن وہ تو ایک بوگس بات تھی۔ ریخل اس رپورٹ کا انتظار کب کرے گا؟"

"تمہیں کیا معلوم جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا "... ہے وہ انتہائی بے چینی سے اس رپورٹ کا انتظار کر رہا ہو..." جنرل نے حیرت سے مجھے دیکھا پھر بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔

○☆○

"موشے ہاورڈ سے رابطے کے لئے ہم لوگ ایک مخصوص قسم کا ٹرانس میٹر استعمال کرتے ہیں" ڈیوڈ بتا رہا تھا "ویسا ہی ٹرانس میٹر جیسا تم نے ہوٹل میں رکھا تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس سے رابطہ نہیں ہو پاتا۔ ایسی صورت میں ٹرانسمٹ کیا جانے والا پیغام ایک کمپیوٹر پر ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ یہ کمپیوٹر ریخل کا ... ہے جو صوتی اثرات کو حرفی صورت میں ریکارڈ کر لیتا ہے۔"

"عام حالات میں کوئی پیغام دینے کے لئے تم لوگ ... انداز اختیار کرتے ہو یا..."

"نہیں ہمارے کوڈ ہیں۔ عام حالات میں ہم کوڈ ... زبان استعمال کرتے ہیں۔ خاص حالات میں البتہ ہم کوڈ استعمال نہیں کرتے۔"

"اور خاص حالات کیا ہو سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہی سوچ... جب ہوٹل میں میرے پاس موجود تھے تمہارے سامنے میں کوڈ استعمال نہیں کر سکتا تھا۔"

"تمہیں یاد ہے کل دوپہر تک تمہیں میرے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کرنی ہے۔"

"ریخل نے مجھ سے یہی کہا تھا علی مگر اس کا ... نہیں تھا۔ تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی قتل کرانے کی کوشش کر کے اس نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ہم دونوں کی موت کا خواہاں ہے۔ اسے کسی رپورٹ وغیرہ سے دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"اس کے باوجود کل دوپہر اسے رپورٹ ضرور پیش کی جائے گی" میں نے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے رپورٹ دینے کے لئے مجھے ... سول لائنز والی کوٹھی میں جانا پڑے گا۔ اس لئے کہ ٹرانس... وہیں ہے؟"

"کیا ضروری ہے کہ وہی ٹرانس میٹر استعمال کی..."

جائے۔ پیغام کسی اور ٹرانس میٹر سے بھی نشر کیا جا سکتا ہے" تہذیب نے کہا جو بڑے غور سے ہم دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ بڈ اس وقت موجود نہیں تھا۔

"رینڈل کو نشر کیا جانے والا پیغام بہرحال ایک کمپیوٹر سے ہو کر گزرتا ہے جو یہ نشاندہی کر دیتا ہے کہ پیغام مخصوص ساخت کے ٹرانس میٹر سے نشر کیا جا رہا ہے یا نہیں۔"

"اوہ" میرے ہونٹ دائرے کی صورت میں سکڑ گئے "کچھ بھی سہی مگر رپورٹ اسے ضرور دی جائے گی" میں نے کہا اور ڈیوڈ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"آپ نے تو مجھے تحفظ فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا مسٹر علی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہاں جا کر مجھے کس قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا؟"

"مجھے معلوم ہے ڈیوڈ کہ وہاں سے پیغام نشر ہونے کے باوجود تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ بس اس کے لئے تمہیں وہ کوڈ مجھے فراہم کرنا پڑے گا جو تمہارے لئے مخصوص ہے۔"

"کیا تم خود میری طرف سے پیغام نشر کرو گے؟" ڈیوڈ ریان نے حیرت سے کہا۔

"یہ سب کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے ڈیوڈ! ورنہ رینڈل جیسے شاطروں کا مقابلہ کیسے ممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے علی! کوڈ فراہم کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کل دوپہر تک تم اسے ازبر کیسے کرو گے؟"

"کیا وہ کوڈ اتنا ہی مشکل ہے؟" میں نے کہا "اور کیا تم خود کوڈ لینگویج میں اتنی ہی روانی سے گفتگو کر سکتے ہو جس طرح اس وقت کر رہے ہو؟"

"نہیں" ڈیوڈ نے نفی میں سر ہلایا "لیکن مجھے اس پر خاصا عبور ہے۔ اس کے علاوہ عام طور پر ہم مختصر پیغامات بھیجتے ہیں اس لئے زیادہ وقت نہیں ہوتی۔"

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے؟" میں نے کہا "تم کوڈ لکھ دو۔ میں اس کی پریکٹس کرنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے کامیابی ہو ہی جائے۔"

ڈیوڈ ریان نے کاغذ قلم سنبھال لیا اور میں بڈ کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس وقت کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میں انسان ہوں چیف!" اس نے آتے ہی غصیلے لہجے میں کہا "لیکن تم نے مجھے کوئی بھوت سمجھ رکھا ہے۔"

"کیا بات ہو گئی بڈ؟" میں نے ہنس کر کہا "بہت ناراض لگ رہے ہو۔"

"دو آدمیوں کی نگرانی کے لئے دو انسان ہونے چاہئیں۔ ایک اگر ہوٹل سے باہر چل دے تو میں کس کی نگرانی کروں؟"

"ظاہر ہے اس موقع پر تم اس فرد کی نگرانی کرو گے جو ہوٹل سے باہر جا رہا ہے" میرے بجائے تہذیب نے کہا۔

"بڈ نے بھی کیا چیف" بڈ نے فخریہ انداز میں کہا "اس کے باوجود تم لوگ مجھے بے وقوف کہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں بڈ! تم تو بہت عقلمند ہو۔ ہاں تو پھر کیا ہوا؟" میں نے کہا۔

"اس وقت تمہارا مطلب ہے ماما اس لیے بڈ کو گھیر رہے ہو" بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "مطلب نکل جائے گا تو پھر آنکھیں پھیر لو گے۔"

"اب نہیں پھیروں گا" میں نے بڈ کو پچکارا اور تہذیب ہنسنے لگی۔ "تم رپورٹ تو پیش کرو۔"

"رپورٹ کیا خاک پیش کروں چیف! وہ دونوں کہیں گئے ہی نہیں" بڈ نے بڑی معصومیت سے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"تم فضول باتیں بہت کرتے ہو اگر وہ دونوں کہیں نہیں گئے تو تم یہ بات سیدھی طرح نہیں بتا سکتے تھے؟"

"نگرانی کرانے کے لیے جنرل ٹیرس کے آدمی کیا کم تھے" بڈ بڑبڑایا "وہ کم از کم اس حماقت کا ارتکاب تو نہ کرتے جو مجھ سے سرزد ہو گئی۔"

"میرے پاس وقت کم ہے بڈ" میں نے سنجیدگی سے کہا اور بڈ اچانک ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"سوری چیف! دراصل مجھے پہلے ہی خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کی فون پر ہونے والی گفتگو سے باخبر رہنا چاہئے اس لیے میں نے آپریٹر کو رشوت دے کر اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ ان لوگوں کی فون پر ہونے والی گفتگو سے مجھے مطلع کرے۔ معمولی سے کام کی بھاری رشوت مل رہی تھی کون کم بخت انکار کر سکتا ہے اور خصوصاً اس صورت میں کہ آپریٹر ایک حسین سیاہ فام لڑکی ہو۔"

"مختصر گفتگو کرو بڈ" میں نے جھنجلا کر کہا اور بڈ سنبھل گیا۔

"تمہیں شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ انہوں نے پچھلی رات دو کالیں کی ہیں جن میں سے ایک وہ پہلے بھی کر چکے تھے۔ آپریٹر نے آسانی سے وہ گفتگو نہ صرف سن لی بلکہ اسے یاد بھی تھی اس لئے کہ گفتگو صرف ایک جملے کی تھی اور وہ جملہ بھی بڑا عجیب تھا۔ "خرگوشوں کا جوڑا ..." سے دوسری کال انہوں نے اسی وقت کی جب شام

ات ان کے کمرے میں پہنچائے گئے۔ یہ کال بھی شی ایرے میں کسی مادام کلارا کو کی گئی تھی اور اس بار بھی گفتگو ایک جملے تک محدود تھی اور وہ جملہ "خرگوشوں کا جوڑا بچھڑ گیا ہے" اس جملے کے جواب میں دوسری طرف سے بھی ایک ہی جملہ کہا گیا کہ "انہیں تلاش کرو۔"

"تم نے بڑی کارآمد معلومات فراہم کی ہیں بڈ" میں نے ... انداز میں کہا "اس کے علاوہ اور کوئی بات؟"

"کرائے کی کار انہوں نے تبدیل کر دی ہے اور یہ کام ہوٹل کے اسٹاف کے توسط سے ہوا ہے۔ اب ان کے پاس ... رنگ کی کار ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کیپٹن جنس کے متعلق بھی معلوم کیا اور محکمے سے انہیں جواب ملا کہ وہ دونوں کی چھٹی پر ہے تو لسن نے اس کا پتا کر کے تصدیق ... جس کی تصدیق کر دی گئی۔"

ڈیوڈ ریان سر جھکائے کام میں مصروف تھا "تم نے سنا" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اسے بتایا کہ بڈ نے کیا اطلاعات فراہم کی ہیں۔

"انہیں شام کے اخبارات کے ذریعے علم ہوا ہوگا کہ وہ دونوں بچ گئے ہیں" ڈیوڈ نے کہا "اس سے قبل انہوں نے کیپٹن جنس ڈیلے کی فراہم کردہ اطلاعات کو درست سمجھ کر مادام کلارا کو مطلع کر دیا ہوگا کہ ان کا مشن کامیاب رہا۔ اس اطلاع کے ذریعے کے لیے خرگوشوں والا کوڈ مقرر کیا ہوگا تاکہ فون پر محفوظ طریقے سے گفتگو ہو سکے۔"

"اور اس لئے انہیں جنس ڈیلے کی تلاش ہے کہ اس نے انہیں غلط اطلاع کیوں فراہم کی" میں نے کہا "لیکن یہ مادام کلارا کا ہے۔ وہ کون ہے اور کیا ہے؟"

"مادام کلارا کا شمار ان ہور کرز میں ہوتا ہے جو رینڈل کے زیر نظر ہیں۔ کہنے کو تو وہ عورت ہے مگر کارکردگی میں بہت ... کرامات کرتی ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے شی گورائے انچارج ہے۔"

"کیا تم اس کے ایڈریس سے واقف ہو؟"

"نہیں، میرے لئے تو وہ فون نمبر بھی نیا ہے جو مسٹر بڈ نے ہے" ڈیوڈ نے کہا "لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس سے خط و کتابت کرنے کا ارادہ ہے" میں نے کہا اور ڈیوڈ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اگر کبھی کوئی دستاویز وغیرہ بھیجنی ہو تو اس کے لیے پوسٹ بکس نمبر مخصوص ہے۔"

میں نے مادام کلارا کا پوسٹ بکس نمبر نوٹ کیا۔ یہ مادام کلارا کے لئے مخصوص نہیں تھا بلکہ شی گورائے میں ایگلز کے انچارج کا مخصوص نمبر تھا اور چونکہ شی گورائے میں یہودی نواز حکومت تھی اس لئے ایگلز کے ایجنٹوں کو وہاں خاصی مراعات حاصل تھیں۔ انہی میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ان کی ڈاک بھی سنسر نہیں کی جاتی تھی نیز یہ کہ جب بھی کوئی ڈاک آتی تھی انہیں فوراً مطلع کر دیا جاتا تھا۔

"تم نے اس بار تنہا سرگرم عمل رہنے کا تہیہ کر لیا ہے کیا؟" اچانک تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"نہیں تو" میں نے کہا "میں نے بڈ سے بھی تو مدد لی ہے اور پھر جنرل ٹیرس بھی تو بھرپور طریقے سے میری مدد کر رہا ہے۔"

"علی گروپ کے تمام ممبر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ انہیں ہماری آمد کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ ہم سے ملنے کے لئے بڑی بے تابی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

"تم دیکھ رہی ہو، سر کھجانے کی فرصت نہیں مل رہی ہے۔ رینڈل ہے کہ وار پر وار کیے چلا جا رہا ہے اگر یہی عالم رہا تو وہ چھا جائے گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" تہذیب نے حیرت سے کہا "تمہاری وجہ سے ایگلز کو محض چند گھنٹوں کے اندر جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی برسوں نہیں ہو سکے گی۔ کیا اب بھی تمہاری تسلی نہیں ہوئی؟"

"نہیں تہذیب! میں اسے نقصان پہنچانے کا سبب ضرور بنا ہوں مگر جب تک اسے خود میرے ہاتھوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بات نہیں بنے گی۔"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں علی! مگر سوال یہ ہے کہ تم نے مجھے کیوں عضو معطل بنا رکھا ہے؟"

"آج صبح ہی تو تم رینڈل کی قید سے آزاد ہوئی ہو اور آج ہی یہ شکوہ کر رہی ہو۔ ایک آدھ روز آرام کر لو پھر دیکھا جائے گا۔"

"کل کی پوری رات تم نے جاگ کر گزاری۔ آج دن بھر ایک لمحے کے لئے پلک نہیں جھپکائی اور معلوم نہیں ابھی کب تک تمہیں سونا نصیب نہیں ہوگا۔ جب تم خود اتنی بے آرامی سے رہے ہو تو میرا کیا قصور ہے۔"

"کوئی قصور نہیں ہے پایا" میں نے ہنس کر کہا "تمہارے کرنے کا کوئی کام ہو یا نہ ہو تمہیں مصروف ضرور رکھوں؟"

"کون سا ایسا کام ہے جو میں نہیں کر سکتی؟" تہذیب نے برا مان کر کہا "جب تم نے بڑے بڑے کام لے لیا تو کیا مجھے تمہارا ہاتھ بٹانے کا حق نہیں ہے۔"

"تو تم یوں کرو کہ علی گروپ کے ارکان کو ہینڈل کرلو" میں نے کہا "کسی کو شی کو وارنے بھیج کر اڈام گلارا کے بارے میں معلومات حاصل کراؤ۔"

"جب یہاں میرے لئے کوئی کام ہی نہیں ہے تو میں خود ہی کیوں نہ چلی جاؤں؟"

"ٹھیک ہے" میں نے اثبات میں سر ہلایا "تم خود چلی جاؤ یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ ہمیں انتہائی برق رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ تمہاری تجویز مجھے پسند آئی لیکن اس وقت ذرا کیتنا سے نمٹ لیں۔"

O☆O

کیتھی براؤن نے دروازے کے آہنی قفل میں چابی گھمائی اور تالا کھل گیا۔ قفل میں سے چابی نکال کر وہ خود پیچھے ہٹ گئی اور تہذیب آگے بڑھی۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا مگر اس مختصر سے کمرے کے اندر داخل نہیں ہوئی جس میں کیتنا کو قید کیا گیا تھا۔ یہ کمرہ تہہ خانے میں واقع تھا اور کیتنا کو میری سفارش پر اس کمرے میں جگہ دی گئی تھی۔

میں اور کیتھی براؤن پیچھے کھڑے تھے اور تہذیب آگے تھی۔ اس نے دروازہ پورا نہیں کھولا تھا۔ ہم وا دروازے سے کمرے کے اندر پڑا ہوا بیڈ نظر آ رہا تھا جو خالی تھا۔ دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی قد آدم چوبی الماری دکھائی دے رہی تھی جس کے پٹ بند تھے۔ الماری کے ساتھ ہی ایک کرسی رکھی ہوئی تھی جو اس کمرے کی واحد کرسی تھی۔ کمرے میں سب کچھ تھا مگر کیتنا نہیں تھی۔ ملحقہ باتھ روم کا دروازہ اگر بند ہوتا تو سوچا جا سکتا تھا کہ وہ باتھ روم میں چھپ گئی ہو گی لیکن ایسا نہیں تھا۔

کیتھی براؤن نے میری طرف دیکھا جب کہ میری تمام تر توجہ تہذیب پر اور تہذیب کی کمرے کی طرف تھی۔ آگے رہنا اس کی خواہش تھی جسے میں نے رد نہیں کیا تھا۔

تہذیب نے چند لمحے توقف کرنے کے بعد دروازہ تھوڑا سا اور وا کیا مگر اب بھی کیتنا نظر نہیں آئی۔ شاید وہ دروازے کے عقب میں تھی تاکہ اندر داخل ہونے والے پر بے خبری میں حملہ کر سکے۔ تہذیب نے دروازے پر ہولے سے دستک دی مگر اس کا بھی کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ کیتھی براؤن نے دوبارہ متفکرانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے اس کا شانہ ہولے سے تھپتھپا کر اسے پرسکون رہنے کا اشارہ کیا۔

دستک کا کوئی جواب نہ ملنے پر تہذیب جھپٹ کر کمرے کے اندر داخل ہو گئی تاکہ دروازے کے عقب سے کئے جانے والے حملے سے مؤثر طور پر نمٹ سکے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ برق رفتاری سے اندر داخل ہونے کے ساتھ ساتھ تہذیب نے اپنا رخ بدلا تھا اور کمرے کے اندر داخل ہونے کے بعد وہ بڑی پھرتی سے دروازے کی طرف مڑ گئی تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ دروازے کے عقب میں کوئی نہیں ہے پھر کیتنا کہاں گئی؟

تہذیب بہت تیزی سے گھومی اور اس کی نظروں نے اس ایک لمحے کے اندر اندر کمرے کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن اس بار بھی کیتنا اسے نظر نہیں آئی۔ میں اور کیتھی براؤن اپنی اپنی جگہ پر ٹھٹکے کھڑے رہے۔

تہذیب کا ذہن اس وقت یقیناً بڑی برق رفتاری سے کام کر رہا ہو گا۔ کمرے میں کیتنا کو موجود نہ پا کر اس کا خیال اب سب سے پہلے بیڈ کی طرف مبذول ہوا تھا اور اس نے بیڈ کے کنارے فرش سے لٹکتی ہوئی چادر ہٹا کر بیڈ کے نیچے جھانکا اور ٹھیک اسی وقت کیتھی براؤن نے بڑی مضبوطی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ وہ میری توجہ الماری کی طرف مبذول کرانا چاہتی تھی جس کا پٹ کھلا نظر آ رہا تھا اور اس میں سے برآمد ہوئی تھی۔ اس وقت تہذیب کی پشت کیتنا کی طرف تھی اور وہ بیڈ کے نیچے جھانکنے کے بعد اٹھ رہی تھی یہ منظر دیکھ کر ایک لمحے کو میں ذرا بھی مضطرب ہو گیا مگر میں نے جلد ہی اپنی کیفیت پر قابو پا لیا۔

تہذیب کو غالباً کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا تھا اس لئے اس نے اٹھتے اٹھتے پلٹنے کی کوشش کی تھی مگر اتنی دیر میں کیتنا اس پر حملہ کر چکی تھی۔ کیتنا نے تہذیب پر کرسی کا وار کیا تھا۔ وہ تہذیب کی گردن کو نشانہ بنانا چاہتی تھی لیکن اس کا نشانہ ذرا سا چوک گیا اور اس کا بھرپور ہاتھ تہذیب کے شانے پر پڑا۔ نشانہ چوکنے میں تہذیب کی پھرتی کا بھی دخل تھا۔ کیتنا کا نشانہ چوکنے کے باوجود شانے پر پڑنے والے ہاتھ نے تہذیب کو لڑکھڑا کر بیڈ پر گرنے پر مجبور کر دیا۔ کیتنا نے بڑی تیزی سے اس پر چھلانگ لگائی لیکن تہذیب نے بیڈ پر گرتے ہی لوٹ لگائی تھی ورنہ وہ کیتنا کی زد میں ہوتی۔

تہذیب اچھل کر بیڈ سے نیچے آ گئی۔ اگر وہ جانتی کہ کیتنا ... [illegible]

زراس نے کیتنا سے کھل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تہذیب کے دونوں ہاتھ آگے کی طرف پھیلے ہوئے تھے اور نگاہیں کیتنا پر مرکوز تھیں جو شاید ذہنی طور پر اس وقت تک تیار نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر تو بیٹھ گئی تھی لیکن مقابلے پر آمادہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"آؤ" تہذیب غرائی "سامنے سے آ کر مقابلہ کرو تو میں بھی دیکھوں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

کیتنا کے انداز میں کچھ جھجک نظر آئی لیکن پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر اس کے انداز سے لگتا نہیں تھا کہ وہ تہذیب سے مقابلہ کرے گی۔ اس کے ہر انداز سے شکست خوردگی ظاہر ہو رہی تھی۔

"نہیں" اچانک کیتنا نے کہا "میں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"لیکن چھپ کر حملہ کر سکتی ہو" تہذیب نے متنفرانہ لہجے میں کہا "یہودی قوم ہے ہی دھوکے باز۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر دھوکے سے حملہ کیا" کیتنا نے کہا اور جملہ ختم ہوتے ہوتے اچانک دوبارہ تہذیب پر جھپٹ پڑی۔ تہذیب کی پشت میری طرف تھی اس لئے میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا لیکن یہ اندازہ ہے کہ اس کی نگاہ کیتنا پر سے ہٹ گئی ہوگی اور کیتنا اسے غافل سمجھ کر اس پر جھپٹ پڑی ہوگی مگر تہذیب کے رد عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ کیتنا نے فاش غلطی کی تھی۔ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا۔ تہذیب غافل نہیں تھی۔ وہ بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئی۔ کیتنا اپنی جھونک میں آگے نکل گئی تو پشت سے تہذیب نے اس کی کمر پر ایک زوردار لات جماری۔ کیتنا نے سنبھلنے کی بہت کوشش کی مگر لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے باہر آ گری۔

میں ایک قدم آگے بڑھ کر جھکا اور کیتنا کو بالوں سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے اٹھایا۔ کیتنا پر شاید جنون کا دورہ پڑا تھا اس لئے کہ اس نے مجھ سے بھی لپٹ پڑنے کی کوشش کی مگر میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ کیتنا کا منہ گھوم گیا اور وہ اچھل کر دیوار سے کسی چوکھٹ سے ٹکرائی پھر زمین پر گر پڑی۔ میرے لگائے تھپڑ سے اس کی جنونی کیفیت ہوا ہو گئی تھی۔

"اٹھو کیتنا" میں نے سرد لہجے میں کہا "اور ایک بار پھر تہذیب کو دھوکا دے کر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرو۔"

کیتنا نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے ... میری پانچوں انگلیوں کے نشان بن

گئے تھے اور اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہہ کر اس کی ٹھوڑی کی طرف آ رہی تھی۔

"تم نے میرے اوپر ہاتھ اٹھایا ہے علی!" کیتنا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"ہاں علی نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ تو اس میں کیا خاص بات ہو گئی؟" تہذیب نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"مجھے غور سے دیکھو علی! میں تمہارا آئیڈیل ہوں" کیتنا نے کہا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے تہذیب کا جملہ سنا ہی نہ ہو "میں وہی چہرہ ہوں جو تمہیں چودھویں کے چاند میں نظر آیا کرتا تھا۔"

"یہ تو مصیبت ہو گئی" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "علی کو اب چاند میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں چاند کی طرف واپس روانہ کر دیا جائے۔"

کیتنا نے تہذیب کی طرف جن نظروں سے دیکھا اسے الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ اس ایک نگاہ میں غصہ بھی تھا اور بے بسی بھی۔ قہر بھی تھا اور رقابت بھی۔ حسد بھی تھا اور احساس محرومی بھی۔

"مجھے غور سے دیکھو کیتنا! میں وہ شخص ہوں جس نے تم لوگوں کو کلین بولڈ کیا ہے۔ تمہاری مایہ ناز مشینوں کو دھوکا دیا ہے اور تمہارے موشے بادرڈ کو احساس بھی ہو گیا ہے کہ میں نے اسے کیسی شکست سے دوچار کیا ہے۔ وہ تمہارا وقت تھا کیتنا جب مجھے ڈراما کرنا پڑا تھا۔ اب ہمارا وقت ہے۔ تم بھی کوئی ایسا ڈراما رچاؤ کہ ہم دھوکا کھا جائیں۔"

"تم سمجھ رہی تھیں کہ علی یار خان جیسا شخص تمہارے حسن کے دام میں گرفتار ہو گیا ہے" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کیتنا کہ علی نے شکست کھانا نہیں سیکھا۔ تمہارا بے وقعت حسن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تمہاری جسمانی رعنائیاں اس کے خرمن ہوش و حواس پر بجلی بن کر نہیں گر سکتیں۔ تمہاری ادائیں اس کا سکون غارت نہیں کر سکتیں اور تمہاری بے باکی اسے بھٹکا نہیں سکتی؟" تہذیب نے کہا۔

"یہ سب کچھ انہیں معلوم تھا تہذیب! بس ایک بات انہیں معلوم نہیں تھی کہ میں ان مشینوں کو دھوکا بھی دے سکتا ہوں۔"

"تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا علی! اور ہم دھوکا کھا بھی گئے تھے لیکن یقین کرو میں یہاں سے نکلنے کے لئے تمہیں کوئی

قریب نہیں دوں گی۔"

"واہ" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہاری ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ چند لمحے پہلے ہی تو تم نے تہذیب کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی؟"

نکیتا اٹھ کھڑی ہو گئی "وہ میری بھول تھی علی!" اس نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا "میں بھول گئی تھی کہ اگر میں نے تہذیب کو زیر کر لیا تب بھی یہاں سے نکل نہیں سکوں گی۔"

"تمہیں یہ اندازہ بھی ہوگا کہ تمہیں جذبۂ خیر سگالی کے تحت یہاں نہیں رکھا گیا ہے" تہذیب نے کہا "ایگزو میں تم خاصی اہمیت کی حامل ہو۔ یقیناً تمہاری معلومات بھی قابلِ رشک ہوں گی۔"

"میں جانتی ہوں" نکیتا نے کہا "اور ذہنی طور پر ہر قسم کے حالات سے گزرنے کے لئے تیار بھی ہوں۔"

"گویا تم نے زبان نہ کھولنے کا فیصلہ کیا ہے" میں نے کہا "لیکن فی الوقت میں صرف مادام کلارا کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

مادام کلارا کے نام پر نکیتا چونکی تھی "تمہیں مادام کلارا کے بارے میں کس طرح علم ہوا؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہمیں اور بھی بہت کچھ معلوم ہے نکیتا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "لیکن تم اس الجھن میں مت پڑو۔ صرف یہ بتاؤ کہ ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو یا نہیں؟"

"نہیں" نکیتا نے ایک جھٹکے سے کہا "تم لوگ چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو مگر تم میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔"

"اگر تمہیں میری معلومات کے بارے میں اندازہ ہوتا تو تم کبھی ایسی حماقت نہ کرتیں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تم شاید ہی میری معلومات میں اضافہ کر سکو۔ میں نے تو تمہیں محض ایک موقع دینا چاہا تھا معلوم نہیں کیوں تم سے ہمدردی محسوس ہونے لگی ہے۔ تم زبان کھول دیتیں تو۔"

"تم ایک فریبی اور مکار آدمی ہو علی! تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے نکیتا! میں نے تمہیں موقع دیا تھا مگر تم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی ایسا کوئی امکان نظر آتا ہے۔"

"تمہیں بالکل درست نظر آتا ہے۔ اب تم ہر امکان اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ میں تمہارے کسی فریب میں آنے کے لئے تیار نہیں۔"

میں نے تہذیب اور کیتھی پر اوت کی طرف دیکھا "اب کیا کیا جائے؟ تم لوگ تو کہہ رہی تھیں کہ نکیتا کو بے وقوف بنا کر اس سے بہت کچھ اگلوایا جا سکتا ہے۔"

"یا تو تمہاری سماعت میں نقص ہو گیا ہے یا پھر یادداشت کمزور ہو گئی ہے" تہذیب نے کہا "میں نے بے وقوف بنانے کو نہیں روسٹ بنانے کو کہا تھا۔"

"اور میں نے توسٹ بنانے کو کہا تھا" کیتھی کیوں پیچھے رہتی "اگر کہو تو توسٹر کا بندوبست کروں؟"

"کیا خیال ہے؟" میں نے نکیتا کی طرف دیکھا "روسٹ بننا پسند کرو گی یا توسٹ۔ بے وقوف بننے سے تو تم نے انکار کر دیا ہے۔"

نکیتا کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آئے "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم بے بس لوگوں کا مضحکہ بھی اڑا سکتے ہو؟"

"ابھی تو تم کسی بھی صورت زبان نہ کھولنے کے عزم کا اظہار کر رہی تھیں اور اب تم نے خود پر مظلومیت طاری کر لی" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں نے خود پر مظلومیت طاری نہیں کی بلکہ یہ تمہارے سفاک طرزِ عمل پر میرا ردِ عمل تھا۔"

"کمال ہے جن لوگوں نے لاکھوں فلسطینیوں کو بے گھر کر دیا ان سے دوسروں کے دو جملے بھی برداشت نہیں ہوتے۔"

"ہم فلسطینیوں کے ٹھیکیدار نہیں ہیں نہ ہی فلسطینیوں سے تمہارا کوئی تعلق ہے" نکیتا نے غصیلے لہجے میں کہا "بلکہ تم تو عرب بھی نہیں ہو۔"

"جس طرح میں عرب نہیں ہوں اسی طرح تم بھی اسرائیلی نہیں ہو بلکہ کوئی بھی اسرائیلی نہیں ہے کیونکہ یہ رشتہ صرف یہودیوں کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا بھر کے یہودی مل کر اسرائیل کے قیام اور اس کی مضبوطی کے لئے کام کر رہے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان سے ایک غیر عرب برداشت نہیں ہو رہا۔ حالانکہ بات برابر کی ہے کہ فلسطینیوں سے میرا بھی دینی رشتہ ہے۔ جب ایک رشتے کو لوگ اپنے لئے جائز قرار دے سکتے ہو تو دوسرے کے لئے اسے کس طرح ناجائز کہو گے؟"

"تم خواہ مخواہ وقت برباد کر رہے ہو علی!" تہذیب نے کہا "اگر یہ مادام کلارا کے بارے میں نہیں بتاتی تو اس کا قصہ ختم کرو۔"

"نہیں تہذیب! میں اس کا قصہ ختم نہیں کروں گا۔ اگر یہ ہوا تو اسرائیل پر ایک یہودی کی قربانی کا اضافہ ہو جائے گا اور میں کسی یہودی کو یہ سعادت نہیں بخشنا چاہتا البتہ" میں نے خاموش ہو کر نکیتا کے چہرے کی طرف دیکھا "اگر نکیتا کا یہ حسین چہرہ داغ دار ہو گیا تو مجھے خود بھی اس کا افسوس ہوگا۔"

"میں نے آج تک کسی ایسے شخص کو طویل زندگی پاتے نہیں دیکھا جس نے موشے بادروڈ کی دشمنی مول لی ہو" نکیتا دانت پیس کر کہا۔

"اپنی دانست میں تو تمہارے موشے بادروڈ نے آج صبح مجھے ختم ہی کر دیا تھا لیکن شاید تم نہیں جانتیں کہ ہم مسلمانوں کے عقائد کے مطابق زندگی اور موت صرف خدا کے اختیار میں ہے لہٰذا اس طرف سے تو بالکل بے فکر رہو لیکن اللہ نے چاہا تو اب تم لوگوں کا وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ موشے بادروڈ کو میں عنقریب منہ توڑ جواب دینے والا ہوں لیکن تمہارا معاملہ میں تہذیب پر چھوڑتا ہوں۔ تمہارے ساتھ وہ جو بھی سلوک کرے اس کی مرضی ہے۔"

○☆○

جنس ڈرلے نشے میں دھت ہو رہا تھا۔ گزشتہ ایک گھنٹے سے میں اس کے ساتھ تھا اور اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس سے حاصل ہونے والی معلومات صیغۂ راز میں رکھی جائیں گی۔

"تین سال پہلے مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا تھا" جنس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا "اب مجھے کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟"

میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ یہ سوال اس نے شاید بیسویں بار کیا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں شراب کیوں کم کی گئی؟" میں نے جھنجلا کر کہا "اب تم اس قابل بھی نہیں رہے کہ کچھ سمجھ بوجھ سکو۔"

"نہیں نہیں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو" جنس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ کچھ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا "ٹھیک ہے میں نے تمہاری بات پر یقین کر لیا۔ مجھے گرفتار نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے شراب کیوں فراہم کی جاتی؟"

"شکر ہے" میں نے ایک طویل سانس لی "بات تمہاری سمجھ میں تو آئی۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ جس الزام میں تمہیں ملازمت سے نکالا گیا تھا اس میں کس حد تک صداقت تھی؟"

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" جنس بھڑک اٹھا "یقیناً میرے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔"

"مجھے غور سے دیکھو جنس! میں تمہارے میک اپ میں ہوں۔ ملک کے کچھ دشمن میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اپنے ملک کے کام آؤ۔"

"ضرور پسند کروں گا۔ مگر اس کے عوض مجھے کیا ملے گا؟"

"تمہیں ملازمت پر بحال کر دیا جائے گا" میں نے بے ساختہ کہا "لیکن اس کے لئے تمہیں نہ صرف مجھ سے تعاون کرنا پڑے گا بلکہ آئندہ کے لئے صاف ستھری زندگی گزارنے کا وعدہ بھی کرنا پڑے گا۔"

"مجھے منظور ہے" جنس نے خوش ہو کر کہا "مگر میں شراب نوشی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میری کمزوری ہے۔"

"اور عیاشی؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا "میں نے سنا ہے لڑکیاں تمہاری کمزوری ہیں؟"

"یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ملازمت میں تھا اور اوپر کی آمدنی بھی اچھی خاصی ہو جاتی تھی۔ لڑکیاں خود پروانہ وار مجھ پر گرتی تھیں لیکن جب ملازمت چھوٹی اور میرا ہاتھ

تنگ ہونا شروع ہوا تو یکے بعد دیگرے ان سب نے مجھ سے منہ موڑ لیا۔ اب میں ہوں اور میری تنہائی ہے۔ گزر اوقات کرنے کے لئے سخت مزدوری کرنا پڑتی ہے۔ مجھ پر لڑکیوں کی حقیقت منکشف ہو چکی ہے۔ اب اپنے حالات سدھرتے ہی میں شادی کر لوں گا۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ملازمت کتنی اہم چیز ہوتی ہے۔"

وہ نشے میں تھا اور اس کی بات پر یقین کرنا آسان نہیں تھا مگر میں نے یقین کر لیا۔ ٹھوکر کھانے کے بعد آدمی کے سنبھلنے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔

"تم نے بتایا نہیں کہ جس الزام میں تمہیں برطرف کیا گیا تھا اس میں کس حد تک صداقت تھی؟" میں نے کہا۔

"مجھ پر رشوت ستانی کا الزام تھا" بنس نے کہا "لیکن میں اکیلا ہی تو رشوت نہیں کھا رہا تھا۔ اپنے افسران کو بھی کھلا رہا تھا اور پھر محکمے میں ایسا کون پارسا ہے جو صرف تنخواہ پر گزارا کر رہا ہو۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے افسران اور ساتھیوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی؟ تمہیں ملازمت سے نہیں نکالا جانا چاہئے تھا؟"

بنس سوچ میں پڑ گیا پھر جھجکتے ہوئے بولا "نہیں، میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"کیا اس لئے کہ تمہارے ساتھی اصل معاملے کو سامنے نہیں لائے تھے" میں نے بنس ڈلے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور وہ بری طرح چونک پڑا۔

"کون سا اصل معاملہ؟" بنس نے بوکھلا کر پوچھا۔ اس کا نشہ ہرن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"کچھ نہیں" میں نے بے پروائی سے کہا "جو کچھ مجھے معلوم ہوا تھا اس کی تصدیق کرنا چاہ رہا تھا۔ سنا ہے تمہیں نوٹوں میں سیہ کاری سے بھی دلچسپی ہے؟"

"صرف شمشیر زنی سے" بنس نے کہا "مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ مجھے اپنا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا ہے۔"

"بے فکر رہو" میں نے جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم ہوں" میں نے کہا "اور تم بھی اپنی بات پر قائم رہنا ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔"

○☆○

رات گیارہ بجے کے بعد میں بنس ڈلے کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ یہ اپارٹمنٹ جس بلڈنگ میں تھا وہ گوسٹے بل کے ایک پس ماندہ علاقے میں واقع تھی جہاں زیادہ تر غریب لوگوں کی رہائش تھی۔ دو منزلہ اس بوسیدہ سی بلڈنگ کے آس پاس بچے کچے مکانوں اور تنگ گلیوں کے سلسلے تھے۔ بلڈنگ اگرچہ لب سڑک واقع تھی مگر وہ سڑک بھی کسی اسٹریٹ سے زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ بنس سے ملاقات کے دوران میں نے اس سے بہت سی مفید باتیں معلوم کرلی تھیں جو اس کا رول ادا کرنے کے لئے ضروری تھیں اس کے روپ میں چونکہ مجھے مونٹے باور ڈ سے الجھنا تھا لہٰذا اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کا حصول اشد ضروری تھا۔

بنس کا اپارٹمنٹ محض ایک کمرے پر مشتمل تھا۔ اس بلڈنگ میں تمام کمرے ایسے ہی تھے جن میں باتھ روم تک نہیں تھا۔ ہر منزل پر ٹوائلٹ اور باتھ روم علیحدہ سے بنے ہوئے تھے۔ یہاں چونکہ شادی شدہ لوگوں کا گزر نہیں تھا اس لئے باورچی خانے کا تصور بھی معدوم تھا۔

میں نے دروازے کی کنڈی سے جھولتا ہوا تالا کھولا اور کمرے کے اندر داخل ہو کر لائٹ جلا دی۔ کمرے کے وسط میں ایک لمبے تار کی مدد سے جھولتا ہوا ساٹھ واٹ کا بلب روشن ہو گیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے اندر سے چٹخنی لگائی اور اس واحد چارپائی کی طرف بڑھ گیا جس پر ایک دھبوں والی چادر اور میلا سا تکیہ نظر آ رہا تھا۔

میں جوتوں سمیت چارپائی پر لیٹ گیا اور جیب سے وہ کاغذ نکال لیا جس پر ڈیوڈ نے کوڈ لکھ کر دیے تھے۔ اب میرے پاس کوڈ ازبر کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا مگر نیند سے بہت مشکل حاجت ہو رہا تھا۔

کوئی دو گھنٹے اسی عالم میں گزر گئے۔ کوڈ بڑی حد تک میں نے ذہن نشین کر لئے تھے۔ گزشتہ پوری رات اور پھر سارا دن جاگتے رہنے کے باعث اب میرے لئے آنکھیں کھلی رکھنا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ میں نے کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اٹھ کر لائٹ آف کرنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔

قبل اس کے کہ میں نیند کی مہربان آغوش میں پہنچتا دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا مگر باہر سے جواب ملنے کے بجائے دروازہ اور زور سے پیٹا گیا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کون ہے؟" میں نے اس بار پہلے سے بھی بلند آواز میں پوچھا مگر اس بار بھی جواب نہیں ملا اور دروازہ پہلے سے بھی زیادہ زور زور سے پیٹا جانے لگا۔

چارپائی سے اٹھتے وقت مجھ پر جھنجلاہٹ طاری ہو گئی۔ بنس ڈلے کے دوستوں کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اگر اس کے دوست اتنے ہی نامعقول ہیں تو میرا یہاں رہنا دوبھر کر دیں گے۔

میں نے دروازے کی کنڈی کھولی اور بے ساختہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ دروازے کے باہر کھڑے ہوئے دو افراد سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے ریوالور صاف نظر آ رہے تھے مگر باہر روشنی اتنی نہیں تھی کہ ان کے چہروں کے نقوش نظر آ سکتے۔

ان دونوں نے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے اور دروازے میں آ کر رک گئے۔ میں نے ان دونوں کو پہچان لیا۔ وہ گراہم اور ولسن تھے اور ان دونوں کے تیور بڑے خطرناک نظر آ رہے تھے۔

گراہم ولسن کے خطرناک تیور دیکھ کر میں نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی گولی چلا دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔

مجھے ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر ولسن نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور تیزی سے پلٹ کر دروازہ کی چٹخنی لگا دی "ہم سے جھوٹ بولنے والا بچ نہیں سکتا مسٹر بنس ڈلے۔" ولسن نے چٹخنی لگا کر میری طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا مسٹر ولسن۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "اگر جھوٹ ہی بولنا ہوتا تو میں تمہیں یہاں نہیں مل سکتا تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ دونوں کار بم کے دھماکے میں مارے گئے ہیں جبکہ مارا جانے والا شخص کوئی اور ہے ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں مر سکا۔"

"جلدی میں مجھے وہی کچھ معلوم ہوا تھا جو میں نے تمہیں بتایا تھا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا "دو تو شام کے اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ دھماکے میں صرف کار کا ڈرائیور ہلاک ہوا تھا۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" گراہم غرایا "تم نے کہا تھا کہ اگنیشن میں چابی گھماتے ہی ان دونوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔"

"ہاں، میں نے یہی کہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہی معلوم تھا اور یہ خوش فہمی کا نتیجہ تھا دراصل میری توجہ اس طرف تھی کہ کار میں بم فٹ کرنے والے کون تھے اس لئے میں غیر متعلق باتوں میں سر نہیں کھپا رہا تھا تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ مجھے دوسری خفیہ ایجنسیوں سے زیادہ تیزی دکھانی پڑ رہی تھی اور میں نے ان تمام سب کو شکست دی۔"

میری دلیل ولسن پر اثر انداز ہوئی اور وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا جبکہ گراہم جو عقل و خرد سے عاری معلوم ہوتا تھا اب بھی میری

بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔" گراہم غرایا "اور اب تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"اگر میں نہ ہوتا تو ممکن ہے تم لوگ اس وقت زندہ نہ ہوتے اگر ہوتے بھی تو پولیس کی تحویل میں ہوتے۔" میں نے تلخی سے کہا "یہ ہنس ڈلے کی ذہانت تھی جس نے تمہیں بچالیا پورے گوٹے بل میں تمہیں ایسا کوئی دوسرا نہیں مل سکتا۔"

"آئندہ یہ ایک بھی نہیں ملے گا۔" گراہم نے سفاکانہ انداز میں کہا۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی۔ اسے آج صبح میرے ہاتھوں جو ہزیمت اٹھانا پڑی تھی اسے آسانی سے نہیں بھول سکتا تھا۔

"تمہیں میرا احسان مند ہونا چاہئے تھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم احسان فراموشی کی نامعقولیت کے مظاہرے پر تل گئے ہو۔"

"جو سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا اس کی کہانی کسی اور کو سنانے کے لئے تم زندہ نہیں رہو گے اس لئے ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔"

"میں زندہ نہیں رہوں گا تو تم بھی زندہ نہیں رہو گے تمہیں اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ جو شخص سرکاری تحقیقاتی ایجنسیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہو وہ کیا نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب۔" گراہم نے مجھے گھورا "اپنی زندگی کے آخری چند لمحوں میں بھی تم دھمکیاں دینے سے باز نہیں آؤ گے؟"

"اگر مجھے کچھ ہوا تو تمہارے بارے میں مکمل معلومات سرکاری اہل کاروں تک پہنچ جائیں گی۔"

"اس وقت تک ہم گوٹے بل سے نکل چکے ہوں گے۔" گراہم عیاری سے مسکرایا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "مکمل تیاریاں کرنے کے بعد ہی تم نے یہاں دھاوا بولا ہوگا مگر سوال یہ ہے کہ تمہیں خرگوشوں کا بچھڑا ہوا جوڑا بھی تلاش کرنا ہے۔"

گراہم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا ولسن بھی بری طرح چونکا تھا۔

"تم اپنے لئے گڑھا کھود رہے ہو۔" ولسن نے کہا "ہمارے فون سن کر تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ تمہاری نیت میں فتور ہے اسی لئے میں مطمئن نہیں ہوا اور اب میرا دائرہ تفتیش تمہاری توقعات سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ سنو گے تو ہوش اڑ جائیں گے۔"

ولسن مجھے گھورنے لگا شاید وہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میری بات پر یقین کرے یا نہ کرے۔

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اب میری تفتیش کا مرکز تمہارے گوٹے کا پوسٹ بکس نمبر ۴۸ ہے۔" میں نے کہا اور ولسن کا ہاتھ لرز گیا۔

"یہ ۔۔۔ یہ پوسٹ بکس نمبر تمہیں کہاں سے ملا؟" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"کوئی چیز خود سے نہیں ملتی مسٹر ولسن! بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ اس شخص کو ہلاک کر دو۔" گراہم نے ہذیانی انداز میں کہا "یہ بہت خطرناک آدمی ہے ہمارے لئے کوئی بڑی مصیبت کھڑی کر دے گا۔"

"بازی تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے مسٹر! میرے آدمی پہلی فرصت میں فون نمبر تربیل نائیو سیدون ذریعہ مادام کلارا کو تمہارے کرتوتوں سے آگاہ کر دیں گے۔"

ولسن کے ساتھ ساتھ گراہم کا چہرہ بھی تاریک ہو گیا تھا۔ انہوں نے کئی غلطیاں کی تھیں ان غلطیوں کی اطلاع اگر ریجنل ہاورڈ کو مل جاتی تو وہ ان دونوں کو مروا دیتا۔

ولسن کا ریوالور والا ہاتھ جھک گیا اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم سے مصالحت کرنے میں ہی بہتری ہے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو مسٹر ولسن۔" میں نے سراہا اور اپنے ہاتھ گرا دیئے گراہم پر سکتہ طاری تھا۔

"بہتر یہ ہے کہ تم بھی ریوالور جیب میں رکھ لو۔" میں نے گراہم سے کہا "یہ ہتھیاروں کی نہیں ذہنی صلاحیتوں کی جنگ ہے جس میں تمہیں مات ہو چکی ہے۔"

"تم نے ہمیں ناک آؤٹ کر دیا ہے۔" ولسن پھیکے سے انداز میں مسکرایا "کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہیں کہو گے؟"

"ضرور کہوں گا مسٹر ولسن! تم دونوں پلنگ پر آجاؤ میں کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص محض ایک دن کی قلیل سی مدت میں اس قدر معلومات حاصل کر سکتا ہے۔" ولسن نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اسے چھوڑو یہ بتاؤ کہ رات کے اس پہر تم دونوں نے یہاں دھاوا کیوں بولا ہے؟"

"ہم مشتعل ہو گئے تھے۔" ولسن نے کہا "تم نے ہمیں ان دونوں کی ہلاکت کی اطلاع دی تھی اور وہی اطلاع ہم نے مادام کلارا کو پہنچا دی جو بعد میں غلط ثابت ہوئی...."

"تمہارا مطلب ہے خرگوشوں کے فرار کی اطلاع؟" میں نے ولسن کی بات کاٹ کر کہا۔

"ہاں" ولسن نے پہلو بدلا "تمہیں شاید اندازہ بھی نہ ہو کہ تصدیق کئے بغیر یہ اطلاع اس تک پہنچانے کی ہمیں کتنی کڑی سزا مل سکتی ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی مسٹر ولسن! آخر مادام کلارا اور تہذیب ما کلم ایکس میں ایسی کیا دشمنی ہے کہ وہ اس کی جان کے درپے ہو رہی ہے؟"

"ہم تو ایک بہت بڑی مشین کے بہت چھوٹے سے پرزے ہیں ہمیں صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمیں کون سا کام کرنا ہے وجوہات نہیں بتائی جاتیں۔"

"میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتا جو مجھے چالاکی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں میرے خیال میں ہر شخص کو کم از کم ایک موقع ضرور ملنا چاہئے خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔"

ولسن نے میری بات سن کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا مسٹر ہنس ڈلے!" اس نے کہا۔

"حالانکہ تم خوب سمجھ رہے ہو۔ تم اس شخص سے مخاطب ہو جس نے محض بارہ گھنٹے کے اندر اندر مادام کلارا کو کھوج نکالا آئندہ بارہ گھنٹوں میں جو کچھ ہونے والا ہے تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے میں نے تم دونوں کا سراغ لگایا۔ تمہارے خلاف مخبر شاہد ان تک پہنچایا ان کی زبان بند کی مادام کلارا کا پوسٹ بکس نمبر تک معلوم کر لیا تو کیا میں نے خرگوشوں کے جوڑے کی طرف سے بے توجہی برتی ہوگی؟"

ولسن اور گراہم مجھے خاموشی سے دیکھتے رہے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھ سے کس انداز میں گفتگو کریں۔

"تم لوگ خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو۔" چند لمحوں کے بعد میں نے دوبارہ کہنا شروع کیا "تمہارے دماغوں میں یہ خناس گھسا ہوا ہے کہ اب تک جو کچھ ہوتا رہا وہ محض اتفاق تھا اور کسی وقت بھی تمہیں کوئی ایسا موقع مل سکتا ہے جس سے فائدہ اٹھا کر تم بازی الٹ سکتے ہو لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ یہ محض تمہاری بھول ہے تم دونوں میرے شکنجے میں اس طرح جکڑے ہوئے ہو کہ میری مرضی کے خلاف جنبش بھی نہیں کر سکتے۔ اگر تم نے ایسی حماقت کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔ تمہیں بیک وقت تین محاذوں پر مقابلہ کرنا پڑ جائے گا۔ ایک طرف میرے آدمی ہوں گے دوسری طرف گوٹے بل کی حکومت اور تیسری طرف مادام کلارا ۔۔۔ تم کس کس سے بچتے پھرو گے؟"

"ہم سمجھتے ہیں مسٹر ہنس۔" ولسن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم چاہتے کیا ہو؟"

"ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا جو خود کو عقل مند اور دوسروں کو احمق سمجھ رہا ہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا "تم سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں؟"

"صبح گراہم نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی اس پر تم شاید ابھی تک ناراض ہو۔" ولسن نے کہا "میں نے گراہم کو بہت برا بھلا کہا ہے۔"

"اور اس وقت یہاں خیرسگالی کے جذبے کے تحت آئے ہوئے ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں بتا چکا ہوں کہ اگر ہمیں تمہاری طرف سے غلط بیانی کا شبہ نہ ہوتا تو ہم کبھی ایسی حرکت نہ کرتے۔" ولسن نے کہا۔

"تم جھوٹ بول کر مجھے دھوکا نہیں دے سکتے تم لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے یہاں وارد ہوئے تھے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو بلاوجہ قتل کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔"

"بلاوجہ تو کوئی کسی کو قتل نہیں کرتا۔ تم لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے یہاں آئے تھے تو تمہارے پاس مجھے قتل کرنے کا کوئی ٹھوس جواز بھی ضرور ہوگا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر ولسن؟"

"نہیں" ولسن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی ہم سے جھوٹ بولے لیکن اب یہ بات صاف ہو گئی کہ تم نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ تم خود ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔"

"گویا اگر یہ بات صاف نہ ہوتی تو تم مجھے قتل کر دیتے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"ہم اس کے لئے مجبور تھے مسٹر ڈلے۔" ولسن نے بے بسی سے کہا "ہم تمہیں ایک بڑی رقم ادا کرنے والے ہیں۔ ہمارے درمیان معاملات صاف ہونے بہت ضروری ہیں۔"

"کیا تم اتنے ہی سادہ لوح ہو کہ اتنی آسانی سے رقم ادا کر دیتے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "جتنی رقم کا میں نے مطالبہ کیا تھا اتنی رقم کے لئے تو تم کئی قتل کر سکتے ہو۔"

"تمہیں وہم ہو گیا ہے اور وہم کا کوئی علاج نہیں ہے۔" ولسن نے کہا۔ گراہم ایک لفظ بھی نہیں بول رہا تھا بس وہ مجھے گھورے جا رہا تھا۔

"تم نے شاید غور نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا کہ میں نے خرگوشوں کے جوڑے کی طرف سے بے توجہی نہیں برتی اور اس وقت میرے پاس ان کے متعلق بھی بہت سی معلومات موجود ہیں۔"

ولسن اور گراہم چونک پڑے "کس قسم کی معلومات؟" ولسن نے تجسس سے کہا۔

"تہذیب ما کلم ایکس کے ساتھی کا نام علی یار خان ہے جو فلسطین کی تحریک آزادی کا بہت بڑا علمبردار ہے۔ تم لوگوں نے اسی کو ہلاک کرنے کے لئے گاڑی میں بم فٹ کیا تھا مگر وہ ہوشیار تھا بچ نکلا۔ اس سے قبل بھی یہودی اس پر متعدد جان لیوا حملے کر چکے ہیں مگر وہ قسمت کا دھنی ہے ہر بار بچ جاتا ہے۔ یہودی کے علاوہ اس کی کسی اور سے دشمنی نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تم لوگ بھی یہودی ہو اور تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ تم علی یار خان سے واقف نہیں ہو۔ خود تم دوسروں سے جھوٹ بولتے ہو اور ان سے توقع

رکھتے ہو کہ سب کچھ سچ سچ تمہارے منہ پر رکھ دیں۔"

"فرض کرو تمہاری معلومات درست ہیں۔ ہم لوگ ... ہیں اور علی یار خان کا قتل ہمارا مشن ہے تو یہ جان کر تمہارا رویہ کیا ہوگا؟"

"میرا رویہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں ایک خود مختار آدمی ہوں کسی مشین کا پرزہ نہیں ہوں۔ موقع محل دیکھ کر کوئی بھی فیصلہ کرسکتا ہوں۔"

"تو پھر ہماری مدد کرو۔" ولسن نے منتظرانہ انداز میں کہا "تمہیں تمہاری توقع سے کہیں بڑھ کر معاوضہ ملے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے علی یار خان کو قتل کرنے میں تمہاری مدد کروں۔" میں نے ولسن کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا یہی مطلب ہے۔ تمہیں معاوضہ بھی ادا کیا جائے گا اور ہم تمہارے احسان مند بھی ہوں گے۔"

"تم نے کوئی اور کام کہا ہوتا تو میں سوچے سمجھے بغیر ہامی بھر لیتا لیکن یہ معاملہ بہت خطرناک ہے مجھے اس پر غور کرنا پڑے گا۔"

"ضرور غور کرو۔" ولسن بولا "اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ہے تمہیں اتنی رقم مل ... برسوں میں بھی نہیں کما سکو گے۔"

"جہاں زندگی داؤ پر لگ رہی ہو وہاں رقم ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔"

"خطرات مول لئے بغیر تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور تم تو خطرات مول لینے کے عادی معلوم ہوتے ہو باصلاحیت بھی ہو پھر یہ موقع کیوں ضائع کر رہے ہو؟"

میں خاموش ہوگیا وہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں ان کی پیشکش پر غور کر رہا تھا جبکہ درحقیقت میں سوچ رہا تھا کہ میں نے چوبیس گھنٹے کی مہلت طلب کی تھی اور چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے قبل مجھے ہوٹل ڈرائیور کے قاتلوں کو اس کی بیوہ کے سامنے پیش کر دینا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ میں ان دونوں میں سے ایک کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ دونوں ہی قاتل تھے لیکن گراہم ... ولسن میں پھر تھوڑی بہت انسانیت تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ گراہم کو ہی قربانی کا بکرا بناؤں گا۔

"تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے۔" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا "اتنا بڑا کام میں تنہا نہیں کرسکوں گا۔"

"تم تو کہہ رہے تھے تمہارا اپنا گروہ ہے تم اپنے گروہ کے لوگوں سے بھی تو مدد لے سکتے ہو؟" ولسن نے کہا۔

"علی یار خان سرکاری مہمان ہے اور اگر اس کے خلاف میں نے اپنے لوگوں سے مدد لینے کی کوشش کی تو میرا کوئی آدمی مخبری بھی کرسکتا ہے ظاہر ہے وہ اسٹیٹ کے مہمان کے خلاف تو میرا ساتھ دینے سے رہے۔"

"ویسے تم کون سے قانونی کام کر رہے ہو؟" ولسن نے کہا اس کے لہجے میں طنز تھا جسے میں نے یکسر نظرانداز کر دیا۔

"چھوٹی موٹی قانون شکنی تو سب ہی کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا "اور پھر غیر ملکیوں کو لوٹنا تو ہمارے ہاں ویسے بھی کار ثواب تصور کیا جاتا ہے۔"

"تو پھر اس مسئلے کا کیا حل ہوگا۔" ولسن نے کہا "تم خود ذاتی طور پر اسے قتل کرنے کے لئے تیار ہو گے؟"

"بڑے بڑے ماسور ... ایجنٹ اس کے مقابلے پر نہ صرف ناکام ہو چکے ہیں بلکہ اکثر و بیشتر اپنے انجام کو بھی پہنچ چکے ہیں لیکن میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ میرے خیال میں اس کے مقابلے پر آنے والے تمام ایجنٹ احمق تھے اور وہ سب کے سب اپنی حماقتوں کے سبب مارے گئے ورنہ درحقیقت اسے ٹھکانے لگانا کوئی بہت مشکل کام نہیں ہے۔"

"اتنے بڑے بڑے دعوے کرنے کے باوجود بھی تم اس سے ڈر رہے ہو؟"

"اس وقت وہ ... محل میں مقیم ہے اور جنرل ... کا مہمان ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں تنہا ہی اس سے نمٹ لیتا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ولے۔" ولسن نے کہا "ہم دونوں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دیں گے لیکن یہ ذہن سے نکال دو کہ اس سے نمٹنا آسان ہوگا۔"

"تم دونوں نے بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دیا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس پر قابو نہ پاسکیں۔"

"ہمیں منظور ہے۔" ولسن اور گراہم نے یک آواز ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم لوگ جاؤ صبح کسی وقت میں تمہارے پاس آؤں گا ممکن ہے اس وقت تک میں کوئی منصوبہ بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

وہ دونوں چلے گئے اور ان کے جانے کے چند ہی لمحے بعد دروازے پر بڈ نمودار ہوا۔

"تم زندہ ہو چیف۔" بڈ نے کہا "میں تو سمجھ رہا تھا وہ شاید تمہارا کام تمام کر گئے ہیں۔ ... کی طرف سے ... نہیں ملا تھا۔"

"اس کی نوبت نہیں آئی بڈ! وہ لوگ ... آگئے۔"

"تو پھر اب بڈ کے لئے کیا حکم ہے؟ سونے کی اجازت ہے یا اب بھی ان کی نگرانی جاری رہے گی۔"

"وہ لوگ پوری طرح میرے چنگل میں پھنس چکے ہیں اس لئے اب ان کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں رہی تاہم ان کے فون کال ٹیپ ہونے کا سلسلہ بدستور جاری رہنا چاہئے۔"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں چیف! ان کی فون کالیں تو بہرحال ٹیپ ہوتی رہیں گی۔"

"ٹھیک ہے بڈ! اب میں چند گھنٹے سونا چاہتا ہوں تم لوگوں سے صبح ہی ملاقات ہوگی۔"

بڈ چلا گیا اور اس کے جاتے ہی میں پلنگ پر ڈھیر ہو گیا اب میرے اندر مزید ایک لمحہ جاگنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

چھ گھنٹے کی بھرپور نیند لینے کے بعد میں علی الصباح ہی اٹھ کر ... چلا گیا تہذیب مجھے جاگتی ہوئی ملی تھی جبکہ بڈ سو رہا تھا۔

"کیا تم رات میں سوئی نہیں؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"نہیں" تہذیب مسکرائی "لیکن تمہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے اپنی نیند پوری کرلی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے لیکن سوال یہ ہے کہ تم رات بھر جاگ کے کیا کرتی رہیں؟"

"تمہارے لئے ایک تحفہ تیار کر رہی تھی۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا "میرا اندازہ ہے کہ تحفہ تمہیں ضرور پسند آئے گا۔"

میں نے تجسس آمیز انداز میں تہذیب کو دیکھا "کیا تم نے میرے لئے کوئی ڈش تیار کی ہے؟" میں نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" تہذیب ہنس پڑی "لیکن اس تیاری میں بڈ اور کیتھی نے میرا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ وہ دونوں تو ڈش کی تیاری کے بعد سونے چلے گئے جبکہ میں تمہارے انتظار میں جاگ رہی ہوں۔"

میں یہ اندازہ کرنے سے قاصر تھا کہ تہذیب نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے جس پر اس قدر خوش نظر آرہی ہے۔

"زیادہ تجسس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" تہذیب نے کہا ... ہے۔"

"اوہ!" میں نے طویل سانس لی "معلوم ہوتا ہے ... کی زبان کھلوالی ہے؟"

"ایسے لطف نہیں آئے گا۔" تہذیب نے کہا "اپنی آنکھوں سے دیکھو گے تو پتا چلے گا۔"

میں تہذیب کے ساتھ تہہ خانے میں آیا جہاں کیتھا اپنے کمرے میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر میں سناٹے میں آگیا۔ اس کے جسم پر برائے نام لباس تھا اور پورا جسم ادھڑا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں شاید وہ بے ہوش تھی مگر اس عالم میں بھی اس کے منہ سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا تھا۔

"اب یہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔" تہذیب نے فاتحانہ انداز میں کہا "بڑا ناز تھا اسے اپنے حسن پر۔"

"سوال یہ ہے کہ اس پر تشدد کا کوئی نتیجہ بھی برآمد ہوا یا نہیں؟"

"..." تہذیب نے کہا "بڑی اہم

معلومات حاصل ہوئی ہیں مادام کلارا کے بارے میں۔"

"اسی لئے میں نے اسے تمہارے حوالے کر دیا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا "میں شاید اس کا یہ حشر نہیں کرسکتا تھا۔"

"ان لوگوں کے حق میں انتہائی سخت ہونا ضروری ہے علی! جرمنوں اور جاپانیوں سے بھی زیادہ۔۔۔"

"تم نے بہت اچھا کیا کہ اسے ادھیڑ کر رکھ دیا لیکن خیال رہے کہ ہم اسے جان سے نہیں ماریں گے بلکہ رہا کر دیں گے تاکہ ریڈال کو اپنی بے وقعتی کا اندازہ ہوسکے۔"

"یہ ہدایت تم پہلے بھی دے چکے ہو اسی لئے میں نے اسے زندہ رکھا ورنہ اس وقت یہ تمہیں زندہ نظر نہ آتی۔"

"ٹھیک ہے اسے یہیں پڑا رہنے دو ہم اپنے کمرے میں چل کر بات کرتے ہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب کے ساتھ واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ یہ کمرا میرے اور تہذیب کے لئے مخصوص تھا۔ بڈ اور ایوڈریان علیحدہ کمروں میں تھے۔

"اب بتاؤ۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے تہذیب سے کہا "تم نے کیتھا سے کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

"ان پانچوں افراد کا سراغ مل گیا ہے جو سپرا ایگلز کا رول ادا کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"یہ تو بڑے کام کی بات ہے۔" میں نے کہا "تم نے ان کے ایڈریس نوٹ کرلئے ہوں گے؟"

"نہیں کیتھا کی معلومات اس حد تک نہیں ہیں البتہ اس نے یہ بتادیا ہے کہ مادام کلارا ان پانچوں سے واقف ہے۔"

"اور ریڈال کے گروہ میں مادام کلارا کی کیا حیثیت ہے؟" میں نے ... سوال کیا۔

"کیتھا نے ایوڈریان سے حاصل ہونے والی معلومات پر ... تہذیب ... مادام کلارا ریڈال کی منظور نظر ہے منظور نظر کیا اسے داشتہ ہی کہنا مناسب ہوگا ماضی میں اس کا تعلق موساد سے بھی رہ چکا ہے اور اس نے اسرائیل آرمی انٹیلی جنس کے لئے بھی کام کیا ہے۔ ریڈال سے اس کے تعلقات ایگلز کے قیام سے بھی پہلے سے ہیں۔ کیتھا کا خیال ہے کہ ایگلز کے قیام کے معاملے میں مادام کلارا برابر کی شریک تھی مگر ریڈال نے کبھی یہ بات ظاہر نہیں ہونے دی۔ خود مادام کلارا نے بھی اس بات کو عام کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اتفاق یہ ہے کہ ایگلز کے ممبر بھی مادام کلارا کی اس اہم حیثیت سے واقف نہیں ہیں۔"

"کیتھا کو یہ معلومات کس طرح حاصل ہوگئیں؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ اتنی خفیہ باتوں کو جاننے والے دو مختلف افراد بیک وقت ہمارے قبضے میں آگئے۔" تہذیب نے کہا "مجھے خود بھی شبہ ہوا تھا یا تو یہ باتیں خفیہ نہیں ہیں اور اگر خفیہ ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیتھا کے علم میں کس طرح

آگئیں۔ میں نے نکیتا سے یہ سوال کیا اور اس کا جواب حاصل کرنے کے لئے مجھے اس کی اچھی خاصی کھال بھی ادھیڑنا پڑی۔ اس نے بتایا کہ ریجنل کے متعدد لڑکیوں سے تعلقات رہے ہیں نکیتا خود بھی انھی میں سے ایک ہے۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر بے زاری سے کہا "ان لوگوں کی جنسی بے راہ روی کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے اور جو لوگ خود پر قابو نہیں رکھ سکتے انہیں ایسے بڑے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے۔"

"شی گوراے میں مادام کلارا کا پتا معلوم ہو گیا ہے۔ اگر تم کہو تو میں شی گوراے چلی جاؤں؟"

"میرا پروگرام خود بھی یہی ہے۔" میں نے کہا "ریجنل کے خلاف اس سے بہتر اتنا کوئی عمل ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس کے گروہ کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلایا جائے۔"

"شی گوراے پہنچنے کے بعد تم مادام کلارا کے خلاف کیا اقدامات کرنے والے ہو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"سب سے پہلا کام تو یہ ہو گا کہ اس تک پہنچنے کی سبیل پیدا کی جائے اس کی پوزیشن اتنی بلند ہے تو اسی مناسبت سے اس کے گرد حفاظتی حصار بھی مضبوط ہو گا جو ہمیں ہر حال میں توڑنا ہو گا۔"

"علی گروپ کے ارکان بے کار پڑے ہیں علی! ان سے کام کیوں نہیں لیتے؟"

"ان کا معاملہ میں تم پر چھوڑ چکا ہوں جس طرح چاہو ان سے کام لو۔"

"گراہم اور ولسن کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟ وہ بھی تو اینگلوز کے ہی کارندے ہیں؟"

"ان دونوں میں سے ایک کو ہر حال میں قتل ہونا ہے اور میں نے اس کام کے لئے گراہم کو منتخب کر لیا ہے۔"

"ہاں تم نے مقتول ڈرائیور کی بیوہ سے وعدہ بھی تو کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کے قاتلوں کو اس کے سامنے پیش کر دو گے۔"

"قاتل تو ولسن اور گراہم دونوں ہی ہیں تہذیب! مگر فی الحال دونوں میں سے ایک کو زندہ رکھنا ضروری ہے اور ان دونوں میں گراہم زیادہ سفاک اور خطرناک ہے۔"

میں اور تہذیب ایک گھنٹے سے زیادہ باتیں اور منصوبے بناتے رہے پھر ناشتے کے لئے جنرل میرس کی طرف سے بلاوا آ گیا اور ہم ناشتے کی میز پر پہنچ گئے جہاں جنرل میرس اور کیتھی براؤن کے علاوہ ڈیوڈ اور بڈ بھی موجود تھے۔

"اس بار ایسی افراتفری کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ تم سے ملاقات کا لطف ہی غارت ہو کر رہ گیا۔" جنرل میرس نے کہا۔

"حالانکہ صحیح لطف اس بار آیا ہے تم سے طویل عرصے بعد ملاقات ہوئی اور بھرپور طریقے سے ہوئی ہم نے کم وقت میں زیادہ کام کیا۔"

"پہلے تو ہم تمہاری زندگی کی طرف سے ہی مایوس ہو گئے تھے۔" کیتھی براؤن بولی "پھر جب تمہاری زندگی کی اطلاع ملی تو ہم نے تمہارے ساتھ وقت گزارنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے تھے۔"

"جس آدمی کے پاس اپنے منصوبوں کے لئے فرصت نہ ہو وہ دوسروں کے منصوبوں کے لئے کہاں سے وقت نکالے گا۔" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"تم دونوں نے رات جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اسے دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔"

"ان کا تو صرف نام ہے۔" بڈ نے کیتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ نکیتا کو متنفر کرنے کا سہرا صرف اور صرف بڈ کے سر ہے۔"

کیتھی براؤن ہنسنے لگی "ہاں میں تو صرف زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کر رہی تھی۔"

"اور بہت خوب کر رہی تھیں۔" تہذیب بے ساختہ بولی "اگر تم نے نمک نہ چھڑکا ہوتا تو بڈ کے لگائے ہوئے زخم رائیگاں چلے جاتے۔"

"تم نے تو رات مسٹر نسن زلے کے گھر گزاری ہو گی۔" جنرل میرس نے کہا "لیکن تم نے بتایا نہیں کہ وہاں کیا رہا۔"

"ہونا کیا تھا۔ حسب توقع ولسن اور گراہم مجھے قتل کرنے وہاں پہنچے تھے ان سے نمٹنے کے لئے میں نے جو انتظامات کر رکھے تھے انہیں استعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اور وہ میرے قابو میں آ گئے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ وہ علی یار خان کو ٹھکانے لگانے کے لئے میرے تعاون کے طلب گار ہو گئے ہیں۔"

ڈیوڈ دیان نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں حیرت تھی "یقین نہیں آتا کہ وہ لوگ بھی کسی سے مدد کے خواستگار ہو سکتے ہیں!"

"میں نے انہیں اس مقام کو پہنچا دیا کہ وہ مجھ سے مدد طلب کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس میں میرا کمال نہیں ہے یہ کارنامہ تو میں نے دوسروں کی تعاون سے سرانجام دیا ہے۔"

"ان لوگوں کے سلسلے میں تو تم نے بڈ کے علاوہ کسی اور سے کام ہی نہیں لیا۔" جنرل میرس نے کہا "اور اس سے بھی شاید صرف نگرانی ہی کروائی ہے۔"

"انہیں میں نے اپنی معلومات کے بل پر زیر کیا ہے جنرل! اور معلومات بہم پہنچانے میں مرکزی کردار ڈیوڈ دیان نے ادا کیا ہے۔"

"ہاں میں نے تمہیں معلومات ضرور فراہم کی ہیں مگر ان کے اتنے بھرپور استعمال کے بارے میں تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

"ایسا ہوتا ہے مسٹر ڈیوڈ!" میں نے کہا "ایک ہی چیز کو بہت بھرپور طریقے سے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کی افادیت کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے دراصل ان دونوں کو ہنگامی طور پر یہاں بھیجا گیا انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جس گاڑی میں انہوں نے بم فٹ کیا ہے اس میں اینگلوز کا مقامی انچارج بھی بیٹھنے والا ہے ممکن ہے اس بات سے وہ اب تک لاعلم ہی ہوں بلکہ میرا خیال ہے یہ بات انہیں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی ہے پھر انہوں نے مادام کلارا کو میری فراہم کی ہوئی غلط اطلاع بھجوا دی اور اس طرح انہوں نے اپنی پوزیشن خود ہی خراب کر لی۔ دوسری طرف میں نے انہیں دہلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ بے چارے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میرا کوئی بہت بڑا گروہ ہے جو بڑے منظم پیمانے پر سرگرم عمل ہے اور اگر مجھے ذرا بھی نقصان پہنچا تو میرے آدمی ان کی ناکامی کی کہانی مادام کلارا تک پہنچا دیں گے میں نے خود کو ان کے سامنے جس انداز سے پیش کیا اس کے بعد میری باتوں پر یقین کرنا ان کی مجبوری تھی۔"

"تمہیں خوف محسوس نہیں ہوتا۔" کیتھی براؤن نے کہا "وہ لوگ شوقیہ قتل کرتے پھرتے ہیں کسی وقت تم پر بھی گولی چلا سکتے ہیں۔"

"وہ صرف شوقیہ ہی قتل کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا "ان میں اتنی ہمت نہیں کہ کسی ایسے شخص کو قتل کریں جس کو قتل کرنے سے ان کی اپنی زندگی خطرے میں پڑنے کا امکان موجود ہو۔"

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا چیف کہ تم اپنے مستقبل کے منصوبوں سے ہمیں باخبر کر دو تاکہ اگر تم کسی مشکل میں پھنسو تو ہم بھی اپنے طور پر ہاتھ پیر ہلا سکیں۔" بڈ نے کہا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا کہ میں جو کچھ کرنے والا ہوں اس سے تم لوگوں کو آگاہ کر دوں۔ ابھی ناشتا کرنے کے بعد میں ڈیلی ہوٹل کی طرف نکل جاؤں گا اور مسٹر نسن زلے کی حیثیت میں ان لوگوں کو بتاؤں گا کہ میں نے علی یار خان کو قتل کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت میں گراہم کو مقتول ڈرائیور کی بیوہ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا جسے پورا کرنا ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ گراہم کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے بہرحال اس کے بعد میں گراہم کا سر تن سے جدا کر کے اس پر اپنا یعنی علی یار خان کا میک اپ کر دوں گا اور اس سر کو بحفاظت پیک کر کے ولسن کے حوالے کر دوں گا تاکہ وہ اسے لے کر گوٹے ال سے نکل جائے اور شی گوراے میں مادام کلارا کی خدمت میں پیش کر دے۔"

"ولسن تم سے گراہم کے بارے میں سوال نہیں کرے گا؟" بڈ نے کہا۔

"کرتا رہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "اس کے لئے پہلے سے کچھ سوچنا ضروری نہیں ہے اور ولسن کو بھی گراہم سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہو گی۔ ان دونوں ہی کے لئے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کسی طرح علی یار خان کو ٹھکانے لگا دیں۔ میں ولسن کو بتاؤں گا کہ گراہم مارا گیا ہے وہ خوش ہو گا اس لئے کہ اس طرح علی یار خان کے قتل کا پورا کریڈٹ اسے مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ڈیوڈ نے کہا "لیکن ایک کٹے ہوئے سر سمیت گوٹے ال سے نکل جانا آسان نہیں ہو گا۔"

میں نے جنرل میرس کی طرف اشارہ کر دیا "اس قسم کی مجرمانہ سرگرمیوں میں مجھے ان کا تعاون حاصل رہتا ہے۔"

"اسے مجرمانہ سرگرمیاں کہہ رہے ہو۔" جنرل نے جھینپ کر کہا "تم تو بہت عظیم کام کر رہے ہو۔"

"خیر۔ مقصد یہ ہے کہ گوٹے ال سے نکلتے وقت اس کی چیکنگ نہیں کی جائے گی اور شی گوراے میں تو ان کی اپنی حکومت ہے ... کیا خیال ہے؟" میں نے ڈیوڈ کی طرف دیکھا۔

"تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے۔" اس نے کہا "شی گوراے میں یہودی ایجنٹوں کو خاص مراعات حاصل ہیں لہٰذا وہاں سے نکلنے میں اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

"پس ثابت ہوا کہ میرا کٹا ہوا سر مادام کلارا کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہئے چیف۔" بڈ بولا "ممکن ہے ولسن دھوکا کھا جائے لیکن مادام کلارا تو اس سر کی اصلیت تک پہنچ جائے گی۔"

"اور اس کے ساتھ ہی ولسن بھی اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔" میں نے کہا "ہے نا مزے دار بات ...... جو مجھے ٹھکانے لگانے آیا تھا وہ اپنوں ہی کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچے گا۔"

"صرف ولسن کو ٹھکانے لگانے کے لئے تم اتنے لمبے چکر میں پڑ رہے ہو!" بڈ نے حیرت سے کہا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم گدھے ہو۔ ولسن کو مروانا مقصد تو نہیں ہے یہ فائدہ تو ضمناً حاصل ہو گا اصل مقصد تو ریجنل کو الجھانا ہے۔ ایک طرف تو مادام کلارا کے ساتھ یہ کچھ ہو گا اور دوسری طرف میں آج دوپہر ڈیوڈ دیان کی حیثیت سے ریجنل کو علی یار خان کے بارے میں رپورٹ پیش کروں گا۔ تیسری طرف تہذیب [illegible] ہو گی جو شی گوراے میں مادام کلارا کے مقابل ایک مجرمانہ تنظیم کی داغ بیل ڈالے گی اور اسی آڑ میں اینگلوز کے لوگوں کا صفایا کرے گی۔ میرے ذہن میں مادام کلارا سے الجھنے کی ابتدا کرنے کے لئے پروگرام موجود ہے۔"

"اوہ! مجھے خوشی ہے کہ اس بار تم مجھے کوئی باقاعدہ کام سونپ رہے ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"ہر کام ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے تہذیب! اور اس وقت یہ ضرورت ہے۔ تمہیں آج ہی شی گوراے کے لئے روانہ ہو جانا ہے ولسن کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی تمہیں وہاں پہنچ کر اپنے قدم جما لینے چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے علی! میں وہاں میک اپ میں جاؤں گی اور کوئی مکان کرائے پر لینے کی کوشش کروں گی تاکہ آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکوں۔"

"بڈ تو تمہارے ساتھ جائے گا ہی اس کے سوا اور بھی جس جس کو چاہو ساتھ لے جانا اور وہاں پہنچتے ہی اپنے فون نمبر سے مجھے آگاہ کر دینا تاکہ میں تمہیں ولسن کی فلائٹ سے مطلع کر سکوں۔"

"یہ سب کچھ تو ہو جائے گا لیکن ولسن کی فلائٹ سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"ابتدا یہیں سے تو ہوگی۔ تم مادام کلارا کو بتاؤ گی کہ ولسن نامی ایک شخص ٹورنٹو سے ایک بکس اپنے ہمراہ لا رہا ہے جس کے اندر ایک انسانی سر ہے۔ اس اطلاع کو خفیہ رکھنے کے عوض تم اس سے رقم کا مطالبہ کر سکتی ہو اور اگر وہ تمہارا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کرے تو تم حکام بالا کو یہ اطلاع فراہم کرنے کی دھمکی دے دینا۔"

"وہ کسی دھمکی میں نہیں آئے گی۔" ڈیوڈ ریان نے کہا "اس لئے کہ ٹی کورانے میں اینگلز کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے۔"

"مجھے اس کا بخوبی اندازہ ہے مسٹر ڈیوڈ! یہ تو محض چھیڑ چھاڑ کی ابتدا ہوگی اصل پروگرام تو بعد میں پیش کیا جائے گا۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے اگر وہ رقم ادا کرنے سے انکار کرے تو میں خاموش ہو کے بیٹھ جاؤں۔" تہذیب نے کہا۔

"اگر انکار کرے گا کیا مطلب ہے تہذیب! وہ کبھی تمہارا مطالبہ پورا نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو ٹی کورانے میں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں ہے۔"

"تو پھر اس لایعنی حرکت کا کیا فائدہ ہوگا؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"لایعنی تو مت کہو... کیا یہ کم ہے کہ وہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مادام کلارا ریڈل کو اطلاع دے گی کہ ان کا ایک انتہائی خفیہ مشن کچھ اور لوگوں کے علم میں آگیا اور جن لوگوں کے علم میں آیا ہے وہ نامعلوم ہیں۔ جانتی ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا... ان لوگوں کی توانائیاں ان نامعلوم لوگوں کی تلاش میں صرف ہو جائیں گی اور ہم بہ آسانی انہیں شکار کر سکیں گے۔"

تہذیب نے تحسینی انداز میں سر ہلایا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! اس طرح ہم فائدے حاصل کر سکیں گے۔"

"تم فاکمن کے نام سے میدان عمل میں اترنا... اینگلز کے مقابلے میں فاکمن" میں نے تہذیب سے کہا۔

"لیکن چند... تم کیتھا کو رہا کرنے کو بھی تو کہہ رہے تھے؟" بڈ بولا۔

"ہاں! ہم اسے آزاد کر دیں گے... تمہیں اس میں کوئی شبہ ہے کیا؟"

"نہیں" بڈ گڑبڑا گیا "لیکن تم نے شاید غور نہیں کیا کہ ڈیوڈ ریان کا بیان کچھ اور ہوگا جس کی تردید کیتھا کر دے گی..."

"تم نے اچھا سوال اٹھایا ہے بڈ! میں نے اس پہلو پر غور کیا ہے اور اس میں ڈیوڈ ریان کے سوا کسی اور کے لئے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے بارے میں ریڈل کو پہلے ہی یقین ہے کہ میں شخصیت کی تبدیلی کے عمل سے بچ نکلا ہوں۔ ڈیوڈ ریان کی طرف سے رپورٹ تو محض اسے چڑانے کے لئے ہوگی۔ اسے بے بسی کا احساس دلائے بغیر مزا بھی تو نہیں آئے گا۔"

"تو کیا تم ڈیوڈ ریان سے بھی کام لینے کے موڈ میں ہو؟" بڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں... ڈیوڈ اس کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا اس کا رول مجھے ہی کرنا ہوگا۔"

"تب تو تم اپنے لئے خود مشکلات کھڑی کر لو گے۔ ڈیوڈ ریان تو ویسے ہی ہٹ لسٹ پر موجود ہے..."

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن تمہیں بے فکر رہنا چاہئے۔ میرے ذہن میں اس کا شاندار توڑ موجود ہے۔ ریڈل کو بھی لطف آ جائے گا۔ ڈیوڈ ریان کو فاکمن کی سربراہ ریتا سالومن اغوا کرے گی۔"

بڈ حیرت سے منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا "کون ریتا سالومن؟" اس نے احمقانہ انداز میں کہا اور سب کے سب ہنس پڑے۔

"ٹی کورانے میں اینگلز کے مقابلے پر ایک فرضی تنظیم قائم کرنے کے بارے میں تم نے ہماری باتیں نہیں سنیں؟" میں نے کہا۔

"وہ تو... وہ تو میں نے سب سن لیا ہے چیف لیکن یہ ریتا سالومن کون خاتون ہیں جو تمہیں اغوا کر لیں گی۔"

"فاکمن کی سربراہ تہذیب کا کلم ایکس ہوگی اور تہذیب کا فرضی نام ریتا سالومن ہوگا" میں نے بڈ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"تم نے تو بات اور بھی الجھا دی... میڈم کو کیا پڑی ہے کہ وہ اپنے ہی ساتھی کو اغوا کر لیں؟"

"میڈم کے بچے" میں نے دانت پیس کر کہا "ڈیوڈ ریان تو یہاں ہیرس محل میں رہے گا اور میں یا تو جسٹن ڈولے کے میک اپ میں ہوں گا یا پھر ٹی کورانے چلا جاؤں گا۔ یہ تو محض ایک غلط اطلاع ہوگی جو تہذیب کی جانب سے مادام کلارا کو فراہم کی جائے گی۔ اس کا مقصد صرف اتنا ہوگا کہ ریڈل اینڈ کمپنی بے بسی کا شکار ہو ورنہ کوئی کسی کو اغوا نہیں کرے گا اور اس طرح میں خود بھی محفوظ رہوں گا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے" بڈ نے اطمینان کی بہت زوردار سانس لی "میں تو تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔"

"[illegible] مت کرو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا سمجھ رہے تھے اور کیا نہیں سمجھ رہے تھے۔"

"تم بہت خوش قسمت ہو علی!" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا "تمہیں ایسے ساتھی میسر ہیں جو ماحول کو کسی بھی وقت سنجیدہ نہیں ہونے دیتے۔"

"مجھے ان سے اپنا مغز چھلنی کروانا پڑتا ہے اور تم ان کی تعریف کر رہی ہو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "ذرا ماحول سنجیدہ ہوا اور بڈ نے بے تکی باتیں شروع کیں۔"

"ہم نے منصوبے تو بہت اچھے بنائے ہیں۔ بشرطیکہ ان پر اسی طرح عمل ہو سکے" ڈیوڈ نے کہا۔

"اگر تمہیں کہیں جھول نظر آ رہا ہو تو تم اس کی نشاندہی کر سکتے ہو" میں نے کہا "ممکن ہے میں نے کہیں کوئی سقم چھوڑ دیا ہو تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔"

"مثال کے طور پر تم میری حیثیت میں ریڈل کو رپورٹ پیش کرو گے تو تم یہ یقین نہیں کر سکتے کہ اس کا رد عمل کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ تمہیں کوئی کام سونپ دے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمہیں اپنے پاس فوراً طلب کر لے۔"

"تمہارا کہنا بجا ہے ڈیوڈ! اس کے رد عمل کا تعین واقعی نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا رد عمل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ریتا سالومن کو [illegible] کے لئے کسی خاص وقت کی پابندی [illegible] اصل میں نے مادام کلارا کے رد عمل کا تعین کر لیا ہے۔ وہ تہذیب کا کوئی مطالبہ بھی تسلیم نہیں کرے گی.... میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں" اس حد تک تو تم بالکل صحیح ہو۔ کلارا کوئی مطالبہ نہیں مانے گی اور اپنی من مانی کرے گی" ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"اس یقین کو بنیاد بنا کر میں نے یہ منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ ریتا سالومن نے ڈیوڈ ریان کو احتیاطاً پہلے ہی اغوا کرا لیا تھا تاکہ اگر مادام کلارا اس کی بات نہ مانے تو اس کے خلاف انتقامی کارروائی کے لئے ریتا سالومن کو بعد میں کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔"

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ریتا سالومن کو ڈیوڈ ریان اور مادام کلارا کے درمیان کسی قسم کے تعلق کا علم کیوں کر ہوا؟" ڈیوڈ نے اعتراض کیا۔

"بڑا بھرپور اعتراض ہے" میں نے مسکرا کر کہا "لیکن اس میں سرکھپانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ ریتا سالومن کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ اسے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس نے کون سی معلومات کس طرح اور کہاں سے حاصل کیں۔ تمہیں تو اینگلز پر فاکمن کی برتری ثابت ہوگی۔"

"ریڈل کی ذہانت سے انکار ممکن نہیں ہے علی!" ڈیوڈ نے کہا "وہ سمجھ جائے گا کہ فاکمن کی پشت پر تم ہو۔ اس لئے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور مادام کلارا اور میرے تعلق سے واقف نہیں ہو سکتا۔"

"اگر اس نے یہ نتیجہ اخذ کر بھی لیا تو وہ خود ہی اسے مسترد کر دینے پر مجبور ہو جائے گا اس لئے کہ مجھے پوشیدہ رہ کر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ میں تو علی الاعلان اس سے مقابلہ کر کے اور اس کو شکست کا احساس دلاتا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ کیتھا کے ذریعے اسے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"کیتھا کبھی یہ اعتراف نہیں کرے گی کہ اس نے اپنی زبان کھول دی تھی... کیا خیال ہے؟"

ڈیوڈ نے! اب مجھے منصوبے کی تفصیلات تو بتاؤ۔"

ہمت نہیں کہ ریڈل کے سامنے [illegible] لن! میرا تجربہ ہے کہ سادہ

"کوئی اور بات ہو جو تمہیں کھٹک رہی ہو" میں نے [illegible] سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا "تم نے خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بنایا ہے۔ بچا ہرا سے ناکام نہیں ہونا چاہئے۔"

"بس اب میں ایوس ہوٹل کا رخ کروں گا" میں نے کہا "بڈ! ذرا معلوم تو کرو کہ ان لوگوں نے پھر کوئی فون تو نہیں کیا؟"

بڈ نے فون پر ہوٹل کی آپریٹر سے بات کی اور مجھے بتایا کہ انہوں نے ہوٹل سے کوئی فون نہیں کیا۔

"لیکن بے فکر رہو۔ صبح ولسن ہوٹل سے باہر گیا تھا۔ اس نے یقیناً باہر سے فون کیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"کیا تم نے اس کا بھی انتظام کرا دیا تھا بڈ؟" میں نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ اب وہ اس ہوٹل کا فون استعمال نہیں کریں گے اس لئے میں نے انتظام کرا دیا تھا کہ وہ خواہ کہیں سے بھی فون کریں ان کا فون ٹیپ ہو جائے۔ مجھے چند منٹ کی مہلت دو میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

"دیکھا! میں کہہ رہی تھی ناکہ ساتھیوں کے معاملے میں تم بہت خوش قسمت ہو" کیتھی براؤن نے کہا "تمہارے کہے بغیر لوگ جانتے ہیں کہ انہیں کیا کیا کرنا ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں کیتھی" تہذیب نے کہا "لیکن علی کے ساتھی بھی تو خوش قسمت ہیں۔"

"اس میں کیا شک ہے" کیتھی براؤن مسکرائی "علی جیسا خیال رکھنے والا انہیں اور کہاں میسر آئے گا۔"

"تمہاری یادداشت کچھ کمزور معلوم ہوتی ہے" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "کیا تہذیب کے ہاتھوں اپنی بے ہوشی بھول گئیں؟"

"ہے تو وہ بھی تمہاری ساتھی" کیتھی براؤن جھینپ کر بولی "اور اس نے بھی تمہاری خاطر اتنا بڑا قدم اٹھا لیا تھا۔"

"بات یہ نہیں ہے کہ وہ میری ساتھی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم بھی میری ساتھی ہو۔ میں کسے کیا سمجھوں۔"

"شکر ہے تم تفریح کے موڈ میں تو نظر آئے" جنرل ٹیری نے کہا "ورنہ تم پر جو سنجیدگی طاری تھی اسے دیکھ کر تو ڈر لگنے لگا تھا۔"

"تم میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو جنرل!" میں نے حیرت سے کہا "جب کہ میں انتہائی سنجیدہ ہوں۔"

جنرل قہقہہ مار کے ہنس پڑا۔ کیتھی براؤن اور تہذیب بھی ہنس رہی تھیں۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں علی! مجھے تمہاری قسمت پر رشک آتا ہے۔ تمہیں کتنے پرخلوص دوست میسر ہیں" کیتھی نے کہا۔

"تم نے اپنی زندگی یوں ہی ضائع کر دی جنرل!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیتھی سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔"

"ہاں تو تمہارے ساتھ علی... جس کو جا ہو رہا ہے۔ دیکھا نہیں کیتھی کتنے خوب صورت انداز میں اپنی ہمارے تعریف کر رہی ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" جنرل واقعی حیران تھا۔

"علی کا مطلب یہ ہے کہ کیتھی براؤن نے علی کے دوستوں کو پُرخلوص کہہ کر خود اپنی تعریف کی ہے" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ خود بھی تو علی کے حلقہ احباب میں شامل ہے۔"

کیتھی براؤن جھینپ گئی اور جنرل نے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا لیکن اس لئے انجان بن رہا تھا کہ کیتھی نے اپنے ساتھ ساتھ میری بھی تعریف کی ہے۔"

"بہت خوب جنرل" میں ہنس پڑا "تمہارا جملہ ثابت کرتا ہے کہ تم نے کیتھی کے پکوڑوں کے اثرات ضرور قبول کئے ہیں۔"

"ولسن نے ٹیلی گراف آفس سے ٹی گورائے کال کی ہے چیف" بڈ نے آ کر کہا "پوری گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے۔ چند منٹ کے اندر اندر تم کیسٹ سن سکو گے۔"

پھر چند منٹ کے اندر اندر ہم سب وہ کیسٹ سن رہے تھے جو بڈ کی دور اندیشی کا شاہکار تھی۔

"خرگوشوں کے جوڑے کا کیا رہا ولسن؟" ابتدائی گفتگو کے بعد مادام کلارا نے پوچھا "میں بے چینی سے تمہاری کال کا انتظار کر رہی تھی۔"

"ہم پوری تندہی سے کام کر رہے ہیں مادام! لیکن یہاں ہمیں بڑے عجیب حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مجھے مشورے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"حیرت ہے ولسن یہ بات تم کہہ رہے ہو..... تم تو بہت معاملہ فہم آدمی ہو۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں مادام لیکن ہم ایک دشمن ملک میں ہیں اور ہم پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ان کے پیش نظر ہمیں دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔"

"تم قابل اعتماد آدمی ہو ولسن! تمہاری ذہانت پر بھروسا بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود میں یہ پوچھنے پر مجبور ہوں کہ کیا فون پر اس طرح گفتگو کرنا ٹھیک ہے؟"

"میں ٹیلی گراف آفس سے فون کر رہا ہوں مادام! یہاں بابو بوڑھے ہیں اور سب کے سب دیہاتی ہیں لہٰذا یہ امکان نہیں ہے کہ کوئی ہماری گفتگو سننے کی کوشش کرے گا۔"

"ٹھیک ہے ولسن..... اگر تم اسے محفوظ سمجھتے ہو تو بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"ہمیں یہاں آئے ہوئے چوبیس گھنٹوں سے کچھ زیادہ ہو چکے ہیں مادام! ہمیں ہنگامی طور پر یہاں بھیجا گیا تھا۔ کسی سے مدد لینے کی بھی ممانعت تھی۔ آپ جانتی ہیں کہ ہم کتنی صفائی سے کام کرنے کے عادی ہیں لیکن یہاں حیران کن بات یہ ہوئی کہ وہ لڑکی وقت پر مطلوبہ کار میں نہیں بیٹھے حالانکہ اس کا کوئی امکان نہ تھا۔ نگرانوں نے دوسری گاڑی طلب کر لی۔"

"تم سے کہا گیا تھا کہ اپنا کام کر کے وہاں سے کھسک لینا پھر تم نے حکم عدولی کیوں کی؟" مادام کلارا کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"ہم نے ہر حکم پر حرف بہ حرف عمل کیا لیکن اس کا کیا علاج کہ گوٹے مل پہنچتے ہی ہماری نگرانی شروع ہو گئی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو ولسن!" مادام کلارا کی چونکی ہوئی آواز آئی "تم لوگوں کا مشن تو بہت خفیہ اور ہنگامی طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔"

"یہاں کے محکمہ انٹیلی جنس کا یہ بدعنوان افسر جس کا نام جنس زلے ہے اور جس کا کام ہی غیر ملکیوں کو بلیک میل کرنا ہے وہ ہمارے پیچھے لگ گیا ہے۔"

"ایسے لوگوں کو راستے سے ہٹایا جاتا ہے ولسن" مادام کلارا نے سرد لہجے میں کہا "مجھے افسوس ہے کہ اتنی معمولی سی بات کے لئے تم نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔"

"بات اتنی سادہ نہیں ہے مادام! اس کا اپنا ایک گروہ ہے اگر ہم نے اسے راستے سے ہٹایا تو اس کے ذاتی گروہ کے آدمی حکومت کی ایجنسیوں کو ہمارے بارے میں اطلاع فراہم کر دیں گے۔ اس وقت تو ہم پھر بھی محفوظ ہیں۔"

"اگر وہ بدعنوان ہے تو اس کا منہ بند کرنا کیا بڑی بات ہے ولسن۔"

"اس نے ہم سے رقم کا ہی مطالبہ کیا تھا مادام! لیکن وہ بہت بڑی رقم طلب کر رہا ہے" ولسن نے اسے وہ رقم بتائی جو جنس نے اس سے طلب کی تھی۔

"ایک نامکمل کیس پر اتنی بڑی رقم ضائع کرنا مناسب نہیں ہو گا ولسن! تم لوگ واپس آ جاؤ۔"

"وہ ہمیں فرار بھی نہیں ہونے دے گا مادام! بہت منظم طریقے سے کام کرنے کے علاوہ وہ نہ صرف پھرتیلا ہے بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی بہت طاقت ور ہے۔ گراہم اس سے الجھا تھا لیکن کیا آپ یقین کریں گی کہ وہ ان کے سامنے بچہ معلوم ہو رہا تھا۔ اتنا تو یہ ہے کہ وہ گراہم کے چھکے چھڑاتے ہوئے تجربے سے بھی بچ نکلا۔"

"تب تو پھر وہ بہت کام کا آدمی ہوا ولسن!" مادام کلارا نے مفکرانہ لہجے میں کہا "رقم کی پروا کئے بغیر اس کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"میں اسے پیش کش کر چکا ہوں مادام! خرگوشوں کا نام سن کر وہ جھجک گیا تھا لیکن منہ مانگے معاوضے کے لالچ میں آ کر وہ راضی ہو گیا ہے۔"

"اگر وہ یہ کام کر سکے تو ہم اسے بڑے سے بڑا معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہیں۔ اس سے معاملات طے کر لو۔ اخراجات کے لئے خطیر رقم آج ہی تمہیں مل جائے گی۔"

"شکریہ مادام! میں نے اسی معاملے میں آپ کی منظوری حاصل کرانے کے لئے فون کیا تھا۔"

میں نے ٹیپ ریکارڈر آف کیا اور زیوڈ زیان کی طرف دیکھا "دیکھ لو کیسا ان لوگوں کو رعب میں لیا ہے۔"

"بلاشبہ آپ نے بہت اچھے انداز میں معاملات کو ہینڈل کیا ہے" زیوڈ نے کہا "بصورت دیگر آپ کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"اب وہ تم سے تم ہی کو قتل کرانا چاہ رہے ہیں" بڈ نے کہا۔

"زندگی میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں بڈ جب آدمی خود اپنے ہی خلاف سازش کرتا ہے۔"

✽✽✽✽✽✽✽

گراہم اور ولسن میرے منتظر تھے۔ اب ان کے رویے یکسر تبدیل ہو چکے تھے اور دونوں مجھ سے خاصی گرم جوشی سے ملے تھے۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر جنس" ولسن نے بیٹھنے کے بعد کہا "ایک ایسی پیچیدگی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے تمہیں شام سے قبل ادائیگی نہیں کر سکوں گا۔"

"اسے جہنم میں جھونکو" میں نے بے پروائی سے کہا "ادائیگیاں تو ہوتی رہیں گی۔ زیادہ فکر تو مجھے علی یار خان کی ہے۔"

"ہاں اس کا کیا ہوا؟" گراہم بے صبری سے بولا "امید کی کوئی کرن نظر آئی کہ نہیں؟"

"میں نے نہ صرف منصوبہ تیار کر لیا ہے بلکہ اب تک اس پر خاصا کام بھی کر چکا ہوں۔"

"یار تم آدمی ہو یا جن" گراہم نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "رات ہی تو ہمارے درمیان بات ہوئی تھی اور اب صبح ہوئے چند ہی گھنٹے گزرے ہیں۔ اس دوران تم نے کام بھی کر لیا؟"

"دولت کبھی آسانی سے ہاتھ نہیں آتی گراہم! اس کے لئے آدمی کو مشین میں تبدیل ہونا پڑتا ہے۔ گھن چکر بننا پڑتا ہے۔"

"ہر بات میں تم پیسوں کا تذکرہ کرتے ہو اور اتنی لمبی لمبی رقمیں طلب کرتے ہو لیکن اس کے باوجود اتنی گھٹیا جگہ پر رہتے ہو۔ کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے؟" ولسن نے کہا۔

"میں سرکاری ملازم ہوں مسٹر ولسن اور ایک حساس ادارے میں ملازم ہوں۔ مجھے بہت احتیاط برتنی پڑتی ہے ورنہ میرے خلاف انکوائری شروع ہو جائے گی اور میری تمام محنت پر پانی پھر جائے گا۔"

"بات سمجھ میں آ گئی" ولسن نے سر ہلایا "ہاں تو تم منصوبے کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے؟"

"میں نے رات سے اب تک خاصا کام کیا ہے مسٹر ولسن اور مجھے یقین ہے کہ اگر میرے منصوبے پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔"

"تمہاری صلاحیتوں کے پیش نظر ہم بھی بہت پُرامید ہیں" ولسن نے کہا "لیکن تم منصوبے کی تفصیلات تو بتاؤ۔"

"بہت سادہ منصوبہ ہے مسٹر ولسن! میرا تجربہ ہے کہ سادہ منصوبہ زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے" گراہم بے صبری سے بولا "لیکن اس کے خلاف ماضی میں ہر قسم کے منصوبے ناکام ہو چکے ہیں۔ ہر بار کسی نہ کسی وجہ سے وہ بچ ہی جاتا ہے۔"

"اب تک وہ شخص اس لئے بچتا رہا کہ کیپٹن جنس زلے اس کے مدمقابل نہیں آیا تھا" میں نے اکڑ کر کہا "اب اس کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

"ضرورت سے زیادہ اعتماد آدمی کو لے ڈوبتا ہے مسٹر زلے" ولسن بولا "تمہیں ناکامی کا امکان بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔"

"اس کے خلاف آج تک کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہوا اور میں بھی کبھی ناکام نہیں ہوا۔ میرے کریڈٹ پر بھی بڑی بڑی کامیابیاں ہیں اور ناکامی ایک بھی نہیں ہے۔"

"پھر بھی ہم نہیں چاہتے کہ کوئی معمولی سی بات اسے بچا جائے۔ ان دونوں کو اب ختم ہی ہو جانا چاہئے۔"

"بالکل ختم ہو جانا چاہئے۔ اس لئے کہ ان کی زندگیوں کا اختتام میری امیرانہ زندگی کا نقطۂ آغاز ثابت ہو گا لیکن میں ان دونوں کی یکجائی کا انتظار نہیں کر سکتا۔"

"یکجائی کے انتظار سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ وہ دونوں ساتھ ہی تو ہیں" ولسن نے تیزی سے کہا۔

"پرانی بات ہوئی مسٹر ولسن! اب تہذیب اسلم ایکس یہاں موجود نہیں ہے۔ صرف علی ہے اور میری اطلاع کے مطابق اب سے ایک گھنٹے بعد وہ مقتول کی بیوہ کے گھر جائے گا۔ تمہیں معلوم ہے اس کا گھر کہاں ہے؟"

"نہیں" ولسن اور گراہم دونوں کے سر نفی میں ہلے تھے "ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"

"حالانکہ بہت سیدھی سی بات ہے۔ گوٹے مل کے صدر کا ذاتی ملازم صدارتی محل کے سرونٹ کوارٹرز کے علاوہ اور کہاں رہے گا؟"

"اوہ!" ولسن جھینپ گیا "واقعی یہ تو سامنے کی بات ہے۔ اتفاق ہے کہ اس طرف ذہن ہی نہیں گیا۔"

"خیر کوئی بات نہیں... تو میں کہہ رہا تھا کہ وہ وہیں سرونٹ کوارٹرز میں رہتی ہے اور علی ایک گھنٹے بعد اس سے ملنے جائے گا۔"

"کیا ضروری ہے کہ وہ ایک گھنٹے بعد ہی وہاں جائے" ولسن بولا۔

"میں ہمیشہ مخصوص ذرائع سے معلومات حاصل کرتا ہوں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ علی نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق وہ وعدے کا بہت پابند ہے۔"

"وہ وہاں کس حلیے میں جائے گا" ولسن نے کہا "اس کے لہجے

سے الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔

"اصولی طور پر میں یہ بتانے کا پابند نہیں ہوں، لیکن پھر بھی بتا رہا ہوں کہ میں نے اس سے مقتول ڈرائیور کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا..."

"ٹھیک ہے، بات سمجھ میں آگئی" ولسن نے ایک طویل سانس لی "اس کے علاوہ اس کے وہاں جانے کا اور کوئی جواز ہو بھی نہیں سکتا تھا۔"

"لیکن اس معاملے میں وہ منہ کی کھائے گا۔ میں نے تم لوگوں تک پہنچنے کے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔"

"اس کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں مسٹر ڈولے" گراہم نے کہا "لیکن تمہارا وہ منصوبہ..."

"میرے منصوبے کی نوعیت ایسی ہے کہ میں اسے تم دونوں کے سامنے بیان نہیں کر سکتا" میں نے کہا "گراہم بھی ایک ذہین آدمی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ولسن سے گفتگو کے بعد بھی تم اسے دور کر سکو گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی" ولسن نے حیرت سے کہا "میں اور گراہم الگ الگ نہیں ہیں۔ ہمارے درمیان کوئی بات راز نہیں رہتی..."

"اس کے باوجود میں اصرار کروں گا کہ پہلے تم تنہائی میں اس منصوبے پر مجھ سے بات کرلو۔ پھر گراہم کے علم میں بھی لے آئیں گے۔"

"تم خواہ مخواہ اس پر مصر ہو... اس کا فائدہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ نقصان البتہ ہو جائے گا۔ ہم دونوں کے درمیان خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "تم لوگ سنجیدہ نہیں ہو ورنہ اس معاملے میں مجھ سے بحث نہ کرتے۔ جب تم لوگ میری بات سے متفق ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ دوبارہ اتنا اچھا موقع کب ہاتھ آئے گا۔"

میں پلٹ کر دروازے کی طرف چل پڑا لیکن دروازے تک پہنچنے سے قبل ہی ولسن نے مجھے آواز دی "سنو! اتنی جلدی کوئی فیصلہ مت کرو۔"

"میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے مسٹر ولسن!" میں نے اس کی طرف مڑ کر کہا "مجھے جو بھی فیصلہ کرنا ہے جلدی ہی کرنا ہے۔"

ولسن اور گراہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ولسن مجھ سے بولا "میں گراہم کو باہر بھیج رہا ہوں لیکن اس کی عدم موجودگی میں ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہوگی وہ میں اسے بتا دوں گا۔"

"قطعی" میں نے رضامندی ظاہر کی "یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم اسے کیا بتاتے ہو اور کیا نہیں۔"

گراہم خود ہی اٹھ کھڑا ہوا مگر اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میرا طرز عمل پسند نہیں آیا ہے۔

"اب بتاؤ گراہم کو باہر بھیجنے کی کیا وجہ ہے" گراہم کے جانے کے بعد ولسن نے پوچھا۔

"بات ہمارے ٹھکانے تک پہنچ چکی ہے اور مجھے علی یار خان سے ملاقات کے لیے جانا ہے" میں نے کہا "معاملہ چونکہ بہت اہم ہے، اس لیے ہم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے مدد لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کا ایک تفتیشی افسر یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس وقت معاملہ میرے ہاتھ میں تو ہے۔ اس تفتیشی افسر کو ائیرپورٹ سے لے کر مقتول کے کوارٹر تک پہنچانا میری ہی ذمہ داری ہے لہٰذا میں گراہم کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" ولسن نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چونکہ علی یار خان خود کو محفوظ تصور کر رہا ہوگا اس لیے مطمئن ہوگا اور موقع دیکھ کر اس پر فائر کرنا گراہم کا کام ہوگا۔ یہ نہایت آسان کام ہے اور اس میں کوئی پیچیدگی بھی نہیں ہے۔"

"یہ تم نے کس قسم کا منصوبہ بنایا ہے" ولسن نے حیرت سے کہا "اسے قتل کرنے کے بعد خود گراہم کی کیا پوزیشن ہوگی؟"

"اسے ایک سرکاری مہمان کو قتل کرنے کے جرم میں میں ہلاک کر دوں گا" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ ہم نے تم سے علی یار خان کو ٹھکانے لگانے کو کہا ہے اور تم اتنے اطمینان سے خود ہمارے خلاف باتیں کر رہے ہو؟"

"اسی لیے تو میں نے گراہم کو باہر بھجوا دیا ہے۔ اگر میں اس کے سامنے یہ سب کچھ بیان کرتا تو تم اس کے سامنے اعتراض داغ دیتے۔ اس کی اپنی عقل تو موٹی ہے لہٰذا میں اسے کسی نہ کسی طرح دھوکے میں رکھ سکتا ہوں لیکن تم سے میں صاف صاف گفتگو کر رہا ہوں۔ بڑی سے بڑی رقم کے عوض بھی کوئی شخص خود کو ہلاک نہیں کروا سکتا اور اگر میں نے علی یار خان کو ہلاک کرنے کی ناکام کوشش بھی کی تو مجھے بخشا نہیں جائے گا اور فی الوقت جو منصوبہ میں نے بنایا ہے اس کے سوا کوئی اور منصوبہ بنا بھی نہیں سکتا۔ دوسری طرف انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم نہیں کس وقت وہ ملک سے کہیں اور چل دے۔ تم تو جانتے ہی ہو گے کہ وہ کسی ایک جگہ بھی نہیں ٹکتا۔ لہٰذا اب یہ تم پر منحصر ہے۔ تم گراہم کی قربانی دینا منظور کر لو تو یہ جھگڑا آج ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتا ہے۔"

"تم چاہو تو اس سے بہتر طریقہ بھی تلاش کر سکتے ہو" ولسن نے کہا۔

"بالکل کر سکتا ہوں مسٹر ولسن مگر اس کے لیے وقت چاہیے اور ساتھ ہی یہ ضمانت بھی کہ وہ کوٹے ان سے کہیں اور نہیں چلا جائے گا۔"

"اس منصوبے میں تم اتنی گنجائش نکال سکتے ہو کہ گراہم کی بچت کے امکانات پیدا ہو جائیں۔"

"میں سمجھ رہا تھا اسے قتل کرنا تمہارے لیے بہت اہم ہے" میں نے مایوسی سے کہا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس قدر غیر اہم ہے کہ تم لوگ اس کی خاطر کوئی قربانی بھی نہیں دے سکتے۔"

"ہم... میں تو محض امکانات کی بات کر رہا ہوں" ولسن ہکلا گیا "خواہ مخواہ ایک جان ضائع کرنے سے فائدہ؟"

"تم لوگوں کی انہی حرکتوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ بچتا چلا آیا ہے۔ تم اپنے تحفظ کو زیادہ اہمیت دیتے ہو۔ میں بھی کچی حرکت نہیں کروں گا تو وہ مجھ تک پہنچ جائے گا اس لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔"

"تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے" ولسن نے کہا "سوال یہ ہے کہ اس کام کے لیے تم نے گراہم کو ہی کیوں منتخب کیا ہے؟ تم مجھے بھی تو منتخب کر سکتے تھے؟"

"بے سوچے سمجھے کوئی فیصلہ کرتا تو تمہارا انتخاب کر سکتا تھا لیکن میں کبھی بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہیں کرتا۔ گراہم کو میں بہلا پھسلا سکتا ہوں تمہیں نہیں دے سکتا۔ تم ذہین آدمی ہو، سمجھ سکتے ہو کہ علی کو ہلاک کرنے والا زندہ بچ کر نہیں نکل سکے گا جبکہ گراہم اس قسم کی قوت تجزیہ سے محروم ہے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر علی کو مارنا بہت اہم ہے تو گراہم کو بھول جاؤ۔"

"اگر تم چاہو تو ایسا انتظام کر سکتے ہو کہ علی کو مارنے کے بعد گراہم جائے واردات سے فرار ہو جائے گا۔"

"یہ کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں ہے لیکن اس کے بعد میری پوزیشن کیا ہوگی؟"

"پوزیشن تو تمہاری اب بھی خراب ہوگی۔ تم فوراً ائیرپورٹ سے تم بھی اسے وہاں لے کر جاؤ گے۔"

"علی کے قاتل کو ہلاک کر کے میں اپنی غلطی کی اس حد تک تلافی کر دوں گا کہ اس کے بعد میرے خلاف کوئی الزام یقین کی حد کو نہیں پہنچ سکے گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈولے" ولسن نے ایک طویل سانس لی "معاملہ اتنا اہم ہے کہ میں اس میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتا۔ مجھے ہر قیمت پر علی کا سر چاہیے۔"

"تو اب یہ بھی طے کر لیں کہ ہمیں گراہم کو کیا بتانا ہے۔"

❋❋❋❋❋❋❋

تمام انتظامات مکمل تھے۔ مقتول ڈرائیور کی بیوہ کو بڈ پہلے ہی ساری صورت حال سے آگاہ کر چکا تھا اور گراہم کو میں نے اور ولسن نے مل کر یقین دلا دیا تھا کہ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میری لفاظی اور ولسن کی تائید کے باعث اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ علی یار خان کو قتل کرنے میں لامحالہ کامیاب ہو جائے گا اور یہ کہ اب اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔

مقتول ڈرائیور کے کوارٹر کا دروازہ بڈ نے کھولا تھا۔ یہ بات ہمارے منصوبے کے عین مطابق تھی۔

"اوہ! کیپٹن ہنس ڈولے" بڈ نے بہت خوش ہو کر کہا تھا "مجھے یقین ہے کہ اب قاتل نہیں بچ سکیں گے۔ آئیے! اندر آجائیے۔"

بڈ ہمیں ایک خالی کمرے میں لایا۔ مقتول کی بیوہ اور بچے دوسرے کمرے میں تھے۔

"ان سے ملئے جناب" میں نے بڈ سے کہا "یہ مسٹر گراہم ہیں، اسکاٹ لینڈ یارڈ کے مشہور سراغ رساں" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی جناب" بڈ نے بڑی گرمجوشی سے گراہم سے ہاتھ ملایا "دراصل علی صاحب کو اچانک ایک کام سے جانا پڑ گیا۔"

"یہ کیا طریقہ ہوا" میں بگڑ گیا "اس طرح تو تفتیش نہیں ہو سکتی۔"

"انہیں بھی اسی وجہ سے اچانک جانا پڑ گیا" بڈ نے پٹے سے طے شدہ بات کی "اب آپ کو اس پتے پر جانا پڑے گا" بڈ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھایا جس پر اس پتے کا پتا لکھا ہوا تھا جہاں ہنس ڈولے کو رکھا گیا تھا۔ میں نے اس کاغذ پر ایک نظر ڈالنے کے بعد گراہم کی طرف بڑھا دیا جو کچھ گھبرایا ہوا سا نظر آ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے مسٹر گراہم!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "ہم وہاں بھی چلے جائیں گے۔ ہمیں تو اپنا کام کرنے سے غرض ہے۔ خواہ یہاں ہو یا وہاں۔"

"ہاں ہاں... بالکل بالکل" گراہم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر مقتول کی بیوہ سے چند باتیں کر لوں۔ اگر ضرورت ہوئی تو اسے بھی ساتھ لے چلیں گے۔"

گراہم نے بے بسی سے شانے اچکا کر رہ گیا۔ وہ کوئی سراغ رساں تو تھا نہیں۔ اسے تو میرے اشاروں پر ناچنا تھا۔

میں دوسرے کمرے میں آیا جہاں صرف مقتول ڈرائیور کی بیوہ تھی۔ بچوں کو پہلے ہی گھر سے ہٹا دیا گیا تھا۔ وہ مغموم نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ بہت مطمئن تھی۔ اس کے شوہر نے ایک بڑے مقصد کے لیے جان نچھاور کر دی تھی۔

"اپنے وعدے کے مطابق میں نے قاتل کو تمہاری دہلیز پر حاضر کروا دیا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"اپنے شوہر کے قاتل کو نہیں بلکہ ایک یہودی کو میں اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا پسند کروں گی" اس نے بڑے مستحکم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے... وہ تمہارا مجرم ہے اور تم اسے اپنے ہاتھوں سے سزا دینے کا حق رکھتی ہو لیکن اس کے لیے تمہیں کہیں اور چلنا پڑے گا۔"

"بڈ صاحب مجھے سب کچھ بتا چکے ہیں اور آپ جہاں بھی کہیں میں چلنے کو تیار ہوں لیکن آپ کو میک اپ میں دیکھ کر عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"بہت جلد تم مجھے میری اصل صورت میں دیکھ سکو گی۔ آؤ اب چلیں۔"

ہم چاروں گاڑی میں بیٹھ کر مطلوبہ بنگلے پر پہنچ گئے۔ بنگلے کے اندر داخل ہوتے وقت گراہم سخت مضطرب ہو گیا تھا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں اسے بٹھاتے وقت اس کے شانے پر تھپکی دے کر اسے پُرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا اور سونا کو گھور کر دیکھا تھا جو خونی نگاہوں سے گراہم کو دیکھے جا رہی تھی۔ میرے اس طرح گھورنے پر سونا نے خود کو سنبھال لیا تھا اور دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ گراہم اگر بدحواس نہ ہوتا یقیناً یہ بات محسوس کر لیتا۔

"تم یہاں بیٹھو.... میں علی کو دیکھتا ہوں" میں نے گراہم سے کہا اور اس کے کچھ کہنے سے قبل اس دوسرے دروازے سے اندر داخل ہو گیا' جو ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ گیا تھا۔

میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں جمس موجود تھا۔ صبح سے اسے شراب نہیں دی گئی تھی اس لئے وہ پورے ہوش و حواس میں تھا۔

"تیار ہو جاؤ جمس" میں نے جلدی جلدی اپنا میک اپ صاف کرتے ہوئے کہا "گراہم ڈرائنگ روم میں موجود ہے۔ تم اپنا پارٹ پلے کرنے کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں" جمس نے کہا "مجھے پوری طرح سمجھا دیا گیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"کوئی گڑبڑ مت کرنا" میں نے جمس کو گھورتے ہوئے کہا "میں گراہم کے ساتھ چند منٹ تک کھیلوں گا...."

"بے فکر رہو" جمس نے برا مان کر کہا "میں اتنا اناڑی بھی نہیں ہوں۔"

چند منٹ بعد میں جمس ڈلے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو سونا' گراہم اور بذ تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ گراہم اب واضح طور پر نروس نظر آ رہا تھا۔ میں اپنا کوٹ اتار کر اندر ہی چھوڑ آیا تھا اور اپنے بال بکھیر لئے تھے۔ انداز ایسا تھا جیسے بے پناہ مصروفیت کی وجہ سے مجھے خود پر توجہ دینے کا موقع ہی نہ مل پایا ہو۔

"ان سے ملئے مسٹر علی!" جمس نے کہا "یہ مسٹر گراہم ہیں۔ کار کے دھماکے کی تفتیش کے لئے سیدھے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے آ رہے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے غور سے گراہم کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گیا۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے وقت گراہم کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش تھی۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔

"یہ کوئی اتنا پیچیدہ معاملہ تو نہیں ہے جس کے لئے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں کو زحمت دی گئی" میں نے خشک لہجے میں کہا "تاہم تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ بتاؤ تم ہمارے لئے کیا کر سکو گے؟" میری نظریں گراہم پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اس پر سے ایک لمحے کے لئے بھی نظر ہٹانے کے لئے تیار نہیں تھا۔

"یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ سے سیدھے یہاں آ رہے ہیں جناب!" جمس نے جلدی سے کہا "یہ تو حالات سے پوری طرح باخبر بھی نہیں ہیں۔"

"میں نے تو اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کی بڑی تعریفیں سنی تھیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہ کیسے سراغ رساں ہیں کہ انہیں ابھی تک کچھ بھی نہیں معلوم۔"

میرے تبصرے پر گراہم پہلو بدل کر رہ گیا اور جمس نے ایک بار پھر دخل اندازی کی "اسکاٹ لینڈ یارڈ والے کوئی جادوگر تو نہیں ہوتے جناب" جمس نے ناخوش گوار انداز میں کہا "پہلے آپ یہ بتائیں کہ واقعات کس طرح پیش آئے تھے اس کے بعد ہی اس سلسلے میں کچھ کہا جا سکے گا۔"

"تم مجھ سے واقف ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہودی میرے دشمن ہیں۔ ان کا بس چلے تو میری بوٹیاں اڑا کر رکھ دیں" میں جمس کی بات کا جواب دے رہا تھا مگر نظریں بدستور گراہم پر مرکوز تھیں "کل جو واقعہ ہوا اس کے پیچھے بھی کسی یہودی کا ہاتھ کارفرما ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ میں ان کے قابو میں آنے والا نہیں ہوں۔ میں نے اولیو ہارڈ جیسے وحشی کو نہیں بخشا۔ تم اولیو ہارڈ سے تو واقف ہو گے مسٹر جمس؟"

"ہاں.... برسوں پہلے اس نے ہمیں کونے قل میں آپ کا کرا بم سے اڑا دیا تھا۔"

"ہاں وہی" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اور تم تو اس سے بہت اچھی طرح واقف ہو گے مسٹر گراہم۔"

"کیوں' میں کیوں بہت اچھی طرح واقف ہونے لگا" گراہم نے کہا۔ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔

"اس لئے کہ تمہارا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے جن کی معلومات بہت وسیع ہوتی ہیں۔"

"ہر ایک کی معلومات اتنی وسیع نہیں ہوتیں" گراہم نے پہلو بدل کر کہا "لیکن میں چونکہ فلسطین کے حق میں اور اسرائیل کے خلاف ہوں اس لئے تم دونوں کے بارے میں بھی میں بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"تب تو تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اولیو ہارڈ کتنا بڑا کمینہ تھا۔ میں نے اسے بار بار ڈھیل دی' کئی بار اس کی جاں بخشی کی مگر اس کی عقل ٹھکانے نہیں آئی اور انجام کار وہ شام میں میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

اولیو ہارڈ کے خلاف اس قسم کی گفتگو سن کر گراہم کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا اور جمس کو دخل اندازی کرنا پڑی۔

"میں نے آپ سے کل کے واقعے کے بارے میں پوچھا تھا' آپ معلوم نہیں کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔"

"وہی بتا رہا ہوں۔ پیش منظر سمجھنے کے لئے پس منظر کا علم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے تمہیں پہلے اولیو ہارڈ کے بارے میں بتایا۔ اس کی موت کے بعد ایک شخص نے جس کا نام ریجنل ہے لیکن اس نے اپنے نام کو ریجنل ہارڈ میں تبدیل کر لیا اور جو بزعم خود اولیو ہارڈ کا جانشین ہے' اولیو ہارڈ کا انتقام لینے کی

قسم کھائی ہے مجھے یقین ہے کہ راکل کے قاتلانہ حملے کے پیچھے اس کا ہاتھ تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے آپ پر حملہ کرایا تھا؟" جمس نے کہا۔

"ہاں' میرا یہی مطلب ہے۔ میری جگہ جو ڈرائیور مارا گیا اس کا نام ایڈگر تھا اور یہ اس کی بیوی سونا ہے۔ میں نے سونا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے شوہر کے قاتل چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کے قدموں میں ہوں گے اور اب چوبیس گھنٹے پورے ہونے میں محض چند گھنٹے رہ گئے ہیں۔ سوچئے تو میں خود بھی یہ کام کر سکتا تھا لیکن پھر بھی میں نے تمہیں زحمت دینے کا فیصلہ کیا تاکہ میرا وعدہ یقینی طور پر پورا ہو سکے۔"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ اس حملے سے بچ کس طرح گئے" جمس نے کہا۔

"اس بات سے تفتیش کا کیا تعلق ہے؟" میں نے لمحہ بھر کے لئے گراہم پر سے نظریں ہٹا کر جمس کو گھورا اور دوبارہ گراہم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ممکن ہے آپ کو کسی ذریعے سے اطلاع مل گئی ہو کہ آپ پر حملہ ہونے والا ہے...."

"نہیں مسٹر جمس! جو اطلاعات کے محتاج ہوتے ہیں وہ علی یار خان نہیں ہوتے۔ انہیں یہودی کہتے ہیں۔ مجھے کسی سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی بلکہ میرے اندر ایک اضافی حس ہے جو ایسے موقعوں پر مجھے ہوشیار کر دیتی ہے۔ تمہیں معلوم ہے ایک بار میں یہودیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا اور مجھے ایک فوجی کیمپ میں قید کر دیا گیا تھا۔"

"پھر تم وہاں سے کس طرح بچ نکلے" گراہم نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا۔

"ہاں مسٹر گراہم! یہ بات تمہارے علم میں نہیں ہو گی اس لئے کہ یہودی خود بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ انہوں نے کسے گرفتار کر لیا ہے۔ اگر انہیں علم ہو جاتا تو شاید میں بھی ان کی قید سے فرار نہیں ہو سکتا تھا...."

"مسٹر علی پلیز!" جمس نے احتجاجی لہجے میں کہا "غیر متعلق باتوں کے نتیجے میں...."

"تم خاموش رہو مسٹر جمس" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں سے محو کلام ہوں۔ ہاں تو مسٹر گراہم اس فوجی کیمپ سے فرار ہونے کی کوشش میں میرا پورا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا لیکن دیکھ لو میں تمہارے سامنے نہ صرف زندہ سلامت بیٹھا ہوں بلکہ یہودیوں پر کاری وار بھی کر رہا ہوں۔"

سونا بڑی محویت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جمس اپنے انداز سے بیزاری ظاہر کر رہا تھا اور گراہم واضح طور پر مجھ سے مرعوب دکھائی دے رہا تھا۔ شاید اس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ بھی اخذ کر لیا ہو کہ وہ مجھ پر سامنے سے حملہ نہیں کر سکتا۔ میرے مستقل گھورتے رہنے کی وجہ سے وہ نروس ہو گیا تھا۔

"میں تم لوگوں کو ایک عجیب بات بتاؤں" چند لمحے بعد میں نے کہا "ریجنل نے مجھے قید کر کے منشیاتی عمل کے ذریعے میرے نظریات تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام ہو گیا۔"

"یہ تو واقعی کمال کی بات ہے مسٹر علی" گراہم نے کہا "کسی سائنسی عمل سے بچ نکلنا حیران کن ہی کہلائے گا۔"

گراہم مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا تاکہ اگر اسے مجھ پر حملہ کرنے کا موقع نہ بھی مل سکے تو بھی اسے یہاں سے خالی ہاتھ نہ جانا پڑے۔ جو معلومات وہ مجھ سے حاصل کر رہا تھا یہودیوں کے نکتہ نگاہ سے وہ خاصی قیمتی تھیں لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ معلومات اس کے سینے میں دفن ہو جائیں گی۔

"ریجنل اس بات سے واقف ہے کہ اس کا عمل ناکام ہو چکا ہے۔ نہ صرف ناکام ہوا ہے بلکہ میں نے نہایت مختصر سی مدت میں اسے شدید نقصانات سے بھی دوچار کیا ہے۔ جزیرۂ مرگ پر ریجنل نے قبضہ کر رکھا تھا' وہ پورا جزیرہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں وہاں اس کے کتنے آدمی مارے گئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ کونے قل میں اس کی تنظیم ایگلز کے ڈھائی سو ایجنٹ بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔"

"نہیں" گراہم متحیرانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"یہ حقیقت ہے مسٹر گراہم" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "لیکن یہ بات سن کر تمہیں اتنی حیرت کیوں ہوئی؟"

"حیرت کی بات تو ہے" گراہم گڑبڑا گیا "کسی بھی فوجی ایک تنظیم کے مقابلے میں یہ کارکردگی حیران کن ہی کہی جائے گی۔"

"ریجنل بچہ ہے" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "ایک بار اپنی غلطی سے میں اس کے چنگل میں پھنس گیا تو وہ اپنے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہو گیا۔"

بذ بہت زیادہ چوکنا نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی حرکت پر گراہم کو شوٹ کر دے گا۔

"سوال یہ ہے کہ جب آپ اس کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تو پھر آپ نے ہماری خدمات کیوں حاصل کیں؟" گراہم بولا۔

"تاکہ تم لوگ ان افراد کو گرفتار کرنے میں میری مدد کر سکو جنہوں نے کار میں بم فٹ کیا تھا" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اس کے لئے ہمیں تفتیش کرنی پڑے گی" جمس نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا "اور آپ ہم سے ذرا بھی تعاون نہیں کر رہے۔"

"باہمی تعاون کے نتیجے میں ہی وہ لوگ گرفتار ہوں گے مسٹر جمس" میں نے بڑے سکون سے کہا "لیکن اس سے قبل میں آپ کو اس عورت کے جذبات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا شوہر بے قصور مارا گیا" پھر میں سونا کی طرف متوجہ ہوا "تم ہمیں اپنے جذبات سے آگاہ کرو۔"

"مجھے اپنے شوہر پر فخر ہے کہ وہ ایک عظیم مقصد پر قربان ہوا"

سونا کے لہجے سے بھی فخر کا ابھر رہا تھا۔

"اگر تمہیں اپنے شوہر کے قاتل مل جائیں تو تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

"اگر وہ مجھے مل جائیں اور مجھے ان پر اختیار دے دیا جائے تو میں انہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔ اس لئے نہیں کہ انہوں نے میرے شوہر کی جان لی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ یہودی ہیں اور ہر [illegible] وطن ہوتے ہوئے بھی بے وطن ہو گئے۔"

"سنا تم نے مسٹر ہنس! یہ کتنی عظیم عورت ہے جسے اپنے شوہر سے زیادہ مظلوم فلسطینیوں کا درد ہے۔"

"یہ ایک قابل ستائش جذبہ ہے" گراہم نے گھبرا کر کہا "لیکن اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں ہے۔"

"[illegible] ہے۔ کچھ ایسے بے ضمیر لوگ بھی ہوتے ہیں جو مظلوموں کا سودا کر دیتے ہیں اور ایک یہ عورت ہے جسے اپنے شوہر کے خون سے زیادہ ان مظلوموں سے ہمدردی ہے۔"

گراہم نے گھبرا کر ہنس کی طرف دیکھا۔ اسے ڈر ہوا ہو گا کہ [illegible] کوئی علامت نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ہم سونا کے جذبات سے آگاہ ہو گئے مسٹر علی" ہنس بولا "لیکن اس سے مجرموں کو گرفتار کرنے میں کیا مدد ملے گی؟"

"مجرموں کو گرفتار کرنے میں تو تم میری مدد کرو گے اور تم کیا سمجھتے ہو میں نے تمہیں تفتیش کرنے کے لئے یہاں بلایا ہے؟" میں نے ہنس پر ایک نظر ڈالی "اگر تم یہ سمجھ رہے ہو تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"تو پھر اور کس لئے بلایا ہے؟" ہنس نے کہا۔ اس کے لہجے سے الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بہت اچھی اداکاری کر رہا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے تمہارے محکمے کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں اپنے آدمیوں سے کام [illegible] خدمات حاصل کی تھیں مگر وہ شاید یہ سمجھے کہ میں اس معاملے کی تفتیش کرانا چاہتا ہوں۔"

"آپ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجرموں سے واقف ہیں؟" ہنس نے حیرت سے کہا۔

"کچھ ایسی ہی بات ہے" میں نے مسکرا کر کہا "یہودی خواہ کتنے ہی چالاک کیوں نہ ہوں وہ میری نظروں سے نہیں بچ سکتے۔"

گراہم کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی تھی۔ میرے انداز نے اس کے اعصاب تباہ کر دیے تھے۔ اس کی حالت ایسے چوہے کی سی تھی جو کسی بلی کے سامنے کسی ایسی جگہ پھنس گیا ہو جہاں سے فرار ہونے کا امکان نہ ہو اور بلی اس پر حملہ نہ کر رہی ہو بلکہ اس سے کھیل رہی ہو۔ اس کے پاس امید کی محض ایک کرن یہ خیال تھا کہ ممکن ہے میں بلف کر رہا ہوں۔ ...

"اگر آپ مجرموں سے واقف ہیں تو ایسا [illegible] دینے کی کیا ضرورت تھی؟" گراہم نے کہا۔

"محض غلط فہمی کی وجہ سے ایسا ہو گیا مسٹر گراہم" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "اگر مجھے شبہ بھی ہو جاتا تو میں انٹیلی جنس والوں کو وضاحت کے ساتھ بتا دیتا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

گراہم کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آنے لگے۔ اسے یقین [illegible] ہوں۔ اسے اپنے محفوظ ہونے کا یقین ہوا تو اسے پھر اپنے مشن کا خیال آیا۔ میں اس کی حرکات و سکنات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر علی!" گراہم نے سکون کا سانس لے کر کہا "کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں میری ضرورت نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

"[illegible] آپ کو یوں تو واپس نہیں جانے دوں گا۔ سبزا! ملازم سے کہو کہ مشروب لے آئے۔"

گراہم نے واپسی کے لئے اصرار کیا مگر میں نے اسے یہ کہہ کر روک لیا کہ وہ ایک خاص مشروب ہے جس کا ذائقہ وہ زندگی بھر نہیں بھولے گا۔

"[illegible] کے دوران میں آپ سے یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں یہودیوں کو کس طرح شکست دیتا ہوں۔ اب آپ آ ہی گئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ مجرموں کو گرفتار ہوتے دیکھ کر ہی جائیں۔"

"میرے لئے یہ تجربہ خاصا خوش گوار ہو گا۔ واپس جا کر میں اپنے ساتھیوں کو بتا سکوں گا کہ میں نے مسٹر علی کو کام کرتے دیکھا ہے۔"

"میرے سر کے لئے یہودی لاکھوں ڈالر بھی خرچ کر سکتے ہیں مسٹر گراہم لیکن وہ صرف خرچ ہی کر سکتے ہیں، میرا سر حاصل نہیں کر سکتے۔"

گراہم پر قیامت گزر رہی ہو گی مگر وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا [illegible] تھا۔ دوسری طرف وہ میری شخصیت سے مرعوب ہو گیا تھا۔ اس کا اعتماد متزلزل ہو گیا تھا۔ اعتماد متزلزل ہو جائے تو آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی مہارت بھی اس کے کسی کام نہیں آتی۔ گراہم ایک پیشہ ور قاتل تھا اور خنجر زنی میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اس وقت اس کی جیب میں خنجر بھی تھا اور ریوالور بھی جو میں نے اسے خود دیا تھا۔ دونوں چیزیں موجود ہوتے ہوئے بھی اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ پر حملہ کر سکتا۔ اس نے ایک آدھ بار جیب کی طرف ہاتھ لے جانے کی کوشش ضرور کی تھی مگر اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ سنا لیا اسے اپنی کامیابی کا یقین نہیں تھا۔ یہودیوں کے لئے میں ویسے بھی کسی ماورائی کردار کی مانند تھا۔ ایک ایسے شیر کی طرح تھا جس کا شکار کرنے کے دعوے تو سب ہی کرتے ہیں مگر جب جنگل میں شیر کو اپنے مقابل پاتے ہیں تو بڑے بڑے شکاریوں کے حوصلے جواب دے جاتے ہیں۔ چند ہی شکاری ایسے ہوتے ہیں جو شیر پر فائر کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ زیادہ تر مسحور ہو کر فائر کرنا ہی بھول جاتے ہیں۔

گراہم کے لئے میں .... ایسا ہی ایک شیر تھا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ یہاں آیا تھا لیکن مجھے سامنے پا کر اس کے یقین کی عمارت زمیں بوس ہو گئی تھی۔ ممکن ہے اسے اپنی جان کی فکر لاحق ہو گئی ہو۔ مجھ پر ناکام حملہ کرنا اس کے لئے اپنی زندگی سے کھیلنے کے مترادف تھا۔ میں نے ابھی تک اس پر سے نظریں نہیں ہٹائی

تھیں۔ شاید وہ انتظار کر رہا تھا کہ میری توجہ کسی اور طرف مبذول ہو تو وہ مجھ پر حملہ کرے۔ بزدل یہودی مجھ پر سامنے سے حملہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ تمام یہودی ایسے ہی بزدل ہوتے ہیں۔ حملہ کرنے کے لئے پشت تلاش کرتے ہیں۔

چند ہی منٹ کے اندر اندر ایک ملازم سنہرے رنگ کا شربت لے آیا۔ اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ وہ ملازم کوئی عام شخص نہیں تھا بلکہ حکومت کے ایک خاص محکمے سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں بنس ڈلے کی نگرانی اور حفاظت پر مامور تھا۔ گراہم کا گلاس مخصوص تھا جس میں اعصاب سن کر دینے والی دوا ملی ہوئی تھی۔ شربت کا پہلا گھونٹ لیتے ہی گراہم پر شربت نے اثر کرنا شروع کر دیا۔

"بہت خوش ذائقہ شربت ہے" گراہم نے کہا۔ شربت کا پہلا اثر یہ ہوتا تھا کہ پینے والا خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتا تھا۔

"یہ ایک خاص مشروب ہے مسٹر گراہم! پورا گلاس پینے کے بعد اس کے اثرات واضح ہوں گے۔"

گراہم نے سب سے پہلے گلاس خالی کیا تھا "کیا ایک گلاس اور نہیں مل سکتا؟" گراہم نے کہا۔

"دس منٹ بعد" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "صرف دس منٹ انتظار کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں شربت میں نہلا دوں گا۔"

"میں نے ایک سے ایک بڑھیا شراب پی ہے لیکن اس شربت کا سرور ان سب کے نشوں پر حاوی ہے۔"

میں جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ جسے وہ شربت سمجھا تھا وہ اعصاب سن ہونے کی ابتدا تھی۔

دس منٹ کے اندر اندر گراہم بالکل ساکت ہو چکا تھا۔ میں نے بنس کی مدد سے اسے ایک اندرونی کمرے میں منتقل کیا جہاں اسے ایک خاص قسم کی کرسی پر بٹھا کر اس کے ہاتھ پیر جکڑ دیے گئے۔ اب وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"اسے شربت کا اثر زائل کرنے والا انجکشن لگاؤ" میں نے بنس سے کہا اور وہ انجکشن تیار کرنے لگا۔

"یہ بے ہوش نہیں ہوا" میں نے مونا سے کہا "صرف اس کی قوتیں وقتی طور پر زائل ہو گئی ہیں۔ ابھی انجکشن لگے گا تو یہ دوبارہ نارمل ہو جائے گا پھر تم اس سے انتقام لے سکو گی۔"

"میں آپ کی شکر گزار ہوں جناب" مونا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "ورنہ شاید یہ فرار ہو جاتا۔"

"کار میں بم فٹ کرنے کا کام اس نے تنہا نہیں کیا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی ہے جس کا نام وکسن ہے۔ اس سے مجھے ایک کام لینا ہے اس لئے میں فی الحال اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں لیکن اگر تم اصرار کرو تو میں اسے بھی حاضر کر سکتا ہوں۔"

"آپ کا کام اولیت رکھتا ہے جناب! میرے لئے یہی بہت ہے کہ میں اپنے شوہر کے ایک قاتل کے بخیے اپنے ہاتھوں سے ادھیڑ

سکوں گی۔"

بنس ایک سرنج سمیت کمرے میں داخل ہوا اور اس نے گراہم کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔

"مجھے گوشت پوست اعصاب کو مفلوج کر دینے والی دوا استعمال کر کے گھیرا گیا تھا گراہم! آج ایسی ہی ایک دوا کے ذریعے میں نے تمہیں بے بس کیا ہے اور اب تم ہمیشہ کے لئے بے بس ہو گئے ہو۔ میں تمہارے باس کی طرح احمق نہیں ہوں اس لئے میں کسی اور چکر میں نہیں پڑوں گا۔ سیدھا سیدھا تمہارا ہر قسم کروں گا۔"

"میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے" گراہم نے نحیف سی آواز میں کہا "بنس ڈلے نے ہمیں ڈبل کراس کیا ہے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے مسٹر بنس! تمہیں اتنا شریف آدمیوں کو اس طرح بلیک میل نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"ہم... میں نے کب انہیں ڈبل کراس کیا ہے؟" بنس نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں بھئی... مسٹر بنس تو الزام تسلیم نہیں کر رہے" میں نے گراہم سے کہا۔

"اس کے علاوہ کسی اور کو ہمارے بارے میں علم نہیں تھا" گراہم غرایا "اور تم دیکھنا اس کا حشر کتنا برا ہو گا۔"

"وہ تو بعد کی بات ہے گراہم! فی الحال تو تم اپنی خیر مناؤ۔ موسام سے نمٹنے کے لئے سب چھٹی ہے۔"

"جو کچھ تم کر رہے ہو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم ایک پوری تنظیم سے نہیں ٹکرا سکتے۔"

"اس سے پہلے بھی ٹکراتا رہا ہوں اور آئندہ بھی ٹکراتا رہوں گا۔ تم جیسے معلوم نہیں کتنے مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مگر میں وہیں کا وہیں ہوں۔ میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ تم اپنی اصل حیثیت میں آؤ یا اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں کا بھیس بدل کر آؤ میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا... مونا تم اپنی کارروائی شروع کر سکتی ہو لیکن خیال رکھنا گردن سے اوپر کا حصہ محفوظ رہے۔ اس کے کوٹ کی جیب میں خنجر موجود ہے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے خنجر نکالو اور اپنے انتقام کی پیاس بجھاؤ۔"

مونا آگے بڑھی گراہم کرسی پر کسمسایا اور کسمسا کر ہی رہ گیا۔ جنبش تو وہ کر ہی نہیں سکتا تھا۔

"رک جاؤ مونا" اچانک گراہم دہاڑا "ورنہ تمہارا انجام بہت برا ہو گا۔"

مونا نہیں رکی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھر آئی تھی "اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا کہ انجام کس کا برا ہوتا ہے" اس نے گراہم کی جیب سے خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

"میں بے بس ہوں مگر میرے ساتھی بے بس نہیں ہیں۔"

مونا نے خنجر کا دستہ مٹھی میں جکڑ لیا "تجھے ذرا احساس نہیں کہ تیری وجہ سے میرے شوہر کی جان گئی" مونا نے سرد لہجے میں کہا "بجائے اس کے کہ تو شرمندہ ہونے کے بجائے تو الٹا مجھے دھمکیاں دے رہا ہے" مونا اس کے بائیں بازو پر جھک گئی اور بڑی احتیاط سے اس کے کوٹ کی آستین کاٹنے لگی۔

"تم... تم کیا کر رہی ہو" گراہم نے خوف زدہ لہجے میں کہا "مجھ سے مصالحت کر لو۔ میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

مونا کچھ نہیں بولی۔ وہ بڑے انہماک سے گراہم کے کوٹ کی آستین اس کے جسم سے علیحدہ کر رہی تھی۔ گراہم کے جسم پر بندھی ہوئی رسیوں کی وجہ سے اسے اپنے کام میں دقت ضرور ہو رہی تھی مگر وہ بڑی مہارت سے بندشوں کو نقصان پہنچائے بغیر کوٹ کی آستین کاٹ کر علیحدہ کر رہی تھی۔

"میری بات سنو" گراہم نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا "میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔"

"ایک غریب عورت سے اس کا شوہر چھین کر اس کے خون کی ہولی کا رواج یہودیوں میں ہی ہوتا ہو گا" مونا نے سفاکانہ انداز میں کہا "ہم لوگ تو خون کے بدلے خون کے قائل ہیں۔"

"دیکھو تمہارے شوہر کو مارنا ہمارا مقصد نہیں تھا" گراہم نے کہا "وہ تو اتفاقاً ہی زد میں آ گیا ورنہ..."

"تمہارا نشانہ تو علی صاحب تھے... یہی کہنا چاہ رہے ہو نا" مونا نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ وہ گراہم کو گھور رہی تھی۔ اتنی دیر میں وہ گراہم کا بایاں بازو عریاں کر چکی تھی۔

"ہاں علی یار خان سے ہماری پرانی دشمنی ہے اور اس کو نشانہ بنانے کے لئے ہم نے بم فٹ کیا تھا" گراہم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں گراہم! اس قسم کے کھیلوں میں یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ دوسروں کے گھروں کو لگائی جانے والی آگ کبھی کبھی اپنا دامن بھی جلا دیتی ہے۔ اس خنجر سے معلوم نہیں تم نے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو گا اب یہی خنجر تمہارے حق میں موت کا پیام بر ثابت ہو گا" مونا نے اس کی آنکھوں کے سامنے خنجر لہرایا۔

"میں... میں تم سے معافی چاہتا ہوں" گراہم نے بذیانی لہجے میں کہا "مجھے معاف کر دو... مجھے معاف کر دو۔"

مونا نے خنجر کی نوک اس کے گلے پر رکھ دی اور گراہم کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔ وہ انتہائی خوف زدہ ہو گیا تھا۔

"میں تمہاری گردن میں خنجر کی نوک نہیں اتار سکتی" مونا نے دانت پیس کر کہا "اس لئے کہ یہ علی کی خواہش ہے لیکن تمہارا یہ بازو" مونا نے خنجر کی نوک اس کی گردن سے ہٹا کر اس کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا "اس بازو پر تو میرا پورا حق ہے اور میں اپنا یہ حق بہت آہستہ آہستہ استعمال کروں گی" اس نے خنجر پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ خنجر کی نوک گراہم کے بازو میں اتر گئی۔ گراہم کے منہ سے ایک سسکاری نکلی اور بازو پر خون کی بوندیں ابھر آئیں۔ گراہم نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"تمہاری ایک سسکاری سے معلوم نہیں کتنے مقتولین کی روحوں کو سکون ملا ہو گا" مونا نے اس کے بازو پر دوسرا چرکا لگاتے ہوئے کہا "میرے اندر ایک آگ جل رہی ہے گراہم! جس کا تقاضا یہ ہے کہ میں تیری ایک ایک بوٹی تیرے جسم سے علیحدہ کروں مگر میں جلد بازی نہیں کروں گی۔ آج کا پورا دن میں نے تیرے نام کر دیا ہے۔"

گراہم کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔ اپنا دردناک انجام اس کی آنکھوں میں گھوم گیا تھا۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور مونا سے بولا "مجھے اجازت دو مونا بہن! مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔ تم اسے جتنا سسکا سکتی ہو سسکاؤ۔ یہ اس قابل ہے۔ میں شام کو آؤں گا۔ اس وقت تک بڈ اور بنس تمہارے ساتھ موجود رہیں گے۔"

****

دوپہر کے ٹھیک ایک بجے میں سول لائنز کی کوٹھی نمبر ۲۳ میں بیٹھا ٹرانس میٹر پر رینڈل سے بات کر رہا تھا۔

"میں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا۔ بے موشے" میں نے کوڈ ورڈز میں کہا "اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسٹر علی نے جو کچھ بھی کیا مجبوری کے عالم میں کیا ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ تم عبرت نکل سے صحیح سلامت نکل آئے" رینڈل کی پُرسکون آواز آئی۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے موشے" میں نے کہا "وہ ہمارے ساتھ مل چکا ہے اور جب تک اس عمل کا توڑ نہ کر لیا جائے..."

"نظریات کی تبدیلی کا عمل اس پر کارگر ہو ہی نہیں سکتا تھا" رینڈل نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے جناب! اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے واپس نہ آنے دیتا۔"

"وہ بہت چالاک آدمی ہے زیوڈ! ایک آدمی کے عوض وہ اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ جزیرے کی تباہی اور گوسٹے ال میں اپنے تمام ایجنٹوں کی گرفتاری کو میں کس خانے میں فٹ کروں؟"

"وہ در حقیقت گھر گیا تھا جناب! اس نے مجھے سکیتا سے تنہائی میں ملاقات کا موقع دیا تھا اور سکیتا سے تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد ہی میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"سکیتا سے تمہاری جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیل بتاؤ تا کہ میں خود بھی کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔"

"آپ کی ہدایت کے مطابق گیتا سائے کی طرح اس کے ساتھ تھی لیکن جب وہ لوگ مجھ سے ملنے کے بعد محل واپس پہنچے تو جنرل مورس بے چینی سے ان دونوں کا منتظر تھا۔ اس نے مسٹر علی سے کہا کہ وہ ان سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اور پھر ان کی واپسی صبح ہوئی تھی اور گیتا کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ گرفتار ہوتے وقت گیتا نے مسٹر علی کو آپ کا ایجنٹ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوئی۔"

"یہ گیتا کی حماقت تھی" رینڈل نے کہا "لیکن اس سے علی کی بے گناہی کہاں ثابت ہوتی ہے؟"

"میں نے جنرل مورس اور کیتھی براؤن کی گفتگو سنی ہے جناب جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر علی کے کمرے میں غلطی سے ڈکٹا فون لگا دیا گیا تھا جس کے ذریعے مسٹر علی اور گیتا کے درمیان ہونے والی ایسی گفتگو ریکارڈ ہو گئی جو ان دونوں کو مجرم ثابت کرتی تھی۔ وہ دونوں شہزادہ صائم کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ دوسری طرف بدقسمتی سے مسٹر علی کے بریف کیس سے وہ فہرست نکل آئی جو میں نے انھیں فراہم کی تھی۔"

"اس تمام الجھاوے کی ذمہ دار تم ہو" رینڈل نے کہا "تم نے وہ فہرست فراہم کی ہوتی اور نہ آج ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں دشواری ہوتی۔"

"میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں جناب لیکن مسٹر علی ہمارے لئے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ کون کتنا وفادار ہے" رینڈل کے لہجے میں طنز تھا جسے میں نے نظر انداز کر دیا۔

"بے شک جناب" میں نے بڑے خلوص سے کہا "لیکن ایک اہم بات اور بھی ہے۔ جب ہم یہاں سے نکل جانے کے لئے نکلے تو مسٹر علی اس کار میں نہیں بیٹھے جس میں یہاں آئے تھے۔ محل سے ایک دوسری کار انھیں لینے آئی تھی۔ مسٹر علی نے اس دوسری کار کے ڈرائیور کو وہ کار چلانے کو کہا جس میں وہ یہاں آئے تھے اور خود اس کار میں بیٹھ گئے جو ڈرائیور لایا تھا اور پھر ایک عجیب بات ہوئی جناب! ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کی ہی تھی کہ ایک زوردار دھماکے سے کار اڑ گئی۔ اگر ہم لوگ اس کار میں بیٹھ جاتے تو اس وقت میں آپ کو رپورٹ پیش کرنے کے لئے زندہ نہ ہوتا جناب۔"

"یہ تو تم بڑی عجیب بات بتا رہے ہو.... تم نے اس سے اس کار میں نہ بیٹھنے کی وجہ تو پوچھی ہوگی؟"

"میں نے پوچھا تھا جناب! مگر انھوں نے کہا کہ ایسا محض اتفاقاً ہوا تھا۔"

"اور تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یقین نہ کرتا تو اور کیا کرتا جناب! وہ کہہ رہے تھے کہ ان کا پروگرام طے شدہ نہیں تھا لہٰذا کسی کو یہ علم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کب کہاں ہوں گے لہٰذا ان پر یہ حملہ حیران کن ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"کیا اس نے اس حملے میں میرے ملوث ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟"

"میڈم تہذیب نے آپ کا نام لیا تھا جناب! لیکن مسٹر علی نے اس امکان کو سختی سے رد کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنے آدمی پر کوئی بھی حملہ نہیں کرا سکتا۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ میرا شبہ درست ہی تھا" رینڈل کی آواز آئی "اس پر ہمارا وشنل کارگر نہیں ہو سکا۔"

"یہ نتیجہ آپ نے کس بات سے اخذ کر لیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"وہ واقعی بہت چالاک آدمی ہے زیوڈ! تم اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ صرف اسی ایک بات پر غور کرو کہ وہ اس کار میں کیوں نہیں بیٹھا۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ایسا محض اتفاق نہیں ہو سکتا۔"

"میں بھلا اس بات پر کیا غور کروں گا سوشے! ابھی تو بالکل ہی تاریکی میں ہوں۔ مجھے تو جو حکم دیا گیا تھا میں نے اسے بجا لانے کی پوری کوشش کی ہے۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں زیوڈ! تمھیں انعام سے نوازا جائے گا لیکن چونکہ گونے ملک میں ہم نے اپنی سرگرمیاں عارضی طور پر بند کر دی ہیں اس لئے تم جلد از جلد ٹی کو راجے پہنچ کر دام کلارا کو رپورٹ کرو۔"

میں نے سختی تیز انداز میں سہلایا۔ میں اس کا مطلب خوب سمجھتا تھا۔ کہانی اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی تھی۔

****

گراہم کا لباس تار تار اور خون میں تر بتر تھا۔ وہ اسی کرسی پر جکڑا ہوا تھا جس میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ سوما نے گراہم کو نروان کرا دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں خون آلود خنجر تھا اور چہرے پر دنیا جہان کی سفاکی.... گراہم کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"کیا جان سے مار دیا؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں گراہم کی طرف جھپٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی صاحب! یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ انھیں جان سے مارا جائے" سوما نے نفرت انگیز لہجے میں کہا "یہ تو اس قابل ہیں کہ انھیں زندہ در گور کر دیا جائے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے سوما کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "بڈ اور مس کہاں ہیں؟"

"ان سے شاید گراہم کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی اس لئے کسی اور کمرے میں چلے گئے ہیں مگر آپ نے تو شام تک واپس آنے کو کہا تھا۔"

"کام ابھی تمام ہو گیا ہے۔ یہ بتاؤ کیا ذہن لئے گھوما چلا جا رہا ہے۔ مشق جاری رکھو۔ میں ذرا بڈ کو دیکھ لوں۔"

بڈ اور مس دوسرے کمرے میں ملے "تم لوگ یہاں کیا رہے ہو۔ سوما وہاں اکیلی ہے" میں نے کہا۔

"ہم کیا ہے تو کیا ہوا" بڈ نے بے پروائی سے کہا "اس نے گراہم کا وہ حشر کر دیا ہے کہ اب اسے اگر کھول دیا جائے تب بھی وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"وہ اسی قابل ہے" میں نے نفرت سے ہونٹ سکیڑ کر کہا "بلکہ اس کا حشر اس سے بھی زیادہ برا ہونا چاہئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چیف لیکن میں سوما جیسی گھریلو عورت سے ایسی درندگی کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔"

"بڈ صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر علی!" مس بولا "گراہم کی پکار تو مجھ سے بھی نہیں سنی گئی۔"

"تم لوگوں کو اپنا علاج کرانا چاہئے۔ ظالم کی چیخ پکار سن کر تو خوش ہونا چاہئے۔ اگر اس کے لئے کسی کے دل میں رحم کا جذبہ ابھرتا ہے تو یہ نہایت تشویش ناک علامت ہے۔"

"ہر بات کو اپنے فلسفے کی روشنی میں مت دیکھا کرو چیف! دنیا میں اور بھی بہت سے فلسفے ہیں۔"

"فلسفوں کا تقابل بعد میں کرنا۔ پہلے گراہم کے چہرے پر میک اپ کرنے میں میری مدد کرو۔"

ہم میک اپ کے سامان سمیت گراہم کے کمرے میں واپس آئے جہاں سوما بڑی سنجیدگی سے گراہم کے ہوش میں آنے کی منتظر تھی۔

"میں تمھیں یہاں سوما کی مدد کے لئے چھوڑ گیا تھا" میں نے بڈ سے کہا "اور تم دوسرے کمرے میں منہ چھپائے بیٹھے تھے۔ جاؤ گراہم کو ہوش میں لانے کا بندوبست کرو۔"

"دوسروں کے سامنے تو بڈ کی بے عزتی مت کیا کرو" بڈ نے سرگوشی میں کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

واپسی میں بڈ نے زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا جگ اور گلاس تھا۔ گراہم کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر اسے ہوش میں لانا بڈ کے لئے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ اس کے ہوش میں آتے ہی سوما نے خنجر سنبھال کر گراہم کی طرف جھپٹنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے روک دیا۔

"ٹھہر جاؤ سوما" میں نے کہا "وہ پھر بے ہوش ہو جائے گا اور تکلیف سے بے نیاز ہو جائے گا جبکہ تم اسے زیادہ سے زیادہ تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتی ہو۔"

سوما نے اثبات میں سر ہلایا "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب! مجھے ان کاموں کا تجربہ نہیں ہے نا اس لئے جلد بازی کر رہی تھی۔"

گراہم بری طرح کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز بیٹھ چکی تھی اور اس کے لئے اپنی آنکھیں کھلی رکھنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

"میری طرف دیکھو گراہم!" میں نے بلند آواز سے کہا "تم مجھے قتل کرنے یہاں آئے تھے نا۔"

گراہم نے بدقت تمام آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ شاید میری بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"کل تم نے اس کے شوہر کو بم سے اڑایا تھا اور آج یہ تمھاری بوٹیاں اڑا رہی ہے۔ ایک سفاک درندے کی زندگی ایک معصوم اور بے بس عورت کے رحم و کرم پر ہے لیکن افسوس کہ تمھارے انجام سے عبرت حاصل کرنے کے لئے یہاں کوئی نہیں ہے۔ کاش میں ان لوگوں کو تمھارا یہ عبرت ناک انجام دکھا سکتا جو طاقت کے زعم میں خود کو ناقابل شکست سمجھ کر دوسروں پر ظلم ڈھانے لگتے ہیں۔ جو لوگ خود کو مکافات عمل سے مبرا سمجھنے لگتے ہیں۔ جو نہیں جانتے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔"

"میں.... میں تنہا تو مجرم نہیں ہوں" گراہم نے کراہتے ہوئے کہا "ولسن بھی برابر کا شریک ہے۔"

"اس کا انجام تم سے بھی زیادہ بھیانک ہوگا اور تمھارے اپنے لوگوں کے ہاتھوں ہوگا.... ہاں سوما! تم انتظار کر رہی ہو گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے پیر ابھی تک محفوظ ہیں۔"

سوما تو جیسے تیار بیٹھی تھی۔ وہ جھپٹ کر آگے بڑھی اور گراہم کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔

"نہیں" گراہم بری طرح چیخا "خدا کے واسطے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے قتل کر دو" گراہم معلوم نہیں کیا کیا کہتا رہا مگر سوما تو جیسے بہری ہو گئی تھی۔ وہ بڑے انہماک اور بے دردی سے گراہم کے جوتے کاٹ رہی تھی۔ یوں جیسے کوئی مقدس فریضہ انجام دے رہی ہو۔ تیز دھار خنجر سے چمڑے کے جوتے کاٹنا ذرا بھی مشکل نہیں تھا اور اس پر سوما کا انداز.... اسے یہ بھی پروا نہیں تھی کہ جوتوں کے ساتھ ساتھ گراہم کے پیروں پر بھی زخم آ رہے ہیں۔ اس نے گراہم کے دونوں پیروں سے جوتے کاٹ کر اتارنے کے بعد گراہم کے بائیں پیر کی چھنگلیا کاٹ ڈالی۔ گراہم کی لرزا دینے والی چیخ کمرے میں گونج کر رہ گئی مگر سوما کا وحشیانہ قہقہہ اس کی چیخ پر بھی حاوی تھا۔

"اور زور سے چیخو گراہم" اس نے سفاکانہ لہجے میں کہا "یہاں کوئی تمھاری مدد کو نہیں آئے گا۔"

"مجھ پر رحم کرو.... میں تم سے فریاد کر رہا ہوں۔ کیا تمھارے دل میں ذرہ برابر رحم نہیں ہے۔"

گراہم کے پیر کی کٹی ہوئی چھنگلیا سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ میں نے بڈ کو اشارہ کیا کہ وہ خون روکنے کی کوئی تدبیر کرے۔

"علی صاحب کے آ جانے سے مجھے بڑی تقویت ملی ہے اور اب میں تمھاری تمام انگلیاں ایک ایک کر کے کاٹ ڈالوں گی۔"

"نہیں" گراہم بہت زور سے چیخا "تم ایسا نہیں

کر سکتیں۔ خدا کے واسطے ایسا مت کرو۔"

"خدا ہی کے واسطے تو ایسا کر رہی ہوں ورنہ مجھ میں اتنی ہمت کہاں تھی اور تمہارا وہ خدا جس کا واسطہ تم مجھے دے رہے ہو اس وقت تمہیں کیوں یاد نہیں آیا جب تم کار میں بم فٹ کر رہے تھے۔ اس وقت یاد کیوں نہیں آیا جب تم دوسروں کو قتل کیا کرتے تھے۔ جب تم لوگوں نے معصوم فلسطینیوں کو بے گھر کیا۔"

"مجھے اس حال کو پہنچانے کا ذمے دار تو ہے کتیا" گراہم نے مجنونانہ انداز میں بنس ڈلے سے کہا۔

"کتا اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے گراہم" میں نے کہا "بنس نے اگر تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے تو اپنے ملک سے وفاداری کی ہے۔"

جواب میں گراہم فحش گالیاں بکنے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"ایک انگلی اور کاٹ تب یہ نارمل ہوگا" میں نے موتا سے کہا اور گراہم کی آواز یکلخت غائب ہو گئی۔

"کیوں مسٹر گراہم!" میں نے ہنس کر کہا "تم تو بہت کم ہمت آدمی ہو۔ کم از کم انگلی کٹنے کا انتظار تو کیا ہوتا۔"

"میری انگلی مت کاٹو" گراہم گھگھیانے لگا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالوں گا۔"

"تمہیں منع کون کر رہا ہے" میں نے حیرت سے کہا "تم ضرور فحش کلامی کرو۔ یہ تو تمہاری فطرت ہے جو اس وقت ظاہر ہو رہی ہے۔ تم اپنا کام کرو اور ہمیں اپنا کام کرنے دو۔"

"میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ فریاد کرتا ہوں' رحم کی اپیل کرتا ہوں۔"

گراہم کی اپیلوں سے بے نیاز ہو کر موتا نے خنجر اس کے بائیں پیر کی چھنگلیا پر رکھ دیا۔

"ہاں جاؤ۔۔۔ میری بات سن لو۔۔۔ ارے کتیا" گراہم پھر دھاڑنے لگا۔ موتا نے دوسرے پیر کی چھنگلیا بھی علیحدہ کر دی تھی اور گراہم بلبلانے لگا تھا۔

"ہر آدمی اس وقت اچھا لگتا ہے جب اپنی فطرت کے مطابق عمل کر رہا ہو اور اس وقت تمہاری زبان چونکہ وہی کچھ اگل رہی ہے جو کچھ تمہاری فطرت میں ہے اس لئے تم بہت اچھے لگ رہے ہو۔۔۔ شاباش' اور گالیاں بکو' اور بد کلامی کرو لیکن اس بات پر یقین رکھو کہ اب تمہاری ایک انگلی بھی سلامت نہیں رہے گی۔"

"اچھا میں خاموش ہوا جاتا ہوں" گراہم نے بڑے درد بھرے انداز میں کہا اور پوری قوت سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ ایسا کرنے میں اسے زبردست کرب سے گزرنا پڑ رہا تھا مگر اس کی ذہنی حالت اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ کوئی صحیح بات سوچ سمجھ سکتا۔ وہ ایک ایسے شخص کی مانند تھا جو سمندر میں ڈوبنے سے بچنے کے لئے تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کر رہا ہو۔

بنس ڈلے اور بڈ بنانے کے عالم میں تھے۔ گراہم کی بگڑتی حالت نے انہیں متاثر کیا تھا مگر موتا اس کی ہر اذیت سے پوری طرح محظوظ ہو رہی تھی۔

"اگر کوئی اور یہودی بھی آپ کے ہاتھ لگ جائے تو اسے میرے حوالے ضرور کیجئے گا" موتا نے مجھ سے کہا۔

"نہیں موتا۔۔۔ تم پر بہت ذمے داریاں ہیں۔ تمہیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی ہے۔ تم ان چکروں سے دور ہی رہو تو بہتر ہے" میں نے کہا اور موتا بجھ سی گئی۔

"آپ کا ہر مشورہ میرے لئے حکم کی حیثیت رکھتا ہے جناب" اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"مجھے تمہارے جذبات کا بخوبی احساس ہے موتا! لیکن جذبات عقل کے تابع رہیں تو بڑی اچھی بات ہے۔"

پھر گراہم پر تشدد کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس پر طاری نقاہت تیزی سے بڑھ رہی تھی اور وہ جلدی جلدی بے ہوش ہونے لگا تھا۔ اس نے مجھے قیمتی معلومات فراہم کرنے کی پیش کش بھی کی مگر میں نے اس کی پیش کش ٹھکرا دی۔ اسی دوران میں اور بڈل گراہم کے چہرے پر طبع آزمائی کرتے رہے۔ کوئی دو گھنٹے کی محنت کے بعد وہ ہو بہو میری شکل اختیار کر گیا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ" موتا نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو بالکل آپ کی شکل کا ہو گیا ہے جناب؟"

"تو تمہیں اس پر اتنی حیرت کیوں ہے" میں نے ہنس کر کہا "تم تو مجھے بنس ڈلے کے میک اپ میں دیکھ چکی ہو۔"

"لیکن آپ نے اسے اپنی شکل کا کیوں بنا دیا علی صاحب! اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔"

"بہت فائدہ ہوگا موتا! اس سے میں یہودیوں کو دھوکا دوں گا اور انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔"

"لیکن مجھے اس سے نقصان ہو گیا جناب! اب میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکوں گی۔"

"یہ کیا حماقت ہے" میں نے حیرت سے کہا "میں نے اس پر اپنا میک اپ کر دیا تو کیا ہوا۔۔۔ ہے تو وہ گراہم ہی۔"

"مجھے معلوم ہے جناب لیکن اس کے باوجود مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا۔ میرے دل میں تو خاصا ٹھنڈک پڑ چکی ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی موتا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن یہ بات اگر پہلے سے میرے علم میں ہوتی تو میں اس پر بعد میں اپنا میک اپ کرتا۔"

"یقین کریں ایسی کوئی بات نہیں ہے جناب! مجھے اس بات کا ذرا بھی قلق نہیں ہے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکوں گی۔"

٭٭٭٭٭٭٭٭

ولسن نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے بائیں کا ڈھکنا کھولا اور جھک کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئی تھیں۔

"یقین نہیں آتا مسٹر بنس" ولسن ہیجانی انداز میں بولا "تم نے وہ کارنامہ کیا ہے جو بڑے بڑے نہیں کر سکے۔"

"ہاں میں بہت معمولی اور چھوٹا آدمی ہوں مسٹر گراہم! صرف اس لئے کہ میں بین الاقوامی سطح تک نہیں پہنچ سکا۔"

"میں۔۔۔ میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کہ تمہیں بین الاقوامی سطح پر متعارف کراؤں گا۔۔۔ لیکن تم نے علی یار خان کا سر کس طرح حاصل کیا؟"

"میں اسی قسم کے کارنامے سرانجام دیتا ہوں۔ مجھ سے یہ مت پوچھو کہ میں نے کون سا کام کس طرح کیا۔ بس تم مجھ سے مشکل سے مشکل کام کہو میں اسے کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے" ولسن نے تیزی سے کہا "ہاں اس سے غرض بھی نہیں ہے کہ کون سا کام کس طرح ہوا لیکن تم یہ تو بتا ہی دو گے کہ گراہم کا کیا ہوا؟"

"اسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے گولی ماری ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو اگر وہ زندہ رہ جاتا تو میں مستقل خطرے میں گھر سکتا تھا۔"

"مجھے اس کی موت کا غم ہے۔ زندہ رہتا تو معلوم نہیں کتنے کارنامے اور سرانجام دیتا۔ اگر اس کے بچ نکلنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی تو اچھا تھا۔ وہ کبھی تمہارا راز افشا نہ کرتا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نے اسے اس لئے نہیں مارا کہ اس کی طرف سے مجھے افشائے راز کا خطرہ تھا بلکہ اسے بہت سے رک دیکھ چکے تھے۔ وہ بچ کے نکل جاتا تو بھی بچ نہیں سکتا تھا۔ میرے ساتھ ساتھ تم بھی خطرے میں گھر جاتے۔"

"تمہارا کہنا بھی درست ہے" ولسن نے ایک ٹھنڈی سانس لی "ہم سب مجبوریوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ گراہم کو ختم کرنا ہماری مجبوری تھی۔"

"میں نے تمہارا کام وعدے کے مطابق کر دیا مسٹر ولسن اور بہت بڑا خطرہ مول لے کر کیا ہے۔ اب تم بھی مجھے ادائیگی کر دو۔"

"ضرور مسٹر بنس! تمہیں ادائیگی ضرور کی جائے گی" ولسن نے کہا "تاہم تم مجھے اپنے معاوضے سے آگاہ کر دو۔"

"میں تمہیں کیا بتاؤں" میں نے کہا "یہ علی یار خان کا سر ہے جس کے لئے تم لوگ خود ہی بڑے سے بڑا معاوضہ ادا کرنے کی بات کر رہے تھے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں کیا معلوم کہ تم نے کتنی رقم ملنے کی توقع باندھ رکھی ہے۔"

"ممکن ہے جو معاوضہ میں کہوں اس سے زیادہ تم لوگ مجھے ویسے ہی ادا کر دو۔ کیا اس صورت میں میرا نقصان نہیں ہو جائے گا۔"

"نہیں مسٹر بنس!" ولسن نے ہنس کر کہا "ہم نے تمہیں منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"میں اتنی بڑی رقم بھی طلب کر سکتا ہوں جس کی ادائیگی کرنا تمہارے لئے ناممکن ہو جائے۔"

"اس بات کا فیصلہ بھی میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ اگر تم اسے مناسب سمجھو تو اتنی بڑی رقم بھی طلب کر سکتے ہو۔ میں تمہیں اس سے روکوں گا نہیں۔"

"تم نے مجھے مشکل میں پھنسانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کارنامے کے عوض مجھے ایک ملین ڈالر سے کم رقم طلب کرنی چاہئے۔"

"میں تو یہ کہنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوں کہ تم نے بہت بڑی رقم طلب کر لی ہے لیکن یہ ہے کہ اتنی رقم کے لئے مجھے تل ابیب گورنمنٹ سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔"

"یہ تمہارا مسئلہ ہے مسٹر ولسن! لیکن تم میری کارکردگی دیکھ چکے ہو۔ یقین کرو تم مجھے ادائیگی کئے بغیر کوٹے لی سے نکل نہیں سکو گے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر بنس! ہماری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ جو رقم تم نے طلب کی ہے وہ تمہیں ضرور ادا کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے ولسن! میں اب جا رہا ہوں لیکن تم بہت محتاط رہنا۔ یہ باکس سوٹ کیس میں رکھ لو اور ٹیلی فون پر ارام کلارا سے کم سے کم گفتگو کرنا۔"

"کیوں؟" ولسن نے چونک کر مجھے دیکھا "کوئی خاص بات ہو گئی ہے کیا؟"

"محض احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ کوٹے لی میں علی یار خان قتل ہو گیا ہے۔ جنرل ٹیرس معلوم نہیں کیا غدر دھا سکے۔ محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گا۔ تم صبح ساڑھے نو بجے آ جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ اس وقت تک میں تمہیں ادائیگی کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔"

٭٭٭٭٭٭٭٭
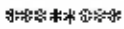
"اب میں قدرے سکون محسوس کر رہا ہوں جنرل" میں نے ٹیرس محل میں جنرل ٹیرس سے کہا۔ صبح سے اب تک میں نے انتہائی مصروف وقت گزارا تھا۔ ولسن کو اپنے میک اپ میں گراہم کا سر پہنچانے کے بعد میں سیدھا ٹیرس محل آ گیا تھا اور اب فوری طور پر مجھے کوئی کام نہیں تھا۔ کیپٹن براؤن' تہذیب اور بڈ کے علاوہ زیوز دیان بھی وہاں موجود تھے۔

"مجھے مشکل میں پھنسا کر تم سکون محسوس کر رہے ہو" جنرل نے شاکی لہجے میں کہا "بلیک اسٹون سے تو تم نے اعتراف کرا لیا

تھا۔ دوسرا کوئی اعتراف کر ہی نہیں رہا۔"

"غلطی تمہاری اپنی ہے جنرل! تم انہیں معزز مہمان سمجھ رہے ہو۔ ان کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کرو وہ سب کچھ خود ہی اگل دیں گے یا پھر ڈیوڈ ریان سے مدد حاصل کرو۔"

"دوسری صورت زیادہ بہتر ہے جناب" ڈیوڈ ریان نے کہا "آپ نے پہلے مجھ سے تذکرہ نہیں کیا ورنہ اب تک میں ان سب کی زبانیں کھلوا چکا ہوتا۔"

"اب تو تمہاری مشکل حل ہو گئی جنرل! اب تو تم پریشان نہیں ہو؟"

"نہیں" جنرل ہنس کر بولا "پہلے مجھے واقعی خیال نہیں آیا تھا ورنہ میں ڈیوڈ سے ضرور مدد لیتا۔"

"میں دوپہر سے یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوں جناب کہ رینڈل سے آپ کی کیا گفتگو ہوئی؟" ڈیوڈ ریان نے کہا۔

"ہاں علی! دیگر باتیں تو بڈ کے ذریعے ہمارے علم میں آ گئیں لیکن یہ بات چونکہ بڈ کو معلوم نہیں تھی اس لئے ہم بھی اس سے لاعلم رہے" تہذیب بولی۔

"ڈیوڈ ریان کی حیثیت سے میں نے اپنے حق میں ایک رپورٹ پیش کی تھی لیکن اسے یقین ہے کہ میں اب اس کے ساتھ نہیں ہوں تاہم اس نے مجھے ٹی کورا پہنچنے کا حکم دیا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟" جنرل ٹیری نے کہا "کیا تم ٹی کورا چلے جاؤ گے؟"

"جانا ہی پڑے گا جنرل! لیکن یہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ڈیوڈ ریان کی حیثیت سے نہیں جاؤں گا۔ ڈیوڈ ریان کو تو ریٹا سالومن اغوا کر لے گی۔"

"ریٹا سالومن تو تمام تیاریاں مکمل کئے بیٹھی ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "صبح چار بجے والی فلائٹ سے وہ ٹی کورا کے لئے روانہ ہو رہی ہے۔"

"بہت مناسب فلائٹ ہے تہذیب! وہاں پہنچتے ہی کسی محفوظ ٹھکانے کا بندوبست کر کے مجھے اطلاع دینا۔"

"اگر تم کہو تو میں اس سے قبل ہی ارام کلارا سے جیفرے جہاز کا تعاقب کروا دوں؟"

"صرف اپنی موجودگی کا احساس دلا سکتی ہو ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ صبح ولسن مجھے ادائیگی کر دے گا اور اس کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تمہارا رول شروع ہو جائے گا۔"

"ٹی کورا پہنچ جانے کے سلسلے میں تمہارا کیا پروگرام ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں ولسن سے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے میں اس کے ساتھ ایک ہی فلائٹ پر وہاں پہنچوں۔"

"تمہیں اس بات کا غم رہے گا کہ تم ایک طویل عرصے بعد گونے لی آئے اور اتنی جلدی واپس چلے جاؤ گے" تہذیب اداس بولی۔

"رینڈل عرف موٹے ہارڈ کا معاملہ ایسا ہے جسے میں ادھورا نہیں رہنے دے سکتا۔ تم سے میرا وعدہ ہے کہ اس سے نمٹنے کے بعد یہاں ضرور آؤں گا۔"

***
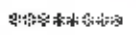
میں نے ولسن کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور اندر داخل ہو گیا۔ وہ صوفے پر تیار بیٹھا تھا۔ میں نے وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا تھا اور ٹھیک ساڑھے نو بجے وہاں پہنچا تھا۔ تہذیب، کلم اکیس صبح چار بجے والی فلائٹ سے ٹی کورا روانہ ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ بڈ کے علاوہ علی گروپ کے چند ارکان بھی تھے۔

"ہیلو مسٹر جبس" ولسن نے خوش دلی سے کہا "رقم کا بندوبست ہو گیا ہے۔ یہ چیک ہے بتاؤ اسے کس کے نام کراس کروں؟"

"تم اس میدان کے پرانے کھلاڑی ہو ولسن!" میں نے بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے کہا "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس قسم کے سودے نقد ہوتے ہیں۔ کوئی احمق ہی چیک وصول کرتا ہے۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں" ولسن مسکرا کر بولا "میں تو محض اس خیال سے تمہیں چیک دینا چاہ رہا تھا کہ اتنی بڑی رقم لے کر نقل و حرکت کرنا مناسب نہیں ہوتا۔"

"تم مناسب اور نامناسب کے چکر میں نہ پڑو تو بہتر ہے" میں نے کہا "رقم کی حفاظت کرنا میں خوب جانتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم چیک قبول نہیں کرو گے اس لئے میں نے احتیاطاً نقد رقم بھی رکھ لی تھی" ولسن نے الماری سے ایک بریف کیس نکال کر میری طرف بڑھایا۔

میں نے ولسن سے بریف کیس لے لیا اور اسے کھول کر دیکھا۔ ایک ملین امریکی ڈالر کے مساوی رقم گونے لی کی مقامی کرنسی کی صورت میں بریف کیس کے اندر موجود تھی۔ پوری رقم بڑے نوٹوں والی نئی گڈیوں پر مشتمل تھی۔

"ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لو مسٹر جبس" ولسن نے کہا "ابھی دیکھ لو کہ کہیں نوٹ جعلی نہ ہوں۔"

"میں ہر حال میں اپنا اطمینان کر لینے کا عادی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے میرے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا ہے۔"

"تمہارا اطمینان میرے لئے اس واسطے بھی ضروری ہے کہ ابھی تمہارا کام مکمل نہیں ہوا۔"

"مجھے معلوم ہے ولسن کہ ابھی تمہیں علی یار خان کے مرکز لے کر یہاں سے صحیح سلامت نکلنا بھی ہے۔"

"ہاں.... اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ گونے لی ائرپورٹ پر ہمیں چیکنگ نہیں کی جائے گی۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ گوٹے بل میں ائیرپورٹ پر کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع تھی مسٹر بنس! تم ایک کھرے آدمی ہو۔ اس لئے میں نے مادام سے تمہارا تذکرہ کر دیا تھا۔ وہ تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

"تم جانتے ہو کہ میں گوٹے بل میں سرکاری ملازم ہوں۔ کسی اور کی ملازمت کیسے کر سکتا ہوں۔"

"اس ملازمت کو چھوڑ دو بنس!" ولسن نے جوشیلے انداز میں کہا "اس ملازمت میں رکھا ہی کیا ہے۔ کیا تنخواہ مل جاتی ہوگی تمہیں؟"

"بات تنخواہ کی نہیں' معاشرے میں مقام کی ہے۔ تم نے دیکھا ہے میں کیسی جگہ پر رہتا ہوں تاکہ کوئی مجھ پر انگلی نہ اٹھا سکے۔"

"تمہارے پاس دولت ہوگی تو معاشرے میں مقام بھی بن جائے گا اور لوگ عزت بھی کرنے لگیں گے۔ تمام مسائل کا حل دولت ہے۔"

"تم لوگوں کے پاس تو دولت ہے پھر تم اس دولت سے اپنے مسائل کیوں حل نہیں کر لیتے۔ میری خوشامد کیوں کر رہے ہو؟"

ولسن کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا "اسی دولت کی وجہ سے تو علی یار خان کا سر میرے قبضے میں ہے۔"

"مگر میں تمہارے قبضے میں نہیں آرہا" میں نے مسکرا کر کہا "اور نہ ہی فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ ہے۔"

"مادام کلارا تم میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتی ہے اور یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔"

"اگر میں کوشش کروں تو معلوم نہیں کتنی مادامیں اور کتنی کلارائیں میرے آگے پیچھے دُم ہلاتی پھرنے لگیں......"

"تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو" ولسن نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہیں مادام کی توہین کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے واقعی اس کا حق نہیں ہے لیکن میں تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میں کسی کے ماتحت رہ کر کام نہیں کر سکتا۔ یہ بات تم مادام کلارا کو بھی بتا سکتے ہو۔"

"اگر تم کہو تو میں اس سلسلے میں مادام سے بات کر سکتا ہوں۔ ممکن ہے تم جیسے باصلاحیت شخص کو کسی شعبے کا سربراہ بنا دیا جائے۔"

"ملازمت ہر حال میں ملازمت ہے مسٹر ولسن! خواہ وہ چھوٹے عہدے کی ہو یا بڑے عہدے کی۔"

"مجھے حیرت ہے...... ایک طرف تو تم پیسوں کے لئے ہر کام کرنے کو تیار رہتے ہو اور دوسری طرف تمہارا یہ حال ہے کہ ملازمت ہی نہیں کرو گے حالانکہ تمہیں بہت زیادہ معاوضے پر ملازم رکھا جا سکتا ہے۔"

"تمہیں اسی وجہ سے حیرت ہے کہ تم میرے مستقبل کے منصوبوں سے واقف نہیں ہو تاہم میں ایک آدھ روز میں تم سے رابطہ کروں گا۔ ممکن ہے اس وقت تک میرا ذہن تبدیل ہو جائے۔"

☆☆☆
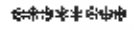
میں گیارہ بجے والی فلائٹ سے شی گورائے کے لئے پرواز کر گیا۔ ولسن کی سیٹ دو بجے والی فلائٹ پر تھی۔ میں نے اس کے گوٹے بل سے نکلنے کے انتظامات مکمل کر دیئے تھے۔ یہ ضروری تھا کہ گوٹے بل ائیرپورٹ پر اس کی چیکنگ نہ ہوتی اور جنرل نمبر ہے کہ کر یہ انتظام کرانا میرے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔

شی گورائے ائیرپورٹ پر اتر کر تہذیب یا کلم اکیس تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ تہذیب کے بارے میں مجھے پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تہذیب نے رہائش کے لئے کیا بندوبست کیا ہے۔

"یہ محض اتفاق تھا چیف کہ ہمیں یہ کوٹھی کرائے پر مل گئی" بڈ نے بتایا "اس کا مالک ایک تنہا آدمی ہے جو ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ ہم نے ایک سال کا پیشگی کرایہ ادا کر کے کوٹھی کرائے پر حاصل کی ہے۔ اس کے لئے ہمیں ایک بہت کڑی شرط منظور کرنا پڑی ہے اور وہ یہ کہ اگر مالک ایک سال کے دوران واپس آگیا تو ہمیں فوری طور پر کوٹھی خالی کرنی پڑ جائے گی۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے بڈ!" میں نے وسیع و عریض کوٹھی کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا "ہمیں کون سا یہاں مستقل قیام کرنا ہے۔ کام پورا ہوتے ہی یہاں سے نکل لیں گے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے ہمارا کام محض چند روز کا ہو" تہذیب نے کہا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمیں زیادہ عرصہ قیام کرنا پڑ جائے۔"

"اب میرے اندر زیادہ انتظار کرنے کی تاب نہیں رہی تہذیب! چھ ماہ کا طویل عرصہ جزیرے پر قید رہنے کے بعد اب میں رینڈل کو سبق دینا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی ابتدا تو ہو چکی ہے۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے مادام کلارا کو فون کیا تھا۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ریسیور وہ خود ہی اٹھاتی ہے۔"

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے اپنے آدمیوں سے براہ راست رابطہ رکھنے کے لئے اس نے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہو۔ کسی درمیانی واسطے کو وہ وقت کا زیاں تصور کرتی ہو۔"

"بات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اصل بات یہ ہے کہ میں نے اسے فون کیا تھا۔ میں نے پوری گفتگو ریکارڈ کر لی ہے' تم خود سن لو۔"

بڈ نے ٹیپ ریکارڈر میرے سامنے رکھ کر ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا۔ پہلے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی پھر دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو!" مادام کلارا کی مترنم آواز میں نے فوراً ہی شناخت کر لی "کون بات کر رہا ہے؟"

"ریٹا سالومن آف گاکن" تہذیب نے کھنکدار آواز میں کہا "میں کافی عرصے سے تم لوگوں کی غیر قانونی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔"

"میں تمہیں نہیں جانتی" کلارا کی آواز قدرے گھبرائی ہوئی تھی "اور تم کون سی غیر قانونی سرگرمیوں کی بات کر رہی ہو۔"

"جو ریٹا سالومن کو نہیں جانتا اسے شی گورائے میں رہنے کا بھی حق نہیں ہے۔ شی گورائے میں ہونے والا کوئی جرم ریٹا سالومن کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔"

"معلوم نہیں تم کیا بکواس کر رہی ہو" مادام کلارا غرائی "اور یہ گاکن کیا چیز ہے؟"

"یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے میں تم سے یہ پوچھوں کہ اینگلو کس چڑیا کا نام ہے" تہذیب نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

چند لمحے کے لئے سناٹا چھایا رہا۔ کسی اجنبی کے منہ سے اینگلو کا نام سن کر مادام کلارا کے ہوش و حواس پر بجلیاں گر پڑی ہوں گی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کون ہو اور مجھے فون کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے" چند لمحوں بعد مادام کلارا کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اپنا تعارف تو میں کرا چکی...... رہی یہ بات کہ میں کیا چاہتی ہوں تو بڑی سیدھی سی بات ہے۔ مجھے بھی کچھ حصہ ملنا چاہئے۔"

"اوہ! تو یہ کہو کہ تم بلیک میلر ہو...... شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ہمارے ہاتھ کتنے لمبے ہیں" مادام کلارا غرائی۔

"چلو شکر ہے بالواسطہ طور پر تم نے اپنے جرائم کا اعتراف تو کیا۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں لمبے ہاتھوں کو کوتاہ کرنے کے معاملے میں خاصی شہرت کی حامل ہوں۔"

"تم صرف احمق ہو۔ کہیں سے تمہیں اینگلو کے بارے میں کچھ بھنک مل گئی اور تم نے اتنا بڑا قدم اٹھا لیا۔ ہمت ہے تو سامنے آکر بات کرو۔"

"او کے ڈیئر کلارا" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا "بہت جلد میں سامنے آکر بات کروں گی۔ اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔"

میں نے نگاہ اٹھا کر تہذیب کی طرف دیکھا "تم نے گفتگو کا اختتام بڑے خوب صورت طریقے سے کیا ہے۔ کم از کم اگلا فون تو ٹیپ نہیں ہو سکے گا۔"

"یہ بات تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا "ممکن ہے انہوں نے پہلے ہی اس قسم کا بندوبست کر رکھا ہو کہ فون کال کا سراغ لگایا جا سکے۔"

"نہیں بڈ! یہاں ان کی پوزیشن بہت مستحکم ہے۔ انہیں کسی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذا اس قسم کے انتظام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے انتظامات صرف اس وقت کئے جاتے ہیں جب مخالفین بھی موجود ہوں۔ کسی کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو رہا ہو۔ تہذیب نے بھی گفتگو کے اختتام پر یہی کہا ہے کہ بہت جلد سامنے آکر بات کروں گی۔ اس کے بجائے اگر تہذیب یہ کہہ دیتی کہ دوبارہ فون کروں گی تو امکان تھا کہ وہ آنے والی کالوں کے نمبروں کا سراغ لگانے کے لئے فوری طور پر کوئی بندوبست کر لیتی لہٰذا اب تم اسے ولسن کی آمد سے متعلق ایک دھمکی آمیز فون بلا خوف و خطر کر سکتی ہو۔"

میری ہدایات کی روشنی میں تہذیب نے مادام کلارا کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے کلارا نے خود فون اٹھایا تھا۔ میں اور بڈ اس آلے کی مدد سے گفتگو سن رہے تھے جو فون کی آواز بلند کر دیتا ہے۔

"مجھے پہچانا میں...... میں ریٹا سالومن ہوں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد سامنے آکر بات کروں گی......"

"اس کو سامنے آکر بات کرنا کہتے ہیں تو پھر منہ چھپانا کس کو کہتے ہیں؟" کلارا کے لہجے میں طنز تھا۔

"تم ایک بہت بڑے جرم کی مرتکب ہونے والی ہو کلارا! اگر مجھے اپنے حصے کی رقم نہیں ملی تو میں تمہارا بھانڈا پھوڑ دوں گی۔"

"پہلے بھی تم ایسی ہی بے پرکی اڑا رہی تھیں اور اب بھی معلوم نہیں کہاں کی ہانک رہی ہو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ......"

"سنو کلارا" تہذیب غرائی "تمہارا ایک آدمی گوٹے بل سے تین بجے والی فلائٹ سے یہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے سامان میں جو کچھ موجود ہے اگر میں اس کی اطلاع ائیرپورٹ کے حکام کو کر دوں تو کیسی رہے گی؟"

"تم اندھیرے میں تیر چلانے کی عادی معلوم ہوتی ہو" کلارا نے ہنس کر کہا "اپنی بے سروپا گفتگو کے ذریعے تم مجھ سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکتیں۔"

"اس بے سروپا گفتگو کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اس آدمی کا نام ولسن ہے اور وہ اپنے سوٹ کیس میں ایک شخص کا کٹا ہوا سر لے کر آرہا ہے۔"

"بہت خوب" کلارا کی آواز خلاف توقع پُرسکون تھی "تمہاری معلومات قابل رشک ہیں۔ اب یہ بھی بتا دو کہ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟"

"صرف ایک لاکھ ڈالر" تہذیب نے کہا "بصورت دیگر اگلا فون ائیرپورٹ کے حکام کو کیا جائے گا۔"

"ایک لاکھ ڈالر تو کیا ہم تمہیں ایک ہزار ڈالر بھی نہیں دے سکتے۔ تم بڑے شوق سے ائیرپورٹ کے حکام کو مطلع کر دو" اور اس

کے ساتھ ہی کلارا نے فون بند کر دیا۔

"دوبارہ فون کرو اور اسے مزید دھمکیاں دو" میں نے تہذیب سے کہا اور تہذیب تفہیمی انداز میں سر ہلا کر دوبارہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"سنو کلارا" رابطہ قائم ہونے پر تہذیب نے کہا "ممکن ہے تمہارے تعلقات بہت وسیع ہوں لیکن یہ یاد رکھنا کہ میرے پاس اور بھی ذرائع ہیں۔"

"تم بھی کان کھول کر سن لو کہ تم آگ سے کھیل رہی ہو۔ ابھی تک میں نے سنجیدگی سے تمہارے بارے میں نہیں سوچا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہو گی۔"

"کیا یہ تمہارا حتمی جواب ہے کلارا" تہذیب نے سرد لہجے میں کہا "اگر تم چاہو تو میں تمہیں سوچنے کے لئے وقت دے سکتی ہوں۔"

"ہم نے بلیک میل ہونا نہیں سیکھا... معلوم نہیں تم کس توقع پر مجھے فون کر رہی ہو لیکن کان کھول کر سن لو کہ نہ تمہیں کسی مہلت کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں تمہاری بیہودہ سرائیاں سننے کی متحمل ہو سکتی ہوں۔ تم جیسے معلوم نہیں کتنے ہماری راہ میں آئے اور مارے گئے۔ میں تم سے آخری بار کہہ رہی ہوں کہ ہماری راہ سے ہٹ جاؤ ورنہ بے موت ماری جاؤ گی۔"

"میں تم لوگوں کی قوت پرواز سے واقف ہوں کلارا" تہذیب نے سفاکانہ انداز میں کہا "اور میں تم سے وعدہ کر رہی ہوں کہ آج ہی کی تاریخ میں تم پر پہلی ضرب لگاؤں گی۔"

تہذیب نے کلارا کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا اور میری طرف دیکھ کر بولی "کیا خیال ہے؟"

"تم نے بہت عمدہ پرفارمنس دی ہے... کلارا ویسے بھی کسی توقع بھی کہ وہ کوئی مقابلہ نہیں لا رہی گی۔"

"تم نے بھی سوچا ہے چیف کہ اب اسے فون کرنا خطرناک ہو گا۔ ہمارا نمبر ٹریس کر کے یہاں تک پہنچ جائے گی" بڈ نے کہا۔

"اس کا حل یہی ہے کہ ٹرانس میٹر کا بندوبست کرو تاکہ فون نمبر ٹریس ہونے کا خطرہ مستقل طور پر ٹل جائے۔"

"تم حکم کرو چیف!" بڈ نے خوش ہو کر کہا "بڈ تمہارے لئے ابھی ٹرانس میٹر حاضر کر دے گا۔"

"ابھی کہاں سے حاضر کر دو گے؟" میں نے بڈ کو گھورا "خیال رہے کہ ہم کوٹے بل میں نہیں اٹلی کو رائے میں ہیں۔"

"مزید خیال رہے کہ ہم سیاہ فاموں کے میک اپ میں ہیں اور یہاں کے ائیرپورٹ پر کسٹم آفیسر کی مٹھی گرم کر کے ٹرانس میٹر تو کیا توپ بھی لے آؤ تو کوئی نہیں پوچھتا۔"

"سیدھی بات کیا کرو" میں نے بگڑ کر کہا "تم معمول میں گفتگو کرنے کے عادی ہوتے چلے جا رہے ہو۔"

"تمہیں تو ہمیشہ بڈ کا بولنا ناگوار گزرتا ہے" بڈ نے منہ بنا کر کہا "ادھر بڈ نے زبان کھولی اور ادھر تمہیں غصہ آیا۔"

"ابے خبیث اب بتا بھی دے" میں نے دانت پیس کر "تمہارے پاس ضائع کرنے کے لئے اتنا وقت کہاں ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چیف!" بڈ اکڑ گیا "جب تک تمہارا موڈ ٹھیک نہیں ہو گا اس وقت تک بڈ تمہیں کچھ نہیں بتانے کا۔"

"تو مت بتاؤ" میں نے جھنجلا کر کہا "میں خود کوئی انتظام کر لوں گا۔"

تہذیب ہنسنے لگی "غصے میں عقل خبط ہو جاتی ہے نا اس لئے تم سمجھ نہیں پا رہے۔ بڈ کہہ تو رہا ہے کہ وہ کسٹم آفیسر کی مٹھی گرم کر کے ٹرانس میٹر نکال لایا ہے۔"

"بہت خوب ہے" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "لاؤ مجھے ٹرانس میٹر دکھاؤ۔"

"بے فکر رہو چیف! بڈ بہت سوچ سمجھ کر کام کرتا ہے" بڈ اکڑ کر بولا "اس کے ذریعے ہر فریکوئنسی پر رابطہ کیا جا سکتا ہے اور میں نے احتیاطاً دو سیٹ رکھ لئے تھے۔"

"بس تو اگلا پروگرام یہ ہے کہ تم کلارا کو ڈیوڈ ریان کے اغوا کی خبر سنا دو گی اور اس کے بعد جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو جائے گا۔"

"وہ تو ریڈنل کی ہٹ لسٹ پر ہے" بڈ نے کہا "اس کی صحت پر ڈیوڈ کے اغوا سے کیا اثر پڑے گا بلکہ وہ تو خوش ہو گا۔"

"کہ اس کا ایک اہم آدمی حریفوں کے قبضے میں چلا گیا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تمہاری عقل کہیں چرنے چلی گئی ہے بڈ!"

"نہیں، ابھی تو کھوپڑی میں ہی موجود ہے" بڈ نے بڑے اطمینان سے کہا "ان لوگوں پر تو کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ فرض کرو ہم نے ڈیوڈ ریان سے کچھ اگلوا لیا تو بھی کیا ہو گا؟"

"ان کی ظاہری بے نیازی پر مت جاؤ بڈ! کلارا اس وقت بھی اندر سے ہل کر رہ گئی ہو گی۔ اس نے ریڈنل تک اطلاع پہنچائی ہو گی اور کچھ عجب نہیں ہے کہ وہ بذات خود شی کو رائے پہنچ جائے۔"

"علی کا کہنا ٹھیک ہے بڈ! کلارا نے بے نیازی تو ظاہر کی ہے لیکن وہ تشویش میں ضرور مبتلا ہو گئی ہو گی اور اگر میں نے اگلا فون کرنے کی حماقت کی تو وہ فوراً ہی حرکت میں آ جائیں گے۔"

"تمہیں حرکت میں آ جانے دو میڈم! بڈ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ ماضی میں بھی تم لوگ بڈ کی کارکردگی دیکھتے رہے ہو اور اب بھی دیکھ لینا۔"

"رہنے دو بڈ! جس وقت ہمیں کوٹے بل ائیرپورٹ سے اغوا کیا گیا اس وقت تم کہاں تھے اور پھر جزیرے پر قید کے دوران تم نے کون سا تیر مار لیا؟" میں نے کہا۔

"دراصل اس وقت مجھے بھوک لگ رہی تھی اور اس وقت بھی مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ بڈ بھوکے پیٹ ...

... زبان وہنگ کا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا پہلے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔"

"جا کر کسی ہوٹل سے کھانا لے آؤ" میں نے کہا "اس وقت ہم کہیں باہر نہیں جا سکیں گے۔"

بڈ کھانا لینے چلا گیا اور میں تہذیب کے ساتھ آئندہ کے پروگرام بنانے میں مصروف ہو گیا۔ بڈ کی واپسی تک ہم اپنے پروگراموں کو حتمی شکل دے چکے تھے۔

❊❊❊❊❊❊❊❊

شام کے وقت ہم تینوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ علی گروپ کے چاروں اراکین کو ہم نے بیٹے پرتی چھوڑ دیا تھا۔ ابھی ان سے کام لینے کا وقت بھی نہیں آیا تھا۔

میں نے ایک پبلک فون بوتھ کے سامنے کار روکی اور تہذیب سے کہا "بات چیت دو منٹ سے زیادہ مت لگانا۔"

تہذیب نے سر کی اثباتی جنبش دی اور فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے اسے ادام کلارا کو فون کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میں ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ذہنی دھچکے پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ لوگ نمبر لیں گے بھی لیکن تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ وہ کیوں کہ سمجھتے رہتے کہ دیکھا سائل میں اس سے پہلے بھی ادھر ادھر سے فون کرتی رہی ہے۔

تہذیب ایک ہی منٹ میں واپس آ گئی "میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ ہم نے ڈیوڈ ریان کو اغوا کر لیا ہے اور آئندہ گفتگو ایک گھنٹے بعد میں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے" میں نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اس نے کسی رد عمل کا اظہار کیا؟"

"ظاہر ہے اسے یقین نہیں آ سکتا تھا لیکن اس نے مجھے گھیرنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ ظاہر ہے وہ یہ معلوم کرنے کی کہ میں کہاں سے فون کر رہی ہوں "اپنے آدمیوں کو مطلع کر دیتی۔"

"معلوم تو انہوں نے اب بھی کر لیا ہو گا کہ کال کہاں سے کی گئی ہے" میں نے کہا "اور جس جگہ پر ریڈنل کام کرتا ہے اس سے کچھ بعید نہیں ہے کہ فوری طور پر تمام پبلک فون بوتھوں کی نگرانی شروع کرا دی جائے۔"

"بالکل ممکن ہے" تہذیب نے کہا "ویسے بھی شہر میں زیادہ پبلک فون بوتھ نہیں ہیں۔ نگرانی کرنے کے لئے انہیں زیادہ لوگوں کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ کھیل کی ابتدا ان لوگوں کے شکار سے کی جائے جو نگرانی پر مامور کئے جائیں گے" بڈ نے کہا۔

"ابھی یہ قبل از وقت ہو گا بڈ!" میں نے کہا "لیکن اگر ضرورت پڑی تو ہم یہ اقدامات بھی کر لیں گے۔"

میں بڑی آہستہ رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ رخ ساحل سمندر کی طرف تھا...

"یہاں ایک ریستوران ہے تہذیب!" میں نے کار پارک کرتے ہوئے کہا "وہاں پبلک فون بھی موجود ہے۔ وہاں سے کلارا کے لئے ایک فون اور ہو جائے۔"

"کیوں نہیں" تہذیب مسکرائی "ان لوگوں کو ہراساں کرنے میں مجھے بہت لطف آ رہا ہے۔"

تہذیب فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی اور میں بڈ کے ساتھ باہر ہی ٹہلنے لگا۔ میری نظریں وہاں تفریح کے لئے آنے والوں کے چہروں پر پھسل رہی تھیں۔ ہمارے لئے اپنے سایوں تک سے محتاط رہنا ضروری تھا۔ مقابلہ ریڈنل سے تھا جس کی ماضی کی کارکردگی میں فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

"تم نے مادام کلارا کی رہائش گاہ دیکھی ہے بڈ!" جانک میں نے بڈ سے سوال کیا۔

"ہاں چیف!" بڈ نے کہا "اس کی رہائش گاہ شہر سے ذرا ہٹ کر ہے اور جس جگہ وہ رہ رہی ہے وہ کسی محل سے کم نہیں ہے۔ وہ ایکڑ سے کم کا پلاٹ تو ہرگز نہیں ہے اور رہائشی عمارت سے باؤنڈری وال کا فاصلہ سو فٹ سے تو کہاں ہی کم ہو گا اور باؤنڈری وال بھی بارہ فٹ سے کم بلند نہیں ہے۔ گیٹ پر مسلح باوردی محافظ پہرہ دیتے نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی شہزادی کا محل ہو۔"

میری آنکھوں میں وہ وحشی ہم گھوم گئے جو گاڑی کی ڈکی میں موجود تھے۔ برین گنیں بھی تھیں اور سائلنسر لگے ہوئے ریوالور اس کے علاوہ تھے جو ہم تینوں کے پاس موجود تھے۔ ہم ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار تھے۔

"اب جلدی سے یہاں سے کھسک لو علی" تہذیب نے واپس آ کر کہا "میں نے اس سے کچھ زیادہ ہی طویل گفتگو کر لی ہے۔"

"پرواہ مت کرو۔ میں غافل نہیں ہوں اور پھر کون سا ہمارے چہروں پر کوئی تحریر لکھی ہے جسے پڑھ کر کوئی ہمیں پہچان لے گا۔ یہ بتاؤ کہ گفتگو کیا ہوئی؟"

"میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اسے ڈیوڈ کے اغوا پر واقعی یقین نہیں ہے۔"

"تھوڑی دیر بعد اسے یقین آ جائے گا" میں نے کہا اور اچانک چونک پڑا۔ میں نے ریڈنل عرف موٹے ہاورڈ کو دیکھا تھا۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ وہ سرخ رنگ کی لمبی شیورلٹ سے اترا تھا اور اگرچہ وہ میک اپ میں تھا لیکن میں اسے اس کی چال سے پہچان سکتا تھا۔ وہ میری توقع سے بہت پہلے سامنے آ گیا تھا۔ میں نے ذہنی طور پر خود کو ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا۔

"ہم سے الگ ہو جاؤ بڈ!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ بڈ نے فوراً ہی میرے کہنے پر عمل کیا۔ اس نے میرے لہجے کی سنجیدگی محسوس کر لی تھی اور یہ اس کی بہت بڑی خوبی تھی کہ عام صورت میں وہ جتنی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتا

تھا خاص حالات میں انتہائی سنجیدہ ہو جاتا تھا۔ اس کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم سے علیحدہ ہوتے وقت اس نے میری نگاہ کا تعاقب کیا تھا اور رینڈل کو دیکھ لیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میک اپ کے باعث وہ اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

"خیریت تو ہے علی!" تہذیب نے سرگوشیانہ آواز میں کہا۔ بڈی کی طرح اس کی نظریں بھی تھیوریلیٹ پر جمی ہوئی تھیں مگر وہ بھی رینڈل کو نہیں پہچان پائی تھی۔

"خیریت ہی سمجھو۔" میں نے سرسری انداز میں کہا اور ان دکانوں کی طرف دیکھنے لگا جو فٹ پاتھ پر خستہ کیبنوں میں کھولی گئی تھیں۔ ان دکانوں میں سیپیوں سے بنی ہوئی آرائشی اشیا فروخت کی جاتی تھیں۔ دن کے وقت یہاں سناٹا رہتا ہوگا لیکن اس وقت وہاں خاصا رش تھا۔ ہر دکان کے سامنے لوگوں کا جمگھٹا نظر آ رہا تھا۔

"آؤ ہم بھی یہاں سے کچھ خرید لیں۔" میں نے تہذیب کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ اس وقت تک رینڈل کار کا دروازہ بند کر چکا تھا اور ریستوران کی طرف جا رہا تھا۔

"تم مجھے یوں نہیں بہلا سکتے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ وہ رینڈل ہے۔"

تہذیب کی بات سن کر میں چونک پڑا۔ اگر تہذیب نے اسے نہ پہچانا ہوتا تو شاید میں اس جال میں پھنس جاتا جو میرے لئے بچھایا گیا تھا لیکن تہذیب نے اسے پہچان کر میرے لئے سوچنے کی نئی راہیں ہموار کر دی تھیں۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کا میک اپ اتنا کچا کیوں ہے کہ اسے اتنی آسانی سے پہچان لیا گیا؟

"نہیں تہذیب!" میں نے ایک طویل سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ رینڈل نہیں ہے۔"

تہذیب نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب ریستوران میں داخل ہو رہا تھا۔

"اسے اتنے غور سے مت دیکھو تہذیب! کسی کو یہ محسوس نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"اگر وہ رینڈل نہیں ہے تو تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے۔ اور پھر اگر کوئی یہ محسوس کر بھی لے کہ ہم اس میں دلچسپی لے رہے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"پہلے یہاں سے ہٹ جاؤ۔" میں تہذیب کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ "یہ جو کوئی بھی ہے اس پر اس قسم کا میک اپ کیا گیا ہے کہ اس پر رینڈل کا گمان گزرتا ہے۔ پہلے میں خود بھی یہی سمجھا تھا کہ یہ رینڈل ہے لیکن جب تم نے بھی اسے رینڈل کی حیثیت سے شناخت کر لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک جال ہے جو ہمارے لئے بچھایا گیا ہے۔"

"یہ تو بہت تشویش ناک صورت حال ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہمیں پہچان لیا گیا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں شناخت کر لیا گیا ہے بلکہ یہ حرکت ہمیں شناخت کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ رینڈل نے مفروضہ قائم کیا ہوگا کہ ریٹا سالومن جو کوئی بھی ہے تنہا نہیں ہے اور ممکن ہے کہ وہ یا اس کے ساتھی رینڈل سے بھی واقف ہوں۔ اس مفروضے کے تحت ایک ایسا شخص تیار کیا گیا جس پر یہ گمان ہو کہ وہ رینڈل ہے اور کسی اور میک اپ میں ہے۔ پھر تمہارے فون کا انتظار کیا گیا اور اس شخص کو یہاں بھیج دیا گیا۔ تم نے یہیں سے فون کیا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے فون نمبر کا سراغ لگا لیا ہے۔ تبھی وہ شخص سیدھا یہاں پہنچا ہے۔ پہلی نظر میں تو میں دھوکا ہی کھا گیا تھا ورنہ بڈ کو علیحدہ ہونے کا مشورہ نہ دیتا۔"

"ایک طرح سے یہ ٹھیک ہی ہوا۔" تہذیب نے کہا۔ "معلوم نہیں اس شخص کی نگرانی کتنے لوگ کر رہے ہوں گے۔ تاکہ وہ ہمیں شناخت نہیں کر سکتے لیکن بڈ تو اپنے قد کی وجہ سے الگ ہی پہچانا جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے بڈ نے بھی اسے پہچان لیا ہوگا اور کسی حد تک محتاط بھی ہو گیا ہوگا لہٰذا اب وہ ادھر کا رخ تو کرے گا نہیں۔ بس مجھے اس سے ڈر ہے کہ وہ اس شخص میں دلچسپی نہ لینے لگے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ رینڈل کے آدمیوں کی نظروں میں آ جائے گا اور یہ اچھا نہیں ہوگا۔ ہمیں ہر قیمت پر ان سے بچ کر کام کرنا ہے۔"

کچھ دور جانے کے بعد ہم ٹہلتے ہوئے واپسی کے لئے پلٹ گئے۔ شام کا وقت ہونے کی وجہ سے لوگوں کا خاصا رش تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ ہمیں چلنے کی جگہ نہ ملتی۔

"ہمارے میک اپ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی ہمیں پہچان لے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہمیں کسی اور انداز سے پہچانا جا سکتا ہے۔"

"کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو ہمارے ہر انداز سے اس حد تک واقف ہوں کہ ہمیں میک اپ میں بھی پہچان لیں؟"

"بظاہر رینڈل کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں ہے اور وہ بھی اسی صورت میں ہمیں پہچان سکتا ہے جب خاص طور سے اسی مقصد کے تحت دیکھے۔ ویسے مجھے تو خود پر پورا کنٹرول ہے۔ رینڈل کا باپ بھی مجھے نہیں پہچان سکتا۔"

"کسی حد تک اپنی حرکات و سکنات پر مجھے بھی قابو ہے مگر تمہاری طرح میں ہر وقت ان پر قابو نہیں رکھ سکتی۔"

"فی الحال اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہمیں فوری طور پر ایسا کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔ رینڈل کی جگہ جو بھی شخص ہو وہ ہم سے واقف نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ علی!" اچانک تہذیب چلتے چلتے رک گئی۔ "تم نے شاید اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ اس شخص کی نگرانی کرنے والوں میں خود رینڈل بھی شامل ہو سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "بس اندازوں میں وہ سامنے آیا ہے اس کے بعد کسی اور پہلو پر سوچنے کی مہلت نہیں ملی۔ عین ممکن ہے کہ تمہارا خدشہ درست ہی ثابت ہو اور اگر ایسا ہے تو ہم شدید خطرے میں ہیں۔ کوئٹے ڈل ائیرپورٹ پر ایک بار ہم اس کا کمال دیکھ چکے ہیں۔ وہ نہ صرف بہت پھرتیلا ہے بلکہ عقابی نگاہ بھی رکھتا ہے۔"

ہم دونوں ایک کنارے رک گئے تھے۔ پارکنگ کے تمام سے ساحل سمندر کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔ جس جگہ ہم کھڑے تھے وہ پکی تھی مگر اس سے آگے ریت ہی ریت تھی۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" مجھے خاموش دیکھ کر تہذیب نے پوچھا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ فی الحال یہاں ٹھہرنا ہمارے لئے کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔ میں کسی جال میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ابھی تم نے یہیں سے مادام کلارا کو فون کیا تھا۔ فون طویل ہو گیا۔ اس نے جان بوجھ کر تمہیں باتوں میں الجھایا ہوگا اور نہ صرف نمبر ٹریس کر لیا ہوگا بلکہ اپنے آدمیوں کو تیزی سے حرکت میں بھی لے آئی ہوگی۔ یہ ان لوگوں کی ایک اندھی چال ہے اور اگر ہم اس اندھی چال میں پھنس گئے تو مجھے زندگی بھر اس کا افسوس رہے گا کہ میری وجہ سے رینڈل کو سرخرو ہونے کا موقع ملا۔ میں ہر قیمت پر اسے نیچا دکھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم ضرورت سے زیادہ احتیاط سے کام نہیں لے رہے؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔

"نہیں۔" میں مسکرایا۔ "یہ احتیاط زائد از ضرورت نہیں بلکہ ضرورت کے عین مطابق ہے۔ یہ ممکن ہے کہ جن لوگوں نے فون کیا تھا وہ ابھی یہیں موجود ہوں۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ ریٹا سالومن جو بھی ہے تنہا نہیں ہے۔ اس کے گروہ اور ساتھی بھی اس کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ لہٰذا ہر ایک شخص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہوگا۔"

"کیا ہمارا اس طرح یہاں کھڑے ہو کر باتیں کرنا ہمیں مشکوک نہیں بناتا؟"

"ہمارے اطراف سناٹا ہوتا تو یقیناً ہمارا انداز مشکوک ہوتا مگر اس وقت تو دیکھنے والے ہمارے بارے میں یہی گمان کریں گے کہ ہم محبت بھری سرگوشیاں کر رہے ہیں۔"

تہذیب شرما گئی۔ "کیا محبت بھری سرگوشیاں کرنے کے لئے ہمارے پاس یہی ایک مقام رہ گیا ہے؟"

عین اسی وقت میں نے ایک شخص کو غیر محسوس سے انداز میں اپنی جانب بڑھتے محسوس کیا۔ اس کا انداز اگرچہ سرسری تھا مگر میری چھٹی حس نے مجھے بروقت خبردار کر دیا۔

"تم ایک اشارہ کر کے تو دیکھو جانم۔" میں نے تہذیب کے کاندھے پر جھکتے ہوئے ذرا بلند آواز میں کہا "اگر میں تمہارے لئے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے نہ توڑ لاؤں تو کہنا۔"

تہذیب محض ایک لمحے کے لئے چونکی مگر اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے میرے انداز میں کوئی غیر معمولی بات محسوس کر لی تھی اور یقیناً اس کی غیر معمولی ذہانت کا ہی کرشمہ تھا کہ اس نے بھی کسی روایتی محبوبہ کا سا انداز اختیار کر لیا۔

"چھوڑو رہنے دو۔" وہ اٹھلائی۔ "میں نے تم سے ایک معمولی ہار کی فرمائش کی تھی وہ تو تم پوری نہیں کر سکے آسمان سے تارے کیا توڑ کر لاؤ گے؟"

"بس چند دن اور ٹھہر جاؤ میں تمہیں ہیرے جواہرات میں تول دوں گا۔" میں نے ٹھیٹ عاشقانہ لہجے میں کہا۔

"چھ مہینے سے تم مجھے اسی طرح بہلاوے دے رہے ہو۔" تہذیب نے منہ پھلا لیا۔ "تمہارے چند دن کسی طرح پورے ہی نہیں ہو چکتے۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولتی۔"

"ارے ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔" میں نے تہذیب کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "یقین کرو اس بار میں تم سے جھوٹا وعدہ نہیں کر رہا۔ کل ہی وہ ہار تمہیں دلا دوں گا۔"

"سچ" تہذیب یوں کھل اٹھی جیسے اسے دنیا بھر کی دولت مل گئی ہو اور میں نے کن انکھیوں سے اس شخص کی طرف دیکھا جو اپنی دانست میں ہماری بے خبری میں ہماری گفتگو سن کر جا رہا تھا۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو چکا تھا اور اب کسی اور مشکوک شخص کی تلاش میں تھا۔

"معلوم نہیں اس قسم کے اور کتنے لوگ یہاں شکاری کتوں کی طرح گھوم رہے ہوں گے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

تہذیب نے متجسس نگاہوں سے اس شخص کی طرف

دیکھا اور بولی "مجھے اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ کوئی ہمارے قریب آ کر ہماری باتیں سننے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"تمہیں اندازہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "اس لئے کہ تم اس وقت شرمانے میں مصروف تھیں۔"

"چلو اب یہاں سے تو چلو۔ یا یہیں کھڑے رہو گے۔" تہذیب نے جھینپ کر موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"پہلے اس ہار کے بارے میں تو کچھ پتا چل جائے جس کی تم نے مجھ سے فرمائش کی تھی۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"پتا چلنے کا وقت تو گزر چکا۔ اب تو تم وہ ہار دلانے کا وعدہ کر چکے۔" تہذیب بھی شوخی پر اتر آئی۔

"چلو کوئی بات نہیں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "محبت میں اس قسم کے نقصانات تو برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

"اس وقت تو تجربے کاروں جیسی باتیں کر رہے ہو۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "مجھ سے پہلے کتنی لڑکیوں سے محبت کر چکے ہو؟"

"میرا خیال ہے اس قسم کی گفتگو کرنے کے لئے یہ جگہ ناموزوں ہے۔" اچانک میں نے چونک کر کہا "ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔"

"ہم تو یہاں سے نکل جائیں گے مگر بڈ کا کیا ہوگا؟" تہذیب نے قدرے پریشانی سے کہا۔

"بڈ اپنے لئے راستے بنانے کے فن سے خوب واقف ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "بہت ممکن ہے وہ کہیں چھپا ہم پر ہی نظریں رکھے ہوئے ہو۔"

تہذیب کچھ نہیں بولی اور ہم دونوں کار تک آ گئے۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی نشست پر ہی بیٹھ گئی تھی۔

"ہاں! اب یہ بتاؤ کہ مادام کلارا سے کیا گفتگو رہی؟" میں نے کار ریورس کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی ایسی قابل ذکر بات تو نہیں ہوئی۔" تہذیب نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "راستے میں میں نے اسے جو فون کیا تھا اس میں تو میں نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ بس اس سے اتنا کہا تھا کہ ہم نے ڈیوڈ ریان کو اغوا کر لیا ہے۔ اب ہوٹل کے فون بوتھ سے اس سے جو گفتگو ہوئی تو اس نے پہلے تو ڈیوڈ ریان کو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ اگر تم اسے نہیں جانتیں تو کل اس کی لاش شہر کو دلانے کی کسی سڑک پر پڑی نظر آئے گی۔ بہرحال اسے یہ ماننا پڑا کہ وہ ڈیوڈ ریان سے واقف ہے۔ لیکن اس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ ہمارے قبضے میں ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے وہ یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ ہم نے اسے کس مقام سے اغوا کیا؟ میں نے کہا کہ ہم نے اسے یہاں پہنچنے سے قبل ہی اچک لیا تھا۔"

"اس نے تم سے اتنی باتیں محض اس لئے کیں کہ اسے تھوڑی سی مہلت درکار تھی۔ اگر تم اس سے ایک آدھ منٹ اور بات کر لیتیں تو شاید رنگے ہاتھوں ہی پکڑی جاتیں۔"

"مجھے اس کا اندازہ تھا اس لئے میں نے فون بند کر دیا ورنہ کلارا تو مزید باتیں کرنے کے موڈ میں تھی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم ڈیوڈ ریان پر ہی کیوں زور دے رہے ہو۔ گزرے کل میں سوادی ایجنٹوں کی فہرست تمہیں فراہم کرنے کی پاداش میں وہ پہلے ہی زیر عتاب ہے۔ ریجنل نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ اس کے اغوا سے ریجنل یا مادام کلارا کی صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"یہ درست ہے کہ ڈیوڈ کو قتل کرنے کا اصولی فیصلہ کر لیا گیا ہے لیکن یہ تو اندر کی بات ہے۔ ظاہری طور پر تو اس کی حیثیت ایک اہم کارندے کی ہی ہے۔ آخر وہ گزرے کل تک انچارج تھا۔ اس انداز میں سوچو کہ ریتا سالومن اس بات سے کیسے واقف ہو سکتی ہے کہ ڈیوڈ ریان ایلگو کا مجرم ہے۔ اسے تو مادام کلارا کے آدمی کی حیثیت سے اغوا کیا گیا ہے۔ چاہو تو یوں بھی کہہ سکتی ہو کہ تم نے ان لوگوں کے منہ سے نوالہ چھین لیا ہے... کم از کم وہ تو اسی انداز میں سوچیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی انا کا مسئلہ ہے۔ وہ یہ گوارا کر ہی نہیں سکتے کہ کوئی اس طرح ان کے مقابل آ کھڑا ہو۔"

"اور تیسری بات یہ کہ ریتا سالومن کو ڈیوڈ کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟" تہذیب نے ہنس کر کہا۔

"یہ بات بھی ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "انہیں یہ فکر ستا رہی ہوگی کہ ان کے اور کون کون سے راز ریتا سالومن کے ہاتھ چڑھ گئے ہیں۔"

"تم اپنی خیر مناؤ چیف!" عقب سے بڈ کی آواز آئی اور میں چونک پڑا۔ "تمہیں معلوم ہے جس جگہ سے میڈم نے فون کیا تھا اس کے سامنے ہی ایک کاؤنٹر ہے جس پر مستقل ایک شخص کی ڈیوٹی رہتی ہے۔ ان لوگوں نے اس شخص سے پوچھ گچھ کی ہے۔ اس نے میڈم کو دیکھ لیا تھا اور یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ دوبارہ دیکھے تو وہ اس عورت کو پہچان سکتا ہے جس نے تھوڑی دیر قبل فون کیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"وہ لوگ اس کے ساتھ باہر تک آئے تھے لیکن اس وقت تک تم دونوں وہاں سے ہٹ چکے تھے۔ اب ظاہر ہے وہ اس شخص کو ساتھ لے کر اتنی بڑی جگہ تو گھومنے سے رہے۔"

"تمہیں یہ سب باتیں کس طرح معلوم ہوئیں؟" تہذیب نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارے پاس سے کھسک کر میں اسی طرف نکل گیا تھا۔" بڈ نے کہا "یاد رکھو بڈ کبھی اپنی ذمے داریوں کی طرف سے غافل نہیں رہتا۔"

"گویا ہمارا اس وقت کا مشن ناکامی سے ہمکنار ہوتے ہوتے بچا ہے۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "جب ہم میدان عمل میں اترتے ہیں تو ایسی چھوٹی موٹی رکاوٹوں کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"اور یہی چھوٹی موٹی رکاوٹیں بعض اوقات راستے مسدود کرنے کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ مادام کلارا کو خوش فہمیوں کا شکار ہونے دو۔ اس وقت انہیں معمولی سی کامیابی تو ملی ہے جس کے بل پر انہیں یقین ہوگا کہ وہ جلد ہی ریتا سالومن کو بے نقاب کر دیں گے لیکن انہیں نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اب وہ ناچتے ہی رہ جائیں گے۔"

"تم نے انہیں کراہم کے سر کا جو تحفہ بھجوایا ہے اس کا معلوم نہیں کیا ہوا ہوگا۔" بڈ نے کہا۔

"ہونا کیا ہے۔ پہلے انہوں نے خوشیاں منائی ہوں گی پھر جب انہیں معلوم ہوا ہوگا کہ کس قسم کی چوٹ ہوئی ہے تو اب اپنا ہی سر دھن رہے ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تمہیں کسی نہ کسی طرح معلوم کرنا چاہئے کہ ان لوگوں پر اس سانحے کے کیا اثرات ہوئے؟"

"کیا ضرورت ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "جو کچھ ان پر بیتی ہوگی مجھے اس کا بخوبی اندازہ ہے۔"

"اس کے بغیر مزا نہیں آئے گا چیف! دشمن کی بوکھلاہٹوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہئے۔"

"اول تو یہاں ایسا کوئی موقع ہے ہی نہیں اور اگر ہوتا تو بھی میں تمہیں اس کی اجازت نہ دیتا۔"

"جو تمہارے جی میں آتی ہے وہی کرتے ہو۔" بڈ [illegible]

"میرا خیال ہے اسے اجازت دے ہی دو۔" تہذیب نے کہا "اپنے طور پر اس کا دل جو چاہے کرے۔ اسے اجازت نہ ملی تو یہ ہمارے کان کھاتے کھاتے ہمارا دماغ چاٹ جائے گا۔"

"میرا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایلگو کی صفوں میں انتشار پیدا کیا جائے۔ اسی مقصد کے تحت میں نے کراہم پر اپنا میک اپ کر کے اس کا کٹا ہوا سر مادام کلارا کی خدمت میں روانہ کیا۔ ریتا سالومن بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میرا موقف ہے کہ ہمیں اپنی تمام تر توجہ اپنے مشن پر مرکوز رکھنا چاہئے۔ اگر ہم یہ معلوم کرنے کے چکر میں پڑے کہ ہمارے اقدامات ان پر کس طرح سے اثر انداز ہو رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی توانائیاں غلط سمت میں ضائع کر رہے ہیں۔ بڈ ہمارا بہت اہم ساتھی ہے لہٰذا میں اسے توانائیوں کے ضیاع کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"ہم اس وقت بہت اچھی پوزیشن میں ہیں چیف!" بڈ نے کہا "لیکن میں دیکھ رہا ہوں پوزیشن سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا رہے اور مجھے اس بات پر غصہ آ رہا ہے۔"

"اب تم ایک بالکل مختلف بات کر رہے ہو۔ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو رہی ہے تو تم اس کی نشاندہی کرو۔"

"مادام کلارا اور اس کے تمام ساتھی ہماری نظروں میں

ہے۔ جو نظروں میں نہیں ہیں وہ نظروں تک آسکتے ہیں۔ تم انہیں چن چن کر مارنا کیوں نہیں شروع کردیتے۔"

"تم نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا؟" میں نے پرسکون لہجے میں سوال کیا۔

"بات فرض کرنے کی نہیں ہے۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو کچھ نظروں کے سامنے ہے۔ تم خود ٹیلی فون کرکے مادام کلارا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" بڈ خاصا جھنجلایا ہوا نظر آرہا تھا۔

"میں نے کہا نا کہ میرا مقصد ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا ہے اور میرا مقصد بہت اچھی طرح پورا ہو رہا ہے۔" میں نے بڈ سے تقریباً لپٹے کی غرض سے کہا۔

"یہ صرف تمہاری خوش فہمی ہے۔" بڈ نے جل کر کہا "اگر اس قسم کی بے سروپا حرکتوں سے انتشار برپا ہونے لگے تو ہر شخص گھر بیٹھے انتشار برپا کرنے لگے گا۔"

"معاملہ صرف ٹیلی فون تک تو محدود نہیں ہے بڈ! ہم نے ان کے ایک اہم آدمی ڈیوڈ ریان کو اغوا بھی تو کیا ہے۔" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں بدستور شرارت تھی۔

"بس رہنے دو چیف! معلوم نہیں کیوں روز بروز تم کاہل ہوتے چلے جارہے ہو۔ ہاتھ پیر ہلانا ہی نہیں چاہتے۔ شاید یہ سیڈم کی قربت کا اثر ہے۔"

"شاباش۔" میں ہنس پڑا "تو اب تم مجھے اس طرح غصہ دلانے کی کوشش کروگے؟"

"ہم آخر چاہتے کیا ہو بڈ!" تہذیب نے کہا "ہم لوگ آج ہی تو یہاں پہنچے ہیں۔ ایک دن میں کتنے کام کئے جاسکتے ہیں؟"

"جو کچھ بھی کیا جاسکتا ہے اس سے تو منہ نہ موڑا جائے یا ہم لوگوں کے لئے کوئی کوٹا مقرر ہے کہ ایک دن میں اس سے زیادہ کام نہ کیا جائے۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے بڈ کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے ہوں۔ ابھی تم دیکھنا تہذیب' مادام کلارا سے ٹرانس میٹر پر رابطہ کرے گی۔"

میں نے تہذیب کو سمجھانا شروع کردیا کہ اسے مادام کلارا سے کیا کیا باتیں کرنی ہیں۔ اس دوران میں گاڑی ٹی گورائے کی ایک مضافاتی سڑک پر نکال لایا تھا جہاں سرشام ہی سناٹا چھایا نظر آرہا تھا۔ تہذیب نے میری ہدایات اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد ٹرانس میٹر پر مادام کلارا کی فریکوئنسی ملائی۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ دوسری طرف سے مادام کلارا اپنا کوڈ نمبر دہرا رہی تھیں۔

"اپنے کوڈ اپنے ہی پاس رکھو کلارا بھوری بلی! ربنا سالومن تمہارے ان نمبروں کی محتاج نہیں۔"

"تم!" تہذیب کی آواز سن کر کلارا سناٹے میں آگئی تھی۔ "تمہیں میری فریکوئنسی کا علم کس طرح ہوا؟"

"بلیوں سے مجھے خاصا شغف ہے۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "اور اگر بلی بھوری بھی ہو تو کیا ہی کہنے۔ پھر تو میں اس کے بارے میں وہ معلومات بھی حاصل کرلیتی ہوں جن سے وہ خود بھی لاعلم ہوتی ہے۔"

"فضول بکواس مت کرو۔" کلارا غرائی۔ "ابھی میں نے تمہیں سنجیدگی سے نہیں لیا ہے ورنہ تم ان لن ترانیوں کے لئے زندہ نہ ہوتیں۔"

"حالانکہ کچھ ہی دیر پہلے تمہارے کارندے ربنا سالومن کی تلاش میں ساحلی تفریح گاہ میں جھک مار رہے تھے۔" تہذیب نے مضحکانہ انداز میں کہا "ربنا سالومن کو سنجیدگی سے لو ڈیئر کلارا بھوری بلی' ورنہ بڑے خسارے میں رہوگی۔"

"سیدھی طرح اپنا مقصد بیان کرو۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔"

"تمہیں اس بات پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم نے ڈیوڈ ریان کو اغوا کرلیا ہے۔ لو اب تم اس سے خود ہی بات کرلو۔" تہذیب نے ٹرانس میٹر میری طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو مادام" میں نے ڈرامائنگ کرتے ہوئے نحیف سی آواز میں کہا "میں ڈیوڈ بات کررہا ہوں' مادام!"

"میں تمہیں آواز سے تو پہچان گئی لیکن کیا ہم ایک دوسرے کو آوازوں کے ذریعے شناخت کرتے ہیں؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مادام۔" میں نے حیرت ظاہر کی۔

"اگر تم میرا مطلب نہیں سمجھے تو تم ڈیوڈ ریان بھی نہیں ہوسکتے۔"

"میں ڈیوڈ ریان ہی ہوں مادام لیکن یہاں ان لوگوں کے سامنے۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں' انہی لوگوں کے سامنے۔" کلارا کی آواز آئی۔ "یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ کیا مناسب ہے اور کیا مناسب نہیں ہے۔"

"اوکے مادام" میں نے مری مری آواز میں کہا اور ڈیوڈ کے کوڈ نمبر دہرا دیے۔ "اب تو آپ کو یقین آگیا ہوگا مادام؟"

"ہاں' یہ کوڈ نمبر ڈیوڈ کے علاوہ کسی اور کے علم میں نہیں ہوسکتے۔" کلارا کی آواز سے بے بسی ظاہر ہو رہی تھی۔ "مگر تم ان لوگوں کے ہتھے کہاں سے چڑھ گئے۔"

"مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ٹی گورائے میں آپ کو رپورٹ کروں۔ اس مقصد کے تحت ٹی گورائے کے سفارت خانے جارہا تھا کہ درمیان سے اسلحے کے زور پر مجھے اغوا کرلیا گیا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت تم کہاں ہو؟" کلارا نے بڑی تیزی سے پوچھا۔

"معلوم تو نہیں مگر اندازہ ہے کہ اب میں کوٹے ال میں نہیں بلکہ ٹی گورائے میں ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی تہذیب نے ٹرانس میٹر واپس لے لیا۔

"تم نے سن لیا کلارا۔" تہذیب نے ٹرانس میٹر میں کہا۔ "تمہارا ایک اہم آدمی کسی بے بس چوہے کی طرح ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم نے اسے کوٹے ال سے اغوا کیا تھا اور ہماری کارکردگی دیکھو کہ ہم نے اسے انتہائی صفائی سے ٹی گورائے منتقل کردیا اور اسے علم بھی نہیں ہوا۔ اگر ہم اس سے کہیں کہ تم کوٹے ال میں ہی ہو تو وہ اس پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہوگا۔"

"تم جو کچھ کررہی ہو اس کے نتائج تمہارے حق میں کچھ اچھے برآمد نہیں ہوں گے۔" کلارا نے دانت پیس کر کہا۔

"ربنا سالومن تو کچھ کرنا ہی نہیں چاہتی۔ ہمیشہ دوسرے ہی اسے کچھ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ تم نے شروع ہی میں میرا مطالبہ مان لیا ہوتا تو تمہیں یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا!؟"

"تم اگر ہم سے واقف ہو تو ہمارے وسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہوگی اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ ہم اپنے دشمنوں کا کیا حشر کرتے ہیں؟"

"بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ دراصل دہشت گردوں کا ایک ٹولہ ہو جن کی کھوپڑیوں میں مغز نامی کوئی شے نہیں پائی جاتی' اگر پائی جاتی ہوتی تو یہ دیکھ کر عبرت پکڑتیں کہ تمہارا ایک اہم مہرہ ہمارے قبضے میں ہے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ابھی تمہارے کس بل نہیں نکلے۔ تمہارے خلاف مزید اقدامات کرنے پڑیں گے۔"

"جو کچھ بھی ہوا بے خبری میں ہوا۔" کلارا نے کہا "لیکن اب ہم بے خبر نہیں ہیں۔ تم ہمیں پوری طرح تیار پاؤ گی۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ڈیوڈ کو ہلاک کرکے ٹی گورائے کی کسی سڑک پر پھینکا جائے؟" تہذیب نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"جو تمہارا جی چاہے تم وہ کرو اور ہم سے جو ہوسکے گا وہ ہم کریں گے۔ اب ہمارے درمیان کھلی جنگ ہوگی۔"

"ایک گھنٹے بعد میں تم سے دوبارہ بات کروں گی۔ اس وقت تک خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلو۔" تہذیب نے کہا اور کلارا کا جواب سنے بغیر رابطہ منقطع کردیا۔

میں نے کار کا رخ واپس شہر کی طرف موڑ دیا تھا۔ کار کی ڈکی میں خاصا اسلحہ موجود تھا اور اتنے اسلحے سمیت گھومنا خطرناک بھی ہوسکتا تھا۔ کسی بھی وقت کوئی پولیس والا چیک کرلیتا تو لینے کے دینے پڑجاتے مگر مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔

"تم نے دیکھ لیا چیف! بڈ کی بات ہی درست ثابت ہوئی۔ کلارا پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا؟"

"مجھے معلوم تھا کہ اس پر یوں اثر نہیں ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا "یہ تمام حرکتیں تو اسے ذہنی کرب میں مبتلا کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔"

"میں کہتا ہوں چیف اس کے خلاف کوئی ایکشن لو۔ ان لوگوں کے دو چار آدمی مارے جائیں گے تو خود ہی ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ہم نے ان کے دو چار آدمی مار دیے اور ان کے ہوش بھی ٹھکانے آگئے۔ پھر اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"انہیں ہمارا مطالبہ تسلیم کرنا پڑجائے گا چیف اور ہمیں مال ملے گا۔"

"گویا ہم جو اس قدر محنت کررہے ہیں صرف مال سمیٹنے کے لئے کررہے ہیں؟"

"تو پھر اور کس لئے کررہے ہیں چیف! آدمی کے پاس مال نہ ہو تو اسے کوئی نہیں پوچھتا اور بڈ کی تو عادت ہے کہ روزی ہمیشہ محنت کرکے حاصل کرتا ہے۔"

مجھے بڈ پر غصہ تو بہت آیا وہ خواہ مخواہ میرا وقت برباد کررہا تھا۔ میں کچھ سوچنا چاہتا تھا مگر وہ سوچنے ہی نہیں دے رہا تھا لیکن میں نے غصہ ضبط کرتے ہوئے نرم لہجے میں اس سے کہا "تمہارے ذہن میں کوئی اسکیم ہو تو بتاؤ۔"

"یہ بات ہوئی نا چیف!" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ کیا ہر ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی کی جارہی ہے' اگر ہر ٹیلی فون کی نگرانی ہو رہی ہے تو کسی بھی بوتھ سے اگر کچھ کی بو رہی ہے تو میڈم کسی ایسے ٹیلی فون بوتھ سے کلارا کو فون کرکے اس سے گفتگو کریں اور ہم نگرانی کرنے والوں کو ٹھکانے لگادیں۔ کیا خیال ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے تمہارے سر پر خون سوار ہوگیا ہے بڈ!" میں نے ہنس کر کہا "تاہم تمہاری اسکیم پر عمل کرنے میں اس کے سوا کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں خطرات بہت زیادہ ہیں۔"

"تم تو خطرات میں کودنے کے لئے ہی بے چین رہتے ہو چیف! اور کیا تمہیں بڈ پر اعتماد نہیں رہا۔ وہ چار لوگوں کو تو میں یوں ہی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔"

"یہ ایک احمقانہ اقدام ہوگا۔" تہذیب نے کہا "شہر کی بھری پُری سڑکوں پر ان لوگوں سے الجھنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔"

"خطرے سے تو کچھ بھی خالی نہیں ہوتا۔ ہماری یہاں موجودگی کون سی خطرے سے خالی ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا مطلب ہے ہمیں بے جا خطرات لینے سے گریز کرنا چاہئے۔" تہذیب نے جلدی سے کہا۔

"بدبخت آڑے وقتوں میں ہمارے کام آتا ہے۔ اگر بڈ کو ٹرانس میٹر ساتھ لانے کا خیال نہ آگیا ہوتا تو ہمیں تھوڑی بہت مشکل ضرور پیش آتی۔ اب بڈ نے ایک مشورہ دیا ہے تو اسے کیسے نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ بڈ کو پوری طرح اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے۔ اس وقت ہر ٹیلی فون بوتھ کے آس پاس اس کے کارندے موجود ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ٹرانس میٹر بھی موجود ہوگا۔ جیسے ہی کلارا کو فون موصول ہوگا۔ فوری طور پر نمبر ٹریس کرنے کے بعد بوتھ کے آس پاس موجود افراد کو الرٹ کر دیا جائے گا اور وہ ردعمل ہو جائیں گے۔"

"کیا ہم میں اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے کہ ہم نگرانی کرنے والوں کو پہلے ہی شناخت کرلیں؟" بڈ نے کہا۔

"اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص ٹیلی فون بوتھ کے عین سامنے کھڑا بوتھ کو گھور رہا ہوگا تو یہ تمہاری حماقت ہے بڈ! نگرانی کرنے والے اگر ٹرانس میٹر سے لیس ہوں تو ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ دیا سالوتن کو کوئی بھی نہیں پہچانتا۔ کوئی ایکشن لینے کے لئے نگرانی کرنے والوں کو رہنمائی کی ضرورت ہوگی جو انہیں ٹرانس میٹر سے ملے گی کہ اس وقت فلاں ٹیلی فون بوتھ سے کال ہو رہی ہے اسے چیک کیا جائے چنانچہ نگرانی کرنے والوں کے لئے عین ٹیلی فون بوتھ کے سامنے موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ وہ کسی بھی نزدیکی مقام پر بیٹھ کر انتظار کر سکتے ہیں۔ کسی دکان میں، کسی فلیٹ یا مکان میں یا پھر کسی ریستوران میں۔" میں نے ایک ریستوران کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔

"کیا اس ریستوران میں بھی ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہوگا؟" بڈ نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"بے وقوف آدمی۔" میں نے جھنجلا کر کہا "یہاں تو ہم چائے پئیں گے۔ تھوڑا بہت وقت بھی گزر جائے گا۔"

ریستوران میں کچھ میزیں آباد تھیں، کچھ خالی تھیں۔ رش زیادہ نہیں تھا۔ میں نے ایک کونے کی خالی میز منتخب کی اور ہم اس پر جا بیٹھے۔

"تم کچھ غیر مطمئن سے نظر آتے ہو۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مطمئن میں کب ہوتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا "یہ عدم اطمینان ہی تو ہے جو انسان کو کامیابیوں سے ہمکنار کراتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" تہذیب نے پہلو بدلا "لیکن میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ بڈ کی تجویز پر بادل ناخواستہ عمل کرنے کے لئے تیار ہوئے ہو۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے تہذیب! ان لوگوں کو یہ احساس دلانے میں کیا حرج ہے کہ ان کے آدمی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟"

"اگر تم نے بڈ کی تجویز دل سے قبول کی ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔" تہذیب نے شانے اچکائے۔

"میں ہمیشہ دل سے ہی تسلیم کرتا ہوں تہذیب! اگر دل سے کوئی بات مجھے تسلیم نہ ہو تو میں اس پر عمل کرتا ہی نہیں۔"

میں اس دوران ریستوران میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لے چکا تھا۔ ان میں سے ایک ہی شخص ایسا تھا جس پر ایلگزر کا ایجنٹ یا مادام کلارا کا آدمی ہونے کا شبہ کیا جا سکتا تھا۔ شبے کی سب سے بڑی وجہ اس کی اوپری جیب میں رکھا ہوا پاکٹ سائز ٹرانزسسٹر تھا۔ یہ ممکن تھا کہ وقت پڑنے پر وہ ٹرانزسسٹر کسی ٹرانس میٹر میں تبدیل ہو جاتا ہو۔ اس شخص کے سامنے میز پر شام کے کئی اخبارات نظر آرہے تھے۔ جن میں سے ایک اس نے اپنے سامنے پھیلا رکھا تھا اور اسے پڑھنے میں مصروف تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ وقت گزاری کرنے کے لئے اخبارات کا سہارا لئے مجبور ہو گیا تھا۔ خالی بیٹھے رہنا بھی بہت مشکل کام ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میرا اندازہ غلط ہو۔ بعض لوگ اتنے خبطی ہوتے ہیں کہ جیب میں ٹرانسسٹر رکھ کر گھومتے ہیں اور ہر میسر آنے والے اخبارات کے اشتہارات تک چاٹ جاتے ہیں۔ وہ ایسا ہی کوئی خبطی بھی ہو سکتا تھا لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر یہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ شریف آدمی تو ہرگز بھی نہیں ہے۔

بڈ اور تہذیب نے بھی وہاں موجود لوگوں پر سرسری نظریں ڈالی تھیں۔ انہوں نے معلوم نہیں کیا نتیجہ اخذ کیا

ہوگا۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں نے یوں ہی نظریں دوڑائی تھیں یا اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد کار فرما تھا۔

"تم نے مادام کلارا سے سات بجے کے قریب گفتگو کی تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا "اور اسے ایک گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ اب ایک گھنٹہ گزرنے میں تقریباً پندرہ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد تم اس سے فون پر بات کرو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "میں اس سے فون پر ہی بات کراؤں گی۔۔۔ لیکن کس جگہ سے؟"

"اس ہوٹل سے دائیں ہاتھ کی طرف دو دکانیں چھوڑ کر ایک کیمسٹ کی دکان ہے۔ اس دکان میں بوتھ تو نہیں ہے لیکن پبلک ٹیلی فون موجود ہے۔ تم وہاں سے سکے ڈال کر فون کر سکو گی۔"

"اوہ!" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ "اور اس دوران تم اور بڈ کیا کرو گے؟"

"میں تو یہیں بیٹھوں گا لیکن بڈ ابھی یہاں سے چلا جائے گا۔ اطراف کا جائزہ لے اور کوئی لائحہ عمل طے کرنے کے لئے دس منٹ بڈ کے لئے کافی رہیں گے۔۔۔ کیوں بڈ؟"

"بالکل جی!" بڈ نے خوش ہو کر کہا "بڈ کے لئے تو دس سیکنڈ بھی بہت ہیں۔" وہ کشت و خون کی اجازت ملنے پر بہت خوش تھا۔

"بس تو ٹھیک ہے، چائے پیتے ہی تم یہاں سے نکل جاؤ۔ چونکہ یہ تجویز تم نے پیش کی تھی اس لئے اس پر عمل پیرا ہونے میں بھی تمہیں ہی پیش پیش رہنا ہے۔"

"پیش پیش تو میں رہوں گا ہی چیف! لیکن مجھے اتنا بتا دو کہ اپنے شکاروں کے ساتھ مجھے کس قسم کا سلوک کرنے کی اجازت ہوگی؟"

"وہ تمہارے شکار ہوں گے اور تمہیں اپنے شکاروں کے ساتھ ہر قسم کا سلوک کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔"

چائے ختم ہوتے ہی بڈ ریستوران سے نکل گیا تھا۔ اس نے چائے ہیجانی کیفیت میں بڑی جلدی جلدی ختم کی تھی۔

"بہت بے صبرا ہے۔" اس کے جانے کے بعد تہذیب ہنس کر بولی پھر یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "مادام کلارا سفاک عورت معلوم ہوتی ہے۔ کہیں بڈ کے حرکت میں آنے سے قبل ہی وہ لوگ ٹارگٹ نہ کر بیٹھیں۔"

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں بھی تو موجود ہوں۔"

"مجھے تو ان کا خیال تھا جنہیں تم نے اچانک ہی اس معاملے سے خود کو غیر متعلق کر لیا ہے اور سب کچھ بڈ پر چھوڑ دیا ہے۔"

"تمہیں ایسا نہیں سوچنا چاہئے تھا تہذیب!" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا "جہاں معاملہ تمہارا ہو وہاں میں بھلا غیر متعلق کس طرح رہ سکتا ہوں۔"

"تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ صرف بڈ باہر جائے گا اور خود تم یہیں موجود رہو گے۔"

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن تم نے اس کا یہ مطلب کیوں نکال لیا کہ میں تمہاری طرف سے غافل ہو جاؤں گا۔ تم مطمئن ہو کر جاؤ اور صرف خدا کی ذات پر بھروسا رکھو۔ وہ بہتر کرے گا۔"

دس منٹ گزرنے کے بعد تہذیب بھی اٹھ کر باہر نکل گئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی میں نے چائے کا بل ادا کیا اور کرسی تبدیل کرلی۔ اب میرا رخ اس شخص کی طرف تھا جو میری نظروں میں مشکوک قرار پایا تھا۔ بظاہر تہذیب کو یوں خطرے میں ڈال کر میں بہت بڑا جوا کھیل رہا تھا لیکن میں مطمئن تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بڈ کا مطلوبہ شخص اس ریستوران میں ہی موجود ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ ٹرانس میٹر پر صرف کسی خاص قسم کا اشارہ موصول ہوگا جو اس بات کی علامت ہوگا کہ نزدیکی فون بوتھ پر پہنچو۔ اس کے بعد جو کچھ کرنا ہوگا اس کی ہدایت پہلے ہی جاری کی جا چکی ہوگی۔

چائے کا بل میں ادا کر چکا تھا اور اب مجھے اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونا تھا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبالیا۔ سگریٹ کا پیکٹ میں نے دوبارہ جیب میں ڈال لیا تھا۔ میں نے فوری طور پر سگریٹ نہیں سلگائی۔ میں اس قسم کی اداکاری کر رہا تھا جیسے سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر کسی خیال میں کھو گیا ہوں۔ درحقیقت میں کسی خیال میں گم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے حرکت میں کس وقت آنا چاہئے۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ تہذیب کو یہاں سے کیمسٹ کی دکان تک پہنچنے اور پھر فون کرنے میں کتنا وقت لگے گا؟ اس کے بعد کلارا کو نمبر ٹریس کرنے اور اس شخص کو اشارہ دینے کے لئے کتنی مہلت درکار ہوگی؟

تہذیب کے باہر نکلنے کے تقریباً ڈھائی منٹ بعد میں نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ میرے اندازے کے مطابق اس شخص کو اشارہ ملنے ہی والا تھا۔ میرا اندازہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ میں نے اپنے کانوں سے بیپ کی آواز سنی تھی جو اس کے ٹرانس میٹر پر موصول ہونے والے سگنل کی آواز تھی۔

میں نے اسی آواز پر اسے چونکتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ سگنل کی آواز سن کر اس نے بڑی تیزی سے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اگر وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتا تو میری اب تک کی محنت بے کار ہی کہلاتی۔ میں نے اس لئے تو اتنی محنت نہیں کی تھی کہ کوئی عقاب میری تہذیب پر اتنی آسانی سے جھپٹ پڑے۔ اس تک پہنچنے کے لئے بے شمار قربانیوں کی ضرورت تھی۔

ٹرانس میٹر پر سگنل موصول ہونے کے ساتھ ساتھ میرا ہاتھ جیب سے باہر آگیا تھا۔ اس وقت میں اس کی میز کے برابر سے گزر رہا تھا۔ جیب سے باہر آنے والے میرے ہاتھ میں سگریٹ لائٹر دبا ہوا تھا۔ میں نے ذرا سا رک کر سگریٹ جلائی اور منہ سے دھویں کے مرغولے چھوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک بار بھی اس شخص کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ اب وہ اپنے پیروں پر کبھی کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ سگریٹ لائٹر سے نکلنے والی سوئی اتنی ہی زہریلی تھی۔ اس کے منہ سے محض ایک ہلکی سی سسکاری نکلی تھی اور روح آناً فاناً جسم سے پرواز کر گئی تھی لیکن موت نے اسے اتنی مہلت ضرور دے دی تھی کہ وہ اپنا سر میز سے ٹکا سکتا۔ اس کی اس حرکت سے یہ فائدہ ہو گیا تھا کہ کسی کو اس کے مرنے کا علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔ دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ اس نے تھک کر اپنا سر میز سے ٹکا دیا ہے یا یہ کہ بیٹھے بیٹھے اسے نیند آ گئی اور وہ میز پر سر رکھ کے سو گیا۔

میں بڑے اطمینان سے ریستوران سے باہر نکلا اور فلما ہوا کیسٹ کی دکان کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ نگرانی کرنے والوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو گی لیکن اگر ایسا ہوتا بھی تو بڈ موجود تھا اور وہ ایسے کاموں کا ماہر تھا۔

کیسٹ کی دکان تک پہنچنے سے قبل ہی مجھے تہذیب دکان سے باہر نکلتی نظر آ گئی۔ میں سگریٹ پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ تہذیب متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی ہوئی باہر نکلی تھی مگر میرے سوا اسے کوئی ایسا چہرہ نظر نہیں آیا جسے وہ اہمیت دے پاتی۔

میں نے تہذیب کو گاڑی کی سمت چلنے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر بعد ہم دونوں کار میں بیٹھے سفر کر رہے تھے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا" تہذیب نے مایوسی سے کہا "معلوم نہیں بڈ کہاں رہ گیا؟"

"پہلے پچھلی نشست چیک کر لو" میں نے ہنس کر کہا "ایسا نہ ہو کہ وہ مردود پھر چھپ کر بیٹھ گیا ہو۔"

"اس سے کچھ بعید بھی نہیں ہے" تہذیب نے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا "نہیں، اس بار وہ یہاں نہیں ہے۔"

"تم کیا توقع کر رہی تھیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا "اس موقعے پر کس قسم کا ہنگامہ ہونا چاہئے تھا؟"

"کم از کم یہ توقع تو ہرگز نہیں کر رہی تھی کہ مادام کلارا یوں بے فکر ہو کر بیٹھ رہی ہو گی۔ اس کے پاس آدمیوں کی اتنی قلت تو نہیں ہو گی کہ شہر میں واقع چند ٹیلی فون بوتھوں کی بھی نگرانی نہ کرا سکے؟"

"یہ تم نے ابھی سے کیسے فرض کر لیا کہ اس ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی نہیں ہو رہی تھی۔ پہلے بڈ سے ملاقات ہو جائے اس کے بعد ہی کسی نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے۔"

"بڈ تلاش کرتا ہی رہ جائے گا اور اسے کوئی نہیں ملے گا" تہذیب نے کہا۔

"بڑے یقین سے کہہ رہی ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے اس یقین کی وجہ کیا ہے؟"

"فون کرتے وقت میں تنہا تھی۔ اگر کلارا کے کسی آدمی کی نظروں میں آ گئی تو وہ مجھے یوں ہرگز نہ چھوڑتا۔"

"ممکن ہے کلارا ریٹا سالومن کی کمین گاہ تک پہنچنا چاہ رہی ہو" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تہذیب چونک کر مجھے گھورنے لگی۔

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا" چند لمحے بعد اس نے قطعیت سے کہا "اسے میری کمین گاہ تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب وہ مجھ پر قابو پا لیتی تو اس کے بعد اسے کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہ رہ جاتی۔"

"تمہارا تجزیہ درست ہے" میں ایک طویل سانس لے کر بولا "اگر تم نگرانی کرنے والے کی نظروں میں آ جاتیں تو وہ یقیناً تم پر ہاتھ ڈال دیتا۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا "تمہارا مطلب کیا ہے؟ کیا نگرانی ہو رہی تھی؟"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایگلز سے تعلق رکھنے والی مادام کلارا یوں ہی مطمئن ہو کر بیٹھ جاتی اور وہ بھی شی گو رائے میں جہاں انہیں ہر قسم کی سہولت میسر ہے۔"

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو جبکہ تم تو ریستوران میں ہی رک گئے تھے اور شاید آخر تک ریستوران ہی میں رہے تھے" تہذیب حیران ہو کر بولی۔

"ہاں میں آخر تک ریستوران ہی میں تھا لیکن میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی تھیں اس لئے میں بے خبر نہیں رہا۔"

"گویا نگرانی کرنے والا بڈ کے ہتھے چڑھ گیا اور اتفاقاً تم نے بھی اسے دیکھ لیا" تہذیب نے کہا "مگر بڈ مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا۔ تم نے اسے دیکھ لیا؟"

"میں نے بڈ کو نہیں دیکھا۔ تمہاری طرح میں بھی اس بات سے لاعلم ہوں کہ بڈ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ یقیناً وہ کہیں چھپا اس بات کا منتظر ہو گا کہ کوئی مشکوک شخص نظر آئے اور وہ اسے چھاپ بیٹھے۔"

"ریستوران سے باہر تم نہیں نکلے، تم نے بڈ کو بھی نہیں دیکھا اور اتنے یقین سے کہہ رہے ہو کہ نگرانی ہو رہی تھی پھر سوال یہ ہے کہ نگرانی کرنے والا خاموش کیوں رہا؟"

"خاموش رہا نہیں بلکہ میں نے اسے خاموش کر دیا ورنہ وہ تو اپنے جارحانہ عزائم سمیت تم پر نازل ہونے والا تھا۔" میں نے تہذیب کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا "اب تم خود ہی بتاؤ کہ بڈ بے چارے کے لئے کیا بچا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خالی ہاتھ ہلاتا ہوا آ جائے گا۔"

"اسی لئے تم نے مجھے اس طرح فون کرنے کی اجازت دے دی کہ تم پہلے نگرانی کرنے والے کو تاک چکے تھے۔"

"ظاہر ہے — اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے تو کبھی تمہیں یوں خطرے کے منہ میں نہ دھکیل دیتا۔"

"لیکن تم نے بڈ کے ساتھ زیادتی کر دی۔ اس کے سر پر خون سوار ہے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اسے موقع فراہم کرتے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تجویز خود اس نے پیش کی تھی لہٰذا اسے چاہئے تھا کہ گردوپیش پر نظر بھی رکھتا مگر وہ بے پروائی کا مرتکب ہوا۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

اپنی عارضی قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد ہم ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ بڈ بھی آ گیا۔ وہ آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میں نے کہا تھا" اس نے چچاتے ہوئے کہا "ضروری نہیں کہ ہر ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی ہو رہی ہو۔"

"میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "مجھے اچھی طرح یاد ہے تم نے یہ بات کہی تھی — پھر؟"

"ارے پھر کیا پوچھتے ہو چیف!" بڈ نے ایک صوفے پر بے جان سے انداز میں خود کو گراتے ہوئے کہا "تم نے تو بیڑا ہی غرق کرا دیا — اس ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی نہیں ہو رہی تھی۔"

"تمہیں دھوکا ہوا ہو گا بڈ!" میں نے بے یقینی سے کہا "یہ ممکن ہی نہیں ہے۔"

"میں تو بھٹک کر آ رہا ہوں اور تمہیں یقین ہی نہیں آ رہا۔ میں نے آخر وقت تک اسی توقع پر نگرانی جاری رکھی کہ ممکن ہے میڈم کا تعاقب کیا جائے لیکن وہاں کوئی ہوتا تب نا۔ وہاں تو کوئی تھا ہی نہیں۔"

"تو پھر یہ بات ماننی پڑے گی کہ مادام کلارا انتہائی احمق عورت ہے۔ ایگلز جیسی بڑی تنظیم کے ایک اہم عہدے پر فائز ہوتے ہوئے بھی اس نے ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی نہیں کرائی جبکہ اس کے پاس نفری کی بھی کمی نہیں ہے۔"

"اس نے نگرانی ختم کرا دی ہو گی۔ میڈم نے اسے ساحلی تفریح گاہ کا حوالہ بھی دے دیا تھا اور پھر اس سے ٹرانس میٹر پر گفتگو بھی کی تھی۔ وہ سمجھ گئی ہو گی کہ اب نہ تو میڈم اسے فون کریں گی اور نہ اسے اس ذریعے سے میڈم پر ہاتھ ڈالنے کا موقع ملے گا لہٰذا اس نے فوری طور پر نگرانی ختم کرا دی ہو گی۔ میری بات مان لو چیف! اس بار تم سے غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں۔"

"اب تو بڈ بھی سوچنے لگا ہے" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے تہذیب سے کہا "تم نے دیکھا اس نے کتنا عمدہ تجزیہ کیا ہے۔"

"بڑی بات ہے علی!" تہذیب نے کہا "تمہیں بڈ کو اس طرح تنگ نہیں کرنا چاہئے۔"

"کیا مطلب!" بڈ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ نگرانی کرنے والا اسی ریستوران میں پایا جاتا تھا جہاں ہم نے چائے پی تھی اور میرے ہاتھوں مارا گیا۔" بڈ نے بڑی حیرت اور بے یقینی سے تفصیلات سنیں اور اس کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔

"قسمت سے کون لڑ سکتا ہے چیف!" اس نے مردار سی آواز میں کہا "محنت بڈ نے کی اور پھل تم نے کھا لیا" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "خیر کوئی بات نہیں، یہ تو ہوتا ہی آیا ہے۔"

"یعنی ہمیشہ محنت تم کرتے رہے اور پھل میں کھاتا رہا" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے چیف! میں کسی سے اس کا تذکرہ تھوڑی کروں گا۔"

"تم دیکھ رہی ہو اس کی حرکت" میں نے تہذیب سے کہا "اپنی جھینپ مٹانے کے لئے کس قسم کی گفتگو کر رہا ہے۔"

"اب کیا تم اس سے یہ حق بھی چھین لینا چاہتے ہو کہ وہ

گفتگو کے زور پر اپنی جھینپ مٹا لے" تہذیب نے ہنس کر کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں" میں نے سہلایا "تمہاری سفارش پر میں اسے معاف کئے دیتا ہوں۔"

"ایسے کام نہیں چلے گا چیف!" بڈ نے صوفے کے ہتھے پر گھونسا مارا "میں نے بہت عرصے سے کسی یہودی کا خون نہیں کیا ہے۔ اگر تم نے مجھے موقع فراہم نہ کیا تو میں خود ہی کچھ کر گزروں گا۔"

"میں سمجھتا ہوں بڈ" میں نے اچانک سنجیدہ ہو کر کہا "میری طرح تم بھی چھ ماہ ریندل کی قید میں رہے ہو۔ میں تمہاری ذہنی کیفیات بہت اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں لیکن ہمیں آنکھ بند کر کے کسی اندھے کنویں میں چھلانگ لگانے سے گریز کرنا چاہئے۔ ہماری زندگیاں اتنی سستی نہیں ہیں کہ انہیں یوں قربان کر دیا جائے۔ ہمیں بہت طویل جنگ لڑنی ہے۔ ہماری تو ایک ایک سانس امانت ہے۔ ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔ یہودیوں کے خلاف ہم بہت بڑے پیمانے پر صف آرا نہیں ہو سکتے لیکن جس حد تک بھی ہو سکتے ہیں ہمیں اس میں کوتاہی نہیں برتنی چاہئے۔ وہی ایک تجربہ جس کی بنیاد پر تم یہودیوں سے الجھ پڑنے کے لئے مضطرب اور بے تاب ہو رہے ہو۔ کیا اس تجربے سے ہمیں سبق نہیں لینا چاہئے؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ریندل کتنے منظم طریقے سے کام کرنے کا عادی ہے۔ تم نے اس کی پھرتی نہیں دیکھی۔ اس نے کتنی آسانی سے ہمیں اپنے جال میں پھنسا لیا تھا اور اس سے نکلنے کے لئے ہمیں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنی کسی جلد بازی سے ہم دوبارہ اسی مقام پر جا کھڑے ہوں؟"

"تمہارے ساتھ بس یہی تو ایک مصیبت ہے۔ تم سوچتے بہت ہو" بڈ نے بے بسی سے کہا۔

"جب سوچنے کا وقت ہوتا ہے، تبھی سوچتا ہوں اور جب عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت صرف عمل کرتا ہوں۔"

"ماسٹر لی کوان سے تربیت لینے کے بعد بھی تم یہ بات کہہ رہے ہو؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"اس کے بعد ہی تو یہ بات کہہ رہا ہوں ورنہ پہلے بھی تم نے ایسی بات میرے منہ سے نہیں سنی ہو گی۔"

"تم پر جزیرۂ مرگ کی آب و ہوا نے منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ شاید وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کسی وقت زائل ہو جائیں ورنہ اس کی امید تو نظر نہیں آتی۔"

"تم گدھے ہو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "ہارام یکورا نے اپنے گرد جو حفاظتی جال بُن رکھا ہے ہمیں وہ جال کاٹنا ہے۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم احمقوں کی طرح منہ اٹھا کر اس کی پھنکاروں میں گھستے چلے جائیں۔"

"تم اس سے یہ احساس دلانا چاہتے ہو تاکہ وہ ناقابل شکست نہیں ہے؟" بڈ نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"احساس دلانا چاہتا نہیں ہوں بلکہ اس ضمن میں ہم نے عملی اقدامات بھی کئے ہیں جن کے نتائج بہت جلدی برآمد ہوں گے۔"

"یہ کام بڑے پیمانے پر ہونا چاہئے" بڈ نے کہا "ہم تینوں کے علاوہ علی گروپ کے اور اراکین بھی ان اقدامات میں شامل ہونے چاہئیں۔"

"بڈ کی اس بات سے تو میں اتفاق کرتی ہوں" تہذیب بولی "تم نے علی گروپ کے اراکین کو مستقل نظرانداز کر رکھا ہے۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔"

"میرا کوئی بھروسا نہیں ہوتا تہذیب! معلوم نہیں مجھے کب کہاں جانا پڑ جائے اسی لئے میں چاہ رہا تھا کہ علی گروپ کے اراکین کو تم مستقل طور پر اپنے چارج میں ہی رکھو۔"

"تمہیں کب اور کہاں جانا پڑ سکتا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہکورا میری منزل نہیں ہے تہذیب! میرا ہدف تو ریندل ہے۔ ہکورا کے بعد میں ان لوگوں سے نمٹوں گا جو اینگلز کے بڑے کہلاتے ہیں پھر ریندل کا نمبر آئے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کل میں کہاں ہوں گا۔ ممکن ہے ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ مجھے فوری طور پر ٹی کورا سے روانہ ہونا پڑ جائے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ انہیں تم خود ہی دیکھ لو۔"

"تم کہیں نہیں جاؤ گے علی!" تہذیب نے قطعی انداز میں کہا "تم سے دوری کا کرب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ جو مہم بھی درپیش ہو گی اس میں میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات گیارھویں
حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے۔

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

مجاہد

"یہ تو وقت اور حالات پر منحصر ہے" میں نے کہا "مستقبل کے بارے میں کوئی پیش گوئی تو کی نہیں جا سکتی۔"

"میں تو صرف ایک بات جانتی ہوں اور وہ یہ کہ حالات کچھ بھی کیوں نہ ہوں میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"ڈاکٹر کا تم پر اتنا حق تو نہیں ہے جتنا صدام کا ہے اس لئے بڈ تم سے صرف درخواست ہی کر سکتا ہے۔ آگے تمہاری مرضی، جو تم بھی دو گے بڈ اس سے سرتابی نہیں کرے گا۔"

"تم دونوں تو مجھے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو" میں نے بے بسی سے کہا "یا جب وقت آئے گا تب دیکھی جائے گی۔ قبل از وقت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ علی گروپ کے ارکان کو تم نے بری طرح نظر انداز کر رکھا ہے۔ میں عاطف اور طلحہ کو بلا رہی ہوں۔ اس وقت کے بعد وہ تمہارے چارج میں ہوں گے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا اور تہذیب جا کر ان دونوں کو بلا لائی۔ عاطف ایک تنومند نوجوان تھا جبکہ طلحہ دبلا پتلا تھا مگر اس کی آنکھیں بہت چمکدار تھیں۔ دونوں مجھ سے بڑی عقیدت اور گرم جوشی سے ملے۔

"بیٹھو" تعارف ہو جانے کے بعد میں نے ان دونوں سے بیٹھنے کو کہا۔

"تم دونوں کا تعلق غالباً فلسطین سے ہے؟" میں نے پوچھا اور دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"تمہارا انتخاب چونکہ تہذیب نے کیا ہے اس لئے مجھے اعتبار ہے کہ تم دونوں ہی کارآمد ثابت ہو گے" میں نے کہا "یہ بتاؤ طلحہ کہ علی گروپ میں شمولیت سے قبل تم کیا کرتے تھے؟"

"میں ایک ماہر نقب زن ہوں جناب! میں نے مقبوضہ فلسطین میں آنکھ کھولی تھی اور بچپن سے ہی میرے دل میں یہودیوں کے لئے ہر فلسطینی کی طرح نفرت بیٹھی ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہی وجہ ہو کہ میں نے نقب زنی کا پیشہ اختیار کر لیا۔"

"کچھ اندازہ ہے کہ تہذیب سے ملاقات ہونے تک تم نے نقب زنی کی کتنی وارداتیں کی تھیں؟"

"تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے جناب!" طلحہ نے شرمندگی سے کہا "لیکن میرا نشانہ ہمیشہ یہودی ہی بنے۔"

"ٹھیک ہے طلحہ! میں سمجھتا ہوں کہ اپنی دانست میں تم ایک نیک کام کر رہے تھے۔ تم نقب لگاتے ہوئے کبھی پکڑے بھی گئے ہو؟"

"میں ایک ماہر نقب زن ہوں جناب!" طلحہ نے فخریہ لہجے میں کہا "صرف ایک بار میں پکڑا گیا تھا مگر میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکا۔"

"تمہیں یہودیوں سے اتنی نفرت تھی تو تم تنظیم آزادیٔ فلسطین میں کیوں شامل نہیں ہو گئے۔"

"میرا خیال تھا کہ ان سے الگ رہ کر میں یہودیوں کو زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

"پھر اب تم ہماری تنظیم میں کیوں شامل ہو گئے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہوں۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میڈم سے ملاقات ہوئی ورنہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اتنا بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے۔"

"میں تمہارے جواب سے مطمئن نہیں ہوا طلحہ! صرف عقیدت مندی کی بنا پر تو اتنا بڑا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"آپ کے کام کرنے کا انداز مختلف ہے جناب! آخر آپ خود بھی تو تنظیم آزادی فلسطین سے علیحدہ ہوئے مگر ایک دوسری تنظیم میں آپ موجود ہیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو طلحہ! یہ تو ذہنی ہم آہنگی کی بات ہوتی ہے" میں نے کہا اور پھر عاطف کی طرف متوجہ ہو گیا "اب تم بھی اپنے بارے میں کچھ بتاؤ الو۔"

"میں نے تنظیم آزادی فلسطین سے چھاپہ مار تربیت حاصل کی ہے" عاطف نے کہا۔

"علی گروپ میں شمولیت کے بعد تمہیں غالباً کسی مہم میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا؟"

"جن دنوں میں علی گروپ میں شامل ہوا ان دنوں سارا زور آپ کو تلاش کرنے پر تھا اس لئے ہمیں اب تک کوئی ایسا موقع نہیں مل سکا جہاں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا سکیں۔ بہرحال اب توقع ہے کہ یقیناً کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔"

"تم لوگوں کو پتا نہیں معلوم ہے یا نہیں معلوم کہ میرا کام کرنے کا طریقہ قدرے مختلف ہے۔ اس لئے تم لوگوں سے جو کام بھی لیا جائے گا ضروری نہیں کہ وہ تمہاری توقعات کے مطابق ہو۔"

"میرے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ میں یہودیوں کے خلاف علی یا رشان کے شانہ بہ شانہ کام کروں گا" طلحہ نے کہا۔

"اور میں کام کرنے کے لئے بے چین ہوں۔ کام کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں" عاطف بولا۔

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت ہم ریڈیل عرف موشے ہارڈی کی نائب مادام کلارا کے خلاف صف آرا ہیں۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اس پر وار کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ذرائع درکار ہیں اور ہمیں اپنے مطلوبہ ذریعوں سے بہت کم میسر ہیں۔ ہم نے ان کے خلاف کچھ اقدامات کئے تو ہیں مگر وہ مجھے ناکافی محسوس ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی

جائے۔ اس ذیل میں آج رات تمہارے سپرد جو ذمے داری کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ٹرانس میٹر پکڑلو۔ بڈ تمہیں مادام کلارا کی فریکوئنسی بتا دے گا اور میں احتیاطاً تم لوگوں کو کوڈ بھی فراہم کر دوں گا۔ تمہیں ہر وہ پیغام نوٹ کرنا ہوگا جو اس فریکوئنسی سے نشر کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ کوئی پیغام ضرور ہی نشر ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح کوئی کارآمد بات ہمارے علم میں آ جائے۔ زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ تم لوگ پیغامات کاغذ پر نوٹ کرنے کے بجائے ٹیپ کر لو تاکہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔"

"ریتا سالومن، مادام کلارا سے ٹرانس میٹر پر بات کر چکی ہے" بڈ نے کہا "تمہیں اب بھی یہ توقع ہے کہ وہ لوگ پیغامات بھیجنے کے لئے ٹرانس میٹر استعمال کریں گے؟"

"ٹیلی فون تو بہت ہی مخدوش ذریعہ ہوتا ہے۔ رہی بات یہ کہ اس کی فریکوئنسی ریتا سالومن کے علم میں آ گئی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوڈ اسی لئے تو بنائے جاتے ہیں کہ اگر کوئی انہیں سن لے تو بھی کچھ سمجھ نہ سکے اور مادام کلارا سوچ بھی نہیں سکتی کہ ریتا سالومن اس کے کوڈ سے بھی واقف ہوگی۔"

"سوچ لو چیف! ڈیوڈ ریان، ریتا سالومن کے قبضے میں ہے۔ ڈیوڈ کوڈ سے واقف ہے اور کلارا جانتی ہے کہ وہ ریتا کے قبضے میں ہے....."

"کچھ ہی دیر پہلے تم مجھے سوچنے سے منع کر رہے تھے اور اب خود ہی سوچنے کی دعوت دے رہے ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ایسی حرکت کرنے سے کیا فائدہ جس کا نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہ ہونے کے برابر ہو" بڈ نے کہا "ہم کوئی عملی قدم بھی تو اٹھا سکتے ہیں۔"

"مجھے جو فیصلہ کرنا تھا کر چکا۔ اب سے چوبیس گھنٹے تک کسی نہ کسی کی ڈیوٹی ٹرانس میٹر پر رہے گی۔"

"ہم ابھی سے کام شروع کئے دیتے ہیں جناب!" عاطف اور طلحہ نے کہا اور بڈ انہیں لے کر باہر چلا گیا۔

"اس پر تو دانشی خون سوار ہو رہا ہے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "پہلے میں نے اسے ایسے موڈ میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"مجھے اس کی وجہ بھی معلوم ہے۔ اسے دراصل عشق لڑانے کا موقع نہیں مل رہا ہے اور اس کا مقصد صرف آزادی حاصل کرنا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد بڈ واپس آ گیا "میں نے انہیں دھندے

سے لگا دیا ہے" اس نے کہا "وہ تو اپنا کام کرتے رہیں گے، ہم بھی اپنے لئے کوئی کام دیکھیں۔"

"صبح دیکھیں گے" میں نے بے پروائی سے کہا "اس وقت تو صرف آرام کرنے کا موڈ ہے۔"

"کام پر آرام کو ترجیح نہیں دینا چاہئے" بڈ نے مخلصانہ شان سے کہا "تم نے کراؤن نائٹ کلب کو کیوں نظر انداز کر رکھا ہے چیف!"

"دیکھا میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اس کے سر پر عشق کا بھوت سوار ہو رہا ہے" میں نے تہذیب سے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ احتجاجی لہجے میں بولا "تمہیں شاید یاد نہیں رہا کہ کراؤن کلب ان لوگوں کا ایک اڈہ ہے....."

"مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے بڈ! لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ میں وہاں ضرور جاؤں گا مگر آج نہیں، کل رات کو۔"

"بزرگوں نے کہا ہے کہ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"تمہاری سزا یہ ہے کہ عاطف اور طلحہ کے ساتھ تم بھی شب بیداری کرو گے" میں نے اچانک سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ مجھے بڈ پر غصہ آ گیا تھا۔

"کوئی کام بھی ہو" بڈ نے بوکھلا کر کہا "صرف پیغامات ٹیپ کرنے کا کام تو وہ دونوں بھی کر سکتے ہیں۔"

"وہ دونوں یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس پیغام کی کیا اہمیت ہے۔ تم یہ طے کرو گے اور اس کے مطابق قدم اٹھاؤ گے۔"

"اور اگر رات بھر میں ایک بھی پیغام نہ پکڑا جا سکا تو۔" بڈ نے کہا۔ وہ بدستور بوکھلایا ہوا تھا۔

"تو پھر صبح ہونے کے بعد ناشتا کر کے تم سو جانا۔ چلو اب یہاں سے نکلو۔ میں مزید سوال جواب کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

رات گیارہ بجے کے قریب میں اور تہذیب سو گئے اور اس کے بعد میری آنکھ بڈ کی آواز پر کھلی تھی۔

"اٹھو چیف!" بڈ کہہ رہا تھا "ایک نہایت اہم پیغام موصول ہوا ہے۔"

میں فوراً ہی اٹھ بیٹھا۔ سب سے پہلے میری نظر وال کلاک پر پڑی جو تین بجا رہا تھا "کیا بات ہے بڈ؟" میں نے مستعدی سے کہا۔

"پہلے ہاتھ منہ دھو کر نیند کا خمار دور کر لو، ممکن ہے تمہیں اسی وقت حرکت میں آنا پڑے۔"

"تمہارے بچے، یہ بتاؤ کہ بات کیا ہے" ہماری آوازیں سن کر تہذیب بھی اٹھ بیٹھی تھی۔

بڈ نے ایک پرچہ میری طرف بڑھا دیا جس پر بڈ نے کچھ تحریر کر رکھا تھا۔ میں نے بڈ سے کاغذ لے کر تیزی سے اس پر نگاہ دوڑائی۔ تہذیب بھی میرے شانے کے اوپر سے تحریر پڑھ رہی تھی۔ لکھا تھا۔

"مارشل! تمہیں جنوبی افریقہ سے آنے والی پرواز نمبر ایس جی آر ۱۳۹ کے ذریعے سفر کرنے والے ایک مسافر سے جو کچھ وہ تمہیں دے، وصول کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچانا ہے۔ مسافر تمہیں ٹرانزٹ لاؤنج میں ملے گا۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس نے دھوپ کا سیاہ چشمہ لگا رکھا ہوگا اور اس کے ہاتھ میں ایک انگریزی اخبار ہوگا جسے وہ الٹا پڑھ رہا ہوگا۔ تم اس سے وقت پوچھو گے جس کے جواب میں وہ کہے گا کہ میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر تم اسے وقت بتاؤ گے جو بالکل غلط ہوگا۔ اس غلط وقت بتانے کے عوض وہ تمہیں ایک تحفہ دے گا جسے لے کر تم سیدھے ہیڈ کوارٹر پہنچو گے۔ خیال رہے کہ اس شخص سے مزید کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ پیغام کب موصول ہوا تھا؟" میں نے بڈ سے سوال کیا۔

"آدھے گھنٹے سے زیادہ ہو گیا ہے، دراصل پیغام کوڈ ورڈز میں تھا۔ اسے ڈی کوڈ کرنے میں اتنی دیر لگ گئی۔"

"اب یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ فلائٹ نمبر ایس جی آر ۱۳۹ یہاں کس وقت پہنچ رہی ہے" میں نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا۔

"میں معلوم کر چکا ہوں چیف!" بڈ نے کہا "فلائٹ کا شیڈول ٹائم چار بج کر پچاس منٹ ہے۔ اس پرواز کے زیادہ تر مسافر اولے سی کے طیارے میں سوار ہو جائیں گے جو یہاں سے چھ بجے پرواز کرے گا۔"

"ٹھیک ہے بڈ! یہ اہم نوعیت کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ اسے دیکھنا پڑے گا۔ عاطف اور طلحہ سے کہو کہ چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے" تہذیب نے کہا۔ اس نے اگرچہ ابتدائی گفتگو نہیں سنی تھی مگر وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی تھی۔

"نہیں، تم بھی ساتھ ہی چلو گی۔ دراصل یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔ ہم مارشل تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے ہم سب کا موجود ہونا ضروری ہے۔"

پندرہ منٹ بعد ہم سب گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ صبح ساڑھے تین بجے شی گورائے کی سڑکیں سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی۔ بقیہ تینوں افراد پچھلی نشست پر تھے۔

ائرپورٹ پہنچنے تک ہمیں دو تین جگہ روکا گیا مگر ہمارے پاس کاغذات پورے تھے اس لئے ہم چیکنگ کے مرحلے سے صاف گزر گئے۔

"ہمارے پاس دو صورتیں ہیں" ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں پہنچ کر میں نے کار پارک کرتے ہوئے کہا "یا تو ہم خود اس شخص سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کریں جو جنوبی افریقہ سے آ رہا ہے۔ ظاہر ہے وہ مارشل کو پہچانتا تو ہے نہیں اس لئے اسے بہ آسانی دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم مارشل کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔"

"دونوں ہی صورتوں میں ہمیں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا" بڈ نے کہا "ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنا آسان نہیں ہوگا اگر ہم کسی صورت میں وہاں پہنچ بھی گئے تو مارشل وہاں موجود ہوگا اور اس سے ٹکراؤ لازمی ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے ہم اس ٹکراؤ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ وہاں سے بچ کر نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے بڈ!" میں نے کہا "دوسری صورت میں ہمیں صرف یہ خطرہ ہوگا کہ ممکن ہے مارشل ہماری نظروں سے بچ کر نکل جائے، ممکن ہے ہم اسے تلاش ہی نہ کر سکیں لیکن یہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور اس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"میرے خیال میں مارشل کے ہماری نظروں سے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں" بڈ نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ مارشل کون ہے۔ ممکن ہے وہ ائرپورٹ کے اسٹاف کا ہی کوئی آدمی ہو اور ہم کسی عام آدمی کو ہی ڈھونڈتے رہ جائیں؟"

"پھر کیا صورت ہوگی؟" بڈ نے سوال کیا۔ اس کے لہجے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔

"صورت یہی ہوگی کہ ہم سب ایک دوسرے سے لاتعلق رہ کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے، بلکہ اگر تم ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچ سکو تو مسئلہ ہی حل ہو جائے گا۔ ٹرانزٹ لاؤنج میں تمہیں صرف اس شخص پر نظر رکھنی ہوگی جو جنوبی افریقہ سے آ رہا ہے۔ جو بھی شخص اس سے ملے اسے نگاہ میں رکھو لو اگر یہ دیکھ سکو کہ اس نے کیا چیز وصول کی ہے تو اور بھی اچھا ہے۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بڈ نے سر ہلایا "تم بے فکر رہو یہ کام بہت آسان ہے۔ ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔"

ہم سب کار سے اترے اور الگ الگ ائرپورٹ کی طرف بڑھ گئے۔ ائرپورٹ کی وسیع و عریض عمارت روشنیوں میں جگمگا رہی تھی۔ صبح کے تقریباً ساڑھے چار بج رہے تھے لیکن اس کے باوجود بھی ائرپورٹ کی عمارت بالکل سناٹے میں ڈوبی ہوئی نہیں تھی بلکہ انٹرنیشنل ڈیپارچر لاؤنج کی طرف تو خاصا رش نظر آ رہا تھا۔ مسافروں کی تعداد کم اور انہیں الوداع کہنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

میں نے ائرپورٹ پر ایک سرے سے دوسرے تک چکر لگا ڈالا۔ ائرپورٹ کہیں کا بھی ہو کسی وقت بھی وہاں سناٹا نہیں ہو سکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ائرپورٹ وہ واحد جگہ ہوتی ہے جہاں آ کر دن اور رات کی تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چوبیس گھنٹے گہما گہمی اور ہما ہمی رہتی ہے اور کچھ نہیں تو عملے کے افراد کی تعداد ہی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اگر مسافر ایک بھی نہ ہو تب بھی سناٹے اور تنہائی کا گمان تک نہ گزرے۔

ائرپورٹ بلڈنگ کا چکر لگانے کے دوران میں نے ایک ایک فرد کا چہرہ بغور دیکھا مگر ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جس پر میں مارشل ہونے کا شبہ کر سکتا۔

ٹھیک پونے پانچ بجے اعلان ہوا کہ جنوبی افریقہ سے آنے والی پرواز اپنے مقررہ وقت پر آ رہی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں حساب لگایا۔ صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔ تہذیب، عاطف اور طلحہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ بڈ کے بارے میں بھی مجھے علم نہیں تھا کہ وہ ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا ہوگا یا نہیں۔ اور اس خیال کے ساتھ ہی مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ کام بڈ کو سونپ کر غلطی کی ہے۔ یہ کام تو خود مجھے کرنا چاہئے تھا۔

میں مضطرب ہو گیا۔ کبھی کبھی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ میں ٹرانزٹ لاؤنج میں خود موجود ہوتا تو اور بات ہوتی۔ مارشل نکلنے نہ دیتا۔ اگر وہ ائرپورٹ اسٹاف کا کوئی ممبر ہوا تو اسے اس دروازے سے نکلنے کی کیا ضرورت ہے جو مسافروں کے لئے مخصوص ہے؟ اندر ہی اندر اس قدر راستے ہیں کہ ہم سہارتے رہ جائیں گے اور وہ کہیں کا کہیں نکل چکا ہوگا۔

میں نے بے تابی سے گھڑی دیکھی۔ پانچ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ گویا پرواز اتر چکی ہوگی۔ ممکن ہے بڈ ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا ہو۔ اب اگر میں بھی اندر جانے کی کوشش کرتا تو...

اچانک میری نگاہ سیاہ رنگ کی اس کار کی طرف اٹھ گئی جو ابھی ابھی آ کر رکی تھی۔ عقبی نشست کا دروازہ کھلا اور ایک خوش پوش نوجوان برآمد ہوا۔ کار اسے اتار کر پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ گئی تھی۔ میری نظریں اس نوجوان پر جم گئیں جو نہایت اطمینان سے ہجوم میں راستہ بناتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ غیر ارادی طور پر میرے قدم بھی اٹھنے لگے۔ میں اس نوجوان کے قریب ہونا چاہتا تھا۔

لاؤنج کے داخلی گیٹ پر اسے روک لیا گیا۔ ہر غیر متعلق آدمی کو روک لیا جاتا ہے۔

"میں صرف ٹرانزٹ لاؤنج تک جاؤں گا" نوجوان نے مسلح محافظ کی مٹھی گرم کرتے ہوئے کہا "میرے انکل جنوبی افریقہ سے آ رہے ہیں۔"

میں نوجوان سے صرف چند قدم ہی پیچھے تھا لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکا کہ نوجوان نے کتنے بڑے نوٹ سے محافظ کی مٹھی گرم کی تھی کہ وہ سراپا اخلاق بن گیا تھا۔

"اوہ، ضرور جائیے جناب" محافظ نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کی خدمت کرنا تو ہمارا فرض ہے۔"

نوجوان اندر داخل ہو گیا اور میں وہاں سے ہٹ آیا۔ گیٹ کے قریب کئی لوگ کھڑے اندر جھانکنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ کچھ شیشے کی دیواروں سے اندر دیکھ رہے تھے مگر وہاں سے ٹرانزٹ لاؤنج نظر نہیں آ سکتا تھا۔ انہی لوگوں میں مجھے تہذیب بھی نظر آ گئی۔ میں نے اس کے عقب میں پہنچ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تہذیب چونک کر میری طرف پلٹی۔

"گاڑی میں جا کر بیٹھو اور میرا انتظار کرو۔ ان دونوں کو بھی ساتھ ہی لیتی جاؤ۔"

"کوئی کامیابی ہوئی؟" تہذیب نے سوال کیا مگر میں نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے اسے چلے جانے کو کہا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اندر داخل ہونے والا نوجوان ہی مارشل تھا۔ بڈ چونکہ ابھی تک کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا اس لئے یہی گمان کیا جا سکتا تھا کہ وہ اندر پہنچ چکا ہوگا۔

میں دوبارہ گیٹ کے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنا اطمینان تو مجھے ہو گیا تھا کہ اب اگر بڈ نہ ملا تو بھی کوئی بات نہیں۔ مارشل تو نظروں میں آ ہی چکا ہے۔ اسے ائرپورٹ سے اغوا کر لینا مشکل نہ ہوتا اور اگر اس کا موقع نہ ملتا تو اسے راستے میں کہیں گھیرا جا سکتا تھا۔ علی الصباح سناٹے میں ڈوبی ہوئی سڑکوں پر سے کسی کو اغوا کر لینے میں زیادہ دقت نہیں ہوتی۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شیشے کی دیوار کے پار بڈ مجھے گیٹ کی طرف آتا نظر آ رہا تھا۔ میں گیٹ سے اور قریب ہو گیا۔ اس کے پیچھے میں نے اس نوجوان کو بھی آتے دیکھا تھا جس پر مجھے مارشل ہونے کا شبہ تھا مگر وہ ابھی دور تھا۔

گیٹ سے باہر آتے ہی میں نے بڈ کو چھاپ لیا "جلدی بتاؤ کہ اس نے کیا لیا ہے؟"

"ڈن ہل کا پیکٹ ہے۔ اس کے کوٹ کی دائیں جیب میں ہے اور وہ..."

"بس اتنا کافی ہے۔ کار میں جا کر میرا انتظار کرو" میں نے تیزی سے کہا اور بڈ سے دور ہٹ گیا۔ نوجوان بہت خوش اور مگن دکھائی دے رہا تھا۔

گیٹ سے باہر نکل کر وہ بھیڑ میں راستہ بناتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ اس بھیڑ میں اس کے نزدیک پہنچنا میرے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ میں بس ایک لمحے کے لئے اس سے قریب ہوا تھا اور میں اپنا کام کر گزرا تھا۔ اس کے کوٹ کی جیب سے ڈن ہل کا پیکٹ میری جیب میں منتقل ہو گیا تھا لیکن شاید نوجوان کو اپنی جیب ہلکی ہونے کا احساس ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی جیب پر ہاتھ مارا تھا اور اس نے پلٹنے میں انتہائی پھرتی دکھائی تھی مگر اپنی تمام تر پھرتی کے باوجود وہ مار کھا گیا تھا۔ میں تو پہلے ہی اس سے دور ہو چکا تھا۔

"میرا پرس" مارشل چیخا "کسی نے میری جیب کاٹ لی ہے" اس کی آواز بڑی پاٹ دار تھی اور اس میں فریاد تھی۔ وہ ایک ہارا ہوا جواری تھا۔ ایک ایسا جواری جو ایک ہی داؤ میں اپنا سب کچھ ہار چکا تھا۔

اس کی چیخ کے نتیجے میں اس کے گرد کے لوگ کائی کی طرح پھٹ گئے۔ کچھ پرسان حال کے لئے اس کے نزدیک آ گئے مگر اس کے چہرے پر تو دیوانگی کے آثار تھے۔ میں بھی اس بھیڑ میں رک گیا۔ جلد بازی کھیل بگاڑ سکتی تھی۔ میں اس سے دور ہونے کی شعوری کوشش کرتا تو اس کے علاوہ دوسروں کی نظروں میں بھی آ سکتا تھا اور میں ایسی کوئی حماقت کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ویسے بھی ایسی کی حالت سے لطف اندوز ہونے کے لئے میں اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت تو برباد کر ہی سکتا تھا۔

"کیا ہوا بھائی صاحب" ایک شخص نے ہمدردانہ لہجے

میں کہا۔ اس احمقانہ سوال نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

"میں کہہ رہا ہوں میری جیب لٹ گئی ہے اور تم پوچھ رہے ہو کیا ہوا" مارشل دہاڑا "وہ جو کوئی بھی ہے یہیں ہے۔ خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ میں پولیس کو طلب کر رہا ہوں۔"

وہ اس قدر بدحواس ہو چکا تھا کہ اسے یہ بھی اندازہ نہیں کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اس کا اس قدر بدحواس ہونا میری سمجھ میں آتا تھا لیکن دوسروں کے لئے یہ معاملہ ناقابل فہم تھا کہ اس کے پرس میں ایسی کون سی قیمتی شے تھی۔ جس کے لئے وہ اس قدر بدحواس ہو رہا تھا۔ شاید دوسروں نے اس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی ہوگی۔ وہ تو پولیس کا نام سنتے ہی بدک گئے تھے۔ پھر اگر پولیس موجود ہوتی تو شاید ان لوگوں کو روکے رکھنا پولیس کے بس سے بھی باہر ہوتا۔ ہر شریف آدمی پولیس کے چکر میں پھنسنے سے ڈرتا ہے۔

ایئرپورٹ پر پولیس موجود تھی۔ ایئرپورٹ کے حفاظتی دستے کے جوان بھی تھے۔ جب تک وہ جائے واردات پر پہنچے وہاں ایک آدمی بھی نہیں بچا تھا۔ میں بھی وہاں سے کھسک چکا تھا۔ مارشل پر تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔ اس نے کئی لوگوں کو پکڑنے کی کوشش بھی کی تھی مگر وہ اکیلا کس کس کو پکڑتا۔ اینگلو کے ایک کارندے کو چوٹ دے کر میں صاف بچ نکلا تھا۔

میں کار کے نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بڈ غائب ہے۔ ابھی میں کوئی سوال بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ بڈ نمودار ہو گیا۔

"بڈ کی اپنی بھی کچھ ذمے داریاں ہوتی ہیں" اس نے میرے پوچھ کہنے سے قبل ہی بولنا شروع کر دیا "میں تمہیں وہاں تنہا چھوڑ کر کس طرح آ سکتا تھا؟"

"چلو کار میں بیٹھو" میں نے خشک لہجے میں کہا "بعض اوقات ایسی حرکتیں مسائل کھڑے کر دیتی ہیں لہٰذا جو کہا جائے وہی کیا کرو۔"

"بڈ کے معاملے میں تمہیں نرمی کرنی پڑے گی ورنہ تمہارا یہ غیر لچک دار رویہ تمہارے ہی لئے پریشانی کا سبب بنا جائے گا" بڈ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

اسے جواب دینے کے بجائے میں نے کار اسٹارٹ کر دی اور اسے پارکنگ ایریا سے نکالنے لگا۔

"تم کچھ ناراض معلوم ہوتے ہو چیف! حالانکہ بڈ تمہارے لئے ایک کارنامہ سرانجام دے کر آیا ہے" بڈ نے کہا۔

"یہ کارنامہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہارے سپرد جو کام کیا گیا تھا وہ اتنا مشکل تو نہیں تھا۔ گیٹ پر متعین محافظوں کو مٹھی گرم کر کے کوئی بھی ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچ سکتا تھا۔"

"میں دوسرے کارنامے کی بات کر رہا ہوں" بڈ نے کہا "اس کارنامے کی جو تمہاری حکم عدولی کے نتیجے میں ہے۔"

"تم لوگوں نے کیا فضول قسم کی گفتگو شروع کر دی۔" یکایک تہذیب نے اکتا کر کہا "پہلے یہ بتانا چاہئے تھا کہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں۔"

"ایک عدد ڈان مل کا پیکٹ ملا ہے" میں نے مسخرانہ انداز میں کہا "دیکھنا یہ ہے کہ اس میں سے کیا برآمد ہوتا ہے۔"

"تم نے اس شخص کو نظرانداز کر دیا چیف جو مارشل کو لے کر آیا تھا۔ اس کا تعلق بھی اینگلو سے ہی ہے۔ اسے مارشل کے محافظ کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ حالات پر نظر رکھنا اس کی ذمے داری تھی اور کسی غیر معمولی صورت حال میں مارشل کی مدد کرنے کے لئے اسے مارشل کے ساتھ بھیجا گیا تھا لیکن حالات جس طرح اچانک پیش آئے ان میں ظاہر ہے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا سوائے اس کے کہ ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر دے اور وہ اس نے کر دیا۔"

"تمہیں یہ تفصیلات کس طرح معلوم ہوئیں؟" میں نے حقیقتاً حیران ہو کر پوچھا۔ یہ بات تھی بھی حیرانی کی۔ بڈ تو میری نظروں کے سامنے رہا تھا علاوہ ان چند منٹوں کے جن کے دوران اسے واپس کار میں آ کر بیٹھنا تھا مگر وہ کہیں غائب ہو گیا تھا۔ لازمی سی بات ہے کہ اس کی یہ معلومات ان چند منٹوں کی ہی مرہون منت ہو سکتی تھیں اور چند منٹوں کے دوران اتنی معلومات کا حصول قطعی ناقابل فہم تھا۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں چیف کہ بڈ کو احکامات کا پابند کرنے کی کوشش مت کرو ورنہ بڈ ناکارہ ہو کر رہ جائے گا۔ بڈ کے لئے آزادی بہت ضروری ہے" بڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اس کی یہ عادت مجھے اکثر کھل جاتی تھی کہ وہ کسی بات کا جواب سیدھی طرح نہیں دیتا تھا۔ اس وقت اسے موقع مل گیا تھا لہٰذا وہ مجھ سے معلوم نہیں کب کب کے انتقام لے لیتا۔ میں اس سے سختی سے کہتا تو وہ اور پھیلنا شروع کر دیتا لہٰذا میں نے نرمی سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔

"میں نے کبھی تمہیں پابند کرنے کی کوشش نہیں کی بڈ!" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا "میں تمہاری قدر و قیمت سے پوری طرح واقف ہوں۔"

"تمہارے لہجے سے نہیں بلکہ وقت کی نزاکت سے مجبور ہو کر بڈ تمہیں بتا رہا ہے کہ ہم خطرے میں ہیں۔ یہ مت سمجھنا کہ تم بڈ کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے بڈ! اگر ہم خطرے میں ہیں تو کم سے کم الفاظ میں تفصیلات بتاؤ" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا "یہ تمہارا کون سا طریقہ ہے کہ وقت کی نزاکت دیکھے بغیر بے تکی ہانکے چلے جاتے ہو۔"

"سوری میڈم! بات دراصل یہ ہے کہ جب چیف نے مارشل کی جیب سے پیکٹ اڑایا تو اس کا ساتھی جو سیاہ رنگ کی کار میں موجود تھا کار سے اتر کر یہ معلوم کرنے کے لئے آیا کہ مارشل کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کے لئے اصل صورت حال کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا اور وہ مزید وقت ضائع کئے تیزی سے کار میں واپس گیا اور اس نے کسی نامعلوم آدمی کو اس حادثے سے مطلع کر دیا۔"

میری نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اٹھ گئی۔ دور دور تک کوئی گاڑی نہیں تھی۔ سامنے بھی کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ عام دستور کے مطابق ایئرپورٹ شہر سے کئی میل دور بنایا گیا تھا اور ایئرپورٹ کے نزدیک کسی بھی قسم کی آبادی نہ ہونے کی وجہ سے اس سڑک پر ٹریفک کا دباؤ بہت کم ہوتا تھا۔ اگر بڈ کی فراہم کردہ اطلاعات درست تھیں تو ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔

"تم نے بہت دیر کر دی بڈ!" میں نے کہا "ہم ایئرپورٹ سے ڈیڑھ میل دور نکل آئے ہیں۔ اگر تم پہلے ہی بتا دیتے تو ہم ایئرپورٹ پر ہی رک جاتے اس لئے کہ ممکن ہے وہ لوگ پیکٹ کی بازیابی کے لئے راستے میں کوئی کارروائی کریں۔"

"معلوم نہیں اس پیکٹ کی کیا اہمیت ہے" تہذیب بڑبڑائی "لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ ان کے لئے کسی خاص اہمیت کا حامل ضرور ہے اور وہ اس کے غائب ہو جانے پر نچلے ہرگز نہیں بیٹھیں گے۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس وقت سڑک پر ٹریفک نام کو بھی نہیں تھا اور آگے مزید تین میل تک یہ حال تھا کہ اس سڑک کے علاوہ کوئی اور سڑک نہیں تھی۔ یعنی ہم کہیں مڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ لے دے کر یہی صورت رہ گئی تھی کہ ہم واپس ایئرپورٹ چلے جاتے یا پھر ہم میں سے کوئی ایک پیدل جاتا۔

"ٹھیک ہے تہذیب" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ہم ایئرپورٹ واپس چل رہے ہیں تم وہاں سے کلارا کو فون کر دینا۔ اس سے کہنا کہ تمہارے شدید تقاضات سے وہ چارج کرنے کے بعد ملک سے باہر جا رہی ہو۔ ڈان مل کے پیکٹ اور اس شخص کا حوالہ بھی دے دینا جو زہریلی سوئی کا نشانہ بنا تھا۔"

ایئرپورٹ پر بظاہر کسی افراتفری کے آثار نہیں تھے۔ ڈان مل کے پیکٹ کی واپسی کے لئے معلوم نہیں اینگلو نے کیا انتظامات کئے۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ انہوں نے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہوگا۔

"تم لوگ ریستوران میں چلو۔ ہم ذرا فون کر کے آتے ہیں" میں نے کار سے اتر کے بڈ سے کہا اور تہذیب کے ساتھ ایئرپورٹ کے اس حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک قطار میں کئی ٹیلی فون بوتھ تھے۔

"اس وقت وہ لوگ پیکٹ کے چکر میں پھنسے ہوں گے لہٰذا تم آرام سے اپنا کام کر سکتی ہو" میں نے تہذیب سے کہا "ویسے بھی اس بات کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کہ کلارا کا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہوگا۔ پھر بھی احتیاطاً اس سے کم از کم گفتگو کرنا۔"

تہذیب ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی اور میں اس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔ کسی مشکوک شخص کے نظر آنے پر میں حرکت میں آنے کے لئے پوری طرح تیار تھا لیکن ایک تو مجھے کوئی مشکوک شخص نظر نہیں آیا اور دوسرے تہذیب نے بہت تیزی دکھائی۔

"میں نے اسے بتا دیا کہ پیکٹ ہمارے قبضے میں ہے اور فی الحال میں تھی گورائے سے باہر جا رہی ہوں۔ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر وہ راہ راست پر نہ آئی تو اس کے اور آدمی بھی ہلاک ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! اب ان لوگوں کی توجہ ملک سے باہر جانے والوں پر مرکوز ہو جائے گی اور ہم یہاں ناشتا کر کے اطمینان سے نکل چلیں گے۔"

ناشتا کرنے تک دن پوری طرح طلوع ہو چکا تھا اور راستے میں کسی خطرے سے دوچار ہونے کا امکان کم ہو گیا تھا لہٰذا ہم ناشتا کر کے واپسی کے لئے روانہ ہو گئے اور بغیر کسی رکاوٹ کے واپس اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ہم سب یہ جاننے کے لئے بے چین تھے کہ آخر اس پیکٹ میں کیا ہے جس کی خاطر اتنی رازداری برتی گئی تھی۔

میں نے جیب سے پیکٹ نکالا۔ پیکٹ پر سیلوفین موجود نہیں تھی۔ بڈ اور تہذیب تجسس انداز میں میرے اوپر جھک آئے تھے۔ عاطف اور طلحہ بھی بہت بے چین تھے مگر اجراً کچھ بول نہیں پا رہے تھے۔ میں نے پیکٹ کھولا اور یہ دیکھ کر

حیران رہ گیا کہ اس میں صرف ایک سگریٹ کم تھی اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ سگریٹیں اور ڈبیا بالکل درست حالت میں تھی۔ قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ انھیں دوبارہ پیک کیا گیا ہے۔

"اس بھاگ دوڑ کا اتنا فائدہ تو ہوا کہ ہم سگریٹوں کے معاملے میں خود کفیل ہو گئے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تم مجھ پر طنز کر رہے ہو چیف! میں نے ہی تمھیں ان سے متعلق اطلاع فراہم کی تھی" بڈ نے کہا "لیکن تمھیں ابھی کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں طنز نہیں کر رہا" میں نے کہا "دھوکا تو کسی کو بھی ہو سکتا ہے۔ آدمی کام کرتا ہے تو اس سے غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ جو کام ہی نہیں کرتے ان سے کیا غلطی ہوگی۔"

"پھر وہی بات" بڈ جھنجھلا گیا "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اس بڈھے نے یہی پیکٹ مارشل کے حوالے کیا تھا۔"

"ممکن ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن بظاہر تو یہ ایک ان چھوا پیکٹ معلوم ہوتا ہے۔"

"اس پر کوئی خفیہ پیغام بھی ہو سکتا ہے" بڈ بولا "جو ویسے نظر نہ آتا ہو اور کسی کیمیاوی طریقے سے گزرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہو۔"

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں اس کی اصلیت تک پہنچنا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی غلطی سے اس کی اہمیت ختم ہو جائے۔"

"کیا مطلب؟" بڈ نے چونک کر کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ اس پیکٹ کا راز کیا ہے۔ اس کی اہمیت تو بہرحال مسلمہ ہے اور یہ بھی طے ہے کہ اس کا کوئی خاص مقصد ہے ضرور۔ جن لوگوں تک اسے پہنچنا تھا وہ اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ ضرور جانتے ہوں گے۔"

"تمہارا مطلب ہے اب ہمیں براہ راست مادام کلارا پر ہاتھ ڈال دینا چاہیے؟"

"اب یہ مطلب بھی نہیں ہے" میں نے ہنس کر کہا "میں جو کچھ بھی کر رہا تھا محض انتہائی احتیاط کے پیش نظر کر رہا تھا ورنہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ایک ایسی چیز ضائع ہو جائے گی جس کے بارے میں ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی اہمیت کی نوعیت کیا ہے لہٰذا میں اس میں سے سگریٹیں نکال رہا ہوں۔ اگر کچھ ضائع ہو گیا تو ہمیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کا زیادہ افسوس نہیں ہوگا۔"

میں نے ایک ایک کر کے تمام سگریٹیں پیکٹ سے نکال کر میز پر ڈھیر کر دیں۔ کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ پھر ڈبیا کا نمبر آیا۔ اس سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوا۔ ہم لوگوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"تمہارے ذہن میں کوئی بات نہیں آ رہی" میں نے عاطف کی طرف دیکھا "تم نے تو چھاپہ مار کارروائیوں کی تربیت حاصل کی ہے۔"

"تربیت تو میں نے ضرور حاصل کی ہے جناب لیکن اول تو ہمیں جاسوسی کی تربیت نہیں دی جاتی اور اگر دی بھی گئی ہوتی تو بھی اس کے اتنے طریقے ہیں کہ شاید ہی کوئی ایک شخص ان سب کا احاطہ کر سکتا ہو۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا "یہی تو مشکل ہے۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمیں کس چیز کی تلاش ہے لہٰذا کوئی امکانی طریقہ بھی سمجھ میں نہیں آتا علاوہ اس کے کہ ہم اس پیکٹ کا مکمل آپریشن کر ڈالیں۔"

"بالکل کر دینا چاہیے" تہذیب نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس معاملے میں تم اتنا تردد کیوں کر رہے ہو؟"

"تردد نہیں کر رہا بلکہ احتیاط پیش نظر ہے" میں نے پیکٹ کے جوڑ کھولتے ہوئے کہا۔ چند سیکنڈ کے اندر اندر پیکٹ پوری طرح ادھڑ چکا تھا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی خاص نشے میں ڈوبے ہوئے سگریٹ ہیں" بڈ نے کہا "ممکن ہے مادام کلارا نشے کی عادی ہو۔"

"ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے تو بے تکی ہانکنے سے بھی گریز کرو۔ تمی کو راستے میں منشیات کی کیا کمی ہے۔"

"اب تو لے دے کر سگریٹیں ہی رہ گئی ہیں" تہذیب نے کہا "لہٰذا جو بھی رائے دے گا سگریٹوں سے متعلق ہی دے گا۔"

"تو پھر کیا خیال ہے، ان کے تمباکو کا تجزیہ کرا لیا جائے؟" میں نے کہا۔

"ممکن ہے کسی سگریٹ کے اندر کوئی چیز پوشیدہ کر دی گئی ہو؟" طلو نے کہا۔

"اب تو یہی ایک بات قرین قیاس رہ گئی ہے" میں نے کہا "لہٰذا اب ہم ہر سگریٹ میں سے تمباکو نکالیں گے لیکن واضح رہے کہ سگریٹوں کے اندر سے کچھ برآمد ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"تم تو ہر امکان یوں ہی رد کر دیتے ہو چیف! پہلے ان میں سے تمباکو تو نکالو۔"

"یوں ہی رد نہیں کر دیتا، ٹھوس بنیادوں پر کرتا ہوں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی سگریٹ میں سے تمباکو کو نکال کر اس میں دوبارہ بھرا جائے اور سگریٹ کے کاغذ پر کوئی شکن نظر نہ آئے۔"

"کہنے کو تم ٹھیک ہو" تہذیب نے تائید کی "لیکن ہم کوئی امکان کیوں چھوڑیں۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں" میں نے سگریٹیں تمام افراد میں تقسیم کرتے ہوئے کہا "ابھی ہم سب مل کر تمام سگریٹوں میں سے تمباکو نکالے دیتے ہیں جو کچھ بھی ہوگا سامنے آ جائے گا۔"

تمام سگریٹوں میں سے تمباکو نکالنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا۔

"اب بتاؤ" میں نے ایک طویل سانس لے کر بڈ سے کہا "ہم نے سارے جتن کر کے دیکھ لیے مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔"

بڈ کیا جواب دیتا۔ اس کے چہرے پر مایوسی بکھری نظر آ رہی تھی۔

"ممکن ہے چیف!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کہ مجھ سے دیکھنے میں کوئی غلطی ہوئی۔ ممکن ہے اس پیکٹ کے ساتھ اس بڈھے نے مارشل کو کوئی اور چیز بھی دی ہو جسے میں نہ دیکھ سکا ہوں۔"

"تسلیم کرو کہ تم ایک جلد باز آدمی ہو اور اس معاملے میں بھی تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں چیف!" بڈ نے سر جھکا لیا "لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ بڈ سے اتنی بڑی غلطی کس طرح ہو گئی۔"

"ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی ایسی صورت حال پیدا کر دیتی ہے۔ آئندہ جب تمھیں کوئی کام سونپا جائے تو اسے بہت احتیاط سے سرانجام دینا" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے چیف!" بڈ نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور تہذیب بے ساختہ ہنس پڑی۔

"کیوں اس کا خون خشک کر رہے ہو علی!" تہذیب نے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

تہذیب کی اس بات پر بڈ نے چونک کر تہذیب کی طرف دیکھا لیکن اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے تہذیب کی اس بات پر بھی شبہ ہو۔

"خون خشک کر رہا ہوں؟" میں نے حیرت سے کہا "ارے اس کی جلد بازی کے باعث ہمیں نقصان ہو گیا۔ اصل چیز

مارشل لے کر نکل گیا اور یہ سگریٹ کا بے کار پیکٹ ہمارے حصے میں آ گیا۔"

"یہ پیکٹ اتنا ہی بے کار ہوتا تو مارشل اس کے غائب ہونے پر اس طرح دیوانہ نہ ہو جاتا" تہذیب نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور بڈ اچھل پڑا۔

"بڈ کے ساتھ تمہارا سلوک اچھا نہیں ہے چیف!" بڈ نے شکایتی انداز میں کہا "تم نے مجھے خواہ مخواہ اتنی بری طرح ڈانٹ دیا حالانکہ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

"مارشل صرف اداکاری کر رہا تھا" میں نے خشک لہجے میں کہا "تم نے وہ مثل نہیں سنی "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور"؟"

بڈ کے چہرے پر ایک بار پھر ہوائیاں اڑ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں مذاق کر رہا ہوں یا سنجیدہ ہوں۔

"کیا تم نے اس بات پر غور کیا تھا کہ پیکٹ کے ساتھ کوئی اور چیز بھی اس کے حوالے کی جا سکتی ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں" بڈ نے نفی میں سر ہلایا "پیکٹ دیکھنے کے بعد مجھے اتنا ہوش ہی نہیں رہا تھا کہ کسی اور چیز پر توجہ دیتا۔"

"یہی تمہاری غلطی ہے۔ محض اتنا سا کام تو ہر شخص کر سکتا تھا جو تم نے کیا ہے۔ ہم لوگوں کی خصوصیت تو یہ ہونی چاہئے کہ ان باتوں پر بھی توجہ رکھیں جو بعید از امکان ہوں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے انتہائی سنجیدگی سے کہا "یہ واقعی میری غلطی تھی لیکن میں نے اپنی اسی غلطی سے سبق لیا ہے۔ آئندہ ایسی غلطی کا اعادہ نہیں ہوگا۔"

"آدمی اپنی کسی غلطی سے کچھ سیکھ لے تو سمجھو اس نے اپنی کی ہوئی غلطی کو اپنے لئے کارآمد بنا لیا" میں نے کہا "اب تم اپنے اعتراف پر قائم رہنا۔"

"قائم نہ رہنے کا کیا سوال ہے چیف! مجھے اس بات سے شدید صدمہ پہنچا ہے کہ میری غلطی کی وجہ سے ایک اہم چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔"

"کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خاص حالات میں ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ دوسروں کی توجہ ہٹانے کے لئے کسی بڑی چیز کی آڑ میں کوئی چھوٹی سی چیز ادھر سے ادھر کی جاتی" میں نے کہا "تمہاری قسمت اچھی تھی کہ حالات خاص نہیں تھے۔ لہٰذا انہیں یہ حرکت کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جو کچھ بھی ہے اسی پیکٹ میں ہے۔"

بڈ مجھے حیرت سے دیکھنے لگا "تم بھی عجیب ہو چیف! کبھی کچھ کہتے ہو کبھی کچھ کہتے ہو۔"

"میں انہی امکانات کی بات کر رہا تھا جن کی طرف تمہاری توجہ نہیں گئی۔ میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ آئندہ کسی موقع پر تم کوئی نقصان اٹھانے سے محفوظ رہو۔"

"تمہارا مطلب ہے ۔۔۔ تمہارا مطلب ہے مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی" بڈ نے اٹک اٹک کر کہا "ہماری مطلوبہ شے یہی پیکٹ ہے۔"

"بالکل۔" میں نے سر ہلایا "یہی پیکٹ ہماری مطلوبہ شے ہے جس کے لئے اس وقت مادام کلارا کے آدمی پاگل ہو رہے ہوں گے۔"

بڈ کے انداز سے الجھن ظاہر ہونے لگی "اگر اصل چیز واقعی یہی ہے تو اس میں سے ابھی تک کچھ برآمد کیوں نہیں ہوا؟"

"وجہ یہ ہے کہ سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "خفیہ تحریریں لکھنے کے ایسے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں کہ ان کے لئے ایک علیحدہ لیبارٹری کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر پہلے سے علم نہ ہو تو کوئی غلط طریقہ اختیار کرنے کے نتیجے میں خفیہ طریقے سے لکھی جانے والی کوئی تحریر ضائع بھی ہو سکتی ہے۔ زیادہ امکان اس بات کا رہ گیا ہے کہ اس پیکٹ میں کسی جگہ ایسی ہی کوئی خفیہ تحریر ہو سکتی ہے جس کے ذریعے کوئی انتہائی اہم پیغام بھیجا گیا ہو۔ کوئی ایسا پیغام جسے بھیجنے کے لئے ٹرانس میٹر کو بھی غیر محفوظ تصور کیا گیا ہو۔ کوئی اتنا اہم پیغام جس کے لئے ضروری کوڈ ورڈز پر انحصار کرنے کو خطرناک سمجھا گیا ہو۔ احتیاط در احتیاط لیوں ہی تو نہیں برتی گئی ہوگی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ مجھ سے غلطی نہیں ہوئی ۔۔۔ ورنہ تم نے تو مجھے دہلا ہی دیا تھا" بڈ نے کہا "اب اگر تم کہو تو میں اس پیکٹ پر کوئی خفیہ تحریر تلاش کرنے کے لئے کسی لیبارٹری کا بندوبست کروں؟"

"یہ کوئی اتنا معمولی کام نہیں بڈ! اس کے لئے رازداری بنیادی شرط ہے جو ہمیں آسانی سے میسر نہیں آ سکتی ۔۔۔ خاص طور پر شی گورائے میں کہ یہاں اسرائیل کی حامی حکومت ہے" میں نے کہا "لیکن میرا خیال ہے کہ اس پیکٹ پر خفیہ تحریر تلاش کرنے کا مرحلہ بعد میں آئے گا۔ ابھی تو یہ اقدام قبل از وقت ہوگا۔ ایک کام ہمیں اور بھی کرنا ہے اور مجھے حیرت ہے کہ تم میں سے کسی کا ذہن اس طرف کیوں منتقل نہیں ہوا؟"

"اب بھی اگر تم مطمئن نہیں ہوئے تو اب فلٹر راڈز کے سوا اور بچا ہی کیا ہے" تہذیب نے کہا "اور فلٹر راڈز کے اندر کچھ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"سوال پیدا ہو یا نہ ہو یہ ہماری آخری امید ہیں۔ اگر ان میں سے بھی کچھ نہ نکلا تو پھر یہ بات یقینی ہو جائے گی کہ ہمیں کوئی خفیہ تحریر ہی تلاش کرنی ہے" میں نے ایک فلٹر پر انگلیوں کا ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "پھر یہ بات بھی ہے کہ اس قسم کی خفیہ چیز ایسی ہی جگہ چھپائی جانی چاہئے جو کسی کے وہم و گمان سے بھی باہر ہو۔ جس طرف کسی کا ذہن بھی نہ جا سکتا ہو۔"

چپٹی سگریٹ پر میں چونک پڑا۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ فلٹر کے اندر کوئی چیز موجود ہے۔

"کیا بات ہے؟" تہذیب نے مجھے چونکتے دیکھ کر تیزی سے کہا "کیا کچھ برآمد ہوا؟"

"ہاں، اس فلٹر کے اندر کچھ محسوس تو ہو رہا ہے" میں نے جوشیلے لہجے میں کہا اور جلدی جلدی دیگر فلٹر بھی چیک کرنے لگا۔ تین اور فلٹروں پر مجھے شبہ ہوا اور میں نے انہیں علیحدہ کر لیا۔

"ان چار فلٹروں کے اندر کوئی نہ کوئی چیز موجود ہے۔" میں نے کہا اور ایک فلٹر کو بڑی احتیاط سے پھاڑنا شروع کیا۔ روئی کے فلٹر کے درمیان سے آخر کار ہماری محنت کا ثمر نکل ہی آیا۔ یہ ایک مائیکرو فلم تھی۔

مائیکرو فلم دیکھتے ہی سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے "یہ ہماری پہلی کامیابی ہے" بڈ نے خوشی سے کہا "اب مادام کلارا کو پچھتانا پڑے گا۔"

"ان لوگوں کی اتنی احتیاط ظاہر کرتی ہے کہ اس فلم میں واقعی کوئی انتہائی اہمیت کی چیز ہوگی" تہذیب ناظم ایکس بولی۔

"میں نے اس لئے آپ کے ساتھ شامل ہونے کا فیصلہ کیا تھا کہ یہ سنسنی مجھے کہیں اور نہیں مل سکتی تھی" ناطف نے کہا۔

وہ لوگ تبصرے کر رہے تھے اور میں دوسرے فلٹروں میں سے بھی مائیکرو فلمیں نکال رہا تھا۔ ہماری جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہوئی تھی۔ دشمن کی چار مائیکرو فلمیں ہمارے قبضے میں تھیں۔

"اب کیا خیال ہے تہذیب" میں نے مسکرا کر کہا "تم تو کہہ رہی تھیں فلٹروں سے کچھ برآمد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اپنا اندازہ غلط ہونے کی سب سے زیادہ خوشی بھی مجھے ہی محسوس ہو رہی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان مائیکرو فلموں میں ہے کیا؟"

تہذیب کے اس سوال نے میرے سوا سب کو چونکا دیا۔ مائیکرو فلمیں برآمد ہونے کی انہیں اتنی خوشی ہوئی تھی کہ وہ یہ بھی بھول گئے تھے کہ یہ فلمیں ہمارے لئے اس وقت تک بے کار ہیں جب تک مائیکرو ویو جیکٹر نہ میسر ہو۔

"شی گورائے میں تو مائیکرو ویو جیکٹر کا حصول بہت دشوار ہوگا" بڈ بڑبڑایا "لیکن اگر تم کہو تو بڈ کوشش کر سکتا ہے۔"

"کوشش تو ہر معاملے میں ضرور کرنی چاہئے لیکن کوششوں کو ایک حد کے اندر ہی رہنا چاہئے" میں نے کہا "شی گورائے تو خیر بہت چھوٹی سی جگہ ہے۔ بعض بڑے بڑے ممالک میں بھی مائیکرو ویو جیکٹر کسی عام دکان سے نہیں مل سکتا۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم خاموش ہی ہو کر بیٹھ جائیں۔ یہاں بھی شاپنگ کے بہت بڑے بڑے سینٹر ہیں۔ ممکن ہے کہیں سے مائیکرو ویو جیکٹر مل ہی جائے۔"

"مائیکرو ویو جیکٹر مہیا کرنا میری ذمے داری ہے چیف! لیکن تمہیں میری بات پر بھی کچھ توجہ دینی چاہئے۔"

"کون سی بات؟" میں نے چونک کر کہا۔

"مادام کلارا کے خلاف کوئی ٹھوس قدم اٹھانے کے بارے میں سوچو ۔۔۔ کراؤن نائٹ کلب پر حملہ بولو۔ وہ ان کا بہت بڑا اڈہ ہے۔"

"جن مقامات پر مائیکرو ویو جیکٹر ملنے کی توقع ہو سکتی ہے کیا ان مقامات کی نگرانی نہیں ہو رہی ہوگی؟" اچانک تہذیب نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو ۔۔۔ درحقیقت اس موقع پر ہم تک پہنچنے کے لئے ان کے پاس واحد ذریعہ یہی ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو ایسی جگہوں سے دور رہنا چاہئے۔"

"یہ کیا بات ہوئی" بڈ بگڑ کر بولا "اگر ہم یوں ڈر کر بیٹھ گئے تو وہ لوگ ہم پر بالکل ہی حاوی آ جائیں گے اور ہم ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"

"بنیادی بات یہ ہے کہ مائیکرو ویو جیکٹر کا ملنا ہی مشکل ہے تو پھر اس کی خاطر خود کو خطرے میں کیوں ڈالا جائے؟" میں نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں لیکن اگر اس احتیاط پسندی کے نتیجے میں مائیکرو فلمیں اپنی اہمیت کھو بیٹھیں تو کیا ہوگا؟"

"اس بات کا فیصلہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان مائیکرو فلموں میں کون سے راز

پنہاں ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"اس کے علاوہ فوری اہمیت کی حامل چیزوں کے لئے کبھی مائیکرو فلموں کا سہارا نہیں لیا جاتا" میں نے کہا "مائیکرو فلموں کو ہمیشہ یا تو مستقل اہمیت یا پھر طویل المیعاد منصوبوں وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا یہ اندیشہ بے سود معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم ان فلموں سے فوری فائدہ نہ اٹھا سکے تو یہ رائگاں ہو جائیں گی۔"

"ظاہر ہے جو بات تمہارے منہ سے نکل گئی تم اس کے حق میں دلیلوں کے انبار ہی لگاتے جاؤ گے اور جوں کہ تم باس بھی ہو لہٰذا بحث تو ویسے بھی تم سے نہیں کر سکتے۔"

"یہ کیا بکواس ہے" میں نے تیکھے لہجے میں کہا "میں نے کب خواہ مخواہ تم لوگوں پر اپنے فیصلے مسلط کرنے کی کوشش کی ہے؟"

"تم سمجھ نہیں رہے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "بڈ کا غصہ اصل میں اس بات پر ہے کہ تم نے اس کے کہنے کے مطابق کراؤن نائٹ کلب پر چڑھائی کیوں نہیں کی؟"

"ہاں اور کیا" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے سر ہلایا "اچھی بھلی اپنی جان جا رہی ہے بڈ کی کوئی سنتا ہی نہیں۔"

"تمہاری ایک نامعقول فرمائش نظر انداز کرنے کا خمیازہ اس صورت میں بھگتنا پڑے گا کہ تم مجھ پر بے بنیاد الزامات عائد کرو گے" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک اچھے باس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی ضروریات کا خیال رکھے" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا "ورنہ ردعمل کے طور پر تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم نہایت بے ہودہ آدمی ہو۔ تم سے ذرا صبر نہیں ہو سکتا۔ آج کی رات کے لئے میرا پروگرام یہی تھا کہ ہم کراؤن نائٹ کلب کی طرف جائیں گے۔"

"تھا" کا کیا مطلب ہے چیف!" بڈ بوکھلا کر بولا "کیا اب تم نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔"

"وہ تو کرنا ہی پڑے گا" میں نے بے رخی سے کہا "ورنہ کیا تمہارے خیال میں مجھے اپنے اوپر الزامات عائد کرانے کا شوق ہے؟"

"ارے نہیں چیف! توبہ۔۔۔ توبہ" بڈ نے اپنے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا "اب کیا بڈ کو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ تم سے مذاق کر سکے۔"

بڈ کے انداز میں اتنی بے ساختگی تھی کہ تہذیب کے ساتھ ساتھ عاطف اور طلحہ بھی ہنس پڑے اور میں بڈ کو خشمگیں نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

"تم بہت فراخ دل ہو چیف! اسی لئے تو بڈ تمہارا ہو کر رہ گیا ہے ورنہ کتنے ہی لوگوں کی تمنا ہے کہ بڈ ان کے ساتھ کام کرے مگر بڈ تو تمہارا دیوانہ ہے۔۔۔"

"بس بس" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "زیادہ خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج رات میں کراؤن نائٹ کلب جا کر وہاں کے حالات بھی دیکھ لوں گا۔"

"یعنی۔۔۔ یعنی تم اکیلے وہاں جاؤ گے" بڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"ہاں، میرا پروگرام یہی ہے کہ وہاں اکیلے ہی جاؤں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہئے چیف!" بڈ بڑبڑایا "تمہاری زندگی بہت اہم ہے لیکن تمہیں ذرا احساس نہیں ہے۔"

"میری زندگی اہم ہے تو میرے لئے زیادہ بہتر یہی ہوگا کہ میں چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ رہوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا" بڈ نے بوکھلا کر کہا "اس کی خطرناک جگہوں پر تمہارا تنہا جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ تمہیں اپنے تحفظ کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم خود بھی میرے ساتھ جانا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے کچھ نہیں کہتا چیف! اگر تم مناسب سمجھو مجھے ساتھ لے چلو۔ نہ مناسب سمجھو تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا۔"

"اب تم راہ راست پر آئے نا" میں نے کہا "اب تمہیں بتاتا ہوں کہ آج رات کے لئے میرا منصوبہ کیا ہے اس میں تم لوگوں کو کیا رول کرنا ہے۔"

○☆○

سورج غروب ہونے کے بعد میں تہذیب کے ساتھ گورانے کی سڑکوں پر نکل آیا۔ کار کا رخ میں نے مضافاتی سڑکوں کی طرف موڑ دیا تھا۔ پروگرام کے مطابق تہذیب کو مادام کلارا سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنی تھی اور اس کے لئے ضروری تھا کہ اس سے گفتگو کے دوران ہم متحرک رہیں ورنہ ہم مارے جاتے۔ ایسے آلات کی کمی نہیں تھی جو نشریات کی سمت اور فاصلے کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔

"میں تمہاری موت بات کر رہی ہوں کلارا" رابطہ قائم ہونے پر تہذیب نے بڑے شگفتہ لہجے میں کہا "تم نے رینا سالومن سے عدم تعاون کا رویہ اپنا کر اچھا نہیں کیا۔ رینا سالومن کے بارے میں تمہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اگر وہ ایک بار میدان عمل میں اتر آئے تو پھر اس کی راہ میں کوئی مشکل حائل نہیں ہو سکتی۔"

"میں نے تمہارے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا ہے" کلارا کی آواز آئی "لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم ملک سے باہر جا رہی ہو؟"

"عین وقت پر مجھے خیال آیا کہ شاید تم میرے اس طرح چلے جانے کو میدان چھوڑنے پر محمول کرو اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہے لہٰذا میں نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔"

"تم جو چاہو کہہ سکتی ہو۔ اس لئے کہ فی الحال تمہارا پلہ بھاری ہے اور وقتی طور پر مجھے تمہاری برتری تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔"

تہذیب بڑے زہریلے انداز میں ہنسی "پے درپے شکستیں تمہارا مقدر بنی ہیں، اس کے باوجود بھی تمہارے یہ تیور رہے۔"

"یہ سب باتیں چھوڑو اور مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟" کلارا نے کہا۔

"سب سے پہلے میں نے تمہیں تنبیہ کی کہ تمہارا ایک آدمی ولسن تو نے قتل سے ایک آدمی کا کٹا ہوا سر لے کر آ رہا ہے لیکن تم نے اس بات کو اس لئے اہمیت نہیں دی کہ یہاں کی حکومت کے جو کرتا دھرتا ہیں ان سے تمہارے اچھے مراسم ہیں۔ پھر ہم نے تمہارے ایک آدمی کو اغوا کیا۔ تم نے اسے بھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ شاید اس لئے کہ وہ آدمی تمہارے نزدیک زیادہ اہم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد میرے چکر میں تمہارا ایک آدمی مارا گیا۔ تم لوگ پھر بھی راہ راست پر نہیں آئے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ان مل کے ایک معمولی سے پیکٹ نے تمہارے کس بل نکال دیے ہیں" تہذیب نے معنی خیز لہجے میں کہا "کیا اس پیکٹ کی اہمیت بہت زیادہ ہے؟"

"اس کی اہمیت بہت زیادہ بھی نہیں ہے" کلارا نے گڑبڑا کر کہا "دراصل میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتی ہوں۔"

"خوامخواہ" تہذیب ہنس پڑی "یا میں تمہیں بہت زیادہ اچھی لگنے لگی ہوں؟" تہذیب کے لہجے میں طنز کی بہت گہری کاٹ موجود تھی۔ کلارا تلملا کر رہ گئی ہوگی۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو" اس نے بڑی احتیاط سے کہا "آپس میں تصادم کا نتیجہ ہم دونوں کے ہی حق میں مضر ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم مصالحت کی کوئی راہ نکال لیں۔"

"یہی بات تو میں نے بھی تم سے ابتدا میں کہی تھی جو اس وقت تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن شکر ہے کہ تمہیں جلد ہی عقل آ گئی۔ ورنہ بہت بڑے بڑے نقصانات اٹھا کر تم آخر کار اسی نتیجے پر پہنچتیں۔"

"ٹھیک ہے" کلارا نے جلدی سے کہا "اب تم یہ بتا دو کہ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟"

"بہت سادہ اور آسان سا مطالبہ ہے" تہذیب نے کہا "تمہارے غیر قانونی کاروبار میں پچاس فیصد حصہ ہمارا بھی ہونا چاہئے۔"

"پچاس فیصد" کلارا نے بڑی مشکل سے کہا "اتنا بڑا حصہ تو کسی بنیاد پر ہی دیا جا سکتا ہے۔"

"بنیاد تو موجود ہے کلارا ڈیئر" تہذیب چہکی "رینا سالومن نہیں چاہے گی تو تم لوگ شی گورانے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

میرے کان ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو پر مرکوز تھے مگر میری تمام تر توجہ ڈرائیونگ کی طرف تھی۔ میں بہت تیز کار چلا رہا تھا اور تیزی سے سڑکیں تبدیل کر رہا تھا تاکہ کوئی آلہ ہماری صحیح نشان دہی نہ کر سکے۔

"جو کچھ تم نے ابھی تک دیکھا وہ میرے آدمیوں کی کارکردگی کا ادنیٰ سا نمونہ ہے" تہذیب کہہ رہی تھی "میں تمہیں ڈھیل دے رہی ہوں تاکہ کم سے کم نقصان کے عوض تمہیں زیادہ سے زیادہ عقل آ جائے۔ غور کرو تو یہ تمہارے لئے ایک سنہری موقع ہے۔ ہم نے اب تک تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچانے سے گریز کیا ہے لیکن اگر تمہاری روش یہی رہی تو پھر اپنی مصلحت کوشی کی موجودہ روش ترک کرنی پڑے گی۔"

"سنو رینا" کلارا نے کہا "ہم یہاں کوئی کاروبار نہیں کر رہے کہ اس کی آمدنی میں سے پچاس فیصد تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"رینا سالومن کی معلومات میں آج تک کوئی شخص بھی اضافہ نہیں کر سکا۔ تم مجھے یہ بتانے کی کوشش مت کرو کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو اور کیا نہیں کر رہے ہو اس لئے کہ تمہارے بارے میں ہم وہ کچھ بھی جانتے ہیں جو شاید تمہیں بھی معلوم نہ ہو۔"

"اوہ! تو تم نے ڈیوڈ ریان پر تشدد کر کے اس کی زبان کھلوا لی!"

"اور ڈیوڈ ریان کو کس کی نشان دہی پر اغوا کیا تھا؟" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "نہیں کلارا ڈیئر! ہم اپنا

معلومات کے لئے کسی ایک ذریعے کے محتاج نہیں ہیں۔ جو لوگ کسی ایک ذریعے پر انحصار کرتے ہیں ان کی زندگی بھی بڑی مختصر ہوتی ہے۔"

کلارا کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ یہ ایک ایسی گتھی تھی جسے وہ کسی طرح بھی سلجھا نہیں پا رہی تھی۔ یہ ممکن تھا کہ ڈیوڈ کی زبان کھلوا کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرلی گئی ہوں مگر پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ڈیوڈ تک کس طرح پہنچے؟ اور سب سے بڑا معما تو یہ تھا کہ جو مائیکرو فلمیں انتہائی خفیہ طریقے سے منگوائی گئی تھیں انہیں اس کے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی۔

"ڈیوڈ ریان کو انگلی بھی نہیں لگائی گئی کلارا!" چند لمحوں کے بعد تہذیب نے دوبارہ کہا "اگر تمہیں اس پر شبہ ہے تو اس سے تمہاری بات کرائی جاسکتی ہے۔"

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن تمہارے مطالبے پر غور کرنے کے لئے مجھے وقت درکار ہوگا۔"

"تم غور کرو تو تمہیں محسوس ہوگا کہ میرا مطالبہ ناجائز نہیں ہے۔ اگر ہم چاہیں تو تم لوگ شی گو راسے میں کچھ بھی نہیں کرسکتے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم اچانک ہی نمودار ہوئی ہو۔ میں نے کبھی کسی سے تمہارا ذکر تک نہیں سنا۔"

"ایسا ہی ہوتا ہے کلارا! ریٹا سالومن کے شکار بھی اس کا تذکرہ بھی زبان پر نہیں لاتے۔ کچھ عرصے بعد تم بھی یہی کروگی۔ مجھے بھی نام و نمود کا شوق نہیں ہے۔ اگر کسی موقع پر تم یہ بھی کہہ دو کہ ریٹا سالومن تمہاری جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے تب بھی میں برا نہیں مانوں گی لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ ہمیں باقاعدگی سے ہمارے حصے کی رقم ادا کرتی رہو۔"

"میں کوشش کروں گی کہ تمہارے لئے کچھ رقم کی منظوری مل جائے" کلارا نے کہا "تاکہ تمہارا کام بھی چلتا رہے۔"

"میں بھیک نہیں مانگ رہی ہوں کلارا!" تہذیب غرائی "ہمیں مستقل طور پر تمہارے منافع کی پچاس فیصد رقم چاہئے ہوگی ورنہ تمہیں شی گو راسے سے اپنا بوریا بستر گول کرنا پڑے گا۔"

"یہاں ہمارے کاروبار ضرور ہیں ریٹا! لیکن اس سے کہیں زیادہ ہمارے اخراجات ہیں۔"

"یا کل آمدنی کا پچاس فیصد یا کل اخراجات کا پچاس فیصد" تہذیب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "اس سے کم پر کوئی سودا نہیں ہوسکتا۔"

"تم زیادتی کررہی ہو۔ ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔ تم نے شاید ہم سے غلط توقعات وابستہ کررکھی ہیں۔"

"ریٹا سالومن کبھی غلطی نہیں کرتی کلارا بھوری بلی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "ابھی تک تم اس خوش فہمی کا شکار معلوم ہوتی ہو کہ شاید ہم ڈن ہل کے پیکٹ کی اصلیت تک نہیں پہنچ سکے۔ میں تمہاری خوش فہمی دور کردینا چاہتی ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم نے سگریٹوں میں پوشیدہ مائیکرو فلمیں برآمد کرلی ہیں۔"

ایک بار پھر دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔ یہ بات اگرچہ بہت زیادہ غیر متوقع نہیں تھی لیکن اس کے باوجود یہ انکشاف کسی بم کی طرح کلارا کے اعصاب پر گری تھی۔ اس کا بس چلتا تو ریٹا سالومن کو ٹکڑوں سے ٹکڑے کردیتی لیکن اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ ہم مکمل تاریکی میں تھے اور ہم تک پہنچنے کے لئے اس کے پاس کوئی سراغ نہیں تھا۔

"تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا بھوری بلی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "کیا میں تمہیں یہ بھی بتاؤں کہ تمہارے آدمی مجھے ساحلی تفریح گاہ میں ڈھونڈتے پھر رہے تھے اور یہ کہ انہوں نے مجھے تلاش کرنے کے لئے اس شخص کا سہارا بھی لیا تھا جو ٹیلی فون کے نزدیک کاؤنٹر پر موجود تھا؟"

"میں نے واقعی تمہیں سمجھنے میں غلطی کی تھی" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن میری درخواست ہے کہ ان مائیکرو فلموں کو ضائع نہیں ہونا چاہئے۔"

"کیا تم نے مجھے اتنا احمق سمجھ رکھا ہے کلارا! وہ فلمیں تو تمہارے خلاف سب سے مضبوط کارڈ ہیں۔ ہم بھلا انہیں کس طرح ضائع کرسکتے ہیں۔"

"میں خود مختار نہیں ہوں ریٹا! ورنہ میں ابھی معاملہ ختم کردیتی لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے بھی کچھ دوسرے لوگوں سے منظوری لینا پڑتی ہے۔"

"میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کلارا! ہم نے تمہیں چھیڑنے سے قبل طویل عرصے تمہارا بہت قریب سے جائزہ لیا ہے۔ تمہارے تمام طریق کار ہمارے علم میں ہیں۔ اگر تم کہو تو میں شی گو راسے میں تمہارے اڈوں کے بارے میں تفصیلات فراہم کردوں۔ میں تمہیں یہ بھی بتا سکتی ہوں کہ کہاں سے تمہیں کتنی آمدنی ہوتی ہے۔"

"میں نے تم سے کہا نا کہ میں اس وقت تمہیں کوئی حتمی جواب نہیں دے سکتی۔"

"لیکن میں تمہیں بتا سکتی ہوں کہ آئندہ تمہارا جواب کیا ہوگا۔۔۔۔ تم معمولی رد و قدح کے بعد چوٹی سے بڑی رقم ادا کرنے کے لئے بھی تیار ہوجاؤ گی اور ادائیگی بھی ہمارے طے شدہ طریق کار کے مطابق کروگی لیکن اس آڑ میں تم ہم تک پہنچنے کی کوشش کروگی اور میں تمہیں پیشگی اطلاع دے رہی ہوں کہ تمہاری یہ کوشش ناکام بنادی جائے گی۔"

"تمہارے تمام خدشات غلط ثابت ہوں گے" کلارا نے کہا "میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہارا مطالبہ من و عن تسلیم کرلیا جائے۔"

"تم مجھ پر کوئی احسان نہیں کروگی" تہذیب زہریلے لہجے میں بولی "یہ تو تمہاری مجبوری ہے۔"

کلارا نے تہذیب کے جواب پر کوئی رد عمل ظاہر کرنے کے بجائے سرسری لہجے میں کہا "لیکن میں تم سے رابطہ کس طرح قائم کروں گی؟"

"اس کے لئے تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح نو بجے کے قریب میں تم سے خود ہی رابطہ کروں گی۔"

تہذیب نے گفتگو کرکے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کردیا "کیا خیال ہے علی! میں نے تسلی بخش گفتگو کی ہے نا؟"

"تم اپنا رول غیر معمولی خوش اسلوبی سے نبھا رہی ہو" میں نے تعریفی نظروں سے اس کی طرف دیکھا "اگر تم میں یہ خوبی نہ ہوتی تو تم علی یار خان کی منظور نظر کیوں ہوتیں۔"

○☆○

کراؤن نائٹ کلب کے وسیع و عریض احاطے میں اسٹیل گرے کلر کی چمچماتی ہوئی مرسڈیز داخل ہوئی اور پارکنگ لاٹ میں جاکر رک گئی۔ اسٹیل گرے کلر کی اس مرسڈیز سے عمدہ قسم کے سوٹ میں اترنے والا میں خود تھا۔ میرے ہاتھوں کی انگلیوں میں بیش قیمت جواہرات کی انگشتریاں نظر آرہی تھیں۔ میں ایک خاص مقصد کے تحت اس علاقے میں یہاں آیا تھا۔ بڈ نے اس کلب کے بارے میں تفصیلی معلومات مجھے فراہم کردی تھیں۔ یہاں کے دستور کے مطابق جب بھی کوئی اجنبی اور امیر شخص یہاں داخل ہوتا تھا تو اسے یہاں موجود لڑکیاں گھیر لیتی تھیں۔ وہ لڑکیاں خاص طور پر اسی مقصد کے تحت وہاں ملازم رکھی گئی تھیں۔ وہ نہ صرف ہر قسم کی رفاقت کے لئے تیار رہتی تھیں بلکہ ان کی کوشش یہ بھی ہوتی تھی کہ کسی طرح اس شخص کو جوئے خانے میں لے جائیں جہاں بڑے پیمانے پر جوا ہوا کرتا تھا اور وہاں سے کسی بھی شخص کا جیت کر نکلنا محال تھا۔

پارکنگ لاٹ سے نکل کر کلب کی عمارت کی طرف بڑھتے وقت مجھے وہ لڑکی نظر آگئی۔ انتہائی حسین و جمیل' اس لڑکی نے مغربی لباس بڑے سلیقے سے زیب تن کررکھا تھا۔ اس کے کسی انداز سے عامیانہ پن ظاہر نہیں ہوتا تھا اور نہ اس کے بارے میں یہ شبہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ خاص اسی مقصد کے تحت یہاں ملازم رکھی گئی ہوگی۔

"ہائے" نزدیک پہنچنے پر اس نے اونچی مترنم آواز میں کہا "میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ یہاں تنہا آئے ہیں۔"

"معاف کیجئے گا میں آپ کو پہچان نہیں سکا" میں نے بے رخی سے کہا "کیا ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں؟"

"اوہ معاف کرنا" وہ خجل سی ہوگئی "پہلے مجھے اپنا تعارف کرانا چاہئے تھا' خیر کوئی بات نہیں' اب کرادیتی ہوں۔ مجھے فلورا کہتے ہیں اور میں ایک مقامی فرم میں ٹائپسٹ ہوں۔"

"اچھا" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "تو میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"یہ بہت مہنگی جگہ ہے۔ کبھی کبھار دل گھبراتا ہے تو اس طرف نکل آتی ہوں" اس نے اداسی سے کہا "وقتی طور پر کسی کی رفاقت میسر آجاتی ہے تو تھوڑی بہت دیر کے لئے دل بہل جاتا ہے۔ کبھی کوئی نہیں ملتا تو یوں ہی واپس چلی جاتی ہوں۔ اتنی مہنگی تفریح میں تو مہینے میں ایک بار بھی افورڈ نہیں کرسکتی۔"

"ہوں" میں نے اسے غور سے دیکھا "تو تم نے اس لئے مجھے روکا تھا؟"

"معلوم نہیں تم میرے بارے میں کیا خیال کرو لیکن میں نے تو سوچا تھا تم اکیلے ہو۔ شاید تم بھی میری طرح تنہائی محسوس کررہے ہوگے اس لئے۔۔۔۔"

"تم نے بہت اچھا کیا مائی ڈیئر فلورا" میں نے مسکرا کر کہا "میں بھی کسی کی حسین رفاقت کا متمنی تھا لیکن میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ میں رفاقت خریدنے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ ایسی چیز ہے ہی نہیں جس کی خرید و فروخت کی جائے۔ یہ تو باہمی رضامندی کے سودے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی صرف فرض نبھانے کے لئے ساتھ دے تو شدید ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"میں بھی ہر کس و ناکس کو اپنا ساتھی نہیں بناتی' اگر کوئی دل کو بھا جائے تو ٹھیک۔۔۔۔ ورنہ میں واپس چلی جاتی ہوں۔"

"گویا آج شام خوش قسمتی میرا مقدر ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "اگر میں کسی اور چیز کی خواہش کرتا تو وہ بھی

بالکل تمہاری طرح میری جھولی میں آ گری۔"

اس نے مسکرا کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں "خوش قسمت تو میں ہوں" اس نے بڑی بے باکی سے کہا "ورنہ کہاں میں اور کہاں تم جیسا وجیہ نوجوان۔"

میں زور سے ہنس پڑا "تمہاری صحبت میں بڑا پُرلطف وقت گزرے گا۔ تم تو گفتگو کے فن میں بھی طاق ہو۔"

"معلوم نہیں کیوں تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ یوں جیسے مجھ سے شکایت کرنا اس کا حق ہو۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ہر ایک کو ایسے ہی انداز دکھا کر گھیرتی ہوگی۔ جس طرح اس نے میری تعریف کی تھی اوروں کی تعریف بھی اسی طرح کرتی ہوگی۔ وہ تو خیر اس بات کے پیچھے تھی لیکن میں خوب جانتا تھا کہ ہر لڑکی اسی قسم کے نسوانی ہتھیار سے لیس ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کب سنجیدہ ہے اور کب بے وقوف بنا رہی ہے۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اس قسم کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور بزعم خود یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ خود صنف نازک کو بے وقوف بنا رہے ہیں لیکن ایک نہ ایک دن انہیں معلوم ہو ہی جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام تر چالاکیوں کے باوجود... چوٹ کھا گئے ہیں۔ اس انکشاف کے بعد تھوڑا بہت وقت پچھتاوے میں گزارنے کے بعد وہ از سر نو نکل کھڑے ہوتے ہیں ___ دوبارہ بے وقوف بننے کے لئے۔

میں ان تمام حقائق سے باخبر تھا لہٰذا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ میں دھوکا کھا جاتا لیکن میں اس پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہوں۔ میں تو یہاں آیا ہی بے وقوف بننے کے لئے تھا لہٰذا میں نے ایک طویل سانس لی اور مسکرا کر کہا "خاکسار کو ایڈم ڈی فلوک کہتے ہیں۔ آپ آسانی کی خاطر مجھے صرف ایڈی کہہ کر بھی مخاطب کر سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے" وہ مسکرائی "کیا تم یہاں اکثر آتے رہتے ہو مسٹر ایڈی؟" اس نے سوال کیا حالاں کہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں نے پہلی بار کراؤن نائٹ کلب کے احاطے میں قدم رکھا ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ وہاں آنے جانے والوں سے واقف نہ ہو۔ آخر وہ وہاں مستقل ملازم کی حیثیت سے کام کر رہی تھی۔

"نہیں، میں آج پہلی بار یہاں آیا ہوں" میں نے کہا "اور میری خوش قسمتی کہ تم جیسی خوش جمال دوشیزہ رہنمائی کے لئے مل گئی۔ ورنہ میں تو یہاں کے قوانین سے قطعی لاعلم ہوں۔"

"اس اعتبار سے تو واقعی تم خوش قسمت ہو" اس نے کمال بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "آؤ پہلے ٹکٹ خرید لیں پھر اندر چلیں گے۔"

ٹکٹ خریدنے کے بعد میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا "یہ کلب اس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہاں ہر قسم کا ماحول میسر آ جاتا ہے" اس نے میرے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے کہا "تم یہ بتاؤ کہ تمہارا موڈ کیا ہے؟"

"جی چاہتا ہے کہ پرسکون سے گوشے میں بیٹھ کر تم سے باتیں کرتے ہوئے رات بتا دوں" میں نے بڑے رومانٹک لہجے میں کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"میں خود بھی ایسے ہی موڈ میں ہوں ___ تو پھر آؤ لان کی طرف چلتے ہیں۔"

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہاں کوئی لان بھی ہے اور اگر ہے تو کس قسم کا ہے لیکن مجھے اس بات پر زیادہ غور نہیں کرنا پڑا۔ چند راہداریوں سے گزرنے کے بعد ایک دروازے سے نکل کر ہم ایک لان میں پہنچ گئے جہاں باقاعدہ میزیں اور کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اس کشادہ لان کے گرد اونچی دیوار تھی اور دیوار کے ساتھ ساتھ کنج بنے ہوئے تھے جن کے اندر بھی بیٹھنے کا انتظام تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہاں بجلی کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ روشنی کے لئے میزوں پر خوبصورت صورت قندیل نما لالٹینیں جل رہی تھیں جن کی مدھم روشنی نے ماحول کو کچھ زیادہ ہی رومانٹک بنا دیا تھا۔

"کمال ہے بھئی" میں نے واقعی حیران ہوتے ہوئے کہا "یہ تو بالکل ویسا ہی ماحول ہے جس کی مجھے اس وقت خواہش تھی لیکن یہاں تو چند ہی میزیں آباد نظر آ رہی ہیں۔"

"یہاں صرف وہی لوگ آتے ہیں جو بہت زیادہ خوش ذوق ہوتے ہیں" فلورا نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے میرا ہاتھ تھام کر دور افتادہ کنج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اس کنج کا نام گوشۂ عافیت ہے اور ایک اسی کی کشش مجھے یہاں کھینچ کر لے آتی ہے۔"

وہ میرا ہاتھ تھامے تھامے مجھے ایک کنج تک لائی جس کے برابر والے دونوں کنج غیر آباد نظر آ رہے تھے۔ فلورا کے عزائم اچھے دکھائی نہیں دے رہے تھے تاہم اب میں یہاں آ گیا تھا تو مجھے بھگتنا ہی تھا۔

کنج میں قدم رکھتے ہی میرے ہوش اڑ گئے۔ میرا خیال تھا کہ کنج کے اندر بھی نشستوں کی ترتیب وہی ہوگی جو لان میں ہے۔ یعنی ایک میز کے گرد چار کرسیاں ___ مگر یہاں تو منظر کچھ اور تھا۔ میز دیوار میں نصب تھی اور اس کے سامنے

ایک صوفہ نما نشست جس کے پہلو اور عقب کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ دوسری طرف بیٹھا ہوا آدمی بلکہ جوڑا پوری طرح چھپ کر رہ جائے گویا اگر یہاں بیٹھنا تھا تو اس کے ساتھ ایک ہی نشست پر بیٹھنا پڑتا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا اسے سوچ کر ہی مجھے جھرجھری سی آ گئی لیکن مشکل یہ تھی کہ میں جو قدم اٹھا چکا تھا اسے واپس بھی نہیں لے سکتا تھا لہٰذا دل پر جبر کر کے مجھے ایک قدم اور اٹھانا پڑ گیا۔ میرے ہاتھ پر فلورا کے گداز ہاتھ کے دباؤ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"بہت عمدہ ہے" میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے اس سے اس قدر بے باکی کی توقع نہیں تھی۔

"تو پھر تم اچانک اتنے بجھے بجھے کیوں نظر آنے لگے" اس نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

"میں بجھا ہوا" میں گھبرانے ہونے کے انداز میں ہنس پڑا "نہیں تو، میں تو ذرا بھی نہیں بجھا ___ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"تو پھر مجھ سے کھنچ کیوں رہے ہو" اس نے میرے کاندھے سے سر ٹکاتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز جذبات سے بوجھل ہو رہی تھی "کیا میں اتنی ہی بری ہوں۔"

اچانک مجھے خیال آیا کہ میں انتہائی نامناسب رویے کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اگر کوئی لڑکی اس قسم کے رویے کا مظاہرہ کرے اور ساتھ ہی وہ نوجوان اور حسین بھی ہو تو مرد کی عقل پر پتھر پڑ جانے چاہئیں۔ میرے رویے کا کھنچاؤ اسے شبے میں ڈال سکتا تھا اور ممکن ہے اس کے بعد مجھے اپنے مقاصد کے حصول میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ جاتا۔

میں نے یکلخت اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کے اسے خود سے قریب کرنے کی کوشش کی جس کی قطعی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس کے سراپا سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے بہت عمدہ قسم کا سینٹ لگا رکھا تھا لیکن اس سے بھی بڑھ کر اس کے جسم اور زلفوں کی مہک تھی۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئیں فلورا۔" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی "مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضبط کا دامن میرے ہاتھوں سے نہ چھوٹ جائے۔ کہیں میں بہک نہ جاؤں۔"

"بہک جاؤ نا۔" وہ آنکھیں بند کئے کئے بولی "کیا بہکنے کے لئے بھی اجازت لینے کی ضرورت ہوتی ہے؟"

"اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس میں ماحول کو بھی تو بہت دخل ہوتا ہے۔ میں ضبط کا آدمی ہوں۔ ایک بار ضبط کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جائے تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔"

"معلوم نہیں تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ یہ باتیں کرنے کا وقت تو نہیں ہے۔" وہ کسمسا کر بولی۔

"میرے خیال میں یہاں بیٹھ کر تو باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ یہاں بڑی گھٹن ہے۔ کسی روز میں اپنے غریب خانے پر تمہاری دعوت کروں گا۔ اس روز تمہیں میرے بارے میں اندازہ ہوگا۔ اسی روز تمہیں پتا چلے گا کہ جب میرے ہاتھوں سے ضبط کا دامن چھوٹتا ہے تو کیا قیامت آتی ہے۔ میری مانو تو اس وقت باہر کھلی ہوا میں چل کر بیٹھتے ہیں۔"

فلورا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی "تم نے سارا موڈ تباہ کر دیا۔" وہ جھنجھلا کر بولی "چلو باہر ہی چلتے ہیں۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور اس موقعے سے فائدہ اٹھانے میں کسی بھی قسم کا تساہل نہیں برتا اس کے ساتھ اس کنج تنہائی میں بیٹھ کر خود پر قابو رکھنا جس قسم کا کڑا امتحان تھا اس قسم کے امتحانوں سے میں ہمیشہ بچ نکلنے کی ہی کوشش کرتا تھا۔

ہم ایک خالی میز پر آ بیٹھے۔ میں نے دو تین گہری گہری سانسیں لے کر کھلی فضا سے آکسیجن کی وافر مقدار اپنے پھیپھڑوں میں داخل کی۔ اس سے مجھے اپنی پراگندہ ذہنی ختم کرنے میں بڑی مدد ملی ورنہ فلورا کے غیر متوقع حملے نے میرے ہوش و حواس تتر بتر کر کے رکھ دیے تھے میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس نے صرف میرے ساتھ ہی اس قسم کی حرکت کی تھی یا یہ اس کا مستقل طریقۂ واردات تھا؟ دونوں کے امکانات برابر تھے۔ مرد ذات کو کسی خوبرو لڑکی کی رفاقت میسر آ جائے تو وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ بلکہ لڑکی کا خوبرو ہونا کچھ ایسا زیادہ ضروری بھی نہیں ہے۔ جذبات کی آندھی میں تو بعض اوقات بھدی لڑکیاں بھی حسین معلوم ہونے لگتی ہیں۔

ہم کھلے آسمان تلے بچھی ہوئی میز کے گرد لگی کرسیوں پر تو بیٹھ گئے تھے مگر فلورا کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ خواہ اسے واقعی مجھ پر غصہ آ رہا ہو لیکن وہ زیادہ دیر مجھ سے کھنچی نہیں رہ سکے گی۔ معاملہ اس کی ملازمت کا تھا۔ اسے تنخواہ ہی اس بات کی ملتی تھی کہ نوواردوں کو گھیر گھار کر مجوسے میز تک پہنچا دیا جائے۔ خود میں بھی اسی مقصد سے کریسان وارد ہوا تھا۔ آج تک وہ دوسروں کا شکار کھیلتی چلی آ رہی تھی مگر آج اس کا سابقہ خود ایک شکاری سے پڑ گیا تھا۔ ایک ایسے شکاری سے جو خود شکار ہو کر شکار کھیلنے کے لئے آیا تھا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو گئیں فلورا ڈیئر؟" میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے رومینٹک لہجے میں کہا مگر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔" وہ منہ پھلا کر بولی "کوئی اور بات کرو۔"

"اچھا چلو کوئی اور بات کرتے ہیں۔ یہ دیکھو کتنی سیاہ رات ہے اور کلب کے نیون سائن کی جلتی بجھتی روشنیوں کا عکس جب تمہارے حسین چہرے پر پڑتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے......"

"پھر تم نے میرے متعلق گفتگو شروع کی۔" اس نے جھنجلا کر میری بات کاٹ دی۔

"اچھا چلو اپنی بات کرتا ہوں۔" میں نے بڑی سعادت مندی سے کہا "مجھے بڑی سخت بھوک لگ رہی ہے مگر یہاں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پرسان حال ہی نہیں ہے۔"

"اوہ! تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" فلورا کا رویّہ یک بیک ہی تبدیل ہو گیا "یہاں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاتی۔" اس نے میز کے نیچے ہاتھ ڈالا۔

"یہ... یہ کیا کر رہی ہو۔" میں نے بوکھلا کر کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"گھبراؤ مت... میں ویٹرس کو بلانے کے لئے گھنٹی کا بٹن دبا رہی ہوں۔"

"یہاں گھنٹی کا کیا کام؟" میں نے حیران ہو کر کہا "یہاں تو بجلی ہی نہیں ہے۔"

"یہاں سب کچھ مصنوعی ہے۔ یہ جزیرہ زمین میں نصب ہیں اور بجلی کے تار زمین کے اندر سے گزارے گئے ہیں۔ جسے کچھ منگوانے کی خواہش ہوتی ہے وہ میز کے نیچے نصب بٹن دبا کر ویٹرس کو طلب کر سکتا ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ افریقہ کی ایک پس ماندہ ریاست میں اس قسم کی پُرتعیش آسائشات مہیا کرنا ایلگز جیسی تنظیم کا ہی حصہ تھا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر ایک طرحدار ویٹرس مینو کارڈ لئے نمودار ہوئی اور ہم دونوں کے سامنے ایک ایک مینو رکھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

"کھانا تم اپنی پسند سے منگواؤ گی" میں نے فلورا کی طرف جھک کر کہا "اس سلسلے میں مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔" فلورا نے مجھ سے بحث نہیں کی اور اپنی مرضی سے آرڈر نوٹ کروایا۔

"تم مجھے عام لوگوں سے مختلف لگ رہے ہو۔" ویٹرس کے جانے کے بعد فلورا نے مجھ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مجھ پر فدا ہونے کی اداکاری کر رہے ہو۔"

خاصا شدید حملہ تھا۔ میری طبیعت صاف ہو گئی اور مجھے سنبھل کر بیٹھ جانا پڑا۔ لیکن اگر جواب میں، میں اپنی صفائی پیش کرنے بیٹھ جاتا تو مجھ سے بڑا احمق کوئی اور نہ ہوتا۔

"تم بھی مجھے دوسری لڑکیوں سے مختلف لگی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایسا لگتا ہے جیسے دل و جان سے مجھ پر فدا ہو گئی ہو۔"

فلورا کو اس قسم کے جواب کی توقع نہیں تھی للہٰذا وہ بُری طرح گڑبڑا گئی "ایسی تو کوئی بات نہیں ہے... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"یعنی تم دل و جان سے مجھ پر فدا نہیں ہو گئیں... گویا تم بھی اداکاری کر رہی ہو۔" میرا لہجہ بدستور طنزیہ تھا۔

"میری بات چھوڑو۔" اس نے سنبھالا لیتے ہوئے کہا "میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس قسم کے مہنگے کلب کو افورڈ کرنے کے لئے مجھے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے اور یہ بڑا واضح بات ہے کہ دوسرا شخص اگر مجھ پر کچھ خرچ کرے گا تو اپنی رقم کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے کی کوشش کرے گا۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میرے ساتھ آنے والے کسی شخص نے فلور شو دیکھنے کی خواہش ظاہر نہ کی ہو۔ سب کو کسی پُرسکون گوشے کی تلاش ہوتی ہے......"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں رفاقتیں خریدنے کا قائل نہیں ہوں۔ میں سمجھا تھا تم دوسری لڑکیوں سے قدرے مختلف ثابت ہو گی مگر تم بھی ویسی ہی ثابت ہوئیں۔ اگر میں ایسی ہی رفاقت کا متلاشی ہوتا تو میرے گرد حسین و جمیل لڑکیوں کا ایک غول ہوتا اور سب کی سب مجھ پر فدا ہو رہی ہوتیں۔ دولت اتنی ہی بری چیز ہے فلورا۔ اگر دولت مند ہو تو اس کے لئے بڑا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ فیصلہ کر ہی نہیں سکتا کہ کون اس کی ذات سے مخلص ہے اور کس کی نظر اس کی دولت پر ہے۔ میرا خیال ہے جب آدمی کے پاس دولت آتی ہے تو وہ مخلص دوستوں کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔"

"مجھے اپنے رویّے پر افسوس ہے ایڈی ڈیئر۔" فلورا نے بڑی اپنائیت سے کہا "میں تمہارا کرب محسوس کر رہی ہوں لیکن میں خود کو بے قصور سمجھتی ہوں۔ میرا قصور اگر ہے تو صرف اتنا کہ مجھے اچھی جگہوں پر آنے جانے کا شوق ہے جس کی وجہ سے مجھے غیر اخلاقی حرکات میں ملوث ہونا پڑتا ہے۔ جس طرح مال و متاع مسئلہ ہے اسی طرح حسن بھی ایک وبال ہے۔ ہر شخص ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر چلا آتا ہے۔ مجھے بتاؤ میں کیسے طے کروں کہ کون میرے لئے مخلص ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے ہمدردی کا مظاہرہ کیا "تمہارے ساتھ بھی وہی مسئلہ ہے لیکن اصل چیز ذہنی ہم آہنگی ہے۔ لوگ میری ہاں میں ہاں تو ملاتے ہیں مگر ان کا عمل ان کے قول کی نفی کرتا ہے۔ میں کسی بھی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس یکسانیت سے اکتا چکا ہوں۔ شاید زندگی کے معمولات سے اکتا کر آج پہلی بار اس طرف نکل آیا تھا۔"

ویٹرس کھانا لے آئی تھی اور میز چن رہی تھی۔ اس دوران مکمل خاموشی رہی۔ غالباً فلورا ایک مشکل شکار سے نبرد آزما ہونے کے لئے جال کے کسی نئے زاویے پر غور کر رہی تھی۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔" ویٹرس کھانا لگا کر چلی گئی تو فلورا نے مجھ سے کہا۔

"تم نے اس کا موقع ہی کب دیا۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور ویسے بھی میرے پاس بتانے کو کچھ زیادہ نہیں ہے۔ میں ایک چھوٹا سا کاروباری آدمی ہوں۔ امپورٹ کے کاروبار سے اتنی آمدنی ہو جاتی ہے کہ دال روٹی چلتی رہے۔"

"ویل" فلورا ہنس پڑی "کسر نفسی ہو تو ایسی... جتنی رقم تم میرے سامنے خرچ کر چکے ہو صرف اس سے ایک پورا گھرانہ اپنے مہینے بھر کے اخراجات پورے کر سکتا ہے۔"

"اسے میں کسر نفسی نہیں کہتا۔ اس لئے کہ میں ہمیشہ اپنا موازنہ اپنے سے بڑے لوگوں سے کرتا ہوں۔ ان کے مقابلے میں میں واقعی اتنا ہی غریب ہوں۔ میں ہمیشہ امراء کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس سے آدمی کی حیثیت اور مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے۔ آدمی جتنی زیادہ فضول خرچی کرتا ہے۔ اتنا ہی معاشرے میں اس کے وقار اور مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے۔"

"اپنی موجودہ روش پر چلتے رہو گے تو واقعی غریب ہو جاؤ گے۔" فلورا نے کہا۔

"امارت ہو تو پوری طرح ہو، غربت ہو تو پیٹ بھر کے ہو۔" میں نے بے پروائی سے کہا "مجھے درمیان میں معلق رہنا پسند نہیں ہے۔"

"عجیب آدمی ہو۔ لوگ تو دولت حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور تم اتنی بے پروائی سے بات کر رہے ہو۔"

"میں بھی دولت کے حصول کا کوئی موقع گنوانے کا قائل نہیں ہوں۔ خواہ اس میں کتنا ہی بڑا خطرہ کیوں نہ مول لینا پڑے۔"

میں فلورا کو موقع دے رہا تھا کہ وہ مجھے جُوا کھیلنے کی ترغیب دے۔ یوں تو یہ کام میں خود بھی کر سکتا تھا لیکن میرے جو عزائم تھے ان کے لئے ضروری تھا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ میں خود سے وہاں آیا ہوں۔ ان لوگوں کو یہ تاثر دینا ضروری تھا کہ مجھے وہاں گھیر کر لایا گیا ہے۔

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ موقع ملنے پر تم جوا کھیلنے سے بھی دریغ نہیں کرو گے۔" فلورا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"دریغ نہ کرنے کی بھی خوب رہی۔ ارے میں تو اکثر و بیشتر کھیلتا رہتا ہوں لیکن چھوٹا موٹا کھیل مجھے سخت ناپسند ہے۔ کھیل لمبا ہونا چاہئے۔ آر یا پار والا معاملہ اچھا رہتا ہے۔"

فلورا نے مجھے بڑے غور سے دیکھا۔ یوں جیسے اندازہ کرنا چاہتی ہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں کتنی صداقت ہے لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ میں تو سر جھکائے کھانا کھانے میں مگن تھا۔

"کیا تم یہاں بھی اسی ارادے سے آئے تھے؟" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فلورا نے کہا اور میں نے چونک جانے کی اداکاری کی۔

"کس ارادے سے؟" میں نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جوا کھیلنے کے ارادے سے؟"

"خاص اس مقصد سے تو نہیں آیا تھا لیکن اگر موقع مل جائے تو میں ہرگز دریغ نہیں کروں گا۔"

"گویا پیسہ ہی تمہارا مقصد حیات ہے؟" فلورا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید اسے اپنی توہین کا خیال آگیا تھا جس کا سبب میں تھا۔

"دنیا میں ہر شخص کا مقصد حیات یہی ہوتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "فرق بس اتنا ہے کہ کوئی اس کا اعتراف کر لیتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔"

فلورا نے مجھے گھور کر دیکھا "جن لوگوں کا مقصد حیات صرف پیسہ ہوتا ہے وہ اسے اتنی بے دردی سے خرچ نہیں کرتے۔" اس نے جھنجلا کر کہا "معلوم نہیں کیوں تم مجھ سے غلط بیانی کر رہے ہو۔"

"ہر دو افراد کے درمیان طرز فکر کا فرق ضرور ہوتا ہے۔ اس طرز فکر کے باعث رویّوں اور رد عمل میں بھی فرق ہوتا

ہے۔ زندگی کو برتنے کا میرا اپنا ایک انداز ہے۔ اگر کوئی اور یہ چاہے کہ میں اس کے انداز میں زندگی کو برتوں تو ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں دولت کے حصول کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں مگر میں جو کچھ کماتا ہوں اگر اسے خرچ ہی نہ کروں تو پھر محنت کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟"

"تم تو سنجیدہ ہو گئے۔" وہ ہنسنے لگی "میں نے تو یوں ہی ایک بات کہہ دی تھی ورنہ مجھے کیا..... میں خود تو کھیلتی نہیں لیکن اگر تم کھیلنا چاہو گے تو تمہاری رہنمائی کرنا میں اپنا فرض سمجھوں گی۔"

"تم جیسے حسین ساتھی کی صحبت میں کھیلنے کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔" میں نے اسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس تم اس قسم کی باتیں مت کرو۔ تمہارے منہ سے یہ باتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔ تم تو بس دولت کی باتیں کرو۔"

"آج تک میرے ساتھ ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "تم دیکھ لینا، تم میرے ساتھ ہو گی تو جیت میرا مقدر بن جائے گی۔"

"یہاں کھیل بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔" فلورا سنجیدگی سے بولی "کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جاؤ۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے ذہنی طور پر شکست کے لئے آمادہ کر رہی ہے۔ اس کی اس بات سے یہ چیز بھی یقینی ہو گئی تھی کہ یہاں پر کھیلنے والا جیت کر نہیں جا سکتا۔ ایک اسی کلب پر کیا منحصر تھا۔ یہ تو دنیا بھر کے قمار خانوں کا دستور ہے اگر یہ نہ ہو تو تمام قمار خانے ویران ہو جائیں۔

"جس چیز میں بڑے نقصان کا خدشہ ہو تو اس میں بڑا فائدہ ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا اس طرف سے بے فکر رہو۔"

کھانا کھانے کے بعد فلورا مجھے لے کر قمار خانے میں پہنچ گئی۔ ایک کشادہ ہال تھا جس میں ایک طرف بار کاؤنٹر بھی بنا ہوا تھا۔ اگرچہ وہاں طبقہ امراء سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد نظر آ رہے تھے لیکن اس کے باوجود وہاں ہر قسم کا نشہ کیا جا رہا تھا۔ شرابوں کے جام تو خیر ہر میز پر نظر آ رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہاں آزادانہ طور پر چرس بھی پی جا رہی تھی۔ کئی ایگزاسٹ فین چلنے کے باوجود فضا مسموم ہو رہی تھی۔ متعدد میزوں پر پوکر، برج اور فلیش ہو رہا تھا۔ رنگ برنگے ٹوکنوں کی ڈھیریاں ادھر سے ادھر ہو رہی تھیں۔ ہر میز پر ایک لڑکی ضرور موجود تھی۔ میں نے ایک نظر ہی میں اندازہ کر لیا کہ وہاں پر موجود تمام لڑکیاں کلب کی ملازم ہیں۔

"کیا کھیلنا پسند کرو گے؟" فلورا نے دروازے کے پاس کھڑے کھڑے مجھ سے پوچھا۔

"فلیش کے علاوہ اور کچھ مجھے آتا ہی نہیں۔" میں نے سادگی سے کہا اور فلورا مجھے لے کر ایک میز کی طرف بڑھ گئی۔ اس میز پر پہلے سے دو افراد موجود تھے جو فلیش ہی کھیل رہے تھے۔ ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ اپنے اطوار سے وہ لوگ ہرگز بڑے طبقے کے نمائندہ نہیں لگتے تھے مگر ان کے جسم پر نظر آنے والے لباس انہیں امیر ہی ظاہر کرتے تھے۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تمام قمار خانوں میں اسی قسم کے ملازمین بھرتی کئے جاتے ہیں جو دیکھنے میں کچھ نظر آتے ہیں اور ان کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ یہ لوگ شاطر ہوتے ہیں اور بے ایمانی کے ذریعے لوگوں کی جیبیں خالی کرا لیتے ہیں۔ اس کے عوض انہیں معقول تنخواہ ملتی ہے اور قانون سے تحفظ الگ فراہم ہوتا ہے۔

"خوش آمدید جناب۔" ان میں سے ایک شخص نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں ٹونی ہوں اور یہ ایڈگر ہے۔" اس نے اپنے بیٹھے ہوئے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔ حلیوں کی طرح ان کے نام بھی بدمعاشوں والے ہی تھے۔

"میں ایڈم ڈی فلوک ہوں اور یہ میری دوست فلورا۔" میں نے بھی جواباً گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور پھر ہم دونوں خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"فلیش جب تک کم از کم تین افراد کے درمیان نہ ہو اس وقت تک لطف ہی نہیں آتا۔" ایڈگر نے کہا "بدقسمتی سے ہمیں کوئی تیسرا آدمی کھیلنے والا نہیں مل رہا تھا۔"

"میں آپ سے متفق ہوں مسٹر ایڈگر۔" میں نے کہا "لیکن میں یہاں پہلی بار آیا ہوں اس لئے ذرا سی جھجک رہا تھا۔ مس فلورا البتہ یہاں آتی رہتی ہیں اس لئے ان کی معیت میں میں بھی آ گیا۔"

ایک باوردی ویٹر میز کے نزدیک آ کھڑا ہوا تھا۔ فلورا نے مجھ سے کہا "کھیلنے کے لئے ٹوکن منگوا لو۔"

میں نے جیب سے پرس نکال کر فلورا کے حوالے کر دیا

"یہ نیک کام تم اپنے ہاتھوں سے سرانجام دو گی۔"

فلورا نے پرس مجھ سے لے لیا جو بڑے بڑے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ ٹونی اور ایڈگر نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پرس اس طرح فلورا کے حوالے کر دینے سے انہوں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہو گا کہ ایک بہت بڑا مرغا ان کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔ میں ان کی نظروں سے بظاہر بے نیاز قربان ہو جانے والے انداز میں فلورا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس میز پر موجود تمام لوگ میرے مہمان ہیں۔" میں نے اچانک چونک کر کہا "آپ لوگ اپنے لئے اچھی پسندیدہ چیزیں منگوا سکتے ہیں۔ بل کی ادائیگی میں کروں گا۔"

فلورا نے چند بڑے نوٹ نکال کے ویٹر کے حوالے کر دیئے تھے اور وہ ٹوکن لینے کے لئے چلا گیا تھا۔ فلورا نے پرس میری طرف بڑھایا تو میں نے بے پروائی سے کہا "آج کی رات یہ سب حساب کتاب تم ہی سنبھالو۔ میں تو صرف کھیلوں گا۔ تم تو میری لک ہو۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس میز سے جیت کر ہی اٹھوں گا۔"

"کیوں نہیں مسٹر ایڈم ڈی فلوک۔" ٹونی نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکا سا تمسخر تھا جسے میں نے نظرانداز کر دیا۔

"کھیل میں ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے مسٹر ٹونی۔" میں نے کہا "لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کھیل تفریحاً ہی کھیلا جائے اور جو فریق بھی ہارے وہ اسے اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے۔"

"ہم تو خیر ان چیزوں کے عادی ہیں۔" ٹونی نے کہا "لیکن آپ نئے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کو اس بات کا زیادہ خیال رکھنا ہو گا۔"

"مجھے ہارنے کا بہت تجربہ ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "آج فلورا کی لک پر جیتنے کا تجربہ بھی ہو جائے گا۔"

"آپ کو مس فلورا پر بڑا مان ہے۔" ایڈگر نے کہا "کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مان ٹوٹ جائے۔"

"فلورا میری لک ہے۔" میں نے فلورا کو میٹھی نظروں سے دیکھا "آج سے قبل میں جیتنے کے معاملے میں کبھی اتنا پر یقین نہیں ہوا جتنا آج ہوں۔"

ان لوگوں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے جیسے کہہ رہے ہوں ہماری طرف سے جہنم میں جاؤ۔

تھوڑی ہی دیر میں ٹوکن آ گئے اور کھیل شروع ہو گیا۔ کھیل شروع ہوتے ہی فلورا کرسی کھسکا کر میرے برابر آ گئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ ویسے تو وہ دونوں شاطر تھے لیکن انہیں بھی مدد کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اس وقت جب پتے انہوں نے خود بانٹے ہوں اور یہ مدد انہیں فلورا فراہم کرتی۔ میرے پتے دیکھ کر انہیں اشارہ کر دیتی۔

میں بہت اناڑی پن سے کھیل رہا تھا اس لئے فلورا کو دخل اندازی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آ رہی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ آدھ گھنٹے کے اندر اندر میرے ٹوکن ختم ہو گئے اور میں نے فلورا سے مزید ٹوکن منگوانے کی فرمائش کر دی۔

مزید ٹوکن آنے کے بعد میں مزید ڈیڑھ گھنٹے تک ہارتا رہا۔ اس دوران فلورا مجھ سے تقریباً چپکی بیٹھی رہی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد اتفاق سے میرے پاس اچھے پتے آ گئے۔ ٹونی اور ایڈگر نے محض چند چالیں چلنے کے بعد پتے پھینک دیئے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ فلورا نے انہیں میرے پتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔

"اب تم دیکھنا نہیں" میں نے احمقانہ انداز سے مسکرا کر کہا "لک ذرا دیر سے شروع ہوئی مگر ہو گئی۔"

میں نے پتے سمیٹ کر پھینٹے اور ایڈگر سے کٹوا کر بانٹ دیئے۔ اس دوران میں اپنا کام کر چکا تھا۔ تینوں میں سے کوئی بھی میرا کرتب نہیں دیکھ سکا تھا۔ شروع میں چند چالیں بلائنڈ چلی گئیں۔ ان چالوں کے دوران میں ہر دفعہ چال کی رقم بڑھا رہا تھا۔ وہ لوگ چند ہی چالوں میں پریشان ہو گئے لیکن ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے پتے اٹھا لیتے۔ ان دونوں کے پاس اچھے پتے تھے لہٰذا وہ کھیل جاری رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔ میں مستقل کٹ کر رہا تھا اور ہر دفعہ چال ڈبل کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ چند ہی منٹ کے اندر اندر تمام ٹوکن میز کے وسط میں پہنچ چکے تھے۔

"اب بہت ہو گئی۔" ٹونی نے مجھ سے کہا "بلائنڈ کھیلنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔"

"لک میرے فیور میں آ گئی ہے۔ فلورا ٹوکن اور منگواؤ۔" میں نے بڑی بے نیازی سے کہا۔ مجھے اپنے پتے دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ میرے علم میں تھے بلکہ میرے علم میں تو ان دونوں کے پتے بھی تھے۔

"کھیل خواہ مخواہ لمبا ہو رہا ہے۔" ایڈگر بولا "جب تک تم کٹ دیتے رہو گے ہم سائڈ شو بھی نہیں لے سکتے۔"

"اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم لوگ سائڈ شو لے سکتے ہو۔"

ان دونوں نے مجھے گھور کر دیکھا مگر کچھ کہے بغیر سائڈ شو لے لیا۔ ٹونی کے پاس فرسٹ راؤنڈ تھا اور ایڈگر کے پاس تین دکیاں بس۔ ٹونی نے پتے پھینک دیئے اور میرے اور ایڈگر کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔

"کیا بقیہ رات بلائنڈ ہی کھیلتے رہو گے؟" ایڈگر نے مضحکانہ انداز میں کہا اور میں نے سنجیدگی سے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اب جبکہ لک میری فیور میں آ گئی ہے تو جس طرح میرا

جی چاہے گا کھیلوں گا۔"

"پتے اٹھالو ڈیئر۔" فلورا نے التجا کر کے کہا "اگر خدانخواستہ تمہارے پاس غلط پتے ہوئے تو۔"

"یہ ممکن ہی نہیں ہے" میں نے بڑے یقین سے کہا "تم میری لک ہو، تمہاری موجودگی میں ہارنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"گزشتہ دو گھنٹوں سے تم جیت ہی تو رہے ہو۔" ٹونی نے طنزیہ لہجے میں کہا مگر میں نے اس کے طنز کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

"فیصلہ تو کھیل کے اختتام پر ہوتا ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اور آج تو لک میرے فیور میں ہے۔ آج میں کیسے ہار سکتا ہوں۔" میں نے فلورا کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

چند مزید چالیں چلنے کے بعد میں نے پتے اٹھا لئے۔ اس وقت تک میرے اندازے کے مطابق جتنی رقم میں ہارا تھا اس سے دگنی میز پر پڑی تھی۔ میں نے بڑی احتیاط سے پتے دیکھے۔ اس قدر احتیاط سے کہ فلورا بھی نہیں دیکھ سکی۔ پتے دیکھنے کے بعد میں نے انہیں دوبارہ میز پر رکھا اور چال چل دی۔ ایڈگر نے متوقع نظروں سے فلورا کی طرف دیکھا فلورا بے چاری تو کچھ دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔

"لاؤ ڈیئر! میں بھی تو دیکھوں تمہارے پاس کیا ہے۔" فلورا نے پتوں کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر میں نے اسے روک دیا۔

"یہ کیا غضب کر رہی ہو۔" میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "کھیلنے کا شعبہ میرا ہے اس میں دخل دو گی تو ساری لک رخصت ہو جائے گی۔"

ایڈگر کا چہرہ اتر گیا۔ وہ لوگ ویسے کھیل ہی نہیں سکتے تھے چنانچہ چند اور چالیں چلنے کے بعد اس نے شو لیا اور ہار گیا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ تم میری لک ہو" میں نے فلورا کی طرف دیکھا اور سارے ٹوکن سمیٹ کر اپنے سامنے رکھ لئے۔ ٹونی اور ایڈگر کے چہرے فق ہو گئے تھے۔

اس کے بعد میں مسلسل جیتتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دو بج گئے۔ دو بجے کلب بند ہو جاتا تھا۔ اس وقت تک میرے سامنے ٹوکنوں کا انبار لگ چکا تھا۔ وہ دونوں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے اور مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے مگر میں ان کی نظروں سے بے نیاز ٹوکن شمار کر رہا تھا۔

"اب یہ ٹوکن کیش کروا دو ڈارلنگ" میں نے فلورا سے کہا "میں نہ کہتا تھا کہ تم میری لک ہو۔"

فلورا مسکرائی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دل پہ جبر کر کے مسکرائی ہے۔ پھر اس نے ویٹر کو بلا کر اس سے ٹوکن کاؤنٹر پہ لے چلنے کو کہا۔ میں نے اٹھنے سے قبل ٹونی اور ایڈگر سے ہاتھ ملایا۔

"میں پھر یہاں آؤں گا دوستو۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور اپنی لک کے ساتھ آؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ جیت دوبارہ میرا مقدر بنے گی۔"

مسکرانے کی کوشش میں ان دونوں کے ہونٹ کھنچ کر رہ گئے تھے۔ اس سے قبل میں انہیں فلورا کو کسی قسم کا اشارہ کرتے بھی دیکھ چکا تھا لیکن مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔

میں فلورا کے ساتھ اٹھ کر کاؤنٹر پہ آیا جہاں ٹوکنوں کے عوض حاصل ہونے والی خطیر رقم مجھے ایک بریف کیس میں رکھ کر پیش کی گئی۔

"ہمارا کلب آپ کے لئے خوش قسمت ثابت ہوا ہے جناب۔" کاؤنٹر پر موجود منیجر نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "ہمیں توقع ہے کہ آپ آئندہ بھی یہاں آتے رہیں گے۔"

"تمہارا کلب نہیں بلکہ فلورا میری لک میرے ساتھ تھی اس لئے میں جیتا۔ اب آئندہ میں فلورا کے بغیر نہیں کھیلوں گا۔"

رقم سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر میں فلورا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہال سے باہر نکل آیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ مجھے گھیرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ فلورا مجھے غلط راہداریوں میں لے جا رہی ہے۔ میں نے فلورا پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا اور اس سے رومینٹک گفتگو کرتا ہوا اس کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر ایک راہداری سے مڑتے ہی مجھے اور فلورا کو رک جانا پڑا۔ سامنے ہی ٹونی اور ایڈگر کھڑے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے اور چہرے پر خوفناک تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"اپنے ہاتھ اٹھالو۔" ٹونی نے سفاکانہ انداز میں کہا "آج تک کوئی شخص ہم سے جیت کر نہیں جا سکا۔"

فلورا کے منہ سے ایک مریل سی چیخ برآمد ہوئی جبکہ میں نے بریف کیس سمیت اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ میں ایک ایسے کلب میں دو ریوالوروں کی زد میں تھا جو بادام کلارا کا گڑھ تھا۔

"... اب ہم دیکھیں گے کہ تمہاری لک تمہیں کیسے بچاتی ہے۔" ایڈگر نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ اس کا اشارہ فلورا کی طرف تھا۔ فلورا اگرچہ انہی لوگوں کی ساتھی تھی لیکن میں نے اس کے سلسلے میں جو رویہ اپنایا تھا اس کے پیش نظر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں اس کا اسیر ہو کر رہ گیا ہوں۔ ان لوگوں نے بھی یہ ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا کہ فلورا ان کی ساتھی ہے اور فلورا نے بھی اپنے ہاتھ اٹھا لئے تھے مگر اس کے چہرے پر وہ گھبراہٹ نہیں تھی جو ایسے مواقع پر ہونی چاہئے۔

میں اسے کیا بتاتا کہ میری اسی لک نے تو مجھے ان لوگوں کے چنگل میں لا کر پھنسایا ہے۔ میں اس سے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں ان کے گٹھ جوڑ سے واقف ہوں۔ مجھے تو خود کو انجان ہی ظاہر کرنا تھا۔ وہ دونوں چھٹے ہوئے بدمعاش تھے اور انہوں نے مجھے ایک سنسان راہداری میں گھیرا تھا۔ وہ دو تھے اور میں اکیلا تھا۔ وہ مسلح تھے اور میں نہتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کے لئے ان کے بہت سے ساتھی بھی آ سکتے تھے۔ اگرچہ یہ بات ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوگی کہ انہیں کسی کی مدد کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ وہ اپنے آپ پر ہی بڑا اعتماد رکھتے تھے۔

"دیکھو، تمہارا جو بھی معاملہ ہے میرے ساتھ ہے، خبردار جو تم نے میری محبوبہ کی طرف نظریں اٹھا کر بھی دیکھا۔" میں نے برا مانتے ہوئے کہا "تمہیں رقم چاہئے تو لے لو لیکن اسے میرے ساتھ رہنے دو۔"

میرے جواب پر ان لوگوں سے زیادہ حیرت فلورا کو ہوئی تھی۔ شاید میں اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ ٹونی اور ایڈگر تو مجھے بے وقوف سمجھ رہے تھے لیکن فلورا کس طرح بے وقوف سمجھتی؟ جب میں نے جیتنا شروع کیا تھا اس کے بعد اسے اپنے پتے تک نہیں دیکھنے دیے تھے۔

"ہم تم سے رقم بھی چھین لیں گے اور تمہاری محبوبہ کو بھی اغوا کر لیں گے۔" ٹونی نے کہا۔ وہ لوگ مجھ سے تفریح لینے کے موڈ میں آ گئے تھے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ رات کے ڈھائی بجے کلب کی اس سنسان راہداری میں کسی غیر متعلقہ شخص کی آمد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"اگر تم نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو میں تم لوگوں کی شکایت کر دوں گا۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "جس شخص پر مجھے غصہ آ جائے میں اس کا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑتا۔"

"کس سے شکایت کرو گے مسٹر ڈیم ڈی فول؟" ایڈگر نے ہنس کر کہا "اور کیا شکایت کرو گے؟"

"میں کلب کے ذمے دار افراد سے تم دونوں کی شکایت کروں گا۔ اگر انہوں نے میری بات پر کان نہیں دھرے تو پھر میں پولیس میں رپورٹ درج کرا دوں گا۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ میں بہت خطرناک آدمی ہوں۔"

"ان لوگوں سے بحث مت کرو ڈیئر!" فلورا نے دھیمی آواز میں کہا "یہ اچھے لوگ نہیں معلوم ہوتے۔ رقم خاموشی سے ان کے حوالے کر دو۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔" میں نے جھنجلا کر کہا "لیکن میں یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔"

ٹونی اور ایڈگر کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے "کیا تمہیں اس بات کا افسوس نہیں ہوگا کہ تم سے ایک خطیر رقم چھین لی گئی؟" ٹونی نے حیرت سے کہا۔

"یہ خطیر رقم ہے؟" میں نے حقارت سے کہا "تم جیسے غریبوں کے لئے یہ خطیر رقم ہوگی۔ میں تو اس سے کئی گنا زیادہ رقمیں ایک ہی رات میں ہار جاتا ہوں۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آپس میں کوئی بات کی اور پھر ایڈگر نے مجھ سے کہا "تمہارے بائیں جانب جو دروازہ ہے اسے کھولو اور اندر داخل ہو جاؤ۔"

"چلو فلورا۔" میں نے کہا۔ ان لوگوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور میں فلورا کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ دروازہ میں نے کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ یہ اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ ایک بیڈروم تھا۔ کمرے کے وسط میں ڈبل بیڈ تھا۔ ایک کونے میں ایک ڈریسنگ ٹیبل اور ایک کرسی تھی اور ایک دیوار کے ساتھ ایک عدد صوفہ سیٹ بھی رکھا نظر آ رہا تھا۔ میں نے رقم سے بھرا ہوا بریف کیس ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور خود بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔ فلورا کو بھی ہاتھ پکڑ کر میں نے اپنے برابر ہی بٹھا لیا تھا۔

ٹونی اور ایڈگر میرے عقب میں کمرے میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔ موجودہ صورت حال سے سب سے زیادہ متاثر فلورا نظر آ رہی تھی۔ اس کے لئے نہ صرف اپنی حیثیت کا تعین کرنا دشوار تھا بلکہ اپنا ردعمل ظاہر کرنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ اندرونی طور پر تو وہ ان سے ملی ہوئی تھی مگر ان سے تعلق بھی ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ تھیں مگر اسے میرا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ حالات کے موجودہ رخ کی ذمے دار وہی تھی۔ اس نے اپنا رول عمدگی سے نبھایا ہوتا تو میں جیت

نہیں سکتا تھا' ہارتا ہی رہتا اور جب میں ہارتا ہی رہتا تو یہ خرابی پیدا ہوتے پائی۔

"تم فکر مت کرو فلورا!" میں نے فلورا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلاتے ہوئے کہا "شاید یہ لوگ میری طرح ہارنے کے عادی نہیں ہیں اس لئے انہیں رقم کی طرف سے تھوڑی سی فکر لاحق ہوگئی ہے ورنہ یہ دل کے برے نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں ہم بہت اچھے لوگ ہیں۔" ایڈگر نے طنزیہ لہجے میں کہا "ہم سے رقم لینے کے بعد تمہاری محبوبہ کی پوجا کریں گے۔"

میں اس کے جملے کا مطلب اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن اس وقت میں نے طے کر رکھا تھا کہ ہر بات کا مطلب غلط ہی سمجھوں گا لہٰذا ایڈگر کی اس بات پر بھی میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "دیکھا' میں نہ کہتا تھا' یہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ اب یہ خود ہی تمہاری پوجا کرنے کو کہہ رہے ہیں۔" پھر میں ان دونوں سے مخاطب ہوا۔ "تمہارا شکریہ دوستو! میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم فلورا کو کچھ نہ کہو۔ اتنی عزت افزائی کی ضرورت نہیں کہ تم اس کی پوجا ہی کرنے بیٹھ جاؤ۔"

اگرچہ وہ لوگ مجھے ابتدا ہی سے سادہ لوح سمجھ رہے تھے لیکن انہیں مجھ سے اتنی حماقت کی توقع بھی نہیں تھی۔ ایک لمحے کو تو یوں محسوس ہوا جیسے انہیں اپنی سماعت پر یقین ہی نہ آیا ہو پھر ٹونی نے ایک طویل سانس لی۔ "تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ فلورا سے دستبردار ہو جاؤ۔" اس نے اپنے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دیتے ہوئے کہا "ورنہ میں بھی ناگوار قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "فلورا میری لک ہے۔ تم اسے مجھ سے جدا نہیں کر سکتے۔"

دونوں چیخنے لگے۔ "ضد مت کرو اچھے بچے۔" ایڈگر نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "کیوں کہ ہم ضد کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے ہیں۔"

"اور لاش اس طرح غائب کر دیتے ہیں کہ کبھی اس کا سراغ مل ہی نہیں سکتا۔" ٹونی نے مضحکہ خیز سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ مجھ سے واقف نہیں ہو۔ میں اچھوں کے ساتھ اچھا اور بروں کے ساتھ برا ہوں۔ تم فلورا کو نہیں جانتے ورنہ تم اسے زبردستی اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔"

"اچھا!" ایڈگر نے یوں کہا جیسے اسے کوئی انتہائی تعجب خیز خبر سننے کو ملی ہو۔ "یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"سنو ایڈی!" فلورا میرے نزدیک آ کر خوف زدہ سے انداز میں بولی۔ "ان لوگوں سے بحث مت کرو اور اپنی جان بچا کر یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ لوگ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"اس بات پر میں تم سے ناراض بھی ہو سکتا ہوں فلورا! تم ایڈم زی فلوک کو ایک بزدلانہ قدم اٹھانے کی تلقین کر رہی ہو۔"

ٹونی نے چھت شگاف قہقہہ لگایا۔ "میں نے پر مزاح بات اتنی مزاحیہ بات نہیں سنی تھی۔ کیا تم اکثر اسی قسم کی باتیں کرتے ہو؟"

"ضرور کرتا ہوگا۔" ایڈگر نے میرے کچھ بولنے سے قبل تیزی سے کہا "آخر اس کی باتیں تمہیں اتنی ہی پسند آئی ہیں کہ اسے پال لیتے ہیں۔"

"اے... میں کوئی جانور نہیں ہوں کہ تم مجھے پالنے کی باتیں کر رہے ہو۔" میں نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

میری یہ بات ایڈگر کو بہت پسند آئی اور اس نے بھی بلی کی طرح ایک زوردار قہقہہ بلند کیا۔ "جانور تو سب پالتے ہیں۔" اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "لیکن ہمارے شوق ذرا مختلف قسم کے ہیں۔"

فلورا میرے کاندھے سے لگی کھڑی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس پر خوف غالب آ رہا ہے۔ اس خوف کی وجہ شاید یہ رہی ہوگی کہ وہ ان لوگوں کی سفاکی سے واقف تھی اور اسے میرے بے گناہ مارے جانے کے خیال سے خوف آ رہا تھا۔ اس کی اس کیفیت سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ فیلڈ ورکر نہیں ہے۔ اس کی خدمات صرف بھولے بھالے لوگوں کو پھانس کر جوئے خانے تک لے جانے اور پھر انہیں ہروانے تک ہی محدود معلوم ہوتی تھی ورنہ فیلڈ ورکر تو کشت و خون سے نہیں گھبراتے۔

"ایک لطیفہ اور بھی تو ہے۔" ٹونی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا "ذرا انہیں دیکھو۔" اس نے فلورا کی طرف اشارہ کیا جو میرے کندھے سے لگی کھڑی تھی۔ "انہیں تم سے ہمدردی ہو گئی ہے جیسے یہ خود بڑی پارسا ہیں۔"

"ٹونی!" فلورا نے سخت لہجے میں کہا "ذرا ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ میرے بارے میں گفتگو کرتے وقت تمہیں اپنے اور میرے درمیان فرق ملحوظ رکھنا چاہئے۔"

"اوہ... اوہ...!" ٹونی ہنسا۔ "بلی مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا۔ شاید تم نے غور نہیں کیا کہ تمہیں اس کمرے تک لانے سے ہمارا مقصد کیا تھا؟"

"تمہارے سینوں میں بھی دل دھڑکتے ہیں فلورا ڈیئر!" ایڈگر نے خالص اداکاروں کے انداز میں کہا۔ "کچھ حسرتیں مچلتی ہیں۔ آج کی رات ان حسرتوں کے نکالنے کی رات ہے۔ کاش تمہارے اس حسین سراپا پر تھوڑا سا ہمارا بھی حق ہے۔ کبھی تم نے غور کیا ہوتا۔" ایڈگر نے ایک سرد آہ بھری۔ "لیکن تمہیں اپنے گاہکوں سے اتنی فرصت کہاں کہ کبھی ہم مسکینوں کے بارے میں بھی غور کرو۔"

غصے کی شدت سے فلورا کانپنے لگی۔ "بعض اوقات میں رو کر بات کرو ایڈگر! یہ مت بھولو کہ تمہاری کوئی غلط حرکت تمہیں کس انجام سے دوچار کر دے گی۔"

"یہ تم لوگ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔" میں نے پریشانی کا مظاہرہ کیا۔ "تمہاری ایک بات بھی میرے پلے نہیں پڑ رہی۔ کیسی حسرتیں اور کہاں کے گاہک؟"

"یہ بچوں کے سمجھنے کے معاملات نہیں ہیں۔" ٹونی نے مجھے چمکارا۔ "لہٰذا تمہیں ان معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے لیکن ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی کریں گے تمہاری آنکھوں کے سامنے کریں گے۔"

وہ دونوں ابھی تک دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے فرار ہونے کی کوشش تک کرنے کا موقع دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔

"شکریہ" میں نے بڑی ممنونیت سے کہا "اتنی بات تو میری سمجھ میں آ گئی کہ تم لوگ میری فلورا کو مجھ سے چھین نہیں سکتے۔"

"ہرگز نہیں۔" ایڈگر نے کہا "ہم اسے بھلا تم سے کیوں چھیننے لگے۔ ہم اسے تمہارے سامنے دریافت کریں گے۔ ہمارا لطف بھی دوبالا ہو جائے گا اور تمہیں بھی بلوغ تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔"

"تم لوگ حد سے گزر رہے ہو۔" فلورا کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ تم لوگ اتنے گھٹیا پن کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہو؟"

"زیادہ پارسا بننے کی کوشش مت کرو۔" ٹونی نے اسے گھورا۔ "یہ مکالمے اس سے بولنا جو تمہارے کرتوتوں سے واقف نہ ہو۔ پھر ہم کیوں محروم رہیں؟"

"بالکل محروم مت رہو۔" میں نے سرہایا۔ "محروم رہنا بہت خراب بات ہے اس سے احساس محرومی پیدا ہوتا ہے جو بہت سے جرائم کا سبب بن جاتا ہے۔"

"تم خاموش رہو۔" فلورا بگڑ گئی۔ "تم ایک گھامڑ آدمی ہو۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس میں دخل مت دیا کرو۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" دفعتاً ایڈگر بڑبڑایا۔ "کوئی شخص اس قدر احمق نہیں ہو سکتا اور اگر ہو تو اس قدر دولت مند نہیں ہو سکتا۔"

ایڈگر کے اس تجزیے پر ٹونی اور فلورا دونوں ہی چونک پڑے۔ ایڈگر نے ایسی بات کہی تھی جسے نظر انداز کرنا آسان نہیں تھا۔ اس کی بات میں وزن تھا۔

"احمق تم خود ہو گے مسٹر!" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "میں اپنے بارے میں ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں۔ تم جیسے معلوم نہیں کتنے لوگ میرے ملازم ہیں اور اس خیال میں بھی مت رہنا کہ میں تم لوگوں کی باتیں نہیں سمجھ رہا۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم لوگ فلورا کے ساتھ کوئی غلط حرکت کرنا چاہ رہے ہو۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ فلورا کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔" میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم لوگوں کی بہتری اسی میں ہے کہ مجھے راستہ دے دو۔"

"ہمارے ہاتھوں میں کھلونے نہیں ریوالور ہیں۔" ٹونی نے کہا "اگر تم نے ایک قدم اٹھانے کی کوشش کی اور ادھر ہم نے فائر کیا۔"

میں یوں ساکت و صامت ہو گیا جیسے ابھی تک اس حقیقت سے بے خبر رہا ہوں۔ میری حالت دیکھ کر دونوں قہقہے لگانے لگے۔ وہ میری خوف زدگی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ۔" فلورا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "مجھ پر جو بھی گزرے گی بھگت لوں گی میری خاطر تم کیوں خود کو خطرے میں ڈال رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم میری لک ہو اور کوئی شخص بھی قسمت سے دامن نہیں بچا سکتا۔ ویسے بھی کسی کو خطرے میں چھوڑ کر چلے جانا ایڈم زی فلوک کی روایت کے خلاف ہے۔"

"اب ہم اپنی روایات کا عملی نمونہ پیش کریں گے۔" ایڈگر نے کہا۔ "لہٰذا تم فلورا کو چھوڑ کر ادھر کونے والی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے" میں نے فلورا کو خود سے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں میں سے کسی میں ہمت ہو تو مجھے فلورا سے دور کر کے دکھا دے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" ایڈگر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "اگر تم اس سے دور نہ ہوئے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"گولی مارنا تمہارے اختیار میں ہے لیکن مجھ سے اپنا حکم منوانا تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔"

"تم اپنے احکامات منوانا خوب جانتے ہو۔" ایڈگر نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر ٹونی کو اشارہ کرتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔" فلورا دیوانی انداز میں چیخی۔ "ان لوگوں کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔ یہ تمہیں جان سے مار دیں گے۔"

"جان دے دینا گوارا ہے مگر جھکنا منظور نہیں ہے۔" میں نے فلورا کا بازو سختی سے پکڑتے ہوئے کہا "انہیں بھی پتا چل جائے گا کہ بعض لوگ جھکتے نہیں ٹوٹ جاتے ہیں۔"

میری نگاہ ایڈگر پر مرکوز تھی جو آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ ٹونی ہاتھ میں ریوالور لئے پہلے سے زیادہ مستعد نظر آ رہا تھا۔ اگر ایڈگر کو معمولی سا بھی خطرہ لاحق ہوتا تو ٹونی فائر کرنے سے دریغ نہ کرتا۔

میرے کسی انداز سے جارحیت ظاہر نہیں ہو رہی تھی جبکہ ایڈگر بہت محتاط تھا۔ اگرچہ وہ مطمئن تھا کہ میں اس کے حق میں خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود وہ محتاط تھا۔ غالباً وہ کسی نامعلوم سے خوف کا شکار تھا۔ اس کے اندر کی کوئی حس اسے میری جانب سے خبردار کر رہی ہو گی تب ہی تو وہ اس قدر احتیاط برت رہا تھا۔ ورنہ میں نے اپنی جانب سے انہیں یہ باور کرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی کہ میں ایک نہایت معصوم اور بے ضرر قسم کا انسان ہوں۔ ایڈگر کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ اس کے چہرے کے تاثرات زیادہ سے زیادہ خوفناک ہوں تاکہ میں محض اس کے تاثرات سے خوف زدہ ہو کر ان کے کہنے پر بے چون و چرا عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کے حق میں کس قدر مضر ثابت ہو سکتا ہے۔

فلورا کی خوف زدگی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ مگر میں نے اسے اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ خود کو چھڑا نہیں پا رہی تھی۔ ان لڑکوں کی ساتھی ہونے کے باوجود اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہو گئی تھیں اور یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں تھی۔ میری ذات میں اسے اپنے لئے تحفظ محسوس ہوا تھا۔ دراصل ان دونوں کی اصلیت اس پر شاید پہلی بار کھلی تھی۔ وہ ان کے ساتھی ہونے کے باوجود اس کی عزت سے کھیلنے کے درپے تھے۔ پیشہ ور عورت کی بھی ایک عزت ہوتی ہے جسے وہ بھیڑیوں کے حوالے بہرحال نہیں کر سکتی۔

مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر ایڈگر رک گیا۔ اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے کسی مناسب زاویے کی تلاش میں تھا۔ اس کے ساتھ مشکل یہ تھی کہ اسے مجھ پر حملہ کرتے ہوئے فلورا کو بچانا تھا۔ یہ بڑی مہارت کا کام تھا جو اس جیسے تھرڈ کلاس غنڈے کے بس کا روگ نہیں تھا۔ ایسے باریک کاموں کے لئے جس مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ بغیر پریکٹس کے حاصل نہیں ہو سکتی اور پریکٹس کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ وقت لگانا پڑتا ہے۔ ایڈگر اور ٹونی جیسے غنڈے تو محض زور چلا سکتے ہیں۔ ان لوگوں سے الجھ سکتے ہیں جو لڑائی جھگڑے سے دور بھاگتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنے جیسوں سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

"میری لک میرے ساتھ ہے ایڈگر!" میں نے مخمور انداز میں کہا "تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ واپس چلے جاؤ اور یاد رکھو جس کے ساتھ لک ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

ایڈگر پر میری بات کا وہی اثر ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ اس کے بھنچے ہوئے جبڑے مزید بھنچ گئے اور اس نے اپنی آنکھیں مزید سکیڑ لیں۔ یوں جیسے اس کی ان حرکتوں سے میری صحت پر کوئی ناخوش گوار اثر پڑ سکتا ہو۔ بلاشبہ وہ ایک غنڈہ تھا مگر اس وقت مجھے ایک مسخرہ نظر آ رہا تھا۔ مد مقابل کو خوف زدہ کرنے کے لئے محض تاثرات سے کام لینا میری نظر میں مسخرہ پن کے زمرے میں ہی آ سکتا ہے۔

کمرے میں بڑا بوجھل سکوت طاری ہو گیا تھا۔ ایڈگر غصے کے عالم میں تھا۔ احمق سے احمق آدمی بھی آنکھیں اپنے کی زبان کیوں سے واقف ہوتا ہے لہٰذا میری طرف سے تر احمقانہ حرکتوں کے ارتکاب کے باوجود یہ بات اس کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی کہ میں ان ریوالور والوں سے کیوں خوف زدہ نہیں ہوا۔ یقیناً کوئی نہ کوئی بات تھی۔ کوئی ایسی بات جسے سمجھنے سے یہ لوگ قاصر تھے۔ شاید یہی الجھن اس کے پیروں کی زنجیر بن گئی تھی اور وہ مجھ پر حملہ کرنے سے جھجک رہا تھا۔

"آگے بڑھو ایڈگر!" دفعتاً ٹونی نے جھنجلا کر کہا "احمق کو ٹھیک کرنا تو محض چند لمحوں کا کام ہے تم اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟"

ایڈگر نے اثبات میں سر ہلایا اور بہت سنبھل سنبھل کے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ عین اسی لمحے میں نے حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا اور فلورا کو چھوڑ کر برق رفتاری سے ایڈگر پر حملہ کر دیا۔ پہلے میں نے اس کے سر پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ایڈگر کا ہاتھ بے ساختہ اپنے سر کی حفاظت کے لئے اٹھا اور میں نے اس کے پیٹ پر ضرب لگا دی۔ ضرب کھانے کی وجہ سے اس کے حواس جواب دے گئے لیکن میں نے اسے گرنے تک کی مہلت نہیں دی اور انتہائی پھرتی سے اسے دونوں ہاتھوں کی مدد سے سر سے اوپر بلند کیا اور پوری قوت سے ٹونی پر دے مارا۔ اچانک میں دونوں ایڈگر اس سے ٹکرایا اور ٹونی اپنے عقب میں کمرے کے دروازے سے بری طرح ٹکرایا۔ کمرے کی محدود فضا میں ایک دھماکا سا ہوا۔ ریوالور ٹونی کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ خود اس کے منہ سے کرب میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ خارج ہوئی تھی۔ اس کے دوہری چوٹ لگی تھی۔ وزنی ایڈگر کو میں نے اس پر پھینک دیا تھا اور پھر وہ دروازے سے بھی ٹکرایا تھا۔ ایڈگر تو پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔ ٹونی بے ہوش تو نہیں ہوا تھا مگر اس کی حالت کچھ ایسی زیادہ ٹھیک بھی نہیں تھی۔ چوٹ، صدمے اور ذہنی جھٹکے نے اس کا حلیہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کے ٹونی کے ہاتھ سے گرا ہوا ریوالور اٹھا لیا اور ٹونی کو اس کی زد پر لے لیا۔

"اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ ٹونی!" میں نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے کہ موقع ملتے ہی تم ایڈگر کی جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کرو گے۔"

ٹونی کے پاس تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ دروازے کا سہارا لے کر بدقت تمام اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکا۔ فلورا سناٹے کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔

"اگر خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ ...نی کرنے کی کوشش کی تو میری کارکردگی تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

ٹونی لڑکھڑاتا ہوا بڑی مشکل سے کرسی تک پہنچا اور اس پر ڈھیر ہو گیا۔

"میں رقم سے بھرا ہوا بریف کیس تم لوگوں کے حوالے کر رہا تھا مگر تم ناشکرے ہو۔" میں نے طنزانہ انداز میں کہا "اگر تم نے اسی پر صبر کر لیا ہوتا تو تمہاری یہ درگت نہ بنتی۔ اب نہ تمہیں رقم ملے گی اور نہ فلورا۔" یکبارگی ٹونی نے امید طلب نظروں سے فلورا کی طرف دیکھا اور وہ یوں چونک پڑی جیسے ابھی تک کوئی بھیانک خواب دیکھتی رہی ہو۔

"کیا کہہ رہے ہو۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"میں کہہ رہا ہوں تم میری لک ہو۔ جب تک تم میرے ساتھ ہو مجھے شکست نہیں ہو سکتی۔ یہ لا مظاہرہ ہوتے کی تجربہ ہوا تھا اور دوسرا ابھی ابھی ہوا ہے اور اب تم بھی میری اس بات سے اختلاف نہیں کر سکتیں۔"

فلورا نے میری طرف دیکھ کر پھر پلکیں جھپکائیں جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو مگر میں ٹونی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"ہاں تو مسٹر ٹونی دی ڈفر! تمہارا لطف دوبالا ہوا یا نہیں؟ اور اگر کہو تو اب میں تمہیں جنت کے باغ تک پہنچا دوں؟"

فلورا کی طرح ٹونی نے بھی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکائیں اور میں اسے چڑانے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"جتنے لوگوں کو بلند بانگ دعوے کرتے دیکھا ان سب کا حشر تم جیسا ہی ہوا۔ ڈینگیں ہانکنے والوں کی وقعت میری نظروں میں کسی رینگنے والے کیڑے سے زیادہ نہیں ہوتی۔"

ٹونی اس بار بھی خاموش ہی رہا۔ اس کے اعصاب بہت بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ بات تھی بھی ایسی ہی۔ وہ ایک یقینی جیتی ہوئی بازی ہار گیا تھا۔ اگر اس کا دماغ الٹ جاتا تو بھی کوئی زیادہ قابل تعجب بات نہیں تھی لیکن اس اثناء میں فلورا خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھی اور جھپٹ کر میرے پاس آ گئی۔

"سنو! تم یہاں سے نکل جاؤ" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "جو کچھ ہو چکا ہے اسے میں کسی نہ کسی طرح سنبھال لوں گی۔"

"نہیں فلورا! مائی لک! ایڈم ڈی فلوک کا کسی جگہ سے چلے جانا اس قدر آسان نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ جب تک ہمارے معاملات طے نہیں ہو جائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اب پھر سے یہ بات مت کرنا۔"

فلورا خوف زدہ سے انداز میں چند قدم پیچھے ہٹ گئی "تم آخر کیا بلا ہو؟" اس نے بے بسی سے کہا "تنہا ہو کر بھی تم نے دو مسلح غنڈوں کو قابو میں کر لیا اور اب میری بات بھی نہیں مان رہے۔ شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میری بات نہ مان کر تم کتنی بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ تم واقعی بہت بڑے احمق ہو۔"

"میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے اور میں مشکلات سے نہیں گھبرایا کرتا۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال تمہارے سامنے ہے۔" میں نے ایڈگر اور ٹونی کی طرف اشارہ کیا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں" وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کے بولی "ان لوگوں کی قوت اور طاقت ابھی کچھ نہیں ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ میری بات مانو اب بھی یہاں سے چلے جاؤ

ورنہ معلوم نہیں کیا ہو جائے۔"

"میں سب کچھ سمجھ رہا ہوں بچی" میں نے بلند آواز میں کہا "یہ دونوں بہت چھوٹے لوگ ہیں۔ تمہیں معمولی سی رقم کی ہار برداشت نہیں کر سکے۔ ممکن ہے ان کے کچھ اور مددگار بھی چھپے ہوں مگر میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے سمجھیں؟"

ٹونی کرسی پر ساکت بیٹھا ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایڈگر دروازے کے ساتھ بے حس و حرکت پڑا تھا اور میں ریوالور بدست فلورا کے مقابل کھڑا تھا۔ فلورا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ مجھے یہاں سے جانے پر کس طرح رضامند کرے۔ اسے مجھ سے ہمدردی ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے وہ میرے ساتھ بھلائی کرنے کی خواہاں تھی ورنہ اس کی بلا سے مجھ پر کچھ بھی گزرتی۔ اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

"اچھا مجھے ایک بات بتاؤ" اس نے بڑی بے بسی سے کہا "تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟"

"تم میری لک ہو" میں نے نہایت سادگی سے کہا "اس کے علاوہ میں کچھ اور سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔"

"اگر تم واقعی ایسا سمجھتے ہو تو کیا تم میری ایک معمولی سی بات بھی نہیں مان سکتے۔ اس وقت تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تم سے بعد میں مل لوں گی لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تم سے کبھی نہیں ملوں گی۔"

"تم ایڈم ڈی فلوک کو میدان چھوڑنے کی تلقین کر رہی ہو اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ کسی قیمت پر ممکن نہیں ہے۔ جب تک یہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ رہی یہ بات کہ تم مجھ سے نہیں ملو گی تو میں ان دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ تم مجھ سے ملو یا نہ ملو لیکن میں ان دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ انہوں نے ایڈم ڈی فلوک کو للکارا ہے۔ میں انہیں ایسی سزا دوں گا کہ یہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔"

"تم آخر چیز کیا ہو؟" فلورا زچ ہو گئی "تم پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔"

میں ٹونی کو موقع دے رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مجھے غافل پا کر وہ مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ دوسری طرف یہ بھی تھا کہ میں ایک خاص مقصد کے تحت کراؤن نائٹ کلب میں داخل ہوا تھا۔ اگر میں ٹونی اور ایڈگر جیسے غنڈوں سے الجھ کر لوٹ جاتا تو میرا وقت ضائع ہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ جلد یا بدیر کوئی نہ کوئی مداخلت ضرور کرے گا لیکن اب مجھے اپنے خیال پر نظر ثانی کرنا پڑ گئی تھی۔ اگر کسی جانب سے مداخلت ہونی تو اب تک ہو چکی ہوتی۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کس بات سے خوف زدہ ہو؟" میں نے فلورا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تمہیں کوئی خوف ہے اور تم مجھ سے بات کرتے ہوئے ہچکچا رہی ہو۔"

"بہتر ہے تم اپنا دشمن خود ہو جائے کوئی اور اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا" فلورا بڑبڑائی پھر اونچی آواز میں بولی "تمہارا جو جی چاہے کرو۔ میں اب کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

جس وقت فلورا یہ بات کہہ رہی تھی میری پشت ٹونی کی طرف تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ جملہ ختم کرتے کرتے فلورا کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ یقیناً ٹونی مجھ پر حملہ کرنے کے لئے حرکت میں آیا تھا۔ میں بڑی پھرتی سے پلٹا۔ ٹونی بریف کیس لئے مجھ پر جھپٹ رہا تھا۔ مجھے پلٹتے دیکھ کر وہ مجھ پر حملہ کر بیٹھا لیکن میں نے نہ صرف اس کا وار خالی دیا بلکہ اس کی ٹھوڑی پر پوری قوت سے ایک گھونسا بھی رسید کر دیا۔ ٹونی کے حلق سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ خارج ہوئی اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ بریف کیس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی دبا رکھی تھی۔ میں لپک کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور گریبان سے پکڑ کر اسے کھینچ کر کھڑا کر دیا۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہوا ٹونی کہ تمہاری حیثیت میرے مقابلے میں کیا ہے" میں نے اسے جھنجھوڑ کر کہا۔

"ہم... ہم... میں تم سے معافی چاہتا ہوں" ٹونی نے اٹک اٹک کر کہا۔ اس کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا۔

میں نے اسے ایک زوردار دھکا دیا اور وہ ایک بار پھر لڑکھڑاتا ہوا فرش پر گر پڑا "تم نے مجھ سے معافی مانگی ہے ٹونی! اس لئے میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے لیکن اب جو کچھ میں تم سے پوچھوں گا اگر تم نے اس کے درست جواب نہ دیے تو میں تمہاری کسی ٹوٹ پھوٹ کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ بتاؤ کہ مجھے کلب کے اندر گھیرنے کی ہمت تمہیں کیوں کر ہوئی؟"

ٹونی کا چہرہ میرے پہلے ہی سوال پر تاریک ہو گیا لیکن وہ بزدل آدمی تھا۔ اگر بزدل نہ ہوتا تو ایڈگر کے ساتھ مل کر مجھے نہ گھیرتا۔ اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ سے غلط بیانی کرتا۔ اس وقت تو وہ کسی طرح اپنی جان چھڑانے کے درپے تھا۔

"تم بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو" اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "جسے تم اپنی لک کہہ رہے ہو وہ اس کلب کی تنخواہ یافتہ ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے غلط بیانی مت کرنا مگر تم نے ابتدا ہی غلط بیانی سے کی۔ بتاؤ تمہارا کیا حشر کروں؟"

"میں نے... میں نے کوئی غلط بیانی نہیں کی... تم اس سے خود پوچھ کے دیکھ لو کہ یہ کلب کی ملازم ہے یا نہیں" ٹونی نے خوف زدہ سے انداز میں کہا۔

"مجھے صرف یہ بتا دو کہ اگر فلورا کلب کی ملازم ہے تو اس سے میرے مصیبت میں پھنسنے کا کیا تعلق ہے؟"

"یہ تمہیں پھانس کر یہاں لائی تھی اور اسی نے تمہیں ہروایا تھا۔ اس کا کام یہی ہے اور اس بات کی تنخواہ ملتی ہے اسے۔"

میں نے فلورا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولنا ہی تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ٹونی سے بولا "تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ تم کس درجے کی دروغ گوئی کر رہے ہو۔ فلورا نے مجھے ہروایا نہیں بلکہ جتوایا ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ یہ کس کی ملازم ہے اور کیا کرتی ہے۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ یہ میری لک ہے اور دوسری بات یہ کہ مجھ سے غیر متعلق باتیں مت کرو۔ جو سوال میں نے کیا تھا مجھے اس کا جواب چاہئے۔"

"میں... میں اور ایڈگر اس کلب کے ملازم ہیں" ٹونی نے اٹک اٹک کر کہا "ہم یہاں آنے والوں کو شارپنگ کر کے ہراتے ہیں جس کے عوض ہمیں معقول رقم ملتی ہے۔"

"تو یہ بات ہے" میں نے تفہیمی انداز میں یوں سر ہلایا جیسے ٹونی نے کوئی انکشاف کیا ہو۔ حالانکہ میں اس حقیقت سے پہلے ہی باخبر تھا "لیکن تم کس قسم کے شارپر ہو کہ میں تمہارے سامنے سے جیت کر اٹھا؟"

"کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ جب قسمت کسی کے ساتھ ہوتی ہے تو شارپنگ کرنے کے باوجود ہم ہار جاتے ہیں لیکن ہم ایسے شخص سے بعد میں رقم چھین لیتے ہیں۔"

"تم لوگ بڑا نیک کام کرتے ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن جب میں رقم تمہارے حوالے کرنے کو تیار تھا تو پھر تم نے بات کیوں بڑھائی؟"

ٹونی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی تھی۔

"اس لئے کہ تمہاری نیت فلورا پر خراب ہو گئی تھی۔" میں نے مسخرانہ انداز میں کہا "تمہاری اور فلورا کی حیثیتوں میں ایسا فرق ہوگا کہ فلورا تمہارے لئے شجر ممنوعہ بن کے رہ گئی ہوگی لہٰذا تم نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

ٹونی نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی ساری اکڑفوں نکل کر رہ گئی تھی اور وہ خوف زدہ بھی نظر آنے لگا تھا۔

اچانک دروازے کا ہینڈل گھومتا دکھائی دیا۔ میں نے بے اختیار ریوالور کا رخ دروازے کی طرف کر دیا مگر اندر آنے والی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی۔ کمرے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں "یہاں کیا ہو رہا ہے؟" اس نے بمشکل کہا۔

میں نے ریوالور کی نال جھکالی "کوئی خاص بات نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں جنہیں ہم لوگ دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

لڑکی نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا پھر ٹونی اور ایڈگر کو دیکھا "باس تم لوگوں کو تلاش کر رہا تھا" اس نے ٹونی سے کہا "لیکن تم لوگ میری خواب گاہ میں کیوں داخل ہوئے... اور یہ شخص کون ہے؟"

"میں تم سے کہہ رہی تھی یہاں سے چلے جاؤ مگر تم نہیں مانے" فلورا نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "اب بھگتو۔"

"پہلے لڑکی یہ بات مجھ سے پوچھو" میں نے بلند آواز میں کہا "یہ لوگ زبردستی مجھے یہاں لے آئے تھے اور فلورا کے لئے بھی ان کے عزائم اچھے نہیں تھے۔"

"مگر تم کون ہو؟" اس نے حیرت سے کہا "میں نے پہلے تو تمہیں کبھی نہیں دیکھا؟"

"میں پہلی بار یہاں آیا تھا اور اس مہربان لڑکی فلورا کے ساتھ فلیش کھیلنے گیا تھا۔ یہ دونوں کھیل میں مجھ سے ہار گئے۔ میں جیتی ہوئی رقم لے کر جا رہا تھا کہ انہوں نے ہم دونوں کو اس راہداری میں روک لیا اور ریوالور کی نال پر اس کمرے میں لے آئے۔ میں رقم ان کے حوالے کرنے کو تیار تھا مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ یہ فلورا پر بری نظر ڈالیں۔ انہیں اس حال کو میں نے پہنچایا ہے۔"

فلورا کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔ شاید وہ اس بات سے خوف زدہ تھی کہ کہیں یہ بات دوسرے لوگوں تک نہ پہنچ جائے۔ اسے یہ خوف ہو گا کہ معلوم نہیں میرے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے۔

"احاطے میں جو مرسڈیز کھڑی ہوئی ہے وہ کہیں تمہاری

"تو یہ ہے؟" اس لڑکی نے پوچھا۔
"ہاں وہ میری ہی گاڑی ہے۔ مگر تمہیں اس گاڑی کا علم کس طرح ہوا؟"
"باس بہت پریشان ہے۔ ایڈگر، ٹونی اور ٹورا کا کوئی پتا نہیں چل رہا تھا اور پھر ایک مرسڈیز احاطے میں موجود تھی جس کا کوئی دعوے دار بھی نہیں تھا۔ پورا کلب خالی ہو چکا ہے اور اب اگر تم یہاں سے جانا چاہو تو یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ تم باس کی اجازت کے بغیر یہاں سے باہر نکل سکو لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ باس سے مل لو۔"
باس سے ملنے کی بات سن کر فلورا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ میں نے اسے محسوس کیا مگر اس پر توجہ دیئے بغیر کہا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا باس کون ہے اور اس سے ملاقات کس طرح ممکن ہے؟"
"تم بس میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ گئی۔
"کاش تم میری بات مان لیتے" فلورا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اب دیکھو تم پر کیا گزرتی ہے۔"
میں نے فلورا کے شانے پر ہولے سے تھپکی دی "تم میری فکر نہ کرو فلورا! جب تک تم میرے ساتھ ہو میرا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔"
ٹونی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے کسی قیدی کو مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ ہم لوگ مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک اور زینے سے ہو کر پہلی منزل پر واقع ایک ایسے کمرے کے سامنے پہنچے جس پر [illegible] کی تختی لگی ہوئی تھی۔ نو وارد لڑکی نے دروازے پر [illegible] دستک دی اور اندر داخل ہو گئی۔ ہم سب باہر ہی رکے رہے تھے۔ ٹونی اور فلورا کا برا حال ہو رہا تھا جب کہ میں نہایت بے پروائی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔
ہم لوگ چند منٹ یوں ہی کھڑے رہے پھر کمرے کا دروازہ کھلا اور اسی لڑکی نے سر باہر نکال کر کہا "تم سب اندر آ جاؤ۔"
سب سے پہلے میں نے آگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھائے لیکن میں فلورا کا ہاتھ پکڑنا نہیں بھولا تھا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر یہ اس کے لیے کہاں ممکن تھا۔ چنانچہ باس کے کمرے میں اس طرح داخل ہوا کہ میرے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا اور بائیں ہاتھ سے میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا جب کہ ٹونی میرے عقب میں تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بھاری تن و توش والا وہ شخص نظر آیا جو ایک بڑی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر بال نہ ہونے کے برابر تھے لیکن اس کے باوجود اسے دیکھ کر کسی کٹ کھنے کتے کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ شخص رات کے تیسرے پہر آفس میں کیوں بیٹھا تھا۔
"تمہیں میرے کمرے میں ریوالور سمیت داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟" اس نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔
"یہ آپ کے ماتحت مسٹر ٹونی کا ریوالور ہے جناب!" میں نے بڑے ادب سے کہا "میں نے ان سے چھینا تھا۔ مجھے یہاں کے آداب معلوم نہیں تھے لیکن اگر آپ کو برا لگا ہے تو میں یہ ریوالور آپ کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں۔" میں نے فلورا کا ہاتھ چھوڑا اور ریوالور دونوں ہاتھوں میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کر دیا۔
"میز پر رکھ دو۔" اس نے اپنے مخصوص کاٹ کھانے والے انداز میں کہا اور میں نے نہ صرف ریوالور میز پر رکھا بلکہ ایک کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔
"یہ کیا بے ہودگی ہے" وہ غرایا "کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ فاکس ٹریٹ کے سامنے بغیر اجازت بیٹھ جائے۔"
تو اس کا نام فاکس ٹریٹ ہے۔ میں نے سوچا اور اونچی آواز میں بولا "کسی اور میں نہیں ہو گی مگر دیکھ لو ایڈم ڈی فلوک تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔"
ٹونی ایک طرف مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔ ہمیں یہاں لانے والی لڑکی بھی کھڑی تھی مگر اس کا انداز مؤدبانہ تھا اور وہ فاکس ٹریٹ کی کرسی کے عقب میں کھڑی تھی۔ شاید وہ اس کی پرسنل سیکریٹری تھی۔
"تمہیں باس کے سامنے ادب ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے" فاکس ٹریٹ کے عقب میں موجود لڑکی نے کہا "بے ادبی کا مظاہرہ کر کے تم اپنے لیے مشکلات کھڑی کر لو گے۔"
"تم کیوں کھڑی ہو فلورا!" میں نے اسے کوئی جواب دینے کے بجائے فلورا کو مخاطب کیا جو دروازے کے پاس کھڑی تھی "یہ کرسیاں کس لیے ہیں۔ آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔"
میں نے محسوس کیا کہ میری بات سن کر فلورا کے جسم میں لرزش سی پیدا ہو گئی ہے جب کہ فاکس ٹریٹ کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا تھا اور اس نے میز پر رکھا ہوا ریوالور اٹھا لیا تھا مگر میں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جب کہ درحقیقت میں کسی بھی قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ کمرے میں ایک عجیب سناٹے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس سے صرف میں ہی بے نیاز نظر آ رہا تھا۔
"تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے؟" میں نے فلورا کو اپنی جگہ سے نہ ہلتے دیکھ کر سخت لہجے میں کہا "تمہیں معلوم نہیں ہے لیکن میں حکم عدولی برداشت نہیں کرتا۔"
مجھے معلوم تھا کہ فاکس ٹریٹ پر قیامت گزر رہی ہے۔ اس کے ماتحتوں کے سامنے اس کی توہین ہو رہی تھی۔ ایسے میں انسان کچھ بھی کر سکتا ہے لیکن میرا اندازہ تھا کہ فاکس ٹریٹ ان لوگوں میں سے ہے جو کوئی بھی قدم اٹھانے سے قبل اچھی طرح غور و خوض کر لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ مبادا کہ وہ غصے سے بے قابو ہو کر مجھ پر فائر کر بیٹھے۔
"ایڈونا مجھے سب کچھ بتا چکی ہے" فاکس ٹریٹ نے اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا تھا مگر اس کی آواز غصے کی شدت سے بھاری ہو رہی تھی۔
"تم سے میں بعد میں بات کروں گا" میں نے بے پروائی سے کہا "پہلے میں فلورا کو بٹھا دوں۔ تمہیں شاید معلوم نہ ہو یہ میری لک ہے۔ جب تک یہ میرے ساتھ ہے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"
میں اپنی جگہ سے اٹھ کر فلورا کے نزدیک گیا اور اسے بازو سے پکڑ لیا "میری موجودگی میں تمہیں مسٹر فاکس ٹریٹ سے ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" میں نے فلورا کے بازو پر دباؤ بڑھایا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئی۔ وہ تو خیر ایک نازک سی لڑکی تھی اگر میں توانا شخص کا بھی بازو پکڑ لیتا تو وہ میرے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو جاتا۔
"بیٹھ جاؤ فلورا!" فاکس ٹریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ غالباً اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی بے عزتی کرانے سے بہتر ہے کہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں خود بھی وہی کرے "مسٹر ایڈم ہمارے مہمان ہیں۔ ان کی خواہش کا احترام کرو۔"
"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ مسٹر فاکس ٹریٹ بہت اچھے آدمی ہیں" میں نے خوش ہو کر کہا۔ فلورا میرے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔
"تو مس ایڈونا نے تمہیں مختصراً سب کچھ بتا دیا ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تمہارے کلب میں یہی سب کچھ ہوتا ہے؟"
"ٹونی!" فاکس ٹریٹ نے مجھے جواب دینے کے بجائے سرد لہجے میں ٹونی کو مخاطب کیا "تمام واقعات مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"
ٹونی نے کسی گراموفون کی طرح بجنا شروع کر دیا۔ وہ تمام واقعات بلا کم و کاست سنا رہا تھا۔ شاید اس کے اندر فاکس ٹریٹ کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت نہ تھی لیکن اس نے فلورا کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔
"میں رقم ان لوگوں کے حوالے کرنے کے لیے تیار تھا مسٹر فاکس ٹریٹ!" ٹونی کے خاموش ہوتے ہی میں نے کہا "لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ یہ لوگ فلورا پر ہاتھ ڈالیں۔"
"کیا انہوں نے اس قسم کی کوئی بات کہی تھی؟" فاکس ٹریٹ نے کہا۔
"بہت واضح الفاظ میں" میں نے کہا "بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ یہ لوگ فلورا کے ساتھ جو کچھ بھی کریں گے میری آنکھوں کے سامنے کریں گے۔"
"جواب دو ٹونی...... جو کچھ مسٹر ایڈم نے کہا وہ کس حد تک درست ہے؟" فاکس ٹریٹ کے لہجے میں بلا کی سفاکی تھی۔
ٹونی کچھ نہیں بولا۔ اس کا جھکا ہوا سر کچھ اور جھک گیا تھا۔
"تم دونوں کا جرم ناقابل معافی ہے ٹونی! تم دو مسلح افراد مل کر ایک آدمی پر قابو نہیں پا سکے اور تم نے فلورا پر بری نظر ڈال کر کلب کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے" فاکس ٹریٹ نے کوئی بٹن دبایا اور اس کے آفس کے دونوں پہلوؤں کی جانب نظر آنے والے دروازے کھلے اور دونوں دروازوں سے دو دو مسلح افراد اندر داخل ہوئے۔ چاروں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں۔
"اسے لے جاؤ اور میرے اگلے حکم تک اسے قید رکھو" فاکس ٹریٹ نے کہا "اور پانچ نمبر سے ایڈگر کو بھی اٹھوا لینا۔ وہ وہاں بے ہوش پڑا ہے۔"
"رحم کرو باس ...... رحم کرو۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی" ٹونی گڑگڑانے لگا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فاکس ٹریٹ کے کانوں تک اس کی آواز پہنچ ہی نہ رہی ہو۔ یہی حال ان لوگوں کا بھی تھا جو کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ ٹونی بری طرح چیخ رہا تھا۔ گڑگڑا رہا تھا اور فریادیں کر رہا تھا مگر وہ لوگ اسے گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔
"تم نے دیکھا" فاکس ٹریٹ مجھ سے مخاطب ہوا "فاکس ٹریٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کا کیا انجام ہوتا

ہے؟"

"اگر یہ اطلاع ہے تو نا قابل ہے اور اگر دھمکی ہے تو اسے واپس لے لو ورنہ رائیگاں جائے گی" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"میرے ایک اشارے پر تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک ہو سکتا ہے مگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔"

"مجھے چھوڑ کر تم نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ اس میں بھی تمہارا کوئی مفاد ہو گا۔"

"تم جرأت مند ضرور ہو مگر تمہاری جرأت احمقانہ حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ یہ تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"آج تک تو نہیں ہوا اور مستقبل کے بارے میں میں پیش گوئی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں لیکن تمہارے دل میں کوئی حسرت ہو تو اسے پورا ضرور کر لینا۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "جانتے ہو اس کے نتیجے میں تمہارا انجام کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں نے کبھی انجام کی پروا نہیں کی۔۔۔ نہ ہی مجھے چیلنج کرنے اور بڑائی کرنے اور بڑائی ہانکنے کا شوق ہے۔ دعوے کرنے سے مجھے سخت نفرت ہے۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ ایڈم ڈی فلوک کو زندہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

فاکس ٹریٹ کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی "تمہارا نام عجیب سا ہے" اس نے نرم لہجہ اختیار کیا "کیا یہ تمہارا اصلی نام ہے؟"

"اپنا اصلی نام تو مجھے خود بھی یاد نہیں ہے اس لئے کہ اب یہی میرا اصلی نام ہے۔ ماں باپ نے کچھ اور نام رکھا تھا لیکن بعد میں یہ نام دے دیا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بچپن میں جس کام میں ہاتھ ڈالتا تھا وہ ہو جاتا تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ کام اندھی میں ہو گیا ہے۔ ایسا اتنی کثرت سے ہوا کہ مجھے ڈی فلوک کہا جانے لگا۔ ایڈم میرا پسندیدہ نام ہے لہٰذا میں نے ایڈم ڈی فلوک کو مستقل نام کے طور پر اختیار کر لیا۔ آج بھی لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ کامیابیاں اتفاقاً ہی میرے حصے میں آتی ہیں لیکن حقیقت سے صرف میں ہی واقف ہوں۔ ہر کامیابی کے حصول کے لئے میں سخت محنت کرتا ہوں تب کہیں جا کر کامیابی ہوتی ہے۔"

"ایڈگر اور ٹونی بہت ماہر لوگ ہیں۔ تم نے انہیں کس طرح ہرایا؟" فاکس ٹریٹ نے پوچھا۔

"میرے جاننے والے تو یہی سمجھتے ہیں کہ میں اتفاقاً ہی

کے لئے اس سے زیادہ ماہر شاطر کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام آدمی تو کسی شاطر کو شکست دے ہی نہیں سکتا۔"

"میں نہیں مان سکتا" فاکس ٹریٹ نے کہا "تم یہاں اجنبی ہو تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہاں پتوں پر کس قسم کی نشانات لگائے جاتے ہیں!"

"تو پھر دوسرے لوگوں کی طرح تم بھی تسلیم کر لو کہ میری جیت محض اتفاقاً ہی ہوتی ہے۔"

"یہ بھی ممکن نہیں ہے" فاکس ٹریٹ بڑبڑایا "کیا تم میرے سامنے شارپنگ کا عملی مظاہرہ کر سکتے ہو؟"

"میں عموماً اس قسم کے مظاہروں سے گریز کرتا ہوں لیکن تم چونکہ مجھے پسند آ گئے ہو اس لئے میں تمہارے سامنے یہ مظاہرہ ضرور کروں گا مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پتے نشان والے نہ ہوں۔"

فاکس ٹریٹ نے ایڈونا کو گڈی لانے کا اشارہ کیا اور ایڈونا اندرونی کمرے کی طرف چلی گئی اور چند ہی لمحوں بعد تاش کی ایک نئی گڈی ہاتھوں میں لئے نمودار ہوئی۔ فاکس ٹریٹ نے اسے گڈی میرے حوالے کرنے کا اشارہ کیا۔

"تم مس فاکس ٹریٹ! گڈی تم اپنے ہاتھوں سے کھلواؤ گے۔ جو کر نکالنے کے بعد پتے پھینٹ کر فلورا سے کٹواؤ گے اور ہم تینوں کے درمیان تقسیم کرو گے۔ میں تو کچھ بھی نہیں کروں گا۔"

فاکس ٹریٹ نے مجھے حیرت سے دیکھا "جب تم کچھ بھی نہیں کرو گے تو پھر مظاہرہ کس چیز کا کرو گے؟"

"یہ بھی تمہیں اس وقت بتاؤں گا جب تم پتے بانٹ چکے ہو گے" میں نے کہا اور فاکس ٹریٹ نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میری تمام تر توجہ سمٹ کر اس کے ہاتھوں پر مرکوز ہو گئی تھی۔

"اب جب کہ پتے تقسیم ہو چکے ہیں میں یہ بتا سکتا ہوں کہ کون جیتے گا" میں نے کہا "تم پتے الٹا کر دیکھ لو فلورا کے پاس سب سے اچھے پتے گئے ہیں۔"

فاکس ٹریٹ نے تینوں کے پتے الٹا کر دیکھے۔ میرے کہنے کے عین مطابق فلورا کے پتے سب سے اچھے تھے فاکس ٹریٹ حیران تو ہوا مگر اسے یقین نہیں آیا۔

"یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے" اس نے کہا "صرف جادو سے تمہاری مہارت ثابت نہیں ہوتی۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "اب فلورا پتے بانٹے گی" میں نے کہا "میں پھر بتاؤں گا کہ کس کے پتے

پاس جیت کے اچھے پتے ہیں" فاکس ٹریٹ نے دوبارہ اظہار کیا اور میں نے ایک بار پھر مظاہرہ کر کے دکھایا۔

یہی عمل بار بار ہوا اور ہر بار میرا کہا درست ثابت ہوا۔

"سمجھ میں نہیں آتا" آخر کار فاکس ٹریٹ نے ہتھیار ڈال دیے "بار بار تمہارا اندازہ کیسے درست ہو جاتا ہے۔"

"اندازہ نہیں فاکس ٹریٹ۔۔۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کس کے پاس کیا پتے گئے ہیں۔"

"تم نے تو اب تک پتوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ پھر میں کس طرح مان لوں کہ تمہیں پتوں کا علم ہو جاتا ہے؟"

"اسی چیز کا نام تو مہارت ہے" میں نے کہا "اگر گڈی ایک بار میرے ہاتھ میں آ جائے تو اس وقت تک نہیں نکل سکتی جب تک میں خود نہ چاہوں۔"

"ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو مگر مجھے اس پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ جب تک کاٹنے والا نہ ہو شارپنگ کرنا کس طرح ممکن ہے۔"

میں نے پہلی پر پڑے ہوئے پتے سمیٹے اور انہیں پھینٹنے لگا "تم میرے ساتھ بیٹھے ہوئے نہیں ہو" فاکس ٹریٹ "میں نے پتے پھینٹنے کے بعد اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ موقع ایسا ہے کہ اگر میں نے فلورا سے پتے کٹوائے تو تم یہی شبہ کرو گے کہ ممکن ہے فلورا مجھ سے مل گئی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ جو مظاہرہ میں کرنے والا ہوں اسے تمہاری عقل بھی تسلیم نہیں کرے گی۔ میں پتے لگا چکا ہوں۔ اب تم انہیں جہاں سے بھی چاہو کاٹو پتے وہی جائیں گے جو میں چاہوں گا۔"

"پہلے مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا پتے لگائے ہیں" فاکس ٹریٹ نے پتے کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ ایک ایسے بچے کی مانند نظر آ رہا تھا جسے اس کا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"پوری دنیا میں میرے علاوہ شاید ہی کوئی یہ ترتیب رکھ سکے۔ میں نے اکے بادشاہ اور بیگم کی ٹریل لگائی ہے۔ تمہارے حصے میں سب سے چھوٹے پتے آئیں گے اور فلورا کے پاس سب سے بڑے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایڈم! تم نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اس لئے میں اپورٹس مین اسپرٹ کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں اوپر سے اکیاون پتے کاٹ دیتا اور سب سے نیچے کا پتا اٹھا کر اسے دیکھ لیتا۔ اس طرح تمہیں ہار تسلیم کرنی ہوتی" فاکس ٹریٹ نے گڈی درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا "میں نے گڈی درمیان سے کاٹی ہے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ تم اپنا دعویٰ پورا نہیں کر سکو گے۔"

میں کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا "مجھے افسوس ہے مسٹر

فاکس ٹریٹ!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا "اب میں یہ مظاہرہ نہیں کر سکوں گا۔"

"کیوں۔۔۔ کیا بات ہو گئی؟" فاکس ٹریٹ نے میرے اس طرح اچانک اٹھنے پر حیران ہو کر کہا۔

"ایڈم ڈی فلوک کسی رعایت کا محتاج نہیں ہے" میں نے نخوت سے کہا "میں جو دعویٰ کرتا ہوں اسے ہر حال میں پورا کرتا ہوں۔ اگر تم مجھے کوئی رعایت دینا چاہتے تھے تو تمہیں یہ خود پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مزا تو تب ہی آتا ہے جب مدمقابل اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کرتے ہوئے مجھے شکست دینے کی کوشش کرے۔ اب یہ مظاہرہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تم گڈی اپنے حساب سے کاٹو گے۔"

"تم شکست کھانے پر تل گئے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں" فاکس ٹریٹ نے کٹے ہوئے پتے واپس رکھے اور ایک چال چھوڑ کر باقی سارے پتے اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے میری گڈی اٹھانے کا انتظار بھی نہیں کیا اور نہایت بے صبری سے باقی بچا ہوا پتا اٹھا کر دیکھا اور اس کا چہرہ حیرت کی زیادتی سے بگڑ گیا۔ میرے دعوے کے مطابق وہ ایک بیگم ہی تھی۔

میں نے اطمینان سے گڈی اٹھا کر پتے بانٹ دیے۔ ایڈونا، فلورا اور فاکس ٹریٹ کی نظریں میرے ہاتھوں پر مرکوز تھیں لیکن وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میرے ہاتھوں کی صفائی کو تو شاید کیمرا بھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔

پتے بانٹے جانے کے بعد میں نے گڈی میز کے وسط میں ڈال دی اور فاکس ٹریٹ سے کہا "اب تمام پتے تم خود ہی اٹھا کر دیکھ لو۔"

فاکس ٹریٹ نے باری باری تمام پتے الٹ دیے اور پھر بے جان سے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ فلورا اور ایڈونا بھی حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ہر ایک کے سامنے سے وہی پتے برآمد ہوئے تھے جو میں پہلے ہی بتا چکا تھا۔

"جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے دیکھنے کے باوجود اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا" فاکس ٹریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم کوئی جادوگر تو نہیں ہو؟"

"میں صرف ایڈم ڈی فلوک ہوں۔۔۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں۔ اور آج کی رات میں جو بھی دعویٰ کروں وہ پورا ہو گا۔ اس لئے کہ میری لک میرے ساتھ ہے" میں نے فلورا کی طرف دیکھا جو ایک ٹک مجھے گھورے جا رہی تھی۔ اس کا تماشا یہ حال نہیں تھا بلکہ فاکس ٹریٹ اور ایڈونا پر بھی اسی قسم کی کیفیات طاری تھیں۔

"تم نے اپنا دعویٰ پورا کر دکھایا مسٹر ایڈم! میں پورے

دولت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کمال صرف تمہارا ہی حصہ ہے۔"

"ایسا صرف تمہاری وجہ سے ممکن ہو سکا ہے فاکس ٹرٹ! اگر تم فلورا کو میرے برابر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تو میں ناکام ہو جاتا۔"

فاکس ٹرٹ کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات ابھر آئے "کیا تم سنجیدہ ہو مسٹر ایڈم؟"

"کوئی لیڈی لک کے بارے میں بھی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے؟"

"تم بہت عجیب آدمی ہو مسٹر ایڈم! تمہاری کسی بات پر یقین ہی نہیں آتا" فاکس ٹرٹ بے بسی سے بولا۔

"بالکل سچی بات میں بھی تمہیں بتا رہا تھا۔ کوئی میری بات کا یقین ہی نہیں کرتا۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ میری کامیابی اتفاقات کی مرہون منت ہوتی ہے۔"

فاکس ٹرٹ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند لمحے بعد بولا "فلورا تمہاری ہو سکتی ہے مسٹر ایڈم! مگر اس کے لئے تمہیں میری ایک شرط پوری کرنی ہوگی۔"

"جلدی سے بتاؤ" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا "فلورا کی خاطر میں ہر شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے تم جیسے کسی ماہر کی تلاش تھی" فاکس ٹرٹ نے بڑی احتیاط سے کہنا شروع کیا "ہم تمہیں معقول تنخواہ دیں گے۔ جیتی ہوئی رقم میں سے دوسروں کو دس فیصد کمیشن دیا جاتا ہے۔ تمہیں دگنا کمیشن دیا جائے گا۔"

"تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے مسٹر فاکس ٹرٹ کہ تم کس آدمی سے کس نوعیت کی گفتگو کر رہے ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے میں نے تمہیں دگنی رقم کی آفر کی ہے لیکن اگر تمہیں یہ رقم کم معلوم ہوتی ہے تو اس میں مزید اضافے کی گنجائش بھی موجود ہے۔"

"سو فیصد کمیشن بھی نامنظور ہے مسٹر فاکس ٹرٹ! تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ یہ تو ایڈم ڈی فلوک کی شخصیت کا صرف ایک رخ تھا۔ معلوم نہیں کتنوں کے دل میں یہ حسرت ہے کہ ایڈم ڈی فلوک ان کے لئے کام کرے تو وہ اسے ہیرے جواہرات میں تول دیں لیکن ایڈم اپنی قدر و قیمت سے بخوبی واقف ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی قیمت بھی میری صلاحیتوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

"لیکن یہ بھی تو سوچو کہ ہم فلورا کو بھی تمہارے حوالے کر رہے ہیں" فاکس ٹرٹ نے کہا۔ بہت ممکن ہے کہ تم ...

میں نے اس پر نہایت سنجیدہ رد عمل کا اظہار کیا۔

"ہاں یہ بات تو ہے" میں نے قدرے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مگر میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں ایک شاطر کی حیثیت سے خود کو محدود نہیں کر سکتا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو ایڈم ڈی فلوک کی موت واقع ہو جائے گی۔"

فاکس ٹرٹ کے چہرے پر دلچسپی کی جھلک نمودار ہوئی "مجھے اندازہ ہے" اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا "تم نے لوئی اور لیڈر کو زیر کیا تھا جب کہ وہ مسلح اور تم نہتے تھے۔"

"یہ بھی کوئی خاص بات نہیں ہے" میں نے کہا "وہ دونوں تھرڈ کلاس قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں زیر کرنا کوئی کمال نہیں ہے۔"

"تمہاری کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی... اگر وہ دونوں پہلے ہی بے وقعت تھے تو تم رقم ان کے حوالے کرنے پر کیوں تیار ہو گئے تھے؟" فاکس ٹرٹ نے الجھے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"محض اس لئے کہ رقم کی میری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو اسی وقت اس کلب میں موجود تمام رقم میرے قبضے میں ہوتی۔"

فاکس ٹرٹ میز پر رکھے ہوئے لوئی کے ریوالور سے کھیلنے لگا پھر اچانک بولا "تم میری مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکو گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور میں نے نفی میں سر ہلایا "یہ صرف تمہارا خیال ہے مسٹر فاکس ٹرٹ! ضروری نہیں کہ یہ درست بھی ہو۔"

"میرے محافظ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں" فاکس ٹرٹ نے کہا "ان کے شکنجے سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ انہیں لیڈر یا لوئی مت سمجھو۔"

"مت بھولنا فاکس ٹرٹ کہ یہ ریوالور میں نے از خود تمہارے حوالے کیا ہے۔ میں چاہتا تو یہاں سے نکلنے کے لئے تمہیں یرغمال بھی بنا سکتا تھا۔"

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو، کیا کرتے ہو اور کہاں رہتے ہو؟" اچانک فاکس ٹرٹ نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"میرا نام تمہارے علم میں ہے... پیشے کا اندازہ بھی تم نے لگا ہی لیا ہوگا اور یہ بھی تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ ہم جیسے لوگوں کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہوتا۔"

"ہم نہیں جانتے" فاکس ٹرٹ نے کہا "لیکن ہم تمہارا ...

"مجھے افسوس ہے مسٹر فاکس ٹرٹ! جو کچھ میں نے تمہیں بتایا وہی سب کچھ ہے۔ مزید کچھ معلوم کر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تم نے اپنے بارے میں کوئی نہ کوئی غلط بیانی ضرور کی ہے" فاکس ٹرٹ بولا "اس لئے کہ تم جیسے لوگ مرسڈیز میں سفر نہیں کرتے۔"

"اوہ" میرے ہونٹ دائرے کی صورت میں سکڑ گئے "تو یہ بات ہے" میں نے کہا "شاید تم مرسڈیز کے نمبروں سے میرے بارے میں معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"بالکل" فاکس ٹرٹ نے اثبات میں سر ہلایا "تم بچ نہیں سکو گے۔ ہم تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیں گے۔"

"تمہیں مایوسی ہوگی مسٹر فاکس ٹرٹ!" میں نے بڑی افسردگی سے کہا "اس لئے کہ وہ مرسڈیز میں نے چوری کی ہے۔"

فاکس ٹرٹ مجھے گھورنے لگا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اس شہر میں چند مرسڈیز گاڑیاں ہیں۔ احمق سے احمق آدمی بھی چوری کرنے کے لئے مرسڈیز کا انتخاب نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اس کا پکڑا جانا بہت آسان ہوگا۔"

"ایڈم ڈی فلوک ایسے ہی محیر العقول کاموں کے لئے مشہور ہے مسٹر فاکس ٹرٹ!" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "جس کام کے کرنے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا، ایڈم ڈی فلوک وہ کام بڑی آسانی سے کر گزرتا ہے۔"

"تم نے شاید سوچ لیا ہے کہ آخر جھوٹ بول رہا ہے؟" فاکس ٹرٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص مجھے اس طرح بے وقوف بنا کر نکل جائے۔ میں تمہاری اس بات کی تصدیق ضرور کروں گا اور اگر تمہاری یہ بات غلط ثابت ہوئی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ فاکس ٹرٹ سے غلط بیانی کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔" اس نے انٹرکام پر کسی کو شہر کے تھانوں سے یہ معلوم کرنے کی ہدایت کی کہ کسی تھانے میں مرسڈیز کی چوری کی رپورٹ تو نہیں درج کرائی گئی۔

میں بڑے اطمینان سے کرسی پر پھیل کے بیٹھ گیا۔ میرے اطمینان کی وجہ یہ تھی کہ مرسڈیز واقعی چوری کی تھی۔ اس کی چوری کی رپورٹ نہ بھی درج کرائی گئی ہوتی تو یہ ثابت کرنا مشکل نہ ہوتا کہ وہ چوری کی کار ہے۔

فاکس ٹرٹ مجھے گھورے جا رہا تھا۔ میری بے پروائی اس کے لئے باعث تشویش تھی۔ شاید میں پہلا آدمی تھا جو اس کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوا تھا۔ میں ایک ایسی ...

تھا۔ اس کے ایک اشارے پر میری تکا بوٹی ہو سکتی تھی۔ مگر میں یوں بیٹھا تھا جیسے یہاں سیر سپاٹے کے دورے پر آیا ہوا ہوں یا اپنے پسندیدہ ڈرائنگ روم میں فرصت کے لمحات بے فکری سے گزار رہا ہوں۔

"اگر زحمت نہ ہو تو ایک گلاس پانی ہی پلوا دو" میں نے اچانک ہی ایڈونا کو مخاطب کیا "تم لوگوں میں مہمان نوازی کی ذرا بھی رمق نہیں ہے؟"

"اوہ مجھے افسوس ہے" فاکس ٹرٹ نے کہا "جس چیز کی بھی خواہش محسوس کر رہے ہو بتا دو۔"

"میں اکیلا ہی تمہارا مہمان نہیں ہوں۔ میری ایک فلورا بھی ہے" میں نے فلورا کو پیار بھری نظروں سے دیکھا "ہو سکتا ہے یہ تمہاری ملازم ہے مگر اس وقت تمہاری مہمان ہے۔"

"ٹھیک ہے" فاکس ٹرٹ نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "ایڈونا کو بتا دو" اس نے فلورا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"کچھ نہیں" فلورا نے بڑی مشکل سے کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ فاکس ٹرٹ کے تمام ملازمین اس سے خوف زدگی کی حد تک مرعوب تھے۔ وہ اس کے سامنے زبان ہلانے تک کی جرأت نہیں کر پاتے تھے۔

"تکلف مت کرو فلورا!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ پھر فاکس ٹرٹ کی طرف متوجہ ہو گیا "تمہیں فلورا کے ساتھ معزز مہمانوں جیسا سلوک کرنا چاہئے۔"

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گی محترمہ فلورا!" فاکس ٹرٹ نے تمسخرانہ انداز میں کہا "اگر زحمت نہ ہو تو مطلع فرما دیجئے... آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

فاکس ٹرٹ کے اس انداز گفتگو پر فلورا کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی "میں... میں..." وہ صرف ہکلا کر رہ گئی۔

میں نے اچانک ہی کرسی پیچھے کھسکائی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا "تم نے میری ساتھی کی توہین کی ہے مسٹر فاکس ٹرٹ!" میں نے انتہائی سخت لہجے میں کہا "تمہیں ان سے معذرت کرنی ہوگی ورنہ ہمارے درمیان مزید گفتگو نہیں ہو سکے گی۔"

فاکس ٹرٹ نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر ہاتھ ہلا کر بولا "بیٹھ جاؤ مسٹر ایڈم! تم بہت جذباتی آدمی ہو۔ لیکن مجھے احساس ہے کہ اس وقت مجھ سے ہی زیادتی ہو گئی۔ مجھے فلورا سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔"

"اس طرح کام نہیں چلے گا مسٹر!" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا "معذرت کرنی ہے تو براہ راست فلورا سے کرو۔"

میری بات سن کر فلورا کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ وہ کسی ایسی صورت

والی سے بھی زیادہ چاق و چوبند ہو سکتی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہے مگر اس کے منہ سے کسی بھی قسم کی آواز نہیں نکل سکی۔

"تم اس کلب کی ملازمہ ہو فلورا!" فاکس ٹریٹ نے کہا "اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مسٹر ایڈم جیسا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک شخص تمہیں اتنی اہمیت دے رہا ہے۔ تم اس وقت میری مہمان ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم سے نازیبا لہجے میں بات کی ہے۔"

فلورا دنگ رہ گئی۔ اس کے کانوں نے وہ الفاظ سنے تھے کہ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا "یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس!" اس نے ہکلا کر کہا۔

"باس بھی غلط نہیں کہتے" میں نے دوبارہ چٹخارے لیتے ہوئے کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہارے لئے شیری منگواؤں؟"

"نن... نہیں" فلورا نے تھوک نگل کر کہا "سافٹ ڈرنک سے کام چل جائے گا۔"

ایڈونا کمرے سے چلی گئی اور میں فاکس ٹریٹ کی طرف دیکھنے لگا جو کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ ایڈونا چند ہی لمحوں میں واپس آ گئی۔ میرے لئے پانی اور فلورا کے لئے کوک کی بوتل آ گئی تھی۔ اسی وقت انٹرکام کا بزر بجا اور فاکس ٹریٹ انٹرکام پر بات کرنے لگا۔

"تمہاری بات درست ثابت ہوئی" فاکس ٹریٹ نے انٹرکام بند کرتے ہوئے قدرے بجھے ہوئے لہجے میں کہا "مرسڈیز رات آٹھ بجے کے قریب چرا لی گئی تھی۔"

"ایڈم ای فلوک کو جھوٹ بولنے سے نفرت ہے" میں نے کہا "لیکن مکمل تصدیق کے لئے یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ یہ وہی مرسڈیز ہے..."

"ہم بچے کام نہیں کرتے..." فاکس ٹریٹ نے کہا "لیکن اگر یہ یہاں سے برآمد ہوئی تو ہمارے کلب کی ریپوٹیشن متاثر ہوگی۔"

"با اثر لوگوں کی ریپوٹیشن کبھی خطرے میں نہیں پڑتی۔ یہ مرض صرف ان لوگوں کو لاحق ہوا کرتا ہے جو مفلس ہوتے ہیں۔"

"تمہارا رویہ میرے ساتھ بہت گستاخانہ رہا ہے۔" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "جانتے ہو میں نے تمہارا یہ رویہ کیوں برداشت کیا ہے؟"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا "تم جیسے لوگوں کو ذہین ضرورت رہتی ہے اور میں اپنی قدر و قیمت سے بخوبی واقف ہوں۔"

"میرے پاس کام کرو گے تو تمہیں اصولوں کی پابندی کرنی ہوگی۔ میں اس معاملے میں بہت سخت ہوں۔"

"بھول جاؤ" میں نے بے پروائی سے کہا "ایڈم فلوک نے کبھی کسی کی برتری تسلیم نہیں کی۔"

"اگر تم یہیں کام کرو گے تو یہاں کے ضابطوں کی پابندی کرنا پڑے گی" فاکس ٹریٹ نے حتی الامکان نرم لہجے میں کہا مگر اس کے لئے خود پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا۔

"تم نے یہ کیوں فرض کر لیا ہے کہ میں تمہارے لئے کام کرنے کی ہامی ضرور بھر لوں گا" میں نے کہا "بہتر یہ ہے کہ مفروضوں کے بجائے حقائق کی بنیاد پر گفتگو کریں۔"

فاکس ٹریٹ نے مجھے گھور کر دیکھا "تم ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کا شکار لگتے ہو۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے... کسی اور کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ میں کتنی خوش فہمی کا شکار ہوں۔"

"تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم میرے لئے کام نہیں کرو گے؟"

"کم از کم شارپر کی حیثیت سے تو ہرگز نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "شارپر کا یہ کام تھرڈ کلاس لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔"

"تو پھر تم ہم سے کیا توقع رکھتے ہو؟" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے پاس ملازمت کی درخواست لے کر نہیں آیا مسٹر فاکس ٹریٹ! جو تم مجھ سے اس طرح سوال جواب کر رہے ہو۔ تمہیں میری ضرورت ہوگی۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے" فاکس ٹریٹ نرم پڑ گیا "لیکن تمہارے بارے میں ہمیں پوری معلومات بھی تو نہیں ہیں۔ کیسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تم کن کاموں کے لئے موزوں ہو، کن کاموں کے لئے نہیں۔"

"ہر وہ کام جو کوئی اور نہیں کر سکتا ایڈم ای فلوک کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں سر کھپانے کے بجائے اگر خاص کام لینا چاہو تو بلا جھجک بتاؤ۔"

فاکس ٹریٹ سوچ میں گم ہو گیا۔ وہ جاگیردارانہ ذہن کا حامل تھا۔ میرے اطوار اس کے لئے سخت ناپسندیدہ ہوتے تھے مگر وہ اپنی کسی غرض کے تحت مجھے برداشت کر رہا تھا۔ میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے معلوم ہوتا تھا جن کے نزدیک اپنی انا سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اس نے مجھے خود سے کم تر فرض کر

اس لئے اس کی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح مجھے دبا لے۔

"تم کار کی چوری میں ملوث ہو" چند لمحے بعد وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولا "اور اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ اگر میں پولیس کو تمہارے بارے میں اطلاع فراہم کر دوں تو تم گرفتار ہو جاؤ گے۔"

"تو دھمکی دے رہے ہو" میں مسکرایا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ خناس اپنے ذہن سے کیوں نہیں نکال دیتے۔ تمہیں یہ یقین کیوں نہیں آ جاتا کہ تم مجھ پر قابو نہیں پا سکو گے۔ اگر تمہیں پولیس کو اطلاع دینے کا شوق ہو رہا ہے تو اپنا یہ شوق ضرور پورا کرو لیکن اس یقین کے ساتھ کہ مشکل میں تم خود ہی پھنسو گے۔ میں نہ تمہارے ہاتھ لگوں گا اور نہ ہی پولیس مجھ تک پہنچ سکے گی۔"

"تم کتنے ہی باصلاحیت کیوں نہ ہو، درجنوں افراد کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرے ایک اشارے پر تمہیں گھیر لیا جائے گا۔ تم اس کلب کی حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔"

"ممکن ہے اس وقت میں تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دوں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن تم کب تک مجھے قید رکھو گے؟ کب تک میری نگرانی کراؤ گے؟ کبھی تو مجھے موقع ملے گا اور جیسے ہی مجھے موقع ملے گا میں تمہاری دسترس سے نکل جاؤں گا۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ عقل کے ناخن لو۔ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہو تو افہام و تفہیم کی راہ اختیار کرو۔ وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے جو دھمکیوں میں آ جاتے ہوں گے۔ میں کسی اور کے لئے کام کرتا بھی ہوں تو آزادانہ انداز میں کرتا ہوں ورنہ نہیں۔"

فاکس ٹریٹ نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ شاید بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی "تمہاری بعض باتیں مجھے الجھن میں ڈال رہی ہیں۔ تمہیں ان کی وضاحت کرنی ہوگی۔"

"تمہاری الجھن دور کر کے مجھے خوشی ہوگی" میں نے کہا "کام کرنے کے لئے باہمی اطمینان کو میں نہایت ضروری تصور کرتا ہوں۔"

"تم جانتے ہو کہ فلورا کلب کی ملازم ہے اور اس نے اپنی طرف سے تمہیں ہروانے کی پوری کوشش کی تھی۔ پھر تم اسے اپنا لک کیوں قرار دے رہے ہو؟"

"مجھے اس سے کیا غرض کہ وہ کس کی ملازم ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ اس کا فرض تھا۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

[illegible] نے کہا

"تمہاری جیت میں فلورا کا دخل نہیں تھا۔ اگر وہ نہ ہوتی تب بھی تمہیں جیتنا ہی تھا۔ تمہارا یہ کمال میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے افسردگی سے کہا "جب سے میری ملاقات فلورا سے ہوئی ہے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری نس نس میں ایک نئی توانائی دوڑ گئی ہے۔ تم نے جو کچھ بھی دیکھا وہ بے شک میرا کمال ہے لیکن اگر فلورا میرے ساتھ موجود نہ ہوتی تو میں اتنے اعتماد سے یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دس میں سے تین بار یقیناً مجھ سے غلطی ہوتی ہے۔ ماضی میں یہ تناسب کبھی کم نہیں ہوا ہے مگر آج تم نے دیکھا کہ میں نے جو چاہا وہی ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"کیا تم سچ بول رہے ہو؟" فاکس ٹریٹ نے حیرت سے کہا۔ فلورا بھی حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

"فلورا میری لک ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! کیا کوئی شخص اپنی قسمت کے بارے میں بھی جھوٹ بول سکتا ہے؟!"

"چلو مان لیا" فاکس ٹریٹ نے بے بسی سے شانے اچکائے "لیکن تمہاری یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کہ تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"یہ ایک تلخ حقیقت ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! نہ میرا کوئی وطن ہے اور نہ ہی کوئی مستقل ٹھکانہ ہے۔ میں نے کبھی چند روز سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا۔ مال و دولت میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں آج تک سمجھ ہی نہیں سکا کہ میں چاہتا کیا ہوں۔ میں نے بے شمار جرائم کئے ہیں مگر کسی کو نہیں معلوم کہ ان جرائم کے پیچھے میری ذات ہے۔ میں نے آج تک کہیں اپنا سراغ نہیں چھوڑا۔ میں یہ پسند بھی نہیں کرتا کہ زیادہ لوگ میری شخصیت سے واقف ہوں۔ فطرتاً میں جرائم پیشہ ہوں۔ کسی بھی قسم کے جرم کو عار نہیں سمجھتا۔ بس قتل کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ یہ بات نہیں کہ میں نے کبھی قتل نہیں کیا۔ بے شک میرے کریڈٹ پر چند قتل بھی ہیں مگر وہ میں نے صرف اس وقت کئے تھے جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب اگر میں نے قتل نہ کیا تو خود قتل ہو جاؤں گا۔ میں بے حد محتاط آدمی ہوں۔ تیزی سے ٹھکانے بدلتا رہتا ہوں تاکہ کوئی میرے بارے میں کچھ نہ جان سکے۔"

"اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے" فاکس ٹریٹ نے کہا "تم عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا ہو... تمہیں ہر دم یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں گرفتار نہ ہو جاؤ۔"

درشتگی ہے" میں اس سے فوراً ہی متفق ہو گیا "میرا خیال ہے یہ مسئلہ تو ہر مجرم کو درپیش ہوتا ہو گا۔"

"ہوتا ہے مگر اس حد تک نہیں جس حد تک تم بتا رہے ہو اور پھر روئے زمین پر ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کا حل نہ ہو۔"

"تم نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے تو اس کا حل بھی تم ہی بتاؤ۔" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا "اپنی موجودہ طرز زندگی سے میں بہت غیر مطمئن ہوں۔"

"تمہارے مسئلے کا سادہ سا حل یہ ہے کہ خود کو کسی سے وابستہ کر لو۔ آدمی کسی مشکل میں پھنس جائے تو اس کا کوئی حامی بھی تو ہونا چاہیے۔ اپنے لئے کوئی مضبوط سہارا تلاش کرو تاکہ تم اپنا کام بے فکری سے جاری رکھ سکو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ ایڈم ڈی فلوک سے نباہ نہیں ہوتی۔ ہر شخص اپنے سے زیادہ باصلاحیت شخص کو غلام دیکھنا چاہتا ہے۔ معاف کرنا مجھے تمہاری یہ تجویز منظور نہیں ہے۔"

"اب تم واپس کہاں جاؤ گے؟" فاکس ٹریٹ نے اچانک ہی ایک غیر متوقع سوال کر دیا جس کے لئے میں تیار نہیں تھا۔ میں سمجھ رہا تھا وہ بات مزید آگے بڑھائے گا مگر یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اچانک ہی مجھے گرفتار دینے پر تل گیا ہو۔

"کوئی ہوٹل تلاش کروں گا" میں نے کہا "لیکن اب تو کسی چھوٹے سے ہوٹل کا کھلا ہوا ملنا بھی ممکن نہیں ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں کوئی سرائے دیکھ لوں گا۔"

"اس علاقے میں تم کسی سرائے کا رخ کرو گے؟" فاکس ٹریٹ نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کوئی ایسی انوکھی بات بھی نہیں ہوگی مجھ جیسے اور بھی ہوتے ہیں جو رات کی تاریکی میں قیام کرتے ہیں اور صبح ہوتے ہی کھسک لیتے ہیں۔"

"اس وقت یہیں رک جاؤ۔ میں تمہارے قیام کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ صبح چلے جانا۔"

"معاف کرنا میں یہاں رہنا گوارا نہیں کروں گا" میں نے کمال عقلمندی سے کہا "اس کے بجائے میں کسی پارک میں شب بسری کو ترجیح دوں گا۔"

"صبح کے چار بجنے والے ہیں۔ اس وقت تمہارا سڑکوں پر نکلنا مناسب نہیں ہوگا اور پھر تمہارے پاس چوری کی مرسڈیز ہے۔"

"دیکھو مسٹر فاکس ٹریٹ! میں تمہاری طرح گھما پھرا کر بات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں دو ٹوک بات کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں۔ تم مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہو مگر ابھی کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچے ہو اس لئے مجھے اس وقت تک روکنا چاہتے ہو جب تک کہ میرے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر لو۔ یہ کام تم مفت میں کرنے کے خواہاں ہو لیکن تمہیں یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ معاملہ ایڈم ڈی فلوک کا ہے۔ کسی عام آدمی کا نہیں ہے لہٰذا اس کی قیمت بھی ویسی ہی ہوگی۔ اب اس وقت سے میں تمہارا مہمان ہوں۔ اس وقت تک جب تک کہ تم مجھے کوئی جواب نہیں دے دیتے۔ اگر تم چاہو تو میرا تجزیہ رد کر سکتے ہو پھر جہاں میرا جی چاہے گا چلا جاؤں گا اور ہمارے درمیان تعلق ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔"

"نہیں" فاکس ٹریٹ نے حیرت سے کہا "تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے۔ تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے مجھے وقت درکار ہے۔"

"بس تو پھر میں جہاں بھی ٹھہروں گا میرے تمام اخراجات تمہارے ذمے ہوں گے منظور ہے؟"

"منظور ہے" فاکس ٹریٹ نے بے بسی سے کہا "تمہارے لئے کیا انتظام کیا جائے؟"

"کسی عمدہ سے ہوٹل میں میرے اور فلورا کے لئے ایک سوئیٹ بک کرا دو اور اپنی گاڑی بھی ہمیں وہاں تک چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اب میں مرسڈیز استعمال کرنے کا خطرہ نہیں لے سکتا۔"

مجھے معلوم تھا کہ فاکس ٹریٹ مجھ سے اختلاف نہیں کرے گا۔ میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ وہ مادام گلارا کو گوہر نایاب کی دریافت سے باخبر کرنا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ سے زچ ہو گیا ہے لہٰذا مجھے مادام گلارا کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑانے کے درپے ہے۔ جرائم کی دنیا میں بھی جرائم پیشہ لوگوں کی ضرورت رہتی ہے۔ مجرم لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو ان کی سرپرستی کر سکیں اور جو لوگ سرپرستی کرنے کے قابل ہوتے ہیں وہ جرائم پیشہ لوگوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ فاکس ٹریٹ خود بھی جرائم پیشہ شخص تھا اور ایک صیہونی تنظیم کے لئے کام کرتا تھا۔ ایک ایسی صیہونی تنظیم کے لئے جسے اگر دہشت گرد تنظیم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

"تمہارے لئے فائیو اسٹار ہوٹل میں سوئیٹ بک کرایا جائے گا اور میں فلورا کو بھی تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت دے دوں گا لیکن یہ انتظام عارضی ہوگا۔"

بات کاٹ کر کہا "جیسے ہی تم یہ فیصلہ کرو گے کہ تمہیں میری ضرورت نہیں ہے میں دونوں چیزوں سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"

"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے" فاکس ٹریٹ بولا "اخراجات کی ادائیگی اس رقم سے کی جائے گی جو تم یہاں سے جیت کر لے جا رہے تھے۔"

"میں اس رقم کو فراموش کر چکا ہوں" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا "لہٰذا مجھے اس رقم سے بھی کوئی غرض نہیں ہے۔"

فاکس ٹریٹ نے انٹرکام پر کسی کو ہدایات دیں اور مجھے کلب کے احاطے میں پہنچنے کی ہدایت کی۔ میں اور فلورا اس کی ہدایت کے بموجب احاطے میں پہنچے جہاں دروازے پر ایک کار موجود تھی۔ میں فلورا کے ساتھ پچھلی نشست پر براجمان ہو گیا۔

صبح چار بجے ہم گوراے کی سنسان سڑکوں پر تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے ہیں منٹ کے اندر اندر ہی گوراے کے واحد فائیو اسٹار ہوٹل پہنچ گئے۔ جہاں ہمارے لئے کمرا بک ہو چکا تھا۔ یہ فاکس ٹریٹ کا اثر و رسوخ تھا جس کی وجہ سے رات کے اس پہر بغیر کسی پوچھ گچھ کے کمرا بک کر دیا گیا تھا۔ اگر میں خود یہ کمرا بک کرانے کی کوشش کرتا تو شاید یہ ممکن ہی نہ ہوتا۔

ڈرائیور ہمیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں فلورا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوٹل میں داخل ہوا اور کاؤنٹر سے چابی لے کر گیارھویں منزل پر واقع اس سوئیٹ پر پہنچ گیا جو میرے اور فلورا کے لئے بک کرایا گیا تھا۔ فلورا ابھی تک خوف زدہ نظر آ رہی تھی اور اس پر سناٹے کی سی کیفیت طاری تھی۔

"تم یہاں آرام سے بیٹھو آرام کرو سو جاؤ۔ میں ابھی آیا۔" میں نے کہا اور اس کا جواب سنے بغیر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس تبدیل شدہ صورت حال سے تہذیب کو باخبر کرنا ضروری تھا۔

لفٹ کے پاس پہنچ کر میں نے بٹن دبا دیا۔ لفٹ اوپر ہی آ رہی تھی۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر لفٹ گیارھویں منزل پر آ کر رکی۔ دروازہ کھلا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لفٹ میں سے بڈ برآمد ہوا ہے۔

"تم نے ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا چیف!" بڈ نے چھوٹتے ہی کہا "اگر تم کچھ دیر اور برآمد نہ ہوتے تو ہم کلب پر دھاوا بولنے ہی والے تھے۔"

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ میں بڈ کا ہاتھ پکڑ کر لفٹ میں داخل ہو گیا اور گراؤنڈ فلور پر جانے کے لئے بٹن دبا دیا "گھبرانے کی کوئی بات نہیں بڈ!" میں نے کہا "میں ان لوگوں کے درمیان گھسنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"ضرور کوشش کرو۔ میں کب منع کر رہا ہوں لیکن یہ کون سا طریقہ ہے۔ تم نے ہمیں پہلے بتایا ہوتا۔"

"بکواس مت کرو۔ پہلے سے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ میں کن حالات سے گزروں گا۔۔۔ عاطف اور طلحہ کہاں ہیں؟"

"باہر منڈلا رہے ہیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم خطرے میں نہیں ہو اس لئے انہیں چھوڑ کر ادھر آ گیا تھا۔"

لفٹ گراؤنڈ فلور پر رکی تو میں اس میں سے نکل کر بڈ کے ساتھ لابی میں آ گیا۔ نائٹ شفٹ کے عملے کے چند افراد کے سوا کہیں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں بڈ کے ساتھ لابی میں ایک صوفے پر جا بیٹھا۔

"میں فاکس ٹریٹ کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔" میں نے بڈ سے کہا "میرا اندازہ ہے کہ وہ مادام گلارا سے بات کرنے کے بعد مجھے اس کے پاس بھیجے گا۔ دیکھو وہاں کیا گزرتی ہے۔"

"ہمارے لئے کیا حکم ہے چیف؟"

"تہذیب سے کہنا کہ مادام گلارا کو کل تک اور الجھائے رکھے۔ مجھے امید ہے کہ کل تک صورت حال خاصی واضح ہو جائے گی۔ تم لوگ مجھ پر نظر رکھنا۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں ہے مگر میں محض احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ عاطف اور طلحہ کے علاوہ علی گروپ کے دو اراکین اور جو یہاں موجود ہیں ان سے بھی کام لینا تاکہ کسی کو نگرانی کا شبہ نہ ہو سکے۔ مجھے کہیں لے جایا جائے تو تعاقب کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میں کوئی خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ موقع ملتے ہی تہذیب سے ملنے آؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"

بڈ سے رخصت ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا جہاں فلورا حیران و پریشان بیڈ پر بیٹھی تھی "تم کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"کوشش کی تھی کہ شب بسری کے لئے کوئی لباس مل جائے مگر اب انہی کپڑوں میں گزارا کرنا پڑے گا۔"

فلورا مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی "تم بہت ہی شدت سے آنے والے آدمی ہو" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"کیوں؟" میں نے ہنس کر کہا "ایسی کیا بات ہو گئی جو

تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"فاکس ٹریٹ بااثر صفت آدمی ہے اور تم اس سے اس طرح بات کر رہے تھے جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ کیا تمہیں اس سے خوف نہیں آرہا تھا؟"

"تمہاری اس بات پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ مجھے تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جس سے خوف زدہ ہوا جا سکے۔"

"کمال کرتے ہو" فلورا نے آنکھیں نکال لیں "اس کی تو صورت ہی ایسی ہے کہ میں اسے نظر بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتی۔"

"تمہاری بات سے مجھے اتفاق ہے" میں مسکرایا "صورت حرام تو ہے۔ اس لئے میں بھی اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔"

"تم بہت خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ کلب میں ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک لوگ موجود ہیں مگر کوئی فاکس ٹریٹ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ مجھے تو وہ ایک عام سا آدمی لگا۔ اس کی ساری اکڑ فوں محض اس وجہ سے ہے کہ کچھ خطرناک لوگ اس کے ملازم ہیں جو اس کے اشارے پر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے سب اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔"

"تم نے میرا خون خشک کر ڈالا۔ تمام وقت مجھے یہی دھڑکا لگا رہا کہ کہیں وہ تمہیں قتل نہ کرا دے۔"

"تو اس سے تمہاری صحت پر کیا اثر پڑتا؟" میں نے فلورا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تمہارا مجھ سے ایسا کوئی رشتہ تو نہیں ہے کہ میرے قتل سے تمہیں تشویش ہو۔"

فلورا گڑبڑا گئی "میں کچھ بھی سہی' ایک کمزور دل کی لڑکی ہوں۔ اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی اور پھر تم میرے محسن بھی تو ہو۔"

"محسن!" میں نے حیرت سے کہا "میں بھلا تمہارا محسن کس طرح ہو گیا؟ میں تو خود تمہارا ممنون احسان ہوں۔ اگر تم نہ ملی ہوتیں تو میں شاید وہاں سے یوں ہی واپس چلا آتا۔"

"بے وقوف مت بناؤ۔ کلب میں مجھے موقع ہی نہیں ملا سکا رشتہ پوچھتی ..... یہ تم مجھے اپنی لک کس خوشی میں قرار دے رہے تھے؟"

"اب بھی میں اپنے اسی موقف پر قائم ہوں۔ محض تمہاری وجہ سے میں جیت سکا۔ تم میری لک ہو۔"

"تم بہت شاطر آدمی ہو۔ معلوم نہیں تم کس چکر میں ہو۔ تم تاڑ گئے تھے کہ میں ٹونی اور ایڈگر کی مدد کر رہی ہوں اسی لئے تم نے پتے مجھ سے چھپانا شروع کر دیئے تھے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے بے جھجک اعتراف کر لیا "لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"وضاحت بھی بہت ہو" وہ مسکرائی "کہہ رہے ہو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ارے تم اتنے ماہر شاطر ہو۔ تمہیں تو ہر صورت میں جیتنا ہی تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے تم سے پتے چھپانے کے لئے مجبور ہونا پڑا لیکن میں یہ کیسے گوارا کر لیتا کہ میری لک کسی اور کا ساتھ دے ورنہ میں ہرگز تم سے پتے نہ چھپاتا۔"

"پس ثابت ہوا کہ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہاری جیت تمہاری اپنی مہارت کا نتیجہ تھی۔"

"ہرگز نہیں۔ شاطر تو میں ہمیشہ سے ہوں مگر کبھی اس طرح نہیں جیتا۔ مجھے محسوس ہو گیا تھا کہ میرے پاس پتے تمہاری وجہ سے آ رہے ہیں۔ تمہارے قرب نے میری صلاحیتوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ میرے ہاتھوں وہ کرتب دکھا رہے تھے جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میرے دماغ میں ایک ایک پتا محفوظ ہو گیا تھا۔ جو وہ لوگ بانٹتے تھے اور معلوم مجھے ہو جاتا تھا کہ کس کے پاس کون سا پتا گیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اس کو میں کیا کہوں۔"

فلورا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے "مگر تم نے تو بہت بعد میں جیتنا شروع کیا تھا اور یہ دعویٰ تم شروع ہی کر چکے تھے؟"

"ہاں" اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ مجھے تم سے ملنے کے بعد فوراً ہی یہ احساس ہو گیا تھا کہ جیسے میں ایک نیا انسان بن گیا ہوں۔ یوں لگتا تھا جیسے میری ہر صلاحیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔"

"میں بہت بری لڑکی ہوں ایڈی" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم خواہ مخواہ میری دلجوئی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں تمہاری دلجوئی کیوں کروں گا اور اگر تم بری ہو تو مجھے اس سے کیا۔ مجھے تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ تم مجھے حد سے زیادہ اچھی لگی ہو۔ میرا تمہارا ساتھ چند منٹ بھی رہ گیا تو تم دیکھو گی۔"

"اور چند منٹ کے بعد کیا ہو گا؟" فلورا نے عجیب نظروں سے مجھے دیکھا اور میں خوف زدہ ہو گیا۔ مجھے معلوم کہ جب کوئی لڑکی یہ سوال کرتی ہے تو کس قسم کے جواب کی توقع کرتی

"چند منٹ کے بعد ہم دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار کئے جائیں گے" میں نے اپنا خوف چھپاتے ہوئے کہا۔

"ہم؟" اس نے ایک بار پھر مجھے حیران کرنے کی کوشش کی تھی جس سے میں ہونے والا نہیں تھا۔

"ہاں ہم" میں نے کہا "جو کچھ بھی مجھے حاصل ہو گا اس میں پچاس فیصد تو تمہارا حصہ بھی ہو گا۔"

"صرف پچاس فیصد" اس نے بڑی مایوسی سے کہا "میں سمجھی تھی تم کوئی بڑی بات کرو گے۔"

"پچاس فیصد کم ہے" میں نے حیرت ظاہر کی "خیر کوئی بات نہیں۔ اگر تم کہو گی تو میں اس میں اضافہ بھی کر دوں گا۔ آخر تم میری لک ہو۔ تمہارے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم بھی مجھے بہلا رہے ہو گے" وہ برا سا منہ بنا کے بولی "یہ تم لوگوں کا ازلی مسئلہ ہے۔ ہماری دنیا کے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

"کیا تمہیں میری بات پر شبہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو اسے اپنے ذہن سے نکال دو۔ رقم کے معاملے میں میں نے کبھی بددیانتی نہیں کی۔"

"سب کچھ تو میری نظروں کے سامنے ہوا ہے۔ مجھے کیا بتا رہے ہو۔ جتنی بڑی تمام رقم تم کلب میں جیت چھوڑ آئے حالانکہ اس میں تمہاری اپنی رقم بھی شامل تھی۔"

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی" میں نے کہا "کیا ٹونی اور ایڈگر مجھے کلب سے باہر نہیں لوٹ سکتے تھے؟"

"اس سے قبل بھی کئی بار وہ جیتے ہوئے لوگوں کو اسی مقام پر لوٹ چکے ہیں۔ وہ راہداری شب بھر سنسان پڑی رہتی ہے اسی لئے ٹونی اور ایڈگر باہر جانے کی زحمت نہیں کرتے۔ ان کے شکار عام طور پر شریف لوگ ہوتے ہیں اس لئے وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔ پھر سب جانتے ہیں کہ کراؤن کلب کو اتنی سرکاری افسران کی سرپرستی حاصل ہے اس لئے بھی کسی نے حرف شکایت زبان پر لانے کی ہمت ہی نہیں کی۔"

"کیا یہ لوٹ مار فاکس ٹریٹ کے علم میں ہوتی رہتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں" اسے کچھ نہیں معلوم ..... یہ بات صرف چند لوگوں کے درمیان محدود ہے مگر جو لوگ اس طرح لٹتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ بھی فاکس ٹریٹ کے ایما پر ہوتا ہے اس لئے کسی کو شکایت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔"

"تم تو ان لوگوں کے ساتھ ہی کام کرتی ہو۔ پھر ایڈگر اور ٹونی تمہارے دشمن کیوں ہو گئے تھے؟"

"ہم ایک کلب کے ملازم ہیں مگر ہماری حدود الگ الگ ہیں۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ دونوں کس قسم کے لوگ ہیں۔ ایسے لوگ ہر لڑکی پر اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ ان کی فطرت سے واقف ہونے کی وجہ سے میں ان سے دور ہی دور رہتی ہوں لیکن آج اتفاق سے انہیں ایک موقع مل گیا۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اس حد تک بھی جا سکتے ہیں۔ فاکس ٹریٹ کا خوف بھی ان کے دلوں سے نکل گیا تھا۔ وہ تو اگر تم نہ ہوتے تو معلوم نہیں وہ میرا کیا حشر کرتے۔"

"فرض کرو میں نہ ہوتا اور تم ان کے ہتھے چڑھ جاتیں تو بعد میں ان دونوں کا کیا ہوتا؟"

"فاکس ٹریٹ ان دونوں کو زندہ نہ چھوڑتا۔ ڈسپلن کے معاملے میں وہ انتہائی کریزی ہے۔ معمولی سی بھی خلاف ورزی پر سخت سزا دیا کرتا ہے۔ یہ تو بہت بڑا معاملہ تھا۔"

"اور تم مجھے کلب سے بھگانے پر کیوں تلی ہوئی تھیں مائی لک؟" میں نے پوچھا۔

"تم سے ہمدردی ہو گئی تھی اس لئے" فلورا نے کہا "تمہیں اندازہ نہیں تھا کہ فاکس ٹریٹ کس قماش کا انسان ہے اور مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم کیا بلا ہو۔ اگر معلوم ہوتا تو کبھی تم سے وہاں سے چلے جانے کو نہ کہتی۔"

"میرے لئے یہی بہت ہے" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "کہ کسی نے مجھ سے ہمدردی ہی محسوس کی۔"

"تم بہت جھوٹے ہو۔ میں مان نہیں سکتی کہ کسی نے کبھی تم سے ہمدردی بھی نہیں کی ہو گی۔"

"کوئی بھی نہیں مانتا" میں نے افسردگی سے کہا "سب اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں جیسی تم کر رہی ہو۔"

"تم یہ کوئی پہلا جھوٹ نہیں بول رہے ہو جو میں دھوکا کھا جاؤں' اس سے قبل بھی تم کئی جھوٹ بول چکے ہو۔ مثلاً تم نے کہا کہ تم ایک اسپورٹس مین ہو۔"

"اسے جھوٹ نہیں کہتے فلورا! مصلحت کوشی کہتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ پہلی ملاقات میں ہر ایک کو بتا دیا کروں کہ میں ایک جرائم پیشہ آدمی ہوں؟"

"اس کے علاوہ" فلورا نے پہلو بدل کر کہا "تم نے بعض ایسی حرکتیں کیں جو کوئی دوسرا شخص تمام حالات میں ہرگز نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر تم نے خود کو رقم کی طرف سے بے پروا ظاہر کیا۔ وہ بہت بڑی رقم تھی اور میں نہیں مان سکتی کہ کوئی شخص اتنی بڑی رقم یوں چھوڑ سکتا ہے۔"

مجھے اچانک ہی فلورا کی طرف سے خطرہ محسوس ہونے

لگا۔ وہ اتنی سیدھی نہیں تھی جتنا میں نے اسے سمجھا تھا۔
اس نے پوری رات میرے ساتھ گزاری تھی۔ اس پوری
رات میں، میں نے کئی پینترے بدلے تھے اور ان سب کی
جواب دہی کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

"تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میں نے وہ رقم
نہیں لی حالانکہ میں اسے لے سکتا تھا۔ اب تو مان لو کہ کوئی
شخص اتنی بڑی رقم چھوڑ بھی سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کوئی بہت بڑا مقصد ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تم
نے یہ حرکت کی ہے۔" فلورا نے کہا۔

"یہ میری زندگی کا دلچسپ ترین تجربہ ہے کہ کوئی مجھے
میرے بارے میں بتا رہا ہے۔ تمہارے خیال میں وہ مقصد کیا
ہو سکتا ہے؟"

"اگر یہی بات مجھے معلوم ہوتی تو جھگڑا ہی ختم نہ
ہو جاتا۔" فلورا بولی۔ "لیکن کوئی بات نہیں۔۔۔ یہ راز کبھی تو
فاش ہو گا۔"

"تم نے خود کو کن گورکھ دھندوں میں پھنسا لیا ہے۔" میں
نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "یہ بات تمہاری سمجھ میں بھی
نہیں آ سکے گی۔ میں نے محض تمہاری خاطر وہ رقم چھوڑی
تھی۔ پیٹر اور ٹونی مسلح ہوتے ہوئے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ
سکتے تھے جس کا مشاہدہ بعد میں تم نے اپنی آنکھوں سے بھی
کر لیا لیکن میں نے بے چون و چرا ان کی بات مان لی۔ محض
اس لئے کہ تم میرے ساتھ تھیں۔ میں ان سے الجھتا تو
تمہیں نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا اور میں خطرہ کسی قیمت پر بھی
مول نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم ان لوگوں کی
ساتھی ہو۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم ان لوگوں کو اشارے سے
میرے بارے میں باخبر کر رہی تھیں۔ [illegible]
سے چھپانا شروع کر رہے تھے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ
مسلم تھی کہ تم میری ملک ہو۔ مجھے توقع تھی کہ تم میرے ساتھ
رہو گی تو میں مستقبل میں بڑے فائدے حاصل کر سکوں گا
لیکن اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو نقصان میرا ہی
ہوتا۔ وہ رقم خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ سہی اس کی حقیقت
ان فوائد کے سامنے کچھ بھی نہیں جن کی مجھے مستقبل میں
توقع ہے لہٰذا مجھے جھگڑے سے بچنے کے لئے ان کا مطالبہ
تسلیم کرنا ہی تھا۔ اب اسے بدقسمتی کے سوا اور کیا کہا جائے
کہ [illegible]

اپنی تمام مصلحتوں سے دست بردار ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔ ورنہ جس خوف نے مجھے ان کے خلاف کچھ کرنے سے روک رکھا تھا وہ یہ تھا کہ کہیں ان دونوں میں کوئی فائر کر بیٹھے اور کوئی بھولی بھٹکی گولی تمہیں نہ لگ جائے۔"

فلورا نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "تم بہت چالاک آدمی ہو۔ تم نے ایک ایسی چیز کو ذریعہ بنایا ہے جسے پرکھا بھی نہیں جا سکتا۔"

"فاکس ٹرسٹ نے ہر طرح سے پرکھ کے تو دیکھ لیا۔ کیا تمہیں اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے؟" میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے... ممکن ہے تم پہلے سے اتنے ماہر ہو اور محض مجھے اہمیت دینے کے لئے..." وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی "کچھ سمجھ میں نہیں آتا" کچھ دیر بعد وہ بڑبڑائی "کچھ باتیں تمہارے حق میں ہیں اور کچھ خلاف ہیں..."

"میرا مشورہ یہی ہے کہ اس مسئلے پر زیادہ مت سوچو" میں نے ہمدردانہ انداز میں کہا "تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم اپنے نظریات کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ کچھ عرصہ میرے ساتھ گزارو گی تو سب کچھ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔"

"تمہارا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے" فلورا نے کہا۔ میں اس کے اس سوال کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ میرے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ یہ ذاتی دلچسپی کا معاملہ تھا اور میرے حق میں زیادہ خطرناک نہیں تھا۔

"اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں" میں نے بے بسی ظاہر کی اور وہ مجھے گھورنے لگی۔

"کل کی رات تم نے کہاں گزاری تھی؟" اچانک اس نے سوال کیا۔ وہ میرا جھوٹ پکڑنے پر تل گئی تھی۔

"تم اس پر بھی یقین نہیں کرو گی کہ میں کل شام ہی یہاں پہنچا تھا۔ ایئرپورٹ سے شہر آنے کے بعد پہلا کام میں نے یہ کیا کہ مرسڈیز چرائی اور گراؤن کلب پہنچ گیا۔"

"تمہارا سامان کہاں ہے؟" اس نے مشکوک لہجے میں کہا "اب یہ کہو گے کہ تمہارے پاس سامان تھا ہی نہیں۔"

"یہ حقیقت ہے" میں نے ہنس کر کہا "سامان وغیرہ کا جھنجھٹ وہ لوگ پالتے ہیں جن کے پاس رہنے کا ٹھکانہ ہو۔"

"دکھاؤ کہاں ہے پاسپورٹ تو ہو گا ہی۔" اس نے پاسپورٹ لینے کے لئے ہاتھ پھیلا دیا۔

"اب تم سو جاؤ اے میری پولیس والی... صبح ہونے والی ہے" میں نے جھنجھلاہٹ ظاہر کی "جس پاسپورٹ پر میں سفر کر رہا تھا وہ جعلی تھا۔ میں اسے ضائع کر چکا ہوں۔"

صبح دس بجے میری آنکھ کھلی۔ فلورا سو رہی تھی۔ میں آہستگی سے بستر سے نکل آیا لیکن جلد ہی وہ بھی اٹھ گئی۔ اس وقت میں باتھ روم میں تھا۔

نہا دھو کر میں جلد ہی تیار ہو گیا اور ناشتا کمرے میں طلب کر لیا۔ ناشتا آنے تک فلورا بھی تیار ہو گئی تھی۔

"مجھے واپس آنے کے بعد میں کچھ بھی کیا کرنا ہے۔ لیکن ابھی ناشتا کرنے کے بعد میں چند گھنٹوں کے لئے جاؤں گا۔"

"اس حلیے میں؟" اس نے مضحکہ خیز انداز میں میرے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا جنہیں میں رات کو پہن کر گیا تھا اور وہ شکن آلود ہو رہے تھے۔

"اسی لئے میں سامان کے بجائے کیش رکھتا ہوں۔ ضرورت کے مطابق ایک آدھ جوڑا خرید لوں گا۔ اس کے بعد جیسے بھی حالات ہوئے ان کے مطابق کام ہو گا۔"

"تم تنہا جاؤ گے؟" فلورا نے سنجیدگی سے کہا "میرا باہر جانا ممکن ہے کہیں تمہیں کمک کی ضرورت آجائے۔"

"بے فکر رہو جب بھی ایسا کوئی معاملہ درپیش ہوا تمہارے بغیر باہر نہیں نکلوں گا لیکن اس وقت میں علاقوں کی طرف جاؤں گا تم شاید ان علاقوں کا رخ گوارا نہ کرو۔"

"تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو میں کوئی زبردستی تو ساتھ نہیں جا رہی۔ بس یوں ہی پوچھ لیا تھا۔"

"فاکس ٹرسٹ کی طرف سے کوئی پوچھ گچھ ہو تو کہہ دینا کہ میں دو بجے تک واپس آؤں گا۔"

میں ہوٹل سے نکل آیا۔ میرا ارادہ تہذیب سے ملنے کا تھا۔ بہت سے اہم معاملات طے کرنے کے لئے اس سے ملنا ضروری تھا۔ اگرچہ اس اسٹیج پر تہذیب سے ملنا خطرناک اقدام تھا لیکن مجھے امید تھی کہ فاکس ٹرسٹ نے میری نگرانی کی زحمت گوارا نہیں کی ہو گی۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا لیکن اس کے باوجود میں نے احتیاطاً کئی ٹیکسیاں تبدیل کیں۔ کوٹھی پر پہنچا تو تہذیب اور بڈ میرے منتظر تھے۔

"تم نے بہت دیر کر دی" تہذیب نے کہا "شاید فلورا کی وجہ سے تمہیں یہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی؟"

میں نے حیرت سے تہذیب کو دیکھا "تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟" میں نے کہا "میں نے اس وقت آنے کا وعدہ تو نہیں کیا تھا؟"

تہذیب ہنسنے لگی "تمہاری نگرانی کرنے کے لئے بڈ ہوٹل میں ہی موجود تھا۔ اس نے تمہیں اکیلے نکلتے دیکھا تو مطمئن ہو گیا اور مجھے فون پر اطلاع کر کے خود بھی یہاں آگیا۔ ہم سمجھ گئے تھے کہ تم اس وقت یہیں آؤ گے۔"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لی "حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور اگر میرا اندازہ درست ہے تو چند روز کے اندر ہم کوئی نمایاں کامیابی حاصل کر لیں گے۔"

بڈ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ ٹرالی چلاتا ہوا لایا تھا جس پر ناشتے کے سارے لوازمات موجود تھے۔

"یہ کیا بڈی" میں نے ہنس کے کہا "میں کوئی مہمان تھوڑی ہوں۔ جس چیز کی ضرورت ہو گی خود ہی کہہ دوں گا۔"

"ہمیں معلوم ہے جناب کہ آپ کی پوری رات مصروف گزری ہے" بڈ نے کہا "ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ یہاں آنے والے ہیں اس لئے ہم نے پہلے ہی سے آپ کے لئے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا۔"

"ناشتا تو میں کر کے آیا ہوں البتہ مجھے ایک پیالی چائے پلا دو" میں نے بڈ سے کہا اور پھر ان دونوں کو گزشتہ رات کے واقعات بتانے لگا۔

"مجھے تو کچھ گڑبڑ نظر آ رہی ہے" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آخر فرینچ نے فلورا کو اپنی لک کیوں قرار دیا؟"

"مصلحتاً" میں نے کہا "تمہیں الجھانے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔"

"فلورا ہی کیوں؟" بڈ نے کہا "میں نے اسے دیکھا ہے میڈم! وہ بڑی حسین لڑکی ہے..."

"بس شروع ہو گئے" تہذیب نے منہ بنا کے کہا "ہمیشہ اپنے مطلب کی بات ہی سوچو گے۔"

"بڈ تمہارا وفادار ہے میڈم! اس لئے تمہارے حق کا کام بھی کرتا ہے۔ اگر میں جینے پر نگاہ نہ رکھوں تو معلوم نہیں یہ کیا کر بیٹھیں۔"

"بکواس مت کرو" تہذیب نے اسے گھورا "ہم لوگ یہاں محبت کے ڈرامے اسٹیج کرنے نہیں آئے۔ ہمارے سامنے عظیم مقاصد ہیں۔"

"ٹھیک ہے میڈم!" بڈ نے سر جھکا لیا "تمہیں شاید اسی وقت ہوش آئے گا جب تیر کمان سے نکل چکا ہو گا۔"

تہذیب اسے گھورنے لگی اور مجھے ہنسی آ گئی "ویسے

ہے۔"

"عقل مند معلوم ہوتی ہے" بڈ نے سر ہلایا "ورنہ عام لڑکیاں تو اندازہ ہی نہیں کر پاتیں کہ ان پر ڈورے ڈالے جا رہے ہیں۔"

"اسی لئے تو وہ الجھ کر رہ گئی ہے" میں نے ہنس کر کہا "مجھے اس پر ڈورے ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تو پکے پھل کی طرح میری آغوش میں گرنے کو تیار تھی۔"

"سن لو میڈم!" بڈ نے اچھل کر کہا "جیف نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے کہتا ہوں کہ اس پر ذرا گہری نظر رکھا کرو۔ مردوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔"

"فضولیات مت بکو۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور پھر مجھے بہت سی ضروری باتیں بھی کرنی ہیں۔ یہ بتاؤ کہ صبح نو بجے ادام کارا سے بات ہوئی تھی؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"ہوئی تھی" تہذیب نے جواب دیا "اس بار اس کا رویہ خاصا مصالحت آمیز تھا لیکن تمہاری ہدایت میرے پیش نظر تھی کہ فی الحال اسے الجھا کے رکھا جائے اس لئے میں نے اسے ٹال دیا۔"

"وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"انگیرو فائلیں حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھی اور اس کے لئے حسب منشا رقم دینے کو بھی تیار تھی۔ رقم کی ادائیگی کا طریقہ کار بھی اس نے مجھ پر ہی چھوڑ دیا۔"

"ابھی اس سے کچھ طے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ایک آدھ روز کے لئے الجھائے رکھو۔ پھر جب میں تم سے کہوں اس وقت اس سے کچھ طے کرنا۔"

"تمہارا پروگرام کیا ہے؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کراؤن کلب ادام کارا کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ اگرچہ ان کا سائنڈ بزنس ہے مگر ان کے لئے ایک آڑ بھی فراہم کرتا ہے۔ وہاں کام کرنے والا ہر فرد تو انگلو سے متعلق نہیں ہو سکتا لیکن انگلو کے لوگ بھی وہاں ہوں گے ضرور ..... فاکس ٹریٹ کی حد تک تو مجھے یقین ہے کہ وہ اگر انگلو کا نہیں تو ادام کارا کا آدمی ضرور ہے۔ ایسی منظم تنظیموں کو باصلاحیت مجرموں کی ہروقت ضرورت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاکس ٹریٹ مجھے کسی طرح رکھنے پر مجبور ہو گیا۔ کراؤن کلب میں ملازمت دینے کی حد تک وہ بااختیار تھا اور اس نے مجھے اس کی پیش کش بھی کر دی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس سے اگلا مرحلہ یہی ہو سکتا ہے کہ مجھ سے انگلو کے لئے کام لیا جائے مگر شاید فاکس ٹریٹ اس حد تک بااختیار نہیں ہے کہ اس بارے میں خود کوئی فیصلہ کر سکے اسی لئے اس نے سوچا ہو کہ میرا معاملہ آگے بڑھا دے۔ وہاں سے جو فیصلہ بھی ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ رات کے بارہ بجے شاید اس نے ادام کارا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہو لیکن مجھے امید ہے کہ آج شام تک کوئی نہ کوئی نتیجہ نکل آئے گا۔"

"اگر تمہیں ملازمت کی اتنی ہی ضرورت تھی تو مجھ سے کہا ہوتا۔ میں تمہارے لئے کسی عمدہ سی ملازمت کا بندوبست کر دیتا" بڈ نے کہا۔

"تم نے پھر بے تکی ہانکنا شروع کی" تہذیب نے اسے جھڑکا پھر مجھ سے بولی "اگر تم نے انگلو میں جگہ حاصل کر لی تو اس سے کوئی فوری فائدہ تو تمہیں اٹھا سکو گے۔"

"یقین سے کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا" میں نے کہا "صرف اسی توقع پر یہ سب کچھ کر رہا ہوں کہ مجھے انگلو میں جگہ مل جائے۔ ممکن ہے ادام کارا اس کے برخلاف کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں کوئی اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"انگلو کے مقابلے پر فائلیں قائم کی گئی تھی لیکن ابھی تک اس نے کسی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا" تہذیب بولی۔

"یہ بات ریتا سالومن کہہ رہی ہے یا تہذیب ایکس؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ حقیقت تو بہرحال رہے گی! تم بھی انہی لوگوں میں شامل ہو گئے ہو جو دونوں مت دیکھو کہ کیا کہا جا رہا ہے؟ یہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے؟"

"تم غلط کہہ رہی ہو ..... دو دن میں ہم نے جو دھچکے ادام کارا کے لئے بہت ہے۔ تم اگر خود کو ریتا سالومن کی حیثیت سے منوا لو تو تم نے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں لیکن تہذیب یا قلم ایکس تمہیں اپنی کارکردگی پر عدم اطمینان کا اظہار کرنے کا اختیار ہے۔"

"ظاہر ہے میں تو اپنے ہی انداز میں سوچوں گی" تہذیب نے کہا "میں کوئی ریتا سالومن تو ہوں نہیں۔"

"یہی تمہاری غلطی ہے ..... جب تم ریتا سالومن کی حیثیت سے سامنے آتی ہو تو تمہیں ایسا ہی انداز فکر اپنانا ہوگا۔ اگر واقعی کوئی ریتا سالومن ہوتی تو کس انداز میں سوچتی۔ اتنی بڑی تنظیم کے مقابلے پر صرف ایک جاسوس کے لئے بہت ہے اور وہ خود کو ادام کارا کی جگہ

اس تنظیم میں چلا ہے کہ یہ شی گورا نے کی بڑی سے سوچ وہ تنظیم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایک بڑی مجرم بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم کی نمائندہ ہے اور یہاں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ اب اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے مقابلے میں تہذیب یا قلم ایکس ہے تو بھی وہ وقتی طور پر مطمئن ہو جائے گی۔ اس کے مقابلے پر ایک ایسی شخصیت ہے جو اس سے ٹکر لے سکتی ہے لیکن اب تو وہ اپنے سر کے بال نوچ رہی ہوگی۔ آخر ایک گمنام عورت اسے زک پر زک دیے جا رہی ہے۔"

"تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ ہماری کارکردگی بہت عمدہ رہی ہے لہٰذا مطمئن ہو جانا چاہئے" تہذیب نے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ صبر و استقامت کا متقاضی ہے۔ اگر ہم نے برعکس طریقہ اختیار کیا یعنی اگر ہم اپنی اصلی حیثیت میں کھل کر ادام کارا کے مقابلے پر اتر آئے تو ہمیں اس سے براہ راست مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس سے ہماری رفتار تو تیز ہو جائے گی لیکن ساتھ ہی خطرات بھی بڑھ جائیں گے۔ ممکن ہے ہمیں نقصان بھی اٹھانا پڑ جائے۔ کیا تم یہ گوارا کرو گی۔ ہمارا مطمع نظر تو یہ ہے کہ خود کم سے کم نقصان اٹھا کر دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان سے دوچار کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے علی!" تہذیب نے ہنس کر کہا "ویسے بھی تم ہی انچارج ہو۔ ہمیں تمہاری بات ماننی پڑے گی۔"

"جب تک میں ہوٹل میں فلورا کے ساتھ مقیم ہوں کوئی ایک فرد میری نگرانی کرتا رہے" میں نے کہا "لیکن میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ جو کچھ بھی ہوگا اس سے میں خود ہی نمٹوں گا کیوں کہ اس موقع پر میں معمولی سا خطرہ بھی نہیں مول لینا چاہتا۔"

⊕⊕⊕⊕✱✱⊕⊕⊕

ٹھیک دو بجے میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ فلورا کمرے میں موجود تھی۔ وہ وی سی آر پر کوئی انگریزی فلم دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے ٹی وی بند کر دیا۔

"باس کا فون آیا تھا" فلورا نے مجھ سے کہا "وہ ناراض ہو رہا تھا کہ تم اسے بتائے بغیر ہوٹل چھوڑ کر کیوں گئے۔"

"اسی لئے میں کسی اور کے لئے کام کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ اس سے اجازت لینے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ کیا میں اس کا ملازم ہوں" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"پلیز مجھ سے ناراض نہ ہو ڈیئر! تم باس سے واقف نہیں ہو۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔"

"میں بھی کم خطرناک نہیں ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا "وہ دوسروں کے بل پر اکڑتا ہے جب کہ میں صرف اپنی قوت بازو پر بھروسا کرتا ہوں۔ میں ایسے لوگوں سے کیوں ڈروں جو دوسروں کے محتاج ہیں۔"

"تمہارے جانے کے بعد سے اب تک میں تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ تم میں کچھ صلاحیتیں ہیں تو ضرور مگر جتنی تم میں صلاحیتیں ہیں اس سے کئی گنا زیادہ تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"معلوم نہیں کیوں اکثر لوگ میرے بارے میں یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں" میں نے افسردہ لہجے میں کہا "میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے میں ہمیشہ گریز کرتا ہوں۔ اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ بس مجھے ملازمت کرنا پسند نہیں ہے جب میں کسی کی ملازمت کرنے سے انکار کرتا ہوں تو اس کی انا کو ٹھیس کیوں پہنچتی ہے۔ ہر شخص کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی آزادی ہونی چاہئے۔ مجھے یہ آزادی کیوں میسر نہیں ہے۔ میں تمہارے باس کے پاس ملازمت کی درخواست لے کر تو نہیں گیا تھا۔ میں نے اس کی خوشامد تو نہیں کی تھی کہ وہ مجھے ملازم رکھ لے۔ یہ تو اس کی اپنی خواہش ہے آخر وہ اپنی خوشی پوری کرنے کے لئے میری آزادی کیوں سلب کرنا چاہتا ہے؟!"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اینڈی!" فلورا نے نرم لہجے میں کہا "میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتی کہ تم نے میری خاطر خود کو خطرے میں ڈال دیا تھا اور ٹونی ڈرامنڈ سے میری جان بچائی تھی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ فاکس ٹریٹ نے اپنی پوری زندگی میں کسی اور کے ساتھ اتنا نرم رویہ اختیار نہیں کیا ہوگا جتنا تمہارے ساتھ کیا ہے۔ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟!"

"تم نہیں سمجھو گی ..... اس لئے کہ تمہارے پاس وہ آنکھ نہیں ہے جس سے تم ایڈم ڈی فلوک کی صلاحیتوں کو دیکھ سکو۔ فاکس ٹریٹ نے میری صلاحیتوں کو بھانپ لیا تھا۔ وہ ایک بڑا کلب چلا رہا ہے۔ اس کے ملازمین کی تعداد سیکڑوں میں تو ضرور ہوگی۔ وہ خود بے حد دولت مند بھی ہے۔ ایسے لوگوں میں ایک قسم کی انا ہوتی ہے۔ انہیں دوسروں کو زیر کر کے عجیب قسم کی تسکین ملتی ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ زیر کیا جانے والا شخص ان سے زیادہ باصلاحیت بھی ہو۔ اس مقصد کے لئے یہ لوگ قربانیاں پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ فاکس ٹریٹ چاہتا تو میرے

ساتھ زبردستی بھی کر سکتا تھا مگر اس نے خود پر قابو پایا تاکہ مجھے پوری طرح اپنے تابع کر سکے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟"

"تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں لیکن یہ بھی تو سوچو کہ دریا میں رہ کے مگرمچھ سے بیر رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس طرح اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔"

میں نے فلورا کو غور سے دیکھا "معلوم ہوتا ہے کہ فاکس زیٹ نے تمہیں بھی ہدایت دے دی ہے کہ مجھے ہموار کرنے کی کوشش کرو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے" فلورا نے نفی میں سر ہلایا "اگر تم غور کرو تو اپنے اس خیال کو خود ہی غلط قرار دے دو گے۔ میں اس کی ایک لڑکی ہی کار کن ہوں۔ مجھ سے اس قسم کی درخواست کر کے وہ اپنی توہین کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"تم نے اچانک ہی عقل مندوں کی سی گفتگو شروع کر دی۔" میں نے کہا اور فلورا ہنسنے لگی۔

"اسے صحبت کا اثر کہتے ہیں" وہ ہنستے ہوئے بولی "صبح تک میں کیسی بے تکی باتیں کر رہی تھی اور دوپہر ہوتے تک راہِ راست پر آ گئی۔ تم میری باتوں کا برا تو نہیں مانے؟"

"کون سی باتوں کا؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ حالاں کہ میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کا اشارہ کن باتوں کی طرف ہے۔

"میں کہہ رہی تھی کہ تم کسی بڑے چکر میں ہو اور کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے قریب ہو رہے ہو......"

"او! اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے قہقہہ لگایا "تم چاہو تو میری طرف سے اب بھی تمہیں اجازت ہے۔ تم کچھ ہی کیوں نہ سمجھو، اس سے میری صحت پر کیا اثر پڑے گا۔"

"تمہاری دل آزاری تو ضرور ہوئی ہوگی۔ میں نے تم پر شبے کا اظہار بھی کیا تھا حالاں کہ میں نے بعد میں غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ تمام جرائم پیشہ لوگ تمہاری ہی طرح پراسرار ہوتے ہیں..... جرائم پیشہ کہنے پر تم برا تو نہیں مانے؟"

"میں نے حقیقت کو قبول کرنا سیکھا ہے۔ حقیقت سے نگاہیں چرا کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ آدمی خود کو ہی دھوکا دیتا ہے۔ میں جرائم پیشہ ہوں لہٰذا اپنے لئے اس لفظ کے استعمال پر برا بھی نہیں مان سکتا۔"

"شکریہ....." فلورا نے کہا "تمہاری بہتری کے لئے میں تمہیں بھی مشورہ دے سکتی ہوں کہ فاکس زیٹ سے ذرا دوستانہ انداز میں بات کیا کرو۔ وہ اپنے ماتحتوں کے حق میں عام حالات میں برا آدمی نہیں ہے۔"

"تم شاید یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ کسی بھی اعتبار سے مجھ سے بڑا آدمی نہیں ہو سکتا۔ میں نے کبھی خود کو مرکوز کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ میرا انتشار ہی میری طاقت ہے۔"

فلورا کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک لہرائی "اپنے ساتھ تم دوسروں کے ساتھ بھی زیادتی کر رہے ہو" اس نے کہا "خود کو مرکوز کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔"

"کس کے لئے مرکوز کروں..... میں نے بہت کم عمری میں بہت کچھ دیکھا ہے۔ ہر شخص مفاد پرست ہے۔ کوئی کسی کے ساتھ مخلص نہیں ہوتا بلکہ اکثر لوگ تو اپنے ساتھ بھی مخلص نہیں ہوتے۔ ایسے میں انتشار ہی بہتر ہے۔"

فلورا میرے برابر آ کر بیٹھ گئی "تم اتنے دل شکستہ کیوں ہو رہے ہو۔ ممکن ہے تمہیں تلخ تجربات ہوئے ہوں لیکن دنیا اچھے لوگوں سے خالی تو نہیں ہے۔"

"مجھ سے کتابی گفتگو مت کرو فلورا! یہ سب باتیں کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ عملی زندگی کے تجربات ان سب کی نفی کرتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی نے فلورا کو جواب دینے کا موقع نہ دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور پھر ریسیور میری طرف بڑھایا "باس کا فون ہے" اس نے مجھے بتایا "تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے مسٹر ایڈم؟" میرے ہیلو کہنے پر دوسری طرف سے فاکس زیٹ نے کہا "میں نے فون کیا تو معلوم ہوا تم دو بجے تک آؤ گے۔"

"میرا خیال ہے ابھی میں نے تمہاری ملازمت شروع بھی نہیں کی ہے اور تمہارا تحکمانہ انداز عروج کو پہنچ رہا ہے۔ جب ابھی سے تمہارا یہ حال ہے تو بعد میں کیا ہوگا؟"

"تم کو اتنا اکھڑ بھی نہیں ہونا چاہئے" فاکس زیٹ نے نرم لہجے میں کہا "میں نے تم سے جواب طلبی تو نہیں کی۔ ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔"

"جو باتیں ذاتیات کے زمرے میں آتی ہیں ان میں مداخلت نہیں ہو سکتی۔"

"خیر ان باتوں کو چھوڑو..... یہ بتاؤ اس وقت میرے پاس آ سکتے ہو؟"

"نہیں، ابھی تو میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ کھانے کے بعد آ سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے..... ایک گھنٹے بعد تو آ سکو گے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"مجھے کم از کم ڈیڑھ گھنٹا لگے گا" میں نے کہا "اس سے قبل نہیں آ سکوں گا۔"

"چلو کوئی بات نہیں..... ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی آ جاؤ۔ میں کلب میں تمہارا منتظر رہوں گا۔"

فون بند کر کے میں فلورا کی طرف مڑا "حالات اور وقت کے ساتھ مفاہمت کر کے دیکھو" فلورا نے مجھ سے کہا "تمہارے اندر ذرا سی بھی لچک نہیں ہے؟"

"میں نہایت لچک دار قسم کا آدمی ہوں مگر جس بات کے لئے تم مجھ میں لچک دیکھنے کی خواہاں ہو وہ کم از کم میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"بہت ضدی ہو" فلورا نے کہا "خیر چھوڑو..... پہلے ہم کھانا کھا لیتے ہیں۔"

فلورا کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد میں نے کراؤن نائٹ کلب کا رخ کیا۔ فاکس زیٹ نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کر لیا اور میں پہلے کی طرح بڑی بے تکلفی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ رات کی طرح اس وقت بھی ایڈونا اس کی کرسی کے عقب میں کھڑی تھی۔ فاکس زیٹ کے انداز سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ میری خدمات مستعار لینے کے لئے بے تاب ہے۔ اس کی صورت کیا ہوگی، یہ جاننے کے لئے مجھے تھوڑا سا صبر کرنا تھا۔

"کھانا تو تم کھا کر آئے ہو" فاکس زیٹ نے گفتگو کا آغاز کرنے سے قبل کہا "لہٰذا پینے میں جو پسند کرو بتا دو۔"

"کافی یا چائے میں سے کچھ بھی منگا لو" میں نے کہا "ساتھ ہی یہ بھی بتا دو کہ اس طرح زحمت دینے کی کیا وجہ ہے..... کیا میرے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا ہے؟"

فاکس زیٹ نے ایڈونا سے کافی لانے کو کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "میں نے تمہارا کمال دیکھتے ہوئے تمہیں بحیثیت شارپر کام کرنے کی پیش کش کی تھی مگر تم نے اسے مسترد کر دیا۔"

"وہ پرانی بات ہوئی فاکس زیٹ!" میں نے جان بوجھ کر اس کی بات قطع کرتے ہوئے کہا "اب تو نئی بات کرو۔"

"تم نے اگر میری پیش کش قبول کر لی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اس لئے کہ وہ ایک محفوظ کام ہے جس میں کسی قسم کے خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔"

"زندگی میں خطرات نہ ہوں تو جینے کا لطف غارت ہو جاتا ہے مجھے خوشی ہے کہ میں نے وہ پیش کش رد کر دی تھی۔ کیا تمہارے پاس میرے لئے کوئی خطرناک کام بھی ہے؟"

...ام انکار رکھے۔

"میں تمہاری صلاحیتوں اور تجربات سے ناواقف ہوں لیکن تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ فیلڈ ورک میں کسی ایک صلاحیت سے کام نہیں چلتا بلکہ جب تک آدمی بہت سی صلاحیتوں کا مرکب نہ ہو، فیلڈ ورک میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"کیا تمہیں ٹونی اور ڈیگر کا حشر یاد نہیں؟ اس کے بعد مزید کسی واقفیت کی ضرورت ہے؟"

"وہ دونوں لفنگے ہیں" فاکس زیٹ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا "انہوں نے کلب کے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں نے یہاں اس قسم کی دھاندلیوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

"شارپنگ کے ذریعے لوگوں کو لوٹنا تمہارے خیال میں دیانت داری ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ دنیا بھر میں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ تمہیں ایک قمار خانہ بھی ایسا نہیں ملے گا جہاں قمار خانے کی سرپرستی میں شارپنگ نہ کی جاتی ہو لیکن ہم کسی کو مجبور تو نہیں کرتے کہ وہ ہمارے آدمی کے ساتھ ہی کھیلے۔ لوگ آپس میں بھی کھیلتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ہمارے آدمیوں سے جیت جاتا ہے تو اس سے زبردستی رقم نہیں چھینی جانی چاہئے۔ میں اس چیز کے سخت خلاف ہوں۔ اس سے ہماری ساکھ متاثر ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تمہاری وجہ سے ان لوگوں کی دھاندلیاں میرے علم میں آئیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ اس سے قبل بھی کچھ جیتنے والوں کو کلب کے اندر ہی لوٹ چکے ہیں۔ میں انہیں سخت سزا دوں گا۔"

"کیا یہ لاعلمی نااہلی کے زمرے میں نہیں آتی؟" میں نے کہا اور فاکس زیٹ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تم بہت کھردرے انداز میں گفتگو کرتے ہو۔ تمہیں اپنے اندازِ گفتگو میں تھوڑی بہت تبدیلی کرنی چاہئے۔"

"اسے چھوڑو" میں نے بے پروائی سے کہا "اور اصل بات کی طرف آ جاؤ۔"

"ٹونی اور ڈیگر لفنگے ہی سہی مگر جس وقت تم نے ان کو زیر کیا وہ دونوں مسلح تھے۔ ہم اس نکتے کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور یہی وجہ ہے کہ ہم تمہارے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ تمہارا کسی سے مرعوب نہ ہونا بھی بہت کچھ ظاہر کرتا ہے۔ میں نے بہت غور کیا لیکن میں یہ طے نہیں کر پایا کہ تمہیں کس قسم کی ذمے داریاں سونپی جائیں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ جو کام کسی اور سے نہ ہو رہا ہو

پوری طرح ... تم نے ایڈم ڈی فلوک کو سونپ سکتے ہو۔ پھر تمہیں کیا تردد ہے؟"

فاکس ٹربٹ مجھے غور سے دیکھنے لگا "میں سنگین حقائق کا سامنا کرتا ہوتا ہے۔ دوسروں کے دعووں پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہوتا۔ تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

"میں تم سے متفق ہوں" میں نے کہا "جو باتیں تم کر رہے ہو وہ عمومی نوعیت کی ہیں اور تمہارا مسئلہ ہیں۔ مجھے تم نے انگیج کیا ہے۔ میرے سامنے مسائل نہیں، مسائل کا حل رکھیے۔"

"تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تم کسی کے پابند ہو کے نہیں رہ سکتے۔" فاکس ٹربٹ بولا "تمہاری یہ بات مجھے تردد میں مبتلا کر رہی ہے۔"

"میں نے ہرگز یہ نہیں کہا تھا۔۔۔ میں نے یہ کہا تھا کہ میں بے جا تم کے ڈسپلن کی پابندی نہیں کر سکتا۔ یہ بات سمجھ لو فاکس ٹربٹ کہ میں اپنی خدمات تو فروخت کر سکتا ہوں لیکن اپنی عزتِ نفس کا سودا نہیں کر سکتا۔ یہ بھی سن لو کہ میں جو کام ذمے لے لیتا ہوں اسے اپنی پوری صلاحیت بروئے کار لا کر انجام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" فاکس ٹربٹ نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر دراز کھول کر اس میں سے ایک چیک نکال کر میری طرف بڑھایا "یہ سٹی بینک کا چیک ہے" اس نے کہا "صرف ایک لاکھ کا۔۔۔ کل صبح ٹھیک نو بجے تمہیں یہ چیک کیش کرا کے مجھ تک رقم پہنچانی ہوگی۔ یہ پہلا کام کر دو اس کے بعد دیکھیں گے۔"

میں نے چیک فاکس ٹربٹ سے لے لیا "کیا یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا تھا؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"میاں تم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہو۔ جو کام تمہیں سونپا گیا ہے تمہیں صرف اس کی انجام دہی سے غرض رکھنی چاہیے۔"

"اوکے باس" میں نے ہنس کر کہا "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ اب کل صبح ملاقات ہوگی۔"

⁂⁂⁂

اگلی صبح بینک کھلنے کے ساتھ ہی میں ٹھیک نو بجے بینک میں داخل ہوا۔ شہر کے وسط میں واقع یہ ایک بڑی برانچ تھی۔ اس وقت میں جینز اور شرٹ پہنے ہوئے تھا اور آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ تھا جو بینک کے اندر آنے کے باوجود میں نے نہیں اتارا تھا۔ بینک کا عملہ پہلے ہی اپنی اپنی سیٹوں پر سنبھال چکا تھا مگر کیش اس وقت لا کر رکھا جا رہا تھا۔ اس برانچ میں اچھا خاصا کیش رکھا جاتا تھا، اس لئے یہاں بینک کے دروازے پر متعین گارڈز کے علاوہ بھی کئی مسلح پہرے دار نظر آ رہے تھے جو مختلف ڈیوٹیوں پر مشغول رہتے تھے۔

لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ کیش کے کاؤنٹر پر سب سے پہلے چیک پیش کرنے والا میں تھا۔ کاؤنٹر کلرک نے مجھ سے چیک کی پشت پر دستخط کرائے۔ میں نے ایڈم ڈی فلوک کے فرضی دستخط کر کے چیک اس کی طرف بڑھا دیا اور اس نے رجسٹر میں اندراج کے بعد ایک ٹوکن میرے حوالے کر دیا جس پر ایک نمبر لکھا ہوا تھا۔ چیک کی پشت پر نمبر ڈالنے کے بعد اس نے برابر والے شخص کی طرف بڑھا دیا تھا۔ میں دیوار کے ساتھ لگے ہوئے صوفوں پر بیٹھنے کے بجائے کاؤنٹر کے قریب ہی ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ میں چیک پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ دوسرے شخص نے چیک لے کر ایک رجسٹر کی ورق گردانی کی غالباً وہ اکاؤنٹ کا بیلنس چیک کر رہا تھا۔ بیلنس چیک کرنے کے بعد اس نے چیک پر دستخط کئے اور اپنے عقب میں میز پر رکھ دیا۔ اس شخص نے اپنے پاس موجود ریکارڈ سے چیک کے دستخط کا موازنہ کیا اور پھر ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ اس نے چپراسی کو بلا کر چیک اس کے حوالے کیا اور اس سے کچھ کہا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں سن نہیں سکا تاہم یہ تو میں دیکھ ہی سکتا تھا کہ چپراسی چیک لے کر اس طرف بڑھ گیا تھا جس پر منیجر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ یہ غیر معمولی بات تھی۔ عام طور پر چیک منیجر تک نہیں جاتا۔ جو چیک دیا گیا تھا وہ منیجر تک لے جایا گیا تھا۔ یقیناً کوئی گڑبڑ تھی۔

مجھے خطرے کا احساس ہوا لیکن میں پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ اب جو بھی ہوتا مجھے بھگتنا ہی تھا۔ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ میں کسی بڑی مشکل میں نہیں پھنسوں گا اور اگر پھنسا بھی تو آسانی سے اس سے نکل جاؤں گا۔

چند منٹ بڑے سکون سے گزر گئے۔ میرے بعد والوں کے چیک کیش ہو رہے تھے اور وہ رقمیں لے لے کر جا رہے تھے۔ اب تک پانچ افراد کو ادائیگی کی جا چکی تھی۔ کیشیئر نے میرا نمبر پکارا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا چیک کیشیئر کے پاس نہیں آیا تھا۔ پھر اس نے میرا نمبر کیوں پکارا تھا۔۔۔ بات الجھتی رہی اور یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ بینک کے کیشیئر کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ کسی فرد کا انتظار کرتا رہے۔ میں تیزی سے آگے بڑھ کر کیش کاؤنٹر پر پہنچا اور کیشیئر کی طرف ٹوکن بڑھا دیا۔ کیشیئر نے مجھ سے ٹوکن لے کر اس پر لکھا ہوا نمبر دیکھا پھر ٹوکن واپس کر کے بولا "آپ منیجر صاحب کے پاس چلے جائیں۔"

میں نے ٹوکن واپس لیتے ہوئے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور کاؤنٹر کے عقب سے گھوم کر بینک کے دوسرے سرے پر واقع منیجر کے کیبن کی طرف بڑھنے لگا۔ کیشیئر سے کچھ کہنا سننا فضول تھا۔ وہ تو شاید کچھ جانتا ہی نہ ہو۔

منیجر سے اجازت لے کر میں اس کے کیبن میں داخل ہو گیا۔ سیاہ فام منیجر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے ایک چیک پیش کیا تھا" میں نے منیجر سے کہا "لیکن کیشیئر نے مجھے آپ کے پاس بھیج دیا۔ میں نہیں سمجھ سکا ایسا کیوں ہوا؟"

"اوہ! تو یہ چیک آپ نے پیش کیا تھا" منیجر نے خوش اخلاقی سے کہا "تشریف رکھئے۔" اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

"میرا وقت بہت قیمتی ہے منیجر صاحب!" میں نے کہا "اور میں اپنا قیمتی وقت یوں ضائع نہیں کر سکتا۔ مجھے بتایئے کہ مسئلہ کیا ہے؟"

منیجر نے ایک طویل سانس لیا۔ "میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ چیک آپ کو کہاں سے ملا؟" منیجر نے کہا۔ اس کا لہجہ سرسری تھا مگر میں بہت کچھ محسوس کر سکتا تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے ماتھے پر شکنیں ڈال کر پوچھا۔ "کیا چیک کیش کرانے کے لئے یہ بتانا بھی ضروری ہوتا ہے؟"

"مخصوص حالات میں ہم اپنے کسی بھی کلائنٹ سے یہ سوال کر سکتے ہیں۔" منیجر نے مخصوص پر زور دیتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا بینک کے قوانین میں ایسی کوئی شق موجود ہے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا "جس کے تحت آپ اس قسم کی پوچھ گچھ کر سکتے ہوں؟"

"فرض کیجئے ہمارا کلائنٹ ہمیں اپنی چیک بک یا چیک بک میں سے کسی چیک کی گمشدگی کی اطلاع دیتا ہے۔" منیجر نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "ایسی صورت میں ہم کیا کریں گے؟"

میں دم بخود رہ گیا۔ یہ فاکس ٹربٹ نے میرے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیلا تھا لیکن میں نے اپنے حواس بحال رکھے۔

"میں یہاں معتبر وقتوں پر گفتگو کرنے کی غرض سے نہیں آیا ہوں مسٹر منیجر! اگر اس چیک کے کیش ہونے میں کسی قسم کی قباحت ہے تو آپ چیک واپس کر سکتے ہیں۔"

"میں نے آپ سے پوچھا ہے کہ یہ چیک آپ کو کہاں سے ملا؟" منیجر نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر منیجر!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں کسی غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ اس کی نوبت آئے گی" منیجر کے سیاہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک لکیری ابھری اور اسی وقت اس کے کیبن کا دروازہ کھلا اور مسلح پولیس والے اندر داخل ہو گئے۔

"اس شخص کو گرفتار کر لیا جائے" منیجر نے ان سے کہا۔ "اس نے ایک جعلی چیک کیش کرانے کی کوشش کی تھی۔" منیجر نے ان کی طرف چیک بڑھایا۔ "اس چیک کے مطابق اس کا نام ایڈم ڈی فلوک ہے اور پشت پر اس کے دستخط بھی ہیں۔"

"ہم اس سے پوچھ گچھ کر لیں گے جناب!" ایک سپاہی نے منیجر سے چیک لیتے ہوئے کہا اور دوسرا ہتھکڑی لے کر میری طرف بڑھا۔ میں بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس صورتِ حال کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ بات اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہے تو میں پہلے ہی فرار ہو گیا ہوتا مگر اب تو یہ بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ دو پولیس والے کیبن کے باہر بھی موجود تھے اور پوری طرح مستعد نظر آ رہے تھے۔ بینک کے مسلح گارڈز الگ مستعد تھے اور ان سب کی توجہ منیجر کے کیبن کی طرف تھی۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن یہ اندازہ کرنا کیا مشکل تھا کہ کوئی غیر معمولی صورتِ حال ہے ورنہ پولیس کیوں آتی؟

"کیا ہتھکڑی لگانا ضروری ہے؟" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں شریف آدمی ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔" پولیس والا غرایا "شریف لوگ جعلی چیک بھناتے نہیں پھرتے۔ ہاتھ آگے لاؤ ورنہ ہم دوسرے طریقے بھی جانتے ہیں۔"

میں نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ "یہ سب کچھ غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ پولیس اسٹیشن چل کر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اگر تم مجھے بغیر ہتھکڑی ڈالے لے چلو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔"

پولیس والے کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اس

نے میری ایک بات بھی نہ سنی ہو۔ اس نے بڑے اشتیاق سے مجھے ہتھکڑی پہنائی اور پھر منیجر سے اجازت لے کر مجھے بینک سے باہر لے آئے۔ غصے کی زیادتی سے میرا برا حال ہو رہا تھا۔ میں مادام گکارا سے ٹکرانے چلا تھا مگر اس کے ایک معمولی کارندے نے مجھے پولیس کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا۔ سب سے زیادہ غصہ مجھے خود اپنے آپ پر آ رہا تھا۔ ان چکروں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ مادام گکارا سے الجھنا ہی تھا تو براہ راست بھی تو الجھا جا سکتا تھا مگر کم از کم یہ درگت تو نہ بنتی۔ اب پولیس والوں سے جھگڑا۔ کم بختوں نے ایک نہیں سنی۔ ورنہ تیسری دنیا کے ممالک کی پولیس تو ایسی ہی باتیں سنتی ہے۔

میں بینک میں موجود تمام افراد کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ ان میں بچے بوڑھے سبھی تھے۔ خواتین بھی تھیں۔ وہ سب مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔ ایسا عجوبہ جو انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ مستقبل میں نظر آنے کی کوئی توقع ہو۔ ان سب کی نگاہیں مجھے اپنے جسم میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں مگر میں سر جھکائے چل رہا تھا۔ میرا انداز ایسا ہی تھا جیسا کسی حقیقی مجرم کا ہو سکتا ہے۔ اور اس میں میری اداکاری کا ذرا سا بھی دخل نہیں تھا۔ دراصل یہ بھی تھا فطری تھا۔ میں مجرم نہ سہی مگر اس جھنجلاہٹ میں ضرور بنتا تھا کہ میں نے غلطی کیوں کی.... اس وقت میں یہ سوچنے کو بھی تیار نہیں تھا کہ میں بھی انسان ہوں اور مجھ سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

بینک سے باہر نکلے تو بھری پری سڑک تھی۔ بینک سے پولیس والوں کے ساتھ ایک ہتھکڑی بدست شخص کو نکلتے دیکھ کر.... مجمع لگ گیا۔ اگر میرے ہاتھ میں ہتھکڑی نہ ہوتی تو اس مجمع سے فائدہ اٹھا کر میں فرار ہونے کی کوشش کر سکتا تھا جب پولیس والوں نے جمع ہو جانے والے لوگوں کو جھڑکی دے کر منتشر کیا تھا۔

بینک کے دروازے کے سامنے ہی پولیس کی موبائل وین موجود تھی۔ اس وین میں سوار کرانے سے قبل میری سرسری سی تلاشی لی گئی۔ شاید انہیں میرے پاس کسی ہتھیار کی توقع تھی جو نہیں تھا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر مجھے وین میں سوار کرا دیا گیا۔ وہ پولیس والے میرے دائیں بائیں اور دو سامنے بیٹھے تھے۔ ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بھی دو مسلح پولیس والے موجود تھے۔ اس طرح کل سات پولیس والے تھے اور میں تنہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں حساب لگایا کہ اگر میں چاہوں بھی تو فرار نہیں ہو سکتا۔ اول تو میری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہتھکڑی تھی۔ بالفرض میں بازی کسی طرح یا باوجود کوئی کوشش کرتا تب بھی ان پولیس والوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔ انہیں ویسے بھی اپنی انگلیوں پر کنٹرول نہیں ہوتا۔ بوکھلاہٹ میں اس بات کا خیال بھی نہیں کرتے کہ فائرنگ سے ان کے اپنے ساتھی بھی زخمی ہو سکتے ہیں اور فائرنگ شروع کر دیتے ہیں۔

"کب سے جعلی چیک بھنانے کا دھندا کر رہے ہو؟" وین روانہ ہونے سے قبل ایک پولیس والے نے سوال کیا۔

"یہ ایسے نہیں بولنے والا نہیں ہے۔" دوسرے نے لقمہ لگایا۔ "صورت سے ہی عادی مجرم لگتا ہے۔ اس پر بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ آسانی سے یہ کچھ نہیں اگلے گا۔"

میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ان لوگوں کے منہ لگنا فضول تھا۔ وہ تو اپنے باپ پر بھی اعتبار نہ کرنے والے لوگ تھے۔ تہذیب کی بات نہ ان کی سمجھ میں آتی تھی۔ اس پر غلطی بھی میری ہی تھی۔ اس کا خمیازہ بھی مجھے ہی بھگتنا تھا۔ تہذیب کے ساتھ ساتھ بڑھتی براہ راست تصادم کے حق میں تھا جبکہ میرا خیال تھا کہ مادام گکارا پر چھپ کے وار کرنے میں زیادہ فائدہ ہے۔

مگر ایک بات میرے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ آر فاکس نے میرے ساتھ یہ حرکت کیوں کی؟ اس سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے میرے بارے میں کسی سے بھی مشورہ نہ کیا ہو۔ یہ صرف میرا واہمہ ہو کہ وہ مادام گکارا سے یا اپنے سے کسی بڑے سے مجھے ایک گینگ میں شامل کرنے کی بات کرے گا۔ ممکن ہے اس کی انا کو میرے رویے سے جو ٹھیس پہنچی ہے اس کے نتیجے میں اس نے مجھے سزا دینے کے لیے یہ حرکت کی ہو۔ چیک پر اس کے اپنے دستخط تھے اس لیے میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر مجھے پھنسوایا ہے۔ خود ہی مجھے چیک کیش کرانے بھیجا اور خود ہی بینک کو چیک بک کی گمشدگی کی اطلاع دے دی تاکہ میں پولیس کے چنگل میں پھنس جاؤں۔ وہ مجھے میری حیثیت کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

میں خیالات کے بھنور میں الجھا رہا۔ ایک جرائم پیشہ شخص کو انتقام لینے کے لیے اتنا لمبا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اگر اس کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی تو وہ وہیں حساب بے باق کر سکتا تھا۔ میں اس کے کلب کی حدود میں تھا۔ اس کے ایک اشارے پر اس کے آدمی میری تکا بوٹی کرنے دوڑے ہو جاتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ مجھ پر اس کی شخصیت کا جو تاثر مرتب ہوا تھا اس کے اعتبار سے تو اتنا متحمل مزاج نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کم از کم انتقام لینے کے لیے نہیں ہونا چاہیے تھا... خود کو تو پولیس والوں... رکھنا تھا مگر انتقام لینے کے لیے طویل منصوبہ بندی اس کے مزاج کے خلاف معلوم ہوتی تھی۔ پھر یہ ماجرا کیا ہے؟

اچانک میں نے خیالات سے چونک کر کھڑکی کی جالیوں سے باہر کی طرف دیکھا اور حیران رہ گیا۔ وین شہر کی حدود سے باہر نکل چکی تھی۔

"ہم لوگ مجھے کون سے تھانے لے جا رہے ہو؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔

"خاموش بیٹھو۔" ایک پولیس والے نے مجھے جھڑک دیا۔ "پوچھ گچھ کرنے کا حق صرف ہمیں ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ واقعی مجھے پوچھ گچھ کرنے کا حق نہیں تھا۔ یہ حق تو صرف پولیس والوں کو ہوتا ہے لیکن وہ مجھ سے سوچنے کا اور حیران ہونے کا حق تو نہیں چھین سکتے تھے سو وہی ہو رہا تھا۔

وین اب جس مقام سے گزر رہی تھی۔ وہاں سڑک کے دونوں طرف کھیتوں کے سلسلے تھے۔ ہم شہر سے بہت دور نکل آئے تھے۔ میں بہت دیر خیالات میں الجھا رہا تھا اس لیے مجھے وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہو سکا تھا مگر اب میں نے ہر قسم کے خیالات ذہن سے جھٹک دیے تھے اور توجہ صرف اس بات پر مرکوز کر دی تھی کہ کسی طرح وہ راستے ذہن نشین کرا رہا ہوں جن پر وین چل رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وین چند بڑے کھیتوں کے درمیان ایک پگڈنڈی پر مڑ گئی۔ کچے راستے پر اگرچہ وین سست رفتاری سے چل رہی تھی مگر اس کے باوجود وین کو ناچتے جھٹکے لگ رہے تھے۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر مزید گزرنے کے بعد آخر کار اس تکلیف دہ سفر کا اختتام ہوا اور وین ایک مقام پر رک گئی۔

"تشریف لایئے سرکار!" ایک کانسٹیبل نے وین کا عقبی دروازہ کھولتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا اور میں اسے کوئی ڈرامائی پیرائے میں مسکراتا ہوا۔

وین سے اتر کر میں نے اطراف پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ وین ایک بوسیدہ مکان کے سامنے رکی تھی جو یا تو زیر استعمال نہیں تھا یا پھر اس کے مکین اس کی طرف سے کچھ زیادہ ہی بے پروائی برتنے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ مکان کے نزدیک ہی ایک چوڑے منہ والا پختہ کنواں تھا۔ اس سے کھیتوں کو سیراب کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ ان دو چیزوں کے علاوہ تیسری کوئی قابل ذکر چیز نظر نہیں آئی۔

"یہ کون سا تھانہ ہے؟" میں نے ان سے پوچھا مگر اب ان کے تیور بدلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"تھانے کچہری سے ہم لوگوں کو خدا واسطے کا بیر ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا "ہم تو اپنے معاملات خود ہی طے کر لیتے ہیں۔"

میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ معاملہ اور زیادہ الجھ گیا تھا اس بات میں تو کوئی کلام نہیں رہا تھا کہ وہ لوگ نقلی پولیس والے تھے۔

وہ لوگ مجھے مکان میں لے کر آئے اور مجھے ایک کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔ ہتھکڑی پہلے ہی کھول دی گئی تھی۔ کمرے میں صرف ایک دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔ کھڑکی ایک بھی نہیں تھی اور سامان کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا۔ میں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ بڈو غیرہ کو میں نے خود ہی اپنا تعاقب کرنے سے منع کر دیا تھا ورنہ ان میں سے کوئی میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک ضرور پہنچ جاتا مگر اب تو انہیں معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ مجھ پر کیا گزری۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور دو افراد سادہ لباس میں اندر داخل ہوئے جو وین کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ وہ شخص بھی تھا جو ڈرائیو کر رہا تھا مگر وہ دروازے میں ہی رک گیا تھا۔ دونوں افراد نہتے نظر آ رہے تھے جب کہ ڈرائیور کے ہاتھ میں خودکار رائفل تھی۔ وہ بہت چوکنا انداز میں دروازے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ بقیہ دو افراد مکان سے باہر چلے گئے تھے۔ مجھے ان کی باتیں کرنے اور قہقہے لگانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ان لوگوں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر میں سنبھل گیا۔ دونوں ہی بے حد تنومند اور اکھڑ مزاج نظر آ رہے تھے۔

"تمہارا نام؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ اس کا لہجہ سخت تھا اور انداز میں نخوت تھی۔

"چیک پر لکھا ہوا ہے!" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا "کیا تم نے نہیں دیکھا؟"

"بکواس مت کرو" اس نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا "جو کچھ پوچھا جائے صرف اس کا جواب دو ورنہ بہت برا حشر ہو گا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "میرا نام ایم ڈی فلوک ہے" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"وہ چیک جو تم نے بینک سے کیش کرانے کی کوشش کی تھی، تمہیں کہاں سے ملا تھا؟"

"میں اس قسم کے کسی بے ہودہ سوال کا جواب نہیں

"دے سکتا" میں نے کہا "اور تم لوگ مجھ سے سوال جواب کرنے والے کون ہوتے ہو؟"

میں نے بڑی سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ دوسرا شخص بھی مجھے خوں خوار نظروں سے گھورنے لگا تھا مگر وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب سیدھی طرح دو" پہلے والے شخص نے کہا جو اب تک سوال کر رہا تھا۔

"میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ تم سے جو کیا جائے کرلو" میں نے بے پروائی سے کہا کیونکہ میں ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ میں نہتا تھا اور پوری طرح ان کے رحم و کرم پر تھا لہٰذا ان سے بے پروائی تو سرزد ہونی ہی تھی۔ ضرورت سے زیادہ اعتماد آدمی کو لے بیٹھتا ہے۔

میرے دو ٹوک جواب نے اسے برہم کر دیا اور وہ دانت پیس کر مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں نے اسے ڈاج دیا۔ جھک کر اس کے ہاتھوں کے نیچے سے نکلا اور بجلی کی سرعت سے ڈرائیور پر جا پڑا جو دروازے میں رائفل لئے کھڑا تھا۔ اسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ رائفل کی نال پر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی بڑی بے دردی سے اس کے ایک لات رسید کی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ حلق سے ایک کرب ناک آواز نکالتا ہوا فرش کی طرف جھکتا چلا گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ چند منٹ تک وہ صرف تڑپتا ہی رہے گا لہٰذا اس کی طرف دیکھنے کی بھی زحمت کئے بغیر میں بڑی پھرتی سے مڑا۔ رائفل میں نے بدستور نال کی طرف سے ہی پکڑ رکھی تھی۔ جس وقت میں پلٹا اس وقت وہ شخص مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کر رہا تھا جو کمرے میں آنے کے بعد خاموش کھڑا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر رائفل لٹھ کی طرح گھمائی جو اس کے سر پہ پڑی اور وہ اچھل کر پہلو والی دیوار سے ٹکرایا اور پھر زمین پر گر پڑا۔ تیسرا شخص اپنی جگہ یوں منجمد ہو گیا تھا جیسے کسی نے جادو کے زور سے اسے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا ہو۔

میں نے اس پر رائفل تانی اور محتاط انداز میں ڈرائیور کی طرف پلٹا جو دروازے میں پڑا تڑپ رہا تھا۔ میں نے اس کے سر پر بھی رائفل کا بٹ رسید کیا اور وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ اب میرے سامنے واحد شخص رہ گیا تھا۔

"ہاں دوست اب بتاؤ" میں نے سفاکی سے کہا "کس کا حشر برا ہو گا؟"

جواب میں وہ صرف تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم زبان کھولنا پسند کرو گے یا میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں؟"

اس نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

"دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ" دفعتاً میں نے غرا کے کہا "میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔"

اس نے بڑی بے بسی سے مجھے دیکھا پھر خاموشی سے دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ یعنی اسے مرنا گوارا تھا مگر زبان کھولنا منظور نہیں تھا۔ مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے مجھے کس مقصد کے تحت گھیرا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ان کی جانوں سے کھیلنا درست نہیں ہو گا اس لئے میں نے اسے بھی بے ہوش کر دیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں ان لوگوں کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا مگر اس وقت مجھے توجہ اپنے مشن کی طرف مرکوز رکھنی تھی۔ وہ تینوں بے ہوش ہو گئے تھے اور مجھے توقع تھی کہ انہیں دو گھنٹے سے قبل ہوش نہیں آئے گا۔

میں نے تیزی سے ان تینوں کی تلاشی لی اور ان میں سے ایک کی جیب سے وہ چیک برآمد ہو گیا جو تمام فساد کی جڑ تھا۔ میں نے چیک احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر میں دوسرے کمرے میں آیا جہاں ایک دیوار پر مجھے پولیس کی وردیاں ٹنگی نظر آ رہی تھیں۔ بقیہ چاروں افراد باہر تھے اور اس بات سے بے خبر تھے کہ اندر کیا انقلاب آ چکا ہے۔ ان کی خوش گپیوں کی آواز اب بھی میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ میں بڑی تیزی سے مکان کی تلاشی لینے میں مصروف تھا۔ جلد ہی مجھے مطلوبہ شے مل گئی۔ یہ رسی کا ایک لچھا تھا۔ رسی کا لچھا لے کر میں بیرونی دروازے پر آیا جو کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس کی اوٹ سے جھانکا۔ چاروں افراد ہاتھ منہ دھو کر واپسی کے لئے پلٹ رہے تھے۔ میں نے محض ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر ہاتھوں میں رائفل لئے دروازے سے باہر آ گیا۔ رائفل کا رخ ظاہر ہے انہی چاروں کی طرف تھا۔ مجھے اس طرح مکان سے برآمد ہوتے دیکھ کر وہ چاروں ٹھٹک گئے۔ ان کے ہاتھ مشینی انداز میں سر سے بلند ہو گئے تھے۔

"تم لوگوں کو یقیناً حیرت ہو رہی ہو گی" میں نے سفاک لہجے میں کہا "حیرت ضرور کرو مگر اس بات پر کہ میں نے تم لوگوں کو زندہ چھوڑ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

ان چاروں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ کیونکہ [illegible] مجھے دھوکے سے اغوا کر کے یہاں لائے تھے اور اب میرے سامنے مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔

"تم تینوں زمین پر اوندھے لیٹ جاؤ اور تم" میں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا "میرے قریب آؤ۔"

تینوں افراد بے چون و چرا زمین پر لیٹ گئے اور چوتھا شخص میری طرف بڑھا۔ میں نے اس کے قریب آنے سے قبل ہی رسی کا لچھا اس کی طرف اچھال دیا "ان تینوں کے ہاتھ پشت پر لے جا کر مضبوطی سے باندھ دو" میں نے اسے حکم دیا اور وہ رسی کا لچھا لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"بندشیں مضبوط ہونی چاہئیں ورنہ خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا" میں نے اسے دھمکی دی اور اپنی جان بچانے کی خاطر اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کے ہاتھ خوب مضبوطی کے ساتھ جکڑ کر باندھ دیے۔ جب وہ تینوں کے ہاتھ باندھ چکا تو میں اس کی طرف بڑھا اور اسے بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لیٹ جانے کو کہا۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور میں نے بقیہ ماندہ رسی سے اس کے ہاتھ بھی جکڑ دیے پھر اس بات کا مزید اطمینان بھی کر لیا کہ وہ لوگ کسی طرح بھی اپنی بندشیں خود نہیں کھول سکیں گے۔

"اب تم لوگ آرام کرو دوستو" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "آج کے واقعے سے تمہیں اتنا سبق تو ضرور مل گیا ہو گا کہ جو شخص دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے خود ہی اس میں گرتا ہے۔"

ان میں سے کوئی کچھ نہیں بولا۔ شاید انہیں اپنی جانیں بچ جانے کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہیں خوف تھا کہ اگر انہوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نکالا تو کہیں میں انہیں ہلاک ہی نہ کر ڈالوں۔

میں دوبارہ مکان کے اندر آیا اور اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں پولیس والی وردیاں ٹنگی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے اپنے سائز کی ایک وردی نکالی اور اپنے کپڑے اتار کر وردی پہن لی۔ پھر میں نے اپنا لباس تہہ کر کے ساتھ لیا اور وہیں سے ایک ریوالور اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

چند ہی منٹ بعد میں پولیس وین اسٹارٹ کر رہا تھا۔ چاروں بدمعاش مکان کے سامنے بندھے پڑے تھے۔ سورج میں تپش بڑھتی جا رہی تھی اور مجھے یقین تھا کہ جب تک کوئی بھولا بھٹکا ان کی گلوخلاصی کرائے گا ان کی خاصی بھنائی ہو چکی ہو گی۔

وہ چاروں مجھے حسرت بھری نظروں سے وہاں سے روانہ ہوتے دیکھتے رہے مگر میں نے ان پر توجہ دینے کی زحمت نہیں کی اور طوفانی رفتار سے گاڑی موڑ کر روانہ ہو گیا۔ کچے راستے پر ڈرائیونگ کے نتیجے میں گرد و غبار کے بادل بلند ہو رہے تھے۔

سٹی بینک تک پہنچنے میں مجھے آدھا گھنٹہ لگا۔ وین میں نے بینک سے ذرا فاصلے پر روک دی تھی اور وین سے اتر کر پیدل ہی بینک کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ بینک کے اندر داخل ہوتے وقت کسی نے خصوصیت سے میری طرف توجہ نہیں دی۔ بینک میں داخل ہونے کے بعد میں نے کسی کاؤنٹر کا رخ نہیں کیا بلکہ سیدھا منیجر کے کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ شیشے کے کیبن میں منیجر تنہا تھا۔ میں دروازہ کھول کر کیبن میں داخل ہو گیا۔ منیجر نے کسی کو اس طرح اپنے کیبن میں داخل ہوتے دیکھ کر سر اٹھایا اور پھر اس نے مجھے پہچاننے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔

"ڈیم اِٹ فلوک" اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکل سکا۔

"ہاں" میں نے سفاکانہ انداز میں کہا "ڈیم اِٹ فلوک — میرے سر پر خون سوار ہے اور میں تمہارا خون کرنے آیا ہوں۔"

"نن — نہیں" منیجر دہشت زدہ ہو گیا۔

"زندگی چاہتے ہو تو یہ چیک کیش کرا کے دو" میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا "ورنہ یاد رکھو میرے دوسرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ مجھے دو منٹ کے اندر اندر کیش چاہئے۔"

منیجر کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ اس قدر حواس باختہ ہو گیا تھا کہ چیک کیش کرانے کے لئے اس نے خود اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

"تم یہیں بیٹھے رہو" میں نے سخت لہجے میں کہا "اگر تم نے ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

"پپ — پپ — پھر چیک کیسے کیش ہو گا؟" اس نے ساکت ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اندر اتنی ہمت بھی نہیں ہے تو مجھے پولیس کے حوالے کیوں کیا تھا" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "اصولی طور پر تو مجھے چاہئے کہ تمہیں ہلاک کر دوں لیکن مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ جو شخص پولیس کا گھیرا توڑ کر آیا ہو اس کے سامنے تمہارے گارڈز کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی۔ میں یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہا

ہوں کہ اب میں ذرا سی بھی رعایت نہیں کروں گا۔ ممکن ہے تم کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کرو۔ ایسی صورت میں خواہ میرا حشر کچھ بھی کیوں نہ ہو میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

"م... میں کچھ نہیں کروں گا" منیجر نے کانپتے ہوئے لہجے میں مجھے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"بکواس مت کرو اور اپنے کسی آدمی کو بلا کر کیش یہیں منگواؤ۔ یاد رکھنا میرا جو ہاتھ میز کے نیچے ہے اس میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ تمہاری طرف ہے۔"

منیجر نے لرزتے ہوئے گھنٹی بجائی۔ ایک شخص کیبن میں داخل ہوا۔ منیجر نے اسے چیک فوراً کیش کرا کے لانے کی ہدایت کی۔ اس شخص کے جانے کے بعد میں نے منیجر سے کہا "خود پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ کسی کو تمہاری حالت دیکھ کر شبہ ہوا تب بھی میرے ریوالور کی گولی کا نشانہ تم ہی بنو گے۔"

"م... مجھے اختلاج ہو رہا ہے" اس نے وحشت زدگی سے کہا "خدا کے واسطے ریوالور جیب میں رکھ لو۔"

"جب مجھے پولیس کے حوالے کر رہے تھے اس وقت تمہیں اختلاج کیوں نہیں ہوا تھا" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "تم ایک قابل نفرت انسان ہو۔ اگر تم نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو تمہیں گولی ماردوں گا۔"

اس نے ہونٹوں کو کپکپا کر مسکرانے کی کوشش کی اور اس کے ہونٹ پھیل کر رہ گئے۔ میں نے اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ اتنی دیر میں وہی شخص کیش لے کر آگیا۔ منیجر نے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔

"رقم گن کر اپنا اطمینان کرلو۔ کہیں بعد میں ایسا نہ ہو کہ۔"

"بعد میں کچھ نہیں ہوگا" میں نے بڑے نوٹوں کی گڈیاں جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا "اب میں ریوالور جیب میں رکھ رہا ہوں لیکن میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں ریوالور جیب سے نکال کر تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔"

"کیوں... کیوں" منیجر بری طرح ہکلا گیا تھا۔

"تم مجھے گاڑی تک چھوڑنے آؤ گے" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے" اس کی ہکلاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ وہ اب بھی میری طرف سے خطرہ محسوس کر رہا تھا "میں نے چیک کیش کروا تو دیا..."

"زرد مت کرو۔ میں گدھا نہیں ہوں کہ تمہیں یوں چھوڑ کر چلا جاؤں اور تم مجھے گرفتار کرا دو" میں نے درشتی سے کہا۔

"تم... مجھے اپنی زندگی سے بہت پیار ہے۔ میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم مجھ سے ایک قدم آگے چلو گے" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا "تمہاری حالت چونکہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے تم گیٹ پر متعین چوکیدار سے کہو گے کہ تم مجھے چھوڑ کر ابھی آرہے ہو تاکہ وہ مطمئن ہو جائے..."

"تم... تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" منیجر نے کہا۔ وہ بری طرح نروس ہو رہا تھا۔

"احمق آدمی" میں نے دانت پیس کر کہا "میں تمہیں گاڑی تک لے جاؤں گا تاکہ یہاں سے بحفاظت نکل سکوں۔ میں تمہیں کوئی موقع نہیں دے سکتا۔ تم نے ایک بار میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے بعد میرے لئے محتاط رہنا ضروری ہے۔ چلو اٹھو۔"

وہ اٹھ تو گیا مگر اس کی حالت ایسی تھی کہ لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف متوجہ ہوتے۔

"پہلے خود پر قابو پاؤ" میں نے اس کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے سختی سے کہا۔ اگرچہ میں اس کے ساتھ نرم رویہ اختیار نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ بے ہوش ہی نہ ہو جاتا۔

منیجر دھپ سے کرسی پر گر گیا "اگر اجازت ہو تو ایک گلاس پانی پی لوں" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی کیوں نہ کرو مگر خود کو نارمل کرلو۔ میں نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ تمہاری اڑی اڑی رنگت دیکھ کر شکوک و شبہات کا شکار ہوں۔"

منیجر نے جھرجھری سے پانی منگوایا اور ایک ہی گھونٹ میں پورا گلاس خالی کر گیا "میں بال بچے دار آدمی ہوں" اس نے پانی پینے کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"مجھ سے تعاون کرو گے تو فائدے میں رہو گے بصورت دیگر نقصان اٹھاؤ گے" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "اگر تمہیں نقصان پہنچانا ہی مقصود ہوتا تو آتے ہی پہنچا دیتا۔"

بات اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے ایک آدھ منٹ کے اندر اندر خود کو سنبھال لیا پھر وہ چلنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک بار اور وارننگ دے رہا ہوں کہ میرے یہاں سے سلامتی سے نکل جانے پر ہی تمہاری زندگی کا انحصار ہے۔"

"بے فکر رہو اور جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ میں تمہیں گاڑی تک بحفاظت پہنچا دوں گا۔"

وہ میرے ساتھ باہر نکلا۔ اس کی حالت اس حد تک سنبھل چکی تھی کہ اب کوئی اسے دیکھ کر شبہے میں نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس کا تعاون قابل دید تھا۔ آدمی جان بچانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ اس نے ایک کاؤنٹر پر رک کر بلند آواز میں کچھ ہدایات دیں۔ ایک گارڈ سے مستعد رہنے کو کہا پھر دروازے پر متعین چوکیدار سے کہا کہ وہ مجھے چھوڑ کر واپس آرہا ہے۔ رش میں کسی کو پتا بھی نہیں چلا کہ پولیس والے کی وردی میں وہی شخص ہے جو کچھ دیر قبل بینک سے گرفتار کر کے لے جایا گیا تھا۔

بینک سے باہر نکلنے کے بعد میں پوری طرح مطمئن ہو گیا۔ اب مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ منیجر نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ اب میں اس کے برابر چل رہا تھا۔

"تمہاری گاڑی کہاں ہے؟" اچانک منیجر نے پوچھا۔ بینک سے فاصلہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر اضطراب طاری ہو رہا تھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے" میں نے کہا "اور وہی وین ہے جس میں مجھے یہاں سے لے جایا گیا تھا۔"

منیجر کچھ نہیں بولا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ جلد از جلد مجھ سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہتا ہے۔ پھر وین دیکھ کر اس کی جان میں جان آگئی "اب تو میں واپس جا سکتا ہوں" اس نے کہا۔

"ایسی جلدی بھی کیا ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "کچھ دور گاڑی میں میرے ساتھ چلو۔"

"نن... نہیں" وہ ایک بار پھر ہکلا گیا "تم نے تو کہا تھا۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تمہیں سڑک کے کونے پر اتار دوں گا تاکہ تم فوراً جا کر پولیس کو اطلاع دو بھی تو میں یہاں سے زیادہ دور نکل چکا ہوں۔"

منیجر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور اس کے انداز سے لگتا تھا جیسے اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا ہو مگر اس کے پاس اپنی زندگی کا چراغ گل ہونے سے بچانے کی واحد صورت یہی تھی کہ میرے کہنے پر عمل کرتا رہے اور اس نے یہی کیا۔ وہ میرے ساتھ وین میں سوار ہو گیا اور میں نے وین سٹارٹ کر کے تیزی سے آگے بڑھا دی۔ منیجر کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

سڑک کے کونے پر میں نے وین ایک جھٹکے سے روک دی۔ منیجر نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا۔ اس کا انداز سوالیہ تھا۔

"جلدی کرو" میں نے جھنجلا کر کہا "وین سے اتر جاؤ۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہاری سست رفتاری برداشت کرسکوں۔"

منیجر دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا مگر وہ مڑ مڑ کر مجھی کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ میں اسے عقب سے گولی ماردوں گا لیکن ظاہر ہے میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ منیجر کے اترتے ہی میں نے وین آگے بڑھا دی۔ پولیس وین کا یوں آزادانہ استعمال کرنا ایک خطرناک حرکت تھی مگر وقت بچانے کے لئے میں یہ خطرناک حرکت کرنے پر مجبور تھا۔ میں پولیس کی وردی میں ملبوس تھا اور اس لئے میں نے کسی عام سواری کے بجائے پولیس وین میں ہی سفر کرنے کو ترجیح دی تھی۔ میرے اپنے کپڑے برابر والی سیٹ پر رکھے تھے مگر لباس تبدیل کرنے کا موقع نہیں تھا۔

چند منٹ کے اندر میں کراؤن کلب کے گیٹ پر موجود تھا۔ ہارن کے جواب میں چوکیدار نے باہر جھانکا اور پولیس وین کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "گیٹ کھولو" میں نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا اور چوکیدار کی حیرت دوچند ہو گئی۔

"اوہ مسٹر ایڈم!" اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا اور میں بری طرح جھنجلا گیا۔

"مسٹر ایڈم کے بچے! میں کہہ رہا ہوں گیٹ کھولو" میری بات سن کر چوکیدار کے دانت نکل آئے مگر اس نے گیٹ کھولنے میں دیر نہیں لگائی۔

کلب کے احاطے میں وین پارک کرنے کے بعد میں نے پہلے قمیض تبدیل کی اور ٹوپی اتار کر وین میں ہی ڈال دی۔ پھر میں وین سے اتر آیا۔ اب میں عام لباس میں تھا۔ مجھے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے پولیس یونیفارم کی پتلون پہن رکھی ہے۔

فاکس ٹرسٹ کے کمرے تک جانے کے دوران مجھے کلب کے کئی ملازمین نظر آئے۔ وہ سب مجھے پہچان گئے تھے مگر میں ان سب کو نظر انداز کرتا ہوا اوپری منزلوں کی طرف بڑھ گیا۔ اوپری منزل کی راہداری میں مجھے ایڈونا نظر آئی وہ بھی فاکس ٹرسٹ کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔

"ایڈم تم!" وہ مجھے دیکھ کر حیرت سے بولی "تم یہاں کیسے؟"

"میرا خیال ہے تمہارے سامنے ہی فاکس ٹریٹ نے مجھے چیک کیش کرانے کے لئے دیا تھا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور تم اسے کیش کرالائے؟" ایڈونا نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی "بہت جلدی آگئے۔"

میں بڑے غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا "ہاں کچھ دیر ہوگئی" میں نے بے پروائی سے کہا "فاکس ٹریٹ کمرے میں موجود ہے؟"

"ہاں میں انہیں اطلاع کرتی ہوں کہ تم آگئے ہو" اس نے کہا اور تیزی سے فاکس ٹریٹ کے کمرے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اس تکلف کی ضرورت نہیں گڑیا!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہیں اب تک اندازہ نہیں ہوسکا کہ ایڈم ڈی فلوک ان تکلفات سے بے نیاز ہے۔"

"یاس معقول ہیں" ایڈونا نے کمزور سے لہجے میں احتجاج کیا۔ اس کے بازو پر میری گرفت مضبوط تھی۔

"جتنا ذہن وہ تمہارے جانے سے ہوگا اتنا ہی میرے جانے سے بھی ہوگا... تو پھر بار بار وقت کیوں ضائع کریں" میں نے کہا اور اسے پیچھے چھوڑ کر فاکس ٹریٹ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دینے کی بھی ولت نہیں کی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ فاکس ٹریٹ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ریسیور کانوں سے دور ہٹا دیا "تم!" اس نے حیرت سے کہا پھر ریسیور کان سے لگا کر کہا "میں بعد میں بات کروں گا" اور فون بند کر دیا۔

"چیک کیش ہوگیا ہے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے رقم اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ اس میں رونما ہونے والے جذباتی تغیر سے میں بہت کچھ سمجھ گیا تھا۔ میرے تعاقب میں ایڈونا کمرے میں داخل ہوئی تھی مگر فاکس ٹریٹ نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم.... تم نے بہت دیر کر دی" فاکس ٹریٹ نے سنبھالا لیتے ہوئے کہا "میں نے تو تم سے فوراً واپس آنے کو کہا تھا۔"

"اگر تم نے مجھے پوری صورت حال بتادی ہوتی تو میں فوراً بھی آسکتا تھا" میں نے کہا "لیکن خیر کوئی بات نہیں... زندگی میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں۔"

"کیسے مقامات آتے ہیں؟" فاکس ٹریٹ نے حیران ہو کر کہا "تم کھل کر بات کیوں نہیں کرتے؟"

"اس لئے کہ تم نے بھی مجھ سے کھل کر بات نہیں کی تھی" میں نے بے پروائی سے کہا "جیسا رویہ میرے ساتھ اختیار کرو گے ایسا ہی رویہ میں بھی اختیار کروں گا۔"

"تمہیں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟" فاکس ٹریٹ نے بیٹھتے ہوئے کہا "کیا کوئی خاص بات ہوگئی تھی؟"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ چیک کیش کرانے کا کام کوئی اور بھی کرسکتا ہے۔ اب میں اپنے وہ الفاظ دہرا رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ چیک صرف ایک شوک ہی کیش کرا سکتا تھا۔"

فاکس ٹریٹ مجھے گھورنے لگا "آخر تم سیدھی طرح کیوں نہیں کرتے؟ تمہیں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟"

"میں بچہ نہیں ہوں فاکس ٹریٹ!" میں نے کہا۔ "مجھے اتنی عقل ہے کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا تجزیہ کرسکوں۔"

فاکس ٹریٹ نے ایڈونا کی طرف دیکھا "میں اس سے عاجز آچکا ہوں" اس نے بے بسی سے کہا "تم کر کے دیکھو شاید تمہاری بات اس کی سمجھ میں آجائے۔"

"مسٹر ایڈم کسی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہیں" ایڈونا اٹھلا کر بولی "ورنہ یہ ایسے تو نہیں ہیں۔"

"تسلیم کرلو کہ تم نے بچکانہ حرکت کی ہے فاکس ٹریٹ" میں نے خشک لہجے میں کہا "میرا امتحان ہی لینا تھا تو کوئی کام میرے سپرد کیا ہوتا۔"

فاکس ٹریٹ نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر کہا "میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے تفصیلات سے آگاہ کرو ممکن ہے تمہیں کسی قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہو۔"

"میں تمہیں بتائے دیتا ہوں لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری اداکاری سے متاثر ہوگیا ہوں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ وہ سب تمہارے آدمی تھے" میں نے کہا اور فاکس ٹریٹ کو تمام باتوں سے آگاہ کر دیا۔

"تم اسی پولیس وین پر یہاں آئے ہو" فاکس ٹریٹ اچھل کر کھڑا ہوگیا "تم تو ہمیں مروا دینے پر تل گئے ہو۔"

"شکر کرو فاکس ٹریٹ کہ صرف وین ہی لایا ہوں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وین میں سات افراد کی لاشیں ہوتیں۔"

"تم مجھے صحیح الدماغ نہیں معلوم ہوتے" فاکس ٹریٹ نے کہا "صرف ایک مفروضے کی بنا پر وین یہاں لے آئے۔"

"اسی مفروضے کی بنا پر ان ساتوں کو زندہ چھوڑ دیا" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر تم کہو کہ ان سے تمہارا تعلق نہیں ہے تو میں انہیں اب بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں اور وین وہیں چھوڑ آؤں گا بلکہ اسے آگ لگا دوں گا۔"

"مجھے اتنا تم کی لغو حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کچھ کرنا ہی ہوتا تو کیا یہاں نہیں کرسکتا تھا؟" فاکس ٹریٹ نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس سے بھی زیادہ لغو حرکت یہ ہے کہ تم نے ایک ایسے شخص کو چیک کیش کرانے کے لئے بھیجا جو ناممکن کام کرنے کے دعوے کر رہا تھا۔ کیا یہ مضحکہ خیز حرکت نہیں ہے مسٹر فاکس ٹریٹ؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم محض اس لئے میری طرف سے بدگمان ہو رہے ہو کہ تمہیں ایک غیر معمولی واقعہ پیش آگیا۔ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش نہ آتا تو تم ہرگز مجھ پر شک نہ کرتے۔"

"تم مجھ سے واقف نہیں ہو اس لئے یہ بات کر رہے ہو" میں نے مسکرا کر کہا "تم نے جس وقت مجھے چیک دیا تھا مجھے اسی وقت شبہ ہوگیا تھا لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مجھ پر کس ذریعے سے حملہ کیا جائے گا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے لوٹنے کی کوشش کی جائے گی اور ظاہر ہے کہ لوٹنے کے لئے پہلے چیک کیش ہونا ضروری تھا لیکن تمہارا منصوبہ کچھ اور ہی تھا۔ اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب وہ پولیس والے جعلی ثابت ہوئے۔"

"تم مجھ پر الزام عائد کر رہے ہو" فاکس ٹریٹ نے غصیلے لہجے میں کہا "اس سے پہلے بھی میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔"

"یہ الزام نہیں ہے فاکس ٹریٹ! الزام تو تب ہوتا جب میں یہ کہتا کہ تم نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

"تو آخر دیر سے تم اور کیا کہنے کی کوشش کر رہے ہو؟" فاکس ٹریٹ نے کہا۔ اس کا لہجہ بدستور غصیلا تھا۔

"میں یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم نے میرا امتحان لیا تھا۔ تم نے اپنے آدمیوں کو بطور خاص ہدایت کر دی ہوگی کہ مجھے نقصان نہ پہنچنے پائے۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ میں چیک کیش کرانے میں ناکام ہو جاؤں۔"

"تم نے اچھا نہیں کیا" فاکس ٹریٹ بڑبڑایا "منیجر کے ساتھ تمہیں زیادتی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جو کچھ ہوا تھا اس سے پہلے مجھے تو مطلع کر دیتے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو میں نے بغیر سوچے سمجھے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہوگا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اگر وہ مردود بھی تم سے ملا ہوا نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ ہرگز یہ حرکت نہ کرتا۔"

"تم تو انتہائی شکی مزاج انسان ہو" فاکس ٹریٹ کا منہ حیرت سے کھل گیا "تم تو بڑے بڑے نتائج اخذ کر لیتے ہو۔"

"اسے ملائے بغیر یہ حرکت ہو ہی نہیں سکتی تھی" میں نے بڑے سکون سے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ میں فون تو کرواتا اور آجاتے نقلی پولیس؟"

"مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے" فاکس ٹریٹ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا "وہ ایک ذمے دار آدمی ہے... کس طرح مل سکتا ہے اور اگر تم نے اسی رفتار سے تجزیے جاری رکھا تو مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تھوڑی دیر بعد تم یہ نہ کہو کہ پولیس بھی مجھ سے ملی ہوئی ہے۔"

"بے فکر رہو" میں نے ہنس کر کہا "میں ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا۔ میرے لئے یہی بات کچھ کم حیرت کا باعث نہیں ہے کہ تم نے منیجر کو کس طرح ساتھ ملا لیا۔"

میرے اس تبصرے پر فاکس ٹریٹ کچھ مطمئن سا ہوگیا "چلو جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ... میں پولیس وین کا بھی کچھ بندوبست کرلوں گا۔ میں نے چیک تم سے اس لئے کیش کرایا تھا کہ یہ رقم مجھے ایک شخص کو بھجوانی ہے۔ چیک کیش کرانا کوئی کام نہیں تھا۔ یہ کام تو کوئی اور بھی کرسکتا تھا۔ اصل کام تو اب شروع ہوگا۔ اس شخص کا نام جیمس چارلی ہے۔ لیکن اسٹریٹ کے کلب وہ ایک بار چلاتا ہے۔ اس کی رہائش بھی بار کے اوپری حصے میں ہے۔ اس کم بخت کے آدمی بہت مستعد ہیں۔ میرے اور اس کے درمیان ایک سودا چل رہا تھا جو قیمت کے تنازعے کی وجہ سے درمیان میں رہ گیا۔ میں نے ایک لاکھ قیمت لگائی تھی اور وہ ڈیڑھ پر مصر تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم تم اسے پہنچا دو۔"

"یہ کیا کام ہوا؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر کہا "پہلے کی طرح میں پھر کہوں گا کہ یہ کام تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔"

"اس بار میں تمہیں اس کی وجہ بھی بتادوں گا ورنہ تم پھر مجھ پر شبہ کروگے... جیمس چارلی ایک ایسا شخص ہے جس تک پہنچنا ہی ممکن نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں یہ رقم اس کی جیل یا اس کی خواب گاہ تک پہنچا دوں تو وہ اس قیمت میں سودا منظور کر لے گا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا فاکس ٹریٹ! آخر اس میں قباحت کیا ہے؟"

"قباحت یہ ہے کہ میں نے کوشش کی تھی مگر یہ ممکن ہی نہیں ہوسکا۔ میں نے اپنے بہترین آدمی استعمال کر کے دیکھ لئے۔ کوئی بھی اس تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کا یہ مطالبہ دراصل ایک قسم کا چیلنج ہے اگر ہماری جانب سے زیادتی کی گئی تو خون ریزی کا اندیشہ ہے۔"

"یہ کیا مسئلہ ہے" میں نے کہا "رقم کسی آدمی کے ذریعے بھی پہنچائی جا سکتی ہے۔"

"نہیں" فاکس ٹرٹ نے نفی میں سر ہلایا "اول تو وہ کوئی بھی چیز براہ راست وصول نہیں کرتا اور فرض کرو کبھی لے تو شرط پوری نہیں ہوگی۔ شرط یہ ہے کہ میرا کوئی آدمی رقم اس تک پہنچائے اور میرے کسی آدمی کے اس تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہ تمہارا جیمس چارلی آخر کتنا بڑا آدمی ہے کہ کوئی اس تک پہنچ ہی نہیں پاتا؟" میں نے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا کہ اس تک پہنچا تو جا سکتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں جو خون ریزی ہوگی اسے کون برداشت کرے گا؟"

"یہ کام ایسا ہے جس میں مجھے دلچسپی محسوس ہو رہی ہے بلکہ سنسنی محسوس ہو رہی ہے۔ ایک معمولی سے شراب خانے کا مالک اور اس کے لیے خوف یہ کہ کوئی اس سے مل ہی نہیں سکتا۔"

"وہ بڑے پیمانے پر اسمگلنگ کے کاروبار میں ملوث ہے۔" فاکس ٹرٹ نے کہا "اسے چھوٹا آدمی سمجھنے کی غلطی مت کرو۔ اس کا حفاظتی حصار بہت مضبوط ہے جسے توڑنا آسان نہیں ہوگا۔"

"کیا جیمس چارلی کو آج رات ہی رقم پہنچانا ضروری ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں" فاکس ٹرٹ نے کہا "لیکن یہ کام جتنی جلدی کر سکو اتنا اچھا ہے۔ اس لئے کہ یہ میری انا کا معاملہ ہے۔ میں اسے شکست ضرور دینا چاہتا ہوں۔"

"اس تک رقم پہنچانے کے لئے مجھے کسی خاص دائرہ کار میں تو نہیں رہنا ہوگا؟" میں نے فاکس ٹرٹ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" فاکس ٹرٹ نے نفی میں سر ہلایا "تم جو چاہو کرو مجھے صرف اس بات سے دلچسپی ہے کہ رقم اس تک پہنچ جائے۔"

"بے فکر رہو فاکس ٹرٹ! رقم اس تک ضرور پہنچے گی اور بہت جلد پہنچے گی۔ بس تم ایک کام کر دو ___ اگر ممکن ہو تو مجھے اس کی تصویر فراہم کر دو۔"

"تصویر تمہیں مل جائے گی" فاکس ٹرٹ نے مسکرا کر کہا "آج ہی شام تک کسی وقت ہوٹل میں میرا کوئی آدمی تمہیں اس کی تصویر دے جائے گا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

"اگر وہ لوگ تمہیں مار دیتے تو جان ہی چھوٹ جاتی۔" بڈ نے تبصرہ کیا۔ میں فاکس ٹرٹ سے رخصت ہو کر تہذیب کی طرف نکل آیا تھا اور ان لوگوں کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تھا۔ "خواہ مخواہ غلط ملط احکامات جاری کرتے رہتے ہیں۔ اگر ہم لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہوتے تو یہ نوبت نہ آنے پاتی۔"

"یہ کیا بے ہودگی ہے بڈ!" تہذیب نے اسے ڈانٹا "ہر وقت بے تکی باتیں کرتے رہتے ہو۔ کم از کم یہ تو سوچ لیا کرو کہ کیا کہہ رہے ہو۔"

"ہاں تم تو چیف کی ہی طرف داری کرو گی" بڈ نے جیسے شرمندہ ہونے کے چڑ کر کہا "بڈ کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے نہیں ____ تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہو" میں نے اسے چمکارا "اگر تم نہیں کہو گے تو اور کون کہے گا۔"

"اور کیا" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اب ان لوگوں کے منہ میں تو جیسے زبان ہی نہیں ہے۔ بولا ہی نہیں جاتا۔" بڈ نے لطیف اور طلحہ کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں بڈ کے تبصرے پر پہلے ہی حیران تھے۔ یہ سن کر اور بھی حیران رہ گئے۔

"میڈم ٹھیک کہہ رہی ہیں بڈ صاحب!" لطیف نے کہا "آپ تو بیان کے پرخچے اڑا دیتے ہیں۔"

"یہ بیماری ہمارے یہاں نہیں پائی جاتی" میں نے نرمی سے کہا۔ "بے تکلفی کی فضا قائم رہنا ضروری ہے ورنہ صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے جناب!" طلحہ نے کہا "لیکن بے تکلفی کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آدمی حفظ مراتب کا خیال بھی نہ کرے۔"

"یہ بات اگر تم کسی طرح بڈ صاحب کو سمجھا سکو تو تمہیں منہ مانگا انعام دینے کو تیار ہوں۔"

"اب تم نے بھی پر پرزے نکالنے شروع کر دیے" بڈ نے طلحہ کو گھورا "میں سب سمجھتا ہوں۔ تم چیف اور میڈم کا پراچھل کود کر رہے ہو۔"

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی بڈ صاحب!" طلحہ نے گھبرا کر کہا "میں نے تو ایک اصولی بات کی تھی۔ اگر آپ کو بری لگی ہو تو ___"

"پہلے کہہ دیا اصولی بات کی تھی اس کے بعد کہہ رہے ہو اگر بری لگی ہے تو" بڈ نے منہ بنا کر کہا "سب سے کرے ____ [illegible]"

"یہ تم لوگوں نے کیا خرافات شروع کر دیں" تہذیب نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "چیف کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا۔ ہمیں صرف کام کی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ اب ہمیں کوئی ایسا منصوبہ بنانا ہوگا جس پر عمل کر کے رقم جیمس چارلی تک پہنچائی جا سکے۔" میں نے کہا۔

"جیمس چارلی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی پڑیں گی۔" تہذیب نے کہا "یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس کی پشت پر کون ہے؟"

"یہ تو میں تمہیں ابھی بتا سکتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "فاکس ٹرٹ اور جیمس چارلی کی پشت پناہی کرنے والی شخصیت ایک ہی ہے ____"

"مادام کلارا؟" تہذیب نے متحیرانہ انداز میں کہا "یہ کیسے ممکن ہے ___ وہ تم سے اپنے ہی ساتھی کے خلاف کام لے رہی ہے؟"

"آزمائش اسی طرح تو ہوتی ہے۔ پہلے اس کے ساتھیوں نے جعلی پولیس والوں کی حیثیت سے مجھے گھیرا وہ ناکام ہو گئے تو اب فاکس ٹرٹ نے نیا حربہ اختیار کیا ہے۔ ممکن ہے جیمس چارلی کی شخصیت تھوڑی بہت پراسرار ہو مگر اتنی نہیں ہے کہ اس تک رسائی ہی مشکل ہو۔ یہ پروگرام بہت سوچ سمجھ کر مادام کلارا کا ہی مرتب کیا ہوا ہے۔ اینگلو کے لوگ اس شراب خانے کا محاصرہ کر لیں گے اور کسی بھی شخص کا جیمس تک پہنچنا ناممکن بنا دیں گے۔ اسے یہ سب کچھ سمجھا دیا گیا ہوگا لیکن میں ان کے دفاعی حصار کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا تو تم سمجھو کہ اینگلو میں میری کسی حد تک جیت ہوگی۔ اسی لئے یہ تم سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی تم مادام کلارا کو الجھائے رکھو۔"

"کوشش کروں گی لیکن تم اس امتحان میں کیسے پورے اترو گے؟" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں گہری تشویش تھی۔ "ہوشیار دشمن پر وار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"دشمن ہوشیار ہے تو کیا ہوا۔ ہم اس پر ایسے زاویے سے وار کریں گے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ اس کے لئے مجھے تم سب کی مدد درکار ہوگی۔"

"سب سے پہلے تو بڈ کو مطلع رکھو" بڈ نے کانوں کو ہاتھ لگائے "یہاں جتنی اچھائی کرو اتنی ہی برائی ملتی ہے۔"

"میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اس کے مطابق تمہیں پردے میں رہنا ہے لیکن اگر تم نے ساتھ نہ دیا تو ہم کچھ نہیں کر سکیں گے؟"

"بے وقوف بنا رہے ہو" بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بڈ تمہاری نظر میں اتنی اہمیت اختیار کر جائے۔"

"بنیادی ذمہ داریاں تو تمہاری ہی ہوں گی" میں نے کہا۔ "ظاہر ہے جب بنیاد نہیں ہوگی تو عمارت کیا خاک تعمیر ہوگی۔"

"بڈ جیسے لوگ ہوتے ہی اس لئے ہیں کہ انہیں بے وقوف بنایا جائے" بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "خیر بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

میں نے ان لوگوں کو اپنا منصوبہ بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ کس کو کیا کرنا ہے۔ میرا منصوبہ سن کر بڈ کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"اب ہوئی نا بات" اس نے اچھل کر کہا "کب سے کہہ رہا ہوں کہ حرکت میں آؤ۔ ان لوگوں کے خلاف کچھ کرنا بہت ضروری ہے۔"

"تم نے دیکھا میرے منصوبے میں بنیادی کردار تمہارا ہی ہے۔ اور سب سے خطرناک بھی تمہارا ہے۔"

"فکر مت کرو چیف! یہ سب بڈ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن یہ سارے کام کل شام سے قبل ممکن نہیں ہو سکیں گے۔"

"تم نے بہت کم مہلت مانگی ہے بڈ!" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس کام کے لئے کوئی اور کئی دن کا وقت مانگتا اور اس میں بھی یقین سے کچھ نہ کہتا۔"

"تم خوش قسمت ہو چیف کہ تمہیں بڈ جیسا ماتحت میسر ہے مگر ایک بات ہے۔ جو کام تم نے مجھے سونپے ہیں ان پر پیسہ بہت خرچ ہوگا۔"

"کیا ہمارے پاس رقم کی تنگی ہے؟" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"ہرگز نہیں" تہذیب نے تیزی سے کہا "بڈ کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہمیشہ بے تکی بات کرتا ہے۔ کام ہوگا تو ظاہر ہے اس پر رقم بھی صرف ہوگی۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے" فلورا نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ میں اس کے پاس شام چار بجے کے بعد پہنچا تھا۔

"غائب نہیں ہو گیا تھا بلکہ کاموں میں مصروف تھا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فاکس ٹرٹ نے مجھے ایک کام سونپا تھا؟"

"تمہاری واپسی میں بہت دیر ہو گئی تو میں نے ایڈونا کو فون کیا۔ اس نے بتایا کہ تم وہاں سے واپس جا چکے ہو۔ اس بات کو بھی دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ فاکس ٹریٹ نے مجھے ایک اور کام سونپ دیا ہے؟" میں نے فلورا کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں" فلورا نے بڑی معصومیت سے سر کو منفی جنبش دی۔ "ایڈونا نے مجھ سے اس قسم کی تو کوئی بات نہیں کی۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ ایڈونا نے اس سے اس موضوع پر بات نہ کی ہو مگر میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ مجھ سے یہ بات چھپانے میں ان لوگوں کی کیا مصلحت ہے۔

"حیرت ہے! اس میں چھپانے والی تو کوئی بات نہیں تھی پھر ایڈونا نے تم سے اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟" میں نے کہا۔

"ممکن ہے اس نے یہ سوچ کر تذکرہ نہ کیا ہو کہ مجھے تمہارے ذریعے سب کچھ معلوم ہو جائے گا" فلورا نے جس تیزی سے جواب دیا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب کچھ پہلے سے سوچے بیٹھی تھی "اب تم خود ہی بتا دو نا۔"

"جیمس چارلی کو جانتی ہو" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"اسے کون نہیں جانتا ہوگا" فلورا نے کہا "بیکن اسٹریٹ کے نکڑ پر اس کا شراب خانہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ باس کے اور اس کے درمیان کسی قسم کی دشمنی چل رہی ہے۔"

بہت خوب۔ میں نے دل میں سوچا گویا فاکس ٹریٹ کی طرف سے تمہیں سب کچھ بتایا جا چکا ہے۔

"آج جو چیک میرے ذریعے کیش کرایا گیا ہے اب اس کی رقم جیمس چارلی تک پہنچانی ہے۔"

"یہ ٹھیک ہوا" فلورا مسکرائی "تم نے بہت بڑے بڑے دعوے کیے تھے۔ اب تمہیں مزہ آئے گا۔"

"اس میں ایسی کون سی بات ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "اسے رقم پہنچانی ہی تو ہے کوئی اس سے چھیننی تو ہے نہیں۔"

"شاید باس نے تمہیں تفصیلات نہیں بتائیں" فلورا نے حیرت کا مظاہرہ کیا "جیمس تک تو پہنچنا گویا کارے دارد ہے۔ باس کے کئی آدمی اس کام میں ناکام ہو چکے ہیں۔"

"ہاں فاکس ٹریٹ نے مجھے بتایا تھا اور مجھے اس پر حیرت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فاکس ٹریٹ نے نااہل لوگوں کی ایک ٹیم بنا رکھی ہے۔"

"یہ تو تمہیں پتا چلے گا" فلورا نے معنی خیز لہجے میں کہا مجھے یوں لگا جیسے وہ کہہ رہی ہو۔ اب تمہیں ایلگزر کے لوگوں سے ٹکرانا پڑے گا۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ میری جنگ ہی ایلگزر سے ہے۔

"ہو سکتا ہے یہ بہت مشکل کام ہو" میں نے کہا "لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ میں اسے بخوبی تکمیل تک پہنچا دوں گا۔"

"اتنا یقین" فلورا نے مجھے حیرت سے دیکھا "آخر تمہیں اتنا یقین کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم میری لک ہو اور میرے ساتھ ہو۔ اور جب تم میرے ساتھ ہو تو مجھے کوئی غم نہیں۔ دنیا کی کوئی مشکل میرے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے" فلورا جھینپ گئی "زبردستی مجھے اپنی لک بنا بیٹھے ہو۔"

"تم زبردستی میرے گلے پڑ گئیں" میں نے کہا "اور تم خود ہی میری لک بن بیٹھیں۔"

"اب مجھ پر الزام بھی لگاؤ گے" فلورا نے آنکھیں نکالیں۔ "خود ہی زبردستی کر کے مجھے یہاں لے آئے اور اب کہہ رہے ہو میں تمہارے گلے پڑ گئی ہوں۔ اگر یہی بات ہے تو میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔"

"ارے یہ کیا غضب کر رہی ہو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا "میرا مقصد یہ تھا کہ تم خود ہی مجھ سے ملی تھیں اور پھر میری مجبوری بن کر رہ گئیں۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" فلورا غرائی "اگر معلوم ہوتا کہ تم اس طرح میرے پیچھے پڑ جاؤ گے تو کبھی تم سے نہ ملتی۔"

"تم تو واقعی ناراض ہو گئیں" میں نے ہنس کر کہا "میں مذاق کر رہا تھا۔ کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے؟"

فلورا رک گئی۔ اسے تو رکنے کے لیے بہانہ درکار تھا۔ اب تو اس کا اصل مقصد مجھ پر نظر رکھنا تھا۔ یہ بھی تو امتحان تھا کہ میں صنف نازک سے کس حد تک متاثر ہو کر اسے اپنے منصوبوں میں شریک کرتا ہوں یا نہیں۔

"تمہیں مذاق کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے حاصل ہیں لیکن ایسا مذاق مت کیا کرو جس سے دوسرے فریق کی عزت نفس مجروح ہوتی ہو۔"

"احساس دلانے کا شکریہ" میں نے اپنے لہجے میں سنجیدگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "اور تمہارا ساماتات کر کے تمہیں دکھی کیا ہے اس کے ازالے کے لیے آج شام ہم تفریح کریں گے۔"

"تم میرے ساتھ موجود ہو تو مجھے کسی تفریح کی ضرورت نہیں ہے" فلورا نے بڑی لگاوٹ سے کہا "لیکن معلوم نہیں کیوں تم مجھ سے کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے ہو۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں نے ایک خاص حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو میری قسمت مجھ سے روٹھ جائے گی۔"

"ایک تو ابھی تک یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تم مذاق کر رہے ہو یا یہ سب کچھ حقیقت ہے؟" فلورا نے بڑی بے زاری سے کہا۔

"اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ تمہیں یقین آتا ہے یا نہیں آتا۔ اہمیت تو اس بات کی ہے کہ میں کیا سمجھتا ہوں۔ جب سے تم مجھے ملی ہو، جس کام کو ہاتھ لگاتا ہوں بن جاتا ہے۔"

"اگر تم جیمس چارلی کو رقم پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو میں یقین کر لوں گی کہ تم ناممکن کام بھی کر سکتے ہو۔"

"یہ پھر بھی نہیں مانو گی کہ تم میری لک ہو؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"میرا مطلب یہی تھا" فلورا نے کسی قدر جھینپ کر کہا "جیمس چارلی تک پہنچنا اتنا ہی مشکل کام ہے کہ اس کے متعلق کوئی بات بھی بتائی جا سکتی ہے۔"

اسی روز شام کو ایک شخص جیمس کی تصویر مجھے دے گیا۔ وہ ایک بلیک اینڈ وائٹ تصویر تھی۔ تصویر میں فاکس ٹریٹ بھی اس کے ساتھ تھا اور جیمس اس کے سامنے بونا نظر آ رہا تھا۔ فاکس ٹریٹ کا قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا جب کہ جیمس... اس کے بارے میں تصویر کی پشت پر مختصر معلومات بھی تحریر تھیں جن کے مطابق جیمس کا قد صرف پانچ فٹ چار انچ تھا۔

"مجھے حیرت ہے" تصویر دیکھ کر میں نے فلورا سے کہا "یہ بونا تم لوگوں کے لیے اتنا بڑا مسئلہ کیسے بنا ہوا ہے؟"

"بات آمنے سامنے مقابلے کی تھوڑی ہے" فلورا نے کہا "وہ خود تو کچھ بھی نہیں لیکن اس کے آدمی بہت مستعد ہیں۔"

اس کے بعد فاکس ٹریٹ کا فون بھی آیا۔ وہ تو یہ لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرا پروگرام کیا ہے مگر ظاہر ہے میں اسے ابھی کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔

اگلے روز شام تک میں ہوٹل سے باہر نہیں نکلا۔ فلورا حیران تھی کہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے کیوں بیٹھا ہوں اور میں یہ کہہ کر اسے ٹالتا رہا کہ میں کوئی اسکیم بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر رات آٹھ بجے کے قریب میں فلورا سے یہ کہہ کر ہوٹل سے نکل آیا کہ میں اپنے دوستوں سے ملنے جا رہا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بیکن اسٹریٹ نیم کاروباری علاقہ ہونے کی وجہ سے آٹھ بجے کے بعد سنسان ہونا شروع ہو جاتی تھی۔ دس بجے رات تک وہاں اکا دکا لوگ نظر آتے تھے اور رونقیں صرف اسی نکڑ تک محدود ہو جاتی تھیں جہاں جیمس کا بار تھا۔ بار کے عین مقابل علاقے کا پولیس اسٹیشن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جیمس کے بار کو محفوظ ترین جگہ تصور کیا جاتا تھا۔

رات دس بجے کے قریب بیکن اسٹریٹ پر ایک تیز رفتار فوجی جیپ نمودار ہوئی جس کا رخ بار کی طرف تھا لیکن بار کے سامنے رکنے کے بجائے جیپ پولیس اسٹیشن کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ جیپ میں عقبی سیٹوں پر چار مسلح فوجی الرٹ بیٹھے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا فرد بھی فوجی تھا اور اس کے برابر میں ایک کیپٹن بیٹھا تھا۔ کیپٹن کی وردی میں میں خود تھا اور ڈرائیونگ پر تہذیب تھی جسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہو سکتی ہے۔ جب کہ چاروں فوجی علی گروپ کے چاروں ارکان تھے جو تہذیب کے ساتھ شی گورا سے آئے تھے۔

پولیس اسٹیشن میں ایک فوجی جیپ کی آمد کے باعث کھلبلی مچ گئی تھی۔ جیپ رکتے ہی میں اترا اور فوجی انداز میں چلتا ہوا پولیس اسٹیشن میں داخل ہو گیا۔ فوجی جیپ، یونیفارم اور نشانات وغیرہ کا انتظام بڑے آرام سے ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس کام پر ایک خطیر رقم خرچ ہوئی تھی تاہم کوئی اور شخص یہ کام اتنے قلیل وقت میں اور وہ بھی ایک اجنبی ملک میں کر ہی نہیں سکتا تھا۔

میں سب کو نظر انداز کرتا ہوا سیدھا انچارج کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے اپنا حلیہ اس حد تک ہی تبدیل کیا تھا کہ کوئی مجھے آسانی سے شناخت نہ کر سکے۔

کمرے میں انچارج کے علاوہ چند افراد اور بھی موجود تھے۔ وہ سب ایک فوجی کیپٹن کو یوں کمرے میں آتے دیکھ کر بوکھلا گئے تھے انچارج تو سیٹ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں" میں نے انچارج سے کہا اور اس نے بقیہ افراد کو باہر چلے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب فوراً ہی باہر نکل گئے۔

"میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے" کمرا خالی ہونے کے بعد میں نے انچارج سے کہا "ایک خطرناک قاتل نے

مجھے حکم دیا ہے کہ جیمس پارلن کو گرفتار کرلیا جائے۔ اس پر ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا شبہ کیا جارہا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب!" انچارج نے بوکھلا کر کہا۔ "مسٹر جیمس ملک دشمن نہیں ہوسکتے۔"

"ہم لوگ تجزیہ نہیں کرتے صرف حکم پر عمل کرتے ہیں۔" میں سخت لہجے میں کہا "ویسے بھی ہمیں سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تم کیوں اس کی تعریف کررہے ہو۔"

انچارج اور زیادہ بوکھلا گیا "یہ بات نہیں ہے جناب! ... اس نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہم غیر متعلق باتوں سے غرض نہیں رکھتے۔ یہ حکم نامہ دیکھ لو" میں نے جیب سے ایک جعلی حکم نامہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا جس کے مطابق مجھے حکم دیا گیا تھا کہ پولیس کی مدد سے بار پر چھاپا مار کر جیمس کو گرفتار کرادوں۔

"میں ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں جناب" انچارج نے کہا۔ حکم نامہ دیکھنے کے بعد اس میں سرتابی کی مجال نہیں رہی تھی۔

"یہ مشن ٹاپ سیکرٹ ہے" میں نے انچارج کو گھورتے ہوئے کہا "تمہیں بھی مجبوراً اعتماد میں لیا گیا ہے مگر تم کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب! میں وطن سے غداری کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ آپ بتائیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"پندرہ منٹ کے اندر اندر سامنے والے بار کو گھیرے میں ہونا چاہئے۔ اپنے جوانوں کو حکم دو کہ جیمس گھیرا توڑ کر فرار ہونے نہ پائے۔ میرے ساتھ صرف چار فوجی ہیں۔ ان کے معاملات ہم خود سنبھال لیں گے۔"

پھر پندرہ منٹ کے بعد پوری تیاریوں کے ساتھ چارلی کے بار کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ فوجی جیپ بار کے دروازے کے سامنے جاکر رک گئی۔

تہذیب ڈرائیونگ سیٹ پر ہی بیٹھی رہی تھی اور سب لوگ جیپ سے اتر گئے تھے۔ میں سب سے آگے تھا اور میرے ساتھ انچارج تھا۔ چاروں "فوجی" ہمارے عقب میں تھے وہ جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔

ہم سب دندناتے ہوئے بار میں داخل ہوئے تو وہاں ایک لمحے کے لئے کھلبلی مچ گئی پھر میری گرجدار آواز سب پر حاوی آگئی "خاموش... کسی کی آواز نہ نکلے۔"

تمام لوگ اپنی اپنی جگہ ساکت ہوگئے۔ انچارج کو تو صرف علاقے کے لوگ پہچانتے تھے مگر وردی پوش کسی تعارف کا محتاج نہیں ہوتا اور پھر فوجی وردی... بار میں ایسا سناٹا چھا گیا کہ سوئی گرنے تک کی آواز سنی جاسکتی تھی۔

"جیمس کے کمرے تک میری راہ نمائی کرو" میں نے انچارج سے سرگوشی میں کہا اور وہ اثبات میں سرہلا کر ایک طرف چل پڑا۔ کاؤنٹر کے برابر سے ایک زینہ اوپر جارہا تھا۔ دو آدمی نیچے رک گئے تھے اور دو فوجی ہمارے ساتھ میں آرہے تھے۔ میں نے محض احتیاطاً دو فوجی نیچے چھوڑے تھے ورنہ پورے بار کے لئے ایک ہی کافی تھا۔

زینے طے کرکے ہم اوپر پہنچے۔ اوپر کی راہداری میں جا بجا مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ تھانہ انچارج کو دیکھ کر ان کی گنوں کے رخ تبدیل ہوگئے تھے۔ اس پر مستزاد وہ تھے جو انچارج کے ساتھ تھے۔ ان سب کے چہروں پر پریشانی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"آ... آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟" ان میں سے ایک شخص نے کہا جو صورت سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش لگتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں خود کار رائفل بھی موجود تھی۔

"تم کون ہو؟" میں ایک جھٹکے کے ساتھ رک کر "اور تم لوگوں کے ہاتھوں میں ہتھیار کیوں موجود ہیں؟ تمہیں معلوم نہیں کہ فوج کے سامنے ہتھیار ہاتھ میں رکھنے کا مطلب کیا ہے؟"

وہ خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ ایک وہی نہیں، اس کے تمام ساتھیوں کے ہاتھوں سے ہتھیار چھوٹ کر گر پڑے۔

"ان تمام بدمعاشوں کو ہنکا کر نیچے چھوڑ آؤ" میں نے فوجیوں کو مخاطب کرکے کہا "اور تم میرے ساتھ آؤ" میں طلحہ اور پھر ہم تھانہ انچارج کی معیت میں ایک کمرے کے پاس پہنچ گئے جس پر سرخ رنگ کا بلب روشن تھا۔ میں اس کا مطلب اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ جیمس بہت اہم کام میں مصروف ہے اور اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔

میں نے طلحہ کو اشارہ کیا اور اس نے دروازے کو گھمایا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ طلحہ تیزی سے کمرے میں گھستا چلا گیا۔ اپنے انداز سے وہ خالص فوجی لگ رہا تھا اور انچارج اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوگئے۔ جیمس واقعی بہت اہم کام میں مصروف تھا۔ وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کررہا تھا۔ طلحہ کے اس طرح اندر گھستے پر وہ اچھل پڑا۔ انچارج اور پھر فوجیوں کو دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔

"یہ... یہ کیا حرکت ہے" اس کے منہ سے بمشکل تمام نکلا۔ اس کی بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ الفاظ بھی اس کے منہ سے ٹھیک سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔

"تم پر ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا شبہ کیا جارہا ہے" میں نے سرد لہجے میں کہا "اور تم ہمیں جس حالت میں ملے ہو اس سے اس شبے کو تقویت ملتی ہے۔ ٹرانسمیٹر پر کس سے بات کررہے تھے... کوئے بل کے کسی ایجنٹ سے؟"

"یہ... یہ الزام ہے" جیمس نے ہانپتے ہوئے کہا "کوئے بل والوں سے میرا کیا واسطہ؟"

"تو پھر تم کس سے بات کررہے تھے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ طلحہ کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے غالباً کوئی ایسا کور دبا دیا تھا جس سے دوسری طرف والے کو خطرے کا پتا چل گیا تھا۔ پھر یہ کہ جیمس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ بھی آف کردیا تھا۔ میرا سوال سن کر اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر منمنا کر رہ گیا۔

"دیکھا تم نے" میں نے فاتحانہ انداز میں انچارج کو دیکھا۔ "فوج کی اطلاع کبھی غلط نہیں ہوتی۔"

انچارج نے مرعوبیت انداز میں میری بات کی تائید کی اور میں نے طلحہ کو کمرے کی تلاشی لینے کا حکم دیا۔ ٹرانسمیٹر میں پہلے ہی اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ملا سر" طلحہ نے مودب انداز میں کہا۔

"اس کا میز کی درازیں بھی چیک کرو" میں نے طلحہ سے کہا۔ "تم نے اسے کیوں نظر انداز کردیا۔"

جیمس کو کمرے کے ایک کونے میں دھکیل دیا گیا تھا اور طلحہ اب میز کی درازیں چیک کررہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بتایا کہ درازوں سے بھی کچھ برآمد نہیں ہوا۔

"تم تو درازیں میں خود ہی چیک کروں گا" میں نے کہا اور درازوں کی تلاشی کے دوران ایک لاکھ کی رقم بڑی صفائی سے اوپر والی دراز میں منتقل کردی۔

"ٹھیک ہے" میں نے کچھ دیر بعد کہا "اسے مجرم ثابت کرنے کے لئے یہ ایک ٹرانسمیٹر ہی کافی ہے۔ بقیہ باتیں یہ خود اگلے گا۔"

میں نے دراز لاک کرکے اس کی چابی اپنی جیب میں ڈال لی تھی۔ اس کے بعد ہم کمرے سے باہر نکل آئے۔ جیمس کو طلحہ نے گن کی زد پر لے رکھا تھا۔

"ہم اسے گرفتار کرکے [illegible]" میں نے انچارج سے کہا "تم نے ہمارے ساتھ جو تعاون کیا اس کی نوعیت قطعی غیر سرکاری تھی۔ اسے یاد رکھنا۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب!" انچارج نے کہا "یہ بات مجھ تک ہی محدود رہے گی۔"

"اور یہ بھی سمجھ لو کہ ہمارے روانہ ہونے کے بعد کم از کم پانچ منٹ تک کوئی یہاں سے باہر نہ نکلنے پائے۔"

انچارج نے اثبات میں سرہلایا اور میں اپنے ساتھیوں سمیت باہر نکل آیا۔ جیمس ہکا بکا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے۔

ہم لوگ تیزی سے جیپ میں سوار ہوئے۔ جیمس کو عقبی سیٹ پر بٹھا دیا تھا۔ نہ صرف بٹھا دیا بلکہ اسے فوراً ہی کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش بھی کردیا گیا تھا۔

ہمارے جیپ میں بیٹھتے ہی تہذیب نے جیپ اسٹارٹ کرکے طوفانی رفتار سے دوڑادی تھی۔ ہماری منزل ایک گیراج تھا جو بیکن اسٹریٹ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور جس علاقے میں تھا وہاں قطعی سناٹا تھا۔ اس گیراج میں بڈ ہمارا منتظر تھا۔

گیراج میں پہنچ کر ہم سب نے وردیوں سے چھٹکارا حاصل کیا اور میں نے اس ہلکے پھلکے میک اپ سے بھی نجات حاصل کرلی جو میں نے خاص طور پر اس مہم کے لئے کیا تھا۔ بڈ نے ہمارے ساتھ جیمس کو دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ ہم کامیاب ہوگئے ہیں اس لئے اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔

کپڑے بدلنے کے بعد میں نے بڈ کو اشارہ کیا۔ اس دوران میں بے ہوش جیمس کو گیراج سے باہر کھڑی ٹیکسی میں منتقل کیا جاچکا تھا۔ میرے اشارے پر بڈ باہر آیا اور ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اس کے برابر والی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ بے ہوش جیمس پچھلی سیٹ پر تھا۔

سوا گیارہ بجے رات کے لگ بھگ ٹیکسی کراؤن کلب کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ ٹیکسی رکنے کے بعد میں نے بڈ کو کرایہ ادا کیا اور اشارے سے کلب کے ایک ملازم کو اپنے قریب بلایا۔

"صاحب کو پچھلی سیٹ سے باہر نکالنے میں میری مدد کرو" میں نے ملازم سے کہا۔ وہ مجھے پہچان چکا تھا لہٰذا کوئی چوں چرا کیے بغیر اس نے میرا ہاتھ بٹایا اور ہم نے جیمس کو کھینچ کھانچ کر ٹیکسی سے باہر نکال لیا۔ بڈ ٹیکسی لے کر جاچکا تھا۔

"اس کو کیا کرنا ہے صاحب؟" کلب کے ملازم نے مجھ سے پوچھا اور میں نے اسے ایک طرف بٹھانے کا اشارہ کرتے

ہوئے جیکس کو کندھے پر لادلیا۔

فاکس ٹربٹ کے کمرے تک میں اسی طرح پہنچا تھا۔ اس تک غالباً یہ اطلاع پہنچ چکی تھی کہ بار پر فوج نے چھاپا مارا ہے لہٰذا وہ بھی پریشان تھا۔ اندرونی طور پر تو وہ سب ایک ہی تھے۔

"یہ لو سنبھالو اس کو" میں نے جیکس کو قالین پر پٹک کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" فاکس ٹربٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیڈونا بھی حیران رہ گئی تھی۔

"تم مسٹر جیکس کو ہی اٹھا لائے" لیڈونا نے حیرت سے کہا۔ "باس نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا۔"

"میں نے سوچا ممکن ہے کسی مرحلے پر تمہیں اس کی ضرورت پیش آجائے" میں نے کہا اور فاکس ٹربٹ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"تو یہ تمہاری حرکت تھی۔ اس کے بار پر جو چھاپا پڑا ہے اس کی پشت پر تم تھے۔"

"ہاں" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر میں نہ ہوتا تو یہ اس وقت یہاں کیوں ہوتا؟!"

اس وقت جیکس کو ہوش آنا شروع ہو گیا "تم ایسے الٹے الٹے کام کرتے ہو اب اسے ہوش آگیا تو کیا کریں گے؟"

"اگر کہو تو اسے قتل کردوں" میں نے احمقانہ انداز میں کہا "پھر یہ کبھی ہوش میں نہیں آسکے گا۔"

جیکس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں اور وہ اچھل کر سیدھا بیٹھا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ خود کو فاکس ٹربٹ کے آفس میں دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی۔

"تم ہار چکے ہو مسٹر جیکس! اب تمہیں باس سے سودا منظور کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں نے کب کہا تھا کہ تم اسے اٹھا لاؤ" فاکس ٹربٹ نے جھنجلا کر کہا "شرط تو اسی صورت میں پوری ہوتی جب تم رقم اس تک پہنچا دیتے۔"

"رقم اب پہنچا دیتے ہیں" میں نے کہا "مسٹر جیکس تو یہاں موجود ہی ہیں۔"

"اس طرح شرط پوری نہیں ہوگی" جیکس نے کہا۔ بات پوری طرح اس کی سمجھ میں آگئی تھی "تم ہار چکے ہو فاکس ٹربٹ! اب آئندہ کوئی کوشش بھی مت کرنا۔"

"دیکھا تم نے" فاکس ٹربٹ نے مجھ پر آنکھیں نکالیں "صرف تمہاری حماقت کی وجہ سے مجھے یہ نقصان اٹھانا پڑا۔ کاش اسے اٹھا لانے کے بجائے تم نے رقم اسے پہنچا دی ہوتی۔"

"اوہ! بس اتنی سی بات ہے۔ تب تو یہ سودا پکا سمجھو رقم مسٹر جیکس کی میز کی دراز میں موجود ہے اور دراز کی چابی یہ رہی" میں نے جیب سے چابی نکال کر دکھائی "میری بات پر یقین نہ ہو تو خود چیک کرلیں۔"

"رقم تم نے دراز میں کب ڈالی تھی۔" جیکس نے چونک کر کہا "میں نے تو تمہیں یہ حرکت کرتے نہیں دیکھا تھا۔"

"ایڈم ڈی فلوک کا ہر کام نرالا ہوتا ہے" میں نے فخریہ انداز میں کہا "بلکہ میرا اندازہ تو یہ ہے کہ تم دونوں کا آپس میں کوئی تعلق ضرور ہے۔ فاکس ٹربٹ نے تمہیں بتادیا کہ ایک آدمی تم تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اور تم نے اس بات کا بندوبست کرلیا تھا کہ ایک چیونٹی بھی تم تک نہ پہنچ سکے لیکن دیکھ لو" میں نے ایک قہقہہ لگایا "نہ صرف رقم تمہاری دراز میں پہنچائی بلکہ تمہیں بھی اٹھا لایا۔"

"تم نہایت خطرناک آدمی ہو" فاکس ٹربٹ نے سنجیدگی سے کہا "فوج جیسے ادارے کی آڑ لیتے ہوئے تمہیں خوف محسوس نہیں ہوا۔"

"اور مجھے حیرت ہے" جیکس بولا "تمہارے ساتھ تھانے کا انچارج بھی تھا۔ تم نے اسے کیسے دھوکا دیا؟!"

"ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم نے جعلی پولیس کے ذریعے ایڈم ڈی فلوک کو دھوکا دیا تھا، یہ اس کا جواب ہے۔ ایڈم ڈی فلوک کسی سے کم نہیں ہے۔ وہ بے چارہ تو صرف ایک تھانے کا انچارج تھا۔ اگر وقت پڑے تو میں جنرل کو بھی دھوکا دے سکتا ہوں۔"

فاکس ٹربٹ مجھے گھورنے لگا "تمہارے ساتھ جو فوجی تھے وہ کون تھے اور جیپ تم نے کہاں سے حاصل کی تھی؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے" میں نے بائیں آنکھ دبا کر شرارت آمیز لہجے میں کہا "جتنی تعداد میں جو چیز درکار ہو آرڈر دے دو زیادہ بڑے آرڈر کی تعمیل میں وقت صرف ہوگا۔"

"تو وہ فوجی کرائے کے آدمی تھے" فاکس ٹربٹ نے اخذ کرتے ہوئے کہا "لیکن اگر انہوں نے مخبری کردی تو؟"

"تم ایڈم ڈی فلوک کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے ہو؟ انہیں بھی معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ انہوں نے کس کے لئے کام کیا تھا۔ مخبری کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔"

"ہوں" فاکس ٹربٹ نے متفکرانہ انداز میں سرہلایا "تم ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر ثابت ہوئے ہو۔" اور [illegible]

موقع نہیں دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر کچھ مؤدب سا [illegible]

"میں آپ کو فون کرنے ہی والا تھا مادام! تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ ہمارے ایڈم ڈی فلوک کا کارنامہ تھا" پھر وہ سارے واقعے کی تفصیل بتانے لگا۔ اس کے بعد دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سن کر اس نے "بہت بہتر" کہا اور فون بند کردیا۔

"مادام گلارا نے تمہاری کارکردگی کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے تمہارا انتخاب کرلیا ہے" فاکس ٹربٹ نے کہا۔

"کون مادام گلارا؟" میں نے حیرت سے کہا حالانکہ میں ہر بات سے پہلے ہی واقف تھا۔

"وہ مادام گلارا جن کا میں ایک ادنیٰ سا کارندہ ہوں" فاکس ٹربٹ نے کہا "ان کی ہدایت پر تمہارا امتحان لیا گیا اور تمہیں کامیاب قرار دے دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی وین آکر تمہیں لے جائے گی۔"

میں تفہیمی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ مادام گلارا سے ملاقات کا وقت قریب آگیا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں نے جو محنت کی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی تھی مگر اب مجھے خود کو اس ملاقات کے لئے تیار کرنا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مادام گلارا کس انداز میں میری پذیرائی کرے گی لیکن یہ بات طے تھی کہ اس سے ملاقات کا مرحلہ میرے لئے آسان ثابت نہیں ہوگا۔

چند منٹ بعد اطلاع ملی کہ وین آگئی ہے۔ میں فاکس ٹربٹ سے رخصت ہو کر اس بڑی وین کے پچھلے حصے میں جا بیٹھا جو خاص طور پر مجھے ہی لینے کے لئے وہاں آئی تھی۔ یہ [illegible] قسم کی وین تھی جس کا دروازہ بند ہونے کے بعد [illegible] نہیں تھا۔ پچھلا حصہ ہر طرف سے بند تھا۔ یہ شاید [illegible] طور پر اس لئے بھیجی گئی تھی کہ میں اپنی منزل کے بارے میں کچھ اندازہ بھی نہ کرسکوں۔

وین کا سفر دس منٹ سے زیادہ طویل نہیں تھا۔ دس منٹ کے بعد وین رک گئی اور پچھلا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ [illegible] "نیچے اتر جائیے مسٹر فلوک۔" [illegible] حصے میں نصب [illegible] اور میں وین سے اتر آیا۔ وین کے [illegible] روشن تھی [illegible] بلب کی مدھم سی روشنی میں [illegible] اندازہ نہ کرسکا کہ میں کس جگہ [illegible]

ہوگئی۔ مجھے اس کی دور ہوتی ہوئی عقبی سرخ روشنیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا تھا پھر اچانک ہی وہ سرخ روشنیاں بھی نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔ میرے چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔

میں نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میری بینائی زائل ہوگئی ہو۔ میرے پیروں کے نیچے پکا فرش تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ میں جہاں کھڑا ہوں وہ جگہ انسانی ہاتھوں کی تعمیر کردہ ہے اور کھلے آسمان کے نیچے نہیں ہوں ورنہ کم از کم آسمان تو دکھائی دیتا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ یہ وین کہاں سے آئی تھی اور کہاں چلی گئی تھی؟! اچانک روشنی کی ایک مہین لکیر نے تاریکی کا سینہ شق کردیا۔ روشنی کی وہ لکیر آسمان سے نازل ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اس روشنی کا منبع تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کچھ اندازہ نہیں ہوسکا کہ وہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ روشنی کی وہ کرن کسی چمکدار چیز پر پڑی تھی جس سے روشنی منعکس ہوئی تھی اور مجھے اپنی آنکھیں خیرہ ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کس قسم کا پراسرار معاملہ ہے۔

پھر رفتہ رفتہ روشنی کی کرن کا حجم بڑھنے لگا اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ جس چیز سے روشنی منعکس ہو رہی تھی وہ کوئی چمکدار کپڑا تھا۔ سفید چمکدار کپڑا جو روشنی کو منعکس کر رہا تھا۔ روشنی کا حجم بتدریج بڑھ رہا تھا۔ کپڑے کے علاوہ کچھ اور بھی تھا جو واضح طور پر نظر نہیں آرہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے اسکرین پر کوئی ایسا منظر دکھایا جا رہا ہو جو آؤٹ آف فوکس ہو لیکن روشنی کا حجم بڑھنے کے ساتھ ساتھ منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں آنے لگا تھا کہ روشنی کسی ایسے شخص پر پڑ رہی ہے جس نے سفید رنگ کا لبادہ پہن رکھا ہے۔ میری طرف اس کی پشت تھی اس لئے میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں یوں بلند کر رکھے تھے جیسے پرواز کرنا چاہتا ہو۔

پھر اچانک وہ شخص میری طرف پلٹا۔ اب اس کا رخ میری طرف تھا۔ میں اسے پہچان کر بوکھلاہٹ میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ [illegible] گوان تھا۔ وہی [illegible] گوان جس نے جزیرہ مرگ پر مجھے تربیت دی تھی۔

○☆○

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ لی کوان کی آنکھیں بند تھیں، یوں جیسے وہ کسی قسم کی عبادت میں مصروف ہو۔ اس کے گرد دودھیا رنگ کی روشنی اس دھارے کا نتیجہ تھی جو لی کوان پر پڑ رہا تھا۔ روشنی کے اس انعکاس کا ہی نتیجہ یہ بھی تھا کہ میری آنکھیں چندھیانے سی لگی تھیں اور میں ابھی تک اندھیرے میں دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکا تھا۔ لی کوان کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن سے یہ حیرت بھی نکل گئی تھی کہ مجھے یہاں لانے والی وین کہاں غائب ہو گئی تھی۔ وہ ایک بڑی وین تھی، کوئی چھوٹی موٹی گاڑی نہیں تھی اور اس کے سیدھا جا کر نظروں سے اوجھل ہو جانے کا مطلب یہ تھا کہ سامنے کوئی راستہ ضرور ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب راستہ ہے تو اس قدر اندھیرا کیوں۔۔۔ مگر میں یہ سب کچھ سوچنے کے قابل ہی کہاں رہا تھا۔

میں نے سنبھل کر اپنے حواس یکجا کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنے گھر میں نہیں، دشمن کے نرغے میں تھا اور مجھے ہر قدم پر محتاط رہنا تھا۔ اگرچہ وہ لوگ میری حقیقت سے لاعلم تھے مگر میں بھی تو اس بات سے ناواقف تھا کہ مادام کلارا نے مجھے یہاں کس مقصد کے تحت بلایا ہے۔ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسے مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہوا ہو اور وہ مجھے کوئی کام سونپنے سے قبل ہر طرح سے اپنا اطمینان کرنا چاہ رہی ہو۔ ورنہ لی کوان کو میرے سامنے لانے کی کیا ضرورت تھی۔

ابھی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک میرے سامنے بائیں جانب ویسی ہی روشنی کی کرن نمودار ہوئی جیسی اس سے قبل دائیں جانب نمودار ہو چکی تھی اور جس کے نتیجے میں لی کوان میرے سامنے تھا۔ میں کبھی لی کوان کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی اس نئی نمودار ہونے والی روشنی کی کرن کو جو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بتدریج زمین کی طرف اتر رہی ہو۔ پہلے نمودار ہونے والی کرن کی طرح روشنی کی اس کرن کا حجم بھی بتدریج بڑھ رہا تھا اور آخر کار وہ ایک انسانی ہیولے پر منتج ہوئی۔ ہیولے کے خدوخال دھندلائے ہوئے سے لگ رہے تھے مگر رفتہ رفتہ سب کچھ صاف نظر آنے لگا۔ وہ ایک جوان شخص تھا۔ قد چھ فٹ سے زیادہ اور جسم گویا کسی سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر ایک انڈرویئر کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں تو اس کا جسم دیکھ کر ہی دنگ رہ گیا تھا۔ کسی باڈی بلڈر کا جسم بھی اتنا خوب صورت نہیں ہو سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے بازو کی ابھری ہوئی مچھلیوں میں بجلی سی تڑپتی محسوس ہو رہی تھی۔ لی کوان اور اس شخص کے درمیان تیس فٹ کا فاصلہ تو ضرور تھا اور میں بھی ان سے اتنے ہی فاصلے پر تھا۔

چند لمحے بڑی خاموشی سے گزر گئے پھر ہال میں مادام کلارا کی مترنم آواز گونجی "خوش آمدید مسٹر ایڈم!" اس کی آواز ۔۔۔

"یہ سب کچھ کیا ہے؟" میں نے بلند آواز سے کہا "میں کسی بھوت گھر میں آ پھنسا ہوں۔"

کلارا کی کھنک دار ہنسی سنائی دی اور اس کے ساتھ ہال روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا میرے چاروں طرف دیواریں تھیں۔ سامنے کے رخ جہاں وہ وین غائب ہوئی تھی، ایک اسٹیج بنا ہوا تھا جس کے عقب میں ایک بڑا سا سفید پردہ تھا، بالکل کسی سینما ہال کے مانند ۔۔۔ اور اسٹیج کے دائیں کنارے پر لی کوان اور بائیں کنارے پر وہ شخص جس سے میں ناواقف تھا۔ دونوں پر پڑنے والی روشنیاں غائب ہو چکی تھیں۔

"یہ بھوت گھر نہیں ہے مسٹر ایڈم!" کلارا کی آواز ۔۔۔ "تم مادام کلارا کے مہمان ہو اور اس وقت میرے سامنے موجود ہو۔"

"مجھے تو یہ کوئی بڑا تابوت معلوم ہو رہا ہے۔ کیا تمہارے محل میں دروازے کا رواج نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں ہے مسٹر ایڈم! لیکن یہاں کے دروازے مادام کلارا کی مرضی کے تابع ہیں۔ تم خوش قسمت ہو کہ اتنی جلدی یہاں تک پہنچ گئے۔ یہ اعزاز آسانی سے نہیں ملتا۔"

"مجھے ایسے اعزاز سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جس سے میں پاگل ہوتے ہوتے بچا ہوں۔"

"فاکس ٹریٹ کے ذریعے تمہارے بارے میں جو معلومات میرے علم میں آچکی ہیں۔ تمہارے اعصاب اتنے کمزور نہیں ہو سکتے۔"

"نہ میں خود کمزور ہوں اور نہ ہی میرے اعصاب ہیں مگر میں بھوتوں سے نہیں لڑ سکتا۔"

"تم دیکھ رہے ہو مسٹر ایڈم! کہ یہ دونوں تمہاری طرح جیتے جاگتے انسان ہیں۔"

"یہ تو اب دیکھ رہا ہوں لیکن کچھ دیر پہلے جو ہوا، مجھے معلوم نہیں میں کس طرح اس سے گزر گیا۔"

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو مسٹر ایڈم! شی کو راستے میں میرا بہت بڑا گروہ ہے۔ اگر میں اتنی آسانی سے بے وقوف بن سکتی تو آج اتنے بڑے گروہ کی سربراہ نہ ہوتی۔"

"میں نہ تم سے واقف ہوں اور نہ تمہارے گروہ سے۔ میں تو فاکس ٹریٹ کو جانتا ہوں جو از خود میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کے پیچھے کون ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر ایڈم! فاکس ٹریٹ تو ایک ادنیٰ سا کارکن ہے۔ اس نے جو کچھ کیا میرے کہنے پر کیا۔"

"کیا ہوگا" میں نے بے زاری سے کہا "میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"تمہاری شخصیت میں ایسی کشش ہے جس سے ہم پیچھا نہیں چھڑا سکے لیکن تمہارے سپرد کوئی ذمے داری کرنے سے قبل تمہاری صلاحیتوں کا امتحان بھی ضروری تھا۔"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک ہونے والا ہے تو میں کبھی کا بھاگ گیا ہوتا" میں نے مادام کلارا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس پر اپنی عدم دلچسپی کا شدت سے اظہار کرنا ناگزیر تھا تاکہ اگر اسے مجھ پر کوئی مشکوک شبہ ہو بھی تو اسے اس کے ذہن سے زائل کیا جا سکے "ویسے بھی میں نے فاکس ٹریٹ کو بتا دیا تھا کہ میں آزاد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

"مجھے جرات کا علم ہے مسٹر ایڈم!" کلارا بولی "لیکن کسی بھی باصلاحیت آدمی کو نظر انداز کرنا ہماری روایت کے خلاف ہے۔"

"تمہارے آدمیوں کی صلاحیتوں کا امتحان ہو چکا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تمہارے خیال میں امتحان لینے کا حق صرف تم کو ہی حاصل ہے؟"

"بے شک تمہیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے سے قبل پوری طرح اپنا اطمینان کر لو لیکن میرا مطمح نظر یہ ہے کہ دوسرے شخص کو دھوکے سے مارنا اس کی صلاحیتوں کا امتحان نہیں ہے بلکہ اسے موقع ملنا چاہیے۔ جن لوگوں کے چنگل سے تم نکل گئے تھے انہیں یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اگر وہ در حقیقت تمہارے دشمن ہوتے تو تمہیں اتنی ڈھیل ہرگز نہ دیتے۔"

"جس گروہ کے سات افراد مل کر مجھ پر قابو نہ پا سکے ہوں، میں اس میں شمولیت کس طرح اختیار کر سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا اور لی کوان پر نظر ڈالی جس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ اس نے اب تک ایک بار بھی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ یہی حال اس دوسرے شخص کا بھی تھا جس نے اب تک ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکائی تھیں۔ وہ پتھر کا کوئی مجسمہ معلوم ہو رہا تھا۔

"ہمیں کیسے علم ہو سکتا تھا کہ تم کتنے باصلاحیت ہو؟" مادام کلارا نے کہا "ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ تمہارے مقابلے پر صرف ایک آدمی آتا اور تم اس کے ہاتھوں شکست کھا جاتے۔"

"تم ایڈم ڈی فلوک کو للکار رہی ہو کلارا!" میں نے اس کے نام میں سے مادام کا لفظ دانستہ اڑاتے ہوئے کہا "ایڈم ڈی فلوک نے شکست کھانا نہیں سیکھا۔ جمس چارلی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اس معاملے میں تو تمہارے پاس کوئی بہانہ بھی نہیں ہے۔ تم لوگوں نے ہر طرح کا اطمینان کرنے کے بعد ہی مجھے للکارا ہوگا لیکن اس کے باوجود میں نے کتنی آسانی سے جمس کو لے اڑایا۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ تم نے ہماری توقع سے بڑھ کر مظاہرہ کیا۔۔۔ اگر ہمیں یہ اعتراف نہ ہوتا تو تم اس وقت یہاں موجود نہ ہوتے لیکن ساتھ ہی تمہاری اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کرنا ضروری ہے کہ تم ناقابلِ شکست ہو۔"

مادام کلارا کی بات سن کر میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ مجھے ان دونوں میں سے کسی سے بھی مقابلے کی دعوت دی جا سکتی تھی اور کم از کم لی کوان کے بارے میں تو میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ میں اسے کسی طرح بھی شکست نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا تھا اور جزیرہ مرگ پر تربیت کے دوران میں نے اس کے جوہر بھی دیکھے تھے۔ دوسرے شخص کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا مگر اس کے بارے میں بھی میں اندازہ تو لگا ہی سکتا تھا کہ وہ بھی آسانی سے شکست کھانے والا نہیں ہے۔

"میں سمجھا نہیں کلارا!" میں نے بڑے محتاط انداز میں کہا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تمہارے انداز سے ظاہر ہوتا ہے جیسے ہمارے گروہ کا ہر فرد تم سے کمتر ہے۔ تمہاری اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے اس وقت تمہارے سامنے دو افراد موجود ہیں۔ جس سے چاہو مقابلہ کر لو۔"

"یہ" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "یہ تو بتوں کے جیسے لگ رہے ہیں۔ مجھ سے مقابلہ کیا خاک کریں گے۔"

"آسٹر! مسٹر ایڈم کے نزدیک جاؤ تاکہ ان کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے" کلارا کی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی لی کوان کے جسم کو جنبش ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی بڑا سایہ تدہ پر پھڑپھڑاتا ہوا زمین پر اتر آیا ہو۔ پر پھڑپھڑانے کا

ڈ اس کے ڈھیلے ڈھالے لباس کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ لی وان فضا میں تیرتا ہوا اسٹیج سے ہال کے فرش پر پہنچا تھا اور پھر بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا میرے نزدیک پہنچا اور مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر رک کر اس نے سر کو خفیف سا خم دیا پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے مجھے بہت پہلے پہچان لیا ہوگا مگر اس نے اپنے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھے پہچان چکا ہے۔ میرا میک اپ ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ میری چال ڈھال، وضع قطع اور لب و لہجے سے مجھے شناخت کرنا ممکن نہیں تھا لیکن وہ لی کوان تھا۔ شناخت کرنے کے لئے اسے آنکھوں سے کام لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ پراسرار لی کوان بڑا اور تہذیب کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آیا تھا اور پھر موٹر بوٹ لے کے ساحل پر اتر گیا تھا۔ اس کے بعد وہ شی کو را سے کس طرح پہنچا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"میں نے فاکس ٹرٹ کو بتا دیا تھا کہ میں ہر طرح کا چیلنج کر سکتا ہوں" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا "لیکن میں انسانی جان سے کھیلتے ہوئے ہچکچاتا ہوں۔"

"کیا کرنا چاہتے ہو؟" مادام کلارا کی متحیرانہ آواز سنائی دی۔

"تم نے ایک بڈھے کو میرے مقابلے پر لا کر میری ایسی توہین کی ہے جس کے جواب میں میں کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ یہ تو میرا ایک ہاتھ بھی برداشت نہیں کر سکتا" میرے جواب پر لی وان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

"یہ تمہاری بھول ہے ایڈم! ماسٹر لی کوان کے حلیے پر مت جاؤ۔۔۔"

"تم میرے ہاتھوں سے قتل کرانا چاہتی ہو کلارا۔۔۔ میں تمہارے جھانسے میں نہیں آؤں گا۔ میں اس بڈھے سے مقابلہ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔"

"نائیگر! تم میدان میں آجاؤ" مادام کلارا نے کہا اور دوسرے شخص نے واقعی چیتے کی طرح زقند بھری۔ بڑی خوب صورت چھلانگ تھی جو اسٹیج سے ہال میں لگائی گئی تھی۔

"تم مجھ سے مقابلہ کرو گے؟" اس نے میرے مقابل پہنچ کر یوں کہا جیسے میری غیرت و دیانت کو للکار رہا ہو۔ لی کوان کے انداز سے لگتا تھا جیسے اسے کسی چیز سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔

"اگر تمہیں ان دونوں پر بہت ناز ہے کلارا تو پھر تمہیں میری کیا ضرورت ہے" میں نے نائیگر کو جواب دینے کے بجائے کلارا کو مخاطب کیا۔

"لینڈ میں کام کرنے کے لئے یہ دونوں ناموزوں ہیں اور پھر ہمیں تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے کلارا!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں تمہارے لئے کام کرنے پر رضامند ہوں۔"

"کیوں۔۔۔ ڈر گئے؟" کلارا نے ہنس کر کہا۔

"بھوت پریت کے علاوہ ایڈم ڈی فلوک کسی چیز سے نہیں ڈرتا اور ان دونوں میں سے بھوت پریت کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔ ڈر تو تم رہی ہو کلارا جو کہیں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہو۔ مجھ سے تمہیں کیا خوف ہے؟"

"یہ میرا طریقہ کار ہے۔ اس میں ڈر اور خوف کی کوئی بات نہیں ہے" مادام کلارا کی آواز آئی۔

"ڈر اور خوف کے تحت ہی تو تم نے خود کو چھپا رکھا ہے ورنہ میں نے بڑے بڑے اور طاقتور گروہ کے کسی سربراہ کو اس طرح چھپتے نہیں دیکھا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم کسی غلط فہمی میں مبتلا رہو۔ انتظار کرو، میں آ رہی ہوں۔" کلارا نے کہا اور اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ہال کی تمام روشنیاں بیک وقت گل ہو گئیں۔ ایک بار پھر پہلے کی طرح گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ اندھیرا چند منٹ برقرار رہا پھر اس کے بعد ہال دوبارہ روشن ہو گیا۔ لی کوان اور نائیگر دونوں اپنی اپنی جگہ موجود تھے لیکن ان کے عقب میں اسٹیج کا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔ اسٹیج کے وسط میں ایک شاندار زرنگار کرسی پر سرخ لبادے میں ملبوس ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی تھی۔ کرسی کے دائیں بائیں دو حسین خادمائیں مؤدب کھڑی تھیں۔ زرنگار کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت مادام کلارا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے حسن و جمال میں کوئی کلام نہیں تھا۔ سرخ رنگ کے لبادے میں کسی کھلے ہوئے گلاب کی مانند شگفتہ اور تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی۔ میں اسے خود فراموشی کے سے عالم میں ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔ ہال میں بھینی بھینی سی خوشبو پھیلنے لگی تھی اور فضا میں اسپیکر جیسی آواز میں کسی عربی گانے کی دھن تیرنے لگی تھی۔ ماحول کی پراسراریت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ لی کوان اور نائیگر نے کلارا کی آمد محسوس کرتے ہوئے اس کی طرف رخ کر لیا تھا۔

"نگاہ بھٹکی کیوں ایڈم؟" کلارا نے کھنک دار آواز میں کہا "آج تک کسی کو مادام کلارا سے نگاہ ملانے کی جرأت نہیں ہوئی۔"

"یہ نگاہ بھٹکنے کے لئے نہیں اٹھی مادام! کاش تم دیکھنے کے بعد نگاہ جھکانا میرے بس میں ہوتا۔"

"میرے ایک اشارے پر تمہارا سر تن سے جدا بھی کیا جا سکتا ہے ایڈم! تمہارے اندر اتنی تاب نہیں تھی تو تم نے مجھے روبرو آنے کے لئے کیوں اکسایا تھا؟"

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کیا غضب کر رہا ہوں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اب تم سر تن سے جدا کرا دو یا اپنے قدموں میں جگہ دو یہ میری قسمت ہے۔"

کلارا کھل کھلا کر ہنس پڑی "مجھے جیتنا چاہتے ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو شکست دے دو" اس نے مجھے کھلی ہوئی دعوت دی۔

"نہیں کلارا!" میں نے سر کو منفی جنبش دی "اب میں تمہارے کسی آدمی کے مقابل نہیں آ سکتا۔"

"کیوں؟" کلارا نے حیرت سے کہا "اب ایسی کون سی بات ہو گئی؟"

"اب کے بعد میری صلاحیتیں تمہارے لئے وقف ہیں۔ مقابلہ ہوا تو دونوں میں سے کسی ایک کو نقصان ضرور پہنچے گا اور اس کا ضرر تمہیں پہنچے گا۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے تمہیں ضرر پہنچے۔"

"تم ڈر گئے اور اس لئے بہانے تراش رہے ہو ورنہ میری پیش کش کبھی رد نہ کرتے۔"

"کاش میں ایک بے کار سا آدمی ہوتا جس کے ضائع ہونے کا تمہاری صحت پر کوئی اثر نہ پڑتا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یا پھر یہ دونوں بے مصرف ہوتے تب تم دیکھتیں کہ میں تنہا ان دونوں سے بھڑ جاتا۔۔۔ انجام کی پروا کئے بغیر۔"

"تمہاری جو خوبی مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ہے وہ تمہاری بے خوفی ہے۔ تمہارے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تم خوف زدہ ہو۔"

کلارا کا تجزیہ درست تھا کہ میں خوف زدہ نہیں ہوتا مگر میں خوف زدہ تھا۔ خوف یہ تھا کہ کہیں رینڈل عرف موٹے بارود بھی یہاں موجود نہ ہو اور کسی خفیہ کیمرے کے ذریعے یہ سب کچھ نہ دیکھ رہا ہو۔ مادام کلارا مجھ سے واقف نہیں تھی مگر رینڈل مجھے اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے مجھے لڑتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ اگرچہ میں بے حد محتاط تھا لیکن ایک مضبوط حریف سے مقابلہ کرنے کے دوران شاید میں اپنے انداز پر قابو نہ رکھ پاتا اور رینڈل مجھے پہچان لیتا اور اگر میں پہچان لیا جاتا تو نہ صرف اب تک کی گئی محنت اکارت جاتی بلکہ میرے لئے اپنی جان بچانا اور یہاں سے نکلنا بھی ایک مسئلہ بن جاتا۔

"خوف زدہ ہونے کا فائدہ بھی کیا ہے کلارا! آدمی صرف کوشش کر سکتا ہے۔ نتائج پر اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ جو لوگ خوف زدہ ہوتے ہیں وہ پورے اعتماد سے کوشش نہیں کر سکتے اور جب کوشش ہی بھرپور نہیں ہوگی تو نتیجہ لازمی طور پر متاثر ہوگا۔ یہی میری کامیابیوں کا راز ہے اور میں اس اصول کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔"

"ہم نے تو سنا تھا کہ تم نے فلورا کو اپنی لک قرار دے رکھا ہے" کلارا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اس کا ساتھ مجھے یہ اعتماد بخشتا ہے" میں نے بلا جھجک کہا "یہی وہ بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں اور دوسروں کو سمجھانا میرے لئے شاید مشکل ہو۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں" کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "اور تمہاری خواہش پر فلورا کو ہمیشہ کے لئے تمہارے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"بلاشبہ میری یہ خواہش ہے لیکن اس کے عوض مجھ سے جس قسم کی قربانیاں طلب کی جا رہی ہیں۔ وہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

"کون تم سے قربانیاں طلب کر رہا ہے؟" مادام کلارا نے حیرت سے کہا "ہم تو دو طرفہ بھلائی کی بنیاد پر کام کرنے کے عادی ہیں۔"

"یہاں آدمی کے نظریات کچھ اور ہوتے ہیں اور عمل کچھ اور ہوتا ہے۔ تم لوگوں کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایک کارآمد شخص تمہارا زر خرید غلام بن جائے۔ معاف کرنا میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تم سے اس قسم کی فرمائش کس نے کی۔۔۔ تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ ہمارا طریقہ کار روایتی نہیں ہے۔ جو شخص جتنا زیادہ کارآمد ہوتا ہے ہم اسے اتنی ہی زیادہ احتیاط سے استعمال کرتے ہیں۔"

"اسی لئے تم مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک سے مقابلہ کرنے پر اکسا رہی تھیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں بھی دیکھ رہی ہوں کہ یہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوگی لیکن یقین کرو ان سے مقابلے کی صورت میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہیں سخت ہدایت تھی کہ تمہیں کسی بھی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

"معلوم نہیں کیوں دوسرے ہمیشہ ایڈم ڈی فلوک کو انڈر اسٹیمیٹ کرتے ہیں۔۔۔ تم کیا سمجھتی ہو ان میں سے کوئی مجھے نقصان پہنچانے کا اہل ہے؟"

میرے پراعتماد انداز نے مادام کلارا کو دہلا دیا "یہ دونوں

میرے ماتحت بہت باصلاحیت کارکن ہیں" اس نے محتاط انداز میں کہا "ممکن ہے تمہیں کوئی نقصان پہنچ ہی جائے۔"

"میں بیک وقت دونوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں مادام!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "لیکن یہاں نہیں۔ ان سے کہو کسی کھلے مقام پر میرے مقابلے پر آئیں تو میں انہیں بتاؤں کہ ایڈم ڈی فلوک کیا ہے۔"

"تم بے جا خود اعتمادی کا شکار ہو مسٹر ایڈم! تاہم تمہاری اس خوش فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے میرا ایک حاضر ہے۔"

"کھلے مقام سے میری مراد غیر جانبدار علاقہ ہے۔ حریف اگر زیادہ طاقت ور ہو تو میں اس سے نمٹنے کے لئے بہت سے غیر روایتی طریقے اختیار کرتا ہوں جو یہاں ممکن نہیں ہو سکتے۔"

"میں تو محض ایک دوستانہ مقابلہ کرانا چاہ رہی تھی۔ تم نے اسے انا کا مسئلہ بنا لیا؟"

"مقابلہ تو مقابلہ ہوتا ہے کلارا! اس کے دوستانہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ ہی مقابلے کے دوران کسی رعایت کا تصور میرا ذہن قبول کر سکتا ہے۔"

مادام کلارا مترنم آواز میں ہنسی "تم جیتے میں ہاری!" اس نے کہا "تمہیں کوئی مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی تمہیں منتخب کر چکی ہوں۔"

"مجھے فاکس ٹربٹ نے بھی ڈریگن کی بات کی تھی اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی یہی بات کرو گی جب کہ یہ سب کچھ میں نہیں کر سکتا۔ میری طبیعت میں کچھ زیادہ ہی آزادی ہے۔"

"فاکس ٹربٹ احمق ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ کس آدمی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ تم صرف ہمارے لئے کام کرنے کی ہامی بھرو۔ اس کے بعد اگر تمہیں کوئی تکلیف ہوئی تو میں اس کا ازالہ کرنے کے لئے موجود ہوں۔"

"میں پوری دیانت داری سے کام کرنے کا قائل ہوں۔ تمہارے لئے کام کرنے کی ہامی بھرلی تو پھر تمہارے لئے ہی کام کروں گا۔ نہ تو کسی اور کے لئے کام کروں گا اور نہ ہی اپنا کوئی کام کر سکوں گا۔ اس لئے کہ مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملے گا۔ میری صلاحیتیں بھی تمہارے سامنے ہیں۔ کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ اگر میں نے خود کو تمہارے لئے وقف کر دیا تو میرا کتنا نقصان ہوگا؟"

"تم صرف ہامی بھرو ایڈم!" مادام کلارا نے باوقار انداز میں کہا "اس کے بعد تمہارا ہر مسئلہ ہمارا مسئلہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے اثبات میں سر ہلایا "لیکن شرط یہ ہوگی کہ جب بھی میرے لئے کوئی مسئلہ پیدا ہوگا میں تم سے علیحدہ ہونے کے لئے آزاد ہوں گا۔"

"اگر ایسا کوئی لاینحل مسئلہ پیدا ہوا تو" کلارا مسکرائی "لیکن تمہیں اس طرف سے بے فکر رہنا چاہئے۔ ہم ایسا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہونے دیں گے۔"

"تمہیں میری تمام شرائط منظور ہیں تو میرے پاس انکار کرنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے" میں نے شانے اچکائے اور مادام کلارا خوشی سے کھل اٹھی۔

"بقیہ گفتگو ہم تنہائی میں کریں گے" اس نے کہا "تم یہاں سے نکل کر راہداری میں الٹے ہاتھ کی طرف مڑ جاؤ اور راہداری کے اختتام پر جو دروازہ نظر آئے اسے کھول کر کمرے میں داخل ہو جاؤ۔"

"لیکن اس ہال سے کس طرح نکلوں۔ یہاں تو کوئی دروازہ ہی نظر نہیں آتا۔"

"اپنے دائیں جانب دیکھو' دروازہ تمہیں نظر آجائے گا" مادام کلارا نے کہا۔ میں نے اس کے کہنے پر دائیں جانب نگاہ اٹھائی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ واقعی وہاں دروازہ موجود تھا لیکن میں نے کلارا پر اپنی حیرت ظاہر نہیں ہونے دی اور بے پروائی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ عمارت جدید خطوط پر تعمیر کی گئی ہے اور اس میں قدم قدم پر اسی قسم کے کمالات دیکھنے کو ملیں گے۔

دروازے سے نکل کر میں ایک کشادہ راہداری میں آ گیا اور مادام کلارا کی ہدایت کے مطابق الٹے ہاتھ کی طرف چل پڑا۔ کچھ ہی دور جانے کے بعد راہداری بند ہو گئی تھی۔ راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔ میں نے جھجک دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ میں ایک عالیشان خواب گاہ میں تھا۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ کلارا بذات خود وہاں نیم دراز تھی۔

"آؤ ایڈم!" مجھے دیکھ کر اس نے بیٹھتے ہوئے کہا اور نزدیکی صوفے کی طرف اشارہ کر کے بولی "بیٹھو۔"

"جن مراحل سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا ہوں ان سے تمہارا مقصد مجھے مرعوب کرنا رہا ہو یا نہ رہا ہو لیکن میں مرعوب ہوا ہوں" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں نے اندازہ کیا ہے کہ تمہارا گروہ بہت بڑا اور منظم ہے۔ فاکس ٹربٹ جیسے لوگ تمہارے ماتحت ہیں اور پھر ابھی میں جس شخص کو میں نے دیکھا جسے تم نے ڈریگن کہہ کر پکارا تھا اور پھر تمہارے حیرت انگیز میکانکی انتظامات۔ ان کے سامنے میری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ پھر مجھے اہمیت کیوں دی جا رہی ہے؟"

مادام کلارا مسکرائی "پہلے یہ بتاؤ کیا پیو گے؟" اس نے اٹھ کر پورٹیبل ریفریجریٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس میں کیا ہوگا۔ اس لئے میں نے کچھ بھی پینے سے انکار کر دیا۔ کلارا نے بھی اصرار نہیں کیا اور اپنے لئے ایک پیگ بنا کر میرے نزدیک ہی آ بیٹھی۔

"تمہاری الجھن سمجھ میں آتی ہے" اس نے ایک چسکی لیتے ہوئے کہا "لیکن اس وقت ہم جن الجھنوں میں گھرے ہوئے ہیں ان میں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ تم تو پھر بہت باصلاحیت ہو' ہمارے کام آ سکتے ہو۔"

"اوہو!" میں نے حیرت کا اظہار کیا "تمہارے وسائل تو بہت زیادہ ہیں۔ جہاں تم ناکام ہو جاؤ' وہاں میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟"

"تم ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے" مادام کلارا نے کہا "اور نہ ہی ہمارے وسائل سے پوری طرح واقف ہو لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ستارے ہی گردش میں آ گئے ہیں۔ ہر محاذ پر ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"کاش میں تمہارے کسی کام آ سکوں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا مگر وہ اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی یا پھر اس نے جان بوجھ کر سنی ان سنی کر دی۔

"کہانی ایک بین الاقوامی مجرم سے شروع ہوتی ہے جس کا نام علی یار خان ہے۔"

"علی یار خان" میں نے مادام کلارا کی بات کاٹ کر کہا "میں اس نام کے کسی بین الاقوامی مجرم سے واقف نہیں۔"

"تم اسے نہیں جانتے ہو گے" کلارا نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "وہ دنیا بھر میں یہودی مفادات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے سوا اس کا کوئی کام نہیں ہے۔"

"حیرت انگیز بات ہے۔ آخر یہودی مفادات کو نقصان پہنچا کر اسے کیا فائدہ ہوتا ہے؟"

"اس طرح وہ بعض امیر یہودیوں کو دھمکی دے کر بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا ہے۔"

"تب تو وہ بہت امیر آدمی ہوگا" میں نے یوں کہا جیسے میرے منہ میں پانی آ رہا ہو۔

"ہاں' وہ بہت دولت مند بھی ہے۔ تو میں یہ بتا رہی تھی کہ اس کی دہشت گردیوں سے تنگ آ کر ہم نے اس کے سامنے بند باندھنے کا فیصلہ کیا۔ گزشتہ دنوں وہ گوٹے بل میں تھا۔ اس کے بارے میں اکثر یہی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کب کہاں ہے۔ جہاں جیسے ہی ہمیں یہ پتا چلا کہ وہ گوٹے بل میں ہے ہم نے اپنے دو منجھے ہوئے افراد اسے قتل کرنے کے لئے روانہ کر دیئے لیکن وہ ان کے حملے سے بچ نکلا۔ جن دو افراد کو یہاں سے بھیجا گیا تھا ان کے نام گراہم اور ولسن تھے۔ اتفاق سے ان دونوں کو گوٹے بل کے محکمہ خفیہ کے ایک رکن کیپٹن جنس ڈنکے کی مدد مل گئی۔ کیپٹن جنس ڈنکے نے میرے آدمیوں سے وعدہ کیا کہ وہ علی یار خان کو قتل کر دے گا۔ اس نے اپنا وعدہ نبھایا اور علی یار خان کا کٹا ہوا سر ولسن کے حوالے کر دیا۔ ہم نے اس کام کے عوض جنس کو ایک خطیر رقم بطور معاوضے کے ادا کی۔ گراہم الگ مارا گیا لیکن جب ولسن یہاں پہنچا اور اس نے علی یار خان کا سر ہمارے حوالے کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو دراصل ہمارے ساتھی گراہم کا سر ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے!" میں نے حیرت ظاہر کی "کیا مسٹر ولسن نے گوٹے بل میں اسے چیک نہیں کیا تھا؟"

"گراہم پر علی یار خان کا میک اپ کر دیا گیا تھا اس لئے ولسن دھوکا کھا گیا مگر ہم نے اسے چیک کر لیا۔"

"میک اپ کیا چیز ہوتی ہے؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"تم نے فلموں میں نہیں دیکھا۔ کسی کردار کو کسی مخصوص شخص کی شکل کا بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔"

"دیکھا ہے۔ لیکن وہ اور بات ہوتی ہے۔ وہ شخص دوسرے سے مشابہ تو معلوم ہونے لگتا ہے لیکن اپنی اصلی حیثیت میں بھی تو پہچانا جاتا ہے۔"

"یہ اس کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے اور علی یار خان اس کا ماہر ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا" میں نے بے اختیاری سے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کی شکل ہو بہو دوسرے شخص جیسی ہو جائے۔"

"ایک تم کیا' اس بات پر کوئی شخص بھی اس وقت تک یقین نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے اور میں نے ایسے بہت سے مظاہرے دیکھے ہیں اس لئے مجھے اس میں کوئی عجیب بات محسوس نہیں ہوتی۔ بہرحال' اس محاذ پر ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بات یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ یہاں شی گورانے میں ایک عورت جو اپنا نام ریتا سالومن بتاتی ہے اسے کہیں سے ولسن کے معاملے کی بھنک پڑ گئی اور اس نے فون پر مجھے دھمکی دی کہ وہ ولسن کے بارے میں مقامی حکام کو مطلع کر دے گی۔ میں یہ سمجھی کہ اسے ولسن کے بارے میں اتفاق سے معلوم ہو گیا ہے لیکن بعد کے

اتنی فرصت ہی نہیں مل سکی کہ وہ کسی کو مطلع کرتے" کلارا نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "اگر انہوں نے کسی کو نہ بتایا ہو تو بھی ان سے عمو نے مل میں ضرور ایسی کوئی غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کی نظروں میں آ گئے ہوں۔"

"وہ بہت منجھے ہوئے لوگ تھے۔ ان سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی تاہم بنس ڈلے ان تک ضرور پہنچ گیا تھا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی غلطی نہ کرے اور کوئی اس تک پہنچ جائے؟"

"غلطی نہ کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ انہیں جو حکم دیا گیا تھا انہوں نے اسے من و عن پورا کیا۔ کیپٹن بنس کے علاوہ کوئی اور ان تک نہیں پہنچ سکا تھا۔"

"یہی اس معاملے کا کلیدی پہلو ہے۔ تم لوگوں نے بنس ڈلے کو نظر انداز کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"بنس ڈلے سے تو ہمیں انتقام لینا ہے" کلارا نے دانت بھینچ کر کہا "اس نے ہم سے بہت بڑی رقم اینٹھی ہے اور بجائے علی یار خان کے ہمارے ہی آدمی کو مار دیا۔"

"ان معاملات کی تفتیش کرنے کے لئے مجھے خود کوٹے مل جانا پڑے گا۔ بنس ڈلے کا کردار خاصا دلچسپ محسوس ہوتا ہے۔ کہیں وہ علی یار خان کا آدمی ہی ثابت نہ ہو۔"

"نہیں" کلارا نے سر کو نفی میں جنبش دی "اس حد تک تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ علی یار خان کا آدمی نہیں ہے۔ ہم نے اس کے بارے میں تفتیش کرائی تھی۔ وہ وہاں کے محکمہ خفیہ کا ملازم ہے اور خاصا بدعنوان آدمی ہے۔ بڑے پیمانے پر رشوت لیتا ہے اور اس نے کوٹے مل پہنچنے کے بعد سے ہی ولسن اور گراہم پر نظر رکھی تھی اس لئے ان دونوں تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ اس نے ان دونوں سے اپنا منہ بند رکھنے کے لئے ایک بڑی رقم طلب کی تھی۔ ولسن اور گراہم دونوں پیشہ ور قاتل تھے اس لئے آسانی سے کسی کا مطالبہ نہیں مان سکتے تھے لیکن کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ اس نے ان دونوں کو اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیا۔ پھر ولسن نے مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے اسے اس بات کی اجازت دے دی کہ علی یار خان کو قتل کرنے کے لئے بنس ڈلے کی خدمات مستعار لے لی جائیں۔"

"اگر وہ علی یار خان کا آدمی نہیں تھا تو اس نے یہ حرکت کیوں کی کہ اس کے بجائے تمہارے آدمی کو قتل کر دیا؟" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"بنس ڈلے کے بارے میں تمہیں بتا چکی، وہ بدعنوان آدمی ہے۔ رقم کے لالچ میں علی یار خان نے ہو گا۔ کاش اس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی اور اس معاملے میں ہم سے مخلص رہا ہوتا تو ہم اسے ہیرے جواہرات میں تول سکتے تھے۔"

"علی یار خان تم لوگوں کے لئے اتنا اہم ہے؟" میں نے اس سے پوچھا مگر میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ "وہ ہم لوگوں کے گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ وہ علی یار خان سے بات ہے۔"

"اس سے بھی زیادہ" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "معلوم نہیں وہ اس قدر خوش قسمت کیوں ہے ہمارے حملوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔"

"وہ خوش قسمت نہیں ہے مادام کلارا اور مادام تمہیں بتا چکا ہوں کہ خوش قسمتی پر مجھے یقین نہیں ہے اگر پورے اعتماد سے کسی کام میں ہاتھ ڈالے تو ناکامی کا خوف ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم مانو یا نہ مانو مگر یہ حقیقت ہے کہ خوف ہی آدمی کو ناکامی سے ہمکنار کرتا ہے۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔ ہمارے آدمی بھی اس کے مقابل آتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں پہلا خوف ناکامی کا ہی ہوتا ہے اور اس میں ان کا قصور نہیں ہے۔ علی یار خان تو ہم لوگوں کے لئے ہوّا بن گیا ہے۔ کوٹے مل میں ولسن اور گراہم کے ذریعے اس کا خاتمہ کرایا گیا تھا اس میں تو ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے اس کار میں بم فٹ کرا دیا تھا جس میں اسے بیٹھنا تھا۔ کار اسٹارٹ کرنے کے لئے چابی گھماتے ہی پرخچے اڑ جاتے اور ساتھ ہی چیتھڑے کے لئے علی یار کے ذکر پر میرا دوران خون تیز ہونے لگتا ہے اور خود پر قابو پانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تب بھی جان چھوٹ جاتی لیکن جانتے ہو کیا ہوا؟ اس نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔ اس نے اپنی اور کار طلب کر لی اور بقیہ سفر اس میں کیا۔ ایک غیر متعلق آدمی مارا گیا اور خود وہ صاف بچ کر نکل گیا۔۔۔ اسے تم کیا کہو گے؟" راست میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"میں تم سے سوال کرتا ہوں کلارا! عین اس وقت ظہور پذیر ہو سکتا ہے جب ضرورت ہو؟"

کلارا نے الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ اسے اتفاق ہی کیوں نہیں کہو گے؟" اس نے کہا۔

"ضرور ہوتی ہے اگر ہوتی ہے تو اسے آدمی سے بڑا ماننا پڑے گا اور میں ہر چیز سے یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ کوئی بے جان چیز مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو سکتی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے آدمیوں کی کارکردگی ناقص تھی؟" کلارا نے جھنجلا کر کہا "اگر نہیں تو پھر وہ بچ کیسے گیا۔ اسے اتفاق نہیں تو پھر اور کیا کہیں گے؟"

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا بچنا اتفاق اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ پہلے سے ہوشیار تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ کسی شبہے کے باعث ہی اس نے دوسری گاڑی طلب کی ہو گی۔ ضرور تمہارے آدمیوں سے کوئی لغزش ہوئی ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔۔۔ میرے آدمی اپنے اپنے کاموں کے ماہر ہیں۔ ان سے لغزش نہیں ہوئی ہو گی۔"

"اگر ان سے لغزش نہیں ہوئی تو پھر میں یہاں کیا کر رہا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "جب تمہیں احساس ہو جائے کہ تمہارے آدمیوں میں کوئی کمی ہے تب تم مجھے طلب کر لینا۔ بصورت دیگر میری ضرورت ہی کچھ نہیں ہے۔"

"بیٹھ جاؤ مسٹر ایڈم!" کلارا نے سرد لہجے میں کہا "ہم نے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔ تمہیں اس طرح بنا اجازت نہیں اٹھنا چاہئے۔"

"کہاں تو یہ دعوے تھے کہ تم مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دو گی اور کہاں یہ حال ہے کہ چند منٹ کے اندر اندر مجھ پر حکم بھی چلانا شروع کر دیا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور کلارا فوراً ہی سنبھل گئی۔

"مجھے افسوس ہے" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرا رویہ واقعی نامناسب تھا مگر میں کیا کروں۔ علی یار خان کے ذکر پر میرا دوران خون تیز ہونے لگتا ہے اور خود پر قابو پانا دشوار ہو جاتا ہے۔"

میں دوبارہ بیٹھ گیا "کوئی بات نہیں کلارا!" میں نے روادارانہ انداز میں کہا "میں تمہاری اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہوں لیکن کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے اپنی خامیوں پر نظر رکھنا بھی تو ضروری ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔ واقعی یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا۔ ضرور ان دونوں مردودوں سے کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ تمہیں کیا پتہ یہاں کیسے کیسے معاوضے دیتے ہیں اور یہ معمولی سی بات بھی پوری نہیں کر سکتے۔"

"دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے کام نمٹا دوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے تم ریتا سالومن سے نمٹنا پسند کرو گی۔"

"سب فضول اور واہیات باتیں ہیں۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ ہم کبھی ریتا سالومن کا سراغ بھی لگا سکیں گے۔"

"اس نے تم سے فون پر بات کی تو کیا تم نے اس کا نمبر ٹریس کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"وہ بہت چالاک ہے۔ پبلک فون بوتھ سے بات کرتی ہے اور وہ بھی مختلف جگہوں سے۔۔۔ میں نے شہر بھر کے پبلک فون بوتھوں کے گرد اپنے آدمی پھیلا دیئے ہیں تاکہ وہ جہاں سے بھی بات کرے ہمارے آدمیوں کی گرفت میں آ جائے لیکن معلوم ہے اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہمارا ایک آدمی مارا گیا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے ٹرانسمیٹر پر بات کی۔۔۔ میں حیران ہوں کہ اسے میری فریکوئنسی کا علم کس طرح ہوا؟"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ ریتا سالومن تمہارے آدمی ڈیوڈ ریان کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئی ہو اور اس کے ذریعے اس نے تمہاری فریکوئنسی معلوم کر لی ہو۔"

"ریتا نے ڈیوڈ سے میری بات کرائی تھی۔ ڈیوڈ کے لہجے میں جو تازگی تھی اس سے قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس پر تشدد کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تب بھی یہ سوال تو اپنی جگہ قائم رہے گا کہ ریتا سالومن کو ایسی دوسری بہت سی باتیں کس طرح معلوم ہو گئیں جو چند افراد کے سوا کسی کے علم میں بھی نہیں تھیں؟"

"میرا خیال ہے اس مسئلے کو بعد کے لئے اٹھا رکھیں کہ ریتا سالومن کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے۔ پہلے تو اسے گرفت میں لینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھانا ضروری ہے۔"

"میں نے یہ کام تمہارے سپرد کیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کیا تیر مارتے ہو۔"

"تیر ضرور چلے گا کلارا اور نشانے پر بھی بیٹھے گا لیکن اس کے لئے مجھے کام کرنے کی آزادی ملنی ضروری ہے۔"

"اس سے زیادہ اور تم کس بات کے خواہش مند ہو کہ ہم نے آنکھ بند کر کے تم پر اعتبار کر لیا اور تم اس وقت مادام کلارا کی خواب گاہ میں موجود ہو جب کہ میرے ماتحتوں میں سے شاید چند ہی ایسے ہیں جنہوں نے میری خواب گاہ میں قدم بھی رکھا ہو۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اس نے واقعی مجھ پر آنکھ بند کر کے اعتبار کیا تھا لیکن یہ مجھ پر کوئی احسان نہیں تھا۔ اس نے اپنی غرض کے لئے ایسا کیا تھا۔ میں علی یار خان نہ ہوتا تب بھی مجھے اس سے ہمدردی نہ محسوس ہوتی۔ یہاں تو خیر معاملہ ہی دوسرا تھا۔ اس کی حیثیت میرے لئے ایک نشانہ

راہ سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ وہ میری منزل نہیں تھی۔ مجھے تو اسے روندتے ہوئے آگے بڑھ جانا تھا لیکن میں یہ جانتا تھا کہ ابھی اسے روندنے کا وقت نہیں آیا۔ ابھی تو مجھے تحمل کا مظاہرہ کرنا تھا۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ ریفل خود وہاں موجود ہوتا اور میری ایک ایک حرکت اس کی نظر میں ہوتی۔ کلارا نے بغیر کسی مضبوطی کے تو مجھے اپنی خواب گاہ میں طلب نہیں کر لیا ہوگا۔ میں نے اسے دیکھ کر جس وارفتگی کا مظاہرہ کیا تھا اس کے بعد تو میرا یہاں طلب کیا جانا ایک تیر سے دو شکار کرنے کے مترادف بھی ہو سکتا تھا۔ میں یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ میں یا کوئی اور اجنبی خواہ وہ کتنا ہی باصلاحیت کیوں نہ ہو یوں یکایک معتبر ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایفکز کے کارندوں کی نظروں میں۔ یقیناً یہ بھی کوئی امتحان ہی تھا۔ میرا اپنا عمل میں اتارنے سے قبل میری ہر طرح سے آزمائش کی جا رہی تھی۔ نہیں ایسا تو نہیں کہ میں اپنی اوقات بھول کر کلارا کے ساتھ دست درازی پر اتر آؤں۔ وہ اتنی ہی حسین تھی کہ ذرا سا موقع ملنے پر کوئی بھی آپے سے باہر ہو سکتا تھا اور پھر میرے ساتھ اس کا انداز جس قسم کی بے تکلفی لیے ہوئے تھا بلکہ ایک اعتبار سے ترغیب آمیز بھی تھا۔ اس کے پیش نظر میرے لیے یہ اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ ابھی میں آزمائشی مراحل میں ہوں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں دست درازی تو نہ کرتا مگر اسے لوٹنے کی کوشش کر بیٹھتا۔ مگر میں اتنا احمق تھا کب؟ میرے سامنے تو بڑے بڑے مقاصد تھے۔ میں ٹھنڈا کر کے کھانے کا عادی تھا۔ بالفرض میرے اندازے غلط ہوتے اور اسے ہلاک کرنے کا موقع ہوتا تب بھی میں یہ حماقت نہ کرتا۔ آخر مجھے یہاں سے باہر بھی تو نکلنا تھا۔

"میں حاکمانہ رویہ برداشت نہیں کر سکتا کلارا! لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں کسی قسم کی بے ہودگی کروں گا۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ دوستوں جیسا برتاؤ کیا جائے۔ تم مجھے ملازم سمجھو گی تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"میں نے کب تمہیں ملازم سمجھا ہے" وہ میرے قریب کھسک آئی "میں تمہیں بہترین دوست کا درجہ دوں گی۔ تمہیں مجھ پر ہر وہ اختیار حاصل ہوگا جو ایک دوست کو دوسرے دوست پر ہوتا ہے۔"

"تم نے میری بات کا غلط مطلب لیا ہے" میں اٹھ کھڑا ہوا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں اول و آخر تمہارا ملازم ہی ہوں اور رہوں گا اس لیے میں تم سے کوئی ایسا تعلق قائم نہیں کر سکوں گا جس سے مالک و ملازم کے رشتے کی نفی ہوتی ہو۔ میں تو رشتے کی بات کر رہا تھا۔۔۔"

"یہ تم کیا مالک و ملازم کی بحث لے بیٹھے" اس نے قدرے بیزاری کا اظہار کیا اور اٹھ کر میرے قریب "میں ان منطقات کی قائل نہیں ہوں۔۔۔"

"پلیز کلارا!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے اپنا اوقات رہنے دو۔ تم ایک بہت بڑے گروہ کی سربراہ ہو۔ کوشش کے باوجود تمہاری برابری نہیں کر سکتا۔"

"تم احساس کمتری کا شکار ہو۔ میں تمہیں اپنے کاروبار میں شرکت کی پیش کش کرتی ہوں۔ اسے چلانے میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔ میں تمہیں برابر کا حصہ دوں گی۔ اب تو تمہیں میری طرف بڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے؟"

"تمہارا خیال غلط ہے کلارا! میں ہرگز کسی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوں اور نہ ہی میں شرکت قبول کر سکتا ہوں۔ جو آدمی پابندیاں قبول نہ کر سکتا ہو وہ کسی کی پابندی قبول نہیں کرے گا۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ کبھی وہ شخص بھی مجھے نظر انداز کرنے کی جرأت کرے گا جسے میں پہلی نظر میں پسند کر لوں گی" اس نے بیزار ہو کر کہا "کیا تمہاری نظروں میں میں اس قابل ہوں کہ تم میرا دل رکھنے کے لیے ہی میری پذیرائی کر سکو؟"

"جتنا تم نے مجھے پسند کیا ہوگا اس سے کہیں زیادہ میں نے تمہیں پسند کیا ہے کلارا! لیکن میں ایک وقت میں ایک ہی رشتے کا قائل ہوں اور میں اپنا یہ اصول کسی قیمت پر توڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔۔۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ ابھی مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دو۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ایڈم!" اس نے ایک سانس لی اور واپس صوفے پر جا کر بیٹھ گئی "اگر تم کاروباری گفتگو ہی کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے یہ طے کر لو کہ کس کام کا کتنا معاوضہ لو گے؟"

"اب ان باتوں کا وقت گزر چکا ہے" میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا "جب میں کسی کے لیے کام کرنے کی ہامی بھر لیتا ہوں تو اس کے بعد معاوضہ طے نہیں کرتا۔ اس قسم کی کوئی بات ہوتی تو پہلے ہی کر لیتا۔ فکر نہ کرو معاوضہ تمہارے درمیان کبھی وجہ اختلاف نہیں بنے گا۔"

"تم بہت عجیب آدمی ہو" کلارا نے بے بسی سے کہا "تمہاری ہر بات نرالی ہے۔ میں تمہیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرنے کے بجائے اپنے مسائل سلجھانے پر توجہ دو اور یہ بتاؤ کہ ریٹا سالومن کے مطالبات کیا ہیں؟"

"اس کے مطالبات میرے لیے ناقابل قبول ہیں" مادام کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "روز اول سے ہی اس نے میرے کاروبار پر دانت گاڑ رکھے ہیں۔"

"اور ظاہر ہے یہ بات تمہیں منظور نہیں ہوگی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ کون یہ برداشت کرے گا کہ بیٹھے بٹھائے اپنے منافع کی آدھی رقم کسی اور کے حوالے کر دے۔"

"اور ماتکیرو قلبوں کے لیے اس کے کیا عزائم ہیں؟"

"ان کے لیے وہ علیحدہ ایک بڑی رقم طلب کر رہی ہے۔ کیا ہمارے پاس حرام کی دولت ہے کہ ہم یوں رقم اس کے حوالے کرتے چلے جائیں" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "میں اسے ایک پائی بھی نہیں دوں گی۔"

ابھی میں اسے کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ یہ ٹرانسمیٹر بیڈ سائڈ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ مادام کلارا مجھ سے معذرت کر کے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر کے اپنا کوڈ نمبر دہرایا۔

"مجھے تمہارے ان فضول نمبروں کی ضرورت نہیں ہے بھوری بلی!" دوسری طرف سے تہذیب کی چنگھاڑ سنائی دی "جب میں کال کیا کروں تو سیدھی طرح بات کیا کرو۔"

مادام کلارا نے سوئچ آف کر دیا اور دانت پیس کر بولی "وہی لڑکی بات کر رہی ہے۔ میرے ہاتھ آ جائے تو اس کی چٹنی بنا کر رکھ دوں۔"

"میں اس سے بات کرتا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "مگر تم درمیان میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی مت کرنا۔"

"اب یہ تمہارا دردِ سر ہے" کلارا نے بیزاری سے کہا "میں تو اس سے بات بھی نہیں کر سکتی۔ اس کی آواز سن کر میرا خون کھولنے لگتا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ دوبارہ آن کیا۔ تہذیب نے اس وقت غیر متوقع طور پر رابطہ قائم کیا تھا۔ یہ ہمارے پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ اسے تو میری یہاں موجودگی کا علم تک نہیں ہو سکتا تھا۔ خود مجھے نہیں معلوم تھا کہ مادام کلارا اس وقت مجھے یہاں طلب کرے گی۔

"ہیلو میڈم ریٹا سالومن دی گریٹ لیڈی!" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا "ایڈم ڈی فلوک دس اینڈ۔"

"کون کنڈم ڈی فلوک؟" تہذیب کی تحقیر آمیز آواز آئی "میں کنڈم لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ بھوری بلی کو بلاؤ، وہ کیوں دم دبا کر بھاگ گئی۔"

میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ تہذیب کا انداز اس قدر بے ساختہ تھا کہ ہنسی روکنا مشکل ہو گیا تھا اور کلارا نے اس کی بات سن کر دانت پیسے تھے اور اپنے ایک ہاتھ سے گھونسہ بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا تھا۔

"میں نے کنڈم نہیں ایڈم کہا تھا میڈم!" میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "ایڈم ڈی فلوک۔"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم کون سے ڈم ہو۔ اے ڈم یا ڈم ڈم" تہذیب کی آواز آئی "مجھے تو تمہاری بھوری بلی سے بات کرنی ہے۔ اس کی غراہٹ مجھے بہت پسند ہے۔"

"آپ مجھ سے ہر وہ بات کر سکتی ہیں میڈم ریٹا سالومن جو مادام کلارا سے کرنا چاہیں" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ میں تہذیب سے بات کرتے وقت گھبرایا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ میری آواز سن کر چونک نہ جائے مگر اس نے جس بے ساختہ ردعمل کا اظہار کیا تھا اس کی وجہ سے میرا سر فخر سے بلند ہو گیا تھا۔ اس کے اندر واقعی بروقت فیصلے کرنے کی صلاحیت تھی۔

"میں تم سے کیوں بات کروں؟" تہذیب کا لہجہ بدستور حقارت آمیز تھا "میں ریٹا سالومن ہوں اور ریٹا سالومن کسی چھوٹے موٹے آدمی سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہے۔"

"میں مادام کلارا کے کاروبار کا نگران خصوصی ہوں کوئی گرا پڑا آدمی نہیں ہوں۔ مجھ سے بات کر کے آپ کی توہین

ذریعے ہمیں ریٹا سالومن کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو حاصل ہو ہی جائیں گی اور ہمیں اس وقت ایسی چیز کی ضرورت ہے۔ ایک معمولی سا کلیو بھی ہمارے لئے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

مادام کلارا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اگر تم اپنی اسکیم پر کامیابی سے عمل کر گزرے تو یہ ریٹا سالومن کی پہلی شکست ہوگی اور اس کے بعد تو لائن ہی لگ جائے گی۔ پھر میں اسے دیکھوں گی۔ اندھیروں میں رہ کر کام کرتی ہے۔" کلارا نے دانت پیسے "میں نے تم سے کہا تھا ناکہ وہ بہت چالاک ہے۔ ریٹا کوئی سراغ نہیں چھوڑتی۔ اب یہی دیکھ لو کہ اسے تمہارے بارے میں بھی سب کچھ معلوم ہے۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت ریٹا سالومن نے مجھے بھی حیران کر دیا" میں نے سرہلا کر کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ہر نقل و حرکت اس کی نگاہ میں تھی۔"

"تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تم اس وقت کہاں ہو؟" کلارا نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے.... تم اگر مناسب سمجھو گی تو خود بتادو گی ورنہ میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں سر کھپانے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایڈم!" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر تم ریٹا سالومن کے آدمی کو پکڑ لائے تو اپنے آخری امتحان میں بھی کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس وقت تک تم یہیں رہو گے۔ میں تمہاری رہائش کے لئے کمرا تیار کرائے دیتی ہوں۔"

"نہیں کلارا!" میں نے نفی میں سر ہلایا "میں جہاں رہ رہا ہوں وہیں رہوں گا۔ تب کوئی ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا ورنہ پرسوں شام چار بجے سے قبل میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

کلارا نے مجھ سے رکنے پر اصرار نہیں کیا اور مجھے اپنی ایک کار میں ہوٹل بھجوا دیا۔ اس بار اس نے مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچا تو تین بج چکے تھے مگر فلورا جاگ رہی تھی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی سگریٹ نوشی کر رہی تھی اور اس کے سامنے میز پر موجود ایش ٹرے میں سگریٹ کے ٹوٹے بھرے پڑے تھے۔

"آیئے مسٹر ایڈم سوئی فاوک!" مجھے دیکھ کر اس نے طنزیہ انداز میں کہا "فرصت مل گئی آپ کو؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناکہ تم میری لک ہو" میں نے صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے کہا "جس کام میں ہاتھ ڈال رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی ہو رہی ہے۔"

"میں کوئی بے جان چیز نہیں ہوں مسٹر ایڈم! جسے تم نے محض اپنے فائدے کے لئے یہاں لا کر ڈال دیا ہے" فلورا بڑے خراب لہجے میں کہا "میرے بھی کچھ جذبات احساسات ہیں۔ تمہیں ان کا خیال کرنا پڑے گا۔"

"ضرور کروں گا" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "اس کے لئے مجھے مادام کلارا سے پوچھنا پڑے گا۔ معلوم وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں۔"

"کیا مطلب؟" فلورا یکلخت ہی سیدھی ہو گئی "کلارا سے تمہارا کیا تعلق؟"

"میں ابھی وہیں سے آرہا ہوں اور مادام نے مجھے اس بات کی اجازت دی ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ اب اگر تم مجھ سے مطمئن نہیں ہو تو میں کلارا سے بات کئے لیتا ہوں۔"

"نہیں" فلورا بوکھلا گئی "ان سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو ویسے ہی ایک بات کر رہی تھی۔"

"تم میری ضرورت ہو فلورا! لیکن میری یہ عادت ہے کہ جب تک میرے ساتھ کام کرنے والے مطمئن نہ ہوں میں بھی مطمئن نہیں ہو پاتا تو تم کھل کر اطمینان کا اظہار کرو۔ بتاؤ کہ تم کس طرح مطمئن ہو سکتی ہو۔"

"مادام کلارا کے حکم کے سامنے میری دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ان سے میرے بارے میں بات کر چکے ہو۔"

"یہ تو مجبوری والی بات ہوئی اور میں جبر کو اچھا نہیں دیکھتا۔ بھول جاؤ کہ مادام کلارا نے تمہارے بارے میں کچھ کہا ہے...."

"نہیں" فلورا نے نفی میں سر ہلایا "ان کی خواہش ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ جبر کا سوال ہی نہیں ہوتا۔"

"یہ صورت حال میرے لئے سخت ناپسندیدہ ہے۔ مادام کلارا کے حکم کے مطابق میرے ساتھ ہی رہو مگر میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ تم جہاں چاہو آؤ جاؤ، جس سے چاہو ملو جلو، مجھے کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بس تمہیں اتنی سی پابندی قبول کرنی ہوگی کہ اپنی نقل و حرکت سے باخبر رکھنا تاکہ اگر کسی وقت تمہاری ضرورت محسوس کروں تو تم سے فوری رابطہ کر سکوں۔"

"مادام کلارا سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی یا ان سے کسی اور ذریعے سے بات ہوئی تھی؟" فلورا نے پوچھا۔

"میری ان سے براہ راست ملاقات ہوئی تھی۔ نہ صرف ملاقات ہوئی تھی بلکہ میں ان کی خوابگاہ میں ان کے ساتھ وقت گزار کر آرہا ہوں جہاں وہ میرے ساتھ تھیں۔"

"نہیں" فلورا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "میں دس سال سے ان کے لئے کام کر رہی ہوں مگر میری ان سے ایک آدھ بار ہی ملاقات ہوئی ہے۔ تم خوش قسمت ہو....."

"تم میری لک ہو۔ اگر تم نہ ہوتیں تو ایسی کامیابیاں میرے حصے میں نہیں آسکتی تھیں" میں نے مسکرا کر کہا اور فلورا مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

****

"آیئے مسٹر ایڈم ڈی فلوک!" تہذیب نے مجھے دیکھ کر چہکتے ہوئے کہا "آپ ہی کی وجہ سے ہم نے ناشتا کرنے میں تاخیر کی مگر آپ نے اس سے بھی زیادہ تاخیر کر دی۔"

وہ لوگ ڈائننگ ٹیبل پر تھے اور ناشتا کر رہے تھے

"شکریہ محترمہ ریٹا سالومن آف ناکلن" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا "رات تو تم نے کمال ہی کر دیا" میں ایک کرسی کھینچ کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم تھا کہ مادام کلارا نے تمہیں بلوا لیا ہے" تہذیب نے کہا "میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا تھا؟"

"تم نے بہت اچھا کیا تہذیب! رات تمہاری کال ریسیو ہونے کی وجہ سے بہت سا وقت بچ گیا۔ اچھا ہوا کہ کلارا کے سامنے ہی ساری باتیں طے ہو گئیں۔ وہ میری طرف سے بڑی حد تک مطمئن ہو چکی ہے۔"

"میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی جس سے تمہارے لئے کوئی مشکل پیدا ہوئی ہو؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے بالکل برعکس میں حیران ہو رہا تھا کہ تم نے بالکل صحیح خطوط پر گفتگو کی۔ تم سے گفتگو شروع کرتے وقت مجھے بس یہی ایک خدشہ تھا کہ کہیں میری آواز سن کر تم بوکھلا نہ جاؤ۔"

"میں بہت بری طرح بوکھلا گئی تھی علی!" تہذیب نے کہا "اور ایک میں ہی کیا میری جگہ کوئی بھی ہوتا ایسی غیر متوقع صورت حال سے دوچار ہو کر اس کے ہوش ضرور اڑ جاتے۔"

"لیکن تم نے اپنی بوکھلاہٹ پر بڑی خوب صورتی سے پردہ ڈالا۔ ایک لمحے کو تو مجھے بھی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے تم مجھ سے اتنی ہی ناواقف ہو کہ پہلی بار میں میرا نام بھی صاف نہیں سن سکیں۔"

"اس میں میڈم سے زیادہ بڈ کا کمال تھا" بڈ نے اکڑ کر کہا "میڈم میری ہدایات کی روشنی میں گفتگو کر رہی تھیں۔"

"کچھ خدا کا خوف کریں بڈ صاحب!" عاطف نے ہنس کر کہا "تمام گفتگو میڈم نے خود کی ہے۔ کیا ہم لوگ اس وقت آپ کے ساتھ نہیں تھے؟"

"تم نے پھر میری پوزیشن خراب کرنے کی کوشش کی" بڈ نے عاطف کو گھورا "کیا ضروری ہے کہ تم ہمیشہ میرے خلاف ہی بولو۔"

"اس میں خلاف بولنے کی کیا بات ہو گئی مسٹر بڈ؟" عاطف نے کہا "یہ تو حقیقت ہے کہ میڈم خود ہی تمام باتیں کر رہی تھیں اور آپ کا کارنامہ صرف یہ تھا کہ آپ کار ڈرائیو کر رہے تھے۔"

"تمہیں بھی ٹانگ اڑانے کا شوق ہوا" بڈ نے ہاتھ نچا کر کہا "مجھے لگتا ہے تم دونوں نے میرے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔"

"ایسی باتیں نظر انداز کر دیا کرو بڈ" میں نے سنجیدگی سے کہا "بڑے لوگوں کے خلاف اکثر سازشیں ہوتی ہیں مگر چھوٹے لوگ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔"

"تم عقل مند ہو چیف!" بڈ نے بھی بڑی سنجیدگی سے کہا "اور ہمیشہ درست مشورے دیتے ہو۔ اب میں ان دونوں کو خاطر میں نہیں لاؤں گا" بڈ کی اس بات پر سب کو ہنسی آ گئی اور بڈ نے چونک کر باری باری سب کو دیکھا "تم لوگ ہنس کیوں رہے ہو؟" اس نے مشکوک انداز میں کہا "یقیناً پھر میرے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔"

اس کا انداز ایسا تھا کہ سب کی ہنسی تیز ہو گئی اور میں نے جلدی سے کہا "تم بالکل فکر مت کرو بڈ! میں ان لوگوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"ویسے یہ حقیقت ہے کہ اس وقت مادام کلارا کو کال کرنے کا مشورہ بڈ نے ہی دیا تھا" تہذیب نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "یہ تمہیں کراؤن کلب پہنچانے کے بعد واپس نہیں آیا تھا۔ پھر جب اس نے ہنڈ دین کو وہاں آتے دیکھا تو اسے کچھ شبہ ہوا۔ کسی ہنڈ دین کا کراؤن کلب میں کیا کام ہو سکتا تھا؟ وین وہاں سے جلد ہی واپس روانہ ہو گئی اور بڈ نے مادام کلارا کے محل تک وین کا پیچھا کیا۔ بڈ کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ تمہیں اسی وین ہی میں لے جایا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر بڈ نے مادام کلارا کو کال کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"بڈ! باشبہ ذہین ہے۔ مجھے دشمن کے گڑھ میں جاتے دیکھ کر بے چین ہو گیا ہوگا اس لئے اس نے اتنا معقول مشورہ دے بھی دیا ورنہ اسے اپنے سکھرے پن سے ہی فرصت نہیں ملتی۔"

"تم تو مسخرو کہہ رہے ہو چیف!" بڈ تنک کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ بڈ!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "رات میں بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ تاکس ٹریٹ کے پاس سے کلارا نے مجھے بلوا لیا۔ وہاں دو افراد موجود تھے جن میں سے ایک لی کوان تھا۔"

"کیا؟" تہذیب حیرت سے اچھل پڑی "ماسٹر لی کوان وہاں موجود تھا اور اس نے تمہیں نہیں پہچانا؟"

"پہچانا کیوں نہیں ہوگا مگر تم اس کے کردار سے واقف ہو۔ اس نے مجھے پہچاننے کے باوجود کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔"

"سوال یہ ہے کہ ماسٹر لی کوان کو تمہارے سامنے لایا ہی کیوں گیا؟" تہذیب نے کہا۔

"وہ تنہا نہیں تھا، اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ کلارا چاہتی تھی کہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک سے مقابلہ کروں مگر میں نے انکار کر دیا۔ لی کوان کے بارے میں تو میں جانتا ہی تھا کہ اسے شکست دینا میرے بس سے باہر ہے۔ دوسرا شخص بھی بہت خطرناک نظر آ رہا تھا اس سے مقابلہ کرنے کی صورت میں ممکن ہے مجھے کسی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا اس لئے میں مقابلے سے پہلو تہی کر گیا۔ ویسے بھی اس قسم کے تماشی مقابلے مجھے بے ہودہ محسوس ہوتے ہیں۔"

"تم نے لی کوان کے بارے میں بتا کر عجیب سی بے چینی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس سے ملنے کو جی چاہنے لگا ہے" تہذیب نے کہا۔

"ہاں وہ بہت پراسرار ہے۔ ان لوگوں کا ملازم ہوتے ہوئے بھی ان کے خلاف ہے اور ہم سے متفق ہونے کے باوجود کھل کر ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔"

"زندگی رہی تو اس سے میری ملاقات بھی ہو جائے گی ۔۔۔ لیکن ریچل کے بارے میں بھی کچھ پتا چلا یا نہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"مادام کلارا نے اگلوانے کا کام بھی نہیں لیا۔ ساری باتیں اس نے اپنے اور اپنے گروہ کے حوالے سے کیں لیکن مجھے شبہ ہے کہ ریچل ابھی تک ٹی گورائے میں ہی موجود ہے۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔۔۔ لیکن اگر وہ یہاں موجود ہوتی تو اب تک کچھ نہ کچھ کر گزرا ہوتا۔"

"کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا علاوہ اپنے بال نوچنے کے۔ بڈ ہم نے ایسا کوئی موقع ہی نہیں دیا۔ اور فرض کرو وہ یہاں نہیں ہے تو بھی کیا ہوا۔ اس تک تمام رپورٹیں پہنچ رہی ہوں گی اور یقین کرو وہ اپنے سر کے بال ضرور نوچ رہا ہوگا۔ ایک بار اس نے ہم پر دھوکے سے وار کیا تھا اور اس میں کامیاب ہونے کے بعد خود کو واقعی سپرمین سمجھنے لگا تھا۔ یہ تو اسے اب معلوم ہوگا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"کل شام مادام کلارا کی طرف سے فلمیں وصول کرنے تم آؤ گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے کہا "اور اب تم پوچھو گی کہ فلمیں لے کر کون جائے گا۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں کہ تمہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کر دوں۔"

✿✿✿✿✿✿✿

اگلے روز شام کو چار بجے میں مادام کلارا کی خواب گاہ میں موجود تھا۔ وہ ایک عجیب سے عالم اضطراب میں تھی۔ اسے میری باڈی کی بہت فکر تھی۔

"اگر تم یہ محسوس کرو کہ ریٹا سالومن کے آدمی کو اغوا نہیں کر سکتے تو زبردستی مت کرنا۔" اس نے چوتھی بار کہی بات کہی "اس وقت ریٹا سالومن سے زیادہ فلموں کی اہمیت ہے"

"اغوا نہ کر سکنے کا کیا سوال ہے" میں نے چڑ کر کہا "آخر تم اس قدر مضطرب کیوں ہو؟ اگر تمہیں میری صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے تو میری جگہ کسی اور کو بھیج دو۔"

"تمہاری صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں۔۔۔ مجھے ذاتی طور پر تمہارا جرأت مندانہ انداز بہت زیادہ پسند آیا ہے لیکن ریٹا سالومن کے ساتھ جو بدعہدی کرنے جا رہے ہیں اس کا نتیجہ کہیں خراب نہ نکل آئے۔"

"اچھا تو پھر جیسا تم کہو ویسا کر لوں۔۔۔ رقم کا انتظام تو کر ہی چکی ہو۔ میں رقم اس کے حوالے کر کے جو کچھ وہ دے گا لے آؤں گا۔"

"جو کچھ وہ دے گا لے آؤں گا" مادام کلارا نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا "تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"فلمیں نہ میں نے دیکھی ہیں اور نہ تم نے دیکھی ہیں۔ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ جو کچھ ہمیں دیا جا رہا ہے ہماری مطلوبہ چیز ہی ہے؟"

"تم تو معاملے کو الجھائے دے رہے ہو" مادام کلارا نے نروس انداز میں کہا "یہ مسئلہ تو واقعی ہے لیکن اس کا حل کیا ہوگا؟"

"اس کا حل وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ جو

فلمیں لے کر آئے گا میں اس کو اٹھا لاؤں گا۔"

"جو اعتراض تم نے اس وقت اٹھایا ہے کیا وہ اس وقت تمہارے ذہن میں نہیں تھا جب تم پرسوں رات ٹرانسمیٹر پر ریٹا سالومن سے گفتگو کر رہے تھے؟"

"کیوں نہیں تھا۔۔۔ لیکن یہ بھی ذہن میں تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اس لئے میں نے یہ مسئلہ اٹھایا ہی نہیں۔"

"فرض کرو۔۔۔ اور فرض کیا کرنا ہے یہ بات تو یقینی ہے کہ اپنے آدمی کے غائب ہونے پر ریٹا سالومن ہمارے خلاف حرکت میں آ جائے گی۔ ہم اندھیرے کے تیر کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟"

"دیکھو کلارا! اس کے گروہ سے تصادم ناگزیر ہے۔ آج نہیں تو کل یہ تو ہونا ہی ہے۔ اس وقت ہمیں ایک موقع مل رہا ہے کہ ہم اس کے ایک آدمی کو پکڑ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر لیں۔ معلوم نہیں آئندہ ایسا کوئی موقع ملے یا نہ ملے۔ اگر تم بہت زیادہ تردد کا شکار ہو رہی ہو تو میں اس معاملے سے دست بردار ہونے کو بھی تیار ہوں۔"

"نن۔۔۔ نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو یہ چاہ رہی ہوں کہ جو قدم بھی اٹھایا جائے پہلے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کر لیا جائے۔"

"میں تمہیں ایک بات بتاؤں کلارا" میں نے اچانک کہا "اسے لکھ لو کہ ریٹا سالومن ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے اس کا آدمی رقم تو لے جائے گا اور فلموں کے بجائے یا تو نقلی فلمیں یا کوئی اور چیز ہمارے حوالے کر جائے گا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اسے رقم لے کر جانے ہی نہ دیا جائے۔ اب رہا اس بات کا سوال کہ ہم ریٹا سالومن سے کیا کہیں گے تو جب اس کے آدمی کے پاس سے فلمیں ہی برآمد نہیں ہوں گی تو پھر ڈرنا کیسا۔۔۔ ہم اس سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور آئندہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں" کلارا نے بے بسی سے کہا "ہم اس سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس سے آئندہ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ ان فلموں کی بہت اہمیت ہے۔ ہم اس کے سامنے مجبور ہوں گے۔"

"اور تم یہ بات نظر انداز کر رہی ہو کہ اس کا ایک آدمی ہمارے قبضے میں ہوگا۔ ریٹا سالومن کا معمولی سا سراغ بھی مل گیا تو کیا تم اس کے لئے مسئلہ نہیں کھڑا کر دو گی۔ اسے اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔"

کلارا کچھ دیر غور کرتی رہی پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہی موقع ہے کہ ہمیں کوئی نہ کوئی قدم اٹھا لینا چاہئے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس شخص کی حفاظت پر بھی کچھ لوگ مامور ہوں؟"

"یہ میرا مسئلہ ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اور میرے مسائل میرے لئے چھوڑ دو۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ اس شخص کو فلموں سمیت تمہاری خدمت میں حاضر کر دوں۔"

مادام کلارا مطمئن ہو گئی اور بولی "ٹھیک ہے" پھر اس نے چونک کر کہا "لیکن ابھی تک ریٹا سالومن نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ سوا چار بج چکے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا۔

"اٹ از ریٹا سالومن آف فالکن" دوسری طرف سے تہذیب کی آواز آ رہی تھی "مجھے ایڈم ڈی فلوک سے بات کرنی ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک آپ کی خدمت میں حاضر ہے میڈم!" میں نے کہا "میں آپ کی کال کا منتظر تھا۔"

"تم نے رقم کا بندوبست تو کر ہی لیا ہوگا مسٹر ایڈم! اور اب صرف اس بات کے منتظر ہو گے کہ تمہیں رقم کس جگہ پہنچانے کا حکم دیا جاتا ہے۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے میڈم! رقم سے بھرا ہوا بریف کیس آپ تک پہنچنے کے لئے آپ کے اشارے کا منتظر ہے۔"

"تم رقم لے کر روانہ ہو جاؤ مسٹر ایڈم! تمہاری منزل قومی شاہراہ کا بارھواں میل ہے۔ رقم تم خود لے کر آؤ گے۔ میرا آدمی رقم تم سے لے کر ماچس کی ڈبیا کے برابر ایک پیکٹ تمہارے حوالے کرے گا۔ فلمیں اس پیکٹ میں بڑی احتیاط کے ساتھ پیک کر دی گئی ہیں لیکن میں ایک بار پھر وارننگ دے رہی ہوں کہ اگر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو ریٹا سالومن ٹی گورائے میں زلزلے لے آئے گی۔"

"بے فکر رہیں میڈم سالومن! میں رقم لے کر پہنچ رہا ہوں۔ آپ اپنے آدمی کو ہدایت کر سکتی ہیں کہ وہ موقع پر ہی رقم گن لے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈم!" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم نے مجھے بہت کام کی بات بتائی ہے۔ میں مرتے دم تک تمہاری احسان مند رہوں گی۔ بس اب تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

میں نے سلسلہ منقطع کیا اور مادام کلارا بولی "تم نے دیکھا کہ اس کی زبان کس قدر زہر میں بجھی ہوئی ہے۔"

"شکریہ کمرہ کلارا!" میں نے بڑی بے تکلفی سے اس کا شانہ تھپ تھپایا "ایک آدھ دن کی بات اور رہ گئی ہے۔ پھر میں اس ناگن کا سارا زہر نکال دوں گا۔"

رقم سے بھرا ہوا وزنی بریف کیس لے کر میں کار کی عقبی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار کو ڈرائیور چلا رہا تھا اور کار کا تعلق مادام کلارا سے تھا۔ ڈرائیور بھی اس کا ملازم تھا۔ پروگرام کے مطابق ڈرائیور مجھے قومی شاہراہ کے بارھویں میل پر اتار کر کار واپس لے آتا۔ میں نے تو مادام کلارا سے کہا تھا کہ رقم کا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر وہ نہیں مانی تھی۔ معلوم نہیں ان فلموں میں کیا تھا جس کی وجہ سے وہ ذرا سا بھی رسک لینے کو تیار نہیں تھی۔

شام کا وقت تھا اور شی کورا ئے کی سڑکوں پر رش تھا۔ قومی شاہراہ تک پہنچنے کے لئے ان سڑکوں سے گزرنا ضروری تھا جہاں اس وقت ٹریفک بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔ قومی شاہراہ تک پہنچتے پہنچتے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے بارہ میل کا فاصلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ڈرائیور جس رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا اس کے پیش نظر توقع تھی کہ وہ دس منٹ سے کم میں ہی بارھویں میل تک پہنچا دے گا۔

لیکن بارھویں میل تک پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس سے پہلے ہی ایک تیز رفتار کار نے ہماری گاڑی کو اوور ٹیک کیا اور اس طرح کیا کہ ہمارے ڈرائیور کو رفتار بہت کم کرنی پڑی۔ ڈرائیور نے ہارن دیا مگر اگلی کار کے ڈرائیور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بدستور ہمیں سڑک کے کنارے کی طرف دبا رہا تھا۔ میں دیکھ چکا تھا کہ اگلی کار میں ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

"گاڑی سڑک سے نیچے اتار کر روک دو" میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ کو بارھویں میل پر اتار کر آؤں لہٰذا آپ کو وہاں تک پہنچانا میری ذمے داری ہے۔ اس سے پہلے میں گاڑی نہیں روک سکتا۔"

"میں حکم عدولی کرنے والوں کی کھوپڑی توڑ دیا کرتا ہوں" میں نے خوں خوار لہجے میں کہا اور عقب سے اس کی گردن مضبوطی سے پکڑ لی۔ اتنی دیر میں اگلی گاڑی نے ہماری گاڑی کو اس حد تک دبا دیا تھا کہ اب دونوں گاڑیاں رینگنے کی رفتار سے چل رہی تھیں۔ پھر ڈرائیور نے یہی مناسب سمجھا کہ میری بات مان ہی لے۔ گاڑی تو اسے روکنی ہی پڑتی لہٰذا اس نے گاڑی سڑک سے اتار کر روک دی۔ اگلی گاڑی کے ڈرائیور نے گاڑی اس طرح روکی تھی کہ ہماری گاڑی کے آگے جانے کی گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔

"تم گاڑی لے کر واپس چلے جاؤ" میں نے ڈرائیور سے کہا اور کار سے اتر کر اگلی گاڑی کی طرف بڑھ گیا "کیا بات ہے؟" میں نے اگلی کار کے ڈرائیور سے کہا "تم نے ہمیں کیوں روکا ہے؟"

"گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور رقم میرے حوالے کر دو" اس نے کہا۔ وہ ایک سیاہ فام شیدی تھا اور شکل سے ہی پیشہ ور بدمعاش نظر آ رہا تھا۔

"مجھ سے تو بارھویں میل پر پہنچنے کو کہا گیا تھا" میں نے اس کی برابر والی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پروگرام تبدیل ہو گیا" اس نے بے پروائی سے کہا "رقم میرے حوالے کرو اور اپنی چیز لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

"یہ لو رقم گن کر اپنا اطمینان کر لو" میں نے بریف کیس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے بریف کیس مجھ سے لے کر کھولا۔ ایک نظر بریف کیس کے اندر ڈالنے کے بعد مطمئن ہو گیا اور اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر میری طرف بڑھایا۔

"اب جلدی سے دفع ہو جاؤ مجھے واپس بھی پہنچنا ہے" اس نے انتہائی توہین آمیز لہجے میں کہا مگر میں نے اس بار اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا۔

"دفع ہونے سے قبل میری طرف سے یہ تحفہ قبول کرو" میں نے جیب سے ایک رومال نکال اس کی طرف بڑھایا "فرانس کا رومال ہے اور ایوننگ ان پیرس کی خوشبو سے معطر ہے۔"

اس نے رومال کو حریص نگاہوں سے دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے۔ وہ یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نادر تحفے کو قبول کرے یا انکار کر دے۔ آخر کار اس نے تحفہ قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔

"لاؤ" اس نے ہاتھ بڑھا کر مجھ سے رومال لیا اور ناک سے لگا کر ایوننگ ان پیرس کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کی۔ اس نے بہت گہری سانس لی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اس نے کبھی ایوننگ ان پیرس کا نام بھی نہیں سنا ہو گا اس لئے اس خوشبو کا زیادہ سے زیادہ حصہ ایک ہی بار میں اندر اتار لینا چاہتا تھا۔ مگر وہاں ایوننگ ان پیرس نہیں تھی ....وہ تو کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال تھا۔

"[illegible] بھی ایوننگ ان پیرس ہے" اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا اور اب کلوروفارم اس پر اثر انداز ہو چکا تھا۔

"اکیلے دفع ہونے کے ارادے سے نہیں آیا تھا" میں نے مسکرا کر کہا "پہلے ہی سے تمہیں ساتھ لے کر دفع ہونے کا پروگرام بنایا تھا۔"

اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی اور پھر بڑی فرماں برداری سے اپنا سر اسٹیئرنگ وھیل سے ٹکا دیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

اسے پچھلی نشست پر منتقل کرنے میں ذرا سی دشواری تو ہوئی مگر میں نے اس کام میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ ہائی وے پر سے تیز رفتار گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ زیادہ دیر لگانے کی صورت میں کوئی ہماری طرف متوجہ بھی ہو سکتا تھا۔

واپسی کا سفر اسی کی کار پر ہوا تھا اور میں نے خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا۔ کلارا نے شاید میرے لئے خصوصی ہدایات دے دی تھیں اسی لئے مجھے گیٹ پر نہیں روکا گیا۔

"کیا رہا؟" کلارا چیختی ہوئی گاڑی کی طرف آئی تھی۔ وہ عمارت کے باہر ہی ٹہل رہی تھی۔

"کامیابی" میں نے دو انگلیوں سے وی کا نشان بنا کر کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ کچھ نہیں ہو گا مگر تم خواہ مخواہ گھبرا رہی تھیں۔"

"تم ...... تم اس شخص کو بھی اغوا کر لائے" کلارا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"یہ کار بھی اسی کلوٹے کی ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اسے تم میری طرف سے [illegible] تحفہ سمجھو۔"

کلارا نے پچھلا دروازہ [illegible] کھڑکی سے اندر جھانک کر اس کلوٹے کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ تو اگلی اور پچھلی نشست کے خلا میں منہ کے بل گرا ہوا تھا اس لئے کلارا اس کی صورت نہیں دیکھ سکی۔ تاہم اس نے اپنے دو آدمیوں کو بلایا۔

"اسے بڑی حفاظت سے عقوبت خانے میں پہنچا دو" کلارا نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اس پر نظر رکھنا ہے خیال رہے کہ یہ خودکشی نہ کرنے پائے۔"

اپنے آدمیوں کو حکم دے کر وہ پلٹی اور میرا ہاتھ پکڑ لیا "آؤ ہم ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے۔"

میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں پہنچا اور بریف کیس اس کے حوالے کر دیا۔ پھر جیب سے وہ پیکٹ بھی نکال کر اسے دیا جو اس کلوٹے نے مجھے دیا تھا۔

"میں نے یہ پیکٹ کھول کر نہیں دیکھا" میں نے کلارا سے کہا "اور نہ ہی میں نے کبھی مائیکرو فلمیں دیکھی ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اس میں سے کم از کم وہ مائیکرو فلمیں تو ہرگز نہیں نکلیں گی اور اگر نکلیں بھی تو مطلوبہ فلمیں نہیں ہوں گی۔"

کلارا نے حیرت سے مجھے دیکھا "یہ بات تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" اس نے پیکٹ مجھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"ریتا سالومن کے بارے میں، میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ ویسے بھی میں جرائم کی دنیا کا آدمی ہوں جہاں اس قسم کے سودوں کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔"

اتنی دیر میں مادام کلارا نے پیکٹ کھول ڈالا تھا۔ پیکٹ کے اندر روئی بھری ہوئی تھی اور روئی کے درمیان چار عدد بٹن رکھے ہوئے تھے۔

"تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا" مادام کلارا اچھل کر کھڑی ہو گئی "ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔"

"تو اس میں فکر کرنے کی کیا بات ہے؟" میں نے بڑے سکون سے کہا "اگر اس نے دھوکا کیا ہے تو دھوکا کھایا بھی تو ہے۔"

"میں اس کمینی کا خون پی جاؤں گی" کلارا نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "مادام کلارا کے ساتھ دھوکا کر کے کوئی شخص ثی گورائے میں نہیں رہ سکتا۔"

"غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کلارا! اپنی توجہ جلد از جلد اس شخص پر مرکوز کرو جو اس وقت تک عقوبت خانے میں پہنچ چکا ہو گا۔"

"ہاں، چلو" کلارا نے چونک کر کہا "اس کی زبان کھلوانے میں واقعی جلدی کرنی چاہیے۔"

میں کلارا کے ساتھ عقوبت خانے میں پہنچا جہاں اس شخص کو بندشوں میں جکڑا جا چکا تھا۔ نہ صرف اسے بندشوں میں جکڑا ہوا تھا بلکہ اس کی بے ہوشی بھی زائل کر دی گئی تھی۔

"یہ تم لوگوں نے کسے رسیوں میں جکڑ دیا" وہ اسے دیکھ کر اپنے آدمیوں پر الٹ پڑی "یہ یہاں کس طرح پہنچا؟"

"آ... آپ ہی نے تو حکم دیا تھا مادام!" ایک شخص نے ڈرتے ڈرتے کہا اور کلارا میری طرف گھوم گئی۔

"یہ تم نے کیا حرکت کی؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟"

"ریتا سالومن کا آدمی ہے" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "جسے اس نے مجھ سے رقم وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا۔"

"یہ کیا بکواس ہے" مادام کلارا دہاڑی "یہ ریتا سالومن کا آدمی کیسے ہو سکتا ہے؟"

"آخر بات کیا ہے کلارا؟" میں نے اس کے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "تم اسے دیکھ کر اتنی حواس باختہ کیوں ہو گئی ہو؟"

"یہ... یہ جیمس چارلی کا محافظ خصوصی ہے" کلارا نے کہا اور میں سناٹے میں آ گیا۔ میں نے بڈ کو ہدایت کی تھی کہ ان کے گروہ کے کسی آدمی کو رقم وصول کرنے بھیج دے۔ میرا پروگرام یہی تھا کہ جب میں اسے پکڑ کر کلارا کی خدمت میں پیش کروں گا تو کلارا کو مزا آ جائے گا۔ میرا خیال تھا کہ اس کام کے لئے کسی چھوٹے موٹے آدمی کو توڑنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مردود اس کام کے لئے ایک اہم آدمی کا انتخاب کرے گا لیکن ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ کلارا کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات بتا رہے تھے کہ کلوٹے کو دیکھ کر اسے شدید صدمہ پہنچا ہے۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ریتا سالومن کی جڑیں تمہارے گروہ کے اندر تک پھیلی ہوئی ہیں" میں نے فکرمند لہجے میں کہا "مجھے بتاؤ کہ ایسی صورت میں کوئی کیا کر سکتا ہے؟"

"میں نہیں مان سکتی" کلارا نے ہذیانی انداز میں کہا "ضرور کہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

کلوٹے کے چہرے پر تو کلارا کو دیکھتے ہی ہوائیاں چھوٹنے لگی تھیں۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ خود اپنے گروہ کے خلاف کام میں ملوث ہو گیا ہے۔

"سب کچھ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی تم انکار کر رہی ہو؟ اس کا کیا علاج ہے؟" میں نے بے پروائی سے شانے اچکائے "میں نے تو اپنا کام کر دیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔"

کلارا اس شخص کو گھورنے لگی "تو سن رہا ہے؟" اس نے یوں کہا جیسے وہ شخص بہرہ ہو "بتا کیا یہ سب کچھ درست ہے کہ تو دشمنوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے؟"

"یہ... یہ غلط ہے مادام!" اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں بمشکل کہا۔

"کیا تو مسٹر ایڈم سے رقم وصول کرنے نہیں پہنچا تھا؟" کلارا دہاڑی "اور کیا تو نے ایک پیکٹ ان کے حوالے نہیں کیا تھا؟"

"نہیں مادام!" اس نے منتی انداز میں کہا اور اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تم نے دیکھا؟" میں نے اس کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی "مجھے زچ کرنے کا کیا انجام ہوا ہے۔"

وہ مجھے بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا اور کلارا نے مجھ سے کہا "اب تم خود ہی پوچھ گچھ کرو۔"

"تم ریتا سالومن کے لئے کب سے کام کر رہے ہو؟" میں نے خالص پولیس والوں کے سے انداز میں کہا اور وہ مزید بوکھلا گیا۔

"کک... کون ریتا سالومن؟" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔"

"شرم کرو... جس تھالی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو۔ تمہیں مادام کلارا کو ذلیل کرتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی۔"

"یہ... یہ الزام ہے۔ میں مادام کلارا سے غداری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں نہیں کر سکتے؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "دس ملین ڈالر بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔ اتنی بڑی کہ ایک بار تو فرشتہ بھی بہک جائے اور تم فرشتے بہرحال نہیں ہو۔"

کلارا نے میری بات سن کر یوں اثبات میں سر ہلایا جیسے وہ میری بات سے متفق ہو۔

"میں نے دس فیصد معاوضے پر یہ کام کرنے کی ہامی بھری تھی" کلوٹے نے جلدی سے کہا "مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے مادام کلارا کے خلاف کام کرنا ہو گا ورنہ میں ہرگز اس کام کے لئے ہامی نہ بھرتا۔"

"تم بکواس کر رہے ہو" میں نے اسے گھورا "اور اگر یہ سچ ہے تو اس شخص کا حلیہ بتاؤ۔"

"وہ ایک درمیانہ قد کا آدمی تھا۔ گھنی داڑھی مونچھیں اور آنکھوں پر سیاہ رنگ کی عینک لگائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا تھا کہ محض ایک گھنٹے کا کام ہے اور جو بھی رقم وصول ہوگی اس کا دس فیصد مجھے دیا جائے گا۔"

"بے وقوف بنا رہے ہو" میں نے اسے گھورا "اتنی بڑی رقم کے لئے تو بھائی بھائی کا گلا کاٹ سکتا ہے۔ کسی نے تم پر کس طرح اعتبار کر لیا؟"

اسے خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ بہت برا پھنسا ہے۔ کلارا کو بھی یقین آ گیا تھا کہ وہ ریتا سالومن کے لئے کام کر رہا

"یقین کرو میں بالکل سچ بول رہا ہوں" اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے جان بوجھ کر اس جال میں پھنسایا گیا ہے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ اس طرح زبان نہیں کھولے گا کلارا!" میں نے کہا "اس پر تشدد نہیں بلکہ تشدد کی انتہا کرنی پڑے گی۔ تب کہیں جا کر شاید یہ کچھ اگلے ورنہ مجھے تو اس کے باوجود کوئی توقع نہیں ہے۔"

"میں تمہیں آخری موقع دے رہی ہوں" کلارا نے سرد لہجے میں کہا "اگر تم نے حقیقت نہ اگلی تو میں تم پر تشدد کا حکم دینے کے لئے مجبور ہو جاؤں گی۔"

"مجھ پر رحم کیجئے مادام!" وہ گڑگڑانے لگا "میں نے آپ سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ مجھ میں اتنی مجال ہے ہی نہیں کہ آپ کے سامنے جھوٹ بول سکوں۔"

"اس پر ریتا سالومن کے گہرے اثرات ہیں" میں نے کلارا کے کان میں کہا "یہ بغیر تشدد کے ہرگز زبان نہیں کھولے گا۔ تم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔"

کلارا نے اثبات میں سر ہلایا اور میں نے اس تاثر کو مزید گہرا کرنے کے لئے کہا "دیکھو غلطی آدمی سے ہی ہوتی ہے۔ تم سے بھی اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو اعتراف کر لو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مادام سے کہہ کر تمہاری جاں بخشی کرا دوں گا۔"

"جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تو اعتراف کس بات کا کروں؟" وہ رو دینے والے انداز میں بولا "خدا کے واسطے میری بات پر یقین کرو میں نے کچھ نہیں کیا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ ہر مجرم جب خود پھنستا ہے تو خدا کا واسطہ ضرور دیتا ہے۔ اس وقت اسے خدا یاد نہیں آتا جب وہ دوسروں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے مجھے کبھی ہمدردی نہیں محسوس ہوتی۔

"اس پر تشدد کرو" مادام کلارا نے اپنے آدمیوں سے کہا "اس وقت تک کرتے رہو جب تک کہ یہ زبان کھولنے پر نہ آمادہ ہو جائے۔ اس کے جسم کی ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دو مگر اسے مرنا بھی نہیں چاہئے۔"

اپنے آدمیوں کو حکم دے کر کلارا پلٹی اور تیز قدموں سے باہر کی طرف چل پڑی۔ اس نے مجھ سے ساتھ آنے کو نہیں کہا تھا مگر میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

"مجھے آرام کی ضرورت ہے مسٹر ایڈم!" کلارا نے مجھ سے کہا "تم اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"تمہیں آرام کی نہیں میری ضرورت ہے" میں نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا "دس ملین ڈالر کی رقم

ہاتھ سے نکل جانا مذاق نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں ریناسالومن کیا کرنے والی ہو؟"

"وہ کیا کرے گی؟" کلارا ایک جھٹکے سے رک گئی "اور تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ـــ میں اسے تگنی کا ناچ نچا سکتی ہوں۔"

"تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں" میں نے پرسکون لہجے میں کہا "اس لئے کہ وہ اندھیرے کا تیر ہے اور اس نے تمہارے گروہ کے معلوم نہیں کتنے کارندوں کو اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے۔"

مادام کلارا کا سارا جوش و خروش ماند پڑ گیا۔ وہ اچانک ہی مضمحل نظر آنے لگی تھی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میرے ساتھ آؤ" وہ پلٹی اور پھر اپنی خواب گاہ میں جا کر ہی رکی۔

"تمہاری عمر اتنی زیادہ تو نہیں لگتی" اس نے خواب گاہ میں مجھے بٹھانے کے بعد کہا "آخر تم نے اتنا تجربہ، ذہانت اور مہارت کہاں سے حاصل کی؟"

"ان میں سے کوئی ایک چیز بھی عمر کے ساتھ مشروط نہیں ہے" میں نے محتاط انداز میں کہا۔ پہلی بار مادام کلارا نے میری ذات کے بارے میں متجسسانہ رویے کا اظہار کیا تھا اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔

"ہمیں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ـــ اور یہی ایک چیز ہے جس کی بنا پر ہم تمہارے ساتھ محتاط رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔"

"میرے پاس بھی بتانے کو کچھ نہیں ہے۔ میں تو ایک بے ٹھکانا آدمی ہوں۔ بتانے تو وہ لوگ ہیں جن کی کہیں جڑیں ہوتی ہیں" میں نے بے پروائی سے کہا "ایڈم ڈی طلوک کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے کبھی کسی کی خوشامد نہیں کی۔ لوگ خود ہی اس کے پیچھے دوڑتے رہے۔ اب اگر اس کے بارے کوئی شکوک و شبہات کا اظہار کرے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اگر درمیان میں فلورا کا معاملہ نہ ہوتا تو آج تمہارے منہ سے مجھے یہ کچھ نہ سننا پڑتا۔"

"تمہاری جس بات نے مجھے سب سے زیادہ الجھن میں ڈالا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آخر تم دس ملین ڈالر کی رقم لے کر فرار کیوں نہیں ہو گئے؟ یہ رقم پوری زندگی کے لئے کافی ہوتی۔ تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ مجھے تو شبہ ہونے لگا ہے کہ تم جرائم پیشہ تو ہرگز نہیں ہو۔"

"چھوٹی موٹی رقم پر میری نیت کبھی خراب نہیں ہوتی" میں نے مسکرا کر کہا "لہٰذا اپنے دماغ میں اس قسم کے خیالات کو جگہ مت دو۔"

"میں کہہ رہی ہوں اتنی بڑی رقم حاصل ہونے کے بعد تمہیں پوری زندگی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور تم اسے چھوٹی موٹی رقم قرار دے رہے ہو؟" مادام کلارا نے آنکھیں نکالیں "کیا تم مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"مجھے ایسی کوئی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ـــ لیکن میں تمہاری اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ اس رقم کو خرچ کرنے کی کوشش کے نتیجے میں مجھے اپنی ساری زندگی جیل میں گزارنی پڑتی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" کلارا نے تیز لہجے میں کہا۔

"اس سے بہتر جعلی کرنسی میں خود تیار کر چکا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا اور مادام کلارا اچھل پڑی۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی تھیں۔

"تم ـــ تم نے کیسے شناخت کیا کہ یہ جعلی کرنسی ہے؟" اس نے تقریباً ہانپتے ہوئے کہا۔

"جعلی کرنسی شناخت کرنے کے لئے مجھے کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ میں صرف ایک نظر ڈال کر اصل اور نقل کی تمیز کر لیتا ہوں اور میری یہ صلاحیت صرف کرنسی تک ہی محدود نہیں ہے۔ میں اصلی اور نقلی زیورات اور قیمتی پتھر بھی اتنی آسانی سے شناخت کر لیتا ہوں۔"

مادام کلارا بے جان سے انداز میں صوفے پر گر پڑی۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم چیز کیا ہو" اس نے بے بسی سے کہا "کبھی تم نے کسی سے دھوکا بھی کھایا ہے؟"

"دھوکے کھا کھا کر ہی تو اس مقام تک پہنچا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے کھڑے بیٹھے سب کچھ حاصل ہو گیا ہے۔"

"اور اگر تمہیں ان نوٹوں کے جعلی ہونے کے بارے میں علم نہ ہوتا تو ـــ؟" مادام کلارا نے پوچھا۔

"فلورا کو ساتھ لے کر فرار ہو گیا ہوتا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو" مادام کلارا ہنس پڑی "کبھی اپنی نیت کا کھوٹ اتنی صفائی سے ظاہر نہیں کرنا۔"

"تم خواہ مخواہ چکر میں پڑ کر خود کو الجھا رہی ہو۔ مجھ پر شبہ اور میرے بارے میں سوچ سوچ کر خود کو ہلکان کر رہی ہو کہ اس سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان ہی ہوگا۔ اصل مسئلے کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹ جائے گی۔ اصل مسئلہ ریناسالومن ہے۔ اس کی تنظیم فاکس [illegible] سائنٹیفک طریقے پر کام کرتی ہے اور تم ابھی فرسودہ طریقوں میں الجھی ہوئی ہو۔ اگر یہی حال رہا تو وہ تم پر چھا جائے گی۔"

"مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟" مادام کلارا نے بے بسی سے کہا "زندگی میں پہلی بار اتنی بے بسی محسوس کر رہی ہوں۔"

"معاف کرنا تم نے ریناسالومن کو بے نقاب کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی ہی نہیں ورنہ یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔"

"تو تم نے ہی کون سا تیر مار لیا ـــ سوالات تو تم نے بہت سے کئے تھے مگر نتیجہ کیا نکلا؟"

"اس حد تک تو ثابت ہو گیا کہ اس کی معلومات کا ذریعہ تمہارے اپنے لوگ ہیں۔ دیکھ لو وہ اس کے لئے کتنے اہم کام سرانجام دے رہے ہیں ـــ اب تم اپنے ہی آدمی کی زبان نہ کھلوا سکو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"میں متفق نہیں ہوں" کلارا نے کہا "معلوم نہیں کون کون اس کے لئے کام کر رہا ہوگا۔"

ٹرانسمیٹر پر موصول ہونے والی کال سے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کلارا نے کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف میری توقع کے مطابق تہذیب تھی۔

"تم ہی اس سے بات کرو" کلارا نے مجھ سے سرگوشی میں کہا اور میں آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے پاس پہنچ گیا "مجھے بہت افسوس ہے میڈم سالومن!" میں نے بلا کسی تمہید کے کہا "آپ نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا؟"

"بکواس مت کرو" تہذیب نے بڑے خراب لہجے میں کہا "دھوکا تو ہمارے ساتھ ہوا ہے۔ تم نے ہمارے آدمی کو کیوں اغوا کیا؟"

"مجھے شبہ تھا کہ جو چیز وہ میرے حوالے کر رہا ہے وہ ہماری مطلوبہ شے نہیں ہے۔ اسے میں محض احتیاطاً اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اگر تصدیق ہو جاتی کہ اس کے دیئے ہوئے بیگ میں ایگرو فائلیں ہی ہیں تو ہم اسے چھوڑ دیتے مگر اب یہ ممکن نہیں ہے۔"

"جھوٹ مت بولو ایڈم! تمہاری نیت میں فتور تھا۔ تم ہمیں کسی طرح بھی مطمئن نہیں کر سکتے۔ تم اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تم اس کی زبان نہیں کھلوا سکو گے۔ ایگرو کے بہت سے لوگ ہمارے لئے مستقل کام کرتے ہیں اور تم ان میں سے ایک کی بھی نشان دہی نہیں کر سکتے۔ وہ ہمارے لئے کام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہمارے لئے کام کرنے والا کبھی زبان نہیں کھولتا۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے ریناسالومن! ہمارے پاس تشدد کرنے کے ایسے ایسے طریقے ہیں کہ ایک بار تو مردہ بھی بول پڑے۔"

"مادام کلارا کو بتا دو کہ اس نے تباہی کو دعوت دی ہے۔ آج کی رات یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ تم نے ہم سے جو بدعہدی کی ہے اس کا نتیجہ تمہارے حق میں کتنا خطرناک نکلنے والا ہے۔ یاد رکھنا آج کی رات جو کچھ ہوگا وہ صرف ابتدا ہوگی۔"

پھر تہذیب نے جواب سنے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں نے بھی ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے ایک طویل سانس لی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اس کے آدمی کو اغوا کرنا ٹھیک نہیں ہوگا مگر تم نہیں مانے۔ اب دیکھو وہ کیا کرتی ہے۔ اندھیرے سے آنے والے تیر کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے عزائم کیا ہیں؟"

"مجھے الزام مت دو کلارا! نتیجہ ہر صورت میں یہی نکلنا تھا۔ تم کیا سمجھتی ہو جعلی کرنسی پانے کے بعد اس کا ردعمل بہت خوش کن ہوتا؟"

کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "میں تسلیم کرتی ہوں کہ اس صورت میں بھی اس کا ردعمل یہی ہوتا جو اب ہے لیکن اب کیا کیا جائے؟"

"اس وقت تمہیں اس پر ایک فوقیت حاصل ہے۔ اسے استعمال کر لو تو تم فتح یاب بھی ہو سکتی ہو۔ ورنہ پھر خاموشی سے انتظار کرو۔"

"تمہارا اشارہ جیمس چارلس کے باڈی گارڈ کی زبان کھلوانے کی طرف ہے تو کیا ضروری ہے کہ وہ ریناسالومن کے لئے ہی کام کر رہا ہو۔ ممکن ہے اس کی خدمات محض عارضی طور پر حاصل کی گئی ہوں۔"

"شاید تمہاری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دینے لگی ہیں" میں نے کلارا کو گھورا "اتنی بڑی رقم وصول کرنے کے لئے انتہائی خاص آدمی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں ورنہ کون اتنی بڑی رقم چھوڑے گا۔"

"مجھے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا ہے" کلارا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"تم نے غلطیوں پر غلطیاں کی ہیں کلارا! تمہیں شروع میں ہی ریناسالومن کے مطالبات مان لینے چاہئیں تھے۔ اس کے بعد تم خاموشی سے اس تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہتیں مگر تمہیں اپنی طاقت پر بہت زعم تھا۔ اب جو بھی ہو تمہیں ہی بھگتنا ہے۔"

⊛**⊛

"تمہاری کارکردگی حیران کن ہے" تہذیب مجھ سے کہہ

رہی تھی "تم نے میڈم کلارا کو پوری طرح مٹھی میں لے لیا ہے۔"

"میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں" میں نے کہا "جب تک ریڈلن کا سراغ نہیں مل جاتا میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے وہ میرے ساتھ مخلص دکھاوا کر رہی ہو۔"

"بعض اوقات تم احمقانہ حد تک محتاط ہو جاتے ہو" بڈ نے کہا "انہوں نے اچھی طرح سے تمہارا امتحان کر لیا ہے پھر وہ تم پر اعتبار کیوں نہیں کریں گے؟"

"مجھے سب سے زیادہ جو چیز کھٹک رہی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے میرے ماضی کریدنے پر زیادہ زور نہیں دیا۔ آخر کیوں!؟"

"انہیں ایک کارآمد آدمی مل گیا۔ اس کے علاوہ انہیں اور کیا چاہئے" بڈ نے کہا "کیا وہ تمہارے ماضی کا اچار ڈالیں گے؟"

"لیگلز جیسی تنظیم میں اس بات کی اہمیت ہے اگر وہ یوں آنکھیں بند کر کے ہر کس و ناکس کو اپنے گروہ میں شامل کرنے لگیں تو دو دن بھی نہیں چل سکیں گے۔"

"چلو جو بھی ہو گا سامنے آ جائے گا" تہذیب نے کہا "اس وقت تو ہمیں اپنے مشن کی طرف توجہ دینی چاہئے۔"

"اب توجہ دینے کو رہ ہی کیا گیا ہے" میں نے کہا "وقت مقررہ پر بٹن دبانے کی دیر ہے۔"

تنظیم گروپ کے ارکان کی گزشتہ رات بہت مصروف گزری تھی۔ میں نے ان سے پہلی بار بھرپور طریقے سے کام لیا تھا۔ شی گورائے میں لیگلز کے چاروں اڈوں پر ریموٹ کنٹرول بم فٹ کر دیے گئے تھے۔ سارا پروگرام میرا ترتیب دیا ہوا تھا اور ہر چیز پہلے ہی طے کر لی گئی تھی۔ چونکہ میرا پروگرام یہ تھا کہ جو شخص بھی رقم وصول کرنے آئے گا اسے اغوا کر لوں گا لہٰذا تنظیم گروپ کے کسی رکن کو استعمال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اسکیم کی مطابقت بڈ نے لیگلز کے ایک کارندے کو جھانسہ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ رقم وصول کر لائے۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ وہ کتنے بڑے عذاب میں پھنسنے والا ہے۔ اس کے بعد کے پروگرام بھی چونکہ پہلے سے طے شدہ تھے لہٰذا گزشتہ رات ہی لیگلز کے چار اہم ٹھکانوں پر بڑی تباہ کاری پھیلانے والے بم نصب کر دیے گئے تھے۔ چونکہ چاروں مقامات ایسے تھے جہاں عام لوگوں کے داخلے پر پابندی نہیں تھی اس لئے بموں کی تنصیب میں دشواری نہیں ہوئی تھی اور اسی بنیاد پر تہذیب نے ریتا سالومن کی حیثیت میں دھمکی دی تھی۔

آج رات واقعی لیگلز کے لئے بڑے نقصانات لانے والی رات تھی۔

"ہمیں کلارا کی رہائش گاہ پر بھی توجہ دینی چاہئے چیف!" بڈ نے کہا "اس کے عزائم اچھے نہیں۔"

"تم بہت بے صبرے ہو جاتے ہو۔ یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں اچانک مار دیا جائے۔ انہیں تو تڑپا تڑپا کر مارنے میں لطف آتا ہے۔"

"وہاں حفاظتی انتظامات کی کیا نوعیت ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ بات تو طے ہے کہ کلارا نے اپنی حفاظت کے لئے غیر معمولی انتظامات کر رکھے ہوں گے" میں نے جواب دیا "گیٹ کے علاوہ چار دیواری کے اندر احاطے میں بھی مسلح محافظ گشت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے انہیں شکست دی جا سکتی ہے۔ مسئلہ تو اس حفاظتی نظام کا ہے جو نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس حفاظتی نظام کو شکست دینی چاہئے۔"

"پھر تم نے اس حفاظتی نظام کو ناکارہ کرنے کے لئے کیا تدبیر سوچی ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہمیں اس حفاظتی نظام کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوں۔ ابھی ... جا سکتا ہے۔"

"کلارا کا قصہ پاک کرنے کے لئے ہم طویل انتظار کے متحمل نہیں ہو سکتے اور تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ خاصا طویل ہے" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"تم اس قدر فکر مند کیوں ہو رہی ہو؟" میں نے مسکرا کر کہا "میرے ذہن میں اس کا حل بھی موجود ہے۔"

"تمہاری اس عادت سے مجھے چڑ ہے" تہذیب نے برا سا منہ بنا کر کہا "خواہ مخواہ اپنی اسکیم کو چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔ کیا ہم لوگ کسی سے کم رہیں گے؟!"

مجھے ہنسی آ گئی "کیا تم پر بھی بڈ کا رنگ چڑھ رہا ہے۔ ایسی بے تابی کا مظاہرہ تو اس کی طرف سے ہوتا ہے۔"

"میں کب بے تابی کا مظاہرہ کر رہا ہوں" بڈ نے برا سا منہ بنا کر کہا "جب سے کسی لڑکی کی صورت نہیں دیکھی ہے مجال ہے کہ ایک حرف شکایت بڈ کی زبان پر آیا ہو۔"

"خبردار جو شی گورائے میں اس قسم کی حماقت کی کوشش کی۔ یہاں لینے کے دینے بھی پڑ سکتے ہیں۔"

"اب ذکر نکل ہی آیا ہے تو بتا ہی دو کہ بڈ کو کب تک ..."

"تم بہت واہیات آدمی ہو بڈ!" تہذیب نے بڈ کو ملامت آمیز نظروں سے دیکھا "تمہیں کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔"

"کیوں نہیں ہوتا میڈم!" بڈ نے بڑے ادب سے کہا "اگر نہ ہوتا تو اس وقت یہ تذکرہ کیوں نکالتا۔"

تہذیب ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ بڈ کے منہ لگنا فضول ہی ہوتا۔ وہ کم بخت اس قدر چکنی مٹی کا بنا ہوا تھا کہ اس پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

"تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا بڈ!" میں نے کہا "امکان یہی ہے کہ شی گورائے کے بعد ہمیں لندن یا پیرس میں سے کسی جگہ جانا پڑے۔ وہاں تمہیں اپنی بے غیرتی کے مظاہرے کے لئے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"ہی ہی ہی ہی" بڈ دانت نکال کر ہنس پڑا "باتیں تم بڑی مزے دار کرتے ہو چیف! ویسے ہمیں یہاں کتنے دن اور لگ جائیں گے؟"

"تمہاری مشکلیں کٹنے میں دو چار روز سے زیادہ نہیں لگیں گے" میں نے خاصے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اور تل ابیب جانے کا چانس کب ملے گا؟" بڈ نے مزید لچر پن سے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا "تل ابیب سے تمہیں کیا دلچسپی پیدا ہو گئی؟"

"وہاں یہودی لڑکیاں بڑی کثرت سے مل جاتی ہیں چیف!" بڈ نے منہ چلاتے ہوئے کہا "لڑکی اگر یہودی ہو تو خوب صورتی اور بے باکی کی یکجائی لازمی ہو جاتی ہے۔"

عاطف اور طلحہ حیرت سے بڈ کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کے سامنے بڈ نے مجھ سے پہلی بار اس طرح بات کی تھی۔

"ہم لوگ یہودیوں کے خلاف کام کر رہے ہیں مسٹر بڈ!" طلحہ نے کہا "اگر ہم اس انداز میں سوچنے لگے تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔"

"بڈ کسی اور کے نظریے کے لئے کام نہیں کرتا مسٹر!" بڈ نے اکڑ کر کہا "بڈ کا اپنا ایک نظریہ ہے۔ تم لوگوں کے نظریات سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"آپ کا نظریہ کیا ہے مسٹر بڈ؟" عاطف نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا نظریہ ہے کہ علی اور تہذیب ما لکم ایکس۔ ان کا ساتھ نبھانا بڈ اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی مجھ سے کہے گا کہ عاطف اور طلحہ کو مار دو تو میں یہ دیکھے بغیر انہیں شوٹ کر دوں گا کہ وہ کس رنگ و نسل یا مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"آپ تو بڑے عجیب آدمی ہیں مسٹر بڈ!" طلحہ بڑبڑایا "ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ ___"

"تم غلط سمجھے تھے" بڈ نے اکڑ انداز میں کہا "اب تم اپنی اصلاح کر لو۔"

"برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص ہمارے نظریے سے متفق ہو اور نہ ہی دوسروں پر اپنے نظریات ٹھونسنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ بڈ ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے۔"

عاطف اور طلحہ کندھے اچکا کر رہ گئے۔ ان کا خیال اب بھی یہی تھا کہ جو شخص بھی ان کے ساتھ کام کر رہا ہے اسے ان کے نظریات سے بھی متفق ہونا چاہئے۔ ان لوگوں کے لئے بڈ کو سمجھنا ایک مسئلہ تھا۔ وہ نہیں سمجھتے تھے کہ بڈ بذات خود ایک مسئلہ ہے۔ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ ایک معمہ ہے سلجھنے کا نہ سلجھانے کا۔

"ہم یہاں سے جلدی بھی نکل سکتے ہیں چیف! اگر تم جان بوجھ کر دیر کر رہے ہو" بڈ نے کہا "مادام کلارا ہی تو ہمارا مسئلہ ہے۔ اس کے اتنے قریب جا کر بھی تم اسے ٹھکانے لگائے بغیر چلے آئے مجھے حیرت ہے۔"

"لیگلز میں افراتفری پھیلانا اس سے بھی بڑا مقصد ہے بڈ! اگر ایک مادام کلارا کو ٹھکانے لگا دینے سے مسئلہ حل ہونے والا ہوتا تو میں اسے یہ سوچے بغیر ٹھکانے لگا دیتا کہ اس کے بعد میں اس کے محل سے کس طرح نکل سکوں گا لیکن فرض کرو میں نے اسے ٹھکانے لگا بھی دیا تو کیا ہو گا؟! اس کی جگہ کوئی اور لے لے گا اور لیگلز کا کاروبار یوں ہی چلتا رہے گا۔ نہیں بڈ! اسے ٹھکانے لگانے سے قبل لیگلز کی بنیادیں ہلانا بہت ضروری ہے۔"

"کیا صرف شی گورائے میں ان کے چند مراکز تباہ کر دینے سے ان کی بنیادیں ہل جائیں گی؟" بڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا بڈ کہ ہم ان کے محض چند ٹھکانے تباہ کر دینے پر اکتفا کر لیں گے اور پھر تم نے یہ بات بھی نظر انداز کر دی کہ ان کی بنیادیں تو ہل بھی چکیں۔ ریتا سالومن کی صورت میں جو اسٹنٹ ہم نے کھڑا کیا تھا وہ توقع سے بڑھ کر مفید ثابت ہوا۔ اس وقت کلارا اپنے سامنے

ہے۔ اسی لئے میں بھی پھیل گیا تھا۔ بات اب کچھ اور ہو گئی تھی۔ اب میں اس کی ضرورت تھا۔ اسے مجھ پر نظر رکھنے کا حکم ملا ہو گا۔ مجھ پر نظر رکھنے کے لئے اس سے بہتر اور کون ہو سکتا تھا لیکن اگر میں اس کی شکایت کر دیتا تو اسے سخت سزا ملتی۔ کچھ عجب نہیں کہ اسے انگلز سے نکال باہر کیا جاتا۔ ایک معمولی سی ذمے داری پوری نہ کر سکنے کے بعد انگلز میں اس کی موجودگی کا جواز بھی نہیں رہ جاتا تھا۔

"ارے میں تو مذاق کر رہی تھی" اچانک فلورا نے قہقہہ لگایا۔ اس کے تاثرات یکدم ہی تبدیل ہو گئے تھے۔

"اچھا" میں نے بھی جواب میں ایک قہقہہ لگایا "میں بھی مذاق کر رہا تھا۔ چیک کر رہا تھا کہ تم کتنے پانی میں ہو ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھ جیسے وجیہہ آدمی سے کوئی لڑکی منہ موڑ لے۔"

فلورا بری طرح جل گئی ہو گی مگر منہ سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ میں اسے ایسی دھمکی دے چکا تھا جس کے بعد وہ میری مرضی کے خلاف ایک لفظ بولنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے تاثرات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جل بھن کر کباب ہو گئی ہو گی مگر وہ کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح اپنے جذبات کا اظہار نہ ہونے دے۔

"تم کچھ بول نہیں رہیں" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی؟"

"نہیں، تم تو شہزادہ گلفام ہو۔ تمہیں کوئی لڑکی بھلا کس طرح ٹھکرا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے پیچھے تو لڑکیوں کی فوج لگی رہتی ہو گی۔"

"گویا میرا اندازہ درست تھا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔ تمہارے لہجے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب مجھے مادام کلارا سے بات کرنا ہی ہو گی۔"

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی" فلورا سنبھل کر مسکرائی "تمہاری شخصیت میں واقعی ایسی وجاہت ہے کہ لڑکیاں تمہاری قربت کی تمنا کرتی ہوں گی" اس بار اس کے لہجے میں شیرینی تھی اور اس شیرینی نے جھنجلاہٹ اور خوف کی انتہا سے جنم لیا تھا۔

"تم بہت سمجھ دار ہو فلورا!" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا "اور تمہارا ذوق بھی بہت عمدہ ہے۔"

فلورا کچھ نہیں بولی۔ شاید اس نے مناسب یہی سمجھا ہو گا کہ میرے سامنے کم سے کم بات کرے تاکہ اس کے منہ سے کوئی اوندھی سیدھی بات نہ نکلنے پائے۔

"تم کراؤن کلب گئی تھیں۔ وہاں ایڈگر اور ٹیلز کہیں دکھائی دیے؟"

"نہیں ... وہ دونوں زیر عتاب ہیں" اگر ان کا صرف تمہیں لوٹنے کی حد تک ہوتا تو شاید ان کی گلو خلاصی ہو جاتی مگر وہ تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔ اب انہیں بہت سخت سزا دی جائے گی۔"

"ہوں" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اب تمہارا پروگرام ہے۔ بارہ بج چکے ہیں کیا سوؤ گی نہیں؟"

"میرا تو کافی پینے کو جی چاہ رہا ہے" فلورا نے یوں جیسے مجھے چڑانا چاہ رہی ہو۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میں جاگنے کے موڈ میں ہوں۔

"جی تو میرا بھی چاہ رہا ہے" میں نے کہا "مگر یہاں کافی شاپ میں چل کر پئیں گے۔"

"چلو" فلورا کھل اٹھی اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔ کمرے سے باہر راہداری میں نکلا تو مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی شخص راہداری میں موجود تھا جو باہر نکلتے دیکھ کر چھپ گیا ہو۔ میں نے فلورا کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

میں محتاط ہو گیا۔ معلوم نہیں راہداری میں کون تھا۔ میں اور فلورا لفٹ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ راہداری کے موڑ پر مجھے ایک شخص نظر آیا جس نے سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے سر پر سیاہ فلیٹ ہیٹ تھا اور ٹائی بھی سیاہ تھی۔ وہ سیدھا ہماری طرف آ رہا تھا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں جناب؟" اس نے مؤدبانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟" میں نے بگڑے ہوئے تیوروں کے ساتھ اس سے سوال کیا۔

"ہمیں مادام کلارا کی طرف سے آپ کی نگرانی کا حکم ملا ہے جناب!" اس نے بدستور مؤدبانہ انداز میں کہا "آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آج کی رات اپنے کمرے تک محدود رہیں۔"

"یہ مشورہ تمہارا ہے یا .....؟"

"ہم لوگ اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے جناب" اس نے کہا "مادام جو حکم دیتی ہیں اسے بجا لاتے ہیں۔"

"مادام کلارا کا شکریہ ادا کر دینا اور ان سے کہنا کہ نگرانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"مادام کلارا کا خیال ہے کہ آج رات ریا سالومن کی طرف سے کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

"فرض کرو میں تمہارا کمرے تک محدود رہنے کا مشورہ ماننے سے انکار کر دوں تو ....؟"

"ہم کیا کر سکتے ہیں جناب!" اس نے بے بسی سے کہا "ہمیں تو آپ کی نگرانی کا حکم ملا ہے۔ ہم اپنا کام پورا کرتے رہیں گے۔"

"اب ہم کافی شاپ میں کافی نہیں پئیں گے" میں نے فلورا سے کہا۔

"ہمیں مادام کلارا کے مشورے کا احترام کرنا چاہئے" فلورا نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے کی طرف پلٹنے لگی۔

"ادھر کہاں جا رہی ہو ... میرا مطلب تھا اب ہم کسی اور ہوٹل میں چلیں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" فلورا نے حیرت سے کہا "کیا تم نے مادام کا حکم نہیں سنا؟"

"ایڈمرڈی فلوک اپنے افعال میں مکمل خود مختار ہے" میں نے نخوت کا مظاہرہ کیا "اس قسم کے احکامات دوسروں کے لئے ہوتے ہیں۔"

"تمہیں اگر کافی پینی ہو تو کمرے میں چل کر پیو۔ میں تمہارے ساتھ ہوٹل سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

"چلو" میں اس کا بازو پکڑ کر غرایا۔ فلورا اس سے قبل بھی میری گرفت کا کمال دیکھ چکی تھی اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی اور اس نے بے بسی سے سیاہ سوٹ والے کی طرف دیکھا۔

"آپ کو زبردستی نہیں کرنی چاہئے مسٹر فلوک!" سیاہ سوٹ والے نے کہا۔ اس کا لہجہ نرم تھا مگر اس میں دھمکی بھی پوشیدہ تھی۔

"اور اگر میں زبردستی پر اصرار کروں تو تم کیا کرو گے؟" میں نے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔

"میں یہاں تنہا نہیں ہوں مسٹر فلوک! میرا ایک ساتھی اور بھی ہے" اس نے راہداری کے موڑ کی طرف دیکھا۔

"اچھا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "گویا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔"

سیاہ سوٹ والے کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ ادھر میرا انداز دیکھ کر فلورا بری طرح نروس ہو گئی تھی۔

"رہنے دو ایڈی!" اس نے خوشامدانہ انداز میں کہا "خواہ مخواہ جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ؟"

"جھگڑا میں کر رہا ہوں" میں نے آنکھیں نکالیں "تم دیکھ نہیں رہیں کہ یہ خود آ کر مجھ سے الجھا ہے۔"

"ہم بہت خراب لوگ ہیں مسٹر فلوک! اس سلسلے میں ہمیں کوئی واضح ہدایت نہیں ملی کہ ایسی صورت حال میں ہمارا رد عمل کیا ہونا چاہئے لہٰذا ہم آزاد ہیں۔"

"کیا تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟" اچانک فلورا بپھر گئی "تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ مسٹر فلوک سے الجھ کر تم اپنا ہی نقصان کرو گے۔"

"ہم سروں سے کفن باندھ کر میدان عمل میں اترتے ہیں مس فلورا!" سیاہ سوٹ والے نے کہا "لہٰذا کسی سے مرعوب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے" فلورا نے جھنجلا کر کہا "میں مسٹر فلوک کے ساتھ اپنی مرضی سے جا رہی ہوں۔ اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آؤ ایڈی چلیں" اس نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور میں سیاہ سوٹ والے پر ایک تحقیر آمیز نظر ڈالتا ہوا فلورا کے ساتھ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ سیاہ سوٹ والے کے چہرے پر ناگواری کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ وہ انگلز کا باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنٹ معلوم ہو رہا تھا۔

"تم وحشی آدمی ہو" فلورا نے لفٹ میں نیچے جاتے

ہوئے مجھ سے کہا "بلاوجہ دوسروں سے الجھنے کے مواقع ڈھونڈتے پھرتے ہو۔"

"پھر وہی بات" میں نے جھنجلا کر کہا "وہ خود آکر مجھ سے الجھا تھا اور تم مجھ کو الزام دے رہی ہو۔"

"اچھا بابا" فلورا نے زچ ہو کر کہا "جو تم نے کیا وہی ٹھیک تھا۔ دوسرے تمام لوگ غلط ہیں بس ایک تم ہی درست ہو۔"

"اب تم نے ایک معقول بات کی نا" میں نے خوش ہو کر کہا اور فلورا بیزاری سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر ہم لفٹ سے باہر نکلے "ضد چھوڑ دو ہم یہیں کافی پی لیتے ہیں" فلورا نے مجھ سے کہا۔

"ایڈم ڈی فلوک اپنے فیصلے تبدیل کرنے کا عادی نہیں ہے" میں نے کہا اور فلورا کی طرف دیکھے بغیر ہوٹل کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فلورا میرے ساتھ ساتھ آرہی تھی۔

باہر آکر میں نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روکا اور اسے بندرگاہ کے علاقے میں چلنے کو کہہ کر فلورا کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اس لئے ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر سے دگنے پیسے طلب کئے تھے اور میں اس سے بحث کئے بغیر تیار ہو گیا تھا۔

"ہم کہاں چل رہے ہیں؟" فلورا نے ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ وہ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے یہ نہیں سن سکی تھی کہ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہاں چلنے کو کہا ہے۔

"ویسے ہی کہیں تو جا ہی رہے ہیں" میں نے کہا "جب پہنچیں گے تو تم دیکھ ہی لو گی۔"

"تم بہت ضدی بلکہ خبطی آدمی ہو" فلورا نے کہا "آخر ان کی بات مان لینے میں کیا حرج تھا؟ مادام نے جو بھی فیصلہ کیا ہے تمہارے مفاد میں ہی کیا ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک کو یہ ہرگز پسند نہیں ہے کہ اس کے مفادات کے فیصلے دوسرے کریں" میں نے خشک لہجے میں کہا اور فلورا نے خاموش ہو جانے میں ہی عافیت جانی۔

میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ صرف اتنا تھا کہ اب سے چند ہی گھنٹے بعد انگلز کے چار اڈوں پر تباہی ٹوٹنے والی تھی۔ میں چاہ رہا تھا کہ جس وقت وہ تباہی پھیلے میں ان کی نظروں کے سامنے موجود رہوں۔ پہلے میرا پروگرام تھا کہ فلورا کے ساتھ جاگتا رہوں گا تاکہ ان لوگوں کو اگر مجھ پر کوئی شبہ ہو تو ان کے ذہن صاف ہو جائیں۔ میرا یہ مسئلہ سیاہ سوٹوں والوں نے حل کر دیا تھا۔ ان کے ٹوکنے پر میرا ردعمل علی یار خان کا نہیں بلکہ ایڈم ڈی فلوک کا ردعمل تھا۔ ایڈم ڈی فلوک جو شروع سے ہی ایک ضدی اور خود سر شخص کے روپ میں منظر عام پر آیا تھا۔ جس نے کسی سے مرعوب ہونا سیکھا ہی نہیں تھا اور جو ہر فن مولا تھا۔

"کس طرف جانا ہے صاحب؟" ٹیکسی ڈرائیور کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ہم بندرگاہ کی طرف جانے والی سڑک پر پہنچ چکے تھے۔

"بس یہیں روک دو" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی روک دی۔ میں نے ٹیکسی سے اتر کر کرایہ ادا کیا اور فلورا کا ہاتھ تھام کر فٹ پاتھ پر چڑھ گیا۔

"یہاں تم کس لئے آئے ہو؟" فلورا نے حیرت سے کہا۔ "یہ علاقہ تو جرائم پیشہ لوگوں کا اڈا ہے۔"

"اور میں بہت شریف آدمی ہوں" میں نے ہنس کر کہا۔ "تمہیں دو۔۔۔ یاد فرشتے میرا تعاقب کر رہے ہیں" میں نے ایک کار کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ دونوں سیاہ سوٹ والے موجود تھے۔

"وہ تمہاری حفاظت پر مامور کئے گئے ہیں اور تم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ان کے کام کو زیادہ سے زیادہ مشکل بنا دو گے۔ یہ کہ تم ہرگز شریف آدمی نہیں ہو مگر اپنے حلیے سے بدمعاش نظر نہیں آتے۔"

میں فلورا کا ہاتھ تھامے ایک شراب خانے کی طرف بڑھ رہا تھا "یہ۔۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟" فلورا نے حیرت سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے یہاں کافی نہیں ملے گی مگر میں تمہیں شیری پلاؤں گا۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا" فلورا نے جھلا کے کہا "میں ایسے گھٹیا شراب خانے میں جاؤں گی جہاں کوئی آدمی قدم رکھنے سے پہلے ایک بار غور ضرور کرتا ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک جو کہہ دیتا ہے وہ کر کے رہتا ہے۔ تم نہیں جاؤ گی تو میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔"

فلورا خاموش ہو گئی۔ وہ میرے ساتھ بس گھسٹ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ فائیو سٹار ہوٹل کا حشر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ یہ کتنا خطرناک ہے" فلورا نے ایک بار پھر مجھے روکنے کی کوشش کی "ان شراب خانوں میں شہر بھر کے بدمعاش جمع ہوتے ہیں۔"

"تم نے پہلے بتا دیا ہوتا تو میں پہلے ہی یہاں کا رخ

مجھے افسوس ہے کہ اب تک اس بات سے لاعلم رہا۔"

"اور یہاں سے واپسی کے لئے سواری بھی نہیں ملتی۔ سر شام ہی یہاں سناٹا چھا جاتا ہے" فلورا نے آخری کوشش کے طور پر کہا۔

"واپسی کی تو پروا ہی مت کرو۔ ہمارے سیاہ فرشتے موجود ہیں۔ وہ ہمیں کسی مشکل میں دیکھ کر ہماری مدد ضرور کریں گے۔"

اس وقت تک ہم شراب خانے کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ فلورا بری طرح نروس ہو رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر گزروں گا۔ مگر میں نے شراب خانے کا دروازہ کھولا اور فلورا کا ہاتھ تھامے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے ہم جنت سے جہنم میں آگئے ہوں۔ باہر جتنا سناٹا تھا اندر اتنا ہی شور تھا۔ باہر ہوا صاف تھی اور اندر کی فضا میں زہر ہی زہر تھا۔ شراب کے علاوہ دیگر منشیات بھی آزادانہ استعمال ہو رہی تھیں۔ سگریٹ اور چرس کے دھوئیں کے مرغولے شراب خانے کی فضا میں چکراتے پھر رہے تھے جیسے وہ شراب خانہ نہیں کوئی مچھلی بازار ہو۔ زیادہ تر میزیں آباد نظر آرہی تھیں مگر چند خالی بھی تھیں۔

ہمارے شراب خانے میں داخل ہونے کے چند لمحوں کے اندر اندر پورے شراب خانے میں سناٹا چھا گیا۔ نشے میں دھت شرابی حریص نظروں سے فلورا کو گھور رہے تھے۔ فلورا کے علاوہ وہاں اور کوئی لڑکی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ علاقہ ہی ایسا تھا کہ گھٹیا درجے کی خواتین تک وہاں کا رخ کرنے سے گھبراتی تھیں۔

میں نے چند لمحے دروازے میں رک کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر فلورا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ فلورا کی حالت اتنی بری تھی کہ اس کے جسم کا آدھا خون تو ضرور خشک ہو گیا ہوگا۔ نشے میں دھت شرابیوں کے سر ہمارے ساتھ ساتھ گھوم رہے تھے۔ ان کی نظریں فلورا کے جسم کا طواف کرنے میں مصروف تھیں مگر میں بظاہر ان سب کی طرف سے بے نیاز ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گیا۔ میرا انداز ایسا ہی تھا جیسے یہاں آنا میرا روز مرہ کا معمول رہا ہو۔ اس وقت شراب خانے میں دو افراد کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ ایک فلورا اور دوسرا بار ٹینڈر۔ بار ٹینڈر کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ غالباً شراب خانے کا مالک بھی وہی تھا اور اگرچہ وہ خود بھی کوئی غنڈا ہی ہوگا مگر فلورا کی وہاں آمد سے جس قسم کے ہنگامے کی توقع تھی اس کے تصور سے ہی اس کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔ فلورا اور بار ٹینڈر دونوں ہی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔

شراب خانے میں جس تیزی سے سناٹا طاری ہوا تھا اسی تیزی سے دوبارہ غل غپاڑا شروع ہو گیا تھا۔ ہر شخص زور زور سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اس بار ان سب کا موضوع ایک ہی تھا۔۔۔ فلورا۔

"ہائے وہ سیاہ فرشتے یہاں نظر نہیں آرہے" میں نے شراب خانے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے فلورا سے کہا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ اندر داخل ہونے کی ہمت نہیں کریں گے۔ انہوں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل کی مناسبت سے لباس پہنے تھے۔ اب وہ یہاں آتے تو ہر ایک نگاہ کا مرکز بن جاتے۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے" فلورا منمنائی "یہاں سے نکل چلو پلیز۔۔۔ دیکھو یہاں کس قدر دھواں ہے۔"

ایک ویٹر ہماری میز کے نزدیک آگیا تھا۔ میں نے اسے شیری اور کوک کا آرڈر دیا۔ ویٹر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"شیری ہمارے یہاں نہیں ہوتی جناب" اس نے کہا "مارٹینی اور رم البتہ مل جائے گی۔"

"تو پھر دو کوک لے آؤ" میں نے بے پروائی سے کہا اور اس نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"یہ شراب خانہ ہے جناب! یہاں کوک بھی شراب کے ساتھ ہی سرو کی جاتی ہے۔ خالی کوک نہیں دی جا سکتی۔"

"کیوں نہیں دی جا سکتی؟" میں نے بلند آواز میں کہا "یہ اچھی زبردستی ہے بھئی۔"

شراب خانے پر ایک بار پھر سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ وہ لوگ سننا چاہ رہے تھے کہ ایک حسین لڑکی کا ساتھی کیا کہہ رہا ہے۔ بار ٹینڈر بھی متجسس نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" بار ٹینڈر نے اونچی آواز میں پوچھا "تم لوگ کس بات پر جھگڑ رہے ہو؟"

"میں نے اسے دو کوک لانے کا آرڈر دیا مگر یہ کہتا ہے کہ یہاں کوک صرف شراب کے ساتھ سرو کی جاتی ہے۔"

"ویٹر ٹھیک کہتا ہے لیکن میں تمہیں رعایت دے رہا ہوں۔ جلدی کوک پیو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ" بار ٹینڈر نے کہا اور نشے میں دھت شرابی قہقہے لگانے لگے۔

"مجھے کسی کی رعایت کی ضرورت نہیں ہے" میں نے

حقارت سے کہا "ہمارے لئے دو کوک بھجواؤ اور میری طرف سے سب کو ایک ایک جام پلاؤ۔"

بارٹینڈر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ غالباً شراب خانے کی تاریخ میں میں پہلا گاہک تھا جو تمام حاضرین کو مفت شراب پلا رہا تھا۔ میں اس کے تاثرات سے بے نیاز دوبارہ بیٹھ گیا تھا اور ویٹر کوک لانے کے لئے دوڑ گیا تھا۔

"تمام لوگ مجھے حریص نگاہوں سے گھور رہے ہیں۔" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ایسا لگتا ہے آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے کھا جانا چاہتے ہیں۔"

"انہیں معاف کردو۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا "بے چارے نشے میں ہیں۔"

"اور ذرا اس شخص کو دیکھو جو تمہارے بائیں جانب والی میز پر بیٹھا ہے" فلورا نے نگاہیں جھکائے کہا "اس کی تو صورت دیکھ کر ہی خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

مجھے اس طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس شخص کو میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک لمبا تڑنگا شخص تھا جس کی بڑی بڑی مونچھیں بھی تھیں۔ صورت سے ہی غنڈا معلوم ہو رہا تھا۔ اسے ایک نظر دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ وہاں موجود لوگوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ جس انداز سے فلورا کو گھور رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ پیش قدمی کئے بنا نہیں مانے گا۔

"وہ بے چارہ بے ضرر سا آدمی لگتا ہے" میں نے فلورا سے کہا "تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔"

وہاں موجود ہر شخص نے فلورا پر آوازے کسے تھے مگر میرے انداز سے یوں لگتا تھا جیسے میں بہرہ ہو گیا ہوں۔ فلورا نے بھی اپنی ذات پر کئے گئے وہ بے ہودہ تبصرے سنے تھے لیکن وہ میرے سامنے بے بس تھی۔

ویٹر نے کوک لا کر ہماری میز پر رکھ دی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ لمبا تڑنگا شخص اٹھ کر ہماری میز کی طرف بڑھا جس کی طرف فلورا نے اشارہ کیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں جام بھی اٹھا لیا تھا۔ گویا اس کا ارادہ ہماری میز پر ہی بیٹھنے کا تھا۔ اسے ہماری میز کی طرف بڑھتے دیکھ کر بارٹینڈر ایک بار پھر پہلے کی طرح مضطرب ہو گیا تھا۔ ایک وہی نہیں ہر شخص ہماری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بڑا واقعہ ہونے والا ہو۔ فلورا نے مضطربانہ انداز میں میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور میں نے بڑی محبت سے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ میرے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں کسی لو اسپاٹ پر بیٹھا ہوں۔ فلورا بھی شاید مجھے پاگل سمجھ رہی تھی۔ اس نے میری توجہ اس شخص کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی مگر میں فلورا کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"نارمل رہنے کی کوشش کرو" میں نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا "میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اتنی دیر میں وہ شخص ہمارے سر پر پہنچ گیا بلکہ اس نے میرے مقابل والی کرسی کھسکائی اور بڑے سکون سے اس پر بیٹھ بھی گیا "مجھے آلویدا کہتے ہیں" اس نے اکھڑ لہجے میں کہا "تم شاید یہاں پہلی بار آئے ہو۔"

میں نے تمسخرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا "ہاں" میں نے کہا "اور یہ جگہ مجھے اس قدر پسند آئی کہ اب یہاں روز آیا کروں گا۔"

"میں بندرگاہ کے علاقے کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ یہاں کے لوگ میرا نام سن کر ہی کانپ جاتے ہیں۔"

"یہاں گیدڑ رہتے ہوں گے" میں نے بے پروائی سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیا مطلب؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے بھاری آواز میں کہا۔

"جب میں یہاں آیا تو باہر بہت سناٹا تھا" میں نے اس سے کہا "میں نے سنا ہے جہاں بہت سناٹا ہو وہاں گیدڑ [illegible] مگر مجھے تو ایک بھی نظر نہیں آیا۔"

"کیا تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوشش کرنے کی کیا بات ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ غرایا۔

"مطلب یہ کہ میرے اندر اتنی ہمت کہاں کہ تمہارا مذاق اڑا سکوں۔ تمہیں تو دیکھ کر ہی خوف طاری ہو رہا ہے۔"

"اس بلبل کو کہاں سے اڑا کر لائے ہو؟" اس نے فلورا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہائے کس پرندے کا نام لے لیا" میں نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا "ہماری طرف تو اب تک یہی طے نہیں ہو سکا کہ وہ مذکر ہے یا مونث۔"

"کیا مطلب؟" وہ ایک بار پھر مجھے گھورنے لگا۔ سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔

"مطلب یہ کہ یہ بلبل نہیں ہے۔ اس کا نام فلورا ہے۔ اپنے پیروں پر چل کر یہاں تک آئی ہے۔ میں اسے [illegible] اسے اڑا کر بھی لے آتا۔"

"اسے میرے ہاتھ فروخت کردو۔ جو چیز مجھے پسند آئے میں اسے خرید لیتا ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے میرے دوست! ہم براعظم افریقہ میں ضرور ہیں مگر یہ ترقی کورا ہے۔ مصر کا بازار نہیں ہے۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہ کہ خرید و فروخت کا کیا سوال ہے۔ یہ تمہیں پسند آئی ہے تو اسے یوں ہی لے جاؤ۔ مجھے اور مل جائے گی۔"

"چلو" اس نے فلورا کا ہاتھ پکڑ لیا اور فلورا کے چہرے پر حیرانی چھا گئی۔

"ایسے نہیں" میں نے اسے چمکارا "جب ہم یہاں سے جانے لگیں گے تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گا اور وہ بھی یہاں نہیں۔ باہر چل کر۔"

"کیوں یہاں کیوں نہیں؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ فلورا کا ہاتھ اس نے اب بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"اس لئے کہ یہ کسی اور ٹائپ کی لڑکی ہے۔ جس کے ساتھ شراب خانے میں داخل ہوتی ہے اسی کے ساتھ نکلتی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" آلویدا نے احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کے پوچھا۔

"اور یہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتی کہ جس کے ساتھ شراب خانے میں داخل ہو اس کے علاوہ کوئی اور اس کا ہاتھ پکڑے۔"

آلویدا بالکل ہی احمق نظر آنے لگا لیکن اس نے فلورا کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا "تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"میں ذرا بے وقوف سا آدمی ہوں نا..... اکثر لوگ میری باتیں نہیں سمجھتے۔"

"اوہ!" آلویدا نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "لیکن میں بہت عقل مند ہوں" اس نے تعریف طلب نظروں سے فلورا کی طرف دیکھا۔

"تم بھی تو کچھ بولو فلورا ڈیئر" میں نے بڑے خلوص سے کہا "اس علاقے کی سب سے طاقت ور شخصیت تمہاری میز پر ہے اور تم بالکل خاموش بیٹھی ہو۔"

فلورا نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "میں کیا بولوں؟" اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"تم انہیں بتا کیوں نہیں دیتیں کہ سیاہ سوٹ والے دو بدمعاش تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں" میں نے کہا اور فلورا سناٹے میں آ گئی۔

"یہ..... یہ تم کیا کر رہے ہو؟" اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اب سنو آلویدا کی آمد کے بعد تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان بدمعاشوں سے خود ہی نمٹ لیں گے جو باہر پیلی کار میں تمہارے منتظر ہیں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا" آلویدا نے بڑے جوش سے اٹھتے ہوئے کہا "میں انہیں ٹھیک کر کے ابھی آتا ہوں۔"

فلورا مضطربانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر رہ گئی مگر آلویدا پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" فلورا مجھ پر الٹ پڑی "مادام کلارا کو پتا چل گیا تو کیا ہوگا؟"

"پتا کیسے چلے گا؟" میں نے بے پروائی سے کہا "یا تم انہیں بتاؤ گی یا میں بتاؤں گا۔ میرے بتانے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر تم نے انہیں بتانے کی کوشش کی تو یہ کہہ دوں گا کہ یہ حرکت خود فلورا سے بوکھلاہٹ میں سرزد ہوئی تھی۔ اب اپنی جان بچانے کے لئے مجھ پر الزام لگا رہی ہے۔ تم یہ بات کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکو گی کہ اس بدمعاش کو میں نے چڑھا کر بھیجا تھا۔"

فلورا مجھے گھورنے لگی "لیکن سوال یہ ہے کہ تم نے یہ حرکت کی ہی کیوں؟"

"تو پھر اور کیا کرتا؟" میں نے آنکھیں نکالیں "مادام کلارا نے مجھ پر جو نگراں مقرر کئے ہیں ان کا بھی کوئی مصرف ہے یا ہر کام میں خود ہی کروں؟"

"جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "وہ لوگ آلویدا کو رینا سالومن کا آدمی سمجھیں گے۔"

"بھاڑ میں جائے رینا سالومن اور چولہے میں جائے مادام کلارا" میں نے بھنا کر کہا "معلوم نہیں یہ دونوں کمبخت ماریاں کہاں سے بیچ میں آ کودیں۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں، صرف تم سے دلچسپی ہے۔"

"دلچسپی کا یہ انوکھا انداز میں نے پہلی بار دیکھا ہے" فلورا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کاش اس طرح کی دلچسپی کوئی کسی میں نہ لے۔"

تقریباً دس منٹ بعد سیاہ سوٹ والا وہی شخص شراب خانے کے دروازے میں نمودار ہوا جس نے ہوٹل میں مجھے

روکنے کی کوشش کی تھی۔ ہم پر نظر پڑتے ہی وہ سیدھا ہماری طرف آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"میں نے منع کیا تھا مسٹر فلوک! مگر آپ نہیں مانے ۔۔۔ اب دیکھئے ' ریناسالومن کے ایک آدمی نے ہم پر حملہ کر دیا۔"

"اور تمہارے ساتھی کو ہلاک کر دیا" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "یہی کہنا چاہتے ہونا؟"

"نہیں" اس نے طویل سانس لی "ہم نے اسے بے ہوش کر دیا لیکن قبل اس کے کہ کوئی سنگین واقعہ رونما ہو' یہاں سے اٹھ چلئے۔ ویسے بھی یہ جگہ مس فلورا کے لئے انتہائی ناموزوں ہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں مس فلورا کی کچھ زیادہ ہی فکر ہے۔ اگر کہو تو میں مادام کلارا سے تمہارے لئے سفارش کر دوں؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر فلوک!" وہ بوکھلا گیا "میں نے تو ایک اصولی بات کی تھی۔"

"سنو مسٹر!" اچانک میں نے اکھڑے ہوئے انداز میں کہا "تمہیں جو کام سونپا گیا ہے اسے خاموشی سے انجام دیتے رہو۔ جو میرا کام ہے میں وہ کر رہا ہوں۔ اگر مجھ پر زیادہ زور ڈالنے کی کوشش کرو گے تو اب بھی کوئی اسٹیمر کرائے پر لے کر سمندر کی سیر کرنے نکل جاؤں گا۔ غضب خدا کا۔ تمہیں ایم ڈی فلوک کو یہ مشورہ دیتے ہوئے ذرا شرم نہیں آئی کہ وہ ایک عورت سے خوف زدہ ہو کر کمرے میں بند ہو جائے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا مسٹر! ہرگز نہیں۔"

سیاہ سوٹ والے نے معذرت خواہانہ انداز میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا "ہم لوگ باہر گاڑی میں موجود ہیں مسٹر فلوک! یہاں سے واپسی میں آپ کو سواری نہیں ملے گی۔ ہم آپ کو ہوٹل پر چھوڑ دیں گے۔"

سیاہ سوٹ والوں کا حلیہ دیکھ کر خواہ مخواہ پر اسراریت کا احساس پیدا ہوتا تھا وہ حکومت کے کسی خفیہ ادارے کا کارکن معلوم ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شراب خانے میں اس کی آمد نے لوگوں کو چوکنا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ بیشتر لوگوں کا تو نشہ ہی ہرن ہو گیا تھا اور بہت سے ایسے تھے جو ہمیں مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ ممکن ہے انہوں نے سیاہ سوٹ والے کو کوئی اسمگلر تصور کیا ہو۔ بات جو بھی رہی ہو اب وہ لوگ ہم سے کسی قدر خوف زدہ ہو گئے تھے۔

"جسے دیکھو ایم ڈی فلوک پر احسان کرنے کا متمنی ہے" سیاہ سوٹ والے کے جانے کے بعد میں بڑبڑایا "گویا وہ ہمیں نہیں لے جائیں گے تو کیا ہم یہاں سے جا نہیں سکیں گے؟"

"تمہیں سمجھنے کے لئے ہاتھی کا بھیجا چاہئے" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "معلوم نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو اور کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں انتہائی سادہ آدمی ہوں۔ ہر کام سیدھے سادے طریقے سے کرنے کا عادی ہوں مگر میری بدقسمتی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ کام کرنے کو ملتا ہے وہ اس قدر احمق ہوتے ہیں کہ سامنے کی باتیں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔"

"تم ہمیں احمق کہہ رہے ہو" فلورا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"احمق نہ کہوں تو اور کیا کہوں" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر میں ہر بات کی وضاحت کر دوں تو تم خود ہی میری بات سے متفق ہو جاؤ گی۔"

"بس رہنے دو" فلورا بے زاری سے بولی "نہ صرف کسی وقت تم خود ڈوبو گے بلکہ اپنے ساتھ والوں کو بھی ڈبو دو گے۔"

"یہ تم اس لئے کہہ رہی ہو کہ تمہاری مادام کلارا کے احمقانہ مشورے پر عمل کرتے ہوئے میں ہوٹل کے کمرے تک محدود نہیں رہا۔"

"ظاہر ہے ۔۔۔ وہ ایک عقل مندانہ مشورہ تھا۔ اب یہاں کھلے میں ہم کتنی آسانی سے شکار ہو سکتے ہیں؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگوں کی عقلوں پر ماتم کروں یا اپنی عقل پر" میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا "ارے بابا! ریناسالومن کو کیا کیسے چلے گا کہ میں کہاں ہوں؟"

فلورا حیرت سے منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی "اس بات کا کیا مطلب ہوا؟"

"تم پر کہیں آلو بخارا کا اثر تو نہیں ہو گیا" میں نے طنز کیا پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا "دیکھو ریناسالومن نے دھمکی دی ہے کہ آج کی رات انگلر پر بھاری گزرے گی۔ تم لوگ اس کی دھمکی سے خوف زدہ ہو گئے لیکن میں نہیں ہوا ۔۔۔ کیوں؟"

"ہاں' تمہارے کسی انداز سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم خوف زدہ ہو۔"

"حالاں کہ یہ غلط ہے۔ سب سے زیادہ خوف زدہ تو میں ہوں۔ ریناسالومن کو اب تک پہنچنے والے واحد نقصان کے ذمے دار میں ہوں۔ اصولی طور پر اس کے انتقام کا نشانہ مجھی کو بننا چاہئے ۔۔۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" فلورا نے کہا "لیکن حیرانی کی بات ہے کہ یہ سمجھتے ہوئے بھی تم خود باہر آ گئے ۔۔۔ آتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' یہ دو آدمی مجھے ریناسالومن کے کسی حملے سے بچا سکتے تھے؟"

"وہ کسی حد تک مزاحمت تو کر ہی سکتے تھے" فلورا نے محتاط انداز میں کہا۔

"یہی تو منافقتیں ہیں جنہیں میں رو رہا ہوں۔ ریناسالومن کے علم میں ہوگا کہ میں کہاں مقیم ہوں۔ اسے کچھ کرنا ہوگا تو میرے کمرے میں دھاوا بولے گی لہٰذا خود کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ لاپتا ہو جاؤں۔"

فلورا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن کیا اس کے آدمی یہاں نہیں پہنچ سکتے؟"

"اس کے لئے ان کے علم میں یہ بات ہونا ضروری ہے کہ میں یہاں موجود ہوں اور ایسا دو ہی صورتوں میں ممکن ہے یا تو وہ میری نگرانی کر رہی ہو یا پھر کسی اتفاق کے تحت اسے اس کا علم ہو جائے۔ اگر ایسا اتفاق ہو جائے تو میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن اس بات کا مجھے یقین ہے کہ ہماری نگرانی نہیں ہو رہی۔ اگر ہو رہی ہوتی تو سیاہ فرشتوں کے علم میں ضرور آ جاتا۔"

"تم حیرت انگیز آدمی ہو ۔۔۔ تم نے وہ بات سوچی جو کسی کے ذہن میں بھی نہیں آئی تھی۔"

"اسی انداز میں سوچنے کی بدولت تو آج تمہیں زندہ نظر آ رہا ہوں ورنہ معلوم نہیں کتنے لوگ ایم ڈی فلوک کے خون کے پیاسے ہیں۔"

"لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آخر یہی علاقہ کیوں ۔۔۔ ہم کہیں اور بھی تو جا سکتے تھے۔"

"ہم جہاں بھی جاتے یہ سوال اپنی جگہ برقرار رہتا" میں نے مسکرا کر کہا "لیکن اس علاقے کا رخ کرنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ ریناسالومن بڑے پیمانے پر کام کرنے کی عادی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس کے آدمی بھی نہ تو نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں گے اور نہ ہی گھٹیا مقامات پر ان کا آنا جانا ہوگا لہٰذا یہاں اس کے کسی آدمی کی نگاہوں میں آنے کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے۔"

"اگر یہ ساری باتیں تم پہلے ہی بتا دیتے تو کیا حرج تھا؟" فلورا نے شکایتی لہجے میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"حرج تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میں پرائمری کے بچوں کو پڑھا رہا ہوں" میں نے کہا اور گھڑی کی طرف دیکھا جو بارہ بجنے کا اعلان کر رہی تھی "اچھا اب یہاں سے اٹھ چلو' شراب خانہ بند ہونے والا ہوگا۔"

میں نے بل ادا کیا اور فلورا کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم وہاں سے بغیر کسی ہنگامے کے نکل رہے تھے۔ بارٹینڈر نے اس بات پر یقیناً خدا کا شکر ادا کیا ہوگا۔

باہر آ کر فلورا نے دو تین گہرے گہرے سانس لئے "اف خدا ۔۔۔ یہاں کیسی تازگی ہے۔ آج احساس ہوا کہ تازہ ہوا کتنی بڑی نعمت ہے۔"

باہر اب پہلے سے بھی زیادہ سناٹا چھایا ہوا لگ رہا تھا۔ اس سڑک پر چند بار تھے جن پر جلتے بجھتے نیون سائنوں کی روشنی کے علاوہ اور کسی قسم کی روشنی بھی نہیں تھی۔ فلورا نے میرا ہاتھ تھام لیا "مجھے تو ڈر لگ رہا ہے ایڈی! کس قدر سناٹا ہے۔"

سیاہ سوٹ والوں کی نیلے رنگ کی کار ہم سے ذرا فاصلے پر اندھیرے میں کھڑی نظر آ رہی تھی۔ میں نے فلورا کا ہاتھ تھامے سنسان فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے کہا "ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے سیاہ فرشتے جو موجود ہیں۔"

"ان سے زیادہ تو مجھے تم پر اعتماد ہے" اس نے میرے بازو سے لپٹتے ہوئے کہا "لیکن تم ہو کہ تمہیں مجھ پر توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ہے۔"

سنسان اور ویران سڑک پر فلورا کے سینڈلوں کی کھٹ کھٹ اور میرے جوتوں کی بازگشت کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ یہ ماحول فلورا کے اعصاب پر سوار ہو رہا تھا جس سے بچنے کے لئے وہ اپنا ذہن کسی اور طرف مشغول رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سیاہ سوٹ والوں کی طرف سے بھی کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ ہم ان کی کار کے برابر سے گزرتے چلے گئے تھے۔ فلورا نے ان کے ساتھ جانے پر اصرار نہیں کیا تھا۔ شاید اس نے خود کو حالات کے یا پھر شاید میرے رحم و کرم پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اچانک میں نے کسی گاڑی کی آواز سنی اور فلورا کو خود سے بالکل قریب کر لیا۔ فلورا کو گاڑی کی آمد کا احساس اس وقت ہوا جب وہ موڑ سے مڑ کر سامنے آئی اور اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی ہم پر پڑنے لگی۔ فلورا نے ہڑبڑا کر مجھ سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی مگر میں نے اپنی گرفت سخت کر دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" فلورا سٹپٹائی "کوئی گاڑی آ رہی ہے۔ وہ لوگ ہمیں دیکھ لیں گے۔"

"دیکھ لینے دو ۔۔۔ تم میری منگ ہو۔ مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔"

گاڑی ہمارے نزدیک آ کر رک گئی مگر میں فلورا کو خود سے چمٹائے یوں چلتا رہا جیسے مجھے اردگرد کا ہوش ہی نہیں ہے

حالاں کہ میں بہت پہلے دیکھ چکا تھا کہ وہ پولیس کی موبائل وین ہے۔

”اے۔۔۔ تم لوگ رات کے اس پہر یہاں کیا کر رہے ہو؟“ عقب سے کسی پولیس والے نے آواز دی۔ میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ فلورا پر پھر وحشت سوار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

”خبردار“ میں نے فلورا کے کانوں میں سرگوشی کی ”تم بالکل خاموش رہنا۔ ایک لفظ بھی بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”تم نے سنا نہیں“ دھمکی آمیز آواز دوبارہ سنائی دی ”ہم تم سے کہہ رہے ہیں۔“

اس بار میں رک گیا اور پلٹ کر بولا ”کیا بات ہے۔ کون شور مچا رہا ہے۔“

ایک پولیس والا ہمارے نزدیک آیا ”نواب صاحب کو شور برا لگ رہا ہے“ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا وہ ہمارے کافی نزدیک آ گیا تھا۔ شاید شراب کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ظاہر ہے کہ میں نے فلورا کو بھی شراب نہیں پینے دی تھی۔ بو کہاں سے آتی۔

”کون سے نواب صاحب کو شور برا لگ رہا ہے اور اگر برا لگ رہا ہے تو ان سے کہہ دو کہ ہم شور نہیں کر رہے۔ ہم تو خاموشی سے جا رہے ہیں۔“

”یہ تو دونوں ٹن لگ رہے ہیں جناب“ پولیس والے نے وین کی طرف رخ کر کے کہا ”میرا خیال ہے انہیں گرفتار کر لیا جائے۔“

”کیوں گرفتار کر لیا جائے“ میں نے بگڑ کے کہا ”ہم نے کیا جرم کیا ہے؟“

”یہ تو تھانے چل کر پتا چلے گا۔ چلو گاڑی میں بیٹھ جاؤ شرافت سے۔“

”میں تھانے سے ڈرتا نہیں ہوں“ میں نے اکڑ کر کہا ”چلو کون سے تھانے چلنا ہے۔“

”ہم۔۔۔ میں تھانے نہیں جاؤں گی“ فلورا کسمسائی ”یہ لوگ برا خراب سلوک کرتے ہیں۔“

”چلو دیر مت کرو“ میں نے فلورا کا بازو پکڑ کر کہا ”مت بھولو کہ سیاہ فرشتے ہمارے تعاقب میں ہیں۔“

”یہ لوگ تو بہت بڑے مجرم ہیں جناب“ پولیس والے نے وین کی طرف رخ کر کے کہا ”خفیہ زبان بول رہے ہیں۔ سیاہ فرشتے ان کے تعاقب میں ہیں۔“

”انہیں پکڑ کر لے آؤ“ وین کی اگلی سیٹ سے آواز آئی جہاں پولیس والوں کا صاحب بیٹھا ہوا تھا۔

”پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے“ میں نے پولیس والے کا ہاتھ جھٹک دیا ”تمہیں نظر نہیں آتا ہم خود چل رہے ہیں۔“

ہاتھ جھٹکے جانے پر پولیس والے کو غصہ آ گیا تھا۔ ان لوگوں کو اس وقت بہت غصہ آتا ہے جب وہ وردی میں اور ڈیوٹی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ بغیر وردی کے اور جب تنہا ہوتے ہیں اس وقت بالکل سیدھے ہوتے ہیں۔ پولیس والے خود کو معاشرے کا سب سے زیادہ باعزت فرد تصور کرتے ہیں اور دوسرے کی بے عزتی کرنے کے جملہ حقوق ان کے پاس محفوظ ہوتے ہیں۔ اپنے انہی حقوق کا استعمال کرتے ہوئے پولیس والے نے اپنا ہاتھ جھٹکے جانے پر میری تواضع کا فیصلہ کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے اس لئے میں پوری طرح تیار تھا۔ اس نے پوری قوت سے ایک گھونسا میری کمر پر مارا۔ میں نے بچنے کی مطلق کوشش نہیں کی۔ اسے سزا دینے کے لئے ضروری تھا کہ میں اسے اس کی اوقات سے روشناس کراؤں چنانچہ میں نے اپنی کمر کے عضلات اس حد تک سخت کر لئے تھے کہ کسی ٹھوس پتھر کی تختی کے درمیان اور معمولی سا فرق رہ گیا ہو گا اور کسی پتھر پر گھونسا مارنے کا جو انجام ہو سکتا ہے اسے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ پولیس والے کے حلق سے ایک کرب ناک چیخ نکلی اور وہ اپنا ہاتھ پکڑ کر جھکتا چلا گیا۔ فلورا نے بوکھلا کر چھڑانے کی کوشش کی مگر اس کا بازو میری گرفت میں تھا۔ وہ پلٹ نہ سکی۔ وین سے یہ منظر صاف دیکھا جا رہا تھا۔ پولیس والوں نے اسے میرے گھونسا مارتے تو دیکھا تھا لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ آخر وہ چیخا کیوں تھا۔ وہ دھڑ دھڑاتے ہوئے وین سے اتر آئے اور انہوں نے اپنی گنیں مجھ پر تان لیں۔ ایک آدھ پولیس والا مضروب پولیس والے کے پرسان حال کے لئے اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

”کیا ہوا۔۔۔ کیا بات ہو گئی؟“ انہوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پولیس والے سے پوچھا۔

”اوئے یہ بہت خطرناک آدمی ہے“ اس نے درد سے بلبلاتے ہوئے کہا ”میں نے اسے گھونسا مارا تو ایسا لگا جیسے اس نے جسم پر کوئی ٹھوس چیز پہن رکھی ہے۔“

”اس کی جامہ تلاشی لو“ پولیس والوں کے صاحب نے گرج کر کہا جو اگلی سیٹ سے اترا تھا۔

میری جامہ تلاشی لی گئی اور میری جیبوں سے برآمد ہونے والا سامان انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

”اس کے پاس سے تو کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی“ ایک پولیس والے نے حیرت سے کہا ”اور اس نے اپنے جسم پر بھی کچھ نہیں پہن رکھا۔“

”میں نے سنا ہے جو بے گناہ پر ہاتھ اٹھاتا ہے اس کے ہاتھ ٹوٹ جاتے ہیں“ میں نے کہا ”ایسا معلوم ہوتا ہے تمہارے ساتھی کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔“

”بکواس مت کرو“ صاحب نے گرج کر کہا ”اس کی گرج دور دور تک سنائی دے رہی ہو گی“ ”اس کی ساتھی کی بھی تلاشی لو۔“

”ہرگز نہیں“ میں نے غرا کر کہا ”اس کی تلاشی کوئی لیڈی کانسٹیبل ہی لے سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف ہوا تو یقین کرو تمہارا پورا تھانہ معطل ہو جائے گا۔“

صاحب سوچ میں پڑ گیا۔ حالاں کہ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن پولیس والے اوپر سے جتنے بہادر ہوتے ہیں اندر سے اتنے ہی بزدل ہوتے ہیں۔ مجرموں کی سرپرستی کرتے کرتے وہ مجرموں سے بھی زیادہ بزدل ہو جاتے ہیں۔

”ان دونوں کو گاڑی میں بٹھاؤ“ صاحب نے اگلا حکم دیا ”اس کی تلاشی تھانے پہنچ کر ہو گی۔“

ہمیں وین میں سوار کرا دیا گیا۔ فلورا کو میں نے خود سے لپٹا کر بٹھایا تھا۔

”اے۔۔۔ ذرا دور ہٹ کے بیٹھو“ ایک پولیس والے نے ڈپٹ کر کہا ”یہ پولیس وین ہے‘ کوئی تفریح گاہ نہیں ہے۔“

”تفریح گاہ ہوتی تو بھی کیا فرق پڑ جاتا“ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ”تم لوگ تو نکاح نامہ تک طلب کر بیٹھتے ہو۔“

”ہم سے فضول باتیں مت کرو اور جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو۔ ورنہ یاد رکھو انجام بہت برا ہو گا۔“

”یہ تو تھانے چل کر پتا چلے گا دوست“ میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا ”میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں‘ بہت بڑے گروہ کا رکن ہوں۔ تم لوگوں کی ملازمتیں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔“

وہ سب سناٹے میں آ گئے۔ جو کچھ میں نے کہا وہ حقیقت تھی۔ اگر میرا تعلق کسی بڑے گروہ سے نکل آتا تو واقعی ان کی ملازمتوں کے لالے پڑ سکتے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں نے جھوٹ بولا ہو لیکن ایسے موقعوں پر پولیس والے کوئی رسک نہیں لیتے۔ وہ مناسب یہی سمجھتے ہیں کہ جھوٹ ثابت ہونے کے بعد جی بھر کے کارروائی کی جائے۔

”[illegible]“ ایک پولیس والے نے ہمت کر کے کہا ”تمہاری غیر ذمے دارانہ گفتگو تمہارے لئے وبال بھی بن سکتی ہے۔“

”شٹ اپ“ میں نے ڈپٹ کر کہا ”میری ساری زندگی تم لوگوں سے نمٹتے گزری ہے۔ مجھے پھانسنے کی کوشش مت کرو۔“

”ممکن ہے یہ کوئی بہت ہی شریف آدمی ہوں“ ایک پولیس والے نے کہا ”اور ہم سے مذاق کر رہے ہوں۔ عزت دار لوگوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہئے۔ تم لوگ ذرا خیال سے گفتگو کرو۔“

میں پولیس والوں کے ان حربوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ خود کو کسی ممکنہ خطرے سے بچانے کے لئے وہ اس قسم کی حرکتیں کرتے تھے لہٰذا میں نے ان کی اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

”ہاں تو جناب آپ کا نام کیا ہے اور آپ کیا کاروبار کرتے ہیں؟“ اس پولیس والے نے مجھ سے پوچھا جس نے میرے شریف آدمی ہونے کے امکانات پر روشنی ڈالی تھی۔

”خاموش بیٹھو“ میں نے سختی سے کہا ”تمام سوالوں کے جواب میں تمہارے انچارج کو دوں گا۔ سمجھ گئے تم؟“

”جیسی آپ کی مرضی جناب“ اس نے بے بسی سے کہا ”میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی تھی۔“

ذرا ہی دیر میں گاڑی پولیس اسٹیشن پہنچ گئی اور ہم سے اترنے کو کہا گیا۔ میں نے فلورا کو سہارا دے کر وین سے اتارا۔ گاڑی پولیس اسٹیشن کے احاطے میں کھڑی تھی۔ پولیس اسٹیشن کے محرابی دروازے پر بڑا بڑا ”ڈاکس پولیس اسٹیشن“ تحریر تھا۔

”انچارج کا کمرا کس طرف ہے“ ان لوگوں کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں نے بڑے بارعب انداز میں کہا۔

”بے فکر رہو‘ تمہیں انھی کے سامنے پیش کیا جائے گا“ پولیس والوں کے صاحب‘ نے چڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ اپنے ماتحتوں کے سامنے مجھ سے مرعوب ہونے کے لئے تیار نہیں تھا۔

پھر ہمیں انچارج کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں اس کے کمرے میں بڑے باوقار انداز میں داخل ہوا۔ فلورا کا ہاتھ میں نے بدستور تھام رکھا تھا۔ انچارج نے اپنی سرخ آنکھوں سے گھور کر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ اسے غالباً سوتے سے اٹھا کر بلایا گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہمارے یہاں پہنچنے سے قبل ہی موبائل کے ذریعے پیغام بھجوا دیا گیا ہو گا کہ دو خطرناک مجرموں کو گرفتار کر کے لایا جا رہا ہے اور انچارج سوتے سے اٹھ کر آ گیا ہو گا۔

میں انچارج کی گھورتی ہوئی آنکھوں سے بے نیاز آگے بڑھا اور اس کی میز کے سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر فلورا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میری اس حرکت پر انچارج کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"تمہیں اتنی تمیز بھی نہیں ہے کہ افسروں کے سامنے بغیر اجازت نہیں بیٹھتے" اس نے کٹھے انداز میں کہا۔

"تو پھر ان کرسیوں کو اٹھا کر دور پھکوا دو" میں نے جارحانہ انداز میں کہا "سرکار نے یہ کرسیاں تمہیں اس لئے نہیں دی ہیں کہ تم شرفا کو اپنے سامنے کھڑا رہنے پر مجبور کرو۔"

انچارج نے سوالیہ انداز میں اس اے ایس آئی کی طرف دیکھا جو ہمیں یہاں لے کر آیا تھا "انہیں بندرگاہ والی سڑک سے گرفتار کیا گیا ہے سر!" اے ایس آئی نے بڑی مستعدی سے کہا "یہ وہاں آوارہ گردی کر رہے تھے۔"

"اب تمہارے اس انچارج اے ایس آئی کو یہ بھی سمجھانا پڑے گا کہ آوارہ گردی کیا چیز ہوتی ہے اور کس معنی میں کی جاتی ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمیں اطلاع ملی تھی جناب کہ یہ دونوں پراسرار سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور ان کے رابطے پراسرار اسمگلروں سے ہیں" اے ایس آئی نے تیزی سے کہا۔

"کل کو تمہیں جنرل ملر کے خلاف اسی قسم کی اطلاع ملے تو اسے بھی تصدیق کئے بغیر گرفتار کر کے لے آنا۔"

"اس قسم کی باتیں کر کے تم بچ نہیں سکو گے" انچارج نے کہا "اگر تم شریف اور معزز شہری ہو تو تمہیں ہر بات ثابت کرنی پڑے گی۔"

"مثلاً اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ میرا تعلق پولیس کے محکمے سے ہے تو کیا مجھے چھوڑ دیا جائے گا۔"

"بالکل" انچارج نے کہا "لیکن محض تمہارے کہہ دینے سے ہم یقین نہیں کر لیں گے۔ تمہیں یہ بات ثابت کرنی پڑے گی۔"

"حالاں کہ سب سے زیادہ بدمعاش خود پولیس والے ہوتے ہیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "جہاں اس قسم کے معیار ہوں وہاں کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"بکواس مت کرو" انچارج کو غصہ آ گیا "سیدھی طرح بات کرو ورنہ تمہیں لاک اپ میں ڈال دیا جائے گا۔"

"یہ اطلاع فراہم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "تم لوگوں کی کارکردگی سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں۔"

"یہ بہت زبان دراز آدمی ہے جناب" اے ایس آئی نے کہا "میری مانیں تو اسے لاک اپ میں بند کر دیں۔ صبح تک یہ سب کچھ اگل دے گا۔"

"اور اس کے بعد تم لوگ اپنی اپنی ملازمتیں بچانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہو گے" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور انچارج نے ہونٹ بھینچ لئے۔ میرا پُراعتماد انداز اسے دہلائے دے رہا تھا۔ کسی مضبوطی کے بغیر کوئی اس قسم کی گفتگو نہیں کر سکتا لیکن وہ محض اس گفتگو کی بنیاد پر مجھے چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ اب تو بات آن کی تھی۔ آخر وہ با اختیار لوگ تھے۔ انہیں بھرم تو رکھنا ہی تھا۔

"میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں" انچارج نے غصیلے لہجے میں کہا "اگر اس کے بعد تم نے فضول گوئی کی تو پھر میں کسی چیز کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ٹھیک ہے۔۔۔ تو پھر مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دو" میں نے اس کے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کسے فون کرو گے؟" انچارج نے تجسس سے پوچھا۔

"میں جو کچھ بھی کروں گا اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا" میں نے کہا "میں تمہیں کیوں بتاؤں کہ میں کسے فون کروں گا۔"

"ٹھیک ہے" انچارج نے کہا اور ٹیلی فون میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے فون اپنی طرف کھسکایا اور ٹیلی فون نمبر زبردستی ڈائل کیا۔ اوام کلارا نے اپنا یہ نمبر مجھے خود دیا تھا۔ دوسری گھنٹی پر دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا۔ اوام کلارا بول رہی تھی۔

"میں ایڈم ڈی فلوک بول رہا ہوں" میں نے کہا "اس وقت میں ڈاکس پولیس اسٹیشن میں سرکاری مہمان ہوں۔"

"تم وہاں کیا کر رہے ہو مسٹر ایڈم؟" کلارا نے میری آواز پہچان کر حیرت سے کہا۔

"مجھے اور فلورا کو بندرگاہ والی سڑک سے گرفتار کرایا گیا ہے۔ ہم پر آوارہ گردی کا الزام ہے۔"

"اگر تم لوگ رات کو اس پہر وہاں گھوم رہے تھے تو تمہیں بالکل صحیح گرفتار کر لیا گیا ہے" کلارا نے مزاحیہ انداز میں کہا "تمہیں کوئی اور جگہ نہیں ملی تھی۔"

"میرا کام تمہیں مطلع کرنا تھا اور میں نے کر دیا ہے۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔"

"سوال یہ ہے کہ تم بندرگاہ پہنچے کس طرح اور وہ دونوں مردود کہاں ہیں جنہیں میں نے تمہاری نگرانی پر مامور کیا تھا؟" اوام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تفصیلات بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی ہیں" میں نے کہا "رہی ان دونوں کی بات تو وہ دونوں باہر جھک مار رہے ہوں گے۔"

"اور اس وقت وہ کہاں تھے جس وقت تمہیں گرفتار کیا گیا؟" اوام کلارا نے پوچھا۔

"قریب ہی موجود تھے" میں نے مختصر جواب دیا۔ "ہم لوگ گرفتار ہو کے تھانے پہنچ گئے اور وہ دونوں مردود تماشا دیکھتے رہے" کلارا نے غصیلی آواز میں کہا "میں ابھی ان کی خبر لیتی ہوں۔"

"ان کی خبر بعد میں لیتی رہنا پہلے ہماری فکر کرو" میں نے کہا "ورنہ رات ہمیں بسر کرنی پڑ جائے گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم وہ آدمی ہو جس کے ساتھ کلارا بار شرٹ کرنے کو تیار تھی۔ اگر تمہیں وہاں ایک لمحہ بھی گزارنا پڑا تو پورا تھانہ معطل ہو جائے گا۔ تم صرف پانچ منٹ انتظار کرو۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ فلورا، انچارج اور اے ایس آئی سب متجسس انداز میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"تھوڑی دیر دیکھ لو" میں نے انچارج سے کہا "پانچ منٹ کے اندر اندر تمہیں اس فون کے نتیجے کا پتا چل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے" انچارج نے بے پروائی سے کہا "پانچ منٹ گزرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ اس کے بعد میں تم سے پوچھوں گا۔"

"چائے کا آرڈر ابھی سے دے دو" میں نے انچارج سے کہا "پانچ منٹ بعد تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔"

انچارج کچھ نہیں بولا۔ ٹیلی فون کا نتیجہ آنے تک وہ خاموشی اختیار کئے رکھنا چاہتا تھا۔

پھر پانچ منٹ پورے ہونے سے قبل ہی سیاہ سوٹ والا شخص انچارج کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔

"یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں جناب" سیاہ سوٹ والے کے ساتھ آنے والے سپاہی نے انچارج سے کہا "کہتے ہیں کہ اپنی شناخت سے انچارج کو آگاہ کروں گا۔"

انچارج نے سر کے اشارے سے اندر آنے کی اجازت دی اور سیاہ سوٹ والا انچارج کی کرسی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کارڈ تھا جو اس نے اس طرح انچارج کو دکھایا کہ کوئی اور اسے نہیں دیکھ سکا۔ میں نے محسوس کیا کہ کارڈ دیکھ کر انچارج بری طرح بوکھلا گیا ہے۔

"آہ تشریف رکھئے جناب" انچارج نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سیاہ سوٹ والے سے کہا۔

"نہیں اتنا وقت نہیں ہے" سیاہ سوٹ والے نے کہا "بس میں ان دونوں کو لینے آیا تھا۔ یہ ہمارے آدمی ہیں۔"

"اوہ!" انچارج چونک پڑا "اگر انہوں نے صرف فون بھی کر دیا ہوتا تو بہت کافی ہوتا۔"

"کوئی بات نہیں" سیاہ سوٹ والے نے کہا "اب ہمیں اجازت دیں۔"

"ارے جناب! کچھ چائے وغیرہ تو لیجئے۔۔۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ چائے کا آرڈر دے دو" میں نے خوش ہو کر کہا "اب دیکھ لو ضرورت پڑ گئی نا۔"

انچارج ہنسنے لگا۔ اس کے رویے میں زبردست تبدیلی واقع ہو گئی تھی لیکن سیاہ سوٹ والا کچھ زیادہ ہی جلدی میں معلوم ہو تا تھا۔ اس نے چائے پینے سے انکار کر دیا۔

"میں تو چائے ضرور پیوں گا" میں نے کرسی پر پھیل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہ رہا تھا تاکہ تین بجے بھی میں ان کے ساتھ رہوں۔

سیاہ سوٹ والے نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ شاید اس پر پہلے ہی جھاڑ پڑ چکی تھی لیکن اسے

چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے میری حرکت اچھی نہیں لگی ہے۔ تاہم اس نے کچھ کہا نہیں اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

چائے پینے میں مزید بیس منٹ صرف ہو گئے اور جب ہم پولیس اسٹیشن سے باہر آئے تو تین بجنے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

"تم بہت بے کار آدمی ہو" سیاہ سوٹ والے نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ اس کا ساتھی اس کے برابر بیٹھا تھا اور میں فلورا کے ساتھ عقبی نشست پر تھا "دوسروں کے لئے خواہ مخواہ مسائل کھڑے کر دیتے ہو۔"

"میں مادام کلارا تک تمہاری رائے پہنچا دوں گا" میں نے بے پروائی سے کہا "اس سے پہلے بھی تم مجھ سے الجھنے کی کوشش کر چکے ہو۔"

"میں اپنی رائے سے رجوع کرتا ہوں۔ تم مادام سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" میں نے کہا "جب تم نے اپنی رائے تبدیل کر لی تو اب اس کا کیا ذکر۔"

"اب یہ بتاؤ کہ تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟" اس نے پوچھا "ہوٹل جاؤ گے یا کہیں اور چلوں۔"

"اب سونا بھی ہے بابا" میں نے کہا "اس وقت کہیں اور جانے کا کیا سوال ہے۔"

ہوٹل کافی فاصلے پر تھا اور وہاں تک پہنچنے میں کم از کم آدھا گھنٹا تو ضرور لگتا۔ میرا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ دھماکوں کے وقت میں انیگلز کے آدمیوں کے ساتھ کار میں سفر کر رہا ہوتا۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ جس کار میں میں سفر کر رہا ہوں اس میں ٹرانسمیٹر بھی نصب ہے۔ اس کا پتا تو اس وقت چلا جب ہم ہوٹل کے قریب پہنچے اور کار کا ٹرانسمیٹر اچانک جاگ اٹھا۔ کوئی بڑے ہیجانی لہجے میں اطلاع دے رہا تھا کہ انیگلز کے چاروں اڈوں پر بموں کے خوف ناک دھماکے ہوئے ہیں۔ یہ اطلاع سن کر دونوں سیاہ سوٹ والے اور فلورا مضطرب ہو گئے۔ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا لیکن ظاہر ہے مجھے بھی اضطراب ظاہر کرنا تھا۔

سیاہ سوٹ والے نے کار کا رخ موڑ دیا تھا اور اب کار کراؤن کلب کی طرف جا رہی تھی۔ ان تینوں نے اس حادثے پہ تبصرے کئے تھے مگر میں خاموش بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

کراؤن کلب پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی لیکن وہاں تھا ہی کیا۔ اب کراؤن کلب کی جگہ ملبے کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ یہ متعدد طاقت ور بموں کی پھیلائی ہوئی تباہی تھی۔ فائر بریگیڈ عملہ اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔

وہ لوگ کچھ دیر وہاں رکے۔ ان کے چہروں سے غم و تاسف کا اظہار ہو رہا تھا فلورا بھی مرجھا سی گئی تھی۔ یہ وہ کلب تھا جہاں وہ کام کیا کرتی تھی اور اب وہی جگہ ملبے کا ڈھیر بن کر رہ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد ایک سیاہ سوٹ والے نے مجھ سے بوجھل آواز میں کہا "چلو تمہیں تو ہم ہوٹل چھوڑ آئیں یہاں تو جو ہونا تھا ہو چکا۔"

وہ ہمیں ہوٹل چھوڑ کر چلے گئے۔ راستے بھر ریٹا سالومن کو مغلظات سے نوازتے رہے تھے اور یہ ان کی ذہنی شکست کی دلیل تھی۔

"ہم لوگوں کے ساتھ اس قسم کے حادثات ہوتے رہتے ہیں فلورا" میں نے کمرے میں پہنچنے کے بعد فلورا سے کہا "لہٰذا اس سانحے کو بھولنے کی کوشش کرو۔"

فلورا نے ہونٹ بھینچ کر آنسو پینے کی کوشش کی وہ بہت زیادہ سوگوار نظر آ رہی تھی۔ میں بھی یہی ظاہر کر رہا تھا جیسے اس سانحے پر بہت زیادہ رنجیدہ ہوں۔

ہمیں کمرے میں پہنچے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف مادام کلارا تھی۔

"ریٹا سالومن کا سراغ مل گیا ہے ایڈم!" وہ بڑے تیز لہجے میں کہہ رہی تھی "اس نے جو تباہی پھیلائی ہے اب ہم اس سے اس کا انتقام لے سکیں گے۔"

ریسیور پر میری گرفت سخت ہو گئی "تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی کلارا" میں نے حتی الامکان پرسکون لہجے میں کہا "اس کا سراغ اچانک کیسے مل سکتا ہے؟"

"تم خالی سراغ کی بات کر رہے ہو" ہم تو اسے اس کے ساتھیوں سمیت گرفتار بھی کر چکے ہیں بس تم فوراً آجاؤ۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن میں اب پریشان ہو چکا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چند گھنٹوں کے اندر اندر کلارا تہذیب تک کس طرح پہنچ گئی لیکن اب یہ سوچنے کا نہیں عمل کرنے کا وقت تھا۔

"مادام کلارا نے مجھے طلب کیا ہے فلورا۔ میں جا رہا ہوں" میں نے کہا اور پھر فلورا کے جواب کا انتظار کئے بغیر آندھی طوفان کی طرح ہوٹل کے کمرے سے نکل کر ہوٹل کی راہداری میں سیاہ سوٹ والا موجود تھا۔ مگر میرے پاس اس پر توجہ دینے کے لئے فرصت نہیں تھی۔ ماضی میں کئی بار ایسا ہوا کہ تہذیب کو دشمنوں نے اغوا کر لیا مگر اس بار جو صورت حال درپیش تھی وہ ان سب سے مختلف تھی۔ اس بار تہذیب کی سلامتی خطرے میں نظر آ رہی تھی۔ وہ تہذیب ناظم ایکس کی نہیں بلکہ ریٹا سالومن کی حیثیت سے مادام کلارا کے ہاتھ لگی تھی۔ یہ حادثہ کس طرح ہوا اس کے بارے میں کچھ کہنا فی الحال ممکن نہیں تھا۔ لیکن ایک بات بہرحال یقینی کہی جا سکتی تھی کہ ریٹا سالومن نے مادام کلارا کو جس طرح زچ کیا تھا اس کے بعد مادام کلارا سے کسی رعایت کی توقع کرنا عبث تھا۔

"آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں جناب" سیاہ سوٹ والے نے میرے راستے میں آتے ہوئے مجھ سے کہا۔ بہت ممکن تھا کہ میں جذبات کی رو میں اسے دھکا دے کر نکل جاتا۔ لیکن میں نے بروقت خود کو سنبھال لیا۔ میں علی یار خان نہیں بلکہ ایڈم ڈی فلوک تھا اور گرفتار ہونے والی تہذیب ناظم ایکس نہیں بلکہ ریٹا سالومن تھی۔ میں کسی احمقانہ قسم کی جذباتیت کا مظاہرہ کر بیٹھتا تو وہ میری طرف سے مشکوک ہو جاتا۔ ایڈم ڈی فلوک تو ریٹا سالومن کا دشمن اور مادام کلارا کا حامی تھا اسے تو ریٹا سالومن کی گرفتاری پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔

"اوہ تمہیں معلوم نہیں" میں نے ہیجانی انداز میں کہا "ریٹا سالومن پکڑی گئی۔ مجھے مادام کلارا نے فوری طور پر طلب کیا ہے۔"

ریٹا سالومن کے پکڑے جانے کی خبر ایسی نہ تھی کہ جسے سن کر انیگلز کا کوئی ممبر بھی اپنی حیرت اور خوشی کو چھپا سکتا۔ سیاہ سوٹ والے کے چہرے پر بھی وہ تاثرات نے گھر کر لیا "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں مسٹر فلوک؟" اس نے کہا "وہ کس طرح پکڑی گئی۔"

"مجھے تفصیلات کا علم نہیں ہے" میں نے کہا "مادام کلارا نے تفصیل نہیں بتائی۔ بس مجھے فوراً بلایا ہے۔ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے جانے دو۔"

"آپ کا راستہ بھلا کون روک سکتا ہے مسٹر فلوک" سیاہ سوٹ والے نے ہنس کے کہا۔ وہ بہت خوش تھا جب کہ میری کیفیت اس کے برعکس تھی۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر کلارا کے پاس پہنچ جاؤں۔ ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔ مادام کلارا سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اس نے تہذیب پر تشدد شروع بھی کر دیا ہو۔ کلارا کے چنگل سے تہذیب کو رہا کرانا آسان نہیں تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں ان حفاظتی انتظامات سے واقف نہیں تھا جو کلارا نے کر رکھے ہوں گے۔

"ریٹا سالومن کے پکڑے جانے کے بعد تمہیں میری نگرانی جاری رکھنے کی ضرورت نہیں" میں نے کہا۔

"ضروری اور غیر ضروری کا فیصلہ کرنے کا ہمیں اختیار نہیں۔ ہمیں تو جو حکم دیا جاتا ہے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔"

"تو پھر تم اپنا کام کرو اور میں اپنا کام کر رہا ہوں" میں نے کہا اور اس سے کترا کر آگے نکلنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے مجھے روک لیا۔

"ایک منٹ ٹھہریں مسٹر فلوک! میں آپ کو خود مادام کلارا کے پاس لئے چلتا ہوں" اس نے کہا اور دوسرے سیاہ سوٹ والے سے وہیں رک کر فلورا کی نگرانی جاری رکھنے کو کہا۔

"اب ہم چل سکتے ہیں مسٹر فلوک" اس نے مجھ سے کہا اور میں اس کے ساتھ نیچے آ گیا۔

"آپ نے مادام کلارا کے دل میں گھر کر لیا ہے مسٹر فلوک" اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "ہم سب حیران ہیں کہ آپ اتنے کم وقت میں اتنی زیادہ اہمیت کس طرح اختیار کر گئے۔"

"یہ سوال مادام کلارا سے کرو" میں نے مختصر جواب دے کر اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ میں پوری یکسوئی کے ساتھ کوئی مناسب حکمت عملی ترتیب دینا چاہتا تھا مگر وہ میرا پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔

"ہم لوگ برسوں سے مادام کلارا کے لئے کام کر رہے ہیں مسٹر فلوک مگر مادام کلارا نے کسی کو بھی خود سے اتنا قریب نہیں آنے دیا۔ میں نے سنا ہے آپ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

میرا جی چاہا کہ کھوپڑی پر ایک ایسا ہاتھ رسید کروں کہ وہ بے ہوش ہو جائے مگر ظاہر ہے آدمی ہمیشہ وہ نہیں کر سکتا جو اس کا جی چاہ رہا ہو اور یہ موقع تو خاص طور پر خود پر قابو رکھنے کا تھا لہٰذا میں جواباً مسکرایا "تم نے ٹھیک سنا ہے۔"

"مادام کلارا نے آپ کو شدید اعتبار بخشی ہے تو یقیناً درست ہو گی لیکن بظاہر تو آپ کی شخصیت میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آتی۔"

"مجھے افسوس ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "آئندہ میں کوشش کروں گا کہ میری شخصیت میں کوئی نہ کوئی خاص بات نظر ضرور آیا کرے۔"

سیاہ سوٹ والے نے سڑک سے نظر ہٹا کر حیرت سے میری طرف دیکھا۔ فوری طور پر وہ میرا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔ میں نے اس وقفے سے فائدہ اٹھا کر تہذیب کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی مگر عین اسی وقت اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔

"میں سمجھ گیا مسٹر فلوک" اس نے کہا "آپ کی کامیابیوں کا راز یہی ہے کہ آپ بظاہر اتنے خطرناک نظر نہیں آتے جتنے دراصل ہیں اور لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس مردود نے شاید تہیہ کر لیا تھا کہ مجھے کچھ سوچنے نہیں دے گا "میں نے کبھی تجزیہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے تمہارا کہنا ہی درست ہو" میں نے ایک بار پھر مبہم سا جواب دے کر اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔

"مادام آپ کو بہت اہمیت دے رہی ہیں مسٹر فلوک" اس نے کہا "جب پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا تھا تو ہم پر سخت جھاڑ پڑی تھی کہ ہم نے بروقت مداخلت کیوں نہیں کی۔"

میں جھنجلا کر اسے کوئی سخت جواب دینے والا ہی تھا کہ میری نظر سامنے بڑی جہاں چوراہے پر پولیس کی ایک موبائل وین کھڑی تھی۔ انہوں نے دور ہی سے کار کو رکنے کا اشارہ دیا تھا۔ سیاہ سوٹ والے نے بھی کار کی رفتار سست کر دی تھی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو میں مادام کلارا تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ شہر میں بیک وقت چار اہم مقامات پر بم کے دھماکے ہونے کے بعد پولیس کا نچلا بیٹھنا محال تھا۔ اگرچہ اصل مجرموں تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی تاہم خانہ پری کے لئے انہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

"نیچے آیئے جناب" ایک پولیس والے نے کار کے نزدیک آ کر کہا۔ دوسرا پولیس والا کار کے اندر ٹارچ کی روشنی ڈال کر دیکھ رہا تھا کہ کار میں اور کون کون ہے۔

سیاہ سوٹ والے نے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا مگر پولیس والا ان پڑھ معلوم ہوتا تھا "نیچے اتر آیئے" اس نے قدرے جارحانہ انداز میں کہا "ہر کار کی تلاشی لینے کے لئے سخت آرڈر ہیں۔"

"آپ کار میں ہی بیٹھے رہیں مسٹر فلوک" سیاہ سوٹ والے نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں ان کے انچارج سے بات کرتا ہوں۔"

"تم بھی کار سے نیچے اترو" پولیس والے نے بڑے خراب لہجے میں مجھ سے کہا "تم کیا کوئی گورنر جنرل ہو کہ کار میں ہی بیٹھے رہو گے۔"

"سب ہو جائے گا" سیاہ سوٹ والے نے پُرسکون لہجے میں کہا "میں ذرا تمہارے انچارج سے بات کر لوں۔ اس کی اجازت ہے یا نہیں؟"

ظاہر ہے پولیس والا روک کیسے سکتا تھا۔ سیاہ سوٹ والا موبائل کے انچارج کے پاس گیا اور چند منٹ میں واپس آ گیا۔ اس کی کار کو تلاشی سے مبرا قرار دے دیا گیا تھا۔

"تمہیں کوئی جادو وغیرہ آتا ہے کیا؟" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا "پولیس والے تمہارے سامنے موم کی طرح ہو جاتے ہیں؟"

"ایکٹر کے ممبران کو شی گورائے میں بہت سی ایسی آسانیاں میسر ہیں جو کہیں اور نہیں ہو سکتیں۔ میں انہیں ایک مخصوص کارڈ دکھاتا ہوں تو وہ مجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور ایک بار پھر تہذیب کے بارے میں سوچنے لگا۔ سیاہ سوٹ والا بھی کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا لہٰذا وقتی طور پر مجھے سکون کے کچھ لمحات میسر آ گئے میں نے کلارا کے بنگلے پر پہنچنے تک تہذیب کو رہا کرانے کے کئی منصوبے بنائے اور مسترد کئے۔

بنگلے کے گیٹ پر موجود محافظوں نے ہمیں روکا اور مجھے پہچانتے ہی انہوں نے مجھے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ شاید کلارا نے انہیں پہلے ہی اس سلسلے میں ہدایات دے دی تھیں۔

میں ہدایت کے مطابق سیدھا کلارا کی خواب گاہ میں پہنچا۔ وہ نہایت ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی رونق تھی۔

"تم آ گئے ایڈم" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا "مجھے یقین تھا کہ یہ خبر سن کر تم فوراً دوڑے چلے آؤ گے۔"

مادام کلارا کی بات سن کر ایک لمحے کو تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کلارا نے محض مجھے بلانے کے لئے یہ خبر سنائی ہو لیکن اگلے ہی لمحے میرے اس خیال کی نفی ہو گئی۔

"اسے تقریباً عین اس وقت پکڑ لیا گیا جب اس کے آدمی ہمارے اڈوں پر تباہی پھیلا رہے تھے۔ کاش وہ کچھ پہلے ہاتھ آ جاتی تو کم از کم ہم بڑی تباہی سے بچ جاتے۔"

"لیکن وہ ہے کہاں" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ میں جلد از جلد تہذیب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا چاہتا تھا۔ معلوم نہیں وہ اب بھی ہوش میں ہو گی یا نہیں۔

"وہیں" مادام کلارا مسکرائی "اس عقوبت خانے میں جہاں اس کے ایجنٹ کو رکھا گیا تھا۔"

"میں سمجھا تھا تم مجھے وہیں ملو گی" میں نے کہا "مگر تم تو یہاں اطمینان سے بیٹھی ہو۔"

"میرے آدمی اس کی کھال اتار رہے ہیں" کلارا نے کہا "میرا وہاں موجود رہنا کیا ضروری تھا۔ اور ہاں تم کھڑے کیوں ہو بیٹھ جاؤ نا۔"

میں ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گیا "معلوم نہیں کیوں اسے دیکھنے کے لئے دل بے قرار ہو رہا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ تم مجھے فوراً اس کے پاس لے چلو گی۔"

"بے فکر رہو وہ اتنی خوب صورت نہیں ہے کہ تم جیسا آدمی اسے دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جائے" مادام کلارا نے ہنس کر کہا۔

اس کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ تہذیب کے میک اپ کا راز فاش نہیں ہوا۔ اگر ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور تذکرہ کرتی۔ یہ کوئی معمولی انکشاف نہیں تھا کہ ریتا سالومن دراصل تہذیب مالکم ایکس ہے۔

"کم از کم یہی بتا دو کہ تم اس تک پہنچنے میں کس طرح کامیاب ہو گئیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے لئے ہم تمہارے احسان مند ہیں۔ اگر تم نہ ہوتے تو شاید یہ کام اتنا آسان ثابت نہ ہوتا۔"

میں چونک پڑا۔ میں نے تو حتی الامکان احتیاط برتی تھی۔ پھر مجھ سے کون سی ایسی کوتاہی ہو گئی کہ کلارا میرے ذریعے تہذیب تک پہنچ گئی۔

"نہیں سمجھے" کلارا نے ہنس کر کہا اور میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"ویسے تو تم بڑی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہو لیکن مجھے حیرت ہے کہ اتنی ذرا سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ لگتا ہے تم نے اس معاملے میں ذہن استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔"

میں کیا سمجھ نہیں سکا کہ اس کا مطلب کیا تھا۔ نہ ہی وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ معاملہ میرے لئے کس قدر گمبھیر ہے۔ وہ تو معاملات کو اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھ رہی تھی اور یہاں جان پر بنی ہوئی تھی۔ وہ بتا چکی تھی کہ ریتا سالومن پر تشدد شروع کیا جا چکا ہے۔ وہ بھلا کیسے اندازہ کر سکتی تھی کہ تہذیب پر تشدد کی خبر سن کر میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ تہذیب کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید میں تجزیہ کر کے کوئی نتیجہ اخذ کر لیتا۔

"ذہن کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہو" میں نے چبا چبا کر کہا "جب تم مجھے خود ہی سب کچھ بتا دو گی تو مجھے اپنا دماغ تھکانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تمہارا خیال غلط ہے" مادام کلارا نے کہا "مجھے تمہاری ذہانت کا امتحان مقصود ہے۔ اور پھر اس میں ذہانت کی کوئی بات بھی تو نہیں ہے۔"

میں بری طرح جھنجلا گیا مگر میں نے خود پر قابو رکھا "چلو مت بتاؤ۔ مگر مجھے اس عورت کو دیکھنے کا بڑا اشتیاق ہے جس نے تم سے آنکھیں چار کرنے کی ہمت کی۔ وہ کوئی معمولی عورت تو ہرگز نہیں ہوگی؟"

"تم تو کچھ زیادہ ہی مشتاق نظر آ رہے ہو" مادام کلارا نے معنی خیز لہجے میں کہا "چلو تمہیں اس سے ملوا دوں۔"

وہ مجھے اپنے عقوبت خانے میں لائی۔ اندر داخل ہوتے ہی میری نگاہ اس عورت پر پڑی جسے شکنجوں میں کس کر اس کے بستر پر سائے بیٹھا رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور مادام کلارا کی طرف مڑا۔

"یہ" میں نے اس عورت کی طرف اشارہ کر کے استہزائیہ انداز میں کہا "ریتا سالومن تو ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

میری بات سن کر کلارا کی حسین پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں "تم یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

میں یہ بات اتنے یقین سے اس لئے کہہ رہا تھا کہ مجھے معلوم تھا وہ عورت ریتا سالومن نہیں ہے۔ ریتا سالومن تو تہذیب تھی اور تہذیب کو اگر میں ہی نہ پہچانتا تو اور کون پہچانتا۔ میری نگاہوں کے سامنے جو عورت تھی وہ ایک سیاہ فام افریقی عورت تھی۔ خالص مقامی لیکن میں یہ بات مادام کلارا سے تو نہیں کہہ سکتا تھا اس سے تو مجھے کچھ اور ہی کہنا تھا۔ کوئی ایسی بات جو اسے بھی مطمئن کر دے اور مجھے بھی اس کی نظروں میں مشکوک ہونے سے بچائے۔

"تمہیں یاد نہیں، ریتا سالومن نے کہا تھا کہ اس کا کوئی آدمی زبان ہرگز نہیں کھول سکتا" میں نے کہا۔

"لیکن دیکھ لو ہم نے اس کے آدمی سے اس کے بارے میں اگلوا لیا" مادام کلارا نے کہا۔ سیاہ فام عورت کی چیخوں سے عقوبت خانہ گونج رہا تھا۔ وہ رحم کی بھیک مانگ رہی تھی "نہ صرف اگلوایا بلکہ اب یہ ہماری قید میں بھی ہے۔"

"اسی لئے تو مجھے اس کے ریتا سالومن ہونے پر شبہ ہے۔ وہ اتنی آسانی سے قابو میں آنے والی عورت نہیں معلوم ہوتی۔" میں نے محتاط انداز میں کہا اور کلارا چونکنے لگی۔

"تم ریتا سالومن سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے

ہو۔" کلارا نے کہا "لیکن تم یہ بھول گئے کہ شی کو را سکے میں مادام کلارا سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔"

"میں شی کو را سکے میں تمہاری حیثیت کو چیلنج تو نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ۔۔۔"

"تم اس کے سوا کچھ نہیں کہہ رہے کہ مادام کلارا دھوکا کھا گئی۔" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ہم بڑے سائنٹیفک طریقے سے کام کرتے ہیں۔"

"تم اس عورت کو ریتا سالومن سمجھنے پر کیوں مصر ہو؟" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"اس لئے کہ یہی ریتا سالومن ہے۔ اس کے آدمی نے بڑے تشدد کے بعد زبان کھولی ہے اور ہم نے اسے پوری پلاننگ کر کے پکڑا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اس پر کیوں شبہ ہے؟"

"کسی بھی چیز پر یقین کرنے سے قبل ایڈم ڈی فلوک اس پر شبہ کرنے کا عادی ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اسی لئے میں نے کبھی دھوکا نہیں کھایا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم۔۔۔" میں ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" کلارا نے مجھے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ "اب معلوم نہیں اس حقیقت پر یقین آنے میں تمہیں کتنا عرصہ لگے گا۔ تمہاری زندگی کا بیشتر حصہ تو شک کرنے میں ہی ضائع ہو گیا ہوگا ایڈم!"

"تم نے ایک ایسے شخص کی بات پر یقین کر لیا جو تمہیں ڈبل کراس کر رہا تھا۔" میں نے اس کی باتوں کا اثر لئے بغیر کہا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے ایڈم!" مادام کلارا نے حیرت سے کہا "اس نے رضاکارانہ طور پر تو ہمیں کچھ نہیں بتایا۔ اس پر تشدد کی انتہا کی گئی تب کہیں جا کر اس نے زبان کھولی ہے۔ اتنا میں بھی جانتی ہوں کہ اب اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ ریتا سالومن کا پتا معلوم کرنا ہمارے آدمیوں کا کارنامہ ہے۔ تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ اس نے ہمیں غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن اگر تم نے اس پر ہونے والا تشدد اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ ویسے بھی وہ جانتا ہے کہ مادام کلارا سے غلط بیانی کرنے کی سزا کتنی بھیانک ہو سکتی ہے۔"

"اپنی جان بچانے کے لئے آدمی بڑے سے بڑا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس نے بھی یہی کیا ہے۔ بعد میں جو کچھ ہوگا اس سے اسے کیا۔ فی الوقت تو اس نے اپنی جان چھڑا لی۔"

"تم مفروضوں کی بنیاد پر گفتگو کر رہے ہو ایڈم! تمہارے مفروضوں کے مقابلے میں میرے مفروضے زیادہ مضبوط ہیں۔ لہٰذا میں تمہاری بات کیوں مان لوں؟"

"مت مانو، میرا کیا بگڑتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔" کلارا نے ہنس کر کہا "آدمی میں اسپورٹس مین اسپرٹ ہونا چاہئے۔ شکست کو کھلے دل سے تسلیم کرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے۔"

میں مسکرا دیا "ایڈم ڈی فلوک نے آج تک ٹھوکر نہیں کھائی کلارا۔۔۔ میرے پاس دلیل موجود ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم میں اسپورٹس مین اسپرٹ نہیں ہے۔ تم میری دلیل کو بھی بلا جواز رد کر دو گی۔"

"تمہارے پاس کوئی دلیل ہوتی تو تم اب تک پیش کر چکے ہوتے اور یہ فیصلہ تم نے کیسے کر لیا کہ میں تمہاری دلیل کو رد کر دوں گی۔"

"بالکل سامنے کی بات ہے کلارا! اگر یہ ریتا سالومن کا آدمی ہوتا تو وہ تمہیں کبھی چیلنج نہ کرتی۔"

"کیا مطلب؟" کلارا نے مجھے گھورا۔

"مطلب یہ کہ جب یہ پکڑا گیا تو اس نے بطور خاص ٹرانسمیٹر پر بات کر کے یہ جتلایا کہ تم اس کی زبان نہ کھلوا سکو گی۔ آخر اسے اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"اسے اس بات پر بڑا گھمنڈ ہوگا کہ اس کے آدمی زبان نہیں کھول سکتے۔ اس لئے اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ اس میں کون سی انوکھی بات ہے؟"

"خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچو کلارا! کیا تم اپنے آدمی پر اس حد تک بھروسا کر سکتی ہو؟"

"اتنا بھروسا شاید ہی کسی پر کیا جا سکتا ہو۔" کلارا نے کہا

"لیکن یہ ریتا سالومن کی حماقت بھی تو ہو سکتی ہے۔"

"اس کے کام کرنے کے انداز کو سامنے رکھو تو تم ایسی بات نہیں کرو گی۔" میں نے کہا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس نے ایسی حرکت کیوں کی؟" کلارا الجھ کر بولی۔

"یہ ایک سوال تم نے قاعدے کا کیا ہے۔ اس نے بڑی گہری چال چلی ہے۔ تم سے تمہارے ہی آدمی کا قتل کروا دیا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ اگر تمہاری بات درست تسلیم کر لوں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورت

کون ہے؟"

"ریتا سالومن کے علاوہ یہ عورت کوئی بھی ہو سکتی ہے اور یہ اتنے سامنے کی بات ہے کہ ایک بچہ بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔"

مادام کلارا الجھ گئی۔ شاید اس کے لئے یہ اعتراف کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اس سے غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتی رہی پھر بولی "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ واپس اپنی خواب گاہ میں آ گئی۔ "تمہاری دلیل میں کچھ وزن محسوس ہوتا ہے۔" خواب گاہ میں آنے کے بعد اس نے کہا "لیکن یہ دلیل بھی تو تم ہی نے پیش کی تھی کہ اتنی بڑی رقم لینے کے لئے آنے والا اس کا کوئی خاص آدمی ہی ہو سکتا ہے۔"

"بلاشبہ میں نے یہ بات کہی تھی اور یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی لیکن ریتا سالومن میری توقع سے بڑھ کر چالاک ہے۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اس نے بہت گہری چال چلی تھی۔"

"صرف اس لئے کہ وہ بڑی آسانی سے ہمارے قابو میں آ گئی؟" کلارا نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "جب میں نے بہت باریک بینی سے تجزیہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا۔ شاید اسے یقین تھا کہ ہم اس کے ساتھ دھوکا کریں گے۔ اس لئے اس نے پہلے سے تمام انتظامات کر رکھے تھے۔ مائیکرو فلمیں نہ بھجوانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر اس کے ساتھ دھوکا ہو تو وہ بالکل ہی بے دست و پا نہ ہونے پائے۔ اپنے کسی خاص آدمی کو نہ بھیجنے کا مطلب بھی یہی تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس نے ہمیں مکمل شکست سے دوچار کیا ہے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو ایڈم۔" کلارا غرائی۔ "ہم نے تمہاری خدمات اس لئے حاصل نہیں کی تھیں کہ تم ہمارے سامنے بیٹھ کر اس کی شان میں قصیدے پڑھو۔"

"ایڈم ڈی فلوک احمقوں کی جنت میں نہیں رہتا کلارا!" میں نے افسردہ لہجے میں کہا "حقائق کا مقابلہ کرنے کے لئے حقیقت کی دنیا میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔"

"سب تمہارے مفروضے ہیں۔" کلارا نے جھنجلا کر کہا "یہ امکان اپنی جگہ موجود ہے کہ اگر ہم رقم کی ادائیگی کر دیتے تو وہ شخص رقم لے کر فرار ہو جاتا۔"

"یہ تو محض تمہارا خیال ہے کلارا ڈیئر! ورنہ جس عورت نے اتنی پیچیدہ پلاننگ کی ہو کیا اس امکان پر اس کی نظر نہیں گئی ہوگی۔ یقیناً اس نے اس کا بھی کوئی توڑ کر رکھا ہوگا۔ اگر رقم کی ادائیگی کر دی جاتی تو وہ شخص کبھی فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ ریتا سالومن نے اس کے گرد کوئی ایسا نادیدہ جال ضرور بُن رکھا ہوگا جسے توڑ کر وہ نکل نہیں سکتا تھا۔ ضرور اس کی خفیہ نگرانی کی جا رہی ہوگی۔ ریتا سالومن کے آدمی جب یہ دیکھتے کہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے تو رقم اس سے چھین لیتے۔"

"تو پہلے تم کیا کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ تمہیں پہلے ہی سوچ لینا چاہئے تھا۔"

"سوچ تو تم بھی سکتی تھیں کلارا ڈیئر! لیکن تم نے نہیں سوچا۔ ایڈم ڈی فلوک پر تکیہ کر لیا لیکن تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ ایڈم ڈی فلوک اندھیرے کے تیر سے بہت گھبراتا ہے۔ جسے بھی مقابلہ کرنا ہے سامنے آ کر مقابلہ کرے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" کلارا بڑبڑائی "ہمیں سوچنا چاہئے تھا۔ کوئی ایسی منصوبہ بندی کرنی چاہئے تھی کہ وہ ناک آؤٹ ہو جاتی مگر اب کیا کیا جا سکتا ہے؟" وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

"کوئی شخص کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو کبھی نہ کبھی غلطی ضرور کرتا ہے۔"

"میں اتنا انتظار نہیں کر سکتی ایڈم! یہ میرے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

"ایسا ہوتا ہے۔" میں نے فلسفیانہ انداز میں کہا "زندگی میں ایسے مقام بھی آتے ہیں جب آدمی کسی چیز کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنا لیتا ہے لیکن پھر وہ وقت گزر جاتا ہے اور آدمی کو اپنی حماقت پر ہنسی آنے لگتی ہے۔"

"مسئلہ میں نے بنایا نہیں، خود بخود بن گیا ہے۔" مادام کلارا نے کہا۔ وہ شاید اپنے متعلق کوئی انکشاف کرنے والی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے بات آگے نہیں بڑھائی اور موضوع تبدیل کر لیا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہی عورت ریتا سالومن ہو؟"

"ممکن تو یہ بھی ہے کہ میں مادام کلارا اور تم ایڈم ڈی فلوک ہو۔"

"اس میں برا ماننے کی کیا ضرورت ہے۔" کلارا نے کہا "ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے تمہاری باتوں پر غور کیا ہے۔ ان میں وزن تو ہے مگر ان کی صحت سو فی صد نہیں کی جا سکتی۔"

"تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ اچھا نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا "اگر تم مجھ پر تشدد شروع کر دو تو میں اپنی جان چھڑانے کے لئے اپنے فاکس ٹریٹ ہونے کا اعتراف بھی کر سکتا ہوں۔ اسی طرح تم خود بھی ریتا سالومن بن سکتی

ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی تو نہیں ہے" کلارا نے بے بسی سے کہا۔

"کیوں نہیں ہے۔ ریناسالومن نے تمہیں وعدہ خلافی کی سزا دی ہے۔ تمہارے چار ٹھکانے بموں سے اڑا دیے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے مزید مطالبات پیش کرنے کے لئے تم سے رابطہ نہ کرے۔ اگر تمہارا خیال درست ہے کہ تم نے ریناسالومن کو پکڑ لیا ہے تو اب اس کی کوئی کال نہیں آئے گی اس لئے کہ وہ تو تمہارے قبضے میں ہے اور اگر میری بات درست ہے تو بھی پتا چل جائے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ معلوم نہیں یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی۔"

"اس لئے کہ تم ہر معاملے کو صرف ایک زاویے سے دیکھنے کی عادی ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ جسے تم نے پکڑا ہے وہی ریناسالومن ہے تو اب تم سوچنے سمجھنے کے قابل بھی کہاں رہیں۔ دعوے تم یہ کرتی ہو کہ تم ہر امکان کو مدنظر رکھتی ہو۔"

مادام کلارا جھینپ گئی "کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔ سامنے کی بات بھی نہیں سجھائی دیتی۔ بہرحال میں اس پر تشدد رکوا دیتی ہوں۔" اس نے انٹرکام اٹھایا اور اس پر کسی کو حکم دیا کہ مسز آلویندا پر فی الحال تشدد روک دیا جائے۔

"تم نے کیا نام لیا" میں نے چونک کر کہا اور مادام کلارا مسکرانے لگی۔

"یہ اسی آلویندا کا ذکر ہے جسے تم نے میرے آدمیوں سے سزا دلوائی تھی" اس نے کہا اور میں فوری طور پر سمجھ گیا کہ کلارا کا ذریعہ معلومات کیا ہے۔ میں کلارا کے پاس آنے کے لئے ہوٹل سے نکلا تو فلورا نے موقع ملتے ہی اسے فون کر کے تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔

"تمہاری معلومات پر حیرت ہوتی ہے۔ آخر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اسے میں نے سزا دلوائی تھی؟"

"اگر میں اتنی باخبر نہ رہوں تو اتنا بڑا گروہ نہیں چلا سکتی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر تم اس علاقے میں کیوں گئے تھے؟"

"ریناسالومن کے کسی متوقع حملے سے بچنے کے لئے۔ اس نے آج رات کے لئے دھمکی دی تھی اور میں خاص طور پر اس کا ہدف ہو سکتا تھا۔"

"مگر اس کی حرکت دیکھو" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "اس نے ہمارے ٹھکانوں پر حملہ کر کے اچھا نہیں کیا۔ اسے اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

"میں سمجھتا تھا تم نے اپنے اڈوں پر حفاظتی انتظام رکھے ہوں گے۔"

"ہمیں کبھی اس کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ اس سے قبل کسی تخریب کاری سے واسطہ بھی نہیں پڑا تھا۔"

"تمہاری بے پروائی پر مجھے حیرت ہے کلارا۔ ریناسالومن نے تمہارے کچھ اہم ٹھکانوں کو نشانہ بنا کر کل کلاں کو وہ براہ راست تم پر بھی حملہ آور ہو سکتی ہے۔"

"کیا وہ یہ حماقت کر بیٹھے" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو" میں نے اپنے لہجے میں تشویش کا عنصر پیدا کرتے ہوئے کہا "مجھے تو یہاں کے حفاظتی انتظامات بھی ناقص لگتے ہیں۔ تمہیں فوری طور پر اس میں اضافہ کر دینا چاہئے۔"

کلارا پراسرار سے انداز میں مسکرائی "یہاں کے حفاظتی انتظامات میں اضافہ کرنا فی الحال ممکن نہیں۔"

"یقیناً تمہاری کوئی مجبوری ہوگی لیکن اگر تم کہو تو اس سلسلے میں میں اپنی خدمات پیش کر سکتا ہوں۔"

کلارا ہنسنے لگی "شکریہ ایلم" اس نے کہا "میرا مطلب یہ تھا کہ یہاں پہلے ہی نہایت معقول حفاظتی انتظامات ہیں۔"

"تم کہتی ہو تو ٹھیک ہی ہوگا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ احاطے میں کتے تک نہیں ہوتے اور محافظوں کی تعداد بھی

بہت زیادہ نہیں ہے۔ اگر کوئی ذہانت کا مظاہرہ کرے تو اس دفاعی نظام کو شکست دینا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"کتنے بہ آسانی دھوکا کھا جاتے ہیں مسٹر ایڈم" کلارا نے مسکرا کر کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات کی بنیاد الیکٹرانک سسٹم پر ہے۔ اس سسٹم کو دھوکا دینا ناممکنات میں سے ہے اس لئے میری طرف سے فکر مت کرو۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ کلارا نے اپنی حفاظت کے لئے غیر معمولی انتظامات کر رکھے ہوں گے اور اس وقت کلارا نے جو کچھ بتایا اس سے میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی تھی۔

"یہ بات سن کر مجھے تسلی ہوئی ہے کلارا! ریناسالومن کم از کم تم پر تو حملہ نہیں کر سکے گی۔"

"تم فلورا سمیت یہیں منتقل ہو جاؤ ایڈم! اب چونکہ ریناسالومن کا بس کہیں اور نہیں چل سکے گا اس لئے ممکن ہے وہ تمہیں ہدف بنانے کی کوشش کرے۔"

"کرنے دو" میں نے بے پروائی سے کہا "میں نے کوئی چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔"

"ویسے تو میں نے تمہاری حفاظت کے لئے آدمی مامور کر رکھے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتی کہ اگر ریناسالومن نے تمہیں ہدف بنانے کا ارادہ کیا تو وہ کوئی موثر کردار ادا کر سکیں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ میں مارا جاؤں گا" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "اور میں نہیں سمجھتا کہ اس سے تمہاری صحت پر کوئی اثر پڑسکتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں فلورا کی فکر ستارہی ہو؟"

"نہیں۔ فلورا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ تو ایک عام کارکن ہے۔ وہ نہیں ہوگی تو اس کی جگہ لینے کے لئے سیکڑوں ہزاروں فلورائیں آموجود ہوں گی مگر ایڈم ڈی فلوک مجھے کہیں نہیں ملے گا۔"

"معاف کرنا کلارا! تمہارا رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ فلورا تمہارے گروہ کی ممبر ہے جب کہ میری کوئی باقاعدہ حیثیت نہیں ہے۔ پھر میں تمہارے لئے اتنا اہم کیوں ہوگیا؟"

"تم نہیں سمجھو گے" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "مجبوریاں آدمی کو کیا سے کیا بنادیتی ہیں۔"

"مجھے سمجھاؤ کلارا! میں تمہاری مجبوریاں جاننا چاہتا ہوں۔ میرے بس میں ہوا تو تمہاری مدد بھی کردوں گا۔"

"ضرور سمجھاؤں گی ایڈم! مجھے نہیں معلوم تم میری بات سمجھ سکو گے یا نہیں لیکن میں ایک کوشش ضرور کر لینا چاہتی ہوں۔ میں خوش تھی کہ ریناسالومن میری گرفت میں آگئی لیکن تم نے یہ بتا کر میری خوشیوں پر پانی پھیر دیا ہے کہ وہ ریناسالومن نہیں ہے۔"

"میں نے تو محض ایک امکان پر کہا تھا۔ کیا ضروری ہے کہ میرا اندازہ درست ہی ثابت ہو۔"

"تمہارا اندازہ ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ ریناسالومن اتنی گھٹیا عورت نہیں ہو سکتی۔"

"ممکن ہے اس نے خود کو چھپانے کے لئے یہ گھٹیا حیثیت اختیار کر رکھی ہو۔"

"اب تم اس کی طرف داری پر اتر آئے" کلارا عجیب سے انداز میں مسکرائی "یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ہر وہ لوگ جو دوہری زندگی بسر کرتے ہیں خود کو چھپانے کے لئے ایسے ہی مصنوعی روپ اختیار کر لیتے ہیں لیکن ریناسالومن کے لئے یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایسی بھیانک غلطی نہیں کر سکتی۔ اس کے ماضی کی کارکردگی میرے سامنے ہے۔ جس شخص کو تم نے پکڑا تھا اگر وہ ریناسالومن سے واقف ہوتا تو وہ کبھی مجھے چیلنج نہ کرتی بلکہ اس کی کوشش ہوتی کہ یا تو کسی طرح اس آدمی کو رہا کروا لے یا پھر اسے مروا دے۔ یہ دونوں کام نہ ہو سکنے کی صورت میں اسے کم از کم اپنا ٹھکانہ تبدیل کر لینا چاہئے تھا لیکن وہ جتنی آسانی سے پکڑی گئی ہے اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اس عورت نے اپنی پوری زندگی میں ریناسالومن کا نام نہیں سنا ہوگا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ مان لیا کہ یہ عورت ریناسالومن نہیں ہے بلکہ ریناسالومن سے اس کا دور کا واسطہ نہیں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"معاملہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں علی یار ہماری قید سے فرار ہوا تھا۔"

"ریناسالومن کے معاملے میں علی یار خان کہاں نکل آیا" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تم اس طرح نہیں سمجھ سکو گے شاید میں کچھ زیادہ ہی الجھی ہوئی ہوں۔ میرا خیال ہے ابتدا سے شروع کرنا چاہئے جب تک تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ ایڈگر کیا ہے، تم کچھ نہیں سمجھ سکو گے۔ ایڈگر بین الاقوامی صیہونی تنظیم کا نام ہے" کلارا نے کہنا شروع کیا اور میں نے سانس تک روک لی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کچھ انکشافات کرنے والی ہے اور ایسے موقع پر میرے لئے خاموش رہنا ہی مناسب تھا کہ اس پر میری دلچسپی ظاہر نہ ہونے پائے۔ یہ ایک مشکل کام تھا مگر کلارا میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"بنیادی طور پر اس تنظیم کا مقصد یہودیوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا ہے لیکن یہ صرف دکھاوا ہے۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں ایڈگر کی شاخیں ہیں وہاں یہ تنظیم ہر قسم کے جرائم میں ملوث ہے لیکن تمام ذیلی جرائم صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مقامی اخراجات پورے کئے جا سکیں۔ اصل مقصد وہی ہے کہ یہودیوں کو دنیا میں کوئی مقام دلانے کے لئے اقدامات کئے جائیں اور ہم اس مقصد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔"

"کیا اسرائیل کے قیام کے بعد بھی اس کی ضرورت رہ جاتی ہے" میں نے کہا اور کلارا چونک پڑی۔

"تمہیں سیاست سے دلچسپی ہے؟" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"سیاست سے مجھے قطعی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ ایک بچہ بھی وہی کہے گا جو میں نے کہا ہے۔"

"میں تم سے اتفاق کرتی ہوں" کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "تمہاری نظر ان سازشوں پر نہیں ہے جو اسرائیل کے خلاف کی جارہی ہیں۔ فلسطینی ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ دنیا بھر میں وہ ہمارے خلاف دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ انہی میں علی یار خان نامی شخص بھی شامل ہے۔ جو کبھی فلسطینیوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے اور کبھی ان سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ وہ اگرچہ فلسطینی نہیں ہے تاہم اس نے ہمیں فلسطینیوں سے کہیں بڑھ کر نقصان سے دوچار کیا ہے۔ اگر کسی طرح اس ایک شخص کو ختم کر دیا جائے تو ہمارا کام آدھا رہ جائے گا لیکن وہ کسی طرح قابو میں ہی نہیں آتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی" میں نے کلارا کی بات کاٹ دی "اتنی بڑی تنظیم ایک تنہا شخص کے سامنے بے بس کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"وہ آدمی نہیں شیطان ہے" مادام کلارا نے کہا اور اپنے لئے شیطان کا لقب سن کر میرا دل خوش ہوگیا۔ مگر میں کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ میں تو ایڈم ڈی فلوک تھا "شاید تم آنجہانی اولیو باورڈ سے واقف ہو۔"

"کیوں نہیں" میں نے چونک کر کہا "میں تو ان کے غائبانہ عقیدت مندوں میں سے ہوں۔"

"علی یار خان نے انہیں کئی بار بزیمتوں سے دوچار کیا اور آخر کار وہ اسی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوگئے۔"

"تب تو یقیناً وہ کوئی بہت ہی پہنچا ہوا آدمی ہے۔ اولیو باورڈ جیسے بڑے آدمی کو شکست دینا کوئی کھیل نہیں ہے۔"

"یہی بات تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اس وقت دنیا بھر میں جتنی بھی یہودی تنظیمیں کام کر رہی ہیں 'علی یار خان کی ہلاکت' ان سب کا بنیادی مقصد ہے اور وہ سب اسے قتل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔"

"کیا وہ کوئی طلسماتی کردار ہے" میں نے حیرت ظاہر کی "جس شخص کے پیچھے اتنی تنظیمیں لگی ہوئی ہوں اس کا بچے رہنا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم کیا سمجھ رہے ہو۔ وہ ہم سے بچتا پھرتا ہے" مادام کلارا نے حیرت سے کہا "اپنی غلط فہمی دور کرلو اس کے بارے میں پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کب کیا کر رہا ہے لیکن وہ ہمیشہ ہمارے خلاف برسرپیکار ہوتا ہے۔"

"کمال ہے!" میں بڑبڑایا "تم تو میرے دل میں اس سے ملنے کا اشتیاق پیدا کئے دے رہی ہو۔"

"اشتیاق تو مجھے بھی ہے۔ اتفاق ہے کہ کبھی اس سے آمنا سامنا بھی نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ قبل وہ ہماری گرفت میں آگیا تھا۔"

"تو تم لوگوں نے اسے زندہ کیوں رہنے دیا؟" میں اچھل

کر کھڑا ہو گیا "اور یہ بھی کمال ہے کہ وہ تمہاری گرفت میں آیا مگر تمہارا اس سے آمنا سامنا نہیں ہوا؟"

"اینگلز ایک عالمی تنظیم ہے۔ ہمیں اکثر اوقات معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔ رہی یہ بات کہ اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا گیا تو یقیناً یہ ہماری غلطی تھی مگر یہ غلطی ایک بڑے فائدے کی توقع پر ہوئی۔ اس کی برین واشنگ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ کام بہت جدید خطوط پر کیا گیا تھا لیکن ہم آج بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس پر برین واشنگ کا عمل موثر کیوں نہیں ہو سکا۔ اسے یہ سمجھ کر ایک مشن سونپا گیا کہ وہ ہمارے نظریات سے متفق ہو چکا ہے مگر اس نے آزاد ہوتے ہی ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ پھر اسے سزا دینے کے لئے ہم نے جو منصوبہ بنایا وہ نہ صرف ناکام ہوا بلکہ خود ہمارا ایک آدمی ضائع ہو گیا۔ یہ دوسرا نقصان تھا۔ اصولاً ہمیں بغیر وقفے سے انتقام لینا چاہئے تھا مگر یہاں ریٹا سالومن نازل ہو گئی ہے۔" مادام کلارا خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

"معلوم نہیں تم کیا کہنا چاہتی ہو" میں نے کہا اور کلارا یوں چونک کر مجھے دیکھنے لگی جیسے میری بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"ایڈم! یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟" چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"تم مادام کلارا ہو" میں نے بڑی بے ساختگی سے کہا "اور اینگلز کی سربراہ ہو۔"

کلارا نے متاسفانہ انداز میں سر کو جنبش دی "یہی تو سارا چکر ہے ایڈم! میں اینگلز کی سربراہ نہیں ہوں۔"

"اگر تم اینگلز کی سربراہ نہیں ہو تو پھر کیا ہو؟" میں نے بے یقینی ظاہر کی "میں تمہارے اختیارات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ تمہارا ایک معمولی سا کارندہ مجھے پولیس کی حراست سے نکال لایا تھا۔ میں نے پولیس آفیسر کا رویہ بھی دیکھا تھا۔"

"اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے ایڈم! یہ سب اینگلز کا اعجاز ہے۔ میں اینگلز سے وابستہ نہ ہوتی تو میرے یہ اختیارات ٹھاٹ باٹ نہ ہوتے۔ مجھ سے پہلے میری جگہ کام کرنے والے کے اختیارات بھی میری طرح تھے اور میرے بعد میری جگہ لینے والے کے بھی یہی ٹھاٹ باٹ اور ایسے ہی اختیارات ہوں گے۔ میں تو صرف مقامی حد تک اینگلز کی سربراہ ہوں ورنہ تنظیم تو بہت بڑی ہے۔"

"تم تو میرے ہوش اڑائے دے رہی ہو" میں نے یوں کہا جیسے میں از حد مرعوب ہو گیا ہوں "جب تمہارا یہ حال ہے تو اینگلز کے سربراہ کا کیا ٹھکانہ ہو گا؟"

"میرے حصے میں پے بہ پے شکست و ناکامیاں آ رہی ہیں" کلارا غرائی "اور اینگلز میں ناکامی برداشت نہیں کی جاتی۔ اب مجھے نااہل قرار دے کر واپس بلا لیا جائے گا۔"

"کہاں؟" میں نے بے اختیار کہا۔

"واپس بلائے جانے کا مفہوم ذرا وسیع ہے۔ ممکن ہے کہ میرا تبادلہ کہیں اور کر دیا جائے اور اس کا امکان بھی ہے کہ مجھے فیلڈ سے ہی ہٹا دیا جائے" مادام نے کہا "اور مجھے دونوں میں سے ایک بات بھی منظور نہیں ہے اس لئے میں نے تمہاری مدد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ ان حالات میں میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں" میں نے محتاط انداز میں کہا "سینکڑوں افراد تمہارے ملازم ہیں۔ جب وہ تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتے تو میں کس شمار قطار میں ہوں۔"

"وہ سب اینگلز کے لئے ہیں۔ ان کی وفاداریاں اینگلز کے لئے ہیں۔ مجھ پر کوئی برا وقت آئے گا تو وہ مجھ سے منہ موڑ کر اینگلز کا ساتھ دیں گے اس لئے میں ان پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ تم اینگلز کے ملازم نہیں ہو۔ صرف مجھ سے رابطے میں ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ مجھ پر کوئی برا وقت آئے تو تم میری مدد کرو۔"

"اس قسم کے کاموں میں اونچ نیچ تو آتی رہتی ہے" میں نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا تم اس قدر فکر مند کیوں ہو۔ زیادہ سے زیادہ تمہیں واپس ہی بلا لیا جائے گا۔ واپس چلی جانا۔ اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟"

"مجھے صرف یہ بتاؤ تم میری مدد کرنے پر آمادہ ہو یا نہیں۔" کلارا نے کہا "میں کیوں فکر مند ہوں اور کیا چاہتی ہوں اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے بلکہ میں نے تو تمہارے لئے کام کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی اینگلز کو میں کیا جانوں۔"

"اتنی عقل تو میں بھی رکھتی ہوں کہ تم نے کس کے معاوضے کا مطالبہ کیا تھا وہ اینگلز جیسی تنظیم کی ادائیگی ہے۔" کلارا کے لہجے میں خفیف سا طنز تھا "میں بھلا اخراجات کی کہاں متحمل ہو سکتی ہوں۔"

"تمہارا کہنا درست ہے کلارا لیکن ایک بات تو ہے اور وہ یہ کہ ایڈم ڈی فلوک ہر ایک کے لئے کام نہیں کرتا اور ایڈم نے کام کرنے کی اگر آمادگی ظاہر کی تھی تو اس میں تمہاری دلکش شخصیت کا بھی دخل تھا۔ تمہاری جادو اثر شخصیت کا بھی تھا۔"

"کیا واقعی میں ایسی ہی ہوں" کلارا نے مسکرا کر کہا مگر اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"اگر تمہاری شخصیت اس قدر مسحور کن نہ ہوتی تو میں ہرگز اینگلز کے لئے کام کرنے پر تیار نہ ہوتا اور اب یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑ گئی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھ سے اتنے معاوضے کا مطالبہ نہیں کرو گے جتنا تم پہلے طلب کر رہے تھے۔"

"معاوضہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میں ذہنی ہم آہنگی کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے اور میں تمہیں پسند کرتا ہوں لہٰذا معاوضہ ہمارے درمیان کبھی اختلافات کی وجہ نہیں بن سکتا۔" میں نے کہا۔ میرا ذہن الجھا ہوا تھا اور میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ کلارا جو کچھ کہہ رہی تھی وہ کسی سوچی سمجھی سازش کا بھی حصہ ہو سکتا تھا۔

"زندگی میں پہلی بار میں کسی پر اندھا اعتماد کرنے پر مجبور ہوئی ہوں" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "مجھے نہیں معلوم میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں" میں نے بے بسی سے کندھے اچکائے "جو کچھ تم نے بتایا ہے اس سے زیادہ تو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں تو تمہارے ہی تجزیے پر تکیہ کرنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"میرا تجزیہ غلط ہونے کا ایک فیصد بھی احتمال نہیں ہے لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ اگر تم نے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تو پھر تمہارا کیا بنے گا۔"

"میں کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا خواہ اس کے عوض مجھے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے" میں نے کہا اور ٹھیک اسی وقت ٹرانس میٹر پر نصب بلب جلنے لگے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ کوئی شخص ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"تم دیکھو ایڈم" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے تو اس ٹرانس میٹر سے خوف آنے لگا ہے۔ ایسا لگتا ہے دوسری طرف ریٹا سالومن ہی ہو گی۔"

میں نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور بھاری آواز میں بولا "ایڈم ڈی فلوک ہیئر۔ اوور اینڈ۔"

"کون ایڈم ڈی فلوک؟" ٹرانس میٹر سے ابھرنے والی سرد آواز ریٹا کے سوا کسی اور کی نہیں تھی۔ اس آواز کو سن کر میں بوکھلا گیا۔ فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے لیکن کلارا نے مجھے اس مشکل سے نکال لیا۔ ریٹا کی آواز سنتے ہی وہ لپکتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔

"مسٹر ایڈم نے ہماری بہت مدد کی ہے موسٹے!" کلارا نے اپنا کوڈ دہرانے کے بعد کہا۔

"اتنی مدد تو نہیں کی ہو گی کہ اس کی رسائی تمہاری خواب گاہ تک ہو جائے" ریٹا کے لہجے میں خفیف سا طنز تھا۔

ریٹا کا تبصرہ سن کر مادام کلارا کی رنگت مارے خفت کے سرخ ہو گئی "اگر انہوں نے مدد نہ کی ہوتی تو ہم اس شخص کو بھی نہ پکڑ سکتے جو فلموں کے عوض رقم وصول کرنے آیا تھا۔"

"مجھے کہانیاں مت سناؤ کلارا۔ نتیجے سے آگاہ کرو۔"

"ریٹا سالومن اندھیرے کا تیر ہے موسٹے! اسے اجالے میں لانا آسان نہیں ہو گا۔"

"میں اتنا انتظار کرنے کا عادی نہیں ہوں کلارا! تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

کلارا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس تھوک نگل کر رہ گئی تھی۔

"ٹی کورائے میں اینگلز کی ساکھ برتر رکھنے کے لئے انتظامی تبدیلیاں ناگزیر ہو گئی ہیں کلارا! لہٰذا میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہاں کا چارج جونز کے حوالے کر دیا جائے۔ وہ آج شام پانچ بجے کی فلائٹ سے ٹی کورائے پہنچ جائے گا۔ چارج اس کے حوالے کرنے کے بعد تم کل صبح کی فلائٹ سے ٹی کورائے سے روانہ ہو جاؤ گی اور ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرو گی۔"

"اوکے موسٹے باورڈ!" کلارا نے کہا اور پھر چند جملوں کے تبادلے کے بعد ان کی گفتگو ختم ہو گئی۔

"تم نے دیکھا؟" کلارا میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "میرے خدشات درست ثابت ہوئے۔ اب میرے دن گنے جا چکے ہیں۔"

"تم نے اتنا بڑا نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا" میں نے حیرت سے کہا "اور یہ بتاؤ کہ یہ موسٹے باورڈ کون ذات شریف ہیں؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا "لیکن پہلے تم مجھے اس کے چنگل سے بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ میں تمہیں کس کے چنگل سے بچاؤں اور کس طرح بچاؤں؟"

"میں قوت اور اقتدار کی بھوکی تھی اس لئے ہمیشہ ان کے اشاروں پر ناچتی رہی۔ سیکڑوں افراد میرے حکم سے مار ڈالے گئے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک روز میرا اپنا بھی یہی انجام ہونے والا ہے" کلارا نے یوں کہا جیسے اس نے میری بات سنی ہی نہ ہو "اور اس وقت مجھے ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو میرا ساتھ دے سکے۔۔۔ مجھے مرنے سے بچا سکے۔"

"ہوش میں آؤ کلارا" میں نے اسے شانے سے پکڑ کر جھنجوڑا "اگر تم واقعی کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہی ہو تو تمہیں اپنے حواس برقرار رکھنا ہوں گے۔"

یک بیک یوں محسوس ہوا جیسے کلارا ہوش میں آگئی ہو۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرائی "مجھے نہیں معلوم تھا کہ موت کا خوف کیا ہوتا ہے۔"

"یہ موت کا خوف نہیں ہے کلارا" میں نے سنجیدگی سے کہا "یہ بے بسی کا احساس ہے جس نے تمہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں مگر مجھے کم از کم یہ تو بتادو کہ تم چاہتی کیا ہو؟"

"میں کچھ نہیں چاہتی ایڈم" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میرے لئے یہی بہت ہے کہ تم نے نہایت پر خلوص طریقے سے میری مدد کرنے کی کوشش کی۔ میں مرتے دم تک یاد رکھوں گی کہ ایک شخص میرے لئے اتنا مخلص تھا۔"

"میں اس زندگی کو زندگی نہیں مانتا جس میں آخری سانس تک جدوجہد نہ شامل ہو۔ تمہیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے کلارا! حوصلے اور ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرو۔"

"تمہاری بات سے انکار ناممکن ہے ایڈم! لیکن مشکل یہ ہے کہ فرار ہو کر ان لوگوں کی نگاہوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ وہ بہت منظم ہیں اور ان کے ہرکارے پوری دنیا میں موجود ہیں۔"

"گویا تم فرار ہونا چاہتی ہو" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر پہلے تک میری خواہش یہی تھی لیکن اب میں نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا ہے۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے ساتھ ایک ایسے شخص کو بھی مشکل میں پھنسا دوں جو میرے ساتھ مخلص ہو۔"

رینڈل سے بات کرنے کے بعد کلارا کے انداز میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ جذباتی تغیر سے گزر رہی ہے۔

"اگر میں واقعی تم سے مخلص ہوں تو کبھی تم کو اس حال میں نہیں چھوڑوں گا" میں نے کہا "اور یہ بھی تو سوچو کہ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو کیا مجھے اس سے تکلیف نہ پہنچے گی؟"

"تمہارے سوالوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کے جواب بہت واضح ہیں۔ البتہ میں اس الجھن میں ہوں کہ تم میرے لئے اتنی زحمتوں میں کیوں پڑ رہے ہو۔"

"کیا تم میرے خلوص پر شک کر رہی ہو کلارا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"نن۔۔۔ نہیں" وہ گڑبڑا گئی "یہ شک نہیں الجھن ہے۔ شک تو اس وقت ہوتا جب میری ذات سے تمہارا کوئی مفاد وابستہ ہوتا۔"

"تمہیں کیا معلوم" میں نے مسکرا کر کہا "ممکن ہے کوئی ایسا مفاد ہو جو تمہاری نظروں سے اوجھل ہو۔"

"اب میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا ایڈم!" کلارا نے افسردگی سے کہا "میری عزت، وقار، دولت اور حکمرانی سب کچھ ختم ہو چکا۔ ایک جان باقی رہ گئی ہے اور وہ بھی معلوم نہیں کتنے دنوں کے لئے ہے۔"

"ابھی کچھ نہیں بگڑا کلارا! اگر تم ذرا سی ہمت کرو تو بہت کچھ بچا سکتی ہو۔"

"ممکن ہے وقتی طور پر میں خود کو بچانے میں کامیاب ہو جاؤں لیکن ایسی زندگی کس کام کی جس میں آدمی کو ہر دم دھڑکا لگا رہے کہ کب کہیں سے کوئی گولی آئے گی اور اس کی کھوپڑی میں سوراخ کر دے گی۔"

"کھوپڑی میں سوراخ ضرور ہوگا کلارا" میں نے عجیب لہجے میں کہا "لیکن اس شخص کی کھوپڑی میں ہوگا جو تم سے دشمنی پر آمادہ ہوگا۔"

"تمہاری یہی بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ہے" کلارا پھیکے سے انداز میں مسکرائی "تم اتنے اعتماد سے بات کرتے ہو کہ تمہارا مقابل لرز کر رہ جاتا ہوگا۔"

"ایڈم ڈی فلوک صرف باتیں ہی نہیں کام بھی اسی اعتماد سے کرتا ہے کلارا!"

"بالفرض میں تمہاری بات مان لوں تو مجھے بتاؤ کہ کیا کرنا ہوگا۔"

"تمہاری باتوں سے جو میری سمجھ میں [illegible] تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ فوری طور پر روپوش ہو جاؤ۔"

"پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ میں کب تک روپوش رہ سکوں گی۔"

"تمہیں کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے کلارا! تم صرف مجھ پر اپنی رضامندی ظاہر کرو۔ آگے ہر کام میرا ہے۔"

"میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں بھرنے کے لئے مجبور ہوں۔ امید کی کوئی کرن نظر آ رہی ہو تو اس سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔"

"اس بات پر بھی غور کرو کلارا کہ اس طرح روپوش ہونے کے بعد تم کسی رعایت کی مستحق نہیں رہو گی" میں نے کہا۔

"اس میں غور کرنے کی کون سی بات ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے" کلارا نے کہا "تم نے کوئی انوکھی بات نہیں کہی۔ میں تو اس وقت بھی رعایت کی مستحق نہیں ہوں۔"

"جب مارا جانا ہی مقدر ٹھہرا تو پھر آدمی چوہے کی طرح کیوں مارا جائے۔ مقابلہ کرتے ہوئے کیوں نہ مارا جائے؟"

"تم ایک خرگوش کو شیروں کی کچھار میں گھسنے کی تلقین کر رہے ہو۔"

"خود کو آنکھ بند کر کے میرے حوالے کر دو۔ حقیقت بہت جلد تم پر منکشف ہو جائے گی۔"

"خود کو تمہارے حوالے کرنے میں تو مجھے کوئی تامل نہیں ہے لیکن تمہاری باتیں اب مجھے دیوانے کی بڑ محسوس ہونے لگی ہیں۔"

"جب معاملہ ایڈم ڈی فلوک جیسے ماہر شاطر کے ہاتھ میں ہو تو پیادے فرزیں اور فرزیں پیادے بن جاتے ہیں۔"

مادام کلارا کھلکھلا کر ہنس پڑی "تم اور کچھ کر سکو یا نہ کر سکو مگر میرا خوف ضرور دور کر دیتے ہو۔"

"مجھے غرور کا سر نیچا کرنے کے مشن پر دنیا میں بھیجا گیا ہے اس لئے مجھ سے بعض ناممکن کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔"

"تمہاری باتیں حوصلہ افزا ضرور ہوتی ہیں مگر ان باتوں سے انیگلر کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا" کلارا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا "اگر ایسا ہوتا تو آج انیگلر کا کوئی نام لیوا نہ ہوتا۔"

"تمہارا تعاون میرے شامل حال رہا تو وہ وقت بھی جلد آ جائے گا۔"

"یعنی ۔۔۔ یعنی تمہارے عزائم یہ ہیں" کلارا نے

ہکلاتے ہوئے کہا "تم اینگلز کے خلاف کام کرو گے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لگا لو گے۔"

"اتنی دیر سے میں تمہیں یہی بات تو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مارو یا مر جاؤ۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں" کلارا نے خوف زدگی سے کہا "میرے اندر اینگلز سے ٹکرانے کا حوصلہ نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کی طاقت سے واقف ہوں اس لئے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

"تم نے خود ہی مجھ سے مدد طلب کی تھی" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں تو آج شام کو جوزف آ رہا ہے۔ چارج اس کے حوالے کر کے۔۔۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ایڈم!" کلارا نے تیز ہو کر کہا "ایک لمحے میں تو ہمت بندھاتے ہو اور دوسرے ہی لمحے حوصلہ پست کر دیتے ہو۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں بسر کر دوں؟"

کلارا نے سر جھکا لیا "غلطی میری ہے ایڈم!" اس نے دھیمی آواز میں کہا "میں نے تم سے کچھ زیادہ ہی توقعات وابستہ کر لی تھیں۔"

"موت جس شخص کا مقدر ہو چکی ہو اس کا چھوٹے موٹے خطرات سے ڈرنا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم اینگلز کی طاقت سے ناواقف ہو اس لئے ایسا کہہ رہے ہو۔ اگر ان کے خلاف کچھ کرنے کے بعد میں ان کے ہاتھ لگ گئی تو مجھے اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا جائے گا۔ مرنے سے زیادہ مجھے ان اذیتوں سے خوف آتا ہے ایڈم!"

میں نے شدید بے بسی محسوس کی۔ حالات نے غیر متوقع کروٹ لی تھی اور مجھے کامیابی محض چند قدم کے فاصلے پر نظر آنے لگی تھی لیکن کلارا کے تغیرات میری راہ میں حائل تھے۔ میں اسے قائل نہیں کر پا رہا تھا۔ اگر وہ قائل ہو جاتی تو میرا کام بہت آسان ہو جاتا۔ یہ تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت اہمیت کی حامل ہے مگر اتنا اب سے مبرا نہیں ہے۔ وہ اتنی اہم کیوں تھی یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں نے اب تک براہ راست سوالات سے گریز کیا تھا۔ براہ راست سوالات کا طریقہ موجودہ حالات میں نامناسب بھی تھا۔ میری پوزیشن خراب ہو سکتی تھی۔ ویسے بھی مجھے اپنی پوزیشن کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔

"آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔" میں نے بے انتہا زچ ہو کر کہا۔

"شاید مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیا چاہتی ہوں" کلارا نے مغموم لہجے میں کہا "شاید اپنا انجام اتنے قریب دیکھ کر میں ہوش و حواس کھو چکی ہوں۔"

"جب آدمی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تو دوسروں پر اعتماد کرنا چاہئے۔"

"اب میں اتنی بدحواس بھی نہیں ہوئی" کلارا عجیب انداز میں مسکرائی "اتنا تو سمجھ ہی سکتی ہوں کہ کون میرے لئے ہلاکت خیز ثابت ہو گا۔"

"میں کسی قیمت پر تمہیں بھیڑیوں کے چنگل میں نہیں جانے دے سکتا" میں نے آخری کوشش کی "اگر میں نے ایسا کیا تو میرا ضمیر مجھے زندگی بھر ملامت کرتا رہے گا۔"

"تم باضمیر آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن جو کچھ میں نے بویا ہے اب اسے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ ایک غلطی مجھے تباہ کر گئی۔"

"کوئی کسی کو تباہ نہیں کر سکتا کلارا! آدمی خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتا ہے اور دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتا ہے۔"

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ایڈم! جس حوصلے کے ساتھ میں نے دوسروں پر ظلم کیا ہے اسی حوصلے کے ساتھ آنے والے حالات کا مقابلہ بھی کروں گی۔"

"جسے تم حوصلے کا نام دے رہی ہو وہ بزدلی ہے۔ خود کو بچانے کی کوشش ہی کر لو۔"

"کوئی بے سود کوشش کرنے سے فائدہ؟ ان کے ہاتھوں میں زندگی بسر کرنے سے تو بہتر یہی ہے کہ میں خود کو ان کے حوالے کر دوں۔"

"ریناسالومن سے ہی سبق لو۔ اپنے تمام تر ذرائع استعمال کرنے کے باوجود تمہاری تنظیم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ جس منصب پر تم فائز ہو اس کی اہل نہیں تھیں۔"

"وہ ہمارے لئے اجنبی ہے۔ اس کی کوئی تصویر ہمارے پاس نہیں اس لئے وہ ہم سے بچ گئی جب کہ میرے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ میں ان لوگوں سے ہرگز چھپ نہیں سکوں گی۔"

میرا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔ مادام کلارا نے اپنے پنجے اس طرح گاڑ دیئے تھے کہ اب وہ کوئی بات سننے کی روادار نہیں تھی۔ میری ہر دلیل رائیگاں جا رہی تھی۔

"فرض کرو تم بھی ان لوگوں کے لئے اتنی ہی اجنبی بن جاؤ جتنی ریناسالومن ہے" میں نے کہا اور مادام کلارا بے اختیاری سے ہنس پڑی۔

"اب تم نے بچکانہ باتیں شروع کر دیں" اس نے کہا "میں کئی برس سے ان لوگوں کے ساتھ کام کر رہی ہوں۔ ان کے لئے اجنبی کس طرح بن سکتی ہوں!"

"تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ میک اپ کے ذریعے شکلیں تبدیل کی جا سکتی ہیں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے مگر تم تو اس فن سے ناواقف ہو اگر تم میک اپ کرنا جانتے ہوتے تو کچھ سوچا جا سکتا تھا۔"

"میں میک اپ کے فن سے ناآشنا ہوں تو کیا ہوا۔ ہم کسی ماہر کی خدمات حاصل کر لیں گے۔ کیا ہمیں میک اپ کا کوئی ماہر میسر نہیں آئے گا؟"

"اس بات کی کیا ضمانت ہو گی کہ وہ اینگلز کو مخبری نہیں کرے گا؟"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کلارا" میں نے جھنجلا کر کہا "تم نے اینگلز کو ہوا بنا لیا ہے۔ میں نے بھی تو کچھ لوگوں سے مدد لی تھی انہوں نے کیوں مخبری نہیں کر دی؟"

کلارا کے چہرے پر امید کی کچھ چمک پیدا ہوئی "کیا ایسے کچھ لوگوں سے تمہارے مراسم ہیں جن پر بھرپور اعتماد کیا جا سکے" اس نے پُراشتیاق لہجے میں کہا۔

"میرا نام ایڈم ازی فلوک ہے کلارا! اور میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔ میری زندگی جرائم کی دنیا میں بسر ہوئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کن حالات میں کیا کرنا چاہئے۔"

"تم ضرور جانتے ہو گے" اس کے لہجے میں ایک بار پھر اندیشہ در آیا "مگر تم اینگلز کی طاقت سے ناواقف ہو۔"

"اینگلز کی ایسی کی تیسی" میں جھنجلا کر کھڑا ہو گیا "تمہارے منہ سے اینگلز کے قصیدے سن سن کر میں عاجز آ گیا ہوں۔ جی چاہتا ہے اینگلز کے خلاف ابھی سے اعلان جنگ کر دوں۔"

"تم جذباتی آدمی ہو اس لئے ایسی باتیں کر رہے ہو" کلارا نے یوں کہا جیسے میری کسی غلطی سے درگزر کر رہی ہو "اگر عقل سے کام لیتے تو ایسی احمقانہ باتیں نہ کرتے۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "میں تمہیں جذباتی آدمی لگ رہا ہوں" میں نے سرد سے لہجے میں کہا "اچھا تم بتا سکتی ہو کہ میں نے تمہارے سامنے کون سی جذباتی حرکت کی۔"

"تم نے کوئی جذباتی حرکت نہیں کی مگر میرے معاملے میں تم جذباتی ہو رہے ہو" کلارا نے ہنس کر کہا "اور اب میں یہ بھی سمجھ گئی ہوں کہ مجھ سے تمہارا کیا مفاد وابستہ ہے۔ اپنی تمام تر جرأت مندی کے باوجود اس وقت تم میں اتنا حوصلہ نہیں کہ میری جانب پیش قدمی کر سکو۔"

میں کلارا کو گھورنے لگا "فرض کرو یہی بات ہے۔ مجھے تم میں دلچسپی ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟"

"کوئی قباحت نہیں ہے" کلارا نے کہا "لیکن اس قسم کی دلچسپیاں دیرپا نہیں ہوتیں۔ جلد یا بدیر تمہارا دل بھر جائے گا۔ تم مجھ سے اکتا جاؤ گے اور میں پھر تنہا رہ جاؤں گی۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ تمہارا تجزیہ سراسر غلط ہے۔ مجھے صرف اینگلز کی بیخ کنی سے دلچسپی ہے۔"

کلارا چونک کر مجھے دیکھنے لگی "اینگلز کی بیخ کنی سے تمہیں کیوں دلچسپی ہے؟" اس نے مشکوک لہجے میں کہا مگر میں جواب کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

"اس قسم کے مشکل ہدف مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ تم نے اینگلز کی تعریف میں اس قدر زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں کہ اب میں اینگلز سے الجھے بغیر نہیں رہوں گا۔ خواہ تم میرا ساتھ دو یا نہ دو۔"

"تمہارا عزم دیکھ کر مجھے بھی حوصلہ ہو رہا ہے" کلارا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "کیا تم مجھے اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کر دو گے؟"

"اولین مرحلہ تو تمہارے فرار کا ہے" میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ پھر اپنا ارادہ تبدیل نہ کر دے۔

"ہماری راہ میں بے شمار مشکلات آئیں گی۔ ہمیں ان گنت خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ابھی وقت ہے کوئی قدم اٹھانے سے قبل اچھی طرح غور کر لو۔"

"کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا کلارا! اگر ہم سوچتے رہے تو سوچتے ہی رہ جائیں گے اور اگر میدان عمل میں اتر گئے تو دشواریاں خود بخود آسان ہوتی چلی جائیں گی۔"

"تم نے جس قدر اصرار کیا ہے اس کے بعد میرے پاس تمہارا ساتھ دینے کے سوا اور کوئی چارہ رہا ہی نہیں۔ اب تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں تھوڑی دیر بعد تم پھر اپنا ارادہ تبدیل نہ کر دو۔"

"بے فکر رہو" کلارا نے ہنس کر کہا "میں اپنا یہ فیصلہ تبدیل نہیں کروں گی۔"

"اس عورت کو رہا کرا دو جسے ریناسالومن کے دھوکے

میں گرفتار کیا گیا ہے اس شخص کو بھی چھوڑ دو جو رقم وصول کرنے آیا تھا۔ اپنے آدمیوں کو ہدایت جاری کردو کہ وہ آج شام جوزف کو ایئرپورٹ سے لے آئیں۔ فلورا کی چھٹی کردو اور آج شام چار بجے تک یہاں سے کوچ کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ یہاں سے صرف میں اور تم نکلیں گے۔ تم اپنے آدمیوں سے کہو کہ ریٹا سالومن کا کوئی سراغ ملا ہے۔۔۔۔"

"میں تو یہ سب کچھ کرلوں گی" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "مگر ہم یہاں سے نکل کر جائیں گے کہاں؟"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔۔۔ شام تک میں سارے انتظامات مکمل کرلوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔"

⊕⊕⊕✳✳⊕⊕

تہذیب مالکم ایکس نے بڑی حیرت سے ساری باتیں سنیں۔ کلارا سے رخصت ہوکر میں سیدھا اسی کے پاس آیا تھا اور اسے تمام باتوں سے آگاہ کردیا تھا۔

"گویا تمہاری محنت رائگاں نہیں گئی" تہذیب نے ساری باتیں سن کر کہا۔

"میرے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ میری محنت اس حد تک بار آور ثابت ہوگی۔۔۔۔"

"یہ حقیقت ہے چیف!" بڈ نے میری بات کاٹ دی "مادام کلارا بے حد حسین ہے۔"

"اس کا حسن میں تمہارے نام الاٹ کرادوں گا" میں نے کہا "لیکن تمہارے لئے یہ کام ہے کہ تم ہمارے لئے شام سے پہلے پہلے کسی چھوٹے موٹے مکان کا بندوبست کردو۔۔۔"

"میں اس ظلم کے خلاف احتجاج کرتا ہوں میڈم!" بڈ نے کہا "کیا بڈ کا یہی مصرف رہ گیا ہے کہ وہ صرف کام کرتا رہے۔"

بڈ کی باتیں سن کر تہذیب کو ہی نہیں بلکہ مجھے بھی حیرت ہوئی "کیا بات ہے بڈ؟" تہذیب نے نرمی سے کہا "کیا تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی؟"

"یہ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔ بڈ کام کرتا پھرے اور چیف صاحب گل چھرّے اڑائیں۔"

بڈ کی بکواس سن کر مجھے تو ہنسی آگئی مگر تہذیب دانت پیسنے لگی "کسی وقت تو بدمعاشی سے باز آجایا کرو مردود۔"

"بڈ بات کرے تو بدمعاشی اور یہ جو اس حرافہ کے ساتھ ایک مکان میں تنہا رہیں گے وہ کچھ نہیں" بڈ نے تنک کر کہا۔

"وہ بدمعاشی نہیں مجبوری ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ بھی ایسی حسین مجبوریاں ڈھونڈتے ہیں اس سے پہلے والی مجبوری کا نام فلورا تھا۔ اس سے دل بھر گیا تو ڈھونڈ لی۔"

بڈ کا انداز ایسا تھا کہ تہذیب کو بھی ہنسی آگئی "تم جیسی ذہنیت کا مالک تو نہیں ہوتا" تہذیب نے ہنسی پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں ذہنیت کہاں سے نکل آئی۔ یہ تو صاف عمل کا کیس ہے۔ آخر چیف کے حصے میں کوئی ترواز کیوں نہیں آتا۔"

"وہ بھی آتے ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آتے" میں نے کہا "تمہارے دماغ میں تو فلورائیں اور کلارائیں بھری ہیں۔"

"جسے نہیں پتہ اس کے دماغ میں ایسی بھری رہ" بڈ نے ہاتھ نچایا۔

"بے فکر رہو، مجھے ایسے آثار نظر آرہے ہیں کہ جلد ہی کسی یورپین ملک کی طرف سفر کرنا پڑے گا تمہارے سارے ولولے دور ہوجائیں گے۔"

"سچ کہہ رہے ہو چیف؟" بڈ نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں" میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "میں کلارا کے ساتھ مل کر یہی چکر چلا رہا ہوں کہ تم جلے جارہے ہو۔"

"پہلے کیوں نہیں بتایا چیف!" بڈ چھلانگ لگا کر کھڑا ہوگیا "میں ابھی جارہا ہوں" اس نے کہا اور باہر کی طرف چلا گیا۔

"انتہائی مردود آدمی ہے" تہذیب بولی "سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔"

"ہاں، لیکن یہ بات بھی ہے کہ لڑکیاں واقعی کمزوری ہیں۔ یہ اور بات کہ اس کا ذوق بہت گھٹیا ہے" تہذیب میرے نزدیک آگئی "خدا خدا کرکے یہ کام نکلا تھا اب پھر میں عضو معطل ہوکر رہ جاؤں گی۔"

"تمہارا خیال غلط ہے تہذیب!" میں نے کہا "ریٹا سالومن والا سلسلہ بدستور جاری رہے گا۔"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"ابھی تو بتایا ہے کہ مادام کلارا سے چارج واپس لیا جارہا ہے۔ ہماری جنگ مادام کلارا سے تھی ہی کب۔ حیثیت تو ایک مہرے سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ مقابلہ تو ڈیگو سے ہے ہماری نظریں تو ریٹا پر ہیں۔"

تہذیب نے مطمئن انداز میں سرہلایا اور میں نے تہذیب کا ہاتھ تھام لیا "ہمارے درمیان حائل فاصلے کب دور ہوں گے علی؟" تہذیب نے بوجھل آواز میں کہا۔

"ابھی دور کئے دیتا ہوں" میں نے شوخی سے کہا اور اسے خود سے نزدیک تر کھینچ لیا۔

"کیا کررہے ہو علی!" تہذیب شرمائی اور میں نے اس کی پیشانی پر اپنی محبت ریکارڈ کردی۔

"اپنی محبت کا ہلکا سا عملی اظہار کررہا ہوں" میں نے کہا "اور پھر تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ ہمارے درمیان حائل فاصلے کب ختم ہوں گے۔"

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا" تہذیب کسمسا کر بولی مگر اس نے مجھ سے علیحدہ ہونے کی کوشش نہیں کی۔

"پھر کیا مطلب تھا؟" میں نے کہا میرے لہجے میں شرارت بھری ہوئی تھی۔

"تم اتنے بچے تو نہیں ہو کہ ایک سادہ سی بات کا مطلب نہ سمجھ سکو" تہذیب نے میرے شانے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

"بعض لوگوں کی شخصیت اس قدر مسحور کن ہوتی ہے کہ مقابل شخص پر خود سے طاری ہوجاتا ہے۔"

"یہودی لڑکیوں سے قریب رہ کر تم ڈائیلاگ بولنے کے عادی ہوتے جارہے ہو۔"

"ان سے تو میں ڈائیلاگ ہی بولتا ہوں جس میں ڈراما ہوتا ہے مگر تمہارے سامنے آکر تو میں ڈرامے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھتا ہوں۔" میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وقت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا ہو۔ کائنات پر سکوت طاری ہوگیا ہو۔ کہیں کوئی آواز نہیں تھی بس تہذیب تھی اور میں تھا۔ میں تھا اور تہذیب تھی۔ پوری کائنات سمٹ کر ہم دونوں تک محدود ہوگئی تھی۔ ہم اس منزل سے گزر رہے تھے جب الفاظ اپنا وقت کھو بیٹھتے ہیں۔ خاموشی صدا بن جاتی ہے۔ ایک دوسرے سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جذبوں کا ابلاغ ذات سے ذہن اور دل سے دل تک براہ راست ہوتا ہے۔ تہذیب کی دھڑکنیں مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں اور میری دھڑکنیں اس کا جواب دے رہی تھیں۔ یہ وہ لمحہ تھا جب میری روح کے مانند میرے وجود کے لئے ایک ایسا نا قابل فراموش ہوا تھی جو دو لمحاتی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ ایک مادی کیفیت کا ایک ایسی سوچ تھی جس کے لئے اس مقام کا تعین نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی سوچ تھی جو باطن میں سفر کرتی ہے۔

ایک ایسا طوفان تھی جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے کب کہاں اور کس طرح تخلیق پائی مگر وہ تباہ کاریاں پھیلاتا ہے۔ تہذیب مالکم ایکس بھی کسی طوفان کی مانند میرے حواس پر چھائی تھی اور بے وقعت خس و خاشاک کی طرح مجھے بہائے لئے جارہی تھی۔

"جی چاہتا ہے یوں ہی تمہارے شانے پر سر رکھے بیٹھی رہوں اور عمر تمام ہوجائے" تہذیب کی مدھم سرگوشی ابھری "وہ وقت کب آئے گا علی جب ہم ہر قسم کے تفکرات سے آزاد ہوں گے؟"

"وہ وقت ضرور آئے گا جان علی! ہر جدوجہد کی کوئی نہ کوئی منزل ہوتی ہے' ہر سفر کو کہیں نہ کہیں ختم ہونا ہوتا ہے۔"

"چلتے چلتے پاؤں تھک گئے ہیں علی! ضبط کا دامن ہاتھ سے چھٹنے کو ہے۔ جتنا سفر ہم نے طے کیا ہے اس کے اعتبار سے ہماری منزل بعید ترین مسافت پر ہوتی تو بھی سفر کب کا تمام ہوچکا ہوتا۔"

"ہم عام لوگ نہیں ہیں تہذیب! ہمارا سفر بھی عام لوگوں کی طرح نہیں ہے۔ اسے روز و شب کے عمومی پیمانے سے مت ناپو جان علی!"

یک بہ یک تہذیب چونک پڑی "مجھے خیال ہی نہیں رہا" اس نے مجھ سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا "رات کے دھماکوں کے بعد کلارا سے بات کرنا ضروری تھا۔"

"اب زیادہ ضروری ہوگیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اب تمہارے پاس معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ کلارا کی رہنمائی اہمیت بھی جواب دے جائے گی۔"

"مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت میں اس سے رابطہ کہاں سے قائم کروں گی" تہذیب نے پریشان ہوکر کہا "اس وقت تو سڑکیں بھی سنسان نہیں ہوں گی۔"

"میں نے کلارا کو خوب اچھی طرح ورغلایا ہے۔ اس وقت وہ اپنے فرار کے انتظامات کررہی ہوگی۔ اس کے پاس اتنی فرصت کہاں ہوگی کہ وہ کوئی کال ریسیو کرتی پھرے۔"

"ایک امکان یہ بھی تو ہے کہ آخری وقت میں وہ اپنی ساکھ بحال کرنے کے لئے کوئی کوشش کرڈالے" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرتا ہوں تہذیب! تم کلارا سے رابطہ قائم کرو۔"

"تم انچارج ہو علی!" تہذیب نے مردہ سی آواز میں کہا اور ٹرانسمیٹر پر کلارا سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

رابطہ قائم ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ حسب معمول دوسری طرف کلارا خود تھی مگر خلاف معمول اس کی آواز بجھی بجھی سی تھی۔

"ریٹا سالومن آف فالکن تمہیں صبح بخیر کہتی ہے مادام کلارا" تہذیب نے چہک کر کہا۔

"میں تمہاری کال کا انتظار کر رہی تھی ریٹا سالومن! مبارک ہو تم کامیاب ہو گئیں۔"

"ابھی تو میں نے کامیابی کے پہلے زینے پر بھی قدم نہیں رکھا کلارا! کامیابی تو ابھی بہت دور ہے۔ چند اڈے تباہ ہونے سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ شی گورائے کا انچارج تبدیل کر دیا گیا ہے۔"

"ریٹا سالومن سب جانتی ہے کلارا! تمہاری جگہ جوزف کو بھیجا جا رہا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" مادام کلارا کی آواز آئی۔ اس کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی۔

"ریٹا سالومن جب کسی مشن کا آغاز کرتی ہے تو اس کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی نظر میں رکھتی ہے۔ یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔"

"میں بہرحال خوش ہوں کہ تم سے اور تمہارے مطالبات سے میری جان چھوٹی اور افسوس اس بات کا ہے کہ تم میرے ہتھے نہیں چڑھ سکیں۔"

"اور مجھے اس بے چاری عورت سے ہمدردی ہے جو میرے دھوکے میں تمہارے تشدد کا شکار ہوئی۔"

"اب تو تمہاری معلومات پر حیرت کا اظہار بھی فضول سی بات معلوم ہونے لگا ہے" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہمارا اگلا نشانہ ایڈم ڈی فلوک ہوتا" تہذیب نے ہنس کر کہا "مگر اس نے بے خبری میں ہم سے جو تعاون کیا ہے اس کی وجہ سے ہم نے اسے معاف کر دیا۔"

"اس نے تم سے کیا تعاون کیا ہے؟" مادام کلارا نے بڑی تیزی سے پوچھا۔

"دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے ڈیئر کلارا! لہٰذا جو شخص بھی اینگلز کے خلاف ہوگا قدرتی طور پر ہم اسے خود سے قریب محسوس کرنے لگیں گے۔"

"اس اعتبار سے تو... اس اعتبار سے تو" کلارا نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی۔

"ہاں اس اعتبار سے اب تم سے میری دشمنی ختم ہو گئی۔" تہذیب نے اس کا جملہ مکمل کر دیا "لیکن فلوک خود کو بڑا طرم خان سمجھتا ہے" تہذیب نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لپٹتے ہوئے کہا "اسے بہت سزا ضرور ملے گی۔"

"نہیں نہیں! اسے کچھ نہ کہنا۔ وہی تو میرا آخری سہارا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں ... جاؤں گی۔"

"اسے کچھ نہیں ہوگا کلارا! وہ نہایت احمق ہے۔ کل میرے خوف سے فلورا کو لے کر ہوٹل سے بھاگا تھا۔ اسے معلوم نہیں کہ وہ ہر لحظہ میرے ترحم پر تھا۔ ہم اسے پولیس اسٹیشن کے اندر بھی ختم کر سکتے تھے۔ وہ کسی پولیس اسٹیشن ہو یا کوئی اور تھانہ، ہر جگہ ہماری زد سے باہر نہیں اور شراب خانے میں تو وہ ہماری زد پر تھا۔ اسی نے آلریندا کو بے وقوف بنا کر جسے تمہارے آدمیوں نے بے ہوش کر دیا تھا۔ لیکن سمجھ رہا تھا کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بے وقوف کو یہ نہیں معلوم کہ ریٹا سالومن سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ آج تم دیکھنا ہم جوزف کا کیا کریں گے۔"

"ایسا لگتا ہے کہ تم قابو میں آنے سے قبل شدید نقصانات سے دوچار کرو گی" کلارا کی آواز آئی۔

"میں اس وقت بھی ایسی پوزیشن میں ہوں کہ گورائے میں اینگلز کو نیست و نابود کر سکتی ہوں" تہذیب نے نخوت سے کہا "لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔ انتظار کر رہی ہوں۔"

"چند وقتی کامیابیوں کے سبب تمہیں اس خود سرائی کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ لیکن یہ سب نہیں رہے گا۔"

"تمہاری آنکھیں اینگلز کی مصنوعی قوت کی وجہ سے اس حد تک خیرہ ہو چکی ہیں کہ اب تمہیں کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا۔" تہذیب نے کہا۔ اس کا لہجہ تنفر تھا۔

"تمہاری کامیابی میں میری نجات ہے" کلارا نے کہا "میں تمہاری کامیابی کی خواہش تو رکھتی ہوں مگر اس کی امید نہیں کر سکتی۔"

"تمہاری خواہش کو عملی روپ دینے میں وقت نہیں لگے گا کلارا۔"

"اگر تم... کچھ بھی نہ بتاؤ... کہا" مجھے اچانک ہی آواز آئی۔

"میں قبل از وقت کوئی وعدہ نہیں کر سکتی کلارا! تاہم تم پریشان ہو گئیں تو میں تمہارے کسی کام آ ہی جاؤں گی۔"

"میں اس ایڈم ڈی فلوک کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔" کلارا نے اٹک اٹک کر کہا اور تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔

"مجھے افسوس ہے کلارا!" تہذیب نے کہا "اس کے بارے میں میری معلومات بھی اتنی ہی ہیں جتنی تمہاری ہیں۔"

"کیا تم نے اس کے بارے میں چھان بین کرنے کی کوشش بھی نہیں کی... وہ کون ہے کہاں رہتا ہے اور اس کا ماضی کیا ہے؟"

"ہم نے کوشش کی تھی کلارا مگر اس کے سوا کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ مقامی باشندہ ہے مگر یہاں اس کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے لیکن اس سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ کوئی بھی ہو ہمیں اس سے خطرہ نہیں ہو سکتا۔"

"اور وہ شخص جو تمہاری طرف سے بائیکرو فلمیں لے کر آیا تھا کیا وہ تمہارے لئے کام کر رہا تھا؟" کلارا نے اگلا سوال کیا۔

"نہیں مائی ڈیئر کلارا" تہذیب ہنس کر بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہوگی جو اینگلز کے کام آ سکے۔ اب میں سلسلہ منقطع کر رہی ہوں۔ ٹرانسمیٹر اپنے ساتھ ہی رکھنا تاکہ تم سے بات چیت کا سلسلہ چلتا رہے۔" سلسلہ منقطع کر کے تہذیب نے میری طرف دیکھا "کیا خیال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ واقعی اینگلز سے برگشتہ ہو چکی ہے۔" میں نے کہا "مجھ پر اعتماد کر کے اس نے جو احمقانہ چال چلی ہے اس کی طرف سے اطمینان کرنا چاہ رہی تھی۔"

"تم اسے احمقانہ چال کہہ رہے ہو۔ انہوں نے دس روز سے اپنی تسلی کی تب کہیں جا کر کلارا نے تم پر اعتماد کیا ہے۔"

"بہرحال تہذیب! مطمئن وہ صرف میری صلاحیت کی طرف سے ہوئی ہے۔ میری ذات کی طرف سے وہ اب بھی شبہات کا شکار ہے۔"

"شبہات کا نہیں تجسس کا شکار ہے اور یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں ہے۔ اسے تجسس کا شکار ہونا ہی چاہئے۔ تم نے اسے مرعوب بھی تو اس قدر کر دیا ہے۔"

"ہونے دو" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اب میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔ رات بھر کا جاگا ہوا ہوں۔"

میں دوپہر کے وقت سو کر اٹھا تو بڈ کو موجود پایا۔ "بڈ نے تمہارا کام کر دیا ہے چیف! اپنا وعدہ یاد رکھنا۔"

میں نے بڈ سے مکان کی چابی لی اور اس نے مجھے مکان کے پتے سے آگاہ کیا۔ "بہترین مکان ہے چیف! دو کمرے ہیں۔ ایک کی چھت پکی ہے جبکہ دوسرے کمرے پر سیمنٹ کی چادریں پڑی ہوئی ہیں۔ چھوٹا سا صحن ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مکان فرنیشڈ ہے۔" بڈ ہنسا "یہاں فرنیشڈ مکان کہاں ملتے ہیں چیف! بس تمہارا مقدر ہی اچھا تھا۔"

"مقدر کہاں اچھا ہے بڈ!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مقدر اچھا ہوتا تو تم سے جان نہ چھوٹ جاتی۔"

"کیا!" بڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں "دیکھ لیا تم نے میڈم" وہ تہذیب کی طرف مڑا "کام نکلتے ہی کس طرح بڈ سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔"

"یہ تو زیادتی ہے علی!" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کتنی محنت سے تو بے چارہ تمہارا کام کر کے آیا ہے۔"

"اور آتے ہی میرے سر پر مسلط ہو گیا۔ اپنا وعدہ یاد رکھنا۔ جیسے یہ کوئی بہت اہم آدمی ہے اور میں اس سے وعدہ خلافی کر جاؤں گا۔"

"ارے اب کیا وعدہ بھی یاد نہ دلاؤں۔" بڈ نے چہک کر کہا "اگر وعدہ یاد دلانا اتنا ہی برا لگتا ہے تو وعدہ کیا ہی کیوں تھا؟"

"اس لئے کیا تھا کہ تم سیدھی طرح کام نہیں کر رہے تھے اور اس وقت تم سے کام لینے کا کوئی اور طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

بڈ کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڈ کو بے وقوف بنایا گیا ہے۔" اس نے پیر پٹخ کر کہا۔

"بالکل" میں نے سر ہلایا "میں نے تمہیں بے وقوف بنانے کی نیت سے ہی تم سے وعدہ کیا تھا۔"

"تم... تم شاید مذاق کے موڈ میں ہو چیف! تم سمجھ نہیں رہے کہ اس مذاق سے بڈ پر کیا گزر رہی ہے۔ میں ایسی کیفیت میں پاگل بھی ہو سکتا ہوں۔"

"اگر ایسا ہوا تو یہ ایک دلچسپ منظر ہوگا۔ میرا خیال ہے کوئی شخص بھی تمہیں پاگل نہیں سمجھے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے میں ویسے بھی پاگل نظر آتا ہوں۔" بڈ نے جذباتی انداز میں کہا۔

"غصے کی حالت میں تمہارا دماغ کچھ زیادہ ہی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے۔" میں نے تحیرانہ لہجے میں کہا۔ "اس بات کا مطلب تم بالکل ٹھیک ٹھیک سمجھ رہے ہو۔"

"میں شدت جذبات میں اندھا ہو کر انتہائی کارروائیوں پر بھی اتر سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت میں تم ہمیں اس سے زیادہ نقصان پہنچا سکو گے جتنا اب پہنچا رہے ہو۔"

تہذیب بے تحاشا ہنس دی تھی مگر میں انتہائی سنجیدہ تھا اور بڈ کے چہرے پر بے یقینی بکھری ہوئی تھی۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم تفریح کے موڈ میں ہو اور مجھ سے مذاق کر رہے ہو" بڈ نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"اپنے طور پر تم کچھ بھی سمجھنے کے لئے آزاد ہو۔ میں کسی کے ساتھ زبردستی کرنے سے رہا کہ وہ میری باتوں پر ضرور ہی یقین کرے" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے تو کچھ چکر لگ رہا ہے میڈم!" بڈ نے تشویش سے کہا "چیف کا طبی معائنہ کرانا پڑے گا۔"

تہذیب ہنس ہنس کر بے حال ہو چکی تھی "اب کچھ مت کہنا ہنی!" تہذیب نے بمشکل کہا "یقین نہیں آتا کہ تم اتنی سنجیدگی سے بھی مذاق کر سکتے ہو۔"

"تو تم بھی میری باتوں کو مذاق سمجھ رہی ہو" میں نے اپنی سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا اور تہذیب پر ایک بار پھر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"یہ ہنسنے کا وقت نہیں ہے میڈم!" بڈ نے کہا "مجھے تو معاملہ تشویشناک لگ رہا ہے۔ ابتدا میں مرض کا علاج آسانی سے ہو جاتا ہے۔"

"اُف... تم دونوں مجھے ہنسا ہنسا کر پاگل کر دو گے!" تہذیب مارے ہنسی کے دہری ہوئی جا رہی تھی۔

"اچھا جاؤ معاف کیا" میں نے کہا "تم بھی کیا یاد کرو گی کسی علی یار خان سے پالا پڑا تھا۔"

"کیا مطلب!" بڈ نے بے وقوفوں کے سے انداز میں کہا "کیا ابھی تک تم مذاق کر رہے تھے؟"

"اب بس کرو بڈ!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "کہیں میڈم کو اچھو نہ لگ جائے۔"

بڈ نے سعادت مندانہ انداز میں سر جھکا لیا اور تہذیب جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔

"میڈم کو کیا ہو گیا ہے چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا "مجھے تو کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے کوئی آسیبی چکر تو نہیں ہے؟"

"مجھ سے بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ابھی مرغا بنا دوں گا۔"

"اسی لئے میں با اختیار لوگوں سے مذاق نہیں" ... نے برا سا منہ بنا کر کہا "جب تک اپنی ہی چلا ... رہے اور دوسرے کی باری آنے پر آنکھیں دکھانے ..."

"اب اس باری کا انتظار کرو جو یورپ جانے ... شروع ہو گی۔ چھوٹی موٹی تفریحات سے صرف نظر کرو۔"

"میں کہتا ہوں تم وقت ضائع کر رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا "ماسکیرو فلموں کی طرف سے تم نے یوں آنکھیں ... کر لی ہیں جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔"

"سمجھ میں نہیں آتا بڈ!" میں نے ایک طویل ... لے کر کہا "کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ زیادہ اہم ... فلموں کی اہمیت زیادہ ہے۔"

"تم بہت اہم کام کر رہے ہو چیف! لیکن فلموں ... تم نے بالکل ہی بند کر لینا تو نامناسب ہے۔ ... ان میں کیا ہے ممکن ہے کوئی بہت ہی اہم بات ہو۔"

"بڈ کا کہنا درست ہے علی!" تہذیب نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا "میں خود تم سے یہی بات کہنے ... تھی۔ معلوم ہونا چاہئے کہ آخر ان فلموں میں ہے کیا۔"

"مشکل یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی بات ... جا سکتی ہے" میں نے کہا "پھر یہ بھی ہے کہ ... میں رہتے ہوئے تو ہمیں محتاط ہی رہنا ہو گا۔"

"بڈ کی صلاحیتوں پر سے تمہارا اعتماد اٹھ گیا ..." بڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بڈ!" میں نے ہنس کر ... "تو بس محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دشمن ملک میں ہیں ... کے کارکن بھی ہماری تاک میں ہیں۔ وہ دونوں کسی کی نظروں میں بھی آ گئے تو مصیبت ہی ہو جائے گی۔"

"بڈ ایسا کوئی موقع آنے ہی نہیں دے گا چیف! ایک بار موقع دے کر تو دیکھو۔"

"بڈ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو اسے موقع ... چاہئے" تہذیب نے کہا "اس کے ذہن میں ... طریقہ کار ہو گا جبھی یہ اصرار کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے ہتھیار ڈال دیے "اگر ... سے دو چار ہوئے بغیر بڈ ماسکیرو پر چیکنگ کر سکے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ چیف" بڈ نے خوش ہو کر کہا "اب ... کمال دکھاتا ہے۔"

... ہے لہٰذا اپنا پروگرام مؤخر کر دو۔"

"تم تو چیف!" بڈ نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور میں ان دونوں کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرنے لگا۔

٭٭٭

میں نے کلارا سے چار بجے کا وعدہ کیا تھا مگر اس سے آدھا گھنٹا قبل ہی اس کے پاس پہنچ گیا "تیاری مکمل ہو گئی کلارا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں" کلارا نے کہا "اگر مجھے اپنی جان کا خطرہ نہ ہوتا تو زندگی میں اتنا بڑا قدم اٹھانے کی ہمت نہ کرتی۔"

"ہر بڑے کام کے پیچھے کوئی نہ کوئی مجبوری ضرور ہوتی ہے کلارا ڈیئر! لہٰذا اگر تم مجبور ہو کر یہ قدم اٹھا رہی ہو تو مجھے یقین ہے کہ تم سے کوئی بہت بڑا کام سرزد ہونے والا ہے۔"

"میں تمہیں بتانا بھول گئی" اچانک کلارا نے چونک کر کہا "صبح تمہارے جانے کے بعد ریتا سالومن نے ٹرانسمیٹر پر رابطہ کیا تھا۔"

"وہ تو اسے کرنا ہی تھا" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا "آخر اس نے رات انگلو کے اڈوں پر بموں کے دھماکے کر کے جو کارنامہ کیا ہے اس کی داد بھی تو وصول کرنی ہو گی۔"

"تم زیادہ ناسمجھ بننے کی کوشش مت کیا کرو مجھے" کلارا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "رات اس نے تمہیں چھوڑ دیا ورنہ تم دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو چکے ہوتے۔"

میں بے اختیاری سے ہنسنے لگا "یہ لطیفے سنانے کا وقت نہیں ہے کلارا!" میں نے کہا "اس وقت ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں یہ لطیفے کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔"

"میں لطیفے نہیں سنا رہی ہوں" کلارا برا مان کر بولی "جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ ایک سنگین حقیقت ہے۔ تم ریتا سالومن کی زد میں تھے وہ تمہیں نشانہ بنا سکتی تھی مگر معلوم نہیں کیوں اس نے ایسا نہیں کیا۔"

"اچھا مان لیا بابا کہ اس نے مجھے دوسری زندگی بخش کر مجھ پر احسان کیا ہے" میں نے یوں کہا جیسے بات ختم کرنے کے لئے اس کی بات مان رہا ہوں۔ "اب یہاں سے چلنے کی تیاری کرو ویسے ہی وقت کم ہے۔"

"میں نے حقیقت بتا دی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے" کلارا نے کہا "ساری زبان طراریاں دھری رہ جائیں گی اور یہ شیخی بگھارنا بھول جاؤ گے۔"

"... جانے کے بعد سے میرے ہوش ویسے ہی اڑے ... معلوم نہیں کہ اب تم اور کیا بتانا چاہتی ہو۔"

... ہے" کلارا نے کہا اور مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ شاید وہ میرے چہرے پر اس اطلاع کا رد عمل تلاش کر رہی تھی۔

"معلوم ہے صبح کیا ہوا؟" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا "جب میں یہاں سے نکلا تو راستے میں مجھے صدر بش مل گئے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے کار روک لی۔ پہلے تو شکوے شکایت کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوویت یونین چلنے کی دعوت دی۔ انہیں وہاں کے اندرونی حالات پر بڑی تشویش ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ دنیا کی ایک بہت بڑی مملکت اندرونی انتشار کا شکار ہو کر سائنسی ترقی کی طرف سے غافل ہو جائے......"

"یہ کیا بکواس ہے" کلارا نے جھنجلا کر کہا "کیا اچانک ہی پاگل ہو گئے ہو یا تم پر کوئی دورہ پڑا ہے۔"

"ریتا سالومن تم سے کہے کہ وہ ایڈم ڈی فلوک کو دوسری دنیا میں پہنچا سکتی تھی تو تم فوراً یقین کر لو اور میں کہوں کہ میری ملاقات امریکا کے صدر سے ہوئی تھی تو میرا دماغ خراب ہے۔"

کلارا نے ایک طویل سانس لی۔ "اس نے ایسے حوالے دیے ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا اس لئے میں نے یقین کیا ہے۔ وہ تمہاری طرح بے پر کی تو نہیں اڑا رہی تھی۔"

"میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔ سمجھیں تم؟ ریتا سالومن جیسی بچیاں ہمیں مرعوب کر سکتی ہیں۔ میں کسی سے مرعوب ہونے والا نہیں ہوں۔"

"اس نے یہ تک تو بتا دیا کہ تم نے فلورا سے کیا کہا تھا۔"

"نہیں" میں نے حیرت ظاہر کی "یہ کیسے ممکن ہے۔ وہاں میرے اور فلورا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، تم شاید مجھ سے مذاق کر رہی ہو۔"

"اگر میں مذاق کر رہی ہوں تو یہ بتا دو کہ یہ بات میرے علم میں کس طرح آئی؟"

"تمہیں ضرور فلورا نے بتایا ہو گا" میں نے کہا "اس کے علاوہ کوئی صورت ہی نہیں ہے۔"

"مجھے پریشان مت کرو ایڈم! تم سے غلط بیانی کر کے مجھے کیا حاصل ہو جائے گا۔ ریتا سالومن تو اس گفتگو تک سے واقف ہے جو میرے اور تمہارے درمیان صبح ہوئی ہے۔"

میں اچھل پڑا "تم نے ان باتوں کا تذکرہ کس کس سے کیا تھا؟"

"میں نے تو کسی کو ان باتوں کی بھنک تک نہیں لگنے دی

تھی" کلارا نے کہا "اور تم نے؟"

"میں نے بھی کسی سے ذکر نہیں کیا" میں نے پریشانی سے کہا پھر چونک کر بولا "یہاں کوئی ڈکٹا فون وغیرہ تو پوشیدہ نہیں ہے؟"

"رینا سے بات کرنے کے بعد میں نے یہاں کی ایک ایک چیز چھان ماری مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔"

"تو پھر مجھے خود کو چیک کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے میرے پاس موجود چیزوں میں کوئی ایسا آلہ ہو جس کے ذریعے وہ ہماری باتیں سن لیتی ہو" میں نے کلارا کو دکھانے کے لئے ایک ایک چیز اچھی طرح چیک کی۔ کلارا نے بھی اس کام میں میری مدد کی۔ خاص طور پر میرے لباس کی چھان بین تو اس نے بڑی باریک بینی سے کی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور ہوتا بھی کیسے۔ ریناسالومن کی معلومات کا ذریعہ تو میں خود تھا۔

"ایسا لگتا ہے ریناسالومن کوئی جادوگرنی ہے" میں نے ہنس کر کہا "افریقہ کا کالا جادو بہت مشہور ہے۔"

"تم ہنس رہے ہو اور میری جان پر بنی ہوئی ہے" کلارا نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا "اس طرح تو ہم کہیں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔"

"ان سب باتوں کو جہنم میں جھونکو۔ وقت آنے پر میں ریناسالومن کو بھی دیکھ لوں گا۔"

"لیکن ایک خوش آئند بات بھی ہے" کلارا بولی "اس کا لہجہ دوستانہ تھا۔ وہ اس بات پر بہت خوش ہے کہ میں اینگلز سے نہ صرف علیحدہ ہو رہی ہوں بلکہ اس کے خلاف کام کروں گی۔"

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ اب ہمیں ایک جادوگرنی کی مدد حاصل رہے گی۔ ہم اس کے ذریعے اپنے مخالفین کو بکرا بنوا کر کسی چراگاہ میں چھڑوا دیا کریں گے" میں نے کہا پھر جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا "کیا تمہارا یہاں سے چلنے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"چلو" کلارا بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی "سارے کام میں نے تمہارے کہنے کے مطابق کر دیئے ہیں۔"

ذرا ہی دیر بعد ہم ایک شاندار رولس رائس میں سفر کر رہے تھے۔ رولس رائس میں ڈرائیو کر رہا تھا اور کلارا عقبی نشست پر بیٹھی تھی کار کے شیشے رنگین تھے اس لئے باہر سے اندر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

"اگر ذرا سا بھی خطرہ محسوس کرو تو ہم اب بھی واپس جا سکتے ہیں" کلارا نے کہا۔

"ان باتوں کو ذہن سے نکال دو کلارا! ایڈم کا اٹھا ہوا قدم واپس نہیں لیتا۔"

"اب تو مجھے اینگلز سے زیادہ ریناسالومن سے خوف محسوس ہونے لگا ہے" کلارا نے کہا "واقعی ایسا لگتا ہے جیسے اس کے قبضے میں کوئی پراسرار قوت ہو۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ میں یہی چاہتا تھا کسی صورت سے اس کے ذہن سے اینگلز کا خوف ہو جائے اور اس کی صورت یہی تھی کہ وہ کسی اور کو اس سے بہتر تسلیم کر لے۔

"ریناسالومن سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو ہم سے برسرپیکار ہے۔ اس کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"اب اس سے بات ہوگی تو میں کوشش کروں گی (لیکن یہ) بہت توہین آمیز ہوگا۔"

"تمہارا اقتدار چھن گیا مگر تمہارے دماغ سے خناس نہیں نکلا" میں نے کار سڑک کے کنارے لگا کر روک دی جہاں ایک پستہ قامت بوڑھا کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر جھریاں ہی جھریاں نظر آ رہی تھیں سفید رنگ کی لمبی سی چکی داڑھی اس کے سینے پر لہرا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوب صورت صندوقچی تھی "ڈرو نہیں کلارا! پروفیسر صاحب ہمارے ساتھ سفر کریں گے۔"

کلارا کچھ نروس سی ہوئی مگر اس نے دروازہ کھول دیا اور پروفیسر صاحب اپنی صندوقچی سمیت کلارا کے برابر براجمان ہو گئے۔ میں نے کار دوبارہ چلا دی۔

"ہم کب ــــ کیا پروفیسر صاحب سے تعارف نہیں کراؤ گے" کلارا نے کہا اور میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"یہ پروفیسر زارا ہیں" میں نے کہا "میک اپ اسپیشلسٹ ہیں۔ متعدد ممالک کی فلم انڈسٹری میں ان کے شاگرد بطور میک اپ مین کام کر رہے ہیں۔ ہم لوگوں کا میک اپ بھی یہی کریں گے۔"

"اوہ! پروفیسر زارا" کلارا نے خوش ہو کر پروفیسر سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا "نائس ٹو میٹ یو۔"

پروفیسر زارا نے جو بڈھے کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا ہاتھ تھام لیا۔ پھر مصافحہ طویل ہوتے دیکھ کر مجھے ٹوکنا پڑا۔

"اپنا کام شروع کیجئے پروفیسر صاحب" میں نے کہا "ہم لوگوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

بڈھے نے میری طرف گھور کر دیکھا اور کلارا بولی [illegible]

"اس قسم کے پروگرام پھر کسی وقت کے لئے اٹھا رکھو کلارا!" میں نے سرزنش آمیز لہجے میں کہا "ابھی ہمیں جلدی ہے۔"

"اوہ ہاں" کلارا گڑبڑا کر بولی "آپ اپنا کام شروع کیجئے پروفیسر!"

بڈھے نے غصیلے انداز میں صندوقچی کھولی جس میں میک اپ کے سامان کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

"میک اپ کرنے والے تو ہمارے پاس بھی بہت ہیں ایڈم مگر اتنا بڑا ماہر کوئی نہیں ہے جس کے شاگرد فلمی صنعتوں میں کام کر رہے ہوں۔"

"ابھی تم پروفیسر زارا کے ہاتھوں کا کمال دیکھنا۔ ان کا دعوٰی ہے کہ یہ محض پندرہ منٹ کے قلیل عرصے میں تمہیں ناقابل شناخت بنا دیں گے۔"

بڈھا اب کلارا کا چہرہ ٹٹول رہا تھا جب کہ اسے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کلارا پر جس قسم کا میک اپ ہونا تھا وہ اسے پہلے بتا دیا گیا تھا لیکن میں نے اسے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔

"پندرہ منٹ کے اندر اندر" بڈھے نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لیتے ہوئے کہا "میں تمہیں اتنا تبدیل کر دوں گا کہ تم بھی اپنے آپ کو شناخت نہیں کر پاؤ گی۔"

"پروفیسر" مجھے تنگ آ کر دخل اندازی کرنی پڑی "یہ بات تم مجھے پہلے بھی بتا چکے ہو۔"

"جی تو نہیں چاہتا کہ تمہارے حسین چہرے سے اپنے ہاتھ ہٹاؤں مگر کیا کروں مجبوری ہے" بڈھے نے بے باکی کی انتہا کر دی۔

"شکریہ پروفیسر" کلارا نے مسکرا کر کہا "تمہاری تعریف میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں۔ نوجوان تو ہر لڑکی کی جھوٹی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے اپنا غصہ ضبط کر لیا۔ بڈھا یہ میک اپ میں نے فوراً کیا تھا۔ اس نے احتجاج بھی کیا تھا مگر میں نے کہا تھا کہ اس طرح کلارا پر اس کے تجربے کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ اب جو کچھ کلارا نے کیا تھا اسے سن کر یقیناً بڈھے کا خون کھول گیا ہوگا جس کا اندازہ اس کے عمل سے بخوبی ہو رہا تھا۔ وہ بڑے جھنجلائے ہوئے انداز میں کلارا کے چہرے پر ایک لوشن لگا رہا تھا جس سے کلارا کی سفید رنگت دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ پڑتی جا رہی تھی۔

"بالکل ایسا ہی لوشن ہمارے میک اپ مین بھی استعمال کرتے ہیں" کلارا نے [illegible] سیاہ ہو جاتی ہے۔"

"اب یہ لوشن بہت عام ہو گیا ہے" بڈھے نے کلارا کے ہاتھوں پر بھی لوشن لگاتے ہوئے کہا "لیکن اس کے بعد جو لوشن میں استعمال کروں گا اس کا موجد میں خود ہی ہوں۔"

"میں خوش نصیب ہوں پروفیسر زارا کہ اس بہانے مجھے آپ کے ہاتھوں میک اپ کرانے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔"

"ہاں یہ ایک اعزاز ہی ہے" بڈھے نے کہا "تمہارے لئے بھی اور میرے لئے بھی۔"

"کیا مطلب" کلارا نے حیران ہو کر پوچھا "آپ کے لئے کیا چیز اعزاز ہے؟"

بڈھا گڑبڑا گیا مگر اس نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا "آپ مسٹر ایڈم ڈی فلوک کو نہیں جانتیں۔ اگر یہ کسی سے کام لیں تو یہ اس شخص کے لئے اعزاز ہی ہوتا ہے۔ ویسے بھی انہوں نے مجھ سے جتنی حسین خدمت لی اس کے لئے میں ان کا شکر گزار رہوں۔"

"آپ مسٹر ایڈم کو کب سے جانتے ہیں پروفیسر؟" کلارا نے بڑے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ایک عرصہ ہو گیا" بڈھے نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ان سے میری پہلی ملاقات ہالی ووڈ میں ہوئی تھی۔"

"ہالی ووڈ میں!" کلارا نے حیرت سے کہا۔ ہاتھوں کے ساتھ ساتھ بڈھے کی زبان بھی چل رہی تھی "ان سے میری پہلی ملاقات لارنس آف عریبیہ کے سیٹ پر ہوئی تھی۔"

"کیا!" کلارا مارے حیرت کے تقریباً اچھل ہی پڑی "وہ تو ــــ وہ تو پرانی فلم ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مسٹر ایڈم سے ملاقات بہرحال وہیں ہوئی تھی۔"

"مگر ــــ مگر مسٹر فلوک کی عمر اتنی زیادہ تو نہیں معلوم ہوتی!" کلارا نے کہا۔

"ہاں یہ اپنی عمر سے بہت کم نظر آتے ہیں لیکن اس فلم میں اداکار عمر شریف نے بھی تو کام کیا تھا۔ وہ بھی تو اپنی عمر سے کم نظر آتا ہے۔"

"تو کیا مسٹر فلوک نے بھی لارنس آف عریبیہ میں کام کیا ہے؟" کلارا کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور میں بے بسی سے دانت پیس رہا تھا۔ بڈھے کی چلتی ہوئی زبان کو روکنا میرے بس سے باہر تھا۔

"جی ہاں" بڈھے نے اثبات میں سر ہلایا اور میری جان نکل گئی [illegible]

انہوں نے چند اور فلموں میں کام کیا ہے۔ جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں آ رہے ہیں۔"

"کمال ہے پروفیسر!" کلارا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "لارنس آف عریبیہ تو میں نے بھی دیکھی ہے۔ مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ اس میں مسٹر فلوک کی جھلک بھی دکھائی دی ہو۔"

میں نے اپنی سانس روک لی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بڈ اس حد تک آپے سے باہر ہو جائے گا۔ اس نے اتنا بڑا جھوٹ بول دیا تھا کہ جسے جھٹلانا ناممکن تھا۔

کلارا کی بات کے جواب میں بڈ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "فلموں میں اسٹنٹ مین بھی تو ہوتے ہیں" اس نے کہا "مسٹر فلوک کو اداکاری کا شوق تھوڑی تھا۔ یہ تو سدا کے کرتب باز آدمی ہیں۔"

"تم نے اتنی بڑی فلم میں اسٹنٹ مین کے طور پر کام کیا اور مجھ سے تذکرہ تک نہیں کیا" کلارا نے شکایتی انداز میں مجھ سے کہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ فلوک بے چارے پر کیا گزر رہی ہے۔ اگر وہ پوچھ لیتی کہ میں نے اس فلم میں کیا کام کیا تھا تو میں کیا جواب دیتا۔ مارے غصے کے میرا خون کھول رہا تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ موقع ملتے ہی بڈ کو اس حرکت کی سزا ضرور دوں گا۔

"مجھ سے عام طور پر لوگوں کو شکایت ہی رہتی ہے" میں نے گول مول انداز میں کہا تاکہ اس سے جان چھوٹ جائے۔

"لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ مسٹر فلوک قسمت کے دھنی ہیں" بڈ نے کہا "وہ ایسی فلم تھی جس میں کسی اسٹنٹ مین کی گنجائش ہی نہیں تھی مگر ان کے لئے اتنی بڑی فلم میں بھی کام نکل آیا۔"

"وہ کس طرح؟" کلارا نے اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ خوش ہو رہی تھی کہ اس بہانے اسے میرے بارے میں معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ بڈ اسے ڈبو دے گا۔

"اس فلم میں کام کرنے کے لئے شرط تھی کہ ہر اداکار اپنے رول کا ہر کام خود ہی کرے گا۔ عمر شریف شتر سواری نہیں جانتا تھا لیکن جب پروڈیوسر نے اس سے پوچھا کہ وہ شتر سواری جانتا ہے تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پروڈیوسر کو بھی اس کے جواب پر شبہ نہیں ہوا اس لئے کہ عمر شریف کا تعلق سرزمین عرب سے ہے جو اونٹوں اور صحراؤں کی سرزمین ہے۔ عمر شریف کو فلم کی کاسٹ میں شامل کر لیا گیا لیکن جب اس منظر کی فلم بندی کا وقت آیا جس میں عمر شریف کو عقب سے چھلانگ لگا کر اونٹ کی پشت پر سوار ہونا ہے تو عمر شریف نے بری بھنڈی دکھا دی۔ پروڈیوسر کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ جتنی فلم بندی ہو چکی تھی عمر شریف کو باہر نکالنے کی صورت میں وہ سب کی سب تلف ہو جاتی۔ چناں چہ اسٹنٹ مین سے سین فلمانے کا فیصلہ کیا گیا۔"

"اوہ پروفیسر زارا! مجھے یاد ہے۔۔۔ وہ تو بڑا مشکل سین ہے۔ آج تک میں یہی سمجھتی رہی کہ وہ سین خود عمر نے کیا ہے۔"

"اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ حقیقت بہت کم لوگوں کے علم میں ہے اور تم خوش نصیب ہو وہ شخص تمہارا دوست ہے جس نے دنیا کی ایک عظیم فلم لارنس آف عریبیہ میں کام..."

"کیا آپ دونوں کے درمیان اسی وقت سے دوستی ہے پروفیسر؟" کلارا نے پوچھا۔

"شناسائی" بڈ ہنسا "ارے مسٹر فلوک میرے محسن ہیں۔ برسوں سے میں ان کا مقروض تھا۔ شکر ہے آج ان کے احسان کا بوجھ کسی قدر کم ہو گیا۔"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں پروفیسر! میری ذات کو موضوع بحث نہ بنائیں" میں نے نرمی سے کہا مگر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"اس میں موضوع بحث بنانے کی کیا بات ہے؟" کلارا نے کہا پھر بڈ سے بولی "ہاں پروفیسر آپ بتا رہے تھے کہ فلوک نے آپ پر کیا احسان کیا تھا۔"

میں دہل کر رہ گیا۔ بڈ پہلے ہی میرے بارے میں ایسے جھوٹ بول چکا تھا کہ شیطان بھی سنتا تو کان دبا جاتا اور اب معلوم نہیں وہ اور کیا کہنے والا تھا۔ میں درویش بر جان درویش کے مصداق دانت پیستے ہوئے ... کرتا رہا۔

"کاروباری رقابت دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے" بڈ نے اپنے نئے جھوٹ کا آغاز کرتے ہوئے کہا "ان دنوں لارنس آف عریبیہ بن رہی تھی انہی دنوں میں نے ... کا فن نیا نیا سیکھنا شروع کیا تھا۔ مجھے جنون کی حد تک اس کا خبط تھا اس لئے میں نے بہت جلد بہت سے ... اپنی طرف مبذول کرا لی۔ اس فیلڈ میں پہلے سے موجود ... کو میری کامیابیاں ایک آنکھ نہ بھائیں اور ایک ... ایک سنسان گوشے میں چار غنڈوں نے گھیر لیا" ... ہو گیا۔

"پھر کیا ہوا؟" کلارا نے ...

... جا رہا تھا۔

"وہ چاروں ... مسلح تھے' ان کے ہاتھوں میں خوف ناک ریوالور دبے ہوئے تھے اور ان کے انداز سے درندگی ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھ جیسے منحنی شخص کے لئے تو ان میں سے ایک بھی کم نہ تھا اور انہیں میرے مقابلے پر آنے کے لئے کسی ہتھیار کی ضرورت بھی نہیں تھی مگر ان کا مقصد مجھے خوف زدہ کرنا تھا جو انہیں حاصل ہو چکا تھا۔ خوف سے میری گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں آئندہ ہالی ووڈ کی حدود میں دکھائی دیا تو میری ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے اپنی ٹانگیں اس وقت بھی عزیز تھیں اور آج بھی عزیز ہیں۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ آئندہ وہاں نظر نہیں آؤں گا۔ وہ لوگ واپسی کے لئے پلٹ ہی رہے تھے کہ کہیں سے مسٹر فلوک نمودار ہو گئے۔ شاید ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن چکے تھے۔ انہوں نے ان غنڈوں کو سنانے کے لئے بلند آواز میں مجھ سے کہا "تم کہیں نہیں جاؤ گے پروفیسر زارا۔"

"تو کیا تم اس وقت بھی پروفیسر ہوا کرتے تھے" کلارا نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا اور بڈ بری طرح جھینپ گیا مگر بڑا ڈھیٹ آدمی تھا۔

"اگر اب تم بیچ میں بولیں تو میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا" بڈ نے کلارا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم۔۔۔ میں وعدہ کرتی ہوں' اب کچھ نہیں بولوں گی!" کلارا ہکلا کر بولی۔

"چاروں غنڈے اس دخل اندازی پر حیران رہ گئے اور پھر ان کا دماغ خراب ہو گیا۔ میں ان سے جان چھڑانا چاہ رہا تھا۔ چناں چہ میں نے مسٹر فلوک سے کہا کہ میں تو اب ایک دن بھی ہالی ووڈ میں نہیں رکوں گا۔ مسٹر فلوک اس وقت جوان بلکہ نوجوان تھے۔ ان کی دخل اندازی کو ان چاروں نے بھی ان کی جذباتیت پر محمول کیا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ چار تجربہ کار غنڈے مسلح ہوتے ہوئے بھی ایک سولہ سالہ نوجوان سے شکست کھا جائیں گے۔ انہوں نے مسٹر فلوک کا مذاق اڑانا شروع کیا مگر مسٹر فلوک کے انداز میں ... تو ... تھا وہ رفتہ رفتہ ان کے اعصاب پر سوار ہو رہا تھا۔ ... سامنے ایک غنڈہ مسٹر فلوک پر حملہ کر بیٹھا۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں دیکھ سکا کہ اس کا ریوالور مسٹر فلوک کے ہاتھ میں کس طرح پہنچا۔ مجھے تو بس اتنا نظر آیا کہ مسٹر فلوک اس ریوالور سے فائرنگ کر رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے انہوں نے صرف چار فائر کئے ...

ایک کی ... ایک ٹانگ زخمی ہو گئی تھی۔ پلک جھپکتے ہی بازی الٹ گئی تھی۔ مسٹر فلوک نے ریوالور کے زور پر بقیہ تینوں افراد کو بھی غیر مسلح کر دیا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد بری طرح تڑپ رہے تھے مگر مسٹر فلوک کو ان کی ذرہ برابر پروا نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ ان پر توجہ دینے کے بجائے وہ میری طرف مڑے۔ ریوالور بدستور ان کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اب میرا کیا خیال ہے۔ مجھ سے یہ سوال کرتے وقت ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور لہجہ بھی بے حد نرم تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کسی خوف ناک بھیڑیے کے مقابل کھڑا ہوں۔ میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے۔ میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ میرا حلق خشک اور سر بھاری ہو رہا تھا۔ مسٹر فلوک اور چاروں غنڈے مجھے دھندلے دکھائی دینے لگے تھے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے حواس برقرار رکھنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہیں ہو سکا اور میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔ بے ہوش ہونے سے قبل کی آخری بات جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر فلوک ہنستے ہوئے میری طرف بڑھے تھے" بڈ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ اس کم بخت نے اپنے انداز بیان سے ایسا سماں باندھ رکھا تھا کہ کلارا تو ایک طرف رہی خود میں بھی محو ہو گیا تھا۔ حالاں کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ نری بکواس کر رہا ہے۔

"پھر۔ پھر کیا ہوا؟" کلارا نے بڈ کی خاموشی طول پکڑتے دیکھ کر اسے ٹوکا۔

"میں زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہا لیکن جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر مسٹر فلوک کے زانو پر رکھا ہوا ہے۔ یہ میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مار مار کر مجھے ہوش میں لائے تھے۔ ان کے ایک ہاتھ میں بدستور ریوالور موجود تھا جس سے انہوں نے ان چاروں کو کور کر رکھا تھا۔ مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر مسٹر فلوک مسکرائے مجھے تسلی دی اور کہا وہ میرے دشمنوں کو سبق دے کر دم لیں گے۔ انہوں نے میرے سامنے ان چاروں سے پوچھا کہ انہوں نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔ جب انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو مسٹر فلوک نے وہیں ان پر تشدد کرنا شروع کر دیا اور ان کی زبان کھلوا کر دم لیا۔ انہوں نے جس شخص کا نام لیا اسے سن کر میں حیران رہ گیا۔ وہ ایک سینئر میک اپ مین تھا اور وہ میرے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کی بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا مگر مسٹر فلوک اسی طرح مسکرا رہے تھے۔ جیسے میں کوئی احمق بچہ ہوں۔ بعد کے حالات نے ثابت

کیا کہ میں واقعی احمق تھا۔ عمر میں مجھ سے کہیں کم ہونے کے باوجود مسٹر فلوک اس وقت بھی تجربے کے اعتبار سے مجھ سے بہت آگے تھے۔ یہ اسی وقت مجھے اپنے ساتھ لے کر اس میک اپ مین کے پاس گئے اور بھرے پُرے اسٹوڈیو میں اسے پکڑ لیا۔ اس نے پہلے تو اس الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کیا مگر مسٹر فلوک نے سیکڑوں افراد کے سامنے اس پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ انہوں نے بڑی بے دردی سے اس کی پٹائی کی اور آخر کار اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ان چاروں غنڈوں کو اس نے بھیجا تھا۔ وہ میری طرف سے شدید خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ اس لئے کہ میں مستقبل میں اس کی جگہ لے سکتا تھا۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا جسے میں اپنے ساتھ سب سے زیادہ مخلص سمجھا کرتا تھا۔ جب اس نے ہی میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو میں کسی اور پر کیسے بھروسا کر سکتا تھا۔ بہرحال مسٹر فلوک نے یہیں پر بس نہیں کیا۔ انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ چاروں غنڈوں کے ساتھ وہ میک اپ مین بھی گرفتار ہو گیا۔ مسٹر فلوک نے برسرعام اعلان کیا تھا کہ اگر آئندہ کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اس کا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔ بس اس کے بعد پھر کسی میں مجھ سے الجھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اگر اس روز مسٹر فلوک بروقت مداخلت نہ کرتے تو آج کہانی بالکل مختلف ہوتی۔"

کلارا سناٹے کے عالم میں بیٹھی تھی "اس کے بعد پھر کبھی مسٹر فلوک سے تمہاری ملاقات تو نہیں ہوئی؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کچھ دنوں تک تو مسٹر فلوک نظر آتے رہے پھر ایسے غائب ہوئے کہ آج نظر آئے۔ ان برسوں کے دوران میں نے متعدد بار مسٹر فلوک کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی مگر کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر بھول جاتا تو مجھ سے بڑا احسان فراموش روئے زمین پر کوئی نہ ہوتا۔ آج جب میں نے انہیں اپنے گھر کے دروازے پر دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اب تو میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میں نے ہر قسم کے کاموں میں دلچسپی لینا ترک کر دیا ہے۔ مسٹر فلوک کو میرے بارے میں کس طرح علم ہوا اس کے بارے میں تو خود ہی بتا سکتے ہیں۔ میرے بہت پوچھنے پر بھی انہوں نے کچھ نہیں بتایا تاہم جب انہوں نے مجھ سے کہا کہ ان کی ایک دوست کو کچھ لوگوں کی طرف سے خطرہ ہے اور مجھے اس کا میک اپ کرنا ہے تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ میرے جسم کا رواں رواں مسرت سے سرشار ہو گیا۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے مسٹر فلوک کا احسان چکانے کا موقع مل سکے گا۔ اس طرح تمہارا میک اپ میری زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔"

میں دل ہی دل میں بڈ کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ کم بخت نے کہاں سے کہانی شروع کی تھی اور کہاں لا کر ختم کی تھی۔ اگر وہ یہ من گھڑت کہانی نہ سناتا تو کلارا یہی سوچ کر پریشان ہوتی رہتی کہ کہیں بڈ اینگلز سے تعلق [illegible] کر دے۔ نہ صرف خود پریشان ہوتی بلکہ میرا بھی ناک میں دم کئے رکھتی۔ میں اسے مطمئن کرنے کی لاکھ کوشش کرتا مگر بھرپور تاثر نہیں دے سکتا تھا۔ کلارا بڈ کی کہانی سے بڑی متاثر نظر آ رہی تھی اور محض اسی ایک بنیاد پر میں نے بڈ کو معاف کر دیا ورنہ میں نے سوچا تو یہی تھا کہ موقع ملتے ہی اس پر اس دروغ گوئی کی سخت سزا دوں گا۔

"تمہارا میک اپ مکمل ہو چکا ہے" بڈ نے کہا "اچھی طرح دیکھ کر تسلی کر لو کہ اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔" بڈ نے اس کی طرف ایک آئینہ بڑھایا۔

کلارا نے بڈ سے آئینہ لے کر دیکھا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی "یہ تم نے میرے چہرے کو کیا کر دیا۔ میرے نقش و نگار کس قدر بھدے ہو گئے ہیں۔ مجھے بھی خود سے خوف ہے۔"

"اس وقت تمہیں اسی قسم کے میک اپ کی ضرورت تھی" بڈ نے اس سے آئینہ واپس لے کر صندوقچی میں رکھتے ہوئے کہا "تم نے دیکھا تمہارے نقش و نگار پلاسٹک کے ٹکڑے کے کتنے بدل گئے۔ یہ سب میرے [illegible] کردہ ایک لوشن کا کمال ہے۔ جس کے لگانے سے جلد پر [illegible] آجاتا ہے۔ بس اس میں ایک خامی ہے جس پر میں قابو نہ پا سکا۔ جس وقت یہ لوشن جلد پر لگایا جاتا ہے اسی وقت تھوڑی جلن ہوتی ہے۔"

"مگر میں نے تو کچھ بھی محسوس نہیں کیا" کلارا نے بے ساختہ کہا۔ اس وقت تک میں کار روک چکا تھا۔

"اسی لئے تو اس خاکسار کو پروفیسر کا خطاب ملا ہے" بڈ نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں یہ لوشن استعمال کرتے وقت ایسی کہانیاں سناتا ہوں جن میں کھو کر آدمی کچھ بھول جاتا ہے۔"

کلارا کا اٹھا ہوا ہاتھ اٹھا رہ گیا۔ بڈ اپنی بات مکمل کر کے بڑی تیزی سے کار سے اتر کر جا چکا تھا اور اس کے [illegible] میں کار کو دوبارہ حرکت میں لے آیا تھا۔

"پروفیسر بڈ کی آخری بات میری سمجھ میں نہیں آئی" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا۔

"وہ ایک خبطی آدمی ہے جو کچھ اس نے کہا اسے بھول کر حال میں واپس آجاؤ اور حال یہ ہے کہ اب تم نازک اندام کلارا نہیں بلکہ موٹے نقش و نگار والی ایک افریقی عورت ہو۔"

"میں سمجھتی ہوں" کلارا نے نروس سے انداز میں جھنجھلاتے ہوئے کہا "لیکن اب یہ کار ہمارے لئے مصیبت بن جائے گی۔"

"بے فکر رہو اس سے تو ہم ابھی پیچھا چھڑا لیں گے" میں نے کپڑوں کے ایک اسٹور کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا "یہاں سے تم اپنے لئے چند معمولی سے جوڑے خرید لو۔ اس لئے کہ اب ہم جس علاقے میں رہیں گے وہاں تمہارا یہ ناخراد لباس ہمارے لئے مسائل کھڑے کر دے گا۔"

اسٹور سے چند جوڑے خریدنے کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی نئی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ ٹی گورانے کی ایک مضافاتی بستی میں واقع یہ مکان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بہترین تھا۔ یہ بستی کے شروع میں تھا اور لب سڑک واقع تھا لہٰذا یہاں محلے والوں کی نگاہ میں آنے کے امکانات کم سے کم تھے ورنہ اس سے آگے تنگ اور پُرپیچ گلیاں اور کچے مکانات اور جھگیوں کے سلسلے تھے جہاں [illegible] سے علاوہ دنیا کی ہر شے کا وجود ممکن تھا۔

کلارا نے گھوم پھر کر گھر کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لیا۔ میں اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میرا خیال تھا وہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے گی۔ جتنی آسائشوں کے درمیان میں اسے زندگی بسر کرتے دیکھ چکا تھا اس کے پیش نظر اس گھر کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا کوئی ایسی تعجب خیز بات بھی نہیں تھی مگر میں باوجود کوشش کے اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کا کوئی تاثر تلاش نہیں کر سکا۔

"تم نے بہت عمدہ جگہ کا انتخاب کیا ہے" کلارا نے میری حیرت میں اضافہ کر دینے والا تبصرہ کیا۔

"تم یہ صوفہ سیٹ دیکھ رہی ہو" ملکہ وکٹوریہ کے دور کا لگتا ہے اور غالباً اسی دور سے اس کی صفائی کرنے کی زحمت بھی نہیں کی گئی ہے۔ جتنا وزن اس کا اپنا ہوگا اس سے شاید کچھ ہی کم اس کی [illegible] گرد بھری ہوئی اور وہ جو دوسرے [illegible] سمجھی ہے مجھے یقین ہے کہ اس میں [illegible] کی تعداد میں تو ضرور کھٹمل ہوں گے [illegible] نہیں ملی ہوگی۔"

کلارا [illegible] اگر تم [illegible] سب کچھ دیکھ چکی ہوں اور بہت [illegible] کا انتخاب نہ کرتے تو مجھے تمہاری قوت فیصلہ پر شک ہونے لگتا۔"

"تم تو مجھے حیران کئے دے رہی ہو کلارا" میں بڑبڑایا "میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہیں قائل کرنے کے لئے مجھے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ کہاں وہ شاہانہ خواب گاہ اور کہاں یہ ٹوٹا پھوٹا سا مکان اور ساز و سامان۔"

"میں اسرائیلی سیکرٹ سروس میں کام کر چکی ہوں ایڈم!" کلارا نے کہا اور میں بری طرح چونک پڑا مگر وہ میرے تاثرات سے بے نیاز کہہ رہی تھی "مجھے یقین ہے تمہارے لئے یہ بات نئی نہیں ہوگی کہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کو ہر قسم کی زندگی گزارنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ میں متعدد ممالک میں اسرائیل کے لئے مہمات انجام دے چکی ہوں۔ کئی بار مرتے مرتے بچی ہوں اور بعض اوقات اتنے خراب حالات میں گزارہ کیا ہے جن کا شاید تم تصور بھی نہ کر سکو۔"

یہ اطلاع واقعی حیران کن تھی کہ وہ اسرائیلی سیکرٹ سروس میں رہ چکی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ اینگلز میں کس طرح آ گئی۔ میں نے اس سے یہ سوال پوچھ ہی لیا۔

"یہ بات اہمیت کی حامل ہے" کلارا نے کہا "اسرائیلی سیکرٹ سروس کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ اینگلز لاکھ منظم سہی مگر کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ دراصل چند مہمات میں اتفاقاً مجھے ریندل کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔۔۔"

"کون ریندل؟" میں نے کلارا کی بات کاٹ کر کہا۔ اس لئے کہ کلارا کی نظر میں ریندل میرے لئے اجنبی تھا۔

جواب میں کلارا نے ریندل کے بارے میں مجھے ان تفصیلات سے آگاہ کیا جو پہلے سے میرے علم میں تھیں۔ میں نے بھی ہر بات اتنے غور سے سننے کا مظاہرہ کیا جیسے میری معلومات میں گراں قدر اضافہ ہو رہا ہو۔

"میں نے اور ریندل نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا اور فرصت نکال کر ہم نے ملنا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں اولیو اور رز مارا گیا اور ریندل کو اینگلز قائم کرنے کی سوجھی۔ میں نے اس کے خیال کی تائید کی۔ اگر اس وقت مجھے معلوم ہوتا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو میں اس کی سخت مخالفت کرتی۔ ریندل نے اینگلز کی داغ بیل ڈالی اور مجھ سے بھی اپنی تنظیم میں شمولیت کی درخواست کی۔ میں اس لالچ میں آ گئی کہ یہاں میری اہمیت بہت زیادہ ہوگی۔ آخر اینگلز کے سربراہ سے میرے دیرینہ اور ذاتی مراسم تھے۔ میں نے کوشش کی کہ سرکاری سطح پر میری خدمات اینگلز کو منتقل کر دی جائیں مگر مجھے بتایا گیا کہ یہ ممکن نہیں ہے البتہ اگر میں

چاہوں تو سیکرٹ سروس سے ملازمت چھوڑ کر ... میں شمولیت اختیار کر سکتی ہوں۔ میں یہ حماقت کر گزری اور آج اپنی اس حماقت کو بھگت رہی ہوں۔"

"تم اسے حماقت کیوں کہہ رہی ہو؟" میں نے کہا "جب کہ تم ایک اہم عہدے پر فائز تھیں۔"

"میں نے کہا نا کہ میں لالچ میں آکر ماری گئی۔ رینڈل کو ایک بڑی تنظیم کا سربراہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا تو اس نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ بہت جلد اس کا دل مجھ سے بھر گیا اور میری حیثیت محض ایک مشین اور اس کے نائب کی سی ہو کر رہ گئی۔ اور یہ کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے جس کی تمنا کی جائے۔ اس لئے کہ اس کے نائبین کی تعداد بہت ہے۔ نائب وہ کہلاتا ہے جو اینگلز کی کسی شاخ کا سربراہ ہوتا ہے جیسے میں شی گورائے شاخ کی سربراہ تھی۔ رینڈل رعایت برتنے کا عادی نہیں ہے۔ سزائے موت دینا تو اس کے معمولات میں شامل ہے۔ اس نے درگزر کرنا تو سیکھا ہی نہیں ہے۔ اب تک کئی شاخوں کے سربراہ سزائے موت پا چکے ہیں۔ حالانکہ ابتدا میں وہ ایسا نہیں تھا۔"

کلارا نے جو جوڑا اتارا تھا اس کی مدد سے چیزوں کی جھاڑ پونچھ شروع کر دی اور میں نے بوکھلا کر کہا "یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

"صفائی کر رہی ہوں" کلارا بولی "اگر نہیں کروں گی تو کیا ہم گرد و غبار کے اس طوفان میں رہیں گے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ موجودہ صورت میں وہاں رہنا تقریباً ناممکن تھا لیکن میں کلارا سے ضروری باتیں کر رہا تھا۔ گھر کی صفائی طویل دورانیے کا کام تھا اور میں جلد از جلد زیادہ باتیں معلوم کر لینا چاہتا تھا۔ اس سے قبل ڈیوڈ ریان نے مجھے قیمتی معلومات فراہم کی تھیں۔ ڈیوڈ ریان جو اینگلز کی گوسٹے بل شاخ کا سربراہ تھا۔ اگر وہ زبان نہ کھولتا تو میں اتنی جلد ادام کلارا تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کچھ باتیں تکینا نے بھی بتائی تھیں۔ اس کی زبان تہذیب نے کھلوائی تھی۔ اس پر تشدد کرنا میرے لئے تو شاید ممکن نہ ہوتا۔ اب مادام کلارا قابو میں آگئی تھی۔ ڈیوڈ ریان کی نسبت کلارا نے زیادہ بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔ ڈیوڈ جانتا تو تھا کہ اس کی موت کا حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ اگر میں نے پہلے سے حفاظتی انتظامات نہ کر رکھے ہوتے تو میرے اور تہذیب کے ساتھ وہ بھی مارا جاتا۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ زبان کھولنے پر آمادہ نہیں تھا حالانکہ اسے مکمل تحفظ حاصل تھا۔ ایک کلارا تھی جو محض اس بنیاد پر مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو گئی تھی کہ اسے اپنی زندگی خطرے میں پڑ رہی تھی۔ ایک طرف یہ فرق ایک عام مجرم اور سیکرٹ ایجنٹ کے درمیان فرق تھا تو دوسری جانب یہ بھی تھی کہ ڈیوڈ کے مقابلے میں علی یار خان تھا اور کلارا ایڈم ڈی فلوک سے سازباز کی تھی۔ بہت ممکن تھا کہ اپنی اصل حیثیت میں ہوتا تو وہ مجھ سے تعاون نہ کرتی۔

"فی الحال صرف ضروری جھاڑ پونچھ کر لیں۔" کلارا نے کہا "تفصیلی صفائی بعد میں ہوتی رہے گی۔"

کلارا میری طرف دیکھ کر مسکرائی "بہت اچھا پیارے اسٹنٹ میں ابھی ان صوفوں کو بیٹھنے کے لائق بناتی ہوں۔"

میں نے اس کی بات سن کر برا سا منہ بنایا۔ بڑی بوڑھی ہوائیاں نجانے کب تک میرا پیچھا کرتی رہتیں۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ تم نے لارڈ عربیہ میں کام کیا ہے" کلارا نے صوفے جھاڑتے ہوئے کہا "اور مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا کہ ایک شاخ کی سربراہ گھر کی صفائی میں مصروف ہے۔ ایجنٹ ہونے پر یقین کرنا تو اور بھی دشوار ہے۔"

"جس وقت میں نے تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اسی وقت ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ تم مجھے دھوکا دے جاتے۔"

"اگر میں تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کرتا تو کیا کرتیں؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جاننا چاہتے ہو" اس نے مسکرا کر کہا پھر اپنے پرس سے ایک چپٹا سا پستول نکال لیا۔

"اس کے زور پر تم اپنا تحفظ کرتیں" میں نے ہنس کر کہا "یہ تو بچوں کا کھلونا معلوم ہو رہا ہے۔"

"یہ جدید ترین ٹیکنالوجی ہے۔ شعاعی پستول ہے گولیوں کے بجائے مہلک شعاع نکلتی ہے۔"

"ذرا دکھانا تو" میں نے پستول لینے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے پستول میرے حوالے کر دیا۔ پستول ہاتھ میں آتے ہی میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ کلارا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "تم ہنس کیوں رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا تمہارے پاس ضرور ایسا کوئی ہتھیار ہوگا۔ اسی لئے اب تک تمہیں چھوڑ رکھا تھا ورنہ میں تو بردہ فروش ہوں۔ حسین عورتوں کو ورغلا کر اغوا کر لیتا ہوں اور ان کی فروخت سے اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔ تمہاری قیمت بھی بہت اچھی مل سکتی ہے۔"

"اس کے استعمال کا وقت گزر چکا ایڈم!" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یقین کرو اگر تم کوئی بردہ فروش ہوتے تو تمہیں اس کے استعمال کی ضرورت نہیں۔ تمہارے ہاتھوں میں اسی خوشی فروخت ہونے کو تیار ہوں۔"

"بکواس مت کرو" میں نے ڈپٹ کر کہا "تم مجھے الجھانے کی کوشش کر رہی ہو مگر میں ان چکروں میں آنے والا نہیں ہوں۔"

"اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میں گھر کی صفائی ہی کر ڈالوں۔" کلارا نے اٹھتے ہوئے کہا "تمہیں تو فضولیات سوجھ رہی ہیں۔"

"بیٹھ جاؤ کلارا" میں نے سنجیدگی سے کہا "اور مجھے اینگلز کے بارے میں مزید کچھ بتاؤ۔"

کلارا مجھے گھورتے ہوئے دوبارہ بیٹھ گئی "یہ ایسی جگہ ہے جہاں ہم تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا" کلارا نے کہا "میری بات تو یہ ہے زندگی یہیں بسر کر سکتے ہیں۔"

"زندگی یونہی تو نہیں گزر جاتی مائی ڈیئر کلارا! زندگی گزارنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کہاں سے آئے گی؟"

"مجھے اندازہ تھا کہ ہمیں رقم کی ضرورت پڑ سکتی ہے اسی لئے میں اپنے ساتھ ہیروں کا ایک ہار لے آئی ہوں۔ تمہیں زندگی بھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مجھے حیرت ہے کہ یہ الفاظ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے منہ سے ادا ہو رہے ہیں!"

"حالات آدمی کو مجبور کر دیتے ہیں ایڈم! اور پھر یہ مت بھولو کہ بنیادی طور پر تو میں ایک عورت ہی ہوں۔"

"مگر میں نہیں بھولا ہوں" میں نے کہا "لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ تم مجھے بھی عورت بنانا چاہتی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ اینگلز کا سیٹ اپ کیا ہے؟"

"اور تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"مگر سنو! اینگلز کا کرتا دھرتا رینڈل خود ہے۔ اس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈیوڈ ریان نے مجھے جو کچھ بتایا وہ درست تھا" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ پھر کلارا سے پوچھا "گویا اگر رینڈل کو ٹھکانے لگا دیا جائے تو اینگلز کی کمر ٹوٹ جائے گی؟"

"نہیں" کلارا کے جواب نے مجھے حیرت زدہ کر دیا "اس ...

"جو کچھ تم نے بتایا ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان پانچوں کی حیثیت ایک ڈمی کی سی ہوگی۔"

"عام تاثر یہی ہے کہ وہ پانچوں صرف دکھاوے کے لئے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ ان کے کچھ مخصوص اختیارات ہیں۔"

"تم عام تاثر کے برخلاف اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"میں اینگلز کی ایک عام ممبر ہونے کے باوجود ایک عام ممبر نہیں ہوں۔ میں اس وقت سے اینگلز میں شامل ہوں جب اس کا وجود بھی نہیں تھا۔ اینگلز کے وجود میں آنے کے بعد بھی کافی عرصے تک میں رینڈل سے بے حد قریب رہی ہوں۔ رینڈل نے اینگلز کے قیام کے لئے جو کاوشیں کیں وہ بھی میرے علم میں ہیں اور اینگلز کا بنیادی ڈھانچہ جن خطوط پر استوار ہوا ان سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ میں عام تاثر کے برعکس بات نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا؟"

"چلو مان لیا" میں نے کہا "تمہاری معلومات زیادہ ٹھوس ہیں۔ ان پانچوں کے کچھ مخصوص اختیارات ہیں لیکن رینڈل کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ان کے اختیارات بھی ختم ہو جائیں گے۔"

"تم رینڈل پر اتنا زور کیوں دے رہے ہو۔ وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ پانچوں ستون ہیں جن پر اینگلز کی عمارت قائم ہے۔ رینڈل اینگلز کا سربراہ ہے۔ سیاہ و سفید کا مالک ہے مگر اس کے مرنے سے تنظیم ختم نہیں ہوگی۔ اس کی جگہ کوئی اور لے لے گا اور تنظیم یوں ہی چلتی رہے گی۔"

"تمہاری معلومات اتنی ہیں تو تم ان پانچوں کو بھی جانتی ہوگی؟" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں" کلارا نے کہا "میں ان پانچوں سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ میرے ... شاید چند ہی لوگ ایسے ہوں گے جو ان سے واقف ہوں۔"

"بس تو پھر طے ہو گیا۔ ہم سب سے پہلے ... ان پانچوں کو نشانہ بنائیں گے اور آخر میں رینڈل کا صفایا ..."

"تم کتنے سکون سے یہ بات کہہ رہے ہو" کلارا نے مضحکہ خیز انداز میں کہا "کچھ اندازہ بھی ہے یہ سب کچھ کرنے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے؟"

"بنیادی مسئلہ تو تم حل کر ہی دو گی۔ اس کے آگے ہر کام میرا ہوگا" میں نے اس کے لہجے کو خاطر میں لائے بغیر کہا۔

"کون سا بنیادی مسئلہ؟"

"ان پانچوں کے بارے میں معلومات کا حصول سب سے اہم اور مشکل مرحلہ تھا۔ بنیادی معلومات سے لیس ہوئے بغیر کام کرنا ایسا ہی تھا جیسے اندھیری رات میں بغیر روشنی کے سفر کرنا۔"

"تم بہت خوش قسمت ہو۔ محض معلومات تو کچھ بھی نہیں ہوتیں۔ اس کے بعد بھی بڑے سخت مراحل آتے ہیں۔ وہ پانچوں یہاں تو نہیں رہتے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہیں۔ ان تک پہنچنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ پھر مجھے لئے بغیر تم کہیں جاؤ گے بھی نہیں اور میرا حال یہ ہے کہ میرے پاس کاغذات تک نہیں ہیں۔ میں تو شی کورا کے میں اجنبی بن کر رہ گئی ہوں۔ اصل حیثیت میں اس لئے سفر نہیں کر سکتی کہ اینگلز کی نظروں میں آجاؤں گی اور کسی دوسری حیثیت میں اس لئے سفر نہیں کر سکتی کہ اس کے لئے کاغذات کی ضرورت ہوگی جو میرے پاس ہوں گے نہیں۔"

"کاغذات وغیرہ کی فکر مت کرو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ سب کچھ میری ذمے داری ہے۔"

کلارا نے مجھے غور سے دیکھا "ٹھیک ہے ایڈم! مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم یوں نہیں مانو گے اور چوں کہ اب ہم دونوں کا راستہ ایک ہی ہے اس لئے میں تمہارا ساتھ دینے پر مجبور ہوں۔"

"ساتھ دینے کی صورت یہی ہے کہ تم اینگلز کے ڈھانچے اور اس کے کرتا دھرتا لوگوں کے بارے میں معلومات مہیا کرو اور میں ان کا شکار کھیلوں۔"

"میں نے تمہیں بتایا کہ اینگلز کا سربراہ رینڈل ہے۔ تمام عملی کام اس کی نگرانی میں سرانجام پاتے ہیں لیکن پالیسی بنانا ان پانچوں کی ذمے داری ہے۔ اس معاملے میں رینڈل بے اختیار ہے۔ کوئی بھی نیا پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے اسے منظوری لینی پڑتی ہے۔ اخراجات کے معاملے میں بھی وہ خود مختار نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو کہ تنظیم کی پالیسی اور مالیات کے معاملات ان پانچوں کے ہاتھ میں ہیں۔ جب ایک پالیسی بن جاتی ہے اور اس کے لئے رقم مختص کر دی جاتی ہے تو پھر یہ رینڈل کا کام ہے کہ اس پر عمل درآمد کرانے کے لئے کن لوگوں کا انتخاب کرتا ہے اور کتنے لوگوں کو اس کام پر لگاتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا" میں نے سر ہلایا "مثال کے طور پر رینڈل امریکا میں داخلی انتشار برپا کرنا چاہے تو اسے اس کے لئے ان پانچوں سے منظوری لینی پڑے گی۔"

"بالکل" کلارا نے کہا "اگر اتنی روک تھام نہ ہو تو رینڈل شتر بے مہار میں تبدیل ہو جائے۔"

"اور اینگلز کے لئے رقم کا حصول کن ذرائع جاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے پیچھے چند بڑے یہودی سرمایہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں جتنے بھی بڑے بڑے یہودی دار ہیں وہ اپنی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ باقاعدگی سے کو ادا کرنے کے پابند ہیں۔ ابتدا میں مالیات کا شعبہ کمزور رہا مگر اب تو یہ شعبہ سب سے زیادہ مضبوط تنظیم اپنے وسائل سے ہی اچھی خاصی رقم مہیا کر لیتی "اگر اینگلز کے بڑوں کو رینڈل کے کرتوتوں کا کروا جائے تو میرا خیال ہے۔"

"تمہارے خیال میں وہ رینڈل کی تحت گیری از سے واقف ہیں؟" کلارا نے کہا "جو کچھ رینڈل کرتا سب کے علم میں ہے۔ اگر انہیں کوئی اعتراض ہوتا تک ایکشن لے چکے ہوتے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم خود انہیں نشانہ بنائیں ان میں افراتفری پھیلائیں گے" میں نے کہا "ایک سوال میرے ذہن میں بڑی شدت سے ابھر رہا ہے۔ نہیں ہو سکتا کہ رینڈل خود ہی ان پانچوں کو لگوا دے۔"

"رینڈل کو ان سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟" کلارا "یا یہ کہ انہیں ٹھکانے لگا کر رینڈل کو کیا فائدہ حاصل ہے؟"

"اینگلز بہت بڑی تنظیم ہے" میں نے کہا "اگر نہ رہیں تو رینڈل مطلق العنان ہو جائے گا۔ کسی کے جواب دہ نہیں رہے گا۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ وہ پانچ افراد نہیں عہدے ہیں جنہیں عرف عام کے لئے ایس ون سے تک نمبر دیے گئے ہیں۔ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ ہیں مگر رینڈل جانتا ہے۔ اسے ان پانچوں کی ضرورت لئے ہے کہ اگر وہ نہیں ہوں گے تو اینگلز کو رقم کی ہو جائے گی۔ جتنی بڑی رقم ہم خرچ کرتے ہیں اس ذرائع سے حصول ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"جب کسی کو نہیں معلوم کہ وہ لوگ کون ہیں طرح انہیں جانتی ہو؟"

"میں نے بتایا نا کہ میں ابتدا میں رینڈل کے تھی اور سب کچھ میرے سامنے ہوا تھا۔ رینڈل وقت

اچھی طرح واقف ہوں۔"

"تو پھر تم مجھے ان پانچوں کے نام اور پتے بتا دو تاکہ میں ان سے نمٹنے کے لئے کوئی منصوبہ بنا لوں۔"

"میں ان پانچوں کو اچھی طرح جانتی ہوں" کلارا نے عجیب سے انداز میں کہا "اور وقت آنے پر میں تمہیں ان کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"کیوں" میں نے حیرت سے کلارا کو دیکھا "ابھی کیوں نہیں؟"

کلارا نے بے چینی سے پہلو بدلا "دیکھو تم برا مت ماننا ایڈم! یہ بڑی عجیب سی بات ہے لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ تم مجھ سے زیادہ اینگلز میں دلچسپی لے رہے ہو۔"

"اگر لے رہا ہوں تو تمہاری وجہ سے لے رہا ہوں" میں نے کہا "اس میں عجیب بات کون سی ہے؟"

"عجیب بات یہ ہے کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمہیں مکمل معلومات فراہم کرنے کے بعد میں غیر محفوظ ہو جاؤں گی۔"

"تم کیسی احمقانہ باتیں کر رہی ہو کلارا!" میں نے قدرے تیز ہو کر کہا "تمہیں احساس ہے کہ اس طرح تم مجھ پر براہ راست شبہ ظاہر کر رہی ہو۔"

"ہاں! مجھے یہ احساس بھی ہے" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن میں اپنے اس احساس کا کیا کروں؟"

"تمہارا رویہ اہانت آمیز ہے۔ اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو مجھے بھی اپنے طرز عمل پر غور کرنا پڑے گا۔"

"میں نے جس راہ پر قدم رکھا ہے اس پر ہر طرف تباہی ہی تباہی ہے ایڈم! اگر تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو مجھے تم سے شکایت نہیں ہوگی۔"

"تم نے سوچا تھا کہ ریتا سالومن کو بھی ان پانچوں کے بارے میں بتا دوں گا تاکہ ان پر دو اطراف سے حملہ ہو سکے۔"

"تم پر تو میں پھر بھی اعتبار کر سکتی ہوں مگر ریتا سالومن پر نہیں کر سکتی" کلارا نے کہا "مجھے اس سے خوف آتا ہے معلوم نہیں کس وقت اپنی معلومات کا سودا کر بیٹھے۔"

کلارا کے دل کا خوف بجا تھا۔ اس نے پہلی بار ثابت کیا تھا کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ بھی ہو سکتی ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ کی چھٹی حس بہت تیز ہوتی ہے مگر کام خطرے کے وقت ہی شروع کرتی ہے۔ کلارا نے بھی مجھے معلومات فراہم نہ کر کے خود کو محفوظ کر لیا تھا اور اب میں اس وقت تک اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا جب تک اور

ذریعہ میسر نہ آجائے یا کلارا سے مکمل معلومات حاصل نہ ہو جائیں۔

"ٹھیک ہے کلارا!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر تم یہ مناسب سمجھتی ہو تو تم پر زور نہیں دوں گا۔"

"شکریہ ایڈم!" کلارا نے دبی آواز میں کہا "میں جانتی ہوں کہ میرا رویہ نامناسب ہے مگر میں اس کے لئے مجبور ہوں تاہم میں تمہیں یہ ضرور بتا سکتی ہوں کہ اینگلز ایک یہودی تنظیم ہے لہٰذا اس کے پانچوں بڑے بھی یہودی ہیں۔ اینگلز ایک عالمی پیمانے کی تنظیم ہے اس لئے ان پانچوں کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے ہے۔ ایس ون روسی ہے لیکن اگر کوئی اس کی تلاش میں روس کا سفر کرے تو وہ بے مصرف ثابت ہوگا۔"

"اگر ایس ون روسی ہے تو پھر ایس ٹو کا تعلق فرانس سے ہوگا" میں نے کہا اور کلارا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے جواب میں میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ایڈم ڈی ٹلوک کیا نہیں جانتا مگر میں یہ نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ میں نے تو اندازے سے ایک بات کہی تھی۔ اتفاق ہے کہ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔"

"حیرت ہے" کلارا بڑبڑائی "یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص اتنا درست اندازہ بھی لگا سکتا ہے۔ تمہیں تم نے یوں ہی ایک بات کہی نہیں ہوگی جو اتفاقاً وہ درست نکل آئی۔"

"ممکن ہے میرے دماغ کا تمہارے دماغ سے رابطہ ہو گیا ہو۔ آخر ٹیلی پیتھی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"ٹیلی پیتھی بکواس ہے" کلارا نے منہ بنا کر کہا "اچھا ایس تھری کے بارے میں تم کیا کہو گے؟"

"میرا جی چاہتا ہے میں کہوں کہ ایس تھری جرمن ہے۔"

"بالکل درست" کلارا اچھل پڑی "واقعی جرمن ہے اور ایس فور؟"

"ایس فور برطانوی ہوگا۔ اس کے بعد ایس فائیو رہ جاتا ہے کیا اس کے بارے میں بھی کچھ کہوں؟" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"نہیں" کلارا نے مخصوص انداز میں کہا "امریکا کے علاوہ اب بچا ہی کیا ہے لیکن یقین نہیں آتا کہ تم کن کن حیرت انگیز صلاحیتوں کے حامل ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ تم اینگلز کے تار و پود بکھیر کر ہی چھوڑو گے۔"

"میں جس کام کا عزم کر لیتا ہوں اسے پورا کر کے ہی دم لیتا ہوں" میں نے کہا "جب تک میں اینگلز کے بخیے نہیں ادھیڑ لوں گا سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"تم خود کو برباد کر رہے ہو ایڈم! اگر اپنی صلاحیتوں کو مرکوز کرنے کی کوشش کرو تو بڑے بڑوں کے چراغ گل ہو جائیں گے۔"

"بعد میں مرکوز کرنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا "فی الحال تو اینگلز کے علاوہ کچھ اور سجھائی ہی نہیں دے رہا لیکن اس کے لئے کچھ اور با صلاحیت افراد درکار ہوں گے۔"

"اور با صلاحیت افراد کی خدمات حاصل کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوگی" کلارا نے کہا "تم ایسا کرو کہ یہ ہیروں کا ہار فروخت کر کے۔۔۔"

"مسئلہ رقم کا نہیں ہے کلارا! اہم عمل کا ہے۔ میرے ذہن میں ایک شخص کا نام آ رہا ہے۔ اگر وہ ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔"

"کون ہے وہ؟" کلارا نے پوچھا۔

"بنجن ولے" میں نے جواب دیا "وہ پہلے بھی اینگلز کے خلاف اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا ہے۔"

"لیکن اس پر تو شبہ ہے کہ وہ علی یار خان سے مل گیا تھا" کلارا نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں تو اپنا الو سیدھا کرنے سے غرض رکھنی چاہئے۔"

"ہرگز نہیں ایڈم!" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "علی یار خان یہودیوں کا دشمن ہے۔ میں مر جاؤں گی مگر اس سے مدد لینا گوارا نہیں کروں گی۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ جس علی سے نفرت کا وہ اعلان کر رہی تھی اسی کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے۔

"ٹھیک ہے کلارا!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر تمہاری خواہش یہی ہے تو اس کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔ ہم کوئی اور طریقہ ڈھونڈ لیں گے" میں نے گھڑی پر نظر ڈالی ساڑھے پانچ بج رہے تھے "اب تم جلدی سے اپنی حالت درست کر لو اور ایک بات غور سے سن لو اور سمجھ لو۔ تھوڑی دیر بعد میرے کچھ مہمان آنے والے ہیں۔"

"مہمان" کلارا نے حیرت سے کہا۔

"... مت کانو" میں نے کہا "میں ان سے کہوں گا کہ ... میں اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے تم انہیں دیکھ کر حیران رہ جاؤ مگر ان پر اپنی حیرت ظاہر مت ہونے دینا اور کسی بہانے ان کو اپنی جھلک ضرور دکھا دینا تاکہ وہ تمہاری طرف سے کسی شبہے میں نہ رہیں اور یہاں بیٹھنے کی ... مت کرنا۔ اس لئے کہ تم ایک گھریلو عورت ہو جو مردوں کے کام کاج سے دلچسپی نہیں رکھتی ہے۔"

"تم بڑی پراسرار باتیں کر رہے ہو ایڈم!" کلارا نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آخر یہاں تمہارے کون سے مہمان آنے والے ہیں جن کے لئے تم اتنے اہتمام سے ہدایات جاری کر رہے ہو۔"

"فی الوقت میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ... نے ایک اسکیم بنائی ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گئی تو سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی۔"

کلارا نے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور کام میں مصروف ہو گئی۔ ذرا سی دیر میں اس نے ڈرائنگ روم کا حلیہ بدل دیا پھر دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی۔

چھ بجے کے بعد میں نے حویلی سے باغ پر کھلنے والا ... کھول دیا۔ مجھے جن لوگوں کا انتظار تھا ان کے آنے کا وقت ہونے ہی والا تھا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مشکل سے دو ... گزرے ہوں گے کہ باہر سے قدموں کی چاپ ابھری۔ آنے والوں کی تعداد ایک سے زیادہ تھی پھر ایک تنومند ... اندر داخل ہوا۔ اس کا جسم کسرتی تھا اور نیلے رنگ ... پر اس نے سفید قمیص پہن رکھی تھی اس کا ... غصے کی وجہ سے تمتما رہا تھا۔

"تم لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔" اس نے آتے ہی اپنے ساتھ آنے والوں کی طرف پلٹ کر کہا "تم لوگ زبردستی مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

"تم لوگ جاؤ" میں نے ان لوگوں سے کہا اور ... کر دروازہ بند کر دیا۔

"مجھے ایڈم ووی فلوک کہتے ہیں مسٹر جوزز!" میں نے اس شخص کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا مگر اس نے ہاتھ ملانے کے بجائے مجھ پر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا غیر متوقع تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا مجھے اس سے اس کی توقع نہیں تھی اسے کم از کم یہی سوچنا چاہئے تھا کہ ... دوسرے بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ وہ خود خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ اس نے مجھ پر ریسلنگ کا داؤ آزمایا تھا۔ میں ... بھی نہیں کر سکا۔ اس نے زمین پر گرا کر مجھے جکڑ لیا ... مجھے ... بھی ...

گردن پر "اس نے مجھے اپنے ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑے جکڑے کہا۔

"آپ کی جارحیت نامناسب ہے مسٹر جوزز!" میں نے نرمی سے کہا "آپ بڑے آدمی ہیں مجھے جوابی کارروائی پر مجبور نہ کریں۔"

"بکواس مت کرو" جوزز غرایا "تمہارے آدمی مجھے زبردستی اغوا کر کے لائے ہیں۔ میں ہڈیاں توڑ دیا کرتا ہوں۔"

"ہوش کے ناخن لو جوزز!" میں نے بھی خراب لہجے میں کہا "اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا مقصود ہوتا تو تمہیں یہاں تک لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"تم پوری دنیا کو بے وقوف بنا سکتے ہو' جوزز کو نہیں" اس نے میری گردن پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "تم مجھ پر اپنا اعتماد قائم کرنا چاہتے ہو مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ میں اس قسم کی گھٹیا چالوں میں آنے والا نہیں ہوں۔"

کم بخت ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میرا مقصد یہی تھا مگر معلوم نہیں وہ کتنا چالاک آدمی تھا یا پھر وہ کسی پر بھی اعتماد کرنے کا عادی نہیں تھا۔ کمرے میں ہونے والی دھینگا مشتی کی آواز سن کر کلارا باہر نکل آئی تھی مگر جوزز کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ جس بلا سے بچ کر وہ بھاگی تھی وہ اس کے سامنے موجود تھی۔ جوزز نے بھی یقیناً اسے دیکھ لیا ہوگا مگر ظاہر ہے وہ اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں نے آنکھوں کے اشارے سے کلارا کو پرسکون رہنے کو کہا مگر اس کے لئے اپنے تاثرات پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا۔ یہ تو غنیمت تھا کہ اسے شناخت نہ کر سکنے کے باعث جوزز اس کے تاثرات کو صحیح معنی نہیں پہنا پا رہا تھا۔

"میری بیوی بہت کمزور دل کی مالک ہے مسٹر جوزز!" میں نے کہا "کم از کم اس کا خیال کر کے ہی مجھے چھوڑ دیں۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ میں ہڈیاں توڑ دیا کرتا ہوں اور ... ٹھیک ہی کہا ہے اب تمہاری گردن میرے ہاتھوں سے ... کر ہی چھوٹے گی۔" اس نے میری گردن کو ایک اور جھٹکا دیا مگر میں پہلے ہی اپنے عضلات سخت کر چکا تھا۔

"اب اگر اس کے بعد میری طرف سے جوابی کارروائی ہو تو مجھے اس کے لئے مورد الزام مت ٹھہرائیے گا۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی کی گردن جوزز کی گرفت میں آنے کے بعد اس کی مرضی کے خلاف نکلی ہو" جوزز کی آواز میں کسی بھیڑیے کی غراہٹ کا گمان گزر رہا تھا۔

"تو پھر سنبھالو جوزز!" میں نے کہا اور اپنے جسم کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا۔ جسم کے عضلات میں پہلے ہی اس حد تک سخت کر چکا تھا کہ کسی بھی قسم کی حرکت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس شدید جھٹکے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جوزز میرے اوپر سے تقریباً اڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ میری گردن اسے چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اگر نہ چھوڑتا تو اس کے اپنے ہاتھ خطرے میں پڑ جاتے۔

مجھے اس سے جوابی حملے کی توقع تھی مگر اس نے جس پھرتی کا مظاہرہ کیا وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ میں ابھی زمین سے پوری طرح اٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ وہ دوبارہ گویا اڑتا ہوا میری طرف آیا۔ اس کے اس حملے سے میں محض جبلی طور پر ہی بچ سکا تھا ورنہ در حقیقت اس میں میرا کوئی کارنامہ نہیں تھا۔ جگہ کی تنگی کے باعث میں اپنے جوہر پوری طرح دکھا بھی نہیں سکتا تھا۔ جوزز دوسری طرف والی دیوار سے ٹکرایا تھا اور میری سمجھ میں یہ بات اچھی طرح سے آ گئی تھی کہ اس کے ساتھ بھرپور مقابلے کے امکانات بنتے ہی نہیں۔ جوزز نے ایک بار پھر بڑی پھرتی سے سنبھل کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر اب میں جوابی کارروائی کے لئے پوری طرح تیار تھا چنانچہ میں نے اس سے بچنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس سے الجھ جانے کو ترجیح دی۔ وہ توقع کر رہا تھا کہ میں بچنے کی کوشش کروں گا مگر جب میں نے خود کو اس کے وار سے بچانے کے ساتھ ساتھ اس پر جوابی حملہ بھی کیا تو اسے حیرت کا جھٹکا تو ضرور لگا ہوگا مگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ جگہ کی تنگی آڑے آ رہی تھی۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی کھل کر اپنے جوہر نہیں دکھا سکتا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک ماہر لڑاکا ہے لیکن مجھے بہرحال اس پر فوقیت حاصل تھی۔ میں ماشری کوان کا شاگرد تھا جبکہ وہ نہیں تھا۔ جگہ تنگ ہو تو جسم کو کم سے کم حرکت دے کر مخالف کے حملے سے بچنا ایک الگ آرٹ ہے۔ دنیا کے کسی بھی طریقہ حرب میں یہ نہیں سکھایا جاتا کہ اگر تنگ جگہ میں مقابلہ کرنا پڑ جائے تو اس کے لئے کون سے طریقے اختیار کئے جائیں۔ مخالف کے حملوں سے کس طرح بچا جائے اور اسے زیر کرنے کے لئے کون کون سے داؤ زیادہ موثر ہو سکتے ہیں۔ ہر فن حرب کے کچھ اصول ہوتے ہیں اور چونکہ ہر فن نمائش کا متقاضی ہوتا ہے اور نمائش بغیر تماشائیوں کے ممکن نہیں ہوتی اس لئے یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ کوئی بھی فن حرب حالات کی حدود میں نہ داخل ہونے پائے چونکہ بنیادی مقصد نمائش ہوتا ہے اس لئے اصول متعین کر لئے جاتے ہیں۔ مقابلوں کے لئے اکھاڑے "ایرینا" یا رنگ کا رقبہ مقرر ہوتا ہے اور اس رقبے کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیت دی جاتی ہے گویا فن کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی

لڑاکے کو مخصوص جگہ کے سوا کہیں اور مقابلہ کرنا پڑ جائے تو وہ اپنے جوہر پوری طرح نہیں دکھا سکتا اور خاص طور پر اس صورت میں کہ مد مقابل بھی کوئی معمولی شخصیت نہ ہو۔

جوزف نے میرے بائیں کاندھے پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی جسے میں نے ذرا سا ترچھا ہو کر ناکام بنایا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بائیں گھٹنے سے اس کے پیٹ پر ضرب لگائی۔ جوزف کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ نکلی مگر مجھے خوب اندازہ تھا کہ اس ضرب سے اسے بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا ہوگا اس لئے میں نے فوراً ہی دائیں ہاتھ سے اس کے چہرے پر ایک بھرپور چاپ رسید کر دیا۔ جواب میں جوزف نے اندھا دھند مجھ پر کئی حملے کئے اور مجھے اس کے حملوں سے خود کو بچانا دوبھر ہو گیا۔ ایک آدھ بار میں اس کی زد میں بھی آیا مگر کوئی وار بھی کاری نہیں تھا۔ پھر میں اس کا ایک ہاتھ اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب ہو گیا۔ ہاتھ گرفت میں آتے ہی میں نے اس کے ہاتھ کو پوری قوت سے موڑنا شروع کیا۔ جوزف کے چہرے پر کرب کے تاثرات ابھرے۔ اس نے کچھ مزاحمت کرنے کی بھی کوشش کی مگر اسے گھومنا ہی پڑا اور اس کے گھومتے ہی میں نے اس کی کمر پر ایک بھرپور لات رسید کی۔ جوزف سامنے والی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ اگر جبلی طور پر وہ دیوار سے ہاتھ نہ ٹیک دیتا تو اس کا سر دیوار سے ٹکرایا ہوتا۔ میں اس سے قبل اس کی پھرتی کے نمونے دیکھ چکا تھا اس لئے اس کے سنبھلنے سے قبل اس کے سر پر جا پہنچا اور پھر اس کی گدی پر پڑنے والا ہاتھ اتنا بھرپور ثابت ہوا کہ وہ تیورا کر گر پڑا۔

"اب ہماری خیر نہیں ہے۔" کلارا نے کہا۔ وہ ہاتھ میں ایک لکڑی لئے کھڑی تھی۔ غالباً اس کا ارادہ یہ تھا کہ موقع ملتے ہی جوزف کے سر پر وار کر کے اسے بے ہوش کر دے گی مگر اسے اس کا موقع ہی نہیں ملا۔

"گھبرانے جاؤ" میں بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "ابھی تو یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔ ضرورت پڑی تو۔" میں نے خاموش ہو کر گردن پر انگلی پھیری۔

"میں نے تم سے اس لئے تو مدد حاصل نہیں کی تھی کہ تم آبیل مجھے مار کے مصداق ان لڑکوں سے الجھ جاؤ۔" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے جھک کر جوزف کی ٹائی کھولی اور اس سے اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیے۔

"آبیل مجھے مار کے مصداق تو یہ مجھ سے الجھا تھا۔ میں نے تو حتی الامکان یہی کوشش کی کہ میری بات اس کی سمجھ میں آجائے لیکن دیکھ لو اس نے منہ کی کھائی۔"

"تم میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو مگر تم ہٹ دھرم ہو۔" کلارا نے جھنجلا کر کہا "تم وہی کرو گے جو تمہارا جی چاہے گا۔ تم سے کچھ کہنا بالکل فضول ہے۔"

"اب تم نے ایک معقول بات کی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا "چلو اسے کمرے تک پہنچانے میں مدد کرو۔"

کلارا کی مدد سے میں نے جوزف کو کمرے میں پہنچا دیا۔ اسے ہم نے لمبے والے صوفے پر ڈال دیا تھا۔

"کم از کم آدھے گھنٹے کے لئے بے ہوش ہوا ہے" میں نے کہا۔ "لہٰذا تم آدھا گھنٹا پورا ہونے سے قبل کمرے سے نکل جانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غور سے دیکھ کر تمہیں پہچان ہی لے۔"

"مجھے کم از کم یہ تو بتا دو کہ یہ یہاں پہنچا کیسے۔" کلارا نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"ریتا سالومن نے دھمکی دی تھی کہ وہ جوزف کو ... گی اس لئے میں نے ایئرپورٹ پر اپنے آدمی بھی کھڑے کر دیے تھے تاکہ جوزف کو ریتا کے چنگل میں جانے سے بچا سکوں۔"

کلارا نے چونک کر مجھے دیکھا "تمہیں جوزف سے ہمدردی ہو گئی ہے؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس سے مجھے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "اس بہانے میں نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"جو ناکام ہو گئی" کلارا نے تلخی سے کہا "ریتا سالومن ایگلز کے خلاف کام کر رہی ہے تو تم اپنی ٹانگ کیوں اڑا رہے ہو جب کہ ریتا ہم سے تعاون پر آمادہ ہے۔"

"دوسرے کا سہارا اسی وقت لینا چاہئے جب آدمی بے بس ہو جائے اور ابھی ایڈم ڈی فلوک بے بس نہیں ہے۔"

"تم احمق ہو" کلارا نے دانت پیس کر کہا "اس کے بعد ریتا بھی ہمارے خلاف ہو گئی ہوگی۔"

"اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو سکتا کہ اب اڑانے والا میں ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ سمجھ رہی ہوگی کہ اسے ایگلز کے مقابلے پر کوئی ... ہے۔"

"ان دونوں کے تصادم ... اپنی افراتفری سے فائدہ اٹھا کر شی کو راستے سے نکل جائیں گے۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "اس وقت ریتا سالومن اپنے بال نوچ رہی ہوگی۔"

"اسے یہ شکست اس وقت ہونی چاہئے تھی جب میں انچارج تھی۔ اب تو سارا کریڈٹ جوزف کو جائے گا۔"

"تم اپنا خون کیوں جلا رہی ہو۔ یہ دیکھو تاکہ تمہارے ایڈم ڈی فلوک نے بیک وقت دو تنظیموں کو چیلنج دیا ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک صاحب! مجھے اپنا مستقبل خطرے میں نظر آ رہا ہے۔ تم نے جوزف کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی اور پہلے ہی مرحلے پر تمہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔"

"زندگی صرف کامیابیوں اور کامرانیوں کا نام نہیں ہوتی کلارا ڈیئر! اس میں ناکامیاں بھی ہوتی ہیں۔ ایک ناکامی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی ہمیشہ ہی ناکام ہوتا رہے گا۔"

کلارا بھناتے ہوئے انداز میں کمرے سے نکل گئی۔ وہ میرے طرز فکر کو سمجھنے سے عاجز تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ وہ یہودی تھی اور میں مسلمان تھا۔ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے طرز فکر میں تو ویسے بھی زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس کی جان پر بنی تھی تو وہ صرف فرار ہو جانے کے در پے تھی۔ کل تک جب وہ دوسروں کے قتل کے احکام صادر کیا کرتی تھی تو اسے بالکل بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ مقتولین پر کیا گزرتی ہے۔ آج جب کہ اس کی موت کا فیصلہ بھی نہیں کیا گیا تھا بلکہ اسے صرف اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ قتل کر دی جائے گی تو وہ نہ صرف تنظیم سے باغی ہو گئی تھی بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنی ساری دولت لٹانے پر بھی آمادہ ہو گئی تھی۔

تقریباً آدھا گھنٹا گزرنے کے بعد جوزف نے کسمسانا شروع کیا اور جلد ہی ہوش میں آ گیا۔

"جو کچھ ہوا مجھے اس پر افسوس ہے مسٹر جوزف!" میں نے اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی جلدی جلدی کہا "لیکن میں نے جو کچھ کیا اپنے دفاع میں کیا۔"

جوزف نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور میں نے آگے بڑھ کر اسے بیٹھنے میں مدد دی "میرے ہاتھ کھول دو" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر جوزف!" میں نے اپنے لہجے میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "لیکن مشکل یہ ہے کہ میں یہاں کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"بے فکر رہو" جوزف نے دھیمی آواز میں کہا "اب میں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔"

میں نے بغیر کچھ کہے جوزف کے ہاتھ کھول دیے۔ اگرچہ مجھے یقین تھا کہ وہ اب مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا تاہم میں پچھلے تجربے کے پیش نظر محتاط تھا۔

"مجھے تمہاری صلاحیت پر بے انتہا حیرت ہے" جوزف نے ٹائی کو گلے میں باندھتے ہوئے کہا "میں اسے اتفاق بھی قرار نہیں دے سکتا۔ تم پوری طرح میری گرفت میں آ چکے تھے۔"

"اپنی انہی صلاحیتوں کی وجہ سے ایڈم ڈی فلوک کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے" میں نے انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کلارا کہاں ہے؟" جوزف نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "اصولی طور پر مجھے ریسیو کرنے کے لئے اسے خود ایئرپورٹ آنا چاہئے تھا۔"

"پروگرام یہی تھا مسٹر جوزف!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن عین وقت پر مادام کو ریتا سالومن کے بارے میں کوئی ایسی اطلاع ملی کہ انہیں اپنا پروگرام تبدیل کرنا پڑا اور وہ تمام حفاظتی انتظامات بالائے طاق رکھ کر میرے ساتھ نکل کھڑی ہوئیں۔ مجھے نہیں معلوم وہ اطلاع کیا تھی لیکن میرا خیال ہے وہ کسی قسم کا جال تھا۔ میرے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر فرار ہوا لیکن مجھے نہیں معلوم مادام کلارا پر کیا گزری۔ ممکن ہے وہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی ہوں، ممکن ہے بچ نکلی ہوں۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا تم نے یہی سنانے کے لئے مجھے اغوا کرایا ہے؟" جوزف نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"جب سے ریتا سالومن منظر عام پر آئی ہے اس نے ایگلز کو زک پر زک دی ہے" میں نے جوزف کے لہجے کا نوٹس لئے بغیر کہا "ہم نے ہر طرح کے جتن کر لئے مگر ریتا سالومن کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے۔"

"کیوں؟" جوزف نے طنزیہ انداز میں کہا "کیا تم نے اس شخص کو نہیں پکڑ لیا تھا جو فلموں کے بدلے تم سے رقم وصول کرنے آیا تھا۔"

"وہ ایگلز کا ہی آدمی تھا مسٹر جوزف!" میں نے بڑے تحمل سے جواب دیا "ریتا سالومن سے اس کا قطعی کوئی تعلق نہیں تھا۔ معمولی سے معاوضے کے عوض وہ یہ کام کرنے پر رضامند ہو گیا تھا۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کے لئے اور

کسی کے خلاف کام کر رہا ہے۔ یہ بھید تو اس پر بعد میں کھلا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے۔ لہٰذا اس کے پکڑے جانے سے ریتا سالومن کی صحت پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں پڑا۔"

"خیر۔۔۔" جوزف نے بیزاری سے کہا "آگے کہو کیا کہنا چاہتے ہو" جوزف کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ میری کسی بات پر بھی یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

"وہ خود چل کر اندھیرے میں تھی لہٰذا ہم اس کے سامنے بے بس تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارے ہاتھوں اسے کوئی زک اٹھانا پڑی ہے۔"

"اوہو" جوزف کے لہجے میں دلچسپی کی رمق پیدا ہوئی اور وہ آگے کی طرف جھک گیا "میں تفصیلات جاننا چاہوں گا۔"

"مجھے آپ کی ٹی کورائے آمد کا علم تھا مسٹر جوزف! چنانچہ جیسے ہی مجھے اور مادام کلارا کو گھیرنے کی کوشش کی گئی اور میں انہیں جل دینے میں کامیاب ہو گیا تو میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو ریتا سالومن آپ پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گی لہٰذا میں نے اپنے ساتھیوں کو فوری طور پر ہدایات جاری کر دیں کہ وہ خفیہ طور پر آپ کی نگرانی کریں اور اگر کچھ نامعلوم لوگ آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کریں تو آپ کو ان سے بچا کر یہاں لے آئیں۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ راستے میں ریتا سالومن کے آدمیوں نے حملہ کیا اور ایگلز کے وہ تمام آدمی مارے گئے جو آپ کی حفاظت پر مامور تھے۔ اس موقع پر میری ہدایت کے بموجب میرے آدمیوں نے مداخلت کی اور آپ کو ریتا سالومن کے آدمیوں سے بچا کر یہاں لے آئے۔ اس طرح ریتا سالومن کو پہلی ہزیمت اٹھانا پڑی۔"

"اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے آدمیوں نے ایگلز کے لوگوں کو تو مار دیا اور تمہارے آدمیوں کو کچھ نہیں کہا؟" جوزف نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں اس کی جو وجہ آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ریتا سالومن ایگلز کے ہر آدمی سے واقف ہے جبکہ میرے ساتھی اس کے لئے اجنبی ہیں ورنہ میرے ساتھی بھی اس کے آدمیوں کی نظروں میں آجاتے اور ایگلز کے آدمیوں کی طرح مارے جاتے۔"

"ہوں" جوزف کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر چند لمحے بعد بولا "تمہارے وہ ساتھی کون ہیں؟ میں نے تو سنا ہے تمہارا کوئی گروہ وغیرہ نہیں ہے؟"

"کوئی گروہ نہیں ہے مسٹر جوزف! میں گروہ بندیوں کا قائل بھی نہیں ہوں لیکن میرے کچھ دوست ہیں جو آڑے وقتوں میں میری مدد کرتے ہیں۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا وہ لوگ کون ہیں؟" جوزف کے لہجے میں درشتی در آئی۔

"میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں مسٹر جوزف!" میں نے بے رخی سے کہا "میں ایک آزاد آدمی ہوں اور جو لوگ مدد کرتے ہیں ان کا تحفظ کرنا میری ذمے داری ہے۔"

"ٹی کورائے میں ایگلز کو کبھی کسی تجربے سے واسطہ نہیں پڑا۔ اس لئے یہاں ایگلز کے جو لوگ ہیں قدرے کم باصلاحیت ہیں" جوزف نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "مجھے اندازہ ہے کہ تمہارے لہجے میں جو اکڑ ہے اس کی وجہ چھوٹی موٹی کامیابیاں ہیں جو تم نے ایگلز کے مقابلے میں حاصل کر لی ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنی کھال میں رہنے کی کوشش کرو۔"

"مجھے بہت افسوس ہے مسٹر جوزف کہ میں نے اپنا وقت برباد کیا" میں نے خشک لہجے میں کہا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اس قدر عاقبت نااندیش آدمی ہو ورنہ میں ہرگز تمہاری جان بچانے کے چکر میں نہ پڑتا۔"

"یہی بات تو میں بھی جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تمہیں میری ذات سے یا ایگلز سے اس قدر دلچسپی کیوں پیدا ہو گئی؟" جوزف نے زہرخند کیا۔

"میری دلچسپی دم توڑ چکی ہے مسٹر جوزف!" میں نے اٹھ کر کہا "آئندہ تم مجھے کسی معاملے میں بھی مداخلت کرتے ہوئے نہیں دیکھو گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

میری بات سن کر جوزف ہنس پڑا "تم تو ناراض ہو گئے" اس نے کہا "میں تو مذاق کر رہا تھا۔ درحقیقت میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے ریتا سالومن کے آدمیوں سے بچا لیا۔ میں چونکہ فضائی سفر کر کے آ رہا تھا اس لئے میرے پاس ان لوگوں سے مقابلے کے لئے کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔"

"میں ناراض نہیں ہوا مسٹر جوزف! بلکہ میں نے اصولی بات کی ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "آج یہ بات تم نے کہی ہے کل کوئی اور کہے گا۔ مجھے کسی پاگل کتے نے نہیں کاٹا کہ خواہ مخواہ ہر ایک کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرتا پھروں۔"

"معاف کرنا مسٹر ایڈم! اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا رویہ ہوتا؟"

"مادام کلارا ایک ذمے دار خاتون ہیں۔ ایگلز کی سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے مجھے سخت کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی مجھ پر اعتبار کیا ہے۔"

"ایگلز کے بارے میں تمہاری معلومات تشویش ناک حد تک زیادہ ہیں۔ تم ایگلز کے ممبر نہیں ہو اور کسی عام آدمی کا اس حد تک باخبر ہونا ہمارے لئے باعث تشویش ہے۔"

"میں عام آدمی نہیں ہوں مسٹر جوزف!" میں نے برا مان کر کہا "میں جی جان سے مادام کلارا کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"عام آدمی سے میری مراد یہ ہے کہ تم ایگلز سے براہ راست متعلق نہیں ہو اور اگرچہ ضرورت پڑنے پر ہم ایسے افراد سے بھی کام لے لیتے ہیں جو ہم سے متعلق نہیں ہوتے مگر انہیں اپنی تنظیم سے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتے۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ریتا سالومن کی معلومات تو بہت ہی زیادہ ہیں۔ اس کا تو ایگلز سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ میں تو پھر ایگلز کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"ریتا سالومن کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا ہے اس میں افسانہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اس کے باوجود کہ اس کے آدمیوں نے تمہیں ایئرپورٹ پر پہنچتے ہی گھیرنے کی کوشش کی اور اگر میں بروقت مداخلت نہ کرتا تو اس وقت تم ریتا کے قبضے میں ہوتے۔"

"یہ تو تم کہہ رہے ہو نا" جوزف نے کہا "لیکن میں تمہاری بات پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر تم جاؤ جوزف! تمہیں ریتا سالومن کی طاقت کا خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔ شاید تمہیں اپنے چند مراکز کی تباہی کا علم نہیں ہے۔"

"کسی جگہ چھاپہ مار کر تباہی پھیلانا کمال کی بات نہیں ہے۔"

"اور وہ جو اس نے مائیکرو فلمیں اڑا لی ہیں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "ان کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"وہ فلمیں۔۔۔" جوزف نے متفکرانہ انداز میں کچھ کہنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے بات بدل دی "تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا مسٹر فلوک! جانا کہ تمہارے پاس اس کا کوئی وجود تھا۔ اس اعتبار سے فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے کہ تم نے جو طرز عمل ظاہر کیا وہ مناسب نہیں تھا لیکن میں تمہیں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ابھی تو میں یہاں پہنچا ہوں۔ خود تمام حالات کا جائزہ لوں گا۔ اگر یہ بات ثابت ہوئی کہ تم ہمارے مخلص ہو تو میں اپنے طرز عمل کی بھرپور تلافی کر دوں گا۔"

کہنے کے تھوڑی ہی دیر بعد جوزف چلا گیا۔ میں نے اسے بتا دیا تھا کہ کم از کم میرے مکان کی نگرانی نہیں ہو رہی اور اس نے جواب میں کہا تھا کہ اگر وہ یہاں سے بحفاظت نکل گیا تو آگے اپنی حفاظت خود کرے گا۔

"تم نے دیکھا" جوزف کے جانے کے بعد کلارا نے مجھ سے کہا "جوزف کس قدر محتاط آدمی ہے۔ اس نے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کیا۔"

"وہ احمق ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "اب وہ تحقیق کرے گا اور آخر کار اسے مجھ سے متفق ہونا پڑے گا۔"

"اس طرح ہر ایک کا مضحکہ مت اڑایا کرو" کلارا چڑ گئی "ایسا لگتا ہے جیسے تم خود کو سپرمین سمجھتے ہو۔"

"تو کیا جوزف کو سمجھوں" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا "جو انتہائی آسانی سے میرے قابو میں آ گیا۔"

"اس پر تو مجھے واقعی حیرت ہے" کلارا بڑبڑائی "جوزف ایگلز کے باصلاحیت ترین لوگوں میں سے ایک ہے۔ روبرو مقابلے میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

"تم لوگوں کی نظر بہت محدود ہے۔ تمہارے پیمانے خودساختہ ہیں۔ مجھے تو جوزف میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔"

"کچھ بھی سہی لیکن ہو سکے تو میری ایک بات غور سے سن لو اور گرہ میں باندھ لو" کلارا نے کہا "جوزف انتہائی کینہ پرور آدمی ہے۔ وہ تم سے اپنی بے عزتی کا انتقام ضرور لے گا۔"

"میں نے اس کی کون سی بے عزتی کی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اسے شکست فاش دی ہے۔ وہ پہلی فرصت میں تم پر چڑھائی کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "کیا ہم یہ جگہ چھوڑ دیں؟"

"بالکل" کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "میرا مشورہ تو یہی ہے۔ تمہیں جوزف سے الجھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ کلارا کی بات درست ہی معلوم ہوتی تھی۔ جوزف کے بارے میں میں نے بھی یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ شکست قبول کرنے کا عادی نہیں ہے اور ہر حال میں اپنی برتری قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اسے یہاں ریتا سالومن سے زیادہ ایڈم ذی فلوک کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا ہوگا۔ ریتا سالومن تو کبھی بھی ایگلز کی دشمن ـــ مادام کلارا اس کے خلاف کام کر رہی تھی لیکن ایڈم ذی فلوک تو دشمن نہیں تھا۔ وہ ایگلز کا ممبر بھی نہیں تھا مگر اس کی رسائی مادام کلارا کی

خواب گاہ تک تھی۔ کسی اجنبی کو تنظیم کے معاملات میں اس حد تک دخل انداز ہونے دینا ناقابل معافی جرم تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کلارا کو اسی جرم کی بنا پر شی گو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا گیا ہوگا اور اگر اس جرم پر اسے موت کی سزا دی جاتی تو کچھ تعجب بھی نہیں تھا۔ کلارا کا یہ اقدام تنظیم کے لئے مہلک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

"تم نے مجھ سے ایک غلط بیانی کی ہے کلارا" اچانک میں نے کلارا سے کہا "محض ریتا سالومن والے معاملے کی وجہ سے تو تمہیں سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے" کلارا مسکرائی "میں اپنی جان کیوں خطرے میں محسوس کر رہی ہوں؟"

"اس کی وجہ ریتا سالومن نہیں بلکہ میں ہوں۔ باقی کمان کو شاید یہ بات پسند نہیں آئی کہ ایک غیر شخص اینگلز میں اس حد تک دخیل ہو جائے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا "اگرچہ مجھ سے یہ بات کسی نے نہیں کہی لیکن مجھے یقین ہے کہ مجھ پر یہی فرد جرم عائد کی جائے گی۔"

"سوال یہ ہے کہ تم نے ایسی حرکت کی ہی کیوں۔ کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ جو کچھ تم کر رہی ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"میں جانتی تھی کہ یہ خطرناک ہے لیکن میں یہ نہیں جان سکی کہ وہ کون سی نامعلوم قوت تھی جس نے مجھے تم پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور کر دیا" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم شاید یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہارے لہجے میں، تمہارے انداز و اطوار میں مجھے ایک عجیب قسم کی اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔ اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ میرا احساس بلاوجہ نہیں تھا۔ میری خاطر تم نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال رکھی ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں ہے کہ اینگلز میں میری پوزیشن تباہ ہو گئی۔ مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ انجام جو بھی ہو اسے تبدیل کرنا ہم میں سے کسی کے بھی بس کی بات نہیں ہے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کی بات انہونی سی لگ رہی تھی مگر اس کے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔ معلوم نہیں وہ کون سا کمزور لمحہ رہا ہوگا جس میں مادام کلارا جیسی عورت مجھ سے اس طرح متاثر ہو گئی تھی۔ ورنہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کی زندگی میں ان چیزوں کا گزر کہاں ہوتا ہے۔ سیکرٹ ایجنٹوں کی زندگی تو کسی سنگلاخ میدان کی مانند ویران ہوتی ہے جہاں ہریالی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بہرحال جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ اس بات سے میرا یقین اور بھی پختہ ہو گیا تھا کہ آدمی کسی نیک مقصد کے لئے جدوجہد کر رہا ہو تو اسے غیبی مدد بھی حاصل رہتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کلارا کا محل میرے لئے ایک ایسا چوہے دان بن سکتا تھا جہاں سے نکلنا میرے لئے محال ہو جاتا۔ تہذیب اور بڈ کو بھی یہی خطرہ تھا کہ میرا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے پورے یقین کے ساتھ ایک قدم اٹھایا اور کامیابی نے ناقابل فہم طریقے سے میرے قدم چومے۔

"میں تم سے متفق ہوں کلارا" میں نے خیالات کے بھنور سے ابھرتے ہوئے کہا "تمہیں اپنا ٹھکانا تبدیل کر لینا چاہئے۔ جونز ضرور اس طرف پلٹے گا مگر فوری طور پر نہیں۔ اسے کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگے گا۔"

"شکر ہے، تم میری کسی بات سے متفق تو ہوئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے میری ہر بات سے اختلاف کرنے کا تہیہ کر رکھا ہو۔"

******

"ایک کارنامہ بڈ نے بھی کیا ہے" تہذیب نے مجھ سے تفصیلات سننے کے بعد کہا "اس نے [illegible] پروجیکٹر کا بندوبست کر لیا ہے۔"

"اور یہ کام میں نے ایک اور شخص کے توسط سے کیا ہے" بڈ بولا "رات تک پروجیکٹر ہمیں مل جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ان فلموں میں کیا ہے؟"

"میں تو زیادہ دیر نہیں رک سکوں گا" میں نے کہا "اسے دو گھنٹے میں واپسی کا کہہ کے آیا ہوں۔ تم لوگ دیکھ کے کل صبح مجھے رپورٹ دے دینا۔"

"دیکھا میڈم! چیف کو کلارا کی کتنی فکر ہے" بڈ نے [illegible]

"اور تم جو یہاں اکیلی رہ جاؤ گی اس کا کوئی خیال نہیں ہے"

"بکواس مت کرو" میں نے بڈ کو گھور کر کہا "تم نے کلارا کا میک اپ کرتے ہوئے جو گوہر افشانی کی تھی وہ مجھے یاد ہے۔"

"تم سے زیادہ کلارا کو یاد ہوگی" بڈ نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"بڈ نے مجھے بتایا تھا" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے بیٹھے بٹھائے اسے اداکار بنا دیا اور وہ بھی ہالی ووڈ کا۔"

"اس کی خوش قسمتی کہ اس کی باتوں سے مجھے فائدہ پہنچ گیا ورنہ میں اس کی کھال اتار دیتا۔"

"نقصان پہنچتا تو کھال اتروا دیتے اور فائدہ پہنچا ہے تو شاید کسی صوبے کی گورنری بخش دی" بڈ نے بے ساختہ کہا "تمہارا شمار بھی انہی لوگوں میں ہونے لگا ہے جو [illegible] کا لونوٹنے کے درپے رہتے ہیں۔"

"انعام کے مستحق تو تم اب بھی ہو" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا "میں نے تم سے کلارا کا میک اپ کرنے کو کہا تھا، اس کے جسم کی [illegible] کو نہیں کہا تھا۔"

"جو کام باہمی رضامندی سے کیا جائے اس میں کسی اور کو دخل دینے کا حق نہیں ہوتا" بڈ نے بے پروائی سے کہا "جب اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو تم کون ہوتے ہو؟"

"چھوڑو بھی بڈ!" تہذیب بولی "جو شخص فطرتاً بدمعاش ہو وہ کبھی نہیں سدھر سکتا۔"

"اور کوئی اپنے مقدر سے بھی نہیں لڑ سکتا" بڈ نے ترکی بہ ترکی کہا "ابھی تمہیں بڈ سے کوئی کام پڑ جائے تو بڈ دنیا کا سب سے اچھا آدمی ہو جائے گا اور کام نکلنے کے بعد۔" بڈ نے ایک طویل سانس لی "بڈ سب سے برا ہو جائے گا۔"

"اب کلارا کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں جونز سے خطرہ ہے" میں نے بڈ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے تہذیب سے کہا "چونکہ میرے ہاتھوں اسے ہزیمت اٹھانا پڑی ہے لہٰذا وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔"

"تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنی رہائش تبدیل کر لینی چاہئے" تہذیب نے کہا "ایئرپورٹ پر تو بڈ وغیرہ نے بیکر کے آدمیوں کو بے خبری میں جا لیا تھا لیکن یہاں یہ ممکن نہیں ہوگا۔"

"قسمت میں کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنا ہے ہی نہیں۔ ابھی ایک مکان میں آئے چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے کہ پھر رہائش تبدیل کر دو۔"

"اس خانہ بدوشی میں تو لطف ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آدمی ایک ہی مقام پر عمر بسر کر دے۔"

"حالات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں تہذیب! کلارا کی جگہ جونز کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ زیادہ قابل [illegible] ہے۔ اگر اسے بھی ناکامی سے ہمکنار کر دیا جائے تو یہ ہماری بڑی کامیابی ہوگی۔ موشے ہاورڈ صحیح معنوں میں بوکھلا کر رہ جائے گا۔"

"میرا خیال ہے تم سے غلطی ہو گئی۔ تمہیں چاہئے تھا کہ [illegible] یا اسے کچھ عرصہ قید رکھتے۔"

"اس سے مقصد حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ یہ درست ہے کہ اینگلز کی صفوں میں انتشار پیدا ہوتا مگر اس حد تک نہیں جس حد تک اب پیدا ہوگا۔"

"تم انچارج ہو علی" تہذیب نے کہا "تم نے فیصلہ کیا ہے تو ٹھیک ہی کیا ہوگا۔"

"اصل بات تو یہ ہے کہ میں نے جونز کی طرف سے خطرہ محسوس کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ خطرے کی نوعیت کیا ہوگی؟"

"تم نے خطرہ محسوس کیا ہے چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا "لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے اسے زیر کر لیا تھا؟"

"اس کے باوجود مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ وہ ہمارے لئے مسائل کھڑے کر دے گا۔"

"تب تو تم نے اسے چھوڑ کر غلطی کی ہے" بڈ نے تشویش سے کہا "ممکن ہے یہ تمہارا واہمہ ہو۔ اس لئے کہ ہم نے بھی اس پر بہ آسانی قابو پا لیا تھا۔"

"میں نے اسے چھوڑ کر غلط نہیں کیا بڈ! ہمارا مقابلہ فرد سے نہیں تنظیم سے ہے اور چند افراد کے مر جانے سے بھی اتنی بڑی تنظیم کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔"

"تو پھر ان کے اڈے تباہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" بڈ نے کہا "چند ٹھکانوں کی تباہی سے بھی تنظیم کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو بڈ! ہمارے اس اقدام کا مقصد صرف دہشت پھیلانا تھا جو ہمیں حاصل ہو گیا۔ اب ہمیں اینگلز کے بڑوں پر ہاتھ ڈالنا ہے۔"

"اس کے لئے تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو میں جونز کا ردعمل دیکھوں گا۔ اگر اس نے گڑبڑ کی تو وہ ہمارے کافی کام آ سکے گا لیکن اگر اس نے جوابی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو ہم پہلے جونز کے خلاف کارروائی کریں گے اور اس کے بعد اینگلز کے بڑوں کو دیکھیں گے۔"

تہذیب سے یہ بات کہتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جونز کس قدر بھرپور جوابی کارروائی کرنے والا ہے۔ میں تو مطمئن تھا کہ ہم ہر طرح سے محفوظ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی نامعلوم مقام پر بیٹھا ہوا اینگلز کا سربراہ ریڈفل عرف موشے ہاورڈ ہم لوگوں کے گرد کتنا خوفناک جال بننے میں مصروف ہے۔

کوئی ایک گھنٹے تک تہذیب اور بڈ سے ہر متوقع صورت حال کی جزئیات اور اپنے آئندہ لائحہ عمل کی تفصیلات طے کرنے کے بعد میں کلارا کے پاس واپس آ گیا۔ دروازہ کھولنے سے قبل اس نے اطمینان کر لیا تھا کہ یہ میں ہی ہوں۔

"تم نے دیر کر دی" کلارا نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں تو ڈر رہی تھی کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو گئی ہو۔"

"ابھی تک تو ہر طرح کی خیریت ہے" میں نے کہا "آئندہ کے بارے میں میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"اگر کوئی شخص اپنے بارے میں تفصیلات بتانے سے گریز کرے تو اس پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ مجھے حیرت ہے کہ میں نے تم پر کیوں اعتماد کر لیا تھا" کلارا نے کہا۔

"تم نے ایک درست فیصلہ کیا تھا۔ یہ بتاؤ کہ کیا اپنے اس فیصلے پر تم کسی قسم کی ندامت محسوس کر رہی ہو؟"

"ندامت تو نہیں محسوس کرتی مگر مجھے حیرت ضرور ہے۔ تاہم کیا یہ کم نہیں ہے کہ اپنے اس فیصلے سے میں نے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔"

اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی ہے۔ اپنی دانست میں تو اس نے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا تھا مگر درحقیقت وہ یہودیوں کے سب سے بڑے دشمن پر اعتماد کر بیٹھی تھی اور اب اس کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی۔

"اب ہم یہاں نہیں رہیں گے کلارا ڈیئر" میں نے کہا "تھوڑی دیر بعد ہم یہاں سے ہوٹل موری ناگا کا رخ کریں گے جہاں ہمارے لئے کمرے بک ہو چکے ہوں گے۔"

"کمرے!" کلارا نے حیرت سے مجھے دیکھا "کیا ہم دونوں الگ الگ کمروں میں رہیں گے؟"

"ارے نہیں" میں نے گڑبڑا کر جواب دیا "یہ تو ویسے ہی منہ سے نکل گیا ورنہ ہم ایک ہی کمرے میں رہیں گے۔"

کلارا نے سکون کی ایک طویل سانس لی "شکر ہے" اس نے کہا "حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مجھ میں تنہا رہنے کی ہمت نہیں ہے لیکن کیا ہم ان کی نظروں میں نہیں آ جائیں گے؟"

"میں ہر ممکن احتیاط برتنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہم وہاں مسٹر اور مسز ولسن ڈی سوزا کے ناموں سے قیام کریں گے اور کمرے سے کم سے کم باہر نکلیں گے۔"

"ٹھیک ہے" کلارا نے کہا "لیکن میں اس وقت تک پوری طرح مطمئن نہیں ہو سکوں گی جب تک ہم شی گورائے سے نکل نہیں جاتے۔"

"فکر مت کرو۔ ہم شی گورائے سے بھی نکل جائیں گے مگر اس سے قبل جوزف کو سبق دینا بہت ضروری ہے۔"

دو گھنٹے کے اندر اندر ہم ہوٹل موری ناگا کے ایک کمرے میں منتقل ہو گئے۔ اس ہوٹل کا نام پڈ نے تجویز کیا تھا اور کمرا بھی اسی نے بک کرایا تھا۔ یہ درمیانہ درجے کا صاف ستھرا ہوٹل تھا۔ میں نے پڈ سے کار بھی لے لی تھی جو ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں موجود تھی۔ ہمیں [illegible] کمرا ملا تھا۔

"امید تو نہیں ہے کہ جوزف یہاں تک پہنچ سکے گا" کلارا نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا "لیکن ہمیں بہت زیادہ فکر بھی نہیں ہو جانا چاہئے۔"

"ایڈم ڈی فلوک کبھی بے فکر نہیں ہوتا مادام" میں نے کہا۔

"مجھے مادام کلارا کیوں کہہ رہے ہو؟" کلارا میری طرف پلٹ کر مسکرائی "مادام تو تم نے مجھے اس وقت نہیں کہا جب تمام لوگ مجھے مادام کہتے نہیں تھکتے تھے۔"

"جب تک میں دل سے کسی کی برتری تسلیم نہ کر لوں زبان میرا ساتھ نہیں دیتی۔"

"میں [illegible]" کلارا نے حیرانہ لہجے میں کہا "کیا تم میرا [illegible] کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں" میں نے بڑے خلوص سے کہا "میں کم حسین ہوں۔"

کلارا ہنس پڑی "حسن ایک فانی شے ہے۔ میں نے کبھی اہمیت نہیں دی۔ البتہ بھوک کی اہمیت سے انکار نہیں ہے۔"

"اوہ! مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ ہم نے ابھی تک نہیں کھایا ہے۔ میں ابھی کھانا منگواتا ہوں" میں نے کھانے کا آرڈر دے دیا۔

کھانے کے دوران تمام وقت کلارا بولتی رہی اور کھانے کے بعد بھی اس کی زبان رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ موضوع کا تعین نہیں تھا۔ بس وہ بے تکان بولے جا رہی تھی۔

"بارہ بج چکے ہیں" بالآخر میں نے عاجز آ کر کہا "اب ہم سو جائیں تو کل سارا دن سکون سے تمہاری سن سکوں گا۔"

سکون ایک ایسی شے کا نام ہے جو ہم جیسے لوگوں کی زندگی میں عنقا ہوتی ہے۔ کلارا تو سو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد میں بھی سو گیا مگر جس سکون کی بات کی تھی وہ میسر نہیں آ سکا۔

ٹیلی فون کی لگاتار گھنٹیوں سے میری آنکھ کھلی۔ وقت صبح کے چھ بج رہے تھے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا "ولسن ڈی سوزا" میں نے نیند بھری آواز میں کہا۔

"آپ کی باندی خطرے میں ہے مسٹر ولسن"

دوسری جانب سے تہذیب کی پُرسکون آواز سنائی دی "بیرونی رہائش گاہ کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا ہے۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے بے یقینی سے کہا۔ میری نیند کافور ہو گئی تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں" تہذیب کی آواز بدستور پُرسکون تھی "میگا فون پر اعلان کیا جا رہا ہے کہ بنگلے کے مکین خود کو ان کے حوالے کر دیں۔"

"اگر نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے تو پھر یہی مناسب ہے کہ خود کو ان کے حوالے کر دو۔"

"میں نے اسی لئے تمہیں فون کیا ہے کہ تم انچارج ہو۔ جیسا تم کہو گے میں کرنے کو تیار ہوں۔"

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو صورت حال بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ تم پندرہ منٹ کے اندر خود کو ان کے حوالے کر دو۔ اس دوران میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اوکے چیف!" تہذیب نے ہنس کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں ریسیور کریڈل پر رکھ کے مڑا تو کلارا جاگ چکی تھی۔ اس نے میری باتیں بھی سن لی تھیں۔

"کون خطرے میں ہے ایڈم؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"میرے ہمدرد" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا "واپس آ کر تمہیں تفصیل بتاؤں گا۔"

میں نے انتہائی تیزی سے کپڑے تبدیل کئے اور پانچ منٹ کے اندر اندر میری کار سڑک پر تھی۔ میرا اندازہ تھوڑا سا غلط ہو گیا تھا۔ مجھے تہذیب کی قیام گاہ تک پہنچنے میں پندرہ منٹ سے زیادہ وقت لگ گیا مگر میں نے دور سے ہی پولیس کی ان گاڑیوں کو دیکھ لیا جو ایک سڑک پر مڑ رہی تھیں۔ گویا وہ لوگ تہذیب کو لے جا رہے تھے۔ بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ بنگلے میں پولیس کے کچھ افراد موجود تھے۔ شاید وہ تلاشی وغیرہ لے رہے تھے۔

میں مناسب فاصلے سے پولیس کی گاڑیوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ تہذیب نے جو کچھ بتایا وہ خاصا تشویش ناک تھا۔ اول تو یہ بات حیران کن تھی کہ پولیس وہاں پہنچی کیسے؟ بظاہر کوئی ایسا ذریعہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پڈ نے مانگیرو وغیرہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ممکن ہے کسی نے اس کا تعاقب کیا ہو اور تہذیب کے ٹھکانے تک پہنچ گیا ہو۔ میں تو پڈ کو پہلے ہی سمجھا رہا تھا کہ جہاں اتنا صبر کیا ہے تھوڑا سا صبر اور کر لے۔ یہ بات بھی کچھ کم حیران کن نہیں تھی کہ پڈ سے کوئی بے پروائی کس طرح سرزد ہو گئی۔ وہ تو اس قسم کی ذات کے اندر ماہر تھا۔ اگر پڈ ہی دھوکا کھا گیا تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں۔ یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ان لوگوں کا پولیس پر کتنا گہرا اثر و رسوخ ہے تاہم میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ انہوں نے پولیس کا سہارا کیوں لیا؟

میں بہت محتاط انداز میں پولیس کی گاڑیوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ وہ لوگ تہذیب اور پڈ کو کس تھانے میں لے جا رہے ہیں۔ اس کے بغیر بات نہیں بن سکتی تھی۔ انہیں پولیس کے چنگل سے چھڑانے کے لئے میں کیا اقدامات کرتا، یہ بات ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں تھی۔

اچانک میں چونک پڑا۔ پولیس کی گاڑیاں جن راستوں سے گزر رہی تھیں۔ ان سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کی منزل وہی عمارت ہے جسے شی گورائے میں ایجنٹز کا سربراہ اپنی رہائش کے لئے استعمال کرتا تھا۔ وہی عمارت جس میں کل تک مادام کلارا کی رہائش تھی اور آج وہاں جوزف براجمان ہو گا۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر مزید سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میرا خیال غلط ہوتا مگر اس کے امکانات بہت کم تھے۔

اور پھر بہت جلد وہ لمحہ بھی آ گیا جب میں نے اپنا خیال اپنی آنکھوں سے صحیح ثابت ہوتے دیکھا۔ پولیس کی گاڑیاں اسی سڑک پر مڑی تھیں۔ اسی عمارت کے گیٹ پر رکی تھیں۔ عمارت کا گیٹ کھلا تھا اور پولیس کی ایک گاڑی کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی تھی اور ایک پولیس وین سڑک پر ترچھی ہو کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے اس طرح کھڑے ہونے پر میرا ماتھا ٹھنکا مگر میرے اور ان کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ میں آسانی سے یوٹرن لے کر فرار ہو سکتا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا سکتا، عقب نما میں مجھے ایک اور پولیس وین نظر آئی۔ معلوم نہیں وہ وین کہاں سے نمودار ہوئی تھی لیکن اس کے چلنے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ مجھے فرار ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ میں بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر کار کی رفتار میں تھوڑا سا اضافہ کر دیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ پولیس کا گھیراؤ توڑ کر فرار ہونا میرے لئے ممکن نہیں رہا۔ لہٰذا حالات سے نمٹنے کے لئے کوئی اور حکمت عملی وضع کرنی پڑے گی۔ سامنے والی وین جس نے سڑک پر ترچھے کھڑے ہو کر راستہ روکا تھا اب بھی ویسے ہی کھڑی تھی اور پولیس کے سپاہیوں نے آس پاس

"تم سنے ویری" مختلف گاڑیوں کی آڑ سے کر بندوقیں تان لی "میں تو زرا" ان کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے مجرم کو پکڑنا مقصود ہو۔

میں معمول کی رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا وہاں تک پہنچا اور کار روک دی "کیا یہاں کوئی خاص واقعہ ہو گیا ہے" میں نے کھڑکی سے سر نکال کر بلند آواز میں کہا۔

کئی بندوق بدست سپاہی سامنے آ گئے۔ انہوں نے مجھے زد میں لے رکھا تھا۔ پھر ایک انسپکٹر نمودار ہوا "گاڑی سے نیچے اترو" اس نے درشت لہجے میں کہا۔

میں بڑے اطمینان سے گاڑی سے اتر آیا "خیریت تو ہے جناب؟" میں نے اپنے لہجے میں حیرت سموتے ہوئے کہا۔

"گاڑی کی تلاشی لو" انسپکٹر نے مجھے جواب دینے کے بجائے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا اور وہ کار کی طرف جھپٹ پڑے اور ایک منٹ سے بھی کم وقفے میں انہوں نے میری پوری کار کی تلاشی لے ڈالی مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔

"آپ لوگوں کو کس چیز کی تلاش ہے جناب! مجھے بتائیے، ممکن ہے میں کچھ مدد کر سکوں۔"

"بکواس مت کرو" انسپکٹر نے گرج کر کہا "خود کو زیر حراست تصور کرو۔"

"ارے یہ تو اپنے مسٹر ایڈم ڈی فلوک ہیں" گیٹ کی طرف سے ایک محافظ نے جھپٹ کر میری طرف آتے ہوئے کہا "آپ کہاں غائب ہو گئے تھے جناب! مادام کلارا کا بھی پتا نہیں ہے۔ ہم سب بہت پریشان ہیں۔"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا" میں نے بے بسی سے کہا "اس لئے کہ میں تو زیر حراست ہوں۔"

"ارے نہیں جناب! انسپکٹر صاحب کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہوگی۔ آئیے میرے ساتھ چلئے۔ مسٹر جوزز آپ سے مل کر یقیناً خوش ہوں گے۔"

اس وقت مجھے آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی مثل بڑی شدت سے یاد آئی۔ میرے پاس کوئی راہ فرار نہیں تھی لہٰذا میں نے بے پروائی سے کاندھے جھٹکے "چلو، تمہارے مسٹر جوزز سے بھی مل لیتے ہیں۔"

"کار کی طرف سے بے فکر رہئے" اس نے میرے ساتھ گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "آپ واپس آئیں گے تو یہ آپ کو اندر موجود ملے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے گیٹ سے انٹر کام پر جوزز سے بات کی اور انٹر کام بند کرتے ہوئے بولا "جائیے جناب! مسٹر جوزز خواب گاہ میں آپ کے منتظر ہیں۔"

"میں اکیلا ہی چلا جاؤں" میں نے بڑی حیرت سے پوچھا۔

"بالکل جناب! راستوں سے تو آپ واقف ہی ہیں۔"

میں تن بہ تقدیر ہو کر عمارت کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ بات تو طے تھی کہ اب فرار ہونے کی کوشش بے سود تھا۔ ممکن تھا کہ یوں ہی بہتری کی کوئی صورت نکل آئی۔ یہی سوچ کر میں آگے بڑھتا رہا اور خواب گاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے خواب گاہ کے بند دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور جواب کا انتظار کئے بغیر دروازہ کھول کر داخل ہو گیا۔ اندر جوزز موجود تھا جس کی پشت میری طرف تھی۔ وہ سامنے والی دیوار کی طرف منہ کئے کھڑا تھا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر وہ آہستگی سے میری طرف پلٹا اور مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں میں کھنچاؤ پیدا ہوا۔ وہ مسکرایا اور اس کی مسکراہٹ ہنسی کے مرحلے سے بتدریج گزرتی ہوئی ایک طویل قہقہے پر منتج ہوئی۔

"اب کون سی کہانی لے کر آئے ہو مسٹر ایڈم ڈی فلوک" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"مادام کلارا کا سراغ مل گیا ہے" میں نے بے ساختہ کہا اور پھر خود ہی اس اطلاع کے عواقب پر غور کرنے لگا لیکن اس نے مجھے غور کرنے کی مہلت نہیں دی۔

"مبارک ہو" جوزز نے کہا۔ اس کا استہزائیہ لہجہ برقرار تھا "تمہیں مادام کلارا کا سراغ ملا اور مجھے سالومن کا۔"

"کیا!" میں نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا "وہ تمہیں کہاں مل گئی؟"

"سونے کی کان میرے ہاتھ لگ گئی ہے مسٹر فلوک! ریٹا سالومن دراصل تہذیب یافتہ ... کے الفاظ مجھے پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اپنے کانوں میں اترتے محسوس ہوئے۔

"ایک یہی نہیں مسٹر ایڈم ڈی فلوک! بلکہ اس وقت میرے سامنے ریٹا سالومن کا جدید ترین دشمن موجود ہے۔ اس کا جان نثار علی یار خان ہے۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے برف کے تالاب میں غوطہ دے دیا ہو۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخر اچانک وہ میری اصلیت سے کیسے واقف ہو گیا۔

"حیران ہو رہے ہو ایڈم ڈی فلوک" جوزز نے میری کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آ رہا ہے کہ تمہیں کس نام سے مخاطب کروں۔"

"ناموں میں کیا رکھا ہے جوزز" میں نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کیا "تم مجھے جس نام سے بھی چاہو مخاطب کر سکتے ہو، میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"گویا تم اعتراف کر رہے ہو کہ تم علی یار خان ہی ہو" جوزز نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"بات ذرا وقت سے پہلے کھل گئی جوزز!" میں بے پروائی سے بولا "مگر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ میرا مشن اسی طرح جاری رہے گا جس طرح برسوں سے جاری ہے۔"

"تم مجھے داد نہیں دو گے۔ میں نے کتنی آسانی سے نہ صرف ریٹا سالومن کو اس کے بل سے نکالا بلکہ اس کی حقیقت سے بھی واقف ہو گیا اور ساتھ ہی تمہیں بھی روشنی میں لے آیا۔"

"میں داد دینے میں بخل سے کام نہیں لیا کرتا مسٹر جوزز" میں نے کہا "اور یہ حقیقت ہے کہ تمہاری تیز رفتاری میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

جوزز نے ایک طویل قہقہہ لگایا "بیٹھ جاؤ علی" اس نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ ملاقات بڑی دلچسپ ثابت ہوگی۔"

میں نہایت اطمینان سے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس خواب گاہ میں، میں اس سے قبل کئی بار آ چکا تھا مگر میں یہاں کے اسرار سے واقف نہیں تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ یہاں غیر معمولی حفاظتی انتظامات ہوں گے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ حفاظتی انتظامات کس نوعیت کے ہیں اور اگر میں جوزز پر حملہ کروں یا یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں تو مجھے کون کون سی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مادام کلارا نے تمام تر اعتماد کے باوجود مجھے دانستہ اس جانب سے بے خبر رکھا ہے۔ خود میں نے بھی اس سے اس بارے میں کبھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ مبادا کہ اسے مجھ پر شبہ ہو جائے۔

"ہر شخص کی دلچسپیاں مختلف نوعیت کی حامل ہوتی ہیں مسٹر جوزز" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "معلوم نہیں تمہاری لغت میں دلچسپی کا کیا معیار ہے۔"

"ہماری ہائی کمان کے تمام افراد اس بات پر متفق ہیں کہ تم ایک دلچسپ آدمی ہو" جوزز نے کہا "اور تم سے مل کر میں بھی ان کی رائے کے حق میں ہو گیا ہوں۔"

"حیرت ہے؟" میں بڑبڑایا "میں اپنی ذات کے اندر دلچسپی کے بے بہا سمندر لئے گھوم رہا ہوں اور خود اس سے ناواقف ہوں۔"

"اس دریافت کے لئے تمہیں ہمارے ساتھ شامل ہونا پڑے گا" جوزز نے کہا "اس لئے کہ کوئی اور تمہیں اس سے روشناس نہیں کرا سکتا مگر میں جانتا ہوں کہ تم ہماری تنظیم میں شمولیت کے لئے کبھی تیار نہیں ہو گے۔"

"بالفرض اگر میں تیار ہو بھی گیا تو تم کبھی یقین نہیں کرو گے" میں مسکرایا۔

"اور یہ ہم دونوں کی بدقسمتی ہے" جوزز نے ایک طویل سانس لی "بہرحال مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہیں ڈھیل دی جائے۔"

"کیا کہا" میں نے حیرت سے کہا "مجھے ڈھیل دی جائے!"

"ہاں! ہائی کمان نے یہی فیصلہ کیا ہے اور کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ ہائی کمان کے فیصلے کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکے۔"

"میرے لئے نئی اطلاع ہے کہ ایگلز میں ہائی کمان بھی ہوتی ہے۔ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ تمام فیصلے ایک فرد واحد کے ہوتے ہیں۔"

"تمہیں ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے" جوزز نے ترش لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے ڈھیل دیئے جانے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے تم اس سے خوش نہیں ہو۔"

جوزز کے چہرے پر غصے کی سرخی نمودار ہوئی مگر اس نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا "ہم احکامات پر عمل کرتے ہیں" اس نے بے تاثر لہجے میں کہا "خواہ ہمیں پسند آئیں یا نہ آئیں۔"

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے" میں نے قدرے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں" جوزز نے پھٹے پھٹے سے انداز میں جواب دیا "تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

جوزز کے جواب پر مجھے حیرت ہوئی۔ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے تھا مگر وہ مجھے چلے جانے کو کہہ رہا تھا۔ بظاہر میں پوری طرح ان کے رحم و کرم پر تھا۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے کا اس سے بہتر موقع انہیں مل نہیں سکتا تھا مگر وہ اس موقع کو ضائع کرنے کے موڈ میں تھے۔ اتنا بڑا قدم کسی مصلحت کے بغیر نہیں اٹھایا جا سکتا۔

ان کی ایک معلومات تو میرے تجربات میں آ چکی تھی۔ انہوں نے نہ صرف مجھے بلکہ تہذیب کو بھی پہچانا تھا۔ یہ میرے فہم سے بالاتر تھا لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے نظرانداز کر دیا جاتا۔ غالباً اسی ایک سوال کے جواب پر میری بقا کا دارومدار تھا۔ خطرے کی نوعیت کا علم ہوئے بغیر اس سے بچا نہیں جا سکتا اور جوزف سے یہ توقع کرنا فضول تھا کہ وہ اس ضمن میں مجھے معلومات فراہم کر دے گا۔

"آپ ابھی بھی کیا بے مروتی مسٹر جوزف" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم گھر آئے مہمانوں کی خاطر مدارات بھی نہیں کرتے۔"

جوزف نے مجھے گھورتے ہوئے ایک بٹن دبایا اور مجھ سے بولا "تمہاری ڈھٹائی نوبل انعام کی مستحق ہے۔ تم ان حالات میں بھی مسکرا رہے ہو۔"

"ڈھٹائی نہیں دلچسپی کہو مائی ڈیئر مسٹر جوزف! ابھی کچھ ہی دیر قبل تم نے انکشاف کیا ہے کہ میں ایک دلچسپ آدمی ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں" جوزف نے سر ہلایا "تمہارے ہوش اڑے ہوئے ہیں مگر تم محض مجھے متاثر کرنے کے لئے مصنوعی مسکراہٹ کا سہارا لئے ہوئے ہو۔"

جوزف کی بات سن کر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں اس کے لئے ایک مشکل آدمی ثابت ہو رہا تھا۔ اگرچہ وہ مجھ سے بخوبی واقف تھا مگر اس بات سے بے خبر تھا کہ میں اپنے حریف پر کیسے کیسے نفسیاتی حربے آزماتا ہوں۔ اس کا خیال یہ رہا ہوگا کہ میں یوں بے ڈھب پھنس جانے پر اس کے سامنے گڑگڑاؤں گا۔ اگر نہیں گڑگڑاؤں گا تو انتہائی پریشانی کا اظہار ضرور کروں گا۔ پریشانی کا اظہار نہ بھی کروں تو بھی پریشانی کو پوری طرح چھپا نہیں سکوں گا۔ مجھے ڈھیل دینے کا فیصلہ تو بقول اس کے باس کمان نے کیا تھا مگر وہ توقع کر رہا تھا کہ مجھے پریشان دیکھ کر خوش ہو سکے گا۔ ایک ایسے آدمی کو پریشان دیکھ کر خوش ہونا حق بجانب تھا جس نے اولیو باورڈ جیسے مشہور زمانہ شخص کو ناکوں چنے چبوا دیے اور کسی صورت اس کے قابو میں آ کر نہیں دیا تھا۔ مگر اس کی ساری امیدوں پر اوس پڑ گئی تھی۔ وہ میرے چہرے پر پریشانی کا ہلکا سا عکس بھی تلاش نہیں کر پا رہا تھا۔ اور یہی چیز اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کئے دے رہی تھی۔

"مجھ میں اداکاری کے بے پناہ جوہر ہیں۔ پروفیسر زارا یہاں موجود ہوتے تو تمہیں بتاتے کہ میں فلم انڈسٹری آف عربیہ میں کام کر چکا ہوں۔"

جوزف کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ میری اس بات کے جواب میں کیا کہے۔ اس مشکل سے وہ یوں بچا کہ اسی وقت ایک باوردی بٹلر ناشتے کی ٹرالی لئے ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ جوزف کے اشارے پر ٹرالی کو سامنے پہنچا کر کمرے سے واپس نکل گیا اور میں پوری تندہی سے ناشتا کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"تم بھی آؤ جوزف" میں نے بڑی بے تکلفی سے کہا "ناشتا کرنے میں لطف نہیں آتا۔"

میں جس رفتار سے ناشتے کی میز پر ہاتھ صاف کر رہا تھا اسے دیکھ کر جوزف چکرا سا گیا تھا۔ میری بے پروائی اداکاری ہو سکتی تھی مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی پریشانی کے عالم میں کوئی شخص ایسی خوش خوراکی کا مظاہرہ کر سکے۔

چند لمحے محو حیرت رہنے کے بعد شاید جوزف نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے ان معاملات میں سر نہیں کھپانا چاہئے۔ اس فیصلے کا اندازہ مجھے اس بات پر ہوا کہ وہ بھی میرے ناشتے پر شریک ہو گیا تھا۔

چند منٹ تک کمرے میں مکمل خاموشی چھائی رہی۔ میں نے ڈٹ کر ناشتا کرنے کے بعد دو پیالیوں میں چائے بنائی اور ان میں سے ایک پیالی جوزف کی طرف بڑھا دی۔

"جب دو حریف نبرد آزما ہوتے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ ایک حریف مستقل طور پر دوسرے پر حاوی رہے" میں نے کہا "نہ ہی یہ لازم ہے کہ اگر ایک حریف دوسرے پر حاوی آ گیا ہے تو اسے فاتح قرار دے دیا جائے۔"

جوزف نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی "تمہاری شکست صرف اس وجہ سے ٹلی ہوئی ہے کہ ہم درگزر سے کام لے رہے ہیں۔"

"یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ مجھے ڈھیل دی جائے اور تہذیب کو قید کر لیا جائے۔"

"تہذیب یا [illegible] آنکس عرف ریتا سالومن کو رہا کیا جا چکا ہے" جوزف نے کہا "اب تک اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ گئی ہوگی۔"

"تو پھر اتنا لمبا کھڑاگ پھیلانے کی کیا ضرورت تھی" میں نے حیرت سے کہا "اگر یہی کچھ کرنا تھا تو اسے گرفتار کیوں کیا گیا؟"

جوزف کی آنکھوں سے شدید جھنجلاہٹ ظاہر ہوئی۔ یہ چیز اسے بھی گراں گزری تھی۔ "یہ ہمارے معاملات ہیں" اس نے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا "اور ان معاملات سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے اندازہ لگایا کہ وہ باس کمان کے فیصلے کے خلاف عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اگر اس کا بس چلتا تو ہم سے نجات حاصل کر چکا ہوتا۔

"ماسٹر کوان نظر نہیں آ رہا" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا "اس سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"وہ اب یہاں نہیں ہے" جوزف نے خشک لہجے میں جواب دیا "لہٰذا تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے جوزف سے کوان سے متعلق یہ سوال یہ جاننے کے لئے کیا تھا کہ وہ اب بھی تمی کو راؤ میں موجود ہے یا نہیں اور مجھے اس سوال کا جواب مل گیا تھا۔ اگر یہی سوال میں نے براہ راست کیا ہوتا تو شاید جوزف مجھے اس کا جواب بھی نہ دیتا۔ میں بہرحال اس ادھیڑبن میں تھا کہ موسٹے باورڈ کس چکر میں ہے۔ یہ بات تو صاف ظاہر تھی کہ وہ مجھے احساس بے بسی میں مبتلا کر دینے کے چکر میں ہے۔ لیکن یہ سوال اپنی جگہ برقرار تھا کہ جوزف نے ہمارا سراغ کس طرح لگایا؟

"تمہاری ایک امانت ہمارے پاس موجود ہے۔ سوچ رہا ہوں کسی وقت وہ امانت تمہیں لوٹا دوں" میں نے کہا۔

جوزف نے استفہامیہ نظروں سے میری طرف دیکھا "تمہارا اشارہ کہیں مائیکرو فلموں کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں" میں نے کہا "اب جب کہ تم لوگ ہمیں اتنی رعایت دے رہے ہو تو ہمیں بھی جواب میں رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔"

جوزف کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی "بہت بہت شکریہ" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا "اس عنایت کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ تم بڑے شوق سے وہ فلمیں اپنے پاس رکھو۔"

جوزف کے جواب نے مجھے حیران کر دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس بے نیازی کا مظاہرہ کرے گا۔ جس طریقے سے وہ فلمیں یہاں لائی گئی تھیں اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فلمیں کسی خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ مادام کارا نے تو ان فلموں کی بازیابی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اب جوزف نے جو رویہ اختیار کیا تھا وہ قطعی طور پر ناقابل فہم تھا۔

"تمہاری مرضی" میں نے بے پروائی سے کہا مگر دل ہی دل میں حیران تھا۔ بے پروائی کا اظہار بھی ضروری تھا۔ مجھے [illegible] اس نے فلموں کی طرف سے بے نیازی کیوں برتی ہے۔

جوزف بغور مجھے دیکھ رہا تھا "شاید میرا رویہ تمہارے لئے حیرت کا باعث ہے" مجھے خاموش دیکھ کر اس نے خود ہی کہا۔

"وہ تو صاف ظاہر ہے۔ جن فلموں کے حصول کے لئے مادام کارا نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا وہ تمہیں مل رہی ہیں اور بغیر کسی جدوجہد کے مل رہی ہیں مگر تم اس مالِ مفت کی قدر نہیں کر رہے۔"

"مادام کارا بھی ٹھیک کر رہی تھی اور میں بھی ٹھیک کر رہا ہوں۔ شاید ابھی تک تمہیں وہ فلمیں دیکھنے کا موقع نہیں ملا؟"

"میرا خیال ہے میرے آدمیوں نے وہ فلمیں دیکھ لی ہوں گی مگر مجھے ابھی تک رپورٹ نہیں مل سکی۔"

میں نے محسوس کیا کہ جوزف نے سکون کا سانس لیا ہے۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ اسے کس بات سے اطمینان ہوا ہے۔

"رپورٹ موصول ہو گی تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ مجھے ان فلموں کی بازیابی سے دلچسپی کیوں نہیں ہے" جوزف نے کہا۔

"ہو سکتا ہے" میں نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا "کہ ہمیں ان فلموں سے کچھ حاصل نہ ہو سکے مگر ہم نے ایک ان فلموں پر ہی تو تکیہ نہیں کر رکھا ہے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔"

جوزف کے لئے خود پر قابو رکھنا دشوار ہو گیا "تم بھیک میں ملی ہوئی زندگی کے بل پر اتنا اکڑ رہے ہو۔ تم سے تمہاری یہ زندگی چھینی جا سکتی ہے۔"

"میں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا ڈیئر جوزف!" میں نے بڑے سکون سے کہا "پہلے تم میری زد پر آئے تھے۔ میں چاہتا اسی وقت تمہیں دوسری دنیا کی سیر کرا سکتا تھا مگر میں نے تمہیں بخش دیا۔"

"تم نے اپنی مطلب برآری کے لئے مجھے زندہ چھوڑا تھا" جوزف کا چہرہ سرخ ہو گیا "اس کے علاوہ تم نے مجھے دھوکے سے گھیرا تھا۔"

"اگر تمہارا موقف یہی ہے تو میں اپنی خدمات دوبارہ پیش کر سکتا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایک بار پھر کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"ماسٹر کوان کی تربیت نے تمہیں اتنا حوصلہ بخشا ہے کہ تم اس قدر بے خوفی سے بات کر رہے ہو۔"

"ہاں، ورنہ اس سے قبل تو میں تم لوگوں کے سامنے گڑگڑایا کرتا تھا۔"

"میرے پیر میں وہ ہائی کمان کے احکامات کی بیڑیاں نہ پڑی ہوتیں تو میں تم کو بتلاتا۔۔۔"

"اپنے اور میرے درمیان یہی فرق دیکھ لو۔ میں کسی بھی قسم کی بیڑیاں قبول نہیں کرتا اور تم معلوم نہیں کس کس کے محکوم ہو۔"

"تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ" جوزن کی آواز شدت غضب سے کانپنے لگی "کہیں ایسا نہ ہو کہ۔"

"رہنے دو یار" میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی "اس قسم کی دھمکیاں زنانہ دھمکیاں کہلاتی ہیں۔"

جوزن کی مٹھیاں بھنچ گئیں "یہ بات یاد رکھنا کہ میں صرف اس چار دیواری کے اندر تمہیں نقصان نہ پہنچانے کا پابند ہوں۔ تم اس عمارت سے باہر نکل جاؤ پھر میں تمہیں دیکھ لوں گا۔"

"مجھے منظور ہے جوزن!" میں نے مسکرا کر کہا "مگر مجھے یہ تو بتا دو کہ میری گاڑی کہاں ہے۔"

"گیٹ کے باہر موجود ہے" جوزن نے زہریلے لہجے میں جواب دیا "مگر مجھے شبہ ہے کہ تم اس پر سوار ہو سکو گے۔"

"اوکے ڈیئر" میں نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں۔ اگر روک سکو تو روک لینا۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ علی یار خان کس قوت کا نام ہے۔"

میں اپنے ذہن میں پورا لائحہ عمل ترتیب دے چکا تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ عمارت کے اندر مجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور عمارت سے باہر مجھ پر حملہ کرنے کے لئے جوزن کو احکامات جاری کرنے پڑتے۔ جوزن کے احکامات جاری کرنے سے پہلے پہلے مجھے اس عمارت سے نکل جانا تھا۔ یہ رفتار کا معاملہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں جس رفتار کا مظاہرہ کرنے والا ہوں وہ جوزن کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی۔

میں بڑے اطمینان سے خواب گاہ کے دروازے تک آیا۔ جوزن خواب گاہ کے وسط میں اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو مجھے کچا چبا جاتا۔ میں نے مسکرا کر اسے الوداع کہا اور آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرتے ہی میں ایک تبدیل شدہ آدمی نظر آنے لگا۔ میری رفتار میں یک بیک بے پناہ تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ حسب معمول عمارت کی راہداریاں سنسان پڑی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ یہاں تمام تر حفاظتی نظام خفیہ ہے۔ وقت پڑنے پر چند سیکنڈ کے اندر اندر راہداریاں مسلح محافظوں سے بھر سکتی تھیں مگر میرے لئے وہی چند سیکنڈ بہت تھے۔ ان چند سیکنڈوں کے اندر اندر میں عمارت کے احاطے میں تھا۔ عمارت کے مرکزی کنٹرول روم میں نگرانی کرنے والوں کو کچھ نظر آیا بھی ہوگا تو محض ایک سایہ سا ہی ہوگا۔

احاطے میں پہنچنے کے بعد میری رفتار قدرے سست ہو گئی۔ مگر میں اب بھی بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے احاطے میں موجود محافظوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔ ان میں سے چند مجھے اس طرح گیٹ کی طرف جاتے دیکھ کر حیران ضرور ہوئے مگر کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

گیٹ پر متعین محافظ کو میں نے دور سے ہی گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا اور اس نے مودب انداز میں ذیلی کھڑکی کھول دی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ اب صورت حال کتنی تبدیل ہو چکی ہے۔ ذیلی کھڑکی سے باہر نکلتے وقت میں نے دیکھا، گیٹ سے ملحق کمرے میں موجود انچارج نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا ہے۔ یقیناً جوزن نے اسے میرے بارے میں ہدایات دینے کے لئے کال کی ہوگی۔ جوزن کے اندازے کے مطابق اس وقت تک مجھے عمارت کے اندر ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں اس وقت تک چار دیواری سے بھی باہر نکل چکا ہوں گا۔

گیٹ سے باہر آتے ہی میری برق رفتاری ایک بار پھر عود کر آئی۔ میری کار سامنے ہی موجود تھی۔ محض ثانیے کے اندر اندر میں نہ صرف کار میں بیٹھ چکا تھا بلکہ میں نے اسے اسٹارٹ کر کے چلا بھی دی تھی۔ قریب ترین موڑ بھی ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ میں عقب نما آئینے پر نگاہ جمائے کار کی رفتار میں تیزی سے اضافہ کر رہا تھا۔ اس علاقے میں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا اس لئے مجھے تیز رفتار ڈرائیونگ کرنے میں دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

میری کار ابھی موڑ سے آدھا فرلانگ دور تھی کہ میں نے اسی محافظ کو بوکھلائے ہوئے انداز میں گیٹ سے باہر آتے دیکھا جس نے میرے لئے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھولی تھی۔ اس نے بیتابانہ انداز میں میری کار کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ یہ اس کی بے بسی تھی۔ اس سے کہا گیا ہوگا کہ مجھے جانے نہ دے مگر معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس کی بے بسی دیکھ کر میرے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ کی ایک لہر دوڑ گئی۔

میں نے کار کو بہت تیز رفتاری سے موڑا۔ اتنی تیز رفتاری سے موڑے جانے پر کار کے پہیوں نے زوردار انداز میں صدائے احتجاج بلند کی مگر میرے پاس اس کے احتجاج پر کان دھرنے کا وقت نہیں تھا۔ مجھے تو جلد از جلد یہاں سے نکل جانا تھا۔ یہ بہت کڑا وقت تھا۔ جوزن کو حکم ملا تھا کہ مجھے نقصان نہ پہنچنے پائے لیکن میں نے اپنی باتوں سے اسے اس حد تک مشتعل کر دیا تھا کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تقریباً کھو بیٹھا تھا اور کچھ عجب نہیں تھا کہ اس نے اپنے آدمیوں کو مجھے قتل کر ڈالنے کا حکم بھی صادر کر دیا ہو۔ اس کی نظر میں یہ زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ اور یہ حقیقت بھی تھی کہ انگز کے اکثر ارکان مجھے دیکھ چکے تھے اور ان کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا کہ مجھ پر بے خبری کے عالم میں گولیوں کی بارش کر کے مجھے ٹھکانے لگا دیں۔ میں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔ خطرات سے کھیلنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

دس منٹ تک تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد میں کئی میل دور نکل آیا تھا۔ ان لوگوں کو ڈاج دینے کے چکر میں میں نے کوئی واضح منزل مقصود متعین نہیں کی تھی۔ یہ کار بھی میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی اس لئے میں نے ایک سڑک پر کار روکی اور اس سے اتر کر فٹ پاتھ پر چلنے والوں کے ہجوم میں شامل ہو گیا۔ یہ نسبتاً نچلے درجے کی آبادی والا علاقہ تھا۔ میں نے کسی خاص نیت سے اس علاقے کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ بے مقصد ڈرائیونگ مجھے یہاں تک لے آئی تھی اور چونکہ کار کو زیادہ دیر تک زیر استعمال رکھنا مخدوش تھا اس لئے میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ اس وقت انگز کے تمام کارندے اس کار کی تلاش میں سرگرداں گھوم رہے ہوں اور کار دکھائی دیتے ہی اس پر فائر کھول دینے کے لئے بے چین ہوں۔ ممکن ہے جوزن نے انہیں ایڈم ڈی فلوک کی حقیقت سے بھی باخبر کر دیا ہو۔

کار سے اترنے کے بعد میں نے بمشکل پچاس گز کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ راہ چلتے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور بھری پری اسٹریٹ دیکھتے ہی دیکھتے سنسان ہو گئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ فائرنگ ایک کار کی جانب سے ہو رہی تھی جو مخالف سمت سے آئی تھی اور ہدف میری کار تھی۔ میری کار کو چھلنی کر دینے کے بعد اب دوسری کار سے دو افراد میری کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دو افراد اب بھی کار میں موجود تھے اور وہ چاروں انتہائی چوکنا نظر آ رہے تھے۔ کار کو چھلنی کرنے کے باوجود وہ چاروں خوف زدہ تھے جیسے انہیں جوابی کارروائی کا خطرہ ہو۔ ان کی توجہ کسی اور طرف تھی ہی نہیں۔

تب میں چونک پڑا۔ فٹ پاتھ پر میرے سوا کوئی اور راہ گیر نہیں بچا تھا۔ [illegible] چند سیکنڈ [illegible] بھاگ نکلا تھا۔ دکانداروں نے اپنی دکانوں کے شٹر گرا دیے تھے۔ گھروں کی کھڑکیاں اور دروازے سب بند ہو گئے تھے۔ اصولی طور پر مجھے بھی وہاں سے فرار ہو جانا چاہئے تھا مگر جذبہ تجسس مجھ پر غالب آ گیا تھا۔ اب مجھے اپنے تحفظ کی فکر لاحق ہوئی۔ میں تنہا تھا اور وہ چاروں مسلح تھے۔ بوکھلائے ہوئے نہ ہوتے تو مجھے کار میں تلاش کرنے کی بجائے ارد گرد نگاہ دوڑاتے لیکن شاید انہیں بتا دیا گیا تھا کہ ان کے مقابلے پر کون ہے اسی لئے وہ کار کو چھلنی کر دینے کے بعد بھی اس قدر خوف زدہ تھے کہ کہیں میں کار میں سے نکل کر ان پر حملہ نہ کر بیٹھوں۔

چھپنے اور پناہ لینے کے لئے مجھے کوئی جگہ دکھائی نہ دی۔ اگر کوئی جگہ تھی تو وہ گلی تھی جو مجھ سے کوئی سو فٹ کے فاصلے پر تھی۔ ابھی تک ان لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہیں ہوئی تھی اس لئے میرے پاس موقع تھا کہ میں اس گلی تک پہنچنے کی کوشش کروں۔ میں نے سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے عمل کرنا زیادہ مناسب سمجھا اور بڑی تیزی سے حرکت میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے عقب سے ایک چنگھاڑ سنی "وہ رہا" اور اس چنگھاڑ کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اپنی خود کار گنوں کا رخ میری طرف کر کے فائر کھول دیے۔ میں نے گولیوں سے بچنے کے لئے ایک طویل جست لگائی۔ آدھے سے زیادہ فاصلہ میں پہلے ہی طے کر چکا تھا لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں گولیوں کی اس بارش سے شاید ہی بچ سکوں۔ زمین پر گرتے ہی میں نے تیزی سے کئی قلابازیاں کھائیں اور اٹھ کر دوبارہ جست لگائی۔ دوبارہ میں گلی کے بہت قریب گرا۔ اب کی بار میں نے اٹھنے کا خطرہ مول لینے کی بجائے لڑھکتے ہوئے گلی میں داخل ہو جانے کو ترجیح دی۔ چند گولیوں نے میرے پیروں کے قریب زمین سے دھول اڑائی اور میں ان کی زد میں آنے سے بال بال بچا۔

وہ لوگ پاگلوں کی طرح فائرنگ کر رہے تھے حالانکہ اب میں انہیں نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ متواتر چلنے والی گولیوں کے دھماکوں نے فضا میں شدید ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ آڑ میسر آتے ہی میں ایک بار پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اب میں کم از کم ان کی گولیوں کی زد سے دور تھا اور آزادانہ دوڑ سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اب وہ لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے اس لئے کہ اس علاقے میں پیچ در پیچ گلیوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ رفتار میں وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ان تنگ گلیوں میں کسی گاڑی کے داخل ہونے کا تصور بھی محال تھا۔

میں اندھا دھند دوڑ رہا تھا۔ اونچی نیچی ناہموار زمین کو روندتے اور دائیں بائیں مڑنے میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ کا

مظاہرہ کرنے کا نتیجہ بہت خراب بھی ہو سکتا تھا۔ گلیاں بالکل سنسان پڑی تھیں۔ کوئی بچہ تک نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید فائرنگ کی آوازیں سن کر ماں باپ نے اپنے بچوں کو بھی گھروں کے اندر بند کر لیا تھا۔

مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں، لیکن مجھے اتنا یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی گلی مجھے کسی اور سڑک پر ضرور پہنچا دے گی اور میں نے بس اتنا ہی خیال رکھا تھا کہ کہیں واپس اس سڑک پر نہ جا نکلوں جہاں سے ان گلیوں میں داخل ہوا تھا لیکن اس وقت میں عجیب مخمصے میں پھنس گیا جب ایک گلی مجھے بالکل بند نظر آئی۔ نہ آگے جانے کا راستہ تھا اور نہ دائیں بائیں مڑنے کا...... مجھے رک جانا پڑا۔ واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا...... لیکن نہیں...... اب وہ راستہ بھی نہیں بچا تھا۔ واپسی کے راستے پر دو مسلح سیاہ فام کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں موجود خود کار گنوں کا رخ میری طرف تھا۔ میں نے طویل سانس لے کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ آخر کار میں پھنس ہی گیا...... کس طرح پھنسا، یہ سمجھنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

ان دونوں کی گھورتی ہوئی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ان میں سے ایک نے مجھے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ میں نے خاموشی سے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ وہ میری تلاشی لینا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر میری تلاشی لی۔ میں چاہتا تو اس سے الجھ سکتا تھا مگر ان کے تیور دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ مجھے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے میں نے مناسب وقت کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔

میری جامہ تلاشی لینے کے بعد وہ شخص دوبارہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا اور دوسرے شخص نے مجھ سے مڑ جانے کو کہا۔ میں نے دوبارہ ان دونوں کی طرف رخ کیا۔

"تم کون ہو اور اس علاقے میں کس نیت سے داخل ہوئے ہو؟"

میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا ہے۔ کیا وہ مجھے پہچانا نہیں تھا یا یہ کہ وہ اپنا اطمینان کرنا چاہ رہا تھا؟

"ہم زیادہ انتظار کرنے کے عادی نہیں ہیں" اس نے غرا کر کہا "یا تو ہماری بات کا جواب دو ورنہ ہم تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔"

میں نے خود کو عجیب قسم کی بے بسی میں مبتلا محسوس کیا۔

ان کے تیور تو ایسے ہی تھے جیسے ضرورت پڑنے پر وہ مجھے ہلاک کر ڈالیں گے۔

"یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے" میں نے بلند آواز میں کہا "میں تمہاری زد میں آ ہی گیا۔ تم چاہو تو مجھے نشانہ بنا دو، تمہارے پاس واضح احکامات بھی موجود ہیں۔"

"ہاں ہمارے پاس واضح احکامات موجود ہیں۔ اس طرح گھس آنے والے کسی بھی شخص کو ہلاک کر دیں۔ اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے تو تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔"

"اوہ! معلوم ہوتا ہے تمہارا تعلق اس گروہ سے ہے جو میرے پیچھے لگا ہوا ہے" میں نے کہا۔

"یہ ساگا کا علاقہ ہے اور یہاں اسی کا حکم چلتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"تم لوگ مجھے نہیں جانتے" میں نے جلدی سے کہا "میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔ کچھ غنڈے مجھے ہلاک کے درپے ہو رہے تھے۔ ان سے جان بچانے کے لئے گلیوں میں گھسا تھا مگر یہاں پھنس کر رہ گیا۔"

"ہمیں معلوم ہے" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ دوسرا ساتھی بدستور خاموش تھا "جن لوگوں نے تم پر حملہ کیا تھا انہیں ہلاک کیا جا چکا ہے۔"

"اوہ" میں نے خوشی ظاہر کی "اس کا مطلب ہے اب میں محفوظ ہوں۔"

"اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم ہمیں مطمئن کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوتے ہو؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا" میں نے بے بسی ظاہر کی۔

"ایسا کرو کہ اسے مقدس ساگا کے پاس لے چلتے ہیں" دوسرے شخص نے پہلی بار لب کشائی کی "وہ خود اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے" پہلے نے متفق ہوتے ہوئے کہا اور مجھے چلنے کا اشارہ کیا۔ ان دونوں کی معیت میں میں کئی گلیاں طے کر کے ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں گلی میں چند افراد پہرہ دے رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ یہاں پہرہ دے رہے ہیں۔ گلی کے اختتام پر چوبی زینہ دکھائی دیا جس کے کئی ڈنڈے ٹوٹے ہوئے تھے۔ چوبی زینے کے نزدیک پہنچ کر پیچھے سے مجھے ٹھوکا دیا گیا۔

"اوپر چلو" اس سیاہ فام نے کہا جو اب تک مجھے کور کر رہا تھا اور میں زینے پر چڑھنے لگا۔ اس کا یہ انداز میرے لئے حیرت کی بات تھی۔ اگر زینے پر کوئی ہوتا تو میرے لئے کسی قسم کی کوئی خطرات بھی ہونی چاہئے تھی مگر وہاں کچھ نہیں تھا تو پھر وہاں ان زینوں کا کیا مقصد تھا؟

اوپر پہنچتے ہی مجھے اپنے اس سوال کا جواب مل گیا۔ زینوں کے اختتام پر ایک مختصر سا چوبی پلیٹ فارم تھا جس کے دوسری طرف ویسے ہی زینے نظر آ رہے تھے اور دوسری طرف کا کیا پوچھنا۔ خاصے وسیع و عریض احاطے میں ایک الگ ہی دنیا آباد نظر آ رہی تھی۔ یہ بات فوراً ہی میری سمجھ میں آ گئی کہ یہ جگہ ساگا نامی شخص کا گڑھ ہے۔ دور دور تک چاروں طرف دیوار سے گھرے ہوئے اس علاقے پر اس کی حکمرانی تھی۔ یہ علاقہ پوری طرح سے آباد تھا اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس قدر محفوظ تھا کہ کسی قوت یا پولیس کے لئے یہاں پہنچ کر اسے فتح کرنا آسان نہیں تھا۔

"یہاں کھڑے ہو کر کیا سوچنے لگے" عقب سے پھر مجھے کہا گیا "نیچے اترو۔"

دوسری طرف بھی چند ایسے لوگ دکھائی دیے جو اپنے خواص سے محافظ معلوم ہو رہے تھے۔ وہ مجھے یوں گھور رہے تھے جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔ اگر میرے ساتھ وہ دونوں سیاہ فام نہ ہوتے تو شاید وہ لوگ مجھے صرف گھورتے رہنے پر ہی اکتفا نہ کرتے۔ اب تک میری تکا بوٹی کر چکے ہوتے۔

"تم لوگ صبح ہی صبح شکار کہاں سے گھیر لائے؟" ایک شخص نے میرے ساتھ چلنے والے سیاہ فاموں سے کہا۔

"یہ اس بار کا آخری شکار نہیں ہے۔ شکار کھیلنے گیا تھا یہ پکڑا گیا۔ اب مقدس ساگا اس کی قسمت کا فیصلہ کرے گا۔"

کچھ دور چلنے کے بعد ہم ایک چوبی پھاٹک کے سامنے رک گئے۔ یہاں لانے والوں میں سے ایک نے کچھ نامانوس الفاظ کہے جس کے جواب میں پھاٹک کھول دیا گیا۔ اندر داخل ہونے کے بعد پھاٹک بند کر دیا گیا۔ باہر کی تیز روشنی سے یہاں آنے کے بعد فوری طور پر کچھ دیکھنا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ ماحول نیم تاریک سا تھا۔

"کیا بات ہے اوریگا" اندر داخل ہونے کے بعد میں نے ایک گمبھیر آواز سنی جو اس نیم تاریکی میں سے کسی مقام سے ابھری تھی۔ اوریگا اس سیاہ فام کا نام معلوم ہوتا تھا جو مجھے کور کر رہا تھا۔ اس نے ایک سانس لے کر اس سوال کے جواب میں وہی ساری رام کہانی سنائی تھی۔ یہ رام کہانی نہایت غور سے سننے والی تھی۔

"اس پر انیگلز کے آدمیوں نے حملہ کیا تھا" اوریگا کے پہلے ہی جملے نے میرے ہوش اڑا دیے تھے "انہیں تو ہلاک کر دیا گیا لیکن یہ یہاں گلیوں کے چکر لگا رہا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ کہیں کوئی ڈرامہ نہ ہو۔"

"تم کون ہو اور یہاں کس لئے آئے ہو؟" مقدس ساگا نے مجھ سے پوچھا۔ اتنی دیر میں میری آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں اور اب وہ مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک پست قامت مگر صحت مند شخص تھا۔ چہرہ کھردرا، آنکھیں اندر کی سمت دھنسی ہوئی اور چہرے پر چھوٹی داڑھی تھی۔ اس نے جینز کی پتلون اور جیکٹ پہن رکھی تھی وہ دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈالے مجھے گھور رہا تھا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر میں نے تم لوگوں کو مطمئن نہ کیا تو مجھے ہلاک کر دیا جائے گا" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"بالکل درست بتایا گیا ہے" ساگا نے اپنی مخصوص آواز میں کہا "اور تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

"میں یہاں پر اجنبی ہوں مقدس ساگا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم لوگوں کو کس طرح مطمئن کر سکوں گا" میں نے کہا "تاہم میں نے اندازہ لگایا ہے انیگلز والوں سے تم لوگوں کی دشمنی ہے۔ کیا تمہارے اطمینان کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ میں بھی ان لوگوں کا دشمن ہوں۔ چونکہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے اس لئے ہم آپس میں دوست ہوئے۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر......" وہ خاموش ہو کر سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔

"ایڈم ڈی فلوک" میں نے کہا "میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے اور......"

"مجھے افسوس ہے مسٹر ایڈم ڈی فلوک! محض تمہارے کہہ دینے سے تو ہم یقین نہیں کر سکتے کہ تمہارے اور انیگلز کے مابین کسی قسم کی دشمنی ہے۔"

"اپنے آدمیوں سے پوچھ گچھ کر لو۔ انہیں معلوم ہے کہ مجھ پر مسلح حملہ کیا گیا تھا۔"

"یہ بات تو مجھے بھی معلوم ہے لیکن یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ وہ چار افراد تھے۔ مسلح ہونے کے باوجود وہ ایک نہتے آدمی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے" ساگا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمارے لئے بھی یہی بات تعجب خیز ثابت ہوئی تھی مقدس ساگا" اوریگا نے کہا "اس لئے ہم نے اسے آپ کی

خدمت میں پیش کیا ہے۔"

"یہ بات تعجب خیز نہیں بلکہ مشکوک کر دینے والی ہے" ساکا نے کہا "اور یہ بھی کہ آخر اس پر اس علاقے میں کیوں حملہ کیا گیا؟"

"کچھ معلوم تو ہو کہ آخر تم لوگ کن خطوط پر سوچ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا "اگر وہ چار مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو اس سے ان کی نا اہلی کے سوا اور کیا ثابت ہوتا ہے؟"

"یہ ناٹک جان بوجھ کر کھیلا گیا ہے تاکہ تم ہماری توجہ لے سکو" ساکا بولا "وہ چاروں اتنے نا اہل بھی نہیں تھے کہ ایک نہتا آدمی ان کے قابو میں نہ آسکے اور نہ ہی تم اتنے باصلاحیت نظر آتے ہو کہ۔۔۔"

"تم زیادتی کر رہے ہو مقدس ساکا" میں نے احتجاجی لہجے میں اس کی بات کاٹ دی "کسی بھی شخص کو محض دیکھ کر اس کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا تم یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ تم اتنے ہی باصلاحیت ہو۔۔۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں" ساکا نے کہا۔ اس کی آواز سے بے پناہ خوشی ظاہر ہو رہی تھی "واقعی کسی شخص کو محض دیکھ کر اس کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا تم یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ تم اتنے ہی باصلاحیت ہو۔۔۔"

"ہرگز نہیں مقدس ساکا" میں نے کہا "یہ تو محض میری قسمت تھی کہ میں بچ گیا۔ ورنہ کھلے مقام پر ایک آٹومیٹک رائفل سے بھی نہیں بچا جا سکتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی" ساکا نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا "میں تو سمجھا تھا کہ تم اپنے باصلاحیت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو۔"

"اتنا بڑا دعویٰ کرنے والا پاگل ہی کہلائے گا مقدس ساکا میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ میں نے سر توڑ کوشش کی اور خدا نے مجھے بچا لیا۔ ضروری نہیں کہ ہر بار ہی ایسا ہو۔"

"اگر دوبارہ اسی طرح تمہاری جان پر بن جائے تو کیا تم دوبارہ سر توڑ کوشش نہیں کرو گے؟" ساکا نے پوچھا۔

"بالکل کروں گا مقدس ساکا! لیکن میں جان بوجھ کر خود کو ایسے کسی امتحان میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"میں کسی بے گناہ کی جان لینے کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی کسی مجرم کو بخشنے کے حق میں ہوں مگر تمہارے بارے میں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے کہ تم مجرم ہو یا بے قصور؟"

"میں ایگلز کا مجرم تو ضرور ہو سکتا ہوں مگر تم لوگوں سے تو میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو تمہیں جانتا تک نہیں۔"

"زبانی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہو گا!" ساکا نے پرسکون لہجے میں کہا "تمہیں اپنی صلاحیتوں کا امتحان دینا ہو گا اگر تم امتحان میں پورے اترے تو ہم تمہاری بریت تسلیم کر لیں گے۔ بصورت دیگر۔۔۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں تم لوگوں کی قید میں ہوں۔ جو سلوک بھی کرو گے مجھے قبول کرنا پڑے گا۔"

"تمہیں میرے پھینکے ہوئے خنجر سے بچنا ہو گا۔ اگر بچ گئے تو میں مان لوں گا کہ تم ان لوگوں کی چلائی ہوئی گولی سے واقعی بچ گئے ہو گے۔"

"اپنی خنجر زنی پر تمہیں اس قدر اعتماد ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تمہیں اس سے کوئی بحث نہیں ہونی چاہئے" ساکا نے کہا "صرف یہ بتاؤ کہ تم اس امتحان کے لئے تیار ہو یا نہیں۔"

"میں بخوشی تیار ہوں" میں نے کہا "مگر مجھے حیرت ہے کہاں خنجر اور کہاں گولی۔"

"کیا خیال ہے اوریگا؟" ساکا نے سوالیہ انداز میں اوریگا کی طرف دیکھا۔

"معاملہ حیران کن ہے مقدس ساکا" اوریگا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "میرے خیال میں اس سے پوچھ لیا جائے ممکن ہے یہ اپنی صلاحیتوں کے امتحان کے لئے کوئی اور طریقہ تجویز کر سکے۔"

"نہیں۔۔۔ مقدس ساکا کی خواہش پوری ہونی چاہئے۔ مجھے اس طریقہ امتحان پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ساکا کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے "کیا تمہارا تعلق ایگلز سے نہیں ہے؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہو مقدس ساکا! اگر میرا تعلق ایگلز سے ہوتا تو وہ لوگ میری جان کے دشمن ہوتے۔"

"کیا ماضی میں کبھی بھی تم ایگلز سے منسلک رہے؟" ساکا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کبھی بھی نہیں۔۔۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ کسی بے گناہ کے خون سے آلودہ ہوں" ساکا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ خنجر زنی کے فن میں شاید ہی روئے زمین پر میرا کوئی ثانی ہو۔"

"تو پھر اب تو میں اصرار کروں گا کہ تم میرا امتحان لو۔ میں بھی خود کو پرکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے نوجوان" ساکا نے کہا "ساکا کے سامنے تو مسلح افراد بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"میں تمہیں تحریر دینے کو تیار ہوں کہ اگر تمہارے خنجر سے مجھے کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمام تر ذمے داری مجھ پر ہو گی۔"

ساکا کے علاوہ اوریگا اور اس کے ساتھیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے تھے اور وہ مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی عجوبہ ہو۔

"مجھے یقین آ گیا ہے کہ ایگلز سے تمہارا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے" ساکا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر ہوتا تو تم اتنا احمقانہ اصرار ہرگز نہ کرتے۔"

"ایگلز کے گرگے تمہیں اتنی اچھی طرح جانتے ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں اس لئے کہ میں خود بھی ایگلز کے لئے کافی عرصہ کام کر چکا ہوں۔"

"اوہ!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "یہ بات تم نے پہلے بتا دی ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب؟" ساکا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مطلب بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ کھیل ہو گا۔ تم مجھے اپنے خنجر کا شکار کرنے کی کوشش کرو گے۔"

"تم احمقوں کے شہنشاہ معلوم ہوتے ہو" ساکا نے غصیلے لہجے میں کہا "اگر تم خودکشی کرنے کے اتنے ہی شوقین ہو تو کوئی اور طریقہ ڈھونڈو۔ میرا دامن کیوں داغدار کرنے کے درپے ہو۔"

"تم آخر کتنے بڑے ماہر ہو مسٹر ساکا!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مقدس ساکا بارہ فٹ کے فاصلے پر اڑتی ہوئی مکھی کو خنجر پھینک کر مار سکتے ہیں مسٹر ایڈم" اوریگا نے کہا "آخر تم کیوں خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔"

"میں کوئی مکھی نہیں ہوں مسٹر اوریگا جسے ہر کس و ناکس کا خنجر آسانی سے شکار کر لے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ لائی ہے" ساکا نے غصیلے لہجے میں کہا "بتاؤ کب میرے پھینکے ہوئے خنجر کا سامنا کرو گے؟"

"ابھی اور اسی وقت" میں نے ہنستے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا "لیکن اتنے اندھیرے میں تو مجھے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ روشنی کا بندوبست کرو۔"

ساکا نے تالی بجائی اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ چھت سے جھولتے ہوئے دو طاقتور بلب روشن ہو گئے۔

"میں عموماً بارہ فٹ کے فاصلے سے اپنے ہدف کو نشانہ بناتا ہوں لیکن چوں کہ تم ایک بے وقوف نوجوان ہو اس لئے میں یہ فاصلہ بڑھا کر اٹھارہ فٹ کر رہا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں گزند نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"میرے خیال میں تم دس فٹ کے فاصلے سے کوشش کرو" میں نے بے پروائی سے کہا "بارہ فٹ کا فاصلہ تو ویسے ہی بہت زیادہ ہے۔ مزا نہیں آئے گا۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ساکا اپنے بال نوچنے لگے گا۔ اس کے خیال میں اس کا واسطہ کسی پاگل سے پڑ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے" اس نے دانت پیس کر کہا "تم جیسے انسان کو سزا ضرور ملنی چاہئے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں کم سے کم نقصان پہنچے۔"

"مزا نہیں آئے گا ساکا" میں نے بڑی بے تکلفی سے کہا "اگر میں تمہارے وار سے بچ گیا تو تم کہو گے میں نے ہاتھ ہلکا رکھا تھا لہٰذا مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے حملہ کرو۔"

ساکا کی چمکیلی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے باطن میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کی نگاہیں مجھے اپنی کھوپڑی میں اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔ مگر میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رہا۔ اگر میں اس سے نگاہ چرا لیتا تو یہ میری کھلی شکست ہوتی اور چوں کہ نگاہ ملانے کا آغاز اس نے کیا تھا لہٰذا اس کے لئے بھی یہ ممکن نہیں تھا کہ اب مجھ سے نگاہ چراتا۔ اس کے دو ماتحت موجود تھے جن کے سامنے وہ اپنی کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھورتے رہے۔

چند منٹ گزرنے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی "کیا ارادہ تبدیل ہو رہا ہے مقدس ساکا؟" میں نے ایک موقع فراہم کیا۔

"نہیں" ساکا نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی نگاہ ہٹاتے ہوئے کہا "تم اپنے کھڑے ہونے کے لئے جگہ منتخب کر لو۔"

"میں اس دیوار کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہوں" میں نے ایک دیوار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "تم دس فٹ گن لو۔"

"ممکن ہے فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے میرا نشانہ چوک

جائے" ساگا نے سپاٹ لہجے میں کہا "بارہ فٹ کے فاصلے کی مجھے خاصی پریکٹس ہے۔"

"تب تو تم بارہ فٹ کے فاصلے سے ہی خنجر پھینکو تاکہ میں پوری طرح اپنی آزمائش کر سکوں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے مجھے تم جیسا ماہر میسر آگیا۔"

ساگا کا چہرا ہر قسم کے تاثرات سے عاری ہو گیا تھا۔ وہ بارہ فٹ کے فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی جیب سے ایک خنجر نکال لیا۔

"اگر تم پسند کرو تو ہاکی میں پنالٹی اسٹروک کی طرز پر کوئی اشارا مقرر کر لیتے ہیں تاکہ تم اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کر سکو۔"

"جب اور جس طرح چاہو خنجر پھینک سکتے ہو مسٹر ساگا" میں نے کہا "داؤ دینے کی بھی اجازت ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ میری چستی و چالاکی میں قدرے کمی واقع ہو گئی ہے۔"

ساگا بارہ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اوریگا اور اس کا ساتھی ہم سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہوئے تھے وہاں کوئی پانچواں فرد نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرے عقب میں چوبی دیوار تھی اور مجھ سے بارہ فٹ کے فاصلے پر ساگا کھڑا تھا جسے معلوم نہیں کیوں مقدس کہا جاتا تھا۔ ممکن ہے اس کی چگی داڑھی اس کا سبب رہی ہو۔ اس کے ہاتھ میں چمک دار خنجر دبا ہوا تھا اور وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مسٹر ساگا" میں نے اسے ٹوکا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا "خنجر تمہارے ہاتھ میں منتظر ہے اور میں پوری طرح تیار ہوں" میں نے مزید اضافہ کیا۔

"میرا ہاتھ نہیں اٹھ پا رہا ہے مسٹر ایڈم!" اس نے بے بسی سے کہا "کیا ضروری ہے کہ تمہارے ساتھ میں بھی کسی حماقت میں مبتلا ہو جاؤں۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ساگا!" میں نے ایک لمحے سوچنے کے بعد کہا "میرے ذہن میں ایک تجویز ہے جس پر عمل کرنے میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ میں دیوار پر ایک نشان لگائے دیتا ہوں۔ یہ نشان میرے ہاتھ اور جسم کے درمیان ہوگا۔ تم اس نشان پر اس طرح خنجر مارو کہ خنجر میرے جسم کو چھوئے بغیر اس نشان پر پیوست ہو جائے۔"

"یہ کیا بات ہوئی" ساگا نے حیرت سے کہا "اس قسم کے کرتب تو کوئی بھی دکھا سکتا ہے۔"

"میری فرمائش پر تم یہ کرتب مجھے بھی دکھا دو" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا "یہی سوچ کر دکھا دو کہ اس سے میرا دل خوش ہو جائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے" ساگا نے بڑی بے دلی سے کہا۔ اوریگا نے مجھے ایک مارکر فراہم کیا۔ میں نے چوبی دیوار پر نشان لگایا اور دیوار کے ساتھ لگ کر اس طرح کھڑا ہو گیا کہ نشان میری کہنی اور جسم کے درمیان آگیا۔ ساگا نے خنجر آزمائی کر لی تھی۔ اس کا ہاتھ ذرا سا بھی بہکتا تو خنجر میرے بازو میں پیوست ہوتا یا پھر پسلیوں میں ترازو ہو جاتا۔

"تیار ہو جاؤ" ساگا نے اپنا وہ ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا جس میں خنجر دبا ہوا تھا۔ میں نے سر ہلا دیا اور اس کے ہاتھ پر نظریں جما دیں۔ ساگا نے خنجر ہدف کی طرف پھینکا۔ اس کے ہاتھ کے ساتھ ہی میرا ہاتھ بھی حرکت میں آیا۔ بارہ فٹ کے فاصلے کو ایک چمک دار لکیر سی کھینچ گئی۔ اس لکیر کا رخ اس طرف تھا جو میں نے مارکر سے لگایا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ساگا اپنے کام کا ماہر ہے۔ اس کا نشانہ خطا نہیں ہو سکتا۔ اس یقین کی وجہ سے میرا کام اور بھی آسان ہو گیا تھا۔ میں جو کرنا چاہ رہا تھا عام لوگوں کے لئے وہ قطعی ناممکن تھا۔ خاص لوگ بھی اسے ناممکن ہی قرار دیتے جو میں کرنے جا رہا تھا وہ کسی کو نشانہ بنانے کے مقابلے اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل۔

ساگا کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ اس نے خنجر میری طرف پھینکا۔ مگر خنجر نشانے تک پہنچ نہیں سکا۔ میں نے اسے چٹکی میں پکڑ لیا تھا۔ ساگا حیرت سے ایک قدم آگے بڑھا۔ اس کے دونوں ساتھیوں کی آنکھیں مارے حیرت کے پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے خنجر کو اس کے ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ لیا تھا اور اسے اپنی آنکھوں کے قریب لا کر دیکھ رہا تھا۔ یہ ماسٹر لی کوان کے سکھائے ہوئے فن کا کمال تھا۔ خنجر کی رفتار میرے ہاتھ کی رفتار کے سامنے سست تھی۔ میں نے تائنگ کے مقابلے میں بھی اگر اس وقت وہاں ماسٹر لی کوان موجود ہوتا تو اس کارنامے کو دیکھ کر فخر سے اس کا سر بلند ہو جاتا۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟" ساگا کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

"تم واقعی بڑے غضب کے خنجر باز ہو لیکن میں بچا رہا تھا" میں نے بڑے ادب سے خنجر رکھ کر اسے چیلنج کیا "دوبارہ کوشش کرو۔"

"نہیں" ساگا نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "میں ہار گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ساگا اپنے ہدف تک نہیں پہنچ سکا۔ تم نے جو

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ ایک بار پھر کوشش کرو ممکن ہے اس بار میں خنجر نہ پکڑ پاؤں۔"

"نہیں اب تو یہ کسی قیمت پر بھی ممکن نہیں ہے۔ میں اعتراف کر سکتا ہوں کہ تم جیسا باکمال دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔"

"اس شخص کے بارے میں کیا کہو گے ساگا جس سے میں نے یہ کمال سیکھا ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کون ہے وہ؟" ساگا نے چونک کر پوچھا۔

"ممکن ہے تم اسے نام سے بھی جانتے ہو" میں نے کہا "اس کا نام لی کوان ہے۔"

ساگا بری طرح چونک پڑا۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے دیکھیں۔ "تو یوں کہو کہ تم ایگلز کے بھی دشمن ہو" اس نے غرا کر کہا۔ اس کا جملہ سن کر اوریگا اور اس کے ساتھی نے ایک بار پھر مجھے اپنی گنوں کی زد میں لے لیا۔

"نہیں مسٹر ساگا میں ایگلز کا دشمن نہیں ہوں" میں نے پرسکون لہجے میں کہا "اگر تم ایگلز میں رہ چکے ہو تو میرے نام سے ضرور واقف ہو گے۔ مجھے علی یار خان کہتے ہیں۔"

ساگا لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا "کیا کہہ رہے ہو؟" اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مسٹر ساگا! میں تمہیں تفصیل سے ساری باتیں بتاؤں گا مگر کیا ہم کہیں بیٹھ کر گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"کیوں نہیں... کیوں نہیں" ساگا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ پھر دروازے کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔ پھر میں اس کے ساتھ اس دروازے سے گزر کر ایک آراستہ کمرے میں پہنچا جو اپنی آرائش کے اعتبار سے کسی جدید قسم کے ڈرائنگ روم سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا۔

"تم نے اس قدر ناقابل یقین بات کہی ہے کہ میں کسی طرح بھی خود کو اس خبر پر یقین کرنے پر آمادہ نہیں کر پا رہا" ساگا نے ایک نشست پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔ اوریگا اور اس کا ساتھی بھی کمرے میں ہی رہ گئے تھے۔

"لیکن میں علی یار خان ہوں ساگا" میں نے بھی ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "وہی علی یار خان جسے تلاش کر کے دوسرے لفظوں میں زندہ یا مردہ پکڑنا ایگلز کا سب سے بڑا مقصد تھا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ علی یار خان اس وقت میرا مہمان ہے" ساگا نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

"اتفاقات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں مسٹر ساگا! اگر پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ ماضی میں تمہارا ایگلز سے تعلق رہ چکا ہے تو میں پہلے ہی تمہیں بتا دیتا کہ میں کون ہوں لیکن جب بات امتحان کی آگئی تو میں نے سوچا کہ جو کچھ میں نے لی کوان سے سیکھا ہے اس کے ایک معمولی سے حصے کا میں بھی کیوں نہ امتحان لے ہی ڈالوں۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے مسٹر علی کہ میرا وار ناکام بنانے والا کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ ایک ایسا شخص ہے جس کے پیچھے دنیا بھر کے یہودی لگے ہوئے ہیں مگر آج تک اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے... لیکن ایک بات ہے مسٹر علی!" ساگا کے انداز میں ہچکچاہٹ پیدا ہو گئی "تم نے پہلے جو نام بتایا تھا..."

"ایڈم ڈی فلوک" میں نے ہنس کر کہا "یہ وہ نام ہے جو میں نے اپنی موجودہ شخصیت کے لئے اختیار کر رکھا ہے۔ تمہیں یہ تو معلوم ہو گا کہ دنیا بھر کی یہودی تنظیموں سے ٹکرانے کے لئے مجھے میک اپ کا سہارا لیتے رہنا پڑتا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو یہ لوگ مجھے بڑی آسانی سے شکار کر لیں۔ اس وقت بھی میں میک اپ میں ہوں اور اس میک اپ میں میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔"

"اگر تم میک اپ میں ہو تو ان لوگوں نے تمہیں شناخت کس طرح کر لیا؟" ساگا نے پوچھا۔

"اس سوال نے مجھے بھی الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ میں بڑی کامیابی سے ان لوگوں کے خلاف کام کر رہا تھا اچانک ہی معلوم نہیں کیا ہوا کہ میری اصل شخصیت ان پر آشکار ہو گئی۔"

ساگا نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "ایگلز بہرحال ایک بڑی تنظیم ہے اور اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ تم ان سے بچ نکلے۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ساگا! تم کون ہو اور ایگلز سے تمہاری ان بن کیوں ہو گئی؟"

"ایگلز ایک عالمی تنظیم کا نام ہے۔ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں اس کی شاخیں موجود ہیں۔ ہر ملک میں انہیں بڑی تعداد میں ورکرز کی ضرورت پڑتی ہے۔ ظاہر ہے یہودیوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے لہٰذا یہ لوگ زیادہ تر مقامی افراد کی خدمات مستعار لے کر کام چلاتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انہیں بہترین لوگوں کی خدمات میسر آجائیں اور انہیں میسر آجاتی ہیں اس لئے کہ پیسہ ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ بڑے سے بڑے معاوضے پر یہ بہترین مقامی لوگوں کو اپنے لئے کام کرنے پر رضامند کر لیتے ہیں۔ یہی کچھ انہوں نے یہاں بھی کیا۔ میں ابتدا ہی میں ایگلز سے وابستہ ہو گیا تھا۔ اس سے

قبل میرا ایک چھوٹا سا گروہ ہوا کرتا تھا۔ میں کوئی بہت اچھا آدمی نہیں ہوں" ایک مجرم ہوں لیکن میرے ہمیشہ سے کچھ اصول رہے ہیں جن پر میں سختی سے کاربند رہتا ہوں۔ انہی اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مظلوم اور کمزوروں کو نقصان پہنچانے سے گریز کیا جائے۔ میں ان لوگوں کی تنظیم میں شامل تو ہو گیا مگر مجھے بعد میں پتا چلا کہ اب مجھے وہی کچھ کرنا ہوگا جو وہ لوگ چاہیں گے۔ میری اپنی مرضی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایسے میں میرے پاس دو راستے تھے۔ یا تو فوری طور پر ان سے الگ ہو جاتا یا پھر پہلے اپنی مضبوطی کرتا۔ میں نے دوسری صورت کو ترجیح دی اور خود کو مضبوط کرنے کے بعد ان سے علیحدہ ہو گیا۔ میری اس بغاوت پر انہوں نے میرے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ وہ میرے اس قلعے کے مضبوط حصار کو نہیں توڑ سکتے۔ اس لئے انہوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ خود میں ابھی تک اس پوزیشن میں نہیں آسکا کہ انہیں کھل کر للکاروں اس لئے میں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ شاید کبھی میں ان کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاؤں۔"

"میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ساگا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے شرمندہ مت کرو دوست!" ساگا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تم حکم کرو۔ ساگا کے لائق جو بھی خدمت ہوگی۔ ساگا اس سے منہ نہیں موڑے گا۔"

"میرے دو ساتھی اور بھی ہیں ساگا جو اینگلز کی نظروں میں آچکے ہیں" میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا "میں انہیں بھی یہاں بلانا چاہتا ہوں تاکہ ہم سکون سے کام کر سکیں۔"

"انہیں ضرور بلاؤ۔ تم یہاں رہوگے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ ممکن ہے اسی بہانے مجھے اینگلز کے خلاف کچھ کرنے کا موقع مل جائے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ یہاں مجھے کس قسم کی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں؟"

"ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو رہنے کے لئے جگہ کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسلحے کی یہاں کمی نہیں ہے۔ ٹرانسمیٹر، فون وغیرہ ہر چیز دستیاب ہے۔"

"فی الحال ٹرانسمیٹر میرے کام آئے گا۔ باقی چیزیں فوری ضرورت کی نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے ساتھیوں کو یہاں لانے کے لئے مجھے کسی گاڑی وغیرہ کی بھی ضرورت ہوگی۔"

"گاڑی کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے" ساگا نے کہا "تم یہیں رہو۔ اپنے ساتھیوں کو یہاں کا پتا بتا دو۔ وہ خود آجائیں گے۔"

میں ساگا کی تجویز پر غور کرنے لگا۔ تہذیب، مالکم اور بڈ کے علاوہ میں مادام کلارا کو بھی یہیں بلانا چاہ رہا تھا۔ گروپ کے دیگر ارکان کی اب ضرورت نہیں رہی تھی۔ چونکہ اینگلز کی نظروں میں نہیں آئے تھے لہٰذا بے خوف و خطر واپس بھی جا سکتے تھے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ تہذیب، بڈ، کلارا کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔

خاصی سوچ بچار کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا۔ تہذیب اور بڈ میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر یا ان کے ہاتھوں کوئی نقصان اٹھائے یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

"ٹھیک ہے ساگا" میں نے ایک طویل سانس لے کر "مجھے ٹرانسمیٹر دو۔ میں ٹرائی کرتا ہوں۔"

ساگا نے مجھے ٹرانسمیٹر لا کر دیا اور میں نے تہذیب سے رابطہ قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

پہلی ہی کوشش میں رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف تھا۔ میری آواز سن کر اس نے خاصے جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں ٹرانسمیٹر پر طویل گفتگو نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"تہذیب کہاں ہے" میں نے بڈ کی بات کاٹ کر کہا۔ میں کوڈ ورڈز میں گفتگو کر رہا تھا۔

میرا اندازہ تھا کہ بڈ نے بہت برا سا منہ بنایا ہوگا۔ اس نے کچھ کہے بغیر تہذیب کو بلا دیا۔

"تمہاری نقل و حرکت پر کسی قسم کی پابندی تو نہیں تہذیب؟" میں نے بلا تمہید پوچھا۔

"نہیں — لیکن ہماری نگرانی کی جا رہی ہے اور نگرانی کرنے والے علی الاعلان نگرانی کر رہے ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میری بات غور سے سنو۔ مجھے ایک بہت عمدہ ٹھکانہ میسر آگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اور بڈ مادام کلارا کو لے کر یہیں آجاؤ۔ تم کرلو گی یا میں آؤں۔"

"کوئی کام دوسروں پر بھی چھوڑ دیا کرو علی!" تہذیب برا مان کر کہا "اب ایسا بھی کیا کہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی تمہاری ٹانگ پھنسی رہے۔"

[illegible]

بعد تمہیں دوبارہ کال کرتا ہوں" میں نے رابطہ منقطع کرکے مادام کلارا کو کال کیا۔

"تم کئی گھنٹے سے غائب ہو ایڈم" میری آواز سنتے ہی کلارا پھٹ پڑی مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہم بہت بری طرح خطرات میں گھر گئے ہیں" میں نے غمگین لہجے میں کہا "پروفیسر زارا کا انتظار کرو۔ وہ تمہیں میرے پاس لے آئے گا۔"

"آخر کچھ بتاؤ بھی تو کیا بات ہے؟" مادام کلارا کے لہجے میں بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔

"ٹرانسمیٹر پر مناسب نہیں ہے۔ زبانی تمہیں سب کچھ بتاؤں گا" میں نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ساگا کی طرف متوجہ ہو گیا جو بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی تک اینگلز کی طرف سے میرے ساتھیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی" میں نے ساگا سے کہا "ان کی نگرانی ہو رہی ہے۔ میں انہیں یہاں تک پہنچنے کے لئے کیا بتایا طریقہ بتاؤں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ مادام کلارا تمہارے ساتھیوں میں کس طرح شامل ہوئی۔ وہ تو اینگلز کی مقامی سربراہ ہے نا؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے جو میں تمہیں بعد میں سناؤں گا۔ فی الوقت تم میرے سوال کا جواب دو۔"

"ان سے کہو کہ ٹیکسی کے ذریعے آئیں اور اسٹیفن روڈ کے چوراہے پر اتر کر جارج جنرل اسٹور میں داخل ہو جائیں۔ اس سے آگے میرے آدمی خود ہی سب کچھ سنبھال لیں گے۔"

میں نے تہذیب سے دوبارہ رابطہ قائم کیا "بڈ سے کہو کہ پروفیسر زارا کا میک اپ کر لے اور اس کے بعد تم اور بڈ مادام کلارا کے پاس جاؤ۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ میں پروفیسر زارا کو بھیج رہا ہوں۔ تم لوگ اسے ساتھ لے کر ٹیکسی میں اسٹیفن روڈ کے چوراہے پر اترو اور جارج جنرل اسٹور میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد تمہیں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا ہوگا۔ تم کب تک پہنچ جاؤ گی؟"

"اس وقت ساڑھے دس بجے ہیں۔ یہ سارے کام سر انجام دے کر وہاں تک پہنچنے میں کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں" رابطہ منقطع کرکے میں نے ساگا کی طرف دیکھا "تمہیں مقدس کیوں کہا جاتا ہے مسٹر ساگا؟"

"میرے ساتھیوں کی حماقت کی وجہ سے" ساگا نے کہا "مقدس کا لفظ سن کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میں کوئی روحانی پیشوا ہوں۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا" میں نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی "اب یہ بھی بتا دو کہ ہم لوگوں کی رہائش کے لئے کیا بندوبست کرو گے؟"

"وہ تو میں بتا ہی دوں گا" ساگا نے کہا "لیکن میں مادام کلارا کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہوں۔"

"اس کے بارے میں جاننے سے قبل تمہیں ریناسالومن اور فاکلن کے بارے میں بھی جاننا پڑے گا؟" میں نے ہنس کر کہا اور اسے مختصراً سارے حالات سے آگاہ کر دیا۔ وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ مادام کلارا کی جگہ نیا سربراہ آگیا ہے" اس نے کہا۔

"معلوم کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ بے چارہ کل شام ہی تو یہاں پہنچا ہے۔"

"تمہاری اس بات میں بھی وزن ہے کہ آخر اس نے تمہیں اور میڈم ایلس کو کس طرح پہچانا؟"

"یہ میرے لئے بہت بڑی الجھن ہے لیکن مجھے امید ہے کہ میں اس گتھی کو سلجھانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"مادام کلارا ایک سفاک اور سنگ دل عورت ہے" ساگا نے کہا "اور وہ مجھ سے واقف بھی ہے۔ شاید میں اسے دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکوں۔ میں نے عہد کیا تھا کہ موقع ملتے ہی اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"تم ایسی حماقت نہیں کرو گے ساگا" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "تمہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ بڑے مقاصد حاصل کرنے کے لئے چھوٹی موٹی قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔ مادام کلارا کو ختم کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اینگلز کو برائے نام بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ان کا سارا کاروبار پہلے کی طرح ہی چلتا رہے گا۔ آدمی کم از کم ایسا کام تو کرے جس سے تھوڑا بہت فائدہ تو ہو۔"

"تم مجھے بہت مشکل کام بتا رہے ہو علی!" ساگا نے کہا "میرے لئے بہتر یہی ہوگا کہ میں اس کا سامنا ہی نہ کروں۔"

"نہیں ساگا! اس انداز میں سوچو کہ مادام کلارا ہر لحاظ ہماری گرفت میں بلکہ ہمارے رحم و کرم پر ہے۔ ہم جب چاہیں اسے ختم کر سکتے ہیں۔ اب وہ تنظیم کی مقامی سربراہ نہیں بلکہ ایک مجبور اور بے بس عورت ہے مگر اس کے پاس معلومات کا جو خزانہ ہے وہ ہمارے لئے بے حد کارآمد ہے ہم

اس سے معلومات حاصل کرکے ایگلز کے خلاف استعمال کریں گے۔ وہ ہمارے لئے ایک ایسی عینک کا کام کرے گی جس کے بغیر ہمارے لئے چند قدم چلنا بھی دشوار ہوگا۔ یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اگر صرف مادام کلارا کے خلاف کچھ کرکے تمہیں تسکین حاصل ہو سکتی ہے تو تم ضرور کرلینا لیکن اگر تمہارا مقصد ایگلز کو نقصان پہنچانا ہے تو تمہیں مادام کلارا کی حفاظت کرنا ہوگی؟"

ساگا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ ہمارے لئے واقعی ایک بیش بہا خزانہ ہے اور تم بھی" وہ مسکرایا "تم بھی تو کسی خزانے سے کم نہیں ہو۔"

"یہ محض حسن اتفاق ہے کہ میں اس طرف آنکلا اور تمہارے آدمی مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے" میں نے کہا۔

"لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم ان لوگوں کے قابو میں کس طرح آگئے۔ جو شخص میرے پھینکے ہوئے خنجر کو چٹکی میں پکڑ سکتا ہے وہ شخص دو آدمیوں کے بس کا تو نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے ساگا! دراصل میں اپنی چھٹی حس کے کہنے پر عمل کرتا ہوں۔ چھٹی حس مجھے آنے والے خطرات سے خبردار کرتی رہتی ہے۔ جب تمہارے آدمیوں نے مجھے زد پر لیا تو میری چھٹی حس نے مجھے کسی خطرے کا سگنل نہیں دیا۔ اگرچہ وہ بہت خطرناک لوگ تھے لیکن میرے بارے میں ان کے عزائم یہ تھے کہ مجھے صرف اس صورت میں نقصان پہنچائیں گے۔ جب میں ان کی حکم عدولی کروں گا۔ دوسری بات یہ کہ ان لوگوں نے اپنی اور ایگلز کی دشمنی ظاہر کردی تھی۔ مجھے کم از کم اتنا اطمینان تو تھا ہی کہ میں غلط لوگوں کے درمیان نہیں جا رہا۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم اپنی مرضی سے ہی یہاں آئے تھے۔ ماسٹر لی کوان کا شاگرد اتنی آسانی سے گرفتار نہیں ہو سکتا" ساگا نے کہا پھر چونک کر بولا "لیکن ماسٹر لی کوان کو تم کس طرح جانتے ہو؟"

"میں نے ان سے صرف چھ ماہ تربیت حاصل کی ہے اور وہ بھی رینڈل کی مہربانی سے" میں نے اسے تفصیلات سے مختصراً آگاہ کیا۔

"تم بلاشبہ خوش قسمت ہو کہ تمہیں اس نے تربیت دی جو کسی کو شاگردی کا اہل ہی نہیں گردانتا۔"

"کاش مجھے کچھ اور وقت مل جاتا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "وہ آدمی کیا فن کا ایک لامتناہی سمندر ہے۔ مجھے کبھی یقین نہیں آیا کہ کوئی شخص اتنا باکمال بھی ہو سکتا ہے۔"

ساگا کی لی کوان سے براہ راست واقفیت نہیں تھی یہ اس نے ایگلو کے اراکین سے لی کوان کے تذکرے سنے تھے اور اس کا بڑا معتقد تھا۔ وہ بہت دیر تک مجھ سے لی کوان کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر بارہ بجے کے قریب اس نے اپنے آدمیوں کو ضروری ہدایات دے کر روانہ کردیا۔ میں نے اسے تہذیب اور بڈ کے حلیوں سے بھی احتیاطاً آگاہ کردیا تھا۔

"تمہارے پاس میک اپ کا سامان تو نہیں ہوگا ساگا؟" میں نے ساگا سے پوچھا۔

"نہیں ہے تو آجائے گا" ساگا نے کہا "تمہیں جن چیزوں کی ضرورت ہو ان کی فہرست بنا کر مجھے دے دو۔ میں تمہیں ابھی منگوا دوں گا۔"

میں نے ساگا کو اس سامان کی ایک فہرست بنادی جو مجھے درکار تھا اور ساگا نے ایک شخص کو سامان منگوانے کے لئے بھیج دیا۔

کوئی پونے ایک بجے کے قریب قریب تہذیب وغیرہ وہاں پہنچ گئیں "یہ جائے پناہ تم نے کس طرح ڈھونڈی؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"میں نے جائے پناہ نہیں ڈھونڈی بلکہ جائے پناہ نے مجھے ڈھونڈا ہے" میں نے ہنس کر کہا پھر میں نے ان سب کا تعارف کرایا۔ مادام کلارا کا تعارف میں نے مسز والٹن لاک سوزا کے نام سے کرایا تھا۔ بڈ کو فی الحال میں نے پروفیسر زارا ہی رہنے دیا تھا۔ اور تہذیب کا نام نہیں لیا تھا لیکن ساگا کو دیکھ کر مادام کلارا بہرحال چونکی تھی۔ اس نے یقیناً ساگا کو شناخت کرلیا تھا۔

"تم انہیں ان کے کمرے میں پہنچا دو" میں نے کلارا کی طرف اشارہ کرکے اوریگا سے کہا "میں کچھ ضروری [illegible] کرکے ابھی آتا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گی" کلارا نے کہا "مجھے بھی تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"خدمت کرو ڈیئر" میں نے نرمی سے کہا "میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

کلارا مجھے گھورتی ہوئی اوریگا کے ساتھ چلی گئی تب "اب بتاؤ" اس کے جانے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا "وہ لوگ تم تک کس طرح پہنچے تھے؟"

"میں خود حیران ہوں" تہذیب نے کہا "اور اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ ہمیں ذرا دیر بعد چھوڑ بھی دیا گیا۔"

"یہ تہذیب مادام ایکس ہیں ساگا اور یہ بڈ ہے پورا جان شاٹ۔" مادام کلارا کے سامنے میں نے جان بوجھ کر

"میں سمجھ گیا تھا کہ یہی میڈم ایکس ہیں" ساگا نے سر ہلایا۔

"اور یہ مسٹر ساگا ہیں۔ پہلے کچھ عرصہ ایگلز میں بھی رہ چکے ہیں پھر ان سے علیحدہ ہو کر انہوں نے اپنی الگ دنیا بسالی ہے۔ اب ہم سب مل کر ایگلز کی بیخ کنی کریں گے۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ساگا" تہذیب نے کہا "کاش چند روز قبل آپ سے ملاقات ہوئی ہوتی تو اس وقت صورت حال بہت مختلف ہوتی۔"

"خوشی تو مجھے ہوئی ہے میڈم ایکس! میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ وہ کس پائے کے لوگ ہیں جو ایک پوری تنظیم کے قابو میں بھی نہیں آتے۔"

"تم نے وہ مائیکرو فلمیں پروجیکٹر پر چلا کر دیکھیں؟" میں نے بڈ کی طرف دیکھا۔

"حیران کن بات ہے چیف!" بڈ نے کہا "وہ تمام فلمیں بالکل سادہ نکلیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے" میں نے حیرت سے کہا "چند سادہ فلموں کے لئے تو اتنا بڑا ہنگامہ نہیں ہو سکتا۔"

"یہ حقیقت ہے علی!" تہذیب بولی "ان فلموں کو سادہ دیکھ کر مجھے خود بھی یقین نہیں آیا تھا مگر اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ سادہ ہیں۔"

اچانک مجھے جونز کی بات یاد آئی۔ اس نے کہا تھا تم بڑے شوق سے ان فلموں کو اپنے پاس ہی رکھو۔ اس کے انداز گفتگو سے صاف ظاہر تھا کہ وہ فلموں کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ تو پھر سوال یہ تھا کہ مادام کلارا کے رویے کو کس خانے میں فٹ کیا جائے۔ وہ تو فلموں کے حصول کے لئے پاگل ہورہی تھی اور پھر جس پراسرار طریقے سے وہ فلمیں یہاں پہنچائی گئی تھیں اس سے صاف ظاہر تھا کہ ان فلموں کی کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور ہے۔

"ایک شخص جنوبی افریقہ سے چند مائیکرو فلمیں ایگلز کے حوالے کرنے کے لئے آیا" میں نے ساگا کو مخاطب کرکے کہا "ہم نے وہ فلمیں درمیان میں ہی اچک لیں۔ مادام کلارا نے ان فلموں کی بازیابی کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی۔ اس کا چیلہ جونز آیا۔ اسے فلموں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ اب تمہارے سامنے میرے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ وہ فلمیں سادہ ہیں۔ تم ایگلز میں رہ چکے ہو۔ کیا تم اس معمے کو حل کرنے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو؟"

"بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ ہوتا کچھ اور کیا جاتا ہے" ساگا نے کہا "ممکن ہے مادام اس بات سے بے خبر رکھا گیا ہو کہ فلموں میں کچھ ہے۔"

"نہیں مسٹر ساگا" تہذیب نے کہا "اتنے طریقے سے سادہ فلمیں تو نہیں بھجوائی جاسکتیں۔ کچھ اور ہے۔"

"جونز نے فلموں کے سلسلے میں جس رویے کا اس سے مجھے یہ یقین تو بہرحال ہوگیا کہ فلموں کی کچھ بھی اہمیت نہیں ہے" میں نے کہا۔

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تم یہاں کس اور جونز سے تمہاری ملاقات کب ہوئی؟" تہذیب پوچھا۔

"میں تمہارا تعاقب کرتا ہوا ایگلز کے ہیڈکوا پہنچا تھا۔ وہاں مجھے گھیر لیا گیا اور جونز کے سامنے جونز نے مجھے علی بارقان کی حیثیت سے شناخت کیا

"کیا؟" تہذیب نے حیرت سے کہا "اس نے پہچانا کیسے؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے" میں نے ایک ٹھنڈی سا کر کہا "اس نے تو تمہیں بھی تمہاری دونوں حیثیتو پہچان لیا۔ ریتا سالومن کی حیثیت سے بھی اور تہذیب ایکس کی حیثیت سے بھی۔"

"کمال ہے" تہذیب بڑبڑائی "کیا اس شخص الہ دین کا چراغ ہے؟"

"اس نے بلف کیا ہوگا چیف!" بڈ بولا "اور تم کر بیٹھے ہوگے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے جب وہ لوگ تم تک پہنچ گئے۔"

"مجھ سے" بڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا طریقہ ہے چیف! جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے الزام بڈ بے چارے کے سر ڈال دو۔"

"میں نے اس معاملے پر بہت غور کیا ہے۔ یا تو لیں کہ جونز اپنے ساتھ واقعی الہ دین کا چراغ لے پہنچا ہے یا پھر یہ مانیں کہ اسے ہماری کسی کوتاہی اٹھانے کا موقع ملا ہے۔ پہلی بات مانی نہیں جاسکتی کہ یہ الف لیلوی دور نہیں ہے۔ دوسری بات قرین ہے۔ غلطی کسی سے بھی ہوسکتی ہے۔ ایگلز والے

تاکہ میں پہلے ہی سے تھے لہٰذا انہوں نے پہلا موقع ملتے ہی ہمیں چھاپ لیا۔"

"ممکن ہے تم سے ہی کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہو جس کی بنا پر ہمیں پہچان لیا گیا ہو" بڈ نے کہا۔

"اگر تمہارا واقعی یہ خیال ہے تو اپنے اس خیال کے حق میں کوئی دلیل پیش کرو۔"

"یہ طریقہ خوب ہے چیف! جب تم دوسرے پر الزام لگاؤ تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور جب بات تم پر آنے لگے تو فوراً دلیلوں کا مطالبہ کرنے لگو۔ یہ کوئی انصاف تو نہ ہوا چیف!"

مجھے ہنسی آ گئی۔ بڈ کے بات کرنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ میرے لئے ہنسی روکنا دوبھر ہو گیا تھا "میں نے تمہیں پہلے ہی منع کیا تھا کہ یہاں شی گورائے میں مائیکرو پروجیکٹر حاصل کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

"لیکن میں نے اس کے لئے بہت محفوظ طریقہ اختیار کیا تھا چیف!" بڈ نے کہا۔

"اس وقت بحث اس بات سے نہیں ہے کہ تم نے کتنا محفوظ یا مخدوش طریقہ اختیار کیا تھا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ پروجیکٹرز کے حصول کے محض چند گھنٹوں کے اندر اندر تم دونوں کو چھاپ لیا گیا۔"

بڈ کا منہ کھل گیا۔ وہ لاجواب ہو گیا مگر بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا "کوئی اور ذریعہ بھی تو ہو سکتا ہے چیف!"

"اگر تمہارے ذہن میں کوئی اور امکانی ذریعہ ہو تو ہمیں بھی بتاؤ" میں نے کہا۔

"اس سے [illegible] بحث مت کرو" تہذیب نے کہا "[illegible] یہ خود آ رہا ہے اس لئے بھی اپنی [illegible] کرے گا۔"

"اچھا چلو میں مان لیتا ہوں کہ مجھ سے ہی کوئی بے احتیاطی سرزد ہوئی ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس نے تمہیں علی بار خان کی حیثیت سے کس طرح پہچان لیا؟"

"یہ بات بہرحال حیران کن ہے اور فی الحال اس کا کوئی امکانی ذریعہ بھی نظر نہیں آتا" میں نے کہا۔

"ضرور تم سے بھی کوئی غلطی ہوئی ہے" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے مجھ پر جوابی الزام عائد کیا۔

"ممکن ہے ہو گئی ہو" میں نے بے پروائی سے کہا "اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ ہمیں آگے کی فکر کرنی چاہئے۔"

"جب اسے ہم لوگوں کی حقیقت معلوم ہو گئی تو پھر اس نے ہمیں چھوڑ کیوں دیا؟" تہذیب نے کہا۔

"ہائی کمان کی طرف سے اسے حکم ملا تھا کہ ہمیں کوئی گزند پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے۔"

"یہ تو بڑی ناقابل فہم سی بات ہے۔ تم انہیں جس قدر نقصان پہنچا چکے ہو اس کے بعد تو انہیں تمہارے ساتھ کوئی رعایت برتنی ہی نہیں چاہئے تھی۔"

"مجھے مارنے کے لئے ان کی اتنی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں کہ اب ان کا حوصلہ جواب دے چکا ہے۔ انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ ان کی کوئی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے ریجنل نے سوچا ہو گا کہ اب کی بار مجھے ہلاک کرنے کی کوئی ناکام کوشش کرنے کے بجائے اگر رہا ہی کر دیا جائے تو اس سے میرا اعتماد متزلزل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کی اس حرکت سے اس کی برتری ثابت ہوتی ہے میں تو یہی سوچوں گا کہ وہ مجھے مار سکتا تھا مگر اس نے نہیں مارا۔"

تہذیب چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی "اس کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ یہ قدم صرف اس صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے جب انہیں یہ یقین ہو کہ تم ہر وقت ان کی نظروں میں رہو گے۔ اس کے بغیر انہیں اس اقدام سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ تم زیادہ محتاط ہو جاؤ گے اور ان کا کام بجائے آسان ہونے کے اور بھی مشکل ہو جائے گا۔"

"تم نے بہت اچھا نکتہ اٹھایا ہے" میں نے کہا "ہمیں ابھی اس پر غور کرنا پڑے گا۔"

"وہ تو بعد کی بات ہے" تہذیب بولی "اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ ہمارا پورا پروگرام چوپٹ ہو چکا ہے اور ہمیں اپنی حکمت عملی از سر نو ترتیب دینا ہو گی۔"

"انگلز کے مقامی ہیڈ کوارٹر سے فرار ہوتے وقت میرے ذہن میں ایک سرسری سا خاکہ تھا مگر اب مسٹر ساگا سے ملاقات کے بعد ایک بالکل نئی صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ میں نے سوچا تھا شی گورائے سے نکل جاؤں گا۔ یہاں سے الجھنے کے بجائے تنظیم کے بڑوں سے نمٹوں گا۔ یہاں انرجی برباد کرنے کے بجائے کسی زیادہ کارآمد جگہ پر زور آزمائی کی جائے لیکن اب اگر ہم یہاں سے یوں ہی چلے جائیں تو یہ زیادتی ہو گی۔ ہم شی گورائے سے اس وقت جائیں گے جب یہاں انگلز پر کاری ضرب لگا چکیں گے۔ ساگا کے مضبوط قلعے سے فائدہ نہ اٹھانا بدقسمتی ہو گی۔"

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے" ساگا نے خوش ہو کر کہا "اس یہودی تنظیم نے یہاں بہت بری طرح پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ مقامی لوگوں کا استحصال بھی ہو رہا ہے اور حکومت نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔"

"پٹی نہیں باندھ رکھی مسٹر ساگا" میں نے کہا "انہیں معلوم ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے لیکن اس میں ان کا بھی مفاد ہے۔ جنرل مل کو بے شمار ایسے ملکوں کی حمایت حاصل ہے جہاں یہودی نواز حکومتیں قائم ہیں۔ عوام کو اگر نقصان پہنچ رہا ہے تو پہنچا رہے" "اسے تو فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"بہرحال اب مجھے یقین ہو چلا ہے کہ یہاں انگلز کے آخری ایام کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ تم نے ان کے خلاف کارروائی کرنے کا تہیہ کر لیا ہے" ساگا نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے ساگا! ہم اس یقین کے ساتھ ہی کام کریں گے کہ کامیابی ہمارے حصے میں آئے گی لیکن تم غور کر لو۔ اس لئے کہ اس کے نتائج تمہارے حق میں خراب بھی ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ساگا نے بڑے اطمینان سے کہا "لیکن تم بے فکر رہو۔ یہاں کی پولیس میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ ادھر کا رخ بھی کر سکے۔ انگلز والوں نے اگر اس طرف کا رخ کرنے کی کوشش کی تو انہیں بھی معلوم ہے کہ ان کا انجام کیا ہو گا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میرا یہ قلعہ انگلز کے ہیڈ کوارٹر سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔"

"مسٹر ساگا ایک باحوصلہ آدمی ہیں علی! یہ پوری طرح ہمارا ساتھ دیں گے" تہذیب نے کہا "تم یہ بتاؤ کہ تم نے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے۔"

"ہم براہ راست ہیڈ کوارٹر پر حملہ کریں گے" میں نے کہا "جس کے لئے ہمیں جن بنیادی معلومات کی ضرورت ہو گی وہ مادام کلارا فراہم کرے گی۔ جونز سے یہی ایک غلطی ہو گئی کہ اس نے مادام کلارا کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس کی اس حرکت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بے پناہ اوور کونفیڈنس کا شکار ہے۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ ہم اس کی نظروں سے بچ کر کہیں جا ہی نہیں سکتے۔ اس نے سوچا ہو گا کہ جب اس کا جی چاہے گا وہ مادام کلارا کو بھی پکڑ لے گا لیکن اس کا یہی بے جا اعتماد اسے لے ڈوبا۔ اب ہم اس کی پہنچ سے باہر نکل چکے۔"

"جونز کو بھی اندازہ ہو گا کہ تم مادام کلارا سے معلومات حاصل کر کے اس کے خلاف کارروائی کر سکتے ہو؟" تہذیب نے شبہ کیا۔

"یہ لوگ خوش فہمیوں کا شکار رہتے ہیں اور ہم ان کی خوش فہمیوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ مادام کلارا پر میں ابھی اپنی حقیقت ظاہر نہیں کروں گا۔ تم اس سے دور ہی رہنا تاکہ وہ تمہاری طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے اور بڈ تو ہے ہی پروفیسر زارا کے میک اپ میں۔ کلارا سے دھوکے سے ہی کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے اور چونکہ وہ ایڈم ڈی فلوک پر اندھا اعتبار کرتی ہے اس لئے اسے سب کچھ بتا دے گی۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو علی؟" ساگا نے کہا "مجھے بھی انگلز کے بارے میں اچھی خاصی معلومات ہیں۔"

"جو کچھ میں جاننا چاہتا ہوں وہ تمہارے علم میں نہیں ہو سکتا" میں نے کہا "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہیڈ کوارٹر کی حفاظت کے لئے کیا انتظامات کئے گئے ہیں؟"

ساگا میرا منہ دیکھنے لگا "واقعی یہ بات تو میرے علم میں نہیں ہے" اس نے کہا۔

"اور یہی بات سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ حفاظتی انتظامات غیر معمولی نوعیت کے ہیں۔ جب تک ہم ان سے پوری طرح واقف نہیں ہوں گے انہیں توڑ کیسے سکیں گے؟"

"میرے خیال میں تو اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے" ساگا نے کہا "اس جدید دور میں کوئی آخر کس حد تک حفاظتی انتظامات کر سکتا ہے۔ یہ تو میزائلوں اور راکٹ لانچر وغیرہ کا دور ہے۔ ہم بے خبری میں ان پر دھاوا بول سکتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں پوری قوت سے اچانک ان پر حملہ کیا جائے اور پوری عمارت کو خاک کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا جائے۔ انہیں سنبھلنے تک کا موقع نہیں ملے گا۔"

"میں متفق ہوں مسٹر ساگا" بڈ نے بڑے جوش سے کہا "میں تو چیف سے یہ بات پہلے بھی کہتا رہا ہوں مگر یہ مانتے ہی نہیں۔"

"اگر یہ سب کچھ اتنا آسان ہے تو یہ کام تو تم خود بھی کر سکتے تھے" میں نے ساگا سے کہا "اس کے لئے تمہیں کسی اور سے مدد لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ مجھے انگلز سے خوف محسوس ہوتا ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میری تجویز کردہ صورت پر عمل کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے مگر اس کے باوجود میرے اندر اتنی ہمت نہیں تھی۔ معلوم نہیں کیا بات ہے کہ تم سے ملتے ہی میرے اندر ایک عجیب سی توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ اب مجھے کوئی خوف نہیں محسوس ہو رہا۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم کچھ ہی قدم کیوں نہ اٹھائیں کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

"اس طریقہ کار میں سو فیصد کامیابی کی توقع نہیں ہے۔ ہمیں کوئی بہتر طریقہ سوچنا پڑے گا" میں نے کہا "ویسے بھی

دور سے حملہ کر کے بھاگ نکلنا بہادری کی علامت نہیں ہے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہے" ساگا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ منصوبہ بنانے کے لئے مجھے بنیادی معلومات کلارا فراہم کرے گی لہٰذا میں پہلے اس سے مل لوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم جا کہاں رہے ہو؟" ساگا نے کہا "ہم نے بڑے اہتمام سے تمہارے لئے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔"

"آئندہ کوئی اہتمام مت کرنا ساگا! مجھ جیسے لوگوں کو ایسے تعیشات سے دور رہنا پڑتا ہے تاہم اس وقت کا کھانا میں کلارا کے ساتھ کھاؤں گا۔ میرے لئے کھانا وہیں بھجوا دینا۔"

کلارا جلی بھنی بیٹھی تھی "آخر ایسی کون سی باتیں ہیں جو تم میرے سامنے نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے تو خود کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے باوجود تمہاری بے اعتباری کا یہ عالم ہے؟"

میں نے کلارا کے شانے پر ہولے سے تھپکی دے کر اسے پُرسکون کرنے کی کوشش کی "بدگمانی اچھی چیز نہیں ہوتی کلارا! ایڈم ڈی فلوک جو کچھ بھی کرتا ہے خالی از علت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے میرا جو اقدام تمہیں ناگوار گزرے وہ تمہارے ہی حق میں بہتر ہو۔ بعض باتوں کا علم میں نہ آنا فائدے مند بھی تو ہوتا ہے۔"

"میرے پاس فی الحال کوئی چارہ بھی نہیں..... میں تم پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"ہم ایک بڑی طاقت ور تنظیم سے نبرد آزما ہونے جا رہے ہیں۔ اگر ہم آپس میں ہی ایک دوسرے سے بدظن ہو جائیں گے تو مقابلہ کیا خاک کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن سوال یہ ہے کہ میں تو اسی بات کی مخالف ہوں کہ ایگلز سے تصادم کا خطرہ مول لیا جائے" کلارا نے کہا پھر یکایک چونک کر بولی "اور یہ تم کہاں چلے آئے۔ ساگا تو ایگلز کا مخالف ہے۔"

"تو کیا یہ اچھی بات نہیں ہے" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "اگر یہ بات تمہیں نامناسب لگی ہے تو میں ایگلز کے کسی حامی کے پاس پناہ لینے کی کوشش کروں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا" کلارا گڑبڑا گئی "ایگلز کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ مجھے بھی برداشت نہیں کرے گا۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے کلارا! اور اگر تمہاری بات درست مان لیا جائے تو بھی تم میک اپ میں ہو وہ تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"وہ مجھے آواز کے ذریعے تو شناخت کر سکتا ہے۔ اس وقت بھی وہ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ شاید میری آواز سن کر اسے مجھ پر کچھ شبہ ہو گیا ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لیا۔ کلارا نے چونکہ ساگا کے ساتھ کچھ ایسی زیادتیاں کی ہوں گی جن کی وجہ سے اب اسے ساگا سے اپنی جان کا خطرہ لاحق تھا۔

"بھول جاؤ کہ اس کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ ہے" میں نے کہا "میں اسے بتا چکا ہوں کہ تم ہی کلارا ہو۔"

"یہ تم نے بہت برا کیا" کلارا نے مضطربانہ لہجے میں کہا "جانتے ہو ماضی میں....."

"ماضی کی باتیں ماضی میں دفن کر دو" میں نے بات کاٹ دی "میں جانتا ہوں کہ ساگا ماضی میں ایگلز کا رہ چکا ہے لیکن یہ جاننے کے بعد کہ اب تم نے ایگلز سے تعلق توڑ لیا ہے وہ تمہارے خلاف نہیں رہا۔"

"تم ساگا کو کب سے اور کیسے جانتے ہو" کلارا نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ جان کر تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ایڈم اپنے کام کے لوگوں کو ڈھونڈ نکالنے کا ماہر ہے۔"

"لیکن اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ ساگا کی مدد سے کچھ تقویت حاصل ہو جائے گی تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ ایگلز سے ٹکرانے کا اس میں حوصلہ نہیں ہے۔" "یہ ضرور ہے کہ ہمارے لئے ایک بہترین پناہ گاہ ضرور ثابت ہو سکتی ہے۔"

"پناہ تو اب وہ لوگ لیں گے جو ایگلز کے ساتھ ہیں۔ میں جوزر کو سبق دینے کے لئے کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔ تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہو۔"

"کوئی مدد نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ تم اس سے اور جوزر سے دور رہنے کا مخلصانہ مشورہ دوں۔"

"تمہارے خیال میں ایسا کوئی طریقہ ہے جس سے عمارت کے اندر داخل ہوا جا سکے؟"

"نہیں" کلارا نے نفی میں سر ہلایا "داخل ہونا تو دور کی بات ہے اگر کوئی شخص احاطے میں بھی داخل ہونے کی کوشش کرے گا تو نہ صرف اندر والوں کو فوراً پتا چل جائے گا بلکہ خودکار مشین گنوں کی بھی آغاز ہو جائے گا۔"

"احاطے کی دیواروں کی بلندی بارہ فٹ تو ضرور ہوگی۔ اس کے اوپر ڈھائی تین فٹ بلند خاردار تاروں کی باڑھ بھی لگی ہوئی ہے ان تاروں میں کرنٹ تو نہیں ہوتا۔"

"بالکل ہوتا ہے" کلارا نے کہا "لیکن کسی کے وہاں تک پہنچنے کی نوبت نہیں آ سکتی۔ دیواروں میں ایسے خفیہ آلات نصب ہیں جو دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرنے سے پہلے ہی نشان دہی کر دیتے ہیں کہ کوئی شخص دیوار کے نزدیک موجود ہے اور اطلاع براہ راست مرکزی کنٹرول روم میں موصول ہو جاتی ہے۔"

"مرکزی کنٹرول روم عمارت کے اندر کس جگہ واقع ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مرکزی کنٹرول روم دو ہیں" کلارا نے بتایا "ایک تو خواب گاہ سے ملحق ہے۔ وہی خواب گاہ جس پر تم مجھ سے ملنے آئے تھے اور دوسرا تہہ خانوں میں واقع ہے۔"

"اس سارے سسٹم کی بنیاد الیکٹرک ہی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"ہاں" کلارا ہنس کر بولی "لیکن اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ عمارت کا برقی نظام فیل کر کے اندر گھسنے کی کوئی سبیل نکل آئے گی تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ وہاں آج تک بریک ڈاؤن نہیں ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں کا کنکشن عام برقی لائن سے نہیں لیا گیا بلکہ اس کے لئے مرکزی پاور ہاؤس سے براہ راست زیر زمین کیبل ڈالا گیا ہے۔"

"فرض کرو اس کے باوجود کسی وجہ سے اگر بریک ڈاؤن ہو جائے تو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اسٹینڈ بائی جنریٹر موجود ہیں" کلارا نے بتایا "لیکن چونکہ کئی برس کے دوران ایک بار بھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی اس لئے ممکن ہے اسے اسٹارٹ کرنے میں کچھ وقت صرف ہو جائے۔"

اس وقت میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ اگر کسی طرح بریک ڈاؤن کر دیا جائے تو عمارت کے اندر داخل ہونا ممکن ہے۔ اسٹینڈ بائی جنریٹر اسٹارٹ ہونے میں زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ صرف ہوتے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس تعطل سے وقفے سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مسئلہ صرف برقی نظام کا نہیں تھا۔ بارہ فٹ بلند دیوار اور اس کے اوپر لگی ہوئی خاردار باڑھ بھی تھی۔ اس کے بعد احاطے میں محافظوں سے نمٹنے کا مسئلہ تھا۔ پھر اصل عمارت تک پہنچ اور اس میں داخل ہونا۔ اس کے بعد اپنا بچاؤ کا مسئلہ تھا۔ کیا پانچ منٹ کے دوران اتنے بہت سے کام ہو سکتے تھے؟

"دیکھا تم سوچ میں پڑ گئے نا" کلارا نے کہا "میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ اس عمارت میں گھسنا ممکن نہیں ہے۔"

"ابھی میں نے کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کیا ہے" میں نے کہا "یہ بتاؤ کہ تمہاری خواب گاہ تو پوری طرح محفوظ ہے نا۔ میرا مطلب ہے وہاں تو کوئی حفاظتی نظام نہیں ہے؟"

"اب وہ میری خواب گاہ کہاں" کلارا نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "نہیں وہاں تک پہنچنے کے بعد اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔"

"اور عمارت کی راہداریوں اور دیگر کمروں کی کیا صورت حال ہے؟"

"دروازے سے گزر کر اندر داخل ہونے والے شخص کی نشان دہی نہیں ہوتی۔ پورا نظام ایک کمپیوٹر سے منسلک ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور راستے سے اندر داخل ہو تو مرکزی کمپیوٹر خودکار طریقے سے اس کی اطلاع مرکزی کنٹرول روم میں پہنچا دے گا اور مرکزی کنٹرول روم کا عملہ فوراً مستعد ہو جائے گا۔ مرکزی کنٹرول روم میں نصب اسکرینوں پر عمارت کا چپہ چپہ دیکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص ہیلی کاپٹر کے ذریعے عمارت کی چھت پر اترتا ہے تو اسے سیڑھیوں کے ذریعے اندر آنے کے لئے دو بٹن دبانے پڑتے ہیں۔ چھت کے دروازے کے پاس دو عدد بٹن نصب ہیں۔ ایک کا رنگ سرخ ہے اور دوسرے کا سبز۔ سبز رنگ کا بٹن دروازہ کھولنے کے کام آتا ہے۔ بالفرض کوئی شخص کسی طرح چھت پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ زینوں کا دروازہ کھولنے کے لئے سبز بٹن دبائے گا جس سے دروازہ تو کھل جائے گا اور وہ عمارت میں داخل بھی ہو جائے گا لیکن وہ پکڑا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر سرخ رنگ کے بٹن کو دوبارہ نہ دبایا جائے تو کمپیوٹر اسے مداخلت کی نشان دہی کر دے گا۔ سرخ رنگ کا بٹن عموماً خطرے کی علامت ہوا کرتا ہے اور ناواقف شخص کبھی کوئی ایسا بٹن نہیں دبائے گا جس کا رنگ سرخ ہو۔"

"تم اتنی اہم قیمتی معلومات فراہم کر رہی ہو جتنی قیمتی معلومات حاصل ہونے کی مجھے تم سے توقع تھی" میں نے کہا "کیا چھت پر ہمیشہ ہیلی کاپٹر موجود رہتا ہے؟"

"صرف اس صورت میں نہیں ہوتا جب تنظیم کا سربراہ اس میں کہیں گیا ہوا ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ سربراہ تو موجود ہو اور ہیلی کاپٹر نہ ہو۔"

"ہم نے بتایا کہ اگر کوئی شخص عمارت کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہو تو کمپیوٹر اسے خودکار طریقے سے محفوظ کر لیتا ہے اور کسی قسم کا سگنل نہیں دیتا۔ سوال یہ ہے کہ اگر بریک ڈاؤن ہو جائے اور اسی دوران کوئی شخص اندر داخل ہو تو کیا ہوگا؟"

"کمپیوٹر تو اپنی تھیوری کے مطابق کام کرے گا" کالارا نے جواب دیا "فرض کرو کوئی شخص پہلے سے اندر موجود ہے۔ اگر وہ کسی طرح کمپیوٹر سے بچ کر باہر نکل جائے اور پھر دوبارہ اندر داخل ہو تو کمپیوٹر سگنل نشر کر دے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تمہارے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ کمپیوٹر کسی بھی بے ضابطگی پر سگنل نشر کر سکتا ہے۔"

"بالکل" کالارا نے سر ہلایا "یہ سہولت ہمیں کسی اور طرح میسر نہیں آسکتی تھی۔ کمپیوٹر تو خودکار طریقے سے یہ کام خود ہی کر لیتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ لائٹ جانے کے دوران میں کمپیوٹر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اس لئے کہ کوئی نہ کوئی تو اندر سے باہر جائے گا باہر سے اندر آئے گا اور چونکہ کمپیوٹر بند ہوگا لہٰذا اسے علم ہی نہیں ہو سکے گا کہ کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔"

"تم کس چکر میں ہو پیارے ایڈم! یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ اس میں ہاتھ نہ ہی ڈالو تو بہتر ہوگا۔"

"بے فکر رہو میں اپنا برا بھلا اچھی طرح سمجھتا ہوں" میں نے کہا "مجھے صرف اتنا اور بتادو کہ احاطے کی دیواروں سے کم از کم کتنی دور رہا جائے کہ تمہارے خفیہ آلات حرکت میں نہ آئیں اور دیواروں کی مضبوطی کس قدر ہے۔"

"کم از کم دس فٹ کی دوری تو ضروری ہے" کالارا نے کہا "اور دیواریں اگرچہ خاصی مضبوط ہیں مگر کنکریٹ کی نہیں ہیں۔ ایک چھوٹا سا دستی بم بھی ان میں سے راستہ بنانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ کالارا! تم نے مجھے بہت قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد کوئی خوش خبری تمہارے گوش گزار کر سکوں۔"

☆☆☆
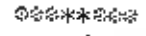
"حفاظتی انتظامات غیر معمولی ہیں چیف!" بڈ نے تفصیلات سننے کے بعد تبصرہ کیا "میرا خیال ہے مسٹر ساگا کی تجویز ہی ٹھیک ہے۔ ان پر راکٹوں کی بوچھاڑ کر دی جائے۔"

"مجھے شدید حیرت ہے" ساگا نے کہا "میں نے ان لوگوں کے درمیان خاصا طویل وقت گزارا ہے مگر مجھے کبھی اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہاں اس قدر سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔"

"اگرچہ تم گورانے میں! انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے" میں نے کہا "اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ انہیں حکومت تبدیل ہوتے ہی شدید خطرات سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہو۔"

"کسی بات کی وجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو علی الحال الوقت تو ہمیں ان کے ہیڈ کوارٹر پر کاری ضرب لگانے کے لئے غور سوچنا ہے" تہذیب بولی۔

"میں ایک منصوبہ بنا تو چکا ہوں مسٹر ساگا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس پر عمل ہو سکے گا یا نہیں...... مجھے زیر زمین بجلی کیبل کی گزرگاہ کا نقشہ درکار ہوگا۔"

بڈ اچھل پڑا "تمہارا ذہن بہت تیزی سے کام کرتا ہے چیف!" اس نے کہا "ہو سکتا ہے یہ بات میرے ذہن میں بھی آتی مگر دیر سے آتی۔"

"میرے خیال میں اس نقشے کا حصول زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوگا" ساگا نے کہا۔

"یہ بہت معمولی سا کام ہے ساگا" میں نے کہا "لیکن اس میں رازداری بے حد ضروری ہے۔ اگر ان لوگوں کو بھنک بھی پڑ گئی تو میرا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔"

"میں سمجھتا ہوں علی" ساگا نے کہا "اور میں کوئی ایسا بندوبست کرنے کی کوشش کروں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔"

"فرض کرو نقشہ حاصل ہو گیا تو تم کیا کرو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں اس میں کوئی ایسا مقام تلاش کرنا ہوگا جو ویران ہو تاکہ اس مقام پر کھدائی کر کے کیبل ہی اڑا دیا جائے اس طرح ہمارا ایک مسئلہ تو حل ہو جائے گا۔ عمارت اندھیرے میں ڈوب جائے گی اور وہاں کا پورا حفاظتی نظام جس کی بنیاد الیکٹرانکس پر رکھی گئی ہے ناکارہ ہو جائے گا۔"

"عمارت کے احاطے میں مسلح محافظ بھی ہوتے ہیں" تہذیب نے کہا "تم نے ان سے نمٹنے کی کیا تدبیر سوچی ہے؟"

"اس کے لئے بڈ اور ساگا کی ترکیب پر عمل کیا جائے گا" میں نے مسکرا کر کہا "عمارت پر سامنے کے رخ سے ایسا حملہ کیا جائے گا۔ یہ حملہ بھرپور قوت سے ہوگا تاکہ ان لوگوں کی توجہ ایک ہی جانب مبذول ہو جائے۔ اس حملے کے منٹ کے اندر اندر بریک ڈاؤن ہو جائے گا لائٹ جانے کے تقریباً آدھے منٹ کے بعد حملے میں انتہائی شدت پیدا کی جائے گی۔ اس کے بعد حملہ آور اتنا کریں گے کہ انہیں خود کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ پھر جیسے ہی لائٹ آئے گی حملہ آور فرار ہو جائیں گے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی جو میں پہلے ہی کہہ رہا تھا" ساگا نے کہا "اور اس میں لائٹ اڑانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔"

"تم سمجھے نہیں مسٹر ساگا" بڈ بولا "جس وقت سامنے سے حملہ ہوگا اور عمارت کے احاطے میں افراتفری مچی ہوئی ہوگی اس دوران چیف عقب سے اندر گھسنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ" ساگا کے ہونٹ دائرے کی صورت میں سکڑ گئے "تمہارے خیال میں کتنے افراد عمارت میں داخل ہوں گے؟"

"میں تنہا عمارت میں گھسوں گا۔ میرے ساتھ کوئی اور نہیں ہوگا" میں نے کہا۔

"لیکن یہ مناسب نہیں ہوگا" ساگا نے تشویش سے کہا "تمہیں وہاں کسی ناگہانی صورت حال سے پالا پڑ سکتا ہے۔"

"میں پوری تیاری کے ساتھ جاؤں گا اور میری انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ میں یہاں کئی بار جا چکا ہوں۔ اندر کے راستے میرے لئے اجنبی نہیں ہیں۔"

"راستے تو میرے لئے بھی اجنبی نہیں ہیں" ساگا نے کہا "تم مجھے اپنے ساتھ ہی لے چلنا۔ ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لئے میں خنجر استعمال کیا کرتا ہوں۔ یہ شور بھی نہیں کرتے اور مجھے دھوکا بھی نہیں دیتے۔"

"خنجر بازی میں تمہاری مہارت کا دل سے معترف ہوں مسٹر ساگا لیکن ہمیں صرف اندر ہی نہیں گھسنا بلکہ واپس بھی نکلنا ہے۔ کوئی اور میرے ساتھ ہوگا تو میرا کام آسان ہونے کے بجائے دشوار ہو جائے گا۔"

"تمہاری مرضی" ساگا نے بڑی مایوسی سے کہا "لیکن اتنا بتا دو کہ تم اندر جا کر کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"وہاں زیادہ سے زیادہ تباہی پھیلانے کی کوشش کروں گا اور ہوزے کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ اس کے ساتھ شایان شان سلوک کیا جا سکے۔ اس نے مجھے مروانے کی کوشش کی تھی۔ میں اسے بتاؤں گا کہ مجھ سے الجھنے والے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"بڈ تمہارا قابل اعتماد ساتھی ہے چیف! اس کو ساتھ لے جاؤ شاید یہ کسی کام آجائے۔"

"منصوبے پر عمل کرنے کے لئے ساگا کے آدمی ہوں گے۔ اسلحہ ساگا فراہم کرے گا اور منصوبے پر عمل درآمد کی نگرانی تم اور تہذیب کرو گے۔ ہر ایک کے حصے میں کچھ کام آئیں گے اور ہر ایک اپنی جگہ بے حد اہم کردار ادا کرے گا لہٰذا میرا خیال ہے کسی کو شکایت نہیں ہونی چاہئے۔"

میری بات سن کر سب خاموش ہو گئے۔ ذرا دیر بعد اس سکوت کو ساگا نے توڑا "میں اپنے حصے کا کام شروع کرنے جا رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ شام تک مطلوبہ نقشہ میسر آجائے۔"

ساگا نے کام کر دکھایا۔ اس کے آدمی نہ صرف مطلوبہ نقشہ لے کر آئے تھے بلکہ متعلقہ سیکشن کے انچارج کو بھی اغوا کر لائے تھے۔ میں نے انچارج کو بھی اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ وہ بے حد نروس نظر آرہا تھا۔

"مجھ سے دس ہزار کا وعدہ کیا گیا تھا اس لئے میں رسک لے کر یہ نقشہ نکال لایا جو ٹاپ سیکرٹ نوعیت کا ہے۔ مگر مجھے ادائیگی کرنے کے بجائے تم نے مجھے بھی اغوا کرا لیا۔"

"تمہارے علاوہ یہ بات اور کتنے لوگوں کے علم میں ہے کہ تم نے یہ نقشہ اڑایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر کسی کو اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو میں کم از کم ملازمت سے تو ضرور نکال دیا جاؤں گا" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "مجھ پر رحم کرو اور مجھے جانے دو۔ زندگی میں پہلی بار میں نے لالچ میں آکر ایسی حرکت کی ہے۔"

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے دوست" میں نے نقشہ اپنے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا "دس ہزار کی تو اس کام کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔"

"مجھے رقم سے کوئی سروکار نہیں ہے" اس نے رو دینے والے انداز میں کہا "معلوم نہیں تم لوگ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔ میں وقت پر گھر پہنچنے کا عادی ہوں۔ نہیں پہنچوں گا تو میری بیوی بچے پریشان ہو جائیں گے۔"

"تم بے فکر رہو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا" میں نے نقشے پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ سرسری نظروں سے دیکھنے پر ہی مجھے اس میں اپنے مطلب کی ایک جگہ نظر آگئی۔ تہذیب، بڈ اور ساگا بھی نقشے پر جھکے ہوئے تھے۔

"میرا خیال ہے اس جگہ پر ایک برساتی نالا ہے" میں نے ساگا سے کہا "اور یہ جگہ کسی قدر ویران بھی ہے۔"

"ہاں" ساگا نے اثبات میں سر ہلایا "اگر تمہارا ارادہ کھدائی کرنے کا ہے تو اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں

ہوگی۔"

"تم لوگ کس چکر میں ہو؟" انچارج نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا "میں تو سمجھ رہا تھا تم کسی ایسے دولت مند کے لئے یہ نقشہ حاصل کرنا چاہ رہے ہو جو بار بار کے بریک ڈاؤن سے بچنے کے لئے خود بھی ہر قسم کی کوئی لائن ڈلوانا چاہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے تمہیں ایک رات سے زیادہ ہماری تحویل میں نہیں رہنا پڑے گا" میں نے اس سے کہا "اور یہ بھی ہم محض احتیاطاً ہی کر رہے ہیں۔ اگر کسی کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی تو ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنا کام پورا کرنے کے بعد تم لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"بڑے ڈرپوک آدمی ہو یار" میں نے ہنس کر کہا "ارے بابا اگر تمہیں مارنا ہی مقصود ہوتا تو اب تک بھی زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی لیکن تمہیں مار کر ہمیں کیا حاصل ہو جائے گا۔"

"تم، تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم لوگ مجھے مار دو گے۔ میں نے تمہارا ٹھکانہ دیکھ لیا ہے۔ تم مجھے ہرگز زندہ واپس نہیں جانے دو گے۔"

"بہت ذہین آدمی ہو" میں نے تعریفانہ لہجے میں کہا "یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا واقعی واپس جا کر تم ہماری نشاندہی کر کے ہمیں پھنسوا دو گے۔ تمہاری زندگی واقعی ہماری بقا کے لئے خطرہ ہے۔"

اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ یوں جیسے وہ یہ انکشاف کر کے پچھتا رہا ہو۔

"یار تم کیوں خواہ مخواہ اپنے ذہن کو تھکا رہے ہو۔ ایک بار کہہ دیا کہ کل صبح ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اگر تم نے ہماری نشاندہی کرنے کی حماقت کی تو خود بھی مارے جاؤ گے۔ آخر نقشہ تو تم نے ہی ہمیں فراہم کیا ہے لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تم ہمارے بارے میں کسی کو مطلع کرنے کی حماقت کرو۔ رہا تمہارے بیوی بچوں کا سوال تو ہم تمہارے گھر پیغام بھجوا دیتے ہیں کہ آج رات تم کسی ضروری کام کی وجہ سے گھر نہیں آ سکو گے۔"

میں نے ساگا کو ہدایت کی کہ وہ انچارج کے لئے کسی آرام دہ جگہ رہائش کا بندوبست کرے اور اسے رات کے پہلے ہی پہر خواب آور دوا دے کر سلا دیا جائے تاکہ اسے صبح ہی صبح یہاں سے رخصت کیا جا سکے۔

"برساتی نالہ ان دنوں بالکل خشک پڑا ہوا ہو گا اس لئے کھدائی کے کام میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہو گی" ساگا نے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے" میں نے کہا "لیکن برساتی نالے کے نیچے کیبل ذرا زیادہ گہرائی سے گزارا گیا ہے اس لئے کھدائی بھی زیادہ کرنی پڑے گی۔"

"اس کی پرواہ مت کرو" ساگا نے بے پروائی سے کہا "کھدائی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اس میں بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"برساتی نالے کے نیچے سے گزارے جانے کے باعث کیبل کے تحفظ کے لئے کنکریٹ کے پائپ بھی استعمال کئے گئے ہوں گے اس لئے ہمیں زیادہ طاقت ور ریموٹ کنٹرول بم استعمال کرنے پڑیں گے" میں نے کہا۔

"تم فکر مت کرو مجھے ایسے کسی دن کی آمد کی توقع تھی اس لئے میں ایک عرصے سے اسلحہ جمع کر رہا تھا۔ اس اسلحے کا بے دریغ استعمال ہو گا۔"

"اندھیرا پھیلتے ہی کام شروع ہو جانا چاہئے تاکہ رات گیارہ بجے تک ہم کیبل کے ساتھ ریموٹ کنٹرول بم فٹ کر چکے ہوں۔ ہمارا اصل ایکشن رات ایک بجے شروع ہو گا۔"

"جو کام تم ریموٹ کنٹرول بم سے لینا چاہتے ہو وہ ٹائم بم سے بھی تو لیا جا سکتا ہے" ساگا نے کہا۔

"ہمارے منصوبے میں ٹائمنگ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ذرا سی بھی تقدیم و تاخیر سے کھیل بگڑ سکتا ہے لہٰذا ریموٹ کنٹرول میں اپنے ہاتھ میں ہی رکھوں گا۔ بریک ڈاؤن اسی وقت ہونا چاہئے جب اسے ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے علی، ہم لوگ تو وہی کریں گے جو تم کہو گے اس لئے کہ شروع تا آخر سارا منصوبہ تمہارا ہی بنایا ہوا ہے۔"

●●●●●●
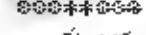
رات کے ایک بجنے میں ابھی دو منٹ باقی تھے کہ میں کوروانے میں ایگلز کے مقامی ہیڈ کوارٹر کے عقب میں اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا۔ میں پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایات نہایت تفصیل سے سمجھا کر آیا تھا۔ عمارت پر جس طرح اچانک حملہ کیا جانا تھا اس میں ہمارے آدمیوں کا جانی نقصان ہونے کا کوئی احتمال نہیں تھا۔

عمارت کے عقب میں جھاڑ جھنکاڑ اگا ہوا تھا۔ وہاں کی زمین پتھریلی اور چٹانی قسم کی ہونے کی وجہ سے غالباً وہاں کچھ تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔ اسی جگہ زمین کی سطح کچھ بلند تھی اور اسی جگہ کوئی ڈھائی فرلانگ آگے وہ پہاڑی نالہ تھا جہاں ساگا کے آدمیوں نے آٹھ فٹ کھدائی کرنے کے بعد کیبل برآمد کر لیا تھا جو اس عمارت کو بجلی کی سپلائی کے لئے ڈالا گیا تھا۔ حسب توقع کیبل کنکریٹ کے پائپوں میں سے گزارا گیا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے ان پائپوں پر ریموٹ کنٹرول بم فٹ کئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ جیسے ہی بم پھٹیں گے نہ صرف پائپ کے پرخچے اڑ جائیں گے بلکہ کیبل کو بھی شدید نقصان پہنچے گا۔ اس قدر نقصان کہ اس کے بعد بجلی کی سپلائی بحال رہنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

میں نے اپنی ریڈیم ڈائل والی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ایک بج گیا تھا اور میرے ساتھی کسی بھی وقت پوری قوت سے عمارت پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ میں نے انہیں خاص طور پر تاکید کی تھی کہ خواہ وقت تھوڑا سا آگے پیچھے ہو جائے مگر حملہ بھرپور ہونا چاہئے۔ ان لوگوں کو سنبھلنے اور منظم ہونے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔ حملہ گیٹ پر ہونا تھا تاکہ گیٹ پر متعین محافظ پہلے ہی ہلے میں کام آ جائیں۔ اس کے بعد احاطے کی سامنے والی دیوار کو نشانہ بنایا جائے اور پھر بے دریغ فائرنگ کی جائے۔

میں نے اپنا بوجھ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کیا۔ جھاڑ جھنکاڑ میں چھپے ہوئے جھینگر اور دیگر حشرات الارض ایک تسلسل کے ساتھ بولنے میں مشغول تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ سرزمین افریقہ پر زہریلے حشرات الارض خصوصاً سانپ اور بچھو بکثرت پائے جاتے ہیں مگر میں محض ان کے خوف سے اپنے مشن کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اندھیرا اس قدر تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اندھیرے کا جگر آتشیں اسلحے کی گرج سے چھلنی ہونے والا ہے۔

پھر اس ویرانے میں وہ بھونچال آ ہی گیا جس کے لئے بہت سے لوگوں نے مل کر کئی گھنٹوں تک جان توڑ محنت کی تھی۔ ایگلز کے باغی ساگا نے کئی برس اسلحہ جمع کرتے گزار دیے تھے۔ فائرنگ کی لگاتار آوازیں فضا کے سینے میں گونج رہی تھیں۔ اس سے قبل دو دھماکے ہوئے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ میرے ساتھیوں نے پہلے ہی ہلے میں گیٹ کو زمیں بوس کر دیا ہو گا۔

میں سانس روکے انتظار کرتا رہا۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق حملہ شروع ہونے کے ایک منٹ کے اندر اندر لائٹ غائب ہو جانی تھی۔ ایک منٹ کا وقت بھی میں نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ اس ایک منٹ میں عمارت کے احاطے میں موجود محافظوں کی توجہ سامنے کی طرف مبذول ہو جائے تاکہ میں عقبی حصے میں بے خطر اپنی کارروائی کر سکوں۔

اندازاً ایک منٹ پورا ہوتے ہی میں نے
کنٹرول کا بٹن یکے بعد دیگرے دو مرتبہ دبایا اور
قبل روشن نظر آنے والی عمارت یکلخت گہری تا
ڈوب گئی اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی آوا
دھماکوں میں بے پناہ شدت پیدا ہو گئی۔ اس وحشی
کسی کو نہیں سنائی دے سکتا تھا جو میں عقبی دیوار
بنانے کے لئے استعمال کرنے والا تھا۔

لائٹ آف ہوتے ہی میں اپنی جگہ سے نکلا او
تیز رفتاری سے عمارت کی طرف بڑھا۔ پھر عمارت
پہنچنے سے قبل ہی میں نے اپنے ہاتھ میں پہلے سے
بم دیوار پر دے مارا۔ انتہائی شور کے باوجود میں
کر لیا کہ دیوار کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ دیوار کا
سے جو دھول اڑ رہی تھی اس کے صاف ہونے
کرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں رکے بغیر پہلے کی سی
آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک طویل زقند مجھے دیوا
ہونے والے سوراخ سے اندر لے گئی۔ حسب توقع
طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ وہاں کوئی تھا ہ
مجھے ٹوکتا۔ وہ سب یا تو سامنے والے حصے کی طرف
ہوں گے یا پھر ناگہانی حملہ آوروں سے جو آزما ہ
تھا جائے اپنی جانیں بچانے کی فکر میں لگ گئے ہوں گے

میں نے تیزی سے زمین سے اٹھ کر چھوٹے
عمارت کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس وقت میری بے
دیدہ دلیری کا یہ عالم تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ میں
بھی روشن کر لی تھی۔ اس دیدہ دلیری کی دوسری
وجہ یہ بھی تھی کہ میں جونز کے میک اپ میں تھا۔
کے طور پر میں نے جو اقدامات کئے تھے یہ میک اپ
اقدامات کا ایک حصہ تھا۔ بالفرض میری اسکیم ناکام
یہ میک اپ میری جان بچانے میں کلیدی کردار ادا کر

اس کھڑکی تک پہنچنے میں مجھے ذرا بھی دشوار
ہوئی جس کے بارے میں مجھے کلارا نے بتایا تھا۔ ن
تھا بلکہ نقشہ بھی بنا کر دیا تھا۔ یہ کمرا اسٹور کے طور پر
ہوتا تھا اور لاک نہیں رہتا تھا۔ نہ ہی غیر ضروری ط
ادھر آتا تھا۔ یہ کمرا نچلی منزل کی راہداری کے
واقع تھا جس کے دروازے کے برابر سے ہی سیڑھی
جا رہی تھیں۔

میں نے ایک ہی وار میں کھڑکی کا دروازہ توڑ ڈالا
کود کر اسٹور میں داخل ہو گیا۔ ٹارچ کی محدود روشنی
نے اسٹور میں بکھرے ہوئے کاٹھ کباڑ کا جائزہ

ے دروازے کا جائزہ لیا اور پھر دروازے تک پہنچ کر
بھائی اور دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ غیر مقفل
میں جلدی سے اسٹور سے باہر نکلا اور اسٹور کا دروازہ بند
۔ راہداری میں خاصی ہلچل محسوس ہو رہی تھی۔ ایسی
ہی چاہئے تھی ان لوگوں پر جو ناگہانی افتاد آن پڑی تھی'
کا منطقی رد عمل تھا۔ عمارت کے احاطے میں سامنے کی
کھڑی ہوئی گاڑیوں نے شاید آگ پکڑلی تھی اس لئے کہ
اری کے دوسرے سرے پر نارنجی رنگ کی لرزتی ہوئی
ی نظر آرہی تھی۔

میں نے ان فضولیات کی طرف توجہ دینا ضروری نہیں
ا اور بے فکری سے ٹارچ روشن کرلی۔ وہاں کچھ لوگ
ور تھے مگر انہیں کچھ ہوش نہیں تھا۔ وہ تو بوکھلائے ہوئے
ز میں ایک دوسرے سے دریافت حال کرنے کی کوشش
ہے تھے۔ کسی کو کچھ معلوم ہوتا یا کسی کی سمجھ میں کچھ آتا
سرے کو جواب دیتا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ وہاں حملہ
دوں میں سے کوئی گھس آیا ہے۔ ان کے ذہن تو اس قابل
ے بھی نہ ہوں گے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ سکیں۔

میں سیڑھیوں سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ ٹارچ کی روشنی
اور جاتے ہوئے مجھے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا
لائٹ کو ڈھائی منٹ گزر چکے تھے۔ اس بات کا پتہ
زہ نہیں تھا کہ جنریٹر اسٹارٹ ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔
ام جلدی بھی ہو سکتا تھا اور اس میں دیر بھی لگ سکتی تھی
م اس سے میرے پلان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں نے
تیاریاں ہر طرح سے مکمل کرلی تھیں۔

[illegible]
ت کی طرف گیا ہے۔ میں نے ٹارچ کی روشنی جوزف کی
ب گاہ کی طرف جھٹکی تو دروازہ مجھے کھلا ہوا نظر آیا۔ مجھے
ہوا کہ کہیں جوزف ہی چھت کی طرف نہ گیا ہو۔ اس بات کا
کان تھا کہ وہ بوکھلاہٹ میں فرار ہونے کی کوشش نہ
ڈالے۔ یہی سوچ کر میں بھی اوپری منزل پر رکنے کے
ے چھت کی طرف بڑھ گیا۔ چھت کا دروازہ بھی مجھے کھلا
ملا جس کا مطلب یہی تھا کہ میرا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔

چھت پر قدم رکھتے ہی مجھے وہ دیوزاد پرندہ نظر آگیا جسے
ں کا پنجر کہا جاتا ہے۔ ایک سایہ دوڑتا ہوا اس کی طرف
رہا تھا۔ نیچے ہونے والی فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں اب
ت پڑتی جا رہی تھیں۔ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ میں
ر لمحاتی تغافل بھی برتتا تو وہ نکل جاتا۔ اس نے بھی غالباً
سوس کرلیا تھا کہ چھت پر کوئی آیا ہے مگر اس نے بھی وقت
ضائع نہ کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ وہ رکے بغیر ہیلی کاپٹر کی طرف
دوڑتا رہا۔

میں نے روشن ٹارچ ہاتھ سے پھینکی اور ہیلی کاپٹر کی
طرف دوڑتے ہوئے جوزف کے پیچھے لپکا۔ جوزف کو کسی غیر معمولی
بات کا احساس ہوا تو اس نے دوڑتے میں پلٹ کر دیکھا۔
اندھیرے کے باعث وہ میرے خدوخال نہیں دیکھ سکتا تھا
پھر وہ رک گیا۔

"کون ہو تم اور میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟" اس نے
جارحانہ لہجے میں کہا۔ اس کے پاس غالباً کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں
تھا ورنہ میرے اندازے پر وہ انتظار نہ کرتا۔

وہ چوکنا ہو گیا تھا مگر میں نے اس پر چھلانگ لگانے میں
ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ اسے اس حد تک توقع نہیں تھی۔ تاہم
اس نے مجھے جھکائی دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔ جس سے
اسے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ میں اسے پختہ چھت پر دور تک
رگیدتا چلا گیا۔

"یہ میں ہوں ڈیئر جوزف!" میں اسے رگڑا دیتے ہوئے
غرایا "پہچانا تم نے مجھے یا اور تفصیل سے تعارف کراؤں۔"

جوزف مجھے اپنے اوپر سے اچھال کر پھینکنے کی ناکام کوشش
کر رہا تھا۔ شاید اس نے آواز سے مجھے شناخت کرلیا تھا۔ اگر
شناخت کرلیا تھا تو یقیناً بوکھلا گیا ہوگا۔ [illegible]
شاگرد کے مقابل آنے کی کس میں ہمت تھی۔

"اگر تم نہیں پہچانا جوزف تو میں اپنا تعارف کرائے دیتا
ہوں" میں غرایا "میں لیبرنا بال کا جڑواں ہوں۔ یہ وہی
جانی دشمن جسے دنیا علی یار خان کے نام سے جانتی ہے۔"

"تم... مجھے... [illegible]
بگاڑا ہے؟"

"خاموش رہو" میں نے اسے ایک اور رگڑا دیتے
ہوئے کہا "کیا تم نے مجھ پر فائرنگ نہیں کرائی تھی۔ میں بدلہ
لینے میں دیر کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"م... میں تم سے معافی مانگتا ہوں" جوزف کی آواز میں
بیو کا سا اثر تھا۔ اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگی
تھی۔

"تم صرف جان کے خوف سے مجھ سے معافی مانگ رہے
ہو۔ آزاد ہوتے ہی پھر میری جان کے درپے ہو جاؤ گے۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں" جوزف نے ہانپتے
ہوئے کہا "میں کبھی تمہاری راہ میں نہیں آؤں گا۔"

"اگر آؤ گے بھی تو میرا کیا بگاڑ لو گے۔ اپنا انجام تم خود
کرو گے" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا "اور تم تو

قصوں پر تو میں ویسے بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔"

"اگر۔۔۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو تم جس طرح کہو میں تمہیں یقین دلانے کے لئے تیار ہوں" جوزف گھگھیایا۔ اس نے جدوجہد کرنا ترک کر دیا تھا۔

"تمہیں میرے ساتھ بھرپور تعاون کرنا ہوگا۔ اگر تم اس پر تیار ہو تو میں تمہیں بخش سکتا ہوں۔"

"میں۔۔۔ میں دل و جان سے تیار ہوں" جوزف نے بڑی تیزی سے کہا۔ شاید اسے اپنی جاں بخشی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تو پھر تھوڑی دیر کے لئے بے ہوش ہو جاؤ" میں نے اس کا سر فرش سے ٹکرایا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

نیچے ہونے والی فائرنگ اب تھم چکی تھی۔ میری طرف سے انہیں اتنی ہی دیر کی اجازت ملی تھی۔ اس کے بعد انہیں ہر صورت میں پسپا ہو جانا تھا۔ عمارت کے اندر جنریٹر اسٹارٹ نہیں ہو سکا تھا ممکن ہے وہ لوگ اس حد تک بوکھلا گئے ہوں کہ انہیں جنریٹر اسٹارٹ کرنے کا ہوش ہی نہ رہا ہو تاہم نیچے احاطے میں کئی گاڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

میں نے جیسے تیسے بے ہوش جوزف کو ہیلی کاپٹر میں ٹھونسا اور خود بھی سیٹ پر بیٹھ کر ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر دیا۔ اگلے ہی منٹ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ ایک مخصوص بلندی تک پہنچ کر میں نے اپنے مخصوص لباس کی جیب سے ایک کلسٹر بم نکالا اور باہر کی طرف اچھال دیا۔ بم عمارت پر گرا اور ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ دھماکے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ڈیڑھ سو فٹ اوپر فضا میں معلق ہیلی کاپٹر بھی ایک لمحے کو لرز گیا۔

ابھی پہلے دھماکے کی شدت پوری طرح ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ میں نے دوسرا بم بھی باہر لڑھکا دیا اور دوسرے کے بعد پھر تیسرا۔۔۔ یوں تو دو بم ہی بہت کافی تھے مگر اس میں خدشہ تھا کہ تہ خانہ تباہی سے بچ جائے گا۔

عمارت پر تین بم پھینکنے کے بعد اب مزید رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میرا ہاتھ ہیلی کاپٹر کی سائیکلک اسٹک کی طرف بڑھا اور ہیلی کاپٹر نے ہوا کے دوش پر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ دو منٹ کے اندر اندر میں منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ نیچے کھڑی ہوئی کار کی روشنیاں میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ میں نے بڑی مہارت کے ساتھ ہیلی کاپٹر نیچے اتار لیا۔ سب کچھ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔

"کامیابی مبارک ہو چیف!" نیچے سے بڑی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"اسے ہیلی کاپٹر سے اتارو اور اسے اڈے پر پہنچانے کا بندوبست کرو" میں نے اوریکا سے کہا جو بڈ کے ساتھ ہی وہاں موجود تھا۔

جوزف کو صرف کار میں منتقل کرنا تھا اب کچھ تو پہلے سے طے تھا اب مزید کوئی انتظام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

میں اس کار میں جا بیٹھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر تہذیب بیٹھی تھی "مبارک ہو علی" تہذیب نے خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "ہم نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"ہاں تہذیب! خدائے عزوجل ہم گناہ گاروں کو کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہماری نیتوں میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ ہم پورے خلوص کے ساتھ یہودیوں کی سرکوبی میں مصروف ہیں۔ بغیر کسی لالچ اور طمع کے ہمیں کوئی ہوس نہیں ہے۔ بس ایک مشن ہے اور ہم بے مایہ لوگ ہیں جو دنیا کی بڑی بڑی تنظیموں کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ہمارا سرمایہ ہیں جو ابھی حاصل کی ہیں۔ انہی کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ ہمارا ابھی کچھ رائیگاں نہیں جا رہا۔ ہم ایک فلک بوس عمارت تعمیر کرنے کے لئے چھوٹی موٹی اینٹیں چن رہے ہیں۔ خدا نے چاہا تو ایک نہ ایک روز یہ عمارت ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔ ہمارے ہاتھوں نہ سہی کسی اور کے ہاتھوں پہنچے گی مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ ہماری محنتیں بالکل ہی اکارت ہو جائیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ خدا نے ہمیں اس کام کے لئے چنا۔ وہ تو بڑا بے نیاز ہے۔ نمرود جیسے متکبر کو مچھر جیسی حقیر مخلوق سے ختم کرا سکتا ہے۔ مٹھی بھر یہودیوں کو کروڑوں مسلمانوں پر مسلط کر کے اپنی شان استغنا کا اظہار کر سکتا ہے۔ جو کارنامے ہم سے سرزد ہوتے ہیں ان میں ہمارا کیا کمال ہے تہذیب! ہمیں تو ہر کامیابی پر اس خدائے وحدہ لاشریک کا شکر بجا لانا چاہئے کہ اس نے یہ کام ہم سے لیا کسی اور سے نہیں لیا۔"

"اس میں کیا شک ہے علی!" تہذیب نے دھیمی آواز میں کہا "ہم کسی بھی طرح خدا کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔"

شی گورائے کی سڑکوں پر شدید ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شہر پر کوئی آفت نازل ہو گئی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شہر بھر کے فائر انجن سڑکوں پر نکل آئے ہوں۔ پولیس کاریں اور موبائل گاڑیاں بدحواسی کے عالم میں سڑکوں پر سائرن بجاتی دوڑتی نظر آ رہی تھیں اور یہ سب دیکھ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ ابھی دو ہی راتیں قبل تو میرے ساتھیوں نے ایگلز کے کئی ٹھکانوں کو تباہ کیا تھا اور اب ساگا اور اس کے ساتھیوں کی مدد سے ہم نے ایگلز کے مقامی ہیڈ کوارٹر کو مکمل تباہی سے دو چار کیا تھا۔

"تمہارے کسی آدمی کو تو کوئی گزند نہیں پہنچا" میں نے یکایک چونک کر تہذیب سے پوچھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ کسی کے خراش تک نہیں آئی" تہذیب نے کہا "حملہ اس قدر اچانک تھا کہ انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا۔ جوابی کارروائی وہ کیا خاک کرتے۔"

"بلاشبہ یہ سب کچھ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ پولیس تک بدحواس ہو گئی ہے۔ جب تک انہیں ہوش آئے گا اور وہ شہر کی ناکہ بندی کریں گے ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے ہوں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ راستے میں ہمیں کسی نے نہیں روکا تھا۔ جوزف کو رسیوں سے جکڑ کر قید کر دیا گیا تھا۔ ساگا اپنے ساتھیوں سمیت ہم سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم نے اتنی آسانی سے کامیابی حاصل کر لی ہے۔

"مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ شی گورائے میں ایگلز کے دن پورے ہو چکے ہیں" ساگا نے کہا "نہ صرف ان کا ہیڈ کوارٹر تباہ ہوا ہے بلکہ تم نے سربراہ کو زندہ گرفتار بھی کر لیا ہے۔"

"تم سے زیادہ اس کامیابی کی خوشی مادام کلارا کو ہوگی" میں نے کہا "وہ آخر وقت تک مجھے اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔"

"اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ تم علی یار خان ہو تو ہرگز نہیں روکتی۔"

"ہاں اسے معلوم ہو جاتا کہ میں کون ہوں تو وہ مجھ سے تعاون ہی نہ کرتی۔ یہ تو میں نے اسے دھوکے میں رکھ کر اس سے معلومات حاصل کی ہیں۔"

"کیا اب تم اسے بتاؤ گے کہ تم دراصل کون ہو؟" ساگا نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ویسے اس پر اپنی حقیقت ظاہر کرنے کے بعد اس کا تعاون حاصل رہنا ناممکن سا لگتا ہے اور اس طرح اس کے ساتھ رہنا مشکل ہے۔ اس کے سامنے ہم کوئی بات ہی نہیں کر سکتے۔"

"فی الحال تم اس سے مل تو آؤ۔۔۔ وہ بہت مضطرب ہو رہی ہے۔ شاید نیند بھی نہیں آ رہی ہوگی۔"

کلارا [illegible] تشویش کے سامنے لرز رہے تھے۔ میں جوزف کے میک اپ سے چھٹکارا پا کر اس کے پاس پہنچا تھا اور بدستور ایڈم ڈی فلوک والے میک اپ میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کلارا خوشی سے نہال ہو گئی۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ایگلز سے ٹکرانا آسان نہیں ہے۔"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس عمارت میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک پورے فوجی دستے کی ضرورت پڑے گی۔"

"اس کے باوجود بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ کامیابی ہو ہی جائے گی" کلارا نے بڑے جوش سے کہا "اس لئے کہ وہ عمارت نہیں ایک قلعہ ہے اور جو بھی وہاں حملہ کرے گا وہ چوں کہ کھلے میں ہوگا اس لئے اسے شدید نقصان سے دو چار ہونا پڑے گا۔"

"تم وہاں کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف ہو اس لئے تم ان باتوں سے بخوبی واقف ہو۔"

"جب میں پہلے کہہ رہی تھی تو تم نے میری بات کیوں نہیں مانی تھی۔ اگر پہلے ہی میری بات مان لی ہوتی تو کتنی مشکل سے بچ جاتے۔"

"دراصل ایڈم ڈی فلوک کسی کی بات سننے کا عادی نہیں ہے جب تک خود تجربہ نہ کر لے کسی کی بات پر یقین ہی نہیں کرتا۔"

"آدمی میں اگر کوئی بری عادت ہو اور اسے اس کا احساس بھی ہو تو اسے یہ عادت ترک کر دینی چاہئے۔"

"لیکن یہ بھی تو غور کرو کہ میں کس قدر باصلاحیت ہوں۔ تم خود میرا امتحان لے کر دیکھ چکی ہو۔"

"اس لئے تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں ایگلز کی طاقت سے بھی واقف ہوں اور تمہاری صلاحیتیں بھی میری نظر میں ہیں۔ جو تجزیہ میں کر سکتی ہوں وہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ وہ عمارت تباہ کی جا چکی ہے جس میں ایگلز کا مقامی ہیڈ کوارٹر تھا اور جوزف میری قید میں ہے تو تم کیا کہو گی؟"

"میں اسے سال کا سب سے بڑا لطیفہ قرار دوں گی۔" کلارا نے بڑی بے ساختگی سے کہا۔

"تو پھر یقین کر لو کہ یہ لطیفہ رونما ہو چکا ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "جوزف واقعی میری قید میں ہے۔"

کلارا بے اعتباری سے ہنسنے لگی "اگر تم جوزے سے صرف مل کر آجاتے تب بھی اتنی جلدی تمہاری واپسی نہیں ہو سکتی تھی۔"

"تم نے کبھی ایڈم ڈی فلوک کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔۔۔ اور ایک تم پر ہی کیا موقوف ہے جن لوگوں نے اس قسم کی کوششیں کیں انہیں بھی کچھ حاصل نہیں ہو سکا۔"

کلارا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنا بڑا دعویٰ کر رہے ہو۔"

"میں کوئی دعویٰ نہیں کر رہا۔ میں تو تمہیں اطلاع دے رہا ہوں۔ چند گھنٹوں بعد صبح کے اخبارات میری بات کی تصدیق کر دیں گے۔"

"تصدیق تو اس وقت بھی ہو سکتی ہے" کلارا نے عجیب سے لہجے میں کہا "تم کہہ رہے ہو کہ تم نے جوزے کو اغوا کر لیا ہے۔۔۔"

"مگر وہ بے ہوش ہے۔ ذرا اسے ہوش آجائے تو میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں گا" میں نے کہا۔

کلارا نے بے چینی سے پہلو بدلا "اگر یہ سچ ہے تو تمہیں اپنی زندگی کا بقیہ حصہ جیل میں گزارنا پڑے گا۔"

کلارا کی بات سن کر مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی "تمہارا خیال ہے کہ اب وہ ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کریں گے؟" میں نے کہا۔

"تم نہیں جانتے۔۔۔ یہ لوگ جس کام کے پیچھے پڑ جائیں اسے کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ اور ایسے شخص کو تو چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس سے انہیں کوئی نقصان پہنچ گیا ہو۔"

"بدقسمتی سے میری عادت بھی یہی ہے۔ میں بھی دل میں جو کچھ ٹھان لوں اسے کر کے ہی دم لیتا ہوں خواہ اس کے لئے مجھے کیسے ہی جاں گسل مراحل سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔۔۔"

"تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم نے ایگلز کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا ہے" کلارا نے بے اعتباری سے پوچھا۔

"جھوٹ بولنے سے مجھے کیا حاصل ہوگا۔۔۔ اور پھر محض چند ہی گھنٹوں کی تو بات ہے۔ حقیقت خود ہی عیاں ہو جائے گی۔"

"حیرت ہے!" کلارا بڑبڑائی "مجھے سوچنا پڑے گا۔ کیا ایگلز اتنی ہی کمزور تنظیم ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھوں اتنا بڑا نقصان اٹھا جائے؟"

"ایگلز اس سے بھی کہیں زیادہ کمزور تنظیم ہے" میں نے کہا "اور تم دیکھنا کہ میں ریڈنل کو کس طرح قسطوں میں ہلاک کروں گا۔"

"قسطوں میں ہلاک کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے" کلارا نے حیرت سے پوچھا۔

"میں اسے ہلاک کرنے سے قبل ایگلز کے تمام ارکان ایک ایک کر کے ماروں گا اور یہ بات ریڈنل کے علم میں ہوگی کہ اس کا اپنا نمبر آخری ہوگا تاکہ وہ دہشت میں مبتلا ہو جائے۔"

"اگر تم نے کوئی وقتی کامیابی حاصل کر بھی لی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے۔ جو کامیابی تمہیں حاصل ہوگئی اس پر اکتفا کر لو۔"

"میں بہت قناعت پسند آدمی ہوں کلارا! مجھے کسی چیز کی ہوس نہیں ہے مگر میں بہت منتقم مزاج ہوں۔ زیردست سے تو نرمی برت سکتا ہوں مگر زبردست کے لئے میرے پاس کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔"

"تم بہت ضدی ہو ایڈم! لیکن یہ تو بتاؤ کہ ایگلز نے تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے۔ اصل نقصان تو تمہیں سالومن سے پہنچا ہے؟"

کلارا نے اس قدر اچانک حملہ کیا تھا کہ میں [illegible] تو سٹپٹا گیا مگر میں نے کلارا کو احساس نہیں ہونے دیا کہ سوال میرے لئے کسی گھبراہٹ کا سبب بنا ہے۔

"رینا سالومن سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "اس کا [illegible] بھی کچھ [illegible] ہے اس لئے میں اسے اتنی زیادہ اہمیت بھی نہیں دیتا۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ایگلز نے تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔ تم نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔"

"تمہیں تو نقصان پہنچایا ہے۔ اگر نہیں پہنچایا تو اندیشہ تو موجود ہے۔ ہم یہ انتظار کیوں کریں کہ وہ کچھ کرے ہم خود ہی کیوں نہ آگے بڑھ کر ان کے دانت کھٹے کر دیں۔"

اچانک دروازے پر اورینگا نمودار ہوا "قیدی کو ہوش آگیا ہے" اس نے اطلاع دی اور الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ میں ہدایت دے کر آیا تھا کہ جوزے کو جیسے ہی ہوش آئے مجھے اس کی اطلاع دی جائے۔

"قیدی سے کیا مراد ہے" کلارا نے پوچھا "کہیں جوزے سے متعلق تو نہیں تھی؟!"

"تم ٹھیک سمجھیں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اطمینان بھی کر لو۔"

میں اور کلارا اس مقام پر پہنچے جہاں جوزے کو بند کیا گیا تھا باہر تہذیب اور بڈ کے ساتھ ساگا بھی میرا منتظر تھا۔ ان میں سے کوئی بھی ابھی تک اندر نہیں گیا تھا۔ میں نے اندر داخل ہونے سے قبل تہذیب اور بڈ سے سرگوشی میں کہا جسے ساگا نہیں سن سکا اور نہ ہی کلارا سن سکی کہ میں نے کیا کہا ہے۔ ساگا نے تو خیر کوئی تاثر نہیں دیا مگر کلارا کے چہرے پر ناگواری کے آثار دکھائی دیے۔ میں نے اس کی ناگواری کو محسوس تو کیا مگر اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں نے اس کی ناگواری کو محسوس کر لیا ہے۔ میں اسے نظرانداز کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا جہاں جوزے ایک کرسی پر بندھا بیٹھا تھا۔

"کیا حال چال ہیں مسٹر جوزے" میں نے تمسخرانہ لہجے میں اس سے کہا اور وہ مجھے کوئی جواب دینے کے بجائے چندھیائی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ مادام کلارا میرے ساتھ ہی تھی۔ اس نے جوزے کو دیکھ کر میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔ میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔ کیا اپنے حال چال بتانے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں" جوزے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم میرے ساتھ ہر قسم کا سلوک کر سکتے ہو۔"

"اور تم نے جو ہائی کمان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

کلارا نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اب تک اس کے علم میں نہیں تھا کہ مجھ پر کوئی قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے مگر میں نے کلارا کی طرف نہیں دیکھا۔ میری نظریں تو جوزے پر جمی ہوئی تھیں اور میں بظاہر ہر طرف سے بے نیاز نظر آرہا تھا۔

میری بات پر جوزے نے پلکیں جھپکائیں۔ ایک لمحے کچھ سوچا پھر بولا "میں نے ہائی کمان کے حکم کی جو خلاف ورزی کی ہے مجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"گویا مجھے چاہیے کہ میں تمہیں باعزت طور پر رہا کر دوں" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا "یہی کہنا چاہتے ہو؟!"

"نہیں۔۔۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ تم سے ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہوں اور میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو جوزے! اگر ابھی تمہیں موقع مل جائے تو تم مجھے جان سے مارنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرو گے اور جس تعاون کی پیش کش اب کر رہے ہو تم نے پہلے کیوں نہیں کی تھی۔ گرفت میں آنے کے بعد تو ہر ایک ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔"

"میں دوسروں سے بہت مختلف آدمی ہوں علی! تم مجھے قول کا پکا پاؤ گے۔ میں جاں بخشی کی یقین دہانی پر تمہاری کوئی بھی شرط قبول کر سکتا ہوں۔"

جوزے کے الفاظ تھے یا بم کا دھماکا جو کلارا کے اعصاب پر ہوا۔ اس نے میرا بازو چھوڑ دیا اور مجھ سے ذرا دور ہٹ گئی۔ میں نے اس کی ایک ایک حرکت محسوس کی مگر قطعاً انجان بنا ہوا تھا۔ جوزے نے مجھے علی کہہ کر مخاطب کیا تھا اور کلارا نے ایک لمحے کے اندر حقیقت حال جان لی تھی۔ ویسے بھی یہودی دنیا کا تقریباً ہر فرد میرے نام سے واقف تھا۔

"میں تمہارا امتحان لوں گا جوزے!" میں نے کہا "امتحان صرف ایک بار ہوگا۔ اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہاری جاں بخشی کر دوں گا لیکن اگر تمہاری نیت تبدیل ہوئی تو میں تمہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں گا۔ معلومات تو تم مجھے ہر صورت میں فراہم کرو گے۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ مجھے میری مطلوبہ معلومات خوش گوار ماحول میں فراہم کرتے ہو یا تشدد ہونے پر ہی زبان کھولتے ہو۔"

"تم جس طرح چاہو مجھے آزما کر دیکھ سکتے ہو" جوزے نے بڑے جوش سے کہا "ہماری معلومات کے مطابق تم بات کے دھنی ہو۔ اپنی بات پر قائم رہنا۔"

"اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا اور بہت جلد کرے گا۔ وہ وقت دور نہیں جب یہ پتا چل جائے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ ویسے بھی بلا جواز مجھ سے کسی کی جان نہیں لی جاتی اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھے وہ جواز ضرور فراہم کرو گے۔"

"مجھے اپنی زندگی بے حد عزیز ہے علی! کسے نہیں ہوتی میں اپنی زندگی بچانے کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"مجھے اس پر شبہ ہے جوزے! میرے خیال میں تم اسرائیل کے مفادات کا سودا نہیں کرو گے؟" میں نے الفاظ چباتے ہوئے کہا "جس طرح میں فلسطین کے مفادات کا سودا نہیں کر سکتا۔"

"کیوں نہیں کروں گا۔۔۔ ضرور کروں گا اور میں تمہیں ایسی معلومات بھی فراہم کر سکتا ہوں کہ تم خوش ہو کر خود ہی مجھے چھوڑ دو گے۔"

اچانک کلارا پھرتی کے ساتھ کمرے کے ایک کونے کی

طرف جھپٹی۔ سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا مگر اس وقت تک وہ اپنا چھپا ساشعاعی پستول نکال چکی تھی۔

"اپنے ہاتھ اٹھالو" وہ معاندانہ انداز میں غرائی "ورنہ یاد رکھو کہ اس پستول سے خارج ہونے والی شعاع لمحے بھر میں روسٹ کردیتی ہے۔"

سب سے پہلے میں نے اپنے ہاتھ اٹھائے "کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یہ بہت خطرناک پستول ہے اس کے سامنے کوئی رسک مت لینا۔"

"تو تم علی یار خان ہو" کلارا نے نفرت انگیز لہجے میں کہا "اگر مجھے پہلے معلوم ہوجاتا تو میں کبھی تم سے تعاون نہ کرتی۔"

"تم حماقت کی مرتکب ہورہی ہو کلارا" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "پستول رکھو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ جوزف یا انگلز سے تمہیں کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔"

"اس کی باتوں میں مت آنا کلارا" جوزف چیخا "بلکہ اسے فوری طور پر ہلاک کردو ورنہ یہ پھر بازی الٹ دے گا۔"

"بازی الٹنا تو بہت دور کی بات ہے جوزف! یہ اپنی جگہ سے صرف حرکت کرکے دیکھے۔ میں اسے کیسے مزہ چکھاتی ہوں۔"

"یہ بہت چالاک ہے کلارا! اس نے تمہیں بہت بری طرح بے وقوف بنایا ہے" جوزف چیخا "اس کی ساتھی تہذیب بالکل ایلس ہے یہ تمہیں ربنا سالومن بن کر فون کیا کرتی تھی۔"

کلارا نے ہونٹ بھینچ لیے "کیا جوزف ٹھیک کہہ رہا ہے؟" اس نے سلگتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اس سے کیا پوچھ رہی ہو مجھ سے پوچھو۔ میں تمہیں بتاؤں گا مگر پہلے مجھے […]"

"یہ حماقت بھول کر بھی مت کرنا کلارا" میں نے تیزی سے کہا "انگلز کی نظروں میں تمہارا جرم ناقابل معافی ہے۔"

"اس کی کوئی بات مت سنو۔ یہ ہم دونوں کو لڑانے کی کوشش کررہا ہے بلکہ تم اسے مار کیوں نہیں دیتیں؟"

"یہ یرغمال ہے جوزف! اور اس کی زندگی یہاں سے ہماری رہائی کی ضمانت ہے" کلارا نے آہستہ آہستہ اس کی طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ بات وہ جوزف سے کررہی تھی مگر اس کی نظریں ہم پر مرکوز تھیں اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ ہماری طرف تھا۔ ہماری کسی خفیف سی حرکت پر بھی وہ ہم پر فائر کرسکتی تھی "دراصل تمہیں اندازہ نہیں کہ جس مقام پر ہمیں قید کیا گیا ہے وہاں سے نکلنا ناممکن ہے لیکن اگر ہم ان لوگوں کو یرغمال بنا سکے تو پھر کوئی ہمیں روکنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

"جوزف ایک بھیڑیا ہے کلارا" میں نے کہا "اب وقت ہے۔ عقل کے ناخن لو اور اسے آزاد کرنے کی غلطی مت کرو۔"

"ہم لوگ ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے کیونکہ یہودی دنیا کا دشمن ہے" جوزف نے کہا "اگر یہ قوت بٹ گئی تو شاید پھر کبھی قابو میں نہ آسکے۔"

"کچھ تو شرم کرو جوزف!" میں نے کہا "پچھلی رات تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھ سے بھرپور تعاون کرو گے۔ اب تم کلارا کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔"

اتنی دیر میں کلارا سارے بندشوں سے آزاد کر[…]

"میں تم سے ضرور تعاون کروں گا مسٹر علی!" جوزف نے چباتے ہوئے کہا "اگر ہم ہی لوگ تم سے تعاون نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔ تم بھی تو ہمارے لیے بے حد اہم ہو۔"

"اسی لیے میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ کام کلارا پر […] کرنا ٹھیک نہیں ہے" تہذیب نے غرا کے کہا "اب تمہاری حماقت کیا رنگ لائی ہے۔"

"تم دونوں یہاں سے نکل نہیں سکو گے" […] بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرے آدمیوں کو دھوکا دینا ناممکن ہے۔"

جوزف نے ایک طویل قہقہہ لگایا "اس وقت کلارا نے مثالی عقلمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر تمہارے […] ہمیں روکنے کی کوشش کی تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہاری چال […] ورنہ تم مجھ پر رعب ڈالنے پر کامیاب ہوگئے تھے اور […] سوچنے لگا تھا کہ شاید کوئی اکا دکا یہودی قول […] خدا کا شکر ہے کہ میں زیادہ دیر دھوکے میں نہیں رہی۔"

"یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے مقامی ہیڈکوارٹر […] ہے" کلارا نے کہا اور جوزف نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ممکن ہے یہ درست کہہ رہا ہو۔ اس […] اس نے پہلے ہی بے ہوش کردیا تھا۔"

"یہ تو مقامی ہیڈکوارٹر […] نظریں […] اور مرکزی ہیڈکوارٹر پر لگی ہوئی ہیں۔"

"تم باتیں بہت دلچسپ کرتے ہو" جوزف نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا پھر کلارا سے بولا "یہ بہت چالاک ہے۔ پستول میرے حوالے کرو اور ذرا اس کی تلاشی لے ڈالو۔"

کلارا نے پستول جوزف کو دیا اور وہ ہم سب کو کور کرکے غرایا "تم سب دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوجاؤ"

[…] نے حکم دیا "تمہاری تلاشی لی جائے گی۔"

"بڑی بہت بے عزتی ہورہی ہے چیف!" بڈ نے جھلے لہجے میں کہا "اگر تم اجازت دو تو میں اسے ابھی ٹھیک کردوں۔"

"بکواس مت کرو اور جو کچھ کہا جارہا ہے اس پر عمل کرو" میں نے بڈ کو ڈانٹا "کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مسٹر جوزف کے ہاتھوں میں نہایت مہلک قسم کا شعاعی پستول ہے۔"

بڈ سب کے ساتھ دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوگیا […] کے ساتھ تلاشی دینا۔ کوئی بھی غلط قسم کی حرکت […] کرنا۔ میں اس حق میں نہیں ہوں کہ جان جیسی قیمتی چیز ارزاں گنوائی جائے۔"

"تم بہت عقل مند ہو علی!" جوزف نے مضحکانہ انداز میں کہا "اپنے ساتھیوں کو بڑے قیمتی مشورے مفت دیتے رہتے ہو۔"

کلارا نے یکے بعد دیگرے ہم سب کی تلاشی لی۔ صرف […] کی جیب سے تین خنجر برآمد ہوئے۔ میرے، تہذیب اور […] کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ تھا ہی نہیں تو برآمد کیا ہوتا۔

"اب بھی وقت ہے کلارا ہوش میں آجاؤ۔ ہم تمہارے دشمن […] ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے مگر جوزف کے […] تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے" میں نے کلارا سے […] سرگوشی میں کہا جب وہ عقب سے میرا لباس تھپ[…] کی مگر اس نے جیسے میری بات سنی ہی نہیں اور […] اپنے کام میں مصروف رہی۔ اسے سمجھانے کے لیے […] بہت زیادہ وقت نہیں […] کرسکتا تھا۔

"[…] تین خنجر برآمد ہوئے ہیں" کلارا نے خنجر جوزف کے حوالے کرتے ہوئے کہا "ان لوگوں کے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"اب تم لوگ اس طرف منہ کرسکتے ہو" جوزف نے کہا […] سب نے اس کی طرف رخ کرلیا۔ کلارا جوزف کے […] کھڑی تھی۔

"[…] علی!" جوزف نے کہا "اس قسم کے مقابلوں میں کچھ بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ بازی یوں بھی پلٹ جایا کرتی ہے۔ ایک معمولی سی چیخ کو تم معلوم نہیں کیا سمجھ بیٹھے تھے۔"

"کچھ بھی نہیں سمجھا تھا مائی ڈیئر جوزف!" میں نے بے پروائی سے کہا "مجھے تو کسی بھی بات پر اس وقت تک یقین نہیں آتا جب تک کہ وہ رونما نہیں ہوجاتا۔"

"تو پھر یقین کرلو کہ اس وقت تم بالکل بے دست و پا ہوچکے ہو اور تمہاری ذرا سی بھی حرکت تمہیں موت کی آغوش میں پہنچا سکتی ہے۔"

"موت کی آغوش میں پہنچنے کا یقین مجھے اس وقت آئے گا جب میں موت کی آغوش میں پہنچ چکا ہوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے تم کبھی خود کو خوف زدہ ظاہر نہیں ہونے دیتے" جوزف نے مجھے گھورا "لیکن مجھ پر تمہاری یہ تکنیک کارگر نہیں ہوسکے گی۔ میں تمہارے ہاتھوں پہلے بھی چوٹ کھاچکا ہوں۔"

"لیکن اس وقت تو میں نے تمہارے ہاتھوں چوٹ کھائی ہے۔ تمہارے وعدے پر مجھے اعتبار کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ تم ایک وعدہ شکن آدمی ہو۔"

"میں اصول پسند بھی بہت ہوں۔ تم نے دیکھا نہیں میں نے ہیڈکوارٹر کی عمارت سے تمہیں کتنی آسانی سے نکل جانے دیا تھا۔"

"میں نے اندازہ کرلیا تھا کہ تم میرے خلاف کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اسی لیے میں تمہاری زد سے صاف بچ نکلا کیا تم اس کی داد نہیں دو گے۔"

"ضرور دوں گا" جوزف نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "اور یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ تم نے ہمارے خلاف اتنا کامیاب ایکشن کس طرح کرلیا۔"

"ناممکن سی بات لگتی ہے نا" میں مسکرایا "میں تمہیں ضرور بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ تم نے محض ایک رات کے اندر ہم لوگوں پر کس طرح ہاتھ ڈالا ہے۔"

"کیا زوردار بات پوچھی ہے چیف!" بڈ نے خوش ہوکر کہا "اگر اس بات کا صحیح جواب مل جائے تو بڈ کی پوزیشن تو صاف ہوہی جائے گی۔"

"یہ بات تم نے پہلے سے کس طرح فرض کرلی کہ تمہاری پوزیشن صاف ہوہی جائے گی" میں نے فیصلے لہجے میں کہا "ممکن ہے جوزف نے تمہاری غلطی سے ہی فائدہ اٹھایا ہو۔"

"ہرگز نہیں چیف!" بڈ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں بے حد محتاط تھا لہٰذا تم مجھے قصور وار مت ٹھہراؤ۔"

"سوال یہ ہے کہ جب میں نے تمہیں منع کیا تھا تو تم نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت کیوں کی؟"

"میں نے یہ کام اپنے رسک پر کیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔"

"تم لوگ کیا بکواس کر رہے ہو؟" جوزز نے ہمیں گھورتے ہوئے بڑی خشونت سے کہا۔

"یہ بکواس نہیں ہے" میں نے کہا "ہم یہ طے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تم ہم تک کس کی غلطی کی وجہ سے پہنچے۔"

"کسی کی غلطی کی وجہ سے بھی نہیں" جوزز نے کہا "یہ تو خوانشا انیٹلز کے سائنس دانوں کا کارنامہ تھا جس کی بدولت تم لوگوں کا سراغ مل گیا۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی مسٹر جوزز" میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"ہمارے سائنس دان ایک ایسا آلہ ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو مختلف اقسام کی بو ریکارڈ کر سکتا ہے۔"

"خوشبوؤں کو ریکارڈ کرنے والی بات سمجھ میں نہیں آئی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"دنیا بھر کے سائنس دان اس چکر میں ہیں مگر ہم یہ کارنامہ بہت پہلے کر چکے تھے مسئلہ یہ تھا کہ اس محفوظ خوشبو سے فائدہ کس طرح اٹھایا جائے۔ ابھی چند ہی روز قبل انہوں نے اس میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس میں اگر کوئی خوشبو محفوظ کر دی جائے تو وہ اس مخصوص خوشبو کو شناخت کر سکتا ہے۔ اور جزیرۂ مرگ پر تم تینوں کے جسموں کی خوشبوئیں بھی محفوظ کر لی گئی تھیں۔"

جوزز کے انکشاف نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان لوگوں نے اس حد تک پیش بندیاں کر رکھی ہوں گی۔

"شی گوراکے کی بگڑتی ہوئی صورت حال نے ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا اور اسی لئے مجھے خاص طور پر یہ آلہ دے کر بھیجا گیا تھا اور دیکھ لو کہ ہمارا یہ اقدام کس قدر کامیاب رہا؟؟"

جوزز کی باتیں سن کر صحیح معنوں میں میرے ہوش ٹھکانے آ گئے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ مجھے ماسٹر لی کو ان سے سیکھے میرے حیران کن کمالات کا بھرپور مظاہرہ کرنا پڑے گا بغیر بات نہیں بن سکتی تھی۔

"تم نے دیکھا ڈیف؟" بڈ نے چہک کر کہا "میری بات درست ثابت ہوئی نا۔"

"اب فلموں کا معمہ بھی حل کر دو۔ کلارا تو ان فلموں کے حصول کے لئے دیوانی ہوئی جا رہی تھی مگر تمہیں ان کی پروا نہیں تھی۔"

"کلارا کو ان فلموں کی اصلیت کا علم نہیں تھا۔ ان پر ایک ایسا خاص محلول لگا دیا گیا تھا کہ عام پروجیکٹر پر چلنے کی صورت میں وہ بالکل سادہ ہو جاتیں۔ جب تک وہ ایک خاص لینس پر سے گزر کر ان پر نہ پڑے ان سے کوئی کام نہیں اٹھایا جا سکتا اور عام روشنی ان کے لئے ان کو ضائع کرتی ہے۔ تم نے یقیناً انہیں دیکھ لیا ہو گا اب وہ فلمیں کام کی نہیں رہیں۔ ہم نے یہ احتیاطی تدبیر اس خیال سے اختیار کی تھی کہ اگر فلمیں غلط ہاتھوں تک پہنچ جائیں تو ان سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ اتفاقی تدبیر اس حد تک ہمارے کام آ جائے گی۔"

میں نے تحسینی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "تم لوگوں نے واقعی بہت ترقی کر لی ہے۔ تم سے مقابلہ کرنا آسان نہیں رہا۔"

"میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ تم نے ہمارے اس قدر مستحکم حفاظتی حصار کو کس طرح توڑا؟"

"کلارا کی مدد سے۔" میں نے بڑی سادگی سے کہا "اس نے ہمیں حفاظتی انتظامات کی نوعیت سے آگاہ کیا ورنہ تو میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔"

جوزز کے چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہو گئے۔ اس نے دفعتاً کلارا کو بالوں سے پکڑ کر بڑے زور سے دھکا دیا وہ چیختی ہوئی زمین پر گر گئی۔

"تو غداری کی مرتکب ہوئی ہے۔" اس نے دانت پیس کر کہا "تیری موت کے احکامات تو پہلے ہی جاری کر دیئے گئے تھے مگر اب تو تیرے ساتھ کسی رعایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ہم میں نے تمہیں علی کے چنگل سے رہائی دلائی اور تم مجھے ہی مار رہے ہو۔" کلارا نے کہا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جوزز بہرا ہو گیا ہو۔ پستول کے ٹریگر پر اس کی انگلی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ پھر اس نے ٹریگر پوری طرح دبا دیا اور ساتھ ہی کلارا کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔

کلارا ابھی تک بے کی طرح لوٹ رہی تھی اور جوزز اپنے ہاتھوں میں دبے پستول کا ٹریگر بار بار دبائے چلا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ بوکھلاہٹ سی طاری تھی۔ اسی دوران کلارا کی چیخیں تھم گئیں اور اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

"تم ہار گئے جوزز!" میں نے وننگ آواز میں کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارا امتحان لوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم امتحان میں فیل ہو گئے۔ اب میں سکون سے تمہارا آملیٹ بنا سکوں گا۔"

جوزز کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ کلارا اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بے یقینی سے پلکیں جھپکا رہی تھی۔ اسے اپنے بچ جانے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جوزز کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس ہلاک شعاعی پستول نے بار بار ٹریگر دبانے کے باوجود ایک بھی شعاع اگلنے سے انکار کر دیا ہے۔

"حیران ہونے کی بات نہیں ہے جوزز!" میں نے بڑے سکون سے کہا "تم ناعاقبت اندیش آدمی ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہارے مقابل کون ہے۔ تم بھول گئے کہ میرے مقابلے پر اولیو ہاورڈ جیسا مائی گرامی بدمعاش بھی نہیں ٹک سکا تھا۔ تم "مستقد" اس زعم میں رہے کہ مجھ پر قابو پا لو گے اور تمہاری یہی خوش فہمی تمہیں لے ڈوبی۔ تم نے علی یار خان کے رتبے کو نہیں پہچانا مگر یہ پستول پہچان گیا اس لئے اس نے چلنے سے انکار کر دیا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میرے سامنے اسلحہ بے کار ہو جاتا ہے اس لئے تو میں آج تک بچا ہوا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو" جوزز نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی شخص کے سامنے اسلحہ بے کار ہو جائے۔ ضرور تم نے اس پستول کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی ہے۔"

"یہ پہلے سوچنے کی بات تھی جوزز" میں نے ایک قہقہہ لگا کر فاتحانہ انداز میں کہا "تمہیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ علی یار خان یوں مطمئن ہو کر بیٹھ جانے والوں میں سے نہیں ہے۔"

ساگا نے اپنے ہاتھ گرا دیئے تھے۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ صورت حال ابھی تک اس پر پوری طرح واضح نہیں ہو سکی ہے۔ کلارا کی سمجھ میں بات بیٹھ چکی تھی اور ڈیف اور بڈ تو پہلے ہی سے آگاہ تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ جوزز کو اپنا انجام نظر آنے لگا تھا۔ اس نے مجھ سے تعاون کا جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کرنے کے بعد وہ کسی بھی رعایت کا مستحق نہیں رہا تھا۔ اسے بخوبی اندازہ تھا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ پہلے سے طے شدہ اسکیم کے تحت ہوا تھا اور جوزز میرے بچھائے ہوئے جال میں بری طرح پھنس گیا تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ جوزز جان پر کھیل کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔ وہ خود بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسی کوئی کوشش خودکشی کے مترادف ہو گی لیکن میرے چنگل میں پھنسنے سے بہتر تو یہی تھا کہ وہ خودکشی کر لیتا۔ یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ میں اس پر بدترین تشدد کروں گا اور میرے تشدد سے بچنے کا یہی راستہ تھا کہ وہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے خواہ اس کوشش میں مارا ہی کیوں نہ جائے۔

لیکن اس قسم کی کوئی کوشش کرنا بھی آسان نہیں تھا۔ کوشش کرنا تو شاید آسان ہوتا لیکن ایسی کوشش جو اگر ناکام ہو تو اس کی موت کی صورت میں ہو، یہ بہت مشکل تھا۔ وہ مسلح ہوتا تو اس کا کام آسان ہو جاتا۔ اب ایک نہتا آدمی کیا کرتا؟ واحد صورت یہی تھی کہ وہ پہلے کسی شخص سے اسلحہ چھینے پھر اس کے زور پر اگلا قدم اٹھائے۔ مشکل یہ تھی کہ اس کمرے میں کسی کے پاس بھی اسلحہ نہیں تھا۔ کمرے کے باہر متعین ساگا کے آدمی البتہ مسلح تھے اور جوزز کا پہلا ٹارگٹ وہی لوگ ہو سکتے تھے۔

میں نے جوزز کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے ایک لمحے کے اندر اندر پورا تجزیہ کر لیا۔ اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ پوری طرح میری نظر میں تھا۔ کمرے میں بوجھل سکوت طاری ہو گیا تھا۔ ہر ایک کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں۔ جوزز کے بارے میں فیصلہ مجھی کو کرنا تھا لہٰذا سب میرے اشارے کے منتظر تھے۔ جوزز کو بھی اندازہ تھا کہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

اچانک جوزز میری طرف لپکا۔ میں پوری طرح تیار تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہ ہرگز مجھ سے بھڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ وہ تو مجھے ڈاج دے کر کسی طرح کمرے سے نکل جانے کے چکر میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے جھانسے میں آ جاؤں گا مگر ایسا نہیں ہوا چنانچہ جب اس نے دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی تو میں اس کی راہ میں مزاحم تھا۔

"تم اتنی آسانی سے فرار نہیں ہو سکتے جوزز!" میں نے اسے پوری قوت سے دھکیلتے ہوئے کہا اور وہ عقبی دیوار سے جا ٹکرایا۔ عقبی دیوار سے ٹکرا کر اس نے محض ایک لمحہ توقف کیا اور اسی ایک لمحے میں اس نے مجھ سے ٹکرانے کا

فیصلہ کرلیا۔ اس لئے کہ اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر دوبارہ حملہ آور ہوا تھا۔ یہ فیصلہ اسے بہت مہنگا پڑا۔ جس طاقت کے ساتھ اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا میں نے اسے اس کے خلاف استعمال کیا۔ میں نے ذرا سا ترچھا ہو کر اسے دونوں ہاتھوں سے دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ تقریباً اڑتا ہوا عقبی دیوار سے ٹکرایا۔ اس کے حلق سے کرب میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ خارج ہوئی اور وہ دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ وہ تشنجی انداز میں ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔ غالباً اس کی ریڑھ کی ہڈی پر کاری ضرب آئی تھی۔

"بہت خوب علی" ساگا نے بے ساختہ کہا "تم نے چشم زدن میں اس ملعون کے کس بل نکال دیئے۔"

"اس قسم کے کرتب دکھانے میں چیف کا کوئی ثانی نہیں ہے" بڈ نے فخریہ لہجے میں کہا گویا یہ کارنامہ اس نے خود سرانجام دیا ہو۔

"اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے ساگا" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا "یہ رب ذوالجلال کی قدرت ہے کہ اس نے مجھے ان لوگوں کے لئے قہر بنا دیا ہے۔"

جوزر پر بدستور تشنجی کیفیت طاری تھی اور وہ شدید کرب میں مبتلا نظر آ رہا تھا۔ ریڑھ کی ہڈی کی چوٹ برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔

"دو دن کے اندر یہ تیسرا موقع ہے جوزر کہ تم نے میرے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔ اب بھی اگر تمہارے دل میں کوئی حسرت ہے تو [illegible]"

جوزر کوئی جواب دیئے بغیر تڑپتا رہا۔ اس کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس چوٹ سے اس کے حواس نہ متاثر ہو جائیں۔

"اس کے لئے میڈیکل ایڈ کا بندوبست کرو ساگا" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ وہ جوزر کے نزدیک جانے کے لئے بے چین تھی۔

"اس کے قریب مت جانا" کلارا کے منہ سے اضطراب کے عالم میں نکلا۔

تہذیب نے تو کلارا کی ان سنی کر دی مگر میں نے مسکرا کر کلارا کی طرف دیکھا "شکریہ" میں نے کہا "تمہیں برے اور بھلے کی تمیز تو پیدا ہوئی۔"

کلارا کی نظریں جھک گئیں۔ وہ بے حد پشیمان نظر آ رہی تھی۔ تہذیب جوزر کے اوپر جھکی ہوئی تھی۔ ساگا اپنے آدمیوں سے ڈاکٹر کو بلانے کا کہہ رہا تھا اور بڈ یوں بے تعلقی کے ساتھ کھڑا تھا جیسے گرد و پیش کے کسی شے سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

"تمہیں بے فکر رہنا چاہئے کلارا" میں نے کہا "تہذیب جانتی ہے کہ میں بھرپور وار کرتا ہوں۔ جوزر ناکارہ ہو چکا ہے۔ اب یہ کسی کو نقصان پہنچانے کے قابل نہیں رہا۔"

"میں... میں شرمندہ ہوں" کلارا نے اٹک اٹک کر کہا "میں بھول گئی تھی کہ میں اسمگلرز سے ناتا توڑ آئی ہوں۔ اب وہاں میرے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"وہاں تمہارے لئے گنجائش ہو یا نہ ہو، میرے پاس تمہارے لئے ہمیشہ گنجائش رہے گی۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اس پر اب بھی قائم ہوں۔"

"لیکن میں تمہیں دھوکا نہیں دے سکتی علی!" کلارا نے جھجکتے ہوئے کہا "صیہونی مفادات سے غداری کرنا شاید میرے لئے ممکن نہ ہو۔"

"پروفیسر زارا کے احترام میں بھی نہیں" بڈ نے مضحکہ خیز سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"مجھے اپنی حماقت پر حیرت ہوتی ہے۔ کیسی کیسی مضحکہ خیز باتوں پر یقین کرلیا۔"

"یہ حقیقت تو بہرحال نہیں بدل سکتی کہ چیف نے ظلم سے..." بڈ نے کہنا چاہا مگر کلارا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"فضول باتیں مت کرو مسٹر بڈ!" اس نے ہاتھ اٹھا کر بے زاری سے کہا "تمہارے چیف کے بارے میں ہم ان باتوں سے بھی واقف ہیں جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی۔"

"اس سے بڑھ کر اور کیا بے عزتی ہوگی" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے فیصلہ کرلیا ہے چیف کہ اب تمہارے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کسی صیہونی تنظیم میں شمولیت اختیار کرنا ہی پڑے گی۔"

"[illegible] تمہیں بچانا ہر حال میں میری ذمے داری ہے" میں نے بڈ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کلارا سے کہا "میں تمہیں صیہونی مفادات سے غداری کرنے پر ہرگز مجبور نہیں کروں گا۔"

کلارا نے بے یقینی سے مجھے دیکھا "میں جانتی ہوں کہ تم بے حد چالاک ہو اور مخالف پر نفسیاتی حربے بھی آزماتے ہو۔"

"میں تمہیں کسی بات پر بھی مجبور نہیں کروں گا" میں نے خشک لہجے میں کہا "پہلے کی بات اور تھی مگر اب سب کچھ تمہارے سامنے عیاں ہے۔ میری طرف سے تم پر کوئی پابندی

نہیں ہے اگر چاہو تو مجھ سے علیحدہ بھی ہو سکتی ہو۔"

"ہاں ہاں، چیف بہت فیاض ہیں" بڈ نے سہلاتے ہوئے کہا "دشمنوں کی جاں بخشی کرنے میں تو خاص طور پر ان کا مقابلہ ملنا مشکل ہے۔"

"کبھی حالات کی نزاکت کو بھی محسوس کرلیا کرو" میں نے ناگواری سے کہا "کلارا ہماری دشمن ہرگز نہیں ہے۔"

"موقع ملنے پر تمہارے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہوں" کلارا نے کہا "یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ میں تمہارے کسی جال میں آ جاؤں گی۔"

"جب کبھی تم ایسی کوئی کوشش کروگی تو اس کا نتیجہ بھی خود ہی بھگتوگی" میں نے مسکرا کر کہا "جس طرح تم سے پہلے بہت سے لوگ بھگت چکے ہیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے ایک کوشش کی تھی" کلارا نے نہایت سکون سے کہا "لیکن مجھے تو کچھ بھی نہیں بھگتنا پڑا۔ تم تو اب بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو۔"

"میں اپنے کسی بھی عہد کا پاس کرنے کے لئے انتہائی حد تک چلا جاتا ہوں لیکن تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ تم نے کچھ دیر قبل میرے خلاف جو قدم اٹھانے کی کوشش کی تھی اس کے نتیجے میں کچھ نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں تمہیں جتنے بڑے ذہنی صدمے سے گزرنا پڑا ہے اتنے بڑے صدمے سے شاید ہی تم آئندہ کبھی گزرو۔ یہ بات یقینی ہونی چاہئے تھی کہ مجھے گرفتار کرانے کے صلے میں نہ صرف تمہاری جاں بخشی کردی جاتی بلکہ تمہاری گزشتہ حیثیت بھی بحال کردی جاتی مگر اس کے بالکل برعکس ہوا۔ تمہارا جرم ناقابل معافی قرار پایا۔ تمہارا بڑے سے بڑا کارنامہ بھی اس جرم کا داغ نہیں مٹا سکتا... کیا تم اس سے بھی زیادہ کچھ بھگتنا چاہتی ہو؟"

کلارا نے چپ سادھ لی۔ اس کے پاس میری بات کا کوئی جواب تھا بھی نہیں۔ میں نے بھی اس سے جواب پر اصرار نہیں کیا اور جوزر کی طرف متوجہ ہو گیا جس کے نزدیک اب ایک ڈاکٹر نظر آ رہا تھا۔ اس نے ابھی ابھی جوزر کو ایک مسکن انجکشن لگایا تھا جس کے نتیجے میں جوزر حواس سے بیگانہ ہو گیا تھا۔

"کیا خیال ہے ڈاکٹر!" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "چوٹ زیادہ خطرناک تو نہیں ہے؟"

"ایکسرے کئے بغیر میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتا" ڈاکٹر نے کہا "لیکن اگر ریڑھ کی ہڈی پر شدید ضرب آ جائے تو پھر اس کا ٹھیک ہونا تقریباً محال ہی ہوتا ہے۔"

"مجھے اس کے ٹھیک ہونے یا نہ ہونے سے کوئی غرض نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "ہمیں تو اس سے بس چند باتیں معلوم کرنی ہیں اور اس کے بعد اسے دوسری دنیا کا ویزا پکڑا دینا ہے۔"

"تب تو فکر کی کوئی بات نہیں" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "چوٹ کی نوعیت ایسی بہرحال نہیں ہے کہ یہ مر جائے یا حواس سے ہی بیگانہ ہو جائے۔ یہ بہرحال زندہ رہے گا۔"

"کسی شخص کی زندگی ختم کردینے کا حتمی فیصلہ کرتے ہوئے میں نے تمہیں کم ہی دیکھا ہے" تہذیب نے آہستگی سے کہا۔

"اب بہت زیادہ دیکھا کروگی" میں نے ہنس کر کہا "مجھے احساس ہو گیا ہے کہ درندوں کو آزاد چھوڑ دینا بجائے خود ایک ظلم ہے اور آئندہ میں کوشش کروں گا کہ اس جرم میں ملوث نہ ہونے پاؤں۔"

"تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے علی!" ساگا نے کہا "یہ لوگ واقعی درندے ہیں اور ہرگز کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔"

ڈاکٹر اپنا سامان سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا "اسے تین سے چار گھنٹے کے اندر ہوش آ جائے گا۔ اس وقت مجھے دوبارہ بلوا لیجئے گا۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں اسے دافع درد انجکشن لگا رہا ہوں گا۔"

"میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا علی!" مادام کلارا نے کہا۔ وہ خاصی تھکی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر بھی چکا اور تمہیں سنا بھی چکا... اب تو یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"میں اس وقت بے بس اور پوری طرح تمہارے قبضے میں ہوں۔ تم مجھے جو سزا دینا چاہو دے سکتے ہو لیکن جو سلوک تم میرے ساتھ کر رہے ہو وہ تمہاری روایات کے خلاف ہے۔"

کلارا کی بات سن کر میرے علاوہ تہذیب اور بڈ بھی حیران رہ گئے "معاف کرنا تم بے حد احسان فراموش خاتون معلوم ہوتی ہو" بڈ نے کہا "چیف نے تمہیں معاف کردیا... اس سے زیادہ تمہیں کس بات کی تمنا ہے؟"

کلارا نے ایک طویل سانس لی "اس قسم کے کھیل ہم نے بھی بہت کھیلے ہیں" اس نے کہا "مگر تمہاری بات اور ہے۔ ہم لوگ تو شقی القلب ہیں جبکہ علی کی نرم دلی مشہور ہے۔"

"تمہیں شاید یقین نہیں آ رہا کہ میں تم سے کسی قسم کا انتقام نہیں لوں گا" میں نے کہا "اور یہ بہت اچھا ہوا کہ

تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا۔ اس طرح تمہیں یہ اندازہ کرنے میں تو مدد ملے گی کہ تم لوگ اپنے شکاروں کے ساتھ جس قسم کا سلوک کرتے ہو اس سے ان پر کیا گزرتی ہوگی" میرا لہجہ خاصا تلخ ہو گیا "اس قسم کا سلوک کرنا انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے کہ نہیں؟"

کلارا نے سر جھکا لیا۔ اس کے ہر انداز سے شکست خوردگی ظاہر ہو رہی تھی۔ ساگا سخت حیران نظر آ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں میرا رویہ نہیں آ رہا تھا۔

"جونز کو سخت نگرانی میں رکھنے کی ضرورت ہے ساگا" میں نے کہا "توقع تو نہیں ہے کہ اب یہ جدوجہد کے قابل رہ گیا ہو مگر احتیاط اچھی چیز ہے۔"

"بے فکر رہو" ساگا نے مسکرا کر کہا "تم سے زیادہ اس کی فکر مجھے ہے۔ یہ اگر فرار ہو گیا تو ہمارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔"

"اس کے ہوش میں آنے تک ہم اپنی نیند پوری کر سکتے ہیں" میں نے کہا "سونا بھی تو آدمی کی ضرورت ہے۔"

"تم لوگ آرام کرو" ساگا نے سہلا کر کہا "اب میں ہر قسم کے معاملات خود سنبھالتا ہوں۔"

ہم اپنی عارضی قیام گاہ پر پہنچ گئے جہاں ہماری رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ کلارا بھی ہمارے ساتھ تھی مگر اس کا انداز قیدیوں جیسا تھا۔

"کلارا کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو میرے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہوگا" سونے سے قبل میں نے کلارا کے سامنے ہی ساگا سے کہا "اگر یہ کہیں جانا چاہے تو اسے روکا نہ جائے اور اس کی ہر خواہش کا احترام کیا جائے۔"

پھر میں چار گھنٹے کے لئے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ چار گھنٹے کی نیند میرے لئے بہت تھی۔ سو کر اٹھا تو بالکل تازہ دم تھا۔ نہا دھو کر میں خود کو بے حد ہشاش بشاش محسوس کرنے لگا۔

"جونز کی ریڑھ کی ہڈی میں بال پڑ گیا ہے" ساگا نے مجھے بتایا "وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہے۔ ممکن ہے زندگی بھر کے لئے اپاہج ہو جائے۔"

"ہو جانے دو" میں نے بے پروائی سے کہا "بلکہ اسے اپاہج ہی رہنا چاہئے۔ یہ لوگ درندے ہیں۔ ان پر رحم کھانا بجائے خود ظلم ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی تم سے متفق ہوں مگر سوال یہ ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی کیوں نہ حاصل کر لیا جائے۔"

"اس لئے کہ مجھے اس سے چند اہم باتیں معلوم کرنی ہیں۔ اس کے بعد وہ ہمارے لئے بے کار ہو جائے گا۔"

"وہ تو اس قابل بھی نہیں رہا کہ اس پر تشدد کیا جائے" ساگا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "بلکہ وہ تو بول بھی نہیں سکتا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "تم دیکھنا میں اس صورت حال سے کس طرح فائدہ اٹھاتا ہوں" میں نے کہا "بتاؤ کہ اس وقت اس کی حالت کیسی ہے؟"

"وہ پین کلرز کے زیر اثر ہے۔ جیسے ہی انجکشن کا اثر ختم ہوتا ہے اس کی تکلیف عود کر آتی ہے۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی "اور کلارا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ یہاں سے چلی گئی تھی لیکن تھوڑی ہی دیر میں واپس آ گئی۔ تمہاری ہدایت کے بموجب نہ اسے جانے سے روکا گیا اور نہ واپس آنے سے۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ کلارا آ گئی۔ اندر داخل ہونے سے قبل اس نے اجازت طلب کی تھی اور بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے کلارا؟" میں نے نرمی سے پوچھا "تمہیں یہاں کوئی تکلیف پہنچی ہے؟"

کلارا نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا۔ وہ حزن و ملال اور افسردگی سے بھرپور نگاہ تھی جو اس نے مجھ پر ڈالی تھی۔ اس نے دوبارہ نگاہ جھکا لی۔

"گزشتہ چند گھنٹے میں نے بڑے کرب کے عالم میں گزارے ہیں علی!" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے اپنے بارے میں گمان تھا کہ کوئی شخص میری زبان نہیں کھلوا سکتا۔ میں سمجھتی تھی کہ میں ہر قسم کا تشدد برداشت کر سکتی ہوں لیکن آج مجھے معلوم ہوا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اپنے وطن کے لئے کئی مہمات سر انجام دینے کے باوجود میں اپنی مرضی کا کچھ بھی کرنے کی مستحق نہیں ہوں۔ میری ایک معمولی کوتاہی کی پاداش میں میری موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے گئے ہیں اور اب یہ وسیع و عریض زمین مجھ پر تنگ ہے۔ میں کہیں بھی جاؤں مجھے تلاش کر کے مار ڈالا جائے گا۔"

"میں تو تمہاری مدد کرنے کا خواہاں ہوں" میں نے ہمدردی سے کہا "اگر تم میری مدد قبول کرنے پر آمادہ ہو۔"

"تم ہمارے بدترین دشمن ہو۔ تم مسلمان ہو اور میں یہودی ہوں۔ تم فلسطین کے لئے کام کر رہے ہو جبکہ میں اسرائیل کو مضبوط کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں۔ ہم دونوں میں بعد المشرقین کا فرق ہے۔ اس کے باوجود جب مجھ پر برا وقت آیا تو تم نے میرا ساتھ دیا۔ تمہیں تو معلوم ہوگا کہ ہمیں تمہارے بارے میں خاص طور پر معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ میں سمجھتی تھی کہ ہمیں جو کچھ بتایا گیا سب درست ہے لیکن مجھے آج اندازہ ہوا کہ تمہارے بارے میں حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا۔ تم اتنے برے نہیں ہو جتنا ہمیں باور کرایا گیا ہے۔"

"اتنا برا نہیں ہوں مگر برا ضرور ہوں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں سنجیدہ ہوں علی! میں نے تمہارے خلاف جونز کا ساتھ دینے کی کوشش کی۔ تم اگر چاہتے تو میرے خلاف کچھ بھی کر سکتے تھے مگر تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔"

"تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ میں اپنے دشمنوں پر نفسیاتی حربے بھی آزماتا ہوں" میں نے معصومیت سے کہا "ممکن ہے یہ بھی میرا کوئی نفسیاتی حربہ ہو۔"

"یہ امکان نہیں حقیقت ہے" کلارا نے کہا "اور تمہارا نفسیاتی حربہ سو فیصد کارگر ثابت ہوا۔"

"اس کے باوجود بھی تم میری تعریفوں کے پل باندھنے سے باز نہیں آ رہیں" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ اس سے تو بہر حال بہتر ہے کہ کسی کی کھال اتار دی جائے! ہڈیاں توڑ دی جائیں اور اسے عمر بھر کے لئے اپاہج کر دیا جائے۔ میں نے تھوڑی سی دیر کے لئے غیر جانب دار ہو کر سوچنے کی کوشش کی تو میری کایا پلٹ ہو گئی۔ اب مجھ سے جانب دار ہو کر کچھ بھی نہیں سوچا جاتا۔ تم ایک مقصد کے لئے کام کر رہے ہو۔ تم بھی تشدد کر سکتے ہو مگر تم نے اس کے بجائے نرمی سے کام نکالنے کو ترجیح دی۔ اسکاٹ میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ کسی بھی یہودی تنظیم میں ایسا نہیں ہوتا کوئی بھی غالف ہاتھ لگ جائے تو اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔"

میں نے کلارا کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔ وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھی فرش پر نگاہیں جمائے بات کر رہی تھی۔ گفتگو کے دوران اس نے ایک آدھ بار ہی نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا ہوگا۔ ساگا قطعاً خاموش تھا۔ اس دوران میں نفیس اور بڈی بھی کمرے میں آ گئے تھے لیکن گفتگو کی نوعیت ایسی تھی کہ انہوں نے دخل اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"میری طرح تم بھی ایک مقصد کے لئے کام کر رہی ہو کلارا! اور جب آدمی کسی خاص مقصد کے لئے کام کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی جس مقصد کے لئے کام کر رہا ہے اسے صحیح سمجھتا ہے۔ تمہاری نظر میں اسرائیل کا قیام ناگزیر ہوگا۔ اس کی مضبوطی کے لئے کام کرنا درست ہوگا۔ اسے طاقت بہم پہنچانے کی خاطر مظلوم اور بے گھر فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپوں پر بمباری کرنا جائز ہوگا تبھی تو تم اسکاٹ کے ساتھ منسلک ہو اور چونکہ اس وقت تم میرے رحم و کرم پر ہو اس لئے بھی تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ہاں کبھی آزادانہ ماحول میں ملاقات کا موقع ملا تو اس موضوع پر گفتگو رہے گی لیکن اس وقت کچھ کہنا تمہیں اکسانے کے مترادف ہوگا اور میں کسی کو اکسانا پسند نہیں کرتا۔ رہی یہ بات کہ تمہارے اپنے ساتھیوں نے تمہیں رد کر دیا ہے تو یہ اپنے کاز سے منحرف ہونے کا کوئی معقول بہانہ نہیں ہے۔ یہ حادثہ مجھ پر بھی گزر چکا ہے۔ میرے اپنے میرے خلاف ہو گئے تھے۔ تو کیا میں اپنے مشن سے منہ موڑ لیتا۔ نہیں مائی ڈیئر کلارا! ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ جب میں جانتا ہوں کہ میں حق پر ہوں، مجھے معلوم ہے کہ میں جو قدم اٹھا رہا ہوں وہ غلط سمت میں نہیں اٹھا رہا تو چاہے ساری دنیا میرے خلاف ہو جائے مگر میری جدوجہد میں کمی نہیں آئے گی۔ میری توانائیاں اس مشن کے لئے ہیں جسے میں درست سمجھتا ہوں اور ہمیشہ اس کے لئے وقف رہیں گی۔ تمہارے لئے بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ بد ظن ہونے کے بجائے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور اپنے مشن سے روگردانی مت کرو۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی! تم مجھے اپنے خلاف کام کرنے کی دعوت دے رہے ہو؟"

"میں ہر کام فرض سمجھ کر کرتا ہوں کلارا! اس وقت میں تمہیں جو تلقین کر رہا ہوں وہ اس وقت کی ضرورت ہے۔ جب تم ایک حریف کی صورت میں میرے مقابل آؤ گی تو میرا رویہ اور لب و لہجہ مختلف ہوگا۔"

"تم ایک اصول پسند آدمی ہو علی!" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تمہاری اصول پسندی اور صاف گوئی ہی نے مجھے متاثر کیا ہے اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوئی ہوں کہ آیا جو کچھ میں کرتی رہی ہوں وہ درست تھا بھی کہ نہیں؟"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم جو فیصلہ بھی کرو خوب سوچ سمجھ کر کرو۔

"میں فیصلہ کر چکی ہوں علی!" کلارا نے تیزی سے کہا "اور میرا یہ فیصلہ کسی قسم کی جذباتیت کا نتیجہ نہیں ہے۔"

"تم نے کیا فیصلہ کیا ہے کلارا!" تہذیب نے کہا "کیا تم ہمارے مشن میں شریک ہونا چاہتی ہو؟"

"نہیں" کلارا نے نفی میں سر ہلایا "میرے اپنے ساتھی میری جان کے دشمن ہو رہے ہیں لہٰذا تم لوگوں کا ساتھ دینا میری مجبوری ہے۔"

"یہ... کوئی فیصلہ تو نہ ہوا کلارا!" تہذیب نے مایوسانہ انداز میں کہا "یہ تو ایک مجبوری ہوئی اور جس قسم کی مجبوری سے تم دوچار ہو اس میں تو یہ فیصلہ کوئی بھی کر سکتا تھا۔"

"میں نے خود کلارا سے وعدہ کیا تھا تہذیب کہ میں اسمگلرز کے خلاف اس کی مدد کروں گا" میں نے کہا "لہٰذا میں کلارا کا یہ فیصلہ قبول کرنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"خواہ وقت گزرنے کے بعد یہ تمہارے خلاف کام کرتی نظر آئے" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"چھوٹی باتیں مت کیا کرو بڈ! اور ہمارے خلاف کام کرنے والے کم ہیں کیا جو ایک کا اضافہ ہونے سے ہم خوف زدہ ہوتے پھریں۔"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں" کلارا نے غصیلی آواز میں کہا "اور پھر یہ امکان بھی نہیں ہے کہ آئندہ کبھی میں یہودی کاز کے لئے کام کروں گی۔"

"تھوڑی دیر قبل تم نے ہمارے خلاف جوزز کی جو مدد کرنے کی کوشش کی تھی اسے کس خانے میں فٹ کیا جائے" بڈ نے اس کے لہجے سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔

"فضول باتوں میں الجھنے سے گریز کرو بڈ!" تہذیب نے بڈ کو سرزنش کی "جب ایک فیصلہ ہو چکا تو اب اس پر جرح کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"میں نے تو سنا تھا تم بہت عقل مند ہو مگر تم تو نہایت بے وقوفی کی باتیں کرتے ہو" کلارا بولی "اس وقت میرا رد عمل جائز تھا۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ ایک صاحب ایڈم ڈی فلوک بنے ہوئے تھے۔ ایک پروفیسر زارا تھے اور ایک ریتا سالومن تھیں۔ جب اچانک ان کی حقیقت کھلی تو میرا رد عمل اور کیا ہوتا؟ کیا تمہارے خیال میں میرا رد عمل کچھ اور ہونا چاہئے تھا۔"

بڈ بغلیں جھانکنے لگا اور میں نے کہا "اسی لئے کہتا ہوں کہ بولنے سے قبل سوچ لیا کرو۔ اس حوالے سے تم نے جو طنز بھی کیا تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کلارا کو ہرگز معاف نہ کرتا لیکن جو کچھ اس نے کیا تھا۔"

"چلو کوئی بات نہیں" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا "ہر ایک سے غلطی ہو جاتی ہے۔"

"بہتر ہوتا کہ مزید باتیں کھانے کی میز پر کی جائیں" ساگا نے کھنکار کر کہا اور ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

کوئی دو گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ جوزز کو ہوش آ گیا۔ ڈاکٹر نے اسے دوسری بار بے ہوشی کا انجکشن دیا تھا۔

"اگر جوزز کا سامنا کرنے میں کوئی تردد نہ ہو تو ہمارے ساتھ چل سکتی ہو" میں نے کلارا سے کہا۔

"تردد کس بات کا" کلارا نے کہا اور ہمارے ساتھ اس مقام پر پہنچ گئی جہاں جوزز کو رکھا گیا تھا۔ انجکشن کا اثر ختم ہو جانے کے باعث جوزز کے چہرے پر کرب کے آثار آ رہے تھے۔ وہ ایک چوبی تخت پر دراز تھا۔

"کیا حال ہیں جوزز!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھ پر حملہ کیا تھا یہ اسی کا نتیجہ ہے۔"

"مجھے شدید تکلیف ہو رہی ہے" جوزز نے کہا "مجھ پر طنز مت کرو۔"

"فارسی میں کہتے ہیں خود کردہ را علاجے نیست۔ تم فارسی کیا جانو... تم تو جواب میں یہی کہہ سکتے ہو: یار من ترکی و من ترکی نمی دانم... مگر یہ کہنے کے لئے بھی فارسی جاننا ضروری ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔"

"پانی" میری باتوں کے جواب میں جوزز نے نحیف آواز میں کہا۔ میرے اشارے پر ساگا نے اپنے ایک آدمی سے پانی لانے کو کہا اور مجھے افسوس ہونے لگا۔ تکلیف شاید ناقابل برداشت تھی۔ وہ سوچنے سمجھنے سے معذور ہو گیا تھا اور اس صورت حال کا تدارک کرنا ضروری تھا ورنہ جوزز سے معلومات کیسے حاصل ہوتیں۔

"تکلیف کی شدت اس کے حواس پر اثر انداز ہو رہی ہے" میں نے ڈاکٹر سے کہا "اور مجھے اس سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"معاملہ ریڑھ کی ہڈی کا ہے مسٹر علی! اس کا علاج کسی بہت بڑے اسپتال میں تو ممکن ہے اس کا ... لیکن میں تو یہ بھی نہیں کر سکتا۔"

"میں تم سے اس کا علاج کرنے کو کب کہہ رہا ہوں" میں نے قدرے جھنجلا کر کہا "وقتی طور پر اسے سکون پہنچانے کے لئے کوئی ٹیبلیٹ دو۔"

"نہیں مسٹر علی!" ڈاکٹر نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا "آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ یہ ٹیبلیٹ نگل نہیں سکے گا۔ ... بھی صرف اس صورت میں لی سکتا ہے جب کہ اس ... میں پانی نکالا جائے۔ ریڑھ کی ہڈی پورے جسم کو بیلنس کرنے کے کام آتی ہے۔ اس کے کریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کے لئے ہلنا جلنا بھی ممکن نہیں رہا۔"

اپنی تمام تر مدہوشی کے باوجود جوزز نے ڈاکٹر کی بات سن لی بلکہ اس کا مفہوم بھی سمجھ لیا۔

"مجھ پر رحم کرو" وہ گڑگڑایا "مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کرو۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ مجھے زہر دے دو یا گولی مار دو۔"

"اسے درد زائل کرنے کے لئے انجکشن دو اور فوری ڈرپ لگانے کا بندوبست کرو" میں نے کہا۔ میری ہدایت پر ڈاکٹر نے جوزز کو درد دور کرنے کا انجکشن لگایا اور ڈرپ بھی اس کے ذریعے بھی لگا دی گئی۔ انجکشن نے فوری طور پر اثر دکھایا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے جوزز کے چہرے پر بکھرے ہوئے کرب کے اثرات غائب ہو گئے۔

"تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تم پوری طرح میرے رحم و کرم پر ہو" میں نے جوزز سے کہا "تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ تمہاری تکلیف کسی حد تک ناقابل برداشت ہے۔ ایسے میں عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔"

جوزز نے کلارا کی طرف دیکھا جو میرے نزدیک ہی کھڑی تھی "میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے کلارا پر ایک نظر ڈالنے کے بعد مجھ سے کہا۔

"وہ تو تم پہلے بھی تیار تھے" بڈ نے مضحکانہ لہجے میں کہا "لیکن موقع ملتے ہی تمہاری نیت میں فتور آ گیا۔ اگر تمہیں پھر موقع ملا تو تم پھر وہی کرو گے جو تم نے پہلے کیا تھا۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے بڈ!" کلارا نے کہا "یہ ایسا ہی ... ہے۔"

"اس نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے" میں نے کہا "اگر کلارا نے تمہارے شعاعی پستول سے بیٹری نہ نکال لی ہوتی تو تم اس وقت زندہ نہ ہوتے۔"

"اسی لئے میں ان لوگوں سے بدظن ہو گئی ہوں" کلارا نے بیزارانہ انداز میں کہا "یہ سب کے سب احسان فراموش ہیں۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کلارا کہ تم ان اسمگلروں کے مقاصد کے حصول کے لئے سخت بے تاب تھیں۔ کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ ان پر حفاظتی مسالہ لگایا گیا ہے۔"

"نہیں" کلارا نے نفی میں سر ہلایا "مجھے اس حقیقت سے بے خبر رکھا گیا ورنہ میں بھی اتنی جدوجہد نہ کرتی۔"

"اور تمہیں شروع سے ہی اس بات کا علم تھا؟" میں نے جوزز سے سوال کیا۔

"نہیں" جوزز نے نفی میں سر ہلایا "جب مجھے شی گورائے کا چارج لینے کا حکم ملا اس وقت یہاں کے بارے میں بریفنگ دی گئی تھی۔ اس سے قبل یہاں کے بارے میں کچھ بھی میرے علم میں نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے... مجھے اس بریفنگ سے آگاہ کرو جو تمہیں دی گئی تھی۔"

"اس بریفنگ کی ابتدا گوٹے بل میں رونما ہونے والے واقعات سے ہوئی تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ علی یار خان کو شخصیت کی تبدیلی کے بعد ایک مہم پر گوٹے بل بھیجا گیا ہے۔ نہ صرف وہ مہم ناکام ہوئی بلکہ جزیرہ مرگ بھی تباہ کر دیا گیا اور گوٹے بل میں بھی اسمگلرز کا صفایا کر دیا گیا۔ یہ بات یقینی ہو گئی کہ علی پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کارگر ثابت نہیں ہو سکا۔ چنانچہ شی گورائے سے دو ماہر افراد ہنگامی طور پر گوٹے بل روانہ ہو گئے جہاں انہوں نے علی یار خان کی کار کو بم سے اڑا دیا مگر وہ ہوشیار تھا اس حملے سے بچ گیا۔ اس کے بعد انسپکٹر جیمس ڈولے نامی ایک سرکاری اہلکار نے ان دونوں کی مدد کی... مدد کیا کی بلکہ انہیں دھوکا دیا اور اسمگلرز کو مزید نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے بعد شی گورائے میں ریتا سالومن نمودار ہوئی جو فالکن نامی گروہ کی سربراہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور دوسری طرف ایڈم ڈی فلوک نامی ایک شخص اسمگلرز کی مدد کرتا ہے۔ اسمگلرز کے معاملات میں حیرت انگیز حد تک دخیل ہو جاتا ہے" جوزز نے ایک لمحے کے لئے رک کر کلارا پر نگاہ ڈالی پھر از سر نو سلسلہ کلام جوڑا "مجھے بتایا گیا کہ ایڈم ڈی فلوک کی رسائی مادام کلارا کی خواب گاہ تک ہو گئی ہے۔ اسمگلرز کو گوٹے بل اور شی گورائے میں قدم قدم پر شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کلارا پر الزام تھا کہ اس نے ایک غیر متعلق شخص کو اپنے معاملات میں اس درجہ مداخلت کا حق کس طرح دیا؟ اس الزام کی بنا پر اس کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی اور مجھے حکم دیا گیا کہ فوری طور پر یہاں کا چارج لے کر معاملات سدھارنے کے لئے مناسب اقدامات کروں۔"

"تمہارے بیان میں کہیں اس آلے کا ذکر نہیں آیا جس کی مدد سے تم نے ہمیں شناخت کیا؟"

"اس کا نام اسمیل ڈیٹیکٹر (DETECTER)

(SMELL) سے وہ آلہ محض احتیاطاً میرے حوالے کیا گیا تھا تاکہ اگر تم ہمارے نزدیک آنے کی کوشش کرو تو بچ کر نہ جانے پاؤ۔"

"کیا اس بات کا شبہ تھا کہ ہم میں سے کوئی ٹی گورا سے میں موجود ہو سکتا ہے؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"نہیں" جوزنے کہا "لیکن تم لوگوں سے کبھی بھی اور کہیں بھی مڈبھیڑ ہونے کا امکان رہتا ہے اس لئے تمہارے خلاف ہمہ وقت الرٹ رہنے کا اصولی فیصلہ کر لیا گیا تھا۔"

"اب تو یہ بالکل سیدھا ہو گیا چیف!" بڈنے کہا "ہر سوال کا درست جواب دے رہا ہے۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہاری ہائی کمان میں کون کون لوگ شامل ہیں؟" میں نے پوچھا۔

جوزکے چہرے کے تاثرات محض ایک لمحے کے لئے تبدیل ہوئے تھے اور یہ تبدیلی بھی ایسی نہیں تھی جو آسانی سے نوٹ کی جا سکتی۔ غالباً میرا سوال اس کے لئے کچھ زیادہ ہی غیر متوقع تھا۔

"مجھ سے صرف وہ باتیں پوچھو جن کے جواب میں دے سکوں" جوزنے کہا۔

"تم تو مجھ سے تعاون کرنے کی باتیں کر رہے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اب تمہیں کیا ہو گیا؟"

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں لیکن جو بات میرے علم میں ہی نہیں ہے اس کا کیا جواب دوں گا۔"

"جھوٹ مت بولو جوز! مجھ سے واقف ہوتے ہوئے بھی تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مجھے دھوکا دینا کتنا مشکل کام ہے؟"

"میں... میں جھوٹ نہیں بول رہا" جوزنے مردار آواز میں کہا "تم کلارا سے معلوم کر سکتے ہو۔ ہائی کمان کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے" کلارا دھیمی آواز میں بولی "ہائی کمان کے معاملات بے حد خفیہ رکھے جاتے ہیں۔ شاید ہی کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"انجکشن کا اثر کتنی دیر تک رہے گا؟" میں نے ڈاکٹر کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"میرا اندازہ ہے کہ چار گھنٹے بعد انجکشن کا اثر زائل ہونا شروع ہو جائے گا۔"

"سن لیا تم نے" میں نے بلند آواز میں جوز کو مخاطب کیا "اس کے بعد تمہیں دوسرے ڈوز کی ضرورت پڑے گی جو میری اجازت کے بغیر نہیں دیا جائے گا۔"

"تم نے... تم نے تو کہا تھا کہ اگر میں نے تم سے [illegible] کیا تو تم مجھے کوئی تکلیف نہیں ہونے دو گے" جوزنے [illegible] اٹک کر کہا۔

"ہاں مگر خلاف ورزی کرنے میں پہل تم نے کی [illegible] پہلے میں نے سوچا تھا تم پر تشدد کروں گا مگر اب اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بس تمہیں انجکشن نہیں لگایا جائے گا۔ کمر کی تکلیف خود ہی تمہارا دماغ درست کر دے گی۔"

"یہ زیادتی ہے... تم مجھ سے وہ بات معلوم کرنا چاہتے ہو جو میرے علم میں ہے ہی نہیں... کلارا بھی اس بات کی تصدیق کر چکی ہے۔"

"تمہارے علم میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے... میں [illegible] سے ریجنل عرف موٹے ہاورڈ کا پتا اس لئے دریافت [illegible] کہ وہ تمہارے علم میں نہیں ہوگا۔"

"ہائی کمان کے بارے میں بھی مجھے کچھ نہیں [illegible]" جوزنے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔"

"میں نے طے کر لیا ہے کہ کلارا کو یہ تماشا بھی [illegible] دکھاؤں گا۔ میرا خیال ہے تم آدھے گھنٹے بھی کمر کی [illegible] نہیں جھیل سکو گے۔"

جوزنے خاصا واویلا کیا مگر میں نے ایک نہیں سنی [illegible] جا رہا ہوں جوز! جب تمہارا دماغ درست ہو جائے [illegible] بلوا لینا" میں نے کہا اور تیزی سے پلٹ کر باہر نکل آیا۔

"ممکن ہے جوز ہائی کمان کے بارے میں واقعی [illegible] جانتا ہو" تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"وہ کچھ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اسی سلوک کا مستحق [illegible] ساگا بولا "ملی کے احترام میں میں کچھ نہیں بولا ورنہ [illegible] تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیتا۔"

"تم بہت پر اعتماد نظر آ رہے ہو لیکن میں کہتی [illegible] ہوں کہ اس سے کسی قسم کی معلومات کے حصول کی [illegible] رکھنا۔ تمہیں مایوسی ہوگی" کلارا نے کہا۔

"درحقیقت میں اس سے کہیں زیادہ پر یقین ہوں [illegible] سمجھ رہی ہو" میں نے مسکرا کر کہا۔

کلارا مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی [illegible] نہیں آتا" وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

"چیف کے تو اندازے بھی بہت کم غلط ثابت [illegible] ہیں" بڈنے کہا "اور جس بارے میں انہیں یقین ہو [illegible] ہو ہی نہیں سکتا۔"

اس کے بعد چار گھنٹے ہم نے ادھر ادھر کی باتیں [illegible]

[illegible] الوقت اور کوئی کام بھی نہیں تھا۔

"تمہارے چار گھنٹے تو پورے ہوئے" تہذیب نے [illegible] "اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ تکلیف کتنی دیر برداشت کرتا [illegible] نے کہا "جب وہ زبان کھولنے کا ارادہ کرے گا تو [illegible] بلوا لے گا۔"

[illegible] خلاف توقع آدھے گھنٹے بعد ہی میرا بلاوا آ گیا "اتنی [illegible] وہ جلدی تو نہیں کہا سکتا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "[illegible] کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

ہم ایک بار پھر جوز کے پاس پہنچ گئے۔ اس کی ٹوٹی ہوئی [illegible] میں اگر تکلیف ہو بھی رہی ہوگی تو اتنی کم تھی کہ [illegible] اسے برداشت کر رہا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں بلوایا ہے جوز!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "میں نے تم سے کہا تھا جب زبان کھولنے کا ارادہ کر لو تب مجھے بلوانا۔"

"میں... میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے فیصلے پر نظرثانی کرو" جوزنے کراہ کر کہا "تم ایک غلط فہمی کے تحت مجھے کیوں ایذا پہنچانے کے درپے ہو۔"

"تمہیں تھوڑا بہت اندازہ تو ہو گا ہی کہ تمہاری تکلیف اگر بڑھی تو تمہارا کیا حشر کرے گی" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم... تم اگر مجھے اذیت سے ہی دوچار کرنا چاہتے ہو تو اور بات ہے لیکن تم اپنا شوق پورا کرنے کے لئے کوئی بہانہ کیوں بنا رہے ہو۔"

"مجھ میں اتنی اخلاقی جرأت موجود ہے ڈیئر جوز کہ جب میں تمہیں ایذا پہنچانا چاہوں گا تو یہ کہہ کر پہنچاؤں گا کہ تم اس کے مستحق ہو۔"

"مان جاؤ علی" جوز گھگھیایا "اس ایذا رسانی سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"تمہیں تو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہوا کرتا تھا" میں نے [illegible] لہجے میں کہا "تمہیں اس کا خیال کرنا چاہئے۔ یوں گڑگڑاتے ہوئے اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے ذرا اچھے نہیں لگ رہے۔"

"وقت نے تمہیں فاتح بنا دیا ہے تو تم میرے اوپر طنز کر کے میرے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہو۔"

"وقت کبھی یکساں نہیں رہتا ڈیئر جوز! کل تمہارا وقت تھا اور آج میرا وقت ہے۔ جب تمہارا وقت تھا تو تم نے [illegible] کا حکم صادر کر دیا تھا۔ اس وقت تم نے نہیں سوچا تھا کہ اگر وقت پلٹ گیا تو کیا ہوگا؟"

"جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا تم اسے دہرا سکتے ہو مگر یہ تو سراسر زیادتی ہے کہ بلا جواز کسی پر ظلم کیا جائے۔"

"نہیں یہ زیادتی نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو تم بھی فلسطین کے نہتے لوگوں پر بمباری نہ کرتے۔ تمہارے اس طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ ظلم کرنا بہت اچھی بات ہے۔ تو جب یہ اچھا کام تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تو تم اس پر شور کیوں مچا رہے ہو؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔"

جوزنے ایک بار پھر فریاد کرنا شروع کر دی۔ وہ بری طرح گڑگڑا رہا تھا۔

"یہاں ڈاکٹر موجود ہے جوز! میرا خیال ہے تمہیں انجکشن کی ضرورت محسوس ہونا شروع ہو گئی ہے۔ جب تکلیف ناقابل برداشت ہو جائے اور تمہیں انجکشن کی ضرورت محسوس ہونے لگے تو بتا دینا... لیکن خیال رہے کہ انجکشن تمہیں اسی صورت میں دیا جائے گا جب تم زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔"

جوزنے واویلا اور فریاد کا سلسلہ ایک بار پھر شروع کر دیا مگر میں نے اس کی طرف سے کان بند کر لئے تھے اور اپنے ساتھیوں کو بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی بیٹھ گیا تھا۔ کلارا مضطرب نظر آ رہی تھی۔ ساگا خوش تھا جبکہ تہذیب اور بڈ مطمئن تھے۔ انہیں بھی میری طرح یقین ہو گیا تھا کہ جوز کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہوگا۔

"بعض اوقات قدرت اس طرح مہربان ہوتی ہے کہ حیرت ہونے لگتی ہے" میں نے کہا "ہم خود سے لاکھ کوشش کرتے مگر جوز پر اس سے بہتر تشدد نہیں کر سکتے تھے۔"

"تم آرام طلب ہوتے جا رہے ہو چیف!" بڈنے کہا "اپنے تشدد سے کیا فائدہ جو خود بخود ہو رہا ہو۔"

"فائدہ یہ ہے کہ اب یہ اپنی زبان کھولنے پر مجبور ہو جائے گا۔" تہذیب نے کہا "تم کس قسم کے فائدے کی توقع کر رہے ہو؟"

"کوئی چیز خود بخود حاصل ہو جائے تو مزا نہیں آتا۔ ہاتھ پیر ہلا کر کچھ حاصل کرنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہ رہے ہو؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ جوز کو ملنے سے بھی تکلیف ہوگی... اگر تم اجازت دو تو میں اسے ہلا جلا تا رہوں؟"

"اگر تمہاری گردن اس کی گرفت میں آ گئی تو تم نے بچ کر نہیں نکل سکو گے" کلارا نے کہا "تم تو اس کے قریب بھی

مت جانا۔"

"وہ میری گردن توڑے گا اور چیف یہاں بیٹھے تماشا دیکھتے رہیں گے" بڈ نے برا سا منہ بنا کر کہا "کچھ تو عقل کی بات کیا کرو میڈم کلارا۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہی۔۔۔ اسے گردن توڑنے کا ماہر تصور کیا جاتا ہے۔"

"اس کی حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ خود ٹھیک سے ہل جل بھی نہیں سکتا گردن کیا توڑے گا۔"

"تمہیں اتنا ہی اعتماد ہے تو جاؤ تجربہ کر لو" کلارا نے کہا' اس کے لہجے سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

"میں تم سے نہیں چیف سے اجازت مانگ رہا تھا" بڈ نے فیصلے لہجے میں کہا "ہم لوگ اپنے چیف کے سوا کسی اور کی نہیں سنتے۔"

بڈ کی بات سن کر مجھے اور تہذیب دونوں کو ہنسی آ گئی۔ کلارا کی باتیں سن کر بڈ خوف زدہ ہو گیا تھا اور اب جوزف کے قریب جانے سے بچنے کے لئے میرا سہارا لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جب جوزف اور تمہارے چیف کی پہلی جھڑپ ہوئی تھی اسی وقت اس نے اس کی گردن ہی پکڑی تھی" کلارا بولی "یقین نہ آئے تو اپنے چیف سے پوچھ لو۔"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" بڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا "میں کیا دیکھ نہیں سکتا کہ چیف کی گردن صحیح سلامت ہے۔"

"اور صرف اسی لئے صحیح سلامت ہے کہ وہ تمہارے چیف کی گردن ہے۔۔۔ کسی اور کی گردن ہوتی تو کبھی گردن تو کہلاتی ٹوٹی ہوئی۔"

"تم خواہ مخواہ مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہی ہو۔ بڈ کسی سے نہیں ڈرتا۔ تمہاری کوشش ضائع ہو جائے گی۔"

کلارا کی کوششیں ضائع نہیں ہو رہی تھیں بلکہ رنگ لا رہی تھیں۔ بڈ بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا مگر اپنا خوف ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں تو صرف چیف کے اشارے کا منتظر ہوں۔ ادھر چیف نے اشارہ کیا اور ادھر میں نے جوزف کو ہلانا جلانا شروع کیا۔"

"تمہیں خطرے سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا" کلارا نے بے پروائی سے کہا "ویسے یہ بہادری تو ہرگز نہیں کہلائے گی کہ تم ایک ایسے شخص کو تکلیف پہنچاؤ جو ہلنے جلنے سے بھی معذور ہو۔"

"مجھے یوں لگتا ہے چیف جیسے مادام کلارا بڈ جوزف کو بچانے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

کلارا نے بڈ کو گھور کر دیکھا۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی اس سے قبل ہی تہذیب بول پڑی "یہ بہت بری بات ہے کلارا اب ہمارے ساتھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ تبصرہ کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہئے۔"

"بس پوری دنیا میں ایک بڈ کو ہی محتاط رہنا پڑتا ہے" بڈ نے جھنجھلا کر کہا "اور جس کا جو جی چاہے کرتا پھرے۔"

"من مانی کرنے کی اجازت تو خیر کسی کو بھی نہیں دی جا سکتی۔" تہذیب نے کہا "ہر ایک کے لئے کچھ حدود ضرور متعین ہوتی ہیں۔"

بڈ برا سا منہ بنا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جوزف نے دیر واویلا کرنے کے بعد چپ سادھ لی تھی۔ ساگا چپ چاپ اوٹ پٹانگ باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آ سکی تھی کہ زیادہ تر گفتگو دراصل جوزف کو سنانے کے لئے کی گئی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ خوف زدہ ہو جائے اور معلومات جلد از جلد فراہم کر دے۔

"تم دیکھ لینا جوزف تمہیں غلط سلط معلومات فراہم کرے گا۔" بڈ سے زیادہ دیر چپ نہیں رہا گیا۔

"اور تمہارے خیال میں میں اتنا احمق ہوں کہ تصدیق کئے بغیر اس کی باتوں پر یقین کر لوں گا" میں نے کہا۔

"یہ تو بنیادی اصول ہے بڈ کہ جب بھی اس طرح معلومات حاصل کی جاتی ہیں تو پہلے ان کی تصدیق کی جاتی ہے۔" تہذیب نے حیرت سے کہا "سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مستقل بے وقوفانہ باتیں کر رہے ہو۔"

"دراصل اس سے انتظار نہیں ہو رہا" میں نے کہا "یہ چاہتا ہے کہ ہر کام جلد از جلد ہو جائے۔ وہ بہت ذہین ہے۔"

"بس بس رہنے دو چیف! پہلے دل جلانے لگتے ہو۔ تم لوگوں نے بڈ کی بہت توہین کی ہے۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟" میں نے اسے کہا "کیا تمہیں جوزف پر تشدد کرنے کی اجازت دی جائے؟"

میرے منہ سے یہ الفاظ سن کر بڈ کے ہوش اڑ گئے۔ ہکلاتے ہوئے انداز میں بولا "مجھے کیا پڑی ہے کہ زبردستی تمہاری مرضی کے خلاف کچھ کروں۔" وہ باتیں سن کر خوف زدہ ہو گیا تھا اور جوزف کے قریب جانا نہیں چاہتا تھا [illegible]

"آخر تم میرے بہترین ماتحت ہو' تمہاری خوشی کی خاطر اپنے اصولوں سے رو گردانی بھی کر سکتا ہوں" میں نے بڑے پیار سے کہا۔

"میری خوشیوں کا خیال کرنے کے لئے بس یہی ایک حل رہ گیا ہے" بڈ نے بھنا کر کہا۔

"اب اس سے کچھ مت کہنا علی!" تہذیب نے تیزی سے کہا "یہ بدمعاشی کی گفتگو شروع کرنے والا ہے۔"

"تم لوگ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو" ساگا نے بے بسی سے کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"یہ تصوف کے معاملات ہیں ساگا! ہر ایک کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آتے۔"

"کس چیز کے معاملات ہیں؟" ساگا نے کہا' اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ قطعی نہیں سمجھ سکا تھا کہ تصوف کیا چیز ہوتی ہے۔

"میرا مطلب ہے یہ ہمارے آپس کے معاملات ہیں۔ ہمارے ساتھ رہو گے تو رفتہ رفتہ سب کچھ سمجھ میں آنے لگے گا۔"

ساگا کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی توجہ جوزف کی طرف مبذول ہو گئی تھی جس کے حلق سے کراہیں خارج ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ریڑھ کی ہڈی کا درد اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

اس بار اس کی تکلیف میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس کے ساتھ مشکل یہ تھی کہ وہ تڑپ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہلنے جلنے سے متاثرہ جگہ پر ٹیسیں اٹھنا شروع ہو جاتی تھیں اور درد میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہو جاتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے اندر اندر جوزف پسینے میں شرابور ہو گیا۔ اس کے چہرے کے نقوش تکلیف کی شدت سے بگڑ کر رہ گئے تھے۔ پسینہ دھاروں کی صورت میں بہہ رہا تھا۔

میں نے ڈاکٹر کو انجکشن تیار کرنے کا اشارہ کیا اور جب وہ انجکشن تیار کر چکا تو ہاتھ میں سرنج لے کر جوزف کے قریب آ گیا۔

"یہ تمہارے درد کا مداوا ہے جوزف" میں نے سرنج اس کی آنکھوں کے سامنے نچاتے ہوئے کہا "جب زبان کھولنے کا ارادہ ہو تو بتا دینا۔ تمہیں انجکشن لگا دیا جائے گا۔"

جوزف کے چہرے پر اتنی شدید تکلیف کے باوجود نفرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے اور اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس نے [illegible] کی کوشش بھی کی تھی مگر اسی وقت درد کی ایک تیز [illegible] اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو" میں نے سفاکی سے کہا "اگر تم زبان کھولنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم تمہیں یونہی مرنے کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

جوزف کے تڑپنے کا منظر دیکھنا آسان نہیں تھا اور اس کے لئے بھی یہ تکلیف زیادہ دیر چھپانا ممکن نہیں تھا۔ ہم اس پر کتنا ہی تشدد کیوں نہ کر لیتے' اسے اتنی اذیت نہیں پہنچا سکتے تھے جتنی اس تکلیف کے باعث ہو رہی تھی۔

پھر دس منٹ کے اندر اندر جوزف کی قوت برداشت جواب دے گئی اور اس نے زبان کھولنے کے لئے رضامندی ظاہر کر دی۔ میرے اشارے پر ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر اسے درد زائل کرنے والا انجکشن لگایا۔ انجکشن لگنے کے چند منٹ کے اندر اندر جوزف نے پرسکون ہونا شروع کر دیا پھر اس کی کرب ناک چیخیں تھم گئیں۔ اب وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ اس کا پورا لباس پسینے میں تربتر ہو رہا تھا۔

"تم نے عقل مندانہ فیصلہ کیا جوزف!" میں نے اس کے قریب جا کر کہا "تمہاری جو تھوڑی بہت زندگی رہ گئی ہے اسے تکلیف میں کیوں گزارو۔"

"میں نے۔۔۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی مجھے اپنے بدترین دشمن سے تعاون بھی کرنا پڑے گا۔"

"زیادہ سوچا نہیں کرتے' ہوتا یونہی ہے۔ لہٰذا تم اس چکر میں مت پڑو اور ہائی کمان کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کرو۔"

"تم۔۔۔ تم ہائی کمان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے کیا کرنا چاہتے ہو؟" جوزف نے کہا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اب بھی معلومات فراہم کرنے سے گریزاں ہے۔

"میں تمہاری ہائی کمان کی دعوت کروں گا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "افسوس اس وقت تک تم زندہ نہ رہو گے۔ اگر زندہ رہے تو تمہیں بھی دعوت میں ضرور شریک کروں گا۔"

"تم۔۔۔ مجھے بتاؤ' ہائی کمان کے بارے میں تم کیا جاننا چاہتے ہو؟" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"جب تم ہائی کمان کا لفظ استعمال کرتے ہو تو اس سے تمہاری کیا مراد ہوتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

جوزف نے شاید پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا اس لئے کہ میرے سوال کا جواب اس نے فوراً دیا "ہائی کمان کا لفظ موشے باورز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"بہت خوب" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "معلوم ہوتا ہے ابھی دماغ ٹھکانے نہیں آئے' ابھی اتنی روانی سے جھوٹ

بول رہے ہو۔"

"اب میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں" اس نے بے بسی سے کہا "اس لفظ کا استعمال صرف اسی کے لئے ہوتا ہے۔"

"اپنی یادداشت پر زور دو جوزز! ممکن ہے تمہیں یاد آجائے کہ باقی کمان میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ موشے باورڈ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہوں مگر ان سے کبھی میرا واسطہ نہیں پڑا" جوزز نے کہا "اپنی معلومات کی حد تک تو میں سچ ہی بول رہا ہوں۔"

"تب تو تمہیں ڈوب مرنا چاہئے جوزز!" میں نے کہا "اس لئے کہ تم سے زیادہ معلومات تو مجھے ویسے ہی حاصل ہیں۔"

"تم پر کوئی پابندی نہیں ہے جبکہ ہمیں کچھ حدود کے اندر رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔"

"اچھا یہی بتا دو کہ تمہارے موشے باورڈ صاحب سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں جانتا" جوزز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یقین نہ آئے تو کلارا سے پوچھ لو۔"

"کسی اور کو بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت میری اور تمہاری گفتگو ہو رہی ہے اور تمہارا موقف یہ ہے کہ تم سپرا لنگز کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

میرے منہ سے سپرا لنگز کا لفظ سن کر جوزز چونک پڑا "سپرا لنگز کے بارے میں تمہیں کلارا نے بتایا ہو گا؟"

"میں نے کہا نا کہ کسی اور کو بیچ میں لانے کی کوشش مت کرو۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں تمہارے سپرا لنگز سے واقف نہیں ہوں؟"

"لنگز کا کوئی غدار ہی تمہاری معلومات کا ذریعہ بنا ہے" جوزز نے نفرت سے کہا۔

"یعنی تم اعتراف کر رہے ہو کہ سپرا لنگز سے واقف ہو؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔۔۔ اور تمہیں یہ بھی چیلنج کر رہا ہوں کہ تم میری زبان سے ان کے لئے ایک لفظ بھی نہیں نکلوا سکو گے۔"

"تم پھر بہک رہے ہو جوزز! تم بھول رہے ہو کہ مجھ سے تعاون نہ کرنے کی صورت میں تمہیں تڑپ تڑپ کر جان دینی پڑے گی۔"

"چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن میں ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتا جس سے لنگز کو نقصان پہنچے۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو ۔۔۔ لنگز کو نقصان پہنچانے کے لئے مجھے کسی سے معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ مجھے یہی کرنا ہوتا تو کرتا رہتا۔ جزیرۂ مرگ کوٹے ال میں لنگز کے ایجنٹوں کا صفایا ہوا اور اس کے یہاں تک پہنچ کر راستے میں لنگز کو بے پناہ نقصان پہنچا۔ اب میں چاہوں تو لنگز کو دیگر ممالک میں اسی طرح نقصان پہنچا رہا ہوں۔ مجھے کون روکے گا؟"

"پہلے تم مجھے بتاؤ کہ تم سپرا لنگز کے بارے میں کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"اس لئے کہ میں اس جنگ و جدال سے تنگ آچکا ہوں اور مفاہمت کی کوئی راہ نکالنا چاہتا ہوں۔"

جوزز نے بے اعتباری سے مجھے دیکھا "مجھے بے وقوف بناؤ علی! یہ مقصد تو تم کسی طرح بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

"اس مقصد کے حصول کے لئے تمہارے ذہن میں کوئی متبادل طریقہ ہو تو بتاؤ۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔"

"تم موشے باورڈ سے مذاکرات کر سکتے ہو۔۔۔ میں تمہیں ان سے بات کرنے کے لئے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی فراہم کر سکتا ہوں۔"

"میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتا" میں نے کہا "ایک عیار قوی ہے۔ طاقت اس کا دین ایمان ہے۔ وہ مفاہمت کی راہ اپنانے کے بجائے مجھے زیر کرنے کے چکر میں پڑ جائے گا۔"

"تمہاری بات قرین قیاس ہے" جوزز نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا "لیکن سپرا لنگز سے بات کر کے بھی کوئی نتیجہ تو بہرحال نہیں نکلے گا۔"

"میں نتیجہ نکال لوں گا۔ تم اس کی فکر مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ پانچوں سپرا لنگز اگر متفق ہو جائیں تو ریگال بس ہو جائے گا۔"

"جس طرح تمہیں موشے باورڈ کی طرف سے دھوکے کا اندیشہ ہے اسی طرح وہ پانچوں بھی تمہیں دھوکا دے سکتے ہیں؟" جوزز نے کہا۔

"میں انہیں یہی تو سمجھاؤں گا کہ اس قسم کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے ہی لنگز اور دیگر صیہونی تنظیموں کو ہمیشہ نقصانات اٹھانے پڑے ہیں اور اگر وہ میرا پیچھا چھوڑ دیں تو اس میں انہی کا بھلا ہے۔"

جوزز ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا "تمہاری باتیں ٹھیک لگتی ہیں" اس نے کہا "میرا خیال ہے وہ لوگ مان جائیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے صرف ایک کے بارے میں علم ہے۔"

"ایک بھی بہت ہے" میں نے خوش ہو کر کہا "اس ایک کے ذریعے باقی چار سے بھی رابطہ ہو جائے گا۔"

"میں بہت خطرناک حرکت کر رہا ہوں لیکن لنگز کے بہترین مفاد میں کر رہا ہوں" جوزز نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ایمیل ان دنوں کوٹے ال میں ہے۔ اس سے ٹرانس [illegible]۔"

"ٹرانس میٹر کا تو نام بھی مت لو جوزز!" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "ٹرانس میٹر پر گفتگو ویسے بھی مخدوش ہوتی ہے اور پھر اس پر کسی کو قائل کرنا اور بھی مشکل ہوتا ہے۔"

"وہ ایک بہت بڑا صنعت کار ہے اور ان دنوں کوٹے ال میں کاریں بنانے کی کمپنی قائم کرنے کے سلسلے میں مقیم ہے۔"

"تم میلی نوف کی بات تو نہیں کر رہے؟" میں نے چونک کر کہا "جو ہے تو روسی مگر اس کے پاس امریکا کی شہریت ہے۔"

"ہاں، میں اسی میلی نوف کی بات کر رہا ہوں۔ وہ اپنے عملے سمیت کوٹے ال میں مقیم ہے اور شاید کچھ روز اور مقیم رہے۔"

"اگر یہی بات تم پہلے بتا دیتے تو ہمارے درمیان معاملہ نہایت خوش اسلوبی سے طے ہو جاتا۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے چیف کہ جوزز نے جو کچھ بتایا ہے وہ درست ہی ہے؟" بڈ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جوزز نے غلط بیانی نہیں کی" میں نے کہا "اس لئے کہ میلی نوف کی کوٹے ال میں موجودگی میرے علم میں ہے۔"

"میلی نوف تو کوٹے ال میں ہے" تہذیب بولی "لیکن کیا ضروری ہے کہ اس کا لنگز سے کچھ تعلق بھی ہو؟"

"اس معاملے میں دھوکے کا امکان ہے مگر بہت کم" میں نے کہا "کیوں جوزز! تمہارا کیا خیال ہے؟"

"جھوٹ بولنے سے اگر میری جان بچ جانے کے امکانات ہوتے تو میں ضرور جھوٹ بولتا لیکن میں نے تو لنگز کے مفاد میں زبان کھولی ہے۔"

"اس نے جھوٹ بولا ہے علی!" کلارا کی آواز نے مجھے چونکا دیا "میلی نوف کا لنگز سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے" میں نے تیزی سے کہا "مجھے معلوم ہے کہ ایمیل [illegible] روسی ہے۔ تم نے بھی یہی بتایا تھا۔ اس کا شمار دنیا کے ممتاز صنعت کاروں میں ہوتا ہے۔ جوزز کو معلوم [illegible] اتفاقاً اس کے منہ سے یہ بھی نکل گیا کہ میلی نوف الیس ون ہے۔ ایسا جھوٹ میری سمجھ میں نہیں آتا جو ہماری معلومات سے اس حد تک مماثلت رکھتا ہو؟"

"اگر میں اس سے ذاتی طور پر واقف نہ ہوتی تو شاید میں بھی اس کی بات پر یقین کر لیتی" کلارا نے کہا۔

"تمہیں شرم کرنی چاہئے کلارا!" جوزز غرایا "ذاتی مفاد کی خاطر تم پوری یہودی قوم سے غداری پر آمادہ ہو۔"

"میں اس بات کی قائل ہوں کہ یہودی قوم کے ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ وہ وقت بھول گئے جب تم نے مجھ پر شعاعی پستول سے حملہ کیا تھا۔ میں تو علی کی ممنون احسان ہوں کہ اس نے پستول کو ناکارہ کر دیا تھا ورنہ تم نے میری جان لینے میں کون سی کسر چھوڑی تھی۔ میں جو کچھ کر رہی ہوں اس کی خود ذمے دار ہوں۔ تمہیں میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا کہ اس کے بیان پر آنکھ بند کر کے یقین کر لینا حماقت ہوگی" بڈ چہکا۔

"کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے" میں بڑبڑایا "اس لئے کہ کلارا ہم سے جھوٹ نہیں بول سکتی اور میں جوزز کی بات کو بھی جھوٹ قرار نہیں دے سکتا۔"

"کلارا پاگل ہو گئی ہے علی!" جوزز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے نہیں معلوم اس کے ذہن میں کیا ہے لیکن میرا خیال ہے یہ مجھے تمہارے ہاتھوں مزید نقصان پہنچوانے کے درپے ہے۔ اسی لئے اس نے جان بوجھ کر مجھ پر دروغ گوئی کا الزام عائد کیا ہے تاکہ تم مشتعل ہو کر مجھے فوراً ہی موت کے گھاٹ اتار دو۔"

"موت تو ویسے بھی تمہارا مقدر ہو چکی ہے" بڈ نے طنز کیا "یہ بات پہلے ہی طے ہو گئی تھی کہ اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو تمہیں اذیت دیئے بغیر مار دیا جائے گا ورنہ اذیتیں دے کر ہلاک کیا جائے گا۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ میں نے جو حرکت کی اس کے عوض سزا کا مستحق ہوں لیکن مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اگر میں نے اب بھی تم سے تعاون کیا تو علی میرے ساتھ اب بھی رعایت برت سکتا ہے۔ اس کا ماضی اس بات کا گواہ ہے۔ آخر اس نے اولیو باورڈ کو سیکڑوں مرتبہ زندگی بخشی ہے کہ نہیں؟"

"تمہیں اپنی زندگی سے اتنا ہی پیار ہے جوزز!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی علی!" جوزز نے بھرائی

ہوئی آواز میں کہا "اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں نے اب بھی تم سے غلط بیانی سے کام لیا ہوتا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ مجھے جوزز کی بات پر پہلے ہی یقین تھا مگر کلارا کا اصرار تھا کہ اس نے غلط بیانی کی ہے۔ بظاہر کلارا کے لئے بھی کوئی ایسی وجہ نظر نہیں آتی تھی جس کی بنیاد پر میں اس کے بیان کو جھوٹ قرار دیتا۔ تو پھر سوال یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کون سچا اور کون جھوٹ بول رہا ہے۔ اس سوال کا جواب مجھے ہی حاصل کرنا تھا۔

"مسٹر ہم میلی نوف کے بارے میں چھان بین کریں گے" بڈ نے کہا "اگر اینگلز سے اس کا تعلق ثابت نہ ہو سکا تو؟"

"تو یہ تمہارا اپنا قصور ہوگا" جوزز نے بڑے اطمینان سے کہا "اس لئے کہ اینگلز سے اس کا تعلق ثابت کرنا آسان نہیں ہوگا۔"

"دیکھ لیا چیف!" بڈ نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا "اس کا جھوٹ ثابت ہو گیا۔۔۔۔"

"جوزز ٹھیک کہہ رہا ہے بڈ" تہذیب نے کہا "اگر وہ واقعی سپر اینگلز میں سے ایک ہے تو کبھی اس کا اعتراف نہیں کرے گا۔"

"اس طرح تو کبھی فیصلہ ہی نہیں ہو سکے گا" کلارا بولی "جب اس کا اینگلز سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں تو وہ اس کا اعتراف کس طرح کرے گا؟"

"یہ الجھن تو ہے۔۔۔ پھر اس کا فیصلہ کس طرح ہوگا؟" تہذیب نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ سپر اینگلز کی تعداد کتنی ہے؟" اچانک میں نے جوزز سے پوچھا۔

"ان کی تعداد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں" جوزز نے کہا "سب جانتے ہیں کہ ان کی تعداد پانچ ہے لیکن ہم اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ پانچ افراد کون ہیں؟"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ان پانچوں میں سے تم ایک سے ہی واقف ہو" بڈ نے استہزائیہ انداز میں کہا "اور وہ بقول تمہارے الیس وان ہے۔"

"مجھ سے طنزیہ لہجے میں گفتگو مت کرو" جوزز کراہا "یہ حقیقت ہے کہ میلی نوف کے سوا میں کسی اور کو جانتا تک نہیں۔"

"کس قدر مضحکہ خیز بات ہے چیف! ہمیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے یہ شخص ہائی کمان کے ایک آدمی سے واقف ہے۔۔۔"

"بات تو واقعی شبہ میں ڈال دینے والی ہے جوزز! آخر میلی نوف کی شخصیت تم پر کس طرح آشکارا ہوئی؟" بڈ نے کہا۔

"ایک مجبوری کے تحت ہنگامی طور پر یہ قدم اٹھایا گیا تھا" جوزز نے ایک طویل سانس لے کر کہا "گوئے بل میں اینگلز کی تباہی کے بعد وہاں ہمارا عمل دخل بالکل ہی ختم ہو گیا تھا۔ موسیٹے باورڈ کے خیال میں اس وقت وہاں اینگلز کی شاخ کا فوری طور پر از سر نو قیام بے حد ضروری تھا اور چونکہ یہ کام ہنگامی طور پر کیا جانا تھا اس لئے مسٹر میلی نوف کو اس بات پر تیار کیا گیا کہ وہ گوئے بل میں موز سازی کی صنعت کے قیام کے ساتھ ساتھ اس بات کا بندوبست بھی کریں کہ اس آڑ میں اینگلز کے سرگرم لوگ وہاں اپنے قدم جما سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ فوری اور مستقل تعاون کے لئے مجھے مسٹر میلی نوف کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا۔"

"اینگلز کی شاخ تو وہاں بعد میں بھی قائم کی جا سکتی تھی۔ ایسی کون سی مصیبت آ رہی تھی جس کی خاطر اینگلز کے اصولوں تک سے روگردانی کی گئی" بڈ نے کہا۔ وہ جوزز کو غلط ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"موسیٹے باورڈ علی یار خان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے خیال میں گوئے بل جسے علی یار خان نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے اگر وہاں سے جنرل نیری کی حکومت ختم کر دی جائے تو علی کا مقابلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس وقت اگر علی کو کسی محاذ پر پسپائی کا سامنا کرنا بھی پڑے تو وہ گوئے بل جا کر از سر نو ہم سے مقابلے کی تیاری کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ اس معاملے میں اس قدر جلدی کر رہے ہیں۔"

"جواز گھڑنے کے تو تم ماہر ہو" بڈ نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن تم یہ بھول گئے کہ اگر یہی بات ہوتی تو جب چیف تمہارے قابو میں آ گئے تھے تو انہیں یوں چھوڑ نہ دیا جاتا۔"

"مجھے نہیں معلوم اس حکم میں کیا مصلحت تھی لیکن اب میں سمجھ سکتا ہوں کہ یہ حکم کیوں دیا گیا ہوگا" جوزز نے کہا "میں نے ہائی کمان کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے ان کی جان لینے کی جو کوشش کی تھی وہ جس طرح ناکام ہوئی اس سے مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں مدد ملی۔ ہائی کمان ان کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہے۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ ان پر قابو پانا فی الوقت ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے علی پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کسی مناسب موقع تک کے لئے موخر کر دیا ہوگا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ علی کو اس دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں [illegible]

ہے۔"

"تمہاری ہر بات مدلل اور منطقی ہے" تہذیب نے کہا "تاہم اس بات کا امکان ہے کہ اس میں سے کچھ باتیں من گھڑت بھی ہوں۔"

"میری دلی خواہش ہے کہ اینگلز اور آپ لوگوں کے درمیان کوئی ایسا لائحہ عمل طے پا جائے جس کے بعد ہم آپس میں متصادم نہ ہوں۔"

"تمہاری دلی خواہش ضرور پوری کی جائے گی جوزز!" میں نے کہا "لیکن پہلے یہ تو طے ہو جائے کہ تمہاری فراہم کردہ معلومات غلط نہیں ہیں۔"

"اگر مجھے لانگ رینج ٹرانس میٹر فراہم کر سکو تو مسٹر میلی نوف کا اینگلز سے تعلق ثابت کرنا میرے لئے بہت آسان ہو جائے گا۔" جوزز نے کہا۔

"کیا تمہیں اس بات کی اجازت ہے کہ اپنی مرضی سے میلی نوف سے رابطہ کر سکو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ بلکہ مجھ پر پابندی عائد کی گئی ہے کہ کسی بھی صورت میں انہیں خود سے کال نہ کروں۔"

"تب تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔۔۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر تمہاری فراہم کردہ اطلاع غلط ثابت ہوئی تو تم کسی بھی متوقع رعایت سے محروم ہو سکتے ہو۔"

"اتنی بات میں بغیر بتائے بھی سمجھ سکتا ہوں" جوزز نے تیزی سے کہا "لیکن اگر میری اطلاع درست ثابت ہوئی تو کیا تم میری جاں بخشی کر دو گے؟"

"نہ صرف جاں بخشی کروں گا بلکہ دنیا کے بہترین ڈاکٹروں سے تمہارا علاج بھی کراؤں گا۔"

"لیکن یہ بات ناممکن سی معلوم ہوتی ہے کہ میلی نوف اینگلز سے اپنے تعلق کا اعتراف کر لے" جوزز نے کہا۔ اس کے لہجے سے ناامیدی جھلک رہی تھی۔

"بے فکر رہو جوزز!" میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا "اس سے اعتراف کرانا میرا کام ہے۔ چونکہ مجھے یقین ہے کہ تم نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی اس لئے ٹی کورا نے میں جو بہتر سے بہتر طبی سہولت میسر آ سکتی ہے۔ وہ تمہیں ضرور مہیا کی جائے گی۔"

○☆○

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اس کے بیان پر کیوں یقین کر لیا" کلارا جھنجھلائے ہوئے انداز میں مجھ سے کہہ رہی تھی "تم سے زیادہ سمجھ دار تو تمہارے ساتھی [illegible]

"مجھے تمہاری بات پر یقین ہے کلارا" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس کی بات پر یقین کر لینے کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں نے تمہیں جھوٹا سمجھا ہے۔"

"دو آدمی متضاد بات کر رہے ہوں تو ایک کی بات پر یقین کرنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ دوسرے کی بات کو غلط سمجھ لیا گیا ہے۔"

"تم نے جان بوجھ کر کوئی غلط بیانی نہیں کی لیکن اس بات کا قوی امکان ہے کہ تمہاری معلومات پرانی ہو گئی ہوں۔"

"تم نے تو مجھ سے معلوم تک کرنے کی زحمت نہیں کی کہ الیس وان کون ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے کہ اب میں تمہاری نظروں میں لائق اعتبار نہیں رہی۔"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے گریز کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اینگلز کی ہائی کمان میں کوئی ایسی تبدیلی ہوئی ہے جس سے تم بے خبر ہو لہٰذا تم سے معلومات حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

کلارا خاموش ہو گئی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے اب تک متفق نہیں ہے۔ اسے مطمئن کرنے کی مجھے بھی ایسی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ بڈ بھی اس معاملے میں کلارا کا ہم نوا تھا لیکن میرا انداز دیکھ کر اس نے مجھ سے مزید بحث کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسے اندازہ تھا کہ میں نے جو فیصلہ بھی کر لیا ہے اس پر عمل ضرور کروں گا۔

"میرے خیال میں یہاں سے روانہ ہونے سے قبل میلی نوف کے گوئے بل میں قیام کے بارے میں معلومات حاصل کر لو" تہذیب نے کہا۔

"میرا ارادہ یہی ہے" میں نے کہا اور ساگا سے بولا "کیا یہاں سے گوئے بل ٹرنک کال ہو سکے گی؟"

"کیوں نہیں" ساگا نے کہا "تم مجھے گوئے بل کے نمبر دو۔ میں ابھی کال بک کرائے دیتا ہوں۔"

میں نے اسے گوئے بل میں بی گروپ کے ایک رکن کا نمبر دیا اور ساگا نے گوئے بل کے لئے کال بک کرا دی۔

"ممکن ہے ہمیں ٹی کورا سے نکلنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے" میں نے کہا "اس لئے مناسب یہی ہوگا کہ ہم میک اپ کریں مگر پھر ہمیں از سر نو نئے کاغذات درکار ہوں گے۔"

"جعلی کاغذات" ساگا مسکرایا "یہاں یہ آسانی ہے کہ جعلی کاغذات زیادہ آسانی سے بنوائے جا سکتے ہیں۔"

"بس تو پھر ہم سب سے پہلے میک اپ کرتے ہیں تاکہ تم

اس کے مطابق کاغذات تیار کروا سکو۔ میں کل شام تک شی گورائے سے نکل جانے کے موڈ میں ہوں۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔ بس میک اپ کرو۔ کل دوپہر تک سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہوں گی لیکن مجھے اس بات کا افسوس رہے گا کہ تم نے مجھے میزبانی کا موقع نہیں دیا۔"

"ہمارے بجائے تم جونز کی میزبانی کے فرائض سرانجام دو گے" میں نے مسکرا کر کہا "میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اسے بہترین طبی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔"

"تمہارے وعدے کا پاس میں ایک اہم فریضہ سمجھ کر کروں گا" ساگا نے کہا "ویسے بھی اب اینگلزی سرکوبی کے بعد شی گورائے میں مجھے کوئی خوف و خطر نہیں رہا۔"

میں نے فوری طور پر میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد مطلوبہ نمبر مل گیا۔ علی گروپ کے رکن کو میلی نوف کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ وہ ابھی کم از کم دو دن تو گوٹے بل میں ضرور رکے گا۔ اس کی معلومات کا ذریعہ اخبارات تھے۔ گوٹے بل میں اس بات کو بہت اہمیت دی جا رہی تھی کہ اب وہاں مقامی طور پر کاریں بنے لگیں گی۔ اس سے قبل کاریں درآمد کی جاتی تھیں۔ اخبارات میلی نوف کو بھرپور کوریج دے رہے تھے اور سرکاری سطح پر میلی نوف کی پذیرائی کی جا رہی تھی۔ کل میلی نوف کے اعزاز میں قصر صدارت میں ڈنر دیا جا رہا تھا۔

میں نے علی گروپ کے رکن کو اپنی آمد کی اطلاع دیئے بغیر فون بند کر دیا۔ مجھے مطلوبہ معلومات حاصل ہو چکی تھیں لہٰذا اب میں مطمئن تھا۔

رات کے کھانے سے قبل ہم چاروں میک اپ کر کے نیا روپ دھار چکے تھے۔ میں نے کلارا سے اس کی مرضی دریافت کی تھی اور اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی چنانچہ میں نے اس پر بھی میک اپ کر دیا تھا۔ اب صرف کاغذات کی تیاری کا مرحلہ رہ گیا تھا اور یہ کام کرانا ساگا کی ذمے داری تھی۔

اگلے روز شام چار بجے تک نہ صرف ہمارے پاسپورٹ بن گئے بلکہ ان پر گوٹے بل کے ویزے بھی لگ گئے تھے۔ رات دس بجے کی فلائٹ کے ٹکٹ مل گئے تھے۔

"ان لوگوں کے پاس اسمیلا ڈیٹیکٹر ہیں اس لئے میک اپ میں ہونے کے باوجود تمہیں خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا" ساگا نے کہا تھا۔

"شی گورائے میں وہ اکلوتا منحوس ڈیٹیکٹر تھا جو تباہ ہو چکا لہٰذا ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

ساگا اپنے آدمیوں کے ساتھ ہمیں چھوڑنے ایئرپورٹ تک آیا۔ وہ بار بار ہماری اتنی جلدی روانگی پر اظہار افسوس کر رہا تھا۔

شی گورائے ایئرپورٹ پر تو ساگا ہمیں الوداع کہنے آیا تھا لیکن رات بارہ بجے کے قریب جب ہم گوٹے بل ایئرپورٹ سے باہر آئے تو وہاں کوئی ہمیں ریسیو کرنے کے لئے موجود نہیں تھا اور موجود کیسے ہوتا! ہم نے کسی کو اپنی آمد کی اطلاع بھی تو نہیں دی تھی۔ شی گورائے سے گوٹے بل پہنچنے تک ہمیں کہیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

ایئرپورٹ سے ٹیرس محل پہنچنے میں مزید آدھا گھنٹہ لگا۔ تہذیب اور رضا کا خیال تھا کہ میں ایئرپورٹ سے جنرل ٹیرس کو فون کروں گا مگر میں نے فون کرنے کے بجائے خود ہی وہاں پہنچ جانے کو ترجیح دی۔ پہلے میرا ارادہ کسی ہوٹل میں قیام کرنے کا تھا لیکن پھر اچانک ذہن میں ایک نیا خیال آیا کہ میں نے ٹیرس محل کا رخ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ٹیرس محل میں میلی نوف کو دیا جانے والا ڈنر اختتام کو پہنچ چکا تھا اور شاید سارے مہمان واپس جا چکے تھے۔ میں ٹیرس محل کے گیٹ پر ٹیکسی سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھا تو مجھے دیکھ کر محافظ بوکھلا گئے۔ میں اپنی اصل شکل و صورت میں تھا۔ اپنا میک اپ میں نے ٹیکسی میں ہی ختم کر دیا تھا۔ ٹیرس محل کا کون سا ایسا ملازم تھا جو مجھے نہ پہچانتا ہو۔ وہ تو مجھے سیدھا اندر لے جانا چاہتا تھا مگر میں پہلے جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

گیسٹ ہاؤس سے میں نے فون پر جنرل ٹیرس سے بات کی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں جا چکا تھا مگر میرے لئے کوئی پابندی نہیں تھی۔

"ارے علی! میرے دوست تم کب گوٹے بل پہنچے؟" اس نے انتہائی حیرت سے کہا۔

"یہ ساری باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تو تم مجھے بتاؤ کہ ڈیوڈ ریان کہاں ہے؟"

"وہ گیسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں مقیم ہے" جنرل ٹیرس نے کہا "کیوں خیریت ہے؟"

"خیریت ہی سمجھو۔ میرے ساتھ ایک اور مہمان خاتون ہیں۔ انہیں ڈیوڈ کے ساتھ ہی ٹھہرانا ہے۔"

"تو اس میں کیا مشکل ہے" جنرل نے حیرت سے کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں کوئی شخص تمہاری بات ماننے سے انکار نہیں کر سکتا۔"

"بات یہ ہے کہ میں ان دونوں [illegible]

بھی سننا چاہتا ہوں۔ کیا اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔"

"اس کا انتظام تو ہے۔ تم اسے گیسٹ ہاؤس بھجواؤ۔ یہ انتظامات میں کر رہا ہوں۔"

میں نے ٹیکسی کو کرایہ دے کر رخصت کیا اور پھر ہم گیٹ کے اندر سے ایک کار میں بیٹھ کر اصل عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ کلارا کو گیسٹ ہاؤس کی طرف بھیج دیا گیا تھا۔ جتنی دیر میں ہم عمارت تک پہنچے، جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن بھی عمارت کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے روایتی گرم جوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم لوگوں کا استقبال کیا۔

"اس بار تو تم نے واپس آنے میں بہت تیزی دکھائی" جنرل ٹیرس نے کہا "یا تو برسوں کے لئے غائب ہو جاؤ گے یا پھر اتنی جلدی واپس آ جاؤ گے کہ یقین ہی نہ آئے۔"

"سارا قصور حالات کا ہے جنرل! اس بار حالات نے تمہاری طرف لوٹنے پر مجبور کر دیا۔"

"میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ کوئی مجبوری ہی تمہیں ہماری طرف لے آئی ہو گی ورنہ ہم لوگ اس لائق کہاں کہ تم ہمیں کسی قابل سمجھو" کیتھی براؤن نے کہا۔

"تم لوگ میرے لئے کیا ہو اسے اگر میں بیان کرنا چاہوں تو بھی الفاظ کے جامے میں نہیں ڈھال سکتا" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں جس قسم کی زندگی گزار رہا ہوں اس میں اپنے لئے ہی وقت نہیں نکال پاتا تو کسی اور کے لئے کیسے نکالوں۔"

"ارے ارے تم تو سنجیدہ ہو رہے ہو" کیتھی براؤن نے ہنس کر کہا "ارے بابا میں تو مذاق کر رہی تھی۔"

"تم بے شک مذاق کر رہی ہو گی مگر میں سنجیدہ ہوں۔ معلوم نہیں وہ وقت کب آئے گا جب میں سکون کا سانس لے سکوں گا۔"

"یہ ساری فضول باتیں اندر بیٹھ کر بہت تفصیل سے کریں گے" جنرل نے مجھے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا "اس قسم کی باتوں کے لئے یہ جگہ نہایت نامناسب ہے۔"

اندر پہنچ کر سکون سے بیٹھنے کے بعد جنرل نے کہا "اب بتاؤ کہ کیا چلے گا۔ کھانا تو تم لوگ کھا چکے ہو گے؟"

"اس وقت تو چائے ہی چلے گی لیکن میں ان دونوں کی گفتگو سننا چاہتا ہوں ورنہ دعوت کا کھانا ضرور چکھتا۔"

"ان دونوں کو یکجا کیا جائے گا تو تمہیں ضرور ان کی گفتگو سننے کا موقع ملے گا لیکن یہ دعوت کے بارے میں تمہیں آتے ہی کس نے بتا دیا؟" جنرل نے حیران ہو کر کہا۔

"بتانے گا کون" کیتھی براؤن بولی "علی کی قوت شامہ بہت اچھی ہے۔ دعوت کے کھانوں کی خوشبو سونگھ لی ہو گی۔"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "اور عجیب بات یہ ہے کہ میلی نوف کی خوشبو کھانوں کی خوشبوؤں پر حاوی تھی۔"

اس بار کیتھی براؤن نے بھی حیرت سے مجھے دیکھا "ضرور کوئی خاص بات ہے" اس نے کہا "ورنہ تم آتے ہی یہ تذکرہ شروع نہ کر دیتے۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور میرا اشارہ پا کر تہذیب بولی "میلی نوف کے اعزاز میں دیئے جانے والے ڈنر کی اطلاع ہمیں شی گورائے ہی میں مل گئی تھی۔ جبھی تو ہم بھاگم بھاگ یہاں پہنچے مگر افسوس لیٹ ہو گئے۔ ڈنر ختم بھی ہو چکا۔"

جنرل ٹیرس بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا "ایک بات تو بہرحال ثابت ہو گئی" اس نے کہا "میلی نوف کسی خصوصیت کا حامل ضرور ہے۔"

"کیا صرف اس وجہ سے کہ میں نے میلی نوف کا تذکرہ کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اس لئے کہ آج سے قبل میں نے کبھی تمہیں کسی شخص کے بارے میں اس طرح بے صبری کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھا۔"

"کیا میلی نوف واقعی اتنا اہم آدمی ہے کہ اس کے اعزاز میں سرکاری طور پر ڈنر دیا جاتا؟"

"ڈنر میں نے نجی حیثیت میں دیا تھا تاہم پھر بھی وہ سرکاری ہی کہلائے گا" جنرل ٹیرس نے کہا "بات دراصل یہ ہے کہ صنعتی میدان میں ہم بہت پیچھے ہیں۔ میلی نوف کی اہمیت اتنی نہیں ہے جتنی ہم اسے اہمیت دینے کے لئے مجبور ہیں۔ اسے یہاں کچھ مسائل درپیش تھے جن کے لئے وہ مجھ سے ملنا بھی چاہ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسے ایک ڈنر ہی دے ڈالوں۔ اس کے مسائل بھی حل ہو جائیں گے اور اسے یہ بھی احساس ہو گا کہ یہاں اسے نظرانداز نہیں کیا جا رہا ہے لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کی شخصیت میں تمہاری دلچسپی کی کون سی چیز ہے؟"

"میں نے سنا ہے وہ یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے؟" میں نے جنرل کا سوال اڑا کر کہا۔

"اس نے پورے دو فلور بک کرا رکھے ہیں۔ وہ تنہا تو نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ماہرین کا پورا گروہ ہے۔ اس کے اپنے ملازمین ہیں۔ حفاظتی عملہ الگ ہے۔"

"حفاظتی عملہ!" میں نے حیرت سے کہا "اسے کیا خطرہ

ہے کہ وہ حفاظتی عملہ لئے گھوم رہا ہے؟"

"وہ ایک ارب پتی بلکہ کھرب پتی سرمایہ دار ہے۔ وہ اپنی حفاظت نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا۔ کوئی بھی شخص اسے اغوا کر کے کروڑ پتی تو بن ہی سکتا ہے۔"

"تب تو حفاظتی عملے کا جواز بنتا ہے" میں نے بے خیالی کے سے عالم میں کہا۔

"میں تمہارے ساتھ اپنی عمر عزیز ضائع کر رہا ہوں کیا مجھے کروڑ پتی بننے کی کوشش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟" بڈ نے کہا اور میں چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"تم سے کتنی بار کہا ہے کہ ہر وقت بے تکی باتیں مت کیا کرو لیکن کیا مجال کہ تم پر ذرہ برابر بھی اثر ہو جائے۔"

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ بڈ کے منہ پر تالا لگا کر چابی اپنے پاس رکھ لو۔ جب بے تکی باتیں سننے کا موڈ ہوا کرے تالا کھول دیا کرو ورنہ لگا رہنے دیا کرو۔"

"لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ تم خود سے بے تکی باتیں کرنے سے گریز کرو" تہذیب نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک بڈ ہی تو ایسا شخص ہے جو فضا کو بوجھل نہیں ہونے دیتا" کیتھی براؤن بولی "اور تم لوگ اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔"

"میرا جی چاہتا ہے کہ مستقل یہیں رہائش اختیار کر لوں" بڈ نے چہکتے ہوئے کہا "کم از کم یہاں بڈ کی نا... ری تو نہیں ہو گی۔"

"ایک تو یہ ویسے ہی جامے سے باہر رہتا ہے اوپر سے تم اس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہو" تہذیب نے ... کر کہا "اب تو یہ ہمارا جینا ہی دوبھر کر دے گا۔"

"بات ہو رہی تھی میلی توف کی" جنرل ٹیرس نے اکتا کر کہا "درمیان میں تم لوگوں نے معلوم نہیں کیا شروع کر دیا؟"

میں جنرل کی طرف دیکھ کر مسکرایا "اگر میں یہ کہوں کہ میلی توف کا تعلق انڈر ورلڈ سے ہے تو کیا تم میری بات پر یقین ...؟"

جنرل ٹیرس اچھل پڑا۔ کیتھی براؤن بھی بری طرح چونکی تھی "پہلے بھی تمہاری کوئی بات غلط ثابت ہوئی ہو تو میں شبہ بھی کروں... لیکن کیا تم سچ کہہ رہے ہو... کہیں مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"میں بے حد سنجیدہ ہوں جنرل!" میں نے کہا "اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں بھی اس طرح بھاگا بھاگا یہاں نہ پہنچتا۔"

"بہت اچھا ہوا تم نے مجھے بتا دیا" جنرل نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں ابھی اسے گرفتار کرنے کا حکم جاری کرتا ہوں۔"

"کیا حماقت کر رہے ہو جنرل" میں نے تیزی سے ... "اتنے بڑے آدمی کو کس الزام میں گرفتار کرو گے؟ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

جنرل ٹیرس ایک جھٹکے سے رک گیا "بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو" اس نے قدرے پریشانی سے کہا "مگر سوال ہے کہ پھر میلی توف کا کیا کیا جائے؟"

"تم سے کہنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ تم ضرور اس سلسلے میں کچھ کرو... بلکہ یہ سرے سے تمہارا مسئلہ ہی نہیں ... یہ تو میرا مسئلہ ہے اسے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"ایسے تو تمہارا ہر مسئلہ میرا مسئلہ ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں میں واقعی کچھ نہیں کر سکتا" جنرل ٹیرس نے ... سے کہا "لیکن تمہیں میلی توف کے بارے میں اطلاع کہاں سے ملی؟"

"اس قسم کی اطلاعات کہیں نہ کہیں سے مل ہی جایا کرتی ہیں جنرل! اٹلی کو رائے میں انڈر ورلڈ سے معرکہ آرائی کے دوران ایک اہم شخص قبضے میں آگیا تھا۔ یہ اطلاع اسی نے فراہم کی ہے۔"

"اس خبر کی تصدیق تم نے کس طرح کی؟" جنرل نے پوچھا۔

"اب کروں گا" میں نے مسکرا کر کہا "جب سے اطلاع ملی ہے اس وقت سے اتنا موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"تم بہت خطرناک ہو گئے ہو علی! میں سوچ بھی نہیں ... تھا کہ تم ... اطلاع ... کر کے ... ہو۔"

"یہ مسئلہ ہمیں پہلے سے ہی درپیش ہے مجھے ... اس خبر کی صداقت پر یقین ہے اس لئے میں نے تصدیق کی ضرورت محسوس نہیں کی تاہم کارا اور ڈیوڈ یہاں ... کر ممکن ہے کوئی انکشاف ہو جائے۔"

"... ان دونوں کی جگہ منگوا دوں" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"جس کام کے لئے میں بے چین ہوں اس کام کے لئے تم مجھ سے اجازت طلب کر رہے ہو! جتنی جلدی ممکن ہو یہ کام کر لو۔"

جنرل ٹیرس نے اپنے آدمیوں کو چند ہدایات جاری کیں۔ جس کے چند منٹ کے اندر اندر ہم سب ... میں نصب پوشیدہ اسپیکروں کے ذریعے گیسٹ ہاؤس کے ...

ڈیوڈ ریان مقیم تھا۔

کلارا کو اب تک ڈیوڈ ریان کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اس لئے اسے اچانک سامنے پا کر وہ اپنی حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکی "ارے..... تم یہاں ڈیوڈ....."

"تم..... تم مادام کلارا ہو نا" ڈیوڈ نے کہا۔ کلارا کو دیکھ کر وہ بھی کم حیران نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد چند لمحے خاموشی رہی۔ غالباً وہ دونوں ہی اس سوچ میں گم تھے کہ اس موقع پر انہیں کیا کرنا چاہئے۔ آخر کار ڈیوڈ ریان نے پہل کی۔

"ریڈل نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا کلارا" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "اسی لئے میں علی کے ساتھ مل گیا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ اسی لئے ہمیں ٹی گورا نے میں علی کے ہاتھوں اتنی بری طرح ہزیمت اٹھانی پڑی ہے۔"

"ہاں..... اور چاہے کوئی کچھ بھی کہے میں علی کے ساتھ اپنا تعاون جاری رکھوں گا۔ کسی شخص کو بھی یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہماری زندگیوں کا مالک بن بیٹھے۔"

"میرے ساتھ بھی یہی سانحہ گزرا ہے ڈیوڈ! میرے لئے بھی موت کا فرمان جاری کر دیا گیا تھا۔ اگر علی کا تعاون نہ ہوتا تو میں دوسری دنیا کو سدھار چکی ہوتی۔"

"لیکن وہ ہے کہاں..... وہ تو ریڈل کو ٹھکانے لگانے کا عزم کر کے یہاں سے گیا تھا؟"

"وہ ہائی کمان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پہلے پانچوں سپر ایگلز کو ختم کروں گا اس کے بعد گولڈن ایگل یعنی ریڈل عرف سوشے پاوڈ کو ٹھکانے لگاؤں گا۔"

"وہ بالکل ٹھیک کر رہا ہے" ڈیوڈ کی مضطربانہ آواز سنائی دی "لیکن وہ پانچوں سپر ایگلز کو تلاش کیسے کرے گا۔ اسے چاہئے کہ ریڈل سے نمٹنے کے بعد ان پانچوں کی طرف دیکھے۔"

"میری جگہ جونز کو ٹی گورا نے میں انچارج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ علی نے اس پر تشدد کر کے اس سے ایس ون کے بارے میں معلوم کر لیا ہے۔ جونز نے ایس ون کی حیثیت سے میلی نوف کا نام لیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو" ڈیوڈ نے چونک کر کہا "میلی نوف تو وہ شخص ہے جو ان دنوں گوئے تل میں ہے۔ وہ ایس ون کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جونز نے یہی بتایا ہے جس پر علی نے آنکھ بند کر کے یقین بھی کر لیا ہے۔"

"اگر علی نے جونز سے تشدد کر کے یہ بات اگلوائی ہے تو ممکن ہے یہ بات درست ہو۔"

"وہ ایس ون نہیں ہے" کلارا نے قطعیت سے کہا "اس لئے کہ میں اصل ایس ون سے واقف ہوں۔"

"تو تم نے علی کو کیوں نہیں بتایا" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "یا تمہاری ہمدردیاں اب بھی ایگلز کے ساتھ ہیں؟"

"نہیں" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "اگر کوئی چاہے بھی تو اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ ہمدردیاں برقرار نہیں رکھ سکتا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ علی نے پوری بات سننے سے ہی انکار کر دیا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر اسے جونز کی فراہم کردہ اطلاع پر کامل یقین ہو گا..... وہ ایک تجربہ کار آدمی ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ سنا ہے وہ تو ایک طرف رہا۔ اس کے ساتھ میں نے جو مختصر سا وقت گزارا ہے اس میں میں نے یہی دیکھا ہے کہ وہ ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھاتا ہے" ڈیوڈ ہنسا "میں تمہارے چہرے پر بکھری ہوئی بے اعتباری صاف پڑھ سکتا ہوں۔ تمہیں بے فکر رہنا چاہئے فرض کرو میلی نوف ایس ون ثابت نہیں ہوتا تو اس صورت میں تم اسے بتا سکو گی کہ اصل ایس ون کون ہے؟"

"اور یہی اصل بات ہے" میں نے جنرل ٹیری سے کہا "فرض کرو میلی نوف ہی اصل ایس ون ہے تو اس پر ہاتھ ڈالنے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکے گا۔ اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ جونز نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی۔ کلارا کی معلومات پرانی ہیں۔ ایگلز کے ڈھانچے میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ ان سے بے خبر ہے۔"

"گویا تم نے محض وقت بچانے کے لئے پہلے میلی نوف کو آزمانے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"نہیں..... یہ تو ایک ضمنی بات ہے۔ اصل بات میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہی ایس ون ہے۔"

"یہ بہت تشویش ناک صورت حال ہے علی! ایگلز کا عمل دخل بہت بڑھ چکا ہے۔ بیرونی سازشوں سے دنیا کا کون سا ملک محفوظ بھی ہے؟"

"کوئی محفوظ نہیں ہے۔ وہ نقصان بھی اٹھاتے ہیں مگر ان کے سروں میں ایسا سودا سمایا ہوا ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ دنیا کا کوئی خطہ ان کی سازشوں سے محفوظ نہیں ہے۔ اسرائیل تو خیر ان کا گڑھ ہے۔ فلسطین ان کا اصل ہدف ہے لیکن وہ تمام مسلم ممالک کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنی قوت ان کے خلاف مرکوز کرنے [illegible] الجھائے رکھتے ہیں تاکہ کوئی ملک ان کی زیادتیوں کے خلاف آواز نہ بلند کر سکے۔ انہوں نے عالمی اقتصادیات پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جب تک ان کے خلاف منظم پیمانے پر کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا اس وقت تک کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہونا مشکل ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی ان کے خلاف کیا کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان کے سامنے سینہ سپر ہوں۔ اس طرح میرا ضمیر تو مطمئن ہے کہ میں ان کے خلاف اپنی مقدور بھر کوششیں کرنے سے منہ نہیں موڑ رہا۔"

○☆○

میلی نوف تک رسائی حاصل کرنا آسان نہیں تھا۔ میں نے بڈ کو اس کام پر لگا دیا کہ وہ میلی نوف سے میری ملاقات کرانے کا بندوبست کرے۔ میلی نوف کوئی معمولی آدمی نہیں تھا کہ میں اس پر اندھا دھند ہاتھ ڈال دیتا۔ مجھے یہ خیال بھی رکھنا تھا کہ جنرل ٹیری کی پوزیشن خراب نہ ہونے پائے۔ کسی اور کا معاملہ ہوتا تو میں کسی بھی طرح اپنا کام چلا لیتا مگر میلی نوف کے معاملے میں میں محتاط رہنے کے لئے مجبور تھا۔

"میلی نوف کی پرسنل سیکرٹری بڑی زوردار چیز ہے چیف!" بڈ نے مجھے یہ خبر دیتے وقت ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"کیا میں نے تمہیں یہی خبر لانے کی ذمے داری سونپی تھی؟" میں نے اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام کیرولین ہے چیف اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی میلی نوف سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے اس کا ذکر بے حد ضروری ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے" میں نے نرم پڑتے ہوئے کہا "تو پھر تم نے میلی نوف سے ملاقات کے لئے وقت لے لیا؟"

"کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا "میلی نوف سے ملنا کوئی مذاق نہیں ہے بلکہ کیرولین تک بھی رسائی حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ثابت ہوا۔"

"ان فضولیات سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ میلی نوف کے پاس وقت ہو یا نہ ہو کیرولین تک رسائی کتنی ہی دشوار کیوں نہ ہو مجھے ہر قیمت پر میلی نوف سے ملاقات کرنی ہے خواہ وہ ملاقات کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو۔"

"مختصر ملاقات کرنے سے کیا فائدہ ہو گا۔ فرض کرو کہ وہ تمہیں پانچ منٹ کا وقت دیتا ہے تو ان پانچ منٹوں کے دوران کیا کر لو گے؟"

"یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے" میں نے جھنجلا کر کہا "جو [illegible] متعلق باتوں میں سر کھپا رہے ہو۔"

"میں نے کیرولین تک رسائی حاصل کی۔ اس سے شناسائی پیدا کر لی کیا یہ کوئی کارنامہ نہیں ہے؟"

میں بڈ کو گھورنے لگا۔ اس کے انداز سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس نے ضرور کوئی کامیابی حاصل کر لی ہے لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔

"تم ہمیشہ اوٹ پٹانگ باتیں اور حرکتیں کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرتے ہو۔ اگر تم اس سے وقت حاصل نہیں کر سکے تو سیدھی طرح کیوں نہیں بتاتے۔"

"مجھ پر ڈانٹ پڑ رہی ہے اور تم ہنسی دیکھ رہی ہو" بڈ نے شاکی لہجے میں تہذیب سے کہا۔

"واقعی..... مجھے یہ کرنا چاہئے کہ تمہاری ہاں میں ہاں ملاؤں۔" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہو میڈم" بڈ نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "بڈ پر ہر طرف سے ڈانٹ پھٹکار ہی پڑنی چاہئے۔ تین قیمتی گھنٹے برباد کر کے کیرولین سے شناسائی پیدا کی اور یہاں ڈانٹ ڈپٹ ہو رہی ہے۔"

"ارے تو تمہاری سوئی کیرولین پر کیوں اٹک کر رہ گئی ہے؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا۔

"اس لئے کہ اس سے گزرے بغیر ہم میلی نوف تک نہیں پہنچ سکتے" بڈ نے بھی اسی کے سے انداز میں جواب دیا۔

"صرف اتنا بتا دو کہ اس سے گزرنے میں کتنی دیر اور لگے گی؟" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"اب تم نے ٹھیک سے پوچھا ہے تو اب بتا دیتا ہوں" بڈ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا "میں اس سے گوئے تل کے سب سے بڑے اشاعتی ادارے کے مدیر و پبلشر کی حیثیت سے ملا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہمارا نمائندہ مسٹر میلی نوف سے انٹرویو لینا چاہتا ہے۔ اس نے آج شام پانچ بجے کا وقت دیا ہے۔"

"اس سے تو بہت سے انٹرویو لئے گئے ہوں گے۔ پھر اس نے تمہیں وقت کیسے دے دیا؟" تہذیب نے کہا۔

"یہی تو کمال ہے..... ابھی تک کوئی بھی اس کا انٹرویو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"تم تو بڑے باکمال آدمی ہو بڈ" میں نے تعریفی لہجے میں کہا "لیکن تم نے اسے راضی کیسے کیا؟"

"میں نے اس سے کہا کہ ہمارا نمائندہ روایتی قسم کا انٹرویو نہیں لے گا بلکہ یہ انٹرویو نظریاتی ہو گا۔ بس یہ بات سن کر کیرولین راضی ہو گئی اور پھر اس نے میلی نوف کو بھی تیار

کر لیا۔"

"اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا" میں نے سنجیدگی سے کہا "اور تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔"

"بڈ کی زندگی تمہارے کسی کام آجائے چیف! اس کے سوا بڈ کی زندگی کا اور کوئی مقصد بھی نہیں ہے۔"

"میلی نوف تک رسائی کا بندوبست تو ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ تم اس سے اینگلز سے وابستگی کا اعتراف کس طرح کرواؤ گے؟" تہذیب نے کہا۔

"ابھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ معلوم نہیں اس سے ملاقات کے دوران وہاں میرے اور اس کے علاوہ اور کتنے افراد ہوں گے۔"

"کوئی بھی نہیں ہوگا چیف!" بڈ نے کہا "وہ ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی سے ملتا ہے اور اس دوران میں کوئی بھی اس کے بلائے بغیر اندر نہیں جا سکتا۔"

"اس کی یہ عادت تو ہمارے حق میں جاتی ہے۔ اس طرح میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"لیکن یہ خیال رکھنا چیف کہ اس کا حفاظتی عملہ بے حد مستعد ہے۔ مکمل تلاشی کے بغیر کوئی بھی شخص اس سے نہیں مل سکتا۔"

"بہت اچھا ہوا تم نے یہ بات مجھے بتادی ورنہ ممکن ہے میں کلاڈ والا شعاعی پستول اپنے ہمراہ لے جانے کی کوشش کرتا۔"

○☆○

ہوٹل کی پانچویں اور چھٹی منزل پوری طرح میلی نوف کے قبضے میں تھی۔ لفٹ سے باہر قدم رکھتے ہی مجھے دھر لیا گیا۔

"کون ہو تم؟" لفٹ کے سامنے کھڑے ہوئے درشت نقوش والے شخص نے مجھ سے اکھڑ لہجے میں کہا "اور اس فلور پر کیوں آئے ہو؟"

میں حلیے سے میک اپ میں تھا اور یہاں آنے کے لئے میں نے خاص اہتمام کیا تھا۔ اگر میں کسی عام سے حلیے میں ہوتا تو مجھے اس شخص کے لہجے پر اتنی حیرت نہ ہوتی لیکن میں نے تو بہترین لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ یہاں آنے سے قبل میں نے عطریات ملے پانی سے غسل کیا تھا اور اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ کپڑوں پر بھی خاص مقدار میں پرفیوم چھڑکا تھا۔ میرے کندھے سے جھولتا ہوا ٹیپ ریکارڈر اور کیمرا بھی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ میں کوئی آوارہ گرد نہیں

ہوں۔ سوال یہ تھا کہ کیا یہاں آنے والے ہر شخص کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے؟

"میں ایک صحافی ہوں" میں نے جیب سے ایک شناختی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اور مسٹر میلی نوف سے پانچ بجے میری ملاقات طے ہے۔"

اسی دوران میں دو اور افراد بھی آکر میرے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے تھے۔ اس شخص نے مجھ سے شناختی کارڈ لے لیا تھا اور اس کا معائنہ کر رہا تھا۔

"وقت تو تم نے پانچ بجے کا لیا ہے۔ پھر تم پون گھنٹہ پہلے کیوں چلے آئے؟" اس نے میرا جعلی شناختی کارڈ مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ اب پہلے کی نسبت نرم ہو گیا تھا۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ مسٹر میلی نوف سے ملاقات سے قبل مجھے چند مراحل سے گزرنا پڑے گا لہٰذا وقت سے کچھ قبل آجاؤں تو بہتر ہوگا۔"

"تمہیں بالکل ٹھیک بتایا گیا تھا لیکن تم کچھ زیادہ ہی پہلے چلے آئے" اس نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا جو میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔

"چلو کوئی بات نہیں" ان میں سے ایک نے کہا "اب آہی گئے ہیں تو ہم ان کا وقت کارآمد کرنے کی کوشش کریں گے۔"

پھر وہ شخص مجھے اپنے ساتھ ایک کمرے میں لایا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"مسٹر میلی نوف سے تم کس قسم کے سوالات کرو گے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہم لوگ کبھی پہلے سے سوالات لکھ کر نہیں لاتے" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "یہ تو ہم وقت آنے پر ہی طے کرتے ہیں کہ کس قسم کے سوالات کرنے ہیں۔"

"ہوں" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اس طرح لگ رہا تھا جیسے وہ بری طرح جھنجلایا ہوا نظر آرہا تھا۔

"میں نے سنا ہے وقت کی پابندی کے معاملے میں مسٹر میلی نوف بے حد سخت ہیں" میں نے کہا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ماحول سے قطعاً مرعوب نہیں ہوں۔

"اور بھی بہت سے معاملات میں وہ بے حد سخت ہیں" اس نے تیکھے لہجے میں کہا "ان سے گفتگو کرتے ہوئے بے حد محتاط رہنا" اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے مرعوب کرنے کے در پے ہو۔

ہوں" میں نے بے نیازی سے کہا "اب تک تیرہ سربراہان مملکت کے انٹرویوز کر چکا ہوں۔"

"اوہ" وہ مجھے بڑے غور سے دیکھنے لگا "تم کب سے اس فیلڈ میں ہو؟" اس نے کریدنے والے انداز میں پوچھا۔

"کام کرنے کے لئے آٹھ گھنٹے مقرر ہیں مگر میں سولہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ اس اعتبار سے مجھے صحافتی دنیا میں بیس سال ہو چکے ہیں۔"

"یہی بات تم سیدھی طرح بھی کہہ سکتے تھے کہ تمہیں اس فیلڈ میں دس سال ہوئے ہیں" اس نے ناگواری سے کہا۔

"میں ہر بات وضاحت سے کرنے کا عادی ہوں" میں نے فخریہ لہجے میں کہا "میں نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اصل صورت حال سے لاعلم رہ جاؤ۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ شاید اس نے مناسب یہی سمجھا تھا کہ میرے منہ نہ لگے اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں تو قدم رکھنا ہی دوبھر ہے۔ آخر بڈ نے کیرولین تک کس طرح رسائی حاصل کی ہوگی؟

"مسٹر میلی نوف سے ملنے سے قبل تمہاری تلاشی لی جائے گی لہٰذا اگر تمہارے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ ہو تو ہمارے حوالے کر دو" چند منٹ بعد اس نے کہا۔

"ہتھیار!" میں نے حیرت کا اظہار کرنے کے لئے آنکھیں پھاڑیں "بھلا ایک صحافی کے پاس ہتھیار کا کیا کام! ہتھیار تو غنڈے بدمعاش رکھا کرتے ہیں۔"

اس کے چہرے پر طاری بدمزگی کے آثار مزید گہرے ہو گئے۔ میں نے اسے غنڈے بدمعاشوں کی فہرست میں جو لے جا کر کھڑا کر دیا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں، خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

پھر تھوڑی دیر یوں ہی خاموشی سے گزر گئی۔ میرا انداز اس کے لئے سخت ناپسندیدہ تھا۔ معلوم نہیں وہ اینگلز سے متعلق تھا یا نہیں لیکن میرا خیال تھا کہ میلی نوف کے عملے کے کسی بھی فرد کا تعلق اینگلز سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے غنڈے بدمعاش تو ضرور ہو سکتے تھے مگر اینگلز سے متعلق نہیں ہو سکتے تھے۔

چند منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک خوش لباس شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اپنے اطوار سے وہ نچلے درجے کا بدمعاش ہرگز نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے آتے ہی بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ مجھ سے کہا "آپ ہی وہ رپورٹر ہیں جو مسٹر میلی نوف کا انٹرویو لینے کے لئے آئے ہیں۔"

"بدقسمتی سے" میں نے مسکرا کر کہا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں میرے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا تو میں اپنی جگہ کسی اور کو بھیج دیتا۔"

"کیوں جناب" اس نے بڑی نرمی سے کہا "کیا ہمارے کسی آدمی سے کوئی غلطی ہو گئی؟"

"مجھ سے طرح طرح کے چبھتے ہوئے سوالات پوچھے جا رہے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کیا کوئی شریف آدمی اپنے ساتھ اسلحہ لے کر گھومتا ہے۔ یہ تو قاتلوں کی حرکتیں ہوا کرتی ہیں۔"

"لیکن ہمارا اصول ہے کہ بغیر تلاشی لئے کسی کو مسٹر میلی نوف سے نہیں ملنے دیتے۔"

"دیکھئے آپ کا اصول سر آنکھوں پر۔ لیکن کسی سے براہ راست یہ سوال کرنا بھی تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کے پاس اسلحہ تو نہیں ہے؟"

"میں آپ سے ہر اس بات کے لئے معذرت خواہ ہوں جو آپ کو ناگوار گزری ہے۔ آپ مسٹر میلی نوف کے مہمان ہیں۔ ہم آپ کی توہین کے مرتکب کس طرح ہو سکتے ہیں؟"

"میں اب تک تیرہ سربراہان مملکت کے انٹرویوز کر چکا ہوں اس لئے مجھے معلوم ہے کہ بڑے لوگوں تک رسائی کے لئے متعدد مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ حفاظتی انتظامات و مراحل اشد ضروری ہوتے ہیں۔ ممکن ہے مجھ سے جو سوالات کئے گئے وہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہوں اس لئے میں نے اسے اتنا زیادہ مائنڈ بھی نہیں کیا۔"

"آپ ایک تجربہ کار صحافی ہیں ان نزاکتوں کو سمجھتے ہیں۔ آئیے دوسرے کمرے میں چلیں۔"

میں اس کے ساتھ ایک اور کمرے میں آیا جہاں میری جامہ تلاشی لی گئی مگر یہ تلاشی بہت زیادہ باریک بینی سے بھی نہیں لی گئی تھی۔ وجہ غالباً یہ ہوگی کہ میرا تعلق ٹوکیو کے سب سے بڑے اشاعتی ادارے سے تھا۔ میرے ساتھ زیادہ ناروا سلوک کرنے کی صورت میں انہیں خطرہ ہوگا کہ کہیں ان کے خلاف کوئی منفی خبر نہ چھپ جائے۔ انہوں نے میرا کارڈ بھی چیک کیا تھا اور ہر طرح سے مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے "تشریف" رکھنے کو کہا اور میں نے تشریف رکھ لی۔ جن دو افراد نے میری تلاشی کے فرائض سرانجام دیئے تھے وہ سیاہ سوٹوں میں ملبوس تھے۔ اپنے ظاہری حلیے کے اعتبار سے وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں نظر آتے تھے۔

"آپ مسٹر میلی نوف سے کس قسم کے سوالات کریں گا

گے مسٹر راجر؟" ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں سوالات تحریر کر کے نہیں لایا ورنہ آپ حضرات کے ملاحظے کے لئے ضرور پیش کرتا۔"

"یہ بات تو صحافتی روایات کے خلاف ہے" اس نے بڑی متانت سے کہا "سوالات ہمیشہ پہلے سے تیار کئے جاتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ ایک طویل عرصہ اس میدان میں گزارنے کے باوجود میں صحافتی روایات سے اتنا واقف نہیں جتنے آپ لوگ ہیں" میں نے مسکرا کر کہا "جی چاہتا ہے کہ اب آپ کی شاگردی اختیار کر کے تھوڑی بہت صحافت بھی سیکھ ہی ڈالوں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی کا یہ سفر رائگاں ہی چلا جائے۔"

میرے مخاطب کے چہرے پر خفیف سی بوکھلاہٹ کے آثار نمودار ہوئے "ممکن ہے یہاں کوئے تل میں ایسا نہ ہوتا ہو" اس نے اپنی بوکھلاہٹ کو بڑی خوب صورتی سے چھپاتے ہوئے کہا "دراصل ہمارا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ سوالات مسٹر میلی نوف کی ذات سے متعلق نہیں ہونے چاہئیں۔"

"اب یہ تو ہونے سے رہا کہ میں ان سے آپ لوگوں کی ذات کے متعلق سوالات کروں" میں نے اپنے لہجے میں تحیر پیدا کرتے ہوئے کہا "انٹرویو جس سے متعلق ہوگا سوالات بھی اسی سے متعلق کئے جائیں گے۔"

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ وہ ویسا انٹرویو نہیں ہوگا جیسے عام طور پر انٹرویوز ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی قسم کا انٹرویو ہوگا۔"

"معاف کیجئے گا میں صرف یہ ضمانت دے سکتا ہوں کہ یہ آج تک لئے گئے کسی بھی انٹرویو سے قطعی مختلف ہوگا لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا پوچھوں گا اور کیا نہیں پوچھوں گا۔"

میری دوٹوک گفتگو نے ان لوگوں کے چھکے چھڑا دئیے۔ انہیں کم از کم یہ تو یقین آ گیا ہوگا کہ ان کا سابقہ ایک بے باک صحافی سے ہے۔

"مسٹر میلی نوف یہ پسند نہیں کرتے کہ ان سے ان کی ذات کے بارے میں سوالات کئے جائیں" اس شخص نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہا "لہٰذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ان کا انٹرویو تمہارے اخبار کی زینت بنے تو ان سے ذاتی سوالات کرنے سے گریز کرنا ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ درمیان میں ہی انٹرویو ختم کرنے کا اعلان کر دیں۔"

اس کے بعد مجھے کیرولین کے پاس لے جایا گیا۔ بڑوں کے کہنے کے عین مطابق کیرولین بے انتہا حسین تھی۔ اسے حسین ہونا بھی چاہئے تھا۔ ایک تو وہ یہودی تھی، یہودی لڑکیاں ہوتی ہی بے حد حسین ہیں اور دوسرے وہ دنیا کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار کی سیکریٹری تھی۔ اس کی پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے تقرری کے لئے معلوم نہیں کتنی یہودی لڑکیوں کے درمیان ظاہری حسن اور دیگر صلاحیتوں کا مقابلہ ہوا ہوگا۔

میلی نوف کے سوئٹ میں داخلے کی اجازت سے قبل ایک بار پھر متعدد آلات کی مدد سے مجھے سر سے پیر تک چیک کیا گیا اور پھر ٹھیک پانچ بجے مجھے کلیرنس دے دی گئی۔

میں بڑی احتیاط سے کمرے میں داخل ہوا جہاں میلی نوف پہلے ہی ایک صوفے پر براجمان تھا۔ اس کے جسم پر سفید رنگ کا بے داغ سوٹ تھا۔ میں نے ایک ہی نظر میں اس کا تفصیلی جائزہ لے لیا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر تھی۔ قد درمیانہ اور سر پر برائے نام بال تھے۔ میلی نوف کے عقب میں دو باڈی گارڈز موجود تھے جب کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ جب بھی کسی سے ملتا ہے کمرے میں کوئی تیسرا فرد موجود نہیں ہوتا۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں جناب" میں نے اپنے عقب میں دروازہ بند کرنے کے بعد نہایت سنجیدگی سے کہا۔

میلی نوف نے سر کی خفیف سی جنبش سے مجھے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ ہی اس کے عقب میں موجود دونوں افراد اندرونی کمرے کی طرف چلے گئے۔

"میری خوش قسمتی ہے جناب کہ مجھے آپ جیسے بڑے آدمی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا" میں نے بڑے نیاز مندانہ انداز میں اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرنے میں کسی خاص گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اشارے سے مجھے بیٹھ جانے کو کہا۔ اس کے مقابل بیٹھنے سے قبل میں نے اپنے کندھوں سے لٹکتا ہوا ٹیپ ریکارڈر وسطی میز پر رکھا اور اسے آن کر دیا۔ اب جو بھی گفتگو ہوتی وہ ٹیپ ہو جاتی۔ اس کے بعد میں بھی ایک صوفے پر جا بیٹھا اور کیمرا اتار کر گود میں رکھ لیا۔

"یہ دونوں افراد جنہیں تم نے دیکھا یہ میرے باڈی گارڈز ہیں اور تربیت یافتہ کمانڈوز ہیں" میلی نوف نے پہلی بار لب کشائی کی اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے مجھے خوف زدہ کرنا چاہتا ہو تاکہ اگر میرا کوئی غلط قسم کا ارادہ ہو تو [illegible]

جواب دے جائے۔

"ذاتی تحفظ ہر شخص کی ضرورت ہوتا ہے اور آپ جیسے لوگوں کو تو ظاہر ہے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھے ہوئے نفیس سگار کیس میں سے ایک سگار نکال کر سلگانے لگا اس نے مجھ سے یہ پوچھنے تک کی زحمت نہیں کی کہ میں تمباکو نوشی کرتا ہوں یا نہیں۔

"ہم لوگ صنعتی میدان میں بہت پیچھے ہیں" میں نے کہا "لہٰذا آپ کے اس فیصلے نے کہ یہاں کار سازی کی صنعت قائم کی جائے خوشی کی لہر دوڑا دی ہے۔"

میلی نوف نے سگار کا کثیف دھواں اگلتے ہوئے ایک بار پھر سر کو اثباتی جنبش دی "ترقی پذیر ملکوں کو مدد دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"آپ کے نظریات لائق ستائش ہیں۔ اخبارات آپ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں مگر کسی کو یہ نہیں معلوم کہ آپ کا اصل منصوبہ کیا ہے؟"

میلی نوف سگار کا ایک گہرا کش لیتے لیتے رک گیا اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا "اصل منصوبے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کاروں کی صنعت میں اس وقت جاپان دنیا کو لیڈ کر رہا ہے۔ اب تک کسی نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟"

میں نے محسوس کیا کہ میلی نوف نے سکون کی ایک گہری سانس لی ہے اور اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔

"صنعتی میدان میں جاپان کی بالادستی تشویش ناک حدود میں داخل ہو گئی ہے" میلی نوف نے کہا "اور اس کی متعدد وجوہات ہیں۔ جاپان کے میدان میں آنے سے قبل امریکا، برطانیہ، جرمنی اور اٹلی عالمی منڈیوں پر چھائے ہوئے تھے۔ ان ممالک کی مصنوعات آج بھی پائیداری کے معاملے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں مگر جاپان نے پائیداری کو پس پشت ڈالا اور اپنی تمام تر توجہ ارزانی پر صرف کر دی۔ یہ وہ معاملہ تھا جس پر کوئی بھی ملک مفاہمت کرنے کو تیار نہیں تھا اور نہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب جاپان کا مقابلہ کرنا قریب قریب ناممکن ہو گیا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ باتیں تو سب جانتے ہیں۔ آپ نے خاصی وضاحت سے اس مسئلے پر روشنی ڈالی مگر کسی نے جاپان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اس سوال کے جواب کے لئے بہت زیادہ تفصیل میں جانا پڑے گا لیکن یہ بات طے ہے کہ اس معاملے میں انفرادی طور پر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو اجتماعی مسئلہ ہے اور اسے اجتماعی بنیاد پر ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر میں امریکا میں بیٹھ کر یہ چاہوں کہ سستی مصنوعات تیار کرنے لگوں تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ حکومت اور تمام صنعت کار بھی اس پر تیار نہ ہوں۔"

"کیا کوئے تل میں کاروں کی صنعت لگانے کا فیصلہ جاپان سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی ایک کڑی ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں" میلی نوف نے اثبات میں سر ہلایا "یہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے لیکن فی الحال اس کی نوعیت تجرباتی ہوگی۔"

"یہ بتائیں کہ آپ نے اس کام کے لئے کوئے تل کو ہی کیوں منتخب کیا؟ ترقی پذیر ممالک تو اور بھی بہت سے ہیں؟"

"اس سوال کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ میں اگر کہیں اور صنعت لگاتا تو وہاں بھی یہی سوال کیا جا سکتا تھا۔"

"میرا مطلب ہے کوئے تل کو منتخب کرنے کی کوئی خاص وجہ تو ضرور رہی ہوگی؟"

"سب سے اہم وجہ تو یہ ہے کہ کوئے تل اب تک جاپان کی دست برد سے محفوظ ہے۔ میری کوشش ہے کہ صنعت کاری کے لئے ایسے ہی ممالک کا انتخاب کیا جائے جہاں ابھی جاپان کا عمل دخل نہ ہوا ہو۔"

"بہت عمدہ جواز ہے مسٹر میلی نوف" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا جسے وہ محسوس نہیں کر سکا "لیکن بعض حلقے اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ اصل جواز کچھ اور تو نہیں ہے؟"

"کاروباری حلقوں میں تو خیال آرائیاں کی ہی جاتی ہیں۔ کاروباری رقابتیں بھی ہوتی ہیں۔ لوگ باتیں بناتے ہی رہتے ہیں......"

"میرا اشارہ کاروباری حلقوں کی طرف نہیں تھا مسٹر میلی نوف! میں تو صحافتی حلقوں کی بات کر رہا تھا؟"

"کیا مطلب؟" میلی نوف نے چونک کر کہا "صحافتی حلقوں میں کس قسم کی خیال آرائیاں ہو رہی ہیں؟ میں تو بڑی پابندی سے اخبارات کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مجھے تو کوئی خیال آرائی نظر نہیں آئی۔"

"خیال آرائی نہیں ہو رہی مسٹر میلی نوف! چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور ان چہ میگوئیوں کا اخبارات میں چھپنے والی

خبروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میلی نوف بے چین نظر آنے لگا "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کس قسم کی گفتگو کررہے ہو۔"

"اخباری رپورٹر شیطان کے چیلے کہلاتے ہیں" میں نے کہا "بعض اوقات ایسی خبریں بھی کھود لاتے ہیں جن کا گمان تک نہیں کیا جاسکتا۔"

"اسی لئے میں اخباری دنیا کے لوگوں سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں" میلی نوف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بات دور اور قریب رہنے کی نہیں ہے مسٹر میلی نوف! اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ جن خبروں کو منظر عام پر آنا ہوتا ہے وہ تو آکر ہی رہتی ہیں۔"

"میرا تجربہ ہے کہ اخباری رپورٹرز صحافی سے زیادہ بلیک میلر ہوتے ہیں اور بلیک میلرز کا قریب نہ آنا ہی بہتر ہوتا ہے اسی لئے میں انٹرویو تک دینے سے گریز کرتا ہوں۔"

"میں تو آپ کو ایک دانش مند شخص سمجھتا تھا لیکن آپ تو بہت عام سطح کی گفتگو کرتے ہیں۔ آپ ہم لوگوں کو بلیک میلر کہہ رہے ہیں جب کہ درحقیقت ہم لوگوں سے تعاون کرتے ہیں۔ بہت معمولی معاوضوں کے عوض ہم ایسی خبریں شائع ہونے سے روک دیتے ہیں جن کی اشاعت سے شخص مطلوبہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے ہم تو آپ لوگوں کے خادم ہیں جناب! اگر معلوم نہیں کیوں ہمیں غلط سمجھا جاتا ہے۔"

"میں محض اس لئے انٹرویو دینے پر آمادہ ہوگیا تھا کہ شاید تم کسی قدر مختلف آدمی ثابت ہو مگر تم بھی روایتی صحافت کے پیروکار نکلے۔"

"آپ غلط فہمی کا شکار ہیں مسٹر میلی نوف! یہاں کوئی روایتی صحافت نہیں ہورہی نہ ہی انقلابی صحافت ہورہی ہے۔ یہ تو صحافت برائے تعاون کہلائے گی۔ جیسے آپ تجارت برائے امارت کرتے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے مسٹر میلی نوف کہ لوگ ایک صحافی سے دیانت داری کی توقع کرتے ہیں۔ صحافی دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے درست خبر چھاپ دے تو اسے نشانہ بنایا جائے اور تعاون کرتے ہوئے خبریں چھپالے تو بلیک میلر کہلائے حالاں کہ یہ تعاون دو طرفہ ہوتا ہے۔ ہم تو فقط پیش کش کرتے ہیں۔ اگر متعلقہ شخص کا دامن صاف ہو تو وہ کیوں ہم سے تعاون کرنے لگا پھر صحافی ہی کیوں مطعون ہوتا ہے۔ دوسری پارٹی کو بھی اتنا ہی برا کہنا چاہئے جتنا صحافی کہلاتا ہے۔"

"تم یہاں انٹرویو کرنے آئے ہو یا اپنے پیشے کی وکالت کرنے؟" میلی نوف نے غصیلے لہجے میں کہا "میں مصروف آدمی ہوں۔ میرے پاس ان فضولیات کے لئے وقت نہیں ہے۔"

"وقت تو نکالا جاتا ہے مسٹر میلی نوف" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "آدمی اپنی بقا کی جدوجہد کرتے ہوئے پوری زندگی گزار دیتا ہے۔"

میرا لہجہ ایسا نہیں تھا جسے بہ آسانی نظرانداز کردیا جاتا۔ اس میں خفیف سی دھمکی بھی پوشیدہ تھی لیکن میلی نوف پر خاطرخواہ اثر نہیں ہوا۔

"تمہیں کوئی بڑی غلط فہمی ہوگئی ہے" میلی نوف نے بے رخی سے کہا "میرا خیال ہے تمہاری آج کی محنت رائیگاں ہی جائے گی۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ صحافتی حلقوں میں بہت سی چہ میگوئیاں ہورہی ہیں مگر تم اس پر توجہ نہیں دے رہے ہو میلی نوف! کل یہ ہوگا کہ تم اسے اہمیت دینے لگو گے مگر اس وقت تک بات بہت آگے جاچکی ہوگی۔"

"تم ہوا میں تیر چلا رہے ہو۔ اگر کسی کو کوئی غلط فہمی ہے تو مجھے بتاؤ۔ میں اس کے سوا اور کیا کرسکتا ہوں کہ غلط فہمی رفع کردوں۔"

"ہم لوگ غلط فہمیوں میں نہیں مبتلا ہوتے" ہم خبریں کھود کر نکالتے ہیں اور پھر ان میں سے قابل فروخت خبریں علیحدہ کرلیتے ہیں۔ بات بن جاتی ہے تو ہم خاموش ہوجاتے ہیں بصورت دیگر ہم ثبوت بھی پہنچاتے ہیں اور اگر ایک بار ثبوت فراہم ہوجائے تو پھر خبر کی قیمت کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔"

"تماشا ہوچکا مسٹر راجر!" میلی نوف نے جھنجلا کر کہا "اب تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہاں سے دفع ہوجاؤ ورنہ مجھے اپنے لوگوں کو زحمت دینا پڑے گی۔"

"میں اگر دفع ہوگیا مسٹر میلی نوف تو جانتے ہو کیا ہوگا۔ وہ لوگ جو آج چہ میگوئیاں کررہے ہیں ان کی زبانیں بند رکھنا مشکل ہوجائے گا اور ممکن ہے کہ بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے کسی کے ہاتھ کہیں سے کوئی ثبوت لگ جائے۔"

"تمہارے کام کرنے کا انداز انتہائی گھٹیا ہے۔ تم محض کسی خبر کے دوسروں کو بلیک میل کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو۔"

"یہاں کے لوگ بہت سر پھرے ہیں میلی نوف! ابھی حال ہی کی بات ہے انھوں نے کسی کو نہیں بخشا حالاں کہ وہ بہت بڑے بڑے لوگ تھے جن کا انگلز سے تعلق ثابت ہوگیا تھا۔"

میلی نوف کے ہاتھ سے سگار گرتے گرتے بچا۔ وہ جس انداز میں چونکا تھا اس سے صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ جوز نے اس کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ اور مجھے اس تصدیق کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے تو اسے اسی وقت پہچان لیا تھا جب اس نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔ یہ وہی آواز تھی جو میں نے اس دن اس کے منہ سے سنی تھی۔ اس وقت میں نے اسے نقاب میں دیکھا تھا اس لئے پہچان نہیں سکا تھا لیکن اس کی آواز تو پہچان سکتا تھا۔ وہ ایک بزنس مین تھا۔ آواز بدلنے کے فن سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا اسی لئے مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

"اس بکواس کا کیا مطلب ہے؟" میلی نوف نے مشتعل ہوکر کہا "اس ملک سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ انگلو کیا بلا ہے۔"

"چہ میگوئیاں کرنے والوں کا خیال ہے کہ اس بلا خیزی کی پشت پر جو لوگ ہیں ان میں سے ایک تم بھی ہو۔"

میلی نوف نے پھر کچھ نہیں کہا۔ اس نے تالی بجائی تھی جس کے جواب میں اس کے دونوں کمانڈوز کمرے میں آگئے تھے۔ میں فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ نے مجھے جو قیمتی وقت دیا اس کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں" میں نے ٹیپ ریکارڈر اٹھاتے ہوئے کہا "بہت جلد ہم اس انٹرویو کو چھاپنے کی کوشش کریں گے۔"

میلی نوف کچھ نہیں بولا اور میں جلدی سے اس کے کمرے سے نکل آیا۔ میرا مقصد پورا ہوچکا تھا۔ میلی نوف نے نہ تو مجھے روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی اس نے اپنے باڈی گارڈز سے کچھ کہا۔

کمرے سے باہر راہداری میں چند افراد ادھر ادھر کھڑے دکھائی دیئے۔ وہ یہاں کے نگراں تھے۔ ان میں سے کسی نے مجھ سے تعرض نہیں کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہی لوگ کچھ دیر بعد میرے دشمنوں میں تبدیل ہوچکے ہوں گے۔ جو باتیں میں میلی نوف سے کرکے آیا تھا اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ مجھے آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ ان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ یہاں مجھے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ اور کہتے بھی کیسے کہ میں ایک اخبار کی طرف سے آیا تھا لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

میں درمیانہ رفتار سے چلتا ہوا کاریڈور کے سرے تک آیا اور پھر لفٹ کے بجائے سیڑھیوں کا رخ کیا۔ یہ بات میرے علم میں تھی کہ میلی نوف کے آدمیوں کی عمل داری اپنے فلور کی حد تک ہی ہے۔

سیڑھیوں پر پہنچتے ہی میرے پیروں میں گویا پر لگ گئے۔ مجھے پہلی منزل تک ہی تو جانا تھا جہاں میلی نوف کے عین نیچے اور اس کے برابر والے دونوں کمرے میں پہلے ہی بک کراچکا تھا۔ میں نے نہ صرف کمرے بک کرائے تھے بلکہ اس وقت ان کمروں میں تہذیب، مالکم ایکس، بڈ، ڈیوڈ ریان اور کلارا بھی موجود تھے۔ مجھے صرف اس بات کی فکر تھی کہ کوئی مجھے اس فلور پر آتے ہوئے نہ دیکھ لے۔ اوپر جاتے وقت تو میں نے خاص طور پر احتیاط کی تھی۔

خوش قسمتی سے مجھے راستے میں کوئی نہیں ملا اور میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں اس وقت وہ چاروں جمع تھے۔ بڈ کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھا ہوا تھا اور وہ کمرے کے کونے میں موجود میز پر رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈر پر جھکا ہوا تھا۔ میری کمرے میں آمد پر اس نے نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

"میرے مشن کا پہلا مرحلہ بڑی کامیابی سے تکمیل تک پہنچ گیا دوستو" میں نے ٹیپ ریکارڈر اور کیمرا کاندھے سے اتارتے ہوئے کہا۔

"میری بات درست ثابت ہوئی نا" کلارا نے کہا "جوز نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ میلی نوف قطعی غیر متعلق آدمی ہے۔ یقیناً اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"

ان چاروں نے میری گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا ہوگا۔ جانے سے قبل میں نے ہدایت کردی تھی کہ جب تک میں میلی نوف کے پاس موجود ہوں صرف میری گفتگو سنی جائے یہ گفتگو میرے کیمرے میں نصب ایک چھوٹا سا ایف ایم مائیکروفون نشر کررہا تھا جسے اس کمرے میں موجود ریڈیو ٹیپ ریکارڈر پر سنا جارہا تھا۔ کیمرے میں نصب مائیکروفون میں میلی نوف کے کمرے میں ہی چھوڑ آیا تھا اور بڈ نے میری ہدایت کے بموجب میرے وہاں سے روانہ ہوتے ہی ریکارڈنگ شروع کردی تھی۔ میں نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ میرے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد کی گفتگو ایوا اور کلارا میں سے کسی کو اس وقت تک نہ سننے دی جائے جب تک کہ میں واپس نہ آجاؤں۔

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا ڈیئر کلارا" میں نے بڑے خوش گوار موڈ میں کہا "میری رائے تو اس کے بالکل برعکس ہے۔"

"تم تو پہلے ہی سے طے کرچکے ہو کہ جوز کی دی ہوئی

اطلاع درست ہے لہٰذا میلی نوف کے اعتراف نہ کرنے کے باوجود بھی تم اس بات پر مصر ہو کہ وہی ایلس ون ہے۔"
"اگر وہ اعتراف کر لیتا تو دنیا کا سب سے بڑا گدھا کہلاتا" میرے بجائے تہذیب نے جواب دیا۔ اب بھی میری رائے بدلتے نہ دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ میلی نوف واقعی ایلس ون ہو گا۔
"تو پھر تم کس توقع پر اس کے پاس گئے تھے؟" ڈیوڈ نے حیرت سے کہا "یہ بات تو پہلے ہی سوچنے کی تھی۔"
"ایگلز کے تذکرے پر وہ جس بری طرح چونکا تھا اس سے یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس کا ایگلز سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"
"ہم تو صرف اس کی آواز سن رہے تھے۔ اگر اس کے تاثرات بھی دیکھ رہے ہوتے تو ممکن ہے ہم بھی کوئی رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں ہوتے" ڈیوڈ نے کہا۔
"صرف ان تاثرات سے یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ ایگلز سے متعلق ہے" کلارا نے کہا "ایگلز ہماری ایک عالمی تنظیم ہے اور یہودی ہونے کے ناتے ممکن ہے میلی نوف بھی اس سے کسی حد تک واقفیت رکھتا ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں اس کا چونکنا لازمی امر تھا۔ تم نے اس سے ایک ہی مطلب کس طرح نکال لیا۔"
"معلوم ہوتا ہے تم اسے ایلس ون ثابت نہیں ہونے دو گی" میں نے مسکرا کر کہا۔
"میں تو شروع سے ہی کہہ رہا ہوں کہ میلی نوف ایلس ون نہیں ہے مگر تم نے میری بات مان کر ہی نہیں دی۔ اب دیکھ لو تم کس مشکل میں پھنس گئے ہو۔ اسے ایلس ون ثابت کرنا تقریباً ناممکن ہی ہے۔"
"ایسا نہیں ہے کلارا! وہ ایلس ون ہی ہے۔ اس کے چونکنے کو تو چھوڑو میں اسے اس سے پہلے ہی ذاتی طور پر شناخت کر چکا ہوں۔"
کلارا کے ساتھ ساتھ ڈیوڈ بھی چونکا۔ تہذیب نے بھی مجھے حیرت سے دیکھا۔
"میری معلومات کے مطابق تو میلی نوف سے کبھی تمہارا واسطہ نہیں رہا" تہذیب نے کہا "پھر ذاتی طور پر شناخت کر لینا کیا معنی رکھتا ہے؟"
"تم بھی سن لو کلارا! اس سے تمہیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ میں نے تمہیں پانچوں سپر ایگلز کی قومیتوں سے کس طرح آگاہ کیا تھا۔ جزیرہ مرگ پر ان پانچوں سے میرا تعارف کرایا گیا تھا۔ پانچوں افراد اپنی مخصوص نقابیں لگائے ہوئے تھے جن پر ان کے نمبر تحریر ہوتے تھے۔ میں نے ان کی مخصوص آوازیں سنی تھیں جو میرے ذہن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں۔ اور میلی نوف کی آواز اور ایلس ون کی آواز میں ذرا فرق نہیں ہے۔"
کلارا حیرت سے اچھل پڑی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" اس نے سنسناتی ہوئی آواز میں کہا۔
"تو اور کیا غلط کہیں گے" ڈیوڈ بولا "میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ علی صاحب نے اگر جونز کی بات پر یقین کیا ہے تو ایسے ہی نہیں کیا ہو گا۔"
"اگر وہ غیر متعلق آدمی ہے تب تو کوئی حرج نہیں" کلارا نے کہا "لیکن اگر وہ واقعی ایلس ون ہے تو تمہیں اس کے روبرو ایگلز کا تذکرہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے تھا۔"
"وہ کیوں؟" میں نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔
"اس لیے کہ وہ تمہارا دشمن ہو جائے گا۔ یہ بات وہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی شخص اس کے اور ایگلز کے تعلق سے باخبر ہو جائے۔"
"قطعی مہمل بات ہے" میں نے کہا "ایک وہی کیا پوری تنظیم میری دشمن ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے" کلارا نے کہا "میں تمہاری بات مان لیتی ہوں لیکن یہ بھی تو ہے کہ تم اسے بے خبری میں چھاپ سکتے تھے۔ اب وہ ہوشیار ہو گیا، اس پر ہاتھ ڈالنا مشکل ہو جائے گا۔"
"تم ہوشیار ہونے کی بات کر رہی ہو، یہاں تو کھیل کا اور شروع ہو چکا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ میلی نوف اگر مجھے کوئی نقصان پہنچاتا تو اسے خطرہ تھا کہ یہ بات لازماً اخبار والوں کے علم میں آ جائے گی لہٰذا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ دوسری طرف ہوٹل میں اسے نہ اس وقت نقصان پہنچا سکتا تھا نہ اب ایسا کر سکتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو حکومت اس میں ملوث ہو جائے گی اور میں یہ کسی قیمت پر گوارا نہیں کر سکتا کہ جنرل نیبرس کسی مشکل میں مبتلا ہو لہٰذا اب جب تک وہ گوسٹے ہل میں موجود رہے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"
"ہاں تم بتاؤ کیا رہا؟" میں نے بڈ کو ہیڈ فون اتارتے دیکھ کر اس سے سوال کیا اور وہ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے ہچکچاہٹ آمیز انداز میں ڈیوڈ اور کلارا کی طرف دیکھنے لگا۔
"تو اب ان سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں رہی۔ جو بات بھی ہے بلا جھجک بتاؤ۔"
"تمہارے وہاں سے نکلتے ہی میلی نوف نے کیرولین کو طلب کیا تھا۔ اگر تم کہو تو میں تمہیں ریکارڈنگ سنواؤں۔"
"نہیں، ریکارڈنگ سنوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنے الفاظ میں مختصراً بتا دو۔"
"میلی نوف نے کیرولین سے کہا کہ اس اخباری رپورٹر راجر کو جو ابھی اس کے کمرے سے نکل کر گیا ہے کوئی حادثہ پیش آنا چاہیے۔ میلی نوف کے اس حکم پر کیرولین اس کے کمرے سے چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد اس نے آکر بتایا کہ وہ متعلقہ لوگوں سے کہہ آئی ہے، راجر کسی حادثے میں مارا جائے گا۔ اس نے میلی نوف سے اس حکم کی وجہ پوچھی جس پر میلی نوف نے کہا کہ کسی طرح یہ اخباری رپورٹر اس بات سے آگاہ ہو گیا ہے کہ اس کے اور ایگلز کے درمیان کوئی تعلق ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اس راز سے کسی اور کو آگاہ کرے اسے ہلاک ہو جانا چاہیے۔ اس اطلاع پر کیرولین نے حیرت کا اظہار کیا۔ پھر ابھی ابھی میلی نوف تک یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ راجر نامی رپورٹر ہاتھ نہیں آسکا۔ نہ کسی نے اسے ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا اور نہ باہر نکلتے دیکھا گیا۔"
"سن لیا تم نے" میں نے کلارا کی طرف دیکھا "اب تو تمہیں یقین آ گیا کہ میلی نوف ہی ہمارا مطلوبہ شخص ہے؟"
"یقین تو پہلے ہی آ گیا تھا اب یہ یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا" کلارا نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ ایگلز کے ڈھانچے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔"
"یہی بات میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔"
"اور سنو چیف!" بڈ نے کہا "اس کے آدمی بہت تیز ہیں۔ انہوں نے متعلقہ اخبار کے دفتر سے راجر کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ انہیں وہاں سے کیا جواب ملا ہو گا اور اس پر ان کا کیا ردعمل ہوا ہو گا۔"
میں بخوبی اندازہ کر سکتا تھا کہ اس اطلاع پر میلی نوف حواس باختہ ہو گیا ہو گا۔ اور اس نے اپنی تمام مصروفیات منسوخ کر دی ہوں گی۔ اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو گا۔ سیکیورٹی کے آدمیوں کو نااہل قرار دیا جا رہا ہو گا۔ ایک معمولی اخبار نویس کا اس تک رسائی حاصل کر لینا اس کے عملے کی نااہلی کی کھلی دلیل تھا۔
"تم نے تو ایگلز کو ہوا بنا رکھا تھا" میں نے کلارا سے کہا "تم اس بات کے بھی سخت خلاف تھیں کہ ایگلز سے تصادم کا خطرہ مول لیا جائے۔ اب کیا خیال ہے۔ سپر ایگلز تک ہماری زد پر ہیں۔"
"میں نے جو باتیں بھی کی تھیں ایڈم ذی فلوک سے کی تھیں" کلارا نے مسکرا کر کہا "اس وقت مجھے یہ تو معلوم نہیں تھا کہ جس شخص سے میں یہ باتیں کر رہی ہوں وہ اصل میں ایگلز سے بھی بڑا ہوا ہے۔"
"لیکن تمہارا یہ اندازہ بہرحال تھا غلط" ڈیوڈ درمیان بولا "اس لیے کہ اب میلی نوف اس واقعے کی اطلاع ریندل تک پہنچانے کی کوشش کرے گا۔"
"تو کیا اب اسے اتنا حق بھی نہیں" میں نے ہنس کر کہا "اچھا ہے وہ اپنے حمایتیوں کو بھی آزما کر دیکھ لے۔"
"ریندل تو اس وقت خود اپنی جان بچانے کی فکر میں ہو گا" کلارا نے کہا "گوسٹے ہل اور اس کے بعد شی کو رائے میں ہونے والے ایگلز کے نقصان کے بعد وہ چھپا چھپا پھر رہا ہو گا۔"
"وہ چھپا چھپا نہیں پھر رہا ہو گا بلکہ میری گھات میں ہو گا۔ میرے ہاتھوں اسے جس قدر نقصانات پہنچے ہیں اس کے بعد وہ نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔"
"جب تک اس نے فیلڈ ورکر کی حیثیت سے کام کیا اس کی دلیری کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ بڑے بڑے خطرات میں وہ آنکھ بند کر کے کود پڑتا تھا لیکن اقتدار کا مزہ چکھنے کے بعد سے وہ قطعاً ناکارہ ہو گیا ہے۔ بلکہ اسے بزدل کہنا چاہیے۔"
"تم یہ بات کہہ رہی ہو تو مجھے اس پر غور کرنا پڑے گا۔ کوئی اور کہتا تو میں اس بات کو درخور اعتنا ہی نہ سمجھتا۔ تم چونکہ اس سے بہت قریب رہ چکی ہو۔۔۔"
"بہت قریب" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "میں اس کی داشتہ رہ چکی ہوں" اس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے "لیکن آج میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ فقط ایک باس ہے اور میں اس کی ماتحت۔۔۔"
"تمہارے منہ سے داشتہ کا لفظ عجیب سا لگتا ہے" تہذیب نے کہا "تم لوگ تو آزادانہ میل جول کے قائل ہو۔ تمہارے ہاں ان چیزوں کو برا بھی نہیں سمجھا جاتا پھر تم اتنی حقارت سے کیوں اس کا ذکر کر رہی ہو؟"
"استعمال کیا جانا کوئی بھی پسند نہیں کرتا میڈم ایکس" کلارا نے بے حد تلخی سے کہا "میں اسے دوست ہی سمجھ

رہی مگر مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو اپنی ضرورت پوری کر رہا تھا۔ جب اس کا دل بھر گیا تو میری بھی وہی حیثیت ہوگئی جو مجھ جیسے اور بہت سے کارندوں کی ہے۔ میری آنکھیں تو اس وقت کھلیں جب جونز نے مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے شعاعی پستول کا ٹریگر دبا دیا تھا۔ اس کے بعد جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی وہ جج صاحب کے رویے نے پوری کر دی۔ انہوں نے دشمن ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا تو مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا اور اب میں ریڈال کی ہلاکت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکوں گی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ان باتوں کو چھوڑو۔ اب میں اپنے پروگرام کے دوسرے مرحلے پر عمل شروع کر رہا ہوں" میں نے بڈ کو اشارہ کیا اور اس نے وہ موبائل فون میرے حوالے کر دیا جو میں جنرل نیبری سے لے کر آیا تھا۔ ان دنوں ٹوٹے مل میں موبائل فون رکھنا جرم تھا اور حکومت کے انتہائی اہم لوگوں کو موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت تھی۔

میں نے موبائل فون پر نمبر ڈائل کئے اور ذرا ہی دیر میں میں ٹیلی نوف سے بات کر رہا تھا۔

"مجھے پہچانا میکل نوف" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں راجر بات کر رہا ہوں، تمہارا خادم اور بہی خواہ۔"

"تم..... تم کہاں ہو مسٹر راجر! مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجاؤ۔"

"نہیں میکل نوف" میں نے ایک قہقہہ لگا کر کہا "اگر اب میں تمہارے پاس آیا تو میری واپسی مشکل ہو جائے گی۔"

"میں تمہیں اپنی گاڑی میں واپس بھجوا دوں گا" میکل نوف نے تیزی سے کہا "کس وقت آرہے ہو۔"

"تم بہت معصوم ہو میکل نوف! کسی بات کا مطلب ہی نہیں سمجھتے..... کیا اب مجھے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تمہارے آدمی مجھے حادثے کا شکار بنانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔"

"تم..... تم کیسی باتیں کر رہے ہو" میکل نوف ہکلا گیا "میں ایک بزنس مین ہوں....."

"صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے میکل نوف!" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "میرے روانہ ہوتے ہی تمہارے آدمیوں تک تمہارا یہ حکم تمہاری سیکریٹری کیرولین کے توسط سے پہنچا تھا مگر میری رفتار زیادہ تیز رہی۔ وہ میری گرد کو بھی نہیں پاسکے۔"

"تم شدید غلط فہمیوں کا شکار لگتے ہو۔ معلوم ہے کہ تمہارا واسطہ کن لوگوں سے رہا ہے۔ بزنس مین تو سودے بازی کے ماہر ہوا کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں جو تم بیان کر رہے ہو۔ یہ تو دہشت گردوں اور تخریب کاروں کا شعار ہوتی ہیں۔"

"جب تمہارے آدمی مجھے ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے اخبار کے دفتر سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب تک میں نہیں چاہوں گا تمہیں میرے بارے میں کہیں سے کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا میکل نوف! اس لئے کہ کام جتنا بڑا ہوتا ہے اتنے ہی بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ تم لاکھ کوشش کر لو میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"میرے آدمیوں نے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے مجھے اس کا اعتراف ہے لیکن یہ تلاش صرف اس لئے تھی کہ میں تم سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہ رہا تھا۔"

"اپنے کمانڈوز کو تم نے خود طلب کیا تھا میکل نوف! اپنے کمرے سے تم نے خود مجھے نکالا تھا۔ میں تو تم سے بات چیت ہی کرنے کے لئے آیا تھا مگر تم نے کس نامعقول رویے کا مظاہرہ کیا۔ مجھے کہنے دو کہ تم دنیا کے نامعقول ترین انسان ہو۔ تم اپنے آپ کو بزنس مین کہتے ہو مگر انتہائی احمق اور گدھے ہو۔ تمہیں تو چرنے کے لئے کسی چراگاہ میں چھوڑ دینا چاہئے۔"

"تمیز سے بات کرو" میکل نوف نے غصے سے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "تمہیں معلوم نہیں کہ تم کس سے ہم کلام ہو۔"

میں نے بڈ کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ وہ ہاتھ میں ٹرانس میٹر لئے میرے اشارے کا منتظر تھا۔ میرا اشارہ پاتے ہی وہ دھیمی آواز میں ٹرانس میٹر میں بولنے لگا۔

"مجھے خوب معلوم ہے کہ میں کس سے مخاطب ہوں" میں نے پرسکون لہجے میں کہا "لیکن تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہے۔ میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں کہ آئندہ مجھ سے اس لہجے میں بات نہ کرنا ورنہ سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

"میں تمہارے خلاف رپورٹ درج کراؤں گا" میکل نوف نے غصیلی آواز میں کہا "پولیس خود ہی تمہارا سراغ لگالے گی۔"

میں مضحکانہ انداز میں ہنسا "ذرا کھڑکی کی طرف توجہ رکھنا میکل نوف" میں نے کہا۔ میکل نوف کے کمرے کی کھڑکی سڑک کے رخ پر نہیں تھی۔ بلکہ اس طرف ہوٹل کا احاطہ تھا جس میں سو گز تک پول تھا۔ اس کے بعد احاطے کی دیوار تھی جس کے بعد ایک چھوٹا پارک تھا۔ اس پبلک پارک کا طول و عرض بھی کسی طرح کم نہیں تھا۔ پارک ختم ہونے کے بعد سڑک تھی اور سڑک کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا کلب تھا۔ اس کلب کی چھت پر علی گروپ کا ایک رکن دوربین لگائے مستعد بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ایک ٹرانس میٹر بھی تھا جس پر بڈ سے اس کا مسلسل رابطہ قائم تھا۔ یہ سب پہلے سے ترتیب دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق تھا

میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔ ایک 'دو' 'تین' میں نے بلند آواز سے گنتی کی تھی۔ میرے ساتھ ساتھ بڈ نے بھی پست آواز میں گنتی گنی تھی۔ تین کہتے ہی میں نے ریسیور میں ایک دھماکے کی آواز سنی۔ دوربار دار رائفل سے کئے گئے فائر نے میکل نوف کے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ چکنا چور کر دیا تھا۔ میں نے ایک دوسری آواز بھی سنی تھی۔ گولی کے شیشہ توڑنے کے بعد دیوار سے ٹکرانے کی آواز..... اور ایک تیسری آواز بھی تھی جو میکل نوف کے منہ سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ اضطراری طور پر اپنی خوف زدہ چیخ پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔

"کچھ اندازہ ہوا میکل نوف کہ تم کس پائے کے آدمی سے مخاطب ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں اگر تمہیں گالیاں دوں تو تمہیں وہ بھی برداشت کرنی پڑیں گی۔"

"تم..... تم کوئی مجرم معلوم ہوتے ہو" میکل نوف ہکلا گیا۔ وہ بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو میکل نوف! میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ تم شوق سے پولیس میں رپورٹ درج کراؤ لیکن یہ سوچ کر درج کرانا کہ اس طرح تم کسی بھی متوقع رعایت سے محروم ہو جاؤ گے۔"

"کم..... میں رپورٹ درج نہیں کراؤں گا..... لیکن مجھے بتاؤ کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"اگر تم میں ذرا بھی عقل ہوتی میکل نوف تو میں نے تم سے ملاقات کے دوران جو اشارتی گفتگو کی تھی اس سے تم بہت کچھ سمجھ جاتے لیکن اس وقت تم گھمنڈ میں تھے۔ تمہیں اپنے کمانڈوز کا زعم تھا۔ تم نے میری توہین کی تھی میکل نوف! تم ذرا بھی مردم شناس نہیں ہو۔ تم ہر ایک کو اپنا زر خرید سمجھنے کے زعم میں مبتلا ہو۔ اگر تم نے اس وقت معقولیت کا ثبوت دیا ہوتا تو ہمارے درمیان معاملات اسی وقت طے ہو جاتے۔ اب اپنے کمانڈوز سے کہو کہ وہ تمہاری طرف آنے والی گولیوں کا رخ پھیرنے کے لئے تیار رہیں۔ پہلا موقع ملتے ہی کوئی گولی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دے گی اور تمہیں دنیا کے کسی ملک میں پناہ نہیں مل سکے گی۔"

"میں اپنی شکست تسلیم کر چکا ہوں۔ اب مجھے مزید دھمکیاں مت دو" میکل نوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارے ہاتھ بہت لمبے ہیں مسٹر میکل نوف! ہم صرف دھمکیاں نہیں دیتے ان پر عمل کر کے بھی دکھا سکتے ہیں۔ میں ایک فرد واحد نہیں ہوں بلکہ ایک طویل سلسلہ ہے جو بہت دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ تمہارے مقابل آنے کے بعد میں ہر وقت خطرے میں ہوں اور رہوں گا اسی لئے تمام لوگوں کو الرٹ کر دیا گیا ہے کہ اگر مجھے کوئی بھی نقصان پہنچے تو اس کا انتقام تم سے لیا جائے۔"

"جو معاملات افہام و تفہیم کے ذریعے حل ہو سکتے ہوں انہیں بڑھانا نہیں چاہئے۔ میں چونکہ تمہارا بڑے سے بڑا مطالبہ پورا کر سکتا ہوں اس لئے میری خواہش ہے کہ بات یہیں ختم ہو جائے۔"

"بات تو ختم ہو کر رہے گی میکل نوف! اور اس سلسلے میں لائحہ عمل میں طے کروں گا۔ تمہیں منظور ہے؟"

"میں انکار کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں" میکل نوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "جو پروگرام بھی تم دو گے اس پر عمل ہو گا۔"

"کیرولین ڈنر کے لئے ساڑھے نو بجے ڈائننگ ہال میں جائے گی۔ تم سمیت تمہارے عملے کے تمام اراکین اپنے کمروں میں ہی کھانا کھائیں گے۔ ڈائننگ ہال میں میرا ایک آدمی کیرولین سے ملاقات کرے گا۔ اسے ہدایت کر دینا کہ میرے آدمی کے ساتھ بھرپور تعاون کرے۔ میرا خیال ہے کیرولین تمہارے ذاتی معاملات میں بڑی حد تک دخیل ہے۔"

"یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے" میکل نوف کی آواز میں میں نے طمانیت کی لہریں محسوس کیں۔ معلوم نہیں کس بات پر اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ ممکن ہے وہ اس بات پر خوش ہو رہا ہو کہ میں نے اس سے کوئی مشکل مطالبہ نہیں کیا تھا۔

"اس کے بعد کا پروگرام تمہیں کیرولین کے ذریعے ہی معلوم ہو گا" میں نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"تم بہت خطرناک کھیل کھیل رہے ہو علی!" کلارا نے کہا "میکل نوف نے الجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے خاموشی سے ٹھکانے کیوں نہیں لگا دیتے۔"

"اس کھیل میں تم بھی میری شریک ہو" میں نے

کہا "لیکن اگر تم خوف محسوس کر رہی ہو تو تجھ سے الگ ہو سکتی ہو۔"

"میری توہین مت کرو علی! میں خوف زدہ ہرگز نہیں ہوں۔ میں تو تمہیں صرف محتاط رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دے رہی ہوں۔"

"اس سے الجھنا میری مجبوری ہے ڈیئر کلارا! ورنہ پھر رینڈل کا سراغ کیسے ملے گا؟"

"اوہ تو تم اس چکر میں ہو" کلارا نے چونک کر کہا "میں تو سمجھ رہی تھی پہلے تم میرا ایگزو کا صفایا کرو گے۔"

"ہاں میں رینڈل کے ہی چکر میں ہوں۔ میرا ایگزو تو ہمارے لئے مستقل آمدنی کا ایک ذریعہ ہوں گے انہیں ٹھکانے کیوں لگایا جائے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو اپنے آئندہ پروگرام سے مطلع فرمائیے" تہذیب نے کہا۔

"قطعی کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا "ابھی ہم سب نئے میک اپ کریں گے۔ ڈیمیرے لئے ایک اور کمرہ بک کرائے گا جو کسی اور فلور پر ہوگا تاکہ کسی خطرے کی صورت میں تم لوگ محفوظ رہ سکو۔ میں اس کمرے سے نکل کر کیرولین سے ملنے کے لئے جاؤں گا اور میری واپسی بھی اسی کمرے میں ہوگی۔ ڈائننگ ہال میں تم چاروں الگ الگ میزوں پر اور ایک دوسرے سے فاصلے پر موجود رہو گے تاکہ اردگرد نگاہ رکھ سکو۔"

"ٹھیک ہے" کلارا نے سر ہلایا "اور اگر تم کسی خطرے میں گھر جاؤ تو ہم کیا کریں گے؟"

"تم لوگوں کی انچارج تہذیب ہوگی" میں نے کہا "اسے معلوم ہے کہ کن حالات میں کیا کرنا ہوگا تاہم یہ ضرور ہے کہ تم لوگ دخل اندازی سے انتہائی حد تک گریز کرنے کی کوشش کرنا۔"

○☆○

کیرولین نے اپنے لئے ڈائننگ ہال کی ایک وسطی میز منتخب کی تھی۔ آسمانی رنگ کے بلاؤز اور اسکرٹ میں وہ کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے اردگرد کی تمام میزیں آباد تھیں۔ میں جان بوجھ کر پانچ منٹ کی تاخیر سے ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا۔ کیرولین مضطربانہ انداز میں کبھی ڈائننگ ہال کے دروازے کی طرف اور کبھی ہال میں موجود لوگوں پر نظر ڈالتی تھی۔ اس کے لئے یہ شناخت کرنا ممکن نہیں تھا کہ اس کا مطلوبہ شخص کون ہے۔

میں نے کیرولین کی میز کی طرف بڑھتے وقت ہال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی تھی۔ تہذیب اور ڈیڈ کے علاوہ ڈیوز اور کلارا بھی ہال میں موجود تھے۔ میں نہایت اطمینان کے ساتھ کیرولین کی میز کی طرف بڑھا اور کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں" میں نے کیرولین کی پیشانی پر ناگواری کی سلوٹیں پڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا "مجھے مسٹر راجر نے بھیجا ہے۔"

"اوہ" کیرولین پرسکون ہو گئی۔ وہ تعریفی نظروں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔

"میں زیادہ لیٹ تو نہیں ہوا مس کیرولین؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں" کیرولین نے یوں چونک کر کہا جیسے اس کی محویت میں خلل پڑا ہو "تم زیادہ لیٹ نہیں ہوئے۔"

"شکر ہے کہ آپ جیسی حسین خاتون نے میرے دیر سے آنے کو مائنڈ نہیں کیا" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔

"تم بھی کم اسمارٹ تو نہیں ہو" کیرولین میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی "یقیناً تم پر بہت لڑکیاں مرتی ہوں گی۔"

"ابھی تک یہ حسرت ہی ہے کہ کوئی جھوٹ موٹ ہی مر کر دکھا دے" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "کہیں تم مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہیں؟"

"ہو سکتا ہے میرا زاویۂ نگاہ ہی غلط ہو" کیرولین نے دھیمی آواز میں کہا "تم خود سوچو برسوں سے میں ایک بڈھے کھوسٹ کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے مجبور ہوں۔ آزاد فضا کو ترس گئی ہوں۔ اب تمہارے مسٹر راجر کی مہربانی سے ذرا سا وقت ملا ہے۔ برسوں بعد تم جیسے کسی نوجوان سے ملاقات ہوئی ہے۔"

"میلی نوف کے پاس آنے والے ملاقاتیوں سے تمہاری ملاقات ہوتی رہتی ہوگی۔"

"تم اسے ملاقات کہتے ہو وہ تو ملازمت کا حصہ ہوتی ہے اور پھر مجھ تک تو کم ہی لوگ پہنچ پاتے ہیں۔ ان سے صرف کاروباری اور ضروری حد تک گفتگو رہتی ہے۔ ...نوف کے ساتھ کام کرنے میں بڑی مصیبت ہے ...دن اور نہ رات اپنی۔ اس بڈھے کے سر پر ہر وقت کاروبار سوار ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جب اس کا جی چاہتا ہے مجھے ... گاہ میں بھی طلب کر لیتا ہے۔۔۔۔۔"

"کیا۔۔۔" میں نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا "تم تو بڑی ہو اس کی بیٹیاں ہوں گی۔"

"ہاں وہ مجھ سے بڑی ہیں مگر ... میں بڑی طاقت ...

اور میں اس کا ہر جبر ماننے کے لئے مجبور ہوں اس لئے کہ وہ مجھے غیر معمولی تنخواہ دیتا ہے۔"

"تمہارے حالات جان کر مجھے بے حد افسوس ہوا" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "اگر کہو تو میں مسٹر راجر سے کہہ کر ... ۔"

"نہیں" اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا "یہ باتیں کسی سے کہنے کے لئے نہیں ہیں اور نہ ہی میں اپنے حالات سے غیر مطمئن ہوں۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ کبھی کبھار مجھے تھوڑا سا وقت اپنے لئے بھی مل جایا کرے۔"

"جب تم خود ہی مطمئن ہو تو کوئی اور کیا کر سکتا ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "خیر یہ بتاؤ کہ کیا کھاؤ گی۔"

"تم اس وقت میرے ذاتی مہمان ہو" اس نے مسکرا کر کہا "اس لئے کھانے تم منتخب کرو گے اور ادائیگی میں کروں گی۔" میں خاموش رہا۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا" کھانے کے دوران کیرولین نے کہا۔

"بتانے کے لئے میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔۔۔ بہت بڑے اخبار میں معمولی تنخواہ پر ملازم ہوں۔"

"جب کسی کو اپنے بارے میں بتاتے ہیں تو سب سے پہلے نام بتاتے ہیں" کیرولین نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"معاف کرنا تمہیں دیکھنے کے بعد میں اپنے حواس میں نہیں ہوں" میں نے خفت ظاہر کی "میرا نام خیر اللہ ہے اور میں راجر کے ساتھ ہی کام کرتا ہوں۔"

"رہتے کہاں ہو؟" کیرولین نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا "وہ دیکھئے راجر نے منع کیا تھا کہ۔۔۔"

"کوئی بات نہیں" کیرولین نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا "اگر تمہیں منع کیا گیا ہے تو میں اصرار نہیں کروں گی۔"

"اس نے مجھے اس ہوٹل میں ایک کمرا لے کر دیا ہے کمرا نمبر ... اس نے کہا تھا کہ میں عارضی طور پر اس کمرے میں قیام کروں۔"

"راجر کے منع کرنے کے باوجود تم نے یہ بات مجھے بتا دی" کیرولین نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں تمہاری شخصیت میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ میں یہ بات تم سے چھپا نہیں سکا۔"

"اور اگر راجر نے تم سے جواب طلبی کی تو کیا ہوگا؟" کیرولین نے پوچھا "تم تو اس کو جواب دہ ہو گے؟"

"ہوں تو سہی" میں نے کچھ سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "لیکن اس نے خود ہی کہا تھا کہ یہ کمرا دشمنوں کی نظروں میں آ سکتا ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ ان لوگوں نے خود ہی کمرا تلاش کر لیا تھا۔"

"مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم راجر سے خوش نہیں ہو" کیرولین نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"میں اس سے ناخوش بھی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس نے مجھے آگے بڑھنے کا کوئی موقع نہیں دیا۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے" کیرولین نے کھانا ختم کر کے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا۔

"شادی تو ابھی نہیں ہوئی" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا "اور ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ قلیل سی تنخواہ میں دو افراد کا گزر کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کبھی کسی لڑکی سے بھی تمہاری دوستی رہی ہے؟" کیرولین نے اچانک پوچھا۔

"دوستی تو نہیں رہی" میں نے شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "بس آفس میں جو لڑکیاں کام کرتی ہیں ان سے علیک سلیک ہو جاتی ہے۔"

"تم کبھی کسی لڑکی کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے بھی نہیں گئے؟" کیرولین کے لہجے میں واقعی حیرت تھی۔

"صرف اپنے تصورات کی حد تک" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "میں نے کئی بار چاہا کہ اپنے ساتھ کام کرنے والی لڑکیوں میں سے کسی کو اس کی پیش کش کروں مگر ہمت ہی نہیں ہوئی۔"

"مجھے شدید حیرت ہے" کیرولین بڑبڑائی "تم جیسے نوجوان کو اس طرح نظرانداز نہیں ہونا چاہئے۔"

میں کچھ نہیں بولا۔ اصل معاملہ تو ایک طرف دھرا رہ گیا تھا اور کیرولین کے ساتھ یہ خرافات شروع ہو گئی تھی۔ مگر نہیں۔۔۔ یہ خرافات تو نہیں تھی۔ کیرولین جس طرح میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ دلچسپی کسی بڑے واقعے کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے کیرولین سے متاثر ہونے کی اداکاری شروع کر دی تھی اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

"ہم دونوں ہی محرومیوں کا شکار ہیں خیر اللہ" چند لمحے بعد کیرولین نے مجھ سے کہا "بڈھا میلی نوف میرا ... ہے اور راجر تمہارا۔۔۔ کیوں نہ ہم دونوں ...

کے دکھوں کا مداوا بننے کی کوشش کریں۔"
میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کیرولین کی طرف دیکھا "وہ کس طرح؟" میں نے کہا۔
"وہ اس طرح کہ آج کی رات میں تمہارے کمرے میں گزار رہی ہوں" کیرولین نے میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔
"تت۔۔۔ تم میرے ساتھ۔۔۔ نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا" میں نے گھبرا جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "راجر مجھے جان سے مار ڈالے گا۔ تم نہیں جانتیں وہ کتنا سفاک آدمی ہے۔"
"مجھے حیرت ہے تم اس سے ڈرتے کیوں ہو۔ میں تمہیں اس سے بچنے کی ترکیب بھی بتاؤں گی۔"
"اس کے باوجود مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ نہیں، میں تمہیں اپنے کمرے میں نہیں لے جاؤں گا۔"
"نہیں لے جاؤ گے تو میں زبردستی جاؤں گی" کیرولین مسکرائی "ورنہ شور مچا دوں گی کہ یہ شخص میرے ساتھ زبردستی کر رہا ہے۔"
"یہ۔۔۔ یہ تو زیادتی ہوگی" میں نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کمزور سے لہجے میں کہا۔
"کوئی زیادتی ویادتی نہیں ہوگی" اس نے مجھے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "آج کی رات تو تمہیں میری بات ماننی ہی پڑے گی۔"
"مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے" میں نے مری ہوئی سی آواز میں کہا اور کیرولین ہنسنے لگی۔
"درست، میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گی بلکہ آج کے بعد تم بار بار مجھ سے ملنے کی تمنا کرو گے۔"
میں بدستور خود کو بوکھلایا ہوا ظاہر کرتا رہا۔ بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہال میں ہیلی نوف کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ اگر تھا بھی تو ابھی تک ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی جو تشویش کا باعث ہوتی۔
پھر بل آیا اور کیرولین نے بل ادا کر دیا "مجھے راجر نے اخراجات کے لئے پیسے دے رکھے ہیں" میں نے کمزور سی آواز میں کہا تھا "اگر تم پسند کرو تو میں ادائیگی کر دوں۔"
"ان پیسوں کو تم اپنے کسی کام میں لے آنا۔ راجر کو مت بتانا کہ بل میں نے ادا کیا تھا" کیرولین نے کہا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی "آؤ ذرا تمہارا کمرا بھی دیکھیں" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔
ہم ہال کے دروازے سے نکلتے وقت کیرولین نے میرا ہاتھ تھام لیا "یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو" میں نے اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔
"تم بھول گئے۔۔۔ میں شور مچا دوں گی" اس نے شریر لہجے میں کہا "مچاؤں شور؟"
"نن۔۔۔ نہیں، لیکن لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں کچھ تو خیال کرو" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"جاؤ معاف کیا" اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لیکن لفٹ میں سوار ہوتے ہی وہ میرے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔
"ذرا فاصلہ رکھو" میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔
"کیوں، یہاں تو کوئی بھی نہیں دیکھ رہا" اس نے اٹھلا کر کہا "اور جب تمہارا یہاں یہ حال ہے تو کمرے میں جانے کے بعد کیا ہوگا۔"
میں نے بے بسی ظاہر کرنے کے لئے جیب سے رومال نکالا اور اپنے ماتھے سے وہ پسینہ پونچھنے لگا جو وہاں نہیں تھا۔ کیرولین میری حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔
آٹھویں منزل پر پہنچتے ہی میری حسیات بیدار ہو گئیں۔ مجھے فضا میں کسی خطرے کی بو محسوس ہونے لگی تھی مگر میں نے کیرولین پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ مجھ سے تقریباً لگی ہوئی چل رہی تھی۔ اٹھارہ نمبر کے کمرے کے سامنے پہنچ کر میں نے جیب سے چابی نکالی کر کی ہول میں ڈالی۔ کیرولین بدستور مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ عین اسی وقت میری چھٹی حس پوری طرح بیدار ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کمرے کے اندر موت میری منتظر ہے۔ میں نے خود کو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا اور چابی گھما کر تالا کھول ڈالا۔
چھٹی حس کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو آخر کو ایک بے زبان حس ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں بتا سکتی کہ خطرے کی نوعیت کیا ہے۔ اس کا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ہوشیار کر دے اور میں تو پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ یہ کتا تھا۔ میں عام حالات سے تو نہیں گزر رہا تھا۔ یہ تو انتہائی نازک صورت حال تھی جس سے میں دوچار تھا۔ ایگلو کی بالی کمان کے ایک فرد کو چھیڑنے کے بعد میں مطمئن ہو کر کس طرح بیٹھ سکتا تھا۔
دروازہ غیر مقفل کرنے کے بعد میں نے مسکرا کر کیرولین کی طرف دیکھا اور ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال دیا۔ وہ پوری طرح اپنے حواسوں میں تھی۔ اگر میرے قرب کا اس پر ذرا سا بھی اثر ہوا ہوتا تو اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ہرگز نہ ابھرتے جو اس وقت ابھرے تھے۔ میری اس اچانک تبدیلی کو اس نے فوراً نوٹ کیا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ ذہنی طور پر پوری طرح حاضر ہے۔
"مجھے اتنی محبت مت دو کیرولین کہ میں پاگل ہو جاؤں" میں نے دروازے کے ہینڈل کو ہاتھ لگائے بغیر اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ اس دوران میں نے گردوپیش کا پوری طرح جائزہ لے لیا تھا۔ برابر والے کمرے سے ایک باوردی ویٹر نکلا تھا مگر اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کھانے کے خالی برتن تھے۔ اس نے صرف ایک نظر ہم پر ڈالی تھی اور پھر وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔ کیرولین سے ملنے ڈائننگ ہال میں جانے سے پیشتر میں نے اسی ویٹر سے اپنے کمرے میں چائے وغیرہ منگوائی تھی۔
"میں تمہیں اس سے بھی زیادہ محبت دوں گی" کیرولین نے مجھ سے لپٹنے کی کوشش کرتے ہوئے مخمور سے لہجے میں کہا "لیکن تم یہاں رک کیوں گئے، اندر کیوں نہیں چلتے؟"
کیرولین مجھ سے کمرے میں چلنے پر اصرار کر رہی تھی تو کیا خطرہ کمرے کے اندر تھا۔۔۔ لیکن نہیں، کمرے کے اندر تو خطرہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس کمرے میں ٹھہرنے والا شخص اصل میں کون ہے۔ مگر باہر بھی کوئی خطرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کاریڈور سنسان پڑا تھا۔ اگر یہاں کوئی خطرہ تھا تو اسے سامنے ضرور آنا چاہئے تھا۔۔۔ کمرے کے اندر خطرہ ہو نہیں سکتا تھا، باہر خطرہ تھا نہیں تو پھر خطرہ کہاں ہو سکتا تھا؟
فوری طور پر اس سوال کا جواب ملنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے ہمیشہ اپنی چھٹی حس پر بہت زیادہ انحصار کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری چھٹی حس مجھے دھوکا نہیں دے سکتی۔
میں نے مسکرا کر کیرولین کی طرف دیکھا اور بوجھل سی آواز میں کہا "میرے پورے جسم میں سنسناہٹ ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں یہاں تک کیسے آ گیا۔ اب تو ایک قدم اٹھانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔"
کیرولین مجھ سے دور ہٹ گئی "خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو ڈیئر" اس نے کہا "جذبات کی اچانک یلغار کے باعث کیفیت ہو جاتی ہے لیکن تمہیں میرے ساتھ بہت دور تک جانا ہے۔ اگر تم نے خود پر یہ کیفیت طاری کر لی تو آگے کیا کرو گے۔"
"تم سامنے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر ایسی اداکاری کی جیسے میرے لئے کھڑا ہونا واقعی دوبھر ہو رہا ہو اور میں سہارا لے کر خود کو سنبھال رہا ہوں۔ کیرولین کے انداز سے تذبذب ظاہر ہونے لگا تھا۔
"مجھے سہارا دو کیرولین" میں نے ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تم تو ابھی سے میرا ساتھ چھوڑے دے رہی ہو۔ میرے قریب آؤ کیرولین۔" میں یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے مجھ پر واقعی مدہوشی کی کیفیت طاری ہو رہی ہو۔
بظاہر یوں محسوس ہوا جیسے کیرولین میرے قریب نہیں آئی ہے۔ وہ دوبارہ میرے نزدیک آ گئی "اب میں تمہیں سہارا تو نہیں دے سکتی" اس نے بے بسی سے کہا۔
"تمہیں سہارا دینے کی کیا ضرورت ہے، میرے لئے تو تمہاری انگلی کا سہارا بھی کافی ہے" میں نے ایک ہاتھ اس کے شانے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل کی طرف بڑھایا۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہی میری چھٹی حس نے دوبارہ خطرے کا سگنل نشر کرنا شروع کر دیا۔ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ میں کیرولین کو آگے رکھوں۔ کسی نادیدہ حملے سے بچنے کے لئے یہ ایک بہترین تدبیر تھی۔ دشمن اگر وار کرے بھی تو اسی کا آدمی زد میں آئے۔
"تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے" کیرولین نے خود ہی کہا "کہیں تم گر مت جانا۔ لاؤ دروازہ میں کھولے دیتی ہوں۔"
اس کی اس پیش کش کو میں نے فوراً ہی قبول کر لیا۔ کیرولین نے آگے بڑھ کر ہینڈل گھمایا۔ میں ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ کھلے ہوئے دروازے سے کمرے کے اندر کا حصہ

حقہ بھی نظر آ رہا تھا' خالی تھا اور اسی طرح تھا جس طرح میں اسے چھوڑ کر گیا تھا ہر چیز جوں کی توں اپنی جگہ موجود تھی۔

"ہم ۔۔۔ مجھے کیا ہو رہا ہے کیرولین" میں نے اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا "ہر چیز گھومتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔"

"تمہیں چکر آ رہے ہیں ڈیر" کیرولین نے بڑی اپنائیت کا مظاہرہ کیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلانے لگی "لیکن تمہاری حالت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ تم چند قدم بھی نہ چل سکو۔ ہمت کرو' یہ عارضی کیفیت ہے۔ ذرا سا آرام کرو گے تو یہ کیفیت خود بخود زائل ہو جائے گی۔"

آگے بڑھنے کی کوشش میں' میں دروازے سے ٹکرا گیا اور دروازہ پوری طرح کھل گیا۔ اب پورا کمرہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ دروازے کا پٹ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا لہٰذا یہ امکان بھی ختم ہو گیا تھا کہ کوئی دروازے کے پیچھے چھپا ہوا ہو گا۔ میری ہر احتیاط رائیگاں ثابت ہوئی تھی۔ کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اور اگر کوئی تھا تو یہی ممکن تھا کہ وہ بیڈ کے نیچے لیٹا ہوا ہو گا۔ بیڈ کے نیچے اتنی ہی گنجائش تھی کہ وہاں بس لیٹا ہی جا سکتا تھا وہ بھی پھنس پھنسا کر۔

میں نے دوبارہ قدم اٹھائے اور لڑکھڑاتا ہوا صوفے تک پہنچ کر اس پر گویا ڈھیر ہو گیا۔ اپنا سر میں نے صوفے کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

کیرولین نے قفل کے سوراخ سے چابی نکالی اور دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ صوفے پر میرے برابر ہی آ کر بیٹھ گئی اور اپنے نرم ملائم ہاتھوں سے میرا سر سہلانے لگی۔ اس کے سراپا سے پھوٹنے والی مسحور کن ۔۔۔ خوشبو نے اچانک ہی میرے حواس کو اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا تھا۔

"بس کرو کیرولین" میں نے اچانک اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اب میں خود کو قدرے بہتر محسوس کر رہا ہوں۔"

"تمہارا سر دبانا مجھے اچھا لگ رہا ہے" اس نے بڑی ادا سے مسکرا کر کہا۔

"ابھی نہیں ۔۔۔ ورنہ مجھے پھر کچھ ہو جائے گا۔ معلوم نہیں تمہارے قرب میں کیسا نشہ ہے جو میرے حواس کو گرفت میں لینا شروع کر دیتا ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں" کیرولین نے مجھ سے ذرا دور کھسکتے ہوئے کہا پھر اچانک بولی "تمہارے جوتے اتار دوں؟"

"مجھ پر اتنی عنایات مت کرو کہ میں کسی قابل بھی نہ رہوں" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا "ایک ہی رات میں اگر میں تمہارا دیوانہ ہو گیا تو کیا ہو گا؟"

"میں تو تمہاری خوشی میں خوش ہوں" کیرولین بولی "تم ذرا ریلیکس ہو جاؤ' میں ٹوائلٹ سے ہو کر آتی ہوں۔"

کیرولین کی اس بات سے میرا اعصابی دباؤ کافی کم ہو گیا تھا۔ باتھ روم بھی ایک ایسی جگہ تھی جہاں کوئی چھپ سکتا تھا۔ اب کیرولین وہاں جا رہی تھی تو یہ خوف بھی دور ہو گیا کہ ٹوائلٹ میں چھپا ہوا کوئی شخص اچانک مجھ پر حملہ نہ کر دے۔

کیرولین بڑے اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہوئی اور پھر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر کوئی غیر معمولی تاثر نہیں ابھرا' دروازہ بند ہونے کے بعد کوئی چیخ نہیں ابھری "اندر سے کسی جدوجہد کی آوازیں نہیں آ رہی تھیں۔

میں نے ہر قسم کے خیالات ذہن سے جھٹکے اور اٹھ کر سب سے پہلے دروازے کی چٹخنی لگا دی۔ اب کوئی شخص باہر سے دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ معلوم نہیں کیوں میں مطمئن نہیں تھا۔ کمرا بند کرنے کے بعد میں نے کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکا' ٹائی سے نجات حاصل کی اور پھر جوتے بھی اتار دیے۔ میں نے بیڈ کے نیچے بھی ایک نظر ڈال کر اطمینان کر لیا تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ اس حد تک اطمینان کر لینے کے باوجود میں مطمئن نہیں تھا تاہم میں کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ اگرچہ مجھے کیرولین پر تشدد کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میں نے اس سے ہال میں پوچھ گچھ کرنے کے بجائے اسے یہاں لانے کو ترجیح دی تھی۔ اب میں اس سے کھل کر گفتگو کر سکتا تھا۔ میلی ٹوف کے کسی آدمی کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی تھی کہ میں کیرولین کو لے کر اس ہوٹل کے کسی اور کمرے میں پہنچ گیا ہوں۔

چند لمحوں بعد باتھ روم کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔ کیرولین باہر آ رہی تھی ۔۔۔ مگر نہیں وہ کیرولین تو نہیں تھی۔ باتھ روم سے برآمد ہونے والا شخص وہ تھا جس کی وجہ سے سارا ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ وہ ریجنلڈ عرف موشے باورا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی خوش گوار مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ باتھ روم سے نکلنے کے بعد وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"حیران ہو رہے ہو علی یار خان" اس نے ہنس کر کہا "باتھ روم میں داخل تو کیرولین ہوئی تھی مگر برآمد میں ہوا ہوں۔"

میں حیرت کے مارے منجمد سا ہو کر رہ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بازی اچانک کس طرح پلٹ گئی؟

گوٹے ال کے سب سے اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں ایک بے ترتیب کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ ہوٹل کی چوتھی اور پانچویں منزل ... ٹوف کے تصرف میں تھی۔ میلی ٹوف جو ایگلز کی بانی کمان ... تھا۔ اس تک رسائی آسان نہیں تھی مگر میں اس تک پہنچ ... تھا۔ میں نے انہی دنوں کی شخصیت کو بے نقاب کر دیا تھا اور اگلا ... مجھے اٹھانا تھا' وہ ریجنلڈ کے متعلق معلومات حاصل کرنا ... ریجنلڈ جو میرا اصل ہدف تھا لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آنے ... قبل اس کے کہ میں انہی دنوں سے معلومات حاصل کرنے کے ... کوئی قدم اٹھاتا' ریجنلڈ خود مجھ تک پہنچ گیا۔ گوٹے ال کے اسی سب سے اعلیٰ درجے کے ہوٹل کی آٹھویں منزل کے ایک کمرے میں ریجنلڈ میرے سامنے موجود تھا۔

ریجنلڈ چند لمحے اسی طرح اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا پھر نہایت اطمینان سے ایک صوفے پر جا بیٹھا اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے میری طرف سے اسے کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس ہی نہ ہو رہا ہو۔

"کس سوچ میں گم ہو گئے علی؟" ریجنلڈ نے مسکرا کر کہا "تم ... فرصت سے باتیں کرنی ہیں اگر تم نے یونہی چپ سادھے رکھی تو ... بات بھی نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے ایک طویل سانس لے کر جسم ڈھیلا چھوڑ دیا "باتیں ... ہوں گی مسٹر ریجنلڈ' اگرچہ پہلے میں ذرا کیرولین کی خبر لے لوں" ... نے اٹھ کر باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیرولین کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے" ریجنلڈ نے کہا "جب تک میں یہاں ہوں وہ باتھ روم میں ہی رہے گی۔"

میں نے پلٹ کر ریجنلڈ کی طرف دیکھا "یہ تمہاری زیادتی ہے مسٹر ریجنلڈ" میں نے ... انداز میں کہا "تم اس وقت ... کمرے میں ہو اور کیرولین میری مہمان ہے۔ میں اس کے ساتھ کوئی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔"

"تو پھر اسے واپس بھیج دو۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کسی اور کے علم میں آئے۔"

"وہ رات گزارنے کے لئے میرے کمرے میں آئی تھی لہٰذا ... اس کی واپسی صبح ہی ہو سکے گی اگر تمہیں نجی نوعیت کی گفتگو ... تھی تو اس وقت آتا جب میں اکیلا ہوں۔"

"میرا خیال تھا کہ ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کر سکیں گے۔" ریجنلڈ نے سرد لہجے میں کہا "میری درخواست ہے کہ ماحول کو خوش گوار رکھنے کی کوشش میں مجھ سے تعاون کرو۔"

"جب میں کوئی کام کرنے کا تہیہ کر لیتا ہوں تو انجام سے بے پروا ہو جاتا ہوں" میں نے بے پروائی سے کہا "تمہیں ماحول کی اتنی ... ہے تو خود پر قابو رکھو۔"

ریجنلڈ نے پہلو بدلا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ خود پر قابو رکھنے میں اسے بے حد دشواری پیش آ رہی ہے۔ اپنے حلقے میں وہ نہایت ٹھنڈے دل و دماغ کا مالک مشہور تھا۔ میرا اس سے پہلی بار آمنا سامنا ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس کی خوش مزاجی میں دراڑیں ڈال دوں گا۔ اس کے خلاف یہ میری زبردست کامیابی ہوتی۔ ریجنلڈ کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اسے خاطر میں نہیں لاؤں گا اس لئے اس نے چپ سادھ لینے میں ہی عافیت جانی۔

میں نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔ کیرولین دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ دروازہ کھلتے دیکھ کر وہ چونکی اور پھر دروازے میں مجھے دیکھ کر اس کی حیرت دوچند ہو گئی۔

"باہر آ جاؤ کیرولین" میں نے اس کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "تم میرے کمرے میں شب بسری کرنے آئی تھیں یا باتھ روم میں؟"

ریجنلڈ نے کیرولین کو اندر ہی رہنے کی ہدایت کی تھی اور میں اس سے باہر آنے کو کہہ رہا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ میری بات مانتی یا ریجنلڈ کے حکم کی تعمیل کرتی۔ ریجنلڈ کے حکم کی تعمیل کرنا اس کے لئے یوں لازم تھا کہ ریجنلڈ ایگلز کا سربراہ تھا اور ایک سفاک آدمی تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر لوگوں کی جان لے لینا اس کا دل پسند مشغلہ تھا۔ اس کے گروہ کے کسی آدمی میں اس کی حکم عدولی کرنے کی جرأت نہیں تھی۔

دوسری طرف میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کیرولین میری اصل شخصیت سے واقف ہے لیکن وہ یہ بات بھی نظر انداز نہیں کر سکتی تھی کہ میں ریجنلڈ کی موجودگی میں اس سے ایک مطالبہ کر رہا تھا۔ ایک ایسا مطالبہ جو ریجنلڈ کے حکم سے متصادم تھا۔ میرے اس عمل سے میری شخصیت اجاگر ہوتی تھی۔ یہ بات تو واضح تھی کہ میں کسی مخالف گروپ سے متعلق ہوں مگر میں کتنی طاقت و حیثیت کا حامل ہوں' اس کا کیرولین فقط اندازہ ہی لگا سکتی تھی۔

میں کیرولین کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اندرونی کشمکش کے سائے لرز رہے تھے۔ اس کی قوت فیصلہ جواب دے گئی تھی۔

"تم نے سنا نہیں' میں کیا کہہ رہا ہوں" میں نے بلند آواز سے کہا اور کیرولین یوں چونک کر مجھے دیکھنے لگی جیسے اسے اپنے سوا کسی کی موجودگی کا ہوش ہی نہ رہا ہو۔

"میں کہہ رہا ہوں باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آ جاؤ" میں نے پھر بلند آواز میں دہرایا اور اس بار میری بات سن کر اس کے حسین چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے۔

"ہم ۔۔۔ میں کمرے میں نہیں آ سکتی" اس نے ہکلا کر کہا "موشے باورا کا حکم نہیں ہے۔"

"تمہیں میرا کہنا ماننا پڑے گا" میرا لہجہ یک بیک خونخوار ہو گیا "ورنہ میں تمہیں جہنم رسید کر دوں گا۔"

کیرولین بری طرح سہم گئی۔ میرا لہجہ اس پر کچھ زیادہ ہی اثر انداز ہو گیا تھا۔ وہ بے جان سے انداز میں اپنی جگہ سے ہلی اور کسی

معمول کی طرح چلتی ہوئی باتھ روم سے نکل آئی۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اسے دروازے سے باہر آنے کے لئے جگہ دی تھی۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر ریندل پر پڑی اور وہ ٹھٹک گئی۔

"یہاں ادھر آجاؤ" میں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ کیرولین نے پہلے میری طرف اور پھر ریندل کی طرف دیکھا۔ ریندل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ کیرولین کسی نہ کسی طرح صوفے تک پہنچ کر صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہو جائے گی۔

"کیرولین یہاں آئی" میں نے بھی ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے خوش گوار انداز میں کہا "اور کسی قسم کی بدمزگی بھی پیدا نہیں ہوئی... کیا خیال ہے؟"

"تم اپنے کمرے میں واپس جاؤ" ریندل نے کیرولین سے کہا اور وہ یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اگر اسے اٹھنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

"بیٹھ جاؤ کیرولین" میں نے تحکمانہ آواز میں کہا "میں اتنی آسانی سے تم سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔"

"اس وقت اسے جانے دو" ریندل نے سرد لہجے میں کہا "تھوڑی دیر بعد بلا لینا۔"

"سنو کیرولین!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تمہارے لئے یہ ایک مشکل فیصلہ ہے کہ کس کی بات مانو اور کس کی نہ مانو لیکن میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی شخص میرے کمرے میں گھس کر اپنی من مانی کرنے کی کوشش کرے۔ لہٰذا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں زبردستی کرنا بھی جانتا ہوں۔"

کیرولین کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دو "موذیوں" کے درمیان پھنس گئی ہے اور اسے ہر حال میں نقصان اٹھانا ہے۔ جو شخص ریندل کو خاطر میں نہ لا رہا ہو اس کی اپنی اہمیت ریندل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ کیرولین نے بے بسی سے ریندل کی طرف دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ کیرولین" ریندل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "یہ بہت ضدی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کی بات مان لی جائے۔ میں ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

کیرولین بیٹھ تو گئی مگر اب اس کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ریندل کے منہ سے میرا نام سن کر وہ چونک گئی تھی۔ اس سے قبل شاید اسے نہیں معلوم تھا کہ میں کون ہوں۔ وہ مجھے ایجنٹ کا کوئی عام حریف تصور کر رہی ہوگی۔

"ہاں، میں ہی علی یار خان ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "تھوڑی دیر قبل تم نے بڑی صفائی سے مجھے بے وقوف بنایا تھا۔ مجھے اندازہ تک نہیں ہو سکا کہ تم مجھے کسی جال کی طرف لئے جا رہی ہو۔"

کیرولین نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ ریندل کی موجودگی کے باعث وہ بولنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"یہ تو بادشاہ لوگ ہیں" میں نے ہنس کر کہا میرا اشارہ ریندل کی طرف تھا "دربار سجانے کے شوقین ہیں جہاں آداب [illegible] اہمیت دی جاتی ہے لیکن میں عوامی قسم کا آدمی ہوں۔ بے تکلف ماحول پسند کرتا ہوں۔ میرے پاس آئی ہو تو بھول جاؤ کہ ریندل یا موشے ہاورڈ نامی کوئی شخص بھی موجود ہے۔ جو بھی کہنا ہے بے تکلفی سے کہو۔"

"یہ دو بڑے آدمیوں کی جنگ ہے" کیرولین نے تھوک نگلتے ہوئے کہا "میں تو ایک معمولی سی کارکن ہوں، جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے۔"

"میں تو خیر بڑا آدمی نہیں ہوں" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "بڑے آدمی تو یہ تمہارے موشے اور ڈی ہیں جنہوں نے مجھے صفائی سے گھیر لیا۔"

"تمہارے اعصاب کی مضبوطی کے سب ہی معترف ہیں" ریندل نے کہا "اور اگر مجھے اس بارے میں علم نہ ہوتا تو میں سمجھتا کہ تم نے اپنی حفاظت کا کوئی خفیہ بندوبست کر رکھا ہے اس لئے تم اتنے مطمئن ہو۔"

"حفاظتوں کے خفیہ بندوبست کرنے کی ضرورت تم جیسے لوگوں کو پیش آتی ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "ہم جیسے لوگ جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔ انہیں کسی حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

ریندل کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی۔ اسے اپنی توہین کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ میں نے بھی کیرولین کے سامنے جان بوجھ کر ہی یہ بات کہی تھی۔ ریندل کی توہین کرنا بے حد ضروری تھا تاکہ اسے اپنی اوقات کا اندازہ ہو جائے۔ وہ بزعم خود ایک بہت بڑا آدمی تھا۔ [illegible] حد خاموش رہے۔

"تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ میں نے تمہیں اتنی آسانی سے پہچان لیا؟" ریندل نے سنبھل کر کہا۔

"اگر میں نہ چاہتا تو تم مجھے نہیں پہچان سکتے تھے میں نے [illegible] کا خاص اہتمام کیا تھا مگر بعد میں میرا ارادہ تبدیل ہو گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ارادہ تبدیل کر دیا تھا ورنہ تم سے [illegible] سے ملاقات نہ ہوتی۔"

"میں سمجھا نہیں" ریندل نے حیرت سے کہا "تمہیں [illegible] میں تو میرا کمال ہے..."

"نہیں مسٹر ریندل! تقریباً تمام حقائق میرے علم میں ہیں۔ میرا آخری کام تم پر ہاتھ ڈالنے کا رہ گیا تھا۔ میں [illegible] ادا کرتا ہوں کہ تم نے مجھے بڑی زحمتوں سے بچا لیا۔ [illegible] کا کام مجھے مشکل ترین معلوم ہو رہا تھا۔ معلوم نہیں کتنا بیلنے پڑتے تب کہیں جا کر تم تک رسائی کی سبیل نکلتی۔

"اس وقت تو میں صرف [illegible] لئے یہاں میں ایک نیا [illegible] ملنے آیا ہوں..."

[illegible] تو واپس جا کر کیا کرو گے؟" میں نے اس کی [illegible] کر کہا "ایک طویل عرصے بعد اور زندگی میں پہلی بار [illegible] دیدار نصیب ہوا ہے تو اپنی آنکھوں کی پیاس بجھنے سے قبل [illegible] کیسے چلا جانے دوں۔"

"جھگڑا نہیں ہو گا علی! یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ [illegible] دوست ہے کہ کیرولین کو چلا جانے دو۔"

"کیسے چلا جانے دوں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اس وقت چلا جانے دوں تو پھر دوبارہ کیسے ملوں گا؟"

"تم جب چاہو گے کیرولین سے مل سکو گے" ریندل نے تیزی سے کہا مگر اتنی ہی تیزی سے اسے اپنی حماقت کا احساس بھی ہو گیا "[illegible] یہ کہہ رہا ہوں سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"اس سے زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ میں نہیں کر سکتا۔" میں نے [illegible] کہا "کیرولین میرے حواس پر چھا گئی ہے۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح کیپٹا تمہارے حواس پر [illegible]" ریندل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں... اس بار معاملہ سنگین ہے۔ کیرولین سے وقتی دوری [illegible] کرنا بھی میرے بس سے باہر ہو رہا ہے۔"

"تمہیں معاملے کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہے" ریندل نے [illegible] کہا "اگر تم نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو میں واپس چلا [illegible]"

"مجھے افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکے گا" میں نے بڑی [illegible] سر کو نفی میں جنبش دی "تم نے وہ مقولہ تو ضرور سنا ہو گا [illegible] آنا اپنی مرضی سے ہے مگر واپس جانے کے لئے اجازت [illegible] ہوتی ہے۔"

"مقولے تو میں نے اور بھی بہت سے سنے ہیں لیکن ہم یہاں [illegible] مکمل کرنے کے لئے جمع نہیں ہوئے بلکہ اگر ضرورت پڑی [illegible] مقولے وضع کر لیں گے" ریندل نے کہا۔

"[illegible] تم سے متفق ہوں... ضرورت پڑنے پر میں کوئی بھی نیا [illegible] سے گریز نہیں کروں گا۔"

[illegible] مجھے گھورنے لگا "تم کسی طرح مجھ سے تعاون کرنے پر [illegible] ہو رہے" اس نے کہا "لہٰذا اگر صورت حال بگڑی تو مجھے [illegible] قرار نہ ٹھہرانا۔"

[illegible] کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا بلکہ اگر ممکن ہوتا ہے تو [illegible] کرتا ہوں اور میں کسی نعمت کی ناقدری بھی نہیں کرتا۔ [illegible] ہاتھ آئی ہوئی نعمت..."

"[illegible] کی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں" ریندل نے [illegible] دی "تمہارے مقابل آنے سے قبل میں نے اپنی [illegible] بندوبست کر لیا ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔" [illegible] کے الفاظ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے خوف زدہ ہے تبھی تو اس نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا ہے اور ایک وہی کیا مجھ سے تو ہر یہودی خوف زدہ تھا۔ میرا نام سن کر ہی ان پر لرزہ طاری ہونے لگتا تھا۔ کچھ سرپھرے جو کسی زعم میں مبتلا ہو کر میرے مقابلے پر اترنے کی حماقت کر گزرتے تھے وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا کرتے تھے۔ ریندل نہ صرف میری صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا بلکہ وہ ان میں سے بعض کا چشم دید گواہ بھی تھا۔ بن گوان کے ہاتھوں میری تربیت بھی اسی نے کرائی تھی۔ میری شخصیت تبدیل کرنے کی کوشش بھی اسی نے کی تھی۔ جزیرہ مرگ پر کرائے گئے الٹرنیشنل فراڈ کو میں نے جس بے جگری سے دوچار کیا تھا، ریندل نے وہ سارے مناظر براہ راست دیکھے تھے۔ وہ میری ہلاکت خیزیوں سے سب سے زیادہ باخبر شخص تھا۔ اس کے باوجود وہ تنہا میرے کمرے میں چلا آیا تھا تو یقیناً اس نے اپنے گرد ایک ایسا مضبوط حفاظتی حصار قائم کر رکھا ہو گا جو اس کی دانست میں ناقابل شکست ہی ہو گا۔

"میں خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے کا عادی نہیں ہوں مسٹر ریندل! میں جانتا ہوں کہ کون کتنے پانی میں ہے" آخر کار میں نے کہا "جو خوش فہمیوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ علی یار خان نہیں ہوتے۔"

"اس کے باوجود بھی تم ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو" ریندل نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی "معلوم ہوتا ہے کہ تم جنگ و جدال پر آمادہ ہو..."

"یہ آج سے نہیں بہت عرصے سے ہے... کوئی نئی بات کرو ریندل!"

"میں تو یہی چاہ رہا تھا مگر چونکہ تم اس موڈ میں نہیں ہو لہٰذا..." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا اس کے انداز میں دھمکی پوشیدہ تھی۔

"تاہم اب تم اپنے خیر سگالی کے جذبات کا عملی مظاہرہ کرو گے؟" میں نے طنز کیا مگر ریندل برا نہیں مانا۔

"یقین کرو میں جارحیت کے ارادے سے نہیں آیا تھا لیکن تم ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی میں مبتلا ہو۔ ڈھنگ سے بات نہیں کرو گے تو..." اس نے ایک بار پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"جملہ مکمل کرو ریندل!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ ہو۔"

ریندل نے ایک بار پھر پہلو بدلا۔ اس کے چہرے سے کوئی اندازہ کرنا مشکل تھا تاہم میں سمجھ سکتا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ کیرولین بھی شدید وحشت کے عالم میں بیٹھی تھی۔ اس کا بس چلتا تو پھر میرے کمرے سے بھاگ نکلتی مگر اس کے لئے یہ ممکن نہیں تھا۔ ایک تو میں اس پر تیار نہیں تھا دوسرے ریندل نے بھی اسے بیٹھ جانے کو کہا تھا۔ ان حالات میں خواہ کیسی ہی صورت حال

کیوں نہ ہوتی! کیرولین بیٹھے رہنے پر مجبور تھی۔
"تمہارے لئے چائے منگواؤں" میں نے شرارتی انداز میں کیرولین سے کہا "یا کچھ اور پیو گی؟"
کیرولین نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ریڈل بدستور کسی سوچ میں گم تھا "نہیں" کیرولین نے مردہ سی آواز میں کہا "میں کچھ نہیں پیوں گی۔"
"یہ تو آداب میزبانی کے خلاف ہو گا" میں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا "میں نے تم سے کہا تھا بے تکلفانہ رویہ اختیار کرو مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پر میری بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔"
"ہم نے تمہیں جو رعایتیں دی ہیں تم ان سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو" اچانک ریڈل نے کہا۔ غالباً وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔
"مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی مہمان کو چائے کی آفر کرنا ناجائز فائدہ اٹھانے کے زمرے میں آتا ہے" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ مجھے کون سی رعایتیں دی گئیں؟"
"ٹی گورائے میں تم جس طرح ہماری زد پر آئے تھے اس کے بعد تمہارا زندہ رہ جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ رعایت برتی تھی" ریڈل نے کہا "لیکن اس کے جواب میں تم نے جو کچھ کیا وہ تمہارے شایان شان نہیں تھا۔ تمہیں بھی جواب میں اسی رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ریڈل! لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟"
"تمہارا ردعمل میری فہم سے بالاتر ہے۔ تمہارے طرف پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"
"میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اب تم ریٹائر ہو جاؤ۔ تنظیم تمہارے قابو سے باہر ہو گئی ہے۔ جب ماتحت حکم عدولی پر اتر آئیں تو سربراہ کو ریٹائرمنٹ کے امکانات پر نہ صرف غور کرنا چاہئے بلکہ رضاکارانہ طور پر ریٹائر ہو بھی جانا چاہئے۔"
"میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" ریڈل نے الجھ کر کہا۔
"تم نے جوزف کو حکم دیا تھا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے تم نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ تمہیں اپنے ماتحتوں کی صلاحیتوں پر یقین نہیں تھا۔ تمہیں شبہ تھا کہ میں ان کے کسی بھی وار سے بچ نکلوں گا۔ اس کے علاوہ تم مجھے احساس کمتری سے بھی دوچار کرنا چاہتے تھے... میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"
"میں نے جوزف کو حکم دیا تھا کہ تمہیں یا تمہارے کسی ساتھی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے اور میرے حکم کی من و عن تعمیل کی گئی تھی۔"
"تمہاری خوش فہمیاں تمہیں لے ڈوبیں گی ریڈل! اس نے تمہارے حکم پر عمل نہیں کیا تھا اور اسی کے نتیجے میں [illegible] گورائے میں ہولناک تباہی سے دوچار ہونا پڑا۔"
ریڈل مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگا "یہ کیسے ممکن ہے [illegible] جوزف میں اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ میری حکم عدولی کرے [illegible]"
"عمارت سے باہر نکلتے ہی مجھ پر قاتلانہ حملے کی کوشش [illegible] تھی" میں نے کہا "اس نے جو حملہ کرایا تھا وہ تو ناکام [illegible] ناکام نہیں ہوا۔ تم جانتے ہو۔"
"ہاں میں جانتا ہوں... قید سے رہا ہونے کے بعد تم [illegible] جس قدر نقصانات پہنچائے ہیں ان کی تلافی کے لئے [illegible] بھی ناکافی ہیں لیکن ٹی گورائے میں ہونے والے نقصانات کا [illegible] دار جوزف ہے۔ اسے اس کی سزا ملے گی۔"
"تمہارا کیا خیال ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "[illegible] ہو گا؟"
"ہاں... میرا یہی خیال ہے۔ اس لئے کہ عمارت کی [illegible] جو ہیلی کاپٹر تھا اس کا ملبہ نہیں ملا۔ جوزف وہاں سے فرار ہونے [illegible] کامیاب ہو گیا تھا۔"
"قطعی غلط خیال ہے۔ جوزف نے فرار ہونے کی کوشش [illegible] تھی مگر میں نے اسے فرار بھی نہیں ہونے دیا۔ وہ میری [illegible] اور مجھ سے الجھنے کے نتیجے میں وہ معذور ہو گیا ہے۔ مجھے افسو[illegible] تم اسے کوئی سزا نہیں دے سکو گے۔"
"اوہ! میں سمجھا تھا کہ جوزف فرار ہونے میں کامیاب ہو [illegible]" ریڈل کے لہجے میں مایوسی کی ہلکی سی جھلک تھی۔
"ٹی گورائے کی حکومت میں تم لوگ غیر معمولی [illegible] ہو۔ تمہیں یقیناً اطلاع مل گئی ہو گی کہ ایک ویرانے سے [illegible] ملبہ برآمد ہوا ہے؟"
"مجھے اطلاع مل گئی تھی مگر میں یہی سمجھا تھا کہ [illegible] نے خود تباہ کیا ہے تاکہ کوئی اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔"
"تم نے اگر یہ سوچنے کی زحمت کی ہوتی کہ میں [illegible] کس طرح پہنچا تو تم خود ہی سمجھ جاتے کہ یہ کارنامہ [illegible] طرح انجام دیا ہے۔"
ریڈل نے چونک کر مجھے دیکھا "تمہاری جگہ کوئی [illegible] میں اسی انداز میں سوچتا لیکن تمہارے ذرائع کے بارے [illegible] سے کچھ کہنا مشکل ہے تاہم یہ امر تشویشناک ہے کہ جوزف [illegible] ہاتھ لگ گیا۔"
"تمہاری تشویش برحق ہے ریڈل! جوزف سے مجھے [illegible] باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ وہ ایک احمق آدمی ثابت ہوا [illegible] کمان کی ہدایات پر بے چون و چرا عمل کرتا تو [illegible] کامیابی حاصل نہ کر پاتا۔"
"حالات بہت زیادہ الجھ گئے ہیں" اچانک ریڈل [illegible] ہم زیادہ خون خرابے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم مصالحت کر لیں۔"
ریڈل کی بات سن کر کیرولین چونکی تھی مگر اس نے نگاہ اٹھا کر ریڈل کی طرف نہیں دیکھا تھا۔
"غالباً یہی وہ بات تھی جو تم کیرولین کے سامنے نہیں کرنا چاہتے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اسی لئے تم کیرولین کو واپس بھیج دینا چاہتے تھے۔"
"میں مصالحت کی بات کر رہا ہوں" ریڈل نے میرے تبصرے پر توجہ دیے بغیر کہا "انسانی خون اتنا ارزاں نہیں ہوتا کہ اسے بے وجہ بہایا جاتا رہے۔"
"تمہارے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ کوئی اور بات کرو۔ کوئی ڈھنگ کا موضوع نہ سجھائی دے رہا ہو تو موسم ہی پر کچھ تبصرہ کر ڈالو۔"
"میں سنجیدہ ہوں علی! میں نے خواہ مخواہ ہی اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لیا..."
"مجھے معلوم ہے تم سنجیدہ ہو" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مصالحت پر کیوں آمادہ ہو اور اس بات سے بھی واقف ہوں کہ تم میں اور تمہارے اس ٹولے میں جسے تم نے فاؤنڈرز کا نام دے رکھا ہے کتنی انسانیت ہے۔ یہ حقیقت بھی مجھ پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ صیہونیت کے علمبردار بارود کے ڈھیر پر بیٹھ کر امن کی باتیں کرتے ہیں۔ عالمی پیمانے پر دہشت گردی کرنے والوں کے منہ سے انسانیت کی بات سن کر تو سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی اپنی سنجیدگی برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ میں تو خود کو کوئی ایسا خاص سنجیدہ آدمی بھی نہیں سمجھتا۔"
"ماضی کی غلطیاں گنوانے کے بجائے مستقبل کی بات کرو۔ ضروری تو نہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا وہی مستقبل میں بھی دہرایا جاتا رہے؟"
"ماضی کے بعد مستقبل سے پہلے ایک اور چیز آتی ہے مسٹر ریڈل! اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم پہلے حال پر بات کر لیں۔"
"ضرور کرو" ریڈل نے جھنجلائے انداز میں کہا "کیا میرا یہ جذبہ کم ہے کہ میں اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر تم سے مذاکرات کرنے تمہارے پاس آ گیا۔"
"مجھے افسوس ہے ریڈل! تم سنجیدگی کے صرف دعوے کر رہے ہو ورنہ درحقیقت تم نے مسخرے پن کی انتہا کر دی ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہارے سامنے کون بیٹھا ہے تم مجھے بچوں کے سے انداز میں بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"
"میں نے کون سی بات غلط کہی ہے۔ کیا تم سے اس طرح مل کر میں نے اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالی۔"
"درحقیقت تم اس وقت پوری طرح میرے رحم و کرم پر ہو [illegible] تم خود اعتراف کر چکے ہو کہ تم نے یہاں آنے سے قبل اپنی حفاظت کے مکمل انتظامات کر لئے تھے۔ تمہاری نظر میں وہ حفاظتی انتظامات ضرور مکمل ہوں گے لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"
"میں تم سے گفت و شنید کرنے کے بجائے دھوکے سے تمہیں ختم بھی کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیا یہی ایک بات میرے خلوص کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟"
"میری زندگی اس وقت تمہاری ضرورت ہے ریڈل!" میں نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا "اہرن ہال کا بڑبولا کامیابیوں کی شاہراہ پر اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ تمہارے پاس اس سے صلح کرنے کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں بچا تھا۔ تم میری قوت تجزیہ سے واقف ہو۔ جزیرہ مرگ پر میں نے اس کا مظاہرہ کر کے تمہیں حیرت میں ڈال دیا تھا۔ مجھے تعجب ہے کہ اس کے باوجود تم مجھ سے ایسی بے سروپا باتیں کر رہے ہو۔"
"مجھے اعتراف ہے علی! تم بڑی باریک بینی سے تجزیہ کرتے ہو لیکن ہر تجزیئے کا درست ہونا لازمی تو نہیں ہوتا۔ کبھی آدمی غلطی بھی کر سکتا ہے۔"
"اس موقع پر میں کوئی غلطی نہیں کر رہا" میں نے مسکرا کر کہا "تم میرے پاس نہیں آئے ہو بلکہ تمہیں گھیر کر یہاں بلوایا گیا ہے۔ یہ شریفانہ طریقہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ تم میری عدم موجودگی میں میرے کمرے میں گھسے اور پھر باتھ روم میں چھپے میرے منتظر تھے۔"
"ہرگز نہیں... مجھے اعتراف ہے کہ یہ کوئی شریفانہ طریقہ نہیں ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ باتھ روم سے برآمد ہوتے ہی میں تمہیں گولی کا نشانہ بنا دیتا۔ جس پوزیشن میں تم تھے اس میں تم اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تھے۔"
"یہ محض تمہاری خام خیالی ہے ریڈل! گولی سے نشانہ تو بے حد مشکل کام ہوتا ہے۔ تم تو مجھے بم سے بھی ہلاک نہیں کر سکے تھے۔ یاد نہیں تم نے میری کار میں بم فٹ کرایا تھا؟"
"اس وقت تم ہوشیار تھے مگر اس وقت تم بے خبری میں مارے جاتے۔"
"نہ میں پہلے بے خبر تھا ریڈل اور نہ اس وقت ہوں۔ میں اتنا تو اب بھی بتا سکتا ہوں کہ خطرہ اس طرف سے ہے" میں نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔
ریڈل نے خود پر قابو رکھنے کی بے حد کوشش کی مگر اس کے باوجود میں نے اس کی آنکھوں میں رونما ہونے والے تغیر کو محسوس کر لیا "اس طرف تو کھڑکی ہے" اس نے سرسری انداز میں کہا "اور وہ بھی آٹھویں منزل پر... باہر اتنی جگہ بھی نہیں ہے کہ کوئی اس پر پاؤں ہی ٹکا سکے۔ اس طرف سے تمہیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"
"پیلی نوف کے کمرے کی کھڑکی بھی تو ایسی ہی تھی" میں نے

معنی خیز لہجے میں کہا "کیا وہ کھڑکی یا پھر سے آنے والی گولی کو روک سکتی تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم میکی نوف کے ساتھ کیا ہوا تھا" ریندل نے کہا مگر میں اس پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ میرے اس جملے نے بھی اس پر گہرا اثر کیا تھا۔

"تم دنیا کے بے خبر ترین آدمی ہو ریندل" میں نے ہنس کر کہا "حالانکہ وہ واقعہ رونما ہونے کے فوراً بعد میکی نوف نے تمہیں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"تت... تم کیا بلا ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ..."

"میں نے تم سے کہا ہے کہ میں ہر بات کا تجزیہ کر کے نتائج اخذ کرتا ہوں۔ یہ بھی میرا تجزیہ ہی ہے۔"

"میں نہیں مانتا" ریندل نے بے یقینی سے کہا "تم نے یقیناً میکی نوف کے کمرے میں کوئی ایسا آلہ چھپا دیا تھا جس کے ذریعے۔"

"وہ تو تمہیں اطلاع دینے سے قبل ہی برآمد کر لیا گیا تھا۔ کیوں کیرولین؟"

کیرولین گڑبڑا گئی "مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تمہیں کچھ نہیں معلوم" میکی نوف کچھ نہیں جانتا" جو تو بھی ہر بات سے ناواقف تھا یا رام کلارا کے علم میں بھی کچھ نہیں تھا۔ یہی حال ڈیوڈ ریان اور نکینا کا بھی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ تمہارے موٹے بارمڈ تو دنیا کے سب سے زیادہ معصوم آدمی ہیں" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے نزدیک آنے والا ہر شخص اس قدر بے خبر کیوں ہوتا ہے؟"

کیرولین کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی اور ریندل شاید مزید گفتگو کرنے کے لئے کوئی نیا لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔

"اس شخص کو جانتی ہو" اچانک میں نے ریندل کی طرف اشارہ کر کے کیرولین سے کہا "اسے جانتی ہو یا اس سے بھی ناواقف ہو؟"

"یہ... یہ موٹے بارمڈ ہیں" کیرولین نے ہکلا کر کہا۔

"اس کا نام ریندل ہے اور اس کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اگر اولیو باوروف نے مجھے دھکیل نہ دیا ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔ یہ مجھ سے اپنے نانا اور روحانی استاد کا انتقام لینے کے لئے میدان عمل میں اترا تھا۔ اس سے پوچھو کہ اگر آج میں اس کے رحم و کرم پر ہوں تو یہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے نجات کیوں حاصل نہیں کر لیتا؟"

"کم از کم گفتگو کے آداب ہی ملحوظ رکھو" ریندل نے نرم لہجے میں کہا "اس وقت میں خیر سگالی کے جذبے کے تحت تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"تم الیں دن سے منسلک ہو اس شخص کے کارناموں سے تم بے خبر نہیں ہو سکتیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کے دل میں یک بیک میرے لئے خیر سگالی کے جذبات کس طرح پیدا ہو گئے؟"

"نہیں" کیرولین نے بے ساختگی سے کہا اور پھر خوفزدہ انداز میں ریندل کی طرف دیکھا۔

"ایک سر اینگل کو بچانے کے لئے یہ وقتی طور پر صلح کرنا چاہتا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "الیں دن کے یہاں سے نکلتے ہی یہ پھر دھوکے سے مجھے مارنے کی کوشش کرے گا۔"

"جو کچھ تم نے کہا یہ بدگمانی کے زمرے میں آتا ہے۔"

"یہ تو بتاؤ کہ تمہیں اس خاص موقعے پر اس مصالحت کا خیال کیوں آیا اگر آنا ہی تھا تو تم نے خود کیوں زحمت کی۔ یہ پیغام تم اپنے کسی کارندے کے ذریعے بھی بھجوا سکتے تھے نہیں ریندل! مجھے افسوس ہے کہ مجھ پر تمہارا یہ حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔ میں ان لوگوں کا نباض ہوں۔ خوب جانتا ہوں کہ کون سا کام کس نیت سے کیا جا رہا ہے۔"

"میرا خود آنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے" ریندل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم نے تو بدگمانی کی انتہا کر دی علی!"

"تم خوف زدہ ہو گئے تھے ریندل!" میں نے دھیمے لہجے میں کہا "اگر یہی ماجرا کسی اور ملک کا ہوتا تو تمہارا رد عمل مختلف ہوتا مگر یہاں کونے قلی میں تم زندہ باہر نہیں جا سکتے۔ تمہیں خوف تھا کہ میں کہیں میکی نوف کو کوئی نقصان نہ پہنچا دوں اگر ایسا ہو جاتا تو تمہیں گولڈن اینگل کی حیثیت سے معزول کر دیا جاتا۔ اسی خوف کے باعث تم فوراً ہی کونے قلی دوڑے چلے آئے۔ میرے پاس تو آنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمہارے پاس ضائع کرنے کے لئے ایک لمحہ بھی نہیں ہے۔ تم جلد از جلد کوئی معاہدہ کرنے کے چکر میں ہو۔"

"اگر واقعی یہ بات ہوتی تو میں تمہیں ختم کرانے کی کوشش کرتا تاکہ یہ قصہ ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے" ریندل نے دھیمی آواز میں کہا "مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ شاید ایسا نہ کر کے میں نے غلطی کی ہے اسی لئے کہ تم میری نیت پر شک کر رہے ہو۔"

"یہی تو مجبوری پیدا ہو گئی تھی" مسٹر ریندل کہ میرا قصہ پاک کرنے سے معاملہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ کونے قلی میرا گڑھ ہے یہاں اگر مجھے کوئی نقصان پہنچتا تو میکی نوف کا یہاں سے صحیح سلامت نکلنا محال ہو جاتا۔ یہی مجبوری تو تمہیں مجھ تک کھینچ لائی ہے۔ تم وہ شخص ہو جس نے ہمیشہ یہ کہا کہ اولیو باوروف نے مجھے دھکا دے کر غلطی کی اور آج میری زندگی تمہارے لئے بے معنی ہو گئی۔ اب تمہیں اندازہ ہوا کہ آنجہانی اولیو باوروف مجھے کیوں [illegible] کرتا تھا؟"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک ہے" ریندل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارا جواب کیا ہے؟"

"میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں" میں نے کہا اور ریندل دنگ رہ گیا۔

"یعنی... یعنی تم میکی نوف کو اس کے اسٹاف سمیت کونے قلی سے صحیح سلامت نکل جانے دو گے؟" ریندل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"بالکل نکل جانے دوں گا" میں نے سہلا کر کہا "کاش تم نے اتنی لمبی تمہید نہ باندھی ہوتی اور مجھ سے ویسے ہی درخواست کر دی ہوتی تو یہ بات اب سے کافی دیر قبل طے ہو گئی ہوتی۔"

ریندل مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگا "کہیں تم مجھے دھوکا تو نہیں دے رہے؟" اس نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"میں یہودی نہیں مسلمان ہوں" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "اور وعدہ خلافی کرنا مسلمانوں کی روایت کے خلاف ہے۔"

میرے اس تلخ جواب کو ریندل نے بڑی خندہ پیشانی سے سنا۔ یوں جیسے میں نے یہودیوں کی ہجو نہ کی ہو "ان کی شان میں کوئی قصیدہ کہا ہو۔

"اس تعاون کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"خیال رہے کہ یہ تعاون صرف میکی نوف اور اس کے اسٹاف کی حد تک ہے" میں نے کہا اور ریندل چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ تمہارے ساتھ میں کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

"میں تو اس وقت بھی تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

"اس وقت تم میرے مہمان ہو" اس لئے اس وقت میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

ریندل کچھ نہیں بولا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم مستقل بنیادوں پر صلح کر لیں؟" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "وہ تو بہت دور کی بات ہے تم نے تو اب تک یہ بھی نہیں پوچھا کہ میکی نوف اور اس کے اسٹاف سے کوئی تعرض نہ کرنے کے عوض میرا مطالبہ کیا ہے؟"

ریندل چونک کر مجھے دیکھنے لگا "میں سمجھا نہیں؟" اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اتنا بڑا کام میں یونہی تو نہیں کروں گا۔ آخر میری بھی کوئی شرط ہو گی؟"

"ٹھیک ہے" تم اپنی شرط بتاؤ۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہاری شرط پوری کر دی جائے۔"

"کوشش نہیں ریندل! تمہیں وعدہ کرنا ہو گا ورنہ میں راضی نہیں ہوں گا۔"

"بغیر شرط جانے میں وعدہ کس طرح کر سکتا ہوں" ریندل نے سنجیدگی سے کہا "ممکن ہے تم کوئی ایسی شرط عائد کر دو جسے پورا کرنا میرے اختیار میں ہی نہ ہو۔"

"ایسی کوئی شرط نہیں ہے" میں نے کہا "شرط بے حد آسان ہے مگر پہلے تم وعدہ کرو گے پھر میں تمہیں اپنی شرط سے آگاہ کروں گا۔"

"اگر میرے اختیار میں ہوا تو تمہاری شرط ضرور پوری کروں گا" ریندل نے کہا "اب تم جلدی سے اپنی شرط سے آگاہ کرو تاکہ ہمارا معاہدہ حتمی شکل اختیار کر جائے۔"

"وہ تمام چیزیں میرے حوالے کر دو جو میرے خلاف استعمال ہو سکتی ہیں۔"

"یہاں میرے پاس ایسا کوئی مواد نہیں ہے..." ریندل نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات قطع کر دی۔

"مواد سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو ہتھیاروں کی بات کر رہا ہوں۔ الیکٹرونک اور لاسلکی آلات جن سے تم اس وقت مسلح ہو گے۔"

ریندل نے ایک طویل سانس لی "ان میں سے کوئی چیز بھی اب تمہارے خلاف استعمال نہیں ہو گی..."

"میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں ریندل!" میں نے خشک لہجے میں کہا "مجھے ہاں یا نہیں میں جواب چاہئے۔"

"میرے پاس فقط ایک پستول ہے" ریندل نے جلدی سے جیب سے پستول نکالتے ہوئے کہا "یہ تم میری طرف سے تحفتاً رکھ لو۔"

"شعاعی پستول نہیں ہے" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جو کچھ تھا بس یہی تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

"اچھی طرح سوچ لو ریندل... اگر اس کے علاوہ تمہارے پاس سے کچھ اور برآمد ہوا تو..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"یہ واحد چیز تھی جس سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا تھا اور وہ میں نے تمہارے حوالے کر دی۔"

"ایک ریسیور بھی ہے ریندل جس پر تم نے میری اور کیرولین کی گفتگو سنی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" ریندل نے چونک کر پوچھا۔

"محض اندازہ" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا "میں نے جان بوجھ کر کیرولین کو اپنے کمرے کا نمبر بتایا تھا۔"

"ریسیور میرے پاس نہیں ہے" ریندل نے کہا "میں نے تمہاری گفتگو کہیں اور سنی تھی..."

"اور اس وقت تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں... کیوں "یہی بات ہے نا؟"

"ہاں" اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم علی بار خان ہو۔"

"لیکن جب اس کمرے میں تم نے مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو تم نے مجھے پہچان لیا؟"

"ظاہر ہے، تم آواز بدل کے بول رہے تھے اس لئے آواز سے تو تمہیں شناخت کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔"

"لیکن میں میک اپ میں بھی تو تھا۔ آواز کی طرح میں نے اپنی شکل بھی تو تبدیل کر رکھی تھی۔۔۔۔"

"میک اپ میں کسی شخص کو شناخت کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ محض آواز سن کر اور وہ بھی بدلی ہوئی آواز سن کر کسی شخص کی شناخت تقریباً ناممکن ہوتی ہے۔"

"تم بھول رہے ہو رینڈل کہ جونز میرے قبضے میں ہے اور میں نے اس کی زبان کھلوائی ہے۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" رینڈل نے چونک کر کہا۔

"اس کا مطلب ہوا سمیل ڈیٹیکٹر SMELL DETECTOR جس کی مدد سے تم نے مجھے شناخت کیا ہے" میں نے ہنس کر کہا اور رینڈل پہلی بار اپنے تاثرات چھپانے میں بری طرح ناکام ہوا۔ اس کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی تھی۔

"ٹھیک ہے علی! یہ بازی پوری طرح تمہارے ہاتھ رہی" اس نے سگریٹ کے پیکٹ کے برابر ایک سیاہ رنگ کی ڈبیا میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تم رکھ لو لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ آئندہ میں تمہارے ساتھ ذرا بھی رعایت نہیں کروں گا۔"

"مت کرنا رینڈل! لیکن میں تمہارے ساتھ رعایت کروں گا۔ اس وقت تمہاری جاں بخشی کرنا پہلا مرحلہ ہے۔"

"تم وہ وقت بھول گئے جب کوسے لی ائرپورٹ پر میں نے کرنل شرالو کے میک اپ میں تمہیں بے ہوش کیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے رینڈل! اپنی اس وقتی شکست پر میں بہت دنوں تک کڑھتا رہا تھا لیکن میری زندگی میں جو انقلاب آنا تھا اس کے لئے میرا اس وقت تم سے شکست کھا جانا ضروری تھا۔ قدرت کے نادیدہ ہاتھوں نے میری تربیت کے سلسلے میں یہ بندوبست کیا تھا اور تربیت بھی کس کے ہاتھوں" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "اپنے بدترین دشمن کے ہاتھوں۔۔۔ آج وہ تربیت تمہارے ہی خلاف استعمال ہو رہی ہے۔"

رینڈل پہلو بدل کر رہ گیا۔ اس کی اتنی بے عزتی کبھی نہیں ہوئی ہوگی اور وہ بھی کیرولین کے سامنے جس کی انگلینڈ میں کوئی خاص حیثیت بھی نہیں تھی۔

"میں نے ایک عجیب نتیجہ اخذ کیا ہے علی!" رینڈل نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا "تمہاری کامیابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم پس پردہ رہتے ہو۔۔۔۔"

"پس پردہ تو تم بھی رہتے ہو۔۔۔"

"میں تو صرف ایک فرد ہوں۔ پوری تنظیم تو تمہارے سامنے موجود ہے لہٰذا تم ہمیں ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار کرتے رہتے ہو۔"

"موٹے ہاورڈ کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں" میں نے سادگی سے کہا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب تنظیم کو تمہارے مقابل سے ہٹا لیا جائے گا۔"

"کیسی عجیب بات ہے۔ میں نے تمہارے مقابلے میں تنظیم کھڑی کی تو تم نے اس کے برعکس فیصلہ کر لیا۔"

"تم فاتحین کی بات کر رہے ہو" رینڈل مسکرایا "اگر ہمارے پاس اسمیل ڈیٹیکٹر نہ ہوتا تو ہم بھی ایڈم ڈی فلوکس کی اصلیت نہ جان پاتے۔"

"تم خود پر بہت نازاں تھے رینڈل! یاد ہے تم نے فرانس میں تمہیں کو دھوکا دیا تھا۔ تمہارا دعویٰ تھا کہ کوئی تمہارے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔"

"وہ باتیں پرانی ہو گئیں۔ اب زمانہ ترقی کر گیا ہے لیکن میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔ تم پر آئندہ حملہ بے حد شدید ہوگا۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں میگی نوف کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے پر اتنی آسانی سے کیوں رضامند ہو گیا؟"

رینڈل مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا اس نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

"تمہاری یہ الجھن بھی میں خود ہی دور کر دوں گا ورنہ تم تو کوڑھ مغز آدمی ہو۔ موٹی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ مجھے میگی نوف کے ذریعے تم تک رسائی حاصل کرنا تھی۔ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب میں اس سے سروکار رکھ کے کروں گا بھی کیا؟"

"ٹھیک ہے ہم دونوں کے مقاصد پورے ہو گئے" رینڈل نے اٹھتے ہوئے کہا "آؤ کیرولین۔۔۔۔"

"کیرولین نہیں جائے گی۔ یہ بے چاری میگی نوف کے مظالم سے گھبرا کر ایک رات کے لئے میرے پاس آئی ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو علی!" رینڈل نے ناگواری سے کہا "کیرولین کو واپس جانے دو۔۔۔۔"

"یہ فضول بات نہیں ہے۔ جو بات طے ہو گئی وہ طے ہو گئی اب تو کیرولین صبح ہی یہاں سے جائے گی۔"

رینڈل نے مجھ پر جو نگاہ ڈالی اسے خونی ہی کہا جا سکتا تھا مگر اس نے مجھ سے نہ الجھنے کا فیصلہ کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں تمسخرانہ انداز میں رینڈل کو کمرے سے باہر جاتے دیکھتا رہا۔

"اب کیا خیال ہے کیرولین؟" رینڈل کے چلے جانے کے بعد میں نے مسکرا کر کہا "رات یہیں گزارو گی یا۔۔۔" میں نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

کیرولین کے چہرے پر اس قسم کے تاثرات دکھائی دیئے جیسے اس کے سر سے کوئی بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔ یہ واضح طور پر رینڈل کے چلے جانے کا اثر تھا۔ اس کے سامنے وہ بری طرح مرعوب تھی ہم

میں نے محسوس کیا کہ اس کے انداز میں اب بھی ہچکچاہٹ میرے سوال کی وجہ سے نہیں ہے۔

"تمہارے گلے میں پڑا ہوا یہ لاکٹ مجھے بہت پسند آیا" اچانک میں نے کیرولین سے کہا "ذرا یہ لاکٹ تو دکھانا۔"

"یہ۔۔۔ یہ میری والدہ کی نشانی ہے۔۔۔"

"میں نے تم سے کہا ہے یہ لاکٹ اتار کر مجھے دکھاؤ۔ یہ نہیں پوچھا کہ یہ کس کی نشانی ہے" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور کیرولین نے جلدی سے لاکٹ اتار کر میری طرف بڑھا دیا۔

"یہ لاکٹ کسی کی نشانی نہیں ہے کیرولین" میں نے لاکٹ کا معائنہ کرنے کے بعد کہا "تمہیں اتنا احساس بھی نہیں ہے کہ تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکو گی حالانکہ ابھی تم دیکھ چکی ہو کہ میرے ہاتھوں ریجنل کا کتنا برا حشر ہوا ہے۔"

کیرولین بری طرح نروس ہو گئی تھی مگر اس پر توجہ دینے کی زحمت کئے بغیر میں لاکٹ کو اپنے ہونٹوں کے قریب لے آیا "میں اس لاکٹ کو ضائع کر رہا ہوں۔ تم جو کوئی بھی ہو میری تم سے درخواست ہے کہ صبح تک میرے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے ورنہ نتائج کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی" میں کیرولین کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور پھر میں نے لاکٹ کو اس طرح ضائع کیا کہ اس میں نصب ٹرانسمیٹر کے سالم بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"یہ لو" میں نے لاکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اب ہم کھل کر گفتگو کر سکیں گے۔"

"ہم ۔ میں معافی چاہتی ہوں مسٹر علی! مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے مقابل آپ ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑا" میں نے نرم لہجے میں کہا "میں نے ریجنل کو ایسے ہی چلا جانے دیا تو تمہیں کیا کہوں گا، آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"مجھے۔۔۔ مجھے واپس چلا جانے دیں جناب۔۔۔"

"ابھی نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "تھوڑی دیر بعد بھی اگر تمہاری یہی خواہش رہی تو میں تمہیں چلا جانے دوں گا۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے جناب۔ ایسا لگ رہا ہے میرا دم گھٹ جائے گا۔"

"تم نے خواہ مخواہ دل پر گھبراہٹ طاری کر لی ہے۔ یہ آپ جناب چھوڑو اور بے تکلفی سے باتیں کرو اگر یہاں دل گھبرا رہا ہے تو ہم ہوٹل سے باہر کھلی فضا میں بھی چل سکتے ہیں۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی" کیرولین نے گھبرا کر کہا۔

"تم مجھ سے ڈر رہی ہو" میں نے ہنس کر کہا "حالانکہ میں انتہائی بے ضرر آدمی ہوں۔ شدید مجبوری کے بغیر کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔"

"تو پھر سب آپ سے اس قدر خوف زدہ کیوں رہتے ہیں" کیرولین نے بے ساختہ کہا اور پھر اس طرح میری طرف دیکھا جیسے اس کے منہ سے کوئی غلط بات نکل گئی ہو۔

"سب نہیں، صرف یہودی" میں نے مسکرا کر کہا "یہودیوں میں بھی وہ جو تخریب کار ہیں۔ دہشت گردوں میں تو میں ان کے لئے موت کی علامت ہوں۔"

"تب تو مجھے بھی آپ کی طرف سے خطرہ ہے۔"

"ہرگز نہیں، تم کسی تخریب کاری میں ملوث نہیں ہو تم تو نوف کی ملازم ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ عالمی سیاست کیا ہے۔ تصویر کا صرف ایک رخ دیکھا ہے" "اگر تم دونوں رخ دیکھ لو تو ہے تمہیں یہودیوں سے نفرت ہو جائے، کچھ پیو گی؟"

"کولڈ ڈرنک منگوا لیجئے میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔"

میں نے فون پر روم سروس کو کولڈ ڈرنک کا آرڈر دیا "میں رہا ہوں کہ تم ابھی تک مجھ سے خوف زدہ ہو۔ شاید اس خیال سے کہ تمہیں میرے ساتھ شب بسری کرنی پڑے گی؟"

جواب میں کیرولین صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ میں کوئی عیاش آدمی نہیں ہوں" میں نے خشک لہجے میں کہا "میں نے تمہیں صرف اس لئے روکا ہے کہ مجھے تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں۔ تم دیکھ چکی ہو کہ ریجنل جیسا شخص بھی مجھ سے جھوٹ نہیں بول پایا تھا۔ اس لئے جو کچھ میں پوچھوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا۔"

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں مسٹر علی! وہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔"

"مجھے بہت بے ضرر قسم کی معلومات درکار ہیں۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

کمرے میں ویٹر کی آمد کی وجہ سے گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہو گیا پھر ویٹر کولڈ ڈرنک کے گلاس میز پر رکھ کر چلا گیا تو میں نے دوبارہ گفتگو شروع کی "میلی نوف کی اصلیت سے کتنے لوگ واقف ہیں؟"

"میرے علاوہ انہوں نے یہ بات کسی اور کو نہیں بتائی، کم از کم میرے علم میں تو نہیں ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "کیا ریجنل پہلے سے ہی ہوٹل میں موجود تھا؟"

"نہیں" کیرولین نے نفی میں سر ہلایا "مونٹے ہاورڈ میں نہیں تھے۔"

"گویا وہ بعد میں یہاں پہنچا ہے؟ اسے کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

"مسٹر میلی نوف نے ان سے کہا تھا کہ کوئی شخص ان کی دن والی حیثیت سے واقف ہو گیا ہے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب ریجنل کو یہ اطلاع ملی تو اس کا رد عمل کیا تھا؟"

"گورائے اور گورنے ہل کی سمندری حدود سے باہر نکل کر بین الاقوامی سمندری حدود میں" کیرولین نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

میں نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی "پھر تو یقیناً اس نے یہاں پہنچنے کے لئے ہیلی کاپٹر استعمال کیا ہوگا؟"

"مجھے یہ بات نہیں معلوم۔ بس مونٹے ہاورڈ کی طرف سے مجھے یہ لاکٹ بھجوایا گیا تھا کہ میں اسے ہر وقت پہنے رہوں۔"

"ٹھیک ہے کیرولین! فی الحال تو ہمارے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا ہے لیکن ممکن ہے مستقبل میں مجھے میلی نوف سے رابطہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو اس لئے تم مجھے کوئی ایسا ذریعہ بتا دو جس پر عمل کر کے میلی نوف سے فوری رابطہ قائم کیا جا سکے۔"

کیرولین نے مجھے میلی نوف کے کئی فون نمبر اور ایڈریس لکھ کر دے دیے اور بولی "کیا آپ کو معلوم تھا کہ میرے پاس کوئی ایسا ٹرانسمیٹر ہے جس کے ذریعے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کہیں اور سنی جا سکتی ہے؟"

"مجھے صرف شبہ تھا اور اپنے اس شبے کی تصدیق کرنے کے لئے میں نے وہ حرکت کی تھی یعنی تمہیں اس کمرے کا نمبر بتایا تھا۔ جب میں نے ریجنل کو یہاں موجود پایا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرا شبہ غلط نہیں تھا۔ اب تم آرام کرو" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں تو رات کو یہاں نہیں رہوں گا لیکن تمہیں رات اسی کمرے میں گزارنی ہے۔ اس دوران تم باہر کے کسی فرد سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہیں رکھو گی، فون کے ذریعہ بھی نہیں، سمجھ گئیں۔"

"سمجھ گئی" کیرولین نے مردہ سی آواز میں کہا "لیکن اگر کوئی فون آ جائے تو۔۔۔"

"تم فون ریسیو نہیں کرو گی۔ اگر تم نے میری کسی بھی بات کی خلاف ورزی کی تو مجھے اس کی اطلاع ہو جائے گی۔"

"میں کوئی خلاف ورزی نہیں کروں گی لیکن جب میں واپس جاؤں گی تو مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

"ان سے کہہ دینا کہ میں نے رات اس کمرے میں تمہارے ساتھ گزاری تھی۔ کس طرح گزاری یہ تمہاری مرضی پر ہے۔"

"تمہارے عزائم مجھے اچھے نہیں معلوم ہو رہے۔ تم انہیں ... میں رکھنا چاہ رہے ہو کہ رات بھر۔۔۔" کیرولین خاموش ہو کر فون کی طرف دیکھنے لگی جس کی گھنٹی بج رہی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف بڈ تھا۔ میری آواز پہچاننے کے بعد اس نے کہا "وہ اسکائی لین کے بنگلہ نمبر ... میں گیا ہے۔"

"وہ کون؟" میں نے تعجب لہجے میں کہا۔

"وہی جو تمہارے کمرے سے نکلا تھا۔ اسے صحیح سلامت نکلتے دیکھ کر میرے تو ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ میں سمجھا تھا کہ کہیں خدا ... کہا نہیں تھا؟"

"تم جانتے ہو وہ کون ہے؟" میں نے بڈ کی بات کاٹ کر کہا۔

"کمرے سے نکلتے وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا۔ میں نے اس کی ایک ہی جھلک دیکھی تھی لیکن میں اسے پہچان گیا۔ کمرے سے نکلتے ہی اس نے اپنے چہرے پر ایک ماسک پہن لیا تھا۔"

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"میں ہوٹل میں واپس آ چکا ہوں" بڈ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا "میں نے سوچا تمہیں مطلع کر دوں اس لئے کہ ایک حسین و جمیل لڑکی۔۔۔۔"

"بکواس مت کرو۔ میں آ رہا ہوں۔"

فون بند کر کے میں کیرولین کی طرف مڑا "میں جا رہا ہوں کیرولین! میری ہدایات یاد رکھنا۔ خلاف ورزی کی صورت میں کسی بھی بات کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

وہاں سے نکل کر میں مہذب کے کمرے میں پہنچا "تم تو دھماکے کرتے پھر رہے ہو" مہذب نے مجھے دیکھتے ہی کہا "ایک ہی جھٹکے میں ریجنل کو بل سے باہر نکال لائے۔"

"یہ تمہاری مادام کلارا تو کہہ رہی تھیں کہ ریجنل چھپا رہا ہوگا" میں نے کہا۔

"اور تم نے کہا تھا کہ وہ تمہاری گھات میں ہوگا" کلارا نے ہنس کر کہا "مجھے اعتراف ہے کہ میرا تجربہ غلط اور تمہارا درست ثابت ہوا مگر تم اسے اتنی جلدی بل سے نکالنے میں کیسے کامیاب ہو گئے؟"

"کسی سپرایجنٹ کا بے نقاب ہو جانا مذاق نہیں ہے۔ میلی نوف نے پہلی فرصت میں ریجنل کو اس سانحے سے آگاہ کیا اور وہ فوراً ہی یہاں دوڑا چلا آیا۔"

"لیکن مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا اور نہ اسے" ڈیوڈ ریان نے کہا "سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کس قسم کی دشمنی ہے۔ تم نے اسے کیوں نکل جانے دیا؟"

"رچرڈ اس قسم کی مقابلہ کرنے کے ایکسپرٹ ہیں" بڈ بولا۔

"مگر ریجنل تو نہیں ہے۔ وہ تو ایک سفاک شخص ہے جس کی لغت میں رحم کا لفظ ہے ہی نہیں" ڈیوڈ نے کہا۔

"اس کا جواب تو رچرڈ ہی دے سکتے ہیں۔"

"اس وقت اس کے نزدیک اہم ترین بات یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایلس ون کو تحفظ فراہم کیا جائے۔۔۔"

"تم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ گورنے ہل میں میلی نوف کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے" کلارا نے کہا۔

"ریجنل کو تو اس بات کا علم نہیں تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میں ہر مصلحت بالائے طاق رکھ کر میلی نوف کو ٹھکانے لگا دوں گا اس لئے وہ بوکھلاہٹ کے عالم میں میرے پاس آ گیا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے اپنی حفاظت کے لئے غیر معمولی انتظامات کر رکھے

تھے۔"

"اس لیے تم نے اسے چھوڑ دیا" کلارا نے پوچھا۔

"نہیں میں اس کے حفاظتی انتظامات سے خوف زدہ نہیں تھا بلکہ اسے اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد اس پر اپنی برتری ثابت کرنا تھا۔"

"اس قسم کے نظریات نہایت احمقانہ ہوتے ہیں" ڈیوڈ براؤن نے کہا "کیا اس نے تمہارے ساتھ کبھی کوئی رعایت کی؟"

"اسے یہ احساس دلانا ضروری تھا کہ وہ برتر نہیں ہے۔ میں اسے احساس کمتری میں مبتلا کر کے مارنا چاہتا ہوں۔ اسے اندھیرے سے روشنی میں لے آنا ہی ایک بڑا کارنامہ ہے" میں نے کہا پھر تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا "اب تم بتاؤ کہ اس طرف کیا صورت حال ہے۔"

"میں علی گروپ کے اراکین کو میدان عمل میں لے آئی ہوں۔ ریجنل کی نگرانی کرنا آسان کام نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! اس کی ہر نقل و حرکت ہمارے علم میں ہونی چاہیے۔"

"اس خیال سے میں نے ریجنل کی نگرانی پر علی گروپ کے تمام اراکین کو مامور کر دیا ہے۔ سب کی ڈیوٹیاں مقرر کر دی گئی ہیں۔"

میں نے تہذیب اور کلم ایکس کو انچارج بنایا تھا اور اس نے بڑی خوب صورتی سے معاملات کو ہینڈل کیا تھا۔

"کل صبح سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اسکائی لین کے بنگلہ نمبر [?] کے بارے میں معلومات حاصل کرو" میں نے بڑے کہا "یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ مکان کس کی ملکیت ہے؟ اگر کرائے پر دیا گیا ہے تو کب اور کسے کرائے پر دیا گیا ہے۔"

○☆○

"خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے تمہیں ایک عرصہ ہو گیا۔ اب تمہیں اپنا طرز زندگی تبدیل کرنا چاہیے" ناشتے کی میز پر کیتھی براؤن نے مجھ سے کہا۔ میں اور تہذیب رات کو ہی ہوٹل سے واپس آ گئے تھے جبکہ بڈ ہوٹل میں ہی رہ گیا تھا۔ ڈیوڈ اور کلارا کے ساتھ۔

"میں سمجھا نہیں" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "خانہ بدوشی سے تمہاری کیا مراد ہے اور تم میرے طرز زندگی میں کس قسم کی تبدیلی دیکھنا چاہتی ہو؟"

"تمہارا کہیں ٹھکانا ہونا چاہیے۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آج اس ملک میں کل اس ملک میں۔"

"تو یوں کہو کہ اب تم ہماری روز روز کی آمد سے تنگ آ چکی ہو" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور کیتھی براؤن بری طرح جھینپ گئی۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو تمہارے بھلے کو کہہ رہی تھی۔ نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔"

"جو کچھ کہنا ہے وضاحت سے کہو نا۔ کہیں زمین لے لوں، مکان بنا لوں یا اپنا کوئی کاروبار وغیرہ شروع کر دوں؟"

جنرل لیمرس اور تہذیب بڑی دلچسپی سے ہماری باتیں سن رہے تھے۔ دونوں میں سے کسی نے بھی دخل اندازی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"دیکھو مکان بنانا کوئی کمال نہیں ہے۔ مکان تو سب ہی بنا لیتے ہیں کمال تو گھر بنانا ہے۔"

"تمہارا بات [?] تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میں گھر بسا لوں کیوں؟"

"ہاں" کیتھی نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی "میں یہی کہنا چاہ رہی تھی۔ آدمی کو اپنے لیے بھی تو کچھ وقت نکالنا چاہیے۔"

"تمہیں اس مشورے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے" جنرل لیمرس نے کہا "کیتھی براؤن کبھی کبھی تو عقل مندی کی بات کرتی ہے۔ کوئی اسے بھی نہ سنے تو بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔"

"وہ شخص اپنے لیے کیسے وقت نکال سکتا ہے جنرل، جو خود کو کسی بڑے مقصد کے لیے وقف کر چکا ہو" میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔

"تم ہمیشہ یہی بات کہہ کر جان چھڑا لیتے ہو مگر آج ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے" جنرل نے کہا۔

"تمہارے عزائم مجھے اچھے نظر نہیں آ رہے" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا "ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے آج تم زبردستی میری شادی کرا دو گے" تہذیب ہماری باتیں سن کر سرخ ہوئی جا رہی تھی مگر یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کو اس کی پروا ہی نہ ہو۔

"ہم زبردستی تمہاری شادی نہیں کرائیں گے بلکہ زبردستی تم سے ہاں کرائیں گے" کیتھی براؤن نے کہا۔ جنرل کی شہ پا کر وہ شیر ہو گئی تھی۔

"تو میں نے انکار کب کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا "رضامند کرنا ہے تو اپنی سہیلی کو کرو۔"

"یہ دونوں ہی ایک جیسے ہیں کیتھی! ان سے مغز ماری کرنا بے کار ہے" جنرل لیمرس نے کہا۔

"آج میں فیصلہ کر کے چھوڑوں گی" کیتھی نے فیصلے لہجے میں کہا "یہ لوگ ہر بار ٹال مٹول کر جاتے ہیں۔"

"اللہ خیر کرے" میں نے ہنس کر کہا "شاید اس کو کہتے ہیں بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔"

"بولو تہذیب! تمہارے کیا ارادے ہیں؟" کیتھی نے تہذیب سے کہا "علی تو تیار ہے اور اس نے فیصلہ تم پر چھوڑا ہے۔"

"اور میں فیصلہ علی پر چھوڑتی ہوں" تہذیب نے شرماتے ہوئے کہا اور میں سناٹے میں آ گیا۔ اس ایک جملے میں بہت کچھ تھا۔ وہ بھی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

لینے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ یونہی ایک دوسرے کی آڑ لیتے رہیں گے۔ جب آدمی کو کچھ کرنا نہ ہو تو وہ دوسرے پر بات ڈال کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے۔"

جنرل لیمرس کا کہنا بھی درست تھا مگر اس نے تہذیب کے لہجے پر غور نہیں کیا تھا۔ اس کے انداز پر توجہ نہیں دی تھی۔ بات ایک ہوتی ہے اس کے کہنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ ہر انداز میں اس کا مطلب تبدیل ہو جاتا ہے۔ تہذیب نے جو بات کہی تھی اس کا مطلب صرف میں سمجھ پایا تھا۔ جنرل لیمرس اور کیتھی براؤن محروم رہے تھے۔ اس موضوع پر میرے اور تہذیب کے درمیان بات چیت ہوئی تھی مگر آج میری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ اس کے جذبات کی شدت کا اندازہ آج ہوا تھا لیکن اس نے کبھی مجھ پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ میری خاطر کتنی بڑی قربانی دے رہی ہے۔ اپنے ارمانوں، آرزوؤں اور تمناؤں کی قربانی۔

"تہذیب نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی ہے علی!" کیتھی براؤن نے جھنجھلائے انداز میں کہا "اب بولو تم کیا کہتے ہو؟"

"ایک بار پہلے بھی یہ کوشش ناکام ہو چکی ہے کیتھی!" میں نے سنجیدگی سے کہا "جب بیروت میں عین اس وقت جب ہماری شادی ہونے والی تھی۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے" کیتھی نے میری بات کاٹ کر کہا "ولید بارزانی نے عین موقع پر تہذیب کو اغوا کرا لیا تھا لیکن اس موقع پر اس واقعے کا تذکرہ کرنے کا کیا مقصد ہے؟"

"اس وقت ولید بارزانی تھا اور اب اس کا چیلا ریجنل ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تاریخ خود کو دہرائے اور میں ایک بار پھر کسی بڑی مشکل میں پھنس جاؤں۔"

"یہ تو جان چھڑانے والی باتیں ہیں" کیتھی نے کہا "جب آدمی کوئی کام نہیں کرنا ہوتا تو وہ اس قسم کے ہزاروں بہانے گھڑ لیتا ہے۔"

"علی کا موقف درست ہے کیتھی!" جنرل لیمرس بولا "اس وقت علی گروپ کی تمام تر توانائیاں ریجنل کے خلاف کام کرنے پر مرکوز رکھنے کی ضرورت ہے۔ ریجنل سے نمٹنے کے بعد میں تمہارے ساتھ مل کر ان پر دباؤ ڈالوں گا۔"

"تم یہ بات نہیں مانتی" کیتھی نے ہٹ دھرمی سے کہا "علی کا اپنا کاروبار ہے نرالا ہے۔ اس نے ہمیشہ ولید بارزانی کو ڈھیل دی اور اب ریجنل کے ساتھ بھی یہی کر رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال باقی رہی تو برسوں یونہی گزر جائیں گے اور کچھ نہیں ہوگا۔"

"کیتھی تو بڑی زبردست وکیل ہے" جنرل لیمرس نے ہنس کر کہا "اس کے دلائل کو رد کرنا آسان نہیں ہے۔ اب تم بتاؤ ان دلائل کا توڑ کس طرح کرو گے؟"

"قبر کا حال تو مردہ ہی بہتر جانتا ہے جنرل!" میں نے ایک

آسان بلکہ سب سے آسان کام ہے۔ جب اونٹ پہاڑ کے نیچے آتا ہے تب اسے اپنی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" کیتھی حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گئی۔

"ریجنل کوئی حلوہ نہیں ہے" میں نے کہا "اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے لمبی منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں" کیتھی نے فاتحانہ انداز میں کہا "جب وہ تمہارے سامنے آیا تو تم نے اسے چھوڑ دیا اور اب بیٹھے منصوبہ بندیاں کرتے رہو گے۔"

"اگر اس پر ہاتھ ڈالنا اتنا ہی آسان ہوتا مادام کیتھی براؤن تو میں کل رات اسے یوں نہ نکل جانے دیتا" میں نے تلخی سے کہا "یہ وہ بات ہے جس کی میں وضاحت نہیں کر سکتا۔"

تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا "ایسی کون سی بات ہے جس کی وضاحت کرنا تمہیں دشوار معلوم ہو رہا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں عقلی دلائل یہ ہیں کہ ریجنل کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ میری غیر معمولی صلاحیتوں سے نہ صرف واقف ہے بلکہ ان کا چشم دید گواہ بھی ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ میرے پاس چلا آیا جبکہ یہ کام وہ کسی اور سے بھی لے سکتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اس نے پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی یہ قدم اٹھایا تھا اور ایسے میں اس پر ہاتھ ڈالنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔"

"صرف اس ایک بنیاد پر تم نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش ہی نہیں کی" کیتھی براؤن نے حیرت سے کہا "تم تو خطرات سے کھیل کر خوش ہوتے ہو۔ ایک کوشش کر لینے میں حرج ہی کیا تھا۔ ممکن تھا وہ تمہارے قابو میں آ ہی جاتا؟"

"ہر بات کا اپنا ایک موقع ہوتا ہے کیتھی براؤن! ایک موقع وہ ہوتا ہے جب ہم کہتے ہیں کہ ایک کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ دوسرا موقع وہ ہوتا ہے جب ہم کہتے ہیں کہ چانس لینا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ زندگی میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو صحیح موقع پر صحیح قدم اٹھاتے ہیں۔ غلط قدم اٹھانے والے یا تو زندگی بھر ناکام رہتے ہیں یا پھر کوئی غلط قدم انہیں زندگی سے محروم کر دیتا ہے۔"

"میں وہ بات جاننے کی مشتاق ہوں جس کی وضاحت کرنا تمہارے لیے دشوار ہے" تہذیب نے کہا۔

جواب دینے سے قبل میں نے تہذیب کو غور سے دیکھا "وہ بات یہ ہے تہذیب کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اگر میں نے ریجنل پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔"

میرا جواب سن کر تہذیب اچھل پڑی۔ کیتھی براؤن نے چونک کر مجھے دیکھا۔ جنرل لیمرس کے چہرے پر بھی حیرت کے

ناثرات ابھر آئے تھے "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نے جان چھڑانے کے لئے یہ بات کہی ہو" چند لمحے بعد کیمپٹی براؤن نے لب کشائی کی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو کیمپٹی!" جنرل نیرس بولا "جب یہ بات علی کہہ رہا ہے تو اس پر شبہ کرنا گناہ ہے۔"

"ہاں جنرل!" تہذیب نے کہا "یہ بات اب تک علی نے مجھے بھی نہیں بتائی تھی۔"

"ایسی بات بتانے سے کیا فائدہ تھا تہذیب جس کی میں خود کوئی وضاحت نہیں کر سکتا۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے کہ میرے احساسات مجھے دھوکا نہیں دے رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اصل خطرہ بیرونی سمت پر کھلنے والی کھڑکی کی طرف سے ہے۔ میں نے ریجنلڈ سے اس کا اظہار بھی کیا تھا اور جواب میں اس کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے ان کی روشنی میں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا شبہ غلط نہیں تھا۔ وہ ایک ہارا ہوا جواری تھا اور ہارا ہوا جواری بہت خطرناک ہوتا ہے۔ ریجنلڈ کی ساکھ داؤ پر لگی ہوئی تھی اگر میں مجلس نوف کو رعایت دینے پر تیار نہ ہوتا تو وہ اپنی جان کی پروا بھی نہ کرتا۔"

"تم نے اس کے بعد سے اب تک بھی اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی؟" کیمپٹی نے کہا "تمہارے اس رویے کو کیا کہا جائے گا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لئے منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔ اس کا نام ریجنلڈ ہے۔ وہ اسکائی لین کے چوراسی نمبر بنگلے میں ہماری آمد کا منتظر نہیں بیٹھا ہوگا کہ ہم آئیں اور اسے گرفتار کرلیں۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ یہ گونگے بل ہے اور وہ یہاں میرے اقدامات سے بخوبی واقف ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس معاملے میں کیمپٹی حق بجانب ہے اور تم زیادتی کے مرتکب ہو رہے ہو" جنرل نیرس بولا "اگر تم اس انداز میں سوچتے رہے تو ریجنلڈ کے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے اور وہ ہمیشہ آزاد گھومتا رہے گا۔"

"تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جب تمہیں علم ہے کہ وہ کس جگہ مقیم ہے تو تمہیں وہاں چھاپا مارنا چاہئے" جنرل نے کہا۔

"چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے یہ قدم میں تو نہیں اٹھا سکتا۔"

"میرا خیال ہے جنرل کا کہنا درست ہے" تہذیب بولی "اس وقت وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ وہاں سے غائب ہو گیا تو اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"جب ایک آدمی کے خلاف تین آدمی ہم خیال ہو جائیں تو ایک آدمی بھلا کیا کر سکتا ہے" میں نے ہنس کر کہا "تمہیں اختیار ہے۔ اس موضوع پر جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔"

اس کے بعد ان تینوں میں بحث شروع ہو گئی۔ بحث اس بات پر ہو رہی تھی کہ ریجنلڈ کی گرفتاری کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ تینوں مختلف تجاویز پیش کر رہے تھے۔ جب کافی دیر تک وہ کسی ایک بات پر متفق نہ ہو سکے تو مجھے دخل دینا پڑا۔

"تم لوگوں نے اس مسئلے کو اس قدر پیچیدہ کیوں بنا لیا" میں نے کہا "سرچ وارنٹ کے ساتھ چند آدمی جا کر وہاں کی تلاشی لے لیں۔"

"اور اگر ہمارے خلاف مزاحمت کی گئی تو۔۔۔؟" جنرل نے کہا۔

"مزاحمت کی قسمیں ہوتی ہیں جنرل!" میں نے سنجیدگی سے کہا "اور میرا خیال ہے حکومت ہر قسم کی مزاحمت سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"

میری بات پر جنرل کچھ جھینپ سا گیا "ٹھیک ہے" میں انتظامات کرتا ہوں۔"

پھر ایک گھنٹے کے اندر اندر تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پولیس نے پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا تھا اور اب اسکائی لین کے علاقے سے نہ کوئی باہر جا سکتا تھا اور نہ وہاں داخل ہو سکتا تھا۔

"چلو" تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"میں" میں نے حیرت سے کہا "میں بھلا وہاں جا کر کیا کروں گا!"

"اچھا ٹھیک ہے" تہذیب نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "آئندہ میں بھی اسی قسم کا جواب دیا کروں گی۔"

"اوہو تم تو ناراض ہو گئیں" میں نے گڑبڑا کر کہا "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔"

"میں نے کبھی تم سے کوئی سوال کیا ہے؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا "اور تم میری ایک بات بھی نہیں مان سکتے۔"

"اچھا بابا چلو میں چل رہا ہوں۔"

میں اور تہذیب ایک کار میں سوار ہو کر محل سے نکل آئے اس وقت ہم دونوں ہی میک اپ میں نہیں تھے۔

اسکائی لین کے علاقے کو چاروں طرف سے پولیس نے گھیر رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے علاقے میں ڈاکوؤں کا کوئی اڈا ہو جس کی سرکوبی کرنے کا معرکہ درپیش ہو تاہم ہمیں بنگلہ نمبر 84 تک پہنچنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ وہ لوگ ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔

"اب یہاں مجھ سے کچھ مت پوچھنا" میں نے تہذیب سے کہا "سب کچھ تمہیں خود کرنا ہوگا۔"

تہذیب نے [illegible] انداز میں [illegible] دونوں [illegible] سے از نے سادہ لباس میں ایک شخص نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ چھاپا غالباً اس کی نگرانی میں مارا جا رہا تھا۔

"مجھے آپ کے چارج میں دیا گیا ہے میڈم ایکس" اس شخص نے نہایت سنجیدگی سے کہا "ہمارے پاس سرچ وارنٹ موجود ہے اگر آپ کہیں تو میں اپنے جوانوں کو نزدیک بلا لوں؟"

"نہیں ان کو دور ہی رہنے دو" تہذیب نے کہا "ضرورت پڑی تو ہم انہیں نزدیک بلا لیں گے۔"

اس کے بعد ہم تین افراد آگے بڑھے۔ تہذیب نے خود کال بیل کا بٹن دبایا تھا۔ دروازہ کھلنے میں ذرا دیر لگی۔ اس دیر کی وجہ سے تہذیب اور سادہ لباس والے کے انداز میں بے چینی محسوس ہونے لگی مگر میں اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ میرا اندازہ ہی درست ثابت ہو۔

دروازہ کھلنے میں چند منٹ لگے۔ اس دوران تہذیب نے کوئی چار مرتبہ گھنٹی بجائی تھی اور پھر قریب تھا کہ وہ بنگلے میں داخل ہونے کے لئے کوئی اور حکم جاری کر دیتی لیکن عین اس وقت بنگلے کا دروازہ کھلتا نظر آیا۔ دروازے میں سے سفید بالوں والا ایک معمر شخص نکل کر گیٹ کی طرف آتا دکھائی دے رہا تھا۔ میں اتنی دور سے بھی اندازہ کر سکتا تھا کہ اس کی عمر ساٹھ برس سے تو ہرگز کم نہیں ہو سکتی۔ اس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا اور آنکھوں پر چشمہ تھا جس کے شیشے خاصے موٹے تھے۔

گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھول کر وہ شخص باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر جھریاں ہی جھریاں نظر آرہی تھیں اور اس کی عمر ستر سال سے کم ہرگز نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اتنا کمزور نہیں لگ رہا تھا جتنا کہ لوگ اس عمر میں ہو جایا کرتے ہیں۔

اس نے بڑی حیرت سے ہم لوگوں کو دیکھا پھر بڑی شائستگی سے بولا "فرمایئے آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

تہذیب نے سرچ وارنٹ اس کی طرف بڑھایا "ہمیں آپ کے بنگلے کی تلاشی لینی ہے۔"

اس نے کچھ کہے بغیر سرچ وارنٹ تہذیب سے لیا اور سرسری نظر ڈالنے کے بعد تہذیب کو واپس کرتے ہوئے بولا "مجھے حیرت ہے کہ میرے بنگلے کی تلاشی کی کیا ضرورت پیش آگئی تاہم میں سرکاری کام میں تو مداخلت نہیں کر سکتا۔ تشریف لایئے۔"

ہم لوگ اس کے عقب میں اندر داخل ہو گئے۔ تہذیب کے کہنے پر چند سادہ لباس والے اور آگئے تھے۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ تلاشی کس لئے لینا چاہتے ہیں؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں ایک ایسا شخص روپوش ہے جو اسٹیٹ کا مجرم ہے" تہذیب نے کہا۔

"حیرت ہے" بوڑھا بولا "میرے علاوہ یہاں صرف میرا بیٹا رہتا ہے۔ کوئی ملازم تک نہیں ہے۔"

"آپ کا بیٹا کہاں ہے اور دروازہ کھلنے میں اتنی دیر کیوں لگی؟" تہذیب نے پولیس والوں کے سے انداز میں جرح کی۔

"میرا بیٹا سو رہا ہے۔ ہم لوگوں نے رات دیر تک وی سی آر پر دو انگریزی فلمیں دیکھی تھیں۔ آج چھٹی ہے نا اور پھر رات ہم دیر سے سوئے تھے اس لئے اس کی آنکھ نہیں کھلی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ہوگا۔ میں اٹھ گیا تھا مگر ٹوائلٹ میں تھا اس لئے دروازہ کھلنے میں تاخیر ہوئی۔"

چند منٹ کے اندر اندر پورے بنگلے کو الٹ پلٹ دیا گیا۔ میں نے بھی تہذیب کے ساتھ مل کر تلاشی کے کام کی نگرانی کی مگر ان دونوں کے سوا وہاں کوئی ہوتا تو ملتا۔ بوڑھے کا بیٹا اٹھ گیا تھا اور خاصا برافروختہ تھا۔ بوڑھا مسلسل اسے پرسکون رہنے کی تلقین کئے جا رہا تھا۔ تہذیب اس ناکامی پر جھنجلائی ہوئی نظر آرہی تھی اور اس نے ان دونوں پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ دونوں باپ بیٹوں کی جسمانی ساخت ریجنلڈ سے بہت مختلف تھی ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ دونوں پر میک اپ ہونے کا شبہ کر بیٹھتی۔

"اب ان کا پیچھا چھوڑ دو تہذیب!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "تم ان سے کچھ معلوم نہیں کر سکو گی۔"

"میں اس آپریشن کی انچارج ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ دونوں کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہیں" تہذیب نے کہا۔

میں تہذیب کو علیحدگی میں لے گیا اور اس سے کہا "تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ دونوں ضرور کچھ نہ کچھ جانتے ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ یہ ہمیں کام کی کوئی بات نہیں بتا سکیں گے۔"

"کیوں؟" تہذیب نے کہا۔

"اس لئے کہ انہیں کام کی کوئی بات معلوم ہی نہیں ہوگی۔"

"کچھ بھی ہو میں انہیں چھوڑوں گی نہیں" تہذیب نے قطعیت کے ساتھ کہا۔

"کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہی ہو" میں نے کہا "ویسے ا[illegible] سے مغز ماری کرنے کے بجائے کار پر توجہ دو۔ اگر کل رات کے بعد کار استعمال نہیں ہوئی تو اس میں سے ریجنلڈ کی انگلیوں کے نشانات مل جائیں گے اور اس کار کی چابی بھی اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں سمجھ گئی" تہذیب نے جوشیلے لہجے میں کہا [illegible] پلٹ کر دوبارہ ان دونوں کے پاس پہنچ گئی "یہ کار کس کی ملکیت ہے؟" تہذیب نے باری باری ان دونوں کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تو آپ کسی مجرم کی تلاش میں تھیں" بیٹے نے [illegible] انداز میں کہا "اچانک کار سے کیوں دلچسپی پیدا ہو گئی؟"

"جو کچھ پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو" تہذیب نے [illegible] لہجے میں کہا۔

"یہ کار میری ملکیت ہے" اس نے جھنجلا کر کہا "لیکن آپ [illegible] اس کار سے کیا غرض ہے۔"

"آخری بار یہ کار کب استعمال کی گئی تھی؟" تہذیب نے سرد لہجے میں پوچھا۔
"کل شام چھ بجے میں آفس سے اس کار پر واپس آیا تھا۔ اس کے بعد سے یہ یہیں کھڑی ہے۔"
"اور اس کی چابیاں؟"
"میرے کمرے میں سائڈ ٹیبل پر پڑی ہیں" اس نے ناگواری سے کہا۔
"ٹھیک ہے" تہذیب سادہ لباس والے کی طرف مڑی "کار اور کار کی چابیوں سے نشانات اٹھانے ہیں۔"
"بہت بہتر میڈم" سادہ لباس والے نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ بوڑھے اور اس کے بیٹے دونوں کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔
"آخر معاملہ کیا ہے۔ آپ لوگ تو اس طرح تفتیش کر رہے ہیں جیسے کسی بہت بڑے مجرم کا معاملہ ہو۔"
"یہ اس سے بھی بہت بڑے مجرم کا معاملہ ہے جتنا تم تصور کر سکتے ہو" تہذیب نے کہا۔
ان دونوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے تھے اور وہ خوف زدہ نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پھر باپ بیٹے کے درمیان آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے اور بوڑھے نے تہذیب سے کہا "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"
"جی فرمائیے" تہذیب نے کہا۔
"یہاں... یہاں نہیں علیحدگی میں" بوڑھے نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"علیحدگی میں کوئی بات نہیں ہوگی" تہذیب خشک لہجے میں بولی "جو کچھ بھی کہنا ہے یہیں کہہ دیجئے۔"
"بری بات ہے تہذیب!" میں نے دخل اندازی کی "ان کی بات سن لینے میں کیا حرج ہے؟"
"میں نہیں چاہتی کہ مجھے علیحدگی میں رشوت کی پیش کش کی جائے" تہذیب نے بے رخی سے جواب دیا۔
"آپ میرے ساتھ آئیں محترم" میں نے کہا "اور جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہیں۔"
بوڑھا مجھے ڈرائنگ روم میں لے آیا "وہ... وہ لڑکی انچارج معلوم ہوتی ہے..."
"آپ اسے چھوڑیں اور یہ بتائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"
"ہم عزت دار لوگ ہیں بیٹا! ہمیں نہیں معلوم تھا کہ وہ شخص کسی جرم میں حکومت کو مطلوب ہے۔ اس نے تو خود کو مظلوم ظاہر کر کے ہم سے مدد طلب کی تھی۔"
"سوال یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنی کار ایک اجنبی کے حوالے کس طرح کر دی؟"
"اس نے ایک شخص کا نام لیا تھا جو میرے بیٹے کا دوست ہے۔ ہمارا جرم صرف اتنا ہے کہ ہم اس کی باتوں میں آگئے۔"
میں بوڑھے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا۔
"پھر وہ شخص کہاں چلا گیا؟" میں نے اچانک سوال کیا۔
"وہ رات گئے واپس آیا تھا۔ اس نے چابیاں میرے بیٹے کے حوالے کیں اور اسے بتایا کہ اس کے دشمن اب بھی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے وہ یہاں آکر بھی پوچھ گچھ کریں۔ یہ اس نے اتنا کہا اور اس کے بعد عقبی دیوار سے کود کر فرار ہو گیا۔"
"آپ کو اس بات سے خوف محسوس نہیں ہوا کہ اس کے دشمن آپ کے گھر آئیں گے۔ ممکن ہے وہ آپ کو بھی کوئی نقصان پہنچا دیتے۔"
"نہیں... میں خوف زدہ نہیں ہوا۔ مجھے جرائم پیشہ لوگوں سے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا۔ میں نے ہمیشہ صاف ستھری زندگی گزاری ہے میں کیوں کسی سے ڈروں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جس شخص کی میں مدد کر رہا ہوں..."
"کوئی بات نہیں جناب! کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ہم کسی شخص کے ہاتھوں بے وقوف بن جاتے ہیں۔"
"جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا بیٹے مگر اب ہم لوگوں کی عزت تمہارے ہاتھ ہے۔ میں اپنی عمر بھر کی جمع پونجی..."
"اب تک تو آپ نے کوئی جرم نہیں کیا تھا مگر رشوت کی پیش کش کر کے آپ جرم کر رہے ہیں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اور اس کا یہ مطلب بھی ہوا کہ میری ساتھی کا اندازہ درست تھا کہ اسے رشوت کی پیش کش کی جائے گی۔"
"مجھے معلوم ہے کہ رشوت دینا جرم ہے" بوڑھے نے شکست خوردہ انداز میں کہا "لیکن جہاں آدمی کی عمر بھر کی بنی بنائی عزت بلاوجہ داؤ پر لگ جائے..."
"کچھ نہیں ہوگا جناب" میں نے اسے تسلی دی "اگر آپ کی بیان کردہ باتیں درست ہیں تو کوئی آپ کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھائے گا۔"

OOO

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ہم بے نیل مرام ٹیرس محل کی طرف واپس آگئے۔ تہذیب کو چپ سی لگ گئی تھی۔ میں نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور یوں ہم خاموشی سے ٹیرس محل پہنچ گئے۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن لاؤنج میں ہمارے منتظر تھے۔
"مجھے اطلاع مل چکی ہے" جنرل ٹیرس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا "اور علی تمہارا اندازہ بھی درست ثابت ہوا۔"
کیتھی براؤن تو مارے شرمندگی کے مجھ سے نظریں بھی نہیں ملا رہی تھی۔
[illegible]
...شرارت آمیز لہجے میں کہا۔
"ہونہہ تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا تو اترانے لگے" کیتھی نے چڑ کر کہا۔
"یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہے" تہذیب نے کہا "ناکامی کا ایک امکان تھا تو ہم اسے نظر انداز کیوں کرتے؟"
"اس لئے کہ اس میں ایک قباحت تھی اور ہے" میں نے کہا۔
"وہ کیا؟" تہذیب نے پوچھا۔
"ہماری ناکامی ریجنل کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے گی اور اسے خوش ہونے کا موقع ملے گا۔"
تہذیب کے علاوہ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے بھی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔
"ہمارے پاس بڈ کا فون آیا تھا" جنرل ٹیرس نے کہا "وہ اسی نمبر ۔۔۔ کے بارے میں کچھ بتانا چاہ رہا تھا۔"
"اب تو ساری معلومات بے کار ہی ثابت ہوں گی" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔
اچانک لاؤنج میں رکھے ہوئے اس ٹیلی فون کی گھنٹی بجی جس کا نمبر ایکس ڈائریکٹری تھا۔ اس نمبر پر خاص خاص لوگ ہی فون کیا کرتے تھے۔ ریسیور کیتھی براؤن نے اٹھایا تھا۔
"غالباً بڈ کا ہی فون ہوگا" جنرل ٹیرس نے خیال ظاہر کیا۔
"تمہارے لئے فون ہے" کیتھی براؤن نے ریسیور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
میں نے کیتھی سے ریسیور لے لیا۔ دوسری طرف ریجنل تھا۔
"مجھے افسوس ہے تمہاری بھاگ دوڑ نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی" اس نے کہا۔
"کبھی یوں بھی ہوتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا۔
"کیا تمہیں امید تھی کہ میں تمہیں وہاں مل جاؤں گا" ریجنل نے کہا۔
"نہیں۔"
"پھر تم وہاں کیوں گئے تھے؟"
"میں نے سوچا ایک نظر ڈال لینے میں کیا حرج ہے۔"
"میرا اندازہ بھی یہی تھا" ریجنل نے فاتحانہ انداز میں کہا "اسی لئے میں وہاں رکا نہیں ورنہ اس وقت تمہارے شکنجے میں ہوتا۔ کیا تم میری ذہانت کی داد نہیں دو گے؟"
"ضرور دوں گا... لیکن کیا تم نے صرف داد وصول کرنے کے لئے فون کیا ہے؟"
"نہیں... یہ بتانے کے لئے کہ اب تم خود کو بدترین صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار رکھو۔ تمہارا تصادم براہ راست مجھ سے ہوگا۔"
[illegible]
نہیں کہا؟"
"معلوم ہوتا ہے تم ابھی تک اس زعم میں مبتلا ہو..."
"خدا حافظ" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور فون بند کر دیا۔
"کس کا فون تھا؟" تہذیب نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔
"ریجنل تھا۔ کہہ رہا تھا کہ بنگلہ نمبر ۔۔۔ پر چھاپا مارنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں نے کہا جواز تو نہیں تھا مگر میں نے سوچا ایک نظر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ کہنے لگا مجھے اس کا اندازہ تھا اسی لئے وہاں رکا نہیں۔ ایک طرح سے یوں کہہ لو کہ اس نے مجھے اپنی شکست کا احساس دلانے کے لئے فون کیا تھا۔ نیز یہ کہ اس نے مجھے دھمکی بھی دی ہے کہ اب اس کا اور میرا براہ راست تصادم ہوگا۔"
"کس کا کس سے تصادم ہوگا چیف" بڈ کی آواز نے ہم سب کو چونکا دیا جو اسی وقت لاؤنج میں داخل ہوا تھا "اور یہ دنگل کہاں ہوگا۔ میں وی آئی پی کلاس میں بیٹھ کر مقابلہ دیکھوں گا چیف! اخراجات تمہارے ذمے۔"
"کلاس وی آئی پی نہیں ہوا کرتی بڈ! وی آئی پی تو آدمی خود ہوتا ہے۔ یہ کلاس تو ان لوگوں کی وضع کردہ ہے جو احساس کمتری کے مارے ہوئے ہوتے ہیں" میں نے کہا۔
"کیا تشریح کی ہے چیف!" بڈ نے جھوم کر کہا "ایک ہی جملے میں بڈ کو تیسرے درجے کے شہری کی صف سے نکال کر وی آئی پی بنا دیا۔ تم بڑے ہنرمند ہو چیف! باتوں ہی باتوں میں جسے چاہو کنگلی بنا دو اور جسے چاہو شاہ۔"
"ہمیں سنگین صورت حال درپیش ہے بڈ!" تہذیب نے کہا "اور تمہیں مسخرا پن سوجھ رہا ہے۔"
"بڈ کو آنکھیں دکھا کر اپنا یہ شوق بھی پورا کر لو میڈم! کل کو تم قسم کھا کر کہہ سکو گی کہ تم نے ایک وی آئی پی کو آنکھیں دکھائی تھیں۔"
"مجھے افسوس ہے علی کہ میری وجہ سے تمہیں ریجنل کے سامنے سبکی اٹھانا پڑی" تہذیب نے بڈ کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔
"جو بھی ہوا اچھا ہوا تہذیب! اس ناکامی کی وجہ سے ہمیں ایک بڑا فائدہ ہو گیا۔"
ہماری باتیں سن کر بڈ کے کان کھڑے ہو گئے تھے اور اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ موضوع سے آگاہ ہوئے بغیر اسے واقعی بکواس نہیں شروع کرنی چاہئے تھی۔
"کیا بات ہوئی چیف!" بڈ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا "بڈ کے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"
میں نے بڈ کو مختصراً ساری صورت حال بتائی۔
"مجھے یقین نہیں آتا چیف! دوسروں کو تو خیر چھوڑو میڈم کو

کیا ہو گیا تھا۔ انہیں تو تمہاری مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ تو تمہیں اچھی طرح جانتی ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ تمہارے تجزیے ہمیشہ درست ثابت ہوتے ہیں۔ تم شاذو نادر ہی کوئی غلط قدم اٹھاتے ہو۔"

"تم حد سے بڑھ رہے ہو بڈ!" تہذیب نے اسے للکارا "تم سے بچے کبری کہتے ہیں۔"

"کہتے ہوں گے" بڈ نے بے پروائی سے کہا "آخر چیف نے بھی تو مجھے ڈی آئی جی کا درجہ دیا ہے۔ یہاں تو یہی ہوتا ہے۔ اس ہاتھ دو، اس ہاتھ لو۔"

"کمال ہے صاحب! ایسی ڈھٹائی نہ دیکھی نہ سنی" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "کیا ڈنکے کی چوٹ پر اپنی ڈھٹائی کا اعلان کر رہے ہو۔"

بڈ کانوں کے پاس یوں ہاتھ ہلا رہا تھا جیسے کسی مکھی کو اڑا رہا ہو اور جنرل ٹیریں اور کیتھی براؤن بے تحاشا ہنس رہے تھے۔ تہذیب برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"چاہے کوئی کچھ بھی کہے" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا "لیکن یہ حقیقت ہے کہ بڈ صاحب کی موجودگی میں ماحول بڑا ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔"

"اسی قسم کی بے جا حوصلہ افزائیوں نے اسے شیر بنا دیا ہے" تہذیب نے ہونٹ سکیڑ کر کہا۔

"ایسی بات بھی نہیں ہے تہذیب!" کیتھی بولی "کچھ دیر پہلے یہ حال تھا کہ مارے ندامت کے میں نظریں نہیں اٹھا پا رہی تھی اور کہاں یہ حال ہے کہ ہم سب یوں ہنس رہے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔"

"کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ غلطی کرنا ضروری ہو جاتا ہے" میں نے کہا "یہ بھی ایک ایسا ہی موقع تھا جب غلطی کرنا ضروری تھا۔ پہلے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے کیا فوائد ہوں گے اگر تم لوگ مجبور نہ کرتے تو میں غلطی نہ کرتا اور اس طرح ایک نکتہ فائدے سے محروم رہنا پڑتا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ باتیں تم ہمارا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہو؟" کیتھی براؤن نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کی وضاحت تو کرو گے نہیں لہٰذا ہماری سمجھ میں کیا خاک آئے گا" تہذیب نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ جو کچھ ہوا کیتھی براؤن کی تحریک پر ہوا۔ کیتھی کا موقف تھا کہ میں ریجنل کو ڈھیل دے رہا ہوں۔ پھر جنرل ٹیریں اور تم بھی اس کے ہم نوا بن گئے۔ میں نے تم لوگوں کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ نتیجے سے پتا چلا کہ جو کچھ میں کر رہا تھا وہی درست تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اب ریجنل کو مزید ڈھیل رہنے کا الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا لہٰذا مجھے بتا دو کہ اب مجھے ریجنل کے خلاف کیا قدم اٹھانا چاہئے۔"

"یعنی تم تو کیتھی کے پیچھے ہی پڑ گئے۔۔۔" جنرل ٹیریں نے کہا۔ اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں سنجیدہ ہوں جنرل! مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کرنا چاہئے؟"

کوئی کچھ نہیں بولا۔

"میری ایک تجویز ہے جنرل! ہم نے ایک غلطی کی اور اس غلطی کی ہی وجہ سے بہتری کی ایک صورت نظر آئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جو غلطی ہم سے سرزد ہو چکی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں اس غلطی کو مزید آگے بڑھانا ہوگا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ریجنل کتنے پانی میں ہے۔"

"غلطی کو آگے بڑھانے کا کیا مطلب ہے؟" تہذیب نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "کہیں تمہارا یہ مطلب تو نہیں کہ انا کے بیٹوں کو گرفتار کر کے۔۔۔"

"نہیں، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں ریجنل کو احساس دلانا چاہتا ہوں کہ میں اس کی تلاش میں کوشاں ہوں اور اس کام کے لئے گوٹے مل کی سرکاری ایجنسیوں سے مدد لینے میں بھی دریغ نہیں کر رہا۔ اس بار یہ ٹکراؤ تو ہو چکا ہے ٹکراؤ ہونا چاہئے کیا خیال ہے اگر اس کی تصویر تقسیم کر کے پتا چلانے پر سرکاری ایجنسیوں کے اہل کاروں کو اس کی تلاش پر مامور کیا جائے؟"

میری تجویز سن کر کیتھی براؤن اچھل پڑی "آپ تو سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔ یہ کام ضرور ہونا چاہئے اسے ذہنی ٹھیک نہیں ہے۔"

"لیکن مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پاس اس کی تصویر نہیں ہے" جنرل ٹیریں نے پریشانی سے کہا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ابھی چٹکی سے اس کا خاکہ بنائے دیتا ہوں۔ کسی آرٹسٹ سے اس کی تصویر بنوا کر اس سے ہزاروں نقلیں تیار کروائی جا سکتی ہیں۔"

"تو پھر اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہئے" جنرل ٹیریں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب وہ اپنی اصل صورت میں نظر آئے گا" تہذیب بولی "تمہاری طرح وہ بھی میک اپ کا ماہر ہے۔"

"مجھے تمہارا جواب دہرانا پڑے گا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ایک کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے" کیتھی براؤن نے جذباتی انداز میں کہا "اسے جلد از جلد ایجنسیز تک پہنچاؤ تاکہ۔۔۔"

"تاکہ کیا؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے۔

"کچھ نہیں" میں نے جلدی سے کہا۔ اگر بڈ کو معلوم ہو جاتا کہ بچی کیا کہنے والی تھی تو وہ ہمارا جینا دوبھر کر دیتا۔

دوپہر تک آرٹسٹ کی بنائی ہوئی قلمی تصویر کی ہزاروں کاپیاں گوٹے مل کی مختلف ایجنسیوں کے کارندوں میں تقسیم کی جا چکی تھیں اور دو بجے کے بعد یہ عالم تھا کہ ریجنل اگر کسی کھڑکی میں بھی جھانکتا تو اسے دیکھ لیا جاتا۔ گوٹے مل کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ بچا ہو جہاں ریجنل کو تلاش نہ کیا جا رہا ہو۔

آرٹسٹ نے قلمی تصویر میری نگرانی میں بنائی تھی۔ میرے بتائے ہوئے خاکے میں جو خامیاں تھیں وہ میں نے آرٹسٹ سے دور کرا دی تھیں اور اب وہ تصویر کسی کیمرا فوٹو سے کم نہیں تھی۔

"کیا ریجنل کو اس طرح تلاش کرانا کوئی غلط قدم نہیں؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"اس کے بجائے یہ سوچو کہ اگر ریجنل مل گیا تو ہمارا رد عمل کیا ہونا چاہئے؟"

"یہ نکتہ بھی اہم ہے" تہذیب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اس کو ڈھونڈنے پر اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ کوئی مناسب سا بہانہ بنا کر اسے دھر لیا جائے۔ کیا خیال ہے؟"

"فی الحال میں اپنا خیال محفوظ رکھتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "جس طرح بنگلہ نمبر ۴ کے چھاپے میں تم انچارج تھیں تا حکم ثانی اسی طرح انچارج رہو گی۔"

"جو حکم جناب عالی" تہذیب نے سرخم کرتے ہوئے کہا "لیکن حضور سے اگر کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو۔۔۔؟"

"ایسا ہونا تو نہیں چاہئے" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس لئے کہ تم تنہا تو نہیں ہو گی۔ جس قدر افرادی قوت کی بھی ضرورت ہو گی مہیا ہو جائے گی۔"

"اور تم؟" تہذیب نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اور تم الگ الگ رہ کر کام کریں گے۔ میرا خیال ہے ریجنل پر ہاتھ ڈالنے کے لئے ذرا غیر روایتی قسم کا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

"ریجنل سے مجھے توقع نہیں ہے کہ ریجنل اپنی اصل شکل و صورت میں منظرِ عام پر آنے کی حماقت کرے گا اور غالباً تمہیں بھی یہی توقع نہیں ہے اسی لئے تم نے الگ الگ کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"تم غلط بھی کہہ رہی ہو اور درست بھی" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی بات بیک وقت درست بھی ہو اور غلط بھی؟" تہذیب نے الجھ کر کہا۔

"تمہیں کیا معلوم ہے کہ اب میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ لہٰذا ریجنل کا انتظار کرو۔"

رفتہ رفتہ میں زیادہ دیر نہیں لگی اور تہذیب کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شام آٹھ بجے کے قریب اطلاع ملی کہ ریجنل ایگزیکٹو کلب میں موجود ہے۔ ایگزیکٹو کلب دراصل ایک ہوٹل تھا جس میں رہائش اور کھانے کے علاوہ چند مختلف قسم کی تفریحات کا بندوبست بھی تھا اور اسی رعایت سے اسے کلب کا نام دے دیا گیا تھا۔

ریجنل کی بازیابی کی اطلاع نے ٹیریں محل میں جوش و خروش کی ایک نئی لہر دوڑا دی تھی۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر تم بھی سے اسے تلاش کرو تو وہ بچ کر نہیں نکل سکتا" کیتھی براؤن نے کہا "آپ دیکھئے تو ہم نے منظم پیمانے پر کام کیا تو وہ مل گیا۔"

"اصل میں یہ خرابی تو ہے" جنرل ٹیریں نے کہا "دوسروں سے مدد لینے کو یہ خواہ مخواہ اپنی ہتک سمجھتا ہے اگر یہ اپنی انا دور کر لے تو بہت کام کا آدمی بن سکتا ہے۔"

"میں نے کب دوسروں سے کام لینے کو عار سمجھا ہے" میں نے کہا "لیکن یہ کہ غیر ضروری طور پر بھی دوسروں سے کام لینا اچھا نہیں لگتا۔"

"یہاں بیٹھ کر باتیں کرنے کے بجائے اسے گرفتار کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھانا چاہئے" تہذیب نے کہا۔

"اس معاملے میں انچارج میں نے تمہیں بنایا ہے۔ یہ دیکھنا تمہارا کام ہے کہ اس کے خلاف کیا ایکشن لیا جائے اور کس طرح لیا جائے" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں تو اپنا کام کرنے جا رہا ہوں۔"

تہذیب کو وہاں سے روانہ ہونے کے لئے تیاریاں کرنی تھیں لیکن میں آزاد تھا۔ مجھے جو کام کرنا تھا وہ ڈرائیونگ کے دوران بھی کیا جا سکتا تھا اور وہ کام تھا میک اپ۔۔۔ انتہائی ہلکے قسم کا میک اپ۔۔۔ چنانچہ چند منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد جب میں کلب پہنچا تو میرے چہرے پر مونچھوں اور فرنچ کٹ داڑھی کا اضافہ ہو چکا تھا لیکن یہ ایسا میک اپ تھا جس میں مجھے شناخت کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

ریجنل مجھے ڈائننگ ہال میں نظر آ گیا۔ ڈائننگ ہال میں چند میزیں ہی آباد تھیں۔ ریجنل اپنی میز پر تنہا تھا۔ اس کی میز پر موجود کھانے کے برتنوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کھانا تقریباً ختم کر چکا ہے۔

میں اس کے برابر والی میز پر بیٹھا۔ ریجنل کھانے میں اس قدر منہمک تھا کہ اس نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا تک نہیں۔

میں نے اپنے لئے کافی منگوائی۔ میرا مقابلہ ریجنل سے تھا جو ذہانت کے اعتبار سے کسی طرح کم نہیں کہا جا سکتا تھا۔ نہ صرف ذہانت بلکہ جسمانی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی وہ کسی سے کم نہیں تھا۔ اس کا یوں منظرِ عام پر آنا میرے لئے لمحۂ فکریہ تھا کہ مجھے اس

کی توقع تھی۔ کوٹے ال میں میری پوزیشن مضبوط بھی تھی اور کمزور بھی۔ مضبوط اس اعتبار سے کہ وہاں مجھے کسی سرکاری ایجنسی کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ میں آزادانہ طور پر بے خوف و خطر اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتا تھا۔ میری پوزیشن کمزور اس اعتبار سے ہو جاتی تھی کہ مجھے بہت خیال سے کام کرنا پڑتا تھا۔ مبادا میرے کسی عمل سے حکومت پر کوئی حرف نہ آ جائے۔ میرا خیال تھا کہ ریڈل میری اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

مجھے وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ڈائننگ ہال کے دروازے میں تہذیب نمودار ہوئی۔ اس کے عقب میں دو باوردی مسلح افراد تھے۔ تہذیب تیر کی طرح ریڈل کی میز کی طرف بڑھی۔ ریڈل نے تہذیب کو دو مسلح افراد سمیت اپنی میز کی طرف آتے دیکھ کر اس کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اس کی نگاہوں میں اجنبیت تھی۔

"مسٹر ریڈل ہاورڈ!" تہذیب نے اس کی میز کے پاس آ کر رکتے ہوئے کہا۔ دونوں مسلح افراد ریڈل کے عقب میں جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"جی ہاں' میں ہی ریڈل ہاورڈ ہوں" ریڈل نے حیرت سے کہا "لیکن مجھے حیرت ہے کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ تاہم آپ تشریف رکھئے' مجھ سے کوئی کام ہے کیا؟"

"بننے کی کوشش مت کرو ریڈل!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "تم مجھ سے اچھی طرح واقف ہو اور یہ بات بھی تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ اب تمہارے پاس فرار ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ تم بری طرح گھر گئے ہو۔"

"یہ آپ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں خاتون!" ریڈل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی "میں ایک شریف آدمی ہوں۔ مجھے فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آج تمہاری کوئی چالاکی تمہارے کام نہیں آئے گی' خود کو زیر حراست تصور کرو۔"

"مگر کس جرم میں؟" ریڈل نے کہا۔

"کوٹے ال میں غیر قانونی طور پر داخلے اور رہائش کے جرم میں" تہذیب نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کو کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے۔۔۔"

"اگر تم شرافت سے نہیں چلو گے تو تمہیں یہاں سے ہتھکڑیاں لگا کر لے جایا جائے گا" تہذیب نے دھمکی آمیز لہجہ اختیار کیا "لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ شرافت سے ہمارے ساتھ چلو۔"

"میں نے کوئی جرم کیا ہو تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کروں۔"

"تمہارا جرم میں نے تمہیں بتا دیا ہے اور میں زیادہ وقت ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اس کے علاوہ تو تم پر اور کوئی فرد جرم نہیں ہے؟" ریڈل نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں یہ سب کچھ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ ایک میں ہی نہیں' ہال میں موجود تمام افراد کی توجہ کا مرکز وہی میز تھی جہاں ریڈل موجود تھا۔

"اور کسی فرد جرم کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہارا یہ ایک جرم ہی بہت کافی ہے۔"

ریڈل نے ایک طویل سانس لی اور جیب سے پاسپورٹ نکال کر تہذیب کی طرف بڑھایا "اپنی غلط فہمی دور کر لیں خاتون۔"

تہذیب نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے پاسپورٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ پاسپورٹ فرانسیسی تھا یہ تو میں نے دوری سے دیکھ لیا تھا لیکن اس سے آگے میں کچھ نہیں دیکھ سکا تو لیکن تہذیب تو میرے سامنے تھی اور اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات بھی میری نظروں کے سامنے تھے۔ میں نے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرتے دیکھ لئے تھے اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ریڈل کے پاسپورٹ پر کوٹے ال کا نہ صرف ویزا موجود ہے بلکہ اس پر امیگریشن کی مہر بھی ہے۔

"اچھی طرح دیکھ لیں خاتون! اس پاسپورٹ پر ویزا بھی کوٹے ال کے سفارت خانے نے ویزے کی مہر لگائی ہے اور کوٹے ال ائرپورٹ کے امیگریشن کی مہر بھی موجود ہے" ریڈل نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"یہ دونوں چیزیں جعلی بھی ہو سکتی ہیں" تہذیب نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"آپ اپنے ذرائع سے تصدیق کر سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں پاسپورٹ لے جا رہی ہوں۔ تصدیق کرنے کے بعد تمہیں واپس کر دوں گی۔"

"ضرور لے جایئے مگر پاسپورٹ کی رسید عنایت کرنی جائے گا۔"

"تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟" تہذیب نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اسی کلب میں" ریڈل نے مسکرا کر کہا "اور پولیس ہیڈ آفس میں اس کی انٹری بھی کرا دی ہے۔ آپ اس کی تصدیق بھی کر سکتی ہیں۔"

تہذیب نے اسے گھور کر دیکھا "مجھے مخصوص اختیارات کے تحت میں تمہیں بغیر وجہ بتائے بغیر بھی گرفتار کر سکتی ہوں۔" وہ غرائی۔

"ضرور کر سکتی ہوں گی" ریڈل نے نہایت اطمینان سے کہا "لیکن اس صورت میں آپ کی حکومت کو حکومت فرانس کے سامنے جواب دہی کرنا پڑ جائے گی۔ فرانس کی حکومت اپنے ایک شہری کی بلاجواز گرفتاری پر ہرگز خاموش نہیں بیٹھے گی۔"

ایک طویل سانس لی اور اس نے ... ریڈل کے ... [illegible] جرات موجود تھے تو اسے یوں آسانی سے گرفتار نہیں کیا جا سکتا

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔۔۔ مگر یہ مت سمجھنا کہ تم بچ گئے ہو میں بہت جلد دوبارہ آؤں گی۔" تہذیب ایڑیوں کے بل گھوم کر واپس چلی گئی۔ دونوں مسلح محافظ بھی اس کے ساتھ ہی واپس چلے گئے تھے۔ یہ ایک ہی دن میں ریڈل کی دوسری بڑی کامیابی تھی اور مجھے پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ ریڈل اگر منظر عام پر آیا ہے تو کسی مضبوطی کی بنا پر ہی آیا ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے بل ادا کیا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ عقب سے ریڈل کی آواز سنائی دی۔

"آپ ابھی بھی کیا بے مروتی کہ تم بغیر ملے ہی چلے جا رہے ہو۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ میں نے بھی اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجائی اور اس کی میز پر جا بیٹھا۔

"میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تم مجھے بھی پہچاننے سے انکاری نہ ہو جاؤ" میں نے کہا۔

ریڈل نے ایک طویل سانس لی "وہ میری مجبوری تھی" اس نے کہا "تہذیب کے پاس مائیکرو ٹیپ ریکارڈر تھا لہٰذا میں اپنی زبان سے ایک بھی ایسا لفظ نہیں نکال سکتا تھا جو میرے لئے مسائل کھڑے کر دے۔"

میں حیرت سے ریڈل کو دیکھنے لگا۔ وہ شخص ہمیشہ اپنے ساتھ ایسی چیزیں لئے پھرتا تھا جو اس قسم کے آلات کی نشاندہی کر دیتی تھیں؟

"تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میری دیدہ دلیری کی کوئی تو وجہ ہو گی؟" اس نے کہا "جب میں پردہ نہیں ہوتا تو ہر طرح سے مسلح رہتا ہوں۔ معلوم نہیں کب کون کہاں سے وار کر جائے؟"

"تم جیسے پائے کے ایجنٹ کو اتنا ہی محتاط رہنا چاہئے" میں نے کہا۔

"طنز کر رہے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں' میں طنز نہیں کر رہا۔ خود حفاظتی کو میں بہت ضروری چیز تصور کرتا ہوں۔"

"میرے مقابلے میں تم نے تہذیب کو کیوں آگے کیا" اچانک اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ میری ماتحت نہیں ساتھی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ تم پر قابو پایا جا سکتا ہے لہٰذا اس نے اپنے طور پر یہ قدم اٹھایا۔ مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا کہ اس کے کیا ارادے ہیں؟"

"تم جھوٹ بول رہے ہو؟" اس نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ تم دونوں ایک جان دو قالب ہو۔"

"بات تو تم درست کہہ رہے ہو" میں نے متفکر انداز میں کہا "لیکن جو کچھ میں نے کہا وہ بھی غلط نہیں ہے۔"

"تمہارے ذہن میں مجھے گرفتار کرنے کا خیال کیوں نہیں آیا؟" ریڈل نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"دراصل میرے اندر یہ خامی ہے کہ میں کسی بات پر عمل کرنے سے پہلے اس پر ہر زاویے سے غور ضرور کر لیتا ہوں اور اس بات سے تم بہت اچھی طرح واقف بھی ہو چنانچہ مجھے خوشی ہے کہ میں نے جو کچھ سوچا تھا بعینہٖ وہی ہوا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو لیکن میں بھی اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمہیں ذہنی شکست سے دوچار نہیں کر دوں گا۔"

"بہت اچھی بات ہے" میں نے سر ہلا کر کہا "میں بھی تمہیں بے سکونی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔"

ریڈل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی "میں تمہاری کوئی چال کارگر نہیں ہونے دوں گا" اس نے کہا۔

"کوئی ایسی چال بتاؤ جو میں نے چلی ہو اور ناکام ہوئی ہو؟" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"غالباً تم ان چالوں کی طرف اشارہ کر رہے ہو جو تم نے ایگلز کے خلاف چلی تھیں؟"

"یقیناً میرا اشارہ اسی طرف ہے لیکن اس سے یہ کہہ کر کے اپنی برأت کا اظہار مت کر دینا کہ وہ لوگ نااہل تھے جن سے میرا سامنا ہوا۔"

"یہ حقیقت ہے" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "اگر وہ نااہل نہ ہوتے تو مجھے خود میدان عمل میں نہ اترنا پڑتا۔"

"تم ہی کون سا تیر چلا لو گے" میں نے ہنس کر کہا۔ مقصد اسے طیش دلانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"وقت تو بعد میں بتائے گا میں تو وہ دیکھ رہا ہوں جو موجودہ صورت ہے۔ میرا ایک ہلکا سا وار بھی نہ سہہ سکے اور میں تمہیں روشنی میں لے آیا۔"

"لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟" ریڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔"

"میں ادھورا ہاتھ ڈالنے کا قائل نہیں ہوں ریڈل! ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تم منظر عام سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاؤ۔ کسی کو کبھی تمہارا سراغ ہی نہ ملے۔"

"میری طرف سے تمہیں کھلی اجازت ہے" ریڈل نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔ "تم جب چاہو اپنا یہ شوق پورا کرنے کی کوشش کر سکتے ہو۔"

میں صرف کوشش ہی نہیں کرتا ریمنڈل! کامیاب کوشش کرتا ہوں اور ہر کام اس وقت کرتا ہوں جس وقت اسے کیا جانا چاہئے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم سفارت خانے کے زور پر اکڑتے پھر رہے ہو لیکن یہ خیال رکھنا کہ تمہاری کڑی نگرانی ہو رہی ہے۔ کونے فل میں رہ کر تم کوئی سازش نہیں کر سکو گے۔"

"جب تک میں کونے فل میں ہوں تم مجھ پر ہاتھ بھی نہیں ڈال سکو گے؟"

"تم تمام زندگی تو کونے فل میں نہیں رہ سکتے ریمنڈل! میں جس وقت چاہوں تمہارا ویزا منسوخ کرا سکتا ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا، میں انتظار کروں گا۔ مناسب وقت کا انتظار۔"

"بے فکر رہو، وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔ ویسے بھی شاید پرسوں تک میں خود ہی کونے فل سے چلا جاؤں گا۔"

"جب تک چاہو رہو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ میری نظروں میں آئے بغیر تم کونے فل سے نکل نہیں سکو گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ریمنڈل نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا "ملک سے باہر جانے والے راستوں کی کڑی نگرانی ہو رہی ہوگی لیکن مجھے چھپ کر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں قانونی طور پر یہاں آیا ہوں اور قانونی طور پر ہی جاؤں گا۔"

"تم جیسے لوگ جتنے قانونی کام کرتے ہیں ان سے میں بخوبی واقف ہوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں تہذیب ! کلم ایکس نہیں ہوں اور نہ ہی تمہیں کسی چھوٹے موٹے جرم میں گرفتار کرنا چاہتا ہوں ورنہ یہ ثابت کرنا کیا مشکل ہے کہ تم یہاں غیر قانونی طور پر آئے ہو۔"

"ہر چیز اصلی ہے علی!" ریمنڈل نے ہنس کر کہا "اپنے قد سے اونچی باتیں مت کیا کرو۔ اس معاملے میں کوشش کرنے سے بھی تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔"

میں ریمنڈل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا "انزلا کٹز کے ریکارڈ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا اور ریمنڈل چونک پڑا "تم نے ہر قسم کی مضبوطی کر لی ہوگی مگر انزلا کٹز کے ریکارڈ کے بارے میں تم بھی کچھ نہیں کر سکتے۔"

ریمنڈل خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ اس کا چہرہ یکایک ہی بے تاثر ہو گیا تھا۔

"لیکن تمہیں بے فکر رہنا چاہیے" میں نے ہنس کر کہا "اگر تہذیب کا ذہن کسی طرح اس طرف چلا بھی گیا تو میں اسے روک دوں گا۔"

"اسے یاد رکھنا علی! کہ تمہارا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "موشے باروڈ سے ٹکرا کر آج تک کوئی شخص سلامت نہیں رہا۔"

"میں یاد رکھوں گا" میں نے سر ہلا کر کہا اور اس کی میز سے اٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ دیواروں پر نصب اسپیکروں سے نشر ہونے والی مدھم موسیقی ختم ہو گئی اور میرا نام لے کر اعلان کیا گیا کہ میرا فون ہے۔

میں چونک پڑا۔ یہاں اس طرح فون کے جانے کا مطلب تھا کہ کوئی انتہائی غیر معمولی بات ہے۔ میں ریمنڈل سے پوچھ کے بغیر فون کی طرف بڑھ گیا۔

"ملی گروپ کے مقامی ہیڈ کوارٹر میں زبردست دھماکا ہوا ہے" دوسری طرف بڈ کہہ رہا تھا "اتفاق سے اس وقت وہاں ایک نگران کے علاوہ کوئی ممبر موجود نہیں تھا اس لئے جانی نقصان نہیں ہوا۔ نگران البتہ زخمی ہوا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ زیادہ زخمی نہیں ہوا۔"

ریسیور پر میری گرفت بے حد سخت ہو گئی اور میں نے شعلہ بار نگاہوں سے ریمنڈل کو دیکھا جو ابھی تک اپنی میز پر بیٹھا تھا "جو ہونا تھا ہو گیا بڈ!" میں نے بڈ کو جواب دیا تو حیرت انگیز طور پر میرا لہجہ پرسکون تھا "تہذیب جو مناسب سمجھے گی کرے گی۔ میں نیرو کل جا رہا ہوں۔ فرصت ملتے ہی تم بھی وہیں آ جانا۔"

فون بند کر کے میں ریمنڈل کے پاس گیا "مجھے تمہارے کارنامے کی اطلاع مل گئی ہے ریمنڈل" میں نے سرد لہجے میں کہا "بہت اچھا ہوا کہ تم نے مجھے مشتعل کر دیا، اب تم دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔"

"کیا بات ہو گئی؟" ریمنڈل نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "میں تمہارے انداز میں غصے کی جھلک دیکھ رہا ہوں۔"

میں اسے کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے نکل آیا۔ خون میری کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا۔ دھماکے کا ذمے دار ریمنڈل کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا مگر بدقسمتی یہ تھی کہ میں فوری طور پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ مصلحتیں آڑے آرہی تھیں۔ اگر یہ معاملہ کسی اور ملک میں ہوا ہوتا تو میں ریمنڈل کو فوری طور پر سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔

میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میں ایسی کوئی تدبیر کرنا چاہ رہا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے لیکن یہ کام آسان نہیں تھا اور مجھے ہر قیمت پر یہ کام کرنا تھا۔

انہی خیالات میں الجھا ہوا میں نیرو کل پہنچ گیا۔ میں نے ریمنڈل کو شکنجے میں کسنے کے لئے ایک خاکہ ترتیب دے لیا تھا۔ بس اس میں رنگ بھرنے کی کسر رہ گئی تھی۔

کیتھی براؤن نے مجھے دوبارہ وہی منحوس خبر سنائی اور میں اس سے رسمی جملے کہتا ہوا ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ میں میلی نوف کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

"سنا ہے کل رات کو تمہاری واپسی ہے" میں نے کیپولین سے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

"تم نے ٹھیک سنا ہے" کیپولین نے جواب دیا۔

"جس اخبار کی طرف سے میں انٹرویو لینے آیا تھا اس کی طرف سے کل رات میلی نوف کے اعزاز میں ایک عشائیے (ڈنر) کا اہتمام کیا گیا ہے" میں نے کیتھی براؤن کو آنکھ مارتے ہوئے کہا "میں چاہتا ہوں کہ میلی نوف اس میں شرکت کرے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" کیپولین نے پریشان ہو کر کہا "شیڈول کے مطابق ہمیں کل واپس چلے جانا ہے۔"

"شیڈول تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اس قسم کے پروگرام تو آئے دن تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کیجئے جناب! ہمیں یہاں سے مشرق بعید کے ایک ملک بھی جانا ہے۔۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "میلی نوف کے منصوبے کو کوریا کے اشتراک سے روبہ عمل لائے گا لیکن جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل ہونا بھی ضروری ہے۔"

"پھر آپ انہی سے بات کر لیں" کیپولین نے لائن میلی نوف کو ملا دی۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اخباری نمائندوں کا سامنا کرنے سے گریز کرتا ہوں" میلی نوف نے میری بات سن کر کہا "اور پھر ہمارے شیڈول میں گنجائش بھی نہیں ہے۔۔۔۔"

"لیکن میں وعدہ کر چکا ہوں۔ کیا تم میری زبان جھوٹی کراؤ گے؟" میرے لہجے میں پوشیدہ دھمکی میلی نوف سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"ایک دن کی تاخیر کا مطلب سمجھتے ہو" اس نے مری سی آواز میں کہا "ہمارا لاکھوں کا نقصان ہوگا۔"

"بڑے مقاصد کے حصول کے لئے کروڑوں کی قربانی بھی دینی پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ویسے تم بے فکر رہو، میں تم کو اس بات کی ضمانت تو دے سکتا ہوں کہ وہاں تم سے اخباری انداز کے سوال جواب نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے" میلی نوف نے بادل ناخواستہ کہا "میں اس ڈنر میں شرکت کروں گا۔"

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو" فون بند کرنے پر کیتھی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میلی نوف کے اعزاز میں ہنگامی ڈنر کا انتظام کر رہا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اُدھر پوری عمارت تباہ ہو گئی اور تم دعوتوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔"

"تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ملی گروپ کے ہیڈ کوارٹر کی خبر سن کر گئی تھی۔ اب آتی ہی ہوگی۔"

میں نے چند اہم فون اور کئے۔ کیتھی براؤن اس تمام عرصے میں حیران ہوتی رہی تھی۔ ایک فون تو میں نے اخبار کے پبلشرز کو کیا تھا۔ وہ میلی نوف کے اعزاز میں ڈنر دینے کے لئے فوری طور پر

تباہ ہو گیا تھا۔ ایک اور فون کے ذریعے میں نے اگیزیکٹو کلب کی انتہائی سخت نگرانی کے احکامات جاری کیے تھے۔ یہ تیسرا فون میں نے ایک مقامی ایجنسی کے سربراہ کو کیا تھا لیکن سب سے اہم فون وہ تھا جو میں نے پیرس کیا تھا۔ فون پر ہونے والی گفتگو سن کر کیتھی براؤن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اب مجھے اندازہ ہوا کہ تم اس معاملے میں سنجیدہ ہو گئے ہو۔"

"اس سے قبل کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ بھی ہے کہ اگر ریجنلڈ اس بار نظروں سے اوجھل ہو گیا تو معلوم نہیں اس کی تلاش میں کہاں کہاں کی خاک چھاننا پڑ جائے۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ علی گروپ کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی کی خبر سن کر تم حرکت میں آئے ہو؟"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے۔ میں مستقل اس کی تاک میں ہوں۔ مجھے ہر قیمت پر اس پر ہاتھ ڈالنا تھا لیکن اب میں اس کے خلاف جو کچھ بھی کروں گا اسے قانونی مضبوطی بھی حاصل ہو گی... لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ تم نے کچھ نہیں سنا۔"

کیتھی براؤن حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر اس میں چھپانے والی کون سی بات ہے؟"

"کیا میں اس کا یہ مطلب لوں کہ میں نے تمہارے سامنے فون کر کے غلطی کی ہے؟" میں نے کیتھی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"نن... نہیں" کیتھی گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی "اچھا ٹھیک ہے میں نے کچھ نہیں سنا۔ اپنی مصلحتیں تم خود جانو۔"

کچھ دیر بعد مہذب اور بڈ آ گئے۔ وہ دونوں مجھے بجھے بجھے سے دکھائی دے رہے تھے حالانکہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ صرف ایک گارڈ زخمی ہوا تھا اور وہ بھی شدید زخمی نہیں تھا۔

"تم نے دیکھا ریجنلڈ کتنا دیدہ دلیر ہو گیا ہے" مہذب نے بجھتے ہوئے کہا۔

"میں اس کی ذہنی پرواز سے واقف ہوں۔ ایک تنظیم قائم کر کے وہ اپنی اوقات بھول گیا ہے" میں نے کہا۔ "لیکن اس کے منہ کے بل گرنے کا وقت آ گیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ قانونی طور پر گوٹے مال میں داخل ہوا ہو؟" مہذب نے کہا۔

"نہیں وہ قانونی طور پر یہاں داخل نہیں ہوا۔"

"لیکن اس کے پاسپورٹ اور امیگریشن کی مہریں..."

"کیا ہم لوگ اس طرح کے جعلی کام نہیں کرتے رہے؟" بڈ نے کہا "اس کے پاس تو ہم سے بھی بڑھ کر وسائل ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے" مہذب نے ہچکچاتے ہوئے کہا "لیکن مجھے یہ ماننے میں تامل ہے کہ ان میں کوئی ایک چیز بھی جعلی ہے۔"

"بڈ تمہاری اس بات پر حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہے۔"

"مہذب کا کہنا درست ہے بڈ!" میں نے کہا "اس کے پاس کوئی چیز بھی جعلی نہیں ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے حیران ہو کر کہا "جب معلوم ہے کہ نہ اس نے فرانس سے پرواز کی اور نہ کسی ائرپورٹ سے یہاں داخل ہوا۔"

"ہاں میں اس کے باوجود یہ بات کہہ رہا ہوں۔ اس لئے کہ ریجنلڈ ہے۔ پاسپورٹ تو اس کے پاس پہلے سے ہی موجود ہوگا اس پر امیگریشن کی اصلی مہریں لگوائی گئی ہیں ورنہ ریجنلڈ یہاں دندناتا نہ پھرتا۔"

"تو کیا وہ یونہی دندناتا رہے گا؟" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جب تک میں چاہوں گا وہ یونہی دندناتا رہے گا۔"

"تم کیوں چاہتے ہو کہ وہ دندناتا رہے؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"اس لئے کہ فی الوقت وہ گرفت میں نہیں آ سکتا۔ مہذب نے جو کوشش کی اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

"اور اگر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکے گا۔ میں نے اس کی انتہائی سخت نگرانی کرنے کا حکم دے دیا ہے۔"

"کتنی سخت نگرانی؟" بڈ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اتنی سخت نگرانی کہ ایک چڑیا کا بچہ بھی نگرانی کرنے والوں کی نگاہ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ اگیزیکٹو کلب کے ہر دروازے کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اگر کوئی ملاقاتی اندر داخل ہوگا تو اسے بھی چیک کیا جائے گا کہ وہ کس سے ملنے جا رہا ہے اور کتنی دیر بعد اس کی واپسی ہو رہی ہے۔ اس بات کی طرف سے بے فکر ہو کہ اب کوئی شخص ہمارے آدمیوں کی نگاہ میں آئے بغیر ریجنلڈ سے مل سکے گا۔"

"اور اگر ریجنلڈ پہلے کی طرح نگرانی کرنے والوں کو ڈاج دے کر نکل گیا تو؟"

"اب یہ بھی نہیں ہوگا" میں نے مسکرا کر کہا "پہلے کی بات اور تھی اس وقت تم نے خفیہ طور پر اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب تو سب کچھ کھل کر سامنے آ گیا۔ اس کا تعاقب اور نگرانی علی الاعلان کی جائے گی۔"

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ کیتھی براؤن نے ریسیور اٹھایا اور پھر میری طرف بڑھا دیا "تمہارا فون ہے۔"

میں نے اس سے ریسیور لے کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے ریجنلڈ تھا "تم نے وعدہ کیا تھا کہ میکل توف اور اس کے عملے سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے میں نے یہ وعدہ کیا تھا لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ابھی کوئی حرکت نہیں کی..."

"تم نے اسے کل رات ایک ڈنر میں شریک ہونے کے لئے مجبور کیا ہے" ریجنلڈ نے کہا "اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "میں بھلا اپنے دشمن کو ڈنر میں شرکت کے لئے کیوں مجبور کرنے لگا۔"

"اس میں بھی تمہاری کوئی چال ہوگی۔ تم ضرور میلی نوف کے خلاف کچھ کرنا چاہ رہے ہو۔"

"اگر مجھے اس کے خلاف کچھ کرنا ہوتا تو کر چکا ہوتا" میں نے گہری سے کہا "اسے ڈنر میں شرکت کے لئے مجبور کرنے کے بجائے میں اسے سرکاری مہمان بناتا۔"

"لیکن یہ بھی ٹھیک نہیں ہے" ریڈل نے کہا "اصولی طور پر تمہیں میلی نوف سے بے غرض ہو جانا چاہئے تھا۔"

"میں تو ہو گیا تھا لیکن تم خود کو معاملات سے الگ نہیں رکھ سکے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے یہاں سے نکل جانے تک تم خاموشی اختیار کرتے مگر تم نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔"

"میں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی!" ریڈل نے حیرت سے کہا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو ڈیئر علی! میں تو تمہاری نظروں کے سامنے موجود تھا۔"

"اب اگر میں کچھ کہوں گا تو اس کے جواب میں تم وہی فرسودہ مثال پیش کروگے کہ جنگ اور محبت میں سب جائز ہوتا ہے" اس لئے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"یعنی میلی نوف کو روکنا تمہاری کسی سازش کا حصہ ہے؟" ریڈل نے کہا۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ خوف زدہ ہے۔ اسے خوف زدہ ہونا ہی چاہئے تھا اس لئے کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اسے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کی چوری کھل نہ جائے۔ ریڈل کو بھی یہی خوف دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میلی نوف کے گرد کوئی جال بُنا جا رہا ہو۔

جال یقیناً بُنا جا رہا تھا مگر میلی نوف کے گرد نہیں۔۔۔ میلی نوف کو تو ضمناً زد میں آنا تھا۔ اصل ہدف تو ریڈل تھا۔ جال تو اس کے گرد بُن رہا تھا جس کا اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔ وہ خود کو بہت ذہین سمجھتا تھا اور اس کے دانست میں دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر سازشیں کرتا اور اپنے مہروں کو آگے بڑھاتے رہنا ذہانت تھی حالانکہ اس میں ذہانت کا زیادہ دخل نہیں ہوتا۔ ذہانت کے معیار پر اترنے کے تو اور ہی پیمانے ہوا کرتے ہیں جن میں سے ایک پیمانے کی زد میں وہ اس وقت تھا۔

"سازشیں کرنے کا کام میں نے تمہارے لئے اٹھا رکھا ہے" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا "میں تو منصوبے بناتا ہوں اور ان پر عمل کرتا ہوں اور اپنے حریفوں پر اوچھا ہاتھ ڈالنے سے گریز کرتا ہوں۔"

"تمہیں کونے ال ازپورٹ تو یاد ہی ہوگا" ریڈل نے تمسخرانہ لہجے میں کہا "اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس کا اشارہ اس واقعے کی طرف تھا جب اس نے کرنل شوالو کے ایک ایجنٹ میں مجھے میرے ساتھیوں سمیت کونے ال ازپورٹ سے اغوا کر لیا تھا۔

"مجھے یاد ہے ریڈل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اور بہت جلد میں اسے تمہارے لئے بھی یادگار بنا دوں گا۔"

"وہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ فوری درپیش مسئلہ یہ ہے کہ میلی نوف کی راہ میں کوئی رکاوٹ مت ڈالو۔"

"میں نے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے تو اس سے صرف ڈنر قبول کرنے کی درخواست کی تھی جو اس نے قبول کر لی۔ کسی اور کو اس پر کیا اعتراض ہے؟"

"اس کے پروگرام میں خلل ڈالنے کی کوشش مت کرو علی! اسے جانے دو۔"

"اگر وہ جانا چاہتا ہے تو چلا جائے لیکن میرے خیال میں اس جیسے آدمی کے لئے یہ نامناسب سی بات ہوگی کہ وہ دعوت قبول کرنے کے بعد اس میں شرکت کرنے سے انکار کر دے۔"

"انکار اس کی طرف سے نہیں تمہاری طرف سے ہوگا۔ ڈنر منسوخ کر دو۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ریڈل!" میں نے حیرت سے کہا "ڈنر تو منسوخ نہیں ہو سکتا۔ بہت سے لوگ اس پروگرام میں شریک ہیں۔ بینکوئٹ ہال بک کرایا جا چکا ہے۔ ڈنر کے لئے مینو طے ہو چکا ہے۔ دعوت نامے چھپ چکے ہیں اور تھوڑی دیر بعد تقسیم ہونے بھی شروع ہو جائیں گے۔ سیکیورٹی کے انتظامات کو بھی حتمی شکل دی جا چکی ہے۔ اب تم خود انصاف کرو کہ ایسے میں کوئی پروگرام کس طرح منسوخ کیا جا سکتا ہے؟"

"مجھے یقین نہیں آ رہا" ریڈل نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے کی تو بات ہے۔۔۔"

"مجھ سے ذرا سی تاخیر ہو گئی ورنہ پروگرام تو پہلے ہی طے پا چکا تھا۔"

"ٹھیک ہے علی! لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

"تم میری طرف سے اپنا دل میلا مت کرو۔ مجھے میلی نوف کے خلاف سازش کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ میرے پاس ایک بہت ہی اہم نوعیت کی کیسٹ موجود ہے جس پر کچھ ایسے اعترافات ٹیپ ہیں جو میلی نوف کی ایک ناپسندیدہ تنظیم سے وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔"

"ویسی ایک ریکارڈنگ تو میرے پاس بھی محفوظ ہے" ریڈل نے زہریلے لہجے میں کہا "لیکن میری شرافت دیکھو کہ میں نے اسے عام نہیں کیا۔"

"اچھا" میں نے حیرت سے کہا "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہارے پاس بھی میلی نوف کے خلاف مواد موجود ہے۔"

"بکواس مت کرو علی!" ریڈل نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "وہ وقت یاد ہے جب تم نے اپنے بعض مخصوص نظریات کا اعلان کیا تھا" وہ اس وقت کا ذکر کر رہا تھا جب میں جزیرۂ مرگ پر تھا اور میں نے یہ ظاہر کیا تھا جیسے مجھ پر نفسیات کی تبدیلی کا عمل کارگر ہو گیا ہے۔

"مجھے یاد ہے ریڈل! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں وہ کیسٹ بہت پسند ہے اسی لئے تم نے اسے اپنے پاس بحفاظت رکھ چھوڑا ہے۔ اگر تم فرمائش کرو تو میں ویسی ہی دو چار کیسٹیں اور ریکارڈ کرا کے تمہیں بھجوا دوں تاکہ تم ان سے اپنا دل بہلاتے رہو۔"

"تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے ہو علی!" ریڈل نے کہا مگر اس کا لہجہ بہت پُرسکون تھا گویا جیسے وہ مجھے موسم کا حال سنا رہا ہو۔ "ہو کچھ لوگوں کا خیال یہی ہے کہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنے حق میں اچھا نہیں کرتا۔"

"تمہاری مرضی۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ تمہارے لئے کوئی مشکل نہ کھڑی ہو لیکن خیر۔" ریڈل نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"یہ وقت بھی دیکھنا تھا کہ وہ ہمیں ہمارے گھر میں آ کر دھمکیاں دے" بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"دھمکیاں اگر کسی کو نقصان پہنچا سکتیں تو آج یہ دنیا لوگوں سے خالی ہو چکی ہوتی" میں نے سفاکانہ انداز میں کہا "اگر اس بے چارے نے مجھے چند دھمکیاں دے دیں تو اس میں اس قدر دل گرفتہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مجھے غصہ آ رہا ہے چیف!" بڈ نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "جی چاہ رہا ہے ریڈل کا خون پی جاؤں۔"

کیتھی براؤن خاصی مضطرب نظر آ رہی تھی۔ صرف وہ اس بات سے واقف تھی کہ میں ریڈل کے گرد کیا جال بُن رہا ہوں اور غالباً اس کے پیٹ میں اسی وجہ سے درد ہو رہا تھا۔ میں نے اسے تنبیہی نظروں سے گھورا اور اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"اس مشن کی انچارج تم ہو تہذیب! تم چونکہ دوسری طرف مصروف تھیں اس لئے میں نے تمہاری طرف سے ریڈل کی نگرانی سخت کرا دی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ہر وقت اپنے پاس ٹرانس میٹر رکھنے چاہئیں تاکہ بوقت ضرورت آپس میں رابطہ قائم کر سکیں۔"

"تمہارا خیال نہایت مناسب ہے" تہذیب نے کہا "لیکن

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم مجھے اصل بات سے بے خبر رکھ رہے ہو۔" تہذیب نے مزید کہا۔

"سب کچھ تو تمہارے سامنے ہے۔" میں نے کہا۔ "پھر تمہیں یہ کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں کچھ چھپا رہا ہوں۔"

"موجودہ حالات میں ریجنالڈ کو ڈھیل دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ وہ فرانسیسی پاسپورٹ پر یہاں آیا ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی صورت میں سفارت خانہ خاموش نہیں رہے گا اور ہم اپنے دوست جنرل ٹیری کے لئے الجھنیں پیدا نہیں کر سکتے۔"

"کیا ضروری ہے کہ اس کے خلاف کوئی قانونی قدم ہی اٹھایا جائے۔ اسے کوئی حادثہ بھی تو پیش آ سکتا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں سدھام سے پوری طرح متفق ہوں چیف! اب اسے حادثہ پیش آ ہی جانا چاہئے۔"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اس قسم کے نادر خیالات اپنے دماغ سے نکال دو۔ ہم اسے مکمل شکست سے دوچار کریں گے۔"

"یعنی میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم یقیناً کسی خاص لائن پر کام کر رہے ہو۔"

"ہاں تہذیب!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں ایک خاص لائن پر کام ضرور کر رہا ہوں لیکن اس کے لئے اہم ترین بات یہ ہے کہ ریجنالڈ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ میرا خیال ہے بڈ کو خود جا کر نگرانی کے انتظامات کا جائزہ لینا چاہئے۔"

"او کے چیف!" بڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ ٹرانسمیٹر بھی ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

بڈ ٹرانسمیٹر لے کر چلا گیا۔ میں نے اور تہذیب نے بھی ٹرانسمیٹر نکال لئے تھے تاکہ بڈ اگر کوئی پیغام دینا چاہے تو اسے فون تک جانے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

"تمہارے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے میری بات کو سنجیدگی سے لیا ہے۔" بڈ کے جانے کے بعد کیتھی براؤن نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کون سی بات کو؟"

"وہی مکان اور گھر والی بات۔" کیتھی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اوہ! لیکن گھر والی بات تو گھر والی سے کرو۔" میں نے کہا اور کیتھی نے ایک قہقہہ لگایا۔

"گھر والی ابھی ہے کہاں۔" اس نے کہا۔ "البتہ اس انتظار میں ضرور ہے کہ تم اس پر نظر کرم فرماؤ اور اسے اس عہدے سے سرفراز فرماؤ۔"

"یہ اچانک تم پر کیا دھن سوار ہو گئی ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"ارے واہ دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں اور اوپر اوپر غصے کا اظہار کر رہی ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے کیتھی کچھ کرا کے ہی چھوڑے گی۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"ارے تو کیا میں کوئی بری بات کر رہی ہوں....."

"اچھا بابا ٹھیک ہے۔" میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے کہا۔ "تمہاری خواہش پوری کر دی جائے گی مگر اب کچھ کھانے وغیرہ کی بھی بات کرو۔ ہمارا دوست جنرل ٹیری تو مسلح افواج کی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا ہوا ہے اس لئے ہمارا کوئی پرسان حال ہی نہیں ہے۔"

ابھی ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو جاری ہی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر کال موصول ہوئی۔ دوسری طرف بڈ تھا۔

"مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے چیف!" ٹرانسمیٹر پر بڈ کی آواز آ رہی تھی۔ "ایمز بیکیونیو کلب کے قریب ایک لوڈنگ ٹرک نے میری کار کو ٹکر ماری۔ کار کی باڈی تقریباً تباہ ہو گئی۔ بس قسمت ہی تھی کہ زندہ بچ گیا۔"

"ممکن ہے یہ کوئی اتفاقی حادثہ ہو۔" میں نے کہنا چاہا مگر بڈ نے میری بات کاٹ دی۔

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی چیف! یہ اتفاقی حادثہ نہیں تھا۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیا ہے۔ وہ ایڈگر تھا۔ گوٹے لیل کا نامی گرامی غنڈہ۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔ غصہ تو مجھے بھی بے حد آ رہا تھا مگر خود پر قابو رکھنا ضروری تھا۔ اس بات میں کوئی کلام نہیں تھا کہ بڈ پر حملہ ریجنالڈ نے کرایا ہے۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو بڈ؟"

"ایمز بیکیونیو کلب سے صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم کلب پہنچو۔ میں تھوڑی دیر میں تم سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔" میں نے سلسلہ منقطع کیا اور تہذیب سے کہا۔ "میں ایڈگر کو چیک کرنے جا رہا ہوں۔ تم یہیں ٹھہر کر دوسرے معاملات دیکھو۔"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور میں ٹیری محل سے روانہ ہو گیا لیکن باہر نکلتے ہی میں نے محسوس کیا کہ میری کار کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ میں نے کار ایک ویران سڑک کی طرف موڑ دی۔

مجھے بڈ کا خیال آیا جس کی کار کو ایک بھاری ٹرک نے ٹکر ماری تھی۔ ٹرک ڈرائیور ریجنالڈ کا ایک مقامی بدمعاش تھا اس لئے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ وہ کوئی حادثہ نہیں تھا جو کچھ بھی ہوا ایک سوچی سمجھی سازش کے نتیجے میں ہوا۔ سوال یہ تھا کہ سازش کس نے کی اور کسی کی بڈ سے کیا دشمنی تھی۔ اس سوال کا آسان اور سادہ سا جواب یہ تھا کہ بڈ کو حادثہ صرف اس وجہ سے پیش آیا کہ وہ میرے لئے کام کر رہا تھا۔ دشمنی مجھ سے تھی اور نشانہ میرے ساتھی کو بنایا گیا۔ واضح طور پر یہ ریجنالڈ کی حرکت تھی۔ ورنہ میرا یا میرے ساتھیوں کا کسی مقامی بدمعاش سے کیا واسطہ ہو سکتا تھا۔

میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ تعاقب کرنے والی کار بدستور میرے تعاقب میں تھی۔ شہر کے نواح کی طرف جانے والی یہ سڑک اسٹریٹ لائٹوں تک سے محروم تھی اور خاصا طویل ٹکڑا ایسا تھا جس کے دونوں طرف کسی بھی قسم کی آبادی نہیں تھی۔ اس سڑک کا رخ کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ تعاقب کرنے والا کھل کھیلے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے دل میں کوئی حسرت رہ جائے۔ میرا یہ اقدام خاصا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اس لئے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پچھلی گاڑی میں کتنے افراد ہیں اور ان کے عزائم کیا ہیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے ٹھکانے ہی لگا دینے کی کوشش کر بیٹھتے بلکہ یہی امکان زیادہ قرین قیاس تھا۔

دفعتاً میں نے گاڑی کی رفتار سست کر دی۔ میرا خیال تھا کہ تعاقب کنندہ میری کار کے قریب آنے کی کوشش کرے گا مگر میری توقعات کے برعکس اس کی طرف سے ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور اس نے بھی اسی مناسبت سے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ میری اور اس کی کار کے درمیان اب بھی اتنا ہی فاصلہ برقرار تھا جتنا رفتار کم کرنے سے قبل تھا۔ گویا تعاقب کنندہ کا مقصد صرف میری نگرانی کرنا تھا۔

میں نے کار کی رفتار مزید آہستہ کر دی اور پھر بتدریج کار کو سڑک کے کنارے سے لگا کر روک دیا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی کہ عقبی کار بھی روک دی گئی تھی۔ وہ کوئی بھی تھے کم از کم تعاقب کے معاملے میں بالکل اناڑی تھے۔ تعاقب کرنے کا انہیں برائے نام بھی سلیقہ نہیں تھا۔

چند لمحوں کے اندر صورتحال کا پوری طرح تجزیہ کرنے کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ہمارے خلاف منظم پیمانے پر کام ہو رہا تھا۔ بڈ پر حملے کے فوراً بعد میرا تعاقب بھی یہی ظاہر کرتا تھا لہٰذا ہمیں بھی منظم طریقے سے کام شروع کر دینا چاہئے تھا۔ بصورت دیگر تاخیر کا اندیشہ تھا۔

ٹرانسمیٹر پر تہذیب کو جلدی جلدی ضروری ہدایات دے کر میں کار سے اتر گیا اور کار کا بونٹ کھول دیا۔ مقصد یہ تاثر دینا تھا جیسے کار میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔ اگرچہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی تاہم محض احتیاطاً میں تھوڑی سی وقت گزاری کر رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری ہدایات پر عمل ہونے میں چند منٹ سے زیادہ عرصہ درکار نہیں تھا۔

چند منٹ یوں گزارنے کے بعد میں دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس بار کار اسٹارٹ کرنے کے بعد میں آگے جانے کے بجائے اسے واپس موڑ رہا تھا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ میری اس حرکت سے وہ لوگ بوکھلا گئے ہیں۔ شاید انہیں مجھ سے ایسی کسی حرکت کی توقع نہیں تھی۔ انہوں نے بڑی افراتفری کے عالم میں گاڑی موڑی اور شہر کی طرف واپس دوڑا دی۔ اب میری کار ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ وہ بھول گئے تھے کہ انہیں میرا تعاقب کرنا ہے لیکن انہیں اس بات کا ہوش ضرور تھا کہ مجھے اپنا پیچھا نہ کرنے دیں اور اس کے لئے ان کے پاس فوری طور پر رفتار کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔ اس ویران سڑک پر جس سے کوئی ذیلی سڑک بھی نہیں نکلتی تھی کسی کو تعاقب سے جھٹکنا قریب قریب ناممکن تھا۔

اگلی کار کی بڑھتی ہوئی رفتار کے ساتھ میں بھی رفتار میں اضافہ کر رہا تھا لیکن میں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ درمیانی فاصلہ ایک مخصوص حد سے کم نہ ہونے پائے۔ گوٹے لیل کی اس ویران سڑک پر آگے پیچھے دوڑتی ہوئی دو کاریں تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑنے کے درپے تھیں۔ اگلی کار کی تیز رفتاری مجھے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ اس لئے کہ مجھے معلوم تھا آگے راستہ بند ہے۔

پھر وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا۔ سڑک کے اختتام پر پولیس کی دو موبائل گاڑیوں نے سڑک پر ترچھے کھڑے ہو کر راستہ بند کر رکھا تھا۔ پولیس والوں نے کار کو ہاتھ دے کر روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں رکے۔ رکنے کے بجائے انہوں نے کار کو سڑک سے نیچے اتار کر موبائلوں کے برابر سے نکال لے جانے کی کوشش کی لیکن اتنی تیز رفتاری پر ان کی یہ کوشش عبث تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کار الٹ گئی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے قلابازیاں کھاتے دیکھا اور پھر ایک تناور درخت سے ٹکرا کر اس میں آگ بھڑک اٹھی۔ میں اپنی کار کی رفتار پہلے ہی کم کر چکا تھا۔ میں نے موبائلوں کے نزدیک کار روک دی اور کار سے اتر کر متاسفانہ انداز میں دھڑا دھڑ جلتی ہوئی کار کو دیکھنے لگا۔ جو کچھ فاصلے پر الٹی ہوئی جل رہی تھی۔

چند پولیس والے اور انسپکٹر میرے قریب آ گیا۔

"آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے جناب!" انسپکٹر نے مجھ سے کہا مگر اس نے خیال رکھا تھا کہ اس کا لہجہ گستاخانہ نہ ہونے پائے۔

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ "تمہیں جو احکامات دیئے گئے تھے ان میں یہ ہدایت بھی شامل تھی؟" میں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

لمحے بھر کے لئے وہ گڑبڑا گیا لیکن فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال

لیا۔ "کچھ فیصلے ہمیں خود بھی کرنے پڑتے ہیں۔"
"کار میں کتنے آدمی تھے؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔
"چار" انسپکٹر نے رواداری میں کہا پھر مجھے گھورنے لگا۔ "میں نے تم سے کاغذات نکالنے کو کہا تھا۔"
"مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔ یہ لوگ لیبرن گل سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔ اب یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ یہ کون تھے؟"
لیبرن گل کے حوالے پر انسپکٹر کی عقل ٹھکانے آگئی اور اس نے میری شناخت طلب کرنے کا خیال ترک کر دیا۔
"ہم کیا کر سکتے تھے جناب۔" انسپکٹر نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہم نے تو انہیں روکنے کی کوشش کی تھی۔ ہمیں کیا معلوم تھا۔"
"میں تمہیں الزام نہیں دے رہا انسپکٹر!" میں نے بارعب انداز میں کہا "تم نے اپنا کام عمدگی سے کیا۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔"
"شکریہ جناب۔ ویسے ان لوگوں کی شناخت کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ ایڈگر ہے۔"
"کیا!" میں چونک پڑا۔ "یہ کار ایڈگر چلا رہا تھا؟"
"نہیں جناب۔۔۔ ایڈگر کا دست راست مارٹن۔ لیکن میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔"
"نہیں، تمہیں غلط فہمی نہیں ہوگی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "معلوم کرو کہ اس وقت ایڈگر کہاں ہے۔"
انسپکٹر موبائل کی طرف بڑھ گیا۔ میں الجھن میں پھنس گیا۔ آخر ایڈگر کو مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے کیا دشمنی ہو گئی تھی؟ میں تو اس سے ٹھیک سے واقف بھی نہیں تھا۔ بس سرسری طور پر اس کا نام سنا تھا۔ تھوڑی دیر قبل اس نے بڈ پر حملہ کیا۔ بڈ کی زندگی تھی کہ وہ بچ نکلا اور اب اس واقعے کے تھوڑی دیر بعد ایڈگر کے آدمی میرا تعاقب کر رہے تھے۔۔۔ آخر کیوں؟
"میں نے معلوم کر لیا ہے جناب۔" انسپکٹر نے میرے خیالات کا سلسلہ درہم برہم کرتے ہوئے کہا۔ "وہ اپنے آفس میں موجود ہے۔"
"آفس میں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا یہاں غنڈے بدمعاشوں کے بھی آفس ہوتے ہیں؟"
"معلوم ہوتا ہے آپ اس سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔" انسپکٹر نے کہا "ایڈگر ایک ایسا بدمعاش ہے جو اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔ ثبوت کے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہے اس کا آفس پیراڈائز بار میں ہے۔ پیراڈائز بار اس کی اپنی ملکیت ہے۔ اس بار کے علاوہ وہ شراب امپورٹ کر کے سپلائی بھی کرتا ہے۔"
"بس ٹھیک ہے انسپکٹر۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھ کو کیا۔ مزید تفصیلات بتانے کی ضرورت نہیں۔ کیا تم مجھے پیراڈائز بار تک لے چلو گے؟"
"کیوں نہیں جناب۔" انسپکٹر نے خوش ہو کر کہا "لیکن اس سے قبل مجھے اس کا۔۔۔"
"یہاں کے معاملات اپنے ماتحتوں پر چھوڑ دو اور تم میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا۔ "اور ہاں۔۔۔ ہتھکڑی کا ایک جوڑا ضرور ساتھ لے لینا۔"
"تو کیا صرف ہم دونوں۔۔۔" انسپکٹر نے حیرت سے کہا "یہ اتنی بڑی پولیس فورس کس لئے ہے جناب۔"
"جب پولیس فورس کی ضرورت پڑے گی اس وقت پولیس فورس بھی طلب کر لیں گے۔ فی الحال تو تم میرے ساتھ چلو۔"
پیراڈائز بار روایتی قسم کا ایک بار ثابت ہوا۔ انسپکٹر سیموئیل کے ساتھ میں سیدھا بارٹینڈر کی طرف بڑھ گیا۔ اس قسم کے مقامات پر پولیس کی آمد سے کھلبلی مچ جایا کرتی ہے۔ وہاں بھی یہی ہوا۔ باوردی انسپکٹر کو دیکھ کر بار میں میزوں کے گرد بیٹھے ہوئے شرابی اضطراب میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ بارٹینڈر مطمئن نظر آ رہا تھا۔
"آپ نے بہت دیر کر دی جناب۔" اس نے انسپکٹر سے کہا۔ "باس بہت دیر سے آپ کے منتظر ہیں۔"
بارٹینڈر کی بات سن کر میں حیران ہوا لیکن میں نے سوچا ممکن ہے انسپکٹر نے ایڈگر کو یہاں روکے رکھنے کے لئے اسے اپنی آمد کی اطلاع بھجوا دی ہو اس لئے میں نے خاموشی اختیار کی۔ انسپکٹر نے بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں اور انسپکٹر اس پچھلے کمرے کی طرف بڑھے جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
"تم لوگوں کی کارکردگی بہت خراب ہے انسپکٹر۔" ایڈگر کے آفس میں داخل ہوتے ہی ہمیں یہ جملہ سننا پڑا۔ کہنے والا ایڈگر ہی ہو سکتا تھا۔ میں اسے پہچانتا نہیں تھا لیکن شاید وہ مجھ سے واقف تھا۔ اس لئے کہ انسپکٹر سے یہ جملہ کہنے کے بعد اس نے میری طرف دیکھا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ مجھے دیکھ کر وہ عجیب قسم کی بے چینی میں مبتلا ہو گیا ہے۔
میں نے دانستہ اس پر سے نظریں ہٹائیں اور آفس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کا آفس عجیب ہی منظر پیش کر رہا تھا جہاں اس کے علاوہ چند افراد اور بھی موجود تھے۔ وہ فرش پر بندھے پڑے تھے ایک کرسی پر بیٹھا تھا مگر اس کے ہاتھ بھی پشت پر بندھے تھے۔ ایڈگر کھڑا ہوا تھا۔ ہماری آمد سے قبل وہ غالباً ٹہل رہا تھا۔ اس کے علاوہ دو اور افراد بھی تھے جن کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔
"ہمیں اور معاملات بھی دیکھنے ہوتے ہیں۔" انسپکٹر نے بے بسی سے کہا۔
"معاملہ کیا ہے؟" میں نے نرم لہجے میں ایڈگر سے پوچھا۔
"میں مقامی تھانے کو فون پر تفصیلات بتا چکا ہوں۔" ایڈگر نے تیکھے لہجے میں کہا۔
"فون پر سنی ہوئی تفصیلات کی روشنی میں تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ میرا لہجہ بدستور نرم تھا۔ معاملہ کچھ کچھ میں آنا شروع ہو گیا تھا۔
"یہ شخص جس کا نام فرنانڈس ہے۔" ایڈگر نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا جو کرسی پر بیٹھا تھا اور جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ "یہ شراب کا ایک مقامی ڈیلر ہے۔ یہ شخص ڈیڑھ گھنٹا قبل یہاں آیا اور اس نے مجھے دھمکیاں دیں۔ اس کے ساتھ وہ مسلح افراد تھے۔ میرے آدمیوں نے بڑی مشکل سے ان لوگوں پر قابو پایا اور پھر میں نے کوئی ایک گھنٹا قبل علاقے کے تھانے کو فون مطلع کیا لیکن تم لوگ اتنی دیر بعد یہاں پہنچے ہو۔"
میں سناٹے میں آگیا۔ صورتحال پوری طرح مجھ پر واضح ہو گئی تھی۔ بڈ کے بچ جانے پر ایڈگر نے یہ ڈرامہ ترتیب دیا تھا اس لئے کہ جو وقت دہ بتا رہا تھا اسی وقت بڈ پر حملہ ہوا تھا۔ ایڈگر نے جائے واردات پر اپنی عدم موجودگی ثابت کرنے کے لئے یہ ناٹک رچایا تھا اور اب مجھے اس کا توڑ کرنا تھا۔
"تم کیا کہتے ہو؟" میں نے فرنانڈس سے کہا۔ میں ایڈگر اور انسپکٹر ابھی تک کھڑے ہوئے تھے۔ ایڈگر نے ہم سے بیٹھنے تک کو نہیں کہا تھا۔
"میں ہمیشہ ایڈگر سے مال لیتا ہوں لیکن اس بار اس نے ہمیں بلیک میں تھما دیا۔ لوگوں سے مقامی شراب برآمد ہوئی ہے۔ میں اس سے یہی شکایت کرنے آیا تھا لیکن اس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا۔"
فرنانڈس کا بیان سن کر میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔
"یہ سراسر بکواس ہے۔۔۔" ایڈگر نے اسٹارٹ لیا ہی تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی۔
"یہ معاملہ سرکاری تفتیشی مراحل میں داخل ہو چکا ہے لہٰذا اب تم صرف اس وقت بولو گے جب تم سے کچھ پوچھا جائے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے اب یہاں ان لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے دونوں ریوالور بردار دوں کی طرف اشارہ کیا۔ "لہٰذا انہیں یہاں سے رخصت کر دو۔"
ایڈگر نے بھرائی ہوئی آواز میں ان لوگوں سے چلے جانے کو کہا اور وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔
"اب میرا خیال ہے اگر تم اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ تو ہم بات آگے بڑھائیں۔" میں نے ایڈگر سے کہا اور وہ خاموشی سے میز کے عقب میں اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔
اس کے بیٹھنے کے بعد میں نے انسپکٹر کو بھی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک نشست سنبھال لی۔
"مارٹن کی کار کو حادثہ پیش آگیا۔" میں نے ایڈگر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کار میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت ہلاک ہو چکا ہے۔"
ایڈگر بری طرح چونکا تھا۔ "حادثہ کب اور کہاں پیش آیا؟" اس نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔
"تمہیں نہیں معلوم کہ مارٹن اپنے ساتھیوں سمیت کس مہم پر تھا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں" ایڈگر نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ مجھے بتا کر نہیں گیا تھا۔"

"اور پچھلے ڈیڑھ گھنٹے کے دوران تم بھی یہیں موجود رہے ہو؟"

"ہاں میں نے بار سے باہر قدم بھی نہیں نکالا۔ فرنانڈس سے ہی الجھا رہا لیکن مجھ سے اس انداز میں کیوں پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ جیسے میں کوئی مجرم ہوں؟"

"تمہیں بتاؤں کہ مارٹن کو حادثہ کہاں پیش آیا ہے۔" میں نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے انسپکٹر سے کہا۔ وہ ایڈگر کو حادثے کے بارے میں بتانے لگا اور میں نے ٹرانسمیٹر پر منقب سے رابطہ قائم کیا۔

"تم کہاں غائب ہو۔" میری آواز سنتے ہی اس نے بے صبری سے کہا "ہم تمہاری طرف سے فکر مند ہو چکے تھے۔ جنرل نیریس بھی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"سنو منقب جنرل نیریس اگر تمہارے پاس موجود ہے تو اس سے فوراً میری بات کراؤ۔"

منقب نے میرے لہجے میں کوئی خاص بات محسوس کر لی تھی اس لئے اس نے بغیر کچھ کہے ٹرانسمیٹر جنرل کے حوالے کر دیا تھا۔ ایڈگر، انسپکٹر اور فرنانڈس حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے اولڈ بوائے" چند لمحے بعد ٹرانسمیٹر پر جنرل کی آواز ابھری۔

"میں تمہاری اسکیم پر عمل کر رہا ہوں جنرل! میں اس وقت بیوٹا ڈار بار میں موجود ہوں۔ ایڈگر میرے سامنے بیٹھا ہے اور میں تمہارے اس خیال سے متفق ہو چکا ہوں کہ اس سے پوچھ گچھ کرنا بے کار ہے اور میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وقت ضائع کرنے کے بجائے اسے ٹھکانے ہی لگا دیا جائے۔"

"بالکل۔۔۔ بالکل۔" جنرل نیریس گڑبڑا کر اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اس بے چارے کو تو کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن ایڈگر اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ نہ صرف کھڑا ہوا تھا بلکہ اس نے ریوالور نکال کر مجھے کور بھی کر لیا تھا۔

"تم سے بات کرنے کے بعد میں ایک کوشش اور کروں گا جنرل!" میں نے ایڈگر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "میں اس بات کا قائل ہوں کہ آدمی کو موت کے گھاٹ اتارنے سے قبل ایک موقع ضرور دینا چاہئے ممکن ہے وہ راہ راست پر آ جائے۔"

"تمہاری مرضی۔" جنرل نے کہا۔ "ویسے میرا خیال یہی ہے کہ ایسے لوگ موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔"

"پھر بھی میں ایک کوشش ضرور کروں گا جنرل! تھوڑی دیر بعد دوبارہ تم سے رابطہ کروں گا۔" میں نے سلسلہ منقطع کر کے ایڈگر کی طرف دیکھا۔ "یہ کیا ایڈگر!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ریوالور جیب میں رکھ لو۔ کیوں اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر رہے ہو۔"

"مجھے اپنی زندگی کی ضمانت درکار ہے۔" ایڈگر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے لئے جو طریقہ کار تم نے منتخب کیا ہے وہ غلط ہے۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "جو ضمانت تم طلب کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے پاس ہے۔ ہم سے تعاون کرو گے تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"زبان کھولنے کے بعد میں اور مشکل میں پھنس جاؤں گا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہمیں سب معلوم ہے مگر ہم تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔"

"یعنی۔ یعنی سب کچھ جاننے کے باوجود مجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔" ایڈگر نے بے یقینی سے کہا۔

"بشرطیکہ تم سب کچھ سچ سچ بتا دو۔" میں نے کہا اور ایڈگر کے ہاتھ میں موجود ریوالور کی نال جھک گئی۔ پھر وہ خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ مارٹن تمہارا تعاقب کر رہا تھا۔" ایڈگر نے بوجھل آواز میں کہا "بلکہ اسے تمہاری نگرانی پر میں نے ہی مامور کیا تھا اور ریڈ کو۔۔۔۔"

"ان باتوں کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو مجھے معلوم ہے جو باتیں مجھے نہیں معلوم وہ بتاؤ۔"

"جو باتیں تمہیں نہیں معلوم وہ مجھے بھی نہیں معلوم۔" ایڈگر نے کہا "لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ میں تمہاری معلومات میں کوئی اضافہ کر سکوں۔"

"تم مجھ سے واقف ہو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" ایڈگر نے مخصوص سی آواز میں کہا "لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے تمہارے خلاف کام کرنا ہے۔"

"تم شاید ہوش میں نہیں ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم جس کے خلاف کام کر رہے ہو اس سے ہی واقف نہ ہو؟"

"یہ حقیقت ہے۔۔۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" ایڈگر نے کہا۔ اس کے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟"

ایڈگر نے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز میں جو جھجک تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ انسپکٹر سے خوف زدہ ہے۔

"تم جو کچھ بھی کہو گے اسے تمہارے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا۔" میں نے تسلی دی۔ "لہٰذا جو کچھ بھی کہنا ہے کھل کر کہو۔"

"میں عجیب عجیب لوگوں سے بچ کر کام کرتا ہوں۔" ایڈگر نے کہا "آپ کو تو اندازہ ہوگا کہ اس قسم کے کاموں میں شرافت سے کام نہیں چلتا۔ کبھی کبھی کوئی ضرورت مند آ جاتا ہے تو میں اس کا کام بھی کر دیتا ہوں۔"

"بشرطیکہ معاوضہ معقول ملے۔" میں نے ٹکڑا لگایا۔

"اس معاملے میں میرا ایک معیار ہے۔ میں کبھی دب کر بات نہیں کرتا۔ معاوضہ مرضی کا نہ ہو تو میں کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔"

"اور اس معاملے میں تو معاوضہ بھی تمہیں توقع سے کہیں بڑھ کر ملا ہوگا؟"

"یہ حقیقت ہے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ ان ہنگاموں کی پشت پر کون ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورا۔ "تمہیں معاوضہ کس کے ذریعے ملا تھا؟"

"فرنانڈس کے ذریعے۔" ایڈگر نے کہا اور میں نے چونک کر فرنانڈس کی طرف دیکھا جو بھیگی بلی بنا بیٹھا تھا۔

"اس اعتبار سے تو یہ تمہارا محسن ہوا۔" میں نے کہا "پھر تم نے اسے باندھ کیوں رکھا ہے؟"

"یہ تو محض ایک ناٹک ہے اور اس لئے ہے کہ جو جھوٹ ہم بول رہے ہیں اس میں حقیقت کا رنگ بھرا جا سکے۔ یہ آئیڈیا فرنانڈس نے ہی پیش کیا تھا تاکہ جائے واردات پر میری عدم موجودگی ثابت کی جا سکے۔"

میں نے دوبارہ فرنانڈس کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے تم بھی میری کوئی راہنمائی نہیں کر سکو گے؟"

"آپ کا خیال درست ہے جناب! زیادہ تر ہدایات مجھے فون پر ہی ملی ہیں۔ صرف رقم دینے کے لئے ایک شخص آیا تھا مگر اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا اور نیم تاریکی میں مجھ سے ملا تھا۔ اس لئے میں نہیں بتا سکتا کہ وہ کون تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ہمیں کن لوگوں کے خلاف کام کرنا ہوگا۔ اگر ہمیں شبہ بھی ہو جاتا کہ یہ اتنی اونچی سطح کا معاملہ ہے تو اس میں ہاتھ ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔"

"یہ تمہیں کب معلوم ہوا کہ تمہیں کن لوگوں کے خلاف کام کرنا ہے؟" میں نے فرنانڈس کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ایڈگر نے مجھے بتایا کہ اس نے آپ صاحب کو پہچان لیا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے یہ مجھ پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں نے یہ معاملہ کیوں لیا مگر جناب مجھے ہی کہاں علم تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔"

"اس کے ہاتھ کھول دو انسپکٹر! اب یہ لوگ ہمارے لئے کام کریں گے۔"

"ہمیں خوشی ہوئی جناب!" فرنانڈس نے کہا۔ "آپ چاہتے تو ہم سے زبردستی بھی کام لے سکتے تھے مگر آپ نے جس درگزر کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد تو ہم آپ کے غلام ہو گئے ہیں۔"

"تم نادانستہ طور پر کسی کے آلۂ کار بن گئے اس لئے میں تمہیں زیادہ قصوروار بھی نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔ مگر دشمن کے وار کو اسی پر الٹنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"تم دونوں کو میری ہدایات پر عمل کرنا ہوگا۔" میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دیتے ہوئے کہا۔

"ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔" ایڈگر نے کہا۔

"بس تو پھر اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا اور ہم چاروں بار سے باہر آ گئے۔

بار کے دروازے سے باہر قدم رکھتے ہی مجھے سرخ رنگ کی وہ کار نظر آئی جو کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ کار اسٹارٹ تھی اور اس کی پارکنگ لائٹس جل رہی تھیں۔ وہ کار بڑی تیزی سے حرکت میں آئی تھی اور اس کے ساتھ ہی میری چھٹی حس نے مجھے کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلانا شروع کر دیا۔ کار آندھی اور طوفان کی طرح ہم سے نزدیک آ ہوئی چلی جا رہی تھی۔ اس کی ہیڈ لائٹس بھی روشن ہو گئی تھیں۔ روشن ہیڈ لائٹس کے عقب میں کار کے اندر کچھ دیکھنا مشکل تھا تاہم کار کی کھڑکی سے جھانکتی ہوئی برین گن کی نال مجھے نظر آ گئی۔

"بچو" میں نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو فٹ پاتھ پر دائیں جانب گرا دیا اور اس کے ساتھ ہی فضا برین گن سے چلنے والی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ میں نے چیخوں کی آوازیں بھی سنی تھیں مگر یہ تعین کرنا دشوار تھا کہ گولیاں کس کے لگی ہیں۔ میں بہرحال محفوظ رہا تھا۔

جو کچھ بھی ہوا چشم زدن میں ہوا تھا۔ سرخ کار آندھی اور طوفان کی طرح ہمارے سامنے سے گزری اور برین گن کا برسٹ مارتی ہوئی گئی۔ اس کے گزرتے ہی میں بڑی پھرتی سے اٹھا۔ فرنانڈس اور انسپکٹر جیمو نتل گولیوں سے چھلنی ہو گئے تھے۔ وہ پھرتی کا مظاہرہ نہیں کر سکے تھے لہٰذا گولیاں انہیں چاٹ گئی تھیں۔ ایڈگر البتہ محفوظ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر میری ہی طرف آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت ناک تاثرات تھے۔ غالباً اس بات نے اس پر دیوانگی طاری کر دی تھی کہ اس کے اپنے بار کے دروازے پر اس پر حملہ کیا گیا۔

بار کے اندر بھی اس اچانک فائرنگ سے کھلبلی مچ گئی تھی۔ گولیوں کی خوفناک تڑتڑاہٹ نے پوری اسٹریٹ پر دہشت کی ایک لہر دوڑا دی تھی۔ وہ جو مر چکے تھے ان کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے میں نے وہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔

"یہاں سے نکل چلو ایڈگر۔" میں نے تیزی سے کہا اور اپنی

کار کی طرف بھیجنا۔ اڈگر نے میرا ساتھ دیا تھا۔ پھر کسی کے قریب آنے سے پہلے ہی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا چکا تھا۔

"میرا خون کھول رہا ہے۔" اڈگر نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "کل تک کسی میں اتنی مجال نہیں تھی کہ میری طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ سکے اور آج ـــــ"

"شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کن لوگوں کے آلۂ کار بن گئے ہو" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ ایک بین الاقوامی دہشت گرد صیہونی تنظیم ہے۔ اس قسم کی قتل و غارت گری کرانا ان کے معمولات میں شامل ہے۔"

"کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ اس حملے کا ذمے دار کون ہے۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔" اڈگر نے دانت پیس کر کہا۔

"ان کا اصل ہدف میں تھا اور اس میں شک نہیں کہ میں بال بال بچا ہوں۔ وہ لوگ پہلے سے ہمارے باہر نکلنے کے منتظر تھے۔ تمہیں اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"انہوں نے میرے بار کے دروازے پر حملہ کیا ہے۔ اگر میں نے ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا تو گوئے ٹل کے سارے بدمعاش شیر ہو جائیں گے اور میری رقعت دو کوڑی کی بھی نہیں رہ جائے گی۔"

"تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اڈگر! وہ تری مارے گئے۔ ان میں ایک کا تعلق ایک سرکاری ایجنسی سے بھی ہے اور سرکاری ایجنسی سے متعلق کوئی تری مارا جائے تو سرکاری ایجنسیاں کچھ زیادہ ہی مستعدی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس جھگڑے میں پڑنے کا مطلب خود کو خواہ مخواہ مشکلات میں پھنسانے کے سوا کچھ نہیں ہوگا؟"

"مجھے حیرت ہے یہ بات آپ کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سرکاری ایجنسیوں کے کام کرنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے میری ہی شامت آئے گی۔"

"مجھے معلوم ہے اڈگر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن ایک حقیقت تم بھی نظر انداز کر رہے ہو اور وہ یہ کہ واردات کے وقت میں بھی تمہارے ہمراہ تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" اڈگر نے تیزی سے کہا "بلکہ یہ تو اور بھی خراب بات ہے۔ میں تو پہلے ہی بڑے صاحب والے معاملے میں نظروں میں آ چکا ہوں۔ اب تو یہی سمجھا جائے گا کہ جو کچھ بھی ہوا میری ایما پر ہوا۔"

"ان خدشات کو اپنے ذہن سے جھٹک دو۔" میں نے کہا۔ "اس لئے کہ میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ میرا بیان تمہارے حق میں ہوگا۔"

اڈگر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "ایک تو آپ کا رویہ میری سمجھ سے باہر ہے کہیں میں کسی بڑی مشکل میں تو نہیں پھنسنے والا ہوں۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میں تو تمہیں مشکلات سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم مجھ پر ہی شبہ کر رہے ہو۔ یہ تو زیادتی ہے نا اڈگر ایزرا!"

"میں کبھی پولیس کی گرفت میں نہیں آیا لیکن اس بار شاید ایسے بے ڈھب طریقے سے آیا کہ بچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دو پہر آنے کے باوجود میرے ساتھ رعایت کیوں برتی جا رہی ہے۔"

"کسی حقیقت سے محض اس بنا پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تم مجھے جانتے ہو، میرے مشن سے بھی واقف ہو گے۔ میں اپنی توجہ ہمیشہ اپنے مشن پر مرکوز رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے مشن کی راہ میں جو بھی آئے گا اس سے میرا تصادم ہو گا۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھ لو کہ جو مجھ سے الجھے گا میں اس سے الجھوں گا اور جو مجھ سے نہیں الجھے گا اس سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ تم نادانستگی میں دشمن کے آلۂ کار بن گئے لیکن جیسے ہی تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تم اس سے باز آ گئے۔ اگر بڑ کو تمہارے ہاتھوں نقصان پہنچ گیا ہوتا تو میں تمہیں ہرگز معاف نہ کرتا۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جناب!" اڈگر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن میں نے بڑے صاحب کو بروقت پہچان لیا تھا۔ ان سے میرا واسطہ پڑتا رہا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ آپ کے ساتھیوں میں سے ہیں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ گوئے ٹل میں آپ کا مرتبہ کیا ہے۔ سچ پوچھئے تو مجھے اپنی موت نظر آنے لگی تھی۔"

"ان تمام معاملات کے پیچھے ایک شاطر دماغ کام کر رہا ہے۔ وہ مجھ سے چھپا چھپا پھر رہا تھا لیکن اب میری نظروں میں آ گیا ہے۔ وہ حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کا شکار ہے۔ اسے یہ زعم ہے کہ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں اس کا زعم خاک میں ملانے کے در پے ہوں جبکہ اس کی کوشش یہ ہے کہ میں اپنی توجہ مرکوز نہ کر پاؤں۔ تم اس سے اندازہ کر لو کہ وہ کل رات یہاں پہنچا ہے اور اس وقت سے اب تک اس نے ہمیں سکون کا سانس نہیں لینے دیا۔ کل رات وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ چند گھنٹے قبل وہ پھر نظر آیا۔ اگرچہ اب ہم نے ایسے انتظامات کر لئے ہیں کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے تاہم جو کچھ وہ کر چکا ہے اس کا فوری تدارک ممکن نہیں ہے۔ اس نے سارا وقت شرپسند عناصر سے رابطوں میں گزارا ہو گا جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں۔ ان حملوں کا نوٹس نہ لینا میری مجبوری ہے۔ اگر میں ان چکروں میں الجھ گیا تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

ریلیکس۔ جبکہ مسٹر علی کیا آپ الجھ نہیں گئے۔" اڈگر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ فوری طور پر ایک منصوبہ بنایا اور اب اس پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ریندل کو بھی مزہ آ جائے گا۔"

انگز کیبنو کلب پہنچنے تک میں اڈگر کو اس کا رول سمجھا چکا تھا۔

بڈگیٹ پہلے ہی موجود تھا اور بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میرے ساتھ اڈگر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم نے اتنی جلدی اسے پکڑ بھی لیا۔" اس نے کہا "لیکن اس نے اعتراف تو نہیں کیا ہو گا؟"

"ریندل کہاں ہے؟" میں نے بڈ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تھوڑی ہی دیر قبل اپنے کمرے میں گیا ہے لیکن تم نے بہت زیادہ دیر لگا دی۔"

"پہلے ریندل سے مل لیں۔ باقیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔"

دستک کے جواب میں کمرے کا دروازہ خود ریندل نے کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر بڑی پُرفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"زہے نصیب! یقین نہیں آتا کہ ایک عظیم المرتبت شخصیت نے میری عزت افزائی کی ہے۔ تشریف لائیے۔" اس نے دروازے سے ہٹتے ہوئے کہا۔ اس نے بڈ اور اڈگر کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

"میں تنہا نہیں ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میرے ہمراہ دو افراد اور بھی ہیں۔"

"جس طرح دوستوں کے دوست بھی دوست ہوتے ہیں اسی طرح مہمانوں کے ساتھ آنے والے بھی مہمان ہوتے ہیں۔ تمہارے ساتھ آنے والے بھی میرے مہمان ہیں۔ میں نے انہیں اندر آنے سے روکا تو نہیں ہے۔"

ہم تینوں اندر داخل ہو گئے۔ ریندل ہمارے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ اڈگر کو حیرت تھی۔ اسے میری اس بات پر شبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا ہو گا کہ مجھ پر ہونے والے حملوں کے پس پشت ریندل کا ہاتھ کارفرما تھا۔ اڈگر کے سامنے تو ریندل کا ایک ہی روپ تھا اور وہ روپ اتنا خوش نما تھا کہ اس کی نگاہیں نہیں دیکھ سکتی تھیں کہ اس روپ کے عقب میں بوشیدہ کریہہ شخصیت تک نہیں پہنچ پا رہی تھیں۔

"تم نے بہت پست ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ریندل! مجھ پر حملہ کرانے کے لئے تمہیں کرائے کے غنڈوں کا سہارا نہیں لینا چاہئے تھا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" ریندل نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "میں مستقل تمہارے سامنے ہوں۔ کسی کو فون کروں گا تو وہ بھی تمہارے علم میں آ جائے گا۔"

"اڈگر نے مجھے تمام باتوں سے نہ صرف آگاہ کر دیا ہے بلکہ وہ تمہارے خلاف گواہی دینے پر بھی آمادہ ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور ریندل نے چونک کر اڈگر کی طرف دیکھا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اڈگر سے یہ پہلی ملاقات ہے۔" ریندل نے اڈگر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج صبح کی بات ہے ایک شخص پیرا ڈائز بار پہنچا اور اڈگر سے ملاقات کی۔ اس شخص نے ایک بڑی رقم کے عوض اڈگر کو مجھ اور میرے ساتھیوں پر قاتلانہ حملے کرنے کے لئے تیار کر لیا اور وہ شخص تم ہو ریندل۔"

"اچھا" ریندل نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "یہ میری معلومات میں ایک دلچسپ اضافہ ہے۔"

"سنجیدگی اختیار کرو ریندل! تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کس قسم کی مشکلات میں گھر گئے ہو۔"

"سنجیدگی تو تمہیں اختیار کرنی چاہئے۔ تمہیں میرے خلاف اتنا واضح ثبوت مل گیا تھا تو میرے پاس دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنے نرسیوں سے کہتے وہ مجھے گرفتار کر لیتے۔"

"اڈگر نے بڈ کی کار کو کچلنے کی کوشش کی تھی۔ قسمت تھی کہ بڈ بچ گیا۔ پھر اڈگر کے چار ساتھیوں نے میرا تعاقب کیا۔ وہ چاروں مارے گئے۔ اس کے بعد ذرا دیر قبل پیرا ڈائز بار سے نکلتے ہوئے مجھ پر فائرنگ کی گئی۔ میں تو خیر بچ گیا لیکن دو افراد ہلاک ہو گئے جن میں سے ایک کا تعلق مقامی پولیس سے تھا۔ میں تو وہاں سے نکل آیا لیکن اب تک پولیس تفتیش شروع کر چکی ہو گی......"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کہانیاں تم مجھے کیوں سنا رہے ہو؟" ریندل نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"اس لئے کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ گوئے ٹل کی پولیس تم تک پہنچے۔"

"شکریہ..... گوئے ٹل میں کوئی تو میرا ہمدرد ہے۔" ریندل نے طنز کیا۔ "ویسے تم نے جو زحمت کی اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پولیس کو آنے دو میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔"

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے۔ پیرا ڈائز بار کے کئی ملازمین نے تمہیں وہاں دیکھا تھا اور وہ سب تمہیں شناخت کر لیں گے۔"

ریندل کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک ابھری۔ "اندازاً یہ کس وقت کی بات ہو گی؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اندازاً نہیں یقیناً یہ ٹھیک دس بج کر پانچ منٹ کی بات ہے جب تم پیرا ڈائز میں داخل ہوئے تھے۔"

"دیکھو علی! میں تمہیں ایک سنجیدہ اور ذمہ دار فرد سمجھتا

ہوں۔ تمہاری شخصیت خاصی باوقار ہے۔ اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے پولیس والوں کے لئے چھوڑ دو۔"

"میں نے بھی چیف کو کچھ قیمتی مشورے دیئے تھے مگر چیف مانتے ہی نہیں۔" بڈ نے کہا۔ "اپنی من مانی کئے جاتے ہیں۔ شاید تمہاری بات ان کی سمجھ میں آجائے۔"

"سمجھ میں آنے والی بات بغیر کسی کے سمجھائے سمجھ میں آجاتی ہے اور نہ سمجھ میں آنے والی بات کوئی کسی کو نہیں سمجھا سکتا۔" میں نے کہا۔

"محض اتفاق کی بات ہے کہ جس وقت میں ہیرا ڈانز بار میں تھا عین اسی وقت فرانسیسی سفارتخانے میں بھی موجود تھا۔" ریڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "وہاں سے میری واپسی ساڑھے دس بجے ہوئی تھی۔"

میں نے چونک کر ایڈگر کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے میں نے وقت غلط بیان کر دیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ کیوں؟"

"جی ہاں۔" ایڈگر نے کھنکار کر کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ ریڈل کی شخصیت سے بری طرح مرعوب ہو گیا ہے۔ "اس وقت سوا گیارہ بجے تھے۔"

ریڈل کے ہونٹوں پر عیارانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "میرا خیال تھا تم اپنے پتے بڑی احتیاط سے کھیلتے ہو گے لیکن آج اندازہ ہوا کہ تم سے زیادہ فلاپ کھلاڑی روئے زمین پر ملنا مشکل ہے۔"

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "ناراض کیوں ہو رہے ہو ڈیئر ریڈل! مجھ سے کیا غلطی نہیں ہو سکتی؟"

"تم اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا مدمقابل کون ہے؟" ریڈل نے تیکھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو تمہاری ہمدردی میں یہاں چلا آیا تھا ریڈل!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ تم میرا شکریہ ادا کرنے کے بجائے مجھ پر طنز شروع کر دو گے تو ہرگز یہاں نہ آتا۔"

"بیٹھ جاؤ علی!" ریڈل نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "اور مجھ پر ہاتھ ڈالنے کا خیال ذہن سے نکال دو۔۔۔" دروازے پر ہونے والی دستک کی وجہ سے ریڈل اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔

"کون ہے۔۔۔ آجاؤ۔" ریڈل نے بلند آواز میں کہا۔ دروازہ کھول کے اندر داخل ہونے والی تہذیب یا میڈم ایکس تھی۔

"اوہو! معلوم ہوتا ہے آج میری قسمت بہت زیادہ زوروں پر ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں اتنے بڑے بڑے لوگ۔۔۔"

"حیرت ہے۔" میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا "ایبران ہال کے پڑوسیوں کا شمار بڑے لوگوں میں کب سے ہونے لگا۔"

"تشریف لائیے میڈم ایکس!" ریڈل نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "علی تو معلوم نہیں کیوں مجھ سے کچھ خفا خفا لگ رہے ہیں۔"

"حالانکہ انہیں تو تم پر صدقے واری جانا چاہئے تھا۔" تہذیب نے میرے برابر بیٹھتے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے علی نے تمہارے احسانات بھلا دیئے۔"

"اب سے چند گھنٹے قبل تم مجھے گرفتار کرنے آئی تھیں اب یہ آئے ہیں۔ معلوم نہیں تم دونوں میری طرف سے اس قدر بدظن کیوں ہو گئے ہو۔"

"جو اچھے لوگ ہوتے ہیں نا وہ کسی کی طرف سے بدظن نہیں ہوتے جیسے تم ہو۔" تہذیب نے مسخرانہ انداز میں کہا۔ "اور جو برے لوگ ہیں وہ ہر ایک کی طرف سے بدظن ہی رہتے ہیں۔ جیسے ہم ہیں۔"

"آپ تو مذاق کے موڈ میں معلوم ہوتی ہیں میڈم ایکس۔"

"چند گھنٹے قبل تو تم نے مجھے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تھا اب میرا نام کیسے یاد آ گیا؟"

"اس وقت آپ کی نیت میں فتور تھا۔ آپ مجھے پھانسنے کے لئے آئی تھیں۔ مجھے انگریز ٹیپ ریکارڈر قسم کے آلات سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اس وقت آپ کی نیت تو صاف ہے مگر علی کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ اس وقت یہاں ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ علی کو شاید یہ نہیں معلوم کہ جس جال میں یہ مجھے پھانسنے آئے تھے اس میں خود پھنس چکے ہیں۔ اس ٹیپ کی بنیاد پر میں علی کے خلاف مقدمہ کر سکتا ہوں۔ کسی غیر ملکی شہری کو ہراساں کرنا جرم ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ مجھے تم لوگوں سے محبت ہے اور جن سے محبت ہو انہیں نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔"

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر ریڈل کو دیکھا۔ "تم بلف کر رہے ہو۔" میں نے بے یقینی سے کہا۔ "یہاں کوئی ٹیپ ریکارڈر نظر نہیں آ رہا۔"

ریڈل ہنسنے لگا۔ "تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی چیز کی موجودگی کے لئے اس کا نظر آنا چنداں ضروری نہیں اور اس میں بلف کرنے کی کیا بات ہے۔ اپنی مضبوطی کے لئے میں ایسے انتظامات نہ رکھوں تو تم جیسے دوست مجھے ایک گھنٹے بھی زندہ نہیں رہنے دیں گے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس وقت اس کی زندگی کا دارومدار انہی انتظامات پر تھا جو اس نے کر رکھے تھے۔ اس کا دفاعی حصار ذرا بھی کمزور ہوتا تو یوں آزادانہ طور پر نہیں گھوم سکتا تھا۔ میں اسے پھانس لیتا۔

"گویا میں نے اب تک جو محنت کی تھی وہ رائیگاں ثابت ہوئی۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "میری چال تم نے مجھ پر ہی الٹ دی۔"

"نہیں، الٹی تو نہیں۔" ریڈل نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "لیکن مستقبل میں یہ ہو بھی سکتا ہے اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ

"میرا تو جی چاہ رہا ہے تمہاری شاگردی اختیار کر لوں۔" بڈ نے
"مجھے کسی باکمال آدمی کی تلاش تھی۔ چیف کی صلاحیتیں تو
نظر آنے لگی ہیں۔"

"یہ کھیل جو ہو رہا ہے اس کا انجام یہی ہونا ہے۔" ریڈل مسکرایا "تمہارا چیف حقائق کا سامنا کرنے سے گریزاں ہے۔ تم لوگوں کو بھی مذاق سوجھ رہا ہے مگر ایک وقت آئے گا جب سنجیدگی سے کچھ سوچ رہے ہو گے۔"

"تبھی تو پھر ٹھیک ہے۔" بڈ نے سرہلایا۔ "جو وقت کل آنا ہے وہ آج ہی کیوں نہ آجائے۔ جو کام ہمیں کل کرنا ہے اسے آج ہی کیوں نہ کر لیں۔"

"اچھے بچے آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتے۔" ریڈل نے سنجیدگی سے کہا "لیکن یہ مقولہ صرف اچھے بچوں کے لئے ہے۔ جب اچھے بچے بن جاؤ، میرے پاس چلے آنا۔ میں تمہاری پذیرائی کروں گا۔"

"تم بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہے ہو ریڈل۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن اسے یاد رکھنا کہ میں تمہیں بچ کر نہیں جانے دوں گا۔"

"زندگی بڑی ناپائیدار شے ہے علی! کون جانے تمہیں کل کا سورج بھی دیکھنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔" ریڈل نے بے پروائی سے کہا۔

"ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا اس پر ایمان ہے ریڈل! لیکن مجھے امید ہے کہ تمہارے کسی گرگے یا کرائے کے ٹٹو کے ہاتھوں نہیں مارا جاؤں گا۔ میں تمہارا مقروض ہوں ریڈل! اور یہ قرض میں جلد از جلد چکا دینا چاہتا ہوں۔"

"کون سے قرض کی بات کر رہے ہو علی۔" ریڈل نے بڑی معصومیت سے کہا "جزیرے والا یا ایئرپورٹ والا۔"

"جزیرے والا قرض تو میں عرصہ ہوا مع سود ادا کر چکا۔ وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا۔"

ریڈل نے بڑا بھرپور قہقہہ لگایا۔ "جسے تم آشیانہ کہہ رہے ہو وہ تو عارضی ٹھکانہ بھی نہیں تھا لیکن کوئی بات نہیں۔۔۔ تم چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر ہی جشن مناؤ۔ بڑی کامیابی تو تمہارے حصے میں آنے سے رہی۔"

"اصل کامیابی کا دن تو وہ ہو گا جب فلسطین یہودیوں کے تسلط سے آزاد ہو جائے گا لیکن تمہارے غرور کو خاک میں ملا دینا بھی میری ایک بڑی کامیابی ہو گی۔"

"تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میرے بعد کام رک جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ جو کام میں کر رہا ہوں میں نہ رہوں گا تو کوئی اور اسے آگے بڑھانے کے لئے میری جگہ لے لے گا۔"

"جو کچھ تم کر رہے ہو تم سے پہلے ایلیو ہاورڈ کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس کی عمر زیادہ ہو گئی تھی۔ تمہاری عمر زیادہ نہیں ہے۔ تم نے ایلیو ہاورڈ کی جگہ لی ہے۔ تمہارے بعد کوئی جواز نہیں رہ جائے گا۔ کوئی نیا تجربہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ جو کام ایلیو ہاورڈ نہیں کر سکا وہ ناممکن تھا۔ تمہارے چھوڑے ہوئے کام آگے بڑھانے کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ کام بے شک جاری رہے گا مگر سمتیں تبدیل ہو جائیں گی۔"

"ایک انسان کو خوش فہمیوں کی دلدل سے نکالنا کسی دوسرے انسان کے بس سے باہر ہوتا ہے۔" ریڈل نے کہا "تمہارا بھی یہی حال ہے۔ بے بسی کی انتہا کو پہنچ جانے کے باوجود بھی خوش فہمی کا دامن تمہارے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں مگر تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب میں نظروں کے سامنے نہیں رہوں گا اس وقت تم کیا کر لو گے؟"

"تم تو ایک لعنت ہو۔ تم اب بھی میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکو گے۔ گرینڈ ہال کے علاوہ کسی اور ملک میں تمہارے لئے پناہ نہیں ہے۔ یہاں کب تک رہو گے۔ کبھی تو یہاں سے جاؤ گے۔"

"کبھی۔" ریڈل نے مسخرانہ انداز میں کہا۔ "زیادہ سے زیادہ دو روز بعد میں فرانس واپس چلا جاؤں گا۔ جی چاہے تو کل آکر ٹکٹ دیکھ لینا۔ کل صبح میں سیٹ کنفرم کروا لوں گا۔"

"مجھے بہت لطف آئے گا ریڈل! کرائے کے ٹٹوؤں سے بچتے ہوئے مجھے تمہارے خلاف کچھ نہ کچھ کرنا ہے۔"

*****

"تم نے اس طرح یہاں آکر اچھا نہیں کیا۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ ہم اس وقت ایگزیکٹیو کلب کے ڈائننگ ہال میں بیٹھے تھے۔ ریڈل کے کمرے سے نکلنے کے بعد ایڈگر واپس چلا گیا تھا اور میں تہذیب اور بڈ کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے یہیں رک گیا تھا۔ ان دونوں نے بھی ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔

"کیوں اچھا نہیں کیا۔" تہذیب نے تیوریوں پر بل ڈالے۔ "اس معاملے کی انچارج میں ہوں۔ میں تم سے جواب طلبی کر سکتی ہوں کہ تم نے انچارج کی اجازت کے بغیر کوئی قدم کس طرح اٹھایا۔"

"بالکل پوچھ سکتی ہو۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔ "جب مجھ پر حملہ ہوا تو میں نے سوچا کیوں نہ لگے ہاتھوں ریڈل کو دھونس دیتا چلوں۔ ممکن ہے کام بن ہی جائے مگر کام نہیں بنا۔"

"مجھے۔۔۔۔ معلوم ہے کہ تم اصل بات نہیں بتاؤ گے۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "مگر یہ زیادتی بھی تو مت کرو۔"

"تم جانتی ہو تو کیوں پوچھ رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "یہ حقیقت

ہے کہ ریجنال جیسے شخص کے مقابلے پر انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"جب تم اپنے ساتھیوں سے کچھ چھپاتے ہو تو یوں لگتا ہے جیسے وہ اعتبار کے قابل نہ ہوں" بڈ نے مغموم لہجے میں کہا۔

"اپنے ساتھیوں کو میں اپنے آپ سے زیادہ معتبر سمجھتا ہوں لیکن ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ فرض کرو جن لوگوں کو میں اپنے منصوبے میں شریک کرتا ہوں ان میں سے کوئی دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور اس پر تشدد کیا جائے اور اس حد تک کیا جائے کہ وہ اپنی زبان بند نہ رکھ سکے تو کیا ہو گا؟"

"میں اپنی شکایت واپس لیتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "معاملے کی نزاکت کے پیش نظر تمہیں حق ہے کہ جو مناسب سمجھو کرو۔"

"لیکن انچارج تو سیڈم ہے۔" بڈ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میرا اس مشن کا انچارج ہونا بھی علی کے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔"

بڈ نے احمقانہ انداز میں منہ کھول دیا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"ریجنال کو یہ تاثر دینا ضروری ہے کہ ہم اس کے سامنے بے بس ہو رہے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ اس زعم میں مبتلا ہو جائے کہ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور علی کے لئے اسے بے خبری میں چھاپ لینا آسان ہو جائے گا۔۔۔ کیوں علی؟"

"تم بالکل درست سمجھیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہی کچھ کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"لیکن اس نگرانی وغیرہ کا کچھ فائدہ نہیں۔" بڈ نے مایوسی سے کہا۔ "ہم ناحق اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"جب تک کڑی نگرانی نہیں ہو گی تو منصوبہ کس کے خلاف بروئے کار لائیں گے؟" میں نے کہا۔ "نگرانی تو بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے چیف تم محض اس وجہ سے کمزور پڑ رہے ہو کہ معاملہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"میرے کمزور پڑنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے" میں نے کہا "اور ریجنال اسی مضبوطی کے باعث وہ خوش فہمی میں مبتلا ہے۔"

"تم یہ معاملہ میرے سپرد کر دو چیف! اس سے قبل بھی میں بعض ایسے کام کر چکا ہوں جو کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ تم دیکھنا میں اس معاملے کو کتنی خوش اسلوبی سے نمٹاتا ہوں۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اسے ٹھکانے لگا کے لاش غائب کر دیں گے اور خود اس کی تلاش شروع کر دیں گے۔"

"تمہیں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں نہیں دی جا سکتی۔۔۔ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے تم جزیرہ مرگ پر ہونے والی بے عزتی بھول گئے۔ ریجنال کو ختم کر دینے سے اس بے عزتی کا بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کی رسوائی بہت ضروری ہے۔ وہ ناقابل شکست ہونے کے زعم میں مبتلا ہے۔ اسے خود پر ناز ہے کہ وہ بہت اچھا منصوبہ ساز ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہر کامیابیاں صیہونیت مخالفین کی ناکامی کی مرہون منت ہوتی ہیں۔ اس وقت وہ صیہونیت کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ یہودیوں نے اسے اپنی تمام امیدوں کا مرکز بنا رکھا ہے۔ اگر اسے اس طرح چپکے سے مار کر اس کی لاش غائب کر دی جائے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ اسے تو یہودی دنیا کے لئے عبرت کا سامان بنانا ہے۔ کوئی ایسی صورت نکالنی ہے کہ آئندہ کسی کے ہاتھوں میں کوئی بڑی قوت مرکوز نہ ہونے پائے۔ یہودیوں کی سمجھ میں آ جائے کہ دشمن کو کمزور نہ سمجھا جائے۔ کسی حد تک تو یہ بات ان کی سمجھ میں آ چکی ہو گی لیکن اس کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک کہ ریجنال پر فیصلہ کن ضرب نہ لگا دی جائے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا۔" بڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تم بہت دور تک دیکھتے ہو چیف! اسی لئے تو میں تمہیں چیف کہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ تم تو ریجنال کی شاگردی میں جانے کی خواہش کا اظہار کر رہے تھے؟"

بڈ ہنسنے لگا۔ "آخر میں تمہارا معاون ہوں چیف! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ دوں۔"

"تمہیں معلوم تھا کہ بڈ پر قاتلانہ حملہ ہوا اس کے بعد مجھے بھی خدا نے بچایا اس کے باوجود تم یوں دندناتی ہوئی چلی آئیں۔ تمہیں احتیاط کرنی چاہئے تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔

"میں نے احتیاط کی ہے۔" تہذیب مسکرائی۔ "محافظوں کے جلو میں یہاں تک آئی ہوں اور اب ہم اسی طرح سفر کیا کریں گے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔ اس وقت ہمیں بے جا خطرات مول لینے سے گریز کرنا ہو گا۔"

***

رات کا ایک بج چکا تھا مگر جنرل ٹیری اور کیتھی براؤن نہ صرف جاگ رہے تھے بلکہ ہمارے منتظر بھی تھے۔ میں تہذیب اور بڈ انگریز جمخانہ کلب سے اسکواڈ کاروں کے جلو میں واپس آئے تھے۔

"میں تمہارے ہی انتظار میں جاگ رہا ہوں۔" جنرل نے مجھ سے کہا۔ "اور مجھے تم سے اہم نوعیت کی گفتگو کرنی ہے۔"

"ضرورت پڑنے پر تم مجھے سوتے سے بھی اٹھا سکتے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے خیریت تو ہے۔ بہت سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔"

"بات ہی ایسی ہے علی! ایک سرکاری مشنری کے اہل کاروں کا مارا جانا گوارا نہیں کر سکتا۔"

"اوہ!" میں بھی سنجیدہ ہو گیا "ہاں انسپکٹر بیمو تکل مارا گیا ہے لیکن اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"میں کسی غیر ملکی کو بھی ڈھیل دینے کے حق میں نہیں ہوں۔ تم خواہ مخواہ اس چکر میں آ گئے کہ اس کا تعلق فرانس سے ہے اور اگر اس کے خلاف کوئی اقدام اٹھایا گیا تو اس معاملے میں حکومت فرانس ملوث ہو جائے گی۔"

"میں خواہ مخواہ اس چکر میں نہیں آیا جنرل! کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟"

"حقیقت ہے تو ہوا کرے۔" جنرل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "سفارتی قوانین کا مقصد مجرموں کو تحفظ دینا نہیں۔ اگر کوئی شخص مجرم ہے تو اسے لازماً سزا ملنی چاہئے۔"

"تمہیں اس پر غور کرنا چاہئے علی!" کیتھی براؤن نے کہا "تم نے ریڈنل کو ڈھیل دینے کی انتہا کر دی ہے۔"

میں نے باری باری ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ "میں خود بھی تم دونوں سے متفق ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس سلسلے میں فوری طور پر کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"تم سمجھنا نہیں چاہ رہے ہو گے۔" جنرل بولا۔ "ورنہ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ ریڈنل کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"کس جرم میں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ یہاں تخریب کاری کر رہا ہے اس جرم میں۔"

"کیا تم اس پر الزام ثابت کر سکو گے جنرل؟"

"ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کر سکیں گے لہٰذا اسے ملک بدر کر دیں گے۔"

"اگر تم سمجھتے ہو کہ اس طرح اسے قرار واقعی سزا مل جائے گی تو ضرور اسے ملک بدر کر دو۔"

جنرل تیوری مجھے گھورنے لگا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس پر کوئی الزام بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا؟"

"شاید۔" میں نے مختصراً کہا۔

"جب آگ اپنے دامن تک پہنچ جائے تو مصلحتیں بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں۔" جنرل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آگ بجھانے کے لئے دامن تو کیا پورے پیراہن کی قربانی بھی دینا پڑے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"

"تمہاری بات سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ فی الوقت اس کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور ثابت کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے جواب دینے سے قبل چند لمحے غور کیا۔ وہ بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔ اس کے لہجے اور انداز سے بار بار خفگی ظاہر ہو رہی تھی لیکن اس میں بھی اپنائیت تھی۔ وہ گوٹے ہل میں مکمل طور پر بااختیار رہتے ہوئے بھی مجھ سے اجازت کا خواہاں تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اپنے طور پر ریڈنل کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا چکا ہوتا۔ میں اس کا کیا کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں اسے مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کے دل میں اپنے عوام سے بھی محبت موجود ہے۔ سرکاری ملازمین کو وہ ملک و قوم کا مجرم سمجھتا تھا اگرچہ گوٹے ہل کے سرکاری ملازمین میں بھی وہ تمام خامیاں موجود تھیں جو تیسری دنیا کے ممالک کے سرکاری ملازمین کا جزو لاینفک بن چکی ہیں لیکن اس کے باوجود جنرل یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انہیں کسی غیر کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑے۔ کچھ قصور میرا بھی تھا اگر میں اسے اپنے منصوبے میں شامل کر لیتا تو اس کے پاس صبر کرنے کے لئے کوئی جواز تو موجود ہوتا۔

"تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے جنرل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ریڈنل کے خلاف اتنا مواد بہرحال موجود ہے کہ اسے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر... تو پھر تمہاری خاموشی کا جواز کیا ہے۔" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں یہاں موجود نہیں تھا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ گوٹے ہل میں نئی گروپ کے ہیڈ کوارٹر میں دھماکا ہوا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ مگر یہی کیا کم ہے کہ تخریب کار کھل کھیلنے پر اتر آئے ہیں۔ اس کے بعد بڈ پر حملہ ہوا پھر تمہارا تعاقب کیا گیا جس کے نتیجے میں چار افراد مارے گئے۔ ان کا تعلق چونکہ شرپسند عناصر سے تھا اس لئے مجھے ان کی ہلاکت کا غم نہیں ہے لیکن اس کے تھوڑی ہی دیر بعد تم پر بھی حملہ ہوا۔ تم بچ گئے مگر دو دیگر افراد مارے گئے۔ ان میں سے ایک سرکاری مشینری کا ایک اہم پرزہ تھا۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر اتنی خون ریزی ہو چکی ہے علی مگر تمہارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی؟"

"ان تمام تخریب کاریوں کے عقب میں ریڈنل ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے نہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

"تبدیل کیا جا سکتا ہے؟" جنرل نے حیرت سے مجھے گھورا۔ "کیا یہ لایعنی بات نہیں ہے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ریڈنل کو گرفتار کر لیا جائے تو یہ واقعات رکیں گے نہیں۔ اسی طرح جاری رہیں گے۔"

"یہ بات تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"یہ محض میرا اندازہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ اندازہ غلط نہیں ہے۔ ہماری نظروں میں آنے کے بعد ریڈنل غائب ہو گیا تھا۔ کل رات کے بعد سے آج رات تک اس کی سرگرمیوں کے بارے میں ہم قطعاً لاعلم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس دوران وہ کیا کرتا رہا اور کہاں رہا؟"

"تم ایسی ہی واہیات باتوں میں الجھے رہنے کی وجہ سے کچھ کر نہیں پاتے۔" جنرل نے [illegible] لہجے میں کہا۔

"یہ واہیات باتیں نہیں ہیں جنرل! اس وقت میرے خلاف ایک نیٹ ورک کام کر رہا ہے۔ ریڈنل نے یہاں کے اہم جرائم پیشہ لوگوں سے رابطے قائم کر کے ایک ایسا مربوط نظام قائم کر دیا جو میرے خلاف کام کرتا رہے گا۔ گویا ایک طرح سے اسے خودکار نظام کہا جا سکتا ہے۔ رقم کی ان لوگوں کو کمی نہیں ہے اس لئے اس نے رقم تو دل کھول کر خرچ کی لیکن خود سامنے نہیں آیا اس لئے کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں اگر معلوم ہوتا تو ریڈنل کی گرفتاری پر معاملہ رک جاتا لیکن چونکہ کسی کو معلوم ہی نہیں کہ وہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں اس لئے جو کچھ انہیں بیڈ کر دیا گیا ہے وہ اسی طرح کرتے رہیں گے۔ ہاں اگر انہیں معلوم ہو کہ ان سے کام لینے والا ریڈنل ہے تو اس کی گرفتاری پر یہ تخریب کاریاں رک جائیں گی۔"

"اچھے مفروضات ہیں۔" جنرل نے سہلایا۔ "لیکن ان مفروضات کو بنیاد بنا لیا جائے تو آدمی عضو معطل ہو کر رہ جائے۔"

میں نے جنرل کو جواب دینے کے بجائے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور میرا ڈائریار کے نمبر ڈائل کئے۔ ریسیور خود ایڈگر نے اٹھایا تھا۔ میں نے اس کی بھرائی ہوئی آواز پہچان لی تھی۔

"میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا جناب۔" ایڈگر نے میری آواز پہچاننے کے بعد کہا "لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ سے کہاں رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت یہاں پولیس والوں کا ہجوم ہے۔ انہوں نے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔"

"مجھے یاد ہے ایڈگر! مجھے کچھ تاخیر ہو گئی لیکن بے فکر رہو چند منٹ کے اندر اندر وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے لیکن مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے تم کو فون اٹینڈ کرنے کی اجازت کیوں دے دی۔"

"اتنی رعایتیں تو مجھے مل ہی سکتی ہیں جناب! تھوڑا بہت اثر و رسوخ میرا بھی ہے لیکن یہ معاملہ چونکہ اونچی سطح کا ہے اس لئے میرے ہمدرد بھی بے بس ہیں۔"

میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور ایڈگر کی گلوخلاصی کرانے کے لئے تہذیب کو چند ہدایات دیں۔ تہذیب نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر سنبھال لیا۔

"اب تمہارے ہمدرد تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" میں نے ایڈگر سے کہا "اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔"

"ہے تو سہی لیکن اس کے لئے تخلیہ ضروری ہے اور میں گھرا ہوا ہوں۔"

"فون نمبر نوٹ کرو۔" میں نے ایک نمبر نوٹ کرایا۔ "اور جیسے ہی تنہائی میسر آئے مجھ سے بات کرو۔"

فون بند کر کے میں نے جنرل کی طرف دیکھا۔ "یہ بات ثابت کرنے کے لئے مجھے تھوڑی دیر اور لگے گی۔" میں نے کہا۔ "[illegible] لوگوں سے بات کر لیا جائے۔" تہذیب نے مجھ سے کہا۔ "ایڈگر کی جان چھوٹ جائے گی۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی اہم بات ہے جو وہ دوسروں کے سامنے نہیں بتا سکتا۔ اب وہ لوگ اس کے پاس سے ہٹیں تو وہ مجھے فون کرے۔"

"تم کہہ رہے تھے ریڈنل نے تمہارے خلاف کوئی نیٹ ورک قائم کر دیا ہے۔"

"اگر نہیں کیا تو میں اسے نااہل کہوں گا۔" میں نے جنرل کی بات کاٹ دی۔ "واقعات بھی اسی سمت اشارہ کرتے ہیں اور حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ میری توجہ اصل معاملے سے ہٹانے کے لئے مجھے مستقل طور پر الجھا لیا جائے۔"

"مجھے تو بس اس بات سے دلچسپی ہے کہ ریڈنل ٹھکانے لگے تو علی اپنا وعدہ پورا کرے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"کون سا وعدہ؟" بڈ بولا۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کچھ نہیں۔" تہذیب نے جلدی سے کہا اور کیتھی براؤن ہنسنے لگی۔

"تم لوگ ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟" بڈ نے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یاد رکھو بڈ سے کچھ چھپانا ممکن نہیں ہے۔"

"جب یہ ممکن ہی نہیں ہے تو تمہیں پریشانی کس بات کی ہے۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"تم لوگ بڈ کو تنگ مت کیا کرو۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ "دراصل علی نے ریڈنل کا قضیہ نمٹتے ہی گھر بسانے کا وعدہ کیا ہے۔"

"کیا۔" بڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اتنی بڑی بات سے مجھے بے خبر رکھا گیا۔"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"تم نے ضرور وعدہ کیا ہو گا چیف! کافی عرصے سے تم کسی بہانے کی تلاش میں تھے۔ میڈم بھی آگ میں تھیں کہ کوئی بہانہ ملے اور تم دونوں ٹھکانے لگو۔"

"یہ ٹھکانے کیا ہوتا ہے۔" میں نے بڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"ہم... میرا مطلب تھا شادی۔" بڈ ہکلایا۔

"یہ بدتمیز تو ہی ہے۔" تہذیب نے ناگواری سے کہا "اسے گفتگو تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں میڈم! لیکن شادی کرنا بدتمیزی تو نہیں کہلائے گی۔"

"بے ہودہ الفاظ کا استعمال تو بدتمیزی ہے۔"

"ٹھکانے کوئی بے ہودہ لفظ بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے بے معنی کہا جا سکتا ہے۔ جذبات کی شدت اور وارفتگی میں بھی ایسے بے معنی الفاظ بول دیے جاتے ہیں۔"

"ہماری شادی سے تمہارے جذبات کا کیا تعلق ہے؟" تہذیب نے اسے گھورا۔
"میں تم دونوں کو دل و جان سے بڑھ کر چاہتا ہوں۔ یہ خوش خبری سن کر خوشی میں دیوانہ ہو گیا تھا۔" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا۔
"اب فرزانگی کی حدود میں واپس آجاؤ۔ کیتھی براؤن مذاق کر رہی تھی۔"
"لیکن وہ شادی والی بات۔۔۔۔ وہ سہرے کے پھول کھلنے کے دل کش مناظر۔۔۔۔"
"ضرور پیش کیے جائیں گے۔" کیتھی براؤن نے بڑی بات اڑا کر کہا۔ "اگر کوئی اسے مذاق سمجھ رہا ہے تو وہ خود بھگتے گا۔"
اس نوک جھونک کے دوران جنرل ٹیریں خاموش تھا اور کسی گہری سوچ میں مستغرق دکھائی دے رہا تھا۔ دفعتاً چونک کر بولا۔
"ریگنل کو کب تک ڈھیل دی جاتی رہے گی؟"
"اسے ڈھیل ایک لمحے کے لیے بھی نہیں دی جائے گی۔"
میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تہذیب نے جب اسے کوئے تل میں غیر قانونی طور پر داخلے کے الزام میں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو اس نے پاسپورٹ اور ویزا دکھا کر تہذیب کو لاجواب کر دیا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ جعلی ویزا اور امیگریشن کی مہریں تو لگوا سکتا ہے مگر ایئرلائن کے مسافروں کی فہرست تبدیل نہیں کرا سکتا۔۔۔۔"
"تم نے۔۔۔۔ تم نے اس سے یہ بات کہی تھی۔" جنرل ٹیریں نے چونک کر کہا۔
"ہاں میں نے اس سے کہا تھا اور ساتھ ہی اسے تسلی بھی دی تھی۔۔۔۔"
"تم نے بہت برا کیا۔" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اسے گرفتار کر لینا چاہیے تھا۔"
میں نے کیتھی براؤن کی طرف دیکھا۔ "اس موقعے پر تمہیں میری طرف سے بولنا چاہیے۔" میں نے کہا۔
"مجھے!" کیتھی نے حیرت سے کہا۔ "اس معاملے میں، میں تمہاری کیا طرف داری کر سکتی ہوں؟"
"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کچھ بھی مخفی نہیں رہنے دیں گے۔ میں نے سوچا تھا کچھ کام رازداری سے کر لیا جائے لیکن لوگ اس قدر جذباتی ہو گئے کہ اب انہیں بھی شریک کرنا پڑے گا۔"
"خود ہی زباں بندی کے احکام جاری کرتے ہو اور پھر خود ہی گلے شکوے بھی کرنے لگتے ہو۔"
"اب تو زباں بندی کا حکم واپس ہو گیا۔ اب تو تم میری طرف داری کر سکتی ہو۔"
"یہ کیا چکر ہے۔" جنرل نے متجسس لہجے میں کہا۔ "ایسی کون سی بات ہے جو دوسروں سے چھپائی جا رہی ہے۔"
"ریگنل پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ٹھوس مواد کی ضرورت تھی اور ٹھوس مواد حاصل کرنے میں بھی وقت لگتا۔ دوسری طرف ریگنل کو روکنے کی اس کے سوا کوئی اور صورت بھی نہیں تھی کہ محفل نوف کو روکا جائے لہٰذا میں نے محفل نوف کے اعزاز میں ایک ہنگامی ڈنر کا اہتمام کیا تاکہ کوئے تل سے اس کی روانگی میں تاخیر ہو سکے اور اس کے بعد۔۔۔۔" میں نے خاموش ہو کر سوالیہ نظروں سے کیتھی کی طرف دیکھا۔
کیتھی میری نظروں کا مفہوم سمجھ گئی۔ "اس کے بعد علی نے پیرس ایک فون کیا۔" کیتھی نے کہا "دراصل علی کو شبہ ہے کہ ریگنل کا پاسپورٹ جعلی ہے۔"
"تو تم اس چکر میں ہو کہ ریگنل کو جو سفارتی تحفظ حاصل ہے وہ اس سے محروم ہو جائے۔" جنرل نے چونک کر کہا۔
"اس کے تجربات نہیں بن سکتی جنرل! میں چاہتا ہوں کہ جب اس پر ہاتھ ڈالا جائے تو وہ اِل جِل بھی نہ سکے۔ میں اسے مکمل شکست سے دوچار کرنا چاہتا ہوں جبکہ تم لوگ جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔"
"جب تم اپنے ساتھیوں تک کو بے خبر رکھو گے تو یہی ہو گا۔" تہذیب نے کہا۔
"کمال یہ ہے کہ جس بات سے سب بے خبر تھے وہ کیتھی براؤن کے علم میں کس طرح آگئی؟" بڈ بولا۔
"علی نے میرے سامنے ہی فون کیا تھا۔" کیتھی نے ہنس کر کہا۔ "بعد میں علی نے مجھ سے زبان بند رکھنے کی درخواست کی۔ اب میں علی کی درخواست رد کرنے سے رہی۔"
"اس میں تو شبہ نہیں ہے۔" جنرل نے سہلایا "علی کی درخواست رد نہیں کی جا سکتی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا پاسپورٹ جعلی نہ ثابت ہوا تو۔۔۔؟"
"توقع تو یہی ہے کہ پاسپورٹ اصلی نہیں ہو گا اگر ہوا تو کوئے تل کا ویزا جعلی ہو گا۔ میں نے مکمل تحقیقاتی رپورٹ کے لیے کہا ہے۔"
"گویا سارا دارومدار اس رپورٹ پر ہے جو فرانس سے موصول ہو گی۔" جنرل ٹیریں نے کہا "اگر رپورٹ موصول ہونے میں تاخیر ہو گئی تو تم کیا کرو گے؟"
"تاخیر نہیں ہو گی۔ رپورٹ زیادہ سے زیادہ صبح تک موصول ہو جائے گی۔"
"یہ بھی ذہن میں رکھو کہ رپورٹ ریگنل کے حق میں بھی ہو سکتی ہے۔" جنرل نے کہا۔
"یہ مت بھولو کہ وہ ایک فراڈ آدمی ہے۔ اس کا تعلق کیسی ہی منظم تنظیم سے کیوں نہ ہو لیکن ایک فراڈ شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اصل کاغذات کے چکر میں پڑے۔ اس کی سہولت تو جعلی کاغذات میں ہی مضمر ہوتی ہے جب اور جس کاغذ [illegible]

جنرل ٹیریں کے انداز سے میں نے محسوس کیا جیسے وہ قائل نہیں ہوا تاہم مروتاً وہ خاموش ہو گیا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے گزرے پھر اس سکوت کو فون کی گھنٹی نے توڑا۔ فون ایڈگر کا تھا۔
"ان لوگوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہے جناب۔" ایڈگر کہہ رہا تھا۔ "اگر آپ میری مدد نہ کرتے تو ان لوگوں سے گلوخلاصی ممکن نہ ہوتی۔"
"رسمی باتیں چھوڑو۔ تم بے قصور تھے اس لیے میں نے تمہاری سفارش کی۔ اب جلدی سے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہ رہے تھے؟"
"میرے پاس کسی نامعلوم شخص کا فون آیا تھا۔" ایڈگر نے کہا "اس نے مجھ پر الزام عائد کیا کہ میں نے جس پارٹی کے خلاف کام کرنے کے لیے معاوضہ لیا اسی سے مل گیا۔"
"اچھا۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "پھر تم نے اس الزام کا کیا جواب دیا؟"
"میں نے کہا کہ مجھے پہلے صحیح پوزیشن نہیں بتائی گئی تھی۔ یہ تو بہت اونچی سطح کا معاملہ ہے اور پھر میں نظروں میں بھی آگیا ہوں۔ اپنی جان بچانے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس پر اس شخص نے مجھے دھمکی دی اور کہا کہ معاملہ خواہ کسی سطح کا بھی ہو چونکہ میں معاوضہ وصول کر چکا ہوں لہٰذا اب اس معاملے سے ہاتھ نہیں کھینچ سکتا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے اس کے سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"
"بڑی دلچسپ صورت حال ہے۔" میں نے کہا۔ "اس شخص کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری نقل و حرکت پوری طرح اس کے علم میں ہے۔"
"جی ہاں، اور اس نے اگلی فرمائش جو کی ہے وہ بڑی خطرناک ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ علی یار خاں اب اسکواڈ کاروں کے ساتھ نقل و حرکت کر رہا ہے۔ مجھے ان اسکواڈ کاروں پر حملہ کرنا ہے۔"
"یہ تو واقعی تشویشناک بات ہے۔ اس طرح تو تم خود بھی خطرے سے دوچار ہو سکتے ہو۔"
"میں نے اس سے یہی کہا جس کے جواب میں اس نے کہا کہ یہ کام تو ہر قیمت پر ہونا ہے۔ اس نے یہ بھی جتایا کہ مجھے پہلے ہی کئی گنا زیادہ معاوضہ ادا کیا جا چکا ہے۔"
"تم نے اسے کوئی حتمی جواب دیا یا نہیں؟" میں نے ایڈگر سے پوچھا۔
"میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ معاوضہ کی رقم واپس کی جا سکتی ہے مگر اس نے مجھے سوچنے کی مہلت دی ہے۔ وہ مجھے دوبارہ فون کرے گا۔"
"یہ بہت اچھا ہوا۔ اب اس کا فون آئے تو تم ہامی بھر لینا مگر اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ تمہیں چونکہ میرے بارے میں علم نہیں

ہے کہ میں کہاں ہوں لہٰذا میری نشان دہی کر دی جائے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب!" اڈگر نے حیرت سے کہا۔ "میں اتنا خود کش قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"جو میں کہہ رہا ہوں تمہیں وہی کرنا ہے۔" میں نے قدرے سختی سے کہا۔ "اس سے آگے میرا کام ہے۔"

میں نے فون کر کے جنرل میرس کی طرف دیکھا۔ "میری بات درست ثابت ہوئی۔ رینڈل کا ترتیب دیا ہوا نیٹ ورک کام کر رہا ہے۔ اسکواڈ کا ملوں پر حملوں کی باتیں ہو رہی ہیں۔"

"یعنی ہمیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی کہ رینڈل نے کن لوگوں کو تمہارے پیچھے لگایا ہے۔" جنرل نے تشویش سے کہا۔

"اگر ہم نے اس قسم کا کوئی قدم اٹھایا تو اس میں پھنس کر رہ جائیں گے اور رینڈل کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ اس چکر میں ہے کہ میری توجہ اس کی طرف سے ہٹ جائے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مجھے میک اپ کا سہارا لینا پڑے گا۔ وہ میری تلاش میں ہاتھ پیر مارتے رہ جائیں گے۔ تم بس اتنا کرو کہ جنس ڈلے کو میرس محل طلب کر لو۔"

"اوہو" جنرل نے ہونٹ سکوڑے۔ "گویا اب تم جنس ڈلے کے میک اپ میں کام کرو گے؟"

"کیا کیا جائے مجبوری ہے۔"

"لیکن اپنا وعدہ مت بھول جانا۔" کیتھی براؤن نے مجھے ٹوکا۔ "رینڈل سے نمٹتے ہی تمہیں یہ وعدہ پورا کرنا ہو گا۔"

"اب اتنا خوف زدہ بھی مت کرو کہ میں رینڈل کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تہذیب اتنی بری تو نہیں ہے۔" کیتھی نے آنکھیں نکالیں اور میں گڑبڑا گیا۔

"بات یہ نہیں ہے۔۔۔" میں نے کہنا چاہا مگر اڈگر نے میری بات کاٹ دی۔

"تو گویا وہ شادی والی بات سچ تھی اور تم دونوں ہی اس بات کو مذاق قرار دیتے رہے؟"

"بے وقوف آدمی۔" میں نے جھنجلا کر کہا "کیتھی نے یکطرفہ طور پر یہ بات کہی تھی۔"

"اس بار میں تم لوگوں کو چھوڑوں گی نہیں۔" کیتھی نے کہا۔ "بہت عرصہ تم لوگوں کو برداشت کیا ہے۔"

"جب وقت آئے گا تب دیکھیں گے۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور بات ختم ہو گئی۔

****

میں رات دو بجے کے بعد سویا تھا اور صبح سات بجے کے قریب مجھے اٹھا دیا گیا۔ میرس محل کے ٹیلی پرنٹر پر پیرس سے پیغام موصول ہوا تھا۔ میں یہ تاکید کر کے سویا تھا کہ اگر کوئی پیغام ہو تو مجھے اٹھا دیا جائے۔ میرے ساتھ تہذیب بھی اٹھ گئی تھی۔ میں نے ٹیلیکس پر سرسری نظر ڈالی۔ وہ ایک مخصوص کوڈ میں تھا اور یہ بھی میری ہدایت کے مطابق تھا۔

میں جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر آیا اور ٹیلیکس کے پیغام کو ڈی کوڈ کرنے بیٹھ گیا۔ تہذیب میری کرسی کے عقب میں کھڑی مجھے کام کرتے دیکھ رہی تھی۔ مختصر سا پیغام تھا جسے میں نے دس منٹ کے اندر اندر ڈی کوڈ کر لیا۔ اس پیغام کے مطابق رینڈل کے پاس نہ تو فرانس کی شہریت تھی اور نہ ہی کسی پاسپورٹ آفس سے اس نام کے کسی شخص کو پاسپورٹ جاری کیا گیا تھا۔

"تم نے دیکھا۔" میں نے تہذیب کی طرف مڑ کر کہا "رینڈل جعلی پاسپورٹ پر کس طرح دندناتا پھر رہا ہے؟"

"ہاں" تہذیب نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن اس کے پاسپورٹ کے بارے میں فرانس سے تفتیش کرنے کا خیال کسی اور کے ذہن میں کہاں آ سکتا تھا۔"

"اس کی یہ سب سے بڑی مضبوطی تھی تہذیب! اور ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی تھی۔ اس کے سان و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ میں اس حد تک آگے بھی جا سکتا ہوں۔"

"اب تو یہ ثابت ہو گیا کہ رینڈل کو سفارتی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ اب تو اس کے خلاف ڈائریکٹ ایکشن ہونا چاہیے۔"

"نہیں تہذیب! ایکشن تو اس کے خلاف ضرور لیا جائے گا مگر ابھی نہیں۔۔۔ ہمیں تحمل کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔"

"لیکن علی! تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارا منصوبہ کیا ہے؟" تہذیب نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"منصوبہ بہت سادہ ہے جان علی! یہ رپورٹ جو مجھے بھجوائی گئی ہے یہی رپورٹ کو نے ال میں فرانسیسی سفارت خانے کو بھی بھجوائی گئی ہو گی۔ میں انسپکٹر جنس ڈلے کے میک اپ میں سفارت خانے جاؤں گا اور وہاں کے کسی ذمے دار فرد سے ملاقات کر کے ان سے درخواست کروں گا کہ فی الحال اس معاملے میں خاموشی اختیار کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سفارت خانے سے بات باہر نکل جائے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"رینڈل بے خبر رہے گا اور ہم اپنے منصوبے پر کام کرتے رہیں گے۔"

"میرے خیال میں تو اب کسی منصوبے وغیرہ کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم اس پر براہ راست ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"کس جرم میں؟" میں نے بڑی معصومیت سے کہا اور تہذیب مجھے گھورنے لگی۔

"کیا اب بھی اس سوال کی کوئی گنجائش باقی بچی ہے؟"

"نہیں بچی ہو گی۔" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن اگر اسے یوں آسانی سے پکڑ لیا گیا تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"تم بتاتے کیوں نہیں کہ آخر تم کس چکر میں ہو؟" تہذیب نے تیز لہجے میں کہا۔

"چکر صرف رینڈل کا ہے۔ اس میں کوئی لڑکی تو ملوث نہیں جو تمہیں تشویش ہو رہی ہے۔"

"اگر ہو بھی تو مجھے کیا۔" تہذیب نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "میرا تم پر کوئی ایسا حق نہیں جس کے تحت تمہیں روک سکوں۔"

"اور وہ جو کیتھی براؤن کہہ رہی تھی۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"کیتھی براؤن احمق ہے۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا "خواہ مخواہ تم پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ میں نے اسے منع بھی کیا تھا مگر وہ نہیں مانی۔"

"وہ تو ہم دونوں پر دباؤ ڈال رہی ہے۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "صرف مجھ پر ہی تو دباؤ نہیں ڈال رہی۔"

"اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔" تہذیب نے اپنی ہی دھن میں کہا "میں کسی بھی شخص کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کرنے کے خلاف ہوں۔ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے۔"

"اور اس شخص کے بارے میں کیا کہو گی جس نے اپنی زندگی کو کسی دوسرے کی مرضی کے مطابق ڈھال لیا ہو؟" میں نے کہا۔

تہذیب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "تم بے احمق کہیں کے۔ اس لیے کہ تم نے مجھے اصل موضوع سے بھٹکا دیا ہے۔ بات ہو رہی تھی اس منصوبے کی جو تم نے رینڈل کے لیے بنایا ہے۔"

"سچی بات بتاؤں تہذیب۔" میں نے دفعتاً سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "منصوبے کے خدوخال میرے ذہن میں واضح نہیں ہیں۔ اس کا انحصار رینڈل پر ہے۔ معلوم نہیں وہ کیا قدم اٹھاتا ہے۔ بس میں پوری طرح تیار ہوں۔ رینڈل جو بھی قدم اٹھائے مجھے اس کا توڑ کرنا ہے اور مناسب وقت پر اس پر ضرب لگانی ہے۔ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ یہ سب تو پیش بندیاں ہیں۔"

"میرا خیال ہے اب تم سچ بول رہے ہو۔" تہذیب مسکرائی۔

"میں جھوٹ کب بولتا ہوں۔" میں نے معصومیت سے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"تم اتنی سادگی سے جھوٹ بولتے ہو کہ بڑے بڑے دھوکا کھا جائیں۔"

"اب تک جنس ڈلے یہاں پہنچ چکا ہو گا۔ مجھے اس کے روپ میں فوری طور پر کام شروع کر دینا چاہیے۔ رینڈل کو کم سے کم موقع ملنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر سبقت لے جائے۔"

****

ٹھیک نو بجے میں فرانسیسی سفارت خانے میں داخل ہو رہا تھا۔ استقبالیہ پر موجود حسین فرانسیسی لڑکی نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔

"ایک نہایت اہم معاملے میں مجھے سفیر محترم سے ملنا ہے۔" میں نے انسپکٹر جنس ڈلے کے نام کا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے فرانسیسی میں کہا۔

"آپ۔۔۔۔۔ آپ فرانسیسی ہیں موسیو۔" لڑکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مقامی انٹیلی جنس میں کسی غیر ملکی کا تقرر کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر آپ اتنی عمدہ فرنچ کس طرح بول رہے ہیں۔ کیا آپ نے فرانس میں طویل عرصہ گزارا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا "فرانس میں گیا ضرور ہوں مگر وہاں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"کمال ہے موسیو۔" اس نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔ "آپ پر تو اہل زبان کا گمان ہوتا ہے۔"

"ہم لوگوں کا پیشہ ہی ایسا ہے۔ زبانیں سیکھنی ہی پڑتی ہیں۔" لیکن کم محسوس ہوتی ہیں۔"

"آپ سفیر محترم سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں؟"

"یہ بات تو میں انہی کو بتا سکوں گا۔" میں نے شائستہ لہجے میں کہا۔

"کوئی ٹاپ سیکرٹ قسم کا معاملہ ہے؟" اس نے تجسس انداز میں کہا۔

"یہی سمجھ لو۔"

اس نے مجھے سفیر کی سیکرٹری کے کمرے میں بھیج دیا۔ جہاں ایک بار پھر مجھے اس قسم کے سوال جواب کا سامنا کرنا پڑا اور آخر چند منٹ بعد سفیر صاحب مجھ سے ملنے پر آمادہ ہو گئے مگر انہوں نے مجھے صرف پانچ منٹ کا وقت دیا تھا۔ سفیر نے خاصی سرد مہری کا مظاہرہ کیا لیکن جب میں نے اس سے رواں فرانسیسی میں گفتگو شروع کی تو اس کی سرد مہری میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئیں۔

"پیرس پولیس سے مجھے پیغام ملا تھا کہ کوئی انسپکٹر جنس ڈلے مجھ سے ملنے آرہا ہے۔" سفیر نے کہا۔ "کیا تمہیں فرانس کے ویزے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسی بات بھی تو تمہیں۔۔۔"

"آپ کے سامنے میز پر ایک ٹیلیکس میسج رکھا ہے۔ میں اسی پیغام کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"او ہو!" سفیر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "یہ بڑا الجھا دینے والا معاملہ ہے لیکن تمہیں اس ٹیلیکس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ انکوائری ہم نے سرکاری طور پر کرائی ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔" سفیر نے قدرے جھنجلا کر کہا۔ "اگر کسی شخص کے پاس فرانس کا جعلی پاسپورٹ ہے تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"یہ شخص جس کا نام ریندل ہے ان دنوں بمبئی میں موجود ہے اور ہم اس پر اس لئے ہاتھ نہیں ڈال سکے کہ اسے سفارتی تحفظ حاصل تھا۔"

"تم بڑے شوق سے اس پر ہاتھ ڈال دو۔ اب وہ سفارتی تحفظ سے محروم ہو چکا ہے۔" سفیر نے کہا "تاہم یہ اتنی اونچی سطح کا معاملہ تو ہرگز نہیں ہے کہ مجھ تک لایا جاتا۔"

"بعض مصلحتوں کے تحت ہم فوری طور پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ اسے ابھی تو سفارتی تحفظ حاصل ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سفیر نے سر ہلایا۔ "میں اپنے عملے کو تاکید کر دیتا ہوں کہ اس معاملے کو ٹاپ سیکرٹ رکھا جائے لیکن یہ تو حکومت فرانس کا مجرم ہے۔"

"یہ ایک عالمی مجرم ہے جناب! معلوم نہیں اس کے پاس کتنے ملکوں کے جعلی پاسپورٹ ہوں گے۔"

"ہمیں اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔" سفیر نے کہا "یہ بات تو ہم نے ثابت کی ہے۔"

"لیکن اس کی نشاندہی ہم نے کی ہے۔ اگر ہم نشاندہی نہ کرتے تو یہ شخص یونہی دندناتا رہتا۔"

"یہ ملکوں کے معاملات ہیں انسپکٹر! تمہاری سمجھ میں آسانی سے نہیں آئیں گے۔ میں اس معاملے کو سفارتی سطح پر اٹھاؤں گا۔"

"میں نے عرض کیا تھا کہ وہ ایک عالمی مجرم ہے۔ غالباً آپ نے میری اس عرض داشت پر توجہ نہیں دی۔"

"میں نے سن لیا ہے۔" سفیر نے بیزاری کا مظاہرہ کیا "تمہارا کام ختم ہو گیا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں جناب!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "یہ معاملہ جو بھی ہے اس کا فیصلہ اسی میز پر ہوگا۔"

"تم شاید سفارتی آداب سے واقف نہیں ہو۔" سفیر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اور پھر میرے پاس وقت بھی نہیں ہے۔"

"جب معاملہ ریندل جیسے مجرم کا ہو تو آداب بالائے طاق رکھ دینے پڑتے ہیں اور زبان و مکان کی قیود سے آزاد ہو کر بات کرنی پڑتی ہے۔"

"میں تمہیں مزید پانچ منٹ دے سکتا ہوں اور وہ بھی محض اس لئے کہ تم ایک دعوا کر رہے ہو۔"

"ایک عالمی صیہونی تنظیم ہے جس کا نام اینگلز ہے۔ ممکن ہے آپ نے اس تنظیم کا نام سنا ہو ممکن ہے نہ سنا ہو۔ تاہم اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص اس تنظیم کا سربراہ ہے۔"

"تمہیں یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں اور کیا ضروری ہے کہ یہ معلومات حقائق پر مبنی ہوں؟"

"ان معلومات کے حصول کے عقب میں کئی برسوں اور سینکڑوں افراد کی محنت شامل ہے سفیر محترم! اور ان کے غلط ہونے کا ایک فیصد بھی احتمال نہیں ہے۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کہہ سکتے ہو مگر میں نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے تمہاری باتوں پر یقین کیا جا سکتا ہے۔"

"وقت آنے پر یہ بات ثابت بھی کر دی جائے گی جناب!" میں نے کہا۔

"تمہیں آخر کون سے وقت کا انتظار ہے؟"

"جتنے بڑے پیمانے پر یہ تنظیم سرگرم عمل ہے اس کے پیش نظر یہ توقع ہے کہ اس شخص کی گرفتاری کے بعد [illegible] کی حکومت کو بین الاقوامی دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اگر ہم نے فوری طور پر اس پر ہاتھ ڈال دیا تو اس کے خلاف جو گواہ پیش کئے جائیں گے انہیں جعلی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں جان سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس پر اس انداز میں ہاتھ ڈالا جائے کہ اس کے مجرم ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔"

"مجرموں کی سرکوبی میں تعاون کرنا ہر پرامن شہری کا فرض ہے۔" سفیر نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا "ریندل نامی اس شخص کے پاس فرانس کا جعلی پاسپورٹ ہے۔ اس اعتبار سے یہ شخص حکومت فرانس کا مجرم قرار پاتا ہے۔ اس اعتبار سے ہماری حکومت مطالبہ کر سکتی ہے کہ اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے لیکن جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو پھر زیادہ سنگین الزامات کے تحت اس پر پہلا حق تمہاری حکومت کا بنتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ تم اپنے الزامات ثابت کر سکو۔"

"یہ بات آپ کے علم میں آج آئی ہے لیکن ہمیں بہت پہلے سے علم ہے کہ اس نے پیرس کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے۔"

سفیر کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نظر آئے۔ "اگر ایسا ہے تو تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے ہی ہمیں مطلع کر دیتے۔"

"وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا شخص نہیں ہے اور نہ ہی پہلے ہمیں یہ معلوم تھا کہ اس کے پاس جعلی شناختی کاغذات ہیں۔ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ اس کے پاس فرانس کی شہریت ہوگی۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جنس ڈلے! میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے دعووں کی روشنی میں تمہیں ایک موقع ضرور ملنا چاہئے لیکن اگر وہ بچ نکلا تو کیا ہوگا۔"

"آپ بے فکر رہیں جناب۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "اس کے گرد ہمارا گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ وہ بچ کر نہیں نکل سکے گا۔"

میں سفیر کے کمرے سے نکلا تو اس کی سیکرٹری نے خاصے متجسس انداز میں مجھ سے پوچھا۔ "آپ پورے بیس منٹ اندر رہے ہیں جبکہ آپ کو صرف پانچ منٹ دیے گئے تھے۔"

"ہاں تمہارا سفیر مجھے کچھ جچا نہیں۔" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "اگر اس کی جگہ کمرے میں تم ہوتیں تو کم از کم ایک گھنٹہ ضرور کمرے کے اندر گزارتا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "میں سمجھ گئی۔" اس نے شوخی سے کہا "ضرور کوئی ایسی اہم بات ہے جو آپ مجھے بتانا نہیں چاہتے۔"

"ابھی تو مجھے ایک اور جگہ پہنچنا ہے۔" میں نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کسی روز فرصت سے تمہیں ڈنر پر مدعو کروں گا۔"

"شکریہ موسیو۔" اس نے مجھے ایک دلکش مسکراہٹ سے نوازا۔ "میں آپ کی دعوت ضرور قبول کروں گی۔"

٭٭٭

"مرزو، ریان اور کلارا بہت مضطرب ہیں۔" تہذیب نے مجھے بتایا "برسوں سے کسی نے الٹ کر ان کی خبر نہیں لی ہے۔"

"انہیں مضطرب رہنے دو اور ان سے کہو فی الحال اپنی حفاظت خود کریں ویسے مجھے توقع نہیں ہے کہ اس موقع پر انہیں کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"سفیر کیا کہتا ہے؟" جنرل نعیری نے پوچھا۔

"میں نے اسے ریندل کی حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے لیکن اسے میری باتوں پر یقین نہیں تھا۔ تاہم وہ مجھے ایک موقع دینے پر تیار ہو گیا ہے۔"

"دوسرے تو پھر بھی تمہاری خواہش کا احترام کر لیتے ہیں مگر تم کبھی کسی دوسرے کی خواہش کا احترام نہیں کرتے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ اس وقت تم انسپکٹر جنس ڈلے سے مخاطب ہو۔" میں نے بارعب انداز میں کہا۔

"بات اڑانے کی کوشش مت کرو۔ شکل بدل لینے سے ۔۔۔ نہیں بدل جایا کرتے۔"

"میں نے رات سے اب تک بہت غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خواہ دوسروں کی خواہش کا احترام کیا جائے یا نہ کیا جائے مگر کسی کے جذبات سے نہیں کھیلنا چاہئے۔"

"اس فلسفیانہ جملے کا کیا مطلب ہوا۔" کیتھی براؤن نے ۔۔۔ تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔ "کہیں تم مجھ پر کوئی الزام تو نہیں عائد کر رہے۔"

"او ہو! ایک تو تم بہت جلد بدگمانی میں مبتلا ہو جاتی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا "میرا روئے سخن تمہاری طرف ہرگز نہیں تھا۔"

"جب تم سیدھی سادی گفتگو کرنے کے بجائے اشاروں اور کنایوں میں باتیں کرو گے تو غلط فہمیوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔"
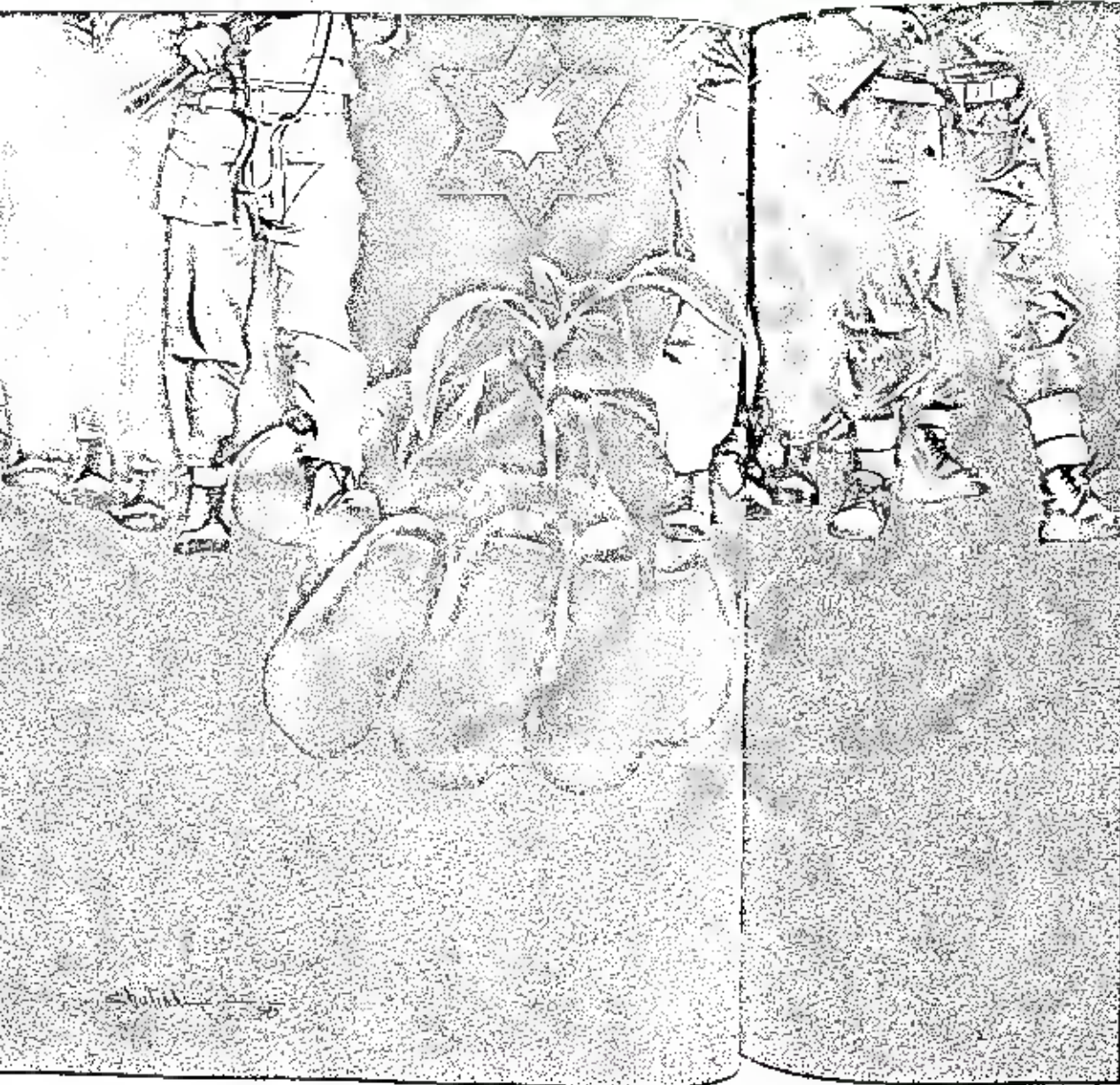
"بات تو تب ہی ہے کہ اشاروں اور کنایوں میں سے اصل مطلب برآمد کرلیا جائے۔ غلط فہمی میں تو ہر شخص مبتلا ہو سکتا ہے۔ غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا کوئی کمال تو نہیں ہے۔"

"تم دیکھ رہی ہو۔" کیتھی نے شاکی انداز میں تہذیب سے کہا۔ "علی مجھے کس قدر پریشان کر رہا ہے اور تم ایک لفظ بھی نہیں بول رہیں۔"

"کیتھی میں تو خود اس معاملے میں ایک فریق ہوں۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میں تو نہ علی کی طرف سے بول سکتی ہوں اور نہ تمہاری طرف سے۔"

"فریق ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ آدمی ایک غلط بات دیکھ کر بھی چپ رہے۔ تم کم از کم غلط بات پر کسی کو ٹوکنے کا حق تو رکھتی ہی ہو۔"

"میں نے تو تمہیں سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن تم نے نہ کون سا میری بات مان لی ہر بار وہی تذکرہ نکال کر بیٹھ جاتی ہو۔"

"میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم دونوں اصل میں ایک ہی ہو۔ جو کچھ علی کہے گا وہی تم بھی کہو گی۔ فرق صرف الفاظ اور انداز کا ہوگا۔"

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ ایک ہی رہیں۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "یہ نہ ہو کہ ہمارے درمیان بھی ویسی ہی خلیج پیدا ہو جائے جیسی تمہارے اور جنرل کے درمیان ہے۔"

"تم لوگ اپنی باتوں میں مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہو۔" جنرل نے آنکھیں نکالیں۔

"دیکھا... دیکھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "یعنی تمہاری باتیں الگ ہیں اور جنرل کی الگ... جبکہ میں اور تہذیب ایک ہی ہیں۔"

"اس معاملے میں تو جنرل بھی میرے ہمنوا ہیں۔" کیتھی نے فخریہ انداز میں کہا۔ "کیوں جنرل؟"

"یعنی خواہش تو میری بھی یہی ہے کہ ان دونوں کے درمیان فاصلے اب ختم ہو جانے چاہئیں لیکن جب یہ لوگ راضی ہی نہیں ہیں تو کوئی اور کیا کر سکتا ہے۔"

"ہم نے اتنے عرصے تک یہ معاملہ ان دونوں پر چھوڑے رکھا۔ انہیں چاہئے تھا کہ دوسروں کو اپنی طرف انگلی اٹھانے کا موقع ہی نہ دیتے مگر جب انہوں نے ہمیں مایوس کیا تو مجبوراً مجھے

دخل اندازی کرنا پڑی۔" کیتھی نے کہا۔

"اس دخل اندازی کے چکر میں تم سرحدوں کے بہت اندر تک گھس آئی ہو۔ اب بس بھی کرو۔" میں نے کہا۔

"مغل قبیلے تک فوجوں کی واپسی ناممکن ہے۔" کیتھی نے جنگجویانہ انداز میں کہا "پیش قدمی جاری رہے گی۔"

"یہ تو اچھا ہے کہ بڑ یہاں موجود نہیں ہے ورنہ جو کبھی لڑنی پڑ جاتی۔"

"تم سب کچھ کہتا مگر اصل موضوع پر نہ آتا۔"

"تم تو مجھے بہت بڑا کریڈٹ دیئے دے رہی ہو۔" میں نے حیرانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنی اس صلاحیت کا علم نہیں تھا کہ خواتین کو بھی موضوع سے بھٹکا سکتا ہوں۔"

"نہیں بھٹکا سکتے۔" کیتھی نے مسکرا کر کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں جب ایک خاتون کسی بات کا تہیہ کئے بیٹھی ہو۔"

"ایمانداری کی بات یہ ہے کہ کیتھی ٹھیک کہہ رہی ہے۔" جنرل میرس بولا "لیکن جتنا اصرار یہ کر رہی ہے وہ غیر مناسب ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ ساری باتیں محض وقت ہیں۔" تہذیب نے بڑی سنجیدگی سے کہا "جو خواہش تم لوگوں کی ہے وہی ہماری بھی ہے مگر پہلے رینڈل والا معاملہ تو نمٹ جائے۔"

"ہم کون سا کسی بات پر فوری اصرار کر رہے ہیں۔" کیتھی نے ترکی بہ ترکی کہا "بات صرف وعدے کی ہی تو ہے۔ تم لوگ وعدہ کر لو، یہ تذکرہ ہی ختم ہو جائے گا۔"

"کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور تہذیب نے ایک طویل سانس لی۔

"اگر تم اس تذکرے سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو تو وعدہ کر لو۔" تہذیب نے کہا۔

"ایک کے وعدہ کرنے سے کام نہیں چلے گا۔" کیتھی نے للکار کر کہا۔ "دونوں کو وعدہ کرنا پڑے گا۔"

"میں پہلے ہی بہت عاجز آ چکی ہوں۔ تمہارے پاس اس کے سوا کوئی اور موضوع ہی نہیں بچا۔ تم مجھ سے جو وعدہ کروانا چاہو کرنے کو تیار ہوں۔"

"اور تم کیا کہتے ہو؟" کیتھی میری طرف متوجہ ہوئی۔

"تمہیں معلوم ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے۔ اس معاملے میں کیسے کر سکتے ہیں۔"

"واشگاف الفاظ میں وعدہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اپنے الفاظ سے کوئی فائدہ اٹھا جاؤ۔"

"تم تو جنگ کے موڈ میں ہو بابا۔" میں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "میں اپنے الفاظ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

کیتھی نے فاتحانہ انداز میں دونوں ہاتھ بلند کئے۔ "آخر ایک جنرل کی بیوی ہوں۔ مجھ سے جیتنا کوئی مذاق تھوڑی ہے۔"

****

میں سرِشام ہی کلارا اور زیوڈ بیان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہوٹل کے اسی کمرے میں مقیم تھے جو میلی نوف کے کمرے کے پیچھے واقع تھا۔ آٹھ بجے اسی ہوٹل میں میلی نوف کے اعزاز میں ڈنر دیا جانا تھا جس کا انتظام میں نے کرایا تھا۔ اس ڈنر کا مقصد میلی نوف کو وقتی طور پر کوئے طل میں روکنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ رینڈل کے خلاف تحقیقات کرنے کے لئے مجھے وقت چاہئے تھا۔ کام میری توقع سے بہت پہلے ہو گیا تھا اور اب میں رینڈل کو گرفت میں لینے کے لئے پر تول رہا تھا۔ ڈنر تو بہرحال دیا جانا تھا۔

انسپکٹر جنس ڈولے کے میک اپ میں ان دونوں کے کمرے میں داخل ہوا۔ "محسن علی یار خان ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا اور ایک اجنبی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر کھڑا ہوتا ہوا زیوڈ بیان ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گیا۔

"میک اپ کرنے کے فن میں تو آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "میں تو کبھی آپ کو پہچان ہی نہیں سکتا تھا۔"

"فن کے اس آرٹ کو میں نے تو بہت قریب سے دیکھا ہے۔" کلارا بولی۔ "واقعی یہ بڑا حیران کن معاملہ ہے۔"

"میں نے سوچا تھا اس بار میک اپ کا سہارا نہیں لوں گا۔" میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "لیکن تمہارے موشے بابا نے مجھے مجبور کر دیا۔"

"وہ کیسے؟" ان دونوں نے بیک وقت حیرت سے کہا۔

"مجھ پر تابڑ توڑ قاتلانہ حملے ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اپنی جان بچانے کی یہی صورت نظر آئی کہ حملہ کرنے والوں کی نظروں سے ہی اوجھل ہو جاؤں۔"

"یعنی آپ خوف زدہ ہو گئے۔" زیوڈ بیان نے انتہائی حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"میں حملہ آوروں سے الجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ رینڈل کو مجبوراً منظرِعام پر آنا پڑا تھا اور وہ یہ انتظام کر کے منظرِعام پر آیا تھا کہ مجھے سکون کا سانس نہیں لینے دے گا۔ اگر میں حملہ آوروں کی طرف توجہ دیتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ رینڈل کی طرف سے میری توجہ ہٹ جاتی اور وہ بچ کے نکل بھی سکتا تھا۔"

"بچ کے تو وہ اب بھی نکل سکتا ہے۔" کلارا نے متفکرانہ انداز میں کہا۔ "وہ انتہائی شاطر آدمی اور شیطانی دماغ کا مالک ہے۔ ایسے ایسے منصوبے بناتا ہے کہ عقل دنگ رہ جائے۔"

[illegible]

"دم بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ رینڈل کو ایسے شکنجے میں کسوں گا کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔"

"آپ مسئلے کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔" زیوڈ بیان نے کہا۔ "رینڈل کے سلسلے میں آپ کو اپنے آدمیوں پر بھروسا کرنا پڑے گا۔"

"مجھے معلوم ہے زیوڈ کہ میں کس حد تک اپنے آدمیوں پر بھروسا کر سکتا ہوں۔ مجھے رینڈل کی حدِ پرواز کا بھی اندازہ ہے۔"

"آپ تو یہاں بیٹھے ہیں۔" زیوڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا "ممکن ہے رینڈل آپ کے آدمیوں کو دھوکا دے کر نکل بھی چکا ہو؟"

"میلی نوف۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "جب تک میلی نوف یہاں موجود ہے رینڈل بھی موجود ہے۔ آخر میلی نوف انٹیلی جنس کی بائی کمان کا ایک ممبر ہے۔ رینڈل اسے کسی اور کے رحم و کرم پر کیوں کر چھوڑ سکتا ہے۔"

"وہ ایک ایسا ناقابلِ اعتبار آدمی ہے جس کے بارے میں کوئی بات بھی یقین سے نہیں کی جا سکتی۔" کلارا نے کہا "اور پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں انتظار کس بات کا ہے۔"

"رینڈل کی نگرانی اور گرفتاری کے لئے میں نے تہذیب کو انچارج بنا دیا ہے۔ وہی اس معاملے کو دیکھ رہی ہے۔"

"تہذیب کی صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں ہے۔" کلارا نے متفکرانہ انداز میں کہا "لیکن رینڈل کے مقابلے پر وہ کچھ بھی نہیں۔ اس کے مقابلے کے لئے تو تمہیں خود میدان میں اترنا پڑے گا۔"

"تہذیب کو بھی تو میں نے ہی انچارج بنایا ہے۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ اس کا مقابلہ صرف میں ہی کر سکتا ہوں تو تمہیں میرے فیصلے پر بھی اعتماد کرنا چاہئے۔"

"تمہاری صلاحیتوں پر تو اعتماد ہے لیکن اس پر شبہ ہے کہ تم رینڈل کی مکاریوں اور شاطرانہ ذہنیت سے پوری طرح واقف ہو۔"

"اس کے باوجود کہ میں چھ ماہ سے زیادہ اس کی قید میں رہا۔ کوشش کے باوجود اس کا سراغ نہیں لگا سکا اور یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ اگر وہ ایک بار نظروں سے اوجھل ہو گیا تو پھر اس کا سراغ لگانے کے لئے طویل جدوجہد کرنا پڑے گی۔"

"تمہارے لئے دعا ہی کی جا سکتی ہے۔" کلارا نے کہا "کاش رینڈل تمہارے ہاتھوں سے بچ کر نہ نکل سکے۔"

"فی الحال تو میلی نوف کے اعزاز میں ڈنر دیا جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" زیوڈ بولا۔ "پروگرام کے مطابق میلی نوف کو آج روانہ ہو جانا چاہئے تھا۔"

"یہ سب کچھ میرے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔ میلی نوف نے اپنا پروگرام بہرحال زیادہ مؤخر نہیں کیا۔ ڈنر کے فوراً بعد وہ یہاں سے ایئرپورٹ جائے گا جہاں سے چارٹرڈ طیارے کے ذریعے وہ واپس چلا جائے گا۔"

"یہ ڈنر تمہاری طرف سے تو نہیں ہے؟" کلارا نے کہا۔

"میری ہی طرف سے سمجھو۔ اس لئے کہ یہ منصوبہ میرا ہی ہے۔"

"کاش ہمیں بھی رینڈل کے خلاف کام کرنے کا کوئی موقع مل سکتا۔" زیوڈ بیان نے کہا۔

"اپنے حصے کا کام تم کر چکے ہو۔ تم دونوں ہی کی مدد سے میں آج کامیابی کے اس قدر نزدیک پہنچ چکا ہوں کہ جب چاہوں رینڈل

کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہوں۔"

"اس کے باوجود کچھ تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔" قلارا بولی "اس سے بڑھ کر بھی کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"بے فکر رہو۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ تم دونوں کو اس کا موقع دیا جائے۔"

ان دونوں کے پاس سے اٹھنے کے بعد میں نے کچھ دیر ڈنر کے لیے کیے جانے والے انتظامات کا جائزہ لیا اور پھر مطمئن ہو کر ہوٹل سے نکل آیا۔ اب میرا رخ ہیراڈاگزباد کی طرف تھا۔

ہیراڈاگزباد میں چند افراد ہی موجود تھے۔ زیادہ ترعمارتیں غیر آباد تھیں۔ ابھی ان کے آباد ہونے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ میں سیدھا اس حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایڈگر کا آفس تھا۔ آفس کا دروازہ بند تھا اور دروازے کے باہر اسٹول پر ایک سنتری اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ مجھے آفس کی طرف جاتے دیکھ کر وہ اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"منہ اٹھائے کہاں چلے جا رہے ہو۔" اس نے غرا کر کہا۔

"مجھے مسٹر ایڈگر سے ملنا ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"بھاگ جاؤ۔ وہ اس وقت مصروف ہیں۔ کسی سے نہیں مل سکتے۔"

"نہیں..... ان سے میرا ملنا ضروری ہے۔ انہیں بتاؤ کہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے انسپکٹر جنس ڈے آیا ہے۔"

"اے مسٹر تم نشے میں تو نہیں ہو..... تم جیسے بہت سے آتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو فوج کے کرنل جنرل تک ہوتے ہیں۔"

میں نے جواب میں اپنا شناختی کارڈ جیب سے نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ "اگر ذرا بھی پڑھے لکھے ہو تو اسے پڑھ لو۔"

وہ پڑھا لکھا تھا یا نہیں تھا مگر سرکاری کارڈ اور اس پر چسپاں تصویر تو پہچان ہی سکتا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

"میں..... میں ابھی جا کر انہیں بتاتا ہوں۔" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا اور آفس کے دروازے کی طرف جھپٹنے کی کوشش کی۔

"نہیں میرے دوست۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں خود ہی اسے بتا بھی دوں گا اور اس سے مل بھی لوں گا۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے اور میں اسے ہکا بکا چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

آفس کے اندر داخل ہوا تو ایڈگر کسی سے فون پر بات کرنے کے بعد ریسیور واپس رکھ رہا تھا۔ ایک اجنبی کو اپنے آفس میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"ڈان ہو تم۔" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اور بلا اجازت میرے آفس میں کیسے داخل ہوئے۔"

"اس قدر دنا داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا "تم بھی میرا کارڈ دیکھ کر اطمینان کر لو۔"

ایڈگر ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ "کیا اب بھی کوئی بات باقی رہ گئی ہے۔" اس نے مضمحل انداز میں کہا۔

"کس سلسلے میں مسٹر ایڈگر؟"

"یہ تو زیادتی ہے تاکہ حملہ مجھ پر کیا گیا اور تنگ بھی مجھے ہی کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ وہ معاملہ ختم کیا جا چکا ہے۔"

"وہ معاملہ تو ختم کیا جا چکا ہے مسٹر ایڈگر لیکن اب ایک یا معاملہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔" میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ مسٹر علی پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔"

ایڈگر بری طرح چونک پڑا۔ اس نے اب تک میری آواز کی تبدیلی پر غور نہیں کیا تھا۔ "یہ سراسر الزام ہے۔" اس نے احتجاجی انداز میں کہا "تم یہ بات ثابت نہیں کر سکتے۔"

"ہم لوگ حقائق کو ثابت نہیں کرتے ان کا اعتراف کرایا کرتے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"یہ کھلی ہوئی دھاندلی ہے۔ اس دھاندلی کے خلاف میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔"

"ضرور کھٹکھٹانا۔" میں نے کہا۔ "مگر اعتراف کرنے کے بعد..... بے وقوف آدمی تو آواز بھی نہیں پہچانتے۔"

"اوہ..... اوہ۔" ایڈگر نے چونک کر کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے یہ آواز تو علی یا رضوان کی ہے۔"

"ہاں..... میں ہی اب میں ہوں۔ تاکہ مجھ پر کوئی حملہ نہ ہو سکے۔ یہ بتاؤ کہ پھر اس شخص کا کوئی فون آیا تھا۔"

"اس نے تو مجھے عاجز کر رکھا ہے۔ میں اس سے کہہ چکا ہوں کہ میں قانون کے محافظوں سے نہیں الجھتا۔ ان سے بچ کر ہی کام کرتا ہوں مگر وہ اس پر مصر ہے کہ میں تمہیں تلاش کروں۔"

"معلوم نہیں اور کتنے لوگوں سے یہ فرمائش کی گئی ہوگی۔" میں تضحیک آمیز انداز میں مسکرایا۔ "انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ اگر میں نہ چاہوں تو وہ تاقیامت میرا سراغ نہیں لگا سکتے۔"

"آپ جب یہاں داخل ہوئے اس وقت بھی اسی کا فون تھا۔ اب وہ فرمائش کر رہا ہے کہ میں آج رات ساڑھے بارہ بجے ائیرپورٹ کے باہر ہوائی فائرنگ کروا دوں۔"

میں چونک پڑا۔ ائیرپورٹ کے باہر فائرنگ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ جو وقت ایڈگر نے بتایا ٹھیک اسی وقت میلی نوف کو ائیرپورٹ پر موجود ہونا تھا۔

"تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ اس فائرنگ سے وہ کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟" میں نے کہا۔

"پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے معاوضہ ادا کیا جا چکا ہے لہٰذا

اس معمولی سے کام کے عوض مجھے کوئی سوال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔"

"بات تو معقول ہے۔ تمہیں انکار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اب اگر اس کا فون آئے تو اسے کہہ دینا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینا کہ تمہیں جو معاوضہ ادا کیا گیا ہے اس کے عوض یہ آخری کام ہوگا۔"

"میں اس سے کہہ دوں گا لیکن اس طرح فائرنگ کرنے پر اگر میرے آدمی پکڑے گئے تو کیا ہوگا؟" ایڈگر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس بات کا انتظام کروں گا کہ تمہارے کسی آدمی کو گرفتار نہ کیا جائے۔"

****

رات نو بجے تقریب کا آغاز ہوا۔ اس وقت میں ہیریس ہل میں ہی موجود تھا اور سارے ضروری انتظامات مکمل کرچکا تھا۔

"میرے اندازے کے مطابق آج کی رات فیصلہ کن ثابت ہونی چاہئے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ جنرل ہیریس اور کیتھی براؤن بھی ہمارے ساتھ کھانے کی میز پر موجود تھے۔

"اس لئے آج تم جلدی کھانا کھا رہے ہو۔" جنرل نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم نے ٹھیک اندازہ لگایا ہے جنرل! ممکن ہے بعد میں ہمیں کھانے کا موقع نہ ملے۔"

اسی وقت تہذیب کو ٹرانسمیٹر پر کال موصول ہوئی۔ یہ بڈ کی کال تھی۔ "میلی نوف کے ساتھیوں میں سے ایک شخص جس کا نام مائیکل سولو ہے، ریجنالڈ سے ملنے آیا ہے۔"

تہذیب نے میری طرف دیکھا اور میں نے ذہن پر زور دیا۔ "میرا خیال ہے اس شخص کا تعلق میلی نوف کے محافظوں میں سے ہے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے ٹرانسمیٹر میں یہی سوال دہرایا۔

"ہاں میڈم یہ وہی شخص ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ڈنر میں کیوں شریک نہیں ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے؟"

تہذیب نے ایک بار پھر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "اس سے کہو کہ ان دونوں پر کڑی نگاہ رکھے۔ اب ان دونوں کی نگرانی کی جائے گی۔" میں نے کہا۔

تہذیب نے بڈ کو میری ہدایات پہنچائیں اور رابطہ منقطع کرکے مجھ سے بولی۔ "یہ کتنا اہم ہے کہ مائیکل سولو ریجنالڈ سے ملنے کیوں آیا ہے؟"

"میلی نوف کا کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو۔" تہذیب غرائی "تمہارے ذہن میں یقیناً کوئی اہم بات ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" میں نے بڑے یقین سے کہا۔ "اگر کوئی بات ہوتی تو تمہیں ضرور بتاتا۔"

تہذیب مطمئن نہیں ہوئی۔ میں نے بھی تہذیب سے غلط بیانی کی تھی۔ میرا ذہن واقعی اس معاملے میں الجھ گیا تھا۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے بعد میلی نوف کی گوٹے ہل سے واپسی تھی۔ ایسے میں اس کے کسی ماتحت کا ریجنالڈ سے ملاقات کرنا کسی بڑے واقعے کا پیش خیمہ بھی ہوسکتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں ریجنالڈ کے منصوبے کا سرسری خاکہ بنایا تھا وہ مجھے بڑا بے کار نظر آنا محسوس ہونے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوبارہ بڈ نے کال کی۔ "مائیکل سولو واپس جارہا ہے۔" بڈ کہہ رہا تھا۔ "لیکن ریجنالڈ بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکلا ہے۔ کیا اسے روکنے کی کوشش کی جائے۔"

میں نے تہذیب کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر لے لیا۔ "ہرگز نہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اب ان دونوں کی مستقل نگرانی ہوگی۔ خبردار دونوں میں سے ایک بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔"

"وہ دونوں الگ الگ کاروں میں بیٹھ رہے ہیں چیف! میں دونوں میں سے کس کی نگرانی کروں؟"

"ریجنالڈ کی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ممکن ہے وہ تمہیں ڈاج دے کر نکلنے کی کوشش کرے اس لئے تم کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہو بلکہ تم پولیس کی ریڈیو کاریں طلب کرلو۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بڈ نے کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ ریجنالڈ کا باپ بھی مجھ سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔"

"میرا خیال ہے ایکشن شروع ہوگیا ہے۔" میں نے تہذیب کو ٹرانسمیٹر واپس کرتے ہوئے کہا "ریجنالڈ خاصی دیر بعد حرکت میں آیا مگر آیا۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

ٹرانسمیٹر پر بڈ سے مسلسل رابطہ تھا۔ ریجنالڈ گوٹے ہل کی سڑکوں پر بے مقصد ڈرائیونگ کرتا پھر رہا تھا۔ دوسری طرف کی رپورٹ یہ تھی کہ مائیکل سولو ڈنر میں شریک تھا۔ ریجنالڈ سے مل کر وہ سیدھا تقریب میں واپس پہنچا تھا۔

"ریجنالڈ کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتا ہے۔" ایک گھنٹے بعد تہذیب نے کہا "آخر اس بے مقصد ڈرائیونگ سے وہ کیا فائدہ اٹھانا چاہ رہا ہے؟"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "مگر میں ابھی تمہیں بتاؤں گا۔ اس کے لئے تم مجھے کم از کم ڈیڑھ گھنٹے کی مہلت دو۔"

اس وقت گیارہ بجے تھے۔ میلی نوف کو پونے بارہ بجے ہوٹل سے نکل کر تقریباً سوا بارہ بجے ایئرپورٹ پہنچنا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے بڈ نے رپورٹ دی کہ ریجنالڈ

انجر کیبٹو کلب کی طرف واپس جارہا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ ایک فلائنگ پٹرول پمپ پر رک کے گاڑی میں پٹرول بھروا رہا ہے۔ میں

تمام اطلاعات پا کا تبصرہ سن رہا تھا۔

چند منٹ بعد ٹرانسمیٹر پر بڈ کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔ "ریجنالڈ نے ٹنکی فل کروائی ہے۔ اس کے ارادے خطرناک معلوم ہونے ہیں۔"

"تم بھی اپنی گاڑی کی ٹنکی فل کروالو۔" میں نے کہا۔

"اس نے دوبارہ سفر شروع کردیا ہے چیف! اس بار کار کی رفتار بے حد تیز ہے۔"

"تعاقب جاری رکھو بڈ!"

"وہ مخالف سمت میں سفر کر رہا ہے چیف!" چند منٹ بعد بڈ نے بتایا۔ "یہ سڑک آگے جاکر ہائی وے سے مل جاتی ہے۔"

"اسے روکنے کی کوشش کرو بڈ!"

"یہ ناممکن ہے چیف! سڑکیں سنسان پڑی ہیں اور جس رفتار سے وہ کار چلا رہا ہے اس رفتار پر تو بس درمیانی فاصلہ ہی برقرار رکھا جاسکتا ہے۔"

دوسری طرف سے اطلاع ملی کہ میلی نوف ہوٹل سے روانہ ہو رہا ہے۔ مائیکل سولو بھی اس کے ساتھ ہی ہے۔

"میرا خیال ہے ریجنالڈ ہمیں دھوکا دے گیا چیف!" بڈ کی آواز آئی۔ "وہ ہائی وے پر پہنچ چکا ہے۔ ہم بڑی عجیب صورت حال سے دوچار ہیں۔ اگر پٹرول ڈلوانے کے لئے رکتے ہیں تو ریجنالڈ ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اگر تعاقب جاری رکھتے ہیں تو ہماری گاڑیوں کا پٹرول ختم ہوجائے گا۔"

"تم نے دیکھا۔" میں نے ہنس کر تہذیب سے کہا "ریجنالڈ واقعی جینئس ہے۔ اس نے بڈ اینڈ کمپنی کو کیسا ناک آؤٹ کیا ہے۔"

"یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" تہذیب نے بگڑ کر کہا۔ "سب تم کہتے رہے کہ اسے ڈھیل مت دو مگر تم اپنی بات پر اڑے رہے۔"

"تہذیب کا کہنا درست ہے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ "تم نے ریجنالڈ کو حد سے زیادہ ڈھیل دی ہے۔ اب بھگتو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے جنرل!" میں نے جنرل کی طرف دیکھا۔

"بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ریجنالڈ بچ کر نکل جائے گا۔" جنرل نے محتاط انداز میں کہا۔ "تاہم آخری نتیجہ نکلنے تک کوئی بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی۔"

"ریجنالڈ تمہاری ذمے داری ہے بڈ!" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ اسے کسی قیمت پر بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔"

"ارے تو مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مردود یہ حرکت کر بیٹھے گا۔" بڈ نے جھنجھلا کر کہا۔

"اگر تم کہو تو ہم فضا سے ہیلی کاپٹروں سے مدد لے سکتے ہیں۔" جنرل نے مجھ سے کہا۔

"ابھی نہیں۔" میں نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا "آخری ایکشن شروع کرنے کے لئے مناسب وقت بارہ بجے کے بعد شروع ہوگا۔ اس وقت تک تم تیاریاں مکمل کرلو۔ میں اور تہذیب ایئرپورٹ جارہے ہیں۔"

میلی نوف کو الوداع کہنے کے لئے وزیر صنعت و تجارت ایئرپورٹ آرہے تھے اس لئے ایئرپورٹ پر زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ ان حفاظتی انتظامات کا انچارج انسپکٹر جنس ڈلے تھا جبکہ حقیقت یہ تھی کہ میں نے حفاظتی انتظامات میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی بس چند ہدایات جاری کر دی تھیں جن پر عمل کرنا لازمی تھا۔ بقیہ انتظامات حسب معمول تھے۔

ائرپورٹ پر ہجوم نہیں تھا۔ رات کے بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے اور اس وقت وہاں نہ کوئی فلائٹ آئی تھی اور نہ جاتی تھی۔ بذ مستقل چیخ رہا تھا کہ اس کی گاڑی میں پیٹرول ختم ہونے والا ہے۔ میں نے کار سے اترنے سے قبل جنرل کو ہدایت دی کہ فوری ایکشن شروع کر دیا جائے اور ریجنل کو گرفتار کر کے ائرپورٹ کے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچا دیا جائے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔ "کیا میلی نوف پر ہاتھ ڈالو گے۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ویسے میلی نوف پر ہاتھ ڈالنا مذاق نہیں ہے۔"

"اور ریجنل پر ہاتھ ڈالنا بہت آسان ہے۔" تہذیب نے جل کر کہا۔

"ائرپورٹ پر تم مجھ سے دور ہی دور رہنا۔" میں نے کار سے اترنے سے قبل تہذیب سے کہا۔ "اس لئے کہ موجودہ میک اپ میں میرا تمہارے ساتھ نظر آنا مناسب نہیں ہے۔"

"مگر میں یہاں جاؤں گی کہاں اور کروں گی کیا؟" تہذیب نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم کوئی اجنبی تو ہو نہیں۔ وی آئی پی لاؤنج میں بھی جا سکتی ہو۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد وہیں آجاؤں گا۔ مگر خبردار! میرے کسی معاملے میں دخل مت دینا۔"

میں ٹہلتا ہوا ڈپارچر لاؤنج میں پہنچ گیا جہاں امیگریشن وغیرہ کی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ میلی نوف اپنے ساتھیوں سمیت وی آئی پی لاؤنج میں موجود تھا۔ انسپکٹر جنس ڈلے کی حیثیت سے میں چند افراد سے ملا اور پھر وی آئی پی لاؤنج کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ میں نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنی۔ مجھے چونکہ معلوم تھا کہ یہ ڈیگر کے ساتھی ہیں اور صرف ہوائی فائرنگ کر رہے ہیں اس لئے میں بغیر رکے آگے بڑھتا رہا۔

وی آئی پی لاؤنج کے باہر متعدد مسلح محافظ راہداریوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج کے دروازے پر بھی دو محافظ موجود تھے۔ ان سب نے مجھے سیلوٹ کیا اور میں سر کے خفیف سے

اشارے سے سلام کا جواب دیتا ہوا وی آئی پی لاؤنج میں داخل ہو گیا۔ اندر وزیر موصوف اور میلی نوف ایک ہی صوفے پر بیٹھے بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ٹیلی ویژن کیمرے عکس بندی کرنے میں مصروف تھے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی کا ایک فوٹوگرافر بھی نظر آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ میلی نوف کے ساتھی تھے اور ستفیب تھی جس نے میرے اندر داخل ہونے پر نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا تھا پھر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

میں دروازے کے پاس ہی رک گیا۔ میری نگاہوں کا مرکز مائیکل سولو تھا جو ہنس ہنس کر کیبو لیتن سے سرگوشیوں میں باتیں کر رہا تھا۔ کیبو لیتن کچھ جھینپی جھینپی سی نظر آ رہی تھی لیکن کسی نے نظر اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا۔

چند لمحوں تک تو میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا مائیکل سولو کے پاس پہنچ گیا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں جناب۔" میں نے جھک کر بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "میں آپ کی جامہ تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

مائیکل سولو نے چونک کر میری طرف دیکھا اور اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔ "تم کون ہو؟" اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"خاکسار کو بنی زلے کہتے ہیں اور میں یہاں سیکیورٹی انچارج ہوں۔"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وی آئی پی لوگوں کی جامہ تلاشی نہیں لی جا سکتی۔" مائیکل سولو نے قدرے اونچی آواز میں کہا اور چند لوگ چونک کر ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔

"مجھے نہیں معلوم کہ کیا کیا جا سکتا ہے اور کیا نہیں۔۔۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں سیکیورٹی انچارج ہوں۔ سیکیورٹی کے نقطۂ نظر سے جو مناسب سمجھوں کر سکتا ہوں۔"

مائیکل سولو کی مٹھیاں غصے سے بھینچ گئیں۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم مزید ملازمت نہیں کرنا چاہتے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ "کرنا چاہتا ہوں مسٹر مائیکل۔" میں نے جھکے جھکے لہجے میں کہا۔ "جبھی تو آپ کی تلاشی لینے پر اصرار کر رہا ہوں۔"

مائیکل سولو کھڑا ہو گیا۔ "ہماری توہین کی جا رہی ہے۔" اس نے بلند آواز سے کہا اور وہاں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔

"کیا بات ہے۔" وزیر صنعت و تجارت نے اونچی آواز میں کہا۔

"ہماری توہین کی جا رہی ہے جناب! یہ شخص میری تلاشی لینے پر اصرار کر رہا ہے۔"

"سیکیورٹی کے لئے میں اسے ضروری سمجھتا ہوں جناب۔" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "ہمیں کسی ایک فرد کی تلاشی لینی تھی جس کے لئے میں نے مسٹر مائیکل کا انتخاب کیا ہے۔ انہیں کیا اعتراض ہے؟"

"جامہ تلاشی لینا ایک طرح کی اہانت ہے۔" میلی نوف نے کہا "میں اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی ہی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر تلاشی لینا ضروری ہے تو پھر میری تلاشی لے لی جائے۔ میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں۔"

وزیر موصوف نے میلی نوف کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دھیمی آواز میں کچھ کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "تم فوری طور پر یہاں سے نکل جاؤ۔ صبح تمہاری معطلی کے احکامات جاری کر دیے جائیں گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر جناب لیکن اگر آپ ایک نظر اس کاغذ کو ملاحظہ فرما لیں۔۔۔"

"مجھے کچھ نہیں دیکھنا۔" وزیر موصوف نے ناگواری سے کہا "بلکہ میں تو تمہیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہیں سے جنرل نیری سے بات کر لوں۔" میں نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے کہا۔

"ہنہ۔ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔" وزیر موصوف کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی۔

میں آگے بڑھا اور نہایت مؤدبانہ انداز میں جیب سے ایک اجازت نامہ نکال کر وزیر موصوف کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے اس پر جلدی جلدی ایک نگاہ ڈالی اور اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں مسٹر مائیکل کی جامہ تلاشی لے لوں۔" میں نے نہایت ادب سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دینے کے بجائے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ یہ گویا ایک طرح کی اجازت تھی۔

"اب جبکہ وزیر موصوف نے مجھے اجازت مرحمت فرما دی ہے میرا خیال ہے آپ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" میں نے میلی نوف سے کہا۔

میلی نوف کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئٹے نل کی حکومت ہماری توہین کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہے۔" اس نے وزیر موصوف کو مخاطب کیا مگر وہ کیا جواب دیتے۔ انہیں کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ ان کی زبان پر تو اس اجازت نامے نے تالے ڈال دیے تھے جو میں نے انہیں دکھایا تھا۔ اس

اجازت نامے کی رو سے میں کوئی بھی قدم اٹھانے کے لئے پوری طرح آزاد تھا اور یہ اجازت نامہ جنرل نیریں کے دستخطوں سے جاری کیا گیا تھا۔

"مسٹر مانگل نے چند گھنٹے قبل ایک ایسی شخصیت سے ملاقات کی تھی جسے کوٹے مل کی حکومت نے ناپسندیدہ قرار دے دیا ہے۔"
"اگر تمہارا اشارہ مسٹر رینڈل کی طرف ہے تو میں ان کے بارے میں ایسی کسی بات سے لاعلم ہوں۔" مانگل سولوے کہا۔

"تو پھر جامہ تلاشی کے نام پر تم اس بری طرح بھڑک کیوں رہے ہو۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔
"اس لئے کہ مجھے اس عمل سے اپنی اہانت کا احساس ہوتا ہے۔"
"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ذاتی احساسات پر ایک مملکت کے مفادات قربان کر دیے جائیں۔"
"اگر یہ بات ہے تو میں بخوشی تلاشی دینے کو تیار ہوں۔" مانگل نے اچانک مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چند قدم آگے آ گیا۔

میں فاتحانہ انداز میں آگے بڑھا اور مانگل کو سر سے پیر تک ٹٹول کے دیکھا۔ اس کے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہیں تھا۔ البتہ اس کے کوٹ کی جیب میں سے سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گیند برآمد ہوئی۔
"یہ کیا چیز ہے مسٹر مانگل!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔
"ڈیکوریشن پیس ہے۔" مانگل نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "میرے پاس کوئی قابل اعتراض چیز ہے ہی نہیں۔"

"مسٹر مانگل فرماتے ہیں کہ یہ کوئی خاص چیز نہیں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں' محض ایک ڈیکوریشن پیس ہے۔" میں نے ایڑیوں کے بل پر گھومتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "لیکن حاضرین کرام! میں آپ کو ایک حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس گیند کی حقیقت یہ ہے...... ایسی ہی ایک گیند کی مدد سے اس وی آئی پی لاؤنج سے کچھ عرصہ قبل چند وی آئی پی مہمانوں کو اغوا کیا گیا تھا...." اچانک میری آواز بند ہو گئی۔ وجہ یہ تھی کہ عقب سے مانگل نے میرے ریوالور پر جھپٹا مارا تھا اور اسے ہولسٹر سے نکال کر تیزی سے مجھ سے دور چلا گیا تھا۔

"اپنے ہاتھ اٹھا لو انسپکٹر۔" اس نے گرج کر کہا۔ "تم ریوالور کی زد میں ہو۔"

میں نے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ "تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے مسٹر مانگل!"

"میں خوب جانتا ہوں کہ کب کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں ذرا برابر بھی رعایت نہیں کروں گا۔"
"میں جانتا ہوں کہ تم رعایت کرنے کے عادی نہیں ہو۔" میں نے کہا پھر وزیر موصوف سے مخاطب ہوا۔ "آپ نے دیکھا کہ آپ کن لوگوں کی حمایت کر رہے تھے؟"
"میری طرف رخ کرو اور یہ بتاؤ کہ اس گیند کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا تھا؟"

میں آہستگی سے مانگل کی طرف گھوما۔ "ان ہی مہمانوں نے مجھے اس گیند کے بارے میں بتایا تھا۔" میں نے شیشے کی دیوار کے پار رن وے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں ایک جیلی کا پڑا از رہا تھا۔ "ان میں سے ایک مہمان یہاں موجود بھی ہیں۔ شاید تم انہیں نہیں پہچانتے۔ ان کا نام تنذیب یا کلم انگیں ہے۔"
تنذیب کے نام پر مانگل چونکا پھر اس کی نظریں تنذیب پر جا کر رک گئیں۔ "یہ بڑا اچھا ہوا کہ مدام انگیں بھی یہاں موجود ہیں۔ اب وزیر موصوف کے علاوہ یہ بھی ہمارے ساتھ جائیں گی۔ آپ بھی ادھر ہی آ جائیں مدام۔"
تنذیب اٹھ کر میرے برابر آ گئی۔ وہ مجھے خشمگیں نگاہوں سے گھورے جا رہی تھی۔

"نہیں مسٹر مانگل!" میں نے کہا۔ "کسی اور کے تمہارے ساتھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ اب تم بھی کہیں نہیں جاؤ گے۔"
"تم حد سے زیادہ خوش فہم نوجوان معلوم ہوتے ہو مسٹر مین! تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ اس وقت ایک وزیر بے قافاں کی حیثیت سے یہاں موجود ہے۔"
میں نے وزیر صنعت و تجارت کو دیکھا جو ہکا بکا کھڑے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ "اب تو ثابت ہو گیا کہ یہ شخص مجرم ہے۔" میں نے ان سے کہا۔
"تم یہ بات کسی اور کو بتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔" مانگل غرایا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر مانگل!" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "یہ ٹی وی کیمرے گواہی دیں گے......"
"انہیں عکس بندی کرنے دو۔ جاتے وقت میں ریکارڈ شدہ کیسٹیں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔"
"یہ تو بڑی زیادتی ہو گی۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "دنیا کو کیسے پتا چلے گا......"
"دنیا کو کچھ معلوم ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جا رہے ہیں گے

ہی دنیا کے علم میں آ سکے گا۔" مانگل سولوے کہا۔ "یہ گیند مجھے واپس کر دو۔"
مانگل کی ہدایت کے بعد جب میں گیند نیچے قالین پر رکھ کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور مانگل نے انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھ کر گیند اٹھائی لیکن ابھی وہ الٹے قدموں چلتا ہوا اپنی جگہ پر واپس پہنچا ہی تھا کہ لاؤنج کا دروازہ کھلا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ رینڈل لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اس کے عقب میں دو فوجی بھی نظر آ رہے تھے۔ رینڈل کو دیکھ کر مانگل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں مگر اس نے فوراً ہی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ریوالور کا رخ وزیر صنعت و تجارت کی طرف کر دیا۔
"اسلحہ پھینک دو۔" اس نے گرج کر کہا "ورنہ میں وزیر موصوف کو گولی مار دوں گا۔"
دونوں فوجی ایک لمحے کو ٹھٹکے مگر میں نے انہیں مانگل کے حکم پر عمل کرنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے بھی مناسب یہی سمجھا کہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔
"تم نے دیکھا۔" مانگل نے فاتحانہ انداز میں کہا "اب اگر کہو تو ہم تمہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے چلیں۔"
"ایک منٹ ٹھہرو۔" مجلی نوف نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میری ایک تجویز ہے۔ تم رینڈل کو بے شک گرفتار کر لو مگر مانگل کو نکل جانے دو۔ یہ بے وقوف آدمی ہے۔"

مانگل خاموش رہا۔ گویا وہ اس تجویز سے متفق تھا۔ میں نے وزیر موصوف کی طرف دیکھا۔ "آپ کا کیا خیال ہے جناب؟" میں نے ان سے پوچھا۔
"میرے خیال میں مسٹر مجلی نوف نے ایک معقول تجویز پیش کی ہے۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس تجویز پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
"اور آپ کیا کہتی ہیں مادام؟" میں نے تنذیب سے کہا۔
"ہمارا مجرم رینڈل ہے۔ جب یہ گرفتار ہو گیا تو ہم دیگر لوگوں سے صرف نظر کر سکتے ہیں۔"
میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میرا فیصلہ یہ ہے مسٹر مجلی نوف کہ مانگل بھی خود کو ہمارے حوالے کر دے۔ اس سے کم پر میں کسی مفاہمت کے لئے تیار نہیں ہوں۔"
"معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" مانگل نے کہا "تم میرے ساتھ سودے بازی کی پوزیشن میں نہیں ہو۔ میرا پلہ بھاری ہے۔"
"تو میں اس پلڑے کو ہلکا کئے دیتا ہوں۔" میں نے اپنے ہاتھ گراتے ہوئے کہا۔
"خبردار انسپکٹر!" مانگل چیخا۔ "میں تم سے پہلے اس وزیر کو گولی مار دوں گا۔"
"ضرور مار دو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا "اس کے دوسری گولی مجھے' تیسری اور چوتھی ان فوجیوں کو' پانچویں تنذیب

اور پھر خود اپنے آپ کو مار لیتا۔"

میں نے مانٹیل کی طرف ایک قدم بڑھایا۔ مذکورہ موصوف کے چہرے کی رنگت پہلے ہی اڑ چکی تھی۔ غالباً انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا لیکن مانٹیل نے ریوالور کا رخ تیزی سے میری طرف کر دیا۔

"تم احمق ہو پہلے میں تمہیں موت کی نیند سلا دوں گا۔ کسی اور کا نمبر بعد میں آئے گا۔"

میں نے مانٹیل کی طرف ایک قدم اور بڑھایا۔ لاؤنج میں چھایا ہوا سناٹا پہلے سے گہرا ہو گیا تھا۔ ہر شخص یہی توقع کر رہا تھا کہ کسی بھی لمحے مانٹیل کے ریوالور سے گولی نکلے گی اور مجھے چاٹ جائے گی۔ مذنب اور مذکورہ موصوف سب سے زیادہ مضطرب تھے۔

"رک جاؤ انسپکٹر۔" مذکورہ موصوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کیوں خوار خواہ اپنی جان کے درپے ہو رہے ہو۔"

"میں وہی کر رہا ہوں جو میرا فرض ہے۔" میں نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" مانٹیل نے درشت لہجے میں کہا۔ "ورنہ میں تمہیں اگلی وارننگ نہیں دوں گا۔"

"ریوالور ہاتھ میں ہو تو چیونٹی بھی شیر ہو جاتی ہے۔" میں نے مسخرانہ انداز میں کہا۔

"خود کو دلیر یا شیر کہلوانے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" مانٹیل نے سرد لہجے میں کہا۔ "جب اسلحہ موجود ہو تو ایسی کوئی حماقت نہیں کرنی چاہئے۔"

"لیکن میں کیا کروں۔" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "مجھے ایک پرانا قرض چکانا ہے۔ یاد ہے، تم نے مجھے گوئٹے مل ائرپورٹ کے حوالے سے طعنہ دیا تھا۔"

مانٹیل سوتے ہوئے کی طرح چونک پڑا۔ "کون ہو تم؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر اچانک ہی تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

"میں تمہارا ازلی دشمن ہوں ریجنلڈ۔" میں نے اچانک سخت لہجے میں کہا۔ "پہچان سکو تو مجھے میری آواز سے پہچان جاؤ۔"

مانٹیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "مثلی۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بلند ہو گیا۔ اس نے مجھ پر فائر کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔

"آج فیصلے کی رات ہے ریجنلڈ!" میں نے اس کے بلند ہوتے ہوئے ہاتھ کی پروا کئے بغیر کہا۔ "آج معلوم ہو جائے گا کہ تم کتنے ذہین مکار اور دلیر ہو۔"

ریجنلڈ کا ہاتھ تیزی سے نیچے آیا اور اس نے میرے سر کا نشانہ لے کر ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ لاؤنج کی محدود فضا میں ایک دھماکا ہوا۔ ریوالور کی نال سے دھواں نکل رہا تھا مگر میرے منہ سے نہ تو کوئی چیخ بلند ہوئی تھی اور نہ ہی میں زمین پر گرا تھا۔ میں تو اپنے قدموں پر پہلے کی طرح کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے پی کو ان نے مجھے ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ اب مجھ پر گولیاں بھی اثر نہیں کریں گی۔"

لاؤنج میں سنسنی پھیل گئی۔ ایسا ناقابل یقین منظر پہلے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ ایک شخص پر فائر کیا گیا مگر اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ریجنلڈ کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں جو مانٹیل سوار کے میک اپ میں تھا۔

"ابھی پانچ گولیاں باقی ہیں ریجنلڈ۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "انہیں بھی آزما لو۔ شاید کوئی گولی کام کر جائے۔ میں تمہیں مکمل شکست سے دوچار کرنا چاہتا ہوں۔"

ریجنلڈ پر دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ اس نے لگاتار پانچ مزید فائر کر کے ریوالور خالی کر دیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں مجھے کوئی گزند پہنچنے کے سوا سب کچھ ہوا اور پھر ریجنلڈ نے مجھ پر ریوالور کھینچ مارا۔ میں نے جھکائی دی اور ریوالور میرے اوپر سے گزر گیا۔ پھر جیسے ہی میں سیدھا ہوا ریجنلڈ نے بجلی کی سی تیزی سے گلدان میرے چہرے کی طرف پھینکا۔ میں نے گلدان سے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے بجائے میں نے دونوں ہاتھ آگے کی طرف بڑھائے اور نہایت احتیاط سے گلدان کو کیچ کر لیا۔

"میں تمہیں یہی موقع دے رہا تھا۔" میں نے گلدان مذنب کی طرف بڑھاتے ہوئے ریجنلڈ سے کہا جو سناٹے کے عالم میں کھڑا تھا۔ دونوں فوجیوں نے پوزیشن سنبھال لی تھی اور اب ریجنلڈ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

"اب کیا خیال ہے مسٹر مغل نوف!" میں نے کہا "یہ دونوں مجرم ثابت ہو گئے ہیں لہٰذا اگر اجازت ہو تو ان دونوں کو گرفتار کر لیا جائے۔"

مغل نوف نے بمشکل سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"آپ کے مزید اطمینان کے لئے میں آپ لوگوں کو مانٹیل سوار کا اصل چہرہ دکھائے دیتا ہوں۔" میں ریجنلڈ کی طرف بڑھا لیکن ابھی میں اس سے چند قدم کے فاصلے پر ہی تھا کہ اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میں اس کے لئے پہلے سے تیار تھا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اسے خود پر حملہ کرنے کا موقع فراہم کیا تھا۔ اس کی گرفتاری سے قبل اسے معذور کر دینا ضروری تھا۔

میں نے تیزی سے ایک طرف ہٹ کر ریجنلڈ کا دایاں ہاتھ جکڑا اور پوری قوت سے کہنی کے جوڑ پر ضرب لگائی۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز سب نے ہی سنی تھی۔ میں نے ریجنلڈ کو ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دیا تھا۔

ریجنلڈ کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔ وہ گرا اور دائیں بائیں آپ کی طرح لوٹنے لگا۔ میں اس کی چیخوں کی پروا کئے بغیر نہایت بے رحمانہ انداز میں اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور پھر دائیں

کوشش کے بعد میں نے اس کے چہرے سے مائیکل سولو کا ماسک اتار پھینکا۔ اب وہاں دو رینڈال تھے۔ ایک زمین پر پڑا لوٹ رہا تھا۔ چیخ رہا تھا اور راول فول بک رہا تھا اور دوسرا لاؤنج کے دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

اسے بے نقاب کرنے کے بعد میں دوسرے رینڈال کی طرف بڑھا اور اس کے چہرے سے بھی ماسک اتار دیا۔ وہ مائیکل سولو تھا۔ سب لوگ سکتے کے عالم میں تھے۔ ایک عالمی تنظیم کے سربراہ کا عبرت ناک انجام انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ خود کو ناقابل تسخیر سمجھنے والا بدترین ذلت اٹھا کر گرفتار ہو گیا تھا۔

"آج میں نے تمام قرض چکا دیے ہیں رینڈال! جس جگہ سے تم نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو اغوا کیا تھا میں نے تمہیں اسی مقام پر گرفتار کرایا ہے۔"

"حکومت فرانس تمہیں نہیں چھوڑے گی۔" رینڈال کرب ناک انداز میں دھاڑا۔

"تمہارے تمام حربے ناکام ہو چکے ہیں۔ تمہاری گرفتاری فرانسیسی سفیر کی پیشگی اجازت سے عمل میں آئی ہے۔"

٭٭٭٭٭٭٭٭

ٹیرس محل واپس پہنچتے پہنچتے صبح کے چار بج گئے تھے مگر وہاں جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن مجھے جاگتے ہوئے ملے۔ بڈ بھی موجود تھا جو خوں خوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"ایک بڈھی رہ گیا ہے جسے تم ہمیشہ بے وقوف بناتے رہتے ہو۔" اس نے غرا کر کہا۔ "تم نے مجھے جعلی رینڈال کے پیچھے لگائے رکھا۔"

"اگر تم نے ساتھ نہ دیا ہوتا تو رینڈال ... گرفتار ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ ہمیں کسی اور سمت میں الجھانے کی کوشش کرے گا۔ مائیکل سولو پہلا شخص تھا جو اس سے ملنے پہنچا۔ رینڈال نے ہر چیز پہلے ہی طے کر لی ہوگی۔ احمق آدمی یہ سمجھ رہا تھا کہ ہم نقلی رینڈال کے پیچھے لگے رہیں گے اور خود وہ بچ کر نکل جائے گا۔"

"ہم لوگ تمہیں مبارک باد دینے کے لئے جاگ رہے تھے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ "سچی بات یہ ہے کہ آدمی اگر کسی جذبے کے تحت کام کرے تو کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے ایک خاص لگن کے تحت کام کیا۔" کیتھی نے معنی خیز لہجے میں کہا "ورنہ کہاں تم اور کہاں کامیابی۔ اب تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا۔"

"صبح کے چار بجے۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔ "تم تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے کو تلی بیٹھی رہتی ہو۔"

"وعدہ پورا کرنا علی کی سرشت میں شامل ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "آپ آئندہ بھی آرام کرنے دو۔ علوم تھیں آپ کے بعد چین کی نیند سوئے گا۔"

٭٭٭٭٭٭٭٭

دو ہفتے کے اندر اندر میری اور تہذیب کی شادی ہو گئی۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن تو یہ تقریب بڑی دھوم دھام سے کرنا چاہتے تھے مگر میں اس کے خلاف تھا چنانچہ کئی روز کی کشمکش کے بعد یہی طے ہوا کہ تقریب نہایت سادگی سے انجام پائے گی۔ اس تقریب میں جنرل اور کیتھی براؤن کے چند قریبی دوست کے علاوہ ولی گروپ کے ارکان شریک تھے۔

شادی کی تقریبات اختتام پذیر ہونے کے بعد میں کوئی رات دو بجے کے قریب حجلۂ عروسی میں داخل ہوا تو مجھ پر ایک عجیب سی افسردگی طاری تھی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میری شادی وطن سے ہزاروں میل دور اس طرح ہوگی کہ اس میں میرے خاندان کا ایک فرد بھی شریک نہیں ہوگا۔

"کیا سوچ رہے ہو علی!" عروسی جوڑے میں ملبوس تہذیب نے گھونگھٹ کے عقب سے شرمیلی آواز میں کہا۔

میں آہستگی سے چلتا ہوا بیڈ کے پاس پہنچا اور تہذیب کے برابر بیٹھ گیا۔ "میں قسمت کی اس ستم ظریفی پر غور کر رہا تھا کہ میری شادی ہوئی تو دیار غیر میں۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

دلہن بنی تہذیب نے گھونگھٹ الٹ کر میری طرف دیکھا۔ "کتنی عجیب بات ہے میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

"یہ موقع ہی ایسا ہوتا ہے تہذیب! شاید ہر ایک کو ایسے موقع پر اپنے بچھڑے ہوئے عزیز و اقارب یاد آتے ہوں گے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہی تھی علی!" تہذیب نے جھجکتے ہوئے کہا "لیکن نہیں ... میں کچھ بھی نہیں کہوں گی ورنہ تم سوچو گے ..." وہ خاموش ہو گئی۔

"تہذیب۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "کیا امنگوں بھری اس رات کی ابتدا بدگمانی سے ہوگی۔ تمہارے ذہن میں یہ بات کیسے آئی کہ میں تمہارے بارے میں کوئی بات غلط سوچ سکتا ہوں۔"

"بس آگے کچھ مت کہنا علی!" تہذیب نے بڑی محبت سے اپنا ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھ کر مجھے چپ کرا دیا۔ "بات بدگمانی کی نہیں ... بس مجھے کہتے ہوئے شرم آ رہی تھی، زبان نہیں کھل رہی۔"

"ایسی کیا بات ہے تہذیب!" میں نے حیرت سے کہا "ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپایا۔ بلا جھجک کچھ بھی کہہ سکتی ہو۔"

"میں ... میں سوچ رہی تھی اگر ہم اپنی پہلی رات پاکستان میں گزارتے ..." وہ جملہ ختم کرتے کرتے مارے شرم کے دہری

ہو گئی۔

میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ گرین پول کی ایجنٹ، جوڈو کراٹے کی ماہر تہذیب یا کلم ایکس نہیں تھی۔ اس وقت تو وہ ایک خالص مشرقی عورت تھی جو پہلی رات اپنے مجازی خدا سے بے تکلف نہیں ہو سکتی۔ اس کی نظریں جھکی جھکی ہوتی ہیں، آواز میں ارتعاش اور لہجہ مدھم ہوتا ہے۔ الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر منہ سے ادا ہوتے ہیں اور کانوں کی لویں ذرا ذرا سی بات پر سرخ ہو جاتی ہیں۔ وہ مجھ سے اتنی سی بات نہیں کہہ پا رہی تھی کہ اگر شادی وطن سے دور ہوئی تو کیا ہوا، ہم شب عروسی تو اپنے وطن میں منا سکتے ہیں۔

وطن کے حوالے پر میرے ذہن میں بہت سی یادیں تازہ ہو گئیں۔ آدمی خواہ کچھ بھی کرے، کہیں بھی رہے وطن کی مٹی سے اس کا ناتا بہت گہرا ہوتا ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ شاید میری اپنی لاشعوری خواہش بھی یہی تھی جسے تہذیب نے زبان دے دی تھی۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ہمیں اپنی شب عروسی پاکستان میں ہی منانی چاہئے تھی۔ پاکستان جو میرا وطن تھا، وطن ہے اور وطن رہے گا۔ میرا پیارا وطن پاکستان جس کا نام آتے ہی کانوں میں جس کی مدھر تانیں گونجنے لگتی ہیں۔ بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں بانسری کی ان تانوں میں گھل مل جاتی ہیں۔

"میں تم سے متفق ہوں تہذیب!" میں نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "شب عروسی پاکستان میں ہی منائی جائے گی۔"

٭٭٭٭٭٭٭٭

چوتھے روز ہم پاکستان پہنچ گئے اور ایک طویل عرصے بعد اپنی سرزمین پر قدم رکھتے وقت میں شدید قسم کے جذبات کا شکار تھا۔ میرا جی چاہتا تھا وطن پاک کی مٹی کو بوسے دوں۔ اس کی خاک پر اپنی جبیں رگڑوں، اپنے رب کے حضور سربسجود ہو جاؤں۔ میں سرخ رو ہو کر لوٹا تھا۔ میرا دامن کامیابیوں اور دل خوشیوں سے معمور تھا۔

ہمارے پاس زیادہ سازوسامان نہیں تھا۔ ضرورت کی چند چیزیں اور دو عدد سوٹ کیس جن میں چند جوڑے کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ ہم نے اپنی آمد کی اطلاع کسی کو نہیں دی تھی اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کوئی ہمیں ریسیو کرنے آتا لیکن اس وقت میری حیرت کا ٹھکانہ نہیں رہا جب میں نے ایک ڈرائیور کی یونیفارم میں ملبوس ایک شخص کو اپنے قریب آتے دیکھا۔

"سلام علیکم مسٹر علی۔" اس نے بڑی خوش خلقی سے کہا اور ٹرالی سے ہمارے سوٹ کیس اٹھا لئے۔ "گاڑی موجود ہے، تشریف لائیے۔"

میں حیرت سے گنگ ہو کر رہ گیا۔ ڈرائیور کے اعتماد نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کوئی انوکھا کام نہیں کر رہا۔ جیسے یہ سب کچھ ہمارے اور اس کے مابین طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔

"تو یہ کیا چکر ہے علی!" تہذیب نے کہا "کیا ہمیں کہیں سکون نہیں مل سکے گا۔ یہاں بھی ایسے پراسرار واقعات ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے؟"

میں خود بھی اسی مخمصے میں تھا اسے کیا جواب دیتا۔ اس اثنا میں ڈرائیور مڑا اور ہمیں اپنی جگہ کھڑا دیکھ کر بولا۔ "تشریف لائیے جناب۔"

"میرا خیال ہے اسے بھی دیکھ ہی لیتے ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ وہ میرے لہجے کو پہچانتی تھی۔ اثبات میں سر ہلا کر اس نے رضامندی ظاہر کر دی اور ہم نے ڈرائیور کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔

ایک سیاہ سیڈان کے پاس پہنچ کر اس نے بڑے ادب سے ہمارے لئے عقبی دروازہ کھولا۔ ہمارے اندر بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کیا اور ہمارے سوٹ کیس ڈکی میں رکھنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔ میں تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گیا۔ ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے میں پہلے ہی پوری طرح تیار تھا۔

کار اسٹار گیٹ سے شارع فیصل پر دائیں جانب مڑ گئی گویا ہم شہر کی طرف جا رہے تھے۔ مضافات کی طرف جا رہے ہوتے تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

ہمارے اس سفر کا اختتام سول لائنز کی ایک پرانی سی کوٹھی پر ہوا۔ پورے سفر کے دوران کسی نے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ جس کوٹھی کے پورچ میں کار رکی تھی۔ اس پر کسی قسم کی تختی نہیں تھی۔ بس وہ ایک پرانی سی عمارت تھی جس کے احاطے میں روشنی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

ڈرائیور نے اتر کر ہمارے لئے دروازہ کھولا اور اسی کی معیت میں ہم کوٹھی کے اندر داخل ہوئے۔ اندر راہداری میں بچھا ہوا قالین بھی شاید کوٹھی کی ہی عمر کا تھا۔ وہ بری طرح بوسیدہ ہو چکا تھا مگر بچھا ہوا تھا۔ اس راہداری کے دونوں طرف کئی کمرے تھے مگر سب کے دروازے بند تھے۔ ڈرائیور کی معیت میں ہم راہداری کے سرے پر واقع کمرے تک پہنچے۔ اس کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔

"اندر تشریف لے جائیے جناب۔" ڈرائیور نے پہلے کے سے اخلاق کے ساتھ کہا۔ "آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

میں اور تہذیب دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئے اور یہ دیکھ کر ہم دونوں ہی حیران رہ گئے کہ وہ ایک آفس تھا جب کہ ہم کسی رہائشی کمرے کی توقع کر رہے تھے۔ آفس خالی تھا۔ میز پر ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا جس کا پلے کا بٹن دبا ہوا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے لئے کوئی جال بچھایا گیا ہو۔

میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور ہم دونوں میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھتے ہی ٹیپ ریکارڈر سے آواز ابھرنے لگی۔ وہ آواز سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ میری آواز تھی۔ ریجنل نے جو روز مرگ پر میری آواز ٹیپ کی تھی۔ جب اس نے مجھ پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کیا تھا اس دوران اسے دھوکا دینے کے لئے میں نے صیہونیت کی حمایت میں اور مسلمانوں خصوصاً فلسطین کے خلاف جو کچھ کہا تھا وہ سب کچھ اس کیسٹ میں محفوظ تھا اور ٹیپ ریکارڈر کے اسپیکر سے پگھلے ہوئے سیسے کی مانند میرے کانوں میں اتر رہا تھا۔

میرے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور تہذیب کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔ ہم کسی جال میں پھنس گئے تھے۔

"یہ سب کچھ کیا ہے علی!" تہذیب نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"یہ حضرات ہیں تہذیب! انتظار کرو' جلد ہی کچھ نہ کچھ سامنے آ جائے گا۔"

میرے الفاظ ختم ہوتے ہی دروازہ کھلا اور سفید شلوار قمیص میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سنہری فریم کا چشمہ لگا رکھا تھا اور اس کی عمر پچاس سے کچھ اوپر ہی تھی۔

"السلام علیکم دوستو۔" اس نے بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔ "وطن واپسی پر میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"وعلیکم السلام۔" میں نے جواب دیا۔ "خوش آمدید کہنے کا یہ طریقہ کچھ زیادہ انوکھا نہیں ہے؟"

وہ ہنسنے لگا اور ہنستے ہوئے میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن ہم بھی کیا کریں۔ یہ کیسٹ ہمیں پرسوں موصول ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک پیغام بھی تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کا غدار علی یار خان پاکستان واپس آ رہا ہے۔ یہ کیسٹ ہمیں ایک دوسرے ادارے کے توسط سے ملی ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کیسٹ آپ کے جرائم کا ثبوت ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ یہودیوں کے ایجنٹ ہوتے تو یہ کیسٹ بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ دو دنوں کے اندر اندر ہمیں دن رات محنت کرنی پڑی۔ جنرل عمیر تک سے رابطہ کیا گیا اور پھر تمام حقائق سے آگاہ ہونے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہمیں آپ کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ آخر آپ کے وطن کا بھی آپ پر کوئی حق ہے۔"

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی۔ تہذیب بھی ہولے مسکرائی تھی جیسے اس کے اعصاب پر سے کوئی بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔

"اس حق کو آپ کس طرح استعمال کرنا چاہیں گے؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"علی کی مرضی کے مطابق۔" اس نے انتہائی مختصر اور بھرپور

...تیر کی۔
خصوصاً جب دیا کہ کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں بچی۔ پاک سرزمین پر قدم رکھتے ہی میری تسکین کا سامان ہو گیا تھا۔

"آپ کی رہائش کا انتظام کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ایک مہینے کی چھٹی کا بھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پہلے آپ ہنی مون منالیں پھر ہم بقیہ باتیں بھی طے کر لیں گے۔"

"میں بہت کڑی شرائط بھی پیش کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آپ کتنی کڑی شرائط پیش کریں گے علی صاحب!" اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ادارے کا سربراہ ہوں لیکن بخدا میں آپ کی ماتحتی میں کام کر کے فخر محسوس کروں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

اس سے زیادہ واقعی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

اس بات کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ میں اب بھی یہودیوں کے خلاف برسرپیکار ہوں مگر اب میں اپنے وطن کے لئے کام کر رہا ہوں۔ چونکہ میں ایک انتہائی خفیہ اور حساس نوعیت کے ملکی ادارے سے وابستہ ہوں اس لئے اپنے وہ کارنامے قلم بند نہیں کر سکتا جو اس دوران میں نے سرانجام دیے تاہم اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جب بھی آپ اخبار میں کسی یہودی کی گرفتاری یا کسی یہودی منصوبے کی ناکامی کی خبر پڑھا کریں تو اس ناچیز علی یار خان کو ضرور یاد کر لیا کریں۔

(ختم شد)